ناول: حلفِ جان

رائٹر: ایس مروہ مرزا

"جب اسے حمل کے بیچ جانی خطرہ لاحق تھا، Antiphospholipid Syndrome سے لڑ رہی تھی حمرا اور میں نے بھی آپ دو کو مزید کبھی

بچے پیدا کرنے سے منع کیا تھا تو کیوں کیا آپ دونے ایک اور بچہ، منع کرنے کے باوجود رسک لینے کا شوق تھا آپکو؟ ایک کافی نہیں تھا کیا بیٹا؟ اب بچے اور اس معصوم عورت دونوں کی جان خطرے میں ڈال کر سکون آگیا آپکو مسٹر ابراہیم علوی!؟ کیا ملے گا جب کسی ایک کو کھو دیں گے آپ؟"

بھاری مگر برہم آواز اس سترہ سال کے بچے کے کان میں بھی پڑی تھی جو اپنی ماں کی چیخ و پکار پر روتا ہوا اسی دروازے سے چپک کر کھڑا تھا جس کمرے میں اسکا باپ، درد سے تڑپتی ماں اور ایک ڈاکٹر عورت سب کھڑے تھے، نرسیز اور ڈاکٹرز مل کر اس عورت کی سانسوں کو بحال کرنے کی کوشش میں لگے تھے، یہ باتیں اس بچے کو سمجھ نہ آرہی تھیں کیونکہ اسکی سماعت اپنی پیاری ماں کی آہیں سن اور بھیگی معصوم شربتی آنکھیں اسکی اذیت دیکھنے میں لگی تھیں۔

"میں نے سوچا شاید اس بار اللہ ہمیں اک نارمل بچہ دے گا، وہ بلکل ٹھیک تھا، حمرا ابھی ٹھیک رہی نو ماہ۔ پھر اچانک کیا ہوا۔ کچھ کریں ناں ڈاکٹر! میرے بچے کو بچا لیں۔"

ان معصوم شربتی آنکھوں نے اپنے باپ کو پہلی بار بچوں کی طرح سسکتے دیکھا تھا لیکن اسکی ماں کے لیے نہیں، اس عورت کی کوکھ میں موجود بچے کے کھو جانے کے خوف سے، وہ پہلا لمحہ تھا جب اسے اپنے بابا کی روتی شکل بری لگی تھی۔

"ٹھیک ہے باہر جائیں۔۔ انیس کو بھی دور رکھیں یہاں سے۔۔ ہم کرتے ہیں کچھ۔ دعا کریں مسٹر ابراہیم۔ شاید بچے یا ماں میں سے آپکو کسی ایک کو چننا پڑے۔ اپنے آپ کو مینٹلی تیار کریں"

بستر مرگ پر سسکیاں بھرتی حمرا نامی وہ عورت شاید ابراہیم کے لیے سب نہیں تھی، وہ ڈاکٹر کی بات سنے اپنے روتے چہرے کو ہاتھوں سے رگڑتا تڑپتی

حمرا کے ماتھے پر جھکا اور اسکی پیشانی چومی پھر وہ وہاں سے انیس غانم کو گھسیٹتا ہوا نکلا تھا، خواب دردناک ضرور تھا پر ان بند آنکھوں نے اس حقیقت کو جاگتی آنکھوں سے جیا تھا، ہڑبڑا کر اٹھنے پر اسے درد کو محسوس کرنے کی مہلت نہ ملی کیونکہ کوئی دبلا پتلا وجود اس پر حاوی ہو کر لپٹنے کے انداز میں سو رہا تھا۔

وہ انیس غانم علوی تھا، بلیک شرٹ میں ملبوس جس سے اس کی مسلسل ٹرینڈ باڈی نمایاں ہو رہی تھی، چوڑے شانے، کسی ہوئی بازو اور چیست ٹرائیسپس، مگر اس کے شانے پر چڑھ کر سویا آج ہی چودہ سال کا ہوا عدین اسکے سوئے حواس یکدم جگا گیا، انیس نے زرا سا اپنی گردن اوپر کرے عدین کے سونے کا انداز دیکھا، ایک ٹانگ بھی وہ پوری بھائی کی ٹانگ پر رکھے ہوئے سو رہا تھا، وہ کبھی بھی عدین کو اپنے پاس سونے کی اجازت نہیں دیتا تھا کیونکہ اسے اپنے قریب کسی کو بھی لانے کی عادت نہ تھی مگر کبھی کبھی جب عدین علوی خواب میں ڈر جاتا تو وہ بابا کے پاس چلا جاتا لیکن اگر

ابراہیم گھر نہ ہوں یا میسر نہ ہوں تو وہ مجبوراً انیس کے پاس آجاتا تھا، اپنی گال پر اک چپکنے والی چٹ لگا کر جس پر اس کمرے میں آنے کی وجہ درج ہوتی تھی۔

اس وقت بھی انیس کی نظر اسکی گال پر لگی چٹ پر گئی تو وہ واپس لیٹا بھی اور بہت آہستگی سے ہاتھ بڑھا کر عدین کے چہرے پر چپکی وہ چٹ اتاری تاکہ اسے چبھن نہ ہو۔

"بابا نے روم لاک کر رکھا ہے، انکے دوست جمع تھے۔ مجھے بہت ڈر لگ رہا تھا بھیو! بس تبھی آپکے پاس آگیا۔ مجھے اٹھا کر کمرے میں مت لیٹا کر آیئے گا۔"

اس چٹ کو زیر لب پڑھتے انیس نے اک نگاہ عدین کے بے فکر نیند سے بھرے چہرے پر ڈالی اور چٹ کو ہوا میں لہراتے سائیڈ پھینکا، پھر اپنی وینی مضبوط بازو پھیلائے، ہاتھ کو سائیڈ ٹیبل سٹینڈ تک روکتے فون اٹھایا، کمرے

کی کھڑکیوں پر گرے دبیز پردوں سے معلوم ہونا مشکل تھا کہ باہر کیا وقت ہو رہا ہے۔ لیکن فون کی سکرین پر لکھے صبح کے ساڑھے نو کے وقت کے ساتھ لکھی گیارہ دسمبر کی تاریخ یکدم ہی انیس کی آنکھوں میں خون اتار گئی، اب وہ سمجھا یہ عدین رات اسکے پاس کیوں آیا تھا۔

"منحوس دن"

کچھ لمحے عدین کو دیکھنے کے بعد انیس نے اسکی بازو اور ٹانگ اٹھا کر خود سے پرے رکھی اور اپنی جگہ دو تکیوں کو عدین کا سہارہ بنائے اٹھ بیٹھا، پیر زمین پر بچھے قالین پر اتار کر رکھے انیس نے اپنے سر کے بالوں میں بھاری لمبی کھردری انگلیوں کو پھیرا پھر فون وہیں سٹینڈ پر رکھتا اٹھا، وہ گندمی مگر آگ لگا دیتی رنگت اور پرسنیلٹی کا مالک تھا، دراز قامت، مضبوط اور سخت مزاج اکتیس سالا نوجوان، مسکرانا یا ہنسنا اس نے سیکھا ہی نہ تھا، چہرے کے خدوخال کھینچے رہتے جیسے انکا تناو پیدائشی ہو، کسرتی وجود، شرابی آنکھیں، صبیح پیشانی، گھنے سیاہ بکھرے بال اور چہرے پر غیر گنجان بئیرڈ

جسے وہ ہلکی تیز کرتا رہتا تھا، مضبوط سینہ اور چست بدن جیسے کوئی کمی نہ ہو، چٹان سا سخت اور مضبوط، عدین کے لیے کمرے کی رہی سہی مدھم روشنی بھی بجھائے وہ جیسے ہی اپنے کمرے سے نکلا، پورے علوی مینشن کی ہوتی سجاوٹ اور ہر جانب ہوئی چہل پہل پر انیس کے جبڑے تن گئے، اس نے باہر نکل کر لیوئنگ ایریا میں آکر رکتے وہاں سجاوٹی کام کرواتے ملازمین کو ایک سخت نگاہ کے اشارے سے دیکھا جس پر وہ اپنا کام روکتے چند سیکنڈز میں اپنی اپنی شکلیں اسکے سامنے سے گم کرتے رفو چکر ہوئے جبکہ کچن ہال کے مڈ میں ایپرن پہن کر خود ہی بیک کیا کیک آئسنگ سے سجاتے ہوئے اس پچپن سال کی عمر میں بھی جاذب و ہنڈسم دیکھائی دیتے ابراہیم علوی کچھ گنگنا رہے تھے پر ماحول پر طاری ہوتے عجیب و غریب سناٹے کو محسوس کرتے انکا آئسنگ کرتا ہاتھ میکانکی طور پر رکا پھر نظریں اٹھیں، انیس نے کیک کو حقارت سے دیکھتے اپنے قدم ہال کی جانب بڑھائے۔

"میں نے اسکے لیے کیک بیک کیا ہے۔ بس فائنل کام جاری ہے۔ وہ خوش ہو گا"

انیس کی آنکھوں میں پھیلی وہشت دیکھتے، ابراہیم نے جیسے اپنے ڈر کو چھپانے کی بھرپور کوشش کی، یہ ڈر کہ انیس آج کے دن نہ خود خوش ہو گا نہ کسی اور کو ہونے دے گا۔

"اسکو خوشی رات آپکا کھلا کمرہ دیتا۔ پر آپکے لیے کمرہ لاک کر کے دوستوں کو کمپنی دینا زیادہ اہم تھا یا پھر کوئی لڑکی ہو گی جو آپکا من لگا رہی ہو گی، ڈپریشن سے نکلنے میں مدد کر رہی ہو گی۔ کہا تھا ناں جب تک وہ اٹھارہ کا نہ ہو جائے، آپ اپنا کمرہ لاک نہیں کریں گے۔ میں کبھی گھر ہوتا ہوں کبھی نہیں۔ کسی دن اگر اسے ہم دونوں نہ ملے تو کیا ہو گا اسکا۔۔۔ آپکو یہ گھر دیا ہے، عیش و عشرت دیا، ہر سہولت دی۔۔۔ اور بدلے میں صرف عدین کی دیکھ بھال مانگی تھی۔۔۔۔ وہ تک نہیں ہو رہی آپ سے، یہ کیک نہ اسکی خوشی ہے نہ میں اسے ایسی کھوکھلی خوشی پہنچنے دوں گا"

اک اک حرف میں صرف غصہ بھرا تھا، اس سے پہلے انیس اس کیک کی دھجیاں بکھیرتا، ابراہیم سینہ تانے اسکے سامنے آ جمے جس سبب کیک، انیس کے ہاتھ سے بچ گیا، وہ اتنا سب سن کر یہ سب دھونس چپ چاپ برداشت نہیں کر سکتے تھے۔

"تم اسکی خوشیوں کے دشمن ہو۔ تم اس سے جلتے ہو کہ وہ فزیکلی ٹھیک ہے، تمہارے جیسا نہیں تبھی اس تک پہنچتی ہر خوشی کے بیچ کھڑے ہو جاتے ہو۔ لاک تھا کمرہ کیونکہ میری بھی ایک پرائیویٹ لائف ہے انیس غانم علوی! جو میں نے اپنی محبت حمرا کے لیے بھی قربان نہیں کی تھی تو تم دو کے لیے کیسے کر دوں۔۔۔ پچھلے تیرہ سال سے تم اسکی ہر برتھ ڈے برباد کر رہے ہو۔۔ بہت ہوا۔ اس بار نہ صرف وہ کیک کاٹے گا بلکہ یہاں جشن بھی ہو گا"

ابراہیم علوی کی آنکھوں میں دگنا غصہ، جلن اور تھکاوٹ تھی، کیونکہ وہ عدین کی خوشی برباد ہوتا دیکھتے دیکھتے تھک چکے تھے، انیس نے اذیت سے مسکرا کر بابا کو دیکھا، جیسے انکی آنکھوں کو دیکھ کر ہی نوچ رہا ہو۔

"اسے وقتی خوشیوں کا عادی نہیں ہونے دوں گا۔ آپکو جو سمجھنا ہے سمجھیں۔ جیلس، کمینہ، ظالم بھائی۔ جو دل چاہے مجھ پر اگلیں، پرواہ ہی کسے ہے۔ لیکن اسے ایک دن بتا کر رہوں گا کہ ہماری ماں کی موت کی اصل وجہ کون ہے۔۔۔ اگر آپ نہیں چاہتے یہ اسے ابھی پتا چلے تو رکوائیں یہ سجاوٹ، اسکے اٹھنے سے پہلے سب گند ہٹ جانا چاہیے اور یہ کیک بھی پہلی فرصت میں کچرے میں ڈالیں۔۔۔ سمجھ گئے آپ بابا؟"

وہ ناں تو سنتا تھا نہ کچھ سمجھتا تھا، کبھی کبھی اس بچے کے لیے ابراہیم پہروں کلستا تھا کہ یہ اسکے کس گناہ کی سزا ہے، اس وقت بھی ابراہیم کا بس نہ چلا وہ انیس کو کچھ کر دے۔

"گند؟ دماغ ٹھیک ہے تمہارا۔ یہ رزق کچرے کی نذر کروں۔۔ اصل کچرا تو تمہارے دماغ میں بھرا ہے۔ نہ تو یہ سجاوٹ رکے گی نہ یہ کیک کہیں جائے گا۔ تم جاسکتے ہو۔ رنگ میں بھنگ ڈالنے کی کوئی ضرورت نہیں انیس۔ اس بار میں تمہیں کچھ برباد کرنے نہیں دوں گا"

ابراہیم نے انگلی ہوا میں لہراتے سخت الفاظ اور دوٹوک انداز میں انیس کو خبردار کیا مگر اسکی پرسکون نظریں کیک پر یوں گڑھی تھیں جیسے وہ کیک نہیں، کوئی موذی جانور ہو جسے وہ بس موقع ملتے ہی ٹپکانا چاہتا ہو۔

"کچھ آباد ہے کیا؟ اور کیا برباد کریں گے آپ مزید۔؟۔ بات سن لیں بابا مجھے اونچا بولنے پر مجبور مت کریں۔ میں تمیز سے پیش آرہا ہوں تو آپ بھی اپنی آسانی دیکھیں۔"

وہ ایسے طنز روز کرتا تھا، بلکہ ہر وقت اور ابراہیم کی ذہنی ابتری کی وجہ بھی یہی سب تھا کہ وہ اپنا بنا بنایا بزنس اسی ڈپریشن کے ہاتھوں دیوالیہ کر چکا

تھا، جو کچھ بچا وہ جوئے میں لٹا دیا، اب اک فیکٹری کے سوا کچھ نہ تھا جہاں سے بس اتنے پیسے آ جاتے کہ ابراہیم کی عیاشیاں نمٹ جاتیں، ورنہ اس گھر اور اس گھر کی ایک ایک ذمہ داری انیس نے بہت سالوں سے اٹھا رکھی تھی، وہ کیا کرتا تھا یہ کہانی پھر سہی۔

"ایسا کیا برباد کیا میں نے ہاں۔۔۔ تم ان طعنوں اور ملامتوں کے تیروں سے کیوں گھائل کرتے ہو۔ صبح شام دوپہر بلاناغہ!"

اس بار ابراہیم کی تنگ آ کر آواز بلند ہوئی تھی۔

"آپ نے ایک نارمل اور صحت مند اولاد کے لیے میری بیمار اور کمزور ماں کی جان پر رسک لیا تھا اور مار دیا میری ماں کو۔ کیونکہ میں پیدائشی ہیموفیلیک تھا۔ بے کار اور آپکی کٹھن آزمائش اس لیے آپکو ایک اور صحت مند اولاد چاہیے تھی جو آپکا صحیح معنوں میں وارث اور نسل بڑھانے کی امین ہوتی کیونکہ میں تو اس لائق نہیں اور مجھے سنبھالتے سنبھالتے آپ کی بس ہو گئی

اور سوچا ہو گا یہ تو کبھی بھی مر سکتا ہے، ایک اولاد تو ہونی چاہیے مزید۔ لیکن میری ماں وہ اولاد آپکو دینے کے بیچ مر گئی میرے نام نہاد بابا حالانکہ آپکے پاس چوائز تھی، آپ میری ماں کو بچا سکتے تھے، آپ نے اس بچے کو چنا۔ مجھ سے اور اس بچے سے ماں چھینی آپ نے۔ اور آپکی اس خود غرض خواہش نے۔۔۔۔"

وہ جس قدر چیخ سکتا تھا چیخا تھا حالانکہ اسے اتنا اونچا اور سخت بولنے کی اجازت نہ تھی، ابراہیم کی آنکھوں میں درد ہی درد اتر آیا تھا۔

"کب معافی ملے گی مجھے اسکی؟ کتنی بار کہوں یہ تمہاری ماں کی خواہش تھی کہ اسے ایک اولاد اور چاہیے۔ بس کر دو انیس! مزید یہ الزام، یہ تہمت اور یہ درد نہیں سہہ سکتے تمہارے بابا"

آج بھی ہمیشہ کی طرح ابراہیم نے سسکتے ہوئے اسکے آگے ہاتھ جوڑے تھے کیونکہ انیس نے اسکی ذہنی حالت بگاڑ رکھی تھی۔

"معافی کے لیے میری موت کا انتظار کریں ابراہیم صاحب۔ امید ہے وہ دن زیادہ دور نہیں ہے"

ابراہیم کا دھیان ہٹنے کی دیر تھی کہ وہ بجلی کی سی پھرتی دیکھاتا سامنے میز پر رکھے کیک کو ایک ہی ہاتھ کے دباو سے زمین بوس کر گیا، جب تک وہ زندہ تھا، اس گھر میں اسکے چھوٹے بھائی کی یہ سوکالڈ برتھ ڈے ہونا ناممکن تھا، یہ دن انیس غانم کی بھی موت کی یادگار تھا، اسکی ماں مری تھی، وہ آج کے دن کی ہر خوشی برباد کر چکا تھا۔

فرش پر گرے کیک کو اذیت سے دیکھتے ابراہیم نے اپنی آنکھوں سے نکلتے آنسوؤں کو انگلیوں کی پوروں سے رگڑا پھر گردن اٹھا کر اک دلخراش نظر انیس پر مرکوز کی۔

"اسے بھی مار دینا ایک دن انیس۔۔ پھر لے لینا مجھ سے اپنی ماں کی موت کا بدلہ، شاید پھر تمہارا سینہ ٹھنڈا ہو جائے۔ تمہاری یہ حرکتیں عدین کو ختم کر

دیں گی۔ تمہارا حسد نگل جائے گا اسے۔ تم جیسا بھائی خدا کسی دشمن کو بھی نہ دے۔ خوش ہو جاو آج کا دن ایک بار پھر برباد کر کے۔ تمہارے محتاج جو ہیں۔ تمہارے حکم ماننے پڑیں گے بھلے پھر ہم مریں یا جئیں تمہاری بلا سے"

ابراہیم کے بھیگے اذیت ناک لفظ وہ پتھر بن کر سنتا تھا، جیسے بظاہر ان لفظوں کا اس پر کوئی اثر نہ ہو رہا ہو، ابراہیم روتے ہوئے وہاں سے گئے تو ڈیکوریشن والے نے سامنے رک کر مودب ہوتے ہاتھ باندھ کر سجاوٹی کام کا پوچھا تو ابراہیم نے کرب سے پلٹ کر انیس کو دیکھا جو اب تک وہیں کھڑا تھا، آنکھوں میں آگ لیے، بابا کی نظریں آرے جیسی تھیں جو اسکے کلیجے کو ان گنت ٹکروں میں بانٹ چکی تھیں۔

"آگ ہو گئی ہماری خوشی، لعنت ہو ایسے دن پر جسکی منحوسیت اتنے سالوں سے کم نہ ہوئی، اب تک برقرار ہے۔ یہ سب کچھ ہٹوا دو۔ اور یہ کیک پھینکوا دینا شکیل"

ابراہیم نے اس ملازم کو رندے ناراض لہجے میں کہتے ہی اپنے بھاری شکستہ قدم اپنے کمرے کی طرف بڑھا دیے جبکہ انیس نے اک سفاک و سرد نظر فرش پر اوندھے گرے کیک پر ڈالی جو کافی رقبے تک اپنے زروں کے سنگ بکھر کر پھیلا ہوا تھا پھر وہ ملازم کو اشارہ کرتے باہر لیوئنگ ایریا آیا، ملازم نے دوڑ کر پاس رکتے کمرے سے لایا اسکا فون انیس کے چوڑے ہاتھ میں تھمایا اور اشارہ ملتے ہی وہاں سے چلا گیا۔

انیس نے گیارہ بجے کے لیے عدین کی انٹری اپائنٹمنٹ بک کروائی، وہ کافی دن سے یہاں کا فینسس فٹ بال کلب جوائن کرنا چاہتا تھا اور آج کے دن وہ عدین کو اسکی یہ فرمائش پوری کر کے اصل خوشی دینا اس سب برتھ ڈے سیلبریشن کے دکھاوے سے قدرے زیادہ مناسب سمجھ رہا تھا۔

وہ منفرد تھا، اس کی باڈی لینگویج ایسی تھی کہ ارد گرد کی توجہ خود بخود اس کی طرف کھنچتی محسوس ہوتی، وہ جہاں کھڑا ہو جاتا تھا، منظر میں ہائی لائٹ بن جاتا تھا۔

وہ ہر کسی کے لیے نرم نہیں تھا مگر جنہیں اپنا مان لے ان کے لیے آخری حد تک بے خوف ہو جاتا تھا جیسے اس وقت وہ صرف عدین کے لیے تھا۔

چہرے پر سنجیدگی، آنکھوں میں تیزی، اور مزاج میں ایک شور مچاتا تحمل، کہ وہ چیختا تو اسکے سنگ منظر چیختے، وہ خاموش ہوتا تو فضائیں سکوت و سکون کا مطلب سمجھتی تھیں۔

وہ انیس غانم علوی تھا، جسے کچھ کھونے کا ڈر نہ تھا، اسکے سارے ڈر ختم ہو چکے تھے، اب وہ دنیا کو ڈرانے کا عادی بن چکا تھا۔

.._____..

آفس کے ٹھیک وسط میں رکھی خوبصورت لکڑی سے بنی کتھئی رنگ کی میز پر واٹر ڈفیوزر رکھا تھا، ساتھ ہی ایپل لیپ ٹاپ جسکی سکرین کھلی تھی، ملحقہ وال گلاس تھی جس سے پورا جیم نظر آرہا تھا، بڑی سی کمفرٹیبل کرسی پر وہ انہماک سے کچھ کام کرتی مصروف لڑکی بیٹھی تھی، اسکے عقب میں بنی

خوبصورت شیلف پر سرٹیفیکیشن فریمز، فٹنس ایوارڈز اور چند سبز پودے چھوٹے چھوٹے گملوں میں رکھ کر سجائے گئے تھے، دیواروں پر سوفٹ موٹیویشنل کوٹس، جبکہ کمرے کے اک کنارے میں چھوٹا سا گلاس کے دروازے والا فریج تھا جہاں پروٹین شیکس اور منرل واٹر کی بوٹلیں ترتیب سے رکھی نظر آرہی تھیں، پورے آفس کی کلرنگ ٹون براون اور کریم کلر میں تھی اور روشنی بھی ایسی ہی آویزاں تھی، آفس کے فرش پر عمدہ ملگجی رنگوں کی ٹائلز تو تھیں مگر عمدہ قالین بھی کمرے کی حدود میں بہت دلکشی سے بچھا تھا۔

اسی قالین کی سطح پر اپنے پوائنٹڈ ٹو اینکل بوٹس جمائے بیٹھی وہ اپنے کام میں مصروف تھی، عرشیہ المیر! آف وائٹ رنگ کا فائن نِٹ باڈی فٹ سویٹر پہنے، گردن کے گرد ایک کارمل براؤن اسکارف ڈالے ہوئے جس پر بڑے سفید لگژری برینڈ کے پیٹرن بنے تھے، آف وائٹ ہائی ویسٹ کلاسک پینٹ میں ملبوس جسکا اسٹائل سٹریٹ تھا۔

چہرہ ہر قسم کے نرم احساس سے یکسر عاری ہو کر بھی بہت خوبصورت اور دلربا جیسے اسکے چہرے کے اک اک نقش میں ٹھہرا تناو بھی اس کے پیار میں گرفتار ہو کر نرم احساس میں لپٹ گیا ہو، گرے آنکھیں چہرے کا حصار پائے ہوئے، اسکی گھنی تراشی بھونیں کبھی کسی لمحے اپنی جگہ سے اٹھتیں تو اسکا پورا چہرہ اپنی ساخت بدلنے پر مجبور ہوتا، مسکارے اور آئی لائنر سے سجی پلکیں بھی نا دیکھائی دیتے براون آئی شیڈو کے عکس سے لبریز ہو کر اسے سجا رہی تھیں، بڑے اور خوبصورت ہونٹوں پر کریمی نیوڈ لپ آئل کی چمک صاف دیکھائی دے رہی تھی، بہت ہی دھیمی بیس ٹون کے ساتھ بلش اور ہائی لائٹر کی بلکل ملائم چھیڑ خانی اسکے چہرے کے قدرتی گلو کو دہکا رہی تھی، چہرے کی شارپ جالائن اور بناڈبل چن کے اسکی گردن بھی قدرت کے شہکاروں میں شامل تھی۔

لیپ ٹاپ کے ساتھ رکھی ریمائنڈر کھلی نوٹ بک اور اسکے اک ہاتھ میں پین تھا جس سے وہ اس ڈائری پر کچھ لکھ بھی رہی تھی، بہت مناسب حد تک

بڑھے ناخنوں پر ہوا براون ڈسٹی نیل آرٹ، لمبی اور خوبصورت انگلیوں کو اور دلکش بنا رہا تھا، مڈ فنگر میں اک چنکی گولڈ رنگ، ویسے ہی ائیر سٹڈ کانوں میں، جو اسکے کھلے ڈائے براون بالوں کے گھیروں میں لگ بھگ چھپے تھے، ایک کلائی میں Open_Grooved گولڈ پلیٹڈ بریسلٹ بھی اسکی لک کو اک گریس دے رہا تھا۔

پھر ٹیبل کے اک تیسرے کنارے رکھے ہولڈر سٹینڈ پر پڑا انہیلر! چونکہ وہ عام حالات میں بلکل ٹھیک رہتی تھی، اس لیڈیز جیم کی اونر اور ٹرینر تھی مگر زیادہ دوڑ لگانے، وزن اٹھا لینے یا شدید ذہنی دباو میں اسے سانس کا مسئلہ ہوتا تھا، یہ اسکا پیدائشی نقص تھا جس سبب اسکی اچانک پھولتی اور رکتی سانسیں بہتر کرنے کے لیے اسے کچھ میڈیسنز اور بعض اوقات انہیلر استعمال کرنا پڑتا تھا۔

"May I Come in mam?"

(میں اندر آسکتی ہوں میم؟)

آفس ڈور کو زرا سا دھکیل کر اندر داخل ہوتی خاتون نے مکمل اندر آئے بنا دروازے سے ہی اجازت مانگی، عرشیہ نے اپنی نظریں لیپ ٹاپ سے اٹھا کر سونم پر ڈالیں، زرا سی سر کو جنبش دی جس سبب سونم اسکی اجازت ملتے ہی نرم مسکراہٹ ہونٹوں پر سجائے سامنے آ رکی۔

"یس سونم کہو؟"

وہ متوجہ ہوئی، اپنا کام چھوڑ دیا۔

"میم کارڈیو سیکشن میں ایک لیڈی کی طبعیت خراب ہو گئی ہے۔ ہم نے ابتدائی ریسکیو فراہم کیا ہے پر آپ بھی دیکھ لیں اک بار۔ ان لیڈی کو ڈاکٹر نے سٹیشنری بائک سے دور رہنے کا کہا تھا پر ان محترمہ نے ہم سے میڈیکل رپورٹ چھپالی۔ سمارٹ ہونے کا جنون! حالانکہ وہ دو جوان جہان بیٹوں کی ماں ہیں۔ بندہ پوچھے اب سلم سمارٹ ہو کر کیا کریں گی وہ؟"

سونم نے باہر ہوتے سنگین ونازک حالات کی تفصیل ہلکے پھلکے انداز میں دی، جس کے باوجود عرشیہ اپنی نشست چھوڑے اٹھ کر چیئر پیچھے سرکا کر آگے آئی۔

"سلم سمارٹ ہونا اہم نہیں، فٹ رہنا اہم ہے۔ شاید ہم انھیں بہتر رہنمائی دے سکیں۔ آو ملتے ہیں"

عرشیہ نے نرم سے انداز میں شدید سنجیدگی کے سنگ کہہ کر اپنی پروقار چال کے سنگ قدم آفس ایریا سے نکالے ہی تو اسکی یہ " The Fire Lady" نام کی دنیا جگمگاتی ہوئی اسکے سامنے تھی، اس جیم کے ٹوٹل چھ سکیشن تھے، کارڈیو سیکشن بھی انہی میں سے ایک تھا، سونم اور عرشیہ جب تک کارڈیو سیکشن کے ریسٹ روم تک پہنچے، وہ خاتون جنکا نام ابیہہ عمیم تھا، دو ہلیپر کے سہارے کی مدد سے اٹھیں کیونکہ عرشیہ المیرا انکی طرف آرہی تھی۔

"اب کیسی ہیں آپ مسیز عمیم!"

عرشیہ اک متوازن فاصلے پر رکی، سونم ہمراہ تھی جبکہ عرشیہ ویسے تو غصے والی نہ تھی پر اسکا ایٹیٹوڈ اور گریس اسے غصیل اور سخت مزاج ہی دیکھاتا تھا۔

"بہتر ہوں۔ میرے شوہر کہتے ہیں تم بدصورت ہو، کم از کم فگر تو کسی کام کا بناو کہ تمہارے قریب آنے کا دل کرے۔ اور اگر میں بتاتی مجھے میڈیکل ایشوز ہیں تو مجھے اس جیم میں انٹری ہی نہ ملتی۔ معافی چاہتی ہوں عرشیہ صاحبہ!"

وہ خاتون اس ڈر میں گرفتار تھیں کہ انکو اس ہائی ریٹڈ جیم سے اب ہر صورت چھٹی دے دی جائے گی، جبکہ عرشیہ نے اس عورت کی آنکھوں کا اصل دکھ کچھ دیر پرکھا۔

"دو بیٹے دینے کے باوجود آپ انکو بدصورت لگتی ہیں۔ حیرت ہوئی سن کر۔ میرے خیال میں آپ بہت دلفریب خاتون ہیں ابیہہ صاحبہ، اور آپکا فگر اس عمر کے حساب سے بہت ہی بہتر حال میں ہے۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ خوبصورتی یا بدصورتی ہم میں نہیں، ہماری آنکھوں میں ہوتی ہے۔"

عرشیہ جو اپنی ٹیم کو مینج کرتی تھی اور یہاں آتے لوگوں سے اسکی اتنی بات چیت نہ ہوتی تھی، آج سخت کے بجائے اس عورت سمیت اسکی ہر ٹیم ممبر کو نرم لگی کیونکہ وہ ایسی ہی تھی، دھوپ چھاؤں سا مزاج، اپنے اندر کی کمیاں اور کمزوریاں چھپانے کو گڈ گرل سے بیڈ گرل بننے والی عرشیہ المیر جسے لگتا تھا اچھے لوگوں کو سب توڑتے ہیں پر برے لوگوں سے سب پناہ مانگتے ہیں، ناچاہ کر بھی مہربانیاں عیاں کر دیا کرتی تھی کیونکہ ہماری ذات کے رنگ چھپ ضرور سکتے ہیں، مٹ نہیں سکتے۔

"ہمم۔ تو کیا آپ مجھے یہاں سے نکال دیں گی؟ کیونکہ یہاں انٹری کے جو رولز ہیں میں نے اس میں سے ایک کو توڑ دیا۔ یعنی اپنی میڈیکل ہسٹری چھپا

لی۔ پلیز ایسا مت کریں۔ میں نے یہاں آنے کے لیے بہت کوشش کی ہے۔"

ابیہہ کا خوف اب بھی جوں کا توں تھا، عرشیہ نے اک نظر سونم کی جانم دیکھا پھر دوبارہ ابیہہ کو دیکھنے لگی۔

"ہر گز نہیں۔ آپ کو آپکی صحت کے حساب سے ٹریننگ کروائی جائے گی مس ابیہہ! چونکہ ابھی آپ ہیوی ایکسرسائز نہیں کر سکتیں تو ہم وارم آپ سٹیپس سے آغاز کریں گے، پھر جیسے جیسے آپکا سٹیمنا بڑھے گا، آپ اپنی من پسند ہر مشین یوز کر پائیں گی۔ مس سونم آپکو گائیڈ کریں گی جبکہ ہماری پوری ٹیم ہر طرح کی سپورٹ کے لیے تیار ہے"

وہ نرم گو تھی، سامنے والے کو سننے اور سمجھنے کے زیادہ پرکھتی تھی، کہ اس چہرے کے علاوہ اس انسان کے اندر دل میں کیسی کیسی ہلچل مچی ہے، ابیہہ کا چہرہ تمتما اٹھا۔

"تھینکیو سو مچ عرشیہ میم! آپ کے بارے سنا تھا آپ بہت زیادہ سخت ہیں پر میں نے ایسا نہیں پایا۔ جیتی رہیے۔"

وہ انکی دعائیں، اک جنٹل مسکراہٹ کے سنگ وصول کرتی سونم کو اشارے میں یہ سب ہینڈل کرنے کا کہے وہاں سے چلی گئی تھی جبکہ ابیہہ عمیم نے تب تک عرشیہ المیر کو دیکھا جب تک وہ وہاں سے اوجھل نہ ہو گئی۔

"یہ شادی شدہ یا منگی شدہ تو نہیں؟ میں تو سوچ رہی اسکو اپنی بڑی بہو بنا لوں۔"

سونم انکو باہر کچھ وارم آپ چیزوں کے بارے بتانے لائی تبھی ان خاتون کی بات پر رک کر ابیہہ صاحبہ کا چہرہ ہونق بنی دیکھنے لگی۔

"یہ آپکو کہاں سے بہو میٹریل لگیں میم؟ یہ تو بیٹی میٹریل بھی نہیں ہیں۔ آئے دن انکے انکی مام سے ہوئے فیملی کلیش نیوز پیپر میں آتے رہتے ہیں۔"

سونم کے افسوس سے بتانے پر ابیہہ نے بھی افسردہ ہوتے آفس کے بند دروازے کو دیکھا۔

"اچھا۔ کون ہیں اسکے پیرنٹس؟"

وہ عرشیہ میں دلچسپی لے رہی تھیں۔

"بابا کا تو نہیں پتا نہ آج تک کوئی بھی پتا لگوا سکا۔ انکی مام سوہا سومرو ہیں، جانی مانی ایشیا کی ڈیزائنر ہے۔ فیمس کلاتھ برینڈ ہے انکا "سیوانی" کے نام سے"

سونم کی دی تفصیل پر ابیہہ کے چہرے پر خوشگوار حیرت پھیلی۔

"سیوانی! میرے فیورٹ برینڈز میں سے ہے یہ تو۔ دیکھو سوشل نہ ہونے کے کتنے نقصان ہوتے ہیں۔ اب جیم جوائن کیا تو سوشلزم کی طرف بھی بڑھوں گی ان شاء اللہ۔ ویسے عرشیہ اور اسکی مام کے کس قسم کے فیملی کلیش ہوتے ہیں؟"

وہ لوگ واپس کارڈیو سکیشن سے گزر کر دوسرے سکیشن یعنی Strength Training Zone میں پہنچ چکی تھیں، سونم نے پلٹ کر ابیہہ صاحبہ کو دیکھا جو زیادہ ہی تفتیش کر رہی تھیں۔

"دراصل انکی مام نے بہت ہی ینگ لڑکے سے دوسری شادی کی تھی، وہ عرشیہ سے لگ بھگ دو سال ہی بڑا ہے اسکا سٹیپ فادر۔ رئیس ملانی، فینس بزنس مین ہے، جوہری ہے بہت کمال۔ بس تب سے نیوز پیپرز میں انکے فیملی کلیش ہی چھپتے آئے ہیں۔ سوہا اور رئیس صاحب کا بہت بڑا اسکینڈل آیا تھا، کہ دونوں کا خفیہ افیئر ہے، بہت کنٹروورسی ہوئی تھی اور پھر دونوں نے اپنا تعلق مزید نہ چھپاتے اپنے تعلق کو پبلک کیا اور شادی ڈنکلیر کی تاکہ مزید بدنامی نہ ہو سکے۔ کیونکہ دونوں کا بہت نام تھا"

سونم کی تفصیل مکمل ہوئی تو ابیہہ کے اندر کا تجسس کا کیڑا ابھی سکون پا گیا لیکن اس عورت کی عرشیہ میں ہوتی دلچسپی پہلے دن ہی بڑھ چکی تھی۔

عرشیہ واپس آفس میں پہنچی تو گرینی کی فون پر آتی کال نے اسکے چہرے کے سندر خدوخال میں اک پیار بھر دیا۔

"نئی! کیسی ہیں آپ؟"

عرشیہ نے فون پر آتی کال اٹھاتے ہی مسکرا کر پوچھا جبکہ اس جانب شماس صاحبہ کے ضعیف چہرے کے خدوخال پھول ہوئے، وہ اس وقت موسم سرما کی سوغات یعنی مالٹوں کو درختوں سے اتار کر ٹوکری میں بھر رہی تھیں، آذربائیجان کے اس خوش پوش اور زرخیر علاقے میں شماس صاحبہ کا گھر کسی جنت سے کم نہ تھا، کئی طرح کے موسمی پھل اور سبزیاں اور ان کے بیچ انکا چھوٹا سا لکڑی کا ہٹ، ایسی زمین جہاں بادل گھروں کی چھتوں کو چھوتے، گھروں کی چمنیوں سے ہر وقت دھواں اٹھتا تھا، دسمبر میں ٹھنڈ کے آغاز میں ہی وہاں غضب کی ٹھنڈ تھی تبھی شماس صاحبہ مکمل پیک ہو کر بھالو بنی تھیں۔

"میں بہت اچھی میرے جگر گوشے !تو کیسی ہے۔مالٹے پک گئے ہیں۔اب آجاناں مل کر اورنج کو کیز بیک کریں گے۔ تیری فیورٹ ہیں ناں؟"

مالٹوں سے بھری باسکٹ کو چھوٹی سی ٹیبل پر رکھے شماس صاحبہ نے دھوپ کی تمازت سے لطف لیتے کرسی سنبھالی پر عرشیہ اس گلاس وال کے پاس آ رکی جس سے آدھا یہ بے رنگ اور پھیکا شہر نظر آتا تھا۔

"جلدی آوں گی نی !ابھی کچھ کاموں میں پھنسی ہوں۔نانوو کی صحت کیسی ہے اب۔انکے مہروں کا درد کچھ کم ہوا؟ میں نے جو دوا بھیجی وہ کھائی انہوں نے؟"

اسکی دنیا جہاں بس ان دو لوگوں پر ٹکی تھی،اسکی نانی شماس بی بی اور نانوو رضی سومرو۔جو آذربائیجان کے مکین اور سالوں سے رہائشی تھے،اللہ نے ایک ہی اولاد دی وہ بھی ایسی نافرمان اور بگھڑی کہ ان دو کو اپنی اولاد پر

صرف افسوس تھا، یہی نہیں وہ دو تو عرصہ دراز ہوا سوہا کو بھول چکے تھے، ان دو کی بیٹی اب بس عرشیہ المیر ہی تھی۔

"جی پتر! کھائی تھی اور اب اتنی طاقت آگئی تمہارے نانو و میں کہ شکار کے لیے نکل گئے دوستوں کے ساتھ۔ اب مصیبت مجھے پڑے گی جب ان سمیت انکے درجن یاروں کے لیے مرغابیاں روسٹ کرنی پڑیں گی۔"

وہ بھولی سی خاتون تھیں پر عرشیہ کی جان بستی تھی ان میں، وہ بس اپنے نانا جان اور نانی جان کے لیے دل سے مسکراتی تھی۔

"صدقے! انکا اس عمر میں ایسا پر شوق رہنا ہی انکی صحت و زندگی ہے نی۔ آپ بھی چلی جاتیں کمپنی دینے کو، رہی بات کچن ورک کی تو آپ اس میں ماہر ہیں۔ مجھے آپ کی قابلیت پر بھروسہ ہے۔ میں اس ماہ تو نہیں پر نیو ییئر تک آنے کی کوشش کروں گی کہ وہ آپکے ساتھ مناوں۔"

عرشیہ اپنی آسانی کے حساب سے ہی عہد کرتی تھی تاکہ نبھا سکے، اس لیے اس نے کچھ دنوں بعد کا ہی آسرہ دیا، اور شماس صاحبہ اسی پر خوش ہو گئیں۔

"میری جان! ٹھیک ہے۔ جیسے تجھے آسانی ہو۔ تیرے لیے ہاتھ سے بن کر سوئٹر بھیجا ہے میں نے، نانی برینڈ کا۔ بھورے رنگ میں، تیرا پسندیدہ رنگ۔ تجھے کل تک مل جائے گا۔ میں نہ سہی میرے ہاتھ کی بنی کوئی چیز بھی جب تجھے حرارت و سکون دیتی ہے تب بھی ایسا لگتا ہے میں اپنے پتر کے پاس ہوں۔ اپنا خیال رکھ۔ ضیافت ہو گی آج مرغابیوں کی تو تیری نئی مصروف رہیں گی۔ تجھے ٹیبل سجا کر تصویر بھیجوں گی۔ رات کو بات ہوتی ہے"

وہ اپنا پیار، اپنی محبت لٹا رہی تھیں اور عرشیہ کا پورا وجود سکون سے بھر رہا تھا۔

"نانی برینڈ سب سے قیمتی ہے۔ اور آپکو پتا ہے ناں میر افیورٹ بھی ہے۔ اللہ آپکے ہاتھ سلامت رکھے۔ رات کو کال کر کے سارے دن کا احوال سنتی ہوں۔ ویسے ایک بات بتائیں، مما کے لیے آج تک آپ نے کیوں کچھ نہیں بنایا؟"

وہ یہ بات آج پوچھ ہی بیٹھی، جبکہ سوہا کا ذکر تک شماس صاحبہ کا خون جلا دیتا تھا، وہ خاک کچھ بناتیں۔

"وہ ٹھہری بڑی برینڈ ایمبیسیڈر! فیمس ڈیزائنر۔ اسے ماں کے ہاتھ سے بنی فالتو چیزوں کی کہاں ضرورت۔ ویسے بھی ہمارا بچہ تو ہے۔ وہ بے فیض اور سنگدل عورت ہماری کچھ نہیں لگتی۔ اسکی جگہ کوئی اینٹ پیدا کر دیتی تو کہیں کسی گھر کی تعمیر میں لگتی اور ہم بھی اس اینٹ پر فخر کر سکتے"

شماس صاحبہ کا لہجہ لہو ہوا تو اسکی سرخائی عرشیہ کی آنکھوں تک چلی آئی۔

"ہمم۔ اللہ اک دن انھیں اپنی غلطیوں کو تسلیم کرنے کی توفیق ضرور دے گا۔ خیر اپنا خیال رکھیے گا نن"

وہ نرم گو انداز میں یہ موضوع خود ہی سمیٹ گئی، شماس بیگم نے اسے ڈھیر سی دعائیں دے کر رابطہ توڑا ہی جب سوہا کی آتی کال پر عرشیہ کا چہرہ بھی اکتاہٹ کے اثر میں ڈوبا۔

وہ کال پک کرنا نہیں چاہتی تھی پر مجبوراً کر بیٹھی، واپس چیئر پر آ کر بیٹھے ساتھ لیپ ٹاپ بھی آن کیا۔

"تمہیں کہا تھا دن بھر جہاں مرضی رہو پر رات میں گھر آ جایا کرو عرشی! رات بھی تم نہیں آئی؟ کیا تمہیں گھر کا سکون اتنا کاٹنے لگا ہے۔ بنجارن کہیں کی، باہر کے حالات نہیں دیکھے تم نے کہ کیسے لڑکیاں دن دیہاڑے غائب ہو جاتی ہیں۔ تم غائب ہوئی تو۔۔۔۔"

وہ ناشتے کے لیے سجتی ڈائنگ ہال کی ٹیبل دیکھتی دلفریب اور بے باک حسینہ سوہا سومرو تھی جسکو ملازمین سے رات عرشیہ کی غیر موجودگی ابھی معلوم ہوئی تو بیٹی کا خیال آیا ورنہ رات وہ اپنے نوجوان شوہر رئیس کے ساتھ موووی نائیٹ کے مزے لینے اور ساتھ وقت گزارنے میں مصروف بیٹی کو یکسر فراموش کیے رہی تھی۔

"تو آپ میرے بابا کو میرے نام پر لوٹیں گی کیسے ؟ ہے ناں ؟"

عرشیہ نے ماں کی بات کاٹ کر بڑی سفاکیت سے خود بات مکمل کرتے سوہا کے چہرے پر بھی سختی لائی۔

"اتنا وہ معصوم ہے نہیں کہ اسکے لٹنے پر غم کیا جائے عرشی تو اسے جو ہم لوٹتے ہیں یہ ہمارا حق ہے۔ بھولو مت اپنی بیٹی، اپنے جائز خون یعنی تمہیں وہ دنیا سے چھپائے رکھنے کی قیمت ادا کرتا ہے مجھے تاکہ میں اس سے اپنے اور تمہارے رہے رشتے کو بھول جاوں۔ تاکہ اسکی پہلی شادی اور ساکھ بچی

رہے۔ اسکا سیاسی کیریئر اور کاروباری شادی محفوظ رہ سکے جس سبب وہ ملک کے بڑے بڑے رئیسوں اور امیروں میں شمار ہوتا ہے۔ وہ بھی ان پیسوں کے بدلے ہم سے بہت کچھ وصول کر رہا ہے۔ یہ قیمت اسکی تباہی کو ٹالتی ہے اور ہمارا حق ہے۔ کون والی وارث ہوتا ہمارا اگر میں نے یہ سٹیپ نہ لیا ہوتا۔"

سوہا کی یہ ساری باتیں عرشیہ کو صرف فضولیات ہی لگتی تھیں ورنہ اگر عرشیہ چاہتی ایک لمحے میں اپنی ماں کو دھتکارنے والے اس امیر آدمی کو تباہ کر سکتی تھی، منظر عام پر آکر لیکن اسکی ماں بھی مظلوموں میں شامل نہ تھی تبھی وہ نیوٹرل تھی، نہ باپ کے حق میں نہ ماں کے ساتھ۔

"What Ever"

عرشیہ کا لہجہ سخت بیزار تھا اور یہ بیزارئیت سوہا تک ارسال بھی ہوئی۔

"گھر آؤ کم از کم ناشتہ تو ہمارے ساتھ کیا کرو۔ ویٹ کر رہی ہوں۔"

سوہانے حکم زرا نرمی سے دیا۔

"آپکے محل سے زیادہ میں اپنے جیم میں محفوظ ہوں مما، اس لیے میری فکر کرنے کی ضرورت نہیں کہ مجھے کوئی دن دیہاڑے اٹھالے گا۔ اور ناشتہ میں کرلوں گی اکیلی۔ کسی کے سامنے نہیں کھا سکتی کچھ پھر بھی آپکے یوں بلانے کا مقصد سمجھ نہیں آرہا۔ اس رئیس کی شکل دیکھ کر اپنا دن خراب کرنے کا مجھے بلکل شوق نہیں"

وہ اتنی بدلحاظ بس اسی معاملے میں تھی کہ اس نے اپنے بابا سے دستبرداری اسی لیے قبول کی تھی کہ کم از کم اسکی ماں اسکے پاس پوری رہے گی پر دو سال پہلے عرشیہ سے یہ مان بھی چھن گیا جب سوہانے رئیس سے شادی کی تھی، اور ان دو سالوں میں عرشیہ نے خود کو اپنی ماں سے رہا سہا بھی دور کر دیا تھا۔

"بابا کہو۔ عمر اور رتبے دونوں میں بڑا ہے رئیس تم

سے عرشی، سوتیلا سہی باپ تو ہے ناں"

سوہا نے اسے اس بدتمیزی پر ٹوکا حالانکہ شرم تو سوہا کو آنی چاہیے تھی اپنی بیٹی سے دو سال بڑا شوہر پالتے ہوئے۔

"لیکن اسکی نظریں آپ سمیت ہر عورت کے لیے ہوس سے بھری رہتی ہیں۔ بابا کیا اسے گلی کا آوارہ کتا بھی کہوں تو یہ کتے کی توھین ہو گی۔ اور مجھے میرے باپ سے مسائل اور نام کی نفرت ضرور ہے پر میں الگ نہیں ان سے کہ کسی بھی راہ چلتے کو اپنا باپ بنالوں۔"

وہ تڑخ کر بولی تھی، سوہا سر مرو کو اسی جواب کی توقع تھی پر اس بار عرشیہ کے لہجے کی نفرت کچھ سنگین تھی اور یہ بلاوجہ نہ تھا۔

"تم ان دو سالوں میں کتنی کڑوی ہو گئی ہو عرشیہ"

سوہا کا افسوس وہ بھی بے جا، عرشیہ نے سنا تو پر تحمل ہو کر سہا۔

"ہاں۔ باپ چھن گیا تھا پہلے، پھر ماں بھی ہاتھ سے گئی۔ کڑواپن، خالی پن کی نشانی ہے۔ ان دو سالوں نے بلکل کھوکھلا جو کر دیا ہے۔ لیکن پھر بھی ہم بھرے نظر آئیں یہی برداشت کا تقاضا ہے۔

کچھ برا لگا ہو تو معذرت۔ رات اگر وقت ملا تو آجاوں گی ڈنر پر ورنہ ٹیک کیئر مما"

وہ اپنی آواز کو سخت اور حقارت سے بھرا ہونے سے روک گئی پر یہ کام عرشیہ کے الفاظ نے بخوبی کیا جبکہ کال بھی خود کاٹ دی، نائیٹ گاون میں ملبوس سوہا نے کٹی کال پر افسوس سے سکرین کو دیکھا تبھی عقب سے رئیس نے آکر سوہا کو اپنی بازووں میں بھرا جس سبب وہ جبرا سا مسکرا دی۔

"میری بیوٹی فل سی ڈارلنگ! تم ہر صبح پہلے سے زیادہ جوان، حسین اور تروتازہ لگتی ہو۔ کیا راز ہے جانم؟"

وہ بہکے لہجے مگر کافی کلر لک والا رئیس ملانی، جسکی خوبصورتی ماڈلز جیسی تھی، وہ اپنے والدین کا اکلوتا بیٹا تھا، عمر سے بہت بڑی عورت سے شادی کرنے پر اپنے پیرنٹس کو ناراض کر چکا تھا، لیکن ایسے مردوں کو پرواہ نہیں ہوتی تھی نہ اپر کلاس کے پیرنٹس ان معاملات کے لیے دکھی ہو کر آہیں بھرتے تھے، انکے اپنے کاروبار اور ایکٹیوٹیز تھیں تو ان دونے بھی رئیس کو فری ہینڈ چھوڑا تھا کیونکہ جانتے تھے سوہا کے حسن کا ڈھلنا دور نہیں پھر رئیس خود ہی اکتا کر واپس پیرنٹس کی جانب لوٹ جائے گا مگر رئیس کیوں دور ہوتا بھلا جب اتنی تگڑی عورت ہاتھ لگی تھی۔

"راز! تمہاری محبت اور یہ نظریں"

سوہا پلٹ کر رئیس کے حصار میں آئی اور فون سمیت ہاتھ دونوں اسکی گردن کے دائیں بائیں سرکا کر پھیلائے، ملازمین سامنے ہی ناشتے کی ٹیبل سجا رہے تھے اور انکے سامنے ہی رئیس ملانی، سوہا کے چہرے پر جھک گیا، کچھ بے خود

سی گستاخ حرکتوں کے بعد سوہانے ہی پہلو بدلتے اسے یوں صبح صبح ملازمین کے سامنے شروع ہونے پر روکتے دور کیا۔

"میری جان! خیر ناشتہ کرتے ہیں۔ ہماری پیاری بیٹی کو بلاو۔ تاکہ فیملی والی فیل آئے"

کچھ گستاخیاں کرتا ہوا وہ چہک کر خود ہی ڈائنگ ہال میں داخل ہوا، سوہا بھی فون ہاتھ میں پکڑے پیچھے پیچھے ہی لپکی جسکا دماغ عرشیہ کی باتوں میں ہی اٹکا تھا۔

"وہ رات نہیں آئی پھر۔"

سوہا کے لیے کرسی ہٹاتے رئیس نے اداس سوہا سے یہ سن کر آبرو ایسے اچکائے جیسے اسے عرشیہ کا نہ آنا چبھا ہو۔

"آہاں! ہمیں پرائیویسی دینا تو مقصد نہیں ہو گا ہرگز۔ مجھ سے اور میری شکل سے مسائل ہیں اسے"

وہ بھی کرسی گھسیٹ کر سامنے ہی بیٹھا، سوہا نے اسکی طرف بے قرار ہوتے بیٹھتے دیکھا جو مظلوم انداز میں اپنی پلیٹ میں آمیلیٹ کا پیس کٹ کیے رکھ رہا تھا۔

"تمہاری آنکھیں جوانی اور شوخی کی مستی سے بھری ہیں۔ پر اسے ہوس دیکھائی دیتی ہے"

سوہا نے اسکے برے لگنے کو بھانپ کر سمجھانا چاہا جس پر رئیس نے پلیٹ میں کچھ ویجیز رکھیں اور یوں مسکرایا جیسے چبھن مزید اندر کلیجے کے پار جا چکی ہو۔

"ہوس نہیں۔ وہ تم سے جلتی ہے۔ صاف پتا چلتا ہے۔ ان دو سالوں میں اچھے سے سمجھ گیا ہوں کہ اسکا کیا مسئلہ ہے"

رئیس کی بات سنے سوہا بھی اسکی جانب دیکھنے لگی۔

"کیا مسئلہ سمجھے ہو تم اسکا؟"

سوہا کو رئیس کے خیالات جاننے تھے تبھی وہ متجسس ہوئی جس پر وہ زرا سیدھا ہوا، جبڑے کس لیے، کن پٹی کی رگیں بھی کھینچ لیں۔

"تمہاری بیٹی کی مجھ پر نظر ہے جان۔۔۔ آفکورس ہونی بھی چاہیے۔ کہ اسے اٹھائس کا ہو کر بھی کوئی آدمی منہ نہیں لگاتا اور اس کی ماں ایک شوہر بھگتا کر دوسرے ہنڈسم شوہر کے ساتھ مزے

کر رہی ہے۔ اور وہ بھی جوان اور ہاٹ شوہر۔ دیکھ نہیں پاتی ہمیں ساتھ تبھی دور رہنا پسند کرتی ہے کہ کم جلے"

رئیس کی نگاہوں میں ہلکورتی وہشت آج تک سوہا کو کہاں نظر آئی تھی جو آج آتی حالانکہ وہ صاف صاف عرشیہ کے لیے سوہا میں زہر انڈیل رہا تھا، آج بھی اس عورت کو قصوروار بس عرشیہ ہی نظر آ رہی تھی کیونکہ وہ ایسی ماں تھی جسکی راہ کا پتھر تھی اسکی اپنی بیٹی، جس سے وہ سر پھوڑ پھوڑ تھک چکی تھی۔

"نہیں۔وہ کسی سے جیلس نہیں ہو سکتی"

سوہا کو سرے سے اس بات سے انکاری دیکھتے رئیس نے جلدی سے اپنے چہرے کے تاثرات سنبھالے جیسے زبردستی کی شرافت و معصومیت اوڑھی ہو۔

"تم سے ہو سکتی ہے۔لک ایٹ یو۔۔۔اس عمر میں بھی چاند کا ٹکرا ہو۔اور وہ سڑی رہتی ہے۔شکل بھی جلی کٹی ہو کر رہ گئی ہے۔میں تو اس سے دو سال ہو گئے دوستی کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔پر اسے ہی چبھتا ہوں۔۔شاید وہ اس لیے بھی نفرت کرتی ہے مجھ سے کہ اسے اپنی ماں بانٹنی پڑی مجھ سے جو اسکا سب کچھ تھی"

رئیس نے لہجہ بھی نرم کیا جیسے وہ خود کو عرشیہ کا طرفدار اور ہمدرد پیش کر رہا تھا۔

"اتنی کوئی اٹیچ تو نہیں تھی وہ مجھ سے کبھی کہ یہ سب سوچتی۔"

سوہا کی الجھن جوں کی توں تھی۔

"کہو تو اسے کسی اوٹنگ پر لے جاوں کڈنیپ کر کے۔ دنیا کے رنگ دیکھاتا ہوں اسے۔ ڈیڈ ڈاٹر ٹرپ چاہیے ہمیں۔ دو سال کی ساری غلط فہمیاں مٹا دوں گا۔ مجھے تو بہت پیاری ہے وہ"

رئیس کی کمینگی اسکی نگاہوں میں ہلکورہی تھی پر نجانے کیوں سوہا نہیں دیکھ پارہی تھی۔

"میری بیٹی سے فاصلہ بنا کر رکھو رئیس، وہ جو بھی کرے میں فی الحال اسے کچھ نہیں کہہ سکتی۔ اسکا باپ اسکے نام اپنی جائیداد کا بڑا حصہ کرنے والا ہے۔ ایک بار وہ عرشیہ کے نام ہو جائے پھر اس سے ہتھیا کر میں عرشیہ کو اسکی نانی کے پاس

آذربائیجان بھیج دوں گی۔ وہیں رہے گی پھر وہ اور ہم عیش کریں گے"

سوہا نے سب کچھ سوچ لیا تھا لیکن حیرت تھی کہ اسے رئیس کی آنکھوں کے اصل خباثت بھرے رنگ ابھی بھی دیکھائی نہ دیے تھے۔ یہ وہی ماں تھی جس نے عرشیہ کے عوض اپنے پہلے شوہر کو اب تک کروڑوں روپے کے ساتھ لوٹا تھا اور برا بھی عرشیہ کے باپ کو اسکے آگے بنا رکھا تھا تاکہ عرشیہ نامی سونے کے انڈے دینے والی مرغی سوہا کے ہاتھ میں ہی رہے ہمیشہ جبکہ حقیقت اس سے برعکس تھی، عرشیہ کے باپ کو اپنی بیٹی واپس چاہیے تھی کیونکہ اسکی دوسری اولاد میں کوئی بھی اس لائق نہ تھا کہ وہ کاروبار میں مددگار ہوتا اور اپنی ہولڈنگز کے لیے اس شخص کو عرشیہ المیر چاہیے تھی، لیکن اسکی قیمت طے کرنا اب سوہا کے ہاتھ میں تھا جس نے عرشیہ کے باپ سے یہ قیمت مانگی تھی کہ عرشیہ کے بدلے اپنی آدھی جائیداد عرشیہ کے سپرد کرے، ڈائریکٹ خود نہیں مانگی کیونکہ عرشیہ کے پاس جو کچھ تھا وہ سوہا پہلے ہی ہتھیا چکی تھی، جائیداد بھی ہتھیا لیتی۔

"عرشیہ اپنا سب کچھ تمہارے سپرد کیوں کرے گی سوہا؟"

رئیس کے لہجے میں شک وشبہ تھا کیونکہ اگر آدھی جائیداد عرشیہ کو ملتی تو وہ بھی بہت زیادہ تھی۔

"کیونکہ وہ بیوقوف ہے۔اسے اس پراپرٹی یا سٹیٹس میں کوئی دلچسپی نہیں۔اس نے وہ "The Fire Lady" کے لیے جتنے پیسے مجھ سے لیے تھے، دگنے لوٹا چکی ہے۔اب اپنا خود کماتی ہے، فٹنس نیوز اور میگزین میں ان رہنے کے لیے اسے بہت سے ہیلتھ ریلیٹڈ برینڈز کے ساتھ Collaboration کرنی پڑتی ہے۔وہ سب کچھ میرے حوالے کر دیتی ہے یا اپنے نانانانی کو بھیج دیتی ہے۔اسے بھلا اس باپ کی جائیداد کی کیا ضرورت ہو گی لیکن میرے کام وہ سب ضرور آئے گا جب سیوانی کو میں مزید شہرت کی بلندیوں تک پہنچاوں گی۔پھر اسکا وہی باپ عاصم المیر! پچھتائے گا کہ اس نے مجھ جیسی عورت کو دھتکارا"

وہ یہ سب اپنی دھن میں بولتی گئی جبکہ رئیس کی گہری نظریں سوہا پر یوں جمی تھیں جیسے وہ اس عورت کے اندر تک جھانک رہا ہو۔

"مطلب تم بس عاصم المیر ملک کو نیچا دیکھانا چاہتی ہو۔ اسکی برابری کرنا چاہتی ہو۔ اسے پچھتاوے کی زد میں دیکھنا ہی تمہارا مقصد ہے؟"

رئیس کے سوالوں میں ہلکورتی تلخی پر، سوہا جیسے ہوش میں لوٹی، اس نے رئیس کی آنکھوں میں کڑواہٹ بھانپ لی تبھی فورا مسکرائی بھی اور رئیس کا ہاتھ بھی اپنے ہاتھوں میں پکڑ کر دبانے لگی۔

"نہیں میری جان۔ میرا مقصد ایک کامیاب عورت بننا ہے۔ جس پر تم بھی فخر کر سکو۔ تمہارے پیرنٹس بھی مجھے قبول کر سکیں۔ اور یہ سمجھنا چھوڑ دیں کہ انکے اکلوتے بیٹے کی سوہا سومرو نے زندگی خراب کر دی ہے"

وہ نرم اور مسکراتے لہجے کے سنگ کافی حد تک رئیس کے چہرے اور ماتھے کا تناو زائل کر چکی تھی۔

"امم۔۔ اسکے لیے تمہیں میرے پیرنٹس کو کچھ اور دینا ہو گا سوہا جان۔۔۔ لیکن مجھے ایسی کوئی زنجیر نہیں چاہیے تمہیں پتا ہے"

رئیس کی نظریں پھر سے بہک کر سوہا کے حسن سے جا الجھیں تھیں اور سوہا اچھے سے جانتی تھی رئیس اس سے ایسی کوئی خوشی نہ اب چاہتا ہے نہ کبھی چاہے گا، وہ آزاد رہنا پسند کرتا تھا اور اس نے سوہا سے شادی بھی اسی شرط پر کی تھی کہ وہ اسے کبھی بچے کے لیے فورس نہیں کرے گی، رئیس کے نزدیک ایک بڑی عمر کی عورت سے نکاح تو مناسب تھا پر اس سے ہوتا بچہ منظور نہ تھا۔

"ویسے تمہارے پیرنٹس اور میری سوچ ایک جیسی ہے۔ تم ہامی بھرو تو سب ٹھیک کیا جا سکتا ہے۔"

سوہا کی آنکھوں میں بھی شرارت ناچی۔

"سب ٹھیک ہے جان۔ اور ہمارا بچہ ہے ناں ہماری عرشی۔ اور ویسے بھی اس عمر میں تم ماں بنو گی، پھر تمہارا فگر آوٹ آف کنٹرول ہو گا۔ اور اس اتج میں جسم لٹک جاتا ہے، آگ تھوڑا لگی ہے۔ مجھے تم ایسی پسند ہو۔ اسکے لیے میں

باپ بننے کے سکھ سے دستبرداری قبول کرنے پر تیار ہوں۔۔۔اب کیا مجھے دیکھتی رہو گی یا ناشتہ بھی کھلاو گی؟"

رئیس اسکی اور اپنی اولاد نہیں چاہتا یہ وہ سوہا پر دو سال پہلے ہی واضح کر چکا تھا، لیکن سوہا کی خواہش تھی اسکا اور رئیس کا ایک بچہ ہو، اور در حقیقت رئیس کے پیرنٹس کو بھی اپنے گرینڈ چائلڈ کی ڈیمانڈ تھی، سوہا نے مسکرا کر سر ہلایا اور اپنے لیے ناشتے کی پلیٹ بنانے کے بجائے وہ کانٹا اور چھری اٹھا کر آمیلیٹ کا اک پیس کٹ کرے رئیس کے منہ کی طرف لے گئی جسے رئیس نے دگنی مسکراتی خوشی کے ساتھ منہ میں لیتے چبایا تھا، جبکہ دونوں کی آنکھوں میں جی بھر کر خمار لپٹا ہوا نظر آرہا تھا۔

.._____..

"کیا یہ مراثیوں کا اڈا ہے؟ آواز آہستہ کرو خضر۔ صبح صبح شروع ہو جاتا ہے یہ انسان ہمارے کانوں سے لہو نکالنے۔ اسکا گٹار تو میں نے چھپا دیا تھا؟"

المیر پیلس میں صبح گزر چکی تھی مگر یہاں ایک عدد آباد بے سرے راک سٹار نے ہر صبح کی طرح پورے پیلس کو سر پر اٹھار کھا تھا، بتیس سالا خضر المیر ایم بی اے کرنے کے بعد سے اپنی زندگی اس سر درد جیسے میوزک پر ویسٹ کر رہا تھا، جبکہ دوسری اولاد انتیس سالا منائم المیر تھی جو ایک کنٹیکٹ کریٹر تھی، یعنی یوٹیوبر تھی اور ویلاگنگ کا گہرا کیڑا اسکے اندر پایا جاتا تھا، عاصم المیر ملک ہولڈنگز کے بانی و سربراہ تھے، ایک ایسا بزنس گروپ جو ملک کی چند طاقتور ترین کارپوریٹ ایمپائرز میں شمار ہوتا تھا۔ ملک ہولڈنگز کے انڈر ریئل اسٹیٹ اینڈ کنسٹرکشن ڈویژن تھی، جن میں بہت بڑے بڑے ملکی اور ذاتی پراجیکٹس شامل تھے۔

ایک ہی فیصلے سے مارکٹ کا رخ بدل دینے کی طاقت رکھنے والے عاصم المیر کو بزنس ورلڈ میں "کنگ میکر" کہا جاتا تھا، یہی نہیں وہ سیاست میں بھی اب کافی نام بنا چکے تھے، اگر یہ کہا جائے کہ یہ بزنس کی پاور اور سیاست انھیں اپنے سسر کی جانب سے کاروباری شادی کا تحفہ ملا تو بے جا نہ ہو گا۔

عاصم المیر کی زندگی میں اصل تبدیلی اس وقت آئی جب ان کی شادی ایک ایسے خاندان میں ہوئی جس کے پاس اقتدار، دولت اور اثر ورسوخ تینوں اپنے عروج پر تھے۔

یہ شادی مکمل طور پر کاروباری اتحاد تھی، جذبات کم، مگر طاقت کا تبادلہ بے حد زیادہ تھا۔

یہ سب عاصم المیر ملک کو انکے سسر حشمت اخان ملک نے دیا، سابق سینیٹر، بزنس مگنیٹ اور ملک ہولڈنگز کے اصل بانی نے داماد کو اپنے سیاسی و کاروباری وارث کے طور پر چنا۔

شادی کے ایک سال کے اندر ہی ملک ہولڈنگز کی چیرمین شپ، مرکزی کمپنیوں کا بورڈ کنٹرول، بین الاقوامی نیٹ ورکس تک براہِ راست رسائی، سیاسی شخصیات سے بیک ڈور تعلقات سب کچھ عاصم المیر کے حوالے کر دیا گیا۔

جبکہ سیاست میں اپنے قدم جمانے میں عاصم المیر کی اپنی کاوشیں اور محنت بھی شامل تھی۔ پارلیمنٹ کی کمیٹیوں میں ان کی رائے کو اہم سمجھا جاتا تھا۔ چند وزراء ان کے فون کال کے بغیر اپنے فیصلے تک فائنل نہیں کرتے تھے کیونکہ وہ اچھے مشیر تھے۔ انتخابات کے دوران ان کے مالی تعاون سے کئی نشستیں "محفوظ" ہو جاتی تھیں۔

میڈیا ہاؤسز میں ان کی مرضی کے مطابق خبریں "ترجیحی جگہ" پاتی تھیں۔ بیوروکریسی کے کئی اعلیٰ افسران کے احکامات کو اہم اور ضروری سمجھتے تھے۔

اتنا نامور اور کامیاب آدمی بے بس تھا کہ دونوں اولادوں میں سے کوئی بھی انکی نشت سنبھالنے لائق نہ تھا، اور یہ سب اگر بروقت نہ سنبھالا جاتا تو ہاتھ سے ریت کی طرح پھسل جاتا کیونکہ ایسی پاور جو مفت میں ہاتھ آجائے اسے چھیننے کو بھی بہت سے آگے پیچھے تیار بیٹھے ہوتے ہیں کہ زرا نظر ہٹے اور قبضہ کریں۔۔

ایسے معاملات میں اولاد کے سوا کسی پر بھروسہ کرنا خطرہ ہوتا ہے، جبکہ عاصم المیر اب مکمل طور پر سیاست میں قدم رکھنا چاہتے تھے تبھی انکی خواہش تھی کہ ملک ہولڈنگز کی بھاگ دوڑ انکے یہ دو بچے نہیں سنبھال سکے تو انکی چھوٹی بیٹی عرشیہ المیر سنبھالے، اور وہ اسکے سامنے ابھی بھی نہ آتے ہوئے یہ سب کرنے والے تھے، یہ سب اقتدار ورنہ انکی بیوی محراب ملک واپس چھین لیتی۔

سوہا کا منہ آج تک کروڑوں روپے دے کر بند کرنے کا یہ فائدہ ہوا تھا کہ عرشیہ کے متعلق نہ تو محراب جانتی تھی نہ اسکے دونوں بچے لیکن وہ کہتے ہیں ناں ضرورت کے وقت گدھے کو بھی باپ بنانا پڑتا ہے، بس وہ حالات تھے، جبکہ عاصم المیر کو اپنی وہ بیٹی، ان بچوں سے زیادہ عزیز تھی پر وہ مجبور تھے، اسے سامنے لاتے تو محراب اپنے بچوں کو لے کر چلی جاتی، اس سب عیاشیوں اور اقتدار کی جو بری لت عاصم المیر کو لگ چکی تھی، شاید انکے بغیر وہ چند دن بھی جی نہ سکتے تھے۔

محراب سوشل وومین تھی، کافی فلاحی اداروں میں فنڈنگ کرتی تھی، اپنی مصروف زندگی جیتی تھی، لیکن خضر اور منائم کو اس نے پڑھائی کے بعد فری ہینڈ چھوڑا تھا کہ وہ جو چاہے کر سکتے ہیں، اس معاملے میں وہ عاصم المیر کی مداخلت پسند نہیں کرتی تھی، وہ پیدائشی رئیس عورت تھی، اسے حکم کرنے کی عادت تھی، اپنے اور اپنے باپ کے احساسات جتا کر وہ ہمیشہ عاصم المیر کو نیچا دیکھاتی آئی تھی لیکن وہ کہتے ہیں جب آدمی کتا بن جاتا ہے پھر اسے اپنی زلت محسوس نہیں ہوتی۔

اس وقت بھی عاصم کے چیخنے پر خضر اپنے کمرے میں جاری کیا شور شرابہ روکتا کمرے سے زرا نکل کر ریلنگ تک آ کر رکا، ہیڈ فون اس نے اب تک کانوں پر چڑھا رکھے تھے جو ڈیڈ کی چڑھی تیوری پر کھسک کر گردن کے گرد حائل ہو گئے۔

"آپ ایک راک سٹار کی نظروں سے اسکے پیار یعنی گٹار کو نہیں چھپا سکتے۔ چل کریں ڈیڈ۔ اب تک تو آپکے کانوں کو اسکی آواز کی عادت ہو جانی چاہیے تھی"

خضر نے جو ابا مزید ڈھیٹائی سے عاصم کو غصہ دلایا اور اس سے پہلے وہ پہلے زینے پر قدم رکھتے، وہ شرافت سے خود ہی سیڑھیاں اتر تا نیچے پہنچا۔

"او کے او کے ہائپر مت ہوں۔ میں اپنے میوزک سٹوڈیو چلا جاتا ہوں۔ میرے پیارے ڈیڈی"

وہ بھلے اتنا بڑا ہو گیا تھا پر زرا جو اسکا بچپنا گیا ہو، ابھی بھی وہ شریر لب و لہجے میں ڈیڈ کا عتاب کم کرتا پاس سے گزر کر باہر دوڑا اور ابھی عاصم صاحب کا افشار خون بحال ہی ہوا کہ کانوں میں اک اور سریلی آواز پڑی۔

"آج میرے ہنڈسم ڈیڈی گھر، واٹ آ سرپرائز گائز۔۔۔ میٹ مائی یونیورس۔۔۔ مسٹر عاصم ملک۔۔۔ نام تو سنا ہو گا ناں۔۔۔ ملک کے ہنڈسم اور موسٹ وائرل بزنس مین۔۔۔"

وہ منائم تھی جو اس وقت ویلاگنگ وڈیو شوٹ کر رہی تھی پر عاصم ملک کے ناراض تاثرات دیکھے مسکین سی سمائل دیے فوراً سے کیمرہ ہٹا گئی۔

"تمہاری کمی تھی؟ کیا ملتا ہے اپنے گھر کی ساری پرائیویسی کو پبلک کر کے منائم۔ اپنی فیملی دیکھا کر۔ تمہارا دل نہیں اکتاتا اس دنیا سے، یہ وحشی نہیں لگتی تمہیں۔ اوہ میرے خدا!"

وہ برہم سے وہاں سے ہال کی طرف بڑھے تو منائم نے بھی کیمرہ اور موبائل وہیں جھک کر ٹیبل پر رکھا اور ڈیڈ کا سایہ بنی پیچھے لپکی۔

"ڈیڈی! ہم کچھ دوست ویلاگرز ایک ڈاکومنٹری بنانے والے ہیں۔ اسکے لیے مجھے ان سب کے ساتھ جانا ہو گا۔ شاید شہر سے باہر قبائلی علاقوں

میں۔ پلیز پر میشن دے دیں۔ اگر کچھ اچھا ہمارے ہاتھ لگا تو آئی پرامسس میں یہ فیملی ویلاگنگ چھوڑ دوں گی۔ اور اپنا میڈیا ہاوس بنانے کا سوچوں گی"

منائم کی فرمائش سنے عاصم نے رک کر اسکی طرف دیکھا، وہ بہت زیادہ جنونی تھی، تھوڑی صحت وائز اچھی تھی، اور عاصم المیر کے بقول اس لڑکی کی عقل بھی اسکی طرح پھول چکی تھی، اس طرح وہ جوان جہان بیٹی کو انجان لوگوں کے ساتھ تھوڑا جانے دے سکتے تھے، حیرت تو انھیں منائم کے پوچھنے پر ہوئی۔

"تم یہی جاری رکھو۔ کیونکہ اسطرح کہیں جانے کی پر میشن میں تو نہیں دینے والا۔ یہ بات اپنے دماغ میں اچھے سے بیٹھالو۔ نہ تو تمہیں میڈیا ہاوس کھولنے کی اجازت ہے۔ شادی کرو اور گھر بسا کر نکلو یہاں سے"

عاصم نے صاف صاف انکار کیا جس پر منائم نے مسکرا کر کندھے اچکائے کیونکہ بابا کا رویہ اسے پسند نہ آتا تھا، لیکن وہ محراب کی بیٹی تھی، برا کچھ لگے تو مہارت سے سنبھالنا جانتی تھی۔

"اوکے۔ میں مام سے لے لوں گی پرمیشن ڈیڈی۔ آپ کول رہیں"

وہ لاپرواہی سے کہہ کر وہاں سے گئی تو عاصم المیر کا خون بھی ابال گئی۔

"تو پوچھتے ہی کیوں ہو تم لوگ مجھ سے؟ جب کرنی اپنی اور ماں کی مرضی کی ہوتی ہے۔ نافرمان اولاد۔ دیکھتا ہوں کیسے اجازت دیتی ہے وہ عورت تمہیں۔ نہ باہر سکون نہ گھر آرام۔ غارت کر رکھی ہے مل کر ان سب نے میری زندگی"

خود کو کاوچ پر لڑکھا کر خفت سے اپنے آپ کو اور اپنے مقدر کو کوستے عاصم المیر کو دیکھ کر لگ رہا تھا کہ اتنا نام اور مرتبہ بھی دل کے سکون کو نہیں فراہم کر سکا، اس سب کے بعد وہ عرشیہ کے معاملے کے لیے پہلے سے زیادہ سنجیدہ

ہو چکے تھے، عرشیہ نے جیم سے کچھ دیر کی بریک لی تھی، وہ ایک خفیہ جگہ آئی تھی، ویسے تو اسکے پاس ڈرائیور تھا مگر یہاں وہ گاڑی خود لے کر آئی تھی، اس جگہ سے کچھ فاصلے پر اپنی بلیک کرولا گاڑی کھڑی کیے عرشیہ نے سر پر اسکارف اوڑھا اور سن گلاسیز سے اپنا چہرہ ڈھک لیا، پھر وہ پیدل ہی اس کچے راستے کی جانب بڑھ گئی، عرشیہ نے کچھ دیر پیدل اس کچے سنسنان راستے کو طے کیا پھر وہ ایک بوسیدہ سی عمارت کے سامنے رکی، ارد گرد نظریں دوڑانے کے بعد عرشیہ نے اپنے قدم اس کی طرف بڑھائے پھر وہ اس گھر کے اندر داخل ہو گئی۔

جبکہ وہیں اسکے جیم آفس میں سونم داخل ہوئی، اسکے ہاتھ میں ایک یو ایس بی ڈرائیو تھی، اس نے عرشیہ کے آفس ٹیبل تک پہنچ کر وہ پین ڈرائیو ربس عرشیہ کے لیپ ٹاپ سے کنکٹ کی تھی۔

کچھ ہی دیر میں سونم خان نامی اس لڑکی کو ایک میسج موصول ہوا۔

"تمہارا کام ختم۔ پچاس ہزار تمہارے اکاونٹ میں ٹرانسفر ہو چکا ہے۔ فلیش نکال کر ضائع کر دو"

کال آنے پر سونم نے میسج چھوڑے کال پک کی، بھاری سی آواز فون کے پار سے ابھری تھی جس کے بعد سونم نے وہی کیا، اس نے وہ فلیش نکال کر اپنی مٹھی میں دبائی اور آفس سے چپ چاپ نکل گئی، سونم نے یہاں آنے سے پہلے اس آفس میں لگے کیمرے کو بند کر دیا تھا کیونکہ کنٹرول روم کا ایکسیس سونم کے پاس بھی تھا، وہ فلیش اس لیپ ٹاپ میں لگنے کی دیر تھی کہ کسی بہت قریب ہی بیٹھے شخص نے اس لیپ ٹاپ کے تمام پرسنل ڈیٹا کو ہیک کر کے کاپی کر لیا تھا۔

.._____..

کچن کے فرش کی نا صرف صفائی مکمل ہو چکی تھی بلکہ جو علوی مینشن کی سجاوٹ کا کام ہو رہا تھا وہ بھی روک دیا گیا تھا، اس روح زمین پر بنی چند ایسی

عمارتوں میں شامل تھی جو دیکھتے ہی دل بنانے والے کی مہارت کو سراہا اٹھے، یہ سفید، سبز بیلوں کی زد میں تعمیر ہوا گھر بھی انہی میں سے ایک تھا۔ جو سجاوٹ ہوئی وہ بھی اتار لی گئی تھی، فیکٹری آفس میں کچھ ارجنٹ کام تھا جس سبب ابراہیم علوی بارہ تک فیکٹری نکل گئے تھے، نہ ناشتہ کیا، نہ ہی وہ آج اپنے ساتھ ڈرائیور کو لے کر گئے، یہ انیس کو ڈرائیور نے جب آکر بتایا تب وہ شاور لے کر تیار ہوئے گارڈن ایریا میں آکر بیٹھا تھا، انیس نے ڈرائیور کو واپس بھیجا کیونکہ یہ بات نوٹس لینے والی نہ تھی، سامنے سفید رنگی لوہے کے میز پر اسکا کھلا لیپ ٹاپ پڑا تھا جس پر کوئی وڈیو چل رہی تھی مگر دھوپ کی کرنوں کے سکرین پر آکر منعکس ہونے پر دیکھائی دینا مشکل تھا کہ وہ کیا دیکھ رہا ہے۔

دھوپ تو اچھی نکلی تھی پر ہوا ابھی تھی، ہلکی سرد ہوا میں اس کی گرم خاکی بروش جیکٹ کے فولڈ ہلکے سے لہرا رہے تھے۔ سامنے سے بند کی گئی جیکٹ

انیس نے کھولی تو نیچے پہنی سفید نفیس نِٹ کی جرسی اس کی شخصیت میں ایک سادہ مگر باوقار نفاست شامل کر رہی تھی۔

اس کی گہری کالے رنگ کی پینٹ بڑی ترتیب سے پریس شدہ تھی، جو اس کے قد و قامت کو مزید نمایاں کر رہی تھی۔ پاؤں میں پہنے بالکل صاف سفید سنیکرز اس کی مجموعی شخصیت میں ایک جدید، بے تکلف مگر اسٹائلش تاثر پیدا کر رہے تھے۔

عصر زمان نامی شخص کو پورچ کی جانب سے اپنی طرف آتا دیکھے وہ کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

ہاتھ جیبوں میں ڈالے، چہرہ ہلکا سا اٹھائے، انیس کی موجودگی میں ایک پرسکون اعتماد تھا جو سامنے والے کو مضطرب کر دیتا جیسے وہ قریب آ کر رکتا عصر زمان ہوا۔

"کیا ہوا؟"

انیس نے اسکے چہرے کی اڑی ہوائیوں کو دیکھتے پوچھا تو عصر نے ارد گرد نظریں دوڑاتے زرا انیس کے کان کی طرف خود کو جھکایا۔

"ہاف پیمنٹ پہنچ چکی ہے۔ آپ نے جو فائیل بنوانے کا کہا وہ بھی تیار کر لی ہے۔ تین ریپ کیس، ایک Hit & Run کیس، اور کچھ کاروباری دھوکہ دہی۔ سب میں ملوث تھا پر تگڑے ہاتھ ہونے کی وجہ سے جج نے اسے ضمانت دلوادی۔ ریپ وکٹم دو لڑکیاں مر چکی ہیں پر ایک ابھی بھی زندہ ہے"

عصر زمان یہ سب بتاتے سامنے ہوا تو انیس کی دلچسپ نظریں ارد گرد کی خوبصورتی کو گہرائی سے محسوس کرتی نظر آئیں، جو منظر پچھلے ایک ہفتے سے پھیکے تھے، اب ان میں رنگ بھرا ہوا لگ رہا تھا، فرض کی گرمی آنکھوں میں اب ٹھنڈک کا روپ بدل چکی تھی۔

"ہمم۔۔ گڈ۔ جاسکتے ہو"

عصر نے اسکے حکم کی تعمیل کی اور وہیں سے لوٹ گیا کیونکہ نیند سے جاگ کر عدین علوی سیدھا گارڈن ایریا ہی کی طرف آرہا تھا لیکن وہ نک سک تیار تھا، ناشتہ بھی کر چکا تھا۔

عدین نے اولیو جیکٹ اور کارگو پینٹ میں بے ساختہ سا اسٹائل اپنا رکھا تھا، اسکا قد اپنے چودہ سال کی عمر کے حساب سے خاصا اوپر نکل آیا تھا، لگ بھگ پانچ فٹ چھ انچ، یعنی ممکن تھا یہ بھی کل کو اپنے بھائی کی طرح سجیلا اور لمبا جوان آدمی بنتا۔

"سوری۔۔کان پکڑ لیتا ہوں اس سے پہلے آپ اپنی یہ آنکھیں اضافی پھیلا کر مجھے گھورنے لگیں"

عدین نے پاس رکتے بہت شرافت سے اپنے لمبے کان دبوچے ہی جب انیس نے اپنے ہاتھ بڑھا کر عدین کے ہاتھوں سے اسکے کان چھڑوائے۔

"پہلے ہی کافی لمبے ہیں گدھے کی طرح، اور ہو جائیں گے مت پکڑا کرو، یہ ذمہ داری فیوچر کی بیوی کے سپرد رہنے دو وہ خود کھینچ لے گی۔ ناشتہ کیا تم نے؟"

وہ بنا مسکرائے بھی عدین کو مسکراہٹ دے سکتا تھا، عدین نے اتنی چھوٹ ملی تو دانتوں کی نمائش کرنا ضروری سمجھا۔

"جی بھیو! کر لیا۔ ونٹر ویکیشن ہیں تو کہیں گمانے ہی لے جائیں یار"

وہ پچھلے دو دن سے سکول کی چھٹیاں گزار رہا تھا کیونکہ ٹھنڈ بڑھتے ہی سکول آف ہو گئے تھے اور صرف پڑھائی کرنا عدین سے نہیں ہوتا تھا، وہ فٹ بال کا شیدائی تھا اور باقی بھی اوٹ ڈور کھیل اسے پسند تھے، وہ موبائیل یا ٹیب جنریشن نہ تھا کیونکہ اسکی پرورش انیس نے خود کی، وہ اسے فون یوز کرنے کی اجازت دیتا تھا پر بہت لمیٹڈ۔

"ونٹر ویکیشن اس لیے ہوتی ہیں کہ بچے گھر ٹک کر بیٹھیں اور انھیں ٹھنڈ نہ لگے۔ تمہاری بوریئت کا انتظام کیا ہے۔ اگر ریڈی ہو تو نکلتے ہیں۔"

وہ زر اعدین سے دور ہٹا اور ٹیبل پر پڑے لیپ ٹاپ کے قریب جھک کر اس نے لیپ ٹاپ سوئچ آف کرتے سکرین گرائی، جبکہ اسکے سیدھا ہو کر پلٹنے کی دیر تھی کہ عدین علوی صاحب ڈور لگاتا اسکی گاڑی کے پاس پہنچ کر کھڑا ہاتھ کے اشارے سے بلاتا نظر آیا جیسے کہہ رہا ہو جلدی آئیں۔

انیس غانم کے پاس سفید ٹویوٹا لینڈ کروزر (Latest Model) تھی، ایسی گاڑی جس کی ہیڈ لائٹس سے اٹھتی نوکیلی روشنی بھی اس کے مالک کے رعب اور شان کی طرح سب کا دھیان اپنی طرف کھینچ لیتی تھی۔

"عدین! کیا ہو گا اس گدھے کا؟"

اپنے آپ کو مسکرانے سے ہر ممکنہ روکے، لیپ ٹاپ کے برابر رکھا فون اٹھا کر انیس بھی وہیں چل پڑا، عدین نے گاڑی کھلتے ہی پیسنجر سیٹ سنبھالی جبکہ انیس کے بیٹھتے ہی وہ اسکی طرف متجسس نگاہیں جما گیا۔

"کیا یہ میرا گفٹ ہے بھیو؟"

انیس نے سیٹ بیلڈ فکس کرتے رک کر عدین کی جانب گردن گمائی، وہ چودہ سالا بچہ انیس کی اک ہاں کا منتظر تھا۔

"نہیں۔ تمہارا گفٹ مل چکا ہے۔ تم رات ساری مجھ پر ہاتھی کی طرح چڑھ کر سو رہے تھے۔ یہ بس ایک ذمہ داری ہے جو مجھے پوری کرنی ہے۔ اب یہ دانت اندر کرو۔ ہر وقت مسکرانا لڑکوں کو چھچھورا دیکھاتا ہے۔ اپنے ایٹیٹوڈ میں رہا کرو۔ سمجھے"

پیار بس لفظوں میں ہی نہیں، انیس کے دل میں بھی تھا یہ بات عدین اب سمجھتا تھا، ہاں جب چھوٹا تھا تب بہت ہرٹ ہوتا تھا کہ باقی سب دوستوں

کے بھائی کتنے کیرنگ ہیں، جان چھڑکتے ہیں پر اسکا بھائی کیوں دور رہتا ہے، لیکن جیسے جیسے عدین بڑا اور سمجھدار ہو رہا تھا، اسے انیس غانم کی شخصیت کی یونہی عادت ہو رہی تھی جیسے وہ اصل میں تھا تبھی عدین کو کچھ برا لگے بھی تو وہ ہوا میں اڑا دیا کرتا، یہ سوچ کر کہ اسکا بھائی، اسکے بابا سے زیادہ اسکے پاس رہتا ہے، اسکی فکر کرتا ہے، اسکی خواہشیں پوری کرتا ہے۔

کبھی انیس نے اپنے پیار یا فکر کا اظہار نہیں کیا تھا، جب وہ بچہ تھا تب بھی اسے کبھی کس نہیں کیا تھا، لیکن پھر بھی عدین کی جان پر بن جاتی جب کبھی انیس پر آنچ بھی آتی، وہ بچہ اپنے بھائی کے لیے بہت حساس تھا۔

وہ سر ہلائے مسکرا کر گزرتے منظروں میں گم ہوا، فون دیکھنے کے بجائے، عدین کی توجہ ارد گرد پر مرکوز رہتی تھی یہ انیس کو اچھا لگتا تھا، اور جب فائنلی آدھے گھنٹے بعد انیس نے گاڑی اسی کلب کی بلڈنگ کے سامنے روکی جسکی سرچ کچھ دن پہلے عدین کے فون میں دیکھی تھی، تو عدین نے بے یقین نظروں سے انیس کو دیکھا جو سیٹ بیلٹ کھول رہا تھا۔

"کیا مطلب بھیو؟ ہم کیوں آئے یہاں۔ یہ تو فٹ بال کلب ہے؟ ہمارا کیا کام؟"

عدین کی حیرانگی خفیف سے دکھ میں بدلی جس پر انیس کارڈور کھولتا باہر نکلا، عدین بھی جلدی سے دوسری طرف سے نکل کر انیس تک پہنچا۔

"تمہاری انٹری اپائنٹمنٹ ہے۔ ٹیسٹ پاس کرو اور یہاں کی ممبر شپ حاصل کرلو۔ شام تک کا وقت ہے"

انیس نے بہت نرم پر سکون انداز میں عدین کی بے قابو خوشی دیکھتے بتایا، اس بچے کی آنکھیں کناروں سے نم ہوئیں جیسے شادیِ مرگ کی سی کیفیت ہو گئی ہو۔

"بھیو! م۔ مجھے اسی کلب میں آنا تھا۔ میرا خواب تھا یہ۔ کیسے پتا چلا آپکو؟ میں نے تو بتایا بھی نہیں۔ یہ۔۔ گفٹ ہی ہے ناں برتھ ڈے کا۔ آئی نو آپ اس دن سے اور میری برتھ ڈے سے خوش نہیں ہو سکتے۔ میں بھی نہیں

ہوتا۔ لیکن اتنا تو مان لیں کہ آپکو مجھے ہر سال کچھ ان ایکسپیکٹڈ دینا اچھا لگتا ہے وہ بھی آج کے دن۔۔۔ جیسے پچھلے سال آپ نے مجھے مما کی پکچر ڈھونڈ کر فریم کروا کے دی تھی۔۔ اس سے پہلے پلے۔۔۔"

عدین کی نم آنکھیں بھر گئیں، اس سے پہلے وہ پچھلے تیرہ سالوں کے سارے تحائف گنواتا، انیس نے اپنا ہاتھ اسکی رخسار سے لگایا تو وہ چپ ہو گیا، اک ہچکی بھر کر انیس کو اپنی نم آنکھوں سے دیکھنے لگا۔

"مجھے اچھا کچھ نہیں لگتا۔ یہ بات میں تمہیں بہت بار بتا چکا ہوں۔ یہ تمہیں چاہیے تھا اور مجھ تک خبر پہنچی، میرا فرض ہے تمہاری ہر جائز خواہش پوری کروں۔ بس اتنا ہی۔"

عدین کو یہ ناامیدی و مایوسی ملنا نیا نہیں تھا، اب اسے انیس غانم کے اس مزاج کی عادت تھی لیکن پھر بھی وہ بھائی سے امید لگانا نہیں چھوڑتا تھا اور امید بڑی ہو یا چھوٹی، ٹوٹے تو دل دکھتا ہی ہے۔

"یہ اتنا بھی بہت لکی لوگوں کو نصیب ہوتا ہے۔ میں تو جب جب آپ کے ساتھ ہوتا ہوں مجھے اچھا لگتا ہے۔ یاھوو میں بہت ایکسائٹڈ ہوں۔ میں پاس تو ہو جاوں گا ناں؟"

وہ اپنے دکھ کو فوراخوشی میں بدلتا خوشی سے اچھلا تو انیس بھی مطمئین ہوا کہ عدین آج کے دن خوش ہے، اسی لمحے کلب کے سٹاف کا ایک ممبر آدمی ان تک پہنچا جس سبب عدین اور انیس دونوں اسکی جانب متوجہ ہوئے۔

"ہو جاوگے جونئیر! مسٹر ارسل تمہیں گائیڈ کریں گے۔ اور ٹیسٹ سے فری ہو کر رزلٹ معلوم ہوتے ہی انفارم کر دینا مجھے شام کو۔ تمہیں ممبر شب لے دوں گا آکر۔ اب جاوانجوائے کرو"

انیس نے اسے آنے والے مسٹر ارسل کے ہمراہ جانے کی تاکید کی تو وہ خوشی خوشی ان کے ساتھ ہو لیا۔

"اسکا خیال رکھیے گا مسٹر ارسل۔"

انیس نے اپنی گاڑی کی طرف مڑنے کے پہلے ارسل کو خاص تاکید کی جس پر ارسل نامی آدمی نے اسے بے فکر ہونے کے بارے اشارہ کیا جبکہ عدین بھی ہاتھ ہلاتا ہوا مسکراتا ارسل کے ہمراہ چلا گیا۔

جسکے بعد انیس بھی مطمئین ہوتا اپنی گاڑی میں سوار ہوا اور کچھ ہی لمحوں بعد اسکی گاڑی فٹ بال کلب کی پارکنگ سے نکلتی گیٹ کراس کیے باہر نکل گئی۔

وہ اسکے بعد اپنے آفس روانہ ہوا تھا، وہ بہت ماہر گیمینگ سافٹ ویئر انجینئر تھا، وہ ایک "گیم ڈویلپمنٹ اسٹوڈیو" کا مالک تھا، جہاں
ڈیزائنرز، پروگرامرز، آرٹسٹس اور AI انجینئرز پر مشتمل اسکی ایک ٹیم تھی۔

انیس خود Lead Developer تھا۔

وہ گیمز لانچ کرتا تھا، فری اور پریمیم دونوں پر کام کرتا تھا اور یہیں سے وہ اتنا کماتا تھا کہ آج اسکے پاس کروڑوں روپے کی مالیت کا گھر، گاڑی اور سٹیٹس تھا۔

وہ لوگ انٹرنیشنل کمپنیوں سے بھی کنٹریکٹس لیتے تھے اور زیادہ بڑے براجیکٹ انٹرنیشنل ہی ہوتے تھے۔

آجکل بھی وہ کسی نئے پراجیکٹ پر ورک کر رہے تھے اور اس وقت بھی انیس غانم اپنی ٹیم کے ہمراہ سٹوڈیو میں موجود تھا، اور وہاں بہت تسلی کے سنگ کام شروع ہو چکا تھا۔

.._____..

دن دیکھتے ہی دیکھتے گہری تاریک شام میں بدل چکا تھا، دسمبر کے یہ اداس دن اور ستم اس پر شدید بجھی ہوئی تاریک شامیں اور ان پر گہرا قہریہ لمبی اور

سناٹے سے بھری راتوں کا تھا، جیسے یہ مہینہ بچھڑنے کے رنگوں میں ڈوبا ہوا ہر خاص و عام کو اداس کر دینے کی قوت رکھتا تھا۔

عالیشان بنگلے کا یہ سب سے تاریک کمرہ تھا، آسائشوں سے بھرا مگر یہاں کے مکین کے لیے گھٹن خانہ! سیاہ بے ترتیب میز پر پڑا فون مسلسل بج رہا تھا اور اسکے سامنے کاوچ پر سر ہاتھوں میں گرا کر بیٹھا وہ آدمی کانپ رہا تھا، بغل میں صوفے پر پسٹل بھی پڑی تھی، جب اس نے آٹھویں بار دوبارہ فون کی کالر ٹون پر نظریں اٹھائیں تو اسکا چہرہ اس قدر سرد موسم میں بھی پسینے سے شرابور تھا، اس متوازن شکل و صورت کے ساتھ درمیانی عمر کے آدمی کی آنکھوں میں خوف تھا کیونکہ میز کی سطح پر رکھے فون پر جس نمبر سے کال آ رہی تھی اس پر وولف لکھا تھا۔

اس خوف و دہشت کے زیر اثر کانپتے اور لرزتے آدمی نے حلق سے تھوک نگلا اور فون اٹھا کر دوسرے ہاتھ کی انگلی سے کال سوائپ کی، کال لگ چکی تھی، اس جانب سناٹے کو چیرتی سانسوں کی آواز سنائی دی گئی۔

"خودکشی کرلی تونے یا ابھی تیاری کر رہا ہے؟"

مقابل اک بھاری اور مست آواز ابھری اور اس آواز میں ایسی وہشت تھی کہ وہ خوفزدہ آدمی مزید اٹک اٹک کر سانس بھرنے لگا۔

"د۔۔دیکھو تمہیں جو کچھ چاہیے میں دینے کو تیار ہوں۔تم م۔مجھے چھوڑ دو۔میں تمہیں منہ مانگی رقم دوں گا وولف!پلیز مجھے ذہنی اذیت دینا بند کرو۔مجھے مارنا ہے تو مار دو پر تم مجھے ایسے ٹارچر مت کرو۔خدا کے لیے"

وہ خوفزدہ آدمی سسک اٹھا،خود اپنی موت وہ وولف سے کیوں مانگ رہا تھا؟ان آسائشوں کا مالک،انکا عادی آج ساتویں دن ہی موت کو گلے لگانے پر تیار ہو گیا،یہی تو اس Lone Wolf Assassin کی جیت تھی۔

وہ اپنے شکار کو سات دنوں کے اندر خودکشی تک لے آتا تھا،اس وقت اس مشہور و مقبول سیاسی آدمی کی بھی حالت یہی تھی۔

"تمہاری ایکس گرل فرینڈ مونا، تمہارے بیٹے کے بچے کی ماں بننے والی ہے۔ امم میں سوچ رہا تھا وہ بچہ تمہیں کیا کہے گا۔ دادا یا پھر ڈیڈی؟ کیونکہ۔۔۔"

وولف کی مسکراتی آواز ناسور کی طرح اس خوفزدہ آدمی کے سماعت میں گھلی، اس شخص کی آنکھیں سرخ ہوئیں، اسکا دماغ درد و تکلیف سے پھٹنے لگا۔

"بس۔ مزید نہیں۔ وولف"

وہ آدمی ایسی بربریت پر دھاڑ اٹھا مگر اس پار رحم نہ کھایا جاتا کیونکہ اسے اس آدمی کو ختم کرنے کا کنٹریکٹ جو ملا تھا، وہ ایسا کنٹریکٹ کلر تھا جو اپنے شکار کو بنا جسمانی خراش دیے موت کے منہ میں بھیجتا تھا۔

"مزید بھی سنو سوئیٹ ہارٹ! ان دو کی شادی ہونے والی ہے۔ اول تو اس بچے کا اصل باپ کون ہے یہ نہیں پتا، دوسرا شادی سے پہلے بچہ؟ چچ چچ کیا منہ دیکھاوگے تم دنیا والوں کو غلیظ آدمی۔ قانون کی سزا سے تو بچ گئے، یہ

سب سامنے آیا تو ہر کوئی تھوکے گا تم پر۔ موت ہی آخری نجات ہے تمہاری، پچھلے سات دن سے تمہیں ذہنی ٹارچر دے کر تمہاری ہمت بندھا رہا ہوں کہ تم خود کو ختم کرو پر بڑے ہی ڈھیٹ شکار ہو تم۔ میرا ہفتہ ضائع ہو گیا اب تک نہیں مرے۔ چلو اٹھاو گن اور اتار دو ساری گولیاں اپنے بھیجے میں۔ تمہیں پل پل مرنا نہیں پڑے گا۔ دعا دو گے اوپر جا کر وولف کو"

اس پار سے اٹھتی نامعلوم نمبر سے آئی کال کے پیچھے کی آواز میں اب بھی سرور اور مدہوشی حائل تھی اور وہ خوفزدہ آدمی اپنے آپ کو مارنے پر تیار سرخ انگارہ آنکھوں سے پسٹل کی طرف دیکھ رہا تھا، اور پھر Lone Wolf Assassin کو اگلے دو منٹ کے اندر پسٹل کے چلنے کی آواز سنائی دی تھی، اس آدمی نے گن اپنی کن پٹی پر رکھے نا صرف چلا دی تھی بلکہ وہیں صوفے پر دہرا ہو جاتا خون میں لت پت ڈھیر ہو چکا تھا، اسکی آنکھیں کھلی تھیں جبکہ کن پٹی پر بنے چھید سے خون کا فوارہ نکل کر ارد گرد خون کے لاتعداد داغ بنا چکا تھا، وہ آدمی مر چکا تھا، وولف کے کنٹریکٹ چارٹ پر اس

شخص کی لگی تصویر پر کر اس کا نشان لگائے وہ اندھیرے میں مسکرایا تھا، گھپ اندھیرا جس میں بس اسکے توانا وجود کی جھلک نظر آرہی تھی، گولی کی آواز سنے اسی آدمی کا بیٹا جو پورچ میں پہنچ چکا تھا، دوڑتا ہوا بنگلے میں گھسا مگر اپنے باپ کو خودکشی کر کے مردہ پائے اسکی آنکھوں میں چمک آئی۔

"خس کم جہاں پاک"

اس نوجوان نے باپ کی موت پر گہری شکر بھری سانس بھری اور اپنا فون پینٹ کی پاکٹ سے نکال کر کال کی تھی۔

"اسے بقیہ ساری رقم پہنچادو۔ وہ کامیاب ہو گیا ہے۔"

اس نوجوان نے کال پر کہتے ہی رابطہ توڑ دیا، جبکہ دنیاداری کو اسے اب باپ کی خودکشی اور موت کے لیے رونا تڑپنا تھا، پر وہ مرنے والا شخص معصوم نہیں تھا، وہ واجب القتل تھا۔

وولف ایسا سر پھرا آدمی کہ خدا کی پناہ!لون وولف اسیسن جو لوگوں کو مارنے کے آرڈرز تو لیتا تھا پر خود مختار آرمی تھا۔اکثر اسکے شکار بنا اسکی گولی کھائے خود ہی مر جایا کرتے تھے۔

جس انسان کو مارنے کا اسے ٹارگٹ ملتا وہ اسے اس ذہنی ابتری کی انتہا تک لے آتا تھا کہ بنا وولف کے کچھ کیے وہ لوگ خود ہی خودکشی کر لیا کرتے تھے۔

وہ اس اندھیرے میں بیٹھا سامنے دیوار پر لگی ایل سی ڈی سکرین پر چلتے اسی خودکشی کے فوٹیج کو دیکھتا ہاتھ میں اک خاص قسم کے بھیڑیا کے ماسک کو انگلیوں میں نچا رہا تھا،اس آدمی کے بنگلے کی یہ لائیو فوٹیج تھی جسے وولف بار بار رپیٹ کیے چلا کر دیکھ رہا تھا،اسے سرور مل رہا تھا،اس آدمی کی موت پر وہ اندر سے ٹھنڈا ہو رہا تھا،وہ ابھی بھی اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا بس اسکے ہاتھ پر روشنی تھی۔

یکدم عقب سے کسی آہٹ پر وولف کے ہاتھ کی حرکت تھمی، پھر کچھ دیر میں اک لمبے قد کا بھاری بھر کم آدمی ٹھیک وولف کے سامنے آکر کھڑا

ہوا جسکا سایہ ٹھیک وولف پر تھا، وہ آدمی نیسائی تھا، اکثر یہ کرمنل اور کرپٹ لوگوں کے خفیہ مڈر کنٹریکٹ وہی لایا کرتا تھا۔

"ابھی تو پچھلا کنٹریکٹ پورا کیا تھا، تمہیں کیا میرے فری ہونے کی خوشبو آ جاتی ہے نیسائی۔ منہ اٹھا کر ٹپک پڑتے ہو؟"

بد تہذیب اور بد لحاظ ٹون، بھاری گھمبیر آواز اور لہجے کا جان لیوا اتار چڑھاو ہی اسے سب سے منفرد بناتا تھا۔

"تمہیں فارغ نہیں چھوڑ سکتا کیونکہ فارغ وقت کے تمہارے کام کچھ خاص پُر وقار نہیں۔ بہر حال اگلا شکار کچھ خاص ہے۔ لڑکی کو ٹپکانا ہے"

نیسائی نے ٹھیک وولف کے سامنے رکھے صوفے پر بیٹھتے سیدھا مدعے کی بات کی، وولف جو اپنی لمبی ٹانگیں میز کی جانب پسار کر بیٹھا تھا، اسکے باڈی پوئسچر سے یہی لگا یہ اسکی دلچسپی کا سامان بنا ہے۔

"لڑکی! بہت وقت بعد لڑکی کو ٹپکانے کا موقع ملے گا۔ گڈ چینج۔ ٹھیک ہے تفصیل بتاو اسکی بنا کوئی تمہید باندھے"

وولف نے سیدھا سبھاو سوال کیا جس پر نیسائی نے زرا اسکے قریب سرکتے میز کی سطح پر اک فائل اور اس پر موجود اک تصویر، وولف کے آگے میز پر رکھی، اور واپس ٹیک لگائے لائٹر اور سگریٹ نکال کر انگارے کے سنگ سگریٹ دہکایا، وولف نے اس تصویر کو دو انگلیوں کے بیچ لے کر اٹھاتے اپنے چہرے کے آگے کچھ دیر کر کے رکھا، نیسائی کے ہاتھ کا سگریٹ سلگا ساتھ ہی اس نے جیکٹ کی اندرونی جیب سے ٹیب نکالا۔

"تمہارا گیمنگ وائرس انسٹال ہو چکا ہے اس لڑکی کے پرسنل لیپ ٹاپ میں"

وولف نے نیسائی کا اپنی طرف بڑھایا ٹیب اپنے ہاتھ میں لے کر کچھ کنکشن کے پاسورڈ سیٹ کیے۔

وولف نامی آدمی بظاہر گیمنگ سافٹ ویئر ایجنسی چلاتا تھا لیکن درحقیقت اسکی اک خاص بنائی card money گیم ان لوگوں کو ٹریپ کرتی تھی جنکا اسے کنٹریکٹ ملتا تھا، اور اکثر ان لوگوں میں بیشتر کرمنل ہوتے تھے اور بقیہ بھی ایسے جو قانون کی گرفت سے اپنا اثر ورسوخ استعمال کیے نکل جاتے تھے، اس گیم کی جسٹ اٹیچ اور ریپیڈ انسٹالنگ کے تھرو وہ انکا سارا پرسنل ڈیٹا، سیکرٹس اور معلومات ہیک کرتا تھا، اس بار معاملہ الگ تھا، اسکے سامنے عرشیہ المیر کا پروفائل تھا، اسکی ہسٹری صاف تھی، وہ اک فینس جیم اونر تھی، کوئی کرمینل ریکارڈ نہیں تھا تو اب وہ اسے کیسے مارتا؟ لیکن کنٹریکٹ

اسی کا ملا تھا لیکن کیوں؟ وولف کی نظروں میں تجسس تھا کہ بھلا اس کو کون مارنا چاہتا ہے۔

"کام ہو جائے گا۔ عرشیہ المیر، دیکھا ہوا ہے میں نے اسے۔ یہ اچھا ہوا میرا ملاقات کا وقت بچ گیا"

اسے اس بار جسکی سپاری دی گئی وہ کوئی عام لڑکی نہ تھی جبکہ وولف کے اطمینان کو دیکھ کر ہی نیسائی حیران ہوا۔

"تمہیں علم بھی ہے وہ کون ہے؟"

سگریٹ کے دھوئیں کا غبار جھاڑتا وہ آدمی وولف کے اتنے سکون پر دہشت کا شکار تھا جبکہ وولف نے آدھے چہرے کی مسکراہٹ کے ساتھ سامنے بیٹھے ڈرے آدمی کو دیکھا۔

"میری ماں نہیں ہے بس اتنا کافی ہے۔ کیونکہ اسکے سوا باقی ہر کسی کو وولف اپنے پیروں کی جوتی کی نوک پر رکھنا پسند کرتا ہے۔"

وہ وحشی تو تھا ہی، وہ خطرناک حد تک سر پھرا اور بد تمیز بھی تھا، کوئی اسے منہ اس لیے نہیں لگاتا تھا کہ وہ عزت کے چیتھڑے بھی ویسے ہی اڑانا پسند کرتا تھا جیسے لوگوں کے، وہ Lone Wolf Assassin تھا، عرشیہ المیر پر طاری ہوئی نخوست!

"ہمم۔۔۔ تم اسے معمولی اور سیدھا سادہ مت سمجھو۔ اگر اسکا کنٹریکٹ ملا ہے تو یقینا یہ کسی غلط دھندے میں ملوث ہو گی۔ بظاہر اسکا کوئی کرمنل ریکارڈ نہیں لیکن خفیہ ذرائع سے آتے اس کنٹریکٹ کا مطلب صاف ہے کہ لڑکی کسی کے لیے بہت بڑا خطرہ ہے"

نیسائی نے وولف کو زرا الرٹ کرنا ضروری سمجھا جس سبب وہ زرا سیدھا ہو کر بیٹھا اور دوبارہ سے عرشیہ المیر کی تصویر اپنے ہاتھ میں لے کر چہرے کے سامنے کی۔

"اسے میں دیکھتا ہوں کہ کتنی معصوم ہے اور کس قدر گناہ گار ہے، ایک ہفتے کی مار ہے یہ پر بے گناہوں کو وولف مار نہیں پاتا یہ تمہیں بھی پتا ہے سو اگر اسکے گناہ معلوم ہو جائیں تو میں اپنا کام دل لگا کر کروں گا۔ تم مجھے یہ پتا کر کے دو کہ اسکا کنٹریکٹ کس نے دیا نیسائی۔ بات عورت ذات کی ہے تبھی مجھے دلچسپی ہے کہ اس بھولی سی صورت والی سے کسی کو کیا خطرہ ہو گیا کہ سیدھا ٹپکانے کا ہی سوچ لیا۔۔۔"

وولف کی آنکھیں دیکھائی نہیں دے رہی تھیں نہ چہرہ کیونکہ وہ بھیڑیا والا سیاہ ماسک اس نے دوبارہ اپنے چہرے پر سجا لیا تھا۔

"ٹھیک ہے میں معلومات نکلواتا ہوں۔ آج رات ہی کام شروع کرو"

نیسائی نے بڑا سا سگریٹ کا کش لیتے دھواں وولف کے چہرے کی سمت پھیلا کر ارسال کیا اور اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"جا سکتے ہو۔ مشورہ نہیں مانگا تم سے"

وولف کے تیز لہجے اور بات ختم کرنے پر نیسائی نے اک بے ڈھنگا سا قہقہہ لگایا اور وہاں سے پلٹ کر اندھیرے میں جا کر گم ہو گیا جبکہ ایل سی ڈی سکرین پر وہ وڈیو اب تک جاری تھی۔

وولف نے دوبارہ سے وہ عرشیہ المیر کی تصویر اٹھا کر اپنی آنکھوں کے سامنے لہرائی پھر وولف کے ہونٹوں پر اک کمینگی سے بھری مسکراہٹ دوڑ گئی۔

جبکہ نیسائی کو جس ویبسائٹ کے تھرو یہ کنٹریکٹ ملا تھا اسی کو کنٹریکٹ درج ہونے کی خبر ارسال کر دی تھی، جو اک آدمی کے ہاتھ میں موجود فون پر نوٹیفکیشن کے تھرو آئے میسج کی مانند ابھری تھی، وہ آدمی کسی لگژری جگہ بیٹھا تھا اور اسکے ہاتھ میں سنہری مدہوش کرتے مشروب کا گلاس بھی موجود تھا جسے وہ یہ خبر ملتے ہی لب مسکراہٹ سے پھیلا کر گلاس کو لبوں سے لگا گیا۔

وہ کون تھا ابھی اسکا چہرہ منظر عام پر نہیں آیا تھا۔

.._____..

خوبصورت اور کمفی گیمنگ سٹوڈیو میں انیس غانم کی ٹیم اپنے کام میں مصروف تھی، وہ بھی اپنے لگژری آفس میں بیٹھا کچھ ایپ ٹسٹنگ کے کام میں مصروف تھا جب ڈور پر ہوئی دستک نے انیس کو نظریں اٹھانے پر مجبور کیا، دروازے میں عصر زمان کھڑا تھا، وہ کچھ مضطرب تھا۔

"ہمم۔ کیا ہوا؟"

انیس کی استفہامیہ نگاہوں پر عصر مودب انداز میں اندر داخل ہوا۔

"آپ سے ملنے کوئی آیا ہے سر"

عصر کی نظریں خفیف سے اضطراب میں تبھی ڈوبتی تھیں جب انیس غانم سے ملنے وہ خاص آدمی آتا تھا۔

"ٹھیک ہے بھیج دو اسے۔ ساتھ سر درد کی دو گولیاں اور پانی کا گلاس بھی بھیج دینا۔ اسکی بکواس سننے کے بعد درد شروع جاتا ہے مجھے"

انیس نے سرد لہجے میں عصر زمان کو حکم دیا جس پر عصر نے فوری سر اثبات میں ہلایا اور آفس سے نکلا ہی کہ سامنے موجود وہ سر سے پیر سیاہ میں ڈوبا آدمی عصر کے سامنے تھا، عصر نے وہاں سے نکلنے میں ہی عافیت سمجھی جبکہ عصر کو ڈر کر بھاگتا دیکھے اس سیاہ لیدر کے اوور کوٹ اور سیاہ پینٹ میں ملبوس خفیہ اور مکمل چھپے آدمی کو دیکھتے انیس نے اپنا کام روک کر اچٹتی نگاہوں سے اس کھڑے توانا وجود والے انسان کو دیکھا، بھاری بوٹس والے، سر پر گیمبلر ہیٹ جمائے، دونوں ہاتھ سیاہ شرٹ کے اوپر پہنے کوٹ کی جیبوں میں ڈالے وہ اب تک منظر عام پر نہ تھا، اسے بس انیس غانم علوی دیکھ پا رہا تھا۔

"اب کونسی نحوست لے کر آیا ہے تو؟"

انیس نے اسکے احترام میں کھڑا ہونے کے بجائے وہیں رولنگ چیئر کو ریلکسنگ چیئر کی طرح پیچھے کو کمر کے بوجھ سے بینڈ کرتے ٹھیک اس شخص کی آنکھوں میں دیکھ کر خفگی و غصے کو ہر ممکنہ دبائے پوچھا تھا، اس ماسک مین

کے لب خفیف سے محظوظ انداز میں مسکرائے پھر اس آدمی نے انیس غانم کے سامنے اک فائل پھینکی تھی۔

جبکہ اسکے بعد دونوں کے بیچ کچھ دیر خفیہ بات ہوئی تھی، فائل پر رکھی تصویر اب انیس غانم کے ہاتھ میں تھی، جبکہ وہ سیاہ کیپ مین کچھ بولتا جارہا تھا، انیس کی بھنویں اوپر کو اٹھتیں پھر ناگواری کا گہرا اثر اسکے پورے چہرے پر پھیل جاتا۔

"کل تک جواب دیتا ہوں تمہاری اس بکواس ڈیمانڈ کا۔ ابھی مجھے جانا ہے، چائے پی کر جانا، تمہارے لیے خاص زہر مکس کروایا ہے میں نے"

انیس غانم نے وہ فائل اور تصویر اٹھا کر لا کر ڈرا میں پھینکی اور اپنی خاکی بروش جیکٹ اٹھا کر بازو پر رکھے گاڑی کی کیز اور فون اٹھاتا ہوا وہ اس آدمی کو زہریلے لب و لہجے میں کہتا اپنے آفس سے نکلا تو باہر تک انیس غانم کا پیچھا اسکے مکرو قہقہے نے کیا تھا۔

انیس غانم تو چلا گیا پر عصر زمان پر مشکل آ پڑی تھی کہ اس سر پھرے آدمی کو ہینڈل کرتا لیکن اس بلیک مین نے بس شرافت سے یہاں آفس کی بنتی فینس چائے پی اور عصر زمان کو مشکل سے نکالتا ہوا خود بھی چلا گیا جس پر عصر نے شکر کا سانس لیا تھا، وہ کوئی عام شے نہیں، بلا تھا اور بلا بھی ایسی جو انیس غانم نے پال رکھی تھی اور ایسی بلاوں سے ڈرنا واجب ہوا کرتا ہے۔

انیس سارا راستہ شدید سنجیدہ رہا، نجانے اس آدمی نے کیا باتیں کیں پر وہ کچھ اچھی نہیں تھیں۔

انیس کی گاڑی جب تک کلب کی پارکنگ تک پہنچی، رات کے سات بج چکے تھے، وہ کلب کے اندر آیا تھا تاکہ کلب کا ماحول اور یہاں کی سہولیات کا بھی اک بار خود جائزہ لے سکے، ابراہیم علوی کی کالز بھی آ رہی تھیں کیونکہ وہ دونوں بچوں کا ڈنر پرویٹ کر رہے تھے، انکا پورا دن اچھا نہیں گزرا تھا، فیکٹری کے حالات اچھے نہ تھے تبھی وہ ساری رنجش چھوڑ کر کم از کم ڈنر

ان دو کے ساتھ چاہتے تھے تا کہ ذہنی سکون مل سکے لیکن بھول گئے تھے کہ انکے سکون کو اجاڑنے کی انیس نے قسم کھار کھی ہے۔

کلب کی تمام سہولیات، اور ہر چیز کا جائزہ لینے کے ساتھ عدین کی خوشی دیکھتے انیس نے اسے کلب کی ممبر شپ لے دی تھی، تھوڑا ڈاکومنٹ ورک ہونے کے بعد عدین کو اک انویلپ تھمایا گیا جس میں اسکا ممبر شپ کارڈ اور بیج تھا۔

"بہت مزے کا دن تھا بھیو۔ مجھے میری زندگی کا سب سے بیسٹ گفٹ دیا آپ نے۔ میں آپکو فٹ بال چمپئین بن کر دیکھاوں گا دیکھیے گا۔ آپکو پتا ہے بچوں کا جیم بھی ہے الگ سے۔ یعنی آپکی طرح باڈی شاڈی بھی بناوں گا"

وہ واپسی کے لیے نکل آئے تھے، کلب کے سٹاف نے دونوں کو باہر تک سی آف کیا اور اب وہ پارکنگ کی طرف بڑھ رہے تھے جب عدین نے اپنی بے قابو خوشی اور ارمانوں کا ایک ساتھ اظہار کیا۔

"اٹھارہ سے پہلے نو جیم۔۔۔ کسی قسم کی ضد نہیں چاہتا۔ باقی تم اپنے شوق کو جس بھی لیول پر لے کر جانا چاہو اجازت ہے۔ میں نے بہت ارلی ایج میں جیم سٹارٹ کی تھی مگر اپنے ہیلتھ ایشوز اور ویک مسلرز کو مضبوط کرنا تھا اس وجہ سے شروع کی۔ تمہیں ایسی کوئی ضرورت نہیں۔ تم بلکل فٹ فائن ہو۔ اپنی پڑھائی اور شوق پر فوکس کرو، مزید سر درد پالنے کی ضرورت نہیں۔"

وہ اپنی حالت کا ذکر عام طور پر نہیں کرتا تھا لیکن عدین کو سمجھانے کی خاطر وہ کبھی کبھی حوالہ دے دیتا تو عدین کا چہرہ مرجھا جاتا جیسے اس وقت۔

"آپ ایک دم فٹ ہیں۔ خود کے ہیلتھ ایشوز کا ذکر نہ کیا کریں بھیو۔ میرا دل بہت نازک ہے"

وہ رک کر انیس کے سامنے آیا تو انیس کو بھی قدم روکنے پڑے، وہ گاڑی کے قریب پہنچ چکے تھے۔

"نہیں کرتا۔نہ مجھے پسند ہے۔ تمہیں فضول کے کام بڑھانے سے منع کر رہا ہوں۔ایک بار جیم شروع کرو تو ساری زندگی کرنی پڑتی ہے۔باڈی اسی حساب سے نشو نما پانے کی عادی ہو جاتی ہے۔ تم ابھی بچے ہو۔اپنی زندگی انجوائے کرو۔میرے حصے کی بھی تم نے ہی انجوائے کرنی ہے"

انیس نے اسکی گال تھپک کر پاس سے گزرے قدم گاڑی تک بڑھائے پر انیس وہیں رکا رہا۔

"آپ اپنے حصے کی زندگی خود انجوائے کریں گے بھیو اور یہ دیکھنا میری حسرت و خواہش دونوں میں شمار ہے"

انیس نے کار ڈور کھول کر رکتے عدین کی بات سنی جو خود بھی دوسری طرف کار ڈور کھولے کھڑا انیس غانم علوی کو محبت سے تکنے میں لگا تھا۔

"اپنے حصے کی زندگی گزار چکا ہوں۔ تمہیں بس زندگی گزارتا نہیں جیتا اور انجوائے کرتا دیکھنا چاہتا ہوں۔ تم سمجھو یہی میری زندگی کا مقصد ہے

عدین۔ تم مجھ سے وہ خواہشیں مت جوڑا کرو جنکی تکمیل مشکل ہی نہیں
ناممکن ہے۔ میں نے تمہیں ہمیشہ یہی سمجھایا ہے کہ اپنے لیے جینا
سیکھو۔ اپنے سائے تک کی پرواہ نہ کرو۔ بیٹھو۔۔۔۔ڈنر کرتے ہیں کہیں چل
کر"

وہ خود سوار ہوا جبکہ عدین بھی مایوس ہوئے بیٹھا، باہر ڈنر وہ کرنا تو چاہتا تھا پر
جانتا تھا انیس کو باہر کے کھانے منع ہیں، وہ زیادہ سپائسی یا نمک والے کھانے
نہیں کھا سکتا تھا اس سے اسکی باڈی سوجن اور جوائنٹس شدید درد میں آ
جاتے تھے، جبکہ وہ کیلشیم، آئرن، وٹامن ڈی اور وٹامن کے والی غذائیں ہی
کھا سکتا تھا، پروٹین بھی اسے دیکھ بھال کر لینا پڑتا تھا کیونکہ جسم کی ضرورت
سے زیادہ لے لینے پر بھی اسکو بہت سے صحت کے مسائل ہوتے تھے، ہاں
فروٹس وہ ٹھیک لیتا تھا، پھر چاہے سولڈ فارم ہو یا جوس۔

جبکہ الکوحل اور سموکنگ بھی سیدھا سیدھا انیس غانم کے لیے جان لیوا تھے تبھی وہ زیادہ تر کووفی پی لیتا تھا یا مہینے میں ایک آدھ بار سموکنگ وہ بھی شدید قسم کی طلب پر۔

"مجھے آپ پیزا آرڈر کر دینا۔ مینشن ہی چلتے ہیں۔ بابا بھی ویٹ کر رہے ہوں گے۔ آپکو باہر کا کھانا چکھنا بھی نہیں ہے اس لیے میں رسک نہیں لوں گا بھیو"

انیس نے سیٹ بیلڈ فکس کرتے گاڑی اسٹارٹ کی مگر عدین کے یوں اپنی خواہش کو مارنے پر وہ اچھا محسوس نہ کر سکا۔

"ایک بائیٹ لے لوں گا۔ لیکن ہم تمہاری فیورٹ جگہ ہی جا رہے ہیں۔ زیادہ ملکہ جذبات بننے کی ضرورت نہیں۔"

عدین نے جھٹکے سے گردن موڑی تو انیس ڈرائیونگ سٹارٹ کر چکا تھا، عدین کی آنکھوں کے کنارے خفیف سے نم ہو کر چمکے، اپنے بھائی کو صحت کے ساتھ دیکھنا اسکا ارمان تھا لیکن یہ ارمان اب تک ادھورا تھا۔

بہر حال وہ عدین کے فیورٹ پیزا پوائنٹ پہنچے تھے، عدین نے اپنی پسند کا تکہ ڈبل چیز پیزا آرڈر کیا اور جب تک اسکا آرڈر آیا، عدین نے اپنے پورے دن کا احوال اپنے گم گو خاموش بھیو کو سنایا، وہ عدین کو سنتے ہوئے کبھی نہیں اکتاتا تھا، نہ بور ہوتا تھا، وجہ یہ تھی کہ وہ چہرے کے ہزاروں زاویے بناتا، ہر بات پورے ایکسپریشن کے ساتھ کرتا اور انیس غانم کی خاموش دنیا میں چہل پہل برپا محسوس ہوتی۔

فائنلی دس پندرہ منٹ میں عدین کا مڈ سائز کا یمی اور گرما گرم خوشبودار پیزا آ گیا، انیس نے اسے پیزا باکس کھول کر پہلے پیزا کو دیکھتے دیکھا پھر عدین نے پہلا پیس الگ کیا۔

"بس ایک بائیٹ، بس ایک، ٹھیک ہے ناں؟"

وہ پیس انیس کی طرف بڑھاتے تھوڑا فکر میں ڈوبے ہچکچایا۔

انیس نے اس کے ہاتھ سے پیز اسلائس لیا، آنکھوں میں ازلی سنجیدگی تھی مگر اسکی انگلیوں کا لمس نرمی لیے ہوئے تھا۔

"میں جانتا ہوں تمہیں فکر ہے میری، مگر ایک بائیٹ سے کچھ نہیں ہوتا جونئیر"

عدین نے ضبط سے پلکیں اٹھائیں کیونکہ زہر تو قطرہ بھی بہت ہوتا ہے یہ تو پھر ایک بائیٹ تھی۔

"آپ جب اپنی طبیعت خراب کرتے ہیں تو مجھ سے برداشت نہیں ہوتا بھیو... میرا بس نہیں چلتا آپکو خود کر دوں اور خود کو آپ۔ ہر تکلیف لے لوں آپ سے"

اس کی آواز بولتے ٹوٹ گئی، جبکہ عدین کی آنکھیں بھی نم سی ہوئیں۔

انیس نے اسے دیکھتے پیز اسلائس کا چھوٹا سا ایک نوالہ لیا اور مزید کھانے کے بجائے سلائس واپس عدین کے ہاتھ میں پکڑایا۔

"خود کبھی نہیں کی۔ چلو انجوائے کرو۔ کولڈ ڈرنک کونسی چاہیے؟۔ میں لے کر آتا ہوں"

انیس نے اسے جذباتی ہونے سے روکا مگر عدین کو بھیو کا جانا نہیں بس یہیں بیٹھنا چاہیے تھا تبھی اس نے انیس کو فوری منع کر دیا کہ وہ گھر جا کر گرین ٹی لے گا پر کولڈ ڈرنک نہیں پینا چاہتا۔

"آپ ہمیشہ میرے ساتھ رہنا بھیو۔"

عدین نے ہنستے ہوئے آنسو پونچھے اور اپنا پیز اکھانے لگا۔

انیس نے کوئی مسکراہٹ نہیں دی، وہ کبھی دیتا بھی نہیں تھا، مگر اس کا ہاتھ آہستگی سے اٹھ کر عدین کے سر پر ٹھہر گیا، اسکے بال سہلاتے ہوئے وہ بس عدین کو دیکھ رہا تھا۔

یہی اس کا اظہارِ محبت تھا، جو چپ چاپ، بے لفظ مگر گہرا تھا، عدین کی زندگی بستی تھی اس میں اور شاید انیس کی بھی۔

"میں ہمیشہ ساتھ ہوں تمہارے"

وہ یہ بول نہ سکا لیکن انیس کی خاموش شفقت عدین کو سنبھالے ہوئے تھی۔

انیس نے پر سکون سانس لی، وہی سکون جو اسے صرف تب ملتا تھا جب عدین کی خواہش پوری ہو جائے، چاہے خود اسے کتنی ہی تکلیف کیوں نہ سہنی پڑے وہ عدین کو ہر تکلیف سے بچانے کی کوشش کرتا تھا کہ جو حسرتیں اسکی ادھوری رہیں، ان سے عدین کو سفر نہ کرنا پڑے۔

وہ دونوں ساتھ بیٹھے رہے، عدین کھاتا، اور انیس بس کنارے بیٹھا اسے دیکھتا رہا۔ کیونکہ اس کے لیے عدین کو خوش دیکھنا ہی اصل راحت تھی، اس کی خاموش، بے چہرہ محبت بہت انمول تھی۔ کم از کم عدین علوی کے لیے تو تھی۔

.._____..

"برائیڈل فیشن ویک شروع ہو رہا ہے بس اسی کی ٹنشن ہے۔ سب اچھے سے ہو جائے۔ سیوانی ہی اس بار لیڈ پر ہو یہی سٹریس ہے"

ڈنر کو ابھی ٹائم تھا مگر سوہا آج جلدی آگئی تھی، اور حسب توقع رئیس بھی گھر ہی تھا، اس نے سوہا کے لیے اپنے ہاتھوں سے سٹرونگ سی چائے بنائی تھی، وہ دونوں اس وقت بیڈ روم میں ہی موجود تھے، بہت خوبصورت اور کشادہ کمرہ جہاں ضرورتوں سے زیادہ آسائشوں کا ہونا وہاں کے رہائشیوں کے شوق کا منہ بولتا ثبوت تھا۔

"تم خوامخواہ ٹنشن لیتی ہو۔ تمہارا فیشن ہاوس اور برینڈ کسی تعریف کا محتاج نہیں ڈارلنگ، دنیا کے بیسٹ ڈیزائنز تم نے ہائیر کر رکھے ہیں پھر سٹریس کس بات کا۔ یہ چائے پیو اور جب تک ڈنر لگتا ہے تھوڑی سی نیند لے لو۔ میرے بھی کچھ کلائنٹس آرہے ہیں میں ان کو دیکھتا ہوں۔ عرشیہ کو کہو ڈنر پر آئے۔ کوئی بہانہ نہیں سنوں گا میں۔"

چائے کا کپ، نیم دراز سوہا کے ہاتھ میں پکڑاتے رئیس نے اسکا سر چومتے ہدایت کی جبکہ سائیڈ ٹیبل پر وہ پانی کا گلاس اور دو ٹیبلٹس بھی رکھ چکا تھا۔

"اوکے میری جان میں کال کرتی ہوں اسے۔ جاو تم اپنا کام دیکھو"

سوہا نے اسے محبت سے دیکھتے کہا اور سوہا کی اجازت ملتے ہی وہ کمرے سے نکلا پر دروازہ بند کرتے اسکی آنکھوں میں جو زہر اترا وہ کچھ شر انگیز تھا، سوہا نے چائے انجوائے کرنے کے بیچ عرشیہ کو کافی کالز کیں پر وہ جیم میں کچھ ٹریننگ سیشن میں بزی تھی، کچھ گرلز کا فٹنس گروپ تھا جنھیں وہ ٹرین کر رہی

تھی، اسکا فون، کچھ فاصلے پر پڑے ڈیسک پر اسکے ٹاول کے اوپر پڑا سائلنٹ تھا تبھی عرشیہ کے کام میں سوہا کی کالز نے بلکل حلل نہ ڈالا، دن کو عرشیہ کہاں گئی تھی، ابھی کچھ کہنا مشکل تھا لیکن اس وقت وہ بہت پر سکون لگ رہی تھی، وہ بلیک اسپورٹس کراپ ٹاپ کے ساتھ بلیک اسکن فِٹ لائیکرا ٹائیٹس پہنے ہوئے تھی، پاؤں میں لائٹ گرے اینڈ وائٹ ٹون کے اسپورٹس شوز تھے، اور بال کھلے مگر نفاست سے سیٹ تھے جنھیں اس نے بعد میں ٹیل پونی کی شکل دے دی، سوہا نے چائے کے بعد ٹیبلٹس لیں اور عرشیہ کو میسج بھیجے وہ ستانے لیٹی جبکہ ٹرینگ کے بعد عرشیہ جب اپنا ٹاول لینے آئی تو فون بھی دیکھا جس پر مما کی کافی مس کالز دیکھ کر اسکا چہرہ اپنے خدوخال سمیت جکڑا گیا۔

"میں آوں گی مگر ڈنر پر نہیں۔ لیٹ ہو جائے گا"

عرشیہ نے میسج کا جواب دیا اور وہ شاور کی نیت کرتی وہاں سے چلی گئی جبکہ عرشیہ کا میسج سوہا نے نہیں بلکہ رئیس نے پڑھا، وہ اپنے کچھ کلائنٹس دیکھنے

کے بعد جب سوہا کو دیکھنے آیا تو وہ سو چکی تھی اور تبھی اسکے فون پر آتے میسج پر رئیس رکا بھی اور اس نے وہ میسج بھی خود اوپن کیا، رئیس کی آنکھوں کی شیطانیت لمحے کے ہزارویں حصے بڑھی تھی۔

جبکہ دوسری طرف انیس اور عدین بھی واپس علوی مینشن آ چکے تھے، عدین کے چہرے پر مسکراہٹ تھی، گاڑی پارک کیے وہ ساتھ ہی مینشن پہنچے، ان دو کو آتے آتے دس بج گئے تھے مگر دونوں تب رکے جب ڈائنگ ہال میں بڑی کرسی پر بیٹھے ابراہیم علوی انکا انتظار کرتے نظر آئے، عدین نے بابا کی طرف قدم بڑھائے تو ابراہیم اپنی جگہ سے اٹھے اور بازو کھولیں ہی کہ عدین انکے گلے لگا، آج وہ صبح بابا سے نہیں ملا تھا، ابراہیم کے تناو اور غصے بھرے چہرے کے رنگ عدین کو گلے لگا کر زائل ہوئے۔

"سالگرہ مبارک ہو بابا کی جان۔ تمہارے روم میں تمہارے گفٹس پڑے ہیں۔ بہت سے۔ جا کر دیکھو اور پھر آ جاو ڈنر کرتے ہیں۔ سب تمہارا فیورٹ بنا ہے"

وہ بابا سے الگ ہوا تو مسکرا کر سر ہلایا، بھلے وہ پیزا کھا آیا تھا پر وہ بابا کو کمپنی ضرور دینا چاہتا تھا۔

"او کے بابا میں ابھی گیا اور گفٹس دیکھ کر اور چینج کر کے ابھی آیا۔ ویسے تو میں نے پیزا کھایا تھا پر اپنے فیورٹ کھانے کا سن کر مجھے پھر بھوک لگ گئی۔ اور گفٹس کے لیے پہلے سے ہی تھینکیو"

وہ بابا کو خوشی اور مسکراہٹ دیتا وہاں سے دوڑ گیا کیونکہ اسے بابا کے دیے گفٹس دیکھنے کا تجسس تھا، اسکے جاتے ہی ابراہیم نے اپنے قدم انیس کی جانب بڑھائے تو انکی آنکھوں میں انیس کے لیے موجود غصہ پھر ابھرنے لگا۔

"تم نے جان بوجھ کر اسے باہر پیزا کھلایا ہو گا تاکہ وہ میرے ساتھ ڈنر بھی نہ کر سکے۔ لیکن اسکی یہ کچھ دیر پہلے کی خوشی تمہارے منہ پر چپیڑ ہے برخوردار۔ تم اسے جتنا بھی خوشی سے دور کرو، مجھ سے الگ رکھو پھر بھی یہ مت بھولنا کہ اسے پیدا کیا ہے میں نے، خون ہے وہ میرا۔ جیسے تم نے اس

خون کے احساس کو مجھ سے نفرت کر کے غارت کیا، عدین ایسا کبھی نہیں کرے گا۔ چچ چچ افسوس ہو رہا ہے۔ تم نے اسکے دن کو برباد کرنے میں کسر نہیں چھوڑی لیکن ابھی بابا اور بابا کی وہ جان مزے سے ڈنر کریں گے۔ کیک بھی کاٹیں گے۔ جو میں تب آرڈر کروں گا جب تم سوچکے ہو گے۔ تم مزید ہماری خوشیاں ہم سے نہیں چھین سکتے انیس۔۔۔۔"

وہ بابا کے لہجے میں ڈھونڈنے سے بھی ناراضگی نہ ڈھونڈ سکا، بس ملامت اور طنز بھرا تھا یا انیس کو نیچا دیکھانے کی قوت، انیس نے بنا کسی تاثر بابا کو کچھ دیر دیکھا جیسے کچھ کہنے سے پہلے اچھے سے انھیں سمجھ کر کچھ لفظ تراش رہا ہو۔

"اگر ایسا ہے تو مجھے سلا کر دیکھا دیں پھر آپ آج۔۔۔"

انیس نے نہایت پر سکون ہو کر چیلنج کیا جس پر ابراہیم خفیف سا پریشان ہوئے۔

"تمہیں پر اپر نیند لینی ہے۔ تم جاگ نہیں سکتے سمجھ آئی بات۔ کھانا کھاو اور جا کر سو جاو"

ابراہیم پریشان ہوئے کیونکہ انیس سے بہر حال بے حد پیار کرتے تھے، بہت سے معاملوں میں وہ اس سے ناراض تھے لیکن انیس کی طبعیت کو لے کر وہ کوئی کمپرومائز ناراض ہو کر بھی نہیں کرتے تھے۔

"میں نہیں سونے والا۔ آپ کیک کاٹیں گے اس لیے نظر رکھنی ہو گی۔ کھانا بھی نہیں کھاوں گا آج ورنہ نیند آجائے گی"

انیس اپنی ضد سے انچ بھی نہ سرکا جس سبب ابراہیم کا دل چاہا اپنا سر کہیں دے ماریں۔

"انیس انیس انیس۔۔ ضد کر کے کیا ملتا ہے تمہیں؟"

وہ اپنے بال مٹھیوں میں بھر کر کراہ اٹھا تو انیس نے اسی بے مروتی کا نمونہ بنتے وہاں سے قدم اپنے روم کی طرف بڑھائے۔

"مجھے کچھ نہیں ملتا یقین کریں کیونکہ بنا چاہت ہم خود تک کوئی فیض آنے نہیں دیتے۔ آج میں نہیں سونے والا۔ ضد آپ چھوڑ دیں ورنہ اسکی آپکو قیمت چکانی پڑے گی مجھے ہوسپٹل میں دیکھ کر"

وہ چلا گیا جبکہ ابراہیم کے دن کو برباد کرنے کے بعد وہ انکی رات بھی جبر میں ڈبو گیا تھا، وہ ششدر نگاہوں سے اسے جاتا دیکھ رہے تھے جو انھیں دھمکا کر چلا گیا، عدین کے لیے بہت سے ونٹر کے کپڑے، اسکے لیے اسکے فیورٹ سپورٹ شوز، اک پرفیوم اور باڈی سپرے کا سیٹ، کچھ اسکے شیمپو اور کنڈیشنر، ایسا بہت کچھ تھا جو ابراہیم کے گفٹس میں شمار تھا لیکن عدین کے لیے بھیو کا گفٹ سب سے قیمتی تھا، وہ چینج کرے نیچے آیا پھر اس نے بابا کے ساتھ ڈنر کیا جس بیچ ابراہیم نے بھی اپنی حالت نارمل کی اور چار و ناچار کیک آرڈر کرنے کا ارادہ بھی انھیں کینسل کرنا پڑا اور اسی قیمت پر انیس نے کھانا کھایا وہ بھی عدین اور بابا کے سونے کے بعد جب اسے خود بھوک لگی اور اس نے کھانا بھی خود گرم کیا، کھانے کے بعد اسے کچھ آئرن اور کیلشیم

سپلیمنٹس لینی پڑتی تھیں جنکے بعد اسے بہت اچھے سے نیند آتی تھی لیکن آج دوا لینے کے بعد بھی وہ زرا گارڈن ایریا میں ٹہلنے نکل گیا تھا۔

"صبر کرو سب ٹھیک ہو جائے گا انیس غانم۔ صبر کا پھل میٹھا ہوتا ہے"

وہ آسمان کی طرف دیکھتے خاموش تھا جب اسکے اپنے دل نے اسے تسلی دی تھی جس پر وہ اذیت سے مسکرایا تھا۔

"نہیں۔ پہلے ہم صبر سیکھتے ہیں، پھر اس صبر کی سزا جھیلتے ہیں۔ پھل کہیں نہیں ملتا"

وہ خود کلامی کرتا اپنے سینے پر دبی اک سانس خارج کر گیا، اسکے منہ سے نکلتے دھوئیں بتا رہے تھے کہ ٹھنڈ کی شدت کس قدر ہے پر وہ اس شدت سے بے نیاز اپنی ماں کی روح کے سکون کی دعا کرتا ان سے جدائی کے اس دن کو رخصت کر رہا تھا، یہ ہر سال اسکے لیے مشکل ہوتا تھا پھر آج اسے ایک اور

اہم معاملے پر بھی سوچ بچار کرنی تھی تو ممکن تھا آج وہ واقعی سونے کی طلب کے بھی سو نہ پاتا۔

.._____..

وہ کافی دیر سے گھر لوٹی تھی، اسے امید بھی تھی کہ وہ رات کسی سے نہیں ملے گی، صبح مما سے ناشتے پر ملاقات کر لے گی یہی سوچ کر اس نے پہلے اپنے روم میں آکر چینج کیا تھا پھر اس نے اپنے کچھ ڈاکومنٹس بیگ میں ڈالے تھے، فون چارج لگایا اور کووفی کا موڈ بننے پر وہ روم سے نکل کر نیچے کچن ایریا آئی۔

وہ اوورسائزڈ براؤن نِٹڈ سوئٹر، نرم ڈارک براؤن ٹائیٹس اور موٹے گرم موزے پہنے ہوئے تھی اور موزے اتنے موٹے تھے کہ جوتے پہننے کی ضرورت نہ تھی، ہاتھ میں مگ پکڑے کھڑی بیٹر سے اپنی کووفی بیٹ کر رہی

تھی، بال اس نے کھول رکھے تھے جبکہ چولہے پر رکھے پاٹ میں دودھ گرم ہو رہا تھا۔

اوور سائزڈ گرم سوئٹر کے اندر اسکا وجود مزید پیارا لگ رہا تھا، کانوں کے پاس بالوں کی بھوری لٹیں گری تھیں اور سانس کی ہلکی بھاپ اس گرم ہوتے دودھ سے اٹھتی بھاپ میں گم ہو رہی تھی۔

جبکہ رئیس نے چونکہ اسکا میسج پڑھا تھا تبھی وہ نہیں سویا تھا نہ اس نے ڈنر کے لیے سوہا کو جگایا۔

"مجھ سے اتنا کیوں کتراتی ہو کہ اپنا گھر ہی چھوڑ دیا۔۔۔۔ کیا کھا جاوں گا تمہیں؟"

عرشیہ پل بھر کو اپنے پیچھے سے آتی آواز پر سانس لینا بھول گئی۔

رئیس اچانک ہی اسکے عقب میں آ رکا تھا، عرشیہ کو اندازہ نہ تھا کہ ایک بجے رات کہ وہ جاگ رہا ہو گا، وہ تو گاڑی بھی گھر سے باہر پارک کر آئی تھی تا کہ

ہارن پر کوئی نہ جاگے، اسے کچھ ضروری چیزیں اپنے کمرے سے لینی تھیں پر رئیس جیسے اسی کی تاک میں بیٹھا تھا۔

عرشیہ جو اپنی کووفی بیٹ کر رہی تھی، رئیس کے دونوں ہاتھ آہستہ سے اس کے کندھوں کے گرد جم گئے، ایک ایسی گرفت جو اسے بے چینی سے جکڑنے لگی۔

رئیس کے ہاتھ جیسے ہی اسکے کندھوں کے گرد جمے، وہ خوفزدہ ہو کر اسے پیچھے پلٹ کر خود سے پرے دھکیل کر بیچ سے نکلی۔

"دور رہو مجھ سے رئیس ورنہ میں تمہاری جان لے لوں گی آج۔۔ مما کو تمہاری اصلیت بتاوں گی کہ

تم۔۔۔۔"

اس کی آواز لرز رہی تھی مگر تھر تھرائے ہوئے لفظوں میں بھی ہمت کوٹ کوٹ کر بھری تھی یہی تو رئیس کو پاگل کرتا تھا۔

رئیس کے چہرے کی خباثت، آنکھوں میں پلتی ہوس اور مسکراتے ہونٹ، سب عرشیہ کو اندر تک جلا گئے۔

عرشیہ کے ہاتھوں کی لرزش تب مزید بڑھی جب رئیس نے محظوظ مسکراتے قدم پھر سے عرشیہ تک بڑھائے، وہ کمینگی سے مسکراتا اسکی جانب بڑھ رہا تھا جب عرشیہ شیلف سے واپس جا لگی۔

"تمہاری ماں کو نیند کی دوا دی ہے۔ صبح سے پہلے

نہیں جاگے گی میری سوہاڈا رلنگ۔ آج میں تفصیلا تم سے حساب چاہتا ہوں۔ تمہیں جو میری آنکھوں میں ہوس دیکھائی دیتی ہے آج میں تمہیں بتاوں گا کہ وہ نظر آنے والی تو دو فیصد بھی نہیں۔ اصل ہوس کا جہاں تو میرے اندر بسا ہے"

رئیس کی مکرو نگاہیں ایسی نجس تھیں کہ عرشیہ کو اپنا وجود جھلستا محسوس ہوا جب رئیس نے اسے سر سے پیر دیکھا۔ اس کی غلیظ نگاہیں سر سے پاؤں تک سرکتے عرشیہ کے وجود میں کپکپاہٹ اتار گئیں۔

"رئیس۔ اپنے رتبے کا تقدس مت بھولنا۔ ورنہ یہ بھول اور غلطی تمہاری موت بن سکتی ہے۔ راستہ چھوڑو میرا۔ مجھے جانے دو ورنہ کچھ برا ہو جائے گا میرے ہاتھوں۔"

وہ اب بھی بہت حوصلے میں تھی، اس نے رئیس کو نہایت تحمل کے سنگ پیچھے ہٹنے اور راستہ چھوڑنے کی تاکید کی مگر رئیس دو قدم عبور کرتا دونوں ہاتھ شیلف کے دائیں بائیں جماتا جب عرشیہ کی سوچ سے بھی زیادہ قریب آیا تب عرشیہ کی سانس خفیف سی لرزی، وہ محظوظ خباثت سے بھری نگاہوں سے عرشیہ کے وجود کی کپکپاہٹ دیکھ رہا تھا۔

"تمہاری ماں سے جب شادی کی تھی اور یہاں آکر پہلی بار تمہیں دیکھا تھا تو پچھتایا تھا کہ کاش تم سے شادی کرتا۔ اسی دن تم پر دل آگیا تھا۔ اور تم دو سال سے مجھ معصوم کو اپنا دشمن سمجھتی آئی ہو۔ ہمارے بیچ جو کچھ ہو گا وہ سیکرٹ رہے گا، میں۔۔۔۔"

رئیس کی گندی سانسیں عرشیہ کے چہرے پر پڑنے کی دیر تھی کہ اس نے پوری قوت لگاتے اس آدمی کو خود سے دور دھکیلا، نہ صرف دھکا دیا بلکہ وہ وہیں سے شیلف پر رکھا بیٹ کو وفی والا مگ اٹھا کر رئیس کے ماتھے کا نشانہ بناتی بھاگ نکلی جس نے رئیس کے ٹھیک ماتھے کو ہٹ کیا، خفیف سی کراہت کے ساتھ اس نے اپنے ماتھے پر ہاتھ رکھتے نیچے گر کر ٹکروں میں بٹتے مگ کو دیکھا اور ہنسا۔

"کہاں جائے گی آج تو بلبل؟"

رئیس نے مسکرا کر فتحمندی سے خود کلامی کی اور خود بھی پیچھے ہی دوڑا جبکہ عرشیہ کو نہ اپنے فون کی ہوش تھی نہ ان چیزوں کی جو وہ لینے آئی، ایون گاڑی کی چابی بھی وہیں کمرے میں تھی، پھر وہ اندھا دھند گیٹ کی طرف دوڑی تھی۔

رئیس کو پیچھے آتا دیکھے عرشیہ نے گیٹ کی کنڈی کھولی اور باہر بھاگ گئی، یخ ٹھنڈی ہوا اسکے بدن میں گھسی اور جو پیروں میں کنکر چبھے انکا درد الگ، جبکہ دروازے کے پاس آکر رکتے رئیس نے سامنے سڑیٹ سائیڈ دیکھا تو دائیں بائیں دونوں جگہیں سنسان تھیں۔

گھر کی دور جاتی زنجیروں جیسی خاموشی میں اس کی سانسیں دھاڑیں بن کر چل رہی تھیں۔

وہ آگے بھاگتی گئی، دائیں بائیں دیکھتی، ہر طرف سناٹا، خالی گلیاں اور ایک یخ بستہ فضا سنسنی خیز تھی۔

عرشیہ نے گھر کے کچھ دور آتے زرا اپنا ہانپتا سانس سینے پر ہاتھ رکھ کر بحال کیا ہی جب اسے عقب سے کوئی اپنے پاس آتا محسوس ہوا، وہ بہت دھیما گنگنا بھی رہا تھا، عرشیہ نے خوفزدہ ہوتے اپنے آپ کو ہمت دلائی اور جیسے ہی وہ پیچھے دیکھنے کو پلٹی، وولف نے اپنا لیدر کے دستانے والا ہاتھ آگے بڑھایا اور اس میں موجود کپڑا عرشیہ کے منہ پر دبا دیا، وہ آنکھیں پھیلائے بس آخری منظر جو دیکھ سکی وہ ایک بھیڑیا کے ماسک والا چہرہ تھا۔

ہر چیز، ہوا، ہر سانس کی آواز ایک لمحے میں ساکت ہو گئی۔ عرشیہ کی آنکھیں پھیل گئیں۔ اس کے سامنے ایک بھیڑیا ماسک تھا، سیاہ، چمکدار، خوفناک حد تک خاموش۔ اس آدمی کے بدن کی مضبوط گرفت نے اسے ایک جھٹکے میں بے بس کر دیا تھا۔

"آہ۔۔۔"

عرشیہ کے لبوں سے صرف یہی ایک دبی، بے ہوشی میں لی جاتی سسسکاری نکلی۔ کلوروفارم کی تیز بو نے اس لڑکی کے ہوش کی لکیر کاٹ دی۔ اس کا وجود ایک نرم کپڑے کی گڑیا کی طرح ڈھیلا پڑتا گیا۔

کلوروفارم کے اثر کرتے ہی عرشیہ اپنا ہوش و توازن چھوٹتا محسوس کیے وولف کی کسرتی مضبوط بازووں میں جھولی ہی جب وولف نے اسے اپنے بھاری کندھے پر مومی گڑیا سا ڈالا اور گاڑی کی طرف بڑھا۔

رئیس اب تک گیٹ میں کھڑا تھا۔

دور...بہت دور گھر کے گیٹ پر کھڑا رئیس سفید گاڑی کی tail lights کو دیکھ رہا تھا۔

چاروں طرف سناٹا چھایا تھا اور اس بیچ اسے بہت دور اک سفید گاڑی سٹارٹ ہو کر وہاں سے نکلتی ہوئی نظر آئی، رئیس نے پوری رفتار سے اس گاڑی تک

دوڑ لگائی مگر وہ گاڑی رئیس کے پہنچنے سے پہلے ہی وہاں سے جا چلی تھی جس سبب اس نے اپنے سوجھ جاتے ماتھے پر ہاتھ پھیرا۔

"لعنت ہو اس پر"

خالی ہاتھ رہ جانے پر رئیس کے تلووں لگی آگ اسکے سر پر بجھتی محسوس ہو رہی تھی، اس کا جملہ رات کے سناٹے میں گم ہو کر رہ گیا۔

رئیس کو چار و ناچار واپس گھر میں جانا پڑا۔

"سر سب خیریت ہے؟"

کھلے گیٹ سے اندر آتے رئیس کو دیکھ کر گیٹ گارڈ جو اپنی چائے لینے گیا تھا، فکر مند ہوا جس سبب رئیس نے زور دار تماچا اس گارڈ کے منہ پر دے مارا، نا صرف اس بچارے کے ہاتھ سے چائے چھلک کر اسکے ہاتھ پر گری بلکہ کپ بھی اسکے ہاتھ سے نیچے گرا، وہ سمجھ نہ پایا رئیس نے اسے کیوں مارا۔

"حرام خور۔تجھے گیٹ پر بیٹھنے کے پیسے دیتے ہیں یا اندر گھسار ہنے کے۔"

رئیس کی نا صرف نیت گندی تھی، وہ اپنے سے کم درجے لوگوں پر بھی مہربان نہ تھا، اس ضعیف گارڈ کی آنکھیں تھپڑ کے درد سے نم ہوئیں، درحقیت زلت زیادہ دل کو کاٹی۔

"سرم۔میں چائے لینے گیا تھا۔۔معاف کر دیں"

صفدر نامی اس بوڑھے گارڈ نے نظر جھکائے معذرت کی جسکے باوجود بھی رئیس ناگ کی طرح پھنکارتا اسے ٹھوکر مارتا وہاں سے اندر کی طرف بڑھ گیا جبکہ صفدر صاحب نے گرے چائے کے کپ کو افسوس سے دیکھا اور اپنی کندھے پر جمی بندوق درست کرتے جا کر گیٹ کی کرسی پر بیٹھے۔

اس گھر میں ان پر مہربان بس عرشیہ تھی، ورنہ سوہا یا رئیس نے کبھی انکو نہیں پوچھا تھا لیکن عرشیہ اپنے گھر اور جیم کے ہر ملازم کا بہت خیال رکھتی تھی، وہ بیٹھے آنسو پونجھ کر یہی سوچ رہے تھے کہ عرشیہ آئے گی تو اس سے

اسکی ضرور شکائیت کریں گے، جبکہ رئیس کے ہاتھ سے اتنا بڑا موقع نکل گیا، اس پر اسکے اندر آگ لگی تھی، اسکا بس نہ چلا پورا گھر تہس نہس کر دے پر خود پر کنٹرول کرتا نظر آیا کیونکہ سوہا سے کیا کہتا، ابھی تو وہ ماتھے کی سوجن کے بارے فکر مند تھا کہ سوہا کو کیا کہے گا۔

.._____..

"دو بجنے والے ہیں۔نہ تو منائم گھر لوٹی ہے نہ خضر۔کچھ فکر ہے تمہیں بچوں کی محراب؟"

کمرے کا دروازہ دھمک کے ساتھ کھلا جہاں اپنے عالیشان کمرے اور سنگار میز کے سامنے کھڑی وہ حسین اور خوبصورت عورت اپنے زیورات اتار کر انکو انکے ڈبوں میں ترتیب سے رکھ رہی تھی، لوز سے نائیٹ سوٹ میں اسکا اس عمر میں بھی فگر قابل ستائش تھا۔

جبکہ عاصم المیر کے کمرے میں غصے سے داخل ہونے اور سوال کرنے کے باوجود محراب کے کان پر جوں بھی نہ رینگی۔

"خضر اپنے کانسرٹ کی تیاری کرنے میں بزی ہے تو آج میوزک سٹوڈیو ہی رکے گا جبکہ منائم اور اسکے دوست کل کسی ٹور پر جا رہے ہیں سو انھیں ڈاکومنٹری پری ورک کرنا ہے تو وہ بھی آج نہیں آئے گی"

محراب نے نہایت پر سکون ہوتے اپنی میڈ کو اشارہ کیا جو اسکے ہاتھوں اور پیروں کا مساج کرنے کو آگے آئی جبکہ اسکے اتنے بے فکر ہو کر بیٹھنے پر عاصم المیر نے اپنے ضبط و غصے کو جیسے قابو کیا وہی جانتے تھے۔

"تم کیسے اجازت دے سکتی ہو اسے؟ ان لچے لفنگے دوستوں کے ساتھ اکیلے جانے کی۔ تمہارا دماغ کام کرنا چھوڑ گیا ہے کیا محراب۔ ہوش میں آو۔ جب میں نے منع کیا تھا تو کیا ضرورت تھی اسے جانے کی اجازت دینے کی؟"

عاصم کا افشار خون بڑھتا اور اسکی بد تمیز ٹون بھانپتی محراب نے ناگواری کے سنگ سرخیوں میں ڈھلتے عاصم کے پُر عتاب چہرے کو دیکھا۔

"مہر۔ جاو میرے لیے فریش جوس لے آو۔ پھر مساج کر دینا"

وہ میڈ محراب کے کہتے ہی فرمابرداری سے کام روکتی اٹھی اور کمرے سے گئی اور اسکے جاتے ہی محراب اٹھ کر ٹھیک عاصم کے سامنے آکر رکی اور سینے پر ہاتھ بھی لپیٹے۔

"تمہارا کام صرف بابا کی دی امانت کو سنبھالنا ہے۔ ملک ہولڈنگز تمہاری قابلیت سے اب تک کھڑی ہیں۔ اسی وجہ سے تمہیں تھوڑی عزت دیتی ہوں لیکن اس عزت کا ناجائز فائدہ اٹھانے کی اجازت میں نے تمہیں کبھی نہیں دی نہ کبھی دوں گی۔ منائم اور خضر زندگی میں جو کرنا چاہتے ہیں میں انکو اجازت بھی دوں گی اور ہر طرح کی سپورٹ بھی۔ اور اتنے سال میرے ساتھ رہ کر تمہیں میرے مزاج کی عادت ہو جانی چاہیے تھی مگر تم ابھی بھی

ویسے ہی جذباتی ہو۔بچے بڑے ہو چکے ہیں مسٹر عاصم۔۔انھیں بچوں کی طرح ٹریٹ کرنا بند کرو۔بار بار تمہیں وارننگ نہیں دوں گی، سمجھ گئے تم"

محراب کا لہجہ برہم تھا اور ایسا جیسے اسے عاصم المیر کی کوئی پرواہ نہ ہو، ہاں یہ سچ ہے وہ ملک کا بڑا نام تھا پر محراب کے نزدیک وہ اک بھکاری کے سوا کچھ نہ تھا، اس نے تو بابا کے پیر بھی پکڑے تھے کہ کاروباری شادی میں اسے قربان نہ کریں پر حشمت اخان ملک نے اسکی ایک نہ سنی، اور محراب کی پہلے ہوئی منگنی بناوجہ توڑ کر محراب کے منگیتر کو بری طرح دھمکا کر ملک بدر کروایا اور زبردستی محراب کی عاصم سے شادی کروائی، اسکے بعد حشمت اخان بس پانچ سال زندہ رہے، لیکن اسکے بعد محراب اس رشتے سے آزادی چاہ کر بھی نہ پا سکی کیونکہ تب تک وہ دو بچوں کی ماں بن چکی تھی، اور اسکے سابقہ منگیتر موساب اعوان کا بھی کوئی اتا پتا نہ تھا، دوسرا حشمت اخان ملک نے دونوں کے نکاح کے وقت کچھ ایسی شرائط درج کروائی تھیں کہ محراب کے پاس طلاق مانگنے یا خلع لینے کا حق نہ تھا تبھی وہ ساری زندگی اک ناپسند

انسان کے ساتھ بندھنے پر مجبور رہی، اس بیچ عاصم نے بھی اپنی عیاشیاں پوری کیں، سوہا سے خفیہ نکاح کر کے، یہی نہیں سوہا سے پہلے ایک اور عورت سے بھی نکاح کیا تھا جس میں سے بیٹا تھا لیکن اب یہ معلوم نہ تھا کہ وہ عورت بھی سوہا جیسی تھی یا نہیں اور بیٹے کی ماں ہو کر بھی گمنام کیوں ہو گئی تھی شاید اسے عاصم نے دھمکایا ہو واللہ علم، المختصر کے عاصم المیر نے اپنی زندگی کے برابر مزے لیے لیکن محراب چاہ کر بھی کچھ نہ کر پائی تھی کیونکہ اسکے نکاح میں بندھے ہونے کی وجہ سے پابند رہی۔

"ٹھیک ہے اگر کل کو انھیں کوئی نقصان پہنچا تو اسکی ذمہ داری صرف تمہاری ہو گی محراب۔ میری باتیں تو تمہیں بکواس لگتی ہیں۔ اگر کوئی اونچ نیچ ہوئی تو بیٹھ کر روتی رہنا۔ اور مجھے سمجھ نہیں آتا کس بل بوتے پر تم اس طرح کا رویہ اپنائے ہوئے ہو۔ شوہر ہوں تمہارا، تمہارے بابا کی آخری خواہش تھی تمہیں اور انکے بزنس کو سنبھالوں۔ احسان ماننے کے بجائے الٹا تم مجھے زلیل کرتی ہو۔ بچوں کے سامنے تم نے مجھے دو کوڑی کا بنائے رکھا تمام

عمر۔انکی زندگی کا ہر فیصلہ اگر تمہیں ہی کرنا تھا تو انھیں پیدا بھی اکیلے کرتی ناں۔۔۔"

عاصم کا لہجہ اور لفظ دونوں دہک گئے تھے جبکہ محراب نے لپک کر عاصم کا گریبان مٹھیوں میں جکڑا جیسے دیکھ کر ہی اسے جلا کر خاکستر کر دینا چاہتی ہو۔

"میرے سامنے زبان چلانے کی ضرورت نہیں۔ ممکن ہوتا تو بابا کے مرتے ہی طلاق لے لیتی تم سے لیکن کوئی نہیں مجھ سے پہلے ہی مرو گے اور مجھے اسکے بعد چند آزاد سانسیں بھی ملیں تو میری پوری غارت ہوئی زندگی پر بھاری ہوں گی۔اب جاسکتے ہو۔اپنے بچوں کی تم سے زیادہ فکر ہے اس لیے دوبارہ اچھا باپ بننے کی کوشش مت کرنا۔کیونکہ تم کتنے اچھے باپ ہو یہ وہ دو بھی جانتے ہیں اور تم خود بھی واقف ہو"

محراب کے زہر میں بجھے الفاظ پر عاصم المیر ملک کے دماغ کی رگیں پھول گئیں اور اس سے پہلے وہ اس عورت پر ہاتھ اٹھا دیتے، جانا مناسب سمجھتے

پھنکارتے ہوئے کمرے سے نکلے جسکے بہت دیر بعد بھی محراب کے چہرے کے تاثرات سے نفرت الگ نہ ہو سکی۔

.._____..

اندھیری، نمی سے بھری ہوئی اس گودام نما جگہ میں صرف ایک ہلکی سی بلب کی روشنی لٹک رہی تھی، جو جھولتے جھولتے دیواروں پر بھیڑیے کے سائے بنا رہی تھی اور ماحول مزید ڈراونا ہو رہا تھا، فرش پر زنگ آلود ٹھنڈی دھات کی چادریں بچھی تھیں اور انہی پر رسیوں سے جکڑی عرشیہ پڑی ہوئی تھی، اسکے دونوں پیر اور دونوں ہاتھ پیچھے لے جا کر باندھے گئے تھے۔

وہ اسی خلیے میں تھی جس طرح وہ کچن میں گئی تھی بس اسکے پیروں سے موٹی اونی جرابیں اتر چکی تھیں، شاید اسکے پیر باندھنے والے نے اتار دی تھیں اور عرشیہ ونٹر میں اپنے پیر جرابوں سے آزاد نہیں کر سکتی تھی، اسے شدید الرجک ری ایکشن شروع ہو جاتے تھے، اسکے خوبصورت پیر سرخ ہو جاتے

تھے اور نا جانے کب سے اسکی جرابیں اتری تھیں کہ اسکے پیروں کے تلووے شدید گلابی رنگت اختیار کر رہے تھے، اسکے بال بھی دہرا ہو کر لیٹے ہونے کی وجہ سے دھات کی پلیٹ پر بکھرے تھے۔

کلوروفارم کا اثر زائل ہوا تو عرشیہ نے اپنے پیروں کو نیم بیہوشی میں سمیٹنا چاہا، اسے پیروں پر شدید ٹھنڈ لگ رہی تھی، پھر ساتھ ہی سر میں ہوتے بھیانک درد پر وہ کراہ کر اپنی آنکھیں کھولنے کی کوشش کرنے لگی، اسکا پورا وجود کب سے اس ٹھنڈی دھات پر پڑا ہونے کی سبب اکڑ چکا تھا، وہ کراہ کر ہوش میں لوٹی پر اسکے محسوسات بیدار ہوتے ہی اسے پتا چلا وہ نہ اپنے ہاتھ ہلا سکتی ہے نہ پیر، عرشیہ نے آنکھیں خوفزدہ ہو کر کھولیں، وہ سارے درد بھول گئی۔

اچانک پاس آتے بھاری قدموں کی آواز سن کر اس نے سر اٹھایا اور سامنے کھڑا شخص مکمل سیاہ لباس میں ڈوبا، چہرے پر بھیڑیے جیسا دھاتی ماسک لیے

اس پر جھکا کھڑا مسکرا کر وہی پر اسرار گانا گنگنا رہا تھا جو اس نے گلی میں اسے گاتے سنا تھا۔

عرشیہ کی ریڑھ کی ہڈی تک بجلی دوڑی کیونکہ اس نے خود کو اس جگہ پائے بھانپ لیا تھا کہ وہ کہاں ہے۔

"ک۔ کون ہو تم؟ کیوں لائے ہو مجھے یہاں؟ کیا چاہیے تمہیں مجھ سے"

چہرے پر بھیڑیے کے چہرے جیسا ماسک پہن کر کھڑے اس مضبوط اور لمبے آدمی کو دیکھتے وہ اسکی طرف آواز اونچی کیے دیکھ کر چلائی تھی۔

"ب۔۔ بولو۔۔ کون ہو؟ کہاں ہوں میں؟"

عرشیہ نے ڈری، غصے اور بے بسی کے امتزاج سے لرزتی آواز میں چیخ کر دوبارہ سے کہا کیونکہ وہ آدمی اس پر ہنس رہا تھا، اسی جگہ کچھ دور ایک دو آدمی بھی کھڑے تھے اور انہوں نے بھی سیاہ رنگی کپڑے پہنے تھے۔

وولف نے پہلے تو کوئی جواب نہ دیا، بس ایک قدم اور آگے بڑھا۔ اس کا سایہ عرشیہ پر پوری طرح چھا گیا تھا، وہ ڈر کر پیچھے کو سرکی۔

اسکو زمین پر رسیوں کی مدد سے ہاتھ پیر باندھ کر رکھا گیا تھا، وولف نے اپنا بھاری فوجی بوٹ والا پیر اٹھایا تو عریشہ کو لگا دوسرا پیر اسکے پیر پر ہی رکھے گا تبھی عرشیہ نے جلدی سے اپنی ٹانگیں پیٹ سے جوڑتے سمیٹ لیں، اسکا دل اچھل کر حلق میں آ گیا تھا۔

عرشیہ نے خوفزدہ آنکھوں سے اوپر دیکھا، اور پہلی بار ماسک کے پیچھے چمکتی آنکھیں، سرد اور وحشی، اس کی آنکھوں میں پیوست ہوتی محسوس ہوئیں۔

وولف دوزانو اس کے قریب بیٹھ گیا، اتنا قریب کہ وہ اس کے سانس کی حرارت اور لباس سے اٹھتی بھاری پرفیوم کی تیز خوشبو تک محسوس کر سکتی تھی۔

وہ خوشبو اس کے لیے زہر تھی، سانسیں گڑبڑانے لگیں، عرشیہ کا پورا سینہ جکڑنے لگا۔

"تمہاری جان چاہیے لیکن خون بہائے بنا۔ اپنے کنٹریکٹ کلر سے مل کر خوشی تو نہیں ہو گی پر مجھے میری وحشی لینگویج میں بھیڑیا کہتے ہیں"

وہ اسکے بلکل قریب دوزانو بیٹھا تو عرشیہ کی سانس اسکے شدید تیز پرفیوم سے سینے میں دھنسنے لگی، وہ بہت تیز پرفیوم ہینڈل نہیں کر سکتی تھی،

عرشیہ نے گھبرا کر پیچھے ہٹنا چاہا مگر رسیوں نے اس کے جسم کو بے بس کر رکھا تھا، اس کی سانسیں مسلسل ٹوٹ رہی تھیں، تیز پرفیوم کی مہک اس کی ناک میں چبھ رہی تھی، حلق خشک ہو کر جلن دینے لگا، اس لڑکی کی آنکھیں ڈبڈبانے لگیں۔

وولف کی آنکھیں لمحے بھر میں سکڑ گئیں۔

وہ سمجھ گیا کہ مسئلہ کیا ہے۔

عرشیہ کی سانسیں اچانک تیز، بے قاعدہ اور تکلیف دہ ہوئیں تو اس کا پورا جسم اکڑنے لگا، اسکے ہونٹ کپکپائے، گردن خود بخود پیچھے کو جھٹکی، اور وہ بری طرح ہانپنے لگی۔

"سانس... ن۔ نہیں لے پا رہی... پ۔ پرفیوم۔۔۔"

وہ ٹوٹتی آواز میں بس اتنا کہہ پائی جیسے مدد کی درخواست کی ہو۔

اس سے پہلے کہ وہ بے ہوش ہو جاتی، سائے میں کھڑا آدمی دوڑ کر آگے بڑھا، وولف اپنی جگہ سے اٹھ کر دور ہوا۔ اس آدمی نے لمبے ہاتھوں کے ساتھ جھپٹ کر عرشیہ کے کندھے کو سہارا دیا،

اور دوسرے ہاتھ سے تیزی سے انہیلر اس کے منہ کے پاس رکھا۔

"میڈم! سانس چھوڑیں شاباش... گہری سانس لیں..."

وہ عجلت میں بولا۔

عرشیہ نے لڑکھڑاتے لبوں کے ساتھ انہیلر کو پکڑا، ایک دو پف لیے، پھر گہری، کانپتی ہوئی سانس اندر کھینچنے لگی۔

وولف ایک دم خاموش کھڑا اسے دیکھ رہا تھا، پتھر جیسے وجود کے ساتھ، مگر آنکھوں میں ایک لمحے کے لیے عجیب سا اضطراب ابھرا تھا۔

"تمہیں مارنے کے لیے تو میری پرفیوم ہی کافی ہے، ایک سیکنڈ لگے گا۔ انٹرسٹنگ۔۔۔ لیکن جب تک یہ پتا نہیں چلتا کہ تمہیں کون اور کیوں مروانا چاہتا ہے۔ اور تمہارا باپ کون ہے، تب تک تمہیں وولف کے ٹارچر پارٹنر کو ریفر کیا جاتا ہے۔ وہ ایسی خوشبو نہیں لگاتا تو تم مرو گی نہیں۔ تمہارا ہفتہ مزے دار رہے گا۔ صبح ملے گا وہ تمہیں۔ تب تک تم میرے ان دو ساتھیوں کی نگرانی میں یہاں کی گندی بدبو، سناٹے اور سردی کا مزہ لو"

وولف کے دوزانو بیٹھنے پر پرے سرکی، اسکی بھاری آواز گودام کی خاموش فضا میں خنجر کی طرح تراش کھاتی گونجی، عرشیہ نے ابھی سانس کی تکلیف

سے سنبھلنا ہی شروع کیا تھا کہ اس وولف کے الفاظ نے دوبارہ اس کے وجود میں خوف بھڑکا دیا۔

وہ ہانپتی، کانپتی نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

جس کے سامنے موجود آدمی نہ صرف اس کی سانس چھین سکتا تھا بلکہ اس کی خوف سے لطف لیتا نظر آ رہا تھا۔ وولف آہستہ آہستہ اٹھا، لمبا وجود جیسے چھت تک جاتا تھا، ماسک کے پیچھے اس کی آنکھیں کسی غیر مرئی مسکراہٹ سے چمکی تھیں۔

عرشیہ نے بے اختیار رسیوں کے خلاف ہاتھ پیر جھٹکے، جسم میں ابھی تک ٹھنڈ پوروں پوروں سے ابل رہی تھی۔

"نہیں سنو!... کہاں جا رہے ہو۔۔۔ کون ہو تم وولف اور وہ کون ہے کیا چاہتے ہو؟"

عریشہ کی آواز پھر لرز گئی، دل کی دھڑکن بے قابو ہو چکی تھی۔

وولف نے اپنا سر ذرا سا خم کیا۔

بالکل اس کے چہرے کے برابر آ کر، اتنا قریب کہ اگر وہ پرفیوم کی خوشبو سے نہ مرتی تو شاید خوف سے مر جاتی۔

"بتایا ناں کہ وہ میرا ٹارچر پارٹنر ہے۔ کچھ کیسیز میں میرے شکاروں کو ٹارچر کرتا ہے جب میرے پاس کنٹریکٹس زیادہ ہو جائیں، لیکن مارتا میں خود ہوں، اسے خون خرابہ پسند نہیں۔ میری پسندیدہ چیزوں سے دور رہتا ہے، خوشبو سے بھی، اصولوں سے بھی، لیکن بنا خون بہائے درد دینا؟"

وولف رکا تو عرشیہ کی بھی سانس تھمی۔

"اس میں وہ مجھ سے لاکھ بہتر ہے۔"

عرشیہ کا حلق وولف کے سرور پر خشک ہو گیا، اس نے ہلکی سی سسکاری لی۔

"میں نے... میں نے کچھ نہیں کیا... مجھے کیوں ل۔لائے ہو۔۔میں نے کسی کا کیا بگاڑا ہے"

وولف نے انگلی اٹھا کر اسے چپ رہنے کا اشارہ کیا۔

"شش!غلط وقت پر ٹھیک سوال نہیں کرتے لڑکی"

اسکی چنگھاڑتی آواز نے عرشیہ کی ریڑھ کی ہڈی تک کپکپی دوڑادی۔

وولف آہستہ سے پیچھے ہٹا، جیسے کوئی شکاری اپنے شکار کو آخری دفعہ دیکھ رہا ہو، پھر وہ اپنے دونوں لوگوں کے ساتھ باہر نکلا، دروازہ زور سے بند ہوا۔

تاریکی اور ٹھنڈی ہوا نے عرشیہ کو ایک اکیلا، کمزور سا وجود بنا کر اپنی گرفت میں لے لیا۔

دور، بہت دور سے، پانی ٹپکنے کی ٹک ٹک، اور دیواروں کے اندر چلتے چوہوں کی سرسراہٹ سنائی دے رہی تھی۔

عرشیہ نے درد و خوف سے دیوار کے ساتھ سر ٹیک کر آنکھیں میچ لیں۔ اسے یقین تھا کہ صبح تک زندہ بچنا شاید واقعی مشکل ہونے والا ہے، وہ آنکھیں کھولتی اس خوفناک جگہ کو گھور رہی تھی جیسے وہ ایک سہارہ بنتی دیوار کے علاوہ بقیہ تین دیواریں کبھی بھی اپنی جگہ سے آگے سرک آئیں گی اور عرشیہ کو اپنے اندر ضم کر لیں گی۔

آج رات اس پر بھاری ہی تھی، یہ تو نظر آ رہا تھا۔

وہ سر پیچھے کو ٹکائے آنکھیں بند کر گئی کہ شاید دنیا نہ سہی، نیند ہی اس پر مہربان ہو جائے۔

.._____..

رات اپنے پنکھ جو کب سے پھیلائے ہوئے تھی، فجر کی اذانوں کے بعد سحر کے سویرے میں دبانے لگی، صبح کی نرم روشنی پھیل رہی تھی، وہ سو نہ سکا تھا کیونکہ اسے اپنا فیصلہ بتانا تھا اور سحر کی روشنی میں ٹہلتے انیس غانم نے اپنی

رات بھر جاگی آنکھوں سے جب اپنے فون کو ہڈی کی جیب سے نکالا تو اسکی آنکھیں دھندلا رہی تھیں، یہ میڈیسن لینے کے باوجود سونہ پانے کی وجہ سے ہوا تھا، اس نے بڑی مشکل سے نظروں کا فوکس کنٹرول کیا اور کال ملائی تھی، کال یوں اجلت میں اٹھائی گئی جیسے اس پار موجود شخص اسی کی کال کا منتظر تھا۔

"قبول ہے تمہاری آفر۔ کیا دو گھنٹے سو سکتا ہوں؟"

انیس نے فون پر موجود فرد سے ریکوسٹ نہیں کی بلکہ سوال کیا تھا۔

"تم سوئے نہیں رات بھر؟"

سوال نرمی سے آیا تھا۔

"نہیں۔ نہیں سو سکا"

انیس نے اپنی بیداری کا اقرار کیا۔

"ہمم گودام پہنچ جانا وقت سے"

مقابل حکم صادر کیا اور انیس کے منہ پر کال کاٹ دی جس پر انیس کی نظریں سامنے اٹھیں جہاں سے عصر زمان چلتا ہوا اسی کی طرف آ رہا تھا۔

"میں فریش ہو کر آتا ہوں کہیں جانا ہے ہمیں۔ ایک گارڈ کو عدین کے لیے ایکٹیو کر دو کہ وہ شام تک اسکے آس پاس رہے۔ میں آج ایو لیبل نہیں ہو پاوں گا اسے"

عصر کو انفارم کرے انیس نے قدم مینشن کی بلڈنگ کی طرف بڑھائے تو عصر نے اسکے کہے کے مطابق ہی کیا، ایک باڈی گارڈ کو عدین کے لیے پورا دن ایکٹیو کر دیا جبکہ انیس کے آنے تک وہ بھی چینج کر آیا۔

عصر بھی اسکا اسکی گاڑی کے پاس رک کر انتظار کر رہا تھا جب اسے چالیس منٹ بعد انیس واپس آتا دیکھائی دیا، انیس نے سیاہ ٹی شرٹ، بلیک لیدر جیکٹ، بلیک کیپ، بلیک جوگر پینٹس اور اولیوی گرین اینکل بوٹس پہن

رکھے ہیں، اولیو مفرر بھی تھا جو اس نے اضافی طور پر پکڑ رکھا تھا جسکی جگہ اسکی کار کا یقیناً ڈیش بورڈ ہی بننے والی تھی۔

جبکہ اسکا چہرہ ہر احساس سے عاری تھا، انیس نے اپنی گاڑی ان لاک کی اور چابی اس نے عصر کو تھمائی کیونکہ اس بلروژن کے ساتھ وہ ڈرائیونگ نہیں کر سکتا تھا، عصر نے فوری ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی جبکہ انیس بھی پیسنجر سیٹ پر سوار ہوا، انیس نے اپنے فون سے گاڑی کی لوکیشن کنکٹ کی۔

"یہاں لے کر چلو"

انیس نے اسے رستہ سمجھایا جسکے بعد عصر نے سر ہلاتے اسکی بتائی لوکیشن فالو کرنی شروع کی۔

.._____..

اپنے لیے ماڈرن سا ڈریس چنتی سوہا، بہت سے ملبوسات وارڈرب سے نکال نکال کر اپنے سراپے کے ساتھ جوڑ رہی تھی، اسے اس پورے فیشن ویک میں سیوانی کی نمائندگی کرنی تھی تو بہت خوبصورت لگنا تھا۔

اٹھ وہ چکی تھی لیکن عرشیہ اور رئیس کسی سے بھی ابھی نہیں ملی تھی، میڈ کو کہا تھا انھیں دیکھے پر میڈ نے یہی بتایا کہ رئیس کسی میٹنگ کی وجہ سے جلدی چلا گیا اور چونکہ عرشیہ کی گاڑی بھی گھر کے باہر پارک تھی تو ملازمین کو یہی لگا کہ وہ گھر ہی ہے تو اسکے بارے بھی یہی بتایا کہ وہ سو رہی ہے۔

سوہا نے اپنا ڈریس چنا اور پلٹ کر نکالتے اسے میٹرس پر رکھا تبھی وہاں پڑا فون رنگ کیا، فون پر لکھا عاصم المیر نام دیکھ کر سوہا کی آنکھوں میں چمک آئی۔

اس نے فوراً غرور کے سنگ ہاتھ بڑھا کر فون اٹھایا اور کال پک کرتے کان سے لگایا جہاں اس طرف عاصم المیر کسی بزنس میٹنگ سے اسی لمحے فری ہوا تھا۔

"کیسے کال کی تم نے؟"

سوہا نے اپنا لہجہ ایسا سنجیدہ رکھا جیسے وہ عاصم المیر پر حاوی ہونے کی کوشش میں ہو۔

"عرشیہ سے ملنا چاہتا ہوں۔ تم اسے ملک ہولڈنگز بھیج دو۔"

عاصم المیر نے بنا کسی ٹال مٹول سیدھا مدعا کہا۔

"اسے کیا کہہ کر بھیجوں؟ کہ اسکا باپ اسے ملک ہولڈنگز کا بانی بنانا چاہتا ہے؟"

سوہا محظوظ ہوتی وہیں پائنتی کی جانب بیٹھی جس پر عاصم المیر نے اک گہرا بھاری سانس کھینچا۔

"نہیں اسے کچھ بتانے کی ضرورت نہیں۔ بس اسے بھیج دو۔ میں جانوں اور میری بیٹی"

عاصم کا لہجہ عرشیہ کے لیے یوں دیکھ کر سوہا کو حیرت نہ ہوئی کیونکہ وہ اس آدمی کی رگ رگ سے واقف تھی کہ مطلبیوں کا باپ ہے۔

"اب وہ تمہاری بیٹی ہو گئی واہ ملک صاحب واہ کیا کہنے آپکے۔ تب تمہاری یہ پدارانہ محبت کہاں تھی جب تم نے مجھے اسی بیٹی کو دنیا سے چھپانے کی قیمت آفر کی تھی؟"

سوہا کا لہجہ ہی نہیں آنکھیں بھی دہکیں۔

"تم یہ سوال کرتی مجھ سے دگنی گھٹیا لگ رہی ہو سوہا کیونکہ تم نے کونسا قیمت لینے سے انکار کیا اور اب تک لے ہی تو رہی ہو۔ میں تم سے کوئی بحث نہیں چاہتا۔ اسے جلد از جلد یہاں بھیج دو۔ بائے"

عاصم المیر نے دگنی حقارت جتائی اور سوہا کے کچھ بولنے سے پہلے ہی کال کاٹ دی جبکہ سوہا نے اپنا افشار خون بڑی مشکل سے بحال کیا کیونکہ تن بدن میں آگ سی بھڑک چکی تھی۔

وہ کمرے سے عرشیہ کو دیکھنے نکلی، اسکے روم میں آئی تو کمرہ خالی تھا، کمفرٹر بھی بیڈ کے کنارے تہہ پڑا تھا، بیڈ شیٹ پر بھی سلوٹ تک نہ تھی، سوہا باہر جانے لگی پر پھر ٹھٹھک کر رکی۔

کیونکہ عرشیہ کا فون چارجنگ پر لگا تھا، وہ واپس اندر آئی تو عرشیہ کا بیگ، اسکے جوتے، اسکا مفرر، اسکے ائیر بڈز سب کچھ وہیں پڑا تھا۔

"عرشی۔۔ میری جان کہاں ہو؟"

سوہا اسے فکر سے پکارتی واش روم ایریا کی طرف آئی مگر وہاں بھی کوئی نہ تھا، وہ واش روم سے باہر نکلی اور کمرے سے ہوتی ہوئی مین ہال میں چلی آئی لیکن کچن ایریا یا ارد گرد کہیں بھی عرشیہ نہ تھی، ملازمین نے بھی اسے آتے جاتے نہیں دیکھا تھا تبھی سوہا اسی پریشانی میں گھر کے گارڈن ایریا کی طرف نکلی لیکن وہاں بھی عرشیہ کا نام و نشان نہ تھا، صبح جاتے ہی رئیس نے عرشیہ کی گاڑی اندر گھر کے پورچ میں پارک کروادی تھی، سوہا نے گیٹ کی طرف قدم بڑھائے جہاں صفدر نامی آدمی فوراً اٹھ کھڑا ہوا۔

"صفدر! تم نے عرشی کو دیکھا ہے؟"

سوہا کے چہرے سے اسکی پریشانی صاف عیاں تھی مگر رات جب عرشیہ بھاگی تھی تب صفدر نے نہیں دیکھا تھا اس لیے وہ بھی پریشان ہو گیا کیونکہ عرشیہ گاڑی کے بنا تو کہیں نہیں جا سکتی تھی، وہ تو یہی سمجھ رہا تھا کہ وہ گھر میں ہی ہو گی۔

"نہیں میم! کیا وہ گھر میں نہیں ہیں، گاڑی تو انکی یہیں ہے۔ صبح رئیس صاحب نے کہا تھا اندر پارک کر دوں۔"

صفدر کو بھی عرشیہ کا علم نہیں یہ سن کر تو سوہا کے ہاتھ پیر پھول گئے۔

"کیا مطلب وہ گھر سے نکلی نہیں ہے؟ کیا پتا جاگنگ کے لیے گئی ہو۔ تم صبح سے گیٹ پر ہو کیا؟"

سوہا نے اضطراری کیفیت پر قابو پائے پوچھا۔

"جی میم میں تو ایک سیکنڈ کے بھی نہیں ہلا جب سے رئیس صاحب نے مجھے تھپڑ مارا۔ اب تو مر بھی جاوں، گیٹ سے نہیں ہلوں گا"

صفدر کے دائیں گال پر ابھی تک سرخائی تھی کیونکہ وہ کافی فیئر رنگت کے مالک تھے جبکہ سوہا نے الجھ کر صفدر کو دیکھا اور اس سے پہلے وہ صفدر سے اس تھپڑ کی وجہ پوچھتی، ہارن پر وہ دونوں متوجہ ہوئے۔

سوہا اک طرف ہوئی جسکے بعد صفدر نے گیٹ کھولا اور رئیس کی گاڑی گھر میں انٹر ہوئی، صفدر نے گیٹ بند کیا جبکہ سوہا کو دیکھتے ہی رئیس بھی جلدی سے کار دوڑ کھولے باہر نکل کر سوہا کی جانب آیا، اس نے صفدر کو زہر خند نظروں سے بھی لتاڑا جبکہ ابھی سوہا پریشان لگ رہی تھی تبھی رئیس نے سوہا کو خود سے لگایا اور گھر کی سمت چل پڑا۔

"کیوں پریشان ہو؟ کیا ہوا ہے۔ چہرے کی ہوائیاں کیوں اڑی ہیں؟"

کچھ آگے جا کر رئیس نے اسے روکتے بڑے پیار سے سوہا کا چہرہ ہاتھوں میں بھرے پوچھا مگر سوہا مبادا کچھ بتاتی، اسکی نظر رئیس کے ماتھے پر ہوئی سوجن پر گئی، جسے رئیس نے ہر ممکنہ چھپانے کی کوشش تو کی تھی پر ناکام تھا۔

"عرشیہ کہیں نہیں ہے۔ اسکا فون، گاڑی اور یہاں تک سامان بھی یہیں ہے۔ اور صفدر کہہ رہا ہے اس نے عرشی کو باہر جاتے نہیں دیکھا۔۔۔"

سوہا نے بھلے اسے اپنی تکلیف و پریشانی بتائی پر ساتھ ہی اسکے ہاتھ اپنے چہرے سے پکڑ کر ہٹائے ہاتھ بڑھا کر رئیس کے ماتھے پر بکھرے بال ہٹانے لگی، رئیس نے اسکا ہاتھ پکڑنا چاہا پر سوہا نے گھوری ہی ایسی دی کہ رئیس کا اسکے ہاتھ کو روکتا ہاتھ تھما۔

"یہ کیا ہوا ہے تمہیں؟"

سوہا کی گہری مشکوک نظریں رئیس کی آنکھوں اور نگاہیں چرانے پر جمی تھیں۔

"یہ۔۔یہ رات اندھیرے میں اٹھنے کی وجہ سے سر دیوار سے جا ٹکرا تھا۔ چھوڑو اسے۔ پریشان کیوں ہو رہی ہو؟ اپنی بیٹی کو جانتی نہیں تم کہ جن کی طرح آتی ہے اور چڑیل کی طرح غائب ہو جاتی ہے"

رئیس نے اپنے بناوٹی پن سے سوہا کی آنکھوں میں بھرپور دھول جھونکنے کی کوشش کی پر سوہا کی چھٹی حس اسے کچھ غلط ہونے کا اشارہ دے رہی تھی۔

"رئیس! وہ یوں اپنا سامان، فون اور گاڑی چھوڑ کر تو نہیں جاتی۔ اور گیٹ سے ہی جاتی ہے ناں، صفدر کہہ رہا ہے وہ کچھ نہیں جانتا کہ وہ کب نکلی۔ تم مجھے سچ سچ بتاو وہ کب آئی رات؟ مجھے سلانے کے پیچھے کیا کوئی مقصد تھا تمہارا؟ پھر رات کو ڈنر کے لیے جگایا بھی نہیں۔ مجھ سے کچھ چھپانے کی کوشش بھی مت کرنا رئیس"

یہ سب سوہا کے لیے ماننا مشکل تھا اور رئیس اگر سچ بتاتا تو یہ عورت دو منٹ لگاتی اسکے منہ پر تھوکنے میں تبھی اس عورت سے اسکا سب ہتھیانے تک تو وہ یہ رسک نہیں لے سکتا تھا۔

"میری جان تم مجھ پر شک کر رہی ہو؟ مجھے کیا پتا وہ کب آئی۔۔ اور میں نے تمہیں جگایا تھا پر تم نے کہا تمہیں نیند آئی ہے۔ پھر میں نے بھی دو نوالے لیے، اور تمہارے ساتھ آ کر سو گیا۔ صبح کچھ میٹنگ تھی تو نکلنا پڑا۔ ابھی تمہارے سامنے آ رہا ہوں۔ پریشان مت ہو آ جائے گی۔ تمہیں تو پتا ہے اپنی

خلائی مخلوق بیٹی کا۔شاید کسی تھراپی کے لیے نکلی ہو، دنیا سے کٹ کر رہنا چاہتی ہو تبھی سب سامان چھوڑ گئی"

رئیس کی چکنی چپڑی باتوں کا آج نجانے کیوں سوہا پر کچھ اثر ہوتا نظر نہ آرہا تھا، لیکن وہ چپ ہو گئی کیونکہ عرشی کے جیم فون کرنے کا سوچ رہی تھی کہ شاید انکو پتا ہو۔

"ہمم اسکے باپ نے اسے بلایا ہے۔اب اگر یہ لڑکی کہیں چلی گئی بہت دنوں کے لیے تو اسکا کمینہ باپ اپنا ارادہ نہ بدل لے۔۔اف عرشیہ میں تمہارا کیا کروں۔کام کے وقت یہ ہمیشہ ایسے ہی غائب ہو جاتی ہے"

سوہا کو بھلے عاصم المیر کی جائیداد والا معاملہ پریشان کر رہا تھا پر درحقیقت اسے ماں ہونے کے ناطے فطری فکر بھی ہو رہی تھی کیونکہ عرشیہ غائب بھی ہو تو یوں فون تو کبھی نہیں چھوڑتی تھی۔

"ٹنشن مت لو میری جان۔۔آجاو ناشتہ کرتے ہیں"

رئیس کے اصرار پر سوہا چار و ناچار مان تو گئی پر اسکا دھیان عرشیہ کے ملنے تک اسی کے گرد اٹکا رہنے والا تھا۔

سوہا نے اسکے جیم کال کی مگر سونم نے یہی بتایا کہ وہ رات چلی گئی تھی اور اب تک نہیں آئی اور وہ سب بھی اسی کا انتظار کر رہے ہیں، ایون مجبوراً سوہا نے شماس صاحبہ یعنی والدہ تک کا نمبر عرشیہ کے فون سے نکالنا چاہا لیکن وہاں بھی انکے عرشیہ کو آئے میسج دیکھ کر وہ رک گئی کیونکہ انہوں نے عرشیہ کو کالز بھی کر رکھی تھیں، جو رات کی دعوت تیار کی اسکی تصویریں بھی عرشیہ کو بھیج رکھی تھیں اور انکے میسیجز دیکھ کر سوہا کو پتا چل گیا کہ عرشیہ وہاں بھی ہرگز نہیں گئی اور اس سب کے بعد وہ بہت زیادہ پریشان ہو چکی تھی۔

.._____..

رات گزر کر صبح میں بدل گئی تھی اسکا احساس عرشیہ کو اس گودام کے واحد روشندان سے آتی روشنی پر پتا چلا، وہ رات سے اسی ایک جگہ سمٹ کر

رسیوں میں جکڑی بیٹھی تھی، ٹھنڈ کی وجہ سے اسکے پیروں کے تلوے سرخ ہونا شروع تھے، ناک، رخسار سب گلابی ہو رہے تھے اور آنکھیں اپنے حجم سے بڑھی ہوئی اور سخت تھکاوٹ، درد اور نیند میں ڈوبی تھیں۔

"یا اللہ میری مدد کریں۔ مجھے واش روم جانا ہے"

عرشیہ اس خوف سے ہل نہیں پا رہی تھی کیونکہ اسے لگ رہا تھا ہلنا بھی اب خطرہ ہو چکا ہے، وہ اس روشن دان کو دیکھتی بڑے کرب سے اللہ سے دعا گو ہوئی تھی اور اسی لمحے گودام کا بند دروازہ کھول کر عصر زمان اندر داخل ہوا تھا، انیس نے وولف کے دونوں آدمیوں کو وہاں سے پہنچتے ہی چلتا کر دیا تھا، وہ باہر ہی تھا، اس نے عصر کو حکم دیا تھا کہ وہ اس لڑکی کو باہر لے آئے۔

"پلیز مجھے چھونا مت"

عصر کو اپنے قریب دوزانو بیٹھا دیکھے عرشیہ نے بڑی بے بسی سے اسکے ہاتھ کو اپنی طرف بڑھتا دیکھے التجاء کی، عصر نے اپنا ہاتھ روکا۔

"آپکی رسیاں کھول رہا ہوں میم۔"

عصر نے نرمی سے وضاحت کرنی چاہی۔

"پلیز مجھے ہلائے بنا کھولنا۔۔"

وہ دگنی بے بسی سے بولی جس پر عصر نے بہت آہستگی سے عرشیہ کے پہلے پیروں کو کھولا اور ہاتھ بھی نرمی سے ہی کھول رہا تھا جب کسی آواز پر وہ دونوں متوجہ ہوئے۔

"اسے ٹارچر دینے کا ٹارگٹ ملا ہے ہمیں، اتنے پیار سے اسے ٹریٹ کر رہے ہو عصر میاں، کیا پچھلے جنم میں بہن تھی یہ تمہاری؟"

سرد اور موسم سے زیادہ ٹھٹھرا دیتے انیس کے لب و لہجے میں کیے طنز پر عصر نے رسیاں باقاعدہ عرشیہ کی کلائی میں گھسیٹ ڈالیں جس سبب وہ ان وحشیوں کو باری باری دیکھے کراہی، عصر نے شرمندہ سا ہوتے اٹھ کر انیس کے سامنے نظریں جھکالیں اور نفی بھی کی جبکہ خود عرشیہ بھی بے دردی سے

گھسیٹی کلائیوں کے گرد رسیوں کے درد پر انھیں مسلتی ہوئی سر و نظر اٹھا کر اس بے حس انسان کو دیکھنے لگی جسکی شربتی آنکھیں کسی کو بھی مدہوش کر سکتی تھیں، عرشیہ نے تکلیف سے نظر واپس جھکائی۔

"اٹھ جاو کیا تمہیں گود میں اٹھاوں اب؟"

وہ اپنے جسم کی عجیب و غریب تکالیف پر اپنی آنکھوں میں امڈتے آنسووں کو دبانے پر لگی تھی جب انیس کی پھر سے آواز اور ٹون پر عرشیہ نے سر اوپر اٹھا کر سرخ آنکھوں سے انیس کو دیکھا، وہ اسے دنیا کا بے رحم انسان لگا۔

"م۔مجھے واش روم جانا ہے"

عرشیہ نے خود اپنے سہارے اٹھنے کی کوشش کی پر وہ اٹھ پانے میں ناکام تھی کیونکہ اسکے پیروں میں بھیانک جلن اور درد تھا پھر ننگے پیر وہ واش روم کیسے جاتی، اور پتا نہیں اس گندی جگہ کا واش روم کیسا ہوتا، اسے شدید رونا آیا پر وہ مہارت سے اپنے آنسو سنبھالے ہوئے تھی۔

"تو کیا کروں میں؟ وہ سامنے ہے واش روم۔ ہو کر آو جلدی سے۔ تمہارا انتظار کر رہا ہوں"

انیس نے اسے بے حسی سے سمت دیکھائی مگر وہ عرشیہ کے اٹھ نہ پانے کو دیکھنے کے باوجود اسکی طرف نہ بڑھا، عصر کو ترس سا آرہا تھا جیسے وہ اٹھنے کی کوشش میں ہلکان ہو رہی تھی، عرشیہ کے اٹھ کر لڑکھڑانے پر عصر فورا بے اختیار اسے سہارہ دینے کو بڑھنے ہی لگا جب انیس کی خود پر خشونت بھری نگاہ پر عصر نے فورا سے پہلے اپنا ہاتھ پیچھے کھینچ لیا جس سبب عرشیہ نے اس سفاک آدمی کو دیکھتے اپنی مدد آپ کرتے خود کو سنبھالا، دیوار کا سہارہ لے کر کھڑی ہوتی وہ اپنے پیر اس ٹھنڈی زنگ آلود دھات کی چادر پر رکھ نہ پا رہی تھی یہ انیس دیکھ رہا تھا، پھر اسکے پیروں سے نظر ہٹائے انیس نے اس گرے آنکھوں والی لڑکی کو دیکھا۔

"م۔ مجھے جوتے مل سکتے ہیں؟۔ ایسے ننگے پیر نہیں جا سکتی۔"

عرشیہ ان دو سے درخواست نہیں کرنا چاہتی تھی مگر مزید کنٹرول کرتی تو شاید کچھ ہو جاتا اسے، ابھی بھی اسے کڈنی شدید ہرٹ ہوتے محسوس ہو رہے تھے۔

عصر نے اس بار یہ مہربانی کرنے سے پہلے انیس کی طرف دیکھا مگر انیس کی ویسی ہی نظریں عصر کو سمجھا چکی تھیں کہ وہ ایسا کچھ نہیں کر سکتا۔

"پہنوا نھیں اور جلدی تشریف لاو۔ تمہارے نخرے اٹھانے نہیں آیا ہوں یہاں"

انیس نے ایک شوز کی مدد سے دوسرا شوز اتارا جبکہ دوسرے پیر سے دوسرا شوز اور پیر سے ہی اپنے شوز عرشیہ کی طرف کھسکائے، انیس کے یہ کرنے پر عرشیہ سمیت عصر نے بھی ہونق ہوتے انیس غانم علوی کو دیکھا، ان دونوں کو اسکی امید جو نہ تھی۔

"نخرے نہیں کر رہی۔ اللہ نے چاہا تو ایک دن تم بھی میرے جیسی تکلیف جھیلو گے۔ ایسے ہی واش روم جانا ہو گا پر جوتے نہیں ہوں گے تمہارے پاس ان شاء اللہ"

عرشیہ نے تکلیف کے سنگ بد دعا دیتے اسکے اینکل شوز جیسے تیسے کر کے اپنے شدید درد دیتے پیروں میں پہنے پر بڑبڑائی بھی برابر جس سبب انیس کے ماتھے کی رگیں پھولیں۔

"اتارو شوز میرے"

انیس کی دھاڑ پر عرشیہ نے سرخ آنکھوں سے انیس کو دیکھا جس پر وہ رحم طلب نظروں سے اسے دیکھنے لگی، عصر کو بھی شدید دکھ ہوا جبکہ عرشیہ سے وہ شوز چھین لیتا اگر وہ بروقت وہاں سے بھاگ کر واش روم میں نہ گھستی، انیس نے جبڑے بھینچ کر واش روم کے بند دروازے کو دیکھا۔

"سر میرے شوز پہن لیں آپ۔ ٹھنڈ لگ جائے گی"

عصر نے فوری انیس کے غصے کو دیکھتے اپنے شوز اتار کر جھکتے اسکے آگے رکھے پر انیس نے پیر سے فورا پیچھے کرتے واپس عصر کے آگے کر دیے۔

"انھیں پہنو اور اسکے لیے کپڑے اور شوز خرید کر لاو۔ یہ رہا کارڈ۔ اور قریب ہی جانا کہیں، ہری اپ"

ابھی عصر پچھلے صدمے سے نکلا ہی تھا کہ انیس کے نئے حکم پر وہ ششدر نگاہوں سے انیس غانم کو دیکھنے لگا۔

"سر اسے تکلیف دینے لائے تھے ناں؟"

عصر کی زبان پر کھجلی ہوئی تو بولے بنا نہ رہ سکا حالانکہ دو بار اس نے عرشیہ کی مدد کرنی چاہی تھی پر اب جب انیس خود کر رہا تھا تو عصر کو پوچھنا ضروری لگا۔

"تمہیں ایک بار میری بکواس سمجھ نہیں آ رہی۔؟"

انیس کے سرد مہری سے برہم ہو کر غرانے پر عصر نے اپنے سوال پر دو حرف بھیجے اور انیس کا آگے کیا ہاتھ دیکھتے کارڈ پکڑاتا ہوا بوتل کے جن کی طرح غائب ہوا جبکہ انیس نے موزوں کے باوجود اپنے پیروں میں اترتی بھیانک ٹھنڈ پر اپنے پیروں کی طرف دیکھا ہی جب اسے نیچے انہیلر پڑا نظر آیا، انیس نے بے اختیار واش روم کے دروازے کی طرف دیکھا پھر آنکھیں سکڑنے کے انداز میں جھکا اور انہیلر اٹھا کر اپنے ہاتھ میں لیا۔

عرشیہ نے دروازہ بند کر کے پہلے اپنا پیٹ خالی کیا جو اسکی زندگی کا سب سے بھیانک تجربہ تھا۔

وہ بمشکل اٹھی تو جیسے سارے جسم کی ہمت ایک لمحے میں ہی اس کے گھٹنوں میں اتر گئی۔

وہ دیوار کے ساتھ ٹک کر آگے کو کراہتی جھک گئی اور ایک گہری سسکی اس کے لبوں سے بے اختیار نکل کر واش روم کی فضا میں گم ہوئی۔

یہاں روشنی مدھم تھی، مگر اس روشنی میں اس کے پاؤں کے سوجے ہوئے حصے اور جلد کی سرخی اور بھی نمایاں ہو رہی تھی۔

"یا اللہ... یہ میں کہاں آ گئی ہوں؟"

اس نے سر دیوار سے لگا کر آنکھیں زور سے میچ لیں۔ واش روم ٹھنڈا تھا، ٹائل فرش کی سردی اس کے ٹانگوں کے ذریعے پورے بدن تک چڑھ رہی تھی۔ وہ لڑکھڑاتے قدموں سے سنک کے قریب گئی۔ وہاں لگے میلے کچیلے آئینے میں اپنا چہرہ دیکھا تو خود کو پہچان نہ سکی۔

ٹھنڈ سے نیلے ہو کر پھولے ہوئے ہونٹ، آنکھوں کے نیچے سرخائی اور ماتھے پر پسینہ اور درد میں ڈوبی گرے آنکھیں، اپنی یہ حالت دیکھ کر عرشیہ کا دل لہو ہو کر سینے میں کٹ کر رہ گیا۔

اچانک اس کی نظر سنک کے نیچے پڑے ایک کپڑے کی باسکٹ پر گئی۔ چند تولیے، ایک خالی باکس، کچھ صفائی کے سامان کی بوتلیں رکھی گئی تھیں، اتنے

گندے گودام کا واش روم قدرے اچھے حال میں دیکھ کر اسے ابھی تک حیرت ہو رہی تھی۔

وہ جیسے ہی تولیے کو پکڑنے کو نیچے جھکی، کمر میں موجود شدید چبھن نے اسے بے اختیار کراہنے پر مجبور کر دیا۔

"اوف میری کمر"

وہ دیوار تھام کر واپس کھڑی ہوئی، اس کی کڈنی کا درد اب پیٹ کے نچلے حصے تک اتر آیا تھا اور عرشیہ سے کھڑا رہنا محال ہو رہا تھا۔

اپنے کانپتے ہوئے ہاتھ کو بڑھا کر عرشیہ نے دوبارہ سے ہمت کیے نل کھول کر اپنی رسیوں کے گھسٹنے سے بنے زخموں والی کلائیوں پر پانی ڈالا۔ ٹھنڈے پانی کا لمس تھوڑا سکون دے گیا پر

پھر آہستہ سے اپنا پیر اٹھا کر شوز کو دیکھا، انیس کے بڑے سائز کے شوز میں اس کا نازک سا پیر آدھا ڈوبا ہوا تھا، عرشیہ نے ہاتھ منہ دھویا۔

پاؤں کی انگلیاں تو جوتے میں گرم محسوس ہوئیں مگر وہ ان جوتوں کے باوجود بھی خود کو محفوظ محسوس نہیں کر رہی تھی، ایسی تکلیف اور بے بسی اس نے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی، وہ پھول کی طرح رہی تھی، اسے کانٹوں کی سی اس چبھن نے ہلکان کر دیا تھا، اسکے پورے وجود میں درد بھرا تھا۔

"لعنت ہو تم پر..."

وہ مدھم آواز میں لیکن پوری تکلیف کے ساتھ بڑبڑائی جیسے اسکی یہ لعنت اس شخص کے سینے میں خنجر کی طرح کھب جائے گی۔

باہر قدموں کی چاپ گونجی، کیونکہ انیس بھی ننگے پیر وہاں ٹہلتا ہوا اس ٹھنڈک اور دھات کی چادروں پر چل کر جائزہ لے رہا تھا۔

عرشیہ نے جلدی سے آنکھوں کا پانی صاف کیا، بال ٹھیک کیے اور خود کو سیدھا کیا کیونکہ اس سے سیدھا کھڑا ہونا بھی مشکل تھا۔

"عرشیہ۔۔ہمت کرو۔۔۔تم یہاں سے جلد بھاگ نکلو گی"

عرشیہ نے ایک لمبی سانس اندر کھینچی، اور پھر دروازہ کھول کر وہ باہر نکلی تو آگے ستون بن کر کھڑا انیس اسکو سر سے پیر دیکھتا رکا، عرشیہ نے فورا سے پہلے اسکے شوز اپنے پیروں سے اتار کر احسان واپس کرنا چاہا پر انیس نے ہاتھ کے اشارے سے اسے شوز اتارنے سے روکا، مرتی کیا نہ کرتی کہ مترادف عرشیہ نے پھر سے شوز پہنے، اپنے لوز سوئٹر کی آگے سے آستینیں لٹکا کر وہ اپنے ٹھنڈے ہاتھ ان میں چھپانے کی کوشش میں تھی۔

"تم وہ نہیں ہو ناں؟ اسکے ٹارچر پارٹنر ہو؟ تم دو کیا چاہتے ہو مجھ سے؟ کیا چاہیے؟ کیوں کڈنیپ کیا ہے مجھے۔ بولو؟"

عرشیہ کا دل اسکا احسان لینے پر ہرگز آمادہ نہ تھا پر وہ جانتی تھی پیروں کا حال اجڑا ہے تبھی اسکے شوز نہ اتار سکی لیکن اس شخص کو دیکھ کر نا جانے کیوں عرشیہ کو ابھی بھی امید تھی کہ وہ رحم کرے گا۔

"کرمنلز کے مڈر کنٹریکٹ لیتے ہیں۔ تم کرمنل ہو اسی شک میں تمہیں اٹھوایا ہے۔ مار دیں گے تمہیں لیکن کنفرمیشن ملتے ہی تب تک تمہیں یہاں سے دور لے کر جانا ہے مجھے۔ معلوم ہو گیا؟ اب زبان بند رکھنا کچھ دیر"

وہ بدلحاظ انداز میں عرشیہ کے سوالوں کا غیر تسلی بخش جواب دیے اپنا ٹہلنا شروع کر چکا تھا، جیکٹ بھی اتار کر اس نے کرسی کی جانب پھینکی تھی، عرشیہ نے اپنے دونوں بازووں کو سینے پر لپیٹا جیسے وہ خود کو حرارت دینے کی کوشش میں تھی پر اس کرمنل والے الزام پر وہ خاموش نہ رہ سکی۔

"کرمنل؟ میں کرمنل نہیں ہوں۔ میں ایک لیڈیز جیم اونر ہوں۔ تم دونوں کو کسی نے غلط اطلاع دی۔۔ رکو سنو۔۔۔ میں نہیں ہوں ایسی۔۔ پلیز مجھے جانے دو"

وہ اسکی راہ میں آئی، ٹھنڈ سے وہ کانپ رہی تھی جس سبب انیس نے رک کر تسلی سے اسکو سنا بھی اور دیکھا بھی۔

"اگر تم کرمنل نہ ہوئی تو ہمیں پاگل کتوں نے نہیں کاٹا کہ تمہیں مارتے پھریں۔ آزاد ہو جاو گی تم۔ لیکن ہمارے کچھ اصول ہیں۔ اب چپ کر کے وہاں کرسی پر بیٹھ جاو۔"

وہ بہت برے طریقے سے بات کرتا تھا، جیسے جھاڑ رہا ہو، عرشیہ نے اپنی آنکھوں میں امڈتے آنسوؤں کو ہر ممکنہ دبایا، اس طرح کسی نے عرشیہ سے کبھی بات نہیں کی تھی، تبھی وہ ہرٹ ہوئی لیکن ایک بھی آنسو نہ بہنے دیا اور پلٹ کر چپ چاپ کرسی پر بیٹھنے لگی پر پہلے وہاں رکھی انیس کی جیکٹ اس نے اٹھائی۔

انیس نے اسکے ہاتھ میں اپنی جیکٹ لیتے ہی عرشیہ کے ہاتھ سے جھپٹی جس سبب عرشیہ نے اسکی طرف دیکھتے اپنی آنکھیں اٹھائیں۔

"م۔۔مجھے بھوک لگ رہی ہے۔پیاس بھی۔۔ک۔کچھ کھانے کو مت دو پر پانی دے دو۔۔"

وہ پھر سے ہمت کیے بولی کیونکہ گلا بنجر ہو رہا تھا اور پیٹ میں بھی درد اٹھ رہے تھے، انیس نے اپنا ٹہلنا روکا اور ناگوائیت سے عرشیہ کو رک کر دیکھنے لگا۔

"اندر نل لگا ہے۔پی لو جا کر"

وہ اسے سیدھا سیدھا واش روم کے نل کا مشورہ دیتا واپس چلنا شروع ہوا جبکہ اس پر عرشیہ کا منہ کھل گیا، آنکھیں پھیل سی گئیں۔

"کیا۔واش روم کے نل سے پیوں پانی؟سیریسلی۔۔تم انسان ہو یا جانور۔۔یہ بولتے شرم نہیں آئی۔مجھے منرل واٹر لا کر دو سنا تم نے؟"

وہ باقاعدہ اس کی بے حسی پر چینخی جس پر اس بار نہ صرف وہ رکا بلکہ ایک ہی لمحے میں عرشیہ کی طرف بڑھا، وہ گہرا سانس لیتے خوف سے کرسی کی بیک

سے لگی کیونکہ انیس نے دونوں مضبوط ہاتھ کرسی کی بازووں پر رکھے اس پر جھک کر اسے جس طرح کھا جاتی شربتی نظروں سے دیکھا، عرشیہ کی آواز کیا سانس بھی اسکے اتنے نزدیک آنے پر کچھ پل کے لیے رک گئی۔

"تم یہاں کڈنیپ ہو کر آئی ہو مس ایکس وائے زی، اپنی نانی کے گھر نہیں آئی۔ سمجھ آئی ہے میری بات؟ ایک بار اور تم نے مجھے حکم دیا تو بہت برا پیش آوں گا۔ احسان فراموش، تمہیں جوتے بھی نہیں دینے چاہیں تھے۔ اکڑنے کی دوبارہ کوشش مت کرنا، اپنے دماغ میں یہ بات اچھے سے بٹھالو"

وہ اسکے اتنے نزدیک بول نہیں اک اک لفظ سے عرشیہ کو سلگا رہا تھا، وہ اسکی سانسوں کی تپش اپنے چہرے تک محسوس کر سکتی تھی پر شکر اس بات کا ادا کر رہی تھی کہ اس آدمی نے تیز اور گندی پرفیوم نہیں لگا رکھی تھی بلکہ بہت سوبر سی مہک لیے ہوئے تھا، سانسیں بھی جیسے بلکل تازہ تھیں۔

"یہی جوتے تمہارے سر پر مارنے چاہیں تھے مجھے۔چیخو مت مجھ پر مسٹر، تم سے زیادہ اونچا چیخ سکتی ہوں۔ میں نے کہا ہے کر منل نہیں ہوں تو کیوں دے رہے ہو یہ سزا مجھے۔ جب کنفرم ہو گیا ٹارچر بھی تب کرنا سمجھے ہو؟ دور ہٹو۔ تمہاری شکل دیکھ کر گھن آ رہی ہے مجھے۔۔ دور ہٹو وحشی انسان"

وہ بناڈرے اپنی آنکھیں انگارہ بنائے اسکے سینے پر ہاتھوں کا دباو دیتی نہ صرف اسے پیچھے دھکیل گئی بلکہ اٹھ کر اس نے انیس کے دونوں شوز بھی اپنے پیروں سے اتار کر زور سے پرے پھینکے، اور واپس خونخوار نظروں سے اسے گھورتی سمٹ کر کرسی پر بیٹھی، انیس نے اپنی مٹھی زور سے کس لیتے اپنے شوزوں کی طرف دیکھا، اسے کچھ نہ کہا اور جا کر باری باری اپنا شوز اٹھا کر وہ سامنے رکھی دوسری کرسی پر بیٹھا اور شوز اپنے پیروں کے سامنے رکھے۔

"تمہیں کنفرمیشن سے پہلے ہی موت کے گھاٹ اتار دوں گا میں۔ تم دیکھتی جاو"

وہ اپنے شوز پہننا ہوا زیر لب دہرایا تو عرشیہ کے وجود میں جیسے کرنٹ سا دوڑا، اسے اس آدمی پر جتنا غصہ تھا وہ لمحہ لگاتے دہشت بنا، وہ اسے دیکھتی سانس بھی سادھ گئی جو اپنے بوٹس پہن کر وہیں ٹیک لگائے اپنی وارننگ کی طرح چبھتی آنکھوں سے اسے فرصت سے گھور رہا تھا، عرشیہ کے رونگٹے کھڑے ہو رہے تھے، اسکی نظریں دل کو گھٹا رہی تھیں۔

"مری ہوئی کو مارے گا کمبخت"

وہ اسکی اس درجہ نفرت و غصے پر منہ ہی منہ میں بڑبڑاتو بیٹھی پر جلد ہی عرشیہ کو اپنی غلطی کا احساس ہوا کیونکہ انیس غانم کی نظریں اسے زندہ نگل لینا چاہتی تھیں۔

"ی۔۔یا اللہ مجھے یہاں سے نکلنے میں مدد دیں۔۔م۔میں ایسے بے موت نہیں مرنا چاہتی پلیز۔اس آدمی سے بچائیں یہ مجھے کیوں مارنے پر تلا

ہے۔۔م۔میں نے ایسا کیا کر دیا۔م۔میں تو کسی سے عرصہ ہوا فالتو بات تک نہیں کی۔۔ی۔یہ مجھے کس امتحان میں ڈال رہے ہیں آپ"

خود کو خود میں سمیٹتی وہ انیس کی نظروں سے ڈرتی ہوئی چہرہ دوسری طرف کر چکی تھی پھر بھی انیس کی نظروں کی تپش اگلے دس منٹ تک عرشیہ کو جھیلنی پڑی، وہ اپنے پیٹ پر ہاتھوں کو دباتی شدید درد میں گرفتار تھی پر انیس کو زرا ترس نہ آرہا تھا، آہٹ پر وہ دونوں بیک وقت دروازے کو دیکھنے لگے جہاں سے عصر آیا تھا اور اسکے ہاتھ میں کچھ شاپنگ بیگز تھے، عرشیہ کی سوجھی سرخ آنکھوں میں لمحہ لگا حیرت اڈی۔

"سر آپکا کارڈ اور یہ جو آپ نے کہا۔اپنے اندازے سے لایا ہوں۔سائز اوپر نیچے ہوا تو معافی چاہتا ہوں۔اور میں اسکے لیے پانی اور سینڈوچ بھی لایا ہوں پتا نہیں کب کی بھوکی ہو گی۔اگر آپ کو مناسب لگے تو دے دیں اسے ورنہ جو آپکی مرضی"

وہ دونوں کو ہونق بنی تک رہی تھی، انیس نے اٹھ کر پہلے شاپنگ بیگز عصر کے ہاتھ سے جھپٹ کر لیے پھر اپنا کارڈ لے کر اپنی پینٹ کی جیب میں ڈالا جہاں پہلے ہی اس نے عرشیہ کا انہیلر ٹھوس رکھا تھا، عصر کو انیس کی گھوریوں اور فوکسڈ نظروں کو سہنا پڑا جس سبب اسکا چہرہ سپیڈ بھی پڑا۔

"تمہیں تو خدا ترسی کے سینٹر بھرتی ہونا چاہیے عصر میاں! یہاں کہاں ٹھڈے کھا رہے ہو۔ تمہیں تو میسحائی کا ایوارڈ ملنا چاہیے، میرے ہاتھ فارغ ہوتے تو میں تمہارے لیے تالیاں بجاتا"

انیس کے کڑوے اور شرم دلاتے الفاظ و لہجے پر عصر نے نظریں نیچے کر لیں پر وہ شرمندہ ہر گز نہ تھا۔

عرشیہ سمجھنے سے قاصر تھی کہ یہاں کیا ہو رہا ہے، اور تب سیدھی ہو کر بیٹھی جب انیس نے عصر کو باہر دفع ہونے کا اشارہ کرتے اپنے قدموں کو زحمت دیتے عرشیہ کے سامنے آ کر روکا۔

وہ کبھی انیس کو دیکھ رہی تھی کبھی اسکے ہاتھوں کو، پھر تیسری نگاہ اس نے ان ظالم شربتی آنکھوں پر مرکوز کی، وہ آنکھیں جو جادوگری کا فن جانتی تھیں، عصر نے نرم سی نگاہ عرشیہ پر ڈالی اور گودام سے باہر نکل گیا۔

"یہ کپڑے اور جوتے ہیں۔ جا کر بدل لو۔"

انیس نے سینڈوچ اور پانی کی بوتل والا تھیلہ جان بوجھ کر اسکی طرف نہ بڑھایا جبکہ کپڑے بھی مل گئے یہ بھی عرشیہ کے لیے بے موت مرنے سے بچاو ہی لگا تھا پر جس طرح عرشیہ نے وہ کپڑوں والا تھیلا لینے کے باوجود کھڑا ہوتے اس دوسرے تھیلے کو دیکھا، انیس نے بھی اسی لمحے عرشیہ کو دیکھا جو ایسے دیکھ رہی تھی جیسے کوئی ترسا ہوا بچہ دیکھتا ہے۔

"یہ بھی چاہیے؟"

انیس نے اسکے سامنے وہ دوسرا تھیلا کیا تو عرشیہ نے حلق سے تھوک نگلا اور اذیت کے سنگ اپنی بھوک اور پیاس کو جبرا دباتی نفی کرتی وہاں سے چلی

گئی، انیس نے اسے جاتے ہوئے پلٹ کر دیکھا اور وہ سینڈوچ اور پانی کی بوتل وہیں کرسی پر رکھی جہاں عرشیہ بیٹھی تھی۔

وہ پلٹ کر کھڑا اسکے آنے کا انتظار کرنے لگا، لگ بھگ دس منٹ تک وہ کپڑے بدل کر نکلی تو عصر کے اندازے سے لائے کپڑے بھی عرشیہ بھی قیامت سجے تھے، آئیوری ٹرینچ کوٹ، سفید ٹاپ، بلیو ہائی ویسٹ جینز اور سفید اسپورٹس شوز پہن کر وہ کافی بدل گئی تھی، نہ صرف ظاہری طور پر بلکہ گرم کپڑوں کی وجہ سے اور خاص کر پیروں کے لیے کمفی ترین جوتوں کے لیے عرشیہ نے اپنی آنکھوں کا غصہ بلکل کم کر دیا تھا، وہ ہچکچاتی ہوئی باہر آئی تو انیس نے آنکھوں کے اشارے سے اسے کرسی پر رکھے سینڈوچ اور پانی کی بوتل کی طرف اشارہ کرتے دیکھا جیسے کہہ رہا ہو کہ تم یہ کھا سکتی ہو۔

عرشیہ کی انا یہ گوارا نہ کر رہی تھی کہ وہ اس آدمی کا مزید کوئی احسان لے پر بھوک سے اسکی مرنے والی حالت تھی، سیدھا کھڑا ہونا تک مشکل تھا۔

"مجھے اور کچھ نہیں چاہیے۔ میں تمہیں یہاں سے نکل کر ان کپڑوں کی قیمت ادا کر دوں گی۔ اب بتاو کہاں لے کر جا رہے ہو مجھے ؟"

عرشیہ نے زرا سا فاصلہ مٹاتے اس اکڑے آدمی سے زرا دور رکتے نظریں جھکانے اور اٹھانے کے بیچ پوچھا مگر انیس کا اشارہ پھر سے وہی تھا۔

"کھاو بیٹھ کر تیسری بار نہیں کہوں گا۔"

اس بار وہ اشارہ کرنے کے بجائے بولا تھا، آواز سخت ہوئی جس سبب عرشیہ چارو ناچار کرسی کی جانب بڑھی، سینڈوچ کا ڈبہ اور پانی کی بوتل اٹھا کر بیٹھی اور گود میں سینڈوچ کا ڈبہ رکھ کر کھولا، لیکن پہلے اس نے اپنی پیاس اور بنجر گلے کو آرام و سکون دینے کو وہ چھوٹی سی پانی کی بوتل پوری پی لی، اسے اتنی پیاس تھی یہ انیس نے امید نہ کی تھی۔

"آرام آرام سے کھاو۔ پیچھے کوئی کتا نہیں لگا تمہارے"

عرشیہ نے اپنے آنسو روکتے سینڈوچ اٹھا کر دو تین بائیٹس اکھٹے دانتوں سے کاٹے کیونکہ اسے بہت سخت بھوک لگی تھی لیکن انیس کے سر پر کھڑا ہو کر ٹوکنے پر وہ نوالے چبانا روکے اسکی طرف گردن اٹھا کر دیکھنے لگی، اس لڑکی کی آنکھوں میں ہلکورتا درد کیا اثر کرتا کہ سامنے اک پتھر دل جو کھڑا تھا۔

"تم لگے ہوناں پیچھے"

عرشیہ نے ضبط سے جبڑے بھینچ کر منہ ہی منہ میں پھر سے کہہ کر گستاخی کی لیکن وہ مٹھیاں ضبط سے مکے کی صورت کس گیا لیکن عرشیہ کو کچھ نہ کہا کیونکہ اس وقت وہ کھانا کھا رہی تھی۔

"ٹھوس لو پھر بتاتا ہوں تمہیں جانور کی زبان میں"

وہ اسے کہہ کر پیچھے ہٹا جسکا مقصد تھا کہ وہ سکون سے سینڈوچ کھائے، عرشیہ نے اس پر نظریں گاڑے رکھیں، وہ فوراً سے پہلے بڑا سا سینڈوچ کھا گئی، پیٹ میں اترتے ہی جیسے وہاں موجود درد میں تھوڑی راحت گھلی، پھر بھی درد تو

ہنوز تھا، وہ دیوار سے لگ کر کھڑا اسکے آخری نوالہ نگلنے تک وہیں جما رہا تو عرشیہ نے اسکو دیوار سے ہٹ کر آگے اپنی طرف آتا دیکھا تو وہ بھی اپنی جگہ سے اٹھی، دونوں ایک دوسرے کو یوں دیکھ رہے تھے جیسے نظروں سے ہی نگل لیں گے۔

"م۔مجھے کہاں لے کر جا رہے ہو؟ ہو کون تم۔۔؟"

عرشیہ کے قدم خود بخود زرا پیچھے ہوئے لیکن اس نے بنا لڑکھڑائے اس سے سوال کیا، وہ اک مناسب فاصلے پر رکا۔

"یہاں سے تھوڑا دور ایک گاوں ہے وہاں۔۔ تم کنفرمیشن تک وہیں رہو گی۔ چلو میرے ساتھ"

وہ حکم دیتا آگے نکلا تو عرشیہ نے نظریں پیچھے کی طرف دوڑائیں کے کہیں سے اسے بھاگنے کا کوئی کونہ ملے، روشندان کافی اوپر تھا جبکہ اک بوسیدہ سی زنگ آلود کھڑکی بھی تھی لیکن عرشیہ کو اس پر لگے زنگ کو دیکھ کر اندازہ ہو

چکا تھا کہ وہ سالوں اس کو کھولنے پر لگائے تب بھی نہیں کھلے گی، جبکہ انیس اسکو رک کر یوں دل ہی دل میں منصوبے بناتا ہوا دیکھنے لگا، عرشیہ کبھی اس کونے میں دیکھتی کبھی دوسرے۔

"کیا دیوار کے بیچ سے گزرنے کا ارادہ ہے تمہارا؟ جب کہا ہے چلو تو کیا بہری ہو جو سنائی نہیں دیا۔ ادھر۔۔۔ آگے لگو۔۔ اس طرف"

وہ چونک کر مڑی تو اپنے آپ کو کمپوز کرتی وہ اسکو غصے سے گھورتی ہوئی پاس سے گزرتی گودام کے دروازے سے نکل گئی، عرشیہ کی نظر باہر نکلتے ہی عصر پر گئی تو اسکی آنکھوں میں عصر کے لیے مشکوری اتری جسے عصر نے مسکرا کر وصول کیا مگر انکا یہ آنکھوں آنکھوں سے ایک دوسرے کو دیکھنا انیس کو ہرگز پسند نہ آیا۔

"عصر میاں! تمہارا سوفٹ ویئر ابڈیٹ ہونے والا ہے شاید۔"

انیس کے دبے دبے عتاب کے سنگ پیچھے ہی آنے پر عصر نے فوراسے گڑبڑاتے نظریں جھکالیں جبکہ عرشیہ نے گردن موڑ کر انیس کو دیکھا جو اسکے قریب ہی چلا آیا تھا، وہ دونوں ٹکراتے ٹکراتے بچے تھے، عریشہ اور انیس کے اتنے قریب آجانے پر عصر وہاں سے باہر گاڑی کی طرف چلا گیا۔

"تمہارا آدمی تھوڑاانسان ہے۔ تمہارے اندر تو درندگی بھری ہے لیکن اگر تم چاہو تو انسانیت دیکھاسکتے ہو۔ دیکھو پلیز مجھے چھوڑ دو۔ میں تمہیں منہ مانگے پیسے دوں گی۔ میرے پاس جو کچھ ہے سب لے لو۔۔ پلیز مجھے تکلیف ہورہی ہے۔ بھوک تو مٹ گئی پر پیٹ میں بہت درد ہے۔ میں چل نہیں سکتی زیادہ۔۔ مجھ سے سیدھا تک نہیں ہوا جارہا۔ تم پلیز تھوڑاسا رحم کرو مجھ پر۔ اس وولف کو کہنا میں بھاگ گئی۔۔۔ پلیز۔ مجھے جانے دو"

عرشیہ نے ایک آخری بار بات چیت سے مسئلہ اور معاملہ نمٹانے کی کوشش کے لیے اس سے مزاکرات کی غرض سے بات کی، سورج کی گرم کرنوں

اور تیز روشنی میں اس لڑکی کی آنکھیں کسی پرزم کی طرح روشنی کو منعکس کر رہی تھیں، باخدا انیس غانم نے اپنی پوری زندگی میں یہ منظر نہ دیکھا تھا۔

"مجھے انسانیت دیکھانے کا کوئی شوق نہیں۔ اور دوبارہ اگر تم نے یہ رحم مانگنے یا گزارشات کرنے کی کوشش کی تو اچھا نہیں ہو گا۔ تمہیں کیا فارسی سمجھ آتی ہے۔ تمہیں ویسے تو میرا ٹارچر کرنے کا کوئی ارادہ نہیں مگر تمہاری یہ قینچی جیسی زبان میرا میٹر ضرور گما دے گی۔ اس لیے منہ بند رکھو۔ چلو آگے"

وہ اسے جھاڑتا ہوا اپنے موقف پر پہاڑ سا ڈٹا تھا جبکہ عرشیہ کی آنکھیں درد سے جل رہی تھیں کہ یہ کیسا انسان ہے آخر جو درد پر بھی نہیں پگھل رہا، وہ اسے آگے چلنے کا اشارہ کرتا خود بھی پیچھے ہی چلنے لگا، عرشیہ کی آنکھیں دھندلانے لگی تھیں، اس نے ایک ہاتھ آہستہ آہستہ چلتے اپنے پیٹ پر رکھا تھا، بہر حال گاڑی موجود تھی جسے دیکھ کر عرشیہ کے آنسو تھم سے گئے، وہ بیک سائیڈ بیٹھی تو جیسے نرم سیٹ پر بیٹھتے ہی اس نے سکون سے سانس لیتے

وہیں دہرا لیٹتے اپنے پیٹ کو دبایا جبکہ انیس جو اسکے ساتھ ہی بیٹھنے والا تھا، عرشیہ کو دہرا ہو کر لیٹا دیکھے وہ آگے عصر کے ساتھ جا کر بیٹھا، گاڑی آدھا گھنٹہ کچے پکے راستوں سے گزرتی گئی، عرشیہ کو یوں لیٹ کر پیٹ پر پڑتے دباو سے کچھ آرام ملا تھا اور اسکی آنکھ بھی لگی، مگر گاڑی کے رکنے پر جھٹکا سا لگا تو اسکی آنکھ کھلی، وہ کراہنے کو روکتی سیدھی ہو کر اٹھ کر بیٹھی تو اس نے انیس کو دیکھا جو اسکی طرف آ کر کار ڈور کھولے اسکے باہر آنے کا منتظر تھا، عرشیہ نے ضبط سے درد برداشت کرتے باہر پیر رکھا اور باہر نکلی تو اک لمحہ سیدھا کھڑا ہونے پر اپنے پیٹ پر ہاتھ دبا کر کراہی، عصر نے پلٹ کر اسے فکر سے دیکھا البتہ انیس آگے چل پڑا تھا، یہاں سے انھیں کچھ دیر پیدل چلنا تھا، آس پاس نہ آبادی تھی نہ کسی گھر یا مکان کا نام و نشان، عصر نے عرشیہ کے پیچھے ہی چلتے اسے دیکھتے قدم بڑھائے تا کہ وہ گر نہ جائے۔

"ک۔ کتنا چلنا ہے؟"

وہ تکلیف سے پلٹ کر عصر کو دیکھتی رکی، انیس اپنے ہاتھ میں مفرر لپیٹ کر دوسرے ہاتھ میں گاڑی کی چابی لیے چل رہا تھا۔

"دس منٹ چلنا پڑے گا میم۔"

عصر نے فوری جواب دیا حالانکہ یہاں سے فارم ہاوس بیس منٹ پیدل چلنے کے بعد آنا تھا، وہ یہاں شہری اور گاوں کی آبادی سے یکسر دور تعمیر تھا اور عرشیہ کو انیس وہیں لے جا رہا تھا۔

"اف دس منٹ۔۔ میں تو مر جاوں گی۔۔ کیا تم مجھے اپنا ہاتھ دے سکتے ہو،"

عرشیہ نے رک کر عصر کی طرف دیکھتے شدید تکلیف میں ڈوبے درخواست کی مگر عصر نے انیس کی پشت دیکھتے ڈر کر نفی کی جیسے وہ خوفزدہ ہو کہ انیس اسکی جان نکال دے گا۔

"میم معافی چاہتا ہوں۔ آپکو ہمت کرنی ہو گی۔ فارم ہاوس پہنچ کر آپ سکون کر پائیں گی۔ وہ آپکو ٹارچر نہیں کریں گے، غلط ظاہر کر رہے ہیں۔ بس تھوڑی سی ہمت کریں"

عصر اگر اب کوئی مہربانی کرتا تو یقینا انیس سے نہ بچتا تبھی اس نے نرمی سے عرشیہ کو حوصلہ دیتے سمجھایا مگر عرشیہ جس قسم کے درد و تکلیف میں تھی، کسی قسم کی تسلی یا حوصلہ اسے سمجھ ہی نہ آ رہا تھا، اک عصر سے امید تھی انسانیت کی وہ بھی گئی، وہ ہمت کیے چلنے لگی، کچی زمین پر نظریں دوڑاتی ہوئی وہ کوئی پتھر یا ڈنڈا تلاش رہی تھی جو اٹھا کر ان دو کے سر پھاڑ دے، اور عرشیہ کی قسمت کہ اسے اپنے ہی راستے کی سیدھ میں بنا دستے کے چھری پڑی نظر آئی، یعنی ٹوٹی چھری، عرشیہ نے لمحہ لگائے وہ جھک کر اپنے شوز پر لگی مٹی صاف کرنے کے بہانے اٹھالی، عصر کو بھی پتا نہ چلا، انیس آگے آگے لمبے لمبے ڈگ بھرتا چل رہا تھا جبکہ وہ اسکی پشت گھورے خونخوار نظروں سے اسے دیکھتی تیز تیز انیس کی طرف بڑھی اور اپنے ہاتھ میں وہ چھری کا

اگلا ٹوٹا حصہ اچھے سے جمائے اسکی کمر میں اس سے پہلے گاڑتی، وہ اپنے دھیان میں ٹھیک عرشیہ کے وار کے وقت پلٹا کہ چھری کا اگلا پورا حصہ سیدھا انیس کے پیٹ کے زرا دائیں طرف دھنسا، جیکٹ اس نے کھول رکھی تھی اور وہ بھی انیس کی ڈھال نہ بن سکی، عصر بھی پیچھے دوڑا، اسکے چہرے کی ہوائیاں اڑ چکی تھیں۔

"ی۔۔یہ کیا مارا ہے تم نے؟"

انیس نے اسکا ہاتھ چھری کے ٹکرے پر سے پکڑ کر ہٹاتے اپنے پیٹ میں دھنسی چیز دیکھتے درد سے بھری آواز میں پوچھا تو وہ دو قدم پیچھے ہٹی، انیس نے اس پیٹ میں دھنسی چھری کے حصے کو نہ نکالا، عصر نے جب یہ سب دیکھا تو وہ اپنا سر ہاتھوں میں پیٹ گیا۔

جبکہ عرشیہ کے چہرے پر سکون پھیلا جب اس نے انیس کو درد میں دیکھا۔

"اب محسوس ہوا تمہیں درد، اس سے دگنا درد ہو رہا ہے مجھے۔ کہا تھا جانے دو پر تم نے مجبور کیا مجھے اس پر۔ اسی لائق ہو تم"

وہ دل ہی دل میں اسکے چہرے کو دیکھے پریشان بھی تھی لیکن الفاظ میں بھرپور زہر بھر چکی تھی، انیس نے اس پیٹ میں کھبے چھری کے پیس کو وہیں چھوڑتے اپنی جیکٹ اتار کر پھینکی، عرشیہ بھی دو قدم پیچھے ہوئی کیونکہ انیس نے وہ چھری کا پیس ایک ہی جھٹکے میں اپنے پیٹ سے نکال کر عرشیہ کے پیروں میں پھینکا، عرشیہ ڈر کر دو قدم دور ہوئی، جبکہ انیس نے دیکھتے ہی دیکھتے اپنی بلیک شرٹ کے بٹن کھولتے وہ بھی جب اپنے وجود سے اتاری تو عرشیہ اسکی طرف دیکھے ایک دم جم کر رہ گئی، کسرتی وجود اور پیٹ سے ابل ابل کر نکلتا خون دیکھ کر عرشیہ کی آنکھوں کے آگے اندھیرا آیا، کسی کا یوں خون ابل ابل کر نکلتا اس نے کبھی امیجن بھی نہ کیا تھا یہ تو اسکے سامنے تھا۔

انیس نے اپنا ہاتھ پیٹ کے زخم پر رکھا پر خون اسکی انگلیوں کے بیچ سے نکل کر انیس کے ہاتھ کو سرخ کر رہا تھا، عرشیہ المیر کے پیروں سے زمین سرک رہی تھی، انیس نے اپنے ہاتھ میں پکڑا مفر رپہلے اپنے زخم پر دبایا۔

عصر بھی آگے کو لپکا، اسکا تو خون دیکھ کر حلق گھٹ چکا تھا، جیسے کچھ بولنے یا سننے کی اہلیت ہی چلی گئی ہو۔

"ی۔۔یہ ایسے اتنا خون تو نہیں نکلنا چاہیے تھا۔۔۔رک جائے گا۔۔۔کچھ باندھو اس پر"

عرشیہ نے ڈرے اور گھبرائے انداز میں انیس کو دیکھ کر کہا پر انیس نے اسکی طرف دیکھنا بھی گوارا نہ کیا۔

"انکا خون ایسے نہیں رکتا"

عقب سے آتی مری آواز پر عرشیہ پلٹی، کچھ دیر پہلے اسکے چہرے پر جہاں نفرت کی پرچھائیاں تھیں وہاں خوف اور درد اترتا چلا گیا۔

"کیا مطلب اسکا خون ایسے نہیں رکتا؟"

وہ پلٹ کر عصر کا منہ تکنے لگی جو یوں تھا جیسے خون انیس غانم کا نکل رہا ہو اور سفیدی عصر کے چہرے کی رگوں میں اتر رہی ہو۔

"وہ Hemophiliac ہیں میم۔ چوٹ ہی انکی موت ہے۔ یہ آپ نے کیا کر دیا۔ اس ویرانے میں ہمیں کیسے کوئی مدد ملے گی۔ انھیں فورا انجکشن لگانے ہوں گے"

عصر نے پریشان ہو کر غانم کو دیکھا جو اپنا مفرر اپنے پیٹ کے کٹ پر کس کر باندھنے کے بعد جیکٹ کی جیب میں رکھا سگریٹ نکال کر اسے لائٹر سے سلگا کر مزے سے کش لگا رہا تھا اور اسکا نیم گندمی چمکتا پہاڑ کستر تی وجود دھوپ کی تمازت سے مزید دہک اٹھا تھا۔

عرشیہ یوں تھی جیسے اسکے پورے وجود سے جان نکلی ہو، عصر فوراسے آگے بڑھااور انیس کے ہاتھ سے سگریٹ لے کر نیچے پھینک کر اپنا شوز والا پیر رکھے سگریٹ کو مسل دیا۔

"آپ پاگل ہو گئے ہیں۔ جو تھوڑی بلڈ کلوٹنگ ہونی ہے وہ بھی نہیں ہو گی سموکنگ سے۔ ہمیں فارم ہاوس پہنچ کر ڈاکٹر ارینج کرنا ہو گا۔ میرے ساتھ چلیں۔ آپ بھی آجائیں میم"

عصر کا اچانک سے رعب دار روپ سامنے آیا جسے وہ انیس کے لیے اسکا کئیر ٹیکر ہو، انیس نے سرخ آنکھوں سے سن ہوئی عرشیہ کو دیکھا، وہ شرمندہ سے زیادہ تکلیف میں مبتلا تھی، اسے یہ کر کے بلکل اچھا نہیں لگ رہا تھا بہر حال وہ لوگ جیسے تیسے کر کے فارم ہاوس پہنچ گئے تھے، انیس کو کمرے میں پہنچائے عصر نے فوری ڈاکٹر کو بلوایا تھا جبکہ عرشیہ بھی آہستہ اہستہ چلتی اس کمرے کے باہر رک کر اسے دیکھنے لگی جو بستر ہر چت لیتا درد سے تڑپ

رہا تھا لیکن اس نے عرشیہ کو اس پورا وقت اک حرف بھی نہیں کہا تھا یہی چیز اس لڑکی کو اور احساس جرم بخش رہی تھی۔

"سنو! تم ٹھیک ہو جاو گے۔۔۔ڈاکٹر آ رہا ہے"

اس بیماری کا تو عرشیہ نے اتنا سنا بھی نہیں تھا، اب کسی کو یوں اس بیماری میں دیکھ کر اسکا دل شدید غمگین تھا، انیس نے اسے کوئی جواب نہ دیا کیونکہ جتنا اسکا خون نکل چکا تھا، اسکے بعد وہ کچھ بول نہیں پا رہا تھا، عرشیہ نے وہیں دروازے کی اوٹ میں کھڑے ہو کر وہ وقت گزارا تھا، لیکن شکر ہے ڈاکٹر قریب ہی تھا اور جلدی پہنچ آیا، وہ نہیں جانتی تھی کیوں کر رہی ہے لیکن اس انسان کے لیے عرشیہ کے دل سے دعا ہی نکل رہی تھی کہ وہ ایسے کبھی نہ مرے۔

اسے پہلے تو ارجنٹ ایک ڈاکٹر نے انجکشن لگایا جو خون کے بالکل رکے بغیر بہنے کو کنٹرول کرنے میں معاون تھا، پھر اسے بلڈ لگانے کے بعد بھی ایک

انجکشن لگا، خون کی بہت سی مقدار بہہ جانے کا عصر نے ڈاکٹر کو بتایا تھا تبھی وہ بلڈ کا انتظام کر کے آئے تھے، یہ تو شکر کہ انیس کا بلڈ گروپ ہر جگہ با آسانی مل جاتا تھا، پھر اسکے زخم کی ڈریسنگ ہوئی جب خون جم کر رکا۔

"چھری کا گھاؤ معمولی ہوتا ہے... مگر ایک ہیموفیلیک کے لیے یہ موت کا دوسرا نام ہوتا ہے پلیز احتیاط کیا کریں"

ڈاکٹر خود بہت پریشان تھا کہ یہ ہوسپٹل کیس ہے اور یہاں کوئی اونچ نیچ نہ ہو جائے۔

انجکشن لگنے اور سٹیچیز کا کام مکمل ہونے کے بعد انیس کے تڑپتے وجود میں سکون اترا تو عرشیہ نے بھی سکھ کا سانس لیا، ابھی وہ بس انسان تھی، جو اک دوسرے انسان کی یہ حالت دیکھ کر تڑپ رہی تھی، عصر نے ڈاکٹر کا شکریہ نم آنکھوں سے کیا اور انھیں باہر تک سی آف کرنے گیا۔

عرشیہ نے زرا سا کمرے میں جھانک کر اسے دیکھا، وہ آنکھیں بند کیے لیٹا تھا، پیٹ پر پٹی بندھی تھی جبکہ بلڈ بھی لگا ہوا تھا۔

"س۔ سنو! تمہیں درد ہو رہا ہے کیا۔ ایک دم سے مجھ سے بولنا کیوں بند کر دیا ہے؟ چلایا چیخ بھی نہیں رہے، م۔۔ مجھے کیا ٹھیک ہوتے ہی مار دو گے؟ دیکھو درد والی موت مت دینا۔ زندگی بھی درد ہے تو کم از کم موت تو سکون والی ہو ناں۔۔۔ دیکھو بات کرو۔۔۔ مجھے فکر ہو رہی ہے تمہاری"

وہ ہچکچاتی ہوئی اسکے قریب گئی مگر بہت ڈر رہی تھی، انیس نے بند آنکھیں آہستگی سے کھولیں مگر عرشیہ کی طرف نہ دیکھا، وہ گہرے سانس لیتا ابھی مکمل طور پر حواسوں میں نہ تھا۔

"دیکھو مجھے نہیں پتا تھا تمہیں یہ بیماری ہے۔ م

مجھے بہت درد ہو رہا تھا تو غصے میں پاگل ہو کر حملہ کر دیا۔ مجھے افسوس ہے تمہیں اس حال پر لانے کے لیے۔۔ لیکن تم نے بھی تو اچھا نہیں کیا۔ میرے ہاتھوں اللہ نے سزا دی ہے تمہیں"

وہ اپنے لہجے کو نرم کرتی ہوئی اور بھیگو گئی، وہ اب بھی اسے سن رہا تھا پر جواب دینا یا عرشیہ کو دیکھنا اس نے ضروری نہ سمجھا۔

"یہ کر کے تمہارا درد چلا گیا؟"

وہ بلکل ناامید ہو گئی کہ وہ نہیں بولے گا، پلٹ بھی گئی آنکھوں میں کرچیاں لیے لیکن انیس کے بولنے پر وہ فورا سے پہلے گھومی۔

"ہمم۔۔ چلا گیا ہے"

وہ بس اتنا ہی منمنا سکی۔

"گڈ"

ایک لفظی جواب دیے وہ بلڈ والا بیگ مکمل دیکھتے ہی بہت آہستگی سے تار اپنے ہاتھ سے الگ کرتے ہی اس پر میڈیکل ٹیپ چپکا گیا، عرشیہ نے اسے اٹھتے دیکھا تو فکر مند ہوئی، وہ اٹھتے ہوئے بلکل نہ کراہا بلکہ عرشیہ نے دیکھا اسکا پورا جسم پسینے میں شرابور ہو رہا ہے، شاید ان انجکشنز اور اس لگتے بلڈ کی وجہ سے وہ اس سرد موسم میں بھی آگ سا تپ رہا تھا۔

"سر۔۔اٹھیں مت۔۔۔"

عصر واپس آیا تو انیس کی طرف ناراضگی سے ٹوکتا بڑھا جبکہ عرشیہ کو بھی تسلی ہوئی کہ اب عصر اسے دیکھ لے گا پر انیس نے اپنی راہ سے عصر کو دھکیل کر پرے کیا اور کمرے سے نکل گیا، عصر اور عرشیہ بھی پیچھے ہی لپکے مگر وہ باہر دھوپ کی تمازت میں چمکتے نیلے پانی کے پول کے پاس آکر رک چکا تھا۔

"سر پانی ٹھنڈا ہو گا۔زخم میں پانی چلا جائے گا مت کریں"

عصر نے کنارے پر کھڑا ہوتے ماتھا پیٹا ہی کہ انیس اندر چھلانگ لگا گیا، پانی کے چھینے اڑ کر عرشیہ اور انیس دونوں تک گئے، عرشیہ نے اک نظر اسے دیکھا پھر عصر کو، دونوں یوں تھے جیسے کہہ رہے ہوں اس ضدی بلا کو روکنا مشکل ہی نہیں ناممکن ہے، عصر مسکراتا ہوا اندر بڑھ گیا تاکہ انیس کے لیے ٹاول اور باتھ روب لا کر ارینج کر سکے جبکہ عرشیہ بھی وہیں پول سائیڈ لگی باڑ کے پاس رکی اسے دیکھ رہی تھی جسکا دھیان بلکل بھی عرشیہ کی طرف نہ تھا، وہ ماہر تیراک کی طرح سوئمنگ کر رہا تھا۔

"مجھے سمجھ نہیں آ رہی ایک کرمنل کی جان بچنے پر مجھے کیوں آرام ملا؟ شاید اس لیے کہ وہ کرمنل لگتا نہیں یا پھر اس لیے کہ پورے جسم کے خون بہہ جانے سے ہوتی موت بہت پین فل ہوتی ہے اور انسان اسے نہیں سہہ سکتا۔ اوف کہاں پھنس گئی ہوں میں"

وہ جو ہیرو بنا تھا اب درد نے اسے بے حال کر دیا تھا، انیس کے پیٹ پر بنے زخم سے نکلتا خون جمانے کے لیے اسے کلوٹنگ فیکٹر کے دو انجکشن لگے

تھے جو باڈی کا ٹمپریچر ہائی کر چکے تھے تبھی وہ اب ٹھنڈے پانی میں سکون پا رہا تھا، اسکا زخم کورڈ تھا، لیکن اسکی باڈی کی ہیٹ نے اسے اس سرد موسم میں ٹھٹھرتے ٹھہرے پانی میں اترنے پر مجبور کر دیا تھا۔

"پیٹ کے بجائے اسکا گلا کاٹتی تو ابھی یہ اپنے بدن کے نظارے تو نہ کروا رہا ہوتا۔ جان چھوٹتی ان سستے کنٹریکٹ کلرز سے"

وہ اپنا بیان اگلے ہی لمحے بدل گئی جبکہ اپنی نظریں بھی انیس سے ہٹا گئی جو پانی کی تہہ میں جا چکا تھا، وہ وہیں لگی کرسی پر دھوپ کی حدت میں منہ پھیر کر بیٹھی اور اپنا سر بھی ٹکا لیا، دھوپ کی کرنوں کے چہرے پر پڑنے پر عرشیہ کو اپنے وجود میں سکون اترتا محسوس ہوا، وہ اسی طرح بیٹھے بیٹھے لیٹی اپنی آنکھیں موند گئی جبکہ انیس غانم اپنی سوئمنگ جاری رکھے ہوئے تھا، جب وہ اس پر سے توجہ و نظریں ہٹا گئی تب انیس کی ساری توجہ عرشیہ المیر نے کھینچ لی تھی، ساری کی ساری توجہ، وہ بے خبر لڑکی اس پتھر کو موم کرنے میں پہل کر رہی تھی اور دونوں میں سے کسی کو خبر نہ ہوئی، اف زہے نصیب!

اسکی آنکھ کھلی تو اسے لگا جیسے کوئی اسکے بالوں میں انگلیاں پھیر رہا ہے، عدین کے سوئے حواس جاگے تو پہلو میں بابا کو لیٹا محسوس کرے اس نے مسکرا کر آنکھیں کھولیں، ابراہیم علوی بھی اسکی نیند پوری ہونے پر مسکرائے۔

"آپ یہاں بابا؟"

وہ خوشگوار حیرت سے مسکرایا تو ابراہیم نے اسکا ماتھا آسودگی سے چوما۔

"کل میرا بچہ میرے پاس رات آیا پر ڈور بند تھا تبھی سوچا اپنی اس بے حسی کی تلافی کر دوں۔ میں فجر کے بعد ہی آگیا تھا تمہارے پاس۔ میری جان ہو تم عدین"

بابا کا اسقدر احساس کرنا اور محبت سے اپنی غلطی کی تلافی کرنے کی کوشش کرنا عدین کی صبح خوبصورت کر گیا، وہ جانتا تھا بابا اس سے اور انیس سے بہت پیار کرتے ہیں، دونوں بیٹے ہی تو اس شخص کا کل سرمایہ تھے۔

"آپ بھی جان ہیں میری بابا۔ آپ انیس بھیا کے پاس بھی کبھی کبھی چلے جایا کریں ناں۔ تاکہ انکو بھی اپنے پاس اپنوں کو آنے کی اجازت دینے کی عادت پڑے"

عدین کی آنکھوں میں حسرت و التجاء ساتھ آئی تو اک لمحہ ابراہیم کے چہرے پر سے رنگ علیحدہ ہوئے، جیسے کسی نے انکے گلے تک کڑواہٹ بھر دی ہو۔

"وہ تم جیسا نہیں ہے عدین۔ وہ اپنے بابا سے ناراض ہے اور جانتا ہوں اسکی ناراضگی بھی برحق ہے۔ لیکن کیا کروں وہ مجھے اتنا تنگ کرتا ہے کہ اسکی ناراضگی دور کرنے کے بجائے میں اسے اور خود سے دور کر بیٹھتا ہوں۔ پر حقیقت یہی ہے تم دونوں میں میری جان بستی ہے"

ابراہیم علوی کی نہ صرف آنکھیں بھیگیں بلکہ انکا لہجہ بھی جیسے کٹ سا گیا، عدین زرا اٹھ کر سنبھلتے بابا کی طرف رخ کیے بیٹھا۔

"مجھے پتا ہے بابا آپ ان سے بہت پیار کرتے ہیں۔ انکی زرا سی تکلیف پر آپکا بی پی ہائی ہوتا ہے۔ آپ انھیں نہیں کہتے پر آپ انکی ہر تکلیف میں برابر تڑپتے ہیں۔ تبھی تو میں آپ سے کبھی ناراض نہیں ہوا۔ نہ ان سے کیونکہ اللہ نے انھیں ایسے ہی بنایا ہے، وہ بہت کوشش کرتے ہیں ہر چیز ٹھیک کرنے کی لیکن ان سے نہیں ہو پاتا بابا۔ میں نے بھیو کی آنکھوں میں اپنے لیے ہمیشہ محبت دیکھی تبھی تو ان سے دگنا پیار کرتا ہوں۔ بس دعا کرتا ہوں وہ بلکل ٹھیک ہو جائیں۔"

یہ دو انیس کی زندگی کی وہ مخلص ہستیاں تھیں جنکے دل انیس کی محبت سے بھرے تھے، اس وقت بھی دونوں کی نم آنکھوں کی وجہ انیس کی تکلیف تھی۔

"تم تو میرا شیر بچہ ہو۔ اپنے بھیو کے ہمیشہ ساتھ رہنا۔ اس کے لیے کبھی اپنے دل میں تلخی یا غلط فہمی مت آنے دینا عدین۔ میں اور انیس جتنا بھی لڑیں، ہمارا آپس میں کبھی محبت بھرا رشتہ واپس بن سکے یا نہیں، تم اس

لڑائی سے کبھی متاثر نہ ہونا۔ وہ تم سے بہت پیار کرتا ہے۔ شاید وہ بس پوری دنیا میں صرف تم سے ہی پیار کرتا ہے۔"

وہ بابا کی ہر بات توجہ سے سن رہا تھا، ابراہیم نے ہمیشہ عدین کو یہی سمجھایا تھا، ابراہیم کی انیس سے تلخیاں بس سطحی تھیں ورنہ انیس کا درد ابراہیم کو آدھا کر دیتا تھا۔

"ہمم۔ مجھے پتا ہے بابا۔ ایک دن آئے گا جب وہ اپنے پیار کا اظہار کرنا سیکھ جائیں گے۔ وہ بھی مجھے یہی کہتے ہیں کہ بابا کے لیے کبھی کوئی تلخ یا غلط سوچ دل و دماغ میں آنے مت دینا۔ وہ بھی آپ سے بہت پیار کرتے ہیں بس انھیں پیار ظاہر کرنے کا سلیقہ نہیں آتا۔ وہ مما سے بہت اٹیچ تھے، ان سے بہت پیار کرتے تھے، اس پیار کا اظہار بھی کھل کر کرتے تھے، جب مما ہمیں چھوڑ گئیں تو انکو لگنے لگا جیسے وہ کسی سے بھی اگر پیار کا اظہار کریں گے تو وہ انسان بھی انکو چھوڑ جائے گا۔ یا شاید انکو لگتا ہے اگر وہ کسی کی طرف پیار سے قدم بڑھائیں گے تو سامنے والا ان پر ترس کھائے گا۔ اٹس ہرٹنگ بابا۔ انکو

کوئی یہ بات سمجھانے ضرور آئے گا کہ وہ ترس نہیں واقعی محبت ہوتی ہے۔۔۔اور ہم دو اس دن کا انتظار مل کر کریں گے"

عدین کی آنکھوں سے بہتے آنسو اسکے رخساروں پر رینگتے ہوئے اسکی گردن میں جا کر جذب ہو رہے تھے اور ابراہیم جس کرب میں تھے، یا وہ جانتے تھے یا انکا اللہ، انہوں نے زیر لب ان شاء اللہ کہتے عدین کو اپنے سینے میں پکڑ کر بھینچا تو وہ بھی جیسے بابا کے ساتھ دم سادھے لگ گیا، دونوں کی آنکھوں میں بے پناہ درد امڈا ہوا تھا جیسے دونوں کی خواہش بس انیس کی ہر درد سے پاک مسکراہٹ ہو۔

ابراہیم جانتے تھے عدین حساس ہے پر اتنا زیادہ ہو گیا ہے اسکا اندازہ اس لمحے ہوا جب اس بچے کے پاکیزہ اور معصوم آنسو اس بات کی گواہی دے گئے کہ اس بچے کا سب کچھ اسکا بھائی ہے۔

"ان شاء اللہ میری جان۔ اس دن کے انتظار میں ہی تو جی رہا ہوں میں۔ تم فکر مند نہ ہو، تم اپنے بھیو کو بہت خوش اور سکون میں دیکھو گے وہ بھی بہت جلد۔ میرا بچہ تو بہت حساس ہے۔ یہ جان کر مجھے خوشی ہوئی ہے۔ تم دو میرا سب کچھ ہو۔ میرا اصل سکون تم دونوں سے جڑا ہے۔ بھلے میں پھر اس سکون کی تلاش میں جہاں مرضی مارا مارا پھرتا رہوں۔ کل کے لیے اگین سوری۔"

وہ بابا کے بھیگے اور شرمندہ لہجے پر روبرو ہوا اور دونوں ہاتھوں کی انگلیوں سے اپنے آنسو بھی پونچھ لیے۔

"کوئی بات نہیں بابا۔ اگر آپ مجھے اپنے ہاتھوں سے ناشتہ بنا کر دیں میرا فیورٹ تو میں معاف کر دوں گا"

وہ فوراً سے فرمائشی پروگرام کھولتا مسکرایا، آج چونکہ انیس شام تک ایویلیبل نہ تھا اور انیس کی بھی ونٹر ویکیشن تھیں تو ابراہیم نے بھی فیکٹری آفس

جانے کی چھٹی لے لی تھی، ویسے بھی فیکٹری ورکز کی بڑھتی ڈیمانڈز پر وہ لوگ ہڑتال پر تھے تو انھیں کیسے ہینڈل کرنا ہے اسکے لیے ابراہیم کو ایک دن سوچ بچار کا چاہیے تھا۔

"ہاہا میرا شیر۔ کیوں نہیں۔ بابا بنا دیں گے۔ اٹھ کر دانت وغیرہ برش کرو۔ فریش ہو جاو اور آجاو باہر۔۔ تمہارے لیے تمہارے فیورٹ پین کیکس بناتا ہوں۔ اچھے سے کوور ہو کر نکلنا۔ دھوپ تو نکلی ہے پر ٹھنڈ بھی ہے۔ تو اگر تمہیں ٹھنڈ کاٹ بھی لگا تو اس ہٹلر انیس نے میری شامت لے آنی ہے۔ ویسے بھی صبح جاتے ہوئے لسٹ رکھ کر گیا ہے میرے سرہانے کہ عدین کو یہ کہیے گا وہ کہیے گا کہ ایسے کرے، کوور رہے، فضول کا کچھ نہ کھائے، پڑھائی کرے اور باہر جاتے وقت باڈی گارڈ کو ساتھ لے کر نکلے۔ جیسے وہی باپ ہو، میں تو کرائے کا کیئر ٹیکر ہوں"

یہ ساری تفصیل دیتے ابراہیم کتنے طریقے کا مسکرائے، جیسے ہر ہر بات پر وہ انیس کی نقل اتار رہے تھے عدین کا ہنسنا اسکے منہ سے بے اختیار پھسل رہا

تھا، جبکہ عدین کا دل ہواوں میں اڑتا جب جب انیس اسکے لیے یوں بیہیو کرتا، اتنا پروٹیکٹیو کہ عدین کو اپنی زندگی سے مزید محبت ہو جاتی۔

"ہاہا۔۔بابا آپ انکی نقل کرتے بہت کیوٹ لگ رہے ہیں۔ہاہا میرے بابا جیلس ہوتے ہیں میرے بھیو سے"

ابراہیم صاحب کے مسکرانے اور ساتھ ہی منہ بسور کر اٹھنے پر عدین وہیں قہقہہ لگاتا بستر کی تہوں میں جذب الٹا گرتے ہوئے ہنسا تو ابراہیم نے اسکی ہنسی کا صدقہ اتارا، کہ اس ہنسی کو کسی کی نظر نہ لگے۔

"دانت بعد میں دیکھانا ابھی جو کہا وہ کرو۔ہری آپ۔۔میں جا رہا ہوں تمہارا بریک فاسٹ بنانے۔بزنس مین بابا کو باروچی بنا کر خوش تو بہت ہو گے تم عدین علوی"

وہ جاتے جاتے بھی معصومانہ سا شکوہ کر کے ہی نکلے جس پر عدین نے فوری اپنی باہر گرتی بتیسی سنبھالی اور بابا کے جاتے ہی خود بھی اچھل کر بستر سے نکلا

لیکن سائیڈ سٹینڈ ٹیبل پر رکھی انیس اور اپنی فوٹو فریم اٹھا کر عدین نے انیس کی تصویر چومی۔

"میرے پیارے بھیو"

اسکی محبت بہت معصوم ہو کر بھی بہت طاقت ور تھی، بھیو کی تصویر کو پیار تبھی دیا گیا کہ پاس نہ ہو کر بھی انیس نے اپنی فکر و محبت اسکے پاس چھوڑ دی ہے اور ایسا سچ میں بس مائیں ہی تو کرتی ہیں، عدین اٹھا اور مسکراتے ہوئے ہی واش روم میں جا بند ہوا۔

اور ابراہیم صاحب اپنی ڈیوٹی پر لگ چکے تھے۔

جبکہ ناشتہ تو رئیس اور سوہا نے کر لیا تھا، رئیس کے بہت اصرار پر ہی سوہا نے ناشتے کے چند نوالے لیے، اسکو ایونٹ میں جانا تھا لیکن وہ مسلسل عرشیہ سے جڑے لوگوں سے رابطے میں تھی کہ شاید کسی کو عرشیہ کا پتا ہو۔

سوہا تیار ہو چکی تھی، ڈران میرون سلک باڈی کون گاون میں اسکا پرفیکٹ فگر مزید دمک رہا تھا، بال کرل تھے جبکہ اک کراپ جیکٹ جسکے کناروں پر وول کی لیس تھی، وہ بھی پہن رکھی تھی، رئیس بھی آج اسکے ساتھ فیشن ایونٹ میں مدعو تھا تبھی جب تک وہ تیار ہو کر آیا، سوہا لیوئنگ ایریا سائیڈ ٹہلتی ہوئی فون پر ہی مصروف تھی، اسکا پولیس میں ایک جاننے والا انسان تھا تبھی وہ اسی سے خفیہ طریقے سے عرشیہ کی جانچ کروانے کا کہہ رہی تھی۔

"یہ بات میڈیا میں لیک نہ ہو پلیز۔ تم اسے اپنے تئیں ڈھونڈو۔ میں نے تمہیں ہر ڈیٹیل دے دی ہے۔"

رئیس کے کان کھڑے ہوئے جب اس نے لیوئنگ روم میں داخل ہوتے سوہا کو کہتے سنا۔

"ہمم۔ ٹھیک ہے میں اپنے طریقے سے جانچ کرواتا ہوں سوہا۔ تم بے فکر رہو"

اس آدمی نے سوہا کو ہر ممکنہ تسلی دی جس پر اس نے کال آف کی اور تبھی اسکے پلٹتے ہی رئیس اسکی طرف بڑھا۔

"کیا تم نے پولیس کو شامل کر لیا؟ فار گارڈ سیک سوہا یہ اچانک سے تمہیں اسکی اتنی فکر کیوں ہو رہی ہے۔ شام تک ویٹ کر لیتی وہ خود آ جاتی۔ تمہیں پتا نہیں ان آجکل کے کرپٹ پولیس والوں کو۔ یہ نیوز لیک کرنے کے پیسے ملیں گے انھیں تو سمجھو کل کے اخباروں میں پر طرف یہی نیوز گردش کر رہی ہو گی۔ اور اگر یہ سب اس عاصم المیر تک پہنچ گیا؟ جائیداد کو پھر بھول ہی جانا۔"

رئیس کے لب و لہجے میں تلخی و غصہ تھا اور کہیں انجانا سا خوف بھی کہ اس سب میں کہیں وہ ہی نہ پھنس جائے، وہ ہر ہسپتال میں کال کر کے پوچھ چکا تھا کہ کوئی لاش تو نہیں ملی یا کسی کو حادثے کی صورت نہ لایا گیا ہو مگر کہیں سے بھی ایسی کوئی اطلاع نہ ملی اور اب اس پولیس والے دوست کی مدد لینے پر وہ الٹا سوہا پر بگھڑا کہ اگر جائیداد گئی تو نقصان رئیس کا بھی ہوتا۔

"رئیس وہ میری بیٹی ہے۔ اسکی فکر شو کروں یا نہ کروں وہ الگ بات ہے لیکن وہ میرے جسم کا ضروری حصہ ہے۔ اسے کبھی تکلیف ہو میں نے نہیں چاہا۔ وہ خیریت کے ساتھ رہتی ہے تبھی میں پرواہ نہیں کرتی اسکی مگر یہ سب پہلی بار ہوا ہے تو میرا دل بیٹھا جا رہا ہے۔ اگر اسکے ساتھ کوئی حادثہ ہو گیا تو خود کو معاف نہیں کر سکوں گی۔ وہ کبھی یوں نہیں گئی۔ تم بھی اپنے تئیں ڈھونڈوا سے۔ پلیز رئیس میں اپنے اس ایونٹ میں اپنا بیسٹ دینا چاہتی ہوں پر اس طرح اس اذیت میں مبتلا ہو کر تو میں اپنے سیوانی برینڈ کو ڈبو دوں گی۔۔ مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہا"

سوہا کے حواس پریشانی نے نڈھال کر رکھے تھے اور اب رئیس کو سچ میں غصہ چڑھ رہا تھا لیکن وہ اپنا غصہ عیاں بھی نہیں کر پا رہا تھا۔

"ٹھیک ہے میں کرتا ہوں تلاش اسکی۔ تم اس وقت پر سکون ہو جاو۔ میں نے قریب کے تمام ہوسپٹلز اور مردہ خانے چیک کروائے ہیں۔ حادثہ ہوا

ہوتا تو خبر مل چکی ہوتی۔ یقیناوہ ٹھیک ہو گی۔ تم خوامخواہ ٹنشن لے کر اپنا دن خراب مت کرو۔ ریلیکس ہو جاو۔ وہ آجائے گی واپس۔ یقین کرو"

رئیس نے اسکا چہرہ ہاتھوں میں بھر کر یقین دلانے کی بھرپور کوشش کی اور سوہانے بظاہر اپنا چہرہ، فکر کی شکنوں سے آزاد کر دیا لیکن اسکے اندر کی دبی ممتا کو کسی صورت قرار نہ آرہا تھا۔

جبکہ سوہانے جس سے مدد مانگی اسی آدمی نے یہ خبر ملک کے فینس اخبار کے جنرلسٹ کو دے کر لیک کروانے کا کہا تھا، وہ انسپکٹر کچھ اچھی وائبز نہیں دے رہا تھا، اسکی آنکھوں میں پراسرار سی کمینگی ابھری صاف نظر آرہی تھی۔

.._____..

سوئمنگ پول سے باہر نکلتے انیس نے پول کی ٹھنڈی اسٹیل لیڈر کو تھام کر اپنے بھیگے جسم سمیت خود کو اوپر کھینچا، عصر تب تک اسکے لیے ٹاول اور باتھ روب دونوں لے کر آچکا تھا مگر عصر کی نگاہیں تب تھمیں جب اس نے

انیس کو پول سے نکلتے دیکھا مگر دلچسپ یہ تھا کہ انیس کی شربتی آنکھوں کا مرکز وہ لڑکی تھی جو پول کے کنارے رکھی لکڑی کی pool lounger پر نیم دراز ہو کر لیٹی آنکھیں بند کیے ہوئے تھی، اسکا درد کرتا وجود سورج کی گرمائش سمیٹ کر سکون پا رہا تھا اور عرشیہ کو پہنچتا سکون عصر اور انیس دونوں دیکھ سکتے تھے۔

انیس کی بھنویں اوپر کو اٹھیں، یعنی ہوش لوٹ چکے تھے، لمحے میں اسکے بھیگے ماتھے پر تناو کی لکریں اتریں جب وہ پورا پول کے کنارے آرکتا اپنے گیلے بال، دونوں ہاتھوں میں پھنسا کر سر کے پیچھے کرتے بٹھا رہا تھا۔

"ٹاول۔۔۔"

عصر نے اپنے قدم بڑھائے جبکہ عصر کی طرف دیکھتے اس سے ٹاول لے کر انیس نے دوبارہ عرشیہ کی طرف دیکھا، وہ عصر کی آواز پر چونکی نہیں تھی

یعنی گہری نیند میں جا چکی تھی، انیس نے ٹاول لے کر اپنے سر پر ہاتھ میں دباتے رکھا اور ارد گرد دیکھتا ہوا اپنے بال رگڑنے لگا۔

"کچھ کھائیں گے؟"

عصر نے فکر مند ہوتے انیس کی طرف دیکھتے پوچھا جس پر انیس نے سورج کی تمازت کی جانب اک نظر ڈالی پھر عصر کو دیکھنے لگا جو دل و جان سے انیس کی جانب متوجہ تھا۔

"دیکھو اگر سامان پڑا ہے کچن میں تو دیکھا دو اپنے کوکنگ کے جوہر۔ گر دوسری شام تک جا کر کر لینا کیونکہ ایک ہفتہ تو یہ یہیں ہے۔ میں بھی آتا جاتا رہوں گا"

عصر کی فکر اسے اچھی کنڈیشن میں دیکھ کر زائل ہوئی اور رہی سہی کسر انیس نے اسے کھانا پکانے کی اجازت دے کر پوری کر دی، عصر نے مسکرا کر اک نظر عرشیہ کو دیکھا کہ وہ کتنے مزے سے سن باتھ لیتی سو رہی تھی۔

"میں دیکھتا ہوں سر"

عصر اپنے ہاتھ میں پکڑا باتھ روب لیے ہی وہاں سے گیا تو انیس نے جان بوجھ کر عرشیہ کے سر پر آرکتے زور سے اپنے بال تولیے سے جھاڑے کہ اسکے بالوں سے نچرتی پانی کی بوندیں ٹھیک عرشیہ کے دھوپ کی تمازت سے گلابی ہوتے چہرے پر پڑیں، وہ بے اختیار اس گرم سرد احساس پر اپنی نیند سے بھری گرے آنکھیں کھول گئی مگر پہلو میں شرٹ لیس کھڑے انیس کو اپنے دھیان میں گارڈن ایریا کے نظارے لے کر بال ڈرائے کرتا دیکھتی اسکی نیند بھک سے اڑی، وہ جلدی سے جمائی روکتی ٹیک چھوڑے بیٹھی۔

"اپنی ناگن زلفیں کہیں اور نہیں جھاڑ سکتے تم؟ اور یہ کیا ننگے کھڑے ہو میرے سامنے"

عرشیہ کو سخت برا لگا کہ وہ ایسے اسکے سامنے جما کھڑا پانی کے چھینٹے بھی گرا رہا ہے، انیس کا اپنے بالوں کو ٹاول سے خشک کرتا ہاتھ تھما۔

"مجھے تم دیکھائی نہیں دی یہاں پڑی ہوئی، فالتو چیزیں اکثر نظر نہیں آتیں مجھے، زیادہ اکڑنے کی ضرورت نہیں مس۔ اور میں ایسے ہی رہتا ہوں۔ اپنی آنکھیں ہٹالو شاباش، گناہ مت کماو"

وہ نہایت سکون سے کہتا چلتا ہوا جا کر ٹیبل پر پڑا نیوز پیپر جھک کر اٹھا کر کرا ہنے کا تاثر دیتا ساتھ میں سرسری جائزہ لیتے عرشیہ کو یکسر نظر انداز کیے بولا تو وہ اسکے عقب کی جانب سے اٹھ کھڑی ہوئی، عرشیہ کی نظریں اسکی مضبوط بیک پر جمیں تو خوامخواہ چہرہ حرارت پکڑ گیا۔

"مس نہیں ہوں۔ میرا ایک نام ہے۔ اور یقیناً تمہارا بھی ہو گا۔ ادھر دیکھو میری طرف"

عرشیہ کے صلح جو لب و لہجے اور انداز پر انیس کی آنکھیں نیوز پیپر پر مرکوز ہوئے ہی پھیلیں۔

"تمہارے نام کو جاننے اور اپنا نام بتانے میں مجھے کوئی دلچسپی نہیں۔ جا کر عصر سے پوچھو تمہیں تمہارا کمرہ دیکھا دے۔ یہاں وہاں پڑنے کی ضرورت نہیں"

وہ ہنوز لاتعلق تھا، جیسے عرشیہ کا ہونا نہ ہونا ایک سا بے معنی ہو، وہ غصہ تو ہوئی پر کہیں اندر سے اسے فکر بھی تھی کہ کہیں اس پیٹ کے زخم کا بدلہ لینے کو وہ عرشیہ کی سوتے میں ہی نہ جان نکال دے۔

"دھوپ میں اچھا لگا تبھی آنکھ لگ گئی، ورنہ جتنے درد تم دو کر منلز نے مجھے دے رکھے ہیں، نیند و سکون حرام ہے۔ تم مجھے یہ بتاو اس زخم کا انتقام کس طرح لو گے ؟ کیا تم مجھے ویسا ہی کمرہ دینے والے ہو جیسا وہ گودام تھا تو پلیز میں اسی چیئر پر ٹھیک ہوں"

عرشیہ کی مزید آواز اور یہ حرف حرف بہت توجہ سے سنتے وہ نیوز پیپر پڑھنے کا بس ڈرامہ کر رہا تھا، اب وہ بھی ختم کرے وہ ٹاول گلے میں دائیں بائیں ڈال

کر لٹکاتا دونوں کنارے اپنے ہاتھوں میں پکڑ تا نہ صرف پلٹا بلکہ عرشیہ کے قریب بڑھا تو اس لڑکی کے چہرے کے تاثرات میں بے کلی سی امڈی۔

"نہیں اس سے ایک دو فیصد بہتر کمرہ دوں گا۔ رہی بات انتقام کی تو کنفرمیشن ہوتے ہی کہ تم کرمنل ہو، وولف کے بجائے میں خود تمہارا خاتمہ کروں گا۔ اس انتقام کو تب تک کے لیے ڈیو کر دیا ہے میں نے"

وہ نا صرف بد تمیز تھا، وہ بہت زیادہ انا پرست بھی تھا، اسکے باوجود بھی وہ ایسا تھا کہ دیکھنے والا اسے توجہ سے دیکھتا، اسکی ان بھیڑیے کی طرح چمکتی پیلی آنکھوں سے اسکی پلکوں کا ہر خم دیکھتا ہی چلا جاتا، اسکے چہرے کی ہر بند اور کھلی پور پر توجہ دیتا، اسکے چہرے کے ہر فیشل ہیر کو توجہ سے نظریں دوڑا کر جانچتا، وہ کس کس طرح سے دیکھتا ہے، یہ بھی دیکھتا۔

"اور اگر میں کرمنل نہ ہوئی تو پھر اس زخم کی کیا سزا دو گے تم مجھے؟"

وہ سینے پر ہاتھ لپیٹ کر جیسے متجسس تھی کہ اس لمحے یہ آدمی کیا کرے گا، یقیناً بے بس ہو کر اپنی سزا دینے کا فیصلہ ترک کر دے گا۔

عرشیہ اس سے کوئی ایسا ہی جواب چاہتی تھی جو انیس غانم علوی کی ہار سے منسلک ہوتا پر وہ ابھی جانتی نہیں تھی سامنے کون کھڑا ہے۔

"پھر! میرج"

انیس نے دگنے سکون سے عرشیہ کے دماغی اعصاب پر اپنی گہری نگاہوں اور جواب سے ایسا شکنجہ بنایا کہ عرشیہ منہ کھولے کتنی دیر پلکیں تک نہ جھپک سکی، اس سے زیادہ گھٹیا مزاق عرشیہ سے پہلے کسی نے نہیں کیا تھا۔

"ک۔۔ کیا۔۔ میرج؟ تم سے میری شادی؟ یہ سزا دو گے تم مجھے؟"

عرشیہ کو لگا جیسے اسے سننے میں کچھ غلطی ہوئی تبھی اس نے چبا چبا کر انیس کے کہے الفاظ دہرائے، وہ سر کو مغرور ادا میں ہلا گیا، عرشیہ کا پورا وجود جیسے آگ ہوا۔

"تم سے شادی کرتا ہے میرا شوز۔۔۔"

اس سے پہلے وہ غصے سے اونچا بولتی، انیس نے اسکی بات کاٹی۔

"تمہارا نہیں، میرا شوز۔۔۔ یہ میرے پیسوں سے آیا ہے"

انیس نے اسے یاد دہانی کروائی اور پاس سے نادیدہ حرارت عرشیہ پر طاری کرتا فارم ہاوس کی جانب لپکا۔

"لو۔۔ تمہارا شوز ہے تو سر پر پہن لو گھٹیا آدمی۔۔ دعا کرتی ہوں کہ میں کرمنل ہی نکل آوں اب تاکہ تمہارے ہاتھوں قتل ہو جاوں۔۔۔ یا اللہ مجھے کرمنل بنا دینا پر اسکی بیوی نہیں"

وہ اپنے دونوں شوز باری باری اتارے اسکے پیچھے ہی پھینک گئی، یہ الگ بات کہ ایک بھی انیس کو نہ لگا جبکہ عرشیہ کا جو لہو سلگا وہ الگ، وہ یوں دفع ہوا جیسے پیچھے سب کچھ جلا کر بھسم کیے کوئی سرخرو ہو کر جا رہا ہو، عرشیہ نے اپنے بال مٹھیوں میں جکڑے اور واپس بیٹھی پر اسکا پورا چہرہ خفت سے لال ہو رہا تھا۔

جبکہ وہ مزے سے دھوئیں کی زد میں آتی عرشیہ کو اوجھل ہونے سے پہلے دیکھتے رکا، اسکی شربتی آنکھوں میں کچھ نئی سی چمک تھی جسے انیس غانم نے جلد ہی آنکھوں کے دریچوں میں چھپالیا تھا لیکن عرشیہ تو وہاں ماتم کناں سی لگ رہی تھی، دہل اٹھی تھی اور اس سب سے پناہ مانگے جا رہی تھی، اور اپنے کرمنل نکل آنے کی ناممکن دعا بھی کر رہی تھی جو بہت زیادہ کیوٹ تھا۔

اب عرشیہ اگر کرمنل نہیں تھی تو وہ اس سنسان جگہ کس سے ملنے گئی ہو گی؟ اور عرشیہ کو مارنے کی سپاری کسی نے کرمنل کنٹریکٹ کلر کو ہی کیوں دی؟ سوچنے کی بات تو یہ تھی۔

.._____..

عدین نے بابا کے ہاتھ سے بنا فیورٹ بریک فاسٹ کیا پھر وہ کلب کے لیے ریڈی ہوا، چودہ سالہ عدین نے کالی ہوڈی جیکٹ، سادہ بلیک سویٹ شرٹ، بلیک کارگو پینٹس، بلیک اسپورٹس شوز اور سر پر وولن کیپ پہن

رکھی تھی جب وہ اپنا کلب بیگ لیے تیار ہو کر باہر نکلا، اسے ابراہیم خود کلب چھوڑ کر آنے والے تھے، ڈرائیور کے ساتھ انیس کا ہائیر کیا باڈی گارڈ بھی انکے ہمراہ تھا جبکہ بیک سیٹ پر ابراہیم اور عدین سوار تھے، اس نے کلب تک پہنچتے بابا کو اپنا کل کا ایکسپیرئنس بتایا، کہ اسے بھیونے اسکے فیورٹ فٹ بال کلب کی ممبر شپ دلائی ہے۔

کلب پہنچ کر آج بھی ارسل نے ہی عدین کو پک کیا جبکہ علیم نامی باڈی گارڈ بھی عدین کے ہمراہ گیا اسکے بعد ابراہیم نے ڈرائیور کو واپس علوی مینشن چلنے کا کہا، وہ ونڈو کی طرف دیکھتے باہر گزرتے منظروں کی جانب ہی متوجہ تھے جب ابراہیم کا فون رنگ کیا۔

"سر! فیکٹری ورکز آپس میں لڑ رہے ہیں۔ بہت انٹینس صورت حال ہے۔ آپکو آنا ہو گا"

یہ انکی گارمنٹ فیکٹری کے انچارج سجاول صاحب تھے جو ابراہیم کے پرسنل ایڈوائزر بھی تھے۔

"ہمم۔ کیا وہ صرف سیلریز پر صبر نہیں کریں گے؟"

ابراہیم نے تشویش سے پوچھا۔

"نہیں۔ انھیں بونس بھی چاہیے ورنہ وہ کام چالو نہیں کریں گے۔ ہمارے پاس بارہ آرڈرز پینڈنگ پر ہیں سرجن کے اونرز سے پیمنٹ پکڑ چکے ہیں۔ کسی بھی طرح ورکرز کی مانگیں پوری کرنی ہوں گی۔"

سجاول صاحب نے صورت حال بہت کھول کر عیاں کی کہ بات اب مزاکرات سے باہر نکل چکی تھی، ابراہیم نے کن پٹی کی رگیں مسلیں اور سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا۔

"ٹوٹل کتنی اماونٹ چاہیے جن میں سیلریز اور بونس سب شامل ہو؟"

ابراہیم نے کچھ توقف کے بعد پوچھا۔

"سر لگ بھگ بارہ لاکھ"

سجاول صاحب نے مجموعی اندازے کے مطابق رقم بتائی، ان بارہ آرڈرز کی ایڈوانس پیمنٹ لگ بھگ بائیس لاکھ تھی مگر ابراہیم نے ساری اپنی عیاشیوں میں اڑادی تھی مگر اب ورکرز نے یہ اچانک جو ہڑتال کی اس پر ابراہیم علوی صاحب پھنس چکے تھے، اب بس ایک ہی صورت تھی جہاں سے انھیں پیسہ مل سکتا تھا۔

"ٹھیک ہے۔ دو گھنٹے تک میں فیکٹری کے اکاونٹ میں بارہ لاکھ بھیجتا ہوں۔ یہ مسئلہ آج ہی حل ہو جانا چاہیے سجاول۔ اور کام شروع بھی کروا دینا۔"

پیسے کہاں سے آنے والے تھے یہ تو ابراہیم کو پتا تھا پر سجاول کو یہ سن کر کافی اطمینان ملا کیونکہ ورکرز کا خوش ہونا ہی کام وقت پر ہونے کی ضمانت تھا۔

"ٹھیک ہے سر۔جو آپ کہیں۔میں ورکرز کو کہہ دیتا ہوں پھر کہ آج انکی مانگیں پوری ہو جائیں گی"

سجاول نے مطمئین ہوتے کہا اور رابطہ توڑا جسکے بعد ابراہیم نے بھی فون کان سے ہٹایا، حمرا کی موت کے بعد اسکے تمام زیورات انیس نے اپنے قبصے میں کیے تھے یہ کہہ کر کہ اسکی ماں ان زیورات کو اپنے بچوں کے لیے چھوڑ کر گئی ہے، وہ سب جیولری انیس کے پاس تھی کیونکہ یہ اسکی ماں کی آخری نشانی تھی جبکہ اس بارہ لاکھ کے لیے ابراہیم نے انہی زیورات میں سے ایک بہت خوبصورت سونے کا سیٹ نکلوایا اور اسے بیچ کر اٹھارہ لاکھ کی قیمت وصول کی، بارہ لاکھ ابراہیم نے فیکٹری اکاونٹ میں بھیجے جبکہ بقیہ چھ لاکھ اپنی عیاشی کے لیے علیحدہ کر لیے، اس پر انیس کیا کہتا وہ ابھی کچھ سوچنا نہ چاہتے تھے، فی الحال اپنی پھنسی گردن نکالنا اور اپنی عیاشیاں پوری کرنا انھیں اہم لگا بھلے اس بیچ انہوں نے انیس کے جذبات اٹھا کر بیچ دیے ہوں، انھیں اسکی پرواہ نہ تھی، انیس نے ان پر اعتبار کر کے ہی اپنے لاکر کا ایکسیس دے رکھا

تھا کیونکہ وہ گھر کے اخراجات کے لیے پیسے وہیں رکھتا تھا لیکن یقیناً انیس کو اگر اس کا پتا چلتا تو وہ یہ ایکسیس اور ابراہیم سے آخری نجات کا راستہ بھی چھین لیتا، ابراہیم نے اپنے سمارٹ ہونے پر خود کو شاباش دی پر یہ شاباش بہت جلدی بھاری پڑنے والی تھی۔

وہیں خضر اپنے کانسرٹ کی تیاریوں میں مصروف تھا جبکہ منائم اپنے کچھ دوستوں کے ساتھ قبائلی علاقے کی طرف روانہ ہو چکی تھی۔

اسکے دوست بھی لگ بھگ تمام یوٹیوبرز ہی تھے، انھیں اک قبائلی جگہ پر کچھ ایسی خبریں ملیں تھیں کہ وہاں جنات وغیرہ ہیں بس انہی کی حقیقت جاننے کے بعد وہ لوگ ایک ڈاکومنٹری بنانے والے تھے، منائم المیر کے علاوہ اس گروپ میں دو لڑکیاں اور سات لڑکے تھے، یعنی وہ دس لوگ تھے۔

.._____..

عرشیہ کمرہ دیکھنے میں ہچکچا رہی تھی کہ اگر گودام جیسا ہوا تو اسے شرطیہ رونا آئے گا تبھی وہ کافی دیر باہر ہی دھوپ میں بیٹھی رہی لیکن پھر جسم کے درد و تھکاوٹ نے اسے اٹھنے پر مجبور کیا، اپنے پھینکے جوتے اس نے ٹھنڈ کے سبب واپس پہن لیے تھے، عصر کھانا بنا چکا تھا بس وہ انیس کے اٹھنے کا منتظر تھا جو سوئمنگ کے بعد دو گھنٹے سوتا تھا، دو گھنٹے ہو چکے تھے تو وہ اب اٹھ گیا تھا بس ریڈی ہو رہا تھا جبکہ عصر نے بھی کچن کا کام سمیٹا، کیا کیا گروسری کرنی ہے اسکی لسٹ بھی تیار کی اور باہر آیا تو عرشیہ کو اٹھ کر پلٹتے دیکھے وہ اسکی طرف چلا آیا۔

"تھک گئی ہوں۔ کیا میرا کمرہ گودام جیسا ہے؟ اگر ہاں تو کیا تم یہیں مجھے خیمہ لگا کے دے سکتے ہو؟"

وہ اسکے پاس آنے پر شدید اداس و رنجیدہ ہوئے بولی جس پر عصر کو اسکی تھکاوٹ شدید محسوس ہوئی۔

"آپکو ایک بار کمرہ دیکھ لینا چاہیے"

عصر کی چمکتی آنکھوں کا یقین و تجسس دیکھے وہ چار و ناچار مان جاتی بے دلی سے ہی عصر کے پیچھے لپکی، وہ فارم ہاوس میں داخل ہوا جہاں فی الحال سناٹا تھا، غیر ضروری سب لائٹس آف تھیں۔

وہ عصر کے پیچھے ہی چلتی گئی اور پھر اک کمرے کے آگے جا کر عصر رکا تو وہ بھی رکی۔

عصر نے کمرے کے دروازے کا ہینڈل پکڑ کر کلک کی آواز سے کھولا اور عرشیہ کو اندر جانے کا کہا اور عرشیہ کے اندر جاتے ہی اسے حدت کے نرم گداز احساس نے گھیرا کیونکہ کمرہ اس قدر کمفی اور پیارا تھا کہ عرشیہ کی آنکھیں حیرت سے پھیلیں جبکہ انورٹر بھی جیسے آن تھا اور کسی نے ابھی ہی بند کیا ہو، سنگل بیڈ تھا جس پر ڈبل میٹرس تھا، خوبصورت سی نیلی دھاریوں والی بیڈ شیٹ بچھی تھی، نرم تکیے اور فرل والا سفید لحاف بھی تھا، کمرے کی

دیواریں ہاف وائیٹ تھیں، اٹیچ واش روم تھا جبکہ کمرے کے فرش پر موٹا قالین بچھا تھا، واش روم کے دروازے کے پاس ڈور میٹ اور اس پر فلفی سے واش روم کے جوتے تھے، کھڑکیاں بند تھیں پر ان کے اوپر خوبصورت سے نیلے چمکتے ڈریم کیچر لٹک رہے تھے جنکے ساتھ پنکھ لٹکے تھے، اک تیسرے کنارے میڈیم سائز کا وارڈرب سیٹ تھا۔

ایک دو نشستی سا نرم کاوچ اور چھوٹا سا گلاس ٹیبل بھی تھا، کمرہ چھوٹا تھا پر بہت آرام دہ تھا۔

"یہ میرا کمرہ ہے؟"

وہ حیرت و پریشانی سے پلٹی کہ ایسا کمرہ اس نے ہرگز امید نہ کیا تھا، عصر اسکی آنکھوں کی حیرانگی پر محظوظ ہوا۔

"کہا تھا وہ آپکو ٹارچر نہیں کرنے والے پر آپ نے میری بات پر یقین نہ کیا اور چھری کھونپ دی انکے پیٹ میں۔ سونے سے پہلے یہاں یہ قالین انہوں

نے سیٹ کروایا ہے، یہ نرم لحاف بھی یہاں انکے کہنے پر بچھایا اور یہ جوتے بھی واش روم کے لیے۔ بیڈ شیڈ اور تکیوں کے کوررز بھی میں نے چینج کیے ہیں ان کے کہنے پر"

عصر محبت سے بتاتا انیس غانم کی مہربانیاں گنوا رہا تھا اور عرشیہ صدمے پر مزید صدمہ سہہ نہ پا رہی تھی۔

"خیر آرام کریں۔"

عصر نے اسکی ششدر صورت تکتے خود ہی اپنی باتیں سمیٹیں اور دروازہ بند کرتا چلا گیا جبکہ عرشیہ نے اپنا آئیوری ٹرینچ کوٹ اتار کر کاوچ پر رکھا اور شوز سمیت جا کر میٹرس پر بیٹھتے ہی پیچھے کو گری، اس قدر نرم میٹرس تو اسکے کمرے کا بھی نہیں تھا، چھت پر موجود خوبصورت سا فین بھی دیدہ ذیب تھا، کمرے میں انورٹر اے سی بھی تھا، چاروں کمرے کے کونوں میں مدھم روشنی اگلتے فانوس بلب بھی تھے، وہ ناچاہتے ہوئے بھی مسکرائی۔

"کتنا عجیب ہے یہ انسان، اس وقت کہہ رہا تھا بنا کنفرمیشن موت کے گھاٹ اتارے گا اور اب، ایسا کمرہ دے کر نجانے کیا ثابت کر رہا ہے۔ ایسے کمرے سے جانے کا دل کہاں کرے گا میرا۔ نہیں جانتی کیا ہو رہا ہے اور کیوں۔ پر یہ سب برا بھی نہیں ہے۔ اوف میرے اللہ مجھے حوصلہ دیں"

وہ نرم میٹرس اور گرم کمرے میں لیٹتے ہی جسم میں سکون اترتا محسوس کر رہی تھی تبھی عرشیہ کی آنکھیں خود بخود بند ہوئیں۔

وہیں جب تک عصر باہر آیا، انیس نہ صرف جاگ گیا بلکہ نک سک تیار ڈائنگ ایریا میں آئے اپنی کرسی سنبھالے بیٹھ بھی چکا تھا۔

اس نے آف وائٹ شیئر لائن جیکٹ پہنی تھی جس کے اندر بلیک ہائی نیک سویٹر تھا، ساتھ سلیم فِٹ بلیک جینز۔ پاؤں میں بلیک لیدر بوٹس پہن رکھے تھے، اسکی طبعیت دو گھنٹے کی نیند سے کافی اچھی لگ رہی تھی۔

"سر آپکی طبعیت کیسی ہے؟"

عصر کے قریب رک کر مودب ہو کر پوچھنے پر انیس نے فون پر سے نظریں اٹھا کر عصر کو دیکھا۔

"بہتر ہے۔ جو بنایا ہے لاو بھوک لگ رہی ہے۔ اور اسے کمرہ دیکھایا تم نے؟"

انیس کے حکم اور سوال پر عصر نے فوری سر ہلایا۔

"جی سر دیکھا دیا۔ کمرہ دیکھ کر عرشیہ المیر کافی شاک ہوئیں۔ ابھی چھوڑ کر آیا ہوں انھیں کمرے میں۔ میں لنچ لگواتا ہوں آپکے لیے"

عصر نے نرم انداز میں جوابات دیے اور کچن کی طرف بڑھا جس پر انیس نے عدین کا میسج اوپن کیا، اس نے کلب میں فٹ بال کھیلتے سیلفی بھیجی تھی۔

"انجوائے کرو"

انیس نے اسکی سیلفی پکچر کو ہارٹ ری ایکٹ کیا اور ریپلائے بھی کیا۔

"ہارٹ ری ایکٹ یا ھو۔۔ ایساری ایکٹ بھی مجھے ترس ترس کر ملتا ہے"

فٹ بال کھیلتے کھیلتے انیس کے میسج کا نوٹیفکیشن دیکھتے عدین نے جب ری ایکٹ دیکھا تو خوشی سے اچھل پڑا۔

بہر حال عصر نے لنچ ڈائنگ ٹیبل پر لگایا۔

"میں نے آپکے لیے مزیدار سے چکن ایگ فرائیڈ رائس بنائے ہیں۔ آپ کہیں تو عرشیہ میم کو بھی دے دوں۔ ایک سینڈوچ کھایا تھا انہوں نے"

وہ انیس کے سامنے پلیٹ لگاتا ہوا اسکے لیے رائس ڈالتے ڈالتے عرشیہ کی فکر میں خود کو بولنے سے روک نہ سکا، انیس نے رائس کی طرف جمائی نظریں فوری عصر زمان پر جمائیں جسکے ہاتھ میں

پکڑا چمچا بھی لرزا، انیس کی تیز اور سرد نظروں کی کیا قوت ہے یہ اس لمحہ عیاں تھا کہ وہ دیکھ کر ہی انسان کی جان ٹانگوں سے کھینچ سکنے کا ماہر تھا۔

"تم ایسا کرو اسکی آیا بن جاو عصر زمان! تمہارے اندر اسکے ماں باپ کی اکھٹی روح آگئی ہے۔ اٹھاو یہ پلیٹ اسی کو دے کر آو۔ یہ میں نے کھالی تو زہر نہ بن جائے"

انیس کے برہم ہونے اور پلیٹ پیچھے کرنے کے باوجود عصر مسکرایا کیونکہ انیس اگر ویسے کہتا کہ اسے کھانا دو تو یہ اس نک چڑھے کی شان کے خلاف ہوتا تبھی جھاڑتے ہوئے عصر کو ان ڈائریکٹ حکم دیا۔

"آپ اسے واقعی یہاں ٹارچر ہی دینے لائے ہیں

ناں؟"

عصر نے پلیٹ شرافت سے اٹھائی مگر جاتے جاتے وہ پلٹ کر کہنا نہ بھولا۔

"تمہاری بکواس آجکل زیادہ ہو رہی ہے۔ اپنی زبان کو لگام دینا سیکھو عصر زمان"

انیس نے اسے غصبناک ہوتے جھاڑتے اپنے لیے دوسری پلیٹ اٹھاتے خود کے لیے کھانا خود ڈالا جس پر عصر فرمابرداری سے اپنی یہ حسین بکواس سمیٹا ہوا وہاں سے چلا گیا جبکہ انیس نے گہرا سانس لیتے پلیٹ اور سپون وہیں چھوڑے بیک سائیڈ ٹیک لگاتے گہرا سانس کھینچا تھا۔

اسکے چہرے کے خدوخال میں اک اضطراب اور تناو ایک ساتھ آچکا تھا، انیس غانم کی بھوک ایک سیکنڈ میں مر گئی، وہ ٹیک لگائے اپنے ہر وقت چلتے دماغ کو کام پر لگائے گہری سوچوں میں غرق لگ رہا تھا جبکہ عصر نے دروازے پر بہت مدھم دستک دی تب بھی عرشیہ کی آنکھ جو کچھ لمحے پہلے ہی لگی تھی، نہ صرف ٹوٹی بلکہ وہ گھبرا کر جاگتے اٹھ بیٹھی۔

"کون؟"

عرشیہ کی پکار سنے عصر نے اپنا سر دروازہ کھولے اندر کرتے جھانکا، عرشیہ کی گھبراہٹ زائل ہوئی۔

"عصر زمان! کیا میں آجاوں میم؟"

اپنا نام والا تعارف دیے وہ اجازت طلب ہوا تو عرشیہ نے سر اثبات میں ہلاتے اپنے بالوں کو پکڑ کر اٹھاتے لپیٹ کر میسی بن کی شکل دی جبکہ نظر اسکی عصر کے ہاتھ میں موجود پلیٹ پر تھی۔

"چکن اینڈ ایگ فرائیڈ رائس بنائے ہیں۔ کھائیں گی؟"

عصر نے کھڑے کھڑے تعظیماً جھکتے پلیٹ عرشیہ کے سامنے کی تو اسکے حواس مکمل طور پر جاگے۔

"ہاں دے دو۔ اچھے لگ رہے ہیں"

عرشیہ نے اس سے پلیٹ لیتے میٹرس کی سطح پر ہی رکھی جبکہ عصر نے ہاتھ مودب ہو کر باندھے جب عرشیہ نے سپون میں رائس لیتے پہلی بائیٹ لی۔

زائقہ واقعی بہت اچھا تھا جو عرشیہ کے چہرے کے تاثرات سے بھی عیاں تھا۔

"واہ، تم تو اچھے شیف ہو عصر۔ بہت مزیدار بنے ہیں۔ بلکل بھی ایکسٹرا سالٹ اور سپائس نہیں ہے۔ مجھے ایسے ہی کھانے پسند ہیں"

وہ مسکرا کر دوسری بائیٹ لیتی عصر کی تعریف کرے اسے بھی مسکرانے پر لگا گئی۔

"ابھی تازہ چکن نہیں تھا ورنہ اور اچھے بنتے۔ نگٹس ڈالنے پڑے۔ کچھ دیر تک جا کر گروسری کر آوں گا۔ ایکچولی سر زیادہ سپائس یا نمک نہیں کھاتے تو اس لیے ایسا کھانا ہی بنایا ہے"

عصر نے تفصیلا اس کھانے کے بارے بتایا جبکہ سر کے ذکر پر وہ اپنا ہاتھ روک گئی۔

"ہمم۔ سمجھ سکتی ہوں۔ کیا تم اس سے پوچھ کر لائے ہو میرے لیے رائس؟ بعد میں وہ یہ کہے گا نکالو میرے رائس"

عرشیہ کا ہاتھ تبھی رکا تھا جبکہ اسے ڈر کر یقین دہانی کے لیے سوال کرتے دیکھ کر وہ گہرا مسکرایا، کیا بتاتا کہ انیس غانم کے آس پاس کی تو آب و ہوا ہی بدل چکی ہے۔

"جی اجازت سے ہی لایا ہوں۔ یہ پلیٹ میں نے انکے لیے بنائی تھی۔ پر آپکی فکر دیکھا دی تو کہنے لگے اسے ہی دے آو۔ مطلب ان ڈائریکٹلی انھیں آپکی فکر تھی کہ ایک سینڈوچ ہی کھایا ہے"

عصر نے بہت مہارت سے بات بنائی حالانکہ سینڈوچ والی فکر تو عصر کی تھی نہ کہ انیس کی، یہ عصر صاحب لگ رہا تھا ان دو کے بیچ ماحول ساز گار کرنے کے مشن پر تھے، اسکی آنکھوں کی شرارتی چمک بھی کچھ ایسا ہی دیکھا رہی تھی، عرشیہ کو یقین تو نہ آیا پر کیا کرتی، بھوک لگی تھی تو کھانے لگی۔

"نئی! اوہ میرے خدا۔ وہ تو بہت پریشان ہوں گی۔۔"

یکدم کھاتے کھاتے عرشیہ کو شماس صاحبہ کا خیال آیا تو وہ جلدی سے پلیٹ اٹھائے اٹھ کھڑی ہوئی، عصر بھی اسکی طرف ناسمجھی سے دیکھنے لگا۔

"کیا وہ تمہارا سر جاگا ہے؟ مجھے کچھ بات کرنی ہے اس سے"

عرشیہ نے فوراً سے پہلے عصر سے پوچھا۔

"جی میم وہ ڈائنگ ہال میں ہیں"

عصر کے بتانے کی دیر تھی کہ وہ پلیٹ لیے ہی کمرے سے بھاگ نکلی، اسکے قدم ٹھیک ڈائنگ ہال کے کنارے جا کر تھمے جہاں اسکی نظریں انیس غانم پر اٹکیں جب وہ خود ہی اپنے کندھے دبانے کے ساتھ گردن کرسی کے پیچھے ٹکائے بیٹھا تھا، کھانا اسکے آگے پڑا تھا جبکہ انیس کی پلیٹ بھی ان چھوئی تھی۔

وہ دبے پیروں اندر آئی، اپنی پلیٹ ٹیبل پر رکھی اور آہستگی سے انیس کے عقب میں جا رکی، وہ خود اپنے کندھے دبا پانے میں ناکام تھا، وہ اس وقت بس اسکی مشکل دیکھ رہی تھی، کہ شاید اسے درد ہے اور وہ کسی کو شاید کندھے دبانے کا نہیں کہتا یا شاید اسے پسند نہ ہو۔

عرشیہ نے آہستہ سے اپنے دونوں ہاتھ بیک پر کھڑے ہوتے اسکے کندھوں پر رکھے، انیس نے اپنے ہاتھ یہ سوچ کر ہٹائے کہ شاید عصر آیا ہے اور اسکو چڑھائے غصے کی تلافی کر رہا ہے، عرشیہ نے اپنے ہاتھ دبا کر سہلائے،۔ نرم مگر مضبوط دباؤ نے اس شخص کے وجود کو ڈھیلا کر دیا۔ انیس نے پلٹ کر دیکھنے کی زحمت نہ کی، بس آنکھیں بند کر لیں۔

وہ خاموشی سے وہ نایاب خدمت لیتا رہا، بے خبر کہ وہ لمس جس میں عجیب سی لرزش اور نرمی تھی، عصر زمان کا نہیں، عرشیہ المیر کے ہاتھوں کا تھا۔

وہ عجیب سی حیرت اور مسکراہٹ میں لپٹی اسکے کندھوں کے تمام جکڑے مسلز کو پروفیشنل طریقے سے دباتی ریلیف دے رہی تھی، وہ اس میں ماہر تھی، کندھے، شانے اور گردن کی کونسی وین دبانے سے سٹریس ریلیز ہوتا ہے، اسے سب پتا تھا۔

وہ اسکے سر کے بالوں کو، اسکے کانوں، گردن پھر گردن کی وینز، یہاں تک کہ اس شخص سے آتی سوندھی مگر بے حد روح گدگداتی مہک تک جانچ رہی تھی، اس خوشبو سے وہ وولف کا کسی صورت موازنہ نہ کر سکتی تھی، کچھ دور ڈائنگ ہال کی انٹرنس میں کھڑا عصریہ منظر یوں آنکھیں پھاڑے دیکھ رہا تھا جیسے یہ اسکی زندگی کا اک دیرینہ مگر ناممکن منظر ہو۔

"تمہیں آرام ملا؟"

وہ خود تھک گئی کیونکہ یہ بندہ تو خدمتیں نان سٹاپ چاہتا تھا، عرشیہ کی پکار پر انیس نے گھبرا کر آنکھیں کھولیں مگر اسکے گردن پلٹانے سے پہلے ہی وہ

سامنے آجمی، اسکی گرے آنکھوں میں فکر سمٹی دیکھ کر دوسرا دھچکا لگا، انیس کو پہلا لگتا دھچکا یہی تھا کہ کب سے اسکے کندھے دبانے والا عصر نہیں بلکہ یہ لڑکی ہے۔

"تمہیں کس نے کہا تھا مجھے ہاتھ لگاو، کیا بیہودہ حرکت ہے یہ؟"

وہ اسکی فکر کو چنداں اہمیت نہ دیتا اٹھ کر اسکی طرف رخ کیے سخت اور ترش لہجے میں بولتا غضبناک ہوا، عرشیہ کی فکر لمحہ لگائے پچھتاوا بنی۔

"م۔میں نے تو تمہاری مدد کر کے احسان چکایا ہے۔چیخ کیوں رہے ہو۔تم نے مجھے اچھا کمرہ دیا پھر کھانا بھی۔اسی کا صلہ لوٹایا ہے کیونکہ میں ادھار رکھنا پسند نہیں کرتی۔فکر مت کرو ان کپڑوں کی قیمت بھی کسی نہ کسی طرح لوٹا دوں گی"

وہ اسکے سخت الفاظ و لہجے کے بدلے ہنوز نرمی سے اسے سمجھاتے بولی مگر انیس کو لگی آگ وہ یوں کرے بجھانے کے بجائے بھڑکا چکی تھی، کوئی اسے ایسے ہاتھ نہیں لگا سکتا تھا، یہ لڑکی تو ہرگز نہیں۔

"نہیں چاہیے مجھے تمہارے بدلے۔ دوبارہ مجھے چھونے کی کوشش مت کرنا۔ سمجھ گئی؟"

وہ اسکی بات اب بھی رد کرتا ہنوز بہت زیادہ ہارش اور روڈ ہو کر گھورتے تنبیہہ کر گیا۔

"ہمم۔ اوکے میں خیال رکھوں گی۔ تم پرسکون ہو کر میری بات سن سکتے ہو کیا؟"

عرشیہ نے لہجہ زرا محتاط رکھا کیونکہ وہ نہیں چاہتی تھی یہ آدمی ابھی بگھڑے، انیس غانم نے اسے دیکھتے اچٹتی آنکھیں سکیڑیں۔

"بیٹھ جاو پہلے۔"

عرشیہ کے معصومانہ اصرار پر وہ مجبورا بیٹھا جس کے بعد وہ بھی ساتھ ہی بیٹھی۔

عصر اب تک وہیں کھڑا دونوں کو بغور دیکھ رہا تھا۔

"سنو! میری نانی۔ وہ مجھ سے بات نہ کریں تو انکی طبیعت خراب ہو جاتی ہے۔ کل رات مجھے انھیں کال کرنی تھی پھر وہ سب ہو گیا۔ رئیس نے مجھے ہراس کرنے کی کوشش کی اور میں اپنا فون اور گاڑی تک وہیں چھوڑے بھاگ گئی۔ پھر مجھے وولف نے کڈنیپ کر لیا۔ دیکھو میں کرمنل نہیں ہوں تمہیں بتایا ہے تو کیا تم میری نئی سے بات کروا سکتے ہو؟ میں انکو بس یہ بتانا چاہتی ہوں کہ میں ٹھیک ہوں۔ دیکھو وہ ہارٹ پیشنٹ ہیں۔ میری طرف سے کوئی گمشدگی یا کڈنیپنگ کی نیوز نہیں سہہ سکتیں۔ میں نے دیکھو کتنے اچھے تمہارے کندھے دبائے۔ اسی کے بدلے مجھے میری نئی سے بات کرنے دو۔۔۔ پلیز"

وہ اپنی بات ہر ممکنہ تفصیل سے سمجھا چکی تھی اور امید رکھتی تھی وہ بھی اسکی مدد کرے گا۔

"تمہاری اتنی بڑی تقریر کا مجھ پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ اور کیا ہوا اگر کندھے دبا ہی دیے میرے، یہ کندھوں میں درد سٹریس سے ہے اور تم ہی میرا سٹریس ہو فی الحال۔ اس لیے اسکا بدلہ مانگنا تو سرے سے نہیں بنتا۔ رہی بات تمہاری نئی منھی کی تو کل کو مرو گی بھی، تو تمہاری موت سے پہلے گمشدگی کی خبر انھیں آگے کے لیے مینٹلی تیار کر دے گی۔ اٹس گڈ فار ہر"

وہ نہایت سنگدلی سے جواب دیتا عرشیہ کے چہرے کو دیکھنے لگا جیسے اس سے کچھ القابات سننے کی امید میں ہو پر اتنی بے حسی پر عرشیہ کی آنکھیں نم ہو کر سرخ ہو گئیں کہ کیسا پتھر دل انسان ہے، خود بیمار ہو کر بھی دوسرے انسان کی بیماری کو نہیں سمجھ رہا۔

"کس قدر پتھر دل ہے تمہارا۔ کیا ہو جائے گا اگر بات کروا دو گے؟ مجھے پتا ہے میں کرمنل نہیں تو کیوں مروں گی مفت میں، کیڑے پڑیں اس انسان کو جس نے میرا کنٹریکٹ تم دو نمونوں کو دیا، مطلب دینا تھا تو کسی سیریس انسان کو دیتا جو مارتا مجھے فورا اور جان چھوٹتی میری بھی، تم دو کو تھما دیا جو پتا نہیں کیا چیزیں ہو۔ مجھے بھی پاگل کتے نے کاٹا تھا جو تم سے ریکوسٹ کرنے آ گئی۔ اور یہ کھانا خود ہی ٹھوسو۔ مجھے بھی تمہارے اب کسی احسان کی ضرورت نہیں"

وہ نا صرف اٹھی بلکہ کچھ دیر پہلے جو مظلومیت و معصومیت کا لبادہ اوڑھا وہ بھی خود ہی چاک کرتی انیس سے دگنا چینخی تھی، اپنے اندر کا غبار اگل کر وہ سکون بھری سانس لیے پلٹنے ہی لگی کہ انیس نے اسکی کلائی اپنے ہاتھ کی گرفت میں لے کر کھینچا کہ وہ توازن برقرار نہ رکھتی لڑکھڑا کر کرسی پر بیٹھے انیس پر گر ہی جاتی اگر بروقت اپنے دونوں ہاتھ اسکے شانوں پر نہ جماتی۔

انیس کرسی پر بیٹھی اپنی نیم دراز حالت سے سیدھا ہو چکا تھا۔ ایک ہاتھ اس کی کلائی میں جکڑا تھا جبکہ دوسرا غیر ارادی طور پر اس کی کمر کے گرد آ کر اسے سنبھال گیا۔ عرشیہ کے دونوں ہاتھ اس کے شانوں پر جمے ہوئے تھے، ہاتھوں کی لمبی انگلیاں تناؤ میں پھیلی ہوئی تھیں جیسے خود کو گرنے سے نہیں بلکہ اس کی قربت سے بچا رہی تھی۔

ان دونوں کے چہرے خطرناک حد تک قریب تھے۔ عرشیہ کی بے قابو سانسیں انیس کے چہرے، رخسار اور ناک سے ٹکرا رہی تھیں، عرشیہ کی آنکھوں میں آنسوؤں کی چمک اور غصے کی نمی بھی ہلکورا اٹھی تھی۔ انیس کی گرفت سخت مگر ٹھہری ہوئی تھی، جیسے وہ خود بھی اس لمحے کی شدت سے چونک گیا تھا۔

وہ آہستہ آہستہ اسے اپنے ساتھ اٹھاتا ہوا کھڑا ہوا، ایک ہاتھ اب بھی عرشیہ کی کلائی کے گرد تھا جبکہ دوسرا عرشیہ کی کمر پر جا رکا تھا، عرشیہ کی ریڑھ کی ہڈی تک اسکے ہاتھ کی حرارت کسی بجلی کے کرنٹ کی طرح دوڑی تھی۔

دونوں کے بیچ فاصلے کے نام پر صرف سانسوں کا فرق باقی تھا۔

"دور ہٹو۔ڈروانے آدمی۔۔۔کیوں پکڑ کر کھینچا تم نے مجھے۔میری نہیں تو اپنی زخمی حالت پر ہی ترس کھالو۔"

وہ اسکے دونوں ہاتھ جھٹک کر پیچھے ہٹی، منہ سے خود بخود بڑبڑاہٹ میں ڈانٹ نکلی جیسے وہ اس طرح کی نزدیکی کے لیے نہ ابھی مینٹلی تیار تھی نہ کبھی ہو سکتی ہے۔

"کھانا کھاو ورنہ پورا ہفتہ کھانے کو کچھ نہیں ملے گا۔ایڑیاں رگڑ رگڑ کر ہی مر جاو گی۔یہی کہنا تھا مجھے۔بیٹھو"

وہ اسکے اتنے آرام سے اپنے کیے کو جسٹیفائے کرنے پر کلس کر رہ گئی، چارو ناچار اپنی درد کرتی کلائی مسلتی ہوئی کرسی پر بیٹھی، انیس کی نظریں اسکی کلائی پر گئیں، وہی کلائیاں جہاں رسیاں بندھی تھیں اور عصر نے بے دردی سے رسیوں کو کھول کر اسکی کلائیوں کو چھیل ڈالا تھا، عصر خود اس لڑکی کے

ساتھ کیے اس ظلم پر پشیمان تھا، انیس نے عرشیہ کے عقب میں چلتے آتے عصر کو دیکھا جسکے ہاتھ میں آئٹمنٹ تھی۔

"عرشیہ میم! یہ لگالیں کلائی کے زخم پر۔ اس کے لیے شرمندہ ہوں"

عرشیہ نے گردن پھیر کر نادم سے عصر کو دیکھا پھر اسکے ہاتھ سے زخموں پر لگانے والی دوالی۔

"کوئی بات نہیں۔ تمہارا قصور نہیں عصر۔ مجھے پتا ہے تم تو آرام سے ہی کر رہے تھے پر اس غنڈے کی ڈراتی گھوری پر تم نے رسیاں کھینچی تھیں۔ اس لیے معذرت مت کرو۔ جسے کرنی تھی معذرت اس نے اور درد دیا ہے۔ کیا شکوہ ایسے بے حسوں سے"

وہ نرم سی سمائل دیے عصر سے مخاطب ہوئی اور آہستگی سے وہ دوا ٹیبل پر رکھ دی کہ بعد میں لگائے گی ابھی اس شخص کے حکم پر کھانا کھانے کا ارادہ کرتے اس نے پلیٹ میں پڑا اسپون اٹھایا۔

انیس نے بھی اپنے لیے پلیٹ آگے کرتے رائس ڈالے، ساتھ اپنے اور عرشیہ دونوں کے لیے گلاس میں پانی بھی بھرا۔

"آپ دونوں کھانا کھائیں میں گھر کے لیے گروسری لے آتا ہوں۔ رات میں کچھ ورائٹی والا کھانا پکاوں گا۔ آپ چاہیں تو میری ہلیپ بھی کر سکتی ہیں"

عصر نے معافی ملتے ہی دونوں سے اجازت لی جبکہ عرشیہ نے مسکرا کر عصر کی آفر پر اسے دیکھا۔

"میں اس آدمی کے لیے پکتے کھانے میں ہرگز مدد نہیں کر سکتی۔ آئی ہوپ تم سمجھو مجھے عصر۔"

عرشیہ نے ایک بار پھر انیس کے لیے اپنا غصہ دبے الفاظ میں نکالا اور مزید انیس میں برداشت کا مادہ نہ تھا۔

"دفع ہو جاو عصر زمان۔ تمہیں اگر مدد چاہیے ہے تو مت بناو کچھ رات میں۔ نہیں چاہیے تمہارا احسان"

انیس کے غصے سے عصر کو دیکھنے پر عرشیہ جو کب سے انیس کو دیکھنے سے خود کو روک رہی تھی، چار و ناچار دیکھنے لگی کہ عصر کو وہ خوامخواہ جھاڑ دیتا تھا حالانکہ وہ بندہ اسکی بہت کیئر کرتا ہے۔

عصر نے سر جھکایا اور اداس سا وہاں سے گیا پر عرشیہ کی غصیل نگاہوں سے انیس اب بھی بچ نہ سکا، وہ اسے ہی دیکھ رہی تھی اور اسکی آنکھوں میں افسوس ہلکورے رہا تھا۔

"تمہیں اینگر ایشوز ہیں تو علاج کرواو اپنے دماغ کا۔ یوں اپنے سے کم حیثیت اور پست ہمت لوگوں پر چلانے سے تم عظیم یا طاقتور نہیں بن جاو گے۔ زندگی تمہاری عام لوگوں سے زیادہ بے یقین ہے، کم از کم جو زندگی لکھی ہے اس میں تو لوگوں سے بد عائیں مت لو۔ دعائیں لو شاید کسی کی دی جاتی زندگی اور صحت کی دعا لگ جائے اور تم ٹھیک ہو جاو۔ ایسے تو وقت سے پہلے مر جاو گے۔ اوپر سے ماشاء اللہ سے پروفیشن بھی کنٹریکٹ کلنگ کا چن لیا ہے تم نے۔ مطلب اتنا کانفیڈنس آتا کہاں سے ہے؟"

وہ بہت خود کو روکنا چاہتی تھی پر نا جانے کیوں جب انیس نے اسے نفرت و حقارت سے دیکھ کر آنکھیں پھیریں تب عرشیہ سے چپ نہ رہا گیا، اور وہ سب بولتی گئی جو کچھ سوچا بھی نہ تھا کہ بولے گی، انیس نے زور سے اپنا ہاتھ ٹیبل کی سطح پر مارا کہ سطح پر رکھی ہر چیز اس لگتے ہاتھ کی دمک سے تھرتھرائی تھی، خود عرشیہ ڈر گئی تھی۔

"تمہیں کس نے کہا مجھے زندگی اور صحت کی دعا چاہیے؟"

وہ اس بار اسکی طرف دیکھتے اپنی سرد نگاہوں سے عرشیہ کو مجمند کرنے کی پوری کوشش میں نظر آیا، عرشیہ نے حلق سے تھوک نگلا۔

"امم۔۔یعنی ہر بیمار انسان کو چاہیے ہوتی ہے۔ کون چاہتا ہے کہ وہ سانس سانس تڑپ کر جیے۔؟ میں نے ہمیشہ لوگوں کو زندگی کے لیے لڑتے اور کوشش کرتے ہی دیکھا ہے"

وہ تھوڑی نرم پڑی جیسے اپنا تجربہ بتانے کی کوشش کرے انیس کے غصے کو کم کرنا چاہتی ہو۔

"تم پھر ٹھیک جگہ آئی ہو۔ اب تم ایسا انسان دیکھو گی جو مرنے اور ختم ہونے کی ہر پل کوشش کرتا رہتا ہے۔ یہ چینج اچھا لگے گا تمہیں مس"

وہ اپنا کھانا شروع کر چکا تھا لیکن عرشیہ کے حلق میں اسکے الفاظ کی پھانس ایسی نوکیلی تھی کہ وہ ایک نوالہ مزید نہ لے سکی، وہ اسے ہی دیکھتی رہی، کیسا انسان تھا، کیوں دعا سے بھاگتا تھا؟ کیوں اسے مرنے کی آرزو تھی۔

"اگر مرنا ہی ہے تو اتنی باڈی کیوں بنائی ہے؟"

کچھ دیر کے توقف کے بعد عرشیہ کی زبان پر کجھلی ہوئی، وہ منہ ہلاتا ہوا اسے دیکھتا غصے کو آنکھوں میں سمیٹ گیا، اس لڑکی کے سوال کی کچھ پل انیس کو بھی سمجھ نہ آئی۔

"یہ شاید فزیکلی میرے فٹ رہنے کی کوشش کا کہہ رہی ہے کہ اگر مجھے مرنا ہے تو یہ سب کرنے کی کیا ضرورت تھی۔"

انیس نے عرشیہ کا چہرہ بغور دیکھتے دل میں سوچا کیونکہ انیس کا دماغ اسی پر کلک کیا لیکن عرشیہ کے تو وہم و گماں میں بھی یہ وجہ دور دور نہ تھی۔

"تاکہ جتنی دیر زندگی ہے وہ بلکل فٹ ہو"

وہ کھانا کھاتے ہی سرسری انداز میں جواب دیتے بولا پر عرشیہ نے نفی کرتے مسکراہٹ اپنے ہونٹوں میں دبائی۔

"ارے نہیں۔ یہ اتنے مسلز بنا رکھے ہیں جو یہ کسی حلال لڑکی کا مقدر تو بننے نہیں والے۔ آئی مین اکثر ایسے مسلز مین لڑکیوں کے کرش جو ہوتے ہیں۔ پر تمہیں کرش بنانے والی لڑکیوں کے تو دل و دماغ کرش ہو جائیں گے جب انھیں پتا چلے گا تم وفات پا گئے"

وہ بھی مزے سے اپنا کھانا شروع کرتی یہ بھی فیل نہ کر سکی کہ وہ کسی کے سامنے کھانا نہ کھانے والی انیس اور عصر کے سامنے بآسانی کھا پا رہی ہے، شاید اسکا اندازہ عرشیہ کو بعد میں ہوتا، ابھی تو وہ انیس کو ٹیس کر رہی تھی۔

"تمہیں مار کر ہی مروں گا۔ تم ان لڑکیوں کے کرش ہوئے دل و دماغ دیکھنے کے لیے یا ان سے افسوس کرنے کو باقی نہیں رہو گی۔ اس لیے کھانا کھاو خاموشی سے"

وہ عرشیہ کو شٹ آپ کال اچھے سے دے چکا تھا نہ صرف اسکو منہ بند رکھنے کا حکم دیا بلکہ اپنی پلیٹ اور گلاس لے کر ٹی وی لاؤنج میں لگے کاوچ پر جا بیٹھا، جیسے عرشیہ کی شکل دیکھنے یا آواز سننے سے خود کو بچا رہا ہو، مگر وہ اپنا فون ٹیبل کی سطح پر ہی چھوڑ چکا تھا۔

عرشیہ نے اک نظر انیس کو دیکھا جسکا دھیان دوسری طرف تھا، پھر فورا سے اپنی پلیٹ اور چمچ سائیڈ کرے اس نے انیس کا بلیک کلر کا فون احتیاط سے اٹھایا، وہ محتاط نظروں سے انیس کی طرف بھی دیکھ رہی تھی۔

عرشیہ نے جیسے ہی سکرین آن کی، فون چھوٹ کر ٹیبل کی سطح پر گرا کیونکہ انیس نے خاصا خونخوار وال پیپر لگا رکھا تھا جس پر یہ بھی لکھا تھا کہ "ڈونٹ ٹچ دس بلڈی ڈیوائس"۔

"شٹ!"

عرشیہ کے ہاتھ سے فون گرنے کی آواز پر انیس نے گردن پھیری مگر عرشیہ نے فورا سے اپنی پلیٹ اٹھا کر فون کے اوپر رکھی اور ٹرے کو اٹھا کر ٹیبل پر جان بوجھ کر دیکھانے کو پٹخا کہ اسی کی آواز تھی، انیس نے گھور کر دیکھتے ہی نظریں اور توجہ ہٹائی اور دوبارہ سے پلیٹ اٹھا کر انیس کا فون اس بار پورے حوصلے سے آن کیا، صد شکر کے وہ لاکڈ نہ تھا۔

وہ جلدی سے نبی کا نمبر لکھ کر اس پر میسج لکھنے لگی۔

"نبی! میں کچھ کام کے سلسلے میں اوٹ آف سٹی ہوں۔ ارجنٹ جانا پڑا کسی کو انفارم نہیں کر سکی۔ میرا کسی سے رابطہ نہیں تو مما کو بھی اطلاع دے دیجئے گا کہ عرشیہ ٹھیک ہے اگر انہوں نے رابطہ کیا ورنہ انھیں میری فکر نہیں ہوتی تو امید نہیں کہ میری غیر موجودگی محسوس کریں گی۔ نہ یہاں سگنلز اور نیٹورک ہے اس لیے فکر مت کیجئے گا۔ میں آپکو ایک ہفتے بعد وہیں آذربائیجان آکر سرپرائز دوں گی۔ پھر نیویئر تک آپکے اور نانو کے ساتھ ہی رہوں گی۔ اور ہاں اس نمبر پر ریپلائی دینے یا کال کرنے کی ضرورت نہیں۔ یہ کسی اجنبی کا فون لیا ہے۔ کیونکہ فون بھی میں گھر ہی چھوڑ آئی تھی۔ اپنا اور نانو کا خیال رکھیے گا۔ میں جلدی آپ کے پاس آوں گی۔ ٹیک کیئر نبی"

بڑی توجہ سے عرشیہ نے وہ میسج ٹائپ کیا، اس بیچ اس نے انیس کی طرف بھی دھیان نہ دیا مگر جیسے ہی وہ میسج بھیجنے لگی، انیس نے اسکے ہاتھ سے فون

جھپٹ لیا، عرشیہ خفیف سا چینخی پر انیس کو سر پر کھڑا دیکھے اسکی چینخ منہ میں دب گئی۔

"پلیز یہ میسج سینڈ کر دو۔ میری نئی میر اسب کچھ ہیں۔ انھیں کچھ ہوا تو میں خود تمہاری اور اس وولف کی جان لوں گی۔ پلیز دیکھو یہ میسج بھیج دو۔ میں منٹ کرتی ہوں"

عرشیہ کے لیے اس میسج کا جانا زندگی اور موت کی کیفیت تھی، انیس نے جب اس سے فون لیا تب ہی اس نے سینڈ پر انگوٹھا رکھ دیا تھا، میسج جا چکا تھا، مگر انیس نے اس سینڈ میسج کو اپنی طرف سے ڈیلیٹ کیا اور عرشیہ کے سامنے یوں ظاہر کیا جیسے وہ لکھے میسج کو مٹا رہا ہو۔

"تمہیں جو کرنا ہے کرو۔ میسج ریموو ڈ۔ دوبارہ اگر تم نے مجھے یا میری کسی چیز کو چھوا تو تمہارے ہاتھ اسکی سزا جھیلیں گے"

انیس نے خالی سکرین عرشیہ کے سامنے لہرا کر ساتھ دھمکی بھی دی جس پر عرشیہ نے اپنی آنکھ سے بے اختیار پھسلتے آنسو کو ہتھیلی سے رگڑا۔

"تم کس قدر ظالم ہو، لعنت ہو مجھ پر کہ میں نے پھر سے امید لگا کر ریکوسٹ کر دی تم سے۔ بہت برے ہ۔ وتم۔۔۔ تمہارے اندر تو دل بھی نہیں۔ مجھے لگتا تھا بس میں ہی بے حس ہوں دنیا میں پر تم سے مل کر یقین ہوا کہ یہ دنیا ہی اب بے حسوں کی ہے"

وہ حقارت سے اسے دیکھتی اپنے آنسوؤں کو بہنے کی اجازت دیتی وہاں سے بھاگ گئی جبکہ انیس نے خالی سکرین کی طرف دیکھا، وہاں میسج نمودار ہو چکا تھا، عرشیہ کی نانی کی طرف سے۔

"اس اجنبی کو کہو تمہیں میرا ریپلائے بتا دے۔ میں رات سے بہت پریشان تھی میری جان۔ شکر ہے تم نے اطلاع دی۔ مجھے اور تمہارے نانو کو تمہارا انتظار رہے گا عرشیہ۔ ہمارے نئوئیر کا چاند تم ہو۔ جہاں رہو خیر و عافیت

سے رہو نانی کی جان۔ تمہارا سوئٹر سوہا کو مل گیا تھا، اس نے تھوڑی دیر پہلے کال کی تھی۔ اسکی آواز سے پریشانی جھلک رہی تھی۔ شاید اس بار تم غلط ہو۔ تمہاری ماں کو تمہاری گمشدگی اثر کر رہی ہے۔ اگر اس نے پوچھا تو میں تمہارے میسج کا بتادوں گی ورنہ تڑپتی رہے وہ سزا ہے اسکی۔ اللہ حافظ ننی کا بچہ"

یہ میسج اس نانی کی طرف سے تھا، حالانکہ عرشیہ نے کہا تھا وہ ریپلائے نہ کریں پر وہ نہیں رہ پائی تھیں، کل سے فون کے ساتھ ہی لگی بیٹھی تھیں کہ کب عرشیہ کی کوئی خبر ملے، وہ یہ میسج پڑھ کر ڈیلیٹ نہ کر سکا، نا جانے کیوں اس میسج سے جڑی محبت اور تڑپ اس خوبصورت پیغام کو تباہ کرنے نہ دے سکی۔

جبکہ عرشیہ کمرے میں پہنچے میٹرس پر الٹی لیٹے ہچکیوں سے رو پڑی تھی، اس قدر شدت تھی اسکے رونے میں کہ اسکا پورا وجود کانپ رہا تھا، اسکی ننی کو کچھ ہو نہ جائے یہ سوچ سوچ کر اسے تکلیف ہو رہی تھی، اوپر سے وہ بے بس

تھی، یہ بے بسی اسے توڑ ہی گئی تھی، حالانکہ کل رات سے اس لڑکی نے اپنی بھیانک ترین تکلیفوں پر آنسو روکے تھے پر اب برداشت نہ ہوا۔

(کہہ دوں گی حشر میں، غمِ ہجراں کا سوچ کر

ایسے ہی پل صراط سے گذری ہوئی ہوں میں۔۔۔)

انیس نے عصر کے گروسری کر کے آنے کے بعد عصر کو یہاں کی حفاظت کا ذمہ دیا اور خود واپس روانہ ہوا، اسکا اس جگہ پہلی بار دم گھٹا تھا اور وہ دم عرشیہ کی غائبانہ تکلیف نے گھوٹا تھا۔

.._____..

فٹ بال کلب کے لاکر روم کے باہر دن کی گہما گہمی ختم ہو چکی تھی اور اب شام کی طرف دن گامزن تھا۔ زیادہ تر لڑکے کلب سے جا چکے تھے، صرف عدین رہ گیا جو اپنے بوٹس درست کر رہا تھا، کلب کے کپڑے بدل کر وہ اپنے کپڑے پہن چکا تھا، اسکا باڈی گارڈ علیم خان باہر ہی اسکا منتظر کھڑا تھا۔

"ابھی تک گئے نہیں؟"

پیچھے سے آنے والی آواز پر عدین چونکا، ارسل جو اس کلب کا اسسٹنٹ اسٹاف ممبر تھا دروازے کے ساتھ ٹیک لگائے کھڑا مخاطب تھا، عدین اس لیے ٹھٹکا کہ ارسل کے چہرے پر عجیب سی مسکراہٹ تھی، ایسی مسکراہٹ اس نے کل اور آج نہیں دیکھی، تبھی نئے اور چبھتے اس تاثر پر عدین کو کچھ اچھا محسوس نہ ہوا۔

"بوٹس بدل رہا ہوں سر، ابھی جانے لگا ہوں"

عدین نے نظریں جھکائے ہی جواب دیا۔

"اتنی جلدی کیا ہے؟ اچھا کھیلتے ہو تم... کوچ کو بھی بتایا ہے میں نے کہ تم جلد ہی کلب کا نام روشن کرنے والے سٹوڈنٹس میں شمار ہونے لگو گے"

ارسل نے اپنے قدم مزید عدین کی طرف بڑھائے، پھر وہ عدین کے کندھے پر ضرورت سے زیادہ دیر تک ہاتھ رکھے بولا، عدین رسمی سا مسکرایا

پر نجانے کیوں اسے ارسل کی مسکراہٹ، تعریفی نہیں بلکہ خوشامدی محسوس ہوئی، عدین کے بدن میں ناگواری کی لہر دوڑ گئی۔ اس نے فوراً سے پہلے کندھا جھٹک کر پیچھے ہٹنے کی کوشش کی۔

"سر... پلیز ہاتھ ہٹائیں"

ارسل کا ہاتھ اسکے کندھے سے گردن کی طرف سرکا تو عدین نے اسکا ہاتھ پکڑ کر جھٹکا اور وہاں سے جانے لگا۔

"ارے ڈر کیوں رہے ہو؟ بس بات ہی تو کر رہا ہوں۔ تمہارے بھائی نے کہا تھا تمہارا خیال رکھوں"

ارسل نے ہنستے ہوئے راستہ روکنے کی کوشش کی جس پر عدین نے سرخ آنکھوں سے ارسل کی خباثت بھری مسکراہٹ دیکھی۔

"ایسا خیال رکھنے کا نہیں کہا تھا۔ میں ان سے شکائیت کروں گا آپکی۔ یہ بیڈ ٹچ دوبارہ کرنے کی کوشش مت کیجئے گا"

عدین کے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی، وہ ارسل کی نظروں کا مطلب اچھے سے بھانپ چکا تھا، اسے انیس نے ایسی گندی نظروں کے بارے بہت تفصیل سے سمجھا رکھا تھا۔

"ارے۔بیڈ ٹچ وہ ہوتا ہے اگر میں تمہارے کسی پرائیوٹ پارٹ۔۔۔"

ارسل نے مزید اسکے قریب بڑھتے کمینگی سے تفصیل دینے کی کوشش کی پر عدین نے غصے سے اسے گھورتے فوراً چپ کروایا۔

"مجھے جانا ہے۔اگر آپ نہیں ہٹیں گے تو میں شور مچاؤں گا۔"

اس سے پہلے ارسل کچھ کرتا، اسی لمحے دروازہ کھلا۔ایک سینئر کوچ اندر آیا۔

"یہاں کیا ہو رہا ہے؟"

اس کوچ کے اندر آکر سرسری پوچھنے پر عدین کی جان میں جان آئی، ارسل فوراً عدین سے پیچھے ہٹا، چہرے پر بناوٹی سنجیدگی آگئی۔

"کوچ! مجھے ارسل سر کے بجائے کوئی دوسرے اسسٹنٹ سر چاہیں۔"

عدین نے موقع غنیمت جانا، اپنا بیگ اٹھایا اور تیزی سے باہر نکل گیا، آنکھوں میں خوف، مگر دل میں یہ یقین کہ اس نے غلط کو پہچان لیا تھا لیکن وہ اتنا بھی بہادر نہ تھا کہ اس سب کا اثر چہرے پر سے چھپا لیتا۔

"عدین نے ایسا کیوں کہا اسے تم نہیں چاہیے ہو ارسل؟ کیا تم نے اسے پریشان کیا۔ یا ڈانٹا ہے؟ اگر مجھے تمہاری کوئی شکائیت آئی تو اچھا نہیں ہو گا؟"

کوچ کے استفسار اور برہمی پر ارسل فورا سے معصوم بنا۔

"نہیں کوچ، آپکو تو پتا ہے آجکل کے نازک مزاج بچوں کا۔ اسے کچھ ٹپس دے رہا تھا تو مائنڈ کر گیا"

ارسل نے کمال اداکاری سے اپنی گندی حرکت چھپائی پر کوچ اب بھی کچھ خاص مطمئین نظر نہ آئے۔

"ابھی وہ کل آیا ہے۔ ہفتہ دو ہفتے تو لگیں گے اسے سب سیکھنے میں۔ کل خود اس سے بات کروں گا اگر دوبارہ اس نے شکائیت کی تمہاری تو اسکا اسسٹنٹ سر بدل دوں گا۔ یہاں بچوں کو مینٹلی اطمینان ملے گا تبھی وہ اپنا بیسٹ دیں گے۔ یہ بات تم بھی ذہن میں بٹھالو ارسل"

ارسل کی اچھی خاصی بے عزتی ہوئی مگر کوچ کے جانے کے بعد بھی اسکی آنکھوں کی ہوس و کمینگی کم نہ ہوئی۔

بہر حال عدین کچھ پریشان ہے یہ ساتھ چلتے علیم خان نے بھی نوٹس کیا، وہ لوگ پارکنگ کی طرف بڑھ رہے تھے، شام کے چار بج چکے تھے۔

"چھوٹے سر کوئی مسئلہ ہے؟"

علیم سے رہا نہ گیا تو پوچھ بیٹھا جس پر عدین چلتا چلتا رکا اسکے چہرے پر صاف لکھا تھا کہ وہ بہت زیادہ ڈرا ہے اور اس سے پہلے عدین، علیم کو اس ہراسمٹ کا بتاتا، فٹ بال کلب کی پارکنگ میں رکتی انیس کی لینڈ کروزر دیکھے عدین کی

آنکھوں کا ڈر لمحہ لگاتے آنسو بنے، علیم خان کو اپنا بیگ تھمائے وہ انیس کے گاڑی سے نکلتے ہی دوڑتا ہوا جا کر انیس کے سینے لپٹا، پیٹ کے زخم پر ہوتے بھیانک درد کو تو انیس بھول گیا، یاد رہا تو عدین کا کانپتا وجود اور بہتے آنسو جسکے لیے انیس ساری دنیا کو آگ بھی لگا سکتا تھا۔

علیم خان بھی دوڑا دوڑا دونوں کی طرف لپکا۔

"کیا ہوا ہے تمہیں؟ تم رو اور کانپ کیوں رہے ہو؟ علیم خان کیا ہوا ہے عدین کو؟"

عدین تو کچھ بتانے کی حالت میں نہ تھا پر انیس نے علیم کو اسکے ساتھ بھیجا تھا تبھی غصے سے سوال بھی علیم سے کیا جو بچارا الٹا پریشان تھا کہ عدین کے وہ سارا وقت ساتھ رہا پھر یہ بچہ ایسے کیوں رو پڑا ہے۔

"سر میں تو سارا دن ساتھ رہا عدین سر کے"

علیم نے فوراسے پہلے پریشان ہوتے صفائی دی جس پر عدین خود اپنی ہچکیاں روکتا بھیو کے سامنے آیا، اسے ایسے روتا دیکھ کر انیس سے سانس لینا دو بھر ہو گیا۔

"عدین۔۔بتاو کیا ہوا ہے؟ کسی نے ڈانٹا ہے۔پریشان کیا؟ میرے ضبط کا امتحان مت لو جونیئر ٹیل می"

علیم کو بعد میں دیکھنے کا سوچے وہ واپس عدین کی طرف متوجہ ہوا جسکا رونا تو تھم گیا پر سانس اب بھی بھاری تھی۔

"ب۔ بھیو۔وہ۔۔۔وہ"

عدین کے لہجے اور ٹوٹتے الفاظ میں خوف دیکھ کر انیس کو خدشے گھیرنے لگے، انیس کا دماغ ابل رہا تھا۔

" بھیو وہ سر نے ڈانٹا۔ کہ میں اچھا نہیں کھیلتا۔ فضول میں ڈانٹا ہے انہوں نے۔ آپکو پتا ہے ناں میں کتنا اچھا چمپئن ہوں"

انیس کی حالت اور غصے سے بھرنے پر عدین نے سچ چھپالیا، وہ نہیں چاہتا تھا بھیو اس گندے سر سے لڑیں اور لڑائی میں انیس کو چوٹ لگے، جبکہ عدین کے بتانے کی دیر تھی کہ علیم خان کے سانس میں بھی سانس آیا اور انیس کی نکلتی جان بھی واپس لوٹی، الٹا اور غصہ آیا کہ عدین اتنی سی بات پر بچوں سارو رہا ہے۔

"مجھے لگا پتا نہیں کیا قیامت ٹوٹ پڑی ہے۔ اور تمہیں منع کیا ہے لڑکیوں کی طرح رونے سے۔ بڑے کب ہو گے تم۔ ایک لگاوں ناں چماٹ۔؟"

انیس کے تھپڑ مارنے کے خیال پر وہ واپس انیس کے گلے پڑا لیکن درد کے باوجود انیس نے اسکی زوردار جپھی سہہ لی کیونکہ انیس کا دل ابھی بھی مرکز پر نہ آیا تھا۔

"بھیو۔۔ سوری ناں"

وہ گلے لگا ہی منمنایا، اپنے اندر کا ڈر شئیر نہیں کر پایا تھا، وہ بھیو کی جان رسک میں کیسے ڈال دیتا۔

ارسل سر کی شکائیت وہ کل ہی کوچ سے لگانے کا سوچ چکا تھا۔

"تمہارے سوری کا اچار ڈالوں۔ ہٹو۔۔۔ ابھی تم جتنے بھی چمپئن تھے بھول جاو۔ یہ آکیڈمی بہت بڑی ہے۔ یہاں تمہیں پروفیشنل فٹ بال پلیئر بننا ہے۔ ڈانٹ بھی پڑے گی اور عزت افزائی بھی ہو گی۔ اگر تم نے ایسے ہی رونا ہے تو چلو میں یہ ممبر شب کینسل کرواتا ہوں تمہاری"

انیس کو ابھی بھی شدید غصہ تھا، وہ اسکے رونے کو فراموش نہیں کر پا رہا تھا، عدین نے اسے جبرا پکڑ کر روکا۔

"ن۔ نہیں بھیو۔ ایسا مت کریں۔ آئی پرامس دوبارہ نہیں رونے والا۔ پلیز یہ آخری غلطی سمجھ کر معاف کر دیں"

بڑی مشکل سے عدین نے اسے روکا ورنہ انیس تو واقعی کینسل کروا دیتا، جبکہ علیم خان بھی اب پر سکون نظر آیا ورنہ ڈر گیا تھا کہ انیس اسی کی پھینٹی نہ لگا دے۔

"اوکے لاسٹ وارننگ۔ علیم خان کے ساتھ گھر جاو۔ اور اب رات تک پڑھائی کرنا"

انیس نے نرم پڑتے اسکے بکھرے بال ہاتھ سے درست کیے تو عدین کی مسکراہٹ لوٹی۔

"آپ نہیں آرہے؟ مجھے دیکھنے آئے تھے بس؟"

وہ بھیو سے تھوڑے لاڈ اور اہمیت لینا چاہتا تھا، علیم خان تو گاڑی کی طرف بڑھ چکا تھا۔

"میں رات میں ملتا ہوں۔ یس دیکھنے آیا تھا، صبح دیکھے بنا جو گیا تھا تبھی بے چینی سی تھی۔ کچھ بھی پریشان کرے مجھے بتانے میں ہچکچانے کی ضرورت نہیں۔ سمجھ گئے عدین؟"

وہ بھیو کی کی گئی نصیحت اپنے ساتھ باندھ چکا تھا، انیس کو نا جانے کیوں وہ اب بھی ڈرا لگا تبھی انیس نے یہ بات کی۔

"جی بھیو! میں بھی مس کر رہا تھا آپکو۔ ڈنر پر ملتے ہیں۔ ٹیک کیئر"

وہ مسکراتا ہوا گاڑی کی طرف بڑھا، ڈرائیور نے گاڑی علیم خان اور عدین کے بیٹھتے ہی سٹارٹ کی پر انیس اسکے بعد بھی کتنی دیر وہیں کھڑا کلب کی بلڈنگ دیکھتا رہا پھر اس نے بلڈنگ کے اندر قدم بڑھائے تھے، وہ بس اپنی تسلی کے لیے عدین کے کوچ سے ملا، انکا رویہ نارمل تھا، عدین کی وہ بہت تعریف کر رہے تھے، اسکے برائیٹ فیوچر کے لیے بھی پر امید تھے جبکہ

انیس نے ارسل سے بھی ملاقات کی، ایون وہی انیس کو باہر تک چھوڑنے آیا۔

"عدین بہت پیارا بچہ ہے۔ بہت ٹیلنٹڈ"

ارسل نے بڑھا چڑھا کر ساتھ چلتے تعریفی پل باندھے جس پر انیس گاڑی کے قریب رکا اور پلٹ کر ٹھیک ارسل کے سامنے رکا، وہ ایسی نظروں سے دیکھتا تھا کہ اگر سامنے کوئی گناہ گار ہوتا تو وہ زیادہ دیر نظریں نہ ملا پاتا، ارسل بھی اس سے نظریں ملانے کو کتراتا ہوا مسکرا کر ادھر ادھر کی باتیں کر رہا تھا۔

"میں کئی سال اپنی چڑچڑی طبعیت کی وجہ سے گھر سے دور ہوسٹل رہا کیونکہ میری وجہ سے میرے پیرنٹس آپس میں لڑتے تھے، ہمیں تب اس ہوسٹل میں ہراس کیا جاتا تھا۔ بہت گندی طرح سے وہ ہوسٹل کے سٹاف کے لڑکے ہم سب بچوں کو دھمکاتے تھے کہ اگر ہم نے انکی غلط حرکتوں کی کسی کو

شکائیت کی تو وہ ہمیں کھانا نہیں دیں گے، ہمارے کپڑوں میں خارش والے کیڑے چھوڑ دیں گے۔ مارتے بھی تھے بہت، تم بھی اک استاد ہو، کھیل کے ہی سہی۔ تو تم اپنے سٹوڈنٹس کے ساتھ ہمیشہ عزت دار سلوک رکھنا۔ میں جب بھی کسی استاد یا ادارے کے کیئر ٹیکر سٹاف سے ملتا ہوں تو یہ نصیحت ضرور کرتا ہوں۔ میں لکی تھا کہ چڑچڑا ہونے کے باوجود اپنی مما سے بہت کلوز تھا، گھر تھا ان دنوں اور نیند میں بولنے کی عادت تھی۔ اور اسی طرح اک دن میری ماں میری یہ چھپائی تکلیف جان گئی۔ انہوں نے اسکے بعد مجھے ہوسٹل سے نکلوالیا اور واپس ہوسٹل نہ جانے دیا لیکن سب بچے لکی نہیں ہوتے۔ ارد گرد دیکھتے رہا کرو کہ کوئی بچہ پریشان نہ ہو رہا ہو، فزیکلی ابیوز نہ ہو رہا ہو، بلیک میل نہ ہو رہا ہو۔ بس یہی کہنا تھا تم سے۔ چلتا ہوں"

انیس نے اپنی مختصر کہانی سنا کر ارسل کو اک طریقے سے وارننگ دی تھی کیونکہ جس طرح عدین رویا، انیس کو شک یہی ہوا کہ کسی نے اسے پریشان کیا، اب وہ ارسل ہے یا کوئی اور اسکی کنفرمیشن کے لیے ہی وہ ارسل کو ڈھکے

الفاظ میں یہ سب کہہ کر گیا تھا، ارسل پر کچھ دیر تو اسکی باتوں کا اثر رہا لیکن انیس کی گاڑی اوجھل ہوتے ہی ارسل کی آنکھوں میں دوبارہ سے ہوس امڈ آئی تھی، جو مستقبل کے لیے خطرے کا آلارم تھی۔

.._____..

سوہا کا ایونٹ اچھا گیا تھا ابھی بھی وہ سیوانی کے برینڈ آفس ہی تھی، رئیس اپنے کام کا کہہ کر کچھ دیر کے لیے اجازت لیے گیا تھا مگر وہ اس بیچ بھی اس گاڑی کی معلومات نکلوانے گیا تھا جو اسے کل رات گلی سے جاتی نظر آئی تھی، سی سی ٹی وی فوٹیج بھی حاصل کی مگر اس سٹریٹ کیمرہ سے بھی گاڑی کا نمبر دیکھائی نہ دیا، یہ صاف تھا کہ کسی نے عرشیہ کو اٹھایا تھا، یہ وڈیو میں صاف نظر آرہا تھا۔

جبکہ وہیں سوہا بھی عرشیہ کے لیے اپ سیٹ تھی، بظاہر اسکا سٹاف میٹنگ کے بیچ اسے کچھ سجیشن اور ضروری باتیں بتا رہا تھا مگر سوہا کا دھیان فون

سکرین پر ہی جما تھا تبھی اچانک سوہا کی موبائل سکرین پر شماس صاحبہ کا میسج آیا، انہوں نے تو عرشیہ کو یہی کہا تھا کہ وہ سوہا کے پوچھنے پر ہی بتائیں گی پر ماں ایسی ہی ہوتی ہے، بے حس اولاد کے لیے بھی انکے دل میں نرم گوشہ تھا۔

"عرشیہ کا میسج آیا تھا وہ کسی کام سے ارجنٹ اوٹ آف سٹی گئی ہے۔ وہاں سگنلز نہیں ہیں نہ نیٹورک۔ کہہ رہی تھی ہفتے تک آجاوں گی۔ ویسے تو تمہیں اسکی فکر نہیں ہو گی پر میں نے سوچا بتادوں کیونکہ تمہاری آواز میں فکر محسوس ہوئی تھی۔ اللہ حافظ"

یہ میسج امی کی جانب سے آیا پڑھ کر سوہا کے دل کو جیسے کسی نے سکون میں ڈال دیا ہو؛ خفیف سی سوہا کی آنکھیں بھی سرخ ہوئیں، بہر حال عرشیہ کی خیریت کی خبر اس نے پہلے تو اپنے پولیس آفیسر دوست کو دی جس نے چارو ناچار آگے نیوز میں خبر دینے سے بھی روک دیا لیکن اسے عرشیہ کے رابطہ کرنے پر حیرت ہوئی کیونکہ عرشیہ کا وولف کو کنٹریکٹ دینے والا کوئی اور

نہیں وہی خفیہ انسپیکٹر تھا اور اب اسکی وولف سے جواب دہی کرتا، سوہا کو تو اس نے مبارک دے کر ٹال دیا۔

دراصل وہ ویبسائٹ کے تھرو کنٹریکٹ دینے والا یہی آدمی تھا جو پروفیشنلی شہر کا اے ایس پی بھی تھا، موساب اعوان، محراب ملک کا سابقہ منگتر جسے حشمت اخان ملک نے دھمکا کر اور بہت مار کر منگنی تڑوانے کے بعد ملک سے دفع ہونے کا کہا تھا لیکن وہ حشمت اخان کی موت کے بعد واپس آگیا اور تب سے اسکی زندگی کا مقصد عاصم المیر کی تباہی اور ملک ہولڈنگز کو ختم کرنا تھا، عاصم المیر اک منجھا ہوا کھلاڑی تھا جس نے اپنی کوئی کمزوری یا ماضی کی کوئی غلطی سامنے آنے ہی نہ دی تھی لیکن چونکہ موساب اعوان ہمیشہ عاصم المیر کے خلاف کچھ نہ کچھ تلاش کرتا رہتا تھا تبھی اسکے ہتھے ایک ہفتے پہلے عاصم المیر کی ایک تصویر لگی تھی جس میں اسکے ساتھ سوہا سرمرو، ملک کے نامی گرامی کلاتھ برینڈ سیوانی کی مالک کھڑی تھی جو اسکی دوست بھی تھی، اور تبھی موساب نے سوہا کی بیٹی عرشیہ المیر کا کنٹریکٹ ایسے خطرناک

کنٹریکٹ کرمنل کلر کو دیا جو بنا اس انسان کے گناہ گار ثابت ہونے تک اسے نہیں مارتا تھا اور اسی کا فائدہ اٹھائے موساب اعوان نے عرشیہ کا کڈنیپ کروایا تاکہ اسکی گمشدگی کی نیوز آتے ہی عاصم المیر کے رد عمل سے اسے کوئی ثبوت ملے کہ اسکا سوہایا اسکی بیٹی سے تعلق ہے اور یہ بات وہ محراب کو بتا کر اسے عاصم سے الگ کرے جبکہ وہ بھی جانتا تھا عرشیہ کرمنل نہیں تو وولف اسے ہفتے بعد چھوڑ ہی دے گا، تبھی اسے بس اپنی کنفرمیشن چاہیے تھی۔ چونکہ المیر سرنیم کوئی ایسا نایاب نہیں تھا کہ اس سے یہ ثابت ہوتا کہ عرشیہ، عاصم المیر ملک کی بیٹی ہے کیونکہ ملک سرنیم تھا، المیر نام تو کسی کا بھی ہو سکتا تھا تبھی موساب کو اپنے شک دور کرنے تھے، لیکن اب عرشیہ کے اپنی ماں تک ٹھیک ہونے کے پیغام بھیجنے پر اسکا پلین فلاپ ہو سکتا تھا تبھی وہ وولف سے اس بار ویبسائٹ کے تھرو نہیں بلکہ اسکے اڈے اور اسکی جگہ جا کر ہی بات کرنے والا تھا۔ دوست ہونے کے باوجود بھی سوہانے کبھی

موساب سے اپنے پہلے شوہر کا ذکر نہیں کیا تھا، وہ یہی بتاتی تھی کہ وہ نشئی اور جواری تھا مر کھپ گیا ہے۔

جبکہ میٹنگ اچھے سے کرنے کے بعد سوہا نے اپنے سٹاف کو فارغ کیا اور تبھی رئیس گھبرایا سا آفس میں داخل ہوا، وہ سوہا کو بتانے کے لیے عرشیہ کے کڈنیپ کی کہانی بھی تیار کر چکا تھا۔

"عرشیہ کی خبر مل گئی۔ وہ بلکل سیو ہے۔ ہفتے تک آجائے گی واپس۔ تم نے ٹھیک کہا تھا رئیس اسکے یوں غائب ہونے کی عادت اب مجھے ڈال لینی چاہیے۔ میں بہت پریشان ہو گئی تھی۔ وہ میرا حصہ ہے اسکا احساس ری نیو ہو گیا اس سب سے"

وہ مسکراتی ہوئی رئیس تک آئی اور اسکے سینے لگی جس پر رئیس نے بھی جبرا مسکرا کر باہیں حصاریں لیکن رئیس کو اصل مرچ لگ چکی تھی کیونکہ فوٹیج میں تو وہ عرشیہ کو کڈنیپ ہوتا دیکھ کر آیا تھا۔

سوہا کے سکون کو دیکھتے رئیس کا سکون تو رہا سہا بھی غارت ہوا اور کسر تب پوری ہوئی جب سوہا نے رئیس کی گردن کے اطراف بازو حصار کر اس سے اپنی طلب وصول کرنی چاہی پر رئیس جس قدر کشمکش کا شکار تھا، سوہا کے قریب ہوتے ہی اسے پکڑ کر زرا دور کر گیا۔

"تھوڑا سر درد ہے جان۔۔رات میں کنٹینیو کریں گے ود موووی نائیٹ۔تمہاری کال آ رہی ہے"

سوہا کے ہونٹوں کے بنے پاوٹ کو نظر انداز کرے رئیس نے سرسری سی اسکی گال چومتے سوہا کا دھیان فون کال کی جانب کروایا تو اسے رئیس کا یوں گریز زیادہ محسوس نہ ہوا کیونکہ کال عاصم المیر ملک کی آ رہی تھی۔

"ٹھیک ہے۔اسے کیا کیڑے کاٹ رہے ہیں"

سوہا ٹیبل کی طرف آئی اور آتی کال ریسیو کرے فون کان سے لگایا جہاں دوسری طرف ملک ہولڈ نگز کے شاندار آفس میں شان سے براجمان عاصم المیر ملک کال کرنے میں مصروف تھا۔

"ابھی تک عرشیہ یہاں کیوں نہیں پہنچی؟"

عاصم نے کال لگتے ہی کھردرے لہجے میں استفسار کیا۔

"ایک ہفتہ ویٹ کر لو گے کیا؟ ملک ہولڈ نگز ڈوب تو نہیں جائے گی؟"

سوہا نے محظوظ مسکراہٹ اور طنزیہ لہجے کے ساتھ رئیس کو دیکھتے فون پار موجود عاصم المیر کا لہو سلگانے کی کوشش کی تھی اور اسکی مسکراہٹ میں رئیس نے بھی ٹوٹا پھوٹا جبراساتھ دیا پھر وائن ایریا کی طرف جا کر اپنے لیے مدہوش مشروب سے گلاس بھر کر لبوں سے لگائے اپنے حلق میں بڑا سا گھونٹ بھر کر انڈیلتا اندر کا زہر بھی دباتا نظر آیا۔

"کیا مطلب۔ کہاں ہے عرشیہ؟"

مقابل عاصم ملک گرم توے پر اچھلتے پاپ کارن سا محسوس ہوا، لہجہ تند ہی بھرا جو تھا۔

"ایک ہفتے کے لیے کہیں گئی ہے۔ واپس آتی ہے تو بھیج دوں گی۔ اپنا ارادہ مت بدلنا۔ جب تک وہ آتی ہے آدھی جائیداد اور ٹرانسفر کے پیپرز بنوالو اور تمام لیگل کاروائی بھی مکمل کرلو۔ بعد میں آسانی ہو گی"

عاصم المیر کے چہرے اور چہرے کی رگوں کا تناو کچھ بڑھا تھا۔

"تم سے مشورہ نہیں مانگا۔ جیسے ہی وہ واپس آئے اسے ملک ہولڈنگز بھیجو۔"

عاصم المیر نے اپنی بات کہی اور سوہا کے منہ پر کال بند کر دی، سوہا پس لب مسکراتی شر دبار نظروں سے اپنی آنکھوں کے سامنے سکرین لائے دیکھنے لگی۔

"میرے لیے بھی"

سوہا کی مسکراہٹ لوٹ آئی تھی لیکن رئیس کے شاید برے بے چینوں والے دن شروع ہو چکے تھے۔

.._____..

بہت دیر تک آنسو بہانے کے بعد آخر عرشیہ نے اپنا کب سے یکجا کیا صبر واپس پکڑا اور مزید آنسو نہ بہاتی وہ اٹھ کر بیٹھی۔

"نہیں رہوں گی یہاں۔ بھاگ جاوں گی۔ وحشی انسان۔ سینے م۔۔ میں دل ہی نہیں۔ چلی جاوں گی۔ مارتا ہے تو مار دے پر اس جہنم میں نہیں رہوں گی"

عرشیہ نے اٹھ بیٹھے اتار کر پھینکے شوز واپس پہنے، اپنا کوٹ اٹھا کر چڑھاتے وہ اپنی آنکھوں کے سارے آنسو پونچھتی ہوئی کمرے کا دروازہ کھول کر باہر نکلی، عصر جو خرید کر لائی گروسری کا سامان کچن میں انکی جگہوں پر رکھ رہا تھا، دروازہ زور سے بند ہونے کی چنگھاڑتی آواز پر فوراً سے پہلے اپنی ہینگ

جیکٹ اتار کر پہنتا پیچھے لپکا جہاں عرشیہ ناک کی سیدھ میں آندھی کی لہر بنی نکلتی چلی جارہی تھی۔

"عرشیہ میم!وہ فارم ہاوس کا گیٹ لاک کر کے گئے ہیں۔بھاگنے کا سوچیئے گا بھی مت"

وہ ہڑبڑاتے انداز میں باقاعدہ عرشیہ کے پیچھے دوڑ لگا چکا تھا،وہ باہر آئی جہاں اب دھوپ ڈھل کر چاروں طرف سے تاریکی پھیلنا شروع تھی، آسمان پر دور پار سورج کی نارنجی روشنی پھیلی تھی جسکے حصار میں اب دن بھر شان بان سے دمکتا سورج نارنجی رنگت میں بدل کر حرارت سے محروم ہو چکا تھا، فضا میں اس قدر ٹھنڈک تھی کہ اک پل تو عرشیہ کو لگا یہ ٹھنڈ اسکے وجود میں اتر گئی،اس نے کھلے کوٹ کو فورا بند کیے خود کو حرارت دینے کی کوشش کی۔

آہٹ پر پلٹی تو عصر ہانپتا ہوا اسکے قریب رک چکا تھا۔

"م۔ میں نہیں رہ سکتی۔ اس نے مجھے رلا دیا عصر۔ میں نا جانے کب سے نہیں روئی تھی۔ بہت مضبوط ہو چکی تھی۔ مما نے جب دوسری شادی کی تھی تب روئی تھی، روتی رہتی تھی۔ پھر خود کو مضبوط کیا تا کہ مجھے کسی کے بھی کیے سے فرق نہ پڑے۔ ا۔۔ اس جنگلی نے میری دو سال کی خود پر کی محنت ضائع کر دی۔ کب سے رو رہی ہوں۔۔ اس نے مجھے مارنے سے پہلے توڑا ہے میں نہیں رکوں گی۔۔ تم مجھے مت روکنا"

وہ ابھی پھر آنکھیں یہ بتاتے بھیگو گئی، چہرہ بھی رند گیا جبکہ اداس و رنجیدہ تو وہ تھی ہی۔

"آپ نہیں جا سکتیں میم۔ دروازہ لاک ہے"

عصر نے اسکا دکھ سنا بھی اور محسوس بھی کیا لیکن وہ اسے فضول کی کوشش سے روکنا چاہتا تھا۔

"اسکی فکر مت کرو۔ میں دروازے اور دیواریں پھلانگ سکتی ہوں۔ یہ دروازہ تو ہے بھی لوہے کی جالیوں کا۔ بڑا ہے بس پر میں کرلوں گی۔ تم بس دیکھتے جاو"

وہ عصر کی پریشانی و فکر دیکھتے اسے تسلی دیتی عصر زمان کے دیکھتے ہی دیکھتے جالیوں کے کنارے اپنے شوز پھنساتی ہوئی فورا بندر کی طرح چڑھ گئی، نہ صرف چڑھی بلکہ دروازے کے ساتھ ملحقہ دیوار پر بیٹھے عصر کی طرف یوں دیکھنے لگی جیسے وہ ابھی عرشیہ کو اس کارنامے پر ایوارڈ سے نوازے گا پر اس بچارے کی تو جان ٹانگوں سے نکلی ہوئی تھی۔

"پلیز عرشیہ میم! دیوار سے نیچے اتر آئیں۔ آپکا بھاگنا بے کار ہے۔ یہ پورا علاقہ ہی وولف کی ملکیت ہے۔ یہاں نہیں تو آگے جا کر پکڑی جائیں گی۔ کیوں مجھے بے موت مروانا چاہتی ہیں۔ سر میری جان لے لیں گے"

وہ دیوار کے اوپر چڑھ کر بیٹھی بس چھلانگ ہی لگانے والی تھی مگر عصر کی مسکین گزارشات اور منت پر اس نے چھلانگ مارنے کا ارادہ کچھ دیر کے لیے ترک کیا کیونکہ اگر وہ خود مرتی تو پرواہ نہ تھی، عصر کی جان خطرے میں سن کر اسے کچھ ترس آیا۔

"تمہارے سر کی جان میں لے لوں گی اگر مزید یہاں رہی۔ جانے دو عصر مجھے۔"

عرشیہ نے اپنا غصہ دباتے اسے سمجھانے کی کوشش کی تبھی دروازے کی دوسری طرف جانے کہاں سے نمودار ہوتا انیس بڑی دلچسپی سے لانگ بلیک کوٹ کی جیبوں میں ہاتھ گھسائے دیوار پر چڑھی عرشیہ کو دیکھتا رکا۔

"بندر والے چراثیم بھی ہیں تم میں۔ نیچے اترو، کوئی چیل کوا اپنا بچہ سمجھ کر اٹھالے جائے گا تمہیں"

انیس کی آواز پر وہ عصر کو بھلائے، دروازے کے پار دیکھنے لگی جہاں وہ آگے ہی کھڑا تھا، عرشیہ کا پارہ ہائی ہوا، اس منحوس کو بھی اسی وقت واپس آنا تھا، بچاری اپنی قسمت پر ماتم نہ کرتی تو کیا کرتی۔

"تم ہٹو پیچھے ورنہ تم پر ہی کود جاوں گی۔ ہٹو زخمی آدمی۔ میں بتا رہی ہوں تمہارے سر پر کود

جاوں گی۔"

عرشیہ نے اسے اپنی طرف سے وارن کیا پر وہ ٹس سے مس نہ ہوتے دلچسپی سے عرشیہ کے اپنے اوپر چھلانگ مارنے کا منتظر تھا۔

عرشیہ نے ایک لمحہ بھی ضائع نہ کیا۔ دیوار کی اونچائی سے نیچے کھڑے انیس پر ایک آخری تیکھی نظر ڈال کر اس نے خود کو ہوا کے حوالے کر دیا۔

فضا میں اس کا وجود ایک لمحے کو معلق ہوا تھا، بال بکھرے، سانس سینے میں اٹکی، دل پوری قوت سے دھڑکا جبکہ عرشیہ کے کودنے پر عصر کی چیخ حلق میں ہی دب گئی۔ جبکہ انیس غانم ذرا سا بھی پیچھے نہ ہٹا۔

لانگ بلیک کوٹ کی جیبوں سے ہاتھ بے ارادہ نکلے، زخم کے مقام پر اچانک کھنچاؤ آیا۔ پیٹ کے اندر جیسے آگ دہک اٹھی تھی، زخم پر لگے سٹیچز نے احتجاج کیا کہ نہیں اسے تھامنے کی کوشش کے بارے سوچنا بھی مت مگر انیس نے دانت بھینچ لیے۔ ایک قدم آگے بڑھا، وزن سنبھالتا ہوا، اور اگلے ہی لمحے عرشیہ اس کے بازوؤں میں تھی۔

ٹکراؤ نرم نہ تھا۔ انیس کا جسم جھٹکے سے پیچھے کو لڑکھڑایا مگر اس نے اپنی گرفت مضبوط رکھی۔ اسکا ایک بازو اس کی کمر کے گرد آہنی حصار بن گیا، دوسرا اس کے کندھوں کے نیچے جبکہ عرشیہ کا پورا وزن اس کے زخمی وجود پر آن پڑا۔

انیس کی سانس سینے میں اٹک گئی تھی، اسکا عرشیہ کو یوں کیچ کرنے کا باخدا ارادہ نہ تھا۔

اسکا ہمیشہ تناو کی زد میں رہتا چہرہ لمحہ بھر کو زرد پڑا، صبیح پیشانی پر پسینہ اُبھر آیا مگر عرشیہ کے گرد جکڑے اسکے ہاتھ نہ ڈھیلے ہوئے،

عرشیہ کی پیشانی اس سینے سے آ لگی، سانسیں بے ترتیب تھیں، اس لڑکی کے ہاتھ کی انگلیاں بے اختیار انیس کے کوٹ میں گڑ گئیں، دونوں کے درمیان فاصلہ نام کو بھی نہ رہا۔

انیس نے نظریں نیچی کر کے اسے دیکھا، وہ شدید سہمی ہوئی زرا چہرہ اوپر کرے اسے دیکھنے لگی۔

"کیوں کیچ کیا تم نے مجھے ؟"

عرشیہ کی پھٹی آنکھیں ویسی ہی تھیں، جبکہ لب خود بخود منمنانے کو پھیلے، جالی دار دروازے کے پار عصر منہ پر دونوں ہاتھ جمائے اپنی چیخ دبائے کھڑا مراقبے میں جا چکا تھا۔

"اس لیے کہ اگر یہاں سے گر کے تمہاری ہڈی وڈی ٹوٹتی تو تمہیں ٹارچر دینے کے بجائے تمہاری تیمارداری کرنی پڑتی اور وہ میں نہیں چاہتا۔ ویسے بھی عصر زمان کو موقع ملنے کی دیر ہے تمہاری آیا بننے کا۔ شاید تم اس کی میلے میں بچھڑی بہن ہو"

وہ اپنے جسم میں اٹھتے درد پر اسے لمحہ لگاتے زمین پر کھڑا کر واگیا جبکہ سیدھا ہوتے اسے درد شدید ہوا پر مجال ہو جو اس سڑے آدمی کا لہجہ طنز و ملامت سے خالی ہوا ہو، عرشیہ کو اس پر غصہ تھا تبھی اسکے درد سے کراہنے پر بھی قریب نہ آئی بلکہ انیس کو درد میں ڈوبا دیکھتے ہی اس نے شام ڈھلتی دیکھنے کے باوجود دوڑ لگا دی، انیس نے بے اختیار پلٹ کر دوڑ کر بھاگتی عرشیہ کو دیکھا اور سر کو نفی میں جھٹکے اسکے پیچھے ہی دوڑا جبکہ عصر وہیں اپنا سر تھام گیا۔

"آپکے سٹیچیز کھل جائیں گے سر۔۔اوہ میرے خدا یہ میں کہاں پھنس گیا۔"

عصر بچارے کا دہائی دیتے گلا ہی رند گیا کیونکہ وہ دو میر تھن ریس لگاتے اسکی نظروں سے او جھل ہو چکے تھے۔

"رک جاو لڑکی"

اپنے پیچھے دوڑتے انیس کی تحکمانہ آواز پر عرشیہ نے بھاگتے ہوئے ہی گردن پھیری۔

"خدا کے بندے مت آو پیچھے۔تمہارا پیٹ زخمی ہے۔سٹیچیز لگے ہیں۔کیسی کیسی مخلوق پیدا کی ہے آپ نے میرے اللہ"

وہ بڑبڑاتی گئی پر برابر اسے بھی سمجھا رہی تھی اور تاریک ہوتے آسمان کی طرف دیکھتے دہائی بھی چیخ کر دی مگر انیس غانم کے پیچھے بھاگنے پر اسے پریشانی اسکے زخم کی تھی جس نے عرشیہ کے دوڑنے کی رفتار کو متاثر کیا، کیچ

کرنے سے اگر سٹیچیز کھلنے سے بچ گئے تھے تو یقینا یوں دوڑنے سے ضرور اکھڑتے اور یہی سوچ سوچتے اسکے قدموں کی رفتار، انیس کی نسبت مدھم ہونے لگی، دوسرا تاریکی میں یہ سنسنان علاقہ اور خوفناک لگ رہا تھا۔

"تم اگر میرے ہاتھ لگی تو بالوں سے گھسیٹ کر واپس لے جاوں گا۔ اپنی کھوپڑی پر یہ بال سلامت چاہیں تو بھاگنا بند کرو"

وہ ہنوز پیچھے آتا پھولتے سانس سمیت دھاڑ اٹھا، عرشیہ تو رکنے والی نہ تھی پر گیدڑوں کی دور پار آتی آوازیں، کتوں کے بھونکنے کی غرغراہٹ کے ساتھ کچھ اور بھی سنسنی خیز آوازیں تھیں جو عرشیہ کو مزید آگے جانے سے روک گئیں۔

"اوہ میرے خدا یہ کیسی آوازیں ہیں"

عرشیہ کا بھاگنا تھما اور اسکے پیر بھی مزید آگے جانے سے انکاری ہوئے رکے اور اسکے رکتے ہی انیس بھی عقب تک پہنچے اپنے پیٹ پر بندھی پٹی کی جگہ پر

پھیلا کر ہاتھ رکھتا اپنا سانس بحال کیے رکا، جو بھی تھا عرشیہ کی رفتار معمولی نہ تھی، یہ بھی اگر جانوروں کی آوازیں نہ آتیں تو اس نے کہاں رکنا تھا۔

"بھاگنا روک دیا؟ ڈر گئی کیا تم"

انیس نے اسکے کان کے کچھ پیچھے ہی اسے اسکی ڈرپوک خاصیت پر زچ کرتے پکارا اور وہ جو آس پاس سے آتی عجیب و غریب جانوروں کی آوازوں پر غور و فکر کر رہی تھی، اچھل ہی تو پڑی۔

"آہہ۔ یہ تو بھیڑیے کی آواز ہے۔۔ کیا۔ کیا یہاں بھیڑیے بھی ہیں"

اپنے قدم واپس انیس تک لا کر روکے اور یہاں پھیلتی شام کو چاروں طرف سے حاوی ہوتا دیکھے انیس کے پاس ہی چلی آئی جیسے وہ اسے اپنے سائے سے چاروں طرف سے ڈھانپے گا اور اسی ڈر کے بیچ اپنے ہاتھ کو اسکی مضبوط کلائی کے گرد لپیٹا، یہ عرشیہ نے بلکل خوفزدہ ہو کر بے ارادہ کیا تھا، انیس نے اسکے ہاتھ کی گرفت پل پل جکڑتی محسوس کی پر وہ دیکھ ارد گرد رہی تھی، وہ اسکے

دیکھنے کو دیکھتا سانس روکے اسکے ہاتھ کی گرفت دیکھ رہا تھا جسکا اثر انیس غانم علوی کے سینے تک پہنچ رہا تھا، وہ کانپ رہی تھی، اور وہ کانپتی ہوئی لڑکی اس شخص کا دل کپکپاہٹ میں مبتلا کر سکنے کی اہلیت رکھتی تھی۔

"ہاں۔ بھیڑیے، ریچھ، گیدڑ اور چیتے بھی ہیں"

وہ اسی میکانکی انداز میں کھویا ہوا عرشیہ کے ڈر دیکھتا بڑبڑایا جس پر وہ سہم کر انیس کو دیکھنے لگی، ان دو کی آنکھیں مختلف اور منفرد تھیں اور جب جب ملتیں تو لگتا دو وقت مل گئے ہوں یا تاریکی کسی سویرے سے آجڑی ہو۔

"کیا تم جراسک پارک لائے ہو مجھے؟۔ میرے خدا اتنے جانور۔ دیکھو مجھے کسی جنگلی جانور کے منہ کا نوالہ نہیں بننا۔ فارم ہاوس چلتے ہیں"

وہ خود ہی بھاگنے کے پلین پر دو حرف بھیجے پھر

سے انیس غانم علوی کی قید قبول کر بیٹھی۔

"نہیں۔ جاو۔ بھاگنے کا شوق پورا کرو۔ تمہارے ٹکڑے جمع کروا کے دفن کروادوں گا۔ بلکہ فاتحہ بھی پڑھوں گا۔ جاو بھاگو جہاں بھاگنا ہے"

وہ اب تک غصہ تھا آخر یہ پہلی قیدی تھی جس نے فرار کی کوشش کی تھی، عرشیہ کو اسکے بے رنگے اور بے مروت لہجے اور اکھڑی ٹون پر رونا سا آیا۔

"ن۔ نہیں جارہی ناں کیا فارسی میں بتاوں؟"

اپنی آنکھوں کی نمی آنکھوں میں بمشکل دھکیل کر عرشیہ نے رندی سی آواز میں اسے دوبارہ بتایا جبکہ بتانے سے زیادہ اسے یقین دلانے کی کوشش کی۔

"جانے کی کوشش کرو میں اجازت دے رہا ہوں۔ ہری آپ۔۔ جنگلی جانوروں کو ویسے بھی نرم گوشت بہت پسند ہوتا ہے"

وہ اسے بھرپور طریقے سے ڈرانے کی کوشش کر رہا تھا اور اب بھی وہ باز نہ آتا تو عرشیہ کا رونا شروع ہو جاتا۔

"ت۔۔ تم کتنے ظالم ہو۔م۔ مجھے مت ڈراوناں پلیز"

وہ اسکے سینے پر اک ہاتھ لے جا کر رکھتی خوفزدہ ہوتی اسکے قریب سرکی جیسے اگر وہ بازو کھولے ہوتا تو اسی کا حصہ لگتی، عجیب و غریب آوازیں عرشیہ کا حلق سوکھا رہی تھیں۔

"یہ ڈر بھاگتے ہوئے ذہن نشین رکھنا چاہیے تھا تمہیں۔"

وہ تھوڑا قائل ہوا لیکن صرف اس لڑکی کے یوں سانسوں کے نزدیک سرک کر سرگوشی کرنے پر جو انیس نے اسکی آواز سے زیادہ ہلتے ہونٹوں سے سمجھی۔

"پلیز ایسے مت کرو۔ کبھی زندگی میں کام آسکتی ہوں تمہارے"

وہ اس بار اسکی دوسری کلائی بھی پوری قوت سے پکڑ کر بولی، جیسے گڑگڑا اٹھی ہو اور وہ رحم کھانے کا سوچ رہا تھا حیرت تھی، حالانکہ اس نے اپنی زندگی سے رحم نکال دیا تھا، اور اس حادثے کو بہت وقت بیت گیا تھا۔

"تم میرے کسی کام کی نہیں۔ یہ ہفتہ سکون سے گزارو ورنہ تمہاری سزاوں میں تمہاری ہر غلطی اضافہ کرتی جائے گی۔ اب چلو واپس"

وہ نرم پڑا لیکن لہجہ اب تک کٹھور تھا، عرشیہ کے لیے یہی غنیمت تھا کہ وہ اسے اس تاریک جنگل میں اکیلا تو نہیں چھوڑ رہا، انیس نے اپنی کلائیوں کو جھٹکا تو وہ اسکے کوٹ کی بازو کا اک کنارہ پکڑ گئی، انیس نے کھنچاو پر رکتے پلٹ کر دیکھا۔

"میں ڈر رہی ہوں ناں۔ پکڑنے دو ناں۔ تمہیں تھوڑا پکڑا ہے۔ اس وول کے کوٹ کو پکڑا ہے۔"

وہ مسکین بنی منمنائی تو انیس نے سر دوبارہ جھٹکا اور واپس وہ لوگ فارم ہاوس کی طرف روانہ ہوئے، عصر بچارا وہیں ماتم کناں سا کھڑا تھا مگر دونوں کے چہرے دیکھائی دیتے ہی وہ شکر ادا کرتا کھانا بنانے کی نیت کیے فارم ہاوس کی طرف لپک گیا۔

دروازے کو ان لاک کرتے وہ دونوں اندر داخل ہوئے تو انیس نے اندر سے دروازے کو لاک کیا جبکہ عرشیہ نے اسکے کوٹ کی بازو بھی چھوڑ دی۔

"تم نے وہ میرج والی سزا مزاق میں کہا تھا ناں؟"

وہ لوگ سوئمنگ پول کی سائیڈ بڑھتے فارم ہاوس کی بلڈنگ کی طرف بڑھے جب عرشیہ نے یونہی اپنی تسلی کو اسے مخاطب کر دیا۔

"ہرگز نہیں۔ اگر تم کرمنل نہ نکلی تو تمہیں وولف آزاد کر دے گا۔ تم چلی جاو گی لیکن اسکے بعد کہیں ہمارا سامنا ہوا تو وہیں تمہیں سزا دینے کو ہاتھ پکڑ کر شادی کروں گا۔ اس لیے اگر تم کرمنل نہ نکلی اور زندہ یہاں سے نکل گئی تو دعا کرنا ہمارا سامنا کبھی نہ ہو۔ دے دی تمہیں رعایت، فوری شادی کی سزا ہٹا کر"

وہ بڑے فراغ دل ہونے کا مظاہرہ کرتا اپنی سزا میں دی اس نرمی کی اطلاع دے کر بھی عرشیہ کو کچھ خاص خوشی نہ دے سکا کیونکہ سامنا تو ہو سکتا ہے آخر یہ دنیا گول جو ہوئی۔

"مجھ سے شادی کر کے تباہ ہونے سے بہتر ہے تم ساری عمر وولف کے تلووے چاٹو۔ آئی مین اسکی غلامی کرو اور معصوم لوگوں کو ٹارچر کرتے رہو۔ کیونکہ میں تو تمہیں مر کر بھی منہ نہ لگاوں۔ شادی تو دور کی بات ہے"

وہ فارم ہاوس میں انٹر ہوئے، وہ رکا تو عرشیہ بھی رکی، تھوڑی ڈری بھی کہ اسے کوئی بات چبھی تو چیخنے نہ لگے، اسکے تاثرات سنجیدہ اور سپاٹ تھے، چہرے پر ایسے سنگلاخ چٹان سی سختی جیسے اسکے خوبصورت چہرے نے مسکراہٹ کا لمس کبھی نہ پایا ہو۔

"سزا ہو گی شادی جو تم نے مجھے مارنے کی کوشش کی۔ منہ لگانے کے لیے نہیں کروں گا۔ یہ سزا ہی ہو گی کہ تم ایک کرمنل کی بیوی کہلاو گی۔ تمہیں

دیکھنا تک آنکھوں کی اریٹیشن ہے، منہ لگاوں گا کیا میں تم جیسی زبان دراز اور بھگوڑی کو؟ اچھی خوش فہمی ہے تمہیں"

وہ بڑے سخت اور کھردرے انداز میں عرشیہ کی انسلٹ کر رہا تھا، یہ عرشیہ کو بلکل اچھا نہ لگا، نہ تو وہ زبان دراز تھی نہ بھگوڑی جبکہ اپنے لیے انیس کی آنکھوں میں جمع بے رحمی جو اسے ناگوار گزری اسکا تو شمار ہی نہ رہا۔

"میں ناں تو زبان دراز ہوں نہ بھگوڑی۔ اپنی یہ بازاری اور غنڈا گردی والی زبان میرے ساتھ بولنے کی ضرورت نہیں۔ اور تم مجھے کرمنل ثابت کرو تاکہ وولف مار دے مجھے خس کم جہاں پاک۔ تمہاری بیوی بننے سے لاکھ درجے بہتر آپشن ہے کہ میں بے موت ماری جاوں۔ تمہارا تو نام بھی نہیں جانتی ہوں میں۔ تم سے شادی نہ جزا کی صورت قبول ہے نہ سزا کی صورت۔ ویسے بھی ہیموفیلیک لوگ شادی نہیں کرتے اکثر۔ وہ بس اللہ اللہ کریں یہی بہتر ہے، کب انکا کسی ویرانے میں پڑے پڑے سارا خون بہہ جائے اور ٹکٹ کٹوا جائیں اوپر کی کسے خبر"

اب جتنی کڑواہٹ انیس نے اسکے سامنے اگلی تھی، عرشیہ کا حق بنتا تھا وہ اپنی ذات کی نرمی جھٹک کر زرا انیس کی سفاکیت کے مقابلے پر آئے، انیس کو اسکا بار بار یوں ہیلتھ وائز ٹیز کرنا پسند نہ آیا، یہ انیس سے برداشت کرنا مشکل تھا۔

"تمہیں اندازہ ہے کہ تم کیا کہہ رہی ہو؟"

انیس نے اسکی آنکھوں میں اپنی سخت عتاب سے ابھری ہوئی آنکھیں گاڑیں۔

"ہاں۔ تم سے تو کم ہی دردناک بات کی ہو گی میں نے"

عرشیہ کے لہجے میں ہڈ دھرمی بسی تھی، اسے نادم نہ دیکھتے انیس کا ضبط ٹوٹا۔

"دوبارہ اگر تم نے مجھے میری ہیلتھ کی وجہ سے ٹونٹ مارا تو باخدا تمہیں ایسی سزا دوں گا کہ تمہاری زبان دوبارہ بولتے ہوئے کانپے گی"

وہ اسکی گردن کے اطراف ایک ہی جھٹکے سے اپنے مضبوط اور بڑے ہاتھ کا شکنجہ بنائے عرشیہ کو اپنے چہرے کے اتنے قریب لے آیا کہ اگر وہ پلک بھی جھپکتی تو دونوں کے چہرے ٹکرا جاتے، عرشیہ کا اسکے یوں سانسوں کے پاس غرانے پر چہرہ سفید لٹھا ہوا، اس شخص کی پُر تپش سانسوں میں عرشیہ کے چہرے کا ہر نقش اسے جھلستا محسوس ہوا، وہ کانپ کر سانس روک کر اسکی آنکھوں کی وہ آگ دیکھنے لگی جسکی تپش میں وہ خود جل کر خاک ہوا پڑا تھا، ایسی بجھی آگ سے وہ عرشیہ کو کیا جلاتا۔

"د۔۔دور رہ کر بات کرو۔۔۔تمہاری قیدی ہوں پر زر خرید غلام نہیں۔تمہاری سانسیں فیل نہیں کرنا چاہتی میں۔نہ تمہیں سمیل کرنا چاہتی ہوں۔۔"

وہ بڑی بے بسی سے کانپتی آواز میں سرگوشی کیے بولی دوسرا انیس کے ہاتھ کی انگلیاں بھی عرشیہ کو اپنی گردن کی جلد میں دھنستی ہوئی محسوس ہوئیں۔

"اسی لیے کہا ہے کم بکواس کرو تو کم جلو گی میری آگ سے"

وہ اسے جھٹکے سے دور کرتا ہوا آگے بڑھ گیا تو عرشیہ نے کراہتے ہوئے اپنی گردن کا پچھلا حصہ ہاتھ سے مسلا اور اس گھمنڈی کو واک اوٹ کر کے جاتا دیکھتی اسکی چوڑی پشت اور شانے تکتی منہ ہی منہ میں اسکو برا بھلا کہے خود بھی کچن ہال کی طرف بڑھی جہاں سے کھانا پکانا شروع ہونے کی خوشبو آ رہی تھی۔

انیس نے باہر لاؤنج میں جاتے غصے سے ٹیبل پر ہاتھ مارا، اپنا کوٹ بھی اتار کر زمین پر دے مارا جیسے نجانے اپنے اندر کی کونسی گھٹن دبا رہا ہو۔

"کہا تھا مت بھاگیں۔ پکڑی گئی ہیں ناں؟ اوپر سے وہ جو بھاگے پتا نہیں کتنا نقصان ہوا ہو گا انکا۔ ڈاکٹر کو کال کی ہے کہ آ کر انکا معائنہ کرے۔ آپکو کیچ بھی تو کیا تھا انہوں نے۔۔۔ میرا تو دل اچھل کر حلق میں آ گیا تھا میم"

وہ چکن سنک میں رکھ کر دھوتا ہوا عقب سے اندر کچن میں آتی عرشیہ سے مخاطب ہوا جس نے منہ بسور کر فروٹس کے تھیلے سے ایک سیب نکالا پھر وہ عصر کے ساتھ ہی رکتی نل تلے رکھ کر سیب کو دھونے لگی، کچھ دیر کو عصر نے چکن دھونا روکا، عرشیہ نے سیب دھویا پھر قریب ہی ریک پر رکھے ٹشو رول سے ٹشو اتار کر سیب کو کلئین کیا۔

"ہمم۔ اچھا کیا ڈاکٹر کو بلا کر۔ مر ور گیا تو مجھ پر الزام آئے گا"

وہ ابھی انیس پر شدید برہم تھی، مگر اسکا یہ بناوٹی انداز میں ظالم بننا بھی کیوٹ تھا، سمجھ نہ آیا اسکی خیریت چاہتی ہے یا خاتمہ۔

"ایسا مت کہیں۔ وہ جینے کے لیے بنے ہیں۔ حمرا باجی کی امانت ہیں وہ میرے پاس۔ میں تو انکے مرنے سے پہلے ہی مر جاوں گا"

عصر کے لہجے میں غم تھا، تکلیف تھی، دانتوں سے سیب کو کتر کر کھاتی عرشیہ دوبارہ سے عصر کے پاس آ کر رکی۔

"حمرا کون؟"

وہ ویسے تو کسی کے پرسنل معاملے میں دلچسپی نہیں لیتی تھی پر شاید یہ معاملہ الگ تھا۔

"انکی مما۔ بہت حساس تھیں وہ ان کے لیے۔ اتنی کہ کبھی سر کو زرا بھی چوٹ لگتی تو انکی سانس بند ہونے لگتی۔ وہ بھی پیدائشی ہیموفیلیک تھیں، لیکن پھر بھی انھیں ابراہیم علوی سے پیار ہوا۔ دونوں کے خاندان اس شادی کے خلاف تھے پھر بھی دونوں نے ان سبکو ناراض کر کے شادی کی۔ لوگ کہتے ہیں انہوں نے جو اپنوں کی بدعائیں لی تھیں اسی وجہ سے وہ کبھی خوش نہ رہ سکے۔"

عصر نے چکن دھو کر سائیڈ رکھا اور مکمل طور پر وہ عرشیہ کے سامنے ہوا، عرشیہ نے سیب کو اک طرف شیلف پر واپس رکھا، وہ اداس ہوئی۔

"کیا مطلب؟ شادی اپنی مرضی سے کرنا تو ہر انسان کا حق ہے۔"

وہ افسردگی سے بولی پر عصر کی مسکراہٹ میں درد تھا۔

"نہیں میم! کچھ لوگوں کو یہ حق استعمال کرنا راس نہیں آتا۔ محبت اور شادی تو ان لوگوں نے کر لی پر جب انکی اولاد دنیا میں آئی وہ بھی ہیموفیلیک نکلی۔ جو اذیت حمرا صاحبہ نے تا عمر جھیلی وہی انکے پہلے بچے کے نصیب میں آئی نہ صرف یہ بلکہ وہ بہت سے ہیلتھ ایشوز کا شکار ہوئیں، انھیں تو ڈاکٹرز نے پہلے بچے پر بھی منع کیا تھا کہ اسے دنیا میں نہ لائیں لیکن ان دونوں نے اللہ کے حوالے کر کے یہ فیصلہ لیا۔ سر بچپن سے بہت پروٹیکٹیو ماحول میں رہے۔ انکی ماں انکا سایہ بنی رہتی، کتنے سال تو وہ سر کو اپنے ساتھ سلاتی رہیں، وہ بڑے ہو گئے تب بھی حمرا باجی کا دل نہ کرتا ان سے پل بھر کو بھی دور ہوں۔ اسی وجہ سے انکے اور ابراہیم علوی کے بیچ دوریاں آنے لگیں۔ تب تک سر سمجھدار اور بڑے ہو گئے تھے، انھیں جب ماں کا ابنارمل حد تک پروٹیکٹیو ہونا محسوس ہوا، اور پیرنٹس کے بیچ کی لڑائیاں بڑھنے لگیں تو وہ ہوسٹل چلے گئے۔۔۔"

عصر رکا کیونکہ وہ اس سب کا چشم دید گواہ تھا، وہ انیس کے ساتھ بڑا ہوا تھا، حمرا نے عصر کو اک یتیم خانے سے ایڈاپٹ کیا تھا تاکہ وہ بچہ انکے انیس کے ہمیشہ پاس رہے، عصر کے والدین حیات نہ تھے، اسے بھی تعلیم صحت اور آزادی سے جڑے تمام حق ملے بس حمرا اپنے بعد اسے انیس کے پاس اپنا دوسرا ورژن بنا کر چھوڑ گئیں۔

"ہمم۔ یہ اتنا گند اجو اسکا غصہ ہے یقیناہوسٹل والوں کی مہربانی ہے۔ منحوس ادارے بنا رکھے ہیں حفاظت کے نام پر۔ میں نے بھی سوچا تھا اپنے بچپن میں لیکن دوسرے دن ہی ڈر کر واپس آگئی کہ اس جہنم سے بہتر ہی تھا میرا گھر"

وہ بھی اداس ہو کر شیلف کے ساتھ لگ گئی، عصر اور وہ دونوں ہی افسردہ تھے۔

"باقی کہانی پھر سناوں گا۔ انھیں مت بتایئے گا میم کہ میں نے یہ آپکو بتایا۔ ورنہ میر اگلا کاٹ ڈالیں گے۔ ویسے بھی انھیں میرے چپکو ہونے سے بہت اکتاہٹ ہے، وہ نہیں چاہتے کہ کوئی انکا خیال رکھے یا انکا سایہ بنا رہے۔ وہ اپنی اتنی پیار کرنے والی مما سے بھی چڑ جایا کرتے تھے جب وہ انھیں چھوٹے بچوں کی طرح ٹریٹ کرتی تھیں۔"

عصر نے بہت خوفزدہ ہوتے یہ یقین دہانی عرشیہ سے مانگی جس نے نرم سا مسکرائے عصر کی طرف دیکھا، عرشیہ کی دوستانہ نظروں سے ہی سامنے والے کو یقین مل گیا۔

"میں عمرو عیار کی زمبیل ہوں عصر زمان۔ جو راز یہاں اترا وہ سمجھو گم ہو گیا۔ بے فکر رہو۔ تم تو پھر بھی انسان ہو وہ بھی اچھے۔ مجھے جو بھی شکائیت یا تکلیف ہے اس سے ہے۔"

وہ عصر کو مطمئین تو کر چکی تھی پر بہت زیادہ ہرٹ تھی، ننی کی فکر میں دل ڈوب رہا تھا پھر انیس کی میرج والی دھمکی۔

"وہ انٹروورٹ سے انسان ہیں۔ برے نہیں ہیں۔ وہ تب چھ سال کے تھے جب حمرا باجی نے مجھے انکی ذمہ داری سونپی تھی۔ کہ یہ آج سے تمہارا بھائی ہے اور تمہیں اسکے آس پاس رہ کر اسکا خیال رکھنا ہے۔ میں نے اپنے والدین نہیں دیکھے میم لیکن میں نے حمرا باجی اور ابراہیم بھائی کو دیکھا ہے۔ پھر میں نے سر کی اب تک دیکھ بھال کی ہے۔ وہ مجھ سے چڑتے ہیں لیکن مجھ پر آنکھ بند کر کے بھروسہ بھی کرتے ہیں۔ آپ ہفتہ یہیں ہیں ناں، آپ انکی پہیلی جیسی ذات کو کچھ حد تک پرکھ ہی لیں گی۔ مجھے خوشی ہے آپ یہاں ہیں۔ آپکا دل بہت اچھا ہے"

عصر کی باتیں سنے وہ خود پر زخمی سا مسکرائی کہ اسکا اچھا ہونا بھی کس کام کا جب بنا کچھ کیے بھی وہ اس جہنم میں پھنس گئی ہے۔

"یہ دنیا ہے عصر زمان! یہاں اچھے ہونے کی ویلیو نہیں۔ برا بننا ہی سیو ہے۔"

وہ اپنے تجربے سے بتا رہی تھی اور عصر اس سے بھی متفق تھا، دونوں کے دھیان کے دھاگے یکدم ٹوٹے جب انیس غانم ٹھیک کچن کے دروازے میں آکر رکا، عصر تو گھبرا کر فوراً سے فریج کی طرف بڑھا تاکہ کھانا بنانے کے لیے چیزیں نکال سکے جبکہ عرشیہ نے شیلف پر رکھا سیب واپس اٹھا کر دانتوں سے سیب کو کترا اور دیکھ وہ انیس کو رہی تھی، عرشیہ کے چہرے پر غصہ براجمان تھا۔

کچھ ہی دیر میں انیس کا خلیہ بگھڑ چکا تھا، بال بے ترتیب، کوٹ غائب، چہرہ مضطرب، وہ چہرے پر کھنے کی عادی تھی تبھی یہ کمبخت بدلاو اور بے چینیاں دیکھ بیٹھی۔

"کھانا بنا کر کھا لینا دونوں۔ میں جا رہا ہوں۔ صبح آوں گا اب۔ اگر یہ دوبارہ بھاگی تو اسکا حساب تم سے لوں گا عصر زمان"

انیس کے سپاٹ اور سرد لہجے میں حکم دینے پر عصر اور عرشیہ دونوں فکر مند ہوئے کیونکہ عصر نے تو ڈاکٹر کو بلوایا تھا اور عرشیہ بھی چاہتی تھی اسکا معائنہ ہو جائے، فکر تو چھوٹی چیز تھی، وہ شاید پریشان ہو چکی تھی۔

"تم نہیں جاسکتے۔ تمہارا معائنہ ہو گا پہلے"

وہ جلدی سے اس تک پہنچی اور انیس کو حکم سنایا، عصر تو ایسی جرت ساری زندگی نہ کر سکا تھا تبھی اسکے رونگٹے کھڑے ہوئے کہ یہ عرشیہ نے کیا غضب ڈھا دیا، انیس کا اسے دیکھنا اور اسکی اس جرت کو سہنا اسکے تنے جبڑوں سے عیاں تھا، گردن اور ماتھے کی رگیں بھی ابھر کر نارمل ہوئیں تھیں۔

"تم مجھے آرڈر دینے والی ہو کون؟"

انیس کے ماتھے پر بل نمودار ہوئے تو عرشیہ اک قدم اٹھائے اپنی گردن اکڑاتی مزید قریب رکی۔

"تم مجھے آرڈر دینے والے کون ہو، پہلے یہ بتاو پھر میں بھی بتاتی ہوں۔ تم نے پہلے مجھے اٹھالیا۔ وہ بھی اتنی فورس اور جھٹکے کے ساتھ پھر اتنا تیز دوڑے ہو۔ سٹیچیز کھل نہ گئے ہوں اسکی جانچ ہو گی"

وہ اب بھی اپنے موقف پر پہاڑ سی ڈٹی تھی، عصر کے معصوم تاثرات سب سے کیوٹ تھے، بچارا سمجھ نہ پاتا کس کی سائیڈ لے، جبکہ عرشیہ کا لہجہ حتمی اور بے لچک تھا، انیس نے اسے جوابا بغور دیکھا۔

"کھل بھی گئے تو کیا؟ کیا مجھے فرق پڑے گا اس سے عصر زمان۔ اس مس کو بتانا زرا"

وہ دیکھ غصے سے عرشیہ کو رہا تھا پر وضاحت والی بندوق اس نے بچارے عصر کے کندھے پر لادی جس نے ڈرے ڈرے انداز میں نفی کی، عرشیہ نے عصر کی طرف مایوسی سے دیکھا کہ وہ آخر اس جن سے ڈرتا کیوں ہے، الٹا عرشیہ کے بقول اس نک چڑھے آدمی کو عصر کا شکر گزار ہونا چاہیے تھا کہ وہ بچارا

اب تک اسکے ساتھ کھڑا ہے، اسکی کڑوی کیسیلی ہر بات اور برتاو برداشت کر جاتا ہے۔

"مس کو تم خود بھی بتا سکتے ہو۔ اس مس کو دماغی بیماری نہیں ہے تمہاری طرح کے سوال تم سے کیا اور اسکا جواب میں کسی اور سے لوں۔ تم جا کر بیٹھو، چیک آپ ہو پھر جہاں چاہے چلے جانا۔"

وہ کچھ بھی سننے کو تیار نہ تھی، انیس کے ماتھے کی رگیں اس درجہ استحقاق پر پھولیں اور اس نے اپنا ہاتھ لمحہ بھر ماتھے پر رکھا اور پھر یکدم دوبارہ سے عرشیہ کی بازو اپنے ہاتھ کی مضبوط گرفت میں لیے اسے جھٹکے سے اپنے قریب لایا، عصر نے ہاتھ میں دھنیہ کی گڈی پکڑی تھی وہی ڈر کر منہ کے آگے گلدستے سی کر گیا جیسے سامنے کوئی رومینٹک سین چل پڑا ہو، ویسے رومنٹک سین تو تھا، انیس اور عرشیہ کی قفط نزدیکی ہی رومینس تھی۔

"میری ماں بننے کی ضرورت نہیں۔ اور کس حق سے تم مجھے آرڈر دے رہی ہو؟ دماغ ٹھیک ہے تمہارا لڑکی؟"

اپنے سخت اور تلخ لب و لہجے کے سنگ استفسار کیے وہ عرشیہ کو اپنے جاہ و جلال سے ڈرانے کی کوشش میں تھا لیکن عرشیہ اب مزید ڈرنا نہیں چاہتی تھی۔

"کیونکہ میری وجہ سے کوئی انسان مرے نہیں چاہتی۔ بھلے وہ انسان پھر موت کے لائق ہی کیوں نہ ہو۔"

اپنے مضبوط لہجے میں اس نے انیس کی شربتی آنکھوں میں آنکھیں گاڑ کر بتایا تھا، یہ بھی بتایا کہ وہ مزید اس سے نہیں ڈرنے والی۔

"ہمم۔ تم اپنی زندگی و موت کی فکر کرو لڑکی۔ میں اپنی خود کر سکتا ہوں"

انیس نے اسے جھٹکے سے دھکیل کر پیچھے کیا اور جانے کو پلٹا۔

"خود کر سکتے تو یہ عصر تمہارا کیئر ٹیکر نہ ہوتا۔ ضد مت کرو۔ میں تم سے ریکوسٹ کر رہی ہوں کہ معائنہ کروالو۔ پھر میری بلا سے جہنم چلے جانا"

وہ اسکے قدموں کو پھر سے روک گئی اور انیس نے اپنے ہاتھ ضبط میں آتے مٹھیوں کی صورت کسے، اسکے جکڑے ہاتھوں کو عصر اور عرشیہ دونوں نے ڈر کر دیکھا تھا، جیسے ابھی وہ پلٹ کر طوفان کی طرح غرانے لگے گا۔

"مجھے لگتا ہے ڈاکٹر آ گیا۔ میں اسے لاتا ہوں اندر"

عصر نے اس سنگین صورت حال کے پیش نظر وہاں سے ہارن کی آواز سنتے ہی بھاگنا مناسب سمجھا اور عصر کے کچن سے نکلتے ہی وہ عرشیہ کی طرف نظریں جما گیا، جسکی آنکھوں کی چمک بتا رہی تھی اب کہاں جاوگے۔

"اسکا حساب لوں گا تم سے"

وہ انگلی ہوا میں لہرائے عرشیہ کو دھمکاتے بولا تو وہ حیرت زدہ ہوتی قریب آئی۔

"لو۔ بھلائی کا بھی حساب لیتا ہے یہ بد دماغ۔ تمہاری معلومات کے اضافے کے لیے بتادوں کہ بھلائی کا صلہ دیتے ہیں۔ اف تمہارا نام کیا ہے؟ مجھے تمہارا نام بگاڑنا ہے بتادو۔ وہ عصر بھی سر سر کر کے سر کھاتا ہے بس۔ کوئی نام ہے بھی تمہارا یا نہیں؟"

وہ اسے سیلقہ سیکھانے پاس آئی پر اسکے نام کی پہیلی پر الجھ کر سر جھٹک گئی جبکہ وہ اسے جو حقارت بھری نظر دے کر گیا اس پر عرشیہ کو اتنا تو پتا چل گیا کہ نام بتانے میں موصوف کو کچھ تکلیف در پیش ہے۔ بہر حال ڈاکٹر آیا تو انیس کو مجبورا رکنا بھی پڑا اور اپنا معائنہ بھی کروانا پڑا لیکن چند پین کلرز کے علاوہ ڈاکٹر نے مزید کوئی میڈیسن نہ دی جبکہ اسکے سٹیچیز بھی ٹھیک تھے، وہ دیوار کی اوٹ میں کھڑی ہو کر اسکے معائنے کو ہوتا دیکھتی رہی، اسے اچھا لگا وہ ٹھیک ہے، شاید وہ دل سے بہت اچھی انسان جو تھی۔

عصر بھی معائنے کے نیچ لاونج میں ہی رہا پھر چیک آپ کے بعد عصر ہی ڈاکٹر کو باہر تک چھوڑنے گیا، اپنی شرٹ کے بٹنز بند کرتا انیس کا وچ پر سے

اٹھا، اپنا کوٹ اٹھایا اور چلتا ہوا وہ انٹرنس کی اوٹ میں کھڑی عرشیہ تک پہنچا، دونوں کی آنکھوں میں حرارت سی تھی، پر ایسی حرارت جو مزید تکلیف پہنچانے کے لائق نہ رہی ہو۔

"تم نے مجھے ہرٹ کیا۔ نئی کو میسج بھیجنے دیتے تو میں باخدا ساری رات تمہارے لیے دعائیں کرتی۔ اب آہیں نکلیں گی میرے تڑپتے دکھی دل سے۔ تم دعائیں کرتے رہنا اگر ان آہوں سے بچنا چاہتے ہو۔ یہ ہفتہ تو گزر ہی جائے گا مسٹر پر تم جو اس ہفتے مجھ پر بے جا ظلم ڈھاوگے اسکا دباو تا عمر تمہارے دل پر سل کی طرح رہے گا۔ جسکی کوئی تلافی نہیں ہو گی۔ گڈ نائیٹ"

وہ اسکو دیکھتی، اسکی چمکتی آنکھوں میں اپنی بجھی آنکھیں گاڑے اک اک حرف بڑی پریشان ہو کر ادا کرتی نہ صرف پیچھے ہٹی بلکہ اسے دیکھتے ہی دیکھتے وہ پلٹ کر وہاں سے چلی گئی اور انیس نے اپنے آپ کو گہرا سانس لیتے کمپوز

کیا، عصر کے واپس لوٹنے نے خیالات میں ڈوبے انیس کو واپس ہوش کی دنیا میں لایا۔

"وہ یہاں تمہارے پاس آج رات کے لیے امانت ہے۔ اور شاید اگلی چھ راتوں کے لیے بھی۔ چوکنے رہنا"

عصر کے کندھے پر ہاتھ رکھے، انیس نے اسے یہاں کا محافظ مقرر کیا تھا۔

"آپ بے فکر رہیں۔ میں جاگتا رہوں گا۔"

عصر کے یقین دلانے پر انیس کو تسلی ملی جسکے بعد وہ چلا گیا اور عصر دوبارہ سے کھانا بنانے میں مصروف ہو گیا لیکن کمرے میں کھڑکی کا پردہ ہٹا کر کھڑی عرشیہ کی نظریں انیس غانم پر تھیں، وہ جا رہا تھا، وہ اسے دیکھتی رہی، جب تک وہ اسکی نظروں کی حدود سے اوجھل نہ ہوا پھر عرشیہ نے کھڑکی کا پردہ برابر کیا اور گہرے سانس بھرتی وہیں میٹرس کے کنارے جا بیٹھی۔

"قید کی دوسری رات مبارک ہو عرشیہ المیر!"

وہ بیٹھے بیٹھے پیچھے کو گر گئی، اسکے کھلے بال میٹرس پر بکھر گئے، اور عرشیہ نے اپنی آنکھیں موند لیں، یا یہ کہنا چاہیے تھا کہ وہ چلا گیا اور عرشیہ کو اب کسی کو نہ دیکھنا تھا نہ کچھ کرنا تھا۔

جبکہ موساب اعوان نے وولف سے ملاقات کے لیے قریب کا ہی ایک کیفے چنا تھا، اس وقت کیفے میں زیادہ رش نہ تھا، عرشیہ المیر کا کنٹریکٹ دینے والے کو وولف خود بھی ملنا چاہتا تھا۔

موساب پچھلے پانچ منٹ سے کیفے میں اسکا منتظر تھا اور پھر وہ آ گیا، سر سے پیر سیاہ میں ڈوبا لمبا چوڑا کسرتی آدمی، چہرہ ڈھکا ہوا، منہ پر ماسک اور ماسک سے چھلکتی چمکتی آنکھیں، وولف کے ساتھ دو لوگ تھے جو کیفے کے باہر ہی رک چکے تھے۔

"تو تم ہو اسکا کنٹریکٹ دینے والے اے ایس پی موساب اعوان، لیکن میری انفارمیشن کے مطابق وہ کلئیر ہے۔ کرمنل ریکارڈ نہیں ملا۔ نہ ہی کوئی خفیہ سرگرمی ہے اس چھوڑی کی۔۔۔"

وولف کی بھاری آواز ہی موساب کی سماعت سے ٹکرائی تھی جس پر موساب نے زرا آگے ہو کر بیٹھے ان ماسک کے پیچھے چمکتی آنکھوں کو دیکھا جو ٹھیک اسکے سامنے بیٹھ چکا تھا۔

"وہ کرمنل ہے اور اسکا کرائم ڈھونڈنا ہی تمہاری ڈیوٹی ہے وولف اور پھر اسے ٹپکانا۔ ابھی میں کچھ اور کہنے آیا ہوں۔ تمہارے چنگل میں ہو کر وہ اپنے گھر والوں سے رابطے میں ہے۔ تمہاری سروس نے بہت مایوس کیا ہے مجھے۔ تم اپنے قیدیوں کو فون کی سروس بھی دیتے ہو؟ کیا مزاق چل رہا ہے یہاں؟"

موساب اعوان کی یہ طنزیہ بات سنے وولف کی آنکھوں میں دھواں سا بھرا،لگ رہا تھا جیسے یہ سن کر وولف کو آگ لگی ہے۔

"ویٹ!اس نے اپنے گھر والوں سے رابطہ کیا؟"

وولف کے کھردرے استفسار پر موساب پھنکارا اور سر بھی اثبات میں ہلایا۔

"I will fix this soon ASP"

وولف کی آواز سخت اور کھردری ہوئی پر موساب کو دیکھ کر لگ رہا تھا جیسے اسکی بات ابھی مکمل نہ ہوئی تھی۔

"اب اصل بات بتا اے ایس پی۔کیا چھپا رہا ہے؟دیکھ تیرے منہ پر صاف لکھا ہے تو بکواس کر رہا ہے اس لیے مجھے سچ بتا تا کہ مجھے بھی کچھ سمجھ آئے۔"

موساب اعوان کو اندازہ نہ تھا یہ آدمی اسکے اندر تک جھانک سکتا ہے، جبکہ موساب کو اندازہ ہو چکا تھا کہ بنا اصل معاملہ بتائے بات نہیں بنے گی۔

"وہ لڑکی کر منل نہیں ہے لیکن میں چاہتا ہوں تم اسے ایک ہفتہ کڈنیپ رکھو۔ اس طرح اسکا خفیہ باپ سامنے آئے گا کیونکہ میں اس لڑکی کے کڈنیپ کی خبر میڈیا میں لیک کروں گا اور یہی میرا مقصد ہے اسکے باپ کو بل سے نکالنا۔ جانتا ہوں یہ تمہارے کام کرنے کا طریقہ نہیں پر قانون کے لیے تم یہ کرو گے۔ کیونکہ ہماری اجازت اور مہربانی کے بنا تم سر عام قتل و غارت کر کے بچ نہیں سکتے وولف۔ اس لیے میرے اس کام کو جان بخشی کی قیمت سمجھ کر کرو"

موساب کا لہجہ صاف صاف وولف کو دھمکا رہا تھا جبکہ ابھی بھی وولف کو اس آدمی کی بات پر رتی برابر یقین نہ آیا۔

"دیکھ جس دن تو مجھے پوری بات بنا ہیر پھیر بتائے گا تب میں بھی تیری ماننے کے بارے سوچوں گا۔ اب عرشیہ نے اپنی خیریت کی خبر تو دے ہی دی گھر تو اسکے کڈنیپ کی خبر آ بھی جائے تو تردید اسکے اپنے گھر والے کر دیں گے۔ اگر تو چاہتا ہے عرشیہ کے کڈنیپ کی اطلاع تاوان وصولی کی کال کے

ساتھ اسکے گھر والوں تک پہنچے تو مجھے سب سچ سچ بتا اے ایس پی۔ کیونکہ وولف کو تیری نہ مہربانی کی ضرورت ہے نہ اجازت کی۔۔۔ان ہاتھوں نے جن جن کا خون بہایا ہے وہ واجب القتل ہی تھے۔باقی آپن دماغی اور قلبی درد دے کر مارنے کا عادی ہے۔۔۔نہ خون بہتا ہے نہ گند مچتا ہے۔۔۔۔نہ گولی چلتی ہے میری نہ میرے ہاتھ خون آلود ہوتے ہیں"

وولف کی نہ تو کمزوری تھی نہ وہ کسی سے ڈرتا تھا،وہ قانون سے بالاتر تھا،وہ سسٹم کی جڑ تھا،وہ سول کرائم ایسوسی ایشن کا ہیڈ تھا،سرٹیفکیٹ یافتہ،خفیہ ادارے کا اجازت نامہ اسکے نام رجسٹر تھا تو اس اے ایس پی کی یہ دھمکی وولف کے لیے اک بچگانہ پن کے سوا کچھ نہ تھی۔

"ہمم۔تو بتاو اس کام کو کرنے کی کیا قیمت چاہیے تمہیں کیونکہ میں تمہیں سچ بتا چکا ہوں"

موساب نے خود ہی ہتھیار ڈالے جبکہ سچ تو اس نے ابھی بھی وولف کے آگے نہیں کہا تھا۔

"ہمم۔۔ قیمت! وہ مجھے مل جائے گی خود ہی بس اگر تم نے مجھ سے کچھ غلط بیانی کی ہوئی یا کچھ چھپالیا ہو اتو اپنے عہدے اور عزت دونوں سے دستبرداری کے لیے تیار رہنا۔ کل اسکے گھر والوں کو اسکے کڈنیپ کی خبر پہنچ جائے گی۔ چلتا ہوں"

وولف نے اٹھ کھڑا ہوتے اپنا فیصلہ سناتے ہی بات سمیٹی تو موساب بھی اٹھ کھڑا ہوا۔

"تھینکیو وولف"

موساب نے فوری مشکور ہوتے کہا جس پر وولف نے یوں اسے اگنور کیا جیسے بریانی میں آلو اگنور ہوتا ہے، موساب اسکے اس طرح منہ پھیر کر

جانے پر جبڑے بھینچ کر رہ گیا اور وولف جس شان سے آیا اسی سے واپس جا چکا تھا۔

گاڑی کے پاس پہنچتے ہی اس نے فون نکالتے انیس غانم علوی کا نمبر ملایا اور آدمی کے کار ڈور کھولتے ہی بیک سائیڈ سوار ہوا۔

انیس بس مینشن پہنچنے ہی والا تھا جب وولف کی آتی کال دیکھ کر اسکا موڈ مزید خراب ہوا۔

"کیا ہوا منحوس آدمی۔۔ ہفتے تک میری جان چھوڑ دی تھی ناں تم نے۔ تمہارا شکار میرے پاس ٹارچر کے لیے پہنچ چکا ہے تو کال کیوں کی؟"

انیس کا ویسا ہی بیزار انداز یہاں بھی تھا پر شدت سو گنا زیادہ تھی۔

"بڑا اچھا ٹارچر دے رہا ہے اسے کہ وہ اپنے ماں باپ کو اطلاع دے رہی ہے اپنے ٹھیک ہونے کی۔ تو میرے کہے کو ٹھیک سنتا نہیں ہے علوی! تیری دماغی مینٹنس ہونے والی ہے۔۔۔"

وولف کا لہجہ دگنا تضحیک بھرا تھا جبکہ ڈرائیونگ کرتے ہی انیس نے سٹیرنگ پر عاجز آتے ہاتھ مارا کہ یہ چیز وہ کیسے ایموشنز میں بھول گیا۔

"وہ کرمنل نہیں ہے یہی کہہ رہی ہے صبح سے۔ اور میرا فون دھوکے سے ہتھیایا تھا اس نے۔ سمجھا دیا تھا دوبارہ ہاتھ نہیں لگائے گی۔ اسکے کرمنل ہونے نہ ہونے کی کنفرمیشن جلدی کرو۔ میں اسے دو تین دن سے زیادہ ٹارچر نہیں کرنے والا۔ تم نے اچھی آفر کی تھی اسکے بدلے میرا گیمنگ سوفٹ ویئر جس پر میں نے پانچ سال محنت کی تھی جو تم نے زبردستی مجھ سے چھینا، اسے واپس دینے کی پر کسی معصوم اور بے قصور کو ٹارچر کروانے کے بدلے اگر تم مجھے مجھ سے ہی چھینی چیز مجھے ہی لوٹانا چاہتے ہو وہ بھی اس لیے کہ اس میں بگز آ گئے اور تمہارے کام نہیں آ رہا تو نہیں چاہیے۔ یہ سب جلدی سمیٹو۔ مجرم کو ٹارچر کے لیے بھیجتے تو تمہارا کرائم پارٹنر ہمیشہ رہتا وولف لیکن تم نے غلط شکار میری طرف ریفر کر کے میرا اعتماد گنوا دیا ہے"

انیس کا لہجہ دگنا سفاک تھا، وہ گما پھرا کر بات کرنے کا عادی تھا بھی نہیں، وولف کی آنکھوں میں بے چینی صاف نظر آ رہی تھی۔

"دو تین دن اسے پاس رکھ۔۔۔ جذباتی آدمی۔ میں حل کرتا ہوں یہ معاملہ۔ بیچ میں اے ایس پی پڑا ہے تو طریقے سے کرنا ہو گا۔"

وولف کی بات ابھی مکمل نہ ہوئی کہ انیس نے ناگوائیت سے اسکے منہ پر کال بند کر دی۔

"وہ کونسا منحوس دن تھا جب اس خبیث آدمی سے دوستی کی تھی میں نے۔ لعنت ہو اس دن پر"

انیس نے گاڑی ٹھیک مینشن کے پورچ میں پارک کی تھی، فون بند کرتا وہ آگ آگ ہوتا گاڑی سے باہر نکلا تبھی اسکے فون پر دوبارہ سے کال آئی۔

انیس نے مینشن کی طرف قدم بڑھانے کے بیچ ہی کال پک کی۔

"ہاں کہو"

انیس نے فون کے پار موجود آدمی کو کہنے کی اجازت دی۔

"ابراہیم علوی نے جیولری سیل کی ہے میری ایک جیولری شاپ میں۔ اٹھارہ لاکھ قیمت ملی ہے انھیں۔ پیور گولڈ سیٹ تھا۔ میں نے سوچا آپکو اطلاع دے دوں سر۔"

مقابل اس آدمی نے یہ اطلاع پہنچادی تھی اب انیس جانے اور یہ باپ نامی شخص، انیس نے اپنے امڈتے عتاب کو جس جبر سے روکا وہی جانتا تھا یا اسکا خدا۔

"تھینکیو! وہ سیٹ میں کل آکر کے جاوں گا واپس۔ اسے پگھلایئے گا مت۔ پیمنٹ میں ابھی بھیجتا ہوں ساری۔"

انیس نے اس شخص کو کہتے ہی مقابل سے ملتے اقرار پر رابطہ توڑا اور فورا سے پہلے عصر کو یہ رقم ٹرانسفر کرنے کا میسج بھیجا جبکہ خود وہ مینشن میں داخل ہوا تو

اسکی سماعت نے عدین اور بابا کی آوازیں سنی، وہ ٹی وی لاؤنج میں تھے، ڈائنگ ہال میں ملازمین کی طرف سے ڈنر لگایا جا رہا تھا، انیس کے قدم لاونج ایریا کے بلکل پاس تھمے۔

"رات بخیر ہو آپکی"

انیس کے گھمبیر انداز میں پکارتے ہی عدین پلٹا اور بھیو کو دیکھتے ہی وہ اٹھ کر مسکراتا ہوا اسکی طرف آیا پر ابراہیم صاحب وہیں بیٹھے شان بے نیازی سے نظریں چرا گئے۔

"خوش آمدید بھیو۔ ڈنر بس لگنے والا ہے۔ میں نے کچھ میتھ کے پرابلمز سمجھنے ہیں کیا ڈنر لگنے تک آپ مجھے وہ سمجھا دیں گے؟"

عدین کو پڑھائی میں جو بھی مدد چاہیے ہوتی تھی وہ انیس سے ہی لیتا تھا، ابھی بھی اسے انیس کی مدد چاہیے تھی۔

"سمجھا دوں گا۔ بک اور نوٹ بک لے کر آجاو"

انیس نے نرم سا مسکراتے عدین کے بال ہاتھ بڑھا کر سہلائے جس پر عدین مسکراتا ہوا وہاں سے دوڑ گیا جبکہ انیس نے اپنے قدم ابراہیم علوی کی جانب بڑھائے، وہ ٹھیک بابا کے پہلو میں بیٹھا، ابراہیم تھوڑے حیران ہوئے کیونکہ وہ تو پاس بیٹھتا ہی نہ تھا۔

"اٹھارہ لاکھ۔ اتنے پیسے کیوں چاہیں تھے آپکو؟ میں نے سنا تھا فیکٹری میں کافی بڑے آرڈرز آئے ہیں۔ کافی ایڈوانس پیمنٹ بھی پکڑی ہو گی آپ نے، وہ پیسے کہاں گئے؟"

وہ بڑے نرم لہجے میں کچھ دیر بابا کی باڈی لینگویج پرکھنے کے بعد مخاطب ہوا اور یہیں سے ابراہیم کے ماتھے پر گھبراہٹ سے نمی چمکنے لگی۔

"فیکٹری میری ہے تو حساب تم کیوں تھانیدار بن کر لے رہے ہو؟ خبر پہنچا دی تمہیں تمہارے شہر میں پھیلے جاسوسوں نے؟"

ابراہیم کو اسکی بات اتنی کڑوی لگی کہ وہ پاس سے اٹھ کر سامنے والے صوفے پر جا بیٹھے جو انکا انیس سے اک طرح کا فرار بھی تھا۔

"فیکٹری آپکی ہے بابا تو زیور میری ماں کے کیوں بیچتے ہیں؟ وہ میرے اور عدین کے پاس مما کی پہنی ہوئی آخری نشانیاں ہیں۔ ماں چھین کر دل نہیں بھرا کہ انکی یہ چند چیزیں بھی ہتھیانے پر اتر آئے ہیں۔ بس کر دیں پلیز۔ اگر وہ صرف سونا ہوتا تو اسے پگھلا کر آپکے پیروں میں انڈیل دیتا۔ پر اس سے میری ماں کا لمس وابستہ ہے۔ نہیں دے سکتا۔ میرے صبر اور میری برداشت کو ان حربوں سے مت آزمائیں۔ پیسے چاہیے تھے تو مجھ سے مانگ لیتے ہمیشہ کی طرح۔ اب تک تو عادت ہو جانی چاہیے تھی آپکو بابا؟"

وہ انکی آنکھوں میں اب بھی زرا جھک کر جھانکا کیونکہ ابراہیم کی نظریں دل کے بوجھ سے جھک گئیں تھیں پر انیس کے آخری طنزیہ جملے وہ برداشت نہ کر سکے تو بلبلا اٹھے، آنکھوں میں جیسے ریت سی چبھی۔

"میں باپ ہوں تمہارا، بھکاری نہیں بچے"

وہ نا صرف اٹھے بلکہ انکا لہجہ شدید کڑوا ہوا، انیس بھی تحمل سے اٹھ کر کھڑا ہوا اور انکے ٹھیک روبرو ہو کر انکی احساس ندامت سے یکسر خالی آنکھوں میں جھانکا۔

"آج کے دن کی حیرت انگیز خبر ہے یہ تو"

انیس نے ہاتھ کوٹ کی جیبوں میں پھنسائے بابا کے سگلنے پر تھوڑے پٹرول کا بھی چھڑکاو کیا جس سبب ابراہیم کی آنکھیں خون آشام ہوئیں۔

"تمہیں یہ سب کر کے دنیا جہاں کی کوئی کامیابی یا خوشی نہیں ملے گی۔ماں باپ کے نافرمان بچے"

وہ بھی تو اپنے نام کے ایک تھے، تلملا اٹھتے انیس کو منہ توڑ جواب دیا۔

"افسوس ہوتا ہے کہ ماں کا فرمابردار بیٹا کیوں نہیں بنا۔ لیکن آپکے لیے مجھے یہ افسوس نہیں ہوا نہ کبھی ہو گا بابا۔"

اسکا لہجہ غمزدہ تھا اور یہ ابراہیم کو برا لگا، وہ کبھی بھی جان بوجھ کر اسے تکلیف نہیں دیتے تھے، اپنی بری عادتوں کے غلام تھے۔

"تمہیں پتا ہے تمہاری یہ باتیں مجھے تکلیف دیتی ہیں۔ میں اندر ہی اندر سلگتا رہتا ہوں۔ اسی تکلیف سے نکلنے اور خود کو بہلانے کے لیے عیاشیاں کرتا ہوں۔ عورتوں کے ساتھ وقت گزارتا ہوں۔ دوستوں کے ساتھ پارٹیز کرتا ہوں۔ تلخ ہو گیا ہوں۔ صرف اس دکھ کو فراموش کرنے کے لیے کہ میرا بیٹا مجھ سے نفرت کرتا ہے"

ابراہیم علوی کی آواز یہ بتاتے دبنے لگی پر انیس کو ہنسی آگئی، کتنی غیر حقیقی وجوہات اور بہانے تھے کہ انیس جیسے آدم بیزار شخص کو مسکرانا پڑ گیا۔

"اچھی بات ہے بابا۔ دکھ کو خود پر حاوی نہیں ہونے دینا چاہیے۔ کریں عیاشیاں لیکن اپنے بل بوتے پر کریں تو زیادہ آرام آئے گا۔ میرے پاس اب جو کچھ ہے وہ عدین کی امانت ہے۔ اگر مجھے کچھ ہوتا ہے تو وہ آپکا محتاج نہیں ہو گا اتنا کر کے جانا چاہتا ہوں۔ کیونکہ آپ اپنی ذمہ داری اٹھالیں یہی بہت ہے۔ مجھے پریشان کرنا بند کریں۔ اپنی آخری دیوالیہ ہوتی فیکٹری پر دھیان دیں وہ ابھی اچھے حال میں ہے۔ میری ماں کی محنت تھیں وہ فیکٹریاں جو آپ نے تباہ کر دیں۔۔ کم از کم آخری کو سنبھال لیں۔ میں نفرت نہیں کرتا آپ سے۔۔۔۔ سمجھ گئے آپ؟"

وہ اس بار نرم پڑا کہ شاید اسکی نرمی ہی ابراہیم کو کچھ سیدھی طرف گامزن کر دے لیکن ابراہیم نے شاید کچھ سنا یا سمجھا ہی نہیں تھا۔

"یہ بزنس میرا اور حمزہ دونوں کا تھا۔ اور کاروبار میں نفع نقصان ہوتا رہتا ہے اسکا یہ مطلب نہیں تم ہر چیز کا الزام میرے سر ڈال دو انیس۔ بس بہت ہوا۔"

وہ بابا کے بھڑکنے کی امید میں تھا کیونکہ اچھا مشورہ تو ابراہیم کو چبھتا تھا، انیس نے گہرا سانس یوں لیا جیسے اس سب سے تھک چکا ہو۔

"ہاں۔ بہت ہوا۔ میں اپنی بکواس سمیٹ لیتا ہوں۔ آپکے کانوں کو جو زہر جھیلنا پڑا اس کے لیے معاف کر دیں۔ ایکسکیوزمی!"

اپنے آپ کو دوبارہ ایسے مشورے دینے اور نرمی برتنے سے منع کرتے انیس نے بات ہی ختم کر دی اور پلٹا ہی جب عدین کو باہر آتے دیکھتا رکا۔

"سر درد کر رہا ہے میرا، کیا میں ڈنر کے بعد سمجھاوں تمہیں؟"

عدین کو بھیو کی ریکوسٹ سنے فکر ہوئی اور ابراہیم بھی پریشان ہوئے کہ انیس کو کیوں درد ہے۔

"جی بھیو ٹھیک ہے پر پلیز میڈیسن لے لیجئے گا۔ میں لے کر آوں؟ ساتھ دودھ لے آتا ہوں گرم کر کے۔ پھر آپ فریش ہو کر تھوڑا ریسٹ کرنا۔ میں یہ ہیلپ کل لے لوں گا امپارٹنٹ نہیں ہے"

عدین نے اپنی بکس وہیں جھک کر ٹیبل پر رکھیں اور قریب آئے وہ بھیو کا زور سے ہاتھ دونوں ہاتھوں میں تھام گیا جو کچھ گرم تھا، عدین کی آنکھوں میں پریشانی دیکھتے انیس کا موڈ کچھ بہتر ہوا۔

"ٹھیک ہے۔ روم میں لے آنا۔ میں فریش ہوتا ہوں تب تک"

انیس کے پیار سے کہتے ہی عدین فکر مند سا وہاں سے گیا اور انیس نے اپنے کمرے کی طرف بڑھنے کو قدم بڑھائے ہی جب وہ بابا کی آواز پر رکا لیکن پلٹا نہیں۔

"اپنے درد سے مجھے ٹارچر مت دیا کرو۔ میں تمہاری بات پر عمل کی کوشش کروں گا پر وعدہ نہیں کرتا۔ تم یہ درد بھگاو فورا انیس"

وہ بابا کی رندی سرگوشیاں سنے مدھم سا مسکرایا لیکن اسکی یہ مسکراہٹ بہت ہی مختصر تھی، شاید وہ مسکرانے سے بھی ڈرتا تھا۔

"آپکے تمام تر ظلم، بے حسی اور سنگدلی کہ اگر میں پھر بھی آپکو بابا کہتا ہوں تو اس ابراہیم علوی کی وجہ سے جو میری تکلیف نہیں سہہ پاتا۔ لیکن ضدی اور اپنی عادتوں کا مارا ہے۔ اور شاید غلام بھی۔"

انیس نے پلٹ کر بابا کے سامنے آتے اک اک لفظ جیسے رنجیدہ ہوتے ادا کیا، ابراہیم علوی کی آنکھوں کے گوشوں تک ندامت اتری نظر آئی لیکن ضدی وہ اتنے تھے کہ آنکھیں ہی چرا گئے پر یہ نہ کہا کہ ہاں میں ایسا ہوں۔

"درد بھگاو اپنا۔"

وہ کہہ کر ڈائنگ ہال کی طرف بڑھے تو انیس بھی انکی طرف دیکھتا سر جھٹکے پلٹا اور اپنے کمرے کی طرف بڑھا، جب تک انیس فریش ہوا، چینج کیا، کمرے میں آیا تو ناچاہتے ہوئے بھی مسکرایا کیونکہ عدین اسکے لیے سر درد کی میڈیسن کے ساتھ دودھ کا گلاس بھی گرم کر کے لایا وہ بھی خود دوسرا

وہ بھیو کا انتظار کرنے کو میٹرس پر الٹا لیٹا بستر کی سلوٹوں سے کھیلتے کچھ گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا تبھی انیس کے باہر آنے پر بھی متوجہ نہ ہوا۔

"کس کے خیالوں میں گم ہو عدین علوی؟"

بھیو کے ٹاول اپنی جگہ رکھ کر بیٹھنے پر وہ چونکا بھی اور جلدی سے اٹھا، دودھ کا گلاس اور دو گولیاں نکال کر وہ انیس کے پاس آکر رکا۔

"آپکی فکر میں گم ہوں بھیو۔ کبھی سر نہ درد کیا کرے آپکا"

عدین نے اپنی ہتھیلی میں دو گولیاں نکال کر انیس کے سامنے ہاتھ پھیلایا جبکہ سائیڈ ٹیبل پر رکھا دودھ کا گلاس بھی اٹھا کر منتظر ہوا کہ انیس ٹیبلٹس لے تو وہ بھیو کو گلاس پکرائے۔

"معمولی درد ہے۔ ڈونٹ وری۔"

انیس نے سائیڈ ٹیبل پر رکھی بوتل اٹھا کر پانی سے ٹیبلٹس نگلیں پھر اسکے ہاتھ سے دودھ کا گلاس لے کر ایک دو گھونٹ میں ہی پورا پیا تو عدین کو عجیب سی خوشی ہوئی، عدین نے گلاس انیس کے ہاتھ سے لے کر رکھا اور بھیو کے ساتھ ہی بیٹھا۔

"اچھا کیا میں نے بھیو کو ارسل سر کی حرکت کا نہیں بتایا۔ انکا سر درد مجھ سے برداشت نہیں ہوتا، اگر غصے میں یہ ارسل سر کو دو مکے مار آئے تو انکا خون زیادہ ابلے گا۔ ویسے بھی میں بڑا ہو گیا ہوں۔ پہلے اپنی حفاظت خود کرنے کی کوشش کرنی چاہیے مجھے۔"

وہ دیکھ انیس کو رہا تھا پر من ہی من میں اپنی معصومانہ عقل کا استعمال کرے خود کو شاباش دے رہا تھا یہ جانے بنا کہ یہ سب چھپانے کے سنگین نتائج سامنے آسکتے ہیں۔

"کچھ کہنا نہیں تو بک اور نوٹ بک لے آو۔ میں پرابلمز سمجھا دیتا ہوں تمہیں"

عدین کی منتظر نگاہوں مگر خاموش لب بھانپے انیس نے خود ہی اسے مخاطب کیا جس پر عدین نے وہی کیا، اگلے بیس منٹ اس نے بھیو سے اپنے میتھ میں کافی ہیلپ لے لی اور اس بیچ وہ چالیس بار تو انیس سے سر درد کا پوچھ چکا تھا۔

"مزید ایک بار بھی مت پوچھنا"

کام ختم ہونے پر عدین نے اسکے سر درد کا پوچھنے کو منہ کھولا ہی کہ انیس نے اسے ہاتھ کے اشارے سے چپ کروا دیا، عدین کی مسکراہٹ اس پر بے قابو ہوئی۔

"آپ لکی ہیں بھیو کہ آپکے پاس اتنا خیال رکھنے والا عدین ہے۔ ورنہ ان سے پوچھیں جنکے پاس عدین علوی نہیں"

شیخی بگاڑنے میں توعدین کا کوئی ثانی ہی نہ تھا، انیس اسکی ایسی شوخیاں سن کر اچھا محسوس کر رہا تھا ورنہ شام کو تو اسکے رونے نے انیس کو ڈرا دیا تھا۔

"اور وہ "ان" کون ہیں جنکے پاس عدین نہیں۔ فہرست دو مجھے میں پوچھ کر آتا ہوں"

انیس نے بھی اسکی بات مزید آگے بڑھاتے تفصیل میں کودنے کی کوشش کی توعدین کے دانت پھر سلپ ہوئے۔

"وہ ساری لڑکیاں جو آپکے ہینڈسم بھائی پر مرتی ہیں۔ سمجھا کریں"

عدین نے زرا انیس کی طرف جھک کر ایسے سرگوشی کی جیسے نجانے کتنا رازداری کا معاملہ ہو لیکن لڑکیوں کے ذکر پر انیس کو بھی مسکرانا پڑا۔

"ہینڈسم بھائی زمین سے اُگ تو لے پھر لڑکیاں بھی مار لینا خود پر۔"

انیس نے اسکے سر کے بال سہلاتے میٹھی میٹھی عزت افزائی کی پر انیس کی مسکراہٹ دیکھ کر وہ دگنا پر سکون ہوا۔

" بھیو کیا کروں میں پیارا ہی بہت ہوں۔ میں کوشش نہ بھی کروں تو سکول کی ساری لڑکیاں میری طرف ہی دیکھتی رہتی ہیں۔ انھیں میں بریٹش لگتا ہوں اپنے ان بھورے بالوں کی وجہ سے "

عدین نے اپنی تعریف خاصے درویشانہ انداز میں کی جیسے اسے تو ان لڑکیوں کے اپنی طرف دیکھنے میں بلکل دلچسپی نہ ہو۔

" مجھے بتاو تم واقعی سر کی ڈانٹ پر روئے تھے۔ میرا دل نہیں مان رہا ابھی تک۔ جس عدین کی پرورش میں نے کی ہے وہ ڈانٹ پر تو کبھی نہیں رو سکتا۔ تم نے ہمیشہ میری جانب سے نا امیدیاں اٹھائی ہیں عدین، تم نے جیسا مجھ سے پیار اور توجہ امید کی میں نے ہمیشہ اس کا بہت کم دیا تمہیں۔ تمہارا

دل میرے ساتھ رہ کر بہت سخت جان ہے تو پھر اک ڈانٹ پر رونا، مجھے یقین دلاو تاکہ میرا دھیان اس پر سے ہٹے"

جس بات اور حوالے سے عدین ڈر رہا تھا، انیس نے وہی کیا جس پر عدین کے چہرے کی رنگت کچھ لمحوں کے لیے تبدیل ہوئی مگر عدین کیا کرتا وہ انیس کے لیے بہت ڈرتا تھا، اپنی مصیبت وہ اس کے گلے نہیں ڈال سکتا تھا۔

" بھیو دراصل انہوں نے میرے اتنے اچھے گیم میں خرابی نکالی کیونکہ آپ جانتے ہیں سکول کا فٹ بال چمپئن ہوں۔ حوصلہ افزائی نہیں کی تو ہرٹ ہوا مجھے تبھی رونا آگیا تھا۔"

عدین نے کچھ سوچ کر اٹکتے ہوئے بتایا، انیس کو شک تو شام سے تھا پر وہ عدین کے منہ سے سچ سننا چاہتا تھا، تاکہ اگر عدین کچھ چھپا بھی رہا ہے تو اسکی وجہ کیا ہے، انیس نے اسے کسی طرح کا فورس نہ کیا کیونکہ وہ علیم خان کو کہہ

چکا تھا کہ کل وہ کلب کے اندر اور ہر جگہ عدین کے آس پاس رہے اور اسکی اجازت انیس، عدین کے کوچ سے لایا تھا۔

"حوصلہ افزائی کرنے والے اس دنیا میں بہت کم ہوتے ہیں عدین۔ اس لیے دل مضبوط رکھنا چاہیے۔ ایک اور بات میری کوئی تکلیف تمہاری کمزوری کبھی بننی نہیں چاہیے۔ اگر ایسا کبھی ہوا میں ہرٹ ہو جاوں گا۔ اور مجھے یقین ہے تم مجھے ہرٹ کبھی نہیں دیکھ سکتے نہ کر سکتے ہو"

انیس نے اسکا جھکا چہرہ پکڑ کر اوپر کیا اور عدین کے دماغ میں یہ بات سمو دی اور جواباً عدین کا اقرار بھی مانگا۔

"آپ میری کمزوری کبھی نہیں ہو سکتے۔ آپ میرے جینے کی وجہ ہیں بھیو۔ میں آپکو کبھی ہرٹ نہیں ہونے دوں گا۔ آپ ہمیشہ ٹھیک رہیں۔ میں آپکی مما بھی ہوں اور بھائی بھی۔"

وہ اسکی بات پر مسکرایا یعنی وہ عدین کے کہے پر یقین کر رہا تھا۔

"ہمم۔ گڈ بوائے۔۔ اب جاو بابا کو کمپنی دو۔ میں بھی آتا ہوں"

انیس نے اسے نرمی سے تاکید کی جس پر عدین نے فوری عمل درآمد کیا، اپنی بکس لیں اور کمرے سے نکل گیا جبکہ انیس اس وقت مکمل سیاہ میں ڈوبا تھا، اسکا پُرکشش سراپا سیاہ میں اور جاذب لگتا اوپر سے چہرہ جسکے خمیر میں ہی سنجیدگی اور کھنچاو درج تھے، باہر جانے سے پہلے انیس نے اپنا فون اٹھا کر کچھ ابڈیٹس دیکھیں، اسکے گیمنگ سٹوڈیو سے کچھ لوگوں کے پیغامات تھے جبکہ عصر کا میسج بھی تھا جس نے ٹیبل کھانے سے سجا کر پکچر بھیجی تھی۔

کھانے کے لوازمات سے سجی کھانے کی میز دیکھے انیس نے اک پرسکون سی سانس لی اور خود بھی فون واپس رکھتا کمرے سے نکل گیا کیونکہ ڈائنگ ٹیبل پر کوئی بھی فون یوز نہیں کرتا تھا اور یہ انیس کا بنایا رول ہی تھا۔

جب تک وہ باہر آیا، ابراہیم علوی اور عدین دونوں بیٹھ چکے تھے، کھانا بھی لگ چکا تھا، انیس نے بھی عدین کے ساتھ والی کرسی کھینچی اور بیٹھا، ابراہیم کی فکر بھری نظریں انیس پر مرکوز تھیں۔

"سر درد گیا تمہارا؟"

ابراہیم نے کھانا شروع کرنے سے پہلے ہی بے چینی سے پوچھا۔

"جی چلا گیا۔ کھانا شروع کیجئے"

انیس نے انھیں مطمئین کیا اور کھانے کا آغاز خود بھی کیا اور ان دو کو بھی شروع کرنے کی تاکید کی۔

عدین نے آج بھی دونوں کو کھانے کی میز پر اپنے دن کی اچھی اچھی باتیں بتائیں، انیس نے اپنا کھانا مکمل کیا اور کچھ کام کا کہے وہ واپس روم میں چلا گیا، کیونکہ وہ رات جلدی سونے کا عادی تھا، ویسے بھی کھانے کے بعد میڈیسن لینے کے بعد اسکے لیے نیند اہم تھی جو اس نے کل بھی نہیں لی

تھی، دنکو دو گھنٹے کی نیند اسے وقتی تر و تازہ کر تو گئی لیکن ابھی وہ کمرے میں آ کر بہت زیادہ سلیپی ہو رہا تھا، اس لیے کام کل پر چھوڑے اس نے سونے کا فیصلہ لیا تھا، بیڈ پر جا کر لیٹے لحاف اوڑھتے جب سونے کو آنکھیں بند کرنی چاہیں تو خیال بار بار عرشیہ المیر کی طرف بھٹکنے لگا، اور یہ بھٹکنا اسکی نیند کا حلل تھا، پیٹ کے زخم پر کھنچاو کے ساتھ کچھ درد تھا شاید وہ تبھی اسے یاد کر رہا تھا۔

وہ اپنے سواسب کا سوچتا تھا، پر آج پہلی بار اپنا سوچنے کا آغاز کیا گیا تھا، اس نے پین کلر لی تاکہ درد زائل ہو ورنہ اتنے درد سہنے کا تو وہ عادی تھا۔

نیند سے لڑائی اور عجیب سی کشمکش میں مبتلا اس نے اپنی درد کرتی آنکھیں موند تو لیں پر اتنی جلدی نیند آتی آج ناممکن سا لگ رہا تھا۔

.._____..

"جگہ تو ہمیں اچھی مل گئی۔ بس تھوڑی صاف صفائی کرنی ہو گی۔ آج ریسٹ کرتے ہیں سب۔ کل اس خوفناک ولا میں جائیں گے۔ تاکہ تر و تازہ ہو کر ڈاکومنٹری بنائی جا سکے"

منائم اور اسکے تمام ساتھی ویلا گرز اک ریسٹ ہاوس پہنچے تھے، یہ چھوٹا سا ہوٹل تھا مگر کافی اچھی حالت میں تھا، کمروں میں تھوڑی دھول مٹی تھی جبکہ بستر آرام دہ تھے۔

منائم کو اسکے روم میں پہنچا کر اسکے باقی سب دوست گئے تو منائم نے اپنا بیگ میٹرس پر رکھے ساتھ ہی بجتے فون کو بیگ سے نکالا جہاں خضر کالنگ لکھا آ رہا تھا۔

"جی بھائی۔ پہنچ گئی ہوں"

منائم نے کال لگتے ہی خضر کی بے چینی دور کی جو لوئنگ ایریا میں ہی ٹہلتا ہوا کال ملا رہا تھا، عاصم اور محراب بھی وہیں بیٹھے تھے، منائم کسی اور کا فون نہ اٹھا

رہی تھی تبھی بابا کے شدید اصرار پر ہی اس نے منائم کو کال کی کیونکہ وہ خضر کی کال کبھی اگنور نہیں کرتی تھی۔

"شکر ہے۔ڈیڈ نے میری جان کھار کھی تھی۔تم انکا فون پک کر لیا کرو۔"

خضر نے منہ بسور کر عاصم صاحب کی طرف دیکھا جنکی آنکھیں غصے سے دہک رہی تھیں البتہ محراب اپنے کسی سوشل ورک کے سلسلے میں کال پر مصروف تھی۔

"بھائی انکی بال سے کھال اتارنے والی عادت مجھے بہت ڈپریشن دیتی ہے تبھی نہیں اٹھاتی۔اب انکو فون مت پکڑا دیجئے گا۔بہت تھکی ہوں۔سونا چاہتی ہوں"

منائم نے شدید اکتاہٹ و بیزاری کے سنگ بات سمیٹی جبکہ عاصم المیر اس سے پہلے اٹھ کر خضر کے ہاتھ سے فون لیتے وہ فورا منائم کو اوکے کہتا جلدی سے فون بند کر گیا۔

"کال کیوں بند کی تم نے گدھے"

عاصم المیر نے خضر کی حرکت پر اسکے کان کے نیچے کھینچ کر چپیڑ دی جس پر خضر نے آگے سے معصومانہ سا منہ بناتے اپنا سر مسلا کیونکہ چانٹا زور کا لگا تھا۔

"وہ کہہ رہی تھی ڈیڈ کی آواز سن کر اسکی نیند اڑ جائے گی۔ ہٹلر جو ہیں آپ۔ بچاری تھک ہار کر اتنی دور دراز پہاڑوں پر پہنچی ہے تو آرام کرنے دیں اسے۔ کل پکا بات کر لے گی وہ آپ سے"

خضر نے ڈیڈ کے عتاب کے پیش نظر فلم ڈالی مگر عاصم کا غصہ ویسا ہی تھا، اس اولاد سے انھیں اچھے کی امید ویسے بھی نہ تھی۔

"ہمم۔ بیٹھو ادھر۔۔۔ کیا ارادہ ہے تمہارا ملک ہولڈنگز سنبھالنے کو لے کر؟"

عاصم نے اسے گردن سے دبوچے کاوچ پر بٹھایا اور خود بھی سامنے بیٹھے، محراب بھلے فون پر تھی پر اسکی نظریں عاصم کی حرکتوں پر غصے میں ڈوبی نظر آرہی تھیں۔

"پانچ دن بعد میر اڈریم کانسرٹ ہے ڈیڈ۔ میں ملک ہولڈ نگز دیکھنا پسند نہیں کرتا، سنبھالنے کا تو نو چانس۔ پلیز آپ خود سنبھالیں ویسے بھی نانو نے یہ بزنس آپکے حوالے کیا ہے۔ مجھے میر اشوق ہی زندگی دیتا ہے میں اس میں بہت خوش ہوں۔ قسم سے اگر میں ہولڈ نگز چلا گیا تو سارا بزنس دیوالیہ کر دوں گا۔ پھر سڑک پر لے آوں گا آپ سبکو، مل کر گائیں گے پھر اور گا کر مانگنے کا فیملی بزنس ہو گا ہمارا۔۔۔ اگر آپکو میر ایہ فیوچر آئیڈیا پسند آیا ہے تو میں کل ہی چلا جاتا ہوں"

خضر کے پاس عاصم کا لہو سلگانے کا یہی طریقہ تھا کہ اسکی بکواس سن کر خود ہی عاصم المیر نے ہاتھ باندھ لیے کہ تُو میرے کاروبار سے دور ہی اچھا ہے بیٹا، ہمیں فقیر بننے کا کوئی ارمان نہیں۔

"اٹھو اور دفع ہو جاو یہاں سے خضر"

بابا کے تپ کر غراتے ہی خضر مسکرایا اور اٹھ کر محظوظ ہوتا وہاں سے گیا تو محراب نے اپنی آفیشل کال بند کی اور اٹھ کر عاصم تک پہنچی جس نے کن پٹیوں کو دبا کر گہری سانس بھری تھی۔

"اسے کیوں بے عزت کرتے ہو عاصم؟ تمہیں تکلیف کیا ہے۔ کس زبان میں سمجھاوں تمہیں میں کہ میرے بچوں کی جان بخش دو"

محراب کی کانوں میں چبھتی آواز اور الفاظ کی تمازت پر عاصم اپنی جگہ سے اسے گھورتا اٹھا۔

"کیا جہیز میں لائی تھی تم انھیں۔ باپ ہوں انکا۔ میں بھی دیکھتا ہوں اب کہ خضر کا کانسرٹ کیسے کامیاب ہوتا ہے۔ اور رہی بات منائم کی تو اسے خود جا کر واپس لاوں گا کل۔ تم مزید مجھ پر حاوی ہونے کی کوشش مت کرتا

محراب کیونکہ بے کار جائے گی۔ بہت ہو گئی تمہاری حاکمیت، اب تمہیں بتاوں گا کہ یہ بچے تم سے زیادہ میرے ہیں۔"

عاصم کے لہجے میں باغیانہ پن اُمڈ اتھا، جیسے وہ اب بغاوت کے لیے پورے تیار ہو چکے ہوں، محراب تو پہلے ہی عاصم سے نفرت کرتی تھی، عاصم کے ایسے انداز پر وہ نفرت بڑھتی جا رہی تھی۔

"اگر تم نے ایسا کچھ بھی کیا تو ملک ہولڈنگز کا سارا اختیار تم سے واپس چھین لوں گی۔ بھلے تم ہر چیز کے مالک ہو لیکن بورڈ آف ڈائریکٹرز ابھی بھی میرے ساتھ ہیں، اور یاد رکھو عاصم، کرسی ہمیشہ طاقت سے نہیں اختیار سے ملتی ہے۔"

محراب کے الفاظ کمرے میں برف کی طرح گرے۔

عاصم ایک لمحے کو ساکت رہ گیا، پھر ہنسی اس کے ہونٹوں سے پھسل گئی، وہ ہنسی جس میں نرمی نہیں، صرف اعلانِ جنگ تھا۔

"بورڈ؟"

وہ ایک قدم آگے آیا، محراب کو اسکی اتنی نزدیکی پر بھی گھٹن ہوتی تھی، نفرت تو چھوٹا لفظ تھا، وہ اس شخص کو دیکھتے ہوئے بھی اذیت محسوس کرتی تھی۔

"بورڈ کو میں نے کھڑا کیا تھا محراب۔ جن ناموں پر تم فخر کرتی ہو، ان کے دستخط میں نے خریدے تھے۔ تم یہ بھول رہی ہو کہ میں صرف تمہارا شوہر نہیں...اس سلطنت کا معمار بھی ہوں۔"

عاصم المیر کی آنکھوں میں رتی برابر بھی ڈر یا پیچھے ہٹنے کا ارادہ نہ تھا۔

"تو پھر آزمالو۔ خضر کا کانسرٹ روک کر دکھاؤ، اور منائم کو زبردستی واپس لا کر دکھاؤ۔ پھر دیکھنا، یہ سلطنت تمہیں کیسے رد کرتی ہے۔"

محراب کی آنکھوں میں پہلی بار ہلکی سی تذبذب کی لکیر اتری، مگر لہجہ اب بھی سخت رہا۔

"سلطنت رد نہیں کرتی محراب... سلطنتیں بدلی جاتی ہیں۔ اور اب باری تمہاری ہے۔"

عاصم نے رخ موڑا، دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے آخری وار کیا۔

دروازہ بند ہوا تو لیونگ ایریا میں صرف محراب کی تیز سانسیں رہ گئیں اور ایک آنے والے طوفان کی آہٹ، جو صرف خضر کے کانسرٹ یا منائم کی واپسی تک محدود نہیں تھا، یہ جنگ اب ملک ہولڈنگز سے آگے جا چکی تھی۔

محراب نے اپنے بال مٹھیوں میں لے کر بھینچے تھے، اسے عاصم المیر کا انتظام اب ہر صورت کرنا تھا وہیں دوسری طرف اس پورے ہوٹل کو منائم اور اسکے دوستوں نے ہی بک کیا تھا، اس ریسٹ ہاوس کا چوکیدار کافی بوڑھا آدمی تھا، رات کے اس وقت وہ دروازے کے باہر کھڑا کسی سیاہ سائے سے مخاطب تھا، وہی شخص، وہی ماسک، وہ یقیناً وولف تھا۔

"منائم عاصم ملک"

چوکیدار نے یہ نام لیا تو وولف کی آنکھیں چمکیں۔

"کیا ارادہ ہے ان سب کا؟"

وولف کی بھاری آواز شمسو بابا نے سنی۔

"قریب کے بندولا پر ڈاکومنٹری بنانے آئے ہیں سب۔ یوٹیوب ویلاگرز ہیں سارے"

شمسو کا لہجہ وولف کے لیے تعظیم بھرا تھا جیسے اس ماسک مین کو شمسو اچھے سے جانتا ہو۔

"منائم ملک میرا شکار ہے شمسو۔ سمجھ گئے آپ؟ اس دن کا انتظار کئی سالوں سے کر رہا تھا۔ اسکے باپ کے گناہوں کی سزا اسکی وہ بیٹی سہے گی، جسے بہت سالوں سے سینے چمٹا رکھا تھا اس کمینے نے، اسکے یوں اکیلا آنے نے میری مشکل حل کی۔ اس شخص نے جو گناہ بہت سالوں پہلے دو معصوموں کو مار کر کیا تھا، یہ سمجھ کر کہ انکا کوئی والی وارث نہیں۔ اب اپنی سزا اس پر دردناکی

سے ڈھائے گا۔ ایک طرف اسکی بیٹی حادثاتا کسی کھائی میں گر کر مر جائے گی دوسری طرف اسکے بیٹے کے کانسرٹ میں آگ لگ جائے گی جس میں جھلس کر وہ بھی مر جائے گا۔"

وولف کا یہ پلین نہایت شاندار اور کمال تھا، شمسو کی آنکھیں بھی چمک رہی تھیں، شاید کچھ حساب وولف نے شمسو کے بھی لینے تھے، مرنے والوں سے شمسو کا گہرا تعلق جو تھا۔

"وہ جب اپنی اولاد کی موت جھیلے گا پھر میرا کلیجہ ٹھنڈا ہو گا۔ اس نے بھی میری اولاد کے ساتھ یہی کیا تھا وولف۔ اب انتقام کی باری ہے جو جرم سے دگنا بھیانک ہو گا"

شمسو کی آنکھیں جو کچھ دیر پہلے چمک رہی تھیں، اب ان میں آنسو ہلکورے تھے، وولف نے اس ضعیف شخص کے شانے تھامے تھے۔

"بے فکر ہو جائیں شمسو! وولف تو ویسے بھی کسی کر منل کو زندہ نہیں چھوڑتا۔ یہ والا مجرم تو میری بھی خوشیاں اجاڑنے کا قصور وار ہے۔ اسکو سزا میں اپنے انداز سے زرا مختلف دوں گا۔ فاطمہ نور کو انصاف ملے گا۔ اسکے اندر پلتی اس معصوم جان کو بھی جسے دنیا میں آنا تھا، جینا تھا۔ آپ سے وعدہ کیا تھا فاطمہ کے مجرم کو اس جرم سے سو گنا بڑی سزا دوں گا۔ وہ وقت آ ہی گیا۔ خوش ہو جائیں اپنی بیٹی کو ملتا انصاف دیکھنے کے لیے"

وولف کی دی ڈھارس پر شمسو نے اپنے آنسو بے دردی سے رگڑے جبکہ وولف اندر داخل ہوا تو اسکی نظر ریسٹ ہاوس کی بلڈنگ پر جا جمی، سب کمروں کی روشیاں بجھی تھیں سوائے منائم ملک کے کمرے کی کیونکہ وہ اندھیرے سے ڈرتی تھی، اسے روشنی کر کے سونا پسند تھا۔

شمسو بھی اندر آئے اور وولف کے ساتھ آ رکے، فاطمہ نور، وولف کی محبت، اسکی معصوم دنیا جو اس سے کھو گئی تھی، اس جرم کی دنیا میں وہ اسی انتقام کو پورا کرنے اترا تھا کہ اک دن اس میں یہ والی درندگی آ جائے جب وہ

عاصم المیر ملک سے بھی اسکے بچے ویسے ہی چھینے جیسے اس شخص نے شمسو کی بیٹی چھینی تھی، فاطمہ نور کو۔۔ در حقیقت دو قتل کیے تھے، فاطمہ اور اسکی کوکھ میں پلتے بچے دونوں کو، وہ بیٹا تھا، جسکے دنیا میں آنے سے پہلے ہی فاطمہ کو بے دردی سے قتل کر دیا گیا، بس دو دن رہتے تھے اسکی ڈلیوری کو، اور فاطمہ کا قتل اس بے دردی سے ہوا کہ اسکی کوکھ سے اس عورت کی موت کے بعد نکالا گیا بچہ بھی چند سانسیں لے کر مر گیا، یعنی دو قتل تھے تو انکا بدلہ بھی دو جانوں سے لیا جاتا۔

شمسو کے دیکھتے ہی دیکھتے وہ سیاہ سایہ اس روشن کمرے کی طرف لپکا تھا۔

منائم کے کمرے کی کھڑکی کے شیشے پر ہلکی سی آہٹ ہوئی، اتنی مدھم کہ نیند کی وادی میں بھٹکتی منائم تک نہ پہنچی۔

پردہ آہستگی سے سرکا، اور رات کی سیاہی کے ساتھ ایک سایہ کمرے میں اُترا۔

وولف، اسکے لانگ کوٹ کا کنارا ہوا میں سرسرایا، بھاری جوتے فرش سے ٹکرائے بغیر زمین کو چھوتے آگے بڑھے۔ یہ وہی مہارت تھی جو صرف برسوں کی تربیت اور جرم کی دنیا میں رہ کر آتی ہے۔ کمرہ نیم روشن تھا، بیڈ سائیڈ لیمپ کی تیز زرد روشنی دیواروں پر پھیل رہی تھی، اپنی بیالیس سالا زندگی میں وولف نے کسی کو ایسے سکون سے نیند لیتے کبھی نہ دیکھا تھا، ہاں وہ بیالیس سال کا تھا، اسے اس جرم کی دنیا میں آئے بیس سال ہو چکے تھے، اور بیس سال لگے تھے آج اس انتقام تک پہنچنے میں۔

منائم بستر پر گہری نیند میں لپٹی سو رہی تھی۔

کھلے بال تکیے پر بکھرے، چہرے پر معصومیت ایسی کہ لمحہ بھر کو وولف کے قدم خود بخود ٹھٹک گئے۔ سفید چادر میں لپٹی وہ کسی خطرے سے بے خبر تھی، نہیں جانتی تھی کہ برسوں پرانا انتقام آج اس کے سرہانے آ کھڑا ہوا ہے۔

وولف نے چند لمحے اسے دیکھا۔

اسکی سیاہ آنکھوں میں نفرت تھی، مگر اس نفرت کے نیچے دبی ہوئی ایک سرد سی سنجیدگی بھی، جیسے وہ خود کو یاد دلا رہا ہو کہ یہ چہرہ، یہ معصوم نیند، اس کے مشن کو کمزور نہیں کر سکتی۔

"تم صرف ایک نام نہیں ہو منائم ملک"

وہ دل ہی دل میں بولا۔

"تم ایک سزا ہو۔ اپنے قاتل باپ کی سزا"

وہ ایک قدم اور آگے بڑھا، بیڈ کے قریب آ کر رکا،

اور کمرے کی خاموشی اور بھی گہری ہو گئی، جیسے آنے والے طوفان سے پہلے کی آخری سانس لی گئی ہو۔

یعنی فاطمہ نور ہی تھی عاصم المیر کی تیسری بیوی، وہ سامنے تبھی نہ آسکی کیونکہ وہ تب ہی مر گئی تھی، اور اب اس کا باپ اور یہ محبوب خفیہ آدمی مل کر عاصم ملک کی لکھی عبرت پر عمل کرنے والے تھے۔

"تمہارے لیے موت لکھ دی گئی۔ تمہارے بھائی کے لیے بھی۔ اتنی دردندگی اپنے اندر لانے کے لیے مجھے بیس سال لگے اس لیے اپنی معصومیت سے میرے قدم مت ڈگمگا دینا بے بی گرل۔۔ افسوس ہو گا تم سا حسن جلد کسی کھائی کی زینت بنا ہو گا۔ چچ چچ۔۔ لیکن اسکے بعد عاصم ملک کی دردناک سزا شروع ہو جائے گی تو مجھے بھی قرار آئے گا۔ اس شخص نے فاطمہ کو دو بار چھینا تھا مجھ سے۔ اک بار اسے ورغلا کر اپنے نکاح میں لایا پھر دوسری بار اسے مار کر۔۔۔ میں بھی دو جانوں کو لے کر ہی حساب پورا کروں گا۔ وولف بے رحم ہے۔ تمہیں بھی یہ بے رحمی جھیلنی ہو گی منائم ملک"

وہ اپنا فیصلہ سنا چکا تھا، وولف نے اک آخری حقارت بھری نگاہ منائم ملک پر ڈالی اور اسی پر اسرار انداز میں وہاں سے نکلا جیسے آیا تھا، منائم کی نیند ویسی ہی تھی، یہ جانے بنا کہ وہ جلد مرنے والی ہے۔

جبکہ دوسری طرف سوہا اور رئیس نے بہت اچھا وقت ساتھ گزارا، قربت کے حسین لمحوں کے بیچ بھی رئیس کو رہ رہ کر اس گاڑی کا ہی خیال آتا رہا کہ آخر کس نے عرشیہ کو وہاں سے پک کیا، اسکا دماغ سن تھا، وہ عرشیہ کے لیے پاگل تھا، وہ اسے دو سالوں سے مسلسل دبوچنے کی کوشش میں تھا لیکن وہ لڑکی ہاتھ ہی نہیں آتی تھی، اب جب وہ ہفتے کے لیے غائب ہو گئی تھی تو رئیس کو بھی کہیں سکون نہ آ رہا تھا۔

"آج تمہارا فوکس مجھ پر کیوں نہیں تھا رئیس؟"

پہلو میں لیٹی سوہا نے قربت بھرے لمحوں کے سحر سے نکلتے جیسے سوچوں میں ڈوبے رئیس کو مخاطب کیا تھا، سوہا اسکی شرٹ میں ملبوس تھی جبکہ رئیس اس

وقت شرٹ لیس تھا، کمبخت اچھا خاصا مسلز مین تھا یہ بھی، پر کیا فائدہ اتنے وجیہہ ہونے کا جب دل و دماغ میں گند بھرا ہو، سوہا سے نکاح کے باوجود آہیں وہ عرشیہ کے لیے اسی کے پہلو میں پڑا بھر رہا تھا، اس سے زیادہ اور بدصورتی کیا ہو سکتی تھی۔

"کیونکہ بتایا تھا جان سر درد ہے۔ تھکاوٹ تھی شاید۔ نیو جیولری سٹور کی اوپنگ کے کام ہیں تو بہت سی میٹنگز تھیں۔ پھر تمہارا ایونٹ بھی تھا۔ لیکن تم نے میری ساری تھکاوٹ بھگا دی۔ اب میرا سارا دھیان ساری رات تمہاری یہ خوبصورتی کھینچتی رہے گی۔ کونسا امرت پیتی ہو تم سوہا۔ اب تک اتنی حسین ہو جیسے کسی مرد نے تمہیں چھوا ہی نہ ہو"

رئیس اگر اب بھی یہ سب نہ کرتا یا کہتا تو سوہا کو اسکے گریز کسی شک میں ڈال دیتے تبھی اس نے سوہا کے حسن کی تعریف کرے سوہا کے حواس ہی مفلوج کر دیے، ویسے بھی جس فورٹی پلس ایج میں وہ تھی، ایسے میں اسکا جوان اور ہاٹ شوہر اسے اگر خوبصورت کہتا تو یہ فطری تھا سوہا مدہوش ہو جاتی۔

"تمہارا پیار ہی ہے وہ امرت میری جان۔ میں پوری زندگی تمہارے لیے موجود ہوں"

سوہا نے اسکے برہنہ سینے پر ہاتھ پھیرا پھر وہ اسکے سینے کو چومتی اس کی بازوؤں میں دوبارہ سے گم ہوئی البتہ رئیس کی آنکھوں میں اڈتی لمحہ بھر کی وہ ناگوائیت بہت کچھ بتا چکی تھی کہ وہ اس عورت کے قریب کس قدر جبراً موجود ہے لیکن یہ بھی تو رئیس کی سزا ہی تھی، جو اسکی اب بھی حرکتیں تھیں عنقریب نہ اسکے پاس سوہا رہتی نہ یہ سب پاور اور عیش، جبکہ عرشیہ تو اسکی پہنچ سے ویسے بھی کوسوں دور تھی، بچارے کے پاس ابھی اندر ہی اندر جلنے کے سوا کوئی آپشن نہ تھا۔

"میری بدقسمتی ہے یہ"

رئیس نے بظاہر تو اس پر پیار نچاور کیا لیکن دل ہی دل میں ان لمحوں کو اس نے عذاب ہی قرار دیا تھا، ایسا عذاب جسکی تلافی وہ اپنے بقول عرشیہ کو جلد

حاصل کر کے کر ہی لیتا، سو ہا تو بس اسکے لیے اک سیڑھی تھی جسے وہ اپنی منزل پر پہنچتے ہی یوز لیس قرار دے کر چھوڑ ہی دینے والا تھا۔

.._____..

آخر اک اور رات گزر چکی تھی، انیس آج دیر سے اٹھا تھا کیونکہ اسکی باڈی شدید اور لمبی نیند کی طلب گار تھی، ویسے بھی اسے رات سونے میں کافی وقت لگ گیا تھا، ابراہیم تو فیکٹری چلے گئے تھے جبکہ انیس نے پہلے وہ ماں کا سونے کا سیٹ پک کیا تھا، اسے واپس لاکر میں لاکر رکھتے پہلی فرصت میں انیس نے لاکر کا کوڈ بدلا۔

تب تک اس نے عدین کو بھی جگایا، ناشتہ کرنے اور ریڈی ہونے کا کہا تاکہ آج انیس اسے خود چھوڑ کر آتا، علیم خان کو بھی اس نے دوبارہ اچھے سے آج عدین کے ارد گرد رہنے کے بارے تفصیلی بریف کیا۔

پھر وہ خود بھی اپنے کمرے میں آکر ریڈی ہوا۔

انیس نے آج چار کول فِٹڈ شرٹ پہن رکھی تھی جس کی آستینیں کہنیوں تک موڑی ہوئی تھیں، شرٹ اوپر سے ہلکی سی کھلی تھی یعنی دو بٹن کھلے تھے جبکہ نیچے بلیک پینٹ، ہاتھ میں سلور واچ اور کلائی پر لیکچر بلیک بریسلیٹ بھی پہن رکھا تھا۔

بعد میں اس نے آستینیں کھولیں، سٹڈ فکس کیے اور اوپر بلیک فِٹڈ بلیزر پہنا، پیروں میں بلیک لیدر آکسفورڈ شوز اسکی اور آل شخصیت کو اک بزنس مین لک دے رہے تھے، سر کے بال بے ترتیب مگر جاذب تھے، ٹرمڈ بیئرڈ جس میں اسکا چہرہ بہت جچتا تھا۔

وہ اپنی فائنل لک مرر کے سامنے رک کر دیکھتا، بہت سوفٹ سے ٹچ والی ہوم میڈ پرفیوم کا بہت ہی ہلکا سپرے اپنی صرف گردن کے قریب کرتا ہوا پرفیوم کو واپس رکھے اپنی گاڑی کی کیز اور فون لیتا، خوشبوؤں کے بسیرے یہیں چھوڑ کر کمرے سے نکلا تو عدین بھی نک سک تیار اپنا بیگ کندھے پر ڈالے کلب کے لیے تیار ہو کر نیچے لاؤنج میں اسکا منتظر تھا۔

بلیک پفر جیکٹ، سادہ بلیک ٹی شرٹ، بلیو جینز اور سفید اسنیکرز پہنے چھوتے ہنڈسم بھی بھرپور جلوے بکھیرے ہوئے تھے، گردن میں ہیڈ فونز بھی لٹکے تھے جیسے آج پریکٹس کے بیچ میوزک سننے کے خاص پلین ہوں۔

بھیو کو نیچے آتا دیکھے عدین نے نظریں اٹھا کر اپنے کلر لکس والے بھیو کو دیکھا تو پہلے ہمیشہ کی طرح آنکھوں آنکھوں اس دولت کی نظر اتاری۔

"مما نے مجھے آپ جیسا ہاٹ کیوں نہیں پیدا کیا۔ اس پر اگلے جہاں لمبی لڑائی ہو گی میری بھیو"

وہ اسے دیکھتے ہی منہ بسور گیا جبکہ انیس نے پاس آکر قدم روکے اور سر سے پیر اس چھوٹے پٹاکے کو دیکھا جو ہر طرح انیس سے زیادہ پیارا تھا پھر ابھی سے لگ بھگ انیس کی طرح ہی لمبا ٹیلہ!

"لڑائی مت کرنا۔ ویٹ کرو کچھ سال۔ مجھ سے زیادہ ہنڈسم بنو گے تم۔ یہ بچپنا اور کیوٹنس انجوائے کروا بھی۔ گدھے کی طرح منہ مت بنایا کرو"

انیس نے اسکے ہمراہ ہی مینشن سے قدم باہر کی طرف بڑھائے تو وہ مسکراتا ہوا دانتوں کی نمائش کرنے لگا۔

" کبھی آپ مجھے شیر بھی کہہ لیا کریں۔ کیا گدھا گدھا کہتے رہتے ہیں"

عدین نے باہر نکلتے ہی دھوپ کی نرم نرم کرنوں میں لمبا سا سانس خارج کرتے ساتھ چلتے انیس سے شکوہ بھی دے مارا۔

"ہیں تو دونوں جانور ہی۔ شیر کہہ دیا کروں گا اب سے۔ تم خوش ہو جانا"

انیس کی حاضر جوابی کمال تھی، یہ تو عدین میاں بھی تسلیم کرتے تھے، جناب ہنستے ہوئے بھائی کی وی آئی پی گاڑی میں سوار ہوئے، خود انیس بھی بیٹھا، پیٹ کے درد کے ساتھ ڈرائیونگ کل مشکل تھی پر آج درد بہت کم تھا تبھی وہ بآسانی ڈرائیونگ کر پایا، علیم خان بھی پیچھے ہی آیا تھا، کلب کی پارکنگ میں گاڑی روکے انیس نے عدین کو دو منٹ کے لیے روکا تھا۔

علیم خان بھی اپنی دوسری گاڑی پارک کیے گاڑی سے نکلتا، انیس کی گاڑی کے باہر عدین کے نکلنے کا انتظار کر رہا تھا۔

"میں نے جو کل سمجھایا تھا اسے ذہن نشین رکھنا۔"

بھیو کے تاکید کرنے پر عدین نے فوراسے پہلے سر ہلایا۔

"رکھوں گا بھیو۔ شام مجھے پک کر لیجئے گا۔ مجھے کچھ پلے سٹیشن کے لیے نیو گیمز کی سی ڈیز چاہیں تو وہ خریدنی ہیں۔ اسکے علاوہ جو لاسٹ ونٹر آپ نے مجھے شوز دلائے تھے ناں وہ سپیشل والے اسکی لیسیز مس ہو گئی وہ بھی لینی ہے۔ پھر مجھے لاوالیک کھانا ہے آپکی فیورٹ والی بیکری سے"

عدین نے جاتے جاتے بھی فرمائشی پروگرام کھولتے انیس کو بڑے دھیان سے سمجھایا، انیس نے مسکرا کر سر ہلایا جسکے فورا بعد عدین گاڑی سے نکلا اور علیم خان کے ساتھ وہ کلب کی بلڈنگ کی طرف چلا گیا، ارسل نے اسکا ویلکم

کیا مگر عدین نے اسے دیکھنا بھی گوارا نہ کیا اور علیم خان کے ساتھ کلب کے اندر چلا گیا جس پر ارسل کو جو مرچی لگی وہ تو قابل دید تھی۔

انیس اسکے بعد آفس گیا جہاں اسے کچھ اہم میٹنگ اٹینڈ کرنی تھی، دس تک وہاں سے کچھ فری ہوتے اس نے گاڑی نکالی اور فارم ہاوس کی طرف نکل گیا، آفس سے فارم ہاوس تک چالیس منٹ کا راستہ تھا، پھر بیس منٹ پیدل چلنے پر لگتے، انیس گیارہ تک فارم ہاوس پہنچ گیا تھا، گیڈ کا لاک کھولے وہ اندر داخل ہوا تو پورا گارڈن ایریا اور پول سائیڈ کا حصہ سنسان پڑا تھا، اسے امید تھی شاید وہ لڑکی سن باتھ لیتی نظر آئے گی پر وہ نہیں تھی، انیس نے فارم ہاوس کی طرف قدم بڑھا دیے، وہ اندر آیا تو اسے کچن سائیڈ ایریا سے ناشتے کے لوازمات کی خوشبو محسوس ہوئی، عصر نے بھی آمیلیٹ نکالا اور چولہا آف کیے باہر آیا تو انیس گاڑی کی چابی، فون میز پر رکھے بلیذر بھی اتار چکا تھا، اپنی آستینیں دوبارہ کف لنکس نکال کر زرا زرا فولڈ کیں، فارم ہاوس کے ہر طرف موجود دھول وہ آتے ہوئے دیکھ چکا تھا اور کھانے کے بعد صفائی

کی ذمہ داری بھی عصر پر ڈالنا نہیں چاہتا تھا، ویسے بھی عرشیہ المیر کا ٹارچر پیریڈ بھی تو تھا۔

"کہاں ہے وہ؟"

اپنے قدموں کو فارم ہاوس کے لاونج میں روکے انیس نے ارد گرد متلاشی نگاہوں سے کسی کی تلاش کرتے سوال کیا، عصر مودب سا مزید قریب آکر رکا۔

"وہ تو کل آپکے جانے کے بعد سے کمرے میں ہیں۔ میں نے کھانے کے لیے جاکر آواز دی تھی روم کے باہر سے پر کوئی ریسپانس نہ آیا تو میں نے پھر تنگ نہیں کیا۔ شاید عرشیہ میم سو گئی ہوں گی"

عصر نے تفصیل سمجھائی مگر عصر کا چہرہ فق تب ہوا جب انیس نے باقاعدہ دوڑ لگاتے عرشیہ والے کمرے کی طرف کا رخ کیا، خود عصر پریشانی کے عالم میں پیچھے دوڑا کہ نا جانے کیا ہو گیا ہے۔

"صبح کے گیارہ بج رہے ہیں وہ اتنی دیر کیسے سو سکتی ہے۔ عصر تم گئے آج اگر اسے کچھ ہو گیا ہوا تو"

انیس نے گھبراہٹ اور غصے کی ملی جلی کیفیت میں جب عرشیہ کے کمرے کے دروازے کو کھولنے کی کوشش کی مگر وہ لاکڈ تھا، انیس کے دماغ میں اسکا انہیلر گھوم رہا تھا کہ کہیں مر نہ گئی ہو، دو تین زور دار دھکے دیتا وہ دروازے کا لاک توڑتا ہوا دروازہ کھولے جھٹکے سے اندر داخل ہوا تو عرشیہ میٹرس پر ترچھی بے سدھ پڑی تھی، نہ بلینکٹ اوڑھا تھا نہ شوز اتارے تھے۔

انیس غانم علوی کے پیروں سے زمین تو اب نکلی تھی، وہ دیوانہ وار اسکی طرف لپکا تھا۔

دروازے میں پہنچ کر کھڑا عصر بھی نیم صدمے میں جا چکا تھا۔

"مر گئی ہو کیا؟"

انیس نے بیڈ کے کنارے ٹک کر رخ عرشیہ کی طرف پھیرے زرا جھک کر اسکی گال تھپکائی تبھی وہ یکدم بند آنکھیں کھول گئی پر خود پر جھکے انیس کو دیکھے اسکے منہ سے خوف میں چیخ نکلی جس سبب عصر بھی اچھلا اور انیس بھی فوراسے پہلے سیدھا ہوتے اٹھ کھڑا ہوا۔

"مریں میرے دشمن۔ مجھ پر موت کے فرشتے کی طرح کیوں منڈلا رہے ہو۔ کیا ہوا ہے تم دونوں کو؟"

عرشیہ کی بے لگام زبان سے جھڑتے پھول سنے دونوں کو ہی تسلی ہوئی کہ وہ زندہ بھی ہے، ہوش و حواس میں بھی ہے اور پنجے بھی تیز کر رکھے۔

"سر کو لگا شاید آپ ٹپک گئیں۔ خیر میں ناشتہ مکمل کرتا ہوں"

عصر نے اپنی تشریف لے جانا ہی بہتر سمجھا جبکہ عرشیہ اب تک اسے گھور کر دیکھ رہی تھی، انیس نے دگنی گرمائش دیتی نظروں سے عرشیہ کو دیکھا۔

"رات کھانا نہیں کھایا نہ ہی تم باہر نکلی تب سے۔ مجھے لگا مر ورنہ گئی ہو۔ یہ تو ڈرامہ نکلا"

وہ اسکی طرف دیکھتا اپنی پریشانی کو صرف اک پروفیشنل فکر ثابت کرتا طنزیہ لب و لہجے میں بولا تو وہ چلتی ہوئی اسکے مقابل آن جمی، کل کی نسبت آج فریش تھی، چہرہ بھی بنا میک آپ کے بھی گلو کر رہا تھا جبکہ گرے آنکھیں عرشیہ کے پورے چہرے کو مدہوش منظر بنا کر پیش کر رہی تھیں۔

"یوگا کر کے ایسی ہی نیند آتی ہے مجھے۔ میں بھلا اپنی موت کا ڈرامہ کیوں کروں گی۔ تمہیں میرے زندہ رہنے یا مرنے سے کیا فرق پڑے گا"

وہ بھی جیسے جاننا چاہتی تھی کہ وہ اک شکار ہی ہے یا اسکے سوا بھی کچھ بن گئی ایک ہی دن میں جبکہ انیس کی لکس پر بھی اس نے خاص فوکس کیا، گہرے رنگ میں اور نفیس ڈریسنگ میں وہ بزنس مین لگ رہا تھا، کرمنل والی تو آج

رہی سہی وائب بھی مار آیا تھا پھر جو اتنی لمبی نیند لی اسکا بھی اثر تھا کہ انیس کا چہرہ بھی گلو کر رہا تھا۔

"پیمنٹ رک جائے گی جو تمہیں ٹارچر کرنے کی ملنی ہے۔ مت مرنا۔ یہاں سے جا کر مر لینا اپنی مرضی کے ڈیزائن کا"

وہ اسکے ہر تیکھے انداز کی کاٹ رکھتا زہر اگلنا جانتا تھا، عرشیہ کا حلق کڑوا پڑا، اتنے گڈ لکنگ انسان کی زبان اتنی زنگ آلود کیسے ہو سکتی ہے بھلا۔

"ٹھیک ہے۔ کچھ اور حکم عالی جاہ!"

تپے انداز اور سرد نگاہوں کے سنگ عرشیہ نے دانت نکوستے استفسار کیا جس سبب وہ زرا اسکی طرف بڑھا ہی جب عرشیہ گھبرا کر پیچھے ہوئی، مگر پیچھے اسکے رکنے کا سبب اس چھوٹے سے کمرے کی چار دیواروں میں سے اک دیوار بنی، وہ دیوار سے لگی تو انیس نے بھی اپنے قدموں کو صبر تھماتے کچھ فاصلے پر روک لیا۔

"ایک بات بتاو"

وہ پر اسرار ہوا، ویسے تو وہ عرشیہ کے لیے پورا ہی راز کا جہاں تھا۔

"بتانے والی ہوئی تو بتاوں گی۔ پوچھو"

عرشیہ نے بھی سینے پر ہاتھ لپیٹے ٹکا سا جواب دے کر حساب چکایا۔

"ایسے مُردوں کی طرح سونے کا مقصد؟ کیا تمہارا مجھے بلیک میل کرنے کا ارادہ تھا؟"

وہ اس کی یہ یوگا والی نیند اور بکواس پر ہرگز یقین نہیں کر سکتا تھا کیونکہ دروازہ وہ توڑ کر اندر آیا تھا اور اس شور شرابے پر بھی وہ سوئی بنی رہی، عرشیہ نے اسکے اس بار اک مناسب فاصلہ برقرار رکھنے پر اپنے اعتماد کو جلد یکجا کر لیا۔

"تم بلیک میل بھی ہو سکتے ہو دل کے بغیر پیدا ہوئے آدمی؟"

وہ حیرت میں ڈوبی مگر خفیف سی ناراض ہو کر بولی، آنکھیں اس نے انیس کی آنکھوں میں گاڑ رکھی تھیں۔

"بلیک میل کرنے والا ماہر ہو تو ہو سکتا ہوں، عقل کے بغیر دنیا میں اتاری جاتی خاتون!"

انیس کی سنجیدگی اس قدر جان لیوا تھی کہ اسکی ایسی سرد نظریں بھی سامنے والے کو تھم جانے پر مجبور کر دیتی پھر اس وقت وہ ضدی روپ میں تکرار کی ٹھانے حاضر جوابی کے میدان میں جو جھنڈے گاڑ چکا تھا اس پر عرشیہ المیر کی زبان گنگ سی رہ گئی۔

"خاتون سیریسلی! پہلے لڑکی پھر مس اور اب خاتون۔ تم مجھے عرشیہ المیر نہیں کہہ سکتے سڑو؟"

وہ ایسے خاتون کہلانے پر صاف صاف برا مناتی نظر آئی، انیس نے فاصلہ مزید بڑھایا اور پلٹ کر کمرے کا اک تفصیلی جائزہ لینے لگا، وہ اسکے جواب کی منتظر تھی۔

"نہیں کہہ سکتا۔ کیا کرتی رہی تم کل رات سے اس کمرے میں؟ باہر کیوں نہیں گئی؟"

وہ جائزہ لینے کے بیچ ہی بولا جبکہ وہ زرا اسکے پیچھے جا کر رکی جانچ رہی تھی کہ جو اس نے رات بھر آہیں لگائیں وہ لگی نظر کیوں نہیں آرہیں کیونکہ یہ آدمی تو ڈریسنگ، لُکس اور ہیلتھ تینوں وائیز کل سے بہترین لگ رہا تھا۔

"قیدی والی فیل کمرے میں بند رہ کر ہی آسکتی تھی تبھی باہر نہیں گئی اور ساری رات وہی کیا جو تمہیں بتایا تھا۔ تمہیں بد دعائیں دی ہیں"

وہ نظریں جھکائے کھڑی بولتی گئی جبکہ انیس نے جائزہ مکمل کرنے کے بعد بغور عرشیہ کو دیکھا جسکا چہرہ اترا ہوا تھا، جو قالین پر اپنے شوز سے لکیریں بنانے میں مصروف دونوں ہاتھ پیچھے باندھے ٹیڑھی سی کھڑی تھی۔

"فضول کی کوشش کی۔ مجھے نہیں لگی کوئی بد دعا لیکن مجھے رات بھر برا بھلا کہنے کی سزا تو تم ضرور جھیلو گی لڑکی۔ بھلے مجھ پر تمہارا برا بھلا کہنا رتی برابر اثر انداز نہ ہوا ہو"

وہ بڑے سکون کے ساتھ یہ کہتا ہوا عرشیہ کے دماغ میں دھماکہ کر گیا، سزا کے نام پر عرشیہ کو بس شادی والا ہی خیال آیا جس پر اس لڑکی نے اپنا سر جھٹک کر لاحول بھی پڑھا۔

"ک۔ کونسی سزا؟"

وہ بولتے ہوئے ڈرا ڈرا ہوتی ہکلائی۔

"فارم ہاوس کافی گند اہو رہا ہے۔ چادریں، پردے، چھت، فرش اور قالین سب میلا ہے۔ آج یہ سب کچھ کلئین کرتے ہیں۔ کام بانٹ لیتے ہیں۔ کوئی سے دو کام چنو شاباش"

وہ اسکے سوال کا جواب دیے بنا اک نیا ہی شوشہ چھوڑ چکا تھا، عرشیہ کی آنکھیں پھیل کر باہر گرنے کو آئیں۔

"میں کام نہیں کرنے والی کان کھول کر سن لو غنڈے!"

عرشیہ نے انگلی اٹھائے اسے وارن کیا پر وہ مزے سے اسے نظر انداز کرتا کمرے سے نکلا، عرشیہ بھی پیچھے ہی اسکا سایہ بنی ہانپتی لپکی۔

"کام تو ہمیں ہی کرنا ہے مس۔ اک کہاوت ہے کہ کتا بھی جب کہیں بیٹھتا ہے تو اپنی دُم سے وہ جگہ صاف کرتا ہے پھر انسان ہو کر ہم کیسے دھول مٹی اور گند میں رہ سکتے ہیں۔ چنو دو کام ورنہ تمہارے اگلے اعتراض پر کام تین ہو جائیں گے"

وہ ارد گرد کا جائزہ کم، سکین زیادہ کر رہا تھا، عرشیہ نے جلدی سے اسکے سامنے آتے انیس کی نظروں میں جگہ بنائی۔

"اوکے میں برتن دھو سکتی ہوں۔ اور باہر پول کے آس پاس کا صحن کلئین کر دوں گی بس۔۔۔ اس سے زیادہ کیا تو سانس پھول جائے گا میرا"

وہ جلدی سے اپنے لیے آسان کام چنتے اپنی مجبوری بھی بتا گئی، انیس کی بھنویں اوپر کو دلچسپی کے انداز میں اٹھیں۔

"سانس پھولے تو کیا کرتی ہو؟"

انیس نے کھردرے سے انداز میں پوچھا تو عرشیہ نے نظریں اسکی عجیب و غریب شدت رکھتی سنہری آنکھوں سے چرائیں۔

"گھر تو میڈیسن لیتی تھی۔ یا اگر شدید سانس پھولے تو انہیلر۔ یہاں تو دونوں نہیں ہیں تو ایسا کچھ نہیں کر سکتی جس سے میری طبعیت خراب

ہو۔ کیونکہ یہ ٹارچر تو ٹھیک پر تم مجھے مارنا ہرگز نہیں چاہو گے تو مجھے سخت کوئی کام مت دینا، ابھی میں کرمنل ثابت نہیں ہوئی"

عرشیہ نے آگے پیچھے کی تمام مظلومیت کا ریکارڈ ایسے توڑا جیسے سامنے کھڑا آدمی بڑا کوئی مہربان یا رحم دل ہے جو اسکی یہ کہانی سنے اس پر ترس کھالے گا۔

"ٹھیک ہے جو کام چنے ہیں وہ شروع کرو۔"

انیس نے اسے دیکھتے ہوئے ہی گردن اکڑا کر حکم دیا جس پر عرشیہ نے اس ظالم اور سنگدل شخص کو رحم طلب نگاہوں سے دیکھا جیسے وہ ترس کھالے گا۔

"مجھے ناشتہ تو کر لینے دو۔ کیا بی پی لو سے مارو گے؟ بھوک لگ رہی ہے۔ وہ رائس کھائے تھے بس اسکے بعد کچھ نہیں کھایا ہوا"

عرشیہ نے باقاعدہ روہانسی شکل بناتے احتجاج کیا، انیس نے اسکے سامنے سے ہٹے کچن کی طرف کا راستہ چھوڑا، وہ نا سمجھی سے انیس کے منہ کو دیکھنے لگی۔

"ناشتہ کرو جا کر"

وہ جو غصہ تھی، انیس کے کہنے پر کچھ لمحے اسے ہی تکتی رہی، کمبخت آج لگ ہی ایسا پُر جمال رہا تھا کہ عرشیہ کی نظریں ہٹنے کا نام نہ لے رہی تھیں پھر نرمی میں لپٹی فکر جتاتا ہوا اور جان کو آنے لگتا تھا۔

"تم نے کیا ہے؟"

وہ بے ارادہ ہی پوچھ بیٹھی، دونوں کی آنکھوں نے ایک دوسرے کی آنکھوں کو فرصت سے دیکھا تھا۔

"نہیں۔ کرلوں گا۔ فاقے پر تم تھی میں نہیں۔ جلدی کرو ابھی تک یہیں جمی کھڑی ہو؟ چھوٹا سا دن ہے آج ہی فارم ہاوس کی ساری صفائی کرنی ہے"

وہ نخریلے انداز میں اسے دوبارہ بھیجتے بولا مگر عرشیہ جاتے جاتے رک کر انیس کو دیکھنے لگی جو اسکے رکنے پر دوبارہ ٹھٹھک سا گیا۔

"اب کیا ہے، کیوں دیکھ رہی ہو مجھے؟"

وہ اسکی جمی نظروں کے آگے بے چین ہوا جبکہ عرشیہ نے فوری سر جھٹکا۔

"تم مسکراتے کیوں نہیں ہو؟ کیا اینگری برڈ ہو ریڈ والے؟"

وہ عرشیہ المیر کے سوال پر ٹھیک اسکے سامنے آن جما، دونوں ہاتھ پینٹ کی پاکٹس میں دیے دلچسپ نگاہوں سے وہ عرشیہ کے چہرے کا محاصرہ کیے ہی چلا جا رہا تھا۔

"جو بھی ہوں، تمہیں کیوں مسکرا کر دیکھاوں؟"

وہ تند ہی سے بولا، آواز و لہجہ دونوں کھردرے تھے۔

"شاید میں بھی اسی بہانے مسکرا دوں"

اس لڑکی کی آنکھوں میں اک آس کسی بے خود آلاو کی طرح جل کر بجھتی انیس غانم کی آنکھوں نے دیکھی تھی، وہ تیر کی طرح کسی کے بھی سینے میں پیوست ہو سکتی تھی جیسے اس وقت انیس کے جگر کو پار کی تھی۔

"جا کر ناشتہ کرو۔ بھوک تمہارے دماغ پر چڑھ گئی ہے"

نظریں چراتا وہ پاس سے گزرتا ہوا چھت پر نکل گیا تاکہ جب تک یہ ناشتہ کریں وہ تھوڑی چہل قدمی کر لے، دھوپ آج بھی بہت حسین تھی، سکون پہنچانے والی، عصر نے بہت مزیدار آمیلیٹ بنایا تھا، بہت ساری سبزیاں ڈال کر، اور چائے بھی اس نے بہت سٹرونگ بنائی تھی، عرشیہ کو پسند آئی تھی، اس نے اپنی پلیٹ میں رکھا پورا آمیلیٹ ختم کیا، چار بریڈز کھا گئی اور چائے بھی پورا کپ پی لی تھی، عصر بھی اسکے ساتھ ہی بیٹھ کر ناشتہ کر رہا تھا، انیس دس منٹ تک نیچے آیا تو ناشتہ دونوں کر چکے تھے جبکہ عصر نے برتن سمیٹ کر سنک میں رکھے تھے، وہ دھونے لگا تھا پر عرشیہ نے اسے فورا منع کیا۔

"یہ میری ڈیوٹی ہے عصر۔ تم مت دھو"

عرشیہ نے اسے یہ کہے حیران و پریشان دونوں کیا۔

"آپکی ڈیوٹی کیوں ہے۔ چھوڑیں ٹھنڈ لگ جائے گی آپکو۔ زیادہ نہیں ہیں میں دھولیتا ہوں میم"

عصر کو بلکل اچھا نہ لگا کہ وہ نواب زادی اور محل میں پلی لڑکی یوں جھوٹے برتنوں کو چھوئے۔

"عصر زمان! پیچھے ہٹو۔ دھونے دو اسے"

عرشیہ نے غنیمت جانے عصر کو برتن دھونے کی اجازت دی تبھی وہ جلاد پیچھے سے با آواز بلند پکارا جس سبب عصر کو مجبورا پیچھے ہٹنا پڑا، عرشیہ نے اک غصیل نظر گردن پھیرے انیس پر ڈالی اور سنک کے پاس سرک کر اس نے پلیٹس کو لیکوید واش ڈال کر صاف کرنا شروع کیا اور باری باری نل کے نیچے رکھ کر وہ برتن دھونے لگی، عصر کو انیس نے گارڈن میں بکھرے پتے صاف

کرنے کی ذمہ داری دی، پول کا پانی کلئین کرنے کا کہا تو وہ بھی اپنے کام لگا، انیس وہیں کچن کے ڈور کے پاس رک کر عرشیہ کو برتن دھوتا دیکھ رہا تھا۔

وہ اپنے نازک نازک خوبصورت سجے ہاتھوں سے برتنوں کو دھو کر ریک پر بھی رکھ رہی تھی تاکہ پانی نچر تا جائے، پھر وہ رک کر اپنے مینی کیور کے عادی خوبصورت ہاتھوں کو کھول کر دیکھے ٹھنڈی آہ بھرتی کہ اسے یہ برتن دھونے پڑیں گے کب سوچا تھا۔

"میرے نیلز!"

عرشیہ نے اپنے ناخنوں کو روہانسی ہوتے دیکھا کیونکہ وہ گیلے ہو کر عجیب لگ رہے تھے، انیس بڑی دلچسپی سے عرشیہ کی یہ آہیں اور اداسیاں دیکھ رہا تھا۔

وہ برتن سارے دھوئے پلٹی ہی جب دونوں کی نظریں آن ملیں، عرشیہ کو امید نہ تھی وہ یہاں کھڑا ہو گا۔

"کیوں فارغ کھڑے ہو۔ تم بھی کام کرو ناں۔ مہمان ہو کیا یہاں کے ؟"

عرشیہ پاس سے گزر کر خفت سے ڈانٹتی ہوئی بڑبڑا کر باہر نکلی تاکہ دوسرا کام بھی جلدی سے کرے جبکہ جاتے جاتے اس نے اپنا کوٹ اتار کر وہیں کاوچ پر پھینکا مگر باہر جاتے جاتے وہ رک کر پلٹی جہاں وہ چلتا ہوا اس تک آ چکا تھا، اپنی خطرناک نگاہوں سے عرشیہ کو نہارتا ہوا۔

"مجھے بالوں کے لیے کوئی اسکارف یا پھر کوئی ربڑ بینڈ دو ورنہ مجھ سے صحن اور پول سائیڈ ایریا کی صفائی نہیں ہو پائے گی۔ کیا ہے تمہارے پاس ایسا کچھ ؟"

کھلے بکھرے بالوں کو دونوں ہاتھ اٹھا کر سمیٹے وہ انیس کے قریب رکتی بے قرار سا ہوئے بولی جو ابھی بھی اسے ہی دیکھنے میں مصروف تھا، پھر وہ کچھ سوچتے ہوئے عرشیہ کا سرتاپیر سکین کرتا ہوا رخ موڑے کمرے کی طرف بڑھا، یہ کمرہ عرشیہ والے کمرے کے بلکل سامنے تھا، عرشیہ نے اپنی منتظر نگاہیں وہیں ڈور پر گاڑیں جہاں وہ گیا تھا، انیس نے کمرے میں پہنچ کر کچھ

سوچتے ہوئے وارڈرب ایریا کی طرف رخ کیا پھر اس نے کبرڈ کا اک پٹ کھولا، سامنے اسی کے کپڑے ہینگ تھے مگر انھیں انیس نے اک طرف سرکاتے کیا اور وہیں نیچے اک بالوں کو لگانے والا رومال شیلف پر تہہ ہوئے پڑا تھا، سیاہ رنگ کا، انیس نے اسے نرمی اور محبت سے اٹھایا، وہ بہت ملائم سے کپڑے سے بنا تھا، اس پر لمبی سفید لائنز تھیں، انیس نے وہی رومال اپنی مٹھی میں لیا اور کمرے سے نکلا، عرشیہ تب تک وہیں کھڑی اسکی منتظر تھی جب انیس کو آتا دیکھے اسکی نظریں انیس کے ہاتھ پر جا کر رکیں۔

"یہ لو"

انیس نے وہ بالوں پر لگنے والا رومال عرشیہ کی طرف بڑھایا جس نے اسے تھامنے کی خاطر اپنے پکڑے بال جب چھوڑے تو وہ پھر سے عرشیہ کے ارد گرد بکھر گئے، اک الگ سا سحر تھا اسکے بالوں کا جو یوں بکھرنے پر ارد گرد حاوی ہوا تھا۔

"یہ تمہارا تو نہیں ہو سکتا؟ کسکا دے رہے ہو؟"

عرشیہ نے رومال کو اسکے ہاتھ سے لے کر منہ میں پکڑا اور دوبارہ سے اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنے بالوں کو جکڑتے ہوئے پکڑا اور پونی کی طرح ایک ہاتھ میں بال لیتے، دوسرے ہاتھ سے منہ میں دبا رومال نکال کر عرشیہ نے اپنے بالوں کی پونی بناتے لپیٹا پر دیکھ وہ انیس کو رہی تھی تاکہ وہ اسکا جواب دے مگر انیس کی نظریں حرام ہو جو عرشیہ کے ہاتھوں پر سے ہٹی ہوں۔

عرشیہ نے اس بالوں کے رومال سے اپنے بال باندھے اور رومال کے دو کنارے لٹکتے چھوڑے، ٹیل پونی سی بن گئی جبکہ رومال کے لٹکتے کنارے بھی لہراتے بالوں کے ساتھ مل کر خوبصورت لگ رہے تھے۔

"میری مما کا ہے۔ واپس دے دینا مجھے"

وہ کہہ کر رکا نہیں اور گھر سے نکلتا گیا جبکہ عرشیہ پر تو وہ سکتہ طاری کر گیا تھا، عرشیہ نے وہیں سے گھوم کر لیونگ ایریا کے آغاز میں موجود دیواری آئینے میں خود کو دیکھا تو نا چاہتے ہوئے بھی پھیکا سا مسکرا دی۔

"اپنی ماں کی چیز مجھے دے دی؟ اس سڑے انسان کی بھی سمجھ نہیں آ رہی مجھے"

وہ انیس کے اس چھوٹے سے عمل سے سرشار ہو گئی تھی، یہ جو اس نے اپنی ماں سے جڑا حصہ اسکے حوالے کیا یہ کوئی عام بات نہ تھی، بہر حال اس دلبرانہ کیفیت سے عرشیہ نے خود کو جلد ہی باہر نکالا۔

پھر خود بھی انیس کے پیچھے باہر نکلی جہاں انیس نے عصر سے باہر کے صحن کی صفائی کے لیے سامان منگوالیا تھا، عرشیہ نے باہر پہنچ کر انیس کے تحکمانہ اشارے پر جھاڑو پکڑتے اک سرد سی نظر دھوپ کی تمازت میں کچھ زیادہ ہی چمکتی ان سنہری آنکھوں پر ڈالی۔

عرشیہ نے ایک ہاتھ اپنے ناک اور منہ پر رکھا جبکہ دوسرے ہاتھ میں پکڑے جھاڑو سے وہ وہاں کی گرد جھاڑنا شروع ہوئی، عصر کا باہر کا کام مکمل ہوا تو اس نے اندر کمروں کی صفائی جا کر شروع کی جبکہ جتنی میلی چادریں اور کوورز تھے وہ بھی عصر نے باہر لا کر رکھے تا کہ انکے دھونے کا بھی انتظام ہو سکے۔

عرشیہ نے اپنا دوسرا کام بھی دس منٹ کے اندر اندر کر دیا، جتنی گرد اور پتوں کا کچرا تھا وہ بھی اس نے خود ہی اٹھا کر ڈسٹ بن میں پھینکا۔

"کر دیے میں نے اپنے کام اب مجھے شاور لینا ہے جا کر۔ کیا تم مجھے کچھ اور کپڑے دلا دو گے ؟ دیکھو کتنی گرد تھی یہ میلے ہو گئے ہوں گے ناں۔ اور میں بہت سینسیٹو ہوں مجھے ریشیز ہو جاتے ہیں"

انیس جس نے واشنگ مشین میں پانی بھر دیا تھا، اب ڈٹرجنٹ ڈال رہا تھا، عرشیہ کے پاس آ کر رکتے اور فرمائش کرنے پر اس نوابی لڑکی کو دیکھنے لگا جو اپنی ریکوسٹ پر فورا عمل درآمد بھی چاہتی تھی۔

"تمہاری ساری حساسیت مار کر ہی بھیجوں گا میں تمہیں یہاں سے فکر مت کرو۔ ابھی یہ کپڑے باقی ہیں۔ یہ سب بھی تم ہی دھونے والی ہو۔ سزا ہے تمہاری یہ۔ پھر تمہیں نئے کپڑے بھی مل جائیں گے، ان ہیلر بھی اور میڈیسن بھی۔ لگو کام پر"

انیس نے اسے واشنگ مشین جو کہ زرا پرانے سٹائل کی تھی، تیار کر دی تھی جبکہ خود وہ نہایت سکون سے عرشیہ کے دماغ پر دھماکہ کرے پیچھے ہٹ گیا۔

"ویٹ! کیا مطلب؟ میں کیوں دھونے لگی۔ یہ تمہارا کام ہے۔ کب سے مجھ پر اور عصر پر حکم چلا رہے ہو فارغ مسٹنڈے! اب یہ کام بھی میرے سر تھوپ رہے ہو۔ دو کاموں کی بات ہوئی تھی کر دیے۔ اب یہ تم کرو"

عرشیہ نے سرے سے انکار کرتے احتجاج کیا کیونکہ یہ بلکل بھی طریقہ نہیں تھا اوپر سے سزا بھی مفت کی، بھلا وہ کیوں سزائیں جھیلتی رہے، کیا اس جگہ بس رہنا کسی سزا سے کم تھا۔

"تمہیں کیا کہا ہے؟ یہ سزا ہے۔ اگر تم نہیں کرو گی تو ایک کام مزید شامل ہو گا۔ یہاں تمہیں سننے اور تمہاری بری حالت دیکھنے کوئی نہیں ہے اس لیے نخرے دیکھانے کی ضرورت نہیں مجھے۔ جو کہا ہے وہ کرو مجھے ابھی اور بہت کام دیکھنے ہیں۔ اور مشین دھوئے گی تمہیں بس کپڑے نکال کر پانی میں گنگا لنا ہے۔ اتنے پے نہیں مرتی تم نہ سانس پھولے گا تمہارا"

وہ کسی فوج کے کمانڈر کی طرح بس حکم صادر کرتا تھا، اب بھی وہی کیے گیا جبکہ عرشیہ نے اپنے آنسوؤں کو بمشکل آنکھوں میں دبایا تھا، بیڈ شیٹس، پردے اور کورز سب ہیوی تھے، وہ کیسے انھیں پانی سے دھو سکتی تھی بھلا، اس نے تو یہ والی مشین بھی نہیں دیکھی تھی، جس میں خود پانی بھرنا پڑتا تھا، پیچھے اک پائیپ بھی تھا، اک ہک تھی، عرشیہ کو اپنی زندگی اس لمحہ بہت زیادہ مشکل لگی کیونکہ وہ چیخ بھی نہیں سکتی تھی۔

انیس اور عصر نے سب کمروں کی صفائی ساتھ کی، ڈسٹنگ اور باقی بھی، فرش کلئین کیے، ہر چیز کو گزارے لائق بنانے میں انھیں گھنٹہ لگا تھا اور جب گھنٹے بعد انیس باہر آیا تو وہ ایک بیڈ شیٹ جو اس نے ایک چکر میں مشین کے اندر ڈالی وہی نکال کر نیچے زمین پر چھوٹی سی چوکی پر بیٹھی پانی ڈالے اسکی جھاگ نکال رہی تھی، انیس نے اک نظر چلتی مشین کے اندر ڈالی جہاں اب بس دو تکیوں کے کور گھوم رہے تھے جبکہ ڈھیر کپڑوں کا گھنٹے بعد بھی ویسا کا ویسا نیچے پڑا تھا۔

انیس کا پارہ آسمان تک چڑھا، یہ لڑکی ایک گھنٹے سے بس ایک چادر دھو سکی وہ بھی اس سے اسکی جھاگ ہی نہیں نکل رہی تھی، الٹا اپنے شوز، اپنی پینٹ ٹہنوں سے ساری گیلی کر بیٹھی تھی، پھر پانی بھی ٹھنڈا تھا تو بچاری کا حال تو انیس کی سوچ سے کہیں ہزار درجے برا تھا۔

"تم سے ایک کپڑا نہیں دھلا ابھی؟"

انیس کا دل چاہا اس پھوہڑ لڑکی کو اچھی سنائے پر کہیں دل ہی دل میں اسے بھیگا دیکھ کر افسوس بھی ہوا تو انیس نے اپنا غصہ کم ہی رکھا جبکہ عرشیہ جو غصے سے بھری بیٹھی تھی، نل بند کرتی چوکی سے اٹھتی ہوئی اسکے سامنے آن جمی۔

"دیکھو میرے ہاتھ سائیکو پیتھ!"

عرشیہ نے اپنے ہاتھ کھول کر اسکے سامنے لہرائے جس نے اک سرسری نگاہ عریشہ کے ہاتھوں پر ڈال کر ہی دیکھ لیا تھا وہ انکی سرخی اور کپڑے پہلی بار دھونے کے تشدد دیکھا رہی ہے۔

"پرفیکٹ دھوبن جیسے ہیں"

انیس غانم کے اکڑ کر دیے کمنٹ پر عرشیہ نے انہی نڈھال ہتھیلیوں سے اسکی شرٹ کا گریبان دبوچا، اک پل تو انیس غانم اسکی شیر سی قوت پر حیران رہ گیا کہ لگتی تو سنگل پسلی تھی پر اسے کیا پتا کتنی ماہر ہے، وہ خفیف سا عرشیہ کی جانب جھک آیا، اس قدر قوت تھی عرشیہ کے ہاتھوں میں۔

"جب ہمارے بیچ طے ہوا تھا کہ میں برتن دھولوں گی، اور باہر کا صحن صاف کروں گی تو اب یہ کپڑوں کا اضافی کام میرے سر تھوپ کر تم برا اپنگاہ لے رہے ہو۔ تم دھو دو کہاں لے کر جانے ہیں یہ لوہے جیسے ہاتھ ہاں؟"

وہ اسکی دھمکی پلس گزارش پر جھٹکے سے عریشہ کے ہاتھ اپنے گریبان سے کھولتا پرے جھٹک گیا۔

"یہ تمہارا محل نہیں ہے نہ تم میری خوابوں کی رانی ہو جو ایسے حکم چلا رہی ہو۔چپ چاپ سے کپڑے دھو ورنہ تمہیں خشک کپڑے اور مطلوبہ کوئی چیز نہیں ملے گی۔۔ چلو شاباش میری یہ شرٹ بھی دھو دینا تمہارے جھاگ والے ہاتھ لگ گئے ہیں تو گندی ہو گئی ہے"

وہ پہلے ہی تپی تھی اوپر سے یہ آدمی جو کہیں بھی کھڑا اپنی سنگل سی شرٹ بھی اتار کر اپنے مسلز کا نظارہ کروانے لگتا تھا، عرشیہ نے زور سے مٹھیاں کسیں جب انیس نے اپنی شرٹ اتار کر عرشیہ کے ہاتھ میں تھمائی، وہ اسکے جسم کے نظارے کرنا نہیں چاہتی تھی تبھی غصے سے اسکی شرٹ، چلتی مشین میں جھونک دی اور جا کر واپس بیٹھے چادر پر پانی بہانے لگی پر کمبخت جھاگ تھی کہ بڑھتی جا رہی تھی۔

انیس نے کچھ دیر کھڑا ہو کر اسکی یہ حرکتیں دیکھیں پھر قریب آیا اور عرشیہ کی بازو سے اسے پکڑ کر اٹھاتے پرے کیا، وہ خفیف سا لڑکھڑائی مگر پھر انیس کو دیکھنے لگی جس نے پیٹ کے زخم کے باوجود اسے جھاگ والی چادر پر پانی بہا کر دیکھایا، نہ صرف چادر لے جا کر جھاڑتے گارڈن سائیڈ بندھی تار پر پھیلائی بلکہ واپس آ کر چلتی مشین میں مزید چھ سات کپڑے ڈالے، عرشیہ کو تھوڑی شرمندگی تو ہوئی پر اچھا بھی لگا جب وہ جلاد کپڑے دھو رہا تھا، من ہی من میں اسے انیس کو یہ سب کرتا دیکھے راحت مل رہی تھی۔

اگلے آدھے گھنٹے میں انیس نے ہر کپڑا دھو ڈالا اور آخری بیڈ شیٹ اور اپنی شرٹ نچوڑ کر بت بن کر کھڑی عرشیہ کے ہاتھ میں تھمائی۔

"انھیں پھیلا کر آو"

وہ اسے دونوں کپڑے تھمانے لگا پر عرشیہ نے جان بوجھ کر جب چھوڑا تو وہ نیچے مٹی والی جگہ گر گئے، یعنی انیس کو دوبارہ سے ان پر پانی بہانا پڑتا۔

"ہاتھ ٹوٹے ہیں تمہارے خاتون؟ اوہ میرے خدا مجھے صبر دے۔"

انیس اس سے پہلے جھک کر اٹھاتا، عرشیہ نے اسکو جھکنے سے روکے خود نیچے بیٹھے دونوں چیزیں اٹھائیں اور جا کر دونوں پر لگی مٹی پر پانی بہایا، اس بار عرشیہ کا سلیقہ چھلک رہا تھا، عصر نے انیس کو اس بیچ سیم ویسی ہی چار کول شرٹ لا کر دی جسے انیس نے پہنا مگر اس بیچ وہ عرشیہ کو دیکھ رہا تھا جو تار پر بیڈ شیٹ کے بعد اسکی شرٹ بھی ہینگ کر رہی تھی۔

"اسکے لیے کچھ کپڑے خرید کر لاو، نمونے نے سارے گیلے کر دیے ہیں۔ وولٹ سے میرا کارڈ لے لو اور گاڑی لے جانا۔ جو سائز پہلے لایا تھا وہی لانا، اسکے بالوں کے لیے بھی کچھ لے آنا اگر سمجھ آئے تو"

انیس کا حکم ملتے ہی عصر فرمابرداری سے مسکرایا۔

"مجھ سے کیا کیا کروائیں گے آپ؟"

بچارا عصر جس کی شاپنگ کے نام سے ہی جان جاتی تھی، منمنائے بنا نہ رہ سکا مگر انیس کی وارننگ دینے پر عصر نے اپنی بے قابو مسکراہٹ دبائی اور روانہ ہوا جبکہ عرشیہ بھی اسکی طرف واپس پلٹی جو گہری نظروں سے عرشیہ کو دیکھ رہا تھا، وہ لڑکی اسکے انداز، اسکی پُراسرار ذات کے اندر گم تھی، اس شخص کی شخصیت اتنی الجھی تھی کہ ان الجھنوں کو دنوں میں حل کرنا ممکن نہ تھا، یہ تو ایسا شخص تھا جسے سمجھنے کو عمریں ادھار مانگنی واجب ہوا کرتی ہیں۔

"یہاں دھوپ میں آو"

چھاوں میں اسے ٹھنڈ نہ لگے تبھی انیس خود بھی پول سائیڈ بنی ریلکسنگ چیئرز تک آیا تو عرشیہ نے بھی اسکے قدموں کی پیروی کرتے اس کے ہمراہ ہی قدم پول سائیڈ رو کے پر وہ ابھی بھی صدمے کی سی کیفیت میں تھی، یقین کرنا مشکل تھا کہ یہ سب کپڑے انیس نے دھوئے۔

"تم نے کپڑے دھونے کہاں سے سیکھے؟"

اپنی آنکھوں میں حیرت و فکر بھرے وہ انیس کی اس مہارت کا راز جاننا چاہتی تھی، وہ کتنا سگھڑ ہے یہ عرشیہ سے قبول کرنا مشکل تھا، حالانکہ انیس کا پیٹ بھی زخمی تھا پھر بھی زرا جو عرشیہ نے اسے کراہتے دیکھا ہو یا کام کی وجہ سے ماتھے پر بل آیا ہو۔

"کیوں یہ کوئی ایلین کے کرنے کا کام ہے جو انسان نہیں کر سکتے، میں اپنے کپڑے خود دھوتا ہوں اکثر اور اس میں کوئی شرم کی بات نہیں۔ اب تو تم نے بھی سیکھ لیا ہو گا۔ تمہیں کلاس جو دی ہے پر اپر"

انیس نے ریلکسنگ پول چیئر پر بیٹھے عرشیہ کی اطلاع میں اٹھلا کر اضافہ فرمایا جبکہ وہ اسکی آخری بات پر تلملاتی اسکے سر پر آ رکی۔

"مجھے کیا ضرورت ہے ایسا فضول کام سیکھنے کی۔ مجھے کونسا یہاں سے جا کر دوبارہ دھونے ہیں۔ پانچ دن ہی تو رہ گئے۔ پھر دیکھنا ایک پلیٹ بھی اٹھا کر اِدھر سے اُدھر نہیں کروں گی"

انیس نے محظوظ نظروں سے سر اٹھا کر عرشیہ کو دیکھا تو وہ اسکی آنکھوں میں ڈائریکٹ آ کر چمکتے سورج کے سامنے ہوئی جس سبب اسکا سایہ پورا انیس پر بننے لگا اور وہ بنا آنکھیں چندھیائے جب عرشیہ کو دیکھ پایا تو دونوں کی منفرد و خوبصورت آنکھیں آن ملیں۔

ضروری نہیں ہر بار آنکھوں کا ملنا دل دھڑکائے پر یہ ہو گیا تھا، کچھ تو تھا جو دونوں کی ذات میں بے حد پرکشش تھا۔

"یہ دیکھنے کے لیے میرج کرنی ہو گی اور مجھے پتا ہے وہ نہیں ہونے والی کیونکہ یہاں سے نکلنے کہ بعد مجھے یقین ہے تم کبھی میرے سامنے آنے کی غلطی نہیں کرو گی"

وہ اسکے یقین پر خفیف سا مضطرب ہوئی، اسے اپنی چھاوں سے بھی محروم کیے وہ سامنے ہی دوسری ریلکسنگ پول چیئر پر بیٹھی تو وہ یکدم سایہ ہٹنے اور

دھوپ حاوی ہونے پر بے چین ہوا، وہ اچھی لگ رہی تھی اسکا سایہ بن کر سر پر کھڑی ہوئی۔

"اور اگر کبھی میں ناچاہتے ہوئے حادثاتا تمہارے سامنے آگئی؟"

وہ اسکی حد جاننا چاہتی تھی کہ آخر اتفاق کی بھی وہی سزا ہو گی کیا جو جان بوجھ کر سامنے کی مقرر ہوئی ہے۔

"تو تمہاری فورس میرج ہو گی مجھ سے"

وہ نہایت پر سکون اور زچ کرتے انداز میں بولا تھا، اسکی سنجیدگی سیدھی عرشیہ کے دل پر مٹھی جکڑتی محسوس ہوئی پھر عرشیہ نے طنزیہ سے انداز میں قہقہہ لگایا۔

"کیا یہ کوئی فلم چل رہی ہے؟ کہ میں یہاں تم سے امپریس ہو کر نکلوں گی پھر تمہاری تلاش میں ماری ماری پھروں گی۔ اور تم سامنا ہوتے ہی کسی ہیرو

کی طرح میرا ہاتھ پکڑو گے اور مجھے میرج رجسٹرار کے پاس لے جاو گے۔ ہماری شادی ہو گی اور ہیپی اینڈ"

وہ چبا چبا کر بولتی اپنی سلگتی آنکھیں سامنے ہی بیٹھے اس شخص کی آنکھوں میں گاڑ کر بولی جیسے لفظ لفظ آگ ہو، وہ بھی جب ٹھٹھرا دیتے انداز میں جوابا اسے دیکھ کر سر ہلا گیا تو عرشیہ کے چہرے پر ہزاروں رنگ لہرائے، بے چینی، تکلیف اور بے تابی کے۔

"ہاں ایسا ہی ہو گا پر اسکا اینڈ ہیپی نہیں ہونے والا۔ تو سامنے آنے سے پرہیز برتنا"

وہ ایک ہی رٹ لگائے عرشیہ کو تپ جانے پر مجبور کر گیا۔

"کیا بکواس لگا رکھی ہے تم نے؟ میں نے تمہیں زخمی کیا تو تم بھی کر لو سنپل۔ یہ میرج کہاں سے ٹپک آئی بیچ میں۔ اور دنیا گول ہے سڑو انسان، سامنا ہو ہی جاتا ہے۔ بلکہ ہم جس چیز سے بھاگتے ہیں اکثر ہمارا مقدر

اسی کو ہمارے سامنے لا کر کھڑا کر دیتا ہے۔ میں بتا رہی ہوں اگر تم نے مجھ سے شادی کا دوبارہ ذکر بھی کیا تو خون پی جاوں گی تمہارا۔ تم جیسے سڑے انسان سے میں کیا، کوئی بھی سینسیبل لڑکی شادی نہ کرے۔ غنڈے، کرمنل اور دنیا جہاں کے روڈ انسان ہو تم"

عرشیہ کا پارہ یکدم چڑھا تھا، انیس نے پر تحمل ہوتے نظریں پھیریں اور ٹانگیں سیدھے کر کے لیٹتا ریلکس ہوا جیسے اسے عرشیہ کو لگائی آگ کی رتی برابر پرواہ نہ ہو۔

"یہ اسکارف واپس کرو"

وہ آنکھیں بند کیے اپنا ہاتھ پھیلا چکا تھا، عرشیہ نے غصے سے اپنے بندھے بالوں میں لپٹا رومال کھینچ کر وہ پونی کی صورت ہی بندھا رومال اتار کر انیس کے ہاتھ میں دے مارا اور جس انداز میں عرشیہ نے کھینچا تھا، اسکے چند بال بھی ٹوٹ کر اس پونی کی طرح بندھے رومال میں لپٹ کر باہر آ گئے تھے۔

"تم کسی کو خوشی اور سکون دے کر واپس لینے کے جو یہ برے عادی ہو اسکا نقصان جھیلو گے۔ تمہارے پاس بھی کبھی کوئی خوشی نہیں ٹھہرے گی"

وہ اسے تکلیف بھری نظروں سے دیکھتی بولی جیسے یوں اسکا اسکارف مانگنا عرشیہ کو دگنی تکلیف پہنچا گیا ہو۔

"تمہیں میرے پاس سے چلے جانا چاہیے ابھی"

وہ اس سے مزید بات نہیں کرنا چاہتا تھا تبھی بنا کوئی لحاظ کیے اسے جانے کا مشورہ دیا، عرشیہ کا غصہ اور تکلیف اچانک بڑھی کہ کس قسم کا آدمی ہے یہ۔

"تمہارے پاس سے ہی نہیں مجھے اس جہنم سے ہی جانا چاہیے۔ آزاد کرو مجھے ابھی کہ ابھی۔ میں تم سے مر کے بھی کسی قسم کا رشتہ نہیں جوڑنے والی اپنے یہ ہاتھی جیسے بڑے کان کھول کر سن لو"

وہ دوبارہ سے اسکا سایہ بنی اٹھ کر چیخ رہی تھی اور وہ اس قدر سکون میں تھا جیسے اسے نہ سن رہا ہو نہ اسکی ٹوٹتی آواز کو نوٹس کر رہا ہو۔

"بس کرو۔ اب یہ زیادہ ہو رہی ہے تمہاری بکواس"

وہ جبرا آنکھیں کھولتا اسے خفگی سے دیکھتے بڑبڑایا تو عرشیہ نے نخوت سے سر جھٹکا۔

"اور اپنی بکواس کے بارے کیا خیال ہے تمہارا؟ کیوں تم مجھے پاگل کرنا چاہتے ہو۔ یہ میرج والی ضد ہٹاو فورا۔ میں کبھی سامنے آئی بھی تو اجنبی بن کر گزر جائیں گے ہم۔ اس پر ڈن کرو فورا"

یہ لڑکی بنا انیس کو قائل کیے سر سے ٹلنے والی نہ تھی اتنا تو انیس کو اندازہ ہو گیا تھا۔

"دماغ مت چاٹو میرا۔۔۔ جان چھوڑو میری۔ مت سامنے آنا آسان سا حل تمہاری کھوپڑی میں نہیں سما رہا"

وہ سر پیچھے کو ٹیک کر آنکھیں بند کر گیا جیسے دھوپ اور اپنے بیچ اب اسے کسی کی مداخلت قبول نہ ہو، وہ منہ ہی منہ میں اس گھمنڈی اور عجیب انسان

کی شان میں گستاخیوں کے سنگ بڑبڑاتی پاس سے گزری ہی جب انیس نے اسکی کلائی اپنے مضبوط ہاتھ میں لی، عجیب سی لہر عرشیہ کی ریڑھ کی ہڈی تک اتری، انیس کا اسے چھونا، عرشیہ کو آگ ہی تو لگا گیا تھا۔

"بیٹھ جاو یہاں دھوپ میں۔ ٹھنڈ لگ جائے گی۔ عصر تمہارے لیے کچھ کپڑے خریدنے گیا ہے۔ آجائیں تو چیخ کر لینا"

اپنی کلائی اسکے ہاتھ میں دبا دیکھے عرشیہ نے خود کو صبر تھمایا۔

"تم اپنی کھوپڑی میں بھی یہی سمو لو کہ سامنا ممکن ہو سکتا ہے۔ جب تک کہ کوئی ایک مر نہ جائے"

انیس نے آنکھیں کھول کر عرشیہ کی طرف دیکھا جسکے پاس سامنا نہ ہونے کا ایک ہی حل تھا۔

"مر جائے گا کوئی ایک۔ ناو ہیپی۔ اب بیٹھ جاو واپس"

وہ اسکی تکلیف کو مسلسل بڑھا رہا تھا اور ایسے انسان کے پاس بیٹھنا دور وہ اسکی شکل بھی دیکھنے کی روادار نہ تھی۔

"وہ موت مجھے ہی آجائے اللہ کرے"

وہ اسکے ہاتھ سے اپنی کلائی بے دردی سے کھینچ کر چیخ کر بولتی فارم ہاوس کی طرف بڑھی تو انیس نے آنکھیں پھیلا کر گردن موڑے اس ضدی لڑکی کو جاتے دیکھا تھا جو اندر پہنچے جسم میں گھستی ٹھنڈ کے باوجود جا کر لیوئنگ ایریا میں لگے کاوچ پر بیٹھی اور اپنا سر ہاتھوں میں گرایا تھا، گہرے گہرے سانس لیے عرشیہ نے دونوں ہاتھ چہرے پر پھیرے اپنے بے قابو آنسو پونچھے ہی جب اسکی نظر ٹیبل پر پڑے انیس کے فون پر پڑی۔

عرشیہ نے اپنے سارے آنسو حلق میں دبائے۔

وہ باہر تھا جبکہ عصر مارکٹ تبھی غنیمت جانے عرشیہ نے اسکا فون پھر سے اٹھایا تاکہ جو میسج وہ کل نئی کو بھیج نہیں سکی وہ بھیجے، اس نے جلدی سے نئی کا

نمبر لکھا مگر وہ یہ دیکھ کر تھمی کہ اس نمبر سے پہلے ہی چیٹ موجود تھی اور اسکی نئی کا میسج بھی آیا تھا جسے پڑھنے کے بعد عرشیہ کو معلوم ہوا کہ کل اسکا لکھا میسج نئی کو جا چکا ہے اور یہ اسی کا ریپلائے تھا، عرشیہ کی آنکھوں میں ناچاہتے ہوئے بھی خوشی کی نمی اترنے لگی، اس نے انیس کا فون رکھنے کے بجائے گیکری اوپن کی، جانتی تھی یہ اخلاقیات سے گری حرکت ہے پر اسے کچھ تو دیکھنا تھا، شاید اس شخص کا کوئی حوالہ، کوئی نام۔

مگر گیلری میں صرف چودہ سالا بچے کی تصویریں تھیں، گیمنگ وال پیپرز تھے، پیٹرنز تھے، اسکی اپنی کوئی تصویر نہ تھی، تبھی عرشیہ نے اسکے سوشل ایپس کھولے، مگر اسکا کہیں بھی کوئی اکاونٹ نہ تھا، عرشیہ کے اندر اس شخص کو جاننے کی دلچسپی بیدار ہو چکی تھی خاص کر انیس کے اسکی نانی کو میسج بھیجنے پر۔

آہٹ پر وہ جلدی سے فون کو واپس میز کی سطح پر رکھے اپنے سر کو اپنے ہاتھوں میں گرا گئی، انیس نے اندر داخل ہوتے ٹیبل کے پاس رکے جھک کر

اپنا فون اٹھایا اور بنا آہٹ کیے لیوئنگ ایریا میں انورٹر آن کر دیا اور دبے پیروں ہی باہر چلا گیا، عجیب سی ہوئی آس پاس حرارت پر جب عرشیہ نے چہرہ اٹھا کر پیچھے پلٹتے دیکھا تو ہیٹ موڈ پر چلتے اے سی کو دیکھنے لگی، فون بھی وہ لے گیا یعنی انیس آیا تھا، وہ پیچھے ہی باہر نکلی مگر وہ لاؤنج میں لگے صوفے پر جا کر بیٹھے اپنے فون پر بزی ہو گیا تھا، دھوپ میں اگر وہ نہیں تھی تو انیس بھی نہیں بیٹھا تھا، وہیں دروازے کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑی وہ اس شخص کو دیکھنے لگی، وہ خاموش دنیا تھا، جو بنا کچھ کہے بھی ہلچل مچا دینے کی اہلیت سے مالا مال شخص تھا۔

.._____..

سوہا اک لمبی اور حسین نیند سے جاگ چکی تھی، جب وہ اٹھی تو رئیس کمرے میں نہ تھا، سوہا فریش ہوئے چینج کرے باہر آئی تو رئیس کو ڈائنگ ٹیبل سجاتا دیکھے اسکی صبح مزید حسین ہوئی، رئیس اسے ہر قسم کے شک سے نکالنے کو ہر طرح کے چونچلے کر رہا تھا، پھولوں کا گدستہ بھی تھا، جبکہ سوہا کے لیے اس

عمر میں ایسے رومنٹک سرپرائز نا قابل یقین تھے تبھی اسکی خوشی بھی بہت اضافی تھی۔

"ایسا تم دو سال پہلے کرتے تھے رئیس جب تمہیں میں ملی تھی۔ یہ اچانک اتنا رومنٹک موڈ کیوں ہے میری جان کا؟"

سوہا کے لیے رئیس نے کرسی بھی گھسیٹ کر پیچھے کی اور اسے پرنسیز ٹریٹمنٹ دے کر بٹھائے خود بھی چہکتا ہوا دوسری کرسی سنبھالے ساتھ ہی بیٹھا، اپنا ہاتھ بڑھایا جس میں سوہا نے مسکراتے اپنا ہاتھ تھمایا اور تھمانے کی دیر تھی کہ رئیس نے اسکے ہاتھ کی پشت کو دیوانگی سے چوما۔

"تم جیسی بیوی ہو تو شوہر کا موڈ رومنٹک ہونے کے لیے کسی وقت کا محتاج نہیں۔ ایکچولی کل تم خوش تھی۔ ایونٹ کا سٹارٹ بھی اچھا تھا اور عرشیہ کی خبر بھی مل گئی۔ تبھی میں نے سوچا میں بھی اپنی جان کو مزید مسرور کر دیتا

ہوں۔ پھر رات بھر تم نے مجھے اتنا خوش کیا کہ سوچا سرپرائز بریک فاسٹ پر تو تمہارا حق ہے"

رئیس اپنے لہجے یا باتوں سے ہر گز بھی سوہا کو شک ہونے نہیں دیتا تھا کہ وہ در حقیقت اسے کتنا ناپسند کرتا ہے، وہ عورت اس پر پیسہ پانی کی طرح بہاتی تھی، مہنگے تحائف، برینڈڈ چیزیں، گاڑی، ایون رئیس نے ان دو سالوں میں سوہا سے بہت لاڈ اٹھوائے تھے، کہاں وہ رئیس ملانی جسکا دو سال پہلے کاروبار کچھ خاص پر افٹ پر نہ تھا اور اب کئی شہروں میں اپنے خود کے جیولری اسٹور کھول رہا تھا، سوہا کو لوٹ کر ہی تو اتنا سب بنا سکا تھا اور وہ عورت جان چھڑکتی تھی اس پر، آسائشوں کی وہ خود بھی عادی تھی پھر لاکھوں خود بھی دن کا کماتی تھی، اسی وجہ سے تو وہ اب تک سوہا کے ساتھ تھا ورنہ اسکی نظریں تو دو سال سے عرشیہ پر ہی جمی تھیں، جبکہ سوہا سے تعلق بنانے کے پیچھے بھی رئیس کا مقصد عرشیہ تک پہنچنے کا تھا۔

"چلو پھر ناشتہ کرتے ہیں۔ دیکھتی ہوں کیسا بنایا تم نے سب کچھ"

سوہا کا ہاتھ رئیس نے آزاد کیا تو دونوں نے مسکرا کر ناشتہ شروع کیا ہی تھا کہ عقب سے ملازمہ نے سوہا کی طرف بڑھتے اسکا بجتا فون پکڑایا تھا۔

رئیس کے بھی کان کھڑے ہوئے جب پرائیویٹ نمبر سے آتی کال پر سوہا نے اسے ریسیو کیا۔

"تمہاری بیٹی عرشیہ میرے قبضے میں ہے۔ اسے کڈنیپ کیا ہے میں نے۔ تاوان کی رقم ایک کڑور تیار کر لے سوہا سومرو۔ اگلی کال پر پیسے کہاں لانے ہیں اسکی ڈیٹیل بتاوں گا"

سوہا کے ہاتھ سے فون پھسلتے پھسلتے بچا، انگلیوں کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی۔ چہرے کی رنگت پل میں زرد سے سفید ہو گئی، سانس جیسے سینے میں اٹک کر رہ گئی ہو۔

"ک... کیا کہا تم نے؟"

اس کی آواز کپکپاہٹ میں ڈوبی ہوئی تھی، مگر دوسری جانب سے آنے والی بھاری، بے رحم ہنسی نے اس کے دل پر ہتھوڑا مار دیا۔

"وہی جو تو نے سنا ہے۔ اپنی بیٹی زندہ چاہیے تو عقل سے کام لینا۔ پولیس، میڈیا یا کسی تیسرے شخص کی بو بھی آئی ناں تو عرشیہ کی لاش ٹکڑوں میں ملے گی۔"

یہ سخت الفاظ کہہ کر خاموشی چھا گئی کیونکہ کال کٹ چکی تھی۔

سوہا ایک لمحے کو ساکت کھڑی رہی، پھر جیسے اس کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی ہو۔ وہ کرسی کا سہارا لے کر بیٹھ گئی، ہاتھ بے اختیار اپنے سینے پر جا ٹھہرے۔

"سوہا؟"

رئیس نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

"کس کی کال تھی؟ تم ٹھیک تو ہو؟"

سوہا نے آنکھیں اٹھائیں، جن میں اب خوف نہیں، قیامت بستی تھی۔ لب ہلے مگر آواز نکلنے میں چند ثانیے لگے۔

"عرشیہ..."

ایک لفظ اور رئیس کے چہرے کے تاثرات بدل گئے۔

"کیا ہوا عرشیہ کو؟"

اس کا لہجہ اچانک سخت اور چوکس ہو گیا۔

"کڈنیپ..."

سوہا کا جملہ ادھورا رہ گیا، آنکھوں سے آنسو بہنے لگے تھے۔

"کسی نے فون کر کے اطلاع دی... ایک کروڑ تاوان مانگا ہے..."

ناشتے کی میز پر رکھا ہر لقمہ زہر بن چکا تھا۔

رئیس نے آہستگی سے کرسی پیچھے کی اور اٹھا، سوہا کے قدموں میں بیٹھا کیونکہ وہ اس گاڑی کو دیکھ چکا تھا، لیکن رئیس کے دماغ کی سوچنے سمجھنے کی صلاحیت بھی مفلوج تھی۔

اوپر سے ایک کڑور کوئی چھوٹی رقم نہ تھی، سوہا اس وقت اپنا سب کچھ پہلے ہی سیوانی پر لگا چکی تھی اور اسکے پاس اتنے کیا، اس سے آدھے پیسے بھی نہ تھے اور رئیس جانتا تھا اب سوہا یہ پیسے اسی سے مانگنے والی ہے۔

"میرے پاس تو آدھے بھی نہیں سوہا۔ نہ تمہارے پاس ہیں۔ پھر کہاں سے دو گی تاوان؟"

اس سے پہلے سوہا کچھ کہتی، رئیس نے پہلے ہی اپنے گنگلے ہونے کی تصدیق کر دی تا کہ سوہا اس سے مانگے ہی نہیں، اور اب اسکے پاس ایک ہی حل بچا تھا۔

"اسکا باپ ہے ناں۔ کڑوروں کا مالک۔ وہی دے گا تاوان اور وہ بھی دنیا کے سامنے آکر۔ اسے اپنی بیٹی بھی ماننے گا، تاوان بھی دے گا۔ اور اپنی آدھی

جائیداد بھی دے گا۔ میں عرشیہ کو یوں اس کڈنیپر کے رحم و کرم پر نہیں چھوڑ سکتی۔ مجھے ابھی جا کر عاصم سے ملنا ہے۔ میں نکلتی ہوں رئیس"

وہ اپنے آنسو رگڑے فیصلہ کن ہوتی اٹھی اور کمرے کی طرف بڑھ گئی جبکہ رئیس نے کن پٹی انگلیوں کی پوروں سے دبائی، عرشیہ کی ماں سے نمٹنا مشکل تھا، باپ سے دگنا مشکل سے جان چھڑوانا تبھی رئیس کو تو عرشیہ ہاتھ سے بلکل ہی نکلتی لگ رہی تھی جبکہ دوسری طرف موساب اعوان نے اپنے کچھ ہائیر کیے میڈیا رپورٹرز کو سوہا سرمرو کے آگے پیچھے چھوڑ رکھا تھا کہ وولف کی کال اور تاوان کے بعد سوہا سومرو کا اگر عاصم المیر سے کوئی تعلق ہے تو وہ ضرور اس سے ملے گی اور وہی ہوا، اسکے بنگلے کے باہر پارک ہوئی گاڑی میں بیٹھے مشہور نیوز چینل کے رپورٹر نے سوہا سومرو کو بڑی اجلت میں نکلتے دیکھا اور اسکا پیچھا شروع کر دیا، وہ اس ٹیم موساب اعوان سے مسلسل رابطے میں تھا اور ابھی موساب نے میڈیا کو کچھ بھی نشر کرنے سے روک رکھا تھا کہ شاید اسکا کام بنا میڈیا انوالو کیے ہی ہو جائے، بعد میں وہ اپنے مطابق ہی خبر

نشر کرنے والا تھا وہیں دوسری طرف ایک بج چکا تھا، عدین اپنی پریکٹس میں مصروف تھا۔

"تم باہر ویٹ کرو۔ مجھے عدین سے کچھ بات کرنی ہے"

عدین اپنی ٹریننگ میں بزی تھا، گراونڈ ایریا اس وقت خالی تھا جبکہ علیم خان بھی پاس ہی کھڑا تھا، ارسل کی آواز سنے عدین نے فٹ بال اٹھایا اور ان دو کی طرف بڑھا۔

"علیم خان آپکو کہیں جانے کی ضرورت نہیں۔ جسے جانا ہے وہ ارسل سر ہیں۔ میں آپ سے کوئی بات نہیں کرنا چاہتا، کوچ سے کہا ہے وہ مجھے دوسرے اسسٹنٹ سر دے دیں گے کل۔"

عدین نے قریب آتے ارسل کی طرف دیکھتے پہلے اپنے باڈی گارڈ کو جانے سے روکا جو ویسے بھی یہاں سے ہلنے والا نہ تھا جبکہ ارسل کا منہ عدین کے جواب پر بن چکا تھا، اسے عدین سے ایسے جواب کی امید جو نہ تھی۔

"کیا تم مجھ سے ناراض ہو عدین؟ میں نے تو کل تمہیں تھوڑی ٹپس ہی دی تھیں۔ اس میں برا ماننے کی کیا ضرورت ہے؟"

ارسل کو اپنی پوزیشن مضبوط کرنے کو زرا معاملہ سنبھالنا پڑا لیکن وہ نہ تو علیم خان کو اب عدین سے دور بھیج سکتا تھا نہ عدین کی آنکھوں میں دھول جھونک سکتا تھا کیونکہ کل کے بعد سے عدین اب سانس سانس محتاط ہو چکا تھا اوپر سے بھیو کا سیکھایا اور سمجھایا اعتماد بھی عدین علوی کی آنکھوں سے چھلک رہا تھا۔

"آپ اپنی ٹپس ان سٹوڈنٹس کو دیں جنکو اسکی اصل میں ضرورت ہے۔ مجھے نہیں چاہیں۔ اگر آپ کی بات ہو گئی ہو تو آپ جا سکتے ہیں۔ مجھے پریکٹس کرنی ہے"

ارسل اس تضحیک و اہانت پر جبڑے بھینچتا رہ گیا، پھر دونوں پر اک نگاہ ڈالے ارسل وہاں سے چلا گیا، عدین کی آنکھوں میں ارسل کے لیے برہمی علیم خان نے بھی دیکھی تھی۔

"اس آدمی نے پریشان کیا ہے آپکو چھوٹے سر؟ مجھے بتائیں ایسی جگہ اسے گھسا کر آوں گا کہ نکلتے ہوئے زمانے لگ جائیں گے"

علیم کو بھی یہ ارسل کچھ خاص ٹھیک لگا نہ تھا، علیم خان کے پاس لوگوں کو پہچاننے کا تھوڑا تو ہنر موجود تھا۔

"نہیں علیم خان! اسے اسکا جواب مل گیا۔ آپ پلیز اسکا ذکر بھیو سے مت کیجئے گا۔ پرامس می"

علیم خان کو مزید تشویش ہوئی جب عدین نے وعدہ مانگا اور علیم کو انیس نے سختی سے کہا تھا کہ عدین کے حوالے سے وہ اس سے اگر کوئی بات چھپائے گا تو انجام برا ہو گا۔

"ہمم۔ نہیں کروں گا۔ جائیں اپنی پریکٹس واپس شروع کریں"

علیم نے اسکا کندھا تھپکائے عدین کو مطمئین کیا جسکے بعد وہ واپس گراونڈ میں چلا گیا لیکن علیم خان نے انیس کے نمبر پر میسج ضرور بھیجا تھا۔

"ارسل نامی آدمی مشکوک ہے سر۔ لیکن عدین نے بہت تگڑا جواب دیا اسے۔ میں سایہ بن کر عدین علوی کے ساتھ ہوں، آپ بے فکر رہیں۔ ضرورت پڑی تو اس ارسل کو زمین میں بھی گاڑ سکتا ہوں"

علیم کا میسج موصول ہوتے انیس کے ماتھے پر تناو آیا، یعنی انیس کا شک درست تھا، اس نے علیم کو عدین کے شام تک پاس ہی رہنے کی تاکید کی اور فون سے نظریں ہٹائیں جب انٹرنس میں کھڑی عرشیہ کو دیکھے حیران ہوا، وہ کب سے وہاں کھڑی اسے دیکھ رہی تھی۔

"کیا کوئی مسئلہ ہے تمہیں؟"

انیس نے اٹھ کر کھڑا ہوتے عرشیہ کی طرف قدم بڑھائے پر وہ کھڑی کھڑی نفی میں سر ہلائے بچوں کی طرح دیوار سے چپکی کھڑی تھی۔

"پھر یہاں کیوں کھڑی ہو؟ ٹھنڈ لگ رہی ہے؟"

وہ متفکر تھا کہ اسکے کپڑے گیلے تھے شاید وہ تبھی بے چین نظر آ رہی تھی۔

"نہیں لگ رہی۔ تمہیں دیکھ رہی ہوں بس"

وہ اپنی سابقہ معصومیت کے سنگ ہی منمنائی اور انیس اسکی یہ حرکتیں دیکھ کر اکتائی شکل بنا رہا تھا کہ اب اسے پتا نہیں کیا ہوا ہے۔

"کیوں دیکھ رہی ہو۔۔؟ کچھ اور چیخنے کا دل چاہ رہا ہے؟"

وہ فکر مند تھا کہ عرشیہ جو باہر غرا کر آئی تھی ایک دم بیبہ بچہ بنی اسے کیوں پاگلوں کی طرح دیکھے جا رہی ہے۔

"دیکھ رہی ہوں کہ تم بس باہر سے سخت ہو۔ نرمی کا پورا جہاں کہیں اندر چھپا لیا ہے تم نے وہ بھی بڑی مہارت سے۔"

اپنے احساسات کہنے سے وہ خود کو روک نہ سکی، انیس کو سمجھ نہ آیا وہ کس بارے بات کر رہی ہے۔

"تمہاری اس بکواس کی مجھے نہ سمجھ آ رہی ہے نہ آئے گی۔ جو ہے صاف صاف کہو۔ کیا تکلیف ہے تمہیں؟"

وہ زچ آ گیا کہ اسے ایسے لہجے اور ڈھکے چھپے الفاظ سے ہر گز لگاؤ نہ تھا، اس سے پہلے وہ کچھ بولتی، عصر کی واپسی نے اسکا دھیان کھینچا جو کچھ شاپنگ بیگز لیے وہیں چلا آ رہا تھا، انیس کو اسکا کارڈ دیے عصر نے وہ سارے بیگز عرشیہ کی طرف بڑھایے جس نے فوراً سے تھامے کیونکہ وہ ٹھنڈ سے کانپ رہی تھی اور کپڑے بدلنا چاہتی تھی۔

"ان سبکا بھی ادھار چکا دوں گی۔ تھینکیو"

وہ ان بیگز کو لیے اپنے والے روم کی طرف بڑھی تو انیس نے نا سمجھی سے عصر کی طرف دیکھا۔

"یہ دروازے کے ساتھ چپک کر مجھے کیوں دیکھ رہی تھی کب سے عصر زمان؟"

عصر نے اپنا دھیان فورا انیس کی جانب مبذول کیا کیونکہ اسے انیس الجھا لگا۔

"کیا ایسا ہوا ہے؟"

عصر نے خوشگوار حیرت سے انیس کا جواب دینے کے بجائے لہجے میں اشتیاق انڈیل کر استفسار کیا جس سبب انیس کا دماغ گرما گیا۔

"ڈرامے کے بغیر جواب دیتے بل آتا ہے تمہارا عصر؟"

عصر کی ڈرامائی حیرت کو سخت ناپسند قرار دیتے انیس نے ٹرختے ہوئے ڈپٹا تو عصر نے فورا سے پہلے اپنے بے قابو دانت اندر کیے۔

"آپ سے پیار تو نہیں ہو گیا میم کو"

عصر نے مودب ہو کر ہی اپنا خیال گوش گزار کیا جس پر انیس نے ایک ہی جھٹکے سے عصر کا گریبان دبوچا، بچارے عصر کی تو مفت میں شامت آ جاتی تھی۔

"تمہارا ابھی اسکے ساتھ برابر ٹارچر ہونے کا دل چاہ رہا ہے کیا عصر زمان۔؟ بکواس کرنے کا کیا ملتا ہے تمہیں؟"

عصر بچارے کا رنگ پیلا پڑ گیا کیونکہ انیس نے باقاعدہ اسکی گردن کے پاس سے ہی اسکی شرٹ کو دونوں کنارے سے ایک ساتھ دبوچ رکھا تھا اور وہ سنہری آنکھیں یوں کہ عصر زمان کی ابھی جان ہی فنا کر دیں گی۔

ایس مروہ مرزا کے تمام ناولز پڑھنے کے لیے ہماری ویبسائٹ وزٹ کریں۔

www.smerwamirzanovels.com

"ب۔۔بس مذاق تھا سر، میرا مطلب تھا کہ شاید غلط فہمی ہو گئی ہو۔"

عصر نے گھبرا کر اپنے دونوں ہاتھ اوپر اٹھائے، آواز فوراً نرم کر لی تاکہ اسکی گردن، ان چٹانی قوت رکھتے ہاتھوں سے نجات پا سکے۔

انیس کی اسکے گریبان پر گرفت ڈھیلی نہ ہوئی۔ وہ ایک لمحہ اس کے چہرے اور آنکھوں میں جھانکتا رہا، جیسے سچ جھوٹ تول رہا ہو۔ پھر جھٹکے سے گریبان چھوڑ دیا۔

"دوبارہ زبان پھسلی تو اس زبان کو ہی باہر دھکیل دوں گا جو بس بکواس اگلنے لگی ہے۔"

عصر نے گردن سیدھی کی، سانس بحال کرتے ہوئے ہلکی سی کھانسی کی۔

"سر۔ معاف کر دیں"

اس بار عصر نے منمناتے ہوئے بات مکمل کی جبکہ انیس نے اس طرف دیکھا جہاں وہ جا کر گم ہوئی تھی۔

"تکہ بوٹی کھاوں گا لنچ میں۔ جاو چکن اور مٹن میرنیٹ کرو جا کر۔ میں خود بناوں گا"

وہ عصر کو حکم دیے وہاں سے واپس لاؤنج کی سمت بڑھا تو عصر نے حکم کی تعمیل میں گردن ہلائی اور کچن کا رخ کیا جبکہ عرشیہ جب روم میں پہنچی تو اسکی نظر بیڈ کی سائیڈ پر پڑے انہیلر پر گئی۔

وہ تمام شاپنگ بیگز میٹرس پر رکھے بیڈ پر بیٹھی اور انہیلر اٹھا کر مٹھی میں دبا لیا، کیا یہ انیس نے رکھا ہو گا، کیا اس سڑے آدمی کو اسکی فکر بھی ہوتی ہے، یہی سوچے وہ بیٹھے بیٹھے پیچھے کو لیٹی تو بال پورے میٹرس پر بکھرے، خوبصورت اور ملائم چہرے کے گداز بڑھے، عجیب سا جسم میں برپا ٹھنڈک کا اثر اسے جلدی اٹھنے پر مجبور کر گیا۔

بہر حال عرشیہ نے پہلے شاور لیا اور گیزر آن ہونے کی وجہ سے ٹھنڈا پانی، گرم ہو چکا تھا جس کی عرشیہ کو اور خوشی ملی۔

اسکے لیے عصر نے بہت اچھے کپڑے لائے تھے، وہ پہن کر باہر نکلی تو خود کو فریش اور ہلکا پھلکا محسوس کیا، عصر کی فیشن سینس کو وہ داد دیتی مسکرائی تھی۔

آف وائٹ رنگ کا سادہ فٹڈ ٹاپ جسکے ساتھ باٹم میں کریم کلر کی لیگ ٹراوزر پینٹ تھی پر بہت کمفرٹیبل اور لوز فیبرک تھا، ساتھ اس نے اس پر بیج رنگ کانٹڈ سوئٹر سائز لینتھ کارڈیگن پہنا ہوا تھا جس کے اندرونی فرنٹ اور کالر ایریا میں ڈینم ڈیٹیل پورے لک کو نکھار رہی تھی جبکہ شوز بھی عرشیہ نے موزے بدل کر پہنے تھے۔

بالوں کے لیے واش روم میں اٹیچ ہیر درائیر نسب تھا تو عرشیہ نے انھیں ڈرائے کر کے انگلیوں کی مدد سے کچھ وویوی طرح کرل دیے تھے جو کھل

جانے کے باوجود دیکھائی دے رہے تھے، عرشیہ نے مزید شاپنگ بیگ میں ہاتھ ڈالا تو اسکے بالوں کے لیے کچھ ہیر سکرنچیز اور ہیر اسکارف بھی تھے، پر عرشیہ نے ربڑ بینڈ لیا اور بالوں کو ہلکا سا ٹائے کرتے دو لٹیں نکال لیں اور کمرے سے مسکراتی ہوئی بچوں کی طرح اپنے ہاتھ ایک دوسرے میں پھنسائے نکلی، ارد گرد نظریں دوڑائیں مگر وہ سڑو کہیں نہ تھا تبھی وہ سیدھی کچن میں آگئی۔

"تم پھر سے کچن میں گھس گئے عصر؟ اب کیا بنا رہے ہو؟"

عرشیہ کو اسکی فکر ہوئی کہ صبح سے کام کرتا وہ بھی تھک گیا ہو گا اور ابھی وہ چکن بون لیس کو تکہ بوٹی کے مصالحے اور سیزنگ سے میرینیٹ کر کے رکھتا باقی چیزیں دیکھ رہا تھا۔

مصروف سے انداز میں وہ پلٹا تو عرشیہ کو دیکھ کر اسکی آنکھیں بے ساختہ مسکرائیں۔

"یہ آپ پر بہت سوٹ کر رہے ہیں کپڑے۔ آپ پریٹی ہیں میم بہت ماشاء اللہ۔ میری کوئی بہن نہیں، ہوتی تو اسکے لیے بھی شاپنگ کرتا۔ ویسے پہلی بار مشکل تھا لیکن آج مزہ آیا آپکے لیے یہ سب خرید کر"

عصر کے لہجے کی پُر خلوص سی پسند اور معصومیت پر وہ چلتی ہوئی اسکے پاس ہی رک کر مڈ کچن کاونٹر کے ساتھ جا لگی۔

"تھینکیو! یہ واقعی بہت اچھے ہیں۔ اور کمفرٹیبل بھی۔ تمہیں میں نے سادہ مسکین سا سمجھ کر غلطی کی عصر میاں۔ تمہاری فیشن سینس بہت کمال ہے۔ اگر تم میری مما کے ہتھے لگے کبھی وہ تمہیں اپنے پاس کام دے دیں گی، سیوانی برینڈ کی اونر ہیں وہ۔ اچھا ہی ہو گا، اس کھڑوس سے تو جان چھوٹے گی تمہاری"

وہ مسکراتی ہوئی عصر کی تعریفوں کے پل باندھتی اسے سمائل تو کروا گئی لیکن آخری مشورہ بھی تھما دیا کہ بچارا عصر یہاں ضائع ہو رہا ہے بے قدرے مالک کے ساتھ۔

"میرا جینا مرنا سر کے ساتھ ہے میم۔ میں انھیں کبھی نہیں چھوڑ سکتا۔ انکی مما کے، بابا کے اور خود سر کے مجھ پر بہت سے احسانات ہیں۔ ویسے بھی میں انکے ساتھ بہت خوش ہوں۔ یہ سب میں اپنی مرضی سے کرتا ہوں۔ کبھی انہوں نے مجھے کسی چیز پر مجبور نہیں کیا"

عصر کی انیس سے محبت گہری تھی جسے کوئی کچھ بھی کر کے ختم نہیں کر سکتا تھا، اتنا تو عرشیہ جان ہی چکی تھی۔

"ہاں دیکھائی دے رہی ہے تمہاری مرضی۔ وہ تم پر مسلط کیا گیا ہے۔ تمہاری اپنی کوئی زندگی نہیں۔ تم بس اس سڑو کے کیئر ٹیکر کے سوا کچھ

نہیں۔ اچھے بھلے ہینڈسم ہو۔ اپنی زندگی جیو، شادی کرو۔ فیملی بناو۔ یہ بندہ کیا دے گا تمہیں؟"

وہ عصر کے لیے ہمدردی رکھتی تھی کیونکہ کل سے آج تک جتنا وہ دیکھ چکی تھی، عصر سادہ اور معصوم سا بندہ تھا اور انیس جیسے کے ساتھ کسی سادہ بندے کا گزارہ مشکل تھا، اول بات اس نے دانت پیس کر جتائی پھر تھوڑا عصر کو شرم بھی دلا دی پر وہ تو جیسے کچھ سننا ہی نہ چاہتا تھا۔

"ایسا مت کہیں میم۔ انہوں نے مجھے اس حوالے سے کبھی باونڈ نہیں کیا۔ مجھے ہی شادی وغیرہ میں انٹرسٹ نہیں۔ مجھے اپنی یہ زندگی پسند ہے۔"

عصر کا سکون رتی برابر نہ ہلا البتہ عرشیہ ضرور تھک گئی کہ اس سڑو کے وفادار کو وفاداری سے سرکانا کوئی آسان کام نہیں۔

"کیوں بھڑکا رہی ہو اسے؟ شرم نہیں آتی تمہیں۔ کڈنیپ ہونے کے باوجود تمہیں کھانے پینے اور پہننے کو مل رہا ہے پھر بھی یہاں آگ لگانے کے کام کر رہی ہو"

بس اسی کی کمی تھی، عرشیہ نے گردن گما کر انیس کو دیکھا جو کچن کے دروازے میں کھڑا اپنا بلیزر پہن چکا تھا، یعنی موصوف کو بھی ٹھنڈ محسوس ہو رہی تھی، جبکہ اسکی بدتمیز ٹون پر عرشیہ نے تہیہ کیا کہ دگنی بدتمیزی کر کے دم لینا ہے۔

"کونسی آگ؟ اس بچارے کو اسکے حقوق لینے سیکھا رہی تھی پر اسے ہی تمہارے پیروں میں کچلا جانے کا شوق ہے تو مجھے کیا۔ ہنہ۔ اور تم نے یہ جو احسان گنوائے ہیں، زیادہ اکڑو مت، میں سود سمیت چکا دوں گی۔"

عرشیہ نے بھی لگے ہاتھوں انیس کی یہ کہہ کر بولتی بند کرنے کی پوری کوشش کی جبکہ عصر بچارا بیچ میں ہونق بنا کھڑا تھا کہ ان دو کے پاس جب لڑنے کو کچھ نہیں بچا تو اس معصوم کو ہی گھسیٹ لیا۔

"میرے یہی احسان کب تم پر عذاب بن جائیں خبر نہیں۔ اپنی زبان کے گئیر کم چلاو۔ تم کڈنیپ ہوئی ہو، فیئرول پارٹی پر نہیں آئی جو موقع ملتے ہی سپیچ دینے لگتی ہو۔"

انیس نے اسے اگلے پچھلے تمام لیکچرز پر اکھٹا ہی جھاڑ دیا جبکہ وہ آدمی بھلے آج عرشیہ کو نئی والے میسج کی وجہ سے اچھا لگ رہا تھا پر اس وقت زہر کے سوا کچھ نہ لگا۔

"تم اس جرائم کی دنیا میں کسی ساس سے ٹریننگ لے کر بھرتی ہوئے ہو کیا؟ صبح شام مجھے اپنی بہو سمجھ کر دھو رہے ہو۔ باز آجاو لمبجو ورنہ میں کچھ گالی والی بک دوں گی تو کیا عزت رہ جائے گی تمہاری؟"

عرشیہ نے بد تمیزی نہ کرتے بڑے آرام سے انیس سے تمیز کے ساتھ بات کی کوشش کی پر اس لمبچو پر ہی پیچ و تاب کھا گیا کہ پتا نہیں کیا کہہ گئی ہے اسے۔

"ویٹ! کیا کہا تم نے مجھے؟"

وہ بپھری تند موج بنا عرشیہ کی طرف بڑھا جو بے ارادہ ڈر کر مڈ شیلف سے جا جڑی، انیس نے اسکی لکس کو نوٹس تو کیا پر ابھی وہ اس سے اس لفظ کا مطلب جاننا چاہتا تھا جو اسے گالی ہی لگا۔

"لمبچو یعنی! لمبے ترنگے آدمی۔ اتنے لمبے کہ کوئی پرندہ تمہارے سر پر گھونسلہ بھی بنا سکتا ہے"

ریک کے ساتھ جڑ کر بھی اپنی طرف بڑھتا انیس اسے ڈرا نہ سکا الٹا عرشیہ کے سلگا کر وضاحت دینے پر تھوڑے سے دانت تو عصر کے بھی نکلے پر وہ بچارا سیخیں نکال رہا تھا تاکہ اگلا کام کر سکے۔

"پر مجھے تو لگتا ہے یہاں گھونسلہ بنانے کی سب سے زیادہ تمنا تمہیں ہی اٹھ رہی ہے ٹٹہری"

وہ بھی کسی سے کم تھوڑا تھا، ریک کے کنارے ہاتھ رکھے اپنی نزدیکی اچھی خاصی عرشیہ کے لیے تکلیف بناتے ہوئے اسکے دماغ میں گھسا یا جبکہ اس ٹٹہری پر عرشیہ نے اپنی آنکھیں سکیڑیں۔

"اب یہ کیا کہا ہے تم نے ٹٹہری؟"

عرشیہ نے اسکی چمکتی آنکھوں میں آنکھیں گاڑے رعب سے پوچھا جیسے کچھ غلط ہوا تو اس آدمی کا سر پھاڑ دے گی

"جنگلی چڑیا کو کہتے ہیں، معمولی اور بے حیثیت پرندہ ہے وہ۔"

انیس نے دلچسپی سے عرشیہ کے چہرے کا غضب، آنکھوں کی حیرت اور تاثرات کا رقص بھانپتے جواب دیا تو عرشیہ نے اسکے سینے پر ہاتھ دباتے انیس کو پرے دھکیلا۔

"تم جیسے اکڑو کے آگے تو بڑے بڑوں کی حیثیت صفر ہے پھر پرندہ تو ہوتا بھی معصوم ہے۔ ہٹو سر سے، تم سے تو بات بھی انسان کو تیزاب پی کر کرنی چاہیں، تاکہ منہ سے تیزابی شاور نکلے تمہارے منہ پر سپرے ہو۔"

وہ پیچھے سرکتی انیس سے اپنی لڑائی تبھی ختم کر گئی کہ وہ اس سے زیادہ دیر نظریں ملا کر پاگل اور امپریس نہیں ہونا چاہتی تھی، بلاشبہ وہ اپنی ہلکی گندمی رنگت کے باوجود جان لیوا حد تک پرکشش تھا، اسکی شخصیت کا سحر بولتا نہیں بلکہ چیختا تھا۔

انیس نے عصر کو کام پر لگتا دیکھے خود زرا باربی کیو کا انتظام کرنے کو باہر کا رخ کیا، کوئلے جا کر گارڈن سے اٹیچ پورچ سائیڈ ایریا جا کر سٹینڈ کے نیچ دہکائے کیونکہ اسے فرائیڈ یا بیکڈ نہیں پسند تھے، اسے کوئلوں کی گرمی پر پکی تکہ بوٹی پسند تھی، انیس نے اپنا کام کیا جبکہ وہ دس منٹ تک واپس اندر گیا تو عصر نے بھی تمام سیخوں پر میرینیٹڈ چکن اور مٹن دونوں کی بوٹیاں لگانی شروع کیں، عرشیہ پہلے تو چپ چاپ کھڑی تھی پر جب اس نے انیس کو واپس باہر

سے اندر آتا دیکھا تو اسکی شکل دیکھنے سے بہتر یہی سمجھا کہ عصر کا ہاتھ بٹوا دے۔

"عصر میرے بھائی! ادھر لاو میں تمہاری مدد کرتی ہوں۔ کتنا کام کرو گے تم"

چکن کی اور مٹن کی میرنیٹڈ بوٹیوں کو سیخوں پر چڑھاتا عصر خفیف سا مسکرایا جب وہ آستینیں چڑھاتی عصر کے ساتھ ہی کچن کی زمین پر بچھے دستر خوان کی ٹائپ کے قالین پر بیٹھی کیونکہ وہ سب سیخیں ایک بار ہی بنا کر باہر لے جانے والا تھا، انیس باہر ہی ٹہلتا ہوا دونوں کو بڑی دلچسپی سے دیکھ رہا تھا۔

"رہنے دیں میم! مجھے عادت ہے کرلوں گا۔ ویسے بھی کھانا بنانا مجھے بہت خوشی دیتا ہے"

عصر کی مسکراہٹ گہری ہوئی پر وہ اسکا پھر بھی ہاتھ بٹانے لگی جبکہ انیس کو اسکی یہ خدا ترسی دیکھ کر اگلے پچھلے تمام غصے اتارنے یاد آئے۔

"اپنا کام کرتے تمہیں موت آ رہی تھی۔ اب بڑی مدر ٹریسا بنی ہوئی ہو۔ ویسے بھی آج جمعرات نہیں جو تم دونوں منگتوں کی طرح میرے پیروں میں بیٹھ گئے ہو"

انیس دور کھڑا تھا پر جان بوجھ کر دونوں پر خشمگیں نگاہیں جماتا چلتا ہوا واپس دونوں کے سر پر آ رکا، عصر تو فرمابردار ازل کا اٹھنے لگا پر عرشیہ نے اسکی بازو کھینچ کر بٹھایا۔

"شکر ہے ہم منگتے لگ رہے ہیں، تم تو سر پر منڈلاتی چیل جیسے گندے لگ رہے ہو۔ عصر گوشت چھپالو یہ کچا ہی نہ اٹھا کر بھاگ جائے"

وہ سیر تھا تو عرشیہ سوا سیر تھی، انیس نے دھواں دھواں ہوتی نظروں سے دیکھا تو بس عرشیہ کا ہاتھ جو عصر کی بازو پر جما تھا اور ایک بار پھر عصر ان کے بیچ پھنس چکا تھا۔

"تمہیں تمیز نہیں ہے بات کرنے کی۔ جاہل۔ منہ بند رکھنے پر بل آتا ہے تمہارا۔ اور تم ابھی تک نیچے بیٹھے ہو۔ اٹھو اور اوپر کرسی پر بیٹھو۔۔"

انیس نے اسے بھی جھاڑا اور عرشیہ کے برابر بیٹھے اسکے بھائی نمارشتہ دار کو بھی جبکہ عصر تو انیس کی ہی سنتا تھا تبھی فوراسے نیچے رکھی ٹرے جن پر کچھ خالی اور کچھ گوشت کی بوٹیوں سے بھری سیخیں تھیں، اٹھا کر ٹیبل پر رکھے کرسی سنبھال گیا البتہ عرشیہ نے اٹھ کر کھڑا ہوتے اپنے ہاتھ جھاڑے اور انیس کو اپنی جلال سے بھری آنکھوں سے دیکھنے لگی۔

"جاہل کسے کہا ہے تم نے؟"

عرشیہ نے اپنی آستینیں چڑھائے دیدہ دلیری سے انیس کی چمکتی شربتی آنکھوں میں اپنی خونخوار ہوتی گرے آنکھیں گاڑیں۔

"تمہیں کہا ہے خاتون! کیوں زیادہ ہی ٹھیک بات کر دی میں نے جو تمہیں اتنی چبھ گئی؟"

انیس نے اسکے تیوروں کو چنداں اہمیت نہ دیتے اکڑ کر زچ کیا تبھی عرشیہ نے اپنے ہاتھوں کو اٹھا کر مٹھیوں میں بھینچا۔

"جاہلیت کیا ہوتی ہے میں دیکھاتی ہوں"

عرشیہ نے زخمی بلی کی طرح انیس کی گردن کے اطراف اپنے نوکیلے ناخن گاڑنے کو ہاتھ رکھ تو دیے پر زرا سی خراشیں ہی ڈال سکی کہ اسکے ہیموفیلیک ہونے کا خیال آتے ہی عرشیہ نے اپنے ناخنوں پر چھوڑا دباو یکدم زائل کیا پر تب تک انیس نے اسکے اپنی گردن کے گرد حائل دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں مضبوطی سے جکڑ لیے تھے، ناخنوں کی خراشیں انیس کی گردن کے دونوں طرف سرخ نشان کی صورت ابھریں پر خدا کا شکر سکن پھٹنے سے زخم یا خون نہ نکلا، یہ تسلی پائے وہ کچھ پر سکون ہوئی بھلے انیس نے اسکے دونوں ہاتھ قید کر رکھے تھے، عرشیہ کو لگا جیسے وہ اسکے ہاتھ کی ہڈیاں توڑ ڈالے گا، انیس کے ہاتھوں کا دباو اتنا تھا کہ اس لڑکی کی آنکھوں میں پانی سا آگیا۔

"تمہیں کیا لگتا ہے تم مجھے اپنی جہالت کے مظاہرے دیکھاو گی اور میں چپ چاپ بیٹھوں گا؟ عصر۔ زرا نیل کِٹ لے کر آنا میرے روم سے۔"

عرشیہ جو اسکے خون نہ نکلنے پر بے فکر تھی، انیس کے اتنے پر سکون رد عمل پر ڈری ڈری آنکھوں سے اسے دیکھنے لگی جیسے سمجھنے کی کوشش میں ہو کہ وہ کیا کرنے والا ہے، عصر تو معاملہ سمجھ گیا تبھی فورا روانہ ہوا جبکہ انیس کی آنکھوں میں تیرتی بے رحمی بھانپے عرشیہ کا سن دماغ بھی لمحے میں کام کیا تھا، وہ اسکے ناخنوں کو ایسے دیکھ رہا تھا جیسے انکی جان نکالنے والا ہو۔

عصر کے دوڑ کر واپس آنے پر عرشیہ نے گھبرائی نظروں سے عصر کے ہاتھ میں دیکھا جو اس کِٹ سے نیل کٹر نکال رہا تھا، عرشیہ کو معاملہ سمجھنے میں لمحہ لگا۔

"ن۔ نہیں۔ یہ نہیں۔ میرے نیلز کو چھونا بھی مت"

انیس نے اسے یونہی دونوں کلائیوں سے دبوچے باہر لاتے آکر کاوچ پر گرایا جبکہ ساتھ ہی بیٹھا عرشیہ کا ایک ہاتھ اسکی کلائی سے پوری قوت سے دبوچا کہ وہ ہاتھ کی مٹھی بنانے سے قاصر تھی، عصر خود بچارا یہ ظلم دیکھنے پر مجبور تھا، کچھ نہیں کر سکتا تھا، اسے بھی انیس کی گردن کے بچ جانے پر تسلی تھی پر اگر زخم گہرا آجاتا تو یہ نقصان دہ ہو سکتا تھا۔

"تمہاری جاہلیت دفع دور کرتا ہوں ابھی تم سے۔ تمہیں میں انسانیت کی ایک اور کلاس دیتا ہوں۔ لاو عصر نیل کٹر پکڑاو"

عصر نے ڈرتے ڈرتے انیس کے ایک ہاتھ میں نیل کٹر پکڑایا جبکہ عرشیہ نے اک ہاتھ آزاد ہوتے ہی ہاتھ سے، خود کو پرے گھسیٹ کر، ہر طرح مزاحمت شروع کی تو انیس کو اسکے ہاتھ کو مزید سختی سے پکڑنا پڑا، عرشیہ کی کلائیوں پر پہلے ہی زخم تھے تو وہ زیادہ کھینچتی تو خود کو ہی درد ہوتا۔

"پلیز۔۔۔ پلیز مت کاٹو، میرے نیلز میری مہینوں کی محنت"

وہ چیخ کر مسلسل اپنا ہاتھ انیس کے ہاتھ سے چھڑوا رہی تھی مگر مجال ہو جو اپنی پوری طاقت لگانے، مچلنے اور کھینچا تانی کے بھی اپنا ہاتھ انیس کے ہاتھ سے چھڑوا سکی ہو الٹا وہ اسے دیکھ رہا تھا کیسی بری لگ رہی تھی چیختے ہوئے۔

"مت ہلاو ورنہ انگلیوں پر کٹ لگ جائے گا۔ پھر ٹُنڈی بن کر زندگی گزارنا۔ مت ہلاو خاتون"

وہ نہ تو رحم کھا رہا تھا نہ بچاری کے بہتے آنسوؤں کی پرواہ کر رہا تھا، بلکہ دو انگلیوں کے ناخن اس نے کاٹ بھی دیے تھے۔

"م۔ مت کاٹو ناں ظالم۔۔ میں نے کتنی مشکل سے بڑھائے تھے۔ اللہ تمہیں گنجا کر دے مت کرو۔۔ برے انسان جوئیں پڑیں تمہیں ہٹلر کی سستی اولاد"

وہ دہائیاں دیتی جا رہی تھی پر انیس نے بھی اسکے سارے ناخنوں کا قصہ تمام کر کے ہی دم لیا جبکہ اپنے ہاتھ ایسے بنا نیلز کے دیکھ کر عرشیہ کو اور رونا آیا۔

"تم نے میری گردن زخمی کی ہے یہ اسکی سزا ہے۔ شکر کرو تمہاری گردن نہیں کائی۔ جنگلی بلی بن کر گھوروں مت۔۔ شیر بیٹھا ہے تمہارے سامنے۔ ہتھیار لے کر خود گھوم رہی تھی اور کرمنل مجھے کہتی ہو"

اپنے کیے پر مجال ہو جو اس سڑو کو کوئی ملال تھا۔

وہ جملہ بول کر نیل کٹر ایک جھٹکے سے عصر کی طرف اچھالتا پیچھے ہوا تو عرشیہ اپنے کٹے ہوئے ناخنوں کو دیکھ کر سسکی بھر کر اپنے آپ میں سمٹ گئی۔ اپنی کلائیاں سینے سے لگا کر وہ ایسے رو رہی تھی جیسے اس سے کوئی قیمتی چیز چھین لی گئی ہو، اسکا یہ مگر مچھی آنسوؤں سے رونا عصر کو تو جذباتی کر رہا تھا البتہ انیس اس لڑکی کے ڈراموں پر دنگ تھا۔

انیس نے صوفے کی پشت سے ٹیک لگائی، سرد نظروں سے صوفے کے کنارے سر کی عرشیہ کو دیکھنے لگا جو اسے ایسے زخمی نظروں سے دیکھ رہی تھی جیسے اسکا لہو پی جائے گی وہ بھی آخری قطرے تک۔

"ماتم تو ایسے کر رہی ہو جیسے ایک گردہ نکال لیا ہو کسی نے"

انیس نے اسکی اس ماتمی شکل کو دیکھتے سخت کوفت سے کہا جس پر عصر کو بچاری کے آنسو دیکھ کر رونا آرہا تھا اور انیس ظالم لگ رہا تھا، لڑکیوں کے لیے انکے لمبے اور خوبصورت ناخن کمزوری ہوتے ہیں۔

"تم گردہ ہی لے لیتے پر یہ نہ ک۔۔ کرتے۔ تم اتنے ظالم کیسے ہو سکتے ہو۔ میں نے تمہاری گردن نوچ کر چھیل دینی تھی پر تمہارا خیال آتے ہی میں نے اپنا ارادہ بدل دیا، زرا سی نوکیں تمہاری گردن کی سکن سے ٹچ ہوئیں بس اورت۔۔ تم نے اتنی سخت سزا دی۔ کاش میں تمہاری گردن لہولہان کر دیتی تو انکے کٹنے کا دکھ نہ ہوتا"

عرشیہ نے آنسوؤں میں بھیگتی آنکھوں سے اسے دیکھا، لب کانپ رہے تھے مگر آواز پھر بھی اس شیرنی کے اندر سے نکل ہی گئی اور عصر میاں کی

آنکھیں عرشیہ کی جذباتی آواز سنے برسات بنیں لیکن انیس نے ایسی بیزار شکل بنائی کہ دیکھنے والے کا دل کوئلہ ہو جائے۔

"تمہاری مجھے لہو کرنے کی خواہش دوبارہ پوری نہیں ہو گی۔ اس ارمان کے ساتھ مرو گی۔ ایک بار تمہیں اپنا آپ لہو کرنے کیا دیا تم نے مجھے اپنی بیٹل فیلڈ ہی سمجھ لیا خاتون۔"

وہ نا صرف اٹھا بلکہ جس طرح کاوچ کی بازو اور بیک پر اپنا اک اک ہاتھ رکھے کاوچ کے کونے میں دبکی، سسکیاں بھرتی عرشیہ پر جھکے اسے وارن کیا، وہ اور زیادہ ہرٹ ہوئی۔

"تم انسان نہیں ہو بلکہ حیوان ہو... تمہیں دوسروں کو تکلیف دے کر سکون ملتا ہے۔"

انیس کے ہونٹوں کے کونے ذرا سا ٹیڑھے ہوئے، وہ آہستہ آہستہ اس کے قریب جھک آیا، اتنا کہ انیس کے سحر اور نزدیکی کی ہیبت پھر سے اس لڑکی پر

طاری ہو گئی جبکہ عصر بچارا اس انتظار میں تھا کب انیس ہٹے اور وہ عرشیہ سے اس پر اظہار افسوس کیے اسے تسلی دے کہ یہ نیلز تو گھر کی کھیتی ہیں، پھر آ جائیں گے۔

"انسانیت کی بات تم مت کرو۔ جو وار کرے اور کرتا ہی چلا جائے، وہ نرمی کا مستحق نہیں رہتا۔"

انیس کی آنکھوں میں دگنا غصہ ہلکورا تھا، عرشیہ نے اسکی وینی مضبوط گردن پر بنی خراشوں کو اک نظر دیکھا، وہ سرخ نشان واضح تھے، جبکہ انیس کی آنکھوں کی حرارت بھی بے حد عیاں بری شے تھی۔

"م۔ میں نے کہا ناں میں نے ارادہ بدل دیا تھا۔ تب تک تمہیں یہ تھوڑی لگ گئی۔"

عرشیہ نے بھی سخت تنگ آتے تکرار جاری رکھی جبکہ انیس اسے رلانا تو ہرگز نہیں چاہتا تھا، مقصد بس اسے سزا دینا تھا۔

"تھوڑی نہیں ہے۔ گردن جل رہی ہے میری۔ تھوڑے درد تو میں دیکھتا بھی نہیں۔"

وہ اپنی بات کہتا، عرشیہ کے دل میں اک چنگاری سی بھڑکا تا جب سیدھا کھڑا ہوا تو اسکے سٹمک تک پیٹ کے درد کی لہریں گئیں جس سبب انیس کے چہرے کے کچھ تاثرات بدلے تھے۔

"ہمم۔۔ تم نے بھی کونسا اچھا کیا۔ اس پر تمہیں معاف نہیں کروں گی"

وہ روہانسی ہوئی جبکہ انیس نے بے فکر ہوتے قدم وہاں سے نکالے اور چلا گیا، اس نے عصر کو سب سیخیں باہر لانے کا اشارہ کیا مگر عصر جاتے جاتے عرشیہ تک آیا جو اپنے ہاتھ پھیلا کر دیکھتی بچوں کی طرح آہیں بھر رہی تھی۔

"نہ روئیں میم! یہ پھر آجائیں گے۔ ویسے بھی آپکے ہاتھوں کی یہ لمبی اور پیاری انگلیاں، نیلز کے بنا بھی کیوٹ ہیں۔ کہتے ہیں لمبے ناخن شیطان کا گھر ہوتے ہیں تو اچھا ہی ہو گیا ناں آپکے ہاتھ پاک ہو گئے شیطانی اثر سے۔ میں جا

کر سر کے ساتھ یہ کام مکمل کرتا ہوں پھر مزے دار سا لنچ کرتے ہیں۔ آپ ایسے ناں روئیں۔ شکر کریں انکو زیادہ نہیں لگی۔ انہوں نے بھی تو چھری والے زخم پر آپکو معاف کیا تھا، آپ بھی انکی یہ ناخن کاٹنے والی حرکت درگزر کر دیں۔"

عصر نے جلدی جلدی بچاری کو تسلی دی اور ٹرے اٹھاتا وہاں سے فکر مند سا گیا کہ کہیں انیس اسے بھی ناں دو چار سنا دے، اسکے جانے کے بعد عرشیہ کی آنکھوں سے چند آنسو اور ٹوٹے۔

"ع۔۔ عصر کو کیا پتا کہ اس گھمنڈی نے معاف تو مجھے کچھ نہیں کیا۔ اس چھری والے وار کی سزا بھی پینڈنگ ہے جو اگر یہ نہیں دے گا تو کہیں میں خود زبردستی نہ لے بیٹھوں۔ میرا ایمان سلامت رہے بس، ڈگمگائے نہیں۔ سب سے بڑا شر تو یہ شخص ہے۔ مجھے اس سے اپنا آپ بچتا نہیں محسوس ہو رہا"

وہ اپنے نیلز کی طرف دیکھے ہی بڑبڑائی، اسکی انگلیاں اب بھی خوبصورت تھیں پر اب کیوٹنس آگئی تھی، وہ کچھ دیر آنسو بہانے کے بعد اٹھ کر خود بھی باہر آئی پر گھر کی روش پار نہ کی بلکہ آغاز میں رک کر ہی وہ عصر اور انیس کو سیخوں پر ان چکن اور مٹن تکہ بوٹی کو بناتا دیکھے ہر احساس سے عاری ہوئے دیوار سے لگی تھی۔

انیس نے قریب ہی کھڑا ہوتے باربی کیو سٹینڈ پر کوئلے اور ان پر رکھی جالی کے اوپر سیخیں لگائی پھر ان پر برش سے آئل لگائے وہ کوئلے کو دہکا کر گوشت کے پکنے میں تیزی لانے میں لگا مکمل مصروف تھا، عصر اسکی مدد کر رہا تھا اور تبھی انیس کی نظر فارم ہاوس کی بلڈنگ کی طرف دروازے سے ملحقہ دیوار کے ساتھ لگی عرشیہ پر جا جمیں۔

"انکے نیلز نہ کاٹتے سر۔ لڑکیاں بہت ٹچی ہوتی ہیں ان چھوٹی چھوٹی چیزوں کے لیے۔ وہ کیسے بچوں کی طرح رو رہی تھیں"

عصر کا دل بہت معصوم تھا تبھی وہ انیس کو کہنے سے خود کو روک نہ سکا، انیس جو کچھ فاصلے پر خاموش اور افسردہ سی عرشیہ کو دیکھ رہا تھا، فوری ترچھی نگاہ عصر زمان پر مرکوز کر گیا۔

"مجھے بس یہ پتا ہے اس نے تمہاری بازو پکڑے تمہیں ایک سیکنڈ میں کھڑے سے بٹھا دیا، کس لیے التفات امڈ رہے ہیں اس لڑکی کے لیے تمہارے؟ یہ ہمدردی اور ترس کے پیچھے کوئی اور وجہ ہے کیا عصر میاں؟"

عصر تو انیس کی ٹون پر ٹھٹکا، نا سمجھی سے انیس کو دیکھنے لگا۔

"سر انہوں نے مجھے بھائی بھی کہا تھا، وہ نہیں سنا کیا؟ اور میں نے ہی کچھ وقت پہلے انکشاف کیا تھا کہ شاید وہ آپ سے امپریس ہو گئی ہیں۔ بھلا میں جو آپکے لیے ہر سو کسی نہ کسی ہمسفر کو تلاشتا رہتا ہوں۔ آپ کے گھر بسنے سے پہلے خود کے بارے سوچ بھی کیسے سکتا ہوں؟"

عصر کو اسکا لہجہ برا لگا اور عصر کے جواب سے وہ احساس انیس کو ہوا بھی۔

جبکہ عرشیہ بس چپ چاپ انھیں دیکھ رہی تھی۔

"کسی قسم کی رشتہ داری کی ضرورت نہیں۔ یہاں لائے دوسرے لوگوں کی طرح وہ بھی اک وولف کا شکار ہے۔ اسے ٹارچر دیا جائے گا۔ ہفتہ ختم تو یہ تعلق بھی ختم"

انیس نے اسے ڈانٹ کر بات تو ختم کر دی پر سنجیدہ عصر یکدم مسکرایا کیونکہ یہاں لائے وولف کے شکار کو ہمیشہ یہاں کے زندان میں قید کیا جاتا تھا پر یہ لڑکی انیس کی ماں کے اس فارم ہاوس میں رکھی گئی تھی، کسی شکار کو اب تک کپڑے تو نہیں دلائے گئے تھے، نہ اسکے ساتھ وہ سب کیا جو عرشیہ کے ساتھ کیا جا رہا تھا۔

عصر کو من ہی من میں مسکراتا دیکھے انیس نے ٹھٹھک کر عصر کی طرف دیکھا جو مسکراتی آنکھوں سے انیس کو ہی دیکھ رہا تھا۔

"اب یہ مسکرا کر غصہ کیوں دلا رہے ہو مجھے؟"

عصر نے فوراسے پہلے اپنی مسکراہٹ اپنے منہ میں دبائی۔

"آپ خود بیٹھ کر سوچنا میرے مسکرانے کا سبب، اس لڑکی میں اور اب تک یہاں لائے باقی شکاروں میں جتنے فرق ہیں سب کھلی کتاب کی طرح آپکے سامنے آجائیں گے۔"

عصر اسے حیران و پریشان چھوڑ تا جا چکا تھا، کچھ پلیٹس اور چیزیں لینے جبکہ عرشیہ اب تک وہیں کھڑی تھی، انیس نے عرشیہ کی طرف واپس آنکھیں گمائیں پر شاید وہ اسکی نظروں میں نہیں آنا چاہتی تھی تبھی دیوار سے آگے ہٹی پھر پلٹ کر واپس فارم ہاوس کے اندر غائب ہوئی جبکہ انتشار بھری سانس لیتے انیس نے اپنی بکھری توجہ سمیٹ کر اپنے کام پر لگائی تھی اور کوشش کی کہ اسکے دھیان کے دھاگے سمٹ کر رہیں، یہی اسکے حق میں بہتر تھا۔

.._____..

ملک ہولڈنگز شیشے اور اسٹیل سے بنی ایک شان دار کارپوریٹ ایمپائر تھی، اونچے فلورز، فلور ٹو سیلنگ گلاس ونڈوز، چمکتی ماربل فلورنگ اور جدید آرٹ سے سجی راہداریاں آنے والوں کو خوش آمدید کہتیں، اندر داخل ہوتے ہی طاقت، دولت اور اختیار کی خوشبو محسوس ہوتی تھی، جہاں ہر قدم پر نظم، وقار اور رعب بولتا تھا۔

سوہانے یہاں چلے آنے کے بارے ہرگز نہ سوچا کہ عاصم المیر ملک کوئی عام انسان نہیں یہاں کا مالک اور اک نامور سیاسی بندہ ہے جس سے کون ملتا ہے، میڈیا اور نیوز پیپرز والے ہمہ وقت تاک میں لگے رہتے ہیں، خاص کر سیاست میں داخلے کے بعد بہت سے خریف تھے جو عاصم المیر کی ٹو میں لگے رہتے تھے۔

ملک ہولڈنگز کے مرکزی گیٹ پر گاڑی رکی تو سوہانے ایک گہری سانس لی، ایسی سانس جس میں ضبط، خوف اور ماں ہونے کا احساس تینوں شامل

تھے۔اسکی آنکھوں کے کنارے سرخ تھے مگر قدم مضبوطی سے اٹھا رہی تھی،وہ کمزور ہو کر نہیں آئی تھی۔

موساب کے بھیجے میڈیا رپورٹرز نے سوہا کے اندر جانے کی تمام فوٹوز کلک کیں تھیں۔

ریسیپشن ہال میں داخل ہوتے ہی ماحول کا رعب سوہا پر ٹوٹا،چمکتا ماربل،خاموشی سے چلتے سوٹڈ ملازمین،اور ہر دیوار سے ٹپکتی طاقت۔مگر آج اس شان و شوکت نے اسے مرعوب نہ کیا۔اس کا دل ایک ہی نام پر دھڑک رہا تھا،عرشیہ کیونکہ وہ جتنی بھی بری یا خود غرض ہوتی،اس نے کبھی عرشیہ کی تکلیف پہ خود کو سکون آتا محسوس نہ کیا تھا۔

"مس سوہا سومرو؟"

ریسیپشنسٹ نے پروفیشنل مسکراہٹ کے ساتھ اسے پہچانا کیونکہ وہ شہر کیا ملک بھر میں مقبول تھی، اسے لوگ سیوانی کلاتھ برینڈ کی اونر کے نام سے جانتے تھے۔

"میں عاصم ملک سے ملنے آئی ہوں۔ ارجنٹ ہے۔ کیا وہ ایویلیبل ہیں؟"

سوہا کی آواز میں لرزش نہیں، حکم تھا۔

ریسپشنسٹ نے فوری سر ہلائے اسے راستہ دیکھایا۔

چند لمحوں بعد لفٹ اوپر کی طرف بڑھنے لگی۔ شیشے کی دیواروں سے نیچے پھیلتا شہر نظر آرہا تھا مگر سوہا کو کچھ دکھائی نہ دے رہا تھا۔ ہر فلور کے ساتھ اس کا دل اور بھاری ہو رہا تھا۔

ٹاپ فلور پر قدم رکھتے ہی سیکیورٹی الرٹ ہوئی۔ ایک اسسٹنٹ تیزی سے آگے آیا، چہرے پر سنجیدگی ہلکورہی تھی۔

"میم سر میٹنگ میں ہیں"

اسسٹنٹ نے پیغام پہنچایا۔

"تو کہہ دو سوہا سومرو آئی ہے۔ کچھ ارجنٹ ہے۔ وہ میٹنگ چھوڑ دیں گے"

اس ایک جملے میں اتنی کاٹ تھی کہ اسسٹنٹ نے مزید سوال نہ کیا۔

عاصم المیر کے آفس کا دروازہ کھلا تو اندر کا ماحول یکدم منجمد سا ہو گیا۔ وسیع کمرہ، اونچی کھڑکیاں، پیچھے اس خوبصورت شہر کا افق اور درمیان میں عاصم، اپنی کرسی سے اٹھتا ہوا، چونک کر سوہا کو دیکھنے لگا، کیونکہ اسے سوہا کے یہاں آنے کی امید نہ تھی، وہ تو عرشیہ کا منتظر تھا مگر وہ بھی ہفتے بعد آنے والی تھی۔

"سوہا؟ تم یہاں خود کیوں ٹپکی ہو؟ کیا ہفتہ صبر نہیں ہوا آدھی جائیداد کے لیے؟"

عاصم کی سرد و طنزیہ ٹون پر سوہا نے ایک قدم آگے بڑھایا۔ اپنی آنکھیں اس کی آنکھوں میں گاڑ دیں جو باپ ہونے کے نام پر صرف دھبہ تھا۔

"ع۔۔ عرشیہ کڈنیپ ہو گئی ہے۔ کڈنیپر کا فون آیا تھا۔ ایک کڑور مانگا ہے اس نے۔ ہماری بیٹی مصیبت میں ہے۔ اپنا سب کچھ فیشن ایونٹ ویک پر لگا چکی ہوں اس لیے اس مسئلے کے حل کے لیے تمہاری مدد چاہیے۔ ورنہ ہ۔ ہماری بیٹی کو وہ کوئی نقصان نہ پہنچا دے"

سوہا کے لہجے میں نہ تو منت تھی نہ ہی گڑگڑاہٹ بلکہ وہ پریشان لگ رہی تھی یہ نظر آ رہا تھا مگر عاصم المیر ملک کے آگے سسک یا کمزور نہیں پڑی۔

"تو یہ کیا عرشیہ کے ہفتہ غائب ہونے کے بیچ تمہارا بنایا پلین ہے سوہا۔ مجھ سے پیسے ہتھیانے کا؟ کیا تمہیں جو ہر ماہ پیسے بھیجتا ہوں وہ کم پڑ گئے؟"

عاصم نے طنزیہ انداز میں قہقہہ لگاتے سوہا تک قدم بڑھائے مگر وہ اس گھٹیا آدمی کی اس بکواس پر اندر تک جھلس گئی مگر غلطی سوہا کی تھی، اسکا ریکارڈ کچھ اچھا جو نہ تھا۔

"میں تم سے پیسے نکلوانے کے لیے کوئی بہانہ نہیں کرتی، یہ جو تم دیتے ہو اپنے بچاو کی قیمت دیتے ہو گھٹیا آدمی۔ تاکہ تمہارا مجھ سے کیا نکاح اور ہماری بیٹی دنیا سے چھپی رہے اور محراب ملک تم سے یہ پاور، یہ ہولڈ نگز اور یہ اختیار نہ چھین لے۔ وہ واقعی کڈنیپ ہوئی ہے عاصم۔ ہماری بیٹی، ہمارے وجود کا حصہ ہے وہ۔ تم اتنے گھٹیا کیسے ہو سکتے ہو؟"

سوہا نے بپھر کر عاصم المیر کی گردن اسکے گریبان سے دبوچی تھی، سوہا کی آنکھوں میں جھلملاتا عتاب اور سرخی اس عورت کی صداقت کا ثبوت تھی۔

"میں کیسے یقین کروں۔ تمہاری فطرت کا ڈسا میں کیسے مانوں تمہاری بات۔ تم مجھ سے زیادہ گھٹیا ہو، تم نے پچھلے اٹھائس سالوں میں جتنا مجھے لوٹا

ہے سوہا، اسکے بعد تو میں تم پر کیا کسی اور پر بھی یقین کرنے کے لائق نہیں۔ خاص کر عورت ذات۔ کیا پتا اب تک صرف تم مجھے اکیلی لوٹتی آئی ہو اب اپنی بیٹی کو بھی ساتھ ملا لیا ہو؟ تم لوگوں نے سوچا ہو گا ہولڈنگز کی آدھی ملکیت سے پہلے ایک کڑور ہتھیا کر وارم آپ کیا جائے۔۔۔ آخر عرشیہ کی پرورش تو تم نے ہی کی ہے ناں"

عاصم المیر کا لہجہ اپنی ہی بیٹی کے لیے تضحیک سے اٹا تھا، یہ دیکھ کر سوہا نے اسکا گریبان جھٹکے سے چھوڑ دیا۔

اس عورت کی آنکھوں میں صرف حقارت بچی تھی۔

"تمہیں یہ کہتے ہوئے زرا ڈر نہیں لگا کہ میں اس کے بعد تمہارا راز مزید راز نہ رکھ پاوں گی۔ ایک پریس کانفرنس اور تمہارا سارا کیریئر ختم عاصم المیر ملک"

وہ انگلی اٹھا کر عاصم کو آنے والے وقت سے دھمکا گئی جس پر عاصم اس سے پہلے اسکی طرف بڑھتا، آفس ڈور پر ہوئی دستک نے دونوں کو سنبھلنے پر مجبور کیا۔

"یس؟"

عاصم نے جبڑے بھینچے ہی اجازت دی۔

"سر آپ نے نیوز دیکھی۔۔۔پلیز نیوز دیکھیں"

یہ عاصم المیر کی پرسنل سیکرٹری تھی، اسکے یوں تمہید باندھنے پر سوہا اور عاصم دونوں کے چہروں پر زردی کھنڈی۔

عاصم نے فورا سے پہلے مشہور نیوز چینل چلایا اور آگے چلتی خبر نے سوہا اور عاصم دونوں کی آنکھیں پھیلا کر رکھ دیں۔

"یہ تصویر خفیہ ذرائع سے ملی ہے جس میں مشہور بزنس مین عاصم ملک، سیوانی کلاتھ برینڈ سوہاسومرو کے ساتھ ہیں جبکہ انکی گود میں ایک بچی بھی ہے۔ رومرز اٹھ رہے ہیں کہ شاید یہ عاصم المیر کی دوسری وائف ہوں۔ اور یہ بچی عاصم ملک کی ہے۔ سوہاسومرو بھی اپنے پہلے شوہر کے بارے بات کرنا پسند نہیں کرتیں لیکن انکی بیٹی خود کو عرشیہ المیر کہتی ہیں، المیر سرنیم کی وجہ سے یہ شک یقین میں بدلتا دیکھائی دے رہا ہے کہ ممکن ہو سوہاسومرو کے پہلے ہسبنڈ عاصم المیر ملک ہی ہیں۔ ابھی تک کوئی سولڈ ثبوت تو نہیں ملا لیکن اس تصویر نے ان دو مقبول ہستیوں کی زندگی کے چھپے راز ضرور کرید دیے ہیں۔ ہمارے لوگ اس معاملے کے لیے تحقیق پر لگ چکے ہیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ ان افواہوں کا ان دونوں کی فیملیز پر کیا اثر پڑتا ہے۔ ملک ہولڈنگز اور عاصم المیر ملک کی کاروباری شادی کیا ان رومرز کی بھینٹ چڑھ جائے گی یا یہ سب محض قیاس آرائی نکلے گی۔ ساتھ بنے رہیں"

یہ سب سنے جیسے عاصم اور سوہا دونوں کے پیروں سے زمین سرکی، عاصم نے سیکرٹری کو اشارے سے دفع ہونے کا کہا جبکہ دروازہ بند ہوتے ہی وہ پلٹ کر سوہا تک نہ صرف پہنچا بلکہ اس عورت کو اسکی گردن سے دبوچا، اک لمحے کو سوہا بھی جیسے لرز سی گئی۔

"گھٹیا عورت۔ یہ تصویر تمہارے پاس تھی ناں۔ تو میڈیا تک کیسے گئی۔ تم نے ہماری ہر یاد مٹانے کے لیے بھی مجھ سے کڑوروں روپے ہتھیائے تو پھر یہ تصویر کیوں نہ مٹائی۔۔ یہ خبر محراب کی نظر میں آئی تو وہ سر پر ناچے گی میرے۔ تمہیں اس سے زیادہ گھٹیا خیال نہیں سوجھا مجھے لوٹنے کا۔ کیسی ہوس ہے تمہاری پیسے کی سوہا جو ختم نہیں ہو رہی۔ تم ماں بیٹی نے مجھے برباد کر دیا۔۔۔ تم دو کو مار دیتا تو قصہ ہی ختم ہو جاتا۔۔۔"

عاصم کے ہاتھ اس کی گردن پر سخت ہو گئے تھے۔ رگیں ابھر آئی تھیں، آنکھوں میں وحشت ناچ رہی تھی۔ سوہا کی سانس اکھڑنے لگی مگر اس نے ہاتھ اس کے سینے پر نہیں رکھے، وہ منت نہیں کرنا چاہتی تھی۔

چند لمحوں بعد اس نے پوری قوت جمع کر کے عاصم کی کلائیوں کو جھٹکا دیا۔ شاید عاصم اپنے ہی غصے میں ڈھیلا پڑ گیا تھا یا شاید سوہا کی آنکھوں میں اب ایسا کچھ تھا جس نے اسے چونکا دیا، وہ زمین پر لڑکھڑا کر ایک قدم پیچھے ہٹا۔

سوہا نے کھانستے ہوئے گردن کو ہاتھ لگایا، پھر سیدھی ہو کر کھڑی ہوئی۔ آنکھوں میں آنسو نہیں تھے۔ اب وہاں صرف سچ تھا، برہنہ، بے رحم سچ۔

"مار دیتا؟"

اس کی آواز بھاری مگر پر سکون تھی۔

"جیسے تم نے فاطمہ نور کو مارا تھا اسکی کوکھ میں پلتے بچے سمیت؟ سب جانتی ہوں میرے بعد تم نے کس کس کو برباد کیا۔ افسوس ہے کہ فاطمہ میرے جیسی نہ نکلی ورنہ مل کر تمہیں تبھی ہی زمین میں گاڑ دیتیں ہم بزدل

انسان۔ وہ مر گئی، اسکا نشان تم نے بنا ثبوت چھوڑے مٹا دیا پر تم مجھے لاکھ کوشش کے بھی مٹا نہ سکے۔ نہ کبھی مٹا سکو گے۔ اب تک عرشیہ سوہا سرمرو کی بیٹی تھی تبھی تاوان ایک کڑور تھا۔ یہ خبر اگر اس کڈنیپر تک گئی تو سوچ لو کہیں ملک ہولڈ نگز ہی گروی نہ رکھوانی پڑیں تمہیں"

سوہا اپنی پوری قوت سے دھاڑی تھی، عاصم ہانپ رہا تھا۔ اس کے چہرے پر غصے کے ساتھ ساتھ ایک اور چیز بھی ابھر آئی تھی جو خوف تھا، اپنے بوئے کو کاٹنے کا خوف۔

"یہ تصویر میں نے میڈیا کو نہیں دی۔"

سوہا نے ایک ایک لفظ تول کر کہا وہ نرم بھی پڑی۔

"اگر میں نے یہ تصویر دینی ہوتی تو آج سے برسوں پہلے دے چکی ہوتی۔ میں نے تمہارا کیریئر ہی نہیں، تمہیں بھی بچایا تھا۔ عرشیہ کے لیے اور اس بچے کو بھی کہ تمہاری بیٹی ہونے کا نقصان نہ جھیلے وہ۔ تمہاری کاروباری بیوی اور

بچے اب تک میری بیٹی کے چیتھڑے اڑا چکے ہوتے۔ بھلا میں اپنی بیٹی کی جان خطرے میں کیوں ڈالوں گی؟"

وہ دو قدم آگے بڑھی مگر اس بار سوہا کی آنکھیں بھیگی تھیں۔

"تم جاننا چاہتے ہو یہ تصویر کس نے نکالی؟ تو پتا کرو اوزلیل آدمی وقت ہاتھ سے نکل رہا ہے۔ اس سے پہلے تاوان کی قیمت ہم دونوں کی جانوں میں تبدیل ہو جائے"

سوہا کے چہرے پر تلخ مسکراہٹ ابھری۔

"یہ یقیناً کوئی ایسا ہے جسے سچ سامنے آنے سے فائدہ ہے۔ جسے تمہاری تباہی چاہیے۔ اور تم ابھی بھی اندھے ہو، عاصم۔ یا پھر یہ کوئی ایسا ہے جو ہم دونوں کا مشترکہ دشمن ہے۔ جلدی کرو"

وہ فیصلہ کن انداز میں پلٹی، دروازے کی طرف بڑھی پھر رک کر آخری وار کیا۔

"اگر عرشیہ کو کچھ ہوا ناں"

اس نے گردن پر پڑے سرخ نشان پر ہاتھ سہلایا اور انتقامی ہوئی۔

"تو میں تمہارا فاطمہ نور والا راز ہی نہیں، تمہارا وجود دنیا کے سامنے ننگا کر دوں گی۔ پھر نہ ملک ہولڈ نگز بچے گی، نہ محراب، نہ تمہارا نام۔ نہ ہی تم"

دروازہ بند ہوا تو عاصم المیر وہیں کھڑا رہ گیا، ٹی وی اسکرین پر چلتی خبر، اپنی مٹھیوں میں بند ماضی، اور دل میں پہلی بار یہ احساس کہ

یہ کھیل اب اس کے ہاتھ سے نکل چکا ہے۔ اصل شکست فاش تو اتنی دولت رکھنے کے باوجود عاصم المیر ملک کے حصے آئی تھی، غصے میں اس نے ٹیبل پر پڑا ڈیکوریشن پیس اٹھا کر ایل سی ڈی سکرین پر دے مارا جو دیکھتے ہی دیکھتے سیاہ پڑ گئی پر جو سیاہی اس وقت عاصم ملک کے چار سو تھی وہ زیادہ بھیانک تھی۔

جبکہ سوہا باہر نکلی تو اسکے حواس بھی ایک طرح سن تھے، یہ تصویر تو اس نے جلادی تھی پھر یہ میڈیا تک کیسے پہنچی، وہ اپنے دماغ پر زور دے رہی تھی پر کچھ بھی سمجھ نہ آرہا تھا، اس وقت اسکی سانس سانس بس عرشیہ المیر کی سلامتی مانگ رہی تھی۔

وہیں دوسری طرف منائم ملک اپنے ساتھی یوٹیوبرز ٹیم کے ہمراہ ناشتے کے فوری بعد نکل چکی تھی، اچانک سے دھوپ ڈھل کر بادلوں کے مرغولے آسمان پر جمع ہونے لگے تھے، فضا میں شدید چبھتی سردی کی لہر تھی، وہ منائم سمیت دس لوگ نک سک تیار مکمل گرم کپڑوں میں پیک ریسٹ ہاوس سے شمسو کو اطلاع دیے نکلے تو شمسو نے فوراسے وولف کو اطلاع دے دی کہ وہ سب سنسنان علاقے کی طرف نکل چکے ہیں۔

اس وقت وولف قریب ہی کسی جگہ گاڑی کھڑی کیے اپنے فون پر انٹرنیٹ کھولے وہی نیوز دیکھ رہا تھا جس نے عاصم المیر ملک کے پیروں سے زمین سرکائی تھی۔

"تو عرشیہ المیر بھی اسی خبیث قاتل کی بیٹی نکلی ہے۔ واہ۔ اسے کہتے ہیں قدرت کا مہربان ہونا"

وولف نے مست قہقہہ لگاتے فوری انیس کو کال ملائی تھی تاکہ اسے کہے کہ عرشیہ المیر کو ٹپکا دے پر فون انیس نے کمرے میں چارج پر لگایا تھا جس سبب وہ قریب نہ ہونے کی وجہ سے پک نہ کر سکا تبھی وولف نے اسے اک وائس نوٹ بھیجا۔

"عرشیہ المیر کو مزید ٹارچر دینے کے بجائے قبر کھود اور زندہ گاڑ دے علوی۔ کرمنل ثابت ہو گئی ہے وہ۔"

وہ وائس نوٹ وولف نے بھیجا اور اپنے اسی سیاہ سر سے پیر ڈھکے خلیے میں وہ منائم ملک کا کام تمام کرنے گاڑی سے نکلا، اسکے ناک اور منہ پر سیاہ ماسک تھا، سر پر شیڈڈ بلیک کیپ، ہاتھوں پر لیدر کے دستانے، ماسک کے بیچ سے چھلکتی سیاہ آنکھیں اپنے مشن کے لیے چمک رہی تھیں، منائم اپنے فون کا

کیمرہ کھولے راستے میں بھی اپنے یوٹیوب چینل کے لیے ویلاگ وڈیو ہی شوٹ کر رہی تھی جبکہ اسکے دوست بھی یہی کرتے نظر آرہے تھے، گہری کھائیاں، اونچے نیچے ٹیلے اور کچے راستے، جنگلی راستہ، یہ سب ماحول ان لوگوں کو کونٹینٹ دے رہا تھا جسے یوٹیوب چینل پر ڈال کر وہ لاکھوں وویز لے سکتے تھے، منائم اپنی وڈیو کچھ تفصیلی بنا رہی تھی تبھی وہ خفیہ اور خطرناک مناظر ڈیٹیل سے وڈیو میں قید کر رہی تھی اور اپنے باقی دوستوں سے کچھ قدم پیچھے تھی، اور بہت خوش تھی کہ اسکا اتنی دور آنا اچھا ثابت ہوا۔

وولف اسکے تعاقب میں تھا اور پھر اسے منائم ملک نظر آئی، اسکے بقیہ نو دوست تھوڑا آگے تھے، وہ گہری کھائیوں کے آس پاس لگی حفاظتی باڑ کے کونے پر کھڑی نیچے گہرے اندھیرے کی وڈیو بنا رہی تھی، اسکے دوست اسے آوازیں دے رہے تھے کہ وہ جلدی ہمقدم ہو۔

"بس آرہی ہوں۔"

منائم نے با آواز بلند انکو کہا اور اپنی وڈیو بند کرے آگے بڑھنے ہی لگی جب پلٹتے ہی وہ کسی پہاڑ جسم سے ٹکرائی، منائم کو اپنے سینے سے لگتا دیکھتے وولف نے اسے دو سیکنڈ میں پلٹا کر دوسری طرف کیے اس کھائی کے کنارے لگی باڑ کے بلکل ساتھ سر کایا اور عقب سے اسے سختی سے جکڑ گیا، اور منائم کی چیخ اسکے اس مضبوط ہاتھ تلے دبی جو وولف نے منائم کے منہ پر جمایا تھا، اسکے بقیہ نو دوست آگے بڑھ چکے تھے، منائم کے پورے وجود میں جیسے کپکپی اترنے لگی۔

"ک۔۔ کون ہو تم۔۔ کیا کر رہے ہو؟"

اسے وہ چمرے کے دستانے والا ہاتھ اپنی گردن گھوٹتا محسوس ہو رہا تھا، منائم کی سانسیں تھم رہی تھیں۔ وہ اسکی پشت سے جڑ کر کھڑا تنا ور آدمی تھا جسکے جسم کی حرارت، اسکی سانسوں کی گردن کے اطراف پھیلتی حدت، اور پشت سے لگے کولڈ دل سب کا احساس وہ پا رہی تھی، آگے دہشت ناک کھائی تھی اور پیچھے وہ آسیب کی طرح چمٹا آدمی۔

"تیری موت ہوں بے بی گرل۔ چلو آخری خواہش بتاو اپنی۔"

اس شخص کی دہکتی آواز منائم کو اپنے کان میں اترتی محسوس ہوئی۔

"ن۔۔ نہیں مجھے مت مارو۔ پلیز"

وہ سسک اٹھی تھی اور اسکی یہ ڈیمانڈ وولف کو پسند نہ آئی اور اس نے منائم کو اس کھائی میں دھکیل کر چھوڑا مگر گرتے گرتے وہ اسے بھی ساتھ گھسیٹ گئی۔

وولف نے اسے پوری قوت سے آگے دھکیلا ہی تھا کہ منائم کی انگلیاں اس کے کوٹ کے کالر میں الجھ گئیں۔ ایک لمحہ لگا، بس ایک لمحہ کہ جس میں دونوں کی آنکھیں ملیں۔ پھر توازن ٹوٹا، اور اندھی کھائی نے دونوں کو اپنی آغوش میں لے لیا۔

ہوا کی تیز چیخ، جسموں کا بے اختیار گھومنا، اور پھر پتھروں سے ٹکراتے وجود۔ پہلا وار سر پر لگا۔ ایک خشک سی آواز ابھری، جیسے ہڈی پتھر سے

ٹکرائی ہو۔ منائم کے منہ سے ایک بے آواز چیخ نکلی اور آنکھوں کے آگے اندھیرا پھیلتا چلا گیا۔ وولف بھی چند فٹ کے فاصلے پر پتھروں پر لڑھکتا ہوا آ گرا۔ دونوں جسم بے جان پتھروں کے درمیان ساکت پڑے تھے، سانسیں مدھم ہوتی گئیں، آنکھیں بند اور وقت جیسے تھم گیا ہو۔

کچھ گھنٹے یونہی گزر گئے۔

منائم کا ہوش جب لوٹا تو سب سے پہلے منائم نے اپنی مندی مندی کھلتی آنکھوں سے نرم بستر کی جسم کو ملتی راحت کے ساتھ سامنے لکڑی کی چھت دیکھی۔

اسکی آنکھیں شدید بوجھل تھیں، سر میں شدید بوجھ سا تھا۔ اس نے پلکیں جھپکائیں تو ایک اجنبی، دھندلا سا کمرہ واضح ہونے لگا، کچی دیواریں، لکڑی کا پرانا بستر، اور مٹی کے تیل کے چراغ کی مدھم روشنی اس کمرے میں پھیلی تھی۔

"میں... کہاں ہوں؟"

منائم کی آواز خود اس کے کانوں کو بھی اجنبی لگی۔

قریب ہی بیٹھی ایک عمر رسیدہ عورت چونکی، فوراً اٹھ کر اس کے پاس آئی کیونکہ وہ پچھلے ایک گھنٹے سے منائم کے ہوش میں آنے کی منتظر تھی۔

"الحمدللہ... ہوش آگیا بیٹی۔ لیٹی رہو، ہلنا مت۔"

منائم نے گردن موڑنے کی کوشش کی تو سر میں چکر آیا جس سے اسکا پورا وجود کانپ اٹھا۔

"آپ کون ہیں؟ اور... میں یہاں کیسے؟"

منائم کے دماغ میں جیسے سناٹا بھرنے لگا، اسے کچھ پتا نہیں تھا کہ وہ کہاں ہے اور کون ہے۔

"ہم لکڑہارے ہیں بیٹی۔ جنگل کے پاس ہمارا یہ چھوٹا سا گھر ہے۔ تم اور تمہارے شوہر ہمیں کھائی میں ملے تھے۔"

اس عورت نے ایک لمحہ توقف کیا، پھر نرمی سے بولی جبکہ شوہر کا سنے منائم کے دل و دماغ میں درد کی لہر اتری۔

"ش... شوہر؟"

منائم کے ناسمجھی سے بڑبڑانے پر اس عورت نے اثبات میں سر ہلایا۔

"ہاں۔ وہ ذرا زیادہ زخمی ہے۔ اس کے سر پر چوٹ گہری ہے۔ اللہ خیر کرے، ابھی بے ہوش ہے وہ"

منائم کے ذہن میں دھند ہی دھند تھی۔ کوئی چہرہ، کوئی نام، کوئی یاد، کچھ بھی نہیں تھا، اس نے اپنی درد کرتی کنپٹیوں پر ہاتھ رکھا۔

"مجھے... مجھے کچھ یاد نہیں۔ نہ کھائی، نہ جنگل، نہ کوئی شوہر۔"

منائم کے سسکنے پر اس عورت کی آنکھوں میں اس معصوم سی لڑکی کے لیے ہمدردی اتر آئی۔

"ڈرو مت بیٹی۔ ایسا صدمے میں ہو جاتا ہے۔ اللہ نے تمہیں بچا لیا، یہی بڑی بات ہے۔ تم اپنے شوہر کو بھی صحت و ہوش میں واپس لوٹتا دیکھو گی۔ ہم شہری آبادی سے دور ضرور رہتے ہیں پر ہماری اپنی بنائی ادویات میں بہت شفا ہے۔"

اس عورت کے پیار سے دلاسہ دینے پر منائم نے چھت کو خالی نگاہوں سے دیکھا۔ دل میں کوئی خوف نہ تھا، نہ ماضی کا بوجھ، بس ایک عجیب سی خالی جگہ تھی، جیسے اس کی زندگی کا کوئی باب کہیں گر کر بکھر گیا ہو۔

اور کہیں، اسی چھوٹے سے گھر کے دوسرے کمرے میں ایک بے ہوش وجود پڑا تھا، وہی جسے دنیا بے رحم وولف کہتی تھی، جسے وہ یاداشت سے وقتی محروم ہوئی منائم اپنا شوہر سمجھنے والی تھی، اس وقت اسکے سر سے اٹھتی

ٹیسوں نے اسے واپس آنکھیں موندنے پر مجبور کر دیا جبکہ جو وائس میسج وولف نے انیس کو بھیجا تھا وہ ابھی تک انیس نے نہیں سنا تھا اور وولف اور منائم کے فون اسی گہری تاریک کھائی میں اک بڑے سے پتھر کے نیچے دب کر پچک چکے تھے، یعنی وولف سے انیس کا رابطہ اس کے ٹھیک ہونے تک مکمل کٹ چکا تھا۔

اور منائم کا اپنی فیملی اور دوستوں سے۔

.._____..

"میرا فون لا کر دو۔ مجھے اب نکلنا ہے"

انیس اور عصر نے لنچ کیا تھا مگر عرشیہ نے عصر کے بلانے کے باوجود دروازہ نہ کھولا تو پھر عصر نے کوئی زور زبردستی نہ کی اور انیس کو بھی اسکی پرواہ نہ تھی وہ اسکا انہیلر اسے دے چکا تھا، کچھ دیر کام کرنے کے بعد اسکا بھی ارادہ

عدین کو کلب سے پک کرنے کا بنا تبھی اس نے عصر کو فون لینے بھیجا جو انیس چارج پر لگا کر بھول چکا تھا کیونکہ اپنا کام وہ لیپ ٹاپ پر کر رہا تھا۔

اس وقت عصر کچن سمیٹ رہا تھا، انیس کے حکم پر کمرے کی طرف گیا، انیس کا فون چارجنگ کیبل سے اتارا اور تبھی وولف نام سے اک کنٹکٹ کے آڈیو میسج نوٹیفکیشن پر عصر نے جلدی سے وہ میسج کھولا، انیس اپنے فون پر لاک نہیں لگاتا تھا۔

عصر نے والیوم سلو کرتے وہ آڈیو پلے کی۔

"عرشیہ المیر کو مزید ٹارچر دینے کے بجائے قبر کھود اور زندہ گاڑ دے علوی۔ کرمنل ثابت ہو گئی ہے وہ۔"

یہ وائس میسج سننے کی دیر تھی کہ عصر کی آنکھیں حیرت و خوف سے پھیلیں، جتنا وہ کل تک عرشیہ کو جان سکا تھا وہ لڑکی معصوم تھی، کرمنل

نہیں تھی اور اس وولف سے تو وہ ویسے بھی بڑی نفرت کرتا تھا، جو انیس کو مجبور و بے بس کرے اسکے لیے عصر زمان میں بھی رحم نہ تھا۔

"میرے سر کو قاتل بنانا چاہتا ہے یہ کمینہ وولف، کبھی تھا یہ سر کا دوست پر جو لوگ مطلب نکالنے کے لیے دوستی کرتے ہیں انکے لیے کوئی خلوص اور کوئی دل میں جگہ نہیں۔ میں بھی جب تک انیس غانم کے ساتھ ہوں انکے ہاتھ سے کسی کا قتل تو ہونے نہیں دوں گا۔"

عصر نے خود کلامی کی اور وہ وائس نوٹ وہیں ڈیلیٹ کیا، عرشیہ کر منل ہے یا نہیں اسکا پتا عصر خود لگوانے کا سوچ چکا تھا، اس نے وائس نوٹ ڈیلیٹ کیا پر مس کال نوٹیفکیشن ویسے ہی رہنے دیا، اور باہر آکر اس نے فون انیس کے ہاتھ میں پکڑایا جس نے فون لیتے ہی پہلے وولف کی مس کال کا نوٹیفکیشن دیکھا۔

"وہ امانت ہے آج رات کے لیے بھی۔ کل آتا ہوں۔ جاگے تو کھانا دینا اسے۔"

انیس نے نرم انداز میں عصر کو چند ہدایات دیں اور عصر کے اسے مطمئین کرتے ہی وہ فارم ہاوس سے نکل کر اپنی گاڑی کی طرف آیا، لگ بھگ شام کے ساڑھے پانچ ہو رہے تھے، دھند چھانی شروع تھی، موسم یکدم ٹھنڈا اور تاریک ہو رہا تھا۔

عرشیہ اپنے والے روم کی ونڈو کا پردہ ہٹائے کھڑی اسے ہی دیکھ رہی تھی جو دروازے کے پار کھڑی اپنی گاڑی کے پاس کھڑا کسی کو کال ملا رہا تھا، اسے بہت بھوک لگ رہی تھی پر وہ اس سڑو کے جانے کا انتظار ہی کر رہی تھی۔

انیس نے گاڑی کے پاس رکے وولف کو ہی کال ملائی تھی، مہویر میثاق نام سے انیس کے فون میں اسکا دوسرا نمبر سیو تھا مگر مہویر میثاق کا نمبر کبھی بند نہ ہوتا تھا پر آج بند تھا۔

"اس کمینے کا انٹرنیٹ تو نہاتے ہوئے بھی آن ہوتا ہے پھر بند کیوں ہے۔ سیم پر کرتا ہوں"

انیس نے تھوڑی فطری فکر کے سنگ مہویر کے سیم پر کال کی پر سیم بھی بند تھی، یعنی نمبر بند تھا۔

"نمبر بند ہے؟ مرور تو نہیں گیا کسی کے ہاتھوں؟"

انیس نے دوبارہ اک بار کال کی پر نمبر ابھی بھی بند تھا تبھی انیس نے اسکے خاص آدمی نیسائی کو کال کی تھی جو فوری اٹھالی گئی۔

"کہاں ہے وہ؟"

انیس نے کال لگتے ہی سخت کھردرے پن سے پوچھا۔

"اسے کنٹریکٹ دیا تھا پھر میری بات نہیں ہوئی۔"

نیسائی نے لاعلمی کا اظہار کیا جسکے بعد انیس نے کال کاٹی اور کن پٹی ہاتھ کی انگلیوں سے مسلنے لگا، عرشیہ اب تک کھڑکی میں کھڑی اسے ہی دیکھ رہی تھی جو پلٹا تو نظر بے اختیار کچھ دور اس کمرے کی کھڑکی پر جا ٹھہری جہاں عرشیہ کھڑی تھی مگر اس لڑکی نے انیس کو دیکھتے ہی فورا کھڑکی پر پردہ برابر کیا اور کمرے سے نکل گئی، انیس بھی گاڑی میں سوار ہوا اور واپسی کے لیے نکل گیا۔

"-میں کسی اور دن بتاؤں گی....!

اس کا نام کیا ہے؟

اس کی آنکھیں کیسی ہیں؟؟

بولتے وقت اس کے ہونٹ کیسے ہلتے ہیں؟

اس کے گال کتنے سرد ہیں؟

اس کی گردن کتنی حسین ہے؟

اور وہ بالوں کو کس طرح سجاتا ہے؟

میں اس کے بارے میں کسی اور دن بتاؤں گی!!

ابھی کے لیے میں اتنا کہوں گی کہ وہ جا چکا ہے"

عرشیہ باہر آئی تو انیس کی غیر موجودگی میں اس نے کھل کر سانس لی اور اسے اتنے گھنٹے بعد کمرے سے نکلتا دیکھے عصر بھی فوری کچن سے باہر آیا۔

"وہ چلا گیا۔ اب یہ آب و ہوا ٹاکسک نہیں۔ بہت بھوک لگ رہی ہے عصر۔ کیا کھانا مل سکتا ہے؟"

وہ اسے دیکھتے ہی بہت اشتیاق و لاڈ سے بولی جو خوش تھا کہ عرشیہ باہر آگئی۔

"جی میم۔ کیوں نہیں۔ وہ خاص تاکید کر کے گئے ہیں۔ آجائیں میں گرم کر دیتا ہوں۔ بیٹھ جائیں"

وہ عصر کے ہمراہ ہی کچن میں چلی آئی اور ڈائنگ ٹیبل کے گرد لگی اک کرسی گھسیٹ کر بیٹھے اپنے نیلز دیکھنے لگی جس پر لگا نیل پینٹ بھی وہ مکمل کھرچ چکی تھی۔

"مجھے فکر ہو رہی تھی آپ کب سے کمرے میں بند ہیں۔"

عصر نے سینخوں سے اتری تکہ بوٹیاں پلیٹ میں رکھ کر مائیکرو ویو کرنے کو رکھیں اور خود بھی پلٹ کر عرشیہ کو دیکھنے لگا جس نے اپنی اداسی پرے کی اور سر اٹھا کر عصر کو دیکھنے لگی۔

"بس ہرٹ تھی اس لیے۔ اسکی شکل دیکھتی تو غصہ آجاتا۔"

وہ ہنوز اداس تھی جبکہ وولف کا میسج اب تک عصر کے دماغ میں تھا، چونکہ وہ انیس کے ہاتھوں کچھ غلط نہیں ہونے دیتا تھا تبھی وہ عرشیہ کے حوالے سے بھی اپنے تمام خدشے دور کرنے کا طلب گار تھا، ویسے تو اسکا دل مطمئین تھا کہ یہ لڑکی کچھ غلط میں ملوث نہیں ہو سکتی۔ پر عصر یہ بھی جانتا تھا کہ وہ

لوگوں کو پرکھنے یا سمجھنے میں زیادہ ماہر نہیں ہے تو تھوڑا ڈر بھی تھا اگر یہ لڑکی واقعی کرمنل نہ نکل آئے۔

"میں آپ سے کچھ پوچھ سکتا ہوں میم؟"

مائیکرو ویو کرنے کے بعد عصر نے جو سیلڈ بنایا تھا اور کچھ مزیدار دیکھائی دیتی سوس، وہ بھی عرشیہ کے سامنے رکھتے خود بھی سامنے ہی کرسی گھسیٹے بیٹھا تو یونہی سوالیہ انداز میں پوچھ بیٹھا، ساتھ رومالی روٹی تھی جو انیس نے منگوائی تھیں، عصر نے وہ بھی ایک گرم کر کے دی تھی۔

عرشیہ نے اپنے سامنے کھانے کی ٹرے سرکا کر منتظر نگاہوں سے اپنی جانب دیکھتے عصر کو دیکھا۔

"ہاں پوچھو"

وہ کھانا شروع کرتی ساتھ عصر کی جانب بھی متوجہ تھی۔

"آپ کو کرمنل کے شک میں وولف نے پکڑ رکھا ہے جانتی ہیں ناں؟یعنی جس نے بھی وولف کو آپکا کنٹریکٹ دیا ہے اس نے مارنے کو دیا یعنی اسے یقین تھا آپ کچھ جرائم میں ملوث ہیں۔اگر آپ نے کبھی ماضی میں کوئی غلطی کی ہے تو آپ بھائی سمجھ کر مجھ سے شئیر کر سکتی ہیں۔میں ہر ممکنہ آپکی مدد کروں گا اگر آپ کو اس غلطی پر ندامت ہوئی تو"

عصر کی تمہید کچھ عجیب نہیں تھی، عرشیہ نے خود کو ان سوالوں کے لیے تیار کر کے رکھا تھا،وہ کھانے سے ہاتھ روکے مکمل طور پر عصر زمان کی جانب اپنی توجہ مبذول کر گئی پھر اس نے اک گہری ٹھنڈی سانس لی۔

"مما سے بہت اٹیچ تھی، میرے بابا نے میری ماں کو مجھے تاعمر چھپانے کی قیمت آفر کی اور میری ماں آج تک وہ قیمت لے رہی ہیں۔میں جب سمجھدار ہوئی تو بس یہی سوچ کر کہ میرے بابا مجھے دنیا کے سامنے اپنی بیٹی کہنے پر اتنے شرمندہ ہیں، ان سے ملنے یا ان سے پیار کرنے کے ہر ارمان کو مار بیٹھی۔یعنی میرا میرے بابا سے کسی قسم کا ایموشنل لگاو نہیں رہا۔سب کچھ

مما تھیں لیکن دو سال پہلے انہوں نے بھی اپنا دوبارہ گھر بسایا، بہت جوان اور کمینہ شوہر ہے انکا۔ گندی نظروں والا۔ یہ سب اتنا زیادہ تکلیف دہ تھا کہ میں نے ڈپریشن میں آکر اپنی جان لینے کی کوشش کر دی"

عصر کی آنکھوں میں اک فطری سی ہمدردی ابھر آئی، وہ عرشیہ کی طرف دیکھتے افسردہ نظر آیا کیونکہ وہ بھی غمگین ہو گئی تھی۔

"میں نے کچھ دن سوچا کہ سب سے آسان خودکشی کا طریقہ کیا ہو گا، پر اتنی باہمت نہیں تھی کہ کچھ سوچ سکتی۔ مگر مما کا مجھے اگنور کر دینا، انکے شوہر کا مجھ پر گندی نظریں رکھنا اور یہ دھمکی دینا کہ اگر میں نے اسکی مما کو شکائیت لگائی تو وہ میری مما کو مجھ سے دور لے جائے گا۔ یہ سب کچھ میرے اندر ہمت بھر گیا کہ میں اپنی جان لے سکوں"

وہ نظریں جھکائے ٹیبل کی سطح پر اپنی انگلیوں کی پوروں سے نادیدہ لکیریں بناتی بتا رہی تھی اور عصر بھی اسکی تکلیف میں شریک تھا۔

"جان لینا کیا، جان لینے کے بارے سوچنا بھی گناہ ہے میم۔ آپ مجھے اتنی کمزور تو نہیں لگتیں"

عصر کو یہ جان کر دکھ ہوا کہ ہر مضبوط انسان کے اندر اسکی بہت سی کمزوریاں دبی ہوتی ہیں، وہ عصر کی بات پر دلخراش سا مسکرائی۔

"نہیں ہوں اب، لیکن اس وقت تھی۔ جس انسان کے پاس صرف ماں ہو وہ بھی اپنی زندگی کی خوشی کو اپنی اکلوتی اولاد پر فوقیت دینے کا فیصلہ لے تو ایسا انسان کمزور پڑ جاتا ہے۔"

وہ نظریں ہنوز جھکائے ہوئے بولی تھی۔

"میں نے فیصلہ کیا کہ اب نہیں زندہ رہوں گی۔ خود کی جان نہیں لے سکتی تھی تبھی سوچا شاید کسی گاڑی تلے کچلی جاوں یا کسی گہری جگہ گر کر مر جاوں۔ پھر سوچا اپنی ہی گاڑی کی بریک فیلز کروا دیتی ہوں، ایسے آسان ہو گی موت۔ اور میں نے ایسا ہی کیا، گاڑی بے قابو ہوئی اور بہت بری طرح

درخت سے کریش ہوئی لیکن کسی نے ریسکیو کر دیا، موساب اعوان نامی انسان تھا وہ، پھر پتا چلا مما کا یونی فیلو بھی ہے۔ قانونی آدمی ہے۔ جان بچانے کے بدلے اس نے مجھے اپنا قانونی مخبر بنایا جس میں میری کوئی چوائس نہ تھی کیونکہ اس نے کہا میں ایسے بزی ہو جاوں گی جب کوئی دماغی جاب کروں گی۔ فزیکل تو میں کر ہی رہی تھی جیم اونر ہوں۔ تو اکثر جاسوسی کرتی رہتی ہوں اسکے لیے۔ بس اتنا ہی۔۔۔ ایک فقیروں کا گینگ ہے جو در حقیقت سمگلرز ہیں۔ آجکل انہی کے پیچھے تھی اور یہ سب ہو گیا"

عرشیہ نے اپنی کہانی مکمل کی جسکو سننے کے بعد عصر کو کافی حد تک اطمینان ملا، کم از کم یہ لڑکی کرمنل تو نہیں تھی اور موت تو بلکل ڈیزرو نہیں کرتی تھی۔

"آپکی یہ باتیں راز رہیں گی میرے پاس میم۔ میں بھی عمرو عیار کی زنبیل بنوں گا آپکے معاملے میں"

وہ نرم اور مسرور مسکرایا کہ اسکی عرشیہ سے جڑی امیدیں بہت انمول تھیں، وہ حمرا آنٹی کے بحاف پر انیس کے لیے اسکی زندگی میں اس لڑکی کو شامل کرنے کی کوشش کرنا چاہتا تھا۔

"تم بہت اچھے ہو عصر۔ اپنے نام کی طرح۔ میری زندگی بہت بور تھی۔ کل سے ایکسائٹڈ ہوئی پڑی ہے۔ تمہیں عجیب لگے گا لیکن یہی سچ ہے۔ میرے لیے یہ ایکسپیرئنس اتنا بھی برا نہیں۔ اگر کسی حادثے میں نقصان سے زیادہ فائدہ ہو تو اسے ہم حادثہ نہیں کہیں گے۔ سچ کہوں تو اپنی زندگی سے تھک چکی تھی میں۔ یہ چینج شاید مجھے فریش کرنے آیا ہے کہ میں تم سے اور اس سڑو سے ملی"

وہ بھی اس بار مسکرائی تو اسکی گرے آنکھوں تک اسکی زندگی کی ساری تھکن گھل گئی، عصر یہی سوچ رہا تھا کہ بظاہر خوبصورت و دلکش چہرے ہوتے ہیں پر انکے پار اک تلاطم برپا ہوتا ہے، جیسے اسکے لیے پہلے انیس تھا اور اب یہ لڑکی عرشیہ المیر!

"میں لوگوں کو پہچاننے میں ماہر نہیں، سر بھی مجھے یہی کہتے ہیں کہ میں بیوقوف ہوں۔ جلدی باتوں میں آجاتا ہوں اور انکے بقول میرے جیسے لوگوں کی زندگی کچھ خاص تعریف لائق نہیں لیکن یہ میں جانتا ہوں کہ اللہ نے اگر مجھے ایسا بنایا ہے تو یقینا اسکی کوئی مصلحت ہو گی۔ شاید میں اگر ایسا نہ ہوتا تو آج آپ یہاں بیٹھ کر اپنی زندگی کی کتاب نہ کھولتیں۔ نہ میں آپ سے سر کے بارے ڈسکس کرتا"

اس بار وہ دونوں مسکرائے، کبھی کبھی کچھ لوگوں سے ہمارا کوئی رشتہ نہیں ہوتا لیکن پھر بھی وہ دل کے بہت قریب جگہ بنا لیتے ہیں، عصر ان لوگوں میں شامل تھا اور ایسے لوگ اللہ نے دنیا میں چپے چپے پر پھیلائے ہیں تاکہ انسانیت کی بقا کا وجود ممکن رہ سکے۔

"ٹھیک کہہ رہے ہو۔ تمہارے اس سڑو سر کا نام کیا ہے؟ اس سے پوچھا تھا پر اس نے بتایا نہیں مجھے"

وہ یہ سوال عصر سے ہی پوچھ سکتی تھی، وہ آدمی تو اپنے نام کو چھپانے کا شوقین تھا۔

"تمہیں کیوں جاننا ہے میرا نام؟ اپنے کام سے کام نہیں رکھ سکتی؟"

عصر کے منہ کو دیکھتی وہ آواز انیس کی سنے حیرت زدہ ہوئی پھر جیسے عصر اور عرشیہ دونوں نے بیک وقت پلٹ کر دیکھا جہاں وہ واپس آتا ہوا کچن کے پاس رکا تھا، اسے اپنا پروجیکٹ لیپ ٹاپ سے کوپی کرنا تھا جسکی سٹوڈیو میں ضرورت تھی اور یہ انیس کو پانچ منٹ ڈرائیو کے بعد یاد آیا جس سبب وہ واپس آیا تھا لیکن وہ سن بس عرشیہ کا سوال ہی سکا۔

عصر فوراسے اپنی جگہ سے اٹھا پر عرشیہ وہیں بیٹھی بس رخ انیس کی طرف موڑ گئی۔

"تجسس ہے بس۔"

وہ روٹھی ہوئی بولی جبکہ انیس نے عصر کی طرف پین ڈرائیو بڑھائی یعنی پراجیکٹ کوپی کرنے کا حکم دیا تو عصر تیزی سے اسکی طرف گیا اور وہ پین ڈرائیو لیتے کچن سے نکل گیا البتہ انیس اب تک وہیں کھڑا تھا۔

"اپنے تجسس خود تک محدود رکھو لڑکی۔ اور کمرے سے باہر نکلنے کے لیے تم کیا میرے جانے کی منتظر تھی۔؟"

وہ روڈ تھا، کہ اتنے گھنٹے اسکی موجودگی میں وہ کمرے میں بند تھی اور اب مزے سے کھانا ٹھوس رہی تھی، عرشیہ اپنی جگہ سے اٹھ کر اسکے سامنے آ کر رکی۔

"ہاں ایسا ہی ہے۔ تمہاری شکل اور آواز نہیں چاہیے تھی، تبھی بھوک برداشت کی لیکن تمہارے جانے کا انتظار کیا"

عرشیہ کا لہجہ ہی نہیں آنکھیں بھی دہک رہی تھیں، انیس نے دلچسپی سے یہ خفا خفا انداز ملاحظہ کیے، اسے بھی کچھ احساس تھا کہ کافی رلا دیا ہے انیس نے عرشیہ کو۔

"چچ چچ۔ کیا کروں۔ ہفتہ تو تمہیں یہ ڈراونی شکل دیکھنی ہی پڑے گی بھلے اس شکل کی وجہ سے تمہارا چین و سکون غارت ہو جائے۔ آواز بھی سننی پڑے گی بھلے تمہارے کانوں سے لہو پھوٹ پڑے۔ تمہارے لیے یہاں کوئی آسانی نہیں ہے"

وہ اسے مزید زچ کرتا اسکی بے بسی پر محظوظ ہوا تھا، عرشیہ نے نظریں جھکاتے گہری سانس لی، انیس نے اسے ایسا ڈاون پہلی بار دیکھا تھا، ورنہ وہ تو پنجے لڑنے کو تیار رکھتی تھی۔

"جانتی ہوں۔ کچھ لوگوں کے لیے کہیں بھی آسانی نہیں ہوتی۔ قبر میں ہی سکون آتا ہے۔"

وہ نظریں جھکائے ہی بولی، اک اضطرابی لہر تھی جو انیس نے خود میں اترتی محسوس کی۔

"بے فکر رہو جلد تمہیں قبر کا سکون بھی مل جائے گا۔"

وہ اسے دلاسا دے رہا تھا اور ایسا بے رحم دلاسا تھا کہ شاید اس لفظ سے بھی عرشیہ کو نفرت ہو جاتی۔

"مل جائے۔ پرواہ نہیں"

وہ ہر چیز پر راضی تھی یہ انیس کو تھوڑا بے چین کر رہا تھا۔

"کیا تکلیف ہے؟"

اس بار عرشیہ کی خود پر جمی آنکھوں سے بے چین ہوتے وہ خفگی سے بڑبڑایا تھا۔

"میں تم سے ناراض ہوں، تم نے دل توڑا ہے میرا"

ناچاہتے ہوئے بھی عرشیہ کی آنکھوں کے گوشے نم سے ہونے لگے۔

"کس قسم کا بیوی ٹائپ کا شکوہ ہے یہ خاتون؟"

وہ کھردرے پن پر اترا تندہی سے استفسار کر گیا تو عرشیہ کے چہرے کے تاثرات بگھڑے۔

"اصل بیوی تو نصیب نہیں ہونی تمہیں۔ کرائے کی فیل ہی لے لو وقتی۔ سڑو!"

وہ اپنی پہلے جیسی سلگانے والی ٹون پر واپس آئی یعنی اٹھلا کر وار کیا تو انیس کو اب کی بار وہ کچھ نارمل لگی۔

"میں اس فیل کو لینے کے لیے جب مراجاوں گا تو بیوی بھی بنالوں گا کسی کو۔ کرائے کی کسی چیز کی ضرورت نہیں فی الحال۔ ویسے پہلا آپشن اسکے لیے تم ہی ہو"

وہ دوبارہ سے وہی ذکر چھیڑ گیا جس پر عرشیہ کا پارہ ہائی ہوتا اور وہ لڑتی۔

"تمہیں کہا تھا یہ بکواس مت کرنا۔ سمجھ نہیں آتی بے نام آدمی؟"

وہ اچانک بھڑک اٹھی تھی جیسے جتنی بھی پر سکون ہو، یہ ذکر اسکے اندر ہر شے جنجھوڑ دیتا ہو۔

"بکواس سننے کے لیے ہی تو تم یہاں آئی ہو۔ انجوائے کرو۔ عصر زمان جلدی کرو مجھے نکلنا ہے۔ دیر ہو رہی ہے۔ ہاتھوں میں پانی ہے کیا تمہارے۔ اتنے سلو انسان ہو تم"

اول جملے وہ عرشیہ کو تپانے کو کہے کمرے کی طرف رخ کیے غرایا تو عرشیہ بھی زرا کچن سے نکلی۔

"کیوں چیخ رہے ہو اس معصوم پر۔ اتنی جلدی ہے تو خود کر لیتے۔ دوسروں پر حکم چلانے کی پیدائشی بیماری ہے کیا؟"

وہ عرشیہ کے تلملانے پر خفیف سی گردن ترچھی کیے سرد نظروں سے عرشیہ کو ایسا گھورا کہ وہ سانس روک کر رہ گئی۔

"تمہیں بکواس سمجھ نہیں آتی۔ میری ہیلتھ کو لے کر طنز کرنا ضروری ہے کیا؟"

انیس نے اسکی بازو اس بے دردی سے دبوچ کر اپنی طرف گھسیٹا کہ عرشیہ ڈر کر اسکے اس غصے کو تکنے لگی جو اچانک ہی اس پر حاوی ہوتا تھا۔

"میں نے ہیموفیلیک والا طنز نہیں کیا۔ میں نے تمہاری روڈ نیس اور نوابی نیچر کا حوالہ دیا ہے۔ مجھ پر غلط الزام مت لگاو۔ میں ایسی غیر انسانی حرکتیں نہیں کرتی کہ کسی کو اسکی کمزوری پر طنز کر کے تکلیف دوں"

وہ اسکی سخت گرفت کے باوجود بنا کراہے بولی اور ایسا شیرنی کی طرح بولی کہ انیس کے ہاتھ کی گرفت عرشیہ کی بازو کے گرد ڈھیلی ہو گئی۔

"نوابی نیچر؟ سیریسلی۔۔وہ کہاں دیکھی تم نے۔یہ جو کھانا ٹھوس رہی ہو یہ عصر اور میں نے بنایا ہے۔یہ جو ڈسٹ سے پاک گھر ہے یہ بھی میں نے اور عصر نے مل کر کیا، باہر پھیلے کپڑے میں نے دھوئے۔نواب یہ سب کرتے ہیں کیا محترمہ؟"

وہ اب تک اسکی بازو جکڑے ہوئے نزدیک سرکائے ہی سلگتے لب و لہجے میں بولا پر اب پکڑ بہت نرم تھی۔

"نہیں۔"

وہ جلدی سے بولی، اپنا کہا واپس لینا کتنا کٹھن ہے یہ عرشیہ آج جانی تھی۔

"رہی بات روڈنس کی تو تم میری کچھ نہیں لگتی کہ میں تم سے پیار محبت کے ساتھ بات کروں۔"

انیس نے اسے مزید کلئیر کیا جبکہ وہ آنکھوں کی حدود تک مسکرائی کہ اس اکڑو کو بھلا کیا ضرورت پڑ گئی اپنے مزاج کی صفائیاں دینے کی جبکہ عرشیہ اسکی کچھ لگتی بھی نہیں تھی۔

"تو مجھے چھوتے کیوں ہو پھر؟ اتنے نزدیک کیوں آجاتے ہو؟ کیا میں بہری ہوں جو دور سے تمہیں سن نہیں سکتی یا میری نظر کمزور ہے جو دور سے تمہاری شکل نہیں نظر آتی۔ اگر میں تمہاری کچھ نہیں لگتی تو اپنے ہاتھ کو مجھ سے دور رکھو مسٹر۔ اگر نہیں رکھ سکتے تو باقی صفائیاں بھی مت دو کہ تم ایسے ہو اور ایسے نہیں ہو"

عرشیہ نے اسکی آنکھوں میں اپنی سنگین سنجیدگی اور غرور میں لپٹی آنکھیں گاڑے اسے جو آئینہ دیکھایا، انیس کا ہاتھ فوراً سے پہلے اسکی بازو سے آزاد ہو کر دور ہوا تھا، اور جو آگ انیس کی آنکھوں میں بھڑکی اسکے دھوئیں کی تپش تو عرشیہ تک ارسال ہوئی تھی۔

"ہمم۔ آئی تھنک ٹھیک کہہ رہی ہو تم۔ چلو کوئی تو اچھی بات کی تم نے۔ ورنہ تو بک بک ہی کرتی رہی ہو کل سے اب تک۔۔۔ اچھا لگا مجھے یہ اٹیٹیوڈ۔ یہ تمہارے کام ضرور آئے گا اگر یہاں سے زندہ سلامت نکل گئی۔ ورنہ یہ تمہارے ساتھ تمہاری قبر میں جائے گا۔ کمپنی اچھی دے گا تمہیں"

عصر کے آنے پر انیس نے دگنی روڈ نیس دیکھاتے بات مکمل کی اور عصر کے اپنی جانب بڑھائی فلیش لیتے عرشیہ کو لگتی آگ کے مزے بھی برابر لیے، وہ جو سوچ رہی تھی انیس کو شرمندہ کرے گی، ایسا کمینہ تھا الٹا عرشیہ کو آگ لگا گیا۔

"تمہیں لے کر جاوں گی قبر میں کمپنی دینے۔ منحوس انسان"

عرشیہ نے جس طرح غرا کر جواب دیا، انیس آگے سے جسے مسکرایا، وہ مسکراہٹ عرشیہ المیر کے اندر لگی آگ پر اک ٹھنڈے پانی کی پھوار بن کر

گری، بھلے وہ مزاق اڑاتا مسکرایا ہو پر باخدا اسکی یہ زرا سی کنجوس مسکراہٹ بھی کئی انسانوں کی جان پر بھاری پڑنے والا ہتھیار تھی۔

"اچھی خوشفہمیاں ہیں۔ کیری اون"

وہ اسی طرح مسکراتا ہوا دوبارہ جا چکا تھا جبکہ عصر نے بھی مسکرا کر انیس کو جاتے دیکھا پھر ساتھ کھڑی آگ بگولہ بنی عرشیہ کو دیکھنے لگا۔

"کتنا گھمنڈی ہے یہ۔ شرمندہ بھی نہیں ہوتا۔ کتنی بار میری بازو پکڑ کر قریب کھینچا اپنے۔ زرا جو اسے ندامت ہو کہ میرے ساتھ کیا کر دیتا ہے"

وہ خفت میں بڑبڑائی پر جلد ہی احساس ہوا کہ عصر ساتھ ہی کھڑا ہے جسکے یہ سن کر کان کھڑے ہو گئے تھے۔

"کیا کر دیتے ہیں وہ؟"

عصر نے فکر و معصومیت کا شہکار بنے پوچھا تو عرشیہ کا دل چاہا اپنا سر پیٹ لے۔

"میرا دل، میرے سر میں لے آتا ہے۔ تم نہیں سمجھو گے عصر۔ خیر میں روم میں جا رہی ہوں۔ مر گئی بھوک۔ اسی وجہ سے سامنے نہیں آ رہی تھی اسکے۔ پر اس نے بھی کہا کہ عرشیہ المیر کو ٹارچر دینے لایا ہوں تو کیوں اسکی رات آسان چھوڑوں۔ ظالم درندہ کہیں کا۔ کچھ نہ کر کے بھی پتا نہیں کیا کیا کرتا جا رہا ہے۔ خدا پوچھے تمہیں"

وہ غصے اور تکلیف سے بڑبڑاتی ہوئی وہاں سے پیر پٹخ کر چلی گئی البتہ اس بچاری کی یہ حالت دیکھ کر بھی عصر کی مسکراہٹ اسکے لبوں سے الگ نہ ہو سکی۔ زہے نصیب!

.._____..

جس میڈیا ہاوس نے عاصم المیر ملک کے خلاف یہ سکینڈل ٹائپ رومرز چینل پر چلائے تھے، دن پورا تو عاصم کو ان میں موجود مخبر کی تلاش میں لگ گیا تھا لیکن تب بھی کچھ پتا نہ چلا کہ یہ خبر نیوز چینل اور نیوز پیپر میں کس نے دی تھی، ابھی تک محراب یہ خبر سن نہیں سکی تھی مگر اسے این جی او آفس میں باقاعدہ اک گفٹ ریپ بھیجا گیا تھا۔

جس میں آج کا نیوز پیپر تھا۔

عاصم المیر ملک کے خلاف جو کچھ اس میں لکھا تھا، محراب کی آنکھوں میں لہو لے آیا، اس نے عاصم کے بجائے اپنے خاندانی اور بابا کے پرسنل ایڈوائزر کو اپنے این جی او آفس بلایا تھا کہ وہ اب اس پر کیا ایکشن لے سکتی ہے۔

"آپ انکی مرضی کے بنا ہولڈنگز کا کوئی فیصلہ نہیں لے سکتیں۔ہاں جتنے آپکے پاس شئیرز ہیں وہ آپ کسی اور کے نام ٹرانسفر کر کے ہولڈنگز کا بٹوارا ضرور کر سکتی ہیں محراب صاحبہ۔ملک ہولڈنگز کے ساٹھ فیصد شئیرز عاصم

المیر کے پاس ہیں تبھی دوسرا پارٹنر بھی انکے ماتحت ہی ہو گا مگر اسے وہی اختیارات حاصل ہوں گے جو عاصم المیر اور آپکو ہیں۔بس آپ یا آپکے بحاف پر ہولڈنگز کا آیا نیو پارٹنر کمپنی کے بڑے فیصلوں میں بس رائے دے سکے گا، آخری فیصلہ عاصم المیر کا ہی رہے گا"

کمپنی اور قانونی ایڈوائزر نے محراب کو ہر چیز تفصیلی بتائی تھی جبکہ محراب کے پاس تو پارٹنر کے نام کوئی انویسٹر نہیں تھا تبھی وہ پریشان تھی۔

"اور طلاق کے بارے؟"

محراب نے مزید استفسار کیا۔

"اگر ان کے سائن مل جائیں تو میں فیک ایگریمنٹ بنوا سکتا ہوں جس کے مطابق آپکو خلع کا حق واپس مل جائے گا"

محراب نے کچھ دیر سوچ بچار کی تبھی دروازے پر ہوتی دستک نے محراب سمیت اسکے قانونی ایڈوائزر راحیل صاحب کو بھی متوجہ کیا۔

"میم۔ کوئی موساب اعوان آپ سے ملنا چاہتے ہیں"

سیکرٹری کے بتانے پر محراب کے چہرے کی رنگت زرد ہوئی، اتنے سالوں بعد یہ نام جیسے ذہن و دل پر ہتھوڑا بن کر برسا تھا۔

"مسٹر راحیل آپ ایگریمنٹ تیار کریں۔ مزید اس منحوس کی بیوی نہیں رہنا چاہتی۔ سائن آپکو اسی کے ہاتھ سے ملے گا۔"

محراب کی بات سنتے راحیل نے سر اثبات میں ہلایا اور اجازت لیے روانہ ہوا جبکہ محراب کی سیکرٹری اب تک وہیں کھڑی تھی۔

"بھیج دو اسے"

سیکرٹری نے حکم ملتے ہی پیشہ وارنہ سمائل دی اور چلی گئی، محراب نے اپنی آنکھوں کی سرخی اور حقارت دونوں پر قابو پایا اور آنے والے کی منتظر ہوئی اور پھر دستک پر موساب اعوان اندر داخل ہوا، دونوں سالوں بعد آمنے

سامنے آئے تھے، اس شخص سے محبت کا تاوان محراب اب تک چکا رہی تھی تو اب عاصم کی طرح وہ موساب سے بھی نفرت ہی کرتی تھی۔

"تم تو ڈر کر ملک سے بھاگ گئے تھے۔ بڑی جلدی نہیں لوٹ آئے مسٹر موساب؟"

محراب کے لہجے میں طنز و ملامت دونوں تھے جسکی موساب کو امید بھی تھی۔

"پانچ سال بعد واپس آ گیا تھا پھر موو آن کرنا پڑا جیسے تم نے کر لیا۔ کیسی ہو؟"

وہ بے تکلفی سے آ کر سامنے کی کرسی پر براجمان ہوتے بولا تو محراب بھی اپنی چیئر سنبھالے بیٹھی، کچھ خاص موساب اعوان کو دیکھ کر اسے خوشی نہیں ہوئی تھی۔

"میں نے کیسے موو آن کیا یہ یہاں رک کر دیکھتے ناں۔۔"

محراب کے لہجے میں صاف صاف اذیت تھی جس سبب موساب کو نظریں چرانی پڑیں۔

"نہیں رک سکا۔ حشمت صاحب کی آنکھوں پر اس عاصم کے پیار کی پٹی بندھی تھی۔ انہوں نے اپنی اکلوتی اولاد کا خیال نہیں کیا تو میرا کیا کرتے۔ بہر حال نیوز دیکھ کر آنے کی ہمت ہوئی۔ سوچا تھا تم خوش رہنا سیکھ چکی ہو گی پر وہ آدمی تو چیٹر نکلا۔ جس نیوز چینل اور نیوز پیپر نے یہ خبر دی انکے پاس سولڈ خبریں ہوتی ہیں۔"

موساب نے چند تلخ باتوں کو دہرانے کے بعد سیدھا مدعے کی بات کی اور یہ حوالہ محراب نے زہر کی طرح نگلا تھا، اسکے تاثرات پتھریلے ہو گئے۔

"تو پھر؟ چیٹر ہے بھی تو کیا کروں؟ طلاق نہیں لے سکتی۔ بابا کی کمپنی نہیں چھین سکتی۔ وہ اپنی اولاد کے لیے کوئی بھی آسانی نہیں چھوڑ کر گئے موساب

اعوان۔ تم کس خوش فہمی میں چلے آئے کہ اسکا ہاتھ چھوڑ کر تمہارا تھام لوں؟ تو ایسا سوچتے ہوئے تمہیں شرم کو چھو لینا چاہیے بھگوڑے"

وہ اس وقت موساب کی تضحیک کرنے میں برحق تھی پھر بھلے اس شخص کو جتنی بھی آگ لگتی۔

"ایسا کچھ نہیں چاہتا۔ تم سے ملک ہولڈنگز کے چالیس فیصد شئیرز خریدنا چاہتا ہوں جو تمہارے پاس ہیں۔ عاصم ملک ہم دونوں کا دشمن ہے۔ میں تمہارے لیے کچھ نہیں کر سکا لیکن تمہارے بابا کی یہ کمپنی تمہیں لوٹا کر شاید میرے دل سے کچھ بوجھ ہلکا ہو جائے۔ میری زندگی کا یہی مقصد ہے جسکی تکمیل تمہارے ہاتھ ہے محراب ملک۔ مجھے نہیں لگتا اس چیٹنگ کے بعد تم عاصم المیر کے لیے کوئی نرمی برتنا چاہو گی۔ تم اپنے بچوں کے باپ کی تباہی پر راضی ہونے کی کوشش کرو۔ میں تمہارا ساتھ دوں گا"

وہ اپنی آفر بنا ہچکچائے سامنے رکھ چکا تھا جبکہ اس پر کیا، محراب کے اندر کسی بھی مرد پر بھروسہ کرنے کی اہلیت نہیں بچی تھی۔

"تم پر کیسے اعتبار کروں؟ اگر تم پھر بھاگ گئے۔ وہ بھی بابا جیسا ہی ہے۔ تمہیں دھمکا کر ملک سے نکلوا دے گا اور جو شئیرز میرے پاس ہیں میں ان سے بھی جاؤں گی"

محراب کو اسکی باتیں کچھ خاص متاثر نہ کر رہی تھیں۔

"وہ مجھ پر چھوڑو۔ میں اس سے ملک ہولڈنگز کے بقیہ ساٹھ پرسنٹ شئیرز بھی چھینوں گا۔ یہ ہولڈنگز اسی کے پاس جائے گی جو ڈیزرونگ مالک ہے یعنی تم محراب ملک۔ ایک موقع دو اپنی غلطی سدھارنے کا۔ نہ صرف میں تمہیں ملک ہولڈنگز واپس لوٹاوں گا بلکہ تمہارے بیٹے خضر ملک کو بھی اس پر قائل کروں گا کہ وہ تمہارے ساتھ ہولڈنگز سنبھالے۔ پھر شاید میرے ضمیر کا بوجھ ہلکا ہو سکے۔ پلیز مجھ پر اعتبار کرو"

وہ اسکی باتوں کو سننا بھی نہیں چاہتی پر اس لمحے وہ اسے واقعی مخلص لگا، موساب پر بھروسہ کرے بھلے وہ نقصان پاتی لیکن رسک لینا اسے بہتر لگا، ویسے بھی اپنی چیز کسی غیر مستحق کے پاس دیکھنا ویسے بھی قطرہ قطرہ مارنے سا ہوتا ہے۔

"ہمم۔ ٹھیک ہے۔ میں تمہیں اپنے شئیرز دینے پر تیار ہوں۔ بیچ نہیں رہی۔ صرف ہولڈ دے رہی ہوں۔ کیونکہ تمہارے بقول تم مجھے سارے شئیرز لوٹاو گے۔ میں پیپرز بنواتی ہوں۔"

محراب کے قائل ہونے پر موساب کے چہرے پر جیسے سکون اتر آیا، وہ اپنی جگہ سے اٹھا۔

"تھینکیو۔ یہ میرا کارڈ ہے۔ مجھے انفارم کر دینا۔ تمہاری کال کا انتظار کروں گا۔"

وہ اجازت طلب ہوا اور جھک کر اپنا کارڈ محراب کے آفس کی ٹیبل کی سطح پر رکھا پر محراب نے کچھ خاص توجہ نہ دی۔

"بیوی بچے کیسے ہیں تمہارے؟"

اس سے پہلے وہ جانے کو دروازے کی طرف پلٹتا، محراب کے سوال پر مسکراتا ہوا پلٹا اور محراب ملک کو دیکھنے لگا۔

"شادی نہیں کی۔"

وہ اپنی اختراع پر نازاں ہوا، محراب حیران و پریشان ہوئی۔

"یہ موو آن کیا تم نے؟"

وہ تلخ ہو کر مستفسرانہ نگاہوں سے گھوری تو موساب نے سر کو اثبات میں جنبش دی۔

"بزدل عاشقوں کا موو آن یہی ہوتا ہے مسیر ملک۔ چلتا ہوں"

وہ افسردہ سی ٹون میں کہتے ہی آفس سے نکلا تو محراب کے چہرے پر اضطراب و تکلیف کے پہرے بٹھا گیا، جبکہ موساب کا پلین صاف تھا، عرشیہ کو اپنے ہاتھ تو وہ پہلے ہی رکھے ہوئے تھا اور اب جب عاصم اپنی آدھی جائیداد عرشیہ کے نام کرتا تو اس سے موساب کے لیے ہتھیانا بچوں کا کام ہوتا۔

یہ شک کہ عرشیہ، عاصم المیر کی بیٹی ہے، موساب کو دو سال سے تھا، اس وقت جب اس نے عرشیہ کی جان بچائی تھی، اور دو سال بعد موساب اعوان کا یہ شک یقین میں بدلنے کے مرحلے تک آچکا تھا، وہ جانتا تھا اسے کیا کرنا ہے، عرشیہ کے کڈنیپ کی خبر میڈیا پر لیک کرنے کا اشارہ وہ میڈیا ہاوس میں موجود اپنے آدمی کو دے چکا تھا۔

اسکے بعد تو عاصم ملک کا سامنے آنا طے تھا، وہیں دوسری طرف دوپہر ڈھلی تو تاریک شام ہر سو پھیل چکی تھی۔

"تمہیں اس نخرے کی قیمت چکانی ہو گی بچے۔ دیکھتا ہوں کب تک اس باڈی گارڈ اور بھائی کے پیچھے چھپتے ہو تم"

ارسل کو آج دوبارہ عدین کے ارد گرد سر کنے کا بھی موقع نہ ملا کیونکہ کوچ نے اسکا اسسٹنٹ سر بدل دیا تھا، وہ کافی سینسیبل آدمی تھا، اپنا دن مکمل گزارنے کے بعد شام چھ تک وہ شاور لے کر نکل آیا تھا، چینج کیا اور علیم خان کے ساتھ ہی کلب سے نکلا تبھی آگے سے ارسل سے سامنا ہوا مگر عدین نے اسے دیکھنا بھی گوارا نہ کیا جس سبب ارسل کے تاثرات اور سوچیں قدرے مہلک تھیں، انیس، عدین کو پک کرنے نہ آسکا تھا کیونکہ مہویر کا فون مسلسل بند ہونے کی وجہ سے وہ اسکے گھر چلا گیا تھا، اسکے گھر کی ڈپلیکیٹ چابی انیس کے پاس تھی، مگر گھر میں آنے پر اور اسکی موجودگی امید کرنے کا کوئی فائدہ نہ ہوا کیونکہ وہ گھر بھی نہیں تھا۔

"کہاں دفع ہو گیا ہے یہ منحوس؟"

انیس کو اسکی فکر کبھی اسکے سامنے نہیں ہوئی تھی کیونکہ مہویر کبھی غائب نہیں ہوا تھا، اتنے سال کے ناطے میں یہ پہلی بار تھا کہ اسکا فون بند تھا، اور جب تک اسکا فون آن نہ ہوتا، انیس آرام سے نہیں بیٹھ سکتا تھا، مہویر کے گھر کو واپس لاک کیے وہ سیدھا علوی مینشن پہنچا تھا، اسی وقت علیم خان، عدین کو لے کر پہنچا تھا، ساڑھے چھ بج چکے تھے۔

"کیوں پک کرنے نہیں آئے۔ صبح لسٹ دی تھی ناں کہ یہاں یہاں جانا ہے"

وہ گاڑی سے نکلتے انیس کی طرف پلٹا جو خود بھی وہیں آرہا تھا، علیم اور انیس نے اک دوسرے کو آنکھوں سے کوئی اشارہ کیا جس کے بعد علیم خان وہاں سے چلا گیا۔

"ذہن سے نکل گیا۔ ابھی چلو اگر موڈ ہے تو۔"

انیس کی ایک دن کی توجہ کے بعد پھر سے ویسی لاپرواہی نئی نہ تھی، عدین کو ایسے جھٹکے ملتے رہتے تھے، وہ انیس کے سرد گرم مزاج کا عادی تھا۔

"نہیں۔ اب موڈ نہیں میرا بھیو۔ بہت کام ہے مجھے۔ کل بھی ٹائم نہیں ہو گا میرے پاس نہ موڈ بنے گا۔"

وہ نروٹھے انداز میں کہتا ہوا جانے لگا جب انیس نے اسکی بازو پکڑ کر روکا تھا، عدین نے اپنی مرجھائی آنکھوں سے بھیو کو دیکھا۔

"تم ناراض ناراض ہو؟"

انیس کے پوچھنے پر عدین کو حیرت کا جھٹکا ہی تو لگا۔

"ہیں۔ آپکو میری ناراضگی فیل ہوئی بھیو۔ کیا طبعیت ٹھیک ہے آپکی؟"

وہ بنا طنز الٹا فکر مند ہوا کہ یہ آج سورج کہاں سے نکلا ہے، انیس غانم کو فکر ہو رہی تھی۔

"اب یہ زیادہ ہو رہا ہے عدین۔ کیا میں نے تمہاری فکر پہلے کبھی نہیں کی؟"

انیس الٹا برہم ہوا جس پر عدین مسکراتا ہوا انیس سے جیسے لپٹا، وہ بیزار آیا کہ یہ لڑکا کیوں بات بات پر چپک جاتا ہے، کیونکہ انیس غانم ہگ پرسن تو ہرگز نہ تھا۔

"کی تو ہے پریوں میرے روٹھنے پر پہلے کبھی نوٹس نہیں لیا۔ یہ بدلا و چھوٹا سہی پر میرا دل بہار کر گیا بھیو۔"

وہ لپٹ کر روبرو ہوا تو انیس کی آنکھوں میں تھوڑی خفگی تھی کہ عدین نے اس سے ارسل والا معاملہ چھپایا، یہ الگ بات کہ انیس ابھی اپنی ناراضگی جتا نہ سکا کیونکہ عدین پہلے ہی موڈ آف کیے ہوئے تھا۔

"چلو اب بہار ہوئے دل کی خاطر موڈ ٹھیک کرو۔ ہم چل رہے ہیں باہر۔ تمہیں جہاں جانا ہے، جو خریدنا ہے اجازت ہے۔ لیکن ڈنر گھر ہی کریں گے۔ کچھ بات بھی کرنی ہے مجھے تم سے۔ کہ تم اپنے بھائی کو کیا سمجھتے ہو"

انیس نے اپنی گاڑی کی طرف رخ کیا جبکہ عدین پیچھے ہی لپک کر انیس کی بازو پکڑے اسے روک گیا۔

"کیا مطلب بھیو؟ یہ آخری سوال اور ٹون تھوڑی سٹرینج ساونڈ کی مجھے"

عدین کو شبہ ہوا کہ کہیں علیم خان نے بھیو کو بتا نہ دیا ہو۔

"تمہارا بھائی پورا سٹرینج ہے، تم بس سوال اور ٹون کی بات کر رہے ہو۔ بیٹھو شاباش۔ آج تمہیں بتاتا ہوں تمہارا بھائی کتنا مضبوط ہے۔"

انیس کے لہجے اور آنکھوں کی کولڈنس دونوں پر عدین کے رونگٹے کھڑے ہوئے تھے، انیس کیا کرنے والا ہے اسکے بارے عدین کو کوئی آئیڈیا نہ تھا پھر بھی عدین علوی کی ہوا ٹائٹ نظر آرہی تھی۔

بہر حال وہ چار و ناچار روانہ ہو گیا۔

جبکہ دوسری طرف رات کے سات بجے وہیں منائم بھی بستر سے نکلی، وہ بوڑھی خاتون اپنی بہو کے ساتھ رہتی تھیں، بیٹا انکارات گئے آتا تھا، اسی نے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ منائم اور مہویر کو اس تاریک کھائی سے باہر نکالا تھا، جبکہ منائم کے تمام یوٹیوبرز دوست اس تاریک اور خطرناک آسیب زدہ بنگلے میں ہی پھسنے تھے تو کسی کو بھی ابھی تک منائم کے ساتھ نہ ہونے کا احساس نہ ہوا تھا۔

وہ سر اور جسم پر معمولی خراشوں کے سنگ زخمی تھی، سر کی چوٹ گہری تھی اسی نے منائم کی میمری پر وقتی اثر ڈالا تھا، جبکہ بھوک کا احساس ہونے پر وہ باورچی خانے کی طرف جھانکی تو وہ ساس بہو رات کے سادہ کھانے پکانے میں مصروف تھیں۔

"جاگ گئی تم؟ اب طبعیت کیسی ہے بیٹی؟"

اسی زہرا نامی بزرگ خاتون کے سوال پر منائم نے دونوں کو دیکھا جو اسکے لیے فکر مند تھیں۔

"د۔۔ درد ہے۔ بھوک بھی لگ رہی ہے"

منائم نے ہچکچاتے ہوئے بتایا۔

"اپنے شوہر کے پاس جا، تیرے لیے سوپ بھجواتی ہوں پتر۔ وہی بنا رہی ہوں۔ تیرے ساتھ جو کمرہ تھاناں۔ وہیں ہے تیرا گھر والا۔"

ان بزرگ کی بات سنے منائم نے اپنے درد کرتے سر سمیت اثبات میں آنکھیں جھپکائیں اور ان بزرگ کے بتائے کمرے کی طرف بڑھی۔

"م۔۔ مجھے کچھ کیوں یاد نہیں آرہا۔ م۔ میرا نام کیا ہے۔۔ کون ہوں میں؟ سب دھندلا دھندلا ہو گیا ہے۔۔ آہ میرا سر۔۔"

وہ دیوار کا سہارہ لیتی جیسے تیسے اس مطلوبہ کمرے تک پہنچی، سادہ اور لکڑیوں سے بنا گھر تھا لیکن گرم تھا، ٹھنڈک کا احساس آس پاس نہ ہونے کے برابر تھا، وہ اس کمرے تک پہنچی پھر اس نے دروازہ آگے کر کے کھولا ہی کہ نظر اس کمرے میں موجود لکڑی کے نرم بستر والے پلنگ پر لیٹے وجود کی جانب جا کر ٹھہریں۔

کمرہ چھوٹا تھا مگر صاف ستھرا تھا، لکڑی کی دیواروں سے اٹھتی ہلکی سی مہک، ایک طرف رکھا پرانا سا صندوق، اور بیچ میں رکھا ہوا وہ پلنگ، جس پر ایک تناور وجود بے حرکت لیٹا تھا، اسکے سینے تک اک گرم کمبل ڈالا گیا تھا۔

اس کا مضبوط اور چوڑا سینہ ہلکی سی جنبش کے ساتھ اٹھ رہا تھا، جو اس بات کی گواہی دے رہا تھا کہ وہ زندہ ہے۔ سر پر پٹی بندھی تھی، ماتھے کے ایک طرف سیاہ نیل پڑا ہوا تھا، اور مضبوط جبڑے پر اگی سیاہ داڑھی اسے اس حال میں بھی رعب دار بنا رہی تھی، منائم کا دل ایک لمحے کو زور سے دھڑکا۔

"یہ... میرا شوہر؟"

وہ آہستہ آہستہ پلنگ کے قریب پہنچی۔ ہر قدم کے ساتھ اسکے سر میں ٹیس اٹھتی گئی مگر اس اجنبی وجود کی طرف کھنچتی چلی آئی۔ اس کے چہرے کو غور سے دیکھا، صاف مگر ہلکی گندمی رنگت، بے داغ پیشانی اور وہ آنکھیں جو بند تھیں مگر جیسے اپنے اندر کوئی خوفناک کہانی چھپائے ہوئے تھیں، وہ اپنی بیالیس سالا زندگی سے بہت زیادہ جوان تھا، شاید وہ اپنا خیال رکھتا تھا، بہر حال اسکی صورت دلکش ہو کر بھی منائم کو اجنبیت کا جہاں لگی، یہ صورت یا یہ شکل اسکے ذہن کے کسی دریچے میں دور دور تک نہ تھی۔

وہ کشادہ اور مضبوط کندھوں والا، تناور اور توانا آدمی اس وقت کومہ میں گیا بے بس اور کمزور ہو کر پڑا تھا، اسکے ماتھے پر نمی چمکتی نظر آتے ہی وہ اسکے پاس ہی بیٹھی، قریب ہی ٹاول جیسے کپڑے کا رومال رکھا گیا تھا، کچھ ادویات تھیں۔

"کیا واقعی یہ شوہر ہے میرا؟ پ۔۔ پر مجھے کیوں یاد نہیں۔ نام کیا ہو گا اسکا"

اس ملائم کپڑے سے وہ اس شخص کے ماتھے پر آتی نمی پونچھتے اپنے دماغ پر مسلسل زور ڈالنے کی کوشش میں تھی، صرف اسے یہ آدمی ہی نہیں، اپنا نام تک یاد نہیں تھا لیکن جو اس بوڑھی عورت نے کہا، منائم نے اسی پر یقین کیا، وہ بہت زخمی تھا، وہ خود بھی تھی پر یہ شخص تو اتنا

برا گرا تھا کہ سیدھا کومہ میں چلا گیا، منائم نے اسکے ہاتھ کو آہستگی سے چھوا، تبھی اسے اسکی کلائی پر بندھے بریسلیٹ کے ساتھ کچھ کپڑا سا مضبوطی سے بندھا دیکھائی دیا، منائم نے جلدی سے وہ رومال سی چیز اسکے بریسلیٹ سے نکالی تو وہ ریشمی چھوٹا سا رومال تھا جس پر "مہویر میثاق" کڑھائی سے لکھا تھا جیسے کسی نے بہت پیار سے اس ریشمی رومال پر اس شخص کا نام لکھا ہو۔

"مہویر میثاق! تم مہویر میثاق ہو۔ پر تم تو مجھ سے بہت بڑے لگ رہے ہو۔ میرے شوہر کیسے ہو سکتے ہو۔ میں تو اتنی بڑی نہیں"

سامنے ہی دیوار پر نسب چھوٹے سے آئینے میں خود کو دیکھ کر وہ اس شخص سے اپنا موازنہ کر رہی تھی، پر اپنی شکل بھی اسے اجنبی لگی یہ دکھ بھرا احساس پائے وہ واپس مہویر کو دیکھنے لگی، پر اک بے بس سی سانس لی جو پوری ہونے سے پہلے ہی اکھڑ گئی۔

منائم کی سانس ابھی پوری طرح بحال بھی نہ ہوئی تھی کہ اچانک اس بے حرکت وجود کے سینے میں ہلکی سی جنبش ابھری تھی۔

پہلے منائم کو لگا یہ اسکا وہم ہے، پھر مہویر کی پلکوں کے نیچے آنکھوں کی جنبش نے اسے احساس دلایا کہ وہ ہوش میں آرہا ہے۔

"م... مہویر؟"

منائم اس پر جھک کر اسے پکاری تو اسکے لب کپکپائے۔

اگلے ہی لمحے وہ سیاہ پلکیں آہستہ آہستہ اٹھیں۔

آنکھیں کھلتے ہی جیسے کمرے کی مدھم روشنی سے ٹکرا کر ٹھٹھک گئیں۔ وولف کی سانسیں گہری ہوئیں۔

"آہہہ! میرا سر۔۔۔۔"

ایک کھردری سی درد اور الجھن میں لپٹی آواز اس شخص کے حلق سے نکلی۔

منائم چونک کر سیدھی ہو بیٹھی۔ اسکا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔

"آپ ہوش میں آ گئے ہیں؟"

وہ بے اختیار اسے دیکھتی بول اٹھی، آواز میں خوشی بھی تھی اور خوف بھی کہ اسکا شوہر اسکی یاداشت جانے کا سن کر کیا ردعمل دے گا، مہویر کی نظریں چند لمحے چھت پر بھٹکتی رہیں، پھر آہستہ آہستہ اس لڑکی کے چہرے پر آ کر ٹھہر گئیں۔ اس نے منائم کے چہرے کو دیکھا، جیسے کسی انجان چیز کو پرکھ رہا ہو۔

"تم، کون ہو؟"

مہویر کی آواز بھاری تھی، مگر بے حد کمزور ہو کر اسکے حلق سے نکلی تھی۔

یہ سوال منائم کے دل میں سیدھا آ کر کانٹے سا چبھا تھا۔

"م۔مجھے بھی نہیں پتا"

وہ باقاعدہ روہانسی ہوئی، مہویر کو ہر چیز جیسے کسی فلم کی طرح ذہن کی سکرین پر چلتی محسوس ہوئی، منائم ملک تھی وہ، اور وہ مہویر میثاق یعنی وولف! وہ تو اسے کھائی میں دھکیلنے آیا تھا پھر یہ سب کیا تھا، اسکا دماغ معاوف ہوا۔

"وہ کہہ رہے ہیں کہ میں آپ کی بیوی ہوں۔ اور آپ مہویر میثاق ہیں۔ ہم کھائی میں گرے تھے۔ ان لوگوں نے ہمیں بچایا ہے۔ یہ لکڑہارے ہیں"

مہویر کی پلکیں ایک بار تیزی سے پھیلیں، سارا منظر صاف ہوا، اس منحوس لڑکی نے اسے اپنے ساتھ ہی پکڑ کر کھائی میں دھکیلا تھا، اک پل کو مہویر کی

سرد سیاہ آنکھیں مزید حقارت سے سیاہ پڑیں لیکن بیوی لفظ جیسے اس کے دماغ میں ہتھوڑے سا ٹکرایا تھا۔

مہویر نے ذرا سا سر موڑنے کی کوشش کی تو درد کی شدت نے اسے کراہنے پر مجبور کر دیا۔ اس نے اپنا جبڑا بھینچا، سانس روکی، پھر دوبارہ منائم کو دیکھا۔

"بیوی؟"

وہ اب بھی جیسے غصے کی انتہا پر تھا۔

"میں کچھ نہیں جانتی"

منائم کی آنکھیں یہ بتاتے نم ہو گئیں۔

"مجھے کچھ بھی یاد نہیں۔ نہ آپ، نہ اپنا آپ۔ بس اتنا پتا ہے جتنا ان لوگوں نے بتایا۔ کہ آپ میرے شوہر ہیں"

وہ اب بھی رو دی تھی جبکہ مہویر نے اسے پرے کیا اور اٹھ کر بیٹھا، اپنے سر پر لپٹی پٹی اتارنی چاہی پر درد نے اسے یہ کرنے نہ دیا، خود منائم بھی گھبرا کر جلدی سے اٹھی، تبھی مہویر نے اسکے ہاتھ میں اپنا رومال دیکھے ایک ہی جھٹکے سے منائم کے ہاتھ سے چھینا، وہ منائم کے ہاتھ کو تکلیف دے گیا کیونکہ اس شخص نے بے دردی سے کھینچا تھا کہ منائم کی آنکھیں بھر آئیں۔

"یہاں سے نکلنا ہے ہمیں۔ سب بتاتا ہوں یہاں سے نکل کر تمہیں۔ چلو۔ کوٹ پہنو اپنا"

وہ ڈری ڈری اسکے حکم کی تعمیل میں فورا سے پہلے اپنا کوٹ اٹھاتی مہویر کے ہمراہ ہی نکلی پر ان دو کو ایک ساتھ دیکھ کر زہرا صاحبہ، انکی بہو نور اور بیٹا شان تینوں ہی خوشی سے باہر نکلے۔

"بہت شکریہ آپ سبکا۔ ہمیں اب نکلنا چاہیے۔"

مہویر نے ان سبکا شکریہ ادا کیا اور جانے لگا جب زہرا نے انھیں روکا۔

"رات ہو گئی ہے بچے۔ صبح چلے جانا۔ ویسے بھی تم دونوں زخمی ہو۔ ہم پر تم دو بلکل بوجھ نہیں بنو گے۔ کھانا بنا رہی ہوں۔ اللہ تم دو کو صحت دے، پر آج اگر رک جاو گے تو مجھے دلی خوشی ہو گی۔ کتنا پیارا جوڑا ہے تم دو کا"

زہرا صاحبہ کی شفقت و محبت پر منائم نے نا سمجھی سے مہویر کو دیکھا جو ان بزرگ خاتون کو منع کرنے کے بارے ہی سوچ رہا تھا جبکہ غصہ اسے جوڑے والی بات پر آیا۔

"تمہیں یاد آیا اپنا گھر والا بیٹی؟"

زہرا نے پیار سے منائم کے سر پر ہاتھ رکھا پر وہ فورا آنسوؤں سے بھری آنکھوں کے سنگ نفی کر گئی، مہویر کو سر اور جسم میں درد تھا کہ اسکا دل چاہا یہیں چیخنے لگے۔

"اسکی یاداشت چلی گئی ہے بچے۔ اگر تم دو کا پھر سے نکاح ہو جائے تو ممکن ہے تمہاری بیوی کی یاداشت لوٹ آئے۔ ہم بھی خوش ہو کر تم دو کو

رخصت کریں کے یہ مہمان بچے تندرست ہو کر نکلے ہیں۔ امام مسجد یہیں قریب ہی ہیں۔ جاو شان زرا امام مسجد سے رائے لے کر آو۔ کہ بچی کی یاداشت لوٹانے کو کیا ہم دوبارہ نکاح کرواسکتے ہیں؟"

مہویر کا دماغ اس وقت بلکل سن تھا، اسے سمجھ ہی نہ آیا اس عورت نے کیا کہا جبکہ منائم کا دماغ تو بلکل بلینک تھا، مہویر کو بس اتنا پتا تھا کہ انھیں یہاں سے نکلنا ہے اور اس لڑکی کو مارنے کے لیے اسکی یاداشت آنی ضروری نہ تھی، اسے بس عاصم المیر کی اولاد کو ناکردہ جرم کی سزا دینی تھی، امام مسجد بھی کوئی باشادہ ہی تھے، وہ بھی بچارے فورا آمادہ ہو گئے کہ نیکی کا کام ہے، کسی کی بھلائی کے لیے ہی نکاح پڑھوانا ہے ناں، کچھ لوگوں کے ہمراہ وہ شان کے ساتھ آدھے گھنٹے میں پہنچ آئے، مہویر نے انکو لاکھ روکا پر زہرا صاحبہ ہی کا زور اور اصرار تھا کہ مہویر کو چاروناچار منائم کا نام اور تمام ڈیٹیل درج کروانی پڑیں، اور یوں ان لوگوں کے سامنے تو بچی کی یاداشت لوٹانے کے لیے یہ دوبارہ نکاح ہوا لیکن درحقیقت منائم اور مہویر کا پہلا نکاح ہوا وہ

بھی گواہوں کی موجودگی میں، نکاح بلکل اصلی تھا اور اسکا شرعی طور پر اندارج بھی ہوا، امام مسجد نے مہویر کو ہفتے بعد قریبی مسجد سے وہ نکاح نامہ لینے کا بھی کہا اور اگر پچھلا ہے تو اسے درج کروانے کی بھی ہدایت کی۔

مہویر نے یہ نکاح اس وقت تو کر لیا کیونکہ اسے منائم کو یہاں سے نکل کر مارنا ہی تھا پھر اس نکاح کی بھلا کیا ہی وقعت رہتی جب وہ لڑکی ہی ٹپک جاتی پر اسے اندازہ ہی نہ تھا اسکے ساتھ کونسا ہاتھ ہو گیا، اس نے نکاح یہاں سے جلدی نکلنے کو کر لیا پر اسے کیا پتا تھا کہ یہ وولف سے بھی زیادہ سر پھرے، ٹیڑھے اور ضدی لوگ ہیں۔

"کر لی آپ لوگوں نے اپنی مرضی۔ اب ہمیں اجازت دیں"

مہویر نے بہت عاجزی سے ان لوگوں سے اجازت مانگی پر وہ تو آج ہر صورت ان دو کو یہیں کا مہمان بنانے پر تُلے تھے۔

"آج ہم تم دو کو کہیں نہیں جانے دے سکتے۔ آج یہ پیارا سا جوڑا ہمارا مہمان ہے۔ ہمیں تیمارداری کے ساتھ مہمان نوازی دونوں کا موقع دو میرے بچو"

زہرا صاحبہ کے اسقدر اصرار پر منائم نے رخ پھیرتے گردن گما کر مہویر کو دیکھا جو اس جہنم سے جتنی جلدی ہو سکے نکلنا چاہتا تھا، ایک تو ان جاہلوں نے اسکا منائم سے نکاح کروادیا جسے وہ مارنے آیا تھا اوپر سے یہ یاداشت سے محروم

زبردستی کی بیوی جو پلے پڑی وہ الگ، جس ضبط سے اس نے اپنی ابلتی اور دہکتی کیفیت کنڑول کی یہ مہویر میثاق ہی جانتا تھا یا اسکا اللہ!

"میرے شوہر جو کہیں"

منائم نے اسکا فیصلہ مہویر پر ڈالا جس نے جواباً منائم کو ایسے دیکھا جیسے یہ لوگ نہ ہوتے تو کچا چبا جاتا۔

"بس بیگم کی سفارش آگئی ناں۔ کھانا لگاو نور بچے پہلے کھانا کھاتے ہیں۔ پھر جا کر دونوں کو کچھ کپڑے نکال کر دینا تاکہ دونوں بچے آرام سے سو سکیں رات"

زہرا صاحبہ نے اپنی بہو کے ذمے بھی کام لگایا جو فرمابرداری سے سر ہلا گئی، جبکہ ان دو کو کھانے کے لیے چار و ناچار ان تینوں کے ساتھ بیٹھنا پڑا اور اس بیچ زہرا صاحبہ کے لاڈ پیار اور اس جوڑے کی تعریفوں کے پُلوں نے منائم کے دماغ میں مزید یقین بھر دیا کہ یہ واقعی اسکا شوہر ہے، ویسے بھی اب تو وہ سچ میں مہویر میثاق کو اپنے نکاح میں قبول کر چکی تھی۔

آخر مزید بیس منٹ تک ان تینوں نے اس جوڑے کو آرام کے لیے بھیجا۔

کمرے میں آتے ہی اس نے پوری قوت کے سنگ اپنے کسرتی وجود سے جیکٹ اتار کر پھینکی جو سیدھی منائم کے پیروں میں گری جو اسکے پیچھے ہی کمرے میں آئی تھی، اپنا کوٹ اتار کر رکھتی ہوئی وہ اداس ہوئی، اس شخص کا

غصہ دیکھتے وہ الجھی، اگر وہ اسکا پہلے بھی شوہر تھا تو اب یہ نکاح ہونا اسے اتنا غصہ کیوں دلا رہا تھا، منائم کی سوچیں بے شمار تھیں۔

"کیا کھائی میں گرنے سے پہلے ہمارا جھگڑا ہوا تھا مہویر؟"

وہ جھک کر اسکی جیکٹ اٹھاتی واپس سیدھی ہوئی اور چلتی ہوئی اس شخص تک پہنچی جسکے منہ سے اپنا نام یوں سنے وہ اپنی جگہ پتھر ا گیا تھا، اسے اپنا یہ نام تو بھول چکا تھا، آج مدت بعد اسے اس نام سے پکارا گیا تھا، پہلے نکاح کے لیے اور اب اس لڑکی نے پکارا، وہ اسکے قریب کھڑی فکر مند تھی کہ وہ جواب دے۔

"م۔ مجھے سب بھول گیا، ک۔ کچھ بھی یاد نہیں۔ ہم کیسے ملے، ہماری کب شادی ہوئی۔ ہمارا تعلق کیسا تھا۔ ہماری فیملیز کہاں ہیں۔ کون کون ہیں۔ ک۔ کچھ بھی یاد نہیں مجھے کیا اس پر غصہ ہیں۔ ہونا بھی چاہیے۔ بیٹھے

بیٹھے مصیبت جو آگئی۔ لیکن میں سب یاد کرنے کی کوشش کر رہی ہوں۔ سب یاد آجائے گا۔ آپ پریشان نہ ہوں"

وہ اسکی جیکٹ اس بستر کے کنارے رکھے اچانک ہی مہویر کے دونوں مضبوط ہاتھ اپنے نرم ملائم ہاتھوں میں بھر کر مزید نزدیک ہوئی اور وہ شخص یوں تھا جیسے اس میں ہلنے کی بھی سکت باقی نہ رہی ہو، کوئی عورت یوں اسکے قریب کیسے آسکتی تھی، یہ حق تو صرف فاطمہ نور کے پاس تھا، اسکی شادی پھر موت کے بعد مہویر نے یہ حق ہی مار دیا تھا، پھر یہ لڑکی کون ہوتی تھی یوں اسکی بنائی حدود میں داخل ہونے والی۔

"ہٹو۔۔ دور ہٹو مجھ سے"

وہ اسکے ہاتھ جھٹکتا غرایا جب منائم سہم کر دو قدم دور ہوئی، وہ اسے بہت غصے میں لگ رہا تھا۔

"تم سے کوئی جذباتی تعلق نہیں تھا میرا اس لیے میرے نزدیک سرکنے کی ضرورت نہیں۔ صبح ہوتے ہی ہم یہاں سے نکلیں گے۔ تم اپنے راستے اور میں اپنے راستے۔ ہمارا کوئی نکاح نہیں ہوا تھا، ان جاہلوں نے اپنی ہی سوچ پر عمل کیا۔ انھیں لگا ایسا اور انہوں نے سوچا تمہاری یاداشت لوٹ آئے گی ایسے۔ تم بھی کاٹھ کے الو کی طرح انکی باتوں میں آگئی۔۔ اور مسلط ہو گئی میرے سر پر۔ دور رہنا مجھ سے"

وہ سخت غصے سے غراتا ہوا منائم کو اسکی جگہ بتا رہا تھا پر لمحہ لگا وہ آنسو بہاتی اسکے نزدیک سرکی، مہویر دو قدم پیچھے ہٹا۔

"م۔ مجھے پتا ہے آپ غصے میں یہ سب بول رہے ہیں۔ پ۔ پلیز ایسے مت کہیں۔ م۔ میں سب یاد کر لوں گی۔ مجھے پتا ہے آپ ہرٹ ہیں۔ ہو سکتا ہے ہمارا رشتہ بہت آگے جا چکا ہو اور آپ سوچ رہے ہوں اب پھر سے آپکو ایفرٹس کرنی پڑیں گی۔۔ مجھے پتا ہے میں آپکی کیفیت سمجھ رہی ہوں۔۔ مجھے بتائیں ہر چیز میں سب یاد کر لوں گی مہویر"

وہ اسکے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں زور سے جکڑتی اسکے سینے کے قریب کھڑی سسکیاں بھر رہی تھی اور مہویر میثاق کا دل چاہا وہ اپنا سر کہیں دے مارے۔

"ہمم۔۔ ہمارا رشتہ اچھا نہیں تھا۔ سمجھ گئی تم؟ تمہاری مجھ سے زبردستی شادی ہوئی تھی۔ تم میرا منہ دیکھنا بھی پسند نہیں کرتی تھی۔ اور جلد از جلد مجھ سے اپنا رشتہ ختم کرنا چاہتی تھی۔ تم نفرت کرتی تھی۔ یہ تھا ہمارا رشتہ۔۔۔ یاد آیا کچھ؟"

آخر زچ آتے مہویر نے کچھ جھوٹ بولے اور ان سب کو سننے کے بعد منائم کی آنکھیں پہلے سے زیادہ بھیگیں، وہ بے ارادہ نفی میں گردن ہلا گئی۔

"ن۔ نہیں۔ آپ برے تو نہیں ہیں کہ میں نفرت کرتی۔ آپ تو ہینڈسم ہیں اور اچھے خاصے سینسیبل بھی ہیں۔ بھلا میں کیوں رشتے سے نکلنا چاہ سکتی تھی۔۔۔ جھوٹ مت بولیں مہویر۔ غصہ تھوک دیں، تکلیف اک طرف کریں۔۔۔ مجھے سچ سچ بتائیں"

وہ اسکے گلے میں طوق کی طرح پڑ چکی تھی جبکہ مہویر کا پارہ اس وقت ساتویں آسمان تک چڑھ چکا تھا۔

"سچ بتا چکا ہوں، اب میرے بندھے ہاتھ دیکھو بخش دو میری جان۔"

وہ اسے پکڑ کر پرے دھکیلتا ہوا باقاعدہ ہاتھ باندھتا بستر کے کنارے بیٹھا اور اپنا سر بھی ہاتھوں میں گرا گیا کہ یہ یقیناً اسکی گندی نیت کہ سزا مل رہی ہے جو اس نے معصوموں کو مارنے کی بنائی تھی، حالانکہ اصل گناہ گار تو عاصم المیر تھا، اسکے بچے نہیں مگر اب تو وہ عرشیہ کی موت کا بھی کہہ چکا تھا، دل میں جیسے درد بھری ٹیس اٹھی، کیونکہ در حقیقت وہ آج بھی برا نہیں بن سکا تھا، اسکے اندر کا انسان زندہ تھا۔

وہ کچھ دیر اسے تکلیف میں دیکھنے کے بعد جب اسکے قدموں میں بیٹھی تو مہویر نے چونک کر اپنی رانوں پر منائم کے ٹھنڈے ہاتھوں کو محسوس کیے

سر ہاتھوں پر سے اٹھائے اسے دیکھا جو اسکے قدموں میں اسی کے سہارے سے بیٹھی دل و جان کی ساری توجہ کے سنگ اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

"مہویر! اگر میں نفرت کرتی ہوتی تو آپکو ایسے دیکھ کر مجھے درد نہ ہو رہا ہوتا۔ میں پریشان ہو رہی ہوں، یعنی مجھے آپکی فکر ہے۔"

وہ ڈبڈبائی آنکھوں سے اس کو دیکھتی منمنائی جسکے پاس کوئی حرف کہنے کو نہ بچا تھا، یہ سب اسے پاگل کر رہا تھا، یہ لڑکی، اسکی باتیں، اسکا رونا۔

"تم اپنی یاداشت کھو چکی ہو۔ تمہیں پر پریشان انسان کے لیے پریشانی ہو گی یہ فطری ہے۔ میری پریشانی تمہارا اس وقت میرے قریب رہنا ہے۔ اس بات کو سمجھو۔ اٹھو یہاں سے۔ اس جگہ دوبارہ ہاتھ مت رکھنا سمجھی"

وہ اسے سخت عاجز آتے جھاڑ گیا تبھی منائم نے فورا سے اپنے ہاتھ ہٹائے اور اٹھ کھڑی ہوئی پریوں تھی جیسے ابھی رو دے گی، اس سے پہلے وہ زرا دور ہوتی، سر میں آتے شدید چکر پر وہ لڑکھڑائی ہی جب وہ بے ارادہ اٹھ کر اسے

اپنی مضبوط بازووں میں حصار گیا، منائم نے بے اختیار اپنی بھیگی پلکیں اٹھا کر مہویر کی سیاہ آنکھوں میں اپنی بھوری آنکھیں جمائیں، وہ خود بے ارادہ کر بیٹھا تھا لیکن منائم کی بھیگی آنکھیں اسکے یوں تھام لینے پر مسکرائی تھیں، اس کچھ بھی یاد نہ آپانے کی گھٹن کے بیچ یہ لمحہِ قربت سکون جیسا لگا۔

مہویر نے اسے سنبھالا تو منائم چند لمحوں کے لیے اسی حصار میں ساکت رہ گئی۔ دل کی دھڑکن ذرا آہستہ ہوئی، سر کا بھاری پن کچھ کم لگا۔ پھر اس نے خود کو سنبھالا اور آہستہ سے ایک قدم پیچھے ہٹ گئی۔

وہ کمزور یا سوکھی سڑی لڑکی نہیں تھی، نہ ہی حد سے زیادہ بھری ہوئی۔ منائم کی شخصیت میں ایک قدرتی توازن تھا جو پہلی نظر میں ہی دل کو نرم کر دیتا تھا۔

وہ لمبا قد رکھتی تھی، جسمانی ساخت نرم مگر متناسب تھی، اس وقت اسکے کندھوں پر بکھرے بال اس کے چہرے کو گھیرے ہوئے تھے، گالوں پر

ہلکی سی بھراوٹ تھی جو مسکرانے پر اور نمایاں ہو گئی لیکن پلکیں گیلی بھی تھیں۔

اسکی بازوؤں میں وہ نازک کمزوری نہیں تھی جو سمارٹ لڑکیوں میں ہوتی تھی، بلکہ ایک صحت مند مضبوطی تھی۔

اس کی کمر باریک ضرور تھی مگر ہڈیوں کی نوکیں نہیں ابھرتی تھیں۔ اس کے وجود میں ایک فطری نرمی تھی، گداز تھا، ہاتھ بھرے بھرے مگر خوبصورت تھے جنکے سجے نیلز انکی نرماہٹ اور دہکا رہے تھے۔

اسکی مہویر کے سینے جمی انگلیوں میں گرپ تھی، اسکے لمس میں احساس تھا جو چیخ سکنے کی قوت رکھتا تھا۔

چہرہ نہ حد سے زیادہ حسین، نہ عام۔ کیوٹ، وہ لفظ جو اس پر پورا اترتا تھا۔ بڑی بھوری آنکھیں جو بات کرنے سے پہلے سب کچھ کہہ سکتی تھیں، اور ہونٹ جو خاموشی میں بھی جذبات چھپا نہیں پا رہے تھے۔

منائم کی شخصیت میں سب سے نمایاں چیز اس کی حساسیت تھی۔ وہ چیزوں کو دل سے محسوس کرتی تھی، لوگوں کا درد، اپنے اندر کی خالی جگہ، اور وہ انجانا رشتہ جسے وہ ابھی سمجھ نہیں پا رہی تھی۔ یادداشت چھن گئی تھی، مگر احساس زندہ تھے۔ اور یہی اسے کمزور نہیں بلکہ بے خبر سا مضبوط بنا رہے تھے۔

"سوتا ہوں۔ صبح جلدی نکلنا ہے ہمیں"

وہ رخ پھیر کر اس بستر پر بیٹھتے ہی لیٹا تو منائم نے اسے اپنے منہ تک کمبل تان کر منائم سے چھپتے دیکھا تو اک بھولی بسری سی مسکراہٹ منائم کے لبوں کو چھو گئی۔

"تھوڑی میرے لیے بھی جگہ بنائیں۔ ان لوگوں کے پاس ایک کمرے میں بس ایک ہی بستر ہے۔ اور ایک ہی کمبل"

وہ اسکے پاس سو تو جاتی پر یوں جینز ٹاپ میں سوئے گی کیسے سمجھ سے باہر تھا، مہویر نے کمبل کا سرا منہ سے ہٹایا اور صدمے میں گرا محسوس ہوا کہ یہ موٹی کیا اسکے ساتھ سوئے گی ؟۔

"منائم آپی"

دروازے پر مدھم سی دستک پر مہویر نے کمبل منہ پر واپس تان لیا جبکہ منائم دروازے تک گئی جہاں نور کھڑی تھی اور اسکے ہاتھ میں رات کو پہننے والے کپڑے تھے، مہویر کے لیے وہ اپنے شوہر کے لائی تھی اور منائم کے لیے اپنا نائیٹ سوٹ۔

"یہ کپڑے ہم نے پہنے نہیں ہیں۔ آپ دونوں کے لیے بھیجے ہیں امی نے۔ اب آپ دونوں آرام کریں۔ زخموں پر دوا لگا لیجئے گا"

منائم نے مسکرا کر اس سے وہ کپڑے لیے۔

"بہت شکریہ تمہارا نور"

منائم نے نور کا شکریہ ادا کیا جبکہ دروازہ بند کرتی وہ تہہ کپڑے چھوٹی سی میز پر رکھے اپنا ایکوابلو سوئٹر ٹاپ اتارنے لگی جب مہویر نے کمبل منہ سے ہٹا کر منائم کو دیکھا۔

"کیا یہیں بدلو گی کپڑے؟"

مہویر نے ناگوائیت سے پوچھا تو منائم نے معصومیت سے کندھے اچکائے۔

"اٹیچ واش روم والا گھر نہیں ہے۔نہ یہاں کوئی سٹور روم ہے۔ظاہر ہے یہیں بدلوں گی۔میں اسطرح کیسے سو سکتی ہوں۔مجھے کمفرٹیبل ہونا ہے۔آپ پلیز کمبل منہ پر کر لیں میں بدل لیتی ہوں"

منائم کے فوری جواب دینے پر مہویر نے دانت پیس کر اسے دیکھا۔

"یا اللہ مجھے صبر دے۔لائیٹ بند کر دو"

مہویر نے شدید غصے سے دہائی دی جبکہ کمبل منہ پر تانے وہ کروٹ بھی بدل گیا، منائم نے مسکرا کر لائیٹ آف کی اور کپڑے بدل کر وہ اس سادہ سے شلوار سوٹ میں ملبوس ہوئی تو جیسے اکڑے اور درد کرتے وجود کو کچھ آرام ملا، اس نے اتارے ہوئے اپنے کپڑے تہہ کر کے رکھے اور لائیٹ آن کی۔

"جگہ بنائیں ناں۔ میری بھی کمر درد کر رہی ہے۔ ہم دونوں ایک جیسا گرے تھے"

وہ اسکے سر پر آ کر بولی تو مہویر نے بنا کوئی جواب دیے زرا پرے سرک کر جگہ بنائی، کہنے کو تو وہ دو لوگوں کے سونے کا بستر تھا پر اتنا تنگ تھا کہ دو لوگ اک دوسرے کے قریب یا جڑھ کر ہی سو سکتے تھے۔

جو جگہ مہویر نے بنائی وہ منائم کے لیے کافی نہ تھی، خود وہ چوڑا آدمی آدھے سے زیادہ بستر پر پھیلا ہوا تھا۔

"مہویر۔۔۔۔۔"

اس سے پہلے وہ پکارتی، وہ کفن پھاڑ کر غراتے مردے کی طرح کمبل منہ سے ہٹاتا دھاڑا۔

"نام لینا بند کرو میرا۔ لیٹ جاو جگہ دے تو دی ہے"

وہ اسکی ڈانٹ پر ڈری بھی اور روہانسی بھی ہوئی۔

"اتنی جگہ پر کیسے فٹ آوں۔؟"

منائم نے معصومیت میں تھوڑا رونا شامل کیا تو وہ مزید پرے ہوا جس پر وہ بھی بیٹھی اور لیٹی مگر اسکے لیٹنے پر مہویر تنگ ہوا، وہ اسکے ساتھ جڑھ رہی تھی اور یہ اس انسان کا دماغ گرما رہا تھا، وہ اس قدر تھکی تھی کہ چند لمحے لگے کہ وہ بھاری سانس لینے لگی، مہویر نے کچھ دیر بعد گردن ہلائی تو وہ اسکی بازو سے جڑھ کر سو چکی تھی، مہویر میثاق نے اسے کچھ لمحے بنا پلکیں چھپکائے دیکھا، جیسے اس وولف نامی درندگی کے غلاف میں چھپا معصوم سا مہویر اس لڑکی پر اٹک گیا ہو، اور دل اٹکے یا پورا انسان، سارے کس بل نکل ہی جاتے

ہیں، کب وہ بھی اسے دیکھتے سو یا کچھ خبر نہیں، شاید ابھی انکے زخموں اور دوا کے اثر تھے کہ ان دو پر بنا کسی فرق و تقسیم کے نیند حاوی ہو گئی۔

.._____..

"ہم یہاں کیوں آئے بھیو؟"

اس وقت وہ کسی لفٹ کے باہر کھڑے تھے، عدین ڈرا ہوا تھا جبکہ انیس بہت زیادہ ایکسائٹڈ تھا، عدین نے گھبرا کر بھیو کی طرف دیکھا تبھی لفٹ کھلی اور وہ عدین کے ہمراہ اندر داخل ہوا۔

"اس ارسل نے تمہیں ہراس کرنے کی کوشش کی تھی؟"

انیس نے داخل ہوئے بس سیدھا سوال کیا تھا، عدین دو فٹ اچھلا، اسکا چہرہ سپید پڑا کہ یہ بھیو کیسے جان گئے۔

"بھیو۔۔۔ علیم خان نے بتایا آپکو۔۔ سنیں! میری بات سنیں"

عدین فوری خوفزدہ ہوتے انیس کے سامنے حائل ہوا جس پر انیس کی آنکھیں سرد ہوئیں اور اسکے جبڑے بھینچ گئے۔

"تمہاری بات سنوں گا لیکن اسے سزا دینے کے بعد۔ تمہیں لگتا ہے تمہارا بھائی کمزور ہے عدین علوی۔ اسے کچھ ہو جائے گا تو تم آج لائیو دیکھو گے کہ مجھے کچھ نہیں ہوتا۔ تبھی تمہارے اندر سے مجھے لے کر یہ ڈر جائیں گے۔"

وہ لفٹ رکنے اور کھلنے کا منتظر تھا مگر عدین کی جان جیسے اسکے جسم سے نکلی۔

"ب۔۔ بھیو خدا کے لیے"

عدین نے التجاء کرنی چاہی پر بھیو کی سخت نگاہ نے جیسے عدین کو سانس روک لینے پر مجبور کر دیا۔

لفٹ مطلوبہ فلور پر رکی تو دروازہ کھلتے ہی انیس سیدھا راہداری میں نکلا۔ اس کے قدموں کی رفتار میں عجلت نہیں تھی، مگر کندھوں کی سختی بتا رہی تھی کہ اندر کیا طوفان پل رہا ہے۔ عدین اس کے پیچھے پیچھے تھا، اس معصوم کا دل

زور زور سے دھڑک رہا تھا، اسے ارسل کی نہیں انیس کی فکر تھی کہ اسکا بھائی تو ارسل کو مار ہی ڈالے گا۔

انیس نے ارسل کے اپارٹمنٹ کے دروازے پر پہنچ کر بیل نہیں دی بلکہ ایک بھرپور لات دروازے پر رسید کی، لاک چرچراتا ہوا اندر کی طرف ٹوٹتا دروازے کو مزید بند رکھنے میں ناکام ہو گیا۔

ارسل کے اپارٹمنٹ کی ڈیٹیل انیس نے لے لی تھیں، یہاں وہ اکیلا رہتا تھا۔

شدید قسم کی بھیانک دروازہ ٹوٹنے کی آواز پر کچن میں کچھ بناتا ہوا ارسل، اپنا کام روکے باہر نکلا ہی کہ اس نے عدین اور اسکے ساتھ انیس غانم کو اپنی طرف بڑھتا دیکھا تو ارسل کی ٹانگوں سے جان نکلی۔

انیس اس تک پہنچا، انیس نے اسکے جبڑے پر تند موج بن کر آتے پہلا مکا دھرا، ارسل کے حلق سے دلخراش چیخ نکلی اور عدین سرد و سپید دروازے

میں ہی منہ پر ہاتھ رکھے انیس کو ارسل پر چڑھتا دیکھ کر پتھر اچکا تھا، انیس نے دوسرا بے رحم مکا ارسل کی پسلیوں میں دے مارا،

تیسرا مکا اتنا سخت پیٹ کے نازک حصے پر کہ ارسل لڑکھڑا کر صوفے سے ٹکرا گیا۔

انیس نے اسے مہلت نہیں دی، اس گرے پڑے خبیث کو گریبان سے پکڑ کر اٹھاتے قریبی دیوار سے دے مارا، ارسل کو اس طرح پٹتا دیکھ کر عدین کی ساری حسین فیوز ہو چکی تھیں۔

"کیا اسے لاوارث سمجھا تھا تم نے ارسل میاں۔ تمہیں کسی نے بتایا نہیں تھا کہ عدین علوی کا ایک جانور نما بڑا بھائی بھی ہے جو اسکی طرف دیکھتی گندی آنکھ اندھی کرنے کا ماہر ہے؟"

ارسل کے منہ سے اس تشدد پر کراہ نکلی، ہاتھ اوپر اٹھے، مگر انیس کے مکوں کی بارش رکنے کا نام نہ لے رہی تھی، ہر ہر وار پر عدین کے کلیجے میں کوہ ہمالیہ

کے پہاڑوں سی ٹھنڈک بھی اترتی تو بھیو کے ہاتھوں کا سوچ کر اسکا اندر آگ بھی ہوتا۔

ہر ضرب کے ساتھ انیس کی آنکھوں میں وہی وحشت تھی جو اپنے بھائی کے خوف کو دیکھ کر تن من میں جاگی تھی۔

عدین دروازے کے پاس ساکت کھڑا سب دیکھ رہا تھا، ڈر، صدمہ اور عجیب سا تحفظ کا احساس، سب اکٹھے ہی عدین کو اپنی آغوش میں لیے کھڑے تھے۔

انیس نے آخر کار ارسل کو زمین پر گرا کر اسکا کالر چھوڑا۔

"آج کے بعد اگر تمہاری نظر بھی عدین علوی کی جانب یا کسی اور بچے کی طرف اٹھی تو میں صرف مکے نہیں ماروں گا۔ میں تمہاری اس مردانگی کا مزار یہیں بنادوں گا جہاں سے تمہاری ہوس کی لہر اٹھی تھی۔"

انیس اس کے اوپر جھکا، اسکی بھاری آواز ٹھنڈی مگر کاٹ دار تھی، ارسل نے کانپتے ہوئے نفی میں سر ہلایا کہ وہ اس لائق بچا ہی کہاں تھا کہ اپنا تھوبرا بھی آئینے میں دیکھ پاتا۔

"م۔۔مجھے معاف کر دو۔۔۔۔خدا کے لیے۔۔۔میں کسی کی طرف نہیں دیکھوں گا"

ارسل کے بچوں کی طرح بلک بلک کر رونے اور سسکیاں بھر کر گڑگڑاہت پر ہانپتا ہوا انیس سیدھا ہوا، عدین کی طرف دیکھنے لگا جو اس ایکشن مووی کے بعد بھیگی آنکھوں میں بھیو کے لیے عشق نما جذبات لیے کھڑا تھا۔

"دیکھنے کی کوشش تو کرو بیٹا، میرے بھیو تمہیں یہیں گاڑ دیں گے۔ گندا گھٹیا اور نجس آدمی۔ لعنت ہو تجھ پر۔ چلتا پھرتا گٹر نہ ہو تو۔"

عدین میں بھی جیسے ہمت جاگی، اس نے بھی جاتے جاتے اس گندے آدمی پر برس کر اپنا کلیجہ ٹھنڈا کیا جبکہ انیس نے عدین کو زبردستی پکڑ اور نہ دو مکے

توعدین بھی ٹھوک دیتا، وہ دونوں باہر نکلے تو اکھڑے دروازے کو مل کر لات مار کر گئے جبکہ کراہتا ارسل تو زندگی بھر کے لیے اب ہوس اور ایسی خباثت سوچنے سے پہلے بھی کڑور بار سوچتا۔

اس بلڈنگ سے نکلنے کی دیر تھی کہ عدین نے بھیو کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا، شکر کے زخمی نہ تھا پر مکوں کی نان سٹاپ برسات کے سبب انیس کے ہاتھ کی انگلیاں سرخ ہو گئیں، ٹپس تو بہت زیادہ عنابی ہو گئیں جیسے خون جم سا گیا ہو یا باہر بہنے کو تیار ہو بس جلد نے روک رکھا ہو۔

"میرے بھیو۔ میری جان۔ آپکا ہاتھ۔۔۔ یہ کیا حال کر دیا؟"

وہ انیس کا ہاتھ بے اختیار چوم گیا کہ اس بھائی نے عدین کو زرا پریشان کرنے والے کا اس ہاتھ سے کچومر تو نکالا پر خود بھی تکلیف سہی۔

"اس سے زیادہ برا حال میرے اندر کا ہوا تھا جب مجھے تم ڈر کر روتے ملے تھے۔ ادھر دیکھو میری طرف عدین۔ جس دن میں مر گیا تب بھی تمہیں

ایسے ڈر کر رونے کی پرمیشن نہیں ہے۔ میرے جیتے جی اگر تم کسی سے ڈرو اور رونے لگو تو یہ میرے لیے اذیت کا سب سے اونچا مقام ہے۔ میں نے تمہیں ہمیشہ کہا کہ مجھے کچھ اچھا نہیں لگتا، کچھ بھی خوشی نہیں دیتا پر مجھے برا ضرور لگتا ہے۔ تمہارا کمزور ہونا، رونا، ڈرنا۔۔۔ خود کو مجھ سے چھپانا۔ علیم خان نہ بتاتا تو تم انتظار کرتے اس لعنتی کے بڑھتے قدموں کا۔۔۔ ایسے گندے لوگوں کو جتنی جلدی شٹ آپ کال دے دی جائے اتنا بہتر ہے۔ تم نے آج سیکھ لیا ناں کہ کیا انجام کرنا چاہیے ایسوں کا؟ وہاں وہاں مکے برساو جہاں نہ ہڈی ٹوٹے نہ خون بہے پر پھر بھی مجرم سو دن تو ہلنے سے قاصر رہے تاکہ اسے احساس ہو کہ جان بچانا، ہوس پوری کرنے سے زیادہ عزیز ہے"

عدین کے آنسو بے قابو تھے پر خوشی بھرے، اسکا بس نہ چلا وہ انیس کے ہاتھ کا یہ درد اپنے دل میں چھپا لے، جب کچھ بس میں نہ لگا تو وہ بھیو کے ساتھ چمٹ گیا، وہ رو پڑا تھا پر عدین کے آنسو شکر گزاری بھرے تھے، یہ شکر کہ اسکے پاس اسکے بھیو ہیں۔

انیس نے افسردہ سا ہوتے اسکے سر کے بالوں میں ہاتھ پھیرا، آج انیس نے ناچاہتے ہوئے بھی اپنی محبت کا دھواں دار اظہار کر دیا تھا یہ عدین کے خوشی بھرے آنسو اسی لیے تھے۔ وہ تو پہلے ہی بھیو کا دیوانہ تھا، آج کے بعد تو مرید ہی ہو جاتا۔

"آ۔۔ آج پہلی بار مجھے لگا جیسے مما نہیں ہیں تو کوئی بات نہیں۔ مما کا بیٹا تو ہے جو انکی طرح میرے پاس ہے۔۔۔ مما کا گفٹ ہیں آپ بھیو۔۔۔ وہ م۔ مجھے چھوڑ کر چلی گئیں تو بس آپکے بھروسے۔۔۔ انکو پتا تھا آپ مجھے سنبھال لیں گے۔ م۔ میں جانتا تھا آپ مجھ سے اپنی جان سے زیادہ پیار کرتے ہیں پر یہ پیار اتنا زیادہ ہو گا نہیں پتا تھا۔ م۔ میں بہت زیادہ سینٹی ہو رہا ہوں پر یس یو آر مائی ہیرو۔۔۔ آئی لو یو سو مچ بھیو۔۔۔ آپ میرے ساتھ ہیں تو میں پوری دنیا سے لڑ سکتا ہوں۔۔۔۔ آپ میری طاقت ہیں۔ ا۔۔ اب میں آپکے لیے کبھی نہیں ڈروں گا۔۔۔ اف مجھے اتنا رونا آ رہا ہے"

وہ انیس سے لپٹا ہوا معصوم آہیں بھر تا روئے جا رہا تھا، اور انیس کو اپنا درد بھی اگنور کرنا پڑا کیونکہ عدین کے جذبات وصولنا اس وقت سب سے اہم تھا۔

"تم مجھے میرے لیے بھی روتے نہیں چاہیے ہو۔ اب بس کرو یہ برسات زیادہ ہو گئی ہے۔ اب تم بڑے ہو گئے ہو، گدھے آدمی"

وہ انیس کی چھیڑ خانی پر اپنے ٹسوے پونجھتا روہانسا ہوتے روبرو ہوا تو انیس مسکرایا تاکہ اس روندو آدمی کی جان میں جان لوٹے۔

" بھیو ڈاکٹر کے پاس چلیں۔ یہ ہاتھ۔۔۔"

عدین اسکے ہاتھ کے لیے فکر مند تھا پر انیس کی گھوری پر عدین منہ پھلا گیا۔

"صرف مارکٹائی سے ریڈنس آئی ہے۔ میں مینشن جا کر ٹیبلٹ لے لوں گا۔ صبح تک ریڈنس چلی جائے گی۔ اب چلو جو خریدنا ہے وہ لو۔ کیک بھی لے

لینا۔ بابا ویٹ کر رہے ہوں گے ڈنر پر۔ ان سے کچھ ڈسکس کرنے کی ضرورت نہیں۔ اگر مجھے اہم لگا تو میں خود بتا دوں گا۔"

انیس نے اسے مکمل مطمئین کیا تھا، جبکہ عدین بظاہر تو ہوا پر اسکا دھیان انیس کے ہاتھ پر ہی رہنے والا تھا، بہر حال انکو واپسی پر نونج گئے تھے، مگر ڈنر پر ان دو کا منتظر کوئی نہ تھا، یہ دیکھ کر عدین کافی افسردہ ہوا جبکہ انیس کا موڈ خراب ہوا، وہ بھلا کیسے بھول گیا کہ بابا کے پاس پیسے ہیں اور پیسے جب ہوں تب وہ گھر ڈنر تو ہر گز نہیں کرتے تھے، آج بھی وہ اپنے پاس جو چھ لاکھ تھا اسے اڑانے میں مصروف تھے، عیاشیوں کے عادی لوگ، اتنی آسانی سے نہیں بدلتے تھے۔

جبکہ عدین اور انیس نے ہی کھانا کھایا تھا، پھر عدین کی پڑھائی میں تھوڑی ہلپ کے بعد عدین کو سونے کے لیے بھیجوائے انیس نے نیند آنے تک بابا کا انتظار کیا لیکن وہ اپنی عیاشیوں میں مست گھر آنا ہی بھول گئے۔

منائم کے سب دوست بمشکل لوٹے اور تھک ہار کر اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے، انھیں لگا شاید منائم پہلے ہی لوٹ آئی ہے پر وہ تو پورا دن انکے ساتھ تھی ہی نہیں، شمسو نے بھی وولف سے رابطے کی بارہا کوشش کی پر وہ بھی فکر مند تھا کہ اسکا فون بند ہے۔

خضر کو کہلوا کر عاصم نے کال تو کروائی پر منائم کے دوستوں کے فون بھی ان ریچ ایبل تھے تو اس نے بابا کو یہی کہہ کر مطمئن کیا کہ یقیناوہاں سگنلز کا ایشو ہے، وہ کل خود چلا جائے گا، جبکہ محراب رات گھر نہیں آئی تھی، وہ این جی او ہی رکی تھی کیونکہ وہ عاصم المیر کی شکل نہیں دیکھنا چاہتی تھی، وہیں موساب بھی کل کا منتظر تھا جب عرشیہ المیر کے کڈنیپ کی خبر چھپنے کے بعد ہلچل مچتی۔ سوہا کی پریشانی وہیں تھی، کڈنیپر کی کال کی منتظر وہ سخت تھک چکی تھی، عاصم نے ایک کڑور کی رقم اسے بھیج دی تھی، اس نے بیگ بھی تیار کروالیا تھا لیکن کسی طرف سے کوئی آسانی آنا ممکن نہ ہو رہا تھا اور رئیس کے

اندر بھی الگ ہی قیامت برپا تھی، آج کی یہ رات تو اک طرح کانٹوں پر گزری رات سی تھی، اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے گزر گئی۔

اک نئی صبح عالم جہاں پر نمودار ہو گئی، انیس سو نہ سکا، اس نے عرشیہ المیر کی زندگی پر اس گزشتہ رات ہر طرح کی تحقیقات مکمل کیں، اس کے بارے ہر چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی ڈیٹیل نکالنے کے بعد اس نے اک فیصلہ لیا، مہویر کی واپسی کا وہ انتظار نہیں کر سکتا تھا، عصر بھی عرشیہ کی حفاظت کے لیے فارم ہاوس بندھا تھا اور انیس خود بھی، اسکا کام ایفیکٹ ہو رہا تھا فارم ہاوس کے روز کے چکر پر، اسکی نئی گیم لانچ ہونے والی تھی تبھی وہ اس مسئلے کو سمیٹنا چاہتا تھا، اس نے عرشیہ کے بارے خود ہی فیصلہ لیا کہ وہ اسے آزاد کر دے گا اور بعد میں وولف کو بتا دے گا کہ اس نے پوری تحقیقات کے بعد اسے آزادی دی ہے۔

چونکہ آج سنڈے تھا تو عدین کی کلب سے چھٹی تھی، انیس نے علیم خان کو پھر بھی الرٹ کر دیا کہ وہ نظریں کھلی رکھے تا کہ ارسل اگر کوئی جوابی حرکت کرے تو اسکی بروقت روک تھام ممکن ہو سکے۔

خود وہ چھ بجے تک فارم ہاوس نکل گیا تا کہ یہ سب آج ہی سمیٹ دے، اس نے عصر کو پہنچنے سے پہلے کال تو کی پر عصر کی آنکھ لگ گئی تھی، جبکہ عرشیہ تو پوری رات سو نہ سکی تھی تبھی جب انیس کی گاڑی فارم ہاوس کے گیٹ کے پاس رکی تو وہ جلدی سے بستر چھوڑ کر اٹھتی کھڑکی تک آئی، پردہ ہٹایا تو اسے انیس فارم ہاوس کے گیٹ کو کھول کر اندر آتا دیکھائی دیا، پھر اس نے لاک کیا اور سوئمنگ پول سائیڈ سے ہوتا فارم ہاوس میں داخل ہوا، عرشیہ بھی کمرے سے باہر نکلی تو عصر کے روم کا نیم کھلا دروازہ دیکھتے مسکرائی کیونکہ وہ مزے سے سو رہا تھا۔

تبھی انیس کے اندر داخل ہونے پر وہ بھی لاؤنج سائڈ آئی جو عصر کے بجائے عرشیہ کو دیکھے ٹھٹکا۔

گہرے اولیو رنگ کا لانگ کوٹ، اندر سادہ بلیک ٹی شرٹ، بلیک سلم فِٹ جینز اور بلیک لیس اپ بوٹس پہنے وہ ہمیشہ کی طرح کلاسی اور ہینڈسم روڈ مین بچ رہا تھا۔ بال سٹائلش انداز میں سیٹ تھے، آنکھوں میں نیند سی تھی پر اس نیند کو وہ جھٹکتا رہا تھا۔

دونوں اک دوسرے کو گہری نظروں میں لیے ہوئے تھے جیسے اک دوسرے کا ہر راز جان چکے ہوں۔

"صبح صبح کیوں ٹپک آئے تم آج؟"

عرشیہ کو حیرت تھی کہ ابھی تو صبح کی روشنی بھی پوری نہیں ہوئی، ایسے میں کیا وہ اپنی نیند چھوڑ آیا تھا؟ وہ تو سویا ہی نہ تھا۔

"میرا گھر ہے یہ۔ جب چاہوں آ جا سکتا ہوں"

وہ سخت لہجے میں بولتا لاؤنج کی طرف بڑھا اور صوفے پر بیٹھا ہی کہ وہ بھی اندر چلی آتی انیس کے سامنے رکھے صوفے کی بیک پر جارکتی کہنیاں ٹکا کر دلچسپی سے اسے دیکھنے لگی۔

"لڑنے آئے ہو؟"

وہ ٹیک چھوڑتی آکر صوفے پر بیٹھی تو انیس نے اسکی بے خوابی میں ڈوبی آنکھیں بغور دیکھیں۔

"نہیں۔لڑائی ختم کرنے"

وہ سنجیدہ تھا لیکن اسکی سنجیدگی بہت سنگین تھی جبکہ عرشیہ تو بھول ہی گئی اس نے کیا کہا، اسکی نظر تو انیس کے ہاتھ پر جارکی جسکی پشت پر لاتعداد سرخ نشان تھے، انگلیوں کی ٹپس میں خون جما ہوا تھا۔

"کیا کسی سے لڑے ہو تم؟ ٹپس ریڈ ہیں"

لاکھ اپنا ہاتھ چھپانے کے باوجود عرشیہ نے پھر بھی اسکے زخم دیکھ لیے، وہ اپنا ہاتھ مٹھی کی صورت کس کر چھپا گیا، عرشیہ کو اس درجہ رازداری پر غصہ چڑھا کہ یہ آدمی اتنا خود کو راز کیوں رکھتا ہے۔

"کچھ نہیں ہوا"

وہ اسکے مٹھی بھینچنے پر پریشان ہوئی۔

"کیا عجیب قسم کے انسان ہو۔ بتا دو، ہر چیز میں رازداری ضروری تو نہیں۔ ادھر دیکھاو دوا لگا دیتی ہوں۔ زخم مندمل ہو جائیں گے"

سامنے سے اٹھتی وہ اسکے ساتھ ہی تین نشستی کاوچ پر بیٹھی ہی کہ انیس اٹھ کھڑا ہوا جیسے اس لڑکی کا سایہ بھی اچھوت ہو، وہ منہ کھولے سر پر کھڑے انیس کو دیکھنے لگی۔

"کیا میں کرنٹ مارنے لگی تھی؟"

وہ برہم ہوئی کہ اسے انیس کا ایسے بدک کر اٹھنا ناگوار گزرا۔

"مار بھی سکتی ہو۔ جیسے کل اٹیٹیوڈ کی لہریں چھوڑ رہی تھی کہ مجھے ہاتھ بھی مت لگاو۔ اس لیے تم بھی مجھے ہاتھ نہیں لگا سکتی سنپل۔ مجھ میں بھی اٹیٹیوڈ کوٹ کوٹ کر بھرا ہے"

وہ اپنے کوٹ کی جیبوں میں ہاتھ غائب کرتا قدرے زچ کر دیتے انداز پر اترا تو عرشیہ بھی اپنی جگہ سے اٹھ کر ٹھیک انیس غانم علوی کے مد مقابل آئی۔

"او کے !فائن۔۔ تو بتاو کیا کہنا ہے؟ جس کے لیے صبح صبح اتنی تیاری کر کے ٹپکے ہو؟"

وہ سلگتی نگاہوں سے انیس کی شربتی آنکھوں میں آنکھیں گاڑتے بولی، لہجہ نپا تلا ہی تھا۔

"تمہیں آج آزاد کر رہا ہوں میں۔ واپس چلی جانا۔ کر منل نہیں ہو تم۔ میں نے خود تحقیق کی ہے۔ وولف سے رابطہ نہیں ہو رہا۔ اسے بتادوں گا۔ یہاں سے جانے کے بعد اگر تم میرے سامنے آئی۔۔"

اس سے پہلے انیس بات پوری کرتا وہ بول پڑی۔

"نہیں آوں گی سامنے۔ تم جیسی جلیبی سے شادی کر کے مرنے کا کوئی ارمان نہیں۔ جانے کے لیے بہت

ایکسائٹڈ ہوں۔"

وہ بظاہر خوش تھی پر انیس کو اسکی آنکھوں میں خالی پن دیکھائی دیا، ایسا خالی پن جو خلاوں میں ہوا کرتا ہے۔

"میں مزاق نہیں کر رہا خاتون! اگر تم یہاں سے جانے کے بعد میرے سامنے آئی تو اگلے چند منٹس میں تم میری بیوی بن جاو گی۔"

وہ اسے ڈرا رہا تھا کہ یہاں سے جا کر بھی اسے چھپ کر رہنا پڑے گا، سانس بھی محتاط ہو کر بھرنی پڑے گی، اور ڈرتی تھی عرشیہ المیر کی بلا۔

"نہیں آوں گی کہہ دیاناں۔ تم سے شادی ٹالنے کو مجھے پلاسٹک سرجری بھی کروانی پڑی تو کروالوں گی۔ برقعہ پہن کر گھر سے باہر نکلنا پڑا وہ بھی کروں گی اور ضرورت پڑی تو کسی گیٹ آپ آرٹس کو ہائیر کرلوں گی جو میری شکل بدل دیا کرے گا"

وہ سینے پر ہاتھ لپیٹ کر سیدھا سیدھا انیس غانم کو چیلنج کر رہی تھی۔

"Then Good Luck for your future"

انیس نے اسکے جلتے دل پر اور آگ بھڑکائی، عرشیہ کی آنکھوں میں تیرتی مسکراہٹ یکدم غائب ہوئی۔

"آخری بار چھونے دو مجھے خود کو۔ ہاتھ دیکھاو اپنا۔ اب جب میں کرمنل نہیں تو مرہم لگا لینے دو۔ تمہیں جو گہرا زخم دیا تھا اسکا گلٹ میرے اندر اب تک ہے۔ شاید اس مرہم لگانے پر وہ گلٹ کچھ کم ہو جائے"

وہ یکدم دوستانہ ہوئی جیسے ان کے بیچ کوئی تلخی نہ آئی ہو، وہ دشمن نہ ہوں، وہ اس بری طرح سے نہ ملے ہوں، انیس نے سر نفی میں ہلاتے بے دردی سے اسکی یہ نرم و مہربان پیشکش رد کی۔

"مجھے نہیں چھونے دینا تمہیں خود کو۔ یہ میرے وقار کے خلاف ہے۔"

وہ اپنے موقف پر پہاڑ سا ڈٹا تھا، عرشیہ آگے آئی اور زبردستی اسکا ہاتھ کوٹ کی جیب سے پکڑ کر نکالا تو انیس حیران رہ گیا، اس نے عرشیہ المیر سے ایسی بے تکلفی امید جو نہ کی تھی۔

نہ صرف وہ اسکا ہاتھ پکڑ چکی تھی بلکہ اسے دھکیل کر صوفے پر بھی بٹھا گئی۔

"کیا بیہودگی ہے یہ؟"

وہ تلملا کر غرایا جبکہ وہ کچن کی طرف گئی جہاں شیلف کے پاس اس نے کھروچوں اور ایسے زخموں والی آئٹمنٹ دیکھی تھی، عرشیہ وہی اٹھا کر لائی اور انیس کے ساتھ ہی بیٹھی۔

"بیہودگی نہیں ہے۔بس دوالگا رہی ہوں۔کیا ہوا ہے ہاتھ کو۔یہ خون خرابے والے کام کیوں چنے ہیں تم نے؟جب تمہیں پتا ہے تمہارا جسم شدتیں نہیں سہہ سکتا"

اتنا تو وہ بھی سمجھ گئی تھی اس ہاتھ سے کسی چیز یا انسان پر تشدد ہوا ہے تبھی وہ آئٹمنٹ کا کیپ کھول کر وہ مرہم اسکے ہاتھ کی پشت پر بنے نیلوں اور جمے خون والی ریڈنس پر لگاتے اسکی طرف دیکھتے پوچھنے لگی جو کسی درد دینے والے کو یوں مرہم دیتا پہلی بار دیکھ رہا تھا۔

"تمہیں اپنے کڈنیپر کے زخم پر دوا لگاتے کچھ ہو نہیں رہا؟"

وہ حیران تھا کہ یہ شیرنی یکدم اتنی مہربان کیوں ہو گئی، وہ دلخراش سا مسکرائی، اچھے سے دوا کو اپلائے کرتے انیس کے ہاتھ پر اپنی انگلی کی پور کے لاتعداد لمس بکھیرے۔

"تم میرے کڈنیپر نہیں ہو۔ وولف تھا۔ ویسے مجھے جاننا ہے کہ مجھے کون مروانا چاہتا تھا۔ یہ پتا کر کے مجھے ضرور بتانا۔ عصر کے ہاتھ یہ خبر پہنچا دینا۔"

وہ اسکے ہاتھ کے زخموں اور خراشوں کو دوا سے ڈھکے، آئٹمنٹ کو میز کی سطح پر رکھے واپس انیس کو دیکھنے لگی جو اسی کو دیکھ رہا تھا، بہت گہری نظروں سے۔

"تھوڑا عجیب ہے لیکن تم مجھے یاد آو گے۔ کیوٹ ترین کرمنل کا ایوارڈ ہوتا تو میں تمہیں دلواتی۔ ویسے تم نے مجھے اپنا نام کیوں نہیں بتایا؟"

وہ اپنا ہاتھ اسکے ہاتھ سے چھڑوا تو گیا پر عرشیہ کے سوال سے اپنا دامن بچا نہیں سکتا تھا، وہ اسے گھیر چکی تھی۔

"تاکہ یہاں سے جانے کے بعد تم میرے نام کا ورد شروع کرے مجھے جگہ جگہ ڈھونڈنے نہ لگ جاو خاتون"

وہ اس وقت بلکل غیر سنجیدہ تھا، لیکن وہ اس طنز پر مسکرا نہ سکی، اس لڑکی کو لگ رہا تھا واقعی ایسا ہو سکتا ہے۔

"تمہیں کیا لگتا ہے نام کے بنا ورد ممکن نہیں؟"

وہ جواباً جس طرح مسکرا کر بولی، انیس کتنی دیر پلکیں نہ جھپک سکا، وہ بلکل سٹل ہوا جیسے نہ سانس لے رہا ہو نہ اسکے کولڈ سینے میں کوئی حرکت بچی ہو، حرکتِ قلب تو یہ لڑکی اک مسکراہٹ سے متاثر کر چکی تھی۔

"مطلب ورد کرنے کا ارادہ ہے؟"

وہ اپنی کیفیت مہارت سے چھپائے اچنبھے کے سنگ دریافت کرنے کے بیچ اپنی آنکھوں کو عرشیہ کی آنکھوں سے انچ بھی نہ سرکا سکا۔

"کیا پتا کر لوں۔ لیکن ردِ بلا کا ورد۔ سمجھا کرو۔ یہ گردان کہ خدا مجھے تمہارے سامنے سے بچائے"

وہ اتنی پُر کشش تو تھی ہی کہ اگر انیس اسکی آنکھوں کو دیکھنے سے فرصت پاتا تو اس لڑکی کے خوبصورت ہونٹوں کی مسکراہٹ اسے اپنی جانب مائل کر دیتی لیکن وہ منفرد آدمی تھا، اسے عرشیہ کی حاضر جوابی مات دیتی نظر آرہی تھی۔

"میں سمجھا تو نہیں پر گڈ فار یو"

وہ رکھائی سے اسے شاباش دیے نظریں پھیر کر توجہ بھی عرشیہ سے ہٹا گیا، کتنی سہولت تھی اسے یوں نظریں اور توجہ سمیٹ لینے میں، جبکہ وہ توجہ سے اسے دیکھ رہی تھی، بہت گہری نظریں تھیں عرشیہ المیر کی، جس سے وہ کچھ دیر نادیدہ انداز میں مقابلہ کرنے کے بعد جب اٹھ کھڑا ہوا تو عرشیہ بھی اٹھ کر اسکے روبرو آئی۔

"اتنے ناسمجھ لگتے تو نہیں ہو مسٹر سڑو۔ بائے داوے رات بارش ہوئی تھی۔ میں نے سب پھیلے کپڑے تاروں سے اتار کر اندر رکھ دیے تھے۔ شاباش دو مجھے، اٹھ کر پانی تک نہ پینے والی لڑکی نے کتنا بڑا کام کیا ہے"

وہ سینے پر ہاتھ لپیٹے مسکراتی ہوئی اپنے کارنامے پر غرور کے سنگ بولی جس پر وہ تھوڑا حیران ہوا، عرشیہ کا آج لہجہ کچھ الگ جو تھا۔

"تم سوئی نہیں رات؟"

انیس نے اسکی آنکھوں کے اطراف غیر معمولی سوجن تو آتے ہی بھانپ لی تھی پر وہ پوچھے بنا نہ رہ سکا کیونکہ بارش لگ بھگ تین بجے کے قریب ہوئی تھی، اور اس لمحے عرشیہ جاگ رہی تھی۔

وہ بھلے سادہ سا سوال تھا پر عرشیہ کو اتنی خوشی کبھی کسی کے سوال نے اس سے پہلے نہ دی تھی۔

"یہ پتا ہوتا کہ تم مجھے آج آزاد کر دو گے تو سو جاتی۔"

وہ بھی جیسے یکدم رنجیدہ ہوئی، انیس سمجھ نہ پا رہا تھا کہ جو بھاگنے کو تیار تھی اب آزادی پر اسکے چہرے کے کسی کونے پر بھی اطمینان و سکون نظر نہ آ رہا تھا۔

"سمجھا نہیں میں۔ تم تو بھاگ رہی تھی۔ یہاں سے جانا چاہ رہی تھی۔ ایک دن میں ایسا کیا بدل گیا کہ تمہیں جانے پر افسوس ہو رہا ہے۔ کیا گری تو نہیں ہو؟ شاید سر پر گہری چوٹ لگ گئی ہو؟"

وہ اسکی کیفیت سمجھنے سے قاصر الجھ کر بولا تھا جبکہ عرشیہ کو اپنی سمجھ خود نہ تھی، اس بے نام انسان کو کیا ہی بتا پاتی۔

"بدلنے کے لیے لمحہ بھی کافی ہوتا ہے۔ ابھی سمجھ نہیں آ رہی کہ کیا بدلا ہے لیکن شاید جلد معلوم ہو جائے۔ پر جب مجھے سمجھ آئے گی، تب تمہیں بتا نہیں سکوں گی اسکا افسوس ہے"

وہ اپنی الجھن سے انیس کے دماغ کی ڈوریں بھی الجھا رہی تھی، وہ متذبذب ہوا کہ وہ کہنا کیا چاہتی ہے، حالانکہ وہ اتنا نا سمجھ تو نہ تھا۔

"وہ بدلاو تم سمجھ جاو گی یہی کافی ہے۔ مجھے جاننے میں کوئی دلچسپی نہیں۔"

وہ سدا کا بے مروت شخص تھا، اسکا عرشیہ کی اس حالت سے کوئی لینا دینا تک نہ تھا حالانکہ وہ اثر انداز ہوا تھا، عرشیہ المیر کو کسی ان دیکھی ڈور سے باندھ کر بھیج رہا تھا پھر بھی معصوم تھا، ستم کہ وہ خود بھی تسلیم کر رہی تھی کہ وہ بے قصور آدمی ہے۔

"ہاں۔ یہ تو میں نے سوچا ہی نہیں۔ تمہیں بھلا کیوں بتاوں گی۔ تم سے تو کوئی ایسا تعلق نہیں۔"

وہ نظریں جھکا کر بولی مگر اسکا لہجہ تھوڑا مرجھایا تھا جسکی جانب انیس غانم علوی ہرگز توجہ دینا نہیں چاہتا تھا۔

"ناشتہ کر لو، پھر تم فری ہو۔ جا سکتی ہو۔ عصر تمہیں تمہارے مینشن کے آس پاس ڈراپ کر دے گا"

نیند تو عصر کی بھی پوری ہو گئی جب وہ باہر آیا تو انیس کو کہتے سنا، اس لڑکی کی طرح وہ بھی اداس ہوا تھا، عرشیہ نے کوئی جواب نہ دیا بس انیس کو دیکھنے لگی۔

"کیا یہ جا رہی ہیں سر؟"

عصر کی پکار پر وہ دونوں بیک وقت گردن پھیرے عصر کو دیکھنے لگے، عرشیہ نے دوبارہ انیس کی طرف دیکھا۔

"ہاں میں جا رہی ہوں۔ یہ کہہ رہا ہے اس نے تحقیق کر لی اور میں کسی قسم کے جرم میں ملوث نہیں نکلی۔ یہ مجھے آزاد کر رہا ہے عصر زمان۔ کل ہی اس قید کی تعریف کی تھی تمہارے سامنے، لگ گئی نظر"

عصر کو دکھ ہوا کیونکہ اس لڑکی نے کل اپنا دل کھولا تھا، وہ ابھی عرشیہ کو انیس کے بارے بہت کچھ بتانے والا تھا پر یہ تو مہلت ہی ختم کر دی گئی، وہ خود نہیں جانا چاہتی یہ عصر جانتا تھا جبکہ انیس سمجھ نہ پایا یہ میلے کے بچھڑے بہن بھائی اتنے ماتمی منہ کیوں بنائے کھڑے ہیں۔

وہ اس بار سچ میں ان دو کی اداسی پر جھنجھلا کر رہ گیا۔

"قید کی تعریف؟"

وہ دونوں سے سوالیہ انداز میں مخاطب تھا پر دونوں ہی چپ تھے۔

"عصر جا کر ناشتہ بناو اسکے لیے۔۔۔۔ تم بتاو قید کی کیا تعریف کی تم نے؟ میں سمجھ نہیں پایا"

عرشیہ سے جواب کا منتظر ہوا وہ عصر کو بیچ میں وہاں سے بھیجتا زرا دوبارہ متوجہ ہوا جو اسے کچھ بھی سمجھانے کے موڈ میں نہ تھی۔

"برے لفظوں میں کی تعریف، زیادہ خوش ہونے کی ضرورت نہیں"

وہ فورا منہ بسور گئی جبکہ انیس نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا کہ اسکی امید پوری ہوئی۔

"میں ناشتہ بناتا ہوں"

عصر بھی کچن کی طرف بڑھنے لگا جب عرشیہ نے اسے منع کرتے روکا۔

"مجھے ناشتہ نہیں کرنا۔ بس یہاں سے جانا چاہتی ہوں۔ عصر زحمت مت کرو۔ مجھے ڈراپ کر دو۔ میں کوٹ لے آوں"

وہ پلٹ کر عصر کو منع کر گئی جو کچن میں جانے کے بجائے انیس کی طرف آکر رکا جس نے اسے کوٹ کی جیب سے گاڑی کی چابی نکال کر دی مگر دیکھ وہ عرشیہ کو رہا تھا، وہ کمرے کی جانب گئی تو عصر نے انیس کو دیکھا جسکی نظریں عرشیہ کا تعاقب کرتیں پیچھے ہی سرکی تھیں۔

"تم بتاو۔ یہ کیا کہہ رہی ہے؟ عجیب باتیں کیوں کر رہی ہے عصر؟"

وہ الجھ کر عصر سے پوچھنے لگا جسکے لبوں پر اک سرد مسکراہٹ بکھری تھی۔

"اسے قید اور ٹارچر کے نام پر کچھ اور دے دیا آپ نے، شاید کوئی مخفی سی امید یا پھر لاحاصل انتظار"

عصر کی بات غیر واضح تھی اور انیس اس وقت ساری رات کا جاگا یہ فلسفانہ باتیں سمجھنے سے ہر ممکنہ قاصر تھا۔

"کیا بکواس کر رہے ہو عصر زمان۔ تمہارا بھی میٹر گھوم گیا کیا؟! اتنا دکھ ہے بہن کے جانے پر تو اسکے ساتھ ہی شفٹ ہو جانا"

انیس نے سخت درشتی سے عصر کو ان فضول باتوں سے روکا پر عصر کی دل جلاتی مسکراہٹ جوں کی توں تھی۔

"سر کیا آپکو واقعی کچھ نہیں پتا؟"

عصر حیران تھا کہ اتنا احساس رکھتا انیس غانم، اس لڑکی کی آنکھوں میں پھیلی اداسی نہیں دیکھ پا رہا۔

"کیا نہیں پتا؟ کچھ بکو گے یا پہلیاں ہی پوچھتے رہو گے؟"

انیس نے سخت غصے سے اسے جھاڑا تو عصر کچھ لمحے بس انیس کو ہی دیکھتا رہا جس پر انیس کو اضطراب گھیرنے لگا۔

"کچھ نہیں۔ جب آپ کے پاس ہی وہ آنکھیں نہیں جو کسی کی بے بسی پرکھ سکیں تو میں بھی اپنی بصارت کا بے جا استعمال نہیں کروں گا۔"

عصر نے مودب ہوتے نظریں جھکا لیں، انیس میں سٹیمنا نہیں تھا کہ اب عصر سے مزید کچھ پوچھتا۔

"ہو گیا تمہارا؟ اب جاو۔ آتی ہے وہ۔۔۔ اسے ڈراپ کر دینا جہاں کہے"

عصر کو دکھ ہوا پر اس نے عیاں نہ کیا، وہ انیس کے حکم کی تعمیل میں پہلے ہی باہر نکل گیا، عرشیہ بھی اپنا کوٹ لیے باہر آئی تو انیس اب تک وہیں الجھا کھڑا تھا۔

"میں جیم جاوں گی۔ وہی میرا گھر ہے۔ عصر کو کہوں گی وہیں ڈراپ کرے"

وہ اس گھر کو محبت سے نظریں گمائے دیکھنے لگی جس سے اسے عجیب سی انسیت ہو گئی تھی، انیس نے کوئی خاص تاثر عیاں نہ کیا، بس وہ اسکی جانب پلٹ کر کھڑا ہوا۔

"رئیس ملانی کی وجہ سے؟"

وہ نظریں واپس انیس پر روک گئی جو یہ سوال کچھ فکر میں ڈوبے کر رہا تھا۔

"ڈرتی نہیں ہوں اس سے بس گندے لوگوں کے ارد گرد سانس نہیں لے سکتی۔"

وہ نرمی سے مسکرائی پر جتا یہ رہی تھی کہ وہ یہ دو تین دن بہت اچھے لوگوں کے بیچ رہی ہے، حالانکہ وہ کتنا روئی تھی، کچھ یاد نہ تھا، شاید اس دو سال کے حوصلے کے بعد یوں اتنا رونا اس لڑکی کی دوا بنا تھا تبھی تو اسکا دل جانے پر آمادہ نہ ہو رہا تھا۔

"تمہارا کوئی ایسا قریبی نہیں جو رئیس ملانی کی درگت بنا سکے؟ اسکی چمڑی ادھیڑ سکے؟"

وہ خفیف سا سرد لہجہ اختیار کر گیا، خبیث لوگوں کا انجام اسکے بقول جلدی ہونا ہی گندگی کے خاتمے کی پہلی کڑی ہوتا ہے، وہ افسردہ سا مسکرائی اور اس نے انیس غانم کی شربتی آنکھوں کو یوں سرشاری سے دیکھا جیسے یہ چمکتی آنکھیں تاعمر کے لیے اپنے حافظے میں قید کر رہی ہو، جیسے اسے واقعی یقین ہو کہ وہ انھیں دوبارہ کبھی نہیں دیکھ سکے گی۔۔

"میں نے اپنی زندگی میں ایسا مخلص کسی کو نہیں پایا۔ تبھی اپنی محافظ خود بننے کی کوشش کروں گی یہاں سے جا کر"

وہ خود کے لیے پُر یقین تھی، اسے عرشیہ کو یوں مضبوط دیکھ کر عجیب سا اطمینان ملا کہ لڑکیوں کو ایسا ہی بہادر اور انڈیپینڈٹ ہونا چاہیے، انھیں اپنے بچاو کے لیے کسی کی طرف دیکھنے کی ضرورت نہ ہو۔

"اچھا ہے۔ گڈ لک۔۔ آو تمہیں باہر تک سی آف کر دوں"

وہ سر ہلاتا آگے بڑھ گیا تو عرشیہ نے ٹھنڈی سانس بھرتے آخری بار اس سڑو کی پشت گھوری، کتنی جلدی تھی اسے عرشیہ المیر سے جان چھڑوانے کی، پر اس لڑکی کو نہیں تھی، وہ تو یہاں سے اس فارم ہاوس کے دروازے تک ہر قدم رک رک کر اٹھانا چاہتی تھی تا کہ اسے بہت سا وقت لگ جائے یہ دہلیز پار کرتے ہوئے۔

"ی۔۔یہ کیا ہو رہا ہے میرے ساتھ۔میرا دل کیوں گھٹ رہا ہے۔ج۔جیسے یہ جگہ وہ ہے جہاں سے میری مٹی اٹھائی گئی تھی۔۔۔نہیں جانا مجھے کیونکہ میں یہاں دوبارہ نہیں آسکوں گی۔"

وہ بظاہر تو اسکے پیچھے چلتی باہر آئی تھی پر عرشیہ کے اندر کا شور اسکے پورے وجود کو اضطراب میں لپیٹے ہوئے چیخ رہا تھا۔

انیس نے اسے ارد گرد نظریں گمانے میں محو دیکھتے اسکے پکڑے کوٹ کی جیب میں کچھ ڈالا تھا، اتنے آرام سے کہ عرشیہ کو بلکل بھی احساس نہ ہوا، کوئی چھوٹی سی چیز تھی وہ جو عرشیہ کے ہاتھ میں پکڑے کوٹ کی جیب میں ڈالے وہ اپنا ہاتھ فورا پیچھے کھینچ گیا، عرشیہ کو احساس ہوا جیسے انیس کا ہاتھ اسکے ہاتھ سے مس ہوا پر وہ جانتا تھا اسکی توجہ کیسے ہٹانی ہے۔

"سامنے مت آنا میرے۔ورنہ پوری زندگی پچھتاو گی۔"

وہ اسکی دھمکی سنے اپنا سوال پوچھنا بھول گئی، بس اس کو انیس کا انداز نظر آیا۔ وہ مسکرائی پھر سے نظریں ارد گرد دوڑانے لگی۔

پول میں جھانک کر مسکرا رہی تھی جس میں اسے ابھی اترنا تھا، ابھی تو وہ اس گھر کی خوشبو محسوس کرنا شروع ہوئی تھی، ابھی تو ان منظروں نے اسکی جلی ہوئی آنکھوں کو سکون دینا شروع کیا تھا، کیا عرشیہ المیر کا سکون اتنا ہی مختصر تھا؟ وہ اس لمحے خود سے یہی خاموشی کی زبان میں پوچھ رہی تھی۔

"نہیں آوں گی پکا۔ نام نہیں بتا رہے پھر تم مجھے؟"

وہ رک کر جیسے شدید تاسف سے بولی، وہ ایسے نام چھپا رہا تھا جیسے خدشہ ہو کہ یہ لڑکی نہ چرا لے۔

"ہر گز نہیں۔ میرا نام تمہارے علم میں آنے والی چیزوں میں شامل نہیں"

وہ اب تک انکاری تھا، اسے اپنے بارے کچھ بھی عرشیہ کو بتانے میں کوئی دلچسپی نہ تھی۔

"پہلی بار سنا ہے کوئی کسی کو اپنا نام جاننے کی حسرت میں مبتلا کر رہا ہے"

وہ پھر سے نہ کہہ سکی بس انیس کی آنکھوں میں پھیلے سکوت کو بنا پلکیں چھپکائے دیکھتی رہی، پھر خود کو یقین دلایا کہ اسکے جانے سے کسی کو کوئی فرق نہیں پڑے گا، وہ یہاں سے اپنی اسی پرانی پھیکی اور بدمزہ زندگی میں لوٹے گی اور یہ شخص کل یہاں کسی اور کو لا کر وہ سب اسکے ساتھ کر رہا ہو گا جو عرشیہ کے ساتھ کر گیا تھا، بے دھیانی اور نادانی میں۔

"دھیان سے رہنا جا کر"

ابھی اس لڑکی نے اپنا دل اور دماغ مضبوط کیا ہی تھا جب انیس نے اسے نرم سی تاکید کی، وہ واپس گردن پھیرے انیس کو دیکھنے لگی، وہ پھر سے خود کو خوش فہم بنانے لگی کہ شاید اس شخص کو وہ تھوڑی سی سہی پر یاد آئے گی۔

"ایسے کونسا کر منل رخصت کرتا ہے؟ یوں لگ رہا ہے جیسے میں اپنی ماں سے بچھڑ رہی ہوں۔ بس تمہارا مجھے فارہیڈ کس کرنا باقی ہے"

اتنی ساری دھمکیاں دینے کے بعد اس سڑو نے جب خیال سے رہنے کی تاکید کی تو عرشیہ کا جذباتی

میلو ڈرامہ شروع ہوا، وہ اسے جو ابا گھورا جو اسے اپنی ماں ہی بنا چکی تھی، ڈرامہ کوئین!۔ پر کون جانتا تھا وہ لڑکی سچ میں اسکے طلسمی اثر کا شکار ہو گئی تھی، اف۔

اس کولڈ اور بے حس آدمی پر اٹک گئی تھی۔

"آگے دیکھو۔ کسی درخت سے نہ ٹکرا جانا۔ میں نے تمہیں زندہ چھوڑ دیا ہے۔ مجھ پر تمہاری کوئی تکلیف قرض نہیں رہی"

وہ خود کو بری الذمہ کر چکا تھا کہ اب انکے راستے یکسر الگ ہیں، کسی کی منزل کا راستہ اک دوجے کے آس پاس سے بھی نہیں گزرتا۔

"پر مجھ پر تو ہے سڑو۔ تمہیں سخت درد دیا۔ کیسے راتوں کو سو سکوں گی۔ میں عرشیہ المیر جو دنیا کے لیے بیڈ گرل بنی ہوئی تھی، تم نہیں جانتے دل میرا بچوں سا ہے"

وہ کسی طرح یہیں اس جگہ رہنا اور بسنا چاہتی تھی، ان دو تین دنوں میں ہی اسے اس جگہ کی ایسی عادت ہوئی کہ یہاں سے جانا مشکل لگ رہا تھا، لیکن بات جگہ کی نہ تھی، بات تو انیس غانم علوی کی تھی۔

"کیا چاہتی ہو خاتون؟"

آخر وہ تنگ آتا اسکی نظروں کی حدت سے پریشان ہوتا پوچھ ہی بیٹھا۔

"بس اتنا کہ کوئی دوبارہ کڈنیپ کر لے مجھے"

وہ روہانسی ہوئی تھی پر خدا گواہ تھا چاہ کر بھی یہ لفظ اسکی زبان تک نہ آسکے۔

"کچھ نہیں چاہتی۔ گڈ بائے"

وہ اپنی آنکھوں میں کرچیاں دباتی ہوئی وہاں سے گاڑی کی طرف بڑھی تو ساتھ ہی کھڑے عصر نے کار ڈور کھولے عرشیہ کے بیٹھنے کے لیے فرنٹ پیسنجر سیٹ ڈور اوپن کیا، عرشیہ کے سوار ہوتے ہی وہ بھی دوسری طرف آئے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالے بیٹھا ہی کہ انیس وہیں سے پلٹ کر فارم ہاوس کی بلڈنگ کی جانب چلا گیا، عصر نے اک نظر عرشیہ پر ڈالی جو ونڈو سائیڈ چہرہ کرے اپنے بے قابو آنسو کو پونچھ گئی تھی۔

"آپ ٹھیک ہیں میم؟"

وہ نرمی سے پکارا تو عرشیہ نے مسکرا کر عصر کو دیکھا۔

"ایک دم ٹھیک۔ خوش ہوں کہ یہاں سے جا رہی ہوں"

وہ بظاہر تو خوشی سے مسکرائی لیکن اسکی مسکراہٹ عصر کو ہرگز بھی سچی نہ لگی۔

"ہمیشہ خوش رہیے گا۔ کہاں ڈراپ کروں آپکو؟"

وہ نرمی سے مسکرایا۔

"The Fire Lady"

وہ اسکو اپنے جیم کا نام بتاتی سر پیچھے کو ٹیک گئی، کوٹ وہ لے کر آئی تھی پر گھٹن ہونے کی وجہ سے پہن نہ سکی، انیس نے عصر کے آنے تک اپنا کچھ کام کرنا تھا، ایک گھنٹے کی ڈرائیو پر وہ لوگ جیم کی بلڈنگ کی پارکنگ میں پہنچ چکے تھے، دھوپ کی ہلکی ہلکی کرنیں بکھر چکی تھیں۔

" تھینکیو عصر۔ تمہارا ہر چیز کے لیے شکریہ۔ کبھی کسی چیز کی ضرورت ہو تو بلا جھجھک مجھے کہہ دینا۔ میں زیادہ تر یہیں پائی جاتی ہوں۔"

وہ جانے کی ہمت بنا چکی تھی، اتنی دور آگئی تھی تو اب ظاہر ہے اسے جانا تھا، عصر نے سیٹ بلیڈ کھولا اور باہر نکل کر عرشیہ کی جانب آیا اور کار ڈور کھولے عرشیہ کو باہر نکلنے میں مدد دیتے ہاتھ بڑھایا جسے تھامے وہ باہر نکلی

تبھی ہاتھ میں پکڑے کوٹ کی جیب میں رکھی وہ چابی نیچے گری، عصر اور عرشیہ دونوں نے بیک وقت نیچے دیکھا۔

"یہ کیا ہے؟"

وہ جھک کر فوراسے وہ چابی اٹھاتی، اٹھ کر عصر کی طرف دیکھتے بولی جو اچھے سے اس چابی کو پہچانتا تھا تبھی تو اسکی آنکھیں پھیل کر رہ گئیں۔

"چابی ہے میم"

عصر نے اسی حیرانگی میں جواب دیا تو عرشیہ مسکرائی۔

"بدھو! وہ تو مجھے بھی پتا ہے پر کس چیز کی چابی ہے۔ یہ اس کوٹ کی جیب میں تھی۔ یہ میں نے تو نہیں رکھی۔ یہ اڑ کر تو نہیں آئی ہو گی۔ تم پہچانتے ہو اسے؟"

وہ پریشان تھی کہ یہ کس چیز کی چابی ہے جبکہ عصر جان چکا تھا لیکن شاید عرشیہ کو بتا دیتا تو وہ انیس کے سامنے دوبارہ کبھی نہ جاتی۔

"میں نہیں پہچانتا میم۔ سنبھال لیں۔ شاید کبھی کام آ جائے"

عصر نے نظریں سی چرائیں تو عرشیہ نے نا سمجھی سے ہی سہی اس چابی کو مٹھی میں دباتے عصر کی جانب دیکھا۔

"ٹھیک ہے۔ سنبھال لیتی ہوں لیکن یہ بہت عجیب چیز ہے۔ خیر اب تم جا سکتے ہو۔ اپنا اور اسکا خیال رکھنا"

وہ یہ ملاقات ختم کرتی اجازت طلب ہوئی تو عصر کا جیسے دل بیٹھنے سا لگا، وہ اسے کچھ کہنے سے خود کو بڑی مشکل سے روکے ہوئے تھا، اس چابی کے بارے لیکن یہ امانت میں خیانت تھی تبھی نہ بتا سکا۔

"آپ بھی اپنا خیال رکھیے گا۔ میں ملتا رہوں گا آپ سے میم۔ میں اس بہن کو کھونا نہیں چاہتا۔ کبھی بھی اس بھائی کی ضرورت ہو تو ایک آواز دیجئے گا۔ آ جاوں گا۔ نمبر دے دیتا ہوں آپکو اپنا"

وہ کارڈ ور کھولے ڈیش بورڈ کی جانب رکھی نوٹ بک پر اندر ہی بیٹھے اپنا نمبر لکھتا ہوا باہر نکلا اور وہ چٹ عرشیہ کی جانب بڑھائی جس نے مسکراتے ہوئے وہ پیپر لیا، اسے بہت خوشی ہوئی۔

"تھینکیو سو مچ عصر۔ اسکی بہت ضرورت تھی مجھے۔ کوئی دوست نہیں ہے میرا، تم سے بات کر کے اچھا لگا اب تک تو یقینا آگے بھی لگے گا۔ اب جاو۔"

وہ مزید نہ رک سکی اور اجازت طلب ہوتی جیم کی بلڈنگ کی طرف بڑھی لیکن اسکے جاتے ہی عصر کی آنکھوں میں دھواں سا بھرا، فورا سے پہلے اپنے کوٹ کی اندرونی جیب سے فون نکالے انیس کو کال ملائی تھی جو فارم ہاوس

کے مین انٹرنس ڈور کو لاک کر کے باہر پول کے پاس کھڑا ہوا عصر کا منتظر تھا کہ وہ واپس آئے تو وہ بھی نکلے پر عصر کی آتی کال پر انیس کچھ فکر مند ہوا۔

فوری کال ریسیو کرتے فون کان سے لگایا۔

"چابی آپ نے ڈالی؟ انکے کوٹ کی جیب میں؟"

انیس اسکے سوال پر بے تاثر ہی رہا، وہ شاید عصر کو یہ جواب دینے میں دلچسپی نہیں رکھتا تھا۔

"تمہیں اپنے کام سے کام رکھنے کی ضرورت ہے عصر زمان"

وہ صاف صاف غصہ نظر آیا، عصر نے گہری سانس بھری۔

"یہ بھی میرے جاننے والا معاملہ ہے۔ اسکی کیا وجہ تھی سر؟ سب سمجھ آرہا ہے آپکو یعنی؟ پھر یہ لاتعلقی اور ناسمجھی کیوں؟"

عصر ہی وہ واحد شخص تھا جو انیس غانم سے ہر قسم کا سوال پوچھنے کا حق رکھتا تھا، انیس اسے بھلے ڈانٹ دیتا یا چپ کروا دیتا لیکن کبھی اس نے عصر کو دیے حق، واپس لینے کی بات غصے میں بھی نہ کی تھی۔

"تمہیں ان چیزوں کو کریدنا نہیں چاہیے جن پر ابھی پردہ پڑا رہنا ہی بہتر ہے عصر۔ جلدی آؤ اور پک کرو مجھے۔ میٹنگ ہے انٹرنیشنل کلائنٹس سے۔ دیر نہیں چاہتا میں۔"

وہ عصر کو جواب دے چکا تھا جسکی وجہ سے عصر کے اندر کی بے چینیوں کو کچھ سکون مل گیا، وہ مسکرایا، عصر کی مسکراہٹ میں خوشی ہلکورے رہی تھی۔

"میں ایک گھنٹے تک پہنچ جاوں گا۔ ابھی ڈراپ کیا ہے انھیں دی فائیر لیڈی نام کا جیم ہے انکا۔ بس نکلنے لگا ہوں۔"

عصر نے جان بوجھ کر یہ معلومات فراہم کیں اور انیس کے اوکے کہتے ہی کال کاٹنے پر عصر نے مسکرا کر سکرین کو دیکھتے دوسری سرشار نظر اس خوبصورت عمارت پر ڈالی۔

"محبت کی اک خوبصورت کہانی جنم لے رہی ہے اور اسکا پہلا پڑاو وہ چابی ہی ہے"

عصر نے مسکراتے ہوئے خود کلامی کی اور واپس گاڑی میں سوار ہوا اور دیکھتے ہی دیکھتے اس نے گاڑی، جیم کے پارکنگ سے نکال لی، عرشیہ سیدھا اپنے آفس ہی پہنچی تھی، اسکے آنے پر اسکا سٹاف بھی خوش ہوا کیونکہ کچھ دیر پہلے ہی اسکے کڈنیپ کی خبر سوشل ہوئی تھی، نیوز چینل نے نا صرف نشر کر دی بلکہ آج کے نیوز پیپر میں بھی آنے والی تھی۔

"میم۔۔ آپ کڈنیپ ہوئی تھیں۔ کچھ دیر پہلے ہی یہ نیوز آئی ہے۔ اللہ کا شکر ہے آپ ٹھیک ہیں"

عرشیہ نے وہ چابی لاکر میں رکھ کر سیو بند کیا جبکہ سونم نے اجازت لیتے اندر آتے ہی جب یہ خبر دی تو عرشیہ چلتی ہوئی سونم تک پہنچی۔

"یہ نیوز کس چینل نے دی، کس نیوز پیپر میں آئی۔ ہر ڈیٹیل اور سورس نکالیں مس سونم۔ میں تب تک گھر سے ہو کر آتی ہوں۔ کسی بھی برینڈ یا ریلیٹو کی کال کافی الحال جواب دینے کی ضرورت نہیں"

وہ سونم کو سرسری سے انداز میں جواب دیتی ساتھ ہی آفس سے نکلی تو سونم بس سر ہی ہلاتی رہ گئی جبکہ نظر اسکی عرشیہ کے لاکر پر تھی لیکن بدقسمتی سے وہ صرف عرشیہ کے فنگر پرنٹ سے کھل سکتا تھا تبھی اسکے اندر عرشیہ نے کیا رکھا یہ سونم نہیں جان سکتی تھی جبکہ اور کسی کو بتائے نہ بتائے، وہ موساب اعوان کو اسکی اطلاع ضرور دے چکی تھی کہ عرشیہ المیر واپس آگئی ہے۔

.._____..

صبح کے گیارہ بج چکے تھے، زہرا صاحبہ اور انکی فیملی نے دونوں کو بلکل بھی تنگ نہ کیا بلکہ دونوں کو سونے دیا تا کہ طبعیت دونوں کی بحال ہو سکے، لیکن وہ کب سے جاگی ہوئی تھی، سر اور آنکھوں میں ہوتے بے چین کر دیتے درد کے سبب اسکی آنکھ فجر کے وقت ہی کھل گئی تھی پر مہویر نے نیند پوری لی، وہ اب بھی سو رہا تھا، منائم نے اسکے سر پر بندھی پٹی اتار کر اسکے ماتھے کے زخم پر بس بینڈ تیج لگایا تھا، وہ اسکے جبڑے کے سرخ نشان اور ماتھے کے نیل کے لیے بھی فکر مند تھی، اسے سب بھول جانے پر افسوس نہ تھا کیونکہ اسکی زندگی کا ساتھی اسکے پاس تھا، اس نے کبھی کسی سے لگاو پایا ہی کب تک کہ اسکی یاداشت میں کسی کا لمس محفوظ رہتا، ماں کبھی لمس کی زبان سیکھا نہ سکی، اور بابا صرف حاکمیت جتانے کے شوقین تھے، بھائی سے بھی اتنی اٹیچمنٹ نہ تھی، تبھی اسے لاشعوری طور پر کسی کو بھلا دینے کا کوئی دکھ محسوس نہ ہو رہا تھا۔

مہویر کی پلکیں حرکت کیں تو بھی محتاط ہوئی ورنہ اپنی کہنی کے سہارے کروٹ پر لیٹی وہ مہویر کی گھنی بھونیں چھو کر اسکے چہرے پر انگلی کی پور سے نادیدہ لکیریں بنا رہی تھی پر جب وہ جاگتا محسوس ہوا تو منائم نے اپنی انگلی پیچھے کی، وہ چینج بھی کر چکی تھی۔

"تم رات سے اب تک یونہی سر پر مسلط ہو میرے؟"

جاگتے ہی مہویر نے اسکی شکل دیکھتے قدرے اکتا کر پوچھا تو وہ معصوم سی مسکراہٹ لیے سر ہلا گئی تھی۔

"جی۔ سر میں بہت درد تھا تو آنکھ کھل گئی۔ آپ نے تو لے لی ناں نیند پوری۔ میرے لیے یہی کافی ہے۔ آج ہمیں ہمارے گھر جانا ہے ناں؟"

وہ جیسے یکدم ہوش میں آیا تھا، اسے خود سے پرے کرتا وہ اپنا سر جکڑتا اٹھ کرنا صرف بیٹھا بلکہ اٹھ کھڑا ہوا، پوری دنیا ایک بار گھوم کر رہ گئی تھی، منائم بھی اٹھی اور اٹھ کر چلتی ہوئی مہویر کے سامنے رکی جو سر میں اٹھتی ٹیس پر

واپس پلنگ کے کنارے جا بیٹھا کیونکہ وہ زیادہ بری طرح پتھر سے سر کے سنگ ٹکرایا تھا، اتنی جلدی درد جاتے ایسا ممکن نہ تھا۔ یہ تو اللہ نے بچا لیا تھا کہ دونوں کے سر نہیں پھٹے، ورنہ جس طرح گرے تھے، لگتا نہ تھا بچ پائیں گے۔

"کونسے گھر کی بات کی؟ ہمارا کوئی گھر نہیں۔ تم یہاں قریب ہی ریسٹ ہاوس میں رکی ہو۔ اپنے دوستوں کے ساتھ آئی تھی کچھ ڈاکومنٹری بنانے۔ تم ایک یوٹیوب ویلاگر ہو۔ منائم ملک۔ اس ملک کے نامور بزنس مین عاصم المیر ملک کی بیٹی۔۔ تمہارا ایک بھائی ہے خضر ملک۔ وہ سنگر ہے۔ تمہاری مما محراب ملک ہیں جو اک سوشل ورکر ہیں۔ ہمارا کوئی گھر نہیں، سن لیا تم نے۔۔۔ میں تمہیں اسی ریسٹ ہاوس چھوڑ دوں گا۔ یہاں سے ہمارے راستے الگ ہو جائیں گے۔ بس اتنا ہی۔۔ تمہیں سب یاد آتا ہے یا نہیں، مجھے اس سے کوئی مطلب نہیں۔"

وہ اپنے درد کو جبر اسہہ گیا جبکہ منائم کے پاس بیٹھتے ہی اس نے اس لڑکی کو اسکی فیملی اور اسکی زندگی یاد دلانے کی بھرپور کوشش کی پر وہ صرف اتنا سن سکی کہ مہویر نے کہا کہ انکا کوئی گھر نہیں۔

"میں اس کے بارے نہیں جانتی۔ میں اس وقت صرف آپکو جانتی ہوں مہویر۔ ایسا مت کہیں کے ہمارا گھر نہیں۔ میرا گھر یہ ہے، اور آپکا میں"

وہ بیٹھے بیٹھے مہویر کا ہاتھ پکڑ کر اسکی بازو کے حصار میں سمٹتی اسکے سینے سے لگ کر دبک کر بیٹھے اسکے اتنے قریب سرک آئی کہ وہ یکلخت اسے جھٹک بھی نہ سکا، صدمے میں جو جا چکا تھا۔

"تمہیں میری بکواس سمجھ نہیں آرہی۔ نہیں ہے ہمارا کوئی ایسا تعلق۔ تم مجھ سے دور رہو گی سمجھی۔ ورنہ مار دوں گا تمہیں"

وہ اسے جھٹکتا خود سے اچھوت کی طرح دور کرتے درد کرتے سر کے باوجود اٹھا تو منائم نے سہمی آنکھوں سے گردن اٹھا کر مہویر کو دیکھا۔

"مار دیں گے ؟ کوئی اپنی بیوی کو مارتا ہے کیا۔ ؟ مجھے بتائیں تو کہ مجھ سے اتنا کیوں چڑ رہے ہیں۔ بیوی تھی ناں میں آپکی۔ کوئی تو لگاو ہو گا ہی آپکو مجھ سے۔ میں سب یاد کر لوں گی پر آپ سمیت سب چاہیے۔ سب بھولا ہوا واپس چاہیے۔۔ مہویر اگر میں آپ سے نفرت کرتی بھی تھی، رشتہ ختم کرنا بھی چاہتی تھی مگر پھر بھی ہم ساتھ بندھے تھے تو اسکا مطلب کہ آپکی طرف سے جذبات تھے کہ آپ اب تک مجھے بیوی رکھے ہوئے تھے۔ آپکے پاس تو موقع ہے اب کہ میری یاداشت جانے کا فائدہ اٹھا کر مجھے اپنا عادی بنالیں۔ ہمارے بیچ جو بھی جھگڑے تھے وہ مجھے یاد نہیں ہیں تو کیا پتا آپکا عادی ہونے کے بعد میں یاداشت آنے پر آپکو پہلے جیسی نفرت سے نہ دیکھ پاوں۔۔۔ اللہ کے بندے اس موقعے کا فائدہ اٹھائیں ناں"

وہ اسکے نزدیک سرکتی جیسے مہویر کو کسی جوگا چھوڑ ہی نہ رہی تھی، یہ کیسی لڑکی تھی جو اسکا دم گھوٹنے پر اتر رہی تھی، مہویر کا صحیح معنوں میں اسکی باتیں سنے سانس بند ہو رہا تھا۔

"یا اللہ یہ کیا چیز ہے؟"

وہ بے اختیار بڑبڑا اٹھا پر وہ اسکے سینے اس زور سے لگی کہ یکدم وہ اپنی پوری قوت لگا کر بھی اسے خود سے دور نہیں کر سکتا تھا، وہ سچ میں کوئی آسیب تھی۔

"م۔۔مجھے بھی نفرت تھی تم سے۔۔ سن لی بات میری۔۔۔؟ دور ہٹو۔ منائم دوبارہ اگر تم میرے قریب سرکی تو بہت پچھتاو گی"

وہ اپنی پوری قوت لگاتا اسے پکڑ کر دور دھکیل گیا جس پر منائم کی آنکھوں میں نمی کی پرت جمنے لگی۔

"اچھا سنیں! آپکو نفرت تھی مجھ سے، یعنی میری ایسی حرکتیں ہوں گی جو آپکو نفرت پر مجبور کرتی ہوں گی۔ اب یاداشت جانے پر شاید میں وہ ساری بری حرکتیں بھی چھوڑ دوں۔ کیا پتا آپکی نفرت، محبت میں بدل جائے۔۔۔ن۔ نہیں دل مان رہا کہ میں اپنے اتنے ہینڈسم شوہر سے نفرت

کرتی تھی۔۔۔م۔مجھے پسند ہیں آپ۔۔۔مجھے اچھے لگ رہے ہیں اس وقت۔۔ نفرت ہوتی تو میں تو آپکی شکل تک نہ دیکھتی۔۔ مہویر ایسے مت دیکھیں جیسے میں کوئی چڑیل یا ڈائن ہوں۔۔۔یہ ہرٹ کر رہا ہے۔درد ہو رہا ہے دل کو"

وہ اسکی نظروں کے آگے تڑپ اٹھی تھی اور مہویر نے اپنے بال مٹھیوں میں نوچے،وہ شاید اب سچ میں چیخ اٹھتا مگر وہ آگے بڑھی اور اسکے دونوں ہاتھ پکڑ کر اسکے بالوں سے نکال کر اپنے ہاتھوں میں زور سے جکڑے،وہ خوفزدہ ہو کر منائم کو دیکھنے لگا۔

"مہویر۔۔۔میں تنگ نہیں کروں گی۔ایسے پریشان نہ ہوں۔آپکا سر زخمی ہے تو مت کھینچیں بال۔میں کیا کروں بتائیں؟مجھے برے نہیں لگ رہے۔آپکی فکر اور محبت محسوس کر رہی ہوں۔ایسے میں کیسے یقین کروں آپکی باتوں پر۔پھر آپ نے میرا نام بھی تو لیا سوتے میں"

وہ یہ بتاتے روہانسی ہوئی کیونکہ وہ تکلیف میں تھا، منائم کا دل اسکی تکلیف پر کٹ رہا تھا۔

"ک۔ کیا کہا تم نے۔ تمہارا نام لیا میں نے؟"

وہ حیرت و اذیت سے بڑبڑایا تو وہ نم سی آنکھوں کے سنگ مسکرا کر سر ہلا گئی۔

"آپ نیند میں میرا نام لے رہے تھے۔ کہا کہ منائم کو کچھ نہیں کہوں گا"

وہ اسکے ہاتھوں کو چھوڑ گئی پر اسکی آنکھوں میں مہویر کے لیے جذبات ہی جذبات تھے اور مہویر کو لگا جیسے اس نے اس لڑکی کو موت سے کچھ بڑی ہی سزا دے دی کہ وہ اپنے مجرم کو سر پر بٹھا رہی ہے، اپنی پوری دنیا مان بیٹھی ہے۔

"میں تمہیں آل ریڈی موت سے بڑی سزا دے چکا ہوں۔ ظاہر ہے اب اور کیا کہہ سکتا ہوں؟"

وہ ناچاہتے ہوئے بھی تلخ ہوا پر وہ تو اسے دیکھ دیکھ کر جیتی محسوس ہو رہی تھی۔

"جان ہی کہہ دیں۔ فیل تو کروں کیسا لگتا ہے جان آپکے منہ سے۔"

وہ دوبارہ سے نزدیک سرکی اور اپنے ہاتھ اسکے اطراف کمر پر ٹکائے۔

"تم میری جان نہیں ہو منائم ملک"

وہ اسکے ہاتھ پکڑ کر پرے جھٹک گیا۔

"بن جاوں گی مہویر میثاق"

وہ لڑکی جھٹکے جانے کے بعد بھی پوری پوری فریفتہ تھی اور مہویر کو لگا وہ پاگل ہو جائے گا، وہ کیا مارے گا، یہ لڑکی تو وولف کا خاتمہ کر دے گی۔

"اگر آپ دونوں جاگ گئے تو آجائیں ناشتہ تیار ہے"

باہر سے دستک اور نور کی پکار پر منائم زرا سا مہویر سے توجہ ہٹا گئی اور دورازے تک پہنچ کر کھولتے مسکرائی۔

"ہم آرہے ہیں نور"

وہ نور کو مسکرا کر کہتی اسکے جاتے ہی واپس پلٹی تو وہ جھک کر اپنی جیکٹ اٹھا رہا تھا۔

"میں پہنا دیتی ہوں"

وہ جلدی سے قریب آئی اور مہویر کے ہاتھ سے جیکٹ لے کر خود اسے پہنانے لگی، مہویر نے دانت پیس کر یہ سب دیکھا بھی اور جھیلا بھی، وہ سامنے آرکی۔

"تمہیں ریسٹ ہاوس چھوڑ کر چلا جاوں گا میں۔ سمجھ گئی تم؟"

وہ اک آخری بار دھمکیوں پر اترا تھا پر وہ فورا بچوں کی طرح سر نفی میں ہلا گئی۔

"چلے گئے تو میں مر جاوں گی"

وہ روہانسی ہوتی اسکا ہاتھ زور سے جکڑ گئی۔

"کیا بکواس ہے یہ؟"

وہ تپ کر غرایا تھا، بس اسکا اتنا ہی ظرف تھا جو وہ رات سے اب تک دیکھا چکا تھا۔

"میں آپکے سوا کسی کو نہیں جانتی مہویر۔ کیوں کر رہے ہیں میرے ساتھ ایسا۔ میری اس حالت پر ہی ترس کھا کر اپنی نفرت اک طرف کر دیں۔ میں تو خود تک کو نہیں پہچان رہی۔ دل، دماغ اور ہر جگہ صرف ایک شخص ہے، مہویر میثاق۔ ایسے مت کریں۔ کم از کم جب تک مجھے سب یاد نہ آ

جائے تب تک مجھے چھوڑنے کی بات نہیں کریں۔ بعد کا پتا نہیں ابھی یہ پین فل ہے۔۔۔۔"

وہ اس سے منت کرا ٹھی اور اب تو مہویر اسے مار بھی نہیں سکتا تھا، کوئی تو رکاوٹ تھی جو اسے ایسا کرنے سے روک رہی تھی، ایون وہ عرشیہ کے لیے بھی فکر مند تھا کہ کہیں انیس نے اسکی بات پر عمل نہ کر دیا ہو، تبھی وہ جلد از جلد نکل کر انیس سے رابطہ کرنا چاہتا تھا۔

"بعد میں اگر میں تمہیں چھوڑ نہ سکا اور تم چھوڑ کر دفع ہوئی پھر؟"

وہ سیدھا آدمی تھی، نفع ہو یا نقصان اسکی بات منہ پر کرنے کا عادی تھا۔

"پھر۔۔۔ایک آئیڈیا ہے میرے پاس۔ ہم اپنا بے بی لے آئیں گے جلدی سے۔ ایسے تو بعد میں اس بے بی کی وجہ سے میں آپکو چھوڑ نہیں سکوں گی۔ فائدہ اٹھائیں اس سب کا مہویر۔۔۔ اتنا ڈر ہے اگر کہ میں چھوڑ دوں گی اپنے ہینڈسم شوہر کو"

وہ صرف یاداشت سے نہیں، یہ لڑکی تو دماغ سے بھی گئی لگ رہی تھی، اتنی بڑی بات ایسے مسکرا کر بتا رہی تھی جیسے یہ حلوہ ہو، مہویر کا دماغ اب دھماکوں کی زد میں تھا۔

"تم میرے تاعمر کیے گناہوں کی اکھٹی سزا ملی ہو مجھے منائم۔ اور اس سزا کو مجھے بناوا ویلا مچائے جھیلنا ہے۔ میں اسی لائق تھا کہ مجھے جیتے جی ایسی جہنم میں ڈال دیا جاتا۔ کیا کہوں اسے اب میں جسے میری عبرت بنا کر مجھ سے ملایا گیا ہے۔۔ کمبخت اسے ماروں بھی کیسے؟ اوہ میرے خدا یہ کیا کر دیا آپ نے میرے ساتھ؟"

مہویر کو ایسا لگ رہا تھا جیسے اسکا دل اب کسی بھی وقت بند ہو جائے گا، اس لڑکی کے لیے تو وہ اسکا سب کچھ تھا جبکہ مہویر کے لیے وہ کچھ بھی نہیں تھی، صرف اک انتقام کا حصہ تھی۔

"مہویر۔۔۔ تنگ کر رہی ہوں کیا آپکو۔۔۔؟"

وہ روہانسی ہوئی کیونکہ وہ حساس تھی، کوئی اسکے سامنے اندر ہی اندر جھلس رہا ہو اور اسے پتا نہ چلے، ایسا ممکن نہ تھا۔

"بہت تنگ کر رہی ہو۔ تم سے کسی قسم کا تعلق نہیں بنانا مجھے۔ سن رہی ہو میری بات؟"

وہ بڑے کرب سے کہہ سکا پر وہ جیسے یہ بات سنتی ہی نہ تھی، اس نے اسی تکلیف میں ڈوبے جب قریب سرک کر اپنے ہونٹ مہویر کی گال سے جوڑے زبردستی اسکی گردن میں بازو حائل کیں تو اسے جھٹک بھی نہ سکا، مجبوراً اسے تھام بیٹھا۔

"مجھے بنانا ہے۔۔ بہت مضبوط تعلق بنانا ہے۔۔۔ اتنی پیاری تو ہوں مہویر کیوں جل رہے ہیں۔۔ کتنے روڈ ہیں آپ۔۔ ہو سکتا ہے میری یہ حالت اللہ نے اسی لیے کی ہو کہ ہمارے بیچ سب ٹھیک ہونا لکھا ہو۔ مجھے کچھ نہیں سننا۔ ایسا کچھ نہیں سننا جو ہمیں دور کرے۔۔۔ راضی ہو جائیں مجھ

سے۔ آپکی وائف ہوں۔۔۔ اتنی پیاری وائف۔ جو بلکل بھی نہیں ڈری آپ کے قریب آنے میں۔ اس سے زیادہ قریب آجاوں گی اگر یونہی مجھے گھورتے رہے۔۔ پھر آپکے پاس چوائس نہیں رہے گی۔"

وہ اسکے اتنے نزدیک تھی جیسے وہ کھل کر سانس بھی لیتا تو اپنی اس مدہوش کرتی قربت سمیت مہویر میں اتر جاتی، وہ گہرا سانس پھر بھی بھرا اٹھا، زندگی میں بہت کرب جھیلے تھے اس نے پر یہ والا سب پر سبقت لے گیا تھا۔

"ہمم۔۔ میں ایسا کچھ نہیں کہوں گا پر تم دوبارہ اتنے قریب نہیں آو گی۔ فزیکل ہونا پسند نہیں ہے مجھے۔ سمجھ گئی تم؟"

وہ اسے پکڑ کر دور کرتا زندگی بھر کی ساری ہمت جمع کیے اپنے اور منائم کے بیچ کچھ حدیں کھینچ رہا تھا۔

"ہمم۔ پر آپکو پیار کر کے مجھے اچھا لگا۔ یعنی مجھے فزیکل ہونا پسند ہے۔ میں آپکے قریب تب تب آوں گی جب جب میرا دل کرے گا۔ یہی میرا مزاج

ہے کیونکہ مجھے سکون ملا یہ کر کے۔ سوری آپکی یہ بات نہیں مان سکوں گی۔ ناشتے کے لیے چلیں؟ بھوک لگ رہی ہے مجھے"

وہ کچھ بھی نہیں سنتی تھی، وہ ضدی اور اڑیل تھی، وہ مہویر میثاق کے جگر کا درد بن چکی تھی، چند گھنٹوں میں اس نے وولف نامی درندے کو نکیل ڈال کر رکھ دی تھی۔

"کوٹ پہن لو۔ وہیں سے روانگی ہے ہماری۔"

وہ سرد لہجے میں بولا ہی جب وہ پھر سے اسکے قریب آئی، ایک تو وہ اسکے اچانک منہ کے پاس آجانے پر اپنے مقدر کو کئی پار پیٹ اٹھا۔

"مجھ سے ایسے روڈ لہجے میں نہیں بولنا"

وہ حکم دے رہی تھی۔

"ورنہ کیا کر لو گی تم؟"

وہ بھی اکڑا، اپنے سخت کھردرے مزاج کی جھلک دیکھائی تبھی منائم نے مسکرا کر اپنی انگلی اسکے دونوں ہونٹوں پر لمبے انداز میں جمادی۔

"ورنہ میں بہت زیادہ قریب آجاوں گی آپکے۔ مجھے جب اتنے پاس آتے کچھ نہیں ہوا تو اس سے زیادہ پاس جا کر بھی کچھ نہیں ہو گا"

وہ سیدھا سیدھا اسے دھمکا گئی، مہویر نے اسکا ہاتھ پکڑ کر کلائی زور سے مٹھی میں بھینچی، جبکہ سیاہ آنکھوں کی حرارت یوں تھی جیسے منائم کو جلا کر راکھ کر دینے والی ہو۔

"میں روڈ بات ہی کرتا ہوں۔ تمہیں یہ چیز اپنے خالی دماغ میں گھسانی ہو گی۔ ورنہ میری شکل دیکھنے کو بھی ترسو گی۔ اور اگر تم میرے قریب آئی تو اتنے زور کا تھپڑ ماروں گا کہ دو دن تمہارا رونا نہیں رکے گا۔ سمجھ آگئی میری بات؟"

وہ اسکے سارے لاڈ لمحے میں ڈر بنا گیا، وہ فوراً شرافت سے پیچھے ہٹی۔

"ج۔جی سمجھ گئی۔"

وہ ڈراڈرا منمنائی اور اس نے مہویر کے لیے راستہ بھی چھوڑا جس پر وہ اسے سخت غصے سے دیکھتا باہر نکل گیا، منائم نے بھی اپنا کوٹ لیا اور پینگوئن کی طرح چلتی خود بھی اسکے پیچھے نکلی جہاں زہرا صاحبہ اور نور نے ناشتے کی بہت ساری چیزوں سے فرشی دستر خوان سجا دیا تھا، شان بھی گھر ہی تھا، ان دو کو آتا دیکھے ان تینوں کے چہرے پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔

"صبح بخیر میرے بچو! تر و تازہ لگ رہے ہو۔ لگتا ہے نیند بھرپور لی دونوں نے۔ آجاو ناشتہ تیار ہے"

زہرا صاحبہ کو اس خوبصورت کپل کو دیکھ کر ہی بے شمار پیار آیا پر مہویر کے پاس ان لوگوں کے لیے کوئی پیار نہ تھا بلکہ وہ الٹا ان تینوں کو اپنا مجرم مان رہا تھا، بس نہ چل رہا تھا ناشتہ کیے بنا نکل جاتا پر وہ لوگ اتنے پیارے تھے کہ اسے لحاظ کرنا پڑ رہا تھا۔

"تم دونوں دوبارہ ہمارے مہمان ضرور بننا"

ناشتے کے لیے وہ سب زمینی دستر خوان پر بیٹھ چکے تھے، ناشتے میں سب دیسی چیزیں تھیں، پراٹھے تھے، دیسی گھی تھا، انڈے تھے، کڑک چائے تھی، مہویر نے سر ہلایا پر منائم تو ان سے باتوں میں لگی تفصیلا جلد آنے کا وعدہ کرنے لگ گئی، بہر حال یہ ناشتہ زندگی کا مشکل ترین میل ثابت ہوا جو وولف نے زبردستی کیا اور ان لوگوں کو نکلتے اور رخصت ہوتے بھی آدھا گھنٹہ لگا، وہ لوگ جنگلی راستے کی طرف چل پڑے تھے، موسم آج اچھا تھا، دھوپ نکل چکی تھی پر ٹھنڈ کی شدت ویسے ہی تھی، وہ اسے ریسٹ ہاوس ہی لے کر جا رہا تھا، وہیں پہنچ کر وہ شمسو سے فون لے کر انیس سے رابطہ کر پاتا۔

"مہویر"

چلتے چلتے وہ اسے پکاری تو مہویر کو جبڑے کس لیتے رکنا پڑا، وہ گردن پھیر کر پلٹا تو وہ اسے زمین پر چلتا ہوا چھوٹا سا کچھوا دیکھا رہی تھی۔

"مت چھونا اسے۔ کیچڑ سے اٹا ہوا ہے۔ دور ہٹو"

وہ زرا فاصلے پر ہی کھڑا غرایا تو منائم کے اسے چھوتے ہاتھ فورا پیچھے ہٹے۔

"کتنا پیارا ہے۔ چھونے دیں ناں۔۔"

وہ بچوں کی طرح منہ پھلا کر بولی مگر مہویر کی سرد نظروں کے سبب وہ شرافت سے اسکی ہمقدم ہوئی، اونچے نیچے ڈھلوانی راستے تھے، ارد گرد درختوں کے گہرے جھنڈ تھے، بھلے دونوں کے ٹریکنگ شوز ہوں پر منائم کا سر گھوم رہا تھا جس وجہ سے اس نے پیچھے چلتے مہویر کا ہاتھ پکڑنا چاہا جسے وہ کرنٹ لگے انسان کی طرح دور کر گیا۔

"میں گر جاوں گی مہویر، میری آنکھوں کے آگے اندھیرا آ رہا ہے۔ اور پلیز تھوڑا آہستہ چلیں، اتنی تیز نہیں چل سکتی"

وہ پیچھے تھپ تھپ کر کے آتی با قاعدہ اس سے منت سماجت پر اتری جس سبب وہ اپنے قدموں کی رفتار مدھم کرے اپنا ہاتھ پھیلا گیا جسے دیکھتے وہ مسکراتی چہکتی فورا سے اسکا ہاتھ مضبوطی سے تھامے ہمقدم چلنے لگی۔

"میرے پیارے شوہر۔ آپ غصے والے ضرور ہیں پر آپکا دل بہت پیارا ہے"

وہ اسکا ہاتھ تھامے اسکے ساتھ چلتی ہوئی محبت سے اسے مخاطب کیے بولی جس نے خونخوار مگر سرسری نگاہ سے اسکی بولتی بند کروادی۔

"یا میرے اللہ! مجھے صبر دے"

وہ اپنے غصے کو ہر ممکنہ دبائے ہوئے تھا، مزید بیس منٹ چلنے کے بعد دونوں ہی اسی ریسٹ ہاوس کی بلڈنگ کے باہر پہنچ چکے تھے، اندر ہلچل مچی تھی کیونکہ منائم کہیں نہیں یہ اسکے دوستوں کو پتا چل چکا تھا جبکہ خضر بھی پہنچ آیا تھا، اس نے منائم کے غائب ہونے پر ریسٹ ہاوس کے سٹاف کی اینٹ سے اینٹ بجا رکھی تھی کہ اسکی بہن کہاں غائب ہو گئی ہے۔

جبکہ شمشو کی نظر جب مہویر پر پڑی تو وہ ریسٹ ہاوس کا گیٹ چھوڑ تا لپک کر ان دو کی طرف بڑھا، مہویر کے ساتھ منائم کو دیکھ کر جھٹکا اسے بھی زور کا لگا۔

"کہاں تھے۔ اور یہ منائم ملک تمہارے ساتھ ہے؟ کام نہیں کیا پورا؟"

شمسو کے سوالات سنے مہویر نے اک نظر ساتھ کھڑی منائم پر ڈالی پھر شمسو کی طرف عاجز نظروں سے دیکھنے لگا۔

"بعد میں بتاتا ہوں۔ اندر ہلچل کیسی ہے؟"

وہ شمسو کو ابھی تفصیل نہیں دے سکتا تھا اور اس سے پہلے شمسو صاحب کوئی جواب دیتے، اندر سے باہر نکلتے خضر نے لپک کر آگے آتے منائم کی بازو پکڑے اپنی طرف کیا اور کھا جاتی نظروں سے مہویر کو دیکھنے لگا۔

"کہاں تھی تم؟ میں ابھی پولیس میں کمپلین کرنے والا تھا۔ کام کے ٹرپ کے بہانے تم کیا کر رہی ہو منائم۔ کون ہے یہ آدمی تمہارے ساتھ۔ کہاں گئی تھی تم اسکے ساتھ"

منائم کو شدید برا لگا جب اس اجنبی انسان نے اسکی یوں بازو دبوچی، وہ چیخ کر خضر کے ہاتھ سے اپنی بازو جھٹک کر بھائی کو پرے دھکیل کر خضر کے سامنے ہی جب مہویر کے سینے ڈر کر چھپی تو خضر کی آنکھیں پتھرا گئیں، شمسو کا بھی یہی حال تھا۔

"بھائی ہے یہ تمہارا۔ خضر ملک"

خود سے چمٹی منائم کی پشت سہلاتے مہویر نے اسے جب بتایا تب وہ کانپنا بند ہوئی اور خضر کا دماغ اس وقت انتہا کے بوائلنگ پوائنٹ پر تھا۔

"کیا مطلب؟ تم اسے کیوں بتا رہے ہو۔ اسے پتا نہیں کیا کہ میں کون ہوں۔ اور تم کون ہو حرام زادے۔۔۔ ہٹو میرے بہن سے

دور۔۔ منائم۔۔۔ تم اس سے کیوں چپک رہی ہو۔ کیا ہوش اڑ چکے ہیں تمہارے؟ ہو کیا رہا ہے یہاں آخر؟"

وہ دوبارہ سے ہوش پکڑ تا زبردستی منائم کو مہویر سے دور کھینچتا باقاعدہ غصے سے چلایا تھا جبکہ منائم اسکی اتنی سخت دھاڑ پر شدید ڈر کر اپنے ہاتھ کانوں پر رکھتی وہیں زمین پر بیٹھی، باہر کا شور وغل سنے منائم کے سارے ساتھی دوست بھی باہر لپکے اور منائم کو دیکھ کر انکے بھی خشک سانس بحال ہوئے، مہویر جنکو مارنا چاہتا تھا انہی کو سنبھالنا پڑ رہا تھا، پہلے یہ یاداشت سے محروم ہوتی منائم اور اب یہ بد دماغ اسکا بھائی۔

جو مہویر کو یوں دیکھ رہا تھا جیسے چیر پھاڑ دے گا۔

"اسے تم لوگ اندر لے جاو۔ ہم آتے ہیں"

منائم کو دو دوستیں سہارہ دے کر اٹھائے مہویر کے کہتے ہی اندر لے کر بڑھیں تو اسکے باقی دوست بھی اندر لپک گئے البتہ خضر سلگتی نظروں سے

مہویر کو دیکھ رہا تھا، کہ وہ اب بکے کہ یہ سب کیا تماشا ہے، شمسو بھی سمجھ نہ پائے یہ چل کیا رہا ہے۔

"بیٹھ کر بات کر لیں؟"

خضر کے اندر لگی آگ اسے بیٹھ کر بات کرنے لائق ہی کہاں چھوڑ رہی تھی پھر بھی مہویر نے اسے زرا پاس ہی بیٹھنے کے لیے لگی کرسیوں اور میز کی طرف اشارہ کیا جس سبب وہ پھنکارتا ہوا مہویر کے ہمراہ اس جانب بڑھا جبکہ شمسو وہیں رک چکے تھے، اپنی بیٹی کے قاتل کے بچوں کو دیکھ کر انھیں اپنی فاطمہ نور شدت سے یاد آ رہی تھی۔

"بیٹھو"

مہویر نے اسے کرسی کی جانب بیٹھنے کا کہا تو خضر اسے حقارت سے دیکھنے کے بیچ ہی بیٹھا، مہویر نے بھی سامنے والی جگہ سنبھالی۔

"میں اور وہ کھائی میں گرے تھے، بہت زخمی تھے دونوں۔ اسکی یاداشت چلی گئی اور میں کومہ میں چلا گیا۔ جن لوگوں نے ہماری جان بچائی وہ ہمیں میاں بیوی سمجھ رہے تھے اور منائم کے دماغ میں بھی یہی ڈال دیا۔ جب میں کومہ سے نکلا تو مجھے شوہر مان رہی تھی پھر ان لوگوں نے منائم کی یاداشت لوٹ آئے اس لیے اپنی طرف سے دوبارہ نکاح کروادیا جو کہ ہم دو کا پہلا نکاح ہے۔۔۔۔ اب وہ صرف مجھے جانتی ہے۔ باقی سب بھول چکی ہے۔ یہ سب سن کر انسانوں کی طرح ری ایکٹ کرنا خضر ملک"

یہ سب سنے خضر کی حقارت یکدم حیرت و پریشانی بنی، اس نے اپنا سر تھام لیا، وہ منائم کی یاداشت جانے پر ماتم کرتا یا اسکا اک اجنبی شخص سے نکاح ہو جانے پر، کچھ بھی سمجھ نہ آیا، خضر کی آنکھوں میں کم ہوتی حقارت مہویر نے بھی بھانپی تھی کہ وہ بھائی پریشان ہو گیا ہے۔

"اوہ میرے خدا۔ تم تو ہوش میں تھے۔ کہا کیوں نہیں ان منحوسوں کو کہ تم دونوں اجنبی ہو؟ اور منائم کی ڈیٹیل انھیں کس نے دی، تمہیں کسے پتا وہ منائم ملک ہے وغیرہ؟"

خضر کے اندر کا شک اک بار پھر انگڑائی لیے اسکے لب و لہجے میں غصہ بھر گیا۔

"وہ یوٹیوبر ہے۔ جانتا ہوں میں۔ تمہارے باپ کو بھی جانتا ہوں۔ اب یہ مسئلہ تمہاری فیملی سے مل کر ہی حل ہو گا۔ تم اپنی بہن کو لے جاو واپس۔ میں ایک دو دن تک آ کر تمہاری مما بابا سے مل لوں گا اور انھیں بھی سمجھا دوں گا کہ کیا حادثہ ہوا ہے"

مہویر کسی طرح منائم سے پیچھا چھڑوا کر اس وقت انیس تک پہنچنا چاہتا تھا پر خضر کا تو یہ سن کر دماغ ہی جگہ سے ہل چکا تھا۔

"ہمم۔ لیکن تم نے دیکھاناں وہ میرے ہاتھ لگانے پر کیسے چینخی؟ وہ میرے ساتھ کیسے جائے گی؟ تم اسے کہو میرے ساتھ چلے۔ مما بابا کو جا کر بتانا پڑے گا کہ اسکے ساتھ کیا ہوا۔ اسکا ٹریٹمنٹ شروع کروانا پڑے گا تا کہ اسکی میمری واپس آئے۔"

خضر کی بات سنے مہویر نے سر اثبات میں ہلاتے خود کو کمپوز کیا، وہ فاطمہ نور کے قاتل کو اسکے بچوں کی موت کا درد دینے چلا تھا اور اب اسکے تینوں بچوں کی کہیں نہ کہیں مدد کرنے پر لگا تھا، انیس سے رابطہ چاہتا تھا تا کہ اسے عرشیہ کو مارنے سے روکے، منائم کو اسکے بھائی کے ساتھ بھجوا رہا تھا۔ جبکہ مہویر میثاق نے خود سے وعدہ کیا تھا کہ عاصم المیر ملک کے سامنے بس ایک بار جائے گا وہ بھی اسے مارنے پر اب منائم کے بارے بتانے اسے جانا پڑتا، اسکی زندگی لمحوں میں بدل چکی تھی۔

"میں بات کرتا ہوں اس سے۔ اسے کچھ یاد نہیں تو اپنے سمیت اپنی فیملی کو کہنا اسے ویسے ہی ہینڈل کریں۔ ایسی کنڈیشن میں اضافی ذہنی دباو موت کا سبب بھی بن سکتا ہے"

کل تک منائم کو مارنے والا شخص، آج اسکے بچاو اور زندگی کی فکر میں بول رہا تھا، قدرت کے کھیل بھی نرالے ہی ہوتے ہیں، خضر بہت زیادہ پریشان تھا کہ اسکی پیاری سی بہن پر یہ کیا مشکل آن پڑی ہے۔

"ٹھیک ہے۔ تھینکیو۔"

خضر کا لہجہ سرد تھا کیونکہ اس آدمی سے بھی وہ کچھ خاص خوش نہ تھا اور ویسے بھی ماں باپ سے تو زیادہ ہی وہ اپنی چھوٹی بہن کی فکر رکھتا تھا، مہویر اٹھا اور ریسٹ ہاوس کی عمارت کی جانب بڑھنے لگا جب شمس دین اسکی راہ میں آئے، وہ بہت کرب میں تھے۔

"ت۔۔ تم تو اسے مارنے گئے تھے مہویر؟ پھر یہ سب کیا ہے۔ میری فاطمہ نور اور اسکے بچے کا بدلہ کہاں گیا؟"

اس بوڑھے شخص کی آنکھوں کا درد آنسوؤں میں بدل گیا، مہویر نے انکو شانوں سے تھاما تھا۔

"میں نے قسم اٹھائی تھی اس قاتل کو سزا دوں گا شمسو تو وہ قسم جیتے جی واپس نہیں ہو گی۔ پلین تھوڑا بدلنا پڑا ہے۔ اسکے بچے بے قصور ہیں تو اب سزا قاتل کو ہی ملے گی۔ میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں ہماری فاطمہ نور کا قاتل عبرتناک موت مرے گا۔ پلیز ایسے کمزور مت پڑیں۔ مجھے فون چاہیے آپکا۔ میں آپکو سب ڈیٹیل سے بتاوں گا"

شمسو کو انصاف کے لیے بس مہویر سے امید تھی، وہ ابھی آنسو پونچھ گئے اور اپنا چھوٹا سا فون بھی انہوں نے مہویر کے ہاتھ میں تھما دیا اور اپنے مفرر سے اپنے آنسو بھی پونچھے، اس باپ کے اندر کا درد وہ بخوبی سمجھتا تھا پر کیا بتاتا

انھیں کہ قدرت نے اسے ناحق سزا دینے کی سوچ پر ہی جہنم میں جھونک دیا ہے۔

فون ان سے لیے وہ انکا کندھا تھپکاتا ہوا عمارت کی جانب بڑھا تھا، ساتھ اس نے انیس غانم کا نمبر بھی ملایا، وہ عصر کے ساتھ سٹوڈیو پہنچا تھا اور ایک پریمم گیم لانچ کے سلسلے میں رشین کلائنٹس کے ساتھ اسکی میٹنگ چل رہی تھی۔

اسکا فون کانفرنس روم کے باہر موجود عصر زمان کے ہاتھ میں تھا جو کچھ ای میلز کا جواب دینے میں بزی تھا۔

تبھی کال آنے پر عصر نے ای میلز کے ریپلائے دینے روک کر کال پک کی کیونکہ انیس کے فون پر آتی کالز اٹھانے کی عصر کو اجازت تھی۔

"علوی!"

اس آواز کو وہ کیسے بھول سکتا تھا، عصر کو نفرت تھی اس منحوس آواز سے۔

"عصر زمان ہوں۔"

وہ سرد انداز میں بولا جبکہ مہویر مطلوبہ کمرے کی طرف بڑھا جو منائم کا تھا، اسکے دوست سب بھی وہیں تھے۔

"عصر زمان۔ اسے فون دو۔ کہاں ہے وہ؟"

مہویر کا لہجہ سخت ہوا جبکہ جبڑے تو عصر کے بھی کس گئے، عصر کو پتا تھا یہ آدمی کام ہونے کا ہی پوچھنا چاہتا ہو گا۔

"میٹنگ میں ہیں وہ۔ کچھ کہنا ہے تو مجھے بتا دو"

عصر کسی صورت اسکی انیس سے آج تو بات نہیں کروانے والا تھا، بلکہ کوشش اسکی یہی تھی کہ انیس کی اب اس نحوست سے جان پکی ہی چھڑوا دے۔

"عرشیہ المیر کہاں ہے؟ انیس نے اسکے ساتھ کچھ کیا تو نہیں عصر زمان؟"

مہویر کے قدم دروازے کے باہر رکے کیونکہ اندر منائم کے پاس اسکے سب دوست تھے۔

"کیا پوچھنا چاہتے ہو تم؟ میں نے وائس میسج ڈیلیٹ کر دیا تھا تمہارا۔ اور سر نے اسے آزاد کر دیا۔ وہ کوئی کرمنل نہیں تھی۔ اسکی جو سزا دینی ہوئی تم مجھے دے سکتے ہو وولف پر مزید تم انیس غانم پر کوئی حکم نہیں چلا سکتے۔ میں ڈرتا تھا کل تک تم سے پر عجیب سی طاقت بھر گئی ہے اچانک۔۔۔ میں انیس غانم کا کیئر ٹیکر ہوں، اب انھیں تم سے بھی بچاوں گا۔ تم سے مزید نہیں ڈروں گا"

عصر کے کڑکتے لہجے اور عرشیہ کے سلامت ہونے کا سنے مہویر کے دل سے بہت برا بوجھ سرکا، ابھی کہ لیے یہ بہترین تھا لیکن عرشیہ کی آزادی تو کام خراب کرنے والی تھی، اس قانونی آدمی سے بھی تو وولف نے ڈیل کی تھی۔

"عصر زمان۔ تم نے پہلی بار اچھا کام کیا۔ اسے کہنا رات گھر آئے۔ کچھ اہم ہے"

عصر اس سے پہلے جواب دیتا، مہویر نے کال کاٹ دی جس پر عصر کو مزید برا لگا، میٹنگ ختم ہوتے ہی سارا اسٹاف باہر گیا تو عصر بھی فون لیے اندر پہنچا جہاں انیس مصروف انداز میں لیپ ٹاپ کھولے بیٹھا کچھ کام کر رہا تھا، عصر نے آکر چپ چاپ اسکا فون سامنے ٹیبل کی سطح پر رکھا۔

"وولف نے کہا ہے آپ اس سے اسکے گھر ملیں شام کو۔ کچھ اہم ہے۔"

عصر کے اطلاع دینے پر انیس کے حرکت کرتے ہاتھ تھمے۔

"اسکی کال تھی؟ کہاں مرا تھا یہ کمینہ؟"

انیس نے فون اٹھا کر نمبر دیکھنا چاہا مگر نمبر ان نون تھا جس پر انیس کو حیرت گھیر گئی۔

"ان نان نمبر سے کال کی اس نے۔ سر آپ اس سے جان کیوں نہیں چھڑوا لیتے۔ وہ دوستی کے نام پر دھبہ ہے۔"

عصر کے دل میں جیسے انگارے سلگ اٹھے تھے، انیس نے فون واپس رکھتے اپنی توجہ کام پر مرکوز کی۔

"اس نے جان بچائی تھی۔ اپنا خون دیا تھا مجھے کیونکہ اس وقت وہی تھا میرے پاس۔ حالانکہ وہ خود زخمی تھا لیکن اس نے میری جان بچائی بھلے وہ خود مر جاتا اسے پرواہ نہ تھی۔ اسکے علاوہ بھی اس میں ہزار برائیوں کے ساتھ کچھ اچھائیاں ہیں جو مجھے اس سے نفرت کرنے سے روک دیتی ہیں۔ تمہیں سب پتا ہے پھر بھی ایسے مشورے دیتے ہو؟"

انیس کا لہجہ سرسری اور سرد ہی رہتا تھا جیسے اسکے اندر جذبات و احساسات کا فقدان ہو، عصر اسکے سامنے آتا کرسی پر بیٹھا تو انیس اسکی آنکھوں میں ہلکورتے سوالوں کو پرکھ گیا کہ اسے کونسی بے چینی لاحق ہے۔

"اس نے کل وائس میسج بھیجا تھا آپکے فون پر کہ عرشیہ المیر کو مار دو وہ کرمنل ہے۔ اور ابھی اس کمینے نے کہا کہ انیس نے مار تو نہیں دیا، جب بتایا کہ نہیں تو کہنے لگا میں نے پہلی بار اچھا کام کیا۔ اگر وہ میسج میں ڈیلیٹ نہ کرتا تو آج آپ عرشیہ المیر کو مار کر قاتل بن چکے ہوتے۔ ایسے انسان سے نفرت کرنی چاہیے جسکا کوئی دین ایمان نہیں"

عصر نے سب کچھ بتا دیا، وہ انیس سے زیادہ دیر کچھ چھپا ہی نہ سکتا تھا، انیس نے زور سے ٹیبل کی سطح پر ہاتھ مارا، عصر روہانسا ہوا کیونکہ انیس کی خون آشام نظروں میں غصہ بھرا تھا۔

"عصر زمان! تم اپنی حدود بھول رہے ہو۔ کیا یاد دلانی پڑیں گی۔ وہ مجھے کہتا مار دو اور میں الو کے پٹھے کی طرح مار بھی دیتا؟ ایسا ہی بے لگام پایا ہے تم نے مجھے اور کوڑھ مغز بھی۔ اب تک اسکے کہنے پر کتنے لوگ مارے ہیں میں نے؟ زرا کاونٹ تو کرنا"

انیس کی آنکھوں میں تناو اور مایوسی دیکھتے عصر کو اپنی غلطی کا احساس شدت کے سنگ ہوا تھا اور وہ شرمندہ و پشیمان بھی ہو گیا۔

"ایک بھی نہیں سر"

وہ نادم ہوا مگر انیس کا موڈ سخت آف ہو گیا تھا، آج تو ایسی حالت تھی کہ بس بات ملتی اور وہ ہتھے سے اکھڑ جاتا۔

"گڈ۔ رات تک یہاں کا سارا کام تم دیکھو گے۔ مینشن جا رہا ہوں۔"

وہ نا صرف اٹھا بلکہ اتنی اہم ڈیلنگز، پراجیکٹ اور تمام سٹوڈیو کا کام اس نے معصوم عصر کے کندھے ڈال کر سزا بھی دی، عصر نے مسکینیت سے اٹھ کر انیس کی طرف دیکھا جو اپنا کوٹ اٹھائے فون بھی لیتا ہوا کانفرنس روم سے نکل گیا، عصر بھی منمناتا پیچھے لپکا۔

"سر یہ سزا زیادہ ہے۔۔۔"

وہ تاسف سے بڑبڑایا جس پر وہ پلٹا۔

"اچھا۔ تمہاری زبان بھی زیادہ ہی چلی ہے آج۔ یہ سارے اوپن پراجیکٹ فائلز تم کمپلیٹ کر کے مجھے لسٹ رات تک میل کرو گے۔ سمجھ گئے؟ تمہارا سوفٹ ویئر ابڈیٹنگ مانگ رہا ہے۔"

انیس نے کسی قسم کی رعایت نہ کی جبکہ عصر جانتا تھا وہ رحم نہیں کھائے گا۔

"آپکو عرشیہ المیر کا واسطہ مجھ پر رحم کریں سر۔ یہ کام تو فجر تک بھی پورا نہیں ہو گا۔ اتنی ساری میلز بھی پینڈنگ ہیں۔"

عصر اسکے پیچھے پیچھے سائے سا لپکا تھا لیکن اس فضول قسم پر انیس سٹوڈیو کی مین انٹرنس راہداری پر رکا اور غضبناک سی نگاہ عصر پر ڈالی جسکا سانس بھی سوکھ گیا۔

"اسکا نام دوبارہ لیا تو تمہاری زبان کاٹ دوں گا۔ دو پراجیکٹس اور فائنلائز کرنے والے ایڈ ہوں گے اب۔ مزید بولو گے تو کام ڈبل ہو گا عصر۔ پورا دن اور رات ہے تمہارے پاس کیری اون۔ گڈ بائے"

وہ بچارا مزید نہ بولا اور انیس اسے سزا سنا کر چلا گیا، عصر نے اپنے سر کے بال نوچ لیے کہ کیا ضرورت تھی اس منحوس وولف کی شان میں قصیدے پڑھنے کی اور اب یہ جو پورے سٹوڈیو کے سارے کام عصر کو کرنے پڑ رہے تھے بچارا شائد ہی کل تک زندہ بچتا، جبکہ منائم کے دوستوں میں ایک ڈاکٹر بھی تھا، اسکا بی پی کچھ ہائی ہوا تھا تبھی منائم کا سر چکرا رہا تھا مگر وہ کچھ بہتر ہوئی تو تب مہویر روم کے دروازے تک پہنچا اور اسکے سب دوست بھی منائم کے آرام کی وجہ سے کمرے سے نکلتے چلے گئے۔

وہ مہویر کو دیکھ رہی تھی، بہت زیادہ اداس تھی۔

"تم اپنے بھائی کے ساتھ گھر جا رہی ہو ٹھیک ہے؟"

آخر کچھ دیر منائم کو یوں نیم دراز بیٹھ کر گہرے سانس لیتا دیکھنے کے بعد وہ آگے آیا اور اسکے قریب ہی بیٹھا جب وہ اسکا ہاتھ دونوں ہاتھوں میں جکڑ گئی، اسکی پلکیں گیلی اور بھوری آنکھیں سرخ تھیں۔

"م۔میں آپکے ساتھ جاوں گی۔۔ نہیں پہچانتی اسے یا کسی اور کو۔۔۔ ایسا نہ کریں میرے ساتھ"

بات کرتے ہی منائم کے آنسو بہنے لگے اور وہ ابھی اتنا تھکا تھا کہ اسکے آنسو اسکو مزید بیزار ہی کرتے۔

"منائم بات سنو! تم اسکے ساتھ گھر جاو۔ اپنے مما بابا کے پاس۔ تمہارے بھائی کو بتایا ہے کہ کیا ہوا ہمارے ساتھ۔ تمہاری یاداشت گئی ہے۔ تمہیں ابھی میڈیکل ہیلپ کی ضرورت ہے تاکہ تمہاری میمری واپس آسکے۔ میں کچھ دن تک تمہارے گھر آکر تمہارے پیرنٹس سے خود بھی بات کروں گا۔ ہمارا پہلے نکاح انکے سامنے نہیں ہوا تھا منائم۔ تمہارے پیرنٹس کچھ

نہیں جانتے، سمجھ رہی ہو میری بات؟ تمہارے بھائی کو یہی بتایا ہے میں نے کہ جن لوگوں نے ہمیں بچایا انہوں نے ہمیں میاں بیوی سمجھا اور پھر تمہاری یاداشت آجائے اس وجہ سے پکڑ کر نکاح کروادیا۔ یہی سٹوری وہ تمہارے پیرنٹس کو بھی بتائے گا۔ پھر میں جاکر خود بات کرے سب ٹھیک کروں گا۔ ابھی ہم ساتھ نہیں رہ سکتے"

ابھی مہویر اسے یہ بتاکر سٹریس نہیں دینا چاہتا تھا کہ انکا پہلا اور اکلوتا نکاح کل ہی ہوا ہے، اتنی ٹنشن اس ذہنی کشیدگی کے سنگ منائم کی ویسے ہی موت تھی اور وہ اب بے قصوروں کی موت نہیں چاہتا تھا۔

"م۔ مجھے کچھ اچھا نہیں لگ رہا۔۔۔ کوئی بھی یاد نہیں مجھے۔ م۔ میں ایسی جگہ کیسے رہوں۔ مہویر آپ بھی چلیں۔ ابھی بات کرلینا مماباباسے۔۔۔۔ مجھے اکیلا مت کریں پلیز۔ میں بہت سٹریس میں ہوں۔۔۔ ا۔ اگر مماباباجی خضر بھائی کی طرح چیخنے تو سر پھٹ جائے گا میرا۔۔۔۔ مت چھوڑیں مجھے انکے پاس پلیز۔۔۔۔"

وہ روتی ہوئی ہچکیاں بھرے گڑگڑا رہی تھی جیسے مہویر اسے اسکی فیملی کے بجائے قصائیوں کے حوالے کر رہا ہو، اس پر وولف بچارے کے دماغ کی دہی ہی تو ہو گئی۔

"میں کچھ دن مصروف ہوں نہیں چل سکتا ابھی۔ وہ لوگ تمہاری فیملی ہیں۔ میں پرایا ہوں۔ اس فرق کو سمجھو تم۔ رونے کی ضرورت نہیں۔"

وہ ستم گر تھا پھر بھی یہاں بیٹھا pokie بنے منائم کے آنسو ہاتھ سے پونچھ رہا تھا اور وہ مزید سسک رہی تھی جیسے مہویر سے الگ ہونا اسکی روح نوچ رہا ہو۔

"م۔۔ مہویر۔۔۔ مجھے بھول نہیں جانا پلیز۔۔۔ مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے۔۔"

وہ تھی بھی تو اتنی کیوٹ، اب ایسے رو رہی تھی کہ خود مہویر کا چہرہ افسردہ ہو رہا تھا۔

"نہیں بھولوں گا۔اب چلو وہ باہر ویٹ کر رہا ہے۔ویسے بھی تمہیں ریسٹ کی بھی ضرورت ہے۔اسکے ساتھ جاو اپنے گھر۔"

وہ اٹھا تو اس نے منائم کے چلے جانے کی خوشی میں اپنا ہاتھ بھی بڑھایا جسے تھامتی وہ اٹھ کر کھڑی ہوئی لیکن ابھی بھی ٹھیک نہیں تھی۔

"م۔مہویر۔۔۔مت کریں"

وہ پھر سے روتے منمنائی تو مہویر نے اک سرد سانس کھینچی جو انکار کی اک شکل تھی جس سبب وہ منہ اسکے سینے میں چھپا کر رو پڑی تھی۔

"یہ کیا جونک چیز ہے۔۔۔ایسے رو رہی ہے جیسے میں اسکا روح کا ساتھی ہوں۔اب اس سے جان چھڑوادیں میری اللہ ورنہ سر پھٹ جائے گا میرا"

وہ مزید یہ سب برداشت نہیں کر پا رہا تھا تبھی منائم نے خود ہی حوصلہ پکڑا اور اپنے آنسو پونچھتی زرا سامنے ہوتے رندی نگاہوں سے مہویر کو دیکھنے لگی،اسکے چہرے پر رونے سے خزن آجما تھا۔

"نہیں کرتی آپکو تنگ۔۔ جا رہی ہوں۔۔۔ خوش ہو جائیں آپ"

وہ لڑکھڑاتی ہوئی نا صرف دور ہوئی بلکہ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتی ہوئی وہ کمرے سے نکل گئی، مہویر نے اپنی آنکھیں زور سے مسلیں اور پیچھے ہی اسکے ساتھ باہر پہنچا جہاں خضر اسے دیکھتے ہی پاس آیا اور منائم کو اپنے سینے لگایا تو وہ چپ چاپ نہ صرف بھائی کے گلے لگی بلکہ رونے بھی لگی، مہویر نے فون شمس الدین کو تھمایا جبکہ خود وہ انکے پاس ہی رک کر ان بہن بھائی کو دیکھ رہا تھا، ہر احساس سے عاری تھا اسکا یوں دیکھنا۔

"رو نہیں بھائی کی جان۔ واپس آ جائے گی تمہاری میمری۔ میں بیسٹ ڈاکٹر ہائیر کروں گا تمہارے لیے۔ مت رو۔ گھر چلتے ہیں۔ بلکل بھی پریشان نہیں ہونا۔۔۔ تمہارا نام کیا ہے؟"

اول وہ منائم کو حوصلہ دیے اختتام تک مہویر کی طرف دیکھتے بولا۔

"مہویر میثاق۔ میرے ہسبنڈ ہیں یہ۔ میں بہت پیار کرتی ہوں۔ دوبارہ ان سے دور نہ کرنا مجھے آپ بھائی۔ م۔ میں انکے بغیر گھر بھی نہیں جانا چاہتی۔۔۔ میرے ہیں یہ"

اس سے پہلے خضر کو مہویر سے جواب ملتا، اپنے سینے لگی منائم ہی آنسوؤں سے روتی بتانے لگی اور اب تو شمس الدین کے پیروں سے بھی زمین سرکی تھی اور خضر تو لاجواب ہوتا منائم اور کبھی مہویر کا منہ دیکھ رہا تھا جیسے پوچھ رہا ہو یہ سب ہو کیا رہا ہے۔

"میرے صبر کی اک حد ہے۔ اسے ختم مت کرو منائم ملک"

مہویر نے پس لب دانت پیس کر جیسے اپنی مٹھیوں کو ضبط سے بھینچا تھا جبکہ وہ دیکھ بھی بار بار مہویر کو رہی تھی جیسے اسکی جان اسی شخص میں اٹکی ہو۔

"ٹھیک ہے بھائی کی جان۔ تمہارا ہے یہ۔ بلکل الگ نہیں کروں گا تمہیں۔ لیکن ابھی ہمیں جانا ہے۔ مہویر آجائے گا جلدی۔ آجاو۔۔۔بائے کہہ دو اسے"

خضر نے اسے جیسے تیسے بہلا پھسلا کر ساتھ لے جانے کی کوشش کی پر بار بار پیچھے مڑ کر مہویر کو دیکھ کر رو رہی تھی، خضر نے اسے زبردستی بازو سے پکڑ کر لے جاتے گاڑی میں بٹھایا تھا لیکن جب تک اس سے ممکن ہوا وہ مہویر کو ہی دیکھتی رہی۔

"ت۔۔تم نے اس سے شادی کر لی مہویر؟ یہ کس قسم کا بدلہ ہے بچے؟۔ تم نے تو کہا تھا فاطمہ نور کے علاوہ ہر عورت حرام ہے تم پر۔ جانتا ہوں وہ بے وفا نکلی پر تم بھی تو بے وفائی کر رہی بیٹھے کسی اور کے ہو کر۔۔۔۔؟"

شمس الدین کے سوالوں اور بھیگتی آنسوؤں سے بھری آنکھوں کو دیکھے وہ یکلخت انکی طرف گھوما۔

"شمسو! پلیز غلط مت سمجھیں۔ سب بتاتا ہوں۔ آئیں یہاں بیٹھیں۔"

وہ اس روتے بزرگ کو پکڑ کر کرسیوں کی جانب لے کر گیا اور انکو کرسی پر بٹھائے خود بھی بیٹھا اور ہر چیز تفصیلی بتائی جسکے بعد شمس الدین کے آنسوؤں میں کمی آئی اور پھر وہ رک بھی گئے۔

"وہ ب۔ بہت اونچا آدمی ہے۔ اسے بس یونہی توڑا جا سکتا تھا مہویر کہ اس سے بھی اسکی اولاد چھینی جاتی۔ اب۔۔ اب میری ف۔۔ فاطمہ نور کو انصاف کیسے ملے گا۔ تم اس شخص سے مقابلہ کیسے کرو گے بولو؟"

شمس الدین کے رکے آنسو پھر جاری ہوئے جب اپنی بیٹی کی لاش آنکھوں کے سامنے لہرائی۔

"میں اسکی بیٹی کو استعمال بھی کر سکتا ہوں شمسو! وہی مجھے اس اونچے آدمی تک لے جائے گی۔ شاید یہی بہتر راستہ ہے انتقام کا۔ جبکہ فاطمہ نور نے مجھ سے بے وفائی نہیں کی، اس آدمی نے زبردستی فاطمہ نور سے نکاح کیا

تھا، میری منگیتر سے۔ میری محبت سے۔۔ مجھ سے میرا غرور چھینا تھا۔ میں بھی عاصم المیر سے اسکا سب کچھ چھینوں گا۔ مجھ پر بھروسہ کریں۔ جہاں اتنا انتظار کیا وہاں تھوڑا اور سہی"

وہ واپس دلاسا پا کر پر سکون ہوئے کیونکہ انکے پاس بھی مہویر پر بھروسہ کرنے کے سوا کوئی آپشن نہ تھا، وہ آمادہ ہوئے تو مہویر نے بھی انکے جھڑیوں والے ہاتھ پر اپنا مضبوط ہاتھ رکھ دیا تھا۔

.._____..

عاصم المیر ملک کے سامنے سوہا نے نئی ڈیمانڈ رکھ دی تھی، محراب ابھی تک آفس ہی تھی لیکن پھر اس نیوز کہ بعد وہ بھی گھر روانہ ہوئی کیونکہ نیوز میں یہ بتایا جا رہا تھا کہ عرشیہ المیر کڈنیپ ہو گئی ہے اور سابقہ خبر کے مطابق سوہا اور عاصم کو ملایا گیا تھا اور نیوز میں یہ بھی تھا کہ اگر عرشیہ، عاصم کی بیٹی ہے تو اب وہ کیا ایکشن لے گا اسکا ہر کوئی منتظر ہے جبکہ ابھی تک پچھلی خبر کی تردید

بھی نہ چھپ سکی تھی جس وجہ سے لوگ اس معاملے کے لیے بہت دلچسپی دیکھا رہے تھے، محراب گھر نکلی تھی تاکہ عاصم ملک کو شئیرز کی ٹرانسفر کا جھٹکا اس بے وفائی پر دے سکے، ساتھ رشتہ ختم کرنے کا بھی لیکن شاید اس سے زیادہ اہم معاملہ بھی کچھ دیر میں انکے علم میں آ ہی جاتا، منائم کا معاملہ۔

عرشیہ بھی گھر پہنچ چکی تھی، آدھا گھنٹہ پہلے، اس نے پہلے تو آکر اپنے فون سے نئی کو کال کی تھی جو اسکے کڈنیپ کی نیوز سن کر بہت پینک کر رہی تھیں، پر عرشیہ کی آواز سن کر انھیں سکون ملا، سوہا اور رئیس گھر نہیں تھے، کڈنیپ کی خبر چھپتے ہی وہ عاصم سے ملنے گئی تھی جو خود اس خبر پر منتشر تھا کہ پریس کانفرنس تک کا سوچ رہا تھا کہ دنیا کو بتادے کہ عرشیہ المیر اسکا خون ہے اور جس نے بھی اسے کڈنیپ کیا وہ اپنا انجام سوچ لے کیونکہ اگر وہ ایسا نہ کرتا تو سوہا حلق کا کانٹا بن جاتی جسکے پاس اسکا بہت بڑا راز تھا۔

ان دو کے گھر نہ ہونے پر عرشیہ کو کچھ سکون لینے کا موقع ملا، آکر اس نے پہلے تو شاور لیا، ننی سے وہ سب ڈسکس تو نہ کر سکی لیکن اتنا کہا کہ وہ جلد انکے پاس آرہی ہے، کچھ دن وہ نانو و اور ننی کے ساتھ رہنا چاہتی ہے۔

ننی کو مطمئن کرنے کے بعد اس نے عصر کا نمبر اپنے فون میں سیو کیا اور اسے ایک میسج بھیجا، جو عصر کو کام کا امبار دیکھنے کے بیچ موصول ہوا پر عرشیہ کا "عصر زمان یہ میں ہوں تمہارے سڑو کی سابقہ قیدی" کا میسج ہوا کا خوشگوار ٹھنڈا جھونکا لگا اور عصر مسکرا اٹھا۔

عصر نے فوراکال کی تھی جو عرشیہ نے مسکراتے ہوئے پک کی۔

"میم۔ آپ ٹھیک ہیں ناں؟"

وہ زرا کام سائیڈ کرتا عرشیہ سے اسکی خیریت جاننے کا طلب گار تھا۔

"ہاں ٹھیک ہوں۔ کیا کر رہے ہو عصر زمان"

وہ ناچاہتے ہوئے بھی اداس تھی۔

"مت پوچھیں۔ اپنے گیمنگ سٹوڈیو کا سارا کام میرے سر ڈالے نکل گئے اپنے گھر مسٹر سڑو۔ سزا دی ہے کیونکہ تھوڑا زیادہ بول گیا تھا آج"

بچارے عصر کی دہائی پر وہ متجسس ہوئی، چلو اتنا تو پتا چلا کہ وہ گیمنگ سٹوڈیو کا مالک ہے، نام نہ سہی اسے سڑو کا کام تو پتا چل گیا۔

"اوہ۔ کہو تو میں آجاوں ہیلپ کروانے؟ کیا تمہارا سر گیمنگ سوفٹوئیر انجنیئر ہے؟"

عرشیہ کی مدد کی آفر تو اس وقت ڈوبتے عصر کو تنکے کا سہارہ ہی لگی، ویسے بھی انیس اب کل تک سٹوڈیو آنے والا نہ تھا۔

"جی ایسا ہی ہے۔ کیا آپ آسکتی ہیں۔ مطلب فری ہیں تو آجائیں۔ میں ایڈریس بھیجوں آپکو؟"

عصر بھی پورا کام چور تھا، آفر کیا ملی بچاری عرشیہ کو فورا بلوالیا۔

"میں اسکے سامنے نہیں آسکتی۔پہلے گارنٹی دو کہ وہ آج سٹوڈیو نہیں آئے گا پھر شام تک آتی ہوں"

عرشیہ نے ڈرے ڈرے انداز میں تمہید باندھی تو عصر خوبصورت سا مسکرایا۔

"نہیں آئیں گے آج انکو بہت کام ہیں۔ آجائیں مل کر گپ شپ بھی کریں گے۔ آپکو آپکے سڑو کے بارے مزید ڈیٹیل بھی دوں گا نام کے سوا"

وہ بھی جیسے سمجھ گیا تھا کہ انیس کے نام چھپانے کے پیچھے کوئی وجہ ہے جبکہ عصر بھول رہا تھا کہ وہ لڑکی جاسوس ہے۔

"ہمم۔ تم مجھے سٹوڈیو بلاو گے تو میں وہاں کسی سے بھی نام پوچھ لوں گی اس ہٹلر کا"

عرشیہ نے چہکتے ہوئے اپنے عقل مند ہونے کا ثبوت دیا تو اس بار عصر ہنسا۔

"اف یہ تو میں نے سوچا ہی نہیں۔ مروا دیا تھا آپ نے مجھے۔ اچھا ایسا کرتے ہیں کسی اور جگہ ملتے ہیں۔ میں یہ کام کا امبار وہیں لے آوں گا۔ ساتھ ساتھ ہم گپ شپ کر لیں گے۔ اس وقت کسی کی کمپنی کی بہت ضرورت ہے ورنہ نیند آجائے گی مجھے"

عصر کے سہم جانے اور ارادہ بدلنے پر اس بار وہ ہنسی کہ یہ کتنا ڈرتا ہے۔

"ہاہا عصر تم تو ایسے کر رہے ہو جیسے وہ تمہیں کھا جائے گا۔ اوکے دے دو سٹوڈیو کا پتا، میں اپنی جاسوس خصوصیات گھر ہی چھوڑ کر آوں گی۔ آتی ہوں۔"

اب اتنا تو عصر کو اعتماد تھا ہی کہ وہ جو کہہ رہی ہے اس پر عمل کرے گی تبھی اس نے خوشی خوشی کال بند کی اور عرشیہ کو لوکیشن بھیجی، جو عرشیہ کے فون پر کسی OBSIDIAN PLAY سٹوڈیو کے نام سے شو ہو رہی تھی۔

"تمہارا نام کھوجنے کی کوئی کوشش نہیں کروں گی۔ آئی پرامس"

وہ نرم سا مسکراتی انیس غانم علوی کا باوقار سراپا سوچنے لگی، اب شاید عصر بھی سزا میں ملا کام مسکرا کے کر لیتا جبکہ خود عرشیہ ریڈی ہوئی، گہرا مرون کیبل نِٹ سوئیٹر پہنے ساتھ آف وائٹ ہائی ویسٹ پینٹ بیلٹ کے ساتھ پہنی تھی، پیروں میں ہاف وائیٹ اینکل ہیلز جبکہ گارڈیگن اسکا پینٹ سے میچنگ تھا، بال ہلکے ویوز کرے اس نے تھوڑے سے اٹھا کر میرون بو کلپ لگایا تھا، ہلکا سا فریش لک میک آپ بھی کیا، ایکسیسریز کے نام پر کانوں میں بس میرون پرل ہوپس پہنے تھے۔

وہ ریڈی ہو ہی رہی تھی جب اسے مما کی آواز سنائی دی، وہ باہر نکلی ہی جب سوہا اپنا لاؤنج میں بیگ رکھے لپک کر عرشیہ کی طرف آئی اور اپنے زور سے گلے لگایا، خود عرشیہ ششدر رہ گئی کہ جانے کتنے مہینوں بعد اسکی ماں نے اسے یوں گلے لگایا، ایون عرشیہ کے لیے پریشانی کی بات یہ تھی کہ سوہا اسے خود سے لپٹائے رو بھی پڑی، پیچھے پیچھے یہ ملن دیکھتا رئیس بھی پہنچا لیکن اسکے

قدم عرشیہ کو دیکھ کر کچھ دور ہی تھم چکے تھے، آنکھوں میں ازلی حقارت امڈنے لگی تھی، ماتھے پر بنے زخم کو میکانی طور پر چھوتا وہ کدورت اور کینہ سے بھری نظروں سے ان ماں بیٹی کو دیکھ رہا تھا۔

"تمہاری مما بہت ڈر گئی تھیں عرشی۔ میرا بچہ۔۔ میری جان تم ٹھیک ہو ناں۔۔ کس منحوس نے کڈنیپ کیا اور تاوان مانگ کر چھوڑ بھی دیا۔ پیسے ارینج کیے تھے میں نے پر اس نے کال ہی نہیں کی۔۔ تمہارے بابا سے مدد لی۔۔ اور کل تو وہ پریس کانفرنس کرنے والا ہے، تمہیں اپنی بیٹی ماننے کے لیے۔ اس پر اس کمینے کو مجبور کر دیا ایک ماں کی ممتا نے۔۔۔۔ تم آ گئی ہو یہ بات ابھی باہر نہ جائے عرشیہ۔۔۔ وہ کل تمہیں اپنا خون، اپنی بیٹی ڈکلئیر کرنے والا ہے۔"

وہ مما کی بھیگی آنکھیں دیکھ کر صدمے میں تھی، کیا نئی کی بات سچ تھی کہ انہوں نے اس بار سوہا کے لہجے میں کچھ الگ پرکھا تھا؛ وہی جو اس وقت عرشیہ بھی دیکھ پا رہی تھی۔

"مجھے صرف کڈنیپ نہیں کیا گیا تھا، میرا کنٹریکٹ دیا گیا تھا مما۔ مجھے مارنے کے لیے"

عرشیہ نے یہ سوہا کو بتاتے جب پیچھے نظریں لے جاتے رئیس ملانی پر جمائیں تو سوہا نے بھی گھبرا کر رئیس کی طرف دیکھا کیونکہ عرشیہ اسکی طرف اشارہ کر رہی تھی۔

"ک۔۔کیا؟ تمہیں کون مارنا چاہے گا ہماری مشترکہ جان؟"

سوہا سے پہلے رئیس بناوٹی فکر جتاتا بول پڑا تاکہ سوہا کی اس پر جمی شکی نظریں نرم پڑیں۔

"تم ہو سکتے ہو رئیس۔"

عرشیہ نے بنا جھجکتے اس نجس آدمی پر الزام لگایا جس نے رئیس کو تلملانے پر مجبور کر دیا۔

"ایسا کیوں کہہ رہی ہو عرشی۔ یہ کیوں مارنا چاہے گا تمہیں؟"

سوہا ابھی بھی سمجھ نہ پائی کہ عرشیہ کیا کہنا چاہتی ہے، رئیس کی شکل پر نحوست تو پہلے ہی آگئی کیونکہ اسکا پول کھلنے کے دہانے پر تھا، دو سال سے وہ عرشیہ کو دھمکاتا آیا تھا کہ اگر وہ اسکے بارے سوہا کو بتائے گی تو وہ ان ماں بیٹی کو کبھی سکون آنے نہ دے گا لیکن عرشیہ مزید چپ نہیں رہنا چاہتی تھی، انیس نے اسے کہا تھا ایسے لوگوں کو ڈھیل نہیں دینی چاہیے۔

"آپ نے پوچھا نہیں اپنے اس دوسرے شوہر رئیس ملانی سے کہ اسے یہ چوٹ کیسے لگی مما؟"

وہ پہلے جیسی نہیں تھی، اپنی ماں کی زندگی میں شامل اس رئیس نامی گند کو باہر دھکیل دینے کی ہمت لے کر آئی تھی، سوہا ٹھٹھک کر رئیس کی

طرف دیکھنے لگی جبکہ رئیس خوشامدی سا مسکرایا اور قریب آیا جیسے دونوں کو قابو کر لے گا پر عرشیہ نے اسکے قریب آتے ہی اس زور سے

اسکے منہ پر تھپڑ مارا کہ وہ کئی قدم دور جالہرایا، عرشیہ المیر سب کر سکتی تھی پر کسی کو ایسے مار نہیں سکتی تھی مگر آج اسکی یہ جرت دیکھ کر سوہا بھی دنگ رہ گئی۔

رئیس کی آنکھوں سے اس تضحیک پر شرارے اٹھنے لگے، سوہا بھی منہ پر ہاتھ رکھے یہ منظر دیکھنے میں لگی تھی، اسے رئیس کے منہ پر پڑتے تھپڑ پر تکلیف پہنچی تھی۔

"ع۔۔ عرشیہ۔۔ میری جان"

سوہا نے اسے تھام کر روکنا چاہا کیونکہ وہ اسکی دوسری گال بھی یونہی لال کرنے کی تیاری میں تھی۔

"اس نے مجھے ہراس کرنے کی کوشش کی مما۔ اس نے کہا آپ سے شادی اس نے میرے پیچھے کی۔ کہا تھا میں نے اس آدمی سے زیادہ عزت گلی کا آوارہ کتا ڈیزرو کرتا ہے پر آپ نہ مانیں"

جس قدر اس کے اندر اس وقت قوت تھی وہ اتنا چلائی کہ سوہا نے حقارت سے رئیس کی طرف دیکھا تھا، سوہا کو جیسے اپنے کانوں پر یقین نہ آیا، اب اسے سمجھ آیا کہ عرشیہ ایک دم بنا فون اور گاڑی کیوں باہر گئی۔

"مما اس نے میرے ساتھ زبردستی کی کوشش کی۔ میں نے اسکے سر پر مگ مارا اور بھاگ نکلی۔ نہ فون کا ہوش تھا نہ گاڑی کا۔ اور اسی کا فائدہ اٹھائے اس کڈنیپر نے مجھے اٹھالیا۔ اُسے کسی نے کہا تھا میں کرمنل ہوں۔ لیکن میں نہیں تھی تو خود ہی اُس نے چھوڑ دیا۔ یہ آدمی آپکے لائق نہیں۔ اس سے میں تو کیا آپ بھی محفوظ نہیں مما۔ دو سال سے اس نے مجھے دھمکائے رکھا کہ اگر یہ سب آپکو بتاوں گی تو یہ مجھے اور آپکو نقصان دے گا"

وہ آج کچھ بھی چھپانا نہ چاہتی تھی، رئیس کو اپنا کھیل ختم ہوتا محسوس ہو رہا تھا کیونکہ سوہا کی نظروں میں دو سال لگا کر جو مقام بنایا وہ عرشیہ نے دو سیکنڈ لگا کر زمین پر ڈھیر بنا دیا تھا۔

"بکواس کر رہی ہے تمہاری بیٹی۔ تمہیں کہا تھا سوہا اسکی مجھ پر نظر ہے۔ یہ جلتی ہے تم سے کہ تمہارے پاس اس عمر میں بھی اتنا ہینڈسم شوہر ہے اور اسے کوئی منہ نہیں لگاتا۔ تمہاری بیٹی سے تمہاری خوشی برداشت نہیں سوہا۔ آنکھیں کھولو اپنی"

رئیس نے بھی ہار نہ مانی، اپنی غلاظت اگلنا جاری رہا جبکہ سوہا کا اس وقت دماغ پھٹنے کے دہانے پر تھا۔

سوہا کے قدم جیسے زمین میں گڑ گئے تھے۔ ایک طرف عرشیہ تھی، اس کی کوکھ کی پیداوار، وہ بچی جس کے ایک ایک آنسو پر اس کی روح کانپ جاتی تھی۔ دوسری طرف رئیس تھا، وہ شخص جس کے ساتھ اس نے اپنی زندگی کا دوسرا باب جوڑنے کی حماقت کی تھی، جس پر اس نے آنکھ بند کر کے اعتبار کیا تھا۔

ہال میں سناٹا پھیل گیا تھا، بس عرشیہ کی ہانپتی سانسیں اور رئیس کی بھاری ہوتی ہوئی خاموشی پھنکار رہی تھی۔

سوہا نے کانپتے ہاتھوں سے اپنی پیشانی کو مسلا، اس کا دماغ چیخ رہا تھا۔ دو سال...

دو سال سے عرشیہ خاموش تھی؟ دو سال سے اس کی بیٹی اکیلے اس جہنم سے گزر رہی تھی؟

وہ آہستہ آہستہ رئیس کی طرف پلٹی۔ اس کی نظروں میں اب وہ چمک نہیں تھی جو چند لمحے پہلے تک تھی، اب وہاں شک تھا۔

"تم نے میری بیٹی کو ڈرایا، دھمکایا۔ اسکے ساتھ زبردستی کی کوشش کی رئیس"

سوہا کی آواز رندی تھی، آنکھوں میں ٹوٹے یقین کی کرچیاں تھیں۔

"سوہا۔ وہ تمہیں گمراہ کر رہی ہے۔ وہ تمہارا گھر برباد کرنا چاہتی ہے۔"

رئیس ملانی جیسے اپنی صفائی دیتا جھنجھلاہٹ کا شکار ہوا البتہ عرشیہ حیرت زدہ تھی کہ کوئی اتنا بے غیرت کیسے ہو سکتا ہے۔

"خاموش!"

یہ لفظ سوہا کے منہ سے نہیں، اس کے اندر جمع ہوتی آگ سے نکلا تھا۔ عرشیہ تک سہم گئی، یہ دو سالوں میں پہلی بار تھا جب اس نے اپنی ماں کو رئیس پر یوں چلاتے دیکھا تھا۔

"وہ جھوٹ نہیں بولتی۔ تم پر شک تو پہلے ہی تھا مجھے کمینے"

سوہا کی آنکھوں میں نفرت ابھر آئی۔

"تم جیسے گھٹیا کو نہ صرف میں اپنی زندگی سے نکالوں گی بلکہ قانون کے حوالے بھی کروں گی"

رئیس کے چہرے کا رنگ اڑ گیا۔

"سوہا، تم ایسا نہیں کر سکتی۔ یہ تمہیں ورغلا رہی ہے"

رئیس کے ہاتھ سے سب ریت کی طرح پھسل رہا تھا۔

"میں سب کچھ کر سکتی ہوں! میں سوہا سومرو ہوں۔"

سوہا کی دھاڑ کمرے میں گونجی۔

"اسکے علاوہ اب میں صرف ماں ہوں اور آج کے بعد میری بیٹی کو دھمکانے والا، تکلیف دینے والا، چھونے والا، گندی نظر ڈالنے والا کوئی انسان بربادی سے نہیں بچے گا رئیس۔ ابھی کے ابھی میرے گھر سے نکل جاو رئیس۔ تم سے بات اب کورٹ میں ہو گی"

رئیس کے قدم یوں پیچھے ہٹے تھے جیسے پھانسی گھاٹ کی طرف جاتے مجرموں کے پلٹتے ہیں، وہ انتقامی تیور لیے دونوں کی آنکھوں کی نفرت دیکھتا وہشت ناک ہنسا تھا۔

"تم بچ کر دیکھانا اب عرشیہ المیر۔ تم دونوں کو دیکھ لوں گا میں"

ناک کے نتھنے پھولا تا رئیس دگنا دھاڑ کر وہاں سے گیا تھا اور اس نے عرشیہ اور سوہا کو بھرپور ڈرانے کی کوشش بھی کی لیکن عرشیہ کو آج ڈر نہیں لگا، اس نے اپنی دو سال پہلے کھو چکی مما واپس جو پالی تھیں، اب اسے کسی کا ڈر نہ تھا۔

سوہا پلٹ کر عرشیہ کے قریب آئی، اسکی نم آنکھیں دیکھتے اسے اپنے سینے سے لگا لیا۔

"عرشیہ مجھے معاف کر دو۔ میں اب تمہیں کوئی تکلیف پہنچنے نہیں دوں گی۔ میں نے تمہیں دنیا سے چھپائے رکھنے کی عاصم سے بہت قیمت لی اب تک کیونکہ نہیں چاہتی تھی اسکی پہلی بیوی تمہیں نقصان پہنچائے اور ہم سڑک پر آجائیں تبھی اسکی کمزوری کا فائدہ اٹھایا، کیونکہ یہ میرا اور تمہارا حق تھا جو اگر میں نہ چھینتی تو وہ کمینہ تمہارا باپ کبھی خود نہ دیتا لیکن اب میں

تمہیں تمہارا سارا حق دلواوں گی۔ ملک ہولڈنگز تمہاری ہو گی۔۔ میری بیٹی اسکے دوسرے دو بچوں کی طرح برابر کی حق دار ہے"

وہ مما کے مل جانے پر ہی خوش تھی، اسکے سوا اسے کچھ نہیں چاہیے تھا۔

"مجھے کچھ نہیں چاہیے مما۔ آپ کی زندگی رئیس جیسے انسان سے پاک ہو جائے بس یہی چاہتی ہوں۔ اور وہ آدمی کسی اور لڑکی کی یا عورت کی زندگی نہ خراب کر سکے۔ اسکا انتظام کرنا ہو گا۔ رہی بات ملک ہولڈنگز کی تو جب مجھے اپنے بابا سے کوئی تعلق نہیں رکھنا تو انکے بزنس میں حصہ داری پا کر کیا کروں گی۔۔ آپکو میرے ہوتے ہوئے کبھی کسی چیز کی کمی نہیں ہو گی۔ آپ انھیں کہہ دیں کانفرنس مت کریں۔ مجھ سے انکا کیا رشتہ ہے اسکو دبا ہی رہنے دیں۔ مجھے بابا یا انکے نام کی کوئی ضرورت نہیں۔"

عرشیہ کی ایسی باتیں سوہانے سنی پر وہ ان پر عمل کرنے کے حق میں ہر گز نہ تھی۔

"عاصم المیر ملک سے سب کچھ چھینوں گی۔ تم مجھے نہیں روکو گی۔ تم کوئی تعلق مت رکھنا کیونکہ وہ اس لائق ہے بھی نہیں۔ لیکن اپنے حق سے تم دستبردار نہیں ہو گی عرشی۔ سمجھ گئی۔ اس رئیس کا انتظام میں خود کروں گی۔ تمہیں کسی سے ڈرنے کی ضرورت نہیں۔"

سوہا نے اسکا چہرہ ہاتھوں میں بھرے جیسے ان سب معاملات سے دور رہنے کی تلقین کی جس پر عرشیہ آمادہ تو ہوئی پر مسکرائی بھی کہ اسکی زرا ہمت کرنے کی دیر تھی کہ اسکی مما اسے واپس مل گئی، وہ خوش تھی کہ اس نے یہ سٹیپ لیا۔

"میری پیاری بیٹی۔ میرا سب کچھ تم ہو بس یہ بات کچھ وقت کے لیے بھول گئی تھی۔ معاف کر دینا۔ بتاو لنچ میں کیا کھاو گی؟ میں خود اپنے ہاتھوں سے تمہارے لیے بناوں گی"

عرشیہ کو خوشی ملی تھی، وہ ترس گئی تھی مما کے ایسے لاڈ کے لیے، کتنا مس کرتی تھی وہ اپنی اور مما کی کمپنی کو، بہت سی باتیں کرنے کو، ایک دوسرے کا خیال رکھنے کو۔

"مما۔ بس دوبارہ مجھے اگنور نہیں کرنا۔ اور کچھ نہیں چاہیے۔ میں آپکو بہت مس کرتی تھی۔ کہ ایک مما تھیں وہ بھی چھن گئیں۔ آپکی وجہ سے کبھی کوئی دوست بھی نہیں بنائی تھی کیونکہ آپ ہمیشہ سے میری دوست رہی ہیں۔ اور یہ پچھلے دو سال بنا کسی دوست کے زندہ رہی ہوں۔ مشکل تھا۔ لیکن مجھے یقین ہے آپ مجھے وہ دو سال بھلا دیں گی۔ آئی نیڈ یو"

عرشیہ کی تکلیف، اسکی کانپتی آواز، اسکا یہ اکیلے پن کا درد، سب ہی سوہا کو احساس جرم میں مبتلا کر رہا تھا، رئیس اسے ورغلا پاتا یا نہیں پر ابھی تو سوہا کو صرف عرشیہ یاد تھی۔

"مجھے معاف کر دو۔ ادھر آو میری گڑیا۔۔۔ تمہاری مما بہت بیوقوف اور کم عقل ہیں۔ دو بار دل لگانے کی کوشش کی، دونوں بار غلط فیصلہ کیا۔ شاید امی بابا کی بد عائیں لگی ہیں کہ کبھی سکون سے نہیں رہ سکی۔ کیونکہ زندگی کا ہر فیصلہ ان کی مرضی کے مخالف جا کر کیا میں نے۔"

وہ عرشیہ کو گلے لگائے ہوئے اپنے کیے پر نادم تھی، عرشیہ کے نظروں سے زرا اوجھل ہونے نے ہی اسکی آنکھیں کھول دی تھیں کہ اسکے لیے ضروری تو اب اپنا آپ بھی نہیں، بس عرشیہ ہے۔

"نیویئر پر ہم دونوں چلتے ہیں آذربائیجان انکے پاس۔ ساری ناراضگیاں مٹا دیجئے گا۔ وہ کہتے نہیں پر آپکو مس کرتے ہیں دونوں۔ میرا بھی پلین ہے۔"

عرشیہ نے جیسے فوری حل فراہم کر دیا، پر سوہا

ابھی یہ سب ایسے الجھا چھوڑ کر نہیں جا سکتی تھی کیونکہ ابھی اس میں امی بابا کا سامنا کرنے کی ہمت نہ تھی نہ اتنا سٹیمنا کہ وہ انھیں راضی کر سکتی۔

"تم پلین پر عمل کرو۔ اس ماحول سے نکلو۔ میں یہ بکھیڑے سمیٹ کر ہی کہیں جاپاوں گی۔ میں چینج کر کے آتی ہوں پھر لنچ بناتی ہوں اپنی گڑیا کے لیے۔ دو دن میں کیسے اتنا سامنہ نکل آیا۔ پتا نہیں کچھ کھانے کو دیا بھی تمہیں یا نہیں۔ کمینے لوگ۔ آتی ہوں"

وہ مما کی فکر پر اداس سا مسکرائی اور سر ہلا کر جانے کی اجازت بھی دی جبکہ سوہا کے جاتے ہی وہ بھی لیوئنگ ایریا کی طرف چلی گئی، جبکہ انیس واپس علوی مینشن پہنچا تو لنچ کا وقت ہو چکا تھا، گاڑی پارک کرتے ہی وہ نکلا تو اسے لان میں دھوپ کے سائے میں بیٹھے ابراہیم اور عدین نظر آئے، عدین تو کچھ کام کر رہا تھا جبکہ ابراہیم گارڈن ایریا میں ٹہل رہے تھے۔

"بھیو۔ میں لیمن کوکیز بیک کر رہا ہوں۔ کھائیں گے ناں آپ؟ چائے بناوں ساتھ"

عدین نے وہیں سے اپنے سگھڑ ہاپے کی منادی کرواتے آواز لگائی۔

"لنچ کے بعد بنانا چمپئن! ابھی پڑھائی کرو دھیان سے تم"

انیس نے بھی اسے سکون سے پڑھنے کی تلقین کی جبکہ ٹہلنا روک کر اپنی طرف تکتے بابا کے قریب وہ رک گیا۔

"یقیناً پیسے ختم ہو گئے ہیں تبھی دن دیہاڑے آپ مینشن میں نظر آ رہے ہیں۔"

انیس کا لہجہ ناچاہتے ہوئے بھی دہک سا گیا، کل رات اس نے بابا کا کتنا انتظار کیا پر ابراہیم پوری رات گھر نہ آئے، ابراہیم جو اسکا زخمی ہاتھ چھو کر دیکھ رہے تھے، انیس کے ایسے طنز پر اسکے منہ کو دیکھنے لگے۔

"تمیز سے بات کیا کرو، باپ ہوں تمہارا۔ یہ کیا ہوا ہے ہاتھ پر؟ تمہیں میری جان نکال کر مزہ آتا ہے کیا؟"

عدین کی توجہ بھی دونوں کی جانب تھی پر وہ اٹھ کر نہ آیا بلکہ بس انکی باتیں سن کر الرٹ ہو گیا تھا، انیس نے بے دردی سے اپنا ہاتھ بابا کے ہاتھ سے کھینچا۔

انیس نے ہاتھ کھینچتے ہی جیبوں میں ڈال لیے، اسکا چہرہ سخت ہو چکا تھا مگر آنکھوں میں صرف شکائیت اور سفاکیت ایک ساتھ ہلکورا اٹھی تھی۔

"آپ کی جان کب نکلتی ہے بابا؟"

وہ ہنسا، مگر اس ہنسی میں خوشی کا شائبہ تک نہ تھا جبکہ ابراہیم تو ابھی تک اسکے ہاتھ جھٹکنے پر ساکن تھے۔

"جب میں زخمی ہو کر آپ کے سامنے کھڑا ہوتا ہوں؟ مگر تب کیوں جان نہیں نکلتی جب پوری رات آپ کا انتظار کرتا ہوں اور آپ؟ آتے ہی نہیں؟"

ابراہیم کے ماتھے پر بل گہرے ہو گئے۔ وہ ایک لمحہ خاموش رہے، جیسے کوئی قوی بہانہ تلاش رہے ہوں۔

"میٹنگ تھی۔ ضروری"

ابراہیم نے کہہ کر نظریں سی چرائیں، عدین ابھی بھی انہی دونوں کو دیکھ رہا تھا۔

آپ کے لیے ضروری سب کچھ ہے"

انیس کی آواز اونچی ہو گئی لیکن اسکی آواز میں بدلحاظی ابھی بھی شامل نہ ہوئی۔

"کاروبار ضروری، لوگ ضروری، دنیا ضروری، آپکی عیاشیاں ضروری، بس میں اور عدین ضروری نہیں"

انیس کے طنز اور اسکی شکائیت پر دکھ عدین کو بھی ہوا کیونکہ کل مشکل رات تھی، ان دونوں کو بابا کی ضرورت تھی۔

"اس لہجے میں مجھ سے بات مت کیا کرو۔ میری ایک زندگی ہے۔ کام ہے۔۔۔ عیاشیاں نہیں کیں"

ابراہیم کے تن بدن میں جیسے شرارے دوڑے کیونکہ انیس نے انکی کمزوری جو دبوچی تھی جس کو انہوں نے تلملا کر جھٹلایا بھی تھا۔

"سمجھ گیا"

انیس نے تیزی سے انکی بات کاٹ دی۔

"میں یہ بھی سمجھتا ہوں کہ آپ کس کے ساتھ تھے، کہاں تھے، اور کیوں نہیں آئے۔ بس مسئلہ یہ ہے کہ میں اب خاموش نہیں رہ سکتا۔"

ابراہیم کے چہرے پر ایک لمحے کو تاریک سایہ سا لہرایا تھا، عدین اب انکی باتوں اور بحث سے غمگین ہو رہا تھا۔

"تم میرا پیچھا کروا رہے ہو؟"

ابراہیم کی آنکھوں کی گھبراہٹ دیکھنے کے بعد انیس کو پیچھا کرنے کی ضرورت ہی محسوس نہ ہوئی۔

"نہیں، میں بس وہ سب دیکھ رہا ہوں جو آپ دکھا رہے ہیں۔ دیکھاتے جا رہے ہیں۔ آپکی جو عمر ہے اس عمر میں عیاشیوں اور مزوں سے بھی دل اکتا جاتا ہے۔ بچے اہم ہوتے ہیں کہ کل کو مر گیا تو کچھ پڑھ کر بخشوائیں گے۔ پر آپکو شاید اپنی جنت کا پورا یقین ہے کہ ملے گی ہی"

انیس کے سخت لہجے پر ابراہیم نے نظریں چرا لیں۔

"بکواس بند کرو انیس ورنہ میرا اب ہاتھ اٹھ جائے گا۔ کیا ہو گیا کل رات جو یہ سب تقریر جھاڑ رہے ہو۔ عدین کی چھٹی تھی۔ تم بھی گھر تھے تو تبھی میں اپنے کاموں میں مصروف ہو گیا۔ کیا گناہ کر دیا میں نے۔"

ابراہیم کا صبر جیسے جواب دیا تو وہ دھاڑ اٹھے جبکہ عدین بھی اٹھ کر ان دو کی طرف آیا تھا۔

"کل رات اگر کچھ ہو جاتا مجھے یا عدین کو خدانخواستہ... تو آپ کو شاید خبر بھی نہ ہوتی۔ آپ اپنے ضروری کام نمٹا کر ہی لوٹتے۔ مجھے تو یقین ہے آپ میرے جنازے میں بھی شریک نہیں ہوں گے کہ آپکی اپنی زندگی اور کام اہم ہیں۔"

آخری جملہ ابراہیم کے سینے میں تیر کی طرح لگا۔ وہ ایک دم خاموش ہو گئے، آنکھیں نم ہونے لگیں مگر انا نے آنسوؤں کو باہر آنے نہ دیا، انیس کے الفاظ انکے کلیجے کو کئی ٹکروں میں بانٹ گئے تھے۔

"ایسی باتیں مت کرو۔ جنازہ اٹھے تمہارے دشمنوں کا۔ کیوں مارنا چاہتے ہو مجھے انیس؟"

ابراہیم کی آواز نم ہو کر تکلیف سے مدھم پڑ گئی۔

"آپکو کہا تھا ہر رات ڈنر گھر پر کریں گے۔ یہ بات آپکو کہہ کہہ کر میرا دل ختم ہو گیا پر آپکو اثر نہیں ہوتا بابا۔ ڈریں اس وقت سے جب میں آپ سے یہ شکووں کے بہانے بھی بولنا چھوڑ دوں گا۔ مجھے نہ سہی عدین کو اگنور مت کیا کریں۔ یہ بچہ آپکی ذمہ داری ہے۔ اسے آپکے وقت اور پیار کی ضرورت ہے۔ اسے آپکے حوصلے اور ہمت کی ضرورت ہے"

وہ اپنے لیے لڑنا تو کب کا چھوڑ چکا تھا، عدین جس ذہنی اذیت سے گزرا تھا اسکی بابا کو خبر نہیں الٹا وہ اپنی ہی موج مستی میں تھے یہ انیس کو دکھی کر رہا تھا۔

"تم بھی میرے بیٹے ہو۔"

انیس نے تلخی سے بابا کو دیکھتے سر ہلایا۔

"ہاں، بیٹا ہوں... پر صرف نام کا۔ یہ جو واقعی بیٹا ہے اسکی فکر کریں۔ مجھے تو آپ اب یہ بھی کہیں کہ کچرے سے اٹھایا تھا تب بھی مجھے لگے گا ہاں ایسا ہی ہوا تھا۔ اگر میری باتیں سننی یا سمجھنی نہیں تو مجھے بیٹا مت کہیں نہ میری تکلیف پر تڑپیں"

عدین کو پاس آتا دیکھے انیس نے اپنی بات ختم کی جس پر دونوں نے بیک وقت عدین کی آنکھوں کی نمی دیکھی۔

"میرے لیے مت لڑیں آپ دونوں۔ بھیو آپ انکو انکی زندگی جینے دیں۔ میں اپنا خیال خود رکھ سکتا ہوں۔ بابا سے مت شکوہ کریں۔ یہ اپنا بیسٹ دیتے تو ہیں"

عدین سے ان دونوں کے جھگڑے برداشت نہ تھے، وہ انیس سے منت کر اٹھا تو ابراہیم کو بھی شرمندہ ہونا پڑا۔

"ہاں تم اپنا خیال رکھ سکتے ہو عدین۔ مجھے یقین ہے۔ کل کے بعد تو یقین کے ساتھ امید بھی جڑی ہے۔ خیر جاو چائے بنا ہی لو۔ سر درد کر اٹھا ہے۔ کوو کیز بھی کھاوں گا"

عدین نے اپنی نم آنکھیں رگڑیں اور دونوں کو امید افزاء نگاہوں سے دیکھتا وہاں سے گیا تو انیس نے بابا کی آنکھوں کو بھی بھیگتے دیکھا جو وہ نہیں سہہ سکتا تھا۔

"عدین کو اکیلا مت چھوڑا کریں بابا، میرا اسکے ساتھ ہونا نہ ہونا ایک سا ہے۔ وہ مجھ سے زیادہ حساس ہے تو آپکو اسے توجہ سے سنبھالنا ہو گا۔ یہ میری آپ سے آخری بار التجاء ہے۔ اسکے بعد آپکو اپنی لاپرواہیوں کے سنگین نتائج بھگتنے پڑیں گے"

وہ فوری پلٹا، مینشن کی طرف قدم بڑھائے۔ چند قدم جا کر رکا، پیچھے مڑے بغیر بس اذیت سے بولا تھا۔ اور یہ کہہ کر اندر عدین کے پیچھے ہی چلا گیا۔

لان میں خاموشی پھیل گئی۔ ابراہیم وہیں کھڑے رہ گئے، ہاتھ فضا میں معلق اور سانسیں تو انیس گھوٹ ہی گیا تھا۔

.._____..

وہ لوگ پہنچ چکے تھے، پورا راستہ منائم کی آنکھیں خشک نہ ہوئیں، خضر یہی سوچ رہا تھا اسکی لاپرواہی کی شہکار بہن کو اچانک سے کیا ہو گیا، وہ لڑکی تو من موجی سی تھی، الٹا خضر کمزور تھا، وہ اکثر مما بابا کی بے توجیہی پر ڈپریس ہو جایا کرتا تھا تو منائم ہی اسکو ہمیشہ سمجھاتی کہ مما بابا بزی ہیں، وہ ہمارے لیے ہی کماتے ہیں تبھی ہمیں انکے کم ملے وقت پر کمپرومائز کرنا ہے، خضر نے کبھی اسے یوں روتے نہیں دیکھا تھا، وہ ہنس مکھ سی، کسی کی بھی فکر نہ کرنے والی اب اک شخص سے دور آنے پر رو رہی تھی جسے قدرت نے اچانک اسکی یاداشت کا اکلوتا حصہ بنا دیا تھا۔

خضر کی اپنی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں، گاڑی ملک پیلس کے پورچ میں روکتا وہ منائم کی طرف دیکھ رہا تھا جو بہت زیادہ بے بس اور نڈھال لگ رہی تھی۔

"منائم۔ کیا ہو گیا تمہیں میری جان۔ تم تو مجھے سٹرونگ بناتی آئی ہو، پھر اب خود ایسے کیوں ہو رہی ہو۔ ادھر دیکھو میرا بچہ۔۔۔ بھائی سب ٹھیک کر دیں گے۔ رو نہیں۔ یہ سچ ہے اس گھر میں ہماری کبھی پرواہ نہیں کی گئی لیکن ہم دونوں نے ایک دوسرے کی بہت کی، خیال رکھا۔ اس لیے یہ مت سمجھنا کہ میں تمہیں اس حال میں اکیلا چھوڑوں گا یا کسی کے رحم و کرم پر ڈال دوں گا"

خضر نے خود ہاتھ بڑھا کر منائم کے آنسو پونچھے پر وہ مزید سسک اٹھی، اسے اب کچھ یاد نہ ہونے پر بھی تکلیف ہو رہی تھی۔ خضر بھلے اس سے تین سال بڑا ہو پر ہمیشہ بڑی بہن وہ بن کر رہی تھی، اور آج شاید خضر کی باری تھی کہ وہ منائم کا واقعی میں بڑا بھائی بن کر دیکھاتا۔

"ب۔۔بھائی مجھے مہویر کے پاس ج۔۔جانا ہے۔۔مجھے دور نہیں جانا۔۔۔آپ نے دیکھا ناں وہ مجھ سے زیادہ زخمی ہیں۔انکا کون خیال رکھے گا۔م۔مجھے فکر ہو رہی ہے"

وہ ابھی بھی بس مہویر کا ورد ہی کر رہی تھی، جیسے دل، دماغ اور شعور میں بس اسی کا حوالہ قید ہو۔

"میں اسے لے آوں گا تمہارے پاس۔فی الحال رونا بند کرو۔ مما بابا کو سب بتانا ہو گا پہلے۔بس۔۔تم میری بہت سٹرونگ منائم ہو۔ایسے رو نہیں۔ آجاو شاباش"

وہ کچھ حوصلے میں آئی اور خضر پہلے باہر نکلا پھر اس نے منائم کی طرف آکر کار ڈور کھولے ہاتھ بڑھا کر منائم کا ہاتھ پکڑتے اسے باہر نکالا۔

منائم کی سوجھی سرخ آنکھوں میں اپنے ہی گھر کے لیے اجنبیت بھری دیکھ کر خضر کا دل بھی کٹا پر وہ سنبھل گیا کہ اس پر اللہ نے بہت ذمہ داری ڈالی تھی جسے وہ ہر صورت پوری کرنا چاہتا تھا۔

جبکہ عاصم المیر اور محراب کا آمنا سامنا بھی ہو چکا تھا، اس نے شئیر ز ٹرانسفر کے پیپرز آکر عاصم ملک کے منہ پر مارے تھے، یہ عاصم ملک کے لیے اک اور دماغی جھٹکا تھا۔

"خود تم نے ساری زندگی زبردستی مجھے اپنے ساتھ باندھا اور باہر تم خود گُل چَھرے اڑاتے رہے عاصم۔ شیم اون یو۔ اور کس قدر گھٹیا ہو کہ اپنی جائز اولاد کو ایسے چھپا رکھا تھا جیسے وہ کوئی گناہ ہو تمہارا۔ اگر وہ عرشیہ المیر نامی لڑکی واقعی تمہاری اور سوہا کی بیٹی ہے تو اسے تم دونوں پر دو حرف بھیجنے چاہیں۔ اپنی ماں کی بزدلی پر اور تمہاری بے غیرتی پر۔"

محراب کی آواز آج مدھم ہونے والی نہ تھی، اسکے اندر لاوا بھرا تھا جو آج باہر نکل کر عاصم المیر ملک کو جلا کر راکھ کر دینا چاہتا تھا۔

"ہاں بیٹی ہے وہ میری۔ کل پوری دنیا جان جائے گی۔ تم نے تو مجھے کام کی اولاد نہیں دی جو میرا بزنس سنبھال پاتی لیکن وہ بہت کام کی ہے۔ رہی بات ان شئیرز کی تو تم انھیں بیچ کر بہت بڑی غلطی کر رہی ہو۔ انکو بیچنے کے بعد تمہارا ملک ہولڈنگز میں کوئی اختیار باقی نہیں رہے گا۔ اور اس نئے پارٹنر کو تو میں دو دن ٹکنے نہیں دوں گا۔ ایک بار پھر سوچ لو، مجھ سے الگ ہونے کی قیمت تم کچھ زیادہ بڑی چکانے پر تیار ہو گئی ہو۔۔۔۔"

عاصم تو اسے بیوقوف سمجھ رہا تھا پر اسے کیا پتا یہ نیا پارٹنر موساب اعوان ہو گا اور اسے کمپنی سے نکالنا دور ہلانا تک عاصم المیر ملک کے بس میں نہیں ہو گا۔

"پہلے اپنی بیٹی کو بازیاب تو کروالو۔ پھر آگے بات کرتے ہیں۔ شئیر زمین نے ٹرانسفر کر دیے ہیں۔ تمہارے اس پارٹنر کا نام ابھی راز ہے۔ تم یہ سب سمیٹ لو پھر تمہیں سرپرائز دوں گی۔ مجھے تم سے طلاق چاہیے۔ میں اپنے ہر حق سے دستبردار اسی لیے ہوئی ہوں۔ ویسے بھی اب مجھ گنگلی عورت کے ساتھ تم نکاح میں نہیں بندھنا چاہو گے کیونکہ اب میرے پاس ایک این جی او اور تھوڑے سوشل ورک کے سوا کچھ نہیں رہا۔ بچوں پر ہولڈ دونوں کا رہے گا، پہلے کی طرح پر تم ان دونوں کی ذاتی زندگی میں کسی قسم کی مداخلت نہیں کرو گے"

یہ سب عاصم ملک نے تو مسکرا کر سنا مگر زمین تو خضر ملک کے پیروں سے سرک گئی تھی، اس نے منائم کا ہاتھ پکڑ رکھا تھا جو نا سمجھی سے ان دو لوگوں کو دیکھ کر پہچاننے کی ناکام کوشش میں لگی تھی۔

"کیا کہہ رہے ہیں آپ؟ ہماری ایک بہن اور بھی ہے۔ آپ دونوں الگ ہو رہے ہیں؟"

خضر کی عقب سے رندی آواز پر محراب اور عاصم بیک وقت پلٹے، خضر کی آنکھوں میں سرخائی گھلی تھی جبکہ اسکے ساتھ منائم بھی تھی، جسکا سر سا پھر چکرانے لگا تھا۔

"تم اسے لے آئے اچھا کیا۔ تم دونوں بھی سن لو کہ ہم الگ ہو رہے ہیں۔ تم دونوں کو بھی مینٹلی تیار ہونا ہو گا۔ منائم تم ٹھیک ہو بچے؟ یہ چوٹ"

عاصم المیر ملک کی سفاکیت پر خضر کو افسوس ہوتا رہتا تھا پر آج اپنی اس ماں پر بھی ہوا جو ہمیشہ اچھی ماں بننے کے ڈرامے کرتی آئی تھیں، جیسے انھیں اپنے بچوں کے سوا کچھ بھی عزیز نہ ہو جبکہ منائم کے ماتھے کا زخم تو اب انکو نظر آیا۔

"آپ دونوں کی اطلاع کے لیے بتادوں کے منائم اس حالت میں نہیں کہ اس سب کو سہہ سکے۔ اسے میں کمرے میں چھوڑ آوں پھر بات کرتے ہیں"

خضر کا لہجہ دہک رہا تھا جبکہ عاصم اور محراب دونوں اسکی بات نہ سمجھ سکے، منائم بھی انھیں اجنبیت سے دیکھ رہی تھی۔

"کیوں کیا ہوا ہے منائم کو؟"

عاصم نے فورا فکر مند ہوتے پوچھا، محراب بھی پریشان ہوئی پر خضر کو ان دو کی کوئی دو غلی اور منافقت بھری فکر اب نہیں چاہیے تھی۔

"ایسا سمجھیں میری بہن پر اللہ نے رحم کر دیا ہے کہ یہ آپ جیسے بے رحموں کو بھول گئی ہے۔ بات کرتا ہوں آکر۔ چلو منائم"

منائم واقعی عجیب طرح بیہیو کر رہی تھی، وہ خضر کا ہاتھ پکڑ کر کمرے کی طرف چلی گئی، نہ عاصم سے بولی نہ محراب سے، عاصم اور محراب نے بے چین ہوتے اک دوسرے کو دیکھا اور نظریں اس طرف جمائیں جہاں خضر گیا تھا۔

وہ اسے اسکے کمرے میں لایا اور میٹرس پر لا کر بیٹھائے اسکے پاس ہی بیٹھا تو وہ فورا درد کر تا سر خضر کے سینے سے لگا گئی۔

"کیا ہمارے پیرنٹس الگ ہو رہے ہیں بھائی؟"

وہ افسردہ سا ہوئے منمنائی تو خضر نے گہری سانس بھرتے منائم کا سر چومے غیر مرئی نقطے پر نگاہ گاڑی۔

"اس بارے کچھ مت سوچو۔ میں کھانا بھیجواتا ہوں۔ اسے کھا کر کچھ دیر سو جاو۔ میں مہویر میثاق کو کہوں گا وہ رات تم سے ضرور مل کر جائے۔ ڈاکٹر کے پاس رات کو چلیں گے تاکہ تمہارا معائنہ ہو سکے۔ مہویر کو بھی لے جائیں گے کیونکہ وہ بھی زخمی ہے۔ بس تم نے رونا نہیں۔ کسی کی فکر کرنے کی ضرورت نہیں"

وہ اسے لاڈ و پیار سے سمجھا رہا تھا اور وہ سمجھ بھی رہی تھی، مہویر سے ملنے کا خیال ہی منائم کی آنکھوں میں خوشی کے دیپ جلا گیا۔

"ٹھیک ہے۔"

وہ اسکی فرمابرداری پر مسکراتا ہوا اٹھا اور منائم کی گال سہلاتا کمرے سے نکلتے جبڑے بھینچ کر گیا جبکہ منائم کو نیند سی آرہی تھی تبھی وہ وہیں بیٹھے بیٹھے لیٹ کر دہری ہو گئی۔

خضر نے ملازمہ کو کھانے کی ذمہ داری دی اور لیوئنگ ایریا تک آیا جہاں عاصم اور محراب اسی کے منتظر تھے۔

"کیا ہوا ہے اسے خضر؟"

اس بار سوال محراب ملک نے کیا جس پر خضر نے انھیں وہی سب بتایا جو مہویر نے اسے بتانے کو کہا اور یہ سب سننے کے بعد محراب تو پریشان ہوئی، عاصم نے تو اپنا سر تھام لیا، وہ منائم کی شادی ایک کاروباری انداز میں کرنے کا سوچ رہا تھا، اسکا بہت اچھا دوست تھا جو اسی کی طرح بزنس ولڈ کے ساتھ سیاست میں بھی آگے بڑھ رہا تھا، اسے منائم کی فکر نہیں تھی بس اسکے

نکاح ہو جانے پر وہ بے حال لگ رہا تھا، خضر نے دونوں کے تاثرات تفصیلی نوٹ کیے۔

"منائم کی میمری آ جائے تو یہ نکاح بھی ختم ہو جائے گا۔ اس مہویر کو منائم سے دور رکھنے کی ذمہ داری تمہاری ہے خضر ملک۔ بھائی بننے کا کچھ فرض نبھاو اب تم بھی۔ منائم کی شادی وہیں ہو گی جہاں میں نے سوچا ہے۔"

عاصم ملک نے سخت الفاظ میں جیسے اپنا فیصلہ سنایا تھا اس پر محراب بھی ہر گز آمادہ نہ تھی، خضر کی تو حالت ہی بری ہو چکی تھی۔

"اپنی بیٹی کی اپنی طرح کاروباری شادی نہیں ہونے دوں گی عاصم ملک۔۔۔ ایسی شادیوں کا انجام طلاق ہی ہوتا ہے۔"

محراب کے اعتراض پر خضر نے اپنی ماں کے منہ کو ہونقوں کی طرح دیکھا تبھی عاصم بول پڑا۔

"ہر عورت تم جیسی بے لگام نہیں ہوتی کہ شادی سے پہلے ہی کسی اور پر اپنا سب کچھ لٹا آئے۔ میری بیٹی ایسی نہیں ہے سمجھی تم؟"

اب چونکہ محراب پارٹنر نہ تھی تو عاصم نے اسکے کردار کی بھی بیٹے کے سامنے دھجیاں بکھیر ڈالیں حالانکہ محراب نے صرف محبت کی تھی، اک خواہش کی تھی کہ وہ موساب کے ساتھ زندگی گزارے لیکن جب عاصم اسکی زندگی میں آیا تو اس نے اپنا آپ مار دیا لیکن کبھی عاصم کی بیوی ہونے پر آنچ نہیں آنے دی پر یہ انسان آج اسکے اس بھرم کو بھی پاش پاش کر بیٹھا، محراب کی سرخ آنکھوں کے سنگ خاموشی اس بات کا برملا اعتراف تھی کہ اس عورت کی زندگی صحیح معنوں میں برباد ہو گئی ہے۔ خضر کا دماغ ابلنے لگا کہ یہ لوگ کیسے انسان ہیں، بیٹی زندگی موت کے دوراہے پر تھی اور یہ لوگ اسکی زندگی کے وہ فیصلے لے رہے تھے جنکا کوئی سینس ہی نہ تھا۔

"وہ مہویر کو اپنا سب مان چکی ہے۔ میرے جیتے جی منائم کو اسکی مرضی کے بنا کوئی کسی سے نہ الگ کر سکتا ہے نہ ہی باندھ سکتا ہے۔ آپ دونوں اپنے

مسائل حل کریں۔ اپنی بہن کے لیے میں کافی ہوں۔ آپ دو کو یہ سب بتا کر افسوس ہوا کیونکہ آپ دو اسکی مینٹل ہیلتھ کے لیے افسردہ ہونے کے بجائے کاروباری باتوں پر تکرار شروع کر کے بیٹھ گئے۔ کیری اون۔۔۔"

خضر نے غصے سے دونوں خود غرضوں کو دیکھا اور سپاٹ لب و لہجے میں کہتا وہ مزید انکی باتیں سننے کے بجائے واک اوٹ کر گیا کیونکہ اسکا دماغ مزید کچھ سننے کی پوزیشن میں نہ تھا، اس نے منائم کے کھانا کھانے کے بعد اسکے سونے تک اسکے پاس ہی بیٹھے باتیں کیں پھر رات کے لیے اپائنٹمنٹ لی مگر وہ کل کی ملی، وہیں لنچ کے بعد عرشیہ نے کچھ دیر مما کے ساتھ وقت گزارہ لیکن سوہا کا ایونٹ ویک تھا تو اسے جانا پڑا لیکن ڈنر وہ دونوں پھر ساتھ کرنے والی تھیں، مما کے جانے کے بعد وہ بھی نکل گئی، اسے عصر زمان کو کمپنی جو دینی تھی۔

انیس کا بقیہ دن عدین کے ساتھ ہی گزرا تھا، اسے پڑھائی میں کافی ہیلپ چاہیے تھی، ایگزامز قریب تھے تو انیس بھی اسے مکمل ایویلیبل تھا اور پھر وہ بھی چھ بجے تک مہویر سے ملنے نکل گیا۔

.._____..

وہ بہت تھک چکا تھا، شام سوا چھ تک اپارٹمنٹ پہنچ کر پہلے تو شاور لیا پھر چوٹوں کے ساتھ سر کے درد کو آرام آئے اس لیے کچھ پین کلرز لیں، پھر بھی سر میں ہوتے دھماکوں پر مہویر نے کووفی بنانے کی نیت سے کچن کا رخ کیا، اپنے لیے وہ کووفی بیٹ کرنے کے بیچ اپنے دوسرے گھر والے موبائل کو بھی سکرول کر رہا تھا، آہٹ پر مہویر نے گردن موڑی تو دروازہ کھلنے کی آواز کے باوجود وہ اپنے کام میں منہمک رہا کیونکہ جانتا تھا انیس ہی آیا ہو گا۔

اپنا کوٹ انیس نے ابتدائی راستے میں بچھے صوفے پر پھینکے شرٹ کی زرا آستینیں اوپر کو کھینچیں اور کچن کی جانب بڑھا جہاں اسے مہویر کووفی بیٹ

کرتا نظر آیا، بلیک پینٹ اور بلیک لوز ہڈی میں مہویر کا توانا سراپا اور دیو ہیکل لگ رہا تھا۔

"تمہارے لیے بھی بناوں؟"

مہویر نے سرسری انداز میں انیس کی طرف دیکھا جس نے نفی کرتے فریج کی طرف قدم بڑھائے اور پانی کی بوتل نکالی۔

"کہاں دفع تھے تم؟ جب میں تمہیں بتائے بنا کہیں نہیں جاتا تو تم پر یہ رولز لاگو کیوں نہیں ہوتے؟"

انیس نے ریک سے شیشے کا گلاس اتار کر شیلف پر رکھے، پانی کی بوتل کا ڈھکن کھول کر گلاس بھرنے کے بیچ غصے سے مہویر کی جانب دیکھا مگر اسکے ماتھے اور جبڑے کے زخم دیکھ کر انیس کو فطری فکر گھیر گئی لیکن وہ ظاہر نہیں کر سکتا تھا۔

"جہنم کا انویٹیشن ملا تھا، وہیں جانا پڑا۔۔۔ بہت کچھ ہو گیا تھوڑی سی دیر میں علوی۔ شکوے کرنے آیا ہے یا مجھے سننے ؟"

کووفی بیٹ کرتے اس میں چولہے پر رکھی دیگچی میں گرم ہوتا دودھ کپ میں انڈیلتے مہویر نے سادہ سے لہجے میں پوچھا تھا، منتظر تھا کہ انیس جواب دے، انیس نے پانی کا گلاس ہاتھ میں اٹھایا اور مہویر کے قریب جا رکا، گہری نظروں سے مہویر کے چہرے کے زخموں اور نیلوں کو دیکھنے لگا، انیس اپنی لاکھ فکر چھپاتا پر وہ عیاں ہو رہی تھی۔

"چلو سناو۔ سن رہا ہوں۔ یہ تھوبڑے پر تشدد کیسا ہے ؟ جہنم میں تو آگ ہوتی ہے، یہ جلنے کے نشان تو نہیں لگ رہے ؟"

انیس کی محتظوظ نگاہوں نے جب مہویر کی کالی آنکھوں میں جھانک کر پوچھا تو جبڑے مہویر کے بھی تنے۔

"اس عاصم المیر ملک کو ایمرجنسی اپنا سسر بنانا پڑ گیا مجھے"

مہویر نے انیس کے سرد و طنزیہ لہجے کو اک طرف کرے اپنا درد بتاتے کو وفی کا کپ اٹھایا اور کچن سے نکلا جبکہ عاصم المیر ملک کی بیٹی تو عرشیہ بھی تھی، یکلخت جیسے انیس کی شربتی آنکھیں سرخ اور اسکی اسکے ہاتھ کے سنگ شیشے کے گلاس پر پکڑ مضبوط پڑی۔

"سسر؟۔۔ کس سے شادی کی تم نے؟"

انیس کی ضرورت سے زیادہ بھاری آواز پر مہویر کچن کے کنارے رک کر پلٹا مگر جب اس نے انیس غانم علوی کی سرخ آنکھیں اور گلاس پر پکڑ دیکھی تو مہویر یثاق کی پلکیں اشتیاق سے پھیلیں، وہ انیس کے سوال پر کمینگی سے مسکرایا اور واپس چلتا ہوا انیس کے بلکل سامنے تن کر اسکی آنکھوں میں اپنی سیاہ مسکراتی آنکھیں گاڑ گیا۔

"اسے کیا ہو گیا۔؟"

مہویر اسکے چہرے کے ایسے اذیت ناک تاثر پر حیران و پریشان تھا۔

"عرشیہ المیر۔۔۔اس سے نکاح کرنا پڑا مجھے"

جان بوجھ کر جھوٹ بولتے مہویر نے یہ دھماکہ انیس کے سر پر کیا اور مزے سے سامنے کا منظر دیکھا جہاں ضبط سے انیس کے ماتھے، گردن کی رگیں ایسے پھولیں جیسے ابھی پھٹ جائیں گی۔

"باپ رے باپ۔اسے کیا ہوا؟ دل تو نہیں دے بیٹھا اس لڑکی کو۔۔۔اسکی کیوں جان جا رہی ہے؟"

مہویر کو اپنا مزاق میں بولا جھوٹ کچھ نقصان دہ محسوس ہونے کا خطرہ فیل ہوا مگر اس سے پہلے وہ کچھ کہتا، انیس کے ہاتھ کے دباو سے وہ شیشے کا گلاس انیس نے اپنے ہاتھ میں دبا کر بھینچا اور وہ اسکے ہاتھ میں ہی کرچیوں میں تبدیل ہوا، کانچ کے پھٹ کر ٹوٹنے کی دمک کے لیے خود مہویر بھی تیار نہ تھا تبھی ایک دم پیچھے ہٹا، اپنا کوفی کا مگ گھبرا کر شیلف پر رکھے وہ انیس کے

ہاتھ کو تھام گیا، جہاں کانچ کے کئی ٹکڑے انیس کی ہتھیلی میں کھب گئے پر مجال ہو جو انیس کی اذیت بھری چیخ میں کمی آئی ہو۔

"یہ کیا کر دیا تو نے۔۔۔پتا نہیں انجکشن ہے یا نہیں۔بیوقوف آدمی۔۔۔کھول مٹھی۔۔۔انیس۔۔ مٹھی کھول۔۔۔خون بہہ رہا ہے۔۔اوئے کمینے مٹھی کھول۔۔ہٹ یہاں سے۔۔ادھر نکل"

مہویر نے اسکو باقاعدہ پکڑ کر گھسیٹے باہر لا کر کاوچ پر پٹخا جبکہ خود وہ اس بد دماغ کا خون روکنے اور بینڈ یج کرنے کو کچھ لینے دوڑا تھا، انیس نے اپنی مٹھی کھول کر اپنے لہولہان ہاتھ کو دیکھا جہاں لگے کٹس سے خون ایسے نکل رہا تھا جیسے نل سے بہہ رہا ہو، کھبے کانچ کے ٹکرے تو مہویر نے نکال ہی دیے تھے۔

جبکہ انیس کے چہرے پر اس ہاتھ کی تکلیف کا کوئی درد نہیں بلکہ ایسا غصہ تھا جیسے وہ کسی کی جان لے جائے گا۔

"منائم ملک سے نکاح کیا ہے۔ عرشیہ سے نہیں۔۔۔۔"

مہویر دوڑتا واپس آیا پہلے تو کوئی انجکشن اس نے انیس کی بازو پر انجکٹ کیا پھر وہ پاس بیٹھے ٹشو پیپرز کا گولہ سا بناتے اسکے ہاتھ پر زور سے دباتا انیس کی طرف دیکھتے بولا جسکی اذیت میں کمی ہونے کے باوجود بھی آنکھوں کا غصہ کم نہ ہوا۔

"چھوڑ دو مجھے۔ چھونے کی کوشش بھی مت کرنا مجھے۔ تم سے کوئی مرہم نہیں چاہیے۔"

انیس نے حقارت سے اسے دیکھا اور مہویر کو پرے دھکیلتا ہوا اٹھا، ٹشو کا گولہ بھی اس نے پکڑ کر مہویر کے پیروں میں پھینکا، مہویر بھی گھبرا کر اٹھا کہ ایسے انیس کے پاگل پن صرف اسکی موت تھے۔

"علوی۔ میرا پہلے ہی دماغ خراب ہے مزید مت کر۔۔۔ دیکھ آرام سے بیٹھ خون ایک دم نہیں رکے گا۔ دس منٹ لگیں گے۔ بیٹھ ورنہ مجھ سے برا کوئی نہ ہو گا۔"

انیس کی لاکھ جھٹکنے کی کوشش کے باوجود مہویر نے نا صرف اسے بٹھایا بلکہ زبردستی مزید ٹشو نکال کر اس نے انیس کی زخمی ہتھیلی پر زور سے دبائے تاکہ خون جمنے تک اس دباو سے مزید خون ضائع نہ ہو، انیس نے غصے سے منہ دوسری طرف پھیر لیا، پر مہویر دیکھ سکتا تھا وہ سانس ٹھیک نہیں لے پا رہا تھا۔

انیس کے اس ری ایکشن پر مہویر جیسا آدمی ڈر گیا تھا۔

"کیا ہوا ہے تجھے علوی؟ یہ کیا تھا؟۔ مزاق کر رہا تھا تجھ سے، سب ٹھیک ہے ناں؟"

کچھ دیر انیس کو اس کیفیت میں مبتلا دیکھنے کے بعد مہویر سے رہا نہ گیا تو پوچھ بیٹھا، اب تک خون رک چکا تھا تبھی انیس نے اسکے ہاتھ سے اپنا ہاتھ جھٹکا اور ٹشو خود اپنے ہاتھ پر دبائے، وہ کچھ بھی بولنے کے موڈ میں نہ تھا اور اسکے یوں کرنے پر مہویر کا دماغ ابلتا تھا۔

"انیس؟ مجھے فکر ہو رہی ہے تیری"

مہویر نے اس بار اسکی بازو چھونی چاہی تو انیس نے وہ بھی جھٹک دی جیسے وہ نہیں چاہتا تھا یہ کمینہ اسے ہاتھ بھی لگائے۔

"کچھ بتانا ہے تو بتاو، ورنہ جا رہا ہوں میں"

انیس اپنے اس ری ایکشن کے بارے کچھ بولنا یا سننا نہیں چاہتا تھا اور اسکی دی شٹ آپ کال مہویر سمجھ چکا تھا، اس معاملے کے بارے وہ انیس سے پھر کبھی بات کرتا کیونکہ ابھی وہ بتانے کی پوزیشن میں نہ تھا۔

"منائم ملک کو کھائی میں دھکیلنے گیا پر اس نے مجھے بھی کھینچ لیا۔ اسکی یاداشت چلی گئی۔ اور پھر"

مہویر نے اسے ساری تفصیل دی تو یہ پہلا لمحہ تھا جب انیس، نظریں پھیرے مہویر کو دیکھنے پر مجبور ہوا۔

"فاطمہ نور کا قاتل عاصم ملک ہے تو اسکے بچوں کا کیا قصور؟ سیدھا جا کر عاصم ملک کو مار دو۔ یا ویسے ہی ٹارچر کرو اسے جیسے باقی شکاروں کو کرتے ہو، وہ بھی خودکشی پر مجبور ہو جائے گا۔ ناانصافی کرنے کی کیا ضرورت ہے وولف؟"

انیس کا لہجہ تیکھا ضرور تھا پر اس نے بات ٹھیک کی تھی، مہویر نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا۔

"عاصم المیر ملک کی کوئی کمزوری نہیں ہے۔ نہ اب تک ہاتھ لگ سکی۔ اسے ٹارچر کروں بھی تو کیسے؟ یہی سمجھ آیا تھا کہ اسکے بچے مار دیتا ہوں۔ عرشیہ کو

بھی تبھی ٹپکانے کا کہا تجھے۔ مگر یہ سچ ہے اسکے بچے بے قصور ہیں تبھی پلین بدل لیا۔ اب منائم ملک کے تھرو ہی میں عاصم المیر کی کمزوری تک پہنچوں گا۔ ویسے تُو اس میں میری مدد کر سکتا ہے علوی۔۔ عرشیہ سے تو نکاح کر لے۔۔ دونوں یار مل کر اسکی بیٹیوں کو استعمال کر کے اس قاتل کا انجام کریں گے۔۔۔ کیسا؟"

مہویر کی سوچ اور یہ سب پلاننگ سنے انیس نے گہرا سانس کھینچا، پھر وہ پیچھے کاوچ سے ٹیک لگا کر سر پیچھے جوڑ گیا۔

"اپنی یہ گھٹیا سوچ اپنے تک رکھو، جو کرنا ہے کرو، مجھے اس میں گھسیٹنے کی ضرورت نہیں"

انیس کے پاس ٹکا سا جواب تھا لیکن ستم کہ مہویر اسکے باوجود کمینگی سے مسکرایا۔

"ہاں تیرا تو کچھ اور ہی معاملہ لگ رہا ہے مجھے۔ بھلا میں تجھے کیسے گھسیٹنے کی جرت کر سکتا ہوں۔ اوف اوف۔۔۔ آگ لگی ہوئی دیکھائی دے رہی ہے مجھے پارٹنر"

مہویر کے سامنے جو کچھ انیس سے ہو چکا تھا اسکے بعد اس کمینے کی ایسی باتیں تو انیس کو برداشت کرنی ہی تھیں، انیس نے سر اٹھا کر خونخوار نظروں سے مہویر میثاق کی جانب اک خاموش شٹ آپ کال دی پر وہ آگے سے قہقہہ لگاتا انیس کو اندر تک سلگا گیا۔

"گلاس پہلے ہی ٹوٹا تھا، زرا دباتے ہی وہ ٹوٹ کر میرے ہاتھ پر لگ گیا۔ بکواس کرنے کی ضرورت نہیں ورنہ میں چلا جاوں گا مہویر"

انیس نے اسے سرخ ہوتی آنکھوں سے دیکھا اور جبڑے بھینچتے پہلے مہویر کی نجس مسکراہٹ برداشت کی پھر وضاحت دی جو انیس غانم نہیں دیتا تھا، مہویر میثاق کا چھت پھاڑ قہقہہ پھوٹا۔

"جی نہیں۔ جب میں نے تجھ سے پرینک کیا کہ عرشیہ المیر میری بیوی بنی ہے اس صدمے پر تُو بلکل آتش فشان بن گیا تھا۔ جیسے خود اور مجھے مار ڈالے گا۔ دوراتیں رہی ہے فارم ہاوس، تُو ساتھ بھی نہیں رہا پھر بھی اتنا جنونی ری ایکشن"

مہویر کی بکواس سننے کا مزید انیس میں حوصلہ نہیں تھا تبھی نہ صرف وہ اٹھا بلکہ اسی لہولہان ہاتھ سے جسکا خون انجکشن کی وجہ سے رک گیا تھا، مہویر کی گردن دبوچ لی، مہویر کا ایک لمحہ تو سانس گھوٹ ڈالا تھا انیس نے۔

"تمہیں کہا ہے بکواس بند کرو اپنی۔ جارہا ہوں میں۔ تم یہاں بیٹھ کر خیالی پلاو پکاو"

انیس نے اسکی بے قابو نجس مسکراہٹ کے ساتھ اسکا سانس بھی روکا جبکہ ہاتھ میں بھیانک درد اٹھنے پر مجبوراوہ اسکا گریبان چھوڑتا پیچھے ہٹا، خون پھر سے نکلنے لگا تھا جو مہویر کی گردن پر بھی لگ گیا تھا۔

"انیس۔۔ مت کر خود کے ساتھ۔۔ بیٹھ پٹی کروں۔ مزاق کر رہا تھا، تجھے تو پتا ہے کمینگی کا جہاں ہوں۔ بیٹھ جا کتنا پکاتا ہے تُو"

اس بار وہ سنجیدہ ہوا کیونکہ ایسے انیس کا خون بہنے بھی نہیں دے سکتا تھا، انیس نے اسکو دھکیل کر واپس صوفے پر گرایا۔

"تمہاری کسی ہمدردی کی ضرورت نہیں۔ عصر سے کروالوں گا۔ اور دوبارہ اپنی زبان کو لگام دینا ورنہ مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔ ایسا نہ ہو منہ پر جہاں زخم نہیں وہاں میں بنا بیٹھوں تمہارے۔ منحوس آدمی۔"

انیس نے اسے سخت بگھڑ کر دھمکایا مگر مہویر کی خباثت بھری مسکراہٹ اب بھی بند نہ ہوئی تو انیس نے اپنا کوٹ اٹھایا اور مٹھی زور سے کستا ہوا اس شخص پر دو حرف بھیجتا ہوا اسکے اپارٹمنٹ سے نکلا تو مہویر کے قہقہے نے اسکا پیچھا کیا مگر مہویر کی سیاہ آنکھیں کچھ دلچسپ ہو جانے پر مسکرا بھی رہی تھیں، وہ باہر نکلا تو یوں تھا جیسے انیس کا دم گھٹ رہا ہو، وہ فورا سے پہلے وہاں سے نکل کر

پارکنگ تک پہنچا، گاڑی میں بیٹھتے اس نے سیٹ بیلڈ فکس بڑی مشکل سے کیا کیونکہ ہاتھ ہل بھی نہیں رہا تھا، بہت بڑے کٹس تھے، خون تو انجکشن کی وجہ سے جمنا شروع ہو گیا تھا لیکن اسے زخموں پر عام انسان سے زیادہ درد ہوتا تھا، انیس نے اپنا زخمی ہاتھ اپنی آنکھوں کے سامنے پھیلا کر کھولا، کل رات وہ سویا نہیں تھا اور آج سارا دن بھی گزر چکا تھا، انیس کی آنکھیں اب دھندلانے لگی تھیں، قریب اسکا سٹوڈیو ہی تھا، وہاں تک بھی وہ بڑی مشکل سے ہی ڈرائیونگ کر سکا تھا۔

جبکہ عرشیہ اور عصر نے پیزا پارٹی جاری رکھی ہوئی تھی، وہ دن سے اسکے ساتھ تھی، عصر نے اسکی کمپنی میں کافی سارا کام مکمل کر لیا تھا۔

"اب آئی تھنک مجھے چلنا چاہیے عصر۔ رات ہو گئی ہے۔ ہوپ سو میں تمہیں اچھی کمپنی دے سکی ہوں گی"

اس وقت وہ گرین ٹی انجوائے کر رہے تھے، عرشیہ نے فون سکرین پر لکھا سات بجے کا وقت دیکھا تو وہ اجازت طلب ہوئی کیونکہ آج اسکا سوہا کے ساتھ ڈنر اکھٹے کرنے کا پلین تھا۔

"اچھی تو بہت چھوٹا لفظ ہے میم! آپ نے تو میرا کام چھٹکیوں میں کروا دیا۔ تھینکیو سو مچ کہ میرے ایک بار کہنے پر آپ آئیں"

وہ کپ ٹیبل پر رکھے نرم سا مسکراتے عرشیہ کو سراہتا بولا تو وہ نفی میں سر ہلا گئی۔

"یہ تمہارے ہاتھ سے بنے مزیدار کھانے کا صلہ ہے جو میں نے لوٹایا۔"

وہ بھی کہاں ادھار رکھتی تھی، عصر کو ابھی بھی اسکی کلائیوں کے نشان دیکھ کر اپنے کیے پر افسوس تھا، اب وہ زخم مندمل تھے پر نشان شائد بہت وقت تک رہتے۔

"یہ سکارز چلے جائیں جلد۔ دعا گو ہوں"

عرشیہ نے اسکی نظروں کے تعاقب میں اپنی کلائیوں کو اٹھا کر دیکھا تو مسکرا دی، مسکراہٹ میں تھوڑی افسردگی بھی تھی۔

"چلے جائیں گے عصر۔ڈونٹ وری۔۔ آں ہاں۔۔ دیکھا مما کی کال بھی آگئی۔ میں زرا ہاتھ بھی دھولوں اور کال بھی سن کر آئی۔ پھر نکلوں گی۔"

وہ ابھی جواب ہی دیے عصر کو فکر سے نکال رہی تھی کہ ساتھ ہی اسکا فون رنگ کیا، مما کالنگ لکھا تھا، عرشیہ کے اٹیچ ریسٹ روم کی طرف جاتے ہی عصر نے بھی گرین ٹی کپس اٹھا کر سائیڈ جاتے دیواری ٹیبل پر رکھے تا کہ کوئی ورکر اٹھا کر لے جائے اور عصر واپس پلٹا ہی کہ انیس کے دروازہ کھول کر اندر آنے پر عصر اپنی جگہ تھم گیا، عصر نے ہونق ہوتے اک نظر انیس پر ڈالی اور دوسری کچھ فاصلے پر بنے ریسٹ روم کی طرف جہاں عرشیہ گئی تھی۔

"آپ نے تو کہا تھا کل آئیں گے ؟ سر۔۔ یہ کیا ہے ؟ ہاتھ کے ساتھ کیا کر دیا اب آپ نے۔ اوہ میرے خدا"

انیس کی طرف دیکھتے بے خود ہو کر سوال پوچھتے عصر کی نگاہیں اختتام تک انیس کے ہاتھ پر گئیں تو اسکو کٹس کی زد میں لہو ہوتا دیکھے وہ لیو ئنگ ایریا سائیڈ لپکا جہاں جا کر انیس نیلے کاوچ پر گرنے کے انداز میں بیٹھا تھا، اسکی آنکھوں کے آگے اندھیرا آرہا تھا، عصر گھبرا کر سامنے ہی ٹیبل کے کنارے بیٹھے اسکا زخمی ہاتھ تھامے لرزتے لہجے میں پوچھتے بولا۔

"م۔ میں کچھ لاتا ہوں اس پر لگانے کے لیے۔۔۔"

عصر کے ہاتھ پاوں پھول گئے تھے، عصر اٹھا ہی جب وہ اسے پکارا۔

"عصر۔۔۔ نیند کی دو گولیاں لاو۔ میں اس وقت نہ سویا تو دماغ کی کوئی نس پھٹ جائے گی۔ جلدی کرو"

عصر نے فوری سر ہلاتے دوڑ لگائی پر جاتے جاتے آفس کے ڈور میں رکا پھر اسے دیکھتے وہ باہر نکلا پر بہت زیادہ پریشان تھا جبکہ عرشیہ نے مما کو آدھے گھنٹے تک پہنچنے کا کہا اور مرر کے سامنے رک کر اپنے بال ٹھیک کرتی اس خوبصورت سے ریسٹ روم کو دیکھنے لگی، دو اٹیچ واش روم تھے جبکہ یہ ایریا جہاں وہ کھڑی تھی، ووڈن ایریا تھا، سامنے دیوار پر بڑا سا آئینہ نسب تھا، نیچے خوبصورت ساسنک ایریا بنا تھا، نیچے بھی کیبنٹ تھے، بال سمیٹنے کے بعد اس نے ہاتھ بھی دھوئے، پھر اپنا فون لیے وہ باہر نکلنے کو دروازے میں پہنچی اور باہر نکلی ہی کہ نظر انیس پر گئی، وہ فورا سے ڈر کر واپس دروازے کے اندر ہوئی، اسکا چہرہ اچانک دہک گیا۔

"یا اللہ! یہ کہاں سے آگیا بھوت کہیں کا۔ عصر زمان مروا تو تم نے دیا مجھے۔ اب میں یہاں سے کیسے نکلوں؟ یہ تو باہر ہی چوڑا ہو کر بیٹھا ہے۔"

وہ شدید مضطرب ہوتی اپنے ہاتھ اک دوجے میں پیوست کرتی اپنی عقل و سمجھ کے گھوڑے دوڑانے لگی پر کچھ بھی سمجھ نہ آیا، اسکے باقاعدہ رونگٹے

کھڑے ہو گئے تھے، کچھ لمحے پینک کرنے کے بعد عرشیہ نے ہمت کرتے زرا سا دروازہ کھولا تو اسے انیس نظر آیا پر اسکے ساتھ اسکا زخمی ہاتھ بھی دیکھائی دیا جسے اپنی آنکھوں کے سامنے رکھے وہ دیکھ رہا تھا، عرشیہ نے گھبرا کر بے خیالی میں پیر باہر نکالنے چاہے پر خود کو روکا کہ اسکے سامنے نہیں جا سکتی ورنہ یہ آدمی اس سے زبردستی نکاح کر لے گا، وہ جبراً واپس پیچھے ہوئی، تبھی عصر باہر سے اندر آیا، اسکے ہاتھ میں پانی کا گلاس اور دو ٹیبلٹس تھیں، عرشیہ نے عصر کی طرف دیکھا جو پھر سے انیس کے سامنے ٹیبل پر ٹک کر بیٹھا اور اسے دو ٹیبلٹس نکال کر دیں، انیس نے وہ دونوں ایک ساتھ منہ میں ڈالیں پھر عصر کے ہاتھ میں موجود گلاس لے کر پانی پیا، عصر نے خالی گلاس انیس سے لے کر اپنے برابر میز کی سطح پر رکھا، وہ فسٹ ایڈ باکس بھی لایا تھا۔

"مجھے نو بجے جگا دینا۔ واپس مینشن جانا ہے۔ گاڑی ڈرائیو نہیں ہو رہی تھی تبھی آیا ہوں۔ پٹی کر دو عصر"

انیس ٹھیک سے زرا آرام دہ انداز میں ٹیک لگائے بیٹھا، کمر کے پیچھے اک کشن بھی رکھا جس سبب وہ تھوڑا بینڈ ہوا، عصر کی پریشانی تو شدید تھی پر وہ زیادہ تکلیف میں تھی، یہ جانتے ہوئے کہ وہ ہیموفیلیک ہے پھر بھی پور پور زخمی ہوا تھا، پیٹ زخمی تھا، ہاتھ کی پشت پر نیل تھے اور اب ہتھیلی بھی کٹ گئی، عرشیہ کی آنکھیں خوامخواہ بھیگ رہی تھیں،۔

"ی۔ یہ ہوا کیسے سر؟ کیوں خیال نہیں رکھتے آپ اپنا۔ آپکا خون نل سے نکلتے پانی کی طرح بہتا ہے۔ اس بارے ہی سوچ لیا کریں کہ آپکے بنا بہت سوں کی زندگی ویران ہو جائے گی۔ میری، عدین کی، اور شاید آپکے بابا کی بھی"

وہ فسٹ ایڈ باکس کھولے انیس کی طرف دیکھنے لگا جسے درد پہلی بار کچھ زیادہ ہی محسوس ہو رہا تھا۔

"کسی کی زندگی کسی کے بنا ویران نہیں ہوتی عصر۔ میرے بنا بھی نہیں ہو گی کسی کی"

وہ ہر احساس سے عاری تھا، عرشیہ دروازے سے لگی سر کو دیوار سے ٹیکے چپ چاپ اسے دیکھتی ہوئی سن رہی تھی، غمگین تھی۔

"کیوں اتنے ڈاون ہیں؟ شئیر کر لیں اگر پاسیبل ہے تو"

عصر نے اسکا ہاتھ پکڑے پہلے تو اینٹی جرم سپرٹ کاٹن پر لگائے اسکے ہاتھ کے تین چار کٹس کے ارد گرد جما خون صاف کیا، اسکی مضبوط ہتھیلی صاف کرنے کے بیچ ہی عصر نے اداس ہوتے سوال کیا، جب عرشیہ بھی دم سادھ گئی۔

"آج میں خود سے ڈر گیا ہوں عصر زمان۔ پہلی بار خود سے ڈر لگ رہا ہے۔ کچھ اندر تک اتر گیا ہے میرے، تیر کی طرح، مدت بعد درد ہوا ہے"

وہ نیند سی محسوس کیے بس اتنا ہی بولا تھا، عصر کو اسکی آواز میں ہلکورتے درد نے بے چین کیا۔

وہ وہیں کچھ دور چھپ کر کھڑی تھی، انیس کی آواز سنتے ہی عرشیہ المیر نے اپنی سانس روک لی۔ اسکے قدم پتھر سے بندھی زنجیر ہو گئے۔ وہ دیکھ رہی تھی انیس کی آنکھ نم تھی۔ وہ عصر کے آگے سب کہتا تھا۔ وہ اسکا رازدان تھا۔ اور آج عرشیہ المیر بھی اسکی رازدان بن گئی تھی۔ اسے لگا وہ اس تکلیف میں عرشیہ کی وجہ سے مبتلا ہے۔ اور زندگی میں پہلی بار عرشیہ المیر کو ٹھیک لگا تھا۔

"ایسا کیا ہوا ہے سر؟ سوئے نہیں آپ کل تبھی سٹریس ہو رہا ہے۔ سو جائیں بہتر محسوس کریں گے۔"

عصر نے سپرٹ لگانے کے بعد کٹس پر بینڈ تیج لگا کر پٹی باندھی اسکا پورا ہاتھ پٹی سے کوور کرے ٹیپ لگا کر انیس کا ہاتھ واپس کیا تو انیس نے اپنی وہی زخمی ہتھیلی اپنے سینے پر رکھتے آنکھیں موند لیں، وہ نیند میں بہت جلدی چلا گیا تھا، بیٹھے بیٹھے وہ کمفرٹیبل ہو کر جب سو گیا تو عرشیہ کا خیال آتے عصر نے

ریسٹ روم کی طرف دیکھا، وہ دروازے سے لگ کر کھڑی انیس کو دیکھ رہی تھی۔

"آجائیں میم۔ انکی نیند بہت گہری ہے"

عرشیہ نے سر ہلایا اور ڈرتی ڈرتی وہ آگے آئی کیونکہ خوفزدہ تھی وہ اچانک جاگ کر اس لڑکی کی جان پر ہی نہ بن جائے۔

"ایسے بیٹھ کر سونے میں یہ کمفرٹیبل نہیں۔ تم اسے لیٹا دو عصر۔ اسکا پیٹ بھی زخمی ہے۔ تھوڑا خیال کرو اسکا۔"

وہ یوں تھی جیسے اسے انیس کا درد اپنے جسم پر محسوس ہو رہا ہو، وہ حساس تھی تبھی کسی کو تکلیف میں دیکھنا اسکے لیے بہت مشکل تھا۔

عصر نرم سا مسکرایا اور کشن کاوچ کی سائیڈ سیٹ کرے اس نے انیس کی جھک کر گال تھپکی، عرشیہ واپس دوڑ کر ریسٹ روم کے دروازے میں گئی کیونکہ انیس کسمسایا تھا پھر عصر کے سہارہ دینے کے بعد وہ وہیں کاوچ پر

لیٹا، کافی بڑا اور کمفرٹیبل کاوچ تھا جس پر وہ پہاڑ سے موصوف بآسانی آ گئے، نیند انیس کی تب بھی نہ ٹوٹی بس درد کی وجہ سے اس نے اپنا زخمی ہاتھ اپنے پیٹ والی پٹی پر رکھ لیا اور چہرہ تھوڑا کاوچ کی سائیڈ کیا تو عرشیہ پھر سے آگے آئی، عصر اور عرشیہ دونوں کی آنکھوں میں اسکے لیے نرمی اور اپنائیت تھی۔

"سوتے میں کتنا معصوم لگ رہا ہے یہ غنڈا۔۔۔"

وہ بے اختیار بڑبڑائی تو عصر کے ہونٹوں پر مسکراہٹ رینگی، وہ عرشیہ کو وہیں ٹیبل کے کنارے بیٹھنے کا کہتا خود بھی دوسرے کنارے بیٹھا، دونوں ہی انیس کے پاس بیٹھے اسے ہی دیکھ رہے تھے۔

"جاگتے میں بھی یہ معصوم ہی ہیں۔ پتا نہیں ہاتھ کو کیا کر کے آئے ہیں۔ آج یہ اداس ہیں۔ بہت زیادہ اداس ہیں میم۔"

وہ اب تک انیس کے لیے فکر مند تھا، عرشیہ اس سے دگنی تھی، پر اسکے لیے وہ دونوں ابھی کچھ نہیں کر سکتے تھے۔

"تم اس سے پوچھنا کے کیوں اداس ہے۔ پھر مجھے ضرور بتانا"

وہ عصر کی طرف دیکھے اسے تاکید کرتی بولی تو کتنی دیر عصر اس لڑکی سے نظریں نہ ہٹا سکا۔

"آپ خود پوچھ لیجیے گا ناں"

عصر کی نرم خواہش پر وہ نفی میں سر ہلا گئی۔

"میں اسکے سامنے نہیں آسکتی عصر۔ اگر میں اسکے سامنے آئی تو یہ مجھے سزا سنا دے گا۔ اس چھری کے زخم کی۔ ا۔۔ اور میں اسکی سزا کے مقابلے میں بہت کمزور ہوں۔ تم نہیں سمجھو گے"

وہ مسلسل اسے ہی دیکھ رہی تھی، اسکے خوبصورت چہرے کو جو اب سکون میں تھا، اسکے زخمی ہاتھ کو، ہاتھ کی پشت کی ٹپس کو، اسکے سانس لیتے سینے کو، اسکی بند آنکھوں کو، اسکے پھیلے شانوں کو اور زرا اک ٹانگ بینڈ کیے دوسری کھولے لیٹ کر سونے کو، عصر کی مسکراہٹ اس لیے گہری ہوئی کہ عرشیہ کی نگاہوں میں اس نے انیس کے لیے کچھ خاص دیکھا تھا۔

"جی تھوڑا نا سمجھ ہوں میم۔"

وہ یہ نہ کہہ پایا کہ وہ سب سمجھ رہا ہے، کہ اسکی انیس کے لیے مانگی دعاوں کی قبولیت اسکے پاس بیٹھی ہے۔

"ہمم۔ یہ اب نو بجے تک سوئے گا؟ تم اسے گیارہ تک سونے دینا۔ دو گھنٹے میں کیا ہی نیند پوری ہو گی اسکی۔ تم اسے گیارہ بجے جگانا اور کہنا تمہیں یاد نہ رہا۔ یہ بہت تھکا ہوا ہے عصر، چار گھنٹے سونے دینا اسے۔ بلکہ میں تو کہتی ہوں اسے صبح ہی جگانا"

وہ بچوں جیسی فکر جتاتی خود بھی نہیں جانتی تھی کیوں اسکے لیے خاص احساس لٹا رہی ہے پر عصر تو سب محسوس کر رہا تھا۔

"یہ جس بھی تکلیف میں ہوں۔ڈنر فیملی کے ساتھ ضرور کرتے ہیں میم۔اس لیے نو بجے جگانا پڑے گا۔ورنہ میری گردن اڑادیں گے"

عصر نے معصومانہ سا چہرہ بناتے اپنی بے بسی کہی تو وہ عصر کی جانب دیکھتی خوبصورت مسکرائی۔

"ٹھیک ہے۔اسکے لیے اسکی فیملی، اس سے زیادہ اہم ہے۔یہ لگتا تو فیملی مین نہیں تھا عصر۔مجھے لگا جیسے مجھے کاٹنے کو دوڑتا ہے، گھر میں بھی ایسے ہی سبکو خود سے عاجز کر کے رکھا ہوا ہو گا"

وہ اپنے خیالات شریر ہو کر بتاتی عصر کو بھی مسکرانے پر مجبور کر گئی، وہ دونوں سرگوشیوں میں باتیں کرتے بہت پیارے لگ رہے تھے، انیس کی فکر سے شدید بھرے ہوئے۔

"سب کے ساتھ ایسے ہی روڈ ہیں، انکا پیار بھی روڈ ہی ہوتا ہے۔ آپکو پتا ہے یہ مجھ سے بھی بہت انس رکھتے ہیں۔ بھلے مجھے جھاڑتے رہتے ہیں پر انکا میرے بنا ایک دن بھی گزارہ نہیں۔ جب تک انکی زندگی میں انکی ساتھی نہیں آجاتی، مجھے انکی پارٹ ٹائم بیوی بن کر رہنا ہے۔ اسکے بعد انکو انکی بیوی کے حوالے کر کہ میں تو ولڈ ٹور پر نکل جاوں گا۔ اپنی آزادی مزے سے مناوں گا"

عصر کے معصوم اور نیارے ارمان سنتی وہ کتنی دیر مسکراتی چلی گئی، اف ان دو سے کوئی رشتہ نہ ہو کر بھی عرشیہ کو گھر جیسی پناہ مل رہی تھی، جیسے ان روحوں سے اسکی روح کا کوئی سنگم تھا۔

"اسے کوئی تم جیسی کیرنگ بیوی ہی ملے دعا ہے۔ تم بھی تبھی آزادی منا سکو گے سکون سے ورنہ تو تمہارا دھیان اسی پر اٹکا رہے گا۔ لوگوں کا دھیان کھینچنے میں تمہارا یہ سر کافی ماہر ہے"

وہ مسکراتی مسکراتی آخری بات پر ناچاہتے ہوئے بھی اداس ہو گئی، عصر نے اسکی اداسی بری طرح محسوس کی۔

"آمین! میں یہی دعا کرتا ہوں۔ یہ اپنے بابا اور بھائی سے بھی بہت پیار کرتے ہیں۔ بس کہنا اور جتانا نہیں سیکھ پائے۔ یا شاید انکا مزاج ہی ایسا ہے۔ لیکن انہوں نے کسی محبت کا اظہار کیے بنا بھی مجھے، عدین اور ابراہیم تینوں کو سنبھال رکھا ہے۔ مجھے ان کی بہت فکر رہتی ہے میم۔ یہ اپنا خیال بلکل نہیں رکھتے۔ انھیں رکھنا ہی نہیں آتا۔"

وہ جس پیار سے انیس کو دیکھتا تھا، اس میں شفقت بھی تھی کیونکہ عصر اس سے دو تین سال بڑا تھا، اس جگہ سے عرشیہ کا جانے کو دل ہی نہ کر رہا تھا، یا شاید اس سے یہاں سے اٹھنا ممکن ہی نہ تھا، یہ جگہ سکون سے بھری ہوئی تھی، یہاں کوئی بے سکونی نہیں تھی۔

"ہمم۔ مجھے اب جانا چاہیے۔ مما ویٹ کر رہی ہیں۔ تم مجھے اسکی اداسی پوچھ کر بتاو گے عصر؟"

وہ جانا نہیں چاہتی تھی پر اسکی کچھ ذمہ داریاں تھیں جو اسے بھی نبھانی تھیں، آج وہ مما کو ایموشنل سپورٹ دینا چاہتی تھی کیونکہ بہر حال سوہا کو رئیس سے بہت لگاو تھا تو مینٹلی سوہا کے لیے ابھی وقت بہت کٹھن تھا۔

"آپکو کیوں جاننی ہے انکی اداسی، یہ تو اکثر اداس رہتے ہیں میم"

عصر کے سوال نے عرشیہ کے دل میں جیسے درد کی لہر اتاری تھی۔

"تو تم اکثر بتا دیا کرنا مجھے جب جب یہ اداس ہوا۔ بس مجھے فکر سی ہو رہی ہے انسانیت کے ناطے۔ میرا دل بہت نازک ہے۔ میں اسکے لیے پریشان ہو رہی ہوں۔ اسکی جگہ تم ہوتے تو میں تمہارے لیے بھی پریشان ہوتی"

وہ اس کیفیت کو نارملائز کرنے کی بھونڈی کوشش میں منمنائی پر عصر مسکرا دیا کہ یہ لڑکی تو واقعی جھلی نکلی ہے۔

"اگر یہ مجھے بتا سکے تو میں آپکو بھی ضرور بتاوں گا۔ میں ایک ای میل کر آوں تب تک انکے پاس بیٹھیں پھر آپ چلی جانا۔ بس پانچ منٹ کا کام ہے۔"

عصر نہیں چاہتا تھا اسکی توجہ منتشر ہو تبھی اس نے عرشیہ سے پانچ منٹ مانگے اور اٹیچ آفس کی طرف بڑھا، عرشیہ نے مضطرب نگاہوں سے اس طرف نظریں جمائیں جہاں عصر گیا تھا، وہ تھوڑی بے چین تھی کہ وہ جاگ نہ جائے، بلکہ ڈر رہی تھی۔

ڈرتے ڈرتے وہ انیس کو دیکھ رہی تھی کہ کہیں اسے زیادہ نہ دیکھ لے۔

"مجھے تمہاری اتنی فکر کیوں ہو رہی ہے سڑو؟ میں نے تو اتنی فکر کبھی کسی کی نہیں کی۔ شاید تم دنیا کے ایکسٹرا سینسیٹو انسان ہو تبھی میرا دل بھی ایکسٹرا نرم ہوئے جا رہا ہے۔ اچھا دل ہے ناں میرا، تمہاری طرح کالا نہیں ہنہ، غصہ بھی نہیں آ رہا تم پر اس وقت، کیا تمہیں پتا ہے ہٹلر! اتنا معصوم دیکھائی دینا

گناہ ہے جتنے تم لگ رہے ہو اس وقت۔۔ ایسے لگ رہا ہے کسی چھوٹے سے بچے کو دیکھ رہی ہوں۔ جو روٹھا ہوا سو گیا ہو۔ تم پتا نہیں کس سے ناراض ہو۔۔۔ جس سے بھی ہو، دعا کرتی ہوں تمہاری صلح ہو جائے"

وہ اسکے اندر جھانک رہی تھی تبھی اسے انیس کے دل تک رسائی مل رہی تھی، وہ اسے ہاتھ لگا کر چھونا چاہتی تھی کہ اسکے زرا ماتھے پر چلے آتے بال چھو کر سنوار دے پر اپنے ہاتھ کو اس نے بہت جبر سے روک رکھا تھا۔

"میں تمہارے سامنے کبھی نہیں آوں گی اوکے؟ مجھے بس فکر ہے تمہاری، خدانخواستہ تم پر دل نہیں آگیا کہ میں سیدھا تمہاری ہی ہو جاوں۔۔۔ اتنا آسان ہے کیا عرشیہ المیر کو پالینا۔ ہرگز نہیں۔ ویسے بھی تم جیسے غنڈے سے کوئی پاگل ہی ہے جو شادی کر کے سر پھوڑے گی۔"

وہ پاگل تو ابھی سے ہو چکی تھی، اس شخص پر مکمل فریفتہ ہو کر بھی انکاری تھی کہ دل کہاں ہاری ہے ابھی، اپنے نرم دل کو وجہ مان رہی تھی، وقتی اٹیچمنٹ سمجھ رہی تھی۔

"اب مجھے جانا چاہیے ورنہ میرا نرم دل یہیں رہ جانے پر مچل اٹھے گا۔ اوف۔۔۔ کیا ہو رہا ہے یہ؟ ایسے کیوٹ غنڈے سے کیوں ملوا دیا آپ نے مجھے اللہ۔ جسکو لعنت ملامت کرنی چاہیے تھی اسے پاس بیٹھی دعائیں دے رہی ہوں۔۔ میرا ابھی کوئی حال نہیں۔ بھولو مت عرشیہ اس نے دو دن تمہیں اتنا رلایا ہے جتنا تم ساری زندگی نہیں روئی۔ اور نیلز بھی تو چھینے۔۔۔۔ ظالم درندہ۔۔۔ ہاں ایسے ہی غصہ بھرو اپنے اندر۔"

وہ اپنے آپ کو ہٹلر کے سائے تک بھی نہ لے کر جا سکی پر شیرنی نے کوشش پوری کی، عصر کے لوٹنے پر عرشیہ نے شکر ادا کیا کہ وہ آیا، وہ اٹھ کھڑی ہوئی، فون کوٹ کی جیب میں ڈالتے بس اب جانا ہی بہترین آپشن تھا۔

"پھر ملتے ہیں عصر۔ ٹیک کیئر"

وہ عصر کو بھی دیکھ نہ سکی اور فورا بھاگنے کے انداز میں دروازے کی طرف بڑھی، مگر ڈور کے پاس رکے اس نے اک نظر انیس کو دیکھا، پھر اسکے سامنے ہی دوسرے کاوچ پر بیٹھتے عصر کو اور رسان سے مسکراتی روم سے نکلتے ہی گہرا سانس لیے یوں دروازے سے لگی جیسے کچھ دیر سے اس نے اپنا سانس روک رکھا تھا۔

عصر بھی گہری مسکراہٹ میں ڈوبا تھا جب انیس پھر سے کروٹ سیدھی کر کے کسمسانے پر زرا اٹھا مگر انیس نے اپنی آنکھیں کھولیں، تھا وہ غنودگی میں ہی پر آنکھیں کھول کر ارد گرد جیسے کسی کو تلاش کر رہا تھا۔

"ع۔۔ عصر کوئی آیا تھا کیا؟"

وہ نیند میں ہی بہت مدھم سا پوچھنے لگا تو عصر اٹھ کر ٹیبل کے کنارے آکر بیٹھا۔

"نہیں سر۔ آپکا وہم ہے۔ سکون سے سوئیں۔"

عصر کو جھوٹ بولنا پڑا لیکن انیس اس نیند کی آغوش میں بھی بھانپ چکا تھا کہ کوئی اسکے پاس ضرور تھا مگر ابھی نیند کی وجہ سے وہ جلد واپس سر ہلائے سو گیا اور عصر نے بھی اسکے واپس سونے پر پر سکون سی سانس لی، اپنی گاڑی میں آ کر بیٹھتی عرشیہ نے دائیں جانب سٹوڈیو کی بلڈنگ کو دیکھا، پھر وہ پیچھے کو ٹیک لگا گئی، اس لڑکی کا چہرہ دفعتاً مرجھانے لگا تھا، یہاں باہر آنے کے بعد اب اسکا گھر جانے کو دل آمادہ نہ تھا، وہ سمجھ نہ پا رہی تھی اسکے ساتھ کیا ہو گیا ہے، ایسا اس نے کسی کے لیے کبھی محسوس نہیں کیا تھا کہ فکر و دھیان کسی سے اس قدر بندھ جاتا، تبھی تو وہ انیس کی تکلیف سے زیادہ اپنی حالت پر پریشان ہو چکی تھی۔

بہر حال اسے اپنے ہوش و حواس یکجا کیے گھر جانا پڑا کیونکہ سوہا اسکی منتظر تھی۔

وہ کچھ دیر پہلے ہی سویا تھا مگر فون بجنے پر شدید ناگوائیت کے سنگ اپنے سوئے حواس بیدار کرتے اس نے ٹیبل سائڈ رکھے فون کو اٹھایا، کال شمس صاحب کی تھی، وہ آتے ہوئے انھیں دوسرا نمبر دے کر آیا تھا۔

"یار انکو کیا ہے اب۔۔۔؟"

مہویر نے کال ریسیو کرتے فون کان سے لگایا۔

"وہ منائم کے بھائی کی ریسٹ ہاوس کے ریسپشن پر کال آئی تھی۔ تمہارا نمبر مانگ رہا تھا۔ کیا دے دوں اسے؟"

شمس صاحب کی بات سنے وہ آنکھیں کھولتا اپنی کن پٹی کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں سے مسلنے لگا۔

"ہاں دے دیں"

وہ کہہ کر شمسو کا جواب بھی سننے تک صبر نہ کرے کال کاٹ گیا جس پر شمس صاحب نے بے تاثر انداز میں خضر کو اسکا نمبر بھیج دیا، خضر پہلے ہی پیلس کے گارڈن ایریا میں مہویر کے نمبر ملنے کا ہی منتظر تھا، جیسے ہی شمس الدین نے اسے مہویر کا نمبر بھیجا تو خضر نے اسے سیو کرتے ہی کال ملائی، وہ ابھی دوبارہ سونے ہی والا تھا جب فون بجنے پر مہویر نے تکیہ غصے سے پرے دے مارا۔

"کیا مصیبت ہے۔۔۔"

مہویر نے دوبارہ سے کال ریسیو کرتے فون کان سے لگایا تو ٹہلتا ہوا خضر رک کر متوجہ ہوا۔

"مہویر میثاق؟"

خضر کے سوال پر مہویر زرا اٹھ کر بیٹھا، خضر کی آواز وہ پہچان گیا تھا۔

"ہاں بول رہا ہوں۔ کہو خضر ملک"

مہویر نے اسے آواز سے پہچان لیا یہ خضر کو کچھ اچھا محسوس کروا گیا۔

"وہ ابھی جاگی ہے۔ سوتے ہوئے بھی تمہیں مس کر رہی تھی اور ابھی بھی بس تمہارا ہی ذکر کر رہی ہے۔ میں نے اسے کہا ہے میں اسے تم سے ملوانے جا رہا ہوں تو ریڈی ہو رہی ہے۔ کیا تم اپنے گھر کا ایڈریس دے سکتے ہو؟"

خضر کے سوال پر مہویر کی رہی سہی نیند بھی حرام ہوئی، ابھی صبح ہی تو وہ اس مصیبت سے جان چھڑوا کر آیا تھا، دوبارہ اسکی شکل دیکھنے اور اسکی نزدیکی سہنے کا مہویر میں بلکل سٹیمنا نہ تھا۔

"کسی کے گھر جانے سے پہلے پرمیشن لیتے ہیں خضر ملک۔ ارادہ بنا کر پرمیشن لینا کچھ جچا نہیں تم پر"

خضر کو اسکی ٹون کچھ اکتائی لگی، ناراض بھی لیکن خضر سمجھ سکتا تھا اسکے ساتھ بھی برا ہی ہوا ہے، جیسا اسکی بہن کے ساتھ ہوا لیکن اب جو کچھ ہو چکا تھا اسے بدلنا ناممکن تھا۔

"میں معذرت چاہتا ہوں لیکن وہ کچھ نہیں سن رہی۔ ہم بس آدھے گھنٹے کے لیے آئیں گے۔ اس نے پرامس کیا ہے وہ بس تم سے مل کر میرے ساتھ واپس آجائے گی۔ کل اسکی اپائنٹمنٹ بھی لی ہے۔ امید ہے اسکی یاداشت جلدی واپس آجائے لیکن تب تک تم سے ریکوسٹ ہے اسکو ہرٹ مت کرنا۔ جب وہ ملنا چاہے تو مل لینا کیونکہ وہ تمہیں اپنا سب کچھ سمجھ رہی ہے۔ میں نے مما بابا کو سب بتایا لیکن ان دونوں کے لیے ہم یا ہمارا مسئلہ کوئی اہمیت نہیں رکھتا، اس لیے اپنی بہن کی اس مشکل کو مجھے خود ہی حل کرنا ہے۔ تم سے تھوڑی سی مدد درکار ہے۔ تمہارے لیے یہ مشکل ہے لیکن انسانیت کے ناطے ہماری مدد کر دو"

خضر کے نرم اور سمجھاتے بجھاتے لہجے نے مہویر کو بھی جیسے پرسکون کرنے میں معاون کردار ادا کیا، مہویر جانتا تھا اس سب میں منائم کا بھی کوئی قصور نہیں لیکن مہویر کی عاصم کے بچوں سے سرد مہری قدرتی ہونے والی تھی، وہ چاہ کر بھی اک حد سے زیادہ بناوٹی نرمی نچھاور نہیں کر سکتا تھا۔

"ٹھیک ہے۔لے آو اسے۔لوکیشن بھیج دیتا ہوں۔زیادہ دور نہیں ہے میرا اپارٹمنٹ"

مہویر نے اکتائے ہوئے ہی ہامی بھری لیکن اپنے لہجے میں وہ بیزاری نہ آنے دی، خضر کی کچھ ٹنشن کم ہوئی۔

"تھینکیو سو مچ مہویر۔سی یو"

خضر نے مشکور ہوتے کہا اور کال بند کی جب اسکی نظر اپنی پیاری سی کیوٹ بہن پر گئی جو تیار ہو کر باہر ہی آ رہی تھی۔

چاکلیٹ براؤن نِٹ سویٹر پہنے جو ہلکا سا لوز فِٹ تھا، اسکی آستینیں ذرا ڈھیلی تھیں جو اس کے نرم اور بھرے وجود کو اور زیادہ دلکش بنا رہی تھیں، نیچے ہائی ویسٹ بلیو جینز پہن رکھی تھی، سیدھی کٹ کے ساتھ گھٹنوں پر ہلکی سی رِپنگ لیے جبکہ پاوں میں سفید سنیکرز پہن رکھے تھے اور اسکی لائٹ بلیو ڈینم جیکٹ اسکی بازو پر پڑی تھی، منائم کو تر و تازہ اور تیار دیکھ کر خضر نے اسکا نرم

سا ہاتھ پکڑ کر ہتھیلی چومی، دن کو تو وہ رو کر خضر کو بہت پریشان کر چکی تھی پر ابھی مسکرا رہی تھی۔

"تم جلدی ٹھیک ہو جاو میری خرگوش! مہویر سے ملنے کی خوشی تو دیکھیے زرا۔ جیسے جنم جنم سے اسی کے ساتھ رہ رہی تھی تم۔"

وہ بھائی کے پیار سے چھیڑنے پر اداس سا مسکرائی۔

"م۔ مجھے انکی بہت فکر ہو رہی ہے بھائی"

وہ پھر سے روہانسی ہوئی کہ بس نہ چلا اڑ کر پہنچ جاتی۔

"ٹھیک ہے جیکٹ پہن لو ٹھنڈ ہے۔ اور پرامس یاد ہے ناں؟ ہمیں واپس آنا ہے تھوڑی دیر تک۔ ایسا کریں گے اس سے ملنے کے بعد ہم بہن بھائی کہیں مزے دار سا ڈنر کریں گے"

وہ خود اس وقت مکمل بلیک میں ہی تھا، بلیڈز تک سیاہ حالانکہ اسکارا ک سٹار خلیہ ہمیشہ رنگوں سے بھرا رہتا لیکن آج بچارا سیڈ تھا تو رنگوں سے وہشت سی ہو رہی تھی، اس میں کوئی شک نہ تھا کہ عاصم المیر ملک کو جو قدرتی حسن و وجاہت ملی وہ اسکے تینوں بچوں میں دگنی قوت سے ٹرانسفر ہوا تھا، خضر تو خوبخو عاصم کی کاپی تھا۔

"ٹھیک ہے بھائی۔ میں آپکے ساتھ آجاوں گی کیونکہ مہویر زیادہ دیر مجھے برداشت نہیں کر پائیں گے۔ شاید وہ میری یاداشت جانے پر مجھ سے ناراض بھی ہیں اور ہرٹ بھی"

منائم نے اپنی جیکٹ پہننے کے بیچ اپنی سوچ کے مطابق بتایا تو خضر لاجواب رہ گیا، کیا بتاتا کہ مقدر نے ان دونوں کے ساتھ کیسا مزاق کر دیا ہے۔

بہر حال وہ لوگ اسکے بعد نکل گئے، جو ایڈریس مہویر نے خضر کو بھیجا وہ زیادہ دور نہ تھا لیکن منائم خالی ہاتھ جانا نہیں چاہتی تھی تبھی خضر نے ہی اسے

کچھ گفٹس سجیسٹ کیے، کچھ کھانے کی چیزیں یعنی سنیکس اور اک لارج سائز ہڈی منائم کو پسند آئی تو اس نے خریدی، جب تک وہ دونوں پہنچے، مہویر کمرے سے نکل کر باہر لاؤنج میں آ کر بیٹھا آن لائن کوئی نیو فون دیکھ رہا تھا، اس نے کھانے کے لیے کچھ چیزیں بھی آرڈر کر دی تھیں کہ دونوں کی مہمان نوازی بھی کرنی ضروری تھی۔

ڈور بیل پر مہویر نے اپنے دل و دماغ کی ساری اکتاہٹ اک طرف کی اور اٹھ کر دروازہ کھولنے گیا، لیکن کھولنے سے پہلے اک بار لمبی سانس کھینچی جیسے خود کو اگلے آدھے گھنٹے کے لیے منٹلی تیار کر رہا ہو اور دروازہ کھولنے کی دیر تھی کہ سامنے صرف منائم کو دیکھ کر مہویر کے ماتھے پر بل پڑے، خضر شاید گاڑی پارک کر رہا تھا اور منائم سے رہا نہ گیا تو وہ پہلے آ گئی۔

"مہویر۔۔۔ مجھے آپکی بہت فکر ہو رہی تھی۔ آپ ٹھیک ہیں ناں،"

وہ ہاتھ میں پکڑے شاپنگ بیگز وہیں پھینکتی جس طرح بے اختیار مہویر کہ طرف بڑھی، وہ ڈر کر دو قدم پیچھے ہٹا لیکن منائم کا اسکی طرف بڑھنا رفتار سے جڑا تھا کہ مہویر کے پیچھے ہٹنے کے باوجود وہ اس تک پہنچی اور اپنے ہاتھوں کی ہتھیلیوں کو اسکے چہرے کے اطراف لگاتے یوں پریشان جانچتی نظروں سے اسکی آنکھوں میں جھانکی جیسے سانس بھی اسکی سانس کے ساتھ لے رہی ہو۔

"صبح ہی تو سر سے اتارا تھا تمہیں؟ کم از کم سکون سے ایک رات تو گزارنے دیتی مجھے۔ اور دور ہٹو تمہیں منع کیا تھا ناں؟ سمجھ نہیں آرہی"

وہ اسکے دونوں ہاتھ اسکی کلائیوں سے دبوچتا ہوا دہکتے لب و لہجے میں بولتا منائم کو خود سے دور جھٹک گیا تو وہ دو قدم پیچھے جا لہرائی۔

"ا۔۔ ایسے مت سلوک کریں۔ میں آپکو پریشان تو نہیں کر رہی۔ یہ آپکے لیے لائی ہوں۔"

وہ کھانے پینے والی چیزیں وہیں چھوڑتی اسکے لیے جو ہڈی لائی وہ والا بیگ اٹھا کر دوبارہ مہویر تک آئی جس نے خفا نظر منائم پر ڈالی پھر مجبورا اسکے ہاتھ سے وہ بیگ لیا لیکن بنا دیکھے کاوچ کی طرف پھینک دیا۔

"بھائی تمہارا اندر نہیں آئے گا؟"

وہ جو اسکی بے حسی پر غمزدہ تھی، مہویر کے سوال پر فورا نفی کر گئی۔

"وہ گاڑی میں ہی بیٹھے ہیں۔ صرف مجھے ملنا تھا۔ مہویر میں نے خود پسند کی ہے۔ مجھے نہیں پتا میں نے آپکو پہلے کبھی تحفہ دیا یا نہیں، یا کس قسم کے تحائف دیتی تھی پر یہ اچھی لگی تو لی۔ کسی کا تحفہ ایسے بے دردی سے نہیں پھینکتے۔ دیکھ تو لیتے کم از کم"

وہ بہت زیادہ ہرٹ ہوئی کہ شکوہ خود بخود اسکے ہونٹوں پر مچل گیا جبکہ مہویر نے اپنی ہڈی اتار رکھی تھی تبھی منائم کا ماتمی منہ دیکھتے وہ پلٹا اور جا کر پھینکے

شاپنگ بیگ سے منائم کا گفٹ نکالا تو وہ پلین بلیک بہت پریمیم سٹف والی ہڈی تھی، کسی بڑے برینڈ کی تھی۔

منائم نے اس پر سے نظر انچ بھی نہ ہلائی، مہویر نے وہ ہڈی جو زیپ کے بنا تھی، پہنی اور واپس منائم کی طرف پلٹا جسکی بھیگی آنکھیں مسکرا دیں کہ تعریف نہ سہی، مہویر نے اسکا گفٹ قبول تو کیا۔

"یہ تو پرفیکٹ پوری آئی۔ ٹائیٹ تو نہیں ہو رہی؟ اگر لوز چاہیے اس سے تو بتا دیں میں ایکسچینج کر لوں گی"

وہ بے ارادہ اسکے قریب رکی اور مبہوت نگاہوں سے مہویر کو دیکھنے لگی جس نے اسکے آنے سے اب تک شدید ناگوار تاثرات سے منہ کو سجا رکھا تھا۔

"ٹھیک ہے یہی۔ بیٹھو گی یا جا رہی ہو؟"

وہ بدلحاظی میں ساری حدیں پار کر گیا جب پھر سے منائم کی آنکھوں میں ایسے کٹھور سوال سے تیرگی لایا۔

"مہویر ایسے بات م۔ مت کریں۔ اٹس ہرٹنگ۔۔ میں نے ایسا بھی کیا بگاڑا آپکا کہ یوں بیہیو کر رہے ہیں۔ میں تو آپکی مان کر وہاں بھی چلی گئی جو سب اجنبی ہیں میرے لیے۔ مجھ سے آپ تو ٹھیک سے بات کریں۔ کیا آپ مجھ سے اتنے زیادہ ناراض ہیں کہ میری طرف دیکھنا بھی اچھا نہیں لگ رہا۔ آپکی آنکھوں میں کانٹے اگے ہوئے ہیں میرے لیے مہویر"

وہ اس سے بات کرتی تھی یہ تو وہ برداشت کر رہا تھا پر اسکا نام لیتی تھی تو مہویر کے دل سے دھواں اٹھتا تھا، اسی پر وہ شدید برا محسوس کرتا۔

"میں ناراض نہیں ہوں۔ میں بات ہی ایسے کرتا ہوں۔ دیکھو اگر تمہیں اسطرح بات کرنے والا انسان پسند نہیں تو اپنے باپ کو کہہ کر ڈائورس پیپرز بنوالو۔ رشتہ ختم کر دیتے ہیں۔ ویسے بھی ہمارا مزاج بہت الگ ہے۔ اور مجھے تم پسند بھی نہیں ہو"

مہویر نے سر سے اسے اتارتے جا کر کاوچ پر ڈھیر ہوتے سیدھا سا حل دیا جبکہ یہ حل سن کر اسے سہنے کے بعد وہ چلتی ہوئی اس تک پہنچی اور نیچے بیٹھنے کے بجائے اسکے پہلو میں آ بسی، لیکن مہویر کی اکتاہٹ و بیزاری لمحہ بھر ہوا میں معلق ہوئی جب منائم نے اپنا ہاتھ اسکے ہاتھ کے اطراف لپیٹ کر جکڑا تھا۔

"کیا مطلب مہویر! ہم نے اگر شادی کی تھی بنا کسی کو بتائے تو یقینا ہمارے بیچ بہت پیار بھی ہونا چاہیے۔ مجھے کیوں تکلیف پر تکلیف دے رہے ہیں۔ آپکو میری ممیری جانے پر غصہ ہے۔ مہویر میں کل جا رہی ہوں ڈاکٹر کے پاس۔ سب یاد کر لوں گی۔ مجھ سے خفا مت ہوں۔ میں نہیں سہہ پا رہی۔ مہویر مجھے دور کر دیا پر کم از کم ناراض تو مت ہوں۔ میں آپکے قریب بھی نہیں آوں گی جب تک آپکا غصہ نہیں اترتا۔ لیکن کم از کم اپنے اور میرے بیچ کا راستہ بند نہ کریں۔۔۔"

وہ اسکے ہاتھ کی گرفت سے اپنا ہاتھ آہستگی سے چھڑواتا منہ دوسری طرف پھیر گیا، کچھ کہنے یا بات کرنے کو مہویر کا بلکل دل نہ تھا، پتا نہیں وہ اسے یہاں موجود پائے کس طرح خود پر خبر کیے بیٹھا تھا۔

"ہمم۔ کیا چاہتی ہو تم۔؟"

وہ اسکی مدھم مدھم سسکیوں اور رونے پر گردن واپس پھیرے منائم کو دیکھے سخت بے بس ہو کر بولا مگر وہ نفی میں گردن ہلاتی دونوں ہاتھ اپنے منہ پر رکھے پھوٹ پھوٹ کر رو پڑی، کسی کو روتے دیکھنا اسے فرق نہیں دیتا تھا پر یہ لڑکی ایسے روتی تھی جیسے اسکا سب کچھ ختم ہو گیا ہو، مہویر کو عجیب سے اضطرب نے گھیرا جب وہ ایسے ہچکیوں سے کانپتی ہوئی رو رہی تھی۔

"کیا چاہتی ہو تم رونی صورت؟ کیا تکلیف ہے تمہیں؟ کیا تم میرا کلیجہ چبانے آئی ہو یہاں؟"

اسکی سسکیاں بڑھتی سنے وہ سخت غصے سے اسکے دونوں ہاتھ اسکے چہرے سے ہٹا گیا جس پر اس نے اپنی آنسوؤں سے بھیگتی آنکھوں سے ایسی مجبور نظر مہویر پر ڈالی کہ وولف کے اپنے کلیجے میں دراڑ آ گئی۔

"اچھا رو مت۔۔۔ ٹھیک سے بات کرنے کی کوشش کروں گا۔ کچھ کھاو گی؟"

آجا کر اسکے آنسو پونچھتے نرمی سے کھانے کی آفر کرتا وہ منائم کو چپ کروانے لگا پر اس نے اپنے آنسوؤں کو آنکھوں میں گھوٹ لیتے سر نفی میں ہلایا اور جس طرح وہ مہویر کے نزدیک سرکتی اسکی سینے سے ہڈی دبوچ گئی، خود بخود مہویر کا ہاتھ منائم کے گرد حائل ہوا، وہ اسکے سینے سے جو آ جڑی تھی۔

اک لمحہ تو مہویر کو لگا بس دل دھڑکنے کی آواز کے سوا ہر آواز تھم گئی تھی، کتنا کرب تھا ان بھوری سسکتی آہوں کی جہاں آنکھوں میں، چہرہ زرا دیر رو کر گلابی ہو گیا تھا۔

"کچھ نہیں چاہیے آپکے سوا۔ آپکے راضی ہونے کے علاوہ۔۔م۔ مجھ سے روٹھ کر بات نہ کریں۔ میں آپکو تنگ نہیں کروں گی۔ میں آپ سے وعدہ کرتی ہوں۔۔پ۔ پر مجھ سے ایسے بات مت کریں۔"

اتنے قریب آکر وہ متضاد عہد باندھتی جھوٹی ہی لگی کیونکہ اتنے قریب آکر وہ مہویر کو برا تنگ کر رہی تھی۔

"میں تمہارے بھائی کو کہتا ہوں اندر آئے۔ ڈنر کرتے ہیں مل کر۔"

وہ نظریں پھیر تا بیچ کی راہ نکالتا متفق ہوا کہ وہ لڑکی بھی مطمئن ہو اور یہ عجیب غریب خلوت سے بھی مہویر کی جان چھوٹے۔

"صرف میرے پاس ڈر لگ رہا ہے آپکو جو بھائی کو باڈی گارڈ بنا کر بلانا چاہتے ہیں؟"

وہ اسکے گریز اب کچھ اور بھی مان رہی تھی، جیسے وہ کسی عورت کے ساتھ کبھی یوں تنہائی میں پہلی بار بیٹھا ہو اور یہی سچ تھا، اسکی زندگی میں اک فاطمہ نور کو چاہنے کی حماقت کے سوا عورت ذات سے جڑا کوئی حوالہ موجود نہ تھا۔

"ہاں۔ عورتوں سے الرجی ہے مجھے"

جناب نے انکار بھی نہ کیا بلکہ سینہ تان کر بد تمیز انداز میں اقرار کرے منائم کو مسکرانے پر مجبور کر گیا۔

"میں آپکی یہ الرجی کم مہلک بنانے کی کوشش کروں گی۔ کچھ لگایا آپ نے ان زخموں پر مہویر۔ کیا آپکو بھی سر میں درد ہے؟"

وہ اپنا ہاتھ اسکے ماتھے سے لاتی انگلیوں کی پوریں اسکی جالائن تک روکے بنا کسی خمار کے بس اسکی فکر میں مبتلا تھی لیکن مہویر کو اسکی فکر بھی نہیں چاہیے تھی۔

"مجھے صرف تم سے نجات چاہیے۔۔۔"

وہ بولا تو اپنے دل کا سچ پر منائم نے اسے بس چڑ کی سینس میں لیا تبھی تو اسکے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔

"میں روز تھوڑی دیر ملنے آوں گی۔ نجات نہیں دے سکتی۔ نجات دی تو دل بیٹھ جائے گا میرا۔ اچھا محسوس ہو رہا ہے آپکے پاس۔ کچھ تو ہے ہمارے بیچ یقینا کہ مجھے پوری دنیا میں بس آپکے پاس رہنا اچھا لگ رہا ہے۔ مہویر میں مس کروں گی کل تک آپکو۔ اوکے ناں"

وہ سہمی آنکھوں والا سمجھنے سے قاصر تھا کہ اسکے پہلو میں یہ کائنات کا مالک کیسا قہر اس منائم کی صورت لے آیا ہے، وہ کس سے شکوہ کرتا، یہ بھی سوچ

دماغ میں نہ آ رہی تھی۔ غلط تو اس لڑکی کے ساتھ زیادہ ہوا تھا جو محبت کرنے کا حق کھو چکی تھی، اک اجنبی، اسے مارنے کی سوچ رکھتے انسان پر اس لاعلمی میں وہ محبت و اپنائیت لٹا رہی تھی جسکا کم از کم مہویر میثاق مستحق نہ تھا۔

"مطلب جا رہی ہو اب تم؟"

وہ اب تک اسکے جانے کے لیے بیقرار تھا پر وہ فاصلہ سمیٹے نفی میں گردن ہلاتے ہنسی۔

"نوو۔ ہرگز نہیں۔ بھائی کو بلا لیں کیونکہ میں نے آپکو جی بھر کر دیکھ لیا ہے۔ مزید دیکھا تو پیار آئے گا اور میں آپ پر پیار لٹا کر تھپڑ نہیں کھانا چاہتی۔ مجھے بھوک لگی ہے زور کی"

وہ شرارت سے مسکراتی مہویر کی جان بخش گئی تو اس نے بھی سکون کا سانس لیتے سلگتی شرانگیز نگاہ منائم کی بتیسی پر ثبت کرنے کے بیچ ہی خضر کو میسج کر

کے بلایا لیکن دیکھ وہ منائم کو رہا تھا، جیسے آج ہی نظروں سے اس پر ساری تحقیق کر ڈالے گا۔

خضر آنے میں کچھ ہچکچا رہا تھا لیکن مہویر نے اسے بہت اچھے سے خوش آمدید کہا تو اسکی فطری جھجھک زائل ہوئی، ساتھ ہی مہویر نے جو کھانا آرڈر کیا وہ بھی آگیا تھا تو اس نے کھانا لے جا کر کچن میں رکھا اور پلیٹس نکالنے لگا۔

"جاو اسکی مدد کرو لڑکی۔ تم تو میڈم بن کر بیٹھی ہو"

خضر نے ہی نکمی کو شرم دلائی تو محترمہ دکھتے سر کو بھولے کچن میں داخل ہوئیں تو اسکا نیولی دلدار مصروف انداز میں کھانا نکال رہا تھا، وہ بلاشبہ انیس کی طرح ہی پُرکشش تھا بس انیس سے تھوڑا زیادہ چوڑا اور لمبا بھی تھا، ناک اور ماتھے تو دونوں کے ایک ہی زاویے سے کھنچے رہتے تھے۔

"آپکی ایج کیا ہے مہویر؟"

وہ قریب آکر اسکی مدد کرنے کے بیچ ہی بولی، مہویر نے اسکے سوال کا کوئی خاص نوٹس نہ لیا اور وہیں کچن سے اٹیچ ڈائنگ ایریا کی طرف جا کر پلیٹنگ کیا کھانا رکھنے لگا، پھر پلیٹس لینے واپس آیا تو منائم نے اٹھا کر اسے پکڑائیں، منائم کے پکراتے ہوئے انگلیاں، مہویر کے ہاتھ سے مَس ہوئیں تو وہ گدگدا سا جاتی مسکائی جس پر مہویر نے بس اللہ سے صبر ہی مانگا۔

"اتنج تو لڑکیاں چھپاتی ہیں مسٹر ہسبنڈ، آپ کیوں چھپا رہے ہیں؟"

وہ اندر کچن میں آیا تو اس بار وہ اسے گلاس اٹھانے نہ دیتی اسکی راہ میں حائل ہو کر ضدی انداز میں بولی۔

"بیالیس سال کا منجھا ہوا کمینہ ہوں میں۔ عمر کے ساتھ تعارف بھی کروا دیا میں نے۔ اب ہٹو"

وہ منہ کے گندے انداز کے ساتھ جھاڑنے کی طرح بتاتا منائم کو پکڑ کر پرے دھکیلنے لگا مگر وہ اس دھکے کے لیے تیار نہ تھی تبھی پیر الٹنے پر اس سے

پہلے وہیں زمین بوس ہوتی، مہویر نے اسکی کمر سے جیکٹ کو مٹھی میں دبوچے بڑی مشکل سے منائم کو گرنے سے بچایا، دونوں نہیں نہیں کرتے بھی جان لیوا حد تک قریب سرک آئے، ایک دوسرے کی سانسوں نے ایک دوجے کی سانسوں کی خوشبو تسخیر کی تھی۔

"مہویر میثاق۔ آپ قریب بہت پیارے لگتے ہیں۔ جی چاہتا ہے کاش تھوڑے اور پاس آجائیں"

یہ لڑکی یقیناہوش و حواس میں بھی ایسی ہی بے تکلف نیچر کی تھی تبھی تو یاداشت جانے پر بھی اسکی نیچر جوں کی توں تھی، کہ جیسے ہی مہویر کو پاس دیکھتی، فلرٹی ہو جاتی۔

"تم بہت شرمایا کرتی تھی۔ کھائی میں اپنی شرم چھوڑ آئی ہو کیا؟ تلاش کرو واوں تمہاری شرم و حیا وہاں۔ کیا پتا کسی پتھر کے نیچے دب گئی ہو؟"

مہویر کو یہ خیال زرا دیر سے آیا پر اس نے امید کی تھی شاید یوں کہنے سے یہ لڑکی زرا بے لگام حرکتیں بند کر دے گی پر وہ آگے سے ہنس دی تو مہویر کو لگا اس نے اپنے لفظ ہی ضائع کیے۔

"میں اگر شرمیلی تھی تو کیا ہوا، اب زرا الٹ والی منائم بھی ایکسپیرئنس کر لیں۔ آپکو پسند نہ آئی تو جیسا آپ کہیں ویسا بن جاوں گی۔ آپ کی نظر پڑتے ہی میں وائبریشن پر لگ جایا کروں گی شرماتے ہوئے"

وہ اپنی معصوم ہنسی ہنستی اس بار مہویر کی آنکھوں کی خفگی کو مکمل دور کر چکی تھی، وہ مسکرایا تو نہیں لیکن یہ پہلی بار تھا کہ اسے دشمنوں کی طرح گھورا بھی نہیں تھا۔

"ٹھیک ہو ایسے ہی۔ وائبریشن پر میرا دماغ جو لگا رکھا ہے تم نے کل سے۔ وہی کافی ہے۔"

وہ بچارا دماغ کی وائبریشن سے مراد اس لڑکی کا سر پر مسلط ہونا کہہ کر باہر نکلا تو منائم کتنی دیر مسکراتی رہی، تینوں نے اک ساتھ کھانا کھایا، مہویر نے بٹر چکن کے ساتھ نرم روٹیاں منگوائی تھیں، پلین زیرہ رائس اور میٹھے میں کچھ کسٹرڈ جیسی چیز تھی۔

خضر مطمئن تھا کہ منائم کی آنکھیں ہر درد سے یہاں آتے ہی آزاد ہو گئی تھیں، اسے مہویر بھی آج اچھا لگا، جبکہ مہویر تو اس قسمت کے پلٹے پر ہی دنگ تھا کہ جن دو کو مارنا چاہتا تھا انہی کے ساتھ بیٹھے کھانا کھا رہا تھا، منائم کو اسکی خوشی مل چکی تھی تبھی وہ خضر بھائی کے ساتھ واپس جانے کو فوری آمادہ ہو گئی۔

"بہت شکریہ تمہارا، مہمان نوازی میں بہت خاندانی ہو تم۔ یہ تمہیں تنگ کرتی رہے گی۔ لیکن امید ہے تم بڑے دل والے ہونے کا مظاہرہ کرو گے۔ تنگ مت پڑنا۔ منائم آجاو میں ویٹ کر رہا ہوں گاڑی میں"

خضر نے خوش دلی سے مہویر سے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا جسے مہویر نے چار و ناچار تھاما اور وہ اسی نرمئ سے منائم کو تاکید کرتا ہوا اجازت لے کر چلا گیا، منائم نے مہویر کے کچھ قریب رکتے سر اٹھا کر اپنی آنکھیں اسکی آنکھوں میں جمائیں۔

"اب تم بھی جاو منائم۔ یہ میرے بندھے ہاتھ دیکھو مجھے اس وقت سکون کی نیند چاہیے اور پرائیویسی بھی۔ گڈ بائے"

وہ باقاعدہ ہاتھ باندھ گیا کہ اب وہ اسے قریب ہرگز نہیں آنے دے گا، صاف صاف منہ پر بے فیضوں کی طرح بول بھی رہا تھا کہ وہ عاجز آرہا ہے۔

"جارہی ہوں۔ ہاتھ باندھنے کی ضرورت نہیں۔ منائم آپکا برا وقت نہیں جو ایسے نجات مانگ رہے ہیں۔ سکون میں رہیں بھلے میرے بغیر ہی کیوں نہ رہیں۔ گڈ نائیٹ۔ آئی لو ویو سو مچ"

مہویر ایک لمحے کو جیسے سانس لینا بھول گیا۔

وہ دروازے کی طرف بڑھتی منائم کو دیکھتا رہا، نرم قدم، وہی ذرا سی جھکی ہوئی گردن جیسے خود کو سمیٹ کر چل رہی ہو۔ دروازہ بند ہونے کی ہلکی سی آواز آئی، مگر اس کے سینے میں کچھ زور سے بند ہوا۔

آخری جملہ مہویر کے ذہن میں گونج کر رہ گیا۔ وہ کیوں جھوٹ بول رہا تھا خود سے؟ کیوں اس لڑکی کی موجودگی اسے سکون نہیں، اضطراب دے رہی تھی؟ کیوں اس کے "آئی لوویو" میں کوئی بناوٹ نہیں تھی، حالانکہ یادداشت اس کے پاس کچھ بھی نہ تھی؟

مہویر نے آنکھیں بند کر کے لمبی سانس لی۔

یہ پرائیویسی... یہ سکون... جس کا وہ مطالبہ کر رہا تھا، اسے اچانک کھوکھلا سا محسوس ہونے لگا۔

دوسری طرف منائم لان کی مدھم روشنیوں سے گزرتی ہوئی گیٹ کی طرف بڑھی۔

آنکھیں بھیگ رہی تھیں، مگر اس نے پلٹ کر نہیں دیکھا۔ شاید اسے ڈر تھا کہ اگر دیکھ لیا تو وہ مضبوطی جو اس نے خود میں جمع کی تھی، بکھراو میں بدل جائے گی۔

گاڑی میں بیٹھتے ہوئے خضر نے ایک نظر اس کے چہرے پر ڈالی۔

"سب ٹھیک ہے بچے؟"

منائم نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ سر ہلایا۔

"جی بھائی۔ وہ ابھی بھی ناراض ہیں۔"

خضر نے گہری سرد سانس اس کے شکوے پر کھینچی پھر گاڑی چل پڑی، مگر پیچھے رہ گیا ایک آدمی جو سمجھ رہا تھا کہ کسی کو دور دھکیل دینا ہمیشہ نجات ہوتا ہے لیکن ایسا نہیں تھا، کبھی کبھی دور دھکیلنا سزا بھی بن جاتا ہے۔

.._____..

"تمہیں اسکی قیمت چکانی ہو گی عرشیہ۔ میں تمہیں چھوڑوں گا نہیں"

رئیس کے اندر لگی آگ بجھنے کے بجائے مزید بھڑک رہی تھی، عرشیہ نے جو اسے زلیل و خوار کیا تھا، اسکا بدلہ لیے بنا وہ رکنے والا نہ تھا، تبھی وہ سوہا سے ملنے ایونٹ تک پہنچ گیا تھا جو بس سیوانی کے آفس سے نکلنے کی تیاری کر رہی تھی۔

سوہا نے اپنا فون بیگ میں ڈالا اور آفس سے نکلنے ہی لگی جب دروازہ کھول کر رئیس کے اندر آنے پر سوہا کی آنکھوں میں آگ کے شعلے لپکنے لگے۔

"نکل جاو رئیس یہاں سے۔ میں تمہاری شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتی"

سوہا نے حقارت سے اپنی طرف بڑھتے رئیس کو وارن کیا مگر وہ آگے بڑھتا ہوا سوہا کے ہاتھ سے بیگ لے کر ٹیبل کی سطح پر رکھتا اسے اپنی بازو کے حصار میں لیتا اس قدر قریب کر گیا کہ سوہا مزاحمت کے لائق ہی نہ رہی۔

"کیا واقعی تم میری شکل دیکھے بنا سانس لے لو گی۔ کیا یہی تھی تمہاری مجھ سے محبت۔ تم نے اپنی بیٹی کا تو اعتبار کیا لیکن میرا نہیں۔ تم ایسا کیسے کر سکتی ہو سوہا؟ وہ خود بد قسمت ہے، تمہاری قسمت بھی سلانے پر لگی ہے۔ ہوش کے ناخن لو"

رئیس جانتا تھا اسکا قریب آنا سوہا کی کمزوری ہے تبھی وہ یہی حربہ آزما رہا تھا، اسکے چہرے کو چومنے کی ناکام کوشش کرتا بری طرح سوہا کی جانب سے پرے دھکیلا گیا، رئیس کے چہرے کا رنگ فق ہوا۔

"میری بیٹی بد قسمت نہیں۔ کل تم تو کیا، پورا شہر اسکی خوش قسمتی جان جائے گا۔ رہی بات تمہاری تو گھن آ رہی ہے مجھے۔ میرے قریب آئے تو اچھا

نہیں ہو گا۔ تمہارے لیے میرے پاس آخری آپشن بھی نہیں ہے رئیس ملانی"

سوہا کا غصہ اور نفرت اس بار معمولی نہ تھی اور رئیس اس وقت سوہا سے تعلق بگھڑنا ہر گز افورڈ نہیں کر سکتا تھا جب اسے سوہا کی جانب سے فائنیشل ہیلپ کی اشد ضرورت تھی۔

"تم پچھتاو گی سوہا۔ میں تھپڑ کا بدلہ لینے پر اترا تو ان رشتوں کی دھجیاں بکھیر دوں گا پھر مجھے کوئی الزام مت دینا کیونکہ پاگل پن میں مرد کچھ بھی کر سکتا ہے"

رئیس نے اپنے ہاتھ کی گرفت سوہا کے جبڑے پر جمائی اور اسکی سرخ آنکھوں میں اپنی وہشت ناک آنکھیں گاڑتے دھمکایا۔

"اس سے زیادہ گھٹیا بات تم کر بھی کیا سکتے تھے رئیس۔ لعنت ہو تم پر، مجھ پر بھی جس نے دو سال تم جیسی غلاظت پر ویسٹ کر دیے۔ اپنا

وقت، محبت، توجہ اور پیسہ لٹا دیا۔ ایک بات میری بھی سن لو، میری بیٹی کا بال بھی بیکا ہوا میں تمہاری زندگی جہنم سے برتر کر دوں گی۔ میں تمہیں مار ڈالوں گی اگر تم نے عرشیہ کی طرف دوبارہ گندی نظر ڈالی۔۔۔ یہ ایک ماں کا کھلا چیلنج ہے تمہیں"

سوہا نے پوری قوت سے رئیس کو خود سے دور دھکیلا اور اسے راہ سے پرے کرتی اپنا بیگ اٹھائے آفس سے نکل گئی جبکہ رئیس نے مشتعل ہوتے دروازے پر اس زور سے پنچ مارا کہ دروازے پر ڈینٹ پڑ گیا، رئیس کی بے بسی کا جیسے کوئی ٹھکانہ ہی نہ تھا، ہاتھ ٹوٹ کر رہ گیا لیکن اندر کی بھڑاس اب بھی وہ سوہا پر نکالنے میں ناکام تھا، جبکہ سوہا کا ڈرائیور گاڑی کے پاس منتظر کھڑا تھا جب وہ بیک سائیڈ سوار ہوئی اور عاصم ملک کو کال کی۔

وہ اپنے سٹڈی میں کچھ کام کر رہا تھا، سوہا کا نام دیکھ کر اس نے کال فوری پک کی۔

"عرشیہ کو کڈنیپر نے چھوڑ دیا۔ لیکن تم کل کانفرنس کروگے۔ اپنی بیٹی تسلیم کرواسے۔ وہ تمہاری بزنس میں مدد کو تیار ہے۔ تمہارا ایک کڑور امانت ہے جب چاہے لے کر جاسکتے ہو۔"

سوہا کی بات سنے عاصم المیر ملک کی آنکھیں چمکیں اور حیرت بھی ہوئی کہ اس عورت نے تو کبھی ایک روپیہ تک واپس نہیں کیا تھا۔

"وہ ایک کڑور تم رکھ لو۔ عرشیہ مجھ سے بانٹنے کی قیمت۔ میں اب اتنا بھی برا نہیں کہ دیے پیسے واپس لوں۔ کبھی ضرورت پڑی تو دے دینا۔ اور میں کل کانفرنس کر رہا ہوں۔ دس بجے اسے ملک ہولڈنگز بھیج دینا۔ میڈیا اور پریس سب شامل ہوں گے۔ میری بیٹی کو تھوڑا سمجھا بھی دینا کہ باپ ہوں اسکا اور اسکی فکر ہمیشہ کرتا آیا ہوں۔ وہ جو عیش والا بچپن گزار کر بڑی ہوئی وہ اسی باپ کی مہربانی کی وجہ سے۔ تاکہ وہ مجھ سے اچھے سے بیہو کرے۔ اس وقت میں اسکی طرف سے سکون چاہتا ہوں۔ زندگی میں پہلے ہی بے سکونی کا امبار ہے"

سوہانے جبڑے بھینچتے اس منحوس آدمی کو سنا بھی اور اسکی بکواس سن کر برداشت بھی کی۔

"ٹھیک ہے۔ آجائے گی وہ۔ بائے"

سوہانے خود ہی رابطہ توڑا جبکہ وہ اپنے اندر کی ہلچل دباتی ہوئی آنکھوں میں کرب کی لہریں گھوٹے باہر گزرتے اور پیچھے ہٹتے منظروں کو دیکھنے لگی، عرشیہ جب گھر پہنچی تو سوہا نہیں آئی تھی لیکن چونکہ ممارا ستے میں تھیں تبھی اس نے میڈ کو کہہ کر کھانا لگوا دیا تھا اور خود ڈائنگ ہال میں آکر کرسی سنبھال کر بیٹھی اپنے فون پر انیس غانم علوی کا گیمنگ سٹوڈیو نیم لکھ کر سرچ کرنے لگی، چیئر لیڈر کا نام مسٹر علوی کے سنگ مینشن تھا، یعنی اسکا یہ سٹوڈیو اور پراپرٹی اسکے مسٹر علوی کے نام پر موجود تھی۔

"اپنا نام کتنا چھپا رکھا ہے اس نے۔ اب مسٹر علوی تو نہیں سمجھ سکتی اسے۔ یہ تو اسکی کاسٹ ہے۔"

وہ ناامید ہو کر فون سکرین آف کرے ٹیبل پر رکھتی گہرا سانس بھر گئی، اور آنکھوں کے سامنے بس انیس ہی ٹھہرا ہوا تھا، کب سوہا آئی، چینج کیا اور واپس ڈائنگ ہال پہنچی، عرشیہ کو کوئی خبر نہ ہوئی، تبھی تو سوہا نے جب اسکے سامنے ہی آکر کرسی سنبھالی تب عرشیہ کے حواس یکدم ہوش پکڑ کر جاگے۔

"کہاں گم ہو؟ میں آکر چینج بھی کر آئی پر تمہارے خیالات زرا نہیں ٹوٹے؟"

سوہا خود ڈسٹرب تھی لیکن عرشیہ کی یہ بے چینی اسے زیادہ فکر مند کرنے کا موجب بنی۔

"سوری مما۔ میں کچھ سوچ رہی تھی۔ بلکل پتا نہیں چلا"

عرشیہ کو اپنی بدحواسی پر خفیف سی ندامت ہوئی۔

"آپ ٹھیک ہیں؟ اس رئیس نے آپ سے ملنے کی کوشش تو نہیں کی؟"

وہ یکدم ہی افسردہ ہوئی تو سوہانے اسکی گال تھپک کر نفی کی جس سے عرشیہ کو کچھ حوصلہ ملا۔

"وہ کوشش کرتا رہے گا لیکن سوچ چکی ہوں اسکا کیا کرنا ہے۔ تم بے فکر رہو میری جان۔ کھانا شروع کرو۔ ٹھنڈا نہ ہو جائے"

عرشیہ کو مما پر یقین کرنا پڑ رہا تھا ورنہ رئیس کی فطرت سے وہ واقف تھی کہ وہ اتنی جلدی ہار ماننے والا نہیں۔

ڈائننگ ٹیبل پر خاموشی کچھ زیادہ ہی گہری ہو گئی تھی۔ سوہانے پلیٹ میں کھانا ڈالتے ہوئے عرشیہ کی طرف دیکھا، وہ غیر معمولی طور پر سنجیدہ تھی، جیسے اندر ہی اندر کوئی فیصلہ چبا رہی ہو۔

"کل تمہیں ملک ہولڈنگز جانا ہے"

سوہانے نرم مگر تھکے ہوئے لہجے میں عرشیہ کو یاد دہانی کروائی۔

"وہ مجھے بیٹی ماننے والے ہیں یا استعمال کرنے کا ارادہ ہے؟"

عرشیہ نے چمچ روک لیا اور سنجیدہ ہو کر سوہا سے پوچھنے لگی۔

"دونوں۔ مگر تم مضبوط ہو، عرشیہ۔ تم اس کھیل میں اپنی شرط خود رکھو گی۔ تم اس کی کمزوری ہو۔ اس وقت اسے تمہاری بہت ضرورت ہے اور یاد رہے تم خود کو اسکی طاقت مت بننے دینا۔ کمزوری ہی بنی رہنا"

سوہا کی پلکیں بھاری ہو گئیں جب اس نے عرشیہ کو یہ بات سمجھائی۔

"اگر میں نے پریس کانفرنس کے اسٹیج پر کھڑے ہو کر انکے خلاف ایک لفظ بھی کہا تو کمزوری اور ضرورت نہیں رہوں گی انکی ہے ناں۔۔ یعنی ابھی مجھے چپ رہنا ہے کیا؟"

عرشیہ نے آہستہ سے سانس لیتے اپنی سوچ بتائی جو بد قسمتی سے سچ تھی۔

"تم اور میں مل کر تماشا دیکھ کر ہنسیں گے۔ تب تک چپ اچھی ہے"

سوہانے اس کا ہاتھ تھاما کیونکہ عاصم ملک کے لیے عرشیہ کے اندر فطری پدرانہ محبت تک نہ جنم لے سکی تھی اور یہ اس شخص کی سب سے بڑی بدقسمتی تھی۔

"ٹھیک ہے۔ چپ کے ساتھ خوش دیکھائی دینے کی شرط تو نہیں ہے ناں مما؟"

عرشیہ کا لہجہ اداس اور دکھی تھا۔

"میری جان۔ خوش تم میرے ساتھ رہو یہ کافی ہے۔ وہاں تمہارا اٹیٹیوڈ پروفیشنل ہونا چاہیے۔ تمہیں یہ سوچ کر جانا ہے کہ تمہیں اپنی پہچان خود بنانی ہے۔ لوگ تمہیں کل تو عاصم المیر ملک کی بیٹی کے نام سے جانیں گے لیکن تم نے یہ پہچان بدلنی ہے تاکہ لوگ تمہیں عاصم کی وجہ سے نہیں، اپنی وجہ سے جانیں۔ جب بھی ملک ہولڈنگز کا ذکر ہو اسکے ساتھ عرشیہ المیر کا بھی ذکر آئے۔ اب میرا تمہارے لیے بس یہی خواب ہے۔ اور تمہارا گھر

بسے کسی ایسے انسان کے ساتھ جو تمہیں محبت سے زیادہ حفاظت اور اطمینان دے"

وہ اپنی بیٹی کے لیے ایسے خواب رکھنے میں برحق تھی، عرشیہ نے سر اثبات میں ہلاتے مما کی طرف دیکھا اور انکا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں جکڑا۔

"مجھے کسی کے دیے اطمینان یا تحفظ کی ضرورت نہیں مما۔ میں بس چاہتی ہوں جو چند میرے اپنے ہیں انکو کبھی کسی دکھ یا درد میں مبتلا نہ دیکھوں۔ آپ رئیس کو بھول جائیں گی یقین ہے مجھے۔ میں ہوں آپکے پاس ہمیشہ۔ کچھ بھی کہنا ہو ایک آواز کی دوری پر ہوں۔"

اب سوہا نے اسکے لیے اتنا کچھ کیا تھا تو عرشیہ کا بھی فرض بنتا تھا وہ اپنے ہونے سے اپنی ماں کو اطمینان بخشے، اور اس نے جو ڈھارس دی وہ سوہا کو درکار بھی تھی۔

جبکہ ڈنر دونوں نے اسکے بعد ہلکی پھلکی باتوں کے سنگ کیا، کل کے ایونٹ ڈے کی سوہا کو کچھ تیاری کرنی تھی تبھی وہ کھانے کے بعد چلی گئی جسکے بعد عرشیہ بھی اپنے لیے چائے بنانے کچن میں گئی۔

نو بجے عصر نے انیس کو جگایا بھی تھا اور ڈاکٹر نے آکر انیس کی ڈریسنگ بھی کی، انجکشن بھی دوبارہ لگا جس سے اسکے زخم جلدی مندمل ہو جاتے، پیٹ کا زخم تو اب قدرے بہتر تھا پر ابھی سٹیچیز کھلے نہیں تھے تو کسی وقت بہت درد ہوتا تھا۔

"تم نے اتنا کام کیسے کر لیا عصر؟ کسی نے مدد کی تمہاری؟"

جانے سے پہلے انیس کو دھچکا تو ستر فیصد کام ہو جانے پر لگا، عصر کے لیے یہ سب سزا صبح تک بھی مکمل نہ ہو سکتی تھی جتنا وہ لیزی اور کام چور تھا اسی لیے تو انیس کو صدمہ گھیرے ہوئے تھا۔

"میری مدد بس اچھی کمپنی کر سکتی ہے۔ میں نے اچھی کمپنی ملتے ہی یہ سارا کام کر لیا"

عصر کا پیٹ تو پنکھ سے بھی ہلکا تھا، مجال ہو جو کچھ اس بدھو کے پیٹ میں ٹک جاتا، ویسے بھی وہ آجکل انیس کا کیئر ٹیکر کم، میچ میکر زیادہ تھا، انیس نے تیوری چڑھاتے عصر کے مشکوک تاثرات دیکھے۔

"کس نے دی تمہیں کمپنی عصر؟"

انیس کے برہم چہرے پر صاف صاف بے چینی بھی درج تھی، عصر کھسیایا۔

"عرشیہ المیر نے"

عصر مسکراتا ہوا انیس کے چہرے پر نظریں گاڑے بولا تو وہاں کی بے چینی لمحہ لگاتے اضطراب بنی۔

"کیا بکواس کر رہے ہو۔ تم نے اسے یہاں بلایا تھا۔ کب؟ میں نے تو نہیں دیکھا اسے؟"

انیس نے زخمی ہاتھ سے عصر کا گلا دبوچا اور یوں قہرناک ہو کر غرایا کہ لمحہ بھر عصر کی ہوا ٹائیٹ ہوئی۔

"آپ اسے دیکھ لیتے تو کوئی سزا سنا دیتے۔ ایسا انہوں نے بتایا۔ اس لیے وہ ریسٹ روم میں چھپی ہوئی تھیں۔ آپ جب سو گئے تو وہ پھر چلی گئیں۔ لیکن اف انکی فکر کے صدقے جاوں۔ کہہ رہی تھیں یہ کیوں اداس ہے۔ اسکی اداسی پوچھ کر بتاو مجھے۔ آپ بیٹھے بیٹھے سوئے تھے پر میم نے کہا اسے لٹا دو عصر ایسے یہ کمفرٹیبل نہیں ہو گا۔ میں بتا نہیں سکتا آپکو کتنی ٹچی ہو رہی تھیں وہ"

کسی رٹو طوطے کی طرح عصر نے یہ سب اگل دیا، انیس نے سابقہ غصے سے ہی عصر کو پرے دھکیلا۔

"اس نے میری باتیں سنیں تھیں جو میں نے تم سے کیں؟ عصر زمان میں تمہاری جان لے لوں گا۔ تم میرے ساتھ ایسا کیسے کر سکتے ہو۔ تم نے مجھے کیوں نہیں بتایا۔ دھوکہ دیا تم نے مجھے؟"

انیس نے بیقراری سے جیسے اپنے بال مٹھیوں میں بھرے تھے، وہ سخت مضطرب ہوتا چلایا تھا۔

"نہیں سر۔ نہیں سنیں۔ وہ تو کال پر بات کر رہی تھیں ریسٹ روم میں جا کر۔ جب باہر آئیں تب آپ سو چکے تھے۔ یقین کریں میرا۔ پر سکون ہو جائیں۔ میں نے آپکو دھوکہ نہیں دیا، وہ آپکے سامنے نہیں آنا چاہتی تھیں تبھی آپکو نہیں بتایا۔ انکو بھی یہی بتایا تھا کہ آپ نہیں آئیں گے آج۔۔۔۔ مجھے معاف کر دیں۔"

انیس نے اک غضب سے بھری نگاہ عصر پر ڈالی اور دوبارہ اسکا گریبان دوچے اسے گھسیٹ کر اپنے نزدیک سرکایا، عصر یوں تھا جیسے اسکے جسم سے سارا لہو نچڑ گیا ہو۔

"اب میں تم پر بھروسہ نہیں کر سکتا۔ تم سے کوئی بات شئیر نہیں کروں گا عصر زمان۔ اور اسے کیا تکلیف ہے۔ کیوں پیچھا نہیں چھوڑ رہی۔ تم سے کیا تعلق ہے اسکا جو تمہیں کمپنی دینے آگئی وہ؟"

عصر کو اسکے غصے کا اندازہ تھا پر آج انیس کا غصہ حد سے سوا تھا۔

"وہ میرے لیے نہیں آئی تھیں۔ آپکے لیے آئی تھیں۔ انکے الفاظ اس سے انکاری ہوں لیکن انکی موجودگی اس بات کا مجھے ہر لمحہ اقرار کرتی نظر آئی۔ میں نے انکی آنکھوں میں آپکے لیے محبت دیکھی۔ قسم سے سر۔۔ وہ ہر چیز بھولے آپکو دیکھ رہی تھیں۔"

عصر ہکلاتے ہوئے بولتا چلا جا رہا تھا اور انیس کے ہاتھ کی پکڑ بھی اسی رفتار سے کم ہوتی چلی گئی، جیسے اس شخص کے اعصاب ڈھیلے پڑ گئے ہوں۔

"عصر زمان۔ کوئی عورت میری مرضی کے بنا مجھ سے محبت نہیں کر سکتی۔"

وہ سختی سے اپنے اصول یاد کرا گیا تھا۔

"یہ آپکے اصول ہیں پر انکے شاید کچھ اور ہوں۔ آپکے دل میں بھی کوئی نہ کوئی جذبہ ضرور جاگا ہے۔ کسی ایسے لمحے جب وہ آپکے قریب تھیں، یا کسی ایسے وقت جب آپ نے انھیں اپنے قریب لا کھڑا کیا ہو۔ وہ چابی کیوں دی آپ نے انھیں؟ کیا آپکے پاس اسکا کوئی جواب ہے؟"

عصر اسکی آنکھوں کے سرد پن کو بھی کم کر ہی چکا تھا، انیس نے یہ ٹاپک مزید ڈسکس نہ کرتے دروازے کی جانب رخ کیا پر عصر باز نہ آیا۔

"عصر زمان۔ میں تمہاری جان لے لوں گا اگر تم نے اب کوئی اس متعلق بات کی۔ بکواس آدمی"

انیس نے اسے قہر ناک لہجے میں وار ننگ دی اور ڈور کھولتا باہر نکل گیا لیکن عصر کے کلیجے کو ابھی بھی ٹھنڈ نہ ملی، اسے چابی والی بات جان کر ہی سکون آنے والا تھا۔

کچھ دیر نیند پوری ہونے کی وجہ سے وہ با آسانی ڈرائیونگ کر پایا اور علوی مینشن پہنچ کر گاڑی پارک کرتے بنا کسی تاثر گھر میں قدم رکھے۔

غیر ضروری لائٹس آف تھیں یعنی بابا اور عدین سو چکے تھے مگر جب وہ آگے بڑھا تو اسے بابا لیوئنگ روم میں بیٹھے بیٹھے سو جاتے نظر آئے، انیس نے روم کی داخلی پٹی پر رک کر بابا کی طرف دیکھا، ایسا لگ رہا تھا وہ خود سے لڑتے لڑتے سو گئے ہیں۔

وہ کمرے سے نکل گیا، کچھ دیر بعد واپس آیا تو اسکے ہاتھ میں بلینکٹ تھا، انیس نے بابا کے قریب رک کر وہ کمبل بابا پر اوڑھایا اور کچھ دیر انھیں

سو یا دیکھے وہ باہر نکلا، پھر عدین کے کمرے میں جا کر اسے دیکھا مگر وہ میٹرس پر الٹا لیٹ کر پڑھنے میں مصروف تھا۔

" نظر ویک ہو جائے گی گدھے۔ اٹھ کر بیٹھو پھر پڑھو۔"

بھیو کی آواز سنے وہ لیٹے لیٹے پلٹا اور اٹھ کر بیٹھ گیا کیونکہ انیس چلتا ہوا اسکے قریب جا رکا تھا۔

" بھیو۔ میں نے وظیفہ ڈھونڈا ہے۔ بابا کے اچھے ہو جانے کا۔ اب میں روز پڑھوں گا ایسے ہمارے بابا کو ہمارے سوا کسی کا ہوش نہیں رہے"

عدین نے جلدی سے اپنا ٹیب انیس کی طرف بڑھاتے پر شوق انداز میں بتایا تو انیس مسکرا دیا، اس عدین کے دماغ میں یہ الٹے سیدھے خیال پتا نہیں کہاں سے ٹپک آتے تھے۔

" آہ عدین! وظیفوں والی سرکار بننا ہی رہ گیا تھا بس تمہارا۔ لیکن یہ وظیفے تبھی اثر کرتے ہیں جب انسان پانچ وقت کی نماز بھی پڑھتا ہو۔"

انیس نے اسکی معصوم آنکھوں کی اداسی دیکھتے نرمی سے سمجھایا تو وہ بھیو کے بیٹھتے ہی خود بھی ساتھ آکر بیٹھا اور ٹانگیں نیچے لٹکائیں۔

"پڑھ لوں گا۔ بس فجر اور عیشاء مشکل ہے۔ کوئی طریقہ بتائیں کہ میں صبح اٹھ سکوں اور رات کو نماز پڑھنے کی عادت ہو۔ بھیو پلیز اسکے بعد میں نے ایک اور وظیفہ بھی کرنا ہے۔ آپکی شادی اور صحت کے لیے۔۔۔"

عدین نے اپنی مجبوری بتائی جبکہ وہ اس قدر بیقرار ہو کر ان وظیفوں کی فہرست بتا رہا تھا کہ انیس نے اپنا ماتھا پیٹ لیا، اس چودہ سال کے بچے کو وہ ایک الٹے کام سے نکالتا تھا تو اس نے دوسری مشق تیار رکھی ہوتی تھی۔

"یہ میرے بندھے ہاتھ دیکھو عدین علوی۔ میرے لیے کوئی ایسا ویسا وظیفہ کرنے کی ضرورت نہیں۔ اب ختم کرو یہ سب۔ ڈنر کیا ہے تم نے؟ بابا تو سو گئے ہیں"

اول تو ہاتھ جوڑتے اس جونک سے انیس نے اپنے زندگی بھر کے گناہوں کی معافی مانگی اور پھر اٹھ کر اس سے کھانے کا پوچھا تو عدین نے ٹیب آف کیا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

"انہوں نے کہا تھا انھیں بھوک نہیں تبھی میں نے فورس نہیں کیا۔ مجھے تو بہت بھوک لگ رہی ہے۔ آپکا انتظار کر رہا تھا میں"

عدین نے اپنی کتابیں بھی سمیٹیں اور انیس کے ساتھ ہمقدم ہوا، جبکہ بابا بنا کچھ کھائے سوئے ہیں یہ سن کر انیس کو دکھ ہوا کہ وہ کچھ زیادہ بول گیا ہے ورنہ قیامت بھی آجائے تو ابراہیم کھانا نہیں چھوڑتے تھے۔

"ٹھیک ہے آجاو ہم کھا لیتے ہیں۔ انھیں بھوک لگی تو کھا لیں گے۔ کل بھی تو ہم نے اکیلے ہی ڈنر کیا تھا۔ عادت ہو جائے گی ہمیں جلد عدین"

وہ اسکے گرد ہاتھ پھیلاتا افسردگی سے بولا کیونکہ یہ تو وہ دونوں جانتے تھے کہ بابا کے بنا انھیں ڈنر جتنا بھی اچھا ہو، پھیکا ہی لگتا تھا، لیکن ابراہیم یہ بات نہیں سمجھتے تھے۔

"نہیں بھیو۔ ایسی عادت اچھی نہیں ہے۔ وہ آج کچھ زیادہ اداس ہو گئے ہیں۔ کیا پتا اب واقعی اچھے ہو جائیں۔ امید پر دنیا قائم ہے"

عدین اسکے ہمراہ ہی کمرے سے نکلا پر اسکی امید اب تک سلامت تھی اور انیس دعا گو تھا کہ یہ سلامت ہی رہے، انیس نے کوئی جواب نہ دیا اور دونوں ڈائنگ ہال کی طرف بڑھ گئے تھے۔

.._____..

"گڈ نائیٹ مما۔ سونے جا رہی تھی۔ آپکو کچھ چاہیے تو نہیں"

سوہا کے کمرے کے دروازے پر آتے عرشیہ نے مدھم سی ہاتھ سے دستک دی پھر اندر سر کیے جھانکی تو سوہا بیڈ پر لحاف کے بیچ نیم دراز بیٹھی گود میں

لیپ ٹاپ رکھے ہوئے، نظر کا چشمہ چڑھائے کام میں مصروف تھی، عرشیہ کو دیکھتے ہی اسکے ہونٹوں پر مسکراہٹ رینگی۔

"چاہیے۔ میری گڑیا میرے پاس سو جائے آکر۔ ویسے بھی اب تمہاری مما کے بیڈ کی سائڈ خالی ہے"

سوہا نے اپنے سائڈ پر سے مخملی لحاف کا کنارہ اٹھا کر مسکراتی آنکھوں سے عرشیہ کو دیکھ کر آفر کی جسے سن کر وہ اندر تو آئی پر یہ جگہ اسے آبشل میں کبھی نہیں چاہیے تھی۔

"میں تھوڑی ایٹیٹیوڈ گرل ہوں۔ جو جگہ میری تھی وہ آپکو کسی اور کو دینی ہی نہیں چاہیے تھی۔ اگر دے دی تھی تو دوبارہ وہ مجھے آفر کرنا غلط ہے مما۔"

وہ بیڈ کی پائنتی کی جانب آکر رکے دونوں ہاتھ لٹکائے انگلیوں کو آپس میں جکڑے سوہا کے روٹھ جانے کے ڈر سے بے نیاز ہو کر بولی تھی، عرشیہ نے

شماس صاحبہ کا بھیجا براون نیٹڈ سوئٹر پہن رکھا تھا جو اس پر بہت سوٹ کر رہا تھا جبکہ نیچے گرم پاجامہ اور پیروں میں موٹے موزے کیونکہ اس گھر کے تمام کمروں میں قالین تھے تو صرف موزوں سے بھی کام چل سکتا تھا، سوہا نے کچھ دیر عرشیہ کی خوبصورت گرے آنکھیں دیکھیں پھر لیپ ٹاپ بند کر کے دوسری جانب کھسکا کر رکھے وہ عرشیہ کی جانب اپنا ہاتھ پھیلا گئی جسے تھامے عرشیہ مما کے پاس آکر بیٹھی۔

"تمہارے انہی اصولوں پر جان دیتی ہوں میں۔ زندگی میں کبھی بھی کسی کے لیے اپنے اصول مت توڑنا۔ تم خاص ہو عرشی۔ جو انسان تمہیں اپنی زندگی میں خاص جگہ نہ دے سکے، اسکی زندگی میں کبھی مت ٹھہرنا بھلے تمہیں اس سے کتنی بھی محبت کیوں نہ ہو۔ میں نے جو غلطیاں کیں۔ وہ تم کبھی مت کرنا۔ کسی کو آسانی سے مت ملنا عرشیہ، مرد کو جب عورت پلیٹ میں رکھے کھانے کی طرح مل جائے تو وہ اسکی قدر نہیں کرتا۔ بلکہ الٹا زلیل و خوار کرتا ہے اپنے پیچھے۔ جیسے عاصم نے کیا۔ جان لٹاتی تھی میں اس پر، اس

نے ایک بار کہا شادی کر لو، میں نے دس بار کہا کہ کروں گی۔ اور ایک سال بھی وہ پیار قائم نہ رہ سکا۔ پھر اس دوسرے برے تجربے کے بعد تو میں تمہارے لیے زیادہ ڈر گئی ہوں"

سوہا نے عرشیہ کا ہاتھ پکڑ کر چوما تو بہت وقت بعد عرشیہ کو لگا واقعی اسے اسکی مما پیار کر رہی ہیں، کبھی سوہا کی نظروں سے وہ اوجھل نہیں ہوئی تھی تبھی خود سوہا کو بھی اندازہ نہ تھا، وہ عرشیہ سے بہت پیار کرتی ہے، اپنی خوشیوں سے بھی زیادہ۔

"مت ڈریں میرے لیے۔ میں اپنا گریس کبھی کم نہیں ہونے دوں گی۔ کسی ایسے کو کبھی نہیں ملوں گی جو مجھے عام نظروں سے دیکھے گا۔ عام طرح پائے گا، عام طرح چاہے گا۔ آپکی عرشیہ یونیک ہے تو بندہ بھی یونیک ہی ڈھونڈے گی۔ میری فکر مت کریں"

وہ سوہا کے ڈر بھانپ رہی تھی تبھی مسکراتے ہلکے پھلکے انداز میں مما کی تشفی کروانے کو چہک اٹھی تھی جس نے سوہا کا دل ہلکا کر دیا۔

"جب پتا چلا تھا کہ تم کڈنیپ ہو گئی۔ میرے اندر سے وہ سوہا سو مر و نکلی جسے میں اپنے اندر دفنا چکی تھی۔ وہ سوہا صرف تمہاری مما تھی عرشیہ۔۔ شاید امی بابا کی ہدایت کی دعائیں لگ گئیں مجھے۔ تم میرا سب کچھ ہو۔ اب تمہاری مما صرف تمہارا سوچیں گی۔ دیکھو تو سہی، میری بیٹی کتنی پیاری ہے۔ بہت اگنور کیا تمہیں۔ احساس ہو رہا ہے ہر لمحہ لیکن کوشش کروں گی ان دو سالوں کی ہر ممکنہ تلافی کر سکوں۔ مجھے پتا ہے تمہارا دل پھولوں سا نرم ہے۔۔۔۔ تبھی تو مجھے کوئی سزا تک نہ دی اور میرے باہیں کھولتے ہی میرے دل سے لگ گئی"

سوہا کی آواز یہ سب کہتے بھیگ رہی تھی، دل تو عرشیہ کا بھی بھاری ہوا تبھی وہ وہیں دہری ہوتی اپنا سر سوہا کی گود میں رکھ گئی، سوہا نے لاڈ اور پیار سے اسکے ملائم گھنے بالوں میں انگلیاں پھیریں، عرشیہ کیا بتاتی کہ ہر ہر نرم لمس پر

اسے وہ سخت لمس بخشنے والا سڑو یاد آ رہا ہے، خاص کر جب سے وہ اسے دیکھ اور سن کر آئی تھی۔

"کیا تمہاری لائف میں واقعی کوئی نہیں عرشی؟ میرا بچہ اپنے ارد گرد بنائی دیوار گرا دو گی تو کوئی تم تک رسائی پائے گا ناں۔۔ آج کل کے لڑکوں کے لیے تم کھڑوس اور بورنگ ہو تبھی کوئی پاس ہی نہیں بھٹکتا
تمہارے۔ اٹھائیس کی ہو گئی ہو۔ یہی شادی کی عمر ہے۔ بتاو میں تمہارے لیے کوئی ہنڈسم ڈھونڈوں؟"

عرشیہ کی سوچیں تو پہلے ہی دنیا جہاں کے اس وجیہہ سڑو کے گرد لپٹی تھیں، اس نے تو عرشیہ کو کھڑوس یا بورنگ ہونے کا احساس نہیں دلایا تھا۔

"وہ چاہیے۔ پر ابھی اسکا مل جانا برداشت نہیں کر سکتی، ہی از ٹو وہاٹ ٹو ہینڈل۔ پھر اتنی آسانی سے مل گئی تو قدر کہاں ہو گی اس سڑو سے؟"

وہ دل میں سوچتی مسکرائی، البتہ سوہا منتظر تھی کہ وہ کوئی جواب دے پر عریشہ اپنے ہی خمار میں دھت تھی۔

"میں تم سے پوچھ رہی ہوں لڑکی"

مما کے دوبارہ سوال پوچھنے پر وہ اپنے خیالات جھٹکتی چونکی۔

"ابھی تو نہیں لیکن شاید کچھ دنوں تک آجائے"

وہ ابھی مما کو یہ سب بتا کر ایکسائٹڈ نہیں کرنا چاہتی تھی لیکن سوہا کی آنکھیں ستاروں سی چمکیں۔

"کیا سچ میں؟ میں اچھے کی امید لگالوں یعنی۔ نیو یئر کو کچھ دن ہیں۔ اسی سال گڈ نیوز سنا دینا۔ اتنے مینٹل جھٹکوں کے بعد تمہاری مما یہ چھوٹا سا سکھ ڈیزرو کرتی ہیں"

سوہا کی امیدیں تو عرشیہ سے بھی ہائی ہو گئیں جس پر وہ مسکرا کر اٹھ بیٹھی۔

"ابھی کچھ بھی کنفرم نہیں مما۔ لیکن میں آپکو ہی بتاوں گی پہلے۔ خیر آپ کام کریں۔ میں چلی سونے۔ اس گندے رئیس کی جگہ نہیں سونے والی میں۔ اگر آپ بیڈ بدلیں تب سوچا جا سکتا ہے۔ یا آپ کام مکمل کر کے میرے روم میں آسکتی ہیں۔ ویسے بھی ٹھنڈ میں بستر میں دو لوگ ہوں تو نیند اچھی آتی ہے"

وہ مسکراتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوتی مودب ہوتے مما کی آفر رد کرنے کا حسین جواز بھی پیش کر گئی۔

"اب وہ دوسرا حلال ذاتی آدمی ڈھونڈو جو تمہارے ساتھ سوئے، مما کے ساتھ تو بے بی عرشی سوتی تھی۔ میں یہیں ٹھیک ہوں۔ جاو شاید تمہیں ٹھنڈ لگنا ہی کوئی عقل دلا دے کہ اب کر لینی چاہیے شادی"

سوہا بھی اترا کر جیسے کھرا جواب دے کر چیلنج کر گئی تو عرشیہ ہنس کر دروازے کی طرف بڑھی۔

"گڈ نائیٹ"

وہ شریر انداز میں کہتی مما کو کافی حد تک بہتر موڈ میں چھوڑے باہر نکلی تو دروازے سے لگ کر گہرا سانس بھر کر سر دروازے سے ٹیک گئی۔

"مجھے تمہاری بہت فکر ہو رہی ہے سڑو! تمہارا ہاتھ پتا نہیں کیسا ہو گا۔ کیوں خیال نہیں رکھتا وہ اپنا۔ ایسے بچوں سے ماں مت لیا کریں اللہ جنکو اپنا خیال رکھنا مشکل لگتا ہے۔ پتا نہیں کیوں آ رہا ہے مجھے تمہارا خیال۔ پتا نہیں نیند کیسے آئے گی"

وہ خود سے لڑتی، مشکل سے دو چار اپنے روم میں آ تو گئی پر یہ آرام و سکون اسے اس بیڈ جیسا احساس کیسے دیتا جو بیڈ انیس نے اسے دیا تھا، وہ اس بیڈ کو مس کر رہی تھی جب اپنے بستر پر لیٹی۔

اپنے نیچے دب جاتا لحاف ٹیڑا میڑا خود پر اوڑھے وہ بے چین تھی، اسے کیا پتا اسکا خیال رکھنے والی ایک چھوٹی ماں اسکے پاس ہے، عدین علوی۔

جس نے انیس کے کمرے میں ساتھ آکر اسکو لیٹنے کا کہا پھر وہ اسکے پاس سرہانے سائیڈ بیٹھا بھیو کا سر دبانے میں لگا تھا۔

"بس کر دو میری چھوٹی ماں۔ اتنا تو درد بھی نہیں تھا جتنا تم نے میرا سر دبا کر پچکا دیا ہے عدین۔ جاو اب سو جاو۔ صبح کلب ڈے ہے تمہارا"

انیس نے اسے دو تین بار منع کیا تھا لیکن وہ کہاں باز آتا تھا، انیس کے ہاتھ کا ابھی اسے پتا نہیں تھا، اسے لگا ٹپس والے نیل چھپانے کو ہی بھیو نے پٹی لپیٹ رکھی ہے، اگر پتا چلتا کہ ہتھیلی بھی کٹی ہے تو یہاں عدین ہوتا اور اسکے بے قابو تالابی آنسو۔

"یار ابھی تو گیارہ بجے ہیں بھیو۔ ایک تو آپ پرانے زمانے کے بابوں کی طرح رات شروع ہوتے ہیں نیند نیند ہو جاتے ہیں۔ چل بھی کر لیا کریں۔ بندہ کوئی زبردست مووی دیکھتا ہے۔ کوئی لیٹ نائیٹ کریونگ پارٹی کرتا ہے۔"

انیس تو نیند میں تھا پر عدین کی بیٹری فل چارج تھی، انیس نے بس نرم سی سمائیل دی جسکے بعد وہ وہیں بھیو کے ساتھ ہی لیٹتا بازو انیس کے اطراف حائل کر گیا۔

"چپکو مت"

انیس نے مندی مندی آنکھیں کھولے اس جونک کو تنبیہہ کی۔

"یار میں کونسا آپکی بیوی ہوں۔ یہ کڑوے حکم اس پر چلایئے گا۔ میں تو آپکا جانو بھائی ہوں۔ ویسے مجھے اپنی فیوچر کی بھابھی پر بہت ترس آتا ہے"

وہ پاس ہی انیس کے تکیے پر ہی سر رکھے انیس کے سر سے جوڑے سیدھا ہوا تو انیس متجسس تھا کہ اسے اب کونسا ترس کا بخار چڑھ رہا۔ ہے

"اچھا وہ کیوں آتا ہے؟"

انیس نے زرا غصے والے لہجے میں پوچھا پر ڈرتی تھی عدین کی بلا۔

"اس لیے کہ وہ آپکے ساتھ رومنٹک نہیں ہو پایا کرے گی۔ آپ تو منہ پر کہہ دیا کریں گے ڈونٹ ٹچ می کریے! میں کرنٹ مارتا ہوں۔ بچ کے رہ پیو و دیے بچیے"

عدین کے اندر جاگتارات کا مولا جٹ بھی اسکی طرح جو ولی ہی تھا، انیس نے کروٹ زرا سی بدلے عدین کا کان ہاتھ میں دبوچا تو عدین کی ساری مستی کرا ہنے کے ساتھ باہر پھسلی۔

"عدین۔ تم کس پر چلے گئے ہو جو کر آدمی۔ بہت پکاتے ہو گدھے۔ اب جاو اس سے پہلے تمہاری بک بک سن کر میرے کانوں سے خون نکلنے لگے۔ نیند آ رہی ہے سونا چاہتا ہوں۔"

وہ عدین کو ساتھ سلانا نہیں چاہتا تھا کیونکہ یہ پورا انیس پر چڑھ کر سوتا تھا اور ابھی انیس کا پیٹ اس گدھے کے وزن کو سہنے لائق نہ تھا، پھر ہاتھ بھی آرام چاہتا تھا۔

" بھیو! پتا نہیں کب میری بھابھی ٹپک آئے۔ تو سونے دیں آج اپنے پاس۔۔۔ آپکی شادی کے بعد تو میں آپکو ٹچ بھی نہیں کر سکوں گا۔ اگر آپکی کوئی پوزیسیو وائف آگئی اور اس نے مجھ پر پابندیاں لگائیں تو سن لیں میں بیڈ سے چھلانگ مار کر خودکشی کر لوں گا"

عدین اٹھ کر بیٹھا تو انیس کی مسکراہٹ یوں سوتے ہوئے بھی بے اختیار اسکے ہونٹوں پر پھیلی کیونکہ عدین اسکی زندگی کا ایسا ہی خوشگوار جھونکا تھا جو انیس کے دل کو ہر گرد سے پاک کرتا تھا۔

" تمہیں کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا میرے ہوتے ہوئے۔ اب جاو شاباش۔ مجھے بہت سخت نیند آرہی ہے۔ بابا کے پاس جاو اگر وہ روم میں چلے گئے ہوئے تو انکے پاس سو جاو جا کر۔ اٹھو بھاگو"

انیس کا آئیڈیا بہت اچھا تھا، عدین کو خوشی خوشی مان جانا پڑا لیکن وہ جھک کر انیس کا ماتھا چوم کر جانا نہ بھولا، یہ والے لاڈ کل سے عدین کو آرہے

تھے، کبھی بھیو کا ہاتھ چومتا، کبھی بازو، کبھی ماتھا، انیس نے اسکے روم سے نکلنے پر زرا سر تلے اک نرم تکیہ مزید سرکا کر رکھا۔

"جانتا ہوں بہت ایفرٹس ہیں تمہاری ہمارے اس رشتے میں عدین۔ لیکن اسکا صلہ یہی ہے کہ میرے جیتے جی تم پر کبھی آنچ نہیں آئے گی۔۔نہ تم پر نہ اُس پر"

وہ بے اختیار عدین کی محبت کو سوچتا خود کلامی کر اٹھا لیکن اُس پر انیس کا دل تھم گیا، یہ اسکے منہ سے کسکا حوالہ نکلا تھا، وہ گھبرا کر اٹھ بیٹھا اور اس اچانک اٹھنے نے اسکے سٹمک تک درد کی لہر اٹھائی جس سبب وہ کراہ جاتا واپس لیٹا۔

"کتنا برا درد دیا ہے تم نے مجھے خاتون۔۔۔"

وہ اپنے پیٹ پر ہاتھ رکھے کروٹ بدل گیا تاکہ یہ جو کھنچاو سے درد اٹھا ہے یہ کچھ سکون میں بدلے لیکن وہ دل کی طرف کروٹ بدل کر اسے اور یاد آئی لیکن وہ اپنے سوچیں جھٹک گیا، اگر آج اپنے کیے کو سوچتا تو کبھی سو نہ پاتا اور

ابھی اسے نیند کی اشد ضرورت تھی اس لیے سونے کی کوشش اور دماغ سے عرشیہ کو جھٹکے کی کاوش ایک ساتھ شروع کر دی، اور نیند اس پر میڈیسن کی وجہ سے اکثر مہربان ہی رہتی تھی۔

جبکہ عدین سیدھا بابا کے کمرے میں گیا، وہ لیوئنگ روم سے اٹھ کر اپنے کمرے میں چلے گئے تھے، عدین جب انکے پاس لیٹا تو وہ کچی نیند میں تھے، عدین کے ساتھ لپٹتے ہی مسکرا کر جاگے۔

"وہ ٹھیک ہے عدین؟"

بابا کے سرگوشی میں پوچھنے پر عدین نے چہرہ اٹھا کر بابا کو دیکھا۔

"تھکے ہیں بس۔ انکی بات سمجھ جایا کریں بابا۔ وہ آپ سے بولتے ہیں، لڑتے ہیں، شکوہ کرتے ہیں تو یہ آپکی خوش قسمتی ہے۔ اس وقت سے ڈریں جب آپکو انکی چپ ملے گی۔ وہ پھر آپ سے بولنا چھوڑ دیں گے اور آپ یہ نہیں سہہ سکتے۔ انکی خاموشی مار دیتی ہے۔ بھیو کو اس تکلیف کی سٹیج تک نہ لائیں"

وہ بابا اور بھیو کو بلکل ویسے دیکھنا چاہتا تھا جیسے وہ اور ابراہیم تھے، لیکن ابراہیم اپنی زندگی کی آزادی کو کسی قیمت پر لٹانے کو تیار نہیں ہو سکتے تھے اور یہی انکا مسئلہ تھا۔

"ہمم۔۔کوشش کروں گا۔یہ بتاو کل کچھ ہوا تھا رات کو؟ اسکے ہاتھ کو ہوا کیا تھا؟"

عدین نے بابا کے سوال پر انکی طرف دیکھا۔

"آپ انہی سے پوچھ لیجئے گا۔میرا بتانا مناسب نہیں۔گڈ نائیٹ بابا۔"

عدین کو انیس نے منع کیا تبھی اس نے یہ بات بلکل ڈسکس نہ کی، ابراہیم نے مسکرا کر اسکا ماتھا چوما جبکہ عدین کے سو جانے کے بعد وہ اپنے بستر سے اٹھے اور انیس کے کمرے میں گئے، دروازہ کھولا تو انھیں وہ بہت مدھم سی روشنی کمرے میں کیے کروٹ پر لیٹا نظر آیا۔

ابراہیم اس تک پہنچے، اسکے عقب میں بیٹھے اور زرا نیم دراز ہوتے جھک کر انہوں نے سوئے انیس کی کن پٹی چومی، ابراہیم علوی کی آنکھوں میں آنسو تھے، ندامت تھی۔

"مجھے ڈر ہے تم مجھے جھیلتے جھیلتے حمرا کی طرح ختم نہ ہو جاو۔ وہ بھی جب تک زندہ تھی مجھ سے تمہاری طرح ایسے ہی دکھی تھی انیس۔ پر کیا کروں میں خود کو نہیں بدل پاتا۔ تمہارے بابا بہت بے بس ہیں۔ لیکن میں تمہاری تکلیف بھی نہیں سہہ سکتا۔ م۔ میں تم سے بہت شرمندہ ہوں۔ میرے دل کا ٹکرا ہو تم۔ کبھی چپ مت ہونا۔ مجھ سے یہ جو لڑائی ہے اسے کبھی مت روکنا۔۔۔ یہی مجھے زندہ رکھے ہوئے ہے۔ تمہارا یوں لڑنا زندہ رکھتا ہے مجھے۔ بابا کی جان مجھے معاف کر دو۔۔۔۔ بابا بہت برے ہیں۔"

وہ کسی بچے کی طرح اسکے سر کو چومتے سسک رہے تھے کیونکہ جانتے تھے انیس کی نیند دواوں کے اثر سے ہمیشہ گہری رہی ہے، وہ رو لیتے تھے کیونکہ انیس کے سامنے اتنی ہمت نہ تھی۔

"تمہیں کچھ ہونے سے پہلے اللہ میری زندگی ختم کر دے۔ میں تمہاری تکلیف سے پناہ مانگتا رہتا ہوں اور تم کتنی آسانی سے اپنی موت، اپنے جنازے تک کی بات کر دیتے ہو۔ میرا ظالم مگر پیارا بیٹا۔۔۔۔"

وہ اسے مزید بے آرام نہ کرتے اسکے سرہانے سے اٹھے اور دروازے میں رک کر اک بار اسے بھیگی آنکھوں سے دیکھا پھر کمرے سے نکل گئے، انکے جاتے ہی انیس نے اپنی بند کیں آنکھیں کھولیں، اب اسکی نیند گہری نہیں رہی تھی، دوائیں آج سے بے اثر ہو گئی تھیں۔

"کیا فائدہ ایسی محبت کا جو سامنے اظہار کی ہمت نہ دے سکے۔۔۔ ایسے چھپ کر آ کر پیار جتا رہے ہیں جیسے انکی نامحرم معشوقہ ہوں۔ حد ہے بابا"

وہ سو پہلے ہی نہیں پا رہا تھا اب تو باقاعدہ چڑ گیا تھا، ایک نیند تھی دواوں کے سہارے پر لگ رہا تھا آج انیس کے ہاتھ سے یہ آسانی بھی رخصت ہو گئی تھی۔

اک نئ صبح روح زمین پر اتر چکی تھی، عرشیہ اپنے روم میں کھڑی مرر کے سامنے پریس کانفرنس کے لیے تیار ہو رہی تھی، آج جیم گرل بلکل ہی بدل کر بزنس وومین کی لکس لیے منظروں کو آگ لگا رہی تھی۔

عرشیہ نے آئیوری کلر کا فورمل کو- آرڈ سیٹ پہن رکھا تھا، اسکے اوپر لانگ اسٹرکچرڈ کوٹ یعنی بلیزر تھا جس کے فرنٹ پر بڑے، نفیس گولڈن بٹن لگے تھے، کوٹ کی کٹنگ شارپ اور باوقار تھی جو اس کی مضبوط شخصیت کو نمایاں کر رہی تھی۔

نیچے سٹریٹ فٹ ٹراوزر تھا جو سادہ مگر کلاسک لک دے رہا ہے، عرشیہ نے نیوڈ کلر کے پوائنٹڈ ٹو ہیلز پہن رکھے تھے۔ یہ ہیلز سمپل مگر نہایت کلاسک تھے جن کی نوک دار ساخت اس کے پورے لُک کو شارپ اور پروفیشنل بنا رہی تھی۔

ہیل کی اونچائی درمیانی تھی، جو پریس کانفرنس جیسے لمبے اور سنجیدہ ایونٹ کے لیے نہ صرف سٹائلش بلکہ آرام دہ بھی تھی اور اس کے آف وائٹ کو-آرڈ سیٹ کے ساتھ خوبصورتی سے بلینڈ ہو رہی تھی۔

بال اس نے اوپر سے سٹریٹ کیے آدھے سے نیچے تک فریزی کیے تھے، اک کلائی پر بندھی خوبصورت گولڈن مہنگی واچ جبکہ کانوں میں چھوٹے سے گولڈ ائیر سٹڈ اور نیوڈ لپس کے ساتھ تھوڑا کیجول سے ہٹ کر شارپ آئی میک آپ اسے آفت بنا رہا تھا۔

"پرفیکٹ، اندر بھلے سارا ہلچل کی زد میں ہو پر باہر سے سجاوٹ پوری کر لی میں نے"

عرشیہ نے اپنی اس لک کو آئینے میں دیکھ کر خود کو سراہا پھر بیگ اٹھایا، ڈارک مرون کلر کا لگژری ہینڈ بیگ جس کی سلور چین اور مونوگرام اسے شاہانہ ٹچ دے رہی تھی، اس میں عرشیہ کا فون اور گاڑی کی چابی تھی۔

پرفیوم وہ لگاتی نہیں تھی تبھی پرفیوم ویکس تھوڑی سی اپنی کلائیوں پر مس کر دیتی جو اسے پسند تھا۔

وہ تیار ہوئے اپنے کمرے سے نکلی تو بلیک شائنی ٹاپ اور جینز میں سوہا بھی اپنا بیگ لیے اپنے روم سے نکلی، ملازمہ نے اسے اسکا کوٹ پکڑایا لیکن تھم تو وہ اس نئی بزنس وومین کو دیکھ کر گئی تھی۔

"کیسی لگ رہی ہوں مما؟"

عرشیہ نے پر اعتماد انداز میں سوہا کے سامنے آکر رکتے پوچھا تو سوہا کا پہلا تاثر فلائنگ کس کا تھا۔

"ایسی کہ کسی بھی ماں کے لاڈلے لال کا دل اپنی ہیل تلے کچل ڈالو گی"

سوہا کی بولڈ انداز میں کی تعریف پر عرشیہ ہنس دی، دونوں ماں بیٹی کم، کسی کمرشل ایڈ کی ہائی ریٹڈ ماڈلز زیادہ لگ رہی تھیں۔

"بس کریں مما۔ لگتا ہے رات والے موڈ میں ہیں۔ خیر میں نکلتی ہوں۔ آپکے ایونٹ کے تیسرے دن کی کامیابی کے لیے بیسٹ وشیز"

وہ سوہا سے اجازت طلب ہوئی تو سوہا نے مسکرا کر اسے اجازت دی لیکن عرشیہ کے نظروں سے اوجھل ہونے تک سوہا کی اس سے توجہ نہ ہٹی، اسے بھی چونکہ دیر ہو رہی تھی تبھی وہ بھی پیچھے ہی نکل گئی۔

جبکہ ملک ہولڈنگز کی شیشے کی عمارت صبح کی روشنی میں مزید رعب دار لگ رہی تھی۔ گیٹ کے باہر میڈیا ویز قطار میں کھڑی تھیں، کیمرے، مائکس، رپورٹرز... سب متحرک تھے۔

عرشیہ کے لیے یہ اسکی زندگی کا اک نیا سفر تھا۔

عرشیہ گاڑی سے اتری تو لمحہ بھر کو رک گئی۔

سفید اور وقار سے بھری ڈریسنگ، پرس سنبھالتے ہاتھ میں ہلکی سی کپکپاہٹ چھپا رہی تھی مگر چہرے پر ضبط کی مضبوط تہہ بھی چڑھا رکھی تھی۔

صبح کے دس بج چکے تھے، ٹھیک دس بجے ہی پریس کانفرنس کا آغاز تھا جبکہ وہ خود بھی یہی چاہتی تھی کانفرنس سے پہلے اسکا عاصم المیر ملک سے سامنا نہ ہو۔

وہ پورے پروٹوکول کے ہمراہ اندر داخل ہوئی۔

کانفرنس ہال کھچا کھچ بھرا تھا۔ اسٹیج پر عاصم المیر ملک بیٹھا تھا، ہمیشہ کی طرح پر اعتماد، جیسے دنیا اس کے سامنے بچھ گئی ہو، وہ شہر کا ہی نہیں، وہ ملک کا بڑا نام تھا، لوگ اس سے جڑی خبروں کے لیے کریزی رہتے تھے۔

عرشیہ کے پر اعتماد انداز میں پریس کانفرنس میں شمولیت کے لیے ہال میں داخل ہوتے ہی کیمرے چمک اٹھے، عرشیہ کی نظریں اپنے باپ سے ملیں تو عاصم نے مغرور ہوتے مائیک سنبھالا۔

"لیڈیز اینڈ جینٹل مین... آج میں نے ایک ذاتی مگر اہم اعلان کے لیے آپ سب کو یہاں مدعو کیا ہے۔"

اس نے رُک کر عرشیہ کی طرف دیکھا، جسکے چہرہ ہر احساس سے عاری تھا، وہ اٹھا اور سٹیج کی جانب آتی عرشیہ کی طرف بڑھ کر اپنا ہاتھ پھیلا گیا، عرشیہ نے اس ہاتھ کو پہلی بار اپنے سامنے پھیلا دیکھا تبھی تو اسکے اندر گھٹن بھر گئی لیکن اس نے خود کو جب یاد دلایا کہ وہ اپنی پہچان بنانے آئی ہے تبھی منافقت اوڑھے اپنا ہاتھ عاصم کے ہاتھ میں تھما گئی۔

"یہ عرشیہ المیر ملک ہے... میری بیٹی۔ سوہا سومرو میری دوسری وائف تھی لیکن ہماری بن نہ سکی تو الگ ہو گئے"

ہال میں سرگوشیاں پھیل گئیں، یعنی جو خبر رومرز کے تھروا ٹھی وہ سچ تھی، چہ میگوئیاں بلند ہوئیں، کیمرے زوم ہوئے۔ کئی طرح کے سوالات ہوا میں معلق ہو رہے تھے، کیمرے کچھا کچھ دونوں کی فوٹوز کلک کر رہے تھے۔

"پھر حالات نے ہمیں دور رکھا"

عاصم نے بات جاری رکھی، عرشیہ اس شخص کو دیکھ رہی تھی کہ کتنا بناوٹی اور کھوکھلا باپ ملا اسے، کتنا سطحی، جس سے باپ ہونے کے احساسات بھی نہ آ رہے تھے۔

"مگر آج میں فخر سے اسے تسلیم کرتا ہوں۔ عرشیہ نہ صرف میری بیٹی ہے بلکہ اب ملک ہولڈنگز کے مستقبل میں میرا ساتھ دے گی۔"

عرشیہ اس اگلے اعلان کے لیے تیار تھی، جبکہ ہر کوئی سوالوں کی بھرمار لیے ایکسائٹڈ ہوا۔

"مس عرشیہ، کیا آپ رضامند ہیں؟"

ایک رپورٹر نے فوراً سوال داغا۔

عرشیہ آگے بڑھی، مائیک اس کے سامنے آیا۔

ایک لمحے کو اس نے عاصم کی طرف دیکھا، ان نظروں میں صرف بے حسی اور افسوس تھا،

پھر عرشیہ نے اپنی نظریں سیدھی کیمروں پر جما دیں۔

"میں یہاں کسی رشتے کا ثبوت دینے نہیں آئی" اس کی آواز پُر سکون مگر مضبوط تھی۔

"میں یہاں اپنے وجود اور قابلیت کے ساتھ کھڑی ہوں۔ اگر میں ملک ہولڈنگز کا حصہ بن رہی ہوں تو وہ میرے حق، میری محنت اور میرے فیصلے کی بنیاد پر ہو گا۔"

ہال میں اس لڑکی کے اعتماد اور غرور پر خاموشی چھا گئی، جیسے سب کو سبکے سوالات کے جواب مل گئے ہوں۔

"باپ ہونا صرف نام کا رشتہ نہیں" اس نے مزید کہا، پھر عاصم المیر کو دیکھتے رکی، ہر کوئی اسکی عاصم المیر ملک سے ناراضگی دیکھ سکتا تھا۔

"ذمہ داری بھی ہوتا ہے۔ میں امید رکھتی ہوں کہ آج کے بعد یہ ذمہ داری بھی نبھائی جائے گی۔"

عاصم کے چہرے پر لمحہ بھر کو ناگواری ابھری، مگر وہ مسکرا دیا اور دنیا کے دیکھنے کے لیے اس نے عرشیہ کے گرد اپنا ہاتھ پھیلا کر بازو حائل کی۔

"کیوں نہیں میری جان"

عاصم المیر ملک نے خوشامدی انداز میں اعتراف کیا جبکہ اسکے بعد وہ سب سٹیج کی سیٹوں پر بیٹھ چکے تھے کیونکہ ابھی اس کانفرنس کا دوسرا حصہ باقی تھا، جس میں ملک ہولڈنگز کے اگلے پارٹنر کا نام سامنے آنا تھا، محراب اور موساب بس ملک ہولڈنگز پہنچنے والے تھے۔

وہیں دوسری طرف خضر، منائم کو اپائنٹمنٹ تھی تو لے کر صبح ہی نکل گیا، اسے ملک ہولڈنگز یا کسی معاملے میں کوئی دلچسپی نہ تھی، عدین کو انیس نے کلب خود چھوڑا جبکہ علیم خان کی ڈیوٹی بھی لگوائی کہ کہیں ارسل نظر

بھی آئے تو وہ اسے انفارم کرے جبکہ خود وہ اسکے بعد سٹوڈیو نکلا، وہیں کے جیم میں کچھ کسرت کرتے وہ اپنے مائینڈ کو پر سکون کر رہا تھا پر عصر یہاں بھی ٹپک آیا، جناب بتانے آئے تھے کہ سارا کام خوش اسلوبی سے کر چکے ہیں۔

انیس ویٹ لفٹنگ بہت کم و بیش ہی کرتا تھا اب لیکن یہ اسے پسند تھا، زیادہ تر وہ ٹانگوں کی ایکسر سائز کرتا، ویسے بھی ابھی وہ ہلکی پھلکی ہی ورزش کر سکتا تھا کیونکہ ہاتھ میں درد تھا۔

"تم میرے سر پر کیوں سوار ہو عصر زمان"

عصر کو آگے پیچھے جیم کی مشینوں میں الٹے پنگے لیتا دیکھے انیس نے ٹاول گردن میں ڈالے پلٹ کر عصر کو منڈلانے سے روکا پر وہ قریب چلا آیا۔

"بتانا تھا کہ اگلی بار سزا تھوڑی سخت دیجئے گا۔ کل والی تو بچوں والی تھی"

عصر نے ڈمبل اٹھانے کی کوشش شروع کرتے جیسے شیخی بگاڑی، انیس نے اک خونخوار نگاہ عصر پر ڈالی۔

"آپ نے عرشیہ المیر کے ڈیڈ کی پریس کانفرنس نہیں دیکھی؟ اس آدمی نے اٹھائیس سال اپنی بیٹی کو چھپانے کے بعد دنیا کے سامنے اقرار کر لیا۔ نہ صرف اقرار بلکہ وہ ممکن ہے اگلی ملک ہولڈ نگز چیئر وومین بھی بن جائے۔ وہ پریس کانفرنس میں خوش نہیں لگ رہی تھیں۔ مجھے لگ رہا تھا وہ کسی کو مس کر رہی ہیں"

یہاں جیم وہ انیس کے ساتھ ہی آتا تھا، ہلکی پھلکی ایکسر سائز جناب بھی کرتے پرفٹ تھے لیکن انیس کی طرح مسلز مین بننا عصر کے بس کا روگ نہ تھا، انیس نے اپنی کسرت جاری رکھی جیسے اس نام کی لڑکی کو پہچانتا ہی نہ ہو۔

"کس کو مس کر رہی تھی۔ یہ بھی پتا لگا لیتے نجومی آدمی"

انیس کا روڈ جواب سنے وہ ویٹ لفٹنگ کی ناکام کوشش چھوڑتا انیس کی طرف آیا۔

"آپکو مس کر رہی ہوں گی۔ آپکو انتظار ہے کیا اس چابی والے حادثے کا؟"

عصر کا بس نہ چلا وہ انیس کے راز دل میں ہی گھس جائے، انیس نے پلٹ کر عصر کو اک شٹ آپ کال دی۔

"میرے ساتھ اسکی بات مت کرو، میں خود پر قابو نہیں رکھ پاوں گا"

انیس نے اسے کہہ کر اپنا منہ پھیر اپر باخدا عصر کا دل رک چکا تھا، انیس غانم علوی کسی کے ذکر تک سے پہلی بار خوفزدہ تھا۔ اف!

عصر نے اس کے چہرے کی سختی دیکھی تو مزید کچھ کہنے کی ہمت نہ ہوئی۔ انیس دوبارہ ویٹ کی طرف متوجہ ہو گیا، مگر اب اس کے بازوؤں میں وہ روانی نہ تھی۔ ہر لمحے کے ساتھ سانس بھاری ہو رہی تھی، جیسے وزن لوہے کا نہیں، یادوں کا ہو۔

یہ قابو نہ رکھ پانے کی بات صرف عصر کے لیے نہ تھی، یہ خود انیس کے لیے اک وارننگ تھی۔

"آپکو یقین ہے ناں وہ آپ کو ڈھونڈیں گی؟"

عصر نے اک آخری کوشش کی، انیس نے وزن زمین پر پٹخا، ایک زور دار آواز پورے جِم ایریا میں گونجی۔

"بس عصر زمان!"

وہ خشونت بھری تنبیہہ سے بڑبڑایا، تولیہ اٹھا کر گردن پر ڈالتے سیدھا واش ایریا کی طرف بڑھ گیا۔

جبکہ عصر کا چہرہ اب اداس تھا۔

آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر انیس نے نل کھولا، ٹھنڈا پانی ہاتھوں کے پیالے میں بھر کر چہرے پر مارا، پھر آنکھیں اٹھائیں تو سامنے اپنا عکس تھا، مگر وہ انیس نہیں لگ رہا تھا۔ یہ لڑکی کانٹے کی طرح سینے میں اتری محسوس ہو رہی تھی۔

شاور لیے وہ ریڈی ہوا، جب وہ سٹوڈیو پہنچا تو نک سک تیار تھا، انیس نے لائٹ گرے اوور کوٹ پہنا ہوا تھا جس کے اندر کابل نِٹ لائٹ گرے

سویٹر تھا، جو اس کے لک کو گرم اور سوفسٹیکیٹڈ بنا رہا تھا، سفید سلیم فِٹ ٹراوزر پورے آؤٹ فِٹ کو کلین اور ایلیگنٹ ٹچ دیے رہا تھا۔

گردن میں آف وائٹ نِٹ اسکارف رکھا تھا جو اسٹائل کے ساتھ ساتھ نرم وقار بھی دے رہا تھا جبکہ پیروں میں اس نے گرے سُوئیڈ اینکل بوٹس پہنے تھے، اک کلائی میں بلیک واچ تھی۔

سامنے دیوار پر ایل سی ڈی سکرین نسب تھی جس پر کوئی مشہور چینل چل رہا تھا جو ابھی کانفرنس بریک کی وجہ سے کمرشلز دے رہا تھا۔

"کانفرنس کا پہلا حصہ چلاو۔۔۔"

عصر نے سنتے ہی فوری ریموورٹ اٹھا کر یوٹیوب سیٹ کرتے کانفرنس کے پہلے حصے کی وڈیو چلائی تو انیس کی نظریں عرشیہ کے چہرے پر جمیں تھیں، وہ خود کو مس کرنے کا احساس تلاش رہا تھا پر کیوں؟۔

وہ اسے دیکھ رہا تھا صرف اس لڑکی کے چہرے پر وہ تاثر ڈھونڈنے جس سے لگے وہ اسے مس کر رہی ہے، انیس نے پلٹ کر اک سرد نگاہ مسکراتے عصر پر ڈالی جسکی بتیسی فوراً گھوری پر دانتوں کے سنگ ہی منہ میں دبی۔

"وہ مجھے کیوں مس کرے گی؟ اسکی یہ ماتمی شکل اپنے باپ کی وجہ سے بنی ہے۔ کچھ بھی بکتے ہو عصر۔ اب آجکی سزا کے لیے تیار ہو؟ کیونکہ آج بھی تمہاری زبان کچھ زیادہ چل گئی ہے۔ بلا لینا آج بھی اپنی میلے میں بچھڑی بہن کو کمپنی کے لیے۔ کل کی سزا تو تمہارے بقول بچوں والی تھی۔۔۔ ہے ناں عصر زمان؟"

انیس نے اب سیدھا عصر کی گردن پر پاوں رکھا تھا اور عصر کی شکل دیکھنے والی تھی، مسکین و مظلوم ہوئے وہ رحم طلب نظروں سے انیس کو دیکھنے لگا۔

"اب نہیں بلاوں گا۔ آپکا بھلا کر کے بھی مجھے سزا ملے گی تو کیا فائدہ۔۔ ہنہ"

عصر کو بھی انیس کہ کمزوری پر ہاتھ ڈالنا پڑا کیونکہ شوخی میں کل کی سزا کو مزاق تو کہہ بیٹھا پر یہ وہی جانتا تھا کہ کمر کیسے اکڑ گئی پر اجیکٹ فائنلائز کرتے اور اگر آج بھی سزا ملتی تو عصر کا اوپر کا ٹکٹ کنفرم کٹتا۔

"کونسا بھلا؟ کیا بکواس کر رہے ہو"

انیس جیسے ہتھے سے اکھڑا۔

"میرے انکو بلانے کی وجہ سے ہی کل آپکو انکی توجہ، نظریں اور پیار بھری فکر ملی۔ بھولیں مت۔ مجھ معصوم کو سزا دیتے آپکا دل نہیں لرزے گا سر"

عصر نے ڈرتے ڈرتے معصومیت سے جتایا تو انیس نے خود پر بڑی مشکل سے کنٹرول پایا، یہ آدمی انیس کا نارمل ہونا مشکل کر رہا تھا۔

"تم میرے ہاتھوں مرنا چاہتے ہو عصر؟"

انیس نے اپنے ماتھے کو غصہ ضبط کرتے مسل کر نہایت تپ کر پوچھا تو عصر نے معصومانہ سا سر کو نفی میں جنبش دی۔

"سر آئی ایم سوری۔ یہ دیکھیں چپ ہو گیا میں"

عصر نے اپنے ہونٹوں پر انگلی جما دی جیسے اب وہ گونگا بہرا ہو جائے گا پر انیس کے آگے بولنے کی غلطی نہ کرے گا۔

"ایک کلائنٹ سے میٹنگ ہے میری۔ قریبی ریسٹورنٹ میں۔ تب تک تم مزید دو پراجیکٹس فائنلائز کرو جنکی ڈیٹیل تمہیں ٹیم سے مل جائے گی۔ تمہارے دماغ میں جو خناس انسٹال ہے اسے فوری دفع کرو ورنہ میرے ہاتھوں ضائع ہو جاو گے عصر زمان"

انیس نے اپنے فون پر ساڑھے دس کا وقت دیکھا اور عصر پر کام مزید ڈالتے بجلی سی گراتا دروازے کی طرف بڑھا جب عصر کی مسکین سی آواز ابھری۔

"س۔۔ سر میں سویا نہیں ہوں۔ مزید کام تو مت دیں"

عصر نے موٹے موٹے بناوٹی آنسو فوراسے پہلے اپنی آنکھوں میں بھرے تو انیس نے اسکی یہ ڈرامہ بازی دلچسپی سے ملاحظہ کی۔

"مجھ سے بکواس کے بجائے سولیتے، اب جو کہا ہے وہ کرو۔ اپنی اس حرکتوں سے باز آجاو تم"

عصر کو حکم دیتاوہ دروازہ کھولے باہر نکل گیا جبکہ بچارا عصر کرسی پر یوں ڈھے گیا جسے روح توپیارے کی بس پرواز ہی کر گئی ہو۔

جبکہ دوسری طرف کانفرنس کا دوسرا حصہ جاری تھا، پہلے محراب اور عاصم المیر ملک کے ڈائورس کے پیپرز سائن ہوئے تھے، اسی شرط پر محراب نے اسے پارٹنر کا نام بناتا تھا۔

عرشیہ چپ چاپ یہ سب دیکھ رہی تھی، اسے محراب ملک بس ٹھیک ہی لگی تھی، مما سے اس نے اس عورت کے بارے بچپن سے بہت سن رکھا تھا اور

اکثر وہ عاصم کے ساتھ میگزین کی زینت بنتی رہتی تھی لیکن عرشیہ کو کبھی لائیو اسے دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا تھا۔

عرشیہ اس دوسرے کانفرنس کے حصے میں تھوڑی بور ہو رہی تھی تبھی زرا معذرت کرتی وہ کانفرنس ہال سے باہر آگئی، ویسے بھی اسے عاصم المیر ملک کے ذاتی معاملوں میں دلچسپی نہ تھی، وہ ملک ہولڈنگز کے سٹاف سے ملی تھی، عاصم کی سیکرٹری نے عاصم کے کہنے پر اسے تمام لوگوں سے ملوایا، وہ سب ہی عرشیہ سے انسپائر لگ رہے تھے، وہ پر اعتماد اور سٹائلش تھی، اس میں جھجھک نہ تھی۔

"عاصم سر چاہتے ہیں آپ انکا مین آفس روم وزٹ کریں۔ وہ تھرڈ فلور پر ہے۔ وہ کہہ رہے ہیں آپکو وہیں انتظار کا کہوں۔ کانفرنس ختم ہوتے ہی وہ آپکو وہیں جوائن کریں گے"

سیکرٹری نے ساتھ چلتے مودب انداز میں عرشیہ کو بتایا لیکن وہ انتظار وہ بھی عاصم ملک کا، ہرگز کرنے کے موڈ میں نہ تھی۔

"کتنی دیر مزید چلے گی کانفرنس؟"

عرشیہ نے مس ملیحہ سے پوچھا۔

"میم ایک گھنٹہ لگ جائے گا"

سیکرٹری نے فوری جواب دیا جس پر عرشیہ نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا۔

"ٹھیک ہے میں ایک گھنٹے تک واپس آجاوں گی۔"

عرشیہ نے اسے انفارم کیا اور خود وہ سونم کی فون پر آتی کال ریسیو کرے ملک ہولڈ نگز کی عمارت سے باہر نکل آئی۔

"میم۔۔ آپکی کچھ برینڈ ایمبیسڈرز سے میٹنگ ہے۔ وہ لوگ آچکے ہیں۔ اور آپ نے جو ڈیٹیلز کہیں تھیں وہ بھی نکلوالی ہیں میں نے، جس چینل اور نیوز پیپر نے آپکے کڈنیپ کی خبر نشر کی تھی انکی ڈیٹیل مل گئی ہے"

سونم کی بات سنے عرشیہ نے سر اثبات میں ہلایا۔

"اوکے میں آرہی ہوں"

عرشیہ نے مصروف سے انداز میں جواب دیا جبکہ وہ اپنی گاڑی کی طرف بڑھی، رپورٹرز کا رش نہیں تھا کیونکہ وہ سب لوگ اندر تھے، عرشیہ اگلے دس منٹ تک جیم پہنچ چکی تھی، گاڑی پارکنگ میں پارک کیے وہ باہر نکلی تبھی کسی کی شربتی نظر اس بلڈنگ پر جمی تھی، عرشیہ کے بلڈنگ کی طرف جانے کے بعد انیس گاڑی سے نکلا، ڈور بند کرتے وہ پیچھے ہی لپکا تھا، سن گلاسیز اتار کر کوٹ کی جیب میں ڈالے، گاڑی لاک کرتا وہ بھی بلڈنگ میں داخل ہوا، اسی بلڈنگ کے دوسرے فلور پر عرشیہ کا جیم تھا جبکہ پہلے فلور پر

مالز اور ریسٹورنٹ تھے، انیس کی یہیں فسٹ فلور میں ہی میٹنگ تھی، وہ نہیں جانتا تھا کہ عرشیہ کا جیم بھی اسی بلڈنگ میں ہے۔

حالانکہ باہر ""The Fire Lady نام کا بل بورڈ نسب تھا لیکن انیس نے کوئی خاص توجہ نہ دی تھی۔

وہ اپنے دھیان میں ہی مطلوبہ ریسٹورنٹ کے راستے میں تھا تبھی اسکی نظر دوسرے فلور کی لفٹ کی طرف بڑھتی عرشیہ پر گئی، انیس نے اسے ایک لمحے میں پہچان لیا، وہ بے ارادہ ریسٹورنٹ جانے کے بجائے اسکے پیچھے گیا، اپنے پیچھے بھاری قدموں کی آہٹ سنے عرشیہ جو اپنے فون پر کچھ دیکھ رہی تھی، ٹھٹھک کر رکی، اس نے مڑ کر نہ دیکھا بلکہ اپنے بے حد نزدیک رکتے انیس کی وہ خاص مدھم خوشبو محسوس کرے اپنا کانپتا ہاتھ لفٹ بٹن پر رکھے دبا دیا۔

"ک۔۔ کون ہے میرے پیچھے؟"

وہ پیچھے پلٹنے سے خوفزدہ تھی کیونکہ اسے لگا کوئی اسے مارنے پیچھے آیا ہے، رئیس سے وہ تھوڑی دلی طور پر ڈری تھی تو مائنڈ میں وہی آیا، انیس نے لفٹ کھلنے تک خاموشی اختیار کی جبکہ لفٹ کھلنے کی دیر تھی کہ عرشیہ فورا سے پہلے اندر گھسی اور لفٹ کی سائڈ ہوتے اس سے پہلے لفٹ بند ہونے کے بٹن کو پریس کر کے لفٹ بند ہونے کا ویٹ کرتی، انیس نے اپنا بوٹ لفٹ کے دروازے کے بیچ ٹیکا جس سے بند ہوتی لفٹ اسکے پیر کی وجہ سے پھر کھلی۔

"خاتون۔"

وہ اپنے ہونے کا پتا دیتے بس باہر کھڑا اتنا ہی پکارا کہ عرشیہ کی آنکھوں میں بے ساختہ سی مسکان اتری لیکن جلد ہی وہ گھبراہٹ بنی۔

"سڑو۔۔۔یہ تم ہو۔۔۔۔؟"

وہ ڈر کر لفٹ کے کونے میں چھپ گئی، وہ اسکے سامنے نہ آنے کو زندگی اور موت کا مسئلہ مان چکی تھی۔ جیسے وہ انیس غانم نہیں "قیامت برپا" ہونے کا اک منظر تھا اسکے لیے۔ وہ جانتی تھی اگر وہ سامنے آئی۔ وہ اس کو حاصل کر لے گا۔

"میرے سٹوڈیو کیوں آئی تم؟ تمھیں آزاد کر دیا تھا تو پھر پیچھے مڑ کر دیکھنے کا مقصد خاتون"

وہ اسکی آواز سنے ڈراڈرا سانس بھر گئی۔

"ک۔۔ کوئی مقصد نہیں۔ بس عصر کی ریکوسٹ رد نہیں کر سکی۔ مجھے جانے دو پلیز"

وہ اس کو بتاتی ساتھ اس سے ریکوسٹ بھی کر اٹھی کہ وہ اسے ابھی نہیں دیکھ سکتی، سامنے آنا تو بلکل ناممکن ہے۔

"کچھ سنا تم نے کل۔؟ تم کیوں آئی سامنے؟"

وہ بے چین تھا کہ بس اتنی تسلی مل جائے کے عرشیہ نے اسکی کوئی بات نہیں سنی۔

"نہیں سنا کچھ، اور میں تمہارے سامنے نہیں آئی، پاس آئی تھی بس وہ بھی تمہارے سوتے ہوئے۔ شرط سامنے آنے کی تھی۔ پیر ہٹاو"

وہ لفٹ کے بند ہونے کی منتظر تھی کیونکہ وہ اپنے بوٹ کا اگلا حصہ لفٹ کے بیچ پھنسا چکا تھا، جب تک نہ ہٹاتا، لفٹ بند نہ ہو سکتی تھی۔

"میرے سامنے سے اتنا خوفزدہ ہو تو پاس بھی کیوں آئی؟"

وہ بس اس سے سنپل سا سوال کر رہا تھا اور عرشیہ کی اوپر کی سانس اوپر، اور نیچے کی نیچے رہ گئی۔ وہ بلکل لفٹ کے اندر کنارے میں دبکی تھی، لفٹ کا دروازہ کبھی کھل رہا تھا کبھی بند ہو رہا تھا اور وہ مغرور آدمی اپنی حدیں پکڑے باہر کھڑا تھا۔

"دیکھو میں تمہاری وجہ سے عصر کو نہیں چھوڑ سکتی۔ وہ میرا بھائی بن گیا ہے۔ وہ جب جب مجھے بلائے گا میں جاوں گی۔ کوشش کروں گی اگلی بار تمہاری غیر موجودگی یقینی بنا سکوں۔ پیر ہٹا دو ہٹلر تمہیں اللہ کا واسطہ ہے"

وہ اسکے بوٹ کو دیکھتی دم سادھے لفٹ کی دیوار سے چمٹی تھی جیسے کبھی بھی انیس کے اندر آنے پر اسکی جان نکل جائے گی، اور وہ اسے دیکھنے یا اسکے سامنے جانے کا بلکل ارادہ نہ رکھتا تھا۔

"یہ بونس لاسٹ وارننگ تھی۔ اب تم سامنے کے ساتھ پاس بھی نہیں آو گی۔ ورنہ انجام کی ذمہ داری تم پر ہو گی۔"

وہ عرشیہ پر اپنی شرط مزید تنگ کیے اپنی بات مکمل کرتے ہی پیچھے ہٹ گیا، لفٹ سے انیس کے پیر ہٹاتے ہی لفٹ بند ہو کر چل پڑی تو عرشیہ کا بھی رکا سانس بحال ہوا تھا لیکن دیرپا یہ بحالی نہ رہ سکی کیونکہ اب تو وہ اسکے پاس جانے سے بھی محروم کر دی گئی تھی، لفٹ رکی تو عرشیہ باہر نکلی پر اسکا دماغ

اس قدر بری طرح چکرایا کہ اس نے دیوار کا سہارہ لے کر اپنے آپ کو بروقت گرنے سے بچایا تھا۔

"یہ آدمی میری جان لے کر رہے گا"

عرشیہ کو کچھ لمحے لگے اپنے آپکو سنبھالنے میں، جبکہ اپنے چکراتے سر سمیت ہی اس نے دیوار سے لگے ہی اپنے فون میں سیو عصر کا نمبر ڈائل کیا تھا، دوسری ہی بیل پر کال اٹھالی گئی تھی، وہ سٹوڈیو میں رولنگ چیئر سنبھال کر بیٹھا سر تھامے ہوئے تھا مگر عرشیہ کی کال آتی دیکھے اس نے فوراً اٹھائی۔

"آپکی کانفرنس دیکھی میں نے میم"

عصر کی بات وہ فوراً سے پہلے کاٹ گئی۔

"عصر۔۔یہ چھوڑو۔مجھے بتاو اسے کیسے پتا چلا کہ میں کل اسکے سٹوڈیو آئی۔جلدی بولو؟"

عرشیہ کی جانب سے غیر متوقع سوال سنے خود عصر بھی ٹھٹھک گیا، ماتھے پر فکر کی پرچھائیں اتر آئیں۔

"و۔۔وہ میم۔۔ سٹوڈیو کا سٹاف بہت وفادار ہے انکا۔ کون آتا ہے کون جاتا ہے وہ ہر چیز کی سر کو خبر دیتے ہیں"

اب بچارا عصر یہ تو نہیں کہہ سکتا تھا کہ اس نے ہی بھانڈا پھوڑا ہے تبھی معصوم بنے ملبہ سٹاف پر ڈال دیا۔

"اف میرے خدا۔ میں کہاں پھنس گئی عصر زمان"

وہ سر دیوار سے ٹیکے سخت تکلیف میں ڈوبی منمنائی۔

"ہوا کیا ہے میم؟ اگر انکو پتا چل بھی گیا تو کیا ہو گیا؟ اگر میرے منہ سے نکل بھی گیا ہوا تو؟؟؟"

عصر کو سمجھ نہ آئی کہ وہ لڑکی اتنی پریشان کیوں لگ رہی ہے۔

"عصر! کیا تم نے اسے بتایا؟ وہ مجھ سے اب سامنے چھوڑو، آس پاس یا قریب آنے کی آسانی بھی چھین چکا ہے۔ کیوں بتایا تم نے اسے کہ میں آئی تھی"

عرشیہ کی آواز لرز رہی تھی اسی پر عصر پریشان ہو چکا تھا، عصر زمان کو تو لگا تھا جتنا وہ انیس غانم کو بھڑکا چکا ہے وہ تو سیدھا عرشیہ کو "I love You" بول آئے گا پر یہاں تو معاملہ بلکل ہی

الٹا تھا۔

"میں سمجھ رہا تھا دال میں کچھ کالا ہے۔ پر یہاں تو پوری دال سڑ چکی ہے۔"

عصر کی بڑبڑاہٹ پر عرشیہ کو حوصلہ کیا ملتا، الٹا اسکی آنکھیں برس اٹھیں، وہ شدید ڈپریس ہو گئی تھی، اب جبکہ وہ سوچ چکی تھی انیس پر نظر رکھے گی، اسکے آگے پیچھے رہ کر اسکی پر اسرار ذات کو جاننے کی کوشش کرے گی، سب کچھ ناممکن ہو کر رہ گیا تھا۔

"ک۔۔ کیا بول رہے ہو عصر زمان۔؟"

وہ باقاعدہ روہانسی آواز میں منمنائی کہ عصر کس بارے بات کر رہا ہے۔

"مجھے بتائیں وہ کیا سزا دینا چاہتے ہیں آپکو۔ بتائیں تبھی مدد کر سکوں گا ناں"

عصر اب پورا معاملہ جاننا چاہتا تھا اور عرشیہ اس سب سے اکیلے نہیں نمٹ سکتی تھی تبھی عصر کو بتانے کا فیصلہ کر گئی۔

"نکاح کرلے گا ہاتھ پکڑ کر۔ اس چھری مارنے کی سزا میں وہ مجھ سے شادی کرلے گا اگر میں سامنے یا قریب آئی۔ یہ سزا کہ میں ایک کرمنل اور غنڈے کی بیوی کہلاوں گی"

وہ مدھم سا تفصیل بتاتے بولی اور اب عصر میاں کا بند دماغ مکمل کھلا، انیس کی عرشیہ سے یہ آسانی چھیننے کا مقصد بھی اسے صاف صاف سمجھ آیا۔

"ہمم۔۔ تو انیس غانم کا واقعی عرشیہ المیر پر دل آچکا ہے۔ اف کاش میں یہاں خوشی سے ناچ سکتا مگر کیمرے لگے ہیں تو ممکن نہیں۔ اگر میں سر کو میم کا نہ بھی بتاتا تب بھی انھیں پتا چل جاتا کہ میم آئی تھیں۔ میں نے بلکل

شکائیت نہیں لگائی تو عصر تمہیں چھوٹا چھوٹا ہونے کی ضرورت نہیں۔ ان دو کو ایک کرنے کا مشن تمہارے ہاتھ دیا ہے اللہ نے۔ اسی مقصد کو پورا کرنے کے لیے اب تک آپن کنوارہ گھوم رہا ہے۔۔۔۔یس۔۔۔۔ولڈ ٹورر۔ بہت ساری گرل فرینڈز۔۔۔۔ مطلب میری زندگی مزے دار ہونے والی ہے۔۔یاھووو"

عصر من ہی من میں شیخ چلی کی طرح منصوبے بناتا ہوا بھول چکا تھا کہ عرشیہ المیر سے کال پر موجود ہے، وہ بچاری تو یوں تھی جیسے اب کھل کر سانس بھی لے گی تو انیس آکر دبوچ لے گا، دہشت کا ایسا اثر عرشیہ المیر پر آج سے پہلے کبھی حاوی نہ ہوا تھا۔

"عصر کیا فوت ہو گئے ہو۔۔۔۔کچھ بولو بھی"

اپنی کیفیت پر چڑتی وہ عصر کی چپ پر دگنا غصہ ہوئی جس سبب عصر میاں کو بھی ہوش لوٹے۔

"یہیں ہوں میم۔۔ کیا آپ مجھ سے مشورہ چاہتی ہیں؟"

عصر نے فوراسے پہلے استفسار کیا۔

"آفکورس!تم مجھے بتاو کیا کروں میں۔مجھے اسکی فکر ہے۔میں کل کے بعد سے اسکے بارے سوچنے سے خود کو روک نہیں پارہی۔ آنکھیں بند کرتی ہوں تب بھی وہی سامنے ہوتا ہے، میں بہت مشکل میں ہوں عصر۔کچھ تو حل بتاو، تم اسے جانتے ہو، اسکے ساتھ رہے ہو۔مجھے بتاو اسکے دماغ میں کیا چل رہاہے۔کیاوہ یہ شرط سخت کرکے مجھ سے نفرت میں میرے سائے تک سے پناہ چاہتاہے یامجھے ہر صورت اپنابنانے کا پلین ہے اسکا۔بہت کنفوز ہوں میں"

عرشیہ کی معصوم سی کنفوژن پر عصر کے لبوں پر دلکش تبسم ناچ اٹھا۔

"ایک بات توطے ہے کہ وہ نفرت تو نہیں کرتے آپ سے۔"

عصر کا بس نہ چل رہا تھا وہ عرشیہ کو انیس کی حالت کا بتا دے کہ کیسے وہ اسکے ذکر تک سے گریز برت کر خود کو کنٹرول میں رکھے ہوئے تھا پر کیا کرتا، اس معاملے میں وہ اپنے پیٹ میں یہ سب رکھنے پر مجبور تھا۔

"تو کیا میرے عشق میں ڈوب گیا دو دن میں۔۔؟ اف عصر مجھے جلدی بتاو میرا دل بند ہو جائے گا"

عرشیہ جیم کی طرف بڑھی کیونکہ میٹنگ کے لیے برینڈ کے لوگ منتظر تھے لیکن اس حالت میں وہ کیا خاک میٹنگ اٹینڈ کرتی۔

"آپ کیا چاہتی ہیں وہ بتائیں"

عصر نے نرم سے لہجے میں عرشیہ سے سوال کیا جو اپنے آفس کی طرف بڑھنے کے بیچ گہرے سانس بھر رہی تھی، اپنی چاہت خود ہی سمجھ سے باہر تھی تو عصر کو کیا بتاتی۔

"م۔ میں اس سے یوں ایک دم کوئی رشتہ نہیں جوڑ سکتی۔ اگر ایسا کچھ جذباتی لگاو جیسا فیل کر بھی رہی ہوں تو پہلے میں اسے جاننا چاہتی ہوں عصر۔ اسکے آس پاس رہ کر، ابھی تک تو مجھے اسکا نام تک نہیں پتا۔ مجھے کوئی مشورہ دو تم"

عرشیہ کے اندر اس شخص سے جڑنے کے حوالے سے ڈر تھے، عصر سمجھ سکتا تھا ابھی یہ دونوں ہی اپنے ان اچانک دل میں پیدا ہوتے الگ سے جذبات کی وجہ سے بوکھلائے ہوئے ہیں۔

"بس پھر آپ ان کے آس پاس بھی مت آیئے گا اب میم"

عصر نے اسے مخلصانہ مشورہ دیا پر عرشیہ کا دل بہت زیادہ دکھی تھا، وہ کیسے نہ پاس آتی، اسکا انیس کو ابھی بھی دیکھنے کا دل کر رہا تھا، اگر شرط کا ڈر نہ ہوتا تو وہ ابھی نیچے چلی جاتی۔

"ایسا شاید میرے لیے ناممکن ہے عصر۔ م۔ میں تمہیں بتا چکی ہوں بھائی۔ تم مجھے اور کنفوز کر رہے ہو"

وہ اعتراف کر بیٹھی اور میسنا عصر اسی اعتراف ہی کا تو منتظر تھا۔

"تو پھر سامنے آجائیں انکے۔"

عصر نے مسکرا کر پیار بھرا مشورہ تھما دیا جو عرشیہ کے دل کی دھڑکن تھما گیا۔

"نکاح کریں اور ان جذبات کو ایک دوسرے کے آس پاس اور قریب رہ کر سمجھیں۔ پھر ان سب شدید بوکھلا دیتے جذبات کا مناسب نام مل کر رکھ لیجئے گا دونوں۔"

عصر کی اگلی وضاحت اور نرم تاکید پر عرشیہ کو جیسے کچھ اپنی بیقراری کم ہوتی محسوس ہوئی۔

"ک۔۔ کیا وہ بھی کچھ محسوس کر رہا ہے؟ میں کنفوز ہوں۔ میں کسی ایسے شخص کے بارے نہیں سوچ سکتی عصر جو مجھے سزا دینے کی سوچ دل میں پال کر مجھے اپنا کرنا چاہے۔ حالانکہ سزا تو یہ بنتی تھی کہ وہ بھی مجھے ویسا ہی زخم دیتا۔ نکاح کی ہی شرط کیوں؟۔۔۔ عصر میری ایک میٹنگ ہے میں تمہیں

بعد میں کال کر لوں؟ تم بزی تو نہیں ہو گے۔ میری کوئی دوست نہیں ورنہ اسکا سر کھا لیتی۔۔ تمہارا کھا سکتی ہوں کیا؟"

وہ کنفوز اتنی پیاری لگ رہی تھی کہ عصر کا دل چاہا اسکی یہ الجھن کبھی حل نہ کرے بلکہ یہ جواب اسے خود انیس غانم علوی دے کیونکہ عصر تو دونوں کے جذبات جان چکا تھا لیکن وہ دو ایک دوسرے کے جذبات خود سمجھیں، عصر کی یہ خواہش تھی۔ جو محبت نامی اک خودرو کونپل ان دو کے دلوں میں پھوٹ کر ہی انھیں بدحواس کر گئی، جب وہ تناور درخت بنتی تو کیا غضب ہوتا، عصر کے لیے یہ لمحے خوشی سے بھرے تھے، وہ اس وقت کا سکھ لفظوں میں بیان کرنے سے قاصر تھا۔

"آپ مجھے کبھی بھی کال کر سکتی ہیں میم! میں ہر وقت ایویلیبل ہوں۔ رہی بات انکی کہ وہ کیا محسوس کر رہے ہیں تو آپکو پتا ہے کتنے کولڈ مین ہیں۔ انکے اندر کیا چل رہا ہے اسکی خبر وہ اپنے سائے تک کو ہونے نہیں دیتے۔ مجھے کیسے ہونے دیں گے۔ آپکی یہ کنفوژن وہی حل کر سکتے ہیں"

عصر پورا میسنا تھا، جو بات بتانے والی تھی، وہی چھپا کر بے قراریوں کو ہوا دے رہا تھا، آخر کو عرشیہ المیر کے انیس کے لیے جذبات دہکانے کا فریضہ بھی تو پیارے عصر زمان کے ہاتھ تھا۔

"اف۔۔۔وہ یہیں اسی بلڈنگ میں ہے۔ خیر میں بعد میں کال کرتی ہوں۔ میٹنگ اٹینڈ کر کے مجھے واپس ملک ہولڈنگز نکلنا بھی ہے۔ دعا کرنا سامنا نہ ہو۔ آج مرنا نہیں چاہتی میں"

وہ گھبراہٹ میں کہتی رابطہ توڑ گی کیونکہ سونم اسی کی طرف آئی تھی کہ میٹنگ میں سب اسکے منتظر تھے، عصر کو اب کام کرنے کے لیے کسی کی کمپنی بھی نہیں چاہیے تھی، یونہی اسکے موڈ پر پھول لگ چکے تھے۔

انیس نے اپنی میٹنگ ریسٹورنٹ میں ہی کی، کلائنٹس کو کھانا بھی کھلایا جسکے بعد وہ انھیں فری کیے سامنے والی چیئر سنبھالے بیٹھا جس پر بیٹھ کر اوپر دوسری بلڈنگ سے کنکٹ لفٹ دیکھائی دے رہی تھی، عرشیہ کا دھیان اسکی

میٹنگ میں نہ رہ سکا، سونم ہی زیادہ بولی، وہ کوئی میڈیسن کا ایڈ آفر کرنے آئے تھے، مسلز سٹریچنگ میڈیسن کا جو ایکسر سائز کے ساتھ باڈی کو تھکاوٹ سے بچاتی تھی، عرشیہ سے وہ لوگ کولیب کرنے کے خواہش مند تھے تو اس نے انکی آفر قبول کر لی، جبکہ اسے ملک ہولڈ نگز نکلنا تھا تبھی وہ آفس میں رک کر پہلے عصر کو کال ملا گئی۔

عصر تب تک کسی ضروری کام سے سٹوڈیو سے باہر نکلا تھا، کچھ منی سافٹ وئیرز کلیکٹ کرنے تھے مختلف شاپس سے، تبھی عصر نے گاڑی ڈرائیو کرنے کے بیچ ہی کال پک کی۔

"عصر۔۔اس سے پوچھو وہ کہاں ہے۔بلڈ نگ سے نکل گیا یا نہیں۔مجھے ملک ہولڈ نگز جانا ہے واپس"

عرشیہ کی گھبراہٹ اور ڈر بھانپتے عصر مسکرایا اور پھر اس نے عرشیہ کو واٹس ایپ پر ایک نمبر بھیجا۔

"انکا نمبر بھیجا ہے خود پوچھیں ان سے۔ سامنے نہیں جا سکتیں مگر کال پر انھیں خبر دار کر سکتی ہیں کہ میرے راستے سے ہٹ جاو۔ شاباش ڈریں نہیں۔"

چونکہ عصر دونوں کے جذبات جان چکا تھا تبھی وہ اب ان دونوں کو مزید قریب لانے کے لیے نمبر خود فراہم کر رہا تھا اور ہمت بھی، عرشیہ بہت زیادہ پینک کر رہی تھی، اسے کال پر یہ پوچھنا کہ کہاں ہو، بہت ہی عجیب حرکت لگ رہی تھی لیکن کیا کرتی، عصر اسکی مدد کو ہر گز تیار نہ تھا اور کال بھی بند کر دی، عرشیہ نے پہلے تو جا کر واٹر ڈسپینسر کے پاس رکے گلاس پانی سے بھرا اور پیا، پھر تھوڑی ہمت آئی کہ وہ اس نمبر پر کال کر پاتی، اتنی ڈری تھی کہ نمبر تک سیو نہ کیا بس کال ملا دی، انیس اس وقت اپنے کلائنٹس کو سی آف ہی کرنے بلڈنگ سے نکلا تھا جب اسکا فون رنگ کیا، ساتھ انیس کی نگاہ اس رکتی گاڑی پر تھی جس سے شہر کا فینس جیول تاجر رئیس ملانی غصے سے

بھرا باہر نکلا تھا، انیس نے بجتا فون اپنے ہاتھ میں پکڑ رکھا تھا، رئیس ملانی بلکل انیس کے پاس سے گزر کر اندر بلڈنگ میں گھسا تھا۔

"یس؟"

انیس نے کال پک کی اور فون کان سے لگایا تو عرشیہ کی سانس میں سانس آئی۔

"عرشیہ المیر بات کر رہی ہوں۔ یہاں سے جاو مجھے واپس ملک ہولڈنگز جانا ہے۔ تمہارا سامنا یا تمہارے آس پاس سے گزرنا نہیں چاہتی سڑو"

عرشیہ نے ہمت پکڑ کر اپنا تعارف دینے کے ساتھ ہی مدعا بتایا جبکہ انیس واپس بلڈنگ کے انٹرنس سے سیکورٹی چیک پار کرتا اندر داخل ہوا۔

"نمبر کس نے دیا تمہیں؟ سیو تو نہیں کیا؟ اگر کیا ہے تو کس نام سے؟"

اس وقت وہ کیا کہہ رہی تھی اور یہ آدمی کیا پوچھ رہا تھا، عرشیہ کا دماغ گرم ہوا۔

"عصر نے دیا ہے۔ مجھے تمہارا نمبر سیو کرنے کا کوئی ارمان نہیں ہٹلر اور کبھی میری قسمت خراب ہو ہی گئی، سیو کرنا بھی پڑا تو چنگیز خان کے نام سے سیو کروں گی ہنہ !۔ بس مجھے کنفرمیشن دو کہ تم یہاں آس پاس نہیں ہو میرے، سر مت کھانا"

وہ اپنی ہی دھن میں لڑنے اور بڑبڑانے لگی جبکہ انیس ساتھ رئیس کا پیچھا کر رہا تھا، لفٹ واپس آئی تو انیس لفٹ میں داخل ہوا، وہ کونہ دیکھا جہاں عرشیہ اس سے بچنے کو چھپی تھی۔

"گڈ۔۔ میں تمہارے آس پاس نہیں ہوں۔"

انیس نے اسے جواب دیا پر وہ ابھی کال پر ہی تھی جب رئیس زبردستی اسکے آفس میں گھسا، سونم اسے روکنے میں ناکام تھی، عرشیہ کی آنکھیں رئیس کو

دیکھ کر حقارت سے بھریں جبکہ لفٹ رکی تو انیس بھی فون کان سے لگائے ہی باہر نکلا تھا، توجہ اسکی فون پار عرشیہ کی تھمی سانسوں سے جا الجھی تھی۔

"تم واقعی میرے آس پاس نہیں ہو؟"

عرشیہ نے اسے مدد کے لیے نہیں پکارا لیکن اس لڑکی کے ٹوٹتے لہجے میں کیے سوال نے انیس تک اسکے ڈر پہنچا دیے تھے۔

"نہیں"

انیس نے کہتے ہی کال کاٹ دی جس پر عرشیہ نے اپنے کانپتے ہاتھ میں جکڑا فون نیچے کرتے ہاتھ پیچھے سرکاتے ٹیبل کی سطح پر رکھا اور سونم کو باہر جانے کا اشارہ کرتی وہ پر اعتماد ہوتی رئیس کے عین مقابل آ جمی، یہ جانتے ہوئے کہ رئیس کے اسکو لے کر کیسے مکروارادے ہیں۔

"تمہیں اندازہ بھی نہیں کہ تم نے اپنی اور اپنی ماں کی جان کس مشکل میں پھنسادی۔ تمہیں کہا تھا سوہا کو میرے خلاف کیا تو تمہیں اسکی قیمت چکانی ہو گی۔ سمجھ نہیں آئی میری بات تجھے"

وہ عرشیہ کی بازووں میں اپنے دونوں ہاتھوں کی گرفت بناتا اپنی انگلیاں لگ بھگ اسکی بازووں کی جلد میں دھنسائے اک اک لفظ ایسے ادا کیے بولا جیسے اپنے لہجے سے عرشیہ کو جلا کر بھسم کر دے گا، سونم جو باہر ہی کھڑی کان لگا چکی تھی، تب ڈر کر چونکی جب کسی اونچے قد والے آدمی نے اسے وہاں سے دفع ہونے کا اشارہ کیا، انیس کو دیکھتے ہی سونم وہاں سے دم دبا کر بھاگی جسکے بعد وہ کھلے دروازے کے باہر جم کر کھڑا اندر سے آتی آوازوں پر فوکسڈ ہوا۔

"یہ تو ابھی آغاز ہے رئیس ملانی، ابھی تو میں تمہیں برباد ہوتے دیکھوں گی۔ چھوڑو مجھے اٹس ہرٹنگ"

وہ اسکی انگلیوں کی چبھن پر اختتام تک کراہی لیکن زرا جو عرشیہ کے اندر اس خبیث کا ڈر ہو، انیس نے اپنی مٹھیوں کو عرشیہ کے آخری جملے پر ضبط سے بھینچا۔

"اٹس ہرٹنگ ہاں! اور جو تم نے مجھ سے میری بیوی چھین لی بد دماغ لڑکی وہ بھی ہرٹنگ ہے۔ تمہیں کہا تھا اسکے نتائج سنگین ہوں گے۔ تمہیں ڈر نہیں لگ رہا مجھ سے؟ ایسا کیا ہو گیا کہ تم میں اتنی ہمت بھر گئی۔ دو سال سے تو بھیگی بلی بنی ہوئی تھی۔"

رئیس کو خود یقین نہ آ رہا تھا کہ عرشیہ نے اسکا بھانڈا پھوڑا تبھی تو اسکے اندر لگی آگ مزید شدت پکڑے بھڑک رہی تھی۔

"تم سے اتنا ہی ڈر ہے جو کسی موذی جانور کو دیکھ کر لگتا ہے کہ کاٹ نہ لے۔ اسکے سوا میں بس اپنے اللہ سے ڈرتی ہوں۔ تم اب مما کی نظروں میں کبھی پاک نہیں ہو سکتے منحوس آدمی۔ الحمد اللہ کہ جلدی ہی میری مما کی

آنکھیں کھول سکی میں۔ تم پر تھوکیں گی اب وہ۔ اور اگر تم نے مجھے دوبارہ یوں آکر چھونے یا دھمکانے کی کوشش کی تو یاد رکھنا ساری عمر جیل کی سلاخوں میں سڑتے رہ جاوگے۔ دور ہٹو"

وہ اپنی بازووں میں ہوتے درد کی پرواہ کیے بنا پوری قوت سے رئیس ملانی کو خود سے دور دھکیل گئی، انیس غانم علوی کا غصے سے تیز دھڑکن میں ڈوبا دل، اس لڑکی کی جرت پر تھوڑا معمول پر آیا لیکن عرشیہ کی چیخ پر وہ پھر سے متذبذب ہوا کیونکہ اس طرح جھٹکے جانے پر رئیس نے عرشیہ کو اسکی گردن سے دبوچ لیا تھا۔

"تمہیں سمجھ نہیں آئی میری بکواس۔۔۔ کیوں اپنا سانس بند کروانے پر تلی ہو"

عرشیہ کا سانس سچ میں بند ہو گیا تھا، اس لڑکی کے چہرے کی رنگت سپید پڑنے لگی پر زرا جو اسکی گرے آنکھوں میں رئیس کے لیے نفرت میں کمی

آئی ہو، سونم واپس آئی مگر وہ انیس کے ڈر سے کچھ دور رک گئی، مگر جب انیس نے سونم کے ہاتھ میں انہیلر دیکھا تو اپنی آنکھوں کی سختی کم کی اور سونم کو اندر جانے کا اشارہ کیا جس پر وہ اندر پہنچی تو رئیس نے عرشیہ کو گردن سے دبوچ رکھا تھا، سونم قریب آئی تو رئیس نے اسے بھی ایسے خونخوار ہو کر دیکھا کہ سونم کے پیروں سے زمین سرکی۔

"اپنی ماں کو سمجھاو۔۔ورنہ میں وہ الزامات سچ کر دوں گا بے بی ڈال جو تم نے مجھ پر لگائے سمجھ آئی ہے بات عرشیہ المیر صاحبہ"

رئیس نے غراتے ہوئے عرشیہ کی گردن جو اسکے ہاتھ میں تھی، جھٹک کر چھوڑی جس سبب اپنا رکا سانس بحال کرتی عرشیہ ٹیبل کا سہارہ لیے بمشکل گرنے سے بچی، سونم اس تک پہنچے اسکی بگھڑتی حالت دیکھے عرشیہ کو اسکا انہیلر پکڑا کر عرشیہ کو فکر مندی سے جانچنے لگی مگر رئیس تنتناتا ہوا اسکی جیم آفس سے باہر نکلا ہی کہ رئیس کے ناک پر اس زور سے مکا پڑا تھا کہ بچارے کو پھنکارنے کی ہوش ہی نہ رہی تھی، نہ صرف مکا کھا کر وہ دو فٹ دور جا گرا

بلکہ بھاری قدموں والا آدمی اپنی طرف بڑھتا دیکھے رئیس کی ہوا ٹائیٹ ہوئی، مکا پڑنے سے رئیس کی آنکھیں ویسے ہی دھندلا گئیں تبھی اسے اس آدمی کا چہرہ نظر نہ آیا، بس اپنی طرف بڑھتے اس آدمی کو دیکھتے رئیس زمین پر بن پانی کی مچھلی سا پھڑ پھڑایا، انیس نے اسکو اسکی جیکٹ کے کولر سے دبوچا اور رئیس کو زرا زمین سے اٹھائے اپنے زخمی ہاتھ کی پرواہ کیے بنا گھسیٹتا ہوا سب لوگوں کے سامنے وہ لفٹ اور پھر لابی میں لانے کے بعد بلڈنگ سے نکلا، گھسیٹے جانے کی وجہ سے رئیس کی لیدر کی جیکٹ کے چیتھرے اڑے

دوسرا وہ خود بھی بری طرح رگڑے کھاتا گیا، ہر کوئی منہ پر ہاتھ رکھے یہ منظر دیکھ رہا تھا، ارد گرد کئی لوگ جمع تھے۔

"میری ہونے والی بیوی کے دس فٹ دور بھی دوبارہ تم سر کے رئیس ملانی تو میں تمہیں زندہ، انگاروں سے بھری قبر میں دفنادوں گا۔ یہ پہلی اور آخری وارننگ ہے"

مارنے تو کم دیا، رئیس کو اصل صدمہ عرشیہ المیر کے اس آسمان سے ٹپکے عاشق نے دیا تھا، رگڑے جانے کے باوجود رئیس کے قہقہے پر انیس نے اسے دوبارہ سے گردن پکڑ کر اٹھایا اور رئیس کی گاڑی کے بونٹ پر اس آدمی کو پٹخا، رئیس کے حلق سے دلخراش کراہٹ نکلی۔

"میں تمہیں مزاق کرتا نظر آرہا ہوں؟"

رئیس کے جبڑے پر دوسرے مکے سے کٹ لگا اور خون رسنے لگا جبکہ انیس کے ہاتھ پر خون لگا تھا پر رئیس کا۔

انہیلر سے سانس کھینچتی عرشیہ کچھ لمحوں تک نارمل ہوئی تو گلاس وال کے کنارے کھڑی سونم ہلکی سی چیخی۔

"میم۔۔ میم یہاں آئیں۔ کوئی اس رئیس کو بری طرح پیٹ رہا ہے"

عرشیہ جو اپنا بے ربط سانس بحال کر رہی تھی، سونم کے چیخ کر بتانے پر دوڑتی اس تک آئی اور نیچے انیس کو رئیس کی درگت بناتا دیکھے عرشیہ کی آنکھیں پھٹ کر رہ گئیں۔

"چ۔۔ چھوڑ دو مجھے۔۔۔۔ تم مجھے جانتے نہیں۔ تمہارے یہ ہاتھ توڑ دوں گا"

رئیس کے کراہنے کے سنگ غرانے پر انیس نے اسے بونٹ سے گردن دبوچ کر اٹھایا پھر پٹخا اور اس بار اسکی گردن بھی ویسے ہی دبائی جیسے رئیس نے عرشیہ کی دبائی تھی۔

"کیا کہا تم نے؟ میرے ہاتھ توڑو گے؟"

انیس کے ہاتھ کا دیا دباو رئیس کی سانسیں بس ختم کرنے کے در پر تھا جب عرشیہ نے نفی میں گردن ہلاتے فورا سے پہلے ٹیبل کے پاس پہنچے اپنا فون اٹھائے کانپتے ہاتھوں سے انیس کو کال ملائی، جبکہ انیس نے رئیس کا کام بس

تمام کر ہی دیا تھا مگر فون بجنے پر اسے زرا رئیس کی گردن پر دبے ہاتھ میں نرمی کرنی پڑی کہ رئیس سسکنے لگا، اب اسکا سانس چل پڑا تھا، وہ کسی طرح انیس کا بائیاں گردن ہر جما ہاتھ ہٹانے کو پھڑ پھڑا رہا تھا، عرشیہ کی سانس تھمی تھی کہ وہ کال پک کرے۔

"بولو خاتون"

انیس نے پورے ایک منٹ بعد کال اٹھائی تو عرشیہ کی پھولی سانس اور ہچکی سن کر بس اتنا ہی بول سکا۔

"چھوڑ دو اسے۔۔۔ تمہارا ہاتھ پہلے ہی زخمی ہے۔ پلیز۔ اس گند سے اپنے ہاتھ میلے مت کرو سڑو۔۔۔ اسکا کچھ نہیں جائے گا، تمہارا نقصان ہو گا۔۔۔"

عرشیہ کی بھیگی آواز میں التجاء سنے انیس نے ساتھ ہی کال کاٹ دی، فون کوٹ کی جیب میں ڈالے اس نے زرا جھک کر کراہتے سسکیاں بھرتے

رئیس ملانی کی گردن دوبارہ دونوں ہاتھوں میں گھوٹی کہ اسکی سانس کی بندش سے آنکھیں ابلنے کو آگئیں۔

"پہلی اور آخری وارننگ۔۔۔۔"

انیس نے اسے بلکل آخری لمحے چھوڑا اور پھر اسے گھسیٹ کر بونٹ سے اتارتے، اسکا کار ڈور کھول کر فرنٹ سیٹ پر دھکیلا، اور رئیس کی گاڑی کا دروازہ بند کیا، گھٹے سانس اور شدید خوف کے پیش نظر، رئیس نے اپنی جان بچانے کو آڑی ترچھی ہی گاڑی سٹارٹ کی اور پارکنگ سے نکالی جبکہ عرشیہ دوبارہ سے گلاس وال کے پاس رکے نیچے انیس کو دیکھ رہی تھی پر اس شخص نے اک بار بھی اوپر نہ دیکھا تھا، رئیس کے دفع ہوتے ہی وہ اس بلڈنگ کے سیکورٹی کے لوگوں کی طرف بڑھا، ان سے شاید اس نے اس آدمی کے بارے بات کی کہ اسے کسی صورت یہاں داخل ہونے نہ دیا جائے پھر عرشیہ نے اسے اپنی لینڈ کروزر کی طرف جاتے دیکھا تو اسکی بھیگی آنکھوں میں مسکراہٹ تھی۔

سونم جاسوس کہیں کی یہ سب ہونق بنی دیکھ رہی تھی، موساب کو ساری تفصیل وہ ضرور دیتی لیکن ابھی تو شدید صدمے میں تھی۔

عرشیہ نے اسی نمبر پر میسج بھیجا جو انیس کو سیٹ بیلڈ فکس کرتے موصول ہوا، میسج کھولنے میں اس نے تاخیر نہ کی۔

"تھینکیو چنگیز خان"

یہ تین لفظی میسج اور ساتھ نمبر سیویڈ کے دو حرف تھے، ودسمائل ایموجی، انیس نے فون ڈیش بورڈ کی جانب رکھتے اک پر سکون سانس لی اور گاڑی سٹارٹ کر دی، اسکے بلڈنگ کے گیٹ سے نکلتے عرشیہ نے مڑ کر بیگ کی طرف بڑھ کر بیگ میں فون ڈالا اور سونم کی جانب پلٹی۔

"میم۔۔ کیا آپکا بوائے فرینڈ ہے وہ لمبا سٹرونگ اور اینگری مین؟"

سونم کا خوشامدی انداز دیکھ کر عرشیہ نے اپنا غصے والا چہرہ سامنے لایا۔

"اپنے کام سے کام رکھیں مس سونم"

وہ اسے خفگی سے کہتی ساتھ ہی آفس سے نکلی تو سونم چھوٹا سا منہ لے کر رہ گئی پر اسکی نظریں واپس گلاس وال پر تھیں، ابھی جو ایکشن یہاں ہوا تھا، لگتا نہیں تھا یہاں کے لوگ اسے جلدی بھول پائیں گے، چونکہ وہ چلا گیا تھا تبھی عرشیہ پر سکون ہو کر واپس ملک ہولڈنگز روانہ ہوئی لیکن لگ رہا تھا اسکی کنفوژن دور ہو گئی ہے۔

زہے نصیب!

.._____..

منائم اور خضر ہوسپٹل پہنچ چکے تھے، یہاں کے Neuropsychiatrist خضر کے دوست کے ڈیڈ تھے تو خضر کو اس دوست نے بابا کا ہوسپٹل ہی سجیسکٹ کیا تھا، منائم کا سب سے پہلے CT سکین کیا گیا تھا تاکہ پتا لگایا جا سکے کے یاداشت جانے کی اصل وجہ کیا بنی ہے، دماغ میں کہیں خون تو نہیں جما یا

کھوپڑی کی ہڈی فریکچر نہ ہو گئی ہو، جبکہ بعض اوقات کچھ غیر معمولی سوجن بھی Post-Traumatic Amnesia کا سبب بن جاتی ہے، چونکہ خضر کی سپیشل ریکوسٹ کی وجہ سے یہ ایمرجنسی میں کروایا گیا CT scan تھا، اسی لیے رپورٹ دو گھنٹے کے اندر Neurologist کے ہاتھ میں تھی۔

خضر نے اس بیچ مہویر کو بھی سپیشل ریکوسٹ کر کے ہوسپٹل بلایا تھا۔

"کیا رپورٹس ٹھیک نہیں آئیں مسٹر جلال؟"

خضر کو جلال صاحب نے اپنے آفس بلایا تھا، جبکہ منائم اس وقت سپیشل روم میں نرس کی خاص کیئر میں تھی، اسکی Neuropsychological Assessment چل رہی تھی، جن میں ڈاکٹرز سوالات، یاداشت، پہچان اور منائم کے جذبات کی جانچ کر رہے تھے۔

"رپورٹس میں کچھ واضح نہیں سب نارمل ہے اس لیے ہمیں منائم کی برین MRI کرنی پڑے گی۔ اس سے تفصیلی معلوم ہو جائے گا کہ اسکے دماغ کو

کہاں ایفیکٹ ہوا۔ اسکے تھروہم چھوٹے چھوٹے اعصابی زخم ڈیٹیکٹ کر سکتے ہیں جبکہ یاداشت کا مرکز Hippocampus ایفیکٹ ہوا ہے اگر تو وہ بھی ہمیں معلوم ہو گا۔ اسکے بعد ہی ہم ٹرئٹمنٹ شروع کر پائیں گے"

خضر نے پریشان نگاہوں سے جلال صاحب کی طرف دیکھا۔

"ٹھیک ہے جو آپکو بہتر لگتا ہے کریں۔ بس میری بہن اس تکلیف سے جلدی نکل جائے"

وہ انھیں اجازت دے چکا تھا جسکے بعد انھوں نے اپنی ٹیم کو MRI کی تیاری کا کہہ دیا جبکہ خضر آفس سے باہر نکلا تو مہویر پر نظر پڑی جو اسکی کال سنتے ہی آ گیا تھا۔

"کیا ہوا خضر؟ سب ٹھیک ہے؟"

مہویر نے ارد گرد متلاشی نظروں سے منائم کو تلاشتے خضر پر نگاہیں روکیں تو خضر نے افسردہ سے انداز میں سر ہلایا۔

"سی ٹی سکین میں کچھ پتا نہیں چلا تو اب وہ منائم کی ایم آر آئی کرنے لگے ہیں۔ڈاکٹر پر امید ہے کہ اس سے مسئلہ معلوم ہونے کے نووے فیصد چانچ ہیں۔ تمہارا شکریہ کہ تم آئے مہویر"

خضر کو اسکی آمد سے بہت تسلی ملی تھی، خود مہویر نہیں جانتا تھا وہ کال سنتے ہی سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر کیوں چلا آیا ہے۔

"کوئی بات نہیں۔ وہ ٹھیک ہے؟"

مہویر کی منائم کے لیے فکر، خضر کو بہت اچھی لگی۔

"ہاں وہ اس سامنے والے روم میں ہے۔ تم مل لو میں یہ کچھ انجکشنز لے کر آتا ہوں"

خضر نے اسے نرم سے لہجے میں کمرے کی نشاندہی کروائی اور جانے لگا جب مہویر نے اسے بازو سے پکڑے روکا۔

"یہ کچھ پیسے ہیں۔ تمہیں ضرورت پڑے گی"

مہویر نے اپنے وولٹ سے اک چیک نکال کر خضر کی طرف بڑھایا تو خضر نے مسکرا کر مہویر کو دیکھا۔

"میں اپنے ماں باپ کا محتاج نہیں تو میری بہن بھی کسی کی محتاج نہیں ہو گی۔ تمہارا شکریہ لیکن مجھے ضرورت نہیں مہویر۔ ویسے بھی تم اجنبی ہی ہو۔ منائم کی یاداشت آنے تک ہی تو ہمارا ساتھ ہے۔ میں تمہیں اس مختصر وقت میں کسی قسم کی تکلیف اٹھانے نہیں دے سکتا"

خضر کی بات مہویر کو اس سینس میں اچھی لگی کہ وہ باپ جیسا نہیں بلکہ لاپرواہ لگنے کے باوجود اپنی ذمہ داریوں کے ساتھ مخلص ہے۔

"اس مختصر وقت میں ہی سہی پر وہ میری بیوی ہے۔ اور اصولا اس پر لگتا ایک ایک پیسہ بھی میری ذمہ داری ہے خضر۔ جس دن اسکی یاداشت لوٹ آئی، وہ واپس تمہاری ذمہ داری بن جائے گی لیکن ابھی وہ میرے ذمے

ہے۔اس لیے مجھے اس سے کسی قسم کی تکلیف نہیں ہو گی۔رکھ لو۔۔۔اسے کیش کروالو کسی بھی بینک سے ہو جائے گا۔میں ہوں اسکے پاس تمہارے آنے تک۔جاو شاباش"

مہویر نے وہ چیک فولڈ کرے اسکے ہاتھ میں پکڑایا اور خضر کی گال تھپکتا ہوا شفقت سی جتائے کمرے کی جانب بڑھ گیا، خضر نے مسکرا کر چیک کھولا تو وہ چھوٹی یا معمولی رقم نہ تھی، خضر ناچاہتے ہوئے بھی غمگین سا ہوا، اک اجنبی ہو کر وہ اسکی بہن اور اسکا خیال کر رہا ہے جبکہ اپنے ماں باپ کو کوئی فکر ہی نہیں کہ انکے بچے اس وقت کہاں ہیں۔

"یہ آدمی اچھا ہے۔دعا ہے منائم کا اس سے پیار یاداشت آنے کے بعد بھی قائم رہے۔تم ساری زندگی بہت اداس رہی ہو منائم، شاید یہ انسان تمہاری زندگی میں تمہاری اداسیوں کا خاتمہ کرنے بھیجا گیا ہے۔اللہ کی کیا مصلحت ہے میں نہیں جانتا پر اس سے اپنائیت محسوس ہوئی۔اور سر پر مسلط ہوتی

لڑکی کے لیے کوئی اتنے پیسے کیوں لٹائے گا؟ آپ بہتر جانتے ہیں اللہ، اس لیے یقینا بہترین ہی کریں گے۔"

وہ مہویر کے لیے اچھے جذبات رکھے ہوئے تھا، کیونکہ انسانوں سے آتی وائبز بتادیتی ہیں کہ وہ حق میں کتنے بہترین ہیں یا کتنے مہلک۔

خضر بھی چلا گیا جبکہ منائم بیڈ کراون سے ٹیک لگائے بیٹھی تھی، دو ڈاکٹرز اس سے کیے سوالات کا سیشن ختم کیے اب اسے پر سکون رہنے کی تجویز کر رہے تھے، دوسرا وہ مہویر سے بھی ملے، خضر نے ہر چیز ڈاکٹرز کو کلئیر کر کے ہی بتائی تھی۔

"یہ Post-Traumatic Amnesia لگ رہا ہے۔

خوش قسمتی سے دماغ نے مستقل نقصان نہیں اٹھایا، مگر یادداشت واپس آنے کے لیے محفوظ ماحول، جذباتی وابستگی اور دماغ میں بسے اکلوتے شخص کی قربت ضروری ہے مسٹر مہویر"

منائم اس وقت جاگ رہی تھی، اس نے بھی یہ سنا تھا جب ڈاکٹر نے مہویر میثاق کو اپنی رائے دی، وہ بس سرد سی سانس بھرے سر ہی ہلا سکا لیکن منائم اسے بہت سکون میں دیکھائی دی۔

"میں یہیں ہوں اسکے پاس"

مہویر نے ڈاکٹرز سے اجازت لی جبکہ وہ مہویر کا کندھا تھپکتے باری باری روم سے نکلے تو نرس بھی انکے ہمراہ چلی گئی، وہ اس وقت غنودگی میں تھی، اسے پتا تھا وہ پاس ہے، تبھی وہ پہلے سے زیادہ پر سکون ہو چکی تھی۔

"کیا ہو گیا ہے یہ میرے ہاتھوں۔۔۔ اس احساس جرم سے پہلی بار آشنائی ہوئی۔ ورنہ آج تک جسکی جان لی کبھی گلٹ نہیں ہوا۔ اور اس بار اسے اس تکلیف دہ کیفیت میں مبتلا کر دینے سے ہی دل بھاری ہے"

وہ اسکے پاس بیٹھا، وہ آنکھیں بند کیے سو چکی تھی، مہویر نے ہاتھ بڑھا کر اسکی گال تلے ہتھیلی رکھتے جوڑی کیونکہ اسکی گردن اک طرف ڈھلک سی رہی

تھی لیکن مہویر کے ہاتھ رکھتے ہی اسکی گردن کو سہارہ ملا تو وہ بے چینی سے باہر نکلی۔

"میں اس سب سے نکل تو جاوں گا ناں اللہ ؟۔ آپ جانتے ہیں آج تک کسی بے گناہ کی جان نہیں لی۔ پہلی بار بے گناہوں کی جان لینے کا سوچا اور آپ نے مجھے پل صراط سے گزرنے سی سزا تجویز کر دی۔ اسی سے ثابت ہے کہ عاصم ملک کے تینوں بچے آئینے کی طرف شفاف اور کسی پرندے کی طرح معصوم ہیں۔ مجھے پتا ہے آپ ناراض ہیں مجھ سے تبھی سزا دی، اپنے اس گناہ کو دھونے کے لیے ہی یقینا آپ نے اس لڑکی کو میری بیوی بنایا لیکن یہ تلافی میرے لیے ناممکن ہے۔ میں فاطمہ کی جگہ کسی کو نہیں دے سکتا۔ اسکی محبت میری رگوں میں دوڑتے خون کی طرح ہے۔۔۔ کم از کم جب تک اسکے قاتل کو سزا نہ دے دوں، میں کسی اور کی طرف ان نظروں سے دیکھ بھی نہیں سکتا۔ پلیز اس لڑکی کے لیے میرے دل میں رحم یا نرمی مت ڈالیں۔۔ یہ میری شکست ہے۔۔۔ مجھے ہارنا نہیں ہے اللہ"

وہ دعا میں منائم ملک سے پناہ مانگتا شخص، اسے بیک وقت ایسے دیکھ رہا تھا جیسے وہ اسکا سب کچھ ہو، وہ بلاشبہ معصوم اور اندر سے دکھی لڑکی تھی، جس نے اپنی اداسیوں کو انتیس سال سے اپنے دل کے قفل میں قید کر رکھا تھا، اب بے دھیانی میں اسے مہویر ملا تو اسکے اندر کی ساری حسرتیں کسی میگنٹ کی طرح مہویر میثاق سے جڑ گئی تھیں۔

وہ سخت پریشان تھا، اسے رات سے دنیا جہاں بھول چکے تھے، جب سے وہ آئی لو ویو کہہ کر گئی تھی۔

"م۔۔ مہویر۔۔۔"

بند آنکھوں ہی اسکے لب ہلے، جیسے احساسات بیدار ہو چکے ہوں۔

"یہیں ہوں۔ اب کیسا محسوس کر رہی ہو تم؟"

آنکھیں کھلتے ہی مہویر کو دیکھ کر وہ نڈھال چہرے سمیت مسکرائی، اسے یقین تھا وہ آئے گا، اب تو منائم کے ڈاکٹر نے بھی کہہ دیا تھا کہ منائم کی یاداشت کی واپسی کے لیے مہویر کا اسکے آس پاس رہنا ضروری ہے۔

"مجھے آپ کو دیکھ کر اچھا محسوس ہو رہا ہے۔

جب ڈاکٹر نے کہا مہویر میثاق کو کہیں اسکے آس پاس رہے تو مجھے میرے ڈاکٹر پر بہت پیار آیا۔ اف وہ طبیب کتنے پیارے لگتے ہیں جو مریض کو دوا میں انکے محبوب کا دیدار لکھ دیں"

اب تک وہ ایسے ہی محبت سے بھری تھی جیسے پیدا ہوتے ہی مہویر میثاق کی محبت میں مبتلا ہو گئی ہو، آج تو وہ غصہ بھی نہ کر سکا، وہ آج واقعی اس لڑکی لیے پریشان اور فکر مند تھا۔

"میں تمہارا محبوب نہیں تھا منائم۔ ہماری عمر کا فرق دیکھ کر ہی تھوڑی سینسیز یوز کرو۔ میں تمہارے ٹھیک ہونے تک ارد گرد رہوں گا بس وہ بھی مستقل نہیں۔ میری جاب سخت ہے"

اب مہویر کیا بتاتا تاوولف کی کنٹریکٹ کلر والی ساری پر سنیلٹی کا اس لڑکی نے بیوی بنتے ہی ستیاناس کر دیا، منائم نے اسکا ہاتھ اپنے ہاتھ کو بڑھا کر چھوا تو مہویر کے سینے تک اک آلاو جلا تھا۔

"بس جب ارد گرد ہوں تو مجھے دیکھا کرنا صرف"

ہاتھ پورا ہاتھ میں جکڑا گیا تھا، لیکن در حقیقت اس لڑکی نے مہویر کا دل مٹھی میں دبوچا تھا، وہ دل جو فاطمہ نور کے بعد کسی بھی عورت کے لیے دھڑکنے سے انکاری ہو چکا تھا۔

"اس لڑکی سے جان چھڑوانا مشکل نہیں۔ اسے بس یہ کہہ دوں اگر کہ میں کرمنل کنٹریکٹ کلر ہوں، یا پھر یہ کہ میں اسکے باپ کی تیسری بیوی کا ناکام

عاشق ہوں، یا صرف اتنا کہ اس کھائی میں منائم کو دھکیل کر مارنے گیا تھا تو یہ میری دوبارہ شکل بھی نہ دیکھے لیکن کیا گارنٹی ہے کہ یہ سب جان کر اسکو دماغی دھچکا نہ پہنچے ؟"

اپنے ہاتھ کے گرد منائم کے نرم ملائم ہاتھ کی پکڑ دیکھتے وہ اپنی سوچوں میں کافی حد تک بے رحم تھا، منائم اگر واقعی اسکے لیے مصیبت تھی تو اسکے پاس ایک نہیں، تین بڑی وجوہات موجود تھیں کہ وہ اس لڑکی کے خیال، اس سے جڑے رشتے اور اسکی فکر سے پیچھا چھڑوالیتا لیکن بعض اوقات ہم تو پیچھا چھڑوالیتے ہیں لیکن ہمارا مقدر وہیں اسی دائرے میں پھنس جاتا ہے۔

جس طرح اس وقت مہویر میثاق کی قسمت کا دائرہ اپنی زد میں یہ آندھی سمیٹ چکا تھا جو کبھی نہ کبھی اس دائرے سے نکل کر مہویر میثاق کو بھی ساتھ اڑالے جانے والی تھی۔

"ابھی تمہارا برین ایم آر آئی کریں گے ڈاکٹرز، تمہیں بند یا گھٹی جگہوں پر کوئی پرابلم تو نہیں ہوتی؟"

وہ اسکی توجہ خود سے بھٹکانا چاہتا تھا ورنہ وہ یونہی اسے آنکھیں جھپکائے بنا دیکھتی ہی چلی جاتی۔

"ہمم۔اگر آپ میرے پاس رہیں تو کچھ بھی مجھے گھبراہٹ نہیں دے گا۔کیا یہ MRI پین فل ہوگی مہویر؟ مجھے درد تو نہیں دیں گے یہ لوگ؟"

وہ زرا تکیے سے ٹیک ہٹائے بیٹھ کر مہویر سے پوچھنے لگی کیونکہ اسے شاید ہوسپٹل سے عجیب سا ڈر محسوس ہو رہا تھا۔

"نہیں یہ پین فل نہیں ہوتی۔بس مشین کے اندر بنا ہلے لیٹنا ہوگا بیس سے پینتالیس منٹ۔ عجیب سی آواز آئے گی لیکن میں ڈاکٹرز سے کہتا ہوں تمہیں earplugs دے دیں گے تو ایسے پرسکون رہو گی۔اگر ضرورت پڑی تو ایک انجکشن دے سکتے ہیں وہ، اسکے سوا کچھ نہیں"

وہ اسکے بلکل پاس بیٹھی یہ سب سنے تھوڑی گھبرائی ہوئی تھی، انجکشن کا سن کر اسکی گھبراہٹ تھوڑی بڑھی تھی۔

"ہمم۔۔۔ کوئی بات نہیں۔ یاداشت کی واپسی کے لیے میں ہر تکلیف اٹھاوں گی۔ اسی وجہ سے میرے ہسبنڈ مجھ سے دور ہیں ناں۔ میں میمری واپس پانے کے ساتھ آپکو بھی پالوں گی مہویر"

وہ اتنے درد میں مبتلا ہوئے بولی کہ مہویر کتنی دیر تک آنکھیں نہ جھپکا سکا، وہ سمجھ رہی تھی مہویر اس سے اس وجہ سے دور ہے، اور مہویر کے نزدیک اس لڑکی کی یاداشت آنا، اس لڑکی سے نجات تھی، مقدر نے دونوں کے ساتھ کتنا برا کھیل کھیلا تھا۔

"نہیں ہوں دور۔ بس فکر مند ہوں تمہارے لیے۔"

مہویر کے لہجے میں یکدم نرمی آئی، وہ اس وقت اسے حسرت زدہ نہیں دیکھ پایا تھا، اسکی آنکھوں میں صاف صاف منائم کے لیے ترس تھا۔

"مت ہوں۔ مجھے جب تک سب یاد آئے گا، ایک بار پھر آپ سے محبت کر بیٹھوں گی۔ کتنے لکی ہیں ناں آپ مہویر میثاق، دوبار ایک ہی عورت کی چاہت بنیں گے آپ"

وہ نرم سا مسکراتی بولی کہ اسکے الفاظ ہر قسم کی تھکاوٹ و اداسی سے پاک ہوتے محسوس ہوئے۔

"تمہیں بتایا تھا تم مجھ سے محبت نہیں کرتی تھی یاداشت جانے سے پہلے منائم۔ میری کہی باتیں جھوٹ نہیں، اس بات کو سمجھو"

وہ اسکی آنکھوں میں ہلکورتے محبت کے ٹھاٹھیں مارتے سمندر سے خائف ہو جاتا بڑبڑا اٹھا لیکن مجال ہو جو منائم کے سکون میں رتی برابر کمی آئی ہو۔

"چلیں پہلی محبت ہی سہی، مجھے یقین ہے آپ سے محبت کر کے کبھی نہیں پچھتاوں گی۔"

وہ اپنی انگلی کی پور مہویر کی کن پٹی سے جوڑتی اک نادیدہ لکیر سی کھینچے جالائن تک لائی پھر اس شخص کے چہرے کی بے ترتیب بئیرڈ کی لائن کو جس طرح چھو کر سہلایا، اسی طرح منائم کی آنکھیں بھی شریر ہوئیں، مہویر نے اپنا ہاتھ اٹھا کر منائم کی ساری انگلیوں کو اپنے ہاتھ میں قید کرتے، اسکے ہاتھ کو روکتے، ان بھوری آنکھوں میں اپنی آنکھیں ڈالے ایسے چھونے سے منع کیا تھا، بڑی خاموشی سے لیکن اس تنبیہہ کا شور اتنا تھا کہ منائم کی شرم سے پلکیں جھکیں۔

"پچھتاو گی، سانس سانس پچھتاو گی تبھی کہا ہے دور رہو مجھ سے۔ جب جب مجھ پر پیار آئے، خود کو بتانا کہ میں تمہارے حق میں اچھا نہیں۔ ایسے تم مجھ سے بیزار ہونے میں آسانی پاو گی"

وہ جس سفاکیت سے اسے خود سے دور ہونے کے طریقے سیکھا رہا تھا، وہ اتنا دلکش و دلفریب مسکرا کر اسے وارفتگی سے دیکھنے میں مصروف تھی، جیسے

زرا پلکیں بھی جھپک دے گی تو کوئی ریاضت ہاتھ سے صلے سمیت کھو جائے گی۔

"میں تمہیں کچھ کہہ رہا ہوں۔ سنائی دے رہا ہے؟"

اس لڑکی کی ضرورت سے زیادہ توجہ بھانپ کر وہ یکدم ہی بگھڑ اٹھا، اسکے تاثرات اپنی شکل بے ڈھنگی کر گئے، وہ بس دوبارہ نظریں جھکا کر سر پیچھے لے جاتی تکیے سے ٹیک لگا گئی، اس نے مہویر کا ہاتھ دوبارہ سے اپنے دونوں ہاتھوں میں جکڑ لیا۔

"آپ صرف دیکھائی دے رہے ہیں، میر الحہ لحہ اچھا ہو رہا ہے۔ سنائی بھی دیں آپ، یہ چاہیے ہی کسے مہویر"

وہ مسکرا کر اپنی مخمور آنکھوں میں بس چاہت بھر چکی تھی اور آہٹ پر مہویر نے گردن پھیری تو نرس کو واپس آتا دیکھے اس نے شکر کیا اور منائم کے

ہاتھوں سے اپنا ہاتھ چھڑوا کر اٹھ کھڑا ہوا، منائم نے بیقرار نظروں سے اٹھ جاتے مہویر کو دیکھا۔

"آپکو MRI کے لیے چلنا ہے مس منائم۔ آپ تیار ہیں؟"

نرس نے نرم سے لب و لہجے میں پاس آ کر رکتے منائم سے پوچھا جس سبب وہ بس مہویر کو کمرے کے دروازے کی جانب جاتا اور پھر باہر نکلتا دیکھتی رہی۔

"ہاں تیار ہوں۔ میرے ہسبنڈ بہت زیادہ سیڈ ہیں۔ میں کب تک ٹھیک ہو جاوں گی نرس؟"

نرس نے اس پر سے لحاف اٹھا کر ہٹایا تو منائم ٹانگیں نیچے لٹکا کر بیٹھتے بیقراری سے نرس کی طرف دیکھنے لگی، منائم اس وقت ہوسپٹل کے دیے نیلے ٹراوزر شرٹ میں ملبوس تھی، بال کھلے تھے جسے نرس نے اسکے بیٹھے ہوئے ہی بہت آہستگی سے پکڑ کر نرم سے باندھے۔

"آپ بہت جلدی ٹھیک ہو جائیں گی۔ پریشان نہ ہوں۔ یہ فطری ہے کہ میمری لاس سے ہم اپنی زندگی سے جڑے سب لوگوں کو اداس کر دیتے ہیں۔ اپنی زندگی سے جڑی ہر یاد سے رخصت لے لیتے ہیں۔ اداسی تو ہوتی ہے ناں پھر۔"

نرس کی نرم جو تسلی پر منائم اسکے ہاتھ پکڑ کر اٹھانے پر سنبھل کر اٹھی، جبکہ مہویر نہ صرف یہاں سے گیا بلکہ فی الحال تازہ ہوا کے لیے ہوسپٹل کی عمارت تک سے نکل گیا، اپنے بالوں میں ہاتھوں کی انگلیاں پھنسائے وہ سیمنٹ سے بنے بینچ پر بیٹھا، چہرہ شدید مضطرب تھا، وہ بہت زیادہ بے چین تھا، اسکی نس نس تھکاوٹ کا شکار تھی، وہ ایسی مصیبت میں پھنس چکا تھا جس سے فرار نا ممکن تھا۔

جبکہ عرشیہ وہاں سے سیدھی ملک ہولڈنگز پہنچی تھی، تب تک پریس کانفرنس مکمل ہو چکی تھی، اسے سیدھا عاصم المیر ملک کے آفس جانے کا کہا گیا تھا تبھی وہ سیدھی وہیں پہنچی، انیس کے خیالات میں کھوئی وہ یہاں آنے

تک جانے کتنی بار مسکرائی تھی، وہ یہاں سے جلدی فری ہو کر مما کے پاس جا کر انھیں اپنے ساتھ ہوئے اس معاملے کی تفصیل دینے کو بیقرار تھی لیکن عاصم المیر ملک کے مین آفس کے باہر پہنچے وہ کچھ آوازوں پر باہر ہی رکنے پر مجبور ہوئی تھی، آفس میں اس وقت نوراب، عاصم اور موساب موجود تھے، وہ موساب اعوان کو کیسے بھول سکتی تھی، وہ انکے ساتھ کام کرتی تھی تبھی انھیں یہاں دیکھ کر عرشیہ کو حیرت کا جھٹکا لگا مگر اس نے اندر جانے کے بجائے باہر رک کر ہی معاملہ جاننے کو بہتر سمجھا۔

"یہ یہاں کیوں آیا ہے؟ میں تم سے کچھ پوچھ رہا ہوں محراب۔ سائن ہو گئے ڈائورس پیپرز پر، اب بتاو کسے ٹرانسفر کیے تم نے شئیرز ملک ہولڈنگز کے؟ اور تمہارا یہ عاشق اس وقت یہاں کیوں آیا ہے؟"

یعنی ابھی تک سسپینس برقرار تھا، محراب نے فائنلی عاصم ملک سے طلاق کے کاغذات سائن کروا لیے تھے اور اب باری تھی عاصم المیر پر اک اور بجلی کا جھٹکا ٹرانسفر کرنے کی، عرشیہ نے دلچسپی سے زرا دیوار کے ساتھ لگ کر

اندر چلتی گفتگو سننی چاہی، عاصم ملک کے خونخوار سوالات پر محراب اور موساب نے مسکرا کر اک دوسرے کی طرف دیکھا پھر دونوں نے بیک وقت اذیت و غضب کی بھٹی میں سلگتے عاصم المیر کو دیکھا۔

"میں تمہارا نیا پارٹنر ہوں۔ موساب اعوان! اب ملک ہولڈنگز کے چالیس فیصد شئیرز کا مالک میں ہوں۔ یہ ہولڈنگز تم سے واپس لینے کا وقت آگیا عاصم المیر ملک۔۔۔ تمہیں اسی سڑک پر واپس دھکیلوں گا جہاں سے حشمت احان ملک تمہیں اٹھا کر لائے تھے اور تمہاری وجہ سے میری اور محراب کی محبت اور ہر خوشی کو آگ لگی تھی۔ اسے کہتے ہیں مکافات عمل"

موساب کے الفاظ جیسے کوڑے کی مانند عاصم المیر ملک پر برسے تھے، ستم کہ وہ دونوں ہی عاصم کی اس بے بسی پر مسکرا رہے تھے، عرشیہ تک نے منہ پر ہاتھ رکھا تاکہ افسوس میں اسکے منہ سے کوئی آواز نہ نکل آئے۔

"کیا بکواس کر رہا ہے تُو خبیث!۔۔۔ محراب یہ کیا کہہ رہا ہے؟"

عاصم المیر ملک کے اندر جیسے پکڑ دھکڑ ہونے لگی، اسکا پورا وجود انگاروں کی نادیدہ تپش سے جھلس کر رہ گیا جب محراب نے موساب کے کہے کی تصدیق کی۔

"ٹھیک کہہ رہا ہے۔ میرا اب کوئی لینا دینا نہیں۔ الحمد اللہ تم سے نجات مل جائے گی کل۔ اب تم دو آپس میں دیکھ لو ایک دوسرے کا سر پھاڑنا یا کلیجہ چبانا ہے۔ گڈ بائے"

وہ مزے سے دونوں منحوسوں سے اپنا دامن جھٹکی ہوئی عاصم سمیت، فی الحال کے لیے موساب پر بھی دو حرف بھیجتے آفس سے نکلی ہی جب عرشیہ فورا سے زرا دوسری طرف چلی گئی لیکن محراب نے اسے دیکھ لیا تبھی رک کر عرشیہ کی طرف دیکھنے لگی۔

"کیا ہم بات کر سکتے ہیں عرشیہ؟"

عرشیہ انجان بنی وال پینٹنگز کو دیکھ رہی تھی جب محراب کے عقب سے پکارنے پر وہ پلٹ کر محراب کے سامنے رکی۔

"آج نہیں۔ پھر کبھی"

عرشیہ نے انکار نہ کیا یہ سن کر محراب کو اچھا لگا۔

"ٹھیک ہے۔ یہ میرا کارڈ ہے۔ جب تمہارا موڈ ہو انفارم می۔ ہیو آ گڈ ڈے ڈئیر"

محراب نے اسکی طرف اپنی این جی او کا کارڈ بڑھایا جسے عرشیہ نے غیر دلچسپی سے ہی تھام لیا تھا، جبکہ محراب کے وہاں سے جاتے ہی عرشیہ نے دوبارہ ڈور کے پاس سرک کر اندر چلتی گفتگو پر دھیان لگایا۔

"تجھے کیا لگتا ہے تو اسے مجھ سے چھیننے میں کامیاب ہو گیا موساب؟ اب اسے پالے گا۔ ہاہاہا ہر گز نہیں۔ اسکے اور میرے دو بچے ہیں۔ ہمارا رشتہ ختم ہو کر بھی ختم نہیں ہو گا۔ اور وہ تجھے منہ لگائے گی کیا بھگوڑے کہیں کے۔ اسکے

باپ کے زرا دھمکاتے ہی تو شہر تو کیا ملک بھی چھوڑ گیا۔ سب جانتا ہوں کہ حشمت بابا نے تجھے جو دفع ہونے کی قیمت دی تھی وہ تو نے قبول کی تھی۔۔۔ رہی بات چالیس فیصد شئیرز کی تو میں تیرے یہ سارے شئیرز ایک ماہ کے اندر اندر واپس حاصل کروں گا۔ یہاں کا مالک میں تھا اور میں ہی رہوں گا۔"

عاصم المیر ملک نے موساب کو اسکے گریبان سے دبوچ کر غراتے ہوئے یہ دھمکی دی تھی، عرشیہ یہ سب دیکھ اور سن رہی تھی، موساب نے حقارت سی آنکھوں میں بھرے عاصم کے اپنے گریبان پر جکڑے ہاتھ پکڑ کر جھٹکے تو عاصم پاگلوں کی طرح آگے سے ہنس پڑا۔

"دیکھتے ہیں ملک ہولڈنگز کا اگلا مالک کون بنتا ہے۔ ویٹ اینڈ واچ عاصم ملک"

موساب اسکی نجس ہنسی پر دو حرف بھیجتا خود بھی آفس سے نکلا تو عرشیہ کو دیکھ کر موساب اعوان کی آنکھوں میں جو حقارت تھی وہ نرمی میں بدلی، سونم نے اس تک جیم والی ساری خبریں پہلے ہی پہنچادی تھیں۔

"عرشیہ۔۔۔"

اس سے پہلے موساب، عرشیہ کی طرف بڑھتا، عرشیہ نے ہاتھ ہوا میں اٹھاتے موساب کے منہ کے سامنے کیا جس سبب وہ چپ ہوا۔

"میں آپ کے ساتھ مزید کام نہیں کرنا چاہتی۔ ریزگنیشن لیٹر میل کروں یا آپ کے تھانے خود آکر دینا ہو گا موساب سر؟"

وہ عرشیہ کے لہجے میں اک کھردراپن محسوس کیے ٹھٹکا۔

"اس بارے بیٹھ کر بات کریں گے۔ تم بہت اچھی جاسوس ہو۔ مجھے تمہاری ضرورت ہے"

موساب کو عرشیہ کی ابھی ہی تو ضرورت تھی لیکن اگر وہ اپنے باپ کا ساتھ نہیں دینے والی تھی تو انکے محالف بھی کسی کا ساتھ دینے کا کوئی ارادہ نہ رکھتی تھی۔

"آپکو ضرورت ہو گی میری لیکن عاصم المیر ملک کے شئیرز ہتھیانے کے لیے۔ میرے ماتھے پر بیوقوف نہیں لکھا۔ میں پروفیشنل اور قانونی ہیلپر تھی آپکی لیکن وہ کام بس مصروفیت کے لیے شروع کیا تھا۔ اور جیسا کہ آپکو پتا ہے میں اب یہاں کام کرنے والی ہوں تو اسکے علاوہ کسی کام کے لیے وقت نہیں ہو گا۔ اگر آپ مجھے آرام سے جاب چھوڑنے نہیں دیں گے تو میرا وکیل خود یہ معاملہ ہینڈل کر لے گا۔ تھینکیو میری جان بچانے کے لیے۔ اس احسان کا بدلہ آپکی دو سال مدد کر کے چکا چکی ہوں۔ ہیو آ گڈ ڈے مسٹر موساب اعوان"

وہ کچھ بھی موساب کو کہنے نہ دیتی خود ہی ہر چیز ختم کرتی ہوئی موساب کو سکتے میں چھوڑتی ہوئی ڈیڈ کے آفس میں داخل ہو گئی جبکہ موساب مٹھیاں

ضبط سے بھینچتا ہوا وہاں سے لمبے لمبے ڈگ بھرتا نکلا، عرشیہ کو آفس میں آتا دیکھے عاصم لپک کر اسکی طرف بڑھا ہی جب عرشیہ نے ڈیڈ کی اپنے لیے کھلی بازووں کو گھورا ہی ایسا کہ وہ اک فاصلہ بنائے رک گیا۔

"عرشیہ۔۔۔ میں چاہتا ہوں تم ایک بار مجھے سن لو میری پیاری بیٹی۔ کن مجبوریوں کی وجہ سے میں تم سے دور رہا، کیا مسائل تھے، ہر چیز ایک بار تمہیں بتانا چاہتا ہوں۔ تاکہ تمہاری ماں نے تمہارے دماغ میں جو میرے کیے گند بھرا، اسکی کثافت دور کی جا سکے"

وہ پر تحمل انداز میں عاصم المیر ملک کو سننے کے بعد مسکرائی۔

"میرا دل صاف ہے۔ کوئی گند نہیں بھرا۔ آپ بے فکر رہیں۔ آپ کو دھوکہ نہیں دوں گی۔ اگر یہاں آئی ہوں تو مقصد آپکی مدد ہی ہے۔ آپکی اس ہولڈ نگز کی کیئر ہی مقصد ہے۔ مجھ سے یہ دکھاوے کا پیار یا جھوٹی محبت

جتائے بنا بھی آپ میری وفاداری پائیں گے پر سکون ہو جائیں۔ میں بھی جانتی ہوں سچ کیا ہے تو بہتر ہے ہم بنا کسی ناٹک کے کام شروع کریں"

وہ پروفیشنل انداز میں یہ رشتہ داری والا ڈرامہ بیچ سے سرکانے کی خواہس مند تھی اور عاصم کو عجیب سی خوشی ہوئی کہ اسکی یہ اولاد واقعی اسکا مستقبل روشن کر دے گی، وہ ایسی ہی پروفیشنل سوچ اور جذبات سے عاری اولاد چاہتا تھا، کمینگی کی حد تھی کہ عرشیہ کا کہا کوئی بھی لفظ عاصم کو شرم نہ دلا سکا۔

"گریٹ۔ میری سمجھدار بیٹی۔ تم میرے ساتھ کام کر کے بہت کچھ سیکھو گی۔ یہ ملک ہولڈنگز کل کو تمہیں ہی سنبھالنی ہے۔ اس کا فیوچر تمہارے ہاتھ ہے۔ سوہانے تمہاری پرورش بہت اچھی کی ہے۔ خیر آو بیٹھتے ہیں۔ اس وقت جو پراجیکٹس چل رہے ہیں میں تمہیں انکی فائلز دیکھاتا ہوں۔ تم اپنے انٹرسٹ کے مطابق کام کرنا۔ رئلکس ہو کر۔ میری بیٹی کے کندھوں پر ذمہ داری ہو گی لیکن برڈن نہیں ہو گا"

عرشیہ نے اس خوشامدی باپ کو اک نظر دیکھتے اپنا بقیہ افسوس اپنے دل میں دباتے انکے ہمراہ قدم بڑھائے تھے جبکہ موساب جب پارکنگ میں پہنچا تو بس محراب بھی اپنی گاڑی کی طرف بڑھ چکی تھی، موساب کے آواز دینے پر وہ جبر اڈرائیور کو ویٹ کا کہے رکی لیکن موساب کے قریب آنے تک محراب کے چہرے پر براجمان اکتاہٹ شدت اختیار کر چکی تھی۔

"محراب۔۔میں یہ ملک ہولڈ نگز تمہیں واپس کروں گا۔میرا وعدہ قائم ہے۔لیکن اس بیچ یہ اچھا ہوا کہ تمہیں اس آدمی سے نجات مل گئی۔میں خوش ہوں تمہارے لیے"

موساب کا لہجہ التفات بھرا تھا جیسے وہ ابھی سے امید لگا رہا ہو کہ محراب اب بس اسکی ہو گئی ہے، لیکن محراب مسکرادی۔

"تم نے ملک ہولڈ نگز مجھے دے کر اپنا گلٹ مٹانا ہو امٹالینا۔ورنہ میری طرف سے آگ لگا دینا ان شئیرز کو۔اب میں صرف اپنی آزادی انجوائے

کروں گی۔ تم کسی امید میں مت رہنا موساب اعوان۔ کہ ملک ہولڈ نگز کے بدلے تمہیں میں ملوں گی۔"

موساب کے چہرے کی رنگت بدلی جب محراب نے سیدھا سنبھاوا اسکے منہ پر انکار کیا۔

"نہیں مجھے ایسی کوئی امید نہیں بے فکر رہو۔ لیکن جلد تمہیں یہ شاندار اور دیو ہیکل ملک ہولڈ نگز کی عمارت اپنی ملکیت بن کر واپس ملے گی۔ پھر میں تمہاری زندگی سے ویسے ہی نکل جاوں گا جیسے تیتیس سال پہلے نکلا تھا محراب۔ تمہاری آزادی، تم سے زیادہ میرا ارمان رہی ہے۔"

وہ اپنے جذبات سنبھالے صرف محراب کے لیے بولا جبکہ محراب سمجھ نہ پائی اب کیا کہے تبھی رخ موڑ گئی۔

"ٹیک کیئر"

اسکے پاس کچھ کہنے کو نہ تھا تبھی وہاں سے چلی گئی، اور اسکی گاڑی نکلتے ہی موساب بھی اپنی گاڑی کی طرف بڑھا تھا جبکہ اس نے وولف کو ای میل بھیجی تھی، مہویر اب تک ہوسپٹل کے گارڈن ایریا میں ہی بیٹھا تھا جب اسے موساب اعوان کی طرف سے ای میل موصول ہوئی، مہویر نے ای میل اوپن کی۔

"تم نے عرشیہ کو کڈنیپ کیا تھا تب اسکا کوئی بوائے فرینڈ نہیں تھا، لیکن اچانک سے ٹپک آیا۔ کیا وہ تم تو نہیں جو عرشیہ کی حفاظت پر معمور ہو اسکی رہائی کے بعد سے؟"

یہ ای میل پڑھنے کے بعد مہویر میں وولف جاگا تھا، آنکھیں مزید غصے سے سیاہ ہوئیں۔

"تمہیں کیوں آگ لگ رہی ہے قانونی آدمی؟ کہیں تمہاری عرشیہ المیر پر نظر تو نہیں"

وولف کی جانب سے ای میل کا جواب ملنے تک موساب گاڑی پارکنگ سے نکال چکا تھا۔

"نن آف یور بزنس وولف۔ تم نے اپنا کام کر دیا ہے میں متاثر ہوا تم سے لیکن اگر تم عرشیہ کے پیچھے ہو تو خبر دار کرتا ہوں تمہیں۔"

موساب کا انداز عجیب سرد تھا، شاید وہ عرشیہ المیر کو اپنا غلام سمجھنے لگا تھا کہ اسکے آس پاس کون ہے کون نہیں، اسکی جانچ میں لگا تھا۔

"عرشیہ کے پیچھے جو ہے وہ تجھے خبر دار بھی نہیں کرے گا موساب اعوان اس لیے زرا بچ کر رہنا اس سے۔ پھر نہ کہنا وولف نے وارن نہیں کیا تھا"

مہویر نے الٹا موساب اعوان کو ڈرا کر ای میل ہی ڈس ایبل کر دی جبکہ موساب کے اندر کچھ نہ کچھ تو ہلچل تھی، مہویر یہ سب انیس کو مل کر ہی بتانا چاہتا تھا لیکن خضر کو اپنی طرف آتا دیکھے وہ رک گیا۔

"میں کچھ دیر تک آتا ہوں۔"

مہویر نے اس سے کچھ دیر کی اجازت چاہی پر خضر کافی افسردہ تھا۔

"پلیز ابھی مت جاو مہویر۔۔میرا دل پریشان ہے۔تمہارے ہونے سے حوصلہ برقرار ہے میرا"

خضر کی التجاء پر مہویر چاروناچار مان جاتا سر ہلا گیا کیونکہ ابھی وہ واقعی ان بہن بھائی کو چھوڑ نہیں سکتا تھا۔

.._____..

"بھیو۔۔پک نہیں کیا آپ نے مجھے کلب سے یار؟"

عدین کا چار بجے تک کلب سے آف ہوا تو وہ علیم خان کے ساتھ ساڑھے چار تک واپس علوی مینشن پہنچ گیا، آج ارسل کہیں نظر نہ آیا تھا، کوچ سے عدین کو پتا چلا تھا کہ ارسل نے تین دن کی لیو لی ہے، عدین مینشن پہنچا تو بابا بھی آچکے تھے بس وہ زرافریش ہونے گئے تھے، تبھی عدین نے انیس کو

کال ملائی جو موصوف اس وقت ملک ہولڈ نگز کی عمارت کے کچھ دور گاڑی روکے منتظر نگاہوں سے گیٹ کی جانب دیکھ رہے تھے۔

"آج ایکسٹر ابزی ہوں جونئر! ہو سکتا ہے کچھ دیر ہو جائے واپسی میں رات"

انیس نے نرمی سے معذرت کی اور مزید رات تک کی جدائی کی خبر بھی دی جس نے عدین کا موڈ اور آف کر دیا۔

"آہا۔ اوکے۔۔ منہ بنا کے اوکے۔۔۔ میں مس کر رہا ہوں یار۔ میں نے آپکی نیو گیم لی ہے پریمیم اسے مل کر کھیلنا تھا بھیو۔۔۔ کتنا ایکسائٹڈ تھا میں"

وہ منہ لٹکا کر لاونج میں آتا کاوچ پر لڑھکا تو انیس بہت مختصر مسکرایا۔

"ابھی پڑھائی کرو تمہارے پیپرز ہیں۔ یہ گیمز فارغ وقت کے لیے ہیں۔ تمہیں پیسے کس نے دیے اتنی ہیوی پریمیم گیم لینے کے؟"

انیس کی الٹا تفتیش پر عدین نے دانتوں تلے زبان دی کہ اب گیم بھی گئی اور ایگزامز کے بیچ یہ فری موجوں کے نشے بھی۔

"بھیو وہ پوکٹ منی جمع کی تھی۔ پلیز مجھے وہ لینی تھی، وہ بھی بنا آپ کی مدد کے۔ اب اگر نہ کھیلی تو ضائع چلے جائیں گے پیسے۔ آہ میری خون پسینے سے بچائی پاکٹ منی رسک پر ہے بھیو جان"

عدین کے ایموشنل ڈرامے پر انیس کا غصہ خفیف سا کم ہوا۔

"ہمم نکمے آدمی۔ ٹھیک ہے کوشش کروں گا جلدی آنے کی۔ اب بابا کو کمپنی دو شام تک۔ ملتے ہیں پھر"

انیس کی ہدایت پر عدین خوشی خوشی مسکرایا اور کال بھی بند کی، انیس نے فون ڈیش بورڈ کی طرف رکھتے نظریں ملک ہولڈنگز کے گیٹ پر جمائیں، لگ بھگ دس منٹ بعد ملک ہولڈنگز کا مین گیٹ کھلا اور عرشیہ کی گاڑی باہر نکلی تھی، وہ یہاں سے فری ہو چکی تھی تبھی اسکا ارادہ سیدھا سوہا سے ملنے کا

تھا، عرشیہ نے ڈرائیو کے بیچ ہی مما کو کال ملائی تھی، انیس نے اسکی گاڑی کا پیچھا کرنا شروع کیا مگر کافی فاصلے پر رہ کر تا کہ عرشیہ کو شک نہ ہو۔

"جی میری جان؟"

سوہا نے کال پک کرتے ہی محبت سے پوچھا، وہ اس وقت ایونٹ کے آخری مراحل میں تھی، ماڈلز ریمپ واک میں بزی تھیں اور اب سوہا کی دو ٹی وی ایکٹرز کے ساتھ ریمپ واک کے لیے انٹری تھی۔

"مما میں آپ سے ملنا چاہتی ہوں۔ کب تک فری ہوں گی۔ میں آرہی ہوں سیوانی کے آفس۔۔۔"

عرشیہ کے لب و لہجے سے ٹپکتی بیقراری اس وقت سوہا نوٹس نہ کر سکی۔

"میری جان مجھے ابھی وقت لگے گا۔ تم ایسا کرو گھر چلی جاو۔ میں چھ سے سات تک فری ہونے کی کوشش کروں گی۔"

سوہا کی مصروفیت وہ جانتی تھی پر اسے مما کو ہٹلر کے بارے بتانا تھا تبھی اس سے صبر مشکل تھا جبکہ عرشیہ کو تھوڑی سی مایوسی ہوئی، وہ تو سمجھ رہی تھی مما اسکا آج ویٹ کر رہی ہوں گی خاص کر پریس کانفرنس اور عاصم ملک سے ملاقات کے بارے جاننے کو پر سوہا کے لیے اسکا فیشن ایونٹ بہت اہم تھا۔

"اوکے ٹھیک ہے مما"

عرشیہ نے مایوس ہو کر کال کاٹی مگر دل اتنا بے چین تھا کہ وہ ہر صورت مما کو یہ سب فورا بتانا چاہتی تھی تبھی اس نے گاڑی ریورس نہ کی بلکہ سیوانی لے کر چلی گئی، انیس نے وہاں تک اسکا پیچھا کیا، سیوانی نہ صرف ایک کلاتھ برینڈ تھا بلکہ وہ اک فیشن برینڈ کی حیثیت اور مقبولیت رکھتا تھا، انیس نے گاڑی پارکنگ میں روکی مگر نظریں اسکی عرشیہ پر ہی تھیں جو اسے گاڑی پارک کر کے گاڑی سے نکلتی اور بلڈنگ کے اندر جاتی دیکھائی دی۔

عصر بار بار انیس کو کال کر رہا تھا تبھی انیس کو اسکی کال مجبورا پک کرنی پڑی۔

"سر۔ کونسی خلاء میں چلے گئے آپ۔ آپکی میٹنگ ہے ایک سات بجے۔ کب تک واپس آئیں گے ؟"

میٹنگ کے بارے انیس کو بلکل یاد نہ رہا تھا، اور آج تو لگ رہا تھا انیس غانم علوی پر کام اور آرام دونوں حرام تھے۔

"وہ میٹنگ بھی تم دیکھو۔ میں کسی اہم کام میں بزی ہوں۔۔۔ فری ہو کر بتاتا ہوں"

عصر اس سے پہلے کچھ کہتا، انیس نے اسکے منہ پر کال کاٹی جس پر عصر کو بھی تجسس سے پیٹ میں درد ہوا کہ یہ بندا غائب ہے تو ہے کہاں، بہر حال صبر مشکل تھا پر عصر کو کرنا تھا۔

ایونٹ مکمل ہوا تو سوہا اپنے آفس میں آئی مگر آگے رئیس ملانی کو اپنے آفس میں زخمی جبڑے کے ساتھ نڈھال اور سخت برے حال میں دیکھ کر وہ سب بھول کر جیسے اسکی طرف لپکی، رئیس کو اپنی جیت نزدیک لگی، وہ رئیس سے

محبت تو کرتی ہی تھی تبھی اسے زخمی دیکھ کر وہ اس تک لپکی، جبکہ عرشیہ بھی اسی طرف آ رہی تھی اس بارے سوہا کو علم نہ تھا کیونکہ وہ تو عرشیہ کو منع کر ہی چکی تھی۔

"ی۔۔یہ کیا ہوا تمہیں رئیس؟"

سوہا کی آنکھوں میں پریشانی اور نمی دیکھے وہ اسکا چہرہ جیسے ہاتھوں میں بے اختیار بھر گئی، وہ دیکھے رئیس کے دل میں خوشی کے نگارے بج اٹھے۔

"ہونا کیا تھا۔ تم نے اور تمہاری سوچوں نے یہ حال کر دیا۔ درائیونگ کرتے دماغ سن ہو گیا یہ سوچ کر کہ تم مجھے چھوڑ رہی ہو۔ اور گاڑی لگ گئی۔۔۔ تمہیں ایسے انسان کو چھوڑ کر زرا بھی پچھتاوا نہ ہو گا سوہا؟ میں نے دو سال کتنی محبت، کتنا پیار دیا تمہیں۔ تم سب بھول گئی۔ تمہیں اس عمر میں اتنا جوان میری محبت و قربت نے بنایا۔ اور تم نے مجھے خود سے دور کرتے یہ بھی نہ سوچا سوہا کہ میں مر ور گیا تو؟۔۔۔"

سوہا اسکے جھانسے میں دوبارہ نہیں آنا چاہتی تھی پر رئیس نے اسکی کمزوری کا فائدہ ہی غلط طریقے سے اٹھایا کہ خود سوہا جکڑی گئی، وہ خود کو رئیس کی باتوں میں آنے سے روک رہی تھی پر رئیس اپنی ہر کوشش میں لگا کسی طرح سوہا کو واپس پانے میں لگا تھا۔

"ر۔۔رئیس۔۔تم نے میری بیٹی۔۔۔"

سوہا کو جب عرشیہ کی کہی باتیں یاد آئیں تو وہ اس سے پہلے رئیس کی بازووں کی گرفت جھٹکتی غراتی، رئیس نے موقع غنیمت جانتے سوہا کے چہرے پر جھک جاتے اسکا منہ ہی اپنی پر زور گرفت سے بند کیا اور جب رئیس ملانی، سوہا کی کمر میں دونوں بازو جکڑے اسے زبردستی چپک گیا تبھی عرشیہ اپنے دھیان میں آفس میں داخل ہوئی لیکن سامنے کا منظر دیکھ کر عرشیہ فوراً سے اپنی نظریں شرم و بے بسی سے ان دو پر سے ہٹائے باہر نکلی اور دروازہ بند کیے دوسرے ہاتھ سے اپنی آنکھ سے بہتا آنسو رگڑا تھا، رئیس ملانی نے سوہا کو اپنی قربت اور استحقاق سے جس طرح یکطرفہ ہی پورا قابو کر

رکھا تھا، دیکھنے والے کو یہی لگتا کہ سوہا بھی اس نزدیکی میں ملوث ہے جیسے عرشیہ کو لگا، اسے مما کے دوبارہ رئیس کے بہکاوے میں آنے پر بہت تکلیف ہوئی۔

"آپ کبھی اب میری مما واپس نہیں بن سکتیں۔ افسوس مجھ پر کہ میں نے آپ سے اک ناممکن شے مانگی۔۔ مجھے اس بات کا یقین اب کر لینا چاہیے کہ میرا نہ باپ ہے نہ ماں۔ انجوائے کریں آپ اپنی زندگی۔۔"

وہ وہاں سے روتی ہوئی واپس چلی گئی جبکہ رئیس کی گستاخی پر سوہا نے پوری قوت سے اسے خود سے دور کرتے پرے دھکیلا تھا، وہ سمجھ رہا تھا یوں اپنے بوسوں سے وہ سوہا کو اپنے حق میں کرے گا پر شاید یہ اس خبیث کی بھول تھی۔

"دوبارہ مجھے چھونے کی کوشش کی تو میں تمہارا منہ توڑ دوں گی۔ گندے آدمی۔ اور یہ جو بھی تمہارے ساتھ ہوا بہت اچھا ہوا۔ نکل جاو میرے آفس

سے۔ میری بیٹی میر اسب کچھ ہے رئیس ملانی۔ اب میں کسی کے بہکاوے میں نہیں آوں گی۔ اسکی تربیت میں نے کی ہے۔ اسے جھوٹ سیکھایا ہی نہیں ہے تو بھلا وہ کیوں بولے گی۔ نکل جاو ابھی کے ابھی"

رئیس کی دال یہاں بھی نہ گلی الٹا وہ سوہا سے مزید بے عزت بھی ہوا، فی الحال تو وہ چلا گیا پر یہ سب ایسے جانے دیتا ایسا لگ نہ رہا تھا، انیس اپنی گاڑی میں منتظر بیٹھا تھا جب اسے عرشیہ روتی ہوئی باہر نکلتی دیکھائی دی۔

انیس کے دل نے جیسے دھڑکنا ہی چھوڑ دیا، کیوں؟ وہ کیوں رو رہی تھی؟ اسے کیا درد پہنچا؟ کس نے عرشیہ المیر کی آنکھوں میں آنسو بھرے، وہ روتی ہوئی ہچکیاں بھرتی اپنی گاڑی میں بیٹھی اور کچھ ہی دیر میں اسکی گاڑی پارکنگ سے نکل گئی، انیس نے اب کی بار پیچھا زیادہ فکر کے ساتھ کیا، انیس کو اسکے آنسوؤں اور ہچکیوں نے بہت بری طرح ایفیکٹ کیا تھا، اگلے بیس منٹ تک وہ واپس اپنے جیم پہنچ چکی تھی، انیس کو لگا شاید اب اسکا رات بھر کا ٹھکانہ یہیں ہے تبھی اس نے عرشیہ کے جیم میں انٹر ہوتے

ہی خود بھی گاڑی موڑلی اور عجیب دل اداس ہوا تو مینشن یا سٹوڈیو کے بجائے اس نے فارم ہاوس کی طرف گاڑی موڑ دی، اسکا ابھی کسی کو دیکھنے یا سننے کا موڈ نہ تھا اور اکثر انیس کو اسکی مطلوبہ تنہائی وہیں ملتی تھی۔

عرشیہ سیدھی اپنے آفس پہنچی اور بیگ زمین پر دے مارتے غصے اور تکلیف سے بھاری بھاری سانس کھینچنے لگی، اسے لگا تھا اسے مما مل گئیں پر جو کچھ وہ دیکھ کر آئی تھی، وہ سوہا سے بری طرح بد گمان ہو چکی تھی۔

"م۔ میری قسمت ہی خراب ہے۔ کوئی میرے پاس ٹھہرنے کو تیار نہیں۔ ک۔ کیوں مما۔ کیوں۔ اس گھٹیا آدمی کو آپ نے کیسے اجازت دی کہ آپکو چھو سکے۔۔۔ میں آپکو پھر سے کھونے کا کرب کیسے جھیلوں گی۔۔ پھر سے آپکی لاپرواہی نہیں سہہ سکتی۔۔ مر جاوں گی اب کی بار۔۔۔ نہیں۔ اس گھٹیا انسان سے میری ماں کی حفاظت کریں اللہ۔"

عرشیہ نے کاوچ پر بیٹھے روتے گہرے سانس لیتے اللہ سے التجاء کی پر جو وہ دیکھ کر آئی وہ عرشیہ کا سانس گھوٹ رہا تھا۔

کچھ دیر اس اذیت میں رہنے کے بعد عرشیہ نے اپنی آنکھوں سے بہتے سارے آنسو رگڑے، وہ سوچ رہی تھی مما سے بات ضرور کرے گی کہ رئیس نے آج اسے کیسے جیم آکر دھمکیاں دی، مارنے کی کوشش کی مگر پھر مما اور رئیس کی نزدیکی یاد آنے پر وہ رو پڑی کہ اب اسے یہ سب ناممکن لگا۔ تبھی اسکی نظر اپنے لاکر پر گئی، عرشیہ نے لاکر کے پاس رکتے اپنی آنکھیں رگڑیں اور اسے کھول کر وہ رکھی چابی نکال کر اپنی ہتھیلی میں رکھی تبھی عرشیہ کے ذہن میں جیسے دھماکہ سا ہوا۔

یہ چابی اس نے کہیں دیکھی تھی۔

"یہ کہاں دیکھی تھی میں نے؟"

وہ چابی ہاتھ میں پکڑے واپس کرسی پر بیٹھے اسے بغور دیکھتی یاد کرنے کی کوشش میں تھی پھر اسے یاد آیا یہ فارم ہاوس کے مین ڈور پر لگی دو چابیوں جیسی اک چابی ہے، عرشیہ نے کچھ نہ سوچا، اپنا نیچے گرا بیگ اٹھائے وہ چابی اس میں رکھتی وہ واپس آفس سے نکلی، پارکنگ میں پہنچ کر اس نے گاڑی بلڈنگ گیٹ سے نکالی اور ساتھ عصر کو کال ملائی، عصر پہلے ہی انیس کے غائب ہونے کی وجہ سے تجسس و فکر میں تھا تبھی عرشیہ کی آتی کال اس نے فوراً پک کی۔

"عصر۔ ویسے تو مجھے فارم ہاوس کا راستہ یاد ہے تھوڑا لیکن کنفرم بتا دو لوکیشن تاکہ جنگلی راستے کی طرف بھٹک نہ جاوں۔ میں مس کر رہی ہوں وہ چار دیواری۔ باہر کا دروازہ پھلانگ کر کم از کم لان تک گھوم آوں۔ تھوڑا دل ہلکا ہو جائے گا"

عرشیہ کی آواز اور یہ سنے عصر نے اپنا خوشی سے دل تھاما، ایک آدھ ڈانس کا سٹیپ تو عصر کا ناں ناں کرتے سلپ ہو گیا، کر وہ میٹنگ کی تیاری رہا تھا تبھی تو سٹاف اسکی حرکت پر تھوڑا مشوک ہوا۔

"فارم ہاوس کے باہر کا مین جالی دار گیٹ تو سر نے آپکی وجہ سے بند کیا تھا ان دو دن۔ وہ کھلا ہی رہتا ہے عام طور پر۔ وہاں آبادی تو ہے نہیں تو کس نے گھسنا ہے، کوئی جانور نہ گھسے تبھی کنڈی لگا دیتے ہیں سر۔ بس کنڈی لگی ہو گی آج بھی۔ آپکو کودنے کی ضرورت نہیں۔ مین گھر کے گیٹ پر لاک ہو گا۔۔۔۔ آپ گارڈن ایریا آرام سے گھوم آئیں میں لوکیشن دیتا ہوں"

عصر نے فون کان سے ہٹاتے فارم ہاوس کی لوکیشن عرشیہ کو بھیجی جبکہ عرشیہ نے موصول ہوتے ہی واپس کان سے فون لگایا۔

"تھینکیو۔ تمہارا سٹرو تمہارے ساتھ ہے کیا؟"

عرشیہ نے ڈرائیو کرنے کے بیچ ہی انیس کے بارے پوچھا تو عصر نے پہلے تو محتاط انداز میں کن پٹی سہلائی، جھوٹ کا سہارہ اس وقت بیسٹ آپشن تھا۔

"جی میم ساتھ ہیں۔ لیکن سنیں زیادہ دیر وہاں مت رکیے گا۔ اندھیرا زیادہ ہونے سے پہلے نکل آیئے گا"

عصر نے اسے نرمی سے ہدایت کی جس پر عرشیہ نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا اور رابطہ دونوں نے توڑا، عرشیہ نے ڈرائیونگ پر دھیان لگایا جبکہ عصر نے انیس کو کال ملائی جو گاڑی فارم ہاوس سے کچھ فاصلے پر روکے فارم ہاوس کی طرف جا رہا تھا، مین جالی دار گیٹ کی کنڈی کھولے اندر داخل ہو کر دروازہ واپس بند کرتے تاحد نگاہ پھیلے ایریا کو دیکھنے کے بیچ ہی انیس نے کوٹ کی جیب میں دبا فون نکال کر سکرین دیکھی تو اس پر عصر زمان کی کال آ رہی تھی۔

انیس نے پورے ایک منٹ بعد کال پک کی۔

"وہ فارم ہاوس جا رہی ہیں سر، آپ کہاں ہیں؟ انہوں نے لوکیشن لی مجھ سے"

عصر نے فون لگتے ہی کسی منجھے ہوئے مخبر کی طرح فوری اطلاع دی، انیس کے چہرے اور رگوں میں اتری عجیب سی تھکن یکدم ہی زائل ہوئی۔

"میں وہاں نہیں ہوں۔ تمہیں یہ عورتوں کی طرح چسکے لینے کی عادت کہاں سے لگ گئی عصر زمان۔؟"

انیس چلتا ہوا پول کے کنارے رک کر جالی دار گیٹ کی طرف نظریں جمائے کھڑا ہوا، بظاہر وہ عصر کو منع کر رہا تھا لیکن انتظار انیس کو اسی لڑکی کا تھا۔

"سر میں نے سوچا کہیں وہ چابی انہوں نے پہچان نہ لی ہو اور فارم ہاوس نہ جا رہی ہوں اسی کو لے کر۔ بھلائی کا تو زمانہ ہی نہیں رہا"

عصر نے ڈرامے بازی سے کام لیا، اب یہ تھوڑا بتا سکتا تھا کہ اسے دونوں نئے نئے عاشقان کے دل کی حالت زار سے واقفیت حاصل ہو گئی ہے۔

"ٹھیک ہے۔ تمہارا شکریہ عصر زمان"

انیس نے کہتے ہی ساتھ کال کٹ کر دی، عصر کو کال کٹنے کا دکھ محسوس ہی نہ ہوا کیونکہ پہلی بار انیس نے اسکا شکریہ ادا کیا تھا، عصر زمان کو خوشی سے آج نیند ہی نہ آتی کہ اسکا شکریہ ادا کیا گیا ہے۔

جبکہ انیس کی شربتی آنکھوں میں عجیب سی سکون کی لہریں اٹھتی اس خوبصورت شام نے دیکھی تھیں، یہ شام گواہ تھی۔

وہ وہاں سے فارم ہاوس کی بلڈنگ کی طرف بڑھ گیا، لگ بھگ چالیس منٹ تک عرشیہ نے اپنی کار ٹھیک فارم ہاوس کے جالی دار لوہے کے گیٹ کے باہر روکی، کہیں بھی اسے انیس کی گاڑی دیکھائی نہ دی تھی، اگر نظر آتی تو وہ

یہیں سے بھاگ نہ جاتی، بس مما کی وجہ سے اتنی ہرٹ اور غمگین تھی کہ بے ارادہ یہاں چلی آئی۔

"میں یہاں کیوں چلی آئی؟ کیا یہ پاگل پن کی انتہا نہیں عرشیہ۔؟"

وہ اپنے آپ سے سوال کرتی اس خوبصورت گھر کو دیکھنے لگی جس سے اسے عجیب سی انسیت ہو چکی تھی، عرشیہ نے نظریں جھکا کر اپنی ہتھیلی کھولی جس میں وہ اک چابی موجود تھی۔

"اگر یہ واقعی اس گھر کی چابی ہوئی تو کیا ہو گا؟"

عرشیہ کو شک تھا لیکن ابھی یقین نہ تھا، وہ اسی امید پر آئی تھی کہ اسے اس گھر میں جانے کا راستہ دیا گیا ہے پر وہ یہ بھی جانتی تھی کہ ہر امید پوری ہو یہ ضروری نہیں ہوتا۔

"نہیں جانتی کیا ہو گا پر شاید میری آج کی رات اچھی گزر جائے۔ کسی پناہ گزیں کی طرح میں یہاں ٹھہر جاوں گی۔ کیونکہ دنیا پر سے اعتبار اٹھ گیا۔ نہ

بابا اچھے نہ ماں اپنی۔۔۔۔ایسی بے گھر لڑکی کو ہر چابی ہی اس گھر کی لگے گی، کاش یہ گھر میرا ہوتا۔۔۔۔"

وہ پھر سے دکھی ہونا نہیں چاہتی تھی تبھی اس نے ہاتھ بڑھا کر جالی دار گیٹ کی کنڈی کھولی اور اسے کھول کر اندر داخل ہوئی، عرشیہ کو جو روم انیس نے دیا تھا، وہ اس وقت اسی کمرے کی گلاس ونڈو کے پاس کھڑا تھا، وہ گھر میں آ چکی تھی، پلٹ کر گیٹ بند کرے اس نے اک نظر فارم ہاوس کی دو منزلہ عمارت پر مرکوز کی۔

"کتنا سکون ہے یہاں۔"

وہ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتی گارڈن ایریا عبور کرتی سوئمنگ پول تک پہنچی تو شام کے اس وقت بھی اسکا پانی نیلے رنگ کا دیکھائی دے رہا تھا، اکا دکا خشک پتے سوئمنگ پول کے پانی کی تہہ پر گر کر تیر رہے تھے، تیسری طرف گنجان

جگہ تھی جہاں لمبی لمبی گھاس تھی، درخت تھے، سورج کے غروب ہونے کا وقت قریب تھا تبھی آسمان سات رنگوں میں لپٹا ہوا دیکھائی دے رہا تھا۔

عرشیہ نے کچھ دیر یہیں رک کر ارد گرد دیکھا پر اسقدر ٹھنڈ تھی کہ اسے اپنا وجود برف کی مانند محسوس ہونے لگا، یہاں کھلے آسمان تلے یوں ٹھہرنا مشکل تھا تبھی وہ اپنی امید کا دامن تھامے فارم ہاوس کی بلڈنگ کے ڈور تک پہنچی، اسکا چابی والا ہاتھ کپکپا رہا تھا کہ اگر یہ چابی نہ لگی تو اسے یہاں سے لوٹنا ہو گا، اور وہ اس وقت کہیں کسی دنیا کے سامنے جانے کی حالت میں ہی نہ تھی۔

"اگر یہ چابی اسی دروازے کی ہوئی تو؟"

عرشیہ خود ڈر رہی تھی کہ اس دروازہ کھلنے پر کہیں اسکا دل انیس غانم کے لیے گھر نہ بن جائے، ویسے بھی آج وہ انیس غانم علوی کی قرض دار تو بن ہی چکی تھی۔

"عرشیہ پینک ہونے کی ضرورت نہیں۔ کچھ مت سوچو"

عرشیہ نے خود کو ہمت دلائی جبکہ عرشیہ نے اپنے جسم میں جتنی قوت بچی تھی، ساری خرچ کرتے ہوئے وہ چابی اس ڈور کی لاک میں داخل کرتے پھنسائی اور عرشیہ کا ہاتھ یکدم کانپنا بند ہو گیا، کیونکہ وہ چابی اس دروازے کے کی ہول میں بلکل اچھے سے فٹ آگئی تھی۔

"تو یہ چابی اسی دروازے کی تھی؟ لیکن میں نے تو نہیں چرائی تھی پھر میرے پاس سے کیسے نکلی؟ اوہ میرے خدا میں پاگل ہو جاوں گی"

عرشیہ نے آہستہ آہستہ بڑبڑاتے ہوئے وہ چابی، کی ہول سمیت گمائی تو وہ باآسانی گھومی بھی اور پھر اک کلک کی آواز پر دروازہ ان لاک ہوا، عرشیہ ڈر کر دو قدم پیچھے ہٹی۔

دونوں ہاتھ اپنے منہ پر رکھے کیونکہ اس حیرت کے سبب اسکے منہ سے چیخ نکلتے نکلتے رہ گئی تھی۔

"م۔میں نے کیا نیند میں چوری کی ہو گی یہ چابی۔۔۔؟"

دروازے کی درز کھلی دیکھے عرشیہ کی سانس بے ترتیب ہوئی، اس نے اک نظر پیچھے پلٹ کر باہر کی جانب دوڑائی اور گھبرا کر دروازے کا ڈور ہینڈل پکڑ کر جلدی سے اندر داخل ہوئی، دروازہ بند کیے وہ بے دھیانی میں آگے بڑھنے ہی لگی جب بری طرح سامنے کھڑے انیس سے ٹکرائی، توازن برقرار نہ رکھتے وہ اس ٹکر اوپر گر جاتی مگر انیس کے دونوں ہاتھ عرشیہ کی کمر پر جا جمتے، اسے مضبوطی سے ہولڈ کرے گرنے سے بچا چکے تھے، عرشیہ نے اسکی شرٹ کو سینے سے مٹھیوں میں لیا مگر جب آنکھیں کھولے عرشیہ نے انیس کو دیکھا تو اسکی مٹھیاں خوف سے بھینچ گئیں، ساتھ عرشیہ کی آنکھیں بھی صدمے اور حیرت سے پھیل کر رہ گئیں۔

"Will You Marry Me?"

انیس کے وہ چار لفظ جیسے کمرے کی فضا میں معلق ہو کر رہ گئے تھے۔

عرشیہ کی سانس سینے میں اٹک کر رہ گئی، دل اتنی زور سے دھڑکا کہ جیسے پسلیاں اور ریڑھ کی ہڈی توڑ ڈالے گا۔

ایس مروہ مرزا کے تمام ناولز پڑھنے کے لیے ہماری ویبسائٹ وزٹ کریں۔

www.smerwamirzanovels.com

انیس کی گرفت اسکے اطراف مضبوط تھی، اس کی کمر پر ٹھہرے ہاتھ ایسے تھے جیسے اگر وہ چاہے تو زمین بھی اس کے قدموں سے سرکنے نہ دے گا، اسکی شربتی آنکھوں میں وہی گہرا سکون تھا جو ہمیشہ خطرے کی طرح عرشیہ کو گھیر لیتا تھا، مگر آج انیس کے اس سکون کے نیچے کوئی بے چینی، کوئی خوف، کوئی ضد چھپی ہوئی تھی۔

"ک... کیا؟"

عرشیہ کے لب مشکل سے ہلے، آنکھیں ایسے تقاضے پر ضرورت سے زیادہ پھیل کر رہ گئیں، اس لڑکی کو لگا ابھی وہ شاید سانس لیتے لیتے سانس چھوڑ دے گی۔

انیس نے اپنی نظریں اس کے چہرے سے نہیں ہٹائیں، وہ جواب پانے کے بعد ہی اسے خود سے نجات دینے والا تھا۔

"یہ سوال میں نے مزاق میں نہیں کیا۔ تم شرط ہار گئی یوں مجھ سے ٹکرا کر۔ اب سزا کی باری ہے"

وہ اسکی شرٹ کو مٹھیوں سے آزاد کرتی اسکی گرفت سے نکلنے کو مچلی مگر جواب عرشیہ کے ہونٹوں سے کس طرح جلدی نکلوانا ہے وہ اچھے سے جانتا تھا، تبھی اسے اپنے سینے سے جوڑتا ہنوز بے تاثر چہرہ لیے عرشیہ کے وجود سے نکلتی جان کے نظارے لیتا منتظر تھا کہ وہ جواب دیتی۔

"ت۔۔۔ تم۔۔۔ چ۔۔ چیٹر ہو۔۔۔"

وہ جب اس کی گرفت سے نکل نہ سکی تو منمناتے ہوئے الزام دھر دیا، انیس نے اسے یکدم خود سے آزاد کیا تو وہ دو قدم پیچھے جا لہرائی۔

"جو بھی ہوں اب تمہارا ہوں۔۔۔ ایک گھنٹے میں یہاں نکاح کا تمام سیٹ آپ لگ جائے گا۔ ایک کال کروں گا اپنے اور تمہارے رشتہ داروں کو۔ اگر کوئی آ کر شامل ہونا چاہے تو موسٹ ویلکم ورنہ نکاح خواں اپنے ساتھ گواہ لے آئے گا۔ جاو روم میں کچھ کمفی پہنو جا کر۔ بزنس لیڈی سے دلہن بن جاو"

وہ دروازہ بند کرتا عرشیہ کو یہ سب احکامات دیے اپنے والے کمرے کی طرف جانے کا کہہ چکا تھا اور عرشیہ ششدر نگاہوں سے انیس کے منہ کو دیکھ رہی تھی۔

"ویٹ! کیا مطلب میری ہاں کے بنا نکاح کرو گے؟ میں نے تو یس نہیں کہا سڑو۔ اور میں اگر یہ کہوں کہ مجھے سزا میں ویسا ہی زخم چاہیے جو میں نے

تمہیں دیا تو؟ اصول تو یہی ہے کہ جان کے بدلے جان اور زخم کے بدلے زخم۔۔۔۔مجھے نکاح نہیں کرنا تم سے۔۔مانتی ہوں تمہاری احسان مند ہوں لیکن اسکا یہ مطلب نہیں کہ تم نے مجھے خرید لیا ہے۔"

وہ اس تک پوری ہمت پکڑے پہنچی کیونکہ انیس کا سامنا ہی بس اسکی سانسیں بے ترتیب کرنے کو کافی تھا، انیس نے دلچسپ نگاہوں میں عرشیہ کا چہرہ بھرا اور اسکی طرف بڑھا جب وہ انیس کے اپنی طرف بڑھنے پر بے اختیار پیچھے قدم اٹھاتی بند دروازے سے جا لگی، انیس نے ایک ہاتھ دروازے کی سطح پر جماتے عرشیہ کو دیکھا جو دروازے سے چمٹی ڈری ہوئی حلق سے تھوک نگلتی اپنے آپ کو ڈرا ہوا نہ دیکھانے کی کوشش میں تھی، اسکی گردن سے نگلے جاتے تھوک کی حرکت انیس کی آنکھوں نے واضح دیکھی پھر وہ سانس بھی تیز تیز لے رہی تھی۔

"عام انسان ہوتا تو اصول کام بھی آتے۔میں ایک غنڈا ہوں تو اصول گئے تیل لینے"

وہ سخت برہمی سے بولا تو عرشیہ کی فقط آنکھیں مسکرائیں۔

"بدتمیز"

وہ ان مسکراتی آنکھوں سے کتنا ہی ملامت کرتی، کسے پرواہ تھی۔

"یس آئی ایم۔۔۔۔اب جاو روم میں اور ایک آخری گھنٹہ اپنی آزادی کا جی لو۔تب تک میں ارینجمنٹس کرواتا ہوں۔"

وہ اسکی بات رد کرنا ہی نہیں چاہتی تھی، اسے انیس کو دیکھ کر خمار چڑھ رہے تھے، یہ آدمی کیسے اس سے نکاح کو مراجا رہا ہے، عرشیہ کی خوش فہمیوں کا لیول اسے مدہوش کر رہا تھا۔

"سنو!نام بتاو پہلے پھر سوچ سکتی ہوں کچھ"

وہ اسکے دور ہٹتے ہی انیس کی بازو پر ہاتھ جماتے روک گئی تو انیس نے اک نظر اسے دیکھا پھر اسکے ہاتھ کو جو انیس کی بازو کے گرد جما تھا، عرشیہ نے عجیب

سی نگاہوں کی حرارت پر فوراسے پہلے اپناہاتھ پیچھے سرکا کر نظریں بھی چرا لیں۔

"تمہارانکاح چنگیز خان سے نہیں پڑھوایاجائے گا۔اس لیے انتظار کرو، معلوم ہو جائے گا تمہیں۔اپنے ماں باپ سے پوچھ لو اگر وہ شریک ہونا چاہیں تو میری طرف سے اجازت ہے۔گو"

وہ اسکی ٹون اور لہجے پر مسکرائی لیکن آخری بات پر افسردہ ہوتی سر اثبات میں ہلائے کمرے کی طرف بڑھی تو انیس بھی دروازہ کھولے باہر نکلا، موصوف کی شربتی آنکھیں عجیب سا مسکرائیں جب اس نے عصر کو فون نکال کر کال کی۔

وہ بچارا سٹوڈیو آفس بیٹھا اونگھ رہا تھا جب انیس کی کال پر فوراسے الرٹ ہوا۔

"عرشیہ سے نکاح کر رہا ہوں۔ فارم ہاوس پہنچو عصر زمان۔ نکاح خواں اور گواہوں کے ساتھ۔ دیر مت کرنا۔ اپنی بہن کے لیے کچھ دیکھنا نکاح وئیر۔۔۔ وہ بھی لے آنا"

عصر زمان کو کھل کر خوشی بھی نہ محسوس کرنے دی اور انیس نے اسکے منہ پر کال کاٹی پر عصر زمان نے کیمرے کی پرواہ کیے بنا اٹھ کر ناچنا ہی شروع کر دیا، وہ بھی میرے یار کی شادی ہے گانا چلا کر، وہ تو جب باہر کا سٹاف شور شرابا سنے آفس پہنچا تب عصر نے ہوش کے ناخن لیے اور اپنی بے قابو خوشیاں سنبھالتا ہوا حکم کی تعمیل کو ایسے روانہ ہوا جیسے شادی اسکی تھی۔

جبکہ انیس نے دوسری کال ابراہیم علوی کو کی تھی، وہ دونوں بس انیس ہی کہ منتظر تھے تاکہ کم از کم آج ڈنر مل کہ کر سکیں۔

"ہاں انیس بولو۔۔ کہاں ہو تم؟ آج میں ڈنر پر موجود ہوں پر تم غائب ہو یار"

بابا نے کال لگتے ہی شکوہ کیا، عدین بھی وہیں لیونگ ایریا میں کاوچ پر بیٹھا فون پر کوئی گیم کھیل رہا تھا پر کان اسکے بابا اور بھیو کی کال پر ہی اٹکے تھے۔

"ایک ایڈریس بھیجا ہے آپکو۔ عدین کے ساتھ پہنچ جائیں۔ میرا نکاح ہے"

انیس کے سپاٹ لب و لہجے پر ابراہیم علوی یہ سن کر قہقہہ لگاتے ساتھ پیٹ بھی پکڑ کر ہنس پڑے، بلکہ انکا یہ اچانک آتاری ایکشن شدید تھا، انیس کے ماتھے پر بل پڑے۔

"اپریل فول مجھے اپریل میں بنانا۔ یہ کام دسمبر میں ہی پکڑ لیا تم نے برخوردار۔ ہاہا۔ نکاح وہ بھی تمہارا۔۔۔۔ ہاہا یار کوئی یقین آنے والی چوول مارتے"

انیس نے بہت تحمل و برداشت کا مظاہرہ کیا تھا لیکن اسکے باوجود بابا کا اس قدر مزاق اڑانا اسے پسند نہ آیا، ابراہیم علوی کے قہقہے پر دوسری طرف سے کال کٹ چکی تھی، کال کٹنے پر بھی ابراہیم مسکراتے چلے گئے۔

یہ تو عدین حیرت زدہ سا اٹھ کر آیا کے انھیں کیا ہو گیا ہے۔

"کیا ہوا بابا؟ کیوں ہنس رہے ہیں؟"

عدین نے عرصے بعد بابا کو ایسے ہنستے دیکھا تھا تبھی وہ بھی صدمے میں مبتلا بڑبڑا اٹھا، ابراہیم نے اسی مسکراتے انداز میں فکر مند عدین کو دیکھا۔

"کچھ نہیں میری جان۔ انیس کی کال تھی۔ لطیفہ سنا کر کال بند کر دی میرے نخریلے شہزادے نے"

ابراہیم علوی عدین کو بھی ہنس کر بہلا گئے پر وہ تھوڑا حیران تھا کہ بھیو وہ بھی لطیفہ، بات کچھ جمی نہ تھی۔

"ہیں۔ پر ہوا کیا۔ کونسا لطیفہ؟ وہ تو سڑے رہتے ہیں، انکو کہاں سے لطیفہ سنانا سوجھ گیا بابا؟"

عدین کو بے چینی ہو رہی تھی تبھی وہ اضطراب دبانہ پاتا پوچھ بھی بیٹھا۔

"ارے یار۔ بس ناممکن بات کر دی اس نے۔ کہہ رہا ہے اس پتے پر آجائیں میرا نکاح ہے۔ ہاہالو کر لو بات۔۔ اس چڑیل جیسے آدمی سے کوئی مینٹل کیس ہی نکاح کرے گی۔۔ خیر چھوڑو، آجاو ہم مل کر کوئی سوئیٹ ڈش بناتے ہیں۔ انیس کے اس لطیفے کو اسکے ساتھ مل کر سوئیٹ ڈش سے سیلبریٹ کریں گے"

ابراہیم صاحب نے ہنستے ہوئے نیا پلین ترتیب دیا اور کچن کا رخ کر گئے جس پر عدین بھی الجھا ہوا سا پیچھے بڑھ گیا، ناممکن تو اسے بھی لگا پر وہ ففٹی ففٹی انداز میں مانا ہوا لگا، لیکن چونکہ ابراہیم اسے مزاق قرار دے چکے تھے تو عدین نے بھی اس پر زیادہ سوچ بچار نہ کی۔

وہیں عرشیہ اس کمرے میں آئی تھی جو اسکو دیے گئے کمرے کے بلکل سامنے تھا، وہی کمرہ جہاں سے انیس نے اسے بالوں والا رومال نکال کر دیا تھا، عرشیہ نے اپنے بالوں کا وہی رومال ابھی تک اسی میٹرس پر پڑا دیکھا تو مدھم سا مسکرائی، پھر وہ کبرڈ کی طرف بڑھی، الماری کے دونوں پٹ کھولے

تو وہاں خوبصورت ملبوسات لٹکے تھے، لگ بھگ چودہ پندرہ سوٹس تھے، وہ سب انیس کی ماں کے تھے، ہر موسم کے حساب سے دو دو جوڑے تھے، کچھ گارڈیگنز تھے، کچھ شالز، اور بہت خوبصورت بلاک ہیلز، یہ وہ سب چیزیں تھیں جو حمرا کی موت کے بعد انیس نے مینشن سے چرا کر یہاں لا کر محفوظ کی تھیں، ان سب چیزوں میں اسکی ماں بستی تھی، ایون یہ پورا فارم ہاوس بھی حمرا کا انیس کے لیے تحفہ تھا۔

"ان میں سے کچھ نہیں پہن سکتی تم۔ عصر لا رہا ہے کچھ تمہارے لیے"

وہ انیس کی تنبیہہ پر فوراً ڈر کر پلٹی۔

"کیوں؟ یہ سب کس کے ہیں؟"

وہ تھوڑی برہم اور متجسس سا تھ تھی۔

"میری مما کے۔ اس لیے نہیں چاہتا ان سے آتی میری ماں کی خوشبو میں تمہاری خوشبو مل جائے۔ تم نے کال کی اپنی ماں کو؟"

انیس کے جذبات اور احساسات وہ خراب نہیں کر سکتی تھی تبھی کبرڈ بند کرے اس تک آ کر رکی، وہ ابھی یہ بھی جان نہیں سکا تھا کہ وہ روئی کیوں تھی، اب تک اس رونے کا اثر عرشیہ کی گرے آنکھوں کے اندر دھڑک رہا تھا جو انیس کو چبھ رہا تھا۔

"میں ان سے ناراض ہوں۔ انہوں نے مجھے ہرٹ کیا ہے۔ جبکہ ڈیڈ سے میرا ایسا کوئی رشتہ نہیں کہ ان سے پوچھوں۔"

وہ نظریں جھکائے افسردہ ہو کر بولی تو انیس نے ہاتھ بڑھا کر اسکی ٹھوڑی پکڑے چہرہ اوپر اٹھایا تو عرشیہ کا دل شدید بری طرح دھڑکا، یہ آدمی ہر احساس سے عاری دیکھائی دے رہا تھا یا واقعی ایسا تھا، اگر ایسا تھا بھی تو عرشیہ کی جان نکالنے والا ایٹیوڈ لیے پھر رہا تھا۔

"سوہا سومرو سے اجازت لو کہ تم نکاح کر رہی ہو۔ اور انھیں اس نکاح میں انوائیٹ نہ کر کے ہرٹ کرنے کی سزا دو۔ بس اتنا کافی ہے۔ ادھار نہیں چھوڑنا چاہیے"

وہ ناچاہتے ہوئے بھی اسکی فکر میں جب یوں سوہا کے لیے غائبانہ غصے سے بولا تو عرشیہ نے اسکا ٹھوڑی پر جما وہی پٹی میں جکڑا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر اپنے چہرے سے دور کیا، انیس کی نظریں عرشیہ کے ہاتھ سے سرک کر اسکی گرے آنکھوں تک جا جمیں، وہ اسے بہت گہری کھوجتی نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔

"م۔ مجھ سے نکاح کیوں کرنا چاہتے ہو تم؟ مجھے تو یہی کہہ رہے ہو کہ سزا ہے پر اگر یہ سزا نہ نکلی تو؟"

وہ اس وقت کسی اور کی پرواہ کیے بنا بس انیس سے جڑی اپنی الجھن کا حل چاہتی تھی، انیس نے اسکی بیقراری آنکھوں کے دریچوں میں گھٹی ہوئی محسوس کی تھی۔

"اگر یہ سزا نہ نکلی تو تم مجھے دگنی سزا دینے کے لیے آزاد ہو گی خاتون۔ سنپل۔ اب میں دگنی سزا جھیلنے کا شوقین تو نہیں ہوں ہر گز۔ نہ میری شکل پر اذیت پسند لکھا ہے۔"

وہ اب بھی شدید روڈ انداز میں بولا تھا، اتنا کڑوا اور کھردرا لہجہ کہ عرشیہ کی آنکھوں میں درد کے سبب پانی سا چمک اٹھا۔

"سمجھ گئی۔ یہ واقعی سزا ہے یعنی۔۔ تو پلیز میں تمہیں ویسی ہی کچن سے چھری لا کر دیتی ہوں۔ تم ویسی ہی میرے پیٹ میں مار دو۔ مجھ پر تھوڑا رحم کر دو۔ مار ہی دینا بھلے مجھے کیونکہ میری موت کسی کو بھی فرق نہیں دے گی لیکن یہ نکاح شاید ہم دونوں کو بہت نقصان دے۔۔۔ جسکی تلافی مر کر بھی

ممکن نہ ہو سکے گی۔ پلیز تم نے میرے لیے اتنا سب کیا آج تو تھوڑا اور کر دو۔"

سزا کا یقین ملتے ہی جیسے عرشیہ کے اندر کچھ ٹوٹا تھا، وہ ٹوٹنے والی چیز دل تھی یا عرشیہ کا مان، کچھ کہنا مشکل تھا لیکن عرشیہ کی ایسی خود اذیتی انیس کو ہر گز قبول نہ تھی۔

"میری کچھ کرنے کی ایک لمٹ ہے وہ آج کی پوری ہو چکی ہے مس۔ اب آج تو تمہارے لیے کچھ اچھا نہیں کر سکتا۔ کل دیکھتے ہیں کیا کر پاوں گا"

وہ بھی لاپرواہی سے جواب دیتا عرشیہ کا کلیجہ سلگا گیا، وہ بے بس اور رحم طلب نگاہوں سے انیس کو ایسے دیکھ رہی تھی جیسے وہ تو اس پر ترس کھانے کو تیار بیٹھا تھا۔

"ہمم تو ٹھیک ہے کل کرتے ہیں پھر نکاح کی ڈسکشن۔۔ ابھی مجھے جانے دو"

وہ تیزی سے اپنی بات مکمل کرتی دروازے کی طرف لپکی مگر انیس نے اسکی بازو دبوچ کر اس زور سے واپس گھسیٹا کہ عرشیہ جھٹکا لگنے پر کراہ اٹھی، اسکی بازو میں شدید درد اٹھا تھا، اسکے کراہنے کو سنتے ہی انیس نے اپنے ہاتھ کی پکڑ بے اختیار نرم کی، وہ اسکی بازو کو اتنی بے دردی سے پکڑنے پر نادم تھا لیکن اسکی تلافی میں کچھ نہ کر سکتا تھا تو ہاتھ کی گرفت نرم کر لی۔

"کہاں جانے دوں؟"

وہ شدید طیش میں آ کر بولا تھا، عرشیہ کو اس کی قربت سے خوف اور اس طرح کھا جاتے غصے سے ڈر لگ رہا تھا، وہ یہاں شدید پینک ہوتی محسوس ہو رہی تھی۔

"م۔مجھے یہاں سے جانے دو۔۔مجھے ایسی سزا نہیں چاہیے۔شادی انسان زندگی میں ایک بار ہی کرتا ہے دل سے۔م۔میں اتنی بد دل ہو کر یہ نہیں

کرنا چاہتی۔۔پلیز میں نے تمہارا کیا بگاڑا ہے کہ تم مجھے ایسے بے بس کر دینا چاہتے ہو۔۔؟"

وہ سسک کر منت کر اٹھی، وہ ایسے الجھے رشتے سے پناہ مانگ رہی تھی، انیس سے وہ اپنی آسانی کے لیے گڑگڑا رہی تھی، یہ اس شخص کا دل بھاری کرنے کا موجب بنا تھا۔

"کل بات کریں گے اس پر۔"

انیس کے لہجے میں کچھ تو ایسا نرمی بھرا تاثر تھا کہ وہ یکدم پر سکون بھی ہوئی اور اسکی تکلیف بھی قدرے کم ہوتی محسوس ہوئی۔

"تب تو نکاح ہو چکا ہو گا ناں سڑو۔۔ابھی بات کر لو ناں"

وہ ہنوز اس سے ریکوسٹ کر رہی تھی۔

"بس۔۔۔مزید کوئی اعتراض نہیں۔"

وہ سخت لہجے میں اسے مزید التجائیں کرنے سے منع کر گیا تو عرشیہ نے اسی کو اپنا مقدر سمجھتے ہتھیار ڈالے لیکن یہ ہتھیار ڈالنا اسکے پورے وجود، دل اور دماغ کی تکلیف سے لبریز تھا۔

"ٹھیک ہے۔ مما کو کال کرتی ہوں۔ بازو چھوڑو"

وہ اسکی گرفت سے بازو چھڑواتی دو قدم دور ہٹی اور اپنا فون جو وہ میٹرس پر آ کر رکھ چکی تھی، اٹھا کر انیس کے سامنے ہی سوہا کا نمبر ملا چکی تھی، انیس بھی کمرے سے باہر چلا آیا پر دھیان اسکا عرشیہ المیر کے گرد ہی الجھا تھا کہ وہ اپنی ماں سے کیسے اجازت لینے والی ہے۔

عرشیہ کی جب کال آئی، سوہا گھر پہنچ چکی تھی، فوراً سے پہلے واش روم سے نکل کر ٹاول سے چہرہ خشک کرتے اس نے عرشیہ کی آتی کال ریسیو کی۔

"مما کی جان کہاں ہو؟"

سوہا کی ایسی محبت عرشیہ کو اس وقت بس دو غلی لگی، کیونکہ وہ بس آدھا سچ دیکھ کر چلی آئی تھی، سوہا نے سچ میں اب بس اپنی بیٹی کو چنا تھا، ابھی غلط فہمی ہوئی تھی لیکن دیرپا یہ بدگمانی قائم رہتی ایسا نہ تھا۔

"میں آئی تھی آپکو بتانے کے میں نے کسی کو اپنی زندگی کا ساتھی چن لیا۔ لیکن آپ تو رئیس کے ساتھ سپیشل مومنٹس انجوائے کر رہی تھیں۔ نکاح کر رہی ہوں لیکن چونکہ آپکے پاس ٹائم نہیں ہو گا اس لیے نہیں کہوں گی کہ تشریف لائیں۔ بس میرا ہونے والا شوہر چاہتا ہے آپکی اجازت شامل ہو۔ تو کیا آپکی اجازت ہے مما؟"

عرشیہ کے لہجے کی ناراضگی اور اذیت بھانپ کر سوہا سمجھ گئی کہ عرشیہ کیا دیکھ کر گئی ہے، تبھی تو سوہا اپنا سر تھام کر رہ گئی، لڑھک کر میٹرس کے کنارے بیٹھی لیکن اس سے بڑا دھچکا عرشیہ کے نکاح کا تھا، سوہا نے اذیت سے سانس کھینچی کہ عرشیہ اس سے یوں کیسے بدگمان ہو سکتی ہے۔

جبکہ زندگی کے چنے ساتھی پر انیس کے تاثرات بھی عجیب ہوئے، بے یقینی بھرے، وہ ان الفاظ پر یقین نہ کر سکا۔

"ع۔۔ عرشی میری جان۔ جو تم نے دیکھا وہ سچ نہیں ہے۔ میری جان خود کو کسی مشکل میں مت پھنسالینا۔ کون ہے وہ؟ کس سے نکاح کر رہی ہو۔ میری جان ہمیں بات کرنی ہو گی پہلے۔۔۔ میرا بچہ مما نے اب تمہیں چنا ہے ہر انسان کو چھوڑ کر۔۔۔ مجھ سے بد گمان نہیں ہو"

عرشیہ نے مما کی دی کسی صفائی کو جیسے سنا ہی نہیں تھا، وہ اس وقت کچھ سوچنے سمجھنے کی حالت میں ہی نہ تھی۔

"ابھی میں کسی سے بات نہیں کرنا چاہتی، ملنا تو دور کی بات ہے۔ یہی سمجھیں کہ خود کو سزا دے رہی ہوں۔ کیونکہ شاید اسی لائق ہوں میں۔ کیا آپ اجازت دے رہی ہیں یا نہیں؟ زیادہ بات نہیں کر سکتی۔۔ کس سے نکاح کر

رہی ہوں آپکو کل پتا چل ہی جائے گا، شاید مجھے بھی کل ہی پتا چلے۔۔۔۔ آپکی اجازت کی منتظر ہوں"

عرشیہ کے ٹوٹتے لب و لہجے پر سوہا کی جان نکل رہی تھی پر وہ یوں فون پر عرشیہ کی کیا ہی بدگمانی دور کرتی تبھی درد بھری ہاں کی لیکن عرشیہ کو فون بند کرنے نہ دے سکی۔

"سنو۔۔ میری گڑیا۔۔۔ خود کے ساتھ کچھ بھی غلط کرنے سے پہلے سوچ لینا کہ میں نے تم سے اس بار کوئی جھوٹ نہیں کہا۔ وہ رئیس آیا تھا، کہنے لگا میری یاد میں ایکسیڈنٹ کروا بیٹھا۔ میں جانتی ہوں وہ بکواس کر کے مجھے قائل کرنے کے لیے پر حربہ آزمائے گا لیکن میں تمہیں کہہ چکی ہوں کہ میں اسے چھوڑ چکی ہوں۔ اب وہ مر بھی جائے تو مجھے فرق نہیں پڑے گا۔ تم نے کیا دیکھا مجھے اندازہ ہو گیا لیکن وہ زبردستی میرے قریب آیا تھا کہ شاید اس سے مجھے قائل کر لے گا"

عرشیہ نے کال نہ کاٹتے مما کی ہر بات سنی تو اسے ہنسی سی آئی لیکن عرشیہ کی وہ ہنسی اذیت میں ڈوبی تھی، رئیس جیسے گھٹیا کے لیے اب تو وہ کوئی حرف تک بھی کہنا نہ چاہتی تھی۔

"وہ میرے جیم آفس آیا تھا۔ مجھے مارنے کی کوشش کی۔ کوئی ایکسیڈنٹ نہیں ہوا اسکا بلکہ جس سے نکاح کرنے والی ہوں اسی انسان نے رئیس کی چمڑی ادھیڑنے کی کوشش کی۔ کاش میں اسے نہ روکتی رئیس کی جان لینے سے۔ کاش۔۔۔۔ کل بات ہو گی مما ابھی میرا سر پھٹ جائے گا"

وہ یہ سب کہتے ہی نہ صرف کال کاٹ گئی بلکہ فون بھی اٹھا کر میٹرس پر پھینکا اور وہیں اپنے بال ہاتھوں میں نوچ لیتے جکڑتی بیڈ کی پائنتی کی جانب بیٹھی۔

انیس نے پیچھے پلٹ کر اک نظر عرشیہ کو دیکھا جو رو رہی تھی، اسکا پورا وجود لرز رہا تھا، وہ ہچکیوں کی زد میں تھی، اور کلیجہ انیس کا کٹ رہا تھا، بہر حال وہ وہاں سے ہٹ جاتا چلا گیا، البتہ سوہانے اپنا بیگ، فون اور گاڑی کی چابی لی اور

اس رئیس ملانی جیسے منحوس کا خاتمہ کرنے نکلی، اسکی یہ جرت کے اس نے عرشیہ کو تکلیف دینے کا سوچا، سوہا بہت غصے میں نکلی تھی، جیسے آج رئیس کو اسکے گھر جا کر مار ڈالے گی۔

عرشیہ کچھ دیر رو کر دل ہلکا کرنے کے بعد آہٹ پر چونکی جب اسے روم کے دروازے میں عصر نظر آیا، اسکے ہاتھ میں کچھ شاپنگ بیگز تھے۔

"ع۔۔ عصر۔۔۔ اسے کہو میرے ساتھ ایسا نہ کرے۔ ابھی میں بہت تکلیف میں ہوں۔۔ اسے تم سمجھا نہیں سکتے کیا؟"

وہ اٹھ کر عصر کی طرف یوں حسرت بھری نظریں جمائے رکی جیسے عصر اس شادی کو روک دے گا، ارے بھئی عرشیہ کو کون بتائے کہ اس نکاح ہونے کا اصل کریڈٹ ہی عصر میاں کو جاتا تھا۔

"میم۔ وہ آپ سے نکاح کرنا چاہتے ہیں تبھی تو یہ سب کر رہے ہیں۔ بنا انکی مرضی کہ انکی زندگی میں کوئی پتا بھی نہیں ہل سکتا۔ دیکھیں میں آپکے لیے

کتنا خوبصورت نکاح کا جوڑا لایا ہوں۔ روئیں مت۔ وہ عام انسانوں کی طرح ایکسپریسو نہیں ہیں۔ آپ انکے ساتھ جب رہیں گی تو آپکو انکی سمجھ آجائے گی"

عصر نے نرم ڈھارس دیتے انداز میں عرشیہ کو حوصلہ دیا اور شاپنگ بیگز میٹرس کے کنارے رکھے پر عرشیہ نفی میں سر ہلاتی واپس گہرے گہرے سانس کھینچتی بیٹھی، اسکے حلق میں تکلیف سے سوئیاں سی چبھتی محسوس ہو رہی تھیں۔

"اس سے انکار نہیں کہ ہمارے بیچ کچھ تو ہے عصر پ۔۔ پر اسے کہو آج نہیں پلیز۔ مجھے اس امتحان سے مت گزارے۔ تم اسے کہو مجھے اس سزا پر عمل درآمد کے لیے کل کا وقت دے۔ پلیز عصر۔۔ تم تو رحم دل ہو۔ اسکی طرح ظالم نہیں"

وہ آس و تکلیف میں مبتلا عصر سے بھی ریکوسٹ کر رہی تھی جو شاپنگ بیگز سے اسکا جوڑا نکال کر ساتھ بیٹھے عرشیہ کے ہاتھ میں تھما گیا، عرشیہ کی آنکھ سے اک آنسو ٹوٹ کر اس جوڑے پر گرا اور جذب ہوا۔

"میں آپکو ایک گارنٹی دیتا ہوں کہ کبھی اس نکاح پر آپ پچھتائیں گی نہیں۔ کچھ باتیں ہیں جو مجھے پتا ہیں پر میرے خیال میں وہ سر ہی آپکو بتائیں تو بہتر ہے۔ آپ نے مجھے اپنا بھائی مانا ہے تو بند آنکھوں بھروسہ کر سکتی ہیں۔ کل تک کیا پتا وہ نکاح کا ارادہ بدل دیں۔۔ پھر کیا کریں گی آپ؟ آپ نے ہی تو کہا تھا آپ انھیں دیکھے بنا نہیں رہ سکتیں۔ اور وہ اس رشتے کو اپنی زندگی میں کبھی دوبارہ شامل نہیں کریں گے۔ لکھوالیں مجھ سے۔ یہ جو آپ کے ساتھ وہ کر رہے ہیں، سزا نہیں ہے۔ پلیز ایسے نہ روئیں"

عصر نے نا صرف اسکا پریشان اور غمگین دل مطمئین کیا بلکہ ہاتھ بڑھا کر عرشیہ کی آنکھوں سے بہتے آنسو بھی صاف کیے، وہ یکدم جیسے پہاڑ ہوتے

حوصلے سمیت عصر کو دیکھ کر سر ہلا گئی، عصر کے بھروسے وہ اس پر راضی ہو گئی۔

"م۔مجھے دلہن نہیں بننا۔ میں انہی اپنے کپڑوں میں ٹھیک ہوں عصر۔ بلکل بھی دل نہیں ان کو پہننے کا"

وہ شرمندہ تھی کہ عصر چن کر خوبصورت جوڑا لایا اور اسے انکار کرنا پڑ رہا ہے۔

"میں نے بہت پیار سے خریدا ہے۔ آپ پہنیں بہت حسین لگیں گی۔ ویسے بھی آپکو ابھی تک مشرقی لباس میں تو دیکھا ہی نہیں ہم نے۔ آپکے اس پیارے بھائی کا چھوٹا سا ارمان ہے میم۔۔"

عصر کے پاس ہنر تھا کہ وہ کسی کو بھی کچھ بھی کرنے پر قائل کر سکتا تھا، عرشیہ نے نرم سی سمائل دیتے سر ہلا دیا تو عصر ہنستا ہوا پر جوش ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔

"مجھے عرشی کہہ سکتے ہو تم۔ اب یہ میم میم کا تکلف چھوڑ دو۔ تمہاری میم نہیں ہوں میں عصر"

وہ جوڑے کو سینے لگاتی اٹھی تو کمرے سے باہر نکلتے عصر کو مخاطب کر گئی جو دروازے میں جا کر رکا اور شفقت بھری نظروں سے عرشیہ کو دیکھے مسکرایا۔

"جو حکم عرشی! تیار ہو جائیں۔ میں بیس منٹ تک آ کر لے جاتا ہوں آپکو"

عصر نے ملائم سے لہجے میں تاکید کی اور کمرے سے نکلا تو انیس لیونگ ایریا سے کچھ فاصلے پر کھڑا مہویر کو کال ملا رہا تھا پر اسکے فون کی بیٹری ڈیڈ تھی تو فون بند آ رہا تھا، نکاح خواں اور انکے ہمراہ آئے گواہان منتظر تھے، عصر نے دو لڑکوں کو ہائیر کیا تھا جو مہمانوں کو فریشمنٹ سرو کر رہے تھے، انکے لیے کھانے کا انتظام بھی ہو چکا تھا۔

"اس منحوس کو مت بلایئے گا اس مبارک موقعے پر۔"

عصر نے انیس کو کسی کال کرنے کی جدوجہد میں مصروف دیکھے منہ بسور کر کہا تو انیس نے اپنے فون کی سکرین عصر کے منہ کے آگے کی۔

"آج تمہاری ساری سنی جا رہی ہیں، اسکا فون ہی بند ہے۔"

انیس کے جتانے پر عصر کی بے قابو مسکراہٹ باہر گری۔

"سر۔ انکا بہت خیال رکھیے گا۔ بہت زیادہ دکھی اور خوفزدہ ہیں۔ مجھے انکی فکر ہو رہی ہے"

یکدم ہی عصر میں امڈتے بھائی کی روح اسے بھائی سے زیادہ ٹچی کر گئی جس سبب انیس نے اسکے کندھے کو ہاتھ میں جکڑا۔

"اب تو پکا ہو گیا کہ تم اسکے میلے میں بچھڑے بھائی ہو، مجھے کسکا خیال رکھنا ہے اور کسکا نہیں یہ مجھے بتانے کی ضرورت نہیں عصر میاں۔ بہر حال تیار ہوتی ہے تو لے آو اسے باہر۔ اِن لوگوں کو زرا جلدی ہے"

انیس نے اپنی بات مکمل کی اور نکاح خواں کی طرف بڑھ گیا جو نکاح کے لیے انیس سے کچھ معلومات لینا چاہتے تھے تا کہ نکاح فارم پُر کر سکیں۔

عصر بھی روم کی طرف بڑھا تا کہ عرشیہ تیار ہو تو اسے لیو ئنگ ایریا میں لے جا سکے، عرشیہ دس منٹ میں ہی تیار ہو چکی تھی۔

عرشیہ نے عصر کا لایا شیمپین گولڈ رنگ کا نفیس، فلوی شرارہ سوٹ پہن لیا تھا جس پر باریک موتیوں اور ہلکی ایمبرائیڈری کا کام تھا، قمیص کی باڈر اور نیک لائن پر گولڈن ڈیٹیلنگ اسے شاہانہ مگر نرم وقار دے رہی تھی جبکہ ڈسٹی روز دوپٹہ گولڈن فرنج کے ساتھ اسکی لُک کو مزید دلکش بنا رہا تھا، شیمپین کلر کی بلاک ہیلز پہنے وہ بلکل تیار تھی، دوپٹہ اس نے ڈھیلے سے انداز میں سر پر اوڑھ کر اسکے دونوں پلو آگے ڈال لیے تھے، وہ اتنی جلدی بس جوڑا پہن کر تیار ہوئی پھر بھی آپسراہ لگ رہی تھی، کیونکہ وہ بنا کسی تیاری کے بھی حسین تھی، پر اس وقت آئینے کے سامنے کھڑی بہت سوگوار لگ رہی تھی، عصر نے دروازے پر ہلکی سی دستک دی تو عرشیہ نے اسے اندر

آنے کی اجازت دی، عصر کمرے کا دروازہ کھول کر داخل ہوا ہی کہ عرشیہ پر اپنا لایا جوڑا سجتا دیکھ کر وہ نظریں ہی ہٹانا بھول گیا۔

"ماشاءاللہ۔ بہت حسین لگ رہی ہیں آپ۔ نظر نہ لگے آپکو عرشی۔ اب تھوڑا سا مسکرا دیں۔ میں جانتا ہوں یہ وقت مشکل ہے پر آپ بہت سی آسانیاں پائیں گی اور ممکن ہے آپکی وجہ سے وہ بھی آسانیوں کا فیض پائیں جنہوں نے خود پر سکھ سترہ سال کی عمر سے ہی حرام کر رکھے ہیں"

وہ اب مزید رونا نہیں چاہتی تھی تبھی عصر کی طرف دیکھتی یوں مسکرائی جیسے اسکی بات پر یقین کر لیا ہو۔

"آجائیں۔ نکاح کا وقت ہو گیا ہے۔"

وہ عرشیہ کے لیے احترام کے سنگ راستہ چھوڑ گیا مگر وہ لڑکھڑائی تو عصر نے اسکا ہاتھ پکڑا، عرشیہ نے مشکور نظروں سے عصر کو دیکھا پھر وہ اسکا ہاتھ چھوڑتی زرا سنبھل کر عصر کے باہر نکل کر دروازہ کھولنے پر باہر نکلی، لیوئنگ

ایریا تک فاصلہ عبور کرے وہ مین لاونج تک پہنچی ہی جب نکاح خواں کے ساتھ بیٹھ کر انھیں کچھ بتاتا ہوا انیس یکدم خاموش ہو گیا، اسکی آنکھیں عرشیہ المیر پر جو جا ٹھہری تھیں، مبہوت ہونے میں لمحہ لگا، وہ بے ارادہ اٹھا تو عرشیہ نے ناراض آنکھوں سے اس تک پہنچے انیس کو دیکھا پھر نظریں چرا گئی، انیس نے اسکا ہاتھ آہستگی سے پکڑا اور کاوچ پر اسکے بیٹھتے ہی وہ نکاح خواں صاحب کے لیے جگہ چھوڑتا خود دوسرے سنگل کاوچ پر بیٹھا، نکاح خواں صاحب نے عرشیہ کے سر پر ہاتھ رکھتے پہلے اسے دعا دیتے اس سے اک اضافی بار رضامندی دریافت کی جس پر وہ بنا بولے بس سر ہلا گئی۔

نکاح کا آغاز ہوا تو پہلے عرشیہ المیر سے انیس غانم علوی کی زوجیت میں جانے کی اجازت مانگی گئی۔

"عرشیہ بنتِ عاصم المیر ملک، کیا آپ کو یہ نکاح انیس غانم علوی سے، مقررہ مہر کے عوض، قبول ہے؟"

عرشیہ نے اسکے نام کو سن کر گہری سانس کھینچی تھی، وہ کوئی ایسا ہی جان لیوا نام امید کر رہی تھی, کمرے کی فضا تھم سی گئی، کیونکہ یہ لمحہ جتنا عرشیہ پر بھاری تھا اس سے دگنا انیس غانم علوی پر بھی تھا۔

عصر کا دل بھی جیسے ان کہے خدشے کے زیر اثر ڈوبنے لگا، عرشیہ نے انیس کی آنکھوں میں بنا پلکیں جھپکائے دیکھ کر گہری سانس کھینچی تو انیس نے آنکھیں جھپکا کر اسے اک بے نام سا دلاسا دیا کہ بے اختیار وہ بول اٹھی۔

"مجھے یہ نکاح قبول ہے۔"

وہ بول اٹھی، یہ سراسر سازش تھی کہ اس شخص نے یہ جملہ عرشیہ کے منہ سے مدہوش کر دیتے اگلوایا، پھر دوسری اور تیسری بار قبولیت تسلیم کرتے وہ صاف صاف نظریں چراتی انیس سے ناراض لگی، بہت زیادہ ناراض۔ عصر نے یوں سانس لی جیسے اسکے سینے میں کچھ دیر قبل پھنس گئی تھی۔

اسکے بعد نکاح خواں نے انیس غانم علوی کی جانب توجہ مبذول کی۔

"انیس غانم علوی ابن ابراہیم علوی، کیا آپ کو یہ نکاح عرشیہ بنتِ عاصم المیر ملک سے، مقررہ مہر پچاس لاکھ کے عوض، قبول ہے؟"

وہ کچھ لمحے خاموش رہا، لیکن انیس نے فوری اقرار نہ کیا، جب عرشیہ نے اسکی اجازت طلبی پر آتی چپ سے بے چین ہوتے اپنی آنکھیں اٹھائیں تب انیس نے "مجھے یہ نکاح قبول ہے" کہہ کر اقرار کیا، دونوں کی آنکھیں ملنا اس رات کا خوبصورت لمحہ تھا، یہ قبولیت تین بار انیس نے عرشیہ کی آنکھوں میں اپنی شربتی آنکھیں ڈال کر تسلیم کی، اور پھر عریشہ المیر سے اجازت طلبی کا لمحہ آیا۔

"میں آپ دونوں کے نکاح کا اعلان کرتا ہوں۔ اللہ کو حاضر ناظر جان کر، گواہاں کی موجودگی میں، آپ دو کی رضامندی کے ساتھ نکاح تکمیل پا گیا ہے۔ آج سے آپ دونوں شریک حیات ہیں۔ اللہ آپ کے رشتے میں برکت دے، محبت دے اور سکون عطا فرمائے۔ آمین۔"

نکاح خواں نے نکاح کی تصدیق کیے دعائیں دے کر اس مبارک تقریب کو ختم کیا جبکہ عرشیہ نے دعائیں وصولیں اور عصر کی طرف دیکھنے لگی جس نے انیس کی اجازت کے بعد عرشیہ کا ہاتھ پکڑ کر اٹھایا اور کمرے کی طرف لے گیا، نکاح خواں نے انیس کو بھی گلے لگا کر مبارک دی جسکے بعد وہ ان سے ملتا ہوا دونوں لڑکوں کو کھانا لگانے کا اشارہ کرنے لگا، سب نے پہلے تکلف برتا لیکن کھانے کا اچھا انتظام تھا تو آمادہ ہوئے۔

انیس مہمانوں کو کھانا کھانے کے لیے اکیلا چھوڑتا خود بھی کمرے کی طرف آیا مگر اسکے قدم دروازے میں تھمے، کیونکہ وہ رو رہی تھی۔

"بس اب تو سب کچھ ہو گیا۔ اب کیوں رو رہی ہیں۔ یہ بس اک رسم تھی۔ آپ دو کی شادی ایسے سادگی سے نہیں ہو گی۔ دیکھیے گا پورا شہر شادی کے جشن میں مدعو ہو گا اور سالوں تک یہ شادی یاد رکھی جائے گی۔"

عصر اسے یوں روتا چھوڑ کر کیسے جاتا تبھی پاس بیٹھ کر اسکی سسکیاں سنے حوصلہ دینے کی کوشش میں تھا۔

"ع۔۔ عصر۔۔ اسے کہو اب مجھے جانے دے۔ میرا دل بہت گھبرا رہا ہے۔"

اس سے پہلے عصر کچھ کہتا، انیس نے کمرے کا دروازہ کھولا تو دونوں نے بیک وقت انیس کو دیکھا، عرشیہ کے آنسوؤں میں شدت اتر آئی۔

"جا کر وقتی مہمانوں کو دیکھو عصر زمان۔ اپنی ذاتی مستقل مہمان کی میزبانی کرنے کو میں ہوں یہاں"

انیس اب تک سرد لہجے کے سنگ بولا تھا، سات بج چکے تھے، عصر نے فورا سے مودب ہوتے سر ہلایا اور انیس کو اک نظر دیکھے وہ نا صرف کمرے سے نکلا بلکہ دروازہ بھی بند کر گیا، عرشیہ نے اٹھ کر غصے سے دوپٹہ اتار کر پھینکا، وہ چینج کرنے کی نیت سے پلٹ کر اٹیچ واش روم کی طرف بڑھنے ہی

لگی جب وہ اسکے پیچھے پہنچتا اسکی بازو سے پکڑ کر عرشیہ کو اپنے سامنے موڑ گیا، اس بار انیس کے ہاتھ کی گرفت عرشیہ کی امید سے بھی زیادہ نرم تھی، وہ بھیگتی سرخ آنکھوں میں بے پناہ تکلیف بھر کر انیس کی آنکھوں میں جھانکنے لگی۔

"میرے ساتھ علوی مینشن چل رہی ہو تم۔ چینج کرنے کی ضرورت نہیں۔ راستے سے تمہارے لیے کچھ کپڑے خرید لیں گے۔ ابھی یہی جوڑا ٹھیک ہے۔۔۔"

وہ اسکے حکم پر اذیت سے مسکرائی۔

"میرے لیے کیا ٹھیک ہے اب اسکا فیصلہ بھی تم کرو گے انیس غانم علوی؟۔ دم گھٹ رہا ہے اس جوڑے میں۔ چینج کرنے دو مجھے۔ اور میں تمہارے ساتھ کیوں جاوں وہاں؟ یا مجھے یہیں اکیلا چھوڑ کر چلے جاو یا مجھے جیم ڈراپ کر دو۔ اس وقت کسی کی کیا، اپنی شکل بھی دیکھنا نہیں چاہتی"

وہ اپنی بازو چھڑواتے ٹوٹتے لب و لہجے کو بمشکل جوڑ پاتی بولی کیونکہ اسکا سانس مسلسل رونے سے اکھڑ رہا تھا۔

"تمہارا گھر وہی ہو گا جہاں میں رہوں گا۔ اگر تمہیں یہاں بھی رہنا ہے تو صرف میری موجودگی میں ایسا ممکن ہے۔ رہی بات دم گھٹنے کی تو میرا نہیں گھٹ رہا تمہیں اس جوڑے میں دیکھ کر تو ضرورت نہیں بدلنے کی"

وہ اسکے لہجے کے پھیکے پن پر جھلس کر رہ گئی، اسکے سینے پر دونوں ہاتھ رکھ کر انیس کو خود سے دور کرتی خود بھی پیچھے ہٹی۔

"تمہیں میرے دم گھٹنے کی پرواہ نہیں؟"

وہ بے یقینی سے بڑبڑائی تھی، وہ اسے اتنا بے رحم تو نہیں لگتا تھا۔

"نہیں۔ جس دن تمہارا دم گھٹنا مجھ پر اثر انداز ہوا تب شاید مجھے فرق بھی پڑنے لگے۔ ابھی تو برف جمی ہے ہر طرف۔۔۔ چلو ضد چھوڑ دو، نکلتے ہیں۔ عصر انکو سنبھال لے گا"

وہ اسکی کوئی بات سنے بنا بس اپنی مرضی مسلط کر رہا تھا اور عرشیہ نے جھک کر گرا دوپٹہ اٹھا کر واپس اپنے سر پر بے بسی سے اوڑھا لیکن اس جوڑے میں اسے بہت ٹھنڈ لگ رہی تھی، پھر یہ اک عجیب سے نکاح کی یاد دلا رہا تھا، یہ دگنی اذیت تھی۔

"جب تمہیں میری پرواہ نہیں تو مجھے بھی اپنی فکر نہیں۔ چلو۔ کہاں لے کر جاوگے اب اس قیدی کو؟ باندھ دو ہاتھ میں رسیاں اور پیروں میں بیڑیاں، اور کر بھی کیا سکتے ہو تم۔؟"

وہ یوں تیار ہو گئی جیسے بے حس بننے کی کامیاب کوشش کر رہی ہو، انیس کے دل میں تکلیف اٹھ رہی تھی، یہ الگ بات کے وہ ظاہر کچھ بھی نہ کرنے میں ماہر تھا۔

"تمہیں وقت کے ساتھ پتا چلتا رہے گا کہ میں کیا کیا کر سکتا ہوں مزید۔ ہاتھ پکڑو۔۔ تم گرو گی ایسا لگ رہا ہے۔"

وہ اپنا زخمی ہاتھ عرشیہ کی جانب پھیلا گیا تو عرشیہ کی آنکھوں میں اسکے ہاتھ کو دیکھ کر سرخائی گھلی۔

"تمہیں درد ہو گا"

وہ انہی سرخ آنکھوں کو اٹھائے انیس کو دیکھتے سرگوشی سے بھی مدھم آواز میں بولی۔

"جب مجھے تمہارے درد کی پرواہ نہیں تو اپنے درد کی بھی نہیں ہے۔ پکڑو ہاتھ"

عرشیہ کی ہارٹ بیٹ ایسے جواب پر مس ہوئی، وہ بے اختیار اسکا ہاتھ تھام گئی پر زیادہ زور سے نہ دباتے اس بات کا پورا خیال رکھا کہ انیس کو تمام تر ناراضگی کے تکلیف نہ دے، یہیں تو وہ دل زرا زرا کرے ہارنے والا تھا۔

"میں تمہاری طرح بے رحم نہیں ہوں انیس۔ مجھے اپنی تکلیف متاثر کرے نہ کرے، تمہاری ضرور کرے گی، کیونکہ اللہ نے میرے سینے میں برف کا ٹکڑا نہیں رکھا تمہاری طرح"

وہ اسے اسکے ستم کا اچھے سے احساس بھی دلا گئی، انیس نے ہاتھ بڑھا کر اسکے ماتھے کی جانب آتے بالوں کو نرمی سے سہلایا تو عرشیہ کی آنکھیں انیس کے اس جنٹل موو پر پھیلیں، وہ بے ساختہ گھبرائی تو انیس نے ہوش پکڑتے اپنا ہاتھ ہٹایا اور عرشیہ کو فون اٹھانے کا کہتا وہ اسے لیے کمرے سے نکلا، عصر کو اس نے اشارے میں ہی سب سمجھا دیا تبھی انیس نے اپنا کوٹ اٹھایا اور ساتھ گاڑی کی کیز بھی اور گھر سے نکلا، باہر تو قہر ناک ٹھنڈ برس رہی تھی، اس سے پہلے عرشیہ اس بھیانک ٹھنڈ پر کانپتی، انیس نے اپنا اوور کوٹ بہت نرمی سے عرشیہ کے نازک کانپتے وجود پر چڑھایا اور ساتھ ہی گیٹ سے باہر لاتے اسکے لیے اپنی گاڑی کا دروازہ کھولا، عرشیہ اسکے ہاتھ کا سہارہ لیے دوسرے ہاتھ سے کوٹ کے دونوں کونے جکڑے گاڑی میں بیٹھی، اسکی

آنکھیں گھوم کر ڈرائیونگ سیٹ سنبھالتے انیس تک آ کر رکیں جو نا صرف بیٹھا بلکہ سیٹ بیلڈ بھی فکس کیا۔

"تمہاری گاڑی عصر جیم کی پارکنگ تک پہنچا دے گا۔ سیٹ بیلڈ باندھ لو"

انیس نے گاڑی سٹارٹ کرنے سے پہلے بنا عرشیہ کو دیکھے حکم دیا پر وہ دوپٹہ کھینچ کر خود سے الگ کرتی پیچھے پھینکے انیس کا کوٹ پہننے کے بعد ہی سیٹ بیلڈ باندھ سکی، انیس نے اک نظر گردن پھیر کر عرشیہ کو دیکھا جو کوٹ کے اندر پھنس جاتے اپنے بال پکڑ کر نکالتی ٹیک لگائے بیٹھی خود بھی گردن گما کر انیس کو جوابا دیکھنے لگی، آگ تو بس دونوں کا ایک دوسرے کو دیکھنا ہی ہر منظر کو لگا دیتا تھا۔

"ٹھیک ہو تم؟"

انیس کی جانب سے ایسا سوال عرشیہ کو ہلا کر رکھ گیا، اسکی آنکھوں کا صدماتی اثر یہ بتانے کو کافی تھا کہ وہ ایسا سوال انیس سے امید نہیں کر رہی تھی۔

"تم نے یہ مجھ سے پوچھا یا اپنے کوٹ سے پوچھ رہے ہو؟ پہلے کنفرم کرو"

وہ بھی سدا کی جھلی، فوراسے پہلے اپنی حیرت کو بڑبڑاہٹ بنائے انیس کی آنکھوں میں ہلکورتی سرد مہری کو کسی جذبے کے اثر میں بدل گئی۔

"تم سے نہیں پوچھا۔ ٹھیک سمجھی ہو۔"

انیس نے رخ سیدھا کیا اور گاڑی سٹارٹ کی تو عرشیہ کی آنکھیں بے ساختہ اسے دیکھے مسکرائیں، کیا ہی ہو جاتا اگر وہ کہہ دیتا کہ ہاں مجھے تمہاری فکر ہے، تم سے ہی پوچھ رہا ہوں۔

"اس سچویشن میں جب مجھے رونا چاہیے، مسکرا رہی ہوں۔ ہائے وحشت! تم تو کسی کام کی نہیں رہی"

مسکراتا افسوس لیے وہ سر دوسری طرف گمائے باہر گزرتے منظروں میں خود کو گم کر گئی، انیس نے اسکے ہاتھوں کی طرف بے اختیار دیکھا جنھیں وہ انیس کے کوٹ کی جیبوں میں ڈالے سر پیچھے سیٹ سے ٹیکے گردن زرا اونڈو

سائیڈ ترچھی کیے محوِ انتظار تھی کہ اب انیس غانم اسے کونسی قید میں ڈالتا ہے۔

جبکہ وہیں دوسری طرف منائم کے آج تمام ضروری ٹیسٹ ہو چکے تھے جبکہ ایم آر آئی کی رپورٹس بھی آچکی تھیں، ڈاکٹر نے مہویر کو ہی بلایا تھا تاکہ وہ اس سے ہی منائم کی مینٹل ہیلتھ ڈسکس کر سکے۔

"ایم آر آئی میں Functional amnesia آیا ہے یعنی یہ یاداشت کسی بھی وقت واپس آسکتی ہے۔ کسی گہرے صدمے، کسی فلیش بیک، کسی بھی چھوٹے سے پوائنٹ کی بات ہے، بس آپکو اس میں منائم کا مددگار رہنا ہو گا"

رپورٹس ڈاکٹر نے مہویر کے سامنے ٹیبل کی سطح پر سامنے کیں تو مہویر نے رپورٹس سے زیادہ ڈاکٹر کے الفاظ پر توجہ دی۔

"ہمم میں ابھی بھی مددگار ہی ہوں۔"

مہویر نے بے دلی سے جواب دیا کیونکہ وہ بہت زیادہ تھکا ہوا تھا، اسکے سر میں شام سے شدید درد تھا جسکے باوجود وہ اب تک یہاں ہوسپٹل موجود تھا، بلکہ بندھا ہوا تھا۔

"آپ اسکی مینٹل ہیلتھ کے لیے ضروری ہیں کیونکہ ابھی وہ صرف آپکو جانتی ہے"

مہویر نے ڈاکٹر کی بات سنے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا کہ ہاں ایسا ہی ہو گا۔

"آپ ساتھ رکھیں انھیں"

مہویر نے تھکن سے اٹی آنکھیں اٹھا کر ڈاکٹر کے منہ کی طرف دیکھا۔

"میں انسانوں کے بیچ رہنا بھول چکا ہوں تو یہ مشکل نہیں بلکہ ناممکن ہے"

مہویر کی تکرار قائم تھی۔

"پھر بھی بہتر ہو گا کہ آپ منائم کو اپنے ساتھ رکھیں"

ڈاکٹر کی یہ دوسری بار ریکوسٹ تھی جبکہ مہویر صاف منع کر چکا تھا کہ وہ کسی کے ساتھ نہیں رہ سکتا، وہ سالوں سے اکیلا رہنے کا عادی تھا۔

"میں اس سے دن میں تین بار مل لوں گا جا کر لیکن میں مستقل اسے ساتھ نہیں رکھ سکتا۔ تھینکیو سو مچ"

ڈاکٹر خود اس آدمی کے گریز پر حیران تھے کہ کونسا شوہر ہے جو بیوی سے دور رہنا پسند کرے، اور بیوی بھی وہ جو اس پر جان چھڑکتی ہو، وہ باہر آیا تو منائم بھی خضر کے ساتھ کمرے سے باہر آ چکی تھی، اسکی اداس آنکھوں میں مہویر کو دیکھتے ہی روشنی سی چمکی جو مہویر اور خضر دونوں نے دیکھی اور سرد سانس کھینچ کر رہ گئے۔

"مہویر آپ نے کھانا کھایا؟ بھائی کو تو میں نے زبردستی ڈنر کروا دیا پر آپ بہت دیر سے غائب ہیں۔ اور چہرہ کیوں مرجھایا ہوا ہے؟"

وہ خضر کا ہاتھ چھوڑتی جا کر مہویر تک نہ صرف پہنچی بلکہ اپنے دونوں ہاتھ اسکے رخساروں سے ہتھیلیوں کے سنگ جوڑے، خضر نے نظریں سی چراتے جا کر ہوسپٹل سٹے کی پیمنٹ دینے کا ارادہ کیا اور وہاں سے چلا گیا۔

"میری فکر مت کرو، یہ تمہارے حق میں مہلک اور جان لیوا ہے۔ اب تم میری جان چھوڑ دو۔ پورا دن لیا تم نے میرا"

وہ سخت اکتایا ہوا بولا تھا جیسے اب کسی نے اسے زبردستی روکا تو چیخ پڑے گا، منائم فورا سے اسکو اپنے گلے لگا گئی۔

جیسے اس شخص کی ساری اکتاہٹ و بیزاری وہ اپنے دل میں جذب کر لینا چاہتی ہو، اور کسی پور پور بکھرے شخص کو جب چاہت سے گلے لگایا جاتا ہے تو وہ اول اول مزید بکھرتا ہے، سنورنے کے معاملات تو بہت بعد میں جا کر شروع ہوتے ہیں۔

"میں آپکی جان مشکل میں پھنسا چکی ہوں پتا ہے۔ پر آپ مجھے پہلے بتاتے تھک گئے ہیں تو میں آپکو جانے کو کہہ دیتی۔ میں بھی بس بھائی کے ساتھ جا رہی ہوں آپ بھی چلے جائیں۔ کھانا کھا کر اچھی سی نیند لیجئے گا"

وہ اسے گلے لگا کر سُن کر چکی تھی، جبکہ پھر خود ہی نجانے اس شخص کی تھمی سانسوں پر رحم کھایا یا پتھر اجاتے سینے پر کہ روبرو ہو کر فکروں کی برسات نچھاور کی، خضر کے لیے تو یہ فکر و پریشانی نئی نہ تھی لیکن مہویر میثاق کو ایسے سلوک کی عادت نہ تھی، اسے کبھی یوں ٹریٹ نہیں کیا گیا تھا، اسے فاطمہ نور کے پیچھے کاٹی گئی خواری نے روح تک چھلنی کر رکھا تھا، خواری بھی ایسی جس سے کچھ حاصل نہ ہو۔

"میں آپ کو کبھی ایسے پریشان یا تھکا ہوا نہیں دیکھنا چاہتی۔ میں خود تھک گئی ہوں تو آپکی تھکن کے ساتھ تو غصہ اور ناراضگی بھی جڑی ہے۔ سمجھ سکتی ہوں۔ اگر آپ چاہیں تو کل بے شک مجھ سے ملنے مت آیئے گا۔ میں ایک

دن آپکو آپکے مکمل آرام کا دے دوں گی۔ مشکل ہو گا پر آپکی ان تھکی آنکھوں کو دیکھنا زیادہ مشکل کا باعث ہے"

وہ اسی رندے لب و لہجے میں بولتی اپنے دونوں ہاتھوں میں مہویر کے سرد ہاتھ لیے اسے اپنی طرف سے آسانی دے رہی تھی، یہ آسانی ہی تھی لیکن مہویر کو بھی آج یہ آسانی لگتی تب بات تھی۔

"تم خضر کے ساتھ چلی جانا گھر۔ میں نکلتا ہوں۔"

مہویر نے اسکے ہاتھوں سے ہاتھ چھڑواتے فورا جانے کی بات کی تو منائم نے چپ چاپ خاموشی سے اسکو ہاتھ چھڑوانے دیے۔

"اپنا خیال رکھیے گا مہویر"

مہویر کے پلٹتے ہی منائم کی عقب سے تاکید پر وہ کچھ لمحے رکا لیکن پھر سر اثبات میں ہلائے بنا اسے دیکھے وہاں سے نکلا تو سینے میں کچھ تو پیوست لے کر گیا تھا، کسی تیر کی طرح کا۔

وہ گھر پہنچ کر انیس سے رابطہ کرنے کا خواہش مند تھا تا کہ اسے موساب اعوان کو لے کر خبر دار کر سکے۔

جب تک خضر واپس آیا، منائم وہیں ویٹنگ ایریا میں لگی چیئرز میں سے ایک سنبھالے بیٹھی تھی، خضر نے اسے اکیلا دیکھا تو زیادہ تیزی سے اسکی جانب بڑھا۔

"کیا مہویر چلا گیا؟"

خضر نے ہاتھ بڑھایا جسے تھامے منائم اٹھ کھڑی ہوئی، وہ بہت زیادہ افسردہ لگ رہی تھی۔

"جی بھائی۔ میں نے بہت پریشان کر رکھا تھا انکو صبح سے تو آرام پر انکا حق تھا۔ مجھے بھی آپ اب گھر لے چلیں۔ سونا چاہتی ہوں۔ پتا نہیں کیسی میڈیسن دی ہیں کہ میری آنکھیں ہی نہیں کھل رہیں"

وہ بظاہر تو پر سکون ہونے کی کوشش میں تھی لیکن اسکی ہر سانس مہویر کو یاد کر رہی تھی۔

خضر نے اسے اپنے سینے سے جوڑا۔

"تمہارے سکون سے جڑی ہیں میڈیسنز۔ چلتے ہیں بھائی کی جان۔ ویسے بھی آج بہت تھکا دینے والا دن تھا۔ مہویر بھی ٹھیک ہو جائے گا تم فکر مند نہ ہو۔ یہ دن کیا، ہر لمحہ بھاری ہے اس پر۔ اسے سمجھنے کی کوشش کرو۔ خود کو پریشان کرنے کی ضرورت نہیں بلکل، نہ ہی سوچنے کی ضرورت ہے کہ تمہاری وجہ سے وہ کسی مشکل میں ہے۔ جب وہ میری بہن کا خوبصورت دل اور اس دل کی وسعت سمجھے گا تو ایک پل بھی تم سے دور ہونے پر اسکا دل راضی نہیں ہوا کرے گا"

وہ درد و تکلیف میں ڈوبی منائم بس اتنے پر ہی مسکرا اٹھی۔

"بھائی کیا ایسے دن واقعی آئیں گے ناں؟"

منائم نے خضر کے منہ کی طرف دیکھتے جس آس و حسرت سے یقین دہانی کی وہ روح فرسا تھی، وہ دل گرفتہ لمحہ تھا کہ کتنے لمحے خضر اپنی نظریں اس پر سے ہٹا نہ سکا۔

"جی میری جان۔ ایسے دن بہت جلد آئیں گے۔ وہ برا بنتا ہے پر در حقیقت اسکے اندر بہت سی حسرتیں اور نرمیاں قید ہیں۔ ایسا مجھے اس سے پہلی ملاقات میں ہی محسوس ہوا۔ اب تم دل بھاری مت کرو۔ کہیں نہیں جائے گا وہ، نکاح کی ڈور اسے میری بہن سے کبھی دور ہونے نہیں دے گی۔ چلو مسکراو۔۔۔ڈاکٹر نے کہا ہے میری خرگوش جلدی فٹ ہو جائے گی"

وہ اسے یونہی تسلی اور محبت دیتا ہوا ساتھ لیے روانہ ہوا جبکہ منائم کا دل قدرے پر سکون ہو چکا تھا، وہ بہت زیادہ تسلی میں مبتلا محسوس ہو رہی تھی۔

وہ واپس ملک پیلس پہنچے تو آگے ایک اور وبال اٹھا تھا، عاصم اور محراب کی کوئی بحث چل رہی تھی جب خضر اور منائم گھر میں انٹر ہوئے۔

"کہاں تھے تم دونوں؟"

محراب اور عاصم کی گفتگو کچھ دیر کو رکی جب دونوں کی نظر بیک وقت خضر اور منائم پر گئی، منائم تو بہت زیادہ تھکی تھی تبھی وہ کسی کو جواب دیے بنا اپنے کمرے کی طرف چلی گئی۔

جبکہ خضر نے اپنی جیکٹ کاوچ پر جھک کر رکھی اور گہری نظروں سے دونوں کو دیکھنے لگا۔

"ہم کہاں تھے اسکی فکر بہت جلدی نہیں ہو گئی آپ کو؟ پورا دن ہماری غیر موجودگی آپکو نظر نہیں آئی تو یہ سوال کرنے کا حق بھی آپ دونوں کھو چکے ہیں۔ مجھے بس اتنا جاننا ہے کہ کیا آپ دونوں نے طلاق لے لی ہے؟"

وہ سرد مہری سے بولتا ہوا پورے دن کی اذیت و خواری میں ان خود غرض لوگوں کو بلکل بھی شامل نہ کرتا ہوا سیدھا مدعے پر آیا تھا، محراب اور عاصم کی آنکھیں تکلیف میں مبتلا ہوئیں کہ خضر ان سے کس طرح بات کر رہا ہے۔

"سائن کر دیے ہیں میں نے۔ اس گھر کے بٹوارے پر بات ہو رہی تھی۔ آدھا پیلس تمہاری ماں کی ملکیت ہے اور آدھا میری۔ یہ کہہ رہی ہے مجھے پورا چاہیے۔۔ بچوں سمیت۔ اب تم بتاو کیا کرنا چاہیے ہمیں۔ تمہاری ماں کو آزادی چاہیے"

عاصم المیر ملک نے طنزیہ انداز میں وضاحت دی تو خضر کو ہنسی سی آئی، وہ اس تکرار کا کچھ ایسا ہی فضول ٹاپک امید کر رہا تھا۔

"آپ دونوں یہاں سے چلے جائیں۔ مجھے اور منائم کو آپ دونوں میں سے کسی کی ضرورت نہیں۔ یا ہمیں اجازت دیں کہ ہم چلے جائیں۔ میں کل ہی اپنے اور منائم کے لیے کوئی گھر دیکھتا ہوں۔ میرا سٹوڈیو فلیٹ بھی اچھا ہے پر دیکھنا پڑے گا منائم وہاں کمفرٹیبل ہے یا نہیں۔ پھر آپ دونوں بٹوارا کر سکتے ہیں، اجازت ہو گی۔"

خضر کے انداز میں اذیت بھری تھی لیکن وہ دو اپنی روحوں تک اترا تا درد محسوس کر سکتے تھے، آپسی چپقلش کی وجہ سے عاصم اور محراب اپنے بچوں کے دل سے بھی خارج ہو گئے تھے۔

آج کا پورا دن خضر نے یہ محسوس کیا جیسے وہ اور منائم یتیم اور بے سہارہ ہیں، اور آج کی تکلیف کم از کم خضر نہیں بھلا سکتا تھا۔

"یہ کیا کہہ رہے ہو تم خضر۔؟"

محراب کی آواز یہ پوچھتے لرزی پر وہ جو ابا اب بھی مسکرایا، اسکی مسکراہٹ نے ان دونوں کے جگر کاٹے تھے۔

"ٹھیک ہی تو کہہ رہا ہوں۔ اس وقت جب منائم کو ہم تینوں کی ضرورت تھی، آپ دو کو ایک دوسرے سے آزادی پانا زیادہ اہم لگا۔ یہ تک نہ سوچا کہ آپ دو کی علیحدگی اور یہ بٹوارے کی باتیں اس معصوم کے دماغ پر کیسا برا اثر چھوڑیں گی۔ جب آپ دو اس قدر ٹاکسک پیرنٹس بن ہی چکے ہیں تو میں اور

منائم اس زہریلے اور خود غرض ماحول میں سروائیو نہیں کر سکتے۔ میں تو اپنے سٹوڈیو آرام سے رہ سکتا ہوں لیکن میری بہن کو اس وقت دماغی اور جسمانی ڈسٹربنس مزید بیمار کر دے گی۔ اور میں اسکے حوالے سے کوئی رسک نہیں لوں گا۔ دیکھتا ہوں مہویر اسے اپنے ساتھ اگر رکھ لیتا ہے تو ویل اینڈ گڈ ورنہ میں کوئی گھر دیکھ لوں گا۔ ہیو آ گڈ نائیٹ۔۔۔ آپ دو کو پر سکون نیند کی دعا دیتا ہوں جو آ بھی جائے گی۔ اور آپ دو کے لیے فیوچر کی بیسٹ وشیز بھی۔۔۔"

خضر نے دونوں کی طرف باری باری دیکھتے بہت آرام و سکون سے اپنی بات مکمل کی اور دونوں پر بجلی سی گرا تا وہ وہاں سے چلا گیا لیکن محراب اور عاصم المیر کا سکون بھی تباہ کر گیا تھا، ایسی تباہی جو ان دو کے اندر کا سارا اطمینان اجاڑ دینے والی تھی۔

.._____..

سوہانے گاڑی پوری رفتار سے چلاتے ٹھیک رئیس کے گھر کے سامنے روکی۔ بریک لگنے سے گاڑی کے ٹائروں کے چڑچڑانے کی تیز آواز رات کے سناٹے کو چیر گئی۔ اس کے ہاتھ کانپ رہے تھے، مگر وہ کانپ خوف سے نہیں رہے تھے، وہ غصہ تھا۔

وہ گاڑی سے اتری تو اس کی آنکھوں میں آنسو نہیں تھے، صرف آگ کے شعلے لپک رہے تھے۔

دروازے پر زور سے دستک نہیں دی، سوہانے بیل کو گھونسے کی طرح دبایا تھا، چند لمحوں بعد دروازہ کھلا تو اندر سے رئیس ملانی باہر نکلا، چہرے پر مکروہ مسکراہٹ، آنکھوں میں وہی گندی ملکیت کا زعم ہلکورا اٹھا کہ سوہا شاید اسکے بنا واقعی نہ رہ پانے کے سبب چلی آئی ہے، رئیس کو لگا وہ جیت گیا ہے۔

"اوہ سوہا میری جان، تم خود چل کر آ گئی۔۔۔ جانتا تھا۔۔۔۔۔"

اس کا جملہ ابھی مکمل نہ ہو سکا کہ سوہا نے تھپڑ رئیس کے منہ پر جڑ دیا۔ تھپڑ کی اتنی زور دار ضرب کہ رئیس کا سر ایک طرف جھک گیا۔

وہ لڑکھڑا کر پیچھے ہٹا، مگر سوہا کی نہیں، وہ اسے اسکے گریبان سے دبوچ کر گھر کے اندر گھسیٹ گئی جہاں واویلا سن کر رئیس کے ماں باپ بھی باہر نکل آئے، وہ سوہا سے بے عزت ہو کر انہی پیرنٹس کے پاس آیا تھا جنکو سوہا کی وجہ سے چھوڑ چکا تھا۔

"خبردار جو میرا نام اپنی گندی زبان سے لیا، ورنہ زبان گُدی سے کھینچ لوں گی"

سوہا کی آواز ایسی تھی جیسے اس گھر کی بنیادیں تک ہلا دے گی۔

رئیس نے اپنے پٹتے رخسار پر ہاتھ رکھا، اسکی آنکھوں میں حیرت اور غصہ اکٹھا امڈا تھا، اہانت کے احساس سے اسکی آنکھیں سرخ ہو گئی تھیں۔

"تم پاگل ہو گئی ہو؟ تم نے مجھ پر ہاتھ اٹھانے کی جرت بھی کیسے کی؟"

رئیس کی جوابی دھاڑ پر سوہا نے لپک کر اسکا گریبان مٹھیوں میں دبوچا جبکہ رئیس کے پیرنٹس چپ چاپ دونوں کو دیکھ رہے تھے جیسے انھیں رئیس کی بے عزتی سے کوئی فرق نہ پڑ رہا ہو، الٹا وہ تو خوش تھے کہ ان دو کے بیچ کا رشتہ ختم ہونے کے دہانے آ چکا ہے۔

"تم نے جرت کیسے کی؟ مجھ سے جھوٹ بولنے کی۔ فراڈی آدمی، شرم نہیں آئی؟ میری بیٹی کو تم نے مارنے کی کوشش کی۔ اسے ڈرایا دھمکایا۔ مجھ سے میری بیٹی کو بدگمان کر دیا۔ لعنت ہو تم پر کمینے۔ میں نے دو سال نالی کے کیڑے کو صاف کرنے پر ویسٹ کر دیے۔ افسوس صد افسوس مجھ پر"

وہ اتنی دلبرداشتہ اور نفرت سے بھری تھی کہ رئیس کو اب سوہا کا نور نظر دوبارہ بننے کا خواب، راکھ ہوتا دیکھائی دیا، وہ اسکا گریبان جھٹک کر اسے خود سے دور کر گئی۔

"وہ پھر جھوٹ بول رہی ہے تم سے بیوقوف عورت۔ تمہیں دیکھائی کیوں نہیں دے رہا؟ اسکی مجھ پر نظر ہے کیونکہ دنیا کا کوئی دوسرا مرد اسکو دیکھنا بھی پسند نہیں کرتا۔ میں نے اسے بیٹی اور دوست والی اہمیت دی تو وہ عادی ہو گئی اسکی۔۔۔ اب اپنا محبوب وہ اپنی ماں کے پاس کیسے برداشت کر سکتی ہے؟"

رئیس کی کمینگی جاری تھی، سوہا کو تو اب اس شخص سے گھن آ رہی تھی اور خود سے بھی کہ اس شخص سے دو سال پیار کرتی آئی ہے۔

"بکواس بند کرو غلیظ آدمی۔"

وہ اس کے قریب گئی، اپنی انگلی اس کے سینے میں دھنسائی۔

"یہ تمہاری آخری غلطی تھی، رئیس۔ اگر اب میری بیٹی کی آنکھ سے ایک اور آنسو گرا تو میں تمہیں جیل میں نہیں پہنچاوں گی بلکہ اخبار کی سرخی بنا

دوں گی کہ رئیس ملانی مر گیا۔ تمہارے یہ ماں باپ تک تمہاری میت پر نہیں رونے والے۔ ہر طرف سے لعنتوں کے مستحق ہو تم۔"

وہ اسے آخری وارننگ دیتے ہی اک غصیل نظر رئیس کے والدین پر ڈالتی تند موج بنی نا صرف گھر سے نکلی بلکہ دروازہ بھی پٹخ کر گئی، رئیس نے پلٹ کر جب اپنے والدین کو دیکھا تو وہ بھی منہ پھیر کر واپس اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئے پر رئیس کے اندر لگی آگ، اسکے پورے وجود کو آتش کر کے رکھ گئی۔

واپس گاڑی تک پہنچتے سو ہا ضبط ہاری اور پھوٹ پھوٹ کر رو پڑی، اس سے سب برداشت تھا لیکن اب عرشیہ کی بدگمانی نہیں اور جب ایک ماں سچا تڑپتی ہے تو اسکی اولاد کو خبر ضرور ہوتی ہے، دیکھنا تھا عرشیہ کو اسکا درد کب محسوس ہونے والا ہے۔

خضر چینج کرے جب منائم کو دیکھنے آیا تو وہ تب تک سو چکی تھی، اس کے سرہانے کچھ دیر بیٹھ کر وہ آگے کا لائحہ عمل سوچنے کے بعد خود بھی اٹھ کر اسکے کمرے کی لائیٹ آف کرتا باہر نکل گیا، اور بناڈنر کیے اپنے روم میں چلا گیا۔

.._____..

انیس کی گاڑی، علوی مینشن کے گیڈ سے اندر انٹر ہوئی تو عرشیہ نے اپنا فون جیب سے نکال کے وقت دیکھا تو رات کے نو بجنے والے تھے، وہ لوگ راستے میں کچھ دیر قریبی مال بھی رکے تھے، گاڑی انیس نے روک کر سیٹ بیلڈ کھولا تو وہ بھی انیس کو دیکھتی سیٹ بیلڈ کھولنے کے بعد منتظر تھی کہ وہ اسکے لیے آکر کار ڈور کھولے، انیس باہر نکلا اور بنا پیچھے دیکھے وہ گھر کی طرف بڑھا تو عرشیہ کی آنکھیں صدمے سے پھیل گئیں۔

"ہاہ! یہ مجھے بھول گیا لاتے ہی۔ سڑو کہیں کا۔"

عرشیہ نے سینے پر ہاتھ لپیٹے غصے سے گالیں پھلا کر خود بھی تسلی سے گاڑی میں ڈیرہ جمانے کا فیصلہ لیا، دیکھ وہ جاتے مسٹر سڑو کو دیکھ رہی تھی جو کچھ قدم چلا پھر رک کر گردن پھیری تو وہ بچوں کی طرح منہ پھلائے وہیں گاڑی میں بیٹھی تھی، انیس کے دیکھتے ہی منہ پھیر گئی۔

مہویر کی آتی کالز کی وجہ سے انیس کا دھیان بٹ گیا ورنہ وہ عرشیہ کو اٹھا کر گھر میں لے جاتا، مہویر کی کال پک کرنے کے بیچ ہی وہ واپس گاڑی تک آیا اور ڈور کھول کر عرشیہ کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا جسے وہ گھور کر دیکھنے لگی۔

"تجھے کچھ بتانا تھا۔ موساب اعوان آگے چل کر تیرے اور عرشیہ کے لیے خطرہ بن سکتا ہے۔ محتاط رہنا۔ مجھے دھمکی دے رہا تھا کہ اگر میں ہوں اسکی حفاظت کرنے والا تو خبر دار ہو جاوں۔ کیا پتا اس پولیس والے کی تیری محبوبہ پر نظر ہو"

اپنے لیے ڈنر بناتے مہویر نے فون چارج ہوتے ہی پہلی کال انیس کو کی تھی، انیس نے تحمل سے اسکی بات سنی اور تب تک عرشیہ بھی ٹھنڈ کی وجہ سے اسکا ہاتھ جکڑتی گاڑی سے باہر نکل آئی تھی، لیکن باہر نکلتے ہی وہ انیس سے اس قدر قریب آگئی کہ انیس کو اپنے دل کی دھڑکن سے دھیان ہٹا کر اپنے اور عرشیہ کے بیچ کی نزدیکی کم کرنی پڑی، نظریں عرشیہ کی بھی کترائی کترائی محسوس ہوئیں، پھر وہ رخ گھر کی طرف موڑے اسے بھی چلنے کا آنکھوں کی قوت سے اشارہ کر گیا تو وہ ہمقدم ہوئی، انیس غانم کے ہمقدم چلنا اس روٹھی عرشیہ میں اک پر شوق مگر بے نام جذبہ پیدا کر رہا تھا۔

"میں دیکھ لوں گا اسے۔ فون کیوں بند تھا تمہارا؟"

انیس کو اس طرح کال پر کسی کے لیے حق جتاتے دیکھ کر ساتھ چلتی عرشیہ کو حیرت کا جھٹکا لگا، مہویر لیکن اس شکوے پر دلفریب مسکرایا۔

"تیری بھابھی کے ساتھ تھا یار۔۔۔۔۔ دماغی مسئلہ بن چکی ہے میرا۔ بتا کیوں کالز کر رہا تھا؟"

مہویر نے فرائنگ پین میں مصالحہ بھوننے کے بیچ فون کو کان اور کندھے کے بیچ اٹکایا تاکہ ایک ہاتھ سے فرائنگ پین کا ہینڈل پکڑ کر دوسرے ہاتھ سے چمچ چلا سکے اور عرشیہ کا ہاتھ آزاد کرتا آگے بڑھ گیا، وہ پھر سے رک کر دونوں ہاتھ اسکے کوٹ کی پاکٹس میں ڈالتی انیس کی پشت گھورنے لگی۔

"میں نے عرشیہ المیر سے نکاح کیا ہے اسی میں بلانا تھا تمہیں۔ بہر حال جو ہوتا ہے اچھا ہوتا ہے۔ تمہاری کمی محسوس نہیں ہوئی"

انیس کے روڈ اور نہایت آہستہ آواز میں دیے جواب پر مہویر کا قہقہہ اسکے گلے کے پار سے نکلا تھا، انیس نے مہویر کے قہقہے کا مفہوم سمجھتے گھبرا کر جب اپنے ساتھ دیکھا تو عرشیہ نہ تھی، وہ فوراً سے پہلے گھوم کر پلٹا جہاں وہ کھڑی ہو کر ناراض نظروں کے سنگ انیس کو دیکھ رہی تھی، انیس واپس اسکی

طرف بڑھا کیونکہ وہ بات بات پر بچوں کی طرح روٹھ رہی تھی، وہ بہت پیاری لگ رہی تھی۔

"میری کمی محسوس نہ ہوتی تو یہاں تُو جتانہ رہا ہوتا۔ اچھا کیا نکاح کر کے، تیری حالت نکاح والی ہی تھی۔ اب مجھے فکر نہیں کہ تو مر ور سکتا ہے۔ عیش کر"

مہویر کے شوخ طنز پر انیس نے اس بدماغ آدمی کی کال کاٹ دی جبکہ مہویر کے پورے دن کی تھکاوٹ لمحے میں دور ہوئی اور وہ خوشی سے گنگناتا ہوا باقی ککنگ کرنے لگا۔

"کیا ہوا؟ تم چل کیوں نہیں رہی؟ کہیں یہ امید تو نہیں لگا بیٹھی کہ میں تمہیں گود میں اٹھا کر لے جاوں؟"

عرشیہ تو اس لیے رک گئی تھی کہ وہ اسے بھول کر فون پر مصروف تھا، بھلا نئی نویلی دلہن کو ایسا ظالمانہ فراموش کہاں کیا جاتا ہے۔

"ایسی امید میں تم سے کیوں لگانے لگی انیس؟ تم تو بس ایک بار ہی اٹھاو گے مجھے جب قبر میں اتارنا ہو گا"

وہ اپنی پھولی گالوں سمیت ہی لہجے میں خفگی ملائے بولی تو انیس کے ماتھے پر بل پڑے، یہ لڑکی آج کی سب سے بری بات کرے بھی معصوم بنی امید میں تھی کہ وہ اس کے ساتھ لاڈ برتے گا۔

"میں اتنا کٹھور ہوں کہ اس وقت بھی کرین کی مدد لے لوں گا، تمہارے لیے اپنے کندھوں اور بازووں کو زحمت میں نہیں ڈالوں گا۔ سمجھی؟"

وہ بظاہر تو سخت لہجے میں دانت پر دانت جماتے اسکی خوش فہمی دور کر رہا تھا پر وہ جانتی تھی انیس کو اسکی بات سخت ناگوار گزری ہے، تبھی تو انیس کی آنکھوں میں طوفانی تاریکی چھا گئی تھی۔

"اتنے کٹھور لگتے تو نہیں ہو۔ شاید بس بنتے ہو سڑو۔ تمہیں لگتا ہے اگر یہ سخت خول اتار دو گے تو اندر چھپے مما کے بیٹے کو یہ دنیا توڑ ڈالے گی، کچل دے گی۔"

وہ جان بوجھ کر انیس کی سنہری آنکھوں میں جھانک کر زرا قریب سر کی جیسے بس دیکھ کر ہی اس شخص کے غرور کو شکست دے ڈالے گی۔

"تمہیں پتا نہیں شاید کہ چیزوں کا سخت خول ایک دن انکے اندر کے نرم حصے کو بھی سخت بنا دیتا ہے"

وہ تلخ گوئی پر اترتا اسے باور کروا گیا پر وہ اذیت سے مسکرائی۔

"نہیں۔ یہ ان بد قسمت چیزوں کا مقدر ہے جنکے نصیب میں ہوا کے جھونکے، بارش اور نرم دعاوں کی دستک نہ ہو۔"

وہ اپنے ہونے کی اہمیت سے واقف تھی یہ جان کر انیس کو ناچاہتے ہوئے بھی اچھا لگا، وہ خود کے لیے آج تک کچھ نہیں کر سکی تھی لیکن وہ انیس کی

زندگی میں اک ٹھنڈے ہوا کے سانس میں آسانی دیتے تر و تازہ جھونکے سی تھی۔

"ایسی آسانیاں اگر بروقت نہ بخشی جائیں تو دیر ہو جاتی ہے۔ یہاں بھی ہو گئی ہے۔"

وہ اسکو لاجواب چھوڑ تا مینشن کی طرف بڑھ گیا تو عرشیہ کو بھی بھاری دل کے ساتھ اسکے پیچھے جانا پڑا۔

"اس قیدی کو یہاں لانے کا کیا مقصد ہے؟ یہ تو تمہارا ہوم ہے۔۔اس میں اک ہوم لیس بچاری لڑکی کو رکھ کر کیا ترس کھانے کا ارادہ ہے تمہارا انیس؟"

وہ اسکے ہمراہ گھر کی مرکزی روش پار کرتے انٹر ہوئی پر مجال ہے جو اس نے اپنا منہ بند کیا ہو۔

"تسبیح دوں؟ ورد شروع کر لو میرے نام کا؟"

وہ سخت برہم نظروں سے عرشیہ کو دیکھے گھورا پر وہ آگے سے شرارت سے بھری مسکرائی کہ اب تو ایک جملے میں دو بار نام لے گی۔

"مجھے کونسا تمہارا نام اتنا پیارا ہو گیا ہے ہٹلر انیس، انیس نام تو ہر دوسرے لڑکے کا ہے۔ انیس نام میں کونسے سرخاب کے پر ہیں۔ ہنہ! انیس غانم۔۔ بس نام میں ہی رعب ہے، بندے تم بس ایویں۔۔۔"

اس سے پہلے وہ انیس کو اپنے ہی نام سے چڑا دیتی، وہ پلٹا اور اک ہاتھ اسکے سر کے پیچھے بالوں پر رکھے دوسرا ہاتھ اسکے منہ پر جماتا اسکی زبان کو بریک لگا گیا، عرشیہ خفیف سا گھبرائی پھر مزاحمت کرے اسکے دونوں ہاتھ فوراً خود سے دور جھٹک گئی۔

"میرے نام کو بخش دو"

انیس کی بڑبڑاہٹ میں دی تنبیہہ پر وہ آج دل ہار دیتی، کمبخت اتنی دلنشیں اور مدہوش کن تھی۔

پر یہ عرشیہ المیر کا جگر اتھا کہ دل ہاتھوں سے سرکنے نہ دے سکی، ابراہیم اور عدین جو ڈنر کے لیے انیس کے منتظر تھے، انیس کو کسی لڑکی کے ساتھ دیکھے وہ دونوں ہی حیرتوں کے سمندر میں غوطہ زن ہوتے چلتے ہوئے انکی سمت بڑھے، کبھی اک دوسرے کو دیکھتے تو کبھی انیس اور عرشیہ کو۔

"یہ کون ہے؟"

عدین اور ابراہیم صاحب کے چہرے کی اڑی ہوائیوں سے بے نیاز انیس گھر کے اندر داخل ہوا، ان دو کی نگاہیں عرشیہ کو دیکھتے پھٹی کی پھٹی رہ گئی تھیں، انیس نے بہت پر سکون انداز میں پہلے بابا کو دیکھا پھر عدین کو۔

"آپکی بہو اور عدین کی بھابھی۔ اسے آپ میں سے کوئی کمرہ دیکھا دے اسکا۔ میں سونے جارہا ہوں۔ کوئی صبح تک مجھے تنگ نہ کرے"

انیس غانم علوی نے ادائے بے نیازی میں جھنڈے گاڑے واک اوٹ کیا جبکہ عرشیہ سمیت وہ دو اپنی جگہ پتھر کے بت بن چکے تھے کہ یہ کیا ہوا ہے؟۔

"ہیں۔۔ کیا کہا؟ بہو۔۔ ادھر پلٹو شہزادے؟ کیا یہ مزاق کا وقت ہے۔۔؟"

ابراہیم نے پیچھے لپک کر انیس کی بازو دبوچے اسے لہرا کر سیدھا کیا جس پر اس نے بابا کو جن نظروں سے دیکھا، ابراہیم صاحب کا سارا غصہ جھاگ بنا، الٹا وہ نادم نظر آئے، جبکہ عدین کے لیے یہ صدمہ چھوٹا نہ تھا۔

"میں نے کال کر کے بتایا تھا لیکن آپکو میری بات ہمیشہ کی طرح مزاق لگی۔ تو اب شکوہ کیسا بابا؟ آپکی مجھے سیریس نہ لینے کی یہ عادت نئی نہیں۔"

وہ ایسے جواب لایا تھا کہ ابراہیم اس سے شکوہ کرنے لائق ہی نہ بچے، اور عرشیہ بس خاموش کھڑی ان سبکو دیکھ اور سن رہی تھی۔

"ہمم۔ بھیو! مجھے تو بتاتے، آپ مجھے آکر لے جاتے۔ آپکی زندگی کی یہ خوشی جو میری دعاوں منتوں سے آپکو ملی، اسی میں شرکت سے مجھے محروم کر دیا؟ میں اتنا غیر اہم ہوں آپکے لیے؟"

عدین آگے آیا تو اسکی آنکھوں کے آنسو دیکھ کر انیس نے اپنے ہاتھوں میں اسکا رندا چہرہ بھرا، عرشیہ کو افسوس تھا کہ یہ سب دکھی ہیں، کیونکہ وہ خود جتنی بھی دکھی ہوتی، کسی دوسرے کو دیکھ کر اسے زیادہ تکلیف ہوتی تھی۔

"یہ شادی میری خوشی نہیں۔ تمہیں بتایا ہے اس دنیا میں میری کوئی خوشی نہیں عدین۔ اس لیے یہ ماتمی شکل بنانے کی ضرورت نہیں۔ یہ لڑکی بابا کی بہو اور تمہاری بھابھی ہے بس۔۔ میری کچھ نہیں لگتی۔"

وہ عدین کا دکھ غلط کرنے کی سعی میں جو نمی عرشیہ کی آنکھوں اور دل کے دریچوں میں بھر گیا اسکا احساس شاید اسے تھا پر ابھی وہ عدین کے لیے حساس لگ رہا تھا کہ وہ ڈپریس نہ ہو جائے، عرشیہ نے یہ بھی سہہ لیا، وہ بھلا

امید بھی کیسے رکھ سکتی تھی کہ وہ انیس کی خوشی ہے، وہ تو بس اک سزا کا حصہ تھی، یہ یاد دہانی عرشیہ کے لیے کربناک تھی پر وہ ایسے جھٹکے اس نکاح کے جھٹکے سے چھوٹے ہی ماننے والی تھی۔

"ہمم۔۔"

وہ سخت غصے سے انیس کے ہاتھ جھٹکتا روتا ہوا ابراہیم کے سینے میں جب لپٹ کر چھپا تو انیس نے اک نظر ابراہیم علوی کی دکھ بھری آنکھوں پر ڈالی اور بنا عرشیہ کو دیکھتا زینے پھلانگتا اوپر چڑھتا چلا گیا اور عرشیہ کے پاس اس وقت جیسے کوئی لفظ نہ بچا، وہ تینوں ہی آس آنکھوں میں لیے اس جانے والے کو دیکھ رہے تھے۔

"ب۔بابا۔ آپ نے کیوں مزاق میں لیا بھیو کی بات کو۔ میں بہت ہرٹ ہوں۔ مجھے رونا آرہا ہے۔"

عدین کو بابا کے سینے لپٹ کر ہچکیاں بھرتا دیکھے خود عرشیہ آگے آئی، اک نظر ابراہیم علوی پر ڈالے اس نے ہاتھ بڑھا کر عدین کے سر کے بالوں پر رکھا ہی کہ وہ کرنٹ کھاتا بابا کے سینے سے الگ ہوئے سامنے ہوا۔

"آپ نے بھی انکو نہیں کہا کہ چھوٹے بھائی کے بغیر شادی نہ کریں۔ کون ہیں آپ؟ ایسی بھابھی کی دعا نہیں کی تھی کبھی جو مجھ سے میرے بھیو اور دور کر دیں۔ نہیں ہیں آپ اچھی۔۔۔۔۔"

عدین نے اپنی ساری تکلیف عرشیہ پر نکالی اور وہاں سے جیسے روتا بھاگا، ابراہیم اور عرشیہ دونوں غمزدہ ہوئے، عرشیہ تو ایسا ہی رد عمل ابراہیم علوی سے بھی امید لگائے ہوئے تھی۔

"اسے میں دیکھتا ہوں بچے، تمہارا اس گھر میں خوش آمدید۔ آو کمرہ دیکھا دیتا ہوں میں تمہیں"

ابراہیم کے توقع کے برعکس نرم برتاو پر عرشیہ کے دکھی دل میں کچھ ہمت سی بھری۔

"آپ اس کو دیکھیں میں انیس سے بات کرتی ہوں۔ کمرہ میرا وہی ہے جہاں انیس غانم رہے گا۔ آپ کو میری وجہ سے پریشانی ہوئی اسکے لیے معذرت چاہتی ہوں انکل"

عرشیہ نے نرم سے انداز میں عدین کو پہنچی تکلیف کی معافی مانگی تو ابراہیم بس اسکی گال تھپکائے شفقت کا احساس دلائے ہی وہاں سے چپ چاپ عدین کے کمرے کی طرف رخ کر گئے جبکہ وہ بھی سیڑھیاں چڑھتی اندازے سے اوپر کے کمرے چیک کرتی تیسرے کمرے تک پہنچی تو وہاں کے سیاہی مائل رنگوں کو دیکھ کر بھانپ گئی کہ یہی انیس کا کمرہ ہو سکتا ہے، وہ اپنی شرٹ وہیں میٹرس پر اتار کے پھینکے واش روم میں گھسا ہوا تھا، عرشیہ نے دھیرے سے قدم اٹھا کر اسکے کمرے میں پیر رکھا، پھر وہ آہٹ پر پلٹی ہی جب ڈرائیور انیس کی گاڑی میں رکھے شاپنگ بیگز دینے آیا تھا۔

"آپکا بہت شکریہ"

عرشیہ نے ان سے شاپنگ بیگز لیے اور انھیں آرام دہ کرسی پر رکھے خود وہ انیس کا انتظار کرنے لگی، عرشیہ نے اب تک انیس کا کوٹ پہن رکھا تھا، انیس کو باہر نکلنے میں وقت تھا تبھی عرشیہ نے یہی مناسب سمجھا کہ وہ بھی تب تک کپڑے بدل لے، تبھی اس نے چینجنگ روم کا رخ کیا، جو کپڑے اس نے خریدے اسی میں سے اس نے بلیک جرسی ٹی شرٹ اور سٹریٹ کٹ مڈی کلرز چیک ٹراوزر نکالا اور پہلے جا کر اس نکاح کے جوڑے سے رہائی پائی، لوز نائیٹ ویئر پہنے وہ کافی پر سکون ہوئی تھی، پھر بالوں کو ڈھیلی سی چٹیا میں باندھے چھوٹا سا ربڑ بینڈ لگاتے وہ فلفی پیروں کے جوتے پہنتی باہر آئی اور باقی شاپنگ بیگز وہیں چھوڑے وہ کمرے میں ٹہل کر انیس کا انتظار کرنے لگی، جبکہ عدین کو روتا ہوا میٹرس پر سینے کے بل لیٹا دیکھے ابراہیم آکر اسکے سرہانے بیٹھے تو تھے پر وہ کسی کو دیکھنا نہیں چاہتا تھا تبھی بابا کی موجودگی کو بھی رد کر گیا۔

ابراہیم افسردہ تھے کہ انکے اس سب کو مزاق لینے کی سزا انیس نے ان سمیت عدین کو بھی دی ہے۔

بہر حال مزید پانچ منٹ بعد انیس واش روم سے نکلا تو فل بلیک جرسی سٹف میں کو_ آرڈ سیٹ پہنے ہوئے تھا، بال بے ترتیب اور پیروں میں نرم اور قالین پر یوز ہوتے بلیک ہی سلیپرز مگر سنہری آنکھوں میں ہلکورتی نیند کے ساتھ خفگی بھی امڈی جب اس نے عرشیہ کو اپنے کمرے میں دیکھا۔

"تمہیں کس نے انوائیٹ کیا؟ اور کسی کے کمرے میں آنے کے کچھ آداب ہوتے ہیں خاتون"

وہ بگھڑتے تیور دیکھاتا ہوا عرشیہ کی جانب بپھر کر بڑھا پر وہ اپنی جگہ سے ڈر کر انچ بھی نہ ہلی۔

"کسی کی زندگی میں گھسنے کے بھی کچھ آداب ہیں انیس غانم، تم نے جب وہ فالو نہیں کیے تو میں کمرے میں گھسنے پر کیوں انھیں دیکھوں بھی؟ زرا بتاو مجھے کس قسم کی روڈنس ہے یہ؟"

وہ بنا خائف ہوئے اس سخت قسم کے لہجے میں بولی کہ اسکی ٹون برداشت کرنے کا سٹیمنا انیس میں یکدم ختم ہونے لگا۔

"کونسی روڈنس؟ تمہیں اپنا نام دینا، اپنے گھر لانا یا گھر میں کمرہ دینا، ایکسپلین کرو گی؟"

وہ ہتھے سے اکھڑتا لمحے میں اپنے زہریلے احسان جتا گیا کہ کچھ لمحے عرشیہ کے پاس جواب کو حرف بھی نہ بچا۔

"تم اپنے گھر میں بھی ویسے ہی روڈ ہو جیسے باہر، پہلے تو اتنے ہنڈسم ڈیڈی کو شاکڈ کر دیا پھر اتنے کیوٹو بھائی کی امیدیں توڑ ڈالیں۔ اور تو اور اس زبردستی پلے باندھی قیدی کو بھی وہیں چھوڑ آئے کہ اب میں ان بچاروں کی ذمہ

داری ہوں۔ جبکہ خود یہاں مزے سے چینج کرے، نرم گرم بستر میں گھس کر خراٹے بھرنے کی تیاری پکڑ لی۔ واہ جی واہ"

وہ سینے پر ہاتھ لپیٹے جیسے اتنی بڑی تقریر اتنی جرت سے اسی لیے ایک چھت تلے رہ کہ کر گئی کیونکہ اسے انیس غانم سے کسی قسم کا خطرہ نہ تھا، ویسے بھی نیند کی میڈیسن لینے کے بعد اسے بس بلیک کو وفی ہی جگا سکتی تھی، ورنہ تو محترم کھڑے کھڑے بھی سو جاتے۔

"خراٹے نہیں بھرتا میں۔ اور جو میں نے تمہارے ساتھ کیا اسکے بعد تمہیں کسی کی شکل نہ دیکھنی پڑے تبھی اتنی پرائیویسی کا نزول فرمایا۔ وہ دو کافی ڈیسنٹ لوگ ہیں جنکے پاس چھوڑ کر آیا تھا۔ معلوم تھا تمہیں تنگ ہونے نہیں دیں گے۔ اب جاو مجھے سونا ہے"

وہ اسکے کمرے سے نکلنے کا منتظر تھا پر عرشیہ بے تکلفی سے جا کر اپنے جوتے اتارتی اسکے میٹرس پر بیٹھتی ساتھ ہی سیدھا کر کے کھول کے رکھے لحاف میں گھس گئی۔

"کمرہ بدری تم سہو۔مجھے یہ گرم بستر چاہیے۔جاو اپنے ڈیسنٹ رشتہ داروں کے پاس"

وہ تکیے پر مزے سے لیٹتی انیس کو اپنی طرف سے گیٹ آوٹ کر گئی پر بجلی کا کرنٹ تو عرشیہ کو تب لگا جب وہ کہیں جانے کے بجائے اسکے برابر ہی بیٹھتے اس کے ساتھ لیٹا،وہ بھی بے تکلفی کے ساتھ کہ اسکے کندھے عرشیہ کے کندھوں سے مس ہوئے۔

"ت۔۔تم۔۔تم میرے ساتھ نہیں سو سکتے۔اٹھو یہاں سے"

وہ فوراسے اٹھ بیٹھے پست سا منمنائی جیسے انیس کے ساتھ لیٹنے پر اسکی جان آدھی نکل ہی گئی ہو۔

"مجھے ابھی تنگ مت کرو۔ میڈیسن لی ہے تو نیند آ رہی ہے۔ جو بات ہے صبح نمٹاتے ہیں۔ تمہیں یہاں نہیں سونا تو یہیں میرے روم کے ساتھ دو اور کمرے ہیں، کسی میں بھی جا کر سو سکتی ہو"

وہ اسکے صدماتی تاثرات دیکھتا لیٹے لیٹے دانستہ اپنی شکل ہٹانے کو کروٹ تو بدل گیا پر اسکا پیٹ ابھی بھی درد میں ہے یہ سوچ آتے ہی عرشیہ نے اسکی جانب جھک کر اسے شانے سے تھامے کروٹ سیدھی کرواتے اپنی طرف پلٹایا تو وہ عرشیہ کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھ کر اسکی جان لبوں تک کھینچ لایا۔

"کروٹ مت بدلو۔ میں چلی جاتی ہوں۔ بس یہ بتانا تھا کہ تمہارا چھوٹا بھائی بہت ہرٹ ہے۔ ایسے اسے ہرٹ چھوڑ کر مت سونا۔ اگر تم سے پاسیبل ہو تو پانچ منٹ اسے دے دو جا کر۔ تمہاری خوشی میں نہیں پر وہ ضرور ہو گا۔ ہے ناں؟"

وہ اسکے سوالیہ نظروں کے زاویے پر فوراسے بڑبڑانے لگی، جبکہ انیس نے دوسرا تکیہ بھی کھینچ کر سر تلے رکھا،وہ اسکی اتنی گہری نگاہوں کی آنچ سے گھبرا سی جاتی میٹرس سے نیچے اتری اور جوتے پہن کر اس سے پہلے کمرے سے جاتی، انیس بھی خود پر اوڑھا لحاف پرے جھٹک کر پھینکتا اٹھا تو دروازے میں جا کر رکتی عرشیہ بھی رک کر انیس کو دیکھنے لگی۔

"تم بھی تب تک اپنے سونے کی جگہ ڈیسائیڈ کرو"

وہ ان گرے آنکھوں میں اپنی جتائی گئی تاکید سے گلیٹرز بھرتا کمرے سے نکلا تو عرشیہ مسکراتی ہوئی واپس جا کر اسی کے بستر میں گھس کر لحاف گردن تک تان گئی، پر اداس تھی کیونکہ مما کو مس کر رہی تھی، تبھی اپنے تکیے کے پاس پڑا فون اٹھا کر دیکھنے لگی جہاں سوہا کی چھ مس کالز تھیں، عرشیہ کا دل چاہا وہ کال بیک کرے پر جو وہ دیکھ چکی تھی اسکے بعد یہ کال کرنا مشکل ہو رہا تھا۔

انیس نیچے آیا تو سیدھا عدین کے کمرے کا رخ کیا، ابراہیم پہلے ہی اسکے سرہانے بیٹھے تھے جب انہوں نے انیس کو کمرے میں آتا دیکھے اٹھ کر اسکے لیے جگہ چھوڑی، عدین کو ہچکیوں سے روتا دیکھے انیس کو بہت برا لگا اور یہ ابراہیم بھی دیکھ سکتے تھے۔

"جونئر! میری طرف دیکھو"

انیس نے پاس بیٹھے اسکے سر پر ہاتھ پھیرے پکارا تو وہ اور سخت رونے لگا، اسکا رونا وہ بھی آواز کے ساتھ، ابراہیم کے دل کو احساس ندامت سے بھر رہا تھا اور انیس کا سینہ بھاری پڑ رہا تھا۔

"ن۔ نہیں۔ مجھے لگتا تھا کبھی نہ کبھی آپ میرے سے وہ والا پیار کر ہی لیں گے جو میری حسرت ہے بھیوپ۔۔ پر آپ مجھ سے کبھی وہ پیار نہیں کر سکتے کیونکہ وہ آپکے پاس ہے ہی نہیں۔ م۔ میں بہت ہرٹ ہوں۔۔ میرے بغیر آپ نے شادی کی۔ م۔ میں آپ سے کبھی نہیں بولوں گا۔۔۔ میرا دل بہت

زیادہ برا ٹوٹ گیا ہے۔۔۔۔یو ہرٹ می۔میں کچھ بھی نہیں آپ کے لیے۔۔میں یوز لیس بھائی ہوں ناں۔۔دیکھنا اب میں آپکو اپنی کوئی تکلیف نہیں پتا لگنے دوں گا۔۔۔اب میرا کوئی بھائی نہیں۔۔۔میں آپکی خوشی کو ترستا رہتا ہوں اور آپ نے مجھے ہی محروم کیا۔۔۔۔"

وہ ہچکیوں کے سنگ پھوٹ پھوٹ کر روتا بس انیس اور ابراہیم دونوں کا دل نوچ رہا تھا، ابراہیم سے تو اسکی تکلیف سہی نہ گئی تو نادم سے ہو کر کمرے سے نکل گئے پر انیس نے زبردستی الٹے لیٹے عدین کو پہلے اٹھا کر سیدھا کیا پر وہ دونوں بازو منہ پر باندھ کر چھپنے کی کوشش میں تھا لیکن انیس نے تھوڑی اور قوت لگاتے عدین کے منہ پر بندھی بازووں کو ہٹا کر اسکی کہنیاں میٹرس سے لگائیں جس سبب وہ بھیگتی سرخ آنکھوں سے خود پر جھکے بھیو کو دیکھ کر بھاری بھاری روئے سانس بھرنے لگا۔

"میری خوشی تمہارا سکون اور حفاظت میں رہنا ہے۔وہ لڑکی یا یہ رشتہ میری خوشی نہیں۔میرے ساتھ ایسا مت کرو عدین میں صرف ایک بار مناوں

گا۔اس سے زیادہ مجھے منانا نہیں آتا۔مجھے معاف کر دو، میں نے واقعی اس نکاح کے تمہاری طرف سے اتنے سنگین رد عمل کا نہیں سوچا تھا، اندازہ بھی نہیں تھا کہ تم اپنی اہمیت کا پیمانہ یہ رکھے ہوئے ہو گے۔تم اپنی کوئی تکلیف مجھ سے چھپاو تو پھر میر امر امنہ ہی دیکھنا۔ سمجھ گئے ؟"

عدین کے آنسو انیس کی اس آخری دھمکی پر تھم گئے، ہچکیاں وہ ہنوز بری بری بھر کر انیس کا سکون اور نیند حرام کر رہا تھا۔

"ہ۔ہاں دے لیں موت کی دھمکی۔اس بار آپ میر امر امنہ دیکھیں گے۔وہ لڑکی بھی مجھے قبول نہیں۔مجھے آپ نے توڑا ہے بھیو۔بابا سے تو چلیں آپکی بنتی نہیں پھر بھی وہ بابا تو ہیں، پھر میرے ساتھ ایسا کیسے کر سکتے ہیں آپ ؟ب۔ بھیو میں آپکو ایک بار بھی یاد نہیں آیا؟ بولیں۔۔۔کیا یہی ہے میری اہمیت آپکی زندگی میں ؟ مما کو شکائیت لگاوں گا دیکھنا آپ، کہوں گا بھیو کے ڈریم میں مت جائیں بھیو نے ہرٹ کیا مجھے۔۔۔۔۔چلے جائیں

یہاں سے۔ نہیں مانوں گا میں۔۔۔مجھے گند الگ رہا ہے سب۔۔۔۔یو ہرٹ می بھیو"

وہ انیس کے ہاتھوں کی گرفت جھٹک کر واپس تکیے میں منہ چھپا کر سسکنے لگا جس پر انیس بڑا دلبر داشتہ ہوئے اسکے سرہانے سے اٹھا تھا۔

"تم مجھ سے مما کو پورا چھین لو پر ناراض مت ہو عدین۔"

عدین نے تکیے سے منہ نکالا تو رو رو کر عدین کا چہرہ اور کان لال ہو چکے تھے اور دیکھ بھی وہ ظالموں کی طرح رہا تھا۔

"ہو گیا ہوں۔یو ریلی ہرٹ می۔۔۔۔مر جاوں اللہ کرے میں"

عدین کی بکواس مزید نہ سننے کی ہمت رکھتا انیس اس بار جھکا اور عقب سے عدین کو گردن سے دبوچ کر سیدھا کیا کہ وہ درد سے کراہتا اور رونے لگا۔

"ایسی بکواس اگر تم نے دوبارہ کی تو بہت برا پیش آوں گا۔ انسان کے بچے کی طرح بیہیو کرو ورنہ مجھ سے مفت کی دھلائی پا بیٹھو گے۔ تمہیں بکواس سمجھ نہیں آرہی میری کہ اس وقت میری خوشی تم ہو، تمہارا محفوظ ہونا میرا سکون ہے۔ یہ کس قسم کاری ایکشن ہے عدین۔ کیا تم میری جان لینا چاہتے ہو؟"

عدین نے اسکا ہاتھ پکڑ کر جھٹکا کیونکہ اس وقت عدین کے حواس جگہ پر نہ تھے اور انیس کو وہ صرف غصہ ہی دلا رہا تھا۔

"ا۔۔ اب آپکی جان وہی ہو گی ناں۔۔ جو آئی ہے۔۔ اسکے لیے مجھے ایسے درد دے رہے ہیں۔ جائیں اسی کے پاس۔ نہیں چاہتا آپکو اپنے پاس۔ بھیو بھی نہیں ہیں آپ میرے۔ دیکھنا ارسل سر سے دوستی بھی کروں گا"

وہ اس وقت پاگل بنا سوچے کچھ بھی بک رہا تھا اور انیس کو لگا مزید وہ رکا تو عدین کا منہ توڑ ڈالے گا تبھی بنا کچھ کہے وہ کمرے سے نا صرف نکلا بلکہ دروازہ

بھی پٹخ کر گیا، عدین کا رونا تو تھم گیا تھا پر جو بکواس وہ کر بیٹھا اسکی دہشت عدین پر کسی عفریت کی طرح حاوی ہوتی محسوس ہوئی۔

وہ باہر نکلا تو غصے اور تکلیف کی حدوں پر تھا، ابراہیم علوی باہر ہی اداس سے ٹہل رہے تھے جب انہوں نے انیس کو باہر آتے اور غصہ کنٹرول کرتے دیکھا، وہ اسکی طرف بڑھے۔

"کیا وہ رونا چپ ہوا؟"

ابراہیم علوی کی پریشانی سے آواز سی لرزی۔

"اچھا تھا روہی لیتا، اس نے جو بکواس کی ہے نا قابل برداشت ہے۔ ابھی اسے اکیلا چھوڑ دیں اور جا کر آرام کریں آپ بھی بابا"

انیس نے اپنا لہجہ سخت نہ کرنے کی پوری کوشش کرتے بابا کو سمجھایا اور جانے لگا جب ابراہیم بے ارادہ اسکا ہاتھ تھام گئے، انیس کو چار و ناچار رکنا پڑا۔

"انیس۔ مجھے معاف کر دو۔ میں نے تمہاری بات کو مزاق سمجھ کر غلطی کر دی پھر"

وہ بہت زیادہ شرمندہ تھے کہ انکی نظریں اٹھنے سے قاصر تھیں۔

"کوئی بات نہیں۔ میں نے بھی غلطی کی سزا دے دی۔ حساب برابر۔ جا کر سو جائیں۔"

وہ ناراض نہیں تھا اور انداز بھی نارمل تھا تبھی اسکے جانے پر ابراہیم کا بھاری دل کچھ نرم پڑا، انیس کے منع کرنے کے باوجود وہ عدین کے کمرے میں دوبارہ داخل ہوئے تو وہ بابا کو دیکھتے ہی اٹھ کر ان سے لپٹ گیا، بہت زیادہ کانپ رہا تھا۔

"مجھ سے وہ پیار نہیں کرتے بابا۔ وہ مجھے بہت برا ڈانٹ کر گئے ہیں"

عدین کی ہچکیوں نے پھر سے شروع ہو کر ابراہیم کا سینہ تنگ کر دیا پر وہ بے بس و خاموش تھے تبھی بس اسکی پیٹھ تھپکنے لگے کہ وہ پر سکون ہو

جائے، انیس کمرے میں انٹر ہوا تو اسکا غصہ واپس اسکے اندر آگ لگائے ہوئے تھا لیکن اسکے اندر ہلکورتی ہر اذیت تھم گئی جب اس نے کروٹ پر لیٹی عرشیہ کو فون گیلری کھولے اپنی اور سوہا کی تصویر حسرت سے دیکھتے دیکھا، وہ شاید رو بھی رہی تھی، انیس نے دروازہ بند کیا اور چلتا ہوا عقب میں آرکتے لحاف اٹھا کر اک طرف کرتے اسکے قریب ہی بیٹھا تو وہ اسکی موجودگی محسوس کرے جلدی سے فون سائیڈ رکھتی کروٹ سیدھی کرتی ہی اٹھ کر بیٹھی، وہ اسے یہ بھی نہ کہہ سکا کہ اسکے انیس کو اس وقت بھیجنے پر عدین نے کتنا برا رد عمل دیا ہے۔

"کیا تمہاری تمہارے بھائی سے کچھ بات چیت ہو سکی؟"

وہ اپنی روئی روئی آنکھوں پر سے انیس کی توجہ ہٹانے کو فوراً اس سے سوال کر گئی۔

"اسے کل تک ہوش آجائے گا، ابھی اسکا دماغ گھٹنوں میں ٹرانسفر ہو چکا ہے۔ اسے چھوڑو تم بتاو کیا مسئلہ ہے؟"

وہ ٹیک لگا کر بیٹھے تکیہ بیک میں پھنساتا ہوا اس وقت گردن زرا پھیرے عرشیہ المیر کی یہ روئی روئی آنکھوں کی وجہ جاننا چاہتا تھا، جو بتانا نہیں چاہتی تھی پر بتائے بنا اس سے رہا بھی نہ جا رہا تھا۔

"تم ہو ناں میرا سب سے بڑا مسئلہ۔ لیکن میں اتنی ہرٹ ہوں کہ تم پر غصہ بھی نہیں کر پا رہی ہوں۔ میرے اپنے دکھ مجھے الجھائے ہوئے ہیں سڑو"

وہ اس وقت بہت زیادہ افسردہ تھی، اسکی آواز میں لرزش تھی، انیس نے لحاف پکڑ کر عرشیہ کے اوپر اوڑھایا جو وہ انیس کے ساتھ بیٹھتے ہی گھبرا کر خود ہر سے ہٹا کر اپنے اور اسکے بیچ پھنسا چکی تھی، عرشیہ نے اپنی مرجھائی آنکھیں اٹھا کر انیس کی طرف دیکھا جو ہر احساس سے عاری ہو کر بھی اپنے

عمل سے یہ جتا رہا تھا کہ اسے اس کمرے میں ہوئے اس اضافے سے فرق بھی پڑ رہا ہے اور اسے عرشیہ کی فکر بھی ہے۔

"تم اپنے وہ دکھ بتاو جو تمہیں الجھائے ہوئے ہے، بعد میں ایزی ہو کر غصہ کر لینا"

وہ مستقل اسے ہی دیکھتے بولا جیسے اس وقت ہر شے سے ضروری عرشیہ کی بات سننی ہو۔

"ہمم۔۔پر تمہیں تو سونا تھا ناں؟"

وہ بولتے ہوئے اپنی آواز ٹوٹنے سے روک نہ سکی۔

"جہاں تم نے مجھے بھیجا تھا اس گدھے نے لگ بھگ ساری نیند حرام کر دی ہے میری، باقی تم کر دو۔بتاو کیا مسئلہ ہے؟"

وہ اسکے لاپرواہ انداز میں بھی ٹوٹ کر سمٹتی پرواہ محسوس کرتی اداس آنکھوں سمیت مسکرائی تھی لیکن پھر بھی ان گرے آنکھوں کے گوشے نم پڑنے لگے۔

"مما نے کہا رئیس نے انکو یہ کہہ کر ورغلانے کی کوشش کی کہ اسکا انکی یاد میں ایکسیڈنٹ ہوا، یہ بھی کہ جو میں نے دیکھا وہ بس میری آنکھوں کا دھوکہ تھا۔ میں نے مما کو رئیس سے دور رہنے کا کہا تھا، انہوں نے مجھ سے پرامس کیا تھا اور اس گندے آدمی کو چھوڑ بھی چکی تھیں۔ اب میرا دل مجھے یہ کہہ رہا ہے کہ شاید مما ٹھیک کہہ رہی ہوں۔ وہ رئیس، مما کا اعتماد واپس پانے کے لیے کسی بھی حد تک گر سکتا ہے۔ اگر مما نے واقعی رئیس سے دوبارہ رشتہ بحال نہیں کیا تو پھر میری انکو دی سزا تو ناجائز ہوئی ناں۔۔۔م۔ مجھے کچھ سمجھ نہیں آرہا۔ میرا دل بہت بے چین ہے۔ ایسا لگ رہا ہے وہ ٹھیک نہیں ہیں انیس"

وہ یہ سب بتانے کے ساتھ ضبط قائم نہ رکھ پاتے جب روئی تو انیس نے گہرا سانس بھرے اپنے آپ کو ہوش میں پٹخا ورنہ شاید وہ اسکے یہ آنسو گرے بھی نہ دیتا۔

"تم نے ایسا کیا دیکھا؟"

وہ روتی ہوئی ہی نظریں اٹھا کر انیس کی آنکھوں میں موجود سوال پر اپنے آنسوؤں کو گھوٹ گئی۔

"مما اور رئیس کو ایک دوسرے کے بہت قریب دیکھا"

وہ نظریں جھکا کر اپنے ہاتھوں کو اک دوسرے میں پیوست کرے رنجیدہ ہو کر منمنائی۔

"کتنا قریب دیکھا؟"

وہ اسکے سیدھے سوال پر مضطرب ہو کر اسے دیکھنے لگی کہ وہ کیا اگلوانا چاہ رہا ہے۔

"جتنا ایک کپل قریب ہو سکتا ہے انیس۔ کیا اب تمہیں اک اک ڈیٹیل سمجھاوں؟"

وہ زچ سی ہوئی جبکہ انیس کی لمحہ بھر آنکھیں مسکرائیں جب وہ اس طرح معصومانہ سا گھوری لیکن انیس کی مسکراتی آنکھیں مدھم مگر رنگین و خوبصورت قوسین جیسی تھیں، خوش قسمت لوگوں کو دیکھنی نصیب ہوتی تھیں۔

"کال کرو انھیں۔ ان سے پوچھو یہاں آسکتی ہیں تو آجائیں یا ہم چلتے ہیں انکے پاس"

انیس کے بدلتے بیان پر وہ کتنی دیر اس پر سے نظریں نہ ہٹا سکی جو اسکے آنسوؤں میں کھو یا دنیا جہاں بھول گیا تھا، وہ آنسو جو عرشیہ کی آنکھوں سے بہتے ہی چلے جا رہے تھے۔

"تم نے ہی تو کہا تھا انھیں انوائیٹ نہ دے کر سزا دوں، اب ایسا کیوں؟"

عرشیہ کی آواز آنسوؤں میں ڈوبی تھی اور لب و لہجے میں حیرت بھی اپنی جگہ ہلکورا اٹھی تھی۔

"اُس وقت میں پوری بات نہیں جانتا تھا۔ اب تم نے مجھے تمام صورت حال بتائی ہے تو مجھے لگ رہا ہے تم کچھ زیادہ بد گمان ہو۔ شاید سچ واقعی وہی ہو جو سوہا سومرو نے بتایا۔"

وہ اسکی بات سنے میکانی طور پر سر ہلاتے اپنے آنسو پونچھنے ہی لگی کہ انیس نے اسکا ہاتھ پکڑ کر عرشیہ کے چہرے سے دور کرتے خود اپنا ہاتھ بڑھا کر اسکے چہرے سے لگاتے، انگوٹھے کی پور سے وہ رخسار پر بہتی آنکھوں کی نمی

جذب کی تو عرشیہ کے لیے یہ ماننے والا لمحہ نہ تھا، وہ سن و بے حرکت جسم رہ گئی، اسکے احساسات سارے تو اس ہاتھ کے لمس کے زیر اثر کچھ لمحوں کے لیے مفلوج ہو گئے۔

"تم سے اسکی امید نہیں ہے مجھے۔ کچھ لوگوں پر آنسو دینا جچتا ہے سڑو"

وہ اپنی حیرت اور سابقہ تکلیف کو لہجے سے الگ نہ کر سکی اور بہت دیر بعد بولنے کے قابل ہو سکی۔

"جانتا ہوں۔ لیکن کسی کے اضافی بہتے آنسو مجھے ٹنشن دیتے ہیں۔ تو یہ میں نے اپنے لیے کیا۔ تمہارا چہرہ دیکھنے کی مجبوری اف"

وہ کہیں سے بھی مجبور نہ تھا، لیکن اسکے انداز خطرناک چھپے عاشقوں جیسے ضرور تھے، عرشیہ نے دوبارہ اک بھی آنسو نہ بہایا لیکن وہ اسکا اپنی رخسار سے لگا زخمی ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر تھامے انیس کے ہاتھ کی پوریں ضرور دھڑکا گئی تھی۔

"تمہیں کوئی مجبور بھی کر سکتا ہے سڑو؟"

وہ اب تک اس شخص کی پر اسرار ذات میں ڈوبی ہوئی تھی، اس بار تو اسکی آواز پر اسکے اندر پلتے خمار کا گہرا غلبہ بھی تھا۔

"ہاں۔ مجبور کرنے والا کوئی ماہر ہو تو انسان اپنے اصولوں کو چوک میں رکھ کر آگ بھی لگا دیتا ہے۔ چلو ہم دونوں چلتے ہیں۔"

وہ خود پر سے بھی لحاف ہٹا گیا اور نا صرف اٹھ کھڑا ہوا بلکہ عرشیہ کو حیران و پریشان بھی کر گیا، وہ بھی اسکی ذات کے جادو کے پیش نظر اٹھ کھڑی ہوئی اور جھک کر سائیڈ ٹیبل سے اپنا فون بھی اٹھایا۔

"انیس۔۔۔"

وہ اپنی گاڑی کی کیز سٹنگ ایریا سائیڈ موجود گلاس ٹیبل کی سطح سے اٹھائے یوں پکارے جانے پر شدید بد مزہ ہوا۔

"تبھی تمہیں اپنا نام نہیں بتا رہا تھا، پکار پکار کر گِھسا دو گی۔"

وہ اسکے لیے بھی شاپنگ بیگز میں سے وول کی شال نکال کر لاتا عرشیہ کے ہاتھ میں تھمائے ساتھ اسے ڈانٹ بھی گیا لیکن باخدا اسکی وہ ڈانٹ عرشیہ کی کھوئی مسکراہٹ لوٹا گئی۔

"تمہارا نام واقعی خوبصورت ہے کیا کروں لے کر تھوڑی خوشی مل رہی ہے تو لینے دو۔ نکاح کا غصہ اتر گیا اب اس لیے کہنا چاہتی ہوں تم اتنے بھی سڑو نہیں ہو۔ اس وقت اپنی نیند قربان کر کے میرے ساتھ میرے گھر جا رہے ہو۔ مجھے نہیں پتا تم کیا ہو پر ریڈ والے اینگری برڈ ہی ہو پکا"

وہ اسکی تھمائی شال اپنے اطراف لپیٹے ابھی سے انیس کے نرم ہونے کی شیدائی تھی تو آگے تو دیوانی ہی ہو جاتی، لیکن وہ جانتا تھا کیسے اسکو خود پر مر مٹنے سے روکنا ہے۔

"زبان بند بھی کر لیا کرو۔۔۔ ویٹ کر رہا ہوں گاڑی میں۔ اپنی تیاری جلدی سمیٹ کر پہنچو"

وہ سرد اور اکھڑے لہجے میں ڈپٹتا ہوا کمرے سے نکلتے ہوئے اپنی لوز بلیک ہڈی بھی اٹھا کر لے گیا، شوز اس نے عرشیہ کو شال دینے سے پہلے ہی پہن لیے تھے، عرشیہ کے ماتھے پر خفگی سے بل پڑے۔

"بہت زیادہ سڑو آدمی۔"

منہ ہی منہ میں بڑبڑاتی وہ بھی اپنے موزے والے پیر، لیڈیز بلیک پمپ شوز میں ارسیٹی ہوئی پیچھے ہی نکل گئی، لیکن یہ زیادہ سڑو آدمی عرشیہ نے بس اوپر اوپر سے ہی کہا تھا۔

اندر تو کوئی خود رو کونپل کچھ دیر پہلے کھل چکی تھی، زہے نصیب!

.._____..

خضر اپنے کانسرٹ کے لیے بھرپور تیار تھا، بس کل کا دن تھا، پہلے اسے یہ میوزک کانسرٹ شوق میں کرنا تھا لیکن اب اپنا شوق بھی ضرورت بن گئی تھی، وہ منائم کے لیے اپنے دل میں اتنی محبت رکھتا ہے کبھی اسکی خود خضر کو بھی خبر نہ ہوئی تھی لیکن اب اسے وہ اس دنیا میں ہر کسی سے عزیز تھی، ہاں وہ یہی سوچ کر مسکرا رہا تھا کہ وہ بچپن میں جب اندھیرے اور تنہائی سے ڈر کر روتا تھا تو اسکی چھوٹی بہن اسکے سرہانے بیٹھ کر اپنی گود میں اسکا سر رکھے تب تک خضر کے بالوں میں اپنی انگلیاں پھیرتی جب تک وہ سو نہ جاتا، وہ لاپرواہ رہا تھا، کبھی زندگی نے سخت چہرہ دیکھایا ہی نہیں تھا کہ اسے پتا چلتا اسکے دل کے قریب کون بسا ہے، منائم کو اس نے ایک بار پھر اسکے کمرے میں جا کر دیکھا تا کہ تسلی کر سکے کہ وہ سو رہی ہے اور جس قدر آج اسکا دن تکلیف دہ تھا، اسکی یہ پر سکون نیند خضر کو بھی سکون بخش گئی، وہ باہر آیا تو کچن کی طرف ہوتی ہلچل پر خضر کے قدم بے ساختہ کچن کی جانب حرکت

کیے، مگر وہاں عاصم المیر ملک کرسی کھینچ کر بیٹھا تھا، بابا کو یوں افسردہ دیکھتا وہ بھی انکے پاس چلا آیا۔

"تم ہم سے ناراض مت ہو۔ محراب نے شئیرز ٹرانسفر کر دیے اور پارٹنر کا نام جاننے کی شرط کے ساتھ سائن کروا لیے۔ میں سمجھتا ہوں تم منائم کے لیے فکر مند ہو، ہم بھی ہیں پر۔۔۔"

خضر نے اک پانی کی بوتل لی اور اسے یہیں کھول کر پینے کے بجائے وہ وہاں سے جانے لگا جب عاصم اٹھ کر اسکی راہ میں آئے، خضر کے جبڑے تن کر رہ گئے۔

"آپ دونوں فکر مند ہیں بھی تو اب اسکی آپ دونوں کو ضرورت نہیں۔ مما کو کل طلاق رجسٹر کروا لینے دیں، پھر میں دیکھتا ہوں ہمیں رکنا ہے یا نہیں۔ رہی بات منائم کی تو آپ اسکی شادی میرے جیتے جی کسی کاروباری منافع کے لیے نہیں کر سکتے۔ وہ مہویر کی ہی رہے گی"

خضر نے چند حتمی باتیں صاف صاف عاصم ملک پر واضح کر دیں جبکہ عاصم المیر ملک کی آنکھوں میں صاف صاف غصہ ہلکورا۔

"ٹھیک ہے پھر اسکی جگہ تم دو گے قربانی، کاروباری شادی کرو گے میری طرح؟ اپنی بہن سے بہت محبت جاگ رہی ہے ناں اس لاپرواہ راک سٹار کو۔ تو پھر اگر وہ نہیں تو تم، کیونکہ میں زبان دے چکا ہوں۔ اب تم دیکھ لو کہ منائم کو قربان کرو گے یا خود ہو گے۔۔ اور ہاں اسکے علاج کے لیے پیسے چاہیں تو لے لینا مجھ سے"

وہ بابا کی اب تک قائم سنگدلی پر سخت افسردہ ہوا، وہ اپنے بچوں کو ماڈرن طریقے سے بیچنے کی بات کر رہے تھے۔

"پیسے نہیں چاہیں۔ اور میں جب آپکے کاروبار میں کوئی دلچسپی ہی نہیں رکھتا ڈیڈ تو بھلا کاروباری شادی کیوں کروں گا؟ آپ سیدھا سیدھا کہیں کہ میرے یا منائم میں سے کسی ایک کی قیمت لگا چکے ہیں آپ، کس قسم کے باپ

ہیں۔ خود کاروباری شادی کر کے برباد ہونے کے باوجود آپ یہی بربادی اپنی اولاد کے لیے سوچ بھی کیسے سکتے ہیں؟"

خضر کا دماغ کام کرنا بند کر گیا جس سبب اسکی آواز بھی اونچی ہو گئی۔

"خضر! وہ خاور سلطان نامی آدمی بہت پاور فل ہے۔ اسکی یا بیٹی بیاہنی ہو گی یا اسکے بیٹے کو اپنا داماد بنانا ہو گا۔ وہ مجھے سیاست تو کیا ملک ہولڈ نگز کے تمام شئیرز حاصل کرنے میں بھی مدد دے گا۔ تم جانتے ہو کیا؟ محراب نے ملک ہولڈ نگز کے شئیرز اپنے عاشق کو بیچ دیے ہیں، وہی اسکا پہلا منگیتر جس سے اسکی مجھ سے شادی سے پہلے منگنی ہوئی تھی۔ وہ آدمی تمہارے نانا کو بلکل پسند نہ تھا۔ وہ ہولڈ نگز میں آیا ہی اس کمپنی کو ہتھیانے۔ کیا تم یہ چاہو گے کہ تمہارے نانا اور بابا کی محنت وہ موساب اعوان نامی کمینہ لے اڑے، یہ بھی مت بھولنا کہ تمہاری ماں کے اس عاشق نے تمہاری ماں اور پیسے کے بیچ پیسہ چنا تھا اور ملک سے فرار ہو گیا۔ ایسے ہاتھوں میں دوں گا یہ اختیار؟۔ خاور سلطان کے بہت لمبے ہاتھ ہیں، وہ موساب کا پورا پولیس محکمہ خرید سکتا

ہے۔اس سے شئیر زلیناتو معمولی بات ہے۔جب تک یہ محراب کے پاس تھے سیو تھے پر اب نہیں۔اب مجھے اپنی کوئی اولاد قربان کرنی ہی ہو گی"

خضر کا سر درد سے جیسے پھٹنے لگا،وہ نازک دل و دماغ والا انسان بھلا یہ سب زہر کیسے سن کر برداشت کر سکتا تھا۔

"وہ اولاد منائم نہیں ہو گی۔اگر آپکو واقعی اولاد وارنے والی چیز لگتی ہے تو میں یہ قربانی دینے کو تیار ہوں لیکن اسکی ایک شرط ہے کہ آپ کبھی بھی منائم کو کسی بھی فیصلے کے لیے مجبور نہیں کریں گے۔وہ اپنی زندگی میں جو چاہے گی کرے گی۔"

اپنے دل پر پتھر رکھے خضر نے یہ لین دین قبول کیا کیونکہ جانتا تھا عاصم ملک کے لیے یہ ملک ہولڈ نگز کتنی اہم ہے،ایک اولاد سے کمپنی چلانے کا کام لینے والا تھا،دوسری قربان کرنے چلا تھا اور تیسری تو اسکے لیے ابھی ناکارہ تھی،عاصم کی آنکھوں میں اتر آتی چمک سے خضر کو کراہت محسوس ہوئی۔

"مجھے منظور ہے۔ تم سے ایسی ہی امید تھی مجھے۔ خیر شب بخیر!"

وہ اپنا مطلب پورا ہوتے ہی مسکرا کر خضر کی گال تھپکتا کچن سے نکل گیا جبکہ خضر نے اپنے سینے پر ہتھیلی سہلائی جیسے اسکے سینے میں عجیب سے گھٹن بھر گئی ہو، وہ جانا نہیں چاہتا تھا پھر بھی مما کے روم کی طرف گیا، دروازہ ہلکا سا کھولا تو محراب پر سکون نیند لے رہی تھی، عاصم بھی یقیناً اب مست نیند سونے والا تھا پر خضر ملک کا کیا؟ اسکی نیند تو شاید تمام عمر کے لیے اجڑ چکی تھی، محراب یا عاصم میں سے کسی نے ایک بار بھی منائم کو دیکھنے کی زحمت نہ کی تھی اور خضر فیصلہ لے چکا تھا کہ نہ وہ اب خود یہاں رہے گا نہ ہی منائم کو رہنے دے گا۔

وہیں دوسری طرف وولف کے اڈے پر نیسائی اک نیا کیس لے کر آ چکا تھا، اور جس انسان کی سپاری وولف کو ملی تھی وہ کوئی اور نہیں، عاصم المیر ملک تھا۔

"کس نے دیا کنٹریکٹ؟"

نیسائی نے اس بار بھی زیادہ تفصیلات نہیں دی تھیں، وہ پچھلے کئی سالوں سے منتظر تھا کہ کوئی اس خبیث کی سپاری دے پر اب عاصم کا یکدم آیا نام مہویر کی کچھ بے چینی کا باعث تھا۔

"مجھے اسکا نام تو نہیں پتا لیکن وہ کوئی عورت تھی۔ اس نے کہا کہ اسکے پاس عاصم المیر ملک کے خلاف ٹھوس ثبوت ہیں۔ جیسے ہی وولف اس کنٹریکٹ کو لینے کی ہامی بھرے گا، وہ ایک پین ڈرائیور بھیجوا دے گی جس میں عاصم المیر ملک کے کالے کرتوتوں کے سارے ثبوت درج ہیں"

یہ سب سنے وولف کی نظریں اس تصویر کے بجائے غیر مرئی نقطے پر جا جمیں۔

"اسے خبر پہنچاو کہ وولف نے کنٹریکٹ قبول کر لیا ہے۔ میں اسکے خلاف سارے ثبوت دیکھنا چاہتا ہوں نیسائی"

نیسائی جو اسکے سامنے بیٹھا سگریٹ پھونک رہا تھا، سر ہلاتے اسکے سامنے سے اٹھا اور وولف کے سامنے ہی اس نے مطلوبہ نمبر پر کال ملائی، کال فوراً پک کر لی گئی۔

"وولف اس آدمی کے خلاف ثبوت دیکھنا چاہتا ہے۔"

نیسائی نے فون کے پار موجود نسوانی وجود کی سماعت تک وولف کا پیغام بھیجا۔

"ثبوت کل تک مل جائیں گے"

اس عورت نے کال کاٹ دی جبکہ نیسائی نے دوبارہ سے وولف کے سامنے بیٹھے اطلاع دی جسکے بعد وولف نے اسے جانے کا اشارہ کیا، نیسائی کے جاتے ہی مہویر میثاق نے عاصم المیر ملک کی ٹیبل کی سطح پر رکھی فوٹو اٹھائی، مہویر کی سیاہ آنکھوں میں جتنا غصہ بھرا تھا، وہ عاصم المیر ملک کو جلا کر بھسم کر سکتا تھا، وہ تصویر دیکھتے دیکھتے وہ ماضی میں کھو گیا تھا۔

"تم مجھ سے پیار کرتی تھی پھر اب تمہیں کسی اور سے پیار کیسے ہو سکتا ہے فاطمہ۔ بات سنو میری۔ تم منگیتر ہو میری، یعنی تمہارا اور میرا ساتھ جڑا ہے۔ ہم نے ساتھ بوڑھے ہونے کی قسم کھائی تھی۔ تم مجھ سے محبت کرتی ہو پھر اب یہ دوسرا مرد؟"

مہویر تب بھی جان لیوا حد تک پر کشش ہوا کرتا تھا پر اف فاطمہ نور تو آپسرا تھی، وہ پہاڑوں کی بیٹی تھی، حسن میں مالا مال، اپنے بابا شمس الدین کی کل حیات، ماں دمے کی شدید تکلیف سے مر گئی تو پھر شمس الدین نے ہی اسے ماں اور باپ بن کر پالا، نہ صرف اپنی بیٹی کو بلکہ اک حادثے میں مرتے اپنے دوست اکبر میثاق اور انکی بیوی سعدیہ کے اکلوتے بچ چکے بیٹے کی بھی انہوں نے فاطمہ کے ساتھ پرورش کی تھی، وہ جب شمس الدین کی کفالت میں آیا تو چودہ سال کا تھا، اور وہ اس سے بہت چھوٹی تھی، مہویر کو ان نیلی آنکھوں والی فاطمہ نور سے اسی عمر میں عشق ہوا لیکن یہ محبت مہویر کی جانب سے تھی، فاطمہ نور نے اسے اپنے دوست سے زیادہ کبھی نہ سمجھا تھا

اور جب فاطمہ کو عاصم پسند آیا تب اس نے پہلی بار محبت سمجھی اور بابا کو کہا کہ وہ مہویر سے منگنی توڑنا چاہتی ہے کیونکہ عاصم المیر ملک اسکے لیے رشتہ بھیج رہا ہے جسے وہ پسند بھی کرنے لگی تھی کیونکہ وہ ملک ہولڈنگز میں عاصم کی سیکرٹری کی جاب کرتی تھی، وہیں سے عاصم نے دو عورتوں کی زندگی برباد کرنے کے بعد اس کم سن اور بچاری فاطمہ نور کو تباہ کرنے کا ارادہ بنایا، فاطمہ تو اسکے پیار میں جیسے اندھی ہو چکی تھی۔

"بات سنیں مہویر! میں نے آپ سے کبھی نہیں کہا کہ میں آپ سے پیار کرتی ہوں۔ آپ بابا کی ذمہ داری ہیں تو اس ناطے میں نے بھی ہمیشہ آپکو اپنا دوست مانا۔ منگنی بھی بابا کے کہنے پر کی کیونکہ تب تک میری زندگی اور دل میں کوئی نہ تھا۔ لیکن اب مجھے محبت ہو چکی ہے۔ میں اک زبردستی کے رشتے میں بندھنے سے بہتر ہے اپنی محبت کی ہو جاوں۔ مجھے معاف کر دیجئے گا لیکن میں صرف عاصم سے پیار کرتی ہوں۔ انکے سوا میری زندگی کسی دوسرے

مرد کے ساتھ نہیں جڑھ سکتی۔ آپ بھی آگے بڑھیں، آپکو بھی میں بس پسند ہوں، محبت نہیں ہوں۔۔۔پلیز"

اس روز وہ مہویر کے سینے میں پہلی بار عاصم المیر ملک کے لیے نفرت کا بیج بو گئی تھی، مگر اب تو نفرت بہت چھوٹی چیز تھی، اب تو وہ عاصم المیر کے لی اک اک سانس پر گھٹ رہا تھا، وہ جیسے ہوش کی دنیا میں پٹخ دیا گیا تو اسکی آنکھوں کے گوشے نم تھے، اسکی محبت کی جس فاطمہ نے بے قدری کی، وہ اسی کا بدلہ لینے نکلا ہوا تھا، کیونکہ مہویر نے اس لڑکی کو واقعی اپنی زندگی کا ہمسفر چنا تھا، وہ اسکے ساتھ ہمیشہ آباد ہونے کے خواب سجاتا رہتا تھا، لیکن فاطمہ نور کے چھوڑ جانے پھر مر جانے نے مہویر کی آنکھیں پتھر کر دی تھیں، اب وہ درد محسوس تو کر لیتا تھا پر دیکھنے سے محروم تھا، اور یہ محسوس کرنا، دیکھنے سے زیادہ دردناک ہوتا ہے۔

وہ سر پیچھے ٹکا کر اپنی آنکھیں موند گیا تو آنکھوں کے سامنے بس منائم لہرائی، اس سے مہویر نام کی بھیک مانگتی ہوئی، اسکی توجہ اور وقت کو ترستی

ہوئی، وہ اپنے اندر کے شور سے سخت پریشان تھا تبھی رات شاید یہیں بیٹھے بیٹھے گزار دینے والا تھا۔

.._____..

"پہنچ گئے ہیں ہم۔"

گاڑی گھر کے باہر روکتے انیس نے سرسری سی اطلاع دی تو عرشیہ نے اپنے گھر کی بلڈنگ کی طرف دیکھنے کے بعد اپنی آنکھیں گما کر انیس پر جمائیں جو گاڑی سے نکلنے کا ارادہ بنا رہا تھا۔

"تم بھی چلو گے ناں؟"

وہ اسکی بازو پر نرمی سے ہاتھ رکھ کر لپیٹتے اسے مخاطب تو کر بیٹھی پر انیس کی آنکھوں کا محور لمحہ لگاتے اسکا ہاتھ بنا جو انیس کی بازو پر جما تھا، عرشیہ نے گھبرا کر اپنا ہاتھ پیچھے کھینچا اور گاڑی سے باہر نکل گئی، انیس نے بھی باہر نکلتے

گاڑی کو لاک کیا اور عرشیہ کی طرف بڑھا جو گیٹ کے پاس کھڑی ہی اسکی منتظر تھی۔

عرشیہ نے گیٹ پر دستک دی تبھی صفدر بابا نے گیٹ کھولا اور عرشیہ کے اندر داخل ہوتے ہی انیس بھی گیٹ پار کیے اندر داخل ہوا۔

"صفدر بابا! مما گھر آ گئی ہیں؟"

وہ نرمی سے ان بوڑھے شخص سے مخاطب تھی جنکی نظریں انیس غانم پر جمیں تھیں جو اس گھر کا اپنی آنکھوں سے جائزہ لینے میں مصروف تھا۔

"جی وہ کچھ دیر پہلے ہی آئی ہیں، یہ کون ہیں چھوٹی بی بی؟"

صفدر صاحب کی بھی بے چینی دیدنی تھی، وہ بس جاننا چاہتے تھے کہ یہ انسان کون ہے جو عرشیہ کے ساتھ اس گھر میں آ گیا ہے۔

"یہ؟۔ کون ہو تم مسٹر؟"

عرشیہ دانستہ انیس کی طرف انگلی کرے خود بھی لاعملی کی مورت بنی تو انیس نے صفدر صاحب کی طرف توجہ مبذول کی۔

"آپکی چھوٹی بی بی کا بڑا بے بی۔۔۔ناو ہیپی؟"

وہ بھی بلا کا منہ پھٹ، کیسے عرشیہ کو جواباز چ نہ کرتا لیکن وہ چڑنے کے بجائے انیس کی بات پر جب مسکرائی تو ساتھ کھڑے صفدر صاحب کا چہرہ تبسم سے چمکا۔

"خدا کی پناہ! تم بڑا تو ہو پر بے بی نہیں ہو انیس۔ صفدر بابا یہ سڑو ہے، میرا دور کا ہسبنڈ۔ خیر آپ نہیں سمجھیں گے۔ ہم بس مما سے ملنے آئے تھے۔"

وہ اسکا ہاتھ زبردستی پکڑتی بچارے صفدر صاحب کو بھی الجھا کر چلی گئی، انیس نے اپنا ہاتھ کچھ آگے جاتے ہی جھٹکنے کی کوشش کی تو عرشیہ کے ہاتھ میں ہی انیس کی پٹی رہ گئی اور اسکا زخم بھی جیسے یوں تھا کہ ابھی خون

نکلنے لگے گا، یہ دیکھے عرشیہ فوراسے گھبرا کر انیس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر زخموں کی گہرائی دیکھنے لگی۔

"انیس! یہ تمہارے ہاتھ پر کیا کانچ چبھا تھا؟ کیا حالت کر رکھی ہے تم نے۔ آو گھر کے اندر تمہارے ہاتھ کا بینڈ تج بدل دوں۔"

وہ اسکی فکر دیکھتا ہی تو چلا گیا جس نے انیس کا ہاتھ پکڑے ہی گھر میں داخل ہوتے اسے پہلے لے جا کر ٹی وی لاونج میں رکھے صوفے پر بیٹھایا پھر وہ انیس کو دیکھے بنا کچن کی سمت دوڑی، انیس نے اپنے ہاتھ کو دیکھتے بے قرار سی نظر اس سمت لگائی جہاں جا کر وہ گم ہوئی تھی، سوہا ابھی کہاں تھی کچھ پتا نہ تھا، اگلے کچھ سیکنڈز گزرے کہ اسے عریشہ اک باکس اٹھا کر اپنی طرف آتی دیکھائی دی۔

"تم اپنی ماں سے مل لو، میں کر لوں گا۔"

عرشیہ کے ہاتھ سے باکس جھپٹ کر وہ اسے چلتا کرتا خود اپنے ہاتھ کی پٹی کرنے کے لیے باکس کھولنے لگا۔

"تم نہیں کر سکتے، تمہارا یہ سیدھا ہاتھ ہے۔ مجھے کرنے دو"

وہ اسکی جانب جھک کر اسکے ہاتھ میں پکڑا باکس لینے کی کوشش میں بولی مگر انیس نے اسے وہ باکس لینے نہ دیا، اور ایسی سخت نظروں سے دیکھا کہ وہ گھبرا کر سیدھی کھڑی ہوئی۔

"بہت ضدی ہو تم سڑو۔ اوکے کر لو خود۔ میں مما سے مل کر آتی ہوں"

وہ تھک ہار کر اسے اپنی من مانی کرنے کی اجازت دیتی سوہا کے بیڈ روم کی طرف بڑھی تو انیس نے وہ باکس سامنے ٹیبل پر پھینکا اور سر پیچھے کو ٹکا کر آنکھیں بند کر لیں، ان ماں بیٹی کی باتوں کے بیچ وہ اپنی تھوڑی نیند پوری کرنے والا تھا۔

جبکہ سوہا اسی وقت روم میں چینج کرے نکلی تھی، جس ہاتھ سے اس نے رئیس کو تھپڑ مارا تھا وہ ہتھیلی سرخ ہو رہی تھی، اس درد اور جلن کے باوجود بھی سوہا کے اندر جو تکلیف تھی وہ بس عرشیہ کی بدگمانی پہنچا رہی تھی۔

دروازہ کھول کر کمرے میں داخل ہوتی عرشیہ کو دیکھے، سوہا کے تڑپتے بلکتے دل کو لمحے میں قرار ملا، خود عرشیہ کی افسردگی مما کو دیکھ کر بڑھی۔

"عرشی۔ مما کی جان۔۔ میرا بچہ۔۔۔ میں نے تم سے کوئی جھوٹ نہیں بولا۔۔۔ میں اس کمینے کو آخری وارننگ دے کر آئی ہوں۔ اب اگر اس نے کچھ کیا تو دیکھنا میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گی"

سوہا نے تڑپ کر عرشیہ کو اپنے گلے لگایا کہ خود عرشیہ نے بھی ہاتھ مما کے اطراف حائل کر لیے جس سے سوہا کی آنکھیں برسات کی مانند بھیگیں۔

"مجھے معاف کر دیں۔ مجھے آپ سے بد گمان نہیں ہونا چاہیے تھا۔ پر جو کچھ میں نے دیکھا وہ مجھے پاگل کر گیا۔ کہ آپ سب کچھ جانتے بوجھتے بھی اسکے قریب کیسے ہوئیں، میں نے بہت ہرٹ کیا آپکو۔"

عرشیہ کے روبرو ہو کر بولنے پر سوہا نے اسکا چہرہ ہاتھوں میں لیتے عرشیہ کی گال چومی پھر اسے پکڑ کر میٹرس پر بٹھائے خود بھی بیٹھی، اس نے عرشیہ کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر دبائے، وہ دونوں ہی بہت افسردہ تھیں۔

"تمہارا کوئی قصور نہیں۔ میں نے ان دو سالوں اپنا اعتبار خود کھویا ہے۔ تم مجھ پر ایک دم یقین کر بھی کیسے سکتی تھی، بس تمہیں یقین آ گیا کہ میں سچ کہہ رہی تھی تو مجھے اور کچھ نہیں چاہیے۔ تمہاری معافی تو ہرگز نہیں چاہیے۔ میری جان۔ میرے دل کا ٹکڑا ہو۔ کچھ بھی ہو جائے عرشیہ اب میں تمہارے خلاف ہوئے لوگوں کا ساتھ نہیں دینے والی۔ یہ تمہاری مما کا اب تک کا بیسٹ ورژن ہے۔ میرے لیے اب بس تم اہم ہو"

سوہا نے مزید یقین دلایا تاکہ عرشیہ کا دل ہر قسم کی بدگمانی کی کثافت سے پاک ہو جائے۔

"جانتی ہوں مما۔ اب ایسا کبھی نہیں کروں گی۔"

وہ نظریں جھکائے شرمندہ بھی تھی اور بہت زیادہ تکلیف میں کہ بدگمانی کے سبب اپنی ماں کو اپنی زندگی کے اتنے بڑے فیصلے سے محروم کر دیا۔

"میری جان۔۔۔ وہ نکاح والا معاملہ کیا تھا؟ کیا تم نے واقعی اس انسان سے رشتہ بنالیا عرشی؟ وہ کون ہے؟ کیسے تمہاری خالی زندگی میں آیا، کب آیا۔ اور کب وہ تمہارے لیے اتنا پروٹیکٹیو بن گیا کہ رئیس جیسے سے لڑ پڑا۔۔ مجھے سب بتاو میں بہت پریشان ہوں"

سوہا کی بے چینی اور اضطراب تکتی عرشیہ پھر سے نادم ہو کر نظریں جھکا گئی، کیا بتاتی کہ مما کے کسی سوال کا ابھی خود اسکے پاس بھی جواب نہیں تھا، یہ بھی نہیں بتا سکتی تھی کہ وہ اسکا کڈنیپر تھا، اسے زخمی کرنے کی سزا میں

اسکی بیوی بنی ہے کیونکہ اس پر خود عرشیہ کو یقین نہ تھا کہ کوئی ایسی سزا دے سکتا ہے۔

"مما جب مجھے اس سے جڑا رشتہ سمجھ آئے گا تب ہی کچھ بتا سکوں گی۔ بہت مسٹری ہے۔ ایسا سمجھیں ہم دونوں کو مقدر نے ایک کیا ہے۔ وہ میرے ساتھ آیا ہے، باہر بیٹھا ہے۔ آپ مل سکتی ہیں انیس سے۔ ان فیکٹ اسی نے مجھے ہمت دی کہ میں اپنی بدگمانی اک طرف کر کے آپ سے آکر ملوں"

وہ اتنی کنفوز تھی کہ خود سوہا بھی الجھ گئی لیکن یہ خوشی بہت بڑی تھی کہ عرشیہ کی الجھن میٹھی تھی، وہ ہرگز بھی اس تعلق کے لیے پریشان نہ تھی، سوہا نے اسے اپنے دوبارہ گلے لگایا اور اس بار سوہا کا دل بہت سکون میں تھا۔

"میری گڑیا۔ میں دعا کرتی ہوں وہ تمہیں سنبھالنے والا بنے۔ تم جاو اسکے پاس کمپنی دو میں چینج کر کے آتی ہوں۔ پھر ساتھ چائے پیتے ہیں۔"

سوہانے چونکہ نائیٹ وئیر پہن رکھا تھا تبھی وہ زرا تیار ہو کر ہی اپنے اکلوتے داماد سے ملنا چاہتی تھی، عرشیہ نے مسکرا کر سر ہلایا اور مما کا بہت سا پیار وصولتی ہوئی وہ اٹھ کر کمرے سے نکلی، سوہانے گہرا سکھ بھرا سانس لیا اور چینج کرنے بڑھ گئی، عرشیہ باہر آئی تو انیس کو صوفے کے پشت سے ٹیک لگائے، سر ٹکائے سوتا دیکھ کر اپنے قدموں کی آہٹ بے آواز کرے اسکے قریب صوفے کی بازو کے پاس آ رکی، اپنا ہاتھ بڑھا کر انیس کے دائیں رخسار سے ہتھیلی جوڑی تو وہ عرشیہ کے ہاتھ کے لمس پر فورا سے آنکھیں کھول گیا، عرشیہ نے نظریں چرائیں اور اپنا ہاتھ اسکے رخسار سے ہٹاتی وہ آ کر اسکے برابر ہی صوفے پر بیٹھے ٹیبل پر پڑا باکس اٹھا کر اپنی گود میں رکھے اندر رکھی چیزیں الٹ کر پٹی تلاشنے لگی، انیس بھی مکمل بیدار ہوئے ٹیک چھوڑ کر عرشیہ کی طرف رخ کیے بیٹھا، نظریں اسکی عرشیہ کے جھکے چہرے پر گہرائی سے مرکوز تھیں۔

"اتنی جلدی مل آئی تم؟"

انیس کے پوچھنے پر وہ نظریں اٹھائے انیس کی نیند سے بھری آنکھوں کو دیکھ کر مسکرائی، وہ بہت شدید نیند کے زیر اثر ہو کر بھی زبردستی جاگ رہا تھا، عرشیہ کے لیے کبھی کسی نے اپنی نیند ایسی سفاکیت سے قربان نہیں کی تھی۔

"ہاں۔ وہ باہر ہی آ رہی ہیں۔ بتا دیا ہے انھیں سب، معافی بھی مانگی ہے۔ تمہیں نیند آ رہی ہے انیس؟"

وہ اسے سرسری سا بتاتی اسکی سنہری سنہری بوجھل آنکھوں کو دیکھے فکر سے پوچھنے لگی تو انیس نے نفی میں سر ہلایا۔

"مان کیوں نہیں لیتے کہ سونا چاہتے ہو؟ ہم ایسا کرتے ہیں آج یہیں رک جاتے ہیں۔ صبح واپس چلے جائیں گے۔ تم اپنی نیند پوری کر لو۔ میرا روم بہت کمفی اور پیارا ہے۔ میٹرس بھی بہت اچھا ہے۔"

وہ اسکے ہاتھ کے زخموں پر دوا لگانے کے بیچ فکر میں ڈوبی اسے ہدایات دے رہی تھی جو بس اپنے ہاتھ کو ملتی توجہ پر مرمٹ رہا تھا۔

"اسکی ضرورت نہیں۔ سوہا سو مروسے مل لیں پھر نکلتے ہیں۔"

وہ اب تک ضد پکڑے بیٹھا تھا، اسی لمحے عرشیہ کے ٹیبل پر پڑے فون پر نئی کی آتی کال نے دونوں کو متوجہ کیا، یہاں آنے سے پہلے عرشیہ نے اپنی نانی کو ہر تفصیل دی تھی، وہ آجکل مصروف تھیں تو ابھی انہوں نے عرشیہ کا میسج پڑھا تھا۔

انیس نے اسکے بجتے فون کے باوجود عرشیہ کو کال نہ اٹھاتے دیکھ کر بے چینی سے عرشیہ کے چہرے کی طرف دیکھا جو اس وقت بس اسکے ہاتھ کو لے کر پریشان تھی کہ کب یہ کٹس بھریں گے۔

"کال پک نہیں کرو گی؟"

وہ اسے پھر مخاطب کر بیٹھا تو عرشیہ نے مسکرا کر نفی کرتے پٹی انیس کے ہاتھ کے اطراف لپیٹنی شروع کی۔

"نہیں۔ میں ابھی تمہارے ساتھ مصروف ہوں۔ جانتی ہوں وہ کیا پوچھنے کو کال کر رہی ہیں۔ انکو دینے والا جواب ابھی میرے پاس نہیں انیس"

وہ یہ بولتے انیس کو افسردہ لگی پر وہ مزید اسکو کریدنا نہیں چاہتا تھا لیکن اک بات اسے بے چین ضرور کر رہی تھی۔

"تم نے نکاح سے پہلے اپنی نئی کو کیوں انوائیٹ نہیں کیا؟ کڈنیپ ہو کر تو تمہاری جان نکل رہی تھی کہ انھیں نہ کچھ ہو جائے۔ اور نکاح تم نے انکے بغیر ہی کر لیا۔ کیا ان سے بھی بدگمان ہو؟"

وہ متجسس تھا تبھی یہ پوچھ بیٹھا تو عرشیہ نے مسکرا کر نظریں چرائیں، انیس کو اسکا یوں مسکرانا سمجھ نہ آیا پر لگا بہت خوبصورت کہ وہ کچھ لمحے کے لیے مبہوت رہ گیا۔

"وہ آذربائیجان میں مکیم ہیں انیس، ان سے اور نانو سے ٹریول کرنا ممکن نہیں۔ میں نے نئ کو ہر چیز بتادی تھی میسج کر کے۔ وہاں کوئی فوڈ فیسٹیول ہے تو وہ وہاں کی انچارج ہیں۔ انہوں نے نیو ییئر پر میرے ساتھ تمہیں بھی انوائیٹ کیا ہے۔ مسکرائی اس لیے ہوں کہ تم کہاں جاؤ گے، مجھے اکیلے ہی جانا ہو گا۔ حالانکہ وہ میرے زندگی کے انیس نامی حصے کو دیکھنے کے لیے بہت بیتاب ہیں۔ کال بھی اسی لیے کر رہی ہیں تاکہ کنفرمیشن لے سکیں"

وہ اسکے ہاتھ کی پٹی باندھنے کے بعد چیزیں سمیٹنے لگی تو انیس کا دل دھڑکنا ہی بھول گیا، اس "زندگی کے انیس نامی حصے" کو سن کر اس شخص کی آنکھوں تک نرمی اور محبت کا اثر چلا آیا جسے انیس نے آنکھوں میں دبانے کی بہت کوشش کی تھی۔

"میں چلوں گا"

عرشیہ نے جھٹکے سے گردن موڑی تو یوں تھی جیسے اپنے کانوں پر یقین نہ آیا ہو، وہ اسے خود سے اب دور کرنے والا ہرگز نہ تھا، عرشیہ کی آنکھیں یکدم مسکرائیں، باکس اس نے میز کی سطح پر رکھے انیس کے اسی زخمی ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لے کر دبایا تو دونوں کی آنکھیں ملیں اور دل کی دھڑکنوں کو صاف صاف متاثر کرتی معلوم ہوئیں۔

"ت۔۔تم واقعی میرے ساتھ جاوگے؟ تم سچ کہہ رہے ہو؟ تم کیوں جاو گے؟ آئی مین تمہیں اچھا لگے گا یا پھر صرف مجھے اکیلا جانے نہیں دینا چاہتے؟"

وہ بہت بیقرار تھی کہ آخر وہ اسکے ساتھ جانے کو آمادہ ہوا ہے تو اسکے پیچھے کیا وجہ ہے، وہ تو عرشیہ کو سزا دینے اسکی زندگی میں آیا تھا پھر یہ تو سزا جیسا کچھ نہ تھا۔

"مجھے آذربائیجان پسند ہے اس لیے جاوں گا۔ وہاں کے لوگ بہت مہمان نواز اور پر خلوص ہیں۔ میں تمہاری نانی اور نانا سے ملنا چاہتا ہوں۔ شاید ان لوگوں سے کچھ نرمی اور خلوص ہی سیکھ لوں۔۔۔"

وہ یکسر الگ جواب دیے عرشیہ کو قدرے مایوس کر گیا، اس نے انیس کے ہاتھ کو بھی آزاد کر دیا اور رخ سیدھا کیے منہ بھی موڑ گئی۔

"مجھے لگا میری وجہ سے جاو گے۔ پر میں بھول گئی تھی میں تو سزا ہوں۔ مجھ سے تمہاری کوئی خوشی نہیں جڑی ہوئی، نہ کبھی ایسا ہو پائے گا۔ مجھے لگا تم میری حفاظت کے لیے ساتھ جانے کا کہہ رہے ہو، ٹھیک ہے اکتیس دسمبر کو نکلیں گے۔"

وہ غیر مرئی نقطے پر نظریں گاڑے ناراض ہوتی اسے سرسری طور پر اپنی امیدوں کی تفصیل بتاتی وقت بھی مقرر کر گئی، اسکا روٹھنا بچوں سا تھا، انیس اسکے چہرے پر نظریں جمائے دلچسپی محسوس کر رہا تھا۔

"پانی ملے گا؟"

عرشیہ جو اپنی ناراضگی بڑھانے کے جتن میں مصروف تھی، انیس کے کان کے پاس سرگوشی کرنے پر فوری بے قرار ہوتی اسکے چہرے اور آنکھوں میں دیکھنے لگی۔

"میں ابھی لے کر آئی"

وہ یوں اٹھ کھڑی ہوئی جیسے اسے زرا دیر بھی پیاس جھیلنے نہ دینا چاہتی ہو۔

"تم کسی ملازم سے کہہ دو۔"

وہ اسکی بیقراری اچھے سے بھانپ گیا تبھی جان بوجھ کر مشورہ تھما گیا۔

"نہیں۔ میں خود لاوں گی۔ بس ایک منٹ"

وہ اسے انکار کرتی کچن کی سمت چلی گئی لیکن انیس کی چمکتی آنکھوں میں اک سکھ کا دیپ ضرور جل اٹھا، وہ واقعی ٹھیک ایک منٹ میں شیشے کے گلاس میں

پانی بھر کر چھوٹی سی ٹرے میں رکھ کر لے آئی، انیس کے پاس رک کر اس نے ٹرے آگے بڑھائی، انیس نے ٹرے پر رکھا پانی کا گلاس اٹھا کر اسے دیکھنے کے بیچ ہی ہونٹوں سے لگا کر ہاف گلاس پانی پینے کے بعد گلاس واپس ٹرے پر رکھا، عرشیہ نے ٹرے میز پر رکھی اور دوسرے صوفے کی طرف بیٹھنے لگی جب انیس نے اپنا ہاتھ اپنے پہلو میں موجود جگہ پر تھپک کر اسے اشارہ پہنچایا کہ وہ اسکے پاس آکر بیٹھے، یہ لمحہ سادہ سا تھا پر عرشیہ کے رخسار ایک لمحے میں سرخی اوڑھ گئے، یہ آدمی ایسے موو زاتنے جان لیوا انداز میں کرتا تھا کہ ہر طرف آگ لگ جاتی تھی، اب ناراض تو وہ اتنی تھی ہی کہ فورا انکار کر دیتی پر یہ بھی ڈر لگا کہ پتا نہیں ایسا انیس دوبارہ ساری زندگی نہ کرے تبھی اسکے پہلو میں ہی آ بیٹھی۔

"تم مجھے ہارٹ اٹیک دے کر رہنا"

جب کچھ سمجھ نہ آیا تو انیس کی ایسی حرکتوں پر وہ بس یہی بڑبڑا سکی، وہ اسکو دیکھ ہی اس قدر توجہ سے رہا تھا کہ عرشیہ کو ریڑھ کی ہڈی تک سرد لہر اترتی محسوس ہو رہی تھی۔

"میں نے تو کچھ بھی نہیں کیا خاتون!"

وہ اپنے طرز کا اکلوتا ہی معصوم تھا، عرشیہ گہرا سانس بھر کر رہ گئی جیسے اسکی وضاحت اسکے پاس موجود نہ ہو۔

"خوش آمدید میرے بچو!"

سوہا کی آمد نے ان دو کو ایک دوسرے سے دھیان ہٹانے میں مدد کی تو عرشیہ ڈر کر فورا سے انیس کے پہلو سے اٹھی، جبکہ انیس بھی اٹھ کھڑا ہوا، سوہا کے چہرے پر جو مسکراہٹ تھی وہ عرشیہ کا انتخاب دیکھ کر رشک میں بدلی، سوہا نے انیس کو جیسا امید کیا تھا وہ اس سے ہزار گنا زیادہ نکلا

تھا، اس قدر ہنڈسم بندہ اسکی بیٹی کو ملا یہ اپنے آپ میں اک خوشی کا احساس تھا۔

"تھینکیو سوہا صاحبہ! آپ سے مل کر خوشی ہوئی"

وہ تکلف تو کرتا ہی نہ تھا، یوں مخاطب ہوا جیسے پرسوں کی جان پہچان ہو، سوہا کو اسکا اعتماد بھی پسند آیا، اسکی پاگل بیٹی کے لیے ایسا انسان ایک دم پرفیکٹ تھا۔

"مجھے بھی۔ بیٹھ جاو دونوں۔ یہ بتاو ڈنر لگواوں یا چائے کووفی چلے گی؟"

سوہا نے ان دو کو بیٹھنے کا کہے خود بھی سامنے ایک نشستی صوفے پر بیٹھتے میزبانی کے فرائض نبھائے جس پر انیس نے گردن پھیر کر تھوڑی ایکسائٹڈ ہوئی عرشیہ کو دیکھا، جو مما کی انیس کے لیے پسندیدگی انکی آنکھوں میں دیکھ پا رہی تھی۔

"مما مجھے تو بھوک لگی ہے۔ تم بتاو کھاو گے کچھ؟"

عرشیہ نے اپنی بھوک کے ساتھ فوراانیس کا خیال آنے پر اس سے بھی پوچھا تو سوہانے دونوں کو ایک جیسی محبت سے دیکھا، بھلے عرشیہ نے اس رشتے کے بارے کنفوژن کا اظہار کیا ہو لیکن سوہاان دو کے بیچ کا میجیک با آسانی دیکھ پا رہی تھی۔

وہ دونوں ایک دوسرے کے لیے بنے تھے۔

"جو تم کھاو گی، کھالوں گا"

انیس نے عرشیہ کا مان رکھتے خود بھی بھوک کا اظہار کیا تو وہ بس آنکھوں کی حدود تک مسکرائی۔

"میں ابھی لگواتی ہوں ڈنر"

سوہانے مسکرا کر دونوں کی طرف دیکھے اٹھ کر کچن کی جانب رخ کیا تو عرشیہ نے بے اختیار انیس کی جانب گردن گمائی، وہ اسے بھی ساری توجہ دیے دیکھ رہا تھا۔

"تم جانتے ہو ناں تم یوں کر کے مجھے امپریس کرنے کی کوشش کر رہے ہو۔ میرے مائنڈ میں تمہارا امیج بہت خراب ہے۔ اسے خراب ہی رہنے دو"

وہ ناچاہتے ہوئے بھی اسکی آنکھوں میں جھانک کر شکوہ کر گئی جبکہ مقابل پر سکون اور خوبصورت چہرے پر ناسمجھی کا تاثر ابھرا۔

"میں نے تو کچھ بھی نہیں کیا خاتون"

وہ اس بار پہلے سے دگنا معصوم بنا، یہ الگ بات کہ اسکی سنہری آنکھیں عرشیہ کو گدگدا رہی تھیں۔

"کچھ کر ہی تو نہیں رہے۔ کیا تم مجھ میں انٹرسٹڈ ہو؟"

وہ اسکی اتنی صاف گوئی اور بنا جھجک پوچھے سوال پر حیران ہی تو رہ گیا۔

"میں تم میں کیوں انٹرسٹ لینے لگا؟ امم۔۔ تمہارے میلے میں بچھڑے بھائی کو آرام نہیں۔ لگتا ہے فارم ہاوس کا کام سمیٹ چکا ہے۔ یہی پوچھنا ہو گا اسے کہ اسکی بہن کو کوئی تکلیف تو نہیں دی"

اول جملہ بے نیازپن کی حد کرتے ادا کیے فون کی رنگ پر جب دونوں نے عصر زمان کا نام دیکھا تو عرشیہ تو مسکرائی پر انیس کے منہ بگاڑنے پر دگنا محظوظ ہوئی۔

"مجھے دو۔ میں بات کرتی ہوں"

عرشیہ نے اسکے ہاتھ سے فون کھینچا اور اٹھ کر زرا سائیڈ آئی، تب تک سوہا بھی ڈنر کا کہے واپس آچکی تھی، وہ انیس سے ہلکی پھلکی گفتگو میں لگ چکی تھی۔

"عصر زمان۔ تمہارا شکریہ تو ادا کیا ہی نہیں میں نے ٹھیک طرح۔ تم نے فارم ہاوس کے کام سمیٹ لیے یا ابھی تک لگے ہو؟"

عصر اس وقت علوی مینشن واپس آ چکا تھا، پر اپنے روم میں آنے کے باوجود، چینج کر لینے کے بعد بھی اسے چین نہ آیا تو کال ملا دی۔

"شکریہ کیسا عرشی؟ میں نے تو آپکی فیلنگز سمجھ کر اس سب میں مدد کی۔ اور میں واپس مینشن آ چکا ہوں۔ لیکن آپ اور سر غائب ہیں۔ مجھے بہت فکر تھی تبھی اس وقت کال کرنے سے خود کو روک نہ سکا"

عرشیہ کو جو سب سے زیادہ خوشی تھی وہ یہ ہوئی کہ عصر اب بھی انکے ساتھ ایک ہی گھر میں رہے گا، جبکہ عصر کی اتنی کئیر پر وہ اداس ہو گئی۔

"میں مما کی طرف ہوں۔ وہ میرے ساتھ ہے۔ تم نے ٹھیک کہا تھا وہ ویسا نہیں ہے جیسا خود کو دیکھاتا ہے۔ میں بلکل برا محسوس نہیں کر رہی اسکے ساتھ۔ نہ ہی یہ سب سزا لگ رہا ہے۔ وہ بہت پر سکون ہے"

عرشیہ کی خوشی اور اطمینان نے عصر کو بھی دلی مسرت بخشی تھی، وہ اپنا دل پنکھ محسوس کر رہا تھا۔

"وہ بہت اچھے ہیں عرشی، اگر انھیں آپ سے محبت ہو جاتی ہے تو آپ خود کو دنیا کی خوش قسمت لڑکی سمجھیں گی، لکھ کر دیتا ہوں۔ بس وہ تھوڑے مشکل انسان ہیں، کیا چاہتے ہیں، کیا سوچتے ہیں یہ بتانے کی عادت نہیں انکو۔"

عصر خود جیسے انیس کی محبت کا دم بھرتا تھا، وہ بھلا اسے غلط کہہ بھی کیسے سکتا تھا۔

"مجھے تم سے بہت کچھ پوچھنا ہے اسکے بارے میں۔ ابھی اگر اسے نیند زیادہ آ گئی تو یہیں رک جائیں گے۔ تم پر سکون ہو کر اب سو سکتے ہو۔ وہ مجھے تکلیف نہیں دے رہا۔ صبح ناشتہ ہم ساتھ کریں گے۔ تم نے جو کچھ کیا اسکا اللہ تمہیں ضرور صلہ دے گا عصر۔ خوش رہو"

وہ اپنائیت سے بھری بولی تو عصر کا دل مزید پر سکون ہوا اور نیند بھی آتی محسوس ہوئی۔

عصر نے اجازت لے کر رابطہ توڑا تو عرشیہ بھی مسکراتی ہوئی واپس آئے انیس کو اسکا فون پکڑاتی اسکے ساتھ بیٹھی جہاں سوہا اس سے اسکے کام کے متعلق پوچھ رہی تھی، اور کافی امپریس بھی ہو گئی تھی کہ بندہ امیر کبیر بھی ہے، جو زندگی سوہا نے گزاری تھی وہ اسے میٹریلسٹک بنا گئی تھی اس میں سوہا کا بھی قصور تھا اور کچھ حالات کا بھی، وہ عرشیہ کے مستقبل کے لیے کوئی رسک نہیں لینا چاہتی تھی تبھی انیس کی پرسنیلٹی کے ساتھ وہ اسکے گھر بار کی بھی مکمل معلومات لینے کے بعد مطمئین ہو گئی، ویسے بھی عرشیہ انڈیپنڈٹ تھی، اسے کسی کے سہارے کی ضرورت نہ تھی، لیکن جب سوہا نے شادی کی تب وہ خود مختار نہ تھی اسی وجہ سے عاصم کے ٹکڑوں کی محتاج ہو گئی، مجبوراً اس آدمی کی کمزوری کا فائدہ اٹھایا، لیکن عرشیہ کی قسمت سوہا جیسی نہ تھی، عرشیہ کو اس نے پڑھائی کے ساتھ پہلی سیکھ ہی یہی دی تھی کہ وہ اپنے پیروں پر کھڑی ہو جائے۔

انیس غانم علوی کو سوہا کا کیا کوئی سوال ناجائز نہ لگا، اسکے بقول یہ سوہا سومرو کا حق تھا کہ وہ اپنی بیٹی کے لیے ہر طرح کی جانچ کرے۔

ایون عرشیہ بے چین ہوئی کہ مما کے سوال کہیں انیس کو غصہ نہ دلا دیں پر وہ سارا وقت کافی پر سکون نظر آیا، ڈنر کے بیچ بھی وہ مناسب لب و لہجے کا استعمال کیے سوہا سے بات چیت کرتا نظر آیا، دونوں نے اپنے آذربائیجانی ٹرپ کا بھی ذکر کیا جس پر سوہا پوری متفق نظر آئی تھی۔

وہیں دوسری طرف لگ بھگ رات بارہ کے قریب نیند پوری ہونے پر منائم کی آنکھ کھلی تو اسے عجیب سی گھٹن محسوس ہوئی، وہ گھبرا کر اٹھ بیٹھی، کچھ دیر تو اس سے ٹھیک سانس نہ لیا گیا لیکن پھر وہ کچھ حد تک سنبھل گئی۔

وہ اس وقت بہت ڈر محسوس کر رہی تھی تبھی وہ کمرے سے نکلی تاکہ بھائی تک جا سکے لیکن اتنے سارے کمرے تھے کہ وہ سر چکرانے پر واپس اپنے ہی کمرے میں آ گئی کیونکہ اسکے سر میں درد سے ٹیسیں اٹھ رہی تھیں، خضر

نے واپسی پر اسکو نیا فون بھی دلایا تھا، اس میں سم بھی ایکٹیو کر کے مہویر اور اپنا نمبر بھی سیو کر دیا تھا۔

منائم نے فون اٹھا کر اندازے سے ہی ایک نمبر پر کلک کیا کیونکہ اسکی آنکھوں کے آگے دھندلکا چھایا تھا، اور وہ خضر کے بجائے کال مہویر کو لگ گئی جو اس وقت وہیں وولف کے اڈے پر بڑی سی ایل سی ڈی سکرین کے سامنے سر سے پیر سیاہ خلیے میں ملبوس گہری سوچیں آس پاس بکھیرے بیٹھا تھا، فون کی رنگ نے اسکے منتشر خیالات کو مرکز بخشا مگر ان نان نمبر دیکھ کر اسے کچھ تشویش ہوئی تو مہویر نے اٹھ کھڑا ہوتے کال پک کی، اب تھوڑی نیند آ رہی تھی تبھی اس نے واپس گھر جانے کا سوچا۔

"ب۔بھائی میرے پاس آجائیں"

وہ میٹرس پر بیٹھتی تکیے پر ترچھی ہو کر جھکی بہت مشکل سے منمنائی، مہویر کے چہرے کا رنگ سا بدلا، وہ اب تو اسکی آواز کہیں سے بھی پہچان لیتا۔

"کیا تم نے خضر کو کال کی؟ وہ گھر نہیں ہے۔۔ تمہیں اکیلا چھوڑ کر کیسے گیا؟"

مہویر کی آواز سنے وہ اپنی آنکھوں کو مسلتی ہوئی سکرین منہ کے سامنے کر گئی تو کال خضر کے بجائے مہویر کو مل چکی تھی۔

"ن۔ نہیں وہ گھر ہی ہیں پر مجھے انکا کمرہ نہیں ملا۔ یہاں بہت سے کمرے ہیں۔ مجھے ڈر لگ رہا تھا، انہوں نے فون لے کر دیا ہے مجھے۔ اپنا اور آپکا نمبر بھی سیو کیا ہے۔ م۔ میں نے جان بوجھ کر کال نہیں کی۔ معاف کر دیں پلیز۔۔ میں بند کر دیتی ہوں کال آپ غصہ مت کرنا"

وہ اسکے ٹوٹتے اور کانپتے لہجے سے مزید بے چین ہوا کہ یہ لڑکی ہر دم اسکا سکون برباد کرتی جا رہی ہے اور ہے بھی بلا کی معصوم اور مظلوم۔

"میں اسے کال کر کے کہتا ہوں تمہارے پاس جائے۔ ڈر کیوں لگ رہا ہے تمہیں۔ یہ تمہارا اپنا کمرہ اور گھر ہے"

وہ اپنی فکر نا چاہتے ہوئے بھی چھپا نہ پایا جبکہ منائم نے بھیگی سی سانس یوں کھینچی جیسے اسکا سانس تھم رہا ہو۔

"ن۔ نہیں مہویر۔ مجھے آپکے سوا کوئی یاد نہیں۔ تو میں کسی انسان اور کسی جگہ کو بھی نہیں پہنچان رہی۔ س۔۔ سب کچھ نیا اور اجنبی ہے۔ کوئی میری تکلیف نہیں سمجھ سکتا۔ م۔ مجھے لگ رہا ہے جیسے یہ چار دیواریں مجھے اپنے اندر دبا رہی ہیں۔ آئی ایم سوری آپکو یہ سب بتانا نہیں چاہتی بس زبان بے قابو ہو گئی۔۔ آپ سو جائیں۔ پر سکون رہیں۔ بھائی آ گئے تو میں ٹھیک محسوس کروں گی۔ پکا"

وہ اپنے آپ کو کتنا سنبھال رہی ہے یہ وہ جانتی تھی یا اسکا اللہ، مہویر اپنی گاڑی تک آ کر رکتا سرد فضا میں سانس کھینچ کر رہ گیا۔

"میرے سکون کا اتنا خیال کرنے کا شکریہ۔ خود تو تم نے نیند پوری کر لی۔ اب یہ سب کہہ کر میری نیند اجاڑنے پر لگی ہو۔ تم صرف یہ چاہتی ہو کہ

تمہیں آرام و سکون ملے، اگلا تڑپے یا مفت کے احساس جرم میں سلگے تمہاری بلا سے، دوسرے کا سکون بھی تم سے جڑا ہو یہ ضروری نہیں منائم۔۔۔ بخش دو میری جان تم"

وہ اتنا سخت لہجہ اپنا گیا کہ منائم کی وہ آنکھیں جو دھندلا رہی تھیں، اب ان میں درد بھی بھر گیا۔

"مہویر۔۔۔ میں دواوں کے اثر میں تھی۔ شوق سے نہیں سوئی۔ نہ جان بوجھ کر کال کی۔"

وہ اسکی سنگدلی پر چپ نہ رہ سکی۔

"اچھا۔ تو ٹھیک ہے غلطی سدھارو اور اجازت دو مجھے"

وہ اسکی کال تک برداشت نہ کر رہا تھا، منائم پوری کیسے کرتا۔

"م۔۔ مہویر"

وہ ناچاہتے ہوئے بھی منمنا اٹھی اور وہ اسے پکارتی تھی تو وہ خود کو سنائی دیتا تھا۔

"بولو؟"

اسکا لہجہ نیم سے بھی کڑوا ہوا تھا، جیسے اپنے لہجے کا زہر وہ منائم میں اتار دینا چاہتا ہو۔

"بس یہ کہنا تھا مجھے یاد تو نہیں آرہے آپ"

وہ اٹھ کر بیٹھے نظریں نیچی کر کے جھکائے بولی کہ آواز میں بے پناہ سلوٹیں اتریں، مہویر میثاق سہم گیا ارد گرد حاوی سکون لمحے میں کون کھا گیا ہے۔

"ہاں اگر آرہا ہوں یاد تو بھی کیا کروں؟"

اس بار مہویر کا لہجہ بیزار کے ساتھ سخت بھی ہوا، وہ کب سہہ سکتی تھی ایسے لہجے، لہجہ بھی اس واحد شخص کا جو اسکی یاداشت کا اس وقت اکلوتا مرکز تھا۔

"یہ تو نہیں کہہ رہی کہ ملنے آجائیں۔ ایسے سخت لہجے میں مت بولیں، مجھے آوازوں سے ڈر لگنے لگے گا مہویر"

وہ ناچاہتے ہوئے بھی روسی دی، کیا ہی بے درد قسمت تھی اس لڑکی کی، اسے مانگ رہی تھی جو اپنا تک نہ تھا، مہویر کو کچھ لمحے آوازیں سنائی دینی بند ہو گئیں۔

"تمہیں تو بعد میں لگے گا، مجھے ابھی سے لگ رہا ہے۔ دل چاہ رہا ہے کسی ویرانے میں اپنی قبر کھودوں اور زندہ دفن ہو جاوں۔ کل تمہیں نہیں دیکھنا چاہتا، بہت بزی ہوں تو پلیز کال بھی مت کرنا۔ خضر کو کہوں گا وہ تمہیں پورا دن اپنے ساتھ رکھے۔ بلکہ بہتر ہے تم اپنی ویلا گنگ بھی شروع کرو۔ شاید مصروف ہو کر تمہیں میرا جینا حرام کرنے کی فرصت ہی نہ ملے۔ پلیز تھوڑا رحم کھاو مجھ پر۔"

وہ سخت اکتائے اور بیزار لہجے میں منائم کے دل، دماغ اور وجود کے انگ انگ میں اذیت بھرے فون کال کاٹ گیا تو وہ ہچکیاں بھر کر رونے لگی، فون میٹرس پر رکھے دونوں ہاتھ اس نے اپنے چہرے پر جما لیے، جبکہ مہویر نے اپنی کار میں بیٹھتے ہی خضر کا نمبر ملایا تھا، خضر جسکی تھوڑی دیر پہلے ہی آنکھ لگی تھی، ہڑبڑا کر جاگا، سائیڈ ٹیبل پر رکھے فون کو اٹھاتے خود بھی اٹھ بیٹھا، اس وقت مہویر کی کال اسے نیند سے مکمل کھینچ کر باہر لاتی پریشان کر گئی۔

"مہویر سب خیریت ہے؟"

خضر کی آواز سے مہویر کو اندازہ ہو گیا کہ وہ سو کر جاگا ہے۔

"اسکے پاس جاو۔ وہ ڈر رہی ہے اکیلی۔ اگر تم اسکے ساتھ ہر وقت نہیں رہ سکتے خضر تو کل ہی ایک نرس کا انتظام کرو۔ جو اسکے ہمیشہ پاس رہے۔ دوبارہ مجھے منائم اکیلی نہ ملے۔ فوراً جاو اسکے پاس"

مہویر کی کال اور یہ سب سنے خضر نے فوراسے اپنالحاف پرے دے مارااور فون کان سے لگائے ہی سلیپرز پیروں میں اڑیستاہوا وہ کمرے سے نکلتا منائم کے کمرے کی طرف دوڑاتب تک مہویر نے بھی کال کاٹ دی، خضر نے کمرے میں داخل ہوتے ہی جب منائم کو کانپتے اور سسکتے دیکھاتو فون وہیں میٹرس پر پھینکے وہ دوڑ کر منائم تک پہنچا، وہ خضر کے پاس بیٹھتے ہی بری طرح روتئ اسکے سینے میں یوں چھپ گئ جیسے کوئی بچہ اپنی ماں سے لپٹ جاتا ہے، اور وہ اس قدر تکلیف سے ہچکیاں بھر کر رو رہی تھی کہ خضر نے اسکو اپنے سینے میں بھینچ کر تسلی دینی چاہی پر خود خضر کی آنکھوں میں نمی کی تہہ جم گئ، وہ منائم کو ایسے تڑپتا روتا دیکھ کر اندر ہی اندر جھلس رہا تھا یہ اس بھائی کی بے بس چیخ چیخ کر بتا رہی تھی۔

"بس کرو رونا۔ میں یہیں تھا منائم۔ ڈر کیوں رہی ہے میری خرگوش۔ میں کل ہی کوئی چھوٹا سا گھر دیکھتا ہوں جہاں بس دو تین کمرے ہوں۔ پھر تمہیں بلکل ڈر نہیں لگے گا۔ بس بس پر سکون ہو جاو"

بہت دیر بعد خضر کچھ بولنے کے لائق ہو سکا، کیونکہ اسکی آوازیوں لرزی تھی جیسے بند ہونے لگی ہو، لیکن وہ ڈر سے نہیں، مہویر کے گریز پر اندر تک چھلنی ہو رہی تھی۔

"ب۔ بھائی۔ کل میں مہویر سے بلکل نہیں ملوں گی۔ و۔۔ وہ مجھے کل نہیں دیکھنا چاہتے۔ آ۔۔ آپ مجھے کہیں دور لے جائیں جہاں میں لاکھ خواہش کے بھی انکو نہ دیکھ سکوں نہ مل سکوں۔ م۔ میں منت کرتی ہوں آپ سے"

روتے روتے وہ اپنا چہرہ اٹھاتی خضر ملک کو مزید درد کے دائرے کے اندر جھونک گئی، کتنا بے بس کر دیا تھا مقدر نے اس لڑکی کو جو دنیا کو جوتی کی نوک پر رکھتی تھی، اب اسکی سانس کا سارا اختیار ایک انسان پر آرکا تھا۔

"کیا مطلب منائم؟ مہویر نے کچھ کہا تمہیں؟ اسی نے تو مجھے کال کر کے کہا کہ تمہارے پاس جاوں اور یہ بھی کہ آئیندہ کبھی منائم اکیلی نہ نظر آئے۔"

خضر کے منہ سے یہ سب سنے وہ آنسو کیا سانس بھی روک گئی، عجیب حیرت سے وہ بھائی کو دیکھنے لگی جیسے اسکی بات پر یقین نہ آیا ہو۔

"ان کے لہجے میں میرے لیے محبت تھی کیا؟"

وہ اپنے آنسو ہتھیلیوں کو آنکھوں پر مسل کر مٹاتی آس و امید سے خضر کو دیکھتے بولی تو خضر نے جھک کر اسکا ماتھا چوما۔

"ہاں تو اور کیا، بہت بیقرار اور پریشان تھا۔ جیسے بس نہ چل رہا ہو اڑ کر میری خرگوش کے پاس آجائے۔ کیا اسکی ٹون یا لہجہ ہرٹ کر گیا تمہیں؟ کیا وہ روڈ ہوا تم سے۔ بتاو اگر اس نے کوئی غلط بات کی ہے تو میں اسکا جا کر ابھی گریبان پکڑتا ہوں۔ میری بہن بوجھ یا مصیبیت نہیں اسکے سر کی۔ تم بہت قیمتی ہو منائم، اگر وہ تمہاری بے قدری کرے گا تو یقینا تمہیں کھو دے گا۔"

خضر نے اسکے بھیگے گالوں سے چپکے بال ہٹا کر اسکا چہرہ ہاتھوں میں بھرے بھرپور یقین دلایا اور یہ یقین بھی اس لڑکی کے لیے اتنا طاقت ور تھا کہ اسکے دل اور دماغ کی ساری تکلیف لمحہ بھر محو ہو گئی۔

"ب۔ بھائی انہوں نے کچھ برا نہیں کہا۔ بس انکو کچھ سپیس چاہیے۔ اور وہ حق پر بھی ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے پہلے ان سے محبت نہیں تھی، مگر پھر اب کیوں ہو گئی مجھے بھائی؟ شاید وہ میری بیزاری اور ناپسندیدگی کے عادی تھے اور اچانک میری محبت ملنا قبول نہیں کر پا رہے۔ بھائی اگر میمری واپس آنے کے بعد میں پھر سے پہلے جیسی ہو گئی، ان کو ناپسند کرنے والی تو میری یہ محبت کی عادت انکو تکلیف تو نہیں دے گی۔ میں کوشش کرتی ہوں اپنی محبت ان سے دور رکھنے کی پر میں بہت پریشان ہوں"

منائم کی پریشانی اور فکریں صرف مہویر کے گرد محصور تھیں اور اب تو خضر کو بھی فکر لگ چکی تھی کہ پتا نہیں اس سب کا فیوچر کیا ہونے والا ہے۔

"بعد کی بعد میں دیکھ لیں گے۔ ابھی تم خود کو کسی قسم کا مجبور مت کرو۔ نہ اپنی محبت چھپانے کی ضرورت ہے۔ جو محسوس کرتی ہو ویسا ہی بیہیو کرو۔ اتنا پریشان نہیں ہوتے منائم، اب یہ ساری سوچیں دماغ سے جھٹک دو اور سکون سے سو جاو۔ کل میں اور تم بہت ساری مستی کریں گے کہ تمہیں اس سڑو کی یاد ہی نہیں آئے گی۔ تمہیں پتا ہے پرسوں میرا کانسرٹ ہے۔ تمہارا بھائی ملک کا فینس راک سٹار ہے۔ تو آج پری ریہرسل ہے۔ پہلے تو تم میرے گانے بلکل انجوائے نہیں کرتی تھی لیکن کیا پتا میری خرگوش کی ممیری جانے کا کچھ اچھا اثر یہ ہو کہ مجھے ایک کیوٹ فین مل جائے تمہاری صورت"

وہ کب روتے روتے خضر کی باتیں سنتی مسکرائی کہ خضر کو یکدم سب اچھا لگنے لگا، وہ یوں سر ہلا رہی تھی جیسے ابھی سے وہ خضر ملک کی فین بن گئی ہو۔

"کیا میں پہلے آپکے گانوں کو شور شرابہ کہتی تھی؟"

وہ شرارت سے پوچھتے بولی تو خضر بھی خجل سا ہنسا۔

"ہاہا اور کیا۔ تم کہتی تھی میرے گانے کانوں کے کیسنر کا علاج بن سکتے ہیں۔۔ آہ لڑکی اب تمہیں تمہارا کیا کیا ظلم یاد کرواوں۔ میں بچارا مسکین"

خضر نے مظلومیت کے اگلے پچھلے تمام ریکارڈ ہی بریک کر ڈالے، اس بار وہ دونوں کیوٹ اور شریر انداز میں ہنسے اور پھر منائم کو اس پر پیار سا آیا تو وہ بھائی کے سینے لگی، خضر کا دل بھی کچھ سکون میں آیا ورنہ جس طرح وہ رو رہی تھی، خضر کی تو سانس تک رک گئی تھی۔

کچھ دیر بھائی سے پرانی باتیں سننے کے بعد وہ سلیپی ہوئی تو اسے نیند آگئی لیکن خضر اسے یوں اکیلا چھوڑ کر نہ جا سکا بلکہ وہیں کاوچ پر ہی جا کر بیٹھ گیا، مہویر کی رات بھی کانٹوں پر ہی گزرنے والی تھی، جو سفاکیت اس نے منائم پر ڈھائی وہ اسے اندر ہی اندر گلا رہی تھی، قصور تو کسی کا بھی نہ تھا، شاید وقت ہی بہت ظالم تھا۔

"میں تو کہہ رہی تھی رک جاتے تم دونوں"

سوہاان دونوں کے جانے پر آمادہ نہ تھی لیکن انیس نے جانے کی اجازت لے لی، کھانا وہ لوگ کھا چکے تھے اور سوہانے گرین ٹی بھی پلائی تھی، عرشیہ کا موڈ رکنے کا تھا پر وہ انیس کو اکیلا بھی جانے کا نہ دے سکتی تھی۔

"ہم پھر آجائیں گے۔ ہر چیز کے لیے شکریہ آپکا۔ آجاو میں گاڑی میں ویٹ کر رہا ہوں"

وہ بنا مسکرائے سرد سے لہجے میں شکریہ ادا کرتا عرشیہ سے مخاطب ہوتا نکلا تو عرشیہ بھی منہ بسور کر اسے جاتا دیکھتی واپس مما کی طرف بڑھی تو سوہانے اسے کس کر اپنے گلے لگایا۔

"میری جان! وہ بہت ہنڈسم اور میچور ہے۔ تمہاری طرح اس میں بچپنا نہیں، اور گریس فل بھی ہے۔ باقی اسکے بولنے کے انداز سے پتا لگتا ہے

تعلیم وتربیت اور خاندان بھی اچھا ہے۔ مجھے اچھی فیلنگز آرہی ہیں۔ پھر بھی میں ایک دو دن تک علوی مینشن آوں گی تاکہ تمہارے سسر سے ملاقات کرسکوں اور مزید تسلی ہو۔ کل تم ملک ہولڈنگز مت جانا، آج بہت ہیوی دن تھا تو کل آرام کرنا اپنے نئے گھر۔ میں عاصم کو بتادوں گی تم بزی ہو۔"

سوہا کو وہ بہت تھکی اور مرجھائی لگ رہی تھی تبھی اس نے چند نصیحتیں کیں جبکہ عرشیہ مما کو انیس کے بارے زیادہ کچھ بتا نہ سکتی تھی، یہ تو ہرگز نہیں کہ وہ ہیموفیلیک ہے۔

"آپ جب چاہیں آسکتی ہیں۔ کل ملک ہولڈنگز ویسے بھی نہیں جاسکتی کیونکہ جیم میں کچھ کام ہے۔ وہاں جانا ہوگا تاکہ ٹیم کو اپنی آگے آنے والی غیر حاضری کے بارے بریف کرسکوں۔ آپ بھی بلکل پرسکون رہیں۔ رئیس اگر اب کچھ کرتا ہے تو اسکا پکا انتظام کریں گے۔ آپکو اسکے گندے خون سے ہاتھ رنگنے کی ضرورت نہیں۔ اب پولیس ہی اسکی آگ بجھائے گی"

عرشیہ نے بھی مما کی تشفی بھرپور طریقے سے کروائی اور سوہا تو اب ویسے ہی بہت مطمئین تھی، عرشیہ کم از کم اب محفوظ پناہ میں ہے یہی سوہا کے لیے کافی تھا۔

"ٹھیک ہے میری جان۔ اب جاو وہ ویٹ کر رہا ہے۔ آج میری بیٹی اکیلی نہیں سوئے گی اسکی ایکسٹرا خوشی ہے مجھے"

سوہا کی شرارت بھری سرگوشی پر عرشیہ ناچاہتے ہوئے بھی ہنس دی۔

"بس بھی کر دیں مما۔ اسکے پاس بیٹھنا تک محال ہے، سونا تو دور کی بات ہے۔ آپکو بتایا تھا ابھی ہمارے بیچ ایسا ویسا کوئی رشتہ نہیں۔ اس لیے امیدیں لگانے کی ضرورت نہیں۔ خیر آپ بھی ریسٹ کریں۔ چلتی ہوں۔ گڈ نائیٹ"

وہ مما کو ہگ کرتی اجازت طلب ہوئے سوہا کی ہنوز گدگداتی نظریں بھانپ کر مسکراتی ہوئی خود بھی روانہ ہوئی پر سوہا کا دل بے حد پرسکون ہو چکا تھا۔

وہ صفدر بابا سے کچھ دیر بات کرنے رکی جس میں وہ بھی رئیس کی ہی شکائیت لگا رہے تھے، عرشیہ نے انکو تسلی دی کہ وہ خبیث انکی زندگیوں سے نکل گیا ہے اور دعائیں لیتی رخصت ہوئے گیٹ سے نکلی تو وہ گاڑی میں بیٹھا اسی کا منتظر تھا، عرشیہ نے پیسنجر سیٹ آکر سنبھالی مگر انیس کی طرف خفا نظروں سے گھوری۔

"گھورنے کے بیچ سیٹ بیلڈ فکس کر لو"

وہ اسکی نظروں کی حدت بخوبی سمجھ رہا تھا تبھی بنا اسے دیکھے ہدایت کر گیا، عرشیہ نے اسی غصے سمیت سیٹ بیلڈ فکس کیا تو انیس نے گاڑی سٹارٹ کر دی۔

"ضدی بکرا"

وہ منہ ہی منہ میں بڑبڑائی تو انیس نے زرا سا مسکراتے ڈرائیونگ جاری رکھی، مسکرانے نے انیس کی آنکھیں مدہوش کیں اور نیند بھی جیسے اسکی

آنکھوں سے باہر ٹپکتی محسوس ہو رہی تھی، ابھی پانچ منٹ ہی گزرے تھے کہ انیس کی آنکھیں سچ میں بند ہونے پر گاڑی کا کنٹرول زرا دیر چھوٹا تو عرشیہ نے کلمہ تک پڑھ لیا کہ ابھی بس ایکسیڈنٹ ہونے والا تھا لیکن انیس نے مہارت سے گاڑی کا کنٹرول واپس پایا، اس بار تو وہ کچھ نہ بولی پر دوسری بار جب گاڑی کنٹرول لوز کر گئی تو عرشیہ نے با آواز بلند حفظ یاد دعائیں ورد کرنی شروع کر دیں کہ یہ آدمی رات کے اس وقت کوئی کارنامہ کر کے ہی رہے گا۔

"میں ڈرائیو کر لیتی ہوں۔ تم اس وقت اندھے الو سے کم خطرناک نہیں۔ انیس پلیز مجھے بھری جوانی میں مرنے کا کوئی ارمان نہیں"

وہ اسے دوبارہ سے نشئیوں کی طرح آنکھیں جھپک جھپک کر گاڑی چلاتا دیکھے خوفزدہ ہوتے بڑبڑائی پر انیس نے نفی میں سر ہلایا کیونکہ بس پانچ منٹ مزید دوری باقی تھی۔

"بس تم چپ کر کے بیٹھو۔"

انیس کی ہڈ دھرمی اور ڈھیٹائی پر وہ اگلے پانچ منٹ شدید الرٹ رہی کہ کبھی بھی گاڑی کسی جگہ دھنس سکتی ہے، بہر حال اللہ اللہ کر کے علوی مینشن پہنچتے ہی وہ گاڑی روکتا کیز عرشیہ کی طرف بڑھائے خود گاڑی سے باہر نکلا۔

"اسے پارک کر کے لاک کر دینا۔"

وہ ہونق بنی حکم صادر کرتے اس بھنگی کو دیکھ رہی تھی جو اس قدر نیند میں تھا کہ عرشیہ کو لگا یہیں راستے میں گر پڑے گا، اسی فکر میں وہ گاڑی سے نکلتی وہیں اسے لاک کرے پیچھے دوڑی، اسکے پاس پہنچ کر اسکا ہاتھ تھامنا چاہا پر انیس نے اپنا ہاتھ چھڑوایا اور مینشن کے اندر داخل ہوتا سیدھا سیڑھیوں کی طرف چلا گیا۔

"پن پیے اسکا یہ حال ہے تو کسی دن کچھ پی آیا تو آندھیاں چلائے گا اپنے ہر طرف۔ غصہ بھی نہیں آرہا اس پر، کیا مصیبت ہے یار"

وہ کیز کو ابتدائی لاونج کی دیوار میں لگے کی ہولڈر میں ہینگ کرتی خود بھی اسی کے کمرے کی طرف بڑھی، جب اوپر جا کر انیس کے بیڈ روم میں پہنچی تو وہ بنا شوز اور ہڈی اتارے یونہی مدہوش پانڈے کی طرح بیڈ پر اوندھے منہ جا کر گرا ہوا تھا، عرشیہ نے اپنا ماتھا پیٹ لیا کہ کیسی سوئی صورت پلے پڑی ہے لیکن وہ زیادہ غصہ بھی کیسے کرتی کہ بچارے نے نیند اسی کی خاطر اب تک قربان کی تھی اور اب لگ بھگ دو بجنے کے قریب تھے۔

"انیس! شوز اور ہُڈی تو اتار لو۔ پھندے پہن کر ہی سو گئے ہو۔"

وہ اپنی شال اتار کر تہہ کر کے واپس شاپنگ بیگز کے پاس ٹیبل پر رکھتی انیس کی طرف آئی جو اسکی سننے کی پوزیشن میں نہ تھا، اسے ہلتا ہوا نہ دیکھے عرشیہ نے اسکے سر پر کھڑے ہوتے اسے دیکھا تو اسکی بے پرواہ نیند اور بے خبری عرشیہ کے لبوں پر مسکراہٹ دھر گئی۔

"اسکا کیا کروں میں؟ اوف۔۔۔۔"

وہ اسے ٹس سے مس نہ ہوتا دیکھے زرا مزید قریب آئی اور انیس کو کندھے سے پکڑ کر ہلایا جس سبب وہ اپنے ہی سٹمک میں ہوتے درد کے کھنچاو پر سیدھا ہو کر لیٹا جس سبب عرشیہ کو اسکا چہرہ صاف دیکھائی دیا، انیس نے اک ہاتھ کی پشت ماتھے سے ٹیک رکھی تھی جس سے اسکی آدھی کھلی اور آدھی بند ہتھیلی ماتھے پر جمی تھی، دوسرا ہاتھ انیس کی اپنی ہی کمر تلے آیا ہوا تھا جسے عرشیہ نے مسکراتے ہوئے اسکے نیچے سے نکالا، وہ بلکل ہی بچوں کی طرح سویا پڑا تھا، کوئی ہوش نہ تھی۔

"مسٹر سڑو۔۔ کیا تم مجھے سن رہے ہو۔ تمہاری ہُڈی تمہاری گردن کے گرد تنگ ہو رہی ہے۔۔ اور شوز بھی پیروں پر ہیں۔ موزے اتار کر پیر دھو کر سو جاو۔ ایسے مجھے گند الگ رہا ہے۔ کیا تمہیں آواز آ رہی ہے میری انیس غانم علوی"

وہ زرا اسکے منہ کی طرف جھک کر جان بوجھ کر اونچا بولی کہ اسے آواز سنائی دے اور وہ کسمسا کر ماتھے پر سے ہاتھ ہٹاتا آنکھیں کھول گیا جس سبب وہ جھکنے سے واپس سیدھی ہو گئی۔

"کیا تکلیف ہے تمہیں؟"

وہ اپنی نیند کی دشمن بنی عرشیہ کو دیکھتے سخت اکتا کر بولا تو وہ الٹا اور بگھڑی۔

"مجھے تکلیف ہے؟ سیریسلی۔ تکلیف تو تمہیں ہے۔ دیکھو کیسے سو رہے ہو۔ کم از کم اتنا تو خیال کرو کہ تمہارے کمرے میں آج ایک لڑکی بھی ہے۔ ایسے ٹانگیں پھیلا کر، شوز پہنے پورے بیڈ پر گرے پڑے ہو۔ اٹھو فورا"

وہ زرا پیچھے ہٹی کیونکہ انیس نے لات سے تکیہ زمین بوس کر دیا تھا اور وہ عرشیہ کی شکائیت کے بعد مزید پیر پسار گیا اور رہی سہی میٹرس پر جگہ بھی

پھیل کر گھیری، عرشیہ نے اپنے غصے کو ہر ممکنہ دبایا پر اب یہ بگھڑا سڑو اپنی حد کراس کر رہا تھا، وہ جھکی اور تکیہ اٹھا کر انیس کے سر پر برسانے لگی۔

"کتنے ضدی ہو ناں تم، واپس آ کر ہی دم لیا۔ کیا ہو جاتا اگر وہیں رک جاتے۔ دو بار گاڑی لگتے لگتے بچی، نہ تم نے مجھے ڈرائیونگ کرنے دی۔ اوہ میرے خدا! اتنا ضدی ہسبنڈ دینا تھا تو کلو دو کلو صبر و حوصلہ بھی دیتے"

وہ جتنی زبان چلا رہی تھی اس سے زیادہ ہاتھ بھی چلانے کے ساتھ آنکھیں پھیلائے گھور بھی رہی تھی پر انیس غانم علوی کو پرواہ بھی نہ تھی، وہ تو آدھا نیند میں بھی جا چکا تھا، اس سے تکیہ چھین کر انیس نے اپنے گھٹنے تلے دیا اور پیروں کی مدد سے ایک دوسرے پیر کے شوز بھی اتارے جو نیچے قالین پر جا گرے، اور اپنے موزے والے پیر وہ بیڈ کے اوپر میٹرس پر کر گیا جس سے عرشیہ کو اور غضب چڑھا۔

"کیا تم چیخنا بند کرو گی لڑکی؟ میں سو نہیں پا رہا"

سخت اکتا کر انیس نے منہ سے لحاف ہٹا کر سوال کیا تو وہ اسکے سرہانے آ کر رکی، اندازہ نہ تھا وہ سونے کو اسقدر مر رہا ہو گا۔ پہلے تو لگا وہ ابھی

ترس کی دیوی بنی دنیا جہاں کی آوازیں روک دے گی کہ جہاں پناہ انیس صاحب کی کوئی شے نیند نہ خراب کر سکے مگر پھر اسکا ضدی پن سوچ کر اسکے کان کے پاس جھکی، وہ بھی یہی سمجھا شاید اسکے سکون کا احترام کرتے آہستہ آواز میں بولنا چاہتی ہے تبھی اپنا کان اسکے منہ کے آگے سرکا گیا۔

"نہیں"

مگر عرشیہ نے اتنی زور سے اسکے کان میں چینج کر کہا کہ آج دور، انیس تو اس ہولناک چینج پر کئی دن نہ سو پاتا۔

"شکل سے اتنی ڈراونی لگتی تو نہیں ہو۔ میری پسلیوں تک وائبریشن گئی ہے۔ دور ہٹو"

وہ نا صرف جھٹکا کھا کر پیچھے ہٹا بلکہ دونوں

ہاتھ کان پر رکھے وہیں بڑبڑاتا تکیے پر اوندھا ہو کر گرا جبکہ وہ فکر سمیت مسکراتی اسکے پاس بیٹھی۔

"اچھا ایسے سینے کے بل مت لیٹو ناں۔ درد اور کھنچاو پیدا ہو گا۔ ایک بار اٹھ کر موزے اتارو اور پیر دھولو۔ پھر میں تمہیں تنگ نہیں کروں گی۔ دیکھو ایسے پورے روم میں سمیل پھیلے گی، میں کاوچ پر سو جاوں گی پکا"

وہ اسکے کندھے پر نرمی سے ہاتھ رکھ کر سہلاتی اسے اس بار پیار سے سمجھا رہی تھی، کان کے پردے کی سلامتی محسوس کیے وہ سیدھا ہو کر کروٹ بدل کر اپنے سرہانے بیٹھی عرشیہ کی گود میں سر رکھ گیا، اسکے لیے وہ بھی بلکل تیار نہ تھی، اس لڑکی کا دل دھڑکنا بھول گیا، وہ دیکھ بھی تو اسے ہی رہا تھا۔

"تم کیوں کاوچ پر سونے لگی؟"

وہ اس سے بہت بے چین ہو کر پوچھ رہا تھا، عرشیہ کے پاس کچھ کہنے کو جیسے لفظ ہی نہ بچے، بس گود میں اسکے بھاری سر کا وزن بھی ہوا ہوتا محسوس ہونے

لگا، اف یہ شخص سر سے پیر عرشیہ پر اپنی وجاہت اور منفرد ہونے کے سبب سوار تھا، اسکا اس قدر پُر جمال سحر تھا کہ عرشیہ کی آنکھیں اس پر سے ہٹنے کو راضی نہ لگیں، پھر یوں اسکی عرشیہ کی جانب بے تکلفی تو عرشیہ کا سانس روک رہی تھی، وہ بمشکل سانس کھینچ سکی۔

"کیوں؟ تم چاہتے ہو ہم ایک بیڈ شئیر کریں؟"

وہ حیران و پریشان ہو کر ہوش تھامے بولی۔

"ہر گز نہیں۔ تم دوسرا کمرہ لے سکتی ہو۔ میرے ساتھ رہنے کی کوئی مجبوری نہیں۔ جاو اس روم میں سمیل پھیلے گی تو کہیں تمہارا سانس نہ گھٹ جائے۔ چلو نکلو میرے کمرے سے۔"

وہ اپنا سر بے مروتی سے اسکی گود سے ہٹا کر تکیے پر رکھتا بد تمیزی پر اترا تو عرشیہ فورا سے پہلے اٹھی اور بنا اسے دیکھے دروازے کی طرف بڑھی۔

"مجھے اکیلے ڈر لگے گا"

وہ دروازے میں پہنچ کر رک گئی، بے ساختگی سے پلٹ کر انیس کی طرف دیکھا جو میٹرس سے اٹھ کر اسی کی طرف بڑھے اپنی ہُڈی اتار کر کاوچ پر پھینک چکا تھا، عرشیہ نے اسکے کمرے میں جگہ جگہ چیزیں پھینکنے کو اگنور کرتے مکمل رخ انیس کی جانب موڑا جو اسکے بلکل قریب آکر رک چکا تھا۔

"تمہیں ڈر بھی لگتا ہے سڑو؟"

وہ اپنی بے قدری اور انسلٹ بس اسی شخص کے آگے بھول جاتی تھی جیسے ابھی بس اسکے لیے فکر مند نظر آئی۔

"ہاں کبھی کبھی لگتا ہے لیکن خود سے۔ کیا تم واقعی دوسرے کمرے میں جا رہی ہو؟"

وہ اپنے آپ کو تحمل تھامے رکھنے کی ہدایت کرتی نظر آئی کیونکہ انیس اسکا خون کھولا رہا تھا۔

"آفکورس۔ تم نے ہی تو کہا ہے یہاں سمیل پھیلے گی۔ جس طرح تم نے چیزیں پھینکی ہیں، تمہیں مینرز سیکھنے کی ضرورت ہے۔ ابھی مما مجھے کہہ رہی تھیں بہت میچور ہے انیس۔ زرا بھی بچپنا نہیں۔ یہ سب دیکھتیں تو اپنے کہے پر پچھتاتیں۔ ویسے بھی اتنے بکھرے اور میسی ماحول میں نہیں رہنا مجھے۔"

وہ بھی اپنے مزاج کے مطابق شکوے کرنے سے خود کو روک نہ سکی، انیس نے اک نظر پلٹ کر کمرے کی طرف دیکھا، بیڈ کے پاس اسکے شوز پڑے تھے اور کرسی پر بے ترتیب انداز میں ہڈی جو آدھی نیچے لٹک رہی تھی۔

"تو تم کیا چاہتی ہو میں اپنے شوز اٹھاوں اور یہ ہُڈی بھی؟"

وہ فوراسے عرشیہ کی طرف دیکھ کر بولا تو عرشیہ نے سینے پر ہاتھ لپیٹے راج ہنس سی گردن اکڑائی۔

"اور اپنے پیر بھی دھو کر آو۔ روم میں ائیر فریشنر سپرے کرو"

وہ حکم صادر کرے خود کو کوئین ہی تو سمجھ رہی تھی، انیس اسکی خوش فہمی پر مسکرایا اور ایک ہی جھٹکے میں عرشیہ کو بازو سے پکڑ کر کمرے سے باہر دھکیل دیا، عرشیہ کا منہ حیرت سے کھل کر رہ گیا۔

"روم سے تمہیں ناں باہر کروں۔۔یہ زیادہ بیسٹ ہے۔مجھے مینرز سیکھانے والا ابھی پیدا نہیں ہوا۔ سمجھ لو یہ بات خاتون"

وہ اسے باہر کرتا منہ پر دروازہ بھی بند کر گیا، عرشیہ نے اپنے اندر امڈتے غصے پر زور دار لات دروازے پر دے ماری پر اپنے ہی پیر کو درد پہنچا۔

"ایک نمبر کے اکڑو۔دیکھ لوں گی تمہیں۔رہو شوق سے یہاں ویسے بھی میں تمہارے ساتھ رہ کر سانس گھٹنے کے سبب مرنا نہیں چاہتی۔"

وہ دو تین اور دروازے کو ٹھوکریں مارے خود ہی چلی گئی جبکہ انیس نے اپنے موزے اتار کر ناک کے قریب لا کر سونگھے تو زرا ابھی بدبو نہ تھی، انیس نے انھیں پھر بھی اٹھا کر لے جاتے لانڈری بکٹ میں پھینکا، شوز اٹھا کر سائیڈ

رکھے، ہُڈی لے جا کر ہینگ کی، پھر واش روم جا کر ہاتھ پیر اچھے سے دھوئے وہ کمرے میں آیا، پھر کچھ سوچتے روم سے باہر نکلا تو دونوں کمروں کا جائزہ لیا، دوسرے والے کمرے میں نیم اندھیرا کیے وہ لحاف میں گھسی سو بھی چکی تھی، انیس نے کمرے میں ہوتی حرارت انورٹر سے ایڈجسٹ کی تاکہ نیند میں اسکا سانس نہ گھٹے، اور اک کھڑکی تھوڑی سی کھول کر پردہ اچھے سے برابر کر دیا تاکہ روم میں آکسیجن کی کمی نہ ہو، وہ اسے سویا دیکھ کر مسکرایا، آج کی شام سے رات گئے تک کا یہ انوکھا سفر انیس کی زندگی میں سرور کے نام سے درج ہو چکا تھا، وہ بہت پر سکون تھا کہ وہ اسکے آس پاس ہے اور آس پاس ہی رہے گی، نیند دوبارہ حاوی ہونے پر وہ بھی اسکے کمرے سے نکل کر اپنے روم کی طرف بڑھ گیا۔

.._____..

اک نئی صبح عالم جہاں پر بیدار ہو چکی تھی، محراب اور عاصم المیر ملک کی طلاق آج رجسٹر ہونے والی تھی، ملک ہولڈنگز میں بورڈ آف ہولڈنگز کی

میٹنگ کل رکھی گئی تھی اور کل سے ہی باقاعدہ موساب اعوان اور عرشیہ المیر کو کمپنی میں ہولڈ ملنے والا تھا، پھر نیویئر کی سیلبریشن پارٹی بھی ہونی تھی جسکے آج انتظامات شروع ہو چکے تھے، خضر آج بھی آٹھ بجے تک منائم کے ساتھ گھر سے چلا گیا تھا، نہ وہ خود مماڈیڈ سے ملا نہ منائم کو ملنے دیا، اسکے آج پورا دن منائم کے ساتھ بہت سے پلینز تھے، وہاں جا کر اسے یہ خبر ملی کہ اسکے کانسرٹ کی تمام ٹکٹس دو دن پہلے ہی مکمل بک چکی ہیں، شاید اس سے خضر کو ہمت ملنی تھی جو مل گئی، جبکہ وولف کو اس عورت کی طرف سے ملتے ثبوتوں کا انتظار تھا تاکہ وہ عاصم ملک کا جلد کام ختم کرے اور کچھ وقت کے لیے شہر سے تو کیا ملک سے ہی غائب ہو جائے، وہ سوچ چکا تھا مزید وہ منائم کے سامنے کسی قسم کی اداکاری نہیں کرے گا، اول تو اس سے ملنے یا بات کرنے سے خود کو روکا اور اگر منائم ضد کرے ملنا بھی چاہے تو مہویر نے سوچ لیا تھا وہ اسے ساری سچائی بتا دے گا کہ وہ اسے اس روز مارنے آیا تھا، منائم

سے نجات کا بس اب ایک ہی طریقہ تھا کہ وہ اسکے دل میں اپنے لیے نفرت پیدا کرتا، مزید وہ کچھ بھی سوچنا سمجھنا نہیں چاہتا تھا۔

جبکہ دوسری طرف صبح علوی مینشن میں بھی نمودار ہو چکی تھی، عدین بے دلی سے کلب کے لیے ریڈی ہو رہا تھا، فل بلیک میں ڈارک گرے ہڈی پہنے، بال بھی بس روکھے سے سیٹ کیے وہ اپنا بیگ لیے کمرے سے نکلا تو باہر ڈائنگ ہال میں ٹیبل کے گرد کرسی جما کر بیٹھے ابراہیم علوی، نیوز پیپر کا جائزہ لے رہے تھے۔

"آجاو ناشتہ کرو۔ تمہاری شکل ابھی تک اتری ہوئی کیوں ہے میری جان"

بابا کے پکارنے اور پاس بلانے پر وہ گندی شکل بنائے ہی انکے پاس جا کر کرسی سنبھالے بیٹھا اور بیگ دوسری کرسی پر رکھا۔

"جو کچھ بھیو نے میرے اور آپکے ساتھ کیا اسکے بعد یہ شکل ایسے ہی دیکھنے کی عادت ڈالیں بابا۔ انکی زندگی میں کل تک صرف میں اور آپ تھے پر اب

وہ لڑکی ہے اور ہم دو کو وہ گیٹ اوٹ کر چکے ہیں۔ اب ہمیں ایک دوسرے کی پرواہ کرنی ہو گی۔ اب میرے لیے کبھی بھیو آپ سے نہیں لڑیں گے۔ سب ختم ہو گیا۔ میری زندگی بھی یہیں رک گئی۔"

عدین کی یہ افسردہ باتیں ابراہیم کو شدید غمگین کر رہی تھیں خود انیس کو جو صبح کی جاگنگ کا پلین بنائے بلیک ٹریکنگ سوٹ پہن کر، سنیکرز پیروں میں چڑھائے ہاتھ میں فون لیے سر پر گرم ٹوپی پہنے، ہاتھوں پر گلوزز چڑھائے سیڑھیوں سے نیچے اتر رہا تھا، وہ بابا کو خاموش رہنے کا اشارہ کرتا خود بھی ڈائنگ ہال کے ابتدائی داخلی حصے تک جا کر رک گیا، عدین کی اسکی طرف پشت تھی۔

"تم اس سے اس قدر بدگمان مت ہو۔ وہ تمہارے لیے مجھ سے ہمیشہ لڑے گا کیونکہ میں تو نہیں سدھروں گا۔ وہ لڑکی تمہاری بھابھی ہے عدین۔ مجھے تو بہت پسند آئی ہے۔ اور تم ہی تو چاہتے تھے انیس کا گھر بسے، اب دل بڑا کر

کے معاف کر دو ہم دونوں کو۔ میری وجہ سے تم اسکی شادی اٹینڈ نہیں کر سکے"

بابا کی معذرت سنتا وہ آگے سے جیسے جگر پاش مسکرایا اس نے انیس اور ابراہیم دونوں کو تکلیف پہنچائی۔

"نہیں بابا۔ میں اب ان پر مزید انحصار نہیں کروں گا۔ نہ ان سے پاکٹ منی لوں گا۔ خود کماوں گا۔ کوئی سی بھی جاب کر لوں گا۔ وہ اب مجھے بھول جائیں گے کیونکہ بھائیوں کی بیویاں آجائیں تو انکے لیے بس وہی اہم ہوتی ہیں۔ بہت ہرٹنگ ہے لیکن کبھی نہ کبھی تو یہ ہونا تھا۔ آپ پر اپنی ذمہ داری نہیں ڈالوں گا بے فکر رہیں۔ میں اب اپنا بوجھ خود اٹھاوں گا۔ وہ اکڑ وہیں تو اب میں بھی ڈھیٹ بن گیا ہوں"

وہ حتمی طور پر اپنی ضد قائم رکھتا اپنا بیگ اٹھائے اٹھ کر پلٹا ہی جب انیس کو دیکھ کر عدین کے چہرے کے تاثرات مزید پتھریلے ہو گئے، انیس نے اس سے بیگ چھین کر واپس کرسی پر پھینکا۔

"شادی نہیں ہوئی۔ یہ بس نکاح ہوا ہے۔ تمہیں یہ بات سمجھانے کے لیے مجھے کیا کرنا ہو گا عدین؟"

انیس کو سخت مایوسی تھی کہ عدین اس کے لیے اتنا نیگیٹو ہو کر سوچ رہا ہے، عدین نے منہ پھیرا اور اپنا بیگ اٹھا کر وہ انیس کو پیچھے دھکیل کر ہال سے باہر نکلا، انیس بھی اسکے پیچھے ہی گیا تو ابراہیم اپنا سر تھام کر رہ گئے۔

"عدین۔۔ اب یہ بہت زیادہ ہو رہا ہے۔ رات کی میری کہی بکواس تمہیں سمجھ نہیں آئی۔ میں تم سے بات کر رہا ہوں"

عدین نے اسکی باتیں نظر انداز کیں تو مجبوراً انیس نے اسے بازو سے دبوچ کر اپنی جانب پلٹایا، تب تک وہ مینشن سے باہر آ چکے تھے، علیم خان، عدین کا گاڑی کے پاس کھڑا منتظر تھا۔

"تو کس نے کہا بات کریں؟ مت کریں بات، نہ تھکائیں اپنا منہ۔ میں آپ سے بات نہیں کرنا چاہتا۔ اسے آپ میری ضد سمجھیں یا نافرمانی۔ میں نے کل اپنے بھیو کھو دیے ہیں سنا آپ نے"

وہ انیس کی بازو پر ہاتھ کی گرفت جھٹک کر اسقدر چیخا کہ آواز شدت سے آس پاس گونجی، انیس کا دل دکھی ہوا۔

"نہیں کھوئے۔ یہ اسی دن ہو گا جب مجھے قبر میں دفنا دو گے۔ اس سے پہلے ایسی بکواس مت کرنا۔ تمہیں ہو کیا گیا ہے عدین۔ تم تو ماتھا اور ہاتھ چومنے والے بھائی تھے، پھر ایسی بے رخی، ایسی سنگدلی؟"

اس بار انیس کا لہجہ ناچاہتے ہوئے بھی بھیگا مگر عدین نے بھی اذیت سے نظریں پھیر لیں۔

"مجھے بھولنے کی سزا ہے بھیو، اب میں ویسا بھائی نہیں رہا۔ آپ نے میرے ساتھ ہمیشہ لاپرواہی والا سلوک کیا میں سہہ گیا، لیکن یہ حد کر اس والا معاملہ ہے۔ جس معاملے میں مجھے شامل نہیں کیا میں اسے نہ آپکی خوشی بننے دوں گا نہ اپنی۔ اس لڑکی کا اس گھر میں رہنا مشکل کر دوں گا۔ آپ نے مجھے غیر اہم ثابت کیا، میں پوری دنیا کو ہلا دوں گا۔ میرے اندر اتنی آگ لگی ہے کہ بتا بھی نہیں سکتا۔ ساری رات رویا ہوں پر آپ نے دوبارہ مجھے مڑ کر نہیں دیکھا۔ میں کچھ بھی نہیں ہوں اگر آپکے لیے تو آج سے آپ بھی صفر ہیں۔ سنا آپ نے۔ مجھے اب کسی کی ضرورت نہیں۔ میں اپنی زندگی میں اب آپکی مداخلت بھی نہیں چاہتا۔۔۔۔ دور رہیں مجھ سے۔"

وہ اپنی جگہ بلکل ٹھیک تھا پر انیس نے عدین سے ہمیشہ کمپرومائز پایا تھا پر اس بار وہ کمپرومائز دور، بات سننے تک پر راضی نہ تھا، عدین نے انیس کی کوئی بات

نہ سنی اور علیم خان کی طرف بڑھتے گاڑی میں جا بیٹھا جسکے بعد علیم خان نے انیس سے اجازت لیتے ہی خود بھی گاڑی میں سوار ہو کر گاڑی علوی مینشن کے پورچ سے سٹارٹ کرتے گیٹ سے باہر نکال لی، انیس کو یہ معاملہ سنگین لگ رہا تھا، اسکا دل شدید درد میں تھا کہ عدین کا رویہ اس سے برداشت نہ ہو رہا تھا، وہ بے اختیار دلبرداشتہ ہو کر پلٹا تو عرشیہ سے ٹکرایا جو اسکو دیکھ کر ہی باہر آئی تھی، ٹکراو اس قدر تھا کہ عرشیہ نے گرنے کے ڈر سے انیس کو دونوں بازووں میں جکڑ کر چہرہ اسکے سینے میں چھپا لیا تھا، اف یہ دل سے دل کا ہوتا قرب جان لیوا نہ بنے تبھی وہ چہرہ اس سے دور کر گئی، انیس کی آنکھوں میں سرخائی گھلی دیکھے وہ جلدی سے اسکے سینے سے دور ہٹی، وہ خود بھی اسے خود سے دور اک مناسب فاصلے پر کھڑا کروائے پاس سے گزرنے لگا جب عرشیہ نے اسکی کلائی اپنے ہاتھ میں جکڑ کر اسے روکا۔

"کیا ہوا انیس؟ کیا وہ ابھی تک ناراض ہے؟"

وہ رات والی اسکی بدتمیزی تو اسکا درد بھرا تاثر دیکھے ہی بھول گئی۔

"ناراضگی چھوٹا لفظ ہے۔ وہ مجھ سے بد گمان ہو گیا ہے اور ستم کہ تمہارے اور سوہا سومرو کی طرح یہ بد گمانی دور ہونا ممکن بھی نہیں لگ رہی۔ وہ خود کو تکلیف نہ دے بس یہ تکلیف ہے۔ وہ اس وقت پاگلوں کی طرح برتاو کر رہا ہے۔"

انیس کی پریشانی اسکے لہجے اور الفاظ تک اتر آئی تھی جبکہ عرشیہ ابھی اپنے اور انیس کے بیچ کا ہر جھگڑا بھول چکی تھی، انیس نے سوہا اور اسکے بیچ کی غلط فہمی دور کرنے میں مدد کی تھی تو اب اصولا عرشیہ کو بھی انیس اور عدین کے بیچ کی یہ گشیدگی دور کرنا اپنی اولین ذمہ داری لگی۔

"اچھا تم پریشان مت ہو۔ کچھ سوچتے ہیں۔ تم مجھے بتاو اسے کیا پسند ہے۔ اسکے لیے کوئی سرپرائز پلین کرتے ہیں۔ جسے دیکھ کر وہ ساری ناراضگی بھول جائے۔"

عرشیہ نے اپنی طرف سے بہت اچھا سوچا، انیس کو اسکی ایفرٹس دیکھائی بھی دیں کہ وہ اس وجہ سے انیس کی طرح ہی اپ سیٹ ہے، موسم کے تیور بھی آج ظالم تھے، نہ دھوپ نکلی نہ نکلنے کے چانس تھے بلکہ دور دور تک شدید دھند پھیلی تھی، اور آسمان جو بادلوں کی زد میں تھے وہ الگ کہ کسی بھی وقت برس پڑیں گے۔

"اسے میں نے چیزوں یا سرپرائزز سے خوش ہونے کا عادی بننے ہی نہیں دیا خاتون۔ اب مجھے افسوس ہو رہا ہے اپنی اس حرکت پر۔ تم اپنے کام کرو جیسے رومزہ کرتی ہو۔ میں اسکے کلب ہی جا رہا ہوں۔ ہوپ سو ایک اور بار بات کر کے اسے کچھ سمجھا سکوں۔ تمہیں آج سے ملک ہولڈنگز جوائن کرنا تھا ناں؟ تمہاری گاڑی یہیں پارک ہے۔ اپنا دن انجوائے کرنا۔ رات میں ملتا ہوں۔ کسی چیز کی ضرورت ہو تو مجھے بتا دینا۔ کسی کو بھیج کر اپنے گھر سے اپنا سامان منگوا لو۔ جس بھی کمرے میں کمفرٹیبل ہو وہاں سیٹ کروا دینا۔ میں عصر کو بھی کہہ دیتا ہوں تمہیں ایوئیبل رہے گا۔"

وہ اسکی کسی قسم کی مدد نہیں لینا چاہتا تھا کیونکہ اسے اپنے بل بوتے پر ہی چیزیں ٹھیک کرنے کی عادت تھی، ویسے بھی اگر وہ عرشیہ کی اس معاملے میں مدد لیتا تو عدین مزید چڑ جاتا اور پھر اسے ٹھیک کرنا بلکل ہی ناممکن ہو جاتا۔

"انیس۔۔۔بات سنو میری"

وہ اسکی بازو اس بار پکڑے اسے اپنی طرف باقاعدہ موڑ گئی، اتنا سب بولنے کے بعد وہ بنا عرشیہ کی سنے بھلے کیسے جا سکتا تھا، ایسا عرشیہ کیسے ہونے دے سکتی تھی، وہ اسکے ہاتھ کو دیکھنے لگا جو اسے بڑی بے تکلفی سے چھو رہا تھا، انیس نے عرشیہ کی گرے آنکھوں میں بہت غور کے بعد بھی بس اپنائیت پائی، جو کسی اپنے کی پریشانی محسوس کرتے آنکھوں کے رنگوں میں ڈھل جاتی ہے۔

"اگر تمہیں یہ لگ رہا ہے میری مدد لینے سے تم عدین کی ناراضگی بڑھا دو گے تو اسے مت بتانا میں نے مدد کی۔ تم کہہ دینا یہ سب تم نے کیا۔ مجھے یہ کرنے

دو میں آج پورا دن فری ہوں۔ وہ مجھ سے بھی ناراض ہے تو میں بے چین ہوں۔ تم مجھے اسکی ہر پسند بتا دو باقی میں جانوں اور میرا سرپرائز۔"

وہ اتنے نرم لہجے میں بولی کہ وہ نا چاہتے ہوئے بھی قائل ہوا، عصر زمان نے مینشن سے باہر نکلتے جب دونوں لوو برڈز کو دیکھا تو وہ وہیں رک گیا کہ دونوں کی بات ختم ہو پھر وہ جا کر بیچ میں ہڈی بنے۔

عرشیہ اس سڑو کی خود پر جمی آنکھوں کے سبب گھبرا رہی تھی، دعا گو تھی کہ وہ دیکھ کر جان لینی بند کرے اور کوئی جواب دے۔

"اگر اسکی ناراضگی پھر بھی کم نہ ہوئی؟"

انیس کے لہجے میں خدشے ہلکورا اٹھے، عرشیہ نے گہرا سانس بھرا تو ٹھنڈ کے سبب اسکے منہ سے دھواں نکلا، یہاں ویسے بھی قہر برس رہا تھا اور وہ بنا سر پر کچھ لپیٹے اس سردی میں کھڑی تھی، انیس نے تو پھر بھی لوز سے باٹم والی گرم

ٹوپی سر پر چڑھا رکھی تھی اور گلوز بھی پہنے تھے، وہ جاگنگ کے لیے مکمل کورڈ تھا۔

"تو پھر بھی ہم مل کر کچھ سوچ لیں گے سڑو۔ رات کے سخت سلوک کے باوجود میں تمہارے لیے پریشان ہو رہی ہوں۔ کوئی اتنا اچھا بھی نہ ہو جتنی میں ہوں۔ اب پلیز مجھے اجازت دے دو۔ رسک ہی سہی پر لے لیتے ہیں۔ بچہ ہی تو ہے، کب تک روٹھے گا۔ آخر اسکا بھائی کے بنا گزارہ ہی کتنی دیر ہو گا۔۔۔ اگر سچ کہوں تو اسکی ناراضگی جائز ہے۔ تمہیں کہا تھا ایک دن بعد نکاح کر لیتے ہیں پر تمہیں لگا ہو گا عرشیہ المیر بھاگ نہ جائے، سزا سنا دی تو عمل درآمد بھی فوری کر دوں۔۔۔ ہنہ دیکھ لو یہ سب تمہاری جلد بازی اور ضد کا نتیجہ ہے"

وہ سنتی کم لیکن بولتی زیادہ تھی اور باخدا وہ ایسی آواز تھی جسے وہ پہروں تھکے بنا سن سکتا تھا، ابھی تاثرات میں پتھر اولیے اس لیے اسے دیکھ رہا تھا کیونکہ واقعی پریشان تھا۔

"ٹھیک ہے۔ اجازت دے رہا ہوں۔ اسے جو پسند ہے وہ تم عصر سے پوچھ لو۔ لیکن اپنے اور عصر کے بیچ ایک حد سے زیادہ بے تکلفی لانے سے گریز کرنا"

وہ اپنے ازلی روڈ انداز میں بھاری بھر کم آواز کو سرگوشی بناتا عرشیہ کو جو سمجھا رہا تھا اس سے اس لڑکی کو جلن والے دھوئیں کا گماں ہوا، انیس نے عصر کو دیکھ جو لیا تبھی بے ارادہ ہی عرشیہ کو دھمکا بیٹھا۔

"کیوں سڑو؟ تم جیلس ہو جاو گے؟"

وہ آنکھیں پٹپٹاتی انیس کی رگوں میں دوڑتے خون کا یوں با آسانی درجہ حرات تیز کر گئی، انیس نے اسکی بازو اپنے ہاتھ میں دبوچے عرشیہ کو اپنے قریب سرکایا تو اسکی ساری شرارت لمحہ لگاتے اڑن چھو ہوئی جب انیس کی گرم سانسوں کا دھواں بنتا اثر عرشیہ کے چہرے پر پھیلنے لگا۔

"کیونکہ تم میری بیوی ہو۔ مجھ سے جیسا چاہو بے تکلف ہو جاو لیکن باقیوں کے لیے تمہیں اب اک حد مقرر کرنی ہو گی۔ میں بار بار نہیں سمجھاوں گا خاتون۔ امید ہے تم میری بے چینی کا سامان نہیں کرو گی"

وہ بظاہر اسکی نزدیکی سے گھبرا رہی تھی لیکن اف اس لڑکی کی اس درجہ نزدیکی پر مسکراتی آنکھیں انیس کو اپنی گرفت میں مبتلا کر رہی تھیں۔

"ایک شرط ہے میری۔ مجھے عرشیہ کہہ کر پکارو"

وہ سہولت سے بولتی انیس کو چیلنج کر گئی، انیس کی آنکھیں سکڑیں، اس نے عرشیہ سے یہ امید نہ کیا تھا، عصر دونوں کی نزدیکی دیکھتا شائے سا مسکرائے گارڈن ایریا میں کام کرتے مالی سے بات چیت میں لگ گیا کیونکہ جتنے قریب وہ دونوں اس مدہوش کرتے موسم میں کھڑے تھے، منظروں تک کو حیا آ جاتی وہ تو پھر کیوٹ سا عصر زمان تھا۔

"میں صرف انکا نام لیتا ہوں جو مجھ سے پیار کرتے ہیں۔ تم پیار کرتی ہو کیا؟"

وہ اس بے تکلفی سے اتنا شدت رکھتا جواب وسوال کر گیا کہ وہ نزدیکی جو عرشیہ کے لیے کچھ دیر قبل بے اثر تھی اب اسکو کپکپاہٹ بخش گئی، وہ انیس کی گرفت میں مچل کر رہ گئی کیونکہ ایسا کوئی جواب اسکے پاس نہ تھا۔

"نہیں ہر گز نہیں۔ تم سے پیار نہیں کرتی۔ مت لو میرا نام۔ احسان ہو گا تمہارا۔ چھوڑو مجھے انیس اتنا قریب مت لایا کرو ناں مجھے اپنے۔۔ پلیز"

وہ اسکی نزدیکی سے سہم جاتی فوراسے اپنی شرط واپس لیے اسکی گرفت جھٹکنے لگی پر وہ اتنی معمولی گرفت نہ تھی کہ عرشیہ چھڑوا پاتی۔

"تو آگے سے ایسی شرائط دماغ میں لانے سے گریز کرنا عقل بند خاتون۔"

وہ اسے وارن کرتا ہوا نا صرف آزاد کر گیا بلکہ جاتے جاتے اپنے سر کی ٹوپی اتار کر عرشیہ کو پہنا کر گیا، وہ یوں کرتے بلکل عرشیہ کو مما کی طرح لگا، انیس کے واپس مینشن کی طرف جاتے ہی وہ بھی پلٹی، کانوں کو لگتی ٹھنڈ اچانک گرم ٹوپی کی حرارت سے حدت میں بدلی تو انیس کو جاتا دیکھے وہ بے خود سا

مسکرائی، وہ کتنا بھی روڈ ہوتا، وہ عرشیہ کو ایسی فکروں سے پاگل کر دینا چاہ رہا تھا، انیس نے جاتے ہوئے عصر سے کچھ دو منٹ بات کی پھر مینشن کے اندر چلا گیا، عصر نے اپنے قدم عرشیہ کی طرف بڑھائے تو ابھی تک انیس کے اثر میں کھوئی کہیں اور ہی پہنچی ہوئی تھی۔

"گڈ مارننگ عرشی"

عصر کی چاک و چوبند اثر رکھتی آواز نے عرشیہ کو انیس کے سحر سے جھٹکے سے باہر کھینچ کر نکالا، وہ عرشیہ کو دیکھے پُر اسرار سی شرارت چہرے پر سجائے دانتوں کی نمائش کر رہا تھا۔

"گڈ مارننگ۔ اتنے دانت عصر زمان؟ کیا آج رگڑ رگڑ کر صاف کیے ہیں؟"

وہ جوابا اپنے سر پر چڑھائی گئی ٹوپی کے کنارے کھینچتی عصر کو اک آبرو اٹھا کر گھوری جس نے دانت اندر کیے اور بالوں میں ادا سے ہاتھ پھیرا۔

"ارے نہیں تو۔ آپکی اور سر کی نزدیکیاں مجھے شمو دلا رہی تھیں۔ ایک سیکرٹ بتاوں، آپ دونوں ایک دوسرے کو بھلے یہ دیکھاتے ہو کہ ایک دوسرے کو زہر جیسے لگتے ہو پر حقیقت اس سے برعکس ہے، آپ کی جوڑی واللہ نظر لگ جانے کی حد تک حسین ہے۔ میں تو آپ دو کو اکھٹا کھڑا دیکھ کر شرما ہی جاتا ہوں"

عصر کا لب و لہجہ ہی اتنا پیار بھرا اور گدگداتی لہر سے بھرا تھا کہ کب وہ بھی مسکرا کر اسکے ساتھ مینشن کی طرف بڑھی، اسے بھی پتا نہ چلا۔

"ہمیں دیکھ کر تم کیوں شرماتے ہو بھائی؟ یہ کیسا کنکشن ہے؟"

وہ بظاہر ساتھ چلتے مسکرا رہی تھی پر لفظوں کی کھنک میں ہنسی سی اڈی۔

"آپ سمجھ جائیں ناں عرشی، ایسے مناظر دیکھنے کو میں ترسا ہوا تھا۔ کہ سر کے قریب کوئی لڑکی ہو، دوشیزا ہو اور وہ ایک دوسرے کو یوں دیکھیں جیسے ایک دوسرے کی جان کا سرور ہوں"

عصر نے ہاتھوں کے اشاروں سے باقاعدہ جان کا سرور ہونے کا بتایا تو وہ بلکل مینشن کے داخلی حصے تک آ کر رکی بھی اور ہنس بھی دی، واقعی یہ بندہ زندگی سے بھرپور جو تھا۔

"ابھی تو ہم ایک دوسرے کو یوں دیکھتے ہیں جیسے جان کا روگ ہوں۔ تمہیں پتا نہیں کونسی شر میں آ رہی ہیں۔ ویسے تمہارا ہمارے کیس میں یہ حال ہے تو اپنی والی کے آگے تو نقاب یا برقعہ پہن لو گے، مجھے تو تشویش ہونے لگی عصر زمان"

وہ الٹا عصر کے فیوچر کے لیے پریشان ہوئی جس پر عصر نے یوں شرم سے نظریں چرائیں جیسے ابھی بس سامنے ہی کھڑی ہو اسکی فیوچر محبوبہ، اسے یوں شرماتا سرخ ہوتا دیکھے وہ کتنی دیر تک ہنستی رہی کہ عصر کو کرائے کی سنجیدگی اور رعب واپس اپنے چہرے پر لانا پڑا۔

"اچھا بتاو وہ کیا کہہ کر گیا ہے تمہیں؟"

دونوں نے شرارت ترک کی تو عرشیہ کو یاد آیا کہ انیس جانے سے پہلے عصر سے کچھ بات کر رہا تھا۔

"اے ہے !بیوی والے چراثیم۔۔۔اہمم اہمم"

عصر کی مسکراتی چھیڑ خانی پر عرشیہ پھر سے نظریں چراتی مسکرائی کیونکہ عصر کے ساتھ وہ سنجیدہ رہنا بہت مشکل جان رہی تھی۔

"عصر اب تم مار کھاو گے، بتا بھی دو"

عرشیہ نے مسکراہٹ ہونٹوں کے پار چھپاتے ڈرامائی سا غصہ دیکھاتے عصر کو ڈپٹا تو وہ بھی معصومانہ سا سنجیدہ ہوا۔

"اچھا اچھا بتا دیتا ہوں۔پہلے تو انہوں نے منہ بنا کر کہا عصر زمان، میری بیوی سے زرا اک حد میں تکلف ہونا۔بہن ہے پر سگی نہیں کہ تم اسکے ساتھ چپکے ہی رہو۔۔پھر انہوں نے مجھے آج کے دن کے لیے آپکا مددگار بنایا ہے۔عدین کو جو جو پسند ہے اسکی لسٹ میں آپکو بنا دیتا ہوں۔"

عصر نے فوری تفصیل سے باخبر کیا تو عرشیہ کی آنکھیں انیس کی اس اوور پوزیسیونس پر مسکائیں جسکے بعد وہ عصر کے ساتھ ہی مینشن میں داخل ہوئی، وہ دونوں جب اندر پہنچے تو ابراہیم علوی بھی بس فیکٹری کے لیے نکلنے کو تیار تھے۔

"صبح بخیر ابراہیم انکل"

وہ جب باہر آئی تھی تب ابراہیم اپنے کمرے میں چلے گئے تھے تبھی انھیں دیکھ کر وہ نرم سی سمائل کے ساتھ صبح کا سلام دینا نہ بھولی۔

"صبح بخیر بچے۔ خوش رہو۔ اس گھر میں اس سے پہلے بس ہم مرد ہی تھے۔ اب اک پیاری سی لڑکی کا اضافہ خوشگوار لگ رہا ہے۔ عدین کی زیادہ فکر مت کرنا وہ جلدی نارمل ہو جائے گا۔ میرے دونوں بیٹے ایک سے بڑھ کر ضدی ہیں اسکا کریڈٹ مجھے جاتا ہے اس لیے معافی چاہتا ہوں تم

سے۔ بہر حال تمہیں یہاں کوئی تکلیف نہیں ہو گی۔ یہ تمہارا گھر ہے۔ اپنی فیملی کو انوائیٹ کرو مل کر نیو ئیر ڈنر کرتے ہیں۔ کیا خیال ہے؟"

ابراہیم کی نرم اور شفقت سے بھری باتیں عرشیہ کو تھوڑا مطمئین کرنے کا باعث تھیں کہ چلو کچھ تو اچھا ہے، عصر بھی مسرت محسوس کر رہا تھا کہ ابراہیم انکل نے عرشیہ کو اتنا پیار دیا۔

"جی انکل ضرور۔ مما ایک دو دن میں آئیں گی آپ سے ملنے۔ میں آپکو انفارم کر دوں گی۔ ناشتہ کیا ہے آپ نے؟"

وہ پہلے ہی دن بیٹی کی طرح فکر کر رہی تھی یہ ابراہیم علوی کو اک اداس سا احساس بخش رہا تھا، پچھلے چودہ سالوں سے اس گھر میں کسی عورت نے قدم نہیں رکھا تھا، اس احساس کی شدید کمی علوی مینشن کے در و دیوار میں دھنسی ہوئی تھی۔

"جی بچے کر لیا ہے۔ میں اب نکلتا ہوں۔ ڈنر پر ملتے ہیں۔ ہیو آ گڈ ڈے۔ عصر میاں، خیال رکھنا بھابھی کا"

ابراہیم صاحب اپنا کافی اچھا امپریشن جما چکے تھے پھر جس طرح عصر اس بھابھی پر مسکرایا، عرشیہ نے بھی انکے جاتے عصر کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"ویسے آئیڈیا برا نہیں عصر زمان! تم مجھے بھابھی کہہ سکتے ہو"

وہ یہ سننے کو بچوں کی طرح ایکسائٹڈ ہوئی پر عصر نفی میں گردن ہلائے مسکرا دیا۔

"یہ حق صرف عدین کا ہے عرشی، میں یہ حق اسکی اجازت کے بنا نہیں لے سکتا۔ میں آپکو عرشی کہنے میں بھی بہت کمفرٹیبل ہوں۔"

وہ اسکے جواز پر فوراً سے آمادہ ہو گئی۔

"چلو جیسا تمہیں بہتر لگے۔ اب جاو پین اور پیپر لاو اور مجھے لسٹ بنا کر دو کہ عدین کو کیا کیا پسند ہے۔ ہر چیز کا بتانا، کھانے وغیرہ کا بھی"

عرشیہ کے حکم پر وہ فوراسے پہلے ایک نوٹ بک اور پین لایا پھر دونوں بہن بھائیوں نے مل کر لاؤنج میں جا کر بیٹھے لسٹ ترتیب دی، عدین کی پسند کی ساری چیزیں ہی بڑوں والی تھیں تبھی عرشیہ نے اپنی سوچ کے مطابق جو بہتر لگا وہ لسٹ سے کاٹ کر اپنی مرضی کی چیز شامل کی، عصر اس بیچ مسکراتا رہا پر عرشیہ کو ایک بار بھی ایسا کرنے سے نہ روکا۔

ابھی وہ دونوں نئی عرشیہ کی ایجاد کی لسٹ کو ہی دیکھنے میں لگے تھے جب دونوں کی نظر بیک وقت سیڑھیاں اترتے انیس غانم علوی پر جا ٹھہریں، جو اپنے ہی دھیان میں نک سک سجا سنورا نیچے آرہا تھا، بلیک ٹرٹل نیک سویٹر کے نیچے بلیک سلم فِٹ پینٹ پہنے، اوپر گریش شارٹ جیکٹ جمائے جسکے بٹنز بہت دور سے ہی گولڈن ٹچ میں چمک رہے تھے، سویڈ اینکل بوٹس میں پیر چھپائے وہ کسی جنٹل مین ماڈل سے کم نہ لگ رہا تھا، بال بے ترتیب ہو کر بھی

کافی فلفی انداز میں ترتیب دیے گئے تھے، گردن میں اک مفرر تھا، ایک کلائی پر ایپل واچ جبکہ دوسرے ہاتھ میں موبائل فون تھا، ایک ایکسٹرا کوٹ بھی اس نے بازو پر ڈال رکھا تھا۔

"تمہارا سر ہے تو پورا ماڈل پیس، کیا اسے کبھی ڈرامے فلمیں یا ایڈز آفر نہیں ہوئے عصر زمان"

وہ دو انیس کو ایسے نادیدوں کی طرح دیکھ رہے تھے کہ آج اسے شرطیہ نظر لگتی۔

"نہیں۔ یہ کسی کو منہ لگائیں تو کوئی ایسی آفر دے ناں۔"

عصر نے بھی جواباً ویسی ہی سرگوشی کی جبکہ دونوں جاسوسوں نے ایک دوسرے کی طرف ہنس کر دیکھا پھر سامنے جہاں وہ رک کر فون سے توجہ ہٹائے عرشیہ اور عصر کو ہی کھڑا گھورنے میں لگا تھا، عصر فوراً سے گھبرا کر اٹھا اور عرشیہ کے ہاتھ سے لسٹ لیتا فوراً ساری چیزیں خریدنے نکل گیا جبکہ

عرشیہ دلچسپ نگاہوں سے جناب کی وجاہت کا نظارہ کرتی دولاونج کے سٹیپ اٹھاتی انیس کے بلکل قریب جا رکی۔

"بہت اچھے لگ رہے ہو"

وہ اسکی تعریف بلکل سچی کر رہی تھی، انیس نے کوئی خاص تاثر نہ دیا۔

"تم سے کہا ہے اٹھنے بیٹھنے میں بھی دھیان کرو۔ تم دو کافی جڑھ کر بیٹھے تھے۔ میں بار بار ایک بات کتنی بار دہراوں خاتون؟"

وہ اسکی ٹوپی اک کان سے اٹھی دیکھے کھینچ کر ایڈجسٹ کرتا ہوا اپنی تعریف کو یکسر اگنور کرتا بولا تو عرشیہ زرا نزدیک ہوئی۔

"وہ میری سہیلی ٹائپ ہے۔ اسکی فکر مت کرو۔ اصل بات یہ ہے کہ میں تم سے جڑھ کر نہیں بیٹھی۔ اصل خطرہ بھی یہی ہے سڑو۔ خیر تم جاو جہاں جا رہے ہو پر شام تک آجانا۔ میں اور عصر سب کچھ کر لیں گے مل کر"

وہ اسکے لیے راستہ چھوڑ کر زرا اک طرف ہو کر کھڑی ہوئی تو انیس نے اسکی طرف پینٹ کی جیب سے اک کارڈ نکال کر بڑھایا۔

"کل تمہارے لیے کچھ کپڑے آن لائن بھی آرڈر کیے تھے۔ وہ دن تک آئیں گے پک کر کے پیمنٹ کر دینا۔ اور عصر سے پوچھ کر کرنا سب۔ اپنے تجربے مت کرنا وہ عام بچوں سے بہت مختلف پسند رکھتا ہے۔ میں اسے کلب سے پک کر کے ہی واپس آوں گا۔ سٹوڈیو میں کچھ کام ہے مجھے۔"

وہ اسکے ہاتھ سے انیس کا کریڈٹ کارڈ مسکرا کر لیے اسے دیکھنے لگی۔

"تم نے میرے لیے کچھ خریدا سڑو تھینکیو۔ کل کپڑے لے کر آئی تو ہوں۔ گھر سے بھی آجائیں گے آج تو انکی کیا ضرورت تھی۔ پھر بھی تھینکیو۔ بہت وقت ہو گیا کسی اور کا کریڈٹ کارڈ یوز کیے ہوئے۔ مزہ آئے گا"

وہ اسکی مسکراہٹ دیکھے نظریں عرشیہ سے ہٹاتا ہوا پاس سے گزر گیا تو عرشیہ نے اسے جاتا دیکھے پھر ہاتھ میں پکڑا کریڈٹ کارڈ دیکھتے مسکرائی اور خود بھی کچن کی طرف بڑھی تاکہ ناشتے کا پوچھ سکے کیونکہ اسے بہت بھوک لگ رہی تھی، ویسے بھی دن پورا بزی تھا تو وہ عصر کے آنے تک ناشتہ کر کے اپنے سرپرائز کو بھی سوچ لینا چاہتی تھی۔

.._____..

"منائم اور وہ بھی تمہارے ساتھ پری کانسرٹ ریہرسل پر؟ اسے تو یہ سب بورنگ لگتا تھا ناں؟"

منائم کو اپنی ٹیم کے ساتھ زرا بیٹھائے وہ سائیڈ آیا جہاں اسکی مینجر سارہ نے منائم کی آمد پر حیرانی ظاہر کی، آج ریہرسل تھی تب بھی بہت سے لوگ جمع تھے۔

"ہاں اسکے ساتھ کچھ مینٹلی حادثہ ہوا ہے سارہ۔ اسکی ممیری چلی گئی۔ دو دن بہت تکلیف سے بھرے گزرے لیکن آج یہ قدرے بہتر لگ رہی ہے۔ اسکے دوستوں کو بھی بلایا ہے تاکہ وہ اسکے آس پاس رہیں"

سارہ کو یہ سن کر دلی افسوس ہوا، وہ منائم کے لیے پریشان ہو گئی تھی۔

"یہ تم نے بہت اچھا کیا۔ شاید اسطرح اسے سب یاد کرنے میں آسانی ملے۔ تم پریشان مت ہو۔ یہ اللہ کی ایک آزمائش ہے خضر"

سارہ نا صرف اسکی مینجر تھی بلکہ وہ یونیورسٹی کے اچھے دوست بھی تھے، یہی نہیں خضر کے بینڈ میں باقی تین لوگ طاہر، امینہ اور فاخر یہ سب بھی خضر کے دوستوں کے گروپ میں شامل تھے۔

سارہ کا کام زرا الگ تھا وہ خضر کے تمام ایونٹس نہ صرف آرگنائز کرتی تھی بلکہ اسکی پرسنل ایڈوائزر بھی تھی۔

"ہاں۔ مما بابا کی بھی آج ڈائورس ہو رہی ہے۔ یہ واقعی آزمائش ہے"

وہ اپنا دل ہلکا کر گیا جبکہ سارہ بہت زیادہ دکھی ہو گئی۔

"اوہ۔ سن کر بہت افسوس ہوا خضر۔ اللہ تم دو کی مشکلات آسان کرے۔ کیا تم کل کے لیے تیار ہو۔ اگر تم مینٹلی ڈسٹرب ہو تو ہم کانسرٹ ڈیٹ آگے کر دیتے ہیں۔ تم اپنا بیسٹ دے سکو گے کیا؟"

سارہ کو کل کے ایونٹ کی بھی فکر تھی کیونکہ لاکھوں میں ٹکٹس بک چکی تھیں، اسکے فینز، اسکو چاہنے والے، اسکی آواز کے شیدائی کل کا بہت بے چینی سے انتظار کر رہے تھے۔

"بے فکر رہو۔ میں کل اپنا بیسٹ ہی دوں گا۔ تمہارا شکریہ"

وہ ممنون ہوا تو سارہ نے اسکا سینہ دوستانہ انداز میں تھپکا۔

"کوئی بات نہیں بڈی۔ دل ہلکا کر لیا اب تم کل آگ لگاو گے یقین ہے۔ مجھے بتاو لنچ میں کچھ سپیشل ایڈ کرواوں۔ یونیورسٹی کے کافی دوست آئے

ہیں۔ منائم کے دوست بھی آئیں گے تو مینیو بڑھا دیتی ہوں۔ منائم کا کچھ فیورٹ بھی ایڈ کروا دیتی ہوں"

وہ اس سے بہت فکر سے پوچھ رہی تھی جس کے بعد خضر نے اسے کچھ اچھے آپشن بھی دیے، جسکے بعد منائم کے دوست بھی آئے تو اک محفل سی سج گئی، سب کے بیچ وہ نیلے رنگ میں نہائی خضر کی خرگوش کافی انجوائے کر رہی تھی۔

بلیک اسپورٹس فِٹڈ ٹاپ پہنے اس کے اوپر نیوی بلیو زِپ اپ جیکٹ جبکہ باٹم میں نیوی بلیو وائیڈ لیگ ٹریک پینٹ پہن رکھی تھی، لمبے گھنے بال کھولے نیوی بلو کیپ بھی پہن رکھی تھی جبکہ چنکی سول والے جم شوز میں وہ کافی کمفرٹیبل لگ رہی تھی، ہلکا سوفٹ ٹچ میک آپ کیے وہ اور کیوٹ لگ رہی تھی، خضر بھائی اور اپنے دوستوں کی اس محفل اور موسیقی سے بھری ریہرسل کے باوجود منائم کا دل اس بے درد شخص سے جڑا تھا جو اسے اس ہجوم میں بھی شدت سے یاد آ رہا تھا، پھر لگ بھگ ایک بجے اچانک سے

شدید بارش ہونے لگی، اور ایسی بارش تھی کہ بس آج رکنے کا نام نہ لیتی، وہ سب لوگ بارش کی مناسبت سے خضر سے گانے گوا رہے تھے، ساتھ کھانا پینا بھی زور و شور سے چل رہا تھا کیونکہ ریہرسل میں سب دوست وغیرہ ہی آئے تھے۔

خضر کا دھیان پھر بھی سارا وقت منائم پر رہا کہ وہ اس سب سے پریشان نہ ہو رہی ہو مگر وہ خود کو ان سب کے بیچ گم کرنے میں فی الحال کامیاب تھی۔

جبکہ دوسری طرف سوہا کا آج بھی ایونٹ ڈے تھا تو وہ وہیں بزی تھی، رئیس کی طرف سے فی الحال تو خاموشی تھی لیکن یہ خاموشی بلکل طوفان سے پہلے والا سناٹا طاری کر رہی تھی۔

جبکہ محراب اور عاصم المیر کی بھی طلاق رجسٹر ہو چکی تھی، محراب نے خود ہی ملک پیلس چھوڑنے کا فیصلہ لیتے عاصم المیر ملک سے ملتی حق مہر کی کثیر رقم سے وکیل کو ایک مناسب گھر دیکھنے کا کہہ دیا جبکہ گھر ملنے تک وہ ہوٹل

رہنے کا فیصلہ لے چکی تھی، عدالت کے باہر موساب اعوان کی گاڑی کھڑی تھی جو اس بات کی نشاندہی کر رہی تھی کہ اس آدمی کی ہر چیز پر نظر ہے، جبکہ عدالت کے بعد عاصم واپس ملک ہولڈ نگز چلا گیا، جبکہ نیسائی ایک بار پھر وولف کے اڈے پر اس عورت کے ساتھ پہنچ چکا تھا، وہ زیادہ بوڑھی عورت نہ تھی، بلکہ وہ مہویر ایک نظر سے ہی بھانپ چکا تھا کہ لگ بھگ پچیس کے ارد گرد ہو گی، اس لڑکی نے چہرے پر نقاب اوڑھ رکھا تھا اور نیسائی ہی اسے مہویر میثاق سے ملوانے لایا تھا کیونکہ وہ عاصم المیر ملک کے خلاف جمع کیے یہ ثبوت خود مہویر کو دینا چاہتی تھی، اس وقت مہویر کا چہرہ بھی وولف کے چمڑے سے بنے ماسک کے پیچھے ہی چھپا تھا، اس لڑکی نے ایک فیلش وولف کے سپرد کی تھی اور خود وہ نیسائی کے ساتھ کھڑی وولف کے ان ثبوتوں کو دیکھنے کی منتظر تھی۔

مہویر نے وہ فلیش لیپ ٹاپ سے کنکٹ کی اور پھر مطلوبہ فولڈر میں جا کر اس نے پہلے وہ دو وڈیو کلپس اپنے لیپ ٹاپ میں اینٹی وائرس سافٹ ویئر لگا کر

کاپی کیں کیونکہ وہ خود سافٹ ویئر میکر تھا تو ایسا رسک نہیں لے سکتا تھا، شاید وہ لڑکی ہیکر ہوتی۔

تمام سیکورٹی چیکس کے بعد وولف نے وہ فلیش اپنے لیپ ٹاپ سے اتار کر نیسائی کی طرف پھینکی جس نے وہ کیچ کرتے ساتھ کھڑی اس لڑکی کو پکڑائی، اب وہ دونوں ہی مہویر کی طرف نظریں جمائے ہوئے تھے۔

مہویر نے پہلی وڈیو پلے کی، جہاں وہ ہوسپٹل کے ایک کمرے میں لیبر پین میں مبتلا فاطمہ نور کا گلا گھونٹا ہوا دیکھائی دے رہا تھا، وڈیو بہت بلر تھی لیکن موت سے پہلے فاطمہ جن کپڑوں اور خلیے میں تھی اس وڈیو میں ماری جاتی لڑکی نے بلکل ویسا لباس زیب تن کر رکھا تھا اور اسے مارنے کے بعد عاصم المیر ملک کی شکل تو نہیں پر اسکی بازو وڈیو میں آئی تھی جس کی کلائی میں اک خاص گھڑی تھی جو عاصم المیر تب بہت شوق سے پہنتا تھا، دوسری نشانی اسکی چھوٹی انگلی کا اک ناخن جو ہلکے جامنی رنگ کا تھا، یہی عاصم کی شناختی علامت بھی تھا، یہ وڈیو دیکھ کر مہویر کی آنکھوں میں جیسے آگ لپکی۔

"دوسری وڈیو بھی ثبوت ہے وولف"

اس لڑکی کی آواز سنے وہ بنا دوسری وڈیو دیکھے لیپ ٹاپ کی سکرین گراتا اٹھ کھڑا ہوا۔

"جو دیکھ لیا وہ اسے ختم کرنے کو کافی ہے۔ تمہاری اس سے دشمنی کا لنک یقینا دوسری وڈیو میں ہے۔ مجھے نہیں جانتا۔ دو دن میں یہ کنٹریکٹ پورا ہو جائے گا۔ نیسائی اسے جہاں سے لائے ہو وہیں چھوڑ دو"

وولف نے اپنا حکم صادر کیا اور وہ اپنا لیپ ٹاپ اٹھائے وہاں سے چلا گیا، وہ لڑکی اسے بلاتی رہی، نیسائی نے اسکی نقاب سے چھلکتی آنکھوں پر سیاہ پٹی باندھی اور اسے وہاں سے بازو سے پکڑے لے گیا لیکن صاف واضح تھا وہ لڑکی وولف کو کچھ مزید بتانا چاہتی تھی مگر وولف کو جو دیکھنا تھا وہ دیکھ چکا تھا۔

.._____..

سٹوڈیو میں چار تک کام نمٹانے کے بعد وہ وہاں سے عدین کے کلب کے لیے نکل گیا، علیم خان سے انیس پورا دن رابطے میں رہا تھا، پھر جب موسم خراب ہوا انیس کو عدین کی زیادہ فکر ہوتی ہے کیونکہ وہ بدلتے موسم میں بہت جلدی ایفیکٹ ہوتا تھا، خاص کر بارش اور ٹھنڈی ہوا میں۔ سوا چار تک انیس کلب پہنچا تو عدین ابھی تک باہر نہیں آیا تھا تبھی انیس نے کچھ دیر وہیں انتظار کیا اور جیسے ہی عدین کلب سے علیم خان کے ساتھ نکلا اس نے بھیو کو دیکھ کر اپنی شکل نہ صرف بگاڑی بلکہ جان بوجھ کر چھینکنے لگا، خود علیم خان حیران رہ گیا کہ ابھی اندر سے آتے وقت تو عدین ٹھیک تھا پھر جب علیم خان کی نظر انکی طرف آتے انیس غائم پر گئی تب وہ عدین کی اداکاری سمجھ گیا۔

"شکریہ علیم خان تم جاسکتے ہو۔ ہم آتے ہیں"

انیس نے ان تک پہنچے علیم خان کو اجازت دی اور خود خوامخواہ اپنی ناک رگڑتے عدین کو دیکھنے لگا، انیس نے اپنی گردن میں ڈالا گرم مفرر نکال کر

عدین کی گردن کے گرد لپیٹا تو عدین نے منہ سا پھیر لیا جیسے انیس کے یوں فکر جتانے پر بھی اسے زرا فرق نہ پڑا ہو۔

"تمہیں کتنی بار کہا ہے سر پر یا گردن میں کچھ لپیٹا کرو۔ یہ موسم تمہیں سوٹ نہیں کرتا۔ ادھر دیکھو بارش میں تو نہیں نکلے باہر؟"

انیس نے اسکی پھیری صورت اپنی جانب گمائی پر عدین نے اسکا جبڑے پر ٹکا ہاتھ پکڑ کر جھٹکا۔

"مجھے آپکی یہ فکر محبت پگھلا نہیں سکتی بھیو۔ تو پلیز خود کو مت تھکائیں۔ آپکا امتحان ہو چکا ہے اور آپ فیل ہو گئے ہیں۔ اب یہ سفارشی طریقے سے پاسنگ مارکس لینے کے حربے مت آزمائیں۔ علیم خان کو کیوں بھیجا؟ مجھے آپکے ساتھ نہیں جانا۔ اس بارش میں اکیلے پیدل چلا جاوں گا پر آپکی لینڈ کروزر کی لفٹ کا احسان نہیں لوں گا۔"

وہ انیس کو بری طرح اگنور کرتا آگے بڑھا تو انیس نے اسکے برابر قدم اٹھاتے ساتھ چلتے بازو کے حصار میں عدین کو لیا۔

"میری لینڈ کروزر کہاں جونئیر، تم اٹھارہ کے ہو جاو، ڈرائیونگ لائسنس بن جائے تو تمہارے نام کر دوں گا۔ میں کوئی سائکل یا معمولی بائیک لے لوں گا۔ میرا کیا ہے۔ سیدھا سادھا آدمی ہوں"

وہ بھیو کی اس بات پر رک کر کاٹ کھاتی خفا نظروں سے انیس کو گھورنے لگا۔

"سیدھے سادھے یس، جلیبی کی طرح۔ بات سنیں! آپکو اگر مجھ سے یہ امید ہے کہ میں آپ سے تعلقات بہتر کروں گا تو یہ آپکی بھول ہے۔ میں ہمارا یہ رشتہ ختم کر چکا ہوں کل۔ اس لیے مجھ سے چپکنے کی کوشش مت کریں۔ دور ہٹیں"

انیس کی بازو کا وہ حصار جسے پا کر وہ خود کو محفوظ سمجھتا تھا، آج اتنا ناراض تھا کہ خود ہی جھٹک گیا، انیس کا دل شدید غمگین ہوا، انیس نے خود جا کر اسکے لیے اپنی وی آئی پی گاڑی کا پیسنجر ڈور کھولا تو عدین منہ بنا کر کھڑا انفی میں گردن ہلا گیا۔

"ہمارا یہ رشتہ اللہ نے بنایا ہے۔ اسے میں یا تم توڑ نہیں سکتے۔ تم مجھ سے بہت پیار کرتے ہو عدین، مجھے تمہارے ہر بار جھکنے کی عادت تھی اچھا کیا میری عادت ختم کر کے۔ کوئی کتنا ہی کسی کے آگے بچھ سکتا ہے چمپئین۔ اس لیے میں جھک رہا ہوں اس بار۔ مجھے معاف کر دو۔ تمہاری بے رخی مجھے بہت تکلیف دے رہی ہے۔ آجاو بیٹھو۔۔ میرا کچھ بھی نہیں ہے۔ وہ گھر، یہ گاڑی۔۔ میرے تمام بینکس میں پڑے پیسے سب تمہارے لیے ہیں، تم نے صبح جو باتیں کیں میرے اندر ان سے زخم بن گئے۔ بدلہ پورا ہو گیا۔ اب اپنے رویے میں تھوڑی لچک پیدا کرو"

وہ پگھل تو یہیں گیا تھا لیکن اپنے دل کا کیا کرتا جو اس بار بہت زیادہ دکھی تھا، وہ اپنے بھائی کے لیے مرتا تھا، وہ انیس کے لیے جیتا تھا پھر بھیو کا ایسا بے خبر رویہ اسے چھلنی کرنے کا سبب بنا تھا، اسکا انیس کو بھی احساس تھا لیکن ابھی عدین کا دل ماننے پر راضی نہ تھا۔

وہ کچھ نہ بولا اور چپ چاپ آکر پیسنجر سیٹ پر چڑھ کر کار ڈور بند کر گیا تو انیس نے بھی اپنے حلق تک اتر آتے درد پر فوری قابو پایا اور اپنی جانب آکر ڈرائیونگ سیٹ سنبھالے کار ڈور بند کیے سیٹ بیلڈ فکس کیے جب عدین کو دیکھا تو وہ اپنی بھیگتی آنکھوں کو چھپائے منہ ونڈو سائیڈ پھیر گیا۔

" کبھی مجھ سے نہیں کہا کہ آپ بھی پیار کرتے ہیں۔ ایک دن آئے گا جب میں یہ مان لوں گا کہ سب کچھ مجھے ہی کرنا ہے۔ بس پیار دیتے رہنا ہے۔ وصولنے کے لیے کچھ بھی نہیں۔ میں آپ سے ایسی تکلیف امید نہیں کرتا تھا تبھی اتنا ہرٹ ہوا ہوں۔ مجھے لگتا تھا میرے بھیو کی زندگی میں ایسا کچھ بھی ہوا تو وہ سب سے پہلے مجھے بتائیں گے پر میرے بھیو نے بتانا دور مجھے

شریک کرنا بھی مناسب نہیں سمجھا۔ سارے مان ٹوٹ گئے۔ شاید اب آپکو پہلے جیسا عدین کبھی نہ مل سکے"

انیس نے گاڑی تو سٹارٹ کر دی پر باہر شام ہوتے ہی تاریک ہوتے منظروں کی جانب دیکھتا عدین غم سے بہت بوجھل تھا، اسے بارش پسند تھی پر وہ بھیگتا تھا تو بیمار ہو جاتا تھا، اس وقت تو اسے بارش بھی اچھی نہیں لگ رہی تھی اور انیس غانم کی تو اچھے موسموں سے ویسے ہی نہیں بنتی تھی۔

"تم میری شادی کے سارے ایونٹ خود اریج کر لینا۔ میں تمہیں اتھارٹی دوں گا۔ تم سارے ارمان پورے کر لینا۔ ایسی باتیں مت کرو جنکا بوجھ میرا دل اٹھانے میں ناکام ہو جائے"

انیس کا لہجہ بھی بکھرا ہوا تھا، عدین نے سرخ ہوتی آنکھیں سرگما کر انیس پر ڈالیں، اسکا بھائی بہت حوصلے اور صبر والا تھا، ماں کی برسی کے سوا سال بھر

کبھی اسکی آنکھ سے آنسو نہیں نکلتا تھا لیکن اس وقت انیس کی آنکھوں میں برداشت کے سبب نمی تھی۔

"میں آپکی شادی میں بھی شریک نہیں ہونے والا۔ مجھے اب کوئی اتھارٹی نہیں چاہیے۔ امتحان ایک بار ہوتا ہے بھیو۔ بار بار کسی کو آزمایا نہیں جاتا۔ آپ خوش رہیں اپنی بیوی کے ساتھ۔ میں اور بابا تو آپکی زندگی کے بورنگ چیپٹرز ہیں۔ ہمیں اگنور ماریں اور فریش باب پر دھیان دیں۔"

وہ اپنی آنکھوں میں آنسوؤں کو گھوٹ لیتا دوبارہ سے منہ دوسری طرف پھیر گیا، انیس نے اپنی آنکھ کے کنارے تک آتی نمی انگلی کی نوک سے مٹائی اور گہرا سانس لیے ڈرائیونگ پر فوکس دیا کیونکہ اسکے سر میں عدین کے الفاظ شدید درد کر چکے تھے، گھر پہنچنے تک ان دو میں مزید کوئی بات نہ ہوئی بس اس بیچ بارش تیز ہو چکی تھی۔

انیس نے گاڑی پارک کی تو عصر فوراسے پہلے چھاتا لیے ان تک پہنچ آیا تھا، انیس کے لیے نہیں بلکہ عدین کے لیے، بہر حال وہ مینشن میں واپس آئے تو عدین نے اپنا بیگ کندھے پر ڈالے اپنے کمرے کی طرف رخ کرنا چاہا جب مسکراتی عرشیہ نے اسکا راستہ روکا، عدین نے اسے دیکھ کر ناگوار تاثرات دیے، وہ بہت پیاری لگ رہی تھی، بلیک ہائی نیک کے ساتھ بلو ڈینم لانگ سکرٹ پہنے، پیروں میں بہت خوبصورت وائیٹ پمپس جبکہ ہائی ٹیل پونی کیے وہ اور زیادہ پر کشش لگتی، اسکے بالوں کی لئیر ڈ کٹنگ وزیبل ہوتی تھی، کانوں میں بس چھوٹے چھوٹے سٹڈ پہنے وہ ایک دم تر و تازہ اور فریش تھی۔

"خوش آمدید لٹل اینگری بوائے۔ تمہارا دن کیسا تھا۔لاو بیگ مجھے دے دو"

وہ اسکے بے تکلف انداز اور بیگ جھپٹنے پر گریز کرتا دور ہٹا تو عرشیہ اداس ہوئی، عصر اور انیس کی نظریں بھی ان دو پر جمی تھیں۔

"نو تھینکس۔ اپنے بوجھ خود اٹھانے کا عادی ہوں۔ اور آپکو کیوں بتاوں یہ؟ میرے راستے سے ہٹیں پلیز"

وہ ناراض ضرور تھا لیکن وہ انیس کی تربیت ہو کر بھی بلکل بد تمیز نہیں یہ جان کر عرشیہ کو خوشی ہوئی ورنہ وہ انیس جیسا ہی عدین کو سمجھ رہی تھی۔

"ہٹ جاوں گی۔ لیکن تم چینج کر کے آو مزے دار سا کھانا تیار ہے۔ سب کچھ تمہارا فیورٹ بنوایا ہے تمہارے بھیونے۔"

وہ چہک کر بولی کہ پورا دن اس نے عصر کے ساتھ مل کر آج کا کھانا بنایا تھا وہ بھی پہلی بار، دوسرا عدین کے کمرے کو بھی ڈیکوریشن اور گفٹس سے بھر دیا تھا۔

عدین نے نظریں پھیر کر انیس کو دیکھا جو اب تو ناامید سا لگ رہا تھا، عصر بھی زرا کھانے وغیرہ کا آخری مرحلہ دیکھنے چلا گیا مگر انیس چلتا ہوا ان دو تک آیا۔

"مجھے بھوک نہیں ہے۔ معذرت چاہتا ہوں۔ بھیو نے یقیناً یہ انتظام آپکے لیے کیا ہو گا اور نام میرا چپکا دیا۔ سو آپ دوا نجوائے کریں۔ میں بلکل بھی ڈسٹرب نہیں کروں گا۔ انجوائے یور پرائیویسی"

وہ بے مروتی سے عرشیہ کے سامنے سے ہٹ کر اپنا راستہ ہی بدل گیا اور اپنے کمرے میں چلا گیا جس سبب عرشیہ نے مایوس ہو کر انیس کو دیکھا لیکن وہ تو عرشیہ کو سخت اذیت میں مبتلا محسوس ہوا۔

"تم پریشان مت ہو۔ میری محنت ضائع نہیں جائے گی۔ ابھی سے ہمت مت ہارو انیس۔ رئلکس"

وہ اپنا ہاتھ بڑھا کر انیس کی رخسار کو یوں تھپک گئی جیسے وہ کوئی بچہ ہو اور اسکی جھوٹی تسلی پر بہل جانے والا ہے، انیس نے اسکا ہاتھ پکڑ کر اپنے چہرے سے دور کیا اور عدین کے پیچھے ہی کمرے کی طرف گیا جہاں وہ اپنے کمرے کو دیکھ کر باقاعدہ چیخ اٹھا تھا، انیس گھبرا کر کمرے میں داخل ہوا تو عدین کا پورا روم

بین ٹین، سپر مین، سپائڈر مین اور ایسے نجانے کتنے کارٹون ہیروز کی تھیم سے سجا تھا، میٹرس پر بہت سے گفٹس ریپ ہو کر پڑے تھے جن میں عدین کے لیے بہت سی چیزیں تھیں، کپڑے تھے، بکس تھیں، فٹ بال سے ریلیٹڈ بہت سے لمیٹڈ ایڈیشن سرپرائز تھے، انیس نے اک نظر باہر کھڑی عرشیہ پر ڈالی جو فوراً سے پہلے دروازے کے پیچھے ہو گئی۔

"میرے کمرے کو یہ لال سبجی گھوڑی کس نے بنایا ہے؟"

عدین کا اپنے کمرے کو دیکھ کر کلیجہ حلق کو آ گیا، عرشیہ تو دروازے کے پیچھے چھپی تھی پر انیس اس وقت کمرے میں عدین کی مشکوک نظروں کے حصار میں کھڑا خود بھی کمرے کی حالت دیکھ کر اپنا سر پیٹنے کا سوچ رہا تھا۔

"میں نے بنایا ہے"

انیس نے عدین کی سرد گھوری کے پیش نظر بہت اچھے پائے کا جھوٹا بن کر اس سجاوٹ کا سہرا اپنے مضبوط کندھوں پر لیا لیکن سورج مغرب سے نکلا

ہے عدین یہ مان لیتا پر یہ مینا بازار سا کمرہ انیس نے بنایا یہ عدین کبھی نہیں مان سکتا تھا۔

"آپ کسی کا قتل کر سکتے ہیں، کسی کو پہاڑ سے نیچے دھکیل سکتے ہیں۔ منہ سے آگ نکال سکتے ہیں بھیو پر یہ چھچھوری سجاوٹ نہیں کر سکتے۔ سچ سچ بتائیں مجھے یہ کسکا کارنامہ ہے"

انیس نے عدین کے آگے مزید ڈرامہ نہ کرتے ہوئے گہرا سانس لیا اور اس سے پہلے وہ سچ سچ بتاتا، عرشیہ خود دروازے میں چھپنا چھوڑے باہر نکلی اور اسکے آنے پر عدین سمجھ گیا۔

"کیا چھچھورا ہے اس میں عدین۔ بچوں کے کمرے کی سجاوٹ ایسی ہی ہوتی ہے بیٹا"

وہ کمرے میں گھس کر اپنا بھانڈا خود پھوڑ چکی تھی مطلب عدین کا چڑنا اب طے تھا، اس نے اک خشونت بھری نگاہ انیس پر ڈالی پھر عرشیہ پر۔

"دیکھا۔پتا تھا آپ نہیں کر سکتے۔یہ آپکی زوجہ ماجدہ کے کام ہیں"

وہ غصے سے انیس کو دیکھے بڑبڑاتو اٹھا پر اس "زوجہ ماجدہ" پر بہت روکنے کے باوجود انیس اور عرشیہ دونوں کی مسکراہٹ سلپ ہوتی ہونٹوں پر بکھری، وہ دونہ ہنسنے کی پوری کوشش میں تھے اور یہی عدین کا پارہ اور چڑھا گیا۔

"دانت نکل رہے ہیں؟ مجھے تکلیف دینا انجوائے ہو رہا ہے واہ جی واہ"

وہ الٹا اور بدگمان ہوا کیونکہ اسے لگا وہ مسکرا کر اسکا مزاق اڑا رہے ہیں۔

"عدین! تم ایسا سوچ بھی کیسے سکتے ہو تمہارے بھیو تم پر ہنسیں گے؟ اور نہ میں ایسی ہوں مائی ڈیئر۔دار صل یہ ماجدہ لفظ والدہ کے ساتھ لگتا ہے۔یعنی والدہ ماجدہ۔اور زوجہ کے ساتھ صاحبہ لگے گا۔بس اسی پر مسکرائے ہم کہ تم کتنے کیوٹ ہو"

وہ آگے بڑھ کر نا صرف سنجیدہ ہوئی بلکہ عدین کے بالوں میں نرمی سے ہاتھ پھیر کر اسے جس طرح سمجھایا وہ یکدم شانت سا ہوا، عرشیہ کی طرف حیران ہو کر بھی دیکھنے لگا۔

"دور ہٹیں مجھ سے۔ اسکی عادت نہیں ہے مجھے۔ اور پلیز آپ دونوں یہاں سے جائیں مجھے سونا ہے"

وہ میٹرس پر رکھے گفٹس ہاتھ پھیر کر نیچے گراتا ہوا اپنا بیگ پھینکے جس طرح سینے کے بل میٹرس پر جا گرا، انیس اور عرشیہ نے اک دوجے کی طرف تکلیف سے دیکھا، انیس مزید یہ سب نہیں جھیل سکتا تھا تبھی باہر نکل گیا لیکن وہ نہ جا سکی، عدین کے سرہانے آکر بیٹھی جو خود کو چھپانے میں لگا تھا۔

"عدین! میری وجہ سے تم اپنے بھیو سے ناراض ہو تو یقین کرو اس ناراضگی کے قائم رہنے تک مجھے سکون نہیں آئے گا۔ تمہارے بھیو نے کوئی پیار میں آکر نکاح نہیں کیا مجھ سے، یہ بس اک ڈیل ہوئی ہے۔ تم تو اسکے ساتھ رہتے

ہو، تمہیں تو اسکا بہتر پتا ہو گا کہ وہ کس قدر جذبات سے عاری بن جاتا ہے۔ میں تم سے تمہارے بھیو کو دور کرنے کا سبب نہیں بنوں گی بلکہ کوشش کروں گی وہ تم سے اپنی محبت کا اظہار کرنے لگے"

وہ ہنوز اسکے سر کے بالوں میں انگلیاں پھیرے بولی پر عدین نے اسکا ہاتھ پکڑ کر اپنے سر سے دور کر دیا۔

"میں نے اپنے بھیو کو کھو دیا۔ اب وہ آپکو مبارک"

وہ بہت درد میں مبتلا بولا تھا اور عرشیہ کی آنکھیں نم ہوئیں۔

"مجھے کسی سے چھینا ہوا شخص مبارک کیسے ہو گا عدین۔ تم بہت حساس ہو مجھے سمجھ آ رہی ہے۔ تمہارا ہرٹ ہونا جائز ہے پر اپنے دل کو اتنا سخت مت ہونے دو کہ تمہارے بھیو کا دل ٹوٹ جائے۔ وہ بہت تکلیف میں ہے جسکا مطلب ہے وہ تم سے بہت پیار کرتا ہے۔ عدین۔۔"

عرشیہ کی وہ سب باتیں تکلیف میں ڈوبا سن رہا تھا لیکن سمجھنے کو بلکل تیار نہ تھا، جبکہ سارے گفٹس توعدین نے پھینک ہی دیے تھے، عرشیہ کو اندازہ ہو چکا تھا کہ یہ بھائی بلکل الگ مخلوقات ہیں، عرشیہ کا پورا دن لگا تھا، وہ جیم آفس بھی نہ جا سکی پر سب محنت رائگاں چلی گئی۔

"پلیز یہاں سے چلی جائیں۔ اکیلا چھوڑ دیں مجھے"

وہ اس بار سخت لہجے میں بولا تو وہ اسے مزید چڑانے کے بجائے چپ چاپ کمرے سے نکلی تو باہر عصر موجود تھا۔

"کہاں ہے وہ؟"

وہ انیس کا بیقراری سے پوچھنے لگی جس نے باہر کی طرف اشارہ کیا تو عرشیہ فوراً سے باہر نکلی، وہ مینشن کے باہر بنی داخلی پٹی کے سٹیپس پر بیٹھا غیر مرئی نقطے پر نظریں جمائے ہوئے تھا، یہاں تک بارش تو نہیں پہنچ رہی تھی پر ٹھنڈی تیز ہوا ان کے جسموں میں ضرور گھس رہی تھی، عرشیہ نے اسے

یوں بیٹھے دیکھا تو آکر وہ بھی اسکے ساتھ بیٹھی، انیس نے اپنی منتشر سوچیں سمیٹیں کیونکہ اسے خبر ہو گئی تھی وہ پاس آکر بیٹھی اسکے چہرے سے زیادہ انیس کے اندر جھانک رہی ہے۔

"ٹھیک ہو تم؟"

وہ اسکے چہرے پر نظریں جمائے زرا آگے کو کھسک کر بولی تو انیس نے اپنا چہرہ اسکی طرف پھیرا تاکہ وہ آگے جھکنے کی زحمت روک دے۔

"ہاں ٹھیک ہوں۔ وہ نہیں مانا جانتا تھا پہلے ہی لیکن تم نے اتنا سب کیوں کیا؟ عصر نے بتایا کہ تم نے پہلی بار کوکنگ تک کی، بیکنگ بھی۔؟"

وہ اسکی حیرانگی پر خود بھی تھکن بھرا مسکرائی کیونکہ یہ کوکنگ تو پورا دن جیم میں سر کھپانے سے بھی زیادہ ٹف تھا۔

"ہاں مجھے اسکے روٹھنے کی فکر تھی۔ تم جو اداس تھے سڑو۔ اچھا نہیں لگ رہا تھا مجھے۔ وہ بھی تو معصوم سا ہے، روٹھنا نہیں آتا تبھی الٹی سیدھی ہانک کر

بس اپنے اندر کی بھڑاس نکال رہا ہے۔ پریشان مت ہو۔ وہ مان جائے گا۔ زیادہ ٹف بچہ نہیں ہے"

وہ ابھی عدین سے مل کر آئی تھی تبھی اندازہ تھا کہ وہ تھوڑا بہت تو پگھل ہی گیا ہے، وہ عرشیہ کو دیکھتا نظریں ہی ہٹانا بھول گیا۔

"ایسے کیا دیکھ رہے ہو؟ کیا ٹیل پونی میں بکری لگ رہی ہوں؟"

وہ اسکی نظروں کے حدت انگیز آنچ پر اپنے ہیر اسٹائل کے لیے مشکوک ہوئی تو وہ مسکرا کر نظریں ہٹا گیا۔

"کبھی اپنے علاوہ اسکے لیے کسی کی اتنی فکر نہیں دیکھی۔ حیران ہوں بس۔ مجھے پتا ہے اچھا بھائی نہیں ہوں"

وہ اس کی اس احساس سے ملتی خوشی محسوس کر سکتی تھی یہ انیس کے لیے کسی نعمت سے کم نہ تھا، وہ اداس تھی پر اس پر نا جانے کیوں رنجیدہ ہو گئی۔

"انیس"

وہ اسے اپنے دھیان میں پکاری تو اس شخص کی ساری توجہ اداسی سے موسم اداس کرتی عرشیہ المیر کی جانب مبذول ہوئی۔

"ہاں۔۔۔"

وہ بے ساختہ بڑبڑایا، وہ اپنا دھیان توڑے اسے دیکھنے لگی۔

"جو لوگ ایکسپریسو نہ ہوں، وہ بھی اچھے بیٹے، بھائی، شوہر اور باپ بن سکتے ہیں۔ کبھی کبھی اظہار کرنے والوں سے پناہ مانگنے کا دل چاہتا ہے۔ کبھی کبھی ہم کسی چپ چاپ فکر و محبت نچھاور کرنے والے کو شدت سے ڈھونڈتے ہیں۔ وہ تم نے سنا نہیں، انسان ناشکرا ہے۔ وہی چاہتا ہے جو اسکے پاس نہیں ہوتا۔ جیسے اظہار کرنے والے لوگ پسند کیے جاتے ہیں ویسے چپ چاپ محبت لٹانے والوں کا بھی الگ اور اہے سڑو"

وہ اسکی باتیں سن کر مسکرا رہا تھا، یعنی پہلے ہی دن وہ اس پر اثر انداز ہو رہی تھی یہ تو کسی سنگین واردات ہو جانے کی نشانیاں تھیں پر وہ زیادہ دیر مسکراتا تو اسکا دل خوشی سے بھی دکھ نوچنے لگتا تھا۔

"لوگ مجھ جیسوں سے زیادہ پناہ چاہتے ہیں۔ ہم انسانوں کے بیچ بد نما داغ سے ہیں۔ تم نہیں سمجھو گی خاتون"

وہ کہہ کر اٹھ کر جانے لگا پر وہ اسکا ہاتھ تھام گئی، جانے نہ دیا، وہ دوبارہ وہیں بیٹھا جہاں سے انیس نے اٹھنے کی کوشش کی تھی، وہ اسے دم سادھے تکنے لگا جب عرشیہ نے اپنا سر اسکے کندھے پر ٹکا کر انیس غانم کے دل کی حرکت روک دی۔

"مجھے تم داغ نہیں لگ رہے، دم دار ستارے ضرور لگتے ہو۔ جو بہت سے ستاروں کے بیچ بھی منفرد لگتا ہے۔ بہت سے لوگوں کے بیچ بھی تم ان جیسے

ہو پر الگ ہو۔ ایسے خود سے بیزار گی میں تمہیں کس شے نے مبتلا کیا؟ بتاو۔ میں تمہیں سنوں گی"

وہ اسکے کندھے پر سر ٹکائے اسکی بازو سے لگی منتظر تھی کہ وہ کچھ کہے گا پر اس شخص کی تو سانس تک تھمی تھی، وہ کیا کہہ پاتا کہ آدھے دل پر اس سر کا بوجھ آن پڑا تھا۔

"مجھے کچھ نہیں سنانا۔ تم اپنا وقت برباد مت کرو۔ سر ہٹاو میرے کندھے سے۔ میں تمہاری غمگسار دیوار نہیں ہوں۔ میری ذات میں دلچسپی کے بدلے تمہارے ہاتھوں میں صرف راکھ آئے گی تو مت کرو کوشش"

وہ اسکے جھاڑتے لہجے پر فوراسے سر اسکے کندھے سے اٹھائے اسکے منہ کی طرف سہم کر درد میں لپٹ کر دیکھنے لگی پھر آفسردہ سا مسکرادی کہ وہ یہی ڈیزرو کرتی ہے، آخر کو اسکی قیدی جو ٹھہری۔

"غمگسار دیوار تو میں تمہاری بنی تھی پر تم شاید ہمدرد کو لعنت سمجھتے ہو۔ جاو اکیلے لڑلو پھر یہ جنگ۔"

وہ اس سے ناراض ہوتی نہ ناصرف پاس سے اٹھی بلکہ واپس اندر چلی گئی، انیس کو تو اسکے الفاظ ہی جنجھوڑ گئے، وہ اٹھا ہی جب عرشیہ کو واپس بیگ اور جیکٹ کے ساتھ باہر آتا دیکھے اسکی جانب پلٹا۔

"کہاں جارہی ہو؟"

انیس نے اسکی بازو دبوچی تو عرشیہ نے اسکے ہاتھ سے اپنی بازو جھٹکی۔

"جیم جارہی ہوں۔ تم اور عصر کھانا کھالینا۔ میں شاید واپسی پر لیٹ ہو جاوں۔ تمہیں نیند آگئی تو سو جانا۔ میں تمہیں کل کی طرح بلکل تنگ نہیں کروں گی۔ بائے"

وہ اسکے راستے سے ہٹتی اپنی گاڑی کی طرف بڑھی تو انیس وہیں کھڑا اسے دیکھتا رہا، جب تک عرشیہ کی گاڑی باہر نہ نکل گئی، وہ وہیں رک کر اذیت سے اسکے جا چکے اثر کا پیچھا کرتا رہا۔

"سر! کھانا لگاوں؟"

عصر کے عقب سے آکر پوچھنے پر انیس چونک کر پلٹا۔

"نہیں عصر۔ بھوک مر گئی ہے۔ میں اپنے کمرے میں جاتا ہوں۔ ریسٹ کروں گا۔ تم عدین کا دھیان رکھنا۔ اگر مانے تو کھانا دے دینا اسے۔"

عصر وہیں کھڑا رہا مگر انیس کہہ کر جا چکا تھا، یہ خوبصورت موسم عصر کو بھی تبھی اچھا لگتا اگر عرشیہ اور انیس ساتھ ہوتے، ابھی تو فقط یہ برستی بارش اسے بس زحمت ہی لگ رہی تھی۔

.._____..

"بھائی۔ ہم کب گھر جائیں گے ؟"

منائم کی برداشت دم توڑ چکی تھی، سوا پانچ بجتے ہی وہ جیسے مزید اس جگہ رہنے سے بھی عاجز آئی تو خضر سے پوچھنے لگی۔

"کیا ہوا میری خرگوش یہاں بھی بور ہو گئی۔ ؟"

خضر نے اسکی اتری شکل دیکھے پیار سے پوچھا تو وہ گہرا سانس بھر گئی۔

"بھائی دم گھٹ رہا ہے۔ اب نہیں ہو پا رہا۔ م۔ میری آنکھیں جل رہی ہیں۔ انکو دیکھنے کو دل چاہ رہا ہے جیسے وہ نظر نہ آئے تو سانس بند ہو جائے گی۔ ب۔ بھائی مجھے کہیں دور لے جائیں۔ میں آج پورا دن انکو بلکل تنگ نہیں کرنا چاہتی بھائی۔۔ کیا آپ مجھے ہوسپٹل لے کر جا سکتے ہیں۔ انھیں کہیے گا مجھے کوئی نیند کا انجکشن لگا دیں جس سے میں کل جاگوں۔۔۔"

وہ خضر کی دن بھر کی طمانیت یوں سسک کر تباہ کر گئی، وہ تو سمجھ رہا تھا منائم بہل گئی پر وہ تو خود پر جبر کیے ہوئے تھی۔

"شش رونا بند کرو منائم۔ اگر کہو تو ہم مل آتے ہیں اس سے۔ مجھ سے تم روتی ہوئی برداشت نہیں"

خضر نے اسکے آنسو ہاتھ پھیر کر پونچھے پر وہ یوں اچانک سسکنے لگتی تھی جیسے دل میں کوئی اذیت پھٹنے لگتی ہے۔

"ن۔ نہیں بھائی۔۔۔ انکے لہجے میں صاف انکار تھا کہ وہ مجھے آج نہیں دیکھنا چاہتے۔ بھائی کیا میں اتنی بری دیکھائی دیتی ہوں۔ کیا میں پیاری نہیں ہوں۔۔؟"

وہ خضر کا سیدھا سینہ چیڑ رہی تھی، خضر نے اٹھ کر اسے اپنے سینے لگایا۔

"میری جان تم بہت پیاری ہو۔ چلو ہم چل رہے ہیں اسکے اپارٹمنٹ۔ پانچ منٹ مل لینا پھر ہم میرے سٹوڈیو ہاوس چلے جائیں گے۔ اب سے ہم وہیں رہیں گے جب تک مجھے گھر نہیں ملتا۔ تمہارا روم بھی سیٹ کروا دیا ہے۔ بس رونا بند کرو"

وہ اسے چپ کرواتا اپنی ٹیم کو اشارے سے بائے کہتا ایونٹ ہال سے باہر تو نکل آیا پر موسم کچھ زیادہ ہی خراب ہو چکا تھا، بارش بہت تیز تھی، ہر طرف پانی پانی ہو چکا تھا۔

"بھائی میں نہیں ملوں گی بس انکو باہر سے دیکھنا ہے۔ انکے گھر والی بلڈنگ کے پاس پہنچ کر انکو کال کروں گی کہ اپنی شکل دیکھا دیں ونڈو یا گلاس وال سے۔ پھر ہم آپکے سٹوڈیو ہاوس چلے جائیں گے۔۔۔ بس مجھے اتنا ہی چاہیے۔ بھائی مجھے ان سے ملنا نہیں ورنہ مجھے خود پر غصہ آئے گا کہ ایک دن بھی انکو آسانی نہیں دے سکی"

وہ اپنی تکلیف بھی دبا رہی تھی اور اس بیچ مہویر کو کسی قسم کی پریشانی نہ ہو اسکا بھی اسے غم کھائے جا رہا تھا، خضر نے اسکی خوشی میں سر ہلایا اور منائم کو بٹھائے وہ خود بھی بیٹھا اور گاڑی مہویر میثاق کے اپارٹمنٹ والی بلڈنگ کی طرف گامزن کی۔

"میں اسے کال کر دوں ہم آ رہے ہیں۔ کیا پتا وہ گھر نہ ہو؟"

خضر نے ڈرائیونگ کے دوران ہی پوچھا پر وہ فوراً سر نفی میں ہلا گئی۔

"نہیں اگر بتایا تو وہ گھر پر ہوئے بھی تو بھاگ جائیں گے بھیو۔ آپکو نہیں پتا وہ کتنے تنگ ہیں۔"

منائم تو اسکے ہاتھ پیر بلکل ہی باندھ چکی تھی، خضر نے اپنی توجہ واپس ڈرائیونگ پر دی، بارش کچھ دیر کے لیے رکی تو تھی پر وہ صرف کچھ دیر کا وقفہ تھا، خضر نے گاڑی بلڈنگ کے باہر پارک کرتے روکی۔

"تم اسے کال کر لو، مجھے یہ کال لینی ہو گی۔ وہ ایک میڈیکل سٹور ہے، وہاں جانا پڑے گا مجھے۔ میں بس پانچ منٹ میں آتا ہوں۔ گاڑی سے مت نکلنا موسم کا کوئی پتا نہیں اور میرے خرگوش کو ٹھنڈ نہیں لگنی چاہیے۔ تب تک تم اپنے کھڑوس کو کال کر لو، وہ تھرڈ رو میں دوسرا اپارٹمنٹ مہویر کا ہے، ہم

گئے تھے ناں تمہیں یاد ہو گیا ہو گا۔ دوبارہ کہہ رہا ہوں باہر مت نکلنا یہاں انٹرنیٹ سلو ہے تو مجھے اندر جانا پڑے گا۔ میں بس ابھی آیا"

خضر کی کوئی آفیشل کال بھی آنے لگی جس سبب وہ منائم کو یہیں بیٹھنے کا کہے خود قریبی میڈیکل سٹور میں چلا گیا کیونکہ یہاں بلکل انٹرنیٹ سلو تھا اور کال کسی ایپ پر آرہی تھی، منائم نے بھائی کے سٹور کی طرف جاتے اپنی نظریں بلڈنگ کی طرف جمائیں جہاں سے مہویر کے فلیٹ کی گلاس وال نظر آرہی تھی۔

وہ ٹی وی لاؤنج میں بیٹھا کچھ پیپرز میز پر پھیلائے، ساتھ لیپ ٹاپ کھولے بیٹھا کچھ ریکارڈز چیک کرنے میں مصروف تھا، وہیں میز کی سطح پر مہویر کا فون بھی پڑا تھا، وہ اس وقت کے ہوسپٹل کے ریکارڈ چیک کر رہا تھا، فاطمہ کی کچھ موت کے بعد کی تصویریں بھی تھیں کیونکہ اسکے مرنے کی وجہ سے اسکا بچہ بھی مر گیا تھا، ڈاکٹرز اس بچے کو بھی نہیں بچا سکے تھے۔

فون رنگ پر مہویر کے تناو سے بھرے چہرے پر مزید خفگی اتری جب اس نے اسی نمبر سے کال آتی دیکھی، جو ایک ہی بار اسے یاد ہو گیا تھا، مہویر نے اسکا نمبر تک سیو نہیں کیا تھا، باہر اچانک سے ہوتی بارش اور آوازوں پر مہویر نے اک نظر موسم کے سخت تیور دیکھے اور پھر فون اٹھا کر کال پک کی۔

"تمہیں کہا تھا مجھے کال مت کرنا"

فون اٹھاتے ہی وہ تلخ ہو کر بولا پر وہ گاڑی سے لاکھ خضر کے منع کرنے کے باوجود نا صرف نکلی بلکہ اچانک تیز ہوتی بارش پر لگ بھگ مکمل بھیگ سی گئی تھی۔

"آپکی آواز سننے کو تڑپ رہی تھی۔ بہت مجبور ہوں میں مہویر۔ ملی تو نہیں آ کر۔ آپکی آواز سن کر شاید مجھے کچھ سکون مل جائے"

وہ بول تو رہی تھی لیکن مہویر کو اسکی آواز کے پیچھے صاف بارش کے برسنے کی آواز سنائی دی تبھی تو وہ اپنے سامنے ٹیبل پر پھیلی فائلز سمیٹتا ہوا اٹھا۔

"کہاں ہو تم؟"

مہویر کی آواز میں صاف صاف تڑپ تھی۔

"بہت دور ہوں مہویر۔م۔میں آج پورا دن آپکو خود سے نجات دینے والی بات پر اب تک قائم ہوں"

وہ اس بار منمنائی تو فون کے پار سے بھی مہویر کو اسکی آواز کپکپاتی محسوس ہوئی، سال کے آخری دنوں کی ہڈیاں جماتی بارش میں منائم مکمل بھیگ چکی تھی پر وہ اس کے پاس جانے سے خود کو مکمل روکنے میں کامیاب تھی، اور بے حس اتنی کہ اسے کچھ بھی محسوس نہیں ہو رہا تھا۔

"بتاو مجھے منائم، دماغ خراب مت کرو۔موسم اچانک بہت خراب ہو گیا ہے خدا کے لیے گھر سے مت نکلنا"

وہ لاونج سے نکلتا باہر لیوننگ ایریا میں آکر رکے موسم کی شدت دیکھنے کو گلاس وال کے پردے ہٹا کر بولا پر مہویر کی آنکھیں پتھرا گئیں، وہ اسکے

فلیٹ والی بلڈنگ کے پاس کھڑی اس بھیانک بارش میں مکمل بھیگتی وہیں اوپر دیکھ رہی تھی، اس قدر تیز بادل چمک رہے تھے وہ اسے صاف نظر آگئی۔

"اوہ میرے خدا یہ مار ڈالے گی خود کو"

وہ فون وہیں پھینکتا دوڑ ہی تو پڑا تھا، جبکہ منائم نے فون بند ہونے پر اسے ہاتھ میں زور سے جکڑا، وہ اب تک بارش میں کھڑی اسی گلاس وال کو دیکھ رہی تھی جہاں کچھ دیر پہلے مہویر کھڑا تھا، کچھ دیر یونہی بھیگنے کے بعد تیز ٹھنڈی ہواوں سے جب منائم کا جسم برف ہوا تب وہ ہوش پکڑتی واپس گاڑی میں بیٹھنے لگی تبھی مہویر نے اسے بازو سے پکڑ کر کھینچے بلڈنگ کی شیڈڈ پارکنگ کی طرف گھسیٹ کر لاتے روکا، وہ بلکل ٹھنڈ سے کانپتی ہوئی جم چکی تھی۔

"تمہارا دماغ جگہ پر ہے منائم۔ اس بارش میں بھیگنے کی کیا ضرورت تھی۔ تم یہاں پہنچی کیسے؟ خضر کی گاڑی یہیں ہے پر وہ کہاں ہے؟"

مہویر نے اپنا غصہ اس وقت کنٹرول رکھا کیونکہ منائم کی ایسی حالت نہ تھی کہ وہ اسکی کی گئی تفتیش سہتی، اس سے پہلے منائم کوئی جواب دیتی، مہویر نے خضر کو میڈیل سٹور سے نکلتا اور پریشان ہو کر وہیں آتا دیکھا، مہویر کو ان دونوں پر شدید غصہ تھا پر وہ جبرا اپنے اندر غصے کو دبانے پر مجبور تھا۔

"تمہیں منع کیا تھا منائم، کیوں نکلی گاڑی سے۔ ساری بھیگ گئی ہو۔ مہویر میں معذرت چاہتا ہوں۔"

خضر کی پریشانی اور مہویر کا دبا دبا غصہ دیکھے منائم کو بہت شرمندگی ہوئی پر وہ اس سب میں بے بس تھی۔

"تم دونوں گھر کے اندر آجاو۔ اسے یوں بھیگا ہوا واپس نہیں جانے دے سکتا۔ نمونیہ سے مرور جائے گی۔"

مہویر نے دونوں کی کلاس گھر جا کر لینے کا سوچا مگر خضر کل رات تک بہت بزی تھا، ابھی بھی اسے کسی ارجنٹ کام سے جانا تھا۔

"کیا تم منائم کو کل رات تک اپنے پاس رکھ سکتے ہو؟ میں تب تک فری ہو جاوں گا۔ کل میرا کانسرٹ ہے۔ یہ بھی تمہارے پاس خوش رہے گی۔ اگر تمہیں کوئی مسئلہ ہے تو بھی اٹس اوکے میں منائم کا خیال رکھ لوں گا"

وہ اس وقت سردی سے ٹھٹھرتی ہوئی دونوں کو دیکھ رہی تھی کہ آپس کی باتیں انکی کب بند ہوں گی اور منائم کو اس ٹارچر سے نجات ملے گی، مہویر کے ایک بار تو جبڑے کس گئے کہ جس سے نجات چاہتا ہے وہی گلے میں طوق بن کر سر پر آسوار ہوتا ہے۔

"ہمیں کانسرٹ کی ٹکٹ نہیں دو گے؟"

مہویر کے مسکرا کر پوچھنے پر خضر کی پریشان صورت پر بھی تھوڑی بہار آئی جبکہ خود مہویر کی فکر بھری توجہ منائم کے کانپتے وجود کی طرف بھی تھی۔

"کیوں نہیں۔ تم دونوں تو وی آئی پی گیسٹ ہو گے۔ ہر چیز کے لیے تمہارا شکریہ۔ لیکن یہ مت سمجھنا میں احسان مند ہو کر تمہیں منائم سے کسی بھی قسم کے سلوک کی اجازت دے دوں گا۔ اسے تکلیف مت دینا۔"

خضر نے جانے سے پہلے مہویر کو بھائی کی طرح وارن کیا تھا کہ منائم لاوارث نہیں بلکہ وہ منائم کے سر پر ہے۔

"نہیں دوں گا۔ جا کر اپنے کام نمٹاو"

وہ اسے مطمئین کر چکا تھا، منائم اس شخص کی دیوانی نہ ہوتی تو کیا کرتی جو اس مشکل وقت میں اپنی اکتاہٹ اک طرف کیے انکے ساتھ کھڑا تھا۔

"ہمم۔ اور تم۔۔ جا کر یہ کپڑے بدلو۔ کچھ کمفی لے لینا اپنے کھڑوس سے پہننے کو۔ اسکا خیال رکھنا بیمار نہ ہو جائے"

خضر نے جاتے جاتے منائم کو بھی تاکید کی جسکے بعد وہ ان دو کو اندر جانے کا کہتا خود بھی اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔

اپنے گھر اسے لاتے مہویر نے اسکے اندر آتے ہی دروازہ بند کیا تو گھر کی حدت نے جیسے منائم کے کپکپاتے وجود کو کچھ آرام دیا، اسے وہیں کھڑا کروائے وہ اندر گیا اور واپس آیا تو ہاتھ میں کمفی ساٹر اوزر اور ہڈی تھی۔

"جا کر یہ گیلے کپڑے بدلو۔ میں کووفی بناتا ہوں تب تک۔۔۔"

منائم نے اس سے کپڑے لیے اور کانپتی ہوئی مہویر کے اشارے پر کمرے کی طرف بڑھی، مہویر نے اک مشکل سی سانس لی اور کچن کی طرف بڑھا، جب تک اس نے دو کپ کووفی اور کچھ انڈے بوائل کیے، وہ اسکے ٹراوز اور ہڈی میں مکمل ڈوبی ہاتھ میں اپنے گیلے کپڑے لیے باہر آئی، بال بھی پورے بھیگے تھے جو اسکے چاروں اطراف پھیلے ہوئے تھے۔

مہویر نے ٹرے لا کر لیوئنگ ایریا میں موجود میز کی سطح پر رکھی اور واپس اٹھے منائم کے ہاتھ سے کپڑے لیے اسے کاوچ پر بیٹھنے کا اشارہ کیے خود واپس اندر چلا گیا، روم میں اسکے کپڑے صوفوں پر پھیلا کر اے سی تیس پر

چلا دیا جس سے وہ جلد ہی سوکھ جاتے، جبکہ خود وہ باہر آیا تو اسکے ہاتھ میں ٹاول اور بلینکٹ تھا۔

"یہ دیکھنے کے لیے نہیں رکھی۔ پکڑو۔۔۔ تم کس قدر لاپرواہ ہو منائم۔"

وہ اسے مگ اٹھا کر اسکے کانپتے ہاتھوں میں آہستگی سے پکڑاتا، اسکے پیروں کی طرف بلیکنک ڈالتا خود ٹاول لیے اسکے پاس بیٹھا جو بس مہویر کی اپنے لیے فکریں دیکھ دیکھ حیران و پریشان تھی۔

"م۔ میں آپکو بس دیکھنا چاہتی تھی سچ میں"

وہ شرمندہ تھی کہ ایک دن کا بھی کہا پورا نہ کر سکی۔

"اب کل تک میرے سر پر مسلط ہو۔ کیا زبردست انعام ملا مجھے تمہارے دیدار کی خواہش سے۔ گرم گرم پیو تاکہ یہ کپکپاہٹ ختم ہو تمہاری۔ یہ بوائل ایگز بھی لو۔ میرے گھر میں مت مرنا پلیز۔۔۔ کفن دفن کے پیسے نہیں ہیں میرے پاس"

وہ اسکے ٹاول میں بال لپیٹتا آہستگی سے رگڑنے لگا تا کہ وہ جلدی سے سوکھیں، ویسے تو اب وہ کافی کم کانپ رہی تھی لیکن ابھی بھی اسکے ہونٹ جامنی تھے، منائم اسکے چہرے کی طرف دیکھنے لگی جو اسے کمفرٹیبل بیٹھائے خود آڑھا ترچھا ہو کر اسکے بال سوکھانے میں لگا تھا، منائم کو اسکے الفاظ سے خوف سا آیا تھا کہ کیا وہ واقعی منائم کا مرنا چاہتا ہے، اپنی طرف منائم کی گلابی گوشوں والی نظریں جمی پائے مہویر کو اپنے لہجے کی سختی کا احساس ہوا تو اسے ان کہے ملال نے گھیرا، وہ ڈر کر نظریں ہی ہٹا گئی۔

"ڈر لگ رہا ہے مجھ سے؟"

وہ اس پہلے لمحے والی منائم جیسی پُر تکلف نہ تھی بلکہ اب تو وہ مہویر کو دیکھ بھی نہیں رہی تھی کہ وہ غصہ کرے گا، مہویر کے نرمی سے اسکی بازو سہلا کر سوال کرنے پر منائم نے ڈرتے ڈرتے آنکھیں اٹھائیں، وہ اسکے گیلے بال دوسرے ہاتھ میں پکڑے ٹاول سے ڈرائے کر رہا تھا، منائم نے حلق تر کرتے مہویر کے چہرے کو دیکھا، وہ بھیگی آنکھوں میں اچانک بھرتی

پسندیدگی پر مسکرائی، وہ دوسرا ہاتھ بھی اسکے بال ڈرائے کرنے میں استعمال کرتا ہوا یکسر اس سے بے نیاز تھا کہ وہ لڑکی اسے کن دلکش نگاہوں میں لیے ہوئے ہے۔

"ڈر لگ رہا ہے پر آپ کے لیے، اپنے لیے نہیں۔ ہم سخت الفاظ بول کر اپنی جنت گنوا سکتے ہیں مہویر"

وہ جھجکتے ہوئے منمنائی تو مہویر مسکرایا، اس جیسے گناہ گاروں کو جنت کہاں ملا کرتی ہے بھلا۔ "اگر جنت پہلے ہی گنوا دی ہو تو؟"

وہ اب متجسس تھا وہ کیا جواب دیتی ہے۔

"تو میں ہر سانس کے ساتھ دعا کروں گی کہ آپ خلق خدا پر اتنے مہربان ہو جائیں کہ جنت آپ کے نام لگ جائے"

وہ پہلے سے بھی آہستہ آواز میں بولی تھی پر مہویر میثاق کو اس لڑکی کے ایسے جواب پر اپنا دل رک جاتا محسوس ہوا تھا۔

"میں اتنا ظالم بھی نہیں ہوں جتنا تم نے مجھے سمجھ لیا ہے۔ہاں جنت گنوادی ہو لیکن کسی کی آہ اب تک نہیں لی، تم نے نہ لگادی ہو وہ الگ بات ہے۔اور تم کیوں کرو گی دعا وہ بھی ہر سانس کے ساتھ۔میرے خیال میں کل تمہیں بہت ہرٹ کیا میں نے، تمہیں تو لڑنا چاہیے۔تم الٹا مجھے دعاوں کی آفر کر رہی ہو"

وہ اسکے بالوں سے ٹاول نکال کر انھیں سمیٹتے ہوئے منائم کی آنکھوں میں جھانک کر پوچھ رہا تھا جس کی نگاہوں کی نرمی ہنوز برقرار تھی، رتی برابر کم نہ ہوئی تھی۔

"آپ نے جو کہا کل واقعی بہت تکلیف دہ تھا۔آپ خضر بھائی سے پوچھ لیں میں کل کتنا روئی۔چپ ہی نہیں کر رہی تھی۔اچھا کیا یاد دلا کر، پہلے میں کچھ کھالوں پھر لڑتی ہوں۔"

وہ اسکے پاس سے زرا دور ہو کر بیٹھے ابلے انڈے کے چھلکے اتارنے لگی، وہ زیادہ گرم نہ رہے تو وہ بہت آرام سے انھیں اتارنے میں کامیاب تھی، مہویر گود میں ٹاول لے کر بیٹھا اسکے ہاتھوں کی تیزی دیکھ رہا تھا کہ کھانے کی چیز کے لیے موٹی کے کیسے ہاتھ چل رہے ہیں۔

"کیا تم نے صبح سے کچھ نہیں کھایا؟"

وہ چار انڈے چھیل کر ان میں کٹس لگا کر رکھی، سالٹ اور بلیک پیپر چھڑک کر فورک پر لگا لگا کر کھاتی گئی اور ساتھ کووفی کے سیپس بھی لے رہی تھی، اسے اسطرح کھاتا دیکھ کر مہویر کو لگا جیسے وہ صبح سے بھوکی ہے۔

"کھانے کو تو بہت سی ورائٹی تھی مہویر لیکن تب میری آنکھوں کے سامنے انکا فیورٹ انسان جو نہیں تھا۔ اس لیے کچھ نہیں کھا سکی۔ اب آپکو دیکھ کر اور بارش میں بھیگنے والے جھٹکے کے بعد مجھے اتنی بھوک لگ رہی کہ دل چاہ رہا آپکو بھی ہڑپ کر جاوں"

وہ تین ہاف ہاف پیس انڈے ہڑپ کرنے کے بعد ساتواں پیس بھی منہ میں ڈالنے کے بعد جب آخری پیس فورک پر لگا کر مہویر کی طرف پلٹے اسکے منہ کے پاس لے گئی تو مہویر بے اختیار مسکرایا کہ فائنلی اس بھوکی کو میزبان کی بھی یاد آہی گئی۔

"یہ بھی تم کھالو۔۔۔میں نے کچھ نہیں بنایا ابھی لیکن دیکھتا ہوں کیا موجود ہے۔کچھ بتالیتا ہوں اگر تمہاری بھوک اب تک نہیں مٹی"

وہ اسکی اتنی پیاری آفر منع کیسے کر سکتا تھا بھلا، مہویر کے لاکھ اعتراض کے بھی منائم نے فورک پر لگا ہاف ایگ پیس مہویر کے ہونٹوں سے جوڑا تو اسے مجبوراً کھانا ہی پڑا۔

"نہیں نہیں آپکو زحمت کرنے کی ضرورت نہیں۔میں فل ہوگئی تبھی تو یہ آپکو دیا۔ورنہ آپکو کہاں ملتی یہ آفر۔"

وہ شرارت سے مسکراتی کاوچ کی بیک سے ٹیک لگائے اپنی کوفی مزے سے پینے لگی، مہویر کی کوفی تو منائم کو دیکھنے کے بیچ ہی ٹھنڈی ہو چکی تھی، یہ ثبوت تھا کہ وہ اس پر ساری توجہ دیے ہوئے ہے۔ یہ ثبوت تھا کہ وہ اس پر ساری توجہ دیے ہوئے ہے۔

"تمہیں اسطرح کھاتا دیکھ کر مجھے بھوک لگ گئی ہے۔ میرا اس ہاف ایگ سے گزارہ نہیں۔ میں کچھ دیکھتا ہوں۔ تم کمبل اچھے سے لو اور ننگے پیر نیچے اترنے کی ضرورت نہیں۔ میں موزے دیکھتا ہوں تمہارے سائز کے اگر کوئی ملتے ہیں تو لاتا ہوں"

وہ اپنا کوفی کا ٹھنڈا پڑا مگ اور گیلا ٹاول دونوں ہی اٹھائے منائم کو تاکید اکہہ کر گیا تو وہ مسکراتی اسی سمت دیکھنے لگی جہاں وہ گیا تھا، منائم نے مہویر کی پہنی ہڈی کو سینے سے پکڑ کر ناک کے پاس لاتے سونگھا، یہ کرتے وہ گدگداتا سا مسکائی، شاید اسے بھی اپنی حرکت بہت بچگانہ لگی تھی۔

ٹاول روم میں ٹاول ہینگر پر لٹکائے وہ واپس کچن میں آیا، اپنی ٹھنڈی کوفی سے بھرا مگ سنک میں انڈیل کر اک چکر فریج کے پاس لگاتے کھول کر اندر رکھی چیزوں کا جائزہ لیا، منائم نے کوفی ختم کی اور ٹیبل پر سے اٹھ کر ریموٹ اٹھا کر ٹی وی آن کر دیا، وہ کچھ دیر چینل بدلنے کے بعد جب اکیلی بیٹھی بور ہوئی تو کمبل خود پر سے ہٹا کر ٹانگیں نیچے لٹکائے پیر قالین والی زمین پر رکھے اٹھی، ریموٹ جھک کر ٹیبل پر رکھا اور کچن کی طرف آئی جہاں سے آتی خوشبو کسی سوس کی تیاری کا پتا دے رہی تھی۔

"کیا بنا رہے ہیں مہویر"

وہ کچن میں اسکے پاس آتی رکی جو مصالحہ دار سی کسی گریوی کو بنانے کے ساتھ دوسری جگہ پانی بھی بوائل کر رہا تھا، مہویر نے اسکے پیروں کی طرف دیکھا جو ننگے پیر یہاں کے فرش پر کھڑی تھی لیکن مہویر کا پہنا ٹراوز اس نے آدھا پیروں میں دے رکھا تھا جس سے وہ آج مہویر کے گھر کی صفائی بھی کر دیتی، وہ مسکرایا اس لیے کہ منائم نے ٹراوزر کو پائنچوں سے فولڈ نہیں کیا تھا۔

"چاؤمین بنا رہا ہوں۔ مجھے پسند ہے۔ میں سبزیاں زیادہ ڈالتا ہوں لیکن تمہارے لیے آج ایکسٹرا چکن ایڈ کر رہا ہوں۔ اوکے ہے؟"

وہ اسکے پیار سے بات کرنے پر بہت خوش تھی پھر یہ خوشی کہ وہ اسکے لیے کھانا بھی بنا رہا ہے۔

"ایکسٹرا اوکے ہے۔ اسکی سوس تو بہت یمی لگ رہی ہے۔ کتنا ٹیسٹی رنگ ہے۔ اف کب بنے گی یہ؟ مجھے پھر بھوک لگ گئی۔"

وہ پانی کو گرم ہوتا دیکھے سانس بھر کر رہ گئی کہ کب وہ ابلے گا، کب ان میں نوڈلز بوائل ہوں گے، کب چکن اور سبزیاں سوس میں ایڈ ہو کر پکیں گی۔

"بیس منٹ میں بن جائے گی۔ اگر بہت زیادہ بھوک لگی ہے تو کچھ سنیکس آرڈر کر دوں؟ یا پھر اسکے ساتھ کچھ لائیٹ سا کھانا ہے تو بتاو؟"

گرم پانی میں نوڈلز ڈال کر ہلاتا ہوا ہی وہ نمک اور تھوڑا آئل بھی پانی میں ایڈ کر رہا تھا جبکہ اسکی آفرز سنے وہ زرا سا مہویر کے قریب سرکی تو وہ اسکی نزدیکی

پر تھوڑا گھبرایا، منائم نے عقب سے جاتے اپنے دونوں ہاتھ مہویر کے اطراف لے جا کر لپیٹے اور اسکی پشت سے جا لگی۔

"کچھ دیر پہلے تو آپ کہہ رہے تھے مت مرنا منائم کیونکہ آپکے پاس کفن دفن کے پیسے نہیں، اور اب یہ شاہانہ طرز رہائش۔ اور مجھے اتنی ساری کی جاتی آفرز۔۔۔ مہویر میثاق! آپ کو میں پیاری لگ رہی ہوں کیا؟"

وہ چمچ ہلانا چھوڑے اس پشت سے چپکی لڑکی کو پکڑے کھینچ کر سامنے لایا مگر منائم کو ہیٹ سے دور رکھتے زرارخ موڑ گیا، منائم کی آنکھوں میں گھبراہٹ سی پھیل گئی۔

"تم جس حال میں اس وقت ہو، بُری کیسے لگ سکتی ہو۔ جب تمہارا وہ بھائی تمہیں میرے سر ڈال کر چلا گیا تو میں بھی سخت ہو جاوں تو تمہاری روح نہ پرواز کر جائے۔ کل تک جو اچھا مہویر دیکھو گی وہ بس مروتاً باہر نکلے گا، جو

وقتی طور پر اچھا اور مہمان نواز ہے۔ اسطرح مجھ سے چپکو گی تو میں تمہیں معاف نہیں کروں گا۔"

مہویر کی سیدھے لفظوں میں دی وارننگ پر وہ سر کو اچھے بچوں کی طرح ہلاتی مہویر سے دور ہو گئی اور شرافت سے اک کونے پر کھڑی ہو کر بس اسے کوکنگ کرتا دیکھنے لگی۔

"مہویر۔ آپ مجھے اپنے ساتھ سلائیں گے ناں؟"

وہ مہویر کو مصروف دیکھتی کچھ دیر بعد پھر بول پڑی، مہویر نے چکن کے بعد چھوٹے چھوٹے سلائسیز میں کاٹی سبزیاں بھی پین میں ایڈ کیں اور ہیٹ تھوڑی تیز کی۔

"کیوں؟ ڈر لگے گا کل کی طرح؟"

وہ اس وقت بہت اچھے موڈ میں تھا، وہ مسکرا کر زرا سا پھر قریب آئی ہی کہ مہویر کی سرد گھوری پر فوراسے واپس اپنی جگہ جا کھڑی ہوئی اور اسکا اتنا ڈر

دیکھے وہ مسکرایا اور چولہے کی آنچ کم کرے کچھ دیر سبزیوں اور چکن کو دم دیے اپنا ہاتھ منائم کی طرف بڑھایا لیکن وہ ڈر رہی تھی تبھی اسکا ہاتھ نہ تھام سکی۔

"جب بلا رہا ہوں تب تمہاری جان نکل رہی ہے۔"

وہ اپنے ہاتھ کو ہلاتا اس بار زرابر ہم ہوا تو وہ فورا سے پہلے ڈر اک طرف کرتی اسکا ہاتھ تھامے پاس آئی مگر اسکے یکدم گرم پڑتے ہاتھ کو محسوس کیے مہویر نے بے ارادہ اپنا اک ہاتھ منائم کی کمر کے اطراف لپیٹ کر اسے اپنے قریب کرتے اسی ہاتھ سے اسکا ماتھا چھوا جو شدید گرم ہو رہا تھا، اور وہ میڈم مہویر کے دائیں بائیں کمر پر ہاتھ سرکا کر باہیں پھیلائے اسے مسکرا کر دیکھ رہی تھی۔

"تمہیں آج بخار ہو گا لگ رہا ہے۔ نکمی لڑکی تم دانت نکال رہی ہو۔ دیکھو ساری رات میں تمہاری تیمارداری نہیں کرنے والا، یہ مہمان نوازی کر رہا ہوں یہی غنیمت سمجھو۔ جا کر کمبل میں بیٹھو"

وہ اسے ڈانٹ رہا تھا کیونکہ مہویر کو اپنی رات ابھی سے کانٹوں پر محسوس ہو رہی تھی لیکن وہ آگے سے ہنس رہی تھی، اسے تو جیسے آج کی رات حسین ترین ابھی سے محسوس ہو رہی تھی۔ قسمت بھی دونوں کو ایک دوسرے کے عجیب عجیب طرح پاس لاتی جا رہی تھی۔

"آپ تیمارداری کے نام پر مجھ سے پیار کر لینا ناں، مجھے ہگ کر لینا۔ پھر میں کوئی میڈیسن تک نہیں چاہوں گی۔ مہویر آپ بہت گڈ لکنگ ہیں۔ اور ہوم شیف بن کر تو آپ اور پیارے لگ رہے ہیں، بتائیں ناں میں کیا کروں۔ کیسے خود کو آپ سے دور کروں، مجھے نہیں لگتا میرا دل آپکی اب ساری عمر جان چھوڑے گا۔ کیا کسی کا ہم سے محبت کرنا ہمارا کبھی نقصان کر سکتا ہے؟"

وہ اسکے چہرے اور الفاظ میں کھو سا جاتا تھا، وہ بہت سکون سے بھری روح تھی، وہ بلاشبہ بہت معصوم تھی تبھی تو اسکے دل پر جو بھی اتر رہا تھا وہ کسی پر خلوص احساس کی طرح وہیں قلم بند ہوتا جا رہا تھا۔

"نہیں بظاہر تو کوئی نقصان نہیں کرتا اور یہ انسانوں کے معاملے میں ہے۔ میرا کیس مختلف ہے۔ میں خود کو انسان نہیں سمجھتا منائم۔ تم خود نہیں جانتی تم کس سراب کے پیچھے بھاگ رہی ہو۔ میں تمہیں ساری زندگی کی اذیت سے بچانا چاہتا ہوں۔ تم سے یہ جو چند ملاقاتیں ہوئیں یہ مجھے بتانے کو کافی تھیں کہ تم شفاف ہو، اُجلی ہو۔ مہربان ہو اور اندر سے بہت گھبرائی ہوئی روح ہو۔ تم کسی اپنے جیسے کے لائق ہو۔ میں تو اندر باہر سے سیاہ ہوں۔ اس سیاہی میں تمہیں ڈبو دوں گا"

وہ جانتا تھا منائم یہ سب سمجھ نہیں سکتی تبھی بول بیٹھا پر وہ کچھ دیر اسے سن کر خاموش ہو گئی، منائم کی آنکھوں میں نمی کی ہلکی سی لکیر عود آئی۔

"اگر میں کہوں کہ میں اُجلی اور شفاف رہنے کے بجائے آپ کی رہنا چاہتی ہوں تو میری بات کو اہمیت دیں گے یا اپنی مرضی کریں گے؟"

وہ ہنوز اسکے قریب کھڑی سانس بھر کر بولی تھی، مہویر نے توجہ سوس میں پکتے چکن اور سبزیوں کو دینی چاہی پر وہ اسکے رخسار سے اک ہتھیلی جوڑے اپنی طرف اسکا چہرہ پھیر گئی۔

"وہ پین جل جائے گا، پھر تم میری شکل دیکھ کر ہی پیٹ بھرنا۔۔۔ ہٹو پیچھے اور جا کر کمبل میں گھسو"

وہ اسکو زبردستی خود سے آزاد کرتا اپنے بمشکل جلنے سے بچتے کھانے کی طرف لپکا، منائم بھی شیلف سے کمر ٹیکے اسے دیکھنے لگی جس نے نوڈلز گرم پانی سے نکالے، چھان کر انھیں سنک میں رکھ کر ٹھنڈا پانی بہایا، وہ یک ٹک اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

"میں آپ سے دور نہیں ہونا چاہتی۔ کسی بھی زمانے یا زندگی کے دور میں یہ علیحدگی میری موت بنے گی اتنا یقین ہے۔ میری یاداشت آئے یا جائے اسکا تعلق میرے دل سے تو نہیں۔ آپ اس میں بس چکے ہیں اب کچھ بھی آپکو یہاں سے خارج نہیں کر سکتا مہویر۔ سن رہے ہیں ناں؟"

وہ چاؤمین مکمل بنا چکا تھا، نوڈلز مکس کیے اس نے باول میں نکالے تھے جن سے دھواں بھی اٹھ رہا تھا جبکہ باول اس نے دھیان سے منائم کو پکڑایا، جس نے محبت سے تکتے تھام لیا۔

مہویر نے دو پلیٹس اور دو فورک اور سپون بھی نکالے تب تک وہ باہر آکر ڈائنگ ٹیبل پر باول رکھ چکی تھی۔

"مہویر۔ آپ سن رہے ہیں ناں میں کیا کہہ رہی ہوں؟"

وہ اسکو ان سنی کر رہا تھا اور مسلسل کر رہا تھا، مہویر نے کرسی ٹیبل کی رینج سے پیچھے کرتے زبردستی منائم کو نا صرف بٹھایا بلکہ لیوئنگ ایریا سے جا کر

باریک کمبل اٹھا کر اس نے شال کی طرح منائم کے اطراف بھی لپیٹا، وہ سانس مدھم مدھم لیتی اسے دیکھتی رہی پھر وہ بھی اسکے ساتھ کرسی گھسیٹ کر بیٹھا تو منائم کی آنکھوں میں اسکے جسم کی ساری جان اتر آئی، وہ ابھی سے آنکھوں کی حدود تک اپنی رنگت بدل رہی تھی، ایسا لگ رہا تھا منائم کی آنکھیں درد میں ہیں کیونکہ وہ مہویر کو ہلکی گلابی لگ رہی تھیں۔

"میں تمہیں اور تمہاری حرکتوں کو دیکھ رہا ہوں۔ اب بس کرو پلیز۔ یہ کھاو اور پھر سو جاو۔ اگر تم ٹائم پر نا سوئی تو طبعیت بگھڑ سکتی ہے"

مہویر نے گلاس میں اسکے لیے پانی بھی بھرا، اسکی پلیٹ میں چمچ کانٹا رکھے اسے چاؤمین سرو بھی کیا، لیکن وہ بس مہویر کو ڈوبتی جان کا منظر بنی آنکھوں سے دیکھ رہی تھی، اور وہ جانتا بھی تھا کہ وہ دیکھ رہی ہے۔

"مہویر۔۔۔ مجھے سانس نہیں آ رہی"

وہ یکدم جیسے سسک اٹھی، خود مہویر کے ہاتھ پیر پھولے، وہ اپنی پلیٹ وہیں چھوڑ تا منائم کو دیکھنے لگا، اسکا چہرہ شدید گرم ہو رہا تھا، بلکہ وہ آگ کی طرح تپ رہی تھی۔

"دیکھو مجھے پریشان مت کرو، کیوں سٹریس لے رہی ہو۔ تمہاری طبعیت بھیگنے سے متاثر ہوئی ہے اوپر سے تم نے اگر یہ رونے ڈالے تو سانس تور کے گی ہی ناں۔۔۔ میں نہیں دوں گا سانس یاد رکھنا"

وہ اسکے بہتے آنسوؤں کو اسکے چہرے پر ہاتھ پھیرے روکنے کے بیچ یوں لگا خود رو دے گا۔

لیکن وہ ہچکیوں سے رو پڑی تھی، مہویر نے اسکی طرف رحم طلب نظروں سے دیکھا اور اسکی کرسی اپنی طرف گھسیٹے اسے وہیں بیٹھے ہی اپنے بازوؤں کے حصار میں لیا تو وہ آگے کو بینڈ ہوتی اسکے سینے میں منہ چھپا گئی۔

"بس کرو منائم۔ اگر تم رونا بند کر دو تو میں تمہیں پاس سلاوں گا۔ پلیز ایسے مت رو۔ میں کل سے بہت اپ سیٹ ہوں، مجھے اور شرمندہ مت کرو۔ سٹاپ کرائنگ۔ تم ایسے رو کر مجھے تکلیف دے رہی ہو"

وہ اسکی پیٹھ تھپکتا اسے نرم نرم لہجے میں دلاسا دے رہا تھا پر وہ ایسی میمری لاس کے بعد ہوئی تھی کہ اسکا رونا اچانک بہت شدت پکڑتا پھر وہ بہت دیر تک سنبھل نہ سکتی تھی۔

"میری ساری محنت پر پانی پھیر دو گی کیا؟ اتنی نرمی سے تو میں کبھی خود سے پیش نہیں آیا۔ بس بس۔۔۔ دیکھو کھانا ٹھنڈا ہو جائے گا تو بلکل بدمزہ ہو جائے گا۔ مان جاو منائم"

وہ اسکے اتنے اصرار پر سنبھل کر نہ صرف کرسی پر بیٹھی بلکہ اپنے آنسوں کو آنکھوں میں زبردستی دباتے اس نے سر ہلائے گال ہاتھ کی پشت سے رگڑی

اور مہویر کا بنایا چاومن کھانا شروع ہوئی، ہنوز بھیگی سانسیں کھینچ رہی تھی اب رونا روک چکی تھی۔

"میں کوشش کروں گا تمہیں ہرٹ نہ کروں۔ ایسے روتے نہیں ہیں۔ اب آرام سے کھاو۔"

وہ کھانا کھاتے ہوئے بھی سنبھل نہ پائی تو آنکھوں سے نمی بہہ رہی تھی جسے مہویر نے ہاتھ بڑھا کر اپنے ہاتھوں کی پوروں میں لی تو منائم نے اپنے لیے بنایا نوالہ مہویر کی طرف بڑھایا جس نے بنا ضد کھالیا، چاؤمین کافی اچھے بنے تھے، تبھی وہ ہچکیاں تھوڑی تھوڑی دیر بھرنے کے باوجود اچھے سے کھا رہی تھی، اور مہویر بس اسے دیکھنے کے سوا کسی لائق نہ بچا تھا۔

.._____..

"گڈ۔ تم نے اپنا کام بہت اچھے سے کر دیا۔ بس عرشیہ پر نظر رکھنا"

سونم نے فرمابرداری سے موساب اعوان کو مطمئین کیا جبکہ اسے فون رکھنا پڑا کیونکہ عرشیہ آفس آچکی تھی، اسکا آج ایک کمرشل شوٹ تھا، میڈیسن ود فٹنس کا ایڈ تھا، اس نے یہ کام خود دن کے بجائے رات میں منتقل کروایا تھا، سونم اسے دیکھتے فوراخود بھی آفس پہنچی جہاں عرشیہ اپنا فون میز پر رکھے ریلکسنگ چیئر سنبھالے بیٹھ چکی تھی، باہر مین ہال میں شوٹ کا تمام سیٹ آپ لگ چکا تھا بس فائنل ورک جاری تھا تبھی سونم اجازت لیے اندر آئی۔

"میم! آپ تھکی لگ رہی ہیں۔ کہیں تو شوٹ سے پہلے کووفی لے آوں؟ آپکا اوٹ فٹ بھی ریڈی ہے چینج کرلیں۔ میک آپ آرٹسٹ بھی ریڈی ہے۔ آپکے کہے کے مطابق میں نے ہر چیز تیار کروادی ہے"

سونم کی طرف دیکھے عرشیہ نے کچھ خاص تاثر نہ دیا کیونکہ اس وقت وہ ہر احساس سے عاری بت تھی۔

"آپکا شکریہ مس سونم۔ مجھے دس منٹ ریلکس کے لیے چاہیں میں جوائن کرتی ہوں۔ آپ جاسکتی ہیں"

سونم کو اسکے لہجے سے معلوم ہو گیا کہ وہ غصہ ہے تبھی سونم اسکے آفس سے نکل گئی، تبھی عرشیہ کا فون عاصم المیر ملک کی کال سے رنگ کیا، چونکہ وہ کل سے آفیشلی ملک ہولڈ نگز کی بھاگ دوڑ سنبھالنے والی تھی تبھی ناچاہتے ہوئے بھی عرشیہ نے کال پک کرلی۔

"بابا کی جان۔ ریمائنڈر کے لیے کال کی تھی۔ آج سارا ریسٹ کرلینا کیونکہ کل سے تمہاری زندگی، روٹین اور مصروفیت بدلنے والی ہے۔ تمہارا آفس تیار ہو چکا ہے، تم دیکھو گی تو فدا ہو جاو گی۔"

عاصم نے اپنے آفس کے بلکل قریب ہی عرشیہ کے لیے اسکا آفس روم تیار کروایا تھا اور آج عاصم اسی کام میں مصروف رہا تھا، موساب کے لوگ بھی

اسکی جگہ آرگنائز کرنے میں لگے تھے جو عاصم کے لیے فی الحال اک کڑوا گھونٹ ہی تھا۔

"مجھے ضرور پسند آئے گا، یاددہانی کا شکریہ۔ میں آجاوں گی وقت سے"

وہ بس رسانیت اختیار کیے بولی کیونکہ اس شخص کے ساتھ اسکی کوئی جذباتی وابستگی نہ تھی۔

"تم باس ہو۔ جب تمہارا دل چاہے تب آنا لیکن آنا ضرور۔ چلو میں تمہارا زیادہ وقت نہیں لیتا۔ ابھی بہت کام ہے مجھے۔ کل ملتے ہیں"

عاصم نے اسکے لہجے کی سرد مہری بھانپ کر خود ہی بات مختصر کی اور رابطہ توڑا جس پر عرشیہ نے سکھ کا سانس لیا، رئلکس کیا ہوتی، الٹا سٹریس اور بڑھ گیا، ابھی وہ کچھ نارمل ہوئی ہی تھی کہ فون دوبارہ رِنگ ہوا اور اب کی بار کال سوہا کی تھی تبھی وہ تھوڑا پرسکون ہوئی اور کال پک کی، سوہا بھی فری ہو چکی تھی اور اسکا اسکے سٹاف کے ساتھ آج کے ایونٹ ڈے کی کامیابی پر

سیلبریشن ڈنر کا پلین تھا، وہ بھی بس نکلنے کو تیار تھی پر اپنی نئ نویلی دلہن کی خبر لینا بھی ضروری سمجھا۔

"عرشی۔ میری جان ٹھیک ہو؟ صبح جلدی گھر سے نکل گئ تبھیٔ تمہاری خیریت نہیں پوچھ سکی۔ کل کی رات اچھی گزری تھی ناں تمہاری؟"

وہ مما کی مصروفیت جانتی تھی تبھی اس بارے کوئی شکوہ نہیں کر سکتی تھی۔

"مما اب تو دوسری رات آگئی ہے۔ کچھ جلدی نہیں پوچھ لیا ہنہ"

اب وہ بھی تو جلی کٹی تھی، کہیں تو اپنا غصہ نکالنا تھا لیکن سوہا کو اسکے منہ بنانے پر بھی پیار ہی آیا۔

"اوہ میرا لاڈو بچہ۔ کیا کروں ایونٹ ویک ہے۔ بس کل کا دن رہ گیا۔ تمہارے اور انیس کے پرسوں آذربائیجان جانے سے پہلے میں پلین کرتی ہوں اک فیملی ڈنر ہو جائے۔ تمہارے سسر سے بھی ملنا ہے مجھے۔"

سوہا کی پلاننگ سنے وہ سمجھنے والے انداز میں سر ہلا گئی، اب تو کوئی ایکسائٹمنٹ بھی محسوس نہ ہو رہی تھی۔

"اوکے مما جیسا آپکو بہتر لگے۔ میرا ایک کولیب شوٹ ہے۔ نو بجے تک فری ہو جاوں گی۔ کیا آپ گھر ہوں گی اس وقت؟ میں آسکتی ہوں؟"

عرشیہ کا بلکل موڈ نہ تھا کہ آج وہ علوی مینشن جاتی تبھی ارادہ تھا کہ مما کے پاس جائے گی۔

"نہیں میری جان آج ایونٹ کی پری سکسیسفل پارٹی رکھ لی ہے سٹاف نے۔ ایک دو نج جائے گا۔"

سوہا آج واقعی میں فری نہ تھی، اور ڈنر بھی اسی کے اعزاز میں تھا تو وہ انکار بھی نہ کر سکتی تھی۔

"ہمم۔ اٹس اوکے مما۔ آپ انجوائے کریں۔ میں صبح ملک ہولڈنگز جانے سے پہلے آپ کی طرف ہو کر جاوں گی۔ کیونکہ آئی مس یو سو مچ"

وہ روہانسی سی ہوئی تو سوہا کو اس پر ٹوٹ کر پیار آیا۔

"ڈن۔ بریک فاسٹ ساتھ کریں گے۔ آئی مس یو ٹو میری جان۔ اپنا خیال رکھنا"

سوہا نے محبت سے کہہ کر رابطہ توڑا تو عرشیہ نے گہرا سانس لیا اور فون اٹھا کر عصر کو کال کی، عصر اس وقت کچن میں کھڑا دونوں کُکس کی نگرانی پر تھا جو تمام کھانا سمیٹ رہے تھے کیونکہ ابراہیم علوی اور عصر نے ڈنر کر لیا تھا مگر نہ انیس نے کیا نہ ہی عدین نے تبھی وہ باقی کھانا کُکس سے کہہ کر سمیٹوا رہا تھا جب عرشی کی کال پر اس نے فوراً سے ریک پر پڑا اپنا فون اٹھا کر کال پک کرتے کان سے لگایا۔

"عصر۔ وہ کیا کر رہا ہے؟"

عرشیہ کا پہلا سوال ہی انیس کے لیے تھا، عصر بھی اداس سا مسکرا دیا۔

"جب سے آپ گئی ہیں کمرے میں ہیں۔ اور کھانا بھی نہیں کھا کر گئے۔ بس اتنا کہا کہ ریسٹ کرنے لگا ہوں"

عرشیہ کی آنکھیں یہ سنتے ہی جیسے مزید جلنے لگیں۔

"اور عدین؟ اس نے بھی کھانا نہیں کھایا عصر؟"

عرشیہ کی آواز میں ناچاہتے ہوئے بھی نمی چھلکی۔

"وہ خراٹے بھر کر سو رہا ہے۔ گیا تھا روم میں۔ ابھی جاگے گا تو خود ہی بھوک بھوک کر کے ناچتا ہوا کچن میں آئے گا۔ اسکی فکر نہ کریں۔ بس مجھے سر کی فکر ہے انکے لیے رات کا کھانا ضروری ہے۔ انکی باڈی کو ویکنس سوٹ نہیں کرتی۔ آپ جانتی ہیں انکی ہیلتھ ہسٹری۔ اگر ایسے میں بنا کچھ کھائے دوا لے کر سو گئے تو وہ سیدھا انکے سٹمک پر اثر ہو گا۔ میں گیا تھا روم میں انکے، سوئے نہیں ہیں، کچھ سٹوڈیو کے پراجیکٹ پر کام کر رہے ہیں"

عرشیہ کی آنکھیں ہر لمحے کے ساتھ سرخ ہوتی گئیں، آخر بھوک ہڑتال کا کیا مقصد تھا، وہ ایسا پتھر دل کیوں تھا عرشیہ سمجھ نہ پائی، حالانکہ اسے تو کھانا ایکسٹرا کھانا چاہیے تھا کہ عرشیہ نے پہلی بار خود بنایا تھا، لیکن شاید وہ عرشیہ کے ساتھ ہی ڈنر کرنا چاہتا تھا۔

"میں جلدی آنے کی کوشش کروں گی۔ تم دیکھتے رہنا وہ سوئے نہیں۔ اور اسے منع کرو کہ میڈیسن بھی نہ لے خالی پیٹ۔ کل سے میری مصروفیت بڑھ جائے گی تبھی آج کو لیب ایڈر کھ لیا تھا جیم میں۔ اسی میں پھنسی ہوئی ہوں۔ عصر میری غیر موجودگی میں تم عصر پلس عرشیہ ہو جاو۔ سمجھ گئے؟"

وہ چاہ کر بھی دل پتھر نہ رکھ سکی کیونکہ عرشیہ جانتی تھی انیس دکھی ہے تبھی اپنا ہرٹ ہونا کچھ بھی یاد نہ رہا۔

"آپ روٹھ کر گئی ہیں ناں ان سے عرشی؟"

عصر کی آواز میں بھی افسردگی گھل گئی اور عرشیہ نے گہرا لمبا سانس کھینچا۔

"ہاں عصر۔ لیکن واپس مان کر آوں گی۔ نہیں رہ سکتی اس سے ناراض وہ بھی اس وقت جب وہ عدین کی وجہ سے پہلے ہی اپ سیٹ ہے۔ مجھے سمجھنا ہو گا کہ وہ ایسا ہی سنگدل رہنے والا ہے تبھی اسکے ساتھ رہ پاوں گی ورنہ تو میرا دل ہی دکھتا رہے گا۔ اور مجھے یہ بھی یاد رکھنا ہو گا کہ میں اسکی زندگی میں بس اک سزا کے نتیجے میں ہوں۔"

عصر کا دل عرشیہ کی باتوں سے غمگین ہو گیا لیکن عرشیہ اپنی جگہ بلکل ٹھیک تھی۔

"اداس نہ ہوں عرشی۔ کوئی سزا نہیں ہے یہ رشتہ۔ وہ دل سے آپکے ہوئے ہیں بس اس بات کو ماننے میں انھیں وقت لگے گا۔ ہم مل کر اس وقت کو دیکھیں گے۔ واپس آئیں تو صبح والا شرارتی ورژن لے کر آیئے گا۔ ورنہ عصر زمان کے رنگ بھی پھیکے پڑ جائیں گے۔ میں آپکے لیے اپنے ہاتھوں سے کچھ میٹھا بناتا ہوں۔ بتائیں کیا کھائیں گی؟"

وہ کتنی بھی اداس ہو جائے، عصر کے پاس اسکی مسکراہٹ کھوجنے کا ہنر تھا، وہ مسکرا بھی پڑی، بلکہ ہنس پڑی، اس وقت اسے واقعی کچھ میٹھا کھانے کی سخت کریونگ تھی۔

"عصر۔ تم کیا چیز ہو بھائی۔۔ ہمم اوکے تو اگر بنا سکتے ہو تو گلاب جامن بنا دو۔ میرا گھر کے بنے گلاب جامن کھانے کو بہت دل چاہ رہا ہے"

وہ اس فرمائش پر دل تک مسکرا اٹھا بلکہ چہک اٹھا۔

"بس اتنا سا۔ جو حکم میری ہمشیرہ۔ بناتا ہوں۔ آپکے کولیب ایڈ شوٹ کے لیے آل دی بیسٹ۔ جلدی کام سمیٹ کر واپس آئیں۔ ٹیک کیئر"

وہ اسکی ساری اداسی بھگا گیا تھا کیونکہ جب عرشیہ نے کال بند کی تو اسکی آنکھوں میں مایوسی کی جگہ امید تھی۔

"تم مجھے بہت ٹف ٹائم دو گے انیس۔ لیکن میں بھی ہنستے ہنستے سب سہہ جاوں گی۔ تم جیسے سڑو پر دل ہارنے کی مجھے کچھ تو سزا ملنی چاہیے۔ اوف! رئلکس عرشیہ۔"

وہ گہرے سانس کھینچے مزید پانچ منٹ لیے خود کو پر سکون کرنے کے بعد اپنے آفس روم سے اپنے پورے گریس اور اعتماد کے ساتھ ہی نکلی تھی۔

جبکہ پورا دن رئیس اپنے گھر ہی رہا تھا، کل کے پڑے تھپڑ کا سوگ اس نے سارا دن نشے میں دھت رہ کر منایا تھا لیکن شاید اسکا ماتم رات ہوتے ہی ختم ہوا جب وہ نہا کر نک سک تیار ہوتا کسی نئے کارنامے کو سر انجام دینے نکل چکا تھا، اسکی ماں نے بھی اس سے اس وقت جانے کا پوچھا پر وہ انھیں ان سنی کیے دفع ہو گیا اور اسکے پیرنٹس تو پہلے ہی اس سے عاجز تھے اب اس نشیڑی اور بد تمیز اولاد کے ساتھ مزید کیا ہی سر پھوڑتے۔

جبکہ ابراہیم علوی نے تو کھانا بہت انجوائے کیا تھا، وہ خوش تھے جب عصر نے آج ڈنر کے بیچ انکو عرشیہ اور انیس کی عدین کو منانے کے لیے ایفرٹس کا بتایا، عدین کی ناراضگی کا جائز طریقے سے دور ہونا وہ بھی چاہتے تھے اور اپنے روم میں کسی کتاب کی ورق گردانی کرتے ہوئے بھی وہ انہی خوشگوار سوچوں میں منہمک تھے جب انکے روم کا دروازہ کھولے عدین، جاگی سوئی حالت میں داخل ہوا، تب لگ بھگ رات کے سوا نو بج چکے تھے۔

"میرا شیر اٹھ گیا؟ کچھ موڈ اچھا ہوا سو کر؟"

وہ بابا کے پاس آتا انکی بازوؤں کے کھلتے ہی سو پونڈ کے کاکے کی طرح انکے سینے جا لپٹا تو وہ ہنس پڑے۔

"جی بابا۔ انہوں نے میرا کمرہ گفٹس سے بھر دیا اور کھانا بھی بنایا پر میں بہت روڈ ہو کر بولا۔ وہ بری نہیں ہیں لیکن میں کیا کرتا، بہت غصہ جو تھا۔ غصے سے زیادہ ہرٹ تھا۔ اب مجھے بھوک لگ رہی ہے اور مجھے انہی کا بنایا کھانا چاہیے

تھا کیونکہ انہوں نے کہا سب میرا فیورٹ ہے لیکن شرمندگی کی وجہ سے میں کچن نہیں جا پا رہا۔ آپ مجھے پیزا آرڈر کر دیں۔ میں ڈاون فیل کر رہا ہوں بہت۔ میں انکے کھانے کا مستحق نہیں۔ آئی نو جو چیز دھتکار دی جائے ہم اسے پانے کا حق کھو دیتے ہیں"

عدین کے نرم پڑتے دل کی ابراہیم صاحب کو بے تحاشا خوشی تھی، وہ پھولے نہ سمائے۔

"تمہیں وہ اچھی لگی ہے عدین؟"

ابراہیم صاحب نے اسے اپنے برابر لیٹتے دیکھ کر زرا میٹرس پر آگے سرک کر جگہ بنائی اور لحاف بھی عدین پر کرواتے پوچھا۔

"ہاں وہ اچھی ہیں۔ آپکو پتا ہے وہ کیئرنگ لگیں مجھے۔ میرے بالوں میں ہاتھ کی انگلیاں پھیر رہی تھیں تو مجھے رونا آرہا تھا بابا۔ یہ نیا احساس تھا۔ جیسے مما ہوتیں تو وہ بھی میرے بالوں میں ایسے ہی انگلیاں پھیرتیں۔ آپکے یا بھیو

کے یوں کرنے پر مجھے ایسے کبھی رونا نہیں آیا۔ بابا مجھے لگ رہا ہے میں غصے کا بہت گندا ہوں۔ بھیو کو بھی پتا نہیں کیا کیا کہہ دیتا ہوں۔۔۔"

عدین کی آنکھوں میں ممتا سے جڑی یہ وہ حسرت تھی جسے نہ انیس مٹا سکا تھا نہ ابراہیم لیکن آج عرشیہ کے اس عمل نے عدین کی اس حسرت کو متاثر کیا تھا۔

"ہمم۔۔ یہ تو ہے۔ تم واقعی بہت گندے ہو غصے کے۔ باپ رہ باپ مجھے پتا ہوتا گھٹی کا اتنا اثر ہے تو کبھی نہ دیتا تمہیں۔ انیس کو گھٹی اسکی ماں نے دی تھی طوفان ہونے کے باوجود بھی اک کوزے میں قید رہتا ہے بلکل حمرا کی طرح۔۔۔۔۔ امم تو کونسا پیزا کھائے گا میرا پتلو پٹاکہ۔۔ ویسے اک بات بتا تو کتنا جنک فوڈ کھاتا ہے پھر بھی سنگل پسلی ہے۔۔۔ آج راز بتاو اپنے بابا کو"

عدین کی کھوئی مسکراہٹ بھی کبھی آنسوؤں میں بدلی کبھی بابا کے شریر ہونے پر ہنسی میں، ابراہیم کا فون لے کر اس نے خود ہی اپنا فیورٹ پیزا آرڈر کیا جبکہ اپنے سلم ہونے کا اک انوکھا راز بھی بتایا۔

"میرے سلِم ہونے کی وجہ ٹنشن ہے بابا۔ میں اندر ہی اندر سڑتا ہوں تبھی چمڑی ہی موٹی نہیں ہوتی۔ اب مجھے لگتا ہے بھیو سے بھی کل تھوڑا موڈ بہتر کر لوں۔ ہاں انہوں نے نا معاف کیا جاتا جرم کیا ہے پر کیا کروں بابا میں انکے بغیر جی بھی تو نہیں سکتا۔ ایک اور بات بتاوں؟ ڈانٹیں گے تو نہیں؟"

اس تمہید سے ابراہیم سمجھ چکے تھے اس چھوٹے نے کوئی تو کارنامہ کر دیا ہے تبھی جاننے سے پہلے ہی گھورنے لگے۔

"بتاو کیا کر دیا تم نے اب؟"

ابراہیم کو ابھی سے پریشانی گھیر گئی کیونکہ عدین شرمندہ تھا۔

"بھیو کو رلایا ہے"

عدین کی آنکھیں یہ بتاتے ہی لال ہوئیں جبکہ تکلیف تو ابراہیم کو بھی ہوئی۔

"کیا؟ عدین۔۔۔ اب یہ بہت زیادہ ہو گیا میری جان۔ اس نے تو انوائیٹ کیا تھا۔ میری غلطی ہے کہ میں نے بات کو مزاق سمجھ لیا، اسکا بھی مزاق اڑایا اور ضد میں وہ کیسا ہے تم اور میں اچھے سے جانتے ہیں بچے۔ اگر تم نے انیس کو سزا دینی ہے تو بر ابر مجھے بھی دو۔ وہ آج تک اپنی ماں کے علاوہ کسی کے لیے نہیں رویا، تم نے اسکی برداشت آزمائی ہے یقینا۔ یہ کیا کر دیا تم نے۔ زبان کے آگے تو خندق کُھدی ہے ناں"

وہ آگے سے بابا کے جیسے سینے لگ کر چھپا، ابراہیم غصہ بھی نہ جاری رکھ سکے ورنہ اس چھوٹے کیڑے کو دو کھینچ کر لگانے کا شدید دل تھا۔

"بابا آپ نے کہا تھا ڈانٹیں گے نہیں"

وہ رونی آواز لیے منمنایا تو ابراہیم دانت پیس کر رہ گئے۔

"اچھا اچھا نہیں ڈانٹ رہا۔ رونی صورت۔۔۔ اب اگر تم نے مزید اسے دکھ دیا تو ڈانٹ کے ساتھ دو چھتر بھی پڑیں گے عدین۔ کیا کروں میں تم دو کا"

ابراہیم بھلے غصہ نہ کرنے کی پوری کوشش میں تھے پر عدین کی حرکت پر انکے سینے میں آگ دہک اٹھی تھی، اب تو عدین کا دل اتنا غمگین تھا کہ شاید پیزا بھی حلق میں پھنس جاتا۔

بابا نے پیار اور لاڈ کیا تو وہ کچھ بہتر ہوا اور پیزا کھانے کے بعد وہ دس بجے تک بابا کے پاس ہی دوبارہ سو گیا، خود ابراہیم بھی سیلپی ہو رہے تھے تبھی وہ بھی سو گئے۔

انیس نے کافی گھنٹے نان سٹاپ کام کیا مگر پھر تھک گیا تو لیپ ٹاپ کلوز کرے وہ کمر سیدھی کرنے لیٹ گیا، عرشیہ کو واپسی میں ساڑھے دس بج گئے تھے، لیکن عصر اسکا منتظر تھا، بارش ابھی بھی ہلکی ہلکی جاری تھی، عرشیہ کا کولیب ایڈ شوٹ بھی اچھا گیا تھا دوسرا وہ اپنی مصروفیت کی وجہ سے اپنے

سٹاف کو بھی بریفنگ دے آئی تھی کہ اب سے وہ جیم صرف ویک اینڈ پر ایویلیبل ہوا کرے گی اور باقی ویک " "The FIRE LADY اسکے سٹاف کی نگرانی میں رہے گا۔

عرشیہ نے وہیں چینج کر لیا تھا، وہ لوز سے ٹراوزر اور سوئیٹ شرٹ کے ساتھ زیپر پہنے، پیروں میں لیڈیز سنیکرز جمائے، سر پر صبح انیس کی دی ٹوپی اور ماسک پہنے جو وہ گردن تک سرکا چکی تھی، جیم لیڈی خلیے میں ہی علوی مینشن داخل ہوئی تو اسے عصر ہی پہلے نظر آیا، وہ بھی زیادہ تر بس پورا بلیک ہی رہتا تھا، شاید اسے کالے رنگ سے انسیت تھی۔

"خوش آمدید مائی فِٹ لیڈی۔ کیسا رہا آپکا کولیب ایڈ؟"

وہ اسکے خوش آمدید پر آدھی فریش تو ہو ہی گئی۔

"بہت اچھا رہا۔ لیکن تھک گئی۔ تم نے گلاب جامن بنائے؟"

وہ آتے ہی اپنی فرمائش کا پوچھتے ایکسائٹڈ ہوئی۔

"لیں جی۔ آپ کہیں اور آپکا یہ میلے میں بچھڑا بھائی بھول جائے۔ ناممکن۔ سر کو لائیں نیچے۔ اور کھانا کھائیں دونوں۔ میں ویسے تو ابراہیم انکل کے ساتھ کھا چکا ہوں لیکن آپ دو کو سرونگ شیف بن کر کمپنی ضرور دے دوں گا۔"

وہ ابھی بھی صبح کی طرح فریش تھا، خوبصورت مسکراہٹ چہرے پر سجائے، ویسے پیارا تو بہت تھا بس کیوٹ زیادہ لگتا تھا۔

"مجھے تم کھانے میں بھی ایز آپارٹنر قبول ہو بس تمہارا وہ سڑیل نک چڑھا ٹارزن نہ جل سلگ جائے۔ باقی خیر ہے۔ اس سے یاد آیا تم نے اسے میڈیسن لینے سے منع کیا تھا؟"

انیس کا ذکر کرتے ہی وہ اسکے لیے جیسے بے چین ہوئی یہ عصر دیکھ بھی سکتا تھا اور محسوس بھی کر سکتا تھا۔

"منع کر دیا تھا۔ بنا میڈیسن وہ گہری نیند میں نہیں سوتے۔ اگر سوئے نظر آئیں تو جگا لیجئے گا ایزیلی جاگ جائیں گے۔ مجھے نیچے آنے سے دو منٹ پہلے میسج کر دیجئے گا میں کھانا گرم کر دوں گا"

وہ کتنا مددگار تھا عرشیہ بس سوچ کر رہ گئی، وہ سچ میں ایسے ہر وقت خاضری کے لیے تیار جذبات رکھتا تھا جیسے بلکل تھکاوٹ اسے چھوتی بھی نہیں تھی، لیکن عصر کی یہ چہک بس ابھی ہی جاگی تھی جب سے انیس کی زندگی میں جذبات شامل ہوئے تھے۔

"اللہ تمہیں بے حد چاہنے والی فجر دے عصر میاں۔"

وہ مسکرا کر کہتی سیڑھیاں چڑھی تو عصر نے پہلے تو نا سمجھی سے سر کھجایا پھر جب سمجھ آئی وہ فیوچر محبوبہ ملنے کی دعا دے کر گئی تو عصر میاں کی پھیلتی بتیسی قابل دید تھی، محترم شرما سے جاتے آمین آمین کا ورد کرتے وہاں سے گم ہوئے، سیڑھیاں چڑھنے کے بعد وہ پہلے تو اس کمرے میں گئی جہاں کل

سوئی تھی، بیگ اور فون وہیں ٹیبل پر رکھے ماسک اتار کر پھینکے اس نے زیپر اتار کر ہینگ کی، بس سوئیٹ گرم براون شرٹ اور لوز ٹراوزر میں وہ کافی کمفرٹیبل تھی، شوز اتارنے کا بعد میں سوچے پہلے وہ جا کر ہاتھ منہ دھوئے باہر آئی، چہرہ کلئین کیا پھر سائیڈ ٹیبل پر پڑا انیس کا کریڈٹ کارڈ دیکھتے عرشیہ نے جھک کر اسے اٹھایا۔

"اسکی امانت لوٹائی ہی نہیں۔ وہ سمجھ رہا ہو گا میں نے اسکا کارڈ لوٹ لیا۔ دے آتی ہوں۔ اسی بہانے اسکے پاس چلی جاتی ہوں"

وہ اپنے بالوں پر سے ٹوپی اتار کر میٹرس کی جانب پھینکے بالوں کو اچھے سے کھول کر پھیلاتی ہوئی اک نظر آئینے میں خود کو دیکھتی ہاتھ میں کارڈ کو زور سے جکڑے اپنے کمرے سے نکل کر انیس کے بیڈ روم کے سامنے آئی تو دل یہیں پہ گھٹنے لگا، آنکھیں اسکی فکر میں پھر غمگین ہوئیں۔

عرشیہ نے کچھ نہ سوچا اور ڈور ناب گما کر اندر داخل ہوئی تو انیس سیدھا میٹرس پر لیٹا تھا، ایک ٹانگ پر کمبل لپٹا تھا جبکہ کمرہ اچھا خاصا گرم تھا تبھی بلینکٹ یا کسی چیز کے بغیر بھی وہ آرام سے سو رہا تھا۔

"اوہ میرے ظالم سڑو۔ تم سوتے ہوئے اتنے معصوم کیوں لگتے ہو۔ مجھے ڈر ہے مجھے پیار آ جائے گا تم پر۔ کیا کہو گے تم کہ عرشیہ المیر کی کوئی سیلف ریسپیکٹ ہی نہیں۔ خود ہی ناراض ہوتی ہے، خود ہی مان جاتی ہے۔ اوہ میرے خدا۔"

وہ اس تک بے آواز قدموں سے پہنچی، اسکا کارڈ سائیڈ ٹیبل پر اسکے فون کے نیچے زرا سرکا کر رکھا مگر اس سے دور جانے کی ہمت نہ ہوئی تو اسکے پہلو میں ہی ٹک گئی، عرشیہ کو یہ تک بھول گیا کہ عصر نے اسے کہا تھا وہ بنا میڈیسن کے گہری نیند نہیں سوتا، وہ سب بھول گئی، بس یاد رہا تو اپنے اور انیس کے بیچ کا جائز رشتہ، کہ اگر کبھی اس پر پیار آ بھی گیا تو وہ لٹا کر گناہ گار نہیں ہو گی۔

"انیس۔۔۔ میں چاہتی ہوں تم مجھ سے پورا دن بھلے لڑ کر روڈ ہو کر بول لو پر چوبیس گھنٹوں کے کچھ پل ایسے ہوں جب ہم دوستوں کی بات کر سکیں۔ تم اپنے ارد گرد کھینچی اس لکیر کو پار کرنے کی کبھی اجازت دو مجھے۔ کیوں ہو اتنے پیارے؟ کیوں ہو؟"

وہ اسکے رخسار سے ہاتھ جوڑتی اس پر تھوڑا بینڈ ہوئی، پھر اسکا پٹی والا ہاتھ چھوا جو انیس کے سینے پر دھرا تھا، انیس کی گردن پر جو اس نے نیلز مارے انکے نشان مٹ چکے تھے پر وہ ابھی بھی زخموں کو پیارا تھا۔

"مجھے تمہاری فکر کھینچ لائی۔ تم نے جب میری گود میں سر رکھا تھا تو میں بھی ہٹانا چاہتی تھی۔ لیکن مجھے وہ ظلم لگا، تمہارے کندھے پر تو میں نے تمہیں سننے کو سر رکھا انیس، مجھے اپنے دل کو ہلکا تھوڑی کرنا تھا، پھر بھی تم نے رکھنے نہ دیا۔ میں تمہاری طرح اپنے جذبات چھپا نہیں سکتی۔ مجھے تمہاری ٹوٹ کر فکر ہو رہی ہے اور یہی میرا سچ ہے سڑو۔ پلیز مجھ سے بات کرو۔"

وہ اسکے بالوں میں نا صرف ہاتھ پھیر رہی تھی بلکہ عرشیہ نے جھک کر اسکے ماتھے پر جب اپنے ہونٹوں کو رکھا تو نیند میں شدید غرق ہونے کے باوجود بھی اس لمس کا سکون اپنے اندر اتارتا محسوس ہوا، تبھی تو وہ اس پر زیادہ دیر نہ جھکی رہ سکی، اٹھ کر انیس کی بند آنکھیں دیکھنے لگی، اسکو دیکھتے ہی دیکھتے وہ آنکھیں کھول گیا، وہ نیند میں تھا، بنا میڈیسن سکون سے سو گیا تھا پر اس لڑکی کی موجودگی نے اسکی اس مختصر نیند کو بھی کاٹ دیا۔ عرشیہ کا سانس تھمنے لگا کہ وہ آنکھیں تو آنکھیں، وہ پورا شخص اس سے ہینڈل ہونا مشکل تھا۔

"ہمدرد کبھی لعنت نہیں لگا مجھے، اور ہمدرد بھی تم جیسی ہو اگر خاتون!۔ تو اسے وبال کہہ سکتے ہیں لعنت کچھ بُری سینس میں چلا جائے گا۔

تم نے تو کہا تھا تم مجھے تنگ نہیں کرو گی؟ یوں مجھ پر جھک کر کیا تم مجھے آرام دے رہی تھی؟ یہ بھی تنگ ہی تو تھا اور تنگ بھی ایسا کہ مجھ سا انسان ایسے تنگ کرنے کا جواب دینے کی حسرت میں اپنی پسلیوں میں پھنسا پھڑ پھڑاتا رہ جائے۔"

وہ اسکے لفظوں میں امڈتی وارننگ اچھے سے محسوس کر رہی تھی، وہ پیچھے کو جتنا ہٹی وہ ویسے ہی اٹھ کر بیٹھتا ہوا عرشیہ کی سانسوں کے راستے آرکتا سانس بھر کر عرشیہ کو پتھر کا مجسمہ بنا دینا چاہتا تھا، وہ بے اختیار ڈر کر اپنا ہاتھ اسکے مضبوط کندھے پر جما گئی۔

"م۔ میں ناراض ہوں کیونکہ تم بہت روڈ ہوئے۔ لیکن پھر بھی میں چاہتی ہوں تم اٹھو اور نیچے چل کر میرے ساتھ ڈنر کرو۔"

وہ اسکے اور اپنے چہرے کے بیچ زرا سا فاصلہ بنا سکی پر اسکی سانسوں پر اب بھی انیس کی گرم سانسوں کا پھندا چڑھا تھا، وہ ٹھیک سے بول تک نہ سکی نہ اسکی دھڑکنیں اسکے بس میں تھیں۔

"نہ۔"

اس سے پہلے وہ انکار کرتا، عرشیہ نے اپنے ہاتھ کی چاروں انگلیوں کو اسکے حرکت کرتے ہونٹوں پر جما کر اسے اعتراض کرنے میں لب کھولنے سے ہی

محروم کر دیا، انیس کا ہاتھ عرشیہ کی کمر پر جا کر رکا تو اسکے ہاتھ میں خود بخود لرزش آئی۔

"میں کچھ نہیں سنوں گی ابھی۔ تم نے صبح کہا تھا میں تم سے کسی بھی حد تک بے تکلف ہو سکتی ہوں تو یہ وہی حق استعمال کر رہی ہوں۔ پہلے کھانا کھالو پھر میں آرام سے لڑوں گی۔"

وہ اپنے ہاتھ کی انگلیاں اسی امید پر ہٹا رہی تھی کہ وہ بات مانے گا، عرشیہ نے اپنا ہاتھ ہٹایا پر اسکا دل چاہا یہی ہاتھ ان سنہری آنکھوں پر رکھ دے جو بنا کچھ کہے عرشیہ کے وجود سے جان کھینچ رہی تھیں۔

"تم لڑو گی؟"

وہ اسکی آنکھوں کی شدت جیسی شدت اپنی شربتی مدہوش کرتی آنکھوں میں جگا گیا۔

"ہمم۔۔ بہت زیادہ۔ تمہاری سوچ ہے"

وہ اپنے اندر کی تکلیف چاہ کر بھی چھپا نہ سکی۔

"یہ سننے کے بعد اب بھوک لگ رہی ہے مجھے۔ تم نے بہت دیر لگائی واپس آنے میں۔ تمہارا شوٹ کیسا رہا؟ عصر بتا رہا تھا"

وہ اسکو دور ہونے نہ دیتا اسکے یہ کھول کر رکھے بالوں کو ہاتھ بڑھا کر اسکے چہرے سے ہٹائے بولا تو عرشیہ نے حلق سے تھوک نگلا پھر ڈرتے ہوئے انیس کی آنکھوں میں جھانکی، کیا بتاتی وہ یوں بال کھول کر اسی کے لیے تو آئی ہے پر مزید خود سے ہی انیس کا سامنا برداشت نہ ہو رہا تھا، وہ اپنی کیفیت کے آگے نڈھال و ہلکان تھی۔

"اچھا تھا۔ اٹھو نیچے چلیں"

وہ اسکے پاس سے ہڑبڑا کر اٹھی لیکن وہ اسکا پٹی والا ہاتھ پکڑ کر انیس کو اٹھانا چاہتی تھی جس نے اپنی ٹانگ سے لپٹا کمبل نکالا اور عرشیہ کو اپنی آنکھوں کا محور بناتا اٹھ کھڑا ہوا۔

دونوں کے بیچ پھر نزدیکی آن ٹھہری جو اس وقت سراسر زہر قاتل اور شدید مہلک ثابت ہو رہی تھی، منظروں کو تپش پہنچ رہی تھی، آس پاس کا درجہ حرارت اٹھ رہا تھا۔

"کیا تم دوسرے کمرے میں مستقل شفٹ ہو گئی ہو خاتون؟"

وہ جوتے پہننے کے بیچ نظریں چراتی عرشیہ کو پکارا جواب تک اپنا وہ ہاتھ مٹھی میں بھینچے ہوئے سحر ناک کیفیت میں تھی، وہی ہاتھ جس سے اس نے انیس کے ہونٹوں پر قفل لگایا تھا۔

"ہاں۔ تم نے کل خود نکالا تھا مجھے۔ جب تک میرے والے روم میں آ کر مجھے پورے پروٹوکول کے ساتھ لینے نہیں آو گے میں نہیں آنے والی۔"

وہ اپنا اعتماد انیس کے ہمراہ کمرے سے نکلتے ہی بحال کر گئی تو انیس کی آنکھیں تھوڑا سا مسکرائیں لیکن بہت مختصر!

"وہیں ٹھیک ہو۔ اپنی مرضی اور پرائیویسی کے ساتھ رہو۔ ہاتھ چھوڑ دو میں کہیں نہیں بھاگ رہا"

عرشیہ نے اسکے ہاتھ کو کس کر پکڑ لیا تھا تبھی انیس کو اسے ہوش دلانی پڑی جبکہ عرشیہ کے رخسار دہک گئے جب اس نے انیس کے ہاتھ کو دیکھا جسے اس نے زور سے پکڑ رکھا تھا، وہ فورا اسکا ہاتھ چھوڑتی سیڑھیاں اترتی نیچے چلی گئی تو انیس نے بھی اپنی مس ہوتی ہارٹ بیٹس کو بلکل اگنور مارتے اسکے قدموں کی پیروی کی اور نیچے پہنچا، عرشیہ نے عصر کے ہمراہ کھانا گرم خود کیا جبکہ انیس بس ڈائنگ ہال میں کرسی سنبھالے بیٹھ گیا اور کھانا سارا عرشیہ اور عصر نے ہی لگایا، اس بیچ وہ بس اس لڑکی کو دیکھ رہا تھا جسکی موجودگی انیس کے اندر دھڑک رہی تھی۔

وہ تو سمجھ رہا تھا ایک دو ڈش ہو گی پر عصر کے ساتھ مل کر عرشیہ نے جو پورا دن محنت کی اس سے تو ڈائنگ ٹیبل اچھا خاصا بھر چکا تھا، عصر نے جب انیس کی عرشیہ پر جمی نگاہوں میں کچھ منفرد دیکھا تو وہ عرشیہ کو آرام سے بیٹھ کر

کھانا کھانے کا اشارہ کیے کسی کام کا بہانہ کیے وہاں سے چلا گیا کیونکہ نہیں چاہتا تھا انیس کی گھوریوں کے بعد جائے، بچہ شریف النفس بننے کی پوری کوشش میں تھا۔

"کیا لوگے تم؟ یہ سب میں نے بنایا ہے لیکن آدھی محنت عصر کی ہے۔ کتنا سپائس ڈالنا ہے اور کتنا نمک، یہ سب بھی عصر نے بتایا۔ وہ بہت اچھا ٹیچر ہے۔"

وہ اسکے سامنے پلیٹ رکھتی اس سے اسکی مرضی پوچھنے لگی ساتھ اپنی محنت اور عصر کی مدد کا بھی مسکرا کر بتایا۔

"ہمم۔ بتاتا ہوں۔۔۔ یہ بتاو تمہیں مزہ آیا کھانا بنا کر؟"

وہ دونوں کہنیوں کو میز پر ٹکاتے کرسی کی پشت سے کمر ہٹاتا زرا آگے کو جھکا، عرشیہ اسکے سوال پر انیس کی آنکھوں میں جھانکی۔

"سچ بتاوں یہ بہت تھکا دینے والا کام ہے۔ لیکن برا بھی نہیں ہے۔ تم بتاو کیا لو گے ؟ ٹھنڈا ہو جائے گا پھر سے سب۔"

وہ بے چین تھی تو بس اس بات پر کہ وہ جلدی سے کھانا کھا لے، انیس نے اپنی پلیٹ میں پلاو کی پلیٹ سے رائس ڈالے تو عرشیہ نے خود دو کوفتے اور تھوڑی سی گریوی اسکی پلیٹ کی سائیڈ ڈالی، پھر سیلڈ کی پلیٹ بھی اٹھا کر انیس کے سامنے رکھی، جب تک انیس نے ٹیسٹ کیا، تب تک عرشیہ نے گلاس میں پانی بھی بھرا، وہ اپنے لیے بھی کوفتے اور تھوڑی سی گریوی پلیٹ میں ڈالے اپنے لیے دوبارہ سے گرم ہوا نرم نان کا چوتھائی حصہ اٹھا کر نوالہ بنا کر کھانے سے پہلے انیس کو دیکھنے لگی کیونکہ منتظر تھی کہ وہ کوئی تعریف یا تنقید کچھ کرے مگر وہ تو خاموشی سے کھانا کھا رہا تھا، نہ جناب کا تعریف کا موڈ لگ رہا تھا نہ اس بنے کھانے میں وہ کوئی کیڑا نکالنے والا تھا، بس اسکے کھانے کے انداز اور خاموشی سے عرشیہ کو سمجھ آیا کہ اسے پلاو پسند آیا ہے۔

"تمہارا کھانا بھی ٹھنڈا ہو رہا ہے۔ میں تعریف نہیں کرنے والا بلکل"

وہ اسے اپنی طرف متوجہ پائے کھانے کے بیچ ہی بولا تو عرشیہ نے مسکرا کر اپنا نوالہ بنا کر خود بھی منہ میں ڈال کر چباتے کھانا شروع کیا۔

"مجھے تم سے تعریف کی امید ہے بھی نہیں۔ کوئی برائی بھی نہیں کرو گے کیا؟"

وہ اسے مسکرا کر جتاتی اختتام تک شرارت پر اتر کر انیس کو دیکھنے لگی تو گلے میں پھندا سا لگنے پر وہ کھانس اٹھا، عرشیہ نے اپنے ہاتھ میں پکڑا نان کا پیس پلیٹ میں ہی رکھا اور فوراً سے پہلے پانی کا گلاس اٹھا کر انیس کی طرف بڑھایا، وہ کھانسنے کے بعد بُری سی شکل بنائے عرشیہ کو دیکھ کر رہ گیا جسکی ساری توجہ بس انیس کے گرد تھی۔

"آرام سے کھاؤ ناں۔۔۔ جانتی ہوں بہت مزے کا بنا ہے سب لیکن کیا اپنا گلا پھاڑ لو گے؟ پانی پیو۔"

انیس نے برہم سی نگاہیں عرشیہ پر ڈالیں لیکن جب اسکے ہاتھ میں گلاس دیکھا تو جناب کی آنکھوں میں خود بخود نرمی اتری، انیس نے اسکے ہاتھ سے گلاس لے کر پانی پیا تو عرشیہ کو بھی سکون آیا۔

"اتنا بھی اچھا نہیں بنا پلاو۔ بس گزارے لائق ہے۔ میری طرف کم دیکھو، تمہاری وجہ سے گلا تنگ پڑ گیا تھا"

وہ نخریلے انداز میں اپنی پوزیشن کلئیر کرتے بڑبڑایا تو وہ امید پورا ہونے پر ہنسی، اسی کا تو محترمہ کو انتظار تھا۔

"ہنہ جانتی ہوں میرے جلوے سہنا آسان نہیں، یہ بھی جانتی ہوں کہ کھانا اچھا نہیں بنا۔ تبھی اور ڈال رہے ہو۔ کھاو کھاو"

انیس نے اپنی پلیٹ میں تھوڑا اور پلاو ڈالا تو وہ مسکراہٹ لبوں میں دباتی اسے ساتھ ساتھ اکسائے اپنا کھانا دوبارہ شروع کر گئی، انیس نے اسکی چھیڑ خانی پر توجہ نہ دی کیونکہ وہ سخت بھوکا تھا اس لیے عرشیہ کیا سوچے گی اسکی پرواہ

کیے بنا کھا رہا تھا، عرشیہ نے مصالحہ فش بھی انیس کے آگے سرکائی، وہ دیکھنے میں ہی بہت اچھی لگ رہی تھی، ہلدی سے اسکا رنگ نکھرا تھا، انیس نے وہ بھی تھوڑی سی اپنی پلیٹ میں ڈالی، عصر جیسی بناتا تھا یہ اس سے مختلف تھی جسکا مطلب تھا آج کے کھانے میں جو زائقہ ہے وہ عرشیہ کے ہاتھ کی ملاوٹ کا تھا، عصر نے کچن کے ڈور سے کن آکھیوں سے دونوں کو دیکھا تو مسکرا دیا، وہ گلاب جامن کے ٹھنڈے ہونے کا منتظر تھا کیونکہ وہ گرم بلکل اچھے نہیں لگتے تھے، وہ ان پر پستہ کاٹ کر گارنئش کر رہا تھا، چھوٹے چھوٹے میٹھا کھانے والے باولز میں اس نے دو دو گلاب جامن رکھے، انکو پستے کی خراشوں سے سجایا، چاندی کا ورق لگایا، پھر تھوڑی سی بادام کی کاشیں بھی چھڑکیں اور دونوں چھوٹے چھوٹے سوئیٹ ڈش باول ٹرے میں رکھے وہ باہر آیا۔

اس نے ٹرے دونوں کے سامنے رکھی۔

"عصر۔ تمہارے ہاتھ سلامت رہیں۔ یہ تو دیکھ کر ہی جان لیوا لگ رہے ہیں۔"

عرشیہ کا تو دل چاہا کھانا چھوڑ کر پہلے یہ دونوں گلاب جامن ہڑپ کر لے اور انیس بھی اسکی پسندیدگی نوٹس کر رہا تھا۔

"عافیت سے کھائیں عرشی۔ کچھ بھی چاہیے ہو تو بندے کو میسج کال کچھ بھی کھڑکا دیجئے گا۔ اب مجھے نیند آ رہی ہے اس لیے اجازت دیں۔ شب بخیر"

وہ دونوں کو مزید خلوت دینے کے حق میں تھا اور تبھی مسکرا کر اجازت طلب کی، عرشیہ نے جب نظریں اٹھائیں تو انیس کو اپنی جانب دیکھتا پائے وہ تھوڑا بدحواس سی ہوئی۔

"میں یہ نہیں کھاتا۔"

انیس نے اسکو دیکھتے سوئیٹ ڈش سے انکار کیا تو عرشیہ نے اتنے پیارے اور منہ میں پانی دلاتے ایک سوئیٹ ڈش باول کو اٹھا کر اپنے سامنے رکھا اور ایک انیس کے آگے۔

"کیا زندگی میں کبھی ٹیسٹ بھی نہیں کیا؟"

وہ حیران تھی کہ یہ بندہ اتنی یمی میٹھائی نہیں کھاتا۔

"نہیں۔مجھے میٹھا پسند نہیں"

انیس نے اپنا کھانا مکمل کر لیا تھا تبھی ٹشو لے کر اس نے اپنے ہونٹوں کو صاف کیے ہاتھ بھی کلئین کیے اور ٹشو پلیٹ میں رکھ کر عرشیہ کو اپنی کڑواہٹ کی وجہ بتانے لگا، وہ یہی امید کر رہی تھی کہ یہ میٹھا نہیں کھاتا تبھی اتنا کڑوا ہے۔

"آج تمہیں یہ ٹیسٹ کر لینا چاہیے۔دیکھو تو اس کیوٹو پائی شکل والے گلاب جامن کو، اسے کون منع کر سکتا ہے بھلا۔مجھے تو میٹھائی میں بس یہی اچھا لگتا ہے۔چلو آج ٹیسٹ کرو۔اگر اچھا نہ لگا تو مت کھانا۔لیکن ایک بائیٹ لو"

وہ بھی اپنا کھانا ختم کیے اپنی اور انیس کی پلیٹ سمیٹ کر اک طرف کرتی ایکسائٹڈ ہوتی اسکو اک نیا ٹاسک دے چکی تھی، عصر دونوں کو گلاب جامن کے لیے سپون دے کر ہی نہیں گیا تھا، شاید وہ کچن میں بھول گیا تھا۔

"مجھے پتا ہے یہ اچھا نہیں لگے گا۔ تم کھاو۔ یہ بھی کھالو،"

انیس نے پہلے تو فوری انکار کر دیا۔

"کیا تم کبھی میری بات ایک بار میں مان نہیں سکتے۔ ایک بائیٹ سے کیا ہو جائے گا انیس؟"

وہ اسکو آج یہ کھلا کر دم لینے والی تھی تبھی تو جذباتی بھی ہو گئی اور انیس کو اسکی اتنی سی خواہش رد کرنا اچھا نہ لگا۔

"ٹھیک ہے ایک بائیٹ لے لیتا ہوں۔"

انیس نے سپون تلاشنی چاہی پر سپون نہ پائے عرشیہ نے اسے ویسے ہی گلاب جامن اٹھا کر کھانے کا اشارہ کیا، ویسے بھی وہ زیادہ بڑے سائز میں نہ تھے، کیوٹ راونڈ شیپ تھی، انیس نے انگوٹھے اور شہادت کی انگلی کی پوروں کے بیچ ایک گلاب جامن اٹھایا اور منہ کے پاس لے جاتے ایک بائیٹ لیتے جب چبایا تو ٹیسٹ اسے کچھ خاص پسند نہ آیا تبھی وہ ناگوار تاثر کے سنگ

واپس ڈش باول میں رکھنے لگا جب عرشیہ نے اسکے منہ کو دیکھتے انیس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے منہ کی طرف بڑھائا اور باقی کا گلاب جامن وہ اپنے منہ میں ٹرانسفر کرواتی ہنسی، وہ سچ میں بچوں کی طرح گندا منہ بنا رہا تھا، انیس نے عرشیہ کی طرف مسکرا کر دیکھا پھر اپنے انگوٹھے اور انگلی کی پور کو جہاں چپچپا سا شیر الگ چکا تھا، اسے خود پر ہنستا دیکھے انیس نے انگلی اور انگوٹھے میں عرشیہ کا جبڑا لیا اور وہ میٹھا شیر اعرشیہ کی گالوں پر لگا دیتے ہاتھ ہٹایا تو وہ مسکرانا روکے اسے گھوری۔

"گندے بچے۔۔۔"

عرشیہ نے برہم ہوتے ٹشو لے کر اپنے رخساروں کو رگڑا جبکہ وہ ٹیک لگائے بس اسے دیکھ کر سانس بھر رہا تھا جس نے باقی تین گلاب جامن بھی مزے سے کھائے، اور کھانا کم کھانے کی وجہ سے یہ پسندیدہ میٹھا اسکا پیٹ مکمل فل کرنے میں مدد گار ہوا۔

"چلو اب لڑو مجھ سے"

وہ اسے بھی ٹشو سے ہونٹوں کو صاف کر کے اٹھتا دیکھے بے ارادہ اسے پکارا تو وہ پلیٹس اٹھا کر انیس کے چہرے کی بے قراری پرکھنے لگی۔

"میں پھر کبھی لڑلوں گی۔ برتن رکھ آتی ہوں۔"

وہ اٹھا اور عرشیہ کے ہاتھ سے پلیٹس لے کر ٹیبل پر واپس رکھیں تو وہ حیران و پریشان سی انیس کے چہرے اور آنکھوں کو دیکھنے لگی۔

"تم یہاں کی ملازم نہیں ہو۔"

وہ اس پر واضح کر رہا تھا کہ وہ یہاں کوئی کام مت کرے۔

"فارم ہاوس میں تو مجھ سے کپڑے تک دھلوائے تھے تم نے۔"

وہ کیسے شکوہ کیے بنا رہتی، ویسے بھی اسکی گرے آنکھیں انیس کو ستانے لگی تھیں، وہ شرارتی تھیں، ہنگامہ پرور تھیں، ان سے دامن بچا کر گزرنا مشکل تھا۔

"وہ ٹارچر تھا، تب تم سسپیکٹ تھی۔ یہ تمہارا رتبہ ہے، اب تم بیوی ہو۔ ملازمین یہ سب سمیٹ لیں گے۔ چلو میرے ساتھ"

وہ اسے بازو سے پکڑ تا سیڑھیوں کی طرف بڑھا تو وہ بے اختیار انیس کے ساتھ کھینچتی چلی گئی، وہ خود صدمے میں تھی کہ یہ آدمی بنا جذبات کے بھی کیسے کیسے لفظی حق جتا دیتا تھا، عرشیہ کا خوف تب مزید بڑھا جب وہ اسے بازو سے پکڑے ہی اپنے بیڈ روم میں لایا اور دروازہ بھی بند کیا، عرشیہ نے سہم کر بند ہوتے دروازے کی طرف گردن پھیری۔

"انیس۔۔ مجھے ابھی نہیں لڑنا۔ میں اس وقت اپنے فیورٹ گلاب جامن کھا کر آئی ہوں، اب میرے منہ سے پھول جھڑیں گے، زہر نہیں ٹپک سکتا۔"

وہ اسکے ہاتھ کی گرفت سے اپنی بازو چھڑواتی کمزور سی آواز میں بولی پر دیکھ وہ دروازے کو ہی رہی تھی جیسے انیس نے اس پر دروازہ نہیں، اسکی سانس بند کی ہو۔

"میری طرف دیکھو۔ وہاں کیا ہے؟"

وہ اسکے دروازے پر گڑھی نظروں سے بے چین ہوا، عرشیہ کا منہ پکڑ کر اپنی طرف گمایا تو وہ اسے گھبرا کر دیکھنے لگی۔

"وہاں بند دروازہ ہے۔ گ۔۔ گھٹن ہو رہی ہے۔۔۔"

وہ اسکی اٹکتی سانس دیکھے فوراسے پہلے اسکی بازو چھوڑتا دروازے کی طرف بڑھا اور دروازے کو تھوڑا سا کھولا جسے دیکھ کر عرشیہ کا سپید رنگ واپس بحال ہوا۔

"تم دروازہ کھول کر سوتی ہو؟ (کل تو بند تھا)"

وہ اس تک واپس آئے قدرے پریشانی اور فکر سے بولا، آخری بات منہ میں دبا گیا ورنہ اس پر عرشیہ کو صدمہ ہو جاتا کہ یہ بندہ کل اسکے کمرے میں آیا تھا، عرشیہ نے اپنی گردن پر ہاتھ پھیرے گہرے سانس لیے، کیا بتاتی کہ اسکے ساتھ ایک کمرے میں بند ہونے پر اسکا سانس اٹک رہا ہے۔

"تم ہو یہاں اس لیے"

عرشیہ نے نظریں سی چرائیں تو انیس کے چہرے کا رنگ بدلا، وہ نا صرف اس پر ناراض ہوا بلکہ عرشیہ کے لیے دروازہ پورا کھولے اسے جانے کا اشارہ کیا۔

"جا سکتی ہو وہاں جہاں میں نہیں"

وہ اسکے روڈ لہجے پر منہ کھولے اسے تکنے لگی۔

"تم اب مجھے غصہ دلا رہے ہو۔ کیا چاہتے ہو میں لڑوں؟"

وہ دروازے کے پاس آتی انیس کا ہاتھ پکڑ کر ہٹائے دروازے کو بند کرے اس کے ساتھ لگ کر سینے پر ہاتھ لپیٹے خشمگیں نظروں سے انیس کے تیور دیکھے گھوری مگر وہ پلٹ کر اسے جواب نہ دیے کاوچ پر جا بیٹھا۔

"میں کچھ نہیں چاہتا۔ جا کر سو جاو مجھے کام کرنا ہے۔"

وہ عرشیہ کو نظر انداز کرتا اپنا لیپ ٹاپ اٹھا کر گود میں رکھے اسے آن کرتے ہوئے بولا تو عرشیہ چلتی ہوئی اس تک آئے رکی، وہ اسے اپنے سر پر کھڑا محسوس کرے اپنے تاثرات مزید پتھریلے کر گیا جیسے اسکی موجودگی انیس کو تکلیف دے رہی ہو۔

"کچھ دیر تمہارے ساتھ بیٹھ سکتی ہوں؟"

وہ معصومانہ سا چہرہ بنائے اجازت طلب ہوئی، انیس نے آنکھیں اٹھا کر عرشیہ کو دیکھا اور بہت مدھم اور کھردرا سا اقرار کیا تو وہ اسکے ساتھ

بیٹھی، انیس نے اپنا لیپ ٹاپ سامنے ٹیبل پر رکھے اپنی ساری حسیں ساتھ بیٹھتی عرشیہ کے لیے ایکٹیو کیں۔

"تم وولف کو چھوڑ دو۔ اک نارمل زندگی جیو۔ آج کے بعد اس وولف کے کہنے پر کسی کو ٹارچر مت دینا۔ جیسے میں نے تمہارے پیٹ میں چھری ماری تھی، اگر خدانخواستہ کسی اور قیدی نے تمہاری جان لے لی تو ہم تمہیں کہاں سے واپس لائیں گے؟"

عرشیہ نے آہستگی سے اپنا ہاتھ بڑھا کر انیس کے ہاتھ کو چھوا تو وہ اسکے لمس پر حیران ہو کر چہرہ زرا عرشیہ کی جانب ترچھا کیے پھیر گیا، بولتے بولتے عرشیہ نے اسکا پورا ہاتھ اپنے ہاتھ میں جکڑ لیا، بلکل ویسے جیسے وہ اپنی گرے مدہوش آنکھوں سے اس سنہری آنکھوں والے کو ہپناٹائز کر رہی تھی۔

"ہم؟"

وہ اس ہم کی تشریح جاننے کو شدید بیقرار تھا، عرشیہ کی پلکیں سی لرزیں کیونکہ انیس نے اپنے ہاتھ کی انگلیوں سے اسکی ہتھیلی اور انگلیوں کو سہلا کر یہ سوال کیا۔

"ہم مطلب میں، عدین، ابراہیم انکل اور عصر۔۔۔ تم نے مجھے سزا دی ہے اس تمہارے پیٹ کے زخم کی لیکن میرا دل کہہ رہا ہے تم بس مجھ سے کوئی جائز تعلق بنانا چاہتے تھے اور تمہیں سزا کا بہانہ مل گیا۔ پوری بات سنو پہلے بیچ میں مت بولنا۔"

وہ اسکی آنکھوں کی بڑھتی بے چینی پر اپنی بات کا اختتام اسے ٹوک کے کر گئی کہ وہ اسے ایسی ویسی نظروں سے دیکھے گا تو اس لڑکی کی آواز کیا، دل بھی بند ہو جائے گا۔

"مجھے نہیں پتا تم ہمارے اس رشتے کو کس نظر سے دیکھ رہے ہو لیکن میں چونکہ اب تمہاری بیوی ہوں تو اس ناطے مجھے تمہارا خیال بھی رکھنا ہے اور

تمہاری فکر بھی کرنی ہے۔ عدین اور ابراہیم انکل کے ساتھ ساتھ عصر کی تم سے محبت دیکھ کر مجھے احساس ہوا کہ تمہاری جان بہت قیمتی ہے۔ کم از کم ان تینوں کے لیے تو ہے۔ تمہیں اگر کچھ ہوا تو شاید یہ بھی زندہ نہ رہیں۔ اس لیے تمہیں اب سے اپنا خیال رکھنا ہے۔ تمہیں کوئی چوٹ نہیں آنی چاہیے، یہ تم بھی خیال رکھو گے۔ اور سب الٹے کام بھی چھوڑ دو۔ اگر وولف تمہیں یہ کام بلیک میل کر کے کرواتا ہے تو مجھے بتاو ہم مل کر اس وولف کا کوئی پکا انتظام کر دیں گے"

وہ اپنی بات اسے دیکھنے کے بیچ اسی لیے مکمل کر سکی کہ انیس نے اسکے چہرے سے نظریں ہٹا کر اسکے اور اپنے ہاتھ پر مرکوز کیں، ورنہ وہ بنا لڑکھڑائے کبھی نہ بول پاتی، وہ اسے دیکھ اور محسوس کر رہی تھی، وہ بہت خاموش تھا، اسکے اندر خلائیں بھری تھیں، لیکن پھر بھی عرشیہ کو وہ سکون میں نظر نہیں آتا تھا۔

"میں تمہاری باتیں کیوں مانوں؟"

وہ اب بھی اسے بنا دیکھے بولا تو عرشیہ نے اک بھاری سی مشکل سی سانس لی جیسے بس یہیں تھک گئی ہو۔

"کیونکہ جیسے بھی بنی، لیکن بیوی ہوں ناں میں تمہاری۔ میں تم سے دوستی کرنا چاہتی ہوں تاکہ ہم کم از کم ایک دوسرے کو تھوڑا بہت سمجھ سکیں کہ کسکو کیا چیز تکلیف دیتی ہے اور کیا چیز خوشی۔ اور تم سے یہ بھی چاہتی ہوں کہ ہم یہ رشتہ کبھی ختم نہیں کریں گے۔ چاہے کچھ بھی ہو جائے۔ آئی مین میں شادی کے بارے کبھی نہیں سوچتی تھی، مجھے لگتا تھا اسکا اینڈ ڈائورس پر ہوتا ہے، مما کی زندگی میرے سامنے تھی، انکی مشکلات، انکی بابا کی کہانی تو میرے اندر بچپن سے ڈر بس گیا جو میرے ساتھ بڑا ہوا ہے۔ تو میں رشتہ ٹوٹنے کی تکلیف نہیں سہہ سکتی انیس، اس لیے میں اس رشتے کے آغاز میں ہی تمہیں اپنا یہ ڈر بتا دیتی ہوں تاکہ تم کبھی مجھے نہ آزماو۔ تم نے یہ نکاح بھلے بنا سوچے کر لیا لیکن اسے ختم کرنے سے پہلے میرا ڈر ضرور یاد کر لینا۔"

وہ اپنی ساری ہمت لگا کر بولی تو انیس نے اسکی بات مکمل ہونے پر اسے اپنی نظروں میں بھرا، اور انیس کے اسے دیکھنے کی دیر تھی کہ عرشیہ شدید مضطرب ہو گئی، وہ اسکی نظروں کے آگے بے چین ہو گئی۔

"تم ہمیشہ میری بیوی رہنا چاہتی ہو؟"

انیس کا سوال سادہ تھا پھر بھی عرشیہ کا دل اپنا مرکز بھلانے پر لگا تھا۔

"میں کسی کی بھی بیوی بنتی تو اسے یہی کہتی انیس۔ میں تمہیں اپنا ڈربتا رہی ہوں۔"

وہ اسکی نگاہوں کی تپش کے آگے جو سمجھ آیا بول گئی تو انیس کو اسکی بات شاید پسند نہ آئی کے وہ آہستگی سے اپنا ہاتھ عرشیہ کے ہاتھ سے چھڑوا گیا، عرشیہ کو اسکا یوں کرنا اور ڈرا گیا۔

"اس پر کوئی بات نہیں کرنی مجھے۔ جس طرح تمہیں بیوی بنایا ہے، اسی طرح کسی دن پھر غیر کر دوں گا۔ مجھ پر بھروسہ کرنے کی ضرورت نہیں۔ اب جاو اپنے کمرے میں"

وہ اسکے لہجے سے پھر کٹ کر رہ گئی، وہ اسے جس سے روک رہی تھی، انیس وہی کرنے کی دھمکی دے رہا تھا۔

"تمہاری اجازت لوں گی کیا اب میں بھروسہ کرنے کے لیے سڑو؟"

وہ اپنی آنکھوں کا درد آنکھوں کے پار دھکیلتی اسکا چہرہ اپنی سمت موڑ گئی تو انیس کو مجبوراً اسکی سرخ ہوتی آنکھوں کو دیکھنا پڑا، وہ شدید غصے میں تھا کہ عرشیہ نے کسی کی بھی بیوی ہونے کی بات کیوں کی آخر۔

"مجھ پر بھروسے کی بات ہو گی تو میری اجازت لینی ہو گی تمہیں"

وہ الٹا اسکی گردن کے عقب میں اپنا ہاتھ لے جاتے عرشیہ کا چہرہ اپنے بے حد قریب لاتا قہرناک لہجے میں غرایا تو عرشیہ نے سہم جاتے انیس کی آنکھوں میں اتر آتے غضب کو دیکھا اور پناہ نہیں مانگی۔

"میں کر چکی ہوں بھروسہ انیس۔ اب کیا تم اسے توڑ دو گے؟ تم نے جس طرح مجھ سے نکاح کیا ہے، مجھے نہیں لگتا ایسے ہی مجھے چھوڑ سکو گے۔ تم مجھے نہیں چھوڑ سکتے سنا تم نے۔ میں بہت اچھی لڑکی ہوں۔ کیا وجہ دو گے مجھے چھوڑنے کی۔ چلو یہ بتاو زرا؟"

وہ اسکی نزدیکی اور اتنے قریب لانے کے باوجود اس وقت بلکل نہ گھبرائی بلکہ آج وہ جاننا چاہتی تھی آخر وہ ہے کون؟ کیوں وہ اس سے قیدی کی طرح ٹریٹ نہیں کر پا رہا۔

"بہت سی وجوہات نکل آتی ہیں۔"

وہ اپنا ہاتھ اسکے بالوں میں داخل کرتا جیسے نرم پڑا تھا، عرشیہ کے گلے میں گلٹی سی ابھر کر معدوم ہوئی کیونکہ وہ اسے جس طرح دیکھتا تھا ویسی نظریں آج تک عرشیہ نے کبھی خود پر محسوس نہیں کی تھیں، انسان سب چھپا سکتے ہیں پر آنکھیں سارے راز کھول دیا کرتی ہیں۔

"اچھا۔ مثلا؟ مجھے چھوڑو گے تو کیا وجوہات دو گے مجھے؟ پلیز بتاو میں جاننا چاہتی ہوں"

وہ اس مسئلے کو آج ہی جیسے حل کرنا چاہتی تھی، حالانکہ وہ بہت تھکی ہوئی تھی، سونا چاہتی تھی، کل کا دن شدید مصروف تھا پھر بھی اس شخص کے ساتھ بندھی بیٹھی اپنی اور انیس کی الجھنوں کو حل کرنے میں لگی تھی۔

"ضروری نہیں وہ وجوہات تم سے جڑی ہوں"

وہ اپنا ہاتھ ہٹاتا اس سے یوں پرے ہو کر بیٹھا جیسے اس لڑکی کا سایہ بھی جھٹک گیا ہو۔

"انیس۔ ایسے دل مت دہلاو۔ ادھر دیکھو، تم اپنے ہیموفیلیک ہونے کو کبھی وجہ مت قرار دینا۔ میں تمہارا قتل خود کر دوں گی اس فضول سوچ پر"

وہ اس بار اسکی بازو سے لگ کر بیٹھی پر وہ منہ پھیرے بیٹھا اپنی آنکھیں سختی سے بھینچ گیا تو اسکے جبڑے خود بخود تن گئے۔

"کہہ دو پلیز ہم دشمن دوست جو بھی بن کر رہیں پر ہمیشہ اس نکاح میں رہیں گے۔ میری زندگی تمہارے بغیر بورنگ ہو جائے سڑو۔ میں کسے تنگ کروں گی؟ کوئی تنگ کرنے کو نہ ملا تو یہ عادت مجھے گھوٹنی پڑے گی جو چند دن سے مجھے ہو گئی ہے۔ پھر میں گھٹ گھٹ کر جلدی مر جاوں گی۔ پھر تمہیں شرم نہیں آئے گی ایکس ہسبنڈ بن کر میری قبر پر آتے ہوئے؟ پھول چڑھانے کا بھی حق کھو دو گے"

وہ اپنے ازلی غیر سنجیدہ انداز میں اول فول بولتی انیس کو اسکی جانب دیکھنے پر مجبور کر گئی، وہ اسے جس طرح کاٹ کھاتے تیوروں سے دیکھ رہا تھا عرشیہ کی زبان کو بریک لگی۔

"یہ کیا بکواس کر رہی ہو؟"

وہ سمجھ نہ پائی انیس اسکے مرنے والی بات پر تڑپا ہے یا اسکے بنا زندگی گھٹ گھٹ کر جینے پر، لیکن وہ بہت غصے میں آ گیا تھا۔

"سوری۔ مجھے اب اپنے کمرے میں جانا چاہیے، منہ سے واقعی پھول چھڑنے لگ گئے ہیں۔ تم ٹائم سے سو جانا پلیز۔ میڈیسن لے لو۔ گڈ نائیٹ"

وہ فوراً سے پہلے گھبرا کر اٹھی اور اس سے پہلے جاتی، انیس نے اسکی کلائی پکڑ کر جھٹکا دیا تو وہ سیدھا اسکی گود میں آ کر گری، بمشکل اسکے مضبوط بازو کو پکڑ کر عرشیہ نے خود کو سنبھالا پر جو اسکی آنکھوں میں سوال تھا وہ انیس کی آنکھوں سے جواب کھوج رہا تھا، انیس نے اسکے بکھرے چہرے سے الجھتے

بالوں کی لٹوں کو ہاتھ بڑھا کر سنوارتے ہی عرشیہ کے رخساروں پر پھول اتار دیے۔

"بات ادھوری چھوڑ کر چلی جاو گی کیا؟"

وہ اسکے لب و لہجے کی معصومیت پر یہیں تو لٹتی تھی، کیا کہتی کس مشکل میں جان پھنسا چکی ہے۔

"یہاں تو ہم دونوں ادھورے ہیں، بات کیا خاک مکمل ہوتی۔ بس اتنا کہنا ہے ہم اس رشتے کو ہمیشہ کنٹینیور کھیں گے یہ چاہتی ہوں۔ میں ہمارا رشتہ ٹوٹنے کے کرب کا شکار ہونے کے بجائے ہم دو کے اس عجیب و غریب رشتے کو سمجھنے کی جدوجہد میں مرنا زیادہ پسند کروں گی۔ کیا تمہاری اجازت ملے گی سڑو؟"

وہ اسکے چہرے کی ہر بے تابی پڑھ سکتی تھی تبھی تو عرشیہ کا لہجہ یوں تھا جیسے وہ ہار گئی ہے، اور یہ شخص بھی سب کچھ لٹا چکا ہے۔

"مرنے کے لیے؟"

وہ خود بھی ہوش میں کہاں تھا، عرشیہ کو اسکے سوال سے اندازہ ہو گیا۔

"جینے کے لیے۔پہلے میر افارم ہاوس سے جانے کو دل نہیں چاہ رہا تھا اب یہاں سے اور تمہاری زندگی سے جانے کا سوچنا بھی ناممکن لگ رہا ہے۔میں تمہیں جاتی ہوئی کبھی پسند نہیں آوں گی انیس تو یہاں سے جانے کا مت کہنا۔ہم بھلے آخری سانس تک نارمل نہ ہوں کوئی بات نہیں لیکن ہم الگ نہیں ہوں گے۔ سمجھ آگئی ہے میری بات؟"

وہ اسکے چہرے کو دونوں ہاتھوں میں بھر کر اس جیتے جاگتے بے ہوش پتھرائے شخص کو حکم دے رہی تھی،وہ جیسے اپنی وہ ساری حسیں مفلوج محسوس کر رہا تھا جو اس نے دقتوں سے رواں اور تیز کی تھیں،یہ لڑکی ہر شے پر قابض ہو رہی تھی،چند دن میں وہ انیس کو نگل گئی تھی۔

"تم مجھے پتھر لگ رہے ہو سڑو۔ کچھ تو ہاں ہوں کرو۔ میں نے پتا نہیں کیا کیا اُگل دیا اور تم ہو جیسے میں کب سے ہیر سنا رہی ہوں۔ اوہ میرے اللہ! مجھے اس پتھرائے جذبات سے عاری آدمی کو سہنے کا حوصلہ دے۔ جا رہی ہوں۔ تم مراقبے میں مزے سے موج کرو"

وہ اسکے تھائے سے اٹھتی اپنے مقدر کو کوستی ہوئی دروازے کی طرف بڑھ گئی کیونکہ دل چاہ رہا تھا زمین پھٹے تو اندر دھنس جائے، وہ اس سے پہلے اس تک پہنچا اور عرشیہ کے دروازہ کھولنے پر اپنا ہاتھ عقب سے آتے دروازے پر رکھا کہ وہ واپس بند ہو گیا، عرشیہ سے اب پلٹنا تک محال تھا بس اسکی آنکھیں نم تھیں، وہ گہرے سانس لینے کے بیچ ہی انیس کی طرف سے انیس کی جانب پلٹائی گئی تو عرشیہ نے اپنے چہرے پر پلٹائے جاتے ہی دونوں ہاتھ رکھ دیے، وہ پھر سے مسکرایا کہ کیا انوکھی آئٹم ملی ہے۔

"دیکھو بس ہاں یاناں کر دو۔ مجھے ن۔ نہیں دیکھنا تمہیں۔ پتا نہیں کیا ہو جاتا ہے میری زبان کو۔۔ م۔ میں ویسے بہت اچھی لڑکی ہوں پر تمہیں دیکھتے ہی میرے فنکشن الٹے کام کرنے لگتے ہیں"

وہ اسکے اطراف حاوی ہو کر کھڑا ہے تبھی وہ چہرہ چھپائے برابر بڑبڑانا نہ رکی، انیس نے اسکے چہرے پر جمے ہاتھوں کو دیکھتے اپنے ہاتھ بڑھا کر اسکے چہرے سے دونوں ہاتھ ہٹائے تو وہ پھر سے آنکھیں نیچی کر گئی۔

"جا کر آرام کرو۔ تم بہت تھکی ہوئی ہو۔ نیند لو۔ صبح تک بہتر محسوس کرو گی۔ میں یہ سب صبح تک بھول جاوں گا"

وہ اپنی آنکھیں اٹھائے انیس کی آنکھوں میں تیرتی فکر دیکھنے لگی، اسکے ہونٹوں پر بے اختیار اک مسکراہٹ کا جھونکا آیا۔

"میں نے کب کہا کہ بھول جاو؟"

وہ مسکراہٹ کا لمس فورا سے تکلیف بنا، وہ اسے سخت ناراض ہو کر دیکھتے بولی۔

"خاتون!"

وہ خاموش تنبیہہ تھی، عرشیہ نے اذیت سے مسکرا کر اسے سر ہلائے دیکھا۔

"سمجھ گئی۔ میرے سارے کہے لفظ ضائع گئے۔ تم نے جیسے نکاح کیا ویسے مجھے طلاق بھی دے دو گے۔ کیونکہ میں تو سزا کی حقدار تمہاری اک قیدی ہوں۔ میں ہی پاگل ہوں جو یہ سب بولی انیس۔ بلکل ٹھیک ہے تم صبح تک سب بھول جانا۔ یہ بھی بھول جانا کہ میں نے تم سے اپنا کوئی ڈر شئیر کیا تھا۔ میں دوبارہ اپنی حد نہیں بھولوں گی"

وہ اپنے آپ کو کوستی ہوئی ویسے ہی تکلیف سے انیس کو بھی جواب دیے اسکے سینے پر دونوں ہاتھوں سے دباو دیے اسے خود سے دور کر گئی تو وہ دو قدم دور ہو بھی گیا۔

"تمہاری حد، بے حد ہے خاتون۔ پر سکون ہو جاو۔ نہیں چھوڑوں گا تمہیں اگر تم میرے بغیر مر جاو گی تو"

وہ اسکے الفاظ پر دوبارہ سہم گئی، یقین نہ آیا یہ انیس نے کہا ہے۔

"واہ واہ کن کجھوڑے جیسی آئی لیشیز والے آدمی! میں نے تمہارے چھوڑنے پر مرنے کی بات نہیں کی، رشتہ ٹوٹنے کا جو ڈر مجھ میں بچپن سے پروان چڑھا اسکی بات کی۔ کسی خوس فہمی میں مت رہنا کہ میرا تم پر دل ول آگیا ہے۔ لک ایٹ یو، تم جیسے آدم بیزار سے کوئی محبت نہیں کرنے والی۔۔۔ تمہاری یہ اکلوتی، ذاتی اور حلال بیوی تک نہیں۔ سنا تم نے۔ مغرور کہیں کے؟"

وہ اسکے ایک اور نام کو ان لاک کرتی جس طرح چڑھ دوڑی، انیس کو زرا پیچھے ہٹنا پڑا ورنہ سچ میں کندھوں پر چڑھ آتی، لیکن اب کی بار وہ جس طرح

مسکرایا، عرشیہ کو اپنے ارد گرد نادیدہ حرارت سی محسوس ہوئی، وہ یوں مسکراتا تو عرشیہ کے چار سو آگ دہک جاتی تھی۔

"کن کجھوڑے جیسی آئی لیشیز؟ سیریسلی؟"

وہ اپنی گھنی اور نیچرل خوبصورت آئی لیشیز کی ایسی مماثلت پر صدمے میں جاتا محسوس ہوا پر وہ ہنوز تپی ہوئی تھی۔

"تو اور کیا؟ اتنی گھنی تو لڑکیاں دعاوں میں مانگتی ہیں آئی لیشیز اور سو سو جتن کرتی ہیں ایسے گھنے پن کے لیے۔ پر یہاں دیکھیے اللہ جی کی نوازش!"

وہ اصل میں اسکی آئی لیشیز سے جل رہی تھی، کہ عرشیہ کے پاس ویسی بڑی بڑی پلکیں کیوں نہیں، وہ اندر ہی اندر میسنا مسکراتا تھا پر یوں لگتا جیسے دنیا جہاں سے اکتایا ہوا ہے۔

"تمہیں چاہیں؟ میں اتار کر دے دوں؟"

وہ جس سادگی سے بولا، عرشیہ کا سارا غصہ یہیں جھاگ بنا، اس بندے کے ایسے سوالوں پر وہ پھڑک کر کسی دن مر جاتی، کتنا پیارا لگتا تھا وہ ایسے بھولا بن جاتا کہ جی کرے کھا پی لیا جائے۔

"اتار کر دے دوں؟ کیا ایلفی سے چپکاوں گی میں؟ تم چاہتے ہو ایلفی میری آنکھوں میں گھسے اور میں موت سے پہلے اندھی ہو جاوں۔ کتنے ظالم ہو ناں تم"

وہ اب اسکی کیوٹنس کے طوفان والے سوال پر تپ کر غرائی، انیس اسکی طرف بڑھا تو وہ یکدم گھبرا کر جیسے دروازے کے ساتھ جا چپکی، انیس بھی پریشان ہوا کہ یہ اتنی سہم کیوں جاتی ہے۔

"مجھ سے ایسے ڈرامت کرو۔ میں تمہیں نقصان نہیں دے سکتا۔ رہی بات لیشیز کی تو تم میری اتروا کر اپنی لیشیز کے ساتھ پلانٹ کروالو"

وہ یہ بات بہت سنجیدہ ہو کر کہہ رہا تھا اور عرشیہ اگر مزید رکتی تو بچاری کو واقعی کچھ ہو جاتا۔

"یہ تم پر ہی سوٹ کرتی ہیں۔ اپنا خطرناک اور بھیانک آئیڈیا اپنے پاس رکھو۔ میں جاتی ہوں۔ صبح جلدی نکلنا ہے۔ میں تم سے ڈرتی نہیں ہوں بس یہ میری ذات کے کچھ مزید خوف ہیں"

وہ اسکا ہاتھ تھامے اسے یقین دلا رہی تھی کہ وہ اس سے نہیں ڈری، ابھی تو عرشیہ کو پتا بھی نہ تھا کہ انیس کا یہ ہاتھ کیسے کٹا، اسکا رازدان تو وولف تھا، کیا پتا کبھی عرشیہ تک یہ راز بھی پہنچ جاتا۔

"وہ خوف شئیر کرنے والے نہیں ہیں مجھ سے؟"

وہ اسکی اداس صورت دیکھ نہ سکا تو پیار سے بولا۔

"جو ایک ڈر شئیر کیا ہے اسکی لاج تو رکھ لو۔ پھر باقی بھی بتا دوں گی۔ سو جانا جلدی۔ گڈ نائیٹ"

وہ اسکو جو کہہ کر گئی وہ انیس کو کہاں سونے دیتا، وہ چلی گئی اور انیس نے جانے دیا، لیکن انیس غانم علوی کے لیے اب عرشیہ کے ڈر کو دور کرنا ضروری اور مطلوب ضرور ہو گیا، وہ جا چکی تھی پر اسکی موجودگی انیس کے ارد گرد کسی بے وقت اچھے موسم کی طرح حاوی ہو گئی تھی، وہ ایسی تھی ہی نہیں جو جاتی ہوئی پسند آتی، وہ اسے اداس کر گئی تھی، وہ اسکے الگ کمرے میں رہنے کے حق میں نہ تھا، یوں تو وہ اسے رات بھر دیکھنے سے محروم رہتا تھا، پر وہ اسے کیسے کہہ دیتا کہ وہ اسے نظر آتی پسند ہے؟ اف کچھ کہنا تو انیس کے لیے جان جانے کے مترادف تھا۔

جبکہ وہ اپنے کمرے میں آ کر میٹرس پر گر کر بس گھبرایا سا مسکرائی تھی، کتنے لمحے وہ اس شخص کے پاس گزار آئی اور وقت کتنی تیزی سے سرک گیا۔

"میرا پسندیدہ سر درد ہو تم انیس۔ جسکے لیے میں کوئی دوا بھی نہ لینا چاہوں گی کہ آرام آئے۔"

وہ اس سے دور آکر بھی اسی کے پاس تھی، پھر کروٹ بدل کر وہ انیس کو سوچنے لگی۔

"ہاں یاد مجھے تم کر لینا۔

آواز مجھے تم دے لینا۔

اس راہِ محبت میں کوئی

در پیش جو مشکل آجائے۔۔۔

اے جذبہِ دل گر میں چاہوں۔

ہر چیز مقابل آجائے"

وہ مسکراتی ہوئی یہ غزل گنگنانے لگی، وہ سچ میں خوبصورت آواز اور انداز رکھتی تھی لیکن اس وقت اسکی آواز، لب و لہجے میں نئی نئی محبت کا اثر اور خمار حائل ہوا تھا۔

وہ مسکراتی مسکراتی کروٹ بدلے ہی آنکھیں موند گئی، اسکو کچھ بھی یاد نہ تھا، سوائے اس ارمان کے کہ وہ انیس غانم سے کبھی دور نہ ہو گی۔ زہے نصیب!

.._____..

"ابھی بھی بخار ہے۔ تم سو کیوں نہیں رہی؟ مجھے کچھ کام ہے پلیز سونے کی کوشش کرو منائم"

اتنی دیر ہو گئی تھی وہ بس مہویر سے خدمت ہی لیے جا رہی تھی، کبھی وہ اسکا بخار دیکھتا کبھی اسکے تپتے وجود کی فکر میں دو تین گرم چیزیں اور پہنا دیتا، خضر نے کال بھی کی کہ وہ اپنے میوزک سٹوڈیو ہے اور کل کی تیاری میں بزی ہے لیکن اسکی فکر منائم کے گرد جکڑی ہے، اس نے مہویر کو یہ بھی بتایا کہ اسکی اور منائم کی غیر موجودگی کا نہ عاصم نے نوٹس لیا نہ ہوٹل جا کر بس جاتی محراب نے، تو وہ خوش تھا کہ آج منائم اپنی ٹھیک جگہ موجود ہے، اگر یہ کہا

جائے کہ خضر اس وقت تکلیف کے باوجود منائم کے لیے مطمئین تھا تو یہ غلط نہ تھا، منائم کو شدید ٹھنڈ لگی تھی، مہویر نے اسے میڈیسن تو دی پر اسکا بخار بہت شدت اختیار کر کے واپس کم ہوتا اور یہ بڑھنا اور کم ہونا اسے منائم کے لیے پریشان کر رہا تھا، ابھی بھی وہ اسکا بخار دیکھ رہا تھا کہ اگر سو سے بڑھ گیا تو یقیناڈاکٹر کو بلانا پڑے گا، لیکن وہ بضد تھی کہ وہ بلکل ٹھیک ہے۔

"م۔ میں کوشش کر رہی ہوں مہویر لیکن بہت بے چین ہوں۔ میرے پاس آکر لیٹیں پھر میں جب سو گئی تو آپ بھلے اپنے کام کر لینا۔ آپ نے کہا تھا ناں اگر میں رونا بند کر دوں گی تو آپ مجھے اپنے پاس سلائیں گے "

وہ اسکا ہاتھ تھام لیتی تکیے سے لگی، لحاف میں دبکی ہوئی مہویر کو اسکا کہا یاد دلا گئی، مہویر نے دوسرے ہاتھ سے اسکی گال چھوئی جو اب بھی شدید تپ رہی تھی، گردن تو آگ ہو رہی تھی۔

"منائم۔ دیکھو یہ نزدیکی اچھی چیز نہیں۔ تم سمجھ نہیں رہی۔ مجھے یوں تمہارے ساتھ سونے میں گھبراہٹ ہو رہی ہے۔"

وہ اسکے پاس بیٹھے اک موہوم سی کوشش کرے سمجھانے لگا پر وہ اس معاملے میں بلکل ناسمجھ تھی۔

"مہویر۔ میں کونسا آپکو کھا جاوں گی۔ دیکھیں میرے کوئی جنگلیوں جیسے دانت ہیں کیا۔۔۔؟ نہ میرے نیلز اور پنجے ہیں۔ پھر آپکو مجھ سے کیوں ڈر لگ رہا ہے"

وہ جاگی سوئی کیفیت میں اپنے دانت اور ہاتھ دیکھاتی سراسر نیند کے اثر میں غرق تھی لیکن بضد ایسی کہ کچھ بھی سننے اور سمجھنے کو تیار ہی نہ تھی۔

"منائم۔ تم چھوٹی بچی تو نہیں ہو پھر یہ سوال کیوں کر رہی ہو۔ تمہیں اچھے سے پتا ہے میں کیا کہہ رہا ہوں"

وہ بیزار آکر بولا کہ یہ کچھ بھی کیوں سمجھ نہیں رہی، نہ ہی مہویر کی پوزیشن کا سوچ رہی ہے۔

"مجھے ک۔۔کچھ بھی نہیں پتا۔بس اتنا پتا ہے مجھے آپکے پاس ہی سکون آئے گا۔مہویر پلیز ناں۔۔اب آجائیں مجھے نیند آرہی ہے۔بہت زیادہ سونا چاہتی ہوں۔۔۔سوئی رہوں سوئی رہوں۔۔۔کل بارہ بجے اٹھوں گی۔۔۔آجائیں ناں مہویر۔۔۔کیا آپ اب اتنی زیادہ منتیں کروائیں گے۔"

وہ اسے سخت پریشان کر چکی تھی، اگر بیمار نہ ہوتی تو مہویر اسے اچھے سے غصہ کر کے سیدھا کر دیتا لیکن ابھی وہ اسے ڈانٹ بھی نہ سکا، اللہ اللہ کر کے تو وہ رونا روک سکی تھی۔

"تم مجھے مار کر دم لینا منائم ملک۔۔۔یا اللہ مجھے صبر دے"

اسکی مسلسل ضد اور تکرار سے تنگ آتا ہوا وہ اٹھا اور مجبوراً روم کی مین لائیٹ آف کرے وہ منائم کے ساتھ بیڈ کی دوسری طرف آکر بیٹھا، اپنی

ریسٹ واچ اتار کر سائیڈ ٹیبل پر رکھی اور تکیہ درست کرے لیٹ گیا، اسکے لیٹنے کی دیر تھی کہ منائم اسکی طرف کھسک کر مہویر پر بھی لحاف کروائے اسکی طرف کروٹ بدل کر مہویر کو بھی اشارہ کر رہی تھی کہ وہ سیدھا نہ لیٹے بلکہ منائم کی طرف کروٹ بدلے۔

"اب تم سونے کی کوشش کرو۔"

وہ اسکی طرف کروٹ تو بدل چکا تھا پر اسکا بس نہ چلا کیسے بھی کر کے منائم کو گہری نیند سلا دے، منائم کی اسکے پاس لیٹنے پر خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا، اسکی آنکھوں میں اک اضافی چمک بھر گئی تھی۔

"آپ بھی میرے ساتھ تھوڑی دیر سوئیں۔ پھر اٹھ کر کام کر لیجئے گا۔"

وہ اپنے ہاتھ گال کے نیچے تالی کی طرح جوڑ کر رکھتی اسے بھی سلانا چاہتی تھی، مہویر اسکی ہر لمحہ بڑھتی ڈیمانڈز پر تنگ آ چکا تھا، اس نے پہلے ہی اپنے

مزاج کے برعکس بہت سے کام کر لیے تھے، اب منائم کچھ بھی کہتی تو وہ اسکی طبعیت کی پرواہ کیے بنا بگھڑ جاتا۔

"مجھے کیسے نیند آسکتی ہے جب میرے ساتھ تم سی بے چینی اور مصیبت موجود ہے؟"

ناچاہتے ہوئے بھی اسکے ہونٹوں پر اک برہم سا شکوہ ابھر آیا لیکن وہ اسکے پاس ہونے پر اتنی خوش تھی کہ مہویر کے لہجے کی تھکن و بیزاری محسوس ہی نہ کر سکی۔

"آپ کو اپنی زندگی کی اچھی نیند ملنے والی ہے"

وہ بھلے ٹھیک نہیں تھی لیکن جب تک اسکی آنکھوں کے سامنے مہویر تھا، وہ اپنا ہر درد بھلا سکتی تھی، وہ تھوڑا حیران تھا کہ منائم کس نیند کی بات کر رہی ہے، اس لڑکی کی موجودگی میں وہ بھلا آنکھ لگانے کا کیسے رسک لیتا۔

"اچھا وہ کیسے ؟میرے تو سر میں درد کر دیا تم نے۔اب اگر تمہارا بخار تیز ہو جاتا ہے پھر تو میری رات ایک ٹانگ پر کھڑے ہو کر گزرے گی۔ تمہیں

میرا سکون اور آرام کہاں نظر آرہا ہے ؟"

وہ بظاہر تو عام متجسس لہجے میں بولا پر خفیف

سا برہم بھی تھا، کہ وہ کیسی ناممکن بات کر رہی ہے۔وہ اپنی شدید درد میں ڈوبی آنکھوں سمیت مسکرائی، تکیے سے سر اٹھائے زرا اٹھ کر وہ مہویر کی طرف جھکی اور اسکے رخسار پر جھک کر منائم

نے اپنے ہونٹوں کو رکھا، پھر پیار کرتی اس پر سے جھکتے ہی واپس اٹھی اور پھر تکیے پر سر رکھے حیاسی آنکھوں میں بھرے مہویر کو دیکھنے لگی جسکی آنکھوں میں واقعی سکون اتر آیا تھا، ستم کہ وہ اسے روک بھی نہ پایا کہ قریب مت آو، ڈانٹ بھی نہ پایا کہ پاس کیوں آئی ہو۔

"تمہیں کیا ملا یہ کر کے ؟"

وہ نیند سی آنکھوں میں چبھنے کے بیچ ہی اسے دیکھتے بولا جو شرارتی بچوں سا مسکرا کر اپنے کارنامے پر خوش ہو رہی تھی۔

"مجھے یہی کر کر کے آپکے دل میں اترنا ہے۔ پھر آپ

خود اپنا منہ اٹھا اٹھا کر میرے پیچھے پھرا کریں گے کہ ون کِس منائم"

وہ نڈھال ہو کر بھی جس طرح چہکتی ہنسی، وہ ظالم اور دنیا جہاں سے بیزار ہوا شخص بھی مسکرا اٹھا، جیسے وہ اسے اچھی لگی ہو، بہت زیادہ اپنی لگی ہو۔

"بخار میں ایسی شوخیاں؟ عقل بھی ساتھ جل گئی ہے کیا؟"

وہ ذرا سا اس کے قریب جھکا، آواز میں لاشعوری نرمی در آئی۔

"میرا علاج ہیں آپ۔ میرا اس علاج پر پورا حق ہے مہویر"

منائم کی باتوں میں کوئی چالاکی نہیں تھی، بس ایک بھولا سا یقین تھا کہ محبت ضد سے نہیں، قرب سے جیتی جاتی ہے۔

"اب سو جاو اگر علاج پالیا ہے تو"

وہ اپنی کروٹ سیدھی کرتا لحاف میں لگ بھگ چھپا تو وہ سر تکیے سے اٹھاتی مہویر کی بازو کی طرف آکر جھکی۔

"آپ جا رہے ہیں کیا؟"

وہ اسکی بے چینی بھانپتی منمنائی، سر اٹھانے سے اور بھاری ہوا تو منائم کے چہرے پر خود بخود درد بھرا تاثر چلا آیا۔

"نہیں منائم۔ یہیں ہوں۔ کروٹ پر نہیں سو سکتا اس لیے سیدھا ہوا ہوں۔ اب سو جاو تمہیں آرام کی ضرورت ہے۔ میں بھی سوتا ہوں"

وہ اسکی بازو میں ٹھوڑی گھساتی یک ٹک اسے ہی دیکھ رہی تھی جس سبب مہویر کو مجبوراً اپنی بازو کھول کر اسکے سر تلے گزارنی پڑی، وہ اسکے سینے کے اطراف بازو حائل کرتی فوراً سے ہاتھ لپیٹ کر جب مہویر کے سینے سے لگی، تو وہ حیران و پریشان سا زرا سر ترچھا کیے منائم کا مسکراتا چہرہ دیکھنے لگا۔

"مہویر۔ کروٹ پر سونے سے کچھ ہوتا ہے آپکو؟"

وہ امید نہیں کر رہا تھا کہ منائم اس سے یہ سوال کرے گی، تبھی تو مہویر کی آنکھوں کے گوشے فورا لال پڑے۔

"ہاں۔ سینہ گھٹتا ہے۔ اوپر سے تم پاس ہو تو خدشہ ہے دھڑکن بند نہ ہو جائے۔ یہ جس سینے سے لگی ہو اس میں دل کی جگہ انگارہ پڑا ہے۔ اس سے پہلے اسکی گرمائش تمہارا باڈی ٹمپریچر ناقابل برداشت حد تک بڑھا دے، آنکھیں بند کرو اور سو جاو۔ یہ لاسٹ وارننگ ہے سمجھ گئی؟"

وہ اسکے الفاظ کی سختی پر فورا سے ڈر جاتی اپنی آنکھیں بند کرے منہ نیچے کرتی اپنا چہرہ مہویر کے سینے میں چھپا گئی، وہ اسکے بالوں میں انگلیاں پھیرنے لگا تاکہ یہ مصیبت گہری نیند میں جائے اور وہ اٹھ کر یہاں سے جا سکے، مہویر کے لیے اس وقت سکون میں رہنا ناممکن تھا، اوپر سے وہ اسے یوں پکڑے سو رہی تھی جیسے منائم کو بھی یقین تھا یہ شرطیہ اسکی آنکھ لگتے ہی بھاگ

جائے گا، لیکن کیا واقعی وہ بھاگ پائے گا؟ کیا کبھی ہم اپنے مقدر سے بھاگ سکے ہیں؟ ہر گز نہیں۔

.._____..

لگ بھگ رات کے دو بجنے کے قریب تھے پر یہاں رونق اپنے عروج پر دہک رہی تھی۔

فائیو سٹار ریسٹورنٹ کی سافٹ لائٹس میں سیوانی کے کامیاب فیشن ایونٹ کی خوشی جھلک رہی تھی۔

لانگ ٹیبل پر بیٹھا سٹاف ہنس رہا تھا، سب کے ہاتھ میں موجود گلاس ٹنک رہے تھے، اور سوہا سرمروسادہ مگر شاہانہ انداز میں سب کے بیچ مرکزِ نگاہ تھی۔ اس کی مسکراہٹ میں سکون کم، وقار زیادہ جھلک رہا تھا۔

تبھی دروازہ کھلا، ہوا جیسے ایک لمحے کو رُک گئی۔

رئیس ملانی ریسٹورنٹ ہال کے اندر آیا، اعتماد، نمائش، اور جان بوجھ کر اپنایا ہوا سکون اسکے ہر موں سے نمایاں تھا، اس کی نظریں سیدھی سوہا پر نہیں ٹھہریں، بلکہ سیوانی کے سٹاف نے رئیس کی طرف دیکھ کر مسکراہٹ دی، ابھی تک سوہا اور رئیس کے الگ ہونے کے بات آفیشل نہیں ہوئی تھی اور وہ اسی کا فائدہ اٹھانے آیا تھا، فی الحال تھپڑ کی توھین بھی بھول چکا تھا، وہ چلتا ہوا آئینوں میں اس کا عکس تلاش کرتا رہا، جیسے سامنے دیکھنا اب بھی مشکل ہو۔

وہ قریب آکر رُکا، وہاں موجود سافٹ میوزک بینڈ کریو کے ایک ممبر سے مائیک لیا تو سیوانی کے پورے سٹاف نے ہوٹنگ کی کیونکہ رئیس کچھ کہنے والا تھا، پورا سٹاف یہی سمجھ رہا تھا شاید وہ سوہا کی کامیابی پر کچھ سپیشل کہنا چاہتا ہے۔

"صرف ایک لمحہ... اپنی بیوی کے لیے۔"

لفظ بیوی اس نے آہستہ، مگر صاف ادا کیا، سوہا کی آنکھوں میں لہو اترا، تھپڑ کے باوجود یہ آدمی باز نہ آیا تھا۔

کچھ سروں نے چونک کر سوہا کی طرف دلکشی سے دیکھا، سوہا نے نگاہ نہیں اٹھائی بس اسکی اپنے ہاتھ میں موجود گلاس پر پکڑ سخت ہوئی۔

"ہم تیرے بن اب رہ نہیں سکتے...

تیرے بنا کیا وجود میرا۔

تجھ سے جدا گر ہو جائیں گے

تو خود سے ہی ہو جائیں گے جدا"

رئیس نے گہرا سانس لیا اور پھر، بغیر کسی تمہید کے، اس کی سریلی آواز ریسٹورنٹ میں پھیل گئی، پورا سٹاف رئیس کے گنگنائے گانے پر مست ہوا لیکن سوہا کی آنکھوں کی نفرت بڑھتی گئی۔

"ڈرامے باز آدمی۔ اب اسکے یہ تماشے مجھے ختم کرنے ہی ہوں گے"

وہ مزید اس شخص کو یہ سب کرنے کی اجازت نہیں دے سکتی تھی۔

"کیونکہ تم ہی ہو۔

اب تم ہی ہو۔

زندگی اب تم ہی ہو۔

چین بھی، میرا درد بھی۔

میری عاشقی اب تم ہی ہو"

رئیس نے خوبصورت دیواروں پر سجے آئینے کی طرف دیکھا، جہاں سوہا کا عکس لرزتی روشنی میں قید تھا، میوزک اور وائلن بینڈ اسکے گانے کے ساتھ بھرپور میوزک دے رہا تھا، جیسے ہر طرف سماں سا بندھ گیا تھا پر خدا گواہ تھا کہ رئیس کے لیے سوہا کی نفرت اس سب کے باوجود بھی کم ہوئی ہو۔

"تیرا میرا رشتہ ہے کیسا۔

اک پل دور گوارا نہیں۔

تیرے لیے ہر روز ہے جیتے

تجھ کو دیا میرا وقت سبھی

کوئی لمحہ میرا نہ ہو تیرے بنا

ہر سانس پہ نام تیرا۔"

ہر کوئی رئیس کی آواز کے جادو کے زیر اثر تھا مگر اب سوہا کی برداشت دم توڑ چکی تھی۔

"دیکھو، سوہا"

اس نے گانے کے بیچ ہی سوہا کے عقب میں رکتے جھک کر اسکے کان میں کہا تو وہ اسکی نزدیکی پر سلگ گئی۔

"لوگ آج بھی ہمیں ایک سمجھتے ہیں۔"

سوہا نے آہستہ سے کرسی پیچھے کی اور اٹھ کھڑی ہوئی۔ پورا ہال جیسے اس کے قدموں کے ساتھ خاموش ہوتا چلا گیا۔

"یہ گانا محبت نہیں ہے رئیس ملانی"

سوہا کی آواز نرم تھی، مگر لفظوں میں حد بندی ہلکوری۔

"یہ گڈ بائے ہے"

رئیس نے اسکے جواب پر ایک قدم سوہا کی جانب آگے بڑھایا، پورا اسٹاف جیسے دم سادھ گیا، چہہ مگوئیاں اٹھنے لگیں۔

"تم مجھے چھوڑ دو گی کیا؟ سب کے سامنے؟"

وہ یوں معصوم بن کر بولا کہ ہر دیکھنے والے کو وہ اپنی مظلومیت سے اپنے حق میں کر دیتا دیکھائی دیا تھا۔

"میں پہلے ہی چھوڑ چکی ہوں تمہیں رئیس ملانی۔ کل یہ نیوز آفیشل کر دوں گی۔ اب یہ تماشا بند کرو اور دفع ہو جاو یہاں سے ورنہ مجھے مجبوراً سیکورٹی کو بلانا پڑے گا"

اس بار سوہا کی دھاڑ پر سیوانی کا پورا اسٹاف حیران و پریشان ہوتا اپنی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا، ہر کوئی ایک دوسرے کی منہ کی طرف دیکھنے لگا کہ اخبارات اور میگزین کی موسٹ ٹریننگ جوڑی کیا واقعی الگ ہونے والی ہے، رئیس کی آنکھیں اب اس آگ سے جل رہی تھیں جو وہ پورا دن اپنے اندر دبانے کی کوشش کرتا رہا تھا لیکن ساری محنت سوہا سرمرو نے غارت کر دی، رئیس ملانی کے اندر جانور بیدار ہو رہا تھا، وہ جانور جسے وہ پورا دن لگا کر سلا سکا تھا۔

"ٹھیک ہے بلالو ڈارلنگ! پھر میں بھی کل تمہارے یہ نیوز آفیشل کرنے سے پہلے اپنی اور تمہاری کچھ خاص لمحات والی وڈیوز لیک کر دیتا ہوں۔ وہ تم نے سنا نہیں، بدنام نہ ہوں گے تو کیا نام نہ ہو گا؟"

اپنے اندر موجود جانور کی جھلک رئیس نے سوہا کے کان میں جھک کر دیکھائی، سوہا کے چہرے کا رنگ فق ہوا، رئیس نے کمینگی سے دور ہوتے جب سوہا کو دیکھا تو وہ اپنے ہاتھ کو ایک بار پھر اٹھنے سے بہت مشکل سے روک سکی، ہر کوئی ان دونوں کی طرف ہی دیکھ رہا تھا۔

"آپ سب لوگ ایسے حیران و پریشان نہ ہوں، میری وائف جب بھی مجھ سے ناراض ہوتی ہے اتنی ہی ایکسٹریم پر چلی جاتی ہے۔ دراصل میں آج آ نہیں سکا ناں تو آپکی پیاری سی سوہا سرمرو مجھ سے ناراض ہو گئیں۔ ہے ناں ڈارلنگ؟"

سوہا کی زبان اور اسکی لگام دونوں ہی وہ اپنی گھٹیا دھمکی سے بند کر چکا تھا تبھی اپنی نظروں کی شر انگیزی کے سنگ اس نے سوہا کی طرف دیکھتے پھر اسکے پورے سٹاف کی جانب نظریں پھیریں جنکے چہروں پر نرم سی مسکراہٹ جگمگا گئی۔

"ایکسکیوزمی"

سوہانے اپنے تمام سٹاف کی جانب اک نرم سی نگاہ ڈالے اجازت لی اور رئیس کی بازو پکڑتی وہ وہاں سے لے کر دوسری طرف آئی، چونکہ آج رات کے لیے یہ پورا فائیو اسٹار ریسٹورنٹ سیوانی کے لیے ریزرو تھا تبھی کوئی اور گیسٹ موجود نہ تھے، بلکہ پورا سٹاف بھی بس سیوانی سے وابسطہ تمام آئے لوگوں کو ہی سرونگ کرنے میں بزی تھا۔

رئیس نے اپنی بازو پر سوہا کے ہاتھ کی گرفت دیکھے کمینے پن سے قہقہہ لگایا، سوہانے اسکی بازو چھوڑے اپنا ہاتھ اٹھا کر رئیس کے بلیزر کے اندر سے جھانکتی شرٹ کا کولر اپنی مٹھی میں دبوچا اور اسکی آنکھوں میں دنیا جہاں کی نفرت کا ابال اُمڈا۔

"تم اس قدر پنچ اور گھٹیا نکلو گے میں نے نہیں سوچا تھا رئیس۔ تم ہمارے رشتے کی دھجیاں بکھیرنے کی بات کر رہے ہو؟ کیا نشہ کر کے آئے ہو۔ دو

سال سے جو محبت کا راگ آلاپا وہ کیا بس دکھاوا تھا کہ تم ہمارے تعلق کی پائمالی کی بات کر رہے ہو۔ اتنے کم ظرف اور گرے انسان کو میں کیسے نہ پہچان سکی"

سوہا کے ہاتھ کی جتنی گرفت سخت تھی، اسکے لفظ دگنے تیز تھے، مگر رئیس کی آنکھوں میں ہلکورتی شیطانیت اب کوئی عام نہ تھی۔

"تم مجھ سے الگ ہونے کی کوشش کر رہی ہو اور میں نیچے بھی نہ گروں اب؟ میں تم سے الگ ہو کر مر جاوں گا اس لیے ہر کوشش کروں گا کہ تم اپنا فیصلہ بدلو۔ سوہا میری جان کیا ہو گیا ہے تمہیں؟ مجھے اس قدر گھٹیا پن پر اترنے کے لیے مجبور کیوں کر رہی ہو؟ اگر تمہیں عرشیہ کا ڈر ہے کہ وہ تم سے ناراض ہو گی تو ہم اپنا رشتہ چھپا لیتے ہیں۔ ہم بظاہر اسے دیکھائیں گے کہ الگ ہیں مگر ہم ساتھ رہیں گے۔ تمہیں مجھ سے محبت ہے یہ مر نہیں سکتی سوہا۔ پلیز مجھے مت چھوڑو۔ میں تمہارے عشق میں پاگل ہو جاوں گا اور پاگلوں کا کوئی بھروسہ نہیں ہوتا"

وہ یکدم ہی اپنے تیور بدل گیا جیسے واقعی سوہا کے لیے مر رہا ہو، لیکن سوہا کو خود سے زیادہ عرشیہ پر یقین تھا، پہلے یہ غلیظ آدمی عرشیہ کو دھمکا تا رہا تھا اور اب وہ سوہا کو دھمکا رہا تھا۔

"رئیس۔ تم مجھ سے جتنے چاہے پیسے لے لو لیکن مجھے یہ رشتہ ختم کرنے دو۔ پلیز۔ مجھے مجبور مت کرو کے میں تمہیں کہیں منہ دیکھانے لائق نہ چھوڑوں"

سوہا نے اسے ناگواری سے دھکیل کر دو قدم پیچھے دھکا دیا مگر رئیس نے سوہا کے اسی ہاتھ کو دیوانوں کی طرح تھام لیا جس سے سوہا نے اسے جھٹکا تھا۔

"میری جان۔ منہ دیکھانے لائق تو میں تمہیں اور تمہاری بیٹی دونوں کو نہیں چھوڑوں گا۔ تم سے پیسے نہیں چاہیں بلکہ سیوانی میں پارٹنر شپ چاہیے۔ جو تمہارا گھر ہے وہ چاہیے۔ تمہاری بیٹی بھی چاہیے۔۔۔ کیا دے سکو گی یہ سب، جان چھڑوانے کی قیمت میں"

رئیس کے اندر کی غلاظت کھل کر سامنے آئی تو سوہا کو اسکی شکل اور وجود دونوں سے گھِن آئی، یہی وہ شخص تھا جسے سوہا نے سچ میں محبت سے سنبھالا تھا، کتنی بار رئیس ملانی کو ہوئے بزنس کے نقصانات سوہا نے بھر کر دیے، اسے زمینیں لے کر دیں، نئے جیولز شورومز کے لیے سرمایہ دیا، دو سالوں میں عام سے تاجر اور جوہری کو خاص اور آسمان پر لا بٹھایا لیکن آج سوہا کو پتا چلا کہ اس نے تو آستین میں سانپ پالا ہے۔

عورت محبت میں سب لٹا دیتی ہے پر مرد، وہ سب کچھ تباہ کر دیتا ہے، اپنا بھی اور سامنے والے کا بھی۔

رئیس کی اصل بے چینی عرشیہ تک رسائی کا خاتمہ تھی، اوپر سے عرشیہ کی زندگی میں موجود وہ مرد جس نے رئیس کو اب کم از کم کھل کر سامنے آنے لائق نہ چھوڑا تھا اور اب عرشیہ تک پہنچنے کے لیے اسکے پاس بس سوہا بچی تھی۔

"لعنتی شخص! میں نے تمہارے لیے کیا نہیں کیا؟ تمہیں زمین سے اٹھا کر آسمان پر لا بٹھایا۔ دو سال مہنگے اور برینڈڈ تحائف تم پر پانی کی طرح بہائے، تمہیں کروڑوں کی مالیت کی گاڑی دلائی پھر بھی تم نے نہ مجھ سے وفا کی نہ ہمارے اس رشتے سے۔ بلکہ سب کچھ گندا کر دیا۔ میری بیٹی پر گندی نظر رکھنے والے تم جیسے گِدھ کو عبرتناک انجام بھی میں ہی دوں گی۔ تم مجھے بدنام کرو یا جو بھی کرو۔۔ صاف یہ سب تمہیں بھی نہیں رہنے دے گا۔ جو کرنا ہے کرو۔۔۔۔ تمہیں ایک پھوٹی کوڑی نہیں دوں گی بلکہ جو کچھ دیا ہے اسکی پائی پائی وصول کروں گی۔۔۔ سنا تم نے۔۔۔۔ اب نکل جاو یہاں سے ورنہ میں تمہارے سینے سے تمہارا دل نوچ لوں گی"

وہ نا صرف اپنے حلق کے بل دبا سا چلائی بلکہ رئیس کے سینے پر انگلی دباتے اسے پیچھے کو سرکایا اور اس قدر سوہا کی ہمت و جرت پر رئیس کو صدمہ لگا کہ یہ دو عورتیں اچانک اتنی بہادر کیسے ہو گئیں۔

"کس کے بل بوتے پر اڑ رہی ہو میری جان؟ اس آدمی کے سہارے جو عرشیہ کو اپنی ہونے والی بیوی کہہ کر مجھ پر جانوروں کی طرح ٹوٹ پڑا تھا؟ اسے میں اسی بِل میں گھسا کر ماروں گا جہاں سے وہ نکلا ہے۔ پھر تم اور تمہاری بیٹی کو مجھ سے کون بچائے گا جانم؟ وہ عاصم ملک تو تم دو کا محافظ کبھی مر کے بھی نہیں بن سکتا"

رئیس کے لہجے میں اڈتی تصدیق پر سوہا مسکرائی کیونکہ انیس والی مضبوطی کی تو وہ خود بھی معترف تھی، اب وہ دونوں واقعی بے سہارہ نہ تھیں۔

"ہونے والی بیوی؟ چچ چچ۔۔ ہو چکی بیوی۔ سوچ لینا رئیس جس نے ہونے والی بیوی کو چھونے پر تمہیں سر سے پیر رگڑ دیا تھا وہ اپنی ہو چکی بیوی پر نظر ڈالنے والے کو کیا سزا دے گا۔ اگر تمہارے اس لشکتے اور بظاہر اکڑے بدن میں پٹ پٹ کر مرنے کا سٹیمنا ہے تو عرشیہ کے ہسبنڈ کے سامنے جانے کی ہمت کر سکتے ہو، شوق پورا کر لو۔ رہی بات اسے اسکے بِل میں گھسا کر مارنے کی تو کہیں وہ تمہیں ہی زمینی کھاد کا حصہ نہ بنا دے۔ اب نکلو اپنی یہ سوکھی

دھمکیاں اٹھا کر۔ نہ تو میں تم سے ڈرتی ہوں نہ تم کچھ بھی کر سکتے ہو۔ بلکہ جلد میری طرف سے لیگل نوٹس کے لیے تیار رہنا۔ کل میرا ایونٹ ختم ہو رہا ہے پھر میں تفصیلا اپنی زندگی سے تم جیسے گند کو صاف کرنے کا آغاز کروں گی"

وہ رئیس پر ریسٹورنٹ کی چھت گرا کر رئیس پر تمسخرانہ مسکرا کر واپس اپنے سٹاف کی طرف جا چکی تھی لیکن رئیس ملانی کے پورے وجود کو وہ آتش میں جھونک گئی تھی، رئیس کی آنکھوں میں اٹھتے انگارے جہنم جیسے تھے، وہ پورا جیسے سلگ اٹھا تھا، دونوں مٹھیوں کو آپس میں بھینچتا ہوا وہ وہاں سے لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا باہر پارکنگ تک آیا اور غراتے ہوئے ہاتھ کا مکا اپنی گاڑی کے بونٹ پر مارا، انیس کی دی مارکی ڈوز کے نشان اب تک اسکے منہ پر چپساں تھے پر لگ رہا تھا یہ آدمی جلد ہی دوبارہ اس سے زیادہ پٹنے والا ہے۔

"نہیں۔ وہ کسی کی نہیں ہو سکتی۔ وہ میری ہے۔۔ میں تمہیں حاصل کر کے رہوں گا عرشیہ۔ اور تمہارے اس لگتے کو بھی دہری سزا دوں گا، پہلی سزا

اس نے رئیس ملانی پر ہاتھ اٹھایا اور دوسرا اس نے میری عورت پر ہاتھ ڈالا۔ تو نہیں بچے گا۔۔۔۔۔ آ"

وہ وحشیوں کی طرح غرا رہا تھا، اسکے اندر ہوتی پکڑ دھکڑ بلکل بھی غیر معمولی نہ تھی، اسکی آنکھوں میں جلتی آگ صاف دیکھائی دے رہی تھی۔

خدا خیر کرے!

.._____..

"م۔۔مجھے مت مارو۔۔۔۔"

وہ گہری نیند میں تھی، لگ بھگ اسے سوئے تھوڑا ہی وقت گزرا تھا اور مہویر بھی اسکے ساتھ سو گیا تھا لیکن منائم کے چیخ کر جاگنے پر مہویر کی نیند بھی یکدم بری طرح ٹوٹی، وہ جاگا تو منائم اسکے سینے میں مکمل چھپی خوف سے کانپ رہی تھی، انورٹر کی گرم حرارت جو جسموں کو سکون پہنچاتی، اس وقت منائم کے وجود کو پسینے میں بھیگوئے ہوئے تھی، وہ آگ کی طرح تپ رہی

تھی پھر یکدم ٹھنڈی ہو گئی، اسکا پورا جسم کانپ رہا تھا، وہ آنکھیں بند کیے مہویر کی شرٹ مٹھی میں جکڑے کسی نادیدہ کیفیت سے ہراساں ہو رہی تھی۔

"منائم۔۔ کیا ہوا ہے تمہیں؟"

وہ اٹھ کر اس پر پریشانی سے جھکا تا کہ دیکھ سکے وہ کیوں کانپ رہی ہے پھر منائم نے آنکھیں سختی سے بھینچ لی تھیں، وہ سانس بھی ایسے لے رہی تھی جیسے بس گھٹنے کے دہانے ہو، اسکے بلکل سر دپڑتے ہاتھ اور چہرے کو دیکھتے مہویر نے اسکو پکڑ کر سہارہ دیتے بٹھایا، وہ اب تک کانپ رہی تھی، اسکے وجود میں جیسے ہر شے منجمد ہونے لگی۔

"تم کچھ بولو گی لڑکی۔۔۔۔ یا اللہ یہ میرے کس گناہ کی سزا ہے؟"

وہ اسکے کوئی ریسپانس نہ دینے پر خود ہی اٹھا اور کمرے کی مین لائیٹ آن کی پر زیادہ تیز روشنی وہ بوکھلاہٹ میں نہ جلا سکا، کمرہ اب تک نیم تاریک ہی تھا

پر فانوس جل اٹھنے پر وہ ایک دوسرے کو با آسانی دیکھ سکنے کے لائق ہوئے، پھر وہ واپس اس تک پہنچا، اسکے پاس بیٹھے اسے پریشان ہو کر دیکھا اور منائم کا چہرہ ہاتھوں میں لیا جو بلکل یخ ہو رہا تھا۔

"و۔۔وہ۔مجھے مار دے گا۔۔کوئی مار دے گا۔"

وہ اپنے لاشعور سے بلکل لاتعلق نہ ہوئی ہے یہ اسکی اس بات سے مہویر کو سمجھ آ گیا، مہویر کو لگا یا تو اسے سب یاد آ گیا یا پھر یاد آنے کے بہت قریب ہے لیکن یہ بس اک یاداشت پر آتے دباو کا جھونکا تھا، جو منائم کی مینٹل ہیلتھ میں ہوتے خفیف سے سدھار رکھتے بدلاو کا نتیجہ تھا۔

مہویر نے اس کے ماتھے پر آہستہ آہستہ ہاتھ پھیرا، جیسے کسی خوف زدہ بچے کو خاموش کروا رہا ہو۔

"سانس لو منائم، دیکھو میں یہیں ہوں، کوئی تمہیں ہاتھ بھی نہیں لگا سکتا میرے ہوتے ہوئے"

مہویر کی آواز میں وہ مضبوطی تھی جو کسی دیوار کی طرح ڈھال بن سکتی تھی۔ منائم کی بند پلکوں کے نیچے آنسو جمع ہو گئے، ایک ہلکی سی سسکی اس کے ہونٹوں سے سانس کے ساتھ پھسلی۔

"ک۔۔ کسی نے مجھے مارنے کی ک۔۔ کوشش کی۔۔ کوئی مجھے آپ سے چھین لینا چاہتا ہے مہویر۔۔۔"

وہ اب تک ڈری ہوئی اسکی پناہوں میں سسک رہی تھی، مہویر کی آنکھیں اپنے لیے سرخ ہوئیں کہ اسکی وجہ سے یہ لڑکی کس قدر اذیت میں گرفتار ہو چکی ہے۔

"سونے کی کوشش کرو کوئی تمہیں چھو بھی نہیں سکتا۔"

وہ اسکو خود سے دور کرنے لگا پر وہ اس سے یوں لپٹ گئی جیسے مہویر سے دور ہونا اسکی جان نکال دے گا، وہ اسکا حصار اپنی حفاظت محسوس کر رہی تھی۔

"م۔ مجھ سے دور نہیں جائیں مہویر۔۔۔"

یہ الفاظ منائم کے ہونٹوں سے بمشکل ادا ہوئے، مگر مہویر کے دل پر سیدھا وار کر گئے، وہ لہو ہوتے دل اور زخمی نگاہوں سے منائم کو دیکھ رہا تھا جسکی کھلتی بند ہوتی آنکھوں میں بس مہویر بسا تھا۔

"م۔ منائم پلیز چھوڑو مجھے۔۔"

وہ اس سے دور ہونے کو مچلا پر وہ اس کو بے بس کرتے پھر رو پڑی، جیسے اس شخص کا خود کو دور کرنا منائم کے وجود کو چھیل رہا ہو، اسکے دل کو زخموں سے بھر رہا ہو۔

"م۔۔ مت جائیں۔۔۔ و۔۔ وہ مجھے مار دے گا"

وہ اس قدر ڈری ہوئی تھی کہ وہ ہار مانتا مزاحمت ترک کرے اسکے قریب ہو گیا، اس قدر قریب کہ منائم نے بے اختیار اس کا بازو دونوں ہاتھوں سے جکڑ لیا، سینے کے گرد دوسری بازو لپیٹ کر جکڑ لی جیسے اگر اس نے چھوڑا تو وہ پھر اسی اندھیرے میں گر جائے گی جہاں سے ابھی نکلی تھی۔

"میں کہیں نہیں جا رہا... منائم"

مہویر نے دھیرے سے کہا، اور اس کا سر اپنے کندھے سے لگا کر اسکی پیٹھ تھپکنے لگا۔

منائم کا جسم تب بھی ہلکا ہلکا کانپ رہا تھا مگر اس کی سانسیں رفتہ رفتہ مہویر کی سانسوں کے ساتھ ہم آہنگ ہونے لگیں، وہ جتنا خود کو اس سے بچانے کی کوشش کرتا وہ اتنی اس میں جذب ہونے پر آجاتی کہ مہویر کے پاس سانس لینے کی آسانی بھی نہ بچتی۔

وہ اس کے سینے سے لگی ہوئی تھی، اس قربت میں منائم کو اپنے دل کی دھڑکنیں بڑھتی محسوس ہو رہی تھیں۔

کچھ لمحوں بعد منائم نے آنکھیں کھولیں، خوف ابھی مکمل مٹا نہیں تھا، مگر اب اس میں ایک التجا شامل ہو چکی تھی۔

"م۔ مجھ سے پیار نہیں کرتے آپ۔ تو میری ٹوٹ کر فکر کیوں کرتے ہیں۔ ک۔ کیوں آپکی آنکھیں مجھے جھٹک نہیں پا رہیں۔۔ آپ مجھے چاہیں مہویر۔۔ مجھے یاد دلائیں کہ آپ واقعی میرے ہیں۔ و۔۔ ورنہ مجھے یہ ڈر کھا جائے گا۔۔۔ م۔ مرنا نہیں چاہتی۔ مہویر آپ میرا اکلوتا سہارہ ہیں۔۔ م۔ مت رہا کریں مجھ سے دور۔ م۔۔ میں آپکو کیا ہی نقصان دوں گی بھلا۔۔۔ میں آپکو یا آپکے دل کو زخمی کرنے سے پہلے خود کو ختم کر دوں گی۔"

وہ اسکے سینے سے چہرہ اٹھا کر مہویر کو دیکھ رہی تھی جسکو وہ ہر طرف سے مکمل گھیر چکی تھی، بے بس کر چکی تھی، نڈھال کر چکی تھی۔

"منائم تم ہوش میں نہیں ہو۔ تم پچھتاو گی میرے قریب آکر۔ تم سانس سانس تڑپو گی۔ مجھ سے وابستگی تمہیں جیتے جی جہنم میں جلائے گی۔ پیاری معصوم لڑکی دور رہو اس سیاہ بخت سے"

وہ اسکے چہرے کو دیکھتا، اسکی اس حالت پر ترس کھانے کے ساتھ اسے اپنے ساتھ کی تباہ کاریاں بھی یاد دلا رہا تھا لیکن وہ اس سے زیادہ اور کیا ہی تباہ ہوتی کہ اسے اپنی زندگی کا سب کچھ بھول چکا تھا، اس سے زیادہ بربادی اور کیا ہوتی کہ اس کو مارنے کی نیت کر کے منائم کی زندگی میں آتے شخص کے لیے ہوش و حواس دونوں میں ایک سی طلب گار ہو چکی تھی، تباہ تو وہ اسے کر چکا تھا اب بس اس تباہی پر پکی مہر لگنی باقی تھی۔

"تم خود کو سنبھالو منائم"

وہ بہت کوشش کر رہا تھا پر وہ اسے خود سے الگ نہ ہونے دے رہی تھی، رہائی نہ دے رہی تھی، اسکے دور ہونے پر ہر گز راضی نہ تھی، وہ دامن کھینچتا تو وہ پور پور بکھرنے لگتی، وہ قریب آتا تو منائم کو سانس ملتی، وہ تماش بین نہ تھا کہ کسی نازک وجود اور کمزور دل و دماغ والے کے تڑپنے کا یوں مزہ لیتا، وہ اب اسکے لیے اجنبی تو نہ تھی، وہ اسکے نکاح میں تھی، نکاح کی کشش تو کششِ ثقل کو بھی مات دے دیتی ہے، وہ شخص جس نے اپنے وجود کی ساری

بہاروں کو فاطمہ نور کے بچھڑنے پر خراج دے کر خزاں کیا وہ پھر سے اکھٹی اس شخص پر دستکیں دے رہی تھیں، اک مرد کے وجود کو تسکین و کامیلیت اسکو چاہنے والی عورت ہی دیتی ہے، اور وہ اسے اس لمحے بے حد چاہ رہی تھی، وہ لڑکی جسکے دل میں حادثاتاً مہویر کی محبت کو تسبیح کے دانوں کی طرح پرو دیا گیا، بعد میں تباہی لاتی پر ابھی تو وہ ہر غرض و مفاد سے پاک بس مہویر کی طالب تھی۔ مہویر نے اسے تھامے رکھا، وہ صرف ان کے جسموں کی نزدیکی نہ تھی، وہ منائم کو خوف سے نکالنے والا اطمینان تھا، مہویر میثاق ابھی اتنا تہہ دامن بھی نہ ہوا تھا کہ کسی کو اطمینان بھی نہ دے پاتا۔

وہ اس وقت ہوش و حواس سے بیگانی تھی جسے سکون بس مہویر کی پناہ و آغوش ہی دے سکتی تھی، وہ چاروشانے چِت نہیں ہو سکتا تھا، وہ مرد تھا، کبھی نہ بہکنے والا مضبوط مرد اور ایک مرد تب تک اپنا سب کچھ ایک عورت کے حوالے نہیں کرتا جب تک اسے یہ یقین نہ ہو کہ وہ عورت اسکی عزت و ناموس کی محافظ ہے، جبکہ وہ بے دھیانی میں مہویر سے محبت جوڑنے

والی اسے کیا ہی نقصان دیتی کہ اسکا دل اور وجود سب ہی مہویر میثاق کے قبضے میں تھا۔

اور پھر ان کے بیچ بنی ہوئی وہ باریک سی فاصلے کی لکیر جو جسموں اور روحوں کے بیچ کے سفر اور حدوں سے جڑی تھی، خاموشی سے مٹ گئی۔

باہر برستی بارش کے ساتھ وہ منائم کی ہر بے چینی کا توڑ بڑے وقار سے کر گیا، نہ لٹ کر بھی وہ اسے مکمل کر گیا، نہ فدا ہو کر بھی وہ اسکو اپنی روح کے دریچوں تک بسا گیا، اس نے یہی سوچا کہ جسم ہی تو ہے، وار بھی دیا تو کیا ہو گا، پر وہ یہ بھول گیا تھا اسکے جسم کے ساتھ سینے میں جو دہک چکا انگارہ نما دل ہے وہ اس جان لیوا قربت پر دوبارہ جی بھی سکتا ہے، اس خود پر واری قربان اور نچھاور ہوئی لڑکی کی نرم پناہوں اور حق سے لٹائی بے وقت مہربانیوں کے سبب موم کا ڈھیر بھی ہو سکتا ہے اور دل کے ساتھ ہوئے حادثے مقدر سے جڑے ہوتے ہیں۔ یہ حادثہ بھی انکے مقدر کی اک لکھی واردات تھا، اور یہ واردات اس گہری رات میں ہر پل گہری اور شدید ہوتی

چلی گئی، اس حد تک کہ وہ دو ایک ہو گئے، بس نام کے جسم بچ گئے، روحوں کی ہم آہنگی وجود پا گئی، خوشبوؤں کے تبادلے بڑی شان سے
ہوئے، سانسوں پر سانسوں کی دیر پا دسترس کمرے کے فسوں میں ٹمٹماتے تاروں سی جگمگاتی رہی، حرارت بڑھتی اور کم ہوتی رہی، وجودوں کی آزمائش طویل تر تھی پر اک دوسرے میں اک اجالا سا اتار کر آخر اک نہ ختم ہوتے سکون پر تکمیل پا گئی۔

زہے نصیب!

.._____..

اک نئی صبح روح زمین پر اتر چکی تھی، کھڑکیوں کے زرا سے ہٹے پردے سے روشنی چھن چھن کرتی ہوئی کمرے میں داخل ہو رہی تھی، بارش سے اٹے دن اور برستی رات کے بعد نکلنے والی آجکی دھوپ صبح ہی گرم اور حدت سے بھری تھی۔

آنکھوں پر دھوپ کی گرمائش کا نرم لمس پائے عرشیہ کی آنکھیں کھلیں تو خود کو اسی کروٹ پر پائے وہ جاگی، سامنے ہی کھڑکی کا ادھ کھلا پٹ روشنی کے اندر آنے کو راستہ دے رہا تھا، وہ مسکرا کر آنکھوں پر ہاتھ رکھے کروٹ بدل کر سیدھی لیٹی اور سوئی سوئی نیند کے خمار میں دھت آنکھوں سے چھت کو دیکھنے کے بعد وہ اٹھ کر بیٹھی اور بہت زور سے آتی جمائی روکی پھر بالوں میں ہاتھ پھیرتی وہ اپنے پیر زمین پر اتارتے اٹھی، کھڑکی کے پردے کو ہٹایا تو علوی مینشن کا مختلف رنگوں کے پھولوں سے سجا گارڈن ایریا دیکھے عرشیہ کی آنکھیں مزید تر و تازہ ہو کر مسکرائیں پھر وہ پلٹی اور وارڈرب کی طرف جا کر اس نے کبرڈ کھولتے کل آئے کپڑوں والا پارسل نکالا جو کل عرشیہ نے عصر سے پک کروایا تھا تو دیکھنے کا ٹائم نہ ملنے پر وہ بس کبرڈ میں رکھ گئی تھی اور آج وہ انہی میں سے کچھ پہننے والی تھی۔

وہ مسکرا کر ان کپڑوں کو لیے نہانے بڑھ گئی، اسے ملک ہولڈنگز نو بجے نکلنا تھا اور ابھی آٹھ تو بج چکے تھے، انیس اب تک اپنے کمرے میں سو رہا تھا، وہ

عموماً فجر کے وقت جاگتا تھا پھر اسکے بعد لائیٹ سا اوٹس و دبیری کا ناشتہ لیتا تھا، پھر وہ جیم جاتا تھا لیکن آج اسکا جیم کا موڈ نہیں تھا تبھی کل کے کام کی وجہ سے اس نے مزید کچھ دیر نیند کا سوچا تھا، ابراہیم بھی جاگنگ کے لیے جاتے تھے تبھی اٹھ گئے تھے پر عدین لیٹ اٹھتا تھا تبھی وہ سو رہا تھا۔

عرشیہ کا فون بج رہا تھا جب وہ نہا کر، اپنے بلیک اور تھوڑے بھورے ڈائے بال ڈرائے کیے چینج کر کے باہر آئی تھی، مگر وہ فون پر لگا آلارم تھا تبھی وہ اسے بند کرتی آکر آئینے کے سامنے رکی، اس نے کریم کلر کا ایک سادہ مگر ایلیگنٹ ون پیس ٹاپ اینڈ وائیڈ لیگ ٹراوزر اسٹائل لباس پہنا تھا، اوپر کا حصہ ہلکے سے وی نیک کے ساتھ نرم اور فلوئیڈ فیبرک میں تھا جو اس کی شخصیت کو گریس دے رہا تھا، جبکہ نیچے وائیڈ ہائی ویسٹ لیگ پینٹ تھی جو جدید اور پاور فل لُک دے رہی تھی اور کمر پر باریک سی میچنگ بیلٹ بندھی تھی جو اسکے آؤٹ فٹ کو شیپ دے رہی تھی۔

"واہ سڑو تمہاری پسند تو میری پسند کو بھی کراس کر گئی۔"

اس کے اوپر عرشیہ نے زیتونی سبز رنگ کا فِٹڈ بلیزر پہنا، بلیزر کے بازو ہلکے سے فولڈ کیے جو اسکو اچھے لگ رہے تھے، بال وہ اندر واش روم میں دیوار کے ساتھ ہی فٹ ہوئے ڈرائیر سے خشک اور کرلر سے تھوڑے شائنی باٹم کرل میں سیٹ کر آئی تھی، جبکہ ڈریس کے ساتھ عرشیہ نے کراس میچنگ کو گولڈن اسٹرپی ہیلز پہنی تھیں جو اوپن ٹو (Open-Toe) تھیں، جن میں آگے باریک سی پٹّی اور ٹخنے کے گرد نازک اسٹرپس تھیں جنھیں باندھ کر وہ اپنے بیگ کی طرف بڑھی اور اس ڈریس کے ساتھ اس نے اپنے چنکی ائیر پیس نکال کر کانوں میں پہنے اور اک کلائی میں گولڈن واچ، وہ اپنے آپ کو آئینے میں دیکھے ڈریسنگ ٹیبل کے پاس آئی جہاں ٹیبل پر خواتین کے لیے برینڈڈ اور نیو میک آپ پراڈکٹس ترتیب سے رکھے گئے تھے، عرشیہ نے اپنا آج کا میک آپ شارپ رکھا کیونکہ وہ ملک ہولڈنگز کا آج اہم حصہ بن کر جانے والی تھی تو اسکے وقار اور تیاری میں کسی قسم کی کمی نہ تھی، اپنا فون اور ایک شال وہ اپنے بیگ میں پہلے سے رکھے ہوئے تھی، پھر وقت

دیکھا تو وہ اپنی تیاری مکمل کرنے سے پہلے اس نے فون نکال کر شاید مما کو میسج ٹائپ کیا تھا، ننی کا پیارا میسج بھی تھا جو اسکی دلکش مسکان بنا۔

جبکہ عدین بھی جاگ کر کمرے سے نکلا تو باہر ڈائنگ ہال میں کرسی جما کر بیٹھے ابراہیم علوی نے اسے گڈ مارننگ کہا لیکن وہ تھوڑے سنجیدہ تھے۔

تبھی عدین نے بابا کی طرف سے یہ سنجیدگی پائے بنا کچھ کہے سیڑھیوں کا رخ کیا، وہ ہر احساس سے عاری چہرے سمیت اوپر پہنچا اور انیس کے بیڈ روم کے باہر پہنچ کر رکے اس نے بھیو کے کمرے کے دروازے پر ہاتھ رکھ کر گہری سانس لی، اسی لمحے عرشیہ بھی اپنے کمرے سے نکلی۔

"یہ عدیں ہے ناں۔ انیس کے کمرے میں جا رہا ہے۔" وہ ریڈی ہو کر کمرے سے نکلی ہی جب اسے عدین، چپکے سے انیس کے کمرے میں جاتا نظر آیا، عرشیہ نے اپنا بیگ وہیں باہر رکھے سٹنگ کاوچ پر رکھا اور رازداری سے وہ ڈور تک پہنچی، تھوڑا سا دروازہ کھول کر اندر جھانکی تو عرشیہ کو عدین پر بہت

ٹوٹ کر پیار آیا کیونکہ وہ سوئے انیس کے پاس بیٹھے جھک کر بھیو کا ماتھا چوم رہا تھا۔

"میں آپ سے بہت ناراض ہوں لیکن میں آپکو رلا کر سکون میں نہیں بھیو۔ آئی لو ویو سو مچ۔ میں انتظار کر رہا ہوں کہ آپ مجھے ایک بار اور منائیں۔ امید کرتا ہوں آپکی ہمت نہیں ٹوٹی ہو گی۔ اگر ٹوٹ بھی گئی ہے تو میں چپکے سے جوڑنے آیا ہوں"

وہ نا صرف سوئے انیس کا ماتھا چوم رہا تھا بلکہ اس نے بھیو کے ہاتھ کو اپنے ہاتھوں میں لے کر افسردگی و ملال میں ڈوب کر کہا، پھر اس نے انیس کے ہاتھ کو بھی چوما، عرشیہ کو انیس پر رشک نہ آتا تو کیا آتا جسکا بھائی اسے اتنا پیار کرتا تھا۔

"عدین بھی میری طرح ہی ہے۔ جانتا ہے انیس جذبات و محبت سے الرجک ہے تبھی میری طرح چھپ کر کِس کر رہا ہے۔ آہ عدین! تم نے میرا دل لوٹ لیا۔ تم دونوں کا یہ پیار ہمیشہ سلامت رہے۔ آمین"

عدین کی بھیو سے یہ چھپ چھپ کر کی باتوں پر وہ جذباتی ہو گئی تھی، عدین کو باہر آتا دیکھے عرشیہ جلدی سے دروازے سے ہٹی تو عدین جس طرح آیا ویسے ہی سیڑھیوں کی طرف جاتا نیچے بھاگ گیا، عرشیہ دوبارہ سے دروازے تک آئی، اندر جھانکی جہاں وہ اب تک بے خبروں کی طرح سو رہا تھا، کتنی دیر وہ دروازے میں کھڑی اس شخص کو دیکھتی رہی کہ نجانے کیا ہوا انیس کی نیند بھی ٹوٹنے لگی، عرشیہ نے غور کیا تو انیس اٹھ چکا تھا، لیکن اٹھ بیٹھتے ہی ٹانگیں نیچے لٹکائے وہ کسی نادیدہ مگر قوی احساس کے تحت چونکا ہوا تھا، وہ اسکی حیرانی پر مسکرائی اور اندر داخل ہوئی۔

وہ اپنے دماغ پر زور ڈالنے کو اپنا سر ہاتھوں میں لیے مسل رہا تھا جب عرشیہ کے روم میں آتے وہ آہٹ پر متوجہ ہوا مگر عرشیہ اسکے اس طرح بے چین ہونے پر مزید پاس آئی۔

"کیا ہوا تمہیں؟ ہوائیاں کیوں اڑی ہیں؟"

وہ چلتی ہوئی اسکے پاس پہنچی ہی جب انیس نے اسکا ہاتھ پکڑ کر کھینچے اپنے پہلو میں لا بیٹھایا، عرشیہ کے لیے انیس کا یہ انداز بہت مختلف اور زیادہ جان لیوا تھا۔

"کیا تمہیں پسند آیا یہ ڈریس؟"

وہ اسکے سوال کو نظر انداز کرے الٹا سوال کر گیا تو عرشیہ اسکے سوئے سوئے حسن میں کھوئی ہی مسکرائی کہ جناب کے ہوش پورے جاگ گئے کہ یوں نوٹس لیا گیا۔

"ہاں۔ تینوں اچھے ہیں۔ کمفی۔ یہ فیبرک میرا فیورٹ ہے۔ تم بتاو جاگتے ہی تمہاری کیفیت ایسی کیوں تھی جیسے تم بے چین و بے قرار ہو گئے ہو؟"

وہ اسے مطمئین کرتی اپنا سوال اشتیاق سے دوبارہ دہرا گئی تو انیس نے اسکی بازو آزاد کی اور پھر سے اسکی آنکھیں سکون یکجا کرتی نظر آئیں۔

"اچھا لگ رہا ہے مجھے سب۔ کچھ ہوا ہے کیا؟"

وہ معصومانہ سی خوشی و حیرت سے عرشیہ کو بتاتا ساتھ ہی سوالیہ ہوا تو عرشیہ جیسے تھم ہی تو گئی، کیا وہ سب محسوس کر لیتا تھا، بھلے نیند میں بھی کیوں نہ ہو؟ وہ خوفزدہ ہوئی کہ کہیں کل اسکی چوری بھی پکڑی نہ گئی ہو۔

"کیا ایسا اچھا تمہیں کل بھی لگا تھا؟ جب میں نے تمہیں جگایا تھا؟"

وہ ڈرے ڈرے انداز میں انیس کی آنکھوں میں جھانک کر بولی تو انیس نے فورانا سمجھی سے عرشیہ کو دیکھا کہ وہ کیا بات کر رہی ہے۔

"مطلب؟"

جناب کی ناسمجھی اب بھی برقرار تھی۔

"مطلب یہ جو اس وقت تمہیں اچھا لگ رہا ہے۔ یہ کیفیت۔ یہ کل بھی ہوئی تھی جب میں تم پر جھکی ہوئی تھی؟"

وہ اب خود الجھی محسوس ہوئی جبکہ وہ لمحہ انیس نے پورے ہوش سے جیا تھا یہ اعتراف اک پل اسکی شربتی آنکھوں میں اترا تھا۔

"کہنا کیا چاہتی ہو؟"

وہ جان بوجھ کر بات گما گیا تو عرشیہ نے مزید تفصیل میں جانا خطرناک خیال کرتے مسکرا کر نفی کی۔

"کچھ نہیں۔ تمہیں پتا ہے ابھی عدین آیا تھا۔ وہ تمہارے پاس آکر بیٹھا۔ پھر اس نے تمہارا ماتھا چوما، کچھ کہا پھر ہاتھ چومتے وہ نیچے چلا گیا۔ وہ کتنا دیوانہ ہے

تمہارا انیس۔ تم نے اسے کس قدر دکھی کیا پھر بھی وہ مرتا ہے تم پر۔ اسے ایک بار اور اچھے سے مناو وہ مان جائے گا۔"

عرشیہ کے اس اعتراف پر انیس کی آنکھوں میں خود بخود پیار سمٹنے لگا، حالانکہ عرشیہ نے صاف اشارہ دے دیا تھا کہ انیس اسکی یہ بات پکڑ سکتا تھا لیکن انیس نے صرف عدین کی محبت پر فوکس کیا، عرشیہ کل کے سکون کا کیوں پوچھ رہی ہے یہ مدعا بیٹھا رہنے دیا۔

"مناوں گا۔ تم نے کل اسکا کافی دل پگھلا دیا۔ شاید اسے تم مجھ سے بھی اچھی لگی ہو تبھی اتنی جلدی آ گیا میرے پاس"

انیس نے یہ کریڈٹ عرشیہ کو دیا اسکی عرشیہ کو خوشی ہوئی، کیونکہ وہ خود بھی ان بھائیوں کی دوری کے حق میں نہ تھی۔

"وہ بہت پیار کرتا ہے تم سے۔ ماں کی طرح تمہارا ماتھا چوم رہا تھا اور اسکے ہاتھ چومنے میں اتنی عقیدت تھی کہ میں اسے دیکھتی رہ گئی۔ انیس تم اسے

مناو لیکن اسے یہ ضرور بتانا کہ تم اس سے کتنی محبت کرتے ہو۔ وہ جی اٹھے گا۔ وہ تمہارا لفظی اظہار ڈیزرو کرتا ہے اس پہل کے بعد"

انیس نے عرشیہ کے اصرار پر نظریں چرائیں۔

"وہ سب جانتا ہے میرے کہنے کی کوئی ضرورت نہیں"

انیس کا لہجہ یکدم سخت ہوا تو وہ ہاتھ بڑھا کر انیس کے ہاتھ کو تھام گئی، انیس نے بے اختیار گردن گما کر عرشیہ کے چہرے کو دیکھا۔

"اللہ سب جانتا ہے انیس پھر بھی ہم اس سے دعائیں مانگتے ہیں۔ کیونکہ اسے ہماری دعائیں سن کر نوازنا زیادہ پسند ہے۔ جب اس دنیا کے خالق کو اپنے بندوں کا اظہار اتنا پسند ہے تو اسکے بندے اس خوبصورت شے سے کیوں بھاگتے ہیں؟"

وہ اتنی خوبصورت مثال اور وضاحت دے چکی تھی کہ انیس کی آنکھوں میں جہاں نیند تھی اب وہاں مرغوبیت کا رنگ گھل گیا تھا، عرشیہ نے اسکا پٹی والا

ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیتے انگلیوں کے گرد اپنے ہاتھ سے ہلکا سا دباو دیا پر دیکھ وہ ایک دوسرے کی آنکھوں میں رہے تھے۔

"وہ ہمارا مالک ہے، پرفیکٹ ہستی۔ ہم اسکے بندے ہیں، ہم چاہ کر بھی پرفیکشن کو چھو نہیں سکتے۔ تم کوئی اور بات کرو ورنہ جاو جہاں جا رہی تھی۔ میں بھی فریش ہونے جا رہا ہوں۔ بہت کام ہیں مجھے آج"

وہ اس موضوع سے فرار کرتا اٹھنے لگا پر عرشیہ نے اسکا ہاتھ جکڑ رکھا تھا تبھی وہ اٹھ نہ پایا، عرشیہ کی بازو اسکی بازو کے گرد الجھی تھی۔

"ہم کل شام کو قوبا کے لیے نکلیں گے۔ تمہیں پتا ہے وہاں موسم کی پہلی سنو فال ہو رہی ہے۔ نی نے بتایا میسج پر، لیکن اتنی زیادہ نہیں کہ راستے بلاک ہوں۔ موسم فورا اچھا ہو جاتا ہے اور دھوپ نکلتے ہی ساری برف پگھل جاتی ہے۔ ایسا کریں گے کل جانے سے پہلے تمہارے سٹیچر کھلوا لیں گے۔ زخم بھر گیا ہو گا یقینا۔ کیا تم میرے ساتھ جانے پر واقعی راضی ہو؟"

وہ کل کے لیے بہت زیادہ ایکسائیڈ تھی، اس نے مصروفیت کی وجہ سے بس تین دن کا سٹے سوچا تھا کیونکہ اس سے کم شماس صاحبہ ہرگز نہ مانتیں، انیس نے اسکی آنکھوں میں اتر آتی خوشی اور بے یقینی بغور دیکھی۔

"تم ہمیشہ آذربائیجان جاتے ہوئے اتنی ہی ایکسائیڈ ہوتی ہو؟"

وہ اسکا جواب نظر انداز کرے بس عرشیہ کی اس خوشی کی وجہ جاننا چاہتا تھا۔

"ہاں ہوتی تو ہوں کیونکہ میں نے نئی اور نانو کو ہی ہمیشہ اپنے پیرنٹس سمجھا۔ لیکن اس بار زیادہ ایکسائیڈ ہوں۔ میں تمہیں وہاں بہت کچھ دیکھاوں گی۔ میرا بچپن گزرا ہے وہاں۔ میرے دوست ہیں"

وہ بولتے بولتے انیس کی برہم نظروں اور بل والی پیشانی پر رکی، اسے عرشیہ کے دوستوں کا حوالہ سنے غصہ سا آیا، وہ فورا بھانپ گئی کہ سڑو کو کیا تکلیف دے گیا۔

"دوست؟"

انیس کا لہجہ ناگواری سے ازبر تھا۔

"وہ گھوڑے ہیں سڑو۔ کیا ان سے بھی جلو گے؟" وہ خود ہی اسکی جیلسی پر ہنس پڑی۔

"تمہیں دوستی کے لیے وہی ملے تھے؟"

وہ منہ بگاڑ کر پوچھتے بولا۔

"تب تم سا شیر نہیں ملا تھا ناں۔ اب تم سے کروں گی دوستی۔ وہ بھی رشک والی"

وہ ہر حربہ آزما رہی تھی اسے امپریس کرنے کا۔ اف!

"مجھے تم سے دوستی میں کوئی دلچسپی نہیں"

وہ اسکی بازو سے اپنی بازو نکالتا اٹھ کھڑا ہوا تو وہ بھی اٹھی، اپنے جلووے سے ہی وہ اسے زیر کر دیتی پر وہ بھی کسی صورت عرشیہ سے کم حسین نہ تھا تبھی زیر نہیں ہوتا تھا۔

"ٹھیک ہے نو پرابلم۔ تم جانے پر راضی ہو؟"

وہ بلکل بھی برا نہ مناتی مطمئین انداز میں اپنا سوال دہرا گئی تو انیس نے اپنا ٹاول اٹھاتے گردن کے اطراف ڈالتے رک کر اک بھرپور نگاہ عرشیہ المیر پر ڈالی جو اس لڑکی کو گرم ماحول میں بھی کپکپی بخش گئی۔

"عدین کی وجہ سے نہیں جا سکتا۔ تم ہو آو۔ انجوائے کرنا۔ میں کچھ ٹائم تک اسے اکیلا نہیں چھوڑ سکتا۔ جانتا ہوں تم سے کہا تھا چلوں گا لیکن میرا پلین بدل گیا ہے، وہ پہلے ہی مجھ سے غصہ ہے، اگر میں تمہارے ساتھ گیا تو پھر اسے میں مر کر بھی نہیں منا سکوں گا۔ تمہارے ساتھ جانا اسکی ضد کو ہوا دینے سا ہو گا"

وہ اسے ایک لمحے میں لمبی سی وضاحت دیے مایوس کر گیا، عرشیہ کی مسکراہٹ دم توڑ کر رہ گئی، وہ بے ارادہ اسکی سمت بڑھی۔

"لیکن وہ راضی ہے تم سے، ورنہ ایسے تم پر پیار کیوں نچھاور کرتا؟"

وہ انیس کے ارادہ بدلنے پر شدید افسردگی کا شکار ہو چکی تھی، شاید اگر انیس نہ جاتا تو وہ بھی نہ جا پاتی، چلی بھی جاتی تو اپنا دھیان یہیں چھوڑ جاتی۔

"اسے راضی رکھنے کے لیے مجھے احتیاط برتنی ہو گی کہ مزید کچھ ایسا نہ کروں جو اسکو تکلیف پہنچائے۔ تم چلی جاو، تمہاری وہاں فیملی اور دوست ہیں۔ میرا جانا بلکل ضروری نہیں ہے"

وہ اپنی طرف سے یہ معاملہ سمیٹ گیا، کتنا آسان تھا اس شخص کے لیے دلائی امید واپس لینا، وہ کچھ دیر اسکی آنکھوں میں ہی تکتی رہی۔

"مجھے تم سے یہی امید تھی سڑو۔ لیکن تم نے اچھی امید دلا کر میرے ساتھ برا کیا تھا، دوبارہ ایسا مت کرنا، میرا دل رکھنے کے بجائے میرے منہ پر انکار

کر دینا۔ اٹس اوکے۔ میں عدین کو لے جاوں گی، اس سے دوستی کرنی ہے مجھے کیونکہ تم تو میری دوستی میں دلچسپی ہی نہیں رکھتے تو میں تمہیں اب کبھی اپنا دوست نہیں بناوں گی۔ تم یہیں رہنا انجوائے کرنا ہم دونوں کے بنا۔ اسکا پاسپورٹ تو ہو گا ناں یقینا۔؟ اسکا فوری ویزا لگوانا میرے لیے مشکل نہیں میں وہاں کی نیشنیلٹی ہولڈر ہوں"

وہ بلکل بھی مایوس نہ ہوئی، عرشیہ نے یہی شو کیا جیسے اسے انیس کے جانے کی امید تھی ہی نہیں، جبکہ عرشیہ سے اسے عدین کو لے جانے والی بات کی بھی امید نہ تھی، وہ انیس کی طرف سے غیر اہم ثابت ہوئی تھی اور عرشیہ اپنے جذبات کو اس بدلے کے بیچ بلکل کودنے سے باز رکھے ہوئے انیس کو بھی غیر اہم بنا چکی تھی۔

"وہ تمہارے ساتھ کیوں جائے گا، کیا لگتی ہو تم اسکی؟"

انیس کو اپنا غیر اہم ہونا چبھا تھا، عرشیہ اسکے معصومانہ سوال پر طنزیہ سا ہنسی۔

"تمہاری معلومات کے لیے بتادوں کہ میں اسکی اکلوتی بھابھی ہوں۔ اور بھابھی ماں جیسی ہوتی ہے۔ وہ میرے ساتھ ضرور جائے گا کیونکہ وہ تمہاری طرح پتھر نہیں ہے اور موم کو پگھلانا میں اچھے سے جانتی ہوں۔ مجھے لگتا ہے میری اور عدین کی وائبز ہماری قوبا سے واپسی تک میچ ہو چکی ہوں گی۔ میں آج کے بعد تم سے کوئی امید نہیں لگاوں گی۔ تاکہ تمہیں اس بے دردی سے توڑنی نہ پڑے۔ اب جاو نہالو، آگ لگ گئی ہو گی تن بدن پر"

وہ اک اک لفظ میں تپش بھرتی انیس پر واضح کرتی ہوئی نہ صرف اس سے دور ہٹی بلکہ دروازے کی طرف بڑھ گئی۔

"میں بھی دیکھتا ہوں وہ کیسے مجھے چھوڑ کر تمہارے ساتھ جاتا ہے"

عرشیہ جو کمرے سے نکلنے والی تھی، اس سفاک چیلنج پر وہیں سے پلٹ کر انیس کی طرف دیکھنے لگی جو گلے میں لٹکے ٹاول کے دونوں کنارے پکڑتا ہوا زچ کرتی سخت شکل بناتا عرشیہ کے سامنے آکر تن گیا۔

"چیلنج کر رہے ہو انیس غانم؟ وہ بھی مجھے؟"

وہ اپنے سینے پر ہاتھ لپیٹے محظوظ انداز میں انیس کو دیکھتے بولی۔

"ہاں چیلنج ہی سمجھ لو۔"

وہ بھی جواباً مزید اکڑا۔

"تو تمہارا چیلنج قبول کرتی ہوں۔ اگر میں جیت گئی تو مجھے کیا ملے گا؟ تم نے یہ نکاح اک چیلنج پر ہی کیا تھا ناں انیس کہ میں سامنے آئی تو تم مجھ سے نکاح کرو گے۔ تو اس میں بھی کوئی ایسی ہی شرط میری طرف سے ہو گی۔ جو راز ہے۔ کیا تمہیں قبول ہے؟"

وہ اسکے یقین پر حیران تھا کہ عدین کو وہ کیسے اس پر قائل کر سکتی ہے، یہ بلکل بھی ناممکن تھا لیکن وہ ابھی عرشیہ کو جانتا ہی کہاں تھا کہ یقین یا بے یقین ہونے کا فیصلہ کر پاتا۔

"اوکے اگر تم نے عدین کو کل جانے کے لیے منالیا تو تم مجھ سے کچھ بھی ایک بات منوا سکتی ہو۔ تم مجھ سے کچھ بھی مانگ سکتی ہو۔ میں دوں گا بنا اعتراض"

انیس کو چونکہ یہ ناممکن لگ رہا تھا تبھی اس نے اتنی بڑی بات کہہ دی کیونکہ اسے یہ ایک فیصد بھی ہوتا نظر نہ آرہا تھا، عرشیہ کی آنکھوں میں چمک اور مسکراتا لمس ناچ اٹھا، جبکہ عرشیہ کی مسکراہٹ انیس کو خطرے کا گھنٹہ ہی لگی۔

"گریٹ مسٹر سڑو! یہ تو کمال ہو گیا۔ ٹھیک ہے عدین کو ساتھ چلنے کے لیے منانے کا مشن ابھی اسی لمحے شروع ہوتا ہے۔ ویٹ اینڈ واچ"

وہ بہت زیادہ ایکسائیڈ تھی کہ اس آدمی کو وہ قابو کرنے کا سنہرا موقع پانے والی ہے، جبکہ انیس ابھی بھی اسکا مزاق اڑاتے مسکرا رہا تھا کہ اک ناممکن چیز کے لیے یہ پاگل کتنی ایکسائیڈ ہو رہی ہے۔

"دیکھتا ہوں تم میں کتنی اہلیت ہے۔اب نکلو میرے کمرے سے مجھے نہانا ہے"

وہ اپنی نیچر کے خلاف جا ہی نہیں سکتا تھا، اپنی کٹھور جھلک تو ابھی بھی دیکھا دی، لیکن عرشیہ اب اس سے زیادہ ظالم بننے والی تھی، بھلے اوپر اوپر سے ہی سہی۔

"مجھے نہیں پتا تھا تم کمرے میں نہاتے ہو۔جا رہی ہوں۔روم لاک کر کے نہانا یہ نہ ہو دھوپ کی کوئی شرارتی کرن تمہیں دیکھ لے یا ہوا کا کوئی مست جھونکا تمہیں چھو جائے۔بڑا آیا میرے کمرے سے نکلو۔اپنے سینے سے چپکا لو اپنا کمرہ تم"

وہ گال پھلاتی ہوئی انیس کو گھورتی، تنتناتی ہوئی کمرے سے نہ صرف نکلی بلکہ دروازہ بھی زور سے پٹخ کر گئی، اپنا بیگ اٹھایا اور اسی کیوٹ غصے سمیت وہ سیڑھیوں سے اترتی چلی گئی، انیس نے بند دروازے کو دیکھ کر مسکراتے

ہوئے رخ پھیرا، وہ کمرے میں آتی تھی تو کتنی دیر تک کمرے میں موجود ان محترم کو ہوش نہیں آتا تھا، پھر بھی انیس کی خواہش یہی تھی وہ اسکے پاس آباد ہو لیکن ابھی انیس کے اسے پاس آباد کروانے والے کرتوت ہر گز نہ تھے اور عرشیہ المیر تھی وہ، دل تک ہار گئی ہو لیکن اسکا وقار اسے اس اکڑو کے آگے بچھنے کی ہر گز اجازت نہیں دیتا تھا، اسکے بقول دل ہارنے کا مطلب یہ نہیں کہ انسان اپنا آپ بھی ہار دے، وہ محبت بھی اک وقار کے ساتھ کرنے کی حامی تھی کہ اک دن وہ اظہار و جذبات سے عاری شخص تڑپ کر کہہ اٹھے کہ اسے وہ لڑکی چاہیے۔ شاید وہ ایسا وقت ضرور لے لاتی جب اس شخص کی اکڑ وانا اسکے پیروں میں فنا ہو جائے، ہمیشہ کے لیے قربان ہو جائے۔

وہ مسکراتا ہوا نہانے بڑھ گیا جبکہ عرشیہ کا آج مما کے ساتھ بریک فاسٹ کا پلین تھا لیکن جب وہ نیچے آئی تو عدین اور ابراہیم صاحب ناشتے پر موجود تھے، عدین کچھ سست لگ رہا تھا اسی بارے ابراہیم اس سے پوچھ رہے تھے۔

"آپ دونوں کو صبح بخیر!"

وہ اپنا بیگ ملازمہ کو دیے گاڑی میں رکھوانے کا کہے خود ابراہیم اور عدین کے پاس کی ڈائنگ کی کرسی گھسیٹ کر بیٹھی تو جہاں ابراہیم علوی کے چہرے پر مسکراہٹ آئی وہیں عدین بھی متوجہ ہوا۔

"صبح بخیر تمہیں بھی بچے، کہیں جا رہی ہو؟"

وہ بھی عرشیہ کی تیاری اور بیگ پکڑانا دیکھ چکے تھے۔

"جی انکل۔ ملک ہولڈنگز کی بھاگ دوڑ سنبھالنے کا ٹاسک ملا ہے۔"

وہ نرم سا مسکرا کر بولی لیکن اسکی توجہ چپ چاپ اپنا انڈا پراٹھا کھاتے عدین پر جمی تھی۔

"تم عاصم المیر ملک کی بیٹی ہو؟"

ابراہیم کے لیے بھی یہ کافی شاکنگ تھا کیونکہ عاصم المیر ملک بہت فیمس تھا۔

"جی انکل۔ سیوانی کلاتھ برینڈ سوہاسومرو اور عاصم المیر ملک کی بیٹی۔ ایکچولی بابا کو ہولڈ نگز میں میری کچھ مدد درکار ہے۔ اس لیے ہفتے میں تین چار دن جایا کروں گی۔ لیکن میری کوشش ہے میں اس گھر کو زیادہ توجہ دوں۔ آپکا خیال رکھوں، عدین کی فرینڈ بنوں"

وہ ابراہیم صاحب کو امپریس کر ہی چکی تھی کہ تگڑی اور مالدار بہو ملی پر آخری جملے پر عدین نے جیسے جھٹکے سے نظریں اٹھائیں اور حیران ہو کر عرشیہ کو دیکھنے لگا وہ بہت کیوٹ تھا، ابراہیم بھی عدین کے تاثرات دیکھ سکتے تھے۔

"ضرور میرا بچہ۔ یہ گھر تمہارا ہے اور یقیناً تمہاری توجہ کا طلب گار ہے۔ تمہارے لیے بیسٹ وشیز۔ رہی بات عدین کی تو یہ دوست نہیں بناتا۔ کیا پتا تم اسکی یہ عادت بدل پاو"

اس بار دونوں کی نظریں عدین پر تھیں جسکی بھوک ہی اس درجہ توجہ پر اڑ گئی، اس سے پہلے وہ کوئی جواب دیے بنا اٹھتا، عرشیہ نے اسے پکارا۔

"میرے ساتھ گھومنے چلوگے عدین؟ تمہاری چھٹیاں ہیں ناں۔ کیا تم سنو فال دیکھنا چاہتے ہو، کیا تمہیں نیچر پسند ہے۔؟"

عدین یکدم ٹھٹکا، پھر اس نے بابا کی طرح شاکی نظروں سے دیکھا جیسے کہہ رہا ہو آپکی بہو دیکھیں کیسے بے تکلف ہو رہی ہے۔

"میں صرف بھیو کے ساتھ جاتا ہوں۔ آپ کے ساتھ نہیں جاوں گا"

وہ صاف اور کھرا جواب دیے عرشیہ کو اول لمحے ہی مایوس کر دینا چاہتا تھا پر وہ اتنی جلدی ہمت ہارنے والوں میں سے نہ تھی۔

"میرے ساتھ جاوگے تو ہم ایک دوسرے کو سمجھ پائیں گے، اب ہمیں ہمیشہ ساتھ جو رہنا ہے۔ میں تمہیں تمہارے بھیو سے زیادہ جگہیں سیر کرواوں گی۔ ہم بہت انجوائے کریں گے۔ ہمیشہ مجھے بھائی اور بہن کی کمی محسوس

ہوئی۔ میں جب بھی کبھی اوٹنگ پر نکلتی تھی تو اکیلا پن بہت فیل ہوتا تھا۔ دوسروں کو دیکھتی تھی وہ اپنے بہن بھائیوں کے ساتھ جاتے تھے، مستی کرتے تھے، فن کرتے تھے اور میں اکیلی پھرتی تھی، کوئی مجھ سے دوستی بھی نہیں کرتا تھا کیونکہ بورئنگ تھی بہت اور اگر کسی کے ساتھ کھیل بھی لیتی تو سانس پھول جاتا یا بند ہو جاتا تو دوسرے بچے میرے ساتھ رہنے سے ڈرتے تھے۔ کیا تم دو تین دن کے لیے میرے بھائی نہیں بن سکتے؟ چلو میرا بیٹا بن جانا۔ دوست ہی بن جانا۔۔ کچھ تو بن جاو۔۔۔ میں تمہیں یقین دلاتی ہوں ہم جب واپس آئیں گے تو ہمارے بیچ کی یہ اجنبیت ختم ہو چکی ہو گی۔"

وہ یہ سب بہت اداس ہو کر کہتی گئی، اس نے عدین کی آنکھوں کی سرد مہری یہ سب کہنے کے بعد مدھم ہوتی محسوس کی، خود ابراہیم علوی افسردہ ہوئے تھے عرشیہ کو سن کر، عرشیہ اب تک منتظر تھی کہ عدین کوئی جواب دے، اور وہ سچ میں موم ہی تو تھا، اسے عرشیہ کی تنہائیوں میں ڈوبی بچپن کی

کہانی سن کر دکھ ہو رہا تھا، اسکے پاس تو انیس تھا لیکن عرشیہ کے پاس تو کوئی نہیں تھا جو اسے سنبھالتا، اسکا ہاتھ پکڑتا۔

"بابا میں کلب کے لیے ریڈی ہونے جا رہا ہوں"

وہ عرشیہ کو یکسر نظر انداز کیے اٹھا اور ابراہیم کی اجازت ملتے ہی وہ وہاں سے چلا گیا، عرشیہ نے مایوس ہو کر ابراہیم انکل کی طرف دیکھا۔

"کہاں جانے کا ارادہ ہے تمہارا بچے؟"

وہ انکل کے سوال پر مایوسی سے نکلی۔

"آذر بائیجان! قوبا۔ وہ میرا برتھ سٹی ہے انکل۔ میں ہمیشہ نیو ائیر اپنی نانی اور نانا کے ساتھ ہی شروع کرتی ہوں۔"

وہ اپنے لہجے میں اتر آتی افسردگی چھپا نہ سکی۔

"وہ اپنے بھیو کے ساتھ پچھلے سال آذربائیجان گیا تھا، انیس اسے کافی جگہیں اور ملک گما چکا ہے۔"

یہ سنے جیسے عرشیہ کی آنکھوں میں اک امید جاگی۔

"مطلب اسکا ویزا لگا ہے۔ یعنی وہ میرے ساتھ بھی جا سکتا ہے۔ کیا میں اسکی بھی فلائیٹ کروالوں۔ آپکو کیا لگتا ہے وہ مان جائے گا؟"

وہ ابھی خود کچھ یقین سے نہیں کہہ سکتے تھے کیونکہ انکے دونوں بچے ہی موڈی تھے لیکن عرشیہ کی اس معاملے میں شدت انکو پسند آئی۔

"مجھے کچھ علم نہیں بچے، ابھی تم جانتی ہو بھائیوں کے بیچ کس قسم کا نازک وقت آیا ہوا ہے۔ ایسے میں وہ تمہارے ساتھ کہیں چل پڑے یہ تھوڑا مشکل لگ رہا ہے لیکن تم اسے منا سکتی ہو۔ انیس کی نسبت عدین کی ضد جلد کمزور ہو جاتی ہے۔ تم اپنی کوشش کر سکتی ہو۔ پر انیس کیا تمہارے ساتھ نہیں جا رہا؟"

وہ اب ابراہیم انکل کو کیا بتاتی کہ انکے دونوں بچوں کے بیچ پھنس کر رہ گئی ہے۔

"وہ عدین کو اکیلا چھوڑ کر نہیں جانا چاہتا۔ اور وہ ٹھیک بھی ہے۔ میں عدین کو منالوں تو وہ بھی مان جائے گا۔ میں اپنی کوشش جاری رکھوں گی لیکن مجھے آپکی مدد چاہیے ہو گی۔"

وہ اس وقت مدد کے لیے صرف ابراہیم علوی پر ہی بھروسہ کر سکتی تھی جو اسکے ساتھ ہر قسم کے تعاون کے لیے تیار تھے۔

"میں ہر مدد کے لیے تیار ہوں بچے۔ ہوپ سو تم کامیاب ہو جاو"

وہ اسکی امید مضبوط کرتے مسکرائے تو وہ بھی کچھ فکر سے آزاد ہوتی مسکرائی۔

"ان شاء اللہ۔ میں واپس آ کر ملتی ہوں۔ ایسا کروں گی آج عدین کو اسکے کلب سے میں خود پک کر لوں گی۔ آپ اسے بتایئے گا مت میں اسے سرپرائز دوں گی۔ آپکا دن اچھا گزرے انکل"

اسے بھی چونکہ دیر ہو رہی تھی اور ابراہیم کو بھی آفس نکلنا تھا تبھی وہ انکا مزید وقت نہ لیتی اجازت طلب ہوئی۔

"ناشتہ نہیں کرو گی تم؟"

وہ بھی پدرانہ انس لیے فکر مند ہوئے جب وہ اجازت طلب ہوتی اٹھی۔

"نہیں۔ میں مما کی طرف جاوں گی پہلے تو وہیں کر لوں گی۔ آپ اپنا خیال رکھیے گا اور اچھے سے ناشتہ کریں۔ اجازت دیں"

وہ مسکراتی ہوئی رخصت ہوئی۔

"خوش رہو میرے بچے"

ان سے شفقت بھری دعا لیے پلٹی ہی جب عرشیہ کو عصر مینشن میں آتا دیکھائی دیا، وہ انیس کے کسی کام سے گیا تھا بس ابھی لوٹا۔

"صبح بغیر لیڈی"

وہ کافی فریش اور تر و تازہ لگ رہا تھا پر عرشیہ کو دیکھ کر اسکی تازگی میں اسکی خوبصورت مسکراہٹ نے اضافہ کیا۔

"تھینکیو جینٹل مین۔ تم باہر کہاں سے آرہے ہو؟"

وہ مسکراتی ہوئی اسکے ہمراہ ہی گھر سے نکلی، لگ بھگ ساڑھے نو بج چکے تھے مگر دھوپ میں ابھی تک اتنی شدت نہ تھی، گزشتہ بھیگے دن اور رات کے سبب دھوپ میں بھی نمی اور ٹھنڈی ہوا تھی۔

"سر کے اک کام سے گیا تھا کمپنی، کچھ انٹرنیشنل کلائنٹس کو پراجیکٹس دیکھانے تھے فائنلائز کرنے کے لیے۔ وہ خود تھکے تھے تو مجھے بھیج دیا۔"

وہ اسکے ہمراہ ہی مودب ہوتا چل پڑا تو عرشیہ نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا اور زرا دیر رک کر پلٹی۔

"وہ تم سے بہت کام کرواتا ہے ناں۔ مجھے لگتا ہے اس نے تمہیں بھی اسی لیے سوفٹویئر انجینئرنگ کروائی تاکہ وہ تم سے بھرپور مدد اور کام لے سکے۔ کتنا اچھا ہوتا اگر تم شیف بنتے، اپنا کھانا بنانے کے ہنر کو نکھارتے عصر۔ یہ کس بورنگ کام میں پھنس گئے ہو؟"

وہ سچ میں عصر کے لیے فکر مند تھی تبھی تو اتنی پیور پریشانی دیکھے مسکرا دیا۔

"آپ کو علم نہیں میں نے شیف بننے کی پراپر تعلیم لی ہے، وہ بھی فرانس، Le Cordon Bleu کا سرٹیفیکیٹ یافتہ ہوں، دنیا بھر میں بہت ویلیو رکھتا ہے، اور کبھی بھی اپنا کام شروع کرنے کا پرمٹ بھی ملا تھا۔ انہوں نے پہلے مجھے میرا شوق پورا کرنے کی اجازت دی پھر اپنے بزنس میں مجھے شامل ہونے کی آفر کی۔ وہ بھی خوشی سے نہیں، کیونکہ وہ مجھے ماسٹر شیف

میں شامل کرنا چاہتے تھے لیکن انہی دنوں میں انکو انکے بزنس پارٹنر اور اکلوتے دوست نے دھوکہ دیا۔ وہ انکے سوفٹ ویئر چوری کر کے غلط کاموں میں استعمال کرنے لگا، انکو ائری بھی چلی تھی، وہ تو سر کے بہت بڑے بڑے لوگوں سے تعلقات ہیں تو لے دے کر یہ انکوائری ختم کروائی گئی تھی ورنہ انکا ڈریم گیمنگ سٹوڈیو کب کا بند ہو چکا ہوتا۔ وہ کسی پر بھروسہ نہیں کر سکتے تھے تبھی مجھے مدد کے لیے اپنے ساتھ شامل کیا"

وہ یہ سن کر حیران بھی ہوئی اور انیس کو ملتے دھوکے پر دکھ کا اظہار بھی کیا۔

"اوہ۔ سو سیڈ۔ تو مطلب تمہارے اندر جو یہ پُروفیشنل باورچی گھسا ہے یہ فرانس والوں کی محنت ہے۔"

وہ دکھی بھی ہوئی لیکن عصر کا پروفیشنل شیف ہونا زیادہ خوشی کی بات تھی جس پر وہ مسکرایا بھی تھوڑا غرور بھی کیا۔

"مطلب ہمارا وہ سڑو ٹیلنٹ کی قدر جانتا ہے۔ آہ کتنا اچھا ہوتا وہ تھوڑا اظہار بھی سیکھ لیتا۔ اسکا وہ کلموہا دوست زندہ تو نہیں بچا ہو گا پھر اسے دھوکہ دینے کے بعد؟"

وہ اب آگے کی کہانی جاننے کو متجسس تھی جبکہ یہ ذکر ہی ایسا تھا کہ عصر کے منہ کے زاویے سے بدل گئے۔

"ناصرف زندہ ہے بلکہ اب بھی انیس غانم کے اکلوتے دوست کی مسند پر فائز ہے"

یہ بتاتے عصر کو اپنا کلیجہ سلگانا پڑا، خود عرشیہ کا حیرت سے منہ کھل گیا۔

"واٹ؟ یہ تمہارا سر کیا مینٹلی فالٹڈ ہے۔ دھوکے باز دوست کو نہ سزا دی نہ چھوڑا، الٹا اب تک ساتھ رکھا ہوا کہ لو آستین کے سانپ مجھے پھر ڈس لو"

وہ اس بات پر سخت تلملا اٹھی جبکہ عصر بچارا ابھی اسی بات کا رونا روتا تھا۔

"وہ اسے دھوکے کی سزا معاف کر چکے ہیں کیونکہ انہی دنوں اس کلمو ہے نے سر کی جان بچائی تھی۔ ان دو کی ایک آوٹ آف سٹی میٹنگ تھی، ساتھ جا رہے تھے، انیس سر نے اس پراجیکٹ کو اپنا اور اس دوست کا آخری کمبائن پراجیکٹ ڈیکلیر کر دیا تھا لیکن انکی گاڑی کا بہت بھیانک ایکسیڈنٹ ہو گیا، وہ بھی شدید زخمی تھا لیکن سر کا تو کوئی حال ہی نہ رہا تھا، انکا ایکسیڈنٹ میں پیٹ کا تھوڑا حصہ کٹ گیا تھا اور سر بھی پھٹا تھا، وہ کوئی غیر معروف علاقہ تھا، وہاں کے ہسپتال میں خون کے کوئی ذخائر نہ تھے، نہ کہیں سے خون کا بندوبست ہو پا رہا تھا، اسی دوست نے اپنی پرواہ کیے بنا سر کو بلڈ دیا کیونکہ انیس غانم کی حالت ایسی تھی کہ زخموں کی مرہم پٹی سے پہلے خون روک کر خون کی کمی کو پورا کرنا اہم تھا۔ وہ بچ گیا کمینہ یوں سر کی جان بچا کر، ایون اسے خود اگلے دو سال تک اس حالت میں خون دینے پر صحت کے شدید مسائل بُھگتنے پڑے۔ بس وہ دن ہے اور آج کا دن، وہ دوست ہے، انکی جان ہے لیکن وہ اسے بتانا چھوڑ چکے ہیں کہ وہ اسکی زندگی میں اہمیت رکھتا

ہے۔خود کو جبراً اس سے ہر طرح دور رکھ کر وہ اسکی اک انوکھی سزا تجویز کر چکے ہیں۔"

وہ رکا تو عصر کی آنکھوں میں وہ بھیانک وقت سوچ کر سُرخائی گھل چکی تھی، یہی کیفیت عرشیہ کی تھی، وہ جُھرجُھری لے اٹھی تھی، یہ سب سننا ہی بہت دردناک تھا۔

"کون ہے وہ؟"

عرشیہ کی آواز جیسے نم ہوئی، اور عصر نے بھی لمبا سا سانس کھینچے خود کی کمزور آواز مضبوط بنائی، پھر وہ جس طرح عرشیہ کی طرف افسوس سے دیکھنے لگا، عرشیہ کی چھٹی حس نے اسکے دماغ میں کچھ کلک کیا۔

"یہ مت کہنا وہ منحوس وولف ہے۔وہی گندی سی تیز پروفیوم لگانے والا، کالے کپڑوں والا بھیانک بھیڑیا؟"

عرشیہ نے صدمے سے اپنے دل پر ہاتھ رکھا اور عصر نے معصومانہ و مسکین انداز میں سر ہلایا۔

"اووف۔ تبھی وہ اسکا اسقدر غلام ہے۔ اوہ میرے خدا۔ وہ وولف کرمنل کیوں بن گیا جب انیس کا دوست اور بزنس پارنٹر تھا۔ اب اسکی کیا مسٹری ہے؟"

عرشیہ کے تجسس تو بڑھتے ہی جا رہے تھے۔

"پھر کسی دن بتاوں گا۔ وہ بالکونی سے ہمیں ہی گھور رہے ہیں عرشی"

عصر کی نظر اٹھی تو ٹاول ہاتھ میں لیے سنگل بلیک پینٹ کے ہمراہ شرٹ لیس کھڑا انیس ٹاول سے بال رگرتا انہی کی جانب ٹھٹھرا دیتی نظروں سے گھور رہا تھا تبھی عصر نے گھبراتے ہوئے سرگوشی میں شکوہ کیا تو عرشیہ نے کچھ لمحوں بعد جب نظر اٹھائی تو اس آدمی کے وہی بے شرم انداز دیکھ کر سرخ ہو کر رہ گئی۔

"اس آدمی کو کپڑوں سے الرجی ہے کیا؟ اسقدر ٹھنڈ میں صبح صبح نہا کر گیلے بدن پہلوانی کے مظاہرے کیا ضروری ہیں۔ اوہ میرے خدا مجھے صبر دے"

عصر اسکی کیوٹ سی بڑبڑاہٹ پر مسکرا بھی نہ سکا ورنہ انیس سے کلاس پکی لگ جاتی، لیکن عصر کی آنکھوں سے پتا چل گیا کہ وہ محظوظ ہوا ہے اور اچھا خاصا ہوا ہے۔

،جو اسے یوں دیکھ رہا تھا جیسے عرشیہ کو چھوتی ہوا تک سے بھی دشمنی مول لینے کا ارادہ رکھتا ہو، اور عصر جانتا تھا وہ اس وقت انیس کو کتنا زہر لگ رہا ہے۔

"انھیں بلڈ لگتا رہتا ہے اکثر تو انکی باڈی ٹھنڈ اور گرمی دونوں کی شدت میں کبھی کبھی بے اثر ہو جاتی ہے اور کبھی بہت زیادہ ایفیکٹ ہوتی ہے"

عصر کی وضاحت پر عرشیہ کی آنکھوں میں یوں نرمی اتری جیسے سورج کے سامنے بادل آجاتے ہیں۔

"اوہ۔ عصر اسے کچھ کہہ بھی نہیں سکتی یعنی۔ خیر یہ مجھے ایسے گھور کر غصہ دلا رہا ہے۔ میں اب چلتی ہوں۔ شام میں ملتے ہیں۔ میرے ساتھ یوں کھڑا ہو کر باتیں کرنے پر یہ تمہیں کچھ کہے تو بتانا اسکی طبعیت میں خود صاف کر دوں گی۔ چلو سی یو"

وہ اس ڈر سے گئی تھی کہ وہ جیلس نہ ہو جائے، تبھی عصر نے بھی مسکرا کر اسے رخصت کیا، وہ عرشیہ کی گاڑی علوی مینشن کے گیٹ سے نکل جانے پر پلٹا تو انیس اسے اوپر کمرے میں آنے کا غصے سے اشارہ کر رہا تھا۔

"لو گئی بھینس پانی میں۔ اب یہ میری دھلائی کریں گے"

بچارا عصر بڑبڑاتا ہوا فوراً حکم کی تعمیل میں چل پڑا، عصر مینشن میں داخل ہوا تو ابراہیم علوی نکل رہے تھے، وہ انھیں اچھے دن کی دعا دیتا اندر آیا، علیم خان بھی شاید عدین کا منتظر تھا، اسے بھی ملتے وہ سیدھا سیڑھیوں کی طرف بڑھا، روم کے ڈور کے پاس پہنچ کر اس نے اجازت کو دستک دی۔

"آجاو"

انیس اس وقت آئینے کے سامنے کھڑا چار کول کوٹ پہن رہا تھا جب عصر اجازت ملتے ہی اسکے کمرے میں داخل ہوا، انیس نے بلیک ٹرٹل ہائی نیک پہنی ہوئی تھی جسکے اوپر پہنا کوٹ نارمل سائز تھا، نیچے سلیم فِٹ بلیک پینٹ تھی جو اس کے قد اور فٹنس کو خوب اُبھار رہی تھی۔

پاؤں میں بلیک پولشڈ فارمل شوز تھے جبکہ ہاتھ میں سلور واچ اس کی وجاہت کا چارم مکمل کرتی نظر آئی، بال وہ کچھ سلجھے اور کچھ بے ترتیب چھوڑ دیتا تھا، فیشل ہیرز بلکل ہلکے ٹرمڈ تھے، نہ زیادہ نہ کم، اک مناسب نفاست، آنکھیں وہی سرد مہری سے بھری لیکن پھر بھی دلکش وخوب، چہرہ ہر احساس سے عاری ہو کر بھی پُرکشش۔

"کیا باتیں ہیں تم دو کی جو کہیں بھی شروع ہو جاتی ہیں عصر؟ کیا کہہ رہی تھی وہ تمہیں؟"

وہ ڈریسنگ ٹیبل کی سطح سے اپنا فون اٹھا کر عصر کی طرف پلٹا جواب پُر اعتماد تھا، گھبراہٹ تو موصوف دروازے کے باہر ہی چھوڑ آئے تھے۔

"وہ آپ میں دلچسپی رکھتی ہیں۔ اُنکا بس چلے تو آپکے بارے ہر چیز جان لیں۔ وہ بہت کیرنگ ہیں ناں؟ اُنکے اس گھر میں آنے سے یہ مردہ در و دیوار سانس لیتے محسوس ہو رہے ہیں۔ انکی موجودگی اس پھیکے بے رنگ گھر میں رنگوں کو بھر رہی ہے"

عصر کی ہر بات ٹھیک تھی پھر بھی انیس نے کوئی خاص توجہ نہ دی، بس وہ عرشیہ کے لیے کسی کا بھی ایسا التفات بھرا رویہ برداشت نہیں کر پاتا تھا۔

"تم اس پر اتنی تحقیق کرنے سے گریز برتو۔ تمہیں اسے اسقدر ایو لیبل ہونے کا کس نے کہا۔ وہ میری بیوی ہے عصر زمان۔ اسکے بارے ایسا سب کہنے کی میں تمہیں بھی اجازت نہیں دوں گا"

انیس کا لہجہ بھلے سخت ہو پر عصر اسکے باوجود مسکرا رہا تھا۔

"انھیں میری بہن بھی آپ نے ہی بنایا ہے اور رشتوں کا تقدس قائم رکھنا جانتا ہوں۔ میں آپکے لیے خوش ہوں۔ عرشیہ اس گھر کے لیے اور آپکے لیے پرفیکٹ ہیں۔ وہ نہ بہت اچھی ہیں نہ بہت بُری۔ وہ انسان ہیں۔ میں آپ دو کے رشتے کا خوبصورت مستقبل دیکھ رہا ہوں سر"

وہ تھوڑا سا نزدیک آکر رکا اور انیس کی کلائی پر بندھی گھڑی کا ڈائل سیدھا کیا جو انیس نے ٹیڑھا ہی چھوڑ دیا تھا۔

"مجھے نہیں لگتا۔ میں شاید آگ سے کھیل رہا ہوں عصر۔ مجھے تو سب کچھ راکھ نظر آرہا ہے۔ اگر اس نے مجھ سے مجھے ہی چُرا لیا تو، عرشیہ المیریہ چوری کرنے کی اہلیت رکھتی ہے"

وہ عرشیہ کا نام انیس کے ہونٹوں پر سجا دیکھے اسے اور خوبصورت ہوتا محسوس کیے رشک سے مسکرا اٹھا۔

" کبھی انکے سامنے انکو یوں نام سے پکاریں، پھر جان لیں کہ وہ کس کس چیز کی اہلیت رکھتی ہے"

انیس نے چونک کر عصر کی مسکراتی شریر آنکھوں میں دیکھا۔

"مجھے اسکا نام اسکے سامنے لینے سے ڈر لگتا ہے، میری آنکھوں میں وہ سب کھوج لے گی جو میں ابھی کچھ وقت اس سے چھپانا چاہتا ہوں۔"

انیس نے اپنی شکست اپنے ہم نوا کے سامنے قبول کی اور یہ اعتراف عصر زمان کو اور ہمت دے گیا کہ وہ عرشیہ اور انیس کو آگے بھی اک دوسرے کی طرف راغب کرنے کی چھوٹی چھوٹی کوششوں کو جاری رکھے، جیسے کل انھیں چمچ نہ دینا، ورنہ اک پروفیشنل شیف خود کو بھول سکتا ہے، سرونگ کے طور اطوار نہیں۔

"پھر انھیں یہ دلکش راز خود کھوجنے دیں۔ یہ حسین ہو گا ان شاء اللہ۔"

عصر نے انیس کا سینہ تھپکا تھا، وہ اسکا ہمدرد تھا، وہ اسکے دکھ سکھ کے دنوں کا سب سے وفادار ساتھی تھا۔

"ہمم۔ میں آج عدین کو خود کلب چھوڑوں گا پھر سٹوڈیو آوں گا۔ تم پہلے پہنچ کر میٹنگ سے پہلے کے تمام کام دیکھ لینا۔ آج اپروول ڈے ہے۔ اور جو پیمنٹ مہویر کی طرف سے عرشیہ کو ٹارچر کرنے پر آئی ہے اسے کسی غریب کو دے دو۔ میں اس بار یہ نہیں رکھ سکتا۔ اور جو سوفٹ وئیر مہویر کی طرف سے واپس ملا ہے اسکی اچھے سے جانچ کرو۔ اس کمینے نے اسے بُری طرح کرپٹ کر دیا ہے۔ اسکو کلئین کرنے میں وقت لگے گا۔ سٹاف کو سمجھا دینا ہر چیز۔"

انیس کی تمام بریفنگ سنے عصر نے فرمابرداری سے سر ہلایا اور اسکے بعد انیس اور وہ ساتھ ہی کمرے سے نکلے اور نیچے آئے، انیس نے علیم خان کو کلب تک گاڑی میں پیچھے آنے کا نرمی سے کہہ کر باہر انتظار کو بھیجا اور عصر بھی اجازت لیے فوری نکلا۔

انیس نے اپنے قدم عدین کے کمرے کی طرف بڑھائے، عرشیہ نے جو عدین کے بارے بتایا وہ یاد کر کے انیس کی سرد آنکھوں میں محبت بھری حرارت اُبھری تھی، وہ عدین کے کمرے میں پہنچا تو وہ کوٹ پہننے میں لڑ رہا تھا، بازو پھنسا رکھی تھی، انیس اندر آیا اور عدین تک پہنچ کر آہستگی سے اسکے کوٹ کی بازو پکڑ کر سیدھی کی جس سبب عدین نے بازو پر کوٹ کی آستین چڑھاتے آئینے کی تہہ سے خفا نظریں بھیو پر ڈالیں۔

"آج بظاہر دھوپ ہے لیکن سردی کی شدت بھی تیز ہے۔ کانوں کے لیے کچھ رکھ لو بیگ میں واپسی پر ہوا ہو گی۔ میں تمہیں کلب خود ڈراپ کروں گا"

وہ عدین کو آہستگی سے پکڑ کر اپنے سامنے لائے ہاتھ بڑھا کر عدین کے بکھرے بال سنوارتا تب رکا جب عدین کی نظروں کا محور اسکے بھیو تھے۔

"تم مجھ سے جائز خفا ہو۔ تم چاہو تو میں تمہیں آخری سانس تک روز منا سکتا ہوں، بنا تھکے اس امید پر کہ تم مان جاو گے عدین۔ تمہارا درد اور غصہ اب

سمجھ آرہا ہے۔ تم نے ہمیشہ ہمارے رشتے کو سنبھالا، لیکن اب تم تھک گئے ہو تو حق پر ہو۔ مشکل ہیں تمہارے بھیو جانتا ہوں۔ لیکن تم پچھلے چودہ سال سے میری واحد آسانی بنے ہوئے ہو۔ تمہاری میری زندگی میں آمد بہت سے دکھوں کا علاج بنی۔ غلطیاں صرف چھوٹے نہیں کرتے، بڑے بھی کرتے ہیں اور مجھ سے بگھڑے بڑے تو قدم قدم پر غلطیاں کر دیتے ہیں۔ تم مجھ سے روٹھ کر سکون میں خود بھی نہیں ہو پر تم اس سب کے باوجود بلکل ٹھیک کر رہے ہو"

انیس جب اسے دیکھتا تو اسے عدین کی شکل میں اپنی محبوب ماں نظر آتی تھی، وہ چاہ کر بھی عدین کو سخت نظروں سے نہیں دیکھ سکتا تھا، لیکن اس نے غصے میں عدین کو سخت انداز میں پکڑا اس پر وہ افسوس میں تھا، عدین خاموش تھا لیکن اسکی آنکھوں میں صاف تڑپ ہلکو رہی تھی۔

"آپ نے مجھے میری ہمت سے بڑی تکلیف دی ہے بھیو۔ میں نے خود کو بہت بے وقعت اور بیکار محسوس کیا ہے۔ میں اس سب سے نکلنے کی کوشش کروں گا لیکن ایک دم آپکو معاف نہیں کر سکتا"

عدین نے آج اپنا لہجہ نرم اور احترام سے بھرا رکھا تو انیس نے اسے پکڑ کر اپنے سینے لگایا، حالانکہ وہ گلے لگانا پسند نہیں کرتا تھا لیکن عدین کے لیے وہ اپنا یہ اصول اور یہ حد بندی بھی اک طرف کر گیا، یہ گدھا انیس کے برابر آ گیا تھا پر ابھی تک ٹھیک سے روٹھنا نہ سیکھ سکا تھا، کون یوں تکلیف دیتے بھائی کا ماتھا اور ہاتھ چومنے چلا جاتا ہے، انیس کی آنکھوں میں نمی تھی، اسکی شربتی آنکھوں میں انگارے سی سرخی اتری، اسکے عدین کو گلے لگانے میں اسکی تڑپ، بے بسی اور محبت سب کچھ تھا۔

"تم جیسا چاہو۔ میں تمہاری طرف سے ہر قسم کے رد عمل کے لیے تیار ہوں۔ لیکن خود کو بے وقعت مت سمجھنا۔ نہ ہی تم بے کار ہو عدین علوی"

وہ اسکو روبرو لایا اور عدین کا چہرہ ہاتھوں میں بھرے اسے اس بے وقعتی کی کیفیت سے کھینچ کر باہر نکالا۔

"ہمم۔ اگر کوئی بُری بھابھی لاتے جو آپکو مجھ سے اور دور کر دیتیں تو میں شاید خود کے ساتھ کچھ کر دیتا غصے میں"

عدین کا شکوہ جیسے خود بخود اسکے ہونٹوں پر مچل اٹھا، انیس کی آنکھیں مسکرا دیں۔

"مطلب تمہیں تمہاری بھابھی اچھی لگی؟"

انیس کے سوال پر عدین نے بھیو کے چہرے کے گرد جمے ہاتھ پکڑ کر ہٹائے۔

"نو کمنٹس۔ آپکا فوکس یہ ہونا چاہیے تھا کہ میں نے خود کے ساتھ کچھ کرنے کی بات کیوں کی۔ فوری بھابھی کے بُرے نہ ہونے پر کان کھڑے ہو گئے آپکے ہنہ"

وہ پھر سے روٹھ جاتا اپنے بیگ کی طرف بڑھا اور اٹھا کر کندھے پر ڈالا۔

"میں تمہاری بُری بھابھی کیوں لاتا عدین؟ خود سوچو۔ اور میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ سب کچھ اچانک ہوا۔ ادھر دیکھو، بات بات پر روٹھو گے کیا اب؟"

وہ اسکی طرف بے قراری سے بڑھے عدین کی ٹھوڑی کے گرد ہاتھ کی پکڑ جماتا اسکا چہرہ اپنی جانب گما گیا، انیس کی نظر میں سوال اور جاننے کی جستجو تھی۔

"پتا نہیں۔ ابھی دل میں اداسی بھری ہوئی ہے۔ جان بوجھ کر نہیں کر رہا بھیو۔ میں بھی آپکی طرح مجبور ہوں۔ میرا یہ ری ایکشن بھی آپکی شادی کی طرح اچانک اور بے ارادہ کیفیت ہے۔ جیسے آپ کے پاس اپنے کیے کی صفائی نہیں ویسے میرے پاس بھی نہیں"

وہ انیس کو بہت ہی مجبور اور بے بس لگا، انیس نے گہرا سانس لیا جیسے اپنی نہیں، عدین کی اداسی سے تھک گیا ہو۔

"کیا چاہتے ہو تم بتاو؟ تلافی کیسے ممکن ہو گی۔ جب تمہیں میرا گلے لگانا بھی منظور نہیں؟ بتاو میں تمہاری ہر کہی بات ماننے کو تیار ہوں"

وہ عدین کے آگے ہتھیار ڈال چکا تھا اور عدین کے لیے کچھ دیر کے لیے سانس لینی محال ہوئی۔

"ماتھا چومیں میرا اور کہیں کہ آج کے بعد میں تمہیں اپنی زندگی کے ہر معاملے میں شامل کروں گا۔ بابا سے زیادہ میں نے خود کو آپکا بیٹا مانا بھیو کیونکہ جب بچہ تھا تو میرے لیے راتوں کو آپ جاگتے تھے، بابا نے میری ساری ذمہ داری آپ پر ڈال دی تھی اور خود مما کی موت کا غم ٹالنے کو ساری ساری رات کلبوں میں گزار دیتے تھے، دوستوں کے ساتھ بیٹھ کر پیتے رہتے تھے۔ عیاشیوں کو غم منانے کا نام دیتے تھے۔ لیکن اسکے باوجود

آپ نے میرے دل میں انکے لیے کبھی نفرت اور بیزاری نہیں آنے دی۔ ہمیشہ مجھے کہا کہ وہ جیسے بھی ہیں بابا ہیں، ہمارا سائبان ہیں، ہمارے لیے قابل عزت ہیں، زمانے کی ہر دھوپ سے مجھے بچایا، میرے لیے ہر کسی سے لڑ جاتے ہیں۔ اتنا سب کرنے والا بھائی دوبارہ اگر مجھے غیر اہم ثابت کرے گا تو شاید میری جان ہی چلی جائے گی۔ یہ آخری وارننگ سمجھیں"

عدین کا ہر لفظ جیسے انیس کو شدید درد بخش گیا تھا، اسے علم نہ تھا کہ عدین اسکی دی ہر قربانی کو اتنی گہرائی سے جانتا ہے، ایویں تو عدین اس سے ٹوٹ کر محبت نہیں کرتا تھا، اس نے اپنی دوسری ماں اپنے بھیو میں پائی تھی تبھی وہ انیس کی زندگی میں شامل ہوتی اس لڑکی کی وجہ انسیکیور ہو گیا تھا، انیس کی عادت اور بے حسی کے تو وہ عادی تھے، عدین کو اصل تکلیف اپنے بھیو کو شئیر کرنے پر ہو رہی تھی جو اس قدر سخت رد عمل کی صورت باہر آئی تھی۔

"میری زندگی میں کسی کے آنے یا جانے سے تمہاری قیمت اور جگہ نہیں بدلے گی عدین۔ تم جس مقام پر ہو وہیں رہو گے۔ تمہارے لیے میں ویسا ہی

بھیو ہوں جیسا پچھلے چودہ سال سے ہوں۔ جب تک زندگی ہے ایسا ہی رہوں گا۔ تمہیں انسیکیور ہونے کی ضرورت نہیں"

انیس نے اس بار لہجے میں بے پناہ نرمی اور یقین دلاتا اثر رکھا۔

" بھیو۔ جب ہمارے پاس ماں نہ ہو، اسکا اللہ نے انعام کی صورت نعم البدل دے دیا ہو تو اس انسان کے لیے دل کا ڈرنا فطری ہے کہ یہ کھو نہ جائے۔ میں نے جب ہوش سنبھالا تھا اور یہ جانا تھا کہ میرے پاس ماں نہیں ہے تو میری اس تکلیف کو دور کرنے والے آپ تھے۔ ورنہ ماوں کے نعم البدل نہیں ہوتے، اللہ پاک بناتا ہی نہیں ہے۔ پر میں اللہ کا لاڈلہ عدین تھا ناں کہ مجھے انہوں نے میرے بھیو دیے۔ م۔ میں آپکے شادی کرنے پر ہرٹ نہیں تھا قسم سے، کیونکہ یہ تو میری اپنی خواہش تھی۔۔ بس ڈر گ۔ گیا تھا مجھ سے بھیو بھی نہ چھن جائیں"

وہ یہ سب بتاتے جس طرح ہچکیوں سے رویا، انیس نے اسے پھر سے نہ صرف اپنے سینے لگایا بلکہ عدین کی یہ ہچکیاں بھی روکیں، انیس اسکے بتانے سے پہلے ہی اسکی تکلیف سمجھ چکا تھا، وہ عدین کے لیے اب مزید حساس ہو چکا تھا۔

"یہ بھیو تمہاری ملکیت میں آتے ہیں عدین، تم نے خریدر کھا ہے۔ تو پھر یہ ڈر بھی خود سے دور پھینک دو۔ ایسے رو نہیں، مجھے تکلیف ہو رہی ہے۔"

وہ اپنے سارے آنسو بھیو سے لپٹ کر بہا چکا تھا، عدین کا دل اب جا کر ہلکا ہوا تھا ورنہ شاید اسکے دل کا بوجھ اسے اندر ہی اندر کھا جاتا۔

"بھیو میں آ۔ آپ کو دیکھ کر جیتا ہوں قسم سے۔۔۔ آپکو آتی آنچ بھی نہیں سہہ سکتا۔ میں نے آپکو رلایا تھا مجھے معاف کر دیں۔ کل مما میرے خواب میں نہیں آئیں، و۔۔ وہ مجھ سے خفا ہیں کیونکہ میں نے انکے پیارے انیس کو

رلایا تھا۔۔۔مجھے معاف کر دیں۔۔۔م۔میں آپکے آنسو بھی برداشت نہیں کر سکتا بھیو۔یہ مجھے تیزاب کی طرح اندر سے گلا دیتے ہیں۔۔۔"

وہ آنسو آنسو ہوتا اس وقت جیسے رو رہا تھا، انیس کی سانس بھاری ہو رہی تھی، وہ عدین کی حساسیت سے ڈر کر رہ گیا تھا کہ یہ بچہ کس قدر نازک ہے، کس قدر ایموشنل ہے، کس قدر مخلص ہے۔

"مجھے بھی تمہارے آنسو یونہی ختم کر دیتے ہیں۔بس کرو۔تم سب کچھ ہو عدین۔دوبارہ مت رونا۔میں اچھا بھیو بننے کی کوشش کروں گا۔"

انیس نے اسکا چہرہ ہاتھوں میں بھرے جب ماتھا چوما تو عدین کی رہی سہی تکلیف بھی اسی شفقت بھرے لمس تلے دب گئی، وہ جیسے بکھرا ہوا بچہ پور پور جڑنے لگا، یکجا ہونے لگا۔

"نہ بھی کوشش کریں تب بھی آپ میری زندگی ہیں بھیو۔آپ میرے ساتھ ویسے ہی رہیں جیسے آپکا مزاج ہے بس مجھ سے دور نہیں ہونا کبھی۔اور

مما کو بھی کہیں کہ مجھ سے راضی ہو جائیں۔ میں نے انکے انیس سے معافی مانگ لی ہے"

وہ اپنی معصوم اور کیوٹ حرکتوں سے ویسے بھی کسی کو زیادہ دیر خفا رہنے نہیں دے سکتا تھا۔

"گڈ بوائے۔ مما تم سے کبھی خفا نہیں ہو سکتیں۔ تم انکا دل ہو جو انکے بحاف پر اس دنیا میں دھڑک رہا ہے۔ چلو اب بہت ہو گیا پیار۔ اب چلو تمہیں کلب چھوڑ دوں۔ ٹوپی کہاں ہے تمہاری"

انیس نے مزید لاڈ سمیٹے جبکہ ٹوپی کا نام سنتے ہی عدین نے منہ کے الگ الگ زاویے بنائے۔

"بھیو سارے بالوں کا سٹائل خراب ہو جاتا ہے۔ نہیں لگتی ٹھنڈ۔ میں نے نہیں پہننی"

عدین نے یوں منہ بسور کر انکار کیا جیسے آجکل کا فیشن ٹائکوں وہی ہو۔

"پھر جب بیمار ہوئے تو مجھ سے تیمارداری کی امید نہ رکھنا، گدھے"

انیس نے اسکی نزاکت پر ہلکا سا پیار سے ڈانٹا پر آگے سے عدین نے دانتوں کی نمائش کی۔

"ہاں تو تیمارداری کر کے ہی تو آپ میرے دل میں پہلے جیسی جگہ پا سکیں گے ناں۔۔"

عدین کی کسی بات کو اہمیت نہ دیتے انیس نے بلیک گرم ٹوپی کبرڈ سے نکال کر لائی اور اس سٹائلش بالوں والے کو زبردستی پہنا کر عدین کی بتیسی بند کروائی۔

"تمہارے دل میں میری جگہ فکس ہے، مجھے اسکی فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ اس لیے یہ فیشن آئیکن بننے کے بجائے اپنا خیال رکھا کرو۔ دو منٹ لگتے ہیں تمہیں بیمار ہوتے۔ جان پھر تم میری عذاب کرتے ہو۔ اب چلو دیر

ہو رہی ہے۔ناشتہ کرو آکر میرے ساتھ پہلے، صحت دیکھی ہے تم نے؟ ہڈیاں چبھتی ہیں مجھے تمہاری ہگ کے بیچ"

وہ عدین کو ساتھ ہی لیے باہر آیا تھا، تب تک ملازمین نے ان دو کا ناشتہ لگا دیا تھا۔

" بھیوا اسے سمارٹنس کہتے ہیں۔ تھوڑا بڑا ہونے دیں مجھے پھر جیم شروع کر کے آپ جیسے ڈولے اور سِکس پیک بنالوں گا۔ پھر آپکو نہیں چبھا کروں گا۔ پھر آپ مجھ سے گلے لگنے سے پہلے سوچا کریں گے کہ میں کہیں آپکو گھوٹ کر پیس نہ دوں"

وہ عدین کے لیے کرسی پیچھے کرتا اسکی واپس آتی یہ شوخیاں سنے خود بھی بہت سکون میں تھا کہ یہ گدھا ٹھیک ہو اور نہ انیس کو آکسیجن میں صاف بندش محسوس ہو رہی تھی، اک گھٹن سی تھی۔

"ہنہ اتنے تم انڈر ٹیکر کے فسٹ کزن۔۔"

انیس نے بھی کرسی سنبھالی تو عدین ہنسا۔

"پر بھیو میں تو ناشتہ کر چکا ہوں بابا کے ساتھ۔ کیا مجھے ڈبل کھلا کھلا کر موٹا کرنے کا ارادہ ہے"

عدین کے پاس اس وقت چوائس نہ تھی کیونکہ انیس تبھی ناشتہ کرتا اگر عدین اسے کمپنی دیتا۔

"ٹھیک ہے پھر میں بھی نہیں کر رہا ناشتہ"

انیس نے بھی جیسے فیصلہ سنایا۔

"اف ایک تو یہ دل کی جان جیسے لوگ دھمکیاں بہت دیتے ہیں۔ اچھا ٹھیک ہے بھیو میں اورنج جوس لے لیتا ہوں۔ آپ کریں ناشتہ میں آپکو کمپنی دے رہا ہوں بیٹھ کر۔ اور آپ بھی اچھے سے کھائیں، اتنے پہلوان آپ بھی نہیں ہیں بس یہ باڈی بنا کر رعب ڈالا ہوا ہم مسکینوں پر"

عدین کی شرارت آہستہ آہستہ مکمل طور پر بیدار ہو رہی تھی اور انیس کا پیٹ اس وقت بنا کچھ کھائے بھی بھرا ہوا تھا، وہ جس محبت سے عدین کو جوس گلاس میں ڈال کر پیتے دیکھ رہا تھا انیس کی ان نظروں میں بس اپنائیت اور انس ہی بھرا ہوا تھا، انکے اس پیار میں کسی قسم کا جبر یا ملاوٹ نہ تھی تبھی اتنے جھٹکے کے بعد بھی وہ پہلے جیسے ہو چکے تھے۔

.._____..

صبح کی پہلی ہلکی سی روشنی پردوں کے کناروں سے چھن کر کمرے میں اتر رہی تھی۔ رات کی گھٹن، خوف اور لرزش اب کہیں پیچھے رہ گئی تھی، مگر اس کے اثرات ابھی فضا میں معلق تھے۔

منائم کی آنکھ کھلی تو سب سے پہلے اسے اپنے گرد مضبوط بازوؤں کے حصار کا احساس ہوا۔ نیند میں ڈوبے مہویر کا بازو اب بھی اس کے گرد لپٹا تھا، ایک بازو منائم کے سر کے نیچے تھی، وہ زرا سی اسکے برہنہ سینے سے لگی ہوئی

تھی، جیسے نیند میں بھی اسے خود سے دور جانے نہ دے رہا ہو، وہ سیدھی لیٹی تھی جبکہ وہ اسکی جانب کروٹ کیے بے خبر سویا تھا، منائم کے تکیے پر بکھرے بالوں کے پاس چہرہ چھپائے کہ مہویر کی لی جاتی مدھم مدھم گرم سانسیں منائم کو اپنے کان، گردن اور رخسار تک پہنچتی محسوس ہو رہی تھیں۔

منائم نے لمحہ بھر سانس روکے اپنی پوزیشن کو محسوس کیا، وہ اس کے بے حد قریب تھی، اس قدر نزدیک کہ ان کے دل کی دھڑکنیں الگ الگ نہیں، ایک ہی ردھم میں سنائی دے رہی تھیں۔

ایک لمحے کو وہ سپید پڑی، یاداشت نے آہستہ آہستہ رات کے مناظر اس کے ذہن میں بیدار کیے، اسکا خوف، اسکی چیخ، پھر مہویر سے اسے مانگنے کی التجا اور پھر وہ پُر استحقاق شدید قربت جو اس نے خود مہویر سے چاہی تھی۔

اس کی پلکیں شرمندگی و خوف سے جھک گئیں، منائم نے رات جو کچھ کر دیا تھا وہ بلکل اپنے ہوش میں نہیں تھی لیکن یہ سب یاد کر کے وہ مہویر سے

نظریں ملانے لائق نہ رہی تھی، اوپر سے اسے مہویر کے ساتھ گزاری رات کا ہر لمحہ جان لیوا حد تک ازبر تھا۔

"اوہ میرے خدا! یہ میں نے کیا کر دیا۔ کیا ہو گیا تھا مجھے؟ م۔ میں نے مہویر سے یہ کیا چھین لیا؟ یہ۔۔ یہ تو مجھے جان سے مار دیں گے۔ ی۔۔ یہ مجھ پر میری طبعیت کی وجہ سے اس وقت مہربان ہوئے لیکن اب۔۔۔۔ اب تو مجھے مار ڈالیں گے۔۔۔ م۔ میں نے ان سے انکی مرضی کے بنا انھیں چھین لیا۔۔۔۔ یا اللہ اب کیا ہو گا میرا؟"

وہ شدید خوف سے گہرے سانس لینے لگی، یہ سوچے بنا کہ وہ اسکے یوں ہلنے پر فوری جاگ سکتا ہے، وہ ڈرتے ڈرتے مہویر کو دیکھنے کو گردن پھیر گئی پر اسکی سانس مہویر کو سویا دیکھ کر مزید سینے میں اٹکنے لگی، اسے ہر لمحہ ذہن کی سکرین پر چلتا نظر آنے لگا کہ کیسے اس نے مہویر کو مجبور کیا، کیسے وہ اسکے آگے سوالی بنی تھی، کیسے اس شخص نے اسے ہینڈل کیا تھا۔

"م۔ میں کہہ دوں گی مجھے کل کی رات یاد نہیں۔ یہ مجھے ورنہ جان سے مار دیں گے۔۔ی۔۔ یا شاید مجھ سے نظریں نہ ملا پائیں، انھیں لگے شاید یہ قصور وار ہیں۔ پر آپ کا ک۔۔ کوئی قصور نہیں مہویر۔۔۔ مجھے ہی آپ کی اس قدر چاہت تھی کہ میں نے آپکی مرضی اور رضا کسی چیز کا احترام نہیں کیا۔۔ آپکا کوئی قصور نہیں اس لیے میں آپکو اس گِلٹ میں پڑنے نہیں دوں گی۔ ویسے بھی میری یاداشت تو پہلے سے گئی ہوئی ہے۔۔۔ کہہ دوں گی کل کی رات بھی بھول چکی ہوں۔۔۔۔ یہی بہتر ہے"

وہ اپنی ہتھیلی بڑھا کر مہویر کے رخسار سے لگاتی اسے یوں دیکھ رہی تھی جیسے وہ اسکی زندگی کا اکلوتا محور ہو، اکلوتی تشنگی ہو، واحد طلب ہو۔

"ی۔۔ یہ کیسی عجیب زندگی ہے میری کہ مجھے اس وقت اپنے مکمل ہونے کی خوشی منانے کے بجائے آپکی فکر میں اور اپنے بچاو کے سبب مُکرنا پڑ رہا ہے۔ ہر اس لمحے سے جو میں نے اپنے ساتھ آپکو بھی جینے پر مجبور کیا۔ ہر اس لمس سے جو میں نے اپنے ساتھ آپکی زندگی میں بھی ضروری بنا دیا۔ ہر

اس احساس کو جو میں نے آپ میں بھی وقتی سہی پر اُس وقت جگایا۔۔۔ آئی ایم سوری مہویر۔۔۔ م۔ میں یہ جھوٹ بولنے پر مجبور ہوں کیونکہ مجھے آپ سے ب۔۔ بہت ڈر لگ رہا ہے۔"

وہ گہری سانس لیتی نا صرف اس سے دور ہوئی بلکہ اپنا بکھرا مگر اطلسی وجود سنبھالتی ہوئی وہ اٹھ کر اپنے کاوچ پر سوکھ چکے کپڑے اٹھاتی نہانے بڑھ گئی، واش روم کا دروازہ بند ہونے کی آہٹ پر مہویر کی نیند ٹوٹی۔

اپنا خالی پہلو محسوس ہوا تو اسی لمحے مہویر نے بھی آنکھیں کھول دیں، وہ کروٹ سیدھی کرتا چند سیکنڈ خاموشی سے چھت کو دیکھتا رہا، پھر نظریں خود بخود منائم کی جگہ پر آ ٹھہریں، تکیے پر اسکے چند بکھرے بال اسکی موجودگی کا ثبوت تھے پھر اسکے وجود سے جو بستر پر سلوٹیں اور حرارت اب تک ٹھہری تھی وہ بھی بتا رہی تھی کہ وہ ابھی اٹھ کر گئی ہے، وہ ہر احساس سے عاری تھا، اسے کچھ بھی محسوس نہیں ہو رہا تھا، وہ اٹھ کر بیٹھا، لحاف خود پر ہٹائے نیچے قالین پر گری شرٹ اٹھا کر اپنے کسرتی وجود پر کھینچ کر چڑھائے وہ

ٹانگیں نیچے لٹکائے پیر نیچے قالین پر رکھتا اس دروازے کو دیکھ رہا تھا جہاں منائم کی موجودگی آواز بنی تھی، شاور سے گرتے پانی کی دمک باہر تک سنائی دے رہی تھی، منائم کے کل جو کپڑے مہویر نے یہاں پھیلائے تھے وہ بھی موجود نہ تھے۔

"وہ مجھ سے نظریں کیسے ملائے گی؟ اور میں کیسے دیکھ سکوں گا اسے؟ یہ کیسی رات تھی۔ جتنی بھیانک لگنی چاہیے تھی اتنی کیوں نہیں لگ رہی۔ سب غلط ہوا ہے پھر بھی کوئی گلٹ کیوں نہیں؟ کیا وہ مجھ پر الزام لگائے گی کہ میں نے اسکی کمزوری کا فائدہ اٹھایا۔ وہ ہوش میں نہیں تھی لیکن میں تو تھا، مجھے اسے روکنا چاہیے تھا لیکن میں نے خود کو اسکے ہاتھوں میں اتنی آسانی سے دے دیا، اپنا ہوش بھی اک کونے میں دھکیل دیا؟ یہ سب مجھے پاگل کر دے گا۔۔۔ اس لڑکی کے ساتھ ایسا رشتہ بنانے کی غلطی میں کیسے کر گزرا؟ یہ بھی میری سزا تھی کیا؟"

وہ اپنے سر کو ہاتھوں میں گرائے اذیت کے نجانے کس مقام پر تھا، سمجھ سے باہر ہوا، وہ اس دروازے کو دیکھ رہا تھا پر مہویر کی آنکھیں دفعتاً سرخ انگارہ ہو گئیں۔

وہ گرم پانی سے شاور لینے کے بعد اپنے کپڑوں میں واپس آئی، لیکن اسکا پورا چہرہ شدید گلابی تھا، وہ گزری رات کا کوئی لمحہ فراموش نہ کر سکتی تھی، اسکی آنکھیں سرخ تھیں اور سانس اپنی رفتار سے بہت تیز، دل کی دھڑکن شدید بے چین۔

وہ آئینے کے سامنے رک کر اپنے بال ڈرائے کرنے کے بیچ اپنی اس بگھڑتی کیفیت کو سنوارنے میں لگی تھی کہ مہویر کے سامنے ابھی اسے سفاکیت سے ٹکرنا ہے۔

بلیک فِٹڈ ٹاپ اور باٹم میں نیوی بلیو وائیڈ لیگ ٹریک پینٹ پہنے وہ بال ڈرائے کرنے کے بعد اپنی ہینگ جیکٹ لیے زندگی بھر کی ہمت جمع کیے واش روم

سے نکلی تو مہویر جو اسی طرف نظریں جمائے ہوئے تھا، فوراً سے پہلے اٹھا، وہ اپنی جیکٹ کاوچ پر رکھے روم سے ملحقہ بالکونی کی طرف بڑھی جہاں اسکے شوز پڑے تھے، منائم نے مہویر کو دیکھے بنا جا کر اپنے شوز جھک کر اٹھائے دھوپ میں اک گہری سانس بھرتی وہ واپس کمرے میں آکر کاوچ پر بیٹھ کر اپنے موزے پہننے لگی، پھر اس نے اپنے شوز پہنے، مہویر ٹاول گلے میں ڈالتا منائم کے خود کو اگنور کرنے پر اسے مخاطب کیے بنا ہی نہانے بڑھا تو منائم نے اپنے دل پر ہاتھ رکھے گہری سانس بھری، اور ڈبڈبائی آنکھیں لیے وہ بند ہوتے دروازے کو دیکھنے لگی۔

مہویر نے ٹاول ہینگ کرتے اک نظر بند دروازے کو دیکھا، وہ عجیب کیفیت میں تھا کہ وہ اس سے بولی تک نہیں، منائم نے ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے آکر رکتے اپنے آپ کو ایک بار پھر سنبھالنے کی کوشش کی پر اسکی باڈی باقاعدہ کانپ رہی تھی، وہ اپنے بالوں میں برش پھیرتی ان دس منٹ ہلکا سا چہرہ موئسچرائز کر چکی تھی، واش روم کا دروازہ کھلنے پر منائم نے برش لرزتے

ہاتھ کے سنگ ٹیبل کی سطح پر رکھا اور بے ارادہ مہویر کی طرف پلٹی جو وائیٹ شرٹ اور بلیک پینٹ میں ٹاول سے بال رگڑے باہر نکلا پر منائم کی خود پر جمی نظریں دیکھتا وہ اپنی نظریں چرائے اپنے فون کی طرف بڑھ گیا۔

"تمہاری طبعیت ٹھیک ہے؟"

وہ اپنے فون کو جھک کر سائیڈ ٹیبل سے اٹھائے بظاہر سرسری انداز میں بولا پر منائم تب تک خود کو مکرنے کے لیے بلکل تیار کر چکی تھی۔

"جی مہویر۔ یہ تو بلکل ٹھیک ہو گئی طبعیت۔ شاید پر اپر لمبی نیند اور آرام کی وجہ سے ہوا ہے"

وہ نرم سا مسکرائی تو مہویر نے بے ارادہ فون پر سے نظریں اٹھا کر اس گلاب رنگ میں نہائی منائم کو دیکھا جسکے چہرے پر شرمیلی مسکراہٹ کے ساتھ گزری رات کا اثر تک نہ تھا، وہ تو کچھ دیر پہلے سوئے تھے پر یہ لڑکی کس نیند و آرام کی بات کر رہی تھی۔

"نیند اور آرام؟ آر یو شیور؟"

وہ فون لیے ہی پینٹ کی جیب میں گھساتا چلتا ہوا منائم تک پہنچا جو اسکی نظروں کی تیکھی حرارت پر واپس اپنا رخ آئینے کی جانب پھیر گئی۔

"جی مہویر۔ پوری رات سکون سے سونے کا اثر ہی تو ہے یہ"

وہ آئینے میں اپنا چہرہ دیکھتی مسکرائی پھر جان بوجھ کر اپنی گردن اور بیوٹی بون کے آس پاس پھیلی سرخی کو فکر مندی سے کھوجنے لگی۔

"یہ کس سونے کی بات کر رہی ہے۔۔ اسے یاد تو ہو گا ناں اپنا کارنامہ؟ اسے اپنے کرتوت بھول تو نہیں گئے؟"

وہ حیران و پریشان منائم کو دیکھ رہا تھا جو اسے عجیب و غریب حرکتیں کرتی نظر آ رہی تھی۔

"کیا تمہیں کچھ بھی یاد نہیں؟"

مہویر کو الٹا پریشانی ہو رہی تھی، وہ اسطرح کر رہی تھی جیسے کچھ بھی نہ ہوا ہو، اسکا بے خبر انداز اور کل والی شوخی اب تک برقرار تھی پر اسے بقیہ رات کی کہانی تو یاد ہی نہ رہی تھی۔

"ہاں سب یاد ہے۔ آپ نے اپنی بات پوری کی۔ ہم ساتھ سوئے۔ پھر میں نے بہت اچھی نیند لی۔ دیکھیں مجھے جو ٹھنڈ لگی تھی وہ بھی تو اسی لیے بھاگ گئی۔ اور میں خود کو بہت فِٹ محسوس کر رہی ہوں"

منائم کی لاعلمی اور یہ سب سنے مہویر کے چہرے کا رنگ لمحے میں اڑا، مطلب منائم کو واقعی سب بھول گیا، وہ نزدیکی، وہ قربت، وہ ان دو کی زندگی کے خاص لمحے، مہویر نے حلق سے تھوک نگلا پھر نظریں چراتا جھٹکے سے وہاں سے پلٹا۔

"اوہ میرے خدا۔ یہ کیا ہو رہا ہے میری زندگی کے ساتھ، اتنے گھناونے مزاق اور ایک کے بعد ایک ہوتے چلے جا رہے ہیں، یہ سخت ناقابل

برداشت ہیں۔ مجھے جلدی یہ سب ختم کرنا ہو گا۔ آج عاصم المیر ملک کے خاتمے کے ساتھ ہی میری جرم بھری یہ زندگی بھی یہیں ختم۔ بھاگ جاوں گا۔ ہمیشہ کے لیے۔ بھاگ جاوں گا منائم سے دور۔ اسے ہمارا ہر لمحہ بھول گیا"

وہ پلٹ کر اپنی آنکھوں کو ہاتھ کے سنگ زور سے مسلتے فیصلہ لے رہا تھا تبھی منائم پھر سے آئینے کے سامنے سے ہٹ کر مہویر کے آگے آکر رکی۔

"مہویر! یہ دیکھیں میری گردن پر نشان کیسے ہیں یہ کیا ہوا ہے۔ یہ دیکھیں میری بازو اور کندھے پر بھی دباو کے سائن ہیں۔ کیا کوئی الرجک ری ایکشن ہو گیا بارش کی وجہ سے؟"

وہ اسکے سامنے رک کر اپنے ساتھ ہوئی اس عجیب سی چیز کو سوچے بنا وٹی سا پریشان تھی اور مہویر کی آنکھیں اس آگہی پر جہنم کی طرح جل اٹھیں تھیں کہ وہ ایک بار پھر ضائع کر دیا گیا ہے، ایک بار پھر اسکا مزاق اڑایا گیا ہے۔

"ہاں شاید ری ایکشن ہوا ہو، ناشتہ کرو گی تو بہتر فیل کرو گی، مے بی ویکنس سے ہو۔ تم آجاو باہر ناشتہ کرتے ہیں۔ پھر تمہیں تمہارے بھائی کے حوالے کیے مجھے جانا ہے۔ ضروری کام نمٹانے ہیں"

وہ بنا منائم سے نظریں ملاتا ہوا سرد و سپاٹ انداز میں سرسری سے احکامات دیتا اپنی جیکٹ اٹھائے کمرے سے نکلا تو اسکے باہر نکلتے ہی منائم نے یوں سانس لی جیسے اسکی موجودگی میں روک رکھی ہو، پھر وہ گہرے گہرے سانس لیتی میٹرس پر بیٹھی، اسکی آنکھوں میں جیسے آنسوؤں کا جہاں اتر آیا، جبکہ مہویر میثاق کے چہرے پر سنگلاخ چٹان کی سی سختی تھی جو اسکی آنکھوں تک اتر آتی انھیں انگارہ کر گئی۔

"اسی لائق تھا میں۔ ڈیزرونگ مہویر میثاق ڈیزرونگ"

وہ تنتناتا ہوا باہر پہنچا اور جیکٹ پوری قوت سے زمین پر دے ماری، یہی نہیں لیوئنگ روم میں رکھے سنگل صوفے کو ایک ہی لات مار کر الٹ دیا، اسکے

اندر جیسے اس درجہ بے وقعتی اور مقدر کی جانب سے ایک بار پھر رد کر دیے جانے پر آتش فشاں دہک اٹھا تھا۔

"میں کیسے بھول گیا یہ جذبات، یہ تعلق یہ سب مجھے راس نہیں۔ یہ سب لمحے مجھ پر حرام تھے پھر بھی خود پر جائز سمجھ کر میں نے اپنی زندگی مزید جہنم بنادی۔ یہ کس ناکردہ جرم کی سزائیں ہیں جو ختم نہیں ہو رہیں۔۔"

وہ اپنے ہی گھر کو بے قابو ہوتا تہس نہس کرنے پر اتر آیا تھا، اس نے اپنے ہاتھ کا مکا اس زور سے لیوئنگ ایریا کی دیوار پر مارا کہ مہویر کے ہاتھ کی پشت پر بنے جوڑ اس درجہ بربریت پر چھل کر رہ گئے، یہاں تک کہ دیوار بھی لہو لہان ہو گئی۔

وہ آوازیں اور توڑ پھوڑ سنے بھاگ کر کمرے سے باہر نکلی مگر دیوار پر لگے خون کے دھبے اور مہویر کو اپنا زخمی ہاتھ وحشیوں کی طرح اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھے منائم یوں تھی جیسے اسکے پیروں سے اس منظر نے زمین کھینچ لی

ہو، وہ خوفزدہ اور ڈری نگاہوں سے مہویر کی پُشت دیکھتی اپنے حلق کو تر کرتی گہرے سانس لے رہی تھی، اس نے مہویر کو اس حالت میں نہ آنے کے سبب جھوٹ بولا مگر اسکی مزید ابتر حالت دیکھے منائم کی آنکھوں میں جیسے دھندلاہٹ بھر گئی، وہ اس قدر سہم گئی تھی کہ اس میں ہمت نہ بچی وہ اپنی جگہ سے آگے جا پاتی۔

"گھٹیا مہویر میثاق۔ تمہیں اپنی زندگی کا مقصد پورا کر کے مر جانا چاہیے۔ تمہارے لیے اس دنیا میں اب کچھ باقی نہیں۔"

وہ خود کو پست ساغر اکر نفرت سے کوستا جب پلٹا تو نظر کمرے کے دروازے میں کھڑی منائم پر پڑی، مہویر نے دفعتاً اپنا زخمی ہاتھ مٹھی کی صورت کَس کر اپنے پیچھے چھپایا، وہ مہویر کی خود کے لیے جتائی نفرت سن چکی تھی، کیا یہ نفرت وہ منائم کے قریب جانے پر خود سے کر رہا تھا؟ منائم کے اندر کچھ شدت سے ٹوٹا تھا جسکی کرچیاں اسکے پورے نڈھال وجود میں کُھب کر رہ گئیں۔

"م۔ مہویر۔۔۔ خون۔۔ ک۔ کیوں کیا خود کے ساتھ؟ ک۔ کیا ہوا ہے آپکو؟"

وہ کانپتی ٹانگوں سے بمشکل چلتی مہویر تک آئی لیکن اسکے پاس آکر بے ساختہ لڑکھڑائی ہی جب وہ اسے دونوں ہاتھوں سے تھام بیٹھا، وہ گر جاتی تو مہویر کو تکلیف ہوتی، بس تبھی اسے سنبھال بیٹھا، ورنہ اسکی اپنے اندر درد کی انتہا دھوئیں کی طرح اٹھ رہی تھی جسکا اثر مہویر کی آنکھوں تک آرہا تھا۔

"تمہاری وجہ سے کچھ نہیں ہوا، کسی کام کے معاملے پر غصہ آگیا تھا تو دیوار کو مُکا دے مارا۔ تم ٹھیک نہیں ہو۔ تمہیں ابھی ریسٹ کی ضرورت ہے۔ تم آج بھائی کے کانسرٹ میں بھی مت جانا، اسکے سٹوڈیو ہاوس جا کر لمبی تان کر سو جانا۔ میں ناشتہ بناتا ہوں۔ بتاو کیا کھاو گی؟"

وہ اتنی ظالم تو نہ تھی کہ مہویر کو زخمی ہاتھ کے ساتھ کچن میں جانے دیتی پھر جو منائم نے سنا وہ اسے اندر ہی اندر مار دیتا اگر وہ اسکی مہویر سے وضاحت نہ مانگتی۔

"مجھے بھوک نہیں ہے۔کچھ نہیں بنائیں میرے لیے۔ا۔۔اس ہاتھ پر کچھ لگائیں ورنہ میرا د۔دل بند ہو جائے گا۔"

وہ اس سے دور ہوئی اور زبردستی مہویر کا چھپایا ہاتھ جب پکڑ کر اپنے سامنے کیا تو اسکے الٹے ہاتھ کے جوڑ چھلے دیکھ کر وہ اپنے بمشکل سنبھالے آنسو مزید نہ روک سکی،اس نے آزردگی سے اپنی بھوری آنکھیں اٹھا کر مہویر کو دیکھا جو ضبط کے جانے کس مقام پر تھا،وہ سمجھ نہ پائی لیکن وہ اسکے اندر کی چیخ و پکار محسوس کر سکتی تھی۔

"م۔ میں کر لوں گا بینڈیج ڈونٹ وری۔ اگر تمہیں کچھ نہیں کھانا تو میں تمہیں خضر کے گھر ڈراپ کر دیتا ہوں۔ مجھے آج بہت کام ہیں۔ تم اپنا خیال رکھنا۔ چلیں؟"

وہ بہت مشکل سے بات کر رہا تھا جیسے اپنے آپ کو اپنی پوری ہمت لگائے جکڑے ہوئے ہو، کہ کسی بھی طرح اس لڑکی کو اسکے اندر کے طوفان کی بھنک نہ لگے، وہ پچھتا رہی تھی کہ کیوں جھوٹ بولا پر مہویر کی حالت دیکھ کر اس میں ہمت نہ تھی وہ اپنے جھوٹ کا پردہ چاک کرتی۔

وہ یہی سمجھ رہی تھی کہ اگر منائم نے بتایا تو وہ جو اپنے اندر سنبھلا ہوا ہے، اس پر ٹوٹ پڑے گا، اور منائم کے اندر اس وقت اتنی طاقت نہ تھی۔

"مہویر۔۔۔ آپ نے کیوں کہا خود کو کہ مر جانا چاہیے؟ خود پر غصہ تو نہیں تھا یہ۔ نفرت سی لگی مجھے۔ کیا میں نے کچھ غلط کیا ہے۔ یہ جو آپ نے کیا یہ نارمل انسان نہیں کر سکتا، وہ خود کو چوٹ نہیں پہنچا سکتا۔ کچھ ہ۔ ہوا ہے

بتائیں۔ اتنی بے کار بھی نہیں ہوں کہ آپکو سن نہ سکوں۔۔۔۔خ۔ خود کو گھٹیا کیوں کہا آپ نے۔۔۔۔ک۔ کیوں مہویر؟"

وہ اسکے ہاتھ کو اب تک پکڑے رونا بمشکل سنبھالنے کے باوجود رو پڑتی جس طرح مہویر کی آخری بات سن کر اس سے صفائی مانگ رہی تھی وہ مزید اندر سے گُھٹ سا گیا، اک دل چاہا ساری حقیقتوں کو کھول دے پر اب وہ منائم کا مرنا تو کسی صورت نہیں چاہتا تھا۔ کل کے بعد سے تو ہر گز نہیں۔

"سبکی زندگی میں کوئی نہ کوئی سیاہ باب ضرور ہوتا ہے۔ جسے وہ کسی کے سامنے کھولنا پسند نہیں کرتا منائم۔ تم سمجھو میں بھی یہ چیپٹر تمہارے سامنے نہیں کھول سکتا۔ آئی سوئیر سب ٹھیک ہے۔ تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں"

وہ اسکے ہاتھ سے اپنا ہاتھ بے دردی مگر آہستگی سے جھٹک گیا، اپنی گری جیکٹ اٹھائی لیکن منائم کی آنکھوں سے وہ چاہ کر بھی درد الگ نہ کر پایا۔

"مجھے دیکھنے دیں۔"

وہ آگے بڑھتی اسکا ہاتھ اپنے ہاتھ میں دوبارہ لیے اسکے زخمی ہاتھ کو دیکھنے لگی اور مہویر ابھی تک یقین نہ کر پا رہا تھا کہ وہ واقعی سب بھول گئی، ایسا کیسے ممکن تھا، ایسا کیوں ہوا تھا، وہ یہ سوچ کر پاگل ہی تو ہو رہا تھا۔

"منائم۔ مجھ سے دور رہو پلیز۔ دیکھو میں تمہیں کسی قسم کا سخت لفظ نہیں کہنا چاہتا اس لیے چلو میں تمہیں ڈراپ کر آوں۔ میں ٹھیک ہوں، یہ معمولی خراشیں ہیں مجھے تکلیف نہیں دے سکتیں"

وہ اپنا ہاتھ دوبارہ سے منائم کے ہاتھ سے چھڑوا گیا پر منائم کی جیسے دھڑکنیں رکنے سی لگیں۔

"م۔ مہویر۔۔۔ مجھے ک۔۔ کچھ کہنا ہے"

وہ سوچ چکی تھی وہ اپنے جھوٹ کا پردہ چاک کر دے گی۔

"تمہیں فارسی سمجھ آتی ہے کیا؟ مجھے نہ تم سے کچھ سننا ہے نہ تمہاری شکل دیکھنی ہے منائم۔ خدا کے لیے میرا دماغ خراب کرنا بند کرو ورنہ میرے ہاتھوں کچھ بُرا ہو جائے گا۔ لے کر آو اپنی جیکٹ اور فون۔۔ ہری آپ۔۔۔۔ موو"

وہ مزید خود میں سمٹ کر نہ رہ سکا اور چیخ اٹھا جبکہ منائم سمجھ چکی تھی اس وقت وہ بات کرنے کی پوزیشن میں نہیں تبھی فوراً سے پہلے روم میں گئی اور اپنی جیکٹ پہنے وہ واپس باہر آئی تو اپنی آنکھوں سے بہتے آنسو بھی رگڑ ڈالے تھے، وہ سرد و سپاٹ چہرے کے سنگ گھر سے منائم کو لیے نکلا، وہ اسکے قدموں کا آہستہ رفتار سے تعاقب کرنے کے بیچ بس مہویر کی تکلیف میں کمی کی دعا کر رہی تھی۔

پارکنگ تک پہنچے مہویر نے پلٹ کر منائم کو آکر رکتے دیکھا اور اپنی گاڑی کا پیسنجر ڈور اوپن کیا۔

"م۔ مہویر"

اس سے پہلے وہ کچھ کہتی، وہ اسکو بازو سے پکڑ کر زبردستی گاڑی کے اندر بٹھائے دروازہ پٹخ کر بند کرتا خود بھی ڈرائیونگ سیٹ سنبھالے آکر بیٹھا، منائم کے آنسو پھر سے جاری تھے جنھیں وہ پونجھنے کی کوشش میں بے حال ہو رہی تھی۔

وہ سیٹ بیلڈ فکس کرتا ہوا، منائم کی جانب سے بیلڈ فکس ہونے کا منتظر سامنے دیکھ رہا تھا جو بس اسکے زخمی ہاتھ اور تنے جبڑے والے چہرے کو دیکھ رہی تھی، وہی چہرہ، وہی ہاتھ جسے کل اس نے بے پناہ پیار دیا تھا، اب وہ پورا شخص ہی آگ میں جھلس رہا تھا۔

"منائم۔ سیٹ بیلڈ فکس کرو اس ٹِک ٹِک سے میرا سر پھٹ رہا ہے"

گاڑی میں بجتے سیکورٹی آلارم پر مہویر کی جیسے گاڑی سٹارٹ کرتے ہی سخت آواز سنائی دی، وہ اپنے کانپتے ہاتھوں سے بیلڈ کھینچنے لگی پر وہ شائد پیچھے کہیں

اٹک گیا تھا، جب وہ منائم سے نہ کھلا تو مہویر نے گاڑی بلڈنگ کے گیٹ سے نکال کر سائیڈ روڈ پر کرتے ہی روکی۔

"کیا تم میرا ضبط آزما رہی ہو؟"

منائم کو بیلڈ کے ساتھ کھینچا تانی میں لڑتا اور روپڑتا دیکھے وہ خود اپنا بیلڈ کھولے منائم کی طرف جھکا اور اسکے ہاتھ سے بیلڈ لیتے منائم کی سرخ بھیگتی آنکھوں میں اپنی سیاہ آنکھیں گاڑ کر بولا جو مزید بُرا رو پڑی، اسکے آنسوؤں میں بے بسی و درد بھی شامل ہوا، مہویر نے اسکا سیٹ بیلڈ فکس کرتے اسکی گردن، کندھوں پر موجود سرخائی دیکھتے اپنے آپ کو لعنت بھیجی، اوپر سے منائم کی رو رو کر سوجھی آنکھیں سیدھا مہویر کے سینے میں گُھب رہی تھیں۔

"م۔ مہویر میں اب دور رہوں گی آپ سے۔۔۔۔ میں آپکی تکلیف ہوں اسکا ثبوت مل گیا ہے"

وہ اسکا سیٹ بیلڈ فکس کرے ہٹنے لگا جب منائم کی سسکیوں میں گم ہوتی بھیگی سرگوشی پر مہویر کا دماغ سا الٹا۔

"بہت مہربانی تمہاری۔ جلدی عقل آگئی تمہیں۔ میں بھی تمہیں دیکھنے یا ملنے کو مرا نہیں جارہا۔ مت آنا قریب۔ دور ہی اچھی ہو تم۔ بلکہ یہی بہتر ہے کہ تم خود کو خود سنبھالو۔ یاداشت ہی تو گئی ہے، آپاہج تو نہیں ہوئی تم کہ تمہیں کسی کا سہارہ درکار ہو۔ میں ویسے بھی اگلے کئی دن بہت مصروف ہوں۔ نہیں مل سکتا دیکھنے کو بھی۔"

وہ پیچھے ہٹا، اپنا بیلڈ فکس کرتے ہی گاڑی سٹارٹ کر دی لیکن منائم کا دل پھٹ سا رہا تھا، وہ اسے بتانا چاہتی تھی اسے کل کی رات اس قدر حفظ ہے کہ دنیا کی کوئی طاقت اس سے یہ یادیں چھین نہیں سکتی، لیکن وہ مہویر کو مزید ہرٹ کرنے کے ڈر سے ابھی کے لیے خاموش ہو گئی، اپنا چہرہ بھی ونڈو سائیڈ کر کے سر ٹکا لیا۔

وہ جانتا تھا وہ رو رہی ہے لیکن ابھی وہ اسکے آنسوؤں پر دھیان دیتا تو گاڑی کہیں ٹھوک ڈالتا، خضر سے اس نے اسکے گھر کا پتا لے لیا تھا، وہ لوگ جلد پہنچ آئے تھے، مہویر نے جب گاڑی روکی تب تک منائم کے آنسو بھی تھم چکے تھے لیکن وہ یوں تھی جیسے کسی بھی وقت گر پڑے گی۔

"جا سکتی ہو تم"

وہ گھر کے باہر گاڑی روکے منتظر تھا کہ منائم نکل کر جائے پر وہ مہویر کو یوں دیکھ رہی تھی جیسے آخری بار اسکا چہرہ حفظ کر رہی ہو۔

"مہویر۔۔۔ میں کال کر سکتی ہوں ناں؟۔ جب آپکا غصہ ٹھنڈا ہو تو مجھے کال کر لیجئے گا۔ کچھ اہم بتانا ہے آپکو۔ پلیز۔"

وہ اسکو چھو بھی نہیں پا رہی تھی کہ کہیں وہ دھماکے کی طرح پھٹ نہ جائے جبکہ کال کی ریکوسٹ پر مہویر نے گردن گما کر منائم کی طرف دیکھا جو اس سے سہمی ہوئی تھی۔

"دیکھو منائم۔ ابھی میں کسی وجہ سے مینٹلی ٹھیک نہیں تو کم از کم آج تمہاری یا کسی کی بھی آواز سننے کا بلکل سٹیمنا نہیں ہے۔ اب جاو مجھ پر احسان کر دو۔ خضر گھر ہی ہے، اپنے بھائی کا سر کھاو آج۔ میری جان بخش دو"

وہ منہ واپس پھیر گیا تو منائم نے مزید کوئی منت سماجت نہ کی اور نہ صرف گاڑی سے اتری بلکہ بنا مڑے وہ خضر کے سٹوڈیو ہاوس کی طرف بڑھ گئی، خضر اسی لمحے دروازے تک پہنچ آیا کیونکہ مہویر نے اسے میسج کر دیا تھا، خضر پر نظر پڑتے ہی مہویر نے گاڑی سٹارٹ کرتے ہی موڑ لی جبکہ خضر نے منائم کو خود سے لگائے گیٹ بند کیا، وہ شاید ابھی تھوڑی دیر پہلے مہویر کی کال پر ہی جاگا تھا۔

"کیسی گزری میری خرگوش کی رات۔ ڈانٹا تو نہیں اس نے تمہیں۔ کسی قسم کا ہرٹ تو نہیں کیا؟"

منائم نے گیٹ سے اندر آنے سے پہلے ہی اپنے بال پھیلا کر گردن پر بکھیر دیے تھے تاکہ وہ ریڈ نیس خضر نہ دیکھ پائے، جبکہ خضر کو مہویر کے گیٹ سے ہی واپس چلے جانے پر تھوڑا بُرا لگا۔

"نہیں بھائی۔ بس اب مجھے انکے پاس نہیں جانا۔ انکے لیے یہ رات یقینا آزمائش کی رات تھی۔ م۔ مجھے بخار ہو گیا تھا ناں۔ تو میری تیمارداری کرتے رہے۔ میں اب ان پر بوجھ نہیں بنوں گی۔ نہ آپ پر۔ میں خود کو سنبھالنے کی کوشش کروں گی۔ جب تک وہ مجھے خود نہ آنے کو کہیں، اب نہیں جاوں گی نہ جانے کی ضد کروں گی"

خضر کو جو پریشانی تھی وہ منائم کی باتوں سے بڑھی، اب تو اسے واقعی یقین ہوا کہ مہویر نے منائم کو یقینا ہرٹ کیا ہے۔

"ہمم۔ ٹھیک ہے میری جان جیسا تم کہو۔ تمہارے کپڑے منگوا لیے تھے جاو جا کر چینج کر کے کچھ کمفی پہنو۔ میں تب تک ناشتہ بناتا ہوں۔ چیز آملیٹ کھاو گی؟"

خضر کے ہمراہ وہ اسکے اس چھوٹے مگر پیارے سے گھر میں آچکی تھی، یہاں ٹوٹل تین ہی کمرے تھے، یہ چھوٹا سا گھر خضر کے میوزک کا اڈا کہا جا سکتا تھا لیکن اس نے منائم کے لیے ایک کمفی اور پیارا کمرہ کلئین کروا دیا تھا، پیلس سے اسکا سامان بھی منگوایا تھا، وہ بھائی کی جانب مسکرا کر دیکھتی کمرے کی طرف بڑھی تو خضر نے بھی کچن کا رخ کیا، کمرے میں آتے ہی منائم نے دروازہ بند کیا اور فون میٹرس پر پھینکے وہ وہیں دروازے میں ہی بیٹھی، سانس جیسے بند ہو رہی تھی، وہ خود کے جھوٹ پر پچھتا رہی تھی پر اسے مہویر کا رد عمل بھی رلا رہا تھا، کہ آخر اسے غصہ کس بات پر ہے، منائم اور اسکے ایک ہونے پر یا منائم کے سب بھول جانے پر، وہ خود الجھی تھی، وہ مہویر کی الجھنوں کو کیا ہی حل کر پاتی۔

جبکہ عرشیہ بھی گھر پہنچی تو اسے سوہا ڈائنگ ہال میں ہی منتظر ملیں، وہ اسی کے انتظار میں تھی کہ ناشتہ عرشیہ کے ساتھ کرے۔

رئیس کی وجہ سے وہ ساری رات سو بھی نہ سکی تھی۔

"کیسی ہیں مما؟"

عرشیہ نے مسکراتے ہوئے اپنا بیگ ٹیبل کے آخری کنارے رکھا اور مما کی طرف آئی تو سوہا نے اٹھ کر عرشیہ کو اپنے زور سے گلے لگایا، مما کے اضافی شدید ہگ نے اسے دور ہوتے ہی مما کے لیے فکر مند کر دیا۔

"اتنی گرم جوشی؟ سب خیریت ہے ناں۔؟"

سوہا کے بیٹھتے ہی وہ بھی کرسی سنبھالے بیٹھی پر اسکی توجہ مما کے اخیر سنجیدہ چہرے کی جانب مبذول تھی۔

"جی میری جان۔ بس کل کچھ ناخوشگوار ہو گیا ہے اسی کی نحوست میرے دل و دماغ پر چھائی ہوئی ہے۔ نیند بھی نہیں لے سکی۔ تم ٹھیک ہو مما کی جان؟"

وہ عرشیہ کا ہاتھ پکڑ کر چومے عرشیہ کے لیے فکر مند تھی پر اسے مما کی پریشانی جاننی تھی۔

"میں تو ٹھیک ہوں۔ کل کیا ہوا ہے؟ سب ٹھیک ہے ناں۔ آپ مجھے پریشان لگ رہی ہیں؟"

وہ بے چین تھی اور جب تک سوہا اسے بتا نہ دیتی، عرشیہ نے کہاں سکون کی سانس لینی تھی۔

تبھی سوہا نے اسے کل کی ساری تفصیل اور رئیس سے ہوتی بات بتائی تو عرشیہ کی آنکھوں میں غصے سے زیادہ پریشانی عود آئی۔

وہ مما کا انیس کے دم پر مان کرنا دیکھے افسردہ ہو گئی کہ وہ تو انیس کو اس سب میں ہرگز انوالو نہیں کر سکتی، اس پر آنچ بھی نہیں سہہ سکتی اور مما کی باتوں

سے اسے ایسا لگا جیسے رئیس اب ان کے ساتھ ساتھ انیس کو بھی نقصان دے سکتا ہے۔

"میں نے کہہ دیا اسے جس نے ہونے والی بیوی کے لیے تمہیں دھویا ہے وہ بیوی کے لیے تو تمہاری قبر کھود دے گا۔ جانتی ہوں اب انیس ہے ہمارے سر پر لیکن پھر بھی رئیس کے اندر کا جانور خطرناک لگ رہا ہے۔ میری چھٹی حس مجھے وارن کر رہی ہے کہ کچھ بُرا ہونے والا ہے"

سوہا نے مزید تفصیل دی پر عرشیہ بہت زیادہ پریشان ہو چکی تھی، وہ انیس کے اس مفت کے دشمن سے ڈر رہی تھی۔

"مما۔ میں نہیں چاہتی انیس اس معاملے میں پڑے۔ رئیس کو ہم دونوں مل کر قانونی طور پر لگام ڈالیں گے۔ انیس کو اگر رئیس نے کوئی نقصان پہنچا دیا تو میں کیا کروں گی؟ نہیں۔ میں انیس کو اس معاملے میں پڑنے نہیں دوں گی۔ وہ گھٹیا رئیس کسی بھی حد تک جا سکتا ہے"

عرشیہ کے لب و لہجے میں انیس کے لیے ڈر بھانپ کر سوہا مسکرائی کہ یہ فطری ہے پر عرشیہ سچ میں خوفزدہ لگی تو یہ سوہا کو تشویش میں ڈال گیا۔

"میری جان انیس بہادر ہے۔ تمہارا محافظ ہے۔ تو اسے خود ہی ہینڈل کرنے دو رئیس جیسے کمینے کو۔ یہ معاملات مرد ہی ہینڈل کر سکتے ہیں۔ رہی بات میری تو میں لیگل ایکشن لوں گی۔ آفکورس۔ پر تم انیس کے لیے اس قدر خوفزدہ کیوں ہو گئی ہو؟ سب ٹھیک ہے عرشی؟"

وہی ہوا جسکا ڈر تھا، سوہا نے عرشیہ کے خوف کو بھانپ لیا اور وہ مما کو یہ نہیں بتا سکتی تھی کہ وہ انیس کے لیے خوفزدہ ہے کہ اسے کچھ ہو نہ جائے۔

"مما۔ وہ اپنے بھائی اور بابا کی دنیا ہے۔ میں ابھی اسکی زندگی میں آئی اور آتے ہی کیا اسے ان دنگے فساد اور مسائل میں ڈال دوں؟ ہرگز نہیں۔ یہ لڑائی ہماری ہے ہم خود لڑ لیں گے۔ رئیس نے اگر انیس کو خراش بھی دی تو میں رئیس کو جان سے مار ڈالوں گی یا پتا نہیں اسکے ٹکرے کر دوں نہیں

جانتی، آپ نے رئیس کو انیس کے پیچھے لگا دیا شادی کا بتا کر۔ پتا نہیں وہ جانور کیا کرے گا۔"

عرشیہ کو رہ رہ کر پریشانی ہو رہی تھی پر سوہا تو اسکی انیس کے لیے یہ محبت دیکھ کر حیران پر حیران ہوئے جا رہی تھی۔

"رئلکس میری جان! انیس کوئی بچہ نہیں جو اسکے لیے یوں ڈر رہی ہو۔ شوہر ہے تمہارا، اسکا فرض بنتا ہے تمہاری حفاظت کرنا۔ پر سکون ہو کر ناشتہ کرو میرا بچہ۔ تم نے تو اپنے شوہر کو نازک آپسرا ہی سمجھ لیا عرشی۔ حد ہی ہو گئی"

وہ مما کے مسکرانے کے باوجود پر سکون نہ ہوئی کیونکہ وہ انیس کی محافظ بن کر سوچ رہی تھی، اسے کچھ ہونے کا خیال ہی عرشیہ کے وجود سے جان کھینچ رہا تھا، پتا نہیں وہ سوہا کو انیس کی بیماری کا کیوں نہیں بتانا چاہتی تھی، شاید سوہا

کارد عمل سخت ہوتا تبھی عرشیہ کی گٹ فیلنگ اسے یہ کرنے سے روک رہی تھی۔

"وہ نازک جان ہی تو ہے، اب میں مما کو کیسے سمجھاوں۔ یا اللہ۔ انیس کی اس کمینے سے حفاظت فرمائیں۔ میں انیس کا مزید کوئی زخم نہیں چاہتی۔ کبھی نہیں۔ اس رئیس کا انتظام مجھے خود ہی کرنا ہو گا"

بظاہر تو وہ ناشتہ کر رہی تھی پر دل ہی دل میں منصوبے بھی پورے بنا رہی تھی، جبکہ انیس نے عدین کو کلب ڈراپ کیا تو آج مار کے اثرات سے نکل کر ارسل بھی کلب آیا تھا لیکن انیس اور عدین کی طرف اسکی منہ کرنے کی بھی ہمت نہ تھی، اسے نظریں جھکا کر پاس سے گزرتا دیکھے انیس اور عدین دونوں نے یہ مومنٹ انجوائے کیا تھا۔

علیم خان کو وہ عدین کا سایہ بننے کا حکم دیتا خود بھی سٹوڈیو چلا گیا، آج اسکا بزی ڈے تھا، جبکہ اپنی گن لے کر عاصم ملک کا خاتمہ کرنے کی نیت سے

مہویر بھی سر سے پیر سیاہ خلیے اور سنپل بلیک ماسک پہنے ملک ہولڈ نگز کے ٹھیک سامنے والی خالی بلڈ نگ میں پہنچ چکا تھا، آج ہولڈ نگز سے نکلتے ہی وہ عاصم کو مارنے والا تھا، وہ مسلسل انیس کو کالز کر رہا تھا لیکن آج انیس کلائنٹس کے ساتھ فائنل میٹنگ میں مصروف تھا تو اسکا فون آج سائلنٹ تھا، عصر خود بھی میٹنگ میں شریک تھا تبھی مہویر کے بار بار کال ملانے کے باوجود کوئی جواب نہ آیا۔

جبکہ مہویر نے سنائپر گن ٹھیک ملک ہولڈ نگز کے پارکنگ ایریا پر فوکسڈ کر رکھی تھی، اب بس وہ عاصم ملک کے باہر آنے کا منتظر تھا۔

عرشیہ بھی پورے اعتماد کے ساتھ ملک ہولڈ نگز پہنچی، کچھ دیر اسکی شئیرز ٹرانسفر کے لیے بابا سے میٹنگ تھی جو خفیہ تھی، اس میں عاصم نے عرشیہ سے کچھ کاغذات پر سائن لیے تھے، وہ اپنے پاس موجود ساٹھ فیصد شئیرز میں سے پچیس فیصد شئیرز عرشیہ کے نام ٹرانسفر کروائے اسے بورڈ چیئر ممبرز میں شامل کرنے والا تھا، وہاں سے اسکا کام ختم ہوا تو عاصم کی سیکرٹری

اسے میٹنگ ہال تک لائی تو وہاں میٹنگ ہال میں اسکی جو پہلی ملاقات ہوئی وہ موساب اعوان تھا، باقی لوگ ابھی کانفرنس ہال میں نہیں آئے تھے، شئیرز ٹرانسفر کا کام چل رہا تھا، عرشیہ بھی واپس پلٹنے لگی پر موساب کے اٹھ کھڑا ہو کر پکارنے پر وہ چار و ناچار رک گئی۔

"تم نے وہ جاسوسی کا کام چھوڑ دیا ہو پر یہ کام تو میرے ہی ساتھ کرنے والی ہو۔ آجاو بیٹھو۔"

وہ موساب کے اشارہ کرنے پر ٹھیک اسکے سامنے والی کرسی سنبھالے بیٹھی، عرشیہ کی آنکھوں میں صاف صاف تپش تھی۔

"آپکے ساتھ نہیں، بابا کے ساتھ۔ میں انہی کے آرڈرز پر عمل کروں گی۔ آپ اونر ہوں گے لیکن یاد رہے صرف چالیس فیصد شئیرز ہولڈر ہیں۔ مالک اب بھی عاصم المیر ملک ہیں۔ ویسے اگر آپ ہولڈنگز میں اتنے ہی انٹرسٹڈ تھے تو قانون کے شعبے میں کودنے کی کیا ضرورت تھی۔؟"

وہ مدعے پر آتی تلخی سے بولی اور اختتام تک عرشیہ کے لہجے میں مضحکہ خیزی بھی مل گئی۔

"جب تک ہولڈ نگز ملنی تھی، بھوکا تھوڑی نہ رہ سکتا تھا۔ جو کام ہاتھ لگا پکڑ لیا۔ ویسے تم کیوں مجھ سے کھینچی کھینچی سی ہو؟ میں تو تمہارا محسن ہوں۔ تمہیں چاہیے اپنے کرپٹ اور ناانصاف باپ کے خلاف میرا ساتھ دو تاکہ یہ ہولڈ نگز ڈیزرونگ ہاتھوں میں واپس جاسکے۔ تمہارے باپ نے اسے نہیں بنایا بلکہ محراب ملک کے والد نے یہ امپائر کھڑی کی تھی۔ پھر محراب یعنی اپنی بیٹی کے فیوچر کو سیکیور کرنے کے لیے اسی عاصم سے شادی کروائی پھر یہ امپائر کسی نیاز کی طرح اس راہ چلتے آدمی کو تھمادی۔ اسکی اصل حق دار محراب ملک ہے"

وہ بڑی دلچسپی سے موساب اعوان کو سنے آخر میں باقاعدہ محظوظ ہوئے ہنسی تو موساب کے چہرے کی رنگت سفید ہوئے بدلی۔

"آپ چاہتے ہیں بابا کی طرف سے آج جو مجھے شئیرز ملنے والے ہیں وہ میں آپکو دے دوں کیونکہ آپ میرے محسن ہیں، اور آپ محراب کو اس ہولڈنگز کا اختیار لوٹا کر اپنے عشق کے اب تک قائم ہونے کا ثبوت دے کر خفا محبوبہ کو منا کر امپریس کر دیں۔ ویسے بھی وہ طلاق لے چکی ہیں بابا سے۔ اب آپکا راستہ صاف ہے۔ ملک ہولڈنگز بھی ہاتھ میں اور محبوبہ بھی شیشے میں اتار لی جائے۔ پلین تو کمال ہے آپکا لیکن مجھ سے شئیرز ہتھیانے کے لیے آپکو مرنا پڑے گا مسٹر موساب اعوان۔ بابا کے ساتھ کام کروں گی، ایک بار پھر میری یہ بات اچھے سے دماغ میں بٹھالیں۔ میں اور بابا ایک ہیں۔ ہم مل کر ساٹھ فیصد شئیرز کے اونر ہیں اور رہیں گے۔ میری طرف آپکے کسی احسان کا قرض باقی نہیں"

وہ اپنے موقف پر پہاڑ کی طرح ڈٹی تھی، اسے عاصم المیر ملک سے کوئی لگاؤ نہ تھا پر وہ اپنے ہی باپ کے خلاف کام کرتے لوگوں کا بھی ہرگز ساتھ دینے والی نہ تھی۔

"یہ تو وقت بتائے گا عرشیہ المیر۔ تمہارا باپ آج ہے کل نہیں۔ پھر تم کس کے سہارے اس امپائر کو بچاو گی؟"

موساب کی کمینی مسکراہٹ کا مطلب وہ اچھے سے سمجھ رہی تھی، موساب پھر بھی اسے ڈرانے میں ناکام تھا۔

"اچھا ہوا تمہارے مکروارادے مجھ پر کھل گئے۔ بابا کو بتا کر محتاط کرتی ہوں کہ کوئی انکی جان کے پیچھے پڑا ہے۔ منہ کی کھانی پڑے گی آپکو مسٹر موساب"

وہ اٹھی اور مزید یہاں بیٹھ کر انتظار کے بجائے اس نے اپنے آفس میں جا کر بیٹھنا زیادہ مناسب سمجھا، عرشیہ کے میٹنگ ہال سے نکلنے کی دیر تھی کہ موساب اعوان کے تلووں لگی آگ سر پر بجھی، اسکی بے بسی اسکے چہرے سے جھلک رہی تھی۔

"کیا ہوا؟ تم باہر کیوں آگئی۔ بس میٹنگ شروع ہونے والی ہے"

وہ اپنے آفس کو دیکھنے ہی جا رہی تھی جب عاصم المیر ملک کے سامنے سے آنے پر رکی۔

"جانتی ہوں۔ اندر وہ بیٹھے ہیں۔ آپکے رقیب۔ مجھے بھڑکا رہے تھے کہ اپنے باپ کے خلاف انکا ساتھ دوں تاکہ یہ ملک ہولڈنگز ڈیزرونگ محراب ملک تک واپس پہنچائی جا سکے۔ یہ بھی کہا کہ تمہارا باپ آج ہے کل نہیں، پھر کس کے پیچھے چھپ کر بیٹھو گی۔ یہ ہمیں کچھ محتاط کرنے جیسا ہے۔ آپ کو اپنی حفاظت کرنی ہو گی۔ ایک پولیس والے سے دشمنی لے بیٹھے ہیں، وہ معصوم کو مار کر اسکے قتل کو جائز قرار دے دیتا ہے یاد رکھیے گا۔ اسکے ساتھ کام کر چکی ہوں۔ بظاہر بہت اعلی پائے کا آفسر ہے پر اندر سے پورا کمینہ ہے"

عرشیہ کے یوں بابا کو محتاط کرنے پر عاصم ملک متاثر کن مسکرایا، عرشیہ بھلے اس سے اکھڑ کر بولتی ہو پر عاصم جانتا تھا وہ اسے کم از کم دھوکہ نہیں دے سکتی، اس نے اپنی سب سے ڈیزرونگ اولاد کو یہ اختیارات دیے ہیں اسکی عاصم کو بہت خوشی تھی۔

"تم بس اپنے کام پر دھیان دینا۔ ان پھدکتے مینڈکوں کو تمہارے بابا دیکھ لیں گے۔ بابا کی جان! ملک ہولڈنگز میں تمہارا آفیشلی ویلکم۔ اب سے پچیس فیصد شئیرز کی مالک ہو تم۔ مجھے یقین ہے میرا یہ فیصلہ مجھے کبھی پچھتاوا نہیں دے گا۔ میں نے تم پر اعتبار کیا ہے۔ توڑو گی تو بھی تم حق پر ہو گی اور قائم رکھو گی تب بھی۔ میں نے رسک پر یہ بازی لگائی ہے۔ آجاو۔"

وہ نرم سا مسکرائی کیونکہ اسے اونرشپ کے کریو میں شامل کیے عاصم نے بے حد اہمیت دی تھی، اسکے پاس بھی اب ٹھیک موساب اعوان جتنے اختیارات تھے، وہ کمپنی کے تمام پراجیکٹس کے بارے فیصلے لے سکتی تھی، ٹینڈرز لینے کے لیے رقوم کی تجویز سے لے کر جاری تمام پراجیکٹس کی نگرانی، ان میں ردوبدل، سٹاف کی سلیکشن، سب میں عرشیہ کی رائے ضروری قرار دے دی گئی تھی۔

میٹنگ میں یہ سب ڈسکس ہوا تھا، نئے پراجیکٹس شروع کرنے کا اعلان ہوا تھا، سرمایہ کاروں کو اٹریکٹ کرنے کے پلان پر غور و فکر کے ساتھ عرشیہ کا

ملک ہولڈنگز میں آفیشل ویلکم بھی چھوٹا سا کیک کٹ کر کے کیا گیا، اسے ہولڈنگز کا تمام سٹاف پسند آیا سوائے بابا کے اس پر اسرار اور خطرناک پارٹنر موساب اعوان کے جو یقیناً ویسا ہرگز نہیں تھا جیسا دیکھائی دیتا تھا، وہ عاصم المیر ملک کو ختم کرنے کے لیے کسی بھی حد تک جا سکتا تھا، یہاں تک کہ اس نے اے آئی وڈیوز تک جنریٹ کی تھیں، وہی وڈیو جو اس کم سن لڑکی نے وولف کو دیکھائی تھی، وہ وڈیو اصلی نہیں بلکہ جھوٹ پر مبنی اک جعلی کلپ تھا۔

جس کے بل بوتے پر آج مہویر میثاق، عاصم ملک کے تاک میں اسے مارنے کو بیٹھا ہوا تھا۔

وہ دوبارہ عاصم المیر ملک کے ہمراہ میٹنگ ہال میں پر اعتمادی سے داخل ہوئی تھی آج سب نے دیکھا تھا، تمام ہولڈنگ سٹاف بھی جمع ہوا تھا، باقاعدہ میٹنگ کا آغاز ہو چکا تھا، جبکہ موساب نے اپنے فون پر سائلنٹلی آتی محراب کی کال لے کر اسے بھی میٹنگ میں شامل کیا تھا، اس نے بھی ہر چیز سنی جو

کچھ میٹنگ میں بولا گیا، موساب کو دیکھ کر یہی لگ رہا تھا کہ وہ محراب کی نظروں میں اپنا امیج بھی صاف کرنے کی کوشش میں ہے لیکن اصل معمہ یہ تھا کہ آخر اس نے وہ فیک وڈیو کیسے جنریٹ کیں، اور کیا فاطمہ نور کی موت کے پیچھے واقعی عاصم نہیں تھا، یہ صرف اک افواہ تھی جسے موساب نے وڈیو میں کنورٹ کر کے اپنی طرف سے وولف کو عاصم المیر ملک کے قاتل ہونے کا یقین دلایا تھا لیکن یہ تو عاصم ہی بتا سکتا تھا کہ اس نے فاطمہ نور کو مارا یا نہیں، ویسے سوچنے کی بات تھی کوئی کتنا بھی ظالم بن جائے، اپنے بچے کو یوں پیدا ہونے سے پہلے مارنے سے پہلے سو بار سوچے گا، بچہ بھی وہ جو بیٹا ہو، ابھی تک کے حالات تو یہی بتا رہے تھے جیسے ماضی میں کچھ تو ایسا ہوا تھا جسکے بارے صرف عاصم جانتا ہے۔

منائم کو ناشتہ کروائے خضر بھی چلا گیا تھا، اس نے میڈ کو بلوا لیا تھا تاکہ منائم اکیلی نہ رہے، ویسے بھی ناشتے کے بعد وہ دوا لیے سو گئی تھی۔

وہیں دوسری طرف انیس نے میٹنگ ختم کرتے ہی اپنا فون دیکھا جہاں مہویر کی چالیس مس کالز تھیں، وہ کانفرنس روم سے اپنا فون لیے نکلا اور مہویر کو کال بیک کی، مہویر اپنی گن کے ساتھ ہی عاصم ملک کے باہر نکلنے کا منتظر تھا، اس کے سر پر خون سوار تھا، فون رنگ پر مہویر نے اپنے ہاتھ میں پکڑا فون سکرین کے سنگ سیدھا کیا۔

"کمینے کو خیال آ گیا فون کرنے کا"

نجانے کتنے گھنٹے بعد انیس کی کال بیک دیکھے مہویر کا اندر آگ ہوا لیکن پھر بھی اس نے کال پک کی۔

"میں کسی دن مر جاوں گا پر تجھے میری قبر بننے کے بعد اطلاع ملے گی۔ آخری بار میرا منہ بھی نہیں دیکھ سکے گا۔ کہاں مرا تھا تُو، کال پہلی بار اٹھاتے کونسی موت آتی ہے تجھے۔ پچھلے دو گھنٹے سے میں تجھے کالز پر کالز کر رہا ہوں علوی"

مہویر نے کال لگتے ہی سخت غصے اور اذیت سے انیس کی سماعت میں زہر انڈیلا تو انیس کی بے چینی اسکی شربتی آنکھوں تک اتری۔

"میٹنگ میں تھا۔ کیا ہوا ہے؟ کیوں کالز کر رہے تھے؟"

انیس چاہ کر بھی اپنی فکر چھپا نہ سکا جس پر مہویر کرب انگیزی سے مسکرایا۔

"عاصم المیر ملک کو مارنے والا ہوں۔ بس وہ ہولڈ نگز سے نکلے گا ابھی اور میری گولی کا نشانہ بنے گا۔ یہ سب کر کے ہمیشہ کے لیے یہاں سے چلا جاوں گا۔ یہی بتانے کو کالز کر رہا تھا کہ خوش ہو جا تیرے سر سے یہ نحوست ہمیشہ کے لیے ٹلنے والی ہے"

مہویر کی آواز کبھی یوں نہیں کانپتی تھی جب تک وہ شدید تکلیف میں نہ ہوتا، عاصم ملک کا خاتمہ تو مہویر کے لیے خوشی کی بات تھی پھر انیس سمجھ نہ سکا وہ اتنی اذیت میں کیوں ہے۔

"میں نے تمہیں کبھی کہا کہ سر سے ٹل جاو؟ وہ لمحہ وہ دن بتاو۔ اور ملک ہولڈ نگز میں اس وقت عرشیہ المیر بھی ہے۔ تمہارا اس حالت میں نشانہ چوک سکتا ہے اور اگر عرشیہ کو آنچ آئی تو تمہیں میں غائب ہونے سے پہلے خود زندہ دفن کر دوں گا۔ آکر ملو مجھ سے، اس تکلیف سے نکلو پہلے پھر عاصم کا خاتمہ کرنا۔ اور کسی ایسی جگہ کرنا جہاں دور دور تک عرشیہ المیر نہ ہو۔ سمجھ گئے تم؟"

انیس ریکوسٹ نہیں کرتا تھا، وہ حکم دیتا تھا، مہویر کی آنکھوں میں خون سا سمٹا جب اسکی نظر ملک ہولڈ نگز سے باہر وی آئی پی پروٹوکول کے سنگ نکلتے عاصم ملک پر گئی، اسکے ہمراہ واقعی عرشیہ تھی۔

"مجھے کوئی تکلیف نہیں ہے۔ میں اس کام کو اچھے سے کر سکتا ہوں۔ تجھے اطلاع دینی تھی دے دی۔ تیری محبوبہ کو کچھ نہیں ہو گا۔"

مہویر نے اٹھ کر اپنی گن اٹھاتے فون بند کرنا چاہا جب اسے سپیکر سے انیس کے دھاڑنے کی آواز پر فون واپس کان سے لگانا پڑا۔

"تمہیں کہا ہے آج تم اسے نہیں مارو گے۔ میثاق میں تمہیں آخری وارننگ دے رہا ہوں۔ تم اسے عرشیہ کی موجودگی میں نہیں مارو گے، وہ جیسا بھی ہے باپ ہے اسکا۔ تمہاری بیوی کا باپ بھی ہے۔ تمہیں پہلے پر سکون ہونے کی ضرورت ہے۔ ملو مجھ سے۔ میں کہہ رہا ہوں ناں۔ ہمیں بات کرنی ہو گی۔۔۔۔ ایسا کچھ مت کرنا کہ تمہاری باقی زندگی بھی بربادی میں بدل جائے۔۔۔۔"

انیس کی باتیں، اسکا اسے نام سے پکارنا، مہویر کے اندر دوڑتی اذیت میں کچھ کمی لایا، گن اس نے نیچے پھینک دی، عاصم المیر ملک گاڑی میں بیٹھ کر کسی سیاسی جلسے کے لیے نکل چکا تھا جبکہ عرشیہ المیر واپس بلڈنگ کے اندر جا چکی تھی۔

"مجھے تجھ سے نہیں ملنا علوی سب ختم ہو گیا ہے، تجھے مزید میرے احسان تلے دب کر مجھے ساتھ گھسیٹنے کی ضرورت نہیں۔ مجھے کسی سے نہیں ملنا، میں اب اپنا انتقام لوں گا اور گم جاوں گا جیسے میرا وجود تھا ہی نہیں۔ میں عاصم کو آج ہی ماروں گا، یہاں نہیں تو کہیں اور سہی، جہاں جہاں جائے گا پیچھا کروں گا، عرشیہ کے سامنے نہیں ماروں گا تُو بے فکر رہ۔ آج یہ سب ختم ہو گا۔ ڈونٹ کال می آگین علوی۔۔۔ خدا حافظ۔۔۔"

مہویر نے اذیت و سفاکیت سے سب ختم کرتے ہی کال کاٹ دی، اپنی گن اٹھائے وہ اس سنسان بلڈنگ کے ٹیرس سے نیچے اترتا گیا، انیس نے اسے دوبارہ بھی کال کی پر مہویر نے اسکی کال نہ اٹھائی، انیس نے عصر کو بقیہ کام دیکھنے کا کہا اور فوری وہ سٹوڈیو آفس سے نکل گیا۔

"Pick up the phone Wild Wolf"

وہ اپنی گاڑی تک پہنچنے تک مسلسل مہویر کو کال کر رہا تھا پر مہویر نے اسی بلڈنگ کی بند پارکنگ میں کھڑی اپنی گاڑی کی ڈگی میں گن کا بیگ رکھے دوسری پسٹل اٹھا کر لوڈ کی، اپنی پینٹ کے گن ہولڈر میں گھسائی اور جیکٹ ٹھیک کرے ڈگی بند کرتا ہوا وہ اپنی گاڑی میں بیٹھا، اپنا فون آنکھوں کے سامنے کیا جہاں انیس کی آتی کال تھم گئی اور سکرین پر چھ مس کالز کا نوٹیفکیشن آیا۔

پھر مہویر کے دیکھتے ہی دیکھتے میسج ابھر کر آیا جو انیس نے اپنی کار میں بیٹھتے ہی اسے بھیجا کیونکہ مہویر کا فون آن تھا یعنی وہ میسج ضرور پڑھے گا۔

"تمہیں فاطمہ نور کی موت پر اک بار اور تحقیق کر لینی چاہیے۔ میں تمہارا اس میں بھرپور ساتھ دوں گا، عاصم المیر ملک واقعی قاتل ہے اسکا کوئی پختہ ثبوت تو کبھی تھا ہی نہیں۔ بس اسکے باپ شمس الدین کے کہنے پر تم نے یہ انتقام پالا۔ وہ بھی ایسی لڑکی کے لیے جو تم پر دو حرف بھیج کر اپنی مرضی سے اس عاصم کے پاس گئی تھی۔ جوش سے نہیں ہوش سے کام لو۔ ہمیں ایک بار

بات کرنی ہو گی۔ مجھے لگتا ہے کچھ نہ کچھ ہم سے چھپا ہوا ہے۔ میسج کا ریپلائی دو مجھے انتظار کر رہا ہوں"

یہ میسج پڑھے مہویر اذیت سے مسکرایا، اس نے انیس کو جواب لکھا۔

"پکا ثبوت دیکھ چکا ہوں۔ اب کسی بات کی کوئی ضرورت نہیں علوی۔ جو کچھ شمس الدین نے بتایا وہ سب سچ ہے۔ ویسا ہی کیا تھا عاصم نے۔ اسکی اولاد اسکے لیے خاتمہ تھی، اسکے ہاتھوں سے سب نکل جاتا۔ تبھی اس نے فاطمہ کے ساتھ اسکے بچے کو بھی مارا تاکہ وہ دوا اسکی راہ کے پتھر نہ بنیں۔ فاطمہ مجھ سے پیار کرتی تھی، اس کمینے نے اسے بہکایا تھا۔ میں اسکے خود پر دو حرف بھیجنے کو نہیں بھولا لیکن فاطمہ سے محبت کی تھی، اسکو انصاف وہ بھی اپنے ہاتھوں سے دلانا میرا اولین فرض ہے۔ میرا فون تجھے بند ملے گا
اب۔۔۔ کام ہو جائے تو اطلاع دے دوں گا۔ وہ ثبوت تُو میرے گھر جا کر دیکھ سکتا ہے۔ لیپ ٹاپ میں ہیں۔ پر مجھے آج تو اس انتقام کو پورا کرنے سے نہیں روکے گا۔ سمجھا۔۔۔۔"

مہویر نے یہ میسج بھیجتے ہی اپنا فون سوئچ آف کر دیا جبکہ انیس نے اسکا میسج پڑھتے اپنی گاڑی سٹارٹ کی، اسکا رخ سیدھا مہویر کے اپارٹمنٹ کی طرف گمایا تھا، وہ خود ان ثبوتوں کو دیکھ کر ہی تسلی چاہتا تھا لیکن انیس کے پاس ایکسپرٹ اے آئی ٹیم موجود تھی جو اس وڈیو کو جانچ کر اسکی ساری سچائی باہر لے آتی، بس تب تک مہویر کوئی قدم نہ اٹھائے انیس کی خواہش بس یہی تھی۔

خدا خیر کرے!

.._____..

ایس مروہ مرزا کے تمام ناولز پڑھنے کے لیے ہماری ویبسائٹ وزٹ کریں۔

www.smerwamirzanovels.com

"تم دونوں ماں بیٹی نے مجھے بہت ہلکا لے لیا ہے۔ تمہارا اور عرشیہ کا جینا حرام کر دوں گا۔ لیکن مجھے بہت محتاط رہ کر چلنا ہو گا۔ یہ دونوں اس آدمی کے

پیچھے چھپ رہی ہیں۔ اس آدمی کو اپنی راہ سے ہٹادوں تو ان دو کی اکڑ بھی ٹوٹ جائے گی۔ ہے کون وہ کمینہ۔ اسکے بارے جاننا ہو گا۔ کہاں سے ٹپک آیا؟"

اپنے آفس میں بیٹھا رئیس ملانی کل سوہا سے بے عزت ہونے کے باوجود اسی معاملے میں الجھا تھا، اسکا سکون و آرام تباہ ہو چکا تھا، اس نے اپنے ایک آدمی کو انیس کے بارے معلومات نکلوانے کا کہا تھا، اسی کی کال پر رئیس نے فوراً سے پہلے کال پک کرتے فون کان سے لگایا۔

"گیمنگ سوفٹویر انجینئر ہے۔ ملک کے بڑے گیمنگ سٹوڈیوز میں سے بھی ایک کا مالک ہے۔ کھاتے پیتے لوگ ہیں۔ انیس غانم علوی نام ہے۔ اپنے سرکل میں کافی سر پھرا اور اصول پسند مشہور ہے۔ اس سے زیادہ کچھ پتا نہیں چلا"

اس آدمی نے مطلوبہ اطلاعات دیں اور رئیس کے سر ہلانے پر کال کاٹ دی، رئیس نے انٹرنیٹ پر اسکا نام لکھ کر سرچ کیا مگر اسکی کسی پراپرٹی کے ساتھ اسکے نام کا لنک نہ ہونا رئیس ملانی کے لیے شدید تعجب کی بات تھی۔

"انیس غانم علوی۔ تجھ سے عرشیہ کو واپس چھین کر رہوں گا۔ اسکے لیے مجھے کسی بھی حد تک جانا پڑا میں جاوں گا۔ تم نے صرف ایک گناہ نہیں کیا۔ تم نے میری پوری زندگی ہلا دی ہے۔ اسکا بدلہ تو میں تم سے لے کر رہوں گا۔ عرشیہ المیر پہلے میرا جنون تھی اب ضد بن چکی ہے۔ اور ضد تک رسائی کے لیے میں اپنا سب کچھ داو پر لگانے سے بھی گریز نہیں کروں گا"

رئیس کو ابھی بھی مقابلے کی سوجھ رہی تھی حالانکہ اب تک اسکا زخمی جبڑا تک ٹھیک نہ ہوا تھا، ممکن تھا رئیس ملانی کا پاگل پن انیس کی طرف سے دی گئی بس ایک اور ڈوز کی مار ثابت ہوتا۔

انیس بھی مہویر کے اپارٹمنٹ پہنچ چکا تھا، ڈپلیکیٹ کی سے اس نے گھر کا دروازہ کھولا اور بند کرے مہویر کے مطلوبہ لیپ ٹاپ تک پہنچنے کو کمرے میں داخل ہوا تو انیس کی نظر بیڈ پر پڑی دو طرفہ سلوٹوں پر گئی، وہ ہمیشہ بائیں طرف سوتا تھا، تبھی بیڈ کی اک طرف سلوٹیں ہونی چاہیں تھیں مگر یہ تو پورا بیڈ بکھرا تھا، جسے دیکھنے کے بعد انیس کی نظر بلو لیڈیز کیپ پر گئی۔

"کیا یہ بیوی کے ساتھ تھا؟ ناممکن۔۔۔۔"

انیس کو تو کمرے کی حالت دیکھے یہی لگا پر اس پر یقین کیسے کرتا، انیس نے مسکرا کر کمرے کا دروازہ بند کیا اور ٹی وی لاؤنج میں پہنچا تو کچھ فائلز کے ساتھ مہویر کا لیپ ٹاپ پڑا تھا، انیس نے اسے صوفے پر بیٹھے آن کیا، پھر مطلوبہ فولڈر میں جا کر انیس نے بھی وہی وڈیو آن کی جس کو مہویر نے دیکھ کر حتمی فیصلہ لیا تھا، وہ وڈیو اس قدر پریمیم اے آئی ٹیکنالوجی سے بنائی گئی تھی کہ اک لمحہ انیس کو بھی وہ سچ ہی لگا، لیکن انیس نے مہویر جیسی غلطی نہ کرتے دوسری وڈیو بھی پلے کی۔

"تم اگر دنیا کے سامنے آئی تو میں تمہیں جان سے مار دوں گا۔"

اس وڈیو میں ایک لڑکی تھی جسے عاصم المیر ملک دھمکا رہا تھا، وہ امید سے لگ رہی تھی یعنی لگ بھگ ساتواں مہینہ معلوم ہو رہا تھا، وہ دبلی پتلی لڑکی تھی تبھی بس اسکا پیٹ دیکھائی دے رہا تھا، اسکی جسامت سے لگ رہا تھا وہ لگ بھگ بیس سال کی ہو گی، دونوں کے چہرے بلر تھے، لیکن انیس کو لگا جیسے وہ فاطمہ ہو سکتی ہے۔

"فاطمہ نور ہو سکتی ہے یہ۔ یعنی وہ فاطمہ کو دھمکا رہا ہے۔ لیکن شاید وہ نہ مانی ہو۔ اپنے حق کے لیے ڈٹ گئی ہو تبھی عاصم نے اسے موقع ملتے ہی مار دیا۔ اور وہ موقع عاصم کو اسکے ڈلیوری ڈے پر ملا۔۔ لیکن مجھے کچھ جم نہیں رہی ہے یہ کہانی۔۔ اوپر سے غیر حقیقی کلپس ہیں۔ اسکی تحقیق میں اپنے لوگوں کی نگرانی میں کرواتا ہوں"

انیس نے وہ دونوں کلپس اپنے سٹوڈیو کے آفیشل ای میل اکاؤنٹ پر بھیج کر عصر کو ساتھ ہی کال کی، اسے ان دو وڈیوز کی جانچ کا کام دیا جسکے بعد عصر فوری اس ڈیوٹی پر لگا۔

انیس نے اپنے لیے کوفی بنائی اور کچھ دیر وہیں بیٹھ کر اس نے کوفی پی، لیکن سوچ وہ اسی معاملے کو ہی رہا تھا، پھر اسے یونہی بیٹھے بیٹھے اک خیال سوجھا۔

مہویر کو کال تو کی پر اسکا نمبر بند تھا تبھی انیس نے دو لوگوں کو اسکے اپارٹمنٹ میں بلوایا جنہوں نے اسکے گھر کی پوری صفائی کی، اکیلا رہنے کی وجہ سے مہویر اتنی توجہ نہیں دیتا تھا تبھی جگہ جگہ دھول تھی اور انیس کو دھول سے ویسے ہی سخت الرجی تھی۔

انیس نے ان دو لوگوں کو مہویر کے لیپ ٹاپ اور ضروری ڈاکومنٹس کے قریب نہ بھٹکنے دیا بلکہ دونوں کے سر پر کھڑا رہا۔

پورا گھر صاف کروانے کے بعد انیس نے اسکے بیڈ روم کی بھی ایکسٹرا کلینگ کروائی، جو کپڑے لانڈری کے لیے تھے وہ بھیجوائے اور پچھلے ریسیو بھی کیے۔

ان دونوں کو پیمنٹ کیے انیس نے روانہ کیا اور دوبارہ اسکے بیڈ روم آیا تو اسکا کمرہ ایک دم لشک چکا تھا۔

"گندا آدمی۔ اس قدر دھول والے گھر بیوی لایا تھا۔ پتا نہیں کب سیکھے گا یہ رہنے کے سلیقے"

انیس کو اسکے کمرے کی ہر چیز نفاست سے پڑی اچھی لگ رہی تھی، بلکہ وہ لوگ روم میں کچھ چھڑک کر گئے تھے جس سے کمرہ بہت اچھی سمیل کر رہا تھا، انیس کو کمرے میں ابھی بھی کمی لگ رہی تھی تبھی وہ نیچے مہویر کے گھر کے سٹور روم پہنچا۔

وہاں پرانے سامان میں کچھ ایل ای ڈی لائٹس تھیں، مہویر نے انھیں منگوایا تو تھا پر یہاں کباڑ بنا کر رکھ دیا تھا، انیس نے پہلے تو ان دھول دھول ہوئی خوبصورت ڈیکوریشن لائٹس کو صاف کیا پھر وہ انھیں اوپر گھر میں لایا، انھیں انیس نے اسکے بیڈ کے اطراف لگایا، یہ تھوڑا محنت اور وقت طلب کام تھا، لیکن وہ لائٹس اتنی خوبصورت تھیں کہ اگر مین لائیٹ آف کر کے صرف وہی جلائی جائیں تو کمرہ خوابناک کی سی کیفیت میں ڈوب جاتا۔

اس بات سے بے نیاز کے مہویر اس وقت عاصم المیر کو ختم کرنے نکلا ہوا ہے، اسکا فون بند ہے، انیس نے مزے سے اپنا یہ بھائی چارہ نبھائے مہویر کے پھیکے کمرے کو سجا کر رکھ دیا، کیونکہ کہیں دل سے وہ جانتا تھا کہ مہویر اسکی بات رد نہیں کر سکتا۔

"پرفیکٹ!"

انیس نے مین لائیٹ آف کرے جب ان ایل ای ڈی ڈیکوریشن لائیٹس کو آن کیا تو کمرہ اور خوبصورت لگنے لگا، پھر روم کی ہر چیز تھی ہی خوبصورت، بیڈ شیٹ بھی بدلی جا چکی تھی، فروالا نرم لحاف بھی تھا، انیس جانتا تھا وہ کیا کرنے کی کوشش کر رہا ہے تبھی تو اسکے ہونٹوں پر یہ سب کرتے مسکراہٹ رقص کرتی رہی۔

"شاید اب اسکے تھوڑے جذبات باہر نکل آئیں اپنی جائز بیوی کے لیے۔"

انیس نے کمرے میں وہ لائیٹس آن ہی چھوڑتے مین روشنی بجھائی اور باہر نکلا، پھر مہویر کو کال کی تو اسکا فون آن ہو چکا تھا مگر مہویر نے جان بوجھ کر اسکی کال نہ لی کیونکہ وہ جلسے میں بھی عاصم ملک کا پیچھا کرنے میں مصروف تھا لیکن وہاں اتنی سیکورٹی تھی کہ مہویر کا اس جگہ فائر کرنا لگ بھگ ناممکن تھا۔

انیس نے اپنا یہاں کا کام مکمل کیا اور اسکے گھر کو لاک کیے روانہ ہو گیا کیونکہ اسے عدین کو پک کرنا تھا۔

.._____..

"ٹھیک ہے میں کل آکر یہ سب کچھ دیکھ لوں گی۔ میری کل قوبار وانگی ہے، ایک دو دن کا سٹے ہو سکتا ہے۔ تو اگر کل نہ آسکی تو میں نیو ائیر کی چھٹیوں کے بعد دیکھ لوں گی"

چار بجے تک عرشیہ فری ہو چکی تھی، اس نے بابا کے مینجر سے ہر چیز سمجھ لی تھی کہ عاصم ملک نے عرشیہ کو کن کن پراجیکٹس کا ہولڈ دیا ہے، مینجر صاحب نے پیشہ وارانہ مسکراہٹ دیے عرشیہ کی طرف دیکھا اور اسکے آفس سے نکل گئے، عرشیہ نے بھی اب واپسی کا ارادہ بنایا، اس نے واپسی پر عدین کو پک کرنا تھا تبھی عصر کو کال ملائی تاکہ اس سے عدین کے فٹ بال کلب کا ایڈریس لے سکے، عصر کو سٹوڈیو میں مصروف کیے انیس چلا گیا تھا

تبھی وہ بچارا بہت زیادہ جکڑا ہوا تھا، اوپر سے انیس نے وہ دونوں وڈیوز بھی بھیج دی تھیں، جنکا سچ جھوٹ بھی عصر نے ہی سامنے لانا تھا۔

عرشیہ کی کال آتی دیکھے وہ اپنے کیبن میں آیا کیونکہ اسکا فون اسکے آفس میں تھا، اک فطری مسکراہٹ اسکے لبوں پر بکھری۔

"جی ہولڈ نگز لیڈی! کیسی ہیں آپ۔ فرصت مل گئی آپکو؟"

عصر کا ازلی کھنکتا لب ولہجہ عرشیہ کی دن بھر کی تھکاوٹ بھگا گیا، وہ گرے آنکھوں کی حدود تک مسکرائی۔

"اف! مت پوچھو عصر۔ پہلے ہی دن اتنا کام، میں نے تو دماغ سے بڑے وقت بعد اتنا کام لیا۔ تبھی تو اب بس ہو گئی۔"

وہ ساتھ ہی اپنے بُرے اور مصروف دن کا احوال سناتی عصر کی مسکراہٹ گہری کر گئی۔

"تو پھر سٹوڈیو آ جائیں، سٹرونگ سی ایسپریسو پلاتا ہوں اپنے ہاتھ کی بنی"

وہ شوخ انداز میں پیاری سی آفر کر گیا اور عرشیہ ضرور قبول کرتی اگر عدین کو منانے کا مشن نہ ملا ہوتا۔

"رات کو کھانے کے بعد بنا کر دینا۔ ابھی مجھے عدین کے کلب کا ایڈریس چاہیے۔ اسے آج میں پک کروں گی۔"

عرشیہ نے ساتھ اپنے ٹیبل پر پڑی فائلز بھی سمیٹیں اور لیپ ٹاپ بھی سوئچ آف کرتی اٹھی، بیگ میں اپنے ائیر پوڈز رکھتے وہ بس گاڑی کی چابی نکال رہی تھی۔

"آپ اسے پک کریں گی، آر یو شیور عرشی؟ وہ موڈی آپکے ساتھ کیسے آئے گا؟"

عصر ایڈریس تو دے ہی دیتا پر اسے عدین اتنی جلدی شیشے میں اترتی شے نہیں لگ رہا تھا۔

"بس یہ سمجھو کوشش کرنے والی ہوں۔ تم مجھے میسج کر دو لوکیشن میں بس ملک ہولڈ نگز سے نکل رہی ہوں۔"

وہ اپنا بیگ لیے اپنے خوبصورت اور بہت ہی لگژری آفس سے نکلی تبھی موساب بھی اپنے آفس سے اسے دیکھتے نکلا، عرشیہ نے اسے باقاعدہ شدید والا اگنور مارتے اپنے قدم لفٹ کی طرف بڑھائے جبکہ موساب کے چہرے پر موجود ناپسندیدگی قابلِ دید تھی۔

عصر نے اسے عدین کے کلب کی لوکیشن بھیجی اور فون واپس کان سے لگایا۔

"تمہارا وہ اکڑو ٹارزن کیا کر رہا ہے عصر؟"

عرشیہ نے لفٹ کا بٹن پریس کرتے لگے ہاتھوں جناب کا بھی پوچھا اور عصر اسے اِسی فکر بھرے سوال کا منتظر تھا، اگر عرشیہ کو پتا چل جائے اسکا اکڑو اپنے دوست کے گھر کو رومنٹک ہوٹل میں دن بھر بدلتا رہا ہے تو صدمے

سے مرور جاتی پر آہ انیس جو اپنی ذات کے کئی پردوں میں چھپا رہنا پسند کرتا تھا۔

"وہ کچھ ذاتی کاموں میں بزی ہیں۔ اسی دوست کے حوالے سے۔ سٹوڈیو نہیں ہیں"

عرشیہ کا حلق تک اس دوست کا حوالہ سنے کڑوا ہوا پر بچاری کچھ کہہ بھی نہ سکتی تھی کہ اسی دوست نے انیس کو بچایا بھی تھا۔

"ہنہ! فضول لوگوں پر مہربان ہوتا رہتا ہے۔ جن پر ہونا چاہیے اُنکو بس جھاڑتا ہے"

وہ نیچے پہنچ چکی تھی، سیکورٹی سٹاف نے مسکرا کر عرشیہ المیر کو اچھی شام کی دعا کے ساتھ سی آف کیا تو وہ پارکنگ کی طرف کھڑی اپنی گاڑی کی جانب بڑھی۔

"یعنی آپکا اشارہ میری اور اپنی طرف ہے ناں؟"

عصر بھی اپنے ٹیم ممبرز کے پاس واپس باہر آ چکا تھا، وہ سب انہی دونوں وڈیوز پر کام کر رہے تھے، عصر انھیں اشاروں میں بریفنگ بھی دے رہا تھا۔

عرشیہ کی مسکراہٹ عصر نے بنا دیکھے امیجن کر لی۔

"آفکورس عصر۔ خیر میں اب نکل رہی ہوں۔ مینشن میں ملتے ہیں۔ سی یو"

وہ مسکرا کر اجازت لیتی گاڑی میں سوار ہوئی اور کچھ ہی لمحوں بعد اسکی کرولا گاڑی ملک ہولڈنگز کے پارکنگ لاٹ سے زن کرتی باہر نکل گئی مگر اسی سڑک پر گاڑی کھڑی کیے رئیس جو اسی کی نگرانی پر تھا، فوراً سے گاڑی عرشیہ کی گاڑی کے پیچھے دوڑا گیا، وہ اسکا پیچھا تو کر رہا تھا پر اپنی گاڑی اسکی گاڑی سے کافی حد تک فاصلے پر رکھ کر چلا رہا تھا جیسے اک قدرتی خوف رئیس ملانی کو اندر ہی اندر کاٹ رہا ہو، آخر وہ خود کو پڑی مار بھولا تھوڑی تھا۔

رئیس نے اسکا کلب تک پیچھا کیا تھا مگر جب عرشیہ کی گاڑی فٹ بال کلب کے گیٹ کو عبور کر گئی تو رئیس نے اپنی گاڑی باہر روک کر یہاں بھی اسکے نکلنے کا انتظار کیا۔

عرشیہ نے گاڑی پارک کی اور اپنا فون اور بیگ گاڑی میں چھوڑے گاڑی وہاں کی سیکورٹی کے حوالے کرتی ہوئی وہ تب مسکرائی جب عدین کو علیم خان کے ساتھ کلب سے باہر آتا دیکھے وہ اسکے چہرے پر اپنی وجہ سے حیرانگی رکھ گئی۔

"یہ یہاں بھی پہنچ آئیں علیم خان؟"

عدین نے اپنا بیگ علیم کو تھماتے سوال بھی اسی سے کیا جو خود بھی عرشیہ کی موجودگی پر حیران تھا۔

"آپکی بھابھی ہیں۔ بھیو جیسی ہی ہیں۔ شاید اب آپکو انکی بھی عادت ڈالنی ہو گی"

علیم خان نے اپنی جانب سے عدین کو جواب دیا پر عدین کے جبڑے تنے جب اس نے عرشیہ کو اپنی طرف آتا دیکھا۔

"علیم بھائی۔ کیا آپ مجھے اور عدین کو اکیلا چھوڑ سکتے ہیں۔ میرا کووفی کا موڈ ہے۔ یہاں کووفی کیسی ملتی ہے میں عدین کے ساتھ جا کر زرا ٹرائے کرنا چاہتی ہوں"

وہ نرم مسکراتے لہجے میں علیم خان سے مخاطب ہوئی جس نے نرمی سے سر اثبات میں ہلایا اور عدین کا بیگ لیے وہ گاڑی کی طرف بڑھ گیا، عرشیہ نے عدین کے ماتھے پر پڑے بل دیکھنے کے باوجود بلکل بُرا نہ منایا۔

"آپ یہاں کیوں آئی ہیں؟"

وہ برہم و خفا ساتھ تھا۔

"تم سے بات کرنی تھی۔ سوچا تمہیں پک بھی کرلوں گی۔ آوناں اپنے کلب کے کیفے نہیں لے کر چلوگے کیا مجھے؟ ایک کووفی تو پلا ہی سکتے ہو مجھے۔ تمہاری طرح میرا دن بھی تھکا دینے والا تھا"

وہ اسکی طرف اپنا ہاتھ پھیلا کر لاڈ و محبت سے فرمائش کر رہی تھی کہ عدین کو انکار کرنا مناسب نہ لگا لیکن وہ اتنا فرینک بھی نہ تھا کہ عرشیہ کا ہاتھ پکڑتا۔

"ہمم۔ آجائیں میرے ساتھ"

عدین نے اکتا کر ہی سہی پر کیفے کی طرف رخ کیا تو عرشیہ خوشی خوشی اُسکے سنگ کیفے کی طرف بڑھی، دونوں نے ایک خوبصورت سی میز چنی جس کے ارد گرد چار کرسیاں تھیں، عدین بیٹھا تو عرشیہ بھی سامنے والی کرسی پر بیٹھی، اُسکا دھیان پورا عدین پر تھا جو عرشیہ کی اتنی توجہ کے سبب ان کمفرٹیبل لگ رہا تھا، عدین نے خود ہی ایک ہاٹ چاکلیٹ آرڈر کیا اور اس سے پہلے وہ عرشیہ کے لیے کووفی آرڈر کرتا وہ بول پڑی۔

"میں بھی ہاٹ چاکلیٹ ہی لوں گی آج۔ کو وفی نہیں"

عرشیہ نے شرارتی انداز میں اپنا موڈ بدلا تو عدین نے ویٹر کو دو ہاٹ چاکلیٹ کے ساتھ کچھ سالٹڈ کیک ایڈ کرواتے آرڈر دیا، آرڈر دینے کے بعد وہ اپنے فون کے ساتھ بزی ہوا تاکہ عرشیہ سے بات نہ کرنی پڑے۔

"تم نے صبح کوئی جواب نہیں دیا تھا مجھے عدین، کیا تم میرے ساتھ چلو گے؟ ہم بہت انجوائے کریں گے۔ تمہیں بلکل بور نہیں ہونے دوں گی۔ میں پورے دل سے دوستی چاہتی ہوں۔ کیا تم میرے دوست نہیں بن سکتے؟"

وہ زرا ٹیبل کی طرف جھکی اور اپنا ہاتھ پھر سے ملانے کو بڑھایا جسے دیکھ کر عدین نے اپنا فون بند کرے ٹیبل کی سطح پر رکھا اور خود بھی ٹیبل کی طرف جھکا و لیے بیٹھا۔

"میں آپکو نہیں جانتا، کیا پتا آپ یہ دوستی بس بھیو کی نظروں میں اچھی بننے کو کر رہی ہوں۔ کیا پتا آپ میرے اور بابا کے سامنے اچھی بن کر بھیو کو امپریس کرنا چاہتی ہوں۔ میں آپ پر ایک ہی دن میں اعتبار کر لوں؟ میں اعتبار کرنے میں تھوڑا اناڑی ہوں۔ مجھے میرے بھیو نے سیکھایا ہے کہ کسی پر اتنی جلدی بھروسہ نہ کرو"

عدین سے ایسے سوالوں کی عرشیہ کو امید نہ تھی، وہ اسکے خلوص کو شک کی نگاہ سے دیکھ رہا تھا، عرشیہ نے اپنا ہاتھ پیچھے کھینچ کر اک افسردہ مگر نرم نظر عدین کے چہرے اور آنکھوں پر ڈالی۔

"میں کسی کی نظروں میں اچھی بننے کو کچھ نہیں کرتی۔ تبھی کسی کی گڈ بک میں آج تک نہیں آ سکی عدین۔ تمہارا مجھ پر ایک دن میں بھروسہ کرنا ممکن نہیں، نہ میں تمہیں زبردستی ایسا کرنے کو کہہ رہی ہوں۔ بس میں چاہتی ہوں ہم تھوڑا وقت ساتھ رہیں تاکہ ایک دوسرے کو سمجھنے کا موقع مل سکے۔"

وہ اپنی بات دوبارہ سمجھانے لگی کیونکہ اسے لگا شاید عدین نے اسکی بات غلط لے لی۔

"ہمم۔ جن پر بھروسہ نہ ہو انکے ساتھ وقت کیسے گزارتے ہیں؟ مجھے تو نہیں آتا یہ۔ لیکن میں کوشش کروں گا۔ ساتھ جانے کے بارے ابھی میرا دل آمادہ نہیں۔"

وہ دل رکھنا نہیں جانتا تھا تبھی تو عرشیہ کو پیارا لگا تھا، اور شاید وہ عدین سے زیادہ اٹیچ بھی ہو جاتی کیونکہ وہ اسکی طرح یونیک تھا۔

"ٹھیک ہے۔ میں تمہارے جواب کی شدت سے منتظر ہوں۔"

عرشیہ نے اسے اک آس سے باندھ دیا تھا، عدین نے سرسری سا اسے دیکھے سر ہلایا اور تبھی ان دو کے لیے ہاٹ چاکلیٹ کے ساتھ سالٹڈ کیک بھی آ گیا، ٹھنڈے ٹھنڈے موسم میں دھواں چھوڑتا ہاٹ چاکلیٹ دیکھ کر ہی مزہ آ رہا تھا، عدین نے ٹرے سے گلاس اٹھا کر خود عرشیہ کے سامنے رکھے

مہمان نوازی نبھائی جو عرشیہ کو اسکا بہت ہی کیوٹ عمل لگا، یہی نہیں اس نے چھوٹا سا وہ کیک ون پیس کٹ کر کے خود عرشیہ کے لیے پلیٹ میں سرو کیا، وہ عدین علوی تھا لیکن ان کہی فکر میں یہ دونوں بھائی ایک دوسرے سے بڑھ کر تھے۔

"تھینکیو سو مچ عدین۔ تمہارے ہاتھ سلامت رہیں۔"

وہ سپون اٹھا کر کیک کا پیس کٹ کیے چہک کر منہ میں ڈالتی ساتھ ہاٹ چاکلیٹ کا جیسے سیپ لے کر مسکرائی، عدین کی ناچاہتے ہوئے بھی آنکھیں، سنجیدگی سے نکل کر مسکرائیں، وہ ظاہر نہیں کر رہا تھا پر عرشیہ کا یوں آکر اسے ایک بار پھر منانا عدین کو اچھا لگا تھا۔

وہ اہمیت پا کر خوش ہوتا تھا، اور عرشیہ المیر محبت، توجہ اور اہمیت دینا جانتی تھی۔

انیس کی گاڑی اسی لمحے پارکنگ میں رکی تو علیم خان کو گاڑی کے پاس کھڑا دیکھے انیس کو جیسے گاڑی میں بیٹھے بیٹھے شدید غضب چڑھا۔

"تم نے عدین کو اکیلا چھوڑنے کی ہمت کیسے کی علیم خان۔ تم سے تو بعد میں نمٹتا ہوں۔"

علیم خان کو گاڑی کے پاس کھڑا دیکھتے ہی انیس کو آگ لگی، یعنی اندر عدین اکیلا ہے، یہ سوچ کر انیس کا دماغ اُبل کر رہ گیا، وہ اپنی گاڑی کا ڈور کھول کر باہر نکلتا دور سے ہی غرایا جس سبب علیم بھی ڈر گیا۔

"سر میری بات تو سنیں!"

علیم نے کچھ کہنے کی کوشش ہی کی جب کلب بلڈنگ کی طرف بڑھتے انیس نے پلٹ کر ایسی خون آشام نظر علیم خان پر ڈالی کے بچارے کا حلق ہی خشک ہو گیا۔ اس سے پہلے انیس تیز تیز قدم اٹھاتا فٹ بال کلب کی مین بلڈنگ کی طرف بڑھتا، اسکی نظر کیفے سائیڈ پر جا ٹھہری، انیس کے قدم

تھے، عدین وہاں کیفے میں بیٹھا تھا اور اسکے سامنے عرشیہ بیٹھی تھی، دونوں اپنا ہاٹ چاکلیٹ شیک اور کیک انجوائے کر رہے تھے، انیس کا غصے سے بُرا حال ہوا، وہ اگلے دو منٹ میں ان دو کے سر پر جا پہنچا۔

"تم کیا کر رہی ہو یہاں۔ اور تم عدین؟ اسکے ساتھ بیٹھ کر کیا کر رہے ہو تم؟"

انیس کے بے تکے سوالوں پر عدین تو کندھے اُچکا گیا جبکہ عرشیہ اٹھ کر انیس کے سامنے کھڑی ہوئی، وہ اسکے ایسے سامنے پر نرم پڑا، جبکہ عدین کی دلچسپ اور فریفتہ نگاہیں ان دو کو ایک دوسرے کے سامنے دیکھ کر میسنا سا خوش ہوتی محسوس ہوئیں۔

"ہم یہاں بیٹھ کر سرکس کے سٹیپ سیکھ رہے ہیں۔ پگلے دیکھائی نہیں دے رہا ہم بیٹھ کر کوفی کے بجائے بچوں کی طرح ہاٹ چاکلیٹ پی رہے ہیں۔ اسے منانے کی کوشش بھی کر رہی ہوں۔ ہے ناں عدین؟"

وہ اسے زچ کرتی اختتام تک عدین کی طرف دیکھ کر جتاتے بولی تو عدین نے فوری سر ہلاتے اقرار کیا جو ان دو کو دیکھنے میں بہت زیادہ گم ہوا تھا۔

"دیکھا"

وہ چہک کر عدین کے اقرار پر انیس کو دیکھتے بولی۔

"پر ابھی مانا نہیں ہوں"

عدین نے فوراً دونوں کو با آواز بلند اطلاع دی تو انیس کا غصہ یکدم ہی کم ہوا لیکن عرشیہ کی آنکھوں کی امید عدین کے یوں کرنے پر ضرور ٹوٹی، لیکن اب ایسا تھا کہ عدین کا نہ ماننا انیس کو بھی خوشی نہ دے رہا تھا، اف یہ محبت!

"ٹھیک ہے۔ میرے سامنے مناو اسے۔ میرے لیے ایک کوفی"

انیس نے تیسری کرسی نہ صرف سنبھالی بلکہ ویٹر سے کہہ کر اپنے لیے کوفی بھی آرڈر کی، جسکے بعد عرشیہ بھی اپنی جگہ اداس سی واپس بیٹھی۔

"بھیو۔۔۔ ٹیسٹ کریں"

عدین نے اسکے بیٹھتے ہی اپنا شیک کا گلاس بھیو کی طرف بڑھایا تو انیس نے بنا توقف اسکا گلاس لے کر اک چھوٹا سا سیپ لیا جس پر عدین کی مسکراہٹ دیکھ کر عرشیہ تک مسکرا دی، وہ اپنے بھیو کا دیوانہ تھا، وہ یہی دیکھ رہی تھی کیسے وہ چھوٹی چھوٹی بھیو سے جڑی خوشی پر آنکھوں کے دریچوں تک مسکراتا ہے، وہ اپنی ٹوٹی امید اس منظر کو دیکھے بھول گئی، انیس اور عدین کی ایک دوسرے کو دی محبت اسے رشک میں مبتلا کر گئی۔

تبھی انیس کی نظر اپنے اور عدین کو دیکھنے پر گئی تو وہ اپنی شربتی آنکھوں میں اتر آتی چاہت کو چھپا نہ سکا، نظر عرشیہ کے ہاتھ میں موجود گلاس پر گئی جس سے دھواں اٹھ رہا تھا۔

عرشیہ کے لپ سٹک کا سائن اسکے گلاس پر موجود تھا، انیس کے دل میں جانے کیا ہلچل ہوئی، اک بے خود سی خواہش اسکے سر پر ناچی۔

"تم بھی ٹیسٹ کروادو کہیں جیلس نہ ہو جاناعدین سے"

بھائیوں کے پیار میں کھوئی عرشیہ تب چونکی جب انیس نے اسکے ہاتھ سے گلاس لے کر ایک سیپ وہیں سے گلاس کو ہونٹ لگاتے لیا جہاں عرشیہ کا لپ سٹک سائن تھا تو عرشیہ نے واپس انیس کے گلاس لوٹا دینے پر گلاس تھامتے اک گھبرائی نظر عدین پر ڈالی لیکن وہ نظریں پھیرے انکی طرف جیسے دیکھ ہی نہ رہا تھا، عرشیہ نے انیس کو دیکھا جسکے ہونٹوں پر عرشیہ کے گلاس سے تھوڑی سی لپ سٹک لگ چکی تھی۔

یہ دیکھ کر عرشیہ کا دل جیسے اچھل کر حلق میں آیا، انیس نے اپنی طرف آنکھیں پھاڑ کر دیکھتی عرشیہ کو دیکھا جو اسکے ہونٹوں کی طرف اشارہ کرتی بچوں کی طرح کیوٹ لگ رہی تھی۔

"اسے سٹین فری لپ سٹک خرید کر دینی پڑے گی۔ بچوں والی لپ سٹک لگاو تو وہ یونہی ہر جگہ چپکتی رہتی ہے خاتون"

وہ اسکا اشارہ سمجھ گیا تبھی عدین کے واپس توجہ دینے سے پہلے ہی وہ اپنے ہونٹوں پر زبان پھیر تا وہ ہلکی سی سرخی مٹا گیا تو عرشیہ نے سکھ کا سانس لیتے اپنی نظریں چرائیں پر چرائی آنکھیں سہمی ہوئی تھیں، لب مسکرا رہے تھے۔

یہ تو عدین نے انھیں پکار لیا ورنہ عرشیہ اس لمحے کی جان لیوا کشش سے اتنی جلدی نہ نکل پاتی۔

"تو کیسے ملے آپ دونوں؟"

عدین کی توجہ واپس دونوں پر آئی تو وہ کرسی کی پشت سے ٹیک لگاتا باری باری دونوں کو دیکھتا مخاطب ہوا تھا، انیس اور عرشیہ نے جب اک دوسرے کو دیکھا تو دونوں کے دل کی بیٹ متاثر ہوئی۔

"یونہی راہ چلتے ہوئے مل گئے۔ ہماری شادی عام شادیوں کی طرح نارمل نہیں عدین۔ تم اپنے بھیو سے پوچھ لینا۔ ابھی مجھے یہ بتاو تم اپنا جواب کب

تک دو گے ؟ فلائیٹ نیو ائیر کی وجہ سے نہیں ملے گی اگر لیٹ ہوئے۔ اس لیے کیا تم مجھے صبح اپنا فائنل جواب دے سکتے ہو؟"

وہ اس وقت جس طرح عدین کے جواب کے لیے بے چین تھی، انیس بھی اسکی بے چینی دیکھ سکتا تھا، وہ بہت زیادہ اس چیز کو سر پر سوار کیے ہوئے تھی۔

"اگر زبردستی جواب لینا ہے تو ابھی دے دیتا ہوں۔ میں نہیں چل رہا آپ کے ساتھ۔ صبح تک اگر میرا ارادہ بدلا تو بتا دوں گا۔ میں علیم خان کے ساتھ گھر نکلتا ہوں آپ دو بھی پیچھے پیچھے آجایئے گا۔"

عدین نے اپنا شیک اٹھایا اور دونوں کی طرف نارمل سے انداز میں دیکھ کر کہتا بھیو کی اجازت ملتے ہی وہاں سے چلا گیا تو عرشیہ نے گہرا سانس لیتے جاتے عدین کو دیکھا، لیکن انیس کی نظریں اس لڑکی کی مرجھائی صورت پر اٹکی تھیں، کب انیس کی آنکھیں مسکرانے لگیں، اسے خود بھی پتا نہ چلا۔

"مسکرالو میری بے بسی پر انیس، تمہیں میری ہار اتنی ہی خوشی دے گی تو لو ہار گئی میں۔ چلی جاوں گی اکیلی کوئی بات نہیں۔ تم سے کچھ نہیں مانگوں گی دوبارہ"

وہ اپنا شیک کا گلاس اور کیک دونوں سے بے دلی کے سنگ نظریں چراتی خود بھی اٹھنے لگی جب انیس نے اسکی بازو کلائی سے پکڑتے اسے واپس بٹھایا تو وہ آزردگی و تکلیف سے انیس کے منہ کی طرف تکنے لگی۔

ان دو کو اک دوسرے کی طرف یوں دیکھتے ہوئے عدین نے دیکھا اور مسکرا کر علیم خان کو گاڑی چلانے کا کہے گردن موڑ لی جبکہ عرشیہ کی آنکھوں میں صاف صاف درد بھرا وہ دیکھ سکتا تھا۔

"وہ کہہ تو رہا ہے کل تک ارادہ بدلا تو بتائے گا پھر ابھی سے اپنی ہار میرے سر مت مارو۔ تھوڑی کوشش اور کرو۔ تمہارے بقول تو بچہ ہی ہے ناں وہ، مان جائے گا۔ تو پھر اتنی جلدی ہمت ہارنے کی وجہ؟"

وہ انیس کے کُھردرے سوالوں اور الفاظ پر اپنی کلائی اسکے ہاتھ سے چھڑوا کر چہرہ دوسری سمت موڑ گئی۔

"تم نے اسے اپنے جیسا مشکل بنا دیا ہے۔ اس نے کہا وہ کیسے بھروسہ کرے مجھ پر کہ میں اگر اسکے بھیو کو امپریس کرنے کو یہ سب کر رہی ہوئی تو۔۔۔ مطلب ایک چودہ سال کا بچہ ایسے نہیں سوچ سکتا۔ بچے تو پیار کے بھوکے ہوتے ہیں۔ انکو وضاحتیں دینی نہیں پڑتیں نہ یقین دلانا پڑتا ہے۔ تم ایک مشکل کافی نہیں تھے کیا انیس غانم علوی؟"

وہ کچھ دیر خاموش رہی پھر سے چہرہ انیس کی جانب موڑ کر یکے بعد دیگرے کئی شکوے کر گئی، اسکی آنکھیں بھی اداسی کا مسکن ہو گئیں، انیس کے دل تک دباو گیا تھا۔

"تم مجھے امپریس کرنے کو ہی تو یہ کر رہی ہو، بلکہ مجھے چیلنج تم نے کیا تھا خاتون کہ میں نہیں تو تم عدین کو ساتھ لے جاو گی۔ میں نے جواباً تمہیں اک

چیلنج دیا کہ کر سکو تو کر کہ دیکھاو۔ کیونکہ جب تک میں نہیں چاہتا وہ تمہارے ساتھ نہیں جا سکتا۔ اب تم پھر بھی کوشش کرو تو یہ مجھے امپریس کرنے کی سازش ہی تو ہوئی۔ جب تمہیں انجام پتا تھا تو چیلنج لیا ہی کیوں؟"

وہ عدین کے کہے کو مزید جسٹیفائے کر گیا، عرشیہ کو اپنا آپ گرا ہوا لگا کہ وہ اتنی گئی گزری ہے کہ اب کسی کو امپریس کرنے کے جتن کرے گی، وہ انیس سے یہ امید نہیں رکھتی تھی۔

"میں بس تمہارے ساتھ جانا چاہتی تھی۔ تبھی لیا چیلنج کے یوں نہیں تو عدین کے بہانے ہی تم ساتھ چلو پر میں تمہیں یہ نہیں بتاوں گی۔ تم اس لائق نہیں"

وہ اسے دیکھتی رہی لیکن کچھ بولنا ضروری نہ سمجھا اور جب آنکھوں میں نمی اتری تو نظریں بھی چرا گئی۔

"میں یہاں سے ہیر ڈریسر کے پاس جاوں گی پھر مینشن، تم بھی جاو جہاں جانا ہے۔ سی یو"

وہ اٹھ کھڑی ہوئی، انیس نے بھی اپنی کوفی آنے پر اسکی پیمنٹ کی مگر کوفی واپس اسی ویٹر کو تھمادی کہ وہ پی لے اور خود وہ عرشیہ کے پیچھے ہی چلا گیا۔

وہ اپنی گاڑی کی طرف بڑھی، جا کر بیٹھی اور عرشیہ کی گاڑی کلب کے گیٹ سے نکلتے ہی انیس بھی اپنی گاڑی سٹارٹ کیے پیچھے نکلا مگر عرشیہ کے پیچھے اک گاڑی کے تعاقب کے انداز میں پیچھا کرنے پر انیس کے ماتھے پر بل پڑے، عرشیہ کی گاڑی پوری سپیڈ سے آگے نکل چکی تھی مگر انیس نے اپنے آگے جاتی رئیس کی گاڑی کا پیچھا کرتے لگ بھگ دس منٹ آگے سنسان روڈ پر جا کر اپنی گاڑی اسکی گاڑی کو کراس کرتے روکی تو رئیس کے رونگٹے اچانک سامنے آجاتی لینڈ کروزر پر کھڑے ہوئے، رئیس نے چاروناچار بریک لگائی اور تبھی انیس اپنی گاڑی سے نکلا، اسکے ہاتھ میں گن دیکھ کر ہی

رئیس نے گاڑی بھگانی چاہی پر انیس نے گن سے سیدھا فائیر اسکی گاڑی کے ٹائیر پر کیا۔

"باہر نکلو"

رئیس کے پاس اس وقت کوئی ہتھیار نہ تھا دوسرا انیس کو دیکھ کر اسکی ویسے ہی حالت ٹائیٹ تھی، جب رئیس نے گاڑی کا دروازہ کھولنے سے انکار کیا تو انیس نے ونڈو سائیڈ آتے اسکی گاڑی کے شیشے پر اس قوت سے گن کا پچھلا حصہ مارا کہ اسکی گاڑی کا شیشہ چھناکے سے کرچی ہوا، دھمک اور شیشے کے زروں نے اڑ کر رئیس کی ٹانگ پر خراشیں دیں، یہی نہیں انیس نے اسکو ونڈو سے ہی گریبان دبوچتے اپنی جانب کھینچ کر رئیس ملانی کی فنا ہوتی جان کا منظر دیکھا، جگہ اور یہ روڈ بلکل سنسنان تھی ورنہ اب تک یہاں تماشہ لگ چکا ہوتا۔

"تمہیں زندہ قبر میں دفن ہونے کا بہت زیادہ ارمان ہے رئیس ملانی۔۔ چلو تمہارا شوق پورا کروں۔ تم نے میری وارننگ کو شاید بہت لائیٹلی لیا۔ کہا تھا اس سے فاصلہ رکھنا۔ کیوں پیچھا کر رہے تھے۔ کیا سمجھے اسکا کوئی والی وارث نہیں۔ ملوناں اسکے پرسنل باڈی گارڈ سے تاکہ تمہیں ہوش آئے کہ تم خود کو کیسے موت کے منہ میں لے آئے۔۔۔ چلو نکلو باہر شاباش"

رئیس کے حلق سے خوف کے مارے آواز نہ نکل رہی تھی الٹا وہ انیس کے گلا دبانے پر کراہ رہا تھا، زخمی جبڑے پر بھی انیس کے ہاتھ نے ایسا دباو دے رکھا تھا کہ رئیس کی سانسیں اٹک رہی تھیں۔

"م۔۔ میں دور رہوں گا اس سے۔۔۔۔ چ۔ چھوڑ دو مجھے۔۔۔ م۔ میرا سانس"

رئیس کی ساری اکڑ بس زرا سانس گھٹنے ہی جھاگ بنی لیکن انیس نے اسکے جبڑے پر اس بار رئیس کی برداشت سے زیادہ ہاتھ کی گرفت جکڑی کہ وہ باقاعدہ درد سے گاڑی میں بیٹھے بیٹھے بلک اٹھا۔

"اگر تم نے اب کوئی غلطی کی تو میں تم سے آخری خواہش بھی نہیں پوچھوں گا۔اس بار کی بخشش کو آخری خواہش کی تکمیل سمجھنا رئیس۔وہ میری بیوی ہے۔اس پر نظر ڈالنے کی سزا صرف موت ہے۔یہ بات دوبارہ نہیں دہراوں گا۔دو سکینڈ لگیں گے میں تمہاری گردن کی ہڈیاں ایک ساتھ سرمہ بنا کر تمہیں کسی درخت سے ٹانگ دوں گا۔۔"

انیس نے اسکا سانس ختم ہونے سے ٹھیک چند لمحے پہلے نہ صرف اسکی گردن چھوڑی بلکہ جھٹک کر اک خونخوار نظر رئیس ملانی پر ڈالتا اسے بھاری سرد آواز میں وارن کیے وہ اپنی گاڑی کی طرف بڑھا پر جاتے ہوئے تین اور گولیاں چلائے اسکی گاڑی کے باقی تین ٹائر بھی پھاڑ گیا،رئیس جو گہرے گہرے سانس لیتا اپنی گردن پر ہاتھ پھیر رہا تھا،ٹائروں کے اک اک کر کے

پھٹنے پر اسکی کار ہچکولے کھاتی اک طرح لنگڑی ہو کر رہ گئی، رئیس نے اپنی حدود تک دھاڑتے سٹیرنگ پر زور سے ہاتھ مارے پر تب تک انیس کی گاڑی وہاں سے جا چکی تھی، اپنے تھائے کے قریب ہوتے درد پر جب رئیس چیخا تو نظر آیا کہ گاڑی کے ٹوٹتے شیشے کا ٹکرا اسکی ران میں دھنسا تھا، دوسرے اس ٹریلر کے بعد تو رئیس کو اچھے سے اندازہ ہو چکا تھا کہ یہ آدمی واقعی اسکی موت بن کر آیا ہے، رئیس کی بے بسی قابلِ دید تھی، لیکن انیس کا سکون جان لیوا تھا، وہ اسکے بعد عرشیہ کے پیچھے ہی رہا، اسکا ہیر ڈریسر کے پاس جانے تک بھی پیچھا کیا، گاڑی میں بیٹھ کر عرشیہ کے آنے تک اس نے مہویر کو کالز کیں مگر مہویر نے عاصم ملک کا اسکے پیلس تک پیچھا کیا تھا، وہ انیس کی ابھی بھی کوئی کال نہیں لے رہا تھا۔

عرشیہ ایک گھنٹے بعد اپنے بالوں کا ٹریٹمنٹ کروانے کے بعد اسکے ساتھ ہی سیلون بھی گئی، اس نے اپنی لیشیز بھی کرل کروائیں جو اسے بہت پسند تھا، اسکی باریک لیشیز تھیں تو وہ انھیں اکثر گھنی کروایا کرتی تھی، ٹھنڈ کی وجہ

سے سکن بھی ڈرائے تھی عرشیہ نے لگے ہاتھوں اسکا بھی ٹرئمنٹ لیا، وہ جب تک فری ہوئی شام کے چھ بج چکے تھے، انیس نے وہاں سے بھی اسکا مینشن تک پیچھا کیا، عرشیہ کی گاڑی جب علوی مینشن کے گیٹ کے اندر گئی تب انیس نے دس منٹ باہر ویٹ کیا پھر اپنی گاڑی بھی گیٹ سے اندر لے جاتے پارک کی۔

عدین اور ابراہیم صاحب کو شام بخیر کیے عرشیہ چینج کرنے چلی گئی تھی، لیکن جب انیس آیا تو وہ بابا اور عدین کے پاس ہی بیٹھا، وہ دونوں کوئی ٹی وی پر آتا پسندیدہ شو دیکھ کر ساتھ کمنٹری کر رہے تھے، عرشیہ نے چینج کیا، براون نیٹ سوئٹر اور لوز گرم بلیک ٹراوزمیں وہ ایزی ہو کر نیچے آئی تو اسے دیکھ کر انیس اٹھ کر کمرے میں چلا گیا کیونکہ وہ وہاں ہو کر بھی موجود نہ تھا، عرشیہ نے اسے اپنے پاس سے چپ چاپ گزرتے دیکھ کر گردن تک پھیرے اسکو عقب سے دیکھا پر وہ اپنے فون کے ساتھ کچھ زیادہ ہی مصروف تھا تو عرشیہ بھی عدین اور ابراہیم صاحب کے پاس آگئی۔

ڈنر کو تھوڑا وقت تھا تبھی ابراہیم صاحب نے اسے بھی ساتھ شو دیکھنے کی آفر کی، بھلے وہ انکے ساتھ بیٹھی تھی لیکن توجہ بس انیس کے گرد جکڑی ہوئی تھی۔

.._____..

وہ عاصم المیر ملک کو اسکے گھر مارنے پہنچا پر پھر شاید اس آدمی کی موت نہیں لکھی تھی، وہ گاڑی سے نکلنے ہی لگا جب ڈیش بورڈ کی جانب رکھا اسکا فون رِنگ ہوا، کال خضر کی تھی، اسے لگا شاید وہ کانسرٹ کے لیے مدعو کرنا چاہتا ہو تبھی مہویر نے اسکی کال ایک بار کاٹ دی، اپنی پسٹل میں وہ گولیاں بھرنے لگا جب ایک بار پھر خضر کا میسج آیا، لگ بھگ سات بجنے والے تھے۔

مہویر نے فون اٹھا کر میسج اوپن کیا۔

"ایمر جنسی ہے جلدی ہوسپٹل پہنچو مہویر، وہ ٹھیک نہیں ہے۔ اسے کچھ ہو گیا ہے، وہ بیہوش ہو گئی ہے"

میسج پڑھتے ہی مہویر کے چہرے پر جیسے سفیدی سی کھنڈی، پسٹل واپس ڈیش بورڈ کی جانب رکھے اس نے خضر کو کال بیک کی مگر خضر کی کال نہ لگنے پر وہ خضر کی بھیجی لوکیشن کی طرف روانہ ہوا، انیس بھی چینج کر چکا تھا اور وہ عصر کی طرف سے ان وڈیوز کے فیک ہونے کی خبر کا منتظر کمرے میں ہی تھا، عصر نے اسے کہا تھا تھوڑا وقت اور درکار ہے۔

"کیا ہوا ہے اسے؟ تم نے مجھے ایمرجنسی کیوں بلایا؟"

مہویر جب ہوسپٹل پہنچا تو اسے کوریڈور میں ہی خضر نظر آ گیا تھا، عاصم المیر ملک کی قسمت اچھی تھی کہ اسکی اپنی بیٹی اسکی موت کی راہ میں آ گئی تھی، وہ کبھی نہ آتا اگر خضر اسے یہ نہ بتاتا کہ منائم بیہوش ہوئی ہے۔

"وہ بیہوش ہو گئی تھی۔ گرنے کی وجہ سے اسکی بازو پر چوٹ لگی ہے۔ ویکنس بھی تھی اور وہ ذہنی دباو کا بھی شکار ہے۔ ڈاکٹر نے خود کہا کہ تمہیں

بلاوں۔ مہویر! کیا سب ٹھیک ہے۔ وہ جب صبح آئی تھی تو کہہ رہی تھی تم سے ملنے کی ضد نہیں کرے گی۔ جب تک تم نہ چاہو تمہارے پاس نہیں جائے گی۔ کیا تم نے اسے ڈانٹا تھا؟ وہ مجھے صبح ہی ٹھیک نہیں لگی تھی۔ میرا کانسرٹ شروع ہونے والا ہے۔ تم جانتے ہو یہ میرے لیے کتنا ضروری ہے۔ یہ میری اور منائم کی فائنشئیل ہلیپ کرے گا۔ پلیز مجھے بتاو تم آج پھر اسکے پاس رک سکتے ہو؟" خضر اس اخیر عاجز آئے شخص سے اسکی مرضی کہاں پوچھ رہا تھا، وہ تو آج پھر منائم جیسا درد مہویر پر مسلط کر رہا تھا، اب شاید مہویر کے پاس راہِ فرار نہ بچی تھی۔

"رک جاوں گا۔ تم جاو۔ اور سب ٹھیک ہے ہمارے بیچ

۔انجوائے"

وہ خضر کو کوئی تسلی بخش جواب نہ دیتا اسکا کندھا تھپکائے کمرے کی طرف بڑھ گیا تو خضر نے اک کرب بھری سانس لی، مہویر نے اپنے قدم مطلوبہ

کمرے کے باہر رو کے جہاں منائم کی نئ ڈاکٹر اک نرس کے ہمراہ کھڑی تھیں، مہویر کو دیکھتے ہی ڈاکٹر صوبیہ نے نرس کو جانے کا کہا جبکہ مہویر کے ہمراہ وہ منائم کے روم میں داخل ہوئیں، گرنے کے سبب منائم کی دائیں بازو پر اپنا ہی دباو پڑا تھا، تو اسکے لیے منائم کو پین کلر دیے گئے تھے جبکہ ڈرپ لگی تھی، وہ ابھی بھی دوا کے زیر اثر نیم جان تھی۔

منائم کو ہوسپٹل گاون میں یوں مرجھایا ہوا دیکھ کر مہویر کو اپنا دل اور سینہ دونوں دہک کر کوئلہ ہوتے محسوس ہوئے پر وہ ضبط کر گیا۔

"اب کیسی ہے یہ؟"

وہ ڈاکٹر صوبیہ کی جانب مڑ کر بولا کیونکہ اس میں منائم کو دیکھنے کی ہمت نہ تھی، ڈاکٹر صوبیہ ہی منائم کے کیس کو دیکھ رہی تھیں۔۔

"بہتر ہے۔ مجھے کچھ پوچھنا ہے۔ اسکی باڈی پر دباو کے نشانات ہیں، Passion marks۔ اس بارے کچھ کہنا چاہیں گے آپ مسٹر مہویر؟"

وہ ڈاکٹر کے ایسے سوال پر حیرت سے انکے منہ کی طرف دیکھنے لگا، کوئی ایسا سوال بھلا کیسے کر سکتا ہے۔

"کس قسم کا بیہودہ سوال ہے؟ بیوی ہے یہ میری اگر آپکی بھی یاداشت نہیں گئی تو"

وہ جس طرح ڈاکٹر کے ایسے بے تکلف سوال پر بھڑکا، ڈاکٹر بھی بوکھلا گئی کہ انہوں نے تو انکے آپسی رشتے کی وجہ سے یہ سوال بہت نرمی سے کیا تھا۔

"مسٹر مہویر کالم ڈاون۔ میں نے یہ سوال اس لیے کیا کہ اگر آپ دو کا آپسی تعلق نارمل ہے تو یہ منائم کی مینٹل ہیلتھ پر بہت اچھا اثر کرے گا۔ آپ پلیز بُرا مت منائیں۔ میں منائم کی ڈاکٹر ہوں۔ اسکا کیس مجھے ملا ہے تو میں ایسے

سوال آگے بھی کروں گی۔ اسکی عادت ڈال لیں۔ کچھ دیر تک اسے ڈسچارج کر دیا جائے گا"

وہ نرمی سے کہہ کر کمرے سے چلی گئیں تو مہویر نے اپنے امڈتے عتاب کو گہرے سانس لیتے، بالوں میں دونوں ہاتھ پھیرتے سنبھالا اور گردن پھیر کر اس لڑکی کو افسوس سے دیکھنے لگا۔

"تمہارا یہ وجود ہمارے ایک ہونے کا ہر کسی پر اعلان کر چکا ہے اور تمہیں ہی کچھ یاد نہیں رہا۔ تمہیں جان سے مار دینے کا بہت شدت سے دل چاہ رہا ہے میرا منائم۔"

وہ اسکے معاملے میں وحشی و مہربان ایک ساتھ تھا یہی مہویر کا سب سے بڑا درد تھا، وہ خفیف سا کراہی تو مہویر نے اپنی سرخ انگارہ آنکھوں کو رگڑ کر چہرہ دوسری طرف پھیر کر اپنا فون پینٹ کی جیب سے نکالا جہاں انیس کی کال آ رہی تھی۔

"م۔۔مہویر۔۔۔م۔میں نے جھوٹ بولا تھا۔۔۔"

وہ انیس کی آتی کال اٹھانا بھول گیا، پلٹ کر فون سائیڈ ٹیبل رکھے وہ منائم کی طرف مڑا، اس تک پہنچے اسے بے دردی سے بازو سے پکڑتے جس طرح نیم درازی سے ٹیک چھڑوا کر بٹھایا وہ بازو کے درد پر سسک اٹھی لیکن مہویر کو اسکو ہوتے درد کی رتی برابر پرواہ نہ تھی۔

"ک۔۔کیسا جھوٹ؟ کیسا جھوٹ بولا تم نے منائم ملک؟"

وہ یوں اسکی دونوں بازو پکڑ کر قریب بیٹھے پست سا چلایا کہ خوف و درد کے شدید غلبے کے ہاتھوں وہ سسک سسک کر آہیں بھرتی رو دی، اسکا سانس ایک لمحے میں اکھڑ گیا جس سبب مہویر کو اپنے ہاتھوں کی گرفت نرم کرنی پڑی، نہ صرف نرم بلکہ وہ اسے اپنے سینے لگا گیا کہ وہ یوں رونا بند کرے، وہ یوں اس میں چھپ گئی جیسے وہ بے درد ہو کر بھی اسکا واحد آرام ہو۔

"م۔۔مجھے کل کی رات ی۔۔یاد ہے۔۔۔ڈ۔۔ڈر گئی تھی کہ آپ میر ی جان لے لیں گے۔ت۔۔ تبھی ٹکر گئی مہویر۔۔۔ آپکا ہاتھ۔۔۔۔ آپکا ہاتھ دیکھائیں مجھے"

وہ یہ اعتراف کرے مہویر کے سینے میں ایک بار پھر درد جگاتی بد حواسی سے دور ہوئے جس طرح اسکا ہاتھ تھام کر چھلے جوڑوں پر جمے خون کو دیکھ رہی تھی، مہویر سے سانس لینا دو بھر ہوا۔

"آپ نے اپنے ہاتھ پر بینڈ تج لگانے کا کہا تھا؟ کہاں ہے بینڈ تج۔۔۔یہ تو وہیں خ۔۔خون سوکھ گیا۔ مہویر مجھ سے اتنی نفرت ہے آپکو؟ کہ میر ا ہونے پر خود کو گھٹیا کہہ کر ایسی تکلیف پہنچائی۔۔۔۔۔اس سے اچھا آپ مجھے مار دیں۔ میں نے سب خراب کیا تو آپ میر ی جان لے لیں۔۔۔"

وہ اسکے دونوں ہاتھ پکڑ کر کھینچے اپنی گردن کے گرد جماتی روتی ہوئی ہی اسے مضبوط بن کر حکم سنا رہی تھی، آنسو بہتے جا رہے تھے پر مہویر سے سانس اب بھی کھل کر نہ لیا جا رہا تھا۔

"تم نے کیا کہا؟ تمہیں کل کا سب یاد ہے۔۔؟"

مہویر نے اسکا آنسوؤں سے بھیگتا چہرہ ہاتھوں میں بھر کر اٹھایا تو وہ بھیگی سانسیں بھرتی اثبات میں سر ہلاتے شدید ڈری ہوئی تھی لیکن مہویر نے جیسے اس یقین دہانی پر ٹھیک سے سانس لی۔

"م۔۔مجھے معاف کر دیں۔۔۔پ۔پتا نہیں کیا ہو گیا تھا مجھے۔۔م۔میں دوبارہ آپکے قریب نہیں آوں گی۔ مجھ سے غلطی ہ۔۔ہو گئی ہے مہویر۔۔۔میں اپنے بس میں نہیں تھی۔م۔میں شرمندہ ہوں کہ آپکو آزمائش سے گزارا پھر جھوٹ بھی بولا۔پ۔۔پلیز مجھے معاف کر

دیں۔۔۔میں نے آپکا جو نقصان کیا ہے اسکی سزا دے
دیں۔۔۔خو۔۔خود کو تکلیف نہ دیں۔۔۔مجھے دیں"

وہ اب بھی نہ سمجھی کہ مہویر کو اذیت کیا دے کر گزرا ہے، لیکن وہ ہنوز بہت زیادہ ذہنی دباو میں تھی، اسکے کانپتے وجود کے پیش نظر مہویر سامنے سے اٹھ کر اسکے ساتھ نا صرف بیٹھا بلکہ اپنی بازو کے حصار میں منائم کو لیا جب وہ روتی ہوئی اسکے سینے میں دبک گئی، ہچکیوں کے سبب اسکا پورا وجود لرزے کی زد میں تھا۔

"معاف کر دیا ہے۔رونا بند کرو۔میں نے بازو میں درد کر دیا ہے
تمہاری۔۔میں دبا رہا ہوں۔۔دوا کا اثر ہے تو خود کو آرام دو پلیز"

وہ اسکے الفاظ پر یقین نہ کرتی بے چینی سے چہرہ اٹھا کر مہویر کو دیکھ بیٹھی جو اسکے کرب کا اندازہ بھی نہیں لگا سکتا تھا۔

"م۔۔ مہویر مجھے بہت شرمندگی ہے اپنے کیے پر۔ میں نے آپ سے وہ چھینا جو آپ کسی صورت دینے پر تیار نہ تھے۔ میں اس تکلیف سے نہیں نکل سکتی، میں خود سے نظریں نہیں ملا پا رہی۔ پلیز مجھے معاف کر دیں۔۔"

وہ اسے دیکھ بھی نہ سکی تو مہویر کی بازو کے حصار سے نکلنے لگی جب وہ اسے واپس بازو کی قید میں گرفتار کر گیا، وہ سانس روکے مہویر کو دیکھنے لگی۔

"تمہاری وجہ سے مجھے جو شرمندگی اٹھانی پڑی اسکا کیا، یہ جو اس حال میں ہوسپٹل پہنچ کر تم نے اپنے اور میرے بیچ کے تعلق کا اشتہار لگایا اسکی معافی کیسے دوں تمہیں؟"

وہ مہویر کے جائز شکوے پر ہاتھ بڑھا کر اسکے سینے پر ہتھیلی جما گئی تو وہ خاموش ہو گیا۔

"خدا کی قسم میں جان بوجھ کر یہاں نہیں آئی۔ بھائی لائے ہیں۔ م۔ میں ایسی لگتی ہوں آپکو مہویر جو سب کو بتاتی پھروں۔ میں نے انکو بھی بھنک لگنے نہیں دی اور آپ م۔ مجھے کیسے الزام دے رہے ہیں؟"

وہ شدید دکھی ہو کر مہویر کی اس سفاکیت کا شکوہ کر گئی تو وہ بھی تھوڑا نادم ہوا۔

"اب یہ ڈاکٹر تمہارے بھائی کو بھی تفصیل بتائے گی۔ میں کیسے نظر ملاوں گا اس سے؟ پھر یہ مزید سوال کرے گی تو میرا پارہ پائی ہو گا۔ یہ سب میرے ساتھ ہو گا کبھی نہیں سوچا تھا"

منائم نے افسردہ ہوتے مہویر کی طرف دیکھا، وہ کتنا پریشان اور عاجز لگ رہا تھا۔

"میں ڈاکٹر کو کہہ دوں گی کہ مجھے الرجک ری ایکشن ہوا ہے۔ بھائی کو بھی یہی کہہ دوں گی کہ ڈاکٹر کو غلط فہمی ہوئی۔ وہ بھی بھلا کب یقین کریں گے، بھائی جانتے ہیں آپ مجھ سے کتنا کتراتے ہیں، کتنے تنگ ہیں۔"

وہ اپنی معصومانہ عقل استعمال کرتی فوراً سے بولی کہ کسی طرح مہویر کا موڈ بہتر ہو پر وہ اسکی طرف جیسے دیکھتا ہی رہ گیا۔

"ایسی کوئی عقل مندی والی حرکت کرنے کی ضرورت نہیں۔ جو ہونا تھا ہو گیا۔ اب ایسی بچگانہ باتیں کر کے میرا دماغ خراب مت کرو۔ جیسے وہ بچے ہیں دو سال کے جو الرجک ری ایکشن اور لووبائیٹس میں تمیز نہیں کر سکتے"

وہ اسکی بڑبڑاہٹ پر ہر تکلیف سے نکل آتی جیسے مسکرائی وہ حسین تھا، وہ یہ کہہ کر نظریں تک چرا رہا تھا پر اپنے منہ سے کیا کہہ بیٹھا اسکی فطری گھبراہٹ بھی اس پر طاری دیکھے منائم کا دل سینے میں کپکپا گیا۔

"کیا یہ لووبا۔۔بائیٹس ہیں۔ میری گردن اور کندھے پر؟"

وہ جیسے مزید یقین چاہنے کو بولی تو مہویر نے اسکی مسکراتی آنکھوں کو بغور دیکھا، وہ اس سے کیا اقرار کروانا چاہتی تھی وہ اچھے سے جانتا تھا، وہ یہ پہلا لمحہ تھا جب مہویر کو اپنی جان کا عذاب نہ لگی، اپنے آپ میں ڈھلا ہوا اپنے ہی جسم کا حصہ لگی جس سے اسے ہر طرح واقفیت مل چکی تھی، وہ اسے سر سے پیر یاد تھی، وہ اسے اپنی تمام تر بے قابو محبت کے سنگ ازبر تھی، وہ اسے اسکے لیے محبت سے بھری حفظ تھی۔

"ہاں ویسا ہی کچھ ہے مگر جذبات سے خالی سمجھو انھیں، خوش فہمی میں پڑنے کی ضرورت نہیں۔ مجھے تو یاد بھی نہیں میں نے یہ پھول بوٹے کس وقت بنا ڈالے۔ میں تو بنا ثبوت چھوڑے کام کرنے میں ماہر آدمی ہوا کرتا تھا تم سے مقدر پھوٹنے سے پہلے۔۔۔ لیکن تمہیں دیکھ کر لگ رہا ہے اصل مہارت جہاں دیکھانی تھی وہاں تو میں کافی بے کار نکلا۔ اس قدر نزاکتیں زہر لگتی ہیں مجھے سمجھی تم۔۔۔"

وہ ہنوز بوکھلاہٹ میں بولتا چلا گیا تو وہ کچھ نہ بولی بس کبھی حیران ہوئی، کبھی شرمائی کبھی سہمی اور بس حیاسی آنکھوں میں لیے وہ اپنا چہرہ مہویر کے سینے میں چھپا گئی، مہویر نے اسکے شرمانے کو محظوظ ہوتے دیکھا کہ یہ نادم تو کہیں سے نہیں لگ رہی ہے۔

"مجھے تو سب یاد ہے۔اک اک لمحہ۔"

وہ اس قدر مدھم منمنائی کہ مہویر اسکی آواز نہ سن سکا تبھی اسکا ہاتھ بڑھا کر چھپا رخ روشن اپنے سینے سے باہر نکالتے منائم کا چہرہ اپنے سامنے کیا تاکہ وہ اسے دیکھ سکے۔

"کیا بڑبڑا رہی ہو؟میرے منہ پر کہو؟"

وہ شکر کر رہی تھی کہ مہویر میثاق نے سنا نہیں، پھر بھی اسکی پلکیں اسکے سرخ عارضوں کا سایہ بنی ہوئیں مہویر میں اک عجیب و غریب سی کشش کا طوفان برپا کر رہی تھیں۔

"میں نے کہا کہ نازک مزاج نہیں ہوں میں"

وہ اپنا بیان بہت چالاکی اور ہوشیاری سے بدل گئی کہ اس نے مہویر کو شک میں پڑنے بھی نہ دیا، مہویر کے جبڑوں میں آتا تناو اسکے مشکوک ہونے کی دلیل تھی۔

"ہاں دیکھائی دے رہا ہے۔ تم اس گھر میں پھر جانا چاہتی ہو یا خضر کے گھر چلیں؟"

وہ خود ہی یہ موضوع بدل گیا، فطری جھجھک کہیں یا اس گھر سے جڑی کل رات کی یادیں کہ مہویر کو مناسب لگا وہ اس سے پوچھ لے۔

"آپکے گھر جانا ہے مجھے۔ گھر ہم بہت میسی چھوڑ کر نکلے تھے ناں، اگر آپ پورا دن گھر نہیں گئے تو یقیناً وہ یونہی بکھرا ہوا ہو گا۔ میں آپکی مدد کر دوں گی۔ اینڈ آئی پرامس میں آپ سے دو فِٹ دور رہوں گی۔ آپکو مجھ جیسی بلا سے اب کوئی خطرہ نہیں"

وہ اسکے لب و لہجے کی فکر اور اختتامی تسلی جان کر مسکرانے سے خود کو روک نہ سکا، کتنا خیال تھا منائم کو اسکے گھر کا۔

"مجھے تم جیسی بلا نِگل چکی ہے اب خطرہ یقیناً نہیں ہے۔ یہ تسلی بھی اب کسی کام کی نہیں۔ بہر حال جیسا تم کہہ رہی ہو ویسا ہی کرتا ہوں۔ ہوپ سو یہ ہماری دوسری اور آخری رات ہو"

وہ اپنے لہجے میں اُتر کر آتی جدائی کی شدت سے منائم کو اپنی طرف دم سادھ کر دیکھنے پر مجبور کر گیا۔

"آخری رات؟ کیا مطلب م۔ مہویر۔۔ میں نے کہاناں میں آپکے قریب نہیں آوں گی اب۔ مجھ سے دور چلے جائیں گے کیا۔۔ م۔ مجھے چھوڑ تو نہیں دیں گے؟"

وہ لمحے کے ہزارویں حصے ٹیک چھوڑتی اسکے حصار کا سہارہ بھولے ٹھیک سے سیدھی بیٹھے مہویر کی طرف آس سے تکتے بولی کہ اسکی آواز میں درد و تکلیف سے سلوٹیں سی پڑیں، مہویر کو اسکی رگوں تک ڈر دوڑتا محسوس ہوا۔

"تمہارے قریب نہ آنے سے اب کیا فائدہ ہو گا؟ نقصان تو ہو گیا ناں۔۔۔ رہی بات چھوڑنے کی تو میں اس رشتے کا کوئی مستقبل نہیں دیکھ رہا۔ تمہیں سب یاد آنے کی دیر ہے تم سب ختم کرنے کو ہی فوقیت دو گی۔ ہمارا کوئی فیوچر نہیں منائم ملک۔ گزری رات کو اک خوبصورت بھول سمجھ کر تم سنبھال لینا۔ جب تک تمہیں مجھ سے محبت ہوئی یہ رات تمہارا سکھ بنے گی لیکن جب یہی محبت نفرت بنے گی تو تم ہی اس رات کو اپنی زندگی سے کُھرچ کر نکال دینا چاہو گی۔"

وہ اسکے بکھرے بالوں کو بے ارادہ سنوارتا اپنی انگلیوں کی پوروں کے لمس کی حرارت سے منائم کے دل کی دھڑکن کی رفتار قابو کیے ہوئے تھا پھر بھی سوچ رہا تھا وہ نفرت کر سکتی ہے، نفرت وہ ضرور کر سکتی تھی پر کم از کم اس شخص سے نہیں۔

"ا۔۔ایسا کیوں کہہ رہے ہیں۔میں کیوں نفرت کرنے لگی بھلا؟ کل کے بعد بھی آپکو لگتا ہے ایسا مہویر کہ مجھ سے نفرت ہو سکے گی؟"

وہ اسکے زخمی ہاتھ کو اپنے دونوں ہاتھوں میں لیے اپنے ہاتھوں کی حرارت سے آنچ پہنچانے کے ساتھ اپنے آنسوؤں سے بھری آنکھیں مہویر کی آنکھوں میں ڈالے اسکی ہر کہی بات کا مقصد جاننے پر مصر تھی، تڑپ سی اٹھی تھی کہ وہ ہمیشہ دور بھاگنے کی ہی بات کیوں کرتا ہے۔

"میں اس بارے کچھ نہیں کہنا چاہتا ابھی۔ لیکن جو کہا ہے اپنے دماغ میں بٹھا لو۔ اور روئے بنا بات کرنا سیکھو۔ یہ کیا ہے کہ تمہاری آنکھیں خشک ہی نہیں ہوتیں؟ یہ مجھے غصہ دلاتا ہے۔"

وہ اسکے بالوں کو چھوڑتا جیسے اسکے آنسو ہاتھ کی پُشت اسکی گالوں پر رگڑ کر کُھردرے لمس اور الفاظ سے مسیحائی کر گزرا وہ منائم کی روتی آنکھوں کو آس تھمانے ساتھا۔

"میں کوشش کروں گی آپکے سامنے اب ان آنکھوں میں آنسو نہ آئے۔ پھر آپ مجھ پر غصہ نہیں ہوں گے؟"

وہ معصومیت سے اپنی دونوں آنکھیں رگڑتی اپنی بازو کے درد پر کراہی تو مہویر نے اسکے درد پر پریشان ہو کر منائم کی آنکھوں میں دیکھا۔

"کوشش کروں گا۔ بازو میں زیادہ درد ہے؟ ایکس رے کروالیں؟"

وہ اسکے شدید کراہنے پر فکر مند ہوا پر وہ مسکرا کر نفی میں گردن ہلا گئی۔

"کیا ہے ڈاکٹر نے۔بس دباو پڑا ہے اپنا"

وہ منہ سا پھلائے بولی تو مہویر نے مسکرا کر اسکی بازو پر آہستگی سے اپنا سیدھا ہاتھ سہلایا۔

"موٹی۔اپنے ہی وزن سے بازو درد میں جھونک دی"

وہ اسکے یوں چھیڑنے پر مسکرائی،وہ اسے موٹی کہتا کتنا پیارا لگا تھا وہ بتا نہ سکتی تھی۔

"کیا میں واقعی موٹی ہوں؟"

وہ سنجیدہ ہوئی تو مہویر نے فوراً نفی کی۔

"لگتی تو نہیں ہو لیکن پتا نہیں فیل ہوتی ہو۔اپنی ان موٹی گالوں کی وجہ سے۔"

وہ اسکے نرم رخسار کو کھینچ کر بولا تو منائم کے دونوں گال دیکھتے ہی دیکھتے گلابی ہو کر جب چمکے تو مہویر اسکی گال کو ہاتھ لگانے پر پچھتایا، خضر اسے ٹھیک خرگوش کہتا تھا، وہ بلکل خرگوش جیسی ہی چُھوئی مُوئی تھی۔

"اب یہ شرمانے والی بات تو نہیں تھی"

وہ اسکے یوں رنگین ہونے پر منہ بگاڑ گیا تو وہ مسکرا کر مہویر کی کالی آنکھیں تکنے لگی۔

"اوکے نہیں شرماتی"

وہ فوراً مان گئی تو مہویر نے اس کے چہرے سے نظریں ہٹائیں، منائم نے اسکے اطرف اپنا ہاتھ پھیلایا اور مہویر کے سینے جا لگی، وہ حیرت زدہ تھا کہ وہ چپکتی ہوئی بُری کیوں نہیں لگ رہی، اسکی خوشبو حواسوں کو سکون کیوں دے رہی ہے، اسکی نرم گرم موجودگی مہویر میں اک آرام کیوں اتار رہی ہے، یہ

ابھی تو مہویر کے لیے مُعمہ تھا لیکن منظروں نے تو پیشن گوئی کر دی تھی کہ مہویر پر اس لڑکی کا سایہ ہو چکا ہے، وہ بھی بڑا سنگین سایہ۔

جبکہ دوسری طرف وڈیوز کے بارے عصر نے انیس کو کال کی تھی، مہویر نے انیس کی نووے سے زیادہ کالز اگنور کی تھیں اب وہ انیس کے غضب سے بچتا یہ ممکن نہ تھا۔

"ہاں عصر بولو۔ کچھ اچھی خبر دینا پلیز"

انیس جو کافی دیر سے کمرے میں ٹہل رہا تھا، آخر رک کر میٹرس پر بیٹھے عصر کو پہلے ہی وارن کر دیا کیونکہ انیس کو اس وقت انتہا کا غصہ آ رہا تھا، مہویر سامنے ہوتا تو انیس اسکا حال بُرا کر دیتا۔

"سر۔ ایک وڈیو فیک ہے جبکہ ایک رئیل۔ مڈر والی وڈیو بہت ہی پریمیم سوفٹویر سے جنریٹ کی گئی ہے۔ جیسے افواہ کو کلپ میں بدلنے کی بھرپور کوشش کی گئی ہو۔ جبکہ دوسری وڈیو میں جو بلرر چہرے تھے وہ کلئیر ہو

گئے۔ ایک عاصم ملک ہے اور دوسری کوئی لڑکی ہے۔ آپکو اس لڑکی کی تصویر بھیج رہا ہوں۔ دیکھ لیں"

عصر نے یہ سب بتاتے انیس کو جیسے ہلا کر رکھ دیا تھا۔

"ابھی مت بھیجو۔ پکسل پھٹ جائیں گے۔ تم مجھے آکر دیکھاو۔ میں ویٹ کر رہا ہوں۔ اور مجھے تین چار اچھی اچھی گالیاں بھی بتاو میں نے اس کمینے کو دینی ہیں۔"

انیس کے حکم کی تعمیل اور پھر گالیوں والی ڈیمانڈ پر تو عصر کے کلیجے میں کوہ ہمالیہ کے پہاڑوں جیسی ٹھنڈ اتری۔

"سر میں آپکو آکر گالیاں لائیو سیکھاتا ہوں۔ بس آیا۔"

عصر نے اپنے دانتوں کی نمائش کے ساتھ خوشی خوشی اقرار کیا اور مسکراتا ہوا کال بند کر گیا، وہ لڑکی کون تھی ابھی تو نہیں پتا تھا پر عصر بس مینشن ہی نکل رہا تھا تاکہ یہ تصویر انیس کو دیکھا سکے، جبکہ منائم کے آخری چیک آپ

کے بعد اسے ہوسپٹل سے ڈسچارج کر دیا گیا تبھی مہویر بل دینے اور ڈسچارج سلپ لینے ریسپشن کی طرف بڑھا تو انیس کی لگ بھگ پورے دن کی بانوے مس کالز کا نوٹیفکیشن دیکھے غیرت کھا کر آخر اس نے کال بیک کر ہی لی تھی۔

انیس نے اپنا سر ہاتھوں سے نکالے اپنے دائیں طرف بیڈ پر پڑے فون پر مہویر کی آتی کال دیکھی۔

"تمہاری آج میں جان لوں گا بس تبھی میرا غصہ ٹھنڈا ہو گا"

انیس نے کال پک کرتے سپیکر پر ڈالتے یوں غرا کر کہا کہ اس بار مہویر کو شدید اذیت سے سانس کھینچنی پڑی۔

"لے لے جان تُو بھی۔ میری جان تو ویسے بھی بہت سستی ہے۔ نہیں مارا اس کمینے کو۔ منائم ہوسپٹل تھی تو ایمرجنسی آنا پڑا۔ بیہوش ہو گئی تھی۔ دنکو

عرشیہ اس عاصم ملک کی موت کے بیچ آگئی تھی اور رات یہ بیٹی۔ لیکن کل کا سورج اسکی زندگی کا آخری سورج ہی ہو گا تُو دیکھنا"

مہویر کی جانب سے یہ سنے انیس نے گہرا سانس لیا جو اسکے سینے پر دھری سِل ہٹنے کا ترجمان تھا۔

"مڈر کی وڈیو فِیک ہے۔ اور دوسری وڈیو میں شاید فاطمہ تھی تمہیں آکر دیکھنا ہو گا۔ وہ لڑکی جس نے تمہیں یہ وڈیوز دیں مجھے لگتا ہے وہی فاطمہ ہے۔ وہ کسی کے ساتھ مل کر عاصم المیر ملک سے بدلا لے رہی ہے"

انیس کے کیے سر پر دھماکے نے جیسے مہویر کی سانس روک لی۔

"کیا؟۔۔۔ کیا کہہ رہا ہے تُو۔ فاطمہ کی قبر ہے۔ شمس الدین نے اسے اپنے ہاتھوں دفنایا تھا۔ اسکے بیٹے کو بھی۔ ویسے بھی وہ لڑکی بہت کم عمر تھی جس نے مجھے عاصم المیر ملک کو مارنے کی سپاری دی اور وہ وڈیوز دیں۔۔ فاطمہ ہوتی تو میں اسے اسکی خوشبو سے نہ پہچان لیتا"

انیس اسکی بات سنے اذیت سے ہنسا۔

"شاید فاطمہ نے اپنی پرفیوم بدل لی ہو۔ ویسے بھی تم سے کافی چھوٹی تھی وہ۔ کیا پتا اپنا فگر منٹین کر لیا ہو اس نے تاکہ بچی دیکھائی دے سکے۔"

انیس اسکے دماغ کی رگوں کو بُرا چھیڑ رہا تھا اور مہویر کا اس وقت جیسے دماغ ہی الٹ چکا تھا۔

"میرا دماغ پہلے ہی خراب ہے اور مت کر انیس"

مہویر کو جیسے دم گھُٹتا محسوس ہوا جبکہ انیس نے تو ابھی اسکی سانس گھُوٹنی شروع بھی نہ کی تھی۔

"ٹھیک ہے۔ کل ملتے ہیں پھر۔ سامنے بات ہو گی۔ اب باقی دماغ میں تمہارا مل کر خراب کروں گا۔ ان نووے مس کالز کی سزا کل فیس ٹو فیس ملے گی تمہیں۔ مجھے اس قدر نظر انداز کرنے کی سزا ویسے تو موت سے کم نہیں پر میں کم ہی دوں گا۔ تم اتنے بھی اہم نہیں ہو میرے لیے"

انیس نے اسکی مزید کوئی بات نہ سنے کال ہی کاٹ دی جبکہ مہویر کے اندر اس وقت شدید ہلچل مچ چلی تھی، فاطمہ نور مر چکی تھی پھر انیس کی باتیں سنے اسکا دماغ چکرانا فطری تھا۔

جبکہ سوہا کا آج ایونٹ ویک ختم ہو چکا تھا اور سیوانی میں بہت بڑا جشن تھا کیونکہ انکا یہ فیشن ویک ایک بار پھر ملکی سطح پر کامیاب گیا تھا اور کئی چھوٹے بڑے فیشن آئی کنز اور ڈیزائنر آج سیوانی میں ڈنر پر مدعو ہو کر جمع تھے لیکن سوہا نے اس بیچ اپنے وکیل کو کال کے کے کل صبح گھر بلایا تھا، وہ رئیس ملانی کے معاملے میں مزید دیر نہیں کر سکتی تھی۔

وہیں علوی مینشن میں ڈنر لگا تو ابراہیم صاحب نے ہی عرشیہ کو کہا کہ وہ انیس کو نیچے بلا کر لائے، اور وہ تو ویسے بھی کب سے اسکے پاس جانا چاہتی تھی تو فوراً سے پہلے اوپر بھاگی، خود عدین اور ابراہیم صاحب نے مل کر لزانیہ بیک کیا تھا تو وہ دونوں اسکے پکنے کے ویٹ میں تھے، آج عدین نے لزانیہ عرشیہ کی ریسیپی سے بنایا تھا، اس نے عدین کو کچھ سیکرٹ اجزاء بتائے تھا تو عدین نے

اسکی بات رد نہ کی، عرشیہ اسکے کمرے کے دروازے تک پہنچی تو پہلے رک کر خود کو کمپوز کیا، وہ اس سے ناراض ہے یہ دل و دماغ کو یاد دلایا پر اسکے حواس اور حسیں کچھ بھی سمجھنے سننے سے قاصر تھے۔

"آجاو ڈنر لگ گیا ہے۔ میں تمہیں بلانے آئی تھی"

وہ دروازہ کھولے سر اندر کیے کمرے میں جھانکی مگر انیس اپنا سر دونوں ہاتھوں میں گرائے بیٹھا تھا، کال تو بند ہو چکی تھی پر اب انیس کا سر پٹا کے پھوڑ رہا تھا، انیس نے اپنی کنپٹیوں کے گرد ہاتھوں کا دباو دیا مگر عرشیہ کی بات کا کوئی جواب نہ دے سکا۔

"کیا ہوا سڑو؟ درد ہو رہا ہے؟"

وہ خود بخود فکر مند ہوتی پاس چلی آئی، انیس نے اسکی آواز سن کر اپنا سر ہاتھوں سے آزاد کرتے اوپر اٹھایا، دونوں کی نظریں سی ملیں۔

"نہیں ویسے ہی سر ہاتھوں میں پیسنے کا شوق ہے"

وہ آگے سے کاٹ کھانے کو دوڑا تو وہ اداس سا مسکراتی ہوئی میٹرس پر بیٹھے ہوئے انیس تک پہنچی اور بنا اسے سنبھلنے کا موقع دیے اپنے دونوں ہاتھ کی انگلیاں اسکی گرم کنپٹیوں پر ایڈجسٹ کرتے انگلیوں کی پوروں سے اسکے سر کے دُکھتے حصوں پر جنٹلی سا دباو دینے لگی، وہ سر اٹھا کر عرشیہ کو دیکھ رہا تھا، وہ کوئی تو جادو پھونک رہی تھی کہ اسکے ہاتھ لگتے ہی انیس کو درد میں کمی ہوتی محسوس ہوئی۔

"چھوڑو مجھے"

وہ اسکی دونوں کلائیاں پکڑ کر خود سے دور کرنے کو مچلا پر عرشیہ نے مزاحمت کو اسکے خلاف کرتے اپنے ہاتھوں کو دباو دے کر اپنا کام جاری رکھا۔

"چھڑوا سکتے ہو تو چھڑوالو"

وہ اسکا چہرہ پکڑ کر اوپر اٹھاتی انیس کی آنکھوں میں جھانک کر اس بے تکلفی اور ضدی پن کے سنگ بولی کے وہ خود ہی اسکی کلائیوں کو پکڑ کر دور کرنے کو ڈالتا دباو دینا روک گیا۔

"کس قسم کی گستاخی ہے یہ؟"

وہ اپنی جانب سے بہت برہم و ناراض ہو کر عرشیہ کی بے تکلفی پر چوٹ کر گیا لیکن وہ اسے بے تکلفی نہیں، انسانیت سمجھتی تھی۔

"تم بڑے آئے دربار جسکی میں نے گستاخی کر دی۔ یہ غصہ کرنا چھوڑو گے تو سر دبنے سے ریلیف ملے گا۔ ہر وقت آگ آگ رہنا ضروری نہیں۔ کبھی ٹھنڈے بھی ہو جایا کرو سڑو۔ ہمیشہ غصے میں اور روڈنس کے ہالے میں رہ کر کیا مل جائے گا؟"

وہ اسکے سامنے بلکل بے بس ہو گیا کیونکہ وہ اسکے سر کا سارا درد نکال کر ہی دم لینے والی تھی، انیس نے عرشیہ کے چہرے کو دیکھتے پھر زرا نظریں اسکی

گردن تک روکیں، دائیں بائیں بال بکھیر کر پھینکے وہ اسکی کن پٹیوں کے بعد اسکے سر کے بیک سائیڈ ہاتھ لے جاتی بے ساختہ اسکے قریب ہوئی، عرشیہ کے سینے سے گرتے سٹمک تک آتے کھلے بال انیس کے چہرے کو چھو رہے تھے، عرشیہ نے انیس کی سر سے نیچے پچھلی طرف شروع ہوتی گردن کے حصے پر اپنے انگوٹھے عمودی طرح ایڈجسٹ کرتے وہاں موجود وینز کو دبایا تو انیس کو لگا اس لڑکی نے واقعی ہی سارا سٹریس اسکے دماغ سے نوچ لیا ہو۔

"یہ کیوں کر رہی ہے یہ سب"

وہ سمجھ نہ پایا اس لڑکی کی ان نوازشوں کا کیا خراج دے، عرشیہ نے اسکے مضبوط کندھے دبائے تو انیس نے اپنی بیک بلکل سٹریٹ کی پھر چہرہ اٹھا کر اسے دیکھنے لگا جو اپنے رخساروں پر آتی گلابی لیے زرا دور ہو کر پھر سے اسکے سر تک واپس آئی، وہ مسرور تھی کہ انیس کی تھکی آنکھوں میں اسکی شربتی مدہوش کرتی چمک لوٹ آئی ہے۔

"تم مجھ سے ناراض کیوں نہیں رہ سکتی؟"

وہ چڑاس لیے رہا تھا کہ وہ اسکی بد تمیزی بھولے سر دبا رہی تھی، اسکا جواب عرشیہ کے پاس ہوتا تو وہ خود کو نہ دے دیتی، تبھی اسکا انگ انگ شکوہ کناں ہوا۔

"کیونکہ میں بُرے ہسبنڈ کی اچھی وائفی ہوں۔ بتاو کیا ہوا۔ کیوں پریشان ہو۔ دیوار ہی سمجھ لو، پر کہہ دو جو درد پہنچا رہا ہے۔ میں ایک کان سے سن کر دوسرے سے نکال دوں گی"

وہ اسکو سچ میں آرام دے رہی تھی، جان لیوا سکون، وہ اسکے وجود کو اس جواب میں ہاتھ اسکے اطراف باندھتا بازووں میں بھرتا عرشیہ کے جسم سے بنا اسے سنبھلنے کا موقع دیے جان کھینچ گیا، پھر اپنا چہرہ عرشیہ کے سٹمک میں چھپائے وہ کھڑی عرشیہ سے کسی بچے کی طرح لپٹا، عرشیہ کے ہاتھ اسکی کنپٹیوں سے سرکتے اسکے سر کے اطراف آن جمے، وہ بہت پر سکون ہو کر

آنکھیں بند کر چکا تھا پر عرشیہ کا پورا وجود اسکی ایسی بے تکلفی پر کانپا لیکن نہ تو وہ اس سے دور ہوئی نہ اسکے بالوں میں ہاتھ کی انگلیاں سرسرانا روکیں۔

"یا اللہ۔ اسے کیا ہو گیا ہے۔ یہ مجھ سے کیا چاہتا ہے۔ اسکی یہ بچوں جیسی کیوٹنس تو مجھے پاگل کر دے گی"

وہ انیس کی گرم سانسیں اپنے سٹمک کی جلد میں اترتی محسوس کر رہی تھی، یہ حرارت تو عرشیہ کے دل تک پہنچ رہی تھی، پھر وہ اسے ہلنے کے لائق بھی تو نہیں چھوڑ رہا تھا، وہ جھکا ہوا بیڈ چہرہ اٹھا کر اپنی سانیس عرشیہ کے سینے میں اتارنے لگا پر اسکی گرفت اب تک مضبوط ترین تھی۔

کچھ لمحے گزرے تو عرشیہ کی جان نکلنی بند ہو گئی، شاید اس کو انیس کا یوں خاموشی سے لپٹ کر کچھ نہ کہنا اچھا لگنے لگا لیکن پھر بھی وہ اسکی اداسی جاننے کو بیتاب تھی۔

"کیا دکھ بتانے والا نہیں۔ غصہ ہو، تکلیف میں ہو یا اکتائے ہوئے ہو۔ بتاو ورنہ کھڑی کھڑی زمین میں دُھنس جاوں گی۔ میری سانس روکنے کا اس سے سنگین طریقہ نہیں سُوجھا تمہیں انیس؟"

وہ اسکے کھردرے اور ملائم پن کے بیچ کسی درجے پر آتے بالوں کو اپنی انگلیوں سے چھو کر اپنے اندر اٹھتی بے قراری کا چہرہ بھی مدھم سرگوشیاں کیے دیکھا بیٹھی تو وہ اپنے ہوش میں لوٹا، عرشیہ کی سانس آسان ہوئی جب انیس نے اپنے ہاتھ سمیٹ کر عرشیہ سے دور کیے اور وہیں بیٹھا بیٹھا پیچھے میٹرس پر جا گرا، عرشیہ اسکے یوں بے جان ہو کر گرنے پر بمشکل منہ سے نکلتی چیخ پر اپنے ہونٹوں پر ہاتھ رکھ گئی، اسکی آنکھیں انیس کو یوں بے جان دیکھ کر پھیلیں، وہ دونوں ہاتھ میٹرس پر پھیلائے، بیٹھے بیٹھے ہی پیچھے کو لیٹا تھا، آنکھیں بند اور اسکا بے حرکت سینہ عرشیہ کی جان لبوں تک کھینچ لایا تھا۔

"انیس۔۔۔ سٹروک۔۔ کیا ہوا تمہیں؟"

وہ ڈرتی ہوئی اسکے پاس ہی بیٹھی، اک ہاتھ میٹرس پر ہتھیلی سے دبائے اسی کے سہارے وہ دوسرا ہاتھ انیس کے قریب لے جاتے اسکے رخسار سے جوڑتی اسکا چہرہ تھپکاتے ٹوٹتی سی آواز میں بولی لیکن وہ یوں تھا جیسے سانس بھی نہ لے رہا ہو، اور اسے یوں دیکھ کر عرشیہ کی حالت بھی اس سے مختلف نہ تھی۔

"ا۔۔انیس۔۔انیس پلیز میرے ساتھ مزاق کرنا بند کرو۔۔۔انیس۔۔۔ تمہیں کیا ہوا۔۔۔دیکھو میری جان نکل جائے گی ایسے مت ستاو۔"

وہ اس پر جھک کر اسکا چہرہ تھپتپا رہی تھی جب وہ کچھ نہ بولا تو وہ اسکے سینے پر جھک کر اسکے دل کی دھڑکن سے کان لگا کر اسکے زندہ ہونے کو محسوس کرنے لگی تبھی انیس نے بنا آنکھیں کھولے اپنے چہرے پر بکھرے اسکے بالوں پر اک شرانگیز سی مسکراہٹ دی لیکن جب وہ ہانپ کر اٹھی تو وہ

واپس اس مسکراہٹ کا گلا گھونٹ چکا تھا، آنکھیں بند کرے سانس لینے کو بھی بلکل مدھم کر گیا۔

عرشیہ کی آنکھوں میں جو خوف تھا وہ بہت بھیانک تھا۔

"میرے ساتھ ایسا مت کرو۔۔۔ تمہارا دل تو بلکل ٹھیک چل رہا ہے۔ کیا تم مجھے پریشان دیکھنا چاہتے ہو خود کے لیے۔ دیکھو ہو گئی انیس۔۔۔ آنکھیں کھولو پلیز"

اس بار عرشیہ کا ٹھنڈا ہاتھ جب انیس کی گردن سے لگا تو وہ بے اختیار کسمسایا جس سبب عرشیہ نے وہیں سے اسکی گردن میں اپنا وہی ہاتھ پھندا بنا کر دبایا کیونکہ جان گئی تھی وہ اسکو جان بوجھ کر ستا رہا ہے، گلا گھٹنے پر انیس بے ارادہ کھانسا تو عرشیہ نے مزید زور سے اسکا گلا دبایا۔

"اب کرو گے میرے ساتھ دوبارہ یہ گھٹیا مزاق، مار ڈالوں تمہیں انیس؟"

وہ واقعی اس قدر وحشی ہو رہی تھی جیسے واقعی اسکی جان لے جائے گی جبکہ وہ خود پر اپنے بال بکھیر کر جھکی عرشیہ کو اسکی دونوں بازوؤں سے پکڑتا جھٹکے سے خود سے دور کر گیا۔

"مارو گی کیا مجھے لڑکی؟"

وہ خود جیسے ہوش میں اسکے چیخنے پر لوٹی۔

عرشیہ خود نہیں جانتی تھی اس نے انیس کی گردن اتنی زور سے کیسے اور کب دبا دی، وہ کانپ اٹھی جب انیس نے اسے میٹرس پر گراتے خود اپنی گھٹی گردن اٹھ کر مسلی، وہ خود صدماتی کیفیت میں تھا کہ عرشیہ ابھی کیا کرنے والی تھی۔

"تمہارا دماغ جگہ پر ہے؟ تم نے لگ بھگ مجھے مار ڈالا تھا۔ میری گردن دبا دی تھی۔ تم بتاو گی مجھے یہ کیا تھا؟"

وہ سہم کر اسے دیکھ رہی تھی جب وہ اس پر جنونی ہوتا جھکا اور عرشیہ کے دونوں ہاتھ پکڑ کر اسے اٹھانے کے ساتھ اپنے ساتھ کھڑا بھی کروایا، اک آنسو ٹوٹ کر عرشیہ کی آنکھ سے بہہ کر اسکی رخسار پر رینگا کیونکہ وہ خود تک سے خوف کھا گئی کہ وہ ابھی کیا کرنے والی تھی، انیس نے اسکے ہاتھوں کو آزاد کرتے اسکے بکھرتے بال سمیٹ کر اسے دونوں بازوؤں سے پکڑ کر اپنے سینے کے قریب کھینچ کر عرشیہ سے کُھل کر سانس لینے کی آسانی بھی چھین لی۔

"م۔ میں نے جان ب۔ بوجھ کر نہیں کیا۔۔۔ معاف۔۔"

اس سے پہلے وہ سسکتی ہوئی بات پوری کرتی، اسکی دونوں آنکھیں سرخ ہوئیں، ان میں نمی آئی اور اسکی گالوں پر رینگ گئی، وہ باقاعدہ کانپ رہی تھی، اس نے انیس کے چہرے کے قریب اتنی اذیت سے سانس لی کہ انیس کو اسکے سانس لینے کا درد تک خود تک آتا محسوس ہوا۔

"معاف کر دوں؟ تمہیں معاف کر دوں۔ تم تو میری جان کسی بھی وقت لے لو گی۔ اچھا کیا تمہیں اپنے کمرے میں جگہ نہیں دی۔ تم نے مجھے محتاط کر دیا بہت اچھا کیا۔ میری گردن اب تک درد کر رہی ہے۔ یہ کونسی دشمنی نکالی ہے؟ بولو۔۔۔ رونا بند کرو۔ تم مجھے مارنا چاہتی ہو؟ زندہ برداشت نہیں ہوں تمہیں کیا؟"

وہ یوں دبا دبا غرا رہا تھا جیسے عرشیہ کے وجود سے ساری جان بھی کھڑے کھڑے فنا کر دے گا، اور وہ بے آواز روتی اٹک اٹک کر سانس لیتی کچھ بھی بولنے کی پوزیشن میں نہ تھی، ایک تو وہ اپنے ہاتھوں سرزد ہوئے گناہ پر اندر تک لرز رہی تھی اوپر سے وہ اس پر چلا رہا تھا، وہ اسے سانس نہیں لینے دے رہا تھا، اسکی شربتی آنکھیں جتنی خوبصورت اور چمکدار تھیں، تکلیف اور غصے میں وہ اتنی ہی خوفناک اور کپکپاہٹ طاری کر دینے والی ہو جاتی تھیں۔

"ت۔۔ تم م۔ مجھے مرنے کی ایکٹنگ کرے تنگ ک۔۔ کر رہے تھے۔۔۔ میں بس۔۔"

وہ اپنی اٹکتی سانسوں کو بہت دقت سے سنوارتی، اپنی بازووں میں دھنسی انیس کی انگلیوں سے اٹھتے درد کے سبب سسک اٹھی تو انیس نے اپنے ہاتھوں کی گرفت سے اسے درد پہنچانا روکا۔

"تنگ کروں گا تو کیا گلا دبا دو گی؟ سیریسلی۔۔"

وہ اسے اب تک بے یقینی سے گھور رہا تھا اور عرشیہ کا دل چاہا کاش زمین پھٹے تو وہ اس میں دُھنس جائے، اسکی سانس رکنے لگی تو انیس کا غصہ نرم پڑا، وہ روتی ہوئی نفی میں گردن ہلاتی اک ہاتھ انیس کے سینے دبا کر اسے دور کرے دوسرے ہاتھ سے اپنی گردن مسلنے لگی اور اس سے پہلے وہ لڑکھڑا کر گرتی، انیس نے اسے بازووں میں سنبھالا، عرشیہ کا چہرہ گلابی سے یکدم سفید پڑا تھا، وہ بلکل بے جان ہوتی محسوس ہوئی۔

"کیا ہو رہا ہے تمہیں۔؟"

وہ دم گھٹنے پر اسکی شرٹ مٹھیوں میں بھینچتی اپنی پیشانی اسکے سینے سے لگاتی جیسے انیس پر ڈھے سی گئی، انیس نے اسے کمر سے جکڑے ہی آہستگی سے میٹرس پر بٹھایا تو وہ اب تک یوں تھی جیسے اس سے سانس نہ لیا جا رہا ہو۔

"ان ہیلر کہاں ہے تمہارا؟"

وہ اسکی گال تھپکاتا عرشیہ کی اٹکتی سانسوں کی تکلیف دیکھے بولا پر وہ وہیں تکیے پر دُہری ہوتی گال تکیے سے لگاتی گہرے گہرے انداز میں سانس بھر رہی تھی۔

"اوہ میرے خدا اسے کیا ہو رہا ہے۔ اسکے کمرے میں ہو گا۔۔۔ میں آ رہا ہوں، ابھی آیا"

وہ اسے یونہی چھوڑتا ہوا کمرے سے نکل کر عرشیہ کے کمرے کی طرف دوڑا، سائیڈ ڈرا، اسکے ڈریسنگ ٹیبل کے ساری دراز چھان مارے پر انہیلر

کہیں نہ تھا، انیس کا اپنا دم گھُٹنے لگا، وہ کمرے سے نکلنے لگا تبھی اسکی نظر عرشیہ کے بیگ پر پڑی۔

وہ بیگ کی طرف دوڑتے اسکے بیگ کو وہیں الٹ گیا، وہاں انہیلر تھا، انیس نے اسے اٹھایا اور اسکا بیگ وہیں پھینکے وہ کمرے سے نکل کر اپنے بیڈ روم میں دوڑا، وہ اب تک اپنی گردن سہلاتی میٹرس پر دہری ہو کر لیٹی سانس لینے کی ناممکن کوشش میں تھی، انیس نے وہیں سے عرشیہ تک دوڑ لگائی انہیلر کو اسکے پاس ہی گھٹنا ٹیک کر جھکتے اک ہاتھ عرشیہ کے سر تلے رکھتے اسکا سر اوپر کو اٹھائے دوسرے ہاتھ میں پکڑا انہیلر عرشیہ کے ہونٹوں سے جوڑا تو وہ اس کو فوراً سے پکڑتی اس کے ذریعے سانس کھینچتی جیسے اس سانس کی بندش سے کچھ لمحے بعد ہی آزاد ہوئی لیکن اسکی حالت خراب ہو چکی تھی، انیس نے انہیلر سائیڈ ٹیبل پر پٹخا اور اسکے پاس ہی پریشان ہوئے بیٹھا، ہاتھ بڑھا کر عرشیہ کی آنکھ سے نکلتی نمی پونچھی پر وہ بے دردی سے اسکا ہاتھ جھٹک کر کروٹ بدل کر گہری گہری سانسیں بھرے جیسے پھوٹ پھوٹ کر

روئی، انیس کو خود پر شدید سخت غصہ آیا، وہ اسکی سانس بند کرنے کا سبب بن کر بلکل خوش نہ تھا، اوپر سے وہ ہچکیوں سے رو رہی تھی، وہ کل ہی بہت سے انہیلر لا کر جگہ جگہ رکھنے کا ارادہ کر چکا تھا، ایسی تکلیف میں وہ عرشیہ کو دوبارہ نہیں دیکھ سکتا تھا، ابھی بھی انیس کا دل سینے میں پڑا بُری طرح کانپ رہا تھا، پانچ منٹ تک وہ اپنی بگھڑتی سانسیں اور مشکل سے دوچار کرتی روتی رہی۔

"تم ٹھیک ہو اب؟ رو مت سانس ٹھیک ہونے دو"

وہ اسکی جانب زرا جھک کر عرشیہ کے بالوں میں اپنا ہاتھ پھیر کر اسے پکارا لیکن وہ بری طرح رو رہی تھی، اسکے بہتے یہ آنسو انیس کو تکلیف پہنچانے پر اور شدت اختیار کر رہے تھے، انیس کی جان وہ لڑکی اپنی مٹھی میں دبوچے اسکے سامنے رو رہی تھی اور وہ بے بس تھا، عرشیہ نے خود کو انیس کے بیڈ پر محسوس کیا تو اپنی تکلیف پر دو حرف بھیجے وہ آنکھیں رگڑ گئی۔

"چھونام۔ مت مجھے۔ میں تمہیں مار دوں گی۔ دور رہو مجھ جیسی نحوست نما پاگل سے"

وہ ہچکیاں بھرتی اس سے پہلے لیٹے سے اٹھتی، انیس نے اسکی بازووں کو دبوچے اسے واپس میٹرس پر گرایا لیکن اس بار اسکی عرشیہ کی بازووں پر پکڑ بہت نرم تھی، بس عرشیہ کو قابو کرنے کی نیت تھی، وہ بکھرے بالوں کے سنگ تکیے پر گری شدید سوجھی سرخ آنکھوں سے انیس کو دیکھتے ہی اپنا منہ دائیں پھیر گئی، اسکی آنکھوں سے آنسو بہتے جا رہے تھے، جواب تکیے میں جذب ہو رہے تھے۔

"تمہیں کہا ہے رونا بند کرو۔ تمہاری سانس ابھی تک رک رہی ہے۔ کیا میرے ساتھ ساتھ اپنی جان لینے کی بھی شوقین ہو؟"

وہ اسے ابھی دیکھنا نہیں چاہتی تھی۔

"ا۔۔انیس چھوڑو مجھے۔جانے دو۔میں خود کے ساتھ کچھ کر دوں گی۔چھوڑو ناں مجھے۔"

وہ اسکے ہاتھوں سے اپنے بازووں کو مچل کر چھڑوانے کے ساتھ شدید چیخ رہی تھی۔

"مجھے پہلے یقین کر لینے دو تم ٹھیک ہو۔کیا بہت سخت پکڑا تھا میں نے؟کیا زیادہ ڈانٹ دیا۔میری طرف دیکھو۔"

وہ اسکی طرف کیسے دیکھتی کہ اسکے وجود سے جان سرک رہی تھی،وہ اس وقت انیس کو کیا خود تک کو دیکھنا نہیں چاہتی تھی۔

"ن۔نہیں دیکھنا مجھے۔ت۔۔تم مجھ سے دور رہو۔میں تم سے بہت بہت بہت دور چلی جاوں گی۔م۔میں نے تمہیں مارنے کی کوشش کی۔یہ نارمل نہیں۔مجھے خود کا علاج کروانا چاہیے۔۔۔۔پلیز مجھے چھوڑ دو اس وقت۔۔جانے دو۔مجھے اپنے کمرے میں جانے دو۔سونا ہے مجھے"

وہ اسکی بازووں کو آزاد کرتا اسے سہارہ دے کر بٹھاتو گیا پر وہ اس سے منہ پھیرے بیٹھی مسلسل اپنے آنسووں کو چھپانے اور صاف کرنے میں لگی تھی۔

"چلو ڈنر کرتے ہیں۔ خالی پیٹ نہیں سوتے۔ آج ہی تم نے سکن ٹرئمنٹ لیا اور ساری شکل کا ستیاناس کر لیا رو کر۔ دیکھو تمہارے بال بھی اداس لگ رہے ہیں۔"

وہ یکدم روتے روتے دم سادھ کر انیس کے منہ کو تکنے لگی، کیا وہ اسکا پیچھا کر رہا تھا، وہ رونا تڑپنا سب بھول گئی۔

"ت۔۔ تم نے میرا پیچھا کیا؟ تم میری جاسوسی کروا رہے ہو۔ کیا تمہیں مجھ پر کسی قسم کا شک ہے سڑو؟"

وہ پھر سے آنکھوں میں بے شمار اذیت بھر لائی اور انیس بس کسی طرح اسکی یہ آنکھیں درد سے آزاد چاہتا تھا۔

"پہلے تو نہیں تھا لیکن اب ہے۔ تم میرا کام تمام کرنے آئی ہو آج ثبوت بھی دے دیا تم نے۔ رو کر کیا معافی پا سکتی ہو؟ رونا بند کرو۔ دلیل دو پھر معاف کرنے کے بارے سوچوں گا"

وہ اسکی آنکھوں میں تیرتے جذبات سمجھ نہ سکی کہ وہ غصہ ہے، ناراض ہے یا اسکی طرح پاگل ہے، وہ بس تکلیف کی حد میں جکڑی اب تک اپنا سانس آسان نہ کر پائی تھی، ابھی بھی اسے سانس لینے میں مشکل ہو رہی تھی۔

"ن۔ نہیں ہے کوئی دلیل۔ میں ابنارمل ہوں۔ بس یہی کہنا ہے مجھے۔ تم مت کرو معاف۔ میری بھی گردن دبا سکتے ہو۔ اس وقت ویسے بھی میرا سانس لینے کا دل ن۔ نہیں چاہا"

وہ اسکو کوئی دلیل نہ دے سکی، اسکے دونوں ہاتھ پکڑے اور اپنی گردن کے دائیں بائیں جماتے انیس کو بدلے کے لیے اکسایا تو انیس نے اسکی گرے

آنکھوں میں ندامت اور تکلیف دیکھ کر بہت مبہم سمائل دی، وہ سزا چاہتی تھی، وہ یہ نہیں چاہتی تھی وہ اسے اتنے قریب بٹھا کر دیکھتا چلا جائے۔

"لیکن میرا دل چاہ رہا ہے تم سانس لو وہ بھی بلکل ٹھیک۔ اس لیے تمہیں لینی ہو گی۔"

وہ اسکے حکم کی بے جا ڈوز نہیں سہہ سکتی تھی۔

"ہٹو پیچھے۔ جانے دو"

وہ اسکے سامنے بیٹھا تھا، نہ اسے راستہ دے رہا تھا نہ دوسری طرف سے اتر کر جانے کی اجازت کے موڈ میں تھا۔

"کھانا کھائیں پہلے ؟"

وہ اسکی آنکھوں کے شکستہ پن کو نظر انداز کرنے کی کوشش میں تھا۔

"بھوک مر گئی انیس۔ پلیز مجبور مت کرو۔ میں نے کیک کھالیا تھا۔ میں اپنے روم میں جا رہی ہوں تم جاو نیچے عدین اور ابراہیم انکل تمہارا انتظار کر رہے ہیں"

وہ پیر نیچے اتارنے کی کوشش میں تھی پر اس شخص کے سینے کا کیا کرتی جو اسکی راہ کی رکاوٹ تھا، وہ مجبور ہو کر نظریں اٹھائے اس ڈھیٹ انسان کو دیکھنے لگی جیسے فرار کے لیے گڑگڑانے والی ہو۔

"جتنا تم نے کیک کھایا تھا وہ میں نے دیکھا ہے۔ کھانا کھاو گی تم میرے ساتھ۔"

وہ اس امید پر اسکی راہ سے ہٹ کر اٹھا کہ وہ اسکی بات مانے گی لیکن اس طرح روئی روئی آنکھوں کے ساتھ وہ عدین اور ابراہیم انکل کا سامنا نہیں چاہتی تھی، انیس نے اپنا ہاتھ سہارے کے لیے اسکے سامنے اٹھنے کو بڑھایا تو عرشیہ نے اسکے ہاتھ سے اتری پٹی پر اسکا ہاتھ نہ صرف پکڑا بلکہ اسکی ہتھیلی

کے مندمل ہوئے کٹس دیکھنے لگی، وہ ناچاہتے ہوئے بھی اس کے رونا بھول جانے پر مسکرایا لیکن بہت مختصر۔

"تمہارا ہاتھ ٹھیک لگ رہا ہے اب۔ اسکو پھر بھی دباو سے بچانا"

وہ انیس کا ہاتھ پکڑے اٹھ کر اسے نرمئ سے تاکید کرنا نہ بھولی، لیکن بھیگی سانسیں کھینچنا بدستور جاری رکھا، انیس نے اپنے ہاتھ میں موجود عرشیہ کا ہاتھ آہستگی سے مٹھی بند کیے اپنے ہاتھ میں دبایا، وہ اسے دیکھ کر اسے جانے کیسے کیسے جیتا تھا کہ اسکی شربتی آنکھوں میں کئی رنگ اور بھی اتر آتے تھے۔

"بچالوں گا۔ آو نیچے چلیں"

وہ اسے لیے دروازے تک گیا پھر باہر نکلا مگر عرشیہ نے آہستگی سے اپنا ہاتھ انیس کے ہاتھ سے چھڑوایا۔

"مجھے بھوک نہیں۔ میرا سر درد کر رہا ہے۔ کیا روم میں جاسکتی ہوں؟"

وہ اپنی مرضی کی مالک تھی پھر بھی اس نے انیس سے پوچھنا ضروری سمجھا۔

"کیا تمہیں فارسی سمجھ آتی ہے خاتون؟ کیا کہہ رہا ہوں کہ کھانا کھاو چل کر۔"

انیس نے ایک ہی جھٹکے سے اسکی گردن کے عقب کی جانب ہاتھ لپیٹے عرشیہ کے چہرے کے بلکل نزدیک چہرہ سرکاتے اپنے غصے کو ہر ممکنہ روکتے کہا مگر وہ اسکی اپنی گردن کے گرد جکڑی انگلیاں ایک ہی لمحے میں کھول کر انیس کو خود سے پرے دھکیل گئی۔

"تمہیں بھی فارسی ہی سمجھ آتی ہے کیا، نہیں کھانا کچھ بھی۔ سن لیا۔"

وہ نا صرف اس سے دور ہٹی بلکہ پوری رفتار سے وہ وہاں سے بھاگ کر اپنے کمرے میں چلی گئی، انیس نے اپنا ہاتھ مٹھی کی صورت کسا اور غصے کو گہرا سانس لے کر پیے وہ سیڑھیوں کی طرف بڑھا، انیس کو نیچے اکیلے آتا دیکھے

عدین اور ابراہیم دونوں کی آنکھوں میں سوال تھا، وہ آکر اپنی کرسی سنبھال کر بیٹھا تو دونوں کی نظریں انیس پر مرکوز تھیں۔

"عرشیہ کہاں ہے انیس؟"

گرم گرم لزانیہ بھی آچکا تھا جبکہ بابا کے استفسار پر انیس نے گردن گما کر پلیٹ میں لزانیہ ڈالتے عدین کو دیکھا۔

"اسکے سر میں درد ہے، کھانا نہیں کھائے گی۔ ہم شروع کرتے ہیں"

انیس کے لاپرواہ اور سرد جواب پر عدین اور ابراہیم نے اک دوسرے کی طرف مشکوک ہوتے دیکھا پھر انیس کو جو اپنا کھانا خاموشی سے شروع کر چکا تھا، عدین کو گارلک بریڈ انیس نے خود ہاف توڑ کر دیتے اسکی پلیٹ میں رکھی جبکہ انیس نے خود اپنے لیے مکس سبزی نکال کر ایک روٹی اپنی پلیٹ میں رکھی۔

"بھیو؟ کیا آپ دو کی لڑائی ہوئی؟"

عدین کو بے چینی ہوئی تو وہ چپ نہ رہ سکا، کیونکہ انیس کے چہرے پر صاف صاف تناو تھا۔

ابراہیم بھی اپنا کھانا شروع کر چکے تھے پر دونوں کی توجہ انیس پر مرکوز تھی۔

"لڑائی ہونے کے لیے بیچ میں کسی رشتے کا ہونا ضروری ہے جونیئر۔ شروع کرو یہ تمہارا لزانیہ ٹھنڈا ہو جائے گا فورا۔"

انیس کا موڈ ایسا تھا کہ وہ اس وقت خاموشی ہی چاہتا تھا تبھی عدین اور ابراہیم نے اسے مزید نہ کریدا، کھانے کے بعد وہ باہر نکلا تو عدین بھی اسکے پیچھے لان میں چلا آیا، باہر غضب کی ٹھنڈ تھی تبھیٔ عدین مکمل کور ہو کر آیا تھا۔

"گڈ بوائے۔ ایسے ہی خود کو کوور رکھا کرو۔"

انیس نے اسکی ٹوپی دیکھتے نرمی سے عدین کی گال تھپکی مگر انیس کے ہاتھ بہت ٹھنڈے تھے تبھیٔ عدین نے اپنے دستانے والے ہاتھوں میں انیس کے

دونوں ہاتھ پکڑ کر اپنے منہ کے پاس لاتے پھونک سے حرارت دی تو انیس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ اتر آئی۔

"آپ بھی اپنا خیال رکھا کریں۔ اب بتائیں مجھے کیا ہوا ہے؟ وہ کھانے پر کیوں نہیں آئیں بھیو۔ وہ میرے اور بابا کے ساتھ شو دیکھ رہیں تھیں ہمارا فیورٹ۔ پھر انہوں نے لزانیہ بناتے وقت مجھے سیکرٹ ساس کی ریسپی بھی دی۔ وہ تو آپکو بہت اچھے موڈ میں بلانے گئی تھیں، میرے انکار کے باوجود وہ ہرٹ یا اداس نہ ہونے کی پوری کوشش میں تھیں پھر انکو سر درد کیوں ہونے لگا؟"

انیس نے رک کر عدین کی ساری بات تحمل سے سنی، پھر اپنے وہی عدین کی جانب سے حرارت پائے ہاتھوں میں عدین کا اداس چہرہ تھاما۔

"میں نے اپنا سر درد اسکے سر میں منتقل کر دیا۔ اور کوئی بات نہیں۔"

انیس نے اسکی فکر بھرپور دور کی پر عدین ویسے ہی بے چین رہا۔

"بھیو انہوں نے کھانا نہیں کھایا۔ مجھے فکر رہے گی"

وہ نا چاہتے ہوئے بھی دل کی بات چھپا نہ سکا، انیس کی آنکھیں عدین کی محبت پر مسکرائیں۔

"اسے بھوک لگے گی تو کھالے گی۔ تمہیں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں۔ اور تم اسکے ساتھ جانا چاہو یا نہیں صبح اسے کنفرم کر دینا۔ کسی قسم کی زبردستی نہیں ہے۔ تمہارا دل مانے تو ٹھیک نہیں تو جبر کی ضرورت نہیں۔"

وہ اسے نرمی سے سمجھا رہا تھا اور عدین کے چہرے پر تب بھی فکر ویسے کی ویسی ہی ٹھہری تھی، عصر بھی آچکا تھا، اپنی کار پارک کرتا وہ انیس اور عدین کی طرف ہی چلا آرہا تھا۔

"آہاں۔ رات کی ٹھنڈی واک ہو رہی ہے یہاں تو"

عصر نے مسکرا کر پاس رکتے ہی جیسے دونوں کو ساتھ دیکھ کر خوش دلی سے اندازہ لگایا۔

"یس عصر بھائی لیکن ٹھنڈ تو ہڈیاں جمانے والی ہے آج۔ مجھے نیند بھی آ رہی ہے۔ اب آپ دو کام کی بورنگ باتیں کریں گے اس لئے میں جا رہا ہوں۔ کھڑا بھی نہیں ہوا جا رہا یہاں تو۔"

اصل میں عدین کو ٹھنڈ لگ رہی تھی ورنہ اسکا کہاں دل بھر سکتا تھا بھیو سے چپک چپک کر، انیس نے اسکی گال پیار سے سہلاتے اسے جا کر سونے کا کہا تو وہ دونوں کو گڈ نائیٹ کہتا جس طرح دوڑا، وہ دونوں ہی مسکرائے۔

انیس نے عدین کے مینشن کی بلڈنگ میں داخل ہونے کے بعد عصر کی طرف توجہ دی جس نے اس لڑکی کے بلر ہوئے چہرے کی صاف تصویر اپنے موبائل میں کھول کر انیس کے سامنے کی۔

"یہ لڑکی! اسے میں نے کہیں دیکھا ہے۔ یہ فاطمہ نور ہے؟"

انیس نے اپنے دماغ پر زور ڈالتے سونم کے چہرے کو پہچاننے کی کوشش کی، عصر بھی متفکر تھا اور پھر انیس کے دماغ نے فوری کام کیا، اسے یاد آگیا اس نے اس لڑکی کو کہاں دیکھا۔

"یہ لڑکی عرشیہ کے جیم میں تھی۔ وہی ہے یہ عصر۔ کیا یہ فاطمہ نور ہے؟ یا پھر عاصم ملک کی چوتھی محبوبہ؟ بہت زیادہ کنفوژن ہے۔"

انیس کو یہ معاملہ اتنا سیدھا نہ لگ رہا تھا، عصر کا بھی یہی خیال تھا۔

"سر کیا خیال ہے اس لڑکی کو دبوچوں کل؟ سارا کچھ اگلوا لیتے ہیں۔ آپ یہ تصویر مہویر کو دیکھا کر کنفرم کر لیں کے یہ فاطمہ نور ہے یا کوئی اور"

عصر تو ہر چیز اور ہر سٹیپ کے لیے تیار تھا۔

"نہیں عصر۔ یہ فاطمہ نور ہے یا نہیں اس سے خود ہی اگلوانا پڑے گا۔ اگر یہ فاطمہ نکلی تو مہویر کی زندگی تباہ و برباد سمجھو۔ یہ نحوست اگر دوبارہ اسکی زندگی میں آگئی تو وہ منائم کو دو سیکنڈ لگا کر اپنی زندگی سے نکال باہر کرے گا

جو ویسے بھی اس پر زبردستی مسلط ہوئی ہے۔ ہمیں اس لڑکی کے سچ تک خود پہنچنا ہے اور بنا مہویر کو پتا لگے۔ سمجھ گئے تم؟"

عصر نے فوری اثبات میں سر ہلایا کیونکہ وہ جانتا تھا انیس کو وہ جتنا بھی روک لے وہ مہویر کا سوچنے سے اسے منع یا باز نہیں کر سکتا۔

"جی سر سمجھ گیا۔ میں کل ہی اس سے ملتا ہوں۔ یہ کیا گیم کھیل رہی ہے کل ہی اگل دے گی۔"

عصر نے اپنی جانب سے انیس کو بے فکر کیا جس پر انیس نے اسکا فون اسے واپس تھمایا۔

"عصر۔ یہ سب بہت رازداری سے کرنا ہو گا۔ پہلے ہمارا کام یہ ہے کہ اس لڑکی کے فاطمہ نور ہونے نہ ہونے کی کنفوزن دور کریں۔ تم کل یہی کام کرو گے۔ اس سے کیسے ڈیل کرنا ہے تم اچھے سے منصوبہ بناو۔ یہ معاملہ جلدی

حل کرنا ہو گا۔ جاو کچھ کھالو۔ دن بھر تمہیں بہت مصروفیت دی ہے۔ کھانا کھا کر آرام کرو"

عصر کی یوں لفظی فکر وہ کبھی کبھی کرتا تھا پر عصر کو اور گرویدہ کر لیتا تھا، عصر نے مسکرا کر سر ہلایا مگر جاتے جاتے رک کر واپس پلٹا۔

"عرشیہ نے کلب کا ایڈریس لیا تھا، سب خیریت رہی ہے؟ عدین انکے ساتھ آیا تھا کیا سر؟"

انیس نے عصر کی بے چینی دیکھی۔

"نہیں وہ علیم خان کے ساتھ آیا تھا۔ میں اور عرشیہ اپنی اپنی کار میں واپس آئے۔"

انیس کا لہجہ کچھ اداس ہوا تو عصر مزید دو قدم آگے آیا۔

"کیا بات ہے؟ پریشان ہیں کیا؟"

عصر اسکی ہر چھپی تکلیف محسوس کر سکتا تھا تو یہ بے چینی کیسے نہ بھانپتا۔

"ٹھیک ہوں۔ اس نے کھانا نہیں کھایا۔ ناراض ہو کر کمرے میں چلی گئی۔ بلکہ لڑ کر۔ کچھ میس کریٹ ہو گیا تھا ہمارے بیچ۔ تفصیل نہیں دے سکتا بس یہ بتاو اسے کھانا کھانے پر قائل کیسے کروں؟"

عصر نے مسکرا کر انیس کی یہ بے قراریاں ملاحظہ کیں۔

"پھر یہ کہیں کہ عصر میاں میں ٹھیک نہیں"

عصر کو شرارت سوجھی پر انیس کے گھورنے پر وہ فوراً لائن پر چڑھا۔

"اچھا اچھا سوری۔ میں کال کر کے کچھ مزید اربنا کر دینے کی آفر کروں انکو؟"

عصر کے پاس بہترین حل تھا، انیس نے جبراً ہی سہی پر سر ہلایا مگر عصر کو وہیں اسکے سامنے کال کرنے کو کہا۔

عصر نے انیس کے سامنے عرشیہ کو کال کی مگر دو تین بار کال کرنے کے باوجود عرشیہ نے کال نہ اٹھائی تو عصر بھی مایوس ہو گیا۔

"سو نہ گئی ہوں۔ جا کر دیکھیں۔ اگر جاگ رہیں ہیں تو کہیے گا تھکا ہارا میلے میں بچھڑا بھائی انکا فیورٹ سب بنانے کو تیار ہے بس حکم کریں"

عصر نے کال نہ لگنے کے باوجود انیس کی افسردگی اپنی شرارت سے بھگائی مگر انیس کچھ نہ بولا اور سر ہلاتے عصر کا سینہ تھپکتا خود بھی مینشن کی طرف بڑھا تو عصر بھی مسکراتے ہوئے پیچھے ہی بڑھ گیا۔

عصر تو کھانا کھانے کے لیے کچن میں چلا گیا مگر انیس نے جا کر پہلے عدین کو دیکھا جو اپنی رضائی میں دبک کر سو بھی چکا تھا، موبائل اسکے ہاتھ سے گرنے والا تھا، انیس اندر آیا اور جھک کر عدین کے ہاتھ سے بس پھسلنے کے دہانے آتا فون پکڑ کر انٹرنیٹ آف کیے سائیڈ ٹیبل پر رکھے اسکے پاس بیٹھا اور ہاتھ بڑھا کر عدین کے سوئے پر سکون چہرے کو دیکھنے لگا۔

"تم میری جان ہو۔ بھیو کا سب کچھ۔ بھیو کا غرور۔ بھیو کا رشک۔ تم مجھ سے راضی ہو تو پوری دنیا سے میں راضی ہوں۔ دوبارہ کبھی مت روٹھنا۔"

انیس نے جھک کر اسکا سر چوما جو نیند میں پورا مست تھا، پھر اس پر لحاف کروائے وہ عدین کے کمرے کی مین لائیٹ آف کرے بابا کے کمرے کی طرف بڑھا، بابا کی طرف سے سکون اسے راس نہ تھا تبھی وہ بابا کے کچھ دن سے اچھا بننے پر اندر سے پریشان تھا کہ یہ دو دن کی اچھائی بڑی دردناک تکلیف پر ٹوٹے گی لیکن وہ اچھے کی امید رکھے بابا کے کمرے میں جھانکا تو وہ کسی کتاب کا مطالعہ کر رہے تھے، انیس کو دیکھتے ہی کتاب بند کرے اسے دیکھنے لگے، بابا کے جاگے ہونے کی وجہ سے اسے کمرے میں داخل ہو کر بابا تک جانا پڑا۔

"آپ کی طبعیت تو ٹھیک ہے بابا؟ کوئی دنگا فساد، کوئی ہنگامہ برپا کرنے کا سامان نہیں کر رہے۔ واقعی بدل گئے ہیں یا بہو کے آگے اچھا امپریشن دینے کی کوشش ہو رہی ہے۔ آپکے سدھرنے کا مجھے یقین نہیں آرہا"

وہ اپنی بات کہنے میں بلا کا منہ پھٹ تھا، ابراہیم نے مست انداز میں ہنس کر انیس کی حیرانگی کو بھرپور انجوائے کیا، وہ حیران و پریشان تھا کہ بابا کوئی نیا پنگاہ کیوں نہیں فرمارہے۔

"تم چیز کیا ہو لڑکے ؟ میں ستاوں تب بھی مسائل۔ میں شرافت اوڑھوں تب بھی تکلیف۔۔ہاں ٹھیک سمجھے ہو بہو کے آگے تھوڑا رعب بنا رہا ہوں۔ اچھا تھوڑی لگتا اسکے سامنے تم سے بے عزت ہوتا۔ بس سوچ لیا ہے اب سارے الٹے کام تمہاری ناک کے نیچے کروں گا۔ تمہیں بھنک بھی نہ لگنے دوں گا"

ابراہیم کی ڈھیٹائی قابلِ دید تھی، انیس کے جبڑے سے تنے، ابراہیم علوی سدھرتے تو وہ دن قیامت کا تھا، انیس کیسے بھول گیا تھا۔

"میں آپکو اسکے سامنے تو کیا کسی کے سامنے بے عزت نہیں کر سکتا۔ ایسے دل اور جگر لہو کرتے الزام مجھ پر لگانے سے پہلے تھوڑا سوچ لیں۔ باقی اچھا

لگا کہ وقتی ہی سہی پر کسی وجہ سے آپ کی جانب سے ملتی تکالیف میں بریک آئی۔ اسکی بہت ضرورت تھی مجھے۔ سو جائیں اب۔۔ اس وقت کم رومنٹک ناولز پڑھا کریں آنکھوں پر اثر ہو گا"

وہ نا صرف کہہ کر پلٹا بلکہ ابراہیم کو سٹپٹانے پر مجبور کرتا ہوا انکے کمرے سے نکل گیا کیونکہ ابراہیم واقعی ہی ایک انتہائی رومنٹک ناول ہی پڑھ رہے تھے۔

"کتنی عقابی نظریں ہیں میری اس اولاد کی۔ بس باپ کو کہیں سے سکون نہ ملے"

ابراہیم نے بڑبڑا کر خود کلامی کی اور دوبارہ سے وہ کتاب کھول کر اپنا ناول دوبارہ پڑھنے لگے جبکہ انیس سیڑھیاں چڑھے اوپر آیا، اپنے کمرے کی طرف جاتے جاتے دل اس دوسرے دروازے کی اور لپکنے کا مشورہ دینے لگا۔

اور وہ دل کی آج سننے کے موڈ میں تھا تبھی وہ اسکے کمرے کی طرف بڑھا، پھر دروازہ ہلکا سا دبایا ہی کہ وہ کھلا، وہ میٹرس پر سیدھی بنا لحاف کے ہی سو گئی تھی اور کمرہ اسقدر سرد تھا کہ انیس کو کمرے میں آتے ہی یہاں پھیلی ٹھنڈ جسم میں چبھی۔

وہ فوراً سے پہلے انورٹر آن کرتا کمرے میں تیس کا درجہ حرارت سیٹ کرتا کھڑکی کی طرف بڑھا اور زرا سا اسکا پٹ کھولتے بھاری پردے برابر کیے، پھر وہ عرشیہ کے پاس آئے بلینک کھول کر اس پر کروائے دور ہونے کے بجائے اسے بے خبری سے سویا دیکھ کر پہلو میں بیٹھا۔

"جانتا ہوں بہت زیادہ ڈانٹ دیا ہے۔ لیکن تم میرے بارے میں سب کچھ ایک بار ہی جاننا چاہتی ہو جو بلکل اچھی بات نہیں۔ تھوڑا تھوڑا سمجھو۔ تھوڑے پر تمہارا گزارا نہیں ہو رہا کیا جنگلی بلی۔ خود کہتی ہو مجھے کوئی زخم نہ ہو اور خود ہی ہاتھ پیر چلا کر مجھے چوٹ پہنچا دیتی ہو۔ اور مجھے چوٹ پہنچا کر رو بھی خود رہی تھی۔ تمہیں سمجھنا واقعی مشکل ہے عرشیہ المیر"

وہ اس سے لڑ کر بہت سا رونے کے بعد سو چکی تھی، ابھی بس نو بجے تھے، شاید اسکا دن بہت تھکا دینے والا تھا، پھر عدین کی طرف سے بھی تو ابھی مایوسی ہی تھی، وہ بھائی کا سگا، بھابھی کو لفٹ کروانے میں نخرے جو کر رہا تھا، لیکن وہ عرشیہ کے شرط ہارنے پر ہرگز خوش نہ تھا، ویسے بھی وہ کل شام تک کوشش جاری رکھنے والی تھی۔

"تم نے کھانا نہیں کھایا، میری وجہ سے نیچے نہیں گئی۔ سب سے منہ موڑ کر یہاں سو گئی۔ ایسے مت کرنا دوبارہ۔"

وہ اسکے چہرے پر ڈھلک آتے بال ہٹا کر سنوارتا اسکا چہرہ دیکھ کر اسکے اندر کے درد کا اندازہ لگا رہا تھا کہ رونے کے باوجود ابھی اسکے اندر کتنی تکلیف کا غبار باقی ہے۔

"تم ابنارمل نہیں ہو۔ میں نے تمہیں ایسا بننے پر مجبور کر دیا ہے۔ جب سے تم مجھ سے ملی ہو، میں نے کچھ بھی نارمل طریقے سے نہ کہا ہے نہ کیا ہے۔ تو

پھر تم کیسے متاثر نہ ہوتی؟ تمہارا رونا میرے لیے ناقابل برداشت سی چیز ہے عرشیہ۔ اس جذبے کو ابھی کوئی نام نہیں دے سکتا۔ پر یہ کچھ تو ہے۔ تمہاری تھمی سانس میرے لیے مشکل کی گھڑی تھی"

وہ اسکے یوں روٹھ کر، بھوکے پیٹ سونے پر افسردہ تھا، وہ سچ میں بے حد رنجیدہ تھا۔

"تمہارے لیے کل چھوٹا سا سرپرائز تیار کرنا پڑے گا۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں شرط جیت کر تم مجھ سے کیا مانگو گی"

وہ اسکی بے خبری کے باوجود اسکی تکلیف محسوس کر رہا تھا تبھی بے ارادہ جھک کر اس نے عرشیہ کے ماتھے کو ہلکا سا اپنے ہونٹوں سے چھوا مگر جلد ہی یہ احساس کہ وہ کیا حماقت کر رہا ہے، اسے عرشیہ سے دور ہونے پر مجبور کر گیا۔

لیکن وہ بے ارادہ اسکا جیسے نیند میں زور سے ہاتھ جکڑ گئی، وہ انیس کے فرار میں شدت لانے کا موجب بنا لیکن وہ دور نہ ہو سکا۔

"ہاتھ مت چھوڑنا میرا"

اس بار وہ سرگوشی کیے دوبارہ جھکا، وہ اسکی تکلیف میں شاید اپنی جانب سے یونہی کمی کر سکتا تھا، انیس نے اک ہاتھ اسکے جبڑے پر رکھتے جھک کر اسکے ماتھے کو چوما تو انیس کو اپنا اک ہاتھ پھر سے عرشیہ کے ہاتھ میں دبتا محسوس ہوا تو عرشیہ پر جھکے انیس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آئی، وہ اٹھ بیٹھا کہیں وہ جاگ نہ جائے۔

"میرے ساتھ دوبارہ ایسا مت کرنا عرشیہ۔"

وہ اسکے یوں روٹھ کر سونے کو برداشت نہ کر پا رہا تھا، نجانے آج کیسے سو پاتا، لیکن پھر بھی اسکی نیند میں حلل نہ ڈالتے انیس نہ صرف اٹھا بلکہ اسکے روم کی لائیٹ آف کرے کمرے سے چلا گیا، وہ گہری نیند میں تھی اور اب

لگتا تھا مزید مدہوش ہو گئی تھی پر انیس غانم کی نیند و قرار کا کیا؟ وہ تو لٹ چکے تھے۔

.._____..

وہ منائم کو جب لے کر پہنچا تو انھیں سوا نو بج چکے تھے، گھر کا ڈور چابی سے اوپن کرے اس نے منائم کو اندر داخل ہونے کا کہا پھر خود بھی پیچھے آیا تو دروازہ بند کیے منائم کے رک جانے پر ٹھٹکا، جو گھر کی محسوس کن چمک و صفائی ایک ہی نظر میں بھانپ گئی، خود محویر کو ہر چیز اپنی اپنی جگہ پر دیکھ کر خوشگوار حیرت ہوئی ورنہ کاوچ پر بلینک بکھرا تھا، کچن میں برتن تھے، دھول تھی لیکن اس وقت پورا گھر دمک رہا تھا۔

"ہیں؟ گھر اتنا صاف شفاف صرف مجھے لگ رہا ہے مہویر یا آپکو بھی چمک نظر آ رہی ہے؟"

منائم نے قدم لیوئنگ ایریا کی جانب بڑھائے تو مہویر بھی ارد گرد نظریں گماتا کچن کی طرف جھانکا جہاں رکھے برتن دھل چکے تھے، بلکہ فرش بھی ایک دم کلئین تھا۔

"میں تو پورا گھر بکھیر کر گیا تھا۔"

وہ خود یہ سوچتے حیران تھا جبکہ کچھ کچھ اندازہ ہوا کہ یہ کام ایک آدمی کے سوا کوئی نہیں کر سکتا، منائم نے اسی خوشگوار حیرت سے بیڈ روم کے دروازے کا ڈورناب گما کر کھولا ہی کہ وہ کمرہ جسکی صبح حالت خراب تھی، اب خوشبو اور رومان پرور روشنیوں کے ہالے میں نیم ملائم سی روشنی میں نہایا تھا، نا صرف بیڈ کے اطراف چھوٹی چھوٹی ایل ای ڈی لائٹس تھیں بلکہ مرر کے کنارے پر بھی ایک لائن لگی تھی، منائم نے مسکراتی آنکھوں سے یہ سرپرائز دیکھتے اپنے دونوں ہاتھ اپنے رخساروں پر رکھے، کمرے سے باہر کھڑی منائم کو اتنا خوش دیکھے وہ بھی محتاط انداز میں آگے بڑھا تھا اور تبھی منائم کے خوشی سے چہک کر روم میں داخل ہونے پر مہویر بھی حیران

وپریشان سا کمرے میں داخل ہوا، کمرے کی آب وہوا اتنی جان لیوا تھی کہ مہویر کو الٹا ڈر سا لگا۔

"آپ نے میرے لیے سرپرائز تیار کیا مہویر۔ مجھے سپیشل فیل کروانے کو یہ سب کیا؟ میرے لیے ہمارا روم سجایا۔ مہویر مجھے آپ سے ہر لمحہ پیار نہ ہو تو کیا ہو؟"

وہ حیران سے مہویر تک پہنچی اور جس طرح اسکی مشکور و ممنون ہوئے سینے آ کر لپٹی، مہویر نے زبردستی سی سمائل دیتے بازو اسکے اطراف حائل کیے پر وہ اب تک حیران تھا کہ انیس نے یہ سب کیا ہے یا کروایا ہے، اور سارا کریڈٹ بھی مہویر کو مل گیا، اب تو یہ لڑکی شرطیہ مہویر پر واری قربان ہوتی، اب تو اسکے بقول مہویر اسکے پیار کا مزید زیادہ مستحق تھا۔

زہے نصیب!

"ہمم۔ ٹھیک کہہ رہی ہو تم۔ میں اتنا کریٹیو انسان ہوں مجھے بھی آج ہی پتا چلا ہے"

منائم کو زرا خود سے دور کیے وہ بے یقینی سے بڑبڑایا تو وہ اپنی بے تکلفی سمیٹ کر گھبراجاتی مہویر سے دور ہوئی، منائم نے نادم ہو کر نظریں اٹھائیں۔

"سوری آپکے میں پھر قریب آگئی۔ وہ یہ سب دیکھ کر رہا نہیں گیا۔ اس سب کے لیے تھینکیو مہویر۔ یہ بہت خوبصورت ہے"

وہ اپنے اور مہویر کے بیچ مناسب فاصلہ سمیٹے پھر سے پلٹ کر وہ حسین سجاوٹ دیکھنے لگی۔

"ہاں یہ واقعی بہت خوبصورت ہے۔ روم کا ٹمپریچر ٹھیک کرو میں کچھ کھانے کے لیے آرڈر کرتا ہوں۔ خضر سے بھی پوچھتا ہوں ہم اسکے کانسرٹ کو گھر بیٹھ کر کیسے لائیو دیکھ سکتے ہیں"

وہ نرم سے سنجیدہ لہجے میں منائم کو امور سونپے خود باہر آیا اور کچن کی طرف آتے ہی اپنا پینٹ کی جیب میں پھنسا فون نکال کر انیس کا نمبر ڈائل کیا، اپنے بیڈ پر سیدھا بنا شووز اتار کر بازو پھیلا کر لیٹا انیس کال آنے پر اپنی آنکھیں کھولے زرا اک طرف کو اٹھے تکیے کے پاس رکھا اپنا فون اٹھا کر دیکھنے لگا، مہویر کی کال دیکھ کر انیس نے کال ایک منٹ بعد پک کی اور فون سپیکر پر ڈالتا اپنے کان کے قریب ہی سیل فون پھینک گیا۔

"بولو۔ کیا ہوا؟"

مہویر نے اسکے کال اٹھا لینے پر پہلے تو گہری سانس لی۔

"یہ سب کرنے کی کیا ضرورت تھی تجھے؟ وہ سمجھ رہی ہے میں نے کیا اسکے لیے۔"

مہویر نے آہستہ آواز میں سرگوشی کی جس سے انیس سمجھ گیا آج بھی وہ منائم کے ساتھ ہے۔

"ایک بات غور سے سنو مہویر، اگر فاطمہ زندہ ہوئی بھی تو یہ بات کبھی مت بھولنا کہ اس لڑکی نے تم سے کبھی محبت نہیں کی تھی۔ وہ تمہیں تب نہیں ملی تو کبھی نہیں ملے گی۔ یہ لڑکی جو تمہاری بیوی بنی اور قسمت نے اس کے ساتھ مزاق کرنے کے بیچ جو اسکے دل میں تمہارے لیے محبت بھری اسے اپنی زندگی میں اب تک کاٹی گئی مشکلات کا انعام سمجھنا۔ اگر تم نے ناشکری کی، یا تم نے اس انعام کو بیکار سمجھ کر رد کر دیا تو واقعی تمہاری زندگی ختم ہو جائے گی۔ پھر میں بھی تمہارے لیے کچھ نہیں کر پاوں گا۔"

وہ انیس کی تمہید اچھے سے سمجھ رہا تھا کہ وہ اسے کس حوالے سے وارن کر رہا ہے۔

"بیالیس کے تو ہو گئے ہو، اس دستک کو رد کرو گے تو پھر ممکن ہے بڑھاپا بھی تمہارا خواری میں گزر جائے۔ منائم ملک کو اپنے ہاتھ اور دل میں قید کرو اور باقی چیزیں فی الحال بھول جاو۔ تم کل عاصم ملک کو نہیں مارو گے۔ میں اس سب کی تہہ تک جاوں گا لیکن اس بیچ تم کچھ الٹا سیدھا مت کرنا۔ میں تمہیں

پورا معاف کرنے کا سوچوں گا اگر تم اس بار میری بات بنا مجھے دھوکہ دیے مانو گے تو"

انیس کے لہجے میں بہت تحمل و سکون تھا، وہ مہویر کو بہت اچھے سے سمجھا رہا تھا۔

"لیکن اسکی یاداشت جب آئے گی تب کیا ہو گا علوی؟ وہ جب میری سچائی جانے گی تو پھر یہ دستک، یہ آخری موقع اور یہ کچھ پل کا سکھ تباہ نہیں ہو گا کیا؟"

مہویر نے کچن میں داخل ہوتے دیوار سے لگ کر یہ جس طرح تھکن خوردہ لہجے میں پوچھا، کچھ پل انیس بھی خاموش ہو گیا۔

"حال میں جینا سیکھو مہویر میثاق! پلیز۔۔ جو لمحے ہیں انھیں ضائع مت کرو"

انیس کے لہجے کی اداسی مہویر کو ناچاہتے ہوئے بھی دلفریب مسکراہٹ بخش گئی۔

"کیا یہ تجھ پر عرشیہ المیر کا چل چکا جادو ہے علوی؟ مجھے زبردستی محبت کروانے پر تُل گیا ہے۔ خود کے کیا ارادے ہیں؟"

مہویر ہو اور بکواس باتیں نہ کرے، پھر اسے مہویر کون کہتا۔

"اپنی زندگی دیکھو تم۔۔ میری زندگی میں کچھ پل کی بہار کے سوا کچھ نہیں رکھا۔ لیکن تم اب بھی اپنی زندگی میں بہاریں ٹھہر اسکتے ہو، اس لڑکی پر توجہ دو۔ اتنی دو کہ یاداشت آنے کے باوجود وہ تمہیں بھول نہ سکے۔ پھر چاہے عاصم گناہ گار نکلے یا معصوم۔ تمہارے ہاتھ خالی نہیں رہیں گے۔ اور فاطمہ نور کا تم نے بے جا انتقام سر اٹھایا تھا میں کچھ نہیں بولا پر میں اسے زندہ یا مردہ کسی بھی حال میں تمہاری زندگی میں واپسی کی اجازت نہیں دوں گا۔ اور تمہیں پتا ہے

I own you passionately and terribly Mahveer Mesaq"

انیس نے اپنی بات اچھے سے مہویر کے کان میں ڈال دی تھی، مہویر کے لبوں پر دلکش مسکراہٹ اتری کہ وہ اب بھی اسکے لیے ویسا ہی پوزیسیو ہے، تبھی تو دھوکے کی سزا معاف کر دی تھی جو انیس کے اصولوں کے خلاف تھا۔

"Yes You Own Me Brother...

ٹھیک ہے پھر چچا بننے کے لیے تیار ہے تُو؟"

مہویر کے شوخ جملے پر انیس نے فون کی طرف یوں گھور کر دیکھا جیسے یہ گھوری مہویر کے بجائے پر اس نے فون کو دے دی ہو۔

"بکواس آدمی۔ گڈ نائیٹ"

انیس نے بڑبڑا کر کال بند کی تو مہویر کتنی دیر تک فون کی سکرین دیکھے مسکراتا رہا اور سکرین دیکھ ہی رہا تھا جب خضر کی کال نے موڈ اچھا سا کیا۔

"ہاں راک سٹار۔ دھوم مچانے کے لیے تیار ہو؟ تمہیں ہی کال کرنے والا تھا کہ تمہارا شور شرابا لائیو سننے کا کوئی آپشن ہے یا نہیں؟"

مہویر کے دوستانہ انداز پر خضر جو اس وقت میک آپ ایکسپرٹ کے ہتھے لگا سجایا جا رہا تھا، گروم ہو رہا تھا، بے اختیار مسکرا دیا۔

یہی مہویر تھا جو خضر کو اسکے کانسرٹ میں آج کے دن ہی مارنے والا تھا اور قسمت کا کھیل دیکھیے اب وہ دو کس مقام پر آ کھڑے تھے۔

"ہاں ہے ناں۔ میرے یوٹیوب چینل پر لائیو سٹریمنگ ہے اور دو ٹی وی چینلز پر بھی۔ تمہارا یہ بے فکر لہجہ مجھے ریلیف دے گیا ورنہ میں جب سے آیا ہوں احساسِ جرم میں مبتلا ہوں کہ میں نے منائم کو تم پر بوجھ کی طرح لاد دیا ہے"

خضر بہت احساس رکھتا تھا یہ چند دن میں ہی مہویر نے جانا تھا، عاصم کے تینوں بچے اتنے اچھے تھے تو یقیناً یہ اسکے کرموں کا ہی پھل تھا، ورنہ اکثر بُرے

لوگوں کا کیا انکی اولاد سہتی ہے۔ یا پھر ایسا تھا کہ یہ تینوں بچے اپنے اپنے حصے کی اذیت سہہ چکے ہوں۔

"بوجھ نہیں ہے وہ۔ بیوی ہے میری۔ تم فکر مت کرو۔ اپنے چینل کا لنک دو میں شئیر کرتا ہوں آگے۔ ویسے تو یہ شور شرابا مجھے پسند نہیں لیکن اب سالے ہو تو تھوڑی شفقت دیکھانی پڑے گی۔ اور اسکی فکر مت کرنا۔ بس آگ لگا دو آج سٹیج پر۔"

مہویر اسے بیسٹ آف لک کہے گا یہ خضر نے نہیں سوچا تھا، اور بن چاہے جب ایسا کچھ خوبصورت سننے کو ملے تو دل کو الگ ہی راحت پہنچتی ہے۔

"تھینکیو مہویر۔ اسکا خیال رکھنا میرا پھر بھی دھیان اسی کی جانب ہے"

خضر کی منائم سے محبت دیکھتے مہویر یہی سوچ رہا تھا خضر کی محبت کی عرشیہ بھی یونہی حق دار ہے، یہ دو تو پھر ساتھ تھے، پر عرشیہ نے اپنی زندگی بہت تنہائی میں گزاری تھی۔

"کچھ پوچھوں تم سے ؟"

مہویر کے تمہید باندھنے پر خضر بے چین ہوا۔

"ہاں مہویر پوچھو؟"

خضر فوراً بولا۔

"اپنی دوسری بہن سے نہیں ملے تم لوگ ابھی؟ تمہارے ڈیڈ نے اسے ملک ہولڈنگز کے پچیس فیصد شئیرز دیے ہیں آج۔ وہ انکے ساتھ کام کر رہی ہے۔ تمہیں نہیں لگتا کہ منائم اور تمہیں اس سے ملنا چاہیے ؟"

مہویر نے ذکر ہی ایسا کیا کہ خضر کے چہرے پر بے ساختہ تناو آیا۔

"مہویر حالات تمہارے سامنے ہیں۔ مما ڈیڈ کی ڈائورس ہو گئی ہے۔ وہ ہوٹل میں رہ رہی ہیں۔ اور منائم کے ساتھ جو ہوا، پھر میرا کانسرٹ تھا۔ مجھے وقت ہی کہاں ملا کہ کچھ اور سوچ سکوں۔ مما سے بھی ہوٹل ملنے جانا تھا نہیں جا

سکا، سوچا جب انکو ہماری فکر نہیں تو ہم بھی انھیں اپنی زندگی کے بارے کیوں بتائیں، بابا نے بھی خود کال کی کہ وہ آج آئیں گے میرے کانسرٹ میں، حالانکہ میرا انھیں بلانے کا کوئی موڈ نہ تھا۔ بہر حال میں جلد اس سے ملنے کا پلین کرتا ہوں۔ شاید یہ منائم کے دماغ پر اچھا اثر کرے، ایک بہن ملنا بہت خوشی کی کیفیت ہے۔ میرے لیے تو نہیں لیکن شاید منائم کے لیے اسکی کنڈیشن کی وجہ سے بہت اچھا ثابت ہو"

مہویر کو افسوس تھا کہ خضر واقعی بہت مشکلات میں گرا ہے، ابھی تو مہویر اسکی بابا سے ہوئی ڈیل کے بارے نہیں جانتا تھا، کہ خضر نے اپنا آپ اپنی بہن کے لیے قربان کر دیا ہے اور آج کانسرٹ کے بعد عاصم ملک اسکی ملاقات اس لڑکی اور اسکی فیملی سے بھی کروانے والے تھے، اگر مہویر یہ جان لیتا تو اسکی خضر کے لیے اپنائیت اور بڑھ جاتی۔

"تمہارے لیے کیوں نہیں خضر؟ کیا تمہارے دل میں عرشیہ المیر کے لیے سافٹ کارنر نہیں، باپ تو تم تینوں کا ایک ہے۔ تم بڑے بھائی ہو۔ اور بڑے بھائی بہنو کے سر کا سائبان ہوتے ہیں۔"

مہویر کی بات سن کر وہ اداس ہو گیا تھا، پر ابھی اسکے پاس کوئی جواب نہ تھا۔

"میں تم سے اس پر پھر بات کروں گا۔ ابھی مجھے تھوڑا سٹریس فری رہنا ہے۔ میری خرگوش کا خیال رکھنا"

وہ روم سے نکل کر مہویر کو فون پر بولتا سنے کچن کی طرف آئی جبکہ اس خرگوش کو سنے مہویر کی نظریں لجائی سی منائم پر پڑیں تو وہ بے اختیار مسکرا دیا۔

"ہمم۔ ضرور۔ تم مجھے لنک بھیج دو۔ اور بیسٹ آف لک"

مہویر نے اسکا مزید وقت نہ لیتے کال کاٹی تو خضر بھی اس سے بات کر کے کافی پر سکون نظر آیا جبکہ وہ منائم کو دیکھتے دیوار سے ٹیک چھوڑے اسکی طرف بڑھا اور اپنا فون منائم کو تھمایا۔

"جو کھانا ہے آرڈر کر لو۔ اس ایپ کو دیکھو اس میں کیا اچھا لگ رہا ہے۔ میں فریش ہو کر آتا ہوں"

وہ اسکے ہاتھ سے فون لیتی نا سمجھی سے وہاں ڈھیروں ڈھیر آپشن دیکھنے لگی، وہ کمرے میں گیا پھر ٹاول نکال کر اک نظر سجاوٹ پر ڈالے ہنسا اور واش روم میں گھسنے ہی لگا جب وہ اسے پکارتی کمرے میں داخل ہوئی۔

"مہویر۔ میں نے ترکش پلیٹر آرڈر کیا ہے۔ ریپس اور شوارمہ بھی ہے۔ مزے کا لگ رہا ہے۔ آپ ڈرنک لیں گے ساتھ؟"

وہ اس کے جانے سے پہلے اسکی بھی پسند پوچھنا چاہتی تھی۔

"اس ٹھنڈ میں ڈرنک؟ کل تمہیں ٹھنڈ لگی تھی آج مجھے لگوانی ہے؟"

وہ نرم اور دوستانہ انداز میں گھورا تو وہ ہنس دی پر منائم کے ہنسنے میں بھی حیا کا اثر ملا ہوا تھا، شاید وہ بھی سمجھتی تھی اب اسکا مہویر کے ساتھ بہت گہرا رشتہ بن چکا ہے۔

"تو کیا ہوا۔ میں بھی تیمارداری کر دوں گی"

وہ شوخ و شرمیلے انداز میں اترائی تو وہ ٹاول کندھے پر ڈالتا ہی منائم کی طرف بڑھا، اسکے اپنی طرف بڑھنے پر منائم کا چہرہ گرم ہونے لگا۔

"وہی تیمارداری جو کل میں نے کی یا تم تھوڑی مختلف کرو گی؟"

وہ بنا کسی خمار بولا تب بھی اسکے گریس نے جیسے منائم کو ہر طرف حدت محسوس کروائی تھی۔

"میں ک۔ کیا بولوں اب۔۔۔ اس بارے بات نہیں کرتے۔ آپ فریش ہو جائیں"

وہ بنا مہویر سے نظریں ملاتی اسکا فون وہیں بیڈ کے کنارے جھک کر رکھتی جس طرح شرما کر گئی، وہ اس عجیب و غریب لڑکی پر ہنسا، کل کیسے قریب آنے کو مر رہی تھی اور آج اسے شرمیں آ رہی تھیں، مہویر نے آئینے کی جانب پلٹ کر اپنے پہاڑ کسرتی وجود پر اک مغرور سی نگاہ ڈالی، کون کہہ سکتا تھا وہ اپنی زندگی کی بیالیس بہاریں ویسٹ کر چکا ہے، باخدا وہ آج بھی جان لیوا حد تک پُرکشش تھا، اسکے بدن میں تناو اور طاقت تھی، وہ مضبوط اور ناقابلِ شکست تھا، اور اب وہ محبوب تھا، یہ والا رتبہ اور مسند بھی اس سانڈ کے حصے آ ہی گئی تھی، اب دیکھنا یہ تھا کہ وہ اس رتبے کو کیسے سنبھال پاتا ہے۔

یہی سب سوچ کر جناب نے اپنے حسن کی مغرورانہ انداز میں نظر اتاری اور نہانے تشریف لے گئے جبکہ منائم کی شرمیں کمرے سے باہر بھی جوں کی توں تھیں، وہ کل کا سوچ کر اور شرمندہ ہو رہی تھی کیونکہ وہ سب یقین

کرنے لائق جو نہ تھا، اک جان لیوا خواب لگ رہا تھا اور اس رات کے اثر نے دونوں کو کہیں نہ کہیں جوڑ ڈالا تھا۔

.._____..

ابھی بس ساڑھے دس بجے جب عرشیہ کی نیند بُری طرح ڈرنے پر ٹوٹی، شاید اس نے کوئی بُرا خواب دیکھا تبھی وہ گھبرا کر اٹھی تو کمرے میں نیم سی روشنی تھی، کمرہ جسم کو سکون دیتی حدت سے اٹا تھا، اور سب سے بڑھ کر عرشیہ پر لحاف اوڑھایا گیا تھا، وہ سمجھ گئی یہ پھر انیس نے کیا ہے، وہ اٹھ کر بیٹھے تکیے سے ٹیک لگاتی اپنی ہتھیلیوں کو اپنے سامنے کھول کر بیٹھی وہ سب سوچ رہی تھی جو آج اس نے کیا، انیس کا گلا دبانا اسکے نزدیک کوئی چھوٹی بات نہیں تھی، کچھ دیر بے وقت نیند سے جو اسکی دُکھتی آنکھوں کو آرام ملا وہ پھر سے آنسوؤں کے سنگ جل اٹھیں۔

"م۔ میں نے اسے تکلیف کیسے دے دی۔؟ نہیں میں ویسی دوبارہ نہیں بننا چاہتی کہ اسکے اختتام میں مجھے پھر خودکشی کا سوچنا پڑے۔ م۔ میں اسے دیکھ کر جینے لگی ہوں پ۔۔ پھر اسکی گردن کیسے دبادی۔ م۔ مجھے خود سے خوف آرہا ہے۔ م۔ میں اسے اسکا کیا جواز دوں گی۔۔۔ اسے کتنا درد ہوا ہو گا۔ کیا وہ یہ سوچ رہا ہو گا کہ میں اس سے نفرت کرتی ہوں؟ گ۔ گلا دبانے والی سے بھلا وہ بھی کیسے محبت کر سکتا ہے۔۔۔ آئی ایم سوری۔"

وہ بچوں کی طرح ہچکیاں بھر کر اپنے ہی چھوٹے چھوٹے ناخنوں سے اپنے ہاتھوں کو زخمی کرنے لگ گئی، جیسے وہ اپنے ہاتھوں کو نوچ دینا چاہتی ہو، وہ انھیں سزا دے رہی تھی، وہ ایسا کیسے کر سکتے ہیں۔

عرشیہ نے درد پر جب ہوش میں آتے اپنے ہاتھوں کو دیکھا تو جگہ جگہ اس نے ناخنوں سے سرخ لکیریں بنادی تھیں، پھر بھی اسکے اندر کی گھٹن کم نہ ہوئی، تو وہ سانس گھٹنے پر بستر پرے کرتی اٹھی اور پہلے اس کمرے کی حرارت سے نکل کر وہ بالکونی کی طرف بڑھ کر دونوں ہاتھ ریلنگ پر جما کر کھڑی لمبے

لمبے سانس لیے شدید سرد ہوا اپنے اندر اتارنے لگی، سردی کی شدت اسے یوں اچانک گرم کمرے سے نکلنے پر چبھی پر وہ خود کو تھوڑی اور تکلیف دے کر ہوش دلا رہی تھی۔

جو عرشیہ کے بقول اسکے کھو چکے تھے۔

"ا۔۔اگر میں اسکے حق میں اچھی نہیں تو مجھے اس سے ہمیشہ کوسوں دور رکھیے گا۔میرے لیے اتنا ہی بہت ہے وہ میری نظروں کے سامنے رہے۔ مجھ سے دور سلامت رہتا ہے تو اسے مجھ سے دور ہی رہنے دیں اللہ۔م۔میں خود کو کبھی معاف نہیں کروں گی۔۔میں اسے مزید تکلیف نہیں دے سکتی۔پہلے کے میرے اس پر کیے وار مجھے درد دے کر نہیں گئے۔۔پری۔۔یہ میرے اندر تک شگاف ڈال گیا ہے۔۔۔۔وہ بھی کیا سوچ رہا ہو گا کیسی جانوروں والی حرکتیں کرتی ہوں میں۔اسکے سامنے کیسے جاوں گی۔اسکے طنز کیسے سہوں گی۔اوف!بہت مشکل ہے یہ۔بہت ہی مشکل"

وہ گہرے سانس لیتی شدید ٹھنڈ میں ٹھٹھرتی ہوئی اپنے چہرے پر دونوں ہاتھ پھیرے سانس کی بندش بہتر ہوتے ہی کمرے میں آئی اور بالکونی کا دروازہ بند کیے اپنے پیٹ سے آتی آواز پر پیٹ پر ہاتھ رکھے روم کے دروازے کو دیکھنے لگی۔

"بھوک لگ رہی ہے۔ صبح ناشتہ کیا تھا بس، اور ایک دو بائیٹ کیک لیا تھا۔ اب تک تو سب سو گئے ہوں گے۔ جا کر کچھ کھا لیتی ہوں"

وہ اپنے پیروں میں فلَیٹ براون ونٹر شوز جو بنا ہیل اور اندر سے وول لائنگ کے ساتھ تھے، پیروں پر چڑھے موزوں کے سنگ پہنتی، اپنا نیٹڈ سوئٹر ٹھیک کرتی، بالوں میں ڈھیلا سا claw clip لگا کر انھیں دائیں بائیں سے زرا زرا سمیٹ کر دبے پیروں اپنے روم کا ڈور کھولتی پہلے اپنا سر باہر نکال کر انیس کے کمرے کی طرف دیکھنے لگی، اسکے کمرے کا دروازہ بند تھا تبھیٔ عرشیہ مکمل طور پر اپنے کمرے سے نکلی اور انیس کے کمرے کے باہر آتے اس نے اپنی رفتار مزید آہستہ کی اور پھر اسی طرح بلی کی طرح چلتی وہ سیڑھیوں کی

طرف جاتی نیچے اتری، آج تو عصر بھی جلدی سو گیا تھا، کچن کی مدھم روشنی اور لیوئنگ ایریا میں جلتے سنہری فانوس کے سوا باقی پورا مینشن تاریک پڑا تھا جسکا مطلب تھا مکین اور ملازمین سب سو چکے ہیں۔

وہ کچن میں آئی تو پہلے اک گلاس میں پانی بھر کر پیا کیونکہ اسکا گلا خشک ہو رہا تھا، پھر وہ فریج کی طرف بڑھی اور کھول کر دیکھنے لگی، بہت کچھ رکھا ہوا تھا لیکن عرشیہ کو شدید چٹ پٹا اور کچھ گرل ہوا کھانے کی کریونگ ہو رہی تھی، تبھی اس نے بے دلی سے فریج بند کر دیا۔

"کچھ میری پسند کا تو ہے ہی نہیں۔ رہنے دیتی ہوں۔ اس وقت کچھ پکانے کی تو بلکل ہمت نہیں۔ عصر بھی شاید سو گیا ہے ورنہ کچن کی لائیٹ آن ہوتے ہی آجاتا۔ عصر، تمہاری یاد آ رہی ہے۔ تم ہوتے تو فوراً کچھ مزیدار بنا دیتے"

وہ مایوس سی ریک سے لگی کھڑی ہاں اور ناں کی سی کیفیت میں تھی، پر کچھ ڈیسائڈ نہ کر پا رہی تھی کیونکہ بھوک بھی لگ رہی تھی، انیس نے کچھ دیر کام

کر کے عیشاء ادا کی اور اب اسکا موڈ میڈیسن لے کر سونے کا تھا لیکن پانی ختم ہونے کی وجہ سے اسے کمرے سے نکل کر نیچے آنا پڑا مگر کچن کی لائیٹ آن دیکھے وہ زیادہ رفتار سے اندر آیا تب عرشیہ اپنے لیے ایک ایپل اٹھا کر جانے ہی والی تھی۔

"بھوک لگ رہی ہے؟"

وہ اسکی طرف بڑھا مگر عرشیہ نے اذیت سے نظریں چرا کر چپ چاپ پاس سے گزرنا ہی بہتر سمجھا مگر تب رکی جب انیس نے اسکے ہاتھ میں پکڑا ایپل کھینچ کر لیتے واپس فروٹ باسکٹ میں رکھا، وہ برہمی سے انیس کے منہ کو دیکھنے لگی جیسے کہہ رہی ہو یہ کیا طریقہ ہے کسی سے کھانا چھیننے کا، عرشیہ نے اپنے کھرچے ہاتھ سوئیٹر کی آستینوں میں دے رکھے تھے ورنہ وہ اسکے ہاتھوں پر ہوئے تشدد پر ضرور اسکی کلاس لیتا جو ابھی اسکی بھوک کا سوچتے بھول گیا تھا۔

"اس وقت ایپل نہیں کھاتے خاتون! بتاو کیا کھاو گی؟"

وہ اسکے چہرے کی اداسی اور تکلیف اچھے سے جانتا تھا پر وہ اس سے دور جانا چاہتی تھی مگر انیس نے اسکی بازو نرمی سے پکڑ کر جانے سے روکا۔

"تم مجھ سے بات نہیں کرنا چاہتی؟"

وہ اسکی طرف دیکھ کر حیرت سے بڑبڑایا تو عرشیہ نے اپنی مرجھائی شکل اٹھاتے انیس کو دیکھتے بچوں کی طرح سر نفی میں ہلایا تو وہ ناچاہتے ہوئے بھی مسکرایا۔

"اوکے فائن۔ کچھ گھر کا کھاو گی یا باہر کا؟ لکھ کر بتادو۔ میں تمہیں زبردستی خود سے بات کرنے پر مجبور نہیں کروں گا۔ ناراض رہو"

وہ ڈرا کی طرف بڑھا اور وہاں رکھے سٹکی نوٹس کا پیڈ اٹھا کر لایا اور وہیں رکھی پینسل بھی اور عرشیہ کا ہاتھ پکڑے تھمائی تو وہ ناراضگی برقرار رکھے سٹکی

نوٹ بک پر اپنی فرمائش لکھنے لگی، انیس کی نظریں عرشیہ کی اب تک سوجھی آنکھوں پر جمی تھیں۔

"مجھے بیف اسٹیک کھانا ہے لیکن گرلڈ۔ مجھے یہ گھر کا کھانا ہے"

عرشیہ نے اپنی ڈیمانڈ لکھ کر سٹکی نوٹ پھاڑے انیس کے سینے چپکایا اور منہ پھیر کر سینے پر ہاتھ لپیٹ گئی، وہ اسکے اپنے سینے چپکائی چٹ اتار کر اسکی فرمائش پڑھے مسکرایا۔

"اسٹیک کو ہائی ہیٹ پر براہِ راست پین میں پکایا جاتا ہے تاکہ باہر سے سخت ہو جائے اور اندر جوسی رہے۔ گرلڈ اسٹیک میں بیف کا پیس تھوڑا پتلا ہو گا۔ چلے گا؟"

وہ اسکے عقب میں آکر رکے اپنے اندر کے چھپے شیف کی جھلک دیکھائے بولا تو اسکی ناراض خاتون فوراً نووے کے زاویے پر گھومیں۔

"چلے گا۔ مجھے سپائسی کھانا ہے۔ مجھے سپائسی پسند ہے"

ایک اور نوٹ پر اپنی فرمائش لکھے عرشیہ نے پھر سے چپکایا پر اب انیس کی بازو پر لگایا تھا، وہ دوسری چٹ اتار کر پڑھتا نرم سی ہاں کیے پلٹا تو عرشیہ کی آنکھیں اسکے پلٹتے ہی اسکی محبت سے چور ہوئیں، وہ کیا عرشیہ کے لیے اسکی فرمائش پوری کرنے والا تھا؟ لگ تو یہی رہا تھا، پہلے تو اس نے بیف اسٹیک کے لیے دو عدد اچھے سائز کے بیف پیس فریزر سے نکالے، فش جو دھو کر رکھی گئیں تھی اسکے بھی نارمل سائز کے کچھ پیس فریزر سے نکال کر رکھے تاکہ ڈی فروسٹ ہو جائے کیونکہ اسے گرلڈ فش کھانی تھی، ڈنر انیس نے بھی ٹھیک نہیں کیا تھا تبھی اسے بھی بھوک لگ رہی تھی۔

تب تک انیس پہنی ٹرٹل نیک بلیک ہائی نیک کی آستینیں کہنیوں تک موڑتے ہوئے کاؤنٹر کی طرف آیا، عرشیہ نے وہ سٹکی نوٹ پیڈ اور پینسل لیے ہی انیس کی طرف دیکھا جو اسکے اسٹیک کے لیے الگ اور فشن کے لیے الگ سے سیزنگ کا بیٹر بنانا شروع ہو چکا تھا، چونکہ وہ تیز مرچ نہیں کھا سکتا تھا تو اس نے فش والے بیٹر میں بس بلیک پیپر ڈالنی ہی پریفر کی مگر بیف اسٹیک

کے لیے اس نے جو مصالحہ تیار کیا اس میں عرشیہ کی فرمائش کے مطابق زیادہ سپائس ایڈ کیا۔

جب تک فش اور بیف ڈی فروسٹ ہوئے، وہ دونوں پر لگایا جاتا بیٹر تیار کیے اپنے ہاتھ بھی واش کر چکا تھا۔

انیس نے بے ارادہ گردن گمائی تو وہ کچن کے مِنی تین کرسیوں والے ڈائننگ ٹیبل پر ٹانگیں لٹکا کر ٹکٹکی باندھ کر انیس کو کام کرتا دیکھ رہی تھی پر جب دونوں کی نظریں ملیں تو عرشیہ نے آنکھیں سی بھرنے پر اپنی نظریں جھکا لیں۔

"م۔میں نے اسکا گلا دبایا اور یہ میری بھوک کی فکر میں اپنے آرام کو بھولے یہاں کھڑا میرے لیے اسٹیک بنانے والا ہے۔ کتنی بُری ہوں ناں اس سے الٹا ناراض بھی ہو گئی ہوں"

وہ شدید افسردہ تھی، انیس اسکے نہ بولنے پر بے چین تھا پر وہ عرشیہ کے ساتھ کسی قسم کی زبردستی کے اس وقت حق میں نہ تھا۔

گرل کاسٹینڈ اس نے کچن کے گارڈن ایریا کی طرف کھلے ڈور کے باہر اوپن ایریا کے کنارے رکھا تاکہ دھواں باہر کی طرف جائے اور اندر نہ پھیلے، انیس نے گرل آن کی تو جلتی کوئلوں کی سرخ آنکھیں دھیرے دھیرے جاگنے لگیں۔ وہ آستینیں کہنیوں تک موڑتے ہوئے کاؤنٹر کی طرف آیا جہاں میرینیٹ کیا ہوا بیف اسٹیک رکھا تھا۔ زیتون کے تیل، لہسن، پیپر اور روزمیری کی خوشبو پہلے ہی فضا میں رچ بس چکی تھی، عرشیہ کی بھوک کا تو لیول ہی بڑھ گیا، وہ بھی انیس کو دیکھنے کچن کے اوپن ڈور سے باہر آ کر رکی، ٹھنڈ تو تھی پر یہ ایریا شیڈڈ تھا دوسرا گرل سے آتی گرمائش ٹھنڈ کا بھرپور توڑ کر رہی تھی۔

"دھیان سے کرنا۔ ہاتھ مت جلا لینا"

عرشیہ نے واپس اندر جاتے ٹیبل پر رکھے سٹکی نوٹ پر لکھا اور باہر آ کر منہ موڑے ہی اس بار انیس کے ہاتھ پر چپکایا تو وہ مسکرا کر اس نوٹ کو چپکا ہی چھوڑ چکا تھا، اس نے ٹونگز سے اسٹیک اٹھایا اور احتیاط سے گرل کے اوپر رکھا۔

گوشت کے جلتی گرل سے ٹکرانے کی آواز نے لمحہ بھر میں ماحول بدل دیا۔

"میں دھیان سے کر رہا ہوں بس تم پیچھے ہٹ کر کھڑی رہو۔ آئل اڑ سکتا ہے۔ یہاں ٹھنڈ ہے تو اندر چلی جاو زیادہ بہتر ہے۔ یہ زیادہ وقت نہیں لے گا"

وہ اسکے سٹکی نوٹ کو ہاتھ بڑھا کر خود ہی انیس کے ہاتھ کی پشت سے ہٹاتے دیوار سے جا لگی مگر اندر نہ گئی۔

انیس کی آنکھیں پوری توجہ سے اسٹیک پر تھیں، جیسے ہر سیکنڈ کا حساب رکھ رہا ہو۔ اس نے گھڑی نہیں دیکھی، صرف تجربے پر بھروسا کیا۔

"اسے پلٹ بھی دو اب"

ایک اور نوٹ لکھ کر اس بار عرشیہ نے گرل سٹینڈ پر لگایا جو وہیں سے ہیٹ لگتے چر مر گیا تو عرشیہ کی آنکھیں بھی خفیف سا مسکرائیں لیکن انیس اسکی چٹ پڑھ چکا تھا۔

"اسٹیک کو جلدی نہیں پلٹتے خاتون"

وہ دھیرے سے بولا مگر جب عرشیہ کی بے چینی دیکھی تو مزید بولنے اور وضاحت دینے کا ارادہ بنایا۔

"ورنہ گوشت کا جوس باہر آجاتا ہے۔جو سی اسٹیک بنانے کے لیے بہت تحمل چاہیے"

عرشیہ کو تفصیل کے سنگ بتاتے وہ اسکی خاموشی سے ہزار ہا بے چین ہو پر یہ چٹس والا کیوٹ انداز بھی اسے سکون دے رہا تھا۔

چند لمحوں بعد انیس نے اسٹیک پلٹا۔گرل لائنز میٹ پیس پر ابھر چکی تھیں، سنہری اور گہری بھوری جو دیکھ کر بھوک کو اور آگ لگ رہی تھی۔وہ برش سے ہلکا سا بٹر اور آئل مکس کیے اسٹیک کے دونوں پیسیز پر لگانے لگا، جس کے ساتھ ہی خوشبو اور بھی گہری ہو گئی، عرشیہ اب تک اس کو دیکھنے میں محتاط تھی پر وہ یوں جان لیوا لگ رہا تھا، اسکا باڈی پوئچر کسی فلمی ہیرو سے کم نہ تھا، اسکی وجاہت یوں عرشیہ کی فرمائش پوری کرتے دہکی ہوئی تھی، اور سب سے خوبصورت بات کہ وہ خود انجوائے کر رہا تھا۔

"مجھے اپنی آنکھوں پر یقین کیوں نہیں آرہا؟ یہ نوابی انسان میرے لیے کر رہا ہے یہ؟ چکرا کر گر نہ جاوں میں"

وہ اسکو ہی دیکھے جا رہی تھی، پرہائے دو آنکھوں سے آخر وہ اسے کتنا ہی دیکھ پاتی۔

"تم اندر کیوں نہیں جا رہی۔ دیکھو دھند پڑنا شروع ہو چکی ہے"

وہ دھوئیں کے غبار کے پار سے عرشیہ کو اپنی جانب متوجہ دیکھے اسے تاکید کرتے بولا پر وہ نفی میں گردن ہلائے مزید گرل کے پاس آئی۔

ایک بیف اسٹیک بس تیار ہونے والا تھا۔

"جاو اندر سے پلیٹ اور چُھری کانٹا لے کر آو۔"

وہ اسکی مزید تاکید پر فوراً سے پہلے کچن میں گئی اور پلیٹ لے کر سٹکی نوٹس اور پینسل بھی ٹیبل پر رکھ گئی کیونکہ اب اسے کچھ کہنے یا بتانے کی ضرورت جو نہ تھی۔

پلیٹ لا کر عرشیہ نے منہ پھیر کر ہی انیس کی طرف بڑھائی، گلا دبا کر کون ایسے بچگانہ سا روٹھتا ہے، انیس نے تو ایسا پہلی بار دیکھا تھا، لیکن اسکا انیس سے نہ بولنا بے قراری کا باعث تھا مگر عرشیہ کی کچھ دیر بعد پڑتی انیس پر نظریں اسے پر سکون بھی کر رہی تھیں۔

"دھیان سے کھانا۔ بہت گرم ہے۔"

انیس نے ایک اسٹیک جو مکمل طور پر اندر تک پک چکا تھا، گرلنگ چمٹے سے اٹھا کر دونوں ہاتھوں میں پلیٹ لے کر کھڑی عرشیہ کی طرف دیکھے اپنی مسکراہٹ ہونٹوں کے پار دباتے اسکی پلیٹ میں رکھا اور ساتھ چُھری کانٹا بھی اک طرف ترتیب سے رکھے خود دوسرے اسٹیک کے ساتھ فشن کے دو پیس مزید رکھنے لگا، عرشیہ نے ایک ہاتھ میں پلیٹ پکڑے پہلے چھری سے وہیں کھڑے کھڑے بیف کے اس گرل پیس کو چھوٹے چھوٹے ٹکروں میں کٹ کیا۔

"اندر جا کر آرام سے بیٹھ کر کھاو۔ کھڑے کھڑے کھاو گی کیا؟"

وہ اسے ساتھ ساتھ ہدایت دے رہا تھا پر عرشیہ بلکل بھی اسے سن کر ان سنی کرے پلیٹ کو گرل سٹینڈ کے کنارے رکھ کر فورک پکڑ کر ایک پیس اٹھائے منہ کے پاس لے گئی مگر اس سے نکلتی ہیٹ اور دھوئیں نے عرشیہ کے ہونٹوں تک تپش پہنچائے کراہنے پر مجبور کر دیا۔

"جلدی کس بات کی ہے۔ دھیان سے کھاو۔ منہ جلا لیا ہے"

وہ گرم گرل بیف اسٹیک سے اپنی زبان نہیں بالائی لب جلا چکی تھی پر قسم کھائی تھی انیس کو نہیں دیکھے گی تبھی دوسری طرف منہ کیے فورک پر لگا پیس اس بار پھونک مار کر منہ میں ڈالتے اسے دھیان سے چبانے لگی، پھر منہ میں چھوٹتے

زائقے کے طوفان پر وہ ترچھی نگاہوں سے پلٹ کر دوسرا اسٹیک اور فش پیس گرل پر پلٹتے انیس کو دیکھنے لگی، وہ اتنا سوفٹ اور ٹینڈر بنایا گیا تھا کہ میٹ کا فلیور اس قدر مزے کا عرشیہ کو بڑے بڑے

ریسٹورنٹ بھلا چکا تھا۔

"بات مت کرو لیکن پیٹ بھر کر کھانا۔"

وہ جانتا تھا عرشیہ اسے ہی دیکھ رہی ہے، عرشیہ نے وہ پیس اچھے سے نگل کر انیس کے پاس جاتے اسکے ہاتھ سے اسٹیکس پر آئلنگ کرتا برش لے کر اسکی مدد کرنی ہی چاہی جب آئل کا چھینٹا اڑ کر عرشیہ کی گردن تک گیا۔

"آہ۔۔"

وہ اسکو بے ارادہ پکڑ کر پیچھے کرتا خود بھی اسکی طرف لپکا جو اپنی گردن پر ہوتی جلن پر اپنا ہاتھ رکھ کر روہانسی نظروں سے انیس کو دیکھنے لگی جو گرل سٹینڈ چھوڑتا اسکو دیکھتے پریشان ہو گیا تھا۔

"کہا تھا آئل اڑے گا۔ تم سنتی کیوں نہیں ہو بات۔ ہاتھ ہٹاو۔ زیادہ جلن ہے کیا۔ کچھ لگاو اس پر۔ نشان نہ آجائے۔ اندر آو"

وہ اسکا زبردستی ہاتھ ہٹا کر اسکی گردن کی دائیں طرف ہوتی ریڈنس پر اسکا ہاتھ پکڑتا فش اور بیف کو گرل پر ہی ہلکے انگاروں کی تپش پر چھوڑے اسکا ہاتھ پکڑے اندر کچن کی طرف بڑھا۔

"وہ سب جل جائے گا انیس"

وہ بے ارادہ اپنی نہ بولنے کی قسم توڑ کر جب بولی تو انیس کی جان میں جان آئی، ورنہ وہ پچھلے ایک گھنٹے سے اسے اپنی آواز کو ترسا چکی تھی، یہ نئی اذیت تھی جو انیس غانم علوی کی زندگی میں شامل ہو گئی۔

"جلنے دو۔ جل گئے تو انکا مقدر ہو گا۔ ادھر آو۔ آرام سے بیٹھو۔ اب یہاں سے ہلنا مت ورنہ تھپڑ کھاو گی"

انیس نے اسے بازو سے پکڑ کر دوسرے ہاتھ سے چھوٹے سے ڈائنگ کی کرسی گھسیٹ کر اسے بٹھایا تو وہ منہ پھلا کر اسے دیکھنے لگی، انیس باہر گیا اور اسکی اسٹیک پلیٹ اٹھا کر اندر لائے عرشیہ کے سامنے ٹیبل رکھی۔

"کھاو تم میں کچھ لے کر آتا ہوں تمہاری گردن کے لیے"

وہ اسے حیران دور، صدمے میں مبتلا کر چکا تھا، انیس کے کچن سے نکلتے ہی وہ اٹھ کر باہر آئی، وہ انیس کی محنت برباد کیسے ہونے دیتی، عرشیہ نے اس بار

زرا دور کھڑا ہوتے ہی بیف اور فش کو بہت آہستگی سے پلٹا، انگاروں کی تپش ٹھنڈ کی زیادتی کے سبب ہلکی سی تھی تبھی بچت ہو گئی تھی، وہ واپس اندر آئی اور چپکے سے جا کر کرسی پر بیٹھ کر اپنا بیف اسٹیک انجوائے کرنے لگی۔

انیس کچن میں واپس آیا تو اسکے ہاتھ میں آئنٹمنٹ تھی، عرشیہ کو کھاتا دیکھے وہ پاس آیا تو عرشیہ نے معصومیت سے چہرہ اٹھا کر انیس کو دیکھا۔

"مجھے معاف کر دو میں نے تمہیں تکلیف دی انیس"

وہ کھانے سے ہاتھ روکے گرے آنکھوں میں ڈھیر سی ندامت بھر لائی، مگر تب اسکے دل کی دھڑکنیں بے ترتیب ہوئیں جب انیس نے ہاتھ بڑھا کر اسکے اک طرف شانے پر گرے بال آہستگی سے اٹھا کر عرشیہ کی کمر کی جانب پھیلائے پھر اس ٹیوب کا ڈھکن کھول کر تھوڑی سی دوا اپنی انگلی کی پور پر لگائی، وہ دم سادھے انیس کو دیکھ رہی تھی۔

"نیا کیا ہے اس میں خاتون۔ مجھے عادت ہو گئی ہے تمہاری طرف سے ملتی تکلیف کی۔"

انیس نے اسکی جالائن پر ایک ہاتھ کی نرم گرفت جماتے عرشیہ کا چہرہ اپنی طرف اٹھایا اور اسکی گردن کے دائیں طرف بنے نشان اور ارد گرد ہوئی سرخی پر وہ انگلی کی پور پر لگی دوا پھیلا کر اسکی گردن کی سکن پر لگائی، جلن پر تو اس دوا کے لگنے سے ٹھنڈک بھرا آرام ملا پر وہ انیس کے جواب پر دلبرداشتہ ہوئی۔

اسے لگا جیسے انیس اب اسے کبھی معاف نہیں کرے گا۔

"ایسے مت کہو پلیز۔ میں نے جان بوجھ کر نہیں کیا۔ دیکھو ناں غلطی میری تھی، ناراض بھی میں ہو گئی۔ ضد بھی میں نے کی۔ بہت بُری ہوں ناں؟"

وہ اسکی گردن کی ریڈنس پر اچھے سے جلن میں کمی کرتی کریم لگائے کیپ واپس بند کیے بنا کوئی جواب دیے گرل سٹینڈ کو دیکھنے بڑھا ہی جب وہ اسکا

ہاتھ اپنے ہاتھ کی انگلیوں میں جکڑتی اٹھ کر اسکی راہ میں حائل ہوئی، انیس اسے نظر انداز نہیں کرنا چاہتا تھا پر وہ مجبور کر رہی تھی۔

"انیس میں سوری کر رہی ہوں۔ اب اتنے روڈ تو مت بنو۔ تم نے میرے لیے اتنی محنت کی، اتنی ٹھنڈ میں۔ مجھے میرا فیورٹ بیف اسٹیک بھی بنا کر دیا۔ میں شرمندہ ہو رہی ہوں۔ پتا ہے تمہیں اچھی نہیں لگتی لیکن تم میری یہ شرمندگی دور کر سکتے ہو۔ بس اتنا کہہ کر کہ تم نے معاف کیا۔ تمہاری گردن میں درد تو نہیں ہے ناں؟"

وہ اپنا اک ہاتھ اسکے ہاتھ کو جکڑنے میں لگائے ہوئے تھی تو دوسرا اسکی گردن کو چھونے ہی لگا جب انیس نے اسکے ہاتھ کو اپنی گردن کے قریب ہی پکڑ کر روکتے عرشیہ کی کمر کی جانب لے جاتے لاک کیا، جس سبب وہ انیس کے بہت قریب سرک آئی، وہ سمجھ نہیں پاتی تھی وہ کس وقت کس کیفیت میں ہوتا ہے کیونکہ زیادہ تر وہ سنجیدہ ہی رہتا تھا۔

"بہت درد ہے، ہلکا سا نشان بھی ہے میری گردن پر۔ معاف کر دوں گا جب درد اور نشان جائے گا۔ اب مجھے مت روکنا ورنہ اچھا نہیں ہو گا۔ یہ اپنا اسٹیک کھاو اور جا کر آرام کرو۔ کل ٹریول ہے تمہارا تو نیند لو۔"

وہ اسکی آنکھوں کی شدت اور لہجے کی جان لیوا تنبیہہ پر اسکا ہاتھ فورا گھبرا کر آزاد کر گئی لیکن اب بھی وہ انیس کے بے حد قریب تھی، وہ اسکے دل کی بولتی دھڑکنوں کو با آسانی سن سکتا تھا۔

"ا۔۔ اگر میں نے روکا تو کیا کرو گے؟"

وہ زرا دور چہرہ لے جا کر ڈرے ڈرے انداز میں بولی تو انیس نے اسکے سارے بال ایک ہی مضبوط ہاتھ میں قید کرتے عرشیہ کا چہرہ اپنے چہرے کے قریب اٹھایا تو عرشیہ نے خوف سے تھوک نگلا، انیس کی سانس کی حرارت عرشیہ کے چہرے تک پہنچ رہی تھی۔

"تو اسکی بھی کوئی سخت سزا دینے پر مجبور ہو جاوں گا۔"

وہ اسکی دھیرے دھیرے جان ہی تو نکال رہا تھا، پر وہ سخت جان تھی، وہ سزا سے اب نہیں ڈر سکتی تھی، وہ اپنے آپ کو انیس سے خوفزدہ نہ دیکھانے کو اک گہرا سانس بھر گئی۔

"دے دو سزا اسڑو۔ میرا گلٹ کم ہو جائے گا"

وہ جیسے اپنے انجام کی پرواہ کیے بنا بولی تھی۔

"پہلے وہ سزائیں جھیل لو جو پائے بیٹھی ہو۔ پھر نئی سزا کا ارمان پالنا۔ اور ہر بار گلٹ میں کمی کو سزا نہیں ملے گی، کبھی کبھی آپشن میں کچھ اور بھی شامل ہو سکتا ہے"

انیس نے الفاظ نے عرشیہ کے اندر تک سنسنی اتاری، وہ اسکے اس ہاتھ کو جسے وہ اسکی کمر پر لاک کر چکا تھا، اس بیچ سہلا رہا تھا اور تبھی انیس کو اسکے ہاتھ پر کچھ محسوس ہوا، انیس نے اسکے ہاتھ کو اپنے سامنے لا کر دیکھا تو عرشیہ نے گھبرا کر اپنا ہاتھ کھینچا لیکن وہ انیس کے ہاتھ کی سخت گرفت اور گہری

نظروں سے بچ نہ سکے، انیس نے اسکا دوسرا پیچھے چھپایا ہاتھ بھی زبردستی کھینچ کر سامنے کیا تو اس لڑکی کے ہاتھ، کلائیاں سب ناخنوں کی خراشوں سے سجے انیس کا آتا جاتا سانس مشکل کر گئے۔

"تمہارے ہاتھوں کی جلد کس نے نوچی ہے؟ کیا ہوا ہے۔"

انیس کی نظر اسکے ہاتھوں پر بہت بچاو کرنے کے باوجود بھی پڑی تھی، عرشیہ نے ڈر کر اسکے ہاتھوں میں دبے اپنے ہاتھ کھینچنے چاہے پر وہ اسے کھینچ کر اپنے ساتھ لمحہ ضائع کیے بنا لگاتا اس قدر غصے سے اسے گھورا کہ عرشیہ کے وجود سے ان مستفسرانہ نگاہوں کی تپش پر غائبانہ جان سی سرکی، اس لڑکی کی بازووں کے رونگٹے تک اٹھ گئے، وہ اسے دیکھتا ہوا بس اپنے سوال کا جواب چاہتا تھا اور بہت شدت سے چاہتا تھا۔۔

"ا۔۔انیس وہ سب جل جائے گا۔۔ چھوڑو میرے ہاتھ۔وہ دیکھو مجھے جلنے کی خوشبو آرہی ہے۔ تمہاری محنت برباد۔۔۔۔۔"

وہ اپنے ہاتھوں کو اسکے ہاتھوں کی مضبوط گرفت کے بیچ سے نکالنے کو جھٹکتی ہوئی انیس کی توجہ خود سے ہٹانے کی اخیر کوشش کر رہی تھی مگر وہ اسکی کلائیوں کو اپنے سینے سے لگاتا عرشیہ سے ہنوز جواب طلبی چاہتا تھا، عرشیہ نے لاکھ اسکا دھیان بھٹکانے کو بول کر توجہ باہر کی جانب دلوائی پر وہ اسکو بیچ میں ہی اپنے قریں کر دیتا خاموش کروا گیا۔

"میں کیا پوچھ رہا ہوں؟ یہ تم نے اپنے ہاتھوں پر خود بربریت ڈھائی ہے؟ پر تمہارے نیلز تو کاٹ دیے تھے میں نے۔"

وہ اپنا جواب فوری اور ضرور چاہتا تھا تبھی اس بار اسکی باز پرس مزید سنگین الفاظ و لہجے کے سنگ عرشیہ کو ڈرا رہی تھی۔

"و۔۔وہ چھوٹے چھوٹے پھر سے آ گئے ہیں۔"

عرشیہ نے ندامت سے نظریں جھکائے اعتراف کیا جس پر انیس نے اسکے دونوں ہاتھوں کو اسکی نرم اور لمبی ملائم انگلیوں تک ہاتھ میں جکڑ کر اپنی

آنکھوں کے سامنے کرتے غور کیا تو بہت ہلکے سے ناخن تھے لیکن ہاتھوں کی خراشیں بتا رہی تھیں عرشیہ نے پوری قوت سے اپنے ناخن، ہاتھ کی پشت پر رگڑے ہیں، انیس نے نظر اٹھا کر عرشیہ کی گرے آنکھوں کا تناو دیکھا تو اس شخص کی رنگ بدلتی آنکھوں میں درد جیسا کچھ گھلا تھا۔

"کیوں کیا تم نے؟"

انیس کی آواز نا صرف نرم ہوئی بلکہ اسکی شربتی آنکھوں میں ڈرانے جیسی وارننگ تھی جو عرشیہ پر اثر انداز بھی تھی۔

"ا۔۔انیس میرے ہاتھ چھوڑو"

وہ اس سے اپنے ہاتھ چھڑوانے کی مزاحمتی قوت شدید کرتی ہوئی اس سے یہ درد بانٹنے کے حق میں نہ تھی۔

"میں دوبارہ نہیں پوچھوں گا۔تم نے اپنے ہاتھوں کے ساتھ یہ ظلم کیوں کیا؟"

اسکے لہجے کی وارننگ اور نرمی دونوں ہی عرشیہ کو بے بس کر گئے۔

"م۔میں کسی کو بے جا تکلیف نہیں دیتی، پہلے جب تمہیں وہ چُھری ماری تھی، نیلز مارے تھے، تب تم ڈیزونگ تھے۔ لیکن آج تم میری طرف سے اسکے حقدار نہ تھے۔ تبھی خود بخود ان دونوں ہاتھوں نے ایک دوسرے کو سزا دی۔ بنتی تھی انیس۔ تاکہ مجھے یاد رہے کہ دوبارہ مجھے اپنا وحشی پن اپنے اندر دبا کر رکھنا ہے۔"

وہ اپنے کارنامے کو مہارت سے سزا بنا کر انیس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر سب بتا بیٹھی، انیس کو اس لمحے خود پر افسوس ہوا کہ اس نے عرشیہ کو اتنا مجبور کیوں کیا کہ وہ وحشی پن پر اتر آئی۔

"یہ وحشی پن نہیں تھا، تمہاری بے بسی تھی۔ جانتا ہوں۔ تم نے یہ کیا ظلم کیا اپنے ہاتھوں پر عرشیہ المیر"

وہ اسے تو نہ کہہ سکا پر عرشیہ کے ہاتھوں کی خوبصورتی کے ساتھ وہ ناخنوں سے بنی لکیریں واضح سرخ لائنوں کی طرح اسکے الٹے ہاتھوں کی جلد پر ابھری دیکھائی دے رہی تھیں، انیس نے اسکے ہاتھ پہلوؤں میں لا کر اپنے ہاتھوں میں نرمی سے دبائے لیکن دیکھ وہ عرشیہ کو رہا تھا جو اسکی طرف سے یقیناً ڈانٹ سننے کے لیے خود کو بھرپور تیار کر چکی تھی۔

"تم۔۔"

اس سے پہلے وہ بات کرنی شروع کرتا، اس نے عرشیہ کو خود سے سہم جاتے دیکھا، خود بخود انیس کے ہاتھوں نے عرشیہ کے ہاتھوں کو دبا سا لیا۔

"انیس ڈانٹنا مت مجھے۔ میں اس سزا کی مستحق تھی۔ یہ بہت غیر انسانی حرکت تھی۔ آئی ا۔۔ ایم سوری۔ تم سے بہت شکوے شکایات سہی، نام کی دشمنی ہے، کئی اختلافات ہیں پر یقین مانو میں تمہیں اب کبھی بھی جان بوجھ کر تکلیف دینے والوں میں شامل نہیں ہو سکتی۔ تم جیسے بھی بنے میرے

ہسبنڈ ہو۔ میں ہمارے رشتے کو ہمیشہ کے سانچے میں ڈھالنے کی خواہش مند ہوں۔ تمہاری دوست بننا چاہتی ہوں۔ معاف کر دو گے تو میں ان خراشوں کو ٹھیک کر لوں گی ورنہ کل یہاں مزید گہرے نشان ہوں گے "

وہ سب کہہ دیتی تھی، تبھی تو وہ کچھ نہیں کہہ پاتا تھا، لیکن اس وقت انیس کو لگا وہ اسے اپنی تکلیف سے ڈرا کر دھمکا رہی ہے، اور ایسا ہی تھا، انیس نے اپنے ڈر جانے کو ظاہر نہ کیا، نہ ہی یہ عیاں کیا کہ وہ اسکے لیے پریشان ہو گیا ہے۔

انیس کی آنکھوں میں بیک وقت تناو اور تلخی چلی آئی۔

"تم دھمکا رہی ہو مجھے ؟"

وہ لمحہ لگاتے بد تمیز لہجہ لیے ہتھے سے اکھڑا تھا، وہ اسکے دل کی دھڑکن کا یکدم مدھم ہونا بھانپ گئی تھی، اسکی شربتی آنکھوں کا سنہرا اور سرد پن اک اذیت میں شامل دیکھ سکتی تھی۔

"ہاں شاید مجھ میں یہ ہنر موجود ہے کہ تمہیں دھمکا سکوں۔ معاف کرتے ہو یا ہاتھوں کی رگیں نوچ لوں؟"

وہ بھلے ضدی تھی پر اسکے اندر سب کچھ ٹوٹا ہوا تھا، یہ انیس تب تب محسوس کرتا جب جب اسکی آنکھوں میں جھانکتا تھا، جب جب وہ اسے اپنی دھڑکن کی حدت کے ہالے میں لے آتا تھا، جب جب وہ اسے قریب کرتا تھا۔

"تم مجھے اس سفر کا مسافر بنا رہی ہو جہاں میری منزل نہیں۔ تمہاری سنگت میں کچھ دن جینے کی خواہش، میری آخری خواہش ہے عرشیہ المیر۔ میں اک سراب کے سوا کچھ نہیں۔ لیکن تم میرے وجود کی جیتی جاگتی حقیقت بنتی جا رہی ہو"

وہ نظریں جھکا کر اسکے پھر سے ہاتھوں کو دیکھنے لگا، خوبصورت لمبے نرم و ملائم گلابی ہاتھ، جن میں وفا کی حرارت تھی، جن میں مجھے تھام کے رکھنا جیسی

خواہش سانس لے رہی تھی، جو ہاتھوں میں دبا کر انیس کو وہ کچھ زیادہ ہی اپنی اپنی اور پاس لگ رہی تھی۔

"کر دیا معاف۔ دوبارہ مجھے ایسے مت دھمکانا۔ میں معافی مفت نہیں دیا کرتا۔ یہ پہلی اور آخری بار تھا کہ معافی بنا کسی لین دین پار ہی ہو۔ یاد رکھنا"

وہ اسکی آنکھوں میں آنسوؤں کے دباو کو محسوس کیے بولا تو وہ اتنی بڑی خطاء معاف ہونے پر دلبر داشتہ ہوئی، اسکی آنکھیں انیس سے نرم پڑنے کی التجاء کرتی تھیں۔

"یاد رکھوں گی۔۔ ایک بار پھر سوری انیس"

وہ جیسے اپنے آنسوؤں کو لاکھ سنبھالنے کے باوجود بھی ناکام ہو گئی تو انیس کو اسکے تڑپنے پر شدید رنج پہنچا، وہ دل کی اتھاہ گہرائیوں سے غمگین ہو گیا۔

"خود کو دوبارہ تکلیف نہیں دو گی۔ آواز آ رہی ہے میری؟"

وہ اسکا اک ہاتھ آزاد کرے، اسی ہاتھ کو بڑھا کر عرشیہ کے جبڑے سے چہرہ ہولڈ کرے اپنے ہاتھ کی گرفت میں لیتا عرشیہ کی آنکھوں کے بے حد نزدیک

آکر بوجھل ہوئے بولا، آواز بھلے بھاری تھی لیکن اسکا لہجہ اتنا نرم تھا کہ عرشیہ کو لگا کہ دنیا کے سارے خوبصورت لمحے اپنی نرمیاں اسی شخص سے مانگتے ہوں گے، وہ صاف شفاف گرم سانسوں کا مالک اسکی اٹکتی سانسوں پر سانس سانس نرمی برت رہا تھا اور وہ سنبھلتی محسوس ہوئی۔

"آ۔۔ آ رہی ہے۔"

وہ گیلی ہو جاتی پلکیں جھپک کر سرگوشی سے بھی مدھم بولی تھی، کہ انیس نے اسکی آواز سے نہیں، اسکے ہونٹوں کی حرکت سے اسکا جواب محسوس کیا۔

"مجھے بھی نہیں دو گی درد۔ یہ بھی سنا ہے؟"

وہ روتے روتے یکدم مسکرائی تھی، باخدا وہ بھی مسکرانا چاہتا تھا، وہ اس سے اسکی امید نہیں رکھتی تھی، اسے لگا شاید انیس کہے گا کہ مجھے دے لینا تکلیف پر خود کو رنج نہ پہنچانا، یہ پہلی آس تھی جو ٹوٹ کر بھی عرشیہ کی تکلیف نہ بنی۔

"نہیں دوں گی۔ بس اتنے پر ہی تھک گئے ہو تم۔ اور نہیں سہہ سکتے کیا؟"

وہ روہانسی ہو کر بولی لیکن اسکی گرے آنکھیں شوخ مسکرا رہی تھیں۔

"سہہ سکتا ہوں۔ لیکن مجھے تکلیف دے کر اگر تم اپنی ایسی حالت کرو گی ہر بار تو بہتر ہے مجھے بھی کوئی رنج نہ پہنچانا۔ سکون میں آجاو۔"

وہ اسکی آنکھ سے اب تک بہتی نمی اپنے ہاتھ کی پوروں میں جذب کرتا ہوا عرشیہ پر جانے کیا

پھونک گیا کہ وہ اسکا وہی ہاتھ پکڑ کر نیچے کرتی اپنے ہاتھ میں دبا کر اپنی کمر کے گرد لپیٹ کر حائل کرتے اسکے سینے سے جا لگی۔

انیس غانم علوی کے پورے وجود کا نظام بدل کر، گلے لگ کر اب وہ سکون میں تھی۔

وہ اسکے دائیں بائیں ہاتھ پھیلا کر اسکی کمر پر باندھے اسکے کندھے سے گال جوڑے انیس غانم علوی کے دل کی دھڑکن سن رہی تھی، وہ لگ بھگ اسکے برابر ہی تھی پر وہ پھر بھی لمبا تھا، وہ با آسانی بنا سر جھکائے اسکا ماتھا چوم سکتا تھا، وہ بہت آرام سے انیس کی گردن میں چہرہ چھپا کر دنیا جہاں سے چھپ سکتی تھی پر وہ ایسا نہیں چاہتا تھا اور جب چاہت صرف ایک کی ہو تو بہت سے سکھ ادھورے رہ جاتے ہیں۔

"گلے مت پڑو، (مجھے تم سے پیار ہو جائے گا)"

وہ اسے دور ہونے کی تنبیہہ، دل میں کہے خوف سمیت کر گیا پر وہ تو بس اسکے پہلے تین لفظ سن سکی، فوراً سے اس سے دور ہو گئی، نظریں بھی چرا گئی کیونکہ اسے لگا جیسے اس نے اپنی حد توڑی ہے، کسی کے بھی گلے تھوڑی لگا جاتا ہے۔

"سمجھ سکتی ہوں۔ معافی چاہتی ہوں تم سے انیس۔ دوبارہ نہیں پڑوں گی گلے۔ پلیز گرل سٹینڈ پر رکھی فش جل گئی ہو گی۔ اسے دیکھ لو۔ میں جاتی ہوں روم میں۔"

وہ اسکی طرف سے فوراً پلٹی تو عرشیہ کی آنکھوں میں دھتکارنے کی تکلیف صاف عیاں تھی۔

"اپنا بیف اسٹیک لے جاو۔ دوسرا تو اب تک جل گیا ہو گا۔"

وہ پلٹی مگر بنا انیس کو دیکھے جبراً سی سمائل دی اور اپنی پلیٹ اٹھا کر نہ صرف پلٹی بلکہ سیڑھیوں کی طرف چلی گئی، انیس نے باہر نکل کر سٹینڈ کو دیکھا تو عصر کھڑا سب پک جانے پر پلیٹ میں ڈالے شوخ مسکراہٹ آنکھوں میں لیے انیس کے سامنے آرکا۔

"تم کب آئے یہاں؟"

انیس نے اسکے ہاتھ سے پلیٹ لی مگر وہ عصر کے یہاں ہونے پر شدید بے چین ہوا۔

"ائیر فون لگا رکھے تھے۔ میں نے آپ کی اور عرشیہ المیر کی کوئی بات نہیں سنی۔ خوشبو نے جگا دیا، گارڈن ایریا آیا تو آگے یہ لاواث۔گرل سٹینڈ ملا۔ سوچا اس بچارے کو آسراہ دے دوں۔ بیف اسٹیک بہت سپائسی تھا وہ میں نے ہڑپ کر لیا۔ آپ یہ فش لیں، ساتھ کچھ لیمن یا منٹ سوس لیں گے ؟"

عصر نے اسکے ہمراہ ہی کچن میں قدم رکھتے انیس کے بیٹھنے کے لیے ڈائنگ کی کرسی کھینچی جبکہ وہ انیس کے پاس رکا فکر و محبت سے پوچھتے بولا لیکن پلیٹ سامنے ہو کر بھی انیس کو دیکھائی نہ دے رہی تھی، وہ لڑکی دل مرکز سے ہلا جو گئی تھی۔

انیس بیٹھ تو گیا لیکن سینے میں درد تھا یا جلن، وہ فیصلہ نہ کر پایا، لیکن ٹھیس یا چنگاری میں سے کچھ تو وہاں تپش و درد جگا رہا تھا۔

"سب ٹھیک ہے؟"

عصر کو وہ دنیا جہاں سے بے خبر کسی تیسری دنیا میں غرق لگا تو وہ پوچھے بنا نہ رہ سکا۔

"عصر زمان! وہ میرے گلے لگی اور میں نے کہہ دیا گلے مت پڑو۔ کیا میں نے کچھ غلط کیا ہے؟ تمہیں پتا ہے میں ہگ پرسن نہیں۔ کیا وہ اس سے ہرٹ ہوئی ہو گی؟ کیا یہ اسکی انسلٹ ہے؟"

عصر تو اسے فش کے ساتھ کچھ سرو کرنا ہی بھول گیا، تشویش ایسی تھی کہ اسے دوسری کرسی پر انیس کے ساتھ بیٹھنا پڑا۔

"پھر بھی کبھی کبھی تو ہگ کرتے ہیں ناں آپ۔ عدین کو بھی کرتے ہیں۔ ایسے نہ کرتے، پتا نہیں اس لڑکی نے یہ پہل کتنی ہمت کے ساتھ کی تھی۔ سو روڈ سر، وہ یقیناً رو رہی ہوں گی۔ یہ سراسر انسلٹ تھی انکی۔ کوئی ہم سے گلے لگے، اور ہم اسے جھٹک دیں۔ ایسا تو نفرت میں ممکن ہے"

عصر کے افسوس میں ڈوبے لفظ لفظ نے جیسے انیس کے اندر باہر بے چینی برپا کر دی، انیس نے باقاعدہ اپنی گردن سہلائی کہ وہ نفرت تو سوچ بھی نہیں سکتا۔

"ن۔ نہیں عصر! کیا وہ یہ سوچ رہی ہو گی کہ میں اس سے نفرت کرتا ہوں؟"

انیس کی رگ وپے پر طاری بیقراری پر عصر نے آہستگی سے انیس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ کر دباو دیا، وہ بہت زیادہ پریشان ہو گیا تھا۔

"جہاں تک میں انھیں سمجھا ہوں وہ بھی اتنی جلدی کسی کے قریب آنے والی انسان نہیں ہیں۔ اگر وہ قریب آئیں تھیں تو یقیناً انھیں آپ میں کوئی راحت ملی ہو گی۔"

انیس نے عصر کے جواب کو سن کر اسے بے تاثر نظروں سے دیکھا جو خود بھی انیس کے اس عمل پر افسردہ تھا۔

"مجھ میں اسے راحت ملی ہو گی؟ کیسی راحت عصر؟"

انیس کی غائب دماغی عروج پر چلی آئی تھی اور عصر نے اک معصومانہ سی مسکراہٹ انیس کی جانب اچھالی۔

"جو ہمیں گلے لگائے جاتے لوگوں میں ملتی ہے۔ ہم کسی کو اپنے گلے کیوں لگاتے ہیں؟"

عصر کو لگا انیس کو اسکے سوال کا جواب، اک سوال سے ہی دے، جبکہ انیس کا ناسمجھ تاثر کافی پیارا تھا، حیران کن بھی اور بے یقین بھی۔

"شاید پیار آتا ہو"

انیس نے سر جھٹک کر اپنی رائے دی پر اپنی دی جاتی رائے پر عصر کی مسکراہٹ دیکھ کر وہ اپنا جواب پا چکا تھا، عصر جانتا تھا اسے اسکا جواب مل گیا ہے، وہ اس کیفیت میں جیسے گم ہی ہو گیا۔

"ٹھنڈی ہو جائے گی آپکی گرلڈ فش۔ سوس دوں؟ لیمن؟"

وہ انیس کی بے چینی اور خاموشی دیکھے خود ہی نرمی سے موضوع بدل گیا۔

"یہ بھی تم کھالو۔ میں بس پانی لیتا ہوں۔ میڈیسن لے کر سوتا ہوں۔ وہ بھی اپنا اسٹیک کھا کر سو جائے گی تم فکر مند مت ہو۔ جاو سو جاو تم بھی شاباش۔۔۔ پانی کی بوتل پکڑا دو مجھے"

انیس نے بے دلی سے پلیٹ اپنے سامنے سے پرے کی اور اٹھا تو عصر نے اداس سی ہاں کرتے پانی کی بوتل اٹھ کر ریک سے اٹھا کر انیس کے ہاتھ میں دی جسکے بعد وہ عصر سے بھی نظریں چراتا ہوا کچن سے نکلا اور سیڑھیوں کی طرف چڑھ گیا، عصر نے ٹھنڈی سی سانس لیتے اپنی کرسی سنبھالی۔

"ہوپ سو وہ دوبارہ گلے ضرور لگنے کی ہمت ضرور جمع کر پائیں۔ ایسی دھتکار سخت ہوتی ہے۔ میری دعائیں آپکے ساتھ ہیں عرشی"

عصر کو رہ رہ کر عرشیہ کی اداسی محسوس ہو رہی تھی اور اس وقت وہ جو عرشیہ کے لیے کر سکتا تھا وہ بس دعا تھی۔

انیس نے بوتل اپنے کمرے میں داخل ہوتے بے دلی سے صوفے کی جانب اچھالی، اور بالوں میں ہاتھ پھیرتا ہوا میٹرس کی پائنتی کی جانب بیٹھا تو سخت بے حال تھا۔

اسے اگلے دس منٹ ہاں اور ناں کی کیفیت سے نکلنے میں لگے، پھر اس نے فیصلہ لیا اور ہمت پکڑتا اپنے کمرے سے نکل کر عرشیہ والے کمرے کی طرف بڑھا، جانتا تھا اگر سو بھی گئی ہوئی تو دروازہ کھلا ہو گا، وہ بس اسے سویا دیکھ کر لوٹ آئے گا سوچ چکا تھا۔

یہ بھی نہ سوچا کہ اگر وہ جاگ رہی ہوئی، یا پھر رو رہی ہوئی تو کیا کرے گا۔

جبکہ وہ اسٹیک کے پیسیز سے ویسی ہی سجی پلیٹ ٹیبل پر رکھے، چپ چاپ کاوچ پر بیٹھی ٹانگیں سمیٹ کر اوپر کیے رو ہی تو رہی تھی، بے آواز آنسو

تھے، کبھی کسی سے اتنا اٹیچ تھی ہی نہیں کہ گلے لگتی، ایون سوہا سے گلے لگتے بھی وہ کئی سال شرماتی رہی، اسے پیار جتانے میں بہت شرم محسوس ہوتی تھی، پھر کسی مرد کے گلے جا لگنا تو عرشیہ جیسی کے لیے دگنا مشکل تھا، اب وہ یہاں بیٹھی اپنی ہمت پر ماتم کر رہی تھی۔

رونا نہیں چاہتی تھی پر دل بہت درد میں محسوس ہو رہا تھا۔

"مجھ پر اس گھر میں تیسری رات سے ہی سب بھاری ہونے لگے گا سوچا نہیں تھا۔ پوری زندگی کیسے رہوں گی یہاں؟"

وہ اپنی آنکھوں کی نمی تب ہاتھوں کی انگلیوں سے رگڑ گئی جب دروازہ کھلنے پر عرشیہ نے سر اٹھایا اور انیس کو کمرے میں آتا دیکھے وہ ڈر کر پیر نیچے اتارتے ہی اٹھی، انیس نے اک آزردہ نظر عرشیہ کی روئی روئی آنکھوں پر ڈالی اور اک اس ان چھوئی پلیٹ پر۔

عرشیہ نے آگے آکر انیس کی طرف پریشان ہو کر دیکھا جیسے پوچھ رہی ہو اسے کچھ چاہیے کیا۔

"تمہیں تو بھوک لگی تھی، یہ تمہارا فیورٹ ہے تو کھا کیوں نہیں رہی؟ کیا تمہاری پسند کا نہیں بنا؟"

وہ اسکے فکر سے بھرے سنجیدہ سوال پر اسکو نفی میں سر ہلائے دیکھنے لگی۔

"نہیں یہ بہت مزے کا ہے۔ لیکن کھایا نہیں جا رہا بھوک کے باوجود۔ آئی تھنک تھوڑی سیڈ ہو گئی ہوں۔ بہت زیادہ اداس، اپنا آپ بھی اچھا نہیں لگ رہا"

وہ نظریں جھکائے پھیرتی اس ٹیبل پر پڑی پلیٹ کو حسرت سے دیکھتے منمنائی کہ کاش وہ کھا پاتی، اور عرشیہ کے وجود سے جان تو تب سرکی جب وہ اسکی طرف آگے بڑھا، عرشیہ نے اسکے جوتوں کو اپنی طرف ہوتا محسوس کر لیا تھا، انیس نے اسکی کمر کے اطراف دونوں بازوؤں کی گرفت بناتے عرشیہ کی

پشت پر ہاتھ حصار کر جماتے ہوئے اسے یونہی اپنے سینے لگالیا جس انداز میں وہ پلیٹ کو کھڑی دیکھ رہی تھی، عرشیہ نے بے اختیار اپنا ہاتھ انیس کے سینے پر رکھ کر جیسے اس ہتھیلی تلے اسکے دھڑکتے دل کو محسوس کرنا وہم سمجھے اپنے اس خیال کو جھٹکے کی کوشش کی پر وہ واقعی اسکے بازووں کے حصار میں سمٹی تھی، اسی شدید حیرانگی میں اس نے اپنا چہرہ اٹھایا تو دونوں کے چہرے ایک دوسرے کے بہت قریب آ گئے۔

"کیوں؟"

وہ آنکھوں میں ٹوٹے مان کی کرچیاں سی بھرے بے اختیار یوں گلے لگانے پر اس سے شکوہ کر بیٹھی۔

"کیا کیوں؟"

وہ اسکے یوں سینے لپٹائے جانے کا جواز مانگ رہی تھی جو یہ سب کر کے خود بھی اپنے اور عرشیہ کے بیچ کی کشش فراموش نہ کر پا رہا تھا۔

"یہ۔۔۔۔"

وہ اپنا ہاتھ اسکے سینے پر ہتھیلی کے سنگ دباتی لرزتی سی آواز میں بولی تو اسکی درد میں گم آنکھیں انیس کی آنکھوں سے آملیں۔

"تاکہ تم جان لو کہ کس قدر اختیارات پا چکی ہو۔ اگر میں نے کہا گلے مت پڑو تو تم کہہ سکتی تھی بیوی ہو میری۔ معافی مانگ کر چلے آنا تم پر سوٹ نہیں کیا۔"

وہ اسکے سر کے پیچھے بالوں پر لگے claw clip پر اپنا ہاتھ کھول کے رکھ کر دباتا اسے جس طرح اپنی اور سمٹ جاتے گلے لگا گیا، عرشیہ کے ہاتھ خود بخود انیس کے اطراف اسکی پشت پر جا حائل ہوئے، اب یہ دل گرفتہ گلے لگنا نہیں، جان لیوا قربت تھی، جب وہ ایک دوسرے میں ضم لگ رہے تھے، وہ اسکے بالوں میں چہرہ چھپائے ہوئے تھا اور وہ اسکی گردن سے اٹھتی مہک

سانسوں میں اترتی محسوس کر رہی تھی، اسکی گردن کی اور چہرہ لے جاتے اس نے اک سرگوشیانہ اور رازدارانہ سانس لی تھی۔

"میں نے س۔۔ سوچ لیا تھا مر جاوں گی پر اب کبھی تمہارے قریب نہیں آوں گی۔ یہ تک سوچ لیا تھا کہ جو بہانے بہانے سے مجھے اپنے قریب کرتے ہو یہ بھی ناممکن بنادوں گی۔"

وہ اسکے سینے لگی، اس میں گم ہو کر معصومانہ سا انتقامی ہوئے بڑبڑائی تو وہ اسے گلے لگائے ہی مسکرایا۔

"تمہاری سوچ اچھی ہے۔ عمل کر کے دیکھ سکتی ہو۔ اگر قسمت اچھی ہوئی تو کامیاب ہو جاو گی"

وہ اسے خود سے پکڑ کر دور لائے وہی ازلی مغروریت لیے بولا تو عرشیہ کی مسکراہٹ اسکے چہرے کا لوٹ آتے احاطہ کر گئی۔

"تم مسکراتے کم ہو لیکن مجھے اچھا لگتا ہے۔ کم ہی مسکرایا کرو"

وہ اسکے ہونٹوں کو جس طرح دیکھ کر دیوانگی سے مشورہ تھماتے اسکی چمکتی آنکھوں تک اپنی نگاہیں روک کر بولی، انیس نے اپنی توجہ اس پر سے جان بوجھ کر ہٹائی۔

"تمہیں کیا اچھا لگتا ہے کیا نہیں، اس سے میرا کیا تعلق؟"

وہ اسکی یہی روڈنس مس کر رہی تھی، جی جان سے کھکھلا اٹھی۔

"ہمم۔ یہی انیس مسنگ تھا، اب بھوک جاگ گئی ہے"

وہ اسکے اس مسکراتے جملے کا ہی منتظر تھا۔

"برف ہونے سے پہلے اسے کھالو۔ اور سو جاو۔ گڈ نائیٹ۔"

وہ اپنے اور اسکے بیچ کی آج ہر نزدیکی دیر تک محسوس کرنا چاہتا تھا تبھی کہہ کر دروازے کی طرف بڑھا ہی جب وہ اسے عقب سے پکاری۔

"عرشیہ کہہ کر بلایا کرو مجھے"

وہ اس شوخ مگر مان بھرے تقاضے پر دل کے ساتھ خود بھی تھما، اسکے پیر رک گئے۔

"کیسے کہہ دوں؟"

وہ رک کر عرشیہ کی جانب دیکھے بلا کا معصوم لگا جب یہ دقت طلب سوال گوش گزار کیا۔

"اس منہ سے اور کیسے؟"

وہ تھوڑا پیارا سا چڑ گئی کہ اب نام لینے سے محبت کا کیا تعلق۔

"تم کافی ہو نام کا ورد کرنے کو۔ مجھے مرید ہونا پسند نہیں خاتون"

وہ اترائا تھا کہ وہ اسکا نام لیتی ہے۔

"کیا مطلب ہے تمہارا، میں تمہاری مرید ہوں کیا؟ ہنہ ایک دو بار تمہارا نام کیا لے لیا تم نے خود کو مرشد ہی سمجھ لیا میرا۔ ویسے خوش فہمیوں کی بھی حد ہوتی ہے"

وہ اپنے آپ میں اکلوتا ہی پیس تھی یہ تو انیس کو تین دن میں اب اچھے سے ازبر ہو چکا تھا۔

"مت لیا کرو نام میرا، اس خوش فہمی سے خود ہی نکل جاوں گا۔ اب آرام کرو۔"

وہ دروازے کو کھول کر باہر نکلا ہی کہ وہ اسے دیکھتی مسکراتی دروازے تک اسے سی آف کرنے آئی۔

"انیس"

وہ اسے کمرے سے زرا نکل کر پکاری تو وہ اپنے روم کی طرف جاتے جاتے رک کر فوری پلٹا۔

"کچھ نہیں، اپنی پاور چیک کی ہے۔ مرید تم لگ رہے ہو میرے۔ میں تمہاری وہ کلب کیفے میں گلاس اور لپ سٹک سٹین والی گستاخی بھولی نہیں ہوں مسٹر نہ تمہارا مجھ سے بچوں کی طرح لپٹنا فراموش کیا ہے"

وہ یہ جتانا نہیں چاہتی تھی لیکن یہ جو اسے مرید ثابت کرنے کے چکر میں تھا، عرشیہ کا فرض بنتا تھا اسے بھی اسکی کمزوریاں یاد دلائے، وہ اس تک پہنچا اور عرشیہ کے جو گماں میں نہ تھا وہ کیا، اپنا ہاتھ عرشیہ کی عقب کی جانب کمر پر پھیلا کر اسکی لگ بھگ آدھی کمر پر رکھے اسے جھٹکا دیتے اپنے سینے سے لگا گیا، عرشیہ کا دل اسکی اس بے تکلفی پر سینے میں مچل سا اٹھا، یہ نزدیکی آگ سی تھی، وہ اس سے نظریں نہ ملا پاتی تھی۔

"تم آگے بھی ایسا سب ہوتا دیکھتی رہو گی خاتون، بھولنے اور فراموش کرنے دوں گا بھی نہیں۔ اگر تمہیں لگتا ہے جو آبسیسڈ ہے جو تم نہیں بلکہ میں ہوں تو دے دو خود کو تسلی۔ بس سکون سے سو جانا اس تسلی کو انجوائے

کرنے کے بعد۔۔اب روم میں جاوورنہ تمہیں اٹھا کر لے جاوں گا اور گرل پر بٹھاوں گا۔پھر تمہیں پکا کر کھاوں گا"

وہ اسکی نزدیکی پر مر ہی جاتی تبھی انیس نے اسے جھٹکے سے آزاد کیا اور اپنی نظریں اس پاگل کر کے ہوش اڑاتی لڑکی سے ہٹاتا اپنے کمرے کی طرف چلا گیا۔

"وحشی آدم خور درندہ۔(لیکن پھر بھی میرا) اچھا ہوا تمہیں فش کھانی نصیب نہیں ہوئی۔اسکی تاثیر گرم ہوتی ہے، کھا کر اور آگ لگاتے تم"

وہ اپنے بالوں کو سہلاتی اسے عقب سے پکارتی غرائی اور ساتھ ہی بقیہ اقرار دل میں کرتی شرماسا جاتی مسکرائی پر وہ بے نیاز بن کر اپنے کمرے میں داخل ہوا اور دروازہ بھی زور سے بند کر دیا، اسکا فوکس اب نیند و سکون پر تھا کیونکہ یہ ہٹتا تو عرشیہ المیر پر وہ نا جانے کیا کیا ظاہر کر دیتا، جسکو ابھی وہ لڑکی ہر گز آفورڈ نہیں کر سکتی تھی۔

"سر سے پیر تک زخمی ہو، اپنی حرکتوں سے باز کیوں نہیں آتے۔ ہم دونوں تمہاری وجہ سے عاجز آچکے ہیں۔ پہلے تم نے ماں کی عمر جیسی عورت سے شادی کی ہم نے کچھ نہیں کہا، اب تم آئے دن پٹ کر آرہے ہو۔ یہ کیا تماشا ہے رئیس؟ اگر تم نے یہی حرکتیں جاری رکھیں تو ہم واپس کینیڈا چلے جائیں گے۔ تمہاری وجہ سے ہم کافی زلت بھگت چکے ہیں"

رئیس گھر تو آگیا پر وہ والدین جنہوں نے اسکی واپسی قبول کی تھی، اب اسکے زخمی ہو کر آنے پر اپنی خاموشی توڑ گئے، فراز ملانی ایک قیمتی نوادرات کے تاجر تھے اور ملیحہ ملانی ایک چھوٹی سوشل ورکر کے ساتھ بیوٹی سیلون اونر تھیں، دونوں کی پسند سے شادی ہوئی اور اللہ نے ایک ہی اولاد دی جو ایک نمبر کی عیاش اور بگھڑی ہوئی تھی، جیسے تیسے تعلیم مکمل کرنے کے بعد فراز صاحب نے رئیس کو جیولز کے کاروبار کی ایک شاپ کھول کر دی تاکہ انکا نواب بیٹا بس بیٹھ کر کاروبار کرے لیکن وہ ایک تولا پرواہ تھا دوسرا اپنے کام

کوورکرز کے سر ڈالنے کا شوقین تھا، جب رئیس سوہا سے ملا تو اسکی دو مزید پرانچیز تھیں مگر سب ہی ایک طرح دیوالیہ کے قریب تھیں مگر پچھلے دو سالوں میں سوہا کی مدد کے سبب وہ یہیں نہیں، کینیڈا میں دو اپنی جیولز شاپ کھول چکا تھا، اگر کہا جائے کہ اسکے پیرنٹس نے سوہا سرمرو سے اسکی شادی پیسہ آتا دیکھ کر قبول کی تو یہ غلط نہ ہو گا، کینیڈا کی دونوں شاپس فراز صاحب خود سنبھال رہے تھے تبھی انکو اپنے کاروبار کے ساتھ ان شاپس سے آتی آمدنی مسرور رکھتی تھی اور دونوں میاں بیوی نے رئیس کو اپنی من مانیاں جاری رکھنے کی اجازت دے رکھی تھی لیکن اب چونکہ سوہا سے رئیس کی لگ بھگ علیحدگی ہونے کو تھی تبھی ان دو کا اب مزید چپ رہنا مشکل تھا، رئیس کے پیرنٹس اسکی ہر چیز تبھی برداشت کر رہے تھے کیونکہ وہ انھیں پیسے دے رہا تھا پر اب پیسے آنے کا مرکز ہی رئیس تباہ کرنے پر آچکا تھا تبھی فراز اور ملیحہ کا ارادہ یہی تھا کہ وہ لوگ کینیڈا شفٹ ہو جائیں۔

مگر یہ لڑکا ساتھ جاتا، اسکی دونوں کو رتی برابر امید نہ تھی۔

"آپ دونوں جانا چاہتے ہیں تو چلے جائیں۔ میرا یہاں بزنس ہے۔ میرے کچھ ادھورے مقصد ہیں۔ میرے زخموں پر مرہم نہیں رکھ سکتے آپ دونوں تو کم از کم شکائیت بھی مت کیا کریں۔ یہ میری زندگی ہے میں اسکے ساتھ جو مرضی کروں۔"

وہ دونوں کو بدتمیزی سے جواب دیے لڑکھڑاتا ہوا اپنے کمرے میں چلا گیا جس پر فراز اور ملیحہ کی پریشانی بڑھ گئی، اپنے کمرے میں آکر رئیس نے اپنا فون اور گاڑی کی چابی میٹرس پر پھینکی۔

"میں تمہیں اس پر پچھتاوا کرواوں گا انیس غانم علوی۔ اب میری زندگی کا مقصد تمہیں اور تمہاری اس بیوی دونوں کی زندگی کو موت سے بتر بنانا ہے۔ تم ابھی جانتے نہیں کہ کون ہے رئیس۔ لیکن تمہاری وہ بیوی جسے وقتی بہادری کا بخار ہے وہ اچھے سے جانتی ہے مجھے۔ تمہیں پہلے راہ سے ہٹاوں گا پھر اسے زیر کرنا میرے دائیں ہاتھ کا کام ہو گا۔ تمہارے آنے کی وجہ سے وہ

شاید میر اڈر بھول گئی ہے، وہ ڈر جو میں نے اس لڑکی کی نس نس میں اتار رکھا تھا"

اپنی زخمی ٹانگ کو پکڑ تا وہ سہارے سے میٹرس کے کنارے بیٹھا پر اسکی آنکھوں سے وہشت ٹپک رہی تھی، ناجانے وہ عرشیہ کے ساتھ کیا کیا کرتا رہا تھا لیکن لگ یہی رہا تھا کہ وہ عرشیہ المیر کی بہت سی کمزوریاں ہاتھ میں دبائے بیٹھا ہوا ہے، تبھی تو پور پور زخمی ہونے کے باوجود رئیس ملانی کی آنکھوں میں چہک تھی، عرشیہ المیر کو پانے کا یقین۔

جبکہ دوسری طرف محراب کو اپنے بچوں کی یاد آہی گئی تھی، اس نے خضر کو کال کی مگر چونکہ اسکا کانسرٹ شروع ہونے والا تھا تبھی وہ کال نہیں لے سکا تھا لیکن محراب نے اسکے نام میسج چھوڑ دیا تھا کہ وہ صبح بریک فاسٹ اسکے اور منائم کے ساتھ کرنا چاہتی ہے، وہ ہوٹل کی لابی کے سٹنگ لاونج میں سنگل کاوچ پر بیٹھی کچھ کام کر رہی تھی جب اسکے سامنے والے صوفے پر کسی کے آکر بیٹھنے پر محراب نے نظریں اٹھائیں۔

"مجھے تمہارے مینجر نے ہوٹل کا بتایا۔ جب تک وہ گھر ڈھونڈتا ہے تم میرے ساتھ رہ لو۔"

موساب اعوان کی یہ نرم پیشکش سنے محراب نے اپنی گود میں رکھے لیپ ٹاپ کی سکرین گرائی۔

"عدت میں ہوں۔ اسکا لحاظ تو کر لو موساب۔ منہ اٹھا کر آ گئے ہو۔ تم مجھ سے اب تب ملنے آنا جب مجھے ملک ہولڈنگز واپس دو گے۔ وہ ہم دونوں کی آخری ملاقات ہو گی۔ پھر میرا نہ تم سے کوئی لینا دینا ہو گا نہ عاصم سے۔ میں خضر اور منائم کی طرف سے پہلے ہی بہت لاپرواہی برت چکی ہوں، اب میں اپنی توجہ ان کے سوا کسی چیز پر دینا نہیں چاہتی۔ اگر گھر نہ بھی ملا تو میرے بیٹے کا سٹوڈیو ہاوس اتنا تو ہے کہ اپنی ماں کے لیے وہ وہاں جگہ بنا سکے۔ تم یوں میرے سامنے آ کر خود کو نیک ثابت کرنے کی یہ کوشش دوبارہ مت کرنا۔ اب جاو مجھے سکون چاہیے"

محراب کے لہجے میں رتی برابر نہ نرمی تھی نہ لچک، موساب کو امید نہ تھی محراب کی سرد مہری اتنی سخت ہو گی کہ وہ بات بھی کرنا ناممکن سمجھے گی۔

"میں جب تک ہولڈ نگز میں ہوں، تم سے بات تو کرنی ہو گی۔ آخر کو تمہیں وہاں کی ہر خبر جو دینی ہے۔ اور تم عاصم المیر ملک کے نام کی عدت پوری کرو گی؟ سیریسلی۔۔ وہ انسان جس نے تمہیں کبھی باکردار نہیں مانا۔ جسکے نزدیک تم اپنا سب کچھ مجھ پر لٹا کر ہی اس تک گئی تھی"

موساب نے اٹھ کر محراب کے قریب والے کاوچ پر جگہ سنبھالتے محراب کو ورغلانے کی کوشش کی جسکی جواباً اک جگر پاش مسکراہٹ موساب نے ہرگز امید نہ کی تھی۔

"وہ جیسا بھی ہو، میرے بچوں کا باپ ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ اس سے جب میری شادی ہوئی تھی تب مجھے تم سے نفرت تھی، تمہارے چھوڑ جانے پر بہت زیادہ بکھری ہوئی تھی۔ ایسے میں اس شخص نے مجھے پورا نہ سہی، تھوڑا

ساضرور سنبھالا۔ وہ جیسا بھی ہو، لاپرواہ، عیاش اور بدتمیز لیکن کم از کم اس نے مجھ سے جو بھی تعلق بنایا وہ مضبوط تھا، تمہاری محبت کی طرح کھوکھلا نہیں تھا۔ وہ جب جب میرے قریب آیا، یوں لگا جیسے وہ سارا کا سارا بس میرا ہے۔ اندر اسکے جیسی بھی منافقت تھی، اس نے کبھی میری طرف بیزار ہو کر نہیں دیکھا۔ میں نے اسے ہر ممکنہ تکلیف دی۔ تم جانتے ہو جب خضر میری کوکھ میں آیا تو میں نے اسکو تکلیف دینے کے لیے یہ تک کہہ دیا کہ یہ اسکا بچہ نہیں ہے۔ میں نے سوچا تھا وہ مجھے اسطرح چھوڑ دے گا اور میری اک ناپسند تعلق سے جان چھوٹ جائے گی پر اس نے کچھ بھی نہیں کہا۔ اسے یقین تھا مجھ پر کہ میں باکردار عورت ہوں۔ وہ مجھ سے بھلے وفادار نہ رہا ہو، دوسری شادیوں اور عورتوں کے ساتھ تعلق میں مصروف رہا لیکن اس نے پوری زندگی مجھے دیے احترام میں کمی نہ کی۔ اب جا کر وہ میرے کردار پر آیا کیونکہ اب خود وہ مجھے جھیل کر تھک گیا تھا۔ جس طرح بابا نے میری زبردستی شادی کی ویسے اسکی بھی زبردستی تھی۔ اور زبردستی کے

تعلق کبھی نہ کبھی ختم ہو جاتے ہیں۔ اسکے ساتھ زندگی گزاری ہے میں نے، مجھے اس رشتے کے ٹوٹنے کی خوشی ہے پر جانتے ہو موساب اعوان میں اس سے کبھی نفرت نہیں کر سکتی۔ کوشش کروں تب بھی نہیں۔ اور اگر میں اسے اور تمہیں سامنے رکھوں اور مجھے پھر سے چننے کا اختیار ملے تو میں اسے چنوں گی۔"

موساب کی آنکھیں نفرت کے رنگوں سے اٹ گئیں کہ اتنا سب ہونے کے باوجود یہ عورت اس خبیث شخص سے نفرت نہیں کر رہی، الٹا موساب پر سارے دروازے بند کر رہی ہے، موساب اعوان کو اپنا سارا منصوبہ ناکام ہوتا محسوس ہو رہا تھا۔

"وہ کئی عورتوں کے ساتھ سوتا تھا، یہ سوچ کر تمہیں گھن بھی نہیں آ رہی اس سے۔؟ اس نے اپنی دوسری بیوی کی اولاد کو پچیس فیصد شئیرز دے دیے۔ حالانکہ یہ خضر اور منائم کا حق تھا۔ ابھی نجانے اسکے اور کتنے بچے سامنے آئیں گے۔ کیا پتا سکینڈلز کی لائن لگ جائے، ایسے شخص کا موازنہ تم

میرے ساتھ کر رہی ہو جس نے ساری عمر تمہارا انتظار کیا، جو اب بھی اپنے چھوڑ جانے کی تلافی میں لگا ہے۔ میرا اس سب میں کوئی مفاد نہیں پھر بھی تم اس گھٹیا شخص کو مجھ پر فوقیت دے رہی ہو محراب؟"

موساب کے جملوں میں بے ساختگی کی کمی تھی، محراب کو لگا وہ بس اسے جتا رہا ہے کہ وہ بہت اچھا ہے اور باقی سب برے ہیں۔

"مجھے اسکی بے وفائی سے کوئی مسئلہ نہیں۔ میں نے اسے سزا دے دی طلاق لے کر۔ میرا اب اسکی طرف کوئی قرض نہیں۔ رہی بات تمہاری تو جو ایک بار زندگی سے چلا جائے اس پر خاک ڈال دیتی ہوں۔ تم پر بھی ڈال دی ہے۔ سو دوبارہ اگر کوئی بات ہو تو کال کر لینا۔ میں تمہاری شکل نہیں دیکھنا چاہتی۔ تمہیں بھی اجازت ہے جس مرضی کے ساتھ سو لو۔ اب کسی کا اچھا پن بھی بس دکھاوا اور فراڈ ہی لگتا ہے مجھے۔ اس لیے معذرت خواہ ہوں۔ گڈ نائیٹ"

وہ اپنا لیپ ٹاپ بند کیے اسے لیے اٹھی اور موساب اعوان پر اسکی شکست کا اعلان کرتی ہوئی وہاں سے گئی، موساب کے تن بدن میں شرارے سے دوڑ رہے تھے کہ وہ جو بھی عاصم کے خلاف چال چل رہا ہے وہ اسی پر الٹی ہو رہی ہے، اسے تو پورا یقین تھا کہ عرشیہ اسکا ساتھ دے گی اور محراب شیشے میں اترے گی پر ایسا ممکن ہی نہ لگ رہا تھا۔

"تمہیں میں اپنا بنا کر رہوں گا۔ تمہیں عاصم المیر ملک سے نا صرف نفرت کرنی ہو گی محراب بلکہ اسکی موت بھی برداشت کرنی ہو گی۔ اور مجھے اپنی زندگی میں شامل کرنا ہو گا۔ میں اپنی اتنی محنت برباد جانے نہیں دوں گا۔ عاصم المیر ملک اور اس سے جڑا ہر شخص میرے انتقام کی بھینٹ چڑھے گا۔"

موساب کے اندر دھواں سا بھر چکا تھا، وہ اب پیچھے چھپ کر کھیل کھیلنے کے بجائے سامنے آکر بڑا وار کرنے کا سوچ رہا تھا، جبکہ کانسرٹ لگ بھگ تین گھنٹوں پر مشتمل تھا، خضر کے سٹیج پر جانے کو تھوڑا ہی وقت بچا تھا، جب

گیسٹ کارنر میں اسکے باڈی گارڈ نے اسے کچھ وی آئی پی گیسٹس کے آنے کی خبر دی، کراوڈ اس قدر تھا جیسے پورا شہر ہی اپنے فیورٹ راک سٹار کو سننے پہنچ آیا ہے، خضر نے اپنے کرب کو دل میں دبائے وی آئی پی گیسٹس سے کانسرٹ کے پہلے ہی ملنے کا سوچا کیونکہ بعد میں وہ بس سکون چاہتا تھا۔

خاور سلطان اور خود عاصم المیر ملک کے ساتھ اک بلیک لیئر ڈڈریس میں ملبوس لڑکی تھی اور وہ تینوں ہی خضر کو آتا دیکھے اٹھ کر کھڑے ہوئے، سوائے اس لڑکی کے۔

"خضر ملک! کتنے بڑے اور ہینڈسم ہو گئے ہو تم۔ فینس بھی"

خاور سلطان نے اس پیارے سے راک سٹار کو لپک کر جیسے اپنے گلے لگایا، عاصم المیر ملک بھی مسکرائے اور اپنا ہاتھ بیلا کی طرف بڑھایا جسے تھامے وہ بھی اٹھ کھڑی ہوئی تھی، وہ بلا کی خوبصورت اور حسین لڑکی تھی، خضر نے اسکے دو آتشہ حسن کے ساتھ اسکی بے انتہا معصومیت دیکھ کر

حیران ہوتے دوسری نگاہ بابا پر ڈالی جیسے پوچھ رہا ہو کیا یہی وہ لڑکی ہے جس سے اسے کاروبای نکاح کرنا ہے۔

"شکریہ۔ ہیو آسیٹ"

خضر نے تکلف سا برتتے خاور سلطان کو بیٹھنے کا کہا جبکہ وہ سب ساتھ ہی بیٹھے پر بیلا نے ایک بار بھی خضر کی طرف نہ دیکھا جو خضر کے لیے تھوڑا عجیب تھا۔

"یہ میری بیٹی ہے بیلا خاور!۔ بیلا۔۔ آپ کے سامنے ملک کے فینس سنگر خضر ملک ہیں۔ ملیے"

خاور سلطان کے تعارف کے بعد وہ نرم سا مسکرائی اور اپنا ہاتھ خضر کی جانب پھیلایا، خضر نے اسکے چہرے کو دیکھا وہ اسکی طرف نہیں بلکہ دوسری طرف دیکھ رہی تھی، خضر نے رسان سے اپنا ہاتھ بڑھا کر بیلا کے ہاتھ کو تھامے

مصافحہ کیا جسکے فورا بعد وہ اپنا ہاتھ آزاد کرتی نظریں جھکا گئی، خضر کی توجہ بری طرح بھٹکی۔

"تمہارے کانسرٹ کے لیے بیسٹ وشیز برخوردار! کانسرٹ کے بعد ہم ساتھ ڈنر کر سکتے ہیں ناں۔ تمہارے ڈیڈ نے تو اجازت دے دی، سوچا تم سے بھی پوچھ لیا جائے"

خاور صاحب کی شفقت اس وقت اپنے ہونے والے داماد کی جانب تھی، عاصم نے اشارے میں خضر کو ہاں کرنے کا کہا تو خضر نے وہی کیا، جس پر خاور اور بیلا ایک سا مسکرائے، چونکہ کانسرٹ شروع ہونے والا تھا تو اس نے فی الحال کے لیے اٹھ کر اجازت چاہی تھی، خاور بھی اپنی بیٹی بیلا کا ہاتھ پکڑتے وی آئی پی کارنر کی طرف چلے گئے کیونکہ باڈی گارڈز سب مہمانوں کو بیٹھنانے کی ذمہ داری پر لگ چکے تھے، روم میں اس وقت بس خضر اور عاصم بچ گئے تھے۔

"کبھی تمہیں تمہارے شوق کے لیے بیسٹ آف لک نہیں کہا پر آج کہہ دیتا ہوں۔ یہ بتاو بیلا کیسی لگی تمہیں؟"

خضر نے بابا کے نرم اور پیار بھرے لہجے کو مطلبی ہی مانا کیونکہ یہ شادی عاصم ملک کو فائدہ دینے والی تھی سو خضر کی خوشی کا اس میں ہونا ضروری نہ تھا۔

"مجھے لگ رہا ہے تاریخ خود کو دہرائے گی ڈیڈ۔ میرا اور اس لڑکی کا انجام بھی وہی ہو گا جو آپکا اور مما کا ہوا۔ مجھے وہ لڑکی بھی میری طرح زبردستی اس سب میں گھسائی گئی لگ رہی ہے۔ آپ ایک بار اپنی اولاد وارنے سے پہلے دوبارہ سوچ لیں"

خضر کا لہجہ اور موڈ سخت خراب ہوا تھا، لیکن عاصم المیر ملک بڑا خوبصورت مسکرا کر خضر کو دونوں شانوں سے تھام گیا۔

"محراب مجھ پر کبھی انحصار نہیں کرتی تھی، وہ خودسر اور ضدی تھی۔ مغرور تھی۔ کبھی میرے آگے نہیں جھکی۔ لیکن یہ لڑکی تمہاری غلام بن کر رہے

گی خضر ملک، اسکا ایک ایک قدم تمہارے ساتھ ہو گا، یہ تمہارے بنا ادھوری ہو گی۔ اسکا باپ مجھے ہر نقصان اور دشمن سے بچائے گا۔ یہ لڑکی کبھی تمہیں نہیں چھوڑے گی"

ڈیڈ کے اس قدر اندھے یقین پر تو خضر کو بھی دماغی جھٹکا لگا، خاص کر آج کل کی ماڈرن لڑکیاں بھلا ایسی غلام کہاں تھیں اور بیلا بھی آجکل کی لڑکی تھی، ماڈرن، اور پر اعتماد۔

"اتنا یقین کیسے ہے آپکو ڈیڈ؟"

خضر کو شدید حیرت آگھیری کہ عاصم المیر ملک کو ایسی خوش فہمی کیوں ہے۔

"وہ دیکھ نہیں سکتی خضر۔ کچھ سال پہلے ایک حادثے میں اسکی بینائی چلی گئی۔ وہ بہت اچھی مصور تھی، فائن آرٹس میں اپنی یونی میں ٹاپ کرنے والی وہ لڑکی بہت سوں کو مطلوب تھی لیکن اس کار حادثے کے بعد اسکے سارے تمنائی منہ موڑ گئے۔ کوئی اس سے شادی نہیں کرتا حالانکہ اس نے اس

کمزوری کو کبھی محسوس نہیں کیا، خاور چاہتا ہے اسکی بیٹی کا گھر بسے، نا صرف بیٹی بلکہ اسکا بیٹا بھی تھوڑا ابنارمل ہے۔ میں اسکی منائم سے شادی کروا دیتا، کیونکہ خاور نے یہی دو شرائط رکھیں میرا ساتھ دینے کو۔ اب چونکہ تم منائم کو بچانے میں کامیاب ہو تو تمہیں اس لڑکی سے شادی کرنی ہو گی۔ جیسا کے ہماری ڈیل ہوئی ہے۔ تم اپنا آپ قربان کر چکے ہو لیکن سوچو وہ لڑکی تمہاری غلام بن سکتی ہے اگر تم اسے سنبھال لو۔ دیکھو کتنی خوبصورت ہے، بس اپنی بہن کے لیے تمہیں یہ ذمہ داری قبول کرنی ہے۔ آج ڈنر پر ہم تم دو کی منگنی کرنے والے ہیں۔ دماغی طور پر تیار ہو جاو۔ اور ہاں اس لڑکی کی بینائی کبھی بھی واپس آسکتی ہے۔ اگر تمہاری قسمت اچھی ہوئی تو ممکن ہے تم ساری عمر میرے اس فیصلے پر مجھے دعا دیتے رہو کہ میں بیلا کو تمہاری زندگی میں لایا۔ گڈ لک"

عاصم المیر نے خضر کے دماغ پر بجلیاں گرائیں اور اپنا فیصلہ اس پر تھوپتے ہوئے وہ روم سے نکل گئے، خضر نے بابا کے جاتے ہی بمشکل کاوچ کا سہارہ لیا

اور بیٹھا، اسکی شادی ایک نابینا لڑکی سے، یہ سوچنا ہی کس قدر دل بھاری کر دینے سا تھا، وہ یہ کیسے کرے گا سمجھ سے باہر تھا۔

باہر اسکا کانسرٹ شروع ہونے والا تھا اور یہاں وہ اذیت سے اٹا بیٹھا تھا۔

"خضر۔ آجاو تمہارا انٹری ٹائم ہے بڈی"

سارہ اور اسکے باقی دوست بھی پہنچ آئے تھے، وہ سب خضر کو آزردہ بیٹھا دیکھے پریشان ہو کر اسکی طرف آئے تو خضر نے چہرہ اٹھا کر ان سبکو دیکھا۔

"کیا ہوا؟ پریشان کیوں ہو۔ کیا سٹریس لے رہے ہو؟"

سارہ نے نرمی سے اسکا کندھا تھپکا، طاہر، امینہ اور فاخر بھی اسکے گرد ہالہ بنا گئے۔

طاہر اور سارہ منگیتر تھے جبکہ امینہ اور فاخر کا بھی کپل تھا، اس موسم بہار میں ان چاروں کی شادیاں طے تھیں مگر لگ رہا تھا خضر تو اپنے دوستوں سے پہلے ہی اس بندھن میں بندھنے والا ہے۔

"تم سب کو یقین نہیں آئے گا، بابا نے میرے لیے ایک نابینا لڑکی پسند کی ہے۔ اس وقت جب مجھے سکون چاہیے تھا وہ مجھ پر یہ قہر ڈھا گئے تا کہ میں کانسرٹ میں اپنا بیسٹ نہ دے سکوں۔ تم لوگوں کے بابا بھی ایسے ہیں؟"

وہ چاروں ہی یہ سن کر خضر سے زیادہ پریشان ہوئے، طاہر نے پاس بیٹھے باقاعدہ خضر کے گرد بازو پھیلا کر اسکی بازو تھپکی تا کہ وہ پر سکون ہو سکے، امینہ اور فاخر کی پریشان نظریں بھی اسی پر تھیں، اور سارہ تو اسکی زیادہ اچھی دوست تھی۔

"ڈونٹ وری۔ ہم مل کر تمہارے بابا کو سمجھائیں گے کہ تمہارے ساتھ یہ مت کریں۔ ابھی کے لیے سٹریس مت لو۔ تمہارے ہزاروں فینز تمہیں

سننے کو بیقرار ہیں۔بی بریو۔اپنی پرسنل اور پروفیشنل زندگی الگ رکھو ورنہ تم کسی طرف کے نہیں رہو گے"

طاہر نے اسے بہترین اور اچھا مشورہ دیا تھا اور سب ہی متفق تھے۔

"ٹھیک کہہ رہا ہے طاہر، تمہارا فوکس خراب ہوا تو تمہارے سارے فیمز مایوس ہوں گے۔یہ وقت صرف خود کو دیکھنے کا ہے خضر۔شاباش میرے جگر اٹھ جا۔"

فاخر نے بھی اسکی پست ہمتی اجاگر کرنے کو حوصلہ دیا۔

"اور ویسے بھی ہمارا اک سٹار کسی نابینا کو تھوڑی ڈیزرو کرتا ہے۔وہ تو دنیا کی سب سے روشن آنکھوں کا چاند بنے گا۔چل کر یار"

امینہ نے بھی چہک کر خضر کو چیئر اپ کیا اور وہ سبکی موجودگی کا شکر گزار تھا کہ وہ سب تو اسکے پاس ہیں۔

"پریشان مت ہو بڈی۔ یہ مسئلہ ہم بعد میں دیکھیں گے۔ ابھی کے لیے تمہیں سٹیج پر آگ لگانی ہے۔ اٹھو شاباش۔ اسے پانی پلاو اسکے پست ہوش لوٹیں۔"

طاہر نے فوراسے منرل واٹر کی بوتل اٹھائی اور خضر تک آکر اسے ڈھکن کھول کر دی جس سے کچھ گھونٹ پینے کے بعد وہ پر عزم ہوتا اٹھا پر خضر کی آنکھوں کے سامنے بیلا کا چہرہ آیا، وہ واقعی بہت خوبصورت تھی پر ابھی وہ اسکے لیے صرف اک کاروباری معاملہ تھی۔

چونکہ ابھی خضر کے لیے اسکے دوست، اسکا کانسرٹ اور اسکے فینز اہم تھے تو اس نے ابھی کے لیے ہر سوچ رد کر دی، وہ واپس پر جوش ہوا تو اسکے چاروں دوستوں کی جان میں بھی جان آئی۔

"تم سب کا بہت شکریہ۔ میں جارہا ہوں سٹیج پر۔"

چاروں نے خوشی خوشی اپنے لاڈلے راک سٹار کو رخصت کیا لیکن خضر کے جانے کے بعد وہ سب افسردہ تھے، خضر کی اداسی ان میں سے کوئی نہیں سہہ سکتا تھا، وہ سکول کے دوست تھے، ان سب کا ساتھ پرانا تھا کہ اب پروفیشنل اور پریکٹیکل زندگی میں بھی وہ پانچوں ساتھ تھے۔

خضر کی آواز کا جادو اسکے سٹیج پر جانے سے پہلے ہی چلا تھا اور ہزاروں کا کراوڈ جیسے ہوٹنگ کر اٹھا، اپنے راک سٹار کی آواز کے ساتھ وہ سب منتظر تھے کہ کب اسکا چہرہ نظر آئے اور پھر وہ بلیک پینٹ شرٹ اور اوپر شائنی سی اپنی سگنیچر راک سٹار جیکٹ کے ہمراہ، پیروں میں ہارڈ شوز اور اپنے بکھرے بالوں کے سٹائل کے ہمراہ سٹیج پر نظر آیا، اسکے فینز کی ہوٹنگ اور ولولہ بتا رہا تھا کہ وہ خضر ملک کے آج سٹیج پر آگ ہی لگا دینے کے منتظر ہیں، مگر اس بیچ کچھ مشکوک لوگ تھے جو سٹیج کے آگے پیچھے کراوڈ کے ساتھ ساتھ سیاہ کپڑوں میں نظر آ رہے تھے، وہ ایک جیسی یونیفارم ٹائپ ڈریسنگ کے ساتھ سخت نظروں سے ارد گرد کا جائزہ لیتے نظر آ رہے تھے، خدا خیر کرے۔

وہ ڈنر کر چکے تھے، کھانا جو منائم نے آرڈر کیا تھا سب بہت مزے کا تھا، مہویر نے ٹشو سے اپنے ہاتھ پونچھ کر ٹشو پلیٹ میں رکھا تو منائم نے اٹھ کر پلیٹوں کو اٹھا کر کچن میں رکھنے کی نیت کی، پھر وہ اسے دیکھتا رہا، منائم نے سارے برتن کچن سنک میں رکھے اور باہر آئی تبھی مہویر بھی کرسی سے اٹھا تا کہ کچھ دیر واک کر کے آئے مگر منائم کے سامنے آجانے پر وہ اس سے
ٹکرایا، منائم کے نچلے ہونٹ پر مائیونیز سوس کا تھوڑا سا نقطہ لگا تھا جسے مہویر نے ہاتھ بڑھا کر انگوٹھے سے رب کیے صاف کیا، وہ کافی دیر سے منائم کے اندر ہی اندر شرمانے کو نوٹ کر رہا تھا، ابھی بھی وہ مہویر کے چھونے پر گالوں تک گلابی ہوئی تھی۔

"جب سے آپکو پتا چلا کہ میں کل کی رات نہیں بھولی، آپکا انداز اور نظریں بدل گئی ہیں۔ کیا میں یہ خوش فہمی پال سکتی ہوں کہ آپکو گزری رات سے جڑا کوئی پچھتاوا نہیں ہے مہویر؟"

وہ اسکے ہاتھ بڑھا کر بالوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے منائم کے مدھم آواز میں پوچھے سوالوں پر اسکی بھوری آنکھوں میں کچھ کھوجنے سا لگا۔

"ہاں نہیں ہے پچھتاوا۔ کیا تمہیں واک کرنی ہے؟ یا گرین ٹی پی کر بستر میں گھسنے کا ارادہ ہے؟"

وہ اس سے فورا سے پہلے دور ہو کر بولا تو وہ مہریر کی طرف آئی اور اسکا مضبوط ہاتھ اپنے ہاتھ میں پکڑ کر دبا گئی۔

"واک کر لوں گی۔ کیا ٹیرس پر کریں گے یا بلڈنگ سے باہر؟"

وہ متجسس ہوئے بولی تو وہ اسکو اپنے ساتھ ہی گھر سے لیے نکلا اور لاک بھی لگایا۔

"باہر روڈ پر۔ ٹھنڈ ہے تم میری جیکٹ پہن لو"

وہ لوگ نیچے پہنچے تو بلڈنگ سے نکلتے ہوئے مہویر نے اپنی جیکٹ اتار کر منائم کے گرد پہنائی اور اسکی مسکراتی آنکھیں اگنور کرتا ہوا وہ اسکے ساتھ ہی باہر نکلا، گیٹ سے نکلنے کے بعد وہ روڈ کے اک کنارے ساتھ چلنا شروع ہوئے، کل کی نسبت آج تو موسم صاف تھا، لیکن آسمان پر ابھی تک موجود بادلوں کے سبب چاند تارے دیکھنا ناممکن تھا۔

"تمہارے بھائی کا کانسرٹ شروع ہو گیا ہے۔"

مہویر نے اپنا فون نکال کر نوٹیفکیشن چیک کیا تو مسکرا کر بولا جس سبب وہ بھی چلتی چلتی بے تکلفی سے مہویر کی بازو سے لگی۔

مہویر نے چونک کر منائم کو دیکھا جو خود سے ہوئی بے تکلفی پر دور ہٹنے لگی پر مہویر نے اسکی اپنی بازو میں الجھی بازو ٹائٹ انداز میں جکڑ لی جسکا مطلب تھا وہ اسے اتنی بے تکلفی کی اجازت دے رہا ہے۔

"یہ تو بہت اچھا گاتا ہے۔ مجھے لگا شور ہی کرتا ہو گا۔ اسکے اتنے فینز دیکھ کر اسکی قابلیت نظر آ رہی ہے۔ آئی تھنک ہمیں جانا چاہیے تھا۔ تمہاری طبعیت اگر خراب نہ ہوتی تو میں اسے سپورٹ کرنے چلا جاتا۔ اچھا بھائی ہے تمہارا"

مہویر کے لہجے میں خضر کے لیے اڈتی اپنائیت پر وہ مسکرا دی، اسے بہت اچھا لگا جب مہویر نے کسی کی یوں دل سے تعریف کی۔

"وہ واقعی اچھے ہیں۔ جب سے میری ممیری گئی ہے، جتنا میں انکے ساتھ رہی وہ مجھ سے بہت پیار کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا تھا انکے گانے کو میں بھی شور ہی کہتی تھی، ہنس رہے تھے کہ کیا پتا یاداشت جانے کی وجہ سے مجھے انکا گانا پسند آ جائے اور میں انکی فین بن جاوں"

وہ اپنے پیارے بھائی کو یاد کرتی مہویر کو یہ سب بتائے مسکرانے پر مجبور کر گئی، وہ رک کر منائم کے چہرے کو دیکھنے لگا۔

"تو پھر تمہیں کیسا لگ رہا اسکا گانا۔ کیا خضر ملک کے فینز میں اضافے کی امید کی جا سکتی ہے؟"

وہ شوخ انداز میں بولتے منائم کو دیکھنے لگا جس نے شرارتی انداز میں انگلی اپنی گال پر رکھی پھر ساتھ ہی ہنس پڑی۔

"نووو۔ یہ تو ابھی بھی شور ہی ہے"

وہ اپنی بات کہہ کر جیسے خود ہی ہنسی یہ مہویر کو مجبور کر گیا ہے کہ وہ اس لڑکی کو ہی دیکھتا چلا جائے۔

"کتنی بری بات ہے منائم۔ اپنے پیارے بھائی کا دل توڑ دو گی کیا؟"

مہویر نے اس لڑکی کو شرم دلانی چاہی پر وہ کندھے اچکاتی اسکی بازو سے لپٹی دوبارہ چلنے لگی تو مہویر کو بھی قدم بڑھانے پڑے۔

"ہاں تو جو چیز سننے میں دیکھنے میں اچھی نہ لگے تو اسے زبردستی کیسے اچھا کہوں مہویر؟"

وہ اپنی ہنسی کے ساتھ ہی شکوہ کرتے ہوئے اس مسئلے کا حل پوچھ بیٹھی۔

"تمہیں اچھا کیا لگتا ہے پھر؟"

وہ اسکے ساتھ چلتا ہوا اسی کی طرح اچھے موڈ میں آئے رازداری سے پوچھتے بولا تو منائم بس اسکی طرف نظریں گما کر دیکھنے لگی، اسکی بھوری آنکھوں کی پسندیدگی چیخ چیخ کر بتاتی تھی کہ اس وقت حیات کے حاضر لمحے میں اسے دنیا جہاں میں بس مہویر میثاق پسند ہے، منائم کی خود پر جمی نگاہوں کی شدت طوفانی محسوس کیے وہ اسکے ہاتھ کے لمس پر متوجہ ہوا جو اسکے بریسلٹ کو انگلیوں کی پوروں سے چھو رہی تھی۔

"مہویر"

اس نے مہویر کے اس بریسلٹ کے گرد لپٹے وہی سلک کے رومال کو مشقت کے سنگ کھولتے جب بریسلٹ سے نکالا تو مہویر کا موڈ بدلا۔

"یہ کس نے لکھا ہے؟ اس رومال پر آپکا نام لکھنے والی ہستی کون ہے؟ یہ بس تجسس ہے۔ کیونکہ یہ جس نے بھی لکھا ہے بہت پیار سے لکھا لگتا ہے۔ اس نے دنیا کے ہر رنگ کا ریشمی دھاگہ استعمال کیا ہے"

وہ اس سلک کے رومال کو پکڑ کر اس پر لکھے مہویر کے نام کو دیکھتی شدید تجسس کے مارے بولی تھی جس پر وہ زخمی سا مسکرایا۔

اسے بھی اسی رومال پر لکھے اپنے نام کو دیکھ کر خوش فہمی ہوئی تھی کہ فاطمہ اسے چاہتی ہے۔ پر وہ تو کڑھائی میں بنائے ہر شہکار کو ایسے ہی رنگوں سے سجاتی تھی۔

"اگر کہوں وہ اک لڑکی تھی تو؟"

مہویر نے اپنی آنکھوں کا محور منائم کا چہرہ بنایا جو یہ امیجن بھی نہ کر سکی، اسکے چہرے کی ساری خوشی آنکھوں میں دفن ہو گئی۔

"تو میں ہرٹ ہو جاوں گی۔ مجھے بہت دکھ پہنچے گا مہویر"

وہ اتنی سچی تھی کہ وہ جھوٹا پڑ جاتا تھا۔

"تمہیں دکھ پہنچ چکا ہے۔ نہیں تھی وہ کوئی لڑکی۔ بس کہیں سے خریدا تھا۔ اچھا لگا تو اپنے پاس رکھ لیا"

وہ اپنے آپ کو جھوٹ بول کر سنبھال گیا پر وہ اداس ہو گئی، ٹھنڈ اسے مہویر کی جیکٹ پہن کر بھی لگ رہی تھی تبھی وہ مہویر سے لگ کر جب ٹھٹھرتی محسوس ہوئی تو مہویر نے اپنی بازو اسکے اطراف حائل کی اور پلٹا۔

"تم کانپ رہی ہو۔ اپنا کوٹ پہن لیتی آتے وقت۔ چلو واپس چلیں۔ دوبارہ سے بیمار ہو جاو گی۔"

وہ اسکی بات فوراسے مان گئی کیونکہ دور دور تک پھیلی دھند ویسے بھی واک کو اجیرن کر رہی تھی، وہ جب تک اپارٹمنٹ واپس پہنچے، وہ سر سے پیر شدید ٹھنڈی ہو چکی تھی، مہویر نے دروازہ لاک تو کر دیا پر اسکی طرف بڑھے اسکے دونوں ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لے کر دباتے جب اپنے ہونٹوں کے پاس لاتے منہ سے حرارت دی تو وہ کانپنا بھولتی مہویر کو دیکھنے لگی، اسکی وارفتہ نگاہیں مہویر پر جمیں ہٹنے کا نام لینے کو تیار نہ تھیں۔

"واک کا آئیڈیا وہ بھی اس ٹھنڈی رات میں، بہت بکواس تھا۔ ابھی کچھ دیر میں باڈی ٹمپریچر نارمل ہو جائے گا۔ تم اندر سے اوڑھنے کو کوئی میری شال لے لو۔ میں تب تک کوفی بناتا ہوں"

وہ اسکے ہاتھوں کو حرارت دینے کے بعد اسے نرمی سے خیالوں کے جہاں سے کھینچ لاتا مسکرایا تو منائم نے اسکی بات فورا مانی، وہ اسکے روم میں جاتے خود بھی کچن میں آیا، اپنے اور منائم کے لیے کوفی بنانے کی تیاری شروع کی۔

منائم نے کبرڈ کھول کر وہاں ہینگ مہویر کے سارے کپڑوں کو نرمی سے ہاتھ پھیر کر سہلایا پھر شالز والے حصے میں فولڈ رکھی چھ سات شالز میں سے سب سے ہلکی والی نکالی، وہ ہلکی بھی کافی بھاری تھی، منائم نے اسے اوڑھنے سے پہلے اسکی خوشبو سونگھی اور خود کے گرد اچھے سے لپیٹ کر وہ کبرڈ پیر سے بند کرتی ہوئی کمرے سے نکلی، کچن تک آئی تو وہ بیٹ کو وفی میں دودھ ایڈ کر تا بس لگ بھگ کو وفی تیار کر چکا تھا۔

"کیا تم ساتھ سنیکس لو گی؟"

مہویر نے اسے کچن میں آتا دیکھے مصروف سے انداز میں پوچھا تو منائم نے فوراً سر ہلایا۔

"وہاں تھرڈ کیبنٹ میں ہوں گے کچھ کوکیز وغیرہ، پلیٹ میں نکال لو"

مہویر نے اسے ریک کی طرف اشارہ کیا تو منائم نے مسکرا کر تابعداری کا مظاہرہ کرتے مہویر کی بھاری شال بہت مشقت سے سمیٹ کر اسکے گرتے

پلو سنبھالے تو وہ کو وفی بنانا چھوڑے مسکرا کر اسکی طرف بڑھا اور شال کے کنارے پکڑ کر منائم کو اچھے سے کیری کرنا سیکھایا جس پر وہ گردن پھیرے مہویر کو دیکھنے لگی۔

"تم سے میری شال تو سنبھل نہیں رہی، مجھے کیا سنبھالو گی؟"

وہ اسکے بکھرے نرم بالوں کی خوشبو فاصلے پر سے بھی سانسوں میں گھلتی محسوس کر رہا تھا، وہ اسی زاویے میں گھوم کر مہویر کے روبرو ہوئی۔

"میں نے آپکو سنبھال لینے کا دعوی تو نہیں کیا۔ پر میں اپنی پوری کوشش ضرور کروں گی۔ اور یہ تو شال ہے مہویر اسکا نہ سنبھلنا مسئلہ نہیں، آپ تو میرا سب کچھ ہیں۔ آپکو سنبھالنے کے لیے میں سب کچھ کر گزروں گی دیکھیے گا"

وہ ایسے یقین سے ڈرتا تھا جسکا مستقبل میں وہ نام بھی تلاش نہ کر پاتا، وہ اسکا عادی ہو بھی جاتا تو وہ اسے ملنے والی نہ تھی، وہ اک ہوا کا جھونکا تھی، جیسے آئی اسے ویسے ہی مہویر کی زندگی سے چلے جانا تھا۔

"کچھ بھی کر گزرنے کی ضرورت نہیں۔ تمہاری گرم گرم کووفی۔"

وہ اسے اک مگ پکڑاتا اسکی توجہ خود پر سے مہارت کے سنگ ہٹا گیا تو منائم نے دونوں ہتھیلیوں میں مگ پکڑ کر اس سے نکلتے دھوئیں کے ساتھ ہی سانس لی، مہویر نے اپنی کووفی اٹھا کر کیبنٹ سے سنیکس نکالنے چاہے پر وہ اسے منع کر گئی۔

"سنیکس کے نام پر آپکی باتیں اور نظریں چل جائیں گی۔ ویسے بھی پیٹ فل ہے"

وہ اسے لاجواب کرتی اپنا مگ لیے کچن سے نکل کر لیوئنگ ایریا میں لگے صوفے پر بیٹھی، اپنے مگ سے لب جوڑے چھوٹا سا سیپ بھرا، تب تک

مہویر بھی ریموٹ سے ٹی وی آن کرتا اسکے برابر ہی بیٹھا، وہ اپنی کووفی کے سیپ لیے مہویر کی طرف ہو کر بیٹھے اپنی ٹانگیں سمیٹ گئی، وہ جو نیوز یا خضر کے کانسرٹ میں سے کچھ ایک لگانے کا سوچ رہا تھا، منائم کی اس قدر توجہ پر وہ ڈسٹرکٹ ہو کر اسے دیکھنے لگا۔

"کیا ہے؟ کیا تم مجھے کچھ دیکھنے دو گی یا ایسے ہی تاڑتی رہو گی؟"

وہ اسکی نظروں کے آگے کل بھی ہارا تھا اور آج تو وہ کمرے سے دو فٹ دور ہی رہنے کا سوچ چکا تھا لیکن انیس نے اتنی محنت کی تھی وہ بھی دماغ میں گھوم رہی تھی، پھر کل کی نزدیکیوں میں تو جھجھک، لگاوٹ اور اجنبیت تھی، لیکن آج تو دونوں ہی کل سے مختلف کیفیت میں تھے۔

آج وہ انیس کو چچا بنانے کی بہت اچھی کوشش کر سکتا تھا۔

"دیکھنے سے بھی آپکو بُرا لگ رہا ہے۔ میری ان دو پیاری آنکھوں نے آپکا کیا ہی بگاڑ لینا ہے مہویر۔"

وہ اپنی کووفی مزے سے سیپ سیپ میں پیتی ہوئی ساتھ ادائیں اور معصومیت بھی دیکھا رہی تھی، محترمہ کی شرم ولاج آنکھوں تک محدود تھی۔

"کچھ نہیں۔ میرا سب کچھ آل ریڈی بگھڑا ہوا ہے۔ تم نقصان دہ نہیں ہونہ تمہارا دیکھنا"

وہ چینل بدلنے کے ساتھ لاپرواہ بن کر کووفی پینے لگا تو منائم نے اگلے کچھ منٹس کووفی کے ساتھ مہویر کو دیکھنے کا لطف لیا، پھر آگے کو بینڈ ہو کر مگ ٹیبل کی سطح پر رکھنے لگی پر اسکے ہاتھ نہ پہنچنے پر مہویر نے منہ بتا کر اس سے مگ لے کر رکھتے اپنا بھی ساتھ ہی رکھا، منائم نے کاوچ پر بیٹھے بیٹھے مہویر کی بازو اٹھا کر اس کے سینے کی اور سمٹ کر گھستے اپنا ہاتھ مہویر کے اطراف لپیٹ کر مہویر کو خفا محسوس کیے جب چہرہ اٹھایا تو اپنی میٹھی سی مسکراہٹ سے وہ مہویر کے سارے ہوش اڑا گئی، ساری خفگیاں دور کر گئی۔

"مہویر۔مجھے لگتا ہے آپ میری جان ہیں"

وہ اپنی مسکراہٹ جلد ہی پیار بھرے اقرار میں بدل کر مہویر کو ٹیک لگا کر اسے دیکھنے پر مجبور کر گئی لیکن پتا نہیں کیوں مہویر کو ہنسی سی آئی۔

"لگتا ہے؟"

وہ اسکے اس بے یقین ہونے کو فوراپوائنٹ کر گیا تو وہ اسکے چہرے کے پاس ہنسی، مہویر نے اسے بے ارادہ اپنی بازو کے حصار میں لیا کیونکہ وہ بہت قریب ہو کر اس سے لگی بیٹھی تھی۔

"جب تک آپکی جان نہیں بنتی، میں بھی اقرار نہیں کروں گی۔مجھے اپنے بارے بتائیں ناں؟ میں آپکو جاننا چاہتی ہوں۔مجھے کچھ نہیں پتا۔"

وہ اس دل و جان کو محبوب ہوئے شخص کے بارے سب جاننے کی جستجو رکھتی تھی اور وہ خود پر مسکرایا کہ اسے اگر واقعی منائم نے جان لیا تو لعنت ہی بھیجے گی۔

"کیا جاننا ہے؟"

وہ سنجیدہ تھا لیکن وہ قریب سے قریب تر ہو رہی تھی۔

"یہی کہ آپکی فیملی میں کون ہے؟ آپ کام کیا کرتے ہیں۔ کل کے بعد آپکی میرے بارے کیا رائے بدلی۔ اور یہ بھی بتائیں آپکو میں کیسی پسند ہوں؟ میں بلکل ویسی بن جاوں گی مہویر جس سے آپ پیار کرنا پسند کریں گے۔ مجھے نہیں پتا میں نے کیسے اب تک زندگی گزاری کیونکہ میری یاداشت میں میری زندگی کا سفر آپ سے شروع ہوا ہے۔ اس سے پہلے کی ہر یاد، ہر منظر دھندلا ہے۔ لیکن میں خود کو آپکی خواہش کے مطابق ڈھال لوں گی۔"

وہ اپنی نرم ملائم گرم ہو چکی ہتھیلی کو مہویر کے دائیں رخسار پر رکھتی اسکی داڑھی کے بال سہلاتے ہوئے اسکی سیاہ آنکھوں میں حسرت سے دیکھ رہی تھی، جیسے اس لڑکی کی زندگی کا مقصد بس مہویر میثاق کو اچھا لگنا ہو۔

"میری فیملی میں بس ایک دوست ہے اور انکل ہیں۔ یتیم تھا تو انکل نے پالا۔ اور کوئی نہیں ہے۔ سوفٹ ویئر میکر ہوں، یہی کام دھندا ہے۔"

وہ اسکے یتیم ہونے کا سنے اٹھ کر مزید قریب ہوئے بیٹھی جیسے وہ اسکے اس درد کو دل سے محسوس کر رہی ہو۔

"تمہارے لیے جو نرمی برت رہا ہوں یہ کل کی وجہ سے ہے۔ ہمارے بیچ بنتا تعلق تمہارے لیے جھیلنا آسان نہ تھا، لیکن تم نے باہمت ہو کر اس مرحلے کو ایکسیپٹ کیا۔ جو مجھے امپریس کرنے کا سبب بنا۔ یہ الگ بات کہ تم نے جتنا صبر و برداشت کیا، بیہوش ہو کر سب ویسٹ بھی کیا لیکن وہ قدرتی تھا۔ تم نے جواب تک کیا وہی بہت ہے۔ مزید مجھے تم سے کوئی ایفرٹس نہیں چاہیں۔ تھوڑا دور رہو پلیز منائم"

وہ اسکی نزدیکیوں سے گھبرا جاتا اختتام بھی اسی دور رہنے کی ہدایت پر کر گیا لیکن وہ اسکے گلے لگ کر اسکے حکم کی دھجیاں بکھیر گئی۔

"ایفرٹس مہویر؟ اسے میری محبت کب تسلیم کریں گے؟ پیار ہے مجھے آپ سے۔ پھر چاہے یاداشت آنے پر مجھے کوئی یہ بھی کہہ دے اگر کہ آپ میرے قاتل ہیں تب بھی مجھے لگتا ہے آپ سے یونہی ٹوٹ کر محبت کروں گی۔"

وہ اسکے گلے لپٹنے کو محسوس کرتا، اسکے الفاظ کی سچائی پر گھبرایا، کیا وہ چند دن میں واقعی اسکی محبت سے اتنی بھر گئی ہے کہ وپ اتنی بڑی بات کر گئی۔

"ٹوٹ کر محبت کرنے والے ٹوٹ جاتے ہیں منائم۔ اگر میں واقعی تمہارا قاتل نکل آیا تو کیا کرو گی؟"

وہ اسکے خود سے لگے سر پر ہاتھ پھیرتا اسکے بالوں کی خوشبو میں کھویا ہی بڑبڑایا تو وہ زرا سا فاصلہ بناتی اپنا چہرہ مہویر کے چہرے کے قریب لا کر روکے آنکھوں میں دنیا جہاں کی محبت بھر کر اسے دیکھنے لگی۔

"تو میں آپکو سزا میں اپنے نام لگالوں گی۔ بس اتنا سا"

وہ مہویر کی رخسار اس محبت سے چوم گئی جیسے اسے مہویر پر محبت نچھاور کر کے زندگی ملتی تھی، وہ آنکھیں ٹھہر جاتی تھیں جب وہ اس چاو سے اسکو اپنے لمس سے ساکن کر دیتی تھی۔

"بس اتنا سا؟"

وہ اسکے روبرو ہونے پر حیران ہو کر مسکرایا تو منائم کی پلکیں بوجھل ہوئیں، اسکے رخسار پھر سے گلاب رنگ میں بدلنے لگے۔

"ابھی تو یہی سب کچھ ہے۔ آپکو کہا تھا ناں میری یاداشت آنے تک خوب فائدے اٹھالیں۔ مجھے اپنا عادی کر لیں تاکہ مجھے آپکے بنا سانس بھی نہ آئے۔ یہی ڈر ہے ناں کہ چھوڑ جاوں گی۔ آپکو پیار کون کرے گا؟ یہی ڈر ہے تو جکڑ لیں مجھے ہر طرح کہ میں جہاں بھی چلی جاوں، جس بھی ذہنی حالت کے مرحلے میں ٹھہروں، میرے ہر سو آپ ہی ہوں"

وہ اسکو اپنے بس میں کرتی جارہی تھی، اس لڑکی کی قربت میں اک سکون تھا، وہ سکون جسکو مہویر میثاق کوئی نام نہیں دے پارہا تھا۔

"میں تمہیں مشکل سے دوچار نہیں کرنا چاہتا۔ تم بہت اچھی لڑکی ہو۔ میں چاہتا ہوں تم اپنی پوری زندگی میرے معاملے میں آزاد رہو۔ میرے ساتھ رہنا ہے یا نہیں، اس میں چننے کا اختیار تمہارے پاس رہے۔ اب سو جاو۔ تمہاری طبعیت مشکل سے سنبھلی ہے۔ روم میں جاو۔ مجھے بھی تھوڑا کام کرنا ہے"

وہ اسکی آنکھوں کی خواہش دیکھنے کے باوجود اسے رد کرتا ہوا جب نظریں اور اپنا دامن دونوں بچانے لگا تو منائم نے اسے فرار کرنے دیا اور اسکے حصار سے نکل کر اٹھ گئی مگر اس سے پہلے وہ جاتی، یکدم لائیٹس کے چلے جانے پر ہوتے اندھیرے کی سبب وہ چیخ مارتی پھر سے مہویر کے سینے جا لپٹی۔

"اندر لائٹس آن ہیں منائم۔ چلی جاو۔ یہ والی ٹیوب فیوز ہو گئی ہے شاید۔ بچوں جیسی حرکتیں مت کرو۔"

وہ اسکو خود سے دور کرتے بولنے کے ساتھ روم کے دروازے تک ایل ای ڈی روشنیوں کا اشارہ دے رہا تھا پر وہ اتنا ڈر رہی تھی کہ سے لیوئنگ ایریا عبور کر کے کمرے میں جانا، پل صراط پار کرنا لگا۔

"مہویر مجھے کمرے میں چھوڑ آئیں ناں۔ مجھے ڈر لگ رہا ہے بہت"

وہ سہم کر منت کرے بولی تو مہویر کو چار و ناچار اٹھنا پڑا۔

"آجاو۔"

مہویر نے اسکا ہاتھ پکڑا اور اسے کمرے میں لے جاتے بیڈ کے قریب رک کر لحاف میں گھسنے کا اشارہ کیا اور مہویر نے اس کے ہاتھ سے ہاتھ چھڑوانا چاہا جب وہ ڈر کر اسکی بازو کھینچے اسے بھی بیٹھنے پر مجبور کر گئی۔

"مہویر م۔ مت جائیں مجھے اندھیرا اندھیرا ڈرا رہا ہے۔"

وہ ہر طرف پھیلی تاریکی پر سچ میں ڈر رہی تھی اور مہویر نے اسکے سونے تک پاس لیٹنے کا فیصلہ کیا اور منائم کے ساتھ لیٹتے ہی وہ اسکی بازو پر سر رکھے اسکے سینے کی جانب سرکتی اپنا ہاتھ پھر سے مہویر کی رخسار سے جوڑ گئی۔

"منائم سو جاوناں پلیز"

مہویر نے سخت تنگ آتے ریکوسٹ کی تھی اور منائم نے مان بھی لی مگر وہ اسکے حصار میں سمٹ جاتی اسکے چہرے کے قریب آتے ہی اپنی ساری جھجھک بھول گئی تھی، ان چمکتی روشنیوں کا فسوں بھی تو حواسوں پر طاری تھا، اب انیس کی محنت رائگاں کیسے جا سکتی تھی۔

"تم مرنا چاہتی ہو کیا منائم ملک۔ کیوں ہوا اتنی جذبات سے بھری ہوئی؟"

وہ اسکے پھر سے خود کی جانب التفات بھرے اقدامات بھانپ کر جیسے شکوہ کر اٹھا۔

"جس نے میرے اندر آپکے لیے یہ جذبات بھرے ہیں ان سے کریں شکائیت۔ مجھے کیوں ڈانٹ رہے ہیں۔"

وہ روہانسی ہو کر اپنی کیفیت پر خود گھبرائی تھی اور مہویر نے اسکو اپنی بازووں میں جیسے بھرا، وہ ابتداء تھی کہ وہ اسے کسی صورت اداس کرنے کے حق میں نہیں۔

"نہیں ڈانٹ رہا۔ تم میری سمجھ سے باہر ہو لڑکی۔ یہ جو میں تمہیں اتنا میسر آ رہا ہوں۔ کہ کر لو حکمرانی۔ کبھی ایسا وقت پلٹ کر آیا تو تم بھی مجھے خود پر ہر حق دے دینا۔ بنا اعتراض۔۔۔ دو گی منائم؟"

وہ اسکی آنکھوں میں زرا اسکی جانب ہو کر جھکے جھانکا، منائم کا سر اب تک اسکی بازو پر تھا اور اسکا ہاتھ مہویر کی گردن کے گرد جما اسے اپنی جانب کھینچ رہا تھا۔

"کیا مطلب؟ کبھی یوں آپ میرے لیے بیقرار بھی ہوں گے؟ کیا ایسے دن واقعی آئیں گے۔ جب آپکی جگہ میں اور میری جگہ آپ ہوں گے۔ سچ میں؟"

وہ آنکھوں میں نمی لیے یقین دہانی کو جیسے مر رہی تھی، وہ کتنی دیر اس لڑکی کی یہ آس بھری آنکھیں ہی تکتا رہ گیا۔

"نہیں جانتا۔ لیکن اگر کبھی ایسا ہوا تو پھر تم بھی اپنا آپ میرے لیے قربان کرنا جیسے میں نے کیا ہے۔ بتاو کرو گی؟"

وہ اسکے بالوں کو نرمی سے جب جب چھوتا، وہ خوامخواہ مسکرا دیتی تھی۔

"کر دیا۔ ابھی سے کر دیا۔ کیوں ہیں اتنے پیارے کہ رہا ہی نہیں جائے آپکے بغیر۔ مجھے کچھ کہنا ہے، آپ اکیلے نہیں ہیں۔ اب آپکی فیملی میں دوست اور انکل کے ساتھ یہ پیار کرنے والی کیوٹ سی وائف بھی ہے۔ کیوٹ ہوں ناں مہویر؟"

وہ اسکی باتیں سن کر یا مسکراتا یا مجبور ہو جاتا اور ابھی بھی اسے وہ بہت اچھی لگی، یہ شوخیاں اور شرارتیں کرتی، اسے بہکاتی ہوئی۔

"نہیں تم خطرناک ہو۔ میں کسی دن بھاگ جاوں گا منائم۔ اتنا تنگ مت کرو مجھے"

وہ اس سے دور ہونا چاہتا تھا پر وہ اپنی ننھی منھی گرفت میں اس پیار کو سمو کر اسے اپنے لیے اپنے جیسا بیقرار کرنے کی ماہر تھی۔

"بھاگ جائیں گے پر میرا پیار کہاں سے پائیں گے، منائم کا کوئی نعم البدل نہیں ہو گا۔ اس لیے مت بھاگنا۔ آئی لو ویو مہویر۔ مجھے کبھی مت چھوڑیے گا۔ میں بھی نہیں چھوڑوں گی۔ پلیز میرے پاس رہیے گا"

وہ اسکے فرار کو نظر انداز کرتی صرف اپنی خواہشوں کی تکمیل چاہتی تھی لیکن آج کل جیسی رات نہ تھی، آج کچھ بھی مہویر میثاق کی مرضی کے بنا نہ تھا، آج وہ اس سے واقعی سکون پانا چاہتا تھا اور پھر پا بھی لیا، منائم کی مراد بر

آئی، یہ رات تو کل کی رات سے زیادہ خوبصورت تھی، زیادہ پر حدت اور یکد طرفہ خمار و طلب کے شر سے بھی پاک تھی، رات کی تاریکی نے پردہ داری کی رسم بھی نبھائی، انیس اور عرشیہ دونوں بہت دیر سے سوئے تھے، ایک دوسرے کے ساتھ اتنا وقت گزارنے کے بعد دل اک دوسرے کا پہلو مانگ رہا تھا، اور اسکی تکمیل ابھی تو ان سفید پوشوں کے لیے ممکن نہ تھی۔

بہر حال رات بیتی تو کہیں چار پانچ کے بیچ کا وقت تھا جب مہویر کی ابھی کچھ دیر پہلے ہی لگی آنکھ، کال ٹیون پر کھلی، وہ لڑکی اسکے برہنہ سینے سے لپٹ کر نیند میں ڈوبی تھی جب مہویر نے منائم کو خود سے تھوڑا سا دوڑ کرے اسکو لحاف میں چھپاتے خود سائیڈ ٹیبل کی طرف سرک کر اپنا بجتا فون اٹھا کر زرا اٹھ کر بیٹھے لکھے نام کو دیکھا جہاں ٹارگٹ بی لکھا تھا، نیند کے سبب مہویر کو یاد نہ آیا کہ اس نے یہ نام کس کے نمبر پر سیو کیا تھا۔

"یہ کون ہے؟"

مہویر نے اپنی آنکھیں ملتے ہوئے کال پک کرتے فون کان سے لگایا۔

"وولف۔ تمہارا کام ہو گیا ہے"

یہ آواز مہویر کو جانی مانی محسوس ہوئی تھی مگر نیند و خمار کی زیادتی کے سبب مہویر سمجھ نہ سکا کہ کسکی کال ہے اور وہ کس کام کے ہونے کا کہہ رہا ہے۔

"کونسا کام؟ تم کون ہو؟"

مہویر نے اٹھ کر بیٹھے جیسے اپنے ہوش و حواس یکجا کیے۔

"تم نے مجھے خضر ملک کے کانسرٹ میں آگ لگانے کا کہا تھا۔ لگا دی آگ۔ سٹیج سائڈ لگی ہے۔ خضر ملک کے شدید زخمی ہونے کی خبر ہے۔ مشکل ہی ہے بچ سکے۔ تمہارا کام ہو گیا، ہماری ڈیل ختم"

وہ آدمی یہ کہہ کر کال کٹ کر گیا اور مہویر کے ہاتھ سے فون گر کر لحاف کی تہہ میں جا گرا، اس کھائی میں گرنے سے پہلے مہویر نے خضر کو ختم کرنے کا

کام اپنے ایک مدد گار کو دیا تھا تاکہ آگ لگانے کا کام ہو سکے مگر منائم والے حادثے کے بعد مہویر اسے منع کرنا بھول گیا تھا، اور اس آدمی نے اپنا کام ٹھیک وقت پر پورا کرے مہویر میثاق کے وجود سے جان کھینچ لی تھی، لمحہ لگا تھا مہویر کی آنکھیں انگارہ ہونے میں۔

"نہیں۔ ایسا نہیں ہو سکتا۔ سب پہلے ہی برباد ہے۔ یہ تو میرا خاتمہ ہو گیا"

مہویر نے اسی بدحواسی میں لحاف خود سے پرے کیا اور اٹھ کر پہلی کال خضر کو ملائی، اسکا فون کسی کے پاس تو ہوتا جہاں سے اسے اس خبر کی تصدیق ملتی مگر تیسری بیل پر ہی کال پک کی گئی جس پر کمرے کے وسط میں بے قراری سے ننگے پیر ٹہلتے مہویر کی جان میں جان آئی کیونکہ کال اٹھانے والا ہوسپٹل کے بیڈ پر پڑا خضر ہی تھا جسکی بازو جلنے کا ٹریٹمنٹ ہو چکا تھا بس کچھ منرل ڈرپ لگی تھی اور ڈاکٹر سے اس نے ریکوسٹ کرتے یہ کال پک کی تھی، کانسرٹ کے سٹیج پر آگ لگی تھی پر بروقت خضر کے باڈی گارڈ نے اسے آگ میں کود کر بچایا تھا، جبکہ جو شدید کریٹیکل حال میں تھا وہ وہی باڈی

گارڈ تھا جبکہ خضر کی دائیں بازو کا کچھ حصہ جلا تھا، اسے عاصم المیر فورا قریبی برن سینٹر لے کر پہنچ گئے تھے، خود خاور اور بیلا بھی اس وقت ہوسپٹل میں آ چکے تھے، لگ بھگ فجر ہونے کے قریب تھی۔

"خ۔۔ خضر؟"

مہویر کی آواز بھاری ہو کر بھی کانپی تو خضر کے ہونٹوں پر مسکراہٹ سی آئی۔

"نیوز سن لی تم نے آگ لگنے کی مہویر؟ بے فکر رہو بلکل ٹھیک ہوں۔ تھوڑی سی بازو برن ہوئی ہے، منائم کو مت بتانا۔ بابا یہیں ہیں۔ لیکن میرا باڈی گارڈ کریٹیکل حالت میں ہے۔ دعا کرو اسے کچھ نہ ہو"

خضر کو زندہ سلامت اور محفوظ جان کر مہویر کو جیسے کچھ سکون ملا لیکن وہ لڑکا جو سیریس تھا اسکے لیے مہویر کو شدید دکھ ہوا۔

"ان شاء اللہ کچھ نہیں ہو گا اسے۔ بتاو کس ہوسپٹل میں ہو تم اور وہ۔ میں آتا ہوں۔ اور کوئی نقصان تو نہیں ہوا؟ کوئی اور زخمی؟ یا کوئی مرا ہو؟"

مہویر کی آواز سے ہی خضر کو لگ رہا تھا وہ بہت پریشان ہے جبکہ خضر نرم سا مسکرایا کیونکہ آگ پر فورا قابو پا لیا گیا تھا اور یہ آگ کانسرٹ کے اینڈ پر لگی تھی، تمام کراوڈ کو باحفاظت وہاں سے نکال لیا گیا تھا۔

"میں لوکیشن بھیج دیتا ہوں۔ پر صبح آجانا مہویر۔ ابھی بابا ہیں میرے ساتھ۔ ویسے بھی ایک دم منائم کو مت بتانا، وہ پینک نہ کر جائے۔ بے فکر رہو۔ مجھے بھی یہ شام تک ڈسچارج کر دیں گے۔ اوپر والی سکن جلی ہے جس وجہ سے فوری ٹرئمنٹ ہو گیا۔"

خضر نے اسے بھرپور مطمئین کیا تھا مگر مہویر وہ اسکے باڈی گارڈ کی فکر تھی کہ اسے کچھ نہ ہو۔

"اللہ تمہیں جلد شفا دے۔ مجھے اپنی باڈی گارڈ کی ساری ڈیٹیل بھیج دو۔ اس کے ٹریٹمنٹ کا سارا خرچہ میری طرف سے ہو گا۔ اس نے تمہاری جان بچائی ہے وہ تمہارا محسن ہے۔ میں اسکے ڈاکٹر سے بات کرتا ہوں کہ اسکے علاج میں کسی قسم کی کوتاہی نہ ہو۔ مجھے اسکے ڈاکٹر کا نمبر بھیجو۔ اور اپنا خیال رکھو، منائم اٹھے تو ہم آتے ہیں تمہارے پاس۔"

مہویر کے اتنے کنسرن پر خضر کو بہت ہی خوشی ملی، اس نے مسکرا کر کال کاٹے مہویر کو مطلونہ نمبر اور ڈیٹیل بھیجی جسکے بعد مہویر نے ڈاکٹر کو کال کر کے اس لڑکے کا اچھے سے اچھا علاج کرنے کی تاکید کی، وہ اپنی وجہ سے ہوئے اس میس کی پوری تلافی کرنا چاہتا تھا۔

کال کرنے کے باوجود بھی مہویر کو اپنا سینہ بہت بھاری محسوس ہو رہا تھا، اس نے پلٹ کر منائم کو دیکھا جو سوئے ہوئے اسے ہی ڈھونڈ رہی تھی، وہ نرم سا مسکرایا اور واپس جاتے فون سائیڈ ٹیبل پر رکھے میٹرس پر بیٹھا اور منائم کو

اپنی بازو میں حصار کر اپنے قریب کیا تو وہ جو بے چین سی تھی، مہویر کے وجود کی حرارت ملتے ہی سکون میں آئی، اسکا سکون وہ جیتا جاگتا دیکھ سکتا تھا۔

وہ اسکے رنگوں میں سر سے پیر رنگی ہوئی سکون میں کیسے ہے، وہ اب تک حیرت میں ڈوبا تھا۔

"آج میں مرتے مرتے بچا ہوں۔ اگر خضر کو کچھ ہو جاتا تو میں خود کو کبھی معاف نہ کرتا۔ تمہارے قریب اپنا آپ لانا تو نا ممکن ہو جاتا۔ اللہ کو جانے میری کونسی اک نیکی پسند آئی کہ اس نے مکھن سے بال کی طرح مجھے اس اتنے بڑے میس سے نکال لیا۔ کہیں وہ نیکی تم تو نہیں منائم ملک؟"

وہ اسکی ہو کر کتنے آرام میں تھی کہ مہویر کا اس سے بولنا بھی اسے سنائی نہ دیا، الٹا وہ اسے نیند میں بھی بس اپنے قریب تر چاہ رہی تھی۔

"بیوقوف لڑکی۔ مجھ جیسے کے لیے مر رہی ہے جو سر سے پیر اک بلا کے سوا کچھ نہیں"

وہ جھکا اور منائم کے ماتھے کو چومتے اسے کوس بھی اٹھا لیکن وہ تھی کہ نیند میں بھی اس لمس، اس آرام کو جیتی محسوس ہوئی۔

"تم میری زندگی ہو یا موت؟ پلیز اتنا تو بتا دو۔ میں تمہارا عادی نہیں ہونا چاہتا منائم، تم میری سچائیاں برداشت نہیں کر سکو گی۔ اور اگر تم یونہی میرے قریب آتی رہی، مجھ پر مسلط رہی۔ مجھے مجھ سے چھینتی رہی تو میں سانس سانس تمہارا محتاج ہو جاوں گا۔ اور تمہارا محتاج ہوا مہویر میثاق جب تمہیں نہیں پائے گا تو پھر مر جائے گا۔ تبھی سمجھ سے باہر ہے تم میری کیا ہو"

وہ ابھی بھی اپنے اور منائم کے رشتے کے لیے الجھا تھا اور لگ رہا تھا یہ الجھنیں ابھی انھیں بہت بار اور یونہی قریب لانے والی ہیں، مہویر کا دھیان منائم سے جلد ہٹ گیا کیونکہ اسے اس باڈی گارڈ کی فکر تھی کہ اسے کچھ بھی نہ ہو۔

.._____..

اک نئی صبح روح زمین پر اتر چکی تھی، فائنلی سال کا آخری دن تھا اور ٹھنڈ بھی ایسی تھی کہ خدا کی پناہ، شدید دھند اور سردی کی وجہ سے درختوں کے پتے تک اکڑے تھے، پرندوں کی چہچہاہٹ مدھم اور خاموش تھی، چار سو اک اداسی اور قہر اتر رہا تھا۔

وہ صبح سات بجے اٹھ کر تیار ہوئی، عرشیہ نے چاکلیٹ براؤن کو آرڈ سیٹ پہنا تھا، زِپ والی ہُڈی اور لوز فِٹ ٹریک پینٹ، اندر سفید کراپ ٹاپ تھی جو اسکی لک کو فریش بیلنس دے رہی تھی، سر پر آف وائٹ کیپ، کانوں میں سمپل ہُوپ ائیر رِنگز تھے، پاؤں میں وائٹ اسپورٹس اسنیکرز تھے جو جاگنگ کے لیے پرفیکٹ اور آرام دہ تھے، وہ علوی مینشن کے قریب ہی تاحد نگاہ پھیلے کھلے میدان کی طرف بنے ٹریکس کی جانب گئی تھی، جبکہ انیس نے بھی جیم کے لیے اٹھ کر تیاری پکڑی، اسے تیار ہوتے سوا سات بج گئے تھے۔

وہ کمرے سے نکلا تو بلکل تیار تھا، عصر بھی ریڈی ہو کر اپنے کمرے سے نکلا تو انیس کو سیڑھیوں سے اترتے دیکھ کر عصر کے چہرے پر فکر بھری مسکراہٹ نمودار ہوئی، اسے انیس کے تازہ دم لگنے پر دلی خوشی تھی، انیس اس وقت اولیو گرین کو آرڈ سیٹ پہنے ہوئے تھا، پل اوور ہُڈی کے ساتھ اسلم فِٹ ٹریک پینٹ، ہُڈی کے فرنٹ پاکٹس میں ہی فون رکھے ہاتھ گھسائے ہوئے جسکا اسٹریچ فِٹ ورک آؤٹ کے لیے کمفرٹیبل ہوتا ہے۔

پاؤں میں وائٹ اسپورٹس اسنیکرز تھے، کلائی پر اسپورٹس واچ، اور آنکھوں پر سن گلاسز جسے اس نے عصر کو دیکھتے ہی ہاتھ جیبوں سے نکال کر اتارا تھا۔

جبکہ عصر فل بلیک میں کوٹ پہنے، بلیک بوٹس میں بلکل مشن کے لیے تیار الفا بنا تھا۔

"گڈ مارننگ۔ مجھے آپکی فکر رہی رات بھر"

عصر کی اپنے لیے محبت وہ اچھے سے جانتا تھا تبھی اسکا چہرہ تھپک کر مسکرایا۔

"گڈ مارننگ۔ رات تم نے جو کچھ کہا اسکے لیے تمہارا شکریہ عصر زمان۔ ورنہ کچھ ایسا ہو جاتا جو مجھ جیسے آدمی کے ہاتھوں کبھی ٹھیک نہ ہو پاتا۔ بہر حال تم نکلو اس لڑکی سے ملنے کے لیے۔ یہ کام آج ہی ہو جائے تو بہتر ہے عصر کیونکہ ہمارے پاس وقت نہیں۔ مہویر کو آج تو میں کچھ الٹا کرنے سے روک لوں گا پر کل کا بھروسہ نہیں کہ اسکا دماغ گھوم جائے اور وہ جا کر عاصم کو ٹپکا دے"

انیس نے اپنے جیالے کو یہ مشن اسی لیے سونپا کیونکہ انیس کو خود سے زیادہ عصر پر بھروسہ تھا کہ وہ ایسے معاملات انیس سے کئی درجے بہتر طریقے سے سنبھال سکتا ہے۔

"آپ بے فکر رہیں سر۔ میں اس لڑکی کو ہر طرح گھیرنے کی پوری کوشش کروں گا۔ پھر وہ فاطمہ نکلی یا کسی کا مہرہ، ہمیں پتا چل جائے گا۔ آپ کہاں جا رہے ہیں؟"

عصر نے اسکی تیاری دیکھتے فکر ہنوز نچھاور کی۔

"پہلے تو عدین سے ملتا ہوں۔ پھر اسکے بعد سٹوڈیو جا کر جیم لگاوں گا۔ آج میں سٹوڈیو کا کام خود دیکھوں گا تم بس اس لڑکی کو دبوچنے پر سارا دھیان رکھنا۔ اب جاو۔ ناشتہ کیا ہے؟"

انیس نے اپنے قدم عدین کے کمرے کی طرف بڑھائے ہی جب وہ عصر کو دوبارہ پکارا، عصر مسکرا کر پلٹا کیونکہ انیس ایسی فکریں کچھ دن سے دیکھانے لگا تھا ورنہ وہ کہنے سے زیادہ کرنے پر یقین رکھنے والا انسان تھا۔

"آپ نے پوچھ لیا سر، سمجھیں میرا پیٹ بھر گیا۔ عرشیہ کو دعائیں دینے کا دل چاہتا ہے جب جب آپ ایسے کوئی فکر جتا بیٹھتے ہیں۔ وہ آپکو بدل دیں گی شرط لگالیں"

عصر تو اسکی انسیت سے بھرا بس ڈائلاگ ہی مارنے لگتا تھا اور یہی تو انیس کو فریش کر دیتا کہ یہ نوٹنکی نما آدمی اسکی ماں نے اسکولا کر دیا ہے جو اسے کبھی

اکیلا ہونے کا احساس نہیں دیتا، جبکہ شرط کا سنے انیس کو بس عرشیہ کی ہار کا ڈر محسوس ہوا، وہ اسے ہارتا نہیں دیکھ سکتا تھا۔

"ڈائیلاگ کم مارا کرو عصر زمان۔ پہلے ناشتہ کر لینا پھر مشن پر لگنا۔ تمہاری صحت ڈاون ہوئی تو مما خواب میں آکر مجھے ڈانٹیں گی۔ تم سے بھی بہت پیار کرتی تھیں اس لیے اپنا خیال رکھنا اولین ترجیحات میں رکھا کرو۔ اب جاو۔ گڈ لک"

انیس نے اسے نرم سے لہجے میں اسکی اہمیت کا احساس دلاتے اپنے قدم عدین کے کمرے کی طرف بڑھائے تو عصر کی آنکھیں اداس مسکراہٹ سے اٹ گئیں۔

"تم ہمیشہ اسکے ساتھ رہنا عصر۔ پتا نہیں میرا دل کہتا ہے مجھے کچھ ہو نہ جائے گا اس لیے میرے بچوں کا خیال تم پر فرض ہے۔ انیس کا بھی اور اسکا بھی جسے دنیا میں لانے کے لیے میں نے اپنی جان پر رسک اٹھایا۔ تم انیس سے

بڑے ہو تو اس ناطے میرے بڑے بیٹے ہو۔ تمہاری اصل ماں کون تھی نہیں جانتی پر میں بروز حشر اللہ سے کہوں گی یہ بھی میرا بیٹا ہے۔ کبھی اگر مجھے کچھ ہو جاتا ہے تو انیس کی ماں بن جانا۔ مجھے ا۔۔ اسکی بہت فکر ہے، وہ مجھے دیکھے بنا کھانا نہیں کھاتا تبھی اپنے بنا اسکی زندگی سوچ کر میرا دل بند ہو جاتا ہے۔ اسے کبھی اکیلا مت چھوڑنا عصر زمان۔"

وہ ماضی میں چلا گیا جب حمرا نے اپنی زندگی کی بے یقینی پر عصر کو اپنی آخری خواہش سے باندھا تھا، چودہ سال ہو گئے تھے وہ آج بھی حمرا سے لیے عہد پر قائم تھا، اور اب جب انیس کی زندگی میں وہ کچھ اچھے بدلاو دیکھ رہا تھا تو اسے اپنا دل سکون میں محسوس ہونے لگا تھا ورنہ انیس کا خیال رکھنے کے بیچ خود عصر تو بھول ہی چکا تھا کہ اسکے دل کا سکون بھی کوئی چیز ہے۔

عصر نے مسکرا کر اپنی نم آنکھیں رگڑیں اور پر جوش ہوتا وہ انیس کی دی ذمہ داری پوری کرنے نکلا، جبکہ انیس نے عدین کے کمرے میں آ کر پہلے تو اسکے روم کی صفائی دیکھی کہ ملازمین اسکا کمرہ اچھے سے صاف کرتے ہیں یا

نہیں، کیونکہ عدین بہت میسی بچہ تھا، انیس نے پہلے واش روم جا کر دیکھا جو کلئین تھا، پھر اس نے وارڈرب ایریا جا کر اسکے تمام ہینگ کپڑے دیکھے کہ وہ سب اچھے سے اور گنائزڈ ہیں یا نہیں، یہاں تھوڑی بے ترتیبی تھی جو انیس نے دس منٹ لگا کر ترتیب میں بدل دی، پھر سائیڈ ٹیبلز تک آ کر رکے انیس نے جھک کر انگلی کی پور میز کی سطح پر پھیری یہ دیکھنے کو کہ دھول مٹی تو نہیں، کمرہ اچھے سے کلئین تھا تبھی وہ عدین کو مست انداز میں لحاف کے اندر گھسا دیکھے اسکے سرہانے بیٹھا۔

"تمہاری یہ بے فکری ہمیشہ سلامت رہے۔"

انیس نے اسکے سر کے بالوں میں انگلیاں پھیریں، اور اسکی نیند میں حلل ڈالے بنا اسکا سر چومتا اٹھنے لگا جب عدین نے کروٹ بدل کر اپنا سر بھیو کے تھائے پر رکھتے اپنی نیند سے بھری آنکھیں کھولیں، بھیو کو آنکھیں کھلتے ہی دیکھ کر عدین کی سوئی سوئی آنکھیں مسکرائیں۔

"سال کے آخری دن کی صبح اتنی حسین۔ میں کل بھی ایسی ہی صبح چاہتا ہوں بھیو جسکا آغاز آپکا چہرہ دیکھ کر ہو۔"

وہ پورا نہیں جاگا تھا پر اسکی محبت کا ہر رنگ اسکے لہجے میں حاضر تھا۔

"ہمم۔ کوشش کروں گا۔ یہ بتاو تم نے قوبا جانے کے بارے کیا سوچا؟ جاو گے یا نہیں۔ اسے فلائیٹ کروانی ہو گی اس لیے اپنا جواب دے دو۔ بلکل بھی کوئی زبردستی نہیں۔"

عدین نے بھیو کی گود میں سر رکھے ہی کچھ دیر سوچنے کے بعد بے تاب نظروں سے انیس کو دیکھا۔

"میں ان کے ساتھ اکیلا جا کر کیا کروں گا بھیو۔ آپ بھی چلیں ناں پھر ہی جا سکتا ہوں۔ ورنہ جھجھک آڑے آتی رہے گی اور میں انجوائے بھی نہیں کر سکوں گا"

عدین نے اپنی مشکل فورا بتادی، اور اٹھ کر بیٹھے انیس کی طرف چہرہ گما گیا تو انیس نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا۔

"میں آجاوں گا پیچھے۔ تمہیں اکیلا اجنبیوں میں تھوڑا چھوڑ سکتا ہوں۔ مجھے یہ بتاو تم کیا چاہتے ہو؟ کیا تمہارا اوٹنگ کا موڈ ہے؟"

وہ صرف عدین کی خوشی جاننے کا طلب گار تھا جسے اس ماحول سے نکلنے کی ضرورت تھی۔

"جی ہے۔"

عدین نے ہچکچاتے ہوئے بتایا تو انیس نے اسکی گال تھپک کر سمائل دی۔

"اسکے ساتھ جانے پر تیار ہو؟"

انیس نے ایک بار پھر یقین مانگا تو عدین نے سر اثبات میں ہلایا۔

"میں اسے بتادوں تمہارا جواب یا خود بتاو گے؟"

انیس نے عدین کی نیند اور آرام کی خاطر آپشن دیا کیونکہ وہ دس تک تو ابھی سونے والا تھا۔

"آپ بتادیں انکو۔ مجھے ابھی اور سونا ہے۔ بستر سے نکل گیا تو نیند اڑ جائے گی بھیو"

عدین نے اپنی جمائی بمشکل روکی تو انیس نے اٹھ کر اسے واپس لیٹا دیا۔

"سو جاو نشئی! بتادوں گا اسے۔ میں جیم نکل رہا ہوں۔ ناشتہ ساتھ کریں گے۔ تب تک گدھے گھوڑے بیچ کر سو سکتے ہو تم"

انیس کی لاڈ بھری نظریں عدین کو اور اسکا دیوانہ کر رہی تھیں، عدین نے بھیو کا جاتے جاتے ہاتھ پکڑا تو انیس کو مڑنا پڑا۔

"بھیو! میں آپ سے بہت پیار کرتا ہوں۔ کیا آپ بھی کرتے ہیں؟"

عدین کے ایسے سوال وہ کیسے رد کر سکتا تھا جو جان بوجھ کر بھیو کو مجبور کر کے پیار کا اظہار لینا چاہتا تھا اور یہ عدین کا حق بھی تھا۔

"تمہیں شک ہے عدین؟"

انیس نے وہیں سامنے ٹک کر عدین کی آنکھوں میں پھیلی بے یقینی دیکھتے سوال کیا تو وہ فورا نفی میں گردن ہلا کر اٹھ بیٹھا۔

"میں سوچ رہا تھا آپکی شادی ہو گئی ہے۔ اور کپلز تو ایک دوسرے کو بہت سی پیار بھری باتیں کہتے ہیں ناں۔ میں چاہتا ہوں جب آپ پیار کا اظہار کرنا سیکھیں تو پہلے مجھ سے کہیں۔ عرشیہ المیر سے نہیں۔ یہ حق میرا ہے بھیو۔ میں آپکے لیے بہت پوزیسیو ہوں لیکن اسکے ساتھ ہی میں آپکی زندگی کو نارمل اور خوشیوں سے بھرا بھی چاہتا ہوں۔ آپکے بچے چاہتا ہوں جو میرے دوست بنیں۔ میں چاہتا ہوں آپ اپنی زندگی سے راضی ہو جائیں۔ کبھی مرنے کی بات نہ کریں کیونکہ یہ آپکو چاہنے والوں کو دکھ دیتا

ہے۔ میں آپکی زندگی کو بہت خوبصورت دیکھنا چاہتا ہوں۔ مجھ سے میرے یہ حق مت چھیننے گا"

عدین نے اسکے ہاتھ کو پکڑ کر چومتے یہ سب کہہ کر آنکھوں میں نمی بھی بھری اور انیس کے لیے یہ سب سن کر اس بات پر یقین کرنا کہ عدین نے کہا بہت مشکل تھا۔

"تم سے محبت ظاہر کرنے کے لیے مجھے کسی اظہار کو سیکھنے کی ضرورت نہیں عدین۔ میں تمہیں اپنے جسم کا حصہ سمجھتا ہوں کیا یہ کم لگتا ہے تمہیں۔ میرا تم سے جو یہ رشتہ ہے یہ کسی اظہار کا محتاج نہیں۔ لیکن پھر بھی جب مجھے کہنے کا سلیقہ آگیا تو میں سب سے پہلے وہ سلیقہ تم پر ہی آزماوں گا۔ میرے لیے اتنا پریشان مت رہا کرو۔ میں برداشت نہیں کر سکتا کہ تمہارا یہ معصوم بچپنا اور بے فکر زندگی زرا بھی ایفیکٹ ہو، وہ بھی میری پریشانی میں۔ سمجھ گئے تم؟"

وہ عدین کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں بھر کر اسے پیار سے سمجھا رہا تھا جس نے بھیو کے ہاتھ پکڑ کر ہٹائے اور گھٹنوں کے بل کرول کرتا وہ بھیو کے زور سے گلے لگتا انیس کو بھی اپنی محبت سے حیران کر گیا۔

" سمجھ گیا ہوں پر یہ میرے خمیر میں ہے۔ یہ مما کی دی ذمہ داری ہے، میں کیسے انکی جان سے لاپرواہ رہ سکتا ہوں بھیو۔ میری وجہ سے وہ آپ سے اور بابا سے چھن گئیں اور یہی چیز مجھے کبھی کبھی بہت رلاتی ہے۔ پھر میرا دل چاہتا ہے میں دنیا کی ہر خوشی لا کر آپکے اور بابا کے قدموں میں رکھ دوں۔ بابا تو اپنی خوشیاں پھر بھی ڈھونڈ لیتے ہیں، آپکو ڈھونڈنی نہیں آتیں۔ میں چاہتا ہوں وہ جو میری بھابھی آئی ہیں وہ آپ سے میری طرح والا بے لوث پیار کریں۔ وہ آپکو خوشیاں ڈھونڈ کر دیں گی تو وہ اچھی ہوں گی۔ کیونکہ میں تو ابھی چھوٹا ہوں ناں بھیو۔۔ ابھی اچھی و۔۔ والی خوشیاں نہیں ڈھونڈ پاتا۔ "

عدین کے ایسے رو پڑنے پر انیس بہت زیادہ پریشان ہو جاتا تھا، ابھی بھی عدین کے ہچکیوں سے گلے لگ کر رونے پر انیس کا دل پھٹ رہا تھا پھر اس بچے کے الفاظ جان لے رہے تھے۔

"تم اچھی کیا، بہت زیادہ اچھی خوشی ہو میری۔ سمجھے؟ رویا مت کرو عدین۔ کیوں کرتے ہو۔ صبح صبح تمہیں رلا بیٹھنے پر اب میرا پورا دن اداس گزرے گا۔ بند کرو یہ رونا، میں تمہیں جتنا مضبوط دیکھنا چاہتا ہوں تم اس لیول پر کب پہنچو گے جونئیر؟ بتاو۔ کب میرا دل بھی مکمل تمہاری طرف سے سکون پائے گا؟"

وہ اسکا رونا بند کروائے اسکی ناک زور سے دباتا اپنی حسرتیں کہہ رہا تھا اور رو تو عدین نے منہ بسورتے ناک رگڑی۔

"بڈھا ہو کر شاید۔ کیونکہ میں آپکے معاملے میں مضبوط نہیں ہو سکتا۔ اور سوری بھیو، آپ نے نہیں رلایا۔ میں آپکے معاملے میں ایموشنل ہو جاتا

ہوں۔ لیکن کوشش کروں گا اب یہ رونے ختم کر دوں۔ آپ خوش اور سکون میں نظر آنے لگیں گے تو خود ہی مضبوط ہو جاوں گا"

عدین کے ہمت سے بڑے وعدے پر انیس نے اسکی گال سہلاتے محبت سے اسے دیکھا جو بھیو کی توجہ اور محبت سے بلکل ٹھیک ہو جاتا تھا، جیسے ابھی ہو گیا۔

"ان شاء اللہ! چلو ٹن ہو جاو اب۔۔ مزے دار ناشتہ کرواتا ہوں واپس آ کر۔ اب رونا مت۔ اپنے دماغ سے ہر پریشانی نکال دو۔"

انیس نے اسکے لیٹتے ہی لحاف اچھے سے کروایا اور پیار سے تاکید بھی کی جسے عدین نے مسکرا کر جب مانا تو انیس کا دل بھی کچھ سکون میں آیا، وہ عدین کے آنکھیں بند کرتے ہی کمرے سے نکل تو گیا پر اس طرح سانس لی جیسے سینے میں اٹک گئی ہو۔

عدین کے جذبات جب جب وہ سمجھتا کہ یہی انکی آخری حد ہو گی، وہ مزید ایسی باتیں کر دیتا کہ انیس کے دل میں اسکی محبت و فکریں دگنی ہو جاتی تھیں، وہ اب پہلے کی طرح خوش یا پر سکون نہ تھا، اسے عدین کا رونا ہلا دیتا تھا پھر وہ بھلے اسکی فکر میں روئے یا ناراض ہو کر۔

انیس نے گلاسیز جیب میں ڈالتے اپنے فون پر کچھ دیکھا اور علوی مینشن سے باہر نکل آیا، انیس کا رخ گیٹ کی جانب تھا جب اسے عرشیہ گیٹ سے اندر آتی دیکھائی دی، وہ اسے دیکھتے رکا تو محترمہ نے بھی ٹھیک انیس تک رک کر اپنی دوڑ روکی، دونوں کی آنکھیں اس دھند سے اٹی ٹھنڈی صبح ملیں پر دل تک اک گداز حرارت پہنچی۔

عرشیہ کی زیپ والی ہڈی کے نیچے وہ اسکی سفید کراپ ٹاپ دیکھ رہا تھا، تھوڑی سی زیپ بند تھی جس سبب عرشیہ کا کراپ ٹاپ سے پیٹ دیکھائی نہیں دے رہا تھا، ویسے بھی اسکی ہائی ویسٹ پینٹ تھی تبھی اس نے ساتھ کراپ ٹاپ پہنی تھی۔

"تمہیں اس ٹھنڈ میں کراپ ٹاپ پہنے کی کیا ضرورت تھی؟"

وہ مسکرانا روکے اپنے خلیے کو دیکھ کر ٹھٹھکی پھر انیس کے منہ کی طرف متوجہ ہوئی۔

"ہڈی نظر نہیں آرہی انیس؟ یا تم نے آنکھوں میں سکینر فٹ کیا ہے۔ جو تمہیں ہڈی کے پار بھی سب نظر آرہا ہے"

وہ کوفت سے جو بڑبڑائی اس پر انیس کے برہم ہونے کو محسوس کیے اپنے آپ کو کوسا کہ کیا بکواس کر بیٹھی ہے۔

"تمہارا پیٹ تو دیکھائی دیا ہو گا جب تم نے بازو اوپر کی ہوں گی؟ ٹھنڈ میں بھی تم لڑکیوں کا فیشن برقرار رہتا ہے، کیا یہ کوئی خاص دماغی کیڑا ہوتا ہے؟"

وہ اب سمجھی انیس کو اصل پرابلم کیا ہے، تبھی تو مسکرا کر دو قدم قریب رکی۔

"جتنی ہڈی کی زیپ اس وقت بند ہے، اتنی ہی باہر بھی تھی۔ اور میری یہ پینٹ ہائی ویسٹ ہے جس پر کراپ ٹاپ ہی سوٹ کرتی ہے۔ فیشن کی بات نہیں پر کچھ چیزوں کی سینس بنتی ہے تبھی ہم انھیں پہنتے ہیں"

وہ اسے تفصیل نا جانے کیوں دے گئی، شاید وہ نہیں چاہتی تھی وہ انسکیور ہو کہ اسکی بیوی کو کسی نے دیکھا ہے۔

انیس نے ہاتھ بڑھا کر اسکی ہڈی کی زیپ کھول کر کراپ ٹاپ کے کنارے دیکھے جو اسکے پیٹ کو بلکل نمایاں نہیں کر رہے تھے بلکہ پینٹ کا بیلڈ ایریا تک ٹاپ کے کناروں سے کوور تھا، عرشیہ نے گھبرا کر پیچھے ہونا چاہا جب انیس نے اسکو کمر کے دائیں بائیں ہاتھ رکھ کر ہولڈ کیا۔

"بازو اوپر اٹھاو میں چیک کرنا چاہتا ہوں۔"

انیس نے سنجیدگی سے حکم دیا تو وہ مزاق سمجھتی ہنسی۔

"کیا نشہ کر کے آئے ہو صبح صبح۔؟"

وہ اسکی ہنسی دیکھ کر جو ابا جس طرح گھورا، عرشیہ نے دونوں ہاتھ اٹھا کر اسکے مضبوط کندھوں پر رکھے جس سبب عرشیہ کی ٹاپ تھوڑی سی اوپر ہوئی اور انیس کے ٹھنڈے ہاتھ اسکی کمر کے اطراف جمے اسکی جلد سے مس ہوتے عرشیہ کو بے اختیار انیس کے مزید قریب کر گئے۔

"یہ کونسا بدلا لیا ہے صبح صبح ٹھنڈے ہاتھوں کا کرنٹ لگا کر؟"

وہ معصومانہ سا ان شربتی آنکھوں میں جھانکی جب انیس نے اسکو خود سے دور کرتے اسکے ہاتھ اپنے کندھوں سے اٹھا کر خود سے دور کیے اور اسکی ہڈی کی زیپ لگاتے اسکی گردن تک بند کی۔

"کر اپ ٹاپ تم صرف میرے سامنے پہن لینا۔ باہر نہیں جا سکتی تم ایسے۔ رہی بات بدلے کی تو وہ موقع قدرت نے تمہارے ہاتھ تھما دیا خاتون۔"

وہ اسکے ایسے بے خود انداز پہلی بار دیکھ کر مسکرا دی جبکہ آخری بات پر وہ الجھ کر انیس کی آنکھوں میں جھانکی۔

"کیسا بدلہ سڑو؟"

وہ شدید حیران و پریشان ہوئی۔

"عدین جانے کے لیے تیار ہے۔ بہت مجبور کر دیا تم نے اسے کہ مان ہی گیا۔ بہر حال مبارک ہو"

وہ اتنے گندے تاثرات کے سنگ مبارک دے رہا تھا پھر بھی وہ خوشی سے چہک اٹھی، اسے عدین سے ایسی ہی امید تھی۔

"یاھوو! مان گیا وہ۔۔۔ شکر ہے۔ میں بہت خوش ہوں۔ اف میں ابھی اپنی اور اسکی فلائیٹ کنفرم کرواتی ہوں"

عرشیہ کے تو پیر زمین پر نہ لگ رہے تھے، اس سے پہلے وہ پر جوش ہو کر گھر کی طرف جاتی، خود ہی کچھ یاد آنے پر پلٹ کر واپس انیس کے سامنے آئی تو اسکی آنکھوں میں ناچتی شوخ مستی پر انیس نے بھانپ لیا وہ اسے چرا رہی ہے۔

"امید نہیں تھی تم شرط جیت جاو گی۔ چلو اس ہار پر سزا دے سکتی ہو"

ادھر ادھر کی باتیں ترک کرے انیس نے اسکے سامنے سر خم کرتے ہتھیار ڈالے تھے، غرور کی سات شکلیں عرشیہ المیر کی آنکھوں میں اپنے عکس بکھیر کر گزری تھیں۔

"میں تمہیں کوئی سخت سزا نہیں دے رہی۔ آسان سی ہے مان لینا۔ مانو گے ناں؟"

وہ پہلے اس سے بھرپور یقین چاہتی تھی، عرشیہ نے اسکے ہڈی پاکٹس میں دبے دونوں ہاتھ جو کچھ حد تک ٹھنڈک سے نکل گئے، اپنے ہاتھوں میں جکڑ کر بہت مان سے پوچھا۔

"ہاں مانو گا۔ یہ مت کہنا تمہارا نام پکاروں"

وہ مغرور پہلے ہی اعتراض کے نقطے جمع کر کے لایا تھا، پر باخدا وہ ہاتھ پکڑ کر اسکی توجہ بھی ساری کی ساری اپنی جانب کھینچ چکی تھی۔

"نہیں! میرا نام آج سے خاتون ہے"

وہ اسکے حرکت کرتے دل کو روک گئی تھی، وہ سادہ سا مسکرائی پر کوئی اس پر جی جان سے فدا ہوتا نظر آیا، جب اسے یقین آگیا کہ وہ اسے کبھی عرشیہ نہیں کہے گا تو اس نے اسی خاتون کو پسند کرتے قبولیت کی مہر لگادی، وہ کیوں کر اس لڑکی سے اپنا دل بچاتا۔

"اچھا نام ہے"

وہ بے ارادہ مسکرایا تو وہ بلش کرتی دیکھائی دی۔

"ہے ناں! اچھا اب سزا سنو"

وہ مسکرا کر بولی تو وہ ہمہ تن گوش ہوا، وہ یہ جاننے کو مر رہا تھا کہ وہ اس سے کیا مانگنے والی ہے۔

"میرے اور عدین کے ساتھ چلو قوبا۔ ہم بس ایک یا زیادہ سے زیادہ دو دن رکیں گے۔ کیونکہ سبکی زندگی بہت مصروف ہے۔ یہ ریکوسٹ نہیں، حکم اور سزا ہے انیس۔ تمہیں میں کوئی ایسی سزا نہیں دے سکتی جو تکلیف دہ ہو۔ بس تمہیں ہمارے ساتھ چلنا ہو گا"

وہ اپنے دل میں اترے اس شخص کو اپنے ہر منظر میں چاہتی تھی اور وہ اسکی اتنی سادہ خواہش کو بھلا کیسے رد کر دیتا، ویسے بھی وہ اس سے اب کچھ بھی مانگتی تو وہ ضرور دیتا۔

"ایسا کیوں چاہتی ہو تم؟"

ان شربتی آنکھوں میں غالب آتے خمار کے بادل دلچسپ تھے جو عرشیہ کو کنفوز کر رہے تھے، وہ سمجھ نہ پائی اسکی ان بدلی نظروں کا مفہوم کیا سمجھے۔

"تم نے جب نکاح کیا تھا تو تب بھی پوچھا تھا کہ کیوں انیس، تم نے تو ابھی تک نہیں بتایا۔ پھر مجھ سے ایسا سوال کرنے کا اعتماد کہاں سے لائے ہو؟"

وہ اسے لاجواب کرنے میں ماہر تھی، وہ ہو بھی گیا، اک پل اس نے نظریں بھی جھکائیں، اپنے ہاتھوں میں موجود عرشیہ کے ہاتھوں کو دیکھ کر دوبارہ اسکی آنکھوں میں جھانکا۔

"چونکہ یہ سزا ہے تو مجھے منظور ہے۔ میں چلوں گا"

وہ اتنے آرام سے مان گیا کہ اک لمحہ عرشیہ کو یہ خواب سا لگا، کیونکہ اسے اپنے کانوں پر بلکل بھی یقین نہ آیا، انیس نے اپنے ہاتھ اسکے ہاتھوں سے آزاد کروانے کو چھڑوائے کیونکہ یوں تو وہ سارے کا سارا خود پر اسے فدا کروا بیٹھتی۔

"ت۔ تم سچ کہہ رہے ہو؟"

وہ آنکھوں میں ہلکی سی نمی بھر لائی جب انیس نے اپنے ہاتھ چھڑوائے، اپنے دونوں ہاتھ اس نے انیس کی کمر کے اطراف ٹکائے اسکی ہُڈی مٹھیوں میں بھرتے اسکے چہرے کے قریب چہرہ لے جاتے سرگوشی میں پوچھا اور آواز حیرت و خوشی سے جیسے پھٹنے لگی تھی۔

"میں سچ ہی کہتا ہوں"

وہ اسکی آنکھوں میں دیکھے نرم سی آواز میں یقین دلاتے بولا تو وہ اسکے گلے لگنے سے خود کو ہر ممکنہ روکتی مسکرا کر اپنے ہاتھ بڑے جبر سے اسکی ہُڈی سے آزاد کرتی اس جان لیوا آدمی سے دو قدم دور ہوئی، اور اسکا دور ہونا انیس کو بے چین کرنے کا باعث بنا۔

"پھر میں تمہاری بھی فلائیٹ کروا دیتی ہوں۔ مجھے ڈیٹیلز دے دو"

وہ مسکرا کر کہتی اسکے پاس سے گزر کر پھر سے جانے لگی مگر انیس نے اسکی کلائی کو مٹھی میں لے کر دبوچا تو وہ جا نہ سکی، وہیں سے پلٹ کر انیس کی طرف مڑی۔

"تمہارے روم میں ہیں دونوں پاسپورٹس اور ڈیٹیلز، میں آتا ہوں پھر ساتھ ناشتہ کرتے ہیں۔ میں، تم، بابا اور عدین۔"

وہ اسکی فرمابردار بنی فوری مسکرائی پر انیس نے اسکا ہاتھ اب بھی نہ چھوڑا۔

"مجھے انتظار رہے گا۔ تم پر یہ رنگ بہت سجتا ہے سڑو۔ زیتون لگتے ہو، جنکی میں بہت گرویدہ ہوں۔ دیکھنا کھا ہی نہ جاوں تمہیں اولیو سمجھ کر"

بس اتنی سی لفٹ کیا ملی، عرشیہ نے فلرٹ شروع کر دیے، وہ ویسے تو نہ مسکرایا پر اسے یہ لڑکی ایسی سر پیر سے محروم باتیں کرتی پسند آئی ہے انیس کی آنکھوں نے بتا دیا تھا۔

"مجھ سے فلرٹ کر رہی ہو؟"

وہ اسکی کلائی کھینچ کر اپنے نزدیک سرکا تا ڈرامائی غصہ ہوا تو عرشیہ اسکے ماتھے پر آتے تناو پر مسکرائی کہ کتنی جلدی یہ بندا گندے منہ بنالیتا ہے۔

"اپنے اکلوتے اور ذاتی ہسبنڈ سے فلرٹ کرنا ثواب دے گا مجھے۔اب جاتی ہوئی عرشیہ المیر کو ایسے کلائی پکڑ کر روکو گے تو میں یہی سمجھوں گی ناں کہ تمہیں ابھی میں جاتی ہوئی قبول نہیں۔اب جب جاتی ہوئی قبول نہیں تو سوچا تم پر لائن مار لوں"

وہ اپنی مسکراہٹ اور شرارت بھری وضاحت دے کر انیس کی آنکھوں میں اپنے جیسی شوخی بھر گئی، کبھی کبھی اسے عرشیہ کی واقعی سمجھ نہ آتی کہ وہ آخر اسکے بارے میں کیا سوچتی ہے۔

"تم لائن مار سکتی ہو۔بہر حال میں نے تمہیں کسی اور وجہ سے روکا تھا"

وہ اسکی کلائی آزاد کرتا سنجیدہ ہوا تو عرشیہ بھی سر ہلاتی شرارت ترک کرے ساری توجہ انیس پر جما گئی۔

"ہاں بتاو۔ سن رہی ہوں۔ کیا ہوا؟"

وہ اسکی سنجیدگی بھانپ کر فکر مند ہوئی تو انیس نے یونہی بے اختیار ہاتھ بڑھا کر اسکے رخسار پر دو انگلیوں کی پشت پھیری تو عرشیہ کو اپنے آس پاس خطرے کا سائرن سا بجتا محسوس ہوا، پھر انیس کی آنکھیں بھی تو اسے پیار سے دیکھ رہی تھیں، جن پر وہ یقین کرنے سے قاصر تھی۔

"تم کمرے کا دروازہ کھول کر سوتی ہو، پھر کل تمہاری طبعیت بگھڑ گئی۔ مجھے یہ نارمل نہیں لگا۔ اگر تم کڈنیپ ہونے کے بعد سے ایسی ہوئی ہو تو یہ میرے لیے تشویش کی بات ہے، لیکن اگر یہ پہلے سے تھا تو تم مجھے بتا سکتی ہو۔ کس چیز کا خوف ہے تمہیں، یہ گھٹن کس وجہ سے ہے؟"

پہلے تو وہ یقین ہی نہ کر سکی کہ یہ پوچھنے والا انیس ہے، جب خود کو یقین دلا دیا تو اس کے پاس اک ٹھنڈی سانس کے سوا کچھ نہ تھا۔

"تم نہیں جانتے میرا بچپن کتنا مجبور، اکیلا اور ڈراؤنا گزرا ہے۔ یہ اسی کے سائیڈ ایفیکٹس ہیں۔ تمہیں سچ بتاوں، مجھے بھرے گھر کا ارمان تھا، تھوڑا سا پورا ہوا کہ یہاں دو کے بجائے پانچ لوگ ہیں۔ ورنہ ہمیشہ مما کے ساتھ رہی ہوں اور وہ بھی مجھے نہیں ملیں۔ دراصل جب میں پیدا ہونے والی تھی تو مما قوبا چلی گئی تھیں۔ وہیں میں پیدا ہوئی۔ میں نے وہ کچھ وقت اپنی نئی اور نانو کے ساتھ جیا وہ بہت خوبصورت تھا، لیکن جب میں سات سال کی ہوئی تو مما مجھے واپس لے آئیں۔ مجھے ان دونے کبھی اکیلا نہیں چھوڑا تھا، دونوں میں سے ہمہ وقت ایک میرے ساتھ ہوتا لیکن مما تو اکثر مجھے اکیلا چھوڑ جاتیں، انکے بقول انکی زندگی کا سٹرگلنگ ٹائم تھا اور میں نے گھٹن قبول کر لی۔ میں قوبا واپس جانا چاہتی تھی لیکن مما کو بھی نہیں چھوڑ سکتی تھی، کیونکہ جب وہ مجھے ملتی تھیں تو اپنی کمی اور غیر موجودگی کے سارے ازالے کر دیتی تھیں۔ میں دو کشتیوں کی مسافر تھی تبھی ایسی ہوں۔ اپنی مرضی سے نہ رہ سکی ہوں نہ جی سکی ہوں۔ تمہیں پریشان کیا اسکے لیے معافی چاہتی

ہوں۔۔۔میں ایگریسو بھی اسی لیے ہو گئی تھی کیونکہ بہت کچھ ہے جو میں آج تک کسی سے شئیر نہیں کر سکی"

وہ اپنی مختصر سی تکلیف کہہ کر خاموش ہوئی تو انیس اسکے لیے فکر مند نظر آیا، وہ خود بھی ایسا ہی تھا جسے ہر بات اپنے اندر دفن کرنے کی عادت تھی۔

"میں نے اس لیے نہیں پوچھا کہ تم معافی مانگو۔ معافی تلافی کل ہو چکی ہے۔ تم چاہو تو ہم اس پر بات کر سکتے ہیں۔ تم وہ سب مجھ سے کہہ سکتی ہو جو آج تک کسی سے نہیں کہا۔ میں اچھا سامع بننے کی کوشش کروں گا۔ لقمے دیے بنا تمہیں سنوں گا۔"

وہ اسکی اداسی کو محسوس کر رہا تھا، یہ جان کر وہ کس قدر خوش تھی، وہی جانتی تھی۔

"تم میرے لیے اتنی فکر کیوں کر رہے ہو؟ اور تم میرے سامع کیوں بننا چاہتے ہو؟ تمہیں کل کے بعد سے مجھ پر ترس تو نہیں آ رہا۔ کہ یہ لڑکی انہیلر کی محتاج ہے اور باتیں بڑی بڑی کرتی ہے۔"

وہ اپنے سوال میں برحق تھی، وہ اسے ایسے سوال پوچھنے کے حق دے چکا تھا تبھی ماتھے پر شکن تک نہ آنے دی۔

"تم میری بیوی ہو۔ کیا بیوی نامی مخلوق ترس کے لائق ہوتی ہے؟ تمہاری انفارمیشن کیا کہتی ہے خاتون؟"

وہ الٹا اسی سے سوال کر گیا تو عرشیہ نے کچھ ساعتوں کے لیے نظریں چرائیں۔

"میری انفارمیشن کہتی ہے کہ بیوی بس پیار، محبت اور توجہ کی مستحق ہے۔ کیا یہ سب بھی دو گے؟"

وہ کہاں باز آنے والی شے تھی، جب جب نظریں چرانے کے بعد نظریں ملاتی تھی، الٹا انیس غانم علوی کے ہوش اڑا دینے والی بات کہتی تھی۔

"تمہیں یہ سب چاہیے؟"

وہ اس سے بڑا گھُنا اور میسنا تھا، عرشیہ نے محسوس کیا جیسے جس جال میں وہ اسے پھنسانا چاہتی ہے، یہ آدمی اسی جال میں عرشیہ المیر کو گھسیٹ لینا چاہتا ہے، کیونکہ انیس کو ثابت بھی تو کرنا تھا کہ وہ لڑکی اس سے آبسیسڈ ہو چکی ہے۔

حالانکہ موصوف خود مرے پڑے تھے اس پر۔

"مجھے بس ترس نہیں چاہیے تمہارا انیس"

وہ پر اعتمادی سے بولی، البتہ اس نے محبت، پیار اور توجہ لینے سے ہر گز انکار نہ کیا، انیس نے سر کو اک مغرورانہ جنبش دی، تاڑ وہ عرشیہ کو ہی رہا تھا۔

"تم مجھ سے سب شئیر کرو، یہ ہمارے لیے اچھا ہو گا۔"

وہ اس سے اس شئیرنگ کا کوئی ایک فائدہ جاننا چاہتی تھی۔

"ٹھیک ہے ایک شرط ہے میری۔ پہلے پرامس دو کہ ہم کبھی یہ رشتہ نہیں توڑیں گے"

عرشیہ کے پاس اس یقین کی کمی تھی، وہ اس وعدے کو سزا کے طور پر بھی مانگ سکتی تھی مگر اسکے لیے انیس کا ساتھ جانا، ساتھ ہمیشہ رہنے سے کہیں ضروری اور قیمتی تھا۔

"میں ایسا کوئی وعدہ نہیں کر سکتا"

وہ رخ موڑ گیا تو عرشیہ نے بھی مہربان بننے کا ارادہ واپس لیا۔

"ٹھیک ہے پھر نو شئیرنگ، نو کیئرنگ۔ کچھ بھی نہیں بتاوں گی سن لو"

وہ ضدی انداز میں اپنا فیصلہ سنا کر جانے لگی مگر اس بار انیس نے اسکی بازو پکڑ کر اپنے سامنے لاتے روکا، ٹھنڈ کے سبب دونوں کے منہ اور ناک سے دھواں نکل رہا تھا جو ایک دوسرے کی سانسوں کے بیچ ہی گھل رہا تھا۔

"تمہیں بتانا ہو گا۔ کہا ہے یہ نارمل نہیں"

وہ اس کو باونڈ کر رہا تھا پر وہ ایسے اپنی بات نہیں مانتی تھی، انیس کی کیسے مان لیتی۔

"جسے بتاوں گی اسکا نارمل ہونا بھی تو ضروری ہے ناں انیس"

وہ کوئی مزاق نہیں اڑا رہی تھی بس سادگی سے سچ کہہ بیٹھی، انیس کے ماتھے پر شکن آئی۔

"میں تمہیں پاگل یا دیوانہ لگ رہا ہوں؟"

وہ غصے سے بولا جیسے عرشیہ کا اسے ابنارمل کہنا جناب سے برداشت نہ ہوا ہو۔

"جی۔"

وہ آنکھوں کی حدود تک مسکرائی پر انیس کا پارہ چڑھا، یعنی انیس اسے مزید خوفزدہ کرنے میں ناکام تھا، وہ اس سے ڈرے بنا اپنی بازو چھڑوانے لگی۔

"چھوڑو میری بازو ورنہ گلے پڑ جاوں گی۔"

وہ اسے اس سے پہلے جھاڑتا، محترمہ دھمکی ہی ایسی دے گئیں کہ انیس نے بوکھلا کر اس چڑیل کی بازو چھوڑ دی۔

"واپس آکر اسکا حساب لیتا ہوں"

وہ اسے جاتے ہوئے جس طرح وارن کر کے گیا، عرشیہ مسکراتی ہوئی اسکی دھمکی کو خوشی سے قبول کیے علوی مینشن کی طرف چلی گئی، مینشن میں

داخل ہوئے اس نے پہلے کچن کا رخ کرتے ناشتے کے مینیو کا پوچھا پھر وہ سیڑھیوں کی طرف بڑھی ہی جب عقب سے ابراہیم صاحب کے پکارنے پر وہ جلدی سے پلٹی۔

"صبح بخیر ابراہیم انکل۔ کیسے ہیں آپ؟"

وہ انکی طرف بڑھی تو ابراہیم بھی قریب آرکے، وہ ابھی گھر کے کپڑوں میں ہی تھے یعنی ابھی سو کے اٹھے تھے۔

"میں بلکل فٹ۔ تم بتاو۔ کیا خیال ہے چائے پیئیں ساتھ؟"

وہ انکی آفر ہرگز رد نہ کر سکی اور انکے ساتھ لاونج میں چلی آئی، وہ خود بھی بیٹھے تو عرشیہ نے بھی انکے سامنے ہی کاوچ سنبھالا۔

ملازمین نے دونوں کو چائے سرو کی تو عرشیہ نے نرمی سے کپ پکڑا، پھر ملازمین کے جاتے ہی وہ ابراہیم انکل کو دیکھنے لگی۔

"کیا ہوا؟ آپ تھوڑے پریشان لگ رہے ہیں انکل"

عرشیہ کو چہرے پڑھنے آتے تھے اور پھر سامنے اگر ابراہیم صاحب جیسا بندہ ہو تو پھر کیا ہی کہنے۔

"نہیں کچھ خاص نہیں۔ تھوڑا کاروباری مسئلہ ہے۔ تم بتاو؟ عدین مانا یا نہیں؟"

وہ مہارت سے بات بدل گئے تو عرشیہ کی مسکراہٹ اسکے ہونٹوں پر آ، ٹھہری۔

"یس وہ مان گیا ہے۔ اور انیس کو بھی منا لیا ہے۔ ہم آج شام نکل جائیں گے۔ شاید دوپہر تک، آپ بھی چلیں ہمارے ساتھ ابراہیم انکل۔ بہت مزہ آئے گا۔ اکیلے کیا کریں گے؟"

وہ شاید کنبہ ٹرپ چاہ رہی تھی، لیکن ابراہیم صاحب تو کسی اور ہی چکر میں نظر آ رہے تھے، تھک گئے تھے انیس سے پیسے مانگ مانگ کر، اب زرا ٹیسٹ بدلنے کے موڈ میں تھے۔

"زبردست! یہ تو کمال ہو گیا۔ ارے نہیں میں کیا کروں گا وہاں۔ تم لوگ جاو انجوائے کرو۔ میرا تو شاید نیا سال پریشانی کے ساتھ ہی شروع ہو گا"

ابراہیم نے ایک بار پھر اپنی مظلومیت کا رونا روتے مدعا ظاہر کیا اور اس بار عرشیہ اٹھ کر انکے ساتھ آ بیٹھی، اسے سچ میں ابراہیم صاحب کسی ٹنشن میں دیکھائی دیے۔

"اللہ نہ کرے آپکا نیا سال پریشانی میں گزرے، کیا میں کچھ کر سکتی ہوں؟ کم از کم شئیر ہی کر لیں۔ بہو نہیں بیٹی سمجھیں مجھے انکل۔ بتائیں کیا مسئلہ ہے؟"

وہ اس قدر پریشان ہو گئی تھی کہ ابراہیم صاحب نے مزید اعلی پائے کی اداکاری کا منسب سنبھالا۔

"کچھ پیسوں کی ضرورت تھی، انیس سے نہیں لے سکتا کیونکہ اس نے دیے تھے لیکن وہ ایک مسئلے کی وجہ سے اصل کام کے بجائے کہیں اور لگ گئے۔ اب مجھے اچھا نہیں لگے گا اس سے لیتے ہوئے۔ میں بہت خود دار طبعیت کا مالک ہوں۔ بس یہی پریشانی ہے کہ کیسے اس سب سے نکلوں۔"

ابراہیم صاحب نے واقعی انیس کے ناک تلے اپنے اندر کے اوصاف ظاہر کرنے شروع کر دیے تھے اور عرشیہ ازل کی مہربان، چہرے پڑھنے کی ماہر تک اس آدمی کے ورغلانے میں آگئی، عرشیہ نے ان سے مزید کچھ نہ پوچھا اور اپنی پینٹ کی پاکٹ سے فون نکالا پھر اس نے ابراہیم علوی کی جانب اپنی بینک ایپ کھول کر سامنے کی۔

"میرے اس اکاونٹ میں آٹھ لاکھ ہیں۔ کیا ان سے کام ہو جائے گا انکل؟۔ اور آپ بے فکر رہیں میں انیس کو نہیں بتاوں گی۔ باپ بیٹی کا سیکرٹ"

یہ پیسے تو نیو ائیر ایو ننگ کے لیے بہت تھے، لیکن ایک دم ابراہیم صاحب نے خوشی یا ولولہ عیاں نہ کیا ورنہ عرشیہ کو شک ہو جاتا۔

"میں تم سے بھی نہیں لے سکتا۔ تم بیٹی ہو اس گھر کی۔ میں کچھ نہ کچھ کر لوں گا۔ تم سے شئیر کر لیا اب دل ہلکا ہو گیا۔"

ابراہیم صاحب کے انکار کو عرشیہ نے تکلف ہی سمجھا جبکہ وہ مسکرا کر انکا ٹیبل پر پڑا فون اٹھا کر ابراہیم صاحب کی لاکھ جھوٹی موٹی منع کی کوششوں کے باوجود چھ لاکھ ٹرانسفر کر کے رکی، بقیہ اسے فلائیٹ کروانے کے لیے ابھی چاہیے تھے ورنہ وہ بھی بھیج دیتی۔

"کچھ کیش بھی ہے میرے پاس۔ میں وہ بھی دے دوں گی۔ اور آپ سمجھیں میں نے کوئی پیسے نہیں دیے اور آپ نے کوئی پیسے نہیں لیے۔ اگر آپ نے کچھ بھی انکار میں کہا تو مجھے لگے گا آپ مجھے بیٹی نہیں مانتے۔ مجھے

خوشی ہو گی آپکے کام آکر۔ انیس کو اسکی بھنک بھی نہیں لگے گی آئی پرامس"

وہ مسکرا کر انھیں انکا فون دیتی ہوئی بولی تو ابراہیم صاحب نے بھی جوابا اداکاری کے وہ وہ شفیق جوہر دیکھائے کہ عرشیہ کو فلائیٹس کروانے کا بہانہ لگا کر جانا پڑا، جبکہ ابراہیم صاحب اپنی ہوشیاری پر دل ہی دل میں مسکرا دیے تھے، یہ جانے بنا کہ اسکے نتائج کتنے سنگین ہوں گے، جبکہ عرشیہ پہلے کمرے میں آئی، اس نے اپنی، انیس اور عدین کی فوری فلائیٹ کروائی جو دن تین بجے کی ملی وہ بھی بہت مشکل سے، یہاں سے پہلے انکی باکو تک ساڑھے چار سے پانچ گھنٹے کی فلائیٹ تھی پھر باکو میں کچھ دیر کے سٹے کے بعد لگ بھگ 180 کلو میٹر دور قوبا تھا یعنی دو سے تین گھنٹے کا بائے روڈ سفر، یعنی آج کا آدھا دن ان تینوں کا سفر میں گزرنے والا تھا، پھر اس نے سیدھا سوہا کو کال کی، سوہا نے اپنے وکیل کو گھر بلایا تھا تاکہ وہ رئیس کے خلاف لیے جاتے ایکشن کے بارے پوچھ سکے۔

"میں ابھی آئی توقیر صاحب۔ عرشی کی کال ہے"

سوہانے اپنے وکیل سے کچھ دیر معذرت کی اور سٹڈی سے باہر نکل کر اس نے عرشی کی کال پک کی۔

"جی مما کی جان! صبح بخیر"

سوہانے کال اٹھاتے ہی پیار سے کہا۔

"آپکو بھی مما۔ اچھا سنیں مجھے کچھ پیسے چاہیں۔ میں بینک نہیں جا سکتی تو آپ مجھے ٹرانسفر کر دیں۔ میں عدین اور انیس دوپہر کو قوبا نکل رہے ہیں، مجھے ان دو کے لیے کچھ گفٹس لینے ہیں۔ اور پلیز میرے پیچھے اس کمینے رئیس سے بچ کر رہیے گا۔ ایسا نہ ہو وہ آپکو پریشان کرنے کی کوشش کرے پھر"

سوہانے مسکرا کر سر ہلایا۔

"میں بھیج دیتی ہوں میری جان۔ تمہارا تو ابھی شوٹ ہوا تھا، اسکی پیمنٹ نہیں ملی؟"

سوہا کو یقین نہ آیا کہ عرشیہ نے اس سے پیسے مانگے ہیں ورنہ الٹا وہ عرشیہ سے لیتی تھی، اب عرشیہ کیا بتاتی کہ کیا ہوا۔

"ملی تھی لیکن جیم سٹاف کی سیلری دے دی۔ پھر میرے ملک ہولڈنگز جوائن کرنے کے بعد پورا جیم سٹاف ہی کے ہاتھوں میں ہے۔ انھیں بونس پیکج دیا ہے تاکہ لاپرواہی نہ برتیں۔ میں آپکے کامیاب فیشن ویک میں حصہ مانگ رہی ہوں مما، یہ میرا حق ہے"

وہ شرارت سے اپنی بات مکمل کیے مسکرائی تو سوہا بھی ہنس دی۔

"میری جان۔ مما پوری تمہاری ہیں۔ بھیج دیے ہیں چیک کرلو۔ اور سنو جانے سے پہلے کیا لنچ کریں ساتھ؟ میں آجاوں تمہاری طرف؟"

سوہانے فون کان سے ہٹاتے پیسے بھیجنے کے ساتھ آج کے دن کا پلین ترتیب دیا تو عرشیہ نے فوری ہامی بھر لی، ویسے بھی ابراہیم صاحب کے گھر والے خلیے کو دیکھ کر عرشیہ کو بھی لگ رہا تھا جیسے وہ آج گھر ہی ہیں۔

"مما میں آپکو ابراہیم انکل سے پوچھ کر بتاتی ہوں۔ اگر وہ گھر ہیں تو آپ آ جایئے گا۔ مجھے مل گئے پیسے۔ تھینکیو مما۔ میں میسج کرتی ہوں آپکو"

سوہانے مسکرا کر اوکے کہا جبکہ واپس اپنے وکیل کی طرف آئی جس نے کچھ پیپرز سوہا سر مرو کے سامنے رکھے۔

"میں ابھی طلاق نہیں چاہتی، اس سے زیادہ اہم مسئلہ یہ ہے کہ مجھے اسے دی ہر چیز واپس چاہیے۔ میں اسے طلاق کا جھٹکا آخر میں دوں گی۔ اسے لیگل نوٹس بھیجیں، کہ وہ یہ سب خود شرافت سے لوٹائے ورنہ اسے دی ہر چیز کی رسید میں کورٹ میں پیش کر دوں گی۔ اور دوسرا اس پر ہر اسمٹ کا پرچہ

کروانا چاہتی ہوں اپنی بیٹی کی جانب سے۔ کتنا وقت لگے گا اس لیگل پراسیس میں؟"

سوہا کے فیصلے میں بلکل لچک نہ بچی تھی، رئیس کے تو وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ سوہا کبھی ایسا بھی کر سکتی ہے لیکن بات اب اسکی اپنی نہیں، اکلوتی اولاد کی تھی، اور وہ رئیس سے اگر محبت میں اس پر سب کچھ لٹا سکتی تھی تو نفرت میں سب لٹایا ہوا اسکے حلق سے ہاتھ گھسیڑ کر نکال بھی سکتی تھی۔

"مجھے دو دن کا وقت دیں میم۔ میں یہ کاروائی جلد مکمل کرتا ہوں۔"

توقیر صاحب نے کچھ مہلت مانگی جس پر سوہا نے اثبات میں سر ہلایا لیکن سوچ وہ ابھی سے بس رئیس کی تباہی کا منظر رہی تھی، اور رئیس ملانی کو ہوش تب آتی جب اسکے ہاتھ میں آئی ہر چیز ریت ہو جاتی۔

.._____..

"درد تو نہیں ہے؟"

عاصم المیر ملک سے اسکی ناراضگی کچھ کم ہوئی کیونکہ اس نے بابا کو رات سے اب تک اپنے لیے جس طرح پریشان دیکھا، وہ خضر کے ناراض دل میں تھوڑی لچک پیدا کر گیا، عاصم نے محراب کو بھی کال کر دی تھی جو بس ہوسپٹل ہی روانہ تھی، حالانکہ خضر نے انھیں منع بھی کیا پر عاصم نے اسکی ماں سے یہ چھپانا مناسب نہ سمجھا، پھر جو خضر کے ہزاروں فینز کا ہوسپٹل کے باہر رش تھا اسے بڑی مشکل سے سنبھالا گیا، نا جانے کتنی دعائیں، کتنے تحائف تھے جو اسکے فینز کی طرف سے آ چکے تھے، یہ تو سارہ اور باقی سب تھے ورنہ یہ سب ہنگامہ کبھی نہ سمیٹ پاتے۔

"کس درد کا پوچھ رہے ہیں ڈیڈ؟ دل کا، دماغ کا یا اس جسم کا؟"

وہ جواباً تلخی سے بولا تو عاصم سامنے صوفے سے اٹھ کر اسکے پاس بیڈ پر آ بیٹھے۔

"کمشنر کو ایکٹیو کر دیا ہے۔ آگ کیسے لگی پولیس کا پورا محکمہ اس تحقیق پر لگ چکا ہے۔ جس نے بھی میرے بیٹے کے ساتھ یہ کیا اسے اپنے ان ہاتھوں سے آگ لگاوں گا۔"

وہ بابا کی جذباتیت پر اذیت سے مسکرایا اور سر بھی دوسری طرف پھیر گیا۔

"اور جو آپ نے میرے ساتھ کیا اسکی آپکو سزا کون دے گا؟ ایک نابینا لڑکی کو کیسے سنبھالوں گا ڈیڈ۔ کیا آپ میری زندگی اجیرن کے ساتھ مزاق بھی بنانا چاہتے ہیں۔۔۔۔ اس بازو کی جلن سے زیادہ میرے سینے میں آگ لگنے کا درد بسا ہے۔ آپ اور ممانے الگ ہونے سے پہلے نہ میرا سوچا نہ اس بیٹی کا جسکے ساتھ زندگی نے پہلے ہی بہت برا کر دیا ہے۔ پھر آپ نے مجھے منائم کے لیے قربان ہونے کا کہا۔ قربان ہونا اگر مرنا ہوتا تو باخدا مجھے قبول تھا۔ ڈیڈ آپ سوچیں تو سہی ایسی لڑکی جو مجھے دیکھ ہی نہیں سکے گی میں اسکے ساتھ چند پل بھی کیسے گزار سکوں گا۔۔۔ مجھے نہیں پتا تھا قربانی ایسی بھیانک بھی ہوتی ہے"

وہ جیسے اپنے اندر کی گھٹن سمیت پھٹ پڑا تھا جبکہ عاصم المیرا سے کسی قسم کا جواب دیے بنا دستک پر متوجہ ہوا، خود خضر نے بھی اپنا غصہ و عتاب اپنے اندر گھوٹا کیونکہ دستک پر خاور سلطان نے اندر آنے کی اجازت لی جبکہ انکے ہمراہ بیلا بھی تھی جسے دیکھ کر لمحہ بھر تو خضر کا کلیجہ جل گیا۔

"Get Well soon my Son"

خاور سلطان نے قریب آتے خضر کی گال سہلاتے اسے جلدی صحت یابی کی دعا دی تو وہ جبراً سا مسکرایا کیونکہ اسکی تلخی و غصہ، پرپل کلر کے لائیٹ سوٹ میں ملبوس وہ حسین لڑکی اپنے اندر سمیٹ گئی تھی۔

"بیلا۔ آپ خضر کو کمپنی دیں۔ مجھے اور عاصم کو کچھ ضروری بات کرنی ہے۔ ہم آتے ہیں"

خاور اور عاصم نے ایک دوسرے کو آنکھوں ہی آنکھوں اشارہ کیا جس کے بعد وہ کمرے سے نکلتے گئے اور خضر نے زرا اٹھ کر بیٹھے بیلا کو دیکھا جو اسکی

خوشبو، اسکی سانس لینے کی آواز سے سمجھنے کی کوشش میں تھی کہ وہ اسکی کس سمت ہے۔

"تم نے کیوں زحمت کی آنے کی؟"

وہ اسے کچھ فاصلے پر کھڑا دیکھے خود ہی افسردہ سے موڈ میں بولا تو وہ اسکی آواز کی سمت پر اعتماد ہو کر بڑھی۔

"یہ پھول آپکے لیے"

وہ اندازے سے اسکے قریب آکر رکی پھر اپنے ہاتھ میں پکڑے گلابی پھولوں کا بکے اس نے خضر کی جانب بڑھایا، خضر نے اسکے ہاتھ سے وہ پھول لے کر سائیڈ ٹیبل پر رکھے تو وہ نرم سی سنجیدگی لیے اندازے سے اپنا ہاتھ بڑھا کر میٹرس کو چھوتی اسکے پاس ہی بیٹھی مگر نہ دیکھ کر بھی اس نے اپنے اور خضر کے بیچ مناسب فاصلہ رکھا، خضر اسکے چہرے کو دیکھ کر یقین کرنے سے قاصر تھا کہ وہ دیکھ نہیں سکتی۔

"جب میں نے سنا آپ شدید زخمی ہیں۔ مجھے سن کر بہت برا لگا کہ شاید مجھ سے ملنا آپکے لیے برا ثابت ہوا۔ پر پھر بابا نے بتایا جو سیریس کنڈیشن میں ہے وہ آپ کا باڈی گارڈ ہے۔ آپکو بھی زخم آئے ہیں۔ اللہ آپکو جلد صحت یاب کرے"

وہ اسکے ہاتھوں کی طرف آنکھیں رکھ کر بولی تو خضر حیران تھا وہ کتنا پیارا اور قابو کر لینے والا بولتی ہے۔

"میری بس ہلکی سی بازو جلی ہے۔ بلکل ٹھیک ہوں، ڈنر نہیں ہو سکا اسکے لیے معذرت"

وہ اس پر سے نظر نہ ہٹا پا رہا تھا وہ اتنی خوبصورت تھی، اوپر سے جب آنکھیں جھکا کر مسکرائی، خضر لٹ گیا۔

"ڈنر کی معافی مت مانگیں۔ وہ تو بس فارمیلٹی تھی کہ ہم ایک دوسرے کو تھوڑا جان لیں۔ میں جانتی ہوں آپکو اس رشتے کے لیے مجبور کیا جا رہا

ہے، اس لیے میں پرسنلی ملنے آئی ہوں تاکہ آپ مجھے اپنا وہ جواب کھل کر بتا دیں جو دباو یا مجبوری میں بتا نہیں رہے۔ میں انکار کر دوں گی تو کوئی آپکو مجبور نہیں کر سکے گا۔"

وہ ہنوز اک طرف آنکھیں رکھے بولتی گئی اور خضر نے اسکے چہرے کو زرا سا آگے کھسک کر غور سے دیکھا، وہ خضر کے قریب ہونے کو بھانپ گئی تھی تبھی بیلا کے ہونٹوں پر بے ساختہ سی مسکراہٹ چلی آئی۔

"واقعی نہیں دیکھ سکتی میں۔ آپکے قریب جھکنے سے لگ رہا ہے آپ کو تجسس ہے۔ بھلے دیکھ نہیں سکتی لیکن میرے سننے اور محسوس کرنے کی طاقت بہت بڑھ گئی ہے"

وہ اسکی بات سنے معصومانہ سا مسکرائے پیچھے ہوا جبکہ اچانک حقیقت کا احساس ہوتے ہی خضر پر ندامت سی طاری ہو گئی۔

"یس مجھے تجسس تھا بس، بہر حال میری طرف سے یہ رشتہ زبردستی ہی ہے۔ تم سے جھوٹ نہیں بولوں گا بیلا لیکن میں ابھی کوئی حتمی فیصلہ نہیں کر سکتا۔ کیا پتا تمہیں تھوڑا جاننے کے بعد میری رائے بدل جائے لیکن ابھی مجھے اپنی بہن کے سوا کسی اور معاملے کو نہیں سوچنا۔ تم دیکھ لو کیا چاہتی ہو، میں نے تمہیں اپنی سوچ بتا دی"

وہ بنا کسی تمہید کو باندھے سیدھا سبھاو اپنا جواب دے چکا تھا جس پر وہ مسکرائی لیکن وہ مسکراہٹ ہر احساس سے خالی تھی۔

"دیکھ ہی تو نہیں سکتی، وہ تو آپ دیکھ پا رہے ہیں۔ مجھے آپکی رائے سمجھ نہیں آئی۔ کیا میں انکار کر دوں یا آپ مجھے سمجھنے کے لیے مہلت چاہتے ہیں۔ کیونکہ انکار کے بعد آپکے پاس مجھے سمجھنے اور جاننے کی چوائز نہیں ہو گی۔ مجھے براہ مہربانی اپنا فائنل جواب دیں تاکہ میں دوبارہ آپ کو زحمت نہ دوں"

وہ خضر سے حتمی جواب چاہتی تھی جبکہ خضر یہاں الجھ کر چپ ہو گیا کہ اک آنکھوں کے سوا تو اس لڑکی میں سب تھا، صورت، سیرت اور کردار، پھر وہ بہت شائستگی سے بھرا بولتی تھی، اس سے بات کرنا، اسکی کمپنی یقیناً خضر کو اچھی لگی تھی۔

"خضر! کیا سوچ رہے ہیں؟"

وہ اسے ہی گہری نظروں میں لیے بیٹھا کسی فیصلے پر پہنچنے کی کوشش میں تھا جب وہ نرمی سے اسے پکاری، خضر نے اسکے ہاتھوں کی طرف دیکھا، پھر نظریں اٹھا کر اسکے من موہنے اور خوبصورت چہرے کو۔

"انکار مت کروا بھی، میں اس زبردستی کے تعلق پر تھوڑا غور کرنے کی کوشش کروں گا۔"

وہ خضر کا جواب سنے دل سے مسکرائی، اسکے اندر کی خوشی اسکے چہرے پر چھا گئی یہ خضر نے محسوس کیا تھا۔

"ٹھیک ہے۔ لیکن کوئی زبردستی نہیں۔ آپ جب کہیں گے میں بابا کو انکار کر دوں گی۔ آپ خود کو کسی طرح بھی باونڈ مت سمجھیے گا۔ اور اس حوالے سے ہرگز کسی ذہنی دباو کو لینے کی ضرورت نہیں۔ جب تک نکاح نہ ہو جائے، تب تک سب مکمل طور پر ختم کرنا ممکن ہوتا ہے اور یہ میرے ہاتھ میں ہے۔"

وہ دیکھ رہا تھا کہ وہ خود سے زیادہ خضر کی پسند اور ناپسند کو فوقیت دے رہی ہے تبھی خضر کے دل میں یونہی اک سوال ابھرا۔

"تم بتاو، کیا تمہاری طرف سے بھی یہ سب اریجنج اور زبردستی ہوا ہے۔ آفکورس ہو گا تبھی تو سب ختم کرنا تمہارے ہاتھ میں ہے۔ سوری غلط سوال کر دیا"

اپنا سوال خضر کو خود معیوب لگا تو وہ معذرت کر اٹھا تبھی وہ بس مسکرائی، جب خضر نے اپنے سوال کا جواب خود ہی دے دیا تھا تو بیلا کو اصل جواب دینا غیر ضروری لگا۔

"اٹس اوکے۔ آپ ریسٹ کریں میں چلتی ہوں۔"

وہ اپنی بات ختم کیے اٹھی تو خضر کو اسکے اٹھنے پر نگاہ کرنی پڑی لیکن وہ بنا لڑکھڑا کر اٹھی اور ڈور کی طرف اندازے سے بڑھی، اسکی چال میں کوئی لڑکھڑاہٹ نہ ہونا خضر کو چونکا گیا۔

"تمہیں دروازے کا اندازہ کیسے ہے اور بنا سہارہ کیسے چل لیتی ہو؟"

خضر کی بے چینی بے خود سوال بنی تو وہ دروازہ کھول کر اسکا پٹ پکڑ کر خضر کی جانب مڑی۔

"میں جس طرف سے آئی تھی، وہی اندازہ لگایا۔ میں جس جگہ سے ایک بار گزر جاوں، پھر مجھے وہاں چلنے کے لیے کسی اندازے یا سہارے کی ضرورت

نہیں ہوتی۔ پیدائشی نابینا نہیں ہوں، کچھ سال پہلے تک سب دیکھ سکتی تھی۔ اس لیے دنیا کیسی ہے جانتی ہوں۔ اپنا خیال رکھیے گا خضر"

وہ اسے حیران و ساکن چھوڑتی ہوئی کمرے سے نکل گئی تو خضر نے اپنی مکمل ہو چکی ڈرپ نکالتے بیڈ سے اٹھ کر اپنی بازو پر ہاتھ رکھا اور تجسس کے مارے پیچھے ہی باہر نکلا تو اسے وہ دیوار کا سہارہ لے کر چلتی دیکھائی دی۔

"بہت مشکل ہے اس کے ساتھ زندگی گزارنا۔ میں تو باونڈ ہو جاوں گا۔ ہر جگہ اسے پکڑ پکڑ کر لے جانا کتنا اریٹیٹنگ ہو گا۔ میں برائی نہیں کر رہا لیکن آفکورس مجھے بھی تو ارمان ہے کہ میری بیوی میرے حسن کی دیوانی ہو۔ اسے تو میں کبھی دیکھائی نہیں دوں گا، اسے کیا پتا خضر ملک کتنا ہنڈسم ہے۔۔۔۔ انکار ہی کر دیتا تو اچھا تھا، خوامخواہ مہلت لے لی۔"

وہ جا کر خاور اور عاصم المیر ملک کی آوازیں سنے انکے پاس جا کر رک گئی تھی جبکہ خضر بھی بڑبڑاتا ہوا واپس روم میں آ کر بیڈ پر بیٹھا پر باخدا وہ ایسی نہیں

تھی جسے وہ ہاتھ سے جانے دیتا، وہ اسے بے چین کر گئی تھی، اتنی بے چین کے وہ وہیں ترچھا سا ہی بیڈ پر لیٹ گیا۔

ابھی دس منٹ ہی گزرے تھے کہ آہٹ پر خضر نے سر اٹھایا تو وہ تینوں اس بار ایک ساتھ آئے۔

"ایسے کیوں لیٹے ہو خضر، اور ڈرپ۔۔۔ اچھا ختم ہو گئی تھی۔ پھر بھی آرام کرو جب تک ڈاکٹر تمہیں ڈسچارج نہ کر دیں۔"

وہ اٹھ کر بیٹھا عاصم کو مایوس نگاہوں سے دیکھنے لگا۔

"ٹھیک ہوں ڈیڈ۔ مزید نہیں رہ سکتا یہاں۔ آپکے مہمان ابھی تک یہاں کیوں ہیں؟"

وہ خود نہیں جانتا تھا اتنا روڈ کیسے ہو گیا لیکن خاور ملک نے اسکی سرد مہری کا بلکل برا نہ منایا۔

"میں نے اور عاصم نے سوچا کہ تم دو کی منگنی یہیں کر دیں۔ بیلا کی مدر اور اسکا بھائی کچھ ہیلتھ ایشوز کی وجہ سے اوٹ آف کنٹری گئے ہیں۔ مجھے اور بیلا کو بھی آج کی فلائیٹ سے جانا ہے۔ دو تین دن تک واپسی ہو گی تو سوچا چھوٹی سی رسم کر دیتے ہیں تا کہ نشانی ہو جائے۔ بیلا تو راضی ہے، تم بتاو ابھی مناسب ہے یا ہمارے ہنڈسم راک سٹار منگنی کا گرینڈ ایونٹ چاہتے ہیں؟"

خاور صاحب نے نرم سی مسکراہٹ لیے یہ بمب جب خضر پر پھوڑا تو وہ گھبرا کر عاصم کو دیکھنے لگا کہ اب یہ کیا تماشا ہے، لیکن عاصم المیر نے اسے اشارے سے راضی ہونے کا کہا جیسے کہہ رہے ہوں منگنی ہی تو ہے، اتنا واویلا کس بات کا ہے۔

"کیا انگوٹھی پہننی ہو گی مجھے؟"

خضر نے اکتا کر خاور سلطان کی طرف دیکھا تو وہ جوابا ہنسے اور رِنگ کا کیس اپنے کوٹ کی اندرونی جیب سے نکال کر مسکراتے ہوئے کھولا، دراصل کل کے ڈنر پر ہی منگنی کا پلین تھا تبھی وہ دونوں کی رِنگز لے کر آئے تھے۔

"آفکورس برخوردار تاکہ اس انگوٹھی کو دیکھ کر تمہیں یاد آتا رہے کہ تم میری بیلا کی پراپرٹی ہو۔ تم راک سٹار نہ ہوتے تو ہم منگنی ایسے نہ کرتے پر بھئی تمہاری کوئی فین نہ تمہیں سنگل سمجھ کر پرپوز کر دے تو اس باپ کی انسیکیورٹی سمجھ کر پہن لو"

خاور صاحب نے رنگ کیس کھولا تو خضر کی گولڈ سنپل پلین رنگ تھی جبکہ بیلا کی بھی سیم کپل بس اس میں ایک ڈائمنڈ نسب تھا۔

"ٹھیک ہے مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ پہنا دیں"

خضر نے بے دلی سے ہاتھ بڑھایا تو خاور صاحب نے اسکی رنگ بیلا کو نکال کر دی جبکہ بیلا کی انہوں نے خضر کو تھمائی جسکے بعد عاصم اور خاور کچھ پیچھے ہوئے۔

"پہلے تم پہناو اسے"

عاصم نے خضر کو تاکید کی جس پر خضر نے اٹھ کے بنا کسی جذبے کے بیلا کا پہلو میں گرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر اپنے سامنے کیا اور اسے وہ رنگ پہنائی، بیلا کی سنجیدگی قائم تھی، اس سے پہلے خضر اسکا ہاتھ چھوڑتا، اس نے اسکا ہاتھ مٹھی میں جکڑا اور اندازے سے خضر کو وہ رنگ پہنائی تو اسکا ہاتھ کانپ رہا تھا، جس سبب خضر نے بے ارادہ اپنے دوسرے ہاتھ کو بیلا کے کانپتے ہاتھ کے گرد لپیٹا جس سے اس نے بنا کانپتے ہاتھ سے خضر کی انگلی میں وہ رنگ پہنائی اور اپنے ہاتھوں کو گھبرا کر اسکے ہاتھوں سے چھڑوا گئی۔

"اللہ تمہیں دل کی آنکھ عطا کرے تا کہ تم اسکی اصل قیمت جان سکو خضر ملک"

وہ بیلا کے چہرے کا عجیب سا کرب بھانپ کر دکھی تھا جب عاصم نے اسے گلے لگاتے جیسے تاکید کی تھی وہ بھی سرگوشی میں، عاصم کے بعد خود خاور آگے بڑھے اور خضر کو گرم جوشی سے گلے لگایا، لیکن مجال ہو جو خضر کی آنکھیں اس لڑکی کے خاموش کرب کو کریدنے سے باز آسکی ہوں۔

"یہاں کیا ہو رہا ہے؟"

یہ مبارکباد کا سلسلہ دیکھتی محراب کمرے میں داخل ہوئی تو وہ چاروں جیسے اسکی آواز کے تعاقب میں مڑے، جبکہ عاصم صاحب یہ فریضہ خضر پر ڈالتے پلٹے۔

خضر نے شدید اکتاہٹ سے وہیں بیٹھے بیٹھے پیچھے کو گر کر آنکھیں بند کیں۔

"خوش آمدید محراب ملک، آپکو عاصم بتادے گا مجھے اور بیلا کو نکلنا ہے ہماری فلائیٹ ہے۔ پھر ملتے ہیں۔ چلیں بیلا"

خاور صاحب نے یہاں کوئی تماشا نہ ہو یہی سوچ کر اجازت چاہی مگر بیلا نے بابا کو روکنے کے لیے انکی بازو پکڑی اور محراب کے قریب رکی۔

"اسلام و علیکم آنٹی۔"

محراب یہاں جو ہو رہا تھا اس کو سمجھنے سے قاصر تھی پر بیلا کو جواب نہ دینا اسے مناسب نہ لگا۔

"وعلیکم اسلام۔ کوئی مجھے کچھ بتائے گا؟ خضر؟ میری جان ٹھیک ہو ناں تم؟"

محراب کا تجسس اب تک قائم تھا جبکہ خضر نے تو آنکھیں تک کھولنا ضروری نہ سمجھا۔

"چلو ملتے ہیں پھر خاور سلطان۔ بیلا اب سے ہماری بیٹی ہے۔ تمہیں ہم جلدی اپنے گھر لے آئیں گے۔ تم دونوں کا سفر اچھا گزرے"

عاصم نے خود ہی خاور اور بیلا کو سی آف کیا جبکہ محراب نے عاصم کی طرف دیکھا جیسے پوچھ رہی ہو یہ سب کیا ہے لیکن وہ اسکو چنداں اہمیت دیے بنا روم سے باہر نکل گیا۔

"خضر! تم ناراض ہو؟ ایک منٹ۔۔ یہ انگوٹھی۔۔۔ کیا ہوا ہے یہاں بتاو؟"

محراب کے پاس بیٹھ کر غصے سے پوچھنے پر وہ مجبوراً واپس اٹھا اور مما کی طرف رخ کرے اپنی انگوٹھی والا ہاتھ لہرا کر محراب کی آنکھوں کے سامنے کیا۔

"کیا نظر آرہا ہے آپکو؟ منگنی اور رشتہ طے ہوا ہے میرا۔ آپ کو رات سے اب فرصت ملی یہاں آنے کی؟ نیوز میں تو رات ہی بتا دیا گیا تھا۔ پر آپ تو سو گئی ہوں گی، اولاد کی تکلیف پر وہ جن ماوں کے کلیجے کٹتے تھے اب وہ مارکٹ

میں آہی نہیں رہیں، دیکھ بھی لیا ہو گا تو آپ نے سوچا ہو گا نیند پوری کر لوں پھر آرام سے جاوں گی بیٹے کو دیکھنے"

وہ سخت ناراض اور تکلیف میں تھا، محراب کا چہرہ اتر گیا، خضر کے اسی ہاتھ کو محراب نے اپنے ہاتھ میں لے کر دبایا۔

"میں بے چین رہی ساری رات۔ اسکا ثبوت نہیں دے سکتی خضر۔ یقین کرنا چاہو تو کر لو۔ میری جان تمہاری بازو جلدی ٹھیک ہو جائے گی۔ سٹریس مت لو۔ مجھے بتاو یہ منگنی تمہاری مرضی سے ہوئی ہے کیا اور وہ لڑکی اتنی عجیب سی کیوں تھی۔ میری طرف دیکھنے کے بجائے کہیں اور ہی دیکھ رہی تھی"

محراب کے اس وقت یہ سب سوال وہ ہر گز سننا نہیں چاہتا تھا، اسے تھوڑا سکون چاہیے تھا۔

"مما پلیز۔ تھوڑی دیر سونا چاہتا ہوں۔ جو پوچھنا ہے ڈیڈ سے پوچھ لیں۔"

خضر نے اکتا کر پہلو بدلا اور اٹھ کر بیڈ کی سائیڈ آ کر کروٹ پر لیٹا تو محراب بھی آہٹ پر اٹھی، خضر کی وجہ سے وہ یہاں بحث کے بجائے باہر نکلی جہاں عاصم المیر، اپنے مہمانوں کو چھوڑ کر واپس آ چکا تھا۔

"تم رکو گی یہاں یا تمہاری مصروفیت تمہارے بیٹے سے زیادہ اہم ہے مائی ایکس وائف؟"

عاصم کا لہجہ طنزیہ اور تضحیک بھرا تھا، محراب کو غصہ آیا لیکن وہ ضبط کر گئی۔

"منگنی؟ اسکی مرضی سے کی ہے یا تمہارا کوئی مفاد ہے عاصم ملک؟"

محراب کا لہجہ سرد و بھاری تھا۔

"دیکھو ابھی تم سے سر کھپانے کا مجھ میں بلکل سٹیمنا نہیں محراب۔ رات سے یہاں ہوں سو شدید سر درد کر رہا ہے۔ اس پر بات کرنی ہے تو کوئی اور وقت رکھتے ہیں۔ ابھی خضر کے لیے دعا کرو کہ اسکا زخم جلد بھرے۔ اور ہو

سکے تو تھوڑی ممتا باہر لاو۔ میں ایک دو گھنٹے تک آجاوں گا۔ رکنا چاہو تو رک سکتی ہو ورنہ یہاں کا سٹاف ہے اسکی بھرپور کئیر کرنے کو۔"

عاصم نے ابھی کے لیے محراب سے جان چھڑوائی اور چلا گیا جبکہ محراب دل ہی دل میں پیچ و تاب ہی کھا کر رہ گئی، لیکن شاید جتنی لاپرواہی اس نے زندگی بھر برتی تھی وہی اسے واپس ملنی شروع تھی تو احتجاج کیسا۔

وہیں دوسری طرف

"The fire Lady"

میں عرشیہ کے جیم میں عصر زمان کی دبنگ انٹری ہوئی تھی، اسے جیم میں انٹر ہوتے ہی کسی میل سٹاف ممبر نے ریسو کیا، جسکے بعد اسے عرشیہ کے آفس میں ویٹ کا کہا گیا۔

"ارے واہ! ہماری عرشیہ کا ذوق و شوق تو کمال ہے"

وہ اسکے آفس کا ستائشی نظروں سے جائزہ لیے بے ساختہ سراہ اٹھا، عصر کی نظر عرشیہ کے میڈلز پر تھی اور یہ کافی امپریسیو تھا، تبھی کسی نسوانی پرفیوم کی اپنے پاس پھیلتی خوشبو پر عصر بے ارادہ پلٹا تو اسکے سامنے یہاں کی سٹاف اسسٹنٹ سونم کھڑی تھی۔

"جی مسٹر! آپکو میم سے کیا کام ہے؟ وہ ابھی ایویلیبل نہیں تو آپ مجھے بتا سکتے ہیں"

عصر نے پورا پلٹ کر سر سے پیر اس لڑکی کو دیکھا جو واقعی بیس سے پچیس کی عمر کے لگ بھگ تھی، جبکہ فاطمہ کا امیج تو عصر کی نظروں میں کافی الگ تھا، عاصم المیر کی بیوی، پھر اسکے بچے کی ماں، پھر اوپر سے اسکے ہاتھوں مر گئی تھی، پر یہ لڑکی اس وڈیو میں ایسی ہی تھی اور پریگنٹ بھی تھی، عصر کا تو ایک بار دماغ گھوم کر رہ گیا، کچھ تو جھول یقینا تھا جسے عصر بھی سمجھ پانے میں ناکام رہ گیا۔

"ایسا تو نہیں اس وڈیو میں اصل فاطمہ کے چہرے کی جگہ اسکا چہرہ چپکایا گیا ہے۔ یہ مجھ سے کیسے مس ہو گیا چیک کرنا۔"

عصر کا دماغ اسے الرٹ کر گیا کہ یقیناً اس سے دوسری وڈیو چیک کرنے میں کوئی غلطی ہو گئی ہے، یہ لڑکی عاصم اور مہویر والی فاطمہ نہیں تھی اتنا تو عصر کو اسے دیکھتے ہی یقین ہو چکا تھا۔

"تم کتنے سال کی ہو؟"

عصر نے دو قدم سونم کی طرف بڑھا کر بنا تمہید پوچھا تو سونم ایسے سوال کی توقع نہیں رکھتی تھی، فوراً سے اسکے ماتھے پر شکنیں آئیں۔

"آپکو کسی نے تمیز نہیں سیکھائی، خواتین سے انکی عمر نہیں پوچھتے۔ اور ویسے بھی ہیں کون آپ، منہ اٹھا کر آ گئے ہیں۔ اور آتے ہی میری عمر کے پیچھے پڑ گئے ہیں۔ کیا کام ہے آپکو میم سے؟"

ہتھے سے اُکھڑ تو وہ اسی سوال پر گئی جیسے یہ بچاری ان محترمہ کو چھیڑنے کے مترادف ہو گیا ہو، عصر کا شک جیسے یقین میں بدلا، وہ سر سے پیر سونم کو دیکھتا ہوا آہستہ آہستہ اسکی طرف بڑھ رہا تھا جو گھبرا کر آفس کے دروازے سے جا لگتی اس عجیب سے انسان کو گھورنے لگی۔

"تمہاری میم سے کوئی کام نہیں۔ تم سے ہے۔ عمر بتائیں محترمہ ورنہ میری آنکھیں آپکے چہرے کی ساری مرمت اکھاڑ کر اندر کی اصل عمر باہر نکال لائیں گی۔ تمیز اور تہذیب سے پوچھ رہا ہوں اس لیے تم بھی اسی کا مظاہرہ کرو"

وہ نا تو کوئی بہانہ سننے کے موڈ میں تھا نہ ہی اس فاطمہ کی شکل میں سونم بنی خاتون کو بخشنے کا ارادہ رکھتا تھا، آخر کو عصر زمان کے ہتھے کوئی ذمہ داری لگے اور وہ پوری نہ کرے، ایسا تھوڑی ممکن تھا، سونم کی بوکھلاہٹ لمحہ لگے عتاب کا رخ اختیار کر گئی۔

"کس قسم کے آدمی ہو؟ کیا غنڈا گردی ہے یہ؟"

وہ جیسے اپنے اوپر چڑھے معصومیت کے لبادے کو چاک کر گئی، اسکا لہجہ پھاڑ کھاتا ہوا تو عصر کی آنکھوں میں شر انگیز مسکراہٹ چمکی۔

وہ اسے آفس کی دیوار سے لگنے پر مجبور کرتا اپنا ایک ہاتھ دیوار پر مارتا، دوسرے ہاتھ سے پینٹ کی جیب میں دھنسا موبائل نکال کر اسکی وڈیو کھولتا ٹھیک اس لڑکی کی آنکھوں کے سامنے لہرا گیا جبکہ وہ لڑکی اس وڈیو کو دیکھ کر اک بار تو اپنا حلق تر کرتی نظر آئی، لیکن وہ اس وڈیو میں ہے اس سے صاف مکرنے کے پورے ارادے رکھتی تھی۔

"یہ تمہارا ہی مکھڑا ہے ناں؟ عاصم المیر ملک کی تیسری بیوی فاطمہ نور ہو تم۔ تمہیں تو مار دیا تھا اس نے تمہارے بچے سمیت؟ پھر تم کیا اسکا بھوت ہو جو بچ گئی، اور تمہارے پیٹ کا وہ بچہ کہاں ہے؟ اب تو بہت بڑا ہو گیا ہو گا۔ عاصم المیر کا دوسرا بیٹا ہاں؟"

عصر نے وہ وڈیو دوبار چلائی تاکہ وہ لڑکی اسے بغور دیکھ سکے، جبکہ وہ یہی سوچ رہی تھی یہ وڈیو تو اس نے وولف کو دی تھی تو یہ اس آدمی کے پاس کیسے آئی، فاطمہ نور پلس سونم جو اک پراسرار لبادے میں لپٹی تھی، اک لمحہ چکرا سی گئی، آخر یہ کون تھا جو اسے اتنی تفصیل سے جانتا تھا۔

"دیکھو تم ہوش میں تو ہو؟ کیا بکواس کرتے جا رہے ہو۔ ہٹو دور۔ کون فاطمہ اور کون عاصم، یہ کیا بولتے جا رہے ہو۔ ہو کون تم؟"

وہ مزید اسکے رعب میں نہ آتے چلا اٹھی کہ عصر کو پیچھے ہٹنا پڑا لیکن اسکا دماغ ضرور اس لڑکی کی لاعلمی اُبال رہی تھی، یعنی وڈیو میں وہ تھی پھر بھی اس میں اتنی جرت تھی کہ وہ مُکر رہی تھی۔

"تمہیں آسان زبان سمجھ نہیں آئے گی ہاں۔ میرا اور اپنا وقت برباد مت کرو۔ کیا آندھی ہو محترمہ؟ وڈیو میں تم ہو تو مان لو۔ اس قدر بگھڑ کر، چیخ چلا کر کیا تم خود کو صحیح ثابت کر لو گی؟ تم فاطمہ نور ہو۔ کیا کروایا ہے اس فگر اور

شکل کا؟ کیا پلاسٹک سرجری کروائی ہے؟ تمہاری عمر لگ بھگ بتیس سے پینتیس سال کے آس پاس ہونی چاہیے تھی پھر تم اتنی جوان کیسے ہو؟ دیکھو تمہارے اس فرار کا کوئی فائدہ نہیں۔ تم نے عاصم کو مروانے کی سپاری دی ہے، تم مارنا چاہتی ہو؟ یقیناً انتقام ہے۔ تمہارا انتقام تم سے کوئی نہیں چھینے گا مگر تمہیں سب سچ سچ اُگلنا ہو گا۔"

وہ لڑکی عصر کی باتیں سنے پاگلوں کی طرح اپنے بال نوچنے پر آ گئی، یہ آدمی کب سے بک بک کر رہا تھا اور وہ اب مزید کچھ سننے کی برداشت کھو چکی تھی۔

"تم منحوس کیوں پڑ گئے ہو میرے پیچھے۔ تم نکلو یہاں سے۔ نکل رہے ہو یا دھکے دے کر نکلواوں۔ سیکورٹی کو بلاتی ہوں کیونکہ تم ایسے باز نہیں آو گے، پتا نہیں کس پاگل خانے کی پیداوار ہو جو صبح صبح میرے گلے آن چمٹی ہے"

اس سے پہلے وہ کمرے سے نکل کر زرا اونچا شور مچاتی، عصر نے اس بھاگتی پُھدکتی لڑکی کو بازو سے دبوچ کر دروازے سے دور کیا، سونم کا چہرہ و پیشانی خوف و تنگی سے عرق آلود ہوتی عصر نے بھی دیکھی۔

"اگر تم سچ نہیں اُگلو گی تو تمہاری اور عاصم المیر ملک کی یہ وڈیو وائرل کر دوں گا سونم پلس فاطمہ بی بی۔ اس لیے آسان زبان سمجھ جاو۔ تم عاصم سے خود بدلہ لے رہی ہو یا کسی کا مُہرہ بنی ہوئی ہو۔ جلدی بولو"

وہ اس وقت کسی اور ہی عصر زمان میں بدلا آدمی تھا، جسکی آنکھوں اور چہرے پر شدید غصہ تھا۔

"کیوں تمہیں صبح پنویل نکلنا ہے کیا؟"

وہ آگے سے اسے سینے پر ہاتھ سے دھکا مارتی پرے کرتی بولی تو عصر کا پورا منہ کھل کر رہ گیا۔

"بذبانوں کی ملکہ"

وہ غرایا۔

"جاہلوں کا ایم این اے"

وہ بھی جواباً چیخی۔

"کیا کہا تم نے؟ میں جائل۔۔ ارے بی بی اس وڈیو میں تم ہی تو ہو۔ بات سنو میری؟ تم اگر ایسے نہ مانی تو تمہیں اٹھوالوں گا۔ پھر ہٹلر کے زمانے کا ٹارچر کر کے تم سے سچ اُگلوالوں گا۔ اگر اپنی اس پلاسٹک سے بنی جوانی پر ترس کھانا چاہتی ہو تو میرے ساتھ کاپریٹ کرو۔"

عصر نے اپنی دھمکیاں ہنوز بڑھ چڑھ کر دیں اور سونم کا اب چیخنے کا دل کیا کہ وہ کس عذاب میں پھنس گئی ہے، اب تو موساب کو مدد کے لیے بھی نہیں بلا سکتی تھی۔

"میں نہیں ہوں اس میں۔۔۔ پلیز تم میری جان چھوڑ دو۔"

وہ اس بار ہاتھ باندھ گئی پر یہیں سونم نے غلطی کر دی۔

"اچھا پھر یہ وڈیو وولف کو دیکھا کر عاصم کے خلاف یہ ثبوت دینا کہ وہ فاطمہ اور اسکے بچے کا قاتل ہے، اسکے پیچھے تمہارا کیا مقصد تھا؟ تم نے ہی کیا یہ۔ دیکھو میں بہت کول انسان ہوں لیکن جب مجھے غصہ آتا ہے میں سامنے والے کے سارے رازوں کی دھجیاں بکھیر دیتا ہوں۔ میرا دماغ گھومنے سے پہلے سچ اُگل دو ورنہ تم جانتی نہیں کس عذاب میں پھنس چکی ہو۔ صرف یہ بتا دو یہ تمہارا ذاتی بدلہ ہے یا کسی کی مدد لے کر یہ سب کر رہی ہو۔ دیکھو سونم! ہمیں سچ جاننا ہے۔ اگر تم ہی فاطمہ ہو تو عاصم کو مارنا کیوں چاہتی ہو، اگر تم فاطمہ نہیں تب بھی وجہ بتاؤ اسے مارنے کی۔۔۔ بولو"

وہ اول سارے لفظ آرام سے بولا مگر بولو کہتے وہ اس طرح سخت دھاڑا کہ وہ لڑکی جو دبنے والی نہ تھی، سہم سی گئی، کیونکہ اسے اندازہ ہو چکا تھا یہ آدمی اندر کی ہر بات جانتا ہے۔

"نہ میں فاطمہ ہوں نہ ہی میں نے عاصم کو مارنے کی کوئی سپاری دی۔ تم کیا فارسی سمجھو گے ؟اف میرے خدا یہ کس قسم کا عذاب نازل کر دیا مجھ پر۔ میرے ہاتھ دیکھو دفع ہو جاو۔ اگر تم نے مزید مجھے زبردستی اپنے مطلوبہ کردار بنانے کی کوشش کی تو میں کچھ اٹھا کر تمہارے سر میں مار دوں گی۔ اور جو تماشا کر کے پورے سٹاف سے تمہیں پٹواوں گی وہ الگ۔۔۔ نکل جاو یہاں سے"

سونم نے اسے حتمی طور پر وارننگ دی جبکہ غصے اور بناناشتہ ہی مشن پر آنے کی وجہ سے عصر کو لگا اسکی دنیا گھوم سی گئی ہو، اپنی طرف سے وہ سونم کی طرف بڑھا پر شدید سر چکرانے پر لڑکھڑایا ہی جب سونم نے آگے بڑھ کر اسے دھکا دیتے صوفے کی جانب گرایا اور موقع غنیمت ملتے ہی وہ آفس سے نکل کر بھاگی اور پہلی کال موساب کو ہی کی، وہ اس وقت ملک ہولڈنگز پہنچا تھا، سونم کی کال دیکھتے ہی فوراً اپنے آفس میں انٹر ہوتے پک کی۔

"وہ سب جانتا ہے سر، اسے سب پتا تھا۔ اس کے پاس میری اور عاصم کی وہ وڈیو تھی جو میں نے وولف کو دی۔"

سونم کی آواز کپکپا رہی تھی جبکہ یہ سب سنے موساب بھی الرٹ ہوا۔

"کون ہے وہ؟ نام پتا۔۔۔ وولف کا کوئی ساتھی؟ یا عاصم کا کوئی خیر خواہ؟"

موساب کو بھی فکر ہوئی، الٹا اسے اپنی گردن گھٹتی محسوس ہوئی۔

"نہیں جانتی میں لیکن بڑی مشکل سے جان چھڑوا کر آئی ہوں۔ میرا یہاں اب کام کرنا خطرے سے خالی نہیں۔ مجھے بتائیں میں کیا کروں؟"

وہ ابھی تک بہت ڈری تھی جبکہ سونم کا وہاں کام کرنا ابھی موساب کے لیے اہم تھا، اسے عرشیہ پر نظر رکھوانی تھی۔

"تم ابھی وہیں کام کرو۔ اس آدمی کی تصویر بنا کر بھیج دو مجھے۔ میں پتا کرواتا ہوں کون ہے۔ جب تک وہ جیم سے نکل نہ جائے تم سامنے مت جانا۔ اور تمہیں کسی سے ڈرنے کی ضرورت نہیں۔ میں دیکھتا ہوں یہ معاملہ۔"

موساب نے اسے سرسری سی ہدایات کیں اور رابطہ توڑا جبکہ دس منٹ بعد سونم نے تصویر کی نیت سے ہمت پکڑ کر واپس جیم کا رخ کیا مگر تب تک عصر کو جیم کئیر ایریا میں لے جایا گیا تھا، وہ بھی وہیں چلی گئی مگر اندر جانے کا اسے موقع نہ ملا کیونکہ اندر فجر اور اسکا سٹاف عصر کو دیکھ رہے تھے، جسکا پہلے شدید بی پی ہائی ہوا پھر ساتھ ہی اس قدر لو ہو گیا کہ اسکی آنکھوں کے آگے اندھیرا آ گیا تھا، یہ تو سٹاف نے بروقت دیکھ کر ڈاکٹر فجر کو اطلاع دے دی ورنہ کچھ سنگین بھی ہو سکتا تھا۔

عصر کو غصہ سوٹ نہیں کرتا تھا تبھی جناب ایکسٹرا کول بوائے رہتے تھے، بہر حال ڈاکٹر فجر نے اسکو بروقت ٹریٹ کیا تھا، IV fluids دیے

تھے جس سبب وہ اب ہوش میں محسوس ہو رہا تھا، لیکن عصر صاحب کا سر ابھی تک گھوم رہا تھا۔

"آپ اپنا نام بتائیں اگر یاد ہے تو؟"

فجر کی شکل جناب کی دھندلی آنکھوں میں صاف شفاف ہوئی تو عصر کے ہوش بھی مکمل لوٹے۔

"ع۔۔ عصر۔ عصر زمان۔ میں کہاں ہوں۔۔؟"

وہ ہوش میں تھا جبکہ اسکے نام کو سنے وہ چھوٹی سی کیوٹ اور پیاری سی ڈاکٹر تسلی سے بھرا مسکرائی کہ چلو مریض کے حواس تو لوٹے۔

"آپ کا بی پی پہلے ہائی ہوا پھر نیچلے درجے تک ساتھ ہی گر گیا تھا مسٹر عصر جس سبب آپ چکرا کر گر گئے تھے عرشیہ میم کے آفس میں۔ اب آپ کیسا محسوس کر رہے ہیں؟"

وہ اسکا آخری معائنہ مکمل کرتی تھوڑے فاصلے پر رک کر عصر کی جانب دیکھنے لگی، اسکے بیج پر لکھا "فجر جبرئیل" پڑھ کر اک لمحہ عصر کو لگا بہن کی دعا لگ گئی، کیا اسکے سامنے اسکی خوابوں کی شہزادی تھی؟ جناب کے سارے ہوش ہوا بن کر جسم میں واپس لوٹے۔

"اس عورت نے میرا اتنا دماغ کھایا کہ کیا بتاوں۔ خدا کی پناہ! ہزار بدزبان مرے ہوں گے تو وہ پیدا ہوئی ہو گی۔ پلاسٹک کی دکان۔ اچھا کیا تھا عاصم نے اسے مار کر۔"

وہ پھر سے اپنا بی پی بڑھانے کو بڑبڑانے لگا پر اسکی باتیں فجر کو مزاق لگیں تبھی وہ چھپا سا مسکرائی۔

"اب آپ ٹھیک ہیں تو جا سکتے ہیں۔ بس ٹنشن اور پریشانی سے دور رہیے گا۔"

وہ یہاں دافائیر لیڈی کے کیئر ڈیپارٹمنٹ کی ہیڈ تھی، جبکہ عصر نے مسکرا کر اٹھے ڈاکٹر فجر کے کمرے سے نکلتے خود بھی پیچھے دوڑ لگائی، نمبر لینا تو بنتا تھا اپنی مسیحا کا۔

"سنیں چار فٹیا لڑکی! میرا مطلب ڈاکٹر صاحبہ"

وہ اسے پکارنے پر زبان پھسلنے کو روک نہ سکا، جبکہ فجر کا غصے سے منہ کھل گیا، پانچ فٹ سے دو انچ ہی تو کم تھی وہ بچاری۔

"بدتمیز انسان! ایسے کسی کو پکارتے ہیں۔ آپ کو کسی نے مینرز نہیں سیکھائے۔ اور آپکی معلومات کے لیے بتادوں میرا قد چار فٹ دس انچ ہے۔"

وہ اپنے قد کے لیے اتنی ٹچی تھی کہ اپنا نرم و مہربان پروفیشن بھولے پھاڑ کھانے پر آگئی، عصر نے لبوں کے بیچ امڈتا قہقہہ دبایا ورنہ ڈاکٹر صاحبہ سے ایک آدھ چماٹ کھا بیٹھتا۔

"معافی چاہتا ہوں آپ غصہ نہ ہوں۔ آپکا قد تو واقعی آئیڈل ہے۔ میری مجال جو میں اس پر حرف اعتراض ادا کروں۔ بس وہ میری زبان پھسل گئی"

وہ اسکی معصومیت سے بھری ناراضگی پر ہی فدا ہوا فوری معذرت پر اترا، اب جب انیس صاحب پار لگنے کے آس پاس تھے تو قدرت کی طرف سے تھمائی یہ فجر جکڑنے کا عصر میاں کو بھی برابر خیال آیا، پھر وہ عصر کے مقابلے میں تھی بھی اتنی سی کہ وہ مٹھی میں اسے با آسانی دبوچ لیتا۔

" کبھی آپ پھسل جاتے ہیں کبھی زبان۔ زرا محتاط رہا کریں۔ بہر حال آپ عرشیہ میم کے اگر مہمان ہیں تو یہ بد تہذیبی معاف ہو سکتی ہے پر اگر نہیں ہیں تو تشریف لے کر جا سکتے ہیں۔ ان سے ملنا ہے تو انکے گھر جائیں۔ وہ لیو پر ہیں۔"

وہ اپنی بات برہمی سے کہے وہاں سے چلی گئی جبکہ عصر کی کیوٹ سی نمبر لینے کی حسرت تو بیچ میں ہی رہ گئی پر پھر یہ خیال کے وہ تو یہاں کی اونر کا لاڈلہ بھائی بن چکا ہے، عصر میاں کے سوئے ارمانوں کو انگڑائی کے ساتھ جگا گیا۔

لیکن پھر اس سونم فسادن کا سوچے وہ ابھی یہ اپنی نئی نئی عاشقی معشوقی بھول کر جیم سے نکلا تاکہ اب اس منحوس جھوٹی عورت کو باہر گاڑی میں بیٹھ کر آبزرو کرے اور جیسے ہی وہ آج نکلتی، عصر اسے دبوچ لیتا اور اس سے سونم پلس فاطمہ صاحبہ بے خبر تھیں۔

عصر نے جیم سے نکل کر ہی سینڈوچ اور کوفی آرڈر کر دی جبکہ واپس آکر بلڈنگ کے گیٹ سے باہر کھڑی گاڑی میں بیٹھ کر سونم کے نکلنے کا انتظار کرنے لگا، جب گھی سیدھی انگلی سے نہیں نکل رہا تھا تو یقیناً اب انگلی ٹیڑھی کرنی ضروری تھی۔

.._____..

وہ نو بجے تک اٹھ کر فریش ہوئے، کچھ دیر کی کسرت کر کے لوٹا پھر اس نے ناشتہ بنایا، جبکہ کچھ کام تھا تو مہویر نے منائم کے اٹھنے تک وہ نمٹانے کو لیپ ٹاپ لے کر بیٹھے ساتھ انیس کو کال کی جو جیم کے بعد ہوسپٹل چلا گیا تھا کیونکہ آج اسکے ویسے بھی سٹیچیز نکلنے تھے، اندر تک زخم ہیل ہو اس کے لیے اسے ڈاکٹر نے کچھ میڈیسن بدل کر دی تھی جسے وہ ہوسپٹل کے ڈسٹ بن میں ہی پھینک چکا تھا، دوائیاں کھانے کا اسکا بلکل موڈ نہ تھا، اور ضدی تو جناب بلا کے تھے۔

انیس نے ویسے بھی اسے کال کرنی ہی تھی تا کہ آج اسے عاصم کے خلاف کچھ بھی کرنے سے منع کر سکے۔

"عصر کو کام دیا ہے، جب تک وہ اسے مکمل نہیں کرتا، تم کچھ الٹا نہیں کرو گے۔ جا کر اپنے زخمی سالے کی عیادت میں دن گزارو اپنا۔ سمجھ گئے؟"

انیس نے ہوسپٹل کی بلڈنگ سے باہر نکلتے حکم دیا تھا، اسکارخ اپنی گاڑی کی طرف تھا مگر انیس کو لگا جیسے کوئی اسے دیکھ رہا ہے، اسی سبب انیس نے گاڑی کا ڈور کھول کر پکڑے ارد گرد اک محتاط نظر دوڑائی لیکن بظاہر اسے کوئی نظر نہ آیا۔

"وہ مر جاتا علوی تو میں کیا کرتا؟"

مہویر کا لہجہ اب تک ڈر سے اٹا تھا۔

" تبھی کہتے ہیں جوش میں بھی ہوش نہیں کھونا چاہیے۔ میں تمہیں عاصم المیر ملک کے معاملے میں بھی ایسے پچھتاوے سے بچانے کی کوشش کر رہا ہوں۔ فی الحال اپنی توجہ بیوی اور اسکی فیملی پر دو۔ باقی سب بھول جاو۔"

انیس نے ارد گرد اک نگاہ دوڑائی اور اپنی لینڈ کروزر میں سوار ہو کر گاڑی سٹارٹ کیے نکالی جبکہ مہویر کی لیپ ٹاپ پر ساتھ کام کرتے جو مسکراہٹ ہونٹوں پر پھیلی وہ نہ دیکھ کر بھی انیس نے بھانپ لی تھی۔

"ہمم۔تُونے اچھا نہیں کیا میرا کمرہ سجا کر علوی"

مہویر کا مسکراتا شکوہ وہ ڈرائیونگ کرنے کے بیچ سنے مغرور ہوا۔

"کیوں؟ کیا ویسٹ چلی گئی میری محنت؟"

انیس نے جیسے انجان بننے کی حد کر دی، مہویر کے قہقہے کی مدت بعد آواز سن کر انیس کو ایسی راحت ملی جسے وہ بیان نہ کر سکتا تھا۔

"تیری محنت رنگ لائے گی علوی۔ ویسٹ کہاں گئی ہے۔ مت پوچھ۔ میں تیرے ایسے دنوں کی فجر کی نماز پڑھ کر دعا کرتا رہا ہوں آج۔ دیکھ اپنے اس کمینے یار کا باہر ابل ابل کر گرتا تیرے لیے کنسرن"

مہویر کی یہی بری بات تھی کہ وہ الٹا انیس کو دبوچ لیتا تھا جبکہ انیس کے چہرے پر آتی گھبراہٹ بتا رہی تھی مہویر نے ٹھیک نشانے پر تیر پھینکا ہے۔

"نماز پڑھی تم نے؟ سچ میں؟"

علوی کے وہ اسی سوال کا منتظر تھا۔

"ہاں یار۔ آنکھ کھلی تھی تو سوچا پڑھ لوں۔ بس ثواب کمانے کا دل چاہ رہا تھا۔ پر ساری دعائیں تیرے لیے مانگ لیں۔ اپنی یاد ہی نہیں رہی مجھے"

مہویر نے جیسے ڈرامائی افسوس سے بتایا۔

"تمہیں اپنی یاد تب بھی نہیں رہی تھی جب میں مر رہا تھا، اور تم بھی شدید زخمی تھے۔ کہتے ہیں دوستی کو آزمانا نہیں چاہیے لیکن تب قدرت کی طرف سے تمہاری آزمائش ہوئی اور تم پاس ہو گئے۔ بس یہی وجہ ہے میں تم سے نفرت نہیں کر سکا۔ نہ کر سکتا ہوں۔ دل بہت چاہتا ہے پر۔۔۔۔۔"

انیس کی آواز بولتے بولتے بھاری ہوئی تو مہویر نے بھی لیپ ٹاپ کی سکرین گراتے جیسے ساری توجہ ہی فون پار لٹا دی۔

"میں سچ میں اس لڑکی کی وجہ سے اپنے اک ایسے ورژن سے ملا جسکو آج سے پہلے کبھی تسلیم ہی نہ کیا تھا علوی۔ تجھے پتا ہے مجھے کیا محسوس ہوا کل؟ کہ

من چاہی عورت ملے نہ ملے اہم نہیں، پر ایسی عورت کا ملنا جو آپ پر فدا ہو، وہ من چاہی خواہش سے زیادہ سکون آور ہے۔"

مہویر کے اس تجربے کا وہ رزلٹ بھی بہترین چاہتا تھا۔

" تبھی کہا ہے اسے اپنا عادی کر لو۔ تم سے اسکا دور ہونا سہا نہیں جائے گا لکھ کر دیتا ہوں کیونکہ چاہنے سے زیادہ تسکین چاہے جانے میں ہے۔، بھلے تم نے اپنی محبت اک غیر مستحق اور ناشکری عورت پر ہی کیوں نہ ضائع کر دی ہو پر تمہارے اندر منائم ملک کے حصے کی چاہ بھی کہیں ضرور چھپی ہو گی، کیونکہ وہ کہتے ہیں ضائع ہمیشہ فالتو چیز اور جذبے ہی ہوتے ہیں۔ جو انس تم نے اس فاطمہ پر لٹایا وہ ضائع ہونے کا ہی حقدار ہو گا"

انیس غانم علوی سے جلی کٹی، زندگی کی تلخ حقیقت تو وہ امید کرتا تھا پر ایسی محبت شناس باتیں نہیں، تبھی تو مہویر کو اس پر پیار سا آیا۔

"تجھے بھی چاہیے جانے کی ہوا تو نہیں لگ گئی علوی؟ بدلے بدلے سے میرے سرکار نظر آتے ہیں۔ تین راتوں کی مار نکلا میرا یہ سخت لونڈا"

وہ انیس سے اب بس پٹنے کے کام کر رہا تھا، انیس نے بے قرار ہوتے اس پار بیٹھے خبیث کو دل ہی دل میں کوسا۔

"تمہاری بکواس شروع ہو گئی ہے تو میں کال بند کرتا ہوں۔ بس جو سمجھایا ہے اس پر عمل کرنا۔ بائے"

انیس کے پاس فرار کی راہیں ہمیشہ موجود تھیں اور ابھی بھی جناب نے انکا بھرپور استعمال کیا، جبکہ مہویر کی مسکراہٹ آہٹیں متاثر کر گزریں جب وہ شرمیلا سا چہرہ لیے مسکراتی ہوئی مہویر کے پاس آکر بیٹھی اور مہویر کے گود سے لیپ ٹاپ ہٹانے کی دیر تھی کہ وہ اسکے سینے کی اور سرک کر بیٹھے مہویر کے سینے میں چہرہ چھپا گئی۔

"اٹھ گئی ہو تم؟ بال ٹھیک سے ڈرائے تو کر لیتی"

مہویر اسکی یہ شرم وحیا کل مس کر چکا تھا لیکن آج وہ اسے بھرپور اپنے رنگ دیکھانے والی لگ رہی تھی۔

"ب۔بازو تھک جاتے ہیں میرے، تبھی جتنے ہوئے کر لیے۔مجھے سوری کرنا تھا آپ سے"

وہ روہانسی ہو کر بولی جبکہ سوری پر مہویر نے اسے پکڑ کر اسکا چہرہ اوپر کیا۔

"کیا ہر رات مجھ پر حملے کرنے کے بعد اگلا پورا دن صبح سے شام تم یونہی سوری کی گردان کیا کرو گی؟"

وہ بہت سنجیدگی سے منائم سے پوچھ رہا تھا جسکا چہرہ ایسے سوال پر اور گلاب ہوا۔

"کیا ہر رات ایسی ہی ہو گی ہماری؟"

وہ ابھی تک بے یقین اور محبت سے بھری تھی کہ مہویر نے اپنا سر تھام لیا۔

"میرے خدا مجھے صبر دے۔ ناشتہ لگاتا ہوں۔ اسکے بعد ہمیں ہوسپٹل جانا ہے۔ خضر کے کانسرٹ میں چھوٹا سا حادثہ پیش آگیا تھا۔ اسکی تھوڑی بازو زخمی ہوئی ہے۔ لیکن پریشان ہونے کی ضرورت نہیں وہ ٹھیک ہے۔"

یہ سب سنے منائم کا چہرہ یکدم سپید پڑا، وہ بہت زیادہ افسردہ ہوگئی۔

"میرے بھائی۔۔ میرے بھائی کو چوٹ لگی ہے۔ تو مجھے جگا دیتے ناں ہم صبح صبح جاتے۔ مہویر وہ واقعی ٹھیک ہیں ناں؟ میں انکے پاس نہیں تھی تو وہ زخمی ہوگئے"

وہ شدید غمزدہ ہوکر خود کو قصور دینے لگی۔

"ہاں اتنی تم سپائڈر وومین جو اسکے اور تکلیف کے بیچ آجاتی۔ کہا ہے پریشان مت ہو۔ میری بات ہوگئی تھی۔ ابھی ناشتہ کرکے نکلتے ہیں۔ تم اسکے ساتھ رہ لینا آج۔ ضروری ہوا تو اسے یہیں لے آئیں گے۔ اکیلا نہیں چھوڑیں گے"

مہویر نے اسکی اداس آنکھیں دیکھتے زرا نرم و ملائم لہجے میں تسلی دی پر وہ خضر کے فوراپاس جاناچاہتی تھی تبھی اسکی پریشانی کم ہو پاتی۔

"نہیں میں انکو دیکھ لوں پھر ہی سکون آئے گا۔مجھے بھوک نہیں مہویر چلتے ہیں۔ہم وہیں کچھ کھالیں گے۔اٹھیں چلتے ہیں"

وہ اسکے حصار سے نکل کر نا صرف اٹھی بلکہ مہویر کا ہاتھ دونوں ہاتھوں میں تھام کر اسے بھی اٹھانے کی ناکام کوشش کی۔

"تو جو میں نے ناشتہ بنایا وہ ویسٹ ہو جائے گا۔اور تم پھر سے چکرا کر گر گئی تو میری عزت کا تو جنازہ نکل جائے گا ناں۔دس منٹ لگیں گے ناشتہ کرنے میں، میں کوئی رسک نہیں لے سکتا"

وہ اسکے ہمراہ اٹھا مگر اسکے اصرار پر منائم نے اداس سی مسکراہٹ لیے مہویر کو دیکھا اور مان گئی، ناشتہ ان دونے دس منٹ میں مکمل کر لیا تھا، پھر منائم نے چینج کیا، چارکول گرے ڈینم لوز پینٹ کے ساتھ براون سوئٹر جبکہ کوٹ

بھی براون ہی تھا، شوز پہنے وہ جب تک ریڈی ہو کر کمرے سے نکلی، مہویر بھی اپنا کوٹ پہنے لیوئنگ ایریا میں ٹہلتا ہوا اسی کا منتظر تھا۔

"چلیں مہویر"

وہ اپنے بال دونوں ہاتھوں سے سمیٹ کر مہویر کی جانب آئی جس نے اسکے کوٹ کی جیب کے کنارے اٹکا بس گرنے کو تیار فون آگے بڑھ کر سنبھالتے جیب کے اندر کیا تو مہویر کے قریب آنے پر منائم کے ہاتھ سے اسکے بال پھسلتے اسکے چاروں اطراف پھیل گئے، ہاتھ میں ہیر ایلاسٹک موجود تھا۔

"تم سے تو نہ فون سنبھالا جاتا ہے نہ بال سنبھالے جاتے ہیں۔ کیا ہر چیز کا مجھے دھیان رکھنا ہو گا؟"

وہ اسکے ہاتھ سے ہیر ایلاسٹک اپنے ہاتھ میں لے کر کلائی پر چڑھاتا اسکے عقب میں ہوا اور منائم کے ابھی بھی اندر اندر سے نم محسوس ہوتے بال

اپنے ہاتھوں میں اچھے سے سمیٹ کر قید کیے، وہ محسوس کن خوشبو کے حصار میں مبتلا بدحواس تھی کہ کیا جواب دے۔

"دھیان رکھنا کیا اتنا مشکل ہے مہویر، بس تھوڑی سی توجہ ہی تو چاہتی ہوں آپ سے"

وہ سرگوشیانہ انداز میں بولی تو مہویر نے اسکے بالوں میں ٹیل پونی کی طرح وہ ہیر ایلاسٹک لگا کر اسکے بالوں پر ہاتھ پھیرے پکڑ کر منائم کو اپنے سامنے کیا تو وہ دم سادھ کر اسکے جواب کو چاہ رہی تھی۔

"تھوڑی سی؟ دو دن سے تم میری تمام تر توجہ کا مرکز بنی ہوئی ہو منائم ملک"

وہ اسکے چہرے کی بہار دیکھ کر حیران تھا کہ وہ دو دن میں کتنی بدل گئی، اسکی آنکھوں میں دور دور تک کوئی مایوسی یا تکلیف مہویر کو تلاشنے پر بھی نہ مل رہی تھی۔

"یہ میری کتنی بڑی خوش قسمتی ہے، آپکو کیا پتا۔"

وہ اپنے ہونٹوں کو لگ بھگ اک انچ کے فاصلے پر رکھ کر بولی تو مہویر نے تھوڑا فاصلہ بنایا ورنہ کوئی سنگین حادثا ہو جاتا۔

"بس کر دو اب منائم، تم سچ میں ناقابل یقین ہو۔ دیکھو یہ جو کچھ ہو رہا ہے یہ بلکل ٹھیک نہیں۔ اسکے نتائج کتنے سخت آسکتے ہیں کیا تمہیں احساس نہیں۔ میں نہیں چاہتا تم مجھ سے کسی مجبوری کی وجہ سے بندھ کر رہ جاو۔ بات سمجھ رہی ہو میری؟"

وہ اسکا چہرہ جبڑے سے ہولڈ کرتا جیسے اسے اس عشق معشوق کے خمار سے نکالنے کی کوشش میں تھا، اور منائم کی آنکھوں میں آجاتی نمی پر مہویر نے بے ارادہ ہی اپنے ہاتھ کی گرفت نرم کر دی۔

"زیادہ سے زیادہ کیا ہی برے نتائج ہوں گے؟ کیا آپ کسی زنجیر میں قید ہو جائیں گے اسکا ڈر ہے۔ یاد رکھیں انسان جس چیز سے ڈرتا ہے اکثر وہی ہو جاتی ہے۔ ابھی آپ جس سے ڈر رہے ہیں وہی ہو گا لکھوالیں۔ پھر آپ کا

اگلا ڈر ہو گا کہ منائم چھوڑ دے گی، اگر ایسے ڈر پالتے رہیں گے تو مجھے کھو دیں گے مہویر۔ اور میں نہیں چاہتی آپ منائم نامی یہ محبت کا جہاں کھو دیں۔ ایسا وقت ہر انسان پر آتا ہے جب اسے چاہنے والوں کے قحط کا سامنا کرنا پڑتا ہے، ایسے سخت وقت کے لیے ہی مجھے سنبھال لیں۔"

وہ اسکے ہاتھ کو دونوں ہاتھوں میں دبا کر اپنی گرم جوش محبت کا سحر ایک بار پھر آنکھیں ملا کر مہویر پر پھونک رہی تھی جو بے بس نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"کیسے سنبھالوں؟"

مہویر کی جیسے زندگی کی سب سے بڑی انسیکیورٹی یہی رہ گئی تھی، منائم کے لبوں پر مسکراہٹ کا مہکا سا لمس جگا جسے وہ مہویر کی سانسوں میں گھول گئی تھی، وہ اپنی محبت کے ایسے مظاہروں سے مہویر کی جان عذاب میں ڈالتی تھی پر ابھی جب وہ اسکے سینے لگی تو مہویر کو وہ عذاب، اپنی تابناکی گھٹاتا

محسوس ہوا، اک گہری سانس مہویر کے ہونٹوں سے الگ ہو کر کمرے کی فضا میں تحلیل ہوئی۔

"میرے ساتھ کوئی ڈر مت جوڑیں، بس ایسے ہی آپ مجھے سنبھال سکتے ہیں۔ مجھے آپ جتنے ملیں کم ہیں۔ مجھ سے ایسے اکتایا مت کریں کہ میں اللہ سے شکوہ کر بیٹھوں، یہ شکوہ کہ کیوں بھر دی مجھ میں آپکی محبت اور خواہش، اک ایسے شخص کی جس نے مجھے اپنا تو بنالیا پر ابھی تک محبت سے اک بار بھی نہیں چھوا۔ جیسے میں اک ذمہ داری ہوں پر چاہت و خواہش نہیں۔ میرا نقصان تو سوچیں کہ اگر مجھے زندگی بھر آپ کی خواہش و چاہت بننے کا شرف نہ ملا تو کس قدر خالی رہ جاوں گی میں۔ پر اس خالی رہ چکی لڑکی کو کوئی گلٹ پھر بھی نہیں ہو گا، میں نے آپکو تو محبت سے بھر دیا ہو گا ناں، دوسروں کو محبت سے بھرنے والوں کو اپنا خالی دامن نظر نہیں آتا مہویر میثاق"

وہ اسکے جذبات کی شدت، الفاظ کی سنگینی اور لہجے کی گہرائی پر کتنے ہی لمحے دوسری سانس نہ بھر سکا، یہ کیسے یہ سب کہہ گئی تھی، کس نے اسے حق دیا کہ وہ خود کو مہویر میثاق کی بیوی ہوتے ڈی گریڈ کرتی۔

"تم کیسے کہہ سکتی ہو منائم کہ میں نے تمہیں اب تک محبت سے نہیں چھوا؟ معصوم ہو کر بھی کس قدر سفاک ہو تم۔ لڑکیاں ایسی ہی ہوتی ہیں۔ انھیں لگتا ہے جو وہ کرتی ہیں بس وہی محبت ہے، انکا تو سانس بھرنا بھی محبت ہے اور ہم مرد اپنا سب کچھ لٹا کر بھی یہی سنتے ہیں کہ یہ بس ہماری ضرورت تھی، ذمہ داری تھی اور شاید کبھی کبھی یہ بھی سننے کو ملتا ہے کہ ہوس تھی اور کبھی بس ہمارے جذبات ہمارا پاگل پن بن کر رہ جاتے ہیں۔ تم بھی دنیا کی باقی عورتوں جیسی خود غرض نکلی ہو۔ تم نے مجھے بھر کر بھی خالی کر دیا اور تمہیں اسکا احساس مجھے دلانا بھی نہیں۔ مجھے اپنا انجام معلوم ہے، یہ کہنا چاہیے کہ مجھے اپنی اوقات معلوم ہے"

وہ اسے خاموشی سے بنا جواب دیے پکڑ تا خود سے دور کر گیا، منائم سے وہ یہ سب نہ کہہ سکا بس گاڑی کی چابی، ہولڈر سے نکال کر دروازے کی طرف بڑھ گیا، وہ بھی اداس سی اسکے ساتھ گھر سے نکلی، گاڑی تک پہنچنے کے بیچ انکی کوئی بات نہ ہوئی، جب مہویر نے اسکے لیے کار کا پیسنجر سیٹ کا ڈور کھولا تو وہ کچھ دیر ہلکی ہلکی دھوپ کی تمازت میں رکی مہویر کے سرد و سپاٹ تاثرات سے بھرے چہرے کو دیکھنے لگی۔

"مہویر! کیا آپکو م۔ میری کوئی بات بری لگی؟"

وہ شدید افسردہ ہو کر اسکے دونوں مضبوط ہاتھوں کو اپنے مرمریں ہاتھوں میں قید کیے بمشکل آواز بھرنے سے روکتی بولی۔

"نہیں مجھے تو تم پوری بری لگتی ہو۔ بات پر اتنا فوکس نہیں کیا۔ بیٹھو تمہیں ہوسپٹل ڈراپ کروں۔ تمہارا بھائی ویٹ کر رہا ہو گا"

وہ سخت اجنبیت پر اتر کر جب بولا تو منائم کی آنکھوں میں نمی آنے لگی جیسے کچھ شدید چبھا ہو۔

"اب بھی بری لگتی ہوں؟ اتنا سب ہونے کے بعد بھی م۔ مہویر۔؟"

وہ اسکا پھیرا چہرہ ایک ہاتھ سے پکڑ کر اپنے سامنے کیے منمنائی تو مہویر نے اسکا چہرے کو چھوتا ہاتھ پکڑ کر خود سے دور کیا، اور اسکے دوسرے ہاتھ سے اپنا ہاتھ بھی چھڑوایا۔

"ہاں جب اتنا سب ہونے کے باوجود بھی تمہیں لگتا ہے میں نے یہ دو دن تمہیں محبت سے نہیں چھوا تو مجھے بھی تم شدید زہر لگ رہی ہو۔ تم مجھے کس قسم کا انسان سمجھی ہو منائم یہ جان کر میری وہ آنکھیں کھل گئیں جو کل بند ہو گئی تھیں۔ اب یہ کھلی ہی رہیں گی۔ اس وقت میرا رو کر دماغ گمانے کی ہرگز ضرورت نہیں۔ جانا ہے تو بیٹھو ورنہ تمہاری مرضی، جو دل ہے کرو"

وہ اسکے لیے دروازہ کھولتا کھردرے اور غضبناک لہجے میں اس پر اپنی بات واضح کیے جا کر ڈرائیونگ سیٹ سنبھال کر بیٹھا تو منائم نے بھی گہرا سانس بھرے اپنے آنسو صاف کیے اور بیٹھ کر کار ڈور بند کیے اپنا سیٹ بیلڈ فکس کرنے لگی۔

"میرا و۔۔وہ مطلب نہیں تھا مہویر"

وہ اسے تپا دیکھ کر آہستگی سے اپنا ہاتھ مہویر کی ران پر رکھ کر سہلائے بولی۔

"ہاتھ ہٹاو یہاں سے ورنہ توڑ دوں گا منائم۔"

وہ یوں کاٹ کھانے کو دوڑا جیسے منائم کا چھونا اسے کرنٹ دے گیا ہو، منائم نے ڈر کر اپنا ہاتھ ہٹایا تو مہویر نے ساتھ ہی گاڑی سٹارٹ کرے بلڈنگ کے گیٹ سے نکالی لیکن وہ جانے انجانے میں مہویر کا موڈ سخت بگھاڑ چکی تھی اسکا منائم کو احساس بھی تھا۔

.._____..

وہ آدھے گھنٹے کے لیے مال گئی تھی، اسے انیس اور عدین کے لیے کچھ گفٹ لینا تھا، عدین کے لیے تو اس نے پہلے بھی بہت سے گفٹس لیے تھے مگر انیس کے لیے وہ پہلی بار کچھ خرید کر لائی تھی جو ابھی سیکرٹ تھا، اس نے انیس کا گفٹ اسکے روم میں جا کر سائیڈ ٹیبل پر رکھ دیا تھا، پھر وہ دس بجے تک نیچے آئی تو عدین کو جگانے کا خیال سوچے وہ اسکے کمرے کی طرف گئی، عدین کا گفٹ بھی اسکے ہاتھ میں تھا۔

"ڈسٹرب نہ ہو جائے عدین"

عرشیہ نے آہستگی سے ڈور ناب گما کر اندر جھانکا تو وہ بستر میں لیٹا ہی سوئے سوئے انداز میں اپنا فون دیکھ رہا تھا، ایسا لگ رہا تھا وہ ابھی اٹھا ہے۔

"گڈ مارننگ عدین۔ میں اندر آسکتی ہوں؟"

عرشیہ کی مسکراتی آواز اور اجازت طلبی پر وہ فون سے توجہ ہٹائے اٹھ کر بیٹھا اور سر ہلایا جس سبب وہ مسکراتی ہوئی کمرے میں آئی، عدین نے اسے دیکھتے ہی اپنا فون اک طرف رکھا۔

"تھینکیو میرے ساتھ جانے کے لیے۔ تم نے مجھے بہت خوشی دی ہے۔ تم اس ٹرپ کو ہمیشہ یاد رکھو گے عدین"

وہ اسکے پاس ہی بیٹھے اسکی گال نرمی سے پکڑ کر سہلاتی عدین کو جن شفقت بھری نظروں سے دیکھ رہی تھی عدین انھیں جھٹلا نہیں سکتا تھا۔

"ہوپ سو۔ تھینکیو کی ضرورت نہیں۔ بس میرا اچانک موڈ بن گیا۔ بھیو کا کیا پلین ہے؟"

وہ اسے تکلف سے فوری نکال گیا۔

"ہاں وہ بھی جا رہا ہے، تمہاری وجہ سے۔ کیونکہ تم اسکی جان جو ہو۔"

عرشیہ کو اسکی حساسیت سے شدید والا پیار ہو رہا تھا کہ وہ انیس کی فکروں میں کیسے دھت رہتا ہے۔

"وہ میری جان زیادہ ہیں۔ آپ انھیں کبھی چھوڑیں گی تو نہیں؟"

عدین نے یہ سوال اچانک پوچھا جسکی عرشیہ کو بھی ہرگز امید نہ تھی، تبھی وہ کچھ لمحے چپ ہو گئی۔

"نہیں چھوڑوں گی"

وہ فوراسے اسکی آنکھوں میں ہلکورتی بے چینی دیکھے بولی تو اسے لگا عدین کی ابھی بھی تشفی نہیں ہوئی۔

"سوچ لیں، اگر آپ نے انھیں چھوڑا، ایون چھوٹی سی تکلیف بھی دی تو میں آپ سے نفرت کرنے پر مجبور ہو جاوں گا۔ اور کبھی زندگی بھر آپکی شکل نہیں دیکھوں گا، ایون بدعائیں بھی دوں گا"

وہ اس معاملے میں کسی لچک کے حق میں نہ تھا، عرشیہ کو عدین سے اس لمحہ خوف سا آیا کہ یہ بچہ اتنی بڑی باتیں ایسے ہی کر گزرتا ہے جو اگلے کا دل کپکپاہٹ میں جھونک دیتی ہیں۔

"تم پلیز میرا دل تو مت دہلاو، میں ایسی نہیں ہوں عدین جیسی تم مجھے سمجھ رہے ہو۔ میں رشتے ایک بار ہی بنانے کی قائل ہوں، کبھی انکے ٹوٹنے کی چاہت نہیں کر سکتی نہ اس حق میں ہوں۔ مجھے ہر چیز ہمیشہ کے لیے ہی چاہیے، جیسے اگر تم میرے دوست بنو تو میں چاہوں گی آخری سانس تک کے لیے بنو، جس طرح وہ میرا ہسبنڈ بنا ہے تو میں چاہتی ہوں وہ ہمیشہ رہے۔ تم مجھ پر یقین کر کے تو دیکھو، میں تمہارا یقین توڑنے سے پہلے مرنا پسند کروں گی۔"

وہ اسے تکلیف دینا نہیں چاہتا تھا پر عدین کو ایسا لگا جیسے اسکے الفاظ سخت ہوئے ہیں اور وہ لڑکی بھی اسے اپنی طرح دل کی کمزور محسوس ہوئی، عدین

نے اپنا ہاتھ بڑھا کر عرشیہ کی گال پر بے خبری میں بہتا آنسو پونچھا تو وہ اسکا وہی ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر اسے نرم نگاہوں میں لے گئی۔

"میرا مقصد آپکو ہرٹ کرنا نہیں تھا، یہ میری بھیو سے محبت کی شدت ہے۔ میں انکے بنا نہیں جی سکتا۔ وہ میری دنیا ہیں۔ میں ایسے کسی انسان کو پیار نہیں کر سکتا جو میرے بھیو کی تکلیف بنے۔ آپ پلیز اداس نہ ہوں"

وہ عرشیہ کے خلوص، اسکے دل کی سچائی اسکی آنکھوں سے جان رہا تھا، وہ مسکرائی اور عدین کا گفٹ اسکے ہاتھ میں پکڑایا۔

"نہیں ہوتی اداس، تم نے میرے پچھلے گفٹس پتا نہیں سنبھالے یا پھینک دیے پر میں پھر سے کچھ لے آئی۔ Wireless Gaming Earbuds ہیں یہ۔ لیٹسٹ کولیکشن تھی تو میں نے تمہارے لیے خرید لیے۔ تمہیں گیمنگ کرنا پسند ہے تو اس سے تمہیں بہت مزہ آئے گا۔"

وہ ایسے ائیر بڈز ہی تو ڈھونڈ رہا تھا، عرشیہ کی گفٹ چوائز دیکھے وہ ہلکا سا مسکرایا یہ اسکی پسندیدگی کا ثبوت ہی تھا۔

"یہ میں لینے کا سوچ رہا تھا۔ تھینکیو۔ اور آپکے سارے گفٹس میں نے سنبھال لیے تھے۔ میں کسی کا تحفہ نہیں پھینکتا۔"

وہ اسکی سعادت مندی پر اسکے بکھرے بال پیار سے سنوار گئی تو عدین نے بھی اسکا گفٹ اک طرف رکھے اپنی توجہ عرشیہ پر دی۔

"میں کوشش کروں گی تمہاری بھابھی نہیں، بہن اور ماں بن کر رہوں۔ تمہیں میری جانب سے ہمیشہ پیار، شفقت اور اپنائیت کا احساس ہی ملے۔ کچھ بھی برا لگے تم میرے منہ پر کہنے کا حق رکھتے ہو۔ میں اور تم مل کر انیس کا ہمیشہ خیال رکھیں گے۔ بس تم کبھی مجھے غلط مت سمجھنا۔ میں جیسے بھی یہاں آئی لیکن ان تین دنوں میں ہی یہ مینشن میرا ہوم بن گیا ہے۔ اور تم جانتے ہو عدین، ہوم کیا ہوتا ہے؟"

عدین کی عرشیہ کے لیے نرمی بتا رہی تھی وہ بھابھی کو آپروو کر چکا ہے، شاید اسکے سچے اور معصوم دل کو عرشیہ کی سچائی نظر آگئی تھی۔

"کیا ہوتا ہے؟"

وہ ناسمجھی سے بڑبڑایا۔

"ہوم وہ ہوتا ہے جہاں ہم جیسے ہیں ویسے ہی کھل کر جی سکیں، جہاں ہم سے پیار کرنے والے ہماری تمام تر برائیوں اور اچھائیوں سمیت ہمیں قبول کریں، جہاں ہم بھی دوسرے کو اسکی مرضی، اسکی آزادی کے ساتھ سانس لینے کا اختیار دیں۔"

وہ اس سے خوبصورت ہوم کی تعریف کر ہی نہیں سکتی تھی، عدین کی مسکراہٹ بتا رہی تھی وہ یہ سن کر دلی طور پر پرسکون ہوا ہے۔

"آپ میرے معیار پر پوری اتر رہی ہیں۔ مجھے خوشی ہے۔ اگر آپکو میری دوستی اور میرا ساتھ چاہیے تو میری شرط آسان سی ہے۔ میرے بھیو کو ویلیو

دیں۔ میں ان میں جو بدلاو محسوس کر رہا ہوں اگر اسکی وجہ آپ ہیں تو جلد آپ بھی عدین علوی کے لیے اہم ہو جائیں گی۔"

وہ اپنے بھیو کا دیوانہ تھا، اور بات بھی اس سے کر رہا تھا جو تھوڑی سی دیوانی تو اس شخص کو پہلی نظر میں دیکھ کر ہی ہو گئی تھی۔

"مجھے اس دن کا شدت سے انتظار ہے۔ چلو اب اٹھو نہا کر تازہ دم ہو کر باہر آ جاو۔ انیس آنے والا ہو گا۔ سب مل کر ناشتہ کریں گے۔ ایک بھرپور فیملی بریک فاسٹ۔ اٹھو اٹھو ہری آپ"

وہ اپنی نرم سی محبت سمیٹتی اٹھ کھڑی ہوئی تو وہ بھی مسکراتا ہوا لحاف ہٹا کر اٹھا۔

"میں آتا ہوں"

عرشیہ نے اسکی فرمابرداری پر مسکرا کر اسے اوکے کہا اور کمرے سے نکلی تو واقعی بہت زیادہ خوش تھی، جیسے کوئی خزانہ پالیا ہو، تبھی اسکی نظر سیڑھیوں

کی طرف چڑھتے انیس پر گئی تو وہ بھی پیچھے ہی لپکی، وہ آچکا تھا، اب شاور لینے کے بعد چینج کرنے کا ارادہ بنائے اپنے کمرے میں آیا، انیس نے کمرے میں داخل ہوتے ہی اپنے بیڈ کے سائیڈ ٹیبل پر پڑا وہ گفٹ باکس دیکھ لیا تھا۔

"سڑو کو پتا نہیں گفٹ پسند آئے گا یا نہیں"

وہ دبے پیر پیچھے ہی لپکی اور انیس کے کمرے کا زرا سا دروازہ کھول کر اندر جھانکی جہاں وہ ہڈی اتار کر میٹرس پر پھینکتا، جھک کر وہ باکس اٹھا کر دیکھ رہا تھا۔

انیس نے وہ باکس اٹھا کر اس پر چڑھے گفٹ پیپر کو جس طرح وحشیوں کی طرح اکھاڑا، عرشیہ کا حلق تک کڑوا ہوا کہ کتنے پیار سے اس نے گفٹ پیک کیا تھا۔

"سڑو"

وہ منہ ہی منہ میں بڑبڑاتی ہوئی بنا آہٹ کیے دروازہ کھول کر اندر آتے دروازے کے ساتھ لگی منتظر تھی کہ وہ اس باکس کو کھولے، انیس نے گفٹ پیپر میٹرس کی طرف پھینکا اور وہ رولکس کی گھڑی کا باکس کھولا تو اندر چمکتی دمکتی فیکٹری بلیک ڈائمنڈ ڈائل والی مہنگی گھڑی اپنی خوبصورتی لیے اس باکس میں سجی تھی، عرشیہ نے چونکہ انیس کو سلور اور بلیک گھڑیاں ہی پہنے دیکھی تھیں تو اس نے انیس کے لیے یہی رنگ چنا تھا۔

"پسند آئی؟"

وہ یکدم چونک کر پلٹا تو وہ دونوں ہاتھ بیک پر باندھے ترچھی سی کھڑی آنکھیں مٹکاتی ہوئی انیس سے مخاطب تھی، انیس نے گھڑی اسکے باکس سے نکال کر اپنی کلائی میں پہن کر اسکو بند کرتے مغرور انداز میں اپنی کلائی پر سجتی دیکھتے کچھ خاص پسندیدگی کا تاثر نہ دیا، یہ الگ بات کہ پہلا تحفہ اپنی تمام تر دلکشی اور قیمتی احساسات کے ساتھ انیس کے دل میں گھر کر چکا تھا۔

"یہ کس خوشی میں؟"

وہ چلتا ہوا عرشیہ کی طرف آیا تو وہ دونوں ہاتھوں میں اسکی بازو تھامے اپنے تحفے کو سجتا دیکھ کر دل سے مسکرائی۔

"یہ تھینکیو گفٹ ہے، میرے ساتھ جانے کے لیے"

وہ اپنی تمام تر نرمی لیے بولی تو انیس نے اپنی شربتی آنکھوں میں اتر آتے پیار کر ہر ممکنہ سمیٹا۔

"اچھا۔ پہلے شرط لگاو، پھر شرط جیت کر سزا دو، پھر سزا منوانے کے بعد معصومیت کی حد کرتے شکریہ کا تحفہ دو۔ یہ کیسے رواج ہیں تمہارے ہاں؟"

وہ اپنے مزاج سے کیسے ہٹتا، کٹھور پن کی حد کرتے منہ بگاڑا پر وہ بھی تو عرشیہ المیر تھی۔

"ویسے نہایت ناشکرے ہو تم، گفٹ لے کر تھینکیو بولتے ہیں۔ نقطہ چینی کی مشین۔ لاو دے دو واپس مجھے میرا گفٹ۔ تم جلی کٹی کے لائق ہو"

وہ اسکی کلائی پکڑ کر اس سے پہلے اپنی دی گھڑی اتروا تی، انیس نے اپنا ہاتھ کھینچ کر دوسرا ہاتھ اسکی کمر میں لپیٹ کر عرشیہ کو زرا دور کرنے کے چکر میں اتنا قریب کر دیا کہ دونوں کے چہرے ٹکراتے ٹکراتے بچے، یہ نزدیکی واللہ ان دونوں کے لیے غیر متوقع تھی۔

"نہیں دوں گا۔ ایک بار جو دے دیا وہ واپس نہیں ملے گا۔ یہ اصول تم پر بھی لاگو ہے۔"

وہ اپنے لہجے کا استحقاق چاہ کر بھی دبا نہ سکا، عرشیہ نے اسکی بہت کچھ کہتی آنکھوں کو دیکھ کر سر ہلایا جیسے وہ اسکے بس میں ہو چکی ہو۔

"میں اپنا آپ کسی ناشکرے کو نہیں دینے والی۔ خیالی پلاو ہی بناتے رہنا۔ اور تم نے جس طرح اسکے گفٹ ریپر کو چیڑ پھاڑ کر اتارا ہے، قسم سے مجھے ڈر لگا۔ تم میرے ساتھ بھی ایسا ہی کرو گے اگر کبھی میں مل گئی"

وہ اسکے قریب سانس نہیں لے پا رہی تھی پر وہ اسے اپنے سینے لگائے کھڑا ایسی مشکل سے دوچار کیے ہوئے تھا اور اس پر انیس کو رتی برابر ملال نہ تھا، وہ اسے اتنے قریب ہی تو چاہیے تھی۔

"چیزوں اور انسانوں میں تمیز کرنا جانتا ہوں خاتون، تمہیں ڈرنے کی ضرورت نہیں۔"

وہ اسکی وحشی سی تسلی پر دگنا گھبرائی، اسکے سینے پر ہتھیلی رکھ کر فاصلہ سمیٹنا چاہا پر انیس نے اسے ناممکن سا بنا رکھا تھا۔

"ت۔۔ تھوڑے دور ہو جاو پلیز۔۔۔"

وہ اسکو دیکھ کر بمشکل بول سکی تو انیس نے اسے مزید کھینچ کر قریب کیا کہ اب تو سانس لینے کی آسانی بھی اس لڑکی سے چھن گئی۔

"تمہیں سمجھنے کی ضرورت ہے کہ تمہاری ہر بات نہیں مانی جائے گی۔"

وہ اس پر اپنے اختیارات باور کرواتا بھاری انداز میں سرگوشی کر گیا تو عرشیہ نے چہرہ پھیرتے اسکے شانے میں چہرہ چھپا کر اپنا فرار خود ہی چن لیا، انیس کے ہونٹوں پر یوں سینے آ لگتی عرشیہ مسکراہٹ دھر گئی۔

"مجھے ہر بات منوانے کا شوق ہے بھی نہیں۔ دیکھو اتنے قریب لاو گے تو مجھے گلے پڑنے کے سوا کچھ نہیں سوجھے گا۔ ویسے بھی میں کل کے بعد سے خوش فہمی میں پڑی ہوئی ہوں کہ تم سے جب چاہے گلے لگ سکتی ہوں۔ اتنا تو اس رشتے کا فائدہ اٹھانا جائز ہے ناں"

وہ اپنے دونوں ہاتھ اسکے اطراف پھیلا کر رکھتی سرگوشیوں میں باتیں کرتی انیس کو مسکراہٹ بخش رہی تھی، کسی کی یوں اہمیت ملے تو سینے میں جم چکے دل بھی حرارت پکڑ لیتے ہیں۔

"بلکل جائز ہے۔ تھینکیو گفٹ کے لیے۔"

وہ اسکے سر پر ہاتھ رکھتا آہستگی سے بولا تو عرشیہ کی آنکھیں مسکرائیں، ہونٹ تو اسکے ویسے بھی حیا بھری مسکان میں ڈوبے تھے۔

"نو تھینکیو۔ یہ بتاو تمہارے سٹیچیز کھلوا آئیں جانے سے پہلے؟ اب تک تو ٹھیک ہو چکا ہو گا زخم؟"

وہ خود ہی یہ قربت ختم کرتی روبرو ہوئی تو انیس نے محسوس کیا وہ زیادہ دیر گلے بھی نہیں لگ سکتی، اسکی سانس غیر ہموار سی تھی، وہ عرشیہ کے لیے اس لمحے شدید فکر مند لگا۔

"کھل گئے ہیں۔ میں ٹھیک ہوں"

انیس نے گھڑی اپنی کلائی سے اتار کر سائیڈ ٹیبل کی طرف جا کر جھکتے رکھی اور نہانے کی نیت سے جانے لگا جب وہ پھر قریب رکی۔

"فائنلی تمہارے سٹیچیز نکل گئے، اب میں گلٹ سے نکل کر شیر بن کر گھوموں گی تمہارے ارد گرد۔ ہی ہی ہو ہو ہاہا۔ اب تمہارا کیا ہو گا انیس۔ ویسے سوچ رہی ہوں اگلا وار کہاں کروں۔ امم۔۔ دیکھنے دو مجھے "

وہ اسکی بازو بمشکل آدھے ہاتھ میں قابو کرتی

انیس کو اپنے سامنے پلٹانے کی ناکام کوشش میں خود ہی سامنے آ کر رکی اور اگلے وار کی جگہ تلاشنے لگی، اسکی نظریں انیس کو سر سے پیر تک اچھے سے سکین کرے اٹھیں، اسکی سنہری آنکھوں سے ملیں تو انیس نے ہاتھ بڑھا کر اسکی ٹھوڑی اپنی مضبوط مٹھی میں بھری۔

"فسٹ آف آل تم کچھ بھی کر لو، شیر نہیں بن سکتی۔ بچپن میں مونث مذکر پڑھنے چاہیں تھے۔ رہی بات وارکی، دیکھنا اس ایریا سے دور رہنا۔ یہاں دل کی جگہ آگ دھری ہے۔ تمہیں جلانہ دے"

انیس نے اپنا ہاتھ اپنے سینے پر رکھ کر تھپکا تو عرشیہ نے مسکراتے مگر کچھ خوف بھرے سمائیلی چہرے کو اٹھایا۔

"اس ٹھنڈے موسم میں آگ بھی ٹھنڈی ہوئی پڑی ہے سڑو۔ بے فکر رہو۔ نہیں جلوں گی۔ تم خود بھی اگلا وار یہیں چاہ رہے ہو، تمہاری آنکھیں کہہ رہی ہیں"

عرشیہ نے بھی قسم اٹھائی تھی نا باز آنے کی، گلے کیا لگا لیتا تھا، یہ لڑکی تو فورا پٹڑی سے نیچے اتر جاتی تھی۔

"میری آنکھوں پر دھیان مت دو، یہ کافی رنگ باز اور منافق ہیں۔ سچ نہیں بولتیں۔ اب اگر اجازت ہو تو میں نہالوں جا کر؟"

وہ اسکی بات کے بھاری اثر میں جیسے دفن ہی تو ہو گئی، پھر سونے پر سہاگہ اس بندے کی روح سہلاتی نگاہوں میں اترتی اجازت، جیسے اگر وہ انکار کر دے گی تو وہ نہیں جائے گا، عرشیہ کے پلو سے بندھ جائے گا۔

"کیا کرو گے اتنی ٹھنڈ میں نہا کر؟ دل میں نہالو"

وہ اسکے نزدیک آتی جس طرح ٹھنڈ کے ساتھ ٹھنڈا سا کیوٹ پوز دیے بولی، وہ مسکرا دیا اور اس بار اس نے اپنی مسکراہٹ چھپانے کی کوشش تک نہ کی، یہیں تو اس نے عرشیہ کو غائبانہ خود پر پورا مار ڈالا تھا۔

"تم مسکرا رہے ہو انیس، کیا غلطی سے ہوا یہ؟"

وہ اسکی سوئیٹ سی مسکراہٹ کو محسوس کن حد تک دیکھتی، پرکھتی اسی کھوئے کھوئے انداز میں بولی جیسے حواس اسکے بھی اڑے تھے۔

"مسکرانا غلطی نہیں، تمہارے سامنے مسکرانا غلطی ہے۔ بائے داوے یہ دل میں کیسے نہاتے ہیں؟ مجھے بتانا زرا۔ میں خوامخواہ روز نہاتا ہوں پھر، آج یہ دل والا ٹرائے کرتا ہوں، ویسے بھی بہت ٹھنڈ ہے"

وہ اپنی سنگل سوئیٹ شرٹ بھی اسکے سامنے کھڑا اتار کر میٹرس کی جانب پھینکتا بولا تو عرشیہ نے گھبرا کر اپنی نظریں ہٹانی چاہیں مگر وہ اسکے پیٹ کا زخم دیکھنے سے خود کو روک نہ پاتی اسکی طرف بڑھی، انیس کو اسکے قریب آنے کی امید نہ تھی۔

"دل میں یعنی بس نیت کر لو نہانے کی اور شاور کو سلام کر کے واپس نکل آو۔ کیا درد ہے ابھی بھی یہاں؟"

وہ اپنے ہاتھ کی انگلیاں اسکے پیٹ پر بنے سٹیچیز کے نشان پر بہت آہستگی سے پھیرے بولی، اس نے چھوا بھی یوں جیسے انیس کے درد کا خیال کر رہی ہو۔

"دبانے سے ہے، ویسے اٹھنے بیٹھنے میں نہیں۔ یہ بتاو تم دل میں ہی نہار ہی ہو آجکل؟"

وہ اسکی توجہ وہ بھی اتنی پائے بے چین تھا کہ وہ اسکے چہرے کو دیکھے، یہاں وہاں نظریں ڈال کر یہ لمحے برباد نہ کرے۔

"مزاق مت کروناں۔۔۔ مجھے سچ میں فکر ہے کہ درد نہ ہو۔ تمہیں اسکے لیے ڈاکٹر نے کوئی ٹیبلٹ نہیں دی کیا؟ اندر سے زخم ابھی ہیل نہیں ہوا ہو گا تبھی دبانے سے درد ہے"

وہ اپنا ہاتھ مزید انگلیوں کی پوروں سمیت سہلاتی گئی تو انیس نے مجبوراً اسکا ہاتھ پکڑ کر خود سے دور کیا، اور ہاتھ کھینچنے کے سبب وہ پھر اسکے قریب سرک آئی۔

"دی تھی، ڈسٹ بن میں پھینک آیا۔"

وہ اسکا ہاتھ نرمی سے ہاتھ میں لیے اپنا دوسرا ہاتھ بڑھا کر عرشیہ کے بکھرے بال اسکی گردن اور شانے سے ہٹا کر اسکی گردن دیکھنے لگا تو وہ گھبرا کر انیس کو دیکھ بیٹھی۔

"واٹ؟ ڈسٹ بن میں۔؟"

وہ اسکی گردن پر بنے نشان کے مدھم ہونے کو بغور دیکھتا، بے ارادہ ان حیران و پریشان گرے آنکھوں میں جھانک بیٹھا جو صدماتی اثر میں غرق تھیں۔

"تم نے اس پر دوبارہ کچھ نہیں لگایا؟ ابھی تک ریڈنس باقی ہے۔"

وہ اسکے ہاتھ کی گرم حدت اپنی گردن سے لپٹی محسوس کیے سرد سی سانس بھر کر رہ گئی۔

"تمہاری گردن دبائی تھی یہ اسکی سزا ہے۔ جھیلنے دو مجھے۔ جیسے تم خود کو نہیں دیکھتے، مجھے بھی نہیں دیکھنا اپنے آپ کو۔ جاو نہاو، جا رہی ہوں نیچے"

وہ اسکا ہاتھ پکڑ کر رسان سے اپنی گردن سے ہٹا کر جانے لگی مگر اس بار وہ عقب سے اسے اپنے ہاتھ دائیں بائیں سے بڑھاتا عرشیہ کی بازوؤں کو پکڑ کر روک گیا، عرشیہ دم سادھ کر سامنے مرر میں اسے با آسانی دیکھ سکتی تھی، پر وہ نہیں دیکھ پایا کہ وہ اسے دیکھ رہی ہے۔

"تمہیں کہا تھا وہ کل کی بات ہے ختم ہو گئی۔ تم کیا سزا لے کر جان چھوڑو گی اب اس بات کی۔ میں نے معاف کر دیا تھا خاتون۔ دوبارہ ایک بار مزید کہا تو ڈانٹ کھاو گی۔"

وہ اسکے حصار میں کھڑے ہی زرا سا چہرہ پیچھے موڑ کر شاکی نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی جسکی سانسوں کے تسلسل میں عرشیہ کا دیکھنا حلل لایا۔

"تو پھر جو میڈیسن ڈاکٹر نے لکھ کر دی تھی وہ تم یوز کرو۔ اگلے وار کے لیے یہ دبنے والا درد بھی بھگاو۔ ورنہ پھر میں تمہیں ہاتھ لگاتے بھی ڈروں گی۔ اتنے نازک نہیں چاہیے ہو تم مجھے سڑو"

وہ اسکو دونوں شانوں سے پکڑتا اپنے سامنے پلٹا گیا تو عرشیہ کے گالوں کی چمک، انیس کی تمام تر توجہ پر ہی بڑھنے لگی، وہ کچھ کر دیتا تو انار ہی ہو جاتے، تبھی وہ یہ رنگوں کی برسات بس امیجن ہی کر سکتا تھا۔

"مطلب تم ہر صورت وار کرو گی۔ یہ تمہارا آخری فیصلہ ہے؟"

ایک تو وہ شرٹ لیس کھڑا تھا جسکی قدرتی حرارت عرشیہ کے رخسار گرم کر رہی تھی اوپر سے اپنے قریب سرکا کر کھڑا کروائے اپنے سوا کسی اور طرف نہ دیکھنے پر مجبور بھی کر رکھا تھا، وہ معصوم جان کس کس وار سے خود کو بچاتی۔

"ہاں شکل سے قصائی لگتی ہوں ناں"

وہ جھوٹا سا منمنائی جیسے رونے لگی ہو، اس لڑکی کے مونث مذکر واقعی بہت خراب تھے۔

"قصائن لگی ہو مجھے، قصائی نہیں"

وہ اسے کیوٹ انداز میں مزاق اڑاتا نظر آیا تو عرشیہ کی بھی مسکراہٹ منظر عام پر عود کر آئی۔

"مجھے جانے سے پہلے وعدہ دو ہم کبھی الگ نہیں ہوں گے۔ کبھی نہیں"

وہ اپنی مسکراہٹ کا فائدہ اٹھانے پر اتری تو انیس سنجیدہ ہوا۔

"کیوں وہاں جا کر کچھ الٹا کرنے والی ہو جو میری جانب سے تمہیں رشتہ ختم کرنے کا ڈر ہے؟"

وہ سنجیدہ اور سفاک ایک ساتھ ہوا، عرشیہ کے چہرے کا رنگ سا بدلا۔

"ہاں کیا پتا میں اپنا سارا وقت عدین کو دے دوں اور کوئی جل سلگ جائے۔ اور دھمکی دے کہ سب ختم"

وہ بھی کوئی موقع ہاتھ سے جانے کہاں دیتی تھی، انیس نے کچھ دیر خاموشی سے عرشیہ کو دیکھا اور اسکا یہ عام سا دیکھنا بھی عرشیہ کے ارد گرد حدت جگانے کا سبب بنا۔

"سب ختم کرنے کی دھمکی دینے سے سب ختم ہو بھی سکتا ہے؟"

اس بار وہ نرم ہوا، اسکی نرم آواز قابل محبت تھی، اسکا ملائم لہجہ جیسے روح سہلاتا تھا، وہ اسکے بالوں کو اسکے کان کے پیچھے اٹکاتے اپنی انگلیوں کی ٹپس اسکی گردن پر کان کے پچھلے حصے پھیرتا ہوا کچھ تو کر رہا تھا کہ گدگدی عرشیہ کو جسم پر نہیں، دل پر ہوئی۔

"تم وعدہ دے دو تو تمہارا کچھ چلا جائے گا کیا؟ یا یہ ڈر ہے کہ میرے ساتھ جلد بور ہو جاوگے، مجھے وعدہ دے بیٹھے تو جان کیسے چھڑواوگے؟ ایسا ہی ہے ناں؟"

وہ اپنی عقل و فراست کے گھوڑوں کو دوڑاتی خود ہی جواب دے گئی جبکہ انیس کی آنکھیں لمحہ بھر تاریک پڑیں۔

"تمہیں اب یہاں سے چلے جانا چاہیے۔ میں ناشتے پر جوائن کرتا ہوں"

وہ اس سے دور ہوا تو وہ اسے پکاری۔

"یہ تمہارے گیٹ آوٹ کرنے کا تمیز دارانہ انداز میں اچھے سے سمجھتی ہوں انیس غانم علوی"

وہ دکھی ہو کر اسے جتاتی ہوئی خود ہی دروازے کی طرف چلی گئی۔

"ہاں تو سمجھنے والے فوری عمل بھی کرتے ہیں۔"

وہ اسکی بے حسی پر پلٹ کر انیس کو دیکھنے کے لیے رکی۔

"تم بہت برے ہو"

وہ غمگین ہو کر کوسی تو انیس نے واش روم کی طرف جاتے اپنے قدم روکے اور جس طرح وہ چند لمبے لمبے ڈگ بھرتا دروازے کے ساتھ کھڑی عرشیہ تک بڑھا، وہ سہم کر دروازہ بند کرتی ساتھ جا لگی، انیس نے بغیر غصے کے اسکے قریب ہی آتے دروازے پر اپنا ہاتھ مارا تو وہ ڈر کر اپنے دونوں ہاتھ ہتھیلیاں لیے انیس کے سینے پر جما گئی۔

"ارے! مجھے اتنی جلدی پہچان گئی تم خاتون۔"

وہ زچ کرتے انداز میں بولا تو وہ ڈر و خوف سے نکلتی اپنے وہی ہاتھ انیس کی گردن کے اطراف جما گئی تو انیس کی آنکھوں میں ایک بار پھر گلا گھوٹے جانے کا کوئی خوف نہ تھا، جانتا تھا اب وہ ایسا نہیں کرے گی۔

"کیوں ہوا تنے عجیب۔ جب لگتا ہے تمہیں کچھ سمجھ رہی ہوں، پزل کی طرح اپنے مزید حصے گم کر دیتے ہو کہ لو عرشیہ المیر ڈھونڈو اب۔"

وہ اپنے ہاتھ بہت نرمی سے رکھے بس تشویش کا شکار تھی، وہ بھی تھا کہ ایسا کیوں ہے۔

"میں تمہارا نام نہیں لیتا۔ الزام لگا رہی ہو"

وہ اسکے منہ پر بچگانہ انداز میں مکرا تو وہ ہاتھ اسکی گردن سے ہٹا کر اپنے بال مٹھیوں میں نوچ گئی، لیکن درد اب انیس کو ہوا۔

"پاگل پن کے دورے بھی پڑتے ہیں کیا؟ رکتی سانس تو انہیلر بحال کر دیتی ہے۔ تمہارے دماغی علاج کے لیے کیا حل ہے؟"

وہ اسکے ہاتھوں کو پکڑ کر اسکے بالوں سے نکالتا ہوا، عرشیہ کے ہاتھوں کا جائزہ لے رہا تھا جس نے مہارت سے کنسیلر لگا کر، اپنے ہاتھوں پر ڈھائی بربریت چھپا رکھی تھی۔

"ہاتھ تو پورے پینٹ کیے ہیں تم نے۔ ان پر دوبارہ کوئی خراش نہ دیکھوں میں۔ یہ آخری تھیں۔ سمجھ آ رہی ہے؟"

وہ اسکی بات سنے آزردگی سے سر ہلا گئی جبکہ اسکا چہرہ خزن و ملال کا مسکن بنا تھا۔

"انیس۔۔۔"

وہ کچھ کہنا چاہتی تھی پر وہ جب اسکے ہاتھوں سے توجہ ہٹا کر اسے دیکھنے لگا تو عرشیہ اپنی بات ہی بھول گئی۔

"سمجھ آ رہی ہے میری بات؟"

وہ حکم دیتے انداز میں اپنی بات دہرا گیا۔

"میرے حکم بھی مانا کرو ناں پھر سڑو۔"

وہ جیسے رونے کو آئی، کتنی معصومیت اور مظلومیت تھی اسکی آنکھوں میں۔

"حکم دینا سیکھ لو گی تو مان بھی لوں گا۔ اب جاو کھلی فضا میں سانس لو کچھ دیر۔ میں دس منٹ تک جوائن کرتا ہوں"

وہ اسکو کمر پر ہاتھ رکھے دروازے سے ہٹانے کو قریب کیے، ساتھ ہی دروازہ کھول کر روانگی کی راہ دیکھا گیا جس پر سیڑھیوں کی طرف جاتے جاتے رک کر پلٹی۔

"گر جاو گی آگے دیکھ کر چلو"

وہ دروازے میں کھڑا ہی آنکھیں دیکھا کر بولا تو عرشیہ نے ریلنگ کے شروع میں موجود ہولڈر پر ہاتھ رکھا۔

"آگے تو تم کھڑے ہو"

وہ منہ پھلائے اپنی بے بسی کہہ گئی۔

"پھر پیچھے دیکھ کر چل لو"

وہ سر سے اتارنے سا بولا تو عرشیہ کو برا لگا۔

"پیچھے دیکھ کر چڑیل چلتی ہے۔"

وہ برہم تھی کہ انیس نے اسے چڑیل کہا حالانکہ انیس کے تو وہم و گماں میں بھی نہ تھا۔

"پھر تم پیچھے دیکھ کر ہی چلا کرو۔ اپنی مورنی کی سی چال لو اور گم ہو جاو یہاں سے"

وہ مغرور بنا کہہ کر روم میں نا صرف گھسا بلکہ عرشیہ کو بھی اتنا اگنور مار کر گیا کہ وہ وہیں سیڑھی کے اول سٹپ پر ہی بیٹھ کر ریلنگ سے لگی انیس کے کمرے کا دروازہ دیکھنے لگی پھر خود ہی مایوس سی نیچے چلی گئی، تب تک عدین اور ابراہیم صاحب دونوں آچکے تھے، عدین اور عرشیہ نے مسکرا کر ڈائنگ ہال میں آتے اپنی اپنی جگہ سنبھالی جبکہ ابراہیم صاحب کی نظروں میں تو پیسے آنے کے بعد سے محبت کی انتہا بسی تھی، ملازمین نے تب تک سارا ناشتہ لگایا جب تک انیس بھی چینج کرے نیچے آیا، اسکے بال ڈرائے دیکھ کر عرشیہ کو لگا وہ دل میں ہی نہا آیا، اس پر وہ مسکرانا چاہتی تھی پر اس نے انیس کو فی الحال بھرپور اگنور کیا۔

"کس وقت نکلنا ہے تم سب نے؟"

انیس نے عرشیہ کے ساتھ والی کرسی سنبھالی جبکہ عدین دوسری طرف بابا کے پاس بیٹھا اپنا ناشتہ مسکراتے ہوئے شروع کر چکا تھا، اس نے اور عرشیہ دونوں نے چھوٹا چھوٹا ایک پراٹھا لیا تھا، ویسے تو عرشیہ نہیں کھاتی تھی پر اس جن سے لڑنے کے لیے دیسی انرجی اور سٹیمنا چاہیے تھا تو آج کھانے والی تھی۔

ابراہیم صاحب کا جگر اتھا کہ اتنا بڑا کارنامہ کر کے وہ انیس سے پر اعتمادی سے نظریں ملا کر سوال کر اٹھے حالانکہ جانتے تھے اگر انیس تک یہ بات گئی تو علوی مینشن کی دیواریں ہل جائیں گی۔

"تین بجے فلائیٹ ہے تو دو تک نکلیں گے۔ مما ملنا چاہتی ہیں آپ سے اور عدین سے انکل۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو میں انھیں لنچ پر انوائٹ کر لوں؟"

عرشیہ نے لگے ہاتھوں اجازت بھی لی جس پر ابراہیم فورا نیپکن سے ہونٹ صاف کرتے سر ہلا گئے۔

"ہاں کیوں نہیں۔ انکا اپنا گھر ہے جب مرضی آئیں۔ تم کرلو انوائیٹ"

ابھی ابراہیم صاحب نے بات مکمل کی ہی کہ آہٹ پر وہ سب متوجہ ہوئے جہاں ملازمہ کے ہمراہ سوہا وہیں چلی آرہی تھیں، عرشیہ نے گھبرا کر سوہا کی طرف دیکھا۔

"مما۔۔۔یہ تو ویٹ بھی نہیں کرتیں میرا"

عرشیہ کے منہ ہی منہ میں بڑبڑانے پر ابراہیم، عدین اور انیس تینوں خوشگوار سمائل دیتے نظر آئے۔

"خوش آمدید سوہا صاحبہ۔ آیئے ناشتہ کریں ہمارے ساتھ"

انیس نے ہی انکو ویلکم کیا جبکہ سوہا کے لیے میڈ نے کرسی بھی پیچھے کی، البتہ ابراہیم صاحب بھی مسکرا کر اٹھے، یہ ماں بیٹی امیر و کبیر ہیں بس ان جناب کے دماغ میں اس وقت یہی تھا۔

جبکہ عرشیہ نے گردن پھیر کر انیس کو گھوری دی کہ اس سے سوہا کو کونسی محبت ہے جو یہ موصوف انکا نام لیتے ہیں۔

"اسلام و علیکم! تھینکیو مائی سن! میں نے سرپرائز کر دیا ناں۔ بس دنکو میرا ایک اہم کام تھا تو سوچا کیوں نہ بریک فاسٹ پر ہی چھاپہ مار ڈالوں۔ کیسے ہیں آپ مسٹر ابراہیم؟ اور تم کیوٹ اور ہنڈسم سے عدین"

سوہا کی نرم اور پیاری طبعیت نے یہاں بھی ماحول خوشگوار کیا کیونکہ اس نے بلکل بھی اجنبیت برقرار نہ رہنے دی۔

"وعلیکم اسلام۔ بہت اچھا کیا آپ نے۔ خوشی ہوئی آپ سے مل کر"

ابراہیم صاحب تو خوش اخلاقی کی اعلی مثال بنے دیکھائی دیے جس پر انیس ضرور الرٹ ہوا پر پھر جانے دیا، عدین نے بھی مسکرا کر سوہا کی چھوٹی چھوٹی باتوں کا رسپانس دیا، جبکہ سوہا نے انکے ساتھ ناشتے میں انکا ساتھ دیا تو ابراہیم اور سوہا کی باتیں بس انیس اور عرشیہ کی باقاعدہ شادی اور ولیمے کو لے کر تھیں، اور سب سے اہم اور خوبصورت بات یہ تھی کہ عدین اس میں بہت دلچسپی دیکھا رہا تھا۔

"کیا مطلب اسکی پھر سے دلہن بننا ہو گا۔ کبھی نہیں"

عرشیہ نے تو پکا تہیہ کر لیا تھا، جبکہ انیس نے بھی گفتگو میں اپنی توجہ دی جو صرف عرشیہ کو چرانے کو کیا۔

"عدین جو چاہے گا وہی ہو گا۔ اگر اسے ارمان ہے تو اسکے لیے دلہا ضرور بنوں گا"

انیس نے یہ اختیار اس بار عدین کے سپرد کیا جبکہ عرشیہ یوں انھیں دیکھ رہی تھی جیسے کہہ رہی ہو میرے بغیر ہی سب کرو گے کیا ظالمو! مجھ سے بھی پوچھ لو کہ میں دوبارہ دلہن بننے کی ہمت رکھتی ہوں یا نہیں۔

"میرے ارمان تو وہیں کہ وہیں ہیں بھیو، آفکورس دلہا بنیں گے آپ پر اپر ورنہ آپکی جان تھوڑی بخشوں گا۔ لیکن ابھی نہیں۔ کچھ وقت بعد۔ سوہا آنٹی آپ کیا کہتی ہیں، کچھ ماہ ان دو کو ایک دوسرے کو سمجھنے کے لیے دینے چاہیں ناں۔ مارچ کا موسم بہت خوبصورت ہوتا ہے۔ تب شادی کے پراپر ایونٹ کا پلین کریں گے،"

سوہا نے مسکرا کر عدین سے ہاتھ ملایا کیونکہ عدین کا مشورہ اور خیال دونوں باکمال تھے، سوہا بھی حیران تھی کہ یہ بچہ کافی شارپ ہے۔

"میرا خیال بھی یہی ہے عدین۔ بلکل مارچ تک ہم ان کو وقت دیتے ہیں۔ آپ کیا کہتے ہیں مسٹر ابراہیم؟"

سوہا نے اگلی رائے ابراہیم سے چاہی جو پہلے ہی راضی بیٹھے مسکرا رہے تھے۔

"زبردست خیال ہے بھئی۔ تب تک یہ ٹھنڈ بھی تھوڑی کم ہو جائے گی۔ ایونٹس کا مزہ دوبالا ہو گا۔"

ان سبکی مرضی تو آ گئی پر انیس نے سب سے آخر میں عرشیہ کو دیکھتے میز کے نیچے سے ہی ساتھ بیٹھی عرشیہ کا ہاتھ پکڑتے، اسے اپنی طرف متوجہ کیا جسکی آنکھوں کی شکائیت انیس کے ہاتھ تھامتے ہی گرے آنکھوں کے بھنور میں ڈوب گئی۔

سبکی نظریں اب انیس اور عرشیہ پر تھیں۔

"تم بتاو"

انیس کے پوچھنے پر سوہا، ابراہیم اور عدین ہمہ تن گوش ہو کر عرشیہ کے جواب کے منتظر ہوئے تھے۔

"جیسا آپ سب چاہیں۔ جیسا عدین چاہے"

وہ اسے دیکھنے کے بجائے باقیوں کی طرف دیکھے مسکرائی تو سب سے زیادہ خوشی عدین کی آنکھوں میں اتری لیکن انیس نے اسکا ہاتھ تب بھی نہ چھوڑا، عرشیہ کو پوری قوت لگا کر اپنا ہاتھ چھڑوانا پڑا جسکے بعد باقی کا ناشتہ مین کپل کی خاموشی اور ان تین باتونیوں کی باتوں کے ساتھ مکمل ہوا۔

سوہا کو یہاں آکر بہت خوشی ہوئی جسکا اظہار اس نے جاتے ہوئے عرشیہ سے بھی کیا، لیکن وہ مما کے لیے فکر مند تھی، وہ ناشتے کے بعد کچھ دیر گپ شپ لگانے کے بعد سوہا کو باہر تک سی آف کرنے آئی تھی۔

"اچھے ہیں تمہارے سسر۔ دیور بھی پیارا اور کیوٹ ہے۔ مجھے لگتا ہے تم ان سبکی جلد جان بن جاو گی۔"

وہ مما کی پیشن گوئی سنے دھیما سا مسکرا کر انکے پاس ہی رکی۔

"جی مما۔ مجھے آپکی فکر رہے گی۔ رئیس سے محتاط رہیے گا، ہم ایک یا دو دن رہیں گے۔ آپ جانتی ہیں نئی کو وہ ایک دن پر تو ہر گز راضی نہیں ہو سکتیں۔"

عرشیہ کی فکریں دیکھ کر سوہانے اسکا پیارا چہرہ اپنے ہاتھوں میں بھرا۔

"بلکل تم لوگ جتنے دن چاہے انجوائے کرو۔ عدین تو مجھے یقین ہے اماں بابا کے ساتھ گھل مل جائے گا پھر فادی بھی ہے، تم جانتی ہو ان سب کو بچے کتنے پسند ہیں۔ بس جتنا موقع ملے انیس کے ساتھ وقت گزارنا۔ اسے سیکرٹ ہنی مون سمجھنا اور جتنا عدین کا پریٹیو ہے مجھے نہیں لگتا وہ تم دو کی پرائیویسی ڈسٹرب کرے گا۔ آجکل کے بونگے بچوں کی طرح بلکل نہیں ہے۔ میں تو پہلی ہی ملاقات میں اس سے امپریس ہو گئی کہ کتنی سٹرونگ پرورش ہوئی اسکی"

اب عرشیہ کیا بتاتی کہ پرائیویسی کے نام پر اسکی اور انیس کی زندگی میں کچھ بھی نہیں ہے، ایون وہ تو ابھی تک الگ الگ کمروں میں رہ رہے ہیں پر مما کی عدین کے لیے یہ خوشی دیکھ کر وہ بھی متفقہ مسکرائی۔

"جی مما وہ بہت سمجھدار ہے۔ انیس کی پرورش ہے، کچھ تو سولڈ ہو گی۔ وہ اس نکاح کے اچانک ہونے پر بہت ہرٹ تھا، انیس سے بھی ناراض تھا اور مجھ سے بھی لیکن شکر ہے اب وہ کچھ نرم پڑ رہا ہے۔ مجھے یقین ہے میری اور عدین کی واپسی تک اچھی والی دوستی ہو چکی ہو گی"

عرشیہ کا ان سب کے لیے خلوص اور ایفرٹس دیکھ کر سوہا کو دلی خوشی تھی کہ اسکی بیٹی اسکی طرح نہیں، بلکہ رشتے سنبھالنا اور نبھانا جانتی ہے۔

"ان شاء اللہ! میرا بچہ ہے ہی اتنا سوئیٹ کہ کوئی تمہاری دوستی رد نہیں کر سکتا۔ لیکن انیس سے بھی اپنا رشتہ مضبوط کرو، مجھے لگتا ہے وہ ایکسپریسو نہیں ہے، اور تم ایکسٹرا ایکسپریسو ہو جاو یہ درکار ہے۔ یہ پرفیکٹ کپل ہوتا

ہے، بس کچھ وہ تمہیں اپنے رنگ میں رنگ لے اور کچھ تم اسے۔ سچ کہوں تمہاری فیملی سے مل کر اب مجھے بھی تسلی ہو گئی۔ ابراہیم صاحب تھوڑے شوخ اور لاپرواہ لگے پر وہ انکی حالت کا تقاضا ہے، بیویاں مر جائیں تو مرد ایسے ہی لفنڈرے اور بے غم ہو جاتے ہیں۔"

مما کی اتنی کڑی تفصیل اور جائزہ جانے وہ اختتام تک مسکرا دی کہ مما کتنا ٹھیک پہنچی ہیں، خاص کر ابراہیم علوی کے بارے۔

"اور ہاں میری فکر کر کے اپنا ٹرپ خراب مت کرنا۔ تمہاری مما میں ابھی اتنی ہمت ہے کہ بھونکتے اور کاٹتے دونوں طرح کے جانوروں سے نمٹ سکے۔"

عرشیہ نے پیار سے مما کے گلے لگ کر بہت سا لاڈ لیا تو سوہانے بھی جی بھر کر پیار لٹایا۔

"مما میں آپکے لیے فکر کرنا چھوڑ نہیں سکتی۔ پلیز اپنا خیال رکھیے گا۔"

عرشیہ کی اداسی فطری تھی کیونکہ پہلے کبھی وہ ایسے نہیں گئی تھی کہ اسکی ماں کو کسی سے خطرہ ہوتا۔

"خیال رکھوں گی میری جان، تم کہتی ہو تو ہیلمٹ اور آئرن مین والے کپڑے پہن کر گھوم لیتی ہوں۔ اف ٹھنڈ بھی تو یہی کروانے کے چکروں میں ہے اس بار۔ وہاں تو تباہی والی ہے، ایسے موسم میں رومانس کا اپنا مزہ ہے۔ اپنی زندگی میں تھوڑا پیار بھرو، پہل شاید تمہیں کرنی پڑے، پھر باقی کام وہ تگڑا شیر خود کر لے گا"

سوہا تو اپنے ارمان ایک ہی دن میں عرشیہ پر مسلط کرنا چاہ رہی تھی، جبکہ عرشیہ نے گھبرا کر مما کو دیکھا۔

"مما کیوں ڈرا رہی ہیں۔ میرا دماغی توازن نہیں بگھڑا کہ پہل کروں۔"

وہ شدید متذبذب ہوتی بڑبڑائی تو سوہا ہنس دی۔

"سمجھ سکتی ہوں۔ ہاٹ ہی بہت ہے تمہارا بندا"

سوہا کی شرارت پر اتری سرگوشی پر عرشیہ کے رخسار خفیف سے گلاب ہوئے۔

"اف مما بس۔۔"

وہ معصومانہ سا گھوری تو سوہا نے اسے ایک بار پھر زور سے گلے لگایا۔

"میرا شائے بچہ۔۔۔ اچھا ٹھیک ہے اب میں نکلتی ہوں۔ سیوانی کی نیو ائیر کلکشن لانچ ہو رہی ہے۔ میرا تو پھر اگلا ویک ٹو مچ بزی ہو گا۔ اپنا خیال رکھنا ملتے ہیں میری جان۔ اماں بابا کو میرا پیار اپنی طرف سے دے دینا۔"

سوہا کا لہجہ اختتام تک اداس ہوا تو عرشیہ بھی ہو گئی، مما کی گاڑی مینشن کے گیٹ سے باہر جاتا دیکھے وہ اپنے دھیان میں پلٹی ہی جب آگے کھڑے انیس کے سینے سے جا ٹکرائی، انیس نے بروقت اسے ہاتھوں میں تھاما، وہ آنکھیں جن میں اداسی تھی، لمحہ لگاتے خفگی امڈی۔

"تم تو مجھ سے بات ہی مت کرنا"

وہ اسکو خود سے دور دھکیلتی سنبھل کر پیچھے ہوئی تو انیس کی حیرت بڑھی۔

"میں نے کب کی بات؟"

ایک تو یہ آدمی زہریلا معصوم بن کر عرشیہ کو پگھلا دیتا تھا۔

"ایڈوانس منع کیا ہے۔"

وہ سینے پر ہاتھ لپیٹے منہ پھلا کر بولی تو انیس نے بھی ارد گرد نرم سی دھوپ پر نگاہیں دوڑائیں۔

"وہاں ٹھنڈ ہے تو کیا تم نے اور عدین نے اپنی پیکنگ کر لی؟"

منع کر کے وہ خود ہی بول اٹھی، انیس نے اپنی آنکھیں عرشیہ کی آنکھوں میں جمائیں۔

"تم کس لیے ہو۔ جب ساتھ لے کر جا رہی ہو تو ہماری پیکنگ بھی خود کرو۔ تمہیں وہاں کے موسم کا زیادہ اچھے سے پتا ہے"

انیس نے یہ کام پر کام چوروں کی طرح عرشیہ کے سر تھوپا پر یہ بہت خوبصورت مصروفیت تھی جو عرشیہ کی ساری ناراضگی اڑن چھو کر گئی۔

"تو پھر میری پیکنگ کون کرے گا؟"

عرشیہ نے یونہی تجسس سے پوچھا۔

"تمہارے وہاں کپڑے تو ہوں گے۔ تمہیں کیوں لے کر جانے ہیں۔ آفٹر آل وہ تمہارا پہلا گھر ہے"

انیس نے بات تو پتے کی کر دی تھی، عرشیہ امپریس ہوئی۔

"ہاں لیکن وہاں میرے کپڑے وہاں کے لحاظ سے ہیں۔ کیا تم مجھے قوبئین خلیے میں دیکھنا چاہتے ہو؟"

وہ نرم سا مسکرائی، اسکے تجسس اور فلرٹی انداز لوٹے تو انیس اس لیے مسکرایا کہ یہ اپنی ناراضگی کتنی جلدی بھول جاتی ہے۔

"کوئی مضائقہ نہیں۔ جیسا دیس ویسا بھیس۔"

وہ کندھے اچکا گیا یعنی راضی تھا۔

"ٹھیک ہے پھر تمہیں بھی نانو کے کپڑے پہننے ہوں گے۔ منظور ہے؟"

وہ مسکرا کر اپنا ہاتھ ملانے کو بڑھا گئی تو انیس نے اسکے خوبصورت ہاتھ کو دیکھا پھر ان گرے آنکھوں کی چمک کو۔

"انکے کپڑے مجھے کیسے فٹ آئیں گے خاتون؟"

وہ حیرت سے پوچھتے بولا۔

"میرے نانو اپنی جوانی میں مشہور باکسر رہے ہیں مسٹر انیس، ابھی بھی کیا قد کاٹھ ہے انکا تم دیکھو گے تو حیران رہ جاو گے۔ مجھے اندازہ ہے انکے کپڑے تم جیسے پہاڑ کو بآسانی فٹ آئیں گے۔"

وہ ابھی تک ہاتھ بڑھائے کھڑی تھی، انیس نے کچھ دیر یہ نانوو کی تعریف سن کر ڈائجسٹ کی پھر اس سے ہاتھ ملا لیا۔

"ٹھیک ہے۔ عدین اپنی پیکنگ کر چکا ہے۔ اور ہم دونوں بنا پیکنگ کے جائیں گے۔"

وہ اسکی بات ماننے پر چہکتی ہنسی، وہ بچوں کی طرح ایکسائیڈ تھی کہ انیس نانوو کے کپڑوں میں دیکھنے کو ملے گا۔

"ڈن۔ ویسے میں تمہارا مجھے کمرے سے گیٹ اوٹ کرنا بھولی نہیں اس لیے زیادہ فری مت ہو"

خود ہی صلح جوئی کی حدیں پار کرتی محترمہ کو یاد آگیا کہ وہ ناراض ہے، اپنا ہاتھ بھی چھڑوالیا، انیس نے اپنی مسکراہٹ لبوں کے پار دباتے اس منہ پھیر کر کھڑی خوامخواہ ناراضگی دیکھاتی لڑکی کو دیکھا جو کن اکھیوں سے انیس کو ہی دیکھ رہی تھی۔

مسکراتا ہوا وہ کتنا حسین لگتا تھا کہ وہ ناراض ہوں یہ جتا کر بھی اسے ہی تاڑنے میں لگی تھی۔

"سنو! میری مما کو اب تم سے داماد والا پیار ہو گیا ہے تبھی تم انھیں سوہا صاحبہ کہہ سکتے ہو پر پہلی ملاقات میں کیوں کہا تھا سوہا صاحبہ؟ کیونکہ تم تو انہی کا نام لیتے ہو جو تم سے پیار کرتے ہیں"

آخر چپ نہ رہتے عرشیہ نے یہ پیٹ میں کھلبلی مچاتا دیرینہ سوال کر ہی ڈالا، انیس اسکی اتنی غور و فکر پر چونکا کہ کہاں کہاں سے سوالوں کی لاجک نکال لاتی ہے۔

"کیونکہ داماد سے ساس کو آٹو میٹکلی پیار ہوتا ہے۔ بنا دیکھے بھی کیونکہ وہ انکی چڑیل کو برداشت کر رہا ہوتا ہے، نکاح میں قبول کرنے کی ہمت و جرت پر ہی ساس کو اپنے داماد سے سچی محبت ہو جاتی ہے"

وہ بھی اپنی لاجک لایا جسے سن کر عرشیہ کے چراغوں میں روشنی نہ رہی تھی، جس طرح ساکن و بے حرکت ہوئے انیس کو دیکھ رہی تھی، خاصی کیوٹ اور گدگداتی کیفیت تھی۔

"امم۔ گڈ لاجک۔ تو انکی چڑیل کو اگر شوہر کے نام پر جن یا بھوت ملا ہو تو پھر چڑیل تو ہمدردی کے لائق ہوئی ناں۔ کہاں چڑیل اور کہاں بڑے درجے کا بھوت"

وہ صاف صاف بدلہ لیتی نظر آئی، پتا نہیں کیسا بے ذوق آدمی تھا، اتنی پیاری بیوی کو خلائی مخلوق سے ملاتے زرا نہ کانپتا تھا۔

"پر کسی نے خود کہا تھا اسے ہمدردی یا ترس نہیں چاہیے میرا"

انیس نے اسکی ایکسٹرا پھولی گالوں اور پھیلی آنکھوں کا بغور جائزہ لیے عرشیہ کو اسکی کہی بات یاد دلائی تو وہ لاجواب رہ گئی، خفیف سی نظریں چرائیں کیونکہ اندازہ تھا وہ انیس کو باتوں میں کبھی ہرا نہیں سکتی۔

"کیا پہن رہی ہو؟"

عرشیہ نے فوراً گردن ہلائی، وہ اس میں دلچسپی لے رہا تھا۔

"اب یہ مت کہنا تمہاری اجازت سے پہنوں"

وہ فوراً سے اعتراض کا حق چھین گئی۔

"نہیں میری اجازت کے بنا بھی پہن سکتی ہو۔ کیا میں تمہاری مدد کروں؟"

وہ سچ میں مزاق نہیں کر رہا تھا۔

"تم دو بجے تک فری ہو کیا؟"

وہ زرا اسکے پاس آ کر رکی، انیس غانم کے دل کی دھڑکنیں حلل یافتہ ہو گئیں، وہ اسکے قریب بھولی سی بن کر کھڑی انتہا کی سج رہی تھی۔

"نہیں سٹوڈیو میں دو گھنٹے کا کام ہے، گیارہ بجے تک نکلتا ہوں۔ اگر تمہیں پہننے کی چوائز میں مدد چاہیے تو میں ایو لیبل ہوں۔ میرے لیے تم سیلیکٹ کر لینا۔ اور پھر مل کر عدین کے لیے کچھ دیکھیں گے۔"

وہ مزیدار اور اچھی مصروفیت تھی تبھی عرشیہ نے مسکرا کر فورا مان لی جسکے بعد وہ دونوں ساتھ ہی مینشن کی طرف بڑھ گئے، عرشیہ نے ساتھ چلتے ہوئے کئی بار اس مغرور کو نگاہیں اٹھا کر دیکھا تھا، وہ سنجیدہ انسان اسکے ساتھ مسکرانے لگا تھا، شاید یہ انکے رشتے کی پہلی سیڑھی ہی تھی۔

ابھی تو وہ انیس کو مکمل اپنے رنگوں میں ڈھالنے کی خواہش مند تھی۔

.._____..

"اب کیسا فیل کر رہے ہو؟"

محراب ابھی تک خضر کے پاس ہی تھی، خضر نے تھوڑی نیند تولی پر درد کی وجہ سے بے چین رہا جس سبب اسکی نیند ٹوٹ گئی، مما کی توجہ اور یہ اپنائیت اسے اور چڑا گئی۔

"میری فیل کی پرواہ ہے آپکو؟ آپ کو ماں ہونے کا ثبوت دینے کی ضرورت نہیں مما۔ آپ یہاں میری وجہ سے مت بندھ کر رہیں، ویسے بھی منائم آتی ہو گی۔ شام تک مجھے چھٹی مل جائے گی۔ کچھ ٹیسٹس ہیں جنکے رزلٹ آنے تک یہ لوگ مجھے روک کر رکھے ہوئے ہیں"

خضر نے نرس کے ہاتھ سے پین کلر لے کر کھانے کے بیچ محراب کو بھی اس سے روکا جو جذبات نہیں، صرف منصوعی ہمدردی دکھا رہی تھیں۔

"اپنی زندگی کا فیصلہ مدت بعد خود کیا میں نے، کیا یہ ثابت کرتا ہے کہ میں اپنے بچوں سے لاپرواہ ہوں۔ عاصم جیسے انسان کے ساتھ میں جتنا رہ چکی وہی میرے حوصلوں کی انتہا تھی۔ ان فیکٹ اب آزاد ہو کر میں مینٹلی ریلکس

ہوں اور تمہارے اور منائم کے لیے بھی پوری ایو لیبل ہوں۔ میں نے تم دونوں کی کونسی خواہش پوری نہیں کی، تمہارے ڈیڈ کی ناپسندیدگی کے باوجود تمہیں اور منائم کو ہمیشہ اپنی پسند پوری کرنے دی۔ تم دونوں نے اپنی مرضی سے تعلیم حاصل کی، اپنی چوائز کے پروفیشن چنے، اور ہمسفر کے معاملے میں بھی کہیں نہ کہیں تم دونوں آزاد ہی رہے۔ پھر بتاو میں تمہاری اس بے رخی کو کیا سمجھوں؟ کیا اک بے وفا شخص کے ساتھ جڑی رہتی، جسکے اور بھی بچے ہیں، جانے کتنی بیویاں ہیں۔"

نرس کے جاتے ہی محراب نہ صرف خضر کے پاس بیٹھی بلکہ اسکا ہاتھ بھی اپنے ہاتھ میں پکڑ کر دبایا، جسکی بے رخی اور ناراضگی اب بھی ویسی ہی تھی۔

"آپ نے ساری زندگی مجھے اور منائم کو اگنور کیا۔ خواہشوں اور آسائشوں کی تکمیل ہی سب کچھ نہیں ہوتی۔ بچوں کو ماں کی توجہ، اسکے وقت اور پیار کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ وہ سارا وقت آپ دونوں نے لڑتے اور بعث کرتے گزار دیا۔ آپکو کیا پتا سونے کے اس پیلس میں بھی سہمے پرندوں کی طرح

جیسے ہم بہن بھائی۔ منائم تو سب بھول گئی پر میرے دل پر ہر رات کی تاریکی اب تک دبی ہوئی ہے۔ اب آپ ایک دم پرواہ جتا رہی ہیں تو یہ بناوٹی ہی لگے گا مجھے "

وہ اپنی بات کہنے میں بلکل نہ ہچکچایا پھر بھلے محراب کو برا ہی کیوں نہ لگتا۔

"اسکی وجہ بھی عاصم ہی تھا، اس سے میری کس طرح شادی ہوئی تم سب جانتے تو ہو میری جان۔ میں کوشش کروں گی اپنی ہر لاپرواہی کا ازالہ کرنے کو۔ گھر مل گیا ہے مجھے، بہت اچھا ہے۔ سونے کا پنجرا نہیں ہے۔ میں چاہتی ہوں یہ نیا سال میں بس اپنے دونوں بچوں کے ساتھ شروع کروں۔"

محراب نے اپنے رویے کی معافی کے ساتھ یہ پیار بھری پیشکش کی لیکن خضر ایک دم اس پر قائل ہونے والا نہ تھا۔

"نہیں۔ آج ہمارے اپنے پلینز ہیں دوستوں کے ساتھ۔ اور منائم اب شادی شدہ ہے تو اسکا آپکے پاس رہنا نہ رہنا صرف اسکی ہی نہیں اسکے شوہر کی

مرضی کے بعد ہی ممکن ہے، وہ سب کچھ بھول گئی مما اور آپ نے ایک بار بھی اس سے بات نہیں کی۔ گلے لگا کر اتنا بھی نہیں کہا کہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ ماں باپ کے ہوتے اسے بھائی اور شوہر سنبھال رہا ہے۔ کیا اتنی سنگدلی معاف ہو سکتی ہے۔ ڈیڈ اور آپ ایک جیسے ہیں۔ صرف اپنا سوچتے ہیں۔ یہ رشتہ ختم کرنا بھی آپ دو کی خوشی تھی ورنہ یہ میرے اور منائم کے لیے بھی تکلیف دہ ہے اور اللہ کو تو ویسے ہی ناپسند ہے"

خضر کی ناراضگی اتنی جلدی ختم نہیں ہونے والی تھی، ابھی محراب کو گھر دیکھنے مینجر کے ساتھ جانا تھا وہ باہر آچکا تھا ورنہ محراب آج ہی اپنے بچوں کی ہر افسردگی کم کر دیتی لیکن شام کو پھر آکر دونوں سے بات کرنے کے بارے سوچ چکی تھی۔

"تم حق پر ہو۔ لیکن اب میری زندگی میں صرف تمہاری اور منائم کی جگہ ہے۔ جب تک تم دونوں معاف نہ کر دو، اللہ نہ کر دے، تب تک چین سے نہیں بیٹھوں گی۔ میں شام کو آتی ہوں، ابھی گھر دیکھنا ہے، میں رات کے

لیے زیادہ سا کھانے کا انتظام بھی کرواوں گی۔ اگر تمہارا دل نرم پڑا تو شاید تم مان جاو، ابھی تمہاری مما بس امید کے بھروسے جی رہی ہیں۔ یہ امید کہ وہ اپنے بکھرے آشیانے کو سمیٹ لے گی۔ کوئی درد یا تکلیف نہ دیکھو تم۔ شام میں اس بیلا کے بارے بھی بات کریں گے۔ اور منائم سے بھی ملوں گی۔ مجھے یقین ہے تم نے اور اسکے ہسبنڈ نے اسے ہم پیرنٹس سے زیادہ اچھا سنبھالا ہو گا"

محراب نے جھک کر اس بگھڑے بچے کی گال چومی اور مسکرا کر اپنا بیگ لیے اٹھی، خضر نے اپنی گال فورا ناراضگی میں رگڑی اور یہ کرتا وہ واقعی روٹھا بچہ ہی لگا۔

"ہاں یہی کیا کریں۔ اپنی ذمہ داریوں سے فرار۔۔۔ ویل ڈن مما ویل ڈن"

خضر نے اسکو دروازے کی طرف بڑھتا دیکھے منہ بسور کر شکوہ کیا تو وہ پلٹ کر افسردہ سا مسکرائی۔

" تھینکیو۔ میں سیکھ لوں گی جلد کہ اچھی مما کیسے بنتے ہیں۔ تب تک تم تھوڑا روٹھ لو۔ مجھے یقین ہے میں جلد تمہیں منالوں گی۔ تم دونوں بہن بھائی کا صدقہ بھی دینا ہے، بہت کام ہیں۔ میرے آنے کا ویٹ کرنا۔ خبر دار تم ہوسپٹل سے فرار ہوئے۔ اور میری جان کسی قسم کا سٹریس مت لو۔ مما تم دونوں کے اب واقعی ساتھ ہیں۔ منائم کو پیار دینا"

محراب نے کچھ حد تک تو خضر کی ناراضگی کمزور کر ہی دی تھی پر ابھی وہ ماننے کے موڈ میں نہ تھا، محراب نے اجازت لی اور چلی گئی تو خضر نے سر پیچھے کو ٹکا دیا۔

مہویر اور منائم بھی پہنچ چکے تھے، اسکے اپارٹمنٹ سے یہ ہوسپٹل تھوڑا دور تھا تبھی پہنچنے میں وقت لگا تھا۔

"میری ناراض جان اب بس کریں ناں"

گاڑی پارک کرتے ہی وہ نکلنے لگا جب منائم نے اسکی بازو پکڑ کر روکتے پیار سے منت کی۔

"تم جب بس کرو گی تب میں بھی کر دوں گا۔ ابھی میرا غصہ کم نہیں ہوا اس لیے مزید موڈ خراب مت کرو منائم۔ میں نہیں چاہتا خضر کے سامنے ان سرد تاثرات کو لے کر جاوں"

وہ گاڑی سے نکلا تو منائم بھی اداس سی باہر نکلی تبھی دونوں کی نظر ہوسپٹل سے نکلتی محراب پر گئی، محراب نے بھی منائم اور مہویر کو دیکھ لیا تھا تبھی وہ اپنی گاڑی کی طرف جانے کے بجائے ان کی طرف آئی۔

"میری جان۔ ٹھیک ہو"

محراب نے آکر منائم کو گلے لگایا پر منائم کا ردعمل بس نارمل ہی تھا، اب تو اسے کچھ یاد نہیں تھا مگر اس سے پہلے بھی شعور میں اس ماں سے جڑا ایسا کوئی شفیق حوالہ نہ تھا جو منائم کو کلک کرتا۔

"جی ٹھیک ہوں مما"

وہ فورا بولی جس پر محراب نے الگ ہوتے مہویر کو دیکھا، یہ انکی پہلی ملاقات تھی۔

"کیسی ہیں آپ محراب ملک"

مہویر نے بھی اپنے سپاٹ چہرے کے خدوخال زائل کرتے مخاطب کیا تو وہ سر ہلا گئی۔

"میں ٹھیک ہوں۔ تم منائم کو گھر لے کر آنا۔ میں ایڈریس بھیج دوں گی اسکے نمبر پر۔ ہمیں بات کرنی چاہیے۔ منائم کے معاملے پر۔ اسکی ہیلتھ اور میموری پر۔ یقینا تم بھی اسے جاننا چاہو گے، اسے کیا پسند ہے کیا ناپسند، اور ممکن ہے اس سے منائم کو بھی بھولا ہوا سب یاد کرنے میں آسانی ہو۔ ویسے تو تم منائم سے بڑے لگ رہے ہو لیکن چونکہ تم دونوں ساتھ سج رہے ہو تو اس پر میرا

اعتراض بے فائدہ ہو گا ورنہ میں نے سوچا تھا اگر یہ بے جوڑ لگا تو میں تم دونوں کے رشتے کی مخالفت کروں گی"

محراب کی باتیں مہویر نے بس مجبوراً ہی سنیں، جبکہ منائم ضرور دھیما سا مسکرائی جب مما نے مہویر کو یوں قبول کیا، اس پر منائم نے اسکی اندر ہی اندر گھوٹی جاتی چڑ بھی فیل کی۔

"ضرور محراب صاحبہ۔ وقت ملا تو آئیں گے ان شاء اللہ۔ ابھی ہم زرا خضر کو دیکھنے آئے ہیں۔ ہیو آ گڈ ڈے۔ آجاو منائم"

وہ شاید بات کرنے کے موڈ میں نہ تھا تبھی بات ختم کی جس پر محراب نے اسکی روڈنس محسوس کی پر فی الحال انھیں جانے دیا، جاتے ہوئے بھی منائم کو گلے لگایا تو وہ مسکرائی، منائم اور مہویر کے ایک ساتھ ہوسپٹل کی بلڈنگ میں جاتے ہی وہ بھی اپنی کار کی طرف بڑھ گئی۔

"تم اپنی مما سے ناراضگی شو کرو۔"

وہ ساتھ چلتا ہوا بڑبڑایا تو منائم نے چونک کر مہویر کو دیکھا۔

"پر کیوں مہویر؟ آپ نے دیکھا نہیں دو بار ہگ کیا انہوں نے"

وہ اسکے جواب کو ایسا ہی امید کر رہا تھا۔

"کیا ہگ کرنا انکو معافی دلا دے گا؟ خضر سے پوچھ لینا کہ تمہارے پیرنٹس نے ساری زندگی کتنی لاپرواہی برتی تم دونوں کے حوالے سے۔ اب یہ ماں بننے کے چکر میں ہیں، اولاد انکے لیے پارٹ ٹائم جاب ہے۔ تمہاری ممیری جانے کا فائدہ اٹھا رہی ہیں اور خضر کو بھی یقینا دباو دیا ہو گا۔ یہ نہیں کہہ رہا کہ معاف نہ کرو لیکن اتنی جلدی مت کرو۔ جب تک انھیں احساس نہ ہو کہ تم دونوں بہن بھائیوں نے کیا کیا اکیلے جھیلا ہے"

وہ ساتھ چلتی چلتی مہویر کا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں لیے مسکرائی تو مہویر نے گردن پھیر کر اسے دیکھا۔

"میرے اور خضر سے اتنی محبت کب ہو گئی آپکو مہویر۔ اتنے پروٹیکٹیو کیوں ہو رہے ہیں؟"

وہ رشک میں مبتلا تھی اور مہویر اسے کیا بتاتا کہ وہ تو اہم ہو ہی چکی ہے، خضر بھی اسکی ذمہ داری بن گیا ہے، خاص کر اس کل کے حادثے کے بعد، پھر خضر کے لیے اسکے دل میں آتی شفقت اور نرمی کی وجہ بھی کہیں نہ کہیں منائم تھی، اور یہ احساس کے عاصم المیر کے کرتوتوں میں اسکے کسی بچے کا کوئی قصور نہیں، تبھی جہاں دل میں نفرت تھی وہاں اب محافظ والے جذبات تھے۔

"وہ چھوٹے بھائی کی طرح ہے میرے لیے کیونکہ وہ دل کا بہت اچھا اور خالص لڑکا ہے۔ میں مخلص اور سچے لوگوں کی قدر کرتا ہوں۔ تم کسی خوش فہمی میں مت رہنا کہ یہ تمہارے لیے کر رہا ہوں"

مہویر نے اپنا ہاتھ جھٹکا اور ریسپشن پر رک کر خضر کے روم کا پوچھنے کے بعد وہ مطلوبہ کوریڈور کی طرف ساتھ بڑھے، دروازے تک پہنچے اس نے پہلے گھبرائی سی خضر کی بہن کو اندر جانے کا اشارہ کیا۔

"بھائی"

خضر بھی آہٹ پر آنکھیں کھول گیا، منائم کو دیکھتے ہی اسکی اداس شکل پر بہار آئی، وہ بھی تو آکر خضر سے بیٹھے بیٹھے لپٹ گئی تھی، رو بھی پڑی تھی۔

"میری خرگوش، مس کر رہا تھا تمہیں۔"

وہ بہن بھائیوں کا یہ لاڈ بھرا ہگ دیکھے خود دروازہ بند کیے وہیں رک گیا پر آنکھوں میں نرمی اور انسیت جگہ بنا گئی۔

"بھائی۔ یہ کیا کروالیا۔ کیسے زخمی ہوئے۔ کس نے کیا یہ۔۔ درد تو نہیں ہے ناں؟"

وہ قریب سنبھل کر بیٹھے ہی آہستگی سے اپنا ہاتھ اسکی بازو پر رکھ کر سہلاتے ساتھ بھیگی سی آنکھیں لیے خضر کے چہرے کا درد بھی جانچ رہی تھی جس نے مہویر کی طرف دیکھے شرگزار سی سائل دی جیسے کہہ رہا ہو میری ذمہ داریاں بانٹنے کا شکریہ مہویر میثاق!

"تمہیں دیکھ کر سارے درد بھاگ گئے۔ ٹھیک ہو تم۔ نیند اچھے سے لی؟ دوبارہ تو ڈاون نہیں ہوا میرا گولو بچہ؟"

کل منائم کی طبعیت ڈاون تھی تبھی خضر کو ابھی بھی شدید فکر لاحق تھی کیونکہ وہ مہویر کے ناراض ہونے کے سبب مرجھائی لگ رہی تھی۔

"ٹھیک ہوں بھائی۔ آپ کے زخمی ہونے کا سن کر ڈر گئی تھی"

وہ پھر سے خضر کے سینے لگی تو خضر نے پیار سے بازو اسکے اطراف حصارے۔

"اللہ تمہیں صحت دے خضر۔ جلدی فٹ ہو جاو"

مہویر اسکی اس حالت کا ذمہ دار تھا تبھی شدید ندامت کا احساس اسے یہ کہتے گھیر گیا۔

"شکریہ بھائی۔ تم بھی ٹھیک ہو ناں؟"

خضر نے مہویر سے پنجا سا ملاتے اسکی بھی فکر لیے پوچھا جس پر مہویر نے اسکا کندھا برادرانہ انداز میں تھپکا اور جا کر کاوچ پر بیٹھا، منائم بھی اٹھ کر سنبھلے بیٹھی۔

"میں ٹھیک کیسے ہو سکتا ہوں خضر ملک"

مہویر کی تپش دیتی سیاہ آنکھوں کا مرکز وہ روئی روئی منائم تھی جسے خضر نے بھی پکڑا۔

"تمہاری ناراضگی سے لگ رہا ہے میری خرگوش نے جینا حرام کیا ہوا ہے تمہارا۔ ویل ڈن منائم"

ہوسپٹل کے بستر پر پڑے نئے منگنی یافتہ خضر ملک کو بھی آج اٹکیلیاں سوجھ رہی تھیں، مہویر تو یاد نہیں کر پا رہا تھا کہ انکے بیچ ایسی بے تکلفی تو نہیں تھی پر اسے خضر کا یوں بولنا اچھا لگا اور منائم جو جنگ کر چکی تھی اسکے بعد مسکرائی بھی احتیاط سے۔

"بھائی۔ یہ مجھے آج برداشت نہیں کریں گے۔ مجھے آپ کے ساتھ ہی رہنا ہے آج۔"

منائم نے بھی بلی کی طرح سر گوشی کر ہی دی، کیونکہ نہیں چاہتی تھی کم از کم آج مہویر پر مسلط رہے۔

"نہیں آج ہم سب ساتھ نیو ائیر کی رات منائیں گے۔ وہ بھی میرے سٹوڈیو ہاوس میں، وینیو میں ردوبدل بھی ہو سکتا ہے، میرے سب دوست بھی آ رہے ہیں اور تمہارے دوست بھی ہوں گے، تمہارے اس نک چڑھے

چڑچڑے کو مل کر قابو کریں گے۔ کیوں مہویر؟ کیا تمہارا قیمتی وقت اس پیارے زخمی سالے اور اسکے ٹبر کو ملے گا؟"

خضر نے قسم اٹھائی تھی نہ خود جیے گا نہ مہویر کو جینے دے گا، جبکہ منائم دبا دبا ہنس کر مہویر کو اب آہوں پر مجبور کر رہی تھی۔

"جیسا تم چاہو۔ بس خوش رہو"

مہویر نے مصروف سے انداز میں کہتے ٹیبل پر پڑا میگزین اٹھایا تو منائم اور خضر نے ایک دوسرے کی طرف اشارتا کچھ پوچھتے دیکھا۔

"اپکو پتا ہے ابھی مما ملیں جاتے ہوئے، مجھے دو بار ہگ بھی کیا۔ بھائی کیا مما ہمارے ساتھ اچھی تھیں؟ پر جب سے میں پیلس گئی تھی مما یا ڈیڈ میں سے کسی نے مجھے پیار نہیں کیا تھا نہ بات کی، نہ اس طرح لاڈ کیے جیسے آپ نے کیے۔ مہویر نے کہا مجھے ان سے ناراض ہونا چاہیے، ایک دم معافی نہیں دینی چاہیے"

وہ اپنے ذہن و دل کے سوال کہہ گئی، خضر نے بے ارادہ مہویر کی طرف دیکھا جو ان دو کی باتوں میں بلکل دلچسپی نہ لیے میگزین پر نظریں جمائے بیٹھا تھا۔

"بلکل ٹھیک کہا مہویر نے۔ بہت سے نخرے دیکھائیں گے پھر مانیں گے۔ یہ چھوڑو، کیا تمہیں پتا ہے یہ کیا ہے منائم؟"

خضر نے اسکی اداسی بھگانے کو فورا اپنی انگوٹھی دیکھانے کو منائم کے سامنے اپنا ہاتھ پھیلایا تو وہ مسکرا کر بھائی کے ہاتھ کی وینز دیکھنے لگی۔

"آپکے ہاتھ تو وینی ہیں۔ بہت خوبصورت ہیں"

اس بار مہویر نے بھی سر اٹھایا، خضر اور وہ منائم کی بات پر ایک سا مسکرائے۔

"اوئے بونگی! انگوٹھی دیکھا رہا ہوں تمہیں۔ یہ انگیجمنٹ کی ہے"

منائم نے حیران ہوتے اس بار انگوٹھی دیکھی، پھر مہویر کو دیکھنے لگی۔

"پر میری اور مہویر کی تو شادی بھی ہو چکی ہے، میرے پاس تو نہ ایسی انگوٹھی ہے نہ شادی کی۔ یہ تو چیٹنگ ہے بھائی۔ اور آپ نے مجھے بتایا ہی نہیں، منگنی کر لی۔ جائیں ناراض ہوں"

وہ مہویر اور خضر دونوں سے روٹھ گئی، اسے بھی انگوٹھی چاہیے تھی وہ بھی دو دو۔

مہویر کا دل چاہا اس نئ فٹیک پر اپنا کلیجہ خود چبا جائے، پر ان دو نمونوں پر اس سے غصہ بھی دیر پا نہیں کیا جانا تھا، تبھی مہویر میثاق دل مسوس کر رہ گیا۔

"ناراض نہیں ہوتے۔ تمہاری بھابھی والا معاملہ تفصیل سے بتاوں گا پر مہویر سے انگوٹھی کی سفارش ضرور کر سکتا ہوں۔ ہاں تو مہویر میاں! میری خرگوش کو ویڈنگ انگوٹھی کب پہنا رہے ہو تم؟"

خضر نے اپنی توپوں کا رخ مہویر کی طرف کیا تو وہ دونوں کو کھا جاتی نظروں سے گھورا۔

"ایک ہی بار بتا دو مجھے کُل ملا کر کتنے چونچلے کرنے ہوں گے تاکہ تم دو کے منہ سیدھے ہوں۔"

وہ دونوں ہی معصوم جانیں بنے ایک دوسرے کو دیکھنے لگے، بلکل ایک دوسرے سے بڑھ کر اریٹیٹنگ تھے، ایک جیسی مظلوم شکلیں بھی بنا کر مہویر کو دیکھ رہے تھے۔

"دیکھا بھائی؟ ایک انگوٹھی کے لیے انکاری ایکشن؟ جائیں آپ دونوں سے ناراض ہوں۔"

وہ خضر کی جانب سے بھی منہ پُھلا کر کمرے کے تیسرے کونے کی طرف چہرہ گُما کر ٹانگ پر ٹانگ چڑھا کر بیٹھے میٹرس کی بیڈ شیٹ پر انگلیوں سے نادیدہ لکیریں بنانے لگی۔

"مہویر، کیا کرتے ہو بھائی؟ یہ میری خرگوش کا حق ہے"

خضر نے جیسے اپنی جانب سے منائم کی ناراضگی کی شدت کم کرنے کی معصومانہ کوشش کی۔

"جتنے حق یہ لے چکی ہے، ایک پوری صدی کے لیے کافی ہیں"

مہویر نے میگزین اٹھا کر ٹیبل پر مارے بڑبڑاتے اٹھ کر ان دونوں بہن بھائیوں کو باری باری اپنی دھواں چھوڑتی آنکھوں سے دیکھا۔

"رہنے دیں بھائی، انگوٹھی سستی نہیں ملتی ہو گی ناں۔ مہویر غریب سے ہیں کہاں سے لائیں گے۔ انہوں نے کہا تھا یہ بہت مسکین بندے ہیں۔ ہاں وہی والے مسکین جنکے پاس اللہ کا دیا سب ہوتا ہے پھر بھی ایکٹنگ بھکاری والی کرتے ہیں تاکہ نظر نہ لگے"

وہ منہ پھیرے ہی بچوں کی طرح لقمے دیتی ساتھ خضر کو منع کرنے کے ساتھ اپنے آگ بگولہ سیاں کا غصہ بھی جھاگ کر گئی کیونکہ خضر نے بھی مہویر کو مسکراتے دیکھا تھا۔

"ویسے میں سوچ رہا ہوں لگے ہاتھوں تم دو کی شادی کا جشن بھی آج رکھ لیتے ہیں۔ پر اپر سجاوٹ شجاوٹ سمجھا کرو۔ ویڈنگ کیک کٹنگ اور پھر سب کے سامنے منائم اور تمہارے نکاح کو اوپن کرتے ہیں۔ اس کے بعد تم دو بھی یونہی ایک دوسرے کو انگوٹھیاں پہنانا۔ تم بس میری خرگوش کی رِنگ لے لو کھاتے پیتے غریب جیجو، تمہاری رِنگ یہ نیا نیا سنگل سے مِنگل ہوا سالہ خریدے گا۔"

ابھی مہویر کا جواب نہ آیا کہ اس خرافاتی آدمی نے مزید شام اور رات کا ماحول بنانے کی تجویز دی جس پر وہ روٹھی حسینہ فوراً سے یوں نووے کے زاویے سے خضر کی طرف پلٹی جیسے یہی تو چاہتی ہو اور مہویر کو لگا مزید یہاں رہا تو پاگل ہو جائے گا۔

"خدا کے لیے یہ میرے بندھے ہاتھ دیکھو بہن بھائی، مجھے زندہ رہنے لائق چھوڑ دو۔ کسی قسم کی فضولیات کی ضرورت نہیں۔ انگوٹھی آجائے گی، میں اسے دے بھی دوں گا پر مجھے انگوٹھی پہن کر شادی شدہ آدمی کا اشتہار لگوانے کی کوئی چاہت نہیں۔"

وہ اس قدر تپ گیا کہ خضر اور منائم کی بے قابو ہنسی لاکھ کوشش کے بھی منہ سے سلپ ہو گئی، جو مہویر کے عتاب پر اور تیل چھڑک گئی۔

"کس قدر بے شرمی ہے، دونوں ہنس رہے ہو، یا خدا صبر!"

مہویر نے دونوں کی اخیر درجے کی ڈھیٹائی دیکھتے جیسے دونوں کے اندر کی شرم پر فاتحہ پڑھی اور پھونک مارتا، تنتناتا ہوا کمرے سے نکلا تو خضر نے قہقہہ لگاتے منائم کو پیچھے جانے کا اشارہ کیا جو ڈر کر خضر سے لپٹ گئی، جانتی تھی اس وقت پیچھے گئی تو اور تباہی آئے گی۔

"جاوناں۔ بہت تپا دیا بچارے کو۔"

خضر نے چونکہ مہویر کی مسکراہٹ دیکھ رکھی تھی تبھی اسے یقین تھا یہ مہویر کی سنگدلی بس اوپر اوپر کی ہے۔

"بھائی پلیز ابھی انکو اکیلا رہنے دیں ورنہ مجھے آنکھوں کے تیروں سے ہی ہلاک کر ڈالیں گے"

منائم کا ڈر کر خضر میں چھپنا اسے بھی ہنسا گیا، جبکہ خضر کی نظر دروازے کے ادھ کھلے پٹ سے باہر ہی ٹہلتے مہویر پر گئی تو خضر کی مسکراہٹ گہری ہو گئی۔

"اسے اتنا بھی تنگ مت کیا کرو ناں منائم، آدمی کی برداشت ایک حد کی ہوتی ہے۔ میں نے بھی آج بے تکلفی میں کچھ زیادہ ہی ستا دیا لیکن ہمیں سمجھنا چاہیے وہ اس سب میں اپنی مرضی کے خلاف پھنسا ہے۔ اس پر ذمہ داری آ گئی۔ شاید ہماری وجہ سے اسکی زندگی مشکل ہو گئی ہے لیکن وہ ہمیں تکلیف نہ دینے کی بھی خواہش کر رہا ہے لیکن ابھی اس سے ہو نہیں پا رہا"

مہویر نے ٹہلنا روک کر جب خضر کی بات سنی تو اسکے لبوں پر پھر سے مسکراہٹ آئی، ان دونوں بھائی بہن کا ایک ساتھ ہونا مہویر کو بھی مسرت دے رہا تھا اور یہ اسکے لیے عجیب اور نیا احساس تھا، شاید انسانیت بھرا۔

"بھائی۔ میں تو پیار کرتی ہوں اُن سے۔ کیا میرا پیار بھی اُنکی وہ تکلیف کم نہیں کر پا رہا۔؟"

منائم نے سر اٹھا کر بیٹھے بھائی کی طرف جس آس سے دیکھ کر پوچھا، اس آس کی آنچ خضر کی آنکھوں میں درد لائی اور مہویر کے شاید سینے میں چنگاری بھڑکا گئی۔

"دیکھو منائم، یہ جو انسان نامی مخلوق ہے وہ صرف اس پیار سے خوش ہوتی ہے جو اسکی من مرضی کا ہو۔ ورنہ اسکو ناپسند لوگ پیار لٹاتے لٹاتے مر جائیں تب بھی اس خود غرض انسانی فطرت کو آنچ بھی نہیں آتی۔ تم اسے

پیار دینے سے زیادہ اسکی من پسند بننے کی کوشش کرو۔ ہو سکتا ہے ایسے وہ میری بہن کے پیار کو بھی سمجھ جائے"

وہ منائم کو بہت پیار سے یہ گُر سیکھا رہا تھا اور ان بہن بھائی کا یہ رشتہ واقعی خوبصورت تھا، مہویر کو خوشی تھی کہ وہ ان دو کو مارنے میں ناکام ہوا، ورنہ دو خوبصورت دل بجھا بیٹھتا، وہ دل جو احساس سے بھرے تھے، جن میں بہت سی حسرتیں قید تھیں، مہویر میثاق نے اپنی پوری زندگی ناپوری ہوئی حسرتوں کے ماتم میں ضائع کی تھی پر اسے ان دونوں کو دیکھ کر محسوس ہوا کہ کبھی کبھی درد میں ہونے کے باوجود بھی صبر و شکر کرنا چاہیے۔

"اُنکی من پسند بننے کو کیا کروں بھائی۔ وہ کہتے ہیں یاداشت آئے گی تو میں انکو چھوڑ دوں گی۔ کیا آپکو بھی یہی لگتا ہے۔ اگر میں اتنی سنگدل تھی تو اللہ نے مجھے اس آزمائش میں کیوں ڈال دیا کہ میں اک ایسے شخص کی محبت سے بھر گئی جسکے بقول میں اسے پہلے دیکھتی ہی نہ تھی۔ ایک دم سے یہ اتنی ساری محبت، یہ خواہش، یہ وابستگی کہاں سے چلی آئی۔"

منائم کی اداسی نہ اسکے بھائی کو اچھی لگی نہ مہویر کو، وہ بظاہر تو منائم سے تنگ تھا لیکن اس وقت اسے اپنے لیے پریشان بھی نہیں دیکھ پا رہا تھا، خضر نے اسکے بال پیار سے سہلائے پھر گال تھپکی۔

"سب اچھا ہو گا میری جان! وقت ہر چیز کا مرہم ہے۔ تم دو کے ساتھ جو یہ ہوا، اسکی بھی تلافی ہو گی۔ بس تمہیں اسے احساس دلانا ہو گا کہ تم اسکے ہر قسم کے وقت میں اسکے ساتھ رہو گی۔ ممکن ہے وہ بھروسہ کرنے میں ہماری طرح اناڑی ہو۔ جیسے ہم دونوں نے بھی بچپن سے کسی پر بھروسہ نہیں کیا سوائے اک دوسرے کے۔ اسکا پاسٹ بھی شاید ایسا ہو کہ وہ اتنا سرد اور روڈ ہو گیا ہے۔ ابھی دن ہی کتنے ہوئے بچہ ہم سبکو ملے، آہستہ آہستہ ہم اسے، وہ ہمیں سمجھ جائے گا۔ پھر جب اسے پتا چلے گا ہم اسکے خیر خواہ ہیں، کبھی نقصان نہیں دیں گے تو وہ بھی ہمیں اپنی فیملی مان لے گا۔ تمہیں اتنا پریشان ہونے کی ضرورت نہیں"

خضر کا سمجھانے کا انداز تو منائم کیا، خود مہویر کے کئی جواب بن گیا، وہ خوش تھا کہ وہ ان دو کا محافظ ہے، اب تو اور لگن سے وہ وابستگی کے بارے سوچ رہا تھا، مزید مہویر نے دونوں کو اکیلا چھوڑا اور خضر کے زخمی باڈی گارڈ کے بارے ڈاکٹر سے بات کرنے بڑھ گیا تا کہ اسکی کنڈیشن پوچھ سکے اور منائم بھی مسکرا کر مان جاتی نظر آئی۔

"ٹھیک ہے بھائی۔ اب مجھے بتائیں کس سے ہوئی منگنی؟ کیا آپ اس لڑکی کو پہلے سے جانتے ہیں۔ کیا وہ آپکے دوستوں میں سے ہے کوئی؟"

منائم کو اب فکر اس انگوٹھی کی جاگی اور تجسس سے وہ مرنے والی تھی، خضر مسکرا کر اسکی گال دبوچ گیا۔

"نہیں بابا کے دوست کی بیٹی ہے۔ بابا کی خواہش ہے۔ تم جانتی ہو منائم وہ بہت خوبصورت ہے لیکن۔۔۔"

بیلا کی خوبصورتی سے تو وہ ابھی بھی اندر تک ہلا تھا مگر جب اسکی آنکھوں کا خیال آیا تو افسردہ و غمگین ہو گیا، یہ منائم نے بھی محسوس کیا۔

"لیکن کیا بھائی؟"

وہ لمحہ لگاتے خضر کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں بھر کر دبا گئی۔

"وہ دیکھ نہیں سکتی"

خضر کے انکشاف پر منائم کا منہ کھل گیا، آنکھیں بھی حجم سے بڑی ہو گئیں۔

"کیا؟ بلائنڈ لڑکی۔۔ بابا نے کیسے ہاں کر دی؟ سمجھ گئی۔ یہ شادی اُنکے فائدے کے لیے ہو گی۔ ادھر دیکھیں میری طرف۔ آپ کوئی فالتو نہیں کہ وہ آپکے ساتھ یہ کریں۔ میں ہوں ناں بھائی۔ لڑ لوں گی۔ شاید میں اچھا لڑ سکوں اب"

وہ اپنے ہاتھوں میں فوراً سے خضر کا چہرہ بھر کر بھائی کا پھر سے وہ دفاع کرنے پر تیار ہو گئی جو وہ بچپن سے کرتی آ رہی تھی، خضر کو اسکی ہمت پر بے شمار پیار آیا۔

"ٹھیک سمجھی ہو۔ لیکن میں کنفوز ہوں۔ وہ بہت پیاری ہے۔ اور یہ بھی کہ اسکی نظر کبھی بھی واپس آسکتی ہے۔ اگر ایسا ہو گیا تو وہ میرے ساتھ بہت سجے گی منائم۔ تم دیکھو گی تو تم بھی فدا ہو جاو گی۔ باربی ڈال جیسی ہے وہ"

منائم نے ہاتھ ہٹاتے اپنے دورائے رکھتے بھائی کو دیکھا اور مسکرا دی۔

"تو یہ کہیں ناں آپ کا دماغ اعتراض کر رہا ہے پر دل اور آنکھیں پوری لٹو ہیں۔ اگر وہ اتنی ہی پیاری لگ رہی ہے تو پھر دل بڑا کر کے رسک لے لیں۔ لیکن یہ رسک آپکو کتنا متاثر کرے گا اس بارے سوچ لیجئے گا بھائی کیونکہ یہ بہت بڑی ذمہ داری ہو گی۔ ایک ایسی لڑکی کے ساتھ رشتہ بنانا جو

آپکو کبھی دیکھ نہیں سکے گی، آپکو بعد میں تکلیف نہ دے۔ جو بھی فیصلہ لیں سوچ کر۔ اوکے ناں"

وہ منائم سے دل کا حال کہہ کر کچھ پر سکون ہوا اور منائم کی نچھاور کی گئی فکروں پر تازہ دم بھی ہو گیا۔

"وہی سوچ رہا ہوں خرگوش! اسے اپنانے کا سوچتا ہوں تو دل خوف سے بھاری پڑتا ہے کہ کیسے ہو گا، کیسے ساتھ چلیں گے، پر چھوڑنے کی بات بھی بے چین کر رہی ہے۔ لگتا ہے میرا دل اسکے حسن پر اٹک گیا ہے"

وہ اپنے حسن پرست ہونے پر جیسے افسوس کر اٹھا، منائم بھی ہنس دی۔

"ارے جب اللہ نے میرے بھائی کو ہنڈسم بنایا ہے تو ظاہر ہے حسن پسند کرنے والی آنکھیں بھی تو دی ہوں گی، بنتا ہے جی۔ خیر بعد میں اس پر سوچیں گے ابھی کے لیے بس مجھے بتائیں درد تو نہیں۔ گرم ہو رہے ہیں آپکے ہاتھ بھائی، بخار تو نہیں ہو رہا؟"

وہ اسکی فکر میں نڈھال ہو کر خضر کو خوشی بخش رہی تھی کیونکہ وہ یاداشت جانے سے پہلے بھی ایسی ہی تھی۔

"نہیں میرا بچہ میڈیسن کی حرارت ہے۔ تمہیں دیکھ کر تم سے بات کر کے اب میں فٹ ہوں۔ میری جان تمہیں مسکراتا دیکھ کر دل خوش ہے میرا۔ ہمیشہ ہر تکلیف سے دور رہو تم"

وہ بھائی کی دعا پر آمین کہے مسکرائی۔

"آپ بھی بھائی۔ میرے اچھے بھائی۔ میرے شور شرابے کو میوزک کہنے والے بھائی"

وہ شرارت سے ہنستی گئی اور خضر اسکی ہنسی کے بس سلامت رہنے کا دعا گو نظر آیا۔

.._____..

"میں اسکا تعاقب کر رہا ہوں سر۔ کچھ پتا چلا ہے"

کچن میں کووفی بناتے رئیس کو اسکے آدمی نے اطلاع دی جسے رئیس نے انیس کے پیچھے چھوڑ رکھا تھا۔

"اسکی کمزوریاں جانتی ہیں مجھے یاسر، بتاو کیا پتا چلا؟"

رئیس کی آنکھوں میں انتقام کی دھول نظر آئی، لہجہ بھی کرختگی سے بھر گیا۔

"وہ ہوسپٹل گیا تھا، اسکے جانے کے بعد میں نے پتا کروایا تو سٹیچیز کھلوانے آیا تھا۔ یعنی وہ زخمی تھا"

یاسر کی دی معلومات سن کر رئیس کی آنکھیں خوف سے پھیل گئیں، اگر زخمی ہو کر اس آدمی نے رئیس کو اس قدر دھویا تھا تو ٹھیک ہو کر تو وہ واقعی رئیس ملانی کی قبر بنا دیتا، اک فطری خوف رئیس پر حاوی ہوتا محسوس ہوا۔

"ہمم۔ اتنی طاقت کہاں سے آگئی اس کمینے میں کہ زخمی ہو کر بھی مجھے سر سے پیر دھو دیا۔ یاسر، مزید کچھ بڑا چاہیے مجھے۔ اسکا بزنس خریف، اسکی کسی سے دشمنی، اسکا کوئی ویک پوائنٹ، اسکا کوئی قریبی وفادار جو خریدا جا سکے۔ اب اسے شکست دوسرے طریقے سے دوں گا۔ ایک اور بار اسکے سامنے گیا تو مار دے گا مجھے پھر میں ان ماں بیٹی سے انتقام کیسے لوں گا۔"

رئیس ملانی کے دن رات کا قرار ختم ہو چکا تھا، اب اسکے جسم میں جتنا لہو بچا تھا اس میں صرف انتقام ہلکور رہا تھا، رئیس کے پیرنٹس آج کی فلائیٹ سے واپس کینیڈا چلے گئے تھے مگر وہ تباہ و برباد ہونے اور بُری موت مرنے یہیں رکا ہوا تھا۔

"میں کھوج میں لگا ہوں سر، اسکا قریبی ساتھی عصر زمان نامی لڑکا ہے، اسکا بزنس ہیلپر بھی ہے اور باڈی گارڈ بھی کہہ سکتے ہیں، ایک چھوٹا بھائی بھی ہے اسکا، اور باپ ٹیکسٹائل فیکٹری اونر ہے مگر تھوڑا اوباش آدمی ہے جتنا میں نے تحقیقات کروائیں۔ دیکھتا ہوں اگر عصر زمان کو خریدا جا سکتا ہے تو

زبردست۔ کچھ بھی پتا چلتا ہے تو میں آپکو بتاتا ہوں۔ ہمارے پاس انیس غانم کو دبوچنے کے لیے کمزوریوں کی کمی نہیں۔"

رئیس کی آنکھوں میں اترتی چمک بتا رہی تھی کہ وہ یہ سن کر سرور محسوس کر رہا ہے۔

"ٹھیک ہے یاسر۔ لگ جاو کام پر۔ اب اسے میں بتاتا ہوں رئیس ملانی کس بلا کا نام ہے"

رئیس نے غرور کے نشے میں آکر کال کاٹ دی پر اب اسے جسم کے درد محسوس نہ ہو رہے تھے، اپنی جیت صاف نظر آ رہی تھی۔

وہیں ملک ہولڈنگز کی چہل پہل بھی عروج پر تھی، عاصم کی کچھ اہم میٹنگز تھیں جس سبب اسے خضر کو چھوڑ کر آنا پڑا تھا، مگر میٹنگ کے بعد موساب اعوان تنتناتا ہوا میٹنگ ہال میں داخل ہوا کیونکہ اسے آج کی میٹنگ میں عاصم نے یہ کہہ کر شامل نہ کیا تھا کہ اسکی ضرورت نہیں۔

"تمہاری شکل دیکھنے یا تم سے منہ ماری کرنے کا کوئی موڈ نہیں میرا۔ اس لیے نکل جاو باہر"

عاصم کا ارادہ اب گھر جا کر تھوڑی دیر سونے کا تھا پھر شام میں ہوسپٹل جانے کا، موساب نے اسکا تضحیک بھرا انداز دیکھتے لپک کر عاصم کو اسکے گریبان سے دبوچا تھا، اسکے لیے عاصم بھی ہرگز تیار نہ تھا۔

"کیا چاہتے ہو تم عاصم کہ میں تمہارے ٹکڑے کر دوں؟"

موساب کے حقارت سے پوچھنے پر عاصم نے ایک ہی جھٹکے سے اسکے نجس ہاتھ اپنے گریبان سے پکڑ کر ہٹاتے موساب کو خود سے پیچھے دھکیلا۔

"اتنا آسان ہے کیا عاصم المیر ملک کے ٹکڑے کرنا۔ تکلیف کیا ہوئی تمہیں؟"

عاصم کو سمجھ نہ آئی یہ آدمی کیوں صبح صبح جانور کی طرح ٹوٹ پڑا ہے پر موساب کے اندر کل سے آگ لگی تھی، جب سے محراب نے اسے ٹکا سا جواب دیا تھا۔

"طلاق کے باوجود وہ تم سے نفرت نہیں کرتی۔ آخر کیوں۔ تمہارے کردار کی دھجیاں بکھر چکی ہیں پھر بھی وہ تمہاری سابقہ بیوی تم سے نفرت کیوں نہیں کر پا رہی۔؟"

موساب کی اصل تکلیف جان کر عاصم کے دل میں جیسے شدید والی ٹھنڈک اتری۔

"ہاہا۔ چچ چچ بچارا موساب اعوان۔ تمہاری حالت دھوبی کے کُتے جیسی ہو گئی ہے، نہ گھر کا نہ گھاٹ کا۔ تمہیں کہا تھا وہ تمہیں نہیں ملے گی۔ جانتے ہو کیوں موساب؟ اسکے اور میرے دو بچے ہیں جو ہم دونوں کی باہم مرضی سے ہی دنیا میں آئے تھے۔ اب وہ عورت جس نے کئی سال اپنے آس پاس صرف

میری موجودگی، میری خوشبو اور میری سانسیں فیل کی ہوں اسے تم جیسے باہر والے کی بو کہاں پسند آسکتی ہے، ابھی تو حقیقت اسے پتا چلے گی کہ تم نے حشمت احان ملک سے اسے چھوڑنے کی قیمت لی تب تو وہ تم پر تھوکے گی اور میں لاوں گا وہ وقت۔ اتنے بدبودار ہو کہ تمہارے اوپر چڑھایہ پرہیز گاری اور اچھائی کا موٹا غلاف بھی تمہارے اندر کی غلاظت چھپا نہیں پا رہا۔ آج مجھے ایسی ہی خوشی چاہیے تھی، مزہ آگیا۔"

عاصم کے الفاظ موساب کے اندر تک ہر شے ادھیڑ گئے تھے، موساب کی آنکھوں میں لہو اترا۔

"میری غلاظت بے نقاب ہو نہ ہو، میں تمہیں مٹی میں ضرور ملاوں گا اب عاصم۔ کہ وہ اپنا آپ نوچ ڈالے گی یہ سوچ کر کہ کبھی تمہاری بیوی رہی ہے۔ تم اسکا حساب ضرور دوگے عاصم۔ تم سے جب تک میں سب کچھ چھین نہ لوں، مجھے چین نہیں آئے گا۔ تم دیکھوگے کیسے تمہارے نام کو آگ لگاتا ہوں اب"

موساب نے کھلے عام عاصم کو وارننگ دی اور جس طرح تنتناتا ہوا آیا ویسے ہی کھولتا ہوا زیرِ لب مغلظات بکتا نکل گیا لیکن عاصم کے لبوں پر کمینی مسکراہٹ ابھر آئی، عاصم کی توجہ فون کال پر بٹی جہاں سوہا کالنگ لکھا تھا، وہ شاید عاصم کو عرشیہ کے ٹرپ کا بتانے کو کال کر رہی تھی۔

"ہاں سوہا بولو"

سوہا خود بھی سیوانی ابھی پہنچی تھی، اپنا بیگ آفس کی ٹیبل پر رکھے پلٹی۔

"عرشیہ دو تین دن کے لیے قوبا جا رہی ہے آج دن کو۔ اس نے کہا تھا تمہیں انفارم کر دوں۔ کوئی اہم کام تو نہیں اسکے کرنے والا ہولڈ نگز میں؟"

سوہا کی بات سنے وہ گلاس وال تک آ رکا۔

"نہیں کوئی کام نہیں۔ میں ہوں۔ اچھا ہے تھوڑا ریلیف پائے، یہاں سے نکل کر اپنی فیملی کے ساتھ وقت گزارے۔ تم نہیں گئی قوبا؟"

عاصم کا نرم انداز بھانپ کر سوہا حیران تھی کہ کاٹ کھانے کو دوڑنے والا آدمی اتنا نرم کیسے بول رہا ہے۔

"میں نے تم سے شادی کرتے ہی ان دونوں کو کھو دیا تھا۔ مجھ سے اب تک خفا ہیں۔ لیکن عرشیہ تو پلی ہی انکے پاس ہے۔ اسکا ہسبنڈ اور دیور بھی جا رہے ہیں ساتھ۔ تمہیں پتا ہے کیا ہماری عرشیہ کی شادی ہو چکی ہے؟"

عاصم نے جیسے اک اداس سی سمائل دی، یہ سن کر اسے اچھا لگا تھا لیکن سوہا کی اپنے والدین سے ناراضگی اسے اداس بھی کر گئی۔

"خوشی ہوئی سن کر، خوش رہیں میرے سارے بچے۔ تم بتاو تمہاری شادی کیسی چل رہی ہے سوہا ڈارلنگ؟"

عاصم کا لہجہ سچ میں بدلا تھا، اب تو سوہا کو بھی حیرت گھیرنے لگی۔

"تمہیں کیوں جاننا ہے؟"

وہ تلخ ہوئی اور عاصم کو احساس ہوا کہ واقعی اس نے شدید غلط سوال کر دیا۔

"بس ویسے ہی پوچھ لیا۔ تمہارا وہ رئیس ملانی اب تک تمہیں کیسے جھیل رہا ہے، حیرت ہوتی ہے بس۔"

عاصم کے لہجے میں عجیب سی کڑواہٹ تھی، ورنہ ہمیشہ طنز اور نفرت ہوا کرتی تھی، یہ بدلاو سوہا کے لیے پریشانی کا سبب تھے، وہ سمجھ نہ پائی عاصم کے دماغ میں کیا چل رہا ہے۔

"تمہیں حیرت و پریشانی پالنے کی ضرورت نہیں، مجھ سے تمہارا رشتہ بس عرشی کی وجہ سے ہے۔ اسکے علاوہ کسی معاملے میں تمہاری دلچسپی قبول نہیں مجھے۔ خیر بہت کام ہیں مجھے۔ عرشی کا بتانا تھا۔ بائے"

سوہا نے گھبرا کر کال کٹ کر دی، عاصم کے بدلے بدلے تیور اسے خوفزدہ کر گئے تھے، کہیں وہ سوہا کے لیے ایک بار پھر سنجیدہ ہونے کے ارادے تو نہیں

رکھتا تھا، یہ سوچ آتے ہی سوہا نے جھر جھری لیتے اپنے ان خیالات کی نفی کی۔

البتہ عاصم کی سوچیں الجھی تھیں، یہ سچ تھا وہ بس ایک عورت سے واقعی محبت کر پایا تھا اور وہ سوہا سر مرو تھی لیکن حالات، کیفیات اور خوابوں کی تکمیل کے لیے اسے بہت کچھ من پسند چھوڑنا پڑا، اسی میں سوہا سر مرو بھی شامل تھی۔

ہاں وہ اسکا خسارہ تھی، جب تک وہ نہ چاہتا سوہا اس سے اک پائی بھی نہ نکلوا پاتی لیکن وہ پچھلے اٹھائیس سالوں سے خوشی خوشی لٹ رہا تھا، کیوں؟ کیونکہ وہ واحد عورت تھی جسکے ساتھ وہ صرف سویا نہیں تھا، جیا بھی تھا، کچھ وقت ہی سہی، وہ عورت اسکا من پسند خسارہ تھی۔

.._____..

انیس نے اسکے لیے آف وائٹ ربڈ نِٹ مِڈی ڈریس سیلیکٹ کیا تھا جسکے ساتھ اس نے کیمیَل براؤن لانگ کوٹ اسکے لیے میچ کر کے چنا تھا، ڈریس ٹخنوں تک لانگ تھا یعنی وہ ایک فل سائز سوئٹر جیسا باڈی کون ڈریس تھا، جسکا فیبرک گرم اونی تھا۔

"اسکے ساتھ لانگ لیدر ہیلز شوز پہنو۔ وہ سوٹ کریں گے۔ اپنے پیر کا سائز بتاو میں سٹوڈیو سے واپسی پر لے آوں گا"

وہ اسکے لیے نکالے ڈریس کو ہینگر سے پکڑ کر میٹرس پر پھیلائے عرشیہ کے سامنے آ کر رکا جو سنگار میز کے پاس زرا سی ٹیک لگا کر سینے پر ہاتھ لپیٹے کھڑی انیس کے اندر موجود اس ٹیلنٹ کو کھوجنے کے بعد مسکرا رہی تھی۔

"انیس غانم علوی پر اتنے بُرے دن آ گئے کہ میرے لیے جوتا خریدے گا؟"

وہ اسکی خود پر جمی وارفتہ نگاہوں سے انجان نہ تھا پر جب بھی وہ فلرٹ کرتی اسکی آواز میں کھنک آتی اور یہ انیس کو پاگل کر دیتا۔

"تمہیں کیوں لگتا ہے کہ میں یہ تمہارا سوچ کر خریدوں گا؟"

وہ اسکے بیڈ کے سائیڈ رکھے چھوٹے سے جیولری باکس کو جھک کر اٹھائے میچنگ ائیر رنگز بھی دیکھ رہا تھا اور عرشیہ اسکے سوال پر حیران ہی تو ہو گئی۔

"پھر؟ کیا سوچو گے۔یہی کہ وہ جوتے تمہیں پہننے ہیں۔یا پھر امیجن کرو گے کہ تم لیڈیز کے بجائے میلز جوتے خرید رہے ہو۔بتاو ناں تجسس ہو رہا ہے مجھے"

وہ اس قدر بے چینی سے پوچھنے لگی کہ انیس نے ائیر ہوپس رینڈ ملی چن کر ہی اپنے قدم سنگار میز سے لگ کر زرا بینڈ ہو کر جڑی عرشیہ کی طرف بڑھائے، عرشیہ فوراً سے سیدھی ہو کر ہاتھ کھولے کھڑی ہوئی، انیس نے وہ کان کی سنہری ہوپ نما بالی آہستگی سے عرشیہ کے کان کے ساتھ لگا کر پھر

میٹرس پر پڑے ڈریس کو دیکھ کر امیجن کرتے سر اثبات میں ہلایا اور دونوں گولڈ ہوپس وہیں سنگار میز پر رکھے جسکا مطلب تھا انیس نے ڈریس کے ساتھ ہی انھیں چنا ہے۔

"میں تمہارے لیے کوئی چیز خریدتے ہوئے یہی سوچوں گا کہ یہ میری چیز ہے، جیسے تم میری ہو"

وہ اسکے جواب کے لیے شدت سے منتظر تھی مگر وہ ایسے جواب دے کر زرا زرا جان نکالے گا یہ عرشیہ نے کب سوچا تھا، وہ امید کے خلاف آتے جواب پر بدحواس ہو کر رہ گئی، اسکی پلکیں انیس کے روبرو آرکنے پر آنکھوں کا سایہ بنے ٹھہر گئیں، وہ اسکی ٹھوڑی پکڑ کر اسکا چہرہ مزید اوپر لفٹ کرے عرشیہ کو دیکھ رہا تھا، جسے اپنے حلق میں اس وقت کانٹے اگتے محسوس ہو رہے تھے۔

"کیا ہوا؟ سچ ہی تو کہا ہے۔ یہ حقیقت ہے اور مجھے نہیں لگتا یہ رومنٹک ہے کہ تمہاری ہوائیاں اڑ گئیں"

وہ اپنی آنکھیں نیچی کرے اپنا ہاتھ بڑھا کر انیس کا اپنی ٹھوڑی پر جما ہاتھ ہٹانے ہی لگی جب انیس نے وہ اٹھتا ہاتھ اپنے دوسرے ہاتھ میں لیتے دبا کر نیچے کیا، عرشیہ خوف سے دوبارہ انیس کو دیکھنے لگی۔

"ت۔۔تم سے کس نے کہا رومنٹک بات پر ہوائیاں اڑتی ہیں۔بس یہ ناقابلِ یقین تھا کہ تم نے مجھے میری کہا۔رومینس کہاں سے آگیا دو دشمنوں کے بیچ بھلا"

وہ اپنا ہاتھ چھڑوانے کی کوشش کے ساتھ وضاحت بھی دے گئی جس پر انیس نے اسکے ہاتھ کو کَس کر دبایا کہ وہ ہلا کر اسکی آنکھوں کو ڈسٹرب نہ کرے۔

"اوہ۔لیکن میں نے تو تمہیں معاف کر دیا تھا۔کیا زبردستی کی دشمنی چاہ رہی ہو خاتون۔بتاو؟"

وہ اسکے سامنے سے ہٹ جائے، عرشیہ اس وقت بس یہی دعا کر رہی تھی۔

"نہیں میں تو دوستی چاہتی ہوں۔ وعدہ چاہتی ہوں کہ ہمیشہ ایک دوسرے کی جان اور سر کو کھاتے رہیں۔ تم نے مجھ سے کیوں نکاح کیا، روز یہ سوال کروں گی، اس امید پر کہ کبھی تو سچ بولو گے"

وہ اسکا ہاتھ آزاد کر گیا پر وہ مزاحمت خود ہی ترک کر گئی، انیس نے دوسرے ہاتھ میں جو اسکی ٹھوڑی پکڑ رکھی تھی وہ بھی چھوڑی، دونوں ہاتھ عرشیہ کے دائیں بائیں ڈریسنگ میز کے کنارے پر ترچھے سے ٹکا کر وہ زرا جھکتا عرشیہ کے چہرے کے قریب چہرہ لے جائے رکا جس سبب وہ تھوڑی سی پیچھے ہوئی، اسکی آنکھوں میں صاف نزدیکی کا ڈر تھا۔

"تم شرط ہاری تھی تبھی کیا۔ تاکہ تمہیں تمہارے جرم کی سزا دے سکوں۔ اسکے علاوہ اس نکاح کا کوئی سچ نہیں۔ اور نہیں دے سکتا وعدہ کیونکہ جب میرا دل بھر گیا میں تمہیں اس سزا سے آزاد کر دوں گا۔ سنپل۔ تیسری بات دوستی کی تو میں لڑکیوں سے دوستی نہیں کرتا خاتون"

وہ اسکے الفاظ کی حدت و تلخی پر اس نزدیکی کی ساری گھبراہٹ بھلا گئی، بیچ کا فاصلہ بھی سمیٹ کر اپنی گرے آنکھوں کا درد لیے ہی انیس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے اپنے دونوں ہاتھ بے ارادہ انیس کے سینے پر جما گئی۔

"یعنی میری بکواس کا کوئی فائدہ نہیں۔ تمہیں کہا تھا ٹوٹتے رشتے میری کمزوری ہیں انیس، یعنی تم مجھے میری کمزوری پر آزما کر اس چھری کے وار جیسی برابر کی سزا دو گے۔ پلین تو بہت باکمال بنایا ہے، لیکن دیکھو تمہارا زخم بھر گیا ہے چند دنوں میں۔ یہ ثابت کرتا ہے کہ میں نے گہرا وار نہیں کیا تھا۔ تم دیکھ لو اپنا، بدلے کے چکر میں مجھ سے ناانصافی نہ کر بیٹھنا۔ یہ نہ ہو پھر اک دائرہ چل پڑے۔ پھر سے سزا دینے کا اختیار میرے ہاتھ آجائے"

وہ اسکے ہاتھوں کی حرارت کے حصار میں اپنا سینہ جکڑا محسوس کر رہا تھا، اور دل تو اس لڑکی پر مر مٹا تھا، وہ بہت اچھی تھی، یہ انیس کا دل اعتراف کرتا تھا لیکن وہ اسے چند دن اپنا بنا کر رکھنے کے سوا کوئی خواہش نہیں کر سکتا تھا، اسکی زندگی خواہشوں کی اجازت نہیں دیتی تھی۔

"میں بلکل بھی ناانصافی نہیں کروں گا۔ کسی دائرے کے چل پڑنے کی ہر گر نوبت نہیں آئے گی۔ یہ ہمارا رشتہ جہاں سے شروع ہوا، ختم ہونے سے پہلے بھی اسی درجے تک آجائے گا تاکہ میں بھی خوش اور تمہاری بھی رشتے ٹوٹنے کے خوف سے جان چھوٹ جائے گی۔ تم محسوس کرو گی کہ اس رشتے کے ٹوٹنے پر کوئی درد نہیں ہو گا تمہیں۔ بلکہ آزادی اور نجات محسوس کرو گی۔ میں نے اینڈ تک سب سوچ لیا ہے خاتون"

وہ اسکے ایسے سنگدل الفاظ اور جملے سن کر حیران نہ ہوئی کیونکہ اسے انیس سے ایسی امید پہلے ہی تھی، وہ جگر پاش سا مسکرائی۔

"گریٹ۔ یہ تو کمال ہے۔ یعنی تمہارا مطلب ہم جب الگ ہوں گے تو پہلے لمحے جیسے اجنبی اور لاتعلق ہو چکے ہوں گے۔ تو بیچ کا وقت کہاں جائے گا انیس؟ یہ وقت جب تم نے مجھے گلے لگایا، کبھی بھی گلے لگنے کی اجازت دی، رات کے پہر صرف میرے لیے کوکنگ کی۔ آج ہاتھ پکڑا، بچوں کی طرح لپٹے، گود میں سر رکھا۔ اور ابھی جو مزید لمحے، دن یا شاید مہینے ہم ساتھ

گزاریں گے، اس سے زیادہ قریب آئیں گے۔ یہ سب وقت اتنا بے وقعت اور بے کار ہو گا کہ ہمیں الگ ہونے کے بیچ رکاوٹ نہیں دے گا۔۔۔ یہ سب کیسے سوچ لیا تم نے؟"

عرشیہ کی آنکھوں میں ناچاہتے ہوئے بھی نمی آگئی، وہ کتنے بھاری سوال کر گئی تھی اسے خود بھی نہیں پتا تھا۔

"اس سے زیادہ قریب نہیں آئیں گے ہم بے فکر رہو۔ میں دو گھنٹے تک واپس آجاوں گا۔ سٹوڈیو جارہا ہوں۔ میرے لیے اپنی پسند کے کپڑے نکال دینا اور عدین کی مدد بھی کر دینا کہ کچھ کمفی پہنے، اسے ٹھنڈ جلدی لگ جاتی ہے۔ اور ہاں اپنے شوز کا نمبر مجھے میسج کر دو"

وہ اس سے لمحہ لگاتے جب دور ہوا تو عرشیہ کو لگا کسی نے اسکے سینے سے دل نکال کر کچل دیا ہو، وہ اتنا نارمل ہو کر ہدایات کر گزرا کہ عرشیہ کو ڈریسنگ کا کونہ پکڑ کر اپنا توازن برقرار رکھنا پڑا کیونکہ اسکا سر چکرا گیا تھا، یعنی وہ عرشیہ

کے قریب صرف اس لیے نہیں آنے والا تھا کیونکہ اسے اک دن اس لڑکی کو ویسے ہی چھوڑنا تھا جیسے اپنا بنایا، اس لمحے عرشیہ کو اپنا آپ مٹی کے زرے سے بھی کم وقعت لگا۔

"جیسا تم کہو"

وہ اپنی آنکھ سے بہتا آنسو بے دردی سے رگڑ کر مسکرائی تو انیس نے اسے اک نظر دیکھا اور ہر تاثر سے عاری ہوتا ہوا وہ اسکے کمرے سے نکل کر چلا گیا، اسکے بھاری قدموں میں سیڑھیوں کی جانب بڑھتے کوئی لرزش نہ تھی پر عرشیہ نے جو آنسو رگڑے وہیں نئے آنسو بہتے دیکھائی دیے۔

"مطلب کیا ہے اس رشتے کا؟ کیا مزاق چل رہا ہے انیس۔ کیا میں اسکے لیے کھلونا ہوں کہ وہ دل بہلانے کے بعد آسانی سے پھینک دے گا۔ پر میرا دل کہتا ہے وہ مجھے کبھی نہیں چھوڑ سکتا نہ چھوڑے گا۔ پر پھر یہ کیوں کہہ کر گیا ایسا؟ مجھے تکلیف نہیں ہونی چاہیے تھی اتنی جتنی ہو رہی ہے۔ کیونکہ مجھے اسکا

انجام دماغ میں رکھنا ہو گا۔ کیا پتا جب چھوڑنے کا وقت آئے تو وہ دل کے بجائے دماغ کی مان بیٹھے، نہیں۔ میرے لیے جب اس رشتے سے نکلنے کا سوچنا بھی ناممکن ہے تو وہ کیسے کہہ سکتا ہے۔ تمہاری آنکھیں مجھے بتاتی ہیں تم نہیں رہ سکتے میرے بنا پھر تم کیوں کہتے ہو۔ اتنے الجھے ہوئے اور بکھرے ہوئے کیوں ہو تم۔ تمہیں سمیٹنے کی خواہش پہلے میرا دل زخمی کرے گی، پھر تمہیں سمیٹنے کی کوشش میرا وجود تار تار کرے گی۔۔ سب جانتی ہوں پر مان نہیں سکتی۔ یہ میرے بس میں نہیں رہا انیس غانم علوی۔ میرے بس میں اب واقعی میں نہیں رہی۔"

وہ اپنے دونوں ہاتھ اپنے چہرے پر جماتی سسک اٹھی لیکن ساتھ ہی اس نے گہرا سانس بھرتے اپنے آپ کو رونے سے کامیابی سے روکا، آج وہ اسکے ساتھ جا رہا تھا اس لیے وہ اداس نہیں ہونا چاہتی تھی، بھلے وہ عرشیہ کے روم روم میں تھکاوٹ بھر گیا ہو، تب بھی وہ مسکرانے کی کوشش کر رہی تھی۔

یہ سوچنا کہ وہ اسکے ساتھ جا رہا ہے، ہر تکلیف پر حاوی تھا۔

"پریشان مت ہو عرشیہ۔ وہ مجھے اپنے ساتھ یہ کچھ دن رکھ کر مجھے چھوڑنے کے قابل ہی نہیں رہے گا۔ تم اتنی بھی ارزاں نہیں اب۔ خود پر اعتماد کرو۔ وہ دیوانہ ہے تمہارا سمجھی، اسکا بس چلے اپنی سانسوں کے قریب ہی گھر بنادے تمہیں۔ فضول میں خبر دار تم روئی۔ میں ڈھونڈلوں گی وہ وجہ جو تمہیں میرے قریب آنے سے روکتی ہے، ختم کر دوں گی وہ وجہ"

وہ انیس کی جانب سے اپنے سیلکٹڈ کپڑے اٹھا کر انھیں ہاتھ پھیر کر پیار سے سہلائے محبت سے دیکھتے خود کو بول کر، آہیں گھوٹ کر سمجھا رہی تھی، ان تین دنوں میں وہ اس شخص کی آنکھوں، اسکے بظاہر جمے دل اور روح سسکی سچائی جان چکی تھی، وہ خود کو تسلی اور حوصلہ دیتے بہت غمگین تھی لیکن یہ فائدہ مند تھا، وہ اسکے باوجود خوش تھی، خوش تھی کہ وہ اسکے جا رہا ہے، ہنگامے سے دور اک پر سکون جگہ، وہ اپنے کپڑے تو چن چکی تھی لیکن اس نے انیس کے لیے کپڑے نکالنے سے پہلے جا کر عدین کی مدد کی، کیونکہ انیس تو گھر سے جا چکا تھا، ابراہیم بھی گارڈن ایریا میں ہی بیٹھے کچھ دوست

احباب کے ساتھ بیٹھے تھے جن سبکا آج رات پارٹی کا پلین تھا اور انکے یہ ان جیسے رنڈوے دوست انیس کی غیر موجودگی میں ہی ٹپکتے تھے۔

عرشیہ نے آہستہ سی دروازے پر دستک دی تو عدین نے اسے فوراً اندر آنے کی اجازت دے دی جس پر وہ مسکرا کر کمرے میں آئی، عدین بھی کپڑوں کا امبار میٹرس پر لگائے کچھ سیلکٹ نہ کر پا رہا تھا پر عرشیہ کو آتا دیکھے اسے امید ملی کہ اب کچھ سلیکٹ ہو جائے گا۔

"آپ میری مدد کر دیں۔ کیا پہنوں؟ مجھے تو کچھ سمجھ نہیں آرہا"

وہ عدین کی الجھن پر آگے آئی، اسکے پیار سے بال سہلاتی اسکے لیے کچھ دیر کی سوچ بچار کے بعد بلیک جوگر پینٹ کے ساتھ بلیک ہی سوئیٹ شرٹ اٹھا کر عدین کو پکڑانے کے بعد ایک وائیٹ ہڈی اور ایک بلیک پفر جیکٹ اٹھا کر پلٹی۔

"آپ نے تو فوراً مسئلہ حل کر دیا"

وہ مسکرا کر بولا کیونکہ اسے یہ میچنگ پسند آئی تھی پھر بلیک اینڈ وائیٹ تو ان دونوں بھائیوں کا فیورٹ کلر تھا۔

"کیونکہ مما کے ساتھ رہ رہ کر زبردستی ایکسپرٹ ہو گئی ہوں۔"

وہ چہکی لیکن اسکے لہجے کی کھنک عدین کو نجانے کم سی لگی پر اس نے اپنا وہم سمجھا۔

"آپکی مما بہت سوئیٹ ہیں۔ فرینڈلی۔ میری مما ہوتیں تو میں بھی انکا دوست ہی بن کر رہا کرتا"

عدین کے کھوئے کھوئے انداز میں کہتے ہی عرشیہ نے اسکے ہاتھوں سے کپڑے لے کر بیڈ کے کنارے رکھے اور عدین کا چہرہ ہاتھوں میں بھر کر اوپر اٹھایا کیونکہ وہ افسردہ ہو گیا تھا، جنکی ماں نہ ہو انھیں دوسروں کی مائیں دیکھ کر بہت خواہش ہوتی ہے کہ کاش وہ بھی اپنی ماں کے گلے لگ سکیں۔

"اگر تمہیں پسند ہیں تو وہ تمہاری مما بھی بن جائیں گی۔ اور پہلے کی بات الگ ہے، اب تو میں ہوں۔ بھابھی اگر عمر میں بہت سال بڑی ہو تو وہ ماں ہی ہوتی ہے عدین۔ ایسے اداس نہیں ہوتے، تم تو بہت سٹرونگ ہو۔"

وہ عدین کو ایسے ٹوٹا دیکھ کر خود بھی اپنی آنکھیں بھیگو گئی، عدین کو الٹا اسکی فکر ہوئی۔

"آپ بہت نازک دل کی مالک لگتی ہیں مجھے، آپکی آنکھیں فوراً بھیگ جاتی ہیں۔ آپ بھی سٹرونگ بنیں پلیز۔ میں تو بہت کوشش کرتا ہوں کہ ایموشنل نہ ہوا کروں لیکن کوئی کوشش کامیاب نہیں ہوتی۔ شاید اس لیے کہ ابھی میں چھوٹا ہوں"

وہ اسکے جواب پر اپنی آنکھوں میں مسکراتے رنگ اتار لائی۔

"نہیں عدین۔ جو دل کے پیور ہوں وہ اپنا ایموشنل ہونا کبھی بھی کنٹرول نہیں کر سکتے۔ لیکن بہر حال مجھے تمہارا اداس ہونا ڈگنا اداس کرے گا۔ کبھی

مما کی یاد آئے تو خود کو بتانا کہ اب تمہارے پاس مما جیسی عرشیہ المیر ہے۔ اوکے کول بوائے؟"

وہ اسکی اداسی کو مسکراہٹ میں بدل گئی، وہ سر بھی ہلا گیا۔

"تھینکیو سو مچ عرشیہ المیر"

وہ اپنی کیوٹ سی ٹون میں بولا تو عرشیہ نے اسکی گال مسکرا کر سہلائی۔

"موسٹ ویلکم مائی سوئیٹ ہارٹ۔۔۔ خیر چلو اب یہ کباڑ مل کر سمیٹ لیتے ہیں۔ ویسے تم اپنے کپڑوں کا بازار لگا سکتے ہو۔ باپ رے باپ اتنے کپڑے تو مارکٹ میں بھی نہیں ہوں گے۔ ویسے مزے کی بات بتاوں میرا گھر والا واڈرب بھی یونہی پھٹنے کو آ چکا ہے۔"

وہ سیلیکٹ ہوئے کپڑوں کے علاوہ جو اتنا امبار لگا تھا اسے عدین کے ساتھ مل کر سمیٹتے اسے بھی ہنسا رہی تھی اور خود بھی اپنا کارنامہ بتا کر ہنسی۔

"اور کیا۔ اتنے کپڑوں میں سے بھی کچھ ڈھونڈ نہیں پا رہا تھا حالانکہ یہ سب بلکل نیو ہیں۔ ویسے بندے کے پاس زیادہ چوائسیز آجائیں تو وہ یونہی چیزوں کی بے قدری شروع کر دیتا ہے۔ مجھے بھیو ہمیشہ سمجھاتے ہیں کہ اتنے کپڑے لو جنکی ضرورت ہے پر مجھے تو سب پسند آجاتا ہے کیا کروں"

وہ دونوں ہی عدین کی پھیلی وارڈرب جو کل ہی انیس نے ٹھیک کی اسے پھر سے سنوار رہے تھے، عرشیہ کو عدین کی بات سچ میں دل پر لگی۔

"اف! میرا بھی یہی حال ہے عدین۔ لگتا ہے تمہارے بھیو سے کچھ سیکھنا ہی پڑے گا ورنہ کہیں ہم اپنے ہی خریدے کپڑوں تلے آکر دب نہ جائیں"

وہ بھی سیلقے سے کپڑوں کو تہہ کر کے رکھتے شرارت سے ہنسی، عدین اسے تہہ کر کر کے دے رہا تھا، لیکن اہم چیز عدین کو اسکی کمپنی اس سب سے زیادہ اچھی لگ رہی تھی۔

"ہاہا ٹھیک کہا آپ نے"

وہ اسکی سنگت میں خوش تھا، عرشیہ اپنے دل کا کرب بھول گئی، سٹوڈیو پہنچ کر انیس کی میٹنگ تھی لیکن وہ ہو کر بھی وہاں نہ تھا، اسکے خیالوں کو عرشیہ کی آہیں چھو گئی تھیں، عدین کے پاس سے وہ واپس اوپر آئی اور اس بار اس نے انیس کے کمرے میں آکر اسکے لیے بھی کپڑے نکالنے کا سوچتی مسکرائی، اسکے کمرے کے اس حصے تک آکر رکی جہاں وارڈرب میں انیس کے کپڑے، کوٹس اور پینٹس ہینگ تھیں، وہ ہاتھ بڑھا کر انکو چھو کر افسردہ ہو گئی۔

چیزیں مٹھی میں لے لینا آسان تھا، بس جنکی چیزیں ہوں انھیں جکڑنا مشکل تھا، اسکے لیے اپنی پسند کے میچنگ پیئر میں کپڑے نکال کر وہ کوٹس نکالنا ہر گز نہ بھولی، پھر جاتے جاتے نظر اس گھڑی پر جا پڑی جسے وہ سائیڈ ٹیبل پر ہی چھوڑ گیا تھا، وہ سمجھتی تھی وہ چیزوں کو اہمیت نہیں دیتا پر اسے تو دینی چاہیے تھی، وہ عرشیہ کا اسے دیا پہلا گفٹ تھی، لیکن یہاں بھی وہ خود کو بہلا گئی مگر وہ جان بوجھ کر چھوڑ کے نہیں گیا تھا، بھول گیا تھا۔

انیس نے اسکے لانگ ہیلز شوز بھیجوا دیے تھے، ڈرائیور دے گیا تھا۔

انیس کا عصر سے رابطہ تھا جو ابھی تک سونم کے باہر نکلنے کا ویٹ ہی کر رہا تھا، یہ دو گھنٹے گزر گئے، عدین بھی تیار ہوا، عرشیہ بھی چینج کرے ریڈی ہو رہی تھی، اک افسردگی کا اثر اس پر حاوی تھا، سوا دو بجے وہ تیار ہوئے کمرے سے نکلی، اسکے ہاتھ میں بس ایک بلیک بیگ تھا، وہ بہت اچھی لگ رہی تھی، وہ حسین لگ رہی تھی لیکن جب اسکی آنکھوں پر آو تو لگتا کچھ توازن میں بگھاڑ آ گئے ہیں، وہ انیس کے کمرے کے دروازے کے باہر بے ارادہ رک کر اس دروازے کو دیکھنے لگی اور اسکے دیکھتے ہی دیکھتے وہ دروازہ کھول کر نکلا تو عرشیہ سے نظر ملا بیٹھا۔

وہ بلیک ٹرٹل نیک شرٹ پہنے ہوئے تھا جس پر بلیک فٹڈ بلیزر کوٹ تھا، چار کول گرے فِٹڈ اوور کوٹ انیس کی بازو پر تھا، نیچے بلیک سلیم فِٹ پینٹ تھی، کمر پر میٹل بکل بیلٹ جھلک دے رہا تھا۔

انیس کے پاؤں میں بلیک پولشڈ لیدر ڈریس شوز تھے جو اسکی لک کو مکمل ایلیٹ بنا رہے تھے، پھر وہ اسکی کلائی دیکھتے مسکرا دی، اس نے عرشیہ کی دی گھڑی پہنی ہوئی تھی، انیس نے محسوس کیا وہ اسکی کلائی کو دیکھ رہی ہے۔

پھر دونوں کی نظریں ملیں اور دل دھڑک اٹھے۔

"لاو تمہارا کوٹ میں پکڑ لیتی ہوں۔ تم ایزی رہو، تم ڈرائیونگ کرو گے ائیر پورٹ تک یا علیم بھائی جائیں گے؟"

وہ خوشی خوشی اس سے کوٹ لیتی مسکرائی، اپنا کوٹ تو وہ پہنے ہوئے تھی، انیس نے اسکو سر سے پیر دیکھا، وہ واقعی بہت خوبصورت لگ رہی تھی، پر وہ بھی اسکی آنکھوں پر آ کے بے چین ہوا۔

"میں خود ڈرائیونگ کروں گا۔ ائیر پورٹ سے علیم خان میری گاڑی پک کر لے گا، کچھ سروس ہونی ہے اسکی۔ تمہارے شوز ٹھیک ہیں، ان میں چلنا ایزی نہیں تو کچھ اور دیکھ لیں راستے میں؟"

وہ اسکے پیروں کے آرام کو یقینی چاہتا تھا تبھی اسکے جواب کے ساتھ عرشیہ کی فکر بھی ہلکوری، یہی اسکی فکریں تو عرشیہ کو اس سے بدگمان رہنے نہیں دیتی تھیں۔

"نہیں نہیں یہ بہت کمفرٹیبل ہیں۔ فکر مت کرو"

وہ نرم سے لہجے میں یقین دلانے کے ساتھ تکلف بھی برت گئی۔

"گڈ۔"

وہ اسے دیکھ رہا تھا جو انیس کو دیکھتے ہوئے جوابا مسکرا رہی تھی پر اسکی آنکھوں میں خالی پن تھا، وہی خالی پن جو انیس اس میں بھر کر گیا تھا۔

"تم سے سخت الفاظ کہنے پر شرمندہ ہوں پر کیسے کہوں۔"

وہ اتنی قوت ہی نہ رکھتا تھا کہ اپنی سوچ کو زبان دیتا، وہ بہت بہادر تھی جو سب کہہ کر، اسکی جلی کٹی سن کر بھی قائم کھڑی تھی، پر اس کا خوبصورت چہرہ خزن میں لپٹا انیس کی سانس گھوٹ رہا تھا۔

"بہت اچھے لگ رہے ہو انیس، بلیک تم پر سجتا ہے۔ عدین انتظار کر رہا ہے ہمارا نیچے۔ چلیں؟"

وہ کہہ کر اسکا کوٹ اچھے سے سنبھالتی سیڑھیوں کی طرف بڑھی تو انیس نے بھی اسکے قدموں کی پیروی کی، انیس جب ابھی گھر آیا تھا تو ابراہیم نے اپنے دوستوں کو بھی چلتا کر دیا کیونکہ انیس جالیتا پھر تو وہ کھل کر موج مستی کرنے کو آزاد ہو ہی جاتے، انیس اور عرشیہ نیچے پہنچے تو عدین پہلے سے تیار کھڑا منتظر تھا۔

"پہنچ کر مجھے انفارم کر دینا تم لوگ۔ انجوائے کرنا خوب۔"

ابراہیم صاحب کی اصل خوشی یہ تھی کہ دو تین دن وہ بنا کسی روک تھام کے عیاشیاں کریں گے، سب نے ہی اجازت لی اور فائنلی ایک خوبصورت سفر کی ابتداء ہوئی، وہ اپنے ساتھ چلتی، عدین سے باتیں کرتی لڑکی کو دیکھ کر یہی سوچ رہا تھا وہ دکھتی کیوں نہیں، وہ ناانصافی پر پانی کیوں بن جاتی ہے جو کہیں بھی کسی بھی تہہ میں جذب ہو جاتا ہے، کوئی انھیں سی آف کرنے والا نہیں تھا کیونکہ عصر زمان تو نیا کٹا کھولنے میں بزی تھا، خدا خیر کرے۔

.._____..

سونم کو یقین ہو چکا تھا کہ وہ سر پھرا جا چکا ہے تبھی وہ بھی تین بجے تک بلڈنگ سے نکلی تاکہ یہاں سے نکل کر موساب کے پاس جا سکے، مگر اسے اندازہ نہ تھا کہ عصر، اسی کو دبوچنے بیٹھا ہے، وہ اسی وجہ سے انیس، عرشیہ اور عدین کو سی آف بھی نہ کرنے جا سکا تھا کیونکہ اسے انیس کی دی ذمہ داری پوری کرنی تھی۔

"اب آئی ناں اونٹنی پہاڑ کے نیچے"

سونم بلڈنگ کے گیٹ سے اجلت میں نکلی تبھی عصر نے گاڑی ٹھیک اسکے قریب روکی، سونم کو سنبھلنے یا چلانے کی مہلت دیے بنا عصر نے کار ڈور کھولا اور کلوروفارم میں بھیگا رومال اسکے منہ پر رکھ کر دبایا، کچھ کراہنے اور مزاحمت کرنے کے بعد وہ بے جان ہوئی تو عصر نے اسے گاڑی کی بیک سائیڈ کا ڈور کھولے اندر دھکیلا، ڈور بند کیا اور اپنی فرنٹ سیٹ سنبھالے چہرے پر لگا ماسک اتار کر ڈیش بورڈ کی جانب پھینکے عصر نے گاڑی سٹارٹ کر دی، وہ سونم پلس فاطمہ کو اسی ویئر ہاوس لے کر گیا جہاں عرشیہ کو لے جایا گیا تھا، سونم کو اس ٹھنڈی دھاتی چٹائی پر لیٹائے عصر نے قریب ہی دوزانو بیٹھے بوتل سے پانی ہتھیلی میں نکال کر سونم کے چہرے پر پھینکا لیکن وہ ٹس سے مس نہ ہوئی، عصر نے پہلے یہی سوچا کہ ہو سکتا ہے کلوروفارم کا اثر زائل ہونے کے بعد ہی وہ ہوش میں آئے پر اگلے دو گھنٹے بھی جب سونم کو ہوش نہ آیا تو عصر کو تشویش ہونے لگی، اس نے سونم کو پھر سے ہوش دلانے کی

کوشش کی مگر اسکی دھڑکن بہت مدھم دیکھے عصر کو جان کے لالے سے پڑے، ماناوہ انیس اور مہویر کا جانشین تھا، ایسے معاملات اسکے لیے نارمل تھے پر یہ لڑکی انکے بہت کام کی تھی، اسکا ٹپکنا مطلب بہت سے رازوں کا تشنہ رہ جانا تھا، بس اپنے کارآمد دماغ میں اس ہڑبڑاہٹ میں جو پہلی سوچ آئی عصر نے اس پر عمل درآمد کیا اور دو لوگوں کو ویئر ہاوس کی نگرانی تھمائے وہ دوسرا اکڈنیپ کرنے نکلا۔

جی ہاں دوسرا، اور ٹھیک آدھے گھنٹے بعد جب موصوف واپس ویئر ہاوس پہنچے تو فجر جبرئیل کو لے کر آئے، ہاں اسکا منہ پٹی سے بند کرنا پڑا اور ہاتھ بھی باندھنے پڑے لیکن عصر نے اسے کلوروفارم سونگھانے کا رسک نہ لیا۔

"بس بس۔ پہنچ آئے ہم"

وہ بری طرح کھینچا تانی کرتی ہوئی اپنی سرخ آنکھوں سے اسے گھورتی ساتھ گھسیٹی جا رہی تھی مگر جب اندر پہنچے اسکی نظر نیچے زمین پر پڑی سونم پر گئی تو

فجر کی آنکھوں میں خوف اترا، عصر نے پہلے تو اسے پکڑ کر کھڑا کرواتے اسکے عقب میں بندھے دونوں ہاتھ کھولے پھر پٹی اسکے منہ سے ہٹانے کو وہ اک ہاتھ سے اسکی بازو پکڑتا، دوسرے ہاتھ سے فجر کے منہ پر بندھی پٹی اتار گیا۔

"آپ کا دماغ خراب ہے؟ آپ نے مجھے کڈنیپ کیا یا سونم کو؟ میں نے تھوڑا ڈانٹ کیا دیا آپ تو واقعی گری پڑی حرکتوں پر اتر آئے"

فجر کے ہاتھ چھوڑنے کی دیر تھی کہ وہ اپنے پنجوں سے عصر کی پیاری شکل کا کچومر نکالنے کو لپکی، عصر نے دوبارہ اس پدی کی بازووں کا حملہ روکنے کو فجر کی دونوں کلائیاں پکڑیں جس سبب وہ اسکے قریب آتی فطری انداز میں بوکھلاہٹ کا شکار ہوئی۔

"خدا کو مانیں فجر صاحبہ! میں آپکو ایسا لگتا ہوں شکل سے۔ سنیں سنیں کڈنیپ تو میں نے اس چھچھوندری کو ہی کیا تھا لیکن جوش اور انتقام میں اسے

کلوروفارم کی زیادہ ڈوز سونگھا بیٹھا، اب مجھ کرائے کے کڈنیپر کو میڈیکل ہیلپ چاہیے تھی تو میرے چمکدار دماغ میں بس آپکا مکھڑا ابھرا۔

پلیز پلیز میری مدد کر دیں۔ اسے کچھ ہو گیا تو جیل جانا پڑے گا مجھ سے جوان جہاں خوبصورت اور اخیر والے ہاٹ لڑکے کو۔ سمجھ رہی ہیں میری بے بسی، اس ناگن کا معائنہ کر لیں بس۔ پھر آپ آزاد"

فجر کو لگا تھا شاید وہ غلط فہمی میں بچارے معصوم انسان کو برا سمجھ بیٹھی پر اسکے وحشی ارادوں پر بچاری کو یقین آ گیا کہ مصیبت میں پھنس گئی ہے۔

"واٹ؟ آپ ایک لڑکی کے ساتھ ایسا کیسے کر سکتے ہیں۔ کیوں کڈنیپ کیا آپ نے سونم کو؟ بولیں۔ آپ جانتے ہیں اگر عرشیہ میم کو پتا چلا کہ آپ نے انکے سٹاف کی دو لڑکیوں کو کڈنیپ کر کے پریشان کیا ہے تو آپکو مار مار کر دبنہ بنا دیں گی۔ آپ نے بہت غلط لوگوں کو چھیڑ دیا ہے"

وہ اپنی بھرپور قوت لگاتی عصر کے ہاتھوں سے اپنی کلائیوں کو چھڑوائے جا کر نیچے گری سونم کے پاس جا کر دوزانو بیٹھ کر ساتھ عصر کو دھمکانا نہ بھولی جو خیالوں میں عرشی سے پٹتا ہوا شریر انداز میں ہنس دیا۔

"عرشیہ المیر مجھے مار نا دور، ڈانٹ بھی نہیں سکتیں۔ انکا لاڈلہ بھائی ہوں۔ آپ پلیز اس منحوس کو ہوش دلا دیں میں ساری زندگی آپکا احسان مند رہوں گا۔"

فجر نے وہیں گھٹنے ٹیک کر سونم کے پہلے سینے جھک کر اسکے دل کی دھڑکن دیکھی جو چل رہی تھی پر بہت مدھم تھی۔

"بس شوخیاں بگھاڑنا آتا ہے اسے، نالائق آدمی"

وہ سونم کے سینے کو اپنی ہتھیلی وہاں رکھ کر رگڑ کر stimulate کرتی ساتھ کوفت و غصے سے بڑبڑائی تبھی وہ بھی دوزانو ساتھ بیٹھنے لگا جب فجر نے گردن

پھیر کر دیکھا ہی یوں کہ عصر کی ٹانگیں وہاں اس طبیبہ کے پہلو میں بیٹھنے سے انکاری ہوئیں۔

"خبر دار اگر میرے قریب بھی بھٹکے آپ"

وہ اپنی آنکھوں کی قوت کے ساتھ لفظی دھمکی دے گئی۔

"جی جو آپکا حکم میری جان۔۔میرے منہ میں خاک!ڈاکٹر صاحبہ"

عصر کو اس سنگین صورتحال میں بھی مزاق سوجھ رہا تھا،میری جان کہتے جناب نے آواز بہت ہی مدھم کرلی ورنہ یہاں اس پر چیڑوں کی برسات پکی تھی۔

"کچھ کمبل یا کپڑا اوڑھانا ہو گا اس پر۔اسے حرارت دینی پڑے گی۔لا کر دیں مجھے فورا۔مر رہی ہے یہ۔آپکو تو میں جیل کے اندر کراوں گی مسٹر عصر"

فجر کے غصے اور پریشانی سے لگ رہا تھا کہ واقعی معاملہ سیریس ہے تبھی تو عصر نے ساتھ ہی بنے سٹور سے اک پرانا سا کمبل لا کر فجر کو دیا جس نے سونم پر اچھے سے لپیٹ کر کچھ اسکے نیچے کیا، آدھے سے اسکو ڈھانپتی وہ مسلسل اسکے ہاتھ کو اپنی ہتھیلی سے رگڑ رہی تھی۔

"یہ بچ تو جائے گی ناں؟"

عصر اسکے سر پر کھڑا سوال کر کے فجر کا پارہ اور چڑھا رہا تھا، جسے پہلے ہی عصر پر شدید غضب چڑھ رہا تھا۔

"کچھ نہیں کہہ سکتی، اسکے جگر یا دماغ کو نقصان پہنچ سکتا ہے۔ جتنی آپ نے اسے کلوروفارم کی ڈوز دی ہے یہ کبھی بھی مر سکتی ہے۔ آخر ایسی سنگدلی کیوں؟ کیا بگاڑا تھا اس نے آپکا؟"

وہ آخر اٹھ کر عصر سے جواب طلبی کرا اٹھی، فجر کا غصہ اور تکلیف جائز تھی پر عصر نے اسے مارنے یا اتنا نقصان دینے کی نیت نہیں کی تھی، وہ تو بس اس سے سچ اگلوانا چاہتا تھا۔

"میں اس سے بس تفتیش کرنا چاہتا تھا"

عصر نے ندامت سے منمنانے کی کوشش کی پر وہ درشت ہوتے اسکی بات کاٹ گئی۔

"کیوں؟ہیں کون آپ؟کسی جگہ کے تھانیدار؟۔"

فجر کا انداز اب غصے کے ساتھ افسوس سے بھرا ہوا تھا، اوپر سے عصر کو اسکی نئی نئی بنی کرش بہت ناامیدی سے دیکھ رہی تھی، عصر نے تو اپنی لو وسٹوری پہلے ہی فلاپ کر ڈالی تھی۔

"ڈاکٹر صاحبہ ہتھ ہولا رکھیں، میں معصوم سا آدمی آپکی آنکھوں سے سہم رہا ہوں۔ کیوں گھور رہی ہیں۔ کوئی مجرم یا غنڈا نہیں ہوں"

وہ جوابا منمنا کر بولا تو فجر نے اپنی آنکھوں کی تپش کے آگے فورا فلٹر لگاتے اسے نرم کیا پر بدستور وہ برہم تھی۔

"اس لڑکی کو لگ بھگ موت کے منہ میں دھکیل کر بھی آپ معصوم بن رہے ہیں۔بے شرمی اور ڈھیٹائی کی حد۔۔۔۔"

اس سے پہلے فجر اپنا سارا غصہ گرج کر عصر پر نکالتی، سونم کے ہوش میں آکر کراہنے پر وہ فورا گھومی، اسے ہوش آرہا تھا پر وہ ابھی آنکھیں کھولنے میں ناکام تھی، عصر کا ڈوبا دل بھی بحال ہوا۔

"اس جیسے پلاسٹک کی دکان لوگ اتنی جلدی نہیں مرتے۔مجھ میں شرم بھی ہے اور میں ڈھیٹ بھی نہیں ہوں ڈاکٹر پٹا کہ !میرا مطلب ڈاکٹر فجر۔زرا ہماری مجرم کو کمبل سمیت کرسی پر بٹھا کر باندھا جائے پیارو"

دونوں آدمیوں نے عصر کی بات پر عمل درآمد کرتے سونم کو پورا ہوش دلانے کو اٹھایا تو اس سے پہلے فجر مزید مداخلت کرتی، عصر اسکی بازو پکڑتا باہر لایا، وہ کاٹ کھانے کو دوڑتی عصر کا خود کو چھوتا ہاتھ جھٹک گئی۔

"اب آپ جا سکتی ہیں صاحبہ!"

وہ اسے باہر کی راہ دیکھاتے دانتوں کی نمائش کرے بولا لیکن فجر کا دھیان وئیر ہاوس کی اندرونی جانب تھا۔

"آپ اسکے ساتھ کیا کرنے والے ہیں مسٹر عصر۔ پلیز اسے میرے ساتھ جانے دیں، شی نیڈ پراپر میڈیکل کیئر۔ میں آپکی پولیس میں کمپلئین کروا دوں گی سمجھے آپ؟"

فجر نے اپنے خطرناک ارادے عصر کے سامنے اگل دیے یہیں اس نے غلطی کر دی۔

"اچھا۔ پھر جب تک میں اس سے تفتیش نہ پوری کر لوں، آپ بھی ہمارے وئیر ہاوس کی مہمان رہیں گی"

عصر نے اسکو واپس اندر تشریف لے جانے کا کہے اس لڑکی کے سر پر اپنے تیئں دھماکہ کیا جس پر فجر منہ کھول کر اسے تکنے لگی

"م۔ میں آپ کا سر پھوڑ دوں گی، مجھے جانے دیں"

وہ اسکے سامنے سے ہٹ کر بھاگنے کی کوشش میں تھی پر عصر نے آگے آکر رکے فجر کے لیے بس وئیر ہاوس کے اندر جانے کا راستہ چھوڑا تھا۔

"آپ میری پولیس میں کمپلئین کریں گی پر میں تو غنڈا بد معاش ہوں ہی نہیں صاحبہ، اس لیے آپ کو یقین دلانے کے لیے اب میں سونم سے تفتیش آپکی آنکھوں کے سامنے کروں گا۔ ویسے بھی میں اکیلا اسکے سچ اگلنے تک کیا کروں گا، کتنا بورنگ ہے، لوگ نئے سال کی تیاریاں کرتے پارٹیز، دعوتیں

اڑائیں گے اور میں بچارا اس عورت سے سر کھپاوں گا۔ تو رک جائیں یہاں، آپ خود دیکھ لیجئے گا میں کتنا کیوٹ کڈ نیپر ہوں"

وہ اس انداز میں اصرار کر رہا تھا کہ وہ ناچاہتے ہوئے بھی آمادہ ہوتی نظر آئی، عصر زمان کے لیے نہیں بلکہ سونم کے لیے کیونکہ ایک ساتھ کام کرنے کے ناطے اسے سونم کی فکر ہو رہی تھی، اور وہ سونم کو اس آدمی کے رحم و کرم پر بھی نہیں چھوڑنا چاہتی تھی۔

"اوکے۔ جلدی مکمل کریں اپنی تفتیش۔ پھر اسے میرے ساتھ جانے دیں۔ اگر آپ اسے چھوڑ دیتے ہیں، میرے ساتھ بھیج بھی دیتے ہیں تو میں پولیس کو انفارم نہیں کروں گی"

مشکل سے ہی سہی پر فجر نے اس پیچ کی راہ پر آمادگی دے دی۔

"منظور ہے۔"

وہ مسکراتا ہوا محترمہ کو راستہ دیے اک طرف ہوا تو وہ ناراض سی وئیر ہاوس کی اندرونی عمارت میں داخل ہوئی پر سونم کا پھر سے بیہوش ہونا انکو انتظار میں باندھ چکا تھا، جبکہ خضر نے منائم کو مہویر کے پاس بھیجا تو تھا لیکن مہویر انکو بتائے بنا چلا گیا تھا، اوپر سے اسکا فون بھی جب بند ملا تو منائم کو اسکی ناراضگی کو لے کر پریشانی ہونے لگی۔

کیونکہ مہویر ہوسپٹل سے کافی دیر کا نکلا ہوا تھا مگر سوچا نہ تھا بنجارے کی طرح سڑکوں پر بے مقصد گاڑی دوڑاتے ہوئے وہ جیولری شاپ کے باہر آن رکے گا، نئے سال کے خوش آمدید کے لیے بازاروں، گلیوں، سڑکوں ہر جگہ رونق بتا رہی تھی کہ آج یہ چہل پہل ساری رات چلے گی، وہ نہیں جانتا تھا کیوں قدم منائم کی خواہش کا ساتھ دیتے اس جیولری شاپ میں جانا چاہتے ہیں، بہر حال دل و دماغ کی جنگ گاڑی میں ہی چھوڑتا ہوا وہ باہر نکلا، اک نظر اس شاپ پر ڈالتے مہویر اندر بڑھا، اسے دیکھ کر جیولری شاپ میں موجود سیلز مین نے مسکرا کر خوش آمدید کہا۔

"جی سر، کیا لیں گے۔ گرل فرینڈ کے لیے کچھ چاہیے، بیوی کے لیے یا کسی اور کے لیے؟"

مہویر کی نظر قریب رکتے ہی شیشے سے کوور ریک میں سجی اک بہت خوبصورت انگوٹھی پر رک گئی تھی کہ اسے سیلز مین کا سوال بھی سنائی نہ دیا۔

"مجھے یہ والی انگوٹھی چاہیے"

مہویر نے ریک کی جانب اشارہ کیا جسکے بعد سیلز مین نے وہ خوبصورت کپل رنگز سیٹ کا کیس نکال کر مہویر کے سامنے رکھا، دونوں انگوٹھیاں وائٹ گولڈ اور پلاٹینم کے ملاپ سے بنی محسوس ہو رہی تھیں، دونوں کی سطح بالکل سِلکی، ہائی پالش تھی جس سے نرم چمک نکل رہی تھی۔

دونوں انگوٹھیوں کے ڈیزائن میں فلوئیڈ کرو (لہریا ہوا انداز) تھا یعنی سیدھی کٹ کے بجائے بہاؤ میں بنی ہوئی تھیں۔

خاتون کی انگوٹھی کے درمیان میں راؤنڈ کٹ ڈائمنڈ تھا جسکے اطراف میں چھوٹے مائیکرو ڈائمنڈز لائن میں جڑے تھے جبکہ مرد کی انگوٹھی زرا چوڑائی میں موٹی تھی جس پر دو سمال ڈائمنڈز ایمبیڈڈ تھے۔ دونوں کے کنارے نرم رکھے گئے تھے تاکہ روزمرہ پہننے میں چبھیں نہیں جبکہ ان پر لگی ڈائمنڈ سیٹنگ ایسی تھی کہ کپڑوں یا جلد میں اٹکنے کا خدشہ بہت کم ہوتا۔

"سر یہ آپکو کپل سیٹ ملے گا"

سیلز مین نے وہ خوبصورت یونیک اور اس شاپ کا بہترین کپل پیس مہویر کے آگے رکھتے بتایا تو مہویر نے میکانی انداز میں سر کو نفی میں جنبش دی۔

"نہیں۔ مجھے بس فی میل چاہیے"

مہویر نے شاپ اونر کو اپنی ڈیمانڈ بتائی جسکے بعد وہ اگلے پانچ منٹ تک اس شاپ سے باہر نکل آیا لیکن اسکے چہرے پر عجیب سی گھبراہٹ تھی۔

وہاں سے مہویر کو واپس ہوسپٹل آتے چھ بج گئے تھے، خضر کا فائنل چیک آپ کیا جارہا تھا جسکے بعد اسے ہوسپٹل سے چھٹی مل جاتی، تبھی منائم باہر ویٹنگ ایریا میں بیٹھی تھی، وہ مہویر کو کب سے کالز کر رہی تھی مگر مہویر کا فون سائلنٹ تھا تبھی وہ اسکی کال پک نہ کر سکا، ویسے بھی وہ کچھ دیر اکیلا رہنا چاہتا تھا۔

"کہاں چلے گئے آپ؟"

وہ تھک ہار کر فون کوٹ کی جیب میں گھسا کر سامنے دیکھنے لگی تبھی اسے مہویر آتا نظر آیا، اک تسلی بھری سانس لیے وہ اٹھ کھڑی ہوئی، وہ اپنے مخصوص مغرور اور لاپرواہ انداز میں اس تک پہنچا تو منائم نے کچھ نہ سوچا اور مہویر کے سینے جا لپٹی، کتنی دیر سے اس نے مہویر کو نہیں دیکھا تھا تبھی شدید گھبرا گئی تھی۔

"مہویر میں اداس ہو گئی تھی۔ بتا کر کیوں نہیں گئے؟"

وہ اسے ارد گرد لوگوں کی موجودگی کے سبب پکڑ کر جلدی خود سے دور کر گیا، منائم نے دور ہوتے بھی ٹوٹتا سا شکوہ کر دیا۔

"کچھ دیر اکیلا رہنا چاہتا تھا۔ خضر کو چھٹی ملی یا ابھی تک کیئر میں ہی ہے؟"

وہ اپنی مختصر وضاحت پیش کر تا روم کی طرف جھانکا تو خضر کا معائنہ ہوتا دیکھ کر وہ منائم کی جانب واپس آیا جو ہنوز پریشان تھی۔

"بس تھوڑی دیر تک بھائی کو اجازت مل جائے گی جانے کی۔ مما کی کال آئی تھی وہ بھی آ رہی ہیں۔ انہوں نے اپنے نئے گھر میں ہم سبکو آنے کی آفر کی نیو ائیر سیلبریشن کے لیے مگر بھائی نے منع کر دیا ہے۔ پھر بھی وہ کہہ رہے ہیں مما کا ویٹ کروں گا"

مہویر نے سر ہلایا اور وہیں ویٹنگ ایریا میں لگی چیئر پر جا بیٹھا، منائم بھی جلدی سے اسکے پہلو میں بیٹھی۔

"کہاں گئے تھے؟ ادھر دیکھیں مہویر۔ اب غصہ تھوک بھی دیں۔ میں نے آپکو اپنے الفاظ سے اذیت دی ہے شاید، میں ہر وہ لفظ واپس لیتی ہوں جو آپکو ناراض کرنے کا سبب بنا"

وہ اپنا ہاتھ بڑھا کر مہویر کے ہاتھ کے گرد لپیٹ کر اپنے کیے پر شرمندہ و نادم ساتھ تھی، مہویر نے گردن پھیر کر منائم کے چہرے کو دیکھا۔

"اٹس اوکے۔ اب نہ ناراض ہوں نہ غصہ۔ ڈونٹ وری"

وہ اسکی تسلی کروانے کے باوجود مطمئین نہ ہوئی کیونکہ مہویر کے الفاظ اور لہجہ ٹھٹھرتی لہر میں لپٹے تھے۔

"ہمم۔ مجھے یقین نہیں آئے گا جب تک مسکرائیں گے نہیں۔ مانتی ہوں بے جا تنگ کر رہی ہوں۔ مجھے رنگ بھی نہیں چاہیے، بس آپکا راضی ہونا بہت ہو گا"

منائم کی آواز ناچاہتے ہوئے بھی نم ہوئی، اور اس یقین سے بھی بھر گئی کہ اگر وہ راضی ہو گا تو وہ منائم کے لیے پورا جہاں ہو گا۔

"لیکن اب تو میں نے خرید لی۔ ویسٹ کروا دیے پیسے؟ اتنی جلدی ارادے بدلنے والی لگتی تو نہیں ہو تم؟"

منائم اسکے الفاظ سن کر ششدر رہ گئی، الٹا مہویر کے لہجے کی مایوسی نے اس لڑکی کا حلق درد سے بھرا۔

"کیا؟ آپ نے میرے لیے انگوٹھی لی؟ مہویر سچ کہہ رہے ہیں۔ آ۔۔ آپ نے سچ میں لی۔۔ کہاں ہے۔ دیں ناں"

اپنی آنکھوں میں خوشی و بے یقینی کی کیفیت اور نمی بھرے جس طرح وہ اپنا ہاتھ کھول کر پھیلا گئی، مہویر نے کبھی اسکے ہاتھ کو دیکھا اور کبھی منائم کی آنکھوں کو۔

"یہ جگہ کچھ غیر مناسب نہیں؟"

وہ کچھ اکا دکا لوگوں کو دیکھتا بولا، چونکہ یہ برن سینٹر تھا تو یہاں زیادہ اور عام مریضوں کا رش نہ تھا، سٹاف بھی کہیں نہ کہیں مصروف تھا۔

بس صفائی والے لوگ تھے جو کبھی کسی لمحے گزرتے نظر آجاتے۔

"ہر وہ جگہ مناسب ہے جہاں آپ میرے پاس ہوں۔ دیں مجھے میری رنگ مہویر"

آواز کو بھرنے سے بھرپور روکے وہ اپنے موقف پر پہاڑ سی ڈٹی تھی، مہویر نے سر ہلایا اور اپنی جیکٹ کی زیپ کھولتے اندرونی جیب میں ہاتھ ڈالتے انگوٹھی پکڑ کر نکالی، پھر منائم کی پھیلی ہتھیلی پر رکھنے ہی لگا جب وہ اپنی انگلی آگے کرتی مہویر کے ہاتھ سے وہ انگوٹھی پہنے خوشی سے کھکھلاتی ہوئی اپنے ہاتھ کو ڈبڈبائی آنکھوں سے دیکھنے لگی، وہ اندازے سے لایا تھا اور باخدا وہ اس لڑکی کی خوبصورت بھری انگلی میں دلکش انداز میں پوری آکر سجی کہ منائم کا پورا ہاتھ اس انگوٹھی پر جڑے ہیروں کی چمک سے سج گیا، وہ جب اپنا

ہاتھ بے یقینی کی کیفیت میں دیکھ رہی تھی تب مہویر نے اپنے ہاتھ میں مزید کچھ موجود ہونے پر ہاتھ کو مٹھی کی صورت گھوٹا، کیونکہ وہ لڑکی تو بس اسی پر فدا ہو چکی تھی۔

"یہ بہت خوبصورت ہے۔ مہویر تھینکیو۔ یہ میں مر کر ہی اتاروں گی اب۔ کاش میں آپکو پیار کر سکتی۔ ابھی کیا تو آپ تھپڑ مار دیں گے"

وہ اسکو اپنی مرضی کا پیار تو نہ کر سکی پر مہویر کی بازو سے بازو الجھا کر جس طرح اسکے کندھے پر لب رکھ کر بھیگتی آنکھوں سے نگاہیں مہویر پر جمائے مسکرائی، وہی مہویر کی جان کھینچنے کو کافی تھا۔

"تمہیں پسند آئی؟"

وہ بہت سنجیدہ تھا، اپنے ہاتھ کو مٹھی کی شکل میں بناتا، ہاتھ میں دبی چیز بھینچتے ہوئے اس نے منائم کی آنکھوں میں ہلکورتے سکون کو کھوجنا

چاہا، اک آنسو خوشی کی زیادتی میں منائم کی آنکھ سے بہہ کر مہویر کے دیکھتے دیکھتے اسکی گال پر لکیر بنا گیا۔

"پسند؟ میں مر مٹی آپ پر مہویر میثاق۔ ناراض ہو کر بھی میری خواہش پوری کی، اب کبھی نہیں کہوں گی کہ آپ نے مجھے محبت سے نہیں چھوا۔ میں اب دلہن لگوں گی اس انگوٹھی کی وجہ سے، نئ نئ دلہن۔ مہویر میثاق کی دلہن"

وہ جس طرح دیکھ رہی تھی، باخدا وہ اکیلے ہوتے تو مہویر پر اپنی وہ ساری محبت لٹا دیتی جو اسکے دل اور آنکھوں میں اس وقت یوں قید تھی جیسے کسی نے سمندر کو کوزے میں بند کر دیا ہو۔

"ہاں۔ ایسا ہی ہے۔"

وہ نظریں پھیر گیا، تبھی منائم کی نظر اسکے ہاتھ پر گئی جسے وہ مٹھی کی شکل میں بھینچ رہا تھا، منائم نے لمحے کے ہزارویں حصے اسکی بازو سے اپنی بازو کی الجھن سلجھاتے مہویر کا وہ مکے کی صورت ہاتھ اپنے ہاتھ میں پکڑ لیا۔

"کیا کچھ چھپا رہے ہیں؟ کیا کچھ اور بھی ہے؟"

وہ منائم کے ہاتھ لگتے اپنے ہاتھ پر گھبرا کر نفی کر گیا، ہاتھ کھینچنا چاہا پر وہ اس لمحے منائم سے نظریں ہٹانا مشکل جان رہا تھا، اس شخص کے دل کی دھڑکن تھمی ہوئی تھی۔

"کیا دیکھ رہے ہیں؟"

وہ اپنی خوشی اور اس مٹھی کا تجسس بھول کر مہویر کی آنکھوں میں جھانکی جو اسے دیکھتا پلکیں جھپکنا بھول گیا تھا۔

"کچھ بھی نہیں۔"

مہویر نے اپنی نظریں چراتے اپنی مٹھی اسکے ہاتھ سے کھینچی پر منائم نے اسکے ہاتھ کو مضبوطی سے پکڑا۔

"مٹھی میں کیا چھپا رہے ہیں۔مجھے تو میری انگوٹھی دے دی پھر کیا ہے یہ؟"

وہ اپنی پوری کوشش کر رہی تھی کہ اسکا ہاتھ کھولے پر وہ اپنا ہاتھ ہر لمحہ مزید کس رہا تھا۔

"کچھ نہیں ہے۔مت کرو۔نہیں کھول سکتی تم۔اس میں جو بھی ہے وہ تمہارے لیے نہیں ہے۔مت تھکاو خود کو"

وہ اپنی پوری طاقت لگاتی آڑی ترچھی ہو کر زور لگاتی اسکا ہاتھ کھولنے میں لگی پر ہانپ کر ہار مان گئی۔

"مجھے تجسس سے نیند نہیں آئے گی رات کو۔اور آپ جانتے ہیں اگر مجھے نیند نہ آئی تو آپکے ساتھ کیا ہو گا"

وہ اس ڈھیٹ سے بڑی ڈھیٹ تھی، ایسی دھمکی دے کر بولی کہ مہویر نے فورا سے گھبرا کر اپنا ہاتھ کھول دیا۔

وہ اسکی دھمکی میں نہ صرف آیا بلکہ منائم نے اسکی ہتھیلی میں جو چیز محسوس کی وہ ہنس پڑی۔

"مہویر۔۔۔یہ؟"

وہ اسکے ہاتھ میں موجود مہویر کی بلکل اپنی انگوٹھی کے پیئر کی انگوٹھی دیکھ کر ہنسنے کے فورا بعد دلبرداشتہ ہوئی، مہویر خود گھبرا کر اپنے ہاتھ میں موجود وہ انگوٹھی دیکھنے لگا جس نے ناچاہتے ہوئے بھی اسے منائم کی انگوٹھی کے ساتھ خرید لیا کیونکہ دل نے اک لایعنی سی خواہش کر دی تھی۔

"آپ نے تو کہا تھا آپکو انگوٹھی پہن کر شادی شدہ کہلانے کا کوئی ارمان نہیں۔"

منائم نے اس مدہوش محترم کو اسی دلبرداشتہ کیفیت میں ہوش دلاتے وہ رنگ مہویر کو اسکی مرضی پوچھے جب پہنائی، وہ بدحواس ہو کر اپنے ہاتھ کی طرف دیکھنے لگا، جہاں وہ اپنی انگوٹھی سے مہویر کی انگوٹھی کو ٹکرا کر کھکھلائی تھی، وہ سیج میں سانس روک کر رہ گیا۔

"ارمان جاگتے دیر نہیں لگتی۔"

وہ ہوش تھامے ہی چہرہ موڑنے کے ساتھ اپنے انگوٹھی والا ہاتھ بھی منائم کے ہاتھ سے جھٹک گیا تو وہ مسکراتی ہوئی اسکی بازو سے لگ کر مہویر کی گردن کے پاس سانس بھر کر مسکرائی۔

" کبھی مت اتاریے گا۔نہ اس رنگ کو اپنی انگلی سے نہ منائم کو سر سے۔میں آپکے دل میں اترنا چاہتی ہوں، راستہ ملے گا؟"

وہ نظریں چرائے بیٹھا اب تو بلکل ہی نظریں پھیر کر خالی پڑے کوریڈور کی طرف دیکھنے لگا، مہویر کی آنکھیں انگارے میں بدلیں۔

"نہیں پتا اس راستے کا مجھے، معلوم ہوا تو تمہیں بتا دوں گا منائم۔"

وہ اب بھی منہ پھیرے ہوئے ضبط کے دہانے پر تھا، وہ ہاتھ بڑھا کر مہویر کی رخسار سے اسکی ہتھیلی لگاتی، اسکے چہرے پر موجود داڑھی کے بال پیار سے سہلانے لگی۔

"میں تمہارا ہونا اپنے اندر محسوس کر سکتا ہوں حالانکہ میں تمہیں اپنا نہیں مانتا۔ وہ عادت مت بنو منائم جسے چھوڑتے مجھے بہت تکلیف ہو گی۔"

وہ اسکی بازو کے شکنجے سے اپنی بازو چھڑوا کر نا صرف اٹھا بلکہ خضر کو دیکھنے کمرے کی طرف چلا گیا تا کہ خود بھی ڈاکٹرز سے خضر کے زخم کو لے کر تسلی کر سکے اور وہ اکیلی بیٹھی رہ گئی، پھر بھی اپنے ہاتھ پر سجی وہ انگوٹھی اپنے حسین احساسات کے سنگ اسکے گرد میلا لگائے ہوئے تھے۔

وہ خضر کے پاس جا کر بیٹھا، عاصم بھی اندر ہی تھا، مہویر نے اپنے اندر لگی آگ اس شخص کو دیکھ کر اپنے سینے میں دبالی، خضر نے اسکا بابا سے تعارف کروایا تھا۔

"خوشی ہوئی تم سے مل کر برخوردار"

عاصم نے آگے بڑھ کر مہویر کو پدرانہ انداز میں پیٹھ تھپک کر کہا جس پر مہویر کی آنکھوں میں کچھ دیر کے لیے دھواں بھرا تھا۔

"مجھے بھی"

مہویر اس لمحہ اس جگہ کس طرح موجود تھا یہ بس وہی جانتا تھا، بہر حال خضر کا فائنل چیک آپ ہوا تو ڈاکٹرز نے اسکے ڈسچارج کی بات مان لی، اپنے دن بھر کے کام سمیٹے محراب بھی واپس آئی تو منائم کو ویٹنگ ایریا میں اکیلا بیٹھ کر مسکراتا دیکھے اسکے پاس چلی آئی۔

"کیا یہ مہویر نے دی؟"

مما کے پاس بیٹھ کر پوچھنے پر وہ چونک گئی، پھر مما کو دیکھتے بہت مدھم سا مسکرائی جیسے اصل خوشی ساری اپنے اندر چھپا گئی ہو۔

"جی۔ بھائی نے آپکی آفر رد کر دی۔ وہ آپکے گھر نہیں جانا چاہتے نہ ہی ملک پیلس جانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ انہوں نے آج اپنے اور میرے دوستوں کو اپنے سٹوڈیو ہاوس انوائیٹ کیا ہے۔"

محراب کو اندازہ تھا کہ اتنی جلدی خضر کی ناراضگی دور نہیں ہو گی تبھی اتنا زیادہ دکھ نہ ہوا، اسکے بقول ایک دن میں ہی وہ اپنی تمام تر کوتاہیوں اور لاپرواہیوں کا ازالہ نہیں کر سکتی تھی۔

"ٹھیک ہے جیسا تم دونوں چاہو۔ میں نے بہت سا کھانا بنوایا تھا، خضر کو کہنا کچھ بھی آرڈر کرنے کی ضرورت نہیں۔ میں بھیجوا دوں گی۔ وہ نہیں مانے گا جلدی پر تم اسے قائل کر لینا۔ یہ کھانا میں نے تم سب بچوں کے لیے ہی بنوایا ہے ورنہ میں تو ڈائٹ پر ہوں"

محراب نے اسکے ہاتھ کی وہ خوبصورت انگوٹھی دیکھنے کے بیچ ہی نرمی سی سمجھایا تو وہ سر ہلا کر مما کو دیکھنے لگی جو کافی سمارٹ اور ینگ لگتی تھیں، ایون انکا فگر بھی بہت خوبصورت تھا۔

"مما۔"

وہ اپنے دھیان میں بیٹھی محراب کو پکاری تو محراب نے جلدی سے آنکھیں اٹھائیں۔

"ہاں بولو"

محراب کا لہجہ شفیق تھا۔

"اگر لڑکی کا فگر بہت زیادہ پرفیکٹ ہو، وہ سمارٹ ہو۔ مینز ہڈیاں نظر آنے لگیں، تو کیا انکے ہسبنڈ انکو زیادہ پیار کرتے ہیں؟"

محراب اسکے سوال کی کیوٹنس پر ہنس دی۔

"نہیں تو، اگر تمہارا ہسبنڈ ٹین ایجر ہوتا، بیس سے تیس کے بیچ تو اسکی پسند سوکھی سڑی بیوی ہو سکتی تھی لیکن میچور آدمیوں کو زرا اچھی جان والی لڑکیاں پسند آتی ہیں۔ جیسے تم ہو۔ پرفیکٹ ہو۔ میں تو اس لیے ڈائیٹ کرتی ہوں تاکہ ینگ نظر آسکوں، یعنی اپنے فرینڈ سرکل میں فریش اور اچھا دیکھائی دینا مقصد ہے۔ کیا مہویر نے تم سے اس بارے کچھ کہا؟"

وہ مما کو غور سے سنتی اختتام تک فوراسر نفی میں ہلا گئی، پھر نظریں جھکا کر مسکرا دی، اسکی یہ شرمیلی مسکراہٹ محراب کو عجیب سی راحت بخش گئی، یاداشت جانے سے پہلے منائم بہت خشک مزاج اور لاپرواہ تھی تبھی محراب سے وہ کبھی اس بارے بات نہیں کرتی تھی، ایون وہ دونوں بہن بھائی اپنے پیرنٹس کے ساتھ زیادہ بات چیت نہیں کر پاتے تھے، اگر کہا جائے کے بچپن سے اگنور ہونے کے سبب ان میں پیرنٹس سے کچھ بھی آزادی سے کہنا یا شئیر کرنا مشکل ہو چکا تھا تو غلط نہ ہو گا۔

"نہیں۔ انھیں مجھ سے یا میرے فگر سے کوئی مسئلہ نہیں"

وہ مسکرا کر بولی تو محراب نے اسکا ہاتھ پکڑ کر چوما، یہ احساس منائم کو بلکل نیا اور اچھوتا لگا۔

"یہ تو بہت اچھی بات ہے میری جان۔ ہمیشہ خوش اور سیٹسفائے رہو۔ کم از کم جیسے بھی ہوئی شادی پر تمہیں اس سے مطمئین دیکھ کر میں بھی سکون میں ہوں۔ آجاو خضر کے پاس چلتے ہیں۔ پھر میں تم سبکو بھیج کر خود بھی نکلوں گی۔"

وہ مما کے کہتے ہی خود بھی انکے ساتھ اٹھی۔

"آپ بھی سٹوڈیو ہاوس آجایئے گاناں، اکیلی کیا کریں گی؟"

وہ مما کو یہ پیشکش یونہی کر بیٹھی۔

"نہیں میری جان۔ خضر کی ناراضگی دور ہونے کا انتظار کروں گی۔ تم بچے انجوائے کرنا۔"

وہ مسکرا کر مان گئی جسکے بعد وہ دونوں بھی اندر کمرے میں گئیں، خضر کو چھٹی مل چکی تھی اور عاصم چاہتا تھا وہ اور منائم ملک پیلس چلیں لیکن جب خضر نے مما کی آفر رد کی تو بابا کی کیسے قبول کرتا۔

"میں اور منائم فی الحال آپ میں سے کسی کے ساتھ نہیں رہنا چاہتے۔ ہوپ سو آپ دونوں ہمارے احساسات کا خیال کریں گے۔ جیسے ہر سال آپ دونوں اپنے فرینڈز سرکل کے ساتھ نیا سال شروع کرتے ہیں آج بھی وہی کریں۔ ایک دم یہ توجہ نہ مجھ سے ہضم ہو گی نہ منائم سے"

خضر نے دونوں کی جانب سے کچھ سپیس چاہی جس پر عاصم اور محراب نے یہ ریکوسٹ قبول کی۔

ہاں جب وہ دونوں آج اکیلا محسوس کرتے تبھی انکو اپنے بچوں کی قدر آتی، مہویر کو خضر کا فیصلہ بہت پسند آیا تھا، وہ خود بھی یہی چاہتا تھا۔

البتہ کھانے والی آفر خضر کو ماننی پڑی کیونکہ وہ نہیں چاہتا تھا مما نے جو کھانا بنوایا وہ ویسٹ ہو۔

.._____..

"آپ نے شک کی بنیاد پر اس بچاری کو موت کے منہ میں دھکیل دیا مسٹر عصر۔ نہایت ہی غلط حرکت تھی"

وہ دونوں ابھی تک سونم کے مکمل ہوش میں آنے کے منتظر تھے پر وہ کچھ دیر کو جاگتی پھر بیہوش ہو جاتی تھی، عصر نے اپنے ساتھ ساتھ فجر کے لیے بھی کھانا منگوالیا تھا، کھانا تو دونوں نے کھالیا تھا سو اب کو وفی پینے کے ساتھ وہ ایک دوسرے سے اس ایشو پر بات کر رہے تھے، عصر نے اسے سونم پر موجود جو شک تھے وہ بتائے جسکے باوجود فجر اس سے برہم تھی کیونکہ سونم کی جان بہت مشکل سے بچی تھی۔

"غلط حرکت تو یہ بھی ہے کہ میں نے ایک اجنبی لڑکی پر بھروسہ کیے اسے سب بتا دیا۔ جبکہ مجھے یقین بھی نہیں آپ پر مس"

کووفی ڈسپوزل کپ کا کنارہ ہونٹوں سے جوڑے، اک گرم گرم سیپ لیتے عصر نے اپنی اصل غلطی کا اعتراف کیا تو فجر نے گردن پھیر کر اسے دیکھا، وہ دونوں باہر وئیر ہاوس کے ابتدائی راستے میں کچے سیڑھیوں کے سٹیپس پر بیٹھے تھے، لکڑیوں پر لگی آگ کچھ پاس ہی جل رہی تھی جس سے ٹھنڈ کا بھرپور توڑ ممکن تھا لیکن دور پار پھیلتی دھند بتا رہی تھی کہ شدید ٹھنڈ پڑنے والی ہے کہ یہاں چھت کے سائے میں بیٹھنا بھی محال ہونے والا ہے۔

"میں نے آپکے پیر پکڑے تھے کیا؟ آپ کو خود ڈر تھا کہیں میں واقعی پولیس کے پاس نہ چلی جاوں۔ تبھی سب سچ اگل دیا۔"

وہ بے نیاز بنی سارا قصور عصر کا گردانے یہ کہنے کے موڈ میں نہ نظر آئی کہ وہ اس پر اعتبار کر سکتا ہے۔

"میں آپ پر بھروسہ کر سکتا ہوں؟"

فجر کی توجہ عصر کے سوال پر بھٹکی، وہ گردن گما کر عصر کی آنکھوں سے آنکھیں ملا بیٹھی۔

"نہیں۔ میں بھروسے لائق نہیں۔ اگر سونم بے قصور نکلتی ہیں تو میں آپکے خلاف انکے ساتھ مل کر قانونی ایکشن لوں گی۔"

وہ بے خوف تھی، اسے انجام کی پرواہ نہ تھی، عصر کو اس لڑکی سے سچ میں ڈر لگا، وہ یہ ڈربانٹ بھی دیتا اگر اسکا فون نہ بجتا اور جب عصر نے فجر کے سامنے اپنا ہڈی کی جیب سے فون نکالا تو اس پر عرشی لکھا دیکھ کر فجر بھی ٹھٹھکی، عرشیہ المیر کو اس نام سے بس سوہا سرمرو پکارتی تھیں پھر یہ آدمی

اتنی بے تکلفی سے اسکا نمبر کیسے سیو کر سکتا تھا، فجر کو واقعی میں یقین آ گیا کہ یہ آدمی عرشیہ المیر سے کنکٹڈ ہے۔

"مجھے یہ کال پک کرنی ہو گی۔ ایکسکیوز می"

عصر نے اٹھ کر زرا آگے جاتے کال پک کرتے فون کان سے لگایا، آذربائیجان کا وقت یہاں سے ایک گھنٹے پیچھے تھا، وہ سب فائنلی باکو ہیڈر علی یف انٹرنیشنل ائیرپورٹ پہنچ چکے تھے، یہاں انکا کچھ دیر سٹے تھے پھر قوبا روانگی تھی، وہ عصر کو اپنے خیریت سے پہنچنے کے بارے انفارم کرنے کو کال کر رہی تھی۔

"سوری عرشی۔ آپ سبکو ائیرپورٹ تک سی آف کرنے نہیں جا سکا۔ کیا آپ لوگ خیریت سے پہنچ گئے؟"

وہ عصر سے اس پر تھوڑی سی ناراض تھی پر وہ اتنے پیار سے معذرت کر رہا تھا کہ عرشیہ نے بخش دیا۔

"معاف کیا عصر، کیا یاد کرو گے کتنی سخی بہن ملی ہے۔ہاں ہم باکو پہنچ گئے۔نانو واور نئی کے منہ بولے بیٹے فادی ہمیں پک کرنے آنے والے ہیں یہاں بس دس منٹ تک۔ابھی ہم ائیر پورٹ کے قریب ہی ریسٹورنٹ آئے ہیں، ان بھائیوں کو بھوک لگ رہی تھی، کہا تو نہیں پر دونوں کی ڈاون انرجی سے میں سمجھ گئی"

وہ زرا دور آکر کال کر رہی تھی جبکہ عدین اور انیس نے اپنے لیے ایک اچھی سی ٹیبل چن لی تھی، انیس کی نظریں فون پر مصروف خاتون پر تھیں، جیسے وہ عرشیہ کا سیکورٹی کیمرہ ہو۔

"فادی؟ یہ مت کہیے گا وہ آپکے ہی ہم عمر ہیں"

عصر نے شرارت سے ریڈ الرٹ دیا، فجر دلچسپی سے عصر کو آبزرو کر رہی تھی کہ اسکا عرشیہ سے بات کرنے کا انداز واقعی بھائی سا ہی ہے۔

"مجھ سے کچھ سال ہی بڑے ہیں۔ کیا لگتا ہے تمہیں سڑو جیلس ہو جائے گا؟"

عصر اسی سوال کا منتظر تھا تبھی ہنسا، جبکہ عرشیہ نے جب ان دو والی ٹیبل کی جانب نظریں گمائیں تو انیس اسے ہی سرد نظروں سے دیکھ رہا تھا جبکہ عدین اپنے لیے کچھ آرڈر کرنے کو مینو بک دیکھ رہا تھا۔

"مجھے تو جنگ نظر آ رہی ہے۔ آپ انھیں بتا دیجئے گا وہ آپکے ماموں ہیں۔"

عصر نے اپنی طرف سے پیارا سا مشورہ دیا۔

"میں چاہتی ہوں اس پورے سٹے میں یہ زرا بھی غصہ نہ ہو۔ اسے ہیپی دیکھنا چاہتی ہوں۔ میں اسے بتا دوں گی۔ تمہیں تنگ کرتی رہوں گی۔ ایو لیبل رہنا"

عصر نے خوشی خوشی یہ تنگ ہونا قبول کیا۔

"میں موجود ہوں عرشی۔خوب انجوائے کریں"

وہ اجازت طلب ہوا جسکے بعد عرشیہ نے بھی کال بند کی اور گہرا سانس لیے وہ ان بھائیوں کی طرف چلی گئی۔

عصر بھی پلٹا تو فجر اٹھ کر اسکے سامنے آ رکی۔

"امپریس نہیں ہوئی میں ابھی مسٹر عصر"

وہ اسے دیکھنے کو سر اٹھا کر بولتی کتنی کیوٹ لگ رہی تھی یہ کوئی عصر سے پوچھتا۔

"آج رات میرے ساتھ اس کھنڈر نما گودام میں رہیں، امپریس بھی کر لوں گا۔کیا آپکے امی ابو گھر پر آپکے منتظر تو نہیں؟"

وہ اسکے سوال پر مسکرائی لیکن اس مسکراہٹ نے عصر کو احساس دلایا وہ کتنی جگر پاش ہے۔

"ان لوگوں نے کچھ سال پہلے مجھے گھر سے نکال دیا تھا۔ صرف اس لیے کہ میں نے گھر سے نکل کر جاب کرنے کی خواہش کی تھی۔ بلوچ خاندان سے تعلق رکھتی ہوں، ہمارے ہاں بیٹیوں کی تعلیم تک ممنوع ہے، میں نے تو میٹریکل کر لیا۔ فیملی اور برادری کے پریشر کی وجہ سے ان لوگوں نے مجھ باغی لڑکی کو گھر بدر کر کے رشتہ توڑ لیا۔ کیونکہ میری اور بہنیں بھی ہیں جو ماں باپ کی بہت فرمابردار ہیں۔ لہذا مجھ نافرمان کی کمی انھیں محسوس نہیں ہوئی اب تک۔ اس لیے میرے کوئی امی ابو میرا انتظار نہیں کرتے۔ میں عرشیہ میم کے جیم میں ہی رہتی ہوں۔ وہی میرا گھر ہے"

وہ فجر کی مختصر کہانی سن کر ہی دکھی ہو گیا، اسے فجر کے لیے شدید ہمدردی ہوئی حالانکہ اس نے یہ سب عصر سے ترس لینے کو نہیں بتایا تھا۔

"ماں باپ اتنے سنگدل نہیں ہوتے۔ یقیناوہ لوگ آپکو بہت مس کرتے ہوں گے فجر صاحبہ۔ یہ برادری اور خاندان کے محتاج لوگ بہت سفر کرتے

ہیں۔ ایک دن انھیں خون کی کشش ہتھیار ڈالنے پر ضرور مجبور کرے گی۔ ڈونٹ وری"

وہ اس نرم تسلی پر سر جھٹک کر مسکرا دی۔

"مجھے نہیں لگتا۔ میں نے امیدیں نہیں لگا رکھیں۔ میں اپنی زندگی سے خوش ہوں کہ اپنا کام انجوائے کر رہی ہوں۔ بہنوں کو پیسے بھیجتی ہوں تاکہ وہ فرمابرداری کے سبب محتاجی کی بھینٹ نہ چڑھیں۔ میں ان سبکو ہمیشہ سپورٹ کروں گی لیکن میں ان سب سے کبھی ملنا نہیں چاہتی۔ ان میں سے کسی نے میرا ساتھ نہیں دیا تھا۔ بہر حال میں مس سونم کے پاس جاتی ہوں۔ کسی بھی وقت وہ مکمل ہوش میں آجائیں گی۔ ہوپ سورات رکنے کی ضرورت ہی نہ پڑے"

وہ یہ سب اس لیے بتا کر گئی تاکہ عصر نے جو اس پر بھروسہ کیے اسے اپنا رازدان بنایا، اس پر یقین کر سکے کہ کچھ وہ لڑکی بھی اپنی زندگی کی باتیں

بانٹ گئی ہے، عصر کو اس لڑکی سے ہمدردی سی محسوس ہو رہی تھی پر ہمدردی کرنے والے ایسے شوخ و حسین مسکراتے نہیں پر عصر زمان کی مسکراہٹ کسی حسین قلب و جان کی واردات کی ترجمان بنی نظر آ رہی تھی۔

جبکہ عرشیہ نے بھی اپنے لیے کھانا آرڈر کیا، عدین اور وہ کچھ عرابئین اور باکو کے کھانے کھانے میں انٹرسٹڈ تھے، جبکہ انیس وہاں موجود ہو کر بھی نہ تھا، وہ بس عرشیہ کے اتنا نارمل ہونے کو ایڈجسٹ نہ کر پا رہا تھا، کھانے کے بعد عدین نے کچھ میٹھا ٹرائے کیا جبکہ انیس نے تھوڑا سا ہی کھانا کھایا تھا پھر بھی وہ ریسٹورنٹ سے نکل کر واک میں لگ گیا، عدین اور عرشیہ نے شکر بورہ منگوایا تھا جو نصف چاند کی شکل والا ٹھیلے دار میٹھا پیسٹری ہوتا ہے جس میں بادام، اخروٹ اور ہیزلنٹ کے میٹھی فیلنگ ہوتی ہے، عرشیہ نے ہیزلنٹ والا لیا جبکہ عدین نے تینوں چکھے پر اسے اخروٹ والا پسند آیا، جبکہ ساتھ باکو کی خاص چائے تھی جو عدین اور عرشیہ دونوں نے انجوائے کی، ان

دونوں نے شیرین چوریک گھر کے لیے خریدے جو میٹھا دودھ والا روٹی نما میٹھا ہوتا ہے جسے اکثر چائے کے ساتھ پسند کیا جاتا تھا، کیونکہ یہ شماس صاحبہ کا بہت فیورٹ تھا۔

انیس واک کر کے جب آیا، تب تک ان دونوں نے اپنی چائے بھی مکمل کر لی اور فادی کا میسج بھی آیا ہوا تھا کہ وہ ریسٹورنٹ کے باہر پہنچ چکا ہے۔

"گاڑی آگئی ہے۔ زیادہ ٹریفک نہیں ہے تو ہم دو سوا دو گھنٹے تک قوبا پہنچ جائیں گے"

وہ لوگ ایک ساتھ ریسٹورنٹ سے باہر آئے جہاں فادی حسن ان تینوں کے خوش آمدید کے لیے موجود تھا، اس نے مسکرا کر آگے بڑھتے پہلے باہر آتے عدین سے اسکا بیگ لیا، پھر عرشیہ سے بھی کوٹ لینا چاہا پر وہ انیس نے لے کر پہن لیا کیونکہ یہاں پاکستان سے کہیں زیادہ ٹھنڈ تھی۔

"Sizi görməyimizə Şadlıq"

(آپ کو دیکھ کر خوشی ہوئی)۔

فادی کی توجہ اس پیارے کپل پر تھی، عرشیہ توانیس کی وجہ سے فادی کو اچھے سے نہ مل سکی مگر فادی بہت اچھے سے ملا، اس نے انیس سے ہاتھ ملا کر اپنی زبان میں بہت خوش اخلاقی سے مخاطب کیا جس پر انیس نے بھی سر ہلا دیا۔

"مجھے فادی حسن کہتے ہیں۔"

وہ مزید اپنا تعارف دیے بولا۔

"شماس سرمرو اور رضی خالث سرمرو آپ سبکے منتظر ہیں۔ میں آپ سبکو جلد گھر پہنچادوں گا۔ جانتا ہوں فلائیٹ کی تھکن شدید ہو رہی ہو گی۔"

وہ ان سبکو کمفرٹیبل کرتا ہوا سبکے بیٹھنے کا بھی منتظر تھا۔

"یہ ڈرائیور بھی انکے کس قدر بے تکلف ہیں"

عدین نے تو فورا سے پہلے گاڑی کا فرنٹ پیسنجر سیٹ کا ڈور کھولتے اندر بیٹھ کر عرشیہ اور انیس کو پیچھے ساتھ بیٹھنے پر مجبور کیا، فادی نے انیس کی طرف کا ڈور کھولا، پھر گھوم کر آئے وہ مسکرا کر عرشیہ کے لیے بھی کار ڈور کھول گیا تو انیس منہ ہی منہ میں بر ہمی سے بڑبڑا اٹھا۔

"میں کسی وجہ سے مل نہیں سکی او کے ناں فادی؟"

عرشیہ نے بہت آہستگی سے فادی کے کان میں کہا تو وہ مسکرا کر سر ہلا گیا۔

"تمہارے اس روڈ مین کو دیکھ کر سمجھ گیا تھا کہ میری لاڈلی اتنی فارمل کیوں ہو رہی ہے۔ کوئی نہیں کوئی نہیں میں سب سمجھتا ہوں تمہیں فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ بیٹھو شاباش۔ تم سبکا دلی تمنا اور حسرت کے ساتھ انتظار کیا جا رہا ہے"

وہ بہت زیادہ مشکور ہوتی ہوئی فادی کے مطمئین ہوتے ہی سوار ہوئی جسکے بعد فادی نے بھی آکر اپنی ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی، عدین تو سیٹ بیلڈ فکس

کرتے ہی ٹیک لگا کر بیٹھ گیا تا کہ دو گھنٹے کی اور نیند رگڑ ڈالے، فادی نے اللہ کا نام لیتے گاڑی سٹارٹ کر دی، عرشیہ نے گردن پھیرے اک نظر انیس کو دیکھا جو اپنے موبائل فون میں مصروف ٹیک لگائے کمفرٹیبل ہو کر بیٹھا تھا۔

"تم نے ٹھیک سے کھانا کیوں نہیں کھایا؟"

وہ اسکے کندھے سے اپنا کندھا جوڑتی مدھم سا بولی، فادی نے آہستگی سے ڈرائیونگ کے بیچ ہی میوزک آن کیا، موغام آذربائیجان کی روح ہے، مگر سلو اور انسٹرومنٹل موغام ڈرائیونگ کے لیے بہترین تھا جو نہ تو دماغ کو ڈسٹرب کرتا تھا نہ کانوں کو، یہاں تک کہ اس سے نیند آنا آسان ہوتی، اس وقت فادی نے بھی Rashid Behbudov کا موغام پلے کر رکھا تھا۔

"سفر کے بیچ زیادہ نہیں کھاتا ہوں۔"

اس میوزک پر دونوں کی توجہ لمحہ بھر ایک دوسرے سے ہٹی مگر وہ بہت سوفٹ تھا تبھی سبکو اچھا لگا، انیس کے جواب پر وہ سر ہلاتی انیس کو دیکھ رہی

تھی، خود پر اس قدر توجہ بھانپے وہ گردن گما گیا، وہ اب تک اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

"یہ بہت زبردست میوزک ہے، مجھے پسند آیا"

عدین کی آواز پر وہ دونوں چونکے، فادی اسکی تعریف پر مسکرا دیا۔

"شکریہ لٹل بوائے، یہاں یہی فیورٹ ہے۔ تم دیکھ لو اور بھی کلیکشن رکھی ہے۔ جو تمہیں پسند آئے وہ پلے کر لو"

فادی کے اجازت دیتے ہی عدین بہت پرجوش ہوا اور اس نے اگلا میوزک اپنی پسند سے لگایا جو Zamiq Huseynov کے رومانوی گانے تھے، لیکن انکا میوزک بھی بہت خوبصورت تھا۔

"فادی بھائی مجھے یہ پسند ہے"

عدین نے اپنی پسند شوق سے بتائی جس پر فادی نے انہی گانوں کے میوزک کو رپیٹ پر سیٹ کر دیا، جسکے بعد عدین نے واپس ٹیک لگا کر اس میوزک کو انجوائے کرتے آنکھیں بند کر لیں، انیس اور عرشیہ کے مطمئین چہرے بتا رہے تھے انھیں عدین کا کھل کر ابھی سے جینا نظر آرہا ہے۔

"عدین کو آپ اچھے لگے فادی"

وہ بے ساختہ مسکرائی تو فادی نے بھی مسکرا کر یوں تائید کی جیسے کہہ رہا ہوں مجھے آپ سب اچھے لگے، عرشیہ کا مسکرانا دیکھے انیس نے اسکی طرف دیکھا جو انیس کی خود پر توجہ پائے ہی مسکرانا روک گئی، مگر انیس کی اتنی سخت نظریں وہ دیر تک سہہ نہ سکی تو گردن پھیر کر ونڈو سائیڈ دیکھنے لگی، جہاں گزرتے، پیچھے چھوٹتے منظروں کے ساتھ اسکی اداسی میں بھی کمی ہو رہی تھی، نئی اور نانو سے ملنا اسکے سارے سٹریس کو بھگا دیتا۔

عدین کے سو جانے پر انیس نے سمائل دی، یہ لڑکا سفر کے بیچ آخر کیسے سو سکتا تھا۔

"یہ تو مزے سے فلائیٹ میں بھی سو گیا تھا اور ابھی بھی دیکھو اسکی نیند"

وہ دونوں عدین کی فرمائش پر ہی پیچھے بیٹھے تھے جبکہ خود وہ فادی کے ساتھ فرنٹ سیٹ پر تھا، جو مسکرا کر ڈرائیونگ کرتے ساتھ بیٹھے عدین کو دیکھے اسکے سر کے بال سہلا گیا تو انیس کا موڈ سا بگھڑا۔

"اس ڈرائیور کی تو۔۔۔"

اس سے پہلے وہ وہیں بیٹھے بیٹھے فادی پر ٹوٹ برستا، عرشیہ نے بروقت انیس کا ہاتھ پکڑ کر دبایا اور اسکے کان کی اور جھکی۔

"نانو ونی کے منہ بولے بیٹے ہیں فادی، ڈرائیور نہیں۔ پلیز انھیں کچھ نہ کہنا انہوں نے واقعی پیار سے عدین کے بال سہلائے۔"

عرشیہ جانتی تھی انیس اپنے بھائی کے لیے کتنا ٹچی ہے تبھی اس نے سرگوشی کرتے فادی کی سائیڈ لی تھی، انیس نے گردن کما کر عرشیہ کو کھا جاتی نظروں سے دیکھا۔

"اب یہ بھی کہہ دو کہ یہ آدمی تمہارا دوست ہے"

فادی نے جو ہلکا سا علاقائی میوزک لگایا تھا تبھی وہ پیچھے بیٹھے دونوں کی کھسر پھسر نہ سن سکا۔

"دوست نہیں پر ماموں ہیں۔ بہت پیار کرتے ہیں مجھ سے"

عرشیہ نے مرر سے فادی کو دیکھتے سمائل کی تو انیس کا دل چاہا اس لڑکی کا جبڑے سے منہ دبوچ کر اپنی طرف پھیر لے۔

"پیار؟ یہ لڑکی میرا خون جلانے لائی ہے"

انیس کے من ہی من میں آتش فشاں سا پھٹا تھا۔

"تمہاری وجہ سے میں ملی بھی نہیں ٹھیک سے"

وہ معصومانہ سا شکوہ کرتے جلتی پر تیل چھڑک گئی۔

"میری وجہ سے؟"

وہ اسکی بات کا جیسے واقعی مطلب نہ سمجھ پایا۔

"تمہیں غصہ آجاتا کہ میں منہ بولے ماموں سے ملی، انھیں ہگ کیا۔ تم اعتراض کرتے کہ وہ ماموں ہیں پر سگے تو نہیں۔"

وہ اتنا آہستہ بول رہی تھی کہ بمشکل انیس کو ہی سنائی دے رہا تھا، انیس نے زرا سا رخ عرشیہ کی جانب پھیرا۔

"کیا تم اس سے گلے لگ کر ملتی ہو؟"

انیس کے اسی سوال کی تو وہ دل و جان سے منتظر تھی، انیس نے محسوس کیا وہ آنکھوں کے گوشوں تک مسکرائی ہے۔

"نہیں۔ لیکن اس بار ارادہ تھا۔ تاکہ تمہیں دیکھا سکوں کہ مجھے گلے لگانے والوں کی کمی نہیں پھر بھی میں نے جو خود اپنے لیے چنا وہ تمہارا حصار ہے۔ اور تم کہتے ہو دل بھر گیا تو چھوڑ دوں گا۔ تم نے جواب کیوں نہیں دیا تھا انیس کہ ہمارے بیچ کا یہ وقت کہاں جائے گا ہمارے الگ ہونے کے بعد۔ اس وقت تم فرار نہیں کر سکتے مجھ سے یا میرے سوال سے"

وہ اسکی جانب سے منہ پھیر گیا، توجہ فادی پر بھی دی کہ کہیں وہ کان لگائے انہی کو نہ سن رہا ہو پر اس نے ایک کان میں ائیر پوڈ لگا لیا تھا جبکہ دوسرے سے اسکی توجہ بس سامنے اور آگے پیچھے گزرتی گاڑیوں پر تھی۔

"یہ وقت ٹھیک نہیں ایسی باتوں کے لیے خاتون۔"

انیس نے منہ پھیر کر کہا مگر وہ اسکے ہاتھ پر زور سے چٹکی کاٹ گئی، وہ درد کا تاثر دیے گردن گما کر عرشیہ کو دیکھنے لگا جیسے پوچھ رہا ہو یہ کیا بدتمیزی ہے۔

"بتاو مجھے۔ ورنہ اونچا اونچا چیخوں گی۔ کیا کہیں گے فادی اور عدین پھر؟ تمہیں ڈر نہیں میری چیخ و پکار کا"

وہ اس پر زور ڈال رہی تھی، انیس نے اسکے ہاتھ کو نظر جھکا کر دیکھا جو عرشیہ نے اسکے ہاتھ پر جمار کھا تھا۔

"یہ سب جو ہمارے بیچ ہے یہ اتنا اہم نہیں ہو گا کہ سائڈ نہ کیا جا سکے۔ اب سفر انجوائے کرو۔ مجھے سفر کے بیچ باتیں کرنا پسند نہیں"

وہ اسے سرسری انداز میں خاموش ہونے کی تنبیہہ کر رہا تھا پر وہ کیسے چپ ہوتی جسکے اندر اتنا شور بھرا تھا۔

"ٹھیک ہے۔ میں فادی ماموں کو تمہارے سامنے ہگ کر کے ملوں گی پہنچتے ہی دیکھنا۔ جب ہمارے بیچ جو ہے وہ اتنا ہی معمولی ہے تو تم مجھے کسی اور سے ہگ کرتا بھی با آسانی دیکھ لو گے۔ اگنور کرنا بہت ہی ایزی ہو گا تمہارے لیے"

وہ جتنی یہاں آنے تک پر سکون تھی، وہ سارا صبر، ساری خاموشی اور سارا حوصلہ ٹوٹ کر انتقامی احساس میں بدلتا دیکھے انیس بھی حیرت کدے میں اتر گیا۔

"میرے صبر کا امتحان مت لو خاتون۔ تم میری بیوی ہو اس وقت، اسی ناطے میں تمہیں کسی اور کے ساتھ کلوز ہوتا نہیں برداشت کروں گا۔"

وہ ہاتھ بڑھا کر اسکا جبڑے سے چہرہ ہولڈ کرتا ہوا اس قدر آہستہ بولا کہ عریشہ بس اسکے ہونٹوں کی جنبش سے یہ سب سن اور سمجھ سکی۔

"پھر ہمارے بیچ جو کچھ ہے وہ اتنا بھی عام نہیں سڑو۔ ہے ناں"

وہ جب مسکرا کر چپکی تو انیس نے گھبراہٹ کے مارے اسکا جبڑا آزاد کرتے اسے خود سے دور کیا اور خود بھی چہرہ ونڈو سائڈ گما گیا۔

ایس مروہ مرزا کے تمام ناولز پڑھنے کے لیے ہماری ویبسائٹ وزٹ کریں۔

"جب ایک دوسرے پر ایک دوسرے کا حق ہو تو کچھ بھی عام نہیں ہوتا"

باہر گزرتے منظروں کے ساتھ رومانوی موسیقی کو سنتے وہ بہت مدھم آواز میں بولا کے عرشیہ اپنی تمام تر توجہ اسے دے کر بھی سن نہ سکی۔

"کچھ کہا تم نے؟"

وہ اسکی بازو پر انگلی کی پور دبا کر اسے مخاطب کرتے بولی تو انیس نے بنا اسے دیکھے اسکی انگلی مٹھی میں دبوچ کر خود سے دور کی، وہ مسکرا کر فون کی طرف متوجہ ہوئی جہاں سوہا کا میسج تھا۔

"پہنچ گیا میرا بچہ؟"

سوہا کے میسج کا عرشیہ نے فوراً جواب لکھا۔

"جی مما۔ باکو سے قوبا جا رہے ہیں۔ مجھے کچھ پوچھنا ہے آپ سے"

سوہا اپنی نیو ائیر کلکشن کے لیے کچھ پری ورک میں بزی تھی تبھی بڑی بڑی ماڈلز کے ساتھ اسکی ٹیم کا کام چل رہا تھا، عرشیہ نے اسے تھوڑا متجسس کیا تبھی وہ کام روکے جواب دینے لگی۔

"ہاں پوچھو میری جان"

سوہا نے تمام تر توجہ دیتے عرشیہ کو میسج بھیجا جسکے جواب میں عرشیہ نے سرسری سا چہرہ انیس کی طرف پھیرا جواب تک ونڈو سائیڈ چہرہ گمائے اپنی طرف سے عرشیہ المیر کو مکمل اگنور کر رہا تھا۔

"اگر میں پہل کرتی ہوں تو کیا یہ عجیب نہیں لگے گا؟ میرا مطلب ہے اگر میں انیس کی طرف چھوٹا سا قدم بڑھاوں تو اسکا کیا ری ایکشن آئے گا، مجھے تمام پاسیبل ری ایکشن بتائیں۔ میں تھوڑی نروس ہوں"

وہ یہ سب لکھتے بھی شدید گھبرا رہی تھی، یہاں تک کہ اسکے رونگٹے بھی کھڑے تھے، سوہا کے لبوں پر دلفریب تبسم جگا، عرشیہ سے ایسے سوال کی اسے توقع جو نہ تھی۔

"میں قربان۔ کیا پیار آرہا ہے اس پر؟"

سوہا کے میسج میں ٹوٹ کر شرارت بھری تھی، عرشیہ نے ایک بار پھر انیس کی طرف دیکھا تو گرے آنکھوں میں اداسی بھر گئی، ایسا انسان جس نے یہاں آنے سے پہلے بری طرح عرشیہ کو توڑا تھا، بھلا پیار آتا بھی تو وہ کیوں لٹاتی۔

"نہیں مما۔ لیکن میرا دل چاہ رہا ہے"

وہ یہ لکھتے بہت ہچکچائی پر سوہا اسکی ماں ہے یہ سوچ کر اس نے مما کو سچ سچ بتا دیا، انیس نے گردن گما کر سرسری انداز میں عرشیہ کی طرف دیکھا تو اس نیت سے تھا کہ جلد اپنی آنکھیں اس پر سے ہٹا لے گا پر اسے اکیلے ہی

مسکراتا، شرماتا دیکھ کر انیس کی شربتی آنکھیں حیرت بھرا مسکرا دیں، وہ فون سکرین پر زرا سی جھکی کسی کی پیغام کا پورے انہماک سے منتظر تھی۔

"تمہارا دل چاہ رہا ہے تو ضرور کرو پہل۔ شاید اسے بہت اچھا لگے۔ یا شاید وہ اسکے لیے تیار نہ ہو۔ یہ بھی ہو سکتا ہے تمہاری پہل ہی کا منتظر ہو، اکثر میسنے مرد ایسے ہی ہوتے ہیں۔ اور ایک پاسیبلٹی یہ بھی ہے کہ وہ برہم ہو جائے۔ کیا تمہیں لگتا ہے عرشی کہ تم اسے ان چند دنوں میں جان سکی ہو۔؟"

ممانے اسے اور کنفوز کر دیا، انیس دلچسپی سے عرشیہ کے چہرے کی مایوسی کھوج رہا تھا پھر اس نے عرشیہ کے ہاتھ سے فون کھینچا تو وہ یوں سہم کر اسے دیکھنے لگی جیسے انیس نے اسکے وجود سے جان کھینچ لی لو۔

"انیس۔ میرا فون دو"

وہ دبی سی سرگوشی میں اسکے فون والے ہاتھ کو اپنے دونوں ہاتھوں میں بھر کر اپنا فون اسکے ہاتھ کی گرفت سے چھڑوانے کی کوشش میں منمنائی مگر انیس کے ہاتھ کی مضبوطی عام نہ تھی۔

"کسے میسج کر رہی ہو تم؟"

وہ بھی آہستہ ہی بولا کہ آواز بس عرشیہ کو آئے۔

"مما کو۔۔فون دے دو پلیز۔ہمارے میسج مت پڑھنا"

وہ اسکے ہاتھ کی فون پر جمی انگلیاں کھولنے کی کوشش میں دبا سا بولی تو انیس نے اپنا ہاتھ کھولا اور اسکا ہاتھ کھلتے ہی وہ اپنا فون لیتی بلکل ونڈو کے ساتھ جا لگی،یوں ہانپ رہی تھی جیسے ابھی ابھی محترمہ کی جان شکنجے سے نکلی ہو۔

"اگر یہ میسج پڑھ لیتا تو۔۔۔اوف بال بال بچی میں"

وہ دل ہی دل میں اس قہر سے بچنے پر شکر گزار ہوئی اور مما کی چیٹ اوپن کی۔

"میں نہیں کر رہی پہل مما میری توبہ۔ چلیں رات میں کال کرتی ہوں آپکو قوبا پہنچ کر۔ اپنا خیال رکھیے گا"

عرشیہ نے نا صرف مما کو جواب دیا بلکہ چیٹ بھی ڈیلیٹ کی، اسے انیس سے اسقدر خوف آرہا تھا کہ وہ خود اپنی حالت پر بوکھلائی تھی اور انیس فکر مند تھا کہ وہ فلرٹ کرتے کرتے اچانک خوفزدہ کیوں ہو رہی ہے۔

بہر حال انکا سفر جاری و ساری تھا، یقینا انھیں قوبا پہنچتے رات ہو ہی جاتی، لیکن یہ سفر تھکا دینے کے باوجود خوبصورت تھا، کم از کم انیس کے لیے تو تھا، وہ گاہے بگاہے اسے دیکھتا، وہ کبھی فون پر مصروف ہو جاتی، کبھی سونے کی کوشش کرتی مگر چلتی گاڑی میں اسکے لیے سونا مشکل تھا، آدھا گھنٹہ تو اگلا خاموشی کی نظر ہوا مگر عرشیہ کی بوریئت اسکی جان لینے لگی۔

"کیا بے چینی ہے خاتون؟"

وہ اسکے پہلو بدلنے پر اسکی طرف دیکھنے لگا جو بے چینی سے بار بار بیٹھنے کا انداز بدل رہی تھی۔

"میری بیک میں پین ہونے لگ گیا ہے۔ سونا چاہ رہی ہوں پر سو بھی نہیں پا رہی۔ اف عدین کتنے لکی ہو تم، سکون سے سو رہے ہو"

عدین کے نرم نرم خراٹے وہ تینوں ہی سن رہے تھے جسے الگ ہی نشے چڑھے تھے۔

"اگر کہو تو تھوڑی دیر رک جاوں عرشیہ؟ تم اور مسٹر انیس ٹہل آو کچھ دیر۔ یا بیک پین کے لیے کوئی میڈیسن لا دوں؟"

عدین کے سونے کی وجہ سے فادی نے میوزک بلکل سلو کر دیا تھا تبھی اسے عرشیہ کی آواز سنائی دی تھی، دونوں ہی ڈرائیونگ کرتے فادی کی جانب دیکھنے لگے۔

"نہیں فادی۔ یہ پین مسلسل بیٹھنے سے ہے۔ ٹہلا بھی نہیں جائے گا۔ بس زرا سپیڈ بڑھادیں تاکہ ہم جلدی پہنچ سکیں۔"

وہ انیس کے ماتھے پر پڑتے بل دیکھتی فوراسے انکار کر گئی تو فادی نے اپنی بیک پر دباکر رکھا نرم سا تکیہ نکال کر پیچھے عرشیہ کی طرف بڑھایا، عرشیہ نے اک نظر فادی کے ہاتھ کا وہ پِلو دیکھا پھر انیس کو دیکھنے لگی جسکا عتاب بس بے قابو ہونے کو تھا۔

"یہ پِلو رکھ لو پھر بیک کے پیچھے، تمہیں آرام ملے گا"

فادی کی اتنی مہربان آفر پر عرشیہ کو بے حد پیار آیا مگر انیس نے عرشیہ کا پِلو کی طرف بڑھتا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا۔

"اپنی بیوی کو آرام دینے کو میں ہوں مسٹر فادی حسن، یہ پِلو تم رکھو تمہارا بھی آرام میں رہنا ضروری ہے۔ ورنہ تم سے ڈرائیونگ نہیں ہو گی"

انیس کے انکار پر فادی نے بلکل برا نہ مناتے وہ تکیہ واپس لے لیا، جس پر عرشیہ نے غصے سے انیس کی طرف دیکھا۔

"چلیں جیسا آپ مناسب سمجھیں انیس بھائی۔ بس جیسے بھی ملے، اسے آرام ملنا اہم ہے"

وہ آہستہ کیا میوزک تھوڑا سا اونچا کرے اک نظر عدین پر ڈالے مسکرایا جسکی نیند اب تک نہیں ٹوٹی تھی۔

"کس قسم کی روڈنس ہے یہ؟"

وہ انیس کے اس رویے پر دکھی ہوئی، انیس نے بازو اسکے اطراف کھول کر عرشیہ کو اپنے سینے کی اور سرکایا اور باخدا انیس کے یوں اپنے ساتھ لگاتے ہی عرشیہ کی کمر میں اٹھتے درد میں شدید والا آرام آیا کیونکہ انیس نے اسکی کمر کے گرد اپنی بازو کا سہارہ جو دیا تھا، پھر بھی وہ چہرہ اٹھا کر انیس کو ناراضگی سے دیکھ رہی تھی۔

"کیا تمہیں آرام مل رہا ہے؟"

عرشیہ کے سوال، اسکی اداس آنکھوں کو نظر انداز کیے وہ بس اس سے آرام کے بارے جاننا چاہتا تھا۔

"وہ میرا بھائی اور بابا کی طرح خیال رکھتے ہیں۔ میں برداشت نہیں کروں گی کہ تم ان سے ایسے بات کرو۔ وہ بہت پیور انسان ہیں انیس۔ ایسے ہرٹ نہیں کرتے کسی کو"

وہ اسکے کان کے پاس بولی، انیس نے سر جھٹکا جیسے عرشیہ کی بات سنی ہی نہ ہو اور گردن بھی ونڈو سائیڈ پھیر لی، عرشیہ کی نظر انیس کی گردن کی ابھری رگوں پر گئی، ضبط کے سبب اسکی گردن کی ویز تنی ہوئیں دیکھے عرشیہ کو خاموشی میں ہی پناہ لگی، شاید وہ عرشیہ کا خیال کسی اور کو رکھتے دیکھ کر اندر سے سلگ اٹھا تھا، تبھی خاموش تھا۔

"میں تمہیں بدل دوں گی۔ یہ میرا وعدہ ہے"

اس لمحے اسے بس اس حصار میں رہنا درکار تھا، ساری باتیں اور جھگڑے اب منزل پر پہنچ کر طے ہونے تھے۔

.._____..

خضر کا سٹوڈیو ہاوس بھی اسکے فینز کے تحائف سے بھر چکا تھا، جب وہ سب پہنچے تو بہت سے اسکے فینز باہر موجود تھے، وہ خضر کو سلامت دیکھ کر خوش تھے، خضر اور سارہ دونوں کو فینز سے مل کر انھیں نمٹانے میں بہت وقت لگ گیا، اور خضر نے بھی اپنا آرام و سکون اک طرف کر دیا، سٹوڈیو ہاوس میں سب دوستوں کی گیٹ ٹو گیدر شروع ہو چکی تھی، کچھ بھی باہر سے آرڈر نہ کیا گیا، محراب نے کافی ساری تیاری کر رکھی تھی، جو تمام مہمانوں کے لیے کافی تھی، لیکن اپنے بچوں کے باوجود عاصم اور محراب اکیلے اپنے اپنے گھر چلے گئے، عاصم کو بھی اگلے لائحہ عمل ترتیب دینے تھے اور وہ سوچ چکا تھا موساب کو کیسے شکست دینی ہے، خضر نے ایک کیک سیکرٹلی آرڈر کیا تھا، وہ منائم اور مہویر کے ہاتھ کی انگلیوں میں انگوٹھیاں دیکھ چکا تھا تبھی نیو ائیر

نائٹ کے ساتھ اس نے مہویر اور منائم کے لیے بھی یہ رات سپیشل بنا دی، سب دوستوں نے ان دو کو ہمیشہ ساتھ رہنے کی اتنی دعائیں دیں کہ مہویر کا ڈر کم ہو جانا بنتا تھا لیکن وہ اس سب کے باوجود اپنے دل کے ہاتھوں بے چین تھا، اسے اپنے ساتھ ہوتے معاملے کی سمجھ نہ آ رہی تھی، وہ منائم کو آج کچھ الگ ہی نظروں سے دیکھ رہا تھا، وہ مسکراتی تو مہویر میثاق بھی مسکرا دیتا، وہ محبت بھرا خاموش ہوتی تو مہویر کے دل میں کچھ ہلچل برپا ہو جاتی۔ اس سب افراتفری اور نئے سال کی کچھ دیر بعد آمد پر ہوٹنگ، آتش بازی اور نجانے کس کس پلین کے بیچ خضر کے فون پر آتی اک خاص کال اس رات کا حسن بڑھا گئی۔

وہ ان نان نمبر دیکھ کر زرا دوستوں کے ہجوم سے نکل کر کچن سائیڈ آیا، کال انٹرنیشنل نمبر سے آ رہی تھی، خضر نے اک نظر باہر ڈالی پر ریک سے لگ کر اس نے کال ریسیو کی، وہ اس وقت اوٹ آف کنٹری تھی، اپنے روم میں وہ

کچھ دیر پہلے ہی آئی اور بابا کی جانب سے خضر کا سیو کیا نمبر بولنے والے سوفٹویر کے سنگ ڈائل کیا تھا اور اب وہ کال اٹھائے جانے کی منتظر تھی۔۔

"یس! خضر ملک سپیکنگ"

خضر کو اندازہ تھا کال کرنے والی ہستی کون ہو گی۔

"بیلا بول رہی ہوں۔ میں نے بابا کو کہا تھا آپکا نمبر سیو کرنے کو۔ مجھے آپکو نیو ائیر وش کرنا تھا۔ تھوڑا ہی وقت رہ گیا ہے شاید۔ معذرت بھی کرنی تھی کہ آپکو اچانک آج منگنی کرنی پڑی۔ آپکی بازو اب کیسی ہے؟"

وہ اس وقت شدید کنفوز تھی تبھی سب سوال ایک ساتھ ہی کر گئی۔

"واپس کب آو گی تم؟"

وہ اک لمحہ ساکن رہ گئی، یہ سوال بہت بے یقین جو تھا۔

"جی؟"

وہ بدحواس ہو کر منمنائی کیونکہ اسے لگا شاید اسے سننے میں غلطی ہوئی۔

"ہاں۔ کب آو گی واپس۔ منائم ملنا چاہتی ہے اپنی ہونے والی بھابھی سے۔"

وہ اپنا لہجہ ہنوز وہی لیے بولا تو بیلا کے ہونٹوں پر مسکراہٹ سی چلی آئی۔

"دو تین دن تک۔ میں بھی اس سے ملنے کی خواہش مند ہوں۔ آپ کو میرے سوالات بور لگے کیا جو آپ نے انھیں اگنور کر دیا؟"

وہ ہنوز اداس لگی تو خضر مسکرا دیا۔

"اگنور نہیں کیا۔ منگنی کے لیے میں بھی ناراض ہوں لیکن اب سہہ لیا تو زیادہ برا فیل نہیں ہو رہا۔ بازو کچھ دن تکلیف میں رہے گی، جلی تھی تو وقت لگے گا درد اور زخم جانے میں۔ رہی بات نیو ائیر کی تو تھینکیو وش کے لیے۔ صرف وش دے رہی ہو؟ یا دعائیں اور پیار بھی ملے گا"

وہ اسکے اک اک لفظ کو دھیان سے سن کر جی رہی تھی، خضر کا بغیر غصے بولنا، بنا اکتائے اسکے جواب دینا بیلا کو اچھا لگ رہا تھا۔

"دعائیں اور پیار؟"

وہ ایک بار پھر حیران و پریشان ہوئی۔

"ہاں۔ کیوں نہیں ہیں کیا؟"

خضر نے سوال کیا۔

"ہیں۔ پر دعائیں اور پیار دے کر واپس نہیں لیتی میں۔ سنبھال سکیں گے کیا؟"

وہ اسے تمہید سے باندھ کر مسکراہٹ بخش گئی، جب تک اسے بیلا کا پیار اور دعائیں مل نہ جاتیں، وہ متجسس ہی رہتا۔

"کوشش کی جاسکتی ہے۔ مجھے ایک چیز ڈسٹرب کر رہی ہے کہ تم دیکھ نہیں سکتی۔ ورنہ سچ کہوں اور کوئی کمی نہیں تم میں۔ اس تعلق کو ایک موقع دیا ہے میں نے یہ منگنی کر کے، تمہاری طرف سے کیا ایفرٹ ہو گی بیلا؟"

وہ اس بار سنجیدہ تھا، بنا کسی ٹال مٹول وہ حقیقت پسندی سے کام لے رہا تھا۔

"میری طرف سے یہ ایفرٹ ہو گی کہ میں آپ پر بوجھ نہیں بنوں گی۔ میں دنیا دیکھنے سے زیادہ محسوس کرنے پر یقین رکھتی ہوں۔ اور کبھی میری بینائی لوٹ بھی آئی تو دنیا مجھے دیکھنے کے ساتھ چیزیں اور لوگ محسوس کرتے دیکھے گی۔ مجھ میں میرے بقول کوئی کمی نہیں۔ ابھی یہاں آتش بازی ہو رہی ہے، اور میں بنا دیکھے بھی محسوس کر رہی ہوں کہ ان میں نو رنگ تو ضرور ہوں گے"

وہ سہارے سے اٹھ کر آتش بازی کی آواز پر کھڑکی میں آ رکی، اسکے سامنے آسمان واقعی نو رنگوں میں نہایا ہوا تھا۔

"تمہیں یہ حسرت نہیں ہو رہی کہ تم مجھے دیکھ پاتی؟"

وہ بے ارادہ ہی یہ سوال کر گیا جو بیلا کو شوخ مسکان بخش گیا۔

"میں نے آپکو دیکھ رکھا ہے خضر۔ میں آپکے گانے سنتی رہتی تھی۔"

وہ خوشگوار انداز میں مسکرایا، یہ سن کر خضر کو تھوڑا سہی پر قرار ملا۔

"سچ میں؟ تو تم مجھے امیجن کر سکتی ہو کیا؟"

وہ شدید بے چین قسم کی دلچسپی لیے بولا۔

"نہیں۔ سات آٹھ سال پہلے والے خضر ملک اور اب والے خضر ملک میں بہت بدلاو آچکے ہوں گے۔ تب آپکی کلئین شیو تھی، بال بھی ڈائے تھے، وہ جیسے اکثر نئے نئے راک سٹار ہوتے ہیں۔ پر بابا نے بتایا اب آپ بلکل الگ ہیں۔ اب آپکی لکس ہزار گنا اچھی ہے تو میری امیجنیشن بہت خراب ہے"

وہ اتنی سچی باتیں کر رہی تھی کہ خضر کو اس سے بات کرے اچھا لگ رہا تھا، شاید یہ انسانی فطرت ہے کہ مردوں کو سیٹیسفیکشن ہی یہی دیتا ہے کہ عورت اسکی وجاہت کا اقرار سب سے پہلے کرے یا پھر وہ اسے بہت اچھا لگے۔

"تم اپنے سب کام خود کرتی ہو؟"

خضر کو زرا بھی ہچکچاہٹ نہ ہوئی یہ پوچھتے، اسکو تو بیلا نے بھی محسوس کیا۔

"سب کام مطلب؟"

وہ جان بوجھ کر پوچھ گئی جس سبب خضر کو اپنا سوال خود معیوب لگا۔

"کچھ نہیں۔ شادی ہو گی تو خود پتا چل جائے گا مجھے۔ پھر بات کروں گا گھر پر چھوٹی سی پارٹی ہے تو سب کہیں گے میزبان کہاں غائب ہو گیا۔ سی یو۔ ٹیک کیئر"

وہ مسکرا کر سر ہلا گئی کیونکہ سمجھ گئی تھی وہ اپنے سوال پر خود بوکھلا گیا ہے اور وہ خضر کی الجھن ابھی حل کر دیتی ایسا ممکن نہ تھا، یہ تجسس ہی تو خضر ملک جیسے ستارے کو بیلا خاور جیسے زرے تک پہنچاتا، وہ پہلے خضر کا خود تک پہنچنا چاہتی تھی، اسکے سوا کچھ نہیں۔

خضر نے محسوس کیا وہ بیلا سے بات کر کے بہت زیادہ اچھا اور ہلکا محسوس کر رہا ہے، خاص کر یہ تسکین کہ وہ جانتی ہے کہ خضر کیسا نظر آتا ہے، کم از کم جب وہ قریب ہوں گے تو وہ اسے بنا آنکھوں کے بھی دیکھ سکے گی، یہ سچ میں خضر کو بہت مطمئین کر چکا تھا، وہیں اس شور و غل اور ہلچل سے اکتا کر مہویر ٹیرس پر چلا گیا کیونکہ اسکا دل آج بس خاموشی چاہتا تھا، وہ سوچ رہا تھا کچھ دیر میں واپس اپارٹمنٹ چلا جائے گا، اور نیچے سب دوستوں کے بیچ مسکراتی کھکھلاتی منائم کو بھی بس مہویر کی کمی کھا رہی تھی، اسکے تمام دوست ادھوری چھوڑی ڈاکومنٹری پوری کرنے کا پلین کر رہے تھے اور اسکا مقصد یہ بھی تھا کہ منائم کو پچھلا سب بتا کر اسکو پرانا سب یاد دلانے کی کوشش کی

جائے لیکن ابھی وہ کوئی علاج پک کرنا چاہتی ہی نہ تھی، مہویر کے ٹیرس پر جانے کے خیال سے وہ روم سے بھائی کی شال لیے سیڑھیوں کی طرف بڑھی، جانتی تھی وہ باہر نہیں گیا، اسکی گاڑی پورچ میں ہی ہے وہ یقینا ٹیرس پر گیا ہو گا اور منائم کا شک ٹھیک نکلا تھا، وہ ریلنگ سے لگ کر کھڑا ٹھنڈی یخ ہواوں کو اپنے اندر اتارنے میں مصروف، سناٹے کی طرح چپ تھا، کہ سانس لینے کی آواز بھی نہ آرہی تھی، بس مہویر کی نظریں تاحد نگاہ پھیلے اندھیرے پر جمی تھیں۔

"یہاں کیا کر رہے ہیں۔ آپکو لوگوں کے بیچ ہنسنا مسکرانا نہیں پسند؟"

یکدم وجود کو لگتی سرد ہوائیں محسوس ہونا بند ہوئیں کیونکہ منائم نے شال اسکے اطراف لپیٹ کر

اسکے ساتھ کھڑا ہوتے دیکھا ہی اتنی محبت سے تھا کہ وہ سب کچھ بھول گیا، یہ تک کہ اسکے جسم کے کس کس حصے میں درد تھا، وہ اسے دیکھ رہا تھا جو اسکی ہو

کر اب اپنی زرا بھی نہ تھی، اک بار بھی اپنی کسی تکلیف کا شکوہ نہ کیا تھا، مضبوط بن کر اسکے ساتھ کھڑی تھی۔

"لوگوں سے اس قدر گُھلنا ملنا پسند نہیں ہے۔ تم جاو انجوائے کرو"

وہ شام کی بنسبت اس وقت اچھے موڈ میں تھا، بہت پُر امن، اب روم روم میں بے قراری بھی موجود نہ تھی۔

"میں کس کے ساتھ انجوائے کروں؟ جب میری نظر بس آپکو تلاشتی پھرتی ہے۔"

وہ اسے لاجواب کرنے کا ہر ہنر سیکھ چکی تھی، مہویر کو اسکی شدت پسندی اور یہ دیوانگی پاگل پن لگا، وہ اپنے سینے میں اک چنگاری سی بھڑکتی محسوس کر رہا تھا۔

"مجھ پر انحصار مت کرو۔ اپنی زندگی جیو۔ میں اک اچھا لمحہ ہو سکتا ہوں پر تمہاری پوری حیات نہیں منائم ملک"

وہ اسے اپنے علاوہ جو دنیا جہاں تھا انکے بارے ہوش دلانے کی کوشش میں بولا تھا۔

"کیا پتا یہ اک لمحہ ہی میرا سب کچھ ہو۔مان لیں یہ جو میں آپ سے محبت کر رہی ہوں یہ کبھی نہیں مرے گی۔ڈریں مت"

مہویر نے اسے اپنے ڈر نہیں بتائے پھر بھی وہ سب جان گئی،وہ اسکی طرف پلٹا اور وہ شال جو اس نے مہویر کو اوڑھائی تھی،اتار کر منائم کے کانپتے وجود کے گرد لپیٹے اپنے قریب کیا، تھوڑی سی دیر میں ہی وہ مہویر کے وجود سے لپٹ کر گرم ہو گئی تھی،اس میں مہویر کی حدت بھری تھی جو اب منائم کے اطراف لپٹی تھی،وہ بھی بازو اطراف لپیٹے کھڑا اسے دیکھ رہا تھا۔

"نہیں ڈر رہا۔تم ٹھیک ہو؟"

وہ پورا دن اس سے یہ سوال پوچھنے کی حسرت میں مرا تھا، اور اب جب وہ قریب آئی تو مہویر نے اسکو اپنی بازووں کے حصار میں لے کر پوچھے منائم کے وجود کی پور پور دھڑکا دی۔

"باڈی پین ہے اور بیک بھی شدید ہرٹ کر رہی ہے"

وہ نظریں جھکا کر آہستہ سا منمنائی پھر آنکھیں اٹھا کر مہویر کی آنکھوں میں اپنے لیے فکر بھانپ کر ساکن ہوئی۔

"کب سے؟"

وہ اسکی آنکھوں میں پریشانی سے جھانکا۔

"تب سے"

منائم کی مسکراہٹ اسکی فکروں کا رخ بدل گئی۔

"بتا دیتی مجھے"

وہ آہستگی سے اسے اپنے گلے لگاتا شاید منائم کو جان سے مارنے کے ارادے کر رہا تھا، پہلے انگوٹھی والا سرپرائز اور اب خود یوں شدت سے گلے لگانا۔

"صبح آپ لڑ پڑے تھے، خود احساس نہیں کیا کہ مجھے تکلیف ہو رہی ہو گی۔ میں کہہ کر بس یہی بتا سکتی ہوں کہ آپ جان ہیں میری۔ اپنے درد آپکو بتاتے اچھا نہیں محسوس کرتی"

وہ دونوں ہاتھ اسکی کمر پر رکھے اس گلے لگنے کو جی اٹھی تھی۔

"ایسے مت کرو میرے ساتھ منائم۔"

وہ التجاء کر اٹھا تھا، اور وہ یوں تھی جیسے دم دیتی کیفیت محسوس کرا اٹھی ہو۔

"گلے تو آپ نے خود لگایا ہے۔ میں نے کیا کر دیا اب؟"

اسکی آواز میں آتی نمی پر مہویر نے اسے آہستگی سے خود سے دور کیا، غور کیا تو وہ واقعی نڈھال لگ رہی تھی، بہت زیادہ تھکی ہوئی۔

"چلو گھر چلیں۔ تمہیں آرام کی ضرورت ہے۔ میں نہیں لڑوں گا۔ خضر کو نمٹانے دو اپنے دوست اکیلے ہی"

وہ خود اپنی مرضی سے منائم کو واپس لے جانا چاہتا ہے یہ سن کر وہ یقین نہ کر سکی۔

"میں آپکو پھر سے جکڑ لوں گی مت لے کر جائیں ساتھ۔۔۔۔"

وہ روہانسی ہو کر بولی ہی جب وہ اسے چپ کروا گیا۔

"جکڑ تو چکی ہو، یہاں حلق تک دباو بھر دیا تم نے مجھ میں منائم"

وہ یہ بتاتے پریشان تھا، وہ بھی ہوئی۔

"جانتی ہوں، پر آپکا گلا بھی تو نہیں دبا سکتی کہ درد ختم ہو۔ بتائیں کیا کروں اس حلق کا اب"

وہ بھیگی آنکھیں اٹھا کر مہویر کو دیکھتے بولی کہ آواز میں سلوٹیں آئیں پر مہویر کی وہ مسکراہٹ لوٹ آئی جو کھو گئی تھی۔

"بس اس پر پیر مت رکھنا اپنا"

وہ اسکی طرف آج سچ میں ایسی نظریں لیے دیکھ رہا تھا کہ منائم کی ہارٹ بیٹ بڑھ رہی تھی۔

"میں حلق پر پیر رکھنے والی لگتی ہوں کیا، مجھے تو غصے میں بھی آپ پر پیار ہی آتا ہے۔ہک ہاہ!"

وہ اسے سنبھلنے کا موقع دیے بنا قریب ہوتے مہویر کا جبڑے سے چہرہ ہولڈ کرے، دائیں پھیر کر اسکی گردن کی ابھری رگ پر اپنے ہونٹوں کا لمس بکھیرتی اسے اپنے پیار اور بے بسی کی شدت بھی دیکھا گئی اور اسکا یہ عملی اظہار کافی معصومانہ تھا۔

"مجھ سے ایسے بات نہ کیا کریں جیسے میں کوئی جلاد ہوں۔ زیادہ سے زیادہ پاریاں ہی تو کرتی ہوں، یہ آپکو کتنا ہی نقصان پہنچا سکتی ہیں بھلا۔ نہیں جی سکتی آپکے بنا، آپکو پیار کرنا چھوڑ نہیں سکتی مہویر، اک سیکنڈ کے لیے بھی نہیں۔ میں آپکو ہر لمحہ مس کرتی ہوں۔ کچھ بھی ہو جائے اب آخری سانس تک آپکے بنا رہنے کا تصور بھی نہیں کر سکتی۔ اتنا خود سے قریب نہیں ہوں جتنا آپ کے پاس چلی گئی۔ م۔ میں آپکو کچھ بھی ہو جائے محبت کرنا نہیں روکوں گی۔ م۔ مجھ سے محبت کرنے کا خیال آئے تو اسے جھٹکنے کی کوشش مت کیجئے گا۔ مجھے آپکی محبت چاہیے، جسمانی تعلق کے ساتھ اک وہ رشتہ بھی جو دل کو دل کی حالت بتانے کی حد تک مضبوط ہو۔"

اس لڑکی کی خواہشوں کی فہرست چھوٹی تھی مگر وہ چھوٹی خواہشات بھی قہر تھیں۔

"جب ہوئی ضرور بتاوں گا۔"

وہ جسطرح لاپرواہ بنے بولا، منائم نے گھوری دی۔

"ہیلو! مجھ سے کرنی ہے بس، یاد رہے"

وہ آئبرو اچکا کر وارن کرتے خود ہی مسکرائی تو مہویر نے اسے اس بار پھر سے گلے لگنے کی اجازت دی کیونکہ اس سے وہ اپنے وجود میں اٹھتے درد کم ہوتے محسوس کر رہی تھی، مہویر کو محسوس کرنا، اسکی خوشبو ان ہیل کرنا منائم کا من پسند مشغلہ تھا۔ زہے نصیب!

.._____..

جیسے ہی قوبا کے سرسبز پہاڑ قریب آنے لگے، عرشیہ کی آنکھوں میں نمی سی اُتری۔ یہ راستہ... یہ ہوا... یہ خوشبو... سب کچھ اس کے بچپن سے جڑا تھا، اسکے خمیر میں گُندھا تھا، اس بار وہ آئی ہی ایسے موسم میں تھی جب سارا سبزہ، برف کے زروں سے سفیدی کی چادر میں نہایا تھا۔

گاڑی جب لکڑی کے اس قدیم گھر کے سامنے رکی تو لمحہ بھر کو سب خاموش ہو گئے۔

آخر کار گیارہ بجے تک انیس، عرشیہ اور عدین کو فادی نے قوبا، شماس اور رضی صاحب کے پاس پہنچا ہی دیا، آج کے سفر نے تو ان کو تھکا مارا تھا، عرشیہ کے نانا نانی کا گھر قوبا کے سرسبز پہاڑی علاقے میں بنا ہوا تھا جو اس وقت بادلوں کے گولوں میں بدلا تھا۔ خالص لکڑی سے تیار کیا گیا وہ قدیم طرز کا مکان، جس کی دیواروں میں وقت کی خوشبو بسی ہوئی تھی۔ ڈھلوانی چھت، چوڑے لکڑی کے شہتیر اور کھڑکیوں پر تراشیدہ باریک کام اسے کسی پرانی کہانی کا حصہ بنا دیتا تھا۔ گھر کے سامنے کشادہ سا گارڈن ایریا تھا جہاں سیب، ناشپاتی اور اخروٹ کے درخت قطار میں کھڑے تھے۔ لان کے ایک حصے میں نئی نے سبزیوں کی چھوٹی کیاریاں بنا رکھی تھیں — ٹماٹر، دھنیا، پالک اور بینگن، جو روزمرہ کی ضرورت پوری کرنے کے ساتھ گھر کو مزید جیتا جاگتا بنا دیتی تھیں۔

مکان کے اندر چھوٹے چھوٹے کمرے تھے، کم چھتوں اور لکڑی کے فرش کے ساتھ، جن میں سردیوں کی گرمی اور گرمیوں کی ٹھنڈک محفوظ رہتی تھی، ہر کمرے کی کھڑکی سبز وادی کی طرف کھلتی تھی۔

گھر کے عقب میں ایک سادہ سا اسطبل تھا، جہاں دو گھوڑے اور چند بکریاں بندھی رہتیں۔ اسطبل کے ساتھ بہتا چشمہ اور گھاس کی مہک اس پورے منظر کو دیہی سکون میں لپیٹ دیتی تھی۔

وہ گھر محض رہائش نہیں تھا، وہ قوبا کی مٹی میں سانس لیتا ایک زندہ وجود تھا۔

گاڑی کی آواز پر لکڑی کے گھر کا پرانا دروازہ آہستہ سا کھلا۔ پہلے چوکھٹ پر ایک نحیف مگر باوقار وجود نمودار ہوا، شماس صاحبہ کی منتظر آنکھوں نے پہلا چہرہ اپنی نواسی کا دیکھا۔

شماس صاحبہ نے زیتونی رنگ کا سادہ دوپٹہ سر پر اوڑھ رکھا تھا، اوپر گہرا سبز بنا ہوا سویٹر، نیچے نیلے رنگ کی روایتی اسکرٹ جسکا گھیر اپیروں تک تھا،

اک پل کو وہ رُک گئیں، جیسے سامنے کھڑی عرشیہ کی موجودگی پر یقین نہ آ رہا ہو۔

"میرا بچہ آیا ہے۔ خوش آمدید نانی کی جان۔ آجا سینے سے لگ"

عرشیہ نے ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کیا۔ وہ دوڑتی ہوئی آگے بڑھی اور شماس صاحبہ کے سینے سے لگ گئی، انیس اور عدین نے اک دوسرے کی طرف دیکھا پھر مسکرا کر عرشیہ اور شماس صاحبہ کا ملن دیکھنے لگے، جو عرشیہ کا ماتھا چومے اسکی دونوں رخساروں کو پیار دیتیں اسے خود سے لگا گئیں۔

"کلیجے کو ٹھنڈ پڑ گئی۔ میری سہاگن جان۔ میرے دل کا معصوم، ہر ریاو مکاری سے پاک ٹکرا۔ میری جان۔ بہت یاد کر رہے تھے ہم تمہیں"

شماس صاحبہ نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا، بار بار رکھا، جیسے گن رہی ہوں کہ واقعی یہ سر، یہ بال، یہ موہنا وجود ان کی بانہوں میں ہے، عقب سے آتے رضی سومرو بھی آگے بڑھ کر انیس اور عدین کی طرف گئے تو عدین نے فورا

انکی طرف بڑھتے انکا بڑھایا ہاتھ پکڑ کر عقیدت سے پشت کی جانب سے چوما، سر پر گہری بھوری ٹوپی، اندر ہلکے رنگ کی قمیص کے اوپر سبز سویٹر، اس پر بھورا پرانا کوٹ پہنے نیچے سادہ بھوری پتلون، پاؤں میں مضبوط جوتے لیے وہ واقعی مضبوط اور دراز قد انسان تھے۔

عدین کی اتنی سعادت مندی پر انہوں نے عدین کے سر کو شفقت سے چوما جبکہ انیس کو اپنا ہاتھ دینے کے بجائے انہوں نے اپنی بازووں کو وا کیا، اف گلے لگنا کتنا مشکل ہے اس لمحے انیس نے پہلی سوچ یہی سوچی مگر ان بزرگ انکل نے اتنے پیار سے بازو کھولے کہ وہ منع نہ کر سکا، فادی نے عدین کا بیگ لیا اور مسکراتا ہوا اندر گھر کی طرف چلا گیا، نئی سے پیار وصولنے کے بعد وہ نانو کی طرف پلٹی جنہوں نے انیس کے بعد اپنی بازو اپنی نواسی کے لیے کھولیں تو وہ انکے بھی سینے لگی، عدین مسکراتا ہوا شماس صاحبہ کی طرف بڑھے انکا بھی ہاتھ تھام کر پشت چوم گیا جس پر انہوں نے عدین کو اپنے سینے لگاتے اسکی جیسے دونوں گالیں لاڈ سے ہزار دعائیں دیے چومیں، عدین کو اس

قدر ممتاوالا احساس آیا کہ اسکی آنکھیں رنگ سی بدل گئیں، یہی نہیں انیس کو بھی وہ اسی پیار سے بھر کر ملیں، اسکا بھی رخسار چوما جو انیس کو کافی ان کمفرٹیبل کرنے کا باعث تھا مگر وہ دونوں بزرگوار شاید تھے ہی اتنے ملن سار اور محبت سے بھرے کہ انکا کوئی لمس بھی زبردستی کا محسوس نہ ہوا۔

پھر عرشیہ کی مسلسل پیار بھری نگاہیں بھی انیس کو کمفرٹیبل کرنے کا باعث تھیں کہ اسے احساس ملتا رہے وہ اپنوں کے بیچ ہے۔

عرشیہ کو آنکھیں بھیگو لیتا دیکھے انیس تو بے چین ہوا، عدین بھی فکر مند نظر آیا۔

"ہمارے اس چھوٹے سے گھر میں اللہ کی بڑی رحمتیں آئی ہیں۔ خوش آمدید میرے بچو! میری عرشیہ سے جڑے تم دونوں بھی ہمارے دل کا حصہ ہو۔ اس گھر میں تم سبکا خوش آمدید۔ آجاو اندر۔ ٹھنڈ بہت ہے۔ فادی آگ

لگادو بچے آتش دان میں، ٹھنڈ نہ لگے میرے شہری اور فارمی شہزادے بچوں کو۔"

وہ شماس صاحبہ اور رضی صاحب کے ہمراہ ہی گھر میں داخل ہوئے تو اک حرارت و محبت کا گرم جوش احساس اندر آتے ہی ان سبکو گھیر تا محسوس ہوا، یہ گھر لکڑی سے نہیں، احساس سے بنا تھا، اک روح کو سرشار کرتی حفاظت کا رنگ لیے ہوئے تھا۔

گھر اتنا سادہ اور خوبصورت تھا کہ عدین تو اک اک دیوار پر تفصیلی غور کرتا مسکرا کر ایکسائیڈ ہو رہا تھا، عرشیہ تو اسی پر فدا ہوئے جا رہی تھی کہ یہ دونوں بھائی یہاں بنا کسی اجنبیت کے احساس کو پائے داخل ہوئے اور پھر نرم صوفوں پر بیٹھے بھی، مین جو مہمانوں کے بیٹھنے والی بیٹھک تھی اس میں موجود آتش دان کو فادی نے دہکا دیا تھا، جس سبب پورا گھر ہی ٹھنڈ کی لہروں سے محفوظ ہو گیا تھا، عرشیہ نے مسکرا کر انیس کو دیکھا جو یہاں اسکی دنیا میں آکر پُر سکون لگ رہا تھا۔

"آپکا گھر بہت خوبصورت اور سکون سے بھرا ہوا ہے۔ مجھے بہت پسند آیا"

عدین کو نا صرف گھر پسند آیا بلکہ اس گھر کے افراد بھی بہت خالص لگے، شماس صاحبہ اسکے پاس ہی بیٹھی تھیں تو عدین کی بات سنے انکو بے شمار پیار آیا جس سبب انہوں نے عدین کا ہاتھ پکڑ کر بہت ہی پیار سے چوما، وہ جذباتی ہو کر بھیو اور بھابھی کی طرف دیکھنے لگا، البتہ رضی اور فادی باورچی خانے کی طرف بڑھے تاکہ گرم گرم چائے اور سردی کی رہی سہی لہر بھگانے کو کچھ خشک میوہ جات لا سکیں کیونکہ کھانا تو سب کھا کر آئے تھے، ویسے بھی پہلے چائے کا رواج تھا پھر اگر کسی کو بھوک ہوتی تو کھانا لگتا، عرشیہ کو انیس کی فکر تھی کہ اس نے کم کھایا تھا تبھی وہ اس سے بعد میں کھانے کا تسلی سے پوچھنے والی تھی۔

"ہمارے اس گھر میں اس بار رحمتیں بھی سکون سے بھری ہوئی آئی ہیں۔ نئی قربان جائے۔ تمہیں پسند آیا ہے تو وعدہ کرو پھر آتے جاتے رہو

گے۔اسی بہانے تم عرشیہ کو بھی لے آیا کرنا۔یہ تو مہینوں نہیں آتی ہمارے پاس۔"

وہ لاڈ بھرا شکوہ کرے بولیں تو عدین نے فوراً ان سے وعدہ لے لیا کہ وہ ناصرف خود آئے گا بلکہ عرشیہ اور انیس کو بھی لائے گا،انیس نے شماس صاحبہ کے دائیں طرف پہلو میں بیٹھی عرشیہ کو دیکھا جسے شماس صاحب نے پھر سینے لپٹا لیا تھا۔

"انیس،میری بچی تمہارے پاس ہماری امانت ہے۔اسے کبھی دکھ مت دینا۔یہ پھول ہے ہمارا،شکریہ کہ تم اسکے ساتھ آئے میرے بچے۔"

وہ نرم سا سر ہلائے مسکرایا اور بنا جواب دیے بھی اس شخص کی یہ موہوم یقین دہانی،ہزاروں لفظوں پر سبقت لے گئی،عرشیہ کے دل کی ہارٹ بیٹ مس ہوئی جب جب وہ انیس کی نظروں میں آئی،جب جب وہ انیس کے

سامنے ننی سے پیار وصول کرتی اسے دیکھ بیٹھی، یہ واحد ہستیاں تھیں جنکے عرشیہ کو پیار کرنے پر وہ راضی تھا۔

"فادی سے ملے تم؟ یہ میرا اور رضی کا لاڈلہ ہے۔ انکے دوست کا بیٹا تھا مگر انکے والدین کی وفات کے بعد یہ ہمارے ساتھ ہی رہ گیا۔ اس نے اپنے ددھیال اور ننھیال کے بجائے ہمارے گھر کو چنا۔ خیر سے ہمارے فادی کی بیٹی بھی ہے دس سال کی مہرو۔ یہ اور حرا ساتھ والے گھر رہتے ہیں۔ کیا حرا اور مہرو سو گئے ہوں گے فادی؟ تم نے بتایا نہیں تھا کہ مہمان آرہے ہیں؟"

سبکی توجہ بیک وقت شماس صاحبہ پر گئی جنہوں نے یہ تعارف دے کر کسی کو سکون دیا ہو یا نہیں، انیس کو دلی راحت ملی، یہ جان کر کہ یہ انسان شادی شدہ ہے، اوپر سے باپ بھی ہے۔

"ہاں ناں۔ میں بھی یہی پوچھنے والی تھی"

عرشیہ نے جتاتی نظریں انیس پر ڈالیں جیسے کہہ رہی ہو مسٹر سڑو تمہیں اب بلکل جلنے کی ضرورت نہیں۔

"دراصل مہرو کے پیپرز ہو رہے ہیں بس تبھی حرا نے اسے جلدی سلا دیا۔ پھر صبح اٹھنے میں نخرے کرتی ہے۔ جبکہ میں کال کر رہا ہوں حرا کو لیکن شاید وہ بھی سو گئی۔ صبح ناشتے پر لے آوں گا دونوں کو انا جان"

فادی بھی وہیں آتا جان کے برابر آ کر بیٹھا تو اس کے لہجے میں عہد تھا، چائے وہ دونوں ہی لا کر رکھ چکے تھے۔

"چلو ٹھیک ہے۔ رات بھی تو بہت ہو گئی ناں۔ بڑا پوچھتی ہے مہرو کہ کب آئیں گی عرشی۔ صبح سے اتنی پرجوش تھی۔ میرے بچے بھی تھک گئے ہوں گے۔ بس چائے پیو اور تم سب بھی آرام کرو، بھوک لگے تو کھانا تیار ہے جیسے مرضی کھاو"

شماس صاحبہ نے پیار بھری تاکید کی۔

"آپ بہت لکی ہیں عرشیہ المیر۔ آپکی مما بھی سوئیٹ اور اب مما کی مما بھی۔ دو دو مماہیں آپکے پاس۔ میں خوش ہوں آپکے پاس یہ محبتیں ہیں۔ میرے بھیو کے چہرے پر بھی سمائل ہے۔ وہ یہاں پر سکون ہیں۔ سب سے بڑھ کر ان لوگوں سے بری وائبز نہیں آرہیں۔ یہ خالص اور شفاف دل رکھتے لوگ ہیں۔ بہت اچھا ہوا میں آگیا۔ میں یہاں آکر بہت اچھا محسوس کر رہا ہوں"

وہ شماس صاحبہ کا پیار، رضی صاحب کا فادی کے ساتھ مل کر چائے سرو کرنا دیکھے، ان سبکے توجہ دینے پر دل ہی دل میں آسودہ ہو رہا تھا، فادی کی توجہ اور خوشی بھی بہت پیور تھی، اس سے توعدین نے دوستی بھی کرلی، رضی صاحب بھی بہت ہنس مکھ اور باتیں کرنے کے شوقین تھے پھر انکے پاس اپنی چمکتی دمکتی زندگی کے بہت قصے تھے جو وہ سب ہی اس ٹرپ کے بیچ اپنے نواسہ داماد کو سنانے کا ارادہ رکھتے تھے، تازہ اور خستہ ڈرائے فروٹس کے ساتھ گرم کالی چائے جس کو شہد کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے، ان سب نے

بارہ تک گپ شپ کی، یہاں بھی نئے سال کے آغاز میں آتش بازی کے پروگرام ہو رہے تھے، آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔

چونکہ وہ سب لمبے سفر سے آئے تھے تبھی سبکے آرام و سکون کو اولین رکھا گیا تھا، عدین کے لیے کمرہ فادی نے تیار کر دیا تھا، وہ بہت کمفی اور چھوٹا سا کمرہ عدین کو پسند آیا تھا۔

انیس اور عرشیہ بھی اسکے ساتھ کمرے میں آئے، فادی انھیں آرام کرنے کا کہے شب بخیر کیے چلا گیا تھا۔

"اکیلے سو جاوگے ؟ڈر تو نہیں لگے گا؟"

وہ عدین کے بال نرمی سے سہلاتی بولی تو وہ مسکرا کر دونوں کی طرف پلٹا۔

"ہر گز نہیں۔ بہت مزے کا چھوٹا سا کمرہ ہے۔ میں آرام سے سو جاوں گا۔ آپ دونوں بھی آرام کریں جا کر"

وہ دونوں کی طرف باری باری دیکھتا انھیں ہر طرح مطمئین کرتے بولا۔

"اگر ڈر لگے یا گھبراہٹ ہو تو کال کر دینا مجھے یا انیس کو۔ چینج کر لو اور پھر بستر میں گھسو۔ میں ننی کو گڈ نائیٹ کہہ آوں پھر ہم بھی چلتے ہیں روم میں انیس"

عدین نے فوری فرمابرداری سے سر ہلایا جبکہ وہ انیس کی طرف دیکھ کر بمشکل بولی اور ساتھ ہی روم سے نکلی تو عدین کی نظریں بھیو پر تھیں جو عرشیہ کے باہر جانے تک اسے دیکھ رہا تھا پھر وہ عدین کی جانب واپس پلٹا۔

"واقعی اچھا محسوس کر رہے ہو تم؟"

عدین کے لیے انیس کی فکر مکمل دور نہیں ہو سکتی تھی۔

"بہت اچھا۔ آپ میرے لیے فکر مند نہ ہوں۔ مجھے لگتا ہے واقعی یہ ٹرپ بہت یادگار ہونے والا ہے۔ جائیں آپ بھی، فادی بھائی کہہ رہے تھے یہ ساتھ والا روم عرشیہ المیر کا ہے، آپ دونوں کے لیے وہی سیٹ کروائا گیا

ہے۔اور بھوک لگے تو کچھ کھا لیجیے گا بھیو، میڈیسن بھی تو لینی ہو گی پھر۔میں بھی چینج کر کے سوتا ہوں، بہت نیند اور تھکاوٹ ہے"

انیس نے اسکی مسکرا کر گال تھپکائی کیونکہ عدین کا اطمینان، انیس کو بھی آرام دے گیا۔

عدین کے کمرے سے نکل کر وہ جڑے روم کی طرف دروازہ کھولے بڑھا تو چھوٹا سا کمرہ، مگر انتہائی کمفی دیکھ کر انیس کو بھی نیند سی آتی محسوس ہوئی مگر یہاں کے کمرے سوچ سے زیادہ ہی چھوٹے تھے، اگر سکون پر فوکس نہ کیا جاتا تو گھٹن ہونے لگتی، بہر حال اپنا لانگ کوٹ اور بلیزر اتار کر ہینگ کرتا وہ شرٹ کی آستینیں اوپر کو کھینچتا اٹیچ واش روم کی طرف بڑھا جو کمرے سے بھی چھوٹا تھا مگر بہت پیارا سا تھا، بھلے یہ گاوں ہو مگر گھر میں ہر سہولت تھی، گرم پانی سے لے کر کمروں میں حرارت پیدا کرتے سسٹم تک۔

وہ پہلے اپنے روم کے علاوہ ایک تیسرا روم دیکھ کر آئی تاکہ انیس کے لیے اسے بھی سیٹ کرے، کمرہ کلئین تھا بس عرشیہ نے بیڈ شیٹ اور تکیوں کے کوور ڈارک گرے کیے کیونکہ پہلے جو بیڈ شیٹ تھی وہ پھولوں والا پرنٹ تھی تو عرشیہ کو لگا شاید یہ انیس کو پسند نہ آئے۔

کمرے میں مدھم سا ائیر فریشنر سپرے کرے اس نے روم کی چھوٹی لائیٹ آن کی اور پھر شماس صاحبہ کے کمرے میں گئی، نانو واش روم میں تھے جب وہ کمرے میں آئی، شماس صاحبہ بھی بستر لگا رہی تھیں جب عرشیہ کو دیکھتے ہی لاڈ سے اپنی بازو پھیلا گئیں، وہ ٹھک سے انکے سینے جا لگی۔

"میرے دل کی جان۔ بندا تو بڑا پیارا ہے تمہارا۔ ہیرو ٹائپ۔ بس تھوڑا کم گو لگا۔ کم گو ہی ہے یا اکڑو بھی ہے؟"

نی کے سینے سے لپٹا کر ہی پوچھنے پر وہ کچھ نہ بولی بس کچھ دیر وہ نانو کے گلے لگی رہی جیسے اپنے دل کو مضبوط بنا رہی ہو۔

"سب ٹھیک ہے عرشی؟"

وہ اتنی دیر گلے لگی کہ شماس صاحبہ کو فکر آ گھیری، جس سبب وہ نانو سے الگ ہوئی تو اسکی آنکھیں بھیگی ہوئی تھیں۔

"جی سب ٹھیک ہے ننی۔ بس مس کر رہی تھی بہت۔ وہ اکڑو تو ہے پر دل کا بہت اچھا ہے۔ کل بتاوں گی اسکے بارے۔ ابھی بس ہگ چاہیے تھا۔"

وہ اسکی بات سنے فدا و قربان ساتھ ہوئیں۔

"میرا پیارا بچہ۔ رہے گی ناں ہفتہ بتا؟"

ننی کا ہمیشہ والا سوال اس بار بھی پیار و محبت سے آیا تھا۔

"ہفتہ مشکل ہے ننی۔ دو تین دن رک جاوں گی۔ دراصل وہ بھی بزی آدمی ہے اور میں نے بھی بابا کی ہولڈ نگز جوائن کی ہے۔ پھر عدین بھی مصروف

بچہ ہے۔بس وعدہ کیا تھا نیا سال آپکے ساتھ شروع کروں گی تو آگئی۔ مما پیار اور دعائیں دے رہی تھیں آپکو اور نانو کو"

وہ انکے ہاتھ پکڑ کر چومتی مسکرائی مگر سوہا کا یہ ارسال ہوا نہ انھیں پیار چاہیے تھا نہ دعائیں۔

"اسے کہنا خود آکر نہیں دے سکتی تو تمہارے ہاتھ بھی مت بھیجا کرے۔"

عقب سے رضی صاحب کے برہمی سے بولنے پر وہ دونوں ہی پلٹے جہاں وہ بھی پاس آکر رکے۔

"وہ سچ میں بدل رہی ہیں۔ آپ کو پتا ہے کہ وہ رئیس کو بھی چھوڑنے والی ہیں۔وہ اپنی ہر غلطی سدھارنے کی کوشش کر رہی ہیں"

وہ نبی اور نانو کی مما کے لیے تکلیف دہ ناراضگی نہ سہہ پائی تو سوہا کی طرفداری کر اٹھی لیکن وہ دنیا ادھر سے ادھر ہونا تو مان سکتے تھے ہر سوہا کے بدلنے پر یقین کرنا ناممکن سا تھا۔

"جب وہ خود آکر ہمارے ساتھ رہے گی، ہم خود اس کے بدلاو دیکھیں گے تبھی یقین آئے گا میرا بچہ۔ اسے کہنا تمہارے پیچھے چھپنا بند کر دے اب۔ میرا بچہ خوش ہے ناں؟ انیس کو صبح گاوں گماتا ہوں۔ اچھا بچہ لگا ہے مجھے۔ اللہ تمہارا نصیب اچھا کرے میری جان"

وہ نانو کے سینے لگی مسکرا دی کیونکہ یہ لوگ اسکے نانا نانی کم، ماں باپ زیادہ تھے۔

"جی نانو۔ آپ دونوں کے پیار نے انیس اور عدین کو جکڑ لیا ہے۔ وہ دونوں بہت مطمئین ہیں۔"

وہ یہ بتا کر انھیں بھی آسودہ کر گئی۔

"الحمد اللہ۔ جاو اب تم بھی آرام کرو۔ صبح ناشتے پر ملتے ہیں۔ کسی بھی چیز کی ضرورت ہو تو مجھے بتانا۔ جاو میرے دل کا ٹکرا"

عرشیہ کی آنکھوں میں بھی نیند تھی جس کی وجہ سے شماس صاحبہ نے اسکا ماتھا چوم کر بھیجا جس پر وہ دونوں کو شب بخیر کہتی کمرے سے نکلی تو پیچھے ان شفیق ہستیوں کو سکون کا خزانہ بخش گئی۔

"کتنا سکون ہے اسکے وجود میں رضی۔ سچ کہتے ہیں، اولاد کی اولاد زیادہ پیاری ہوتی ہے۔ حالانکہ فادی، حرا اور مہرو بھی ہم سے کتنا پیار کرتے ہیں۔ لیکن اسکا پیار روح تک سکون دیتا ہے۔ شکر ہے یہ اپنی ماں پر نہیں گئی۔ اللہ اسے ہمیشہ آباد رکھے۔ اچھا ہے ناں انیس رضی؟ کیسا لگا واقعی آپکو؟"

عرشیہ کے جاتے ہی شماس صاحبہ بے چین ہوتیں پلٹیں تو رضی بھی دلی سکون کی ترجمانی کرتا مسکرائے۔

"آمین۔ ابھی تو اچھا لگا۔ یہ دو تین دن یہیں ہیں۔ سمجھنے کی کوشش کریں گے اپنے پیارے نواسہ داماد کو۔"

رضی نے مسکراتے ہوئے بتایا تو شماس صاحب مسکراتیں ہوئیں انکے بازو کے حصار میں آکر سینے لگ گئیں، کیونکہ وہ جتنے ناراض ہوتے، سوہا کی کمی انکے چہرے اداس کر ہی دیتی تھی۔

عرشیہ کو اندازہ تھا انیس کو بھوک لگی ہو گی تبھی وہ کچن میں چلی گئی، کھانے میں کافی کچھ تھا، عرشیہ نے ہر چیز دیکھی پھر انیس کو میسج بھیجا۔

"بھوک لگی ہے تو کچھ لے آوں کھانے کو؟"

وہ میسج بھیج کر وہیں ریک سے لگ کر کھڑی انتظار کرنے لگی، انیس جو بیڈ پر لیٹ کر فون پر کچھ ای میلز دیکھ رہا تھا، عرشیہ کے میسج کو دیکھ کر اسکی چیٹ کھول لی۔

"مینیو میں کیا کیا ہے؟"

وہ اسکے میسج پر مسکرائی کیونکہ انیس نے اگر مینیو پوچھا تھا تو یقینا اسے بھوک لگ رہی تھی۔

"دوشبرا (Düşbərə) بنا ہے، چھوٹے مٹن ڈمپلنگز والا سوپ ہوتا ہے یہ۔ بہت یمی بناتی ہیں نئی۔ اسکے ساتھ پیتی (Piti) ہے۔ یہ مٹن، چنے اور آلو کا مکچر ہوتا ہے، بھوک مٹانے کا بہترین اور یمی طریقہ۔ اور تیسرا پنیر سیلڈ بھی بنا ہوا ہے، اس میں زیتون اور سبزیاں شامل ہیں۔ بتاو ان میں سے کچھ کھاو گے یا کچھ اور بنا دوں"

وہ اسے تفصیلی میسج لکھ کر بھیجے نچلا لب دانتوں میں دبائے پھر سے منتظر تھی کہ وہ جواب دے، انیس کی مسکراہٹ اسکے ہونٹوں پر آ رکی۔

"سیلڈ لے آو، زیادہ بھوک نہیں ہے۔ لیموں نچوڑ لینا سیلڈ پر۔ تمہارے روم میں ہوں"

وہ اسکے میسج کو پڑھتے مسکرائی اور انیس کے لیے درمیانے سائز کے باول میں سیلڈ نکالا، باول کو ٹرے میں رکھ کر اک چمچ ساتھ رکھتے، دو لیمن کاٹ کر ٹرے میں رکھے تاکہ وہ اپنے حساب سے لیموں ڈال لے۔

"اللہ تمہیں عافیت دے"

وہ کچن کی لائیٹ آف کرے ٹرے اٹھاتی اپنے روم کی طرف بڑھی، چہرہ مسکراہٹ سے سجا تھا، وہ کمرے کے پاس رکی ہی جب انیس نے بند دروازہ کھولا، عرشیہ کی مسکراہٹ کچھ دیر کو غائب ہوئی، سیلڈ کی شکل بہت اچھی نظر آرہی تھی، ساتھ وہ لیمن بھی جس طرح کاٹ کر لائی، سالٹ اور پیپر shaker بھی تھے تاکہ وہ اپنے حساب سے نمک اور کالی مرچ شامل کر لیتا۔

"تھینکیو۔"

انیس نے اسکے ہاتھ سے ٹرے پکڑی تو اسکے ہاتھوں نے عرشیہ کے ہاتھوں کو مس کیا، عرشیہ کی نظریں سی گھبراہٹ میں جھکیں جس پر انیس نے اپنا فوکس سمیٹا اور کمرے میں داخل ہوا تو وہ بھی ہچکچاتی ہوئی اسکے پیچھے آئی، انیس نے میٹرس پر اک ٹانگ فولڈ کر کے میٹرس پر ٹکائے، اک زمین

پر ہی پیر رکھ کر بیٹھے ٹرے اپنے سامنے رکھی تو وہ اسکے پاس سر پر جار کی کنفوز نظروں سے انیس کو دیکھنے لگی۔

"انجوائے کرو۔ پانی چاہیے؟"

وہ اسکے لیے سائیڈ ٹیبل کی جانب رکھے پانی کے برتن کی طرف بڑھی ہی جب انیس نے اسکا ہاتھ پکڑ کر روکا، دونوں کی نظریں ملیں۔

"میں لے لوں گا۔ تم تو یہاں نہیں سونے والی ہو یقینا؟"

وہ اپنا ہاتھ کھینچ لیتی اسکے قریب ہی بیٹھی جس نے سیلیڈ کے باول پر لیموں نچوڑتے اک نظر عرشیہ کے چہرے کی طرف دیکھتے پوچھا تو وہ سر اثبات میں ہلا گئی۔

"ہاں تم یہاں نہیں سونے والے۔ یہ کھالو آرام سے۔ پھر چلے جانا۔ میں نے سامنے والا کمرہ سیٹ کر دیا ہے۔ تھک گئے ہو گے یقینا تم بھی۔ میں بھی تھک گئی ہوں"

عرشیہ نے اسکو آرام سے سیلیڈ کھانے دیا کیونکہ وہ کھانے کے بیچ بات کرنا پسند نہیں کرتا تھا، سیلڈ میں فائبر اور پروٹین سب تھا پھر بھی بہت اچھا اور لائیٹ تھا جسے کھا کر وہ اپنی بھوک مٹتی محسوس کر رہا تھا لیکن اصل تسکین کی وجہ سامنے بیٹھی گھبرائی ہوئی عرشیہ المیر تھی۔

"کیا تم میرے ساتھ بیٹھ کر بے چین ہو؟"

وہ باول ٹرے پر رکھے سائیڈ ٹیبل پر رکھے، ٹشو سے اپنے لپس صاف کرتا، یوزڈ ٹشو باول میں رکھے تمام تر توجہ عرشیہ پر دیے بولا جسکی حیرانگی و پریشانی دیدنی تھی۔

"میں کیوں بے چین ہونے لگی۔ مجھے تو خوشی ہے تمہارا پیٹ بھر گیا۔ اب تم اچھی نیند سو سکو گے۔"

وہ بالوں کی بکھری لٹ گھبراہٹ میں سنوار کر کان کے پیچھے اڑساتی، نظریں بھی چراتی نظر آئی۔

"مجھے میڈیسن دے دو۔ تمہارے بیگ میں ڈالی تھی"

وہ حیرت سے انیس کو دیکھنے لگی کہ یہ انیس نے کس وقت کیا۔

"مجھے کیوں پتا نہیں چلا انیس؟"

وہ اٹھ کر ہینگ بیگ کی طرف بڑھے حیرانگی سے بڑبڑائی۔

"جیسے تمہیں فارم ہاوس کی چابی کا پتا نہیں چلا تھا کہ کوٹ کی جیب میں کیسے ڈالی"

وہ تکیہ اٹھا کر گود میں دباتا شوخ مسکراہٹ کے سنگ بولا تو وہیں کھڑی کھڑی گھومی، اور گھوری سے نوازے انیس کو دیکھنے لگی جس نے فورا اپنی مسکراہٹ چھپائی اور خود کو کوسا بھی کہ کیا بکواس کر بیٹھا ہے۔

"ہمم۔ چیٹر آدمی"

عرشیہ نے مسکرا کر اسکی میڈیسن بیگ سے نکالی اور انیس کے پاس آ کر اسے اسکی تین طرح کی ٹیبلٹس نکال کر اسکا ہاتھ پکڑ کر ہتھیلی پر رکھیں پھر سائیڈ ٹیبل پر رکھے جگ کو اٹھا کر مٹی کا گلاس بھرا اور اٹھا کر انیس کے ہاتھ میں پکڑایا۔

"تم چاہتے تھے میں اس چابی کی تلاش میں فارم ہاوس جاوں اور میں چلی بھی گئی۔ تم نے مجھے گھیرا تھا، میں تمہاری چال میں پھنس گئی۔ تم جانتے ہو اسکا مطلب کیا ہے انیس غانم؟"

وہ اپنی میڈیسن کھاتے ہی گھبرا کر گلاس سائیڈ کیے اٹھا، انجانے میں خود اپنی کمزوری عرشیہ کے ہاتھ تھما گیا اور اب بھاگنا ہی بہتر لگا۔

"اسکا کوئی مطلب نہیں خاتون۔ آرام کرو میں بھی سوتا ہوں"

وہ اس سے بھاگتا ہوا صاف نظر آیا تبھی تو عرشیہ نے اسکی بازو پکڑ کر روکا۔

"اسکا مطلب تھا تم مجھ سے نکاح کرنا چاہتے تھے، تم نے جو شرط رکھی اسے چابی دے کر پوری بھی کروایا۔ تم نے مجھے ٹریپ کیا کہ میں پھنس گئی اور نکاح کر لیا۔ تم مجھ سے نکاح کرنا چاہتے تھے، مان لو تم مجھے دور نہیں دیکھ پا رہے تھے۔ تم مجھ سے رشتہ بنانا چاہتے تھے، تاکہ میرے قریب حق سے آ سکو۔ تم نے اعتراف کیا ہے انیس۔ ابھی کیا ہے، پھر بھاگنے کا کیا فائدہ"

وہ اسکی طرف دیکھ نہ سکا پر وہ اسے بنا جواب جانے نہیں دے سکتی تھی، انیس نے اپنی بازو کے گرد جمے عرشیہ کے ہاتھ کو پکڑ کر ہٹانا چاہا مگر وہ اسکے سامنے آ کر تن گئی، وہ اسے مجبور ادیکھ بیٹھا۔

"کیا چاہتی ہو تم؟"

وہ اسکے ہاتھ کو دیکھے منتظر تھا کہ اسے چھوڑے تاکہ وہ جائے۔

"تم نے تھوڑا اپ سیٹ کر رکھا ہے مجھے"

وہ ناچاہتے ہوئے بھی شکوہ کر بیٹھی، اسکے قریب بھی سرکی مگر وہ فاصلہ بنا گیا۔

"تم نے تو زیادہ کر رکھا ہے۔ میں پہلی بار اپنی شرافت دریافت کر رہا ہوں"

وہ اسکے ایک ہاتھ سے بازو جھٹک پایا جب عرشیہ نے اسکی شرٹ، سینے سے پکڑ کر مٹھی میں بھینچی کیونکہ اسے انیس کی بات سمجھ نہ آئی۔

"ہیں۔ مطلب کیا ہوا اسکا؟"

وہ اسے مطلب سمجھانے میں دلچسپی نہیں رکھتا تھا پر وہ اتنے قریب تھی کہ جواب لیے بنا دوسرا سانس تک نہ لیتی۔

"اپنے شر اور آفت ہونے پر کنٹرول کیے ہوئے ہوں۔"

وہ زیر لب بڑبڑایا مگر وہ سن چکی تھی تبھی آبرو اچکا کر گھوری، عرشیہ نے اسکی سینے سے شرٹ دونوں مٹھیوں میں دبائے انیس کو اپنی طرف کھینچا جس

سبب وہ زرا سا گردن جھکائے اسکے چہرے کی جانب نزدیک ہو گیا، انیس کے ہاتھ بے ارادہ عرشیہ کے اطراف حائل ہو گئے۔

"تو مت کرو کنٹرول۔ سچ بتاو مجھے۔ کیا تم مجھ سے پیار کرتے ہو۔ کیوں وہ چابی میرے کوٹ کی جیب میں ڈالی، مجھے تم نے اپنا عادی جو کر دیا تھا، پتا تھا تمہیں یہ لڑکی جا کر بھی جا نہیں سکے گی۔ تبھی وہ چابی دے کر میری واپسی کو یقینی بنایا، کہ یہ ضرور لوٹے گی۔ پھر میں اسکے سامنے آتے ہی نکاح کر لوں گا۔ یہی تھی ناں پلاننگ تمہاری؟"

وہ سب کچھ خود بتا چکا تھا، اب سمجھ نہ آیا کس منہ سے انکار کرے تبھی ایک ہی حل تھا کہ سونے اور نیند آنے کی بات کر کے اپنی جان چھڑوائے۔

"لگتا ہے تھکن تمہارے سر پر چڑھ گئی ہے تبھی بہکی بہکی باتیں پوچھ رہی ہو۔ وہ چابی اس لیے نہیں دی تھی۔ کبھی ضروری لگا تو وجہ بتاوں گا لیکن وہ

وجہ یہ نہیں کہ مجھے تم سے پیار ہے یا میں تم سے نکاح کرنا چاہتا تھا۔ اب جانے دو۔ تم بھی آرام کرو"

وہ ہاتھ اسکی کمر سے ہٹا کر اپنے سینے دبے عرشیہ کے ہاتھ پکڑ کر اس سے خود کو چھڑواتا دروازے کی طرف بڑھا ہی جب وہ بھی بیقرار ہوتی اسکے پیچھے گئی۔

"رکو! مت جاو ابھی۔ میں نے تمہارے لیے سامنے والا روم ٹھیک کیا ہے پر ابھی جاو گے تو نئی دیکھ لیں گی تمہیں۔ انکو سو لینے دو۔ ورنہ تمہاری سوچ ہے وہ کتنے سارے سوال کریں گی"

وہ اپنے ہاتھ کو دیکھنے لگا جو عرشیہ تھامے کھڑی

اسے اس چھوٹے سے کمرے میں رکنے کا کہہ رہی تھی جہاں نہ دو لوگ ایک دوسرے کے سحر سے محفوظ رہ سکتے تھے نہ نظروں سے اور شاید نہ ہی جذبات سے، وہ حیران تھا یہ لڑکی جسکا دم کھلی فضا میں بھی گھٹنے لگتا

ہے، سات سال تک ایسی جگہ کیسے رہی لیکن پھر دوسری سوچ یہ تھی کہ چھوٹے کمروں میں شاید بچوں کو تحفظ کا احساس ملتا ہے تبھی وہ بچپن اس کمرے میں با آسانی جی سکی ہو گی۔

"تو تم دے دینا جواب، بتا دینا کہ ہم بس ڈیکوریشن والے ہسبنڈ وائف ہیں۔ ہمارے بیچ

کوئی جذبات نہیں"

وہ ہنوز اسکے ہاتھ میں ہاتھ تھمائے کھڑا تھا، عرشیہ بس اسکی آنکھوں کو دیکھ رہی تھی، جھوٹ بولتے جناب کی آنکھیں بہت بلنک کرتی تھیں، تبھی تو وہ مسکرائی، وہ کب سے جھوٹ ہی تو بول رہا تھا، یہ جھوٹ کہ وہ اس سے محبت نہیں کرتا۔

"ہاں ابھی تو نہیں لیکن کون کہہ سکتا ہے ہمیشہ یہ قحط سالی رہے گی۔ پتھر بھی چٹخ جاتے ہیں۔

یہ تو بس ابھی تمہارا جما ہوا دل ہے۔ کبھی تو پگھلے گا"

آج وہ اسکا جب تک ہاتھ تھامے رکھتی وہ تھمائے رکھتا، آج اس نے تھوڑی دیر ضد چھوڑنے کا فیصلہ لیا تھا، ہاں بس کچھ دیر!

"تم کیوں چاہتی ہو یہ دل پگھلے؟"

وہ دوسرا ہاتھ اٹھا کر عرشیہ تک لایا، اسکی گال سے لگتے بالوں کو ہاتھ کی پشت سے پرے کیا تو انیس کے ہاتھ کی جلد نے عرشیہ کی جالائن کو چھوا، وہ اپنے دوسرے ہاتھ میں انیس کا یہ ہاتھ بھی جکڑ گئی۔

"کیونکہ اسکا پگھلنا تمہیں سکون کے ساتھ عرشیہ المیر بھی دے گا۔ کیا تم مجھ سے ڈرتے ہو انیس؟"

وہ کیا پوچھ رہی تھی، سنائی کسے دیتا کہ وہ اس لڑکی کے سراپے سے اٹھتی خوشبو میں غرق تھا جو اس چھوٹے سے کمرے کی وجہ سے انیس کو ہر سو گھیرنے میں لگی تھی۔

"میں کیوں ڈروں گا تم سے؟"

وہ اسکے سوال پر حیران ہوا، وہ اسکے دونوں ہاتھوں کو پکڑ کر اسے میٹرس تک لا کر بیٹھا گئی تو انیس کی آنکھیں لڑھک کر بیٹھتے ہی اٹھی گردن کے سنگ کھڑی عرشیہ کو دیکھتے سراپا سوال بن گئیں۔

"مجھے محسوس ہوا تو پوچھ لیا۔ تم جاننا چاہتے تھے ناں کہ میرا دم کیوں گھٹتا ہے، ماضی میں کیا ہوا تھا میرے ساتھ، اگر میں یہ سب تمہیں بتاوں تو بدلے میں کیا تم مجھے میرے اک سوال کا جواب دو گے؟ ہمیشہ ساتھ رہنے کی شرط ختم کر رہی ہوں۔ اب بس سوال ہو گا اک"

انیس نے اسکی پر سکون آنکھیں، مگر بے چین دل کی دھڑکنیں محسوس کیں تو وہ دگنا مضطرب ہوا کہ آخر ایسا کونسا سوال ہے جس کے بدلے وہ ہمیشہ ساتھ رہنے کا تقاضا رد کر گئی۔

"کیسا سوال؟"

وہ اپنی حیرانگی میں پریشانی بھی ملا گیا تو وہ اکے ساتھ بیٹھے بیٹھے مسکرا کر پیچھے کو میٹرس پر گری اور اپنی جسطرح بازو کھول کر اسے لیٹے لیٹے دیکھنے لگی وہ فورا گھبرا کر نظریں چرا گیا، انیس کے دل کی حالت خراب ہوئی، وہ اسکے راستے کا پتھر بن گئی تھی۔

"سوال سننے کے لیے تمہیں میری بازو پر سر رکھ کر یہاں میرے ساتھ لیٹنا ہو گا ناں سڑو"

وہ اپنے آپ کو غصہ نہ ہونے سے روکتا بیٹھے بیٹھے زرا سا پیچھے گردن موڑ کر عرشیہ کو دیکھنے لگا جو آنکھیں پٹپٹاتی انیس کے ساتھ لیٹنے کی منتظر تھی۔

"میں ایسا کچھ بھی نہیں کروں گا۔ اٹھ کر بیٹھو اور انسانوں کی طرح بتاو مجھے"

وہ منہ پھیر کر حکم دیتا بولا پر در حقیقت وہ عرشیہ سے کترانے پر لگا تھا، لیکن وہ اپنی شرط سے رتی برابر ہٹنے کو تیار نہ تھی۔

"کیا تمہیں میری زرا فکر نہیں"

وہ اسکی کمر کو دیکھنے کے ساتھ ہی بولی تو انیس نے پیچھے کو رخ پھیرا۔

"اس کا فکر سے کیا تعلق۔ جو بتانا ہے اٹھ کر بیٹھو پھر بتاو۔ میں تمہاری بازو پر سر نہیں رکھ سکتا، ٹوٹ جائے گی"

دونوں کی آنکھیں ملیں تو انیس کے سرد پن میں خود ہی کمی آگئی پر وہ نفی میں سر ہلاتی ویسے ہی سیدھی لیٹی تھی، پھر نرم سا تکیہ سرہانے کی جانب سے کھینچ کر اپنے سر کے نیچے رکھا تاکہ اچھے سے انیس کو دیکھ سکے۔

"نہیں ٹوٹے گی۔ تم اگر مجھ سے میرے پاسٹ کے بارے جاننا چاہتے ہو تو میرے ایک سوال کا جواب دینا ہو گا۔ سوال پہلے سنو جبکہ جواب بعد میں دینے کا آپشن بھی ہو گا، پہلے بھی دے سکتے ہو اگر میرا سوال آسان ہوا۔ میں تمہیں صرف سوال سننے کا ہی تو کہہ رہی ہوں۔ ایسے مت پریٹینڈ کرو کہ میں تمہیں دیکھائی اور سنائی نہیں دے رہی انیس"

وہ لیٹے ہونے کے سبب نقاہت سے بھرپور آواز میں مدھم سا بولی، اسکی آنکھیں باخدا انیس کو اسکی موجودگی، سے زیادہ متاثر کر رہی تھیں۔

"اگر تم نے ضد کی تو میں اٹھ کر چلا جاوں گا"

وہ نخوت سے بولا جیسے واقعی عرشیہ میں اتنی اہلیت نہیں کہ وہ اسکے قدموں کو زنجیر کر سکتی۔

"تم کیسے اٹھ کر جا سکتے ہو۔ یہ بھی نہیں پوچھا کہ میں ہمارا رشتہ ہمیشہ قائم رکھنے کی بات سے کیوں ہٹ گئی۔ تمہیں میرے سوال کے لیے تجسس تک نہیں ہو رہا۔ تم مجھے یہ بھلے مت بتاو کہ تم میرے لیے فیلنگز رکھتے ہو، مجھے اب جاننا بھی نہیں لیکن کیا تمہارے اندر میرے لیے اتنا احساس بھی نہیں کہ تم میرے بارے فکر نہ سہی تجسس کا ہی اظہار کر لو۔ مجھے اتنا ہرٹ کرنے کے باوجود تم نے معافی تک نہیں مانگی۔ میں نے اپنی تکلیف خود ہی مٹا دی، اک مان کی وجہ سے۔ پر تم جاتے ہو تو وہ مان ٹوٹ جائے گا، پھر میں نے

جتنی اپنی تکلیف ختم کی، اس سے زیادہ دوبارہ محسوس کروں گی۔ جاسکتے ہو تو جاو۔"

وہ نمدیدہ تھی، اسکی آواز میں نمی اور گرے آنکھوں میں ٹوٹے مان کی کرچیاں بسی تھیں، اسکا لفظ لفظ انیس کے سینے کے اندر تک جا کر دبا تھا۔

"ضد مت کرو۔ میں نے تمہیں دیکھنے یا سننے سے انکار نہیں کیا۔ اٹھو اور اپنا سوال بتاو۔ پھر اپنے پاسٹ کے بارے بتانے کے بعد مجھ سے اپنے سوال کا جواب لے لو۔ اتنی سی بات تمہیں سمجھ نہیں آرہی خاتون"

وہ اس بار لہجہ سخت ہونے سے روک نہ سکا، اسے اعتراض بس اسکی بازو پر سر رکھ کر یوں ساتھ لیٹنے پر تھا۔

"نہیں آرہی۔ یہاں سر رکھ کر لیٹو۔ ورنہ تم سے بات بھی نہیں کروں گی۔ نہ تمہاری طرف دیکھوں گی۔ یہ مشکل تو میرے لیے ہونا چاہیے کہ میں اپنی

بازو بھی دے رہی ہوں اور تمہیں خود اپنے قریب آنے کی اجازت بھی۔ تمہیں کیا تکلیف ہے انیس"

وہ حق پر تھی، اور انیس نے امیجن کیا اگر وہ اسے نہیں دیکھتی تو دل پر بڑا کرب آ پڑے گا تبھی وہ اسکی طرف رخ کرتے جھک کر عرشیہ کے سر تلے دبے آدھے تکیے پر اپنی کہنی ٹیکتا عرشیہ کے کھلے بال تکیے اور میٹرس پر پھیلائے، اسکے شانے کو انکے بوجھ سے آزاد کر گیا، وہ سانس روک کر خود پر جھکے انیس کو دیکھ کر اپنے آپ کو گھبرانے یا بوکھلانے سے ہر ممکنہ روک رہی تھی۔

"تکلیف مجھے ہے کیا؟"

وہ اسکے سوال پر نظریں چرا کر اپنی بازو کھول گئی جو حکم تھا کہ یوں جھکنے کی اجازت نہیں دی، بلکہ بس سر رکھنے کا اجازت نامہ سونپا ہے۔

"آفکورس۔ ویسے مجھے ہر وقت پاس لاتے رہتے ہو اور اب میں نے کیا کہہ دیا، شر میں آرہی ہیں۔ دو قومی نظریہ اسے ہی کہتے ہیں"

وہ منہ ہی منہ میں بڑبڑائی تو انیس اس پر سے ہٹے سیدھا ہوا پھر گہری سانس لیے خود بھی بیٹھے بیٹھے پیچھے کو گرا تو عرشیہ نے بروقت اپنی بازو اچھے سے اسکے سر کے پیچھے گردن کی جانب ایڈجسٹ کی اور کروٹ انیس کی طرف زرا سی بدل کر اسے دیکھنے لگی جو سیدھا لیٹ کر کمرے کی چھت کو دیکھ رہا تھا، اسکا سر تکیے پر موجود عرشیہ کی بازو پر تھا، تکیے کی نرمی کے سبب عرشیہ کی بازو دبنے سے محفوظ تھی ورنہ وہ ایسا کبھی نہ کرتا۔

اوپر سے یہ لڑکی اسکی طرف کروٹ پھیر کر اپنا ہاتھ سرکا کر انیس کی جالائن تک لے جارہی تھی، انگلیوں کی پوریں اسکے جبڑے پر موجود فیشل ہیرز سے الجھائے وہ انیس کی گردن تک انگلیوں کی حرکت روکے گردن کی شفاف اور اکڑی جلد پر اپنی انگلیوں کی پوریں رگڑ رہی تھی، انیس کے دل کی رفتار دھیرے دھیرے بڑھ رہی تھی۔

"Stop this nonsense"

اسکا ہاتھ پکڑ کر دور کرے وہ غصے کی آخری حد پر تھا۔

"اوکے نہیں کر رہی۔ اتنا بھڑکنے کی ضرورت نہیں انیس غانم علوی۔ غصہ کروگے تب بھی نہیں بتاوں گی۔"

وہ خود کو یہاں لیٹنے پر کوس رہا تھا کہ آخر کیا ہی ہو جاتا اگر وہ کمرے سے دفع ہو جاتا، یہ لڑکی جتنا کہے نہ بولے گی نہ دیکھے گی پر وہ تو جانتا تھا عرشیہ المیر اس سے روٹھ نہیں سکتی۔

"یا اللہ صبر دے مجھے"

انیس نے منہ ہی منہ میں بڑبڑاتے چھت کی طرف دیکھے اپنا حوصلہ یکجا کیا۔

"بتاو اب کیا سوال ہے، زیادہ دیر تمہاری بازو میرا وزن برداشت نہیں کر پائے گی"

وہ سنگدلی سے زرارخ عرشیہ کی جانب پھیرے بولا جیسے یہاں اس وقت لیٹنا، کانٹوں پر بدن گھسیٹنے سے بھی زیادہ مشکل لگ رہا تھا۔

"تم میری بازو کی ٹنشن مت لو، وہ بہت چٹانی قوت رکھتی ہے۔ تم بس میرے سوال پر فوکس کرنا"

وہ اسکے کان کے قریب ہی سانس لیتی بول رہی تھی، انیس کا دل گھوٹنے میں اس لڑکی نے کوئی کسر نہ چھوڑی تھی، انیس نے تیز سی سانس لیتے زرا سا سر عرشیہ کی طرف گمایا تو وہ اسی کے دیکھنے کی منتظر تھی۔

وہ انیس کے اتنے قریب آگئی تھی تبھی دل چاہا آج پہل کر ہی دے، وہ کچھ تو کرے گا، یا تو تسلیم یا پھر پورا دھتکار دے گا، وہ اسکی آنکھوں کی الجھن، پریشانی اور بے تابی دیکھ کر سمجھ نہ پائی وہ اسکے پاس اتنا پریشان کیوں ہے، کیا وہ اسے نگل جائے گی، کیا وہ کوئی جن بھوت ہے۔

"مجھے اسطرح مت دیکھو، کیا سوال ہو گا تمہارا؟"

عرشیہ نے انیس کی خود کی طرف جمی آنکھوں پر اپنے دل کو اک ہارٹ بیٹ مس کرتے محسوس کیا، اسکا دل شدت سے دھڑک رہا تھا، وہ انجام سے واقف تھی پھر بھی پہل کرنے کا سوچ رہی تھی، اوہ خدا اتنی ہمت اس نے نجانے کہاں سے لائی تھی، وہ بہت زیادہ نروس تھی۔

اس لڑکی کی تیز دھڑکنیں اسکے پورے سینے کو متاثر کر رہی تھیں، وہ فکر مند تھا کہ وہ لڑکی خود کی جان کیوں مشکل بنا رہی ہے، کیونکہ جب وہ اسکے قریب نہیں رہ سکتی تو ضد کر رہی ہے، وہ صرف اسکے لیے کنسرن رکھتا تھا۔

"یہ سوال کروں گی کہ ہم اس سے زیادہ قریب کیوں نہیں آسکتے جب کہیں نہ کہیں ہم دونوں ہی جانتے ہیں کہ ہمارے دل میں غیر واضح سا کچھ ہے، جو کل کو ہمارے ہمیشہ ساتھ رہنے کا جواز بن سکتا ہے"

وہ اسکے دل کی دھڑکنیں بغیر رکاوٹ محسوس کرے سرگوشی میں بولی، اسکا ہاتھ انیس کی مٹھی بنے ہاتھ سے نکل کر دوبارہ اسکی گردن کی جلد سے اپنی

انگلیاں رگڑنے لگا اور اس بار وہ اسکے ہاتھ کو پکڑ کر خود سے دور بھی نہ کر سکا۔

"میں اسکا جواب بعد میں دوں گا۔پہلے تم بتاو اپنا پاسٹ"

وہ اسکا یہاں بھی فرار دیکھ کر دکھی ہوئی، اتنا مشکل سوال تو نہیں تھا کہ وہ آپشن کی طرف جاتا، اسے عرشیہ کو پریشان کرنا پسند تھا شاید۔

وہ نا صرف منہ پھیر گئی بلکہ کروٹ سیدھی کرے اپنی بازو اسکے سر سے نکالنے کی کوشش بھی کرنے لگی۔

"اپنا سر ہٹاو میری بازو پر سے، اور جا سکتے ہو تم"

وہ منہ دائیں طرف پھیر کر بس اسکے سر اٹھانے کی منتظر تھی۔

"تم نے خود کہا تھا جواب بعد میں دینے کا آپشن ہے۔اب یہ کیا ڈرامہ ہے؟"

وہ سر تو نہ اٹھا سکا پر غصے سے اس بے ایمانی پر ضرور احتجاج کر اٹھا، وہ جھٹکے سے رخ اسکی جانب پھر کر بھیگی آنکھوں میں دگنا غصہ بھرے جب انیس کو دیکھنے لگی تو وہ نرم پڑا کہ اسے اچانک کیا ہوا۔

"تمہیں لگتا ہے میرا پاسٹ اتنا سنپل ہے کہ میں اس مائنڈ آف سٹیٹ کے ساتھ بتا سکتی ہوں؟ تم اگر پہلے میرے سوال کا جواب دے دیتے تو میں پر سکون ہو کر تمہیں سب بتا دیتی۔ تم نے آپشن لے کر میرا رہا سہا سکون بھی اجاڑ دیا۔ اس لیے جا سکتے ہو تم۔ اٹھو میری بازو میں درد ہو رہا ہے۔ س۔۔ سر بھاری ہے واقعی تمہارا"

وہ بولتے بولتے اختتام تک بچوں کی طرح چھوٹے سے درد پر رو دی تو انیس نے اپنا سر اسکی بازو پر سے اٹھایا، وہ کسی خمار کے سبب نہیں بلکہ پریشانی کے ہاتھوں مجبور ہوا، کروٹ عرشیہ کی جانب پھیرتے اس نے اپنی گردن تلے دبی اسکی بازو اپنے سر کے نیچے سے نکال کر اپنی بازو اسکے سر تلے سے گزار کر جب اس روتی لڑکی کو اپنے چہرے کے قریب کھینچا، تو عرشیہ کا سانس سسکی

کی صورت اسکے لبوں سے خارج ہوا، اسکا چہرہ انیس کو اتنے پاس دیکھ کر سفید ہوا جیسے اسکی سانس رکی ہی نہیں، اسکا ساتھ چھوڑ گئی ہو۔

"کیوں پریشان ہو تم؟"

وہ نرمی سے اسکے بالوں میں ہاتھ کی انگلیاں گزارتا اسے سانس لینے کا حوصلہ بخش رہا تھا، بھلا اسے اپنے سینے جوڑ کر وہ کیسے سانس دے سکتا تھا، انیس کو اسکی حالت نارمل نہیں لگ رہی تھی، وہ سمجھ رہا تھا کہ وہ اسکے الفاظ سے بہت ہرٹ ہوئی ہے پر یہ شدید توڑ پھوڑ تو انیس کی امید سے زیادہ تھی۔

"تم نے کیا ہے پ۔ پریشان۔"

وہ ناچاہتے ہوئے بھی اپنی آنکھوں میں دوبارہ نمی بھر لائی، اسکی آواز کرچیوں میں بٹی، لہجہ ٹوٹے کانچ سے بھی زیادہ زخمی کر دینے والا تھا۔

"میں صبح کے لیے تم سے معافی چاہتا ہوں۔ مجھے امید نہیں تھی تمہارا دل اس قدر غمگین ہو جائے گا۔"

وہ اسکی آنکھوں میں اپنے لیے محبت دیکھ سکتی تھی پھر وہ کیوں انکاری تھا آخر۔

"تو پھر اپنے ک۔کہے سب لفظ واپس لے رہے ہو ناں تم؟"

وہ آنکھوں میں آس، امید اور یقین ایک ساتھ لائے اپنی ہتھیلی اسکے گال سے جوڑ کر بولی۔

"نہیں لے رہا۔ انداز کی معافی تھی یہ، الفاظ کی نہیں"

وہ ایک پل میں اسکی آنکھوں میں درد بھر گیا۔

"تو پھر مت مانگو معافی۔ مجھے انداز نے نہیں، تمہارے الفاظ نے توڑا تھا۔ لیکن تم نے دیکھا میں کتنی مضبوط ہوں۔ میں نے تم پر یہ ظاہر نہیں کیا کہ میں کس قدر غمگین رہی آج پورا دن۔ مجھے خود سے اس حوصلے کی امید نہ تھی"

وہ خود اذیتی میں مبتلا مسکرائی اور وہ نہیں چاہتا تھا وہ ایسے مزید خود سے لڑے۔

"مجھے بھی نہیں تھی، سونے کی کوشش کرو۔ اس پر کل بات کریں گے۔ میں بھی بہت تھک گیا ہوں۔ تم نے جو میرے لیے کمرہ ٹھیک کیا، اگر تم پر سکون ہو جاوا بھی تو وہاں نہیں جاوں گا۔ ہم کمرہ اور بیڈ شئیر کر لیں گے"

وہ اسکے بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہی سکون میں آگئی تھی، اور وہ محسوس بھی کر سکتا تھا کہ وہ اسے اپنے پاس چاہتی ہے، یہ بھی جانتا تھا وہ اسکا اقرار نہیں کرے گی۔

"تم جانا چاہتے ہو تو جا سکتے ہو۔ میں تمہیں اپنے پاس رہنے کا نہیں کہہ رہی۔ میں بس یہ کہہ رہی تھی اگر تمہیں میرا پاسٹ جاننے میں دلچسپی ہے تو مجھے بھی یہ جاننے میں ہے کہ کیوں نہیں آسکتے ہم مزید قریب۔ ویسے ابھی

ابھی مجھے ایک اور خیال آیا ہے کہ جب ہمیں الگ ہی ہو جانا ہے تو کیا سوال کیا جواب۔۔۔۔۔نہ تم میرے ماضی کو جانو نہ میں تم سے کوئی وجہ پوچھوں گی۔ یہ ٹھیک ہے ناں؟"

وہ پر سکون سا مسکراتی اپنے ہی تقاضوں سے مُکر رہی تھی، یہاں تک کہ اس نے انیس کے پہلو سے نکل کر اٹھنے کی بھی کوشش کی مگر وہ اسکی کہنی ہاتھ میں پکڑ کر بے ارادہ روک بیٹھا جس سے وہ انیس کے چہرے پر بے حد جھک آئی، دونوں اس نزدیکی کے لیے ہر گز تیار نہ تھے، اتنے قریب کے بیچ میں ہوا کے لیے جگہ ہی نہ بچی، انیس نے اسکے بازووں کو جن ہاتھوں کی گرفت سے تھامے خود پر گرنے سے روک رکھا تھا، وہ اگر زرا بھی ڈھیلی ہوتیں تو انکے چہرے ٹکرا جاتے، بس اک جنبش پر بیچ کے فاصلے کی لکیر مٹ جاتی۔

اس نے عرشیہ کو نرمی سے تھاما تھا، پر وہ ہاتھوں کی نرمی اتنی کمزور بھی نہ تھی کہ عرشیہ آسانی سے دور ہو پاتی۔

عرشیہ کی سانسیں تیز تھیں، مگر وہ انہیں قابو میں لانے کی کوشش کر رہی تھی۔ اس کے ہونٹ انیس کو دیکھتے ذرا سے کھلے، جیسے کچھ کہنا چاہتی ہو۔

"یہ کیا کر رہی ہے میرے ساتھ؟"

انیس کے دل نے اسے جھنجھوڑا تھا، اسے ہلا کر ہوش دلائی تھی مگر وہ آہستہ آہستہ انیس کے چہرے کے قریب تر جھک آئی، یہ کوئی بے ساختہ جرات نہیں تھی، بلکہ ایک تھکا ہوا دل تھا جو سہارا ڈھونڈ رہا تھا، جواب ڈھونڈ رہا تھا کہ وہ کس وجہ سے دھڑکے، کیا جواز دے کہ وہ مسکرائے۔

انیس نے خوف سے پلکیں جھپکیں۔ اس نے محسوس کیا کہ اگر اس نے ابھی کچھ نہ کیا تو یہ لمحہ ہاتھ سے نکل جائے گا یا پھر حد سے آگے بڑھ جائے گا۔ اس کے اندر دو آوازیں تھیں، ایک کہہ رہی تھی روک لو، دوسری سرگوشی کر رہی تھی بس ایک پل ہی تو ہے، پر یہ پل بات بڑھانے والا تھا، اور وہ بات ختم کرنا چاہتا تھا۔

"مجھے پہل کرنی چاہیے یہ فیصلہ کرنے کے لیے کہ دوبارہ کبھی تمہارے نہ خود قریب آوں نہ تمہیں اپنے قریب آنے دوں۔ اگر تم نے مجھے دھتکار دیا تو میں اپنی شکل آئینے میں کیسے دیکھ پاوں گی؟ کیا میں خود کو معاف کر سکوں گی؟ کیا تم مجھے رد کر کے دوبارہ مجھے اپنے قریب کرنے کے لائق رہو گے؟ اوہ میرے خدا مجھے رسوا مت ہونے دیجئے گا۔ اس نے مجھے جھٹک دیا تو رو رو کر مر جاوں گی پر اسے اپنی شکل نہیں دیکھاوں گی۔"

اسے پل پل سانسوں میں گھلتا دیکھے انیس کے اندر جیسے اضطراب چٹکیاں بھرنے لگا تھا، وہ اسے روک دینا چاہتا تھا مگر ہاتھ پیر جیسے وہ سن کر چکی تھی۔

عرشیہ کے ہونٹ انیس کے ہونٹوں کے اتنے قریب آگئے کہ دونوں کی سانسیں آپس میں شدید الجھ گئیں۔ اس قربت میں کوئی جلدی نہیں تھی، بس ایک ٹھہرا ہوا شور مچاتا لمحہ تھا، جس میں اس لڑکی کا دل زور زور سے بول رہا تھا اور عقل پیچھے ہٹ رہی تھی۔

وہ جیسے ہی اسکے لوٹے ہوش، چہرے پر پورا جھک کر دوبارہ اڑانے لگی، عین اسی وقت انیس نے اپنا چہرہ بہت بھاری دل کے ساتھ موڑ لیا کہ عرشیہ کے ہونٹوں کا لمس اس نے اپنی رخسار پر جذب ہوتا محسوس کیا۔

"یا اللہ۔۔۔یہ مجھے پاگل کر دے گی"

وہ آنکھیں بند کرتا دل ہی دل میں عرشیہ المیر کی اس جرت پر کانپ اٹھا، لیکن عرشیہ اسکے منہ موڑنے پر آسمان سے زمین پر پٹخ دی گئی۔ وہ ایک دم پیچھے ہٹی، جیسے خود سے ڈر گئی ہو۔

وہ کانپ کر اٹھ بیٹھی اور تیزی سے اٹھ کھڑی ہوئی، اس نے گہرا کرب انگیز سانس لیتے اپنے وہ ہونٹ تکلیف سے پونچھے جو انیس کے رخسار کو اسکے ہوش و حواس میں چھو چکے تھے۔

"میں...م۔ معذرت چاہتی ہوں تم سے"

عرشیہ کی آواز اتنی دھیمی تھی کہ شاید وہ خود بھی نہ سن پائی۔ وہ فوراً اٹھ کھڑی ہوئی، نظریں اس پر ڈالنے کی ہمت نہ تھی۔ دل زور زور سے دھڑک رہا تھا، جیسے ابھی سینہ پھاڑ دے گا۔ بغیر کچھ اور کہے وہ واش روم کی طرف بڑھی اور اندر جاتے ہی دروازہ بند کر لیا۔ اندر جاتے ہی اس کا ضبط ٹوٹ گیا۔ وہ دروازے سے ٹیک لگا کر نیچے ٹھنڈے فرش پر گھٹنے سمیٹے بیٹھ گئی، ہاتھ گھٹنوں کے اطراف قید کر کے باندھے۔ اسکے آنسو خاموشی سے اسکی آنکھوں سے بہنے لگے۔

"وہ م۔ مجھے اب چھوڑ دے تو حق پر ہو گا۔ دھتکارنے کا شکریہ انیس، اب میں کبھی تمہاری طرف قدم نہیں بڑھا سکوں گی۔ بس یہی پہل تھی جو میں اس رشتے کے بچاو کے لیے کر سکتی تھی، اپنی ساری ہمت لگا دی پر یہ میرے لیے نہیں تھا۔ انیس غانم علوی میرے لیے نہیں ہے"

وہ بے آواز روتی خود کو یہاں بیٹھ کر حد سیکھا رہی تھی اور وہ بھی لیٹے سے اٹھ بیٹھا، اپنا فرار اور انکار انیس کی اپنی آنکھوں میں سوئیاں بن کر چبھ رہا تھا پر وہ جانتا تھا اس نے ٹھیک کیا۔

یہ قربت محض ایک لمحے کی نہیں تھی، یہ ایک ایسی لکیر تھی جسے پار کر لیا جاتا تو دونوں کی واپسی مشکل ہو جاتی۔

"رونے سے اسکی سانس بند ہونے لگتی ہے۔"

وہ اپنی رخسار پر ہاتھ رکھے اس دردناک اثر سے نکلتا ہوا اٹھ کر واش روم کے دروازے کے پاس جا کھڑا ہوا، اپنا ہاتھ دروازے کی سطح پر ہتھیلی کے سنگ لگائے وہ اس دروازے تک میں اتری اسکی جذب سسکیاں محسوس کر سکتا تھا، وہ وہیں ٹیک لگائے بیٹھ گیا، دونوں قریب تھے پر اب بیچ میں اک باڑ آ گئی تھی، وہ رو کر خود کو سزا دے رہی تھی اور وہ خاموش ٹیک لگائے بھاری سانسیں بھر رہا تھا۔

"اتنی زلت، ا۔۔ اتنی رسوائی۔۔۔ مجھے ہی خوش فہمی تھی کہ وہ مجھ سے پیار کرتا ہے۔ لڑکیاں واقعی بہت ب۔۔ بیوقوف ہوتی ہیں لیکن تم نے تو سارے لیول ک۔ کراس کر دیے عرشیہ۔ شیم اون یو۔۔۔۔ ایسا کیسے کر سکتی ہو تم۔۔۔ اوف۔۔۔"

وہ جتنے آنسو رگڑتی، خود کو کوس کر اس نے دگنے بہا دیے، وہ کچھ بھی نہیں بول رہا تھا، اس چھوٹے سے کمرے میں بند دروازے کے پیچھے کی سسکیاں اور آہیں بھی دوسرے فرد تک با آسانی جا رہی تھیں، وہ قبر کی طرح ساکن تھا، اعصاب پر بوجھ آ گیا تھا۔

نجانے کتنی دیر وہ رو کر دل کی بھڑاس نکالتی رہی، پھر اٹھ کر واش بیسن کے پاس کھڑی ہو کر عرشیہ نے اپنی سرخ آنکھیں رگڑ کر نل کھولا اور اپنے ہاتھوں کا پیالہ سا بنا کر پانی بھرے وہ اپنے چہرے کو دھو کر بھی اپنی ہچکیاں سمیٹ نہ سکی۔

وہ وہیں بیٹھا تھا، جب تک وہ باہر نکل نہ آتی، وہ اسکے تھمے آنسو نہ دیکھ لیتا، یہاں سے نہیں جا سکتا تھا۔

عرشیہ کو مزید دس منٹ اپنی بگھڑی سانسیں بحال کرنے میں لگے پر اس سے بہت دیر تک ابھی بھی سانس نہ لیا جاتا، لیکن وہ یوں ساری رات اس ٹھنڈے واش روم میں بھی تو نہیں گزار سکتی تھی، اس لیے چینج کیے اس نے اپنی بکھری ٹوٹی ہمت سمیٹے وہ واش کا دروازہ کھول کر آگے دھکیلنے ہی لگی جب کسی کے وہاں بیٹھے ہونے پر وہ باہر جھانکی، انیس نے دروازہ کھلنے پر فورا اٹھ کر اسے باہر آنے کا راستہ دیا، وہ باہر آئی مگر اس نے انیس کی موجودگی کو یکسر نظر انداز کرتے بیڈ کی جانب قدم بڑھائے ہی جب وہ اسکی راہ میں حائل ہوا، عرشیہ رک گئی ورنہ اسکے سینے سے ٹکرا جاتی اور وہ ایسا نہیں چاہتی تھی، رکنے کے باوجود اس نے اپنی نظریں انیس کی گردن پر رکھیں، اسکا چہرہ دیکھنے کی کوئی کوشش نہ کی۔

"تم جاسکتے ہو انیس، جا کر سو جاو۔ نانو کے کچھ نیو کپڑے میں نے اس کمرے کی کبرڈ میں رکھے ہیں۔ جو اچھے اور کمفرٹیبل لگے وہ پہن لینا۔ مجھے بھی بہت نیند آرہی ہے"

وہ اسکے راہ سے ہٹنے کی منتظر تھی، انیس نے اک ہاتھ بڑھا کر جب عرشیہ کے گرد حصار اتو وہ اذیت سے مسکرائی، اسے سچ میں انیس کے اس عمل پر شدید ہنسی آئی، انیس کو اسکا دماغی توازن بگھڑا لگا تبھی دوسرے ہاتھ سے اس نے عرشیہ کی ٹھوڑی پکڑ کر اسکا جب چہرہ اٹھایا تو وہ اسکی سوجھی آنکھوں سے اپنی آنکھیں ملا گیا۔

"تمہیں اب مجھے چھونا نہیں چاہیے۔ قریب تو بلکل مت رہو میرے۔ میری غلطی ہے انیس، مجھے غلط فہمی ہو گئی تھی کہ شاید یہ نکاح تم نے سزا کی وجہ سے نہیں بلکہ محبت میں کیا ہے، وہ محبت جو تم اپنے اندر چھپا کر رکھنے کے خواہش مند ہو۔ لیکن میں غلط تھی۔ میں تم سے ایموشنلی اٹیچ ہونے کی معافی مانگتی ہوں۔ اب مجھے اپنے کسی سوال کا جواب بھی نہیں چاہیے۔ نہ تم اب

میرے دل، دماغ میں چلتے معاملات اور میرا ماضی جان سکو گے۔ جب دل بھر جائے چھوڑ دینا۔ میں دل و جان سے راضی ہوں اس پر۔"

وہ اسکا ہاتھ پکڑ کر خود سے دور کرتی اسکے حصار سے بھی نکل گئی، نہ صرف نکلی بلکہ جا کر میٹرس پر بیٹھ گئی، اپنے ائیر ہوپس اتارنے لگی جب وہ اسکے پاس بیٹھا، انیس کی نظروں کی حدت تھی یا اسکا قریب بیٹھا، عرشیہ کے ہاتھ اپنے ہی ائیر رنگز اتارتے کپکپا گئے۔

"پیچھے کرو ہاتھ اپنے"

انیس کے یہ تین چار لفظ ہی کافی تھے، وہ حکم کی تعمیل میں ہاتھ تو ہٹا کر نیچے کر گئی پر اسکی آنکھوں میں انیس کے لیے کوئی نرمی اور محبت نہ تھی، انیس نے اسکے دونوں ائیر رنگز اتار کر سائیڈ ٹیبل پر جھک کر رکھے تو آگے سرکنے کے سبب انیس کے چہرے سے عرشیہ کے کھلے بال ٹکرائے جنکی خوشبو اسکے اندر کچھ دیر پہلے اتری تھی، اب تو روح تک گزر گئی۔

"انیس۔ یہ فیک التفات بھرے ایکٹ مت کرو۔ اصلیت جان گئی ہوں تمہاری"

وہ اسکے سینے پر ہاتھ رکھے بے دردی سے اسے دور کرتی یہ سب کرنے سے سختی کے سنگ روک گئی۔

"اک چھوٹے سے انکار پر تم میری اصلیت جان گئی، اتنی کھلی کتاب ہے کیا انیس غانم علوی؟"

وہ منع کرنے کے باوجود اسکا غصے سے بھرا چہرہ دیکھتے اسکی ٹھوڑی تھامے وہ روٹھی آنکھیں اوپر کرتا اپنی آنکھوں سے ملا گیا، عرشیہ کے سٹمک میں بل سا آیا کہ آخر یہ چاہتا کیا ہے۔

"مجھے تم سے بحث نہیں کرنی۔ میری چِن کو ہاتھ مت لگانا دوبارہ"

وہ اسکا ہاتھ پہلے سے دگنی قوت سے پکڑ کر جھٹک گئی، اسکا یہ ہاتھ ہی زخمی ہوا تھا تبھی وہ ظلم کر کے اسکا ہاتھ جب اپنے ہاتھ میں لے کر دباتی، ہتھیلی کے

بھرے کٹس کو دیکھنے لگی تو اسے رونا آیا، اس بات پر کہ وہ اسکے بھر چکے زخم بھی برداشت نہیں کر سکتی، وہ اسکے بنا آخر زندگی جینے کا تصور بھی کیسے کر سکتی ہے، اک آنسو بے اختیار عرشیہ کے جھکی آنکھوں سے گال پر رینگتا ہوا چھلک کر انیس کی ہتھیلی پر جا گرا۔

"بہت انسلٹ ف۔۔ فیل ہوئی مجھے۔ م۔ میں ایسی نہیں ہوں کہ اپنے لڑکی ہونے کا تقدس بھول جاوں۔ حدیں توڑوں۔ ب۔ بس تمہارے بند خول سے مزاج میں اک موہوم دڑار ڈالنی چاہی کہ شاید تم مجھ سے کہنے میں ہچکچا رہے ہو کہ یہ نکاح تمہاری خوشی ہے۔ تو ھین سی محسوس ہو رہی ہے۔ جانتی ہوں تم میرے بارے غلط سوچ رہے ہو گے کہ میں کتنی بے باک ہوں۔ بے شرم ہوں۔ تمہارا یہ سب سوچنا جائز بھی ہے کیونکہ واقعی مجھے اس سب کے بعد ڈوب کر مر جانا چاہیے۔ م۔ میں۔"

وہ اس سے زیادہ مزید فضولیات بولتی تو انیس کے برداشت کا لیول پار کر دیتی تبھی وہ اسے مزید بولنے سے روکتا اپنے سینے کی اور پکڑ کر سرکاتا اپنے

گلے لگا کر خاموش کروا گیا، وہ بھیگتی آنکھوں اور اٹکتی سانسوں کے سنگ اسکی گردن میں بازو حمائل کر گئی کیونکہ وہ اسے اپنی بازووں میں قید کر چکا تھا، سینوں کی حرارت ایک دوسرے میں اترنے پر آگئی تھی پر عرشیہ کو یہ گلے لگانا بھی تکلیف سے نکال نہ سکا۔

"میں نے تمہاری انسلٹ نہیں کی۔ یہ بات میری اچھے سے سمجھ لو۔ میں ایسا کبھی کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتا کہ تمہاری توہین کروں۔ میری نظروں میں تمہارا مقام اتنا عام نہیں کہ تم اس سے گر سکو، ڈوب کے مرنے والی یہ فضول بات دوبارہ تمہارے منہ سے نہ سنوں لڑکی"

وہ اسکے سر پر ہاتھ پھیرتا ہوا اسکو اس احساس جرم سے نکالنے کی کوشش میں بولا، وہ اسکی گھمبیر پڑتی آواز اور ڈوبتے لہجے سے جان سکی کہ وہ جھوٹ نہیں کہہ رہا پر وہ پھر سے موم ہونا نہیں چاہتی تھی، یہ سب بھولنا آسان نہ تھا، عرشیہ کو اپنا آپ بہت چھوٹا محسوس ہو رہا تھا، یہ گلے لگنا بلکل بھی برابری کی تلافی نہ تھی۔

"میں اپنی نظروں میں گر گئی۔ تم مجھے گلے لگاو یا گلے میں ہار سا پرو لو، میں ابھی اچھا محسوس نہیں کر سکتی"

وہ اس سے رہائی چاہتی تھی پر انیس نے اسکے شانے پر بکھیرے بال ہاتھ کی انگلیاں اسکی گردن پر پھیر کر سمیٹے کمر پر ڈالتے سانس بھری تو عرشیہ کو اسکی گرم سانسیں اپنی گردن اور کان کے پاس بکھرتی جلاتی محسوس ہوئیں۔

"تمہیں اچھا محسوس کرنا ہو گا۔ کیونکہ ایسا میں چاہتا ہوں"

وہ اسکے کان کے پاس بے حد آہستگی سے بولا تو وہ انیس کے خود سے لپٹنے اور یوں بے بس ہو جانے پر ریکوسٹ کرنے پر اداس سا مسکرائی۔

"تمہاری چاہت مجھ سے جڑی ہے کیا؟ عام مقام نہیں تو کیا دل میں مجھے خاص جگہ دے چکے ہو؟ اس خاص جگہ کا اقرار میری پہل تسلیم کرنے پر ہو جاتا ناں۔ کیوں نہیں کیا۔ مجھ سے کھیل رہے ہو کیا تم؟ تمہیں ایک لڑکی کی

فیلنگز کا امتحان لیتے شرم آنی چاہیے۔نہ انکار کر رہے ہو نہ اقرار۔ پھر آخر میں ہوں کیا تمہاری؟"

وہ اسکو کندھوں سے جکڑتی زرا سامنے لا کر اس سے سارے دل میں دبے دکھ دیتے سوال پوچھتے بولی تو انیس نے نظریں سی چرائیں جسکی عرشیہ کو پوری امید بھی تھی۔

"انیس نظریں چرانے کا وقت ہے کیا یہ؟ حد ہو گئی"

وہ الٹا اسکے منہ پھیرنے پر چڑ گئی جس سبب وہ فورا پھیری آنکھیں ان بگھڑے تیوروں والی گرے آنکھوں میں جما گیا۔

"میں نے تمہاری کوئی توھین نہیں کی۔ سمجھ آئی ہے میری بات؟ تمہیں سب کچھ ایک ہی بار کیوں جاننا ہے۔سب کچھ ایک ہی بار بتانا مشکل بھی ہو سکتا ہے سامنے والے کے لیے۔ سمجھ کیوں نہیں جاتی تم؟"

وہ اسکی گردن کے گرد ہاتھ لپیٹے عرشیہ کا چہرہ اپنے چہرے کے قریب لائے بولا تو وہ سر فورا ہلا گئی، دونوں کی سانسیں جیسے اک دوسرے میں گھلنے پر آ گئیں، وہ پیچھے کو زور لگاتی خود کو انیس سے دور پُش کر رہی تھی کہ انیس کے چہرے سے زرا فاصلہ بنا سکے پر بلکل ناکام تھی۔

"آ گئی ہے تمہاری سمجھ مجھے۔ بس مجھے میری س۔۔ سمجھ آنا بند ہو گئی ہے۔ اسکا کوئی علاج ہے تمہارے پاس۔ نہیں ہے تو جاو سو جاو جا کر۔"

وہ اسکا اپنی گردن کے گرد جما ہاتھ کھولنے کی کوشش میں ناراضگی سے منمنائی جس پر وہ اسے پھر سے اپنے گلے لگاتا عرشیہ کو ساکن کر گیا، وہ بھیگی سی سانس کھینچے اسکی خوشبو میں جیسے بھر سی گئی، عرشیہ کی آنکھیں تو تب پھیلیں جب انیس نے اسکے دوبارہ شانوں پر آ، کر بکھرتے بال ہاتھ کی انگلیوں سے ہٹاتے اپنے گرم ہونٹوں کو عرشیہ کے earlobe کے نیچے رکھتے گردن کی وہ جلد چومی، وہ سچ میں سانس روک گئی، اسکی آنکھیں غیر مرئی نقطے پر جا کر ٹھہر گئیں، گردن کے اس حصے پر ہلکی سی انیس کے

ہونٹوں سے زبان کی نمی بھی آ ٹھہری، وہ ٹھنڈک اور حرارت کا ملا جلا ملاپ گویا عرشیہ کے دل کی دھڑکن بدل گیا۔

"ی۔۔یہ کیا تھا انیس۔۔۔"

وہ اسے پرے جھٹک کر اپنی گردن پر اسی حصے پر ہاتھ رکھ کر دبا سا چلائی جہاں وہ انگارے کی طرح وہ جلد تپا چکا تھا، عرشیہ کی آنکھوں میں بے یقینی اور حیرت دیکھے وہ معصوم بن کر جوابا اسے دیکھ رہا تھا۔

"علاج تھا۔ خود ہی تو چاہا تم نے"

اسکی اس معصومیت پر عرشیہ کو دل کا دوڑا آتے آتے رہا، جو ہاتھ گردن کی جلد پر ہوتا مدہوش گرمائش کا احساس سہلا رہا تھا، وہ سینے پر آرکا، وہ انیس کے اتنے بے خبر اور انجان انداز پر سلگ کر رہ گئی۔

"تم مجھے پاگل کر دو گے۔ جاو سو جاو۔ میرا دماغ یا دل کوئی ایک پھٹ جائے گا۔ دوبارہ ایسا علاج پاس ہی رکھنا۔ اٹھو جاو یہاں سے انیس"

وہ باقاعدہ اٹھ کر اسے باہر کا راستہ دیکھاتے بولی تو انیس اپنی جگہ سے اٹھا اور اس سے پہلے عرشیہ کی طرف بڑھتا، وہ سہم کر دیوار سے جا لگی، اسکا یہ خوف دیکھ کر وہ اپنے قدم روکتا دروازے کی طرف چلا گیا۔

"میں نے تمہاری کوئی توھین نہیں کی سمجھی"

وہ جاتے جاتے رک کر جب بھاری سی آواز میں یقین دلاتے بولا تو اسکی شربتی آنکھیں ہلکی بہت ہلکی مسکرائیں اور لمحے کے ہزارویں حصے عرشیہ سمجھ گئی کہ یہ مینسا آدمی اسکو اس حالت میں لا کر مزے لے رہا ہے۔

"سمجھ گئی ہوں۔ میرے کندھوں پر بیٹھے فرشتے بھی سمجھ گئے تمہاری بات"

وہ کسی طرح اسے سر سے اتارنا چاہتی تھی، اف فلرٹ کرنے کو تیار عرشیہ المیر کی جان اب بس اسے دیکھ کر ہی جا رہی تھی۔

"شکر ہے اللہ کا۔ گڈ نائیٹ۔"

وہ مسکرا کر کہتے ہی دروازہ کھول کر جیسے ہی نکلا، عرشیہ کانپتی ٹانگوں سے لپکتی دروازے تک آئی اور دروازے کو بند کرتے ہی سانس لیا، کلک کی آواز سنتے ہی انیس بھی سامنے والے کمرے کی طرف چلا گیا، کمرے کی مدھم لائیٹ اور نرم سی خوشبو محسوس کیے جناب کبرڈ کی طرف بڑھے اور عرشیہ کے وہاں سیٹ کر کے رکھے کپڑوں میں سے بلیک ٹی شرٹ اور بلیک پاجامہ لیے وہ چینج کرنے بڑھا اور جب واپس آیا تو باوضو بھی تھا، اسکی عشاء ابھی رہتی تھی، لیکن عرشیہ کے وجود کی کپکپاہٹ تھی کہ جانے کا نام نہ لے رہی تھی۔

وہ لحاف میں گھس کر بیٹھی اپنے بے قابو دل کی دھڑکنیں جتنا سنوارتی، انیس کے کیے جان لیوا کارنامے کو سوچے وہ روح تک لرز جاتی، خود پر حیران تھی کہ کیسے آخر کیسے اس نے انیس کے قریب جانے کی ہمت کر لی۔

"اگر وہ منہ نہ موڑتا۔۔اف میرے خدا یہ میں کیا کرنے والی تھی۔میری تو اسی پر جان نکلی جا رہی ہے۔م۔میرے رونگٹے ابھی تک کیوں کھڑے ہیں، کیا مصیبت ہے، اور میرے گال۔۔۔انکو کونسی سرخی چڑھی ہے

توبہ۔ کیا اسے پتا تھا میں یہ نہیں سہہ سکتی؟ وہ اس لیے دور ہوا؟ ہاں۔۔ اگر محبت نہ ہوتی تو وہ یہ علاج بھی نہ کرتا۔ تم مجھے پھر کنفوز کر گئے انیس۔۔۔ میں کہاں جاوں آخر۔ یہ تجسس، یہ الجھن میری جان لے کر رہیں گے"

وہ اپنے بال مٹھیوں میں بھرتی خود سے جنگ لڑ رہی تھی اور وہ دوسرے کمرے میں جائے نماز بچھا کر نماز پڑھ رہا تھا، وہ شدید پریشان تھی، اور شدید پر سکون تھا، واہ ری قسمت، اچھا کھیل رہی ہو بچاری عرشیہ کے ساتھ۔

خود سے بہت لڑنے کے بعد وہ سیدھی لیٹ کر لحاف سینے تک اوڑھے کروٹ بدل کر تکیے کو اپنے سینے بھینچ گئی، ستم کے اس سے بھی انیس کے بالوں کی خوشبو آ رہی تھی، وہ کہاں کہاں سے خود کو انیس سے بچاتی۔

سونے کی کوشش میں بری طرح ناکام ہوئے وہ دستک پر گھبرا کر اٹھی، انیس نے دروازہ کھولا اور اسکے دوبارہ سامنے آ رکا۔

عرشیہ نے اسے سر سے پیر برہم نگاہوں سے دیکھا۔

"کیسے لگ رہے ہیں مسٹر رضی کے کپڑے مجھ پر؟"

وہ یہاں اپنی تعریف کروانے آیا، عرشیہ سچ میں چکرا کر اٹھ بیٹھی۔

"انیس۔ کیا تم میرے صبر کا امتحان لے رہے ہو؟"

وہ اسکے سوال پر دروازہ آگے کر کے بند کرتا اسکی طرف آیا تو عرشیہ جلدی سے سرک کر دوسری طرف ہوئی۔

"نہیں لے رہا امتحان۔ لیکن تمہاری نئی گھوم رہی ہیں باہر۔ اس لیے میں نے سوچا ہے یہیں سو جاتا ہوں۔ اب تمہیں یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ ہم ڈیکوریشن والے ہسبنڈ وائف ہیں"

وہ نا صرف عرشیہ کے کیے گرم بستر پر لیٹا بلکہ لحاف بھی اپنے اوپر اوڑھا، عرشیہ نے بیچ میں فاصلہ سمیٹا اور اپنا تکیہ بھی انیس کے تکیے سے دور کر کے پرے سرک کر اسے گھورتی ہوئی لیٹی۔

"گڈ نائیٹ"

وہ منہ پھیرنے کے ساتھ کروٹ بھی بدل گئی تو انیس نے گردن پھیر کر اسے دیکھا، وہ سر تک لحاف اوڑھ کر چھپی تو انیس نے بھی سائیڈ ٹیبل کا لیمپ آف کرتے کروٹ عرشیہ کی طرف بدلے مسکرا کر آنکھیں موندیں، اسکے نیند میں جاتے ہی وہ رخ موڑ کر انیس کو دیکھنے لگی۔

"تمہیں میری پرواہ ہے پر دیکھاتے ہوئے شدید تکلیف ہوتی ہے۔ کس قسم کے اریٹیٹنگ بندے ہو تم انیس۔ مجھے اپنی نرمیاں سمیٹنی ہوں گی، ایسے تو تم کبھی اپنے دل کی بات نہیں کہو گے مجھے کیونکہ میں کاٹھ کی الو ہر بار پگھل جو جایا کروں گی۔ اتنا بھی دل نازک نہیں تھا میرا جتنا ابھی ہوا پڑا

ہے۔ تھوڑی سنگدل ہو جاو عرشیہ، اب دیکھو کیسے آکر میرے پاس سو گیا ہے جیسے میرے بغیر اسے نیند نہیں آتی۔ لیکن اعتراف کرتے اسکا منہ ٹوٹ جاتا ہے۔ گلے لگا کر، ایک نِیک کِس سے کیا تم اپنے ہر ظلم کو دھو ڈالو گے؟ ہر گز نہیں"

وہ اسکی نیند کا یقین کیے دھیما دھیما غصیل تیوروں سے بڑبڑا رہی تھی، بس نہ چل رہا تھا اسے نیند سے جنجھوڑ کر جگاتے خود خراٹے بھر کر سو جاتی، کوئی تو سزا دیتی پر وہ سوتے میں اتنا کیوٹ اور پیارا لگ رہا تھا کہ عرشیہ کا اپنے نرم پڑتے دل پر ملامت کرنے کو جی چاہ رہا تھا۔

"میں تمہیں کل پورا دن روڈ بن کر دیکھاوں گی۔ بات بھی ٹھیک سے نہیں کروں گی۔ برے برے لفظ بھی بولوں گی پھر دیکھتی ہوں تم کیسے برداشت کرتے ہو سب۔ بیڈ نائیٹ کاساوَری"

وہ اسے خطرناک اور سفاک جنگلی پرندے کا لقب دیتی دوبارہ منہ تک لحاف تان گئی جبکہ وہ واقعی سو چکا تھا، جاگ رہا ہوتا تو کم از کم کاساؤری پر جناب کی روح ضرور لرز جاتی پر آج عرشیہ کی قسمت اچھی تھی، نیند ان موصوف پر قربان ہو چکی تھی اور عرشیہ کو بھی جلد آ ہی جاتی کیونکہ وہ اسکے پاس تھا، بہت پاس۔

.._____..

"نیا سال مبارک ہو ڈاکٹر صاحبہ"

وہ نیچے زمین پر بچھی دھاتی چٹائی پر گھٹنے سمیٹ کر ایک ہی طرح پیچھے دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے بیٹھے، سونم کے ہوش میں آنے کے منتظر تھے، لگ بھگ ایک بجنے کو تھا مگر مجال ہو جو اس عورت کو پر اپر ہوش آیا ہو، اب تو فجر اور عصر کو بھی نیند کے جھونکے آنے لگے تھے۔

"لیٹ نہیں ہو گئے آپ مسٹر عصر؟"

وہ گردن پھیر کر ساتھ بیٹھے آدمی کو آنکھیں نکال کر گھوری، یعنی شرم دلائی گئی تو وہ کھل کر مسکرایا۔

"ہمت جمع کر رہا تھا۔ ڈر تھا کہیں آپ یہ نہ کہہ دیں کہ آپکے اس نئے سال کی شروعات نہایت بکواس ہوئی ہے۔ اف کیا ہی عزت رہ جاتی میری؟"

وہ اسکی چنچل طبعیت کچھ ہی گھنٹوں میں تسلیم کر چکی تھی، فجر نے طنزیہ سا مسکراتے عصر کی طرف دیکھا۔

"تو اب کیا ڈر ختم ہو گیا عزت جانے کا؟ کیونکہ میں تو یہی کہوں گی کہ میرا نیا سال بہت برا شروع ہوا"

وہ اسے زچ کرنے کی پوری کوشش میں تھی، اتنا تو عصر سمجھ گیا تھا کہ یہ لڑکی ہاتھ نہیں آنے والی۔

"ارے مت کریں پیاری لڑکی، آپکو تو خوش ہونا چاہیے اس سال آپ کی سنگل اور کام کاج کے ساتھ بورنگ اور روبوٹک ہو چکی لائف میں کوئی

ہنڈسم سالڑکا شامل ہو گیا۔ وہ کیا کہتے ہیں کہ ہم دو اجنبی دیکھیں ایک دم آپس میں ٹکرا گئے"

وہ اپنے ہونے پر اتراتا ہوا فجر کو مسکرانے پر مجبور کر گیا، وہ دنیا سے اکیلی لڑنے والی، بہت سے اچھے برے مزاج کے لوگوں سے ڈیل کرنے والی کو اتنا تو پتا تھا کہ یہ آدمی برا نہیں، شاید عصر کی آنکھوں میں اسکی سچائی اور دل کی معصومیت نظر آ رہی تھی، ورنہ وہ اتنی رات اک اجنبی شخص کے ساتھ بھلا کیوں رکی ہوتی۔

"آپ اپنے بارے میں کچھ زیادہ ہی خوش فہم ہیں۔ اور کس نے کہا کہ میں سنگل ہوں؟ ہو سکتا ہے میں انگیجڈ ہوں، یا یہ بھی ممکن ہے میری شادی ہو چکی ہو اور میرے بچے بھی ہوں۔ یا کیا پتا مجھے ڈائورس ہو گئی ہو یا میں نے خود لے لی ہو۔۔۔ سنگل کیسے لگی میں آپکو؟"

عصر کے چہرے کی رنگت یکدم بدلی، وہ ٹیک چھوڑ کر فجر کے پر سکون تاثرات سے سجے چہرے کو دیکھنے لگا، پہلی ہی نظر میں دل کو لگ جاتی اس لڑکی کی یہ باتیں عصر کو سراسر ہولناک ہی تو لگیں۔

"آپ کیوں دل دہلا رہی ہیں مجھ معصوم کا۔ میرا تو آپ پر بری طرح دل آ گیا ہے۔ کہہ دیں ڈاکٹر صاحبہ آپ سنگل پسلی کے ساتھ ساتھ سنگل ریلیشنشپ میں بھی ہیں۔ ورنہ میں اس کرسی سے کود کر جان دینے پر مجبور ہو جاوں گا"

اپنے دل پر صدماتی تاثر کے سنگ ہاتھ رکھے وہ فجر کو آنکھیں پھیلا کر گھورنے پر مجبور کر گیا، کس قسم کا نان سیریس آدمی تھا۔

"آپ کچھ زیادہ ہی ڈرامیٹک نہیں؟ آپکو نہیں لگتا کہ آپکی چونچلے کرنے کی عمر گزر گئی ہے مسٹر عصر؟"

وہ آئبرو اچکا کر گھورتی ہوئی عصر کو غیرت کھانے کی ان ڈائریکٹ ترغیب دے گئی۔

"آہ ہاہ! سچ کہہ رہی ہیں آپ۔ لیکن وہ اندر کا بگھڑا بہکا بچہ میں نے ذمہ داریوں کے نیچ بھی مرنے نہیں دیا۔ وہ آپ جیسی ہی کسی سلجھی، چھوٹی اور پیاری ڈاکٹر کے لیے سائڈ کر رکھا تھا"

وہ مسلسل فجر پر لائن مار رہا تھا اور اب کی بار فجر کے ماتھے پر خفگی سے لکیریں آئیں کیونکہ عصر نے پھر اسکے قد کو پوائنٹ کیا۔

"اگر آپ نے یہی بکواس کرنی ہے تو میں جا رہی ہوں۔ ویسے بھی یہاں بہت ٹھنڈ ہے۔"

وہ اسے ایسی باتوں سے منع کرنے کے ساتھ جب اپنی دونوں بازوؤں پر ہاتھ پھیرتی ٹھنڈ محسوس کر رہی تھی تبھی عصر نے جنٹل مین بنتے اپنی اپر جیکٹ اتاری، فجر اک لمحہ فطری گھبرائی کہ وہ جیکٹ کیوں اتار رہا ہے، مگر جب

عصر نے اسکی طرف سرک کر اپنی لیدر جیکٹ اچھے سے فجر کے نازک سے وجود کے اطراف اوڑھائی تو وہ گھبراہٹ بھول کر حیرت سے اسکی آنکھوں میں دیکھنے لگی، کیا اس زمانے میں ایسے معصوم لوگ ہوتے ہیں؟ جو اکیلی لڑکی کو دیکھ کر کچھ غلط کرنے کے بجائے اسے حفاظت کا احساس دلائیں، وہ جب سے یہاں آئی تھی، وہ بھلے اوٹ پٹانگ باتیں کرتا رہا تھا، فلرٹی کوششوں کو بھی جاری رکھے ہوئے تھا پر خدا گواہ تھا عصر کی آنکھوں میں اس سب کے باوجود اک احترام اور عورت ذات کا تقدس وہ دیکھتی رہی تھی، وہ اتنا تو مان چکی تھی کہ وہ کسی بہت سلجھی ماں کی تربیت ہو گا جسے اسکی ماں نے عورتوں سے بات کرنے کا بھرپور سلیقہ سیکھایا ہے اور وہ حمرا تھی جس نے عصر کی تربیت بھی خود کی اور انیس کی بھی۔

"جیکٹ کی دونوں بازو پہن لیں طبیبہ! آپکی ٹھنڈ بھاگ جائے گی۔"

وہ واپس ٹیک لگائے بیٹھا تو فجر نے نظریں سی چراتے اسکی جیکٹ پوری طرح پہن کر اپنے ہاتھ اسکی پاکٹس میں ڈال کر چوکری مارے کمر دیوار سے ٹیک

لی اور اک نظر عصر پر ڈالی جو اب نیند کے سبب منہ پر ہاتھ رکھے اونگھ رہا تھا، بے اختیار وہ اسے دیکھتے مسکرائی۔

"ویسے کیا آپ واقعی کسی کے نام بکڈ ہیں پیاری لڑکی؟ دیکھیں ابھی بتادیں تاکہ میں اپنے دل کے بڑھتے قدم روک لوں۔ ایک بار وہ آپکی طرف بڑھ گئے پھر نہ آپکا منگیتر صفحہ ہستی پر رہے گا نہ شوہر۔ دیکھ تو لیا ہو گا کہ ماہر کڈنیپر ہوں۔ کیا پتا عشق معشوقی مجھے قاتل بھی بنادے"

وہ اپنی الجھن کو زیادہ دیر دبا نہ سکا، فجر نے اسکی طرف گردن گمائی، وہ یہی سوچ رہی تھی یہ قاتل بھی بنا تو قتل سے پہلے اس بندے کی پیار سے اجازت لے گا کہ کیا میں آپکو مار سکتا ہوں، جبکہ عصر سمجھ نہ سکا وہ مسکرا کیوں رہی ہے، حالانکہ عصر کا سوال کافی سنجیدہ تھا۔

"میں اسکا جواب دینا ضروری نہیں سمجھتی۔ اپنے دل کے قدموں کو حد اور تمیز سیکھائیں کہ کسی کی بھی طرف نہیں بڑھا جاتا۔"

وہ کسی صورت رضامند نہ تھی، عصر نے مایوسی سے سر دیوار سے لگا دیا۔

"اسے لگتا ہے رات بھر ہوش نہیں آئے گا۔ اپنے لوگوں کو کہیں مجھے واپس چھوڑ آئیں۔ آپ کے ساتھ یہاں رکنا غیر مناسب ہے"

وہ جانے پر تیار ہوئی مگر عصر نے مضطرب نظروں سے فجر کو دیکھتے ٹیک ہٹائی۔

"میں اکیلا تھوڑی ہوں، یہ لڑکی بھی تو ہے۔ آپ مت جائیں صاحبہ ورنہ بہت بور ہو جاوں گا۔ پلیز میں آپ سے اب فضول کی کوئی بات بھی نہیں کروں گا۔ دیکھیں اس سونم کے ساتھ اکیلے رکنا مجھے بھی مناسب نہیں لگے گا، لیکن آپ ہوں گی تو میں بھی ایزی رہوں گا۔"

وہ اسکے اصرار پر لمحہ بھر سوچ میں پڑی، لیکن وہ فرش پر بچھی دھاتی چٹائی بہت ٹھنڈی تھی، فجر یہاں ساری رات نہیں بیٹھ سکتی تھی، ابھی سے اسکے پیٹ میں درد ہونے لگا تھا۔

"مسٹر عصر یہ چٹائی بہت ٹھنڈی ہے۔ مجھے ٹھنڈ لگ رہی ہے۔ یہاں ساری رات بیٹھ کر کیسے گزاریں گے ہم؟ آپکو بھی اسے اپنے لوگوں کے حوالے کر کے گھر چلے جانا چاہیے"

وہ اسکی بات سنے یکدم اٹھ کھڑا ہوا۔

"ویٹ کریں میں بس ایک منٹ میں آیا"

وہ بوکھلا کر اسے چہرہ اٹھا کر دیکھنے لگی جو گدھے کے سر سے سینگ کی طرح غائب ہوا، فجر کی نظریں داخلی حصے پر جمیں تھیں کہ یہ نا جانے کہاں گیا جبکہ کچھ دیر تک اسے عصر واپس آتا دیکھائی دیا، اسکے ہاتھ میں اپنا لانگ گرم کوٹ تھا۔

"اٹھیں شاباش۔ اس ٹھنڈ کی ایسی کی تیسی"

وہ بوکھلا کر اٹھی کیونکہ ابھی بھی سمجھنے سے قاصر تھی کہ وہ کیا کرنے والا ہے، عصر نے اسکے اٹھتے ہی اپنا کوٹ نیچے چادر کی طرح بچھایا، پھر وہ فجر کی جانب دیکھنے لگا جسکی آنکھیں خفیف سی حیرت بھری خوشی سے مسکرائیں۔

"یہ کیا کر رہے ہیں؟"

وہ اس سے پوچھے بنا نہ رہ سکی۔

"ٹھنڈ کو دھول چٹا رہا ہوں۔ اب بیٹھیں اس پر، اور بتائیں کہ کیا اپنی آرام دہ ہو چکی اب کی زندگی سے اک کم آرام دہ رات اس بندہ ناچیز کو دیں گی؟"

وہ اسکی گہری مسکراتی شوخ نظروں سے خود کو بچاتی واپس بیٹھی تو اب جگہ نرم اور کمفرٹیبل ہو چکی تھی، وہ جب آمادہ سی مسکرائی تو عصر بھی اسکے ساتھ ہی بیٹھا، وہ کتنی دیر مسکراتی چلی گئی، یہ بندہ سچ میں پورا پاگل تھا۔

"تھینکیو۔ اب رات گزاری جا سکتی ہے"

وہ نرم انداز میں مسکرائی تو عصر کا چہرہ خوشی سے تمتمایا۔

"تھینکیو تو آپکا کہ مجھ بونگے کے ساتھ بیٹھنے پر راضی ہیں۔ اچھی لگتی ہیں مسکراتے ہوئے۔ چھوٹا پیکٹ بڑا دھماکہ"

وہ روانی میں مسکراتا کہہ گیا جس پر فجر نے اسے کھا جاتی نظروں سے دیکھتے اپنے کہے پر سٹپٹانے پر مجبور کر دیا۔

"س۔۔ سوری۔ میری زبان کافی سلیپری ہے۔ گستاخی معاف سوہنیو"

وہ معافی مانگنے کے ساتھ مزید زبان کی بے خودی پر جب اپنے دونوں ہاتھ اپنے منہ پر دبا کر خود کی بک بک روک گیا تو وہ تمام تر برہمی کے مسکرا دی، نظریں بھی گما گئی تاکہ وہ آدمی اسکی مسکراہٹ نہ دیکھ لے۔

"ایک ٹیپ لے آتا ساتھ کاش۔۔۔۔ سوری او کے ناں۔۔ میں بہت اچھا اور معصوم انسان تھا آپکو دیکھتے ہی بد معاش ہو رہا ہوں۔ اف کوئی اتنی کیوٹ

لڑکی ملی جو نہیں، ملنا دور کبھی دیکھی تک نہیں مجھ بدنصیب نے۔۔۔ اچھا ٹھیک ہے اب میں نہیں بولوں گا کچھ۔ سونا ہو تو میرا کندھا حاضر ہے سائیں"

وہ اسکی طرف بے ارادہ دیکھ بیٹھی، بلوچ لوگ اکثر اپنی من پسند عورت کو لاڈ سے سائیں کہتے تھے، پر وہ حیران تھی یہ عصر کو کیسے پتا چلا، وہ اسکے لہجے، اسکے بے قابو لفظوں سے لطف لیتی نظر آئی جس نے سر دیوار سے ٹیک کر آنکھیں بند کر لیں، کوئی کندھے کی آفر دے کر ایسے بے خبر ہوتا ہے کیا۔

"نو تھینکس۔ مجھے آپکے کندھے کی قطعا ضرورت نہیں"

وہ اسکی زرا نوازی فورا واپس تھماتی خود بھی آنکھیں بند کر گئی لیکن ابھی مزید تیس منٹ ہی گزرے تھے کہ دونوں ٹانگیں سیدھی کیے ٹیک لگا کر بیٹھے تھے، فجر کا سر اسکے کندھے پر تھا جبکہ عصر کے سر نے بھی دائیں طرف گرے فجر کے سر کا سہارہ لے رکھا تھا اور دونوں ہی گہری نیند میں جا چکے

تھے، اور باخدا دونوں کی اس ٹھنڈی جگہ نیند ایسی تھی جیسی پرسکوں تو گرم لحاف میں بھی نہیں آیا کرتی۔ دلوں کی کشش بنا کچھ کہے سب کہہ رہی تھی۔ جبکہ دوسری طرف نیو ائیر پارٹی بھی دو بجے تک ختم ہو گئی، منائم اور مہویر نے خصر کے ساتھ ہی سب مہمانوں کو رخصت کیا مگر طاہر اور سارہ رک گئے کیونکہ وہ خضر کو اکیلا نہیں چھوڑنا چاہتے تھے، منائم اور مہویر بھی روانہ ہو گئے، جبکہ سوہا تو پوری رات سیوانی میں ہی بزی رہنے والی تھی، رئیس ایک بار پھر اس سے بات کرنے آیا مگر سیکورٹی نے اسے سیوانی کی بلڈنگ کے گیٹ سے ہی اندر جانے نہ دیا کیونکہ سوہا نے انھیں سختی سے منع کر دیا تھا، لیگل نوٹس جانے تک وہ رئیس کا سامنا بھی نہ چاہتی تھی، جبکہ رئیس کے ہاتھ انیس کو لے کر آج کے لیے بندھ گئے کیونکہ وہ اور عرشیہ پاکستان نہ تھے لیکن اسکا اب ٹارگٹ ابراہیم علوی تھے کیونکہ وہ اسی نیو ائیر پارٹی میں آیا تھا جہاں اسکے آدمی نے اسے خبر دی تھی کہ ابراہیم صاحب بھی اپنے عیاش دوستوں کے ساتھ آیا ہوا ہے۔

"وہ سامنے گروپ دیکھ رہے ہیں۔ انکا لیڈر ہے ابراہیم علوی۔ اپنے جیسے عیاش لوگوں پر خوب پیسہ اڑاتا ہے۔ لگتا ہے وہ انیس اسی کے خرچے پورے کرنے کو کماتا ہو گا۔ ویسے آپ کیا کرنے والے ہیں بوس"

کلب ہال میں سات رنگی روشنیاں آویزاں تھیں، بہت سے من چلے یہاں کھانے پینے، ناچتے اور ہلا گلا کرنے میں مصروف تھے جب ڈرنکس سٹال کے پاس چیئرز سنبھال کر بیٹھے رئیس کو یاسر نے اشارہ کرتے بتایا ساتھ اس سے اگلا لائحہ عمل بھی پوچھا، رئیس کی نظریں قہقہے لگاتے ابراہیم علوی پر جمی تھیں۔

"کیا جواری بھی ہے یہ؟"

رئیس نے گردن اٹھا کر یاسر کی طرف دیکھا جو قریب ہی مودب ہوئے کھڑا تھا۔

"ہاں کبھی کبھی جوئے پر پیسہ لگاتا ہے پر جتنی میں نے تحقیق کی ہے، اس میں محتاط بھی رہتا ہے۔ شاید علوی خاندان کے نام کی وجہ سے۔ کیونکہ کافی مقبول اور معزز خاندان ہے انکا۔ آپ کیا سوچ رہے ہیں بوس؟"

یاسر کی الجھن ابھی بھی وہیں کی وہی تھی، اسکا بس نہ چل رہا تھا رئیس کے دماغ میں چلتے تمام خرافات جان لے۔

"انیس غانم علوی سے اسکا ہر اپنا چھین کر میں اسے بتاوں گا رئیس ملانی سے دشمنی کی کیا قیمت ہے۔ اسکے باپ کو قابو کرنا ہو گا۔ شاید اس پھدکتے جن کی جان اسی میں بستی ہو؟"

رئیس کے مکروارادے یاسر کو نظر آرہے تھے پھر رئیس اپنی جگہ سے اٹھا اور اس سے پہلے وہ ابراہیم علوی کے گروپ تک پہنچتا، علیم خان آگے آتے اسے ابراہیم صاحب کی طرف جانے سے روک گیا۔

"دور رہو۔ یہ وی آئی پی کارنر ہے۔ چلو شاباش نکلو یہاں سے"

علیم خان کے سرد حکم پر رئیس نے اس لمبے ترنگے آدمی کو دیکھا جسکی پتلون کے پاس گن ہولڈر بھی تھا، رئیس اور یاسر دونوں کی آنکھیں پھیلیں یہ دیکھ کر کہ ابراہیم علوی کا گارڈ خاصا بھاری بھرکم مسٹنڈا ہے۔

"تم جانتے بھی ہو میں کون ہوں؟ مجھے ابراہیم علوی سے بات کرنی ہے۔ دو ٹکے کے باڈی گارڈ"

رئیس کی ایسی بکواس پر علیم خان نے ایک ہی جھٹکے سے رئیس کی گردن کے اطراف ہاتھ جمایا، یاسر تک بوکھلا گیا حالانکہ وہ دور کھڑا تھا۔

"تجھے اچھے سے جانتا ہوں۔ وہی ہے ناں جسکی انیس سر نے درگت بنائی تھی۔ وہ مجھے اچھے سے سمجھا کر گئے ہیں کہ تجھ جیسا کیڑا انکے بابا تک پہنچنے سے پہلے مسل دوں۔ میری بازو دیکھ رہا ہے تیری چمڑی کی طرح کتنی موٹی ہے، مجھ سے پٹا تو تیری ہڈیوں کا واقعی سرمہ بن جائے گا پر وہ کیا ہے یہ کرتے سر ہی اچھے لگیں گے، انکا حق بھی بنتا ہے۔ اب نکل یہاں سے اپنا دو

روپے کا نام اٹھا کر۔ آیا بڑا املانی۔۔۔۔بیوی کے دم پر نام بنانے والوں کو ہماری زبان میں بے غیرت کہتے ہیں۔اور ایسے بے غیرتوں سے نمٹنا ہمیں انیس غانم نے سیکھا کر بڑا کیا ہے۔۔۔اب پُھٹ یہاں سے"

علیم خان نے ایک ہی جھٹکے سے اس خبیث کو پرے نہ صرف دھکیلا بلکہ کلب ہال کی سیکورٹی کو بھی آنکھیں نکالیں جسکا مطلب تھا اس آدمی کو یہاں وہ دیکھنا نہیں چاہتا تھا، رئیس کی آنکھیں حقیقت میں شعلوں سے اٹ گئیں، یاسر تک وہ آکر رکا تو دونوں ہی علیم خان کو کھا جاتی نظروں سے گھور رہے تھے۔

"آپ کہتے ہیں تو اسے ٹپکا دوں بوس؟"

یاسر نے جیسے اپنا غضب دباتے اجازت چاہی۔

"انیس کو میرے ارادوں کا پہلے سے کیسے پتا چل گیا یاسر؟ ایسا کیسے ممکن ہے؟"

رئیس کو اصل آگ تو اس غیر یقین بات پر لگی کہ وہ ابراہیم علوی سے بات کرنا دور، اس تک پہنچ تک نہیں سکا۔

"سر مجھے لگتا ہے وہ آپ سے دس قدم آگے چلنے کی خاصیت رکھتا ہے۔ اب کیا کریں گے آپ،"

یاسر کو الٹا تشویش ہوئی۔

"اسکا گیمنگ سٹوڈیو جلا کر راکھ کروں گا۔ چلو میرے ساتھ"

رئیس بپھری موج بنا اس کلب ہال سے باہر نکلا، یاسر بھی پیچھے ہی تھا۔

"سر یہ اتنا آسان نہیں۔ اسکے گیمنگ سٹوڈیو کی سیکورٹی بہت سخت ہے۔ ہر وقت وہاں کی ٹیم ایکٹیو رہتی ہے۔ ہم اسے آگ کیسے لگا سکتے ہیں بھلا وہ تین منزلہ بلڈنگ ہے کوئی ایک کمرے کی جھونپڑی نہیں؟ یہ تو کسی ہائی کیمیکل ری ایکشن کے طور پر ہی ممکن ہو سکتا ہے وہ بھی اگر یہ ری ایکشن اس کے سٹوڈیو کے اندر ہو"

وہ یاسر کی بات سنے پارکنگ میں کھڑی اپنی گاڑی تک پہنچا۔

"اگر یہ اسطرح ممکن ہے تو ہر چیز تیار کرواو، اندر کے کسی آدمی کو ساتھ ملاو۔ اسکا کلیجہ چبانے سے پہلے اسکا دل جلانا ہے مجھے۔ بارہ سے سولہ گھنٹے ہیں تمہارے پاس یاسر۔ اپنے لوگوں کو کام پر لگاو"

رئیس نے بنا سوچے بس غصے میں یہ حکم دیا لیکن یہ ٹیکنیکلی بھی پاسیبل نہ تھا۔

"ٹھیک ہے سر میں کوشش کرتا ہوں"

یاسر نے اسے جھوٹی ہی تسلی دی جسکے بعد رئیس اپنی گاڑی میں سوار ہوا اور گاڑی سٹارٹ کر کے لے گیا جبکہ یاسر نے بھی گہرا سانس بھرتے اپنا فون نکالے کسی کو کال کی، شاید اپنے لوگوں کو کام پر لگنے کا کہا تھا، جبکہ دوسری جانب منائم اور مہویر کو واپس پہنچتے دو بج چکے تھے لیکن وہ اسے اپنے اپارٹمنٹ نہیں لایا تھا، وہاں تو وہ عام شہری بن کر رہتا تھا، وہ منائم کو اپنی ہائی

پروفائل شخصیت یعنی وولف کے اندر گراونڈ گھر لایا اور یہ اس گھر کے زیرِ زمین بنے کمپلیکس کا حصہ تھا، وہ یہاں گھر میں آنے سے اس نچلے کمپلیکس تک آنے تک حیران و پریشان ہو چکی تھی، وولف ہاوس آبادی اور شور شرابے سے دور سنسان جنگلی جگہ پر بنا اسکے لگائے کیمروں کی نگرانی میں تھا، اسکا سوفٹویر سٹوڈیو بھی اسی ہاوس میں تھا۔

گھر کے نیچے خفیہ تہہ خانے کی ساؤنڈ پروف دیواریں اسے محفوظ بناتی تھیں، خودکار ٹارگٹس گن سے نکلتی گولیوں سے باتیں کرنے کو تیار تھے۔

"ایسا لگتا ہے آپ کوئی خفیہ ایجنسی چلا رہے ہیں۔ ایک تو اتنا ڈراونا جنگل اوپر سے زمین کے نیچے آپکا یہ بنکر؟"

وہ اس پورے ایریا کو دلچسپی سے دیکھ رہی تھی، ایک دیوار پر ایل سی ڈی نسب تھی جبکہ دوسرا حصہ شوٹنگ رینج پر مشتمل تھا۔

"میرا اسٹوڈیو ہے یہ۔ خفیہ گیمنگ ٹیکنیشن سمجھ لو مجھے۔ تمہیں یہاں کچھ نیا سیکھانے لایا ہوں"

وہ اسکی دلچسپی بڑھاتا آگے ریک کی جانب بڑھا تو وہ بھی پیچھے ہی لپکی۔

"پیار کرنے اور پیار وصولنے میں تو میں پروپلیئر ہوں۔ پھر ایسا کیا سیکھانے والے ہیں آپ مجھے؟"

وہ متجسس تھی آخر اب وہ اسے کونسی کلاس دینے والا ہے مگر منائم نے اسکے پلٹنے پر مہویر کے ہاتھ میں پسٹل دیکھی تو خوفزدہ ہو کر دو قدم دور ہٹی۔

"گن چلانا سیکھو۔ کل کو میرا دفاع کرنا پڑے

گا۔ شاید میری حفاظت بھی کرو یا شاید۔۔۔"

وہ اسکے خوف کو چنداں اہمیت دیے بنا منائم کی طرف بڑھا تو وہ لڑکی جو بے خوف ہو کر جنگل میں آ گئی، اس زمین کے نیچے بنے گھر میں چلی آئی، اب سچ میں ڈری محسوس ہوئی۔

"شاید کیا مہویر"

وہ ڈر کر منمنائی۔

"شاید تمہیں کل کو مجھے مارنا بھی پڑے۔ میں نہیں چاہتا تمہیں یہ کرتے زرا بھی مشکل پیش آئے۔ سوچنا پڑے۔"

وہ دل توڑنے میں ماہر تھا کیونکہ اسکا اپنا دل سینے میں چور پڑا تھا اور ستم اب اس ہر ٹکرے کی چاہ منائم ملک بن رہی تھی۔

"یا اللہ۔۔ کیسی باتیں کرتے ہیں۔ میں آپکو مارنے کے لیے اس گندی چیز کو بھلا کیوں چھونے لگی مہویر۔ وہ تو میری بھوری آنکھیں ہی کافی ہیں آپکا انکاونٹر کرنے کو۔ چھوڑیں اسے، مجھے کوئی الٹا کام نہیں سیکھنا"

وہ اسکی بازو پکڑے گن وہیں رکھواتی مہویر کا ہاتھ پکڑ کر اس ایریا سے کھینچ کر سائڈ لائی، وہ سمجھ نہ پایا یہ لڑکی سیریس کیوں نہیں ہوتی۔

"ٹھیک کہا۔ لیکن کم از کم اپنے دفاع کے لیے ہی سہی تمہیں یہ چلانی سیکھنی ہو گی۔ میں کچھ خفیہ کام بھی کرتا ہوں تو ممکن ہے کل کو میرے دشمن تمہیں بھی تنگ کریں۔ اب تم میرا مقابلہ کرنے لائق تو ہو گئی پر میرے دشمن، میری طرح آسان ہدف نہیں ہوں گے، انکو زیر کرنے کے لیے ہتھیار چھونا ہو گا تمہیں"

وہ اسکی فکر و پریشانی کو دلچسپی بناتا بولا تو منائم نے ڈری ڈری نظر اس ٹیبل پر پڑی گن پر ڈالی، یہ ایک کمرے پر مشتمل آل ان ون خفیہ بنکر دیکھ کر ہی اسے اندازہ ہو گیا تھا مہویر کے ساتھ اسکی زندگی آسان نہیں ہونے والی، دیواروں پر لگے سوفٹویر کے چارٹس، لے اوٹس، لیونگ ایریا، زمین کے نیچے ہونے کے باوجود مدھم مگر بھرپور بیٹری سے کی گئی لائٹنگ، ایون

حرارت کا انتظام، سب سنسنی خیز تھا، لیکن جب اسکے پاس مہویر تھا تو اسے کوئی ڈر محسوس نہ ہو رہا تھا۔

"پھر کسی دن سیکھ لوں؟ آپ جانتے ہیں ناں آج میں بہت تھک گئی ہوں مہویر۔ گھر چلیں؟"

وہ اسکے دونوں ہاتھ تھامے یہاں مزید نہ رکنے کی ریکوسٹ کرتی نظر آئی تو مہویر نے سر اثبات میں ہلایا۔

"جیسا تم کہو، چلتے ہیں۔ سوچا تمہیں تھوڑا خود سے ملواتا چلوں تبھی لایا یہاں"

وہ اسکی بات فورا مان گیا اس پر وہ خوش تو تھی پر اس ماحول سے خوفزدہ بھی نظر آئی، عجیب سے ہیولے بھی اسکی آنکھوں کے آگے گھومتے نظر آئے، جیسے جنگل کا نام سنتے ہی اسے کچھ یاد آیا تھا کہ شاید وہ یہاں اس ماحول میں آچکی ہے، پھر شعور میں دبی اک چیخ، جسکا چہرہ یا سبب اسے یاد نہ تھا، وہ

مہویر کو یہ بتانا چاہتی تھی لیکن اسے مناسب نہ لگا، وہ مہویر کی خود پر جمی محبت بھری نظروں کو متاثر نہیں کرنا چاہتی تھی۔

مزید آدھے گھنٹے تک وہ اپارٹمنٹ پہنچے، نیند تو دونوں کو شدید آ رہی تھی، منائم کو تو اس نے پہنچتے ہی جا کر چینج کیے بستر میں گھسنے کا کہا جبکہ مزید بیس منٹ بعد جب وہ کمرے میں پہنچا تو وہ اس قدر تھکن سے چور تھی کہ مہویر کا انتظار بھی نہ کر سکی اور سو گئی۔

اور باخدا آج اسکا بنا کچھ تقاضا کیے سو جانا، مہویر کو شدید بے چین کر گیا، اگر یہ کہیں وہ اسکے پاس آ کر لیٹے اسکی محبت کے نچھاور کیے گئے مظاہرے یاد کر رہا تھا تو غلط نہ ہو گا لیکن اسکے آرام کی خاطر جناب نے خود بھی سونے کو ہی پریفر کیا تھا۔

.._____..

فجر کی اذانوں پر انیس کی نیند ٹوٹی تو شانے پر پڑا دباو اسے نیند سے نکالنے میں بہت معاون ثابت ہوا اور جو پہلا احساس اسکے اندر اترا وہ منہ اور ناک کے پاس بکھرے عرشیہ کے بال تھے، وہ تکیے سے سر اٹھا کر جیسے ہوش کی دنیا میں آیا، انیس کی بازو عرشیہ کے گرد حائل تھی اور وہ اسکے سینے پر کافی حد تک چڑھی، شانے پر گال ٹیکے اور گردن میں منہ چھپائے آہستہ آہستہ بے خبر سانسیں لیے گہری نیند میں تھی، یہ پہلی صبح تھی جب وہ اٹھتے ہی مسکرایا لیکن یہ مسکراہٹ کافی مجبور و مسکین تھی۔

"یہ لڑکی عدین سے بھی دو ہاتھ آگے ہے۔ کس طرح پوری مجھ پر چڑھ کر سو رہی ہے؟ اللہ اللہ"

انیس نے جب اپنی ٹانگ ہلانی چاہی تو اس پر کھلا کہ عرشیہ نے اپنی ایک زرافے جیسے باریک ٹانگ بھی انیس کی ٹانگ پر رکھی ہوئی تھی، وہ جیسے ہلنے لائق بھی نہ تھا۔

"تھوڑی سائیڈ ہو سکتی ہو تم۔ مجھے اٹھنے دو"

وہ اسکے بالوں کو دھیرے سے دوسرا ہاتھ آگے لے جا کر سہلاتے سرگوشیانہ سا پکارا تو وہ اپنا چہرہ کسمسا کر زرا پیچھے سرکاتی چہرہ انیس کی بازو کی جانب لے جاتی اسکے چہرے کے روبرو چہرہ لے آئی، سونے پر سہاگہ کہ یہ کرتے ہی اسے کسی شدید اضطرابی کیفیت نے ہاتھوں پر اٹھایا، وہ آنکھیں کھول کر انیس کو دیکھنے لگی، لمحہ لگا اسکے ہوش و حواس لوٹنے میں اور جب معلوم ہوا وہ اس کے کس قدر نزدیک ہے تو اٹھ کر کہنی کے سہارے جھکی۔

"تم کیا کر رہے ہو میرے اتنے قریب؟"

مبادا شرمندگی کا احساس گھیرے، وہ فوراً سے الزام انیس غانم پر دھر گئی حالانکہ منظر، موسم انکی موجودگی سب گواہ تھے کہ جو قریب آئی وہ عرشیہ المیر تھی۔

"میں کیا کر رہا ہوں؟ تم آئی میرے پاس۔ خود دیکھ سکتی ہو"

وہ اپنی پوزیشن دیکھنے کے باوجود اس کو الزام قرار دیتی انیس کو گھورتی اٹھ بیٹھی۔

"نہیں دیکھ سکتی۔ تمہارا بازو میرے سر کے نیچے ویسے ہی آیا جیسے رات ہوا۔ تم میرے ساتھ سوئے ہی کیوں بولو۔ مجھے کتنی دیر سے نیند آئی کیا تمہیں اندازہ بھی ہے۔ خود تو تکلیف دے کر بھی تم گدھے گھوڑے بیچ کر سو گئے تھے۔ وحشی نمونے"

وہ اسکے سینے پر ہاتھ سے تھپڑ مارتی اپنی نیند پوری نہ ہونے پر جس طرح ایگریسو ہوئی، انیس نے بروقت اس ظلم و تشدد سے بچنے کو اسکی دونوں کلائیوں کو اپنے ہاتھوں میں بھرا جس سبب وہ انیس کے چہرے پر جھک آئی، جھکتے ہی انیس نے اسکی کلائیوں کو چھوڑ کر اسکی بازوؤں کو ہاتھوں میں دبوچا تاکہ وہ اس پر گر ہی نہ جائے۔

"میں نے تمہیں دی تکلیف کی تھوڑی سی تلافی کی تھی اگر تمہاری یاداشت سلامت ہے تو، اور تم مجھ پر غصہ نہیں کر سکتی کیونکہ وہ رات گزر گئی ہے۔ اپنے غصے کو بھی گزر جانے دو۔"

وہ عرشیہ کو واقعی اپنی مرضی سے چلانا چاہتا تھا کیا، کہ وہ ہنسے بھی اسکے ساتھ اور روئے بھی اسکی مرضی سے۔

"کیسے گزر جانے دوں۔ تمہیں اندازہ بھی نہیں تم نے خود پر فدا عرشیہ کیسے گزری رات میں کھو دی انیس غانم۔ اب تم وہ لڑکی کبھی نہیں ڈھونڈ سکو گے جو تم سے جذباتی طور پر کنکٹ ہو گئی تھی۔ جس کو تمہاری تکلیف درد پہنچاتی تھی۔ میں حیران ہوں کہ تمہیں اپنے اس نقصان کا زرا افسوس نہیں، نادم ہونے کے بجائے اکڑ کر حکم دے رہے ہو مجھے۔ یا پھر شاید مجھے کھونا تمہارے کسی قسم کے نقصان میں آتا ہی نہیں ہو گا۔ ٹھیک کہہ رہی ہوں ناں؟"

وہ یوں سال کی پہلی صبح ہی انیس سے اتنی دکھی ہو کر اٹھے گی اسے اندازہ نہیں تھا، وہ اسکی غلط فہمیوں کو سن کر پتھر اسا گیا، وہ اس سے بھلا کیسے اک انکار پر کھو سکتی ہے، جتنا وہ عرشیہ کو جانا تھا وہ تو چیونٹی کی تکلیف بھی نہیں دیکھ سکتی تھی، پھر اتنا بڑا دعوی کیسے کر گئی۔

"میں نے تمہیں نہیں کھویا"

وہ ابھی اتنا ہی بولا کے وہ اسکے چہرے کے قریب ہی وحشیوں کی طرح ہنسی کہ جناب کتنی بڑی خوش فہمی میں گرفتار ہیں۔

"ویری فنی انیس۔ تم تو بڑے مزے کے جوک مارتے ہو۔ نہیں کھویا تم نے مجھے تو پھر اپنے لیے مجھے تڑپا کر دیکھانا اب۔۔ میں بھی یہیں ہوں اور تم بھی۔ تمہیں یہ سب مزاق لگ رہا ہے۔ تمہیں اندازہ ہی نہیں تم نے اپنے لیے میرے دل کے آگے کتنا بڑا پتھر رکھ دیا ہے"

وہ اسے دھمکا رہی تھی اور انیس کو ڈر بھی لگ رہا تھا، اس لڑکی کو کھونا یعنی زندگی کھو دینے کے برابر تھا۔

"یہ پتھر تمہاری بھلائی کے لیے ہے۔ تم سمجھ جاو گی یہ بات جلد لیکن وہ مت کہو جو کبھی سچ نہیں ہو سکتا۔ میں تمہارا بہت خیال رکھوں گا کہ تم مجھ سے اپنی ناراضگی جلد ختم کر دو گی۔"

وہ اسکے الفاظ، اسکے یقین اور نرم گو الفاظ کی حدت میں اک بار پھر غصے اور تکلیف سے لاتعلق ہوتی محسوس ہوئی۔

"کیوں ہٹانی ہے تمہیں یہ ناراضگی جب ہمارا راضی رہنا بھی ہمارے حق میں نہیں ہو سکتا، جب ہمارے رشتے کا کوئی فیوچر نہیں۔ تم کیوں خود کو مجھ سے دور کر رہے ہو وہ بھی جان بوجھ کر؟ دیکھو یہ پہلی اور آخری بار پوچھوں گی، اس امید پر کہ ایک بار سچ بولو گے مجھ سے۔ قسم کھاتی ہوں دوبارہ یہ سوال نہیں کروں گی، یا شاید اس لائق ہی نہیں رہوں گی کہ تم سے بات بھی

کر سکوں۔ بتاو مجھے انیس۔۔ کیا تم یہ رشتہ آگے بڑھانے سے خوفزدہ ہو کہ کل کو ہمارے بچے ہیموفیلیا کا شکار نہ ہو جائیں؟ تم نہیں چاہتے وہ تمہارے جیسی تکلیف سے گزریں، انکی زندگی تمہارے جیسی کٹھن ہو۔ تمہیں محبت ہو گئی مجھ سے، تم نے مجھے پا بھی لیا لیکن اب آگے تم نے فل سٹاپ لگا رکھا ہے۔ میں ٹھیک کہہ رہی ہوں ناں"

وہ اسکے لفظ لفظ پر جیسے تڑپ اٹھا تھا، یہ لڑکی کیا اسکے اندر رہتی تھی، اس لڑکی نے تو انیس کی ہر سچائی پوری سفاکیت سے اسکے سامنے رکھ دی تھی، انیس نے اسے انہی بازووں سے ہاتھوں کے سنگ سخت دبوچتے خود پر سے ہٹا کر میٹرس پر گراتے جھٹکے سے منتقل کیا، وہ انیس کے ایسے ہی فرار کو امید کر رہی تھی۔

"بھاگ جاو انیس۔ تم میری ہر امید پر پورے اترتے جا رہے ہو۔ تالیاں بجانے کا دل چاہ رہا ہے تمہاری اس خاصیت پر"

وہ اٹھ کر لحاف عرشیہ پر پھینکتا، شرٹ کی سلوٹیں جھاڑتا ہوا خاموشی سے واش روم کی طرف جا رہا تھا پر عرشیہ کے اسطرح زچ کرنے پر وہ دروازے کے پاس جا کر رکا۔

"بجالو تالیاں۔ لیکن اپنا بیچ میں دماغ رکھنا مت بھولنا۔ اسے ہوش کی ضرورت ہے۔ تمہارے پاس یہ سب سوچنے کے لیے بہت وقت ہو گا لیکن میرے پاس ایسی کوئی ابیلٹی نہیں کہ تمہاری بنائی فرضی کہانیاں سن کر انکا جواب دوں۔ تم مجھ سے ناراض ہی رہو، واقعی یہی ہمارے لیے بہتر ہے"

وہ اس پر خوامخواہ غصہ ہوا، شاید اس لیے کہ عرشیہ نے اسکی ساری دکھتی رگیں چھیڑیں کیا، سیدھی سیدھی نوچ دی تھیں۔

"Are you sure?

میرے ناراض ہونے کو واقعی دیکھنا چاہتے ہو۔؟ کیا تم میں اتنی ہمت ہے کہ محبوب عورت کی پھیری نظریں برداشت کر سکو۔ اسکا لاپرواہ ہونا سہہ

سکو، اسکی فکر و نرمی ختم ہوتی دیکھ سکو؟ بولو۔۔اس پر مر و گے نہیں گارنٹی دو، میں تمہیں بتاتی ہوں پھر جب اک عورت روٹھتی ہے تو اس مرد کی بنیادیں کیسے ڈگمگاتی ہیں۔ تمہاری یہ اکڑ، یہ غرور سب خاک میں مل جائے گا۔ بولو ناں؟ ہے تم میں اتنی طاقت؟ ہو تم اتنے مضبوط کہ عرشیہ المیر کی توجہ کے حصار سے نکل کر سانس بھی بھر پاو؟"

وہ اٹھ کر میٹرس پر پیر رکھتے کھڑی ہوتی اس آدمی پر قہر کی طرح دھمکیاں برسا رہی تھی، صبح کے مبارک وقت یہ لڑکی کیا اول فول بول رہی تھی۔

جبکہ انیس کی ہارٹ بیٹ تو اس پر رکی کہ وہ خود کو محبوب عورت مان گئی، یعنی کب اسے انیس کی محبت کا اتنا قوی احساس ملا؟ کب وہ اتنی پر یقین ہوئی کہ وہ اسکا سب کچھ بن چکی ہے، اس پر تو انیس قربان ہی ہو گیا۔

"پلیز مجھ سے ایسا ناراض مت ہونا۔ میں واقعی مر جاوں گا"

وہ اسے کہہ نہ سکا پر اسکا ہاتھ نرمی سے اپنے ہاتھ میں دبا کر اپنی طرف کھینچے، اسے آہستگی سے اٹھا کر بیڈ سے نیچے اتارتے اپنے سامنے لا کر کھڑا کیا تو غصیل صاحبہ کا غصہ، جھاگ بن گیا۔

"تم نے ابھی یہ سب جو کہا، یہ کسی سفاک، وحشی اور جلاد پرفٹ بھی بیٹھتا پر تم پر؟ کوئی مجھے کڑور ڈالر بھی دے تو میں نہیں مانوں گا کہ تم ان میں سے کچھ بھی کر سکتی ہو۔ اسکا یہ مطلب نہیں کہ میں تمہاری کسی کمزوری کا فائدہ اٹھاوں گا۔ میں بس اتنا چاہتا ہوں تم ان میں کچھ باتوں پر فوکس کرو اور زیادہ کو بھول جاو"

وہ اسکی غصے سے لال پڑتی گال پر اپنے ہاتھ کی پشت پھیرے اسکے غصے کو بہت نرماہٹ لیے سرد کر گیا۔

"فوکس کن باتوں پر کرنا ہے؟ اور بھولنا کس کس بات کو ہے"

وہ ابھی تک روٹھی تھی، انیس کا ہاتھ بھی جھٹک کر اپنے ظالم ہونے کا ثبوت دے گئی اور یہ زخمی والا ہاتھ ہی تھا۔

"فوکس اس پر کرو کہ تم لڑتے ہوئے اس وقت مجھے کیسی لگ رہی ہو گی؟ سوچو۔ میں جاوں اب؟"

وہ زرا پیچھے ہٹے اجازت طلب ہوا تو وہ منہ پھیر گئی۔

"جاو۔ کیا میرے سگنیچر چاہیں تمہیں ٹائلٹ یوز کرنے کے لیے اب؟"

وہ گندی بچی بن کر بھی شدید کیوٹ ہو رہی تھی، انیس کیسے اپنی مسکراہٹ چھپائے، ظاہر کر دیتا تو وہ بھڑک جاتی، یا سمجھتی کہ وہ رات کی طرح اسے چھیڑ کر مزے لے رہا ہے۔

"کیا تم چاہتی ہو میں تمہیں بھی ساتھ لے کر جاوں؟"

وہ اسکی ناراضگی کی اصل وجہ سمجھنا نہیں چاہتا تھا اور الٹی بات کرے عرشیہ کو استغفار کرنے پر مجبور کر گیا۔

"توبہ توبہ، جاو جان چھوڑو میری۔"

وہ تیزی سے سائیڈ ٹیبل تک گئی اور اپنا فون اٹھا کر اس سے پہلے کمرے سے نکل کر بھاگتی وہ پیچھے سائے سا آیا اور عرشیہ کے پیچھے پہنچ کر دروازے پر ہاتھ رکھ گیا، جس سبب وہ بنا پلٹے پیچھے گردن گما کر اسے گھوری۔

"سنگل شرٹ اور پاجامے میں باہر جاو گی کیا، کچھ اوڑھ لو۔ مت بھولو یہاں ڈبل ٹھنڈ ہے"

وہ اسکی فکر پر پلٹ کر انیس کے سینے پر ہاتھ رکھ کر اسے پرے کر گئی، گرے آنکھوں سے دھواں چھوڑ رہی تھی۔

"تمہیں ناں اوڑھ لوں؟ ویسے بھی سوئیٹر، کوٹ اور شال جتنا مل کر ہیٹ دیتے ہیں اس سے دگنی تپش والی آگ تو تم نے میرے اندر لگا رکھی ہے۔ آو

تمہیں اوڑھ لیتی ہوں، پھر میں سائبیریا بھی جا سکتی ہوں اس سنگل پاجامے اور شرٹ میں۔ کیسا آئیڈیا ہے؟"

وہ اسکی طرف دیکھتی اسکے سینے پر سے شرٹ پکڑ کر مٹھی میں دباتی ٹھیک انیس کے منہ کے پاس جا کر اسکی مسکراتی بدتمیز آنکھوں میں دیکھ کر بولی، پوری آگ ہو رہی تھی یہ خاتون۔

"مجھے مت اوڑھو میں سلیقہ مند نہیں ہوں ابھی کہ تمہیں شدتوں سے بچا سکوں۔ ایسے تازہ تازہ پاپ کارن کی طرح پھولا منہ لے کر جاؤ گی باہر؟"

وہ اسکے چہرے کو دونوں ہاتھوں میں بھرتا دیکھ رہا تھا کہ کہیں آگ چہرے پر بھی اثر انداز نہ ہو تو معلوم ہوا اسکے گال بھی گرم ہو رہے تھے اور گردن بھی۔

"تمہیں کیا میرے پھولے منہ سے؟ کیا مسئلہ ہے۔ میرا منہ میں اسے پھلا کر جاوں یا سوکھا کر۔ تم ہوتے کون ہو ایسے جھوٹی فکریں جتا کر میرا چہرہ چھونے والے۔ ہسبنڈ کی طرح ہیہیو مت کرو"

وہ اسکے دونوں ہاتھ پکڑ کر دور کرتی اس وقت ہرگز بھی سکون میں نہیں آ سکتی تھی، رات تو سو گئی پر آج انیس کا دن بھاری بنانے کی قسم اٹھا چکی تھی، انیس نے کبرڈ کھول کر وہاں تہہ ہوا براون کارڈیگن نکال کر عرشیہ کے لاکھ جھٹکنے کے باوجود اسے پہنا کر ہی دم لیا تھا۔

"مجھے کسی بھی طرح بیہیو کرنے کی ضرورت نہیں، میں ہسبنڈ ہی ہوں تمہارا۔ اب جاو اور ٹھنڈا پانی پینا پہلی فرصت میں۔"

وہ اسکے لیے خود دروازہ کھولتا عرشیہ کو راستہ دیکھائے خود واش روم میں چلا گیا، دروازہ بند کرتی وہ باہر آئی تو اسکے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔

"صبح بخیر عرشیہ"

عرشیہ نے اپنی مسکراہٹ فوراچھپائی کیونکہ عدین کو اس وقت فجر کے ٹائم اس نے اٹھا امید نہیں کیا تھا۔

"عدین! کیا ہوا بچے تم اتنی جلدی کیوں اٹھے۔ طبعیت ٹھیک ہے؟ مجھے بتاو نیند نہیں آئی ٹھیک سے؟"

وہ فوراسے عدین کے پاس آکر رکتے جس طرح پریشان ہو کر اسکا ماتھا اور گال ہاتھ کی پشت لگا کر دیکھتے بولی، عدین کی مسکراہٹ اسکے ہونٹوں پر اتری۔

"فکر مند نہ ہوں عرشیہ۔ بہت اچھی نیند آئی۔ یہاں شاید مسجد قریب ہے تو آذان پر آنکھ کھل گئی جو گھر کبھی نہیں کھلتی تھی۔ میں بہت خوش ہوں کہ سال کے پہلے دن میری آنکھ کھلی۔ اسکا مطلب ہے اب میری فجر مس نہیں ہوا کرے گی۔ آپ مجھے بتائیں قبلہ کس طرف ہے۔ میں وہی پوچھنے آیا تھا"

وہ اسکے نم نم چہرے، بالوں کے کنارے کی نمی، اور شفاف تر و تازہ چہرے کے ساتھ ایسی باتیں سن کر جذباتی سی ہو گئی، کیا عدین نماز بھی پڑھتا ہے، یہ عرشیہ کے لیے بہت ہی خوبصورت آگاہی تھی، وہ اسکا ہاتھ پکڑتی اسکے کمرے میں آئی، وہ اپنے کمرے کی بیڈ شیٹ بھی ٹھیک کر چکا تھا اور جو لحاف لیا وہ بھی تہہ کر کے بیڈ کی پائنتی پر رکھ دیا، اپنے کمرے میں وہ جتنا بھی میسی ہوتا پر یہاں وہ ہر چیز اپنی جگہ رکھ چکا تھا اور عرشیہ اسکی ان عادتوں پر فدا ہی تو ہو رہی تھی۔

"تم نے چھوٹی سی عمر میں نماز پڑھنا شروع کی، یہ سن کر مجھے بہت پیار آ رہا ہے تم پر۔ ماشاءاللہ۔ یہ عادت کس نے ڈالی تمہیں؟"

عرشیہ نے جائے نماز کا رخ قبلہ کی طرف کرتے عدین کو دیکھتے بہت پیار سے پوچھا۔

"بھیونے۔ وہ خود بھی پڑھتے ہیں تو انھیں دیکھ دیکھ کر مجھے بچپن سے شوق ہوا۔ بس فجر اور عشاء اکثر رہ جاتی ہیں پر اب میں کوشش کرتا ہوں کہ سب پڑھ سکوں"

وہ عدین کے بال نرمی سے سہلاتی جھک کر اسکا سر چومتی اپنی آنکھوں کے کنارے بھیگنے سے روک نہ سکی، عدین نے جواباً محبت سے دیکھا۔

"اللہ تمہیں توفیق دے ہر نماز ادا کرنے کی۔ جیت لیا تم نے میرا رہا سہا دل۔ پڑھ لو نماز اور پھر اگر سونا ہو تو سو جانا ورنہ آجانا باہر۔ ننی کے ساتھ مل کر ناشتہ بناوں گی تو تم بھی ہمیں جوائن کر لینا۔ جو کھانا ہو تم وہ بھی فرمائش کر سکتے ہو یہاں۔ تازہ پھل، دودھ اور انڈے۔۔

مزہ آجائے گا آج تمہیں ناشتے کا مائی سوئیٹ ہارٹ"

وہ اسے سونے سے زیادہ مزیدار ایکٹویٹی بتا چکی تھی تو اب سوتی عدین کی بلا۔

"ارے۔ کمال ہو گیا۔ میں آتا ہوں آدھے گھنٹے تک۔ مجھے نماز کے بعد کچھ پڑھائی بھی کرنی ہے"

عدین نے مسکراتے ہوئے بتایا تو وہ حیران ہوئی۔

"ہیں؟ کونسی پڑھائی؟"

وہ سچ میں حیران تھی کہ کیا عدین یہاں بھی پڑھنے والا ہے۔

"دراصل بھیو کی صحت کے لیے میں نے ایک وظیفہ کرنا تھا جو فجر کے وقت ہی کیا جا سکتا ہے۔ اب جب خوش قسمتی سے اٹھ گیا ہوں تو کر لیتا ہوں۔ پھر آنکھ کھلے نہ کھلے مجھ نشئی کی۔"

عرشیہ کو عدین کی یہ والی محبت کا تو پتا ہی نہ تھا، وہ جیسے بلکل لاجواب ہو کر رہ گئی۔

"اللہ قبول کرے میری جان۔ ٹھیک ہے فری ہو کر آجانا"

وہ اسے اپنی نماز کے لیے فری چھوڑتی کمرے سے باہر آئی تو آنکھیں بھیگی ہوئی تھیں، دماغ و دل میں اس بچے کی محبت نے بہت سا پیار تو بھرا ہی مگر عرشیہ کا دل شدت سے چاہا وہ جا کر انیس کو دیکھے کہ کیا وہ سچ میں فجر پڑھ رہا ہو گا، پانچ منٹ دروازے پر رک کر اس نے اپنی جذباتی کیفیت بحال کی پھر اس نے واپس دروازے کے قریب آتے بہت ہی آہستگی سے دروازہ اندر کی جانب پریس کیا مگر انیس وہاں نہیں تھا، وہ اندر آ کر واش روم میں بھی گئی مگر وہاں بھی اسے نہ پائے وہ دوسرے کمرے میں گئی جو اس نے انیس کے لیے کل ٹھیک کیا تھا اور کمرہ کھولنے کی دیر تھی کہ وہ فون لیے باہر نکلتا ہوا بری طرح عرشیہ سے ٹکرایا، انیس نے اپنے ہاتھ سے چھوٹتے فون کی پرواہ نہ کرتے دونوں ہاتھوں میں اس لڑکی کو سنبھالا، اسکا فون نیچے جا گرا پر وہ لڑکی گرنے سے بچ گئی، عرشیہ نے اسکے سینے سے شرٹ مٹھیوں میں دبوچے اسے پکڑا مگر اسکی نظر کچھ دور کرسی پر پڑے جائے نماز پر گئی جو کل اسے

اچھے سے یاد تھا عرشیہ نے ریک میں رکھا تھا، اگر وہ کرسی پر تھا تو اسکا مطلب تھا انیس نے نماز پڑھ لی ہے۔

"تم ابھی تک یہیں بدروح کی طرح گھوم رہی ہو؟ کیوں اتنا برا ٹکراتی ہو۔ کسی دن تمہیں سخت لگ گئی تو؟"

وہ اسے اسکے سہارے کھڑا کرواتا اسکا چہرہ دیکھ رہا تھا کیونکہ اسکا ماتھا انیس کی بازو سے ٹکرایا تھا، یقیناوہ درد میں تھی پر نظریں تو انیس کے چہرے سے ہٹنا بھول گئیں، بس یہ خیال باقی رہا کہ اس وقت وہ باوضو ہو گا۔

"تم اس کمرے میں کیا کرنے آئے؟ مطلب۔"

وہ سوال کرتی اس سے پہلے اپنا سوال سمجھاتی وہ بول پڑا۔

"عصر کو کال کرنی تھی تو فون لینے آیا ہوں۔ اور گھڑی بھی۔ چینج بھی کرنا تھا۔"

وہ اسکو سر سے پیر دیکھنے لگی، وہ ابھی بھی رضی صاحب کی پتلون اور گرم شرٹ میں ملبوس تھا، انہی کی جیکٹ بھی پہن رکھی تھی، وہ کپڑے انیس کو بہت اچھے سے فٹ تھے۔

"اوکے۔ جاو"

وہ راستے سے ہٹی تو انیس نے اسکو دیوار سے لگتا دیکھے ہاتھ بڑھا کر جب اسکا رخسار چھونا چاہا تو وہ اسکا ہاتھ اسے سنبھلنے کی مہلت دیے بنا پکڑ کر کلائی کے کچھ پاس سے دانتوں میں دباتی کاٹ گئی کہ وہ کراہ اٹھتا اپنا ہاتھ کھینچ گیا، یہ لڑکی تو غصے کے لیول کو پار کیے اب کاٹ کھانے والے مرحلے میں داخل ہو گئی تھی۔

"دوبارہ میرے منہ، بال یا میری ٹھوڑی کو چھوا تو میں تمہارے ہاتھ کا کوئی حصہ کاٹ کھاوں گی۔ سمجھ نہیں آرہی تمہیں کہ میں غصہ اور ناراض ہوں۔"

وہ دبا سا چلاتی اسکی طرف بڑھی ہی جب وہ ڈر کر دو قدم پیچھے ہٹا، یہ تو عرشیہ نے اپنا گفٹ اسکی کلائی پر دیکھ کر دانتوں کا دباو بہت ہلکا رکھا تھا ورنہ آج یہ آدمی نہ بچتا۔

"ٹھیک ہے۔غصے سے پھٹ مت جانا خاتون"

وہ اپنا ہاتھ اسکے پاس لائے جس طرح عرشیہ کی ٹھوڑی کے گرد ہاتھ پھیلا کر اسکے نچلے ہونٹ کو انگوٹھے کی پور سے دبا گیا، عرشیہ اس سے پہلے اسکے ہاتھ کی انگلیوں اور انگوٹھے کو بھی چبا ڈالتی، وہ بروقت اپنا فون اٹھاتا کمرے سے نکل گیا اور جب تک عرشیہ پیچھے لپکی، وہ دروازہ بھی بند کر گیا، عرشیہ نے گھبرا کر اپنے نچلے ہونٹ کو ہاتھ بڑھا کر میکانی طور پر چھوا تو اک بے خود تبسم اسکی رخساریں لال کر گیا، وہ اپنا فون کارڈیگن کی جیب سے نکالتی خود اس کرسی پر رکھے جائے نماز تک آئی، اسے کھول کر اس پر ہاتھ پھیر کی حرارت تلاشی تو وہ پیروں کی سائیڈ سے ہلکا ہلکا گرم تھا، جسکا مطلب تھا اس پر کسی نے بیٹھ کر نماز ادا کی ہے۔

"تم میں ایسا کچھ بھی نہیں کہ میں تمہیں چاہنے سے خود کو روک سکوں۔ تم وہ پہلے انسان ہو جسے میں نے پیار کرنے کی جرت کی انیس۔ یہ بہت بڑی بات ہے۔"

وہ جائے نماز کو سینے لگاتی وہیں بیڈ کی پائنتی کی جانب بیٹھی، اسکی آنکھوں میں مجسم وہی بسا تھا، کچھ دیر اسکے خیالوں میں کھونے کے بعد عرشیہ نے جائے نماز اپنی جگہ رکھا اور ننی کے کمرے میں آئی، وہ بھی فجر کی تیاری ہی کر رہی تھیں، پہلے تو انہوں نے باہیں کھول کر اپنے بچے کو اپنے سینے لپٹایا، بہت سا لاڈ دیا پھر عرشیہ نے فجر انکے ساتھ ہی پڑھی اور کچن میں چلی گئیں، لیکن اسے مما کو کال کرنی تھی تو ننی سے پانچ منٹ لے کر وہ دوسری منزل کے کمرے میں آتی اس سے ملحقہ بیٹھنے کی جگہ آر کی تو نظر انیس پر پڑی جو رضی صاحب کے ہمراہ کھڑا تھا۔

"میں آپکی مدد کر دیتا ہوں لکڑیاں سخت لگ رہی ہیں"

انیس نے انکے ہاتھ سے کلہاڑا لیا تو رضی مسکرا کر اس جوان کا کندھا تھپک گئے، وہ آیا تو عصر کو کال کرنے تھا پر اسے رضی صاحب لکڑیاں کاٹتے دیکھائی دیے تو وہ انکی مدد کے لیے آ گیا، ویسے تو یہ کام فادی کرتا تھا پر اسے زرا دیر ہو گئی تھی کیونکہ ناشتے پر آنے کے لیے وہ حرا اور مہرو کو بھی تیار کروا رہا تھا، دونوں گھروں کے باغیچے ایک تھے بس بیچ میں اک باڑ تھی۔

وہ بھی بالکونی پر کھڑی، مما کو کال کرنا بھولے انیس اور نانو کو دیکھنے لگ گئی۔

"لیکن تمہارا ہاتھ تو زخمی ہے میرے بچے"

رضی صاحب کی نظر اسکے ہاتھ کے بھر چکے کٹس پر گئی تو انہوں نے فکر بھرے لہجے میں اسے مخاطب کیا، اسی لمحے انیس کی نظر بالکونی میں کھڑی عرشیہ پر جا رکی۔

"نہیں اب زخم بھر گئے ہیں۔ بے فکر رہیں۔ آپ یہاں بیٹھ کر چائے پیئیں یہ میرے لیے پانچ منٹ کا کام ہے۔"

چائے انکو شماس صاحبہ دے گئی تھیں تبھی انیس نے انھیں وہیں گارڈن کے ملحقہ صحن والے حصے کی طرف جا کر بیٹھنے کی تاکید کی اور خود انیس نے دونوں ہاتھوں میں وہ کلہاڑا پکڑا، ایک ہی وار سے موٹے تنے کی لکڑی دو حصوں میں بٹ گئی۔

"ہے شاباش میرے مضبوط بچے"

رضی صاحب کا جوشیلا نعرہ چائے کے ساتھ بلند ہوا جبکہ انیس نے گاہے بگاہے عرشیہ کو دیکھنا نہ چھوڑا، پھر اس نے وہیں کھڑے کھڑے سوہا کو کال کی جو اپنے آفس میں بیٹھے بیٹھے سوئی تھی، گلاس ٹیبل پر پڑے فون کے بجنے پر یکدم سوہا کی نیند ٹوٹی، جمائی روکتے اس نے فون اٹھا کر عرشیہ کا نام دیکھتے ہی کال اٹھاتے فون کان سے لگایا۔

"عرشی۔رات کیسی گزری۔کچھ ہو تو نہیں گیا تم دو کے بیچ۔۔اف میں ساری رات تمہاری کال کا انتظار کرتی رہی۔جب تم نے نہیں کی تو میں یہی سوچتی رہی کہ پہل کر کے پھنس تو نہیں گیا میرا بچہ۔جلدی سے بتاو مجھے"

مما کی ایکسائٹمنٹ سنے عرشیہ کا حلق کڑوا ہو کر رہ گیا،انیس کا نانو کے ساتھ مسکرا مسکرا کر باتیں کرنا اسے دھواں کر رہا تھا۔

"ہوا ہے ناں،میرا سر۔"

وہ جل سلگ کر بولی تو سوہا کی رہی سہی نیند بھی اڑی۔

"ہے لڑکی!تم میری جان لینا بند کرتے ہوئے سیدھے سے بتاو۔پہلے تم نے کہا تمہارا دل ہے پیار کرنے کو،پھر اچانک منع کرنا۔پھر کال کا کہہ کر کال نہ کرنا۔میں تو سمجھی تم انیس کے ساتھ ہو تبھی مجھے کال کرنا بھول گئی۔"

مما کی دلچسپی کا وہ اب کیا بتاتی۔

"مما میں نے پہل کی تھی"

وہ آخر سچ بتا ہی بیٹھی، سوہا فوراً سے ٹیک چھوڑے بیٹھی، دم سادھا۔

"کوئی کِس وِس تو نہیں کر ڈالی تم نے؟"

سوہا کا چہرہ سپید پڑا۔

"ایسی اس سڑو کی قسمت کہاں کہ عرشیہ المیرا سے منہ لگائے، ہنہ! آیا بڑا۔ مما آپ نے کہا تھا وہ ایسا چاہتا ہو گا پر وہ ایسا نہیں چاہتا تھا۔ میں نے بہت بڑا بلنڈر مار دیا۔ مجھے یہ بتائیں اس اکورڈ سچویشن سے کیسے نکلوں؟"

عرشیہ کی آنکھیں گھورنے کے انداز میں انیس پر جمی تھیں، پہلے وہ رضی سرمروسے گپیں لگا رہا تھا اور اب تو شماس صاحبہ بھی باہر آ گئی تھیں، وہ عرشیہ کا انتظار کر رہی تھیں تاکہ ساتھ ناشتہ بنائیں پر ابھی وہ نہیں تھی تو باہر انیس اور رضی کے پاس آ گئیں۔

"میری جان میں نے تمہیں بہت سارے آپشن دیے تھے۔ کیا اس نے تمہیں قریب آنے پر روک دیا؟ بتاو مجھے فون کر کے اسکی طبعیت صاف کرتی ہوں۔ ناشکرا کہیں کا، اتنی پیاری بیوی اوپر سے قریب آنا چاہتی تھی تو منع کیسے کیا؟"

سوہا کو انیس پر برہم دیکھ کر بھی عرشیہ کو اچھا نہ لگا، اس پر یہ بھی کھل گیا کہ وہ کسی کو بھی انیس کے لیے برہم ہونے کی بھی اجازت نہیں دے سکتی۔

"مما۔ آپ اس پر ناراض نہ ہوں ناں پلیز۔ مجھے برا لگے گا۔ بس آپ میری تکلیف سن کر مجھے اچھا مشورہ دیں۔ آپ اس سے میری طرح پیار کرنا جاری رکھیں بلکل بھی کم نہیں کرنا۔ عدین سے بھی پیار کریں کیونکہ اسے آپ بہت پسند آئی ہیں۔"

عرشیہ کی باتیں سوہا کو اداس سی مسکراہٹ بخش گئیں، اپنی اکلوتی دل عزیز اولاد پر عشق کا چڑھا بخار وہ صاف بھانپ گئی۔

"ٹھیک ہے میری جان نہیں ہو رہی۔ بتاو مجھے کیا مشورہ چاہیے میری جان کو؟"

سوہا کے لفظی لاڈ پر وہ بچوں کی طرح منہ پھلا گئی۔

"آپ جانتی ہیں اس وقت میں کیا دیکھ رہی ہوں، وہ ننی اور نانو وکا پیار سمیٹ رہا ہے۔ وہ ان کل ہی ملے دونوں افراد کے ساتھ مسلسل مسکرا کر باتیں کر رہا ہے۔ میرے ساتھ مسکرانے لگتا ہے تو اسے یاد آجاتا ہے مسکرانے پر ٹیکس ہے۔ یہ کیسی ناانصافی ہوئی۔ اور ننی نانو وکی جان تو میں ہوں اکلوتی پھر یہ دونوں انیس پر کیوں فدا ہو رہے ہیں"

وہ ناچاہتے ہوئے بھی اتنا سارا جیلس ہو کر بولی کے اسکی آواز بھی ٹوٹ کر بکھرنے لگی۔

"اوہ میری جان۔ میرے دل کا اکلوتا ٹکرا۔ وہ دونوں انیس پر اس لیے فدا ہیں کہ وہ تم سے جڑ چکا ہے۔ ایسا تو قدرتی ہوتا ہے کہ ماں باپ اپنی بیٹیوں

کے ساتھ انکے شوہر کو بھی پیار دیتے ہیں۔ اور اسکی ماں نہیں ہے عرشی، امی جان کا پیار اسے پالینے دو۔ مجھے تو انیس کے ابا بھی پلاسٹک کے لگے تو لگے ہاتھوں اسے بابا کا پیار بھی سمیٹنے دو۔ شاید اس بچے کے دل میں اس پیار کی وجہ سے ناسور کی طرح بنی حسرتوں کو آرام آجائے"

وہ مما کی باتیں سنے اپنے بے قابو آنسو نہ سمیٹ سکی کیونکہ نانو واس وقت ہنس کر انیس کو اپنے گلے لگا رہے تھے، عدین بھی وہیں آیا تو شماس صاحبہ نے اسے بھی اپنے دل سے لگایا، یہ منظر، یہ ان بھائیوں کو ملتا پیار وہ منظر تھا کہ عرشیہ کو اپنی روح تک سکون اترتا محسوس ہوا۔

"م۔۔ مما۔ وہ میرے ساتھ ایسے نان سٹاپ کب مسکرائے گا۔؟"

وہ بہت دیر بعد بولی پر اسکی یہ جگر پاش حسرت، سوہا کی آنکھیں بھی نم کر گئی۔

"جب اسے تم احساس دلاو گی کہ وہ تمہارے لیے بے حد قیمتی اور خاص ہے۔ کیا تمہیں اس سے محبت ہو گئی عرشی۔؟"

مما کی آواز اسے دور پار سے آتی سنائی دی، وہ گہرا سانس بھر گئی، اسے لگا جیسے اسکا اس کھلی فضا میں بھی دم گھٹنے لگا ہو۔

"م۔ مما میں پھر بات کرتی ہوں آپ سے۔۔۔۔"

عرشیہ نے بمشکل سوہا کو کہا۔

"ٹھیک ہے میرا بچہ۔ مما ہر لمحہ او یلیبل ہیں۔ خیال رکھو اپنا"

سوہا نے بھلے کال بند کی پر اسکی فکر و توجہ بس عرشیہ سے جڑی تھی، عرشیہ نے فون جیب میں ڈالتے دونوں ہاتھوں سے بالکونی کی ریلنگ پکڑ کر خود کو سنبھالا، اسکے سر میں عجیب سی ٹیس سی اٹھی، اسے لگا جیسے سینہ یکدم تنگ پڑا ہو۔

"عرشیہ۔۔۔ آجائیں ناں۔ میں آپ اور انا جان ناشتہ بناتے ہیں۔ جلدی آئیں ناں بھوک لگ رہی ہے"

وہ عدین کی آواز پر جبراسا مسکرائی۔

"آرہی ہوں عدین۔۔ بس آرہی ہوں سوئیٹ ہارٹ"

وہ اسے مطمئین کرتی بولی تو عدین، شماس صاحبہ کے ساتھ گھر کی طرف بڑھا اور رضی صاحب بھی انیس کا کندھا شفقت سے تھپکاتے ہوئے لکڑیوں کا گھٹہ اٹھائے اندر بڑھ گئے، عصر کو کال کی نیت سے وہ باغیچے کی طرف آکر رکا تو عرشیہ کی طرف سر اٹھا کر دیکھنے لگا، اسکا چہرہ پیلا دیکھ کر انیس نے نمبر ملانا روک کر اسے دوبارہ دیکھا، وہ یوں تھی جیسے اسے دیکھ کر بھی دیکھ نہ پا رہی ہو۔

"کیا ہوا ہے؟ چہرہ پیلا کیوں ہو رہا ہے تمہارا؟"

وہ اسکی حالت بھانپ گیا تھا، وہ سہم کر چونکی جو انیس کو زیادہ ڈرا گیا۔

"ن۔ نہیں ہے پیلا۔ بس غصہ ہوں میں۔ میرے نئی نانو سے کیوں چپک رہے تھے تم۔ وہ دونوں میرے ہیں سمجھے"

وہ خود کو بہتر دیکھاتے غصے سے گھوری تو وہ دو قدم اٹھاتا قریب آرکا، اب اسے گردن اٹھانی پڑ رہی تھی۔

"میں بھی تو تمہارا ہوں۔ اچھے ہیں وہ دونوں۔ انکی صحبت میں اطمینان ہے۔ وہ بے غرض اور ریاکاری سے پاک روحیں ہیں، تم ان پر گئی ہو کیا؟"

وہ اپنے توازن کے لیے جب ریلنگ مزید زور سے جکڑ کر سنبھلی تو انیس نے وہیں دائیں طرف بنے اوپر جانے والے سیڑھیوں کے سٹیپ کچھ ہی لمحوں میں پھلانگے اور اس تک پہنچا ہی جب وہ پلٹ کر اسے دیکھتے لڑکھڑائی مگر انیس تھا اسے ایک بار پھر سنبھالنے کو، وہ اسکے سینے ڈھے سی گئی، یہ نرم سی مدھم روشنی میں دھیرے دھیرے نہاتی سحر انیس کو مزید تاریک لگی جب اس نے عرشیہ کا وجود کچھ لمحے بے جان محسوس کیا۔

"کیا ہوا ہے کارا (عزیز)؟ دیکھو میری طرف۔ نظر آ رہا ہوں؟"

وہ اسکا جبڑے سے چہرہ ہولڈ کرتا اوپر اٹھائے اسکی آنکھوں سے آنکھیں ملائے بولا، اسے محسوس ہوا وہ سن اور دیکھ نہیں پا رہی۔

"کارا۔۔ یہ کیا ہے۔"

وہ اس بے جان کیفیت میں بھی اس لفظ پر ٹھٹکی۔

"عزیز کو کہتے ہیں۔ اپنے سہارے کھڑی ہو۔ کیا ہوا تھا؟ بتاو مجھے کہیں درد ہے؟ کوئی پریشانی؟ کوئی ٹنشن۔۔۔ تمہارا چہرہ سفید کیوں ہے۔؟"

وہ اسکے سہارے کو لیتی سنبھل کر کھڑی ہوتی انیس سے دور ہوئی۔

"بس تم سے خفا ہوں اور کچھ نہیں ہوا"

وہ منہ پھیر کر بولی تو انیس نے اسکی بازو پکڑ کر اپنی جانب گمایا۔

"اسکا تعلق تمہارے ماضی سے ہے؟ تمہیں کسی نے اندھیری جگہ بند کیا تھا؟ بولو۔۔۔ کس نے کی یہ جرت۔؟"

وہ اسکے ہاتھ کو پکڑ کر جھٹک گئی۔

"میرے ماضی میں تب تک دلچسپی مت لینا جب تک تم مجھ پر اپنا حال واضح نہ کر دو انیس۔ تب تک تمہیں ایسے سوالوں کو کرنے کی اجازت نہیں دے رہی۔"

وہ بھڑک اٹھی تھی، ضد کر رہی تھی اور اسکی ضد جائز بھی تھی۔

"میرا حال کیا تم پر واضح نہیں ماہک (چاند کی خوشبو)؟"

وہ اسکے ان عجیب و غریب ناموں پر شدید برا چڑ گئی۔

"اب یہ ماہک گاہک کیا ہے انیس۔ اس طرح مجھے چڑس کے خفیہ ناموں سے پکارنا بند کرو ورنہ کچھ اٹھا کر تمہارے سر پر مار دوں گی"

وہ اسکے غصے پر مر مٹنے والا تھا، اتنی پیاری اگر وہ غصہ کرتے لگتی رہتی تو انیس اسے کبھی غصے سے دور نہ کر پاتا۔

"جیسا تم کہو لُما (اندھیرے میں نمودار ہونے والی ہلکی روشنی)"

وہ آنکھوں کی حدود تک بولتے ہوئے مسکرایا اور باخدا اسکی شربتی مسکراتی آنکھیں عرشیہ کے ہر درد کی دوا ثابت ہوئیں۔

"اب یہ لُما کیا ہے انیس۔ کیوں تم مجھے ستارے ہو؟"

اس بار وہ سچ میں لڑتے تھک گئی تو اسکی آواز شکوہ کرتے کرچیوں میں بدلی۔

"لُما اس وجود کو کہتے ہیں عرشیہ المیر جو شور نہیں کرتا، جو زخموں میں بھی امید بن کر چمکتا ہے اور جو اندھیرے کو مکمل ختم نہیں کرتا، بس قابلِ برداشت بنا دیتا ہے۔ تم میرے لیے وہی لُما ہو"

وہ اس پر یہ کیسے کھول دیتا، یوں تو وہ انیس کی محبت ہونے کے رشک میں ہواوں میں اڑنے لگتی، جب وہ زمین زاد تھا تو اس لڑکی کو کیسے ہواوں کے سپرد کرتا تبھی اسکی گال محبت سے چھو کر انگلیوں سے سہلاتے بس اپنے دل کے اندر ہی اعتراف کر گیا۔

"کچھ نہیں، بس تم پر سجتا اک معصوم سا نام ہے۔ سکون میں رہا کرو۔ میں عصر کو کال کر کے تم سبکو ناشتہ بنانے میں جوائن کرتا ہوں۔ تم بھی جاو نیچے۔"

وہ مسکراتا ہوا اسے اچھے سے خوشی سے سانس بھرتا دیکھے سیڑھیوں کے سٹیپس اترا تا نیچے گیا تو عرشیہ نے اپنا کارڈیگن کی جیب میں رکھا فون نکالتے آن کیا پھر سرچ بار میں لُما لکھ کر اسکا مطلب تلاشا، وہ عرابک نام تھا جسکا مطلب دیکھ کر اسے پتا بھی نہ چلا وہ کب مسکرا دی۔

"کتنی خوبصورتی سے وہ چھپا جاتا ہے کہ کتنی شدید محبت کرنے لگا ہے مجھ سے۔ مشکل ہو رہا ہے تم پر غصہ ہونا مزید لیکن آج تمہیں وہ وہ جلی کٹی سناوں گی کہ تمہاری سوچ ہے۔"

وہ سکون میں آتی مسکرائی اور اندر چلی گئی جبکہ انیس نے اسے جاتے، اوجھل ہوتے دیکھا۔

وہ منظر جو سونے چاندی سے چمک رہے تھے، بس اسکے اوجھل ہوتے ہی پیتل کے ہو گئے۔

"مجھے ڈر ہے کہ تم ایسے شخص سے اُنس نہ باندھ لو جو کبھی بھی تمہیں چھوڑ جائے گا عرشیہ۔ لوگوں کو زندگی کا بھروسہ نہیں ہوتا مگر مجھے نہ زندگی کا ہے نہ موت کا۔ تمہیں خود سے بھر کر خالی کر دینے سے بہتر ہے میں تمہیں خود سے خالی ہی رہنے دوں۔ یہ گناہ ہے کہ اپنی محبت کو خود سے اور خود کو ہر چاہت سے محروم رکھنا لیکن یہ پسندیدہ گناہ ہے میرا میری لُما"

وہ اسکے جا چکے سر اپنے کو اب بھی وہیں بالکونی میں کھڑا محسوس کیے تھکا سا بولتے مسکرایا، وہ جانتا تھا اگر اسے کبھی اللہ نے اولاد دی تو اس کا بیٹا اس بیماری سے محفوظ ہو گا، مگر اس کی بیٹی اس درد کو اپنے خون میں اٹھائے پھرے گی، بغیر بیمار ہوئے مگر اس بیماری کو آگے پھیلانے والی carrier بنے گی کیونکہ بیٹے اس بیماری میں carrier نہیں بنتے اور محفوظ ہوتے ہیں جیسے خود حمرا بھی ایک ہیموفیلیا carrier تھیں کیونکہ انکے بابا بھی ہیموفیلیک تھے اور تبھی حمرا نے یہ بیماری انیس میں منتقل کی لیکن عدین اللہ کے کرم سے بچ گیا شاید پری میچور ڈلیوری کے سبب یا پھر اسکا مقدر ہی محفوظ رہنا تھا، وہ اپنی اولاد خاص کر بیٹی کو اس تکلیف سے مر کر بھی نہیں گزار سکتا تھا۔

اس لیے وہ اس کہانی کو بس محبت تک دیکھ رہا تھا کیونکہ یہ تو وہ نہیں جانتا تھا کہ کل کو اسکی اولاد بیٹا ہو گی یا بیٹی۔ انیس نے گہرا پر سکون سانس لیتے گارڈن ایریا میں رکتے عصر کو کال ملائی، وہ اسی پوزیشن میں سوئے ہوئے تھے، ان دو

کی نیند پر منظر تک مدہوش تھے مگر پھر عصر کے بجتے فون نے اس سمیت سوئی فجر کی نیند میں بھی بری طرح حلل ڈال دیا۔

"سوری۔مجھے یہ کال لینی ہو گی صاحبہ"

عصر نے فجر کو جاگتے دیکھا تو اپنے کندھے کی واپسی کو درخواست کی جس سبب وہ مندی مندی آنکھیں کھولتی اپنا سر اسکے کندھے پر سے اٹھاتی اپنی ساری رات ٹیڑی رہی گردن سہلا کر سر ہلا گئی جس پر وہ اسکے ساتھ سے ایک جست اٹھا اور اپنا بجتا فون لیے باہر نکلا، اسکو جاتا دیکھے فجر نے اک نظر کرسی پر بندھی سونم کو دیکھا پھر اپنے آپ کو حرارت دیتی عصر کی جیکٹ محسوس ہوئی تو اس نے آہستگی سے اسکا کولر ہاتھ پکڑ کر اپنے ناک کے قریب کھینچتے اس سے اٹھتی خوشبو ان ہیل کی، فجر نے خود کو اس پر سرزنش کرتے سر جھٹکا کہ وہ یہ کیا بیوقوفانہ عمل کر رہی ہے، جبکہ عصر نے گاڑی کے پاس آتے ہی انیس کی کال ریسیو کرتے فون کان سے چپکایا۔

"کیا ابڈیٹ ہے عصر زمان۔ کچھ اُگلی وہ؟"

انیس کے استفسار پر عصر کی رہی سہی نیند بھی بھک سے اڑی۔

"بس مجھے کچھ گھنٹے اور دے دیں سر۔ میں اس سے سب اُگلوانے کے بہت قریب ہوں"

عصر کے لہجے میں پھیلی گھبراہٹ، وہ دور بیٹھا انیس بھی بھانپ گیا، پر اسے بھروسہ تھا عصر اسکا کام نہیں بگھاڑے گا، کیا پتا تھا انیس غانم کو کہ اسکے عصر زمان کے پیر بھی آخر عشق کے ہتھے لگتے ہی لڑکھڑا چکے ہیں۔

"رات پوری تو لے چکے ہو۔ اب کیا ہفتہ لگاو گے۔ اس وقت تو بڑے تیس مار خان بن کر گئے تھے جیسے دھوم مچادو گے۔ اب کہاں گئی تمہاری وہ دھوم۔ وقت نہیں ہے ہمارے پاس۔ سمجھ آرہی ہے؟"

انیس کا برہم ہونا جائز تھا جبکہ بچارے عصر پر کل سے اب تک کیا کیا بیت گئی، وہ اسے فون پر نہیں بتا سکتا تھا تبھی جبراً چپ اوڑھ لی۔

"سر بس کچھ گھنٹے۔ میں آپکو اچھی خبر دوں گا آئی پرامس"

عصر کے اصرار پر انیس نے گہرا سانس لیتے فضا میں چھوڑا۔

"ٹھیک ہے۔ دوپہر تک کا وقت ہے عصر زمان۔ مجھے آگے اس کمینے کو بھی بتانا ہے اسے روکنا ہے۔ کل تو وہ کچھ نہیں کر سکا پر اسکا دماغ گھوما تو اسے روکنا ناممکن ہو گا۔"

انیس نے اسے حالات کی نزاکت کا احساس دلایا جو عصر کو سمجھ بھی آ گیا۔

"میں آپکو مایوس نہیں کروں گا پکا"

عصر کی آواز کی لرزش پر انیس نے اپنی خفگی اک طرف کی۔

"کچھ ہوا ہے کیا؟ تمہاری آواز میں گھبراہٹ پن ہے؟ یہ مت کہنا ایک ہی دن میں مس کرنے لگے ہو مجھے"

انیس کے لہجے میں خفیف سی ناراضی کے ساتھ فکر کا جہاں بھی دبا تھا جس سے عصر کو تھوڑی تشفی میسر آئی، وہ متبسم ہو گیا۔

"مس تو کر رہا ہوں شدید لیکن خوش ہوں یہ وقت آپکے اور عرشیہ کے رشتے کے لیے کسی دوا کا کام کرے گا۔ عدین کے لیے بھی یہ بدلاو بہترین ہے۔ وہ بہت گھبرائی ہوئی تھیں کل۔ اویلیبل کا کہہ کر دوبارہ کال نہیں کی، مجھے یقین ہے آپ نے انکو سنبھال لیا ہو گا"

عصر کی امیدیں اور آس سن کر انیس کی نظریں اک بار پھر بالکونی پر جا رکیں جیسے وہ اب تک اسکا وہیں عکس کھوج رہا ہو۔

"ہاں کچھ ایسا ہی ہے۔ مجھے لگتا ہے محبت کا تھوڑا تھوڑا عملی اظہار میرے لیے بھی میڈیسن ہے"

انیس کے اس خوبصورت اعتراف پر عصر کی آنکھیں ہائی وولٹیج سے چمکیں، پہلے تو اسے اپنے گناہ گار کانوں پر یقین ہی نہ آیا۔

"صدقے۔ قربان۔ واری۔ نثار۔ فدا۔۔۔ آپ مانے تو سہی کہ محبت ہے اور ایسی ہے کہ اس میں عملی اظہار بھی ممکن ہے۔ آپ جانتے ہیں ناں حمرا علوی کی خواہش کیا تھی، انکے انیس کا ایک صحت مند بچہ۔۔بس لگ رہا ہے ہم وہ دن جلد دیکھنے والے ہیں کیونکہ عملی مظاہرے کوئی تو رزلٹ لائیں گے ہی جناب"

عصر نے یہیں اپنے ارمانوں کا پٹارہ کھولا اور یہاں وہ آوٹ آف لائن گیا وہیں انیس دھواں دھواں ہوا۔

"بس بکواس بکواس اور بکواس۔ شیخیاں بگھاڑنے کے بجائے جلدی مجھے کوئی رزلٹ دو۔ سمجھے۔ ویٹ کر رہا ہوں"

انیس نے ٹھک سے کہہ کر عصر کے منہ پر کال کاٹی پر عصر زمان کے جیسے اس لمحہ کھیلنے کودنے والے حال تھے، بس نہ چل رہا تھا یہاں بھی دو تین ڈانس سٹیپ لگا دے پر پھر اندر بیٹھی کرش کا سوچ کر جناب نے اپنا جنٹل

مین ورژن ایکٹیو کیا، ابھی اس سے پہلے وہ اندر جاتا، اسے فجر باہر ہی آتی دیکھائی دی، اسکے ہاتھ میں عصر کی جیکٹ تھی اور کوٹ بھی جس پر کافی ساری دھول مٹی لگ چکی تھی جنھیں وہ تہہ کیے اپنی بازو پر رکھے اسکی طرف چلی آرہی تھی۔

"مجھے دے دیں۔زحمت مت کریں"

عصر نے آگے بڑھ کر اسکے نازک نازک ہاتھوں سے یہ بوجھ لے کر اپنی گاڑی کے پیچھے کوٹ پھینکا جبکہ جیکٹ اسکے ہاتھ میں ہی تھی جسے وہ پہننے کا ارادہ رکھتا تھا۔

"آپکا اوور کوٹ خراب ہو گیا ہے مسٹر عصر، اس دھاتی چٹائی کا سارا زنگ لگ گیا۔اس کوٹ نے رات بھر بہت آرام دیا ہمیں۔اسکے خراب ہونے پر دکھ ہے مجھے"

وہ جیکٹ پہننے کے بیچ فجر کے افسوس کو سنتے، اسے ٹکٹکی باندھے دیکھ رہا تھا۔

"کوئی بات نہیں۔ڈرائے کلئین ہو کر ممکن ہے ٹھیک کر لیا جائے۔ آپ ٹھیک سے سوئیں صاحبہ ؟"

وہ اسکی آنکھوں کے ارد گرد ڈھونڈنے سے بھی کوئی شورش و سوجن نہ پانے کے باوجود بھی لفظی تسلی چاہتا تھا، نیلے لانگ سوٹ پر نیلا ہی بنا ہوا سوئٹر پہنے، شال کو اپنے اطراف لپیٹے، ڈھیلی سی پونی کیے وہ سچ میں اک مشرقی لڑکی تھی، اسکے لباس پر اب بھی شکنیں نام کی تھیں۔

بس وہ تھوڑی تھکی لگ رہی تھی۔

"جی ٹھیک سے سوئی۔ لیکن یہ سب آج سمٹ جانا چاہیے مسٹر عصر۔ ابھی میں آئی تو وہ اب کافی بہتر ہے۔ بخار اتر گیا ہے اب اسے مکمل ہوش جلد آ جائے گا۔ اپنی تفتیش آج ہر صورت مکمل کر لیجئے گا"

وہ تھوڑی تھکن کا شکار تھی کہ مزید یہاں رکنے کا سوچ بھی نہیں سکتی تھی، جبکہ عصر نے مسکرا کر ان نڈھال آنکھوں کو دیکھا۔

"کیوں۔؟ایک اور رات اسی طرح کوٹ پر بیٹھ کر میرے کندھے پر سر رکھ کر سونے کا سٹیمنا نہیں آپ میں؟"

وہ اسکے معنی خیز سوال پر کچھ ثانیے چپ رہی جیسے عصر کی آنکھوں میں کچھ کھوج رہی ہو۔

"نہیں ہے مسٹر عصر کیونکہ آپ میرے لیے بہر حال نامحرم ہیں۔یہ کل بھی مناسب نہیں تھا لیکن مجھے سونم کو یوں اکیلے چھوڑنا ٹھیک نہیں لگا، جیسی بھی ہو وہ عورت ذات ہے۔میں نے آپکا کندھا بھی نیند میں لیا، باخدا جاگتے ہوئے میں ایسی جرت کبھی نہیں کر سکتی تھی۔"

وہ سمجھ نہ پایا وہ یہ سب صفائیاں اسے دے رہی ہے یا خود کو، عصر نے دو قدم اٹھائے اور فاصلہ سمیٹا۔

"Will You marry me?"

وہ اس نامحرم کی دل میں گڑی تیر نما تکلیف پر بے ارادہ جو کہہ بیٹھا اس پر اجر کا چہرہ یوں پیلا پڑا جیسے سارا خون خشک ہو گیا بس رگوں میں ڈر، حیرت اور صدمہ دوڑتا ہوا بچ گیا ہو۔

"واٹ؟ دماغ ٹھیک ہے آپکا مسٹر عصر۔ کل ہم ملے وہ بھی بہت بُرے حالات و اتفاقات میں اور آج آپ مجھے پروپوزل دے رہے ہیں۔؟"

عصر کا اتنا سیدھا سوال فجر کو شدید غضبناک کر گیا، وہ صاف صاف برہمی سے بھری عصر کو اس پر پچھتانے کے لیے مجبور کرتی دیکھائی دی۔

"مجھے لگتا ہے رات کافی تھی ایک دوسرے کو جاننے اور سمجھنے کے لیے۔ اعتبار نہیں آیا کیا مجھ پر؟"

وہ اسکے انکار کے جواب میں بغیر برہم ہوئے اک دوسرا سوال کر گیا جس پر فجر نے سر اور نظریں دونوں جھٹک دیں۔

"اعتبار؟ اپنے گھر سے، خاندان سے بے دخل ہونے کے بعد، بے یارو مددگار ہو کر اس سنگدل زمانے کے رحم و کرم پر آ کر خود کو اکیلے سنبھالنے والی لڑکی سے آپ ایسا بچگانہ اور جلد باز اعتبار امید بھی کیسے کر سکتے ہیں؟"

وہ نا چاہتے ہوئے بھی اپنا لہجہ تلخ اور آواز تیز ہونے سے بچا نہ سکی۔

"اس سب میں میرا نہ کوئی ہاتھ تھا صاحبہ نہ کوئی قصور۔ میں تو کل اور آج سے جڑا ہوں۔ آپ بھی مجھے سابقہ حوالوں سے مت تولیں۔ بتا دیں اگر کسی اور میں انٹرسٹڈ ہیں؟ یا کہیں اور انوالو ہیں۔ میں یہ سوال واپس لے لوں گا"

وہ اتنی سادگی سے اسکے غصے کو شانت کر گیا کہ وہ کتنے لمحے عصر کے منہ کو ہی دیکھتی رہ گئی۔

"عصر سر، وہ لڑکی ہوش میں آ گئی ہے"

باہر آتے آدمی نے ان دو کی اک دوسرے سے توجہ اور نظریں ہٹائیں۔

"پہلے یہ معاملہ دیکھ لوں"

وہ فجر کو وہیں چھوڑتا اپنے آدمی کے ساتھ لمبے لمبے قدم اٹھاتا ویئر ہاوس میں پہنچا تو دوسرا آدمی وہیں کرسی کے ساتھ کھڑا گن سونم پر تانے ہوئے تھا جو پوری قوت سے اپنا آپ رسیوں کی گرفت سے جھٹک رہی تھی۔

فجر بھی دوڑتی ہوئی اندر پہنچی، عصر زرا سا کرسی پر دونوں ہاتھ ٹیکا کر سونم کی جانب جھکا جسکی آنکھوں میں سرخی تھی۔

"میرا بہت وقت ضائع ہو چکا ہے سونم پلس فاطمہ۔ اب سیدھے سے سب کچھ بتا دو ورنہ ساری بھڑاس تم پر نکالوں گا۔ ایک سچ بکنے میں کیا تکلیف ہے تمہیں ہاں؟"

عصر کی آنکھوں میں کل سے دُگنا غصہ تھا، جبکہ سونم کی آنکھیں ساتھ ہی مسکرائیں اور یہ عصر اور وہیں قریب چلی آتی فجر دونوں کے لیے جھنجلاہٹ کا سبب بنا۔

"میں تمہیں بتا چکی ہوں۔ لگتا ہے تمہارا مجھ پر دل آ گیا ہے تبھی جان بوجھ کر یہ سب لٹکا رہے ہو۔ مانتی ہوں بہت خوبصورت ہوں پر اس پر کیا کر سکتی ہوں؟ خوبصورت ہونا میرا قصور نہیں۔ ارے تم نے تو ڈاکٹر فجر کو ابھی اپنے غنڈے گینگ میں شامل کر لیا۔ ڈاکٹر فجر آپکو تو میں نے معصوم سمجھا تھا"

ایسا لگ رہا تھا اسے عصر نے کلوروفارم نہیں، سستہ نشہ سونگھایا تھا جو وہ ایسی بہکی بہکی بکواس کر کے ان دونوں کا پارہ چڑھا رہی تھی۔

"خوبصورت؟ صاحبہ آپکو یہ خوبصورت لگ رہی ہے ایمان سے بتائیں؟"

عصر نے اٹھ کر قہقہہ لگاتے فجر کی طرف گردن گمائی جو فی الحال تھمی کیفیت میں تھی۔

"مجھے تو یہ وحشی لگ رہی ہے فی الحال"

فجر نے کھوئے کھوئے انداز میں بتایا تو سونم ہنسی، اسکے ہنسنے پر فجر اور عصر نے ایک دوسرے کی طرف حیرت و پریشانی سے دیکھا پھر اس ہنستی چڑیل کو دیکھنے لگے۔

"تم چاہتی ہو میں سکن سپیشلسٹ کو بلوا کر تمہارے منہ کا جائزہ کرواوں۔ تم نے کتنی پلاسٹک سرجریاں کروائی ہیں سب کھل جائے گا۔ اس لیے جلدی سچ بول دو۔ اب میرے صبر کی حد ختم ہو رہی ہے"

عصر کا دل تو اسکے بال نوچنے پر تھا لیکن وہ خود کو ہر ممکنہ کنٹرول کیے ہوئے تھا۔

"کونسی سرجری سر پھرے آدمی۔ یہ میری نیچرل بیوٹی ہے۔ میں سچ میں پچیس سال کی ہوں۔ اور میرا عاصم ملک سے کوئی بھی تعلق نہیں"

وہ اپنے انکار پر جمی تھی، فجر کو یہ فکر تھی کہ کہیں عصر اسے مارنے ہی نہ لگ جائے پر عصر مضبوط اعصاب کا مالک ہے یہ اس پر بھی پہلی بار ہی کھلا ورنہ یہ عورت اسکے دو جھانپڑ کی مار تھی۔

"پھر وہ وڈیو۔ کیا ہے وہ؟"

عصر نے اک آخری بار صبر کا گھونٹ بھرے استفسار کیا سونم کے کان پر جوں بھی نہ رینگی اور الٹا وہ اپنے ہاتھ کے گرد بندھی رسیاں بھی ڈھیلی کر چکی تھی۔

"کیا پوچھ رہا ہوں ایچھا داری ناگن، یہ پلاسٹک سرجری کا ڈرامہ کھولنا ہے زبان سے یا میں تمہیں بھڑکتی بھٹی میں جھونکوں۔ سارا چڑھا پلاسٹک نہریں بن کر اترے گا تو اندر سے فاطمہ نور نامی کرنائی ہی نکلے گی"

عصر کے پاس صبر کی مقدار اب ختم ہو چکی تھی، اس نے اپنے ہاتھ کو سونم کی بازو پر رکھ کر گھوٹ لیتے دبایا جیسے اپنی انگلیاں اسکی بازو کی سکن میں گاڑ

دے گا، اب تو فجر کو بھی آثار یہاں ان دو کے دست و گریبان ہونے کے نظر آرہے تھے، ایک بھڑک برس رہا تھا اور دوسری ڈھیٹ بنی مسلسل انکاری تھی۔

"تمہیں ایک شرط پر سب بتاوں گی۔ اگر مجھ سے شادی کر لو"

سونم کے منہ سے نکلتی یہ آفر سن کر عصر نے دونوں ہاتھ سر کے پیچھے رکھ کر چھت پھاڑ قہقہہ لگایا جبکہ فجر بے ارادہ آگے بڑھی اور کھینچ کر سونم کے منہ پر پوری قوت سے چپیڑ دے ماری، اف سناٹا تو وہ تھا جو اس پر ارد گرد چھایا، عصر نے خوفزدہ ہوتے اس پِدی پلس دبنگ ڈاکٹر کو دیکھا، خود سونم کو اس طرح کے تھپڑ کی فجر جبرئیل سے امید نہ تھی۔

"یہ ہوئی ناں بات۔ دو اور لگائیں اس کو صاحبہ، دیکھیے گا کیسے فر فر سب اُگلے گی"

عصر نے خود سے نظریں چراتی فجر کو ہمت دی اور فجر نے واقعی آگے بڑھ کر سونم کی گردن اپنے ہاتھوں میں دبوچی۔

"ب۔۔بتاتی ہوں سب۔۔۔میں ہی فاطمہ نور ہوں"

سونم کے منہ سے خوف کے سبب نکلتے اعتراف پر فجر دگنی ہراساں ہو کر پیچھے ہٹی، یہی حالت عصر کی تھی، وہ دونوں سونم کی طرف دیکھ رہے تھے جسکی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے تھے پر تھپڑ کی شدت کے سبب فاطمہ نور کی سانس اکھڑنے لگی تھی۔

"م۔میں تمہیں سب بتادوں گی عصر زمان لیکن وہ مجھے مار دے گا۔تم مجھے اس سے اگر بچالو تو میں تمہیں سب بتادوں گی۔مجھے تمہارا سہارہ چاہیے ہو گا۔میں اک اک حرف بتادوں گی۔لیکن اس کے بدلے تم مجھے بے موت مرنے سے بچاو گے۔پلیز"

وہ روتے ہوئے جب سسکی تو عصر نے اک نظر ساتھ کھڑی سہمی فجر کو دیکھا جو پھٹی آنکھوں سے فاطمہ نور کو دیکھ رہی تھی۔

"کون مار دے گا تمہیں؟ بولو فاطمہ۔۔۔ کون مارے گا۔ کس کے ہاتھ کی کٹ پتلی ہو تم؟ میں حفاظت کروں گا لیکن سب سچ سچ بتاو"

عصر کے دیے حوصلے پر وہ آہیں گھوٹتی خود کو جس طرح مظلوم ثابت کر رہی تھی، اس قدر تھی نہیں۔

"مہویر میثاق کی۔ وہ میرے ہی ہاتھوں اپنے رقیب کو برباد کرنا چاہتا ہے۔ مارنا چاہتا ہے۔ میں اس شخص کو چھوڑ کر عاصم کے پاس گئی تھی اس کا انتقام لینا چاہتا ہے۔ عاصم کو مارنے کے بعد وہ مجھ سے زبردستی شادی کرے گا کیونکہ میں ابھی بھی عاصم کے نکاح میں ہوں۔"

فاطمہ کی یہ ساری باتیں صرف جھوٹ تھیں، وہ بس یہاں سے نکلنے کو یہ سب بکواس کر رہی تھی۔

عصر کے چہرے کی رنگت بدلی۔

"بکواس بند کرو اپنی۔ مہویر اس میں ملوث نہیں۔ تم مجھ سے جھوٹ بول کر پچھتاو گی فاطمہ۔ اسکے نزدیک تم مر چکی ہو اور تمہارا قاتل عاصم ہے۔ اگر اسے تمہارے زندہ ہونے کا پتا ہوتا تو وہ اس جرم کی دنیا میں آتا ہی کیوں۔ وہ خود بھی اہلیت رکھتا ہے عاصم کو مار کر گاڑنے کی پھر تمہیں کٹ پتلی کیوں بناتا۔ جھوٹ بولنے سے پہلے تمہیں خود پر رحم نہیں آیا منحوس عورت۔ اگر مہویر کو یہ پتا لگا کہ تم اس پر کیسے الزام دھر رہی ہو تو تم سے محبت کرنے پر وہ اپنے دل کو کاٹ دے گا۔ بے شرم عورت۔ سچ بتاو کس کے کہنے پر یہ سب کر رہی ہو۔ بچہ کہاں ہے تمہارا؟ بولو فاطمہ ورنہ اب میں تمہارا گلا گھونٹ دوں گا"

عصر کی آنکھوں میں لہو اترا تھا جبکہ سونم کو اپنی گردن گھٹتی محسوس ہوئی، وہ کیا بتاتی وہ یہ جھوٹ بولنے پر کیوں مجبور ہے، صرف اپنے بیٹے کے لیے، وہ عصر کو جواب نہ دے اس سبب گہرے گہرے سانس لینے لگی تاکہ وہ اس

سے مزید کچھ نہ پوچھ سکیں، جبکہ عصر گھبرا کر پیچھے ہٹا اور اس ڈرامے باز عورت کی اداکاری دیکھنے لگا۔

"ڈرامے باز منحوس عورت۔"

عصر اس سے پہلے اسکی گردن بلکل دبا دیتا، فجر نے اسے بروقت بازو سے پکڑ کر پیچھے کیا۔

"مسٹر عصر۔ آئیں میرے ساتھ۔ تھوڑا گیپ لیتے ہیں۔ مر گئی تو یہ سب باتیں راز ہی رہ جائیں گی۔ آئیں ہم باہر چلتے ہیں"

فجر کا اصرار نہ ہوتا تو وہ کبھی نہ جاتا پر اس وقت اسے خود بھی تازہ ہوا کی ضرورت تھی سو مان گیا جبکہ انکے جاتے ہی سونم پلس فاطمہ نامی وہ عورت کمینگی سے مسکرائی۔

"وہ اتنا بڑا جھوٹ کیسے بول سکتی ہے۔ اس نے مہویر میثاق کے ساتھ پہلے بھی ناانصافی کی، اور اب وہ اپنے کیے کرائے کا الزام اس انسان پر ڈال رہی

ہے۔مجھے مہویر میثاق سے ہمیشہ نفرت رہی کیونکہ وہ انیس غانم کا ہمیشہ درد بنا لیکن آج پہلی بار اس انسان سے ہمدردی ہو رہی ہے۔اس کی سزا یہی کافی تھی کہ اسے اس جیسی عورت سے پیار ہوا،اور وہ بھی معصوم عمر کا پیار۔یہ ضرور کسی اور کا مہرہ بنی ہوئی ہے۔یا تو اسکے بچے کو لے کر اسے دھمکایا گیا ہے یا پھر اسکا اپنا انتقام ہے۔اوہ میرے خدا میں پاگل ہو جاوں گا"

فجر نہ تو مہویر میثاق کو جانتی تھی نہ انیس کو پر عصر کی پریشانی دیکھ کر وہ بھی افسردہ لگ رہی تھی،وہ اس سب کو عصر کا شوخ مشغلہ سمجھی تھی،اسے واقعی غنڈا سوچ رہی تھی پر اس وقت ایسا لگا جیسے یہ انکا خاندانی اور ضروری معاملہ ہے۔

"پہلے آپکا پرسکون ہونا ضروری ہے مسٹر عصر۔"

وہ اسکے دیے دلاسے پر فجر کی طرف ہونق بن کر دیکھنے لگا،پھر جیسے اسکے ذہن میں جھماکہ سا ہوا۔

"وہ تھپڑ؟"

عصر کی آواز بولتے ہوئے بلکل مدھم ہوئی، وہ بھی جیسے گھبرا سی گئی۔

فجر جبرئیل نے نظریں چرا کر اپنی گال کھجائی۔

"کیا ہوا اس تھپڑ کو؟ آپکو بھی کھانا ہے؟"

وہ انجان بنی، کہ شاید عصر صاحب کو بھی ہوش و حواس پانے کے لیے پٹنا ہے۔

"وہ میرے" "will You marry me کا جواب تھا ناں؟"

وہ بُری طرح عصر زمان کی نظروں اور اقرار طلبی کے شکنجے میں پھنسی، اسے بے ارادہ دیکھ بیٹھی جو وارفتگی سے فجر کو ہی دیکھنے میں لگا تھا۔

"ایک ہی دن میں ہاں کے مستحق ہیں تو سہی آپ مگر"

اس سے پہلے وہ دانستہ لہجہ ہلکا پھلکا رکھتی مزید بولتی، وہ اپنی شہادت کی انگلی ہاتھ اٹھا کر بے تکلفی سے اسکے خوبصورت گلابی ہونٹوں پر رکھے اسے خاموش کروا گیا، فجر نے دم سادھ کر عصر کی آنکھوں میں ہلکورتی بے چینی دیکھی۔

"مستحق کو اسکا حق دے دینا چاہیے۔ مگر کریں گی تو گناہ ملے گا سائیں"

وہ ہتھیلی پر ابھی ہی سرسوں جمانا چاہتا تھا اف!

اسکے الفاظ کی سنسنی نے فجر کو اندر تک ہلا ڈالا، وہ کانپ کر سانس بحال کرتی اسکی انگلی مٹھی میں پکڑ کر اپنے ہونٹوں سے ہٹا کر اپنا تمتماتا چہرہ پھیر کر کھڑی سامنے کے منظروں کو بدحواسی سے تکنے لگی۔

"م۔مجھے بھوک لگ رہی ہے۔ناشتہ ملے گا؟"

وہ بنا اسے دیکھے ہی منمنائی تو عصر زرا اسکے عقب کی جانب قریب ہوا، فجر کے دل کی دھڑکنیں تیزی اختیار کر گئیں۔

"بلکل ملے گا۔ آپ اس گنجی کبوتری پر نظر رکھیے گا میں لے کر آتا ہوں، حلوہ پُری کھائیں گی؟"

وہ اپنی گھبراہٹ پر قابو پائے زرا سا پلٹی یہ دیکھنے کو کہ وہ اپنے پوچھے سوال کا جواب لینا بھول پایا یا اسکی آنکھوں میں وہ ابھی بھی درج ہے، ہر وہ سوال وہیں کا وہیں تھا۔

"بہت آئلی ہوتا ہے"

وہ ہچکچا کر بولی تو عصر ہنسا۔

"میں آئل نچوڑ لاوں گا ڈونٹ وری"

جناب کی شرارت کی رگ دوبارہ سے آن دیکھے وہ بھی گھبراہٹ سے نکل کر مسکرائی۔

"ٹھیک ہے"

وہ آمادہ ہوئی تو عصر کی آنکھوں میں بھی نرمی سی چلی آئی۔

"اندر چلی جائیں، یہاں ٹھنڈ ہے۔"

وہ اس کو تاکید اً کہتا گاڑی کی طرف بڑھا تو فجر نے بھی زرا سائیڈ ہوتے جگہ دی اور عصر کے گاڑی نکال کر وئیر ہاوس کے گیٹ سے نکالنے کی دیر تھی کہ فجر کی آنکھیں سی انگارہ ہونے لگیں۔

شاید کچھ تو ایسا تھا جو فجر کو تکلیف دے رہا تھا، جو اسے اک خوب سیرت اور وجیہہ مرد کے پروقار پروپوزل پر بھی دکھی کر رہا تھا۔

خدا خیر کرے۔

.._____..

شماس صاحبہ کے کچن میں آج خاموشی نہیں، رونق اور چہل پہل تھی، عرشیہ اور عدین دونوں نے اپنی آستینیں چڑھا لیں تھیں اور ان دونوں

کوشماس صاحبہ نے چورَک بنانے کی ڈیوٹی دی جبکہ خود وہ حرا کی منتظر تھیں کیونکہ وہ انکی ناشتے میں مدد کرتی اور کچھ چیزیں وہ بہت اچھی بناتی تھی، جیسے سوجو قلویو مورتا یعنی ساسیجیز کے ساتھ انڈے، قوتاب یعنی باریک روٹی جس میں سبزیاں انڈے اور بون لیس چکن کے پیسیز ہوتے ہیں، البتہ رضی صاحب ڈائنگ کی کرسی سنبھال کر قوبا کے مشہور دیسی گیت لگا چکے تھے تاکہ انکی پیاری خواتین مزے سے ناشتہ بناتے لطف لیں، وہ لوک گیت تھے جن میں وطن کی حرمت وپاکی تھی، وفاداری کا درس تھا، کھانوں کا ذکر تھا اور آذربائیجان کی مٹی میں دبی قربانیوں کا تڑکا تھا، وہ کوئی عشق معشوقی کے گیت نہیں تھے پھر بھی انکا میوزک اتنا ہر دل عزیز کہ ہر کوئی رقص کرنے کی چاہت کرتا، فادی حرا اور مہرو کی آمد نے جیسے ماحول اور گھریلو کر دیا۔

"خوش آمدید میری جان۔"

حرا کو دیکھتے ہی عرشیہ نے عدین کو باول نکالنے کا اشارہ کیا اور خود پلٹ کر حرا کے گلے لگی، اور سب سے ایکسائٹنگ بات یہ تھی کہ حرا دوبارہ سے پریگنٹ تھی، عرشیہ نے اسے اس پر ایک اور بار گلے لگایا۔

"ماشاءاللہ۔ بہت مبارک ہو باجی۔ اللہ اسے صحت و زندگی والا مقدر دے۔ آمین"

وہ حرا سے الگ ہوتے ہی اسکا بے بی بمپ چھوتی چہکتا مسکرائی تو حرا نے اسکا وہی ہاتھ پکڑ کر چوما، پھر مہرو کو اتنا قد نکالا دیکھ کر عرشیہ نے اسے بھی زور سے گلے لگایا، انیس کچھ دیر باہر ٹہل رہا تھا لیکن اندر سے آتی آوازوں پر وہ بھی کچن کی طرف آیا تو سبکا ملنا ملانا دیکھے وہ دروازے میں ہی رک گیا۔

"عرشی آپیا۔ ناٹ فیئر۔ اس بار آپ دس ماہ بعد تشریف لائی ہیں۔ میں کتنا مس کر رہی تھی سوچ ہے آپکی"

مہرو کی گلے لگتے ہی شکایات سنے سب مسکرا دیے، اسکا آج پیپر تھا مگر اب ان سب کے بیچ سے زرا بھی جانے کا دل نہ چاہ رہا تھا، عدین کی توجہ باول صاف کرنے سے زیادہ اس پیاری سی لڑکی پر تھی جو عرشیہ کو باہوں میں سموئے شکوے کر رہی تھی۔

"میری جان بس زندگی بہت مصروف ہو گئی ہے تبھی نہیں آ سکی۔ تم تو چند ماہ میں عالم چنا ہو گئی لڑکی۔ کیا اماں ابا تمہیں درختوں سے لٹکا رہے ہیں"

عرشیہ کے چھیڑ خانی پر وہ تو ہنسی، باقی سب بھی مسکرا دیے۔

"اف مت پوچھیں عرشی ان دو کا بس چلے میرے سر پر اینٹیں رکھ دیں کہ میرا قدر رک جائے۔ ہنہ"

وہ دوبارہ منہ بسورتی لپٹی تو عرشیہ نے پلٹ کر عدین کو دیکھا۔

"پاگل۔ اچھا یہ چھوڑو۔ اپنے اتیج فیلو سے ملو۔ یہ عدین ہے۔ میرا تمہاری طرح کا ایک اور بچہ۔۔۔ عدین آوادھر۔ مہرو سے ملو۔ تمہیں یہ پٹاکہ بلکل بور نہیں ہونے دے گی"

عدین نے ہلکی سی سمائل دی جب عرشیہ نے اسے اپنا بچہ کہا، مہرو بھی ایکسائیڈ ہوتی سامنے ہوئی اور پھر مسکراتے ہوئے اس نے عدین کی طرف اپنا نازک سا ہاتھ بڑھایا جسے عدین نے تھامنے سے پہلے گردن پھیر کر دروازے میں کھڑے بھیو کو دیکھا۔

اسکی یہ آنکھوں آنکھوں کی اجازت عرشیہ نے بھانپ لی، اور انیس کے مسکرا کر سر ہلانے کی دیر تھی کہ عدین نے اس سے ہاتھ ملا لیا۔

حرا تو ساتھ شماس صاحبہ کے ہمراہ کام پر لگ گئی جبکہ فادی بھی ڈائنگ کی کرسی گھسیٹ کر رضی صاحب کے ساتھ بیٹھے مہرو کا ویٹ کر رہا تھا کیونکہ

اسے سکول چھوڑنا تھا، انیس نے وہیں دروازے کی سائیڈ سے ٹیک لگا کر کھڑا ہوتے ہی یہ منظر دیکھا۔

"میں ویسے بھی یہاں بور نہیں ہو رہا عرشیہ۔ مل کر خوشی ہوئی مہرو تم سے"

وہ اپنا ہاتھ شیک کرتا مسکرایا تو مہرو بھی مسکرائی اور دونوں نے اس بار ایک ساتھ عرشیہ کو دیکھا جو دونوں کے اطراف کندھوں پر بازو حمائل کر گئی۔

"عرشی آپیا آپ رکیں گی ناں؟ بابا کہہ رہے ہیں آپ دو تین دن کے لیے آئی ہیں۔ اٹس ریلی بیڈ نیوز۔ عدین آپ ہی کہو عرشی کو کہ یہ مزید رک جائیں۔ میرے پیپرز کے بیچ آ گئیں آپ۔۔۔"

وہ شکوہ کناں ہوئی تو عرشیہ ہنسی۔

"یہ تو تمہارے سکول والوں کو حیا آنی چاہیے تھی کہ نئے سال کے پہلے دن منحوس پیپر رکھ لیا۔ ہمارے وہاں تو چھٹیاں تھیں میری جان۔ تبھی تو ہم

آئے۔ لیکن کوئی نہیں تم پیپر دے آو پھر ہم مل کر بہت سی مستی کریں گے۔ ہے ناں عدین؟"

وہ مہرو کا صدمہ کچھ کم کر چکی تھی کیونکہ مہرو کا اگلا پیپر تین دن بعد تھا تو وہ خوش بھی ہو گئی، عدین نے بھی فوری سر ہلایا۔

"ڈن ہو گیا۔ جانم آپیا میں بیمار ہو گئی تھی تو تین پیپر مس ہو گئے بس مشکل سے دوبارہ دینے کی پرمیشن ملی ہے۔ میں دس گیارہ تک آجاوں گی۔ پلیز میرے بغیر کوئی مستی نہ کیجئے گا پھر مجھے زور زور کا رونا آجاتا ہے۔"

وہ سچ میں جانا نہیں چاہتی تھی، بچاری کے پیپر کا سنے سبکو ہی ترس آرہا تھا مگر اسکا یہ ایگزم ضروری تھا، کیونکہ دسمبر میں وہ بیمار ہو گئی تھی تو پیپر نہیں دے سکی تھی تبھی اسے اپنے تین پیپر اب چھٹیوں میں دینے پڑ رہے تھے۔

"ہاہا ٹھیک ہے میری ماں۔۔۔"

عرشیہ نے ہنس کر اس سے پرامس کیا جسکے بعد فادی نے بھی سب سے وقتی اجازت لی تاکہ اپنی پٹاکہ کو چھوڑ آئے، وہ سبکو بائے کرتی دروازے میں کھڑے انیس تک آکر رکی تو انیس نے بھی ٹیک ہٹائی۔

"آپ عرشی آپیا کے ہسبنڈ ہیں، مل کر خوشی ہوئی آبی"

وہ پاس رکتی اپنا ہاتھ بڑھا کر مسکراتی ہوئی بولی تو انیس نے اسکا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے دوسرا ہاتھ اسکے سر پر رکھا۔

"مجھے بھی خوشی ہوئی مل کر۔ پیپر کے لیے بیسٹ آف لک"

انیس کے وش پر وہ کھکھلاتی ہوئی مسکرائی اور باہر نکلی تو فادی نے بھی مسکرا کر اجازت لی، انیس کا یہ نرم سا انداز دیکھتے عرشیہ اور عدین نے اک دوسرے کی طرف دیکھ کر سمائل پاس کی اور واپس چورَک بنانے کے لیے کاونٹر سنبھالا۔

"تمہارے آنے سے کیسے موسم چہک گئے میری جان۔ تمہیں تو ہر مہینے آنا چاہیے۔ انا جان اور ابا جان بہت مس کرتے ہیں تمہیں"

آدھا کاونٹر حرا اور شماس صاحبہ نے سنبھالا تھا اور باقی عدین اور عرشیہ نے، ناشتہ بننے کا باقاعدہ آغاز ہوا تو انیس بھی آگے آتا کرسی پیچھے کیے رضی سرمرو کے ساتھ آ بیٹھا جو بیٹھتے ہی اس سے ان گیتوں کے بارے گفتگو کرنے لگے پر باخدا انیس کی توجہ بس عرشیہ پر جمی تھی۔

"میں بھی بہت مس کرتی ہوں آپ سبکو لیکن ٹف لائف۔ میں آپکے لیے بہت خوش ہوں حرا باجی۔ مہرو کے ہونے کے کافی سالوں بعد آپکو یہ خوشی ملی۔"

حرا نے مسکرا کر اپنے پیٹ کو چھو کر دیکھا۔

"ہاں۔ بہت علاج کروایا تب جا کر یہ خوشی ملی۔ ہمارے لیے تو مہرو کافی تھی پر اسے بھائی یا بہن چاہیے تو بس فرمائشی پروگرام سمجھ لو اس ننھے مہمان

کو۔ پھر انا جان نے کہا کہ جوڑا اچھے ہوتے ہیں۔ بھلے بیٹی کا ہو جائے یا بیٹے کا۔ انہوں نے کہا کہ اکیلے بچے بہت کچھ برداشت کرتے ہیں۔ جیسے تم نے کیا تو تبھی ہم نے سوچا مہرو کا پارٹنر ہونا چاہیے"

وہ یہ سن کر خوش بھی تھی اور اداس بھی، واقعی بہن بھائیوں کے بنا انسان بہت ادھورا ہوتا ہے، عدین انکی باتیں توجہ سے سن رہا تھا، وہ اور انیس اس پر عرشیہ کی اداسی بُری طرح محسوس کر رہے تھے، شاید اسکا ماضی اسی سے جڑا تھا تبھی ہر کوئی افسردہ نظر آیا یہ انیس نے بھی محسوس کیا۔

"بہت اچھا کیا آپ نے باجی۔ میں اکیلے بچے کی تنہائی اور اذیت سمجھ سکتی ہوں۔ آپ تو جانتی ہیں میں دوسرے سال سے ہی یہ خواہش کر رہی تھی کہ آپکا اور فادی کا ایک بچہ اور ہو"

وہ اپنی اداسی دیر پا خود پر رہنے نہ دے سکی، حرا نے اسے اپنے گلے لگایا۔

"تمہاری ہر محرومی بھی دور ہو جائے گی جب تمہاری گود میں تمہارا اپنا بچہ آئے گا۔ پھر ماں سب بھول جاتی ہے۔ جیسے مہرو کے آنے کے بعد میں اپنی زندگی کی ساری تلخیاں بھول گئی تھی۔"

حرا کی دعا بہت خوبصورت سہی پر عرشیہ کو افسردہ کر گئی، اس نے بے ارادہ ہی انیس کو دیکھا، وہ اس لڑکی کی آنکھوں میں اتری خواہش کی شدت سے انکار نہیں کر سکتا تھا، یہ بات تو چودہ سالہ عدین بھی سمجھ گیا۔

"آمین آمین۔ میں وہ دن جلدی دیکھوں۔ ثم آمین"

شماس صاحبہ کا آمین تو جیسے روح پرور نظارا تھا، عرشیہ نے گھبرا کر نظریں چرائیں اور وہ عدین کی جانب مڑی، اسکی یہ اداسی نہ عدین سے دیکھی گئی نہ انیس سے تبھی دونوں بھائیوں نے آپس میں کچھ آنکھوں ہی آنکھوں اشارہ کیا تھا۔

"یہاں سب اسکا پاسٹ جانتے ہیں سوائے میرے۔ ایسا کیا ہوا تھا عرشیہ تمہارے بچپن میں۔ کیا یہ سب فقط تنہائی کے ایفیکٹس ہیں یا۔۔"

انیس بیٹھا تو رضی سر مرو کے ساتھ تھا پر اسکی توجہ، اسکی آنکھیں، وہ خود پورا عرشیہ پر اٹکا تھا۔

"چلو اب ہم چورَک بنانا شروع کرتے ہیں عدین۔ تین کپ میدہ باول میں ڈالو"

عرشیہ نے مسکرا کر عدین کو کہا جبکہ خود وہ ایک کپ میں تازہ گرم ہوا دودھ ڈالنے لگی، عدین نے اسکی پیروی کرتے تین میں سے دو کپ میدہ اور ایک کپ آٹا ڈالا جس پر عرشیہ امپریس ہوئی کہ اسے آٹے والی ملاوٹ کا بھی پتا ہے۔

"اس میں خمیر بھی ڈالیں گے ایک چمچ"

عرشیہ نے اسے ساتھ ساتھ سیکھاتے ہوئے بتایا مگر عدین کا دھیان کسی شرارت پر زیادہ آمادہ لگ رہا تھا، اور اس سے پہلے، وہ یہ سارا پیٹر مکس کر کے نمک انڈے اور مکھن شامل کر کے ہلاتی، عدین نے آٹے کے تھیلے میں ہاتھ ڈال کر مُٹھی بھری اور عرشیہ پر پھینک گیا، لیکن عرشیہ کے پیچھے ہٹنے پر وہ سارا آٹا اڑ کر رضی صاحب اور انیس کے منہ پر گرا، پورے کچن میں ہلکے اور تیز قہقہے گونجے جب وہ دو میز کے گرد کرسیاں لگا کر بیٹھے گورے بابے معلوم ہوئے۔

"عدین کے بچے"

عرشیہ نے فوری بدلے کو مُضطھی بھرتے بھاگتے عدین پر پھینکی تو وہ بھی پھدک کر پیچھے ہٹا اور مُٹھی میں دبا آٹا سیدھا اٹھ کھڑے انیس کے منہ پر جا گرا، حرا، شماس صاحبہ اور خود عدین قہقہوں سے لپٹے، جبکہ رضی بچارے تو شماس صاحبہ سے کپڑا لے کر اپنا منہ جھاڑنے پر لگے تھے۔

انیس کو آٹے سے سفید دیکھ کر عرشیہ کے بے ساختہ دانت نکلے اور بس انیس نے یہیں اپنی میچورنس کو آگ لگاتے مُٹھی خود بھی آٹے کے تھیلے میں ڈال کر بھرتے عرشیہ کے بالوں میں کھولتے اسکا منہ بھی آٹے والا ہاتھ پھیر کر سفید کیا، اب اس سب میں جس نے شرارت شروع کی وہ تو بلکل صاف بچ گیا، بچارے رضی بھی آٹا جھاڑ کر کچھ نظر آنے لائق ہو گئے پر عرشیہ اور انیس کے منہ اس وقت آٹے کی سفیدی میں ڈوبے تھے، سب قہقہوں میں لوٹ پوٹ ہو چکے تھے، جبکہ نیچے فرش پر بکھرے آٹے پر شماس صاحبہ نے ہنستے ہوئے دونوں کو باہر جانے کا کہا تا کہ وہ رزق جو نیچے گرا اسے سمیٹ سکیں۔

"ہاہا۔ آپ دونوں سینا کلاز بن گئے۔ ہاہا۔۔ اوہ میرا پیٹ۔۔۔ پھٹ جائے گا ہنس کر"

عدین کے قہقہے ابھی تک جاری تھے جبکہ اپنے منہ پر لگا آٹا جھاڑتا انیس بھی باہر آتے مسکرایا، اسکا تو بس منہ سفید تھا، عرشیہ کے تو بال بھی برف باری

کے تشدد سہتے درخت جیسے ہو کر اکڑے لگ رہے تھے جسے دیکھ کر سب بے دم ہو کر ہنس رہے تھے۔

"عدین۔ تم نہیں بچو گے اب۔ آتی ہوں میں صاف ہو کر بیٹا۔ اس شرارت کا بدلہ لوں گی"

عرشیہ نے جاتے جاتے معصومانہ سی دھمکی دی جس پر عدین نے اپنے دانت دیکھائے، جبکہ وہ باہر آ کر انیس کی طرف کھا جاتی نظروں سے گھوری۔

"اور تم۔ ویسے تمہیں میچورنس کا بخار چڑھا رہتا ہے اور اب تمہاری یہ مستی اور وہ بھی اوٹ آف کنٹرول۔ اور مجھ معصوم کو یہ کیا بنا دیا ظالم۔ میں نے تو تمہارے بس گالوں پر لگانے کی کوشش کی تھی۔ اب یہ سب تم ہی ہٹاو گے۔ سزا ہے تمہاری"

وہ منہ پھلاتی بڑبڑات ہوئی کمرے میں پہنچی، انیس نے تو اپنا چہرہ لگ بھگ جھاڑ ڈالا تھا مگر عرشیہ کو سفید برفانی پینگوئن بنا دیکھے اسکی مسکراہٹ ہی نہ رک رہی تھی۔

"میری بیئیرڈ میں اندر تک گھس گیا ہے آٹا۔ اب تمہارے پاس بیئرڈ نہیں تو میرا کیا قصور۔ مجھے بال ہی نظر آئے۔ صاف کر دیتا ہوں زیادہ نخرے مت دیکھاو مجھے۔ آو اندر"

وہ اسے لیے اندر بڑھا تو عرشیہ نے خوامخواہ کا جھٹکنا جاری رکھا لیکن وہ اسکے چہرے کے خدوخال پر لگی سفیدی اپنے ہاتھوں سے ہٹائے عرشیہ کو اپنی مزاحمت روکنے پر مجبور کر گیا۔

وہ اسکے بالوں میں بھی انگلیاں پھیرتا بہت تفصیلی بالوں کو بھی جھاڑ رہا تھا، پھر اپنے دونوں ہاتھ گیلے کر کے اس نے عرشیہ کی رخساروں سے جوڑا تو وہ اپنی گرے آنکھوں میں غصہ بھرنا بھلائے انیس کو دیکھنے لگی۔

"ہو گیا تمہارا چہرہ اور بال صاف۔ ویسے جب تک نہاؤ گی نہیں، سر کے بالوں سے آٹا نہیں نکلے گا"

وہ ابھی بھی اسکے بالوں کی جڑوں میں اپنے کارنامے کو دیکھتا نرمی سے عرشیہ کی نم گال پر ہاتھ پھیر تا بولا تو وہ اسکا ہاتھ پکڑ کر جھٹک گئی کیونکہ زیادہ دیر اسے پیار سے دیکھتی تو ایک بار پھر نرم پڑ جاتی۔۔

"تم ایسا کرو اب مجھ پر پائپ لگا کر پانی ڈالو۔ پھر مجھے گوندھ کر پیڑے بنا کر توے پر پکا کر گرم گرم کھالو۔"

وہ اس کی مہربانیوں کو بے رحمی سے رد کرتی دور ہٹی اور اپنے شانوں پر بکھرے بال پکڑ کر سونگھنے لگی، وہ مسکرائے بغیر دوبارہ قریب آیا۔

"تم پہلے ہی ساٹھ کے ٹمپریچر پر ہو۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں کر سکتا۔ تم یہ تو نہیں چاہ رہی کہ تمہارے بال میں واش کرواوں۔ ہمم۔ سمجھ گیا۔ اس سے درجہ حرارت گر جائے تو میں یہ رسک لے سکتا ہوں۔"

وہ حیرت سے اسکے منہ کی طرف دیکھتی ہونق لگی پر باخدا وہ تو کسی قسم کے مزاق کے موڈ میں نہ تھا۔

"ت۔۔تم۔۔میرے بال واش کرواو گے ؟نشہ کر کے آئے ہو کیا صبح صبح ؟"

وہ اسکی بات پر پتھرائی ہوئی ہی بڑبڑائی، انیس نے بیچ کا فاصلہ سمیٹا اور دونوں ہاتھ عرشیہ کی گردن کی جانب لے جاتے اپنی انگلیوں کو اسکی گردن کی پشت کی جانب سے بالوں میں پھنسائے اسکا چہرہ اپنے چہرے کے بلکل قریب ٹھہرایا۔

"میں نشہ کیے بغیر بھی ایسا کہہ اور کر سکتا ہوں، آجاو۔ تمہیں یہی تکلیف ہے ناں کہ اس ٹھنڈ میں نہانا پڑے گا تو تم بس سکون سے بیٹھنا، میں تمہارے بال کلئین کرتا ہوں۔ پھر مجھ سے ایسے غصے سے بات مت کرنا"

وہ اسکو جیسے اس نزدیکی پر ہپناٹائز کر گیا، اسکے چہرے کی رگوں میں دوڑتے خون تک کو دیکھنے کے بعد وہ اسکا ہاتھ پکڑ کر واش بیسن کے پاس وہ اسے لائے خود بھی رکا۔

"تم مجھے سمجھ نہیں آتے انیس"

وہ اسکے بالوں کو آہستگی سے سمیٹ کر انھیں کلا کلپ میں جکڑتا، عرشیہ کی نیک ورم جرسی کناروں سے پکڑ کر اسے اپنے قریب کھینچ گیا۔

"تو مجھے سمجھنے کی کوشش ہی مت کرو۔ یہ اتارو ورنہ اسکی نیک گیلی ہو جائے گی۔"

وہ اپنی بازو اٹھا کر بس انیس کو سن اور دیکھ رہی تھی جس نے وہ سوئٹر اتار کر جھاڑتے ہوئے ہینگ کیا پھر ٹاول اس نے عرشیہ کے شانوں پر پھیلا کر سارے بال پکڑ کر ٹاول پر پھیکتا کلا کلپ نکالتے ہی وہ باہر چلا گیا اور دو چیئرز

میں سے ایک کھینچ کر لائے ٹھیک اسکا پچھلا حصہ واش بیسن ریک سے جوڑتے عرشیہ کو بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

وہ بیٹھ کر اپنا سر بہت آسانی سے پیچھے واش بیسن باول میں پیچھے کو جھکا گئی لیکن دیکھ وہ سر پر کھڑے انیس کو رہی تھی جو اسکے بالوں کو سنک باول میں پھیلاتا تا ان پر ہاتھ سے پانی بہانے کے بعد شیمو ز کی شیلف سے لیڈیز شیمو نکال کر ریک پر رکھے تھوڑا سا جھکا۔

"تم نے مجھے جو نام دیے، ایسا لوگ محبت میں کرتے ہیں۔"

وہ اسکے بالوں میں شیمو اپلائے کر کے اپنی مضبوط انگلیاں وہ بہت نرمی سے عرشیہ کے بالوں کی جڑوں میں پھیرتا اچھے سے وہاں پھنسا آٹا اور خشک میدہ نکالنے کی کوشش میں عرشیہ کی نظروں اور سوال دونوں پر ڈسٹرکٹ ہوا۔

"اوہ واو، لیکن میرا پوائنٹ آف ویو اور ہے۔"

وہ اسکے منہ پر پر اعتمادی سے ٹکر گیا۔

"تمہاری دنیا بھی اور ہے۔ میرے متھے کیوں لگے ہو پھر۔ اپنے جیسی کوئی سر پھری ڈھونڈتے جو تمہاری زندگی کی پرواہ کرنے کے بجائے کہتی چلو انیس ساتھ اوپر کا ٹکٹ کٹواتے ہیں۔"

وہ آج جلی کٹی سنانے سے ہرگز باز نہیں آنے والی تھی، آج اس نے قسم کھا رکھی تھی۔

"تمہیں میری زندگی کی پرواہ ہے تو اتنی ہی اپنی زندگی کی بھی کرو۔"

اسکے بالوں میں آتی بے شمار جھاگ پر وہ اسکے بالوں میں سر سے ہاتھ پھیر کر ٹپس تک لائے ساری جھاگ نچوڑتے ہی دوبارہ سے نل کھولے پانی بہاتا ہوا عرشیہ کے سر سے اٹھتے دھوئیں پر مسکرایا، پانی گرم تھا مگر عرشیہ کو بہت زیادہ سکون مل رہا تھا، ایون چھوٹا سا واش روم دھواں دھواں ہو گیا تھا۔

"میں سب سے پہلے اپنی ہی پرواہ کرتی ہوں۔ اب بس کرو۔ نکالو یہ جھاگ ساری۔ واش تو تم نے کر دیے بال اب انکو ڈرائے کون کرے گا، میری تو بازووں میں درد ہے تمہیں کھینچ تان اور گھسیٹ کر۔"

وہ اسکے الزام پر لبوں میں مسکان دباتا اسکے بالوں سے ساری جھاگ نکالنے کے بعد وہی ٹاول جو عرشیہ کی بیک اور شانوں پر ڈالا تھا، اسی کو اسکے بالوں پر اچھے سے لپیٹ کر اسے گردن اٹھانے کی اجازت دے گیا، اپنا سر ہلکا محسوس کیے عرشیہ نے اک نظر اٹھا کر انیس کو دیکھا پھر کرسی سے اٹھ کر اسکے مدمقابل ہوتی کھڑی ہوئی، ٹاول کے باوجود پانی کی بوندیں لکریں بناتی عرشیہ کے ماتھے سے، گردن کی اطراف سے نیچے اتر رہی تھیں، وہ اسکے کپڑے نہ بھیگوئیں تبھی انیس نے اپنے دونوں ہاتھ اسکی گردن کے اطراف جوڑتے وہ بہتی نمی اپنے ہاتھوں پر روکی، مگر اس بیچ دونوں کے چہرے بہت زیادہ نزدیک سرک آئے۔

"میں تمہارے بال واش کروا سکتا ہوں تو انکو ڈرائے کرنے میں مجھے موت نہیں آئے گی"

اپنے انہی ہاتھوں میں ٹاول اچھے سے کس کر پکڑے وہ اسکے بھیگے بالوں کو رگڑتا ہوا عرشیہ کو ہی دیکھ رہا تھا، جسکی آنکھیں شاکی تھیں، جسکے ہونٹ کچھ کہتے کہتے رک رہے تھے۔

"آرام سے کرو۔ گردن اکھاڑ دو گے ایسے"

وہ اسے ستانے کا ٹھیکہ اٹھائے ہوئے تھی تبھی انیس کی نرماہٹ پر بھی کراہی جیسے اس نے جان نکال دی ہو، حالانکہ جان تو اسکی انیس کے وجود کی حرارت، اسکے دل کی بہت پاس دھڑکن اور ہاتھوں کی موومنٹ اور گرمائش نکال رہی تھی، لیکن وہ ڈھیٹ بنی سخت لونڈیا بننے کے جتن کیے جا رہی تھی کہ اسے انیس کی قربت اور ہاٹنس کے ساتھ ساتھ اسکی شخصیت کا چارم بھی گھنٹہ فرق نہیں دے رہا۔

"اس سے زیادہ آرام سے کیا تو کھڑے کھڑے سو جاو گی۔"

وہ اپنی نرمی کو نرم مخملی قرار دیتا مسکرایا تو عرشیہ حلق تک کڑوی ہوئی۔

"اتنی نرمیاں کہاں لٹائی ہیں؟ پتا دو اس گلی محلے کا، ان لوگوں کا۔ مجھ پر تو نہیں واریں تم نے ایسی نرمیاں کہ ان سے اتنی مدہوشی طاری ہو کہ بندہ کھڑا کھڑا سو سکے"

وہ شکوہ کرتی تھی ساتھ ہی نیا سوچ بھی لیتی کہ اگلی بات پر اسے پیش کرنا ہے۔

"اب بس کرو"

وہ مزید اسکی سرد مہری نہ سہہ پا رہا تھا پر وہ کیا جانتا ابھی شروعات ہے۔

"تم نے کر دی بس جو میں کروں۔ مجھے بے دردی سے دھتکار کر اب تم جب سے جاگے ہو ہسبنڈ پلس لوور کی طرح برتاو کر رہے ہو۔ یا تو مجھے کلئیر کر دو کہ تم میرے کیا ہو یا مجھ سے دور ہو جاو۔ دیکھو بھی مت مجھے"

وہ اس دو طرح کے جذبات کے شکار آدمی سے عاجز آ گئی تھی، کیا کرتی آخر انسان ہی تھی۔

"اچھا سوچتے ہیں اس بارے، کیا تمہیں بچے پسند ہیں؟"

وہ اپنے سوال کے جواب سے یکسر انیس کے الٹے سوال پر حیران وہ مضطرب سا تھ ہوئی، جس طرح وہ اس سے پوچھ رہا تھا وہ جان لیوا انداز عرشیہ کے وجود میں اک فطری کپکپاہٹ اتارنے کا موجب بنا۔

"ظاہر ہے۔ ہر نرم اور پگھلا دل رکھتے انسان کو پسند ہوتے ہیں سوائے تم جیسے کولڈ مزاج لوگوں کے"

وہ فوراسے شیرنی بنی غرائی جو یہ ثابت کرنے کو تھا کہ وہ بلکل اس سے گھبرا نہیں رہی۔

"بلکل ٹھیک کہا۔مجھے بچے نہیں پسند"

وہ محسوس کر سکتی تھی وہ یکدم ہی سنجیدہ ہوا ہے، اسے کوئی بات اندر تک چبھی تھی۔

"ہاں جس طرح مہرو سے شفقت سے ملے ہو، سب کو پتا لگ گیا کہ تمہیں بچوں سے کس قدر لگاو ہے۔ٹھیک کہہ رہا تھا عدین اب تم بدل رہے ہو۔اب تم اسے بھی پیار کرنے لگے ہو۔تمہاری بیئرڈ میں آٹا جما ہوا ہے۔اسے بھی واش کر لو ورنہ سب سمجھیں گے میری شادی ایک بڈھے سے ہوئی ہے"

وہ اپنی باتیں سمیٹ کر اسکی بئیر ڈ سہلاتی بولی تو انیس نے اپنے جبڑے کو چھوتی اسکے ہاتھ کی انگلیاں اپنے ہاتھ میں لے کر دباتے عرشیہ کا ہاتھ خود سے دور کیا۔

"ہنہ۔۔میں نہالوں گا بے فکر رہو۔مجھے نہیں ہوتا نمونیہ لائک یو،نہ تمہاری طرح میں میراثی ہوں جسے ٹھنڈ سے موت آتی ہے۔"

وہ اسے پکڑ کر کمرے کی جانب دھکیلتا بولا تو عرشیہ نے غصے سے دروازے میں کھڑے اس سڑے کریلے کو کھا جاتی نظروں سے دیکھا۔

"میں میراثی ہوں؟تم کیا ہو۔برفانی ریچھ۔نہالو نہالو پھر ناک سے شوں شوں کرتے مت آنا میرے پاس کہ اوہ خاتون مجھے تو فلو ہو گیا،پلیز کچھ بنا دو گرم گرم قہوہ۔ہنہ۔پھر تمہارا سر باہر گارڈن میں پڑتی برف والی زمین کے اندر دباوں گی،پھر ثابت ہو جائے گا اصل میراثی کون ہے"

وہ اپنے بال ٹاول میں لپیٹے مرر کے سامنے آکر رکتی ہوئی اپنی قینچی کی طرح چلتی زبان کے مظاہرے بھی برابر دیکھ رہی تھی اور محترم واش روم کے دروازے کے ساتھ ایکشن مار کر کھڑے ہنسنا روکنے میں مصروف تھے۔

"اوپس! کتنی کالی زبان ہے تمہاری۔ باہر کا موسم دیکھو زرا۔ شدید طوفانی بارش یا برف باری ہونے والی ہے۔ میں جتنا بھی بیمار ہو جاوں، ناک سے آوازیں نکال کر تو تمہارے پاس نہیں آوں گا۔"

کھڑکی کے پٹ ہوا سے کھلے تو انیس نے اسے آگے آکر بند کرنا چاہا مگر باہر پھیلی آسمان پر سیاہ بادلوں کی چادر نے جیسے اسے بھی ٹھٹھرتی لہر میں لپیٹا۔

"دیکھتی ہوں میں بھی۔ جاو نہاو اور ٹھنڈے پانی سے نہانا۔ پھر دیکھتی ہوں میں تمہاری بہادری"

وہ ٹاول سے اپنے بالوں کو اچھے سے رگڑنے کے ساتھ اسے بھی وارن کر رہی تھی جسکا واقعی نہانے کا دل نہیں کر رہا تھا۔

"اہمم اہمم میں بھی بس منہ دھو سکتا ہوں ویسے"

انیس نے گلا کھنکا کر موسم کے تیوروں سے ڈر کر منہ ہی منہ میں سرگوشی کی تو وہ ہنس کر پلٹی اور ٹاول کو ہینگ کرتے ہنستی ہوئی انیس کے سامنے اپنی نم نم قدرے خشک ہو چکی زلفیں بکھرائے آن رکی۔

"دیکھا۔ کون ہے اب میراثی؟ تم تو بڑی جلدی اپنی بات سے پلٹ گئے۔ کہاں گیا نہانے کو بائیں ہاتھ کا کھیل سمجھتا ہوا میر اشیر انیس۔ اوئی یہ کیا، یہ تو بھیگا بلا ہے میرے سامنے۔ کوچی کوچی کوچی"

وہ اپنے ٹھنڈے ٹھنڈے ہاتھ بڑھاتے، انگلیوں کی پوروں میں اسکی گالیں دبوچتی لاڈ کم، مزاق زیادہ اڑائے اسکی ناک سے ناک ملاتی ہنسی، انیس نے دونوں ہاتھوں کو بڑھا کر اسکے نم بال پکڑ کر عرشیہ کی کمر پر ڈالے تو اسکے گھبراہٹ کے مارے ہاتھ، انیس کی گالوں پر لوز ہوئے۔

"جب تم میرا ثی ہو تو میں بھی ہوا ناں۔ اور ناک سے آوازیں نکال کر تمہارے پاس جاتا کتنا برا لگوں گا۔ میں نے امیجن بھی کر لیا کہ کیسے تم آگے سے منہ پھیر کر مجھ مریض کو اگنور کرو گی۔ کیونکہ آج صبح سے تمہارے کچھ پرزے ہلے ہیں۔ تم اک نئی لڑکی میں، نہیں چڑیل میں بدل گئی ہو"

وہ اسکی آنکھوں میں مسکراتے رنگ دیکھ رہی تھی، دل تو اس من پسند سینے سے لپٹنے کو ہمک رہا تھا کہ دیر تک اس نمونے کو گلے لگا کر ہنسے پر وہ کل کی انسلٹ اتنی جلدی نہیں بھول سکتی تھی، کم از کم جب تک برابری کی تلافی نہ ہو جاتی۔

"تم مجھے چڑیل کہہ کر یہ امید رکھتے ہو میں تمہارا جینا حلال چھوڑوں گی۔ ہٹو۔۔ دور ہٹو۔ اپنے زہریلے ہاتھ مجھ سے پرے کرو۔ تو میں اگر چڑیل ہوں تو پھر بلکل ٹھیک تمہارا خون پی رہی ہوں۔ اسی لائق ہو تم۔ سب کو بتاوں گی نہانے سے ڈر گئے ہو۔ چچ چچ کیا عزت رہ جائے گی اس پہاڑ جیسے مسلز اور ایبس مین کی۔۔"

وہ اسکے ہاتھوں کی گستاخیاں تو روک گئی پر باخدا ان شربتی آنکھوں کی مستیوں پر کیسے بندھ باندھتی۔

"ایسا نہیں کرو گی تم۔۔ ٹھیک ہے نہا کر دیکھاوں گا اب تمہیں۔ تم سے مزاق کیا کر لیا تم نے تو مجھے اپنے جیسا ہی سمجھ لیا۔ ابھی آتا ہوں نہا کر"

وہ اسکے سامنے ہی جیکٹ کسی ہیرو کی طرح اتار کر میٹرس پر پھینکتا اس سے پہلے شرٹ بھی اتارتا، عرشیہ نے ہلکا سا کیوٹ تھپڑ اسکی دائیں گال پر لگایا۔

"شرم کرو۔ میرے سامنے اب تم ننگے ہوئے تو میں نے تمہاری تصویر لے کر اس پر برے برے فلٹر لگا کر وائرل کر دینی ہے۔ اندر جا کر اتارو شرٹ۔ تمیز نہیں ہے تمہیں کہ لیڈیز کے سامنے شرم وحیا کی جاتی ہے۔ پر تمہارا بھلا کیا تعلق ان باجیوں سے۔ تمہاری زندگی میں تو خاتون اول ہی میں ہوں"

وہ تمیز و تہذیب سیکھانے کا یہ انوکھا طریقہ نکالتی ڈانٹے کے بعد خود ہی اپنے کہے پر پچھتائی جبکہ اپنے ہاتھ سے اسکی سیکی گال بھی معصومیت میں خود ہی سہلانے لگ گئی جس پر انیس کو شدید والا پیار آیا۔

"خاتون اول! مجھے تھپڑ کیوں مارا؟"

وہ اسکا وہی ہاتھ پکڑ کر غصے سے گھورا اور یہیں انیس غانم نے اپنی زندگی کی ایک اور غلطی کر دی۔

"نہیں۔ بس گال تھپکائی ہے، لاڈ کے بعد کی ایک سٹیج ہوتی ہے سرزنش، یعنی وارننگ۔ یہ وہ تھی۔ تھپڑ مارنا ہوتا تو زور سے مارتی کہ یہاں ابھی انتخابی نشان چھپ چکا ہوتا میرے ہاتھ کی انگلیوں کا"

وہ اپنا ہاتھ اسکے ہاتھ سے کھینچتے ہوئے ڈرا ڈرا منمنائی، اسے انیس کے نزدیک اتنا ڈر لگتا کہ وہ کچھ کر دے گا پر جب کل کی دھتکار سوچتی تو دل کہتا یہ کچھ نہیں کرے گا، پھر وہ تھوڑی بہادر ہو جاتی جیسے اس وقت۔

"میں تمہارے سامنے ہی شرٹ اتاروں گا اب۔ جو کرنا ہے کر لو تم۔"

انیس نے اسے آزاد کیا اور اس سے پہلے اپنی شرٹ اتارتا، عرشیہ نے لپک کر تکیہ اٹھایا اور سیدھا انیس کے منہ پر مارا۔

"کیا بدتمیزی ہے یہ؟"

وہ اس لڑکی کی دھنگا فساد طبعیت پر چڑ کر غرایا۔

"اور جو تم کر رہے ہو وہ انار، ب بکری ہے کیا؟ خود بھی تو زبردستی مجھے ہراساں کر رہے ہو کہ میں تمہیں دیکھوں۔ ایسی خوش فہمی کس نے ڈال دی تمہیں کہ میں تمہارا پھولا ننگا بدن دیکھنے کو مری جا رہی ہوں؟"

وہ ایک کے بعد دو تین اور وار کرتی انیس کی ساری منہ کی سفیدی تو جھاڑ ہی چکی تھی، بچارے کے بال بھی بکھر گئے جبکہ اصل صدمہ انیس کو اپنے خوبصورت فگر کو پھولا بدن سن کر لگا۔

"واٹ؟ کیا کہا تم نے۔ کہاں سے پھولا ہوا ہوں میں لڑکی۔ دماغ درست ہے؟"

اپنی وجاہت پر بات آئی تو جناب خود بھی گرم توے پر بیٹھنے سا اچھلے، وہ مسکراہٹ دباتی زرا پیچھے ڈریسنگ ٹیبل سے جا لگی۔

"پھولے ہوئے ناں دیکھو تو سہی"

وہ آنکھوں میں شرارت بھرتی اپنے ہاتھ کی دونوں شہادت کی انگلیاں اسکے رخساروں میں چبھوتی منمنائی تو انیس بھی مسکراتا نظر آیا، پھر عرشیہ نے انگلی کی ٹپ اسکی ناک پر رکھی۔

"یہاں سے بھی۔۔۔۔ پھر یہاں سے بھی پھولے ہوئے ہو۔ غبارہ نہ ہو تو"

انیس کا سینہ مضبوط مسلز سے تنا ہوا تھا۔

وہ اسکے سینے پر دائیں طرف ہاتھ لا کر روکتی بولی پھر اسکے ابڈامنل ایبس پر انگلی پھیرتی بولی، پھر دوسرا ہاتھ انیس کی کندھے کے گول ابھرے ہوئے مسلز پر تھپکتی اپنے کہے کے پورے ثبوت بھی فراہم کر گئی، انیس نے ہونٹوں کو باہم میچ کر اپنا امڈتا قہقہہ روکا۔

"خود جیم اونر ہو کر تمہیں ان چیزوں کا پتا نہ ہو یہ ہو نہیں سکتا۔ چھوٹی بچی بن کر یہ حرکتیں کرتی ہوئی زہر لگ رہی ہو"

وہ اسکے معصوم سے پیار اور شرارت کو ایک لمحے میں غصہ بنا گیا۔

"تو یہ زہر پی کر کوچ کر جاو پھر۔ نمونہ آدمی"

وہ اسے پرے کرتی کاٹ کھاتے غرائی جس پر انیس نے اپنے امڈتے جلال کی لگام کھینچی۔

"زبان سنبھالو اپنی"

وہ گھور کر ڈپٹتے بولا۔

"تم سنبھال لو۔۔۔۔لو"

وہ دو گز لمبی زبان باہر نکال کر اسے یہ فریضہ دے کر انیس کا سر چکرا کر رکھ گئی، یہ چیز کیا تھی آخر، انیس اس کل کے لمحے کو کوس رہا تھا جب وہ اپنی زندگی کا سب سے بڑا انکار کر بیٹھا تھا۔

"لُما اب بس"

وہ دانت پیسے بڑبڑایا تو عرشیہ نے اپنی زبان اندر کی پر ابھی بھی بھرم دیکھا کر مغرور پوز دے رہی تھی۔

"نام دیکھو زرا جو میرے لیے اپنے جیسا نمونہ چنا ہے اس
نے۔لُما۔۔۔۔ایسے لگ رہا ہے کوئی سستی جادوگرنی ہوں میں"

وہ اپنے بالوں کو ادا سے بکھیرتی منہ بگھاڑ کر اس اتنے حسین نام میں نقص نکالتی اب انیس کا پارہ سچ میں ہائی کر گئی۔

"میں نے اپنے غصے پر پیر رکھا ہوا ہے سمجھی"

وہ انگلی اٹھا کر دھمکانے کی جرت کر گیا تھا جس پر عرشیہ نے اسکے پیر کی طرف دیکھا۔

"تمہارا غصہ نیچے کب گرا؟"

وہ اعلی پائے کی معصوم بنی۔

"تم مجھے غصہ دلا رہی ہو"

وہ اس بار دبا سا چلایا تھا۔

"پر وہ تو نیچے گرا ہوا ہے جس پر تمہارا پیر ہے"

وہ آنکھیں پھیلا کر گھوری۔

"میں کیا کروں اپنے بال نوچ لوں۔ تم۔۔۔ تم"

وہ انگلی اٹھا کر وارن کر گیا اسی لمحے عرشیہ نے اسکی انگلی مٹھی میں جکڑی۔

"اگر ایک بار اور انگلی اٹھائی تو میں تمہارے بالوں کے ساتھ تمہارا منہ بھی نوچ لوں گی۔"

دھمکاتی ہوئی بچارے کو سیدھا سیدھا زدوکوب کر گئی اور وہ گندے مندے غصے والا چھوٹا سا منہ لے کر رہ گیا۔

"تم مجھے کِس کر لو۔ لیکن یہ ٹارچر بند کرو۔ ہاتھ جوڑتا ہوں"

وہ اپنی ساری شرارت لمحے میں بھول گئی، ہونق ہو کر اس شخص کو دیکھنے لگی جو چند گھنٹے بھی عرشیہ کو برداشت نہ کر سکا تھا۔

"اب تم میری ایک کِس پانے کے لیے چلے کاٹو گے تب بھی نہیں ملے گی۔ کیا سمجھے ؟ نیاز ہے جو منہ کھول کر مانگو گے اور مل بھی جائے گی۔ ابھی تو پارٹی شروع ہوئی ہے سڑو۔ اب یہ ٹارچر کسی بڑے تقاضے پر ہی ختم ہو گا"

وہ اپنی فطری سی گھبراہٹ چھپاتی جا کر اپنا واش روم سے سوئٹر لے کر آتی، اسے پہن کر باہر جانے کی نیت سے دروازے کی طرف بڑھی جب انیس نے اسکی کلائی اپنے ہاتھ میں لے کر اسے اپنی طرف گھسیٹ لیا۔

عرشیہ کا دل شدید تیز دھڑکا جب انیس نے اپنا ہاتھ اسکی بیک پر پھیلا کر رکھتے اسے مزید اپنے چہرے کے قریب روکا۔

"وہ بڑا تقاضا کیا ہے۔ ابھی بتا کر جاو۔ میں اس ٹارچر کو ختم کرنے کے لیے منہ مانگی قیمت دینے کو تیار ہوں"

وہ اسکی بے خود نظروں کے آگے مسکرائی، خود پر شدید فخر محسوس ہوا۔

"وہ قیمت تمہارا اظہار محبت ہو گا۔ اور یہ اقرار کہ عرشیہ المیر تم میرے دل، میری جان اور میرے جسم سب کی اکلوتی حقدار اور ملکہ ہو۔ جب تک تم یہ قیمت نہیں دیتے، میرے منہ سے تمہارے لیے صرف شعلے، انگارے اور آگ نکلے گی"

یہ قیمت تو انیس کی سوچ سے بھی بڑی تھی، وہ اسکے چہرے کے خدوخال میں گھلی ضد با آسانی دیکھ سکتا تھا، انیس کو لگا جیسے وہ یقین کر چکی ہے کہ وہ اسے یہ سب کہے گا، اور باخدا وہ کہنا بھی چاہتا تھا۔

"تمہیں پتا بھی ہے تم کیا کہہ رہی ہو؟"

وہ اسکا چہرہ جبڑے سے ہولڈ کرتا جیسے اسے ہوش دلانے کی کوشش میں بولا پر وہ پورے ہوش و حواس میں ہی تھی۔

"ہاں۔ سچ ہی کہہ رہی ہوں بس تمہارے منہ سے اگلوانا ہے۔ تب تک ہم میں نہ امن ہے نہ ہو گا۔ ہٹو اب اپنی سانسیں میرے منہ پر پھیلانا بند

کرو، سانس رک جاتی ہے میری۔ پتا نہیں کونسا تیز خوشبو والا ماوتھ فریشنر یوز کرتے ہو۔ ایسا لگتا ہے منٹ والی ببل میں چبا رہی ہوں"

وہ اپنے حکم کو دیتی فورا سے انیس کو خود سے دور کرنے لگی مگر اسکے پاوں کے قالین میں اٹکنے پر وہ پھسلی تو انیس سمیت میٹرس پر جا گری، انیس نے گرتے ہی اپنی بازو کا حصار اسے دیا تا کہ اسکی بازو پر اسکا اپنا دباو نہ پرے، جس سبب وہ انیس کے حصار میں قید اسکے چہرے کی طرف دیکھنے لگی، جتنا اور جب جب وہ اسے دور جھٹکتی تھی، وہ پہلے سے زیادہ قریب آجاتا تھا، جیسے اس وقت دونوں کے بیچ کی یہ حادثاتی مگر ذو معنی چپ، دونوں کے دل میں دبی ایک دوسرے کے لیے محبت ایک دوسرے کو بنا آواز ہی ارسال کر رہی تھی۔

"تم بہت زیادہ تقاضا کر رہی ہو۔ ایسا نہیں کر سکتا میں"

وہ ہاتھ بڑھا کر اسکے ٹھنڈے بالوں کو اسکے چہرے سے ہٹاتا خمار و مدہوشی میں دھت بھاری سرگوشی کر گیا اور اس سرگوشی میں ٹوٹ کر بے بسی بھری تھی۔

"تو پھر ہم ہمیشہ لڑیں گے اب انیس۔ تم مجھ سے پیار کرتے ہو یا نہیں۔ اگر نہیں تو جھگڑے سے کوئی مسئلہ نہیں ہو گا اور اگر ہاں تو اس پیار کا اعتراف کرو، اور میں تمہاری۔ پوری کی پوری ہو جاوں گی۔ تمہارے ہر ڈر کو اپناوں گی۔ اسے دور بھی کروں گی۔ پر اسکے لیے تمہیں اپنی ناک نیچی کر کے مجھے سچ بتانا ہو گا۔ جب تک سچ نہیں بتاو گے، ہم دونوں اس سچ کی خوبصورتی فیل نہیں کر سکیں گے۔"

وہ اسکی بازو سے نکل کر اٹھتے اس پر جھکے بولی، اسکا لہجہ سمجھانے والا اور نرم تھا، لیکن بے حد سنجیدہ تھا۔

"ایسے مت کرو۔ تم میری طرح سخت دل اور ضدی کیوں بن رہی ہو۔ جب سے ہم ساتھ ہوئے بس شرطوں پر ہی چل رہے ہیں۔ اب پھر سے شرط، یہ مجھے اچھا نہیں لگ رہا"

وہ اسکی آنکھوں میں صاف صاف بے چینی دیکھ رہی تھی۔

"مجھے بھی اچھا نہیں لگ رہا کہ تم میرے ہو کر بھی مجھ سے خود کو چھپانے کی کوشش میں ہو۔ سب ثابت ہو چکا ہے۔ تمہاری یہ آنکھیں مجھے محبوب عورت کی نظر سے دیکھتی ہیں یار، تم مجھے بہانے بہانے سے چھوتے ہو، قریب کرتے ہو پھر وہ کل جو گندی سی تھوک والی کِسی کی میری گردن پر، پکا سولڈ ثبوت۔۔۔ ایک تو ثبوت چھوڑ رہے ہو جگہ جگہ اوپر سے ماننا بھی نہیں۔ ایسے تو نہیں ہوتا ناں۔۔۔"

وہ ناچاہتے ہوئے بھی مسکرایا جب اس لڑکی نے اسکے اتنے پیار بھرے لمس کو تھوک والی کِسی جیسا ڈسکسٹنگ نام دیا۔

"وہ گندی تھی؟"

انیس کو شدید برا لگا تو وہ بھی آنکھیں چراتی چھوٹی سی ہنسی ہنس گئی۔

"گندے بچے بن کر کی تھی ناں تم نے۔ اب مجھے جواب دو شرط مانو گے یا لڑنا اور دماغ کا دہی کروانا ہے؟ کیونکہ مجھے بہت سے پنگے سوجھ رہے ہیں، میں نے بہت برے برے خیالات سوچ لیے تمہیں مزہ چکھانے کے فیوچر کے لیے۔ تم سے لاڈ نہیں کرنا ابھی مجھے، میرے موکل مجھے جلا کر بھسم کر دیں گے۔ کہیں گے خود کو ڈی گریڈ کرنے والے تھوڑے سے اس شوہر کو رعایت دیتے شرم نہ آئی تمہیں عرشیہ"

وہ اسکی بازوؤں سے نکلتے اس سے دور ہوتے مسلسل بول رہی تھی مگر انیس نے اسے بازوؤں میں دبوچتے واپس خود پر گراتے جب اپنے گلے لگا کر لپٹایا تو موکل بچارے بھی منہ چھپا گئے کیونکہ وہ زرا بھی مزاحمت کے لائق نہ

رہی تھی، انیس کے دل نے بھی اس لڑکی سے سارے اعتراف کر ڈالے تھے۔

"میں نے تمہیں ڈی گریڈ نہیں کیا۔ بار بار مجھ پر ایسا سخت الزام مت لگاو۔ کچھ دیر رکو"

وہ اسکے بس آخری جملے کو سن سکی، بس یہیں عرشیہ المیر کی ساری من مرضیاں مفلوج ہوئیں۔

"بہت اچھی ہے تمہاری خوشبو۔ کونسا پرفیوم ہے؟"

وہ اسکے وجود سے اٹھتی خوشبو سونگھتا اسی طرح اسے گلے لگائے ہی بولا۔

"یہ میری اپنی خوشبو ہے"

وہ چہرہ روبرو لاتی انیس کی آنکھوں میں غرور سے جھانکی۔

"تم نے کہاں سے لائی یہ ذاتی خوشبو؟"

وہ اسکے بالوں کو چہرے سے ہٹاتا دلچسپی سے بولا تو عرشیہ نے انگلی کی پوریں انیس کی بیئرڈ میں پھنسے آٹے پر سہلائیں پھر وہ انیس کو دیکھنے لگی۔

"جہاں سے اللہ اچھے موسم بھیجتا ہے، وہیں سے لائی ہوں۔"

وہ خود پر اتراتی حسین ترین لڑکی تھی، وہ بنا لمحہ لگائے یہ اعتراف کر سکتا تھا، وہ پاس آتی تھی تو انیس کے دل کی رفتار بدل دیتی تھی۔

"تم بھی اچھے موسموں کا جیتا جاگتا، سانس لیتا ورژن ہو عرشیہ۔ میری لُما"

وہ اسے کہہ نہ سکا بس وہ اسکے چہرے کی بناوٹ اور نرماہٹ میں کھو سا گیا تھا۔

"اب بس۔۔۔۔"

وہ اسکی بازوؤں کو اپنے اطراف سے کھولتی اسے سنبھلنے کا موقع دیے بنا بیٹھی پھر اٹھ کھڑی ہوئی، وہ انیس کے شانوں پر اپنے بالوں کی نمی چھوڑ چکی تھی، وہ ویسے ہی گرا پڑا اسے نظریں اٹھا کر دیکھ رہا تھا۔

"ناشتہ میرے پھپھا نہیں بنانے آئیں گے مجھے جا کر ہیلپ کرنی ہے۔ مجھے کب سے خود میں بزی کر رکھا تم نے سڑو۔ باہر سب پتا نہیں کیا سوچ رہے ہوں گے۔ جا رہی ہوں۔ نہا کر آنا ہے یا میراثی پن کا ثبوت دے کر بس منہ دھونا ہے، جو بھی کرو پر آجانا ناشتے پر"

وہ اسکی نظروں کے جان نکالتے اثر سے نکلتی اسے تاکیدیں کرتی باہر نکلی تو عرشیہ نے اپنے زور سے دھڑکتے دل کو محسوس کرتے اپنے سینے پر ہاتھ رکھا تھا، انیس کا وہ جملہ "کچھ دیر رکو" اس لڑکی کے پورے وجود میں اتری اداسی کو بہار کر گیا، جس تکلیف سے انیس نے کل عرشیہ کو گزارا، آج بس اس جملے سے ہی تلافی کر دی، وہ کہنا چاہتی تھی وہ تو رکی ہوئی ہے، ہواوں کی زد میں تو وہ شخص ہے، عرشیہ کچن میں آئی تو چورَک عدین نے خود ہی تیار کر لی جسکو بعد میں گھریلو دیسی اوون تندور میں اس نے رضی سومرو کے ساتھ مل کر رکھا، وہ اس دیسی لکڑیوں کے اوون کو دیکھ کر بھی بہت خوش ہوا تھا، ٹھنڈی یخ ہوائیں شروع ہو چکی تھیں، ہلکی ہلکی بارش بھی تھی مگر آسمان

اسقدر سیاہ بادلوں سے اٹ چکا تھا کہ جیسے آج یا تو شدید بارش برسائے گا یا پھر دیر تک برف گرے گی، پچھلی گری برف تو کافی حد تک پگھل چکی تھی، بس درختوں پر باقی تھی، زمین پر پڑے ٹکرے، زمینی حرارت سے پگھل گئے تھے۔

ناشتہ عدین، شماس صاحبہ اور حراتینوں نے مل کر شاندار تیار کیا، عرشیہ بعد میں آئی لیکن اس نے بھی اپنا حصہ ڈالا۔

سارا ناشتہ جب تک ٹیبل پر لگا، فادی بھی آگیا تھا، وہ انیس کو ناشتے کے لیے بلانے گئی تبھی اسے فادی ملا جو اپنی پٹاکہ کو چھوڑ کر آچکا تھا۔

"آپ سے مل ہی نہیں سکی ٹھیک سے۔ کیسے ہیں فادی؟"

وہ پیار سے اسکے سر پر ہاتھ رکھے مسکرایا۔

"بلکل ٹھیک ہوں۔ جب بچے بڑے ہو جاتے ہیں پھر ملنا ملانا بس دیکھ کر ہی ہوتا ہے۔ تمہیں دیکھ لیا، آنکھیں ٹھنڈی ہو گئیں۔ اور کیا چاہیے۔"

وہ انیس کی وجہ سے خود ہی تھوڑا محتاط تھا تاکہ عرشیہ کو کوئی پرابلم نہ ہو۔

"فادی۔ اسکی بات کا اور لہجے کا برا مت منایئے گا۔ وہ اب آپ سے ایسے بات نہیں کرے گا آئی پرامس۔ اسے جب پتا چلے گا آپ نے میرے لیے کیا قربانیاں دیں تو وہ آپ کا بھی دوست بن جائے گا۔ اسے ابھی میرے پاسٹ کا نہیں پتا۔ آپ میرے لیے بہت خاص ہیں۔ آپ جانتے ہیں ناں؟"

وہ بہت حساس تھی تبھی اتنی معمولی بات کی بھی معذرت کر رہی تھی اور فادی کو وہ یوں نادم ہوتی پسند نہ تھی۔

"میں جانتا ہوں۔ اور مجھے اسکا لہجہ بلکل برا نہیں لگا، الٹا اسکی تمہارے لیے پوزیسیونیس پسند آئی۔ میں دعا کرتا تھا تمہیں کوئی ایسا ہی انسان ملے، جو تمہیں چاہ کر بھی غیر اہم ثابت نہ کر سکے۔ اس لیے میں تو بہت خوش ہوں عرشی۔ اب یہ فضول کی ندامت سائیڈ کرو۔ وہ جب دیکھے گا تم کتنی اہم اور لاڈلی ہو ہمارے لیے تو سمجھ جائے گا"

فادی نے اسکے دل سے سارے بوجھ اتار دیے تھے۔

"آپ ہمیشہ حرا باجی کے ساتھ خوش رہیں۔ آپکا دوسرا بے بی خیر سے آئے۔ میں بہت ایکسائیڈ ہوں۔ آپ نے نام سوچا؟"

وہ مسکراتی ہر گلٹ سے آزاد ہوئی تو فادی بھی مسکرا دیا۔

"آمین میری جان۔ ہاں مہرو نے لسٹ تیار کر رکھی ہے۔ دیکھو کیا بنتا ہے۔ بھئی ہم نے تو سارا اختیار آپا کو دے رکھا بے بی کی۔ لیکن اگر تم تجویز دینا چاہو تو موسٹ ویلکم"

حرا بھی عقب سے بولتی ہوئی آئی دونوں کے پاس رکے بولی تو اس بار تینوں مسکرائے۔

"نہیں جناب۔ آپکا بے بی تو نام رکھنے کا حق بھی بس آپکا ہی ہونا چاہیے۔ میں اپنے بے بی کا نام رکھوں گی ان شاء اللہ۔ چلیں میں انیس کو بلا لاوں پھر ناشتہ کرتے ہیں"

وہ چہک کر یہ حق اس پیارے سے کپل کے سپرد کرتی اجازت طلب ہو کر گئی تو دونوں کی نظریں عرشیہ کے لیے محبت سے بھری ہوئی تھیں۔

پھر حرا نے فادی حسن کے چہرے کی طرف دیکھا۔

"ابھی بھی پیار کرتے ہو اس سے؟"

حرا کے سوال پر فادی نے جھٹکے سے حرا کی طرف دیکھا، اتنے سال بعد حرا کے ایسے سوال پر وہ خود پریشان ہو گیا۔

"وہ پیار اب صرف شفقت سے بھرا ہوا ہے، یہ تم بھی جانتی ہو حرا۔"

فادی کا لہجہ بے حد سنجیدہ تھا۔

"ہاں جانتی ہوں پر ماضی بھولا نہیں جا سکتا۔ پھر بھی کیا تمہیں اس بات پر سکون ملا فادی کہ وہ اب آباد ہو چکی ہے، اسے ایک بہترین ہمسفر ملا ہے۔ کیا یہاں آرام آیا ہے اب؟"

وہ اپنا ہاتھ فادی کے سینے پر رکھتی اسکی آنکھوں میں آنکھیں ڈال گئی۔

"بہت آرام ہے۔اس آرام کی ابتدا تبھی ہو گئی تھی جب وہ تمہیں میری زندگی میں لائی حرا۔ پھر یہ آرام اور بڑھا جب میرے ان ہاتھوں میں میری اولاد، میری بیٹی آئی۔ اور یہ آرام ہر لمحہ بڑھتا چلا گیا۔ اب یہ کبھی کم نہیں ہو سکتا۔ اس آرام کے قائم رہنے کی وجہ اب بس تم ہو۔ عرشیہ کی مجھے بہت فکر تھی لیکن اب وہ بھی کم ہو گئی"

حرا کی مسکراہٹ اسکے دل سے نکلی، اس نے فادی کے دونوں ہاتھ چومے اور جواب میں وہ آسودگی سے اسکا ماتھا چوم گیا۔

"ہم اسے خوشی سے اپنی پریکٹیکل زندگی شروع کرتا دیکھیں گے فادی۔ اور اس میں حرا تمہارے ساتھ ہے۔ ویسے کتنا پیارا کپل ہے انکا ماشاءاللہ۔ میں نے تو دیکھتے ہی نظر اتاری تھی"

حرا کے لہجے میں عرشیہ کے لیے بے حد چاہت تھی اور وہ بہت سچی تھی۔

"میں نے بھی۔ خیر اندر چلو یہاں ٹھنڈ ہو رہی ہے۔"

وہ اسے لیے اندر کی طرف بڑھا جبکہ کمرے میں پہنچ کر عرشیہ نے قدم روکے جہاں وہ اپنے گیلے بال ٹاول سے رگڑ کر مرر کے سامنے تن کر کھڑا تھا۔

"دیکھ لو نہا لیا میں۔"

اسے دیکھتے ہی انیس نے شوخی مارتے جتایا تو عرشیہ نے اس پر آتے پیار کا گلا مہارت سے گھونٹا۔

"ہاں۔ اب مجھے تمہارے ناک بہنے کا انتظار ہے۔ کمنگ سون سڑو۔ ناشتہ لگ گیا ہے آو چلیں"

وہ اسے لینے آئی تھی، انیس نے ٹاول جس طرح بیڈ پر پھینکا، وہ بھی گیلا، عرشیہ نے اسے اپنی طرف بڑھتا دیکھے گھور کر آنکھیں نکالیں۔

"اس موسم میں کپڑے سوکھ نہیں رہے اور تم بیڈ شیٹ بھی گیلی کر رہے ہو۔ اٹھاو اس کو اور ہینگ کرو"

انیس نے پیچھے پلٹ کر ٹاول کو دیکھا پھر جھک کر اٹھائے تو لیہ وہیں دیوار پر لگے ٹاول ریک پر ٹانگ دیا، اتنی فرمابرداری پر کوئی کیوں نہ مر جاتا۔

"کچھ سوچا پھر تم نے؟"

وہ اسکی خود پر جمی وارفتہ نظروں کے سبب دوبارہ اسکا فیصلہ جاننے پر بے قرار ہوئی۔

"میں یہ شرط نہیں مان سکتا، بہت مشکل ہے میرے لیے ایسی باتیں کرنا۔ اگر تمہیں میری جانب سے یہ یقین مل گیا ہے تو میرے کہنے کی ضرورت نہیں۔ تم اپنے یقین پر بند آنکھوں یقین کرنا چاہو تو کر سکتی ہو لُما"

وہ اسکے رخسار سے لگتے بالوں کو آہستگی سے اسکے کان کی طرف دھکیلتا ہوا، دوسرے ہاتھ کی انگلیاں اسکے بالوں میں گزارتا وہاں موجود ابھی تک تھوڑی تھوڑی نمی محسوس کر سکتا تھا۔

"ایسے یقین کسی سکون کا سبب نہیں ہوتے انیس جو بے یقینی کی چادر میں لپٹے رہیں۔ اب مجھے تو یقین ہے لیکن تم نے یہ یقین توڑا تو ساتھ میں بھی ٹکرے ہو جاوں گی۔ کیا تم میرا یقین ہمیشہ جوڑے رکھنے کا وعدہ لیتے ہو پھر؟ یکطرفہ یقین دل و جان کی آزمائش ہوتی ہے۔ تم اس آزمائش کے لیے مجھے چننا چاہتے ہو کیا؟"

وہ اسکی آنکھوں میں لکھا سب دیکھ سکتی تھی، سب کھوج رہی تھی، پر باخدا وہ ایسی ہمت ڈھونڈ کر بھی نہیں لا سکتا تھا کہ اسے کہہ پاتا وہ اسکا سب بنی ہوئی ہے، ابھی سے نہیں، دو سالوں سے، دو سالوں سے وہ اسکی خاموش، گہری اور پر سکون محبت ہے، اس لمحے سے جب وہ اس سے ہوسپٹل میں ٹکرایا تھا، جب وہ زخمی حالت میں وہاں لائی گئی تھی، جب اسکا ایکسیڈنٹ ہوا تھا۔

جب اس نے اپنی گاڑی کی بریکس خود فیل کروا کے اپنی جان لینے کی کوشش کی تھی مگر کسی نے اسے بچا لیا تھا، جب عرشیہ تب زندگی اور موت کے منہ میں تھی تو اسے بلڈ کی ضرورت تھی، اور انیس نے اپنا بلڈ دینے کی خواہش کی پر ڈاکٹرز نے کہا وہ اپنا خون اسے زندگی بھر نہیں دے سکتا، وہ سیو بلڈ نہیں رکھتا، تب پہلی بار انیس کو احساس ہوا کہ وہ کس قدر مہلک ہے۔ یہ چیز آج تک اسکے اندر گھٹن بھرے ہوئے تھی، وہ کسی کو بلڈ نہیں دے سکتا، اسکا اپنا خون بنا انجکشن رکتا نہیں، اسے اپنے بلڈ کو نارمل سرکولیٹ کروانے کے لیے موت تک میڈیسن لینی ہے، وہ پہلی نظر میں اس لڑکی پر ہار اپر آج اسے اپنانے کے باوجود اسی پہلے لمحے پر ہی کھڑا تھا۔

اسے بتانا ہوتا تو وہ ان دو سالوں میں اسے بار بار بتا چکا ہوتا کہ وہ اسے پہلی نظر میں اپنی لگی تھی پر نہیں، وہ اپنے اندر سمٹا رہا، لیکن پھر دو سال بعد اچانک وہی اسکی قیدی بننے آ گئی، آس پاس کیا رہی کہ انیس کا وہ دل جو صبر پا

چکا تھا، اسے یہ جاننے کے باوجود اپنانے کی خواہش کر بیٹھا کہ انکار شتہ نا ممکن ہو گا۔

"میں یقین جوڑے رکھنے میں ماہر بھی نہیں اتنا لیکن تمہارے لیے کوشش کروں گا۔ تم اسکے باوجود کہ یہ یقین ٹوٹ سکتا ہے، رسک لینا چاہو گی؟ تم اس میں آزاد ہو"

وہ اپنی آنکھوں میں ہلکی سی سرخائی لائے مسکرائی، وہ سمجھ گئی تھی اسکے ڈر۔

"رسک لے لوں گی پر کبھی کبھی میری جلی کٹی کا ٹارچر بھی سہنا ہو گا پھر تمہیں۔ رسک لے رہی ہوں تو اندر کی گھٹن کہیں تو نکالوں گی ہی انیس غانم علوی۔ ڈیل؟"

وہ اپنی آنکھوں کی ساری اداسی کو مسکراہٹ میں بدل گئی، وہ اتنی مہربان تھی کہ وہ اسکی مہربان صفت کا صدقہ اتارنا واجب سمجھ رہا تھا۔

"ڈیل۔۔۔"

وہ اسکا چہرہ ہاتھوں میں بھرتا ہوا مسکرایا اور وہ اسکی مسکراہٹ دیکھتی ہوئی اسکے دونوں ہاتھ چہرے سے ہٹاتی اپنی کمر کے اطراف باندھ کر جیسے اسکے جذب ہونے کے انداز میں گلے لگی، انیس کو سکون کی سب سے مسرور کیفیت سے ملا گئی۔

"مجھے بہت فکر ہے تمہاری سڑو۔ چلو ناشتے پر سب منتظر ہیں۔ آجاو۔ پھر باہر گھومنے چلتے ہیں عدین کو لے کر۔ تم دونوں کو اپنے دوستوں سے بھی ملواتی ہوں اور اپنا سکول بھی دیکھاوں گی"

وہ اس سے الگ ہونے لگی جب انیس نے اسے مزید اپنے سینے لپٹاتے جکڑا، وہ گہرا سانس اسکی گردن میں منہ دیے بھر گئی کہ اسے انیس کا یوں گلے لگانا بہت پسند تھا۔

"بس کرو کیا دم گھوٹو گے۔ ہٹو بھی۔ دیکھو اب میری جلی کٹی باہر آرہی ہیں۔ پھر نہ کہنا عرشیہ المیر بدزبان ہو گئی ہے"

وہ اس سے بھرپور احساس سکون وصولنے کے بعد ہی آزاد کر سکا، مگر انیس نے اسکی ساری ناراضگی چپکے سے چرا لی تھی۔

"وہ تو کہوں گا۔ تم یہاں آ کر ہاتھ سے نکل گئی۔"

وہ اسکے ساتھ ہی روم سے نکلا تو عرشیہ نے گھور کی اسکی طرف دیکھا۔

"ہیلو! میں تمہارے ہاتھ میں تھی ہی کب"

وہ اسکے ہاتھ کو پکڑ کر جائزہ لیتی بولی جہاں کلائی پر اس نے دانت گاڑے تھے پر کوئی نشان نہ تھا، جس سبب وہ مطمئین ہو گئی۔

"نہیں۔ میں چاہتا بھی نہیں تم میرے ہاتھ میں آو۔"

وہ اسکی بات پر اداس ہو کر انیس کی آنکھوں میں جھانکی، مزید انکی بات ہو نہ سکی کیونکہ عدین دونوں کو بلانے ہی آ رہا تھا۔

"عرشیہ یہ کیسا بلا نے آئی تھیں آپ کہ سب کو ایک بندہ یعنی عدین بھیجنا پڑا پیچھے"

وہ اتنے یمی ناشتے کی ٹیبل سے اٹھ کر آیا تھا یہی عدین کا آج کا بڑا کارنامہ تھا، وہ دونوں ہی مسکرا دیے۔

"اوہ مائی سوئیٹ ہارٹ، چلو تمہارے اس صبر اور حوصلے کا پھل کھاتے ہیں مل کر۔"

وہ اسکے دونوں گال ہاتھوں سے سہلاتی مسکائی تو عدین نے دونوں کی چمکتی آنکھیں بغور دیکھیں۔

"رکیں! آپ دونوں سے کچھ کہنا تھا۔ مارچ تک اپنے رشتے کو ٹھیک کر لیجئے گا۔ پھر جب آپ دو کی پر اپر شادی ہو گی تو میں چاہتا ہوں آپ دونوں اس رشتے میں ایک دوسرے سے محبت میں پڑ چکے ہوں اور اس عجیب سی شادی

کو اصل شادی میں بھی ڈھال لیا ہو۔ میں آپ دونوں کو ہمیشہ ایک دوسرے کے ساتھ اور اپنے ساتھ چاہتا ہوں۔ ٹھیک ہے ناں۔؟"

وہ دونوں کا اک اک ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر جس آس و محبت سے بولا، اس پر اگر وہ عمل نہ کرتے تو عدین کے ساتھ سب سے بڑی ناانصافی کر گزرتے۔

"کیا کہتے ہو انیس؟"

وہ چہرہ گما کر انیس کے چہرے کے تاثرات جانچنے لگی اور عدین نے بھی یہی کیا کیونکہ انیس کا جواب ان دونوں کے لیے ضروری تھا۔

"جیسا تم چاہو عدین۔"

انیس نے بھی اقرار کیا تو وہ اسکے دیوانے ایک ساتھ کھلائے اور اسکے بعد وہ سب ساتھ میں ناشتے کے لیے پہنچے، باہر ہلکی ہلکی سنو فال اور گرم حدت

بھرے ڈائنگ ہال میں بیٹھ کر سب کا ایک دوسرے کو دیکھ کر مسکراتے ہوئے ناشتہ شروع کرنا صبح کو حسین ترین بنا گیا۔

.._____..

وہ گہری نیند سے سہم کر جاگا تو اٹھ بیٹھے ہی جو اسے پہلا احساس ہوا وہ ناشتے کی خوشبو کا تھا، مہویر نے سائیڈ ٹیبل پر پڑا اپنا فون اٹھا کر وقت دیکھا تو صبح کے نو بج رہے تھے، وہ رات بہت دیر سے سویا تھا تبھی آنکھ نہ کھلی اور جب اپنے برابر پہلو میں دیکھا تو منائم کی جگہ پر اسکی چھوڑی سلوٹیں تھیں، پھر کچن سے آتی خوشبو کا احساس پائے وہ فون واپس ٹیبل پر رکھے، خود پر سے لحاف اٹھا کر پھینکتا اٹھا۔

"یہ لڑکی اپنا ہاتھ نہ جلا لے"

وہ تیزی سے باہر نکلا اور دوڑتے کچن تک پہنچا جب اسے منائم، ناشتہ بنا کر چولہا اف کرتی ہوئی، ہاتھ میں پکڑی آمیلیٹ کی پلیٹ میز پر رکھتی ہوئی

دروازے میں ہانپ کر آرکتے مہویر کو دیکھتی ہوئی نظر آئی جو کبھی اسے دیکھ رہا تھا کبھی ناشتے کے لوازمات سے سجی ٹیبل کو، اس نے اپنا فون، فون ہولڈر میں بھی لگا رکھا تھا یعنی یہ سب چیزیں اس نے انٹرنیٹ سے دیکھ کر بنائی تھیں۔

"صبح بخیر میری جان! ناشتہ تیار ہے۔ ہاتھ منہ دھو کر فٹافٹ آجائیں۔"

وہ اپنا فون آف کرتی مہویر کے اندر آکر رکنے پر اسکی حیرانگی میں شگاف ڈالتی مسکرائی، پیاز، ٹماٹر، ہری مرچ، دھنیا کے ساتھ بنا بہت اچھا دیکھائی دیتا آملیٹ ساتھ براؤن اور وائیٹ دونوں طرح کی بریڈ سلائسیز کو اس نے ہلکے سے بٹر میں سیکا ہوا تھا، کچھ انڈے بوائل تھے، چائے گرم گرم کپس میں ڈالنے کو کیٹلی میں تیار تھی، ابلے ریڈی میڈ چنے کا بہت گریوی والا سالن اور دو چھوٹے سے ٹیڑھے میڑے پراٹھے اور دو ہی اسی سائز کی روٹیاں، یہ سب منائم آخر کب سے بنا رہی ہو گی۔

"یہ سب تم نے خود بنایا۔ ہاتھ دیکھاو۔۔ تم نے یہ سب کیوں کیا؟"

وہ اسکے ہاتھوں کو پکڑ کر انھیں الٹ پلٹ کر دیکھتے خفیف سی برہمی لیے بولا مگر باخدا اس لڑکی کی مسکراہٹ کی دلکشی میں کمی نہ آئی۔

"کیوں؟ مجھ پر پابندی ہے کیا؟ میں بھی تو دو ہاتھ دو آنکھیں رکھتی ہوں۔ بس میں آج بہت خوش خوش اور بنا کسی باڈی پین اٹھی تو موڈ کافی یمی تھا۔ سوچا کچھ خاص کروں۔ تو میں نے یہ سب سرچ کر کے بنالیا۔ سب بہت آسان تھا۔ جا کر منہ دھو آئیں ناں، سب ٹھنڈا نہ ہو جائے"

وہ اسکے ہاتھوں پر کہیں بھی کوئی نشان نہ پائے اسے حیرت سے دیکھنے لگا کہ وہ خوش کیوں ہے۔

"خوش کیوں ہو تم؟ تم نے اپنی نیند پوری کی اس لیے، مجھے اگنور کر کے سو گئی اس لیے یا یہ خوشی میرا انتظار کیے بنا رات ٹن ہو جانے کی ہے؟"

وہ اسکے لہجے کی تپش پر ہنسی کہ شکر ہے وہ بھی جیلس ہوا، ورنہ تو ایسا منائم بس خواب میں ہی سوچ سکتی تھی۔

"یہ تو ڈبل ہو گئی میری خوشی کہ آپ نے میرا پیار مس کیا۔"

وہ زرا سا پیروں پر اٹھی اور مہویر کی گال پر زور سے اپنے ہونٹوں کو رکھتے اپنی خوشی کا دگنا ہونا اسے بھی فیل کروایا۔

"نہیں تو۔ مجھے تو اچھا لگا تم سو گئی۔ میری جان چھوٹ گئی تھی تم سے۔"

مہویر نے مغرور بنتے اپنی رات بھر کی بے چینی دبا لیتے کہا منائم مسکرائی، جھوٹ بول کر بھی وہ اسے جان سے پیارا ہی لگا۔

"جان چھڑوانے والے وہ نہیں کہتے جو آپ نے کہا، نہ وہ کرتے ہیں جو آپ نے کیا"

یہ لڑکی صبح صبح شاید پہلیاں بوجھنے کے موڈ میں تھی۔

"کھل کر بتاو گی مجھے ؟"

وہ زچ ہوا کہ پتا نہیں یہ کیا کہہ رہی ہے۔

"میں نے آج پھر سنا۔ آپ نے نیند میں کچھ کہا" وہ اسکی طرف مسکرا کر دیکھتی بولی، مہویر کے چہرے اور آنکھوں میں لمحہ لگاتے پریشانی آئی۔

"کیا کہا نیند میں ؟ بتاو۔ بتاو ناں ؟"

مہویر کی گھبراہٹ دیکھتی وہ شریر ہنسی۔

"آپ نیند میں مجھے مس کر رہے تھے، کہا کہ کیوں پیار نہیں کیا آج مجھے۔ پھر آپ نے میرے بال پکڑے اور ناک کے پاس لے جاتے سونگھے، پھر مجھے اپنے پاس کر لیتے خود، یعنی خود مجھے پیار کیا، پھر میرے بالوں میں چہرہ چھپا کر کہا کہ مجھ سے دور مت جانا۔ میں دل ہی دل میں خوشی سے مرنے والی ہو گئی تھی اور آپکو پتا ہی نہیں چلا"

وہ شرمانے کا سیشن شروع کر چکی تھی اور مہویر نے خود کو کوسا کہ یہ عادت کسی دن اسے مروائے گی پر یہ کمبخت کنٹرول ایبل بھی تو نہیں تھی۔

"م۔مجھے یاد نہیں یہ سب۔ تمہارا کیا بھروسہ تم خود سے کہانی بنا رہی ہو یا سچ کہہ رہی ہو"

وہ آنکھیں چراتا ہوا اس سب سے انکاری ہوتا جا کر کرسی سنبھالے بیٹھا تو منائم اسے ہی پیار سے دیکھتی اپنی والی کرسی کے پیچھے آرکتی اسکے کنارے بازو جمائے مہویر پر اپنی آنکھیں جما گئی، لب متبسم تھے اور دل گدگدا رہا تھا۔

"مجھے کہانی بنانے کی ضرورت نہیں، آپکی وہ کسیز بہت رئیل تھیں، وہ اپنے گلے لگانا بہت دل سے تھا جیسے آپ مجھے اپنی خوشی سے چھو رہے ہوں، بہت زیادہ شدت ہو کر بھی وہ لمس بے حد نرم اور خوبصورت تھے۔ کل میں نے وہ بات کی تھی ناں کہ آپ مجھے خوشی سے نہیں چھوتے۔ دیکھیں اللہ نے

میری وہ خواہش بھی پوری کر دی۔ آپکے ہوش میں نہ سہی، آپکی نیند میں ہی سہی مہویر"

وہ اپنے گلاب چہرے سمیت مسکرائی، وہ اسے دیکھنے کے بیچ ہی اسکا بنایا آمیلیٹ فورک سے کاٹ کر فوری منہ میں ڈال گیا تاکہ منائم کو جواب نہ دینا پڑے۔

"گندے! منہ تو دھو لیتے"

وہ قریب آتی ڈانٹ گئی۔

"اگر میں نے وہ سب کیا جو تم بتا رہی ہو تو میرا منہ صاف ہی ہے۔ ڈونٹ وری۔ بیٹھو تم بھی۔ اپنے بنائے کارنامے ٹیسٹ کرنا تم پر بھی فرض ہے۔ میں اکیلا کیوں اس ظلم سے گزروں"

وہ مسکراتی، شرماتی ساتھ والی چیئر پر بیٹھ کر مہویر کی طرف دیکھ رہی تھی کہ اسے تو بس اس شخص کے چہرے کو دیکھنے کی بھوک ہے، وہ اسکے لیے بھی آملیٹ پلیٹ میں ڈالنے لگا جب منائم نے اسے ہاتھ بڑھا کر منع کیا۔

"ہم ایک ہی پلیٹ میں کھا لیتے ہیں۔ ایسے پیار بھی بڑھے گا اور مجھے ایک پلیٹ کم دھونی پڑے گی۔ کیسا؟"

وہ اسکی کیوٹ سی آفر پر فوری مان جاتا اپنی پلیٹ سے ہی بریڈ کے چھوٹے سے نوالے میں وہ آمیلیٹ کا ٹکرا لے کر بائیٹ بناتا منائم کے ہونٹوں کی طرف لے گیا، جس نے دونوں ہاتھوں میں نا صرف مہویر کا ہاتھ پکڑا، بائیٹ لی بلکہ اسکے ہاتھ کو جیسے دیوانگی سے چوما، مہویر کی اپنی لی بائیٹ حلق میں ہی دب گئی، وہ اس پر سے نظریں نہ ہٹا سکا، کیا چیز تھی وہ آخر!

"میں خود دھولوں گا۔ تم آج جاو شاپنگ کرو۔ اپنے دوستوں کے ساتھ دن گزارو۔ ان سب نے کل مجھ سے پرمیشن لی تھی کہ تمہیں ساتھ لے کر جانا

چاہتے ہیں تا کہ پہلے والی تمہاری روٹین تمہیں یاد کروا سکیں، پھر تمہیں خضر کے پاس ڈراپ کر دیں گے۔ پھر شام میں تمہارا ڈاکٹر کی طرف وزٹ ہے۔ میرے بھی کچھ کام ہیں تو میں وہ نمٹا لوں گا"

وہ دوسری بائیٹ بناتے ہوئے اسے آج کے دن کی مصروفیت بتانے لگا جس پر منائم نے فوراً اوکے کہہ دیا، ویسے بھی وہ اب مہویر کے ہر وقت سر پر مسلط خود بھی نہیں رہنا چاہتی تھی، جس طرح رات وہ اسے مس کر کے پاگل ہو رہا تھا، وہ چاہتی تھی وہ یوں اسے روز یاد کیا کرے، اسے خود پہل کر کے چھوئے، اسے پیار کرے۔

"آپکی نیند پوری ہوئی؟"

وہ دوسری بائیٹ اسکے منہ کی طرف موڑے فکر سے بولی تو مہویر نے وہ نوالہ کھا کر دوسرا بنانا شروع کیا۔

"بس تھوڑی سی ہو گئی۔ کافی ہے پھر بھی"

وہ دوسرا نوالہ بنا کر اسکے ہونٹوں تک لایا جسے منائم نے فوراً سے کھالیا۔

"مجھے میرے دوستوں کے حوالے کر کے کچھ دیر سو جایئے گا ناں؟"

وہ اسکی نیند کو لے کر مضطرب تھی۔

"میں تمہیں کسی دوسرے کے حوالے کر کے کم از کم سو تو نہیں سکتا۔"

وہ اسے ناچاہتے ہوئے بھی جوجتا بیٹھا اس پر منائم نے اٹھ کر اپنی کرسی مہویر کی چیئر کے بلکل ساتھ لگائی، وہ اسکے ساتھ جڑھ کر بیٹھی، پھر اس نے مہویر کی بازو سے اپنی بازو کراس کرتے الجھائی، پیار سے اسکی بازو چومتی وہ سر اٹھا کر مہویر کی آنکھوں میں دیکھنے لگی۔

"میں بھی کسی اور کے حوالے ہو کر بلکل چین سے نہیں رہوں گی۔ مجھے قرار بس تب آتا ہے جب مجھے سنبھالنے والے آپ ہوں مہویر۔ کیا نیند کا نعم البدل میری محبت ہو سکتی ہے؟ میں حاضر ہوں آپکے لیے۔ رات سونے

کی تلافی کے لیے بلکل تیار ہوں۔ مجھ سے آپ اپنا سکون، آرام اور اطمینان سب لے سکتے ہیں۔"

وہ اسکے منہ کی طرف تیسری بائیٹ لے کر گیا تو منائم نے پہلے اسے چبا کر نگلا پھر حیران سے مہویر کو دیکھتے خود سپردگی کا انوکھا احساس کہہ کر بخش گئی، وہ اسکے حوصلوں کا معترف تھا پر اس وقت وہ اسے یوں بھی سکون ہی دے رہی تھی۔

"تمہیں کس نے کہا میں تم سے سکون اور آرام کے ساتھ اطمینان بھی لیتا ہوں؟"

وہ نرم گو لہجے میں اسکے ملائم خوبصورت چہرے پر ہاتھ پھیرتا ہوا ہی بڑی دلچسپی سے پوچھ بیٹھا۔

"انسان جب نیند میں ہو کر بھی کسی کی خواہش کرے، کسی کی طلب اسکے اندر سر ٹکراتی پھرے، کسی کی آغوش کا تمنائی ہو تو ایسی ہی خوش فہمیاں جنم

لیتی ہیں مہویر میثاق۔ کیا کروں۔ کل رات آپ نے مجھے بہت سے گدگداتے یقین تھما دیے ہیں۔"

وہ بھی اپنا ہاتھ مہویر کے دائیں گال سے لگاتی اسکی آنکھوں میں ٹمٹماتی شوخی سے دگنی ہی مسکرائی تھی۔

وہ جملہ ابھی فضا میں تحلیل بھی نہ ہوا تھا کہ مہویر میثاق کی آنکھوں میں ایک گہری، ٹھہری ہوئی چمک اتر آئی۔ اس نے اس کے ہاتھ کو اپنی ہتھیلی میں تھامتے ذرا سا قریب کھینچا، جیسے الفاظ کے شور سے نکل کر اس خاموشی کی پناہ میں آنا چاہتا ہو۔

"تم جانتی ہو منائم کہ تم آگ سے کھیل رہی ہو؟"

اس کی آواز مدھم تھی۔

"کیا اس آگ سے ہوتی جلن اس جلن کا مقابلہ کر سکتی ہے جو محبت کی شدت کا خاصا ہے مہویر؟"

وہ لاجواب کرنے میں پہل کر گئی تو مہویر کی پلکیں دلکش انداز میں اوپر کو موو کرتی محسوس ہوئیں۔

"یہ تو تمہیں اس آگ سے کھیلنے کے بعد ملتے انجام کے بعد معلوم ہو گا۔ناشتہ ختم کرو تمہارے دوست آتے ہوں گے"

وہ اسکا دھیان خود پر سے ہٹاتے ہوئے مسکرایا،وہ بھی مسکرائی۔

"آپ مجھے ہوش و حواس میں کب پیار کریں گے ؟"

وہ یہ سوال کرتے پلکیں جھکا گئی۔اسکی مسکراہٹ اب شوخی نہیں رہی تھی،اس میں ایک مانوس سی گھبراہٹ گھل گئی تھی۔انگلیاں خود بخود اس کی شرٹ کے کنارے سے الجھ گئیں۔

"ہوش و حواس؟"

مہویر نے اس کے ماتھے سے اپنی پیشانی ٹکا کر سرگوشی کی، دونوں کی سانسوں کا فاصلہ سمٹ کر ایک ہو گیا تھا۔

"جو احساس رات میں جنم لے وہ دن میں بھی سانس لیتا رہتا ہے، وہ بکھرتا نہیں"

اس نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا، تو منائم نے اسے زرا فاصلہ بناتے مہویر کی آنکھوں میں کچھ خاص، کچھ منفرد سا پایا تھا۔

"وہ ہم میں رچ بس جاتا ہے۔ میں چاہتا ہوں تم مینٹلی جب مکمل ٹھیک ہو جاو، پھر تمہاری مرضی کے بعد ہی تمہاری یہ خواہش پوری کروں۔ میں اسی میں کمفرٹیبل ہوں کہ ابھی بس تم وہ سب کرو جو تمہارا دل چاہے۔ نیند میں ہوئی میری خطائیں معاف کرنا چاہو تو کر دینا، اگر وہ تمہیں خطائیں لگیں تو، ورنہ قبول تو تم میری جانب سے سب کچھ کر لیتی ہو۔ بنا اعتراض"

وہ حیرت زدہ تھی کہ کیا واقعی یہ سب مہویر نے کہا، اس پر یقین کرنا بے حد مشکل اور کٹھن تھا۔

"آپ آسان ہدف ہیں واقعی"

وہ بے ساختہ مسکرا کر کھکھلائی۔

"ہاں۔ تبھی تمہارے ہاتھ لگ گیا۔ اب ناشتہ کرو خود۔ میں بس چند نوالے ہی کھلا سکتا ہوں۔ مجھے ایسے نخرے نہ اٹھانے کی عادت ہے نہ اٹھوانے کی۔"

وہ اپنی اور اسکی پلیٹ سرکا کر منائم کے آگے کرتا خود بس اپنی چائے پینے میں انٹرسٹڈ تھا۔

"میں نے تو آپ سے اپنے نخرے اٹھوانے بھی ہیں اور آپکے نخرے اٹھانے بھی ہیں۔ ابھی کہ لیے میں ناشتہ کر لیتی ہوں کیا یاد کریں گے کیسی سخی منائم ملی ہے"

وہ نا صرف ٹھیک سے بیٹھی بلکہ اپنی چیئر بھی زرا دور کرتے ناشتے پر فوکس کیا، مہویر نے اسے ناشتہ کرتے رغبت سے دیکھتے اپنے والٹ سے اپنا کارڈ نکال کر منائم کے سامنے ٹیبل پر رکھا۔

"اپنے لیے جو پسند آئے خرید لینا۔ غریب آدمی ہوں پر اللہ کا بہت کرم بھی ہے"

وہ اسکے کارڈ کو اٹھاتی شرارت سے ہنسی کیونکہ وہ بھی مسکرا دیا تھا۔

"دیکھا۔ میں نے کہا تھا ناں۔۔ ویسے اچھے ہوتے ہیں آپ سے لوگ، ایسے نظر نہیں لگتی۔ میں اپنے لیے کیا خریدوں سمجھ نہیں آرہا پر آپکے لیے نئ پرفیوم ضرور لاوں گی۔ یہ جو آپ لگاتے ہیں کچھ زیادہ ہی ناچتی خوشبو ہے"

وہ اسکی پرفیوم کی خوشبو کی شکائیت بڑے پیار سے لگا گئی، مہویر نے اک ٹیرھا میڑھا پراٹھا اٹھا کر پلیٹ میں رکھا، شیپ تو کسی ملکی نقشے کی تھی پر بہت

اچھے سے پکا ہوا تھا، کہیں سے بھی کچا نہیں تھا، اور بٹر لگایا گیا تھا تو بہت ہی نرم بھی تھا۔

دونوں نے مسکراتے ہوئے ہی ناشتہ شروع کیا، جبکہ حلوہ پری کا ناشتہ تو عصر نے بھی ڈاکٹر صاحبہ کو کروادیا، لیکن جب وہ ناشتہ کر چکے تھے تبھی عصر کو سٹوڈیو سے کسی نے کال کی تھی، عصر کو وہاں فوری بلایا گیا تھا کہ بلڈنگ کے آس پاس کچھ مشکوک لوگ دیکھے گئے ہیں، تبھی عصر نے باہر آکر انیس کو کال کر کے جب صورتحال بتائی تو اس نے عصر کو خود جا کر سچویشن دیکھنے کا کہا، اور فاطمہ نور کی جب عصر نے اصلیت انیس کو بتائی تو انیس نے اسے یہی تاکید کی کہ اب یہ معاملہ وہ مہویر کے سپرد کر سکتا ہے۔

عصر نے اسکے بعد دوسری کال مہویر کو کی، منائم اپنے دوستوں کے ساتھ اسی وقت نکلی تھی، جبکہ عصر نے جو کچھ بتایا اسکے بعد وہ بھی اجلت میں اپنے اپارٹمنٹ سے نکل کر وئیر ہاوس روانہ ہوا۔

"تم دونوں اسکا دھیان رکھنا۔ وولف آ رہا ہے۔ وہی اس منحوس کو ہینڈل کرے گا۔ میں فجر صاحبہ کو انکی جگہ ڈراپ کر کے پھر سٹوڈیو نکل جاوں گا۔ مزید اس عورت سے تفتیش وہی کرے گا جسکا یہ فرض بھی بنتا ہے"

عصر نے ان دونوں ٹرینڈ لوگوں کو بریفنگ دی اور خود وہ اپنی ایک رات کی خاص مہمان کو بھی فائنلی "دافائیر لیڈی" واپس پہنچانے نکلا۔

"ہیو آ سیٹ"

عصر نے اسکے لیے خود پیسنجر سیٹ کی جانب کا دروازہ کھولا تو وہ ہچکچاتی ہوئی سوار ہوئی جسکا ڈور بند کرے عصر نے آ کر ڈرائیونگ سیٹ سنبھالتے سیٹ بیلڈ فکس کیا۔

"تو کیا آپ آج مجھے جواب نہیں دیں گی صاحبہ!"

وہ گاڑی سٹارٹ کرے وئیر ہاوس کے گیٹ سے نکالتا، روڈ پر ڈالے ساتھ بیٹھی سانس بھی مدھم لیتی فجر سے مخاطب ہوا جسکی سوچیں پر پوزل سے اب تک الجھی ہوئی تھیں۔

"فی الحال میرے پاس کوئی جواب نہیں۔ میری فیملی نے میرا سٹیٹس دیکھتے ہوئے کچھ ماہ پہلے میرے آگے ایک ڈیمانڈ رکھی تھی۔ انکے دوست قبیلے کے سردار سے نکاح کروں، بس اسی شرط پر وہ مجھے واپس اپنی بیٹی تسلیم کریں گے۔ اور مجھے اپنے خاندان کا حصہ بھی تسلیم کریں گے۔ میں اگر انھیں ہاں کہہ دوں تو مجھ سے چھینا ہر رشتہ، خاندان کا نام اور وقار مجھے واپس مل جائے گا۔ ایسے میں آپکو ہاں نہیں کہہ سکتی۔ آپ میری طرف سے ناامید ہی رہیں تو بہتر ہے"

وہ ڈرائیونگ کے بیچ اسے سنتا رہا پھر اختتام تک مسکرا دیا۔

"اگر آپکو اپنی فیملی، خاندان کا نام ایک اور نئے طرز کی قربانی پر واپس ملے گا تو یقین مانیں آپ تب بھی ایک قیدی ہی رہیں گی۔ آپکو اک نیا خاندان اپنا لے گا، اور سب سے اہم بات آپکا دل راضی نہیں ہو گا۔"

وہ عصر کی جانب حیرت سے گردن موڑ کر تکنے لگی۔

"میرے دل کی آپ کیسے جان سکتے ہیں؟ ہو سکتا ہے اس سردار پر میرا دل آیا ہوا ہو۔ اور میں اس سے شادی کرنے کو دل سے راضی بھی ہو چکی ہوں"

وہ صرف عصر کو کریدنے کی کوشش میں تھی کہ یہ اسکی ہمک وقتی ہے یا دائمی۔

"تو ٹھیک ہے کر لیجئے گا۔ اگر اس سب کو کرنے پر آپکو اپنے خاندان اور رشتے مل رہے ہوں۔ میرا کیا ہے، میں یہی سب کل کسی اور پر ٹرائے کر لوں گا۔ میری ٹنشن نہ لیجئے گا۔ میں کل سے اب تک اپنے کہے ہر لفظ کو واپس لے لوں گا ڈونٹ وری"

وہ لاپرواہ نظر آنے کی پوری کوشش میں تھا جبکہ اسکی باتیں فجر کو شدید بری لگیں، اگر کل یہ سب کسی اور پر ٹرائے کرنا ہی تھا تو اتنے گھنٹوں وہ فجر کو ایموشنلی گھیر کیوں رہا تھا آخر۔

"لگتا ہے آپ نے سونم پلس فاطمہ کی بات سنجیدگی سے لے لی۔ اسے حفاظت دے دیجئے گا ویسے بھی لگ رہا تھا آپ پر مرمٹی ہے۔"

فجر نے آنکھوں میں امڈتے غصب کو دباتے کہہ کر چہرہ ونڈو سائیڈ پھیرا جبکہ عصر نے لب باہم بھینچ کر امڈتا ہوا قہقہہ دبایا۔

"ہاں دینی پڑے گی۔ آپ جو نہیں مریں مجھ پر۔ اب میں زبردستی آپ سے یس تھوڑی اگلوا سکتا ہوں۔ آپ نے انکار کر دیا تو ظاہر ہے اب مجھے کہیں اور دیکھنا ہو گا"

عصر نے بھی قسم اٹھا رکھی تھی، ول یو میری می کے جواب میں آئی لو ویو ہی نکلوا کر دم لے گا۔

"انکار نہیں کیا میں نے ابھی تو اصولا آپ فی الحال یہیں باونڈ ہیں مسٹر عصر"

وہ منہ پھیرے ہی غصے سے دبا سا چنگھاڑتی بولی تو عصر کے دل میں شدید ٹھنڈک اتری۔

"یہیں کہاں؟"

۔وہ دانستہ شریر انداز میں زرافجر کی جانب جھکا و دیے بولا مگر وہ باقی کا سارا راستہ خود سے لڑتی رہی، دافائیر لیڈی کی بلڈنگ کی پارکنگ میں عصر نے گاڑی روکی۔

"جب تک میں پر اپر انکار نہ کروں، کسی اور طرف دیکھنے کی جرت بھی مت کیجئے گا۔"

وہ غصے سے اسے وارن کرتی ہوئی باہر نکلی اور عصر کو ہونق چھوڑتی اسکی گاڑی کا دروازہ بھی پوری قوت سے پٹخ کر گئی، اسے بلڈنگ کی جانب بڑھتا دیکھے عصر نے ہنس کر خود کو شاباش دی، کسی کا یس زبردستی نکلوانے کا یہ تھوڑا

چیزی طریقہ تھا پر وہ کہتے ہیں محبت اور جنگ میں سب جائز ہوتا ہے، بس یہاں بھی کچھ ایسے ہی آثار تھے۔

جبکہ خضر کو بھی پوراوی آئی پی پروٹوکول مل رہا تھا، سارہ اور طاہر نے اسکے لیے خود ناشتہ بنایا تھا، جب وہ جاگا تو باقی دو دوست بھی ٹپک آئے، پھر بیلا کا صبح جاگتے ہی صبح بخیر کا وائس میسج تو جناب کی خوشیاں الگ ہی لیول بھی لے جا رہا تھا۔

مہویر بھی آدھے گھنٹے تک وئیر ہاوس پہنچ گیا، اس نے شمس الدین کو انکی بیٹی کے کرتوت بتانے کو بہت کالز کیں پر انکا فون ہی نہیں لگا تھا، یا شاید وہ بھی اس سب میں اپنی بیٹی کے ساتھ ملے تھے۔

یہی تو مہویر پتا کرنے آیا تھا، اس لڑکی سے جواب یقینا اک عورت تھی، فاطمہ نور کو لگ رہا تھا وہ جس پر سارا الزام ڈال چکی ہے، وہ اسے اسکی

معافی دے گا، وہ تو ویسے ہی فاطمہ نور نامی اس زہر کے اپنی زندگی میں گھلتے چلے جانے پر تھک گیا تھا۔

وہ اندر آیا تو وہ دونوں آدمی وئیر ہاوس کے اندر تھے پر وولف کو دیکھتے ہی وہ باہر دروازے کی طرف چلے گئے، فاطمہ نور رسیوں کی مدد سے کرسی پر بندھی تھی، مگر اسے بند آنکھوں بھی کسی کے اندر آنے کا احساس ملا تو دہشت کے گہرے غلبے کے سبب اس نے جھٹ سے اپنا گرا سر اٹھا کر اوپر دیکھا، اور مہویر نے اپنے ناک اور منہ پر چڑھا ماسک بھی کھینچ کر اتارے اس عورت کے کچھ فاصلے تک رک کر اپنے قدم سمیٹ کر روک لیے۔

اس شخص کی آنکھوں میں شناسائی کی ہلکی سی رمق تک نہ تھی، اسکے سامنے وہ عورت بندھی بیٹھی تھی جسے وہ اپنے دل سے تو خارج کئی سالوں پہلے ہی کر چکا تھا پر دماغ اور زندگی سے نکالنے میں اب تک ناکام تھا، لیکن لگ رہا تھا اس سے یہ سامنا مہویر کی نجات بننے والا ہے۔

جس عورت کو اس نے محبت و عقیدت سے دیکھنا اپنے اوپر فرض بنا رکھا تھا، آج وہی کالی آنکھیں، بیزاری، برسوں کے غصے اور ناقابل بیان درد میں گرفتار اس پر سختی سے جمی تھیں۔

جیسے سوال کر رہی ہوں کہ کیوں؟ یہ سب کیوں کیا تم نے۔

"تو تم زندہ ہو۔ واقعی زندہ سلامت ہو۔؟"

وہ اسکی آواز میں نرمی بھانپ کر مسکرائی، مہویر نے دونوں دروازے میں کھڑے آدمیوں کو اشارہ کیا جو اندر آئے اور فاطمہ نور کی تمام رسیاں کھولتے وولف کے اشارے پر اس بار وہاں سے چلے گئے، وہ اپنے ہاتھ پیر آزاد ہوتے ہی اٹھ کھڑی ہوتی مہویر کی طرف بڑھی تو وہ اسکے سائے سے کتراتا ہوا کچھ قدم پیچھے سرکا۔

"مہویر۔۔۔ کیا میں تمھیں یاد ہوں؟"

وہ اپنی آنکھوں میں رغبت اور محبت بھر کر اسکے سامنے، جیتی جاگتی کھڑی تھی، مہویر میثاق نے جس عورت کی موت کا انتقام لینے کی خاطر جرم کا راستہ اپنایا، وولف بنا وہ آج اسکے سامنے کھڑی اس کو محبت سے دیکھنے کی جرت کیسے کر سکتی تھی۔ اس عورت نے مہویر میثاق کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیا تھا، اتنا بڑا دھوکہ، اتنا بڑا کھیل، مہویر کی آنکھوں میں فاطمہ نور نے حیرت، صدمہ اور خوشی سب امید کیا تھا پر نفرت نہیں، ایسی نفرت جو فاطمہ کی پسلیوں تک اپنی تپش پہنچا رہی تھی۔

"میں تم جیسی بد دعا کو یاد رکھے ہوئے تھا پھر مجھے منائم ملک جیسی دعا لگ گئی۔ اب تمہاری یہ اوقات رہ گئی کہ تم قیامت بن کر بھی مجھ پر اترو تو میری جوتی کو بھی پرواہ نہیں۔"

فاطمہ نور کی مسکراتی آنکھیں دفعتاً انگارہ ہوئیں، ایسی تضحیک ایسے چاہت و جنون باندھ کر جیتے شخص سے اس نے امید نہ کی تھی۔

"ایسا بس تم غصے میں کہہ رہے ہو۔ کیونکہ بہت ستایا تمہیں۔ پہلے تمہیں دھتکارا پھر جیتے جی اپنی موت سے مارا۔ سب جانتی ہوں۔ ہم بیٹھ کر بات کریں گے تو سب سلجھ جائے گا، میں تمہیں ڈھونڈ نہیں سکی۔ نہ بابا کو۔ ورنہ بہت پہلے تم تک پہنچ جاتی۔ بتاتی کہ مجھ سے غلطی ہو گئی تمہیں چھوڑ کر عاصم کو چن کر۔۔۔"

وہ اس کے قریب بڑھی تو اس بار بھی مہویر نے اسے ہاتھ بڑھا کر اپنی حد پکڑنے کی سختی سے تنبیہہ کی۔

"میرے نزدیک غلطی کی بس سزا ہوتی ہے، معافی نہیں۔ بہت اچھا کیا تم نے عاصم کو چن کر، لیکن اس سے بھی وفا نہیں کی گئی تم سے۔ اسکے کس دشمن سے مل کر یہ سب کر رہی ہو؟ کب سے کر رہی ہو؟ مقصد کیا ہے تمہارا۔ اسکی دولت، یا پھر کچھ اور۔ بچہ کہاں ہے تمہارا۔ اور وہ سب جو مشہور تھا کہ شمس الدین کی بیٹی کا بیٹے کی پیدائش سے ٹھیک کچھ وقت پہلے قتل ہو گیا۔ وہ دونوں مر گئے۔ قبریں بھی بنیں۔۔۔ تمہارا باپ بھی اس میں شامل

تھایا اسے بھی دھوکے دیے۔ اذیت دی۔ بتاو فاطمہ، تم نے اپنی مرضی سے جب عاصم کو چنا پھر یہ سب کیوں کرتی رہی ہو؟"

وہ بہت زیادہ سوال لایا تھا، اب کوئی لگاو نہیں بس اس عورت کے اتنے بڑے ڈرامے کے پیچھے کی وجہ جاننے کی دلچسپی تھی۔

"کیا ہم گھر چل کر بات کریں؟ تم مجھے بابا کے پاس لے کر جاسکتے ہو؟ میں تم دونوں کو ایک ساتھ بتادوں گی۔ وہ بھی تمہاری طرح لاعلم ہیں۔ تم بھلے مجھ سے نفرت کرو مگر مجھے سب کہنے اور صفائی دینے کا موقع دو۔"

فاطمہ نے جیسے التجاء کی، مہویر نے ناگواریت سے اسکی طرف دیکھا۔

"بچہ کہاں ہے تمہارا؟"

مہویر نے جیسے اپنا کرخت سوال دہرایا۔

"وہ کہاں ہے یہ بھی بتادوں گی۔ پلیز مجھے بابا کے پاس لے جاو"

وہ ڈرامائی انداز اپناتی جیسے خود کو مسکین و مظلوم ثابت کر رہی تھی، اور خود مہویر بھی اسکے سچ جلد جاننے کا طلب گار تھا تبھی سر ہلا کر اسکی بات مان لی۔

"ٹھیک ہے۔ چلو"

وہ اسکے لیے رستہ چھوڑتا پیچھے ہٹا تو فاطمہ نے قریب آتے اپنا ہاتھ بڑھا کر مہویر کا انگوٹھی والا ہاتھ چھونا چاہا جب مہویر نے اپنا ہاتھ اسکی پہنچ سے دور کیا جیسے وہ کوئی اچھوت ہو۔

"کیا تم نے شادی کر لی اس منائم سے؟ تمہاری محبوبہ کی سوتیلی بیٹی ہے وہ۔ تھوڑا تو لحاظ کرتے مہویر"

وہ اسکی بات پر حقارت انگیز مسکرایا۔

"محبوبہ؟ تم جانتی ہو فاطمہ ہماری ملاقات کیوں ہوئی۔ تاکہ میرے لیے تمہیں دماغ اور زندگی سے بھی مکمل طور پر خارج کرنا ممکن بنایا جا سکے، دل سے تو تم بہت سالوں پہلے ہی نکل چکی ہو، اسکا احساس مجھے تب ہوا جب میرا

دل کسی اور کے لیے پہلے سے زیادہ شدت سے دھڑکا، ایسی شدت کے پہلی والی شدت کی دھجیاں بکھر گئیں۔ تم اگر کبھی بھی میری محبوبہ رہی ہو تو اس لفظ پر ہی لعنت بھیجتا ہوں۔ اب نکلنا چاہیے کیونکہ تمہاری شکل زیادہ دیر دیکھنے تک میں دلچسپی نہیں رکھتا۔"

وہ اس پر اسکی اوقات اچھے سے واضح کرتا ہوا نہ صرف باہر نکلا بلکہ فاطمہ نور پروئیر ہاوس کی چھت بھی ڈھا گیا تھا، اس عورت کے اندر آگ لگ گئی تھی، جسکی تپش اسکی آنکھوں تک امڈتی نظر آئی، اور جب باہر آکر فاطمہ نے اسکے ساتھ بیٹھنا چاہا تو مہویر نے اسے کھا جاتی نظروں سے دیکھا۔

"پیچھے بیٹھو۔ اسے بھی میری طرف سے رعایت سمجھنا"

وہ اسکی سخت اور کھردری ٹون پر چپ چاپ بیک سیٹ سنبھالے بیٹھی تو مہویر نے غصے سے مرر بھی نیچے جھکا دیا تاکہ کسی صورت بھی اسے فاطمہ کا چہرہ نہ دیکھنا پڑے، اور یقینا یہ اس عورت کو اسکی ویلیو بتانے کو کافی تھا، یہ

سمجھانے کو کافی تھا کہ وہ اب مہویر پر رتی برابر بھی اثر انداز نہیں رہی، مہویر نے اپنی کلائی میں بندھا وہ رومال نکال کر ونڈو سے باہر پھینک دیا، یہ کرنے میں اسے بہت سال لگے لیکن فائنلی وہ یہ کر گیا۔

.._____..

تیز ہواوں کے ساتھ برف باری اور پھر ان سبکا مہرو کے آتے ہی گڑ سواری کا پلین دن کے شروع کا پہلا پڑاو بنا، اور پھر عرشیہ کو فادی کی طرف سے اک بری خبر بھی سننے کو ملی، جو شازان رضوانی نام کے آدمی کی کچھ دنوں تک جیل سے واپسی کی خبر تھی، اس خبر نے عرشیہ کو اپ سیٹ کر دیا لیکن وہ اپنی پریشانی چھپانے میں کامیاب ہو کر بہت نارمل ہو کر انیس، مہرو اور عدین کے ساتھ روانہ ہوئی۔

"میں گڑ سواری کر سکتا ہوں ناں مِشکی کی؟"

وہ سب انکے اصطبل پہنچ چکے تھے، برف باری تھوڑی دیر کے لیے رک چکی تھی، لیکن ابھی تک سیاہ رات چاروں طرف شدت سے پھیلی تھی، مہرو نے بھی انکو جوائن کر لیا تھا، عدین نے پہلے اجازت لی کیونکہ اسے ڈر بھی لگ رہا تھا۔

"بلکل کر سکتے ہو پر بیٹھنے سے پہلے اسکی گردن پر ایک کِس کرو، اسکے بال سہلاو۔ پھر وہ تمہیں اک پر سکون سواری دے گا۔"

عرشیہ کی بات توجہ سے سنے عدین نے یہی کیا، اس نے مِشکی کے سنہرے گھنے بالوں میں ہاتھ پھیرا مگر ڈر بھی رہا تھا تبھی مہرو نے اسکا ہاتھ پکڑ کر اسے اچھے سے گھوڑے کے بال سہلانا سیکھایا، جس پر عدین کا جب ڈر گیا تو وہ آہستگی سے جھکا اور مِشکی کی گردن چومی۔

"اب آپ سوار ہوں عدین۔ میں زیبار پر بیٹھ کر آپکو جوائن کرتی ہوں۔"

وہ دوسرے گھوڑے کی طرف بڑھی جبکہ دونوں کو گھوڑوں پر چڑھنے میں انیس نے مدد کی، جبکہ گھوڑوں کے چلنے اور دوڑنے کے لیے اک پراپر باڑ بنی تھی جسکے چاروں طرف جنگلہ لگا تھا، ویسے بھی فادی کے ساتھ ساتھ یہاں اصطبل میں گھوڑوں کی دیکھ بھال کرتے راشد بابا بھی تھے تو دونوں کی نظر بچوں پر تھی تاکہ انھیں کہیں چوٹ نہ آئے، گر نہ جائیں۔

"اسے کِس کی عادت تم نے ڈالی ہے؟ بڑا ہی کوئی نخریلہ گھوڑا ہے تمہارا یہ مِشکی؟"

انیس کے عقب میں کان کے پاس سرگوشی کرنے پر وہ پلٹ کر انیس کو مسکرا کر دیکھنے لگی، خود تو عرشیہ کوٹ ٹوپی، گلوز سب پہن کر آئی تھی پر اسے انیس کے کانوں اور نوزی کی فکر تھی کیونکہ ٹھنڈ اور شدید سرد ہوا کی وجہ سے اسکی ناک تھوڑی سی لال نظر آ رہی تھی۔

"اسے جب کِس کی جائے پھر وہ سمجھ جاتا ہے کہ اسکی سواری کرنے والا نرم اور مہربان ہے تو وہ بھی ایسا ہی بیہو کرتا ہے۔ آو وہاں بیٹھیں۔ آگ جلوا لوں؟ ٹھنڈ تو نہیں لگ رہی تمہیں۔ مجھے فکر ہے تم نہائے بھی تھے"

وہ وہیں شیڈڈ ایریا کی طرف اشارہ کرتی بڑھی تو انیس نے بھی پیچھے عدین پر اک نظر ڈالی پھر وہ عرشیہ کے ساتھ ہی وہاں لگے نرم تین نشستی کاوچ پر بیٹھا، کچھ قریب ہی بجھی لکڑیاں پڑی تھیں یعنی وہاں آگ لگا کر ہی بیٹھا جاتا تھا کیونکہ برف باری کے دنوں میں یہاں ٹھنڈی ہوائیں بہت زیادہ سردی کا احساس بخشتی تھیں۔

"مت کرو فکر۔ میں ٹھیک ہوں۔"

وہ اسکے ساتھ بیٹھا تو عرشیہ نے اسکی طرف رخ کر کے بیٹھے اسکے دونوں ہاتھ اپنے گرم دستانوں والے ہاتھوں میں جب معصوم سی فکر لیے دبائے تو وہ

اسکی محبت بھری گرے آنکھوں کو دیکھ بیٹھا، عدین اور مہرو مکمل مستی کے ساتھ گڑ سواری کر رہے تھے۔

"یہ کیا ہے؟"

وہ بڑبڑا بیٹھا، اک موہوم سی آسودگی اس شخص کے کلیجے کو چھو کر گزر گئی تھی۔

"تمہارے ہاتھوں کو حرارت دے رہی ہوں۔"

وہ اسکے ہاتھوں کو اپنے ہاتھ میں پکڑ کر رگڑتی انیس کو یہ جواب دے کر مسکرانے پر مجبور کر گئی۔

"تمہاری مجھ پر ساری توجہ ہی کافی ہے اس کے لیے، آنکھیں حرارت دے رہی ہیں، تمہاری دھڑکن نے گرمائش حاوی کر رکھی ہے اور تمہارا لمس حدت کا جان پرور احساس دلا رہا ہے۔"

وہ اسے دیکھ کر اپنے دل کے نہاں خانے تک اترایا تھا کہ وہ اسکے پاس یوں دنیا جہاں سے بے نیاز ہو کر بیٹھی ہے۔

"چھوڑو ہاتھ۔ سیدھی ہو کر بیٹھو اور ٹیک لگاو۔ میں بلکل ٹھیک ہوں"

وہ اپنی بازو اطراف کھولے اسے پر سکون ہو کر بیٹھنے کا بولا تو عرشیہ نے اسکا اک ہاتھ تو چھوڑا مگر اک، اب تک دونوں ہاتھوں میں تھام رکھا تھا۔

"کیا تم مجھے اپنا ماضی نہیں بتاو گی؟ میں جاننا چاہتا ہوں۔"

وہ یکدم اسکے چہرے کی طرف دیکھنے لگی، وہ بہت سنجیدہ اور فکر مند تھا۔

"حال کی شرط۔۔۔"

اس سے پہلے وہ بولتی، انیس نے اسکے ہاتھ سے اپنا ہاتھ چھڑواتے اپنی انگلی عرشیہ کے ہونٹوں پر جما دی۔

"وہ تم جان چکی ہو اس لیے مزید دیر مت کرو۔ میں جاننا چاہتا ہوں"

وہ اپنی انگلی اسکے ہونٹوں پر سے ہٹائے گھمبیر لہجے میں بولا تو عرشیہ نے اپنے ہاتھوں میں اسکا ہاتھ جکڑتے اپنی آنکھوں میں اضطراب سا سمویا۔

"وعدہ کرو میرا ماضی سن کر فراموش کرو گے"

وہ اس سے جیسے تڑپ کر عہد مانگ رہی تھی، وہ انیس کو الرٹ کرنے کو کافی تھا۔

"ہاں کروں گا (تمہارے خیالوں میں)"

وعدہ تھماتے ہی وہ منہ ہی منہ میں مکر گیا پر عرشیہ وہ سن نہ سکی۔

یہ سننا تھا کہ عرشیہ کی آنکھوں میں جمی نمی لرز گئی۔ وہ لمحہ بھر کو خاموش رہی، جیسے اندر کوئی بند دروازہ کھولنے سے پہلے ہمت سمیٹ رہی ہو۔ پھر اس نے نظریں جھکا لیں۔

"تب میں چھ سال کی تھی، مجھے بہن بھائی کی بہت کمی محسوس ہوتی تھی بچپن سے لیکن وہ عمر ایسی تھی جب میں بڑی ہو رہی تھی اور یہ کمی بھی شدید ہوتی جا رہی تھی۔ مما تب مجھ سے مہینے میں بس دو یا تین دن کے لیے ملنے آیا کرتی تھیں۔ ویسے میں نئی اور نانو کی ہی ذمہ داری ہوا کرتی تھی۔ اُس بار مما ہمارے پاس ہفتہ رہ کر گئیں قوبا۔ جب وہ چلی گئیں تو مجھے ہمارے گھر کے کچھ پاس ہی صحن میں کچھ بچے کھیلتے نظر آئے۔ میں انکو کچھ دن دور سے دیکھتی رہی۔ میرا بہت دل کرتا وہ مجھے بھی بلائیں اور اپنے ساتھ کھیلنے کا کہیں۔ میں ہر روز سکول سے آکر اس نکڑ پر کھڑی ہو جاتی اور حسرت سے ان بچوں کو کھیلتا دیکھتی، کبھی کبھی میں رو بھی دیتی تھی کہ آخر وہ اپنے ساتھ کھیلنے کو کیوں نہیں بلاتے۔ تب میں ان بچوں کی آنکھوں کا ڈر نہیں دیکھ پائی تھی، بس تکلیف یہ تھی وہ مجھے دیکھ کر بھی ان سنا کیوں کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ سب ساتھ کھیلتے ہوئے بچے درحقیقت باہر کھڑی مجھ اکیلی مگر آزاد بچی پر رشک کرتے تھے انیس"

وہ اسے بتاتے ہوئے سانس سی تھمنے پر رکی تو انیس نے اسکا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر دبایا جیسے ہمت دی ہو کہ وہ آگے بتائے۔

"پھر کیا ہوا؟"

وہ اسے ہمت دے چکا تھا تبھی مزید بولا۔

"میں لگ بھگ بیس سے پچیس دن تک یہی کرتی رہی۔ میرے نانو و، نئی وہ سمجھتے کہ میں گارڈن میں مرغیوں اور چوزوں کے ساتھ کھیلتی ہوں پر میں تو ان بچوں کو اس آس پر دیکھتی رہتی کہ کاش وہ مجھے کسی دن کہیں آجاو ہمارے ساتھ کھیل لو۔ اور پھر میری وہ حسرت، میری وہ خواہش پوری ہوئی جب اس گھر میں موجود اس بڑے سے قد والے آدمی نے مجھے بلایا۔ کہا کہ آ جاو میرے بچوں کے ساتھ کھیلو۔ میں معصوم سی بچی، جس نے کئی دن کی خواہش کی تکمیل پائی، وہ خوشی اور جوش میں بنا بتائے ہی ان انکل کے گھر چلی گئی۔"

وہ پھر سے رکی، اسکی سانس جیسے تھمنے سی لگی، انیس کو یہاں آکر اندازہ ہو چکا تھا کہ عرشیہ کے ساتھ آگے کیا ہوا ہو گا۔

"میں تمہارے پاس ہوں اس لیے بنا پریشان ہوئے بتاو۔"

وہ اسکے چہرے کی تکلیف دیکھ کر نرمی سے بولا تو عرشیہ نے ہمت پکڑتے سر ہلایا۔

"اس گھر میں جانا میرے بچپن کی پہلی غلطی تھی، وہ آدمی مجھے اپنے گھر تو لے کر گیا لیکن میں ان بچوں کو ڈھونڈتی رہ گئی۔ وہ مجھے اک اندھیرے بند سٹور نما کمرے میں لے کر گیا، جہاں بہت قریب سے بچوں کی آہیں اور سسکیاں سنائی دے رہی تھیں۔ و۔۔ وہ دن آج بھی مجھے یاد ہے۔ جب میں نے وہاں اس اندھیرے اور چیخوں کو سن کر رونا شروع کیا تو اس آدمی نے زور سے میرے منہ پر تھپڑ مارا تھا، میں بیہوش ہو کر دور جا گری تھی۔ چھوٹی سی سمارٹو سی تھی۔ مجھے بہت درد ہوا تھا۔ جس گال پر مما، ننی، نانو بس پیار

کرتے تھے اس گال پر پہلی بار تھپڑ کھانا کیسا ہو سکتا ہے تم نہیں سمجھ سکتے۔ وہ سب بچے، وہ انکا کھیلنا، مجھے حسرت میں ڈالنا سب ایک ٹریپ تھا۔ در حقیقت وہ سب بچے میری طرح اس آدمی کے پاس قیدی تھے۔ اور سب سے بھیانک بات بتاوں تمہیں انیس؟"

وہ رک کر نم سی آواز میں منمنائی۔

"ہاں بتاو"

وہ تو جیسے پہلے ہی بیقرار بیٹھا تھا۔

"جب بہت گھنٹے تک میں گھر واپس نہ گئی تو ننی نانو نے میری تلاش شروع کی، اور وہ آدمی انکے ساتھ مل کر مجھے ڈھونڈنے کا ڈرامہ بھی کرتا رہا۔ تاکہ پولیس یا علاقے کے لوگوں کو اس پر شک نہ ہو۔ اس نے ان سب بچوں کو ناجانے کس نشے پر لگا رکھا تھا کہ وہ ان سے ایسے اداکاری کروانے کی شرط پر

ہی وہ نشہ اور کھانا دیتا۔ ان بچوں کو بیچ کر بہت سے پیسے وصول کرتا۔ کچھ کے آرگنز نکال کر سمگل کرتا تھا انیس"

وہ اسے ڈر کر بچوں کی طرح بتاتی اس وقت وہ چھ سال کی عرشیہ ہی لگ رہی تھی، جسے اس وقت بھی کسی کی پناہ چاہیے تھی۔

"لعنت ہو ایسے آدمی پر۔ آگے بتاو؟"

وہ برہم ہو کر سب کچھ جاننے کا منتظر تھا۔

"میں چھوٹی سی تھی انیس۔ مجھے تب سمجھ بھی نہیں تھی کہ خوف کیا ہوتا ہے۔ بس اتنا جانتی تھی کہ جب وہ ہم بچوں کے پاس آتا تھا تو میرا دم گھٹنے لگتا تھا، وہ جب گندے گندے ٹچ کرتا تو سانس رکنے لگتی۔ میں بہت روتی تھی، چیختی تھی۔ جو بچے اسے خود کو چھونے نہ دیتے وہ ان سبکو مارتا تھا، وہ سبکو ڈراتا تھا۔ بند اندھیرے کمرے میں وہ بہت دیر تک ہمیں چھوڑ جاتا۔ پھر جب آتا تو اونچا اونچا چیختا۔ وہ میرے سامنے دوسرے بچوں کو جانوروں کی

طرح مارتا، وہ سائیکو تھا، گندا تھا۔ اس سے گھن آتی تھی۔ وہ۔۔ ادھر گردن سے پکڑتا تھا، زمین سے ہمارے پیر اوپر اٹھا کر ہماری سانس کچھ دیر کے لیے گھوٹ دیتا تھا۔"

وہ اپنی گردن کو اپنا ہی کانپتا ہاتھ لگا کر انیس کو بتاتی اسی برے فیز میں جا چکی تھی، انیس کو اسکے چہرے پر اترا یہ خوف ہر گز قبول نہ تھا۔

انیس نے اس کے کانپتے ہاتھ کو فوراً اپنی ہتھیلی میں جکڑ لیا، نرمی لیکن مضبوطی سے، جیسے اسے اسی لمحے حال میں واپس کھینچ لایا ہو۔

"لُما... یہاں دیکھو۔ ابھی۔ میرے پاس تم محفوظ ہو۔ وہ اندھیرا ختم ہو چکا ہے۔"

اس کی آواز میں حکم نہیں، یقین تھا۔ عرشیہ کی سانسیں بے ترتیب تھیں، آنکھیں کہیں بہت پیچھے اٹکی ہوئی تھیں۔ اس نے آہستہ آہستہ اس کا سر اپنے سینے سے لگا دیا۔

"ابھی تم چھ سال کی نہیں ہو۔ تم اٹھائیس کی ہو۔ اور میں یہاں ہوں۔ سانس لو... میرے ساتھ۔"

چند لمحے لگے مگر اس کی کپکپاہٹ کچھ کم ہوئی۔ اس نے آنکھیں بند کیے ہی بولنا دوبارہ شروع کیا، آواز اب بھی بھیگی تھی مگر ٹوٹی ہوئی نہیں۔

"ایک دن، میں نے دروازہ کھلا دیکھا تھا۔ مجھے لگا شاید بھاگ سکتی ہوں۔ میں دوڑ پڑی پر اس نے مجھے بالوں سے پکڑ لیا۔ زمین پر بہت برا گھسیٹا۔ کہتا تھا اگر دوبارہ کوشش کی تو باقی بچوں کو میرے سامنے مار دے گا۔"

انیس کے جبڑے اس منحوس کے سبب حقارت سے بھینچ گئے، ماتھے کی رگیں ابھر آئیں، مگر وہ خاموش رہا۔ اسے پتہ تھا اس لمحے عرشیہ کو اس کے غصے سے زیادہ اس کی تسلی کی ضرورت ہے۔

"گھٹیا خبطی شخص"

انیس نے غائبانہ نفرت جتائی تو عرشیہ نے گہرا سانس لے کر انیس کی طرف دیکھا۔

"انیس۔۔۔ پھر اس نے میرے سامنے ایک مجھ جیسے زرا ضدی بچے کو بہت برا مارا کہ وہ ز۔۔ زخموں کی تاب نہ لاتے مر گیا۔ وہ میرے جتنا ہی بچہ مار کھا کر مر گیا۔ م۔ مجھے لگا اب میں بھی مر جاوں گی۔ اس وقت میرے اندر جیسے اک عجیب سی پاور آ گئی۔ اس آدمی نے اس بچے کے آرگنز نکلوا کر اسے علاقے کے باہر پھینکوا دیا۔ اس رات میں نے دوبارہ بھاگنے کی کوشش کی اور میں کامیاب ہوئی، میرے ساتھ سات بچے اور تھے۔ ہ۔۔ ہم بہت بھاگے۔ وہ رات۔۔ وہ اندھیرا۔ جنگلی راستہ۔ وہ ہم سبکے پیروں میں چبھتے کانچ، پتھر اور نجانے کیا کیا۔ لیکن اس آدمی کے لوگ ہمارے پیچھے تھے، وہ خود بھی پیچھے تھا۔ وہ ساتوں بچے پکڑے گئے لیکن میں اک گڑھے میں گرنے کی وجہ سے بچ گئی، لیکن تم جانتے ہو وہاں سے بھی مجھے اگلے دن پولیس اور تحقیقی ٹیم کے لوگوں اور کھوجیوں کے عملے نے نکالا، میں بہت

زیادہ ڈری تھی، صدمے سے لگ بھگ میرے دل کی دھڑکن نہ چلنے کے برابر تھی۔ سب کہتے تھے میں بچ گئی ہوں۔ پر کوئی یہ نہیں سمجھا کہ میں وہیں رہ گئی تھی۔ اسی اندھیرے کمرے میں۔ پھر کچھ دن بعد پولیس کے لوگ آئے۔ انہوں نے میرے سامنے کچھ تب کے وانٹڈ چائلڈ ٹریفکنگ کے ڈان آدمیوں کی تصویریں دیکھائیں جس میں وہ بھی تھا۔ میں نے اسکی نشاندہی کروائی اور پھر اگلے ایک ہفتے میں وہ پکڑا گیا، دو اور بچے اس نے مار دیے لیکن باقی سب رہا کروا لیے گئے۔ اسے یہ پتا تھا کہ میں اسکی موت بنی ہوں۔ اس پر تین بچوں کے قتل کا الزام تھا پھر بھی کمینے کو چوبیس سال کی سزا ہوئی جو اب دو سال کی رہتی سزا اسکے اچھے جیل میں رکھے گئے برتاو کی وجہ سے معاف ہو گئی، اسکے ذہنی توازن کے بہت خراب ہونے کی وجہ سے۔ اور وہ کچھ دنوں میں لوٹ آنے والا ہے۔ یہ بات نہیں فراموش کر سکتی کہ وہ لوٹ کر مجھ سے بدلہ ضرور لے گا۔ اتنے سال جس ڈر میں رہی ہوں اب کچھ وقت میں اسے فیس کرنا ہے"

وہ آنکھوں میں یہ بتاتے آنسو لائی کیونکہ وہ تینوں بچے اسکی آنکھوں کے سامنے جو آ گئے تھے، وہ ان سب بچوں کے ساتھ کئی دن اس قید میں رہی تھی، وہ سب عرشیہ کے دل و دماغ سے آج تک ہٹ نہیں سکا تھا۔

"تمہیں ڈر لگ رہا ہے کہ وہ جیل سے چھوٹنے والا ہے تو تمہارا اس دنیا میں کوئی محافظ نہیں۔ تم اس سے ڈرتی ہو۔ بولو۔ تمہیں میں اپنا محافظ نظر نہیں آیا؟"

وہ اسکا چہرہ اوپر کرتا ان روئی روئی آنکھوں کے لیے وہ پوری جیل جلا کر خاکستر کر سکتا تھا اور وہ کہہ رہی تھی اسے ڈر لگ رہا ہے۔

"و۔۔ وہ بائیس سال سے جیل میں ہے۔ تم اندازہ کرو اسکے اندر کی نفرت اور انتقام کا۔ میں تو اب دنیا کی کسی طاقت سے نہیں ڈرتی سوائے تمہیں چوٹ پہنچنے کے۔ تم نے وعدہ کیا تھا میرا ماضی سن کر فراموش کرو گے۔ تم

سے ڈر بانٹا ہے، میں تمہیں اپنی حفاظت کا ذمہ کیسے دے سکتی ہوں انیس۔ میں تمہاری تکلیف نہیں دیکھ سکتی"

وہ آنکھوں میں نمی بھر کر جیسے اس سے التجاء کر اٹھی۔

"ہے۔ تم میری تکلیف نہیں دیکھو گی۔ تمہیں میں معمولی لگتا ہوں، دل مت توڑو مجھے خوفزدہ نظروں سے دیکھ کر۔ آنے دو اسے۔ اسکا خوش آمدید میں بذات خود بہت شاندار کروں گا۔"

وہ جس طرح سنجیدہ ہو کر مسکرایا، اسکی سنجیدگی بہت بھیانک تھی، عرشیہ کی وہ اس معاملے میں کچھ بھی نہیں سننے والا تھا۔

"تم اس سے نہیں لڑو گے۔ وہ سائیکو آدمی ہے۔"

عرشیہ نے اسکا منہ پکڑ کر اپنی طرف گماتے وارن کیا مگر وہ اسکا اپنے جبڑے کے گرد لپٹا ہاتھ پکڑ کر ہٹائے اسکی ریکوسٹ ان سنی کر گیا۔

"عدین کو میں نے اتنا خوش اور مطمئن پہلی بار دیکھا ہے۔ ورنہ اسکی توجہ کچھ بھی کر رہا ہو، میری طرف ہی رہتی ہے۔ اور آج وہ یہاں دیکھ بھی نہیں رہا۔"

عرشیہ نے انیس کی نظروں کے تعاقب میں دیکھا تو عدین اور مہرو گڑ سواری کے ساتھ باقاعدہ ریس لگاتے مسلسل ہنس رہے تھے، فادی انکے ساتھ ہی تھا، وہ کچھ باتیں کر رہے تھے جن پر وقفے وقفے بعد وہ سب ہنس دیتے۔

"اسے پتا ہے تم اس وقت محفوظ پناہ میں ہو۔ تمہیں کچھ نہیں ہو سکتا، کوئی چوٹ نہیں لگ سکتی میرے ہوتے ہوئے"

وہ بھی انہی کی طرف دیکھتے مسکرا کر اپنے دھیان میں بولی مگر خود پر اچانک آ جمتی انیس کی نظروں کی حدت کے آگے بوکھلائی۔

"لیکن تم نے تو خود بارہا چوٹ پہنچائی مجھے ؟"

وہ اس لمحے ایسا شکوہ کرنے میں برحق تھا۔

"میں تمہیں تکلیف پہنچا سکتی ہوں لیکن میرے ہوتے ہوئے کوئی دوسرا تمہیں تکلیف نہیں دے سکتا۔ اسے پہلے مجھ سے نمٹنا ہو گا۔ اور مجھ سے نمٹنا اتنا آسان نہیں سڑو۔"

وہ اپنے اندر کی چھپی طاقت للکار کر عیاں کرتی راج ہنس سی گردن اٹھا کر بولی، انیس نے اسکے یقین پر یقین کر رکھا تھا تبھی تو مسکرا دیا۔

"تم میری ڈھال نہیں ہو جو ایسا کہہ رہی ہو۔ فضول کی باتیں کم کیا کرو"

وہ خفگی سے سامنے دیکھتے بولا جہاں ہلکی ہلکی برف باری دوبارہ شروع ہو رہی تھی، برف کے چھوٹے چھوٹے زرے آسمان سے یوں برس رہے تھے جیسے آسمان انھیں گرد کی طرح جھاڑ رہا ہو۔

"فضول کی باتیں نہیں ہیں، جب وقت آئے گا تم خود دیکھ لو گے انیس"

وہ بلا کی پر یقین تھی اور انیس اسے کتنے ہی لمحے دیکھتا چلا گیا، وہ سامنے ان سب کی طرف دیکھتے مسکرائی۔

"تم فادی سے جیلس ہو رہے تھے ناں؟ تمہیں بتا دیتی ہوں سب۔"

وہ تمہید باندھتے بولی تو انیس کی آنکھوں میں جیسے بے قراری سی لہرائی۔

"کیا بنانا ہے؟ بتاو۔۔۔"

وہ جیسے جاننے کو شدید بے تاب تھا، وہ دھیما سا مسکرائی۔

"وہ بہت پیار کرتے تھے مجھ سے، لیکن حرا آپی تو جان لٹاتی تھیں ان پر۔ وہ فادی کی کزن تھیں۔ انکے بابا کی بھی ڈیتھ ہو گئی۔ اور پھر انکی امی بھی ٹانگ پر نکلتے ایک زخم کی وجہ سے مر گئیں، وہ ناسور سا بن گیا تھا۔ اگر کہا جائے کہ نئی اور نانو نے انکو بھی اپنی بیٹی بنا لیا تھا تو غلط نہ ہو گا۔"

وہ یہ سب بتانا شروع ہوئی تو انیس کے ماتھے پر خفیف سے ناگواریت کے بل واضح تھے مگر جیسے جیسے وہ آگے بڑھتی، امید یہی تھی کہ وہ بل زائل ہو جاتے۔

"فادی کا مجھ سے پیار تو میرے بچپن سے تھا مگر جب میں تھوڑی بڑی ہوئی تو انکا پیار بھی بدل گیا، ہاں وہ دوسرے والا پیار کر بیٹھے لیکن میں تو ایسا تب سوچ بھی نہ سکتی تھی اور ویسے بھی میں ان سے چھوٹی تھی اور انھیں ماموں ہی مانتی تھی۔ بھلے وہ نئی اور نانو کے سگے بیٹے نہ ہوں پر بچپن سے انہی کے ہاتھوں پلے۔"

وہ انیس کی ناپسندیدگی بھانپ رہی تھی تبھی اسکا ہاتھ سہلاتے اسے تسلی دی کہ پر سکون ہو کر پہلے پوری بات سنو، وہ ایسے تحمل کا عادی کہاں تھا لیکن اف من پسند عورت کی آنکھ ایک جنبش بھی کرے تو اسکا درجہ حکم ہوتا ہے، یہاں تو وہ کب سے اپنے ہاتھوں میں اسکا ہاتھ لیے بیٹھی تھی۔

"بہت ہی پاگل پن والا پیار تھا انکا، مجھ سے تو نہیں کہا کبھی پر نئی نانو کو میرے معاملے میں بہت ستایا۔ اپنی نس تک کاٹ لی تھی ان دونوں کے سامنے کہ انکی شادی مجھ سے کروائی جائے۔ بہت زیادہ چیختے تھے، میں جب سامنے ہوتی تو چھپ جاتے۔ لیکن وقت گزرنے کے ساتھ انھیں احساس ہوا کہ وہ

غلط کر رہے ہیں۔ نئی نانو و نے انھیں یہ احساس دلایا کہ یہ محبت بہت سے رشتوں کو مجروح کرنے کا سبب بن سکتی ہے کیونکہ میں انکے سامنے بچوں جیسی تھی۔ پھر میں جو مینٹلی اور ایموشنلی پہلے ہی ویک بچی تھی، ایسے حالات کبھی بھی ہینڈل نہیں کر سکتی تھی کہ کسی عمر سے اتنے بڑے انسان کے سپرد کر دی جاتی، جس سے میرا اک ایسا رشتہ جڑ جاتا جسکی تب مجھے نہ سمجھ تھی نہ خواہش۔ پھر تمہیں سچ بتاوں تو مجھے آدمیوں سے ویسے بھی خوف آتا تو میں کوشش کرتی کم بات کروں اور فاصلہ اختیار کروں، پھر وہ کوئی بھی مرد کیوں نہ ہوتا۔ ایون اس حادثے کے بعد تو میں اپنے نانو و تک سے ڈر جایا کرتی تھی۔"

وہ اپنی حالت اور اپنے جذبات کے ساتھ جب اپنی کیفیات بھی بتا رہی تھی تو انیس کی سخت نظریں، نرم ہو گئیں، وہ جیسے اسکے ہر ڈر کو محسوس کر سکتا تھا۔

"پھر انھیں احساس ہوا کہ وہ بس مجھے سنبھالنا چاہتے تھے تبھی ایسا رشتہ بنانے کی خواہش کر بیٹھے مگر جب آگے کی زندگی کو سوچا تو وہ بہت زیادہ

مشکل لگی۔ مجھے بھی تب تک اس بارے معلوم ہو گیا، میں نے فادی اور حرا کو قریب لانے کی کوششیں شروع کیں۔ میں ان دونوں کو ایک دوسرے کی اہمیت بتاتی۔ ایک دوسرے کی باتیں کرتی۔ میں نے خود کبھی بھی فادی سے اس بارے بات نہیں کی، نہ وہ مر کے بھی کر سکتے تھے۔ اور پھر ان تھک محنت کے بعد بس پھر ان دو کی بمشکل شادی کروا کر میں بیچ سے نکل گئی۔ شاید اس لیے کہ اک دن تمہیں مل جاوں۔ دیکھ لو کہاں سے بچ بچا کر تمہارے ہاتھ لگی ہوں"

وہ خوش تھا کہ وہ اس سے اپنا ہر سچ کہہ رہی ہے، حالانکہ وہ یہ سب چھپا سکتی تھی مگر عرشیہ المیرا اس میں بھی انیس کو سپیشل فیل کروانے کا نقطہ ڈھونڈ لائی، کہ وہ مشکل زندگی کا سفر طے کیے اب منزل کی جانب بڑھ رہی ہے اور اسے اپنی منزل انیس غانم میں دیکھائی دے رہی ہے۔

"تم چھپا بھی لیتی تو مجھے کیا پتا چلتا"

وہ اسکی آنکھوں میں جھانک کر بولا تو وہ افسردہ ہوئے مسکرائی۔

"تم آنکھیں پڑھنے میں ماہر آدمی، کیا مجھے دیکھتی ہر آنکھ کو کھوجتے نہیں ہو؟"

وہ اسے جیسے اپنے بس میں کر چکی تھی۔

"کھوجتا ہوں"

وہ بے ارادہ بڑبڑایا تو وہ مان بھرا ہنسی۔

"تو تمہیں اچھا لگے گا کسی کا میری طرف حسرت و محبت سے دیکھنا؟"

وہ متجسس ہو کر سوال کر اٹھی۔

"کبھی بھی نہیں۔ چپ ہو جاو تھوڑی دیر"

وہ اسے بازو میں بھرتا اپنے قریب کھینچے گھورا تو وہ بیٹھی بیٹھی اسکے حصار میں سمت جاتی باخدا زندگی میں پہلی بار اترائی تھی۔

"چپ ہو کر زیادہ چینختی ہوں میں۔"

وہ اسکے حصار میں سمٹ کر بیٹھی مسکرائی، تو وہ حیرت سے اسکے شرارت پر آمادہ چہرے کو دیکھنے لگا۔

"کہاں سے؟"

وہ بے ارادہ بولا۔

"دل سے۔"

وہ میٹھاس بھرا چہکی تو انیس نے سر جھٹک کر نفی کی۔

"اندازہ ہو رہا ہے۔"

وہ سامنے دیکھے مسکرایا تو عرشیہ نے انگلی کی پور انیس کی گردن کی ہڈی پر رکھتے دبائی تو وہ اسکا ہاتھ پکڑ کر اسکی طرف آبرو اچکائے گھورا کہ یہ کس قسم کی حرکت ہے۔

"میں نے تمہیں اپنا پاسٹ بھی بتا دیا اور باقی ہر چیز بھی۔ اب چلو اظہار محبت کرو مجھ سے ورنہ میں تمہاری یہ گردن کی ہڈی دوبارہ دباوں گی۔ اور بھی پنگے سوچے ہوئے ہیں میں نے۔ میں تمہیں سب کچھ مفت میں نہیں بتا رہی تھی۔ اسکی قیمت اب تم پر قرض ہے۔ تم میرے مقروض ہو"

وہ سنبھل کر بیٹھی اپنے گرد پھیلا انیس کا بازو پکڑ کر سمیٹے دوبارہ اسکی طرف رخ کیے بیٹھی منتظر نگاہوں سے انیس کے چہرے اور آنکھوں میں جھانکی۔

"میں مقروض ہی ٹھیک ہوں۔ مجھے قرض کی ادائیگی کی کوئی مجبوری نہیں"

وہ ڈھیٹ بنا بولا تو عرشیہ نے اپنے چھوٹے چھوٹے نیلز انیس کی ہتھیلی میں چبھوئے، زخم نہ بنا پر نشان ضرور بن گئے۔

"تم کتنے بد تمیز ہو۔ چسکے لے لے کر میری ساری زندگی کی کہانی سن لی اور اب مجھے غصہ دلا رہے ہو۔ لُما بھی تو کہتے ہو مجھے۔ میری جان بھی کہہ سکتے ہو، اتنا مشکل تو نہیں"

وہ مسلسل اپنے ناخن چبھو رہی تھی، جابجا انیس کی ہتھیلی سرخ کرتی جا رہی تھی مگر انیس نے رتی برابر اپنی ضد سے پیچھے ہٹنے کا کوئی ارادہ نہ بنایا۔

"میرا یہ ہاتھ عدین نے دیکھ لیا تو تمہیں ٹف ٹائم دے سکتا ہے۔ اللہ اللہ کر کے وہ تم سے دوستی کر سکا ہے، کیوں سب بگاڑنا چاہتی ہو۔ جانتی ہو ناں کتنا پوزیسیو ہے وہ میرے لیے؟"

انیس نے اپنے ہاتھ کو ایک بار بھی عرشیہ کے اس کیوٹ تشدد سے چھڑوانے کی کوشش نہ کی پر دھمکی برابر دے گیا، عرشیہ نے اپنی ہتھیلی انیس کے ہاتھ پر نرمی سے سہلائی تو سارے نشان مدھم ہوئے، پھر کچھ لمحوں بعد وہ نشان بھی زائل ہو گئے۔

"دھمکی دیتے شرم نہیں آئی تمہیں۔ لو ٹھیک ہو گئے نشان۔ اب میں تمہیں ٹچ بھی نہیں کروں گی۔ بس بہت جھک لی میں، مزید نہیں۔ تم میرے مقروض بھی نہیں ہو جاؤ موج کرو"

وہ روٹھ کر منہ پھیرے سامنے دیکھنے لگی، انیس نے اپنا ہاتھ دوبارہ عرشیہ کی گود میں رکھ کر پھیلایا، یہ ہاتھ سلامت والا تھا، ورنہ دوسرے ہاتھ کے بھرے کٹس تو وہ دیکھ کر دہل جاتی، ناخن چبھونے تو ناممکن بات تھی۔

"میں مقروض ہوں تمہارا تو کسی دن قرض اتار دوں گا۔ تم اس پر تشدد کر سکتی ہو، میں ہوا کو بھی پتا نہیں چلنے دوں گا، عدین کو خبر دینا تو دور کی بات ہے۔ چھیڑ رہا تھا تمہیں"

وہ اسکی ناراضگی بس اپنے چند جملوں سے دور کر سکتا تھا، اس قدر اہلیت تھی اس شخص میں۔

"چھیڑتے ہوئے سوچا کرو کہ چھیڑ ہی رہے ہو یا لائن کراس کیے کریدنے پر اتر آئے ہو۔ رہی بات تشدد کی تو میں تمہیں بس احساس دلانا چاہتی تھی کہ میں تمہارے اظہار محبت کی مستحق ہوں۔ تمہیں نہیں لگتی تو یہ الگ بات

ہے۔ اٹھو ان کے پاس چلتے ہیں۔ مجھے تمہارے ساتھ اب کوئی تنہائی نہیں چاہیے"

وہ اسکا وہی ہاتھ پکڑ کر اٹھنے پر آمادہ کرے روٹھ کر بولی تو انیس نے اٹھ کر اسکی بات کا مان رکھا مگر وہ اسکا ہاتھ مضبوطی سے جکڑے روک بھی چکا تھا۔

"روٹھی رہو گی آج پورا دن اور رات بھی؟"

وہ مسکراتے تجسس لیے عرشیہ کا چہرہ نہارنے لگا جسے یہ آدمی چڑانے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دے رہا تھا۔

"تمہیں کیا میرے روٹھنے سے؟"

وہ بگھڑ کر منمنائی، آنکھیں جیسے چھلکنے کو بے قرار ہوئیں۔

"مجھے بہت کچھ ہو سکتا ہے تمہارے روٹھنے سے"

وہ اسکے چہرے کو مخمور نظروں میں لیتا، ان نظروں کی شوخ آنچ سے عرشیہ کے رخساروں پر گلاب اتار لایا۔

"ہاں۔ خوشی، تسلی، مزہ، قرار۔ یہی سب ملے گاناں میرے روٹھنے سے؟"

وہ جیسے بدگمانی کی ساری حدیں پار کر گئی۔

"ایسے برے الزام مت لگاو اپنے مقروض پر۔ حد ہی ہو گئی۔ کیا یہاں کوئی قریب میں مارکٹ ہو گی؟ جیولری شاپ وغیرہ؟"

وہ ایک دم موضوع بدل گیا اور موضوع بھی ایسا کہ عرشیہ کے کان کھڑے ہوئے۔

"تمہیں کیا کام ہے وہاں سڑو؟"

وہ فورا بے چین ہوئی، دل جو دھک سے دھڑکا وہ الگ۔

"سوچ رہا ہوں تمہارے ننی نانو کے لیے کچھ خرید لوں، جاتے ہوئے انھیں اتنی اچھی مہمان نوازی پر تحفہ دوں گا۔ اس بچی کے لیے بھی کچھ دیکھ لوں گا۔ میزبان تو یہ سب ہی ہیں"

عرشیہ کا موڈ یکدم برا ہوا، وہ سمجھی شاید انیس نے اسے کوئی رِنگ وغیرہ دے کر اپنا قرض اتارنا ہے پر امید ٹوٹنے پر وہ سخت غمگین ہوئی۔

"ہاں بس میرے لیے کچھ مت لینا تم۔ کچھ لوور اور ہسبنڈ والا۔"

وہ منہ پھیرے منہ ہی منہ میں غصے سے بڑبڑائی۔

"کچھ کہا تم نے؟"

انیس نے انجان پن کی جیسے حد کر دی۔

"نہیں۔ مجھے کیا ضرورت کچھ کہنے کی۔ شام میں لے جاوں گی تمہیں یہاں کے بازار۔ خرید لینا اپنے میزبانوں کے لیے تحفے۔ میں عدین اور مہرو کے پاس جا رہی ہوں، تم نے آنا ہے تو آسکتے ہو"

وہ اسکو خفا خفا مگر سنجیدہ انداز میں کہتی وہاں سے جانے ہی لگی تو انیس نے اسکا جاتے جاتے ہاتھ پکڑا، وہ پلٹ کر انیس کے منہ کی طرف دیکھنے لگی، لیکن انیس نے اسکا ہاتھ کچھ دیکھنے کو تھاما تھا، شاید اسکے ہاتھ کا سائز دیکھنے کو لیکن یہ عرشیہ سمجھ نہ سکی کیونکہ برہم و غصہ جو تھی۔

"اچھا سنو تو، میں کہہ رہا تھا تمہیں تو نہیں چاہیے کچھ؟"

وہ اسکے ہاتھ میں دبی اپنی کلائی کو گھورتی، وہی سرد نظر ان ہوشیار آنکھوں کے تیوروں پر جما گئی۔

"مجھے کچھ پودے چاہیں گارڈن ایریا کے لیے تو نرسری جاوں گی"

وہ جان بوجھ کر الٹ جواب دے گئی تاکہ اپنی ناراضگی جتا سکے۔

"آپ دونوں وہاں کیا کر رہے ہیں لووبرڈز، یہاں آئیں۔ سنو فال پھر سے شروع ہو گئی ہے"

عدین نے گھوڑے پر سے اترتے ہی انیس اور عرشیہ کو دیکھتے آواز لگائی تو دونوں بیک وقت پلٹے جہاں وہ آسمان کی طرف منہ کیے برف کے زروں کو چہرے پر پرتا محسوس کیے کھکھلا رہا تھا۔

"چلو۔ پہلے یہ انجوائے کر لیتے ہیں۔ ویسے میں تم سے یہ پوچھ رہا تھا کہ تمہیں جیولری شاپ سے کچھ چاہیے کیا؟"

وہ اسکا دستانے والا ہاتھ اپنے ہاتھ میں دبائے ہی گارڈن ایریا کی طرف بڑھا تو عرشیہ نے اپنا دوسرا ہاتھ بھی اسکے ہاتھ پر رکھ کر سہلاتے تاثرات ہنوز برہمی والے دیے۔

"نہیں۔ مجھے نہیں چاہیے۔ اللہ کا دیا سب کچھ ہے۔ تم گلووز کیوں نہیں پہن کر آئے۔ نہ ٹوپی۔ ہُڈی کی ٹوپی لو سر پر۔ بیمار ہوئے تو میں نے تیمارداری نہیں کرنی تمہاری۔"

وہ اسکو سختی سے تاکید کرتی اپنی فکر نہ چھپا سکی، انیس نے فوری فرمابرداری سے ہُڈی کی لوز سی ٹوپی سر پر جماتے عرشیہ کی آنکھوں میں اک سکون سا بھر الیکن وہ اسکے ہاتھوں کے لیے فکر مند تھی۔

"اپنی جرسی کی بازو آگے کر کے اپنے ہاتھ اندر چھپاو بچوں کی طرح۔ بلکہ تم یہ میرے گلووز پہن لو۔ میرے ہاتھ ویسے بھی گرم رہتے ہیں۔ آخر کو وفا جو کوٹ کوٹ کر بھری ہے مجھ میں"

عرشیہ نے رک کر اپنے دونوں دستانے کھینچ کر اتارتے انیس کے بڑے بڑے ہاتھوں پر چڑھانے تو چاہے پر عرشیہ کے ہاتھوں کے سائز کے

تھے، عرشیہ نے افسردہ ہوتے چہرہ اٹھا کر انیس کے منہ کی طرف دیکھا جو مسکرا رہا تھا۔

"تم کہنا چاہتی ہو میں بے وفا ہوں تبھی میرے ہاتھ ٹھنڈے ہیں واہ واہ۔ اپنے چھوٹے چھوتے دستانے مجھے پہناو گی تو بچارے بیچ میں ہی اٹکیں گے ناں۔ تم خواتین اتنی سمجھدار کیوں ہوتی ہو۔ مرد اور عورت دونوں کے ہاتھوں میں فرق ہوتا ہے خاتون۔"

وہ اسکے گلووز واپس اسے پہنائے خود اپنے ہاتھ ہُڈی کی جیبوں میں گھسا کر اسے مطمئین کر گیا کہ دیکھو میرے ہاتھ اب اندر چلے گئے۔

"نہیں ہوتا فرق۔ اتنے بھی ڈائنوسار نہیں ہو تم۔ بس تمہیں نخرے آرہے ہیں۔ او کے ٹھیک ہے۔ مت پہنو۔ بس اپنے ہاتھ مت نکالنا جیبوں سے باہر، ساری بے وفائی کا پول کھل نہ جائے آج ہی۔۔ ہنہ"

وہ برہمی چاہ کر بھی جتانہ پاتی وہاں سے عدین اور مہرو کی طرف گئی تو فادی نے ان تینوں کو سنو فال سے مزے کرتا دیکھے انیس کی طرف قدم بڑھائے، دونوں گھوڑوں کو راشد بابا اندر اصطبل کی جانب لے کر بڑھ چکے تھے۔

"یہ لیں۔"

فادی نے دستانے اور کوٹ انیس کی طرف بڑھائے تو وہ ان تینوں پر سے توجہ ہٹا کر فادی کی طرف دیکھنے لگا، پھر اسکی جانب سے دیے گلووز لے کر پکڑے، کوٹ بھی تھاما۔

"پہن لو۔ یہاں بنا گلووز اور کوٹ کے اس موسم میں باہر نکلنا مشکل ہوتا ہے۔"

فادی کی جانب انیس نے مشکور نظروں سے دیکھتے سر ہلایا۔

"تمہیں ٹھنڈ نہیں لگ رہی۔ تم نے اپنے کیوں دے دیے فادی حسن؟"

انیس نے اسکے ہاتھوں کو دیکھتے شکوہ سا کیا۔

"میں بس گھر ہی نکل رہا ہوں۔ کام پر نکلنا ہے۔ دراصل ہمارا یہاں ایونٹ ریسٹورنٹ ہاوس ہے۔ جہاں نیو ائیر کی پارٹیز چل رہی ہیں۔ تو بہت کام ہے۔ انا جان تو آج گھر ہی رہیں گی اس لیے مجھے اور اتا جان کو جا کر دیکھنا ہو گا۔ تم ان سبکے آس پاس ہی رہنا۔ شام میں ملاقات ہو گی"

فادی نے اسے ان تینوں کی حفاظت کا ذمہ دیا جسے انیس نے خوشی خوشی قبول کیا۔

"ٹھیک ہے تم جاو۔ میں ہوں انکے ساتھ۔"

انیس نے اسے بے فکر کیا تو فادی اسکا سینہ تھپک کر مسکراتا ہوا وہاں سے پلٹ گیا، انیس نے گلووز پہن کر کوٹ بھی چڑھایا اور خود بھی برف باری سے ڈھکتے گارڈن ایریا میں قدم بڑھائے، برف باری یکدم تیز ہو گئی تھی، گارڈن کی گھاس مکمل طور پر سفیدی سے ڈھک چکی تھی، عرشیہ اور مہر دونوں کے

ٹوپیوں سے نکلے بالوں میں بھی برف کے زرے اٹک چکے تھے جبکہ عدین تو منتظر تھا کب اتنی برف ہو کہ وہ زمین سے اٹھا اٹھا کر ان خواتین پر برسائے۔

لگ بھگ اگلے آدھے گھنٹے میں گارڈن کی زمین کچھ انچ کی برف سے ڈھک گئی۔

برف باری کی شدت بڑھتے ہی عدین کی آنکھوں میں شرارت چمک اٹھی۔اس نے فوراً جھک کر برف کی ایک مٹھی بھری اور پوری قوت سے مہرو کی طرف اچھال دی۔

"اوئے عدین!"

مہرو کی چیخ کے ساتھ ہی ہنسی فضا میں بکھری تھی،اسکی سر پر پہنی گرم اونی ٹوپی ذرا سی ٹیڑھی ہوئی اور اس کے شانے بھی برف سے بھیگ گئے،عدین کو ہنستا دیکھے عرشیہ اور انیس نے ایک دوسرے کی طرف شوخ مسکراہٹ اچھالی۔

"یہ تو جنگ کا اعلان ہے عدین۔ اب آپ بچ کر دیکھائیں مجھ سے"

وہ فوراً جھک کر برف اٹھانے لگی، عرشیہ ابھی اس منظر کو مسکرا کر دیکھ ہی رہی تھی کہ عدین کی اگلی مٹھی میں گولی کی طرح بنائی برف سیدھی اس کے کندھے پر آ لگی۔ وہ ایک لمحے کو چونکی، پھر جیسے اندر دبی ہوئی بچپن کی شوخی جاگ اٹھی۔

"انیس، دیکھ رہے ہو اپنے لاڈلے کے لچھن؟"

اس نے احتجاجی نظروں سے انیس کو دیکھا جو ہاتھ کوٹ کی جیبوں میں ڈالے یہ سب تماشا انجوائے کر رہا تھا، بلکہ جی رہا تھا۔

"بالکل دیکھ رہا ہوں"

وہ مسکراتے ہوئے بولا، عدین کو آنکھ بھی ماری۔

"اور غیر جانبدار رہنے کا فیصلہ کر چکا ہوں"

انیس نے اس کھیل تماشے سے بچ بچاتے قدم زرا پیچھے ہٹائے جس پر عرشیہ نے اسے اس گریز پر گھور کر دیکھا۔

"بہت اچھے! تمہاری غیر جانبداری تو میں نکالتی ہوں"

عرشیہ نے فوراً جھک کر برف کی مٹھی بھری اور سیدھی انیس کے سینے پر دے ماری۔

انیس ایک لمحے کو ساکت رہ گیا، پھر آہستہ سے قہقہہ لگا کر اس نے بھی جھک کر دونوں دستانے والے ہاتھوں میں برف اٹھالی۔

"یہ حرکت تمہیں مہنگی پڑے گی"

انیس نے برف کا اپنے ہاتھ کے سائز کے مطابق بڑا سا گولہ بناتے ٹھیک عرشیہ کے سر پر پھوڑا، وہ کھکھلاتی ہنسی، اگلے ہی لمحے گارڈن قہقہوں، چیخوں اور اڑتی برف سے بھر گیا۔ عدین زمین سے برف اٹھا اٹھا کر بارش کی طرح

برسارہا تھا، مہرو کبھی بچتی کبھی وار کرتی، اور عرشیہ ہنستے ہنستے سانس بحال کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔

انیس نے عرشیہ کو بازو سے تھام کر اپنی طرف کھینچ لیا تاکہ وہ مزید برف کے حملوں سے بچ سکے۔ اس کی سانسیں تیز تھیں، رخسار گلابی، آنکھوں میں ایک معصومانہ چمک جو انیس کے دل کی دھڑکنیں تیز کر رہی تھی۔

مہرو اور عدین نے تو قسم اٹھا رکھی تھی ساری برف ایک دوسرے پر پھینک کر ہی گارڈن کی صفائی کر دیں گے۔

"تمہاری سانس کیوں پھول رہی ہے؟"

انیس نے اسکے بالوں میں پھنسے برف کے زرے جھاڑتے ہوئے، کوٹ کی سلوٹوں میں اٹکی برف بھی نکالی تو وہ انیس کی طرف دیکھتے اپنا سانس جلد ہی بحال کر گئی۔

"تم یہاں موجود ہو اس لیے۔"

وہ پھولے سانس کے ساتھ ہی شوخ نظروں سے انیس کو دیکھتے بہت مدھم بولی۔

"ایسی نظریں ناراض لوگوں کی نہیں ہوتیں۔ تم ناراض ہونا اچھے سے کب سیکھو گی؟"

وہ اسکے گلابی شدید ٹھنڈے پڑتے رخسار پر ہاتھ پھیرتا اسے اور کرنٹ لگا رہا تھا کیونکہ انکے گلووز برف سے کھیل کر گیلے ہو چکے تھے۔

"نہیں سیکھ سکتی شاید تمہارے معاملے میں، تمہارے گلووز گیلے ہیں انیس۔"

انیس نے فوراً سے اپنا ہاتھ کھینچے اپنا دستانہ انگلیوں کی طرف سے منہ میں پکڑ کر کھینچے اتار کر اپنا ہاتھ عرشیہ کی گال سے جوڑا تو وہ حیران ہو کر انیس کے چہرے کی طرف دیکھنے لگی، انیس کا ہاتھ ٹھنڈے دستانے کے باوجود بہت گرم تھا۔

جبکہ عدین اور مہرو برف ایک دوسرے پر گراتے رک کر کچھ فاصلے پر کھڑے ان دونوں کو محبت سے دیکھتے مسکرائے۔

"کیا کہہ رہے ہوں گے یہ دونوں؟"

مہرو نے عدین کی کوٹ والی پھولی بازو پکڑتے پوچھا تو عدین نے ہنس کر مہرو کی طرف دیکھا۔

"بھیو کہہ رہے ہوں گے تم سنتی کیوں نہیں ہو"

وہ کہہ کر خود ہی مسکرا اٹھا۔

"اور آپیا کہہ رہی ہوں گی میں سڑے لوگوں کی نہیں سنتی"

مہرو نے شریر انداز میں سرگوشی کی تو عدین بھی ہنس پڑا۔

"ہاہا۔ بھیو کہہ رہے ہوں گے حد ادب گستاخ! تمہاری یہ جرت تم نے مجھے سڑو کہا"

عدین نے بلکل انیس کی نقل اتارتے بتایا تو مہرو اس بار منہ پر ہاتھ دباتے مسکرائی۔

"ہاہا اور آپیا کہہ رہی ہیں او جاو جاو بہت دیکھے تم سے تیس مار خان"

مہرو کے ہنسنے پر عدین نے بھی قہقہہ روکا، لگ رہا تھا انیس اور عرشیہ کا سکرپٹ فیوچر میں یہی دو افلاطون ہی لکھنے والے ہیں۔

"چلو ہم ان سے توجہ ہٹاتے ہیں"

عدین نے دوبارہ جھک کر مٹھی بھری تو مہرو نے ہاتھ پہلے ہی منہ کے آگے رکھ دیا۔

"اب اگر آپ نے برف پھینکی تو پھر یہ جنگ رات تک چلے گی عدین۔ سوچ لیں"

مہرو نے اسے ہنستے ڈرتے وارننگ دی پر باز آتی تھی عدین کی بلا، سیدھی برف اس نے مہرو کے ہاتھ پر دے ماری اور پھر اگلی باری مہرو کی تھی۔

وہ دونوں بھی عدین اور مہرو کے ہنسنے پر ایک دوسرے سے آنکھیں ہٹا کر دور ہوئے۔

"چلو بس کرو اب تم دونوں۔ بیمار ہو جاو گے۔ برف باری تیز ہو گئی ہے تو ہمیں گھر نکلنا چاہیے۔ آجاو شاباش"

عرشیہ نے انکی مستی دیکھتے وہیں سے آواز لگائی پر وہ دو برفیلے جنگجو بنے اسکی سن ہی نہ رہے تھے۔

"انیس۔ کہو ناں انھیں۔ دیکھو آسمان کیسا قہرناک ہو رہا ہے۔ ابھی اچانک بارش شروع ہو جانی ہے پھر کیا ہو گا۔ گھر پہنچنے تک ہم سب بھیگ جائیں گے"

وہ پلٹ کر انیس کو دیکھتے بولی جو خود بھی منہ آسمان کی طرف کیے ان گرتے برف کے زروں کے چہرے سے ٹکرانے کو انجوائے کر رہا تھا، عرشیہ کی مسکراہٹ اسکے شدید سرخ رنگت بدلتے ہونٹوں تک آ ٹھہری۔

"چھوٹے تو اک طرف، بڑے صاحب بھی مست ہوئے جا رہے ہیں۔ کیا تمہیں سنو فال اتنی پسند ہے کہ اسے اس قدر فیل کر رہے ہو جیسے ابھی کس کر دو گے؟"

عرشیہ کے سوال پر وہ گردن نیچے کرتا اسے حیرت سے دیکھنے لگا۔

"تمہارا کچھ نہیں ہو سکتا لڑکی۔ میں بس فیل کر رہا تھا۔ اچھے اور خوبصورت موسموں کو یا ان موسموں کے کسی حصے کو چوما تو نہیں جا سکتا"

وہ اپنی بات کہہ کر خود ہی کچھ لمحے خاموش ہو گیا، اس نے جو کہا اس پر انیس کا اپنا دل مطمئین نہ تھا۔

"نہیں۔ بلکل چوما جا سکتا ہے۔ اچھے اور خوبصورت موسموں کے نعم البدل کبھی کبھی کچھ لوگ بھی ہوتے ہیں جیسے تم عرشیہ المیر"

وہ اسے کہہ نہیں پاتا تھا لیکن وہ اسکے روبرو ایسے ہو جاتا جیسے ابھی اظہار محبت کر دے گا، وہ دم بھی سادھ گئی کہ انیس کی نگاہوں کا اثر جان لیوا تھا۔

"کیا ہوا؟ چپ کیوں ہو گئے؟"

وہ متفکر ہوئی کہ وہ بہت کچھ کہتی شربتی آنکھوں کے ہمراہ خاموش ہو کر بہت زہر لگ رہا ہے اسے، وہ اسکے ہلتے لبوں کی منتظر تھی پر اف، وہ بولتا ہی تو نہیں تھا۔

"سوچ رہا ہوں آج تمہیں ناراض ہونے کی ٹریننگ دوں۔ لینا چاہو گی؟"

وہ اسکے ہونٹوں کے کچھ زیادہ ہی گہرے نیچرل رنگ کو دلچسپی سے دیکھ رہا تھا، اسکے ہونٹ اور گال ایک سے گلابی ہو رہے تھے، انکھوں کے نیچے کے گوشے بھی۔

"کیا کروں گی یہ ٹرینگ لے کر جب مجھے ناراض ہونا آئے گا ہی نہیں۔ اور کس سے ناراض ہونا ہے مجھے، میری زندگی میں چند گنے چنے اپنے ہیں۔ میں ان میں سے کسی سے ناراض ہونا افورڈ نہیں کر سکتی ورنہ میں اکیلی پڑ جاوں گی۔ لیکن تم سے اچھے والا ناراض ہوں یاد رکھنا۔ تم مجھے خود کچھ نہیں بتاتے اور مجھ سے سب جان لیتے ہو۔ میں عصر کو تمہاری شکائیت لگاتی ہوں گھر جا کر۔ مما سے بھی۔ میں ان دونوں کو پکڑ کر لے کر آتی ہوں ورنہ ان دونوں نے نہیں رکنا"

وہ اسے اداسی سے کہتی عدین اور مہرو کی طرف گئی جو عرشیہ کو آتا دیکھتے دونوں ہی وہاں سے دوڑ لگا چکے تھے اور عرشیہ انکے پیچھے بھاگ گئی، جبکہ انیس وہیں کھڑا ان تینوں کو دیکھتا مدھم سا مسکرایا۔

"اکیلے ہونے اور اکیلا کر دینے کا خوف، دونوں ہی جان لیوا ہیں۔ میں تمہارے ڈر سمجھ گیا ہوں"

وہ اسے مسکراتا، عدین اور مہرو کے ساتھ دوڑتا دیکھے خود کلامی کرتا ساتھ ہی کال پر متوجہ ہوا، کوٹ کی جیب میں رکھا فون نکال کر عصر کی کال دیکھتے ہی انیس نے فون کان سے جوڑا۔

"سر۔ رئیس ملانی نے اپنے کسی یاسر نامی آدمی کو سٹوڈیو کی بلڈنگ میں گھسانے کی کوشش کی پر میں نے اسے پکڑ لیا ہے۔ یہ کمینہ دو جھانپڑ پر ہی سب اگل گیا کہ اسے رئیس نے آگ لگانے کے لیے گیس پائپ لائنز میں کیمیکل انجیکٹ کرنے کا کہا تھا"

عصر اس وقت سٹوڈیو کی بلڈنگ کے بیسمنٹ پلس انڈر گراونڈ پارکنگ میں اپنے کچھ لوگوں کے ہمراہ کھڑا تھا، یاسر نیچے زمین پر بیٹھا تھا، اسکا چہرہ نیلوں اور زخموں کی زد میں تھا جس سے واضح تھا کہ اسکی ابھی ابھی اچھی خاصی مرمت کی گئی ہے۔

"یہی نہیں کل یہ دوابراہیم صاحب تک اپروچ کرنے کی بھی کوشش کرتے نظر آئے۔ علیم نے کال کر کے بتایا ہے مجھے۔ ابراہیم علوی کو نشے میں دھت وہ صبح واپس مینشن لایا تھا، آپکے بابا کی نیو ائیر پارٹی ساری رات چلی ہے سر"

عصر کچھ سائڈ آکر رکتے انیس کی جانب سے جواب کا منتظر تھا، جسکے چہرے پر غصے سے شدید تناو آچکا تھا۔

"علیم خان کو کہنا ان پر میرے آنے تک نظر رکھے۔ یاسر کو پولیس کے حوالے کرو اور رئیس کے خلاف بھی ایف آئی آر درج کرواو کے اس نے ایک پرائیویٹ پراپرٹی کو نذر آتش کرنے کا منصوبہ بنایا۔ میرا لنک دے دینا انسپکٹر شازین کو، وہ ان دو کو سپیشل حوالاتی بریانی کھلا دے گا۔"

انیس نے کچھ ایمرجنسی ہدایات دیں جو اس وجہ سے تھیں کہ انیس کی واپسی تک کم از کم رئیس چار دیواری میں قید رہے اور مزید کوئی منصوبہ نہ بنا سکے

جبکہ انسپکٹر شازین، انیس کا کلاس فیلو تھا تو وہ انیس کے لنکس سمجھتا تھا، انکا اکثر ساتھ میں کام ہوتا تھا۔

"ٹھیک ہے سر۔ میں آپکو انفارم کرتا ہوں پھر"

عصر نے اجازت لیتے رابطہ توڑا اور پلٹا تو یاسر اسے ہی کھا جاتی نظروں سے گھور رہا تھا جس پر عصر نے قریب آتے زوردار مکا اس کے منہ پر مارا جس سبب وہ دلخراش کوکتا وہیں زمین پر ڈھے سا گیا۔

"تمہیں اور تمہارے اس خبیث مالک کو کیا لگا انیس غانم علوی گلی میں چلتا کوئی آوارہ جانور ہے جسے کوئی بھی دوسرا جانور نقصان دے سکتا ہے۔ بیٹا جس جنگل میں تم لوگ جنگلی پن سیکھ کر ابھی کودے ہو، وہ اس جنگلی دنیا کا شیر ہے۔ کیا سمجھے؟"

عصر نے اپنے ہاتھ کی گرفت یاسر کی گردن کے پاس موجود شرٹ پر جماتے اس کراہتے آدمی کا دھر اور سر زمین سے اوپر اٹھاتے اسکی آنکھوں میں آنکھیں گاڑ کر خبر دار کیا تھا۔

"لے جاو اسے تھانے۔ انسپکٹر شاہ زین کے حوالے کر کے کہ آو اس گندی نالی کے کیڑے کو"

دو بلیک یونیفارم میں موجود گارڈ عصر کے حکم پر آگے بڑھے اور یاسر کو بازووں سے دبوچ کر گھسیٹتے ہوئے وہ بیسمنٹ میں کھڑی آخری گاڑی کی طرف بڑھے تو عصر نے شاہ زین کو کال ملائی تا کہ اسے انیس کا پیغام پہنچا سکے۔

.._____..

"تم سب نے تو مجھے چھوٹا سا بچہ ہی سمجھ لیا"

جب وہ فریش ہو کر ریڈی ہوئے کمرے سے نکلا تو طاہر، امینہ اور فاخر تینوں ڈائنگ کی کرسیاں سنبھال چکے تھے اور سارہ کچن سے گرم گرم چائے لائے میز کی سطح پر رکھتے مسکرائی جب وہ اتنا یمی ناشتہ دیکھے معصومانہ سا امیپریس ہوا، خضر کا آدھا سٹوڈیو ہاوس توفینز کے تحفوں سے بھر چکا تھا، بہت سے کارڈز بھی تھے۔

"ہاں تم ہمارے لیے بچہ ہی ہو۔ جب تک تمہاری سپیشل ون تمہیں آفیشلی سنبھال نہ لے، تب تک تم ہماری ذمہ داری ہو لڑکے۔ ویسے بھی تمہاری بہن اب پرائی ہو چکی ہے، ہمیں ہی اپنی فیملی سمجھو"

امینہ نے اپنے ساتھ والی چیئر کی سیٹ پر ہاتھ تھپکے اسے آکر بیٹھنے کا کہا تو خضر کے ساتھ ساتھ سارہ نے بھی آکر کرسی سنبھالی، جبکہ سپیشل ون والی بات بھی وہ اپنے دوستوں کو بتانا چاہتا تھا کیونکہ وہ سب بھی اس سے اسکی منگیتر کے بارے جاننے کو بے تاب تھے۔

"تم سبکا شکریہ۔ کانسرٹ کا کیا بنا کچھ خبر ہے؟"

خضر نے اتنے سارے تحائف پر اک نظر ڈالتے طاہر کی طرف دیکھا جو فون کھول کر مسکراتا ہوا کانسرٹ کی وڈیو خضر کے سامنے کر گیا کیونکہ خضر کا یوٹیوب چینل وہی مینج کرتا تھا۔

"دیکھ لو چمپئن! اٹھارہ ملین ویوز وہ بھی چند گھنٹوں میں۔ اور جو سارے ٹکٹس بکے انکا حساب بینک مینجر تمہیں بتادے گا۔ پھر ان تحائف کو دیکھ کر لگتا ہے تمہیں اس سال بیٹھ کر کھانا پڑے گا ماشاء اللہ"

وہ سچ میں اتنے وویوز کی امید نہیں رکھتا تھا، یہ خضر کی بہت بڑی کامیابی تھی، جس میں اسکے دوست بھی بہت خوش تھے۔

"یہ سب میری اچھی نیت کا پھل ہے، میں نے جو نیت کی تھی اسی کو پورا کیا گیا اور مجھے منائم کے لیے خود مختار کر دیا گیا۔ یہ سب اسکے نصیب سے ہے اور شاید کچھ تم لوگوں کی بھابھی کی وجہ سے۔ تم سبکی بھی برابر محنت ہے اس

کامیابی میں۔ تم چاروں کی موسم بہار میں جو شادی ہو گی اسکا سارا انتظام تم سبکا یہ پیارا دوست کرے گا ان شاء اللہ"

سبکے چہرے خوشی کے ساتھ محبت سے مسکرائے کیونکہ جس طرح کانسرٹ میں آگ لگی، امید نہیں تھی یہ کانسرٹ فلاپ ہونے کے بجائے وائرل چلا جائے گا اوپر سے خضر کے تمام سوشل اکاونٹس پر بڑھتی فالوونگ بھی فاخر نے اسے دیکھائی کہ کیسے لوگ آتے جارہے ہیں۔

"اب اسکا کریڈٹ تم نے اپنی ہونے والی مسز بیلا خاور کو ہمارے سامنے دیا ہے تو اسکے سامنے بھی یہ ضرور کہنا۔ ایسے لڑکیوں کو خوشی ملتی ہے"

سارہ نے یہ پیارا سا مشورہ اپنے بڈی کو دینا فرض سمجھا جس پر خضر کی آتی شوخ مسکراہٹ پر اسے ان چاروں کی شریر ہوٹنگ بھی سہنی پڑی۔

"ہاں بلکل۔ خواتین کو خوش رکھا جائے تو ہی وہ ہمیں خوش رکھنے کا سوچتی ہیں۔ مغرور کہیں کی۔ مجال ہو جو خود سے انکو ہم معصوموں کو خوش کرنے کی توفیق ملتی ہو"

یہ شکوہ فاخر نے نہایت مظلومیت سے اپنی والی کو دیکھ کر کیا تھا، جس پر اسے جواباً اک ٹھوکا اور چند گھوریاں بھی ملیں۔

"شادی کا کب تک پلین ہے تمہارا خضر؟ فروری میں کیسا رہے گا۔ پہلے ویک میں۔ پہلے تم نمٹنا پھر ہم چاروں۔؟"

سارہ نے مسکراتے ہوئے پوچھا کیونکہ یہ سال سبکے لیے ہی بہت خاص تھا۔

"ابھی کچھ نہیں کہہ سکتا۔ لیکن جب بھی پلین بنایا تم سبکی رائے لوں گا۔"

خضر کی بات پر سب نے اطمینان سے سر ہلایا مگر طاہر کی آنکھوں میں اب بھی شرارت ناچ رہی تھی۔

"رائے تو تم لوگے، مگر کروگے وہی جو بھابھی کہے گی۔ ہم سب تو بس رسمی لوگ ہیں۔"

طاہر نے چائے کا گھونٹ لیتے ہوئے معنی خیز انداز میں کہا تو سارہ ہنس پڑی، جبکہ فاخر نے فوراً تائید میں سر ہلایا۔

"بالکل! اب تو یہ بھی لگتا ہے کہ خضر صاحب کے گانے بعد میں آئیں گے، پہلے بیلا بیگم کی پسند ناپسند لسٹ بنے گی۔"

امینہ نے نرمی سے فاخر کے بازو پر ہلکی سی چپت لگائی۔

"بس بھی کرو تم لوگ، اسے تنگ مت کرو۔ ویسے بھی یہ دن اس کے ہیں۔ وہ نیا نیا انگیجڈ ہوا ہے"

انکی پیاری باتوں پر خضر مسکراتا رہا، مگر دل کے کسی کونے میں بیلا کا خیال ایسے اترا جیسے چپکے سے بہار آتی ہے۔

کامیابی، شور، تعریفیں یہ سب اپنی جگہ، مگر جس کے لیے وہ دل سے خاص محسوس کر رہا تھا اس کی ایک جھلک کی طلب اب تک باقی تھی اور پھر خضر کا فون کسی میسج ٹون سے رِنگ کیا۔

ان چاروں نے بھی دانستہ اپنا ہنسی مزاق روکا اور خضر کی جانب نظریں جما گئے۔

"میں اور بابا رات تک واپس پہنچ رہے ہیں۔ کیا رات کا کھانا آپ ہمارے ساتھ ہمارے گھر کھائیں گے خضر ملک، سلطان حویلی۔ آپکی کامیابی کے چرچے سن لیے میں نے بھی۔ بابا چاہتے ہیں آپکی پوری فیملی آئے لیکن آج کا ڈنر بس ہمارا۔ بابا کو کوئی کام ہے رات تو وہ اپ کے آنے کے بعد وہاں چلے جائیں گے۔ لیکن وہ ہمیں کچھ دیر جوائن ضرور کریں گے۔ کیا آپ اپنے قیمتی وقت میں سے کچھ وقت ہمارے نام کریں گے؟"

خضر کو میسج پڑھ کر مسکراتا دیکھے وہ چاروں ہی خضر کی بلش ہو کر لال گالیں دیکھ کر آپسی شریر اشارے کر رہے تھے۔

"لگتا ہے بیلا ڈارلنگ کا میسج ہے"

سارہ نے مسکرا کر چھیڑا، باقی سب بھی ایک پرچم کے سائے تلے ایک ہوئے۔

خضر نے فون سکرین لاک کی، مگر مسکراہٹ تھی کہ چہرے سے ہٹنے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی۔ اس نے گردن ہلکی سی جھٹکی، جیسے خود کو سنبھال رہا ہو، مگر آنکھوں کی چمک سب کچھ بتا رہی تھی۔

"اتنی واضح ہے کیا میری خوشی؟"

وہ خود بھی ہنسا، اور اس کے ساتھ ہی چاروں نے قہقہہ لگا دیا۔

"واضح نہیں، جگمگا رہی ہے!"

فاخر نے فوراً جملہ اچھالا۔

"ہمیں تو لگ رہا ہے ابھی کہو گے، سلطان حویلی؟ میں رات کے بجائے ابھی نکلا!"

امینہ نے ہنستے ہوئے ہاتھ جوڑ دیے کیونکہ وہ تانکا جھانکی کر کے بیلا کا میسج پڑھ چکی تھی۔

"اوہو، ڈنر کی انویٹیشن وہ بھی خود بیلا کی طرف سے۔ خضر، تم واقعی سیریس ہو گئے ہو۔"

سارہ، طاہر اور فاخر ایک ساتھ ہنس دیے۔

خضر نے گہری سانس لی، فون دوبارہ ہاتھ میں لیا، جیسے ہر لفظ تول رہا ہو۔

"یہ ان لوگوں کی محبت ہے اور اعتماد بھی۔"

وہ یہ کہہ کر ذرا سنجیدہ ہوا، پھر سکرین پر انگلیاں چلانے لگا۔

"مجھے بہت خوشی ہو گی بیلا خاور۔ میں وقت پر پہنچ جاؤں گا۔ خاور سلطان کو میری طرف سے شکریہ کہہ دینا"

میسج سین ہوتے ہی اس نے فون میز پر رکھا تو سارہ نے فوراً تالیاں بجا دیں۔

"دیکھا! بالکل دامادوالی سنجیدگی۔"

وہ چہک کر ہنسی کہ انکا پیارا دوست بہت ایکسائیڈ ہو رہا ہے، زخم تو یاد ہی نہیں رہا۔

"اور تھوڑی سی گھبراہٹ بھی"

طاہر نے آنکھ دباتے سارہ کی بات میں اضافہ کیا۔

"پہلی بار ہونے والے سسرال کے ڈنر کی۔"

جناب نے وضاحت بھی کی۔

"ہاہا۔۔ہاں... شاید۔"

خضر نے نظریں جھکالیں، ہنستے ہوئے اعتراف بھی کیا۔

دل میں ایک عجیب سا سکون تھا۔ وہی سکون جو صرف تب آتا ہے جب کوئی آپ کو چن لے، بنا شور کے، بنا مطالبے کے۔

"چلو بھئی!"

فاخر نے اٹھتے ہوئے اعلان کیا۔

"آج سپر سٹار کو تیار ہونے کا پورا وقت چاہیے۔ سلطان حویلی کوئی عام جگہ نہیں۔ تم کیا پہنو گے، کیسا دیکھائی دو گے۔ کونسی پرفیوم لگاو گے سب ہم چنیں گے۔ تمہیں اتنا کول بوائے بنا کر بھیجیں گے کہ آج ہی وہ باپ بیٹی تمہیں سرٹیفیکیٹ یافتہ داماد اور شوہر بنانے پر مچل جائیں گے۔"

خضر ان سبکی شوخیاں سنتا مسکرا رہا تھا پر دل میں بھی خوشی تھی کہ وہ اسکے لیے اتنی جلدی واپس آ رہی ہے، اہمیت کا احساس دلانا تو وہ اچھے سے جانتی تھی، اس بات کا تو خضر معترف تھا، بہر حال ناشتے کے سیشن کے بعد وہ سب

چار تک واپس آنے کا کہہ کر نکلے کیونکہ خضر کے سب کام وہی کرنے والے تھے، خاص کر ان تحائف کو کھولنا اک بڑا ٹاسک تھا جو وہ سب خضر کو ڈنر پر روانہ کر کے ہی کرنے والے تھے، عاصم نے ملک ہولڈ نگز جانے سے پہلے خضر کے سٹوڈیو ہاوس کی جانب گاڑی کا رخ کروایا، خضر کی کامیانی اس تک بھی پہنچ چکی تھی پر عاصم کو اسکے باوجود خضر کے اس میوزک والے شوق میں انٹرسٹ نہ تھا۔

"آج میرے ساتھ ہولڈ نگز چلو۔ پتا ہے تم ہر بار کی طرح انکار کرو گے پر میں بھی ڈھیٹ باپ کی طرح کہنے سے باز نہیں آتا"

وہ ڈیڈ کے لیے انکی فیورٹ کووفی بنانے کچن میں آیا تو عاصم بھی پیچھے ہی چلا آیا، خضر کو فریش دیکھ کر عاصم کو اچھا لگا۔

"مجھے انٹرسٹ نہیں ڈیڈ۔ میں بھی آپکا ہی بیٹا ہوں ڈھیٹوں کا سردار۔ ویسے آپ نے کیوں زحمت کی صبح صبح آنے کی۔ اپنی بزی لائف میں سے میرے لیے وقت نکالنے میں مشکل تو ہوئی ہو گی ناں"

وہ خضر کے کڑوے انداز و لہجے کے باوجود اسکے قریب کاونٹر سے لگ کر کھڑے خضر کو دیکھنے لگا جو کووفی بیٹ کر رہا تھا۔

"میں بس یہ چاہتا ہوں تمہاری زندگی سیٹل ہو جائے۔ میں تمہیں، منائم اور عرشیہ تینوں کو خود مختار دیکھنا چاہتا ہوں کہ تم تینوں کو کسی چیز کے لیے کسی کی طرف نہ دیکھنا پڑے۔ منائم کے سر پر تم ہو، اسکا شوہر ہے اس لیے میرا فوکس عرشیہ اور تم پر ہے۔ بزنس تمہیں اس گانے بجانے سے زیادہ کما کر دے گا۔ اپنے آئیڈیاز شئیر کرو جسکی تم نے تعلیم لی۔ تم فائنیس ڈیپارٹمنٹ سنبھال سکتے ہو یہ تمہاری فیلڈ ہے۔"

وہ بابا کے منہ کی طرف اکتا کر دیکھنے لگا کہ اسے یہ باتیں تک نہیں سننی، کام تو بہت دور کی بات ہے۔

"پلیز ڈیڈ۔ میں اپنے گانے بجانے کے ساتھ خوش ہوں۔ کم از کم کسی کا ماتحت تو نہیں ہوں۔ اور رہی بات مجھے سیٹل کرنے کی تو پروفیشنلی تو سیٹل ہوں میں۔ پریکٹیکلی بھی اب آپکی مہربانی سے جلد ہو جاوں گا"

وہ اپنی انگوٹھی کسی تمغے کی طرح عاصم کے سامنے لہراتا مسلسل طنز کر رہا تھا اور عاصم سن بھی رہا تھا، خفیف سا مسکرایا بھی۔

"تم مجھے دعائیں دو گے اک دن برخوردار۔ ابھی تمہارا غصہ جائز ہے۔ کچھ کام ہے مجھے تم سے"

خضر نے انھیں کووفی بنا کر مگ تھمایا تو وہ ڈیڈ کی تمہید پر تمام تر توجہ انھیں دیتا روبرو ہوا۔

"کہیں۔ کیا کام ہے؟"

وہ فوراً استفسار کر اٹھا۔

"تمہاری ماں آتی ہے تو اسے وہ سب بتا دینا جو میں نے تمہیں موساب کے بارے بتایا"

وہ بابا کی بات سنے ناگواری سے انکے منہ کی طرف دیکھنے لگا۔

"آپ پلیز اپنے اور مام کے مسائل خود سلجھائیں۔ ویسے بھی اب طلاق ہو گئی ہے، اب وہ سب جانیں نہ جانیں کیا فرق پڑتا ہے؟"

خضر نے جیسے الجھ کر انکار کیا۔

"وہ اس موساب سے شادی نہ کر لے اس لئے کہہ رہا ہوں۔ کیا تم چاہو گے کہ تمہاری ماں کسی ایسے انسان کے ہتھے لگے جو اسکی بہت سال پہلے قیمت لے چکا ہو۔ میں تو تمہیں تکلیف سے بچانا چاہتا ہوں جو کل کو تمہیں اپنی ماں کو دکھ میں دیکھ کر ہو گی۔ ورنہ خدا کی قسم اس نوراب کی مجھے کوئی پرواہ نہیں۔ اپنی ماں کو اس آدمی سے بچاؤ اور محراب کو سمجھاؤ کہ وہ اسکا خیر خواہ

نہیں ہے۔ وہ مجھے دھمکی دے رہا تھا کہ نوراب کو بھی پائے گا اور میرے کردار کی بھی دھجیاں بکھیرے گا۔ میں اسے ہینڈل کر سکتا ہوں پر تمہاری ماں نہیں کر سکتی"

خضر نے افسوس سے عاصم ملک کو دیکھا۔

"آپ مما کو نا چھوڑتے، تو وہ یوں اس درندے کے لیے میسر نہ ہو پاتیں۔ میرے لیے آپ دونوں ہی مجرم ہیں اور آپ دونوں کے ساتھ فیوچر میں جو بھی ہو گا وہ بلکل ٹھیک ہو گا۔ میں مما کو بتا دوں گا ڈونٹ وری۔ کو وفی انجوائے کریں"

وہ کھردرے انداز میں کہہ کر جانے لگا جب عاصم نے اسکی بازو پکڑ کر روکتے خضر کو اپنے سامنے پلٹایا۔

"عرشیہ سے تم اور منائم ملنے کا پلین کرو۔ وہ آذربائیجان گئی ہے۔ جیسے ہی آتی ہے میں تم تینوں کے لیے کوئی چھوٹا سا فارن کا ٹور بک کرواتا

ہوں۔ ایک دن کا۔ چینج بھی ہو جائے گا اور تم تینوں مل بھی لو گے۔ ایک دوسرے کو سمجھنے کا کچھ موقع بھی ملے گا"

وہ چاہ کر بھی انکار نہ کر سکا کیونکہ شاید یہ بہت ضروری سٹیپ تھا۔

"ٹھیک ہے۔ مڈ جنوری میں پلین کرتے ہیں۔ فی الحال میرے یہ دس پندرہ دن بہت بزی ہیں ڈیڈ۔ بہت سے چینل، میگزین انٹرویو اور پوڈکاسٹ سائن کیے ہیں۔ اسکے بعد پلیز۔"

وہ اکتا کر بولا مگر عاصم کے لیے یہی کافی تھا کہ وہ مان گیا، عاصم نے اسکی زخمی بازو نرمئ سے سہلائی۔

"پولیس تحقیق کر رہی ہے۔ وہ آدمی جلد پکڑا جائے گا جس نے آگ لگوائی۔ اسکا ایک آدمی پکڑا گیا ہے اس سے پوچھ گچھ جاری ہے، کمنشنر نے آج صبح ہی بریفنگ دی ہے مجھے۔ تمہارے ساتھ اب میرے ہائیر کیے دو لوگ رہیں گے۔ اسی لیے منع کرتا رہتا ہوں تمہیں اس فیلڈ میں مت رہو

یہاں جلن اور حسد میں ایک دوسرے کی گردنیں کاٹ دیتے ہیں لوگ۔ اپنا خیال اب ایکسٹرا رکھو اور بازو کا پراپر ٹریٹمنٹ بھی لیتے رہنا اور ڈاکٹر کو ہر دو دن بعد دیکھانا بھی مت بھولنا۔ میں اب ہولڈنگز نکلوں گا۔ جو تمہیں سمجھایا ہے وہ لازمی کرنا۔ پھر کل کو روتے میرے پاس مت آنا کہ ڈیڈ میری مما کو بچالیں"

عاصم نے گرم گرم کووفی چند سیپس میں ختم کی اور اجازت طلب ہوا مگر خضر اس آخری بات پر چپ نہ رہ سکا۔

"آپ سے یہ کبھی نہیں کہوں گا جس نے انھیں طلاق جیسی بری چیز دی ہو، وہ بچاو کیا خاک کریں گے۔ ان سے ناراض ہوں پر انھیں اکیلا نہیں چھوڑ دیا کہ وہ بھٹکنے لگیں گی۔ آپ جا کر اپنا بزنس سنبھالیں"

وہ خضر کا لہجہ با آسانی سہہ لیتا تھا کیونکہ یہ خضر کا حق تھا۔

"ہمم۔ جیسا تم کہو کھڑوس بیٹے۔ اوہ ہاں سچ رات سلطان حویلی چلے جانا۔ خاور نے تمہارے اور بیلا کے لیے رومنٹک ڈنر ارینج کیا ہے۔ اور ہاں بیلا کے لیے کوئی تحفہ لے جانا۔ کچھ ایسا جسے دیکھنے کی اسے ضرورت نہ پڑے، محسوس کرنا کافی ہو۔ سی یو۔ اپنی بازو کا خیال رکھنا۔"

عاصم نے اسکے لاکھ اکتانے کے خضر کی کن پٹی چومی اور ضروری ہدایات کرتا ہوا وہ کچن سے نکلا تو خضر نے خفیف سی سمائل دیتے ڈیڈ کا یہ نیا انداز دیکھا، وہ باہر آیا تو عاصم اپنا کوٹ اور فون لیے گھر سے نکل گیا لیکن خضر کو دیکھ کر لگ رہا تھا موصوف اب ناراض کہیں سے نہیں رہے۔

جبکہ وہ بیلا کے لیے ایسا کیا تحفہ خریدے اب شام تک محترم اسی سوچ میں رہنے والے تھے، منائم سے مشورے کو کال ملائی تو وہ اپنے دوستوں کے ساتھ آج مزے کرنے میں مصروف بھائی کو آئی ایم بزی کہہ کر ٹھینگا دیکھا گئی جسکا مطلب تھا خضر کو اپنا کوڑھ مغز ہی کام میں لانا تھا۔

شمس الدین گھر موجود تھے جب انکے گھر کے دروازے پر دستک ہوئی، وہ اٹھ کر باہر گیٹ تک آئے اور دروازہ کھولا تو سامنے مہویر کے ساتھ فاطمہ کو کھڑا دیکھے اس شخص کی آنکھوں میں صدماتی لہر اتری مہویر نے صاف بھانپی تھی، فاطمہ نے آنکھوں سے کوئی اشارہ کیا اور شمس الدین کی طرف دیوانہ وار لپکی۔

"بابا۔ میرے پیارے بابا"

وہ انکے سینے سے لپٹی تو شمس الدین کوئی تاثر دینے کے لائق نہ رہے، کیونکہ مہویر کی گہری کریدتی نظریں اس شخص پر جمی تھیں، جس طرح وہ شخص بدحواس لگ رہا تھا، لگا نہیں تھا کہ وہ اتنے سالوں بعد اپنی مری بیٹی سے مل رہا ہے، نہ تو اسکی آنکھوں میں آنسو تھے نہ بیٹی کا ماتھا چوما، الٹا وہ پھٹی آنکھوں سے مہویر میثاق کو دیکھ رہے تھے۔

مہویر نے دروازہ بند کیا اور گھر میں داخل ہوتے گھر کے صحن کے وسط میں جا کر رکتا پلٹا اور ان باپ بیٹی کا ایک بار پھر ڈرامہ ملاحظہ کیا۔

"بابا میں نے آپکو بہت یاد کیا"

فاطمہ نے اپنی آنکھوں میں آنسوؤں کو زبردستی گھسیٹ کر ہونق بابا کے دونوں ہاتھوں کی پشت پر بوسے دیے لیکن فاطمہ کی جانب سے بھرپور ڈرامہ بھی مہویر کو متاثر نہ کر سکا۔

"شمسو! آپ ماتھا نہیں چومیں گے اپنی زندہ ہو کر واپس آئی ہونہار بیٹی کا؟ آخر موت کو ٹک سے چھو کر لوٹی ہے۔ خراج نہیں دیں گے اسے اسکی اب تک کی شاندار اداکاری پر یا پھر آپ کو دونوں کو یہ برابر کا اعزاز مجھ سے چاہیے۔؟"

اس شخص کی آواز میں طوفانوں کی گھن گرج تھی تو لہجہ ایسا کڑوا، سامنے کھڑے ان دونوں بھونڈے اداکاروں کے ماتھے کی رگیں پھول گئیں۔

"یہ سب کیا ہو رہا ہے مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہا۔ میں نے تو تمہیں اور تمہارے بچے کو خود دفنایا تھا فاطمہ۔ تم کیسے زندہ ہو سکتی ہو؟"

شمس الدین کی آواز اٹک اٹک کر حلق سے نکلی، وہ دونوں کی جانب حیرت و پریشانی سے دیکھنے لگے تو ان دونوں پر اس بار مہویر مسکرایا اور قریب آ رکا۔

"مجھ سے اب مزید ڈرامے کرنے کا فائدہ نہیں اس لیے جو کچھ سچ ہے بتا دیں۔ چلیں شروع ہو جائیں۔ شمسو آپ بتائیں گے یا میں آپکی سامنے آپکی اس بیٹی کو آگ لگاوں؟ یاد رکھیے گا اس بار آپکو اسے واقعی میں دفنانا پڑ سکتا ہے۔ بولیں شاباش۔ اتنا بڑا کھیل آپ باپ بیٹی نے میرے ساتھ کیوں کھیلا۔ بولیں"

وہ ان جھوٹے اور مکار لوگوں کی ساری اصلیت بھانپ چکا تھا تبھی حلق کے بل دھاڑا، اب ان دونوں کے پاس نجات یا فرار کی کوئی راہ نہ بچی تھی، فاطمہ

اور شمس الدین نے مہویر کے غضبناک تیوروں سے نظریں چراتے اک دوجے کی جانب دیکھا پھر مہویر کی طرف ندامت سے دیکھنے لگے۔

"وقت ضائع مت کریں۔ میں آپ دونوں سے جو پوچھ رہا ہوں مجھے بتائیں۔ آخر میرے ساتھ اس قدر گھناونا مزاق کیوں کیا آپ نے۔۔۔ بولیں"

وہ قریب ہی رکھی ٹیبل پر اس زور سے لات مارے چینخا کہ ٹیبل کی ایک ٹانگ ہی دہری ہو گئی، یہی نہیں وہ اس گھر کی ہر چیز تہس نہس کر دیتا اگر وہ مزید چپ رہتے۔

تو یہ کہانی تب شروع ہوئی جب فاطمہ کو کالج کے ساتھ ساتھ اپنی پڑھائی کے خرچے پورے کرنے کے لیے جاب کرنی پڑی، مہویر تب اسکی اور شمس الدین کی کفالت کر رہا تھا، وہ پڑھائی کے ساتھ تین نوکریاں کرتا تاکہ فاطمہ کی پڑھائی بھی ہو سکے اور شمس الدین کو بھی بڑھاپے میں کام نہ کرنا

پڑے، ویسے بھی وہ اپنے پیرنٹس کی وفات کے بعد شمس الدین کی ذمہ داری بن کر پلا لیکن جیسے ہی سمجھ بوجھ آئی، اس نے اپنی ذمہ داری اٹھالی۔

ناصرف اپنی بلکہ خود سے چھ سات سال چھوٹی فاطمہ نور کی بھی جو غریب گھرانے میں پیدا ہونے کے باوجود بہت اونچے اور بڑے خواب دیکھتی تھی، لیکن شمس الدین نے اسے جیسے تیسے سمجھا کر مہویر سے منگنی کرنے پر رضامند کیا کہ وہ ان دونوں کی کفالت کر رہا تھا، دیکھا بھالا ہاتھوں میں پلا شریف اور ذمہ دار بچہ تھا لیکن فاطمہ ناشکری تھی، اسے اس غریبی کی زندگی کے بجائے محلوں اور آسائشوں کی زندگی چاہیے تھی، اگر وہ صبر کرتی تو مہویر بھی ایک دن اسے یہ سب دیتا کیونکہ وہ پڑھائی میں بہت ماہر تھا، اسکے بھی اپنے لیے اور فاطمہ کے لیے بہت اونچے خواب تھے۔

پھر فاطمہ کو ملک ہولڈنگز میں عاصم المیر ملک کی سیکریٹری کی جاب ملی، مہویر نے اسکی بہت مخالفت کی مگر فاطمہ نے یہ کہہ کر منع کیا کہ وہ کسی پر بوجھ نہیں بننا چاہتی، دو مہینوں کے اندر اندر وہ لڑکی عاصم المیر ملک کو اپنے چنگل

میں پھنسانے میں کامیاب ہو گئی کیونکہ وہ آدمی ویسے ہی حسن پرست اور عورتوں پر فدا ہونے والی فطرت کا مالک تھا، فاطمہ نے اس سے محبت کا دعوی کرتے یہ فیصلہ مہویر اور شمس کو بھی سنا دیا کہ وہ شادی کرے گی تو بس عاصم ملک سے، فاطمہ کو اس سے نہیں اسکے پیسے سے پیار تھا، اس نے بابا کو تو بہلا پھسلا لیا کہ وہ عیش و عشرت سے رہے گی اور انکو بھی امیری کی زندگی دے گی پر اس نے اپنے خوابوں کی اس تکمیل میں مہویر میثاق کے جذبات، اسکا دل، اسکی خواہشیں سب پیروں تلے روند دیے، مہویر میثاق جیسے اسکے لیے کبھی ایگزیسٹ ہی نہیں کرتا تھا، منگنی کے بعد وہ جب جب مہویر سے اچھی طرح بولی وہ بس دکھاوا تھا، وہی دکھاوا جس سے مہویر کو لگا شاید فاطمہ بھی اسکی محبت میں گرفتار ہو گئی لیکن سارا بچپن ساتھ گزارنے کے باوجود مہویر اس لڑکی کی فطرت نہ سمجھ سکا۔

بس وہ دن تھا جب یہ سب شروع ہوا مگر فاطمہ نور اس شخص کے ساتھ چند ماہ بھی وفا نہ کر سکی، عاصم اسے صرف اپنے مطلب کے لیے استعمال

کرتا، چند ضرورت کے پیسے پھینک دیتا اس پر، اور اسے دنیا میں اپنا نام دینے تک پر راضی نہ تھا، جب فاطمہ اس سے اپنا حق مانگتی، اپنی اہمیت مانگتی تو وہ اس پر ہاتھ بھی اٹھاتا، عیاشیوں اور عیش و عشرت کے پیچھے آتی وہ لڑکی، عاصم ملک کے لیے بس اک کونے میں پڑا سامان تھی جسے وہ کھل کر سانس بھی نہیں لینے دیتا تھا، فاطمہ چند ماہ میں ہی مکمل طور پر عاصم سے بدزن ہو گئی اور اسی بیچ اس نے امید سے ہونے کا ڈرامہ بھی کیا تاکہ وہ عاصم سے کچھ ہتھیا سکے، وہ کچھ حد تک اسکے ڈرامے میں آ گیا، فاطمہ کا خیال رکھنے لگا مگر وہ اس پر اب بھی پیسہ لٹانے پر راضی نہ تھا، اور اسی بیچ عاصم کے سب سے بڑے دشمن موساب کو عاصم کی اس شادی کی بھنک لگی، وہ جاسوس آدمی انتقام کی تاک میں تھا، بس عاصم کی یہی رکھیل ٹائپ نام کی بیوی کی تلاش کر کے اس تک پہنچا، بہانے بہانے سے وہ اس سے ملا، اسے عاصم کے خلاف سلو پائزن کی طرح بہکانا شروع کیا اور فاطمہ کا دل کچھ ہی وقت میں عاصم کے بجائے موساب کی طرف راغب ہو گیا، اس بیچ فاطمہ سچ میں عاصم

کے بچے سے پریگنٹ ہو گئی اور پھر اسے اپنا بچہ اپنے پیروں کی زنجیر اور بوجھ ہی لگا، اس نے موساب کے ساتھ زندگی کے نئے خواب سجا لیے تھے تبھی اس بچے اور عاصم سے چھٹکارے کا سوچنے لگی لیکن عاصم کو اسکے کسی اور آدمی کے ساتھ افیئر کا کہیں سے پتا چل گیا، وہ آدمی موساب ہے یہ علم نہ تھا بس اس نے فاطمہ کے فون میں کسی بے نام نمبر پر واہیات چیٹ پڑھی جسکے بعد اس نے فاطمہ کو گھر کے ایک کمرے میں قید کر دیا، اس نمبر کا پتا کروایا پر وہ بند کر دیا گیا، اس عورت کی کوکھ میں پلتے بچے تک کا ٹیسٹ کروایا جو اسی کا تھا، اس بیچ اس نے ایک میڈ فاطمہ کے لیے صرف اس لیے رکھی تا کہ اس بچے کی حفاظت ہو سکے اور فاطمہ اسکے بچے کو نقصان نہ دے سکے، اور طلاق کے کاغذات بھی بنوا لیے کہ فاطمہ جیسے ہی یہ بچہ پیدا کرے، وہ اس بچے کو لے کر اس عورت کو طلاق دے کر ٹھڈے مار کر اپنی زندگی اور اس گھر سے نکالے، اب موساب کچھ وقت کے لیے تب غائب ہو گیا کیونکہ اسے بھی یقین ہو گیا تھا کہ عاصم کو شک ہو گیا ہے کیونکہ فاطمہ کا گھر سے نکلنا بند

ہو گیا تھا، جبکہ فاطمہ بھی امید کے دنوں میں اس بات سے واقف تھی کہ اسکی یہ آسانی اور آرام بس اس بچے کے باہر آنے تک ہے، فاطمہ کے حمل کے دن گزرتے جا رہے تھے اور عاصم کی اس پر پابندیاں سخت ہوتی گئیں، وہ اسے ذہنی اور جسمانی ٹارچر تو نہیں دیتا تھا پر ایک ہی کمرے میں قید بھی کسی عذاب سے کم نہیں ہوتی، وہ بھی اک حاملہ عورت کے لیے۔ جبکہ عاصم نے فاطمہ کی غیر موجودگی پر اسکے باپ کو یہی بتایا کہ وہ فارن ٹور پر گئی ہے وہیں اسکا اور اپنا بچہ بھی پیدا کرے گی لیکن فاطمہ اس اکیلے کمرے میں جیسے مزید وحشی ہوتی گئی، بہت کوششیں کیں مگر کسی طرح اسکے ہاتھ رابطے کا کوئی ذریعہ نہ لگا، لیکن پھر نوویں ماہ جب اسکے بچے کی پیدائش قریب تھی، اسکے ہاتھ اپنی اسی میڈ کا فون لگ گیا، ویسے تو وہ عاصم کی سخت تاکید پر فون لاتی نہیں تھی مگر اس دن کسی گھریلو مجبوری کی وجہ سے لائی اور وہ فاطمہ کے ہتھے لگا، اس نے اسی فون سے موساب سے رابطہ کیا، وہ بھی یہی سمجھ رہا تھا کہ وہ ملک سے شاید باہر بھیج دی گئی ہے مگر فاطمہ کی پچھلے سات آٹھ ماہ کی

اذیت ناک کہانی سننے کے بعد موساب نے اسے اک نئے پلین کے لیے آمادہ کیا کیونکہ تب تک خود فاطمہ، عاصم کی جان لینے کی حد تک دشمن ہو چکی تھی، اسکا مقصد بس عاصم کے سینے سے اسکا کلیجہ نکالنے کا تھا، یہی نہیں عاصم کو اس میڈ کے فون سے فاطمہ کا کسی سے رابطے کرنے کا بھی علم ہو گیا، وہ گلا دبانا، وہ سب سچ تھا جب عاصم نے ہوسپٹل کے بیڈ پر پڑی اس منحوس کا گلا دبایا تھا لیکن اپنے بچے کا سوچ کر اس نے فاطمہ نور کی جان بخش دی، اس سی سی ٹی وی فوٹیج کو ان لوگوں نے عاصم کے خلاف استعمال کیسے کرنا ہے یہ موساب جانتا تھا۔

فاطمہ نے ایک خوبصورت بچے کو جنم دیا تھا، یمل المیر ملک، لیکن عاصم کو اس بچے کی کبھی خبر نہ ملنے والی تھی کیونکہ جب وہ ہوسپٹل دوبارہ واپس پہنچا تو سٹاف سے یہ پتا چلا کہ دونوں مر گئے، اس نے ان دو کا منہ دیکھنا بھی گوارا نہ کیا اور چلا گیا، یہ موساب اور فاطمہ کے پلین کو کامیاب کرنے کی ایک اور کڑی بنا، فاطمہ اپنے بیٹے کو لیے موساب کے ساتھ گئی، وہیں شمس الدین کو

بھی بلایا گیا، عاصم سے انتقام کیسے لینا ہے یہ سب سوچا گیا، شمس الدین کو ہی یہ ٹارگٹ ملا کہ عاصم کا ایک دشمن اور بنایا جائے جو فاطمہ کا منگیتر تھا، کسی بھی طرح عاصم کی تباہی، اسکی تکلیف، اسکا خاتمہ ہی ان سبکا مقصد رہا لیکن یہاں کہانی میں ایک ٹویسٹ آیا۔

یمل ملک کے بعد فاطمہ میں بدلاو آنے لگے، اسے عاصم اپنی جگہ ٹھیک لگنے لگا، کیونکہ جو کچھ اس نے عاصم کے ساتھ کیا، بے وفائی کی، وہ اسی کی مستحق تھی، پھر اسے یہ بھی احساس ہوا جیسے موساب اسکی آڑ میں عاصم سے اپنی دشمنی نکال رہا ہے، تب اس نے اس سب سے پیچھے ہٹنے کا فیصلہ لیا اور یہ فیصلہ اس نے بابا کی موجودگی میں موساب کو سنایا اور بس وہ دن تھا اور آج کا دن، وہ موساب کے ہاتھوں کچھ تصویروں، کچھ چیٹس اور یمل المیر ملک کے نام سے بلیک میل ہو رہی تھی، صرف وہی نہیں، اسکا باپ بھی، یمل کی کفالت اب بھی موساب کر رہا تھا، وہ پندرہ سال کا ہو چکا تھا، اور لندن میں موساب کے ہی کلوز فرینڈز کی فیملی کے ساتھ رہ رہا تھا اور وہاں تعلیم بھی

حاصل کر رہا تھا، عاصم کے اس بیٹے کو اس نے اسکی ماں، نانا اور باپ کی شناخت تک سے دور کر دیا تھا، وہ اسے عاصم کے خلاف آخری وار میں استعمال کرنے والا تھا، اور اب ان باپ بیٹی کے پاس پیچھے ہٹنے کا کوئی راستہ نہ تھا ورنہ شاید وہ یمل کو کھو دیتے، اور چونکہ عاصم کے نزدیک فاطمہ مر چکی تھی تبھی اس نے طلاق کے پیپرز بھی پھاڑ دیے تھے اور ابھی بھی وہ عاصم المیر ملک کی زوجیت میں تھی۔

یہ کہانی ان باپ بیٹی نے رو رو کر مہویر کو سنائی، دونوں ہی بے بس تھے لیکن مہویر انکی اس بے بسی پر ان سے نفرت تو کر سکتا تھا پر اسکے دل میں معافی کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔

"موساب اب اسے بلکل تباہ کرنا چاہتا ہے۔ وہ عاصم کو کئی سالوں سے نقصان دیتا آ رہا ہے پر عاصم المیر نا جانے کونسی خفیہ نیکیاں کرتا رہتا ہے کہ ہر بار اسکے بنائے پلین سے بچ نکلتا ہے۔ میں یمل کی شکل دیکھنے کو ترستی ہوں۔ میں کس سے مدد مانگوں مہویر کہ میں نے اپنے لیے ہر راستہ خود ہی

بند کر دیا تھا۔ بابا نے جو تمہیں عاصم کی خلاف جانور بنایا، یہ بھی موساب چاہتا تھا، اسکا بس چلتا وہ اپنی ناکام عاشقی کی سزا میں پوری دنیا کو عاصم کا دشمن بنا دیتا۔ لیکن اس سب میں تمہاری زندگی مفت میں تباہ ہو گئی۔ ہمیں معاف کر دو۔"

وہ اس معافی کو مانگنے کے لائق نہیں تھی، مہویر کو ان باپ بیٹی سے گھن آ رہی تھی اور اب جس طرح وہ عاصم کو مارنے کے لیے اس جرم کی دنیا میں آیا اب شاید اس موساب کا خاتمہ کر کے ہی اس جرم کی دنیا کو خیر آباد کہنے والا تھا۔

شمس الدین میں تو مہویر سے نظریں ملانے تک کی قوت نہ بچی تھی۔

"کوئی بات نہیں۔ میں لگتا ہی کیا تھا تم دونوں کا کہ میری زندگی اور تباہی کا احساس کیا جاتا، سگے تو تم دونوں تھے ایک دوسرے کے اور کیا سگا پن دیکھایا واہ۔ لعنت بھی بھیجوں تو وہ چھوٹی پڑ جائے گی۔ اللہ تم دو کو یمل ملک کی شکل

دیکھنی نصیب نہ کرے آگے بھی۔ یہی بد دعا بچی ہے میرے پاس۔ اسکا پھل پاوگے تم دونوں۔ میری بد دعا تم دونوں کا انجام کرے گی یہ بات کبھی ذہن سے نکلنے مت دینا۔ اور بہت خوب تاوان لیا تم میری کفالت کا شمس الدین صاحب، اس سے اچھا میں کسی یتیم خانے میں پل لیتا"

وہ ان روتے تڑپتے باپ بیٹی پر بد دعا کا دباو ڈالتا اپنی بھیگی آنکھیں رگڑتا ہوا اس دہلیز کو پار کر گیا جہاں وہ کئی سال جیا، ان دونوں کو اپنا سب مان کر لیکن آج اس گھر سے نکل کر اسے اپنا آپ مدت بعد آزاد لگا، فاطمہ اور شمس اک دوسرے سے لگے پچھتاوں کی زد میں آتے سسک پڑے لیکن مہویر میثاق کا کیا؟ اسکی ساری زندگی کا کیا، اسکے پاس تو نہ یادگار ماضی بچا نہ سکون بخش مستقبل، یہ جو اس منائم نامی لڑکی نے حال اچھا بنایا تھا وہ بھی مختصر، مہویر کو اپنا دل رکتا محسوس ہو رہا تھا، اوروں کی لڑائیوں میں وہ یتیم اور بے سہارہ انسان برباد ہو گیا تھا، کیا تھی اسکی زندگی؟ کیا تھا اسکے پاس یاد کرنے کو، اپنے ہاتھوں کو پھیلا کر کھلے آسمان تلے کھڑے ہو کر دیکھتے اسے خالی پن کے سوا

کچھ نہ ملا، اسکے پاس بس منائم کا چند دن کا ساتھ بچ چکا تھا، انیس کو تو وہ ویسے ہی کھو چکا تھا، اک محبت و یاری کا بھرم تھا وہ بھی مہویر کی موت کے ساتھ ہی ختم ہو جاتا۔

اب اسکے پاس کوئی یقین نہیں تھا، سب ختم ہو گیا تھا۔

"وہ بھی یاداشت آنے پر مجھ پر تھوکے گی۔ انیس کو میرا یہاں سے چلے جانا دکھ دے بھی گیا تو وہ سہہ جائے گا بہت مضبوط ہے، بیوی ہے اسکے پاس اب۔ بس میری زندگی کا مقصد اب آخری اک قتل رہ گیا ہے، موساب اعوان۔ تمہیں میں ایسی موت دوں گا کہ میرا یہ بیچ پیشہ ایسے اختتام پر سرخرو ہو گا۔ میں چلا جاوں گا پھر۔ کسی کو دیکھائی نہیں دوں گا۔ کسی کو بھی نہیں"

وہ اپنے انہی تہہ دامن ہاتھوں سے اپنی آنکھیں رگڑتا ہوا مرے مرے قدموں سے اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گیا، آج آسمان بہت بوجھل تھا، آج

موسم میں اک تیرگی گھل چکی تھی، آج بہت بڑی ناانصافی ہوئی تھی، آج وہ پھر ماں باپ کی اکھٹی موت کے دکھ جتنا زخمی ہوا تھا، اور اسکی تکلیف، دوستوں کے ساتھ موج مستی کرتی منائم بھی محسوس کر رہی تھی، اسکا یکدم دل اچاٹ ہو گیا، حالانکہ اس نے دوستوں کی وجہ سے خضر بھائی تک کو اگنور کیا پر وہ لڑکی چاہ کر بھی مہویر کو اگنور نہیں کر سکتی تھی، وہ اسے بیچ بیچ میں کالز کرتی رہی، وہ اسکی کالز دیکھتا بھی رہا پر آج اس شخص میں ایسی کوئی ہمت نہیں تھی کہ وہ کسی سے بات کر پاتا۔

.._____..

سنو فال سے بہت سا کھیل کر وہ گھر لوٹ آئے تھے، پھر سب نے چینج کیا، لنچ میں بھی سب نے شماس صاحبہ کی مدد کی پھر عرشیہ نے انھیں اپنے بازار کے ٹور کا بتا کر بے فکر ہوئے ایونٹ ہاوس بھیج دیا کہ وہ جا کر اپنا کام دیکھیں، تو حرا بھی ساتھ چلی گئی کیونکہ وہ بازار تو جا نہیں سکتی تھی، اس لیے ایونٹ ہاوس میں جا کر بیٹھے ہی سب رونق میلا دیکھنا چاہتی تھی پھر اسکا لیبر

پین کبھی بھی شروع ہو جاتا جس سبب وہ چاہتی تھی فادی اسکے آس پاس ہی رہے۔

باقی انیس، عرشیہ، عدین اور مہرو نے تو لنچ کے بعد ہی پلین پر عمل درآمد کر لیا۔

"تم سب جا کر اپنی اپنی چیزیں خریدو میں جیولر کی طرف سے ہو کر آتا ہوں"

انیس نے ان سبکو وہیں بازار اتارا جبکہ وہ وہیں گاڑی کھڑی کرتا خود جیولز والی گلیوں کی طرف گیا، عرشیہ نے پیچھے مڑ کر اک مشکوک نظر انیس پر ڈالی پر مہرو اور عدین کی وجہ سے اسے اپنے اندر مچی کھلبلی کنٹرول کرنی پڑی، انیس نے جیولز شاپ پہنچ کر پہلے تو شماس صاحبہ اور رضی سرمرو کے لیے کچھ یونیک نکلوانے کا کہا۔

جیولر نے اسے اتج کے لحاظ سے نئے کچھ آپشن دیے، شماس صاحبہ کے لیے اس نے ایک گولڈ لاکٹ چین خریدی جسکا پینڈنٹ پتے کی شکل کا تھا جبکہ اسی سے میچنگ اس نے سلور گولڈ میں رضی صاحب کے لیے ایک خوبصورت سی ارجمند کے پتھر والی انگوٹھی لی، اسے خوبصورت سے پیکنگ میں پیک بھی کروایا جبکہ اس دس سال کی مہرو کے لیے اسے بہت پیاری سی گولڈ کی بالیاں پسند آئیں جو بہت ہی خوبصورت اور مٹھاس سے بھرا شفیق تحفہ تھا۔

"اسے بھی پیک کر دیں"

انیس نے جیولر کو یہ تینوں گفٹ پیک کرنے کا کہا جبکہ خود اسکی نظر اس شاپ کے سب سے سپیشل جیولری پیس پر جا کر ٹھہری۔

وہ تین کیرٹ کی

elongated cushion Diamond yellow gold solitaire

انگوٹھی تھی جو یہاں کا کسٹمائز پیس تھا۔

"مجھے یہ انگوٹھی خریدنی ہے، اسکی ڈالر یا منات میں قیمت بتائیں"

وہ جیولر انیس کے تقاضے پر حیران رہ گیا کیونکہ اس کی قیمت بہت زیادہ تھی۔

"سر یہ آذربائیجانی 54254.99 منات کی مالیت کا اس پورے بازار کا سب سے مہنگا پیس ہے۔ لگ بھگ اکتیس ہزار نو سو چودہ امریکی ڈالر"

انیس نے اسکی قیمت سنے سر اثبات میں ہلایا۔

"پیمنٹ کس طرح چاہیے؟ کیش، آن لائن یا بینک ٹرانسفر؟"

وہ جیولر جسے یہ پیس کم از کم آذربائیجان کے لوگوں کی جانب سے خریدنے کی امید نہ تھی، اتنی جلدی اس گاہک کے آنے پر چمکتی آنکھوں سے مسکرایا۔

"سر بینک ٹرانسفر"

انیس نے اسے وہ انگوٹھی پیک کرنے سے پہلے اسکی تمام رقم جیولر کے بینک اکاونٹ میں ٹرانسفر کی جس نے اس انگوٹھی کو اسی طرح اک مہنگے اور خوبصورت کیس میں ڈالتے اک گولڈ مین رنگ اسکے ساتھ ڈسکاؤنٹ پر انیس کو دی۔

"تھینکیو۔اللہ آپکی روزی میں برکت دے بھائی۔"

انیس نے مسکرا کر اپنا سامان اسکے ہاتھ سے لیا اور مسکراتا ہوا وہ دکان سے نکلا، آنکھوں میں اک حسین سی چمک تھی، وہ تو گاڑی میں جا کر بیٹھ گیا مگر باقی تین افلاطون آدھا گھنٹہ لگا کر آئے کیونکہ عرشیہ انھیں نرسری ساتھ لے گئی تھی، اس نے blueberries کے پودے کے علاوہ ٹوکری میں لگایا جاتا سرخ چھوٹے چھوٹے پھولوں والا پودا Fuchsia بھی خریدا اور Basil کا پودا بھی لیا، یہ سب اس موسم میں لگائے جاتے کچھ یہاں کے مشہور پودے تھے، جبکہ ایک کھاد اور مٹی والی بوری اور دو بڑے مٹی کے گملے عرشیہ نے بڑی ڈِگی والی گاڑی میں رکھوائے تھے کیونکہ جو گملے انہوں

نے خریدے تھے وہ ان پودوں کے لیے تنگ تھے، ایک باسٹک بھی خریدی تھی۔

"تم سب تو نرسری ہی لوٹ لائے ہو"

عرشیہ نے اک گملہ عدین کو تھما دیا اور اک مہرو کو جبکہ بلیک بیری کے پودے والا گملہ اس نے خود پکڑا، انیس فادی کی ہی گاڑی لایا تھا، عرشیہ نے آ کر اسکے ساتھ پیسنجر سیٹ سنبھالی تو انیس سبکے ہاتھ میں گملے دیکھ کر بولے بنا نہ رہ سکا۔

"جیسے تم نے جیولر شاپ لوٹ لی۔ کتنے پیسے لٹا آئے ہو انیس۔ اتنے شاپنگ بیگز؟"

وہ ہلکی سی آواز میں انیس کے ان گفٹس کو دیکھے گھوری جو اس نے دیش بورڈ کی جانب رکھے تھے۔

"ہاں آفکورس مہمان نوازی کا صلہ بھی تو دینا تھا۔ تم فکر مت کرو، تمہارے لیے کچھ نہیں لیا"

انیس نے گاڑی سٹارٹ کرتے جان بوجھ کر عرشیہ کا خون جلایا، حالانکہ وہ اسکی اک انگوٹھی پر پاکستانی نو وے لاکھ لٹا آیا تھا۔

"ہنہ۔ میں تو جیسے مری جا رہی ہوں کہ تم میرے لیے کچھ خریدو۔"

عرشیہ نے اپنی توجہ اپنے پیارے پلانٹ پر دیتے منہ بسورا جبکہ پیچھے بیٹھے عدین کو مہروان باقی دو پلانٹس کے بارے بتا رہی تھی کیونکہ عدین کو ان میں شدید دلچسپی تھی۔

"ہاں تم مری نہیں جا رہی اسی لیے کچھ نہیں خریدا۔"

وہ اسکی چڑ سے محظوظ ہوا تو عرشیہ نے منہ ہی ونڈو سائیڈ پھیر لیا، وہ لوگ بیس منٹ تک گھر پہنچ چکے تھے، برف باری کافی دیر سے رک چکی تھی مگر اب ہلکی ہلکی نمی اور بارش کے قطرے فضا میں گھل چکے تھے، ان سبکو، واپسی

میں پانچ بج گئے تھے اور اندھیرا سا پھیل چکا تھا، عدین نے عرشیہ کی گملے اور مٹی کی بوری گاڑی سے نکالنے میں مدد کی، جو اس نے اسے گارڈن میں لا کر رکھنے کا کہا، عرشیہ نے ان دونوں کو مزید کام سے روکتے اندر جانے کا کہا اور خود وہ یہ کام بارش تیز ہونے سے پہلے کرنے والی تھی کہ تمام پودے بڑے گملوں میں مزید مٹی اور کھاد بھر کر لگاتی اور Fuchsia کے پودے کو اسکی باسکٹ میں فٹ کرتی، پہلے اس نے Fuchsia اور Basil کے پودوں کو ٹھکانے لگایا پھر Blueberry کی باری آئی، انیس نے چینج کیا تو وہ ابھی بھی رضی سرمرو کے روائتی ڈھیلے ڈھالے پینٹ نما پاجامے اور کھلی اونی شرٹ میں ملبوس تھا، اوپر وہی بلیک ہڈی پہن رکھی تھی، وہ صحن میں لگی روشنی میں مہمنک ہو کر کام کرتی عرشیہ کو دیکھتا اسکے پاس چلا آیا۔

"تمہیں اس وقت لگانا ہے اسے؟ یہ موسم بلوبیری کے لیے موزوں ہے کیا؟ اگر رات بھی برف باری ہوئی بارش ہوئی یا طوفان آگیا۔؟ تمہارے ان پودوں کو کچھ نہیں ہو گا خاص کر بلوبیری کو"

وہ اسکے پاس بیٹھے عرشیہ کی مدد کرنے لگا، اسے گملے کی مٹی نرم کرنے کے لیے پانی کا برتن آگے سرکائے فکر و دلچسپی سے پوچھنے لگا۔

"ہاں یہ موسم اسکے لیے اچھا ہے۔ اور ویسے بھی اسے میں ابھی سائے میں رکھوں گی، یہ بہت نازوں سے پلتا ہے تو اس کا بچپنا سائے میں پروان چڑھے تو بہتر ہے۔ نہ یہ بہت ٹھنڈ سہہ سکتا ہے نہ ہی بہت گرمی۔"

وہ اسے اپنے لگائے پودے کی افادیت بتاتی کھو سی گئی جب انیس نے اسکے ہیر ربن سے نکلے بالوں کو ہاتھ بڑھا کر چھوتے، آہستگی سے عرشیہ کے کان کے پیچھے سرکایا، وہ اسکی طرف سرسری سا گھبرا کر دیکھنے لگی۔

"یعنی یہ تمہارے جیسا مزاج رکھتا ہے"

وہ کہیں کھو گیا تھا، یقینا اس لڑکی میں۔

"مجھ سے کوئی ٹھیک سے پیار ہی نہیں کر پاتا، میرے مزاج کو کہاں کون سمجھ سکے گا"

وہ بے ارادہ روہانسی ہوئی، بلوبیری کے پودے کو اس نے بڑے گملے کے اندر دباتے ارد گرد مٹی جمائی۔

"ایسا کیوں کہا، میں ہوں ناں"

وہ بلکل بھی یہ کہنے نہیں والا تھا مگر اف اس شخص کے ہونٹوں سے ٹپکتا اظہار عرشیہ کی جان لے گیا، وہ مٹی والے ہاتھ گملے کے کناروں پر جماتی انیس کی طرف دیکھنے لگی، اسے یقین نہ آیا یہ انیس غانم نے کہا، وہ ایک سیکنڈ میں اپنی آنکھوں میں نمی بھر لائی۔

"تم ہو انیس۔۔ تبھی تو یہ سب زیادہ فیل ہو رہا ہے۔ تم ہو کر بھی کہیں گم ہو، میرے ہو کر بھی میرے نہیں ہو۔ چند دن ہی تھکا چکے ہیں مجھے۔ سچ کہوں اگر میری پوری زندگی ایسے ہی گزر گئی تو؟ تم ہو تو دیکھائی اور سنائی بھی دوناں، محسوس بھی ہونے چاہیے ہو۔"

وہ اسکے ہاتھ پکڑتا اسے گملے کے پاس سے اٹھا کر کھڑا کروائے اسکے دونوں ہاتھوں کو وہیں سائیڈ ہینگ ہوئے صاف کپڑے سے پونچھتا اسکی نظروں کے حصار میں ہو کر بھی خاموش تھا۔

"یہ میں دیکھتا ہوں۔ تم جاو اندر۔ ٹھنڈ سے جم جاو گی۔ انھیں کہاں رکھنا ہے بتادو۔ جا کر گرم پانی سے ہاتھ دھونا اپنے۔ نیلز میں بھی مٹی گھسا دی ہے۔ اچھے سے دھونا ہاتھ"

وہ اسکی بات، اسکے احساسات اس بے دردی سے کیسے اگنور کر سکتا تھا، عرشیہ نمدیدہ آنکھوں سے اسے دیکھتی اپنے ہاتھ انیس کے ہاتھوں سے بے دردی سے جھٹک گئی۔

"میں گندے ہاتھوں والی ہی ہوں تو تم دور ہٹ جاو۔ تمہاری مدد نہیں چاہیے۔ میں خود رکھ لوں گی"

عرشیہ نے وہ دونوں گملے اٹھا کر شیڈڈ جگہ کے نیچے رکھے جبکہ وہیں اوپر ہی Fuchsia کے پودے کی باسکٹ بھی ہینگ کی، پھر وہ اپنے ہاتھ رہے سہے مٹی سے جھاڑتی اندر گھر کی طرف جانے لگی جب انیس نے اسے آہستگی سے کمر میں ہاتھ لپیٹ کر جانے سے روکتے اپنے سینے سے لگایا، عرشیہ نے خود کو چھڑوانے کی موہوم سی مزاحمت کی مگر بے سود رہا۔

"تم مجھے محسوس کرنا چاہتی ہو؟"

انیس نے اسکی جھکی نظریں دیکھتے اسکی ٹھوڑی پکڑتے عرشیہ کا چہرہ اوپر کیا تو وہ اپنی آنکھوں میں آنسو بڑی مشکل سے روکے کھڑی تھی۔

"نہیں چاہتی۔ میرے منہ سے نکل گیا۔ معاف کر دو مجھے ایسی بدزبانی پر۔"

وہ نروٹھے پن میں بہت سا درد سموئے بولی۔

"تمہیں کیا ہو گیا ہے پھر؟"

وہ اس سے شکوہ کرتا تھا کہ اسے روٹھنا نہیں آتا اور اب وہ روٹھی تھی تو انیس کا دل بند ہو رہا تھا۔

"تم نے مجھے مینٹل کیا ہوا ہے۔ ہٹوناں۔ کوئی دیکھ لے گا۔"

وہ اسکے سینے پر دباو دیتی نظریں چراتی اسکے حصار سے نکلنے کو پھڑ پھڑائی مگر انیس نے اسے مزید اپنی بازووں میں جکڑا کہ عرشیہ کو لگا اسکی پسلیاں توڑ ڈالے گا جس سبب وہ واپس اسکی آنکھوں میں رحم طلبی سے اپنی آنکھیں گاڑ گئی۔

"تمہاری سانسیں کچھ زیادہ گرم کیوں ہیں۔ فیور تو نہیں ہو رہا۔؟ تمہاری باڈی بھی ہیٹ آپ لگ رہی ہے۔ دیکھو انیس اگر تم بیمار پڑے میں نے بہت اونچا اونچا رونا ہے"

وہ ایک بار پھر اس سے بنائی ناراضگی میں شگاف ڈال گئی جب اسکے چہرے کے قریب چہرہ جانے پر اسکی سانسوں کی تپش محسوس ہوئی، انیس نے اسکے

اطراف جکڑے ہاتھ کھولے اور عرشیہ کا چہرہ اپنے مضبوط ہاتھوں میں لے کر وہ اسکی جان اچھے سے عرشیہ کے وجود سے نکالنے کو اسکا ماتھا جذب و شدت سے چوم گیا، اتنی دیر کے عرشیہ کے چہرے کا ہر درد بھرا زاویہ غائب ہوا، وہ اسکے سینے سے ہُڈی اپنی مٹھیوں میں جکڑتی، انیس کے اس پیار لٹا کر پیچھے ہٹتے ہی اسکی آنکھوں میں سوالیہ انداز میں تکنے لگی۔

"نہیں پڑوں گا بیمار تم پریشان مت ہو۔ مجھ سے ناراض مت ہونا، کبھی بھی نہیں۔ میں خود کو انسان بنانے کی کوشش کروں گا۔ مجھے وقت دو۔ میرے ہوتے تکلیف محسوس مت کرو بس"

وہ بھیگی آنکھوں سے مسکراتی گہرا سانس بھرتی اسکے ہاتھ پکڑ کر اپنے اطراف لپیٹے جس طرح اپنی خواہش کی پرزور تکمیل کے لیے اسکے سینے لگی وہ شدت انیس کے دل سمیت دھڑکن نے بھی محسوس کی۔

"میرے تھک کر ٹوٹنے سے پہلے بن جانا انسان، اور ہگ کے ساتھ ساتھ ہمارے رشتے میں اب فار ہیڈ کِس بھی شامل ہو گئی۔ تم مجھے روز کرو گے ناں؟ روز ماتھا چومو گے میرا؟"

وہ سینے لگی ہی سرگوشیوں میں منمنائی تو انیس نے اسکے کھلے بالوں میں ہاتھ پھیرتے سمائل دی، اسے عرشیہ کا یوں اپنے لیے دیوانہ ہونا محسوس ہونے کے ساتھ اس لمحہ دیکھائی بھی دیا۔

وہ سچ میں معصوم اور پاگل تھی۔

"نہیں روز نہیں"

وہ فوراً چہرہ پیچھے کرتی روئی روئی آنکھوں سے انیس کو دیکھنے لگی۔

"صبح دوپہر شام"

وہ اسکی چھلکنے کو بیقرار آنکھیں دیکھے فوری بیان بدل گیا تو وہ ہچکی بھر کر تب بھی روتی انیس کی گردن میں منہ دبا گئی، انیس کو سمجھ نہ آیا تین تین بار ماتھا چومنے کی سزا پر یہ رو پڑی ہے یا خوشی سے۔

"انیس۔م۔۔میں سچ میں پاگل ہو جاوں گی۔بتا رہی ہوں"

وہ اپنی بے بسی جیسے چھپا نہ سکی۔

"میرے پیچھے؟"

وہ لقمہ دینے سے باز نہیں آ رہا تھا تبھی اس بار عرشیہ نے منہ پیچھے کرے خونخوار نظروں سے اس سر پھرے آدمی کو دیکھا جیسے کچا چبا جائے گی۔

"تمہیں میرا موڈ خراب کر کے تسکین ملتی ہے لو پالو تسکین۔خوش ہو جاو تم۔مجھے تمہاری کوئی کِس بھی نہیں چاہیے۔ہگ بھی نہیں"

وہ اسکی گرفت میں مچلتی روتی اسے جھٹک رہی تھی اور انیس کو اب ضرور فکر تھی کہ کوئی یوں اس لڑکی کو بگھڑتے نہ دیکھ لے۔

"مجھے تمہارا نام لے کر ڈانٹنے پر مجبور مت کرو پلیز"

وہ اسے دونوں ہاتھوں سے قابو کرنے میں ناکام ہوا تو معصوم سی منت کر اٹھا، وہ مزاحمت روکتی انیس کو دیکھ کر دم سادھ کر رہ گئی۔

"مت رونا"

اس سے پہلے وہ چیخ کر روتی، انیس نے اپنا چہرہ اسکے بالوں میں چھپاتے عرشیہ کی وہیں سے دوبارہ گردن چومی لیکن اس بار کوئی ٹھنڈک نہیں، آگ کی طرح دہکتا خشک اور جنونی لمس تھا تو وہ حلق گھٹنے پر سانس تک روک گئی، آنسو تو آنکھوں میں خشک پڑ گئے لیکن وقتی ہوا، وہ اس لمس سے اندر تک لرزی تھی۔

"اگر تم نہیں روتی ابھی میں اپنی گود میں سر رکھ کر سونے کی اجازت دوں گا تمہیں آج۔ پلیز مت رونا۔ شش۔۔۔ اپنے اندر کرو یہ طوفان۔ رئلکس۔ بس۔۔۔"

وہ اسکا آنسوؤں سے رندا چہرہ ہاتھوں میں بھرتا اسے جس طرح سنبھلنے کا کہہ رہا تھا، ایسے جبر کر کے تو وہ زیادہ بکھر رہی تھی۔

"ت۔۔ تم بہت برے ہو۔ مجھے نہیں چاہیے تمہارا یہ احسان۔ پلیز جانے دو مجھے۔ چھوو مت مجھے خدا کے لیے۔ انیس"

وہ اسکے ہاتھوں کے جلد سے مس ہونے پر چنگھاڑتی ہوئی منمنائی تو انیس نے اپنے ہاتھ نہ صرف دور کیے بلکہ اسکے لیے اندر جانے کا راستہ بھی چھوڑا جس پر وہ اسے دیکھے بنا گھر کی طرف دوڑ گئی۔

وہ رات ڈنر کے لیے اپنی پلٹون کی جانب سے مکمل تیاری کر چکا تھا، تب تک منائم بھی واپس آ گئی، اس نے خضر کو اپنی بے چینی کا بتایا تو خضر نے اسے

تسلی دی اور بیلا کے ڈنر انوائیٹ کا بتا کر اسکی توجہ ہٹائی، محراب بھی سات بجے تک آگئی تھی، دن بھر تو وہ اپنے سوشل ورک کی وجہ سے مصروف رہی اور پھر منائم اور خضر دونوں سے مل کر اسکی دن بھر کی تھکاوٹ دور ہو گئی۔

"مجھے آپ مہویر کی طرف چھوڑ دیں ناں بھائی۔ میرا دل انکے لیے بہت شدید گھبرا رہا ہے"

منائم کی لگتار ایک سی تکرار پر محراب اور خضر کو بھی تشویش ہونے لگی، کیونکہ بیچ میں منائم کا ریگولر چیک آپ بھی تھا، کچھ مزید ٹیسٹ ہونے تھے۔

"پہلے تمہیں ہوسپٹل لے کر جانا ہے میری جان، وہاں سے پھر میں آپ دونوں کو اچھا سا ڈنر کرواوں گا پھر جاوں گا سلطان حویلی"

خضر نے اسکی گال پیار سے سہلاتے اپنے پلین کا بتایا جس پر وہ بظاہر تو مان گئی پر اسکا دل شدید گھبرایا ہوا تھا، خضر نے ابھی محراب سے موساب کے

متعلق کوئی بات نہیں کی تھی، وہ چاہ رہا تھا اس موساب کے لیے پہلے مما کے جذبات پرکھے کہ کیا وہ ابھی تک موساب کے لیے کوئی فیلنگ رکھتی ہیں دوسرا وہ موساب کے حوالے سے ساری تحقیق خود کرنے کا سوچ چکا تھا، اور شاید خضر ملک کی یہی تحقیق اسے اسکے چھوٹے بھائی یمل ملک کا سراغ دیتی۔

بہر حال ہوسپٹل سے فارغ ہوتے آٹھ بج گئے تھے، اسکے بعد خضر نے پہلے مما کو انکے گھر ڈراپ کیا اور پھر وہ منائم کو بھی اسکے سیاں کے پاس چھوڑنے نکلا۔

جبکہ قوبا کا موسم لمحہ بہ لمحہ سرد ہو رہا تھا، مہرو اور عدین بھی ایونٹ ہاوس چلے گئے کیونکہ وہاں نیو ائیر کے بہت سے ایونٹ، بہت سے مزیدار مقابلے اور رونق میلا تھا، جو یقینا رات گئے تک جاری رہتا، گھر میں صرف عرشیہ اور انیس ہی تھے، انیس نے مہرو اور عدین کو وہاں خود چھوڑا پھر عرشیہ کی وجہ سے وہ واپس آ گیا جبکہ اپنی بھی طبعیت کچھ ڈاون تھی، بروقت میڈیسن لینے

سے وہ بخار یا شدید موسمی اثر سے تو بچ گیا پر پھر بھی طبعیت میں سستی ہو رہی تھی، وہ سب تو بارہ سے پہلے واپس آنے والے نہ تھے۔

جبکہ عصر نے گیمنگ سٹوڈیو کی بلڈنگ کے آس پاس شام سے رات لگاتے کچھ مزید کیمرے لگوائے تھے، کچھ سیکورٹی کے لوگوں کی تعداد بھی بڑھا دی، وہ بہت اچھے سے انیس کے پیچھے سب ہینڈل کرتا تھا اور پھر اسے انیس نے آج واپس مینشن جانے کی خاص تاکید کی کہ وہ ابراہیم علوی پر خود نظر رکھے لیکن جب عصر پہنچا تو پورا مینشن ابراہیم صاحب کے دوست یاروں سے بھرا تھا، یہاں تک کہ رقص کرتی عورتیں بھی گھر بلا رکھی تھیں، عصر کا تو یہ سب دیکھ کر دماغ گھوم گیا، اوپر سے انہوں نے عصر کو دیکھتے ہی اپنے پاس بلا کر پیسے بھی مانگے، انیس اسے بابا کے لیے کچھ لاکھ دے کر گیا تھا پر یہ بھی تاکید کر کے گیا تھا کہ انھیں فورا نہیں دینے، لیکن عصر نے جب اتنے عیاش کھانے پینے کے انتظامات دیکھے تو یہ سارا خرچہ خود ہی اٹھایا، انیس کو اس نے اطلاع کر دی تھی، صرف وہ رقص کرتی عورتیں ہی کئی لاکھ فیس

لیتی تھیں، انیس یہاں ہوتا تو یہ سب کچھ کبھی یہاں نہ ہو رہا ہوتا لیکن اس وقت وہ اتنی دور بیٹھ کر بس برداشت ہی کر سکا، اس نے عیشاء ادا کرنے کے بعد عصر کو کال ملائی، عصر اس وقت کچن میں آکر اپنے لیے کچھ بنانے کا سوچ رہا تھا کیونکہ ابراہیم اور انکے دوستوں نے سب کچھ ہڑپ کر لیا تھا اور وہ رات دیر تک یہیں مسلط رہنے والے تھے، اتنا اونچا میوزک لگا تھا کہ عصر کو کچن تک اسکی آواز سنائی دے رہی تھی، عرشیہ نے اپنے اور انیس کے لیے وہی کھانا گرم کیا تھا جو ایونٹ ہاوس سے انیس لے کر آیا تھا، کافی مزیدار قوبئین کھانوں کی رینج تھی، عرشیہ کھانا گرم کر رہی تھی تبھی انیس نے ڈائنگ کی کرسی کھینچی اور بیٹھا۔

کوئلوں پر بھنا ہوا گوشت اور ساتھ میں بوزباش تھا جو مٹن کا گاڑھا شوربہ تھا، یہاں قوبا کے لوگ اکثر تہواروں پر بناتے تھے، دوغ یعنی نمکین دہی کا مشروب تو رات کے کھانے کا حصہ تھا جبکہ سبزہ پلیٹ سلاد کے طور پر شامل

ہوتی تھی جس میں ساری ہری چیزیں تھیں، جیسے دھنیہ، پودینہ شامل تھیں۔

عرشیہ خمیر والی روٹیاں کچن کے ولائتی اوون میں بیک کرنے رکھ چکی تھی کیونکہ اسے دیسی اوون کا کچھ خاص سلیقہ نہ آتا تھا، جنکو تھوڑی سی دیر تھی، تب تک اس نے چیری ٹماٹر اور کھیرے کا سلاد بنانا شروع کیا ہوا تھا، انیس کی نظریں اسی کے سراپے پر محبت و فکر سے جمی تھیں اور دوسری طرف عصر کی شکایات سن رہا تھا۔

"انکو واپس آکر اک کلاس دیتا ہوں۔ زندگی کی آخری عیاشیاں کر لینے دو۔ تم بتاو، مہویر سے رابطہ ہوا تمہارا؟"

انیس نے خود بھی مہویر کو کافی کالز کیں پر وہ اٹھا ہی نہ رہا تھا تبھی اس نے عصر سے پوچھا۔

"کالز کیں پر کوئی رسپانس نہیں، پتا نہیں کیا ہوا ہو گا۔ آپ کی بھی کال پک نہیں کی انہوں نے؟"

عصر نے فرائنگ پین نکال کر چولہے پر رکھتے اسے جلاتے ہوئے فکر سے پوچھا جس پر انیس کی جانب سے افسوس بھرا تاثر آیا۔

"نہیں۔ لیکن وہ خود کر لے گا جیسے ہی بات کرنے لائق ہوا۔ تم بابا پر نظر رکھنا۔ آج انھیں باہر جانے مت دینا۔ اور اپنا بھی خیال رکھنا"

عصر نے مسکراتے ہوئے گھی پین میں ڈالا۔

"بے فکر رہیں۔ کل تو میں پھنسا ہوا تھا، آج اچھے سے سیکورٹی کیمرہ کے فرائض نبھاوں گا۔ یہ علیم خان تو انھیں کسی چیز سے روک ہی نہیں پاتا۔ اتنا پہلوان ہے، بندہ تھوڑا رعب رکھ لے۔ خیر یہ بتائیں کل آپ سب واپس آ رہے ہیں ناں؟ یقین کریں مینشن میں اتنے لوگ ہیں پھر بھی آپ تینوں کی کمی کاٹ کھا رہی ہے مجھے"

عصر نے انکی کمی شدت سے محسوس کی، انیس نے اک نظر عرشیہ پر ڈالی جو خود کو دنیا جہاں کی مصروف خاتون ثابت کرنے پر لگی تھی۔

"شاید ایک دو دن مزید رک جائیں۔ یہاں بہت سکون ہے۔ ویسے بھی تم ہو میرے تمام تر معاملات سنبھالنے کو عصر زمان۔ اور سنو جو پیسے میں نے نکلوائے ہیں بزنس بینک سے وہ نیو پریمیم گیم کی پہلی تین پیمنٹس سے پہلے بینک سسٹم میں دیٹا اور پیسے کلئیر کرنا۔ اور زکوۃ کی رقم بھی نکال کر تقسیم کروا دینا۔"

عصر کو نووے لاکھ نکلوانے کا نوٹیفکیشن مل گیا تھا اور وہ سمجھ گیا تھا اتنے پیسے کسی سپیشل دلداری کے لیے ہی نکلوائے گئے ہیں۔

"بے فکر رہیں۔ نیو گیم تو لانچنگ کے فوری بعد وائرل جا رہی ہے ماشاء اللہ۔ تمام انٹرنیشنل کلائنٹس اس پراجیکٹ میں دلچسپی لے رہے ہیں

سر۔ میں شام ہی ساری ڈیٹیلز اب ڈیٹ کر کے آیا ہوں۔ ویسے کیا عرشی کے لیے کچھ خریدا ہے۔ اف میری بے تکلفیاں، گستاخی معاف کر دیں"

عصر نے کوکنگ کے بیچ ہی اپنی شوخیاں بھی جاری و ساری کر رکھی تھیں۔

"اپنی میلے میں بچھڑی بہن سے واپسی پر خود پوچھ لینا۔ اچھی خبر سنا دی تم نے۔ میں جتنا بھی کما لوں، میرے بابا خضور کے لیے تو شاہی خزانہ بھی کم پڑ جائے، بہر حال۔ آنکھیں کھلی رکھنا"

انیس نے عرشیہ کو باہر آتا دیکھے عصر کو مختصر سمجھاتے رابطہ توڑا تو عصر کی آنکھیں اب مزید زیادہ مسکرا کر اپنا کھانا دیکھ رہی تھیں اور ہاتھ بھی اب مست چل رہے تھے، ڈاکٹر صاحبہ کی یاد بھی آ رہی تھی پر اسکے پاس تو فجر کا نمبر بھی نہ تھا، وہ خود جب سے گئی تھی بس عصر کے خیالوں میں ہی بسیرا کیے ہوئے تھی۔

عرشیہ نے پورا کھانا لگتے خود بھی سرسری سا انیس کو دیکھتے سامنے والی کرسی سنبھالی۔

"ابھی اسے کچھ کہا تو کھانا نہ چھوڑ جائے"

وہ اپنے ساتھ اسکے سامنے بھی پلیٹ رکھتے دونوں کے گلاس میں دوغ ڈالنے لگا، عرشیہ کی آنکھیں اب پہلے سے کم اداس تھیں۔

"تھینکیو"

عرشیہ نے اپنا گلاس اٹھا کر سیپ لیا اور آنکھیں چراتی کھانا شروع کر گئی، انیس نے مسکرا کر اسکی حالت دیکھی اور خود بھی بنا اسے مزید پریشان کیے کھانا شروع کیا، گاہے بگاہے دونوں کی نظریں ملتیں پھر چرا لی جاتیں، وہ دیکھ سکتا تھا کہ عرشیہ کس قدر تھکی ہوئی ہے، نیند اسکی پلکوں سے جھول رہی تھی۔

کھانا آدھے گھنٹے میں کھانے کے بعد وہ اٹھ کر پلیٹیں اٹھانے لگی جب وہ اٹھ کر اسکی طرف آیا اور عرشیہ کے ہاتھ سے پلیٹیں لیں۔

"میں دیکھ لیتا ہوں۔ تم جاو، چینج کرو اور سونے لیٹو۔ دس بار تم نے جمائی لی ہے۔ چھوڑو شاباش"

وہ اسکی آنکھوں میں شاکی انداز سے آنکھیں جما گئی۔

"تم نے گنیں؟"

وہ نیند سی آنکھوں میں بھرے ہی منمنائی۔

"بلکل۔ جاو۔ کچھ مجھے بھی کرنے دو۔ ویسے بھی نیند آنے تک اکیلا کیا کروں گا۔ بورنگ ہے۔ وہ سب تو لیٹ آئیں گے"

انیس نے اس کے ہاتھوں سے پلیٹیں لے کر خود کچن میں جا کر سنک میں رکھیں اور اسے اشارے سے چلتا کیا، عرشیہ نے مسکراہٹ لبوں میں دبائی

اور وہیں رک کر وہ انیس کو سب برتن اٹھا کر سنک میں لے جا کر دھوتا دیکھتی رہی، وہ اسکی مدد کرنا چاہتی تھی پر وہ اسکی مدد نہیں چاہتا تھا، اسکی نیند کی فکر میں ہلکان تھا تبھی وہ کمرے میں چلی گئی۔

کمرے میں پہنچ کر اک سینے پر جمتی سانس کھینچے وہ اپنا گارڈیگن اتار کر ہینگ کرتی سنگار میز کی طرف بڑھی۔

وہ آئینے کے سامنے کھڑی اپنے کانوں میں پہنے ایک ائیر سٹڈ کو نکال کر ڈریسنگ پر رکھتی، وہیں سطح پر پڑے فون پر مما کی آتی کال پر دوسرا ائیر سٹڈ وہیں کان میں چھوڑے فون اٹھا کر مما کی آتی کال پک کرے فون کو کان سے جوڑے پلٹ کر ڈریسنگ میز سے لگ کر کھڑی ہوئی۔

"میرا بچہ کیسا ہے؟"

سوہا نے ڈنر بریک لی تھی، وہ قریب ہی کے ریسٹورنٹ آئی تھی، رئیس کے جیل میں جانے کی خبر پر وہ ایکسٹرا خوش تھی دوسرا کل اسکا وکیل بھی جیل جا

کر رئیس کو لیگل نوٹس دینے والا تھا، مما کی میٹھاس بھری آواز سنے عرشیہ کی آنکھیں سی بھرنے لگیں۔

"بہت زیادہ اداس، میرا دل چاہ رہا ہے انیس اور عدین کو کل واپس بھیج کر خود یہیں کچھ دن رک جاوں۔ میں خود کو بہت تھکا محسوس کر رہی ہوں مما۔ مجھ سے یہ نہیں ہو گا"

وہ اپنے لہجے میں اتر آتی نمی اور بے بسی سے سوہا کی بھوک بھی اڑا گئی۔

"ہوا کیا ہے میری جان، عرشی۔ کیا نہیں ہو گا تم سے؟"

سوہا نے اپنا کھانا روک کر ٹیک لگاتے پہلے عرشیہ سے بات کرنے کو فوقیت دی، وہ ایسے ٹھنڈی سانس بھر گئی کہ اسکا منجمد کرتا احساس سوہا تک نے محسوس کیا، انیس دروازے کے پاس آکر اس سے پہلے دروازہ کھول کر اندر آتا، وہ ہلکا سا دروازہ کھولتے ہی عرشیہ کو فون پر بزی دیکھے وہیں سے پلٹنے لگا مگر اسکے قدم زنجیر ہوئے۔

"مما یہ رشتہ۔ نہیں ہو رہا مجھ سے ہینڈل۔ میں چاہتی ہوں وہ میرے قریب آئے لیکن جب وہ آنے لگتا ہے تو میری حالت خراب ہو جاتی ہے۔ ایک تو وہ خود اتنا مشکل انسان ہے کہ شاذ و نادر ہی فزیکل ہونے کا سوچتا ہے اور جب سوچ لے تو مجھے دورا پڑ جاتا ہے۔ میں نے اسے اپنا پاسٹ بھی بتا دیا، مجھے لگ رہا تھا شاید ایسے میں اس رشتے کی گھبراہٹ سے نکل جاوں گی پر نہیں ہو گا۔ میں اسے ایکسپریسو بنانے نکلی ہوں پر یہ تو سوچا ہی نہیں اگر وہ سارے جذبات شو کرنے لگ گیا تو میں کدھر جاوں گی۔ مما مجھے اس شادی سے، اس انسان سے بچا لیں"

وہ اس قدر شدید گھبرائی تھی، اسکی سانس اٹک رہی تھی پر اسکے ان جان لیوا جملوں میں بسی معصوم گھبراہٹ نے اُس پار سوہا اور اِس پار انیس غانم کے ہونٹوں پر مسکراہٹ سجاتے دلوں کو گدگدا دیا، وہ وہیں دروازے سے لگ کر کھڑا اسے اب تفصیلی سننے کا طلب گار محسوس ہوا۔

"اوہ میری جان تم نے تو میری جان نکال دی تھی۔ حد ہو گئی عرشیہ، اب بڑی ہو جاو میری جان۔ وہ تمہارا پاسٹ تھا جو گزر گیا میرے دل کے ٹکرے، اسکے تو سارے اثر تک چلے گئے۔ تھوڑے ٹروما کے ڈر تو پھر ساری عمر رہتے ہیں جو تمہاری سائکیٹرسٹ نے بھی بتائے تھے۔ جیسے کسی سے فزیکلی کلوز ہونے میں مشکل پیش آنا، گھبراہٹ اور پریشانی میں سانس اور دل کا ہانپنا، جذباتی ہونا اور کبھی کبھی بہت زیادہ بری سچویشن میں آپا کھو دینا۔ یہ تو بہت ہی عام چیزیں ہیں۔ جب وہ تمہارا پاسٹ جان گیا ہے تو اسے میں کال کر کے سمجھاتی ہوں کہ تمہیں جنٹلی ہینڈل کرے۔ ایک دم سے تمہارے پاس نہیں آئے گا بے فکر رہو"

وہ مما کی بات سننے سمجھنے کے باوجود بھی شدید مضطرب تھی۔

"نو نو مما اسے کال کر کے ایسا کچھ مت کہیے گا۔ پلیز مجھے کوئی بہانہ بتائیں کہ میں ان دو کو کل واپس بھیج دوں۔ میں نہیں جانا چاہتی ابھی واپس۔"

وہ اتنی زیادہ پریشان ہو کر بولی کہ انیس کو افسوس سا گھیرا کہ وہ عرشیہ کو واقعی بہت تکلیف دہ چکا ہے، پھر پیار بھی آیا کہ وہ کیسے اس رشتے کے لیے انیس اور اپنے آپ سے بیک وقت لڑ رہی ہے۔

"نہیں یہ اچھی بات نہیں ہے۔ کل بھی رک جاو لیکن انکے ساتھ واپس آو۔ تمہارے بابا نے جو ذمہ داری تمہیں دی اسے بھی تو نبھانا ہے پھر تمہارا جیم ہے یہاں۔ ہمت پکڑو میری جان، میری گڑیا اب وہ چھ سال کی کمزور بچی نہیں ہے۔ جس طرح تم نے رئیس کو بے نقاب کر کے جرت دیکھائی، یہ تمہارا بچپن کے اس ٹروما سے نکلنے کا ثبوت ہے۔ میں تمہارا اور انیس کا بے حد حسین فیوچر دیکھ رہی ہوں۔ یہ جونان ایکسپریسو لوگ ہیں جب یہ محبت کرنے اور جذبات لٹانے پر آتے ہیں تو بڑوں بڑوں کو پیچھے چھوڑ دیتے ہیں۔ ڈرو مت۔ تم اس رشتے کا سکون پاو گی جلد۔ میرا بہادر بچہ مما ساتھ ہیں تمہارے"

وہ گہرا سانس بھرتی سر تو ہلا گئی پر وہ شدید بے چین تھی، بہت سی گھبراہٹ سینے میں بھری محسوس ہو رہی تھی۔

"مما۔ تھینکیو۔۔ آپ بتائیں سب کیسا ہے؟ رئیس نے تنگ تو نہیں کیا؟"

وہ اپنے مسائل میں یہ پوچھنا تو بھول ہی گئی، سوہا کی بھوک جیسے دوبارہ جاگ گئی۔

"بہت مزے کی خبر ہے۔ رئیس کو کسی نے جیل میں ڈلوا دیا۔ میں نے معلومات نکلوانے کی کوشش کی تھی تو پتا چلا کسی پرائیویٹ بزنس پراپرٹی کو آگ لگانے کا منصوبہ بنا رہا تھا وہ۔ اب پتا نہیں کن چکروں میں ہے۔ لیکن کل میرا وکیل جائے گا ملنے اس سے، وہ پتا کروائے گا کہ کس جرم میں اندر ہوا ہے رئیس ملانی۔"

عرشیہ نے یہ سن کر گھبراتے ہوئے اپنی گردن پر ہاتھ پھیرتے مشکل سے سانس لی۔

"وہ بس انیس سے دور رہے ورنہ میں اسے جیل میں جانے کی مہلت ہی نہیں دوں گی، کسی تاریک گہری کھائی میں جھونک دوں گی۔ دو سال اس نے مجھے جس ذہنی اذیت میں جھونکا اسکا ویسے بھی حساب باقی ہے۔ وہ مجھے دھمکاتا تھا آپکو نقصان دے گا اگر اسکی ہوس کا آپکو بتایا۔ لیکن پھر انیس نے مجھے ہمت دی ایسوں کو جواب دینے کی۔ میں تو انیس کو اپنے جذبات تک سمجھا نہیں سکی ابھی تک مما، اسے بھی کنفوزر کھا ہوا ہے اور جانتی ہیں اس سے اظہار محبت چاہتی ہوں۔ مجھے لگتا ہے دوبارہ دماغی ڈاکٹر کی ضرورت ہے مجھے۔"

عرشیہ کی دو سال کی اذیت سوچ کر سوہا کو اپنے فیصلے پر از سر نو افسوس ہوا، لیکن افسوس کرنے سے زیادہ وہ عرشیہ کو ہمت دے کر مضبوط کرنا زیادہ بہتر سمجھتی تھی اور انیس یہ سب سن کر اس لڑکی کے
جذبات، احساسات، اسکی محبت سب جان گیا، وہ اندر سے کتنی بکھری ہوئی ہے، کہ وہ بتاتے ہوئے بھی ہانپ رہی تھی، اس نے سوہا سے بات کے بیچ کتنی بار اپنا رکتا سانس بحال کیا، یہ سوہا سے زیادہ انیس نے گنا تھا۔

"تمہیں اب انیس کی ضرورت ہے۔ تمہارے سارے مسائل کا وہی حل ہے۔ تمہارا محرم۔ اسے سب بتاو۔ بتا نہیں سکتی تو اشاروں میں سمجھاو۔ وہ آجکل کا شارپ مائنڈ بندہ ہے، سمجھ جائے گا۔ میری جان خود کو پریشان مت کرو۔ کھانا کھایا میرے بچے نے؟"

وہ دھیما سا مما کی مکمل لوٹ آتی فکروں پر مسکرائی کہ رئیس سے شادی کرنے سے پہلے سوہا بلکل ایسی ہی تھی۔

"جی مما۔ تھوڑا سا۔ بھوک نہیں تھی۔ چلیں میں پھر بات کروں گی آپ یقینا اگلا ایک ہفتہ بہت بزی ہیں۔ میں پھر کال کروں گی۔ رئیس کے پکڑے جانے کی وجہ سے اب مجھے آپکی جانب سے تسلی ہو گئی"

سوہا نے اسے پیار سے سنا اور سکون کی دعا دیتے رابطہ توڑا، عرشیہ نے فون واپس مڑ کر ڈریسنگ ٹیبل پر رکھا اور اپنا دوسرا کان کا سٹڈ اتارنے ہی لگی جب

دروازہ کھلنے پر وہ وہیں کھڑی کھڑی گردن گما گئی، انیس کو اندر آتا دیکھے وہ دوبارہ آئینے میں دیکھنے لگی۔

"تمہارے لیے دوسرا کمرہ سیٹ ہے۔ جا کر سو جاو"

وہ سرد مہری سے بولی مگر انیس اسکے عقب میں آ کر رکا اور اسکے ہاتھوں کو پکڑ کر ہٹاتے عرشیہ کے کان کا سٹڈ بہت نرمی سے اتار کر سامنے جیولری ٹرے میں پھینکا، وہ اسے آئینے کے ذریعے بھی نہ دیکھ پا رہی تھی، سامنے تو ناممکن تھا۔

"مجھے کسی دوسرے کمرے کی ضرورت نہیں۔ تمہارے ساتھ کل نشئی والی جو نیند آئی تھی، آج بھی وہی چاہیے۔"

وہ اسکے بالوں پر لگا ہیر ربن آہستگی سے کھینچ کر اتارتا اسے بھی میز پر پھینکے اسکے بالوں کو اٹھا کر عرشیہ کے دائیں شانے پر ڈالتے اپنے دونوں ہاتھ اسکے بازووں تلے سے گزار کر اسکے پیٹ پر باندھتا جس طرح اسے اپنے سینے سے

جوڑتا اسکو آئینے کے چہرے میں دیکھنے لگا، وہ مدھم سانس لیتی انیس کی آنکھوں میں کچھ کھوجنے لگی تھی۔

"لیکن میں نہیں سو پائی تھی جانتے ہو ناں۔ پھر بھی تم یہاں رکو گے؟"

وہ اتنا خود غرض نہیں ہو سکتا تھا، عرشیہ کی آواز یہ شکوہ کرتے ٹوٹ کر بکھر گئی، اس کی آنکھوں کے کنارے بھی بھیگے، شاید وہ اس وقت بہت ایموشنل ہو رہی تھی۔

"ہاں لیکن آج پہلے تمہاری نیند کا بندوبست کروں گا، اسے کل کی تلافی سمجھ لینا۔ میری گود میں سر رکھ کر سو سکتی ہو۔ میں تب تک تمہارے بالوں میں ہاتھ پھیرنا نہیں روکوں گا جب تک تم سو نہ جاو۔ میں نہیں جانتا روٹھی بیوی کو کیسے منایا جاتا ہے لیکن اپنی طرف سے چھوٹی سی کوشش کرنا چاہتا ہوں۔ تمہیں بھی نیند کی ضرورت ہے جانتی ہو ناں تبھی چڑچڑی ہو رہی ہو خاتون اول"

وہ اسکے سینے سے لگی ساری چڑ، سارا اضطراب بھول گئی تھی، یاد تھا تو اس شخص کی پناہوں میں اس قدر جذب ہونا، کے انیس کے رخسار کی گرمی عرشیہ کو اپنے رخسار تک سفر کرتی محسوس ہو رہی تھی، وہ اسکے کھلے نیم سنہری جھلک رکھتے سیاہ و سرمئی بالوں میں چہرہ چھپاتے بھاری سرگوشیوں میں بولتا گیا، کبھی چہرہ چھپا کر اسکے کان کے پاس بولتا، کبھی آئینے میں اس لڑکی کا چہرہ دیکھتا جسکی اداس بھیگی آنکھوں میں وہ یوں کیے زندگی بھر رہا تھا۔

"چڑ چڑی ہی ٹھیک ہوں۔ مجھے تمہاری کوئی تلافی نہیں چاہیے، تمہاری گود تو بلکل نہیں چاہیے"

وہ اسکے ہاتھ اپنے پیٹ پر سے کھول کر اسکی بازوؤں کے ہالے سے نکلتی اپنے سونے کے لیے کپڑے نکالنے کبرڈ کے پاس جا رکی، وہاں اسکے کچھ یہاں کے قوبئین سٹائیل جوڑے بھی ہینگ تھے، وہ چلتا ہوا اس تک آیا، الماری کے پٹ پر رکھے عرشیہ کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھتے اپنی انگلیاں اسکی انگلیوں سے مس کرتے وہ دوسرے ہاتھ سے عرشیہ کے اسکی رخسار سے جڑتے بال ہٹا

کر اسکی رخسار اپنے ہونٹوں سے چوم گیا کہ عرشیہ کھڑے کھڑے آنکھیں پھیلا کر الماری میں ہینگ کپڑوں پر نظریں گاڑ گئی، اسے لگا جیسے دل اچھل کر حلق میں آنے لگا ہے، یہ بندہ اسکی جان نکال رہا تھا۔

"یہ پہنو۔ اچھا لگے گا تم پر۔ اولیو گرین۔۔۔۔ یہ رنگ مجھ پر سجتا ہے تو تم پر بھی سجے گا۔"

انیس نے یوں پر اعتماد ہو کر اسکے لیے رات کے کپڑے نکالے جیسے ابھی گال تو کسی اور نے چومی تھی، وہ اسکے منہ کی طرف سہم کر دیکھتی، انیس کی نظریں خود پر پڑتے ہی اپنی آنکھیں چرا کر وہ ہینگ جوڑا اسکے ہاتھ سے لیتی تیزی سے وہاں سے بھاگ کر واش روم میں جا کر بند ہو گئی۔

انیس مسکرا کر اس بند دروازے کو جب دیکھنے پلٹا تو اسکی آنکھوں میں عرشیہ پر پیار لٹانے کی خواہش خمار بن کر مچل رہی تھی۔

عرشیہ نے کپڑے ہینگ کرتے اپنا اک ہاتھ زور سے دل پر رکھتے آئینے میں اپنی سرخ ہوتی شکل دیکھی، پھر حرکت کرتا سینہ جس میں ہلچل برپا تھی، پھر مسکرا کر اپنی گال پر ہاتھ رکھ گئی جیسے ابھی بھی اسکے ہونٹوں کا پر حدت لمس چھونا چاہتی ہو۔

"کیا وہ منا رہا ہے یا اظہار محبت کر رہا ہے؟ شاید بولنے سے زیادہ اسے یوں پیار جتا کر بتانا زیادہ بہتر آتا ہو۔ لیکن عرشیہ مت بھولو کہ تم ناراض ہو۔ کنٹرول کرو اپنی یہ خوشی، اسے مت احساس دلاو کہ تم یہی چاہتی
تھی۔ اوف۔۔۔ چینج کر لیتی ہوں"

عرشیہ نے اپنی بے ربط سانسیں سنوارے خود کو کچھ ہدایات دیں اور وہ لوز سے اولیو گرین پاجامے کے ساتھ مردانہ شرٹ کی طرح سلی قمیص پہنے اپنے بال دونوں طرف سے اٹھا کر کلا کلپ میں جکڑے اور واش بیسن کے پاس آئے اس نے وہاں ریک میں رکھے سوفٹ سے سکن موئسچرائزر کو ہتھیلی میں تھوڑا نکال کر ہاتھوں، بازووں اور چہرے پر لگاتے پھونک کی

طرح سانس لیتے اپنے رخساروں پر ہاتھ دبائے کہ انکی سرخی کم ہو پر جب تک وہ اسکے قریب تھی یہ رنگ جھڑنے والے نہ تھے۔

بہر حال وہ ہمت کیے دروازہ کھولے باہر نکلی تو پہلی نظر ہی انیس پر جا رکی، جو بیڈ پر بیٹھا لحاف ہلکا سا ٹانگوں پر لے کر تکیے بیڈ کی بیک سے جوڑ کر بیٹھا اسے سر سے پیر زیتون بنا دیکھے اپنا ہاتھ اسکی طرف بڑھا گیا جسے اپنے سامنے پھیلا دیکھے عرشیہ کا دل چاہا شہد کی مکھی کی طرح اسکے ہاتھ پر جھپٹ پڑے۔

"میں دوسرے کمرے میں چلی جاتی ہوں۔"

وہ دروازے کی طرف بڑھی تو انیس نے لحاف خود پر سے اتار کر پھینکا اور اٹھ کر اسے دروازے تک پہنچنے سے پہلے ہی بازو سے پکڑ کر اپنی جانب پلٹا گیا۔

"کیا اب جان لے کر مانو گی؟ کہہ تو رہا ہوں تلافی کرنے کو تیار ہوں۔ کیا اب سپیشل والی کِس کر دوں؟"

وہ اسکی بات سنے اپنی بازو گھبراہٹ میں چھڑوا گئی۔

"نہیں ہوں ناراض انیس۔ کچھ بھی نہیں چاہیے تلافی میں تم سے۔ سونا چاہتی ہوں۔ کل بھی نہیں سو سکی۔"

وہ نظریں سی چراتی اسے انکاری ہو کر پلٹی مگر انیس نے اسکی کلائی پکڑ کر دوبارہ اپنی طرف کھینچا، وہ قریب سرکتی اپنا ہاتھ اسکے سینے پر رکھ کر ٹکرانے سے بچ گئی۔

"وہی تو کہہ رہا ہوں میں سلا دیتا ہوں تمہیں۔ جیسے عدین کو سلاتا ہوں۔ تم میری بات کیوں نہیں مان رہی، روڈ بیہیو مت کرو، میں نہیں چاہتا تم یہاں سے جاو۔ ایسی رات جب ہم ساتھ ہوں، کیا پتا پھر نہ ملے۔ اور کیا پتا ایسی آفر میں پھر ساری زندگی تمہیں نہ دے سکوں"

وہ اسکے کلاکپ کو اتار کر ٹیبل کی طرف اچھالتا اسکی ٹھوڑی پکڑ کر جھکا چہرہ اوپر کیے اسکے منہ کے پاس سانس بھرتا بولا تو وہ سہم کر اسکی بات پر اسے گھوری، موڈ خراب خود کرتا تھا پھر معصوم بن جاتا تھا۔

"مجھے بس ڈراتے رہنا تم، اور کچھ نہیں آتا تمہیں۔ لے لیتی ہوں تمہاری تلافی لیکن مجبور ہو کر لے رہی ہوں۔ دل اچھا محسوس نہیں کر رہا۔ پر میں تمہیں کیوں بتا رہی ہوں آخر"

وہ اسکے حصار کو جھٹکتی دور ہوئی تو انیس نے اسکا یہ جھٹکنا غصے سے دیکھا جس سبب وہ فوراً ڈر کر اپنا ہاتھ واپس انیس کے ہاتھ میں پکڑا گئی، اسکا یہ ڈر اس قدر دلفریب تھا کہ انیس کے ماتھے پر پڑتے بل غائب کر گیا۔

"اس لیے بتا رہی ہو کہ میں تمہارا سب کچھ ہوں۔ میں نے بہت ہمت کیے تمہیں اتنی ساری کسیز کی ہیں۔ تم نے مجال ہو جو میری ایفرٹ سراہی ہو۔ الٹا ناک منہ سب ٹیڑھا کر رکھا ہے"

وہ اسکی ناراض آنکھوں میں جھانکتا مدھم سی سرگوشی کیے بولا کہ وہ ناچاہتے ہوئے بھی آنکھیں نیچی کرے مسکرادی، اسکی یہ مسکراہٹ انیس کی ایفرٹس پر خراج ہی تھی۔

"تمہیں کیسے بتاوں دل پر پھول ٹانگ دیے تمہاری ان ایفرٹس نے۔ سٹمک میں تتلیوں کے جھنڈ اڑتے، پاگلوں کی طرح سر ٹکراتے پھر رہے ہیں اک دوسرے سے اور رونگٹے وہ تو تمہیں اتنا پاس محسوس کرتے ہی کھڑے ہو جاتے ہیں۔"

وہ اسکی جھکی آنکھیں برداشت نہیں کر پاتا تھا تبھی فوراً اسکا چہرہ ٹھوڑی سے پکڑ کر اوپر اٹھاتا اور وہ دل میں اعتراف کرے اترائی کہ اسے انیس نے پیار کیا، پیار سے چھوا، پیار سے دیکھا، اسکے ناز اٹھانے کا مشکل فیصلہ لیا ہے۔

"ت۔۔تو کیا تمہارے گلے میں ہار پہناوں اس پر؟ یہ سب ہسبنڈ ہی کرتے ہیں۔ کوئی انوکھا کام نہیں کیا تم نے"

وہ جتنا بھی چھپالے، اسکی وہ مدہوش گرے آنکھیں انیس پر سارے راز کھول رہی تھیں۔

"ہار مت پہناو۔ تم اپنی باہیں پرو دو میرے گلے میں۔۔۔۔"

وہ بولا تو بہت رومنٹک ہو کر تھا پر ساتھ ہی ہنس پڑا، اسے یوں ہنستا دیکھے عرشیہ کے ہونٹ بھی مسکرائے، وہ اسے مسکرانے سے آج ہنسنے تک لے آئی تھی، زہے نصیب!

"یہ کتنا عجیب و غریب تھا، ہے ناں۔ پلیز بھول جاو اسے"

وہ عجیب سی ندامت محسوس کرے بولا مگر عرشیہ کو تو اسکے جملے کی دلکشی خوابناک کیفیت میں لے گئی۔

"بہت اچھا تھا اسے نہیں بھولوں گی"

وہ بے ارادہ مسکرا کر انیس کی آنکھوں میں دیکھتے بولی، وہ بھی ہنسنے سے مسکرانے تک آیا پھر اسے مسکراہٹ سے سنجیدگی اوڑھتے لمحہ لگا۔

"مطلب میں رومنٹک جملے بول سکتا ہوں؟"

وہ سنجیدہ تو عرشیہ سے بلکل دیکھا نہیں جاتا تھا، وہ اسکے ہاتھوں میں دونوں ہاتھ پکڑائے کھڑی نظریں جھکا گئی، مگر وہ پھر سے اسکا جھکا چہرہ اوپر اٹھالے گا تبھی وہ خود ہی اسے سر سمیت چہرہ اٹھا کر دیکھنے لگی۔

"تم سب کر سکتے ہو۔ تم میں یہ پاور ہے"

وہ جھوٹ بولنا یا گریز کرنا نہیں چاہتی تھی، اسکی آنکھوں میں بے تحاشا سکھ پرویا ہوا تھا۔

"تو باہیں پرو لو پھر"

وہ اسکے ہاتھ اٹھاتا اس سے پہلے اپنی گردن کے اطراف جمانے کو اسے اپنے سینے سے جوڑتا، وہ لرز کر اپنے ہاتھ چھڑواتی انیس اور اپنے بیچ فاصلہ بنا گئی۔

"میں ضرور پرولیتی باہیں اگر مجھے نیند نہ آرہی ہوتی۔ بیٹھو۔ تمہاری گود میں لینڈ ہوتی ہوں میں"

وہ پہلو بدل کر فرار کرتی انیس کو دیکھنے سے گریز برتے اسکے سر پر کھڑی ہوئی تاکہ وہ بیڈ پر جا کر بیٹھے تو وہ اسکی گود میں سر رکھتے لیتے۔

انیس نے جوتے اتارتے لحاف پرے کیا اور بستر میں گھسا، چوکڑی مار کر بیٹھے انیس نے اسے پاس آنے کا اشارہ کیا جس پر وہ سہمی چڑیا کی طرح دوسری طرف سے بیڈ پر چڑھ کر بیٹھتی لحاف میں گھسے آگے کو کھسکی اور جب انیس نے ٹانگیں سیدھی کر کے پیچھے تکیہ رکھتے ٹیک لگائی، تو عرشیہ نے اس کی ران پر سر رکھا اور ترچھی سی لیٹی، لحاف اپنے اوپر سینے تک اوڑھاتے آنکھیں اٹھا کر انیس کو دیکھنے لگی۔

"اللہ کا شکر ہے تمہیں فیور نہیں ہوا۔ تم نے میڈیسن لی؟"

وہ اسکے بالوں میں ہاتھ پھیرتا دوسرے ہاتھ سے فون اٹھا کر سائیڈ ٹیبل رکھے دونوں ہاتھ اسکے بالوں میں پھیرتا عرشیہ کی فکر پر سر ہلاتے اسے دیکھنے لگا۔

"لے لی ہے، اس میری طرف کروٹ بدل کر لیٹو ناں۔ تمہارا چہرہ تو نظر آئے مجھے۔"

وہ اسکے حکم کی تعمیل میں کروٹ اسکی طرف کرتی اک بازو کے سہارے رخ موڑ گئی تو عرشیہ کا چہرہ نظر آنے پر وہ بھی جیسے چین پا گیا۔

"میرا چہرہ دیکھ کر کیا محسوس ہوتا ہے تمہیں؟"

وہ ان سخت انگلیوں کی بالوں کی جڑوں میں اتری نرم گردش پر مدہوش سا ہوئے بولی تو انیس نے اسکا جاگی سوئی کیفیت میں پوچھا سوال بنا سوچے مشکل قرار دیا۔

"کیا سننا چاہتی ہو؟"

وہ اسی پر فیصلہ چھوڑ گیا۔

"سچ سننا چاہتی ہوں"

وہ کسی قسم کی لچک دینے کے موڈ میں نہ تھی۔

"اچھا محسوس ہوتا ہے"

وہ نظریں سی چراتا بولتے ہوئے عرشیہ کے دل کا نظم وضبط بدل گیا۔

"کہو سکون ملتا ہے تمہارے چہرے کو دیکھ کر میری لُما، میری مسکراہٹ کی، میری آنکھوں کی اور میرے ہونٹوں کی تعریف کرو شاباش"

وہ شاید نیند و خمار میں ایک جیسی غرق تھی، ہوش اس شخص نے قائم رہنے ہی کہاں دیے تھے۔

"میں تھکا ہوا ہوں"

وہ فوری منہ بگھاڑ کر انکاری ہوا تو عرشیہ نے وہیں سے اسکے سینے پر ہلکا سا مکا ٹھوکا، مارنا تو پیٹ پر چاہتی تھی پر فوری ارادہ بدل کر اسکے بد دماغ دل کو نشانہ بنایا۔

"تمہاری ساری تھکن باہر نکال دوں گی بد تمیز۔ جب میں اچھے موڈ میں آتی ہوں تم اپنی ناک اونچی کر لیتے ہو۔ ایسے ہمارا بیڑا نہیں لگنا پارسن لو سڑو"

وہ اسکے سینے پر ہاتھ رکھے اسکی معصومانہ سی کراہت پر ہتھیلی سہلانے کے ساتھ ڈانٹ بھی گئی، پر اف اسکا انیس کے دل کی جگہ ہاتھ رکھ کر دباتے سہلانا، کتنا جان لیوا احساس تھا۔

"جب بھی تمہاری بات نہیں مانتا۔ مجھ پر تشدد کرنے لگتی ہو"

وہ اسکی ناک زور سے دباتا شکوہ کر گزرا حالانکہ اتنے پیار سے ہاتھ پھیرنے پر یہ شکوہ بنتا نہ تھا۔

"اور جو تشدد کے بعد مرہم دیتی ہوں وہ مت دیکھنا ناشکرے"

وہ پہلے ہی جواب تیار کر کے بیٹھی تھی، تبھی تو گولی کی طرح مار دیتی تھی۔

"اچھا اب سے دیکھوں گا۔ چلو اب سو جاو"

وہ اسکے بالوں میں ہاتھ کی انگلیاں پھیرتا اس کی کھلی آنکھوں سے پناہ چاہتا تھا۔

"کیوں؟ میرے سونے کی تمہیں کیوں جلدی ہے؟"

وہ سرد نظروں سے گھوری کہ عرشیہ کے سونے کے پیچھے کس چکر میں ہاتھ دھو کر پڑا ہے۔

"تاکہ میں پوری رات تم سے بے شمار پیار جتا سکوں۔ مجھے شدید پیار آرہا ہے تم پر، اس لیے سو جاو۔"

وہ اس سے کہہ تو نہ سکا پر زبردستی اسکی آنکھوں پر اپنا اک ہاتھ جماتے ہوئے رکھ گیا، جس سبب اس نے بے ساختہ عرشیہ کے ہونٹوں پر بکھرتی مسکراہٹ دیکھ کر سچ میں اپنا گلا خشک محسوس کیا۔

"اس لیے کہ رات سونے کے لیے ہوتی ہے، کل تم نہیں سوئی۔ اس لیے جلدی سو جاو"

وہ اسکی متجسس آنکھوں کا اضطراب اپنے جواب سے دور کر گیا پر وہ یہ جواب چاہتی تھی کہ وہ کہے اسے عرشیہ کو بنا اسکی مداخلت دیکھنا ہے۔

"میں سو رہی ہوں لیکن تم ایسے کیسے سو سکو گے۔ میں اٹھ جاتی ہوں تمہاری گود سے"

وہ اسے اسطرح ساری رات پریشان نہیں کرنا چاہتی تھی، انیس نے اسے اٹھنے سے روکے واپس اسکا سر اپنی تھائے پر رکھا۔

"لیٹی رہو۔ میں تم سے زیادہ کمفرٹیبل ہوں۔ میری فکر کرتے کرتے تم تھکی نہیں ہو کہ پھر سے شروع ہو گئی۔ آنکھیں بند کرو اور سو جاو"

وہ اسکے بالوں میں انگلیاں پھیرتا نرمی سے سمجھاتے بولا اور وہ کیا جانتی وہ اسکا سکون اس لیے چاہتا ہے کہ آج اس نے اپنا پورا ٹروما ئز ماضی اپنی زبان سے دہرایا ہے، تبھی وہ اندر باہر سے تھکن سے اٹی ہے، وہ خود سے الجھی ہے، اسے اس وقت پیار اور توجہ چاہیے تھی جو صرف انیس دینا چاہتا تھا۔

"تم مجھ پر اتنے مہربان کیوں ہو رہے ہو؟ اس لیے کہ مجھے روٹھنا نہیں آتا تم سے، یا اس لیے کہ میں تمہاری فکر کرتی ہو؟"

وہ جاننا چاہتی تھی یہ انیس کی محبت دائمی ہے یا واپس جا کر وہ پھر سے سنگدل بن جائے گا۔

"اس لیے کہ تم مجھ سے محبت کرنے لگی ہو"

وہ اسکی آنکھوں میں کھوج چکا تھا، وہ انیس کی محبت میں نڈھال ہو رہی تھی اور وہ بس اسکی تھوڑی تھکن بانٹنا چاہتا تھا۔

"بولو۔ چپ کیوں ہو"

وہ ہاتھ بڑھا کر اسکے رخسار کو تھپکتی اسے ہوش میں لائی، انیس نے اسکا وہی ہاتھ اپنے ہاتھ میں دباتے اپنے چہرے سے دور کیا۔

"اس لیے کہ تم میری بیوی ہو"

وہ مان سے بولا، اس مان کو وہ عرشیہ سے کبھی نہیں لینا چاہتا تھا۔

"ہمیشہ رہنا چاہتی ہوں انیس"

وہ اسکی طرح اپنی خواہشیں دل میں دبانے کی اہلیت نہیں رکھتی تھی تبھی کمزور سے لفظوں کو جوڑتے کہہ بیٹھی۔

"مجھے ہمیشہ کا لفظ بہت بے یقین لگتا ہے۔ ہمیشہ کچھ بھی نہیں رہتا۔"

وہ اسکی اس وقت یہ سو کالڈ حقیقت پسندی نہیں چاہتی تھی، اسے لفظوں کا مرغوب کرتا دلاسہ درکار تھا۔

"یعنی میں جب آخری سانس لوں تو اس وقت بھی تمہاری بیوی رہنا چاہتی ہوں۔ تمہیں ہر بات مشکل بنانا کیوں پسند ہے انیس؟ کیا ہر وقت حقیقت پسندی ضروری ہے؟ کیا تم نارمل انسانوں کی طرح سیدھی سی خواہشیں یا باتیں نہیں کر سکتے؟"

وہ اسکے مشکل ہونے پر ہلکان تھی، حالانکہ انیس کو وہ زیادہ ٹیڑھی لگ رہی تھی۔

"کرنے کی کوشش ہو گی تو کیا اس سے کم حقیقت پسند لگوں گا تمہیں؟"

وہ اسکے سادہ سے معصوم سوال پر مسکرائی۔

"میری جان لگو گے"

وہ اسکی آنکھوں میں تکتی رہ گئی، کتنے رنگ، کتنے منعکس ہوئے رنگ تھے، کتنی خوبصورت آنکھیں تھیں اسکی، شراب جیسی، ہیزل براون، روشنی میں پرزم کی طرح دلکش چمکتیں اور اندھیرے میں ستاروں سی روح گدگداتی روشنی بکھیرتی ہوئیں متبرک!

"کچھ تو لگو گے۔ تفصیل نہیں دے سکتی معذرت"

وہ اپنی آنکھیں آسودگی سے بند کر گئی، وہ اس قدر خوبصورت نیند میں اترنے لگی جیسے کوئی نیند بھر بھر کر اسکے اندر انڈیل رہا ہو۔

وہ اسکے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں ملائمت سے مسلتا اسکے ہاتھ کی ہر رگ، ہر ہڈی تک انگلیوں کی پوروں سے محسوس کر رہا تھا، پھر جب وہ نیند سے اٹی پر خمار سانسیں بھرتی سو گئی تو انیس نے اپنی پینٹ کی جیب سے زرا سا ترچھا ہوتے انگوٹھی نکالی، اس نے اک بار عرشیہ کے سونے کا یقین کیا پھر وہ انگوٹھی والی

انگلی پکڑ کر انیس نے وہ ستارے کی طرح دمکتے ہیرے کی انگوٹھی عرشیہ کی لابنی مرمریں انگلی میں پہنائی۔

"زیورات صرف وقتی دلکشی نہیں ہوتے، یہ مستقبل کا سرمایہ ہوتے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کبھی تمہارے پاس میں نہ ہو اتو تمہارے پاس کسی شے کی کمی نہ ہو۔ بظاہر یہ اک انگوٹھی ہے پر یہ برے وقت کی ساتھی بھی ہے۔ دعا ہے تم پر کبھی سخت دن نہ آئیں لیکن وقت ایک جیسا نہیں رہتا میری لُما۔ تم میری ہو تو یہ انگوٹھی تمہاری ہے، تمہارے ہاتھ پر یہ معمولی چیزیں نہیں سج سکتیں، پھر بھی یہ تمہارے لیے عرشیہ۔ میں تمہارے لیے کچھ زیادہ نہیں کر سکتا جانتا ہوں لیکن جتنا ہو سکا ضرور کروں گا۔ تم مجھ سے پیار کرنے پر کبھی مت پچھتانا۔"

وہ انگوٹھی سے سجی اسکی انگلیاں ہونٹوں کے پاس ہاتھ میں پکڑ کر لائے چومتا اسکی نیند، اسکے سکون اور اسکے آرام کے ساتھ سانس بھر رہا تھا، وہ اتنی گہری نیند سو رہی تھی جیسے سانس بھی روکے ہوئے ہو۔

آدھا گھنٹہ وہ بس اسے ہی دیکھتا رہا اور پھر اپنے فون کی وائبریشن پر اس نے گردن گمائی تو مہویر کی کال آتی دیکھے انیس نے بہت ہی آہستگی سے اپنا تھائے عرشیہ کے سر سے نکالتے نرم تکیہ رکھا اور بہت آہستگی سے وہ اسکے پاس سے اٹھا، سائیڈ ٹیبل سے فون لیا اور کمرے کی مدھم سی روشنی مزید مدھم کرے دروازہ بند کیے باہر نکلتے ہی مہویر کی کال پک کی۔

کال پک کرتے جیسے انیس کو اس پار بھاری سانسوں کا ٹوٹتا سلسلہ سنائی دیا، وہ اپارٹمنٹ تو آگیا پر پورا گھر اس نے اندھیرے میں ڈبو رکھا تھا، لیوئنگ روم کے صوفے پر گرا بیٹھا اور سانس بھی نہیں لے پا رہا تھا، انیس نے وہیں سے چھت کی طرف قدم بڑھائے۔

"کیا ہوا ہے؟ اتنی بھاری سانسیں کیوں لے رہے ہو۔ دیکھ لیا اس کا اصلی چہرہ"

انیس اوپر پہنچا تو پہلے تو شدید ٹھنڈ کی لہر اسکے پورے وجود کو کاٹ سی گئی، بہت تیز ہوا تھی اس وقت بھی۔

"ب۔ برباد ہو گیا ہوں ع۔۔ علوی۔۔ تجھے سے پوچھنا تھا اگر اب مر جاوں تو چلے گا؟ تیری طرف میرا کوئی ادھار تو نہیں ہے؟"

مہویر کی آواز اس قدر کرب میں تھی کہ انیس کو ہڈیاں جماتا یہ موسم اک دم گھٹن لگنے لگا۔

"میری طرف تو نہیں، منائم ملک کی طرف ضرور ہے۔ اسے بیوہ کر کے جانے کا ارادہ بنا رہے ہو؟ معاف کیسے کرے گی وہ تمہیں۔ ہوش میں آ کر بتاو کیا ہوا ہے۔ میں تمہیں سننے سمجھنے اور سنبھالنے کے لیے اتنی دور بیٹھا بھی موجود ہوں۔ بتاو مجھے۔ خود کو بے آسرہ نہیں سمجھتے جب دوست زندہ ہوں"

وہ اپنی آواز بھی کپکپانے سے روک نہ سکا، اس کمینے کے درد عام درد تھے ہی کہاں، اس نے یوں ہچکی بھری جیسے چھوٹا سا بچہ ابھی بلک بلک کر چپ ہوا ہو

اور ابھی بھی اسکے اندر کا درد کم نہ ہو سکا ہو، اس نے انیس کو بہت مشکل سے سانس گھسیٹ گھسیٹ کر سب بتایا، ہر حرف، یہ بھی پوچھا کہ اب وہ کس طرح دوسری سانس بھرے۔

انیس کی آنکھیں کچھ سرد ہوا اور کچھ مہویر کی بھاری سانسوں نے سرخ کر دیں۔

"تجھے پتا ہے جس آدمی سے خضر کے کانسرٹ میں آگ لگوائی تھی اسکا ایک آدمی پکڑا گیا ہے۔ وہ جلد مجھ تک پہنچ جائیں گے۔ خود سے نفرت کرنے والوں میں جلد بتدریج اضافہ ہوتا دیکھ رہا ہوں علوی۔ پہلے دل مضبوط تھا، سب سہہ لیتا تھا، اب بری طرح ٹوٹ گیا ہے۔ ٹوٹے ٹکروں نے مزید نفرت، درد، اذیت سہنے سے انکار کر دیا ہے۔ موساب کو مار کر، میں سب ختم کر دوں گا۔ منائم ملک کو اپنا ہر سچ بتا کر اسکی زندگی سے بھی چلا جاوں گا۔ یہ سب مجھ سے برداشت نہیں ہ۔۔ ہو رہا۔ کیا جنکے ماں باپ مر جائیں وہ بچے یہ ذیزرو کرتے ہیں؟ میں بھی یہ نہیں کرتا تھا۔ میری زندگی کے اتنے

سال روند دیے ان دونوں نے انیس۔۔۔انھیں مجھ پر زرا ترس یا رحم نہیں آیا۔۔۔میں اتنے سال جرم کی دنیا میں رہ کر بھی اتنا س۔۔سفاک نہیں ہو سکا جتنے وہ نکلے۔۔۔۔جتنی یہ دنیا نکلی"

انیس نے جبر سے دل پر پتھر رکھ کر اس شخص کا رونا سنا، ورنہ کلیجے پر وار کرنے کو تو مہویر کی اک اکھڑتی سانس ہی کافی تھی۔

"میں مہربان ہوں ناں تم پر مہویر میثاق، تم دوست سے محروم نہیں ہو۔وہ معصوم لڑکی بھی تو ہے، کیا پتا اسکی یاداشت کبھی نہ آئے۔وہ تمہارے زخموں کا ہی مرہم بننے بھیجی گئی ہو۔تم اتنے نیگیٹو ہو کر مت سوچو۔یہاں آ جاو کچھ دن اس خوبصورت جگہ رہو منائم کے ساتھ۔میں کسی ہوٹل میں بکنگ کروا دیتا ہوں"

انیس کے نرم دلاسا دیتے لفظ بھی اسکی آہوں میں کمی نہ لا سکے۔

"علوی۔بس کر دے۔۔۔اس وقت خود سے نفرت ہو رہی ہے مجھے سمجھ مجھے۔میرا درد سمجھ۔میں کسی بھی جگہ چلا جاوں،میرے دل کا یہ لاوا میرے ساتھ ہی جائے گا۔تو کر مزے۔۔رکھتا ہوں فون"

انیس نے اسے سختی سے دھاڑ کر فون بند کرنے سے روکا۔

"بیوی کہاں ہے تمہاری؟اس وقت کہاں ہے وہ بولو؟"

انیس کا لہجہ سخت اور درشت تھا۔

"خضر کے پاس ہو گی شاید"

وہ بے دلی سے بڑبڑایا۔

"جب تک وہ آ نہیں جاتی۔مجھ سے بات کرو"

انیس نے حکم دیا تھا اور مہویر کے پاس بات کو کچھ بھی تو نہیں تھا،اسی وقت ڈور بیل پر مہویر نے دروازے کی طرف دیکھا۔

"شاید آ گئی ہے"

مہویر نے بمشکل سانس کھینچ کر اٹھتے بتایا تو انیس کا دل اپنی جگہ آیا۔

"دیکھو جا کر۔ اگر وہ ہوئی تب کال کاٹنا۔ ہری آپ۔"

انیس کی دی کمانڈ پر وہ دروازے میں پہنچا اور فون کان سے ہٹاتے دروازہ کھولا تو سامنے منائم بہت سے شاپنگ بیگز لیے کھڑی مسکراتی ہوئی اندر آئی۔

"مہویر۔ میری کالز کیوں نہیں لیں؟"

انیس نے جب منائم کی آواز سنی تو خود ہی کال بند کر دی پر گھٹن جب تک کم نہ ہوتی وہ نیچے نہیں جا سکتا تھا، منائم نے وہ سب بیگز وہیں چھوڑے اور مہویر کے دروازہ بند کرتے ہی وہ اسکے قریب آتی اسکے ہاتھ سے فون کھینچ کر دیواری میز پر رکھ گئی، پھر اپنے دونوں ہاتھوں میں مہویر کے ہاتھ تھامے بولی پر اسے مہویر کی آنکھیں دنیا جہاں کے درد کا مرکز معلوم ہوئیں۔

"ہوسپٹل بھی مجھے مما لے کر گئیں۔ آپ سے رابطہ نہیں ہو سکا، خضر بھائی بھی ساتھ گئے۔ پھر انہوں نے پہلے مما کو انکے گھر ڈراپ کیا، پھر مجھے یہاں اور اب وہ بیلا کے پاس چلے گئے۔ میری جان اتنے افسردہ کیوں لگ رہے ہیں؟ کیا بیمار ہیں؟"

وہ اسکی اس مرجھائی صورت کو امید نہیں کر رہی تھی تبھی اسکا دل سخت پریشانی میں مبتلا ہوا، وہ کچھ نہ بولا اور چہرہ چرائے واپس لیوئنگ ایریا پہنچ کر کاوچ پر بیٹھا تو منائم نے اپنا کوٹ اتار کر لی چادر ہی گرد لپیٹی اور فکر مند ہوتی مہویر کے پاس بیٹھی جو ایسے چپ رہ کر منائم کی جان لے رہا تھا۔

"ڈاکٹر نے کیا کہا؟ کچھ ب۔ بہتری آ رہی ہے؟"

وہ اسے دیکھے بنا دوسری طرف نظریں جمائے ہوئے بولا تو منائم نے اپنا ہاتھ آہستگی سے مہویر کے اک دوجے میں جکڑے ہاتھوں پر رکھا، اس لمس نے جیسے اس شخص کے وجود سے نکلتی جان تھام لی ہو۔

"اُدھر کون بیٹھا ہے جسکی بہتری چاہیے آپکو۔ میں تو اِدھر ہوں۔ کیا ہوا ہے آپکو؟ مجھے دیکھیں تو سہی۔ کوئی غلطی ہوئی ہے مجھ سے؟ یا مجھے مس کیا۔۔ مہویر؟ مجھے دیکھ لیں پلیز"

وہ اسکا اک ہاتھ سے چہرہ اپنی طرف موڑنے پر لگی تھی پر وہ اسے دیکھنا نہیں چاہتا تھا۔

"م۔ میرا دل نہیں چاہ رہا۔ تم تھک گئی ہو گی۔ جاو آرام کرو۔۔۔ تمہاری شاپنگ کل دیکھوں گا۔ یقینا اچھی کی ہو گی۔"

وہ منہ پھیرے اسکا چہرے پر جما ہاتھ پکڑ کر خود سے دور کرتا اپنے آپ کو چھپا رہا تھا تبھی منائم نے تڑپ کر اسکی طرف رخ کیے بیٹھتے اسکے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیے۔

"کیا ہو گیا مہویر۔ ہاتھ کیوں کانپ رہے ہیں۔ ٹھنڈ لگ رہی ہے کیا۔ رکیں"

وہ اسکے پاس بیٹھی اسکے دونوں ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں جکڑتی اسکے ہاتھوں کو دیکھ کر پریشان تھی، کسی مرد کے ہاتھ کانپنا معمولی بات نہیں تھی، وہ اسکے پاس ہی کھڑی ہوئی، اپنے گرد اوڑھائی بھوری چادر اتار کر اس نے مہویر کے پاس بیٹھے اسکے شانوں کے گرد پھیلا کر مہویر کی کن پٹی چومی جیسے وہ اسے اپنی موجودگی کے سکون

کا شدت سے احساس دلا رہی تھی۔

"لیکن آپکا چہرہ، ہاتھ سب گرم ہیں۔ کیا دل میں

ٹھنڈک بسی ہوئی ہے۔ کیا روح کو ٹھٹھرا دیا کسی بات نے۔ بتائیں مجھے۔ سننا چاہتی ہوں۔ کیا کرتے رہے میرے بنا پورا دن۔ ایسے تو نہیں چھوڑ کر گئی تھی آپکو۔ کس نے میری ملکیت کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کی؟"

وہ اسے کچھ بتا بھی نہیں سکتا تھا بس خاموشی

سے اسکے کندھے پر سر رکھ گیا اور کچھ دیر بعد منائم کو اپنے شانے پر نمی محسوس ہوئی، وہ اسکی بازو کے حصار میں اپنا تمام تر وزن اس پر ڈالے اسکے شانے میں منہ چھپائے رو رہا تھا اور وہ محسوس کر رہی تھی پر فوراً اس نے مہویر کو پکارنا مناسب نہ سمجھا، اسے لگا شاید وہ اپنے ماں باپ کو مس کر رہا ہو، اسکی تکلیف منائم نہیں ہے اتنا تو وہ بند آنکھوں کہہ سکتی تھی۔

"میں قربان جاوں اس شانے کی قسمت پر جس سے مہویر میثاق نے ڈھارس لینی قبول کی۔ باقی تو خیر ہے پر آپکے آنسوؤں سے مجھے ٹھنڈ لگ سکتی ہے۔ یو نوناں کتنی نازک ہوں میں"

وہ اپنے آنسو اسی کے شانے سے پونچھتا سیدھا ہوا اور منائم کو اپنے حصار میں لیتے اسے خود سے لگا گیا جو اسکے اک لمحہ لگائے بنا سینے سے جا لپٹی۔

"نہیں تم بہت بہادر ہو۔ اس سے اندازہ لگاو اپنی بہادری کا کہ کمزور لوگوں کے شانے آنسوؤں سے گیلے ہونے کا مقدر نہیں رکھتے منائم"

ہلکی سی مسکراہٹ اس رشک پر منائم کے ہونٹوں پر آئی پھر اس شخص کے کانپتے ہاتھوں کا جان فرسا منظر شعور میں ٹمٹمانے کی دیر تھی کہ معدوم ہو گئی۔

"ان مضبوط شانوں کی کمزوری محبوب آنکھوں کے بہتے آنسو بھی تو بن سکتے ہیں۔ کیا ہوا ہے آپکو بتائیں۔ آنسو دینے والے جب یکدم آنسو بہانے لگیں تو جان لو ان کے دل پر بڑی بے رحم قیامت ٹوٹی ہے"

وہ اسکے سینے لگی، اسکی بازووں میں قید ہو کر بس اسکے دل کو پر سکون کرنے کے ساتھ اسکے بہتے آنسووں کی وجہ جاننا چاہتی تھی۔

"بے رحم قیامت! خوب کہا تم نے"

وہ روبرو ہوا، وہ دم سادھے اسکی خزن و ملال کا دل گیر موسم بنی آنکھوں میں تکنے لگی جیسے دقت سے وہاں سکون کی اک موہوم جھلک تلاش رہی ہو۔

"بتا دیں ناں"

وہ سسکی جیسی سرگوشی کر گئی۔

"کچھ نہیں ہوا، سوچا مجھے سارا دیکھ چکی ہو، روتے ہوئے بھی دیکھ لو۔ پھر خوب مزے کیے تم نے آج میرے بغیر؟"

وہ اسکے چہرے کے مسکراتے، درد میں ڈوبے رنگ دیکھتی اپنا ہاتھ مہویر کی رخسار سے جوڑ گئی، پھر زرا اوپر کو چہرہ کرتے مہویر کی نم گال زور سے چوم لی، وہ اسکے پیار بھرے لمس پر دل سے جی اٹھا تھا، اس لڑکی کے لمس ریاکاری اور دنیاوی غرض سے پاک تھے، وہ سکون افزائی کی اہلیت رکھتے تھے، آرام بڑھانے میں معاون و مددگار تھے۔

"کہاں کوئی مہویر۔ پہلے تو سب ٹھیک تھا پھر اچانک میرا دل بند ہونے لگا۔ ایسا لگا میرا دل کوئی کاٹ رہا ہے۔ تب سے کالز کرے جا رہی ہوں آپکو۔ ایسی حالت تھی آپکی تو میری کال اٹھا لیتے۔ میں سب چھوڑ کر آ جاتی۔ اس لیے چلی گئی کہ آپکو تھوڑی سپیس دوں لیکن میرا سپیس دینا آپکی

آنکھیں نم کر دے گا یہ نہیں سوچا تھا۔ مہویر، میں جیسی بھی ہوں آپکی ہوں تو، کیوں روئے ہیں۔ میرے دل پرہ۔ ہاتھ رکھیں یہ کانپ رہا ہے ابھی بھی۔ جیسے ابھی آپکے ہاتھ کانپ رہے تھے۔ کچھ زیادہ تکلیف دہ ہے کیا؟ مجھے نہیں بتائیں گے ؟"

وہ اسکی کنڈیشن بھلا نہیں پا رہی تھی بھلے اب وہ بہت بہتر ہو گیا ہو، اسکا ہاتھ اپنے سینے پر رکھ کر دونوں ہاتھوں کے نیچے دباتے اسے اپنی تھر تھراہٹ بھری دھڑکن بھی محسوس کروائی جو سینے میں دبکی لگ رہی تھی۔

"تمہیں بتا دیا تو تم بھی مجھ سے چھن جاو گی۔ پھر میرے پاس کیا ہی سبب بچے گا سانس لینے کا"

وہ اسکے اک ہاتھ کو پکڑ کر محبت سے وہ سپید پڑتی ہتھیلی چوم گیا، ہتھیلی چومتے پھر اپنے دل سے لگالی، اوپر اپنا ہاتھ رکھ کر دبا لیا جیسے کوئی ساری محبت لٹا دیتا ہو، اپنے پاس کچھ بھی نہ رکھتا ہو۔

"کچھ بھی نہیں، بس میری زندگی آسان نہیں تھی تو وہ یاد آگئی تھی۔ تم پریشان مت ہو۔ سٹریس تمہارے لیے ٹھیک نہیں۔"

وہ اسکے سینے پر دبے ہاتھ تلے اسکی دھڑکن کچھ بہتر محسوس کر سکتی تھی، مہویر ٹھیک نہیں تھا پر وہ بار بار پوچھ کر اسے اریٹیٹ بھی نہیں کرنا چاہتی تھی۔

"ڈاکٹر نے کہا میں جلد بہتر ہو جاوں گی۔ مجھے میری یاداشت آنے نہ آنے کی اب کوئی پرواہ نہیں۔ میں اپنے وعدے پر قائم ہوں۔ میں آپکو چھوڑ کر نہیں جاوں گی۔ میرے ہوتے ہوئے آپ اکیلے نہیں ہیں۔ جو گزر گیا وہ برا تھا تو بھول جائیں۔ میں بھی تو آپکے سو اسب بھول گئی۔ آپ بھی ہمت کریں۔ میں نہیں چھوڑوں گی۔ سایہ بنی رہوں گی۔ میں آپکو مر کر بھی نہیں چھوڑ سکتی۔ میں آپکے ساتھ بوڑھی ہونا چاہوں گی اور ایک ہی ساتھ مرنا چاہوں گی۔ ٹھیک ہے ناں۔ میری وجہ سے کوئی پریشانی نہیں لینی۔۔۔۔۔"

وہ اسکے چہرے کو ہاتھوں میں بھرتی اس تھمی سانسوں والے کے پاس واقعی آکسیجن جیسی تھی، ابھی مہویر ویسے بھی کچھ برا سوچنے کی ہمت نہیں رکھتا تھا، اسکا دل اس لڑکی کے کہے ہر لفظ پر ایمان لانا چاہتا تھا۔

"م۔منائم"

وہ اسے درد میں ڈوب کر پکارا تو وہ اسکے ہونٹوں پر اپنی ملائم سی محبت کا قفل لگاتی، باہیں اسکی گردن میں پروگئ پر بے چینی سے بہت جلدی اسکی اور اپنی ملتی سانسوں کا سنگم توڑ کر دور ہوئی، وہ بھی مضطرب ہوا۔

"کھانا نہیں کھایا ناں، پیٹ بول رہا ہے آپکا، نہ پانی پیا ہے۔۔ آپکے ہونٹ کتنے ڈرائے ہو رہے ہیں مہویر۔ کچھ آرڈر کریں۔؟ میں نے بھی اچھے سے کھانا نہیں کھایا آپکی ٹنشن میں۔"

وہ اسکی فکر میں جیسے مر رہی تھی، اتنے حسین لمحے کو جی نہ سکی کہ اسکے لیے فکر سے بھرنا، طلب پوری کرنے سے پہلے ہو گیا۔

"بھوک پیاس نہیں ہے مجھے"

وہ اسے سچائی سے بتا رہا تھا پر وہ اسکی سننے والے موڈ میں نہ تھی۔

"مجھے تو آپکی بھوک پیاس کی فکر ہے ناں۔ میں آپکے کانپتے ہاتھ دیکھ کر ویسے ہی بہت ڈاون ہو چکی ہوں۔ میرے ساتھ آپکو کھانا ہو گا۔ فون دیں میں آرڈر کروں۔ کچھ یمی سا منگواتی ہوں۔ چٹ پٹا سا۔"

وہ اسے اک حکم پر اپنا فون تھما گیا پر منائم کا اک ہاتھ اپنے ہاتھ میں پکڑے رکھا جس سبب وہ اسکے تھائے پر فون رکھے ایپ کھول کر کچھ مزید ارسا تلاشنے لگی اور مہویر کی نظریں انچ بھی منائم سے نہ ہٹ پا رہی تھیں، وہ دنیا کے شور شرابوں سے تھکا شخص، اپنے پاس منائم کو عافیت کے لمحے سا محسوس کر رہا تھا، منائم نے چلی چکن کے ساتھ گارلک نان آرڈر کیا اور کچھ سپائسی چکن ونگز، جبکہ میٹھے میں اس نے براونی آرڈر کی، آرڈر پلیس کیے اس

نے ٹیبل پر مہویر کا فون رکھا اور سرک کر مہویر میں چھپی تو وہ فوراً اسے اپنی بازوؤں میں چھپا گیا۔

"میرے لیے مسکرائیں ناں"

وہ چہرہ اٹھاتی ناز آنکھوں میں بھرے مسکرائی اور وہ مر رہا ہو تا تب بھی مسکرا دیتا یہ تو دل کا مرنا تھا بس، وہ مسکرایا تو منائم کو اس سے پھر پیار ہو گیا۔

"میں دنیا کی ہر تکلیف جھیل سکتی ہوں اب"

وہ اس قدر یقین سے بولی کہ مہویر کی آنکھوں میں دلخراشی جمع ہونے لگی۔

"وہ کیسے؟"

وہ افسردہ ہوا۔

"آپکی روتی آنکھیں سب سے اوپر کا کرب جو تھیں، اب ہر درد ان سے کم تابناک ہی لگے گا۔"

وہ اسکے جواب پر حقیقت میں کچھ پل سانس نہ بھر سکا۔

"میرے سر کی قسم کھاو مجھے نہیں چھوڑو گی۔ اگر چھوڑا تو یہ سر کٹا ملے گا"

وہ اسکی ایسی سفاک بات پر سہم سی گئی۔

"اس سر کی قسم میں مر جاوں گی آپکو نہیں چھوڑوں گی۔ خبر دار اس سر کے بارے ایسی بات کی۔ اس سر کا لاڈلہ درد ہے منائم ملک۔۔ اس سر کو آنچ بھی نہیں آئے گی دیکھیے گا۔"

وہ مسکرا کر اسکی جان ہی تو لے گئی، وہ اسکی آنکھوں میں اتری چاہ سمجھ جاتی جب اسکے قریب ہوئی تو مہویر نے اسکی موجودگی و سانسوں کا درماں اپنے اندر اترنے دیا، وہ اسے ویسے بھی یوں چھوتی تھی جیسے تتلیوں کے سب سے مہربان قبیلے سے تعلق رکھتی ہو، اور وہ اس تتلی سے مزاج رکھتی معصوم سی لڑکی کے آگے سر خم تسلیم کر دیتا تھا، کیونکہ اب وہ اسے برابر سکون جو دینے لگی تھی۔

واللہ یہ ایک سے دو کا ہو تا سکون! جان لیوا۔

"بس کرو منائم"

منائم اسکی بات پر ہلکا سا مسکرائی پھر فوراً سنجیدہ ہو گئی۔ اس نے اسکے سینے پر سر ٹکایا، جیسے اسکے دل کو مرکز پر لا رہی ہو۔

وہ اسے بہت دیر تک اپنے دل سے لگائے محسوس کرتا رہا، اسکی خوشبو میں سانسیں بھرتا رہا، تھوڑی دیر بعد ڈور بیل کی آواز ہوئی۔ منائم فوراً اس کے سینے سے الگ ہوتے سیدھی ہو گئی۔

"میں لے آتی ہوں، آپ آرام سے بیٹھیں۔"

مہویر نے اسکے اٹھتے ہی منائم کا ہاتھ پکڑ کر روکا۔

"تم چلی جاو گی مجھے چھوڑ کر"

وہ اسکے یوں سہم کر روکنے پر اسے بھی اٹھنے کا اشارہ کرتی مسکرائی۔

"ڈرپوک۔ نہیں جاتی۔۔۔یقین نہیں تو میرے ساتھ چلیں"

وہ اسکا یقین کرتے ہوئے اسکا ہاتھ تھامے خود دروازے تک گیا اور مہویر نے کھانا ریسیو کیا، پیمنٹ آنلائن تھی، دروازہ بند کرتے ہی منائم نے اسکے ہاتھ سے کھانے کا پیکٹ لیتے مہویر کی گال پر لب رکھے۔

"دیکھا! نہیں چھوڑ کر گئی۔"

وہ اسکی آنکھوں میں مسکراتا یقین بھرتی کچن کی طرف چلی گئی۔

کھانا ڈائنگ ٹیبل پر رکھتے منائم نے پلیٹیں خود لگائیں۔ مہویر بس اک کرسی سنبھال کر بیٹھا اسے دیکھتا رہا، جیسے کوئی آخری بار کسی ہاتھ سے چھوٹتے قیمتی اثاثے کو جی بھر کر دیکھتا ہے۔

منائم نے گرم گرم کھانا لگاتے اسکے بغل میں کرسی سنبھالی اور گرم لہسن والے نان کا ٹکرا توڑا۔

"پہلی بائیٹ میری اداس آتما کے لیے"

منائم نے پہلا نوالہ چلی چکن کا خود اسکے ہونٹوں کے پاس لایا تو وہ اس لقب پر بے ساختہ مسکرایا۔

"میں خود کھالیتا ہوں"

اس نے منائم کے ہاتھ سے نوالہ لینا چاہا پر وہ گھور کر روک گئی۔

"نہیں۔ آج نہیں۔ آج آپ بس میرے ہاتھ سے کھائیں گے۔ میری جان اداس ہے تو یہ پروٹوکول خاص بیگم جان کی جانب سے قبول کریں"

وہ ضد نہیں تھی، خالص توجہ تھی۔ مہویر نے نوالہ لیا تو ذائقہ نہیں، اس لڑکی کا لمس اسکے گلے اترا۔ منائم ہر نوالے کے بعد اسکی طرف دیکھتی، جیسے پوچھ رہی ہو اور چاہیے پھر وہ ہر بار ہاں میں سر ہلا دیتا، اک نوالہ وہ خود لیتی، اک مہویر کے منہ میں ڈال دیتی ساتھ کیوٹ کیوٹ تاثرات سے اسکا دل بھی لبھا رہی تھی۔

"ویسے تو میں نے آپکو کھانا کھلا کر بھی اسے مٹھاس سے بھر دیا پر اصل والا میٹھا بھی ہے۔اب یہ بھی میرے ہاتھ سے کھائیں"

اس نے براونی کا چھوٹا سا ٹکڑا چمچ میں لیا اور مہویر کے ہونٹوں کے قریب کیا تو مہویر نے آنکھیں بند کر لیں۔

"ہاہا یار آنکھیں کھولیں"

وہ اسکی اس حرکت پر چمچ اسکے منہ سے دور لے جاتے ہنسی۔

"اگر کھول لیں تو میٹھے میں تم چاہیے ہو گی"

منائم نے شرماسا جاتے براونی اسے کھلا دی، مگر خود نظریں جھکا لیں، شرم سے اسکی ریڑھ کی ہڈی تک بل گیا تھا۔

کھانے کے بعد منائم نے خود برتن سمیٹے۔ مہویر اٹھنے لگا تو اس نے فوراً روک دیا۔

"آپ نہیں کریں۔ بس وضو کریں۔ اللہ سے بھی مدد مانگنی ضروری ہے۔ وہ اپنے پاس ہر آسانی رکھے ہوئے ہے۔ اسکے سوا کوئی ہمارے دل اور دن نہیں بدل سکتا۔ جائیں میں بھی آتی ہوں۔ مجھے بھی پڑھنی ہے"

وہ اسکے کہے الفاظ کی بازگشت میں جیسے کھو گیا، مگر اس کے پیچھے کچن میں آیا، وہ پلیٹیں سنک میں رکھ کر دھوتی ہاتھ جھاگ سے بھرے تب مسکرائی جب وہ اسے اپنی بازووں میں بھر کر اسکی گردن کے پچھلے حصے کو چومتا، منائم میں اک راحت سی انڈیل گیا، وہ کلاکلپ میں سارے بال سمیٹے اسے اوپر کر کے لگائے ہوئے تھی، کندھے پر مہویر کے ہونٹوں کا لمس اتنا شدید ہوا کہ اسکے ہاتھ سے پلیٹ چھوٹ کر سنک میں جا گری۔

"م۔۔ مہویر میری توجہ اس وقت برتن چاہتے ہیں۔ جائیں ناں وضو کریں"

وہ اسکی طرف چہرہ گماتی جیسے اسکی قربت سے ڈری جسکی قربت منائم نے خود پر خود مسلط کی تھی۔

"جلدی آنا"

وہ اسکے بالائی کمر کا دائیاں حصہ چومتا ہوا اسکے کان میں سرگوشی سی کرتا اسے اپنی جان لیوا قربت سے آزاد کرتا ہوا کچن سے نکلا تو منائم نے دروازے کی جانب دیکھ کر بھاری سانس بھری۔

کچھ ہی دیر میں دونوں جائے نماز پر ساتھ کھڑے تھے۔ منائم ذرا پیچھے، مہویر اسکے آگے، عشاء کی نماز میں مہویر کی آواز ہلکی تھی، مگر ہر لفظ منائم کے اندر اتر رہا تھا، وہ نماز میں پڑھی جاتی بہت سی سورتیں بھی بھول گئی تھی لیکن مہویر کے اونچا پڑھنے کی وجہ سے اسے وہ سب مانوس پیارے الفاظ دہرانے میں آسانی ملی۔

سجدے میں جاتے اسکی آنکھیں بھیگ گئیں، وہ اس شخص کی خوش الحان آواز کی بھی دیوانی ہو گئی۔

سلام پھیرا تو منائم نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے، اسکے اندر دھڑکتی ہر دعا مہویر میثاق کے نام تھی۔

"یا اللہ... اس دل کو جو تو نے میری لاعلمی میں میرے سپرد کیا ہے، سلامت رکھنا۔ اسکے دکھ مجھے دے دینا، اسکی تھکن مجھ پر ڈال دینا۔ میں سنبھل جاوں گی مجھے آپ پر بھروسہ ہے۔ پر مہویر میثاق کا تھکا دل اب کسی درد کا مستحق نہیں۔ یہ شخص میری زندگی میں آپ لائے، اس سے مجھے اور مجھے اس سے کبھی واپس نہ لینا۔ اگر اس میں میری بہتری نہ بھی ہوئی تو آپ بہتر بنانے پر قادر ہیں۔ انکی آنکھیں مجھے کبھی دکھ کے آنسوؤں سے بھری مت دیکھانا۔ آپ انکو عافیت و سکون کے درجوں تک پہنچانا۔ انکے گناہ سخت ہیں تو معاف کر دینا، انکی نیکیاں تھوڑی ہیں تو انکے درجے بلند کر دینا۔ وسیلے بنانے پر قادر رب! آپ انھیں آسانی عطا کریں۔ مجھے بہت فکر ہے میرے شوہر کی۔"

وہ اپنی دعا مکمل کیے چہرے پر ہاتھ پھیرے اٹھی تو وہ پہلے ہی اٹھ چکا تھا، نماز کے بعد منائم نے کمرے کی لائٹس مدھم کیں، صرف وہی ایل ای ڈی لائٹس رہنے دیں جو انیس نے لگائی تھیں۔

"سکون ملا کچھ ؟"

وہ چلتی ہوئی مہویر تک آئی جس نے اسے بازوؤں میں حصار کر اپنے قریب آ کر سجتے، مسکراتے اور آباد ہوتے دیکھا۔

"بہت ملا۔"

وہ اسکے دوپٹے کو کھولتا، اسکے وجود سے الگ کرتا وہیں سرہانے ڈال گیا تو منائم کے بال بکھر کر اسکے اطراف پھیلے پر اسکی آنکھوں میں مہویر کے سکون پر خوشی بھری نظر آئی۔

"اب جو کمی رہ گئی اسکے لیے میں خاضر ہوں۔ جب تک آپکا پورا سکون لوٹ نہ آئے، میں سکون نہیں پاوں گی مہویر"

وہ اسے ایسی پیشکش کر گئی جو واقعی اسکا سکون تھی لیکن وہ خود کو مکمل پر سکون ہونے کا مستحق نہیں سمجھتا تھا، دنیا اسکے لیے سنگدل تھی تو وہ بھی تو غلط راستہ چن کر قانون ہاتھ میں لینے کا مرتکب رہا تھا کئی سال، بھلے اس نے آج تک کسی بے قصور کی جان نہ لی ہو لیکن وہ قانون نہ تھا، وہ اک انصاف پسند انسان تھا، اللہ کے سامنے اسکا ضمیر مطمئن تھا لیکن پھر بھی غلط تو غلط ہوتا ہے، انسانوں کی جان تو ایک جیسی قیمتی ہوتی ہے، اسے ختم کرنے کا کسی انسان کو یوں حق نہیں۔

"بس سونا چاہتا ہوں۔ مزید تم سے کچھ نہیں چاہیے۔"

وہ اسکے جواب پر بے اختیار اسے گلے لگی، وہ نیند چاہ رہا ہے یعنی اب وہ بہت بہتر تھا۔

"میں ہوں ناں۔ نیند، آرام اور سکون سب ملے گا آپکو۔"

وہ اسے اپنی بازوؤں میں بھرے بے سکون ہو کر بھی سکون سے بھرا لگ رہا تھا اور یہی منائم کو مطمئن کرنے کو کافی تھا۔

"مٹی سے بنے دل والی منائم ملک، تمہارے دل پر پھول کھلے رہیں دعا ہے میری"

وہ اس احساسِ سکون میں جی کر جو دعا دے بیٹھا، باخدا او بامِ فلک کے پار جانے کی مستحق تھی، اور پھر جن دلوں پر پھول کھلتے ہیں وہ دل کبھی بنجر نہیں ہو پاتے۔

.._____..

سلطان حویلی کا ڈائننگ ہال اس خوبصورت رات روشنیوں میں نہایا ہوا تھا۔ کرسٹل کے جھاڑ فانوس چھت سے یوں جھلملا رہے تھے جیسے شیشے میں قید ستارے ہوں، لمبی ڈائننگ ٹیبل پر سفید کلاتھ، سنہری کٹلری اور شمع دانوں کی قطار کسی شاہی دعوت کا اعلان کر رہی تھی۔ ہال میں موجود دلکش

روشنی، ہلکی موسیقی اور کھانا لگنے کا شور ایک دم مدھم پڑ گیا جب سیڑھیوں کی جانب سے بیلا، خاور سلطان کی بازو تھامے نیچے اترتی نظر آئی، تمام ملازمین مودب ہو کر اک طرف جا کر کھڑے ہو گئے، خضر کی گاڑی کا ہارن سنائی دیا تھا تبھی بیلا اور خاور صاحب اسکے استقبال کے لیے خود باہر جانے والے تھے۔

وہ سیاہ، نفیس گاؤن میں ملبوس تھی، جس پر ہلکی سی چمک روشنی کے ساتھ سانس لیتی محسوس ہو رہی تھی۔ لمبی آستینوں کا باریک شمری ورک، جسم سے چپکی ہوئی سلُوئٹ اور نیچے بہتا ہوا کپڑا، وہ چلتی نہیں تھی، لگتا تھا جیسے فضا اس کے لیے راستہ بنا رہی ہو۔

اس کے بال نرم ویوز میں کندھوں پر گرے تھے، کانوں میں جھلملاتے ایئر رنگز، اور چہرے پر وہ اعتماد جو کسی کے سہارے کا محتاج نہیں ہوتا، جو اسکے اندر کی کمی کو عیاں ہونے سے روکتا تھا، وہ باہر لیوئنگ روم تک آئے جہاں سے خضر کچھ دیر میں اندر آنے والا تھا۔

"بابا! میں اچھی تو لگ رہی ہوں ناں؟"

بیلا کے سرگوشی میں کیے سوال پر خاور سلطان نے اپنی خوبصورت بیٹی کا ملائم ہاتھ چوما، وہ تھی تو اٹھائیس کی پر لگتی بیس سے زیادہ کی نہیں تھی، بلاشبہ اسے یہ بے حد حسن اپنے والد سے ہی ملا تھا۔

"آپ پری لگ رہی ہیں میری جان۔ وہ ابھی ہی نکاح کی ضد نہ کرنے لگے مجھے تو یہ ڈر ہے۔ آپکی آنکھوں میں نور نہیں تو کیا ہوا، آپ پوری چمکتی ہیں میری جان۔ اندھیرا آپکے کسی سو نہیں دیکھائی دیتا۔ میری خوبصورت بیٹی۔ اللہ آپکو اس آزمائش سے جلد نکالے"

وہ اسکا ماتھا آسودگی سے چومتے اپنی بیٹی کے لیے کچھ مطمئین تھے کہ اسکی زندگی سنوارنے کی کوشش کر رہے ہیں، آہٹ پر دونوں متوجہ ہوئے، وہ تو خضر ملک کے قدموں کی آہٹ سے ہی اسے محسوس کر سکتی تھی تبھی دم

سادھ گئی، اور پھر دو ملازمین نے دروازہ کھولا تو سامنے راک سٹار کھڑے ہاتھ میں سورج مکھی کے دو پھولوں والا حسین سا گلدستہ تھامے کھڑے تھے۔

سیاہ ٹرٹل نیک، اس پر ڈارک کوٹ، بلیک فٹ پینٹ، اس کے قدموں میں ٹھہرا ہوا اعتماد تھا جب وہ سلطان حویلی میں داخل ہوا۔ اک ہاتھ پینٹ کی جیب میں، سائیڈ فِیڈ کے ساتھ بیک کومب اسٹائل میں بال سلجھائے، لیدر لوفرز میں پیر جمائے، کندھوں پر قدرتی رعب، اور چہرے پر وہ مسکراہٹ جو شور نہیں کرتی تھی، بس سامنے اثر چھوڑ جاتی تھی۔

ان دونوں کی نظریں خود بخود اس پر ٹھہر گئیں، ایک نے دیکھا اور دوسری نے بس محسوس کیا۔

"خوش آمدید میرے بیٹے"

خاور نے مسکرا کر خضر کو دیکھتے گرم جوشی سے گلے لگایا تو وہ بوکے والا ہاتھ زرا دور کر گیا، انہوں نے خضر کے پھولوں کی چوائز پر اک متاثر کن سمائل

بھی دی جبکہ خضر تو مبہوت ہو کر اس آپسرا کو دیکھ رہا تھا، باخدا وہ چلتی پھرتی قیامت لگ رہی تھی، اتنی خوبصورت کہ وہ ڈر رہا تھا اسی کو ٹکٹکی باندھ کر ہی نہ دیکھتا رہ جائے۔

"بہت شکریہ خاور انکل"

وہ انکی شفقت کا مشکور ہوا پر اسکی نظریں بیلا پر ہی جمی تھیں۔

"بیلا۔ اپنے مہمان کو اندر لے کر جائیں میں بس یہ کال سن کر آیا۔ دس منٹ ہی میں آپ دونوں کو دے سکوں گا۔ میری بہت اہم میٹنگ ہے"

خاور سلطان نے اپنے فون پر آتی کال کے لیے کچھ ساعتوں کے لیے معذرت کی جس پر وہ دونوں مسکرائے، خاور صاحب کے باہر نکلتے ہی وہ دو قدم اٹھاتا اس گاون میں سجتی لڑکی تک پہنچا، وہ سر سے پیر اسے دیکھتا حیرت میں تھا کہ وہ کتنی پرفیکٹ لگ رہی تھی، جیسے آسمان پر کسی نے بہت سے ستارے اکھٹے بکھیر دیے ہوں۔

"خوش آمدید"

وہ اسے بہت پاس محسوس کرتی مسکرائی، اپنا ہاتھ بڑھایا ہی جب خضر نے اسکے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لیتے اسے وہ گلدستہ پکڑایا، وہ حیرت انگیز سا مسکرائی، پہلے خضر کے ہاتھ کا لمس پھر اس نے اسی ہاتھ سے اس گلدستے میں موجود پھولوں کے وجود کو ہاتھ لگا کر چھوا، وہ فورا سمجھ گئی کہ یہ کونسے پھول ہیں۔

"سورج مکھی کے پھول؟"

پھولوں کو پہچان کر وہ حیران ہوئی۔

"ہاں سوئیٹ کارن"

وہ اسکو اک دلکش و منفرد نام دیتا اسکی خوبصورتی اور خوشی میں گم پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ گھسائے ہوئے بولا تو بیلا کی پلکیں جھک گئیں، اک لاج سی اسکے رخساروں پر اتری۔

"کیا آپکا مجھے یہ نام دینا آپکی ہاں سمجھ لوں؟ شادی کے لیے ہاں؟"

وہ سرگوشیانہ اور رازدارانہ انداز میں بولی تو خضر مسکرایا۔

"سمجھ سکتی ہو تو سمجھ لو۔ میں تو ابھی ہاں کرنے نہیں آیا۔ بس تم نے بلایا تو انکار کا خیال نہیں رہا اور آ گیا"

وہ اپنے آنے کو مغرور بن کر بیاں کرتا بیلا کے دل میں ہی تو اتر گیا، وہ شرما رہی تھی اور یہ کتنا پر لطف تھا کہ وہ اسے جیسے بھی دیکھے دیکھ سکتا ہے، جتنی دیر اس پر نظریں جمائے یہ خضر ملک کی مرضی، وہ اپنے ہاتھ سے ان پھولوں کے سراپوں کو محسوس کر رہی تھی۔

"انھیں میں واس میں لگاتی ہوں، پر یہ دو ہی کیوں ہیں؟"

پورے گلدستے میں اور پھول بھی تھے پر سورج مکھی کے بس دو ہی پھول تھے۔

"روشنی میں تو یہ اپنا رخ سورج کی طرف کر کے روشنی اور حرارت لے لیتے ہیں پر اندھیرے میں اور سائے میں یہ ایک دوسرے کی طرف رخ پھیر کر ایک دوسرے سے روشنی لیتے ہیں"

وہ اسکی بات، اسکی آواز، اسکے لفظ سب سن کر مسکرائی تھی لیکن پھر اسکے چہرے کے تاثرات میں اک تاریکی سی گھل گئی۔

"آپ مجھ سے روشنی نہیں پا سکتے خضر ملک۔ میں دیکھ نہیں سکتی۔ یہ پھول ہمارے پاس پھر کیسے سج سکتے ہیں"

وہ افسردہ ہو کر سارے موسموں کا نقصان کر رہی تھی تبھی اسے وہ کوئی ایسا جواب دینا چاہتا تھا جو بیلا کو سکون پہنچائے۔

"شاید اب تمہارا نہ دیکھنا ہی میرے حق میں بہتر ہو۔ بہکے ہوئے مرد کہاں دیکھ پاتی ہیں سلجھی ہوئی عورتیں۔ انھیں شرم آجاتی ہے۔ تم نہیں شرماؤ گی"

وہ اس کے جملے پر ٹھٹھک گئی۔ شرمندگی نہیں، اس بار خاموشی اس کے چہرے پر اتری، ایسی خاموشی جو مان لینے جیسی ہوتی ہے۔

"بیلا اور خضر بچے، کھانا لگ رہا ہے۔ آجاو"

خاور سلطان واپس آئے تو دونوں کو اپنے ساتھ ہی وہ ڈائننگ ہال کی سمت لے کر بڑھے۔

ڈائننگ ہال گرم روشنیوں سے سجا ہوا تھا۔ لمبی میز، سفید اور سرخ دستر خوان، ہلکی سی موسیقی، سب کچھ اتنا مہذب کہ جذبات خود بخود دھیمے ہو جائیں۔

خاور سلطان نے خضر کو اپنے ساتھ بٹھایا، بیلا ان کے سامنے والی کرسی پر آکر بیٹھی۔ خضر نے بے ساختہ کرسی ذرا اس لڑکی کے قریب سرکا دی، اتنی کہ بیلا کو اس کی موجودگی صاف محسوس ہو۔

کھانا لگ رہا تھا اور اس دوران خاور سلطان باتیں کرتے رہے، کبھی کاروبار، کبھی موسم، کبھی رسمی مسکراہٹیں۔ مگر بیچ بیچ میں ان کی نظریں خضر اور بیلا پر ٹھہر جاتیں جیسے وہ صرف دیکھ نہیں رہے ہوں، پرکھ بھی رہے ہوں۔ بیلا کم بول رہی تھی۔

خضر بھی۔ لیکن خاموشیوں میں ایک عجیب ہم آہنگی تھی۔

جب کھانے کے ساتھ ڈیزرٹ آیا تو خاور سلطان نے نیپکن رکھ کر گھڑی دیکھی۔

"اب مجھے اجازت۔ تم دونوں ایک دوسرے کو اچھی سے کمپنی دینا۔ میں جلدی واپس آتا ہوں"

وہ اٹھے تو انہوں نے خضر کو فوری اٹھنے سے روکا جس پر وہ مسکراتے دونوں پر اک نگاہ ڈالتے وہاں سے گئے تو خضر کی نظریں اپنی منگیتر پر جا ٹھہریں، لب ستائشی انداز میں پھیلے۔

"تمہیں کیسا لگ رہا ہے؟"

خضر نے اسکی مسکراہٹ دیکھتے آہستہ سے پوچھا۔

"ایسا جیسے میں دیکھ نہ سکنے کے باوجود سب کچھ محسوس کر پا رہی ہوں۔"

وہ اس سے بات کرنے کے ساتھ اسکی طرف زرا جھکاو دیتی تھی، یہ بہت خوبصورت تھا۔

خضر نے ہاتھ کی انگلیاں میز کے کنارے پر رکھیں جہاں پاس ہی بیلا کا ہاتھ تھا۔

"اور میں پہلی بار سوچ رہا ہوں کہ شاید دیکھنا ہی سب کچھ نہیں ہوتا۔"

وہ اسکے ہاتھ کی ملائمت پہلے آنکھوں سے دیکھتا مسکرایا پھر اس نے بیلا کا ہاتھ پکڑ کر اسے اٹھنے کو کمانڈ دیتے اپنے سامنے بے حد قریب والی کرسی پر لا بٹھایا، بیلا نے بیٹھتے ہی سر اٹھایا۔

وہ اسے دیکھ نہیں سکتی تھی، مگر اس لمحے وہ اس کی نیت، اس کا ٹھہراؤ، اس کی آنکھوں کی سنجیدگی سب کچھ محسوس کر رہی تھی۔

"خضر ملک"

اس نے آہستہ سے اس کا نام لیا، جیسے اتنی قریب بیٹھ کر اسے آزما رہی ہو۔

"ہم سورج مکھی کے پھولوں کو واقعی اپنے پاس سجا سکتے ہیں ناں؟"

خضر اسکے معصوم سوال پر مسکرایا۔

"جب تک روشنی بانٹنے کا حوصلہ ہو، اندھیرا رکاوٹ نہیں بنتا، بیلا۔ تمہیں دیکھنے کی کیا ضرورت ہے، تم تو سب محسوس کر سکتی ہو"

وہ اسکی ان تیز حسوں کا معترف تھا، وہ بھی جانتی تھی یہ سچ ہے۔

"آپکی نظریں بھی۔ ان میں تھوڑی گرمی آ رہی ہے"

وہ اسکی شرمائی سرگوشی پر بے ساختہ قہقہہ لگاتا کرسی کی پشت سے لگا جس سبب بیلا کا ہاتھ جو اسکے ہاتھ میں تھا وہ بھی کھینچے ہوا، وہ اسکے ہنسنے کی کھنک سن کر مسکرانا بھول گئی، دل شدت سے چاہا کاش وہ اسے ہنستا دیکھ پاتی۔

"یا خدا! تم تو بہت خطرناک ہو لڑکی۔ تم تو مجھے فیوچر میں فورا پکڑ لیا کرو گی۔"

وہ اب تک مسکرا رہا تھا بیلا تو یہ بھی سمجھ گئی تبھی تو جھینپ گئی تھی۔

"دیکھا۔ کبھی کبھی زندگی جینے کے لیے آنکھیں نہیں چاہیں ہوتیں"

وہ اترائی تھی، اسکا شرمیلا اتراہٹ بھرا غرور کسی بھی مضبوط مرد کے پیر لڑکھڑا دیتا لیکن سامنے خضر ملک تھا، جس نے سب سے پہلے سیکھا ہی اپنے آپ پر اختیار تھا۔

"دیکھا۔ اور محسوس بھی کیا"

وہ اسکے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لیے اس قدر جذباتیت سے بولا کہ بیلا اسکے لہجے کی شدت محسوس کرتے سنجیدہ ہوئی۔

"خضر۔ مجھے جب بابا نے کہا وہ میری آپ سے شادی کروانا چاہتے ہیں تو میں نے انکو فوری منع کیا تھا۔ میں خود کو اپنی فیملی یا خود اپنے آپ پر بوجھ نہیں سمجھتی لیکن اک نئے انسان سے جڑنا، اسکی زندگی میں شامل ہونا۔ اسکی ذمہ داری بننا مجھے ہرگز منظور نہیں۔ آپ پر کوئی دباو نہیں۔ صرف انگیجڈ ہیں ہم۔ یہ رشتہ یہاں ختم اور ہمارے راستے یہیں جدا ہو سکتے ہیں آپ کی مرضی پر۔ پلیز میری آپ سے ایک درخواست ہے۔ خود کو کسی قسم کے جبر سے گزارنے کی ضرورت نہیں۔ یہ منگنی آپ پر کسی قسم کا دباو دینے کی نیت سے نہیں کی۔ بس چاہتی تھی ہم اس ناطے کچھ ملاقاتیں کر پائیں گے اور ممکن ہے آپکا میرے لیے خیال بدل جائے۔"

اپنا ہاتھ اسکے ہاتھ میں محسوس کیے بیلا خاور کو ہمت ملی کہ وہ خضر سے کھل کر بات کرتی، وہ باخدا اسکی آنکھوں، اسکے چہرے، اسکے ہونٹوں پر سے نظریں

الگ نہ کر سکا، یہ محال کیفیت اس نے زندگی میں پہلی بار محسوس کی، پتا نہیں وہ پیاری تھی یا نہیں پر خضر کا دل اسے دیکھنے سے بھر ہی نہیں رہا تھا، اسے لگا وہ ساری زندگی بس اسے دیکھتا رہے تب بھی نہ تھکے، ایسی اس لڑکی کے نقوش جاذبیت و ملائمت رکھتے، پھر وہ شاید تھی ہی ایسی کہ مائل ہونا فرض لگے، یا ممکن تھا وہ خضر کو پہلی ہی نظر میں بھا گئی ہو تبھی وہ اسے اتنی محبوب لگ رہی ہو۔

جب محبت ہوتی ہے تو اپنا آپ اسی لمحے عیاں نہیں کرتی، وہ وقت لیتی ہے، وہ نخریلی ہوتی ہے۔

"میں تھوڑا کنفوز ہوں۔ کیا میری کنفیوژن دور کر سکتی ہو؟"

وہ اسے اپنے بے حد قریب بولتا محسوس ہوا۔

"بلکل۔ پوچھیں کیا کنفیوژن ہے؟"

وہ جیسے اسکی سانسوں کی حدت، اسکی نظروں کی تپش سب محسوس کرتے انہی کے تعاقب میں بولی۔

"کیا تم پہلے سے مجھے پسند کرتی ہو؟"

خضر نے اس سوال سے بیلا کے چہرے پر ہزاروں رنگ بکھرتے دیکھے، گھبراہٹ، لاج اور شرم کے۔

"کچھ سالوں پہلے جب آپکو بابا کی برتھ ڈے پر آپکے ڈیڈ کے ساتھ دیکھا تب آپ اچھے لگے تھے۔ پھر آپ کے بارے تحقیق کی۔ آپکو سننے لگی، جاننے لگی۔ جیسے آپکی ہزاروں فیزز ہیں، آپ انکے کرش ہیں۔ میں بھی انہی میں شامل ہوں۔ اس لیے آپ سوچیں جب کسی لڑکی کی شادی اسکے کرش سنگر سے ہونے کی بات ہو تو اسکا کیا حال ہوتا ہے۔ وہ بنا سوچے سمجھے اچھلتی کودتی ہاں کر دے گی پر میرے کیس میں یہ ہاں، آپکی ہاں سے جڑی ہے۔ کیونکہ مجھے احساس ہے کہ آپ ایک مکمل عورت کے مستحق ہیں اور مجھ میں جو کمی

ہے وہ بہت بڑی ہے۔اس لیے میرے کیس میں یہ ہاں اچھل کود کر نہیں آئی، میں نے بابا کو کہا اگر آپ مانتے ہیں تبھی میں مانوں گی"

خضر کے دل میں بہاروں سی ملائم ٹھنڈک پھیلی جب معلوم ہوا وہ اسکی مداحوں میں شامل ہے، عجیب سا غرور سر پر چھانے لگا، باخدا خضر ملک کے دل میں صحیح معنوں میں لڈو پھوٹے۔

"تمہارے بھائی کو کیا ابنارملٹی ایشوز ہیں؟ اور تمہارا بھائی اور مما کب واپس آئیں گے؟"

خضر کے یکسر الگ سوال پر وہ حیران تاثر دے گئی۔

"بھائی تھوڑے ابنارمل ہیں۔انکا ذہن بچوں سا ہو گیا ہے۔اسکے ساتھ ساتھ انھیں ہارٹ ایشوز ہیں۔وہ شاید بس میری شادی کے لیے ہی آسکیں۔وہاں انکا ٹریٹمنٹ ہوتا ہے تو مما کو وہ آنکھوں سے اوجھل نہیں ہونے دیتے۔ڈاکٹر نے کہا ہے بھائی ٹھیک ہو جائیں گے۔وہ سب بہت لگن سے انکا

کیس دیکھ رہے ہیں۔ دراصل بھائی کا محبت میں دل ٹوٹا تھا اور وہ اس لڑکی کی بے وفائی سہہ نہیں سکے۔ بس یہی ہے انکی کہانی"

وہ یہ بتاتے اداس و غمگین ہو گئی تھی۔

"اوہ۔ سن کر افسوس ہوا۔ اللہ اسے صحت دے"

خضر نے اسکا ہاتھ دباتے جیسے اس مشکل میں دلاسا دینے کی کوشش کی۔

"آمین۔۔۔ آپکی کنفیوژن دور ہوئی؟"

وہ جیسے بس ابھی خضر کے جواب کو جاننے کے لیے بیقرار تھی۔

"ہاں ہو گئی۔ ایک اور بات پوچھوں؟"

وہ اس بار اسے ہچکچاتا محسوس ہوا تو وہ پہلے ہی اسکی بات سمجھ کر مسکرائی۔

"جانتی ہوں یہ وہی سوال ہے جو فون پر پوچھا تھا۔ میں کسی معاملے میں کسی کی محتاج نہیں ہوں۔ آپکو بتایا تھا میری محسوس کرنے کی حس عام لوگوں

سے کئی گنا زیادہ ہے۔ بھروسہ نہیں تو کچھ دن لے سکتے ہیں آپ یہ یقین کرنے کے لیے"

وہ سادگی سے اسے مہلت لینے کی آفر کر گئی۔

"میں یہ یقین تمہارے ساتھ رہ کر ایک ہی بار ہی پاوں گا۔ شادی کے بعد۔ لیکن ابھی شادی کا بلکل ٹائم نہیں میرے پاس۔ اگر تم کمفرٹیبل ہو تو ہم ہفتے میں دو تین دن ڈنر ساتھ کر لیا کریں گے۔ یوں ایک دوسرے کو سمجھ بھی لیں گے۔ عادتوں اور مزاج کا بھی اندازہ ہو جائے گا"

وہ اسکی اس آفر کو بنا اعتراض قبول کر گئی۔

"جیسا آپکو بہتر لگے۔ جیسا آپکو آسانی دے۔ میں ڈنر کے لیے ہر رات اویلیبل رہوں گی"

وہ مسکرائی تو خضر اسے دیکھ کر مسکرا دیا۔

"میں تم سے ہی شادی کروں گا"

خضر نے اسکے چہرے کو بغور دیکھے آہستہ سی سرگوشی کی پھر اس بہار کے رنگ دیکھے جو بیلا کے چہرے پر پھیلے، جیسے کسی نے مرجھائے پھول میں دوبارہ تروتازگی والی روح پھونک دی ہو۔

"میں اس پر یقین کرلوں یعنی؟"

وہ تاسف سے بولی، اسکا خضر کی سانسوں، اسکے چہرے کی حرارت، اسکے دل کی دھڑکن، اسکے سراپے سے اٹھتے کلون کی مہک سے اسے دیکھنا خضر کی جان لوٹ رہا تھا۔

"بلکل کرلو۔۔۔ اگلے ڈنر میں منائم کو بھی لاوں گا۔ شاید مما بھی ہوں ساتھ۔ ممکن ہے اگلی بار تمہیں آنا پڑے۔ پک کرلوں گا"

وہ اسکی ہر بات پر راضی تھی، کوئی اعتراض بنتا ہی نہ تھا، دونوں نے کھانا شروع کیا، وہ اس سے ہلکی ہلکی باتیں جاری رکھے ہوئے تھا، پھر ایک گھنٹے بعد

خاور صاحب نے انکو دوبارہ جوائن کیا، یہ ملاقات انکی بیٹی کی زندگی اور اس پر اچھا اثر کر کے گئی یہ وہ بھانپ گئے، خضر کو لگ بھگ بارہ بج گئے واپسی میں، وہ واپس سٹوڈیو ہاوس جانے کے بجائے مما کے پاس چلا گیا، خود محراب کو امید نہ تھی خضر آئے گا، محراب نے اسے اپنے گلے لگایا، وہ اپنی کوتاہیوں پر شرمندہ اور خضر کے دل نرم کرنے پر شکر گزار تھی۔

اس نے مما کو بیلا سے ملاقات کا سارا احوال بتایا، لیکن پھر اسکی لاکھ خواہش کے بھی محراب نے اسے جانے نہ دیا، وہ جب اس کمرے میں آیا جو اس نئے گھر میں محراب نے اسکے لیے سیٹ کیا تو اپنی لاپرواہ ماں سے ناراضگی کچھ اور کم ہوئی کیونکہ کمرہ بلکل خضر کے شوخ مزاج کے مطابق ڈیکوریٹ تھا، فرنیچر سے لے کر ہر رنگ، ہر چیز۔

تو ثابت ہوا کہ مائیں لاپرواہ بھی ہوں، اپنے بچوں کو سب سے بہتر سمجھ اور جان سکتی ہیں، وہ بلیذر اتارتا ہوا میٹرس پر جا کر بیٹھے پیچھے کو گرا تو ہونٹوں پر پھیلی مسکراہٹ بتا رہی تھی وہ زندگی کی بہترین صحبت جی کر آیا ہے، اسکی

آنکھوں کے سامنے بس وہی ٹھہری ہوئی تھی، وہی بسی ہوئی تھی، وہی اتری ہوئی تھی۔

.._____..

سبکو واپس آنے میں لگ بھگ ساڑھے بارہ ہو گئے تھے، سب اتنے تھک چکے تھے کہ اب بس نیند ہی اہم لگی، انیس نے بھی نیچے آکر پہلے تو رضی اور شماس صاحبہ سے دعائیں لے کر انھیں سونے بھیجا پھر وہ عدین کے کمرے کی طرف آیا تو وہ مسٹر بہت سی لفنڑریاں کرنے کے بعد گھر سدھار چکے تھے، انیس نے اسے بستر لگاتے دیکھا تو خود اندر چلا آیا، بھیو کو دیکھتے ہی وہ نواب بن کر کرسی پر بیٹھا تا کہ بھیو خود اسے لحاف سیدھا کر کے دیں، اب عدین کے لاڈ وصولنے کا وقت تھا۔

"میرا یہاں دل لگ گیا بھیو۔ اف کتنے اچھے ہیں یہ لوگ۔ مجھے تو ان سب سے پیار ہو گیا۔"

انیس نے اسکا بستر لگاتے ہاتھ بڑھایا ہی جب وہ کرسی سے اٹھے بھیو کا ہاتھ پکڑتا انکے پاس آکر سینے سے لپٹا، انیس نے بازو اسکے اطراف حصار کر جھکتے اسکا سر چوما تو عدین کی بازووں کی گرفت خود بخود سخت ہوئی۔

"مجھے بھی۔۔۔ لیکن ہم آتے جاتے رہیں گے۔ بے فکر رہو۔ آجاو بستر میں۔ کوٹ اتارو۔ جاکر واش روم یوز کرو اور دانت صاف کر کے آو۔ ویٹ کر رہا ہوں"

وہ بھیو کی کمانڈز سن کر مسکراتا فوری واش روم گھسا، جب تک عدین آیا، انیس بھی اسی کے بیڈ پر بیٹھا تھوڑا سا اندر گھسا تھا، عدین نے جوتے اتارے اور چھلانگ مار کر بھیو کے بغل میں آکر بیٹھے ساتھ لپٹا، اور انیس نے اسے چپکنے سے بلکل منع نہ کیا۔

"آج آپ میرے پاس سوئیں گے کیا، عرشیہ نے کمرے سے تو نہیں نکال دیا؟"

وہ شریر ہوتا چہرہ اٹھاتے پوچھتے بولا تو انیس نے اسکی شکل دیکھتے سمائل کی۔

"کیا میں ایسا ہوں کہ کوئی مجھے خود سے دور کر سکتا ہے؟"

وہ یہ سوال عدین پر ہی چھوڑ گیا جس نے انیس کو زور والا ہگ کیا۔

"وہ دور کرنے والے کم از کم میں اور عرشیہ نہیں ہو سکتے ہیں۔ باقیوں کو ماریں گولی۔ انکے آنے کے بعد سے میں نے محسوس کیا آپ کو فزیکلی پیار جتانا آ گیا۔ ورنہ میں اسطرح آپکو ہگ تک کرتے ڈرتا تھا کہ چماٹ نہ مار دیں۔ بھیو؟ وہ پیاری ہیں ناں؟"

عدین کے اندر پلٹے سارے سکھ بس انیس کی ذات سے جڑتے تھے، انیس میں ہوتے بدلاو پر وہ چودہ سالہ بچہ جی اٹھا تھا۔

"تم اس وقت پیارے ہو مجھے۔"

انیس نے اسکا جواب عدین کے عین خواہش کے مطابق دیا تو وہ اٹھ کر بھیو کی طرف دیکھنے لگا۔

"مجھے تو وہ بہت پیاری ہو گئیں۔ وہ جسطرح آپکو دیکھتی ہیں ایسا لگتا ہے آپ انکی واحد خوشی کا ذریعہ ہیں۔ باخدا میں نے آپکی بیوی ایسی ہی سوچی تھی بھیو۔ میں بہت بہت بہت خوش ہوں۔ بھیو۔ وہ ہمیں مماک۔ کی طرح چھوڑ کر تو نہیں جائیں گی ناں۔۔ آپ ان سے گارنٹی کیوں نہیں لے لیتے۔؟"

عدین کی آنکھوں میں یکدم آتا تاسف، نمی اور حسرت انیس کو بھی جیسے کسی اور ہی دلخراش کیفیت میں لے گیا۔

"گارنٹی تو اگلی سانس کی نہیں ہوتی عدین، کسی انسان کی بھلا کیسے لی جاسکتی ہے۔ تم فکر مند مت ہو، وہ نہیں جائے گی۔ اسے اسکی پناہ یہیں محسوس ہوتی ہے۔ ہمارے ساتھ۔ تم نے دیکھا ناں اسکی فیملی کتنی پر خلوص ہے۔ میں

چاہتا ہوں تم ایسے اچھے لوگوں کے بیچ رہو، تبھی دعا دیتا ہوں تمہارے آس پاس درندے نہیں انسان بسیں۔ یہاں میں تمہارے لیے بے فکر ہوں۔ یہاں سچ میں انسان بستے ہیں۔ تم کبھی بھی یہاں آسکتے ہو"

وہ مسکرا کر سر ہلا گیا۔

"نہیں۔ میرے ساتھ آپکا اور عرشیہ کا ہونا بھی ضروری ہے۔ ورنہ میری خوشی بھی جگہوں کی محتاج نہیں یہ آپ جانتے ہیں۔ وہ بدلاو جو میں آپ میں چاہتا تھا، عرشیہ کے آنے سے ممکن ہو رہے ہیں۔ میرا تو خوشی سے برا حال ہے۔"

عدین کی ہر بات میں انیس کا سکھ تھا، انیس نے اسکا ماتھا آسودگی سے چوما۔

"خوشی سے اپنا حال اچھا کرو، برا نہیں چمپین۔ میں تم سے برے کا کنکٹ ہوا لفظ بھی نہیں سن سکتا۔ میرے پاس ہونے کے لیے تھینکیو عدین"

وہ بھیو کی شفقت اور محبت پر انیس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر چومتا ہوا انیس کو دیکھے مسکرایا۔

"تھینکیو کیوں۔ آپ میری مما، میرے بابا۔۔ میرے استاد۔ میری کمفرٹ زون سب ہیں بھیو۔ میں آپکا بچہ ہوں۔ میرا بس نہیں چلتا آپکو آئرن مین بنا دوں"

انیس نے اسے پکڑ کر خود سے لپٹاتے اس کی یہ انوکھی بس چلنے کا ماجرا سنا تو مسکایا۔

"تمہاری بس کی ایسی کی ویسی۔۔۔۔ آئرن مین بن گیا تو تم میرے گلے کیسے پڑو گے، اس نے تو لوہا پہن رکھا ہوتا ہے۔ مطلب کچھ بھی عدین صاحب۔۔۔؟"

وہ بھیو کے منہ پھلانے پر ہنسا۔

"اوہ یار۔ ایک تو آپکی مزاق کو مزاق نہ لینے کی لیچڑ عادت سے بہت تنگ ہوں۔ یار یہ بات فیل کرنے والی تھی کہ آپ کو مضبوط اور فولادی دیکھنا چاہتا ہوں"

عدین نے منہ بسوڑتے جیسے سر پیٹا۔

"وہ تو میں ہوں۔ میرے پاس تم ہو"

انیس نے اسکی مسکراتی آنکھیں پیار سے بھر دیں۔

"اوئے ہوئے۔ میرے بھیو تو پوکی بن گئے، فل گرین فاریسٹ۔۔۔۔ میں اس پر ناچوں گا۔ آپکو بھی نچاوں گا"

وہ اس سے پہلے پھدک کر اٹھتا، انیس نے اسکو گردن سے دبوچے واپس بستر میں لینڈ کیا۔

"آرام کراو اپنے بے قابو کیڑوں کو۔ زیادہ نچنیا بننے کی ضرورت نہیں۔ گدھا آدمی"

انیس کے گھورنے پر وہ بے دم ہو کر ہنستا واپس انیس سے زور سے لپٹا اور اب کی بار اسکی یہ لپٹا لپٹی پر انیس نے اسے گھورا پر وہاں پرواہ کسے تھی، کم از کم یہ بندہ عرشیہ کی طرح پورا اوپر نہیں چڑھتا تھا اسکی انیس کو تھوڑی آسانی تھی پر کان میں تھوڑی تھوڑی دیر بعد عدین کی کھی کھی سنے انیس بھی اپنی مسکراہٹ نہ روک پا رہا تھا۔

"تھوڑے ریڈ فلیگ ابھی بھی ہیں آپ۔۔ یہاں سے"

عدین نے بھیو کی ناک پر ہاتھ رکھتے جیسے دانت دیکھاتے علم میں اضافہ کرتے بتایا۔

"سونا ہے تم نے یا جن کو بلاوں؟"

انیس نے گھور کر اس فری آدمی کو ڈرانا چاہا۔

"وہ کیا کرے گا ہم بگھڑے بھوتوں کے بیچ۔۔بچارا کم تجربہ کار۔ مت بلائیں"

عدین نے اپنی کھسیانی ہنسی ہنستے جیسے انیس کو بھی ہنسا دیا، بھیو کے ہنسنے پر عدین نے اسکی گال زور سے چومی۔

"بس عدین۔ زیادہ فری مت ہو۔ اب چماٹ کھاو گے۔"

انیس نے اسے گھور کر وارن کیا۔

"آپکو ٹرین کر رہا ہوں۔ کل کو عرشیہ بھی یونہی کریں گی پھر آپکو عادت ہو چکی ہو گی۔ اہمم اہمم"

عدین نے شرم و حیا ساری بیچ کر پتیسہ لے لیا تھا، انیس نے اپنا سر پیٹا کہ کس چیز کو فری کر بیٹھا ہے، پر کیا کرتا، عدین ایسے موڈ میں تو اسے اپنی جان سے بھی پیارا لگتا۔

"بہت خراب ہو گئے تم۔ سو جاو عدین علوی"

انیس نے مسکراتے ہوئے اس چھچھورے کو سلانا چاہا تو عدین نے کچھ دیر انیس کو دیکھا پھر اچھے سے لپٹ کر خوشی خوشی آنکھیں بند کر گیا، اسکے سوتے ہی انیس بے اختیار اس گدھے کی باتیں اور حرکتیں سوچتا ہنسا۔

عدین کی نیند جب تک گہری نہ ہوئی، انیس ہلا تک نہیں پھر سوتے ہی وہ خود بھیو سے الگ ہوتا کروٹ بدل گیا، انیس نے جھک کر اسکی کن پٹی چومی اور اٹھ کر لحاف اس پر اچھے سے کرواتا اسکے کمرے سے نکلا۔

وہ جب تک واپس عرشیہ والے کمرے میں آیا، لگ بھگ ایک سوا ایک بج رہا تھا، ساری تھکاوٹ اور اداسی تو عرشیہ کو اب تک منہمک انداز میں سویا دیکھ کر ہوا ہوئی۔

انیس نے آہستہ سے دروازہ بند کیا اور وہیں رک کر عرشیہ کے چہرے کو دیکھنے لگا، وہ تکیوں کی طرف سیدھی ہو کر انیس کی جگہ اپنے پہلو میں بنا کر سو

رہی تھی، اسکا اک ہاتھ انیس کی جگہ پر پھیل کر رکھا ہوا تھا، انیس نے ہڈی کھینچ تان کر اتارتے وہیں کرسی کی سائیڈ پھینکی اور شرٹ ٹھیک کرتا وہ جا کر بیٹھا اور اپنے تکیے پر پھیلی عرشیہ کی کھلی بازو اٹھا کر اسکی طرف سمیٹ کر رکھتا اسکے ساتھ ہی لیٹے عرشیہ کی طرف ہو کر لیٹا تو وہ اسکے چہرے کے پاس ہی زرا اسی کی جانب رخ پھیرے سوئی ہوئی تھی، انیس کے لیٹنے کی دیر تھی کہ اس نے اک ہاتھ انیس کے گرد لپیٹ کر مکمل رخ انیس کی طرف پھیرا اور انیس کو بھی چار و ناچار اپنی بازو، عرشیہ کے سر تلے سے گزارنی پڑی، اسے اپنے سینے سے لگانے کو تو وہ ویسے بھی بیتاب تھا۔

"تمہاری اور عدین کی ان بے فکر نیندوں کا اب سے صدقہ دینا پڑے گا مجھے۔ یہ مجھے سکون پہنچاتی ہیں۔"

وہ اترا رہا تھا کہ اسکے پاس یہ دو اسکے دل کے جو حصے ہیں انکی نیند اتنی گہری ہے، جیسے ابھی عدین اسکے اوپر چڑھا خراٹے بھر رہا تھا، اب یہ سینے سے لگی مخمور سانسیں بھرتی انیس کے مزید منہ کے پاس سرک گئی۔

"عرشیہ"

وہ اسکے سر کے اطراف حائل بازو کے ہاتھ سے ہی اسکے بال سمیٹتا دوسرے ہاتھ سے اسکے اپنے منہ میں گھستے بال مسکرا کر ہاتھ کی انگلیوں سے نکال رہا تھا، جب اسے عرشیہ کی ایک ٹانگ بھی خود پر لینڈ ہوتی محسوس ہوئی۔

"میں تمہارا بیڈ تو نہیں ہوں۔ ساتھ لیٹنے کی دیر تھی آدھے سے زیادہ مجھ پر چڑھنے کی کوشش میں کامیاب ہو گئی ہو"

وہ اسے سرگوشی میں باتیں سناتا دوسرے پیر کو اٹھا کر اسکی ٹانگ پرے کر گیا پر وہ لحاف میں گھسی ٹانگ پھر سے اٹھا کر انیس کی ٹانگ پر رکھ گئی۔

"خاتون اول یہ کس قسم کی بے تکلفیاں ہیں؟ اپنی مسواک جیسی ٹانگ ہٹاو مجھ پر سے"

وہ اسکے گال میں ناک کی ٹپ چبھوتا جان بوجھ کر اسکی نیند خراب کرنے لگا، بولا بھی اتنا اونچا کہ وہ سن سکے۔

"امم۔۔۔چ۔چپ کرو"

وہ نیند میں ہی اسکے منہ کے پاس سرکتی منمنائی تو وہ شرارت سے مسکرایا، خود نیند آنکھوں میں نہ تھی تبھی اسے بھی سونے نہ دینے کا تہیہ کیا تھا۔

"تم اپنی ٹانگ پیچھے کرو، سونے کی تمیز نہیں ہے۔اللہ اللہ مجھے صبر دے"

وہ اسکی اونچی بڑبڑاہٹ پر اپنی بمشکل کھلتی آنکھوں سے اسے غصیل گھوری۔

"ت۔۔تمہیں کہا تھا دوسرے ک۔کمرے میں جاو۔۔ت۔۔تم اتنے پاس ہو کر کیوں سو رہے ہو۔۔۔دور ہو جاوناں پلیز"

وہ اسے دیکھتی نیند میں ہی بڑبڑائی، اسکا نیند میں دور ہونے کی خواہش کرنا شدید پیارا تھا۔

"تم ہو جاوناں دور۔۔تمہارا کیا بل آجائے گا؟"

وہ بھی جوابا اسکی ناک سے ناک رگڑ کر ہلاتا بولا تو وہ کھلتی بند ہوتی آنکھوں سے اسے افسردگی سے دیکھنے لگی۔

"م۔میں نہیں ہو سکتی دور۔کیونکہ مجھے یہاں اچھا لگ رہا ہے۔"

وہ آنکھیں کھولتی اسے مسکرانے پر مجبور کر گئی۔

"میں بھی نہیں ہو سکتا دور"

وہ اسکی کان کے پاس سرک کر کی سرگوشی پر بند آنکھوں سے مسکراتی نیچے کھسک کر اسکے سینے سے لپٹ گئی۔

"کہاں گھس رہی ہو۔ایک تو تمہاری یہ چوہوں والی نئی دریافت شدہ حرکت۔۔۔"

وہ اسکے سینے میں مکمل گھس کر چھپتی وہیں آسودگی سے دوبارہ ٹن ہو چکی تھی پر اب اسے زور سے ہگ کر رکھا تھا، انیس نے اسے واپس اٹھانے کے انداز میں اوپر کیا تو وہ بے آرام ہو کر انیس کو دیکھنے لگی۔

"ک۔ کیوں نہیں سونے دے رہے تم مجھے۔۔۔ماروں گی میں"

وہ روہانسی ہوئی تو انیس نے زرا سا اس سے فاصلہ سمیٹے بیچ میں سر سے نکال کر تکیہ رکھا۔

"اسے لپٹ کر سونا ہے تو سو جاو۔ ٹانگ بھی یہی کھائے گا تمہاری۔ مجھے کہیں لگ گئی تمہاری یہ حملہ آور مسواک ٹانگ تو۔۔۔۔"

وہ اپنے اور انیس کے بیچ تکیے کو پائے اس سے انیس کے کہنے سے پہلے لپٹ گئی، انیس نے حیرت و غصے سے عرشیہ کو دیکھا جو جان بوجھ کر تکیے کو چوم بھی رہی تھی۔

"میرا پیارا، جانو مانو تکیہ۔ میری جان۔ میرا شونا۔۔۔ میرا بابو و"

عرشیہ کو اس تکیے سے ایسے واہیات لاڈ کرتا دیکھے انیس نے خشمگیں نظروں سے عرشیہ کو دیکھا اور دانت نکوستے اس کی بازووں سے تکیہ لے کر دو فٹ دور اچھالتے پھینکا تو وہ آنکھیں کھول کر انیس کو دیکھنے لگی جو لمحہ لگائے اس تک سر کے اس پر جھکا تھا، عرشیہ نے سہم کر انکھیں کھولیں اور اس سے پہلے انیس اسکے چہرے کے سب سے دلکش و مائل کرتے حصے پر جھکتا، وہ اسکے ہونٹوں پر اپنا ہاتھ جما گئی پر عرشیہ کی آنکھیں اپنی انگلی میں سجی انگوٹھی پر جا ٹھہرے پوری تاب سے پھیل کر رہ گئیں۔

"ا۔انیس۔۔۔۔انیس۔۔۔یہ؟"

وہ اپنا ہاتھ اسکے ہونٹوں پر سے ہٹاتی، انیس کو خود پر سے دھکیل کر بیڈ پر گرا کر لام لیٹ کرتی صدماتی کیفیت میں کانپ جاتی آواز سے بولتی ہڑبڑا کر اٹھ کر بیٹھی اپنے ہاتھ کو خوفزدہ نظروں سے دیکھنے لگی، ساری نیند بھک سے اسکی پلکوں کا دامن جھٹک کر اڑی، اسکی پھٹی آنکھیں اپنی انگلی پر چمکتی ہوئی

انگوٹھی پر گڑھی تھیں، وہ اسکے تاثرات دیکھتا آنکھوں میں شریر حیرانی بھر لایا۔

"کیا ہوا؟"

وہ وہیں سیدھا لیٹ کر انجان بنا بولا، جیسے اسکے توسائے تک کو خبر نہ ہو۔

"انیس۔۔۔ تم نے پہنائی؟۔ یہ انگوٹھی؟"

وہ کروٹ بدلتی انیس پر بیٹھے بیٹھے بے تکلفی سے جھکتی اسے اپنا ہاتھ اٹھا کر وہ انگوٹھی دیکھاتے لرزتی بے یقین آواز میں انیس کی شوخ اور بیک وقت بے خبر آنکھوں میں اپنی آنکھیں گاڑے بولی تو وہ ہنوز شرارت پر آمادہ اپنی لاعملی پر پہاڑ سا ڈٹا تھا۔

"نہیں تو۔۔۔ میں کیوں پہنانے لگا۔ وہ بھی تمہیں؟ ہنہ لگتی ہی کیا ہو میری۔ شاید یہ تمہاری اپنی ہو۔ اتارنا بھول گئی ہو سونے سے پہلے۔ دیکھو میرے سر مت ڈالو۔ توبہ توبہ"

وہ اسکے سرے سے مکر جانے پر جیسے سر چکراتا محسوس کرنے لگی، یہ آدمی آنکھیں بلنک نہ کرتا تو عرشیہ سچ میں بدھو بن جاتی۔

"گدھے! مجھے پریشان مت کرو۔ یہ تم نے پہنائی ہے ناں؟ انیس۔۔۔۔ بولو پلیز"

وہ اسکی شرٹ پیٹ سے مٹھی میں دبوچ کر کھینچتی یقین دہانی کو مچلی۔

"اوجاو معاف کرو خاتون۔ میں تمہیں شکل سے انگوٹھی پہنانے والا لگتا ہوں کیا۔"

وہ اسکی یہ سستی اداکاری دیکھ کر اسے نچلا لب دانت میں کاٹتے گھوری، سوچ رہی تھی اگلا مکا اسکے پیٹ میں مارے یا ناک پر۔

"انیس۔۔۔ تم مجھے مارنا چاہتے ہو کیا۔ بولو ناں، تم نے پہنائی ہے۔ بولو پلیز۔"

وہ اسے پریشان دیکھ کر اپنی شرارت اک طرف کرتا آمادگی سے مسکرایا، پھر زرا سا کمر اٹھا کر اپنی جیب سے دوسری اپنی والی سنپل گولڈ رنگ نکال کر عرشیہ کی طرف پکڑ کر اسے دیکھائی تو اس لڑکی کی آنکھوں میں عجیب سی چمک اتر آئی۔

وہ کبھی اپنی انگوٹھی دیکھتی کبھی انیس کے ہاتھ میں پکڑی پلین پلاٹینیم پلس گولڈ کلر کوٹنگ رِنگ، پھر وہ اپنی نمدیدہ آنکھوں کو انیس کی ہیزل براون آنکھوں میں جما گئی، یہ لمحہ جب وہ مسکراہٹ اور آنسو میں کچھ چُن نہ پا رہی تھی، انیس کو روح زمین کا بے شمار دلچسپ و دلنشیں منظر لگا۔

"تم بھی پہنا دو مجھے۔لے لو بدلہ"

وہ اسکی دو انگلیوں میں پکڑی رِنگ فوری پکڑ کر اسکی طرف گھوم کر ٹھیک سے بیٹھی اور اپنے بے قابو آنسوؤں کو آنکھوں میں گہرا سانس کھینچنے کے ساتھ چھپاتی ہوئی انیس کی انگلی میں وہ سنپل پلین انگوٹھی بہت پیار اور

نرمیوں کے سنگ پہنا کر اسکا ہاتھ محبت سے ہاتھوں میں بھر کر دیکھتے پھر انیس کو دیکھتے مسکرائی، اسکی آنکھیں چھلکنے کو بے قرار سی تھیں، وہ اپنی انگوٹھی کے بجائے انیس کے ہاتھ کی انگلی پر سجی انگوٹھی دیکھ کر فدا ہوئے جا رہی تھی، اف یہ رشک کہ اسے یہ انگوٹھی پہنانے والی وہ ہے، انیس نے اسکو ہیرا اس قدر بُری طرح نظر انداز کرنے پر شدید پیار سے دیکھا۔

"کیسی لگی تمہیں تمہاری انگوٹھی؟"

وہ حیران تھا اتنے چمکتے ہیرے نے بھی اسے امپریس نہیں کیا، وہ عرشیہ کو جیسا سوچ رہا تھا، یہ لڑکی تو انیس کی ان ساری امیدوں پر پوری اتر رہی تھی۔

"پتا نہیں، مجھے بس تمہیں تمہاری انگوٹھی پہنانا یاد ہے ابھی۔ یہ میں نے پہنائی ہے تمہیں۔ یہ تمہارے ہاتھ کی انگلی پر کتنی خوبصورت لگ رہی ہے۔ اب سبکو پتا چلتا رہے گا یہ بندہ کسی کی پراپرٹی ہے۔ اف اب کوئی تم پر گندی نظر نہیں ڈالے گی"

وہ اسکے ہاتھ کو اپنے ہاتھوں میں بھر کر بیٹھی کمزور سی آواز میں اس قدر جوش سے بولے گئی کہ وہ صدماتی کیفیت میں اٹھ کر نا صرف بیٹھا بلکہ کمر بیک کی جانب رکھے تکیے کے ساتھ جوڑ کر ٹیک لگانے کی دیر تھی، اس نے بازو کھول کر اس نمونی لڑکی کو اپنے قریب آنے کو ہاتھ بھی اسکی طرف بڑھایا۔

"یہاں آ ولُما"

اسکے عرشیہ کو پاس بلانے کی دیر تھی کہ وہ سرک کر اسکی بازو کے حصار میں جا بیٹھی، انیس نے اسکا چہرہ ٹھوڑی سے پکڑ کر اوپر کرتے اسکا ماتھا چوما تو وہ اپنا ہاتھ بے اختیار اسکی گردن سے جوڑ گئی، اسکے اس محبت بھرے لمس پر وہ مرتی تھی، اتنا خوبصورت اور تسکین سے بھرا ماتھا چومنا شاید ہی دنیا میں کسی کو آتا ہو جسطرح وہ چومتا تھا، جیسے کوئی مرہمی شدت رکھتی تاثیر اسکی جلتی پیشانی میں اتار دیتا تھا۔

"انیس۔۔۔۔تم کیا کرتے ہو لڑکے۔۔۔یہ"

وہ جذباتیت سے کہتی باقاعدہ روہانسی ہوتی اسکے حصار میں سمٹ کر بیٹھے ہی ٹانگیں سیدھی کرے اپنی گود میں اپنا ہاتھ، انیس کے ہاتھ سے جوڑ کر پر شوق آنکھیں ان ہاتھوں پر جما گئی جنکی انگلیاں اب تعلق کی انگوٹھیوں سے سجی تھیں۔

"اسے مت اتارنا۔ ٹھیک ہے؟"

وہ اسکے منہ کی طرف دیکھتے تاکید اًبولی، وہ پوری جان آنکھوں میں لائے ہوئے بیٹھا اسکی طرف دیکھ رہا تھا کہ کیسے وہ اپنی انگوٹھی کے بجائے اسکو بس انگوٹھی پہنانے پر مرے جا رہی ہے۔

"اتار دیا تو کیا سزا دو گی؟"

وہ ہاتھ بڑھا کر اسکے بکھرے بال اسکے کندھوں پر سے سمیٹ کر سنوارتا دلچسپی سے پوچھتے بولا، عرشیہ کی پلکیں سی اسکی پُر استحقاق انگیز نگاہوں پر لرزیں، پھر وہ اسکے سینے سے جا لگتی بازو اسکے اطراف لپیٹ گئی۔

"برداشت نہ ہو شاید۔ مجھے تنگ کر کے کیا ملتا ہے تمہیں۔ کتنا جیلس ہوئی تھی جب تم نے کہا کہ تمہارے لیے کچھ نہیں خریدا۔ بدتمیز ہو تم بہت"

وہ اسکے سینے پر اپنے انگلی پھیرتی وہی انگلی اسکی گردن کے گیپ میں لے جا کر دباتی اسے تنگ کرنے کی سزا کا ٹریلر بھی دے گئی۔

"اس جگہ گردن کی وین ہوتی ہے، ایسے نہیں دباتے خاتون۔ کسی دن جان نکال دو گی میری"

وہ اسکی وہی دبائی گردن دیکھنے لگی جہاں مڈ میں انگلی چبھوئی تھی، دل تو چاہا اسے گردن کے اس جگہ کِس کرے پر ہمت نہ ہوئی، وہ ایسا آسان ہدف نہ تھا کہ عرشیہ دوبارہ پہل کا سوچتی۔

"سوری انیس۔۔۔بہت زیادہ سوری"

وہ روہانسی ہوئی جس پر وہ مسکرا کر بے فکر ہونے کا اشارہ کرتے اسکا وہ ہاتھ اپنی ہاتھ میں پکڑ کر دبا کر نیچے گود میں لے آیا جو انیس کی گردن کو چھو رہا تھا۔

"اٹس اوکے لُما"

وہ اسکا سر اس سہولت سے زرا جھکے چوم گیا کہ اسکے اس عمل سے عرشیہ کی دل کی دھڑکن فوری تھمی تھی، وہ اسے آنکھیں اٹھا کر گھبراہٹ سے دیکھنے لگی۔

"میری انگوٹھی بھی پلین گولڈ کی لیتے ناں۔مجھے ڈائمنڈ پسند نہیں اتنے۔ بلکل اپنے جیسی لیتے میری بھی"

وہ اس کی فرمائش سن کر حیرت زدہ ہوا کہ اتنی خوبصورت انگوٹھی چھوڑ کر اسے سنپل گولڈ کا چھلا چاہیے۔

"اسے سنبھال لینا۔ میں تمہیں پلین گولڈ بھی دلا دوں گا۔ تم نے ٹوئنگ کرنی ہے میرے ساتھ انگوٹھیوں کی تو دیکھو یہ بھی گولڈ میں ہے۔ ڈائمنڈ کو اگنور کر دو"

وہ اسکے مشورے پر اسکی آنکھوں میں شریر ہو کر دیکھنے لگی۔

"خوبصورت ہے بہت"

وہ جان لیوا اور تجسس میں ڈالتا مسکرائی۔

"کیا؟"

وہ انگوٹھی کا تو ہرگز نہیں کہہ رہی تھی، وہ اترائی کہ وہ شاید سمجھ گیا ہے تبھی یہ سوال کیا ہے۔

"ڈائمنڈ اگنور کر کے گولڈ کی انگوٹھی مان کر تمہاری والی سے ٹوئنگ کرنا، یہ بہت خوبصورت ہے انیس"

وہ اسکی امید پر پورا اتری تو انیس نے مسکراہٹ اپنے ہونٹوں پر سخاوت سے بکھرنے دی۔

"تم سچ میں انٹیک پیس ہو عر۔۔۔۔۔"

وہ اسکا نام لیتے لیتے جیسے خود کو روک بیٹھتے سنجیدہ ہوا، وہ فوراً اسکا جبڑے سے چہرہ دبوچ گئی۔

"عر۔۔۔شیہ۔۔۔۔۔شیہ بھی بول دو۔"

وہ اسکی بے چینی پر محظوظ ہوا کیسے وہ اسے بچوں کو سیکھانے کی طرح اپنا نام سمجھا رہی تھی۔

"ناں۔۔کسی نے ابھی نہیں کہا کہ مجھ سے پیار ہے"

وہ اسکی بے چینی سے لطف لیتے مغرور ہو کر سر دائیں بائیں ہلا کر انکاری ہوا تو عر شیہ نے پھر سے انگلی اسکی گردن کے بیچ رکھی۔

"بول رہے ہو یا دباوں تمہارا یہ بٹن۔ مفت میں لڑھک جاوگے میرے ہاتھوں۔ بولو۔۔۔ عرشیہ بولو"

وہ دھمکیوں اور تشدد پر اترتی اور حسین لگتی تھی، اسے وہ یوں دل کے قریب لگتی تھی۔

"نہیں بولوں گا۔ تمہارا نام ویسے بھی خاتون ہے۔"

وہ ڈھیٹ پن کی حدیں پار کرتا سر جھٹک کر بولا تو عرشیہ نے وہی انگلی اسکی گال تک رکھے دبائی، ایک تو عرشیہ اور اسکے انوکھے پنگے، وہ اسکی گال میں انگلی دباتی اسے گھورنے کے ساتھ دانت بھی دیکھا رہی تھی۔

"الو۔۔۔۔"

وہ اسے غصے سے یہی کہہ سکی، منہ بھی اسکے منہ سے دور کرے پھیر لیا۔

"الو کی بیوی"

وہ اسکے کان میں فخریہ بولا، وہ دبا دبا مسکائی۔

"لومڑ"

وہ بھی کہاں باز آسکتی تھی، منہ اسکی طرف گما کر گولی کی طرح فائر کیا۔

"لومڑی"

انیس نے سینہ تان کر جوابی حملے سے مقابلہ کیا، وہ اسکی طرف چہرہ گمائے آنکھوں کی حدود تک مسکرائی۔

"نہیں۔ لومڑ کی بیوی کہوناں"

وہ اسکی اس میٹھی سی شرارتی فرمائش پر اسے ہی دیکھتا گیا، وہ اب جا کر اسے بہت اچھے اور فریش موڈ میں محسوس ہوئی تھی، اب لگ رہا تھا وہ خوف وڈر سے پوری نکل چکی ہے۔

"بیوی تم صرف میری ہو"

وہ اسکی گال چھو کر عرشیہ پر اسمِ محبت پھونک گیا، اسکا استحقاق عرشیہ کے سینے میں اترا۔

"تو تم لو مڑ ہی ہو ناں"

وہ ہنوز گھبرایا سا مسکرائی تو انیس نے اسکے قریب جھک کر اپنی گال عرشیہ کی گال سے جوڑتے اسے اپنی بازوؤں میں بھرا، وہ اسکے سینے میں جذب ہونے پر سانس روک گئی۔

"تھینکیو۔ یہ بہت سپیشل ہے۔ انگوٹھیوں کی بات نہیں کر رہی او کے ناں"

وہ روبرو ہو کر اسکے چہرے کو شوق سے دیکھتی بولی، ہاں بھلا کب آسان تھا انیس کو اتنے پاس، مسکرا کر دیکھنا۔

"تم اس لمحے کی بات کر رہی ہو"

وہ اسکی بات سمجھتا اسکی ایسی مسکراہٹ سامنے لایا جو شاید دنیا میں ابھی تک کسی نے نہ دیکھی تھی، یہ سچ تھا، عورت اپنے من پسند شخص کے ساتھ اک خاص طرح ضرور مسکراتی ہے، وہ ایسی نایاب مسکراہٹ ہوتی ہے جسے بس وہ اسی شخص کی امانت بنا کر رکھتی ہے اور یہ قدرتی قانون ہوتا ہے۔

"تم مجھ سے پیار کرتے ہو ناں؟"

وہ آج ہاتھ بڑھا کر اسکی ٹھوڑی پکڑ کر چہرہ اپنے چہرے کے سامنے کرتی مخمور یت سے بولی، انیس نے مسکرا کر اسکی اس قدر معصوم سچ اگلوانے کی کوشش پر امپریس نظروں سے جواباً اسے دیکھا۔

"تم باز نہیں آو گی؟"

عرشیہ نے اسکی سرگوشی پر ہاتھ اسکے سینے پر رکھتے خود سے دور کیا اور شرافت سے تکیہ درست کرتی انیس کے دیکھتے ہی دیکھتے لیٹ گئی۔

"لو آ گئی باز۔ گڈ نائیٹ"

وہ لحاف خود پر اچھے سے اوڑھتی زرا دور کھسک کر شوخ نظروں سے انیس کو دیکھتے مسکرائی جسکا آج انکار اسکو انکار جیسا لگا ہی نہیں، وہ خود بھی یہی چاہتی تھی وہ مُکر تا رہے، جب تک وہ یہ پوچھتے پوچھتے تھک نہ جائے، انیس اسے جواب نہ دے۔

"مطلب تم چاہتی ہو آج تم گدھے گھوڑے بیچ کر سو جاو اور میں جاگتا رہوں۔ دیکھو یہ ناانصافی ہے۔ میری طبعیت جاگنے سے بگھڑ سکتی ہے"

وہ بھی تکیے نیچے کرتا کھسکا تو ساتھ بیڈ شیٹ بھی ساری اکھٹی کر دی، عرشیہ نے اسکا یہ بچوں والا کلمسی طریقہ ملاحظہ فرمایا پھر اسکی معصومانہ دھمکی۔

"تو کیا امید کر رہے ہو میں تمہیں گود میں اٹھا کر جھولے دوں۔ سو جاو ناں۔ اٹھ کر پہلے چادر ٹھیک کرو۔"

وہ اسے یوں سونے سے روکتی اٹھنے کا اشارہ کرتی بولی تو انیس نے مزید اچھے سے لحاف خود پر کرتے اٹھنا دور، ہلنے تک سے انکار کیا۔

"ایسے ہی سونے لگا ہوں، جو اکھاڑنا ہے اکھاڑ لو"

نہ صرف چادر اپنے نیچے اکھٹی کر دی بلکہ اپنے تکیے کا غلاف بھی اتار کر عرشیہ کے چہرے پر پھینکا جس سبب وہ غصے سے لحاف پرے کیے نیچے اتری، انیس کی طرف آ کر اسے بازو سے پکڑ کر گول انداز میں اپنی والی جگہ شفٹ کیا۔

"ہے کیا کر رہی ہو؟"

وہ گھومتا ہوا دوسری طرف جا کر سیدھا ہوا تو عرشیہ نے بیڈ شیٹ ٹھیک کی، پھر تکیے پر اسکا کوور چڑھا کر تکیہ اٹھائے انیس کے منہ پر برسایا۔

"تمہارا سر کر رہی ہوں ناممکن مخلوق۔ بچے ہو کیا چھوٹے۔ حرکتیں دیکھی ہیں اپنی۔ ٹھیک کر لو اپنے کرتوت، ورنہ دھو کر رکھ دوں گی تمہیں تمہاری ان مستیوں سمیت"

وہ معصومانہ سا ڈانٹتی مسلسل اس پر تکیے برسا رہی تھی۔

"تشدد۔۔۔۔۔ مت کیا کرو مجھ پر۔۔ ہنہ"

وہ تکیوں کے پانچ چھ وار سہنے کے بعد احتجاج کر اٹھا تو عرشیہ نے تکیہ واپس سرہانے کی جانب رکھتے پھینکا اور اسکے ساتھ ہی بیٹھے لحاف میں گھس کر انیس کے ساتھ اپنا تکیہ جوڑتے لیٹی، مگر اب دونوں کی آنکھوں میں ایک دوسرے کے لیے پیار اور ڈھیڑ سی شرارت ناچ رہی تھی۔

"جب تک تم انسان نہیں بن جاتے، میرے تشدد جاری رہیں گے۔ اب سو جاو ڈیلے کھول کر مجھے مت گھورو"

عرشیہ نے اسے مسکراتی نگاہوں سے دیکھتے وارن کیا اور کروٹ بدل گئی، لیکن کروٹ بدل کر بھی اسکا دھیان انیس کی جانب تھا، وہ بھی مسکرا کر اسکی طرف کروٹ بدلے اسکے کھلے بالوں میں اپنے ہاتھ کی انگلیاں پھیرتا ان بالوں کو مٹھی میں بھر کر اپنے ہونٹوں کے پاس لائے چومتا، انکی خوشبو

محسوس کرتا مدہوش سا ہوا جب وہ زرا سی گردن پیچھے کرے اسے دیکھ بیٹھی۔

انیس نے اسکی خود پر جمی آنکھیں دیکھ کر اسکے بال فوراً چھوڑے۔

"مجھے تمہارے ساتھ ہر رات بس اتنا سا مسکرانا ہے۔ ہر صبح ساتھ جاگنا ہے اور مجھے کچھ نہیں چاہیے"

وہ اتنے کم پر قناعت کر سکتی تھی، وہ جذبات و احساسات سے مدتوں عاری رہی تھی، لیکن اب اسے انیس کے ساتھ کی دائمی ضرورت تھی، وہ اسے ایک ہی بار پورا حاصل کرنے کی تمنائی نہیں تھی، وہ چاہتی تھی وہ دونوں پہلے ایک دوسرے کے رنگ میں ڈھلیں، ایک دوسرے سے لفظی محبت کا اظہار سیکھیں، پھر دھیرے دھیرے موسموں کے تغیر کی طرح انکا رشتہ اپنے اندر شدت اختیار کرے۔

"کوشش کر رہا ہوں"

وہ جذب سے بولا، اسکی آواز بہت بھاری ہوئی اور آنکھیں بھی بنا بلنک کے ٹھہری، یقین سے بھری ہوئی تھیں، عرشیہ نے دل نے جیسے اک ہارٹ بیٹ مس کی۔

"آج میں نے تم سے اپنے سب ڈر بانٹ لیے تھے، اب تم بھی بانٹنا شروع کرو۔ زیادہ نہیں لیکن تھوڑے تھوڑے۔ تمہیں جاننا چاہتی ہوں۔ تاکہ مکمل سمجھ سکوں۔ میں تمہارے سامنے گھبرانا نہیں چاہتی، نہ یہ چاہتی ہوں تم اس رشتے کے لیے کبھی بھی کسی قسم کا پچھتاوا محسوس کرو۔ تم کہو یا نہ کہو میں جانتی ہوں تمہیں میری چاہت تھی تبھی تم نے نکاح میں لیا مجھے۔ میں ہمیشہ تمہارے ساتھ ہوں۔ تمہاری سیف سپیس۔ ٹھیک ہے؟"

وہ اسکی باتیں سنے مسکرایا اور زرا سا اسکی طرف جھک کر اپنا چہرہ اسکے نازک سے شانے میں چھپا گیا، عرشیہ کے ہونٹ بے اختیار مسکرائے، عرشیہ نے کروٹ سیدھی کرتے اک ہاتھ اسکے سر کے بالوں میں آہستگی سے پھیرا، وہ انتظار میں تھی کہ وہ کچھ بولے گا۔

"تمہاری خوشبو بہت اچھی ہے"

وہ منہ اسکے شانے میں دبائے ہی سینے کے بل لیٹتے اک ہاتھ بھی دھیرے سے عرشیہ کے پیٹ پر رکھتے اسکی کمر کے اطراف جما گیا، اسکے تھوڑے سینے کا وزن بھی عرشیہ کے آدھے وجود اور اک بازو پر تھا پر وہ بہت کمفرٹیبل تھی۔

"بوتل میں بھر دوں؟"

وہ اسکے بال سہلاتی، شرارت سے بولی۔

"بوتل میں تم بھی ہو گی؟"

وہ چہرہ اٹھائے اسے دیکھتے بولا تو عرشیہ نے نفی کی۔

"میں بوتل سے باہر اچھی نہیں لگ رہی۔؟"

وہ آئبرو اچکائے گھوری تو وہ مسکراتا دوبارہ چہرہ اسکی گردن میں چھپا گیا، عرشیہ کو خفیف سی گدگداہٹ بھی ہوئی پر وہ سہہ گئی۔

"بس اپنی تعریفیں چاہیں اسے، حد ہو گئی۔ ہر نقطے میں خود کو گھسیٹ لاتی ہے۔ یہ نہیں کہا جاتا تم سے کہ میں اچھا لگتا ہوں تمہیں؟"

وہ ہنوز منہ ہی منہ میں بڑبڑایا جیسے عرشیہ کو سمجھ نہیں آئے گی، اور وہ ہنسی اس لیے کہ یہ پہاڑ ڈیسنٹ اور میچور آدمی کیسی معصومانہ حرکتیں اور شکایات کرتا ہے۔

"تم جیسا گندا مندا آدمی مجھے کیوں اچھا لگنے لگا۔ ہنہ"

وہ جان بوجھ کر اسے چڑا گئی۔

"ہاں گندا مندا ہی ٹھیک ہوں۔ سونے دو اب مجھے صاف شفاف خاتون"

انیس کی آواز سلیپی ہو رہی تھی تبھی وہ مسکرا کر اسکے گال کو پکڑ کر سہلاتی، اسکے بالوں میں ہاتھ کی انگلیاں چلانے لگی تا کہ وہ اچھے سے سو جائے اور عرشیہ کے اسطرح اسے سلانے پر وہ واقعی جلد سو گیا، اور سوتے ہی وہ نیند میں اٹھ کر سیدھا ہوا کیونکہ شاید سینے کے بل لیٹنے پر اسے درد ہو رہا تھا، عرشیہ نے اسے دور ہو کر سیدھا لیٹتے دیکھا تو فوراً سے کروٹ اسکی طرف پھیر گئی، وہ گردن دوسری طرف پھیرے سیدھا سو رہا تھا، اک ہاتھ کھول کر دوسری طرف پھیلائے جبکہ اک سینے پر رکھے ہوئے۔

"تمہارے اندر کا معصوم بچہ کھوجنے کا کریڈٹ مجھے جاتا ہے۔ سکون کی نیند پاو۔"

وہ اسکی بازو سے بازو الجھا کر اسکے کندھے کو ہونٹوں سے چومتی، اس پر اچھے سے لحاف اوڑھاتی خود بھی آنکھیں بند کر گئی، نیند، سکون، اور کسی کا پاس موجود ہونا، یہی تو اچھی نیند کی پکی ضمانت ہوا کرتے ہیں۔

مگر وہ پھر سے آنکھیں کھول گئی، اٹھ کر انیس کے چہرے کو نیند سے بوجھل آنکھوں سے دیکھا، بس تسلی چاہتی تھی وہ واقعی سو گیا ہے اور سچ میں سو گیا تھا۔

انیس والی انگوٹھی گولڈ کی نہیں بلکہ رئیل پلاٹینم کی تھی اس پر صرف گولڈ جیسا رنگ تھا، گولڈ کوٹنگ بھی نہیں ہے صرف PVD coating ہوئی ہے جسے فی میل انگوٹھی سے میچ کرنے کو ایسا بنایا گیا ہے، اس میں گولڈ رنگ اندر، اوپر اور کناروں پر نظر آرہا تھا جسے عرشیہ گولڈ کی کہہ رہی تھی، دیکھائی دینے میں وہ گولڈ ہی کی لگتی تھی پر رنگ تھوڑا ہلکا تھا لیکن چمک ویسی ہی زبردست تھی۔

جبکہ دوسری طرف منائم تو سو گئی تھی پر وہ آج جاگتی آنکھوں سے اسکے عقب میں کروٹ پر لیٹا اسکے بال اٹھا کر سونگھ رہا تھا، وہ اسے ہر درد سے کوسوں دور لے گئی، یہ مشکل تھا تبھی اب تھک کر سو رہی تھی، لیکن مہویر میثاق کی ساری نیندیں اپنی آغوش میں لے کر بیٹھی تھی۔

اب اسے رات بھر جاگنا منظور تھا، وہ بھی گہری نیند میں مطمئین تھی کہ اس نے مہویر میثاق کا سارا درد بانٹ لیا ہے، تبھی تو جنتی نیند کے مزے اڑا رہی تھی اور وہ اسکی خوشبو میں جیتا ہوا شخص خود سے اعتراف کر رہا تھا کہ اسکا دل منائم ملک کے لیے کچھ شدید محسوس کرنے لگا ہے، وہ پھر سے محبت کر بیٹھا ہے، پھر سے اک بے یقین عورت سے، لیکن فی الحال اس پر یہ عورت دل و جان سے مہربان تھی تو مہویر کی زندگی، اسکی آتی جاتی ہر سانس بھی آسان تھی۔

جبکہ خضر کو اپنے گھر دیکھتی محراب رات کو بار بار اٹھی تھی، یہ دیکھنے کہ خضر اس نئی جگہ ٹھیک سے سو تو رہا ہے، اور جس طرح وہ سو رہا تھا، محراب کو اس پر پیار آیا، وہ بلینکٹ کھول کر اس پر کروا کر گئی اور کمرے کا ٹمپریچر بھی معقول کیا تا کہ اسکے بیٹے کو ٹھنڈ نہ لگے۔

"میں تمہیں اور منائم کو منالوں گی۔ میری زندگی میں اب بس تم دونوں ہی اہم ہو۔"

محراب کی آنکھوں میں نمی تھی، لیکن وہ یقین رکھتی تھی کہ وہ اپنے بچوں کو واپس پالے گی، وہ کمرے میں آئی تو اسکے فون پر عاصم کی کال آرہی تھی۔

"خضر تمہاری طرف ہے؟ چوکیدار بتارہا ہے وہ سٹوڈیو ہاوس نہیں گیا واپس۔ خاور کی طرف سے تو وہ نکل گیا ہے کب کا"

عاصم اپنے سٹڈی میں داخل ہوا تھا جب فکر و پریشانی سے اس نے محراب سے پوچھا، وہ مسکرائی۔

"ہاں میرے پاس آگیا تھا۔ میں نے جانے نہیں دیا۔ فکر مت کرو تم"

محراب نے نرمی سے جواب دیا تو عاصم کو کچھ تسلی ہوئی، اور خوشی بھی۔

"سن کر تسلی ہوئی۔ آرام کرو تم بھی۔ بائے"

وہ کہہ کر رابطہ توڑ گیا، محراب بھی سونے کی نیت ہی کرنے والی تھی، جب گلاس ڈور کھلنے پر وہ مڑی اور اس سے پہلے چینختی، موساب کے ہاتھ نے عقب سے آتے محراب کا منہ اپنے چٹانی قوت رکھتے ہاتھ سے بند کیا۔

"چینخنا مت"

وہ موساب کی آواز پر سہم کر خوفزدہ ہوئی سر ہلا گئی تبھی موساب نے اسکا منہ آزاد کیا، محراب نے پوری قوت سے اسے خود سے دور دھکیلا۔

"تم کیا پاگل ہو گئے ہو موساب۔ تم اندر کیسے آئے۔ تمہاری یہ جرت؟"

محراب کی آنکھوں میں اپنے لیے نفرت دیکھے وہ جیسے مزید وحشی ہوتا اسکی طرف بڑھا تو وہ سہم کر پیچھے ٹیبل سے جا لگی۔

"پاگل ہی تو ہو گیا ہوں۔ جس شخص نے تمہیں مجھ سے چھینا، اس سے نفرت کے بجائے تم مجھ سے بھاگ رہی ہو محراب۔ میں یہ کیسے برداشت کروں؟ کیوں۔۔ آخر تم کیسے مجھ سے کترا سکتی ہو۔ میں نے اپنی پوری زندگی

تمہارے انتظار میں گزار دی۔ کیا یہ تمہارے نزدیک معمولی بات ہے؟ تم میری تکلیف کا احساس کیوں نہیں کر رہی؟"

وہ اس وقت جیسے نشے میں تھا، اسکے حواسوں پر ہار سوار تھی جو عنقریب اسے ملنے والی تھی، محراب تو اسکے سائے تک کو نجس مان رہی تھی، اوپر سے وہ اپنے ہوش و حواس میں بھی نہ تھا۔

"دفع ہو جاو یہاں سے، ورنہ تم پر ہراسمٹ کا کیس کروادوں گی۔ مجھے دنیا کے ہر مرد سے نفرت ہے سوائے میرے بیٹے کے۔ سنا تم نے۔ میری زندگی میں جو تین مرد آئے سب نے مجھے کھلونا سمجھا۔ تو پھر میں کیسے اعتبار کروں دوبارہ۔ میں نے تمہیں بتا دیا تھا کہ اگر تمہیں ملک ہولڈنگز مجھے لوٹا کر اپنے ضمیر کی ملامت کم کرنی ہے تو تمہاری مرضی ورنہ مجھے اس میں بھی کوئی دلچسپی نہیں۔ تمہارا اور عاصم کا جو معاملہ ہے آپس میں حل کرو۔ میں نہ اب اسکی رہی ہوں نہ تمہاری ہو سکتی ہوں اس لیے میرا اب کسی سے کوئی لینا دینا نہیں۔ میرا بیٹا یہیں ہے۔ اگر تم اپنی موت نہیں چاہتے تو نکلو اور دوبارہ اس

طرف منہ بھی کیا تو بہت برا پچھتاو گے۔ تمہارے لیے جو نرمی تھی وہ بھی ختم موسا ب۔۔۔۔ کچھ سوچ کر ہی بابا نے تمہیں میری زندگی سے نکالا ہو گا۔ شاید انہوں نے تمہارا یہ گھناونا چہرہ تب دیکھ لیا ہو گا جو تم مجھے اب دیکھانے پر لگے ہو"

محراب نے اسے اپنے بیٹے کی سینہ تان کر دھمکی دی، آج شاید خضر کے یہاں رکنے کے پیچھے یہی وجہ تھی کہ وہ عورت خود کا دفاع کر پاتی، اس زخمی انا والے سے جو نشے میں دھت ہو کر جانے کیا کیا کر دیتا۔

"محراب۔۔ میں تمہیں حاصل کر کے رہوں گا۔ خدا کی قسم اسی لیے زندہ ہوں۔ تم عاصم پر تھوکو گی میں اسے اتنا گندا کر دوں گا۔ اگر تم میری نہ ہوئی میں تمہیں بھی چین سے جینے نہیں دوں گا۔ تمہیں میرا ہونا ہو گا، میں تمہیں اپنے نام لگا کر رہوں گا پھر چاہے مجھے تمہاری مرضی کے خلاف ہی یہ کیوں نہ کرنا پڑے۔ بس تمہاری یہ عدت ختم ہونے تک تمہارے پاس آزادی ہے۔"

وہ اسے جس طرح دھمکیاں دے کر گیا، محراب نے اسکے جاتے ہی لپک کر گلاس ڈور بند کرتے لاک کیا اور کانپتی ٹانگوں سے وہ میٹرس پر جا کر بیٹھی، اسکا پورا چہرہ خوف سے زرد ہو رہا تھا اور موساب اعوان جس طرح دیوار پھلانگ کر آیا، ویسے ہی نکل تو گیا پر وہ اپنی حدود میں دھاڑا تھا، اسکی آنکھوں میں جیسے لہو ابل رہا تھا، سونم کی سچائی کھل چکی تھی اور سونم، شام ہی اپنے بابا کے ساتھ گھر سے فرار ہو گئی تھی، یعنی موساب کے پاس اب کچھ بڑا کرنے کے سوا کوئی آپشن نہ بچا تھا۔

"کل سے تمہارا زوال شروع عاصم المیر ملک"

وہ اپنی لہو آشام آنکھوں سے اس گھر کی جانب دیکھتا غرایا اور اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گیا لیکن اسکا خوف محراب پر شدت سے طاری ہو چکا تھا۔

وہ ساری رات سو نہ سکی تھی، عجیب خوف سا محراب کے اندر بس چکا تھا کیونکہ موساب کا پاگل پن اسے خطرے کی گھنٹی لگ رہا تھا۔

ایک خوبصورت رات گزری تو نئے دن کی سحر بامِ فلک سے اترنے لگی، فجر کی آذانیں بلند ہو کر خاموش ہوئیں، وہ رات بھلے مکمل اور لگتار نیند نہ لے سکا ہو پر منائم کی موجودگی اسکے ہر دکھ کو ثانوی کرنے کا باعث بنی تھی، ابھی بھی وہ سو رہی تھی مگر وہ نیند و سکون کی ہر طلب سے آزاد اپنی صبح کا آغاز اسکے مہکتے بالوں کی خوشبو میں کھو کر سانس بھرنے سے کر رہا تھا، کل اسے لگا تھا جیسے وہ ختم ہو گیا مگر آج اس کے اندر جینے کی اک نئ امنگ اور امید جاگی جسکا سہرا اس سوئے بے خبر وجود کو جاتا تھا۔

وہ اسکے بالوں کی مہک اپنے اندر اتارتا، اک ہاتھ اسکے گرد لپیٹ کر منائم کی پشت سے لگا اسکی موجودگی کو جی رہا تھا، منائم نے آخری بلند ہوتی فجر کی دور پار آذان سنتے ہوئے اور مہویر کے اسے اپنی جانب کھینچنے کا احساس پائے آنکھیں کھولیں تو مہویر کا ہاتھ اپنے سٹمک پر محسوس ہوا، پھر وہ اسکے عقب میں ہی لیٹا اس کے بالوں میں چہرہ چھپائے سانس بھرتا ہوا منائم کے جاگتے ہی اسکو مسرور کر گیا۔

وہ زرا سا کسمسائی اور گردن پیچھے کو کرنی چاہی۔

"نیند میں ہیں کیا؟ میرے بالوں کی خوشبو سونگھی آپ نے ابھی"

وہ تو سمجھ رہی تھی مہویر سو رہا ہے پر اسکا وہی حسین نیند کا عادی رویہ بھانپ کر بے اختیار اسکی طرف چہرہ گما گئی۔

"اور جب نیند میں کرنے والے عمل جاگ کر کیے جائیں تو کوئی مسئلہ ہوتا ہے؟"

وہ سچ میں جاگ رہا ہے یہ منائم کو جی اٹھنے سا احساس دے گیا، وہ نیند کا خمار آنکھوں میں بھرے ہی مسکرائی۔

"ہوتا ہے ناں۔ مجھے لگے گا آپکو مجھ سے پیار ہو گیا"

وہ کیوٹ سا شرمیلا ہنسی۔

"کب لگے گا تمہیں؟"

وہ تو جیسے بیقرار ہو اٹھا۔

وہ پہلے تو سمجھ نہ سکی پھر اسکی بیقراری بھانپ کر منائم کی پلکوں کی حرکت تھمی، وہ ایک لمحہ ضائع کیے بنا اسکے حصار میں کروٹ پھیر کر مہویر کے سامنے ہوئی۔

"ابھی لگ رہا ہے"

وہ بھی دُگنی مضطرب تھی۔

"ٹھیک لگ رہا ہو شاید، تم نے میرے پاس چوائس جو نہیں چھوڑی۔ اس رات کے لیے تمہارا شکریہ منائم ملک۔ جس رات کا سوچ کر میں خوفزدہ تھا کہ شاید یہ پہاڑ جیسی ہو گی، میری تمام عمر پر محیط ہو گی، وہ سوئی جاگی سکون سے بھری کیفیت میں کٹ گئی اور پتا بھی نہیں چلا۔ تم نے مجھے بہت ہمت دی ہے۔ اور اس ہمت کا تقاضا ہے کہ تمہارے شانے اب کبھی اس محبوب شخص کے آنسوؤں سے تر نہیں ہوں گے"

وہ اپنے ہونے کے اثر مہویر کے لفظوں سے محسوس کرنے کے ساتھ اسکی آنکھوں کے دریچوں میں گھلے بھی دیکھ رہی تھی، وہ بلا کا مطمئین تھا، آج مہویر میثاق نے موساب اعوان کے دردناک خاتمے کے آغاز کا فیصلہ لیا تھا اور وہ اسے اپنے اب تک کے کیے ہر جرم کی تلافی مانتا تھا، کل جو اسکی ذات اور دل بکھرے، وہ آج جڑ چکے تھے، آج وہ مضبوط اور قوی اعصاب کا مالک بن چکا تھا۔

"خود پر جبر کی بھی ضرورت نہیں۔ میں نہیں چاہتی آپ اپنے آنسووں کو گھوٹ لیں۔ میں چاہتی ہوں ان آنسووں کی جڑ کو ختم کیا جائے۔ آپکا یہ دل، یہ سینہ ٹھنڈا رہے کہ کسی طرح کی تپش آنکھوں تک آہی نہ سکے"

وہ اسکی خوبصورت سیاہ آنکھوں میں جھانکتی، اپنی ہتھیلی کا اگلا حصہ مہویر کے سینے پر رکھ کر اسے ہدایات دے رہی تھی کہ اسے مہویر کے آنسووں سے نہیں، آنسووں کی وجہ سے مسئلہ ہے۔

"جڑ کو ختم کرنے کا آغاز کر دیا ہے۔ خیر خضر کی کال آئی تھی کچھ دیر پہلے۔ وہ کل محراب صاحبہ کی طرف رکا تھا اور وہ دونوں ناشتہ ہمارے ساتھ کرنا چاہتے ہیں۔ مجھے لگتا ہے تمہاری مما کو واقعی اپنی لاپرواہی کا احساس ہو رہا ہے۔ بہر حال اسے بھی کہا ہے اور تمہیں بھی کہہ رہا ہوں، اتنی جلدی مہربان ہونے کی ضرورت نہیں۔ اگر تم دونوں جلدی مان گئے تو وہ عورت جو تم دونوں کی ماں ہے، پھر سے لاپرواہ ہو کر تم دونوں کو بھولنے میں دیر نہیں لگائے گی۔ اس لیے انھیں کچھ دن ایفرٹس کرنے دو۔ تاکہ یہ بدلاو دیرپا اور دائمی ہوں"

وہ اٹھ کر نہ صرف بیٹھا بلکہ لحاف پرے کرے بیڈ سے اٹھتے ہوئے منائم کو تاکید بھی جو بہت توجہ اور محبت سے مہویر کو دیکھ کر اسکے کہے پر ابھی سے عمل کا آنکھوں ہی آنکھوں یقین دلا رہی تھی۔

"آپ کی ہر بات مانوں گی"

وہ مسکراتی خود بھی اٹھ بیٹھی، اپنے وجاہت کے شہکار حسین شوہر کو اس الجھے بکھرے حال میں دیکھ کر بھی اسے ٹوٹ کر پیار آیا، وہ سچ میں بہت پُرکشش شخصیت کا مالک تھا، عمر تو اسکے معاملے میں واقعی نمبر ثابت ہوئی تھی، اس پر منائم کو الگ ہی غرور محسوس ہوا۔

"ہر بات ماننے والی نہیں ہوتی۔ بس جو تم بہن بھائیوں کے حق میں ہے اسے مانو۔ فجر پڑھ کر نکلتے ہیں۔ تمہیں وہاں چھوڑ کر مجھے کچھ کام دیکھنے جانا ہو گا۔ وہیں سے تمہیں رات پک کر لوں گا"

وہ اسکی دن بھر کی جدائی پر راضی تھی، کیونکہ انکی ہر رات ساتھ ہے یہ احساس ہر جدائی کی کیفیت پر بھاری تھا۔

"میرے بغیر رات مشکل ہوتی ہے آپکی کیا؟"

وہ اس سے صبح صبح اپنی اہمیت جاننا چاہتی تھی۔

"دن بھی مشکل ہوا کرے گا اب لیکن میرا کام کافی اگنور ہو چکا ہے تو دیکھنا ہو گا۔ تم اور خضر اپنی ماں کے آس پاس رہو تا کہ انھیں تلافی کا موقع ملے۔ خونی رشتوں کا بہت سہارہ ہوتا ہے، کم از کم ماں باپ دھوکہ تو نہیں دیتے۔ چلو اٹھ جاو"

وہ اسکی گال پیار اور سنجیدگی کے جان لیوا ملاپ سے تھپکتا ہوا واش روم کی طرف بڑھا تو وہ اسکو سر ہلا کر بھیجتی خود کتنی دیر مسکراتی رہی، پھر اپنے بالوں کی چند لٹیں ہاتھ میں لے کر خود منائم نے سونگھیں کہ آخر ان میں ایسی بھی کونسی خوشبو ہے جسے یہ آدمی نشے کی طرح سانسوں میں اتار رہا تھا۔

"اتنی بھی کوئی توپ خوشبو نہیں، شیمو اور کنڈشنر کی ملی جلی مہک آرہی ہے۔ پتا نہیں کیا ملتا ہے انھیں اس سے"

منائم کو تو وہ خوشبو عام سی لگی پر کوئی مہویر سے پوچھتا کہ اس لڑکی سے اسے گھر کی خوشبو آتی ہے، وہ گھر جہاں انسان ہر خوف و ہر اس جھٹک کر پناہ لیتا ہے، جہاں اسکا دل و دماغ سکون پاتا ہے۔

.._____..

صبح کے ٹھیک چھ بج چکے تھے، ہوا میں رات کی ٹھنڈک ابھی باقی تھی، اور سورج نے بس ہلکی سی سنہری لکیر افق پر کھینچی تھی۔ پارک کے درخت اوس سے بھیگے کھڑے تھے، جیسے کسی راز کے گواہ ہوں، ٹھنڈ اس قدر کے اس سردی اور اوس میں بھیگی صبح کو سورج کی مدھم لکیر رتی برابر فرق نہ دے پا رہی تھی، دھند کا اثر جلد ہی سورج کے ہیولے کو غائب کر چکا تھا۔

سوہا نے وائٹ ٹریک سوٹ کے اوپر ہلکی گرے ہوڈی پہن رکھی تھی، بال پونی ٹیل میں بندھے تھے، کانوں میں ایئر بڈز، مگر موسیقی بند تھی۔ آج وہ دوڑنے نہیں، خود سے بھاگنے آئی تھی، یہ سچ تھا وہ آج بھی خود کو بہت اچھے

سے مینیج رکھے ہوئے تھی، اسکے چہرے پر اک بھی جھری نہ تھی، شاید جلد ہی عاصم جیسے بے قدرے اور ٹاکسک انسان سے الگ ہونے کا فیصلہ اسکی زندگی کے لیے میڈیسن تھا، مگر ایسے لوگ اپنے نصیب کی تکلیف سے بھاگ نہیں سکتے، یہ سچ تھا وہ عاصم المیر ملک سے بہت محبت کرتی تھی، اسے بدلنے کی کوشش تک کی کہ وہ اسکی قدر کرے پر تب وہ طاقت کے نشے میں تھا، رشتے اور محبت کو روندنا اسکی مجبوری تھی، باخدا سوہانے ساری زندگی اسے لوٹا تو اسکا قلق بھی اسے اب تک تھا لیکن وہ اپنے ساتھ اپنی بیٹی کی زندگی کو کیسے خراب ہونے دیتی، اور پھر جب ایک عورت کو اتنا توڑا جائے کہ اسکے جذباتی اور دماغی انداز میں ٹکڑے بنا دیے جائیں پھر وہ جب سنبھلنے کا فیصلہ لے تو جذبات کو اک بند قفل میں قید کر کے نئے ولولے سے آگے بڑھتی ہے، رئیس سے شادی اس نے اس لیے کی کہ اسے لگا اسکا موو آن کرنا ہی کافی نہیں، اسکا ثبوت بھی ضروری ہے، لیکن رئیس پر اپنی تمام تر توجہ لٹا کر بھی وہ دل سے خالی تھی، اس نے رئیس سے محبت جبراً کرتے خود کے

دل کو عاصم سے آزادی دی پر وہ بھول گئی تھی، عورت کا دل اس دنیا کی وہ واحد چیز ہے جسے آزادی نہیں ملا کرتی، آج وہ خود کا احتساب کرنے آئی کہ کیا اس نے غلط کیا؟ یا وہ بلکل ٹھیک کرتی آئی ہے۔

اسکے قدم با قاعدہ تھے، سانس متوازن تھی مگر دل، وہ ہمیشہ کی طرح بے ترتیب ہو رہا تھا۔

چند منٹ بعد اسے احساس ہوا کہ کوئی اسی رفتار سے ساتھ ساتھ دوڑ رہا ہے، وہ نظریں پھیرے اور اٹھائے بغیر ہی جان گئی، یہ احساس وہ بھول نہیں سکی تھی۔

وہ شخص آگے بڑھ کر اسکے برابر آ گیا۔

"سوہا..."

آج وہ آواز اک نیا لہجہ ڈھونڈ لائی تھی۔

نہ کمزور، نہ بدلی ہوئی، بس احساسِ جرم نے اس میں ہلکی سی تھکن گھول دی تھی۔

سوہا کے قدم ایک لمحے کو لڑکھڑائے مگر وہ رکی نہیں، بس کانوں سے ایئر بڈز نکالے، گہری سانس لی۔

"عاصم تم؟"

سوہا کے ہونٹوں سے نکلتا یہ نام بس نام نہیں تھا، ایک مکمل باب تھا جو بند تو ہوا تھا مگر مٹا نہیں تھا۔

"تم اب بھی چھ بجے ہی جاگنگ کرتی ہو؟ ارے واہ۔ تمہاری اب تک کی سمارٹنس اور جوانی کا یہی راز ہے شاید"

عاصم کے لہجے میں حیرت نہیں، یقین تھا۔ جیسے وہ جانتا ہو کہ کچھ عادتیں وقت نہیں بدلتا۔

"کچھ چیزیں انسان کو زندہ رکھنے کے لیے ضروری ہوتی ہیں مسٹر عاصم ملک"

وہ نظریں سیدھی رکھے نخوت سے بولی۔

"اور کچھ انسان..."

عاصم نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا، اور اپنے دوڑنے کی رفتار کم کر دی۔

وہ بھی رک گئی۔ پارک کے ایک کونے میں، جہاں سورج کی روشنی، دھند کے گولے میں دب کر رہ گئی تھی۔

ان کے بیچ خاموشی چند سیکنڈ رہی، وہ خاموشی جو صرف دو لوگ شیئر کر سکتے ہیں جو ایک دوسرے کو بہت جان چکے ہوں۔

"تم خوش ہو کیا ان حالات سے، ان بدلاو سے"

عاصم نے اسکے زرا سرخ ہوتے چہرے کو دیکھتے پوچھا، وہ بھی فُل بلیک میں کافی سوبر اور ڈیشنگ لگ رہا تھا، یہ سچ تھا وہ ہر عمر میں حسین رہا تھا، کمبخت

تبھی تو حسن پرست تھا، خدا نے حسن کی دولت کچھ اضافی دے رکھی تھی، اسی لیے جس عورت کو دیکھتا تھا وہ اسکی جانب لپکنے کو تیار ہو جاتی پر دل سے اسکی جانب لپکنے والی بس سوہا سومرو ہی تھی۔

"زندگی چل رہی ہے، یہ اسکا حصہ ہے"

سوہا نے ہلکی سی مسکراہٹ اپنے ہونٹوں پر سجائی، وہی مسکراہٹ جو کبھی اس شخص کے لیے مخصوص تھی۔

"یہ خوشی نہیں ہوتی، سوہا۔"

وہ آہستہ بولا، جیسے اسے ڈانٹ نہیں رہا تھا بلکہ درد بیان کر رہا ہو۔

وہ اسکی جانب پلٹی، پہلی بار اسے پوری طرح دیکھا۔

"تم تو جاگنگ نہیں کرتے پھر یہاں کیوں ہو عاصم؟"

وہ درشت لہجے پر اتری، وہ عاصم کے بدلے لہجے سے اب تک خائف تھی اور اب اچانک اس آدمی کا اس عمر میں نو عمر چھچھورے کی طرح پیچھا کرنا سوہا کا دماغ گمانے کو کافی تھا۔

"جاگنگ کے لیے ہی آیا ہوں، ضرورت محسوس ہوتی ہے تو اب کر لیتا ہوں کبھی کبھی"

وہ مسکرایا، پھر سنجیدہ ہو گیا۔

"اور شاید خود کو یاد دلانے آیا ہوں کہ میں ابھی زندہ ہوں۔"

سوہا نے اسکی آنکھوں میں تیرتے عجیب سے احساس کو دیکھے نگاہیں جھکا لیں۔

"تم جانتے ہو میں ابھی کس رشتے میں ہوں۔"

وہ اسکی التفات بھری نظروں کے آگے بند باندھنے کو سخت لہجہ اختیار کر گئی۔

"جانتا ہوں۔"

اس نے فوراً جواب دیا۔

"اور یہ بھی جانتا ہوں کہ تم وہاں نہیں ہو جہاں تمہارا دل ہے"

وہ چونک اٹھی۔

"حد میں رہو، عاصم المیر ملک۔ مجھ سے تم نفرت کرتے ہو اور میں تم سے کرتی ہوں۔ ہم جو کبھی کبھار بات کرتے ہیں اسکی وجہ بس ہماری بیٹی ہے"

وہ حقیقت میں اس آدمی کے یہ نئے نویلے تیور بھانپ کر ڈری۔

"میں حد میں ہی ہوں۔ شاید میرا زوال قریب ہے تبھی اپنے اور تمہارے بیچ کے عجیب و غریب تناو اور تنازعات کو بھولنے لگا ہوں، جیسے اس معاملے میں یاداشت کو دھکا لگ گیا ہو"

وہ ایک قدم پیچھے ہٹا پر اسکے الفاظ سوہا کو پریشان کر گئے۔

"کیا کہنا چاہتے ہو؟"

وہ الجھ کر اسکی طرف دیکھنے لگی۔

"میں نے کبھی تمہیں مانگا نہیں، نہ اب مانگ رہا ہوں۔ بس... یہ سچ ہے کہ جن عورتوں سے میں نے زندگی میں ملاقات کی، ان میں سے صرف ایک تھی جس سے میں نے واقعی دل سے پیار کیا۔"

سوہا کی آنکھوں میں نمی چمکی، مگر وہ مضبوط رہی۔

"ماضی کو زندہ مت کرو۔ کچھ کہانیاں دوبارہ پڑھی نہیں جاتیں۔"

وہ اسے بیچ میں ہی سنگدلی سے ٹوک گئی۔

"میں کہانی نہیں، احساس کی بات کر رہا ہوں۔"

عاصم کی آواز بھاری ہو گئی۔

"اور احساس دفن کیے جا سکتے ہیں، ختم نہیں۔"

دور سے کسی بچے کے قہقہے کی آواز آئی تو انکی اک دوسرے پر جمی آنکھیں ارد گرد سرکیں، چار سو زندگی بے پرواہ ہوئے چل رہی تھی۔

سوہا نے اپنی گھڑی دیکھی، اور اپنی ہانپتی سانس سنبھالی جو دوڑنے سے نہیں، عاصم کے الفاظ اور نظروں سے فرار کرنے کے نتائج بھگت رہی تھی۔

"مجھے جانا ہو گا۔"

وہ یہ بات سمیٹ گئی۔

"میں جانتا ہوں تمہیں جانا ہی بہتر لگ رہا ہے"

وہ پیچھے ہٹ گیا، اس نے سوہا کو جانے کا راستہ دیا۔

"بس ایک بات، اگر کبھی تھک جاو تو یاد رکھنا، کسی نے تمہیں آدھا نہیں چاہا تھا۔ معافی کی بات نہیں ہو گی۔ کیونکہ تم نے میری جانب سے ملی ہر تکلیف کی مجھ سے آسانیوں کی صورت تلافی پائی ہے"

وہ اسکی بات سننے کے باوجود رکی نہیں۔

بس سر ہلایا، اور وہاں سے دوڑ کر چلی گئی، عاصم اسے جاتا دیکھتا رہا، وہ کیا کر رہا ہے اسے خود خبر نہ تھی پر شاید اسکی بات درست تھی، زوال آئے تو انسان انہی کی طرف لپکتا ہے جن میں اسے اپنی عافیت و سلامتی نظر آتی ہے، وہ دنیا دیکھ چکا دنیا کا کامیاب ترین شخص، کیا کسی نئے سفر پر نکل چکا تھا؟ کیا وہ قول کہ محبت کبھی نہیں مرتی، جیتی جاگتی شکل اختیار کر رہا تھا، واللہ علم!

ایک ایسا کامیاب شخص جسکے پاس اس عمر میں بھی نئ نئ عورتوں کی کمی نہ تھی، اسکا آزادی ملتے ہی اک سابقہ عورت کی طرف ہمکنا اس بات کی نشانی تھی کہ وہ اس عورت پر اب تک رکا ہے، محراب کی قید سے نکلنے کے بعد اسے اگر سوہا کی جانب واپسی کا خیال آرہا تھا تو یہ اسکی سوہا سے محبت عیاں کر رہا تھا۔

اور اسکی محبت کا یہ احساس سوہا کی نیندیں اسکا چین اڑانے کا سبب بن رہا تھا، خدا خیر کرے!

دونوں نے ایک دوسرے کے ساتھ برا برا کیا تھا تو کیا واپسی اتنی آسان ہو سکتی تھی جتنی لگ رہی تھی؟ شاید نہیں۔ اس بار بیچ میں رئیس ملانی تھا۔ ایک مشکل ترین رکاوٹ!

.._____..

ایس مروہ مرزا کے تمام ناولز پڑھنے کے لیے ہماری ویبسائٹ وزٹ کریں۔

اسکی آنکھ کھلی تو خود کو انیس کی بازو سے لگا ہی پایا، وہ آنکھیں کھولے نیند میں لپٹی آنکھوں سے مسکرائی، وہ اب بھی ویسے ہی سو رہا تھا بس گردن اب عرشیہ کی طرف کر رکھی تھی۔

"ہمیشہ سکون میں رہو تم"

اپنا ہاتھ بڑھا کر اسکے رخسار سے جوڑے وہ احتیاط ہنوز کر رہی تھی کہ اسکی نیند خراب نہ ہو، وہ اسے کچھ دیر مزید سونے کی عیاشی دیتی خود اسکے پہلو سے اٹھ کر بستر سے نکل کر چلی گئی، واش روم سے جب باہر نکلی تو باوضو تھی، انیس تک آئے اس پر لحاف اچھے سے کرواتی وہ باہر چلی گئی، اس نے اک نظر عدین کو دیکھتے اسکے کمرے کا دروازہ کھول کر جھانکا تو کل وظیفے والی سرکار، آج گدھے گھوڑے بیچ کر سو رہے تھے، بے اختیار وہ ہنسی اور دروازہ بند کرتی وہ نبی کے کمرے میں چلی گئی، وہاں بھی وہ دونوں پیارے پیارے

بزرگ اور شفیق افراد جاگ کر وضو کر چکے تھے، رضی سرمرو کا ارادہ مسجد جانے کا تھا تبھی وہ بیگم صاحبہ اور اپنی اکلوتی نواسی کو پیار کرتے اجازت لے کر چلے گئے، عرشیہ نے پہلے نئی کے ساتھ فجر ادا کی پھر وہ انکے ساتھ کچن میں آئی۔

"انیس نہیں جاگا آج؟"

نئی نے ناشتے کے لیے لوازمات ریک پر رکھتے پیار سے پوچھا تو وہ نئی کو بازووں میں بھرتی انکے عقب میں رک کر انھیں کیک کی ڈوبناتا دیکھنے لگی۔

"ابھی جا رہی ہوں اسے جگانے۔ اتنی گہری نیند سو رہا تھا کہ میرا دل ہی نہیں چاہا جگاوں۔ ابھی دس منٹ تک جگا کر آتی ہوں اسے"

وہ لاڈ اور غائبانہ پیار لیے بولی تو وہ بھی مسکرا دیں تبھی عرشیہ نے انکے سامنے اپنی انگوٹھی دیکھائی جو اس کے سوئٹر کے اندر ہاتھ دبانے کی وجہ سے ابھی

شماس صاحبہ نے نہیں دیکھی تھی، ہیرے کی چمک سے زیادہ انھیں اسکے سُونے اداس ہاتھوں پر یہ انگوٹھی دیکھ کر پیار آیا۔

"صدقے جاوں۔ اس نے دی ہے؟"

شماس صاحبہ پلٹ کر عرشیہ کے گلابی چہرے کو دیکھنے لگیں، وہ شرمیلی سی مسکرائی تو شماس صاحبہ روبرو ہوئیں اور عرشیہ کا ہاتھ پکڑ کر بہت محبت سے اسکی انگوٹھی دیکھی، پھر انہوں نے اپنی گڑیا کا ہاتھ چوما۔

"بہت پیاری ہے۔ اللہ تجھے نصیب کرے میری جان۔ میرا بچہ۔ ایسے شرماتا ہوا کتنا پیارا لگ رہا ہے"

نبی کے گلے لپٹانے پر وہ بھی جیسے انکی بازوؤں میں سمٹ گئی پر نظریں اپنی انگوٹھی پر تھیں جسے ہاتھ اٹھا کر وہ دیکھ رہی تھی۔

"آمین۔ آپ نے میرے اور اس کے لیے سپیشل دعا کرنی ہے کہ ہم ہمیشہ ایک دوسرے کے ساتھ رہیں۔ آج شام ہماری واپسی کی فلائیٹ ہے

نی۔ مجھے پتا ہے یہ بہت تھوڑا سا وقت تھا لیکن میں وعدہ کرتی ہوں اگلی بار جلدی آوں گی"

وہ اسکی واپسی کا سن کر سچ میں افسردہ ہو گئیں، دو دن کیسے گزرے پتا بھی نہ چلا تھا، سچ کہتے ہیں اچھا وقت گزرتے دیر نہیں لگتی۔

"میری جان۔ ہمیں تو زیادہ بات کرنے کا وقت ہی نہیں ملا۔ تجھے تو ابھی جی بھر کر سینے سے بھی نہیں لگایا اور تُو واپس جا رہی ہے۔ یہیں رہ جا میرے پاس عرشی"

وہ انکے جذباتی ہونے پر زور سے انکے سینے لپٹی، یہ سچ تھا سوہا سے زیادہ اسے ان بازووں، اس سینے کی گرم جوشی کی عادت تھی۔

"ضرور رہ جاتی اگر شادی نہ ہوئی ہوتی۔ آپ تو جانتی ہیں شادی کے بعد ذمہ داری بڑھ جاتی ہے۔ میں جلدی آوں گی، عدین ہے ناں۔ کھینچ لایا کرے گا ہمیں۔ ایسے اداس نہ ہوں۔"

وہ ننی کو حوصلہ دیتی بولی پر شماس صاحبہ کا جیسے دل ابھی سے بیٹھا جا رہا تھا۔

"مجھے تیرے لیے اب زیادہ فکر رہے گی میرا بچہ۔ ننی کا دھیان تیری طرف ہی اٹکا رہے گا۔ خیر سے رہو جہاں بھی رہو۔ کیا پتا حرا اور فادی کا بے بی بھی دیکھ جاو تم سب۔۔ اسے فادی ہوسپٹل لے کر گیا ہے۔ ناشتے کے بعد ہم بھی چلتے ہیں"

وہ یہ نیوز سن کر بہت زیادہ ایکسائیڈ ہوئی تھی۔

"ماشاءاللہ۔ خیر سے خبر آئے بچے کی۔ اور مہرو کدھر ہے ننی؟"

عرشیہ نے فوراً سے پوچھا۔

"سو رہی ہے۔ خراٹے بھر کر۔ اسے بھی جاگتے ہی سرپرائز ملے گا۔ فادی جاتے ہوئے یہیں چھوڑ گیا تھا اسے، میں نے کہا گھر میں اکیلی بچی کو نہ چھوڑنا، ادھر چھوڑ جانا۔ پھر سوتی ہی اٹھا کر یہاں چھوڑ گیا تھا۔ میں نے کہا تھا

چلتی ہوں ساتھ پر کہتا ہے انا جان آپ مہمانوں کو دیکھیں میں سنبھال لوں گا"

عرشیہ کو یہ مومنٹ دیکھنے کا اشتیاق تھا اور اب تو بلکل صبر نہ ہو رہا تھا، دل چاہ رہا تھا اڑ کر پہنچ جائے، اب تو مہرو کی ایکسائٹمنٹ بھی ثانوی لگ رہی تھی۔

"اوہ چھوٹا سا بے بی ہو گا نئی۔ آپکو یاد ہے مہرو جب ہوئی تھی، تب بھی میں نے اسے پیدا ہوتے ہی دبوچ لیا تھا۔ اسکے اماں ابا کو بھی بعد میں اٹھانے دیا تھا اسے۔ اف، یہ نہ ہو اس بے بی کو پہلے فادی یا حرا اٹھالیں۔۔ جلدی سے بنائیں ناشتہ مجھے پہلے پہنچنا ہو گا۔ میں بھی انیس کو جگاتی ہوں۔ نماز لیٹ نہ ہو جائے اسکی"

عرشیہ کو اس طرح پر جوش ہوتا دیکھے شماس صاحبہ کے دل سے جیسے دعا نکلی تھی کہ اب تیسری بار جس بچے کے لیے یہ اتنی باولی ہو وہ عرشیہ کا اپنا ہو۔

"اللہ تجھے بھی یہ سکھ جلد نوازے میرے کلیجے کے ٹکرے۔"

وہ نئی کی دعا سنے، افسردہ سا ہوئی پھر انھیں آمین کہتی گلے لگتی چپ چاپ چلی گئی، شماس صاحبہ نے بھی ناشتہ بنانے کو ہاتھ زرا تیز چلانے شروع کیے۔

قوبا کا وقت پاکستان سے ایک گھنٹے پیچھے تھا، ساڑھے پانچ بج چکے تھے، وہ کمرے میں آئی پر اسے جگانے کے بجائے وہ ڈریسنگ میز سے لگ کر کھڑی نئی کی دعا کو سوچنے لگی، انیس کو جگانے کا سوچ رہی تھی پر دل ہی نہیں چاہ رہا تھا اسے جگائے، اسکے فون پر لگا آلارم بھی عرشیہ نے بند کر دیا تھا، اپنی رِنگ دیکھ کر وہ مسکرائے جا رہی تھی، بس دل چاہ رہا تھا جلدی سے وہ بھی ماں بننے کا سکھ پالے پر چاہتی تھی کوئی جادو ہو جائے، کچھ کرنا نہ پڑے اور یہی سوچ کر اسے اپنے خیالات پر ہنسی آئے جا رہی تھی، ڈریسنگ ٹیبل سے ٹیک لگا کر کھڑی، مسکراتی ہوئی، فل لینتھ فِٹ اینڈ فلیئر ڈریس پہنے، جسکے کمر کے پاس drawstring waist تھی جبکہ کپڑا ٹیری وول نیوی بلو اور وائیٹ فلورل پرنٹ میں تھا، اوپر اک لمبا کارڈیگن پہن رکھا تھا، اس نے قوبئین کی عورتوں کے انداز سے سفید پشمینہ کا اسکارف لے رکھا تھا، اسکارف کو سر

کے بیچ رکھ کر پہلے دونوں سرے لمبائی میں برابر کیے جاتے ہیں پھر اسکارف کے ایک سرے کو گردن کے نیچے کراس کیے بغیر بس نیچر لی بالوں کے گرد لپیٹ کر باہر نکالا جاتا ہے، بالوں اور سر کو اسکارف لپیٹ لیتا ہے پھر اسکے دونوں چھوٹے سرے آگے شانوں پر گرے نظر آتے ہیں، پیروں میں اس نے وولی گرم شوز پہن رکھے تھے جبکہ لیر ڈڈریس کے نیچے گرم پاجامہ تھا جو بہت تھوڑا سا پائنچوں کی جانب سے دیکھائی دے رہا تھا، ڈریس کے بازو سیدھے اور سٹریٹ تھے۔

اس نے چینج نماز کے بعد کیا تھا، انیس نے تو وعدے کے مطابق یہاں رضی صاحب کے کپڑوں میں قوبئین خلیہ اپنا رکھا تھا پر عرشیہ نے یہ خلیہ پر اپر آج لیا، وہ بہت ہی خوبصورت لگ رہی تھی۔

"عرشیہ۔اب جگا بھی دو اسے۔کیسے ٹن ہو کر سوئے جا رہا ہے کب سے"

وہ خود کو ان شوخ خیالات سے نکالتی انیس کے قریب آکر اسکے پاس اسکی کمر کے قریب بیٹھی اور اسکے وجود کو پار کرتے ہاتھ آگے میٹرس پر دباتے زرا جھک کر دوسرے ہاتھ سے انیس کا ناک پکڑ کر اس سے نکلتی سانس دبانے سے روک گئی، دو سے پانچ سیکنڈ کے بیچ ہی وہ اپنی ناک پر جما اسکا ہاتھ پکڑ کر اپنے ہاتھ میں دباتا اسے بیٹھے بیٹھے خود پر جھکاتا، آنکھیں کھول گیا، جیسے ہی اسکی نظر عرشیہ پر پڑی وہ مندی مندی آنکھوں اور دھیرے سے جاگتے حواسوں پر مسکرانے لگا۔

"تم قوبئین خلیے میں آہی گئی۔ وعدے وفا کرنے آتے ہیں یعنی۔ اچھی لگ رہی ہو"

وہ اسکی گال سے انگلیوں کی پشت لگاتا اسکو جاگتے ہی خمار آلود دلب و لہجے میں شاہانہ سراہ گیا، عرشیہ کی پلکیں سی اسکی آنکھوں پر لرزیں کہ وہ اس سے اتنی جلدی تعریف امید جو نہیں کر رہی تھی۔

"صبح بخیر، بہت اچھی نیند لی تم نے۔ اٹھو تمہاری فجر کی نماز جا رہی ہے، پھر ہمیں ہوسپٹل نکلنا ہے۔ فادی اور حرا آپیا کا دوسرا بے بی آنے والا ہے"

وہ اسکا اپنی گال سے لگا ہاتھ پکڑ کر میٹرس پر رکھتی، اپنا ہاتھ بڑھا کر انیس کے بالوں میں سہلاتی مدھم سی نشیلی آواز میں بولی تو انیس نے اسکو اپنی بازووں کے ہالے میں لیتے، خود پر مکمل گرا لیا، وہ اس پر گرتے ہی چہرہ اٹھا کر انیس کے چہرے، اسکی شرارت پر اتری آنکھیں اور تھوڑے ڈرائے ہونٹ باری باری دیکھنے لگی۔

"تمہارے ہونٹ کیوں ڈرائے ہیں؟"

اس سے پہلے وہ اس سے کچھ کہتا، وہ خود بول پڑی۔

"میڈیسن لے کر سوتا ہوں اس لیے۔

Ignore them.

تم ٹھیک سے سوئی یا نہیں؟"

وہ اسکے سرد سے لہجے میں یکدم فکر گھلتی محسوس کر رہی تھی، خود بخود عرشیہ کے ہونٹوں پر تبسم آیا جب انیس نے اسکے دیکھتے ہی دیکھتے اپنے ہونٹوں پر زبان پھیرتے انکی ہلکی سی ڈرائنس بھی ختم کی، وہ اس سے آنکھیں چراتی محسوس ہوئی۔

"سوئی تھی۔ اچھے سے نیند پوری ہوئی ہے۔ رات کچھ زیادہ ہی خوبصورت تھی، اسی کا خمار سر چڑھا ہوا تھا۔ اٹھو پانی پیو پھر کچھ اور کرنا۔ میں بھی نیچے جا رہی ہوں نئی کی ناشتہ بنانے میں مدد کرنے۔ چلو چھوڑو بھی"

وہ اسکو دنیا جہاں کی ہر بات بتا رہی تھی سوائے اسکے کہ وہ اسکی طرف کس بری طرح راغب ہو رہی ہے، خود پر بڑی مشکل سے جبر کیے ہوئے ہے۔

"نہ چھوڑوں تو؟"

وہ اسکے آگے ڈٹنے کی کوشش میں تھا، دونوں کے چہرے بے حد قریب مسکراتی آنکھوں سے موجود تھے، ہاں عرشیہ کے دل کی دھڑکن وہ ہر لمحہ بڑھتی محسوس کر رہا تھا۔

"تو کچھ بھی نہیں۔ مجھے چھڑوانا آتا ہے۔ بس میں اگر مزاحمت نہیں کر رہی تو اس لیے کہ میرا دل تمہیں اتنے قریب دیکھنے کو خود بھی چاہ رہا ہے۔ میں پھر سے وہ غلطی دہرانا نہیں چاہتی جس پر میں پہلے ہی بہت شرمندگی محسوس کر چکی ہوں۔ اس لیے چھوڑو مجھے اور اٹھو تم بھی۔ شام ہم واپس بھی جا رہے ہیں"

وہ پہلے سب جملوں پر تو نہیں، آخری پر اسکے اطراف جکڑی بازو ڈھیلی کر گیا جس سبب وہ نہ صرف اٹھ بیٹھی بلکہ کھڑی ہوتی اس سے دور ہوئی جس سبب وہ بھی سنجیدگی سے ہوش و حواس میں آتا لحاف پرے کیے اٹھ کر بیٹھا، اس سے پہلے وہ اکورڈ سی سچویشن محسوس کیے جاتی، انیس نے اپنا ہاتھ اٹھا کر اسکی

کلائی اپنے ہاتھ میں لی، وہ پیچھے پلٹی، انیس نے اسکی کلائی پکڑے ہی اٹھ کھڑا ہوتے عرشیہ کی آنکھوں میں پھیلی گھبراہٹ دیکھی۔

"تم رکنا چاہو تو رک سکتی ہو"

وہ انیس کے مشورے پر نفی کر گئی۔

"نہیں۔ مجھے جانا ہے۔ وہاں بہت ذمہ داریاں ہیں۔"

عرشیہ نے نظریں سی چرائیں ساتھ وہ منتظر تھی وہ اسکی کلائی چھوڑے پر باخدا وہ اس خلیے میں دور کرنے والی مخلوق لگ ہی نہیں رہی تھی۔

"مثلاً؟"

وہ اک ہاتھ میں اسکی کلائی تھامے، دوسرے ہاتھ سے اسکے سر کے بالوں اور سر پر بندھے اسکارف کا ایک کنارہ پکڑ کر ٹھیک کرتا، اسکارف سے تھوڑے نکلتے بال سنوارتے بولا، لہجہ دلچسپی چھلکا رہا تھا۔

"مثلاً ملک ہولڈنگز، دافائیر لیڈی۔ میرا سسرال۔"

وہ یہ تین ذمہ داریاں گنوانے کے بیچ لاعلمی سے مسکرائی۔

"کیا تم دوبارہ میرے قریب خود نہیں آو گی؟"

وہ ایسا سوال انیس سے ہرگز امید نہیں کر رہی تھی، تبھی تو پلکیں جھپکانا تک بھول گئی، ہلکا سا اسکا منہ بھی حیرت سے کھل گیا۔

"مجھے ننی بلا رہی ہیں شاید"

وہ اسکے پاس سے بھاگنے لگی جب انیس نے اسکی کلائی چھوڑتے، اسکی بازو اپنے ہاتھ میں لے کر اسے اپنے نزدیک کھینچا، وہ سانس سی روک کر انیس کے چہرے کے بے حد قریب سہم کر اسکی آنکھوں میں دیکھنے لگی جہاں اب بھی نیند کے آثار قائم تھے۔

"تمہیں میں بلا رہا ہوں۔ اسے سنو پہلے۔ کچھ پوچھا ہے، جواب دو"

وہ رعب جماتا بولا تو عرشیہ نے ڈرتے ہوئے سانس خارج کی پھر آسودگی سے وہ اسکے گلے لگتی انیس کے اندر اٹھتے غضب و چڑ کے طوفان کو شانت کر گئی، پہلے اسکی خوشبو کم تھی کہ آج وہ کچھ اضافی مدھم عطر بھی خود پر چھڑک آئی تھی، انیس کو اس لڑکی کے وجود کی ذاتی خوشبو میں گھلی خوشبو بھی بھا گئی، وہ بہت بھینی سی تھی، اس نے شاید اپنے اسکارف پر لگائی تھی۔

"میں ہمیشہ آسکتی ہوں، لیکن گارنٹی دو کہ دھتکارو گے نہیں۔ مجھ میں ایک بار مزید رد ہونے کا حوصلہ نہیں۔ اس معاملے میں تم اپنا بھروسہ کھو چکے ہو۔ پہلے وہ واپس دو مجھے پھر سوچوں گی۔ ویسے بھی، گندے مندے شوہر کے قریب آنے کے فی الحال میرے دور دور تک ارادے نہیں ہیں۔"

وہ اسکے گلے لگ کر ویسے ہی اسے کچھ اور سوچنے لائق نہ چھوڑ سکی تھی، وہ دور ہوئی تو انیس نے اسے ہونے دیا، وہ دروازے کی طرف بڑھی تو اسکی شوخ مسکراہٹ انیس کو گدگداتی محسوس ہوئی، تھوڑا سا وہ بھی مسکرایا۔

"چلو بھاگ جاو۔ زیادہ فری ہونے کی ضرورت نہیں۔ میں نے بس انفارمیشن کے لیے پوچھا تھا"

انیس نے واش روم کی جانب قدم بڑھاتے غرور سے جتایا پر عرشیہ کی مسکراہٹ زرا جو کم ہوئی ہو۔

"میں نے بھی اسی انداز میں تمہارے علم میں اضافہ کر دیا۔ دیکھائی دے رہا ہے کہ اب کون مرا جا رہا ہے۔ ہی ہی"

وہ ہنس کر کہتی، انیس کی سرد گھوری میں تو آگئی، اس سے پہلے ہاتھ لگتی، محترمہ دم دبا کر کمرے سے بھاگ گئیں اور انیس نے مارے ندامت اپنی گردن کا پچھلا حصہ اپنا ہاتھ پھیر کر رگڑا کہ کہہ کر تو سچ ہی گئی ہے تبھی جناب منہ چھپاتے ہوئے واش روم میں جا گھسے۔

نماز کے بعد وہ پھر سو گیا کیونکہ تھوڑا سر درد تھا، عدین کے پیار اور لاڈ پر وہ نو بجے تک جاگا، پھر وہ دونوں باہر آئے تو عرشیہ نے ننی کے ساتھ مل کر یہاں اور ہوسپٹل والوں کے لیے سارا ناشتہ بنالیا تھا اور مہرو کو بھی جگا دیا۔

سبکی خوشی اس وقت بس نیا بے بی تھا، عدین کے لیے بھی یہ ایک خوبصورت اور نیا ایکسپرئنس ہونے والا تھا تبھی وہ مہرو کی طرح ہی پر جوش تھا، جبکہ انیس کی نظریں عرشیہ سے اٹھتیں پھر اسی پر جا رکتیں کیونکہ آج وہ بہت زیادہ ہی پیاری لگ رہی تھی، عدین نے انکی انگوٹھیاں دیکھ کر اپروول بھی دیا ساتھ یہ دل ہی دل میں اور مہرو کے ساتھ پیشن گوئی بھی شئیر کی کہ یہ دولوو برڈز تو مارچ تک کا انتظار بھی نہیں کریں گے، اس پر مہرو اور اسکی کھی کھی نے باقی باشندوں کو مشکوک کیا لیکن سب نے اسے بچوں والی بات سمجھا، پر انہیں کون بتاتا وہ بچے آجکل کی فاسٹ جنریشن ہیں اور سامنے ہی بیٹھے انکی شادی پر کیا پہنیں گے یہی ڈیسائڈ کرنے میں لگے ہیں، جبکہ انیس کی ایگو کہہ

رہی تھی جلد عرشیہ کو بتائے کہ وہ بلکل مرا نہیں جارہا بلکہ یہ صرف ان خاتون کا وہم ہے، حالانکہ یہ وہم بلکل نہ تھا۔

.._____..

مرون فل بازو کیبل نِٹ سویٹر کے ساتھ آف وائٹ وائیڈ لیگ ٹراوزر اور بلیک اینکل بوٹس پہنے وہ تیار تھی، اسکا آف وائٹ کوٹ بھی میٹرس پر پڑا تھا۔ منائم نے اپنے کھلے بالوں میں مرون ربن کلپ لگالیا تھا، کندھے پر کریم بیگ لٹکائے وہ اپنا کوٹ اٹھا کر بازو پر رکھنے لگی جب مہویر عقب سے آ کر اسکی بازو سے بیگ اتارے، منائم کو اسکا کوٹ پہنائے اسکے اندر پھنسے بال نکالتا بے اختیار اسے دیکھ بیٹھا جسکی آنکھیں دیکھتی نہیں، مہویر کو چھوتی تھیں۔

"ٹھنڈ میں ٹارزن بننے کی ضرورت نہیں۔ دھوپ نہیں نکلی آج باہر"

چاکلیٹ براؤن فل بازو نِٹ سویٹر کے نیچے وائٹ کالر ڈ شرٹ، ساتھ لائٹ بیج سلیم فِٹ ٹراوزر پینٹ پہنے، وائٹ اسنیکرز، کلین گھڑی کلائی پر جمائے، بال سائیڈ ویو میں سیٹ کیے، تیز پرفیوم کے بغیر سجا دھجا وہ ویسے بھی منائم کو زیادہ پیارا لگ رہا تھا، وہ جو گفٹس لائی تھی انہی میں اسکے اور مہویر کے آج کے کپڑے بھی شامل تھے، لائی تو وہ اندازے سے تھی پر مہویر کو ایک دم پرفیکٹ سائز آیا، جبکہ وہ خود بھی بہت پیاری کیوٹ باربی ڈال کی طرح لگ رہی تھی۔

"مجھے کیا لینا دینا دھوپ سے، جب میرے پہلو میں آپ سی حرارت آباد ہے۔ آپکے لیے پرفیوم بھی لائی ہوں ناں۔ وہ لگائیے گا۔ اور اپنی پرانی پرفیوم کسی کو دے دیں خدا کے لیے"

وہ فوراً سے پہلے ڈریسنگ ٹیبل کی طرف گئی اور وہاں رکھی سیاہ شیشے والی لگژری قسم کی پرفیوم کی بوتل اٹھا کر وہ دوبارہ مہویر کے سامنے آرکتے وہ بوتل اسکی سمت بڑھا گئی۔

"وہ کوئی نہیں لے گا، جب تم نے رد کر دی تو سمجھو ہر طرف سے رد ہے"

مہویر نے پرفیوم لے کر ہلکی سی ہوا میں سپرے کرتے آگے سرکتے پرفیوم کے حصار میں جاتے خوشبو میں خود کو لپیٹا اور منائم کے ہاتھ میں بوتل پکڑائے وہ سائیڈ ٹیبل کی طرف بڑھا اور جھک کر فون اور گاڑی کی چابی اٹھائی۔

"آپ کو میری شاپنگ پسند آئی؟"

منائم نے بوتل رکھتے اسے اپنی طرف آتے دیکھ کر اشتیاق سے پوچھا، منائم نے اسکا کارڈ پکڑ رکھا تھا، مہویر کی طرف بڑھائے وہ جاننا چاہتی تھی اسکی خریدی چیزیں کیسی ہیں۔

"ہاں بہت اچھی ہے۔ آج کے بعد میری شاپنگ بھی تم ہی کرنا۔ مجھے ویسے بھی اپنے لیے کچھ خریدتے موت آتی ہے"

وہ کارڈ لے کر اپنا والٹ جیب سے نکالے، اس میں فٹ کرتا منائم کو یہ اجازت دے کر کس قدر راحت دے گیا یہ بس منائم ہی جانتی تھی، تبھی مسکراتے ہوئے ہی منائم کی نظر اسکی کلائی پر بندھے بریسلٹ پر گئی، منائم نے یکدم اسکی کلائی پکڑ لی، مہویر بھی ٹھٹکا۔

"مہویر۔ وہ رومال۔۔۔ سلک کا۔ وہ نہیں ہے اس کے بیچ۔ کیا گر گیا؟"

منائم کی توجہ اور باریک بین نظر کا وہ معترف ہوا، نفی میں سر ہلاتے اسکے ہاتھوں سے اپنی کلائی چھڑوائی۔

"اس سے جان چھڑوالی میں نے، ہمیشہ کے لیے۔ اب تمہاری طرف سے کسی ایسی چیز کا منتظر ہوں جسے میں نبض کے ساتھ نہیں، دل کے ساتھ جوڑ سکوں"

وہ اسکے لہراتے بال شانے سے اٹھا کر کمر پر پھینکے منائم کی سانسوں کی حد میں چلا آتا جس مسروریت سے کہہ اٹھا، اس لڑکی کے گالوں میں نامحسوس انداز میں حواس باختگی کا اثر چھلکنے لگا۔

"ایسا کیا دوں آپکو؟"

وہ مسحور کیفیت میں زرا آواز ضرورت سے زیادہ مدھم کر کے بولتی اسکی آنکھوں کی سربستہ کیفیت پرکھنے کی کوشش میں تھی۔

"کچھ بھی، جسے دل سے لگا سکوں"

وہ اس مشکل امر کا فیصلہ اسی کے نازک کندھوں پر ڈال گیا، وہ اسکے قریب سرکتی، مہویر میثاق کی بانہوں میں سما گئی، مہویر کے ہاتھ خود بخود اسکے وجود کے گرد حائل ہوئے۔

"میرے پاس بس میں ہوں جسکی مکمل ملکیت حاصل ہے، تو میں آپکو ابھی اپنا آپ ہی دے سکتی ہوں جسے آپ اپنے گلے لگا سکتے ہیں، اپنے دل سے جوڑ

سکتے ہیں مہویر۔ مجھے سوچنے کا وقت دیں کہ اسکے علاوہ اور کیا دے سکتی ہوں"

اس سرور اور اس مدہوشی کو وہ کوئی نام کیسے دے سکتا تھا کہ یہ بے خودی سے بھی آگے کا درجہ تھا، وہ اسکے اطراف بازو جکڑ کر اسے اپنے سینے بساتا ہوا اسکی کوششوں پر فدا ہوا کہ کیسے وہ مہویر کی مشکل مشکل باتیں بھی سہہ کر اسے لاجواب کر دیتی ہے۔

"مت سوچو کچھ"

وہ اسے پکڑ کر روبرو لایا اور اپنے آپکو منائم کے حوالے کرتے اک شوخ سمائل دی، خود کو سپردِ لب کیے وہ مسرور تھا، وہ اچھے سے اسکی ساری بے کلی مٹا سکتی تھی، اسکی مہویر کے ہونٹوں پر بخشی جاتی نازک چُھون جان لیوا تھی، پھر اسکا حیا سے بھر کر مسکراتے نظریں چرانا۔

"جب کچھ نہیں سوچتی پھر بہک جاتی ہوں تو مجھے سوچنے دیں، چلتے ہیں اب"

وہ اسکے ہاتھ میں ہاتھ ڈالتی مہویر کو اپنے آپ سے جلدی ہی رہائی دے گئی، وہ بھی مسکراتا، اسکے نازک نازک لمس کا اثر سر سے اتارتا اسکے ساتھ ہی نکلا، وہ دونوں آدھے گھنٹے تک محراب کے گھر پہنچ گئے تھے، خضر دونوں کو پورچ کے کنارے پر ہی تر و تازہ سے چہرے اور خلیے کے ساتھ کھڑا نظر آیا، جب مہویر نے منائم کے لیے کار ڈور کھول کر ہاتھ بڑھا کر اسے باہر لایا، تب خضر کے ہونٹوں پر اک ایسی مسکراہٹ آئی جس میں ٹوٹ ٹوٹ کر رشک بھرا گیا تھا۔

"بھائی۔ کیسا رہا آپکا کل کا ڈنر پھر"

وہ لپک کر خضر کے گلے لگی کیونکہ خضر کے لیے اپنی ایکسائٹمنٹ بھولی نہیں تھی، مہویر بھی دونوں بہن بھائیوں کے راز و نیاز سننا نہیں چاہتا تھا تبھی خضر کی گال نرمی سے شفیق انداز کے سنگ تھپک کر گھر کے اندر چلا گیا، جبکہ منائم تو پہلے بھائی سے پوری رپورٹ لینے والی تھی، مہویر اندر پہنچا ہی جب

اسکے کان میں کچن کی جانب کھڑی محراب کی آواز پڑی، وہ کسی سے فون پر مخاطب تھی۔

"مجھے دو گارڈز کی ضرورت ہے وہ بھی ارجنٹ، دیوار پھلانگنی ممکن نہ ہو کسی کے لیے۔ تم نے مجھے بلکل سیو گھر نہیں دلوایا۔ پلیز یہ کام آج ہی کروادو ورنہ اس سے زیادہ میرا این جی او آفس سیو ہے"

محراب شاید اپنے مینجر پر برہم ہو رہی تھی، جبکہ مہویر کو یہ کچھ فکر مند کرنے کا باعث بنا۔

"ٹھیک ہے۔ بائے"

محراب نے کال کاٹی اور میڈ کو ناشتے کے باقی لوازمات لگوانے کا کہے باہر نکلی ہی جب مہویر پر نظر پڑی، وہ اسے دیکھ کر تھوڑی گھبراہٹ کا شکار ہوئی۔

"خوش آمدید بچے۔ منائم اور خضر کہاں ہیں؟"

محراب نے نرمی سے پوچھا تو پیچھے پیچھے منائم اور خضر بھی ساتھ چلتے وہیں آ گئے۔

"تو پھر آپکو آپکی سوئیٹ کارن پسند آگئی۔ مطلب شادی کی تیاریاں پکڑ لیں ہم؟"

منائم کے شوخ سوال پر خضر نے اک دگنی شوخ نگاہ محراب اور مہویر پر ڈالی پھر منائم کو دیکھنے لگا۔

"ابھی نہیں۔ ابھی تمہارا بھائی کچھ دن اتنا مصروف ہے منائم کہ نکاح کے دو بول بولنے تک کا وقت نہیں۔"

محراب نے یہ تھوڑے جتاتے انداز میں کہا تھا، محراب نے جب سے سنا تھا کہ خضر کے دل میں بیلا کے لیے جذبات ہیں، وہ تو جھٹ منگنی پٹ بیاہ کو چاہ رہی تھیں پر خضر نے رات ہی مما کو اپنی مصروفیت اور بیلا کو تھوڑا اور سمجھنے کا ارمان بتا کر مایوس کیا تھا۔

سب ہی محراب کی کیوٹ شکائیت پر مسکرا دیے۔

"ہیں بھائی۔ اتنے بزی؟"

وہ خضر کی طرف یقین دہانی کو دیکھنے لگی جس نے معصومیت سے کندھے اچکا کر مما کے کہے کی تصدیق کی۔

"اچھا فیصلہ ہے۔ بعد میں پچھتانے سے بہتر ہے تم دونوں پہلے ہی ایک دوسرے کو اچھے سے سمجھ لو۔"

مہویر نے اپنی رائے بھی دینی ضروری سمجھی، اسے بھی یہی اچھا لگا کہ جلدی کرنا غیر مناسب ہو گا۔

"تبھی میں نے تھوڑا وقت مانگا ہے۔ تب تک میری بازو بھی بہتر ہو جائے گی۔ اب مجھ سا سپر سٹار اپنی شادی پر ناچ نہ سکا، بھنگڑا نہ ڈال سکا تو کتنی بڑی زیادتی ہو جائے گی، ایک بار ہی تو بندہ دلہا بنتا ہے"

خضر نے شوخ مسکراہٹ ولہجہ لیے نا صرف منائم کی ناک دبا کر لاڈ کرتے بتایا بلکہ محراب اور مہویر بھی بلکل متفق تھے، سب نے مسکراتے ہوئے خضر کی یہ شوخی دیکھی اور تسلیم بھی کی، بہر حال ناشتہ ان سب نے اسی مسکراتے انداز میں ہی کیا تھا، محراب نے اپنے ڈر اور پریشانی کو ان بچوں کے بیچ مہارت سے دبالیا، منائم آج محراب کے پاس ہی رکنے والی تھی جبکہ خضر کا دن بھی مصروف تھا اور مہویر کو بھی کچھ ادھورے کام مکمل کرنے تھے۔

ناشتے کے بعد خضر تو پہلے نکلا کیونکہ بیلا کی کال آرہی تھی، پھر منائم نے بھی مہویر کو باہر تک سی آف کرنے کی نیت سے اسکے ساتھ ہی قدم بڑھائے، گارڈن ایریا کے پاس رک کر دونوں نے گارڈن کے بیچ ٹہل کر مسکراتے خضر کو دیکھا جو خوشی اور مستی کے ساتھ بیلا سے فون پر بات کر رہا تھا۔

"تمہارا بھائی تو سنگل سے مِنگل ہو کر ہواوں میں ہی اڑنے لگا ہے۔ کون کہہ سکتا ہے یہ اتنے ٹریجیک حادثات سے گزرا ہے"

وہ مہویر کی نظروں کے تعاقب میں خضر بھائی کی طرف دیکھے ہنسی، پھر اپنی نظریں دوبارہ مہویر میثاق پر جمائیں۔

"بس عورت ذات ہے ہی ایسی، بڑی بڑی اداس آتماؤں کو خوش کر سکتی ہے۔ آپ اپنی ہی مثال لے لیں"

وہ مہویر کے کندھے سے کندھا ٹکراتی شوخی سے بولتے ہنسی تو مہویر کو بھی مسکراہٹ لٹانی پڑی۔

"پتا نہیں کیا چیز ہو تم، میں نکلتا ہوں۔ اپنا خیال رکھنا۔ رات میں ملتا ہوں"

مہویر نے اسے آگے بڑھ کر خود سے لگائے، منائم کا سر چوما اور منائم کی مسکراہٹ دیکھتا ہوا، اک گزرتے نگاہ خضر پر ڈالے اسے اپنی طرف متوجہ دیکھ کر ہاتھ ہلاتا وہاں سے اپنی گاڑی کی طرف بڑھا تو منائم نے مہویر کو سی آف کرتے چپکے سے قدم گارڈن سائیڈ بڑھائے۔

"اگر تم بور ہوئی تو یہاں آجانا مما اور منائم کے پاس، میں گھر نہیں ہوں گا تو تمہیں گھبراہٹ بھی نہیں ہوگی۔ دراصل کل مما کی طرف آگیا ہوں۔ سٹوڈیو ہاوس میں بس کام ہی کروں گا۔"

منائم دبے پیر خضر کے پیچھے جا کھڑی ہوتی کان لگا کر خضر کی باتیں سنتی مسکرائی مگر اپنی خرگوش کی موجودگی وہ بھانپ چکا تھا، پر پلٹا نہیں۔

"بہت اچھا کیا۔ مجھے ایک ایگزیبیشن میں جانا ہے۔ وہاں کچھ چیرٹی فنکشن ہے۔ دن میرا وہیں گزرے گا۔ کل ملتے ہیں خضر، آج مشکل ہو گا۔ ایسا کرتے ہیں کل میں اور بابا آپکی مما کی طرف آجائیں گے شام میں۔ تکلف کی ضرورت نہیں ہم کچھ باہر سے آرڈر کر لیں گے۔ ملنا ملانا بھی ہو جائے گا۔ کیا خیال ہے آپکا؟"

وہ بھی اس وقت کہیں جانے کو تیار ہو رہی تھی جبکہ خضر نے اسکی بات زیادہ مناسب خیال کرتے ہامی بھر لی۔

"جیسا تمہیں ایزی لگے۔ چلو تم سمیٹو اپنے کام میں بھی تھوڑی دیر منائم کے ساتھ گپ شپ کر کے نکلوں گا۔ آج ایک انٹرویو ہے میگزین میں۔ سی یو"

خضر نے مسکرا کر اجازت لی اور کال بند کرتا ایک دم پلٹا تو منائم جو کان لگائے کھڑی تھی، ڈر کر اچھلی اور ساتھ ہی خضر نے اسکے لٹھے کی مانند سفید پڑے چہرے کو دیکھ کر قہقہہ لگایا۔

"گندے بھائی۔ ڈرا دیا آپ نے مجھے۔۔۔ رکیں زرا آپکا سر توڑتی ہوں"

خضر نہ صرف وہاں سے ہنستا بھاگا بلکہ منائم نے نیچے گھاس پھوس اکھاڑ کر ہی اسکے سر پر پھینکا، بچارے کے سارے بال مٹی گھاس سے اٹ گئے پھر دونوں ایک دوسرے کے پیچھے برابر بھاگتے گئے، اور محراب نے جب انکے قہقہے سن کر گھر سے باہر کی روش تک قدم روکے تو اپنے بچوں کی یہ مستی دیکھ کر اسے یہ احساس ہوا کہ وہ زندگی بھر جس سکھ اور سکون کو تلاشتی رہی وہ تو ان دونے محراب ملک کے چار سو حائل کر دیا ہے۔

"گر جائے گی وہ خضر، آرام سے میری جان"

محراب کے آواز دے کر انھیں پکارنے پر بھی وہ دو دوڑنا روکنے والے نہ تھے، منائم نے قسم اٹھائی تھی لان کی ساری گھاس اکھاڑ کر خضر کے بالوں میں پھینکے گی تا کہ اسے دوبارہ نہانا پڑے۔

"نہیں گرتی یہ، گری بھی تو اسے کونسا لگے گی۔ خرگوش جو ہے۔ بلکہ پانڈا اور پینگوئن کا مکچر لگ رہی ہے بھاگتے ہوئے۔۔ اسکی وڈیو بنائیں زرا مما"

خضر نے وہیں سے ہانک لگائی اور محراب نے واقعی دونوں کی وڈیو بنائی ساتھ وہ بھی ہنس رہی تھی کہ اتنے بڑے ہو کر بچوں کی طرح ایک دوسرے کو تنگ کر رہے ہیں، یہ منظر واقعی خوبصورت تھا۔

مہویر ڈرائیونگ ہی کر رہا تھا جب اسکا فون عصر زمان کی کال سے بجا، ڈیش بورڈ پر رکھا فون اٹھا کر مہویر نے کال پک کرتے فون سپیکر پر ڈالا، عصر نے پورے علوی مینشن کی صفائی ستھرائی شروع کروائی تھی جہاں رات ابراہیم

صاحب کے دوست یاروں نے گند مچار کھا تھا، ابراہیم علوی کو وہ ابھی اٹھا کر آیا تھا کیونکہ انکی فیکٹری آفس میں کوئی میٹنگ تھی جبکہ رات سے عصر کو مہویر کی بھی فکر تھی تبھی اسکی خیریت وہ بھی زندگی میں پہلی بار دریافت کرنے کو اس نے کال ملادی۔

"عصر زمان! سب خیریت ہے؟"

مہویر کو اسکی کال کبھی بناضرورت آتی نہیں تھی تبھی مہویر کے لہجے میں فکر در آئی، وہ لان کی نرم دھوپ جو بلکل حدت سے خالی تھی، میں کھڑا اک ہاتھ ہڈی کی جیب میں گھسائے، دوسرے ہاتھ سے فون کان سے لگائے کھڑا تھا۔

"ہاں خیریت ہے۔ تمہاری خیریت مطلوب ہے۔ جو کچھ کل ہوا اسکے بعد مجھے تمہاری فکر تھی۔ جیسے بھی ہو سر کے دوست ہو، کچھ بتانا بھی تھا تمہیں"

عصر کی فکر جان کر مہویر کو خوشی ہوئی۔

"تمہارا شکریہ۔ پہلی بار میرے ڈر کے بجائے میری فکر میں مبتلا لگ رہے ہو۔ اچھا چینج ہے۔ میں ٹھیک ہوں۔ کیا بتانا تھا؟"

مہویر نے سید عامدے پر آتے استفسار کیا۔

"فاطمہ اور اسکا باپ کل شام ہی موجودہ گھر سے فرار ہو گئے ہیں۔ میں نے ایک آدمی چھوڑا تھا انکے پیچھے، وہ لوگ اپنے پرانے محلے واپس چلے گئے ہیں۔ اگر تمہیں موساب کے خلاف کچھ پتا لگوانے کو ان دونوں کی ضرورت پڑے تو انکے نئے گھر کا پتا مجھ سے لے سکتے ہو۔ سر نے مجھے ڈیٹیل بتادی تھی رات کو جو کچھ تمہارے ساتھ ان دونوں نے کیا اس پر مجھے بھی دکھ ہے۔ اللہ تمہیں اس تکلیف سے نکلنے میں مدد دے۔"

عصر کا یہ کارنامہ تو واقعی داد کا مستحق تھا، انیس کا یہ صرف کیئر ٹیکر نہیں، بھائی تھا اور آجکل تو عصر بھائیوں سے کچھ زیادہ ہی کرتا نظر آرہا تھا، اب تو وہ انیس کا واقعی میں سایہ بنا ہوا تھا۔

"شکریہ عصر زمان۔ لگتا ہے تمہاری مجھ سے نفرت میں کمی آگئی ہے۔ یا پھر ترس کھا رہے ہو مجھ پر؟"

مہویر کا لہجہ دانستہ شریر تھا جس پر عصر بھی غمگین تاثر دے گیا، فضا میں پھیلی ٹھنڈک سانس کے ذریعے اپنے اندر اتاری۔

"میں تم سے بس اس لیے نفرت کرتا تھا کہ تم نے سر کو دھوکہ دیا، اسکے باوجود تمہارے اک خون دینے کی وجہ سے وہ تمہیں چھوڑ نہ سکے۔ اعتبار ٹوٹا تھا انکا، اعتبار کے ساتھ انسان بھی ٹوٹ جاتا ہے مہویر میثاق۔ اور میں نے جو ری ایکشن دیے آج تک وہ حمرا علوی کے بحاف پر دیے کیونکہ انکے بعد انیس غانم میرے لیے وہی ویلیو رکھتے تھے جو وہ اپنے ماں کے لیے تھے۔ مجھے لگتا ہے تم نے کافی سزا پالی اس لیے اب بہتر ہے تم اپنے آخری کام کو مکمل کرو اور خود کو قانون کے حوالے کر دو۔ اس سے تمہارا اپنا ضمیر بھی مطمئین ہو گا۔"

وہ عصر کی بات سے سو فیصد متفق تھا، لیکن ابھی مہویر کو بہت سے ادھورے کام مکمل کرنے تھے، ابھی وہ یہ سب ختم نہیں کر سکتا تھا۔

"تم نے ٹھیک کہا عصر زمان۔ میں ایسا ہی کروں گا۔ ہر چیز کے لیے تمہارا شکریہ۔ انیس کی زندگی میں تم جیسے دوست اور بھائی کے ہوتے مجھے کوئی فکر نہیں، میرے بعد تم اسے سنبھال لوگے۔ میں نے آج تک اسکے لیے اس خون دینے کے سوا اور کچھ نہیں کیا، لیکن تم نے اسکے لیے اپنی بساط کر بڑی قربانیاں دی ہیں۔"

وہ مہویر کی ان باتوں کو سنے سخت قسم کا غصہ ہوا کہ اس نے یہاں موازنوں کے لیے کال نہیں کی تھی۔

"دیکھو مہویر۔ میں نے سر کے لیے جو کیا وہ اپنی خوشی اور مرضی سے کیا تو مجھے یا تمہیں کسی کو بھی ان چیزوں کے بارے بات کرنے کی ضرورت نہیں۔ میں چاہتا ہوں اب وہ تمہاری طرف سے بھی سکھ دیکھیں، تمہیں ہر

تکلیف سے آزاد دیکھنا آج بھی انکے چند گنے چنے ارمانوں میں شامل ہے۔ میری طرف سے یہی ہے کہ ہر وقت مدد کے لیے موجود ہوں تمہاری بھی۔ اب تمہارے لیے میرے دل میں کوئی میل نہیں۔ بس اپنی زندگی آسان کرو، یہ میں تمہارے لیے نہیں چاہتا، انیس غانم کے لیے چاہتا ہوں۔"

عصر کے خلوص، اسکی وفاداری پر تو نہ انیس کو شک تھا نہ ہی مہویر کو، تبھی تو اک تسلی تھی جو عصر کے سبب انھیں ہمیشہ رہی۔

"ٹھیک ہے۔ تھوڑا وقت دو۔"

مہویر کے تقاضے پر عصر نے سر اثبات میں ہلایا۔

"تھوڑا ہی ہونا چاہیے یہ وقت۔ چلو پھر ہو گی بات کال آ رہی ہے دوسری۔ خیال رکھو اپنا"

عصر نے اجازت تولی پر یہ دو دوسری کال آرہی تھی یہ کچھ تشویشناک تھی، عصر نے جو آدمی رئیس ملانی اور اسکے ساتھی یاسر کی خیر خبر کے لیے چھوڑا تھا، یہ اسکی کال تھی۔

"کوئی منحوس خبر مت دینا"

عصر نے کال لگتے ہی اپنے آدمی کو بیزارئیت سے جھاڑا۔

"خبر منحوس ہی ہے۔ رئیس اور اسکا وہ آدمی یاسر دونوں کی ضمانت ہو گئی ہے۔ وکیل تگڑا تھا تو ضمانت ہو گئی پر کیس چل رہا ہے۔ عدالتی احکامات کے مطابق دونوں ملک سے نہیں جاسکتے۔ انیس سر کے بیان کی ضرورت ہو گی کورٹ میں۔ اور سی سی ٹی وی فوٹیج بھی چاہیے ہو گی۔ رئیس تو صاف مکر گیا کیونکہ ثبوت جو ناقص تھے"

عصر نے کن پٹی دو انگلیوں کے بیچ دباتے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا۔

"ٹھیک ہے۔ سر ویسے بھی آج واپس آ رہے ہیں۔ اس کمینے کو اس ضمانت کا مزہ خود چکھا لیں گے۔ تم ان دو پر کڑی نظر رکھنا۔ جیسے ہی شک ہو کہ یہ کوئی نیا منصوبہ بنا رہے ہیں، مجھے انفارم کرنا۔"

عصر نے ضروری ہدایت دے کر کال کاٹی اور پھر واپس مینشن میں گیا، ابراہیم صاحب گزشتہ شب کے نشوں سے مکمل باہر آتے، ڈائنگ کی کرسی سنبھال کر بیٹھے شاہی ناشتہ ٹھوس رہے تھے جب عصر انکی ڈھٹائی پر دل مسوس کر رہ گیا۔

"آجاو برخوردار،

"Join me"

انکے خوشی سے بلانے پر عصر نے انکے ساتھ ہی چیئر سنبھالی، اپنا فون میز کی سطح پر رکھا۔

"آپ کو اندازہ ہے دو دن میں آپ نے کتنے لاکھ اڑائے ہیں انکل؟ کیا پیسے درختوں سے اترے سمجھ رہے ہیں۔ دن رات کی محنت کے بعد، مہنیوں کی محنت اور دماغ گھپانے کے بعد، ہائی قسم کے سوفٹ وئیر تیار ہوتے ہیں۔ پھر انکے گیمنگ پراسیس پر بھی کئی ماہ لگتے ہیں۔ ان کئی آپشنز میں سے صرف ایک گیمنگ سوفٹ وئیر سلیکٹ ہوتا ہے۔ پھر اسے پریمم بنانے میں دوبارہ محنت، وقت اور دماغ لگتا ہے۔ تب جا کر وہ انٹرنیشنل کلائنٹ اسے اپروول دیتے ہیں۔ اسکے بعد پیسہ آتا ہے۔ آپ کو کب ذمہ داری کا احساس ہو گا انکل؟ پندرہ لاکھ صرف عیاشی میں اڑا کر کیا ملا آپکو؟"

ابراہیم علوی کا موڈ بہت کوول تھا، عصر البتہ بہت افسردہ تھا کہ یہ کیسا باپ ہے جس نے سارا بزنس عیاشی میں تباہ کرے آخری فیکٹری کو دیوالیہ کرنے کے پورے انتظام کر رکھے ہیں اور کوئی فکر اور پریشانی تک نہیں کہ اگر یہ سب ختم ہو گیا تو پھر کیسے اس زندگی کی کمی پوری کریں گے۔

"تم سے تو بس نو لاکھ ہی لیا تھا، باقی تو میری بہو نے دیے مجھے۔ فکر مت کرو یہ بھی اس سے لے کر واپس کر دوں گا انیس کو۔ میری بہو امیر ماں باپ کی بیٹی ہے، کچھ تو ہمیں بھی فائدہ ہو۔ آخر بہو کا فرض ہوتا ہے اپنے سسرال والوں کا خیال کرے"

اپنا ناشتہ مزے سے کرتے ابراہیم یہ بتاتے فخریہ مسکرائے اور عصر کو آنکھ بھی ماری، جبکہ عصر کا تو دماغ ہی ہل کر رہ گیا۔

"ویٹ! کیا کہا آپ نے۔ عرشیہ سے پیسے لیے آپ نے؟ سر جانتے ہیں اس بارے؟"

عصر نے ابراہیم علوی کے مسکراتے چہرے کو پھٹی آنکھوں سے دیکھتے صدمے سے پوچھا۔

"نہیں جانتا۔ میرا اور میری بہو کا آپسی معاملہ ہے۔ اگر تم نے انیس کو بتایا تو گردن کاٹ دوں گا تمہاری۔ ویسے بھی عرشیہ نے مجھے خود دیے تھے۔ اتنی

امیر ہے اگر دے دیے تو کونسا احسان کیا۔ اسے اتنے بڑے مینشن میں رہنا نصیب ہو رہا ہے یہ کم ہے۔ ہم نے اسے بنا چوں چاں کیے قبول کیا، ورنہ ہمارے خاندان میں ایسی لڑکیاں بیاہ کر نہیں لائی جاتیں جنکے ٹی وی پر اشتہار آتے ہوں، جنکے چہرے میگزین کی زینت بنتے ہوں اور جنکا خاندان اک متنازعہ خاندان کے طور پر معاشرے میں سوال بنا ہوا ہو۔ یہ میرے ظرف کی قیمت ہے جو میں عرشیہ سے لوں گا۔ تم اپنی زبان بند رکھنا سمجھے۔"

عصر کو اس شخص کا دماغی توازن سچ میں خراب لگا، وہ سمجھتا تھا انیس خوامخواہ بابا سے لڑتا ہے مگر آج زندگی میں پہلی بار عصر کو اس شخص کی سوچ سے گھن آئی۔

"آپکو زرا خوف نہیں آیا کہ اگر سر کو اس بارے پتا چلا تو کیا ہو گا؟ وہ ٹی وی اشتہار میں کوئی اپنی نمائش کرنے نہیں آتی۔ مختلف اچھے ہیلتھ پراڈکٹس کی آگاہی کی پرموشن کے لیے آتی ہے تاکہ لوگوں میں ان ادویات کی آگاہی آئے اور لوگ سٹیرائڈز کے زیادہ اور غلط استعمال سے بچیں ورنہ انجام

موت ہو گا۔ نئ نسل کو ان چیزوں کی آگاہی دینے کے لیے وہ ہیلتھ آرگنائزیشن کے ساتھ کولیب کرتی ہیں۔ رہی بات انکے خاندان کی تو وہ کوئی بدنام خاندان نہیں ہے، اب تو سب واضح ہے کہ عاصم المیر ملک نے اپنی خاندانی شادی اور ساکھ بچانے کے لیے اپنی سوہاسومرو سے شادی اور اس سے ہوتی بچی کو چھپایا۔ اس پر اس شخص نے پوری کانفرنس کی ہے، اپنی اسی بیٹی کو دنیا کے سامنے تسلیم کرتے ملک ہولڈنگز کے پچیس فیصد شئیرز تک دے دیے۔ وقت ملے تو دیکھ لیجیے گا تفصیلات۔ اسکے باوجود آپ اپنے ظرف کی قیمت اس لڑکی سے لے رہے ہیں۔ وہ آپکی کتنی عزت، کتنا احترام کر رہی ہے جب سے اس گھر آئی اور آپ اوپر سے اچھے بن کر اسکے اور اسکے خاندان کے لیے یہ عناد پالے ہوئے ہیں؟ یہ تو سوچیں وہ لڑکی ہمارے انیس غانم کی اجڑی زندگی سنوارنے کی موہوم سہی پر کوشش کر رہی ہے"

عصر کا لفظ لفظ جیسے تکلیف سے اٹا تھا، اس نے عرشیہ کو بہن کہا ہی نہیں، دل و جان سے سمجھا تھا تبھی تو سگے بھائیوں کی طرح اسے تکلیف پہنچ رہی تھی۔

"عصر۔ مجھے سکون سے ناشتہ کرنے دو۔ یہ تقریر کہیں اور جا کر جھاڑو شاباش"

ابراہیم علوی کے تو کانوں پر جوں بھی نہ رینگی، جس سبب عصر بنا کچھ کھائے پیے ہی اٹھ گیا۔

"کریں ناشتہ لیکن سر کو اسکا حساب دینے کے لیے دماغی طور پر تیار بھی ہو جائیں۔ میری گردن کاٹنی ہے تو شوق سے کاٹیں لیکن میں آپکو عرشیہ المیر کے جذبات کے ساتھ ایسے کھیلنے نہیں دوں گا۔ وہ ایسی لڑکی ہے کہ پیار سے کوئی جان بھی مانگے تو ہاتھ میں رکھ دے گی۔ اور آپ ابراہیم انکل، جان مانگنے سے بھی دریغ نہیں کریں گے۔ اچھے سے جانتا ہوں آپکو"

عصر کا غصہ اور مسلسل حساب مانگنا دیکھے ابراہیم بھی اپنی جگہ سے غصے کے سنگ اٹھے۔

"تمہیں انیس کی بیوی کے لیے اتنی تکلیف کیوں ہو رہی ہے عصر؟ مانا تم انیس کی ذمہ داری کے سبب اپنی زندگی کھل کر نہیں جی سکے، عورت ذات کا فیض نہیں پا سکے۔ اسکا یہ مطلب نہیں تم انیس کی بیوی کو ہی اپنی جاگیر سمجھ بیٹھو۔ اپنی اوقات میں رہو سمجھے۔ عرشیہ بی بی کہو اسے۔۔۔ تمہاری بچپن کی سہیلی نہیں کہ یوں اپنے مالک کی بیوی کا نام لیتے پھرو"

عصر کی آنکھیں خفیف سی سرخ پڑیں کہ یہ شخص اسے کتنی بڑی گالی دے گیا اور اسکا اسے کوئی احساس تک نہیں، عصر نے اپنا ہاتھ مٹھی کی صورت زور سے کسا، ورنہ نجانے وہ اس سامنے شیشے کے میز پر دے مارتا اسکے کتنے ٹکڑے کر ڈالتا۔

"جیسا آپ کہیں سر"

وہ کرب سے ابراہیم کی آنکھوں میں دیکھتا دلبرداشتہ سا وہاں سے گیا تو ابراہیم علوی نے جیسے خود کو دوبارہ سر اکڑانے پر آمادہ کر لیا، اس شخص کو کوئی فرق ہی نہ پڑا کہ اس نے عصر کے سینے میں کیسی سلاخ گاڑ دی ہے۔

وہ ہانپتا، اپنے اندر کی تکلیف دباتا باہر کھلی فضا میں آیا مگر اسکا سانس ہنوز اٹک رہا تھا، تبھی فون بیل پر عصر نے بمشکل سانس لیتے اپنا فون ہڈی کی جیب سے نکالا تو عرشیہ کی کال دیکھے اس نے اپنے آنسو بے دردی سے رگڑ کر کال پک کی۔

"جی عرشی"

عصر کی آواز کچھ بھاری تھی، جو اس پار عرشیہ نے بھی محسوس کی، وہ اس وقت ننی، مہرو، عدین کے ساتھ ہوسپٹل جا رہی تھی، ڈرائیونگ انیس ہی کر رہا تھا۔

"ٹھیک ہو تم عصر، آواز کیوں بھاری ہو رہی ہے؟"

وہ فوراً اسکی آواز کا درد بھانپ گئی پر عصر نے خود پر لوز ہوتا کنٹرول مہارت سے سنبھالا۔

"ٹھیک ہوں عرشیہ، آپ بتائیں۔ کب تک واپسی کا ارادہ ہے؟"

عصر نے اپنی آواز مزید بہتر کی، خلاوں میں تکتے ہوئے غیر مرئی نقطوں پر نظریں جمائے وہ بے حد افسردہ تھا۔

"لیٹ نائیٹ پہنچیں گے پر آج ہی واپسی ہے۔ یہی بتانے کو کال کی تھی تمہیں۔ کیا تم نے ہمیں مس کیا؟"

وہ مرر کے ذریعے انیس غانم سے اپنی آنکھیں چار کرتی ہوئی عصر سے مخاطب ہوئی جسکے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ بکھرنا فطری تھا۔

"بہت زیادہ مس کیا۔ پورا مینشن ویران ہوا پڑا ہے آپ تینوں کے بنا۔ اگلی بار کہیں جانے کا ارادہ ہو تو پلیز مجھے بھی ساتھ لے کر جایئے گا"

عصر کی آواز میں ناچاہتے ہوئے بھی اداسی چلی آئی جس پر عرشیہ کے ہونٹوں پر مچلی مسکراہٹ تھی۔

"ارے! بچے لگ رہے ہو یہ کہتے ہوئے، میرا تو ابھی بھی تمہیں ساتھ لانے کا ارادہ تھا پر تمہیں انیس کے بحاف پر وہاں رہنا بھی تو تھا۔ نیکسٹ پکا تمہاری بات پر عمل ہو گا۔ اگلا ٹرپ ہم چاروں پلین کریں گے۔ بلکہ کیا پتا تب تک تمہاری کوئی فجر، ظہر، مغرب یا عیشاء بھی مل جائے"

عرشیہ نے اپنے لب و لہجے میں دانستہ شرارت گھولی تاکہ وہ عصر کو سمائل کروا سکے لیکن عصر کے سوا عرشیہ کی بات سنتا ہر فرد مسکرا دیا، رضی صاحب تو ایونٹ ہاوس گئے تھے، باقی یہ عوام ہوسپٹل جا رہی تھی ایک ساتھ۔

"عرشیہ۔ آپ بہت پیور اور سچے جذبات والی لڑکی ہیں، بلکل انیس غانم جیسی بس ورژن الگ ہے آپ دونوں کا۔ اپنی معصومیت کا کسی کو فائدہ اٹھانے مت دیجیے گا، یہ میری نصیحت اپنے پلو سے باندھ لیں"

عصر کا تمہیداً یہ کہنا عرشیہ کو سنجیدہ کر گیا، وہ اک بار پھر خاموش ہوتی انیس کی نظروں میں آئی پر فوراً عرشیہ نے اپنا چہرہ ونڈو سائیڈ کیا۔

"میں خیال رکھوں گی۔ تم بتاو، ابراہیم انکل ٹھیک ہیں۔ انھیں بھی بتا دینا ہم آج پہنچ جائیں گے۔ اس پر مل کر بات کرتے ہیں جو تم نے مجھے کہا۔"

عرشیہ نے اس بار آواز مدھم رکھی، شماس صاحبہ آگے انیس کے ساتھ بیٹھی تھیں جبکہ مہر و اور عدین، عرشیہ کے ساتھ بیٹھے آپسی باتیں کرنے میں لگے تھے، عصر کا تو ابراہیم کے نام پر ہی حلق کڑوا ہوا کیونکہ جس انسان کو باپ کا درجہ دیا ہو، جسکے سامنے عصر پلا بڑھا تھا، اسی انسان نے عصر کے کردار، اسکے خلوص کو گالی دی تھی۔

"ہٹے کٹے ہیں انھیں کیا ہونا ہے۔ اور ہم اس پر ضرور بات کریں گے۔ خیر خیریت سے واپس آئیں۔ میں انتظار کر رہا ہوں۔ ٹیک کیئر عرشی"

عصر نے نرم سی سنجیدگی انداز و لہجے میں سموئی اور عرشیہ کی اجازت ملنے کے بعد ہی رابطہ منقطع کیا لیکن کال بند ہونے کے بعد بھی وہ ونڈو سے باہر گزرتے منظروں میں گم تھی۔

"کیا ہوا ہے؟ تم اداس کیوں ہو گئی۔ کیا کہا عصر زمان نے تم سے؟"

ڈرائیونگ کرنے کے بیچ ہی انیس نے اپنے فون کو اٹھا کر عرشیہ کو میسج لکھ کر بھیجا، میسج ٹون پر عرشیہ نے فوراً سے پہلے اپنا فون دیکھا، انیس کا میسج دیکھ کر اسکی نظریں اٹھیں اور انیس کے مرر سیٹ کرتے بلکل براہ راست آنکھوں سے ٹکرائیں۔

"کچھ نہیں کہا، مجھے وہ اداس یا پریشان لگا۔ شاید واقعی ہمیں مس کر رہا ہے۔ یا شاید تمہاری ساری ذمہ داریاں بہت بھاری ہیں اسکے کندھوں کے لیے"

عرشیہ نے کھوئے کھوئے ہی میسج کا جواب لکھ کر انیس کو بھیجے مر رسے اسے دیکھا۔

"وہ تو ہیں یقینا، تمہیں صرف میری فکر کرنی چاہیے ابھی"

انیس اس پر فکر مند تو ہوا پر اسے وہ پریشان اچھی نہ لگی، عرشیہ نے میسج پڑھتے ہی انیس کو بے چین نظروں میں لیا، اسکے وجود میں جیسے اچانک ہی تڑپ بیدار ہوئی۔

"کیوں؟ تمہیں کیا ہوا ہے جو فکر کروں؟"

عرشیہ نے سانس لینے سے پہلے جواب ٹائپ کیا۔

"سر درد"

انیس نے یہ دو لفظ لکھ کر بھیجتے سٹیرنگ پر فوکس کیا مگر عرشیہ کے چہرے، آنکھوں اور رنگت کے تغیر بڑی دلچسپی سے محسوس کیے، اس نے

کوئی میسج بھیجا پر انیس نے وہ میسج نہ پڑھا، عرشیہ اسے مرر سے اشارہ کر رہی تھی میسج پڑھنے کا پر انیس نے مسکرا کر نفی کی۔

"ڈھیٹ نمونہ"

عرشیہ نے غصے سے اپنا بھیجا میسج ڈیلیٹ کر دیا، انیس نے اسکے میسج کو تب کھولا جب وہ اداس سی منہ ونڈو سائیڈ پھیر گئی۔

"جو لکھا تھا دوبارہ بھیجو"

انیس کے اندر جیسے اضطراب چٹکیاں بھر اٹھا، وہ میسج دیکھنے کے باوجود کچھ بھی لکھتی نظر نہ آئی، بلکہ مہرو اور عدین کی باتوں میں انکا ساتھ دینے لگی اور انیس نے اسکی یہ ڈھیٹائی سہی کیونکہ وہ انیس کی سزا تھی۔

وہ سب ہوسپٹل پہنچے تو فادی باہر تک انھیں ریسیو کرنے آیا تھا۔

"فادی۔ بے بی تو نہیں آیا ناں؟"

گاڑی کا ڈور کھول کر نکلتے ہی عرشیہ کا بیقراری سے سوال سنے فادی سمیت سب مسکرائے سوائے انیس کے جسکے ماتھے پر اب تب تک بل رہتے جب تک یہ فادی آس پاس تھا۔

"نہیں آیا ابھی، یقینا تمہارا ہی منتظر ہے۔ تم دونوں کیفے میں جا کر کچھ کھا پی سکتے ہو۔ جاو۔۔۔ مہرو۔۔۔ لے جاو عدین کو"

فادی نے بچوں کو ابھی زرا روانہ کیا تو وہ ایکسائٹمنٹ میں بات مان گئے، جبکہ عرشیہ کو تسلی کروانے کے ساتھ وہ انا جان کے ہمراہ ہوسپٹل کی طرف بڑھا تو انیس نے اک نظر کیفے کی طرف جاتے عدین کو اشارے میں کچھ کہا اور خود بھی ہوسپٹل کی طرف بڑھا، عرشیہ پہلے ہی فادی اور نئی کے پیچھے جا چکی تھی۔

"سنو! کیا ڈیلیٹ کیا تھا تم نے؟"

انیس نے اسکے برابر قدم لا کر روکتے عرشیہ کی طرف دیکھتے پوچھا جو اسکا اپنے ہاتھ سے مس ہوتا ہاتھ پکڑ کر چلنے لگی۔

"یہی کہ گاڑی روکو میں تمہارا سر چوم کر درد بھگا دوں"

وہ جلے کٹے انداز میں بولی تو انیس نے اسکے ہاتھ کو دیکھتے ساتھ چلتے ہوئے عرشیہ کے چہرے کو فوکس کیا جیسے یقین نہ کر پایا ہو وہ ایسا میسج بھی کر سکتی ہے۔

"تم نے واقعی ایسا لکھا تھا؟"

وہ چلتے چلتے انیس کے تعجب کو بھانپ کر کوریڈور میں داخل ہوتے ہی رکی، انیس کی طرف زرا سا بینڈ ہو کر رکتے اسکے اس جواب کو جاننے کے لیے پریشان ہوئے چہرے کو تکنے لگی۔

"سر درد کیوں ہے تمہیں؟ جب اتنا سوئے بھی ہو۔ فجر کے بعد بھی کتنے گھنٹے سوئے۔ بتاو؟ میرے سر چومنے والے ارادے پر مٹی ڈالو۔ اشارہ کیا تھا پڑھ

لو میسج پر تمہیں تو ضد لگانی تھی۔ اب نہیں بتا رہی اس لیے دوبارہ مت پوچھنا۔ سر درد کی وجہ بتاو؟"

وہ اسکے لب و لہجے میں عجیب قسم کی بے کلی بھانپ رہا تھا، تسکین سی مل رہی تھی جسکا کوئی ثانی بھی نہ تھا۔

"پہلے بتاو کیا لکھا تھا میسج میں، ورنہ وجہ بھی نہیں بتاوں گا"

وہ اسکی فکر، اسکے سر درد کا سوچ کر پریشان تھی اور یہ آدمی آگے سے تکرار کیے جا رہا تھا۔

"مت بتاو۔ میں اس لائق ہی نہیں کہ تم اپنا کوئی درد بنا ڈرامے کے بتاو۔ ہنہ"

وہ اسکے پاس سے سیدھی ہوئی اور اس سے پہلے وہاں سے جاتی، وہ اسکی ایسی لاپرواہی کا عادی نہ تھا تبھی اسکی بازو پکڑ کر روک گیا، وہ رک تو گئی پر انیس کی طرف پلٹ نہ سکی۔

"یہ کیا رویہ ہے؟"

وہ یکدم اس سرگوشی پر انیس کے منہ کی طرف دیکھنے لگی۔

"کس رویے کی بات کی؟"

وہ نرم لہجہ لیے حیران تھی۔

"اگنور کر رہی ہو مجھے، تمہیں ایک بات کلئیر کرنا چاہتا ہوں"

وہ اسکی آنکھوں کے تھرتھرانے پر نظریں مرکوز کیے تھی کہ ابھی یہ کوئی جھوٹ بولنے والا ہے، دل چاہا کہہ دے کہ مجھ سے سچ کہا کرو، جھوٹ کے بجائے چپ رہا کرو انیس غانم۔

"انیس۔ ابھی مت الجھو مجھ سے، نہیں چاہتی تمہارا سر درد بڑھا دوں۔ جانتی ہوں تم میری پہل کے ساتھ اب میری توجہ کے لیے بھی مرے جا رہے ہو پر دیکھو یہ جگہ مناسب نہیں، میں تمہیں ساری توجہ دیے ہوئے ہوں اور

اس چیز کو ثابت نہیں کر سکتی۔ تم میری توجہ کا اکلوتا مرکز ہو بھلے میں کتنی ہی بھیڑ میں کیوں نہ ہوں۔ تسلی رکھو۔ فادی کو ایموشنل سپورٹ دو، کل یہ وقت تم پر بھی آئے گا"

وہ اپنی نازک سی کانچ گرے آنکھوں میں شوق و شرارت بھرتی اسکے حواس پورے کے پورے جھنجھوڑتی وہاں سے نہ صرف گئی بلکہ انیس کا دل و دماغ دونوں اپنی اپنی جگہ سے سرکا گئی، کتنی ہی دیر وہ وہیں کھڑا عرشیہ کی باتوں، اسکے الفاظ سے ہی الجھتا رہا پھر لاحول پڑھتے خود کو ہوش دلاتے قدم بڑھائے۔

عرشیہ اور شماس صاحبہ تو مسلسل اسکے بعد دعاوں میں ہی مشغول رہے جبکہ عدین اور مہرو بھی کووفی پی کر آئے اور پھر نرس کے باہر آکر اک روئی کے گولے جیسے صحت مند بچے کی خبر کے ساتھ فادی حسن کی طرف بڑھنے پر سب ہی نرس کی جانب لپکے۔

"آپکا بیٹا ہوا ہے مسٹر فادی۔ آپکی بیوی بلکل ٹھیک ہیں۔ کچھ دیر میں دونوں کو روم میں شفٹ کر دیا جائے گا۔ آپکا دوسرا بچہ بھی نیچرلی دنیا میں آیا ہے، بہت مبارک ہو"

نرس کے یہ خبر انکی زبان میں دینے کی دیر تھی کہ مہرو اور عدین تو خوشی سے ہوٹنگ کرا اٹھے، انکے گینگ میں عرشیہ بھی شامل تھی، جبکہ شماس صاحبہ نے خوشی کی زیادتی میں مسکرا کر فادی کو اپنے گلے لگایا، وہ خود بھی خوشی سے اپنی آنکھیں بھیگو گیا، انیس نے بھی آگے بڑھ کر مبارک دی۔

"میرا پیارا بچہ۔ بہت مبارک ہو۔ اللہ اس بچے کی نیک تربیت کرنا نصیب کرے۔ صحت و حیات پائے، آنکھوں کا نور بنے۔ بہترین اضافہ کہلائے۔"

شماس صاحبہ نے بہت پیار و لاڈ سے دعائیں دیں جسکے بعد مہرو بھی زور سے بابا کے سینے لگی، عرشیہ نے بھی ننی سے گلے لپٹ کر اپنی یہ خوشی دیکھائی اور نرس کی اجازت ملتے ہی وہ سب کمرے کی طرف بڑھے تھے، نرس اس

وقت وہ چھوٹا سا بے حد حسین بے بی اٹھا کر حرا کو پکڑانے لگی مگر عرشیہ نے دروازے سے ہی ہانک لگائی جس سبب حرا نے مسکراتے ہوئے نرس کو اشارہ کیا کہ یہ بچہ پہلے اس افلاطون کو تھمائیں۔

"واقعی دے دوں؟"

نرس نے حیرت سے پوچھا تو حرا نے دوسری طرف سے روم میں آکر لپٹتی مہرو کو خود سے لگاتے کھلے دل سے اجازت دی، عرشیہ کا تو بس نہ چلا، نرس سے اس بچے کو چھین ہی لیتی۔

"میں لے کر بھاگ نہیں جاوں گی۔ اس بچے کو نرس اور ڈاکٹر کے بعد میرا لمس ملنا، میرا حق ہے۔ دیں ناں۔ اسے میں فیل تو کروں۔ یہ گڈا تو بہت ہی کیوٹ آیا ہے۔ اس میں تو روئی بھری لگ رہی ہے۔ جلدی کرو نرس میرے منہ میں پانی آرہا ہے اس مکھن کی پیسٹری کو دیکھ کر"

شماس صاحبہ بھی ہنستی اندر آئیں، حرا کا جھک کر ماتھا چوم کر ڈھیر سی دعائیں دیں، جبکہ مہرو نے بیگ سے مما کا ہیر رنگ بھی نکالا، البتہ ابھی کچھ ہی دیر میں کمرہ بھی ڈیکوریٹ ہو جانے والا تھا، پوری بے بی بوائے والی تھیم ہونے والی تھی جو فادی اور مہرو کا ہی پلین تھی۔

انیس دروازے کے قریب خاموش کھڑا یہ سب منظر دیکھ رہا تھا، فادی اسکے ساتھ ہی کھڑا مسکرا رہا تھا، حرا ابھی سبکے حصار میں تھی تبھی وہ اسے سبکا پیار وصولتا دیکھ کر آنکھوں میں محبت لیے ہوئے تھے۔

عرشیہ کی آنکھوں میں وہی چمک تھی جو وہ عام دنوں میں شاید ہی کسی چیز پر دیکھاتی ہو۔ بچہ اسکی بانہوں میں آیا تو جیسے اسکے پورے وجود نے اسے قبول کر لیا تھا۔ وہ آہستہ آہستہ اس ننھے وجود کی پشت سہلاتی، اسکا سر سنبھالتی سینے سے لگا کر اسے اپنے وجود کی حرارت دیتی، کبھی اسکے گالوں کو لبوں کی نرم سی جنبش سے چھوتی، کبھی بے اختیار ہنس پڑتی۔

"اتنا چھوٹا سا شونو اور دیکھیں کتنا پر سکون ہے۔ جیسے جانتا ہو کہ سب اس سے پیار کرنے والے ہیں۔ میری جان، ننھا سا بھالو"

اسکی آواز خود بخود نرم، مدھم اور ماں جیسی ہو گئی، وہ سرگوشی میں بولی، جیسے زور سے بولنے سے بچہ جاگ نہ جائے یا اسکو بے چینی نہ ہو۔

انیس کے سینے میں کچھ ٹوٹا تھا، یہ وہ عرشیہ تھی جسے دنیا نے بہت جلدی بڑا کر دیا تھا، جس سے بچپن، تحفظ اور لاڈ سب چھین لیے گئے تھے، اور آج وہ کسی دل زخمی کر دیتے خوف کے بغیر ایک نومولود بچے کو تھامے کھڑی تھی۔

سب کی نظریں عرشیہ اور اسکی ملائم سی گود میں موجود اس بچے پر
تھی، عدین اور مہروا بھی اسے اٹھانے سے خوفزدہ تھے پر وہ عرشیہ کے دائیں بائیں کھڑے اس ننھے وجود کے اک اک ہاتھ کو ایسے چھو رہے تھے جیسے یہ کوئی انوکھی ہی مخلوق ہو، شماس صاحبہ، حرا دونوں کی مسکراتی آنکھیں عرشیہ کو یقینا اسکے اپنے بچے کے ساتھ امیجن کر رہی تھیں۔

"حرا باجی یہ بہت خوبصورت ہے، اسکے ہاتھ۔ اسکے گال۔ اسکے بال ماشاء اللہ۔ یہ تو آپ نے حسن کی مورت پیدا کی۔ مہرو۔۔ یہ تو تم سے بھی نمبر لے گیا"

مہرو نے اسکا ہاتھ پکڑ کر آہستگی سے چوما تو عدین کا دل بھی چاہا بے بی کا ہاتھ چومے جس پر عرشیہ نے اسے اشارے میں بے بی کا ہاتھ پکڑ کر چومنے کا کہا اور جب عدین نے یہ کیا اسے یہ انتہائی خوبصورت احساس لگا، جبکہ مہرو نے بھی شدید خوشی سے سر ہلاتے اعتراف کیا کہ اسکا بے بی بھائی حسین ترین ہے۔

"کوئی نہیں۔ میں میک آپ کر لیا کروں گی اور اسکو کالا ٹیکہ لگا دیا کروں گی تا کہ میں پیاری اور یہ کوجا لگے"

مہرو نے تو مسئلہ ہی حل کر دیا تھا، سبکی مسکراہٹ بیک وقت ہونٹوں پر چلی آئی۔

"باجی اسے مجھے دے دیں۔ اسے بڑا کر کے دے دوں گی آپکو۔"

عرشیہ کی ڈبڈبائی آنکھوں کے سنگ یہ فرمائش سن کر ہر کوئی جیسے فدا سا ہنسا، البتہ انیس تو اس پر سے نظریں تک نہ ہٹا پا رہا تھا۔

"تم یہیں رہ جاوناں اسکے بڑے ہونے تک میری جان۔ کیوں انیس بھائی۔ آپکی حسینہ کو رکھ لیں ہم۔"

حرا نے زیادہ اچھا حل سوچا جسکے بعد انیس بھی رسماً سا مسکرایا جسکا مطلب تھا میں اپنی بیوی دوسروں کے بچے پالنے کے لیے تھوڑی ناں وقف کرنے والا ہوں، شکر ہے مروت میں وہ یہ دل میں دبا گیا ورنہ اسے کہنے سے کون روک سکتا تھا، عرشیہ نے انیس کی جانب نظریں اٹھا کر جمائیں جسکی سنجیدگی اور حیرانگی عرشیہ کو گدگدا گئی۔

"نہیں، آپ کے پاس آل ریڈی حسیناوں کی کمی نہیں۔ عرشیہ نہیں دینے والے ہم حرا آپیا"

انیس کی خاموشی کی بولتی آواز فوری عدین بنا، عرشیہ نے اسے بھی پیار سے دیکھا جواب عرشیہ کو کسی سے شئیر کرنے پر بھی تیار نہ تھا۔

"بس پھر تم اپنی عرشیہ اور بھیو کے لیے دعا کرو کہ ایسا ہی بے بی انکو بھی ملے"

حرا نے عدین کی مسکراتی آنکھیں دیکھتے نئ دعا تھما دی، اور عدین کیا بتاتا یہ دعا تو اسکی دعاوں میں کل سے شامل ہو چکی ہے۔

عرشیہ نے اپنی توجہ گھبرا کر دوبارہ بے بی کی جانب کی، اسکا ماتھا ایسے چوم رہی تھی جیسے وہ کوئی پھول ہو۔

"آمین آمین۔ میں ضرور دعا کروں گا۔"

عدین نے چہک کر اپنی دعا کی یقین دہانی کا اعلان کیا اور انیس نے عدین کو دیکھتے اک ٹھنڈی سانس بھر دی کہ یہ بچہ ہر دعا کے لیے کیسے تیار ہو جاتا ہے، بس وہ دعا انیس سے جڑی ہونی چاہیے۔

"مجھے اسے اٹھا کر بہت اچھی فیل آ رہی ہے۔ مہر و والی سے بھی زیادہ سٹرونگ"

عرشیہ کی مسکراتی آواز نے جیسے پھر سے سبکی توجہ کھینچی۔

"بس اگلی بار آؤ تو یا تین ہو کر آنا یا تین ہونے کی تیاری کر کے آنا تم"

حرا نے مسکراتے ہوئے اپنے بیٹے کو گود میں بھر کر لاڈ و پیار سے مسلسل چومتی عرشیہ کو تاکید اً کہا، جہاں حرا کو ممی والا ہیر رِنگ پہناتی مہرو مسکرائی، عدین نے دل ہی دل میں آمین کا ورد کیا، شماس صاحبہ نے سینے پر ہاتھ رکھ کر یا الٰہی ثم آمین زیر لب دہرایا، فادی نے بھی دل و جان سے تائید کی وہیں دروازے میں فادی کے ساتھ کھڑا انیس بھی ٹھٹھک کر عرشیہ کی طرف دیکھنے لگا، عرشیہ پہلے ہی اسے دیکھ رہی تھی، انیس کی نظر پڑتے ہی مسکرا کر نظریں جھکا گئی۔

"ان شاء اللہ"

وہ جس طرح آمادہ مسکرائی، کسی تک بہت اچھے سے پیغام جا چکا تھا، ہر کسی کا چہرہ عرشیہ کے تاثر و شرم کو دیکھ کر کِھل اٹھا تھا۔

"ادھر دو۔ اسکے کان میں آذان دوں۔ پھر تم اسے اٹھا لینا"

فادی نے آگے بڑھ کر عرشیہ سے اس بچے کو لینا چاہا تو وہ پہلے تو شرارت سے بے بی کو سینے لپٹا گئی کہ نہیں دینا پھر خود ہی بھیگی مسکراتی آنکھوں سے بے بی کو دیکھتے اسکا گال چومتے اس نے بچہ فادی کو پکڑایا جبکہ خود وہ زرا پیچھے ہو کر کھڑی فادی، حرا اور مہرو کو دیکھنے لگی، فادی نے جھک کر حرا کا ماتھا چومتے اسے مبارک دی پھر وہیں سامنے بیٹھ کر بے بی کو اٹھا کر اپنے چہرے کر نزدیک کیا، عدین اور مہرو بھی گرد ہالہ بنا گئے، البتہ شماس صاحبہ کچھ قرآنی آیات پڑھ کر حرا پر پھونک رہی تھیں تا کہ اسے نظر نہ لگے۔

عرشیہ پیچھے سر کی تو اسکا ہاتھ دروازے سے لگ کر کھڑے انیس کے ہاتھ سے ٹکرایا تو وہ بے اختیار گردن گما کر انیس کے چہرے اور آنکھوں کو دیکھنے لگی۔

"بات کرنی ہے مجھے تم سے"

انیس کے اسکے کان کے پاس سرگوشی کرنے پر وہ گھبرائی، ڈر کر انیس سے دور ہوتے اسکے چہرے کو دیکھنے لگی کہ پتا نہیں وہ کیا کہنا چاہتا ہے۔

"کرو۔ سن رہی ہوں۔۔۔"

وہ تھوڑی ہچکچائی کیونکہ اسے لگا انیس اسکی بچوں سے جڑی یہ محبت دیکھ کر اس بارے کچھ کہنا چاہتا ہے۔

"باہر آو"

انیس نے اسکے دوبارہ کان میں کہا اور وہاں سے اک طرف چلا گیا، عرشیہ نے بے بی کے کان میں فادی کے اذان دینے کو دیکھا اور انیس کے پیچھے ہی باہر نکلی، وہ کچھ قریب ہی کونے پر کھڑا اسکا منتظر تھا۔

"ہاں بولو، کیا ہوا؟"

وہ نزدیک آکر رکی فکر مند ہوئے بولی تو انیس نے اپنا ہاتھ بڑھا کر عرشیہ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے دبایا، عرشیہ نے حلق سے تھوک نگلتے اپنے ہاتھ کی جانب دیکھا پھر گھبرا کر نظریں اٹھائے اسکی آنکھوں میں اپنی آنکھیں گاڑ گئی۔

"میری بچوں سے محبت اور اس ان شاء اللہ پر کچھ مت کہنا۔ اوکے ناں"

وہ اسکو نرمی سے تمہید باندھ کر روک گئی، انیس نے اسکا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر دبایا تو عرشیہ کی پلکوں نے بھی اس مترنم انداز میں حرکت کی۔

"نہیں۔ کچھ اور کہنا ہے۔"

انیس کے انکار پر وہ دگنی حیران ہوئی کہ آخر وہ اسکے علاوہ کیا کہنا چاہتا ہے۔

"اوہ۔۔ٹھیک ہے کہو پھر۔۔۔کس بارے ہے یہ بات؟"

وہ تھوڑی پر سکون ہوئی۔

"اسی بارے جو تم نے خوش فہمی کی طرح پال رکھا ہے، مجھے وہ کلئیر کرنا ہے۔ تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے"

وہ کچھ نروس تھا اسی سے عرشیہ کو اندازہ ہوا کہ انیس کس متعلق بات کر رہا ہے۔

"پہلے سوچ لو غلط فہمی ہوئی ہے یا خوش فہمی"

وہ عرشیہ المیر تھی، لقمہ دینا کیسے بھول سکتی تھی، انیس کو اسکا یہ بولنا گھورنے پر مجبور کر گیا۔

"خاتون۔۔۔سنو گی میری بات؟"

وہ غضبناک جھلک دیکھاتے اسکے منہ کے پاس پست سا غرایا اور اس سے پہلے عرشیہ کچھ کہتی، عدین کو آتا دیکھے انیس نے اپنے اور عرشیہ کے بیچ فاصلہ بنایا، وہ خود چونک کر پلٹی تو عدین ان دونوں کے پاس آکر رکے اک ہاتھ میں بھیو اور دوسرے ہاتھ میں عرشیہ کا ہاتھ پکڑ کر دبا گیا۔

"آپ دونوں سے یہ کہنا ہے کہ مجھے بھی چھوٹا سا بے بی چاہیے۔ہاں پتا ہے یہ فرمائش اچانک اور جلدی ہے پر آئی نینڈ دس۔یہ فیلنگ، یہ کیفیت مجھے بہت خوبصورت لگی۔ بھیو نے تو میری پیدائش کے وقت یہ خوشی جی لی پر مجھے یہ جینی ہے وہ بھی آپکے بے بی کے ساتھ۔اگر یہ پاسیبل ہے تو کیا مجھے یہ گفٹ مل سکتا ہے؟ابھی نہ سہی میری ففٹین برتھ ڈے پر ہی سہی؟"

وہ عرشیہ اور انیس کو باری باری محبت و یقین کی ملی جلی کیفیت کے سنگ دیکھتا ہوا جیسے ان دونوں کو پریشان کر کے رکھ گیا، انیس اور عرشیہ نے گھبرا کر اک دوسرے کی طرف دیکھا کہ یہ عدین ان سے کس قسم کا گفٹ مانگ بیٹھا ہے۔

عرشیہ کی آنکھیں ایک لمحے کو پھیلیں، پھر وہ بے اختیار ہنس پڑی، وہ ہنسی جس میں حیرت بھی تھی، شفقت بھی اور تھوڑا سا گھبراہٹ بھرا پیار بھی۔ اس نے عدین کے گال پر ہاتھ رکھا، انگلیوں سے ہولے سے تھپتھپایا۔

"عدین! ایسے گفٹس بھلا مانگے جاتے ہیں؟"

وہ انیس کی نظروں سے بچتی بچاتی اس وقت یہاں بس عدین کو کھڑا سوچ رہی تھی، انیس کو اس نے غائب سمجھ لیا تھا ورنہ ہنسنا دور یہاں اس کو دوڑا پڑ چکا ہوتا۔

"نہیں مانگے جاتے لیکن مجھے چاہیے۔ ویسے بھی شادی کے بعد سبکے بچے ہوتے ہیں۔ آپ کے بھی ہوں گے۔ اس میں ناممکن تو کچھ نہیں ہے۔"

وہ اسے بہت ہی عام چیز سمجھ کر ان دونوں سے بہت چھوٹی ڈیمانڈ کر رہا تھا، انیس نے اسکے بالوں میں ہاتھ پھیرتے عدین کی توجہ اپنی جانب مبذول کی۔

"سبکے نہیں ہوتے۔ ویسے بھی یہ دعا والی بات ہے عدین۔ تحفہ نہیں، امانت ہوتے ہیں یہ بچے اور امانت وقت پر ہی ملتی ہے۔"

انیس کے سمجھانے پر عدین اور عرشیہ نے بیک وقت محبت سے انیس کی آنکھوں کی اداسی دیکھ کر اپنی روحیں ایک سی غمگین ہوتی محسوس کیں۔

"سب کے نہیں ہوتے پر ہمارا بچہ ضرور ہو گا اور وہ بھی بلکل صحت مند، انیس غانم علوی۔ میں بنا بچوں کے سروائو نہیں کر سکتی اور مجھے تم سے ہی یہ سکھ چاہیے۔ صرف تم سے"

عرشیہ کے دل میں اس شخص کا پہلا جملہ تیر کی طرح کھبا تھا۔

"پھر میں بہت سی دعا کروں گا، بنا کسی ڈیڈ لائن کے۔"

عدین نے فوراً دونوں ہاتھ دعا کی مانند جوڑ کر اٹھائے تو اسکی اس معصوم دعا کی یقین دہانی نے عرشیہ اور انیس کو ایک دوسرے کی جانب دیکھنے پر مجبور کیا۔

"تمہاری دعا کی دل و جان سے ضرورت ہے مجھے عدین۔ اللہ تمہاری ہر تمنا پوری کرے۔"

وہ انیس کی آنکھوں کی سرد مہری، اسکا انکار بھانپ کر بھی عدین کو اس دعا کے لیے پوری اجازت دے کر وہاں سے گئی، اور عدین بھیو سے لپٹ گیا، انیس نے اسکو خود سے لگا محسوس کرے بھینچا جبکہ نظریں انیس کی اس لڑکی کو جاتا اور گم ہوتا دیکھ کر بے تاب ہوئیں۔

"بھیو۔ میں نے کچھ زیادہ اور عجیب تو نہیں مانگا ناں عرشیہ سے؟"

انیس نے اسے روبرو کرے اسکے سوال پر عدین کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں بھرا۔

"اسکی آمادگی سے لگ تو نہیں رہا چمپین کہ تم نے کچھ زیادہ یا عجیب مانگا ہے"

انیس خود ابھی تک صدمے میں محسوس ہوا، عدین کے ہونٹوں پر مسکراہٹ چپکی، خندہ پیشانی سے انیس کی حیرانگی دیکھی۔

"ہاہا۔ بھیو لگتا ہے آپکو بھی یقین نہیں آرہا میری طرح۔"

وہ دوبارہ سے انیس کے گلے لپٹا لیکن اس بار جو شیلی لہر کچھ زیادہ ہی تیز تھی، انیس اب تک ہونق منہ بنائے ہوئے سمجھنے کی کوشش میں تھا کہ ہوا کیا ہے، اگلے بیس منٹ تک وہ سب ایک بار پھر ساتھ سب کے بیچ رہے، پھر بے بی کو چیک آپ کے لیے نرسیز لے کر گئیں تو عرشیہ، عدین اور مہرو بھی ساتھ گئے، رضی سرمرو بھی مبارک باد دینے آئے تو بہت سے پھول، مٹھائی اور سجاوٹ کا وہ سارا سامان بھی لائے جو مہرو نے انکو لانے کے لیے لسٹ تھماتے کہا تھا۔

انیس اس بیچ یہی سوچتا رہا کہ اگر اس نے عرشیہ کو یہ کہا کہ وہ نہیں مرا جا رہا تو وہ اس سے پھر روٹھ کر دور نہ ہو جائے، جبکہ وہ مرا جا رہا ہے یہ کہنا بھی جان جوکھم کا کام تھا، بیس منٹ اسی شش و پنج میں مبتلا رہنے کے بعد آخر آر یا پار سے نکلنے کے فیصلے پر رضامندی ہوئی اور وہ عدین اور مہرو کے بیچ سے اسے رازداری سے اچک کر لے گیا۔

"مجھے کچھ کہنا ہے تم سے"

وہ تیسری بار اسکے ہاتھ لگی تو انیس نے اسکی بازو پکڑ کر نا صرف روکا بلکہ بے بی کے کمرے سے تھوڑا دور اسکی کہنی دبوچے گھسیٹ کر لایا کیونکہ جانتا تھا کوئی نہ کوئی آس پاس منڈلا رہا ہے تو پھر بات بیچ میں رہ جائے گی۔

"کہو ناں۔ پچھلے آدھے گھنٹے سے تمہارے حلق میں یہ

بات پھنسی ہے۔ چلو بولو"

عرشیہ نے اسکی آنکھوں میں نزدیک ہو کر آنکھیں جماتے مدعا جاننے کی کوشش کی تو انیس نے گھبرا کر نظریں چرائیں کیونکہ وہ ٹکٹکی باندھے ہوئے اسے دیکھتی اسکے سوال کی منتظر تھی۔

"مجھے یہ کہنا تھا کہ میں بلکل مرا نہیں جا رہا تمہاری پہل کے لیے۔ اچھے سے دماغ میں بٹھالو۔ نہ مجھے تمہاری توجہ چاہیے"

انیس نے اٹک اٹک کر آنکھیں بلنک کرتے اپنی بات اُگلی تو عرشیہ نے بہت کوشش کی ہنسی روکنے کی پر ہنسی جیسے اسکے لبوں سے سلپ ہو گئی، تبھی عرشیہ کو منہ پر ہاتھ جمانا پڑا، اس سے پہلے عرشیہ وہاں سے ہنس کر جاتی، انیس نے اسے بازو سے پکڑ کر لہراتے واپس کھینچا، عرشیہ کی ہنسی، مسکراہٹ میں بدلی پھر انیس کی آنکھوں میں کچھ دیر دیکھنے کی دیر تھی کہ عرشیہ کے رخسار ہلکی گلابی رنگت پکڑ گئے۔

"ابھی تو کہا تم نے کہ تمہیں میری توجہ نہیں چاہیے۔ پھر تم مجھے کس حیثیت اور نیت سے روک رہے ہو؟"

عرشیہ نے اپنی نکلتی جان عیاں نہ کرتے زرا انڈر ہو کر استفسار کیا کہ وہ سب جانتی تھی اس شخص کے اندر کیا چل رہا ہے۔

"بیوی ہو تم میری"

انیس کے ماتھے پر تیوریاں نمایاں ہوئیں تو وہ طنزیہ مسکرائی۔

"ہر بار بیوی ہو تم میری کہہ کر فرار کرنا اچھا معمول ہے تمہارا۔ کیری اون"

اپنی کہنی، انیس کی آہنی گرفت سے جھٹکتی وہ صبح سے روڈ ہو رہی تھی جب سے انیس نے اس سوال کے بعد اپنا یکدم پینترا بدلا تھا کہ وہ بس معلومات کے لیے قریب آنے کا پوچھ رہا ہے۔

"تم میرے ساتھ ایسا کیوں کر رہی ہو صبح سے؟"

آخر بہت بے بس ہوتے وہ کہہ بیٹھا، اس بار وہ ہنوز طنزیہ مسکرائی پر اب کی بار اسکی آنکھوں میں جی بھر کر شکایت تھی۔

"میرا شوہر جو اپنے قریب دوبارہ میرے آنے کا سوال صرف معلومات میں اضافے کے لیے پوچھتا ہے، اس سوال میں اسکی کوئی جذباتی طلب یا خواہش نہ شامل ہے نہ ہو سکتی ہے، وہ میرے لیے مرا بھی نہیں جا رہا، اسے میری توجہ بھی نہیں چاہیے، میں اس کے ساتھ جینے اور اسکے بچے کی ماں بننے تک کا

سوچ لیتی ہوں، اوپر سے ایسی ملتی ہر دعا پر آمین بھی کہتی ہوں۔ اس 'ایسے' کی بات کر رہے ہو کیا تم انیس؟"

وہ آنکھوں میں تپش بھر کر انیس کی آنکھوں میں جھانکتی یہ سب دبے غصے کے ساتھ بولتی اسے کسی قابل ہی نہ چھوڑ سکی، گنگ تو اب کی بار انیس کی زبان ہوئی تھی۔

"کیا ہم بچے کے لیے تحفہ لینے چلیں؟"

انیس کے مرہمی سے سوال پر وہ دل مسوس کر رہ گئی، اس وقت انیس کا یوں بات بدلنا عرشیہ نے امید نہیں کیا تھا۔

"تم جاو اور لے آو"

کرب کی آنچ لیے الفاظ ادا کرتی وہ اسکی گرفت جھٹک گئی۔

"ایسے کیوں کر رہی ہو۔؟"

وہ اسکو دونوں بازووں سے دبوچ کر اپنے قریب کھینچتا بے بسی کی حد پر کھڑا بولا تو عرشیہ کی گرے نالاں آنکھیں اس کو درد پہنچا گئیں۔

"کیسے انیس؟ تم سے یا تمہارے وجود سے کوئی خواہش باندھنا مجھ پر ممنوع ہے تو ابھی بتادو۔ تھوڑا تھوڑا کر کے مرنا نہیں چاہوں گی"

بے بسی میں ڈوبا لہجہ لیے وہ اسکو دیکھتے بولی۔

"میں نے ایسا کب کہا کچھ ممنوع ہے؟"

وہ اسکی خفا آنکھیں سہہ نہ پایا تو اندر سے آواز نکلی۔

"تم نے یہ بھی تو نہیں کہا کہ ممنوع نہیں ہے"

فریادی انداز لیے وہ اسے نادم کر گئی۔

"ممنوع نہیں ہے"

وہ ملول انداز میں بس اتنا ہی کہہ سکا، عرشیہ نے دکھ سے اسکی ہیزل براون آنکھوں میں کوئی سکھ تلاشنے کی کوشش کی پر بے سود!

"جیسے تم نے کہا ہے، یہ ممنوع ہی لگا ہے مجھے انیس۔ تھینکیو۔ میری دل و دماغ اور جذبات کی راہ میں روڑے اٹکانے کے لیے۔ حد سے نہیں نکلوں گی اب"

اپنے آپ کو ملامت آمیز انداز میں ٹوکتی ہوئی وہ انیس کی آنکھوں میں بھی برابر تکلیف کی آنچ جگاتے واپس بے بی والے کمرے کی طرف بڑھی۔

"مر رہا ہوتا تو؟"

عرشیہ کے قدم اسکے منہ میں دبتے، حلق سے بڑی مشکل سے نکلتے اعترافی جملے پر تھمے، وہ رکی پر باخدا اگر پلٹتی تو خود کو روک نہ پاتی۔

"کیا کہا؟ میں نے سنا نہیں؟"

وہ اپنے چہرے کے گلاب رنگ چھپاتی پلٹی اور انیس کی طرف مڑی ہی جب وہ بھاری قدم اٹھاتا جان جوکھم کی مانند لگتا بیچ کا فاصلہ کاٹ کر اسکے قریب رکا۔

"اگر مر رہا ہوتا تمہارے قریب آنے کے لیے؟"

وہ اسکی ٹھوڑی پکڑ کر عرشیہ کا چہرہ اوپر اٹھاتا اسکی پلکوں کی لعرزش دیکھتے اس سرد مہری سے بولا کہ عرشیہ کا کلیجہ جو دل کی دھڑک سے بہار ہوا، سڑ کر خزاں ہو گیا۔

"اسکا جواب تمہیں تبھی دوں گی جب تم واقعی میرے لیے مر رہے ہوئے، ایڈوانس انفارمیشن سروس نہیں کھول رکھی میں نے کہ مفروضوں کے بھی تمہیں تسکین بخش جواب دیتی پھروں"

وہ کانچ آنکھوں میں آگ بھرے پست ساغرائی، انیس کی بھنویں اوپر کو اٹھیں۔

"تم سے تو میرا تم پر مرمٹنا بھی پناہ مانگے گا، اتنی سخت اور سنگ دل تم میرے لیے کب سے ہو گئی ہو؟"

وہ ایسا ہی کوئی موضوع سے الگ سوال امید کر رہی تھی اور انیس نے اسکی امید بلکل نہ توڑی۔

"میں سخت اور سنگدل ہوں تو میرے قریب کبھی مت آنا اب۔ چلتی ہوں گفٹ لانے تمہارے ساتھ۔"

وہ اسکا اپنے قریب آنا ممنوع کرتی اپنا آپ انیس سے چھڑواتی ہوئی باہر کی طرف بڑھی تو وہ بھی پیچھے ہی بیقراری سے لپکا، عرشیہ نے ہوسپٹل کی بلڈنگ سے نکلتے شدید ٹھنڈک میں سانس کھینچا اور اپنے پیچھے انیس کو آتا دیکھے وہ گاڑی کی طرف بڑھی، اور انیس کے کار ان لاک کرتے ہی وہ پیسنجر سیٹ سنبھالے اپنا بیلڈ فکس کر گئی، انیس نے بھی ڈرائیونگ سیٹ سنبھالتے سیٹ بیلڈ فکس کیا ہی جب عرشیہ نے غصے سے منہ ونڈو کی جانب پھیر لیا۔

"ناراض ہو؟"

وہ اپنا ہاتھ اسکے ہاتھ پر رکھے دباتا اپنی چپ کو برقرار رکھنے میں ناکام تھا، عرشیہ نے اپنا ہاتھ چھڑواتے سہولت سے نفی کی۔

"میں تم سے ناراض نہیں ہوں"

وہ ہنوز ونڈو کی طرف دیکھتی بولی، جیسے اسے انیس کو یقین دلانے میں کوئی دلچسپی نہ ہو۔

"میری طرف دیکھو"

انیس نے اسکا جبڑے سے منہ دبوچتے اپنی سمت پھیرا تو عرشیہ نے اپنی آنکھیں سختی سے بند کر لیں، انیس سے اسکی یوں آنکھیں بند کرنا برداشت نہ ہوا۔

"انیس۔ مجھے اس وقت مت تنگ کرو۔ دیکھو میں نہیں چاہتی تمہیں ہرٹ کروں۔ میں بہت برا محسوس کر رہی ہوں اس وقت، پلیز"

اسکی جبڑے کے گرد جکڑی انگلیوں کو عرشیہ نے پکڑ کر اپنے چہرے سے ہٹاتے متانت و بے بسی کے سنگ منع کیا۔

"میرے ساتھ برا محسوس کر رہی ہو۔ میں نے تمہیں کب تکلیف دی، بے سکون کر رہی ہو مجھے۔ شدید قسم کا بے سکون"

انیس نے اسکی آنکھوں میں پھیلی اداسی دیکھتے شکوہ کیا کیونکہ وہ عرشیہ کو ایسے نہیں دیکھ پا رہا تھا۔

"ٹھیک ہے۔ تم اکیلے جاو پھر اگر میرا ہونا بے سکونی ہے"

سیٹ بیلڈ کھولتے وہ جانے کا ارادہ ترک کرتی، کار ڈور کھول کر باہر نکلنے لگی جب انیس نے اسکی بازو پکڑ کر اپنے قریب کھینچا، وہ اسکے سینے سے بمشکل لگتی

لگتی بچی، انیس کے پاس عرشیہ کے لیے جواب نہیں تھا، نہ کوئی تسلی، مگر وہ یہ احساس ضرور تھا کہ وہ اسکا سب کچھ ہے۔

"تمہارا ہونا بے سکونی نہیں ہے۔ تمہارا روٹھنا تکلیف ہے۔ کیوں نہیں سمجھتی تم مجھے؟ کہا تھا ناں تھوڑا وقت دو۔ پھر یہ کیسی ضد ہے لُما، میری لُما یہ ٹھیک نہیں کر رہی تم میرے ساتھ"

اس گرم جوش لہجے میں بولتے انیس غانم کی آنکھیں وہ محبت سے بھری محسوس کر سکتی تھی، وہ اک دم ہارا ہوا الگ رہا تھا، اس سے عرشیہ کا گریز برداشت نہ تھا، وہ اپنی کمزوری خود عرشیہ المیر کے ہاتھ میں تھما چکا تھا، وہ کیسے نہ مغرور ہوتی۔

"میری لُما کہہ سکتے ہو، بس مجھ سے اظہار محبت کرنے اور یہ کہنے میں تکلیف ہے کہ ہاں عرشیہ مجھے تم سے نا صرف محبت ہے بلکہ میں تم سے اپنی اولاد بھی چاہتا ہوں۔ کیا اتنا مشکل ہے یہ؟"

وہ سنجیدہ تھی، اسکی آواز میں زرا برابر لچک نہ تھی۔

"یہ ان باتوں کے لیے وقت مناسب نہیں یار، سمجھ کیوں نہیں رہی۔ تم میری ساری کی گئی کوششوں پر پانی بہادو گی۔ میں تمہیں دیکھ بھی نہیں پاوں گا۔ قریب آنا تو دور کی بات ہے"

وہ اسکا حصار لمحے میں جھٹک گئی، انیس نے اس طرح اسکا خود کو جھٹکنا امید نہ کیا تھا۔

"تم یہ سب اگر جتانے کے لیے کر رہے ہو تو مجھے اب چھونے کی بھی کوشش مت کرنا انیس۔ یہ اس زلت سے زیادہ گہرا وار ہے جو تم نے مجھے جھٹک کر دی تھی۔ یاد رکھنا۔ اب معافی نہیں ملے گی۔ کان کھول کر سن لو میں بار بار نہیں پگھلوں گی۔ میں تمہارے لیے نرم ہوں تو مت سمجھو میں تمہاری زیادتی اور ناانصافی سہوں گی۔ تم مجھے دکھ دیتے ہوئے سوچتے نہیں ہو، تم بہت برے ہو۔۔"

اپنی آنکھوں میں اتری نمی ہاتھ سے رگڑتی وہ دوبارہ گاڑی سے نکلنے لگی مگر انیس نے اسکی بازو پکڑ کر نا صرف اسے اندر گھسیٹا، بلکہ اپنا سیٹ بیلڈ کھولتے، عرشیہ پر جھکتے اسکا سیٹ بیلڈ زبردستی، اسکی لاکھ مزاحمت کے فکس کیا تو وہ بس بھیگی آنکھوں سے اسے گھور ہی سکی۔

دونوں کے ہونٹ بس جڑنے کے دہانے پر آ گئے، سانسیں تو پہلے ہی اک دوجے میں گھل کر دل میں شدید حرارت بھر رہی تھیں۔

"میرے سر درد میں اضافہ مت کرو اس وقت، اس پر واپس پہنچ کر بات کرتے ہیں۔ جب تک یہ مسئلہ حل نہیں ہو گا، نہ آج تم سو گی نہ میں۔ اپنے دماغ میں اچھے سے بٹھالو یہ بات۔ میں تمہیں اپنا آپ مزید سمجھانے کی ناکام کوشش نہیں کروں گا اب۔ تم سے تمہاری طرح ہی بات کروں گا"

وہ اسے غصے میں تھوڑی نرمی ملائے سختی سے ٹک کر بیٹھنے کا حکم دیے پیچھے ہٹ کر اپنا سیٹ بیلٹ فکس کرنے لگا، وہ گردن پھیرے اسے ہی دیکھ کم کاٹ کھانے سا اپنی آنکھوں میں زیادہ لیے ہوئے تھی۔

"تم مجھ سے میری طرح بات نہیں کر سکتے انیس۔ تم میں اتنا ظرف اور برداشت نہیں ہے۔"

وہ افسوس کرتے بولی تو انیس نے ہاتھ بڑھا کر اسکے منہ پر رکھتے اسکے ہونٹوں کو انگلیوں کی پوروں میں پکڑ کر اسکی یہ چلتی چونچ جس طرح بند کی، عرشیہ کی آنکھیں گھبراہٹ کے رنگوں سے اٹ گئیں۔

"خدا کے لیے، اپنا منہ واپسی تک بند کر لو۔ ہمارے گھر اور روم واپسی تک مجھے ایک اور غصے میں بات مت کہنا۔ نہ شکائیت کرنا۔ سن رہی ہو؟"

وہ اسطرح ہارے لہجے میں بولا کہ عرشیہ دم سادھے سر ہلا گئی، وہ یوں خطرناک لگتا ہوا ریڑھ کی ہڈی تک سنسناہٹ اتار رہا تھا، انیس نے اپنا ہاتھ

ہٹایا اور سخت برے اور سرد موڈ میں اس نے گاڑی سٹارٹ کی تھی اور پھر اس نے گاڑی، ہوسپٹل کے گیٹ سے باہر نکال لی۔

.._____..

ملک ہولڈ نگز میں معمول کی چہل پہل دیکھائی دے رہی تھی، پورا سٹاف اپنے اپنے کام میں مصروف تھا، عاصم کی سیکریٹری اسکے آفس میں اسے کچھ ضروری چیزیں بتا رہی تھی جب دروازہ کھول کر موساب بغیر اجازت اندر داخل ہوا، عاصم اور اسکی سیکریٹری نے بیک وقت گلاس ڈور سے اندر داخل ہوتے موساب اعوان کو دیکھا تو سیکریٹری جو جھکی تھی، سیدھی ہوئی جبکہ عاصم کے ماتھے پر واضح بل پڑے، جو موساب کے بنا اجازت دندناتے ہوئے اندر آنے کے سبب تھے۔

"کسی کے آفس میں گھسنے کے کچھ آداب ہیں موساب اعوان، کیا تمہیں ملک ہولڈ نگز میں رہنے کے آداب بھی سیکھانے ہوں گے؟ یہ تمہارا تھانہ یا

سرکاری دفتر نہیں جہاں ایسی بے تکلفیاں اور دخل اندازیاں عام سمجھی جاتی ہیں"

عاصم کے کڑوے اعتراض پر موساب نے سیکریٹری کو ناگوار نظروں سے دیکھا ہی ایسے کہ وہ معذرت کرتی بعد میں آنے کا کہے عاصم سے اجازت لیتی آفس سے نکل گئی جسکا باہر جانے تک موساب نے اپنی کریدتی نظروں سے سکین کیا، عاصم نے رولنگ چیئر پر پھیل کر ٹیک لگاتے موساب کی طرف دیکھا جسکے ہاتھ میں ایک فائیل تھی۔

"مجھے یہاں کے آداب تم سے سیکھنے کی ضرورت نہیں، کیونکہ میرے نزدیک تم اس دنیا کے سب سے غیر تہذیب یافتہ اور غیر مستحق انسان ہو عاصم المیر ملک"

موساب کا لب ولہجہ آگ ہوا تو عاصم نے اسکی بات سنے مست سا قہقہہ لگایا جیسے اسے موساب کے اندر لگی نادیدہ آگ کا احساس و سرور مل گیا ہو۔

"ہاہا۔۔ کیا بات ہے تمہاری۔ میں اتنا ہی تمہارے کہے جیسا ہوتا تو آج میرا نام ملک کے بڑے بزنس مینز میں شامل نہ ہوتا۔ سیاسی خبریں دیکھتے ہو موساب؟ پچ پچ یقیناً نہیں دیکھتے، دیکھا کرو تاکہ تمہیں علم ہو کہ عاصم المیر ملک کے سامنے تمہاری اوقات زمین پر رینگنے والے کیڑے جیسی ہے"

عاصم کا غرور اور خود پسندی کا نشہ وہ کسی اور وقت دیکھتا ابھی اس سے زیادہ ضروری معاملہ تھا تبھی موساب نے فائیل ٹھیک عاصم کے سامنے میز پر پھینکی۔

"تم مجھ سے مقابلہ بعد میں کرنا پہلے اپنے ہی گھر کے سانپوں کو کچل لو، یہ خضر ملک کے کانسرٹ میں لگنے والی آگ کی انکوائری فائیل ہے۔ جو آدمی پکڑا گیا تھا اس نے اپنے مالک کا سارا کٹھا چِٹھا کھول دیا۔ اور تمہیں یہ سن کر شاک لگے گا کہ اسکے باس کو کانسرٹ میں آگ لگانے کا مہویر میثاق نے کہا، وولف کا نام سنا تو ہو گا، یہی ہے وولف۔ سنا ہے تمہاری بیٹی سے شادی کرنے والے آدمی کا بھی یہی نام ہے۔ تمہارا تو اپنا داماد تمہاری نسل کے پیچھے

ہے، تم مجھ سے مقابلے کو چل پڑے۔ کچھ اور بھی معلوم ہوا ہے، اسکی تمہاری بیٹی سے شادی کے پیچھے بھی یقینا کوئی مقصد ہے۔ شاید کوئی پرانی دشمنی، تمہارے بچوں کو ختم کر کے وہ تم سے کوئی بدلہ لینا چاہتا ہو، وولف تمہارے پیچھے تمہارے گھر میں گھس چکا ہے عاصم المیر ملک۔۔۔۔ یہ اوقات ہے تمہاری"

عاصم کے تلووں لگی آگ سر پر بجھی جب وہ اٹھ کھڑا ہوتے اس فائل کو اٹھا کر پڑھنے لگا، جبکہ عاصم المیر ملک کی توجہ ہٹانے کو موساب نے یہ جو کیا، اسکی زندگی کی سب سے بڑی غلطی بننے والا تھا یا چیک پوائینٹ، کچھ کہنا مشکل تھا لیکن اب وولف کا ٹارگٹ عاصم نہیں بلکہ موساب اعوان تھا اور یہ بات موساب کو فاطمہ اور شمس کے فرار کے بعد ہی محسوس ہونی شروع ہو گئی تھی، اب وولف سے نجات کا یہ حل تھا کہ عاصم کو اسکا دشمن بنایا جائے۔

وہ فائیل اور اس پر لکھی تفصیلات نے عاصم کی رگوں میں انگارے بھر دیے، فائیل پوری قوت سے میز کی سطح پر مارے عاصم نے اپنی لہو آشام آنکھوں سے طنزیہ مسکراتے موساب کو دیکھا۔

"کس بات کا انتقام لے گا آخر وہ مجھ سے؟ اگر وہ وولف ہے تو تم اور تمہارا قانون کیا ہاتھوں میں چوڑیاں پہن کر بیٹھا ہے؟ پکڑا کیوں نہیں اب تک؟"

عاصم نے آگے آتے موساب کا گریبان پوری قوت سے اپنے ہاتھوں میں لیا تھا۔

"وہ تمہاری آخری بیوی فاطمہ نور کا عاشق اور سابقہ منگیتر تھا، ثبوت ہے میرے پاس۔ کیا یہ وجہ کم ہوتی ہے انتقام کی، کیا پتا وہ اب تم سے تمہارے بچے چھین کر تمہیں بھی وہی اذیت دینا چاہتا ہو جو فاطمہ کو اس سے چھین کر تم نے اسے دی۔ دوسری بات اسے پکڑنا اس ملک کے قانون کے لیے ناممکن ہے کیونکہ پہلی بات اسکی ایک پروفیشنل خفیہ ادارے کی آئی ڈی

ہے، وہ یہ سب جو کر تا رہا ہے سب قانونی طور پر آپروڈ ہے۔ اسے اگر اریسٹ کیا بھی گیا تو اسکی قانونی ضمانت ایک ہفتے کے اندر اندر ہو جائے گی۔ دوسری بات اس نے آج تک کوئی ثبوت نہیں چھوڑا، زیادہ تر قتل اپنے خفیہ میتھڈ سے کیے جس میں اس نے گولی تک نہیں چلائی۔ وہی مشہور پیٹرن کہ اسکے شکار خودکشی کر لیتے ہیں۔ کہیں اب وہ تمہاری خودکشی کے سامان نہ کر رہا ہو عاصم صاحب"

اپنے گریبان پر جکڑے عاصم کے ہاتھ پکڑ کر جھٹکے سے ہٹاتے موساب نے اسے پکڑ کر خود سے دور دھکیلا جبکہ یہ سب موساب نے جس طرح عاصم کو بتایا، وہ پاگل ہو رہا تھا، اسکا بس نہ چلا ابھی اس آدمی کا قتل کر آئے۔

موساب نے ہمیشہ سمارٹ گیم کھیلی تھی، جیسے آج، اپنے دو جانی دشمنوں کو ایک دوسرے کے پیچھے لگا کر وہ اپنا پتا پھینکنے کے ارادوں میں تھا۔

"اگر جو کچھ تم نے کہا وہ جھوٹ ہوا تو؟"

عاصم نے اپنا افشار خون زرا ٹھنڈا پڑتے ہی موساب کی طرف حقارت سے دیکھا۔

"تو تمہاری گولی، میرا سینہ۔۔۔ ویسے ایک آفر بھی لایا ہوں تمہارے لیے"

موساب نے کمینگی سے مسکرا کر وہیں کرسی سنبھال کر نوابی انداز میں بیٹھے اک پیشکش کا ذکر کیے عاصم کا خون از سر نو ابال دیا۔

"اپنی شکل اس آفر سمیت اٹھا کر نکل جاو یہاں سے خبیث۔۔۔ اس مہویر کا کام تمام کر کے میں تمہیں اور تمہاری اس مکروہنسی کو بھی ٹھکانے لگا دوں گا۔ تم نے بنا کسی وجہ کے تو مجھے یہ سب نہیں بتایا ہو گا موساب؟ کیا لگتا ہے تم مجھے مہویر کا قاتل بنا کر اندر کروانے کے بعد اس ہولڈ نگز پر قبضہ کر لو گے۔۔۔ بھول ہے تمہاری۔ نکلو یہاں سے۔۔۔۔ دفع ہو جاو۔"

موساب نے قہقہہ لگاتے، چیختے چلاتے چنگھاڑتے عاصم کو دیکھ کر سر ہلایا اور اٹھ کر کھڑا ہوا۔

"تم واقعی مجھے کھلاڑی ہو، چلو میرا تمہیں قاتل بنانے کا پلین فلاپ ہو گیا افسوس پر میں نے تمہیں دل سے سب بتایا ہے، جیسے بھی ہو اب میرے بزنس پارٹنر ہو۔ میں اپنے ساتھیوں کا بہت خیال کرتا ہوں بھلے پھر وہ میری آستین کا سانپ ہی کیوں نہ ہوں۔ وولف کو اگر کوئی راستے سے ہٹا سکتا ہے تو وہ تم ہو۔ تمہارے پاس وجہ بھی ہے اور پاور بھی۔ ورنہ ایسا نہ ہو تم اپنے اسی شان و شوکت رکھتے آفس میں خودکشی کرنے پر مجبور ہو کر مردہ پائے جاو۔۔۔۔۔۔ احسان مند رہنا میرے کہ تمہیں یہ سب بتایا۔ کیا پتا جلد تمہیں اپنے اور محراب کے نکاح کا گواہ بنالوں۔۔۔۔۔"

عاصم اس سے پہلے لاکر سے اپنی گن نکال کر موساب پر تان لیتا، وہ ہوا میں ہاتھ بلند کرے، ڈھیٹائی سے ہنستا ہوا اسکے آفس سے نکلا تو عاصم کی حالت اجڑ چکی تھی، اپنی ٹائی ناٹ ڈھیلی کرتے کھینچ کر اتارے، شرٹ کے دو بٹن کھولتا وہ وہیں کرسی پر بیٹھے اپنی گن میز پر رکھے وہ فائیل دیکھنے لگا، اس

انکوائری پر قانونی مہر اور انکوائری آفیسرز کے سائن بھی موجود تھے، ان سب لوگوں کے سائن عاصم اچھے سے پہچانتا تھا۔

"تمہیں اسکی قیمت چکانی ہو گی مہویر میثاق، تم نے میرے بیٹے کو جلانے کی ہمت کی، اسکی بازو جلی، میں تمہارا پورا وہ سینہ جلا کر راکھ کر دوں گا جہاں تم نے میرے اور میرے بچوں کے لیے نفرت اکھٹی کر رکھی ہے"

عاصم نے اپنی گن ساتھ لی، فون اٹھایا اور سخت غصے اور نفرت سے تلملاتا ہوا اٹھ کر وہ اپنے آفس سے نکلا تھا، جبکہ عصر کی تو آج صبح ہی افسردہ تھی، ابراہیم علوی کے فیکٹری جاتے ہی وہ بھی انیس کے گیمنگ سٹوڈیو نکل گیا، کچھ ضروری میٹنگز لیں، ٹی بریک میں اپنی ٹیم کو کچھ بریفنگ دینے کے بعد وہ دو بجے تک فری ہوئے گیمنگ سٹوڈیو کی بلڈنگ سے نکلا، سیکورٹی کے لیے بلائے نئے سٹاف سے اس نے خود میٹنگ کر کے انھیں اپنی آنکھیں ہمہ وقت کھلی رکھنے کی تاکید کی پھر وہ واپس علوی مینشن جا کر کچھ دیر سونے کا ارادہ بنا رہا تھا، علیم خان نے اسے ابراہیم کے حوالے سے خبر دی کہ فیکٹری

ورکرز نے پھر سے کسی کرنٹ چھوڑتی مشینری کے حوالے سے ہڑتال کر رکھی ہے اور ابراہیم علوی نے انھیں ہڑتال ختم کرنے کے لیے مشینری نئ نصب کرنے کا جلد وعدہ بھی کیا ہے، اب عصر کو وہ بھی ٹنشن تھی کہ پھر سے اس شخص نے انیس سے پیسے بٹورنے کا بہانہ ڈھونڈ لیا، اب اس مشین کو ریکور بھی کیا جا سکتا تھا وہ بھی بہت کم پیسوں میں لیکن ابراہیم صاحب اس مشین کی پوری قیمت وصولنے کا پلین بنا رہے تھے اور علیم کی باتوں سے عصر کو اس بارے الرٹ مل گیا تھا، دماغ اسقدر خراب ہوا، سر اتنا درد میں ڈوبا کہ عصر نے گاڑی، دا فائیر لیڈی کی طرف گمادی کہ شاید فجر کا چہرہ دیکھ کر کچھ دل کو تسلی ہو جائے، دل اس درد و ٹنشن سے نکل آئے پر جب وہ عرشیہ کے جیم پہنچا اور آفس کے ایریا میں پہنچا تو اسے وہ سامنے Aerobics Area میں کچھ لوگوں کے ساتھ نظر آئی۔

ایک بڑا شیشہ لگا ہوا ہال تھا جہاں smooth wooden flooring تھی، Zumba, Pilates Yoga کے لیے علیحدہ علیحدہ سیکشن بنے

تھے، پندرہ سے بیس میٹ ترتیب سے رکھے ہوئے تھے، وہاں کسی کا بیک مسل پل ہوا تھا تو فجر اسی پیشنٹ لڑکی کا معائنہ کرتی نظر آ رہی تھی۔

ڈور وال کے پاس کھڑے عصر کی آنکھیں اس مصروف چھوٹی سی لڑکی پر پڑنے کی دیر تھی کہ وہ اپنے اندر چلتی ہر انتشار بھری سوچ بھول گیا۔

ایک دن میں وہ اس لڑکی سے ملا، اتنی پیاری کیسے ہو گئی کہ اسے دیکھنا ہی ہر اضطراب پر کاری وار ثابت ہوا، پھر وہ یہ تک سوچ رہا تھا اس نے فجر کو بہت جلد بازی میں پرپوز کر دیا، اسے دکھ ہوا، لیکن جب فجر کی کل آخری دھمکی یاد آئی تو دل کی کچھ اس جلد بازی سے جڑی رنجیدگی کم پڑ گئی۔

"پلیز ابھی مزید ورک آوٹ کرنے کی ضرورت نہیں۔ آج آرام کریں۔ پین کلر لکھ کر دی ہے۔ اور آج بنا تکیے کے سوئیے گا مس مومل"

وہ دیوار کے ساتھ چلتا چلتا دروازے تک آ کر رکا تو اسے فجر کی آواز کانوں میں پڑتی سنائی دی، وہ دروازے سے لگ کر کھڑا فجر کا انتظار کرنے لگا کہ کب وہ پیشنٹ سے فری ہوتی ہے۔

"تھینکیو ڈاکٹر فجر"

وہ لڑکی مسکرا کر ممنون ہوتی دروازے کی طرف بڑھی تبھی فخر کی نظر، گلاس ڈور کے پاس کھڑے عصر پر پڑی، بے ساختگی کے سنگ فجر کی آنکھوں میں تیرتی پیشہ وارانہ مسکراہٹ، سنجیدہ خوشی میں بدلی۔

وہ اپنا اسٹیتھو سکوپ گلے میں ہار سا ڈالے، چلتی ہوئی دروازے تک پہنچی اور سر اٹھا کر عصر کی آنکھوں میں پھیلی بے چینی دیکھنے لگی۔

"طبعیت ٹھیک ہے آپکی مسٹر عصر؟ یہاں کیسے آنا ہوا؟"

وہ دانستہ نرم مگر سنجیدہ رہی۔

"طبعیت تو ٹھیک ہے پر آنکھیں جل رہی تھیں، اس امید پر آیا کہ آنکھوں کی ٹھنڈک پاوں گا اور پالی"

وہ سچ میں کچھ چھپا نہیں پا رہا تھا، وہ اداس ہوتا تو اسکی آنکھیں چیختی جیسے اس وقت۔

"پالی ٹھنڈک تو جائیں پھر"

وہ بے مروتی سے بولی جیسے راستہ دیکھا رہی ہو، عصر نے اک نظر اسکی آنکھوں پر ڈالی پھر پیچھے پلٹا، وہ واقعی پلٹ کر جانے لگا جب عصر کو اپنا ہاتھ فجر کے ہاتھ کی گرفت میں جاتا اور دبتا محسوس ہوا۔

"میرے پاس آئیں دوبارہ تو ہوا کے گھوڑے کی سواری ممنوع ہے۔ آئیں مزیدار چائے پلاتی ہوں۔ تھوڑی آنکھیں مزید ٹھنڈی کر لیں"

وہ اسکا ہاتھ پکڑ تو بیٹھی پر جب عصر نے اسکے ہاتھ کو محبت سے دیکھا تو فجر نے نہ صرف اپنا ہاتھ پیچھے کھینچا بلکہ نظریں چراتی ہوئی وہ اپنے کیبن کی طرف گئی

اور جاتے ہوئے کچن سٹاف کے لڑکے کو دو اچھی سپیشل والی چائے کا بھی کہہ کر گئی، عصر نے اسکے قدموں کا تعاقب کیا اور اسی جگہ واپس آ گیا جہاں اس حسین لڑکی کا پہلی بار بغور دیدار نصیب ہوا تھا۔

وہ اسے سٹنگ ایریا کی جانب آ کر کاوچ پر بیٹھنے کا اشارہ کرتی خود سامنے اک نشستی صوفے پر بیٹھی، اسٹیتھو سکوپ گردن کے گرد سے نکال کر میز پر رکھا، اور بے ارادہ عصر کو دیکھ بیٹھی۔

"میں نے آپکو پرپوز کرنے میں بہت جلدی اور زبردستی کر دی تھی، مجھے افسوس ہے۔ میں ایسا نہیں تھا جیسا آپکو ملا۔ وہ سب شوخی، وہ مستی، وہ جلد باز سا بے فکر آدمی میں نہیں ہوں فجر۔ آپ جواب دینے کے لیے سال بھی لے سکتی ہیں، اس سے زیادہ بھی۔"

وہ اسکی سنجیدگی سے زیادہ اسکی ذات کا دبا ہوا اور دکھی ہونا محسوس کر رہی تھی۔

"کسی نے ہرٹ کیا ہے؟"

وہ بنا سوچے بولی، آواز اور لہجے میں ڈھارس تھی، عصر نے جھکی آنکھیں اٹھا کر فجر کو دیکھا اور زخمی سا مسکرایا۔

"نہیں بتا سکتا۔ بس پتا نہیں کیوں چلا آیا یہاں۔ آئی ایم سوری فجر مجھے جانا چاہیے"

وہ اسکی توجہ کے آگے نروس ہوتا بوکھلا کر اٹھا تو وہ بھی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"عصر۔ مجھے پرپوز کر دیا اتنی جلدی پر ٹرسٹ کر کے اداسی نہیں بانٹ سکتے؟ یہ کیسا پہلی نظر کا پیار ہوا؟"

وہ اسکے مقابل آئی، وہ اسکے بجھے اداس چہرے کو دیکھ کر بے چین سی ہو چکی تھی، وہ اسے پریشان کرنے تو نہیں آیا تھا۔

"ہاں کریں گی تبھی ٹرسٹ کر سکوں گا"

وہ پھر سے وہی سب کر رہا تھا، فجر ایسے مسکرائی جیسے ڈھیٹوں پر مسکراتے ہیں۔

"تو اسے آپ جلد بازی کی کونسی شکل کہیں گے مسٹر عصر؟ ابھی تو آپ نے کہا سال لے سکتی ہوں"

وہ اسے اسکی بات یاد دلا کر ان بے تابیوں پر چوٹ کر گئی تو عصر کی نظریں سی جھکیں۔

"مجھے کسی پارٹنر کی ایموشنل سپورٹ چاہیے، اور جلدی چاہیے۔ تاکہ میں کسی کو منہ توڑ جواب دے سکوں کہ میرے پاس بھی اپنی عورت ہے سائیں۔ تم نہیں سمجھو گی کیونکہ یہ بہت مشکل ہے"

وہ اتنی الجھی اور پیچیدہ بات کر کے اسے مشکل کہہ رہا تھا تو یہ برحق تھا، وہ بھی جھنجھلا کر رہ گئی۔

"عصر زمان! میں ایک ہی دن، بلکہ کچھ گھنٹوں میں ہی سب سمجھ گئی تھی۔ آپ ایک قابل بھروسہ انسان ہیں۔ میں جب تک آپکے پرپوزل کا جواب نہیں دیتی، دوست بن سکتی ہوں۔ ایسی دوست جس سے کچھ شئیر کرنے کے لیے آپکو کسی رشتے کی ضرورت نہ ہو اور ایموشنل سپورٹ بھی بن جاوں"

وہ اسکی اداسی اور اپنی مجبوری کو بیک وقت دیکھتے ہوئے اسے بہترین حل دے گئی، عصر نے نفی میں سر ہلایا۔

"میں لڑکیوں کو دوست نہیں بناتا، ایک بہن کی سیٹ خالی تھی وہ میں نے عرشیہ المیر کے نام کی۔ ایک بیوی کی جگہ خالی ہے اسکے لیے آپ کی طرف دیکھ رہا ہوں۔ ایک بیٹی کی جگہ خالی رہ جائے گی جسے اللہ کے بعد اگر آپ نے چاہا تو آپ ہی پُر کریں گی۔ اسکے سوا کسی دوست کی گنجائش نہیں۔ معاف کیجئے گا۔ ابھی اور سابقہ ہر بے تکلفی کے لیے"

وہ انکار کرتا اس سے پہلے جاتا، وہ اس بار اسکی بازو پکڑ کر روک گئی۔

"عصر! کسی نے بہت زیادہ تکلیف دی ہے آپکو کہ آپکی ساری خوشی کو اجاڑ کر رکھ دیا۔ دو منٹ کی دوست مان کر بنا دیں پھر بھلے دوستی توڑ دیجئے گا۔ میں پریشان رہوں گی ورنہ"

وہ اسکے لیے آنکھوں میں نمی لیے کھڑی اسکا درد جاننے کو بیقرار تھی، جیسے اس وقت بس عصر ہی اہم ہو۔

"دو منٹ کی دوست نہیں چاہیے"

وہ ضدی ہو کر اپنی بازو چھڑوا کر دور ہٹا۔

"مجھے تو بننا ہے دو منٹ کی دوست"

وہ بے چین اور افسردہ ہو کر اسکی یہ دوری دیکھتے بولی۔

"اپنے گھر کا پتا دیں، میں ان سے جا کر آپکو باقاعدہ مانگنا چاہتا ہوں۔"

وہ اسکے دو قدم قریب ہوئی۔

"وہ میری ہاں کے بعد جایئے گا، ابھی میں کچھ اور مانگ رہی ہوں عصر زمان"

وہ اسے اداس دیکھ نہ پا رہی تھی۔

"طبیبہ! بے بس آدمی کو اور مجبور کرنے کا گناہ کما رہی ہیں۔ ہاتھ کی شفاء ناراض ہو جائے گی۔ احتیاط برتیں۔ چلتا ہوں"

وہ جانے کو بڑھا تو آگے انکی چائے سٹاف ممبر نہ صرف لایا بلکہ وہ سٹیگ ایریا کی طرف میز پر رکھ کر چلا بھی گیا۔

"چائے؟"

وہ آس سے چائے کی دو پیالیوں کو دیکھنے کے بعد عصر کی طرف دیکھنے لگی جس نے واپس قدم بڑھائے اور ٹیبل کی طرف آیا تو وہ مسکرائی کہ چلو چائے پینے تک تو بیٹھے گا مگر تب فجر کا کلیجہ اچھل کر حلق میں آیا جب عصر نے جھک

کر وہ چھوٹے سے کپ کو اٹھا کر ایک ہی گھونٹ میں پیتے گرم گرم ہی اپنے حلق میں انڈیل کر کپ واپس ٹرے میں رکھا اور منہ جلنے، زبان پر ہوتی حرارت کے باوجود مسکرا کر فجر کو دیکھنے لگا جسکی آنکھیں گلابی ہوئے جا رہی تھیں، ہونٹ بھی تھوڑے کھل گئے۔

"عرشیہ سے کہوں گا یہاں کی چائے ابلتی ہوئی نہیں ہوتی۔ ٹھنڈی چائے، شکائیت بنتی ہے۔ حلق بھی زیادہ دیر نہیں جلا سکی۔ سی یو ڈاکٹر صاحبہ"

وہ اس لڑکی کو صدمے میں چھوڑ تا باہر نکل گیا، جبکہ فجر نے ہوش میں آتے جب اپنا کپ اٹھا کر سیپ لیا تو شدید گرم ہونے کے سبب وہ فورا کپ کو منہ سے دور کرتے روہانسی ہو کر عصر کا خالی کپ دیکھنے لگی، جبکہ اپنے منہ اور حلق کی جلن ان جناب کو کہاں محسوس ہوتی جو مسیحا کا چہرہ نہار کر آئے تھے، عصر چونکہ اس سے بھی گرم چائے پیتا تھا تبھی یہ اسکے لیے معمولی

کیس تھا، پر فجر کو تو یہ آفت کہیں کا دائمی صدمہ لگا کر جا چکا تھا، وہ تو اسی کپ کو دیکھے جا رہی تھی جسکی سطح اب تک گرم تھی۔

"پاگل آدمی۔۔۔ حد ہو گئی۔ انسان ہے یا چائے کی دیگچی۔۔ مجھے پتا ہوتا اتنی گرم چائے ایک ہی بار حلق میں انڈیل لے گا تو کبھی چائے کا نہ کہتی۔ اوہ میرے خدا! نمبر بھی نہیں ہے ورنہ کال کر کے پوچھتی قوت گویائی ہے یا چلی گئی۔ نہیں اللہ نہ کرے، بس انکی زبان اور حلق کی خیر ہو"

بچاری فجر کا دن تو یہ آدمی اپنی فکر سے باندھ آیا تھا، اب وہ یہی سوچتی کہ کل کی ہاں آج ہی کر دے، لیکن اتنی آسانی سے وہ تھوڑا ملنے والے تھے، بہت سے امتحان باقی تھے۔

.._____..

عرشیہ اور انیس واپس آئے تو بے بی سمیت باقی سبکے تحائف بھی عرشیہ نے ہی دیے، کیونکہ انیس کو یہی مناسب لگا، بقیہ دن بے بی کے ساتھ گزار کر

فائنلی انکی واپسی کا بھی وقت ہو گیا، سب نے بہت سی دعاوں اور دوبارہ جلد آنے کی تاکید کے ساتھ انھیں رخصت کیا، بہت سے علاقائی تحائف بھی وہ ساتھ لے کر نکلے، عدین نے تو مہرو سے اسکی مما کا نمبر بھی لے لیا تاکہ کبھی کبھار گپ شپ ہو سکے اور خاص کر شادی کی پلاننگ کے لیے انھیں بہت سی باتیں کرنی تھیں، ان سبکو واپسی میں یقینا آدھی رات ہو ہی جاتی، جبکہ دوسری طرف عاصم المیر ملک نے آج کی تمام میٹنگز کینسل کر دی تھیں، وہ اس وقت مہویر کے پیچھے تھا، اپنے گارڈز کو بھی اس نے ہولڈ نگز ہی چھوڑ دیا یہ کہہ کر کہ اسے کچھ خفیہ کام کرنا ہے، خضر کا انٹرویو ہوا تو اس نے ڈنر کے لیے مما اور منائم کو باہر لے جانے کا پلین بنایا تھا، جبکہ عاصم المیر ملک نے مہویر کا پیچھا اسکے انڈر گراونڈ سٹوڈیو تک کیا۔

"تو یہ ہے تمہارا خفیہ اڈا۔ تمہیں یہیں دفنا دوں گا آج میں"

مہویر نے اندر قدم بڑھائے، روشنی مدھم تھی اور ہوا میں نمی کے ساتھ لوہے اور تیل کی بُو رچی ہوئی تھی اور اسی لمحے باہر سے ایک خشک سی کلک کی آواز آئی۔

عاصم المیر ملک نے مسکراتے ہوئے سائلنسر لگی گن اٹھائی اور درختوں پر لگے کیمرے ایک ایک کر کے گولیوں سے چٹخنے لگے۔ شیشے ٹوٹنے کی دبی آوازیں، ان سے لگی تاروں کا جھول جانا، اور پھر جنگل کی خاموشی، ایسی خاموشی جو چیخ بن کر کانوں میں اترتی ہے۔ مہویر میثاق کی نگرانی اندھی ہو چکی تھی۔

عاصم نے اسٹوڈیو کے پچھلے حصے میں رکھے کنستر پر ماچس پھینکی، پیٹرول وہ پہلے ہی چھڑک چکا تھا، لائٹر گرتے ہی آگ نے فوراً بھڑکتے سانس لی۔

پہلے ہلکی سی لپٹ، پھر بھوکے جانور کی طرح وہ آگ اس تہہ خانے کی جانب اترتی دیواروں کو چاٹتی محسوس ہوئی، دھواں اوپر اٹھا تو نیچے اپنے سٹوڈیو میں موجود مہویر کے سینے میں گھس گیا۔

"ی۔۔یہ دھواں کیسا ہے؟"

اسے کھانسی کا شدید دورا پڑا، سیاہ آنکھوں میں جلن، اور گلا کڑوا ہوتے ہی اسکی آنکھوں کے سامنے روشنی دھندلانے لگی، ہر سمت سرخ نارنجی سایے ناچنے لگے۔

مہویر نے اس جگہ سے پیچھے ہٹنا چاہا تو گرمی اور آگ کی تپش کے ساتھ اس پوری جگہ پھیلتے دھوئیں نے اسکا راستہ روک لیا۔

فرش تپ رہا تھا، جوتوں کے تلے جلنے لگے، اسکی سانسیں بھاری ہو گئیں، ہر سانس جیسے انگارہ اندر لے آ رہی ہو۔ پسینہ آنکھوں میں بہا، اسکی نظر

دھندلا گئی۔ دل کی دھڑکن کانوں میں دھم دھم کرتی رہی، ایک لمحے کو سانس اٹک گئی۔

چھت سے جلتی لکڑی کا ٹکڑا ٹوٹ کر گرا۔

شعلوں نے مہویر کے کوٹ کی آستین کو چھوا، کپڑا آگ کا انگارہ پڑتے ہی چرچرانے لگا، جلد پر تیز تپش کی چبھن، جیسے کسی نے دہکتا ہوا ہاتھ رکھ دیا ہو۔ مہویر نے دانت بھینچے، بازو فوراً جھٹکا، مگر دھواں اب دیوار بن چکا تھا۔

"میرے بیٹے کو جلانے کی کوشش کی تم نے؟ خبیث۔۔۔ تمہارے اسی اڈے کو تمہاری جلتی جہنم بناوں گا"

عاصم اس جگہ سے اٹھتے آگ کے شعلے اور دھواں دیکھتے حقارت سے غرایا جیسے اسکے سر پر خون سوار ہو چکا تھا۔

مہویر نے دیوار کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے ہاتھ سے راستہ ٹٹولا پر دیواریں بھی شدید گرم ہو رہی تھیں۔

ہوا کم تھی، جس سبب اسکا دم گھٹنے لگا۔ آنکھوں کے سامنے سیاہ دھبے تیرنے لگے، سماعت میں سیٹی سی بجنے لگی، اس نے کوٹ اتار کر پرے پھینکتے دیوار کے ساتھ بنی ہک پر لٹکا مفلر کھینچ کر منہ پر باندھا، گھٹنوں کے بل ہو کر جہاں دھواں ذرا کم تھا اس طرف رینگا مگر ساتھ ہی ایک اور دھماکہ سا ہوا۔

جنریٹر اور بیٹری ایک ساتھ پھٹے، رہی سہی روشنی ایک دم غائب ہوئی، ہر طرف آگ اور دھویں کا راج نظر آرہا تھا، مہویر کا دم گھٹ رہا تھا۔

عاصم المیر ملک اسکی جلی سڑی لاش دیکھنے کے بعد ہی وہاں سے ہلنے والا تھا، دس بیس منٹ تک عاصم اس انڈر گراونڈ جگہ سے اٹھتے دھوئیں کو دیکھتا رہا، مہویر بھی شدید دھوئیں اور سانس گھٹنے کے سبب بیہوش ہو گیا تھا مگر پھر جیسے تیسے اسکے نیم جان وجود میں بجلی سی ڈوری۔

جبکہ گاڑی کے قریب ہی آکر رکنے پر منائم باہر نکلی، آگ کے حصار میں ڈوبا مہویر کا سٹوڈیو دیکھ کر وہ وہیں سے چیخی جس سبب عاصم درخت کی اوٹ

میں چھپا، اور منائم اس دھوئیں اور غبار تک پہنچی اور اپنا فون نکال کر خضر کو کال کی، اس وقت وہ کسی جگہ پھنسا تھا تو فوری مدد کے لیے اس نے عاصم کو کال کی، اور مجبوراً عاصم کو آگ بجھانے والوں کو بلوانا پڑا، کیونکہ آگ آس پاس کے درختوں اور جھاڑیوں کو بھی لگ چکی تھی۔

مہویر ہمت کیے لڑکھڑایا، فرش پر گھسٹتے ہوئے ایک دھاتی دروازے تک پہنچا۔ اسکے ہاتھ کانپ رہے تھے، ہاتھ کی گرفت کمزور تھی لیکن اس نے اس راکھ کے ملبے سے نکلنا جاری رکھا، اندھیرے کے سبب، ٹوٹتی چھت اور لکڑی کو لگتی آگ کے سبب باہر کا راستہ بلکل بند ہو چکا تھا۔

مہویر کی سانسیں ٹوٹتی جڑتی رہیں، بس وہ مرنے کے دہانے پر تھا لیکن اس ایمر جنسی سرنگ کے دھاتی دروازے کا ہینڈل اپنی پوری ہمت کرتے کھولا

اور جلتے جہنم کے بیچ ایک باریک سی درز نے ہوا کو راستہ دے دیا، اسکی اکھڑتی سانس جیسے اس درز سے آتی ٹھنڈی سرد ہوا پر سہارہ پکڑ گئی اور اسکے

بعد مہویر کو ہوش نہ رہا، اسے ریسکیو کر لیا گیا تھا پر اسکا پورا سٹوڈیو جل کر خاک ہو چکا تھا، وہ جگہ اندر کو دھنس چکی تھی، اگر مہویر اپنی مدد آپ کیے اس سرنگ تک نہ پہنچتا تو اسکے جسم اور ہڈیوں کا بھی سرمہ بن چکا ہوتا۔

خوابناک کی سی کیفیت میں مہویر کے حواس لوٹے جب کوئی نرم ہاتھ اسکی گردن سے جڑا تھا، کوئی اسے ہوش میں لانے کی کوشش کر رہا تھا، مہویر نے اپنی دھندلائی آنکھیں کھولیں تو سامنے رو رو کر آدھی اور نڈھال ہو چکی منائم کو دیکھ کر مہویر نے درخت سے ٹیک ہٹا کر اسکا ہاتھ مضبوطی سے تھامے ڈر کر ارد گرد دیکھا، مہویر کے دائیں کندھے پر گہری سی آگ کی تپش کی جلن تھی، اسکے سوا اسکے کپڑے جگہ جگہ سے جل گئے تھے لیکن اور کوئی آنچ نہ آئی، ماتھے پر کچھ کھروچیں تھیں تبھی ریسکیو ٹیم اسے دیکھنے آ رہی تھی، بس سفوکیشن کے لیے انہوں نے مہویر کا معائنہ کرنا تھا۔

"م۔ مہویر۔ میری جان۔۔ شکر ہے آپ ہوش میں آئے"

وہ اسکے پاس ہی بیٹھی تھی، روتے ہوئے اسکے گلے لگی، مہویر کے بھی ہوش و حواس لوٹے تو اسے سمجھ آیا وہ کس جہنم سے نکلا ہے۔

"تم یہاں کیسے پہنچی منائم؟ بتاو مجھے۔ تمہیں تو کچھ نہیں ہوا ناں؟"

اسکی آنکھوں میں اپنے درد کی جگہ منائم کو چوٹ لگنے کے اندیشے حائل تھے۔

"مجھے بس اتنا لگا میرا دم گھٹ رہا ہے۔ مجھے ٹوٹا پھوٹا یہ راستہ یاد تھا تو میں آگئی۔ کون مارنا چاہتا تھا آپکو مہویر۔ بتائیں۔ کسی کو دیکھا۔ کس نے آگ لگائی ہو گی۔ کس نے آپکو زندہ جلانا چاہا؟"

وہ اسکا چہرہ جو دھوئیں سے سیاہ پڑ رہا تھا، ہتھیلیوں سے رگڑ کر پونچھتی اسے درخت کے ساتھ ٹیک لگواتی خود بھی گھٹنوں پر بیٹھی بولی تو مہویر نے عقب کی جانب فائیر بریگیڈ کے لوگوں سے بات کرتے عاصم کو دیکھا، مہویر میثاق کے لیے اس شخص کی آنکھوں میں نفرت دیکھ کر وہ ٹھٹھکا۔

"نہیں دیکھا کسی کو۔ اور کاش نہ ہی جان پاوں کس نے مجھے جلانے کی جرت کی"

مہویر میثاق کی آنکھوں میں دگنی نفرت تھی، احترام بھاڑ میں ڈالنے کا وقت جو تھا۔ منائم اس کے جواب پر چونکی، اس کی پلکوں کے بیچ ٹھہرا خوف ذرا سا کم ہوا مگر آنکھوں میں سوال اب بھی تیر رہے تھے۔ وہ اس کے سینے سے لگ گئی، ایسے جیسے اگر ڈھیلی پڑی تو یہ لمحہ اس سے چھن جائے گا۔

مہویر نے گہرا سانس لیا، دھواں ابھی تک پھیپھڑوں میں چبھن بن کر اٹکا ہوا تھا، مگر منائم کی موجودگی کسی ٹھنڈی شفاء کی طرح مہویر کے سینے میں اتر رہی تھی۔ اس نے اس کے بالوں میں انگلیاں پھنسا کر اسے خود سے الگ کیا اور منائم کا چہرہ دونوں ہاتھوں میں بھر لیا۔

"میں ٹھیک ہوں، پر سکون ہو جاو"

وہ اسکے بلک اٹھنے پر پریشان ہوا۔

"اگر مم۔۔میں وقت پر نہ پہنچتی تو۔تو"

منائم نے نفی میں سر ہلایا، آنکھوں سے بہتے آنسوؤں نے اس کی آواز بھگو دی، جملہ ادھورا رہ گیا، ہونٹ کپکپا گئے۔

"تو کوئی اور وسیلہ بن جاتا میرے بچاو کا۔ آہہہ"

وہ اسے تسلی دیتا اپنے کندھے کی تکلیف پر کراہا تو وہ زرا گھبرا کر روتی دور ہوئی۔

ریسکیو اہلکار نے مہویر کے کندھے پر نظر ڈالی تو فوراً مین ڈاکٹر کو آواز دی۔ منائم نے بے اختیار مہویر کا ہاتھ اور مضبوطی سے پکڑ لیا۔

مہویر کی نگاہ ایک بار پھر عاصم المیر ملک پر جا ٹھہری، وہ درد بھری نظریں اس ظالم اور سفاک شخص پر جمائے ہوئے تھا، ڈاکٹر اور نرس اسکی کندھے سے بری طرح چپکی شرٹ کھینچ کر اتار رہے تھے اور درد منائم کو پہنچ رہا تھا۔

عاصم ملک ذرا فاصلے پر کھڑا، انتہائی نارمل، انتہائی پُر سکون دکھائی دے رہا تھا۔ جیسے یہ سب اس کی آنکھوں کے سامنے نہیں، کسی فلم کا منظر ہو۔ ان آنکھوں میں چھپی نفرت، وہ فاتحانہ ٹھنڈک، مہویر نے سب پڑھ لیا تھا، اسکے کندھے کی مرہم پٹی ہوئی تو منائم نے خود ہی مہویر کو اٹھنے کے لیے سہارہ دیا، اس جگہ کی جانچ کرنی ممکن نہ تھی کیونکہ سب کچھ زمین میں دھنس کر راکھ کا ڈھیڑ ہو گیا تھا، ریسکیو اور آگ بجھانے والوں کی مدد کا شکریہ ادا کیے خود عاصم بھی منائم اور مہویر کے پیچھے ہی گاڑی کی طرف بڑھا۔

"تم انھیں ہوسپٹل پہنچاو۔ میں بھی پیچھے آتا ہوں"

عاصم نے ڈرائیور کو تاکید کی خود وہ اپنی گاڑی کی طرف بڑھا تو مہویر نے اپنا ہاتھ منائم سے چھڑوایا۔

"تم بیٹھو گاڑی میں، تمہارے ڈیڈ کا شکریہ ادا کر کے آتا ہوں"

وہ مہویر کو جانے نہ دے سکی۔

"بعد میں مہویر۔ ابھی ہوسپٹل جانا ضروری ہے۔ بعد میں میری جان"

وہ اسکو آزردگی سے دیکھتے منع کر گئی۔

"بس دو منٹ۔ میں ابھی آیا"

اسکا ماتھا چومتے مہویر نے زبردستی اسے قائل کیا اور لڑکھڑاتا ہوا وہ کچھ دور عاصم المیر کی گاڑی کی طرف بڑھا، عاصم نے اپنے پیچھے آتے مہویر کو دیکھتے پلٹ کر اپنی آنکھوں کی نفرت کم کی۔

مہویر نے پیچھے پلٹ کر دیکھا تو منائم گاڑی میں بیٹھے اسی کی جانب منتظر نگاہوں سے دیکھ رہی تھی کہ وہ جلدی آئے۔

"کیوں عاصم المیر ملک!؟"

عاصم کے ماتھے پر بل پڑے جب مہویر نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں گاڑ کر سوال کیا۔

"میرے بیٹے کو جلانے کی سزا ہے یہ، اب اگلی سزا تمہاری اور منائم کی طلاق ہو گی۔ آخری کچھ وقت گزار لو میری بیٹی کے ساتھ، یہ بھی صرف اسکے ان آنسوؤں کا صدقہ سمجھنا جو وہ تمہارے لیے کب سے بہا رہی ہے۔ میں تمہیں بتاؤں گا وولف کہ تم نے اپنی زندگی کی سب سے بڑی غلطی کی ہے مجھ سے پنگاہ لے کر۔ اگر میری بیٹی کو آنچ بھی آئی، میں تمہیں تو ماروں گا ہی اسے تمہاری اصلیت بھی بتاؤں گا، دیکھتے جاو میں کیسے کیسے حساب لیتا ہوں۔ اپنے آج نہ مرنے کو وقتی جان بخشی سمجھنا۔"

عاصم کی آنکھوں میں نفرت سے کہیں درجے سنگین جذبہ تھا، جیسے عاصم اسکے اس جسم کے راکھ نہ بن پانے پر سلگ رہا ہو۔

"کن بچوں کی بات کر رہے ہو تم؟ وہ جو تمہارے لیے کبھی کام کے نہیں رہے۔ زندگی بھر تو انکے لیے توجہ کے دو پل نہ نکال سکے اب تم باپ بننے چلے ہو۔ تمہیں یہ سب کس نے بتایا عاصم، تمہیں کسی نے آدھی سچائیاں بتا

کر گمراہ کیا ہے۔ ہوش میں آو۔۔ ورنہ بے موت مارے جاو گے۔۔ کیا موساب نے بتایا تمہیں؟ وہی تمہارا کاروباری خریف، اور رقیب۔۔۔۔؟"

مہویر نے اس بد دماغ شخص کے بند دماغ کو کھولنے کی کوشش کی پر بے سود، الٹا عاصم نے اسکا گریبان پکڑا اور درختوں کے جھنڈ کی جانب گھسیٹ کر لایا تاکہ وہاں منائم کی نظریں نہ جا سکیں۔

"اس نے جو بھی بتایا سچ ہی تو ہے۔ تو میرے بچوں کو مار کر فاطمہ اور اسکی کوکھ کے بچے کی موت کا انتقام لینے نکلا تھا وولف۔۔ اسی لیے تو یہ بنا۔ ناقابل شکست پر میں تجھ سے کہیں زیادہ طاقتور ہوں۔ میں تجھے بری موت دوں گا۔ نہ تو میرا فاطمہ کی موت سے تعلق ہے نہ اپنے ہی بچے کی موت میں نے کبھی چاہی۔ اس لیے تجھے اپنے کیے کا پھل کاٹنا ہو گا۔۔۔۔ خضر اور منائم دونوں تیری سچائی جان کر تجھ پر تھوکیں گے۔ بڑا ہمدرد ہے ناں تو میرے بچوں کا، وہ تجھ خبیث کی اصلیت بہت جلد جان لیں گے۔ ابھی میرے دونوں بچے حادثوں سے نکلے ہیں، ابھی میں ان دونوں کو مزید دھچکے نہیں

دے سکتا پر تو مجھے اپنے سر پر لٹکتی تلوار ہی سمجھ اب سے۔۔۔۔۔ تیرے ہر قدم، پر لی جاتی سانس پر میری نظر ہے"

عاصم نے اسے پوری قوت سے اپنے آپ سے دور دھکیلا، درد کی لہر مہویر کے کندھے سے اٹھی اور اسکے پورے وجود میں بکھر گئی۔

"مت کر عاصم۔ تجھے نظر نہیں آرہا کہ ہم دونوں کا دشمن ایک ہے۔ فاطمہ بھی زندہ ہے اور تم دونوں کا بیٹا بھی۔ تمہارا بیٹا یمل ملک، اس کمینے موساب کے پاس ہے۔ فاطمہ اور اس بچے کی موت کے بارے مجھے بتایا گیا تھا، کہ تم نے انھیں مارا۔ تاکہ میں تم سے انتقام لینے نکل پڑوں۔۔۔۔ موساب نے میری صورت تمہاری موت تیار کی اتنے سال لگا کر۔ وہ تم سے محراب کو چھیننے کا انتقام لے رہا ہے۔ اور دیکھو اس نے تمہیں مجھے مارنے بھیج دیا تاکہ اسکی راہ کے دونوں پتھر ہٹ جائیں۔ میری بات سن لو ایک بار۔ میں ماننا ہوں تمہارے بچوں کو مارنے کا سوچا تھا پر میں چاہ کر بھی تمہارے کسی ایک بچے کو بھی نقصان نہیں دے سکا۔"

عاصم کی لہو آشام آنکھیں مہویر پر گڑھی تھیں، ایک بار پھر وہ بپھر کر مہویر تک پہنچا، اس بار اسکی گردن دبوچی۔

مہویر نے زرا بھی اپنی گردن چھڑوانے کی مزاحمت نہ کی۔

"تم میری بیٹی کے لائق نہیں ہو اسکے باوجود۔ میں تم سے منائم کو چھین لوں گا۔ رہی بات موساب کی، تو اگر واقعی یہ سب سچ ہے تو اسکی قبر میں خود اپنے ہاتھ سے کھودوں گا۔ لیکن تمہیں بھی معافی نہیں ملے گی۔ مجھ سے انتقام لینے کے بیچ تم نے میرے بچوں کے بارے ایسا گھٹیا سوچا بھی کیسے۔ انکا کیا قصور تھا درندے آدمی۔؟ مہویر میثاق۔۔۔ تم بھی میرے موساب اعوان جیسے دشمن ہو۔"

مہویر کی گردن چھوڑتے عاصم نے اس پر اپنی ساری نفرت انڈیلی تھی، مہویر نے اپنی گردن ہاتھ پھیر کر سہلائی جیسے اسکا سانس بند ہو گیا ہو۔

"ہم مل کر موساب کا خاتمہ کریں گے۔ میں تمہارا ساتھ دوں گا پھر تم جو فیصلہ کرو مجھے منظور ہو گا۔ چاہو تو منائم کو چھین لینا، لیکن اس سے پیار ہو گیا ہے مجھے۔ وہ بھی خود کو کھائی میں دھکیلنے والے سے محبت کر بیٹھی۔ ہاں اسے کھائی میں دھکیلا تھا پر اس نے مجھے بھی کھینچ لیا۔۔۔۔ مجھے شوہر مان بیٹھی، مجبوراً نکاح کرنا پڑا۔۔۔۔ ہاں ایسا ہی ہوا۔۔۔ تب سوچا تھا یہ کیسی نحوست نازل ہو گئی کہ میرے دشمن کی بیٹی میرے سر پر سوار ہو گئی پر اب ایسا نہیں ہے۔ تمہاری بیٹی کی معصوم محبت نے جکڑ لیا مجھے۔ پتا نہیں مجھ درندے ظالم اور وحشی کے لیے اسکے دل میں یہ محبت اچانک کہاں سے آ گئی۔۔ خضر کے کانسرٹ میں آگ لگوانے کا بھی اسی دن کہا تھا جب منائم اور میں کھائی میں گرے۔۔۔ پھر جب میں خضر اور منائم کے بیچ رہا تو مجھے اپنی غلطی کا احساس ہوا کہ یہ معصوم بچے اس انتقام کی بھینٹ نہیں چڑھنے چاہیں، میں خضر کو نقصان کیسے پہنچاتا، ہرگز نہیں پر جسے یہ آگ لگانے کا کہا تھا اسے منع کرنا ہی بھول گیا اور اس نے اپنا کام وقت پر کر دیا۔۔ عاصم

تمہیں ہوش سے کام لینا ہو گا۔۔۔اگر تم نے غصے کو خود پر حاوی کیا تو موساب جیت جائے گا۔۔۔اسے اس بار جیتنے نہیں دے سکتے تم۔۔۔"

عاصم کی آنکھوں میں نفرت کی جگہ درد نے لے لی، وہ اس وقت شدید تکلیف میں تھا، موساب کا خون اب سر پر سوار تھا لیکن اس آدمی کے لیے بھی عاصم کے دل میں کوئی رحم نہ تھا۔

"ابھی دور ہو جاو۔۔ نظروں سے۔اس پر پھر بات ہو گی۔۔۔میری بیٹی کو اپنا بچاو سمجھنا۔تم پر اعتبار نہیں کر سکتا ابھی۔دماغ ٹھنڈا ہو تو پھر بات کرتا ہوں۔۔جاو وہ انتظار کر رہی ہے۔زخم کا علاج کرواو"

عاصم کے زرا نرم پڑنے پر مہویر کو موہوم سہی پر تسلی ہوئی کہ شاید اب وہ شخص اس سے اپنی بیٹی نہ چھینے گا۔

مہویر واپس آیا، تو گاڑی میں سوار ہوتے ہی وہ سرک کر مہویر کے سینے سے لپٹی، اس سے برداشت نہ ہو رہا تھا کہ مہویر درد میں ہے۔

اس لڑکی کی گرفت ایسی تھی جیسے ابھی چھوڑا تو وہ پھر کہیں جلتی آگ میں گم ہو جائے گا۔

"ایسے مت لپٹو، ڈرائیور ہے آگے"

مہویر نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہنا چاہا، مگر آواز ساتھ نہ دے سکی۔

منائم نے اس کے جلتے کندھے کو چھوتے ہوئے فوراً ہاتھ پیچھے کھینچا، آنکھوں میں خوف ابھر آیا۔

"لگ گئی ہے ناں؟ درد ہے؟"

اس کی آواز کانپ رہی تھی۔

مہویر نے ایک ہاتھ اس کے بالوں میں پھیر کر اسے اپنے وجود سے تھام لیا۔

"درد اتنا نہیں جتنا تم سمجھ رہی ہو"

وہ جھوٹ بول رہا تھا، مگر اس لڑکی کو مضبوط رکھنا ضروری تھا۔ منائم نے سر اس کے سینے میں چھپا لیا۔

"مجھے لگ رہا تھا میں آپ کو کھو دوں گی... جب دھواں دیکھا، آگ لپکتی دیکھی... میرا دم گھٹ گیا تھا۔"

مہویر کی پلکیں ایک لمحے کو ٹھہر گئیں۔

اس نے گہری سانس لے کر اس کے سر پر ٹھوڑی ٹکائی۔

"میں کہیں نہیں جا رہا۔ جب تک تم مجھے یوں پکڑ کر رکھو گی، میں جل بھی جاؤں تو واپس آ جاؤں گا۔"

منائم نے نفی میں سر ہلایا، اس کی شرٹ کو مٹھی میں جکڑا۔

"ایسا مت کہیں، مجھے ڈر لگ رہا ہے"

مہویر نے ذرا سا جھک کر اس کی پیشانی چوم لی۔

"مجھ جیسے سروائیور کے ساتھ بھی ڈر لگ رہا ہے، حیرت ہوئی۔ تم دیکھو میرا سٹوڈیو راکھ کا ڈھیر ہو گیا اور میرا بس زرا کندھا زخمی ہے۔ تمہیں اپنے شوہر کی ہمت پر خوش ہونا چاہیے۔ ڈریں تمہارے دشمن۔ اب کیا خیال ہے، گن چلانا سیکھو گی؟"

وہ اسکے شریر لب و لہجے پر خفیف سا بھیگی آنکھوں سمیت مسکرائی اور اپنا ہاتھ پردے کی طرح اپنے اور مہویر کے چہرے پر جماتے اسکی مسکراہٹ چومی، پھر زور سے مہویر سے لپٹ گئی۔

"پہلے آپکو ٹھیک دیکھ لوں پھر جو سیکھانا ہوا سیکھا دینا۔ ابھی بس ہو سپٹل چل رہے ہیں ہم۔ میری جان کا درد دور ہو گا پھر کوئی اور بات ہو گی۔۔"

وہ اسکے درد دور ہونے کے لیے دعا گو تھی جبکہ مہویر کا سینہ جلن کے باوجود منائم نے آسودہ کر دیا تھا، گاڑی آہستہ آہستہ سڑک پر رواں تھی، پر بہت سے درد سینوں سے لپٹے ہوئے تھے۔

وہ بیس منٹ پہلے گھر آئی تھی، شاور لے کر چینج کرے، رات میں سونے والے کپڑے پہنے اپنے لیے کووفی بنا کر لیوئنگ روم میں لائی، عاصم المیر ملک سے ہوئے سامنے کو اب تک سوہا جھٹک نہ پا رہی تھی۔ فون ہاتھ میں پکڑا تو عرشیہ کا میسج تھا جس میں وہ بتا رہی تھی انھیں واپسی میں رات کا ایک بج جائے گا، وہ مما کو کل صبح ہولڈنگز جانے سے پہلے ملنے کا کہہ رہی تھی اور سوئیٹ ڈریمز بھی کہا تھا، سوہا مسکرائی اور فون سامنے ٹیبل پر رکھے ٹی وی آن کرے اپنی کووفی پینے لگی۔

تبھی اسکا فون دوبارہ بجا، سوہا نے فون کی سکرین پر رئیس ملانی لکھا دیکھے تحقیر بھری آنکھیں پھیلاتے سکرین کو گھورا پھر ٹیبل کی سطح پر سے اپنا فون اٹھا کر کال ریسیو کی، سوہا کے وکیل نے لیگل نوٹس رئیس کے گھر جا کر اسے دے دیا تھا اور سب کچھ واپس لوٹانے کی شرط کے ساتھ رئیس پر دھماکہ کیا تھا۔

"تم ایسا کیسے کر سکتی ہو؟ تم مجھ سے سب کچھ چھیننا چاہتی ہو سوہا۔ میں سڑک پر آجاوں گا۔ آخر تمہاری مجھ سے محبت کہاں مر گئی؟"

وہ اپنے کمرے میں وہ لیگل نوٹس پکڑ کر کھڑا حلق کے بل دھاڑا تھا، سوہا کی طرف سے اس وقت ایسی جرت کی اسے ہر گز امید نہ تھی۔

"فاتحہ پڑھ لی اس محبت پر، تم نے جو کچھ کیا ہے یہ اسی کا صلہ ہے۔ جو کچھ میں نے تمہیں دیا وہ سب سیدھے سے واپس کرو ورنہ سود سمیت تمہارے حلق سے نکلوالوں گی۔"

سوہا کے اندر رئیس کے لیے کوئی نرمی نہ تھی، بلکہ وہ تو اس مردود کو بات کے لائق بھی نہ سمجھ رہی تھی۔

"تمہیں اندازہ بھی نہیں تم مجھے کس دردندگی پر اکسا رہی ہو ڈارلنگ! میں تمہیں طلاق نہیں دوں گا۔ کوئی اور مل گیا ہے کیا تمہارے ڈھل چکے حسن

کی جھوٹی تعریفیں کرنے والا؟ کیا مجھ سے زیادہ ہاٹ ہے۔ کس کے لیے مری جارہی ہو۔۔۔۔ مت کرو میرے ساتھ یہ سوہا"

رئیس کی اس سب بکواس میں سوہا کو نہ دلچسپی تھی نہ اس آدمی کے الفاظ سوہا کا خون ابال سکتے تھے۔

"اب کسی مرد کا ساتھ نہیں چاہیے مجھے۔ اب اپنی غلطیاں سدھارنے کا سوچا ہے۔ میری ایک غلطی تم بھی تھے۔ اگر تم مجھے یہ سب واپس نہیں کروگے تو عدالت تم سے خود نکلوالے گی۔ لیکن یاد رکھنا پھر تمہیں اپنا سب بھی میرے حوالے کرنا پڑ سکتا ہے۔ اس لیے اس لیگل نوٹس کو ہلکے میں مت لینا۔ ایک ہفتہ ہے تمہارے پاس رئیس ملانی۔ رہی بات طلاق کی، وہ میں نہیں لوں گی۔ امید ہے تم اپنی حرکتوں کے سبب کسی دن کسی کے ہاتھوں مارے جاوگے۔ بیوہ ہونے کا انتظار زیادہ لطف انگیز ہے۔ اور شاید طلاق یافتہ کہلانے سے کہیں درجے بہتر اور معزز لقب۔۔۔۔۔۔ دوبارہ کال تبھی کرنا جب مجھے میرا سب کچھ واپس لوٹاوگے۔ رہی بات ان سپیشل مومنٹس کی جنکو

لے کر تم نے مجھے دھمکایا، تم چاہو تو انھیں وائرل کر سکتے ہو۔ مجھے رتی برابر پرواہ نہیں، اب بدنامی اور نیک نامی سے بہت آگے کا سوچ رہی ہے سوہا سومرو۔۔۔۔"

اپنے پر عزم انداز میں وہ رئیس ملانی کو اک اور شکست تھماتی اسکے منہ پر کال کاٹ گئی جبکہ رئیس نے دھاڑ کر فون میٹرس پر دے مارتے شدید اشتعال میں سانس کو زور سے ناک سے خارج کرتے وہ لیگل نوٹس اپنے سامنے لہرایا۔

"تمہیں میں بتاوں گا سوہا کہ تم نے میری کونسی رگ نوچی ہے، اب تم نہیں بخشی جاو گی۔ تمہاری یہ اکڑ میں توڑوں گا"

وہ اس لیگل نوٹس کو وہیں پھینکتا اجلت میں اپنے کمرے سے نکلا تھا، رئیس ملانی پورچ تک پہنچا تو اسکے گارڈز کے ساتھ یاسر کھڑا تھا، رئیس کو غصے میں گھر سے نکلتا دیکھے وہ اسکی طرف لپکا۔

"باس۔ کہاں جارہے ہیں؟"

یاسر نے اس سے پوچھنا چاہا پر رئیس نے اسکو خود سے پرے دھکیلا اور گاڑی میں سوار ہو کر گاڑی گیٹ کھلتے ہی باہر نکال لی، یاسر نے اپنا ماتھا مسلا، وہ فکر مند تھا کہ رئیس پھر سے کسی کے ہاتھوں پٹ نہ جائے مگر اب انتظار کے سوا کوئی چارہ نہ تھا، جبکہ دوسری جانب مہویر اور منائم ہوسپٹل پہنچے تو محراب اور خضر نے بھی انھیں وہیں جوائن کیا، مہویر کا معائنہ ہو رہا تھا اور خضر اور محراب بھی انکے ہمراہ ہی تھے۔

"زیادہ گہرا زخم نہیں ہے مگر پراپر ریسٹ کریں۔ سکن کی اوپری تہہ جھلس گئی ہے۔ پین کلر لکھ دیے ہیں۔ ہوپ سو جلد ریکوری ہو جائے گی"

ڈاکٹر کی اس بات نے ان تینوں کو تسلی دی، منائم تو فوراسے پہلے اسکے سرہانے آ بیٹھی کیونکہ مہویر کو ڈرپ لگی تھی، جبکہ محراب بھی کاوچ پر بیٹھی

مگر فکر اپنے بچوں کی ہی تھی جبکہ خضر نے روبرو بیٹھتے ہی مہویر کا سینہ دوستانہ انداز میں سہلایا۔

"کیا مہویر، میں خوش تھا کہ میری شادی پر تم کھل کر ناچو گے اب تم نے بھی اپنا آپ سن کروالیا۔"

خضر کا معصومانہ شکوہ اس وقت ماحول کی اداسی بھگانے کے لیے ٹانک ثابت ہوا۔

"تب تک ٹھیک ہو جاوں گا بے فکر رہو۔ جب تک منائم میرے ساتھ ہے، مجھے کسی زخم کی تکلیف محسوس نہیں ہو سکتی"

وہ اپنے ساتھ ہی سرہانے بیٹھی منائم کا ہاتھ پکڑ کر جس محبت سے اسے دیکھتے بولا، مہویر کی چاہت بھری نگاہوں کا منائم پر ہوتا جھینپا اثر دیکھ کر خضر اور محراب دونوں نے آنکھوں میں ہی صدقہ اتارا۔

"میری خرگوش! میری جان۔۔۔ یہ بہت سچا پیار کرتی ہے تم سے تبھی تو تمہیں ہوتی آنچ کی اسے خبر ہو گئی۔ میری بہن کو کبھی دور مت ہونے دینا، یہ تمہارے مقدر میں عافیت کی لکیر جیسی ہے بڈی"

خضر کو رشک بڑھانا اپنا فرض لگا، اس بار محراب نے بھی تائید کی، وہ اپنے ڈر بھول کر بس اس وقت ان بچوں کی سلامتی کے لیے دعا گو تھی۔

"میں اسے دور کروں بھی تو یہ نہیں ہوتی۔ بہت چپکو ہے"

مہویر سے منائم کی آنکھوں کی نمی دیکھی نہ جا رہی تھی، وہ بہت زیادہ ڈری تھی، ابھی تک اسکا دھیان اس آگ، دھوئیں اور مہویر کی بند سانسوں سے الگ نہ ہو پا رہا تھا، مہویر کی ہنسانے کی کوشش کے باوجود وہ جب نہ مسکرائی تو مہویر نے اسکا ہاتھ پکڑ کر اسکی ہتھیلی چومی، خضر اور محراب نے مسکرا کر اک دوجے کی طرف اشارہ کیا جسکے بعد وہ دونوں ماں بیٹے اٹھ کھڑے ہوئے۔

"ہم کووفی لے کر آتے ہیں"

خضر نے مما کو بازو کے حصار میں لیا اور باہر نکلا ہی جب عاصم المیران کی طرف آتا نظر آیا، اسکا غصہ ابھی کچھ شانت تھا پر محراب اور خضر دونوں دیکھ سکتے تھے وہ اندر ہی اندر دھواں ہوتا نظر آرہا تھا۔

"سب ٹھیک ہے ڈیڈ؟"

خضر کو اس بندے کی حالت کچھ اچھی نہ لگی، محراب کو بھی وہ پریشان یا سخت تکلیف میں معلوم ہوا۔

"ہاں سب ٹھیک ہے۔ مجھے ایک سٹرونگ چائے چاہیے خضر۔ کنٹین سے پکڑ کر لاو"

ڈیڈ کے تھکن بھرے تقاضے پر وہ فوراً سر ہلاتا دونوں کو اکیلا چھوڑے وہاں سے گیا تو عاصم المیر نے خود کو وہیں کرسی پر لڑھکایا، محراب نے کچھ دیر اسے چپ چاپ کھڑے ہو کر دیکھا پھر کچھ فاصلہ بنائے بیٹھی۔

"مجھے تم سے کچھ کہنا تھا پر تم آل ریڈی پریشان لگ رہے ہو۔"

محراب کی تمہید پر اپنی کن پٹیاں انگلیوں سے دباتا عاصم اسکے چہرے کو دیکھنے لگا۔

"کہو محراب۔۔ سن رہا ہوں۔ میری پریشانی کی فکر کرنے کی تمہیں ضرورت نہیں"

عاصم کا لہجہ سخت تھا کیونکہ اب ان کے بیچ مروت کا رہا سہا تعلق بھی نہ بچا تھا۔

"موساب۔۔۔ وہ کل رات میرے نئے گھر میں گھس آیا تھا۔ میں نے سیکورٹی کا ارینج کروالیا لیکن وہ مجھے دھمکا کر گیا ہے کہ مجھے حاصل کرلے گا۔ میں جانتی ہوں تمہارے ساتھ آج تک ایسی کوئی نیکی نہیں کی جسکا صلہ مانگا جاسکے لیکن پلیز میری زندگی سے اس موساب کو دور کردو عاصم۔ میں تم سے اور کچھ نہیں چاہتی۔ دراصل موساب نے مجھے کہا تھا کہ وہ مجھے ملک ہولڈنگز واپس دے کر اپنا گلٹ مٹانا چاہتا ہے۔ مجھے نہیں چاہیے دولت اور

کاروبار۔ مجھے اب بس میرے بچے چاہیں۔ انکے ساتھ آسان سانس لینا چاہتی ہوں۔ مجھے موساب سے بہت ڈر لگ رہا ہے"

عاصم نے یہ سب سن کر اس گلے کی ہڈی بنتے موساب کو دل میں کچھ گالیاں بکیں پھر دگنی حقارت سے وہ محراب کو دیکھنے لگا۔

"اور کرو اسکے نام شئیرز۔ تمہیں ایسے انسان پر بھروسہ کیسے آگیا؟ تم جانتی نہیں ہو اسکی سچائی۔ وہ کس قدر گھٹیا ہے اب میں پوری دنیا کے سامنے اسے ننگا کر کے ثابت کروں گا"

عاصم کے لہجے میں یقین تھا اور کل تو محراب کو بھی موساب سے اچھی وائب نہ آئی تھی، بھلے وہ اسکی کبھی محبت رہ چکا ہو۔

"میں نے اسکے نام شئیرز نہیں کیے۔ فیک پیپرز بنوائے تھے۔"

محراب کو لگا شاید یہ بتا کر وہ کچھ اچھا کرے گی اور عاصم نے اسکی طرف پھٹی آنکھوں سے دیکھا تھا۔

"واٹ؟ تم سچ کہہ رہی ہو۔ یعنی تمہارے شئیر زاب بھی تمہارے پاس ہیں محراب؟"

وہ اٹھ کھڑا ہوا، دماغ جیسے سن ہو گیا تھا، محراب بھی اٹھی۔

"ہاں۔۔۔ تم وہ مجھ سے لے لو پر پلیز میری اس پاگل سے جان چھڑوادو۔"

وہ جس طرح بھیک مانگ رہی تھی، عاصم دلخراش مسکرایا۔

"تمہیں تو اس سے محبت تھی، وہی محبت جو زہر بنا کر تم نے اتنے سال ہمارے بیچ گھولی محراب۔ حیرت انگیز بات ہے کہ تم اس شخص سے پناہ مانگ رہی ہو، حالانکہ اب تم دو کے بیچ عاصم المیر ملک نامی کانٹا بھی نہیں رہا"

عاصم کا لہجہ تیر ہوا، وہ جانتی تھی اس تیر کی مستحق ہے تبھی اف بھی نہ کی۔

"ہاں تھی محبت۔۔۔۔ تب تک تھی جب تک ہماری طلاق نہیں ہوئی تھی۔ پھر سمجھ آیا وہ محبت تو تب ہی مر گئی تھی جب اک دوسرے مرد کا

احساس میرے اندر جاگا۔ جب میری گود میں خضر آیا۔ جب عورت ماں بنتی ہے تو سابقہ ہر محبت مر جاتی ہے عاصم، بس مجھے دیر سے خبر ہوئی۔ میں تمہاری شکر گزار رہوں گی ہمیشہ۔ تم نے مجھے موساب اعوان کی محبت سے رہائی دلوائی، تم محسن ہو میرے۔ میرے پاس تمہارے سوا کوئی محافظ نہیں، میں اپنے بیٹے کو مشکل میں نہیں ڈالنا چاہتی۔۔۔ تم مجھ سے شئیرز لے لو اور بدلے میں مجھے موساب کے شر سے بچاو پلیز۔۔۔۔۔ یہ ہمارے بیچ آخری لین دین ہو گا عاصم۔۔۔"

وہ نخریلی، مغرور عورت جس نے عاصم المیر کے لیے اپنا دل کبھی نہ کھولا، اب اسے کھو کر اسی کی خفاظت مانگ رہی تھی، ویسے کمینے نے قسمت تو بڑی شاہانہ پائی تھی، غرور سے عاصم کا سر اٹھا، اس عورت کا ایسا ہی مشکور انداز ہمیشہ چاہا، پر کبھی حرام ہو جو اسکی اکڑ کم ہوئی ہو، اور آج وہ شخص اسکی دسترس سے باہر کیا ہوا، محراب ملک کے سارے کس بل نکل گئے۔

"کل ہی شیئرز میرے سپرد کرو گی تم۔ خفیہ میٹنگ ہو گی ہماری۔ موساب کو اسکا علم نہیں ہونا چاہیے۔ بدلے میں تمہیں اس سے ہر ممکنہ بچانے کا وعدہ کرتا ہوں"

عاصم کے مان جانے پر وہ مشکور ہوئی، سمجھ نہ آیا اسکا شکریہ کیسے ادا کرے، وہ اپنا سایہ چھین کر بھی اسے بے یار و مددگار نہیں چھوڑ سکتا تھا، اک عمر کا ساتھ دل میں لحاظ بھر دیا کرتا ہے۔

جبکہ وہ مہویر کے سینے لگی کب سے چپ تھی، وہ اس سے بہت باتیں کر رہا تھا پر وہ ہوں ہاں کے سوا کوئی جواب ہی نہ دے رہی تھی۔

"کیا ہو گیا؟ تم اتنی چپ تو عموماً نہیں ہوتی؟"

وہ اسکے ساتھ ہی بیڈ پر چڑھی ٹانگیں سمیٹ کر مہویر کے پہلو سے چپکی تھی، مہویر کے پیار سے پچکارنے پر منائم اپنا ہاتھ ہتھیلی کے سنگ مہویر کے سینے پر پھیرنے لگی۔

"مہویر۔۔ میں بہت ڈر گئی تھی۔ اگر آپکو کچھ ہو جاتا تو میں بھی مر جاتی۔ بلکہ سبکو کہتی مجھے بھی آگ لگا کر جلا دیں۔ یہ کس نے کیا مہویر، اسکے ہاتھ ٹوٹیں۔۔ آ۔۔ آپکا چہرہ سوجھ رہا ہے۔ اتنا دھواں بھر چکا ہے پھیپھڑوں میں کہ سوئلنگ ہو گئی۔ کھانس بھی رہے ہیں آپ۔۔۔ میں ج۔ جب جب آپکو دیکھتی ہوں مجھے پہلا خیال یہ آتا ہے اس بندے کو اپنی ہتھیلی پر بٹھا لوں۔۔۔ ایسی سوچ جسکے لیے آتی ہو اسے اس حال میں دیکھنا بہت تکلیف دہ ہوتا ہے۔"

وہ چہرہ اٹھائے مہویر کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتی اپنا رندالہجہ سنبھال نہ پاتی رو پڑی تو مہویر کو اسکے خیالوں پر پیار آیا، اتنا بڑا مہویر بھلا اسکی مرمریں ہتھیلی پر کیسے بیٹھ سکتا تھا، یہ سوچ کر وہ جب مسکرایا تو اس لڑکی کو جیسے سانس سی ملی۔

"م۔ مسکرا کیوں رہے ہیں؟"

وہ اسکا اس وقت مسکرانا درد بھرا سمجھ رہی تھی۔

"یہ سوچ کر کہ تمہاری ہتھیلی پر کیسے بیٹھ سکتا ہوں۔ تم تو کچلی جاو گی اس ہتھیلی سمیت۔ ایسی ظالمانہ سوچ مجھ لفنگے کے لیے؟"

وہ اسکی اداس آنکھوں میں یہ شرارت کرتے مسکراہٹ تولایا پر اس سے دگنا درد بسا گیا۔

"لفنگے نہیں ہیں آپ، مجھ سے پوچھیں کیا ہیں آپ میرے لیے"

وہ اسکے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر سہلاتی محبوبیت سے منمنائی تو خمار سا مہویر کی آنکھوں میں آیا۔

"تم ہی بتادو کیا ہوں تمہارے لیے؟"

وہ بے تابی کی حد سے منائم کے ہونٹوں سے پھسلتے لمس اور الفاظ چاہ رہا تھا۔

"چند دنوں کا طویل تر عشق ہیں، جسکے نصیب میں دائمئیت میں نے اللہ سے لکھوالی ہے۔ میں بہت پیار کرنے لگی ہوں آپ سے۔ آنکھیں بند کروں تو اپنی ابتدا کا نقطہ آپ نظر آتے ہیں، جیسے میں نے وہی زندگی جی ہو اب تک جتنی آپ کے ساتھ یہ چند دن گزارے۔ اس سے پہلے کے روز و شب محو ہیں تو خدا کرے تا عمر کے لیے رہیں۔ مجھے آپ سے پہلے اور آپ کے بعد کے زمانے میں کوئی دلچسپی نہیں۔ میں اپنی زندگی سے بہت خوش ہوں۔ میں آپکو ٹوٹ کر چاہتی ہوں۔ میں ہر سانس کے ساتھ آپکو چاہتی ہوں۔۔۔ کیسے مہویر۔۔۔ پتا نہیں کیسے ہوا یہ۔ پر میرا آپکے بغیر اک پل گزارہ نہیں۔"

اس یاداشت سے محروم، اکیلا ویران اور افسردہ بچپن جینے والی لڑکی کو شاید یہ شخص بھی کسی صلے کی صورت ملا تھا، وہ تاریک راتیں جب وہ خضر کی ماں اور بڑی بہن بن کر اسے کہتی کہ ڈرو نہیں بھائی، میں ہوں اور خود اسکے سوتے ہی ساری رات ڈرتے گزارتی، یہ انہی راتوں، ان تھکے دنوں کا صلہ تھا

کہ اس سے ماضی کا سارا بوجھ چھین لیا گیا تھا، اسے اک ایسی محبت عطا ہوئی جو اسے آزاد کر رہی تھی، اسے ہر بوجھ سے رہائی دے کر ہلکا پھلکا کر دیتی تھی۔

وہ حیران تھا کہ روح زمین پر کیا ایسے اظہار بھی اترے ہوئے ہیں جو اس لڑکی نے کیا۔

"تم کچھ بھی ہو جائے مجھے بھولنا مت، اور نا ہی کبھی مجھے اپنی محبت سے محروم کرنا۔ عادت ہو رہی ہے اسکی مجھے۔ تمہاری عادت ہو رہی ہے۔ اس میٹھی سی صورت کو دیکھتے رہنے کی تمنا، میں تمہاری محبت پا کر ویسے خوش ہوں جیسے کسی بہت بڑے انعام کے لیے کسی گناہ گار کو اس لیے چن لیا جائے کہ اس سے اک بھول چوک میں نیکی سرزد ہوئی ہے اور وہ اس نیکی کے بارے جانتا بھی نہیں تھا۔ انعام ملا تو پتا چلا کہ نامہ اعمال میں اک نیکی تھی، بہت بھاری نیکی"

وہ اسکی آنکھوں میں صرف خود کو دیکھ رہا تھا، کیونکہ اس لڑکی کی ساری توجہ مہویر میثاق پر جمی رہتی، وہ اک پل بھی اپنی آنکھیں مہویر کے چہرے سے ہٹا نہیں سکتی تھی۔

"چھوڑنے والے انسان نہیں ہیں آپ۔ اور مجھ سی پاگل دیوانی سانس لینا چھوڑ سکتی ہے، آپکو محبت کرنا نہیں۔ مجھے آپکا درد رونے والے ہارمون دے رہا ہے۔ م۔ مہویر۔۔۔ کہیں ناں درد یا جلن نہیں ہے۔"

وہ دوبارہ سے بھیگی آواز میں منمنائی تو اس بار وہ سچ میں کھل کر مسکرایا۔

"بس کر دو منائم ملک! اتنی محبت اور فکر دنیا میں ایگزیسٹ نہیں کرتی جتنی تم کر رہی ہو۔ قیامت آجائے گی، فطرت کے قانون بگھڑ جائیں تو حشر اٹھتے ہیں۔ مت اٹھاو کوئی حشر کہ تھکا ہوا ہوں۔ تمہیں دیکھ کر اچھا لگتا ہے، پر جب تمہیں مسکراتا ہوا دیکھتا ہوں تو اچھے کو تھوڑا اور اچھا لگتا ہے۔ اب

مت رونا۔۔۔ جاو باہر گھوم کر آو۔۔۔ میں بھی یہ ڈرپ ختم ہو تو تمہیں بستر سے نکلتا نظر آوں گا۔ پھر گھر چلتے ہیں۔"

وہ اسے چیئر آپ کر رہا تھا جسکو سکون بس مہویر کی پناہوں میں گھس کر ہی مل رہا تھا، جیسے ڈرپ کے قطرہ قطرہ مہویر میں اترنے سے زیادہ فائدہ مند منائم کا دھیرے دھیرے اس میں جذب ہونا ہو۔

"آہ منائم آہ!"

اسے اپنی بازووں میں گھس کر سینے لگتے دیکھ کر وہ زخمی جناب بس آہ ہی بھر سکے، پر باخدا یہ آہ نہایت دلکش تھی۔

جبکہ سوہا کے گھر کے گیٹ کے باہر حیوانی دستک ہوئی، صفدر بابا دروازے تک پہنچے اور کندھے پر ڈالی رائفل درست کرتے گیٹ کھولنے لگے، گیٹ کھلنے کی دیر تھی کہ رئیس نے انکو بے دردی سے پرے دھکیلا اور اندر گھسا۔

"کہاں گھس رہے ہیں۔ رک جائیں ورنہ گولی چلا دوں گا"

رئیس کے قدم تھمے، وہ پلٹا تو صفدر بابا نے اپنی رائفل بے خوفی سے اس پر تان رکھی تھی، وہ اس مریل بوڑھے کی ہمت دیکھتا انکی طرف بڑھا تو صفدر صاحب نے گن پر ڈھیلی پڑتی پکڑ واپس مضبوط کی۔

"تم چلاو گے مجھ پر بندوق؟ چل چلا۔۔اس گھر کی مالکن بیوی ہے میری سمجھا۔"

رئیس نے ایک ہی جھٹکے سے صفدر بابا کا گریبان مٹھی میں دبوچا، اس سے پہلے انھیں دھکا دے کر گراتا، عقب سے سوہا کے غصے سے روکنے پر رئیس نے گردن گمائی اور صفدر بابا کا گریبان چھوڑتا سوہا سرمرو کی طرف دیکھنے لگا جو آنکھوں میں نفرت لیے رئیس کو دیکھ رہی تھی۔

"سوہابی بی پولیس کو بلاوں؟"

صفدر بابا نے سنبھلتے ہی جیسے سوہا کی طرف دیکھا مگر وہ انھیں نرمی سے منع کرتی رئیس کی طرف بڑھی۔

"پولیس میرا کیا ہی بگاڑ سکتی ہے۔ بلوا کر دیکھ لو ڈارلنگ۔ وہ ایک بیوی کو اسکے شوہر سے نہیں بچا سکتی۔ ٹھیک کہاناں میری جان"

رئیس نے اسکے شانوں کی جانب جھولتے بال چھو کر مدہوش ہوتے جتایا تو سوہا نے اسکے ہاتھ کو ناگواریت سے دیکھا اور گھر کی طرف بڑھی، رئیس بھی پیچھے پیچھے گھر تک آیا، دروازہ بند کرتے وہ سوہا کے رک جانے پر خود بھی اس تک پہنچے رکا۔

"تم کس پرائیویٹ پراپرٹی کو جلانے چلے تھے؟"

سوہا نے پلٹ کر بازو سینے پر لپیٹے درشت لہجے میں استفسار کیا تو رئیس کی آنکھوں میں انگارے سے اترے۔

"تمہارے داماد کے سٹوڈیو کو جلانا چاہتا تھا پر بڑا تگڑا بندہ پھنسایا ہے تمہاری بیٹی نے سوہا۔ میرے چہرے کے یہ نشان دیکھ رہی ہو، یہ پرمنٹ نیل ہیں جو اس آدمی نے مجھے دیے، میں ٹھیک سے چل نہیں سکتا اب۔۔۔۔ میری

ٹانگ کی اک ہڈی فریکچر ہے۔ تم نے اور تمہاری بیٹی نے مجھے کیا بنا کر رکھ دیا۔۔۔ اور اب تم مجھ سے سب چھیننا چاہتی ہو۔ مانتا ہوں میں تمہارے پیسے کی وجہ سے تمہارے ساتھ تھا لیکن تمہیں کونسا مجھ سے محبت تھی، بس تمہیں اپنے اس بوسیدہ جسم کو سراہنے والا اک جوان مرد درکار تھا، ورنہ اس دل تک تم نے مجھے پہنچنے ہی نہیں دیا، اس میں مجھے بسانا تو دور کی بات تھی۔ اگر مجرم ہم دونوں ہیں، گھٹیا ہیں تو ساری سزا میری کیوں۔۔۔۔ تم کیسے بچ سکتی ہو یہ سب کر کے "

وہ اک اک قدم اٹھاتا سوہا کے قریب آ کر بہت نزدیک ٹھہرا تھا، سوہا سب معاف کر سکتی تھی پر ایک بار نظروں سے گرا آدمی دوبارہ اسکے لیے منہ لگانے لائق نہ رہتا تھا، جیسے عاصم اور اب رئیس۔

"تم میرے ساتھ جو کرتے مجھے منظور تھا، لیکن تم نے میری بیٹیؑ کے ساتھ جو کیا اس پر میں تمہیں پائی پائی کا محتاج کر دوں گی۔ میں تمہیں بتاوں گی کہ تم

نے کیا غلطی کی ہے۔اب دفع ہو جاو اور شرافت سے میری ہر چیز مجھے واپس دے دو"

وہ سوہا سے آخری بار انسان بن کر بات کرنے آیا تھا، لیکن یہ عورت اسے جانور بننے پر مجبور کر رہی تھی، رئیس نے پھنکارتے ہوئے سانس کھینچی پھر سوہا کو اسکی گردن سے دبوچا، سوہا نے دونوں ہاتھوں سے رئیس کی بازو جکڑ کر اسکا ہاتھ اپنی گردن سے ہٹانے کی سر توڑ کوشش کی پر رئیس اسے گھسیٹتا ہوا لیوئنگ ایریا کے بڑے صوفے پر گراتا اسے یونہی گردن سے دبوچے بیک سے ٹچ گیا۔

"تم نے مجھے مزاق سمجھ لیا ہے سوہا ڈارلنگ! تمہاری یہ غلط فہمی میں اچھے سے دور کرتا ہوں۔نہ تو میں تمہیں کچھ بھی واپس کروں گا نہ تمہیں طلاق دوں گا۔بلکہ اب ہمارا بچہ بھی ہو گا۔۔۔۔بڑا غرور ہے ناں تمہیں خود پر۔اپنی اس توبہ شکن خوبصورتی پر۔۔۔ تمہیں آج تک انسان نما رئیس سے ملوایا لیکن اب تمہیں اس رئیس ملانی سے ملواتا ہوں جس میں تم نے مجھے بدل

دیا۔ میں تم سمیت تمہاری بیٹی اور داماد سبکی اب حقیقی موت بنوں گا۔ میرے سوا تم کسی کے لائق نہیں رہو گی۔"

سوہا نے اسے چیختے خود سے دور کرنے کی کوشش کی پر وہ شخص آج حیوانیت پر اترا تھا، اس کے اندر بھرا سارا غصہ آج سوہا سر مرو پر نکلنے والا تھا، وہ زخمی ہو کر بھی اس عورت سے دگنا طاقتور تھا یہ سوہا بھی جانتی تھی، لہذا اسکی مزاحمت کسی کام کی نہ تھی، نہ آج رئیس کسی قسم کے رحم کے موڈ میں تھا۔

.._____..

ایک بجے تک انیس کی لینڈ کروزر علوی مینشن کے تاحد نگاہ پھیلے وسیع پورچ میں رکی، عدین تو اتنے لمبے سفر کے بعد آدھا ٹن تھا جبکہ عرشیہ بھی اداس اور تھکی تھی، عصر نے ان محبوب باشندوں کو لینڈ کر دیا تھا، انیس نے ساتھ بیٹھی عرشیہ کا ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کھینچا۔

"میں عدین کو اسکے کمرے میں چھوڑ کر آ رہا ہوں۔ ہمیں بات کرنی ہے۔ سونے کی کوشش مت کرنا۔ چینج کرو جا کر اور میرا ویٹ کرو"

وہ اس پر حکم صادر کرتا ہوا گاڑی سے نکلا تو عرشیہ نے اک گہری سانس لیتے اللہ سے صبر مانگا، جبکہ وہ بھی باہر نکلی، عدین سو چکا تھا تبھی انیس نے اسکی نیند خراب نہ ہو تبھی بازوؤں میں اٹھا کر مینشن کی طرف قدم بڑھائے، عصر نے ان سبکی تھکن دیکھتے ابھی کسی بات کو نہ چھیڑا، پھر اسے عرشیہ اداس بھی بہت لگ رہی تھی۔

"کیا ہوا ہے؟ کچھ ایسا ہے جو مجھ سے شئیر کر سکیں؟"

وہ عصر کے ساتھ چلتی اسکی فکر پر مسکرا کر اسے دیکھنے لگی۔

"ابھی تو ٹوٹ کر گر پڑوں گی اگر کچھ بتایا۔ بہت تھکن ہو رہی ہے"

وہ اسکی آنکھوں سے بھی بھانپ سکتا تھا۔

"کچھ بتادوں۔ چائے یا کوفی؟"

وہ نرمی سے مسکرایا، اپنی خدمات دیں کہ کسی طرح اگر کام آسکے تو یہ عصر کی خوشی ہو گی۔

"نہیں تمہارا شکریہ۔ تم بہت یاد آئے وہاں مجھے عصر زمان، میرے بھائی اور اچھے دوست بن چکے ہو تم۔ کل بہت سی باتیں کروں گی۔ ابھی تم بھی آرام کرو۔"

چونکہ ایک بج چکا تھا تبھی وہ اس وقت عصر کو ہرگز کوئی تکلیف نہیں دینا چاہتی تھی، عصر کے لیے بھی اس وقت انکا آرام اہمیت رکھتا تھا۔

"آپکی ہر بات سننے کو دل و جان سے تیار ہوں۔ جا کر چینج کریں اور سو جائیں۔ گڈ نائیٹ"

وہ اسکی طرف مسکرا کر دیکھتی گھر کی طرف بڑھی تو عصر کی آنکھیں دوبارہ افسردہ سی ہوئیں، وہ انیس کو ابراہیم علوی کا کارنامہ کل ہی بتانے والا

تھا، انیس نے سوئے عدین کے شوز اتارے، اسے بستر میں لٹا کر لحاف کھول کر کروایا اور جھک کر اسکا ماتھا چوما۔

پھر وہ اسکے کمرے کی لائیٹ آف کرے باہر نکلا تو تب تک عرشیہ اوپر جا چکی تھی جبکہ عصر بھی اندر آ گیا، انیس نے اک نظر سیڑھیاں چڑھتی عرشیہ کو دیکھتے عصر کے سنگ لاؤنج کی جانب قدم بڑھائے۔

عصر نے اسے فی الحال بس مہویر کا بتایا اور یہ بھی کہ مہویر نے سب کچھ عاصم کو بتا دیا، عاصم نے جو کچھ کیا اس پر انیس کو شدید غصہ تھا، انیس نے مہویر کو کال تو ملائی پر اسکا فون جل گیا تھا تبھی سم بھی بند تھی۔

"اس نے منائم ملک کے نمبر سے فون کیا تھا مجھے۔ آپ وہاں کال کر لیں"

عصر نے اسے نمبر دیکھایا پر انیس نے انکار کیا۔

"نہیں۔ وقت مناسب نہیں۔ صبح اسکے اپارٹمنٹ جا کر اسکو دیکھ کر آنا تم، تبھی تسلی ہو گی۔ کیا ہوا ہے؟ تمہاری وہ چمک کہاں ہے عصر جو میں جاتے ہوئے تم میں بسی ہوئی دیکھ کر گیا تھا؟"

عصر نے مسکرا کر انیس کی طرف دیکھا کہ وہ جتنا چھپا لے، انیس کی نظروں سے بچ نہیں سکتا۔

"کل بہت کچھ ہے ڈسکس کرنے کو سر، لیکن اس سے پہلے تھوڑا آرام کریں۔ ویسے آدھی چمک تو آپ سبکی واپسی نے لوٹا دی بقیہ کل آجائے گی"

عصر کی بات میں سچائی بھی تھی اور یقین بھی تبھی انیس کو اس پر اعتبار کرنا ہی پڑا۔

"آر یو شیور؟"

انیس کی تشفی نہ ہوئی تو اک بار مزید پوچھا۔

"بلکل۔ جائیں آرام کریں۔"

عصر نے اسکا سینہ تھپک کر مطمئین کیا۔

"تم بھی۔ صبح فجر کے بعد جیم نکلوں گا۔ تم ساتھ چلنا۔ مجھے ہر چیز جانی ہے۔ اداس اچھے نہیں لگتے تم عصر زمان۔ میرے ارد گرد سب مسکراتا ہے جب تم شوخیاں اور بونگیاں مارتے ہو۔ کسی بھی وجہ سے اپنے آپ کو ماند مت کرنا۔ سمجھ گئے"

وہ انیس کے اس بنا کچھ جانے بھی دیے حوصلے پر پہاڑ ہوا اور وہ کر بیٹھا جو آج تک ہمت نہ ہوئی، انیس کے گلے لگا، ایسا عصر تبھی کرتا جب اسے انیس میں موجود اپنے بھائی کی ضرورت پڑتی اور یہ سپیشل ہگ انیس اس سے کبھی نہیں چھینتا تھا، تب بھی جب وہ ریزرو نیچر کا تھا۔

"کبھی نہیں کروں گا"

عصر نے گلے لگتے ہی فاصلہ سمیٹا تو انیس نے اسکی گال تھپکی اور خود بھی سیڑھیوں کی طرف بڑھا کیونکہ ابراہیم علوی بھی خراٹے بھر کر سو رہے تھے، عصر بھی مسکراتا ہوا اپنے روم کی طرف بڑھ گیا۔

انیس نے پہلے تو چینج کیا، عیشاء ادا کی، فل بلیک میں پیروں پر موزے بھی سیاہ چڑھائے وہ اپنے کمرے کا سرور واپس لینے عرشیہ کے کمرے کے پاس پہنچا اور جب ہینڈل گمانا چاہا تو وہ لاک دیکھ کر انیس کے پورے وجود میں آگ کے شعلے لپکے۔

"کھولو اسے"

عرشیہ نے چینج کر لیا تھا، وہ بھی سنپل بلیک پاجامے اور بلیک باریک سوئٹر میں بھورے موزے پیروں پر چڑھائے ابھی نماز پڑھ کر لیٹی تھی۔

"جا کر سو جاو انیس"

وہ سیدھا سبھاو حکم دے رہی تھی۔

"دروازہ کھولو خاتون"

بستر میں دبک کر لحاف سینے تک اوڑھے عرشیہ اچھے سے دروازے پر دستک سن رہی تھی پر نہ تو ہلنے کے موڈ میں تھی نہ ہی انیس کو اس وقت دیکھنے کے ارادے رکھتی تھی, نیند اور تھکاوٹ کے ساتھ انیس پر غصہ بھی تھا تو طبعیت بہت گندی ہو رہی تھی۔

"انیس میں سونے لیٹ گئی ہوں۔ کیوں دروازہ پیٹ رہے ہو؟ صبح بات کرتے ہیں"

جان بوجھ کر نیند سے بوجھل آواز کیے وہ اسکو جواب دیتے پکاری اور اس بار انیس نے پیر سے دروازے پر ٹھڈا مارا، اسے پرواہ نہیں تھی بھلے سب جاگ جائیں، عرشیہ ڈر کر اٹھ بیٹھی، اس سے پہلے وہ دروازہ اکھاڑ دیتا، وہ لحاف اپنے اوپر سے اٹھا کر سائیڈ پھینکتی پیر نیچے اتار کر بیٹھی اور بھاگنے کے

انداز میں اپنی شرٹ کی سلوٹیں سنوارتی دروازے تک پہنچی اور رک کر لمبی سانس کھینچے دروازے کا لاک کھولا۔

"تمہیں میری بات سمجھ نہیں آتی ایک بار؟"

دروازہ کھلتے ہی وہ آندھی طوفان بنا اندر آیا اور دروازہ واپس پٹخ کر بند کیے عرشیہ کی آنکھوں میں آنکھیں گاڑیں، جو نا محسوس انداز میں سہم کر انیس سے دور قدم اٹھاتی پھر پلٹ کر بستر کی طرف گھومی، وہ اسکے غصے سے ڈر رہی تھی۔

"پلیز انیس۔ تھک گئی ہوں۔ لمبا سفر تھا۔ سونا چاہتی ہوں، آجاو اگر میرے پاس سونا ہے تو۔ مجھ میں بات کی ہمت نہیں"

وہ نہایت تھکن خوردہ لب و لہجے میں لڑائی اور بحث سے کنارہ کشی اختیار کرتی صلح جوئی سے بولی تو انیس نے اسکے پیچھے رکتے اسکو دونوں بازووں سے تھامے پکڑ کر اپنے سامنے پلٹایا تو وہ تھکن و نیند سے انیس کے سینے ڈھے سی

گئی، انیس کے لبوں پر اک بے خود تبسم مچلا جب وہ اپنا پورا وزن اس پر ڈالے انیس کے غصے کو راہ بھلانے پر لگی تھی۔

"خدا کے لیے بے رحم انسان۔ مجھے ناراض تو رہنے دو۔ میرا کوئی تو حق دو مجھے"

اپنا چہرہ اسکی گردن میں چھپاتی، عرشیہ کی آواز ٹوٹی، وہ کیسے سہہ سکا یہ وہی جانتا تھا۔

"تم بلاوجہ مجھ سے روٹھو گی اور میں سکون سے سو سکوں گا؟ ایسا تم نے کیسے سوچا۔ تم مجھ سے ایسی ناراض نہیں ہو سکتی۔ میں تمہیں یہ حق نہیں دے رہا کہ تم مجھے اپنے پیچھے ایسے پریشان کرو۔"

وہ اسکے بے رحم لفظ سنے اور دلبرداشتہ تھی کہ وہ اس سے زیادہ برے ماضی کے باوجود کوشش کر رہی ہے اور وہ بہت سی آسانیوں کے باوجود فرار پر لگا ہے۔

"تم مجھے ک۔ کوئی حق نہیں دے رہے۔ تم مجھ سے میری طرح بات کرنا چاہتے تھے ناں تو کل کر لینا۔ مجھے سونے دو پلیز، میں اس وقت نہ کچھ سن سکوں گی نہ سمجھنے کی اہلیت رکھتی ہوں"

انیس کو اپنی گردن کی جلد میں عرشیہ کے آنسوؤں کی نمی محسوس ہوئی تو اسکی ہر خفگی مفقود ہوئی، بس دل چاہا اسے اپنی باہوں میں سموئے رکھے کہ یہیں سو سکتی ہو، یہی تمہارا سکون ہے۔

"میں تمہیں رات بھر جگاؤں کہ مجھ سے بات کرو تو جاگنا تم پر فرض نہیں کیا؟"

اسکا دونوں ہاتھوں میں چہرہ پکڑتے روبرو لاتے عرشیہ کی آنکھیں اوپر اٹھاتے اپنی آنکھوں سے ملائیں تو وہ پلک جھپکتے اپنے وزن پر واپس آتی سیدھی ہو کر کھڑی اپنے چہرے سے لگے انیس کے ہاتھ پکڑ کر رسان و خفگی سے خود سے دور کرتی نیچے کرتی پہلوؤں میں آزاد کر گئی۔

"مجھے تم سے بات نہیں کرنی انیس، میں سچ میں ناراض ہوں۔ مجھے تمہاری فکر ہے تبھی دروازہ کھولا ورنہ میں نے خود سے عہد کیا تھا آج تمہاری شکل نہیں دیکھنی۔ دیکھو بہت رات ہو گئی ہے۔ تم بھی سو جاو۔ مجھے نہ کوئی حق چاہیے ابھی نہ فرض نبھانا ہے۔ مجھے تم بے ڈھنگی اور بد اخلاق سمجھ لو آج رات کے لیے"

وہ اس سے سخت لہجے میں بولنا نہیں چاہتی تھی تبھی اپنی آواز ہر ممکنہ دھیمی رکھی، لیکن دھیمی کے بجائے وہ ٹوٹ پھوٹ گئی، وہ منت کر اٹھی کہ اسے تھوڑی سپیس چاہیے۔

"مجھے مت جھٹکنا دوبارہ، میں تمہیں پہلے ہی بہت مشکل سے چھوتا ہوں"

اس بار وہ اسکو اپنی بازووں میں بھر کر اپنے سینے سے جوڑ گیا، عرشیہ کی پلکیں اس استحقاق پر لرزیں پر ابھی وہ یوں تھی جیسے کچھ چاہ کر بھی محسوس نہ کر پا رہی ہو۔

"میں بھی بہت مشکل سے قریب آتی ہوں تمہارے، ٹھہرتی ہوں۔ سانس لیتی ہوں۔ میں کوئی پروپلیئر نہیں انیس غانم علوی۔ میرا بھی یہ پہلا ایکسپیرئنس ہے۔ کسی کے منہ لگنے اور کسی کو اتنا منہ لگانے کا۔ سمجھے تم؟"

وہ غصہ ہوئی کہ آخر وہ اسے سمجھ کیا رہا ہے جو یہ احسان جتاتا ہے کہ وہ اسکے قریب آرہا ہے، اسکو تکلیف پہنچا کر وہ اور غمزدہ ہوا کہ کچھ نیت کیے بنا بھی اسے چھلنی کر دیتا ہے۔

"سمجھ گیا۔ واپس لیتا ہوں اپنے الفاظ"

وہ اسکی رخسار کے پاس آتا اپنی گال اسکی گال سے جوڑتا معذرت زدہ ہوئے بولا تو عرشیہ کے تھمے سینے میں شرارے کی مانند دل میں جلن ہوئی، وہ اسکے وجود میں یوں قریب آتے اک الوہی دھڑک بھر دیتا تھا، کمبخت کا کوئی وار خالی نہیں جاتا تھا۔

"لفظ واپس نہیں لیے جاسکتے انیس۔ پلیز مجھ سے دور رہو ابھی۔ میرا تمہیں دیکھنے کو بھی دل نہیں۔ تمہاری خوشبو، تمہاری سانسیں اس وقت کوئی لطیف احساس نہیں بخش رہے۔ میں تمہارے معاملے میں بہت سچی ہوں بھروسہ کرو"

وہ اسکی قربت سے احتراز برتتے اسکے چہرے سے دور ہوتی، اسکی اپنے اطراف جکڑی بازووں اور پشت پر بکھر کر بندھے ہاتھوں تک کو ہٹانا چاہتی تھی۔

"جھوٹ مت بولو، میری اگر آنکھیں بلنک کرتی ہیں تو تمہاری جھوٹ بولتے سانس اکھڑتی ہے۔ مجھ سے نہیں چھپ سکتی تم اب"

وہ اسکا اس سفاکی سے راز فاش کر گیا کہ عرشیہ آنکھوں میں نمی بھر کر اسے شاکی نگاہوں سے دیکھ ہی سکی۔

"ہاں۔ انہیلر کی کمی فیل ہو رہی ہے اس لیے۔۔۔"

وہ آنکھیں چراتی مزاحمت روک گئی۔

"میں سانس روک رہا ہوں تمہاری؟"

انیس کے زخمی سوال پر عرشیہ نے اسکی آنکھوں میں اپنی آنکھیں گاڑ دیں۔

"تو کیا کر رہے ہو مجھے یوں خود سے چپکا کر؟ کیا کالا جادو پھونک رہے ہو کہ کسی لائق نہ رہے عرشیہ المیر۔ تمہارے اثر میں ڈوب کر ہی مرے۔؟"

وہ بے رحم بن گئی، اتنی کہ اسکی آنکھ سے اک آنسو ٹوٹ گرا۔

"مجھے اندازہ نہیں تھا میرے تم پر اتنے گھناونے اثرات پڑ رہے ہیں"

وہ اسے آہستگی سے اپنے وجود سے الگ کرتا فاصلہ سمیٹ گیا تو جو عرشیہ کی خشک آنکھ تھی وہ بھی سرخ ہو کر اک اور آنسو کو آنکھوں سے آزاد کر گئی۔

"اب تو دیکھ لیے ناں انیس۔ توڑ کر وان بد اثرات کا۔ کر سکتے ہو؟"

وہ اسکے آنسو برداشت نہ کرتا دوبارہ اسکے قریب ہوا، اسکے دونوں تر رخساروں کے آنسو ہاتھوں سے صاف کیے، اس لڑکی کی سانس کی ڈور کایوں پل پل ٹوٹنا انیس کے لیے لمحہ قضا تھا۔

"نہیں کر سکتا۔ میں بھی بہت بد اخلاق ہوں جذبات کے معاملے میں۔ لیکن ٹھیک سے سانس لو ورنہ آج کے بعد تم سے کوئی خاص دور، عام بات بھی نہیں کر سکوں گا۔ اس ڈر سے کہ تمہاری سانس اکھڑنے لگتی ہے۔ بات کر رہے ہیں ناں ہم لُما، کوئی نہ کوئی حل نکلے گا پر میرے ساتھ یہ مت کرو پلیز۔"

وہ اسکو اپنے سینے لگاتا اسکو پہلے پر سکون کرنا چاہتا تھا، اور عرشیہ نے دم سادھ لیا اور خود کو پر سکون کرنے لگی، گو یہ مشکل تھا پر انیس غانم کی بازووں کا حصار ہر مشکل کو آسان اور ہر ناممکن کو ممکن بنانے کی اہلیت رکھتا تھا۔

"میں تمہیں خود سے بہت دور محسوس کر رہی ہوں۔ مجھے لگتا ہے یہ ساتھ، یہ لمحے یہ ہمارا رشتہ سب سنورنے کے بجائے بگھڑ کر رائگاں ہو جائے گا۔ میں تمہیں دیکھتی ہوں تو میری آنکھیں سکون کا مطلب سمجھتی ہیں، ایسے کیسے میری جان کا روگ بن گئے ہو تم ظالم شخص۔ کوئی طویل وقت بھی نہیں لگا مجھے برباد ہونے میں۔ کوئی صدیاں بھی نہیں گزریں تم سے ملے، تم کو دیکھے ہوئے۔ اور تم ہو کہ نجانے کس مٹی سے بنے ہو۔ میری آنکھوں میں تیرتے جذبات تمہیں صرف پانی لگتے ہیں۔ آہ انیس۔۔۔ میں کاش تم سے نہ ملی ہوتی"

وہ اسکے سینے لگی، چہرہ اسکی شرٹ میں چھپاتی رو رہی تھی، وہ اسے کہہ نہیں سکتی تھی پر باخدا جس دل سے لگی تھی وہ دل اسکی ہر تکلیف کا رازداں تھا، وہ سینہ اسکے بہتے آنسوؤں کی حرارت کا مفہوم جان چکا تھا، اس لڑکی کی سانسیں وہ خود روک کر ایسے گھوٹ رہی تھی جیسے سانس ہی نہ لینا چاہتی ہو۔

"ج۔ جاو یہاں سے انیس۔ مجھے اکیلا چھوڑ دو فی الحال"

وہ اسکے سینے لگ کر بھی جب پر سکون نہ ہوئی تو اسے جھٹکنا چاہا لیکن وہ اسے جھٹک بھی نرم ہاتھوں سے رہی تھی، وہ اسے اپنے سینے میں بھینچنے لگا۔

"میں تم سے جتنا دور بھاگتا ہوں، اتنا قریب ہو جاتا ہوں۔ مجھے لگتا ہے میرا تم سے فرار کسی کام کا نہیں۔"

وہ اسکے دل کی دھڑکن اس اعتراف سے رک گیا، وہ ہچکی بھر کر جیسے سانس لیتی ایسے ہی حوصلے کی منتظر محسوس ہوئی۔

"فرار بھی کبھی کام کا ہوا ہے؟"

وہ اسکے سینے لگی ہی چہرہ اٹھا کر انیس کو دیکھتے ہونٹوں ہی ہونٹوں میں بولی۔

"نہیں ہوا۔ میرا بھی کام کا نہیں لگ رہا۔ سکون میں آو، میں ہوں ناں تمہارے پاس۔ محسوس بھی ہو رہا ہوں گا یقینا۔ پلیز رویا مت کرو۔ تمہاری یہ رکتی سانس مجھے زمین میں کھڑے کھڑے دفن کر دیتی ہے۔ یہ احساس کہ یہ میرے سامنے ہوتا ہے، مجھے اندر سے چھیلنے لگتا ہے۔ رئلکس"

وہ اسکی پیٹھ تھپکتا اسے پر سکون کرنے میں کامیاب تھا پر جب عرشیہ کو یہ خیال آیا کہ وہ اسکا ہے تو پر پھر بھی کبھی نہیں ہو گا تو وہ دکھی ہوتی اسکا حصار جھٹک کر سامنے ہوئی۔

"تم مجھ سے جڑی خواہشوں پر بند مت باندھنا، کبھی نہیں۔ میں کہوں تب بھی نہیں۔ مجھے جھٹکو مت، تمہارا یہ کرنا مجھے تم سے بہت دور دھکیل دیتا ہے۔ میں کوئی احسان نہیں جتا رہا۔ اپنی بے بسی بتا رہا ہوں۔"

وہ خود بھی یہی چاہتی تھی وہ اسے منائے، اسے اہمیت دے پر اب وہ جسطرح ہارتے ہوئے اہمیت دے رہا تھا، عرشیہ کے لیے اسے مستقل دیکھنا بھی محال ہوئے جا رہا تھا، اسکا دل انیس کو دیکھ کر بہت تیز دوڑ رہا تھا، سینے میں چبھن سی اٹھ رہی تھی۔

"تمہیں نہیں لگتا ہم قریب آئے ہی نہیں نہ آسکتے ہیں۔نہ تمہیں مجھ سے پیار ہے نہ مجھے تم سے پھر بھی ہم نکاح میں ہیں۔ایک دوسرے کو یوں قریب رہ کر ٹف ٹائم دے رہے ہیں۔ہماری جانیں مشکل میں پھنسی ہیں۔"

وہ اسکے ان لطیفوں پر مسکرایا، یہ لڑکی ایسی باتیں بس انیس سے بچنے کو کر رہی تھی، روئی روئی آنکھوں اور معصوم مفروضوں کے ساتھ منتظر تھی کہ وہ کچھ بولے، بتائے کہ ایسا نہیں وہ مر مٹا ہے اس پر۔

"تمہاری جان زیادہ مشکل میں ہے، تم حساس ہو۔تم نے مشکل وقت گزارا ہے۔تمہیں میری فکر بھی مجھ سے زیادہ ہوتی ہے"

وہ اسے کریڈٹ دے رہا تھا کہ اگر انیس آج جھک رہا ہے تو وجہ اس لڑکی کی موجودگی ہے، اسکا نرم اور ہر بار پگھل جاتا دل ہے۔

"میں نے خود کو روک کر سمجھا دیا ہے۔ ویسے بھی بہت مصروف ہو جاوں گی اب، پھر الٹے سیدھے تجربے کرنے کا وقت ہی نہیں ہو گا۔ میں تمہیں اپنی یہ جان مشکل سے نکال کر جلد دیکھا دوں گی"

عرشیہ نے نرمی اور سنجیدگی سے آزادی دی پر اب انیس کو نہیں چاہیے تھی، وہ رونا اور سانس کے اکھڑنے پر بمشکل تھوڑا اختیار پا چکی تھی پر باخدا اسکا کانپتا وجود انیس کے لیے اک کڑی آزمائش تھا۔

"مت کرو یوں میرے ساتھ لُما"

وہ اسکے اذیت ناک شکوے پر روہانسی ہوئی۔

"اب کیا کر دیا، ناراض تو اپنی مرضی سے ہو لینے دو انیس"

وہ دگنا شاکی نظروں سے اسے دیکھتی بولی۔

"میں منا سکتا ہوں تمہیں۔ مہلت دو"

وہ اسکی درخواست کیسے رد کرتی کہ وہ اپنی جان آنکھوں میں اتار لاتا تھا۔

"مناو۔ دے دی مہلت"

وہ اس سے یہ حق چھیننا نہیں چاہتی تھی، انیس نے گہرا سانس خارج کیا، وہ اسکے یوں سانس لینے پر ہی تھک گئی۔

"میں نے ایک شعر لکھا ہے تمہارے لیے"

وہ جو سمجھ رہی تھی یہ آدمی اب کچھ جذباتی کر بیٹھنے والا ہے، اسکے منہ سے سادہ سا جملہ سن کر اپنی شدید گھبراہٹ اور بے چینی پر قابو پا کر انیس کی آنکھوں میں پھیلی چاہ تکنے لگی۔

"شعر؟ انیس شعر۔۔۔ سیریس ہو؟"

اسے اس کی بلکل امید نہ تھی۔

"ہاں۔ کہو تو سناوں؟ مجھے یقین ہے تم مان جاو گی"

وہ اس قدر یقین سے بولا کہ عرشیہ کی آنکھیں پلکوں سمیت
تھرتھرائیں، انیس غانم کا یقین! واللہ کتنا مضبوط تھا کہ خدا کی پناہ۔

"امید بھی یہی تھی تم سے سڑو۔ سناو"

وہ اپنی مایوسی عیاں کرتے اندر ہی اندر سکھ کا سانس بھر گئی کیونکہ کچھ اور ہوتا تو ہینڈل نہ کر پاتی، رونگٹے تو سوچ کر ہی کھڑے ہو چکے تھے، انیس نے اسکے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دیکھا جو دھیرے سے دب رہا تھا، انیس کے ہاتھ کا گرم جوش دباو اسکے ہاتھ کی جلد میں دھنس رہا تھا۔

"تمہارے ہاتھ تھمانے سے چھڑوانے تک۔ سارا مسئلہ دل کے بیٹھنے کا ہے"

وہ اپنے دل کے بیٹھنے کا بتاتے، عرشیہ کی ساری جان اسکی آنکھوں میں اتار لایا تھا، عرشیہ نے خود بھی انیس کا ہاتھ مٹھی میں دبایا، اسکی گرے آنکھوں میں تھکن کی جگہ رشک و خمار گھلنے لگا، وہ اب بھی یقین سے اسے دیکھ رہا تھا کہ وہ مان جائے گی۔

"میرا ہاتھ چھڑوانا تمہارے دل پر اتنا گراں ہے؟"

وہ حتی المقدور کوشش میں تھی کہ آنکھیں نہ بھیگوئے پر یہ آدمی شعر سنا کر عرشیہ کو خرید جو بیٹھا تھا۔

"ہاں لگتا تو ہے"

وہ زیر لب بڑبڑایا تو عرشیہ کی آنکھوں کے گوشے نم پڑے۔

"میری جان میں جان آتی ہے جب تمہیں دیکھتی ہوں۔ جب تم نے مجھے کڈنیپ کیا تھا باخدا اس پہلی ملاقات میں بھی تم سے محافظ والا احساس ملا تھا۔ اب اس احساس کی شدت تمہاری سوچ سے بھی زیادہ ہے۔ میں تمہارے لیے اپنا دل بھرا ہوا محسوس کرتی ہوں، اس میں جب جھانکوں تو تمہاری فکر، تمہارا احساس اور تمہاری موجودگی بسی ہے۔ تبھی چاہتی ہوں ہم ہمیشہ ساتھ رہیں۔ میرا ایسا تعلق آج تک کسی سے نہیں بنا، یہ نایاب ہے۔ میں اسے دائمی چاہتی ہوں انیس۔ ہم قریب آئیں اور سمجھیں کہ ہمیں

ایک دوسرے سے والہانہ اٹریکشن کیوں محسوس ہوتی ہے۔اس کیفیت کو نام دیں۔ایک دوسرے کے ڈر دور کریں، آگے بڑھیں۔سب سنورتا چلا جائے، بگھاڑ دور ہو جائیں۔"

وہ اپنا اور اسکا ہاتھ تھامے ان انگوٹھیوں کی طرح اپنا اور اسکا ساتھ ہمیشہ جڑا چاہتی تھی، اسکا اظہار محبت نہیں تھا یہ، لیکن اداسی، ناراضگی کے بیچ انیس کی اہمیت کا اعتراف ضرور تھا۔

"اوہ میرے خدا! یہ کیا کہہ رہی ہے؟"

وہ ہوش حواس سے جیسے نکلتا محسوس ہوا، اسکے چہرے کا رنگ اڑ چکا تھا، دھڑکن تھم گئی تھی۔

"کیا تم مجھ سے ابھی بھی ناراض ہو؟"

عرشیہ نے جبڑے بھینچ کر اس عجوبے کا یہ سوال ملاحظہ کیا کہ کیا اتنی دیر سے وہ ہیر گا رہی تھی۔

"انیس! کیا جو میں نے ابھی کہا، تم نے سنا؟ تم ہوش میں ہو کیا؟"

اس نے سخت بیچارگی و افسردگی سے اپنے دونوں ہاتھ بڑھا کر انیس کی گردن کے دائیں بائیں طرف لگاتے اسکی آنکھوں میں پھیلی بے چینی بغور دیکھی جس پر انیس نے اک ہاتھ اسکی کمر پر رکھ کر اسکو نزدیک کھینچتے دوسرے ہاتھ میں عرشیہ کا ہاتھ پکڑ کر جب عرشیہ کے سامنے اسکی ہتھیلی جذب و دیوانگی سے چومی، تو عرشیہ کے ہونٹوں پر وہ مسکراہٹ آئی جو صرف اس نے انیس کے لیے مخصوص کر رکھی تھی، وہ جانتی تھی وہ بدسلیقہ شخص ہے پر وہ پھر بھی کچھ عمل بے حد دلفریب کرتا تھا، جیسے ابھی اسکی ہتھیلی چوم کر ہار گیا تھا، ہتھیار ڈال دیے تھے۔

"پورے ہوش میں ہوں تمہارے پاس، لیکن نہیں جانتا ایسے جذبات کا کیا جواب دینا چاہیے لیکن مجھے یہی چاہیے، جو تم چاہتی ہو"

وہ اتنا بے بس لگا کہ عرشیہ کی ساری خفگی پلوں میں مٹ گئی، وہ اپنا ہاتھ اسکے ہاتھ سے کھینچتی دھیرے سے اسکے گلے لگی تو انیس نے اسے پوری قوت سے اپنے وجود میں بسا لیا تھا، جیسے اسکے جسم کی ساخت اپنی بازوؤں میں بھینچ کر بدل دے گا۔

"تم سے زیادہ ڈرپوک ہوں۔ لیکن دیکھو کس دیدہ دلیری سے تمہیں دیکھتی ہوں، تم سے بات کرتی ہوں۔ گلے لگتی ہوں۔ کیا تم مجھے رول ماڈل مان کر تھوڑا سبق نہیں سیکھ سکتے میری ہمت سے؟"

گلے لگ کر وہ اٹکیلیاں کر رہی تھی، ایسا بس اسکے لیے انیس غانم نے آسان بنا رکھا تھا، اپنے پاس سانس لینا ممکن بنا رکھا تھا۔

"مرد خود غرض ہوتے ہیں، وہ عورتوں پر رحم نہیں کھاتے۔ میں اس خود غرضی سے خوفزدہ ہوں۔ وہی جو میرے بابا نے میری مما کے لیے

دیکھائی تھی۔ میں خود پر اعتبار نہیں کرتا اور تم بھی مجھ پر نہیں کرتی۔ میں تمہیں کیسے سمجھاوں اپنی بات عرشیہ"

وہ اسکی خاموشی میں بھی سکون ڈھونڈنے والی، کیا خبر پاتی کہ وہ کتنا بے سکون ہے۔

"کچھ پوچھ سکتا ہوں تم سے؟"

وہ تمہید باندھتے اسے اپنے وجود میں بسائے، اسکے مہکتے بالوں میں چہرہ چھپائے ہوئے بولا۔

"پوچھو"

وہ بھی مدہوش و مسرور ہوئی۔

"تم نے کہا تھا تم مجھ پر اعتبار نہیں کر سکتی۔ کیا سچ کہا تھا؟"

وہ اسکے سوال پر انیس کو پکڑ کر سامنے کیے اسکے منہ کی طرف پریشانی سے دیکھنے لگی کہ ایسا عرشیہ نے کب کہا، یاد آنے پر اسے اپنے الفاظ پر ندامت ہوئی۔۔

"غصہ تھی، اس لیے کہا تھا۔ سچ کہوں تو تم پر ہی اعتبار ہے بس۔ لڑتے ہوئے، پنگے لیتے ہوئے جو میں کہوں اسے سیریس مت لینا۔ مجھ میں بنگالی بابا کی لڑاکو روح گھس آتی ہے۔ چیئر آپ۔۔۔ اداس اچھے نہیں لگتے تم۔۔ نہیں ہوں ناراض، مہنگے غالب بن کر تم نے میرا دل چرا لیا ہے۔۔۔۔ جاو کیا یاد کرو گے کتنی سخی تھی عرشیہ المیر"

اپنے ازلی شریر لب و لہجے سے وہ انیس کی رہی سہی رنجیدگی بھی دور کر گئی، وہ اسکے کہنے کی دیر تھی کہ مسکرا دیا۔

"آجاو۔۔۔۔"

وہ اسکا ہاتھ پکڑ کر کمرے سے نکلنے لگا جب عرشیہ نے اپنے ہاتھ کو اپنی جانب کھینچنے تعجب سے دیکھا۔

"کہاں لے جا رہے ہو؟"

وہ اسکے سوال پر رکا۔

"جب اعتبار ہو تو بس ساتھ چل پڑتے ہیں، جوتا بھی نہیں پہنتے"

وہ اسے اعتبار کی شرط سمجھاتا جان لیوا لگا۔

"کیا تم مجھ پر اعتبار کرتے ہو انیس؟"

یہ انیس والا اعتبار اتنا پیارا تھا کہ وہ بھی سوال کر اٹھی۔

"ہاں تم پر اعتبار کرتا ہوں۔ بہت زیادہ"

وہ اسکا ٹرسٹ جیتنے پر گلاب کی طرح کھل گئی۔

"میں اسے کبھی نہیں توڑوں گی۔ لیکن ابھی پیٹ میں تجسس سے بل پڑ رہا ہے کہ کہاں لے جا رہے ہو؟ اگلی بار پکا جوتے پہنے بنا ساتھ چل پڑوں گی"

وہ شوخ اور معصومانہ سا مسکرائی اور یہیں وہ دل اک بار پھر ہار گیا۔

"میرے کمرے میں۔ وہیں رہیں گے۔ میں نہیں چاہتا تم میری نظروں سے دور رہو۔ ویسے بھی اس قوباڑپ نے میری عادت بگاڑ دی ہے۔ مجھے اب اکیلے سوتے اچھا نہیں لگے گا۔ کیا تم ہمیشہ مجھ سے ایسے ہی ناراضگی ہٹا لیا کرو گی؟ کیا میرے لیے تمہیں منانا ہمیشہ میری آسانی رہے گا؟"

وہ اسکے سوالوں، اسکے لہجے کے نرم ملائم اثر میں ہی غرق تھی، جواب کیا دیتی، اس شخص کا عام سا لہجہ بھی لو دے رہا تھا، کبھی وہ کہہ دیتا کہ عرشیہ اسکی محبت ہے تو وہ کیسے ہینڈل کر سکے گی۔

"نہیں ہو سکتی تم سے ناراض۔ نہیں ہو سکتی انیس۔"

وہ اسکے سینے لپٹ کر اپنی ہار اور انیس کی اس جیت کا ساتھ سکھ محسوس کر رہی تھی اور اس نے انیس کو بھی کروایا۔

"کیا تم واقعی میرے ساتھ ساری زندگی گزارنا چاہتی ہو؟"

وہ اسکے بالوں میں انگلیاں پھیرتا عرشیہ کے سکون میں حلل لایا، اسکا لمس عافیت انگیز پر سوال حشر و ہنگامہ تھا۔

"تمہیں کیا لگتا ہے اگر میں نہ گزارنا چاہتی تو تمہارے یوں گھڑی گھڑی گلے لگتی؟"

وہ الٹا اسی سے سادگی و دلفریبی سے سوال کر گئی، انیس نے اسکے دائیں رخسار پر اپنی انگلی پھیری پھر مسکرا کر دبائی، وہ اس سے بری طرح بے چین ہوئی، اس بے چینی کا توڑ ہوا جو اس نے انیس کو دے رکھی تھی۔

"کیا تم اتنی ماہر ہو؟"

وہ اپنے سوال سے اس لڑکی کی گردش کرتی کائنات روک گیا، وہ ماہر اتنی تھی کہ انیس غانم علوی ٹکٹکی باندھ کر، سانسیں روک کر اسے دیکھتے اک بار بھی نہ سوچ رہا تھا۔

"میں تم جیسے اچھے بھلے مغرور انسان کی سانس روک سکتی ہوں، تمہاری آنکھیں خود پر پتھر کی طرح جما سکتی ہوں، تمہارے سینے میں جما دل موم کر سکتی ہوں"

اس سے پہلے وہ مزید بولتی، انیس نے اپنا ہاتھ اسکے ہونٹوں پر رکھ دیا۔

"اتنی مہارت کافی ہے"

وہ بھی اسکی دھڑکنیں ساکن کرنے میں بلا کا ماہر نکلا تھا، اس نے عرشیہ کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں بھرا پھر وہ اسکے ہونٹوں کے پاس اپنی سانس آزاد کرتا اس سے پہلے اسے خود پہل کر کے پاگل کرتا، انیس کے سینے میں اک درد کی

ٹیس جگی جس سبب اس نے اپنے لب بھینچ کر عرشیہ کے ہونٹوں سے دور کر لیے، وہ اسی امید میں تھی تبھی اب اسکا دور ہٹنا برا نہ لگا۔

"میری یہ بیماری میری بیٹی آگے پھیلائے گی، اس لیے میں باپ بننا نہیں چاہتا۔ اسکے باوجود تم میرے ساتھ رہ لو گی؟"

وہ خفیف سی غمزدہ ہوئی کہ انیس کا ڈر جان کر عرشیہ برابر تکلیف محسوس کر رہی تھی، یہی وجہ تھی وہ اپنی اور اسکی خواہش کا سفاکیت سے گلا کاٹ گیا۔

"ک۔۔ کیا پتا ہمارا بیٹا ہو"

وہ خفیف سی گھبرا کر نظریں جھکا گئی، اسکی ٹھوڑی پکڑ کر انیس نے اسکا چہرہ اوپر اٹھایا تو عرشیہ کا چہرہ حجاب آلود ہوا۔

"رسک نہیں لے سکتا، تم اسے میری ضد سمجھو یا مجبوری۔ میں باپ نہیں بننا چاہتا اس لیے تم ابھی اچھے سے سوچ لو۔ میں تمہیں خود میں قید کرنے سے پہلے اس آپشن کو دینا چاہتا ہوں کہ چاہو تو مجھے چھوڑ کر جا سکتی ہو۔ معاف کر

دینا ہمارے اس چند دن کے تعلق کو، اک اور ٹروما سمجھ کر شعور کے سیاہ خانے میں قید کر دینا۔ تم وقت لے سکتی ہو، میرے ساتھ زندگی آسان نہیں ہو گی تمہاری۔ تمہارے فیصلے کے بعد ہی اب ہمارے رشتے کا فیصلہ ہو گا، اگر تم اس سب کے باوجود میرے ساتھ رہنے پر آمادہ ہوتی ہو تو ہم اس رشتے کا آغاز کریں گے۔ لیکن میں یہ تکلیف اپنی اولاد کو نہیں دے سکتا۔ مجھ میں ہمت نہیں۔ اگر تم چاہو تو ہم بعد میں بچہ اڈاپٹ کر سکتے ہیں۔ میں تم سے اس قربانی کی امید نہیں رکھتا نہ تمہیں کہوں گا کہ دو۔ مجھے نہیں لگتا تھا چند دن تمہیں مجھ سے جوڑنے میں اتنے معاون ہو جائیں گے کہ تم مجھے چھوڑنے کے بارے سوچنا بھی محال سمجھنے لگو گی۔ اب جب ہمارا ایک دوسرے کے بنا گزارہ ہوتا نظر نہیں آ رہا تو میں نے اپنے ڈر تمہاری ہتھیلی پر رکھ دیے۔ تم ہر فیصلے میں آزاد ہو۔"

وہ اسکی طرف دیکھتی یہی سوچ رہی تھی کہ انیس نے اسے کس قسم کی آزادی تھمائی ہے، اپنے بغیر رہنے کے لائق نہ چھوڑا اور اب ایک عورت سے اسکی زندگی کا اتنا بڑا ارمان چھین رہا تھا۔

"میں تمہارے بنا رہ لوں گی پر اپنے اس حق سے دستبرداری قبول نہیں، اگر تمہیں بچہ نہیں چاہیے تو ہم تھوڑا سا بھی قریب نہیں آئیں گے۔ مجھے ماں بننا ہے اور اپنی کوکھ سے نکلے بچے کی ماں بننا ہے۔ ایک آئیڈیل ماں۔ تم یہ اول دن ہی بتاتے تاکہ میں آگے نہ بڑھتی، اب میں تم سے الگ ہو بھی گئی تو تاعمر ہر چہرے میں تمہارا چہرہ تلاش کرتے کرتے مرتی رہوں گی۔ میری موت کا بہت اچھا انتظام کیا تم نے انیس۔۔۔ واو۔ اس پر شاباشی قبول کرو۔۔۔ الگ رہ لیں گے ہم تمہاری خواہش پر لیکن طلاق نہیں چاہتی میں تم سے"

وہ اسکا حصار مکمل جھٹک کر واپس کمرے کی طرف پلٹی، وہ بھی عقب میں جا کر عرشیہ کو اپنی بازوؤں میں محصور کر گیا۔

"میں تمہارے ساتھ کی اس زیادتی پر بہت شرمندہ ہوں۔ پر مجھ سے دور بھی مت رہنا اگر یہ رشتہ نہیں توڑنا چاہتی"

وہ اسکے ہونٹوں کا اک زخمی لمس اپنی دائیں گال پر محسوس کرتی تڑپ کر اسکے حصار میں ہی پلٹی، وہ بہت شرمندہ تھا، اسکی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں، اسکی خوبصورت آنکھیں غم سے نڈھال تھیں۔

"تمہارا مجھے مل کر بھی نہ ملنا تباہی ہے میری انیس۔۔۔ ایسا کہاں ہوتا ہے بتاو؟ ایک عورت کا سب سے بڑا ارمان ہوتا ہے ماں بننا، تم مجھ سے وہی چھین لوگے تو کیا رہ جائے گا عرشیہ المیر میں جسے پاس رکھوگے؟ یہ رنگ روپ، یہ مسکراہٹ یہ شوخی تو سب تمہارے یہ ڈر کھا جائیں گے۔ کیا تم میرے لیے رسک نہیں لے سکتے؟"

وہ اسکا ہر درد سمجھ رہا تھا کیونکہ وہ حق پر تھی، لیکن وہ بھی مجبور تھا۔

"تم سمجھ نہیں رہی مجھے"

وہ اسکے ایسے مایوس کن الفاظ اس وقت ہر گز نہیں چاہتی تھی، یہ اس شخص کی بے بسی صرف انکے رشتے میں انتشار پھیلا رہی تھی، اسے ابنارمل بنا رہی تھی۔

"میں سمجھ نہیں رہی اور نہ سمجھا پا رہی ہوں۔ تم مجھے جانے کو کہہ رہے ہو تو میں پھر جانا ہی چنوں گی۔ چلی جاوں گی تمہاری زندگی سے۔ ہمیشہ کے لیے"

وہ اسکے دیے آپشن کو تھک ہار کر قبول کر رہی تھی، انیس کو وہ خود سے زیادہ بے رحم لگی لیکن دونوں ہی اپنی جگہ الجھے تھے۔

"تو کیا میرے نام پر بیٹھی رہو گی، یوں بھی تو تمہارا ماں بننے کا ارمان ٹوٹ ہی جائے گا۔ یا پھر جانا ہے تو مکمل جاو، مجھ سے ڈائورس لے کر کسی اور سے شادی کر لو، اپنا ارمان پورا کر لینا ماں بننے کا۔"

وہ ہر احساس سے عاری ہو کر یہ تابناک لفظ، یہ روح فرسا جملے کہتا خود بھی اپنے سینے میں خراشیں ڈال بیٹھا، عرشیہ نے اسکی آنکھوں میں تکلیف دیکھی

پر سہہ گئی، کیونکہ اسکے ان الفاظ نے عرشیہ کی روح چھلنی کی تھی، کیا اتنے دنوں میں وہ اسے اتنا بھی نہ سمجھ سکا تھا۔

"تم میری کسی اور سے شادی ہوتی دیکھ لوگے؟ شرم نہیں آئی یہ آپشن دیتے ہوئے۔ تمہارا دماغ تمہارے ڈر خراب کر چکے ہیں انیس۔ تم سمجھ ہی نہیں رہے تم اس وقت کیا بول رہے ہو"

وہ چینخ کر گلا نہیں پھاڑنا چاہتی تھی مگر پھر بھی اسکا ڈوبتا لہجہ اسکے اندر کی چینخ کا ترجمان بن رہا تھا۔

"تم میرے منہ سے یہ سب خود اگلوا رہی ہو، مجبور کر رہی ہو۔ کہا ہے ناں نہیں کر سکتا کچھ بھی جو نارمل انسان کر سکتے ہیں، جو تم چاہتی ہو۔ تم سمجھنا نہیں چاہتی مجھے تو مت سمجھو۔ نفرت کر لو مجھ سے تاکہ آگے بڑھنا مشکل نہ رہے۔ اور کیا کہوں تمہیں، اور کوئی آپشن سمجھ نہیں آ رہا۔ کس منہ سے کہوں کہ تم سے محبت کرتا ہوں؟ میں محبت کرنے کے لائق نہیں

ہوں۔ کسی بے خود لمحے تمہارے ساتھ جینے کے خواب دیکھ بیٹھا تھا، یہ جانے بنا کہ اس خواب کی ٹوٹی کرچیاں مجھ سمیت اس معصوم کو بھی لہولہان کر دیں گی۔ دیکھو ہو گئی تم زخمی۔ یہ ہے میری ذات کی وہ سیاہ بختی جس سے میں پیچھا نہیں چھڑوا سکتا۔ چاہ کر بھی نہیں۔ تم مجھے معاف کر دو"

وہ اسکی طرح نہ چیخ سکا نہ چلا سکا لیکن اسکی تکلیف، اسکا ٹوٹ کر بکھرنا، اسکا بے بس ہونا اسکے الفاظ میں اتر آیا جب انیس کی آواز ٹوٹ کر کرچیوں میں بٹی، عرشیہ نے اپنے ابلتے لہو کو اپنی رگوں میں پر سکون کرنے کی کوشش کی کیونکہ وہ اپنی تکلیف کے ساتھ اس شخص کا درد بھی برابر محسوس کر رہی تھی۔

"پر سکون ہو جاو۔ میں تمہیں تکلیف دینا نہیں چاہتی تھی۔"

اسے یوں وہ ٹوٹ کر بکھرتا، ناراضگی اور لڑائی میں بھی منظور نہ تھا، وہ اسکا چہرہ ہاتھوں کے پیالے میں بھر گئی۔

"پلیز اب مت ماننا مجھ سے۔ تم ہر بار پگھل کر مجھے میری نظروں میں مت گراو۔ کوئی اس دنیا میں اتنا اچھا نہیں ہو سکتا۔ تمہیں بھی نہیں ہونا چاہیے۔ تم آزاد ہو ہر فیصلے میں۔ جو سزا دو گی مجھے قبول ہو گی پر اگر تمہیں اپنا سکون مجھ سے الگ ہونے میں نظر آرہا ہے تو چھوڑ دو مجھے اور آگے بڑھ جاو۔ ہمارے بیچ ویسے بھی ایسا کچھ نہیں ہے جو بھلایا نہ جا سکے۔ تم کر لو گی"

وہ اسکے ہاتھ پکڑ کر ہٹاتا اسے اپنے وقار اور غرور کا دامن پکڑنے کا مشورہ تھما رہا تھا اور یہ سب چیزیں عرشیہ کو انیس کے آگے نظر آنا بند ہو جاتی تھیں۔

"تم کر لو گے؟"

وہ اسکے پھیرے چہرے کو دیکھتی اس سے پوچھ بیٹھی کہ کیا وہ اس جبر سے گزرنے کی اہلیت رکھتا ہے۔

"میری فکر کرنے کی ضرورت نہیں"

انیس نے اسے صاف صاف منع کیا تو وہ اذیت سے مسکرائی۔

"اب تم مجھے بتاو گے کہ مجھے کسکی فکر کرنی ہے اور کسکی نہیں۔ اتنے حاکم کب سے ہو گئے تم میرے انیس۔ مت بھولو میں ایک آزاد انسان ہوں"

وہ سخت لہجہ اختیار کر گئی، انکی یہ تکرار کسی حل کی جانب جاتی نظر نہ آ رہی تھی۔

"میں ایسا کچھ نہیں کہہ رہا"

وہ نرم پڑا تو عرشیہ بھی نرم ہوئی۔

"میں ایسی لگتی ہوں تمہیں کہ سب بھول کر آگے بڑھ جاوں گی؟"

وہ دلخراشی سے بولی، اس نے انیس کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں بھرا، ان سوالوں میں بس درد و تکلیف بسی تھی۔

"میں تم سے بہت شرمندہ ہوں۔ تمہاری زندگی کو مشکل بنا دیا۔ جاتا ہوں"

انیس نے اسکے ہاتھ پکڑ کر ہٹائے، اسکے پاس کوئی جواب نہ تھا۔

وہ اسے ایسے بات ادھوری چھوڑ کر جانے نہیں دے سکتی تھی تبھی اسکی راہ میں حائل ہوتی انیس کا راستہ روک گئی۔

"انیس۔ تمہیں نہیں لگتا ہم بند گلی میں پھنس گئے ہیں۔ صرف تم نے نہیں، میں نے بھی تمہاری زندگی مشکل بنادی ہے۔ خود سوچو میں اول تو رشتہ توڑنا ہی نہیں چاہتی تم سے، کبھی اس پر آمادہ ہو بھی گئی تو تمہیں کیا لگتا ہے دوبارہ کسی سے رشتہ بنا پاؤں گی؟ آجا کر یہی حل ہے کہ تم رسک اٹھاو ورنہ ہم دونوں کی زندگی، یہ جذبات، یہ اٹریکشن سب ادھوری رہ جائے گی۔ تم میرے بغیر خوش نہیں رہ سکو گے، میرا دل کہتا ہے۔ یہ اتنا مشکل تو نہیں انیس۔۔۔"

وہ اسکے ہاتھوں میں اپنے ہاتھ بھرتی، اپنی پر سکون کرتی موجودگی اور ڈھارس سے انیس کو قائل کرنے پر لگی تھی، ابھی وہ نہیں جانتی تھی وہ خود یہ سب کر سکتی ہے یا نہیں بس اس وقت وہ انیس کے خوف سے سہمی ہوئی تھی۔

"خوش؟ کیا تمہیں لگتا ہے میرے لیے خوشی اہم ہے۔"

وہ سنجیدہ اور کھردرے لہجے کے سنگ بولا تو وہ تھوڑی نزدیک ہو کر کھڑی انیس کی آنکھوں میں اپنی آنکھیں جما گئی۔

"تمہارے لیے میں اہم ہوں۔ تمہیں میری ہمت بڑھانی چاہیے کہ تم جیسے آفت کو قبول کرنے کا رسک اٹھا رہی ہوں اور تم ہو کہ اپنے ہی خوف تھامے ہوئے ہو۔ ویسے تم جیسا ہسبنڈ نہیں دیکھا میں نے"

جان بوجھ کر وہ زرا لہجہ نرم و ملائم کر گئی تاکہ وہ بنا پریشان ہوئے اس سے بات کر سکے۔

"میں آفت نہیں ہوں خاتون۔ تمہارے لیے تو ہرگز نہیں"

وہ دراصل یہ بتا رہا تھا کہ وہ عرشیہ کے لیے بہت آسان ہدف ہے، دل کی دھڑکنیں تو اس لڑکی کی اسی پر بڑھ گئیں۔

"اگر بیٹی ہو گئی تو؟ بتاو۔۔۔"

وہ خود ہی تکلیف سے سوال کر اٹھا۔

"تو کیا ہوا۔ وہ خود تو اس بیماری کا شکار نہیں ہو گی ناں۔ ہم اسکے لیے موجود ہوں گے۔ جیسے تمہارے لیے یہ فالٹی پیس عرشیہ آئی، اسکے لیے بھی کوئی موافق بڈی ڈھونڈ لیں گے۔ کمی تو دنیا کے ہر انسان میں ہے۔ بس کچھ کمیاں عیاں ہوتیں ہیں اور کچھ چھپ جاتی ہیں۔ مجھ سے یہ حق چھینو گے تو میں تمہارے قریب بھی نہیں آپاوں گی۔ شاید اس گھر سے بھی چلی جاوں کیونکہ پھر دل چاہے گا تمہارے قریب آنے کا، جو نہیں کر پاوں گی۔ تم سوچ لو۔ میرے بغیر رہنا ممکن ہے تو تمہاری مرضی انیس۔ تم سمجھ سکتے ہو پھر مجھے مرا لیکن میں تم سے ڈائورس نہیں چاہتی، کبھی نہیں۔ جس دن تم نے مجھے طلاق دینے کا سوچا، میں خود کو ختم کر لوں گی۔۔۔ میری حرام موت پھر ساری عمر سر پر اٹھائے رہنا"

وہ بھی فیصلہ سنا چکی تھی، انیس نے اسکے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لے کر اپنے ہونٹوں کے پاس لائے چوما، یہ عرشیہ کے بیٹھتے دل کو کچھ قرار دے گیا۔

"ایسے مت کہو۔ تمہیں کچھ نہیں ہو گا۔ نہ ہونے دوں گا۔ ہماری بیٹی اگر مما جیسی ہوئی تو، جسے اولاد کی تکلیف سہنی پڑی، اس میں بھی یہ بیماری آنے کے خدشات ہیں، مکمل سیو نہیں ہے وہ بھی۔ جیسے مما کو میری تکلیف سہنی پڑی کیا میں چاہوں گا ایسا آگے بھی ہو، ہر گز نہیں۔ وہ چھپ چھپ کر روتی تھیں۔ میں نے وہ سب ان آنکھوں سے دیکھا ہے۔ میں یہ سب دہرانے نہیں دے سکتا۔ تم کیوں نہیں سمجھ رہی؟ یہ سب بہت مشکل ہے۔ اسکا حل پین فل ہے تمہارے لیے"

وہ اسکا درد سمجھ رہی تھی پر اسکی باتیں قبول کرنے سے یکسر قاصر تھی۔

"پلیز انیس۔۔۔"

وہ منہ موڑ گئی کہ اسے یہ سب سننا بھی درد پہنچا رہا تھا۔

"کیا تمہیں ابھی بھی نیند محسوس ہو رہی ہے؟ بتاو"

وہ اس بار پھر موضوع بدل گیا پر اب کی بار عرشیہ بھی چاہتی تھی، وہ اس سب سے تھک چکی تھی۔

"ہمم۔ نیند اڑا کر پوچھتا ہے یہ بندہ نیند آ رہی ہے کیا۔ تم سو جاو دنیا کے مہربان انسان۔ مجھے جلنے دو انگارے کی طرح"

وہ اپنے بستر کی طرف بڑھ گئی پر دل کے پھپھولے پھاڑنا نہ بھولی۔

"تم کیوں جلو گی میرے ہوتے، میرے ساتھ میرے روم میں چلو۔ ہم ساتھ سوئیں گے۔ میرے دونوں بازو تمہارے لیے بیتاب ہیں۔ تمہاری ہر جلن مٹانے کو میں ہوں"

وہ اسکی جانب کھینچنے پر نہ صرف کھینچ گئی بلکہ چپ چاپ وہ انیس کے ساتھ اسکا ہاتھ پکڑ کر اسکے کمرے میں آئی، وہ اسکا ہاتھ لحاف پرے کیے میٹرس پر بیٹھا کر چھوڑ تا غیر ضروری لائیٹس آف کر کے خود بھی عرشیہ کے ساتھ آ کر لیٹا اور اپنی بازو کھولی۔

"مجھے نہیں چاہیے"

وہ دکھ سے منع کر گئی کہ یہ مختصر مہربانیاں صرف درد بڑھانے کا سامان کر رہی تھیں۔

"اب مجھے دکھ دے رہی ہو تم"

انیس کے افسردہ ہو کر جتانے کی دیر تھی کہ وہ نا صرف اسکی بازو پر سر رکھ گئی بلکہ اسکے سینے سے لپٹ بھی گئی، اپنا ہاتھ انیس کے سینے پر پھیرا بھی جسے انیس جلد اپنے ہاتھ تلے دبا گیا۔

عرشیہ نے اپنا چہرہ اٹھایا، انیس کی آنکھوں میں بس وہ بسی تھی یا اسکی خواہش، وہ اسکے ہونٹوں کو چھونے لگا جب وہ اپنا چہرہ پیچھے کر گئی، انیس نے سوالیہ نظروں سے عرشیہ کے اس انکار کو بری طرح سینہ جلاتا محسوس کیا۔

"تم رسک لینے کا سوچو گے بس تبھی قریب آنا، مجھے اب کوئی کِس نہیں کر سکتے تم۔ فار ہیڈ کِس تک نہیں۔ نہ میرا ہاتھ چو مو گے۔ اسے میری ضد سمجھو یا مجبوری انیس"

وہ اپنے انکار کی وجہ بتا گئی جو برحق تھی، وہ عرشیہ سے اسکے ارمان چھین رہا تھا تو وہ بھی حق رکھتی تھی اس سے اپنے نام کا سکون چھین لیتی۔

"ٹھیک ہے۔ میں کوئی کِس نہیں کروں گا۔ میں تمہاری بے بسی اور مجبوری سمجھوں گا"

وہ اسکے مان جانے پر دوبارہ اسکی آنکھوں میں پھیلی اداسی دیکھنے لگی، وہ اذیت سے مسکرائی کہ وہ دور رہنے پر کس قدر جلد آمادہ ہو گیا ہے۔

"اب یہ کیسی مسکراہٹ ہے؟"

وہ اسکی ایسی درد بھری مسکراہٹ دیکھے سینے میں برپا تکلیف پر شکوہ کر اٹھا۔

"یہ اپنی کیفیت پر دو حرف بھیجنے کا اشارہ ہے"

وہ اس کے چہرے سے نظریں ہٹا گئی، اب سچ میں اسے دیکھنا نہیں چاہتی تھی۔

"مت کرو ایسا"

وہ تڑپ اٹھا تھا۔

"کچھ بھی نہیں کر رہی انیس۔ بس خود پر مسکرانے کا دل کر رہا ہے۔ دل کر رہا ہے خود پر اتنا ہنسوں کے میرا دل پھٹ جائے"

ایسی خود اذیتی کی انیس اسے کبھی اجازت نہیں دے سکتا تھا، تبھی اسکا ہاتھ سے جبڑا دبوچے، جھکا چہرہ اوپر اٹھاتے اپنے سامنے کیا۔

"فضول مت بولو۔ تھپڑ کھاو گی مجھ سے۔"

وہ اسکی ڈانٹ پر غمگین ہوئی۔

"تم تھپڑ مار چکے ہو مجھے۔"

وہ ایسی آواز میں بولی جس میں رونے کی کیفیت شامل تھی، اسکا گلا بھرا ہوا تھا، آواز کانپ رہی تھی، آنکھیں نم ہوئیں پر ابھی وہ پورا روئی نہ تھی۔

"میں تمہیں اپنے پاس لایا سکون پہنچانے کو، یہ تھپڑ لگا تمہیں؟"

وہ اسکی آنکھوں میں آنسو نہیں دیکھ سکتا تھا تبھی تلخ ہوا، وہ خود پر کنٹرول کیے اپنی نم آنکھیں سنبھال گئی۔

"انیس۔۔۔ تم اچھے سے جانتے ہو میں نے تھپڑ کس چیز کو کہا۔ فضول اب تم بول رہے ہو۔ تم نے ہر بات کی سوائے اظہار محبت کے۔ اب مجھے نہیں چاہیے تم سے کوئی ایسا اک بھی حرف۔"

وہ روٹھ گئی تھی اور اسکی کانپتی آواز سے لگ رہا تھا بہت سخت ناراض ہوئی ہے۔

"نہیں آتا اظہار محبت کرنا مجھے۔ ویسے بھی اسکا کیا فائدہ، تم نے تو میری طرح اپنی بے بسی اور مجبوری کو دل سے لگا لیا۔ میں اور تم جب الگ الگ طرح خود میں قید ہیں تو کیسا اور کہاں کا اظہار محبت؟"

وہ اسکے شکوے کو بری طرح روند گیا، عرشیہ نے اسکے سینے پر دباو دے کر اسے خود سے دور کیا۔

"تم اک خود پسند انسان ہو انیس۔ تم میری سمجھ میں نہیں آسکتے۔ پلیز مجھ سے مزید بات کرنے کی ضرورت نہیں۔ براہ مہربانی دور رہو۔ مجھے م۔۔ میرے کمرے میں جانا ہے۔ نہیں رہنا مجھے تمہارے ساتھ۔ تم بہت بے حس ہو۔۔۔ تم دوسروں کی تکلیف کو معمولی سمجھ کر چاہتے ہو اگلے ہی سمجھوتہ کریں۔۔ تم سے زیادہ تکلیف ہے مجھے"

وہ اسکو پکڑ کر اپنی جانب کھینچتا عرشیہ کے فرار کی ساری راہیں مفقود کرتا اسے خود پر جھکا گیا جسکی سانس بھی ہانپ رہی تھی اور دل کی دھڑکن بھی غصے سے تیز ہو گئی تھی۔

"معاف کر دو۔ دور مت جاو مجھ سے۔۔۔ تم چلی جاو گی تو ساری رات جاگتا رہوں گا۔ تم بھی تکلیف میں رہو گی۔ مجھے ضرورت ہے تمہاری"

وہ اسکے ملتجی انداز پر گہرا سانس بھرتی اپنے کرب کو اپنے اندر دباتی محسوس ہوئی۔

"تم مجھے اچھے نہیں لگ ر۔۔۔ رہے اس وقت"

وہ ہچکی سی بھرتی پوری سچائی سے بولی بھلے اس سے انیس کو کتنا ہی برا کیوں نہ لگتا۔

"میں اچھا ہوں ہی نہیں تو لگوں کیسے۔ کیا صرف اچھوں کے پاس رکتی ہو تم؟ بروں کے لیے کوئی نرمی نہیں برتتی۔؟"

وہ اسکو روکنے کے سارے حربے جانتا تھا پر عرشیہ نے بھی قسم کھائی تھی اسکے سوتے ہی وہ یہاں سے چلی جائے گی۔

"ا۔۔انیس۔۔بس کرو پلیز۔اور نہیں سہہ سکتی۔مجھے تم سے بات نہیں کرنی"

وہ منت کر اٹھی تو انیس نے اسے واپس نرمی سے اپنی بازو کے حصار میں لیا اور عرشیہ کو اپنے سینے لگایا جس سبب وہ اسکی گردن میں چہرہ چھپاتی انیس کی کروٹ اسکی طرف بدلنے کے سبب اس میں چھپ سی گئی۔

"یہ دو دن میری زندگی کے خوبصورت ترین دن تھے"

وہ اسکی خوشی محسوس کرنے کے باوجود روٹھی تھی۔

"سونے دو مجھے،(میں نے اتنا پیارا اظہار محبت کیا پر مجال ہو جو تم نے کوئی جنٹل مین والا جواب دیا ہو۔منہ ٹوٹ جاتا تمہارا یہ کہتے ہوئے کہ مر رہے ہو میرے لیے)"

وہ روٹھ کر کہتی بقیہ سب دل میں دبا گئی، رہ رہ کر اپنی بیوقوفی پر غصہ آیا کہ کیا ضرورت تھی اپنے جذبات کا ڈھنڈورا پیٹنے کی جب سامنے والے کو اثر ہی نہیں ہوا۔

"میں مر رہا ہوں تمہارے لیے"

وہ بے اختیار چہرہ اٹھاتی انیس کو دیکھنے لگی، انیس کے ان لفظوں پر اسکے اندر تک سب لرز گیا تھا۔

"مرتے رہو مجھے کیا۔ اب دیر ہو گئی یہ کہنے میں۔"

وہ ظالم بننے کی کوشش، میں اپنی گھبراہٹ پر قابو پاتی چہرہ اسکے سینے میں چھپا گئی تو انیس نے مسکرا کر اسے خود سے لگایا اور آنکھیں بند کر گیا۔

"تم نے IVF کے بارے سنا ہے؟ میری ایک کولیگ کے ہسبنڈ کو بھی اک موروثی بیماری تھی۔ اس کپل نے اسی میتھ کے ذریعے بے بی کیا۔ اس میں ایمبریو لیبارٹری میں بنائے جاتے ہیں، ہر ایمبریو کا جینیاتی ٹیسٹ کیا جاتا

ہے، صرف وہ ایمبریو منتخب کیا جاتا ہے جس میں بیماری نہ ہو۔ ایسے ہماری بیٹی بھی اگر ہوئی تو وہ اس تکلیف سے بچ سکتی ہے۔"

وہ چہرہ اٹھا کر انیس کی طرف دیکھنے لگی جسے حیرت ہوئی یہ لڑکی ہر چیز کا حل جیب میں لیے کیسے گھوم لیتی ہے۔

"ہاں وہ سپیشل Preimplantation Genetic Testing (PGT) ہوتا ہے لیکن بہت رسکی ہے، پھر اگر ایسا کوئی ایمبریو ہوا ہی نہ؟ سب ایفکٹڈ ہوئے؟ اور وہ پین فل پراسیس ہوگا تمہارے لیے، اسکے لیے ہمیں کسی اچھے ملک جانا ہوگا۔ یہاں ابھی یہ سیو نہیں سمجھا جاتا۔ بہت احتیاط اور سیکورٹی بیسڈ پراسیس ہے۔ یعنی سٹریس فل بھی ہے بہت، ہم دونوں کے لیے"

وہ انیس کے سڑے سوال اور جلی کٹی معلومات پر دل تک جل سلگ گئی کیونکہ اس بندے کے پاس یقیناً زیادہ معلومات تھیں پر اب عرشیہ کو اپنا رعب بھی تو برقرار رکھنا تھا۔

"تو یہ پھر تمہارے دماغ کا حلل ہے سڑو۔ بتا رہی ہوں تمہارا سر کچل دوں گی سڑو آدمی۔ آجکل ٹیکنالوجی بہت ایڈوانس ہے اور پلس پوائنٹ کہ ہم یہ پراسیس افورڈ بھی کر سکتے ہیں، پین فل ہو گا پر اتنا نہیں جتنا تمہارے اس میلوڈرامے نے مجھے تکلیف دی ہے۔ کہاں رہتے ہو تم، گیمنگ ولڈ میں رہ رہ کر زنگ لگا لیا خود کو۔ دنیا کی خیر خبر بھی رکھا کرو ناں۔۔۔۔ رونے ڈال رکھے ہیں کب سے۔ ہمارے کتنے سارے مومنٹس تباہ کر دیے"

وہ منہ بسور گئی جس پر انیس نے اسکی گال دباتے اسے اور چڑایا۔

"ٹھیک ہے میں لیتا ہوں کل ڈاکٹر سے مکمل انفارمیشن کہ کیا یہ اب سیو ہوا یا نہیں۔ میں ہمارا تباہ ہوا ہر لمحہ دوبارہ سنوار دوں گا تمہارے لیے"

انیس نے آمادگی سے کہا تو عرشیہ کا چہرہ یکدم سرخ ہوا، یعنی کیا وہ واقعی مان گیا تھا۔

"ہمم ٹھیک۔ت۔۔ تم کیوں لوگے انفارمیشن؟"

وہ گھبرایا سا منمنائی۔

"کیونکہ یہ امید کی کرن ہے، جیسے تم یقین کی کرن ہو۔"

وہ اسکی طرف دیکھتی اداس سا مسکرائی۔

"شکر ہے تمہاری گوڈوں سے عقل واپس دماغ میں آئی۔ تمہاری مما ہوتیں تو تمہیں جوتے لگاتیں، ویسے ایک طرح اچھا ہوا اس وجہ سے تم آج تک کسی لڑکی کے قریب نہیں بھٹکے کہ تمہیں باپ جو نہیں بننا تھا اور میرے لیے ریزرو رہے۔ ورنہ جیسے تم ڈیشنگ اور مغرور ہو، ہزاروں مری ہوں گی۔ لیکن دیکھو میری قسمت بھی کیسی رہی جس نے تمہیں پایا، دور کے

ڈھول سہانے والا ٹارچر سہہ رہی ہوں۔ کوئی اور ہوتی تو اب تک سڑ سڑ کوئلہ ہو چکی ہوتی"

وہ اپنے ازلی طنز و ملامت کے تیر برسانے والے ورژن میں واپس آئی تو انیس کے دل میں بھی سکون اترنے لگا۔

"آئی ایم سوری۔ معاف کر دو۔ یہ سمجھنا چاہیے تھا مجھے کہ کچھ بھی اینڈ نہیں ہوتا۔ ہر چیز کا حل نکل آتا ہے۔ تھوڑا جذباتی ہوں"

وہ اسکے پر سکون ہونے پر خود بھی ہوئی۔

"تھوڑے! باپ رہے باپ تم تو جذباتیت کا کارخانہ ہو۔ چلو اب سو جاو۔ میں ابھی بھی روٹھی ہوئی ہوں۔ ایک دم سے راضی نہیں ہوں گی۔ انفارمیشن لو پھر سوچوں گی ماننے کے بارے"

وہ اسکے سینے میں چہرہ چھپاتی ناراض لگنے کی کوشش میں تو تھی پر سرے سے ناکام ہوئی۔

"میں منالوں گا تمہیں"

وہ اسکا سر چومتا پورے یقین سے مسکرایا۔

"ہاں اب غزل یا نظم کے بنا نہیں مانوں گی"

عرشیہ نے اسکی گردن میں منہ دیے اپنی مسکراہٹ دبائی تو وہ بھی مسکرا دیا۔

"چیلنج قبول کرتا ہوں لُما"

انیس نے عرشیہ کو خود سے لگاتے اعتراف کیا تو وہ لڑکی اپنا دل تیز دھڑکتا محسوس کرنے لگی۔

"جب یہ کہتے ہو میرا دل تیز دوڑتا ہے، جب نام لو گے تب کیا ہو گا"

وہ اسے کہہ نہ سکی بس اسکی بازوؤں میں بے دم ہو کر پڑی اسکی خوشبو میں کھو سی گئی تھی، ان کے بیچ کی کشیدگی کم کرنے کا کریڈٹ عرشیہ کو ہی جاتا تھا، اس لڑکی کے وجود سے جڑا سکون انیس کو اک آسودہ نیند میں کھینچنے لگا۔

"تم محبت کر سکتے ہو، تم لائق ہو ہر خوبصورت جذبے کے۔ ہم اپنے بیچ کی اس کشش کو جلد نام دیں گے۔ ٹھیک ہے؟"

وہ اسکے سینے کی دھڑک ہتھیلی رکھ کر محسوس کرتی بولی مگر وہ خاموش رہا۔

وہ اسکے کسی جواب نہ آنے پر کچھ دیر بعد چہرہ اٹھا گئی تو اسے وہ سو جاتا ملا، عرشیہ کا دل جیسے سرشار ہوا، اس معصوم شخص کے لیے جو اپنے ڈر سارے بانٹ کر یقینا آج بہت پر سکون نیند پانے والا تھا، جب تک ڈر بانٹے نہ جائیں، انکے حل نہیں ملا کرتے۔

"میں تم سے بہت پیار کرنا چاہتی ہوں۔ ابھی دن ہی کتنے ہوئے ہمیں ملے۔ مجھے نہیں لگتا ابھی ہم میں پیار آیا ہے۔ ابھی شاید یہ صرف پسندیدگی ہو۔ تمہارے اس دھڑکتے دل تک زندگی ہو میری۔ اس سے اک پل زیادہ نہیں۔ بس مجھے تمہارا یہ ڈر اپنے ڈر بھول کر دور کرنا ہے۔ لیکن اگر واقعی تمہارا ڈر دور کرنے میں کامیاب ہو گئی تو تم۔۔۔۔۔۔ اوہ میرے خدا اسکے

ساتھ اپنے رشتے کو سوچ کر ہی روح کیوں فنا ہونے لگتی ہے
میری۔۔۔۔۔اللہ ہی ہمت دے گا مجھے۔بس اسی پر یقین ہے"

وہ اسکو اسی کی بازو پر سر رکھے کروٹ پر سو یا دیکھتی ہاتھ بڑھا کر اسکا گال سہلانے لگی، یہ آدمی بس نیند میں معصوم لگتا تھا ورنہ الجبرے سے بھی مشکل اور جلیبی سے بھی ٹیڑھا تھا۔

"پیار کرتا ہوں میں تم سے عرشیہ، بہت زیادہ۔بے حد۔۔۔دو سالوں سے تم میری ناممکن خواہش بنی ہوئی ہو۔اب تھوڑی سی ملی ہو تو کھونا نہیں چاہتا۔مجھے مت چھوڑنا۔میں تمہارے بغیر مر جاوں گا۔۔۔"

وہ ڈر کر اپنا ہاتھ پیچھے کر گئی جب انیس نے نیند میں یہ اعتراف کر کے عرشیہ کا دھڑکتا دل روک دیا، وہ اسکا اک ہاتھ زور سے اپنے ہاتھ میں دباتا یہ سب بڑبڑانے کے بعد سخت تکلیف سے یکدم دم سکون میں آیا۔

"ہیں۔۔دو سالوں سے۔۔یہ سچ کہہ رہا ہے۔۔۔میں نہیں مان سکتی یہ چمچڑک ٹائپ بندہ سچ کہہ رہا ہے۔ا۔۔اس نے میرا نام بھی لیا۔کیا یہ جاگ رہا ہے؟"

وہ ڈر کر اسکی بازو سے اٹھی، اسکے چہرے کے زرا پاس سرک کر اسکی نیند کا یقین کرنا چاہا پر مدھم مدھم سانس لیتا دوبارہ سو چکا تھا۔

"دو سال کی محبت۔۔۔۔اوہ میرے خدا!اب یہ کیا نیا وبال ہے۔اف میں پاگل ہو جاوں گی"

وہ اسکی بازو کا حصار کھولتی سخت دلبرداشتہ سی ہوتی اٹھ کر بیٹھی، یہ سن کر اسکا دم گھٹنے لگا تھا، بیٹھے بیٹھے عرشیہ نے گردن پھیر کر اک نظر سوئے انیس پر ڈالی اور دم گھٹنے کا علاج کرتی وہ اٹھ کر بیڈ سے اترتی بالکونی کا دروازہ کھولے باہر ٹھنڈ میں جا کر کھڑی گہرے سانس لینے لگی، اپنے دونوں ہاتھ چہرے پر پھیرتے اس نے حلق سے تھوک نگلتے تر کیا۔

"تم مجھ سے ہوش و حواس میں اظہار کرو گے انیس، اور کل ہی کرو گے۔ میں جب تمہیں صبح دیکھائی نہیں دوں گی پھر تمہیں میری کمی کا احساس ہو گا۔ دو سال کا یہ راز بھی کل ہی تم سے اگلواوں گی۔ میں بھی عرشیہ المیر ہوں مسٹر سڑو، تم جب جب جس جس طرح فرار کرو گے میں ہر اس سمت سے تمہیں گھیر لوں گی"

وہ اس بار نہ پگھلنے کا فیصلہ لے رہی تھی، واپس کمرے میں آئے عرشیہ نے اک نظر سوئے انیس پر ڈالی اور اس تک واپس آتی اسکے سرہانے کی جانب بیٹھ کر جھکی۔

"اب میں تمہیں اپنی تھوڑی دوری دینے والی ہوں۔ بے بی والا مسئلہ تو حل ہو گیا تقریبا پر اب اظہار محبت والی ڈیمانڈ مجھ میں پوری آب و تاب سے سر اٹھا چکی ہے۔ ویسے بھی جتنا تم نے مجھے پریشان کیا ہے آج، تمہیں تھوڑی سزا ملنی چاہیے۔"

وہ اسکا رخسار جھک کر اپنے ہونٹوں سے چومتی اپنے اندر اک خوشی اور سکھ کا احساس اتار کر واپس جھکنے سے اٹھ کر بیٹھی، پھر جھک کر انیس کی دوسری گال بھی چومی، یہ کرتے اسے بے حد راحت ملی۔

"تم جتنا الجھ لو، میں آگئی ہوں اب تمہیں سلجھانے، تمہارے ہر ڈر کو مٹانے۔ حالانکہ اپنی جان میری کچھ آگے کا سوچ کر ہی ہوا ہو رہی ہے پر ہم لڑکیوں کو ہی بہادر ہونا پڑتا ہے۔ نام زمانے میں تم لوگ بہادری کا لے جاتے ہو پر اصل آزمائش تو ہماری ہوتی ہے۔ ہم محبت کرنے سے نبھانے تک بس آزمائشوں کی زد میں رہتی ہیں تاکہ تم لوگ سکون پاو۔ تم لوگوں کے ڈر دور ہوں۔ لیکن پھر بھی دیکھو اللہ ہم عورتوں کے دلوں کو کتنا وسیع کر دیتا ہے، صرف تم لوگوں کے لیے۔ مجھے اپنی یہ مشکل زندگی قبول ہے اگر تم میرے ساتھ رہو۔ میں تمہیں اپنے ہوتے ہوئے دوبارہ کبھی ڈرا نہ دیکھوں۔ میں مس کروں گی تمہیں"

وہ اس سے سرگوشیوں میں اپنے دل کی ہر بات کہتی اسکے مہکتے خوبصورت پہلو سے اٹھی اور کمرے سے دبے پیر نکل گئی، روم میں آئی تو اسکا میٹرس پر پڑا فون بج رہا تھا، مما کی اس وقت اسے بہت ضرورت تھی، سوہا کا نام دیکھتے ہی عرشیہ نے لپک کر فون تک پہنچنے کال پک کی۔

مگر دوسری طرف سے جو سننے کو ملا اس پر عرشیہ کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں، وہ فون لیے، شوز پہنتی، اپنا کوٹ اٹھاتی فورا سے کمرے سے نکلی تھی، انیس کو نیند سے نہیں جگا سکتی تھی تبھی اس نے عصر کو کال کی، گرم چائے حلق میں انڈیلنے کا کرتب کرتے محترم کو اب شدید گلے کا درد تھا تبھی وہ بھی بستر پر کروٹیں ہی بدل رہا تھا، جب عرشیہ کی کال آئی تو اس نے فوری ریسیو کی، جب تک عرشیہ باہر پہنچی، عصر گاڑی کے پاس ہی کھڑا تھا۔

"سب خیریت ہے ناں عرشی؟"

عصر کی پریشانی دیکھتی وہ اسکے پاس رکی اور کوٹ پہنا۔

"مجھے مما کی طرف ڈراپ کر دو عصر کچھ اہم ہے۔ انیس کو ابھی بتانے کی ضرورت نہیں۔ صبح بتا دینا۔ میں وہیں رکوں گی آج۔۔۔ تم بس مجھے گیٹ تک چھوڑ دینا"

وہ اسے انفارم کرتی عصر کے ڈور کھولتے ہی اندر سوار ہوئی تو عصر بھی دوسری جانب آ کر بیٹھا، اس کو عرشیہ کی جانب سے تسلی تو نہ ہوئی پر وہ کچھ پوچھ کر اسے تنگ نہیں کرنا چاہتا تھا۔

"مجھے آپ پریشان لگ رہی ہیں عرشیہ۔ شئیر کر سکتی ہیں مجھ سے"

عصر نے گاڑی گیٹ سے نکالتے روڈ پر ڈالتے گھبرائی عرشیہ کی جانب دیکھا۔

"مما کو رئیس نے ہراس کرنے اور جسمانی تشدد دینے کی کوشش کی پر وہ حادثاتی طور پر زخمی ہو گیا، ایمبولینس لے کر گئی ہے اسے آئی سی یو روم میں ہے شاید۔ مما تو نارمل لگ رہی تھیں پر میرا دل بیٹھا جا رہا ہے"

عصر نے مسکرا کر سوہا سومرو کی ہمت کو غائبانہ سراہا۔

"آپکی مما تو رئیر فائٹر نکلیں عرشی۔ ہاہا میری طرف سے شاباش دیجیے گا انھیں۔ اس رئیس کے جیل سے نکلنے پر میں اپ سیٹ تھا کہ پھر سے سر کے ہاتھوں سے پٹے گا۔ پر یہ بچارا تو فٹ بال کی طرح دھویا جا رہا ہے۔ کیا ہی قسمت پائی اس نمونے نے"

عصر کا ہنس کر سچویشن سے مزہ لینا، عرشیہ کی گھبراہٹ اور پریشانی دور کر گیا، وہ بھی ہنس دی کہ مما اور عصر کے خیالات سیم ہی ہیں۔

"پاگل۔ اگر مر ور گیا تو مما خطرے میں آسکتی ہیں۔ یہ گند کہیں اور کسی اور گٹر میں جا کر مرے۔ ہمارے سر نہ پڑے۔ تم بھی مما کی طرح کتنے کول لگ رہے ہو"

عرشیہ کی مسکراہٹ میں تھوڑی ڈانٹ بھی شامل تھی۔

"دیکھیں عرشی۔ وہ اک فیوز ولن سے زیادہ کچھ نہیں ہے۔ نہ اس میں لڑنے کا دم ہے نہ مقابلے کی قوت۔ تو بہتر ہے کسی بیڈ پر پڑا رہے۔ یہ اسکی اپنی

بھلائی ہے۔۔۔۔ہاہا مجھے سوہا آنٹی سے مل کر ہائے فائے کرنا ہے، اس پر وہ داد کی مستحق ہیں۔ آپ فکر نہ کریں اگر وہ مر بھی گیا تو سوہا آنٹی پر آنچ نہیں آئے گی۔ سر سنبھال لیں گے "

عصر نے اسے بھرپور تسلی دی جبکہ سر کے ذکر پر عرشیہ اداس ہوئی، دل چاہا عصر سے دو سال کی یہ مسٹری پوچھے پر عصر اس بارے نہیں جانتا تھا، تبھی عرشیہ پوچھ بھی لیتی تو فائدہ نہ ہوتا۔

"آپکو کچھ بتانا ہے عرشی"

عصر کے کچھ دیر خاموشی کے بعد بولنے پر وہ اسکی طرف گردن گما کر منتظر ہوئی۔

"ہاں بتاو۔ کیا ہوا؟"

وہ مضطرب ہوئی۔

"دراصل آپکے جیم کی سونم کسی وجہ سے ہمیں درکار تھی، میں نے اسے کڈنیپ کیا تھا کچھ پوچھ گچھ کے لیے لیکن اس بیچ میں فجر سے ملا"

یہ ابھی آدھی بات تھی یہی عرشیہ کو شاکڈ کر گئی، جبکہ فجر اسکے سٹاف میں ایک ہی تھی یہ بھی عرشیہ کو کلک ہوا۔

"سونم کو کس لیے کڈنیپ کیا تھا؟"

ابھی عرشیہ کا دھیان فجر پر نہ جاسکا، بس عرشیہ کو لگا کہیں سونم کا کڈنیپ کر کے بھی اسے فارم ہاوس نہ لے جایا گیا ہو، پر تسلی تھی کہ انیس تو اسکے ساتھ تھا۔

"ایکچولی وہ آپکے بابا کی بیوی ہے، تیسری بیوی۔۔ بھیس بدل کر رہ رہی تھی، آپکے بابا سے انتقام لینا چاہتی تھی کیونکہ سوہا جیسی مضبوط نہیں تھی، عاصم کے سامنے ڈٹ نہیں سکی، تو پیٹھ پیچھے چالیں چل کر عاصم المیر

ملک کو زیر کرنا چاہتی تھی۔ ابھی بھی وہ آپکے بابا کے نکاح میں ہے۔ اور ایک بیٹا بھی ہے اسکا۔ یعنی آپ ٹوٹل دو بہنیں اور دو بھائی ہیں"

عصر کو یہ سب بتانا اہم لگا تبھی تو وہ فجر کے ٹاپک کی طرف آتا لیکن عرشیہ تو اسی پر اپنا سر تھام گئی۔

"وہ موساب کی جاسوس بھی تھی۔ موساب دراصل عاصم المیر کی پہلی بیوی محراب کا عاشق تھا۔ اسکے بابا نے موساب کو پیسہ آفر کر کے محراب کی زندگی سے نکال کر اسکی اور عاصم المیر ملک کی شادی کروادی اور ملک بدر بھی کیا۔ بس موساب نے وہی انتقام لیے۔"

وہ مزید بولا تو عرشیہ نے گہرا سانس لیتے اپنے آپ کو کمپوز کیا، عاصم المیر ملک کے لیے جو دل میں نرم کونہ تھا وہاں تک بھی تپش پہنچنے لگی۔

"مجھے اس انسان پر حیرت ہو رہی ہے۔ اتنی شادیاں۔ اتنے بچے۔ اتنی ناانصافیاں۔ پتا نہیں اللہ ایسے رنگ باز لوگوں کو اتنی اچھی قسمت کیوں دے

دیتا ہے۔ میں تو ابھی اپنے دو بہن بھائیوں سے نہیں ملی اور اب یہ تیسرا بھی۔۔۔۔ مجھے یہ حالات پاگل کر دیں گے عصر زمان۔"

وہ اس درجہ دکھی ہوئی کہ اسکی آواز ٹوٹی امید کی کرچیوں میں ڈوبی محسوس ہوئی۔

"اس سب کے بیچ اک اچھی خبر سناوں؟"

وہ اس اچھی خبر کے لیے اس وقت مر رہی تھی۔

"سناوناں"

وہ بیتاب ہوئی۔

"آپکے اس بھائی کو آپکی اس پدی ڈاکٹر سے پیار ہو گیا۔ پرپوز بھی کر دیا۔ پر وہ بلوچ خاندان کی ہے۔ لگتا ہے ٹف ٹائم دے گی، وہ بھی اور اسکی فیملی بھی"

عصر کا پیار میں ڈوبنا اور فجر نامی لڑکی سے ہی پیار کر بیٹھنا اس وقت واقعی عرشیہ کے لیے سکون سے بھری خبر تھی، ورنہ اسکا بی پی شوٹ کر جاتا۔

"میرا یہ بھائی اپنی محبت ضرور پائے گا یقین ہے مجھے، میں جانتی ہوں اسکی فیملی کو۔ ان لوگوں نے فجر کو بس اپنے خوابوں کے سبب عاق کر دیا، جب عاق کر دیا تو انکو کوئی حق نہیں پہنچتا وہ فجر پر حق جمائیں۔ تم بس فجر کو منا لو۔ باقی میں ہوں ناں، اسکی بہنوں سے بات کر لوں گی۔"

وہ اسکی امید بن کر مسکرائی تو ڈرائیونگ کرتے عصر نے مسکرا کر عرشیہ کی طرف دیکھا، وہ اسکے دل سے بہت بڑا بوجھ اتار گئی۔

"میں کل آپکو ہمارے ملنے کی تفصیلی کہانی بتاوں گا ابھی آپکی مما کا گھر آ گیا، میری طرف سے شاباش دیجیے گا انکو اس کارنامے پر"

وہ لوگ جلدی پہنچ آئے کیونکہ ٹریفک بلکل نہ تھی اور دوسرا عصر تیز ڈرائیو کر کے لایا تھا۔

"پاگل۔۔۔ چلو اب تم سیدھے واپس مینشن جاو۔ وہ سڑو تمہارے حوالے ہے۔ صبح مجھے پاس نہ پا کر گندے موڈ میں اٹھے گا تو سنبھال لینا۔ اپنی دوری دینا چاہتی ہوں اسے"

وہ اسے تاکید کرتی دروازہ کھولتے رکی۔

"بہت اچھا کریں گی آپ یوں، تھوڑی انکو اپنی دوری بھی دیا کریں تاکہ وہ انسان بن کر کچھ اچھا کہیں۔ بے فکر رہیں میں انکے ساتھ ہوں۔ مجھے میسج کر دیجئے گا کچھ بھی چاہیے ہو اتو۔ اور ایڈریس بھی ہوسپٹل کا تاکہ اس نمونے کی خیر خبر رکھ سکوں۔"

عصر کی تاکید سنے وہ سر ہلاتی مسکرائی اور جب تک گیٹ سے اندر نہ گئی، عصر وہیں رکا رہا، وہ صفدر بابا کو دیکھتے ان سے ملی تو وہ بھی اسے رئیس کے بارے بتانے لگے کہ وہ کس نیت اور مکروارادے سے آیا تھا۔

"آپ بے فکر رہیں۔ اگر پولیس کا معاملہ بنا بھی تو میں دوں گا گواہی اس نجس آدمی کے خلاف۔ آپکو یا سوہا بی بی کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔"

عرشیہ کو صفدر بابا کی بات سے بہت تسلی ملی، وہ ان کی مشکور تھی۔

"بہت شکریہ آپکا صفدر بابا۔ میں مما سے ملتی ہوں۔ آج یہیں ہوں میں انکے پاس آپ گیٹ لاک کر دیں"

وہ نرمی سے انکو کہتی انکے سر ہلاتے ہی گھر کی طرف تیزی سے بڑھی، لیوئنگ ایریا میں رک کر فون اور کوٹ اتار کر صوفے پر رکھتی وہ کمرے میں پہنچی تو سوہا، دیوار کے کنارے پر لگا بلڈ سٹین ریموور سپرے کیے کپڑے سے رگڑ رہی تھی، سوہا کا پورا روم بکھرا تھا، بیڈ کی حالت دیکھ کر وہ روہانسی ہوتی مما کی طرف بڑھی تو سوہا نے ہاتھ کا سامان وہیں رکھتے پیار سے

عرشیہ کو اپنے سینے لپٹایا، نا جانے کون کون سے آنسو تھے جو اسکی آنکھوں سے ٹوٹ بہے۔

"اوہ میرا بچہ۔ میدان جنگ میں نے سہا اور رو تم رہی ہو۔ دیکھو بلکل ٹھیک ہوں۔ ہٹی کٹی"

اپنے گلے دو تین دن بعد اپنی جان کو لپٹا کر سوہا کو بھی جیسے قرار ملا پر وہ کیا بتاتی اندر باہر سے کتنی ٹوٹ چکی ہے۔ انیس کے لیے ہر بار پگھلنا اسے اندر سے ختم کر رہا ہے۔

"مما۔۔۔ مما مجھے گلے لگنے دیں تھوڑی دیر اور"

سوہا نے اسے الگ کرنا چاہا پر وہ مزید لپٹی، سوہا کو بھی فکر ہوئی کہ وہ ایسے بچوں کی طرح لپٹ کر رو رہی ہے تو بات کچھ اور بھی ہے۔

"میری جان۔ میں نے بہت مس کیا تمہیں۔ میری مہربان بیٹی۔ میری معصوم سی گڑیا"

وہ مما کے پیار اور لاڈ پر کچھ دیر میں سنبھل کر روبرو ہوئی تو اپنے دونوں ہاتھوں کو مما کے چہرے کے دائیں بائیں جوڑا۔

"میں نے بھی۔۔ مما یہ سب کیا ہوا ہے۔۔ رئیس نے آپکو کوئی چوٹ تو نہیں دی ناں۔ زبردستی تو نہیں کی؟"

وہ سوہا کے چہرے، گردن یہاں تک لباس کا بھی جائزہ لینے لگی پر سوہا بلکل ٹھیک تھی بلکہ مسکرا بھی رہی تھی۔

"مما اس سچویشن میں آپ مسکرا کیسے سکتی ہیں۔۔ آپکو ڈر نہیں لگ رہا؟"

عرشیہ کے جسم کے رونگٹے کھڑے تھے سوہا کے کارنامے پر لیکن وہ محترمہ مسکرا رہی تھیں۔

"ڈرے تو وہ جو آئی سی یو روم میں پھٹے سر کے ساتھ پڑا ہے۔ زندگی سمیت ساری دولت خطرے میں ہے۔ کہہ رہا تھا سوہا سومرو کو اپنی اصلیت دیکھائے گا۔ ایک جھانپڑ کی مار نکلا۔ سیدھا سر دیوار سے۔ اول تو اللہ کرے

ہوش میں نہ آئے۔ آئے بھی تو یاداشت گل ہو جائے اور اگر پھر بھی منحوس کی قسمت اچھی ہوئی تو سیلف ڈیفینس کا کیس دائر کر دوں گی"

سوہا کی شوخیاں اور پلین سن کر عرشیہ کا ڈر کچھ کم ہوا اور فوراسے وہ مما سے لپٹی۔

"مجھے خوشی ہے کہ میری ماں ایک بہادر عورت ہے۔ You Rock Lady"

آج تو خوشی میں ماں بیٹی کی پارٹی بنتی تھی، سوہا نے دگنے پیار سے اسے سینے بھینچا۔

"بے فکر رہو۔ نہیں مرے گا کمینہ۔ ابھی بہت چھتر کھانے ہیں اس نے۔ میری بیٹی کو دو سال جو دھمکایا اسکی ساری سزا پا کر ہی جہنم واصل ہو گا۔ دفع کرو اسے۔ میری جان اپنے ہنڈسم ہاٹ بندے کو چھوڑ کر دوڑتی آ گئی۔ اس پر اک پاری آ رہی ہے"

سوہانے اسکا چہرہ پکڑ کر ماتھا چوما تو عرشیہ کی کھوئی مسکراہٹ بھی لوٹی۔

"مما۔۔۔مجھے آپ کے ساتھ سونا ہے۔اس گندے کمرے کو چھوڑیں۔میرے روم میں چلیں۔۔۔آئی نینڈ یو"

وہ بچوں کی طرح ضد کرتی بولی تو سوہانے ہنس کر اسکا ہاتھ تھاما اور اس روم کی لائیٹ آف کرے وہ ماں بیٹی ایک ساتھ عرشیہ والے کمرے میں گئے اور بستر میں سوہا کے گھستے ہی وہ بھی لحاف میں گھس کر مما کی بازو پر سر رکھے ساتھ لیٹی تو سوہانے اسے بازووں میں بھرتے اسکا ماتھا چوما، مما کی آغوش اسے تھوڑا سکون دینے لگی ورنہ عرشیہ کی یہ رات بہت بھاری تھی۔

"نئی نانو نے آپکے لیے بہت سی دعائیں اور تحفے بھیجے ہیں۔گھر رہ گئے۔ نئی نے کہا آپکے لیے نہ نہ کرتے شال بنی ہے۔ کہہ رہی تھیں اس ظالم کو میرے لمس کی ضرورت نہیں پر اوڑھا دینا اسے کہنا تم نے خریدی۔"

وہ سوہا کی طرف دیکھتے اداس ہوتے بولی تو سوہا کی آنکھوں میں بھی سرخائی گھلی۔

"ضرور دینا مجھے۔ یہاں کی لڑائیاں سمیٹ کر میں انکے پاس واپس ضرور جاوں گی عرشی۔ دونوں کی صحت کیسی تھی؟ کیا بہت بوڑھے لگنے لگے ہیں دونوں؟"

مما کی حسرت دیکھتی وہ افسردہ ہوتے مسکرائی۔

"نہیں۔ وہ دونوں تو بہت چست ہیں۔ چہرے گلابی۔ صحت بہت اچھی ہے۔ نانو کو جوڑوں کا درد رہتا ہے پر پھر بھی کچھ نہ کچھ کرتے رہتے ہیں۔ انکے گھر کی خوشبو، کھانوں میں چھلکتی محبت۔ ان سبکا ہمارے لیے دل راہوں میں بچھا دینا۔ بہت خوبصورت تھا۔ جس طرح ان سب نے انیس اور عدین کو اپنائیت دی، گھر والی خوشبو دی۔ میں تو ان سبکی محبت میں اک بار پھر مبتلا ہو آئی۔ افسوس مما کہ آپ نے اتنے پیارے والدین کی نافرمانی

کی۔ آپکو پتا ہے انھیں صرف یہ دکھ نہیں کہ آپ نے اپنی مرضی سے شادی کی، یہ بھی ہے کہ اس شخص کو لوٹا بھی۔۔ دیکھیں کتنے امانت دار لوگ ہیں۔ ناانصافی کسی سے بھی ہو، اسے برا ہی مانتے ہیں۔ پھر ناانصاف اپنی اولاد ہو تو روٹھ بھی جاتے ہیں یہ جانتے ہوئے کہ اولاد سے روٹھنا خون جلاتا ہے"

یہ سب دکھ بھری باتیں تھیں، اور ابھی سوہا اداس ہونا نہیں چاہتی تھی۔

"میں انھیں منالوں گی۔ میں تمہاری طرف سے زرا پر سکون ہو جاوں ناں پھر۔ رئیس کا پتا کٹ لے پھر مجھے کوئی فکر نہیں رہے گی۔ حرا نے بتایا بیٹا ہوا انکا۔ تصویر بھیجی تھی اس نے ایمر حسن کی۔ بس اب تمہاری گود بھری دیکھنا باقی ہے۔ یہ بتاو تمہارے اور انیس میں کچھ اچھا ہوا؟"

اس موضوع سے وہ ابھی کوسوں دور رہنا چاہتی تھی، وہ کیسے بتاتی مما کو کہ انیس نے اس سے ماں بننے کا حق چھیننے کی کوشش کی، اگر یہ سب عرشیہ اپنی ماں کو بتاتی تو سوہا کبھی عرشیہ کو واپس اس کے پاس جانے نہ دیتی، اسکا اندازہ

تھا عرشیہ کو تبھی وہ چپ ہو گئی، پھر اب بھی تو جو حل نکلا وہ آسان نہ تھا، سوہا اسے اس سب کی ہر گز اجازت نہ دیتی۔

"مما کیا میں اچھی ماں بن سکوں گی؟"

وہ سوہا سے آس کے سنگ پوچھ بیٹھی۔

"تم اس دنیا کی سب سے پیاری ماں بنو گی۔ مجھے بتاو کوئی ڈر ہے تو میں دور کر دیتی ہوں۔ انیس تم سے پیار کرتا ہے ناں عرشی۔ تم دونوں کا رشتہ کس نوعیت کا ہے بتاو؟"

وہ مما کے سوالوں پر انکا منہ تکنے لگی کہ باخدا ان میں سے اسکے پاس کوئی جواب نہ تھا۔

"مما کل بتاوں؟ ابھی مجھے آپکی بازووں میں بہت پیاری نیند آ رہی ہے۔"

وہ فرار چاہتی تھی اور یہ سب سے اچھا بہانہ تھا، سو ہا اسکو ہر گز بے آرام نہ کرتی۔

"ٹھیک ہے جیسا تم چاہو۔ ابھی سو جاو۔ کل ہم تفصیلی ڈسکس کرتے ہیں۔ میرے دل کا ٹکرا ہو تم۔ میری زندگی بھر کا اثاثہ۔ تمہاری صورت میں نے جیتا جاگتا جہاں کمایا ہے۔ میری خوبصورت بیٹی۔"

وہ مما کے سینے لگی تو سوہا نے اسکا ماتھا چوما، بھلے عرشیہ یہاں سو بھی جاتی پر دل کو رہ رہ کر انیس کے خالی پہلو کی فکر کھا رہی تھی، کہ وہ جاگ کر جب اسے نہیں پائے گا تو اس کرب کو اس وقتی تکلیف کو کیسے سہے گا۔

لیکن اسکی نوبت شاید نہ آتی کیونکہ اسی لمحے عدین نیند سے جاگ کر ڈر جاتا بھیو کے کمرے میں نہ صرف جھانکا بلکہ بھیو کا آدھا بیڈ خالی دیکھتے وہ جا کر انیس کے پاس نا صرف لیٹا بلکہ لحاف اس پر اور خود پر اچھے سے کرواتے بھیو سے لپٹ گیا، عصر نے جب آکر انیس کو دیکھنے کی نیت سے کمرے میں جھانکا

توعدین صاحب کو بے شرمی سے انیس پر چڑھا دیکھے مسکراتا دروازے سے ہی چلا گیا۔

"عصر، اسے اک نظر دیکھو وہ سکون سے سو رہا ہے ناں؟"

عرشیہ کو چین نہ آیا تو اس نے عصر کو میسج بھیجا جو فوراً سین بھی ہوا۔

"فکر مند نہ ہونا یہاں کے لیے۔ آپکی جگہ سر کی چھوٹی بیوی نے سنبھال رکھی ہے۔ انیس غانم کا پہلو ویران نہیں ہے"

عصر کا اسی لمحے عرشیہ کے فون پر میسج آیا، یہاں عرشیہ پوچھتی وہاں عصر بھی وہی خبر دے دیتا، سچ میں یہ میلے کے بچھڑے بہن بھائی ہی لگتے تھے، جنکے دل کو دل سے راہ تھی، سو ہازر اواش روم گئی تو عرشیہ نے جب فون دیکھ کر عصر کا میسج پڑھا تو ٹوٹ کر عدین پر پیار آیا۔

"عدین! میرا پیارا بچہ۔۔ بس اب میں پر سکون ہوں۔ اسکے ساتھ تم ہو یا میں۔۔۔ ایک ہی بات ہے۔ ہم دونوں ہی اسے ٹوٹ کر چاہتے ہیں اور ٹوٹتے

رہتے ہیں۔ اور وہ نک چڑھا ہماری بے لوث محبتوں کے مزے لیتا ہے۔ بنا اظہار کے۔ ہنہ "

وہ فون واپس رکھتی اب زرا بے فکر ہوئی لیکن انیس کے منہ سے ہوش و حواس میں محبت کا اظہار تو وہ کل ہر صورت نکلوانے کا تہیہہ کر چکی تھی۔

جبکہ دوسری طرف فاطمہ، شمس الدین کے سنگ پرانے محلے آ تو چکی تھی پر ہر وقت دھڑکا لگا رہتا کہ ابھی موساب کے لوگ آ جائیں گے، اسکے پاس یمل ملک کی بس اک تصویر تھی، جسے وہ اپنے فون کے کوور کے پیچھے رکھتی، بابا سو چکے تھے تبھی وہ ٹھنڈ میں تاروں سے بھری رات میں باہر صحن میں بچھی چارپائی پر بیٹھی یمل کی تصویر دیکھ رہی تھی، فاطمہ نور کی آنکھوں میں مہویر کی بد دعا سے نمی تھی۔

"م۔ مجھے مار دیتے تم پر یہ بد دعا نہ دیتے۔ میں اب تک یمل کے لیے زندہ تھی اور تم نے کہا وہ مجھے کبھی نہ ملے۔ مانا ہم نے تمہاری زندگی برباد کر دی پر

ہماری کونسی آباد رہی مہویر۔۔۔۔یا اللہ اسکا دل میرے لیے نرم کریں تا کہ وہ یہ بد دعا واپس لے سکے۔۔۔مجھے میرے بیٹے سے ملوا دیں۔میں اپنا اور اسکا وجود لے کر گم ہو جاوں گی۔کسی کی پریشانی نہیں بنوں گی۔"

وہ ہچکیاں بھر کر رو رہی تھی، مہویر نے کوئی غلط بد دعا نہیں دی تھی، اسکی آہ کا اثر اس وقت فاطمہ کا کلیجہ چبا رہا تھا لیکن وہ بے بس تھی، اس بد دعا دینے والے کے دل کا نرم پڑنا مانگ رہی تھی، بابا کی طبعیت بھی کچھ اچھی نہ تھی، ابھی تو اسکے پاس کچھ پیسے تھے، ہفتہ دس دن گزارا آرام سے ہو جاتا مگر اسکے بعد کیا ہوتا، وہ یہی سوچ سوچ کر مر رہی تھی، مگر جو بویا تھا وہ تو بہر حال اسے کاٹنا ہی تھا۔

.._____..

مہویر نے تو اصرار کیا تھا وہ اور منائم گھر جائیں گے مگر محراب اور خضر نے انکی ایک نہ سنی اور انھیں محراب کے گھر کا ہی مہمان بننا پڑا، عاصم ہوسپٹل

سے ہی چلا گیا تھا، موساب اعوان کو کس طرح زلیل وخوار کر کے سارے حساب نکالنے ہیں، اب عاصم کی زندگی کا یہی مقصد تھا پھر یہ ڈھارس، یہ تسلی کہ اسکا چوتھا بچہ بھی زندہ ہے، عاصم اپنے پیلس میں بلکل اکیلا تھا لیکن اسے تنہائی یا اکیلے پن کی عادت تھی، اسے لوگوں سے کٹ کر رہنا ویسے بھی پسند تھا، سارا دن ہولڈنگز اور سیاسی معاملات نمٹانے کے بعد ہمت ہی نہ رہتی تھی کہ کسی کا منہ دیکھے لیکن وہ اپنے دشمنوں کی نشاندہی اچھے سے کر چکا تھا، موساب اور فاطمہ، پر شاید قسمت میں کچھ اور ہی لکھا تھا، وہ لڑکی اسکے نکاح میں تھی، یعنی سوہا کی طرف واپسی ناممکن لگ رہی تھی، کیونکہ یہ سچ ہے قسمت ہمیں ہر بار دوسرا موقع نہیں دیتی۔

وہ آج سو نہیں سکتا تھا، اسکے اندر لگی آگ اب موساب کے انجام سے ہی بجھ سکتی تھی۔

جبکہ خضر نے منائم اور مہویر کو پورا وقت دیا، ان لوگوں نے مل کر لڈو بھی کھیلی، پھر محراب نے سبکے لیے رات میں کرویونگ کے لیے برگر بھی خود

بنانے کی ٹرائے کی اور اس میں بیمار بندے کے سوا منائم اور خضر نے پوری مدد کی۔

محراب تو دو بجے تک سونے چلی گئیں مگر خضر نے ابھی تک بہن اور جیجو کا سر کھانا جاری رکھا ہوا تھا۔

"ہم نے رک کر غلطی کر دی منائم، یہ تو تم سے بھی بڑا چپکو ہے تمہارا بھائی"

منائم تو کسی انگلش کتاب کو پکڑ کر خضر سے اسکی کہانی پوچھ رہی تھی جو اسے کہانی کے سارے اہم راز بتا کر سپائلر دے کر چڑا رہا تھا اور منائم سے سر پر بک بھی کھا رہا تھا، مہویر دل میں بات نہیں رکھ سکتا تھا تبھی کہہ بیٹھا، خضر نے معصومانہ سا منہ بناتے اپنے طوطا چشم بہنوئی کو دیکھا، منائم بھی منہ ہی منہ میں ہنسی۔

"اوہ میرے خدا! بھلائی کا تو زمانہ ہی نہیں۔ میں بچارا اپنی قیمتی نیند قربان کیے یہاں بیٹھا ہوں کہ آپ دونوں کو چیئر آپ کمپنی دوں اور آپ نے بے مروتی کا گولہ ہی مار دیا۔۔۔ اچھا نہیں کیا بڈی۔ میں نالاض ہوں"

خضر کی زہریلی ناراضگی پر منائم اور مہویر نے مسکراتے اک دوسرے کو دیکھا۔

"آپ یہ زہریلے لاڈ اپنی فیوچر کی بے بی سے کرنا بھائی، میرے مہویر لحاظ نہیں کرتے۔ انکی یہی عادت میری جان ہے۔ اب نکلیں شاباش۔۔۔ انکو کمپنی میں آپ سے زیادہ اچھی دے سکتی ہوں۔ آپ بھی دل ہی دل میں کہہ رہے ہوں گے کب جان چھوٹے اور میں جا کر بیلا ڈارلنگ سے گپیں ہانکوں۔ ان ڈائریکٹلی مہویر آپکو بھیج کر آپ کی جان پر احسان کر رہے ہیں۔"

اپنے بندے کا دفاع کرتی وہ خود ہی میدان میں کودی اور اسکی یہ شوخیاں باخدا خضر اور مہویر دونوں کو تر و تازہ کر گئیں اور ان دونے آنکھوں آنکھوں لطف لیتا اشارہ بھی کیا ورنہ مہویر کے ساتھ جو ہوا اس پر وہ بہت مرجھا گئی تھی۔

"میری بیلا ڈارلنگ اتنی ویلی نہیں کہ مجھ سے گیمیں ہانکے گی۔ میں ابھی شدید کنوارا ٹائپ ہوں۔ ہنہ۔ سیدھے سے کہیں کباب کا ہڈ انکلوں یہاں سے۔ میں جا رہا ہوں۔ گندے مندے منہ بنا کر جاوں گا اور اپنے بیڈ پر جا کر گر جاوں گا"

خضر نے پیار پیار سے اٹھ کھڑا ہوتے اک آخری منائم سے سر پر کتاب کھائی کیونکہ یہ کر کے وہ بھی ہنس پڑی اور مہویر بھی مسکرایا۔

یہ بہن بھائی جہاں ہوتے وہاں رونق لگ جاتی تھی۔

"اور گرتے ہی نیند کو پیارا ہو جاوں گا۔ ہے ناں بھائی۔ نیند آپکی آنکھوں سے ابل رہی ہے تبھی مہویر نے کہا۔ میرے مہویر سب کا خیال رکھتے ہیں۔ خبر دار انکو جھوٹ والا بھی گھورا"

مہویر کو کوئی کیسے کچھ کہہ سکتا تھا، اس نے تو یہ پرسنل حمائتی ہائیر کر رکھی تھی، خضر نے منہ ویسے ہی بگاڑ کر منائم کی نقل اتاری تو وہ ترچھی سی لیٹی تھی، اٹھ کر کتاب لیے اس سے پہلے ایک اور وار کرتی، خضر ہنستا ہوا کمرے سے گڈ نائیٹ کہتا فرار ہو گیا۔

"بچو صبح لوں گی بدلہ۔۔۔"

وہ دروازے پر کھڑی خضر کو دھمکی لگانا نہ بھولی، جہاں وہ ہنستا ہوا خود بھی اپنے روم میں گھس گیا، منائم نے اندر آتے کتاب رکھی اور مہویر کی کھلی بازو دیکھتی وہ اک لمحہ لگائے بنا اسکے پاس ہی بیٹھے، لحاف کے اندر ٹانگیں گھساتی مہویر کے حصار میں سج گئی، ہاں وہ سچ میں سج جاتی تھی۔

"ہنستی رہنا۔"

مہویر نے اسکا ماتھا چوما تو وہ روح تک سرشار ہوئی۔

"ہنساتے رہیے گا، ہنستی رہوں گی۔ میری جان۔ درد کا کیا سٹیٹس ہے؟ سو پائیں گے؟ میں پین کلر مزید نہیں دے رہی، ڈاکٹر نے کہا تھا کڈنی پر ایفیکٹ کرتی ہے ایسی ٹیبلٹ۔"

وہ اسکے کندھے کے لیے فکر مند تھی، جو منائم اسکے لیے کپڑے لائی تھی، ابھی بھی مہویر نے انہی میں سے اک چارکول سوئیٹ شرٹ کے ساتھ بلیک پینٹ پہنی تھی، دونوں کا فیبرک نرم تھا، سونے کے بیچ ٹائیٹ نہیں ہوتا تھا، جبکہ مہویر تو اس لڑکی کی نئ نئ فکروں کو تسخیر کیے دیوانہ ہوتا جا رہا تھا، اور ابھی تو شروعات تھی۔

"نہیں ہے درد۔ بس جلن ہے۔ میڈیسن لی تھی آرام آجائے گا۔ دراصل جو شرٹ چپک گئی تھی اور وہ ان ریسکیو والوں نے جیسے کھینچی، اس سے زیادہ زخم خراب ہوا ہے۔ جلن بھی اسی کی ہے۔ ورنہ اور کوئی درد نہیں"

وہ اسکی بات پر کیسے یقین کرتی کہ وہ مرجھایا ہوا لگ رہا تھا، اسکی ہمیشہ نیچرلی گلو کرتی سکن تھوڑی ڈل لگ رہی تھی۔

"ہے درد۔ آپکے گلے میں درد ہے آپ بار بار تھوک نگلتے ہیں۔ یہ مت سمجھیں مجھے کچھ پتا نہیں چل رہا۔ آپ کا مشکل سے حلق سے تھوک نگلنا بتا رہا ہے آپکے گلے میں خراش ہے۔ پھر کھانسی بھی ہے کسی کسی وقت۔ مہویر۔ مما شہد رکھ کر گئی تھیں۔ یہ لے لیں۔ وہ آپکی سائیڈ پڑا ہے۔ وہ کہہ رہی تھی اس سے گلا سموتھ ہو گا۔ ہو سکتا ہے آپکے گلے کو اس سے راحت ملے۔ میں اٹھا دوں؟"

وہ اسکی فکروں کے نچھاور ہوتے سمندر پر مسکراتا اسے اپنے سینے میں بسائے نفی کرتا ہاتھ بڑھا کر شہد کا جار اٹھا کر سیدھا ہوا تو وہ پیار آنے پر مہویر کا ماتھا چوم گئی کہ وہ اسکی جب یوں باتیں مانتا ہے تو وہ سمجھ نہیں پاتی اور کیسے اپنی محبت زیادہ بڑھائے۔

"تم میری فکر مت کرو۔ میں بہتر ہوں اب۔۔۔"

مہویر نے شہد کا جار اوپن کیا تو اسکے ساتھ ہی ہک میں شیشے کے جار کے ساتھ کا ہی چھوٹا سا سپون تھا، منائم نے اس سے جار لیتے ٹھیک سے بیٹھ کر خود وہ سپون اتار کر جار کے اندر دبوئی پھر اسے بھر کر وہ مہویر کے ہونٹوں تک لائی، اس سے پہلے وہ سپون سے نیچے ٹپکتا، مہویر نے جلدی سے سپون منہ میں ڈالی اور منائم کے ہاتھ سے چھڑواتے اچھے سے چمچ زبان اور منہ سے صاف کی۔

"میری میٹھی دنیا۔۔۔اب سچ میں میٹھی ہو گئی۔ایک اور سپون لے لیں۔عام چمچ سے ہاف ہے یہ۔اللہ شفا دے آپکو"

وہ محبت سے اسکے ہاتھ سے سپون لیے پھر سے جار میں ڈال کر بھرتی، دوبارہ مہویر کو کھلاتی تشفی سے مسکرائی، پر اس بار اس نے چمچ کو اچھے سے خود کلئیں کیا اور مہویر اسکی یہ میٹھی سی حرکت بھانپ جاتا اس سے جار لے کر واپس سائیڈ رکھتے منائم کو دیکھ ہی اس شوخی سے رہا تھا کہ وہ جھنیپ کر اسکے کندھے سے جا لگتی چھپ سی گئی۔

"تمہیں میرا جھوٹا کھانے کا ابھی بھی اتنا ارمان ہے؟"

وہ اسکے سینے لگی کم چھپی زیادہ تھی، فوراً سامنے ہوئی تو وہ ہلکا سا کھانسا۔

"ایسے ہی تو محبت بڑھائی ہے میں نے، مجھے نیند نہیں آئے گی اگر آپ ایسے کھانستے رہے۔"

وہ اپنے ملائم ہاتھ مہویر کے رخساروں سے جوڑتی پریشان ہوئی جیسے کھانسی نہ ہو گئی، مہویر کا رکتا سانس ہو گیا۔

"منائم یہ سائیڈ ایفیکٹ ہے بس دھوئیں کے، پریشانی کی بات نہیں۔ مت افسردہ ہو۔ میں بہت اچھا محسوس کر رہا ہوں خود کو۔"

وہ اسے یقین دلاتے بولا پر وہ اسے آرام سے تکیہ زرا اٹھلائے انداز میں رکھتی لیٹنے کا کہے خود بھی اپنا تکیہ درست کرنے لگی، اس نے مہویر کا تکیہ تھوڑا اونچا رکھا تا کہ اسے سوتے ہوئے گلے میں گھٹن نہ ہو۔

"میری بازو لے لو، آجاو میرے پاس"

وہ اسے بیٹھا دیکھے نرمی سے بولا پر وہ فکر مند تھی۔

"مہویر۔ آپکی اِس بازو پر سر رکھوں گی تو میرے سر کے دباو سے آپکے اُس کندھے پر کھنچاو پڑے گا ناں۔"

وہ افسردہ ہوتی اندازے لگاتی بولی تو وہ منائم کی اس ٹیکنیکل احتیاط پر مسکرا اٹھا، کیا چیز تھی یہ لڑکی! بلکل سمجھ سے باہر تھا۔

"تمہارے اِس بازو پر سر رکھنے سے اُس بازو سے جڑے کندھے پر جو کھینچاو آئے گا وہی مجھے سکون کی نیند دے گا۔"

وہ جو لیٹنے کے لیے شش و پینج کا شکار تھی، مہویر کی اسی انداز میں دی وضاحت نے منائم کے لبوں پر دلکش تبسم جگایا۔

"Awww"

وہ کیوٹ انداز میں بولتی مہویر کی بازو پر سر رکھے اسکے برابر لیٹی پر اسکا یہ کرنا اس پر اور خود پر لحاف اوڑھاتے مہویر کو ہنسا گیا، اتنی درد بھری شام گزارنے کے بعد رات کے دامن میں اگر منائم کی موجودگی کے عکس بکھریں تو وہ رات کیونکر نہ مہویر میثاق کے لیے سکون سے بھری ہوتی۔

"آپ کو میں اچھی لگتی ہوں اب؟ آپ مجھے جب بھی دیکھتے ہیں آپکی آنکھیں چمکی لگتی ہیں۔"

اسکی طرف رخ بدلے ہوئے وہ مہویر کو سیدھا لیٹتے کی تاکید کیے بولی، مہویر نے کچھ دیر سامنے دیکھتے غیر مرئی نقطے پر نگاہ جماتے منائم کو اس جواب کے لیے انتظار کروایا۔

"ہاں تم اچھی لگتی ہی نہیں، تم واقعی اچھی ہو۔ بس تھوڑی چپکو ہو"

وہ اسکی تعریف سیدھے طریقے سے کرتا تو اسے مہویر کون کہتا، منائم کے رخساروں میں اک چمکدار لہر آن بسی۔

"کوئی بات نہیں۔ میں جب آپکے ساتھ کچھ عرصہ مزید رہوں گی تو مجھے آپکی طرح گریس فل اور سوبر اور ڈیسنٹ بیہیو کرنے والی لڑکی میں بدل جاوں گی۔ مجھے پتا ہے میں نے اب تک بہت بولڈ رویہ اختیار کیا آپکے ساتھ لیکن مجھے لگتا ہے میں اپنی سابقہ زندگی بہت گھٹ کر رہی ہوں گی۔ یعنی میں

نے جو آپکی طرف بے باکی دیکھائی وہ ناجائز یا غلط نہیں تھی۔ شاید میرے اندر اول لمحے ہی ڈر تھا کہ یہ انسان مجھ سے چھن نہ جائے۔"

وہ پہلے تو یہ کہتے بہت ہچکچائی لیکن جلد ہی اسکے لب و لہجے میں روانی اس لیے آگئی کہ مہویر اسکے بال سنوارتا، انکی خوشبو ان ہیل کرتا، اسے نرم مسکراتی نگاہوں سے دیکھے اپنے دل کی ہر کیفیت بانٹنے کی ہمت دے رہا تھا۔

"سوچیں ناں ایک دم مجھے سب بھول گئے، میرے پاس بس آپ تھے تو میرے اندر آپکے لیے بہت سی انسکیورٹیز پیدا ہوئیں۔ مجھے اب احساس ہو رہا ہے وہ سب ایز آ گرل بہت زیادہ اور اوور تھا۔ ویسے تو مجھے پتا ہے آپ نے مجھے غلاف کی طرح ہر طرف سے ڈھانپ لیا ہے پر اب جب ہمیں ساتھ رہتے کچھ دن ہو گئے۔ تو میں آپ سے کہنا چاہتی ہوں کہ کسی بھی لمحے اگر میں نے آپکو برا فیل کروایا ہو یا مجبور کیا ہو، اس کے لیے معاف کر دیں"

ہچکچاہٹ اختتام تک پھر بڑھی تو مہویر نے اسکا لفظ لفظ بڑی دلچسپی سے سن کر منائم کو دیکھا جو دم سادھ گئی تھی۔

"اور یہ معافی مانگنے کی نوبت کیوں آئی منائم؟"

وہ اسکا جواب دینے سے پہلے چاہتا تھا پہلے اس سے سوال کرے کہ اسے ایسا کیوں محسوس ہوا۔

"وہ اس لیے کہ مجھے خود احساس ہوا کہ لڑکیاں اپنے ہسبنڈ کے سامنے شرماتی ہوئیں، خود میں سمٹی ہوئیں زیادہ خوبصورت لگتی ہیں۔ انکا محرم ہی ہر پہل کرتا پیارا لگتا ہے۔ پتا نہیں خود ہی فیل آئی"

وہ نظریں چراتی شرمگیں سے لہجے میں منمنائی اور باخدا مہویر کے ہونٹوں سے اک لمحہ بھی مسکراہٹ الگ نہ ہو سکی۔

"میرا ماننا مختلف ہے۔ لڑکیاں سمٹی اور شرماتی ہوئیں تبھی اچھی لگتیں جب سامنے موجود مرد سے انکا رشتہ تکلف اور حیا کا ہو۔ جیسے بس نسبت طے ہو

دولوگوں کی۔ یا منگنی۔ لیکن جب نکاح ہو جائے تو ہسبنڈ اور وائف دونوں کے پاس اختیار آجاتا ہے وہ اپنے جذبات جس مرضی طرح ظاہر کریں۔ کوئی فزیکل ہونا زیادہ پسند کرتا ہے، کوئی لفظی اظہار کرنے کا شوق رکھتا ہے اور کچھ لوگ اپنے عمل سے، خیال سے اپنے جذبات کی شدتیں بیاں کرتے ہیں۔ میرے خیال میں پہل کوئی بھی کرے؟ میٹر نہیں کرتا۔ اگر ایک انسان کا بولنا، اسکی موجودگی اور اسکا مسکرانا ہمیں اچھا لگ رہا ہے تو ہم اسکو ضرور بتانا چاہیں گے کہ تم ہمیں پیارے ہو۔ اب یہ پہل لڑکا کرے یا لڑکی، کیا فرق پڑتا ہے"

وہ بہت توجہ سے، دم سادھے مہویر کو سنتی گئی پھر آخر تک اسکی پلکیں شرم سے بوجھل اور دل ہر فکر سے آزاد ہو گیا۔

"مطلب میں نے جو کچھ کیا، آپکو میرے قریب آنا پڑا مجبوراً۔ وہ سب معاف ہو گیا؟"

وہ اب تک معصوم یقین طلبی سے بولی تو مہویر نے سر ہلاتے اسکی مسکراہٹ میں بھرپور ساتھ دیا۔

"معاف نہیں ہوا۔ قبول ہوا ہے۔ تم قبول ہو گئی ہو مجھے۔ میں اعتراف کرتے دیر نہیں کرتا۔ چاہے کوئی مجھے دکھ دے یا خوشی۔ بتا دیتا ہوں۔"

وہ اپنی یہ عادت بتا کر خوش تھا کہ یہ اچھی عادت ہے، دل بھاری نہیں پڑتا۔

"مہویر۔ مجھے دو تین دن سے کچھ یاد آ رہا ہے۔ کھائی میں گرنے والا وہی منظر۔ ان لوگوں نے ہمیں بچایا تھا ناں۔ کہہ رہے تھے ہم کھائی میں ملے۔ ایسے ہلکا ہلکا یاد آ رہا ہے۔ لیکن اس کے یاد آتے ہی میں سہم جاتی ہوں۔ اس وقت کی فیل محسوس ہوتی ہے۔ میں کھائی میں گرنے سے پہلے ہی شدید خوفزدہ تھی جیسے کوئی مجھے ڈرا رہا ہو اور ایسا لگا مجھے دھکا دیا گیا، یعنی اگر ہم دونوں گرے تھے تو پھر کسی نے ہم دونوں کو دھکا دیا ہو گا پر ایسا بھی لگتا ہے میں نے دھکا دینے والے کو اپنے ساتھ کھینچا تھا پر کھائی میں تو ہم دونوں

کے سوا کوئی تیسرا نہیں تھا، آپ تو میرے ہسبنڈ تھے ناں، آپ مجھے دھکا کیوں دیں گے بھلا۔۔۔مجھے اس کا چہرہ یاد نہیں۔ آپ کو کچھ یاد ہے؟ وہ تیسرا انسان جس نے ہمیں دھکا دیا تھا۔۔۔وہ بھی گرا ہو گا۔۔ پر یقیناً فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا ہو گا۔ ہے ناں؟"

مہویر کے چہرے اور خدوخال میں گھلی خوشی اور سکون لمحے میں اڑا جب منائم ملک کی آنکھوں میں اس نے اپنے لیے شک اور آس برابر دیکھا، مہویر کچھ لمحے بولنے تک کے لائق نہ رہا، سمجھ ہی نہ آئی کیا کہے، جھوٹ بولے یا سچ، جھوٹ بولتا تو منائم کے ساتھ برا کرنے کا احساس دل میں بھر جاتا اور اگر سچ بتا دیتا تو اس لڑکی کی محبت اور اتنی زیادہ توجہ سے محروم ہو جاتا۔

"ہم اس پر کل بات کرتے ہیں۔ تمہارے ڈاکٹر سے مشورہ بھی لیتے ہیں شاید وہ تمہارے لیے کوئی تھیراپی سجیسٹ کر دے جس سے تمہارا بلر امیجینیشن کلئیر ہو سکے۔ اپنے دماغ پر زیادہ زور مت دو اس وقت۔"

وہ اسکے بال سنوارتا اسکا دھیان اس الجھن سے ہٹانے کی اس سے اچھی کوشش شاید ہی کر پاتا، وہ اسکی آنکھوں میں اپنے لیے بے یقینی کیسے برداشت کر پاتا، اس لیے مہویر ابھی ہرگز تیار نہ تھا۔

"ٹھیک ہے مہویر۔ لیکن آپ تو نہیں تھے ناں وہ؟ مطلب جب ہم ملے، ان لوگوں کے گھر تب آپ مجھ سے بہت اکتائے، پریشان تھے۔ پتا ہے ناں کیسے میرے سائے تک سے دور سرک رہے تھے۔ پھر آپکا سابقہ سخت رویہ اگر سوچوں تو میرے دل میں ڈر اٹھ رہا ہے۔ جتنا بھی مجھ پر غصہ آئے، آپ مجھے کھائی میں تو نہیں دھکیل سکتے ناں؟ ایسا تو میں ڈیزرو نہیں کرتی۔ بس اتنا بتادیں میں آپ پر بند آنکھوں بھروسہ کر کے غلطی تو نہیں کر رہی؟"

وہ جتنا چاہ رہا تھا کہ منائم یہ ٹاپک کلوز کرے، وہ اتنی تفتیش کرتی ہوئی مہویر کو کمزور کر رہی تھی، کسی خود سے ٹوٹ کر چاہنے والے کی آنکھ کا شک ہمارے کلیجے پر ضرب کی صورت محسوس ہوتا ہے جیسا اس وقت مہویر کو ہو رہا تھا۔

"مجھے نیند آ رہی ہے منائم، شاید دوا کا اثر ہو۔ کیا ہم ابھی سو جائیں۔"

وہ فرار کر رہا ہے یہ منائم دیکھ بھی رہی تھی اور اچھے سے سمجھ بھی رہی تھی۔

"کل ہم یہیں سے یہ بات جاری کر سکتے ہیں ناں؟ پلیز مہویر۔ مجھے لگتا ہے میں اپنی سابقہ زندگی میں اعتبار کے لحاظ سے بہت سیلکٹیو اور سخت رہی ہوں گی، مطلب اول تو اعتبار نہیں کرنا اگر کرنا بھی ہے تو جان کی بازی لگا کر کرنا ہے، بھائی نے بتایا مجھے کہ میں صرف ان پر اعتبار کرتی تھی ہمیشہ سے۔ تبھی تو میرا دل کانپ رہا ہے آپکو لے کر"

وہ اسکی آنکھوں میں دیکھتی، اسکا پھیرا چہرہ پکڑ کر اپنے سامنے کرتی اسے اس جواب کو دینے کا پابند بنا رہی تھی، مہویر کی آنکھوں میں خاموش تاسف ہلکورے رہا تھا، ایسا لگ رہا تھا اسکے گلے پر کوئی پیر رکھ رہا ہو۔

"تم اعتبار کرو لیکن اس اعتبار سے جڑی ہر تلخ حقیقت تسلیم کرنے کا حوصلہ بھی اپنے اندر پیدا کرو۔ بعض اوقات ہمارا کسی کو شک کی نگاہ سے دیکھنا ہی اسکی موت بن سکتا ہے۔ سمجھ لو اس بات کو"

وہ اس وقت صرف غصہ دیکھا کر ہی منائم کے سوال سے بچ سکتا تھا اور یہ حربہ کام بھی دیکھا گیا، وہ خوفزدہ نظروں سے مہویر کو دیکھتی اسکی بازو سے سر اٹھاتی اسکے چہرے پر جھکی۔

"اللہ نہ کرے آپکو کچھ ہو۔ میں نے بے اعتبار یا بے یقین نظروں سے نہیں دیکھا آپکو، بس اپنی حالت کے سبب الجھی ہوں۔ میرا یقین اس حادثے کے سبب ہلا ہے یہ تو واضح ہے ناں۔ میں آپکے دو طرح کے روپ دیکھ چکی ہوں ان چند دنوں میں۔ بہت برا بھی اور بہت اچھا بھی۔ تبھی الجھن بانٹ لی۔ اگر میرا یہ پوچھنا آپکی دل آزاری کر گیا تو میں معافی چاہتی ہوں۔ پلیز مجھے معاف کر دیں"

وہ اسکے ماتھے پر جھک کر اپنے ہونٹوں سے معذرت انگیز لمس دھرتی روبرو ہوئی تو ہلکان و پریشان کے ساتھ شدید بے قرار بھی تھی۔

"نہیں یہ پوچھنا تمہارا حق تھا۔ مجھے برا نہیں لگا پریوں دوبارہ میری طرف بے یقین نظروں سے مت دیکھنا"

مہویر کے بات کرنے پر وہ مسکرائی اور فوری سر اثبات میں ہلایا لیکن خود مہویر بھی جانتا تھا وہ زیادہ دیر منائم اور اس حقیقت کے سامنے سے بچ نہیں سکے گا لیکن فی الحال وہ اس بارے بات کرنے دور، سوچنے کی پوزیشن میں بھی نہ تھا۔

"نہیں دیکھوں گی۔ آپ ڈاکٹر کو یاد سے کہیے گا کہ کوئی ایسا ٹریٹمنٹ کرے جس سے میرا وژن کلئیر ہو جائے۔ جب وہ چہرہ یاد آئے گا، تو میں پھر مطمئین ہو جاوں گی"

وہ اسکی طرف دیکھ کر جبرا بھی نہ مسکرا سکا لیکن تھوڑی تسلی تھی کہ مہویر اس وقت ماسک میں تھا لیکن وہ بھول گیا تھا لمس بھی یاداشت رکھتے ہیں، اور شاید وہ شکل چھپانے کے سبب تو بچ جاتا پر اسکا چھونے کا انداز اور لمس، اسکی منائم نے جو خوشبو ان ہیل کر رکھی تھی، وہ زیادہ دیر مہویر کو پردے کے پیچھے رہنے نہیں دے سکتے تھے۔

"ہمم۔ ٹھیک ہے۔ اب سو جاو تم بھی تاکہ میں بھی سو سکوں"

وہ اسکو اس وقت ہر صورت سلانا چاہتا تھا تبھی وہ خود ہی واپس اسکے بازو پر سر رکھ کر مہویر کی طرف کروٹ بدلتی اپنا ہاتھ اسکے سینے پر رکھ گئی، مہویر نے اسکی طرف گردن پھیری تو وہ مسکرا کر آنکھوں میں دنیا جہاں کا پیار سموئے مہویر کو دیکھ رہی تھی، مہویر نے آگے ہوتے اسکا ماتھا چوما اور اس آسودگی کے منائم میں اترنے کی دیر تھی کہ وہ آنکھیں موند گئی لیکن مہویر نے پیچھے ہو کر اسکا چہرہ اور بند ہوتی آنکھیں دیکھ کر اپنے اس معاملے میں نظر آتے برے انجام سے پناہ مانگی تھی۔

وہ تو سو گئی، پر مہویر باخدا ساری رات نہ سو سکا، شدید تھکاوٹ اور ٹنشن کے سبب آنکھ لگانا دوبھر رہا، فجر کی آذانیں بھی اسی بیچ ہو گئیں، مہویر نے فون رنگ پر اپنی یونہی بند آنکھیں کھولیں تو منائم دوسری طرف کروٹ کیے گہری نیند میں تھی، مہویر نے بازو اسکے سر سے نکالتے ترچھا سا بینڈ ہو کر سائیڈ ٹیبل پر رکھا منائم کا فون اٹھایا، کال عاصم المیر ملک کی تھی۔

"جی فرمایئے"

ادب کرنے کا دل تو نہ تھا پر رشتے کا لحاظ کرے وہ آپ جناب پر اترا، عاصم اس وقت ٹی وی لاؤنج میں بڑے صوفے پر بیٹھا تھا، اسکی رات بھی اسی لاؤنج میں جاگ کر گزری تھی۔

"میں تم پر اعتبار کرنا چاہتا ہوں۔ اگر تم منائم کو ہمیشہ اپنے ساتھ چاہتے ہو تو موساب کے سارے جرائم، ساری ناانصافیاں بے نقاب کرنے میں میری

مدد کرو گے۔ مجھے اس فراڈن فاطمہ کا بھی پتا چاہیے اور اپنے بیٹے یمل کا بھی۔"

عاصم کی شرائط بہت آسان تھیں پر معاملہ عاصم پر ختم نہیں ہوتا تھا، اگر عاصم المیر ملک اسے اپنی بیٹی ہمیشہ کے لیے دے بھی دیتا تو جب تک منائم نہ چاہتی ایسا ممکن نہ تھا اور رات منائم کے شک اور اسے یاد آتی چیزیں دیکھتے ہوئے مہویر کو کچھ اچھی وائبز نہیں آ رہی تھیں۔

"فاطمہ کا پتا تو بتا دوں گا پر اسکے بقول یمل ملک یہاں نہیں ہے۔ وہ موساب اعوان کے کسی فیملی فرینڈ کے پاس ہے۔ ملک سے باہر"

مہویر نے اپنے پاس موجود معلومات بنا کسی ہچکچاہٹ شئیر کیں۔

"تم یمل ملک کو ڈھونڈ کر لاو۔ وہ کہاں ہے اسکا پتا تم لگواو گے ہر صورت، موساب اسے میری کمزوری بنا کر استعمال کرے گا، پھر چاہے اسکے خلاف ہمارے پاس کتنے ہی کیوں نہ ثبوت آ جائیں وہ بیکار ہوں گے۔ میں

تمہاری W (وولف) ہونے کی شناخت کبھی پبلک نہیں ہونے دوں گا۔ نہ تم پر کوئی کیس بن سکے گا۔ یہ میرا وعدہ ہو گا۔ منائم کے قابل بنو مہویر میثاق، میرے بیٹے کو ڈھونڈ کر لاو۔"

عاصم ملک کی اصل ڈیمانڈ سن کر مہویر پریشان تو ہوا کیونکہ یہ آسان کام جو نہ تھا۔

"میں ڈھونڈ کر لاوں گا اسے آپ کے پاس۔ لیکن آپ سے مجھے کچھ اور چاہیے۔"

مہویر کی اس الگ ڈیمانڈ بھری تمہید پر عاصم ٹھٹھکا۔

"تم اس پوزیشن میں نہیں کہ اپنی ڈیمانڈ میرے سامنے رکھ سکو مہویر۔ میرا تم پر غصہ ابھی تک برقرار ہے۔ جو مل رہا ہے اسی پر صبر شکر کرو۔ سمجھے"

مہویر نے اس شخص کے لہجے میں اب تک کدورت بھانپ کر اک زخمی سمائل دی، جیسے وہ آدمی مہویر کی امید پر پورا اترا ہو۔

"نہیں کر سکتا صبر و شکر۔"

مہویر کے لہجے میں ضد تھی جس سبب عاصم کو ہی ہتھیار ڈالنے پڑے، دونوں ہی اپنی اپنی جگہ سر پھرے تھے۔

"بتاو۔ کیا چاہیے؟"

عاصم نے جبراہی پوچھا، گو اس سوال میں اسکے دل کی رضا شامل نہ تھی۔

"اگر کل کو منائم کی یاداشت واپس آتی ہے یا اسے پتا چلتا ہے اسے کھائی میں دھکیلنے والا میں تھا تو آپ اسے ہر چیز تفصیلا خود بتائیں گے، اس انتقام کی وجہ اور میرے اس انتقام سے اس کو نکاح میں لیتے ہی پیچھے ہٹنے کے بارے سب کچھ۔ وعدہ چاہیے مجھے آپ سے۔ منائم کو سچ بتانے کا وعدہ۔ کیونکہ اگر وہ میرے دل کا سچ سمجھ گئی تو آپ کی خواہش نہ بھی ہوئی تب بھی میرا ہی ساتھ چنے گی۔"

مہویر کو اس لڑکی پر اس قدر یقین تھا کہ مہویر کو خود بھی اندازہ نہ تھا نہ ہی عاصم کو اسکی توقع تھی، تبھی کچھ دیر کی بیچ میں خاموشی چھا گئی۔

"ٹھیک ہے۔ آج ہی یمل ملک کی تلاش پر لگو۔ اس کے لیے تمہیں موساب کا فون، لیپ ٹاپ ایون اسکے گھر کا سیکورٹی سسٹم بھی ہیک کرنا پڑے تو کرو۔ تمہیں ہر چیز فراہم کروں گا جس بھی چیز کی ضرورت ہوئی۔ تمہارا اڈا تو راکھ ہو گیا تو تمہاری ہر چیز بھی جل گئی ہو گی۔ مجھے جلدی خبر دو کیونکہ جب تک یمل ملک میرے پاس نہیں آ جاتا، میں موساب کے خلاف کھل کر سامنے نہیں آ سکتا"

مہویر نے سر ہلاتے اوکے کہا اور اس کے بعد رابطہ کٹا، مہویر کو پہلے فون کی ضرورت تھی اور وہ پہلے یہی کام کرنے والا تھا، منائم کو جگائے بنا فجر ادا کیے نکل گیا کیونکہ اگر وہ جاگ جاتی تو مہویر کا نکلنا مشکل ہوتا، وہ اسکے لیے اک نوٹ لکھ کر گیا تھا۔

وہیں دوسری طرف انیس کی آنکھ بھی فجر کے آلارم پر کھلی، اپنے آدھے جسم پر منتقل چھوٹے آفت کو چڑھ کر سویا دیکھے انیس کی نیند یکدم بیدار ہوئی، وہ یہاں عرشیہ کو امید کر رہا تھا مگر یہ تو عدین تھا۔

"کیا وہ میرے سوتے ہی اپنے کمرے میں چلی گئی؟ جب تمہاری بات مان لی تھی پھر تمہیں مجھ سے دور جانے کی کیا ضرورت پیش آئی عرشیہ۔"

وہ عدین کو مست انداز میں سویا دیکھے غائبانہ عرشیہ پر ناراض ہوا، عدین نہ ہوتا تو یقیناً اس وقت انیس سخت غصے سے پاگل ہو جاتا پر عدین کے یہاں ہونے کے سبب انیس کا غصہ ٹھنڈا پڑ گیا۔

"اور اسے دیکھو۔ کیسے مست انداز میں سویا پڑا ہے۔ آج فٹ بال کلب جانا ہے، تمہاری ساری نیندیں ختم چمپین۔ اٹھو اور فجر پڑھو۔ پھر سو جانا۔ پھر تمہارا پورا دن شکوہ رہتا ہے تم سے فجر مس ہو گئی"

انیس نے اسکی گال تھپکاتے عدین کی ٹانگ اٹھا کر پرے کی تو وہ کسمسا کر دوسری طرف ہو کر سو گیا۔

"سونے دیں بھیو۔۔۔ب۔بہت اچھی نیند آ رہی ہے میرڈ بیڈ پر"

عدین کے بڑبڑانے پر انیس نے حیرت سے گردن گمائی۔

"کیا بڑبڑائے ہو۔ادھر ہو نا زرا"

انیس نے اسکی بازو پکڑے اپنی طرف کھینچا تو نیند کے باوجود بتیسی دیکھاتے عدین نے مندی مندی آنکھیں کھولیں۔

"بھیو یہ میرڈ بیڈ ہے ناں۔آپکا اور عرشیہ کا۔وہ ہوتیں تو میں کبھی نہ آتا پر وہ نہ واش روم میں تھیں نہ روم میں تبھی میں آ گیا۔اچھی اچھی فیل آئی سچی۔جب میری شادی ہو گی تب میرا بیڈ بھی میرڈ بیڈ بن جائے گا"

عدین کی تفصیل سنے انیس کو صدمہ ہی تو لگ چکا تھا۔

"فضول باتیں کتنی جلدی پک کرتے ہو تم۔ گدھے۔"

انیس کی لات کھانے سے پہلے ہی وہ بتیسی نکالتا بیڈ سے اتر گیا۔

"ہی ہی۔ اب میں چلتا ہوں۔ عرشیہ کے حق پر بہت ڈاکا ڈال لیا۔ میں نماز پڑھ کر سو جاوں گا۔ آج فٹ بال کلب بھی جانا ہے۔ آپ مجھے چھوڑ کر آئیں گے ناں بھیو؟"

اتنی معصومیت سے عدین نے کہا کہ انیس کی ساری چڑ غائب ہوئی۔

"ہاں چھوڑ آوں گا۔ یہ میرڈ بیڈ والی بات اب کی تو تمہاری تشریف سیک دوں گا۔"

انیس کی وارننگ پر عدین نے جھک کر بھیو پر گرتے زور سے ہگ کیا جس سبب ایک بار پھر انیس کا غصہ غائب ہوا، لیکن ہلکی سی چپیڑ پھر بھی عدین کو پڑ ہی گئی پر اسے اثر کہاں تھا، اسے تو بھیو کو غصہ دلا کر ہی دن کا آغاز کرنا تھا، اب وہ تسلی سے جا کر نماز بھی پڑھتا اور بقیہ نیند بھی پوری کرتا، انیس

نے اسکے کمرے سے اچھل اچھل کر جانا دیکھا اور خود بھی زرا عرشیہ کے لیے چہرے پر غصہ سجاتے لحاف پرے کیے اٹھا اور پیر نیچے اتارتے اپنے جوتے پہنے بنا ہی موزوں والے پیروں سے ہی جناب شرٹ کی سلوٹیں سہلاتے کمرے سے نکلے۔

"اسکی سزا تو تمہیں ملے گی عرشیہ"

انیس نے عرشیہ والے کمرے کا ڈور ناب گمایا لیکن اندر جھانکنے کی دیر تھی کہ عرشیہ کا صرف بیڈ ٹھیک تھا بلکہ لحاف بھی تہہ پڑا تھا، وہ اندر آیا اور واش روم کی طرف جاتے دروازہ کھولا مگر عرشیہ وہاں بھی نہ تھی، اسکا فون اور بیگ بھی نہیں تھا۔

"یہ کہاں چلی گئی۔"

وہ اسکے کمرے سے نکل کر اپنے کمرے میں واپس آیا، سائیڈ ٹیبل پر جھک کر فون اٹھاتے عرشیہ کا نمبر ڈائل کیا، وہ جو سوہا کے ساتھ مزے سے سو رہی

تھی، فون کی قریب ہی ہوتی وائبریشن پر ایسے جاگی جیسے پہلے ہی الرٹ سو رہی تھی۔

سوہا تو ابھی بھی گہری نیند میں تھی تبھی تو اسے مما کی بے فکر نیند دیکھ کر پیار آیا، عرشیہ نے فون پر سڑو دیکھتے گھبراہٹ میں اٹھ بیٹھے فون اٹھایا اور آہستگی سے اٹھتی وہ بیڈ سے اترتی کمرے سے نکلی، دروازہ بند کیے اس نے انیس کی کال پک کرتے فون کان سے لگاتے اپنی جمائی بھی روکی۔

"کہاں ہو تم؟ کس کی اجازت سے تم میرے پاس سے ہلی۔۔ کمرے میں بھی نہیں ہو؟"

انیس کے سرد سوالوں پر عرشیہ نے لیوئنگ روم کے صوفے کو سنبھال کر پیچھے ٹیک لگاتے ٹانگیں سمیٹیں۔

"مما کی طرف ہوں۔ کچھ دن یہیں رہنے کا ارادہ ہے۔"

عرشیہ نے جان بوجھ کر اپنا موڈ خراب ظاہر کیا۔

"دماغ درست ہے تمہارا، تمہارے ارادے کی ایسی کی تیسی۔ شرافت سے واپس آوا بھی کہ ابھی۔ اور تم گئی کیسے ؟ رات تو پہلے ہی کافی ہو گئی تھی جب ہم سوئے۔"

وہ اسکے لیے جس طرح بھڑک رہا تھا یہ عرشیہ کی نیند کے جگہ خمار آنکھوں میں بھرنے لگا، وہ لب دانت تلے دباتی مسکائی۔

"عصر سے ریکوسٹ کی تھی۔ میرا پیارا بھائی مجھے چھوڑ گیا۔ اور کیوں آوں واپس۔ میکے جانا میرا حق ہے۔ اپنے نام نہیں لگوالیا تم نے مجھے کہ میں تم سے اور تمہارے گھر سے ہی چپکی رہوں۔ اور رہی بات کل کی تو یاد کرو تم سوئے تھے۔ میں تو اک لمحہ تمہارے پاس آنکھ نہیں لگا سکی"

وہ تکرار پر اترتی اپنے حق کے لیے بولی تو انیس نے کن پٹی کو ہاتھ کی دو انگلیوں سے مسلا جیسے اپنا غصہ کنٹرول کرنے کی کوشش کر رہا ہو۔

"تم مجھ سے اب کس چیز کی ناراضگی جتا رہی ہو، جب سب حل ہو گیا تھا۔ تم نے مجھے کہا تھا مجھے سونے دو۔ میں نے یہ تک کہہ دیا تھا کہ مر رہا ہوں تمہارے لیے۔ اس کے باوجود ایسا رویہ۔ وائے؟"

وہ اس بار غصے سے زیادہ مظلومیت میں لپٹا لگا تو عرشیہ کے لب پیار بھری مسکراہٹ سے سجے، کتنا پیارا تھا اس شخص کا ہر انداز۔

"میں نے بھی کہا تھا اب دیر ہو گئی یہ کہنے میں۔ دیکھو مجھے نہیں لڑنا۔ میں یہاں سکون کے لیے آئی ہوں تو مجھے بے سکون کرنے کی کوشش بھی مت کرو۔ میرے بنا بھی تمہاری صبح شروع ہو جائے گی اور سانس بھی متاثر نہیں ہو گی۔ میں یہیں سے ہولڈنگ چلی جاوں گی۔ رات میں مما کے ساتھ پلین بنائے ہیں۔ تو شاید آج واپس نہ آسکوں"

وہ اسے اکتاہٹ بھرا لہجہ جتاتی پریشان کر رہی تھی، انیس نے اس سے ایسا رویہ ہر گز امید نہ کیا تھا، اس شخص کو وہ جان بوجھ کر ستا رہی تھی اور اداکاری اتنی اچھی کہ زرا بھی شک کی گنجائش نہ تھی۔

"تم اپنے کہے پر قائم رہنا۔ کل بھی واپس آنے کی ضرورت نہیں"

اس سے پہلے وہ کال کاٹتا، وہ اسے پکار کر روک گئی۔

"تھینکیو سو مچ۔ تم کتنے مہربان ہو ناں انیس"

وہ چڑ کر جتاتے انداز میں چیخ کر بولی۔

"تم میری یہ مہربانی سہہ نہیں پاو گی لُما۔ میرے پیار سے بات کرنے کے قابل ہی نہیں ہو تم"

کاٹ دار انداز میں کہتے ہی وہ اسکے منہ پر کال بند کر گیا، عرشیہ نے سلگ کر سکرین کو دیکھا۔

"دو سال سے میرے عشق میں پڑا ہے اور غرور دیکھیے زرا اسکا۔ کہہ رہا ہے قابل نہیں میں، بڑے آئے پیار سے بات کرنے والے۔ ویسے میں نے کچھ زیادہ ہی اوور بیہو نہیں کر دیا؟ وہ واقعی بگھڑ گیا تو؟"

عرشیہ کو اپنے زیادہ بولنے پر خود ہی ندامت ہوئی جبکہ وہ اسے کال کرے، انا نے یہ بھی اجازت نہ دی تبھی بے دلی سے اٹھ کر وہ واپس کمرے کی طرف چلی گئی۔

انیس نے نیچے آکر کچن میں جاتے پہلے تو اک گلاس پانی پی کر گلاس کو زور سے شیلف پر پٹخا۔

"کس چیز کا بھرم دیکھا رہی ہے اب یہ؟ کیا اسکے پیروں میں بیٹھ جاوں؟ یا اللہ مجھے صبر دے۔ تم نے جرت کیسے کی مجھ سے دور جانے کی۔ میرا یہ کہنا کہ میں تمہارے لیے مر رہا ہوں، بکواس لگا تمہیں۔ اسے دو کوری کی بھی

ویلیو و نہیں دی جا سکی تم سے عرشیہ المیر۔ اوپر سے فضول کی ناراضگی۔۔۔ آخر تم چاہتی کیا ہو؟"

وہی گلاس زور سے فرش پر مارتے انیس نے اپنے اندر جمع گھٹن نکالی، آواز پر عصر دوڑنے کے انداز میں کچن تک پہنچا تو اسکی نظر انیس پر گئی جو ٹکڑے ہوئے گلاس کو وحشی نظروں سے گھور رہا تھا، اوپر سے انیس نے صرف موزے پہن رکھے تھے۔

"سر۔۔ ہٹیں یہاں سے، پیر زخمی ہو جائے گا۔ کیا ہوا ہے۔ ابھی تو میں نے کچھ بتایا بھی نہیں آپکی حالت زخمی شیر جیسی ہو گئی"

عصر نے اسکو بازو سے پکڑ کر دائیں طرف دھکیلتے جو منہ سے نکالا اس پر انیس نے اک خون آشام نظر عصر زمان پر ڈالی۔

"کیا مطلب؟ کیا نہیں بتایا تم نے؟"

انیس نے اسے بازو سے دبوچے اپنی طرف دھکیلا تو عصر نے خوفزدہ نگاہوں سے انیس کی سرخ ہوتی آنکھوں میں دیکھا۔

"پہلے آپ خود کو سنبھالیں۔ جو کچھ مجھے بتانا ہے اسکے لیے آپکا ہوش و حواس میں رہنا ضروری ہے۔ اس گلاس پر صبح صبح تشدد کیوں؟"

عصر اسکے دماغ کو مزید خراب کر رہا تھا جو اس وقت انیس برداشت نہیں کر سکتا تھا۔

"عصر زمان! میرے ہاتھوں پٹ مت جانا۔ جو پوچھا ہے وہ بتاو۔ ورنہ تمہاری بھی اسی گلاس جیسی حالت کر دوں گا"

انیس نے اسے سخت نظروں میں لیتے دھمکی دی پر عصر کو تشویش تھی کہ وہ عرشیہ اور انیس کے بیچ غلط فہمی نہ ڈال دے، حالانکہ وہ اسے ابراہیم علوی کا کارنامہ بتانا چاہتا تھا مگر اب انیس کا غصہ دیکھ کر اسے سمجھ آ رہی تھی کہ انیس اس وقت عرشیہ پر پہلے ہی غصہ ہے۔

"میں ہٹا کٹا آپ کے ہاتھ میں کیسے آوں گا بچو"

عصر کی دانت دیکھا کر مستی کرنے کی حرکت انیس کو مزید غضبناک کر گئی۔

"عصر!"

انیس نے دانت پر دانت جمائے تو عصر نے سہم کر اسے دیکھا پھر انیس کو باہر چلنے کا اشارہ کیا کہ یہاں اس کانچ سے اٹے فرش پر کھڑے ہو کر بات نہیں کی جا سکتی۔

"پہلے باہر آئیں۔ میں بتاتا ہوں تفصیل"

عصر کے اصرار پر انیس نے اپنا غصہ قابو کیا اور باہر نکلا، عصر نے خوفزدہ نظروں سے انیس کے تیور دیکھے، اپنے آپ پر ملامت بھی کی کہ کیا ضرورت تھی صبح صبح یہ اگلنے کی۔

"دراصل بات آپکے بابا کے متعلق ہے۔انہوں نے بہت پیسے اڑادیے دو تین دن میں"

عصر مودب ہو کر کھڑا انیس کی طرف دیکھتے بولا تو انیس کے آبرو اوپر اٹھے،وہ کاوچ پر جا کر بیٹھتے اپنی سرد نظریں عصر پر جمائے ہوئے تھا،عصر کا یہیں سانس سوکھ گیا۔

"یہ تو گھسی پٹی خبر ہے۔انھیں میری غیر موجودگی میں اللہ نے بہت بڑا موقع دیا تھا کھل کر عیاشیاں کرنے کا۔یہ بتانا تھا تم نے؟"

وہ شدید مایوسی کے سنگ عصر کی جانب استفہامیہ نگاہیں جماتے مزید بولا تو عصر نے نفی میں سر ہلایا۔

"انہوں نے عرشیہ سے پیسے لیے،اور پیسے لے کر اسکا مشکور ہونے کے بجائے وہ اس لڑکی اور اسکے خاندان کے لیے بہت برا سوچتے ہیں سر۔یہی نہیں عرشیہ کی سائیڈ لینے پر انہوں نے مجھ پر بھی بیہودہ الزام لگایا"

عصر کی آنکھیں جس درد سے بڑی مشکل سے نکلیں، اس وقت وہ پھر اسکی آنکھوں میں اترا، انیس کے چہرے پر کرب کی اک گہری لکیر پھر گئی، وہ لمحہ لگاتے اٹھ کر عصر کی طرف بڑھا۔

"عرشیہ سے کتنے پیسے لیے بابا نے؟ اور تم پر کیا الزام لگایا۔ بولو عصر"

انیس نے اسکو دونوں بازووں سے تھامے جیسے دباسا ڈھاڑتے سوال کیا تھا، عصر کی آنکھوں میں ایسا درد انیس نے کبھی نہیں دیکھا تھا تبھی تو اسکی آنچ انیس کو اپنے سینے تک جاتی محسوس ہوئی۔

"چھ لاکھ۔۔۔۔ اور کہہ رہے تھے یہ عرشیہ اور انکے بیچ کی بات ہے انیس کو مت بتانا لیکن یہ ٹھیک نہیں لگا مجھے۔ آپ جانتے ہیں اپنے بابا کو سر، یقینا انہوں نے اپنی جھوٹی معصومیت سے اس لڑکی کو بیوقوف بنایا ہو گا۔ اس میں عرشیہ المیر کو کچھ کہنا دور، ڈانٹیے گا بھی مت پلیز"

عصر کا تڑپ کر تمہید باندھ کر یقین چاہنا، انیس کے جبڑوں میں تناو کھینچ لایا۔

"میں اچھے سے جانتا ہوں یہ سب لیکن اسے پیسے دینے سے پہلے مجھ سے پوچھنا چاہیے تھا، اسکی یہ حرکت ہر گز قابل معافی نہیں، بابا سے تو اسکا الگ حساب ہو گا۔ تم پر کیا الزام لگایا بابا نے۔ کیا عرشیہ کو لے کر؟ بولو عصر؟"

انیس کا غصہ، اور ہاتھوں کی قوت شدید ہو رہی تھی اور اب عصر کو احساس ندامت گھیر رہا تھا کہ آخر اس نے یہ کیا فساد ڈلوا دیا۔

"سر پلیز۔ یہ بات ابھی رہنے دیں۔ میں خود کو گلٹی محسوس کر رہا ہوں۔ آپ اپنے بابا سے جھگڑا مت کیجئے گا"

عصر کا ڈر کر منمنانا، انیس کو اور تپا گیا۔

"عصر مجھے اتنی تمیز ہے کہ میں نے اپنے باپ سے کیسے بات کرنی ہے۔ تم سے جو پوچھ رہا ہوں وہ بتاو۔ انکا لہجہ، لفظ اور انداز سب۔۔۔۔۔ سمجھ آئی میری بات؟"

انیس کے سخت استفسار پر جب عصر نے ابراہیم علوی کا کہا انیس کو بتایا تو انیس کی ضبط سے کن پٹیاں تن گئیں۔

"تمہیں میں جانتا ہوں، تم پر بند آنکھوں یقین کرتا ہوں یہ تمہارے سکون کے لیے کافی ہونا چاہیے۔ تم اس گھر میں میری ماں کی وجہ سے آئے، وہ لائیں تمہیں وہ بھی میرے لیے۔ تمہاری اہمیت عدین سے کم نہیں ہے۔ اسکے لیے میں تھا پچھلے چودہ سال سے پر تم میرے ساتھ اس وقت سے ہو جب مجھے بولنا بھی ٹھیک سے نہیں آتا تھا۔ بابا کی کسی فضول بات پر سوچنے کی ضرورت نہیں۔ مانتا ہوں عرشیہ کے تمہاری طرف نرم رویہ اختیار کرنے پر میں بھی جلا تھا پر وہ وقتی اثر تھا وہ بھی اس لڑکی سے جڑے میرے جذبات کی وجہ سے۔ میں اسکی بھی معافی مانگتا ہوں تم سے۔ بابا کے کہے ہر لفظ کی بھی۔ وہ ایسی آنکھیں رکھتے ہی نہیں عصر جو دل کا خلوص پہچان سکیں۔ تم تو یہ جانتے ہو۔ اس وجہ سے تمہاری آنکھیں سرخ نہ دیکھوں دوبارہ"

انیس نے جس طرح عصر کا چہرہ ہاتھوں میں بھرتے اسے برادرانہ لب و لہجے میں اسکی اہمیت بتائی، باخدا عصر کی آنکھیں انیس کے اندر آئے اس بدلاو پر سرخ ہوئیں۔

"آ۔۔ آپ نے کبھی میرا چہرہ یوں نہیں تھاما۔ آپ نے کبھی مجھ سے معافی نہیں مانگی۔ کبھی نہیں کہا کہ تم میرے لیے اتنے اہم ہو۔ یہ بھی نہیں کہا کہ عصر تم بڑے ہو پھر بھی مجھے سر کیوں کہتے ہو۔"

اول تین ناممکنات تو ممکن ہو چکے تھے، انیس کا غصہ، اسکی تکلیف عصر کے رو تو آخری جملے پر مسکراہٹ بنی۔

"تم مجھے انیس کہہ سکتے ہو عصر۔ سر کا سفر ختم ہوا چاہتا ہے اب"

انیس نے اسکی گال تھپڑ کی طرح تھپک کر فاصلہ بنایا، جبکہ زیادہ دیر وہ مسکرا نہ سکا، ان سسر بہو پر اس وقت اسے شدید غصہ تھا۔

"ہیں۔۔ کیا سچ میں۔ میں آپکو نیسو پائی کہہ لوں؟"

عصر کو بتیسیاں دیکھا کر پھیلتا دیکھ کر انیس نے اسے خون آشام گھوری سے نوازا۔

"حد ہوتی ہے عصر زمان۔ واپس لے رہا ہوں انیس کہنے کا اختیار۔ تم سر ہی کے لائق ہو۔"

انیس نے اسکی مسکراہٹ سرد نظروں سے لتاڑی اور وہاں سے چلا گیا، عصر نے مسکرا کر اسے دیکھا پھر اسکا سانس سانس بس انیس کے غصہ تھمنے کے لیے دعا میں لگ گیا۔

انیس سیدھا ابراہیم علوی کے کمرے میں گیا تو بابا کو مست انداز میں سویا دیکھ کر پہلے انیس نے وہیں فجر ادا کی پھر ٹھیک انکے بیڈ کے سامنے والے صوفے پر بیٹھ کر ان پر اپنی پتھر نظریں جما گیا، وہ بس انکے جاگنے کا منتظر تھا۔

جبکہ عرشیہ نے دوبارہ اسے خود ہی کال نہ کی۔

بریک فاسٹ اس نے مما کے ساتھ ہی کیا پھر وہ ساتھ ہی نکلی تھیں، سوہا نے اسے ہولڈ نگز ڈراپ کیا پھر وہ سیوانی نکلی پر جاتے ہوئے وہ اس کمینے رئیس کی خیر خبر لینے بھی جانا چاہتی تھی، ویسے تو وہاں کی نرس سے سوہا کا رابطہ تھا مگر رئیس واقعی مرتے مرتے بچا تھا، ڈاکٹرز سے اسے یہی پتا چلا کہ وہ ابھی بے ہوشی میں ہے، جبکہ عرشیہ بھی جب ہولڈ نگز پہنچی تو سٹاف سے ویلکم لیے وہ بابا کے آفس پہنچی مگر عاصم کہیں جانے کو تیار تھا، کوئی سیاسی میٹنگ یہیں ہولڈ نگز میں ہی تھی۔

"مجھے بات کرنی ہے آپ سے"

وہ سفید ہائی نیک ٹاپ کے ساتھ سیج گرین ہائی ویسٹ پینٹ پہنے ہوئے تھی، اوپر سے اسی رنگ کا لانگ کوٹ کندھوں پر سلیقے سے ڈالا ہوا تھا۔

سادہ گھڑی اور ہلکے زیورات اس کے پروفیشنل انداز کو مکمل کر رہے تھے جبکہ نیو ڈھیلز اس کی شخصیت میں وقار اور اعتماد کا اضافہ کر رہی

تھیں، سنہری جھلک دیتے بال وویوز کے سبب فریزی انداز میں کھلے تھے، لائنر مسکارہ اور بیس کنٹورنگ بہت نیچرل تھی، بس آج لپ سٹک ریڈ لگا کر وہ حسینہ آفت بنی تھی، یقینا یہ تیاری انیس کے لیے تھی کہ اگر غصہ کرنے آئے بھی تو اسکی ریڈ لپ سٹک دیکھ کر ہی تھم جائے۔

"میں یہ آدھے گھنٹے کی میٹنگ لے کر آتا ہوں پھر ہم بات کرتے ہیں۔ سیاسی معاملات ہیں ڈیلے نہیں کر سکتا۔ پھر تم سے تمہارے قوباٹور کے بارے بھی جاننا چاہوں گا اور انیس غانم کے بارے بھی۔ تم تب تک کچھ آرڈر کروا اپنے لیے۔ لیمن اور سنیمن کو کیز ضرور ٹرائے کرو یہاں کی۔ بہت فیمس ہیں"

وہ اجلت میں عرشیہ کی گال تھپکتا کمرے سے نکلا تو عرشیہ نے اک غصیل نظر بند ہوتے ڈور پر ڈالی۔

"میٹھا مجھے بس انیس کے منہ سے چاہیے، یہ میٹھا کہ وہ مر رہا ہے میرے لیے۔ کیا وہ میرے پیچھے آئے گا۔ میں نے صبح بہت غصہ جو دلا دیا۔ مغرور شاید نہ آئے۔ آج یہ ریڈ لپ سٹک پہلی بار لگائی ہے بس تمہارے لیے۔ آہ عرشیہ تم نے کر لیے ہولڈ نگز کے کام اس مائنڈ کے ساتھ جب تمہارا سارا دھیان اس سڑو کی طرف ہے"

اپنے آپ سے باتیں کرے خود کو ہی ڈانٹ، کوستی وہ بابا کے آفس ٹیبل پر پڑی براجیکٹ فائیلز اٹھا کر انکے آفس سے نکل گئی، نو بج چکے تھے، انیس اسی صوفے پر جم کر بیٹھا مست و مزے سے نیند میں ڈوبے ابراہیم صاحب کے جاگنے کا منتظر تھا، عدین بھی اٹھ کر کلب کے لیے ریڈی ہو رہا تھا، اسے آج عصر کے ہاتھ کا بنایا چیز آملیٹ کھانا تھا تبھی وہ خود بھی عصر کے ساتھ ہی کچن میں اسے اپنی پسند کی لسٹ تھما رہا تھا۔

انیس کی مسلسل جمی نظروں کا اثر تھا یا پھر خود ہی ابراہیم صاحب کی نیند پوری ہو گئی کہ وہ بستر پر نرم لحاف میں سوئے انگڑائی بھرتے جیسے ہی زرا اٹھے، انیس کو دیکھتے ہی انکے منہ سے بھیانک چیخ پھسلی۔

جس پر انیس کو لاحول پڑنی پڑی اور اٹھ کر بیٹھے ابراہیم علوی کو اپنی ہانپتی ڈری سانس سنوارنے میں باقاعدہ دو تین منٹ لگے۔

"کیا کفن پھاڑ کر بیٹھے مردے کی طرح گھور رہے ہو مجھے۔ جان نکال دی صبح صبح۔ حد کرتے ہو تم برخوردار"

وہ بابا پر پتھر نظریں جمائے بیٹھا انکے اس تھکے چونچلے اور جوک پر زرا بھی امپریس نہ ہوا۔

"صبح صبح؟۔ آدھا دن چڑھ چکا ہے جسے آپ صبح کہہ رہے ہیں محترم۔ تو پھر خوب عیاشیاں اور مزے کیے میرے پیچھے۔ نہ کوئی روکنے والا نہ ٹوکنے والا۔ واہ بھئی۔۔ ویسے اگر میں پکا کہیں دفع ہو گیا، یا مر گیا تو آپ کے تو اچھے

والے مزے ہوں گے۔ اس گھر کی اک اک اینٹ بیچ کر کوئی مستی کر لیا کریں گے۔۔۔۔۔ کیا پتا اس لت کے آگے اپنا آپ بھی کہیں گروی رکھ دیں۔۔۔۔"

انیس کے نہایت نارمل انداز میں بات کرنے پر ابراہیم صاحب نے پرزور جمائی لی پھر لحاف پرے کیے اٹھے، چل کر بیڈ کے کنارے آ بیٹھے جہاں قریب ہی انیس صوفے پر بیٹھا ٹیک چھوڑ کر آگے ہوا۔

"اپنی زبان سنبھال کر بات کرو بچے، تمہارا باپ ہوں۔ تمہارا کوئی ملازم نہیں۔ تمہیں اتنا بڑا آدمی کس نے بنایا؟ میں نے۔ آج جو کڑوروں کماتے ہو اس پر میری محنت لگی ہے۔ تمہاری پڑھائی اور صحت پر میں نے بھی کروڑوں لٹائے ہیں۔ تم مجھے اس لہجے میں مخاطب نہیں کر سکتے انیس۔ اگر میں خرچ کر ہی رہا ہوں عیاشیوں پر تو تمہارا کیا جا رہا ہے۔ کبھی سمندر پر فرق پڑا ہے قطروں کی کمی سے۔۔۔۔ کیوں ہوا اتنے کنجوس۔ اللہ نے تمہیں اتنا میرے لیے ہی تو دیا ہے۔ دل کھول کر لٹایا کرو اپنے پیارے بابا پر"

یہ آدمی ابھی بھی پورے ہوش میں نہ تھا، یقیناً گزشتہ شب بھی نشے کے پورے مزے کیے گئے تھے، ان سے آتی گندی سمیل تک انیس کا دل اوب رہی تھی پر یہ اسکی ہمت تھی وہ انھیں پاس بیٹھا دیکھ اور سن رہا تھا۔

"مجھے آپ پر لٹانے میں کوئی اعتراض نہیں لیکن جب میں نے آج تک آپکی عزت کم نہیں کی، آپکو زلیل وخوار نہیں کروایا تو آپکو بھی اسکا حق نہیں۔ بابا آپ سے شدید بری بدبو آرہی ہے۔ آپ ابھی بھی کسی ندامت میں نظر نہیں آرہے حالانکہ یہ آخری وارننگ تھی آپکی"

انیس کی آنکھیں انکی اس حالت پر سرخ ہوئیں، یہ شخص اس عمر میں ایسی شرمناک حرکتیں کر رہا تھا، انیس کا سر تو پچھلے تین چار گھنٹوں سے پھٹ رہا تھا لیکن اس وقت اس بدبو اور کراہت بھرے احساس سے اسکے سر میں ٹیس اٹھ رہی تھی۔

"آخری وارننگ تم مجھے نہیں دے سکتے۔ تمہاری گرل فرینڈ نہیں ہوں جسے چھوڑ دوگے۔ باپ ہوں۔ مجھے تم نہیں چھوڑ سکتے۔ بتاو تو اب کیوں بھڑک رہے ہو۔ گلے بھی نہیں لگے آکر۔ اتنی بے مروتی"

وہ بابا کو اس حال میں کیا ہی کہتا جب وہ ہر بات کا الٹا جواب دے کر انیس کے ضبط کو آزما رہے تھے۔

"عرشیہ سے کیوں مانگے پیسے؟"

ابراہیم علوی کے چہرے کی رنگت لمحے میں بدلی۔

"عرشیہ نے بتایا تمہیں یا اس خبیث عصر نے؟"

ابراہیم جیسے ہتھے سے اکھڑے، انکی عصر اور عرشیہ کے لیے نفرت سے بھری آنکھیں انیس کو جیسے زمین میں گاڑنے کا سبب بنیں۔

"عصر خبیث ہے واو؟ ہاں خبیث ہی ہے جس نے آپکی اولاد کی اپنی جان سے بڑھ کر حفاظت کی۔ وفاداروں اور پر خلوص لوگوں کی آپکی نظر میں یہی تو دو کوڑی کی اوقات ہے بابا۔ مجھے سن کر حیرت نہیں ہوئی۔ ہنسی آرہی ہے آپکی سوچ پر۔ آپ اس پر اس قدر گھناونا الزام کیسے لگا سکتے ہیں۔ کیا وہ میرے اور عدین کی طرح آپکا اور حمرا کا بیٹا نہیں ہے۔ کیا ایک پل لگتا ہے ساری ریاضت خاک کرنے میں؟ کیا آپ کے لیے صرف پیسہ اہم ہے۔ ہم جیتے جاگتے انسان نظر آنا بند ہو گئے؟"

وہ بابا کی سوچ پر شدید غمگین تھا اوپر سے وہ شخص ڈھیٹائی اور ہڈ دھرمی کا بھرپور مظاہرہ کر رہا تھا۔

"وہ تمہاری بیوی کی کچھ زیادہ ہی طرف داری کر رہا تھا۔ تمہارے حق پر ڈاکا ڈال رہا تھا۔ عرشیہ عرشیہ کہہ رہا تھا۔ اسے تمہارے ساتھ اس لیے نہیں رکھا تھا کہ اپنی اوقات بھول کر تمہاری ہر چیز کی طرح تمہارے ہر رشتے کو بھی اپنا سمجھ بیٹھے"

ابراہیم کی سوئی وہیں اٹکی دیکھ کر انیس نے اپنے کہے پر لعنت بھیجی کہ وہ یہ بات آخر کر کس سے رہا ہے۔

"آپ یہ حرام اور گند پی پی کر اپنا مرتبہ اور مقام بھی بھول آئے ہیں۔ آپ کے منہ سے ایسی باتیں میں نے امید نہ کی تھیں، باخدا میں آپکی اس بھیانک زبان کے جوہر دیکھ کر دنگ ہوں بابا"

وہ افسوس سے اس شخص کو دیکھنے لگا جسے ابھی بھی گردن اکڑا کر اپنے کیے پر فخر ہو رہا تھا۔

"میری بیوی سے پیسے مانگتے کچھ تو خیال آیا ہو گا کہ یہ میں کیا کر رہا ہوں؟ کیا سوچے گی وہ؟"

انیس نے ٹیک لگاتے اس بار بابا کی مطمئن صورت بغور نہاری۔

"اب تم اپنی حد سے نکل رہے ہو انیس غانم۔"

ابراہیم علوی کی آنکھوں میں جلن اور تپش کا دھواں اٹھتا نظر آیا۔

"کیا سکیم لڑائی پھر آپ نے بہو سے پیسے ہتھیانے کی بابا۔ خوب نام روشن کر رہے ہیں میرا۔ کہیں میری عزت بڑھائی ہو تو بتائیں۔ بس گھٹانے پر لگے رہتے

ہیں۔ پھر راتوں کو میرے سرہانے آکر آپکا کہنا کہ مجھ سے بہت پیار ہے صرف لفظ رہ جاتے ہیں۔ یہ پیار ہے آپکو۔ کہ میرے کہے پر آپ اپنی آج تک ان عیاشیوں پر قابو نہیں پا سکے۔ یہ کیسا پیار ہے آپکا مجھ سے۔ میں نے کبھی آپکی پیسے کی ڈیمانڈ رد کی؟ اس لڑکی سے مانگنے کی کیا ضرورت تھی۔ یہ امپریشن ڈال رہے ہیں آپ اس پر اپنے معزز

خاندان کا؟"

نہ تو انیس کی آواز سخت ہوئی نہ لہجہ کیونکہ اب وہ بابا کی غلطیاں معاف کر کر کے بھی عاجز آ چکا تھا، لیکن مجال ہو جو ابراہیم علوی کو کوئی ندامت محسوس ہو رہی ہو۔

"تمہیں تکلیف بس یہ ہے کہ تمہارا باپ دو گھڑی خوشی کیوں پا بیٹھا۔ ہے ناں انیس"

وہ بابا سے کچھ ایسا ہی امید کر رہا تھا اور امید توڑنا تو ابراہیم صاحب کی شان کے خلاف تھا۔

"بلکل ٹھیک سمجھے آپ بابا، آپ اور آپکی اس طرز کی خوشی! کیا ہی کہنے، جس شخص کی خود غرضی نے مجھ سے میری ماں چھین لی، وہ جیتے جی ایسی خوشی نہیں پا سکتا۔ یہی سننا تھا۔ سنیں۔ ایسا ہی گھٹیا پایا ہے آپ نے مجھے"

ابراہیم کو اب بھی کچھ نہ ہوا لیکن اسکے اپنے الفاظ اسکو درد کی گہرائی میں لے گئے۔

"یہ طعنہ کافی دن سے نہیں دیا تم نے مجھے، اچھا کیا۔ مس کر رہا تھا۔ نکل جاو میرے کمرے سے۔ شکل مت دیکھانا اپنی۔ تمہیں بار بار بتا چکا ہوں کہ دوسرے بچے کی خواہش تمہاری ماں کو تھی۔ میں نے اسے بہت سمجھایا پر اسے ہی تمہاری طرح ضد کی بری عادت تھی، بلکل تمہاری طرح ڈھیٹ تھی تمہاری ماں۔ خود تو مر گئی تم جیسا اپنا بگھڑا ورژن چھوڑ گئی میرے سر پر۔ اب تم میرے اور عدین کی جان کا عذاب بنے ہوئے ہو۔ اپنے پیسے کا رعب مت ڈالنا آج کے بعد ورنہ ایسی بد دعا دوں گا کہ سڑک پر آ جاو گے۔ تم جیسا بیٹا نہ بھی ہوتا تو ہم بہت مکمل اور خوش رہتے۔ ہمارے سینوں کا ناسور بنتے جا رہے ہو تم۔۔۔۔۔ جاو یہاں سے۔ صبح صبح نحوست پھیلا دی ہے تم نے"

انیس کے قدم جیسے فرش میں دھنس گئے، ایک لمحے کو اسے لگا کہ سانس لینا بھی محال ہو گیا ہے، مگر پھر اس نے خود کو سنبھالا اور اٹھا کھڑا ہوا۔

"میری نحوست کا سایہ ابھی آپکے سر پر ہے تبھی اسکی قدر نہیں، یہ سایہ جس دن ہٹا آپ کو اسکی کمی نوچ کر کھانہ گئی تو میرا نام انیس غانم نہیں۔ آپ میرے باپ ہیں تبھی یہ سب سن کر سہہ گیا ہوں لیکن اب میرا آپ سے ایسا کوئی رشتہ نہیں بچا کہ میں آپ سے کسی بارے کوئی سوال کر سکوں۔ میری طرف سے یہ مینشن بھی آگ میں جھونک دیں، جو دل ہے کریں، دیوالیہ تو ہو ہی چکی ہے، بیچ کھائیں اپنی آخری بچی فیکٹری کو جس کو میری ماں نے بہت محنت سے تعمیر کروایا تھا۔ اب آپ سے سوال جواب کرنے والا انیس مر گیا۔ آج آپ اس پر فاتحہ پڑھ لیں۔ لاکر میں جو کچھ ہے اسے بھی بیچ کھائیں۔ میں اب آپ سے کسی چیز کے بارے نہیں پوچھوں گا۔ لعنت بھیجیں ایسی اولاد پر جس نے آپکا جینا حرام کر کے آپ سے آپکی آزادی چھین لی ہے۔ انجوائے کریں اب سے کھل کر۔ اب میں یہاں ہو کر بھی یہاں نہیں ہوں"

کمرے میں چند لمحوں کی بھاری خاموشی اتر آئی۔ باہر صبح کی روشنی پردوں سے جھانک رہی تھی مگر اندر کا ماحول سیاہ ہو چکا تھا جب انیس کی آنکھوں میں ہر بار کی طرح سرخائی تو تھی پر آنسو بھی تھے، اپنی اصل اوقات جان کر اسے دلی خوشی ملی تھی۔

"انیس۔۔۔ میرا وہ مطلب نہیں تھا یار"

اس سے پہلے وہ اسکی طرف بڑھ کر اپنے کہے الفاظ کی تلافی کا سوچتے، وہ یوں پرے سرکا جیسے انکے ہاتھ بھی اچھوت ہوں۔

"ناں! مجھے چھونا نہیں۔ آپکے سارے مطلب سمجھ گیا ہوں۔ مجھ جیسے بچے پیدا ہو کر بس پیرنٹس پر عذاب بنتے ہیں جانتا ہوں۔ جب تک میری ماں زندہ رہی میرے لیے دماغی مریض بنی رہی کہ مجھے چوٹ نہ لگے، باولی ہو کر میرے آگے پیچھے رہی کہ اسکے بچے کو نہ کچھ ہو جائے۔ دوسرے بچے کی خواہش بھی اسی لیے کی کیونکہ آپ انھیں اٹھتے بیٹھتے یہ احساس دلاتے تھے

کہ انہوں نے آپکو اک ابنارمل بیٹا دیا۔ میری ماں ڈاکٹروں سے علاج کروانے نکل پڑتی کہ کسی طرح ایشورٹی مل جائے کہ دوسرا بچہ نارمل ہو گا۔ یہ الٹے سیدھے علاج اس عورت کو موزی بیماری کا شکار کر گئے۔ پھر بھی آپکی خوشی، آپکی محبت میں اس عورت نے اپنی جان کی پرواہ کیے بنا آپکو اک صحت مند اولاد دی۔ خود مر گئیں۔ کس لیے؟ آج کے دن کے لیے کہ آپ انکی اسی پہلی جان سے پیاری اولاد کو اپنے سر اور جان کا ناسور کہیں؟ وہ ہوتیں زندہ تو اس پر آپکی جان لے لیتیں۔۔۔۔"

وہ رو نہیں رہا تھا لیکن وہ اندر سے پھٹ گیا تھا اسکا درد اس شخص کو بھی ہوا پر اب تلوار، نیام سے نکل چکی تھی۔

"تم لے لو جان، وہ نہیں پر تم تو ہو ناں۔ ختم کر دو مجھے انیس۔ تمہاری جان چھوٹ جائے گی۔"

وہ بابا کو خود سے دور دھکیلتا اپنی بھیگتی سرخ آنکھیں رگڑ کر کمرے سے نکلا تو ابراہیم صاحب وہیں اپنا سر تھام کر پچھتانے بیٹھ گئے کہ یہ کیا غضب ڈھا دیا، انیس نے اپنے کمرے میں جا کر زور سے دروازہ پٹخا، اسکے وجود کا رہا سہا سارا لہو آگ کی طرح تپ رہا تھا، ضبط، جبر اور تکلیف کی بھیانک شکلیں تھیں جن سے وہ گزر رہا تھا لیکن مجبور ایسا کہ آنکھ سے اک بھی آنسو ٹپکنے نہ دیا، اپنی آنکھیں رگڑ کر وہ واش روم جا گھسا۔

بیس منٹ تک وہ نیچے آیا تو تیار تھا، نک سک تیار مگر اسکی آنکھیں گوشوں تک لال تھیں کہ عصر اور عدین دونوں کو ڈر لگنے لگا کہ ابھی وہ پھٹ نہ پڑے۔

اس نے مرون سویٹر سفید شرٹ کے اوپر پہن رکھا تھا جس کے کف ہلکے سے جھلک رہے تھے جو اسکے سٹائل میں نفاست پیدا کر رہے ہیں۔

گرے ٹراؤزفٹ پینٹ اور سفید سنیکرز اس کو کیچول ٹچ دے رہے تھے، ایک کلائی پر بندھی رولکس کی گھڑی جبکہ گلاسیز اس نے اپنی طرف دیدے پھاڑ کر دیکھتے عدین اور عصر کے سبب اپنی آنکھوں پر چڑھا لیے تاکہ وہ اس سے خوف کھانا بند کریں۔

"ناشتہ نہیں کریں گے؟"

انیس کو باہر جاتا دیکھے عدین نے بھی اپنا بیگ اٹھایا اور پیچھے لپکا تبھی عصر نے ڈرتے ڈرتے عقب سے آواز لگائی۔

"میرے حصے کا آج تم کرو۔ سٹوڈیو پہنچ جانا ایک گھنٹے تک"

وہ عدین کے ہمراہ اسے کہتا باہر نکلا مگر لینڈ کروزر تک پہنچنے تک عدین کو اپنے خطرناک بھائی سے ڈر لگا، ایک تو اس آدمی نے یہ میرون جرسی پہن کر ویسے ہی دہشت پھیلا رکھی تھی کیونکہ عدین اسے یہ رنگ پہننے نہیں دیتا تھا، یہ خونی رنگ لگتا تو اس سے عدین کو یہ یاد آجاتا کہ اسکے بھیو کو کیا بیماری ہے۔

"یہ کلر کیوں پہنا ہے۔ آپکو منع کیا ہے ناں"

عدین نے آخر گاڑی تک پہنچتے ہمت کر ہی لی۔

"عدین۔ چپ کر کے بیٹھو گاڑی میں۔ میرا موڈ سخت خراب ہے اس لیے کوئی سوال جواب نہیں"

انیس کے ڈانٹنے پر عدین نے غصے سے انیس کو دیکھا اور وہیں سے وہ علیم خان کی طرف بڑھا جو گاڑی کے پاس ہی کھڑا تھا۔

"مجھے آپ نے ڈانٹا ہے کیونکہ آپکو غصہ ہے میں نے عرشیہ کی جگہ لے لی، نہیں لوں گا آئندہ۔ جانتا ہوں اب میری وہ جگہ نہیں رہی۔ میں جا رہا ہوں علیم خان کے ساتھ۔"

انیس کے دماغ کا پہلے ہی کچومر نکلا تھا اوپر سے یہ چھوٹا بھی انیس کا دماغ خراب کرنے میں پیش پیش ہوا۔

"تمہارا دماغ خراب ہے۔ کیا بکواس کی تم نے؟ واپس آو"

انیس وہیں سے دھاڑا پر عدین کے اندر بھی خاندانی ڈھیٹائی تھی تبھی وہ بھیو کی بات ان سنی کرتا علیم خان والی گاڑی میں بیٹھا جس سبب علیم کو چار و ناچار جانا پڑا مگر انیس نے اپنے بال مٹھی میں بہت غصے سے دبوچے، دل کر رہا تھا ہر شے آس پاس کی اکھاڑ دے۔

"یا اللہ صبر"

انیس نے اپنے آپ کو گہرے سانس لیتے کمپوز کیا اور گاڑی میں سوار ہوا، وہ زرا لگے ہاتھوں اس عرشیہ کا دماغ بھی درست کرنا چاہتا تھا تاکہ سب کی ہڈ دھرمی پر پھر اکھٹا چینخ سکے کیونکہ ابھی تھوڑا سٹیمنا باقی جو تھا۔

عدین نے بھڑکتے ہوئے بھیو سے منہ ماری تو کر دی پر اسے اسکا احساس کلب پہنچتے ہی ہو گیا، اپنی اس گندی عادت کو کوسا بھی اور تہیہ بھی کیا کہ وہ بھیو سے معافی مانگ لے گا۔

بہر حال علیم خان اسکے ہمراہ ہی اندر گیا تھا، لاکر روم کے پیچھے والا کوریڈور سنسان تھا، وہیں آگے ہی عدین کو جانا تھا، پریکٹس شروع ہونے والی تھی مگر عدین اپنی بوتل لینے آیا تو اسے دبے دبے لہجے سنائی دیے۔

عدین نے علیم خان کو زرا دور ہی رکنے کا ہاتھ سے اشارہ کیا اور سامنے دیکھا جہاں کونے میں ارسل ایک چودہ سالہ لڑکے کے بہت قریب کھڑا تھا،

اسکا راستہ روکے ہوئے، اس لڑکے کی پیٹھ دیوار سے لگی تھی اور وہ واضح طور پر بے چین نظر آرہا تھا۔

"اگر کسی کو بتایا تو ٹیم سے باہر کروادوں گا" ارسل کی آواز میں دھمکی تھی جس سے وہ لڑکا تو خوفزدہ ہوا، عدین کی آنکھوں میں نفرت کا ابال اٹھا کہ ارسل ایسی گھٹیا حرکت اتنی کٹائی کے بعد بھی کیسے کر سکتا ہے۔

عدین کے قدم وہیں جم گئے۔ اس نے فوراً اپنا ہڈی کی پاکٹ سے فون نکالا، کیمرہ آن کیا اور فاصلے سے چند سیکنڈ کی وڈیو ریکارڈ کرلی اتنا کہ ارسل کا

رویہ اور اس لڑکے کی گھبراہٹ واضح ہو جائے جبکہ ارسل اس وڈیو میں اس لڑکے کو بیڈ ٹچ کرتا بھی کیپچر ڈ ہوا تھا۔

عدین نے وہ وڈیو کوچ کے نمبر پر بھیجی اور علیم خان کو اپنے پیچھے ہی آنے کا کہے وہ آگے لپکا۔

"ارسل سر، پیچھے ہٹیں اس سے۔ فورا"

عدین کا لہجہ ٹھنڈا تھا مگر حکم واضح تھا۔

ارسل چونکا، کچھ بڑبڑایا مگر عدین نے بات نہیں بڑھائی کیونکہ وہ لڑکا عدین کو دیکھتے ہی ڈر کر ارسل کی گرفت سے نکل کر عدین کی طرف آگیا، علیم خان نے لپک کر ارسل کو گردن سے دبوچا۔

"کوچ کے پاس چلتے ہیں۔ گھبراو مت تم دوست"

عدین نے اس ہم عمر پیارے سے لڑکے کو اپنے ساتھ لیا اور وہاں سے نکلا، پیچھے پیچھے علیم خان نے اس گندے آدمی کو دبوچ رکھا تھا۔

وہ لوگ کوچ کے آفس پہنچے تو کوچ پہلے ہی وڈیو دیکھ کر آگ ہو چکا تھا۔

کوچ کے آفس میں ویڈیو چل رہی تھی۔ کمرے میں خاموشی گہری تھی۔

"یہ کلب محفوظ جگہ ہے۔ یہاں کسی کو ڈرانا یا ہراساں کرنا برداشت نہیں ہو گا۔ تمہیں غیرت نہیں آئی ارسل۔ وارن کیا تھا ناں کہ تمہاری شکائیت آئی تو تمہاری نوکری جائے گی۔ لیکن اس وڈیو کے بعد تو تم پر ہراسمٹ کا کیس ہو گا"

ارسل نے گھبرا کر اس لڑکے کو دیکھا جو عدین کے ساتھ سہما کھڑا تھا، لیکن عدین کی وجہ سے اب ہمت اور غرور میں بھی نظر آیا۔

"کوچ۔ ایسے گندے لوگوں کو تو مار دینا چاہیے۔ اس نے مجھے بھی ایسے ہی ہراس کیا تھا۔ آپ کوئی فوری ایکشن لیں"

عدین کو اس بار ارسل کی نجات ہر گز نہیں چاہیے تھی اور اب کی بار ممکن بھی نہ تھا، اسکے بہت واویلے کے باوجود ارسل کو فوری طور پر معطل کر دیا گیا، اور باقاعدہ انکوائری شروع کرنے کا فیصلہ ہوا۔ کوچ نے اس لڑکے کے گارڈین کو بھی آگاہ کرنے کی ذمہ داری لی۔

باہر آکر اس لڑکے کے ہاتھ اب بھی کانپ رہے تھے، وہ شاید کل ہی نیا آیا تھا کیونکہ عدین نے اسے نہیں دیکھا تھا۔

"سنو بھائی۔۔ میں عدین علوی"

عقب سے آتے عدین نے اسکی پیٹھ تھپکی تو وہ پلٹا۔

"میں یمل ملک"

وہ اپنا تعارف دیتے زرا ہچکچایا تو عدین نے اس سے پنجا ملایا ساتھ ہی یمل کی آنکھیں افسردہ ہوئیں۔

"وہ کہہ رہا تھا سب مجھے ہی گندا لڑکا سمجھیں گے، کل اسکی گندی نظر تھی اور آج۔۔۔"

عدین نے نرمی سے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

"یاد رکھو، غلطی کرنے والا ہمیشہ دھمکی دیتا ہے۔ وہ ڈراتا ہے تاکہ تم خاموش رہو۔ مگر سچ بولنا کمزوری نہیں، ہمت ہے۔"

عدین نے اسکا کندھا دباتے اسے وہ سیکھ سمجھائی جو اس نے اپنے بھیو سے سیکھی۔

"تمہارا شکریہ عدین"

یمل کے لیے وہ سچ میں محسن تھا۔

"موسٹ ویلکم دوست! آئندہ کبھی بھی کوئی تمہیں بے آرام کرے تو فوراً بتانا، کوچ کو، والدین کو، یا کسی قابلِ اعتماد بڑے کو۔ اکیلے مت جھیلنا۔ تم یہاں کھیلنے اور سیکھنے آئے ہو، ڈرنے نہیں۔"

عدین نے اسے مسکرا کر سمجھایا جس پر یمل اسکے گلے لگا، اور یہ گلے لگنا ان دو کی دوستی کا خوبصورت آغاز تھا، زندگی میں کبھی دوست نہ بنانے کے خیال سوچتے عدین کو اسکا ہم عمر ساتھی ملنے والا تھا، یہ واقعی خوشی سے بھرا اتفاق تھا۔

"بی بریو بڈی۔۔۔ یہ علیم خان ہیں۔ میرے بھیو کے خاص آدمی۔ اب سے یہ کلب میں میرے اور تمہارے دونوں کے باڈی گارڈ ہوں گے۔ تم ٹنشن مت لینا۔ مجھے اپنا دوست سمجھو۔ چلو آوارسل کا پتہ صاف ہونے کی خوشی پر کینٹین کی مزے دار آئس کریم کھاتے ہیں پھر پریکٹس کریں گے۔ یقیناً تم نئے ہو"

عدین نے اپنے پہاڑ باڈی گارڈ کا بتا کر ویسے ہی یمل کو بہت ساری ہمت دے دی اوپر سے علیم خان بھی یہ ذمہ داری خوشی خوشی قبول کرنے کی ہامی بھرتا نظر آیا پھر عدین اور یمل کا باتیں کرتے کینٹین کیفے کی طرف جانے پر علیم بھی انکے پیچھے پیچھے ہی چل پڑا تھا جہاں یمل اسے یہی بتا رہا تھا کہ وہ کل ہی آیا ہے اور بھی انکا تفصیلی تعارفی سیشن چل چکا تھا۔

.._____..

ملک ہولڈ نگز پہنچ کر وہ سیدھا ریسیپشن تک آیا، وہاں سے عرشیہ کے بارے پوچھنا تھا۔

"سر کیا آپ نے ان سے ملنے کا ٹائم لیا ہے؟"

ریسیپشن گرل نے انیس کو سر سے پیر پہلے مغلوب نظروں سے دیکھا پھر اسکے سرد تاثرات سے اٹے چہرے کو دیکھ کر نرمی سے پوچھتے بولی۔

"اسکا سارا وقت میری ملکیت میں آتا ہے۔ صرف اسکے آفس کا بتائیں مس"

خشک لب و لہجے میں اس نے مقابل کھڑی لڑکی سے بات کی جو جبراً سا مسکرائی اور وہیں آتے سٹاف ممبر کو اپنی طرف آنے کا اشارہ کیا۔

"سر کو عرشیہ میم تک پہنچا دیں"

ریسیپشن گرل نے انیس کو ٹیم ممبر کے ساتھ روانہ کیا جبکہ خود وہ انکے جاتے ہی سکھ کا سانس بھر گئی، کیسی دہشت تھی اس شخص کی، جبکہ انیس نے اس آدمی سے وہیں اسکے آفس کا پوچھا اور مزید ساتھ آنے سے منع کیے وہ اپنے پُر وقار انداز میں لفٹ کی طرف بڑھا، ملک ہولڈنگز کی بلند و بالا عمارت میں عرشیہ المیر کا آفس تھرڈ فلور پر واقع تھا، فرش سے چھت تک شیشے کی دیواریں شہر کا پورا منظر پیش کر رہی تھیں۔ اٹالین ماربل فلور، گہرے اخروٹی رنگ کی لکڑی کا کسٹم میڈ ڈیسک اور سنہری ٹچ والی منیمل ڈیکور اس کی حیثیت کی گواہی دے رہے تھے کہ وہ لاڈلی شئیرز ہولڈر ہے۔ ایک طرف پرائیویٹ لاؤنج سیٹنگ اور دوسری جانب شیشے سے الگ کی گئی اسٹریٹیجی لاؤنج نما جگہ تھی، جہاں صرف منتخب لوگ ہی داخل ہو سکتے

تھے۔ تیس فیصد شیئرز کی مالک ہونے کا وقار اس کے آفس کے ہر کونے سے جھلک رہا تھا۔

"ہمم۔ فوکس کرو عرشیہ۔ اسے کچھ دیر بھول جاو"

وہ اپنے آپ کو چیئر سنبھال کر بیٹھی کام پر توجہ دینے کی تاکید کر رہی تھی، اس کے ڈیسک پر مختلف نوعیت کے ہائی ویلیو کارپوریٹ پراجیکٹس کی فائلیں کھلی ہوئی تھیں۔

اس کے سامنے لیپ ٹاپ پر فنانشل پروجیکشنز اور رسک اینالیسس کی شیٹس کھلی تھیں یعنی ہر فیصلہ کروڑوں کے اتار چڑھاؤ کا تعین کر رہا تھا، وہ پورے انہماک سے کام میں لگی تھی، بابا کی میٹنگ کچھ زیادہ ہی لمبی ہو گئی تھی تبھی وہ پچھلے تین دن کا تمام پینڈنگ کام دیکھ رہی تھی جب دروازہ زور سے کھلا، عرشیہ نے بے اختیار سر اٹھا کر خوبصورت سے دروازے سے اندر آتے اس شخص کو دیکھا جسکے خیال اسکی توجہ پہلے ہی کب سے بھٹکائے ہوئے

تھے، اسے خیالوں سے نکل کر اس چیختے شوخ رنگ میں جیتا جاگتا موجود پائے عرشیہ کے ہاتھ سے پین چھوٹ کر گلاس میز پر گرا۔

"ت۔۔ تم یہاں؟"

وہ اپنی چیئر پیچھے کیے اٹھ کھڑی ہوئی، انیس کی آنکھوں میں تیرتی تکلیف اور غصہ عرشیہ نے اچھے سے بھانپ لیا تھا، انیس کی نظر عرشیہ کے ہونٹوں پر جا ٹھہری، جب سے وہ ساتھ تھے یہ پہلی بار تھا کہ عرشیہ نے ایسا رنگ لگایا، اپنے ہوش اڑنے پر قابو پاتا وہ اسکی طرف طوفاتی تیزی سے لپکا تو عرشیہ کا سانس بے ترتیب ہوا۔

"تم مجھے چھوڑ کر کیوں آئی؟ ایسی کیا تکلیف تھی جو بتانا بھی ضروری نہیں سمجھا۔ اور کال پر کیسا ڈھیٹ انداز تھا تمہارا۔ وجہ پوچھنے آیا ہوں اس بے رخی کی پھر اگلا حساب بعد میں ہو گا"

وہ اسکے قریب رک کر اسکی سر سے پیر تیاری کو سرسری دیکھتا اس وقت صرف ان گرے آنکھوں میں اپنی آنکھیں گاڑے آگ ٹپکاتے لہجے میں استفسار کیے بولا تھا، عرشیہ نے فوراً سے اسکی وجاہت و شدت پسندی دونوں سے بیک وقت نظریں چرائیں۔

"اگر تم نے نظر نیچے کی تو میں تمہاری گردن دبا دوں گا۔ سمجھ آ رہی ہے میری بات؟"

وہ اسکا جبڑے سے چہرہ مٹھی میں دبوچے قہر کی طرح برستے بولا، عرشیہ کی پلکیں پھر سے اٹھیں، انیس کی آنکھوں میں اسے جھانکنا پڑا جو شخص اسکی ساری توجہ اور محبت کا اکلوتا حقدار ہو کر بھی اتنا مضطرب و غمگین لگ رہا تھا۔

"مما کو رئیس نے ہراس کرنے کی کوشش کی جس کے بدلے وہ اسے دیوار سے پٹخ بیٹھیں، آئی سی یو روم میں ہے وہ۔ مما کی کال آئی رات تو مجھ سے رہا

نہیں گیا۔ اور میں تم سے بھی ناراض ہوں اس لیے چلی گئی۔ بس یا کچھ اور سننا ہے؟"

وہ اسکی گرفت سخت ہونے پر سب بتانے لگی پر اس ناراضگی کی وجہ انیس کو جاننی تھی۔

"تم مجھ سے کیوں ناراض ہو؟"

وہ اپنے ہاتھ کو اسکی ٹھوڑی پر زرا نرم کر کے جماتا مدھم سرگوشی میں بولا تو عرشیہ نے اپنا گلا بنجر محسوس ہوتے ہی اسکا ہاتھ اپنی چِن سے ہٹایا اور واٹر ڈسپنسر کی طرف بڑھی، انیس نے اسے پشت سے جاتے دیکھ کر اپنا ہاتھ مٹھی میں بدلا۔

"میں ابھی یہ بتانے کے موڈ میں نہیں"

عرشیہ نے پانی کا گلاس ہاف بھرتے لبوں سے لگاتے پیا اور گلاس واپس رکھے وہ اعتماد سے واپس پلٹی۔

"بند کرو اپنی یہ فضول باتیں۔ تم پر مجھے بہت غصہ ہے اس لیے اپنی سختی میں مزید اضافہ مت کرو۔"

وہ طیش میں آتا اس تک نا صرف پہنچا بلکہ عرشیہ کی بازو اپنے ہاتھ میں دبوچ کر اسے اپنے نزدیک کھینچتے اپنی شربتی آنکھیں اسکی گرے آنکھوں میں جمائیں۔

"تمہیں مجھ پر اس لیے غصہ ہے کہ میں نے تمہیں منہ نہیں لگایا؟ اتنا غصہ آ رہا ہے تو پنگے نہ لیتے ناں۔ جاو۔ مجھے بہت کام ہے۔ میں فی الحال تم سے دور رہنا چاہتی ہوں۔ بات کرنے میں دلچسپی نہیں رکھتی۔ کہہ چکی ہوں کہ ناراض ہوں"

عرشیہ کے لب و لہجے میں اتری آندھی، انیس کا موڈ تہس نہس کر رہی تھی۔

"بھاڑ میں گئی تمہاری یہ ناراضگی، تم نے بابا کو پیسے کیوں دیے، مجھ سے پوچھنا دور تم مجھے بتانا بھی ضروری نہیں سمجھتی۔ کس لیے مہربانی کا کیڑا کاٹا تمہیں؟ وضاحت دو گی۔ کیا کہہ کر مانگے انہوں نے؟"

وہ آنکھوں میں اچانک خوف بھر کر انیس کے منہ کو دیکھنے لگی، امید نہیں تھی یہ انکا بھید اتنی جلدی کھل جائے گا۔

"انھیں ضرورت تھی تو ہی مانگے ہوں گے ناں۔ میرے پاس تھے، دے دیے میں نے سڑو"

وہ اسکے غصے کے پیش نظر صلح جو اور سادہ انداز اپنائے بولی۔

"کیا تم مدر ٹریسا ہو۔ تم نے مجھ سے کیوں نہیں پوچھا؟"

وہ ہنوز بھڑکا ہوا تھا۔

"تم کیا ہو جس سے پوچھتی، میں نے کہا ناں میں آزاد انسان ہوں۔ تمہاری قیدی نہیں نہ تمہاری غلام۔ مجھے جو بہتر لگا کیا، کیوں بھڑک رہے ہو۔ کیا انا مجروع کر دی میں نے تمہاری۔ جتنے وہ تمہارے بابا ہیں اتنے میرے بھی تو ہیں اب، کیا تم اب اس پر بھی جلو گے۔ شیم اون یو۔۔۔۔ تم اپنے بابا سے بھی جلو گے یہ سچ میں میرے لیے صدمہ ہے"

وہ اسکے ہاتھ کی گرفت سے اپنی بازو جھٹکتی کچھ اور ہی سمجھ رہی تھی جبکہ انیس دنگ تھا یہ لڑکی کیا بولے جا رہی ہے، یہ جلن کہاں سے گھسیٹ لائی ہے۔

"جلن؟ تم سبکا دماغ آج ایک ساتھ ہی خراب ہونا تھا۔ میں تم سے کیا کہہ رہا ہوں کہ تم نے یہ کرنے سے پہلے مجھ سے کیوں نہیں پوچھا۔ ہوش میں آو اور میری بات سنو۔ تمہارا ہوش تمہارا ساتھ چھوڑ تا لگ رہا ہے مجھے"

وہ اسکا چہرہ ہاتھوں میں بھرتا ہوا اسے سمجھانے کی کوشش میں تھا پر عرشیہ اسکے ہاتھ پکڑ کر جھٹک گئی۔

"وہی تو بتا رہی ہوں انیس، کہ میری مرضی۔ تم بھی کہیں سے ہوش لے آتے خرید کر۔ آسان سی بات سمجھ نہیں آتی تمہیں۔ کیوں زبردستی لڑ رہے ہو۔ تم مجھے کل میری تمام تر ہمت پر آزما چکے ہو، پلیز دوبارہ نہیں۔ میں آج تم سے دور رہنا چاہوں گی تاکہ کل کا اثر زائل ہو سکے۔ اب تم جاؤ شاباش"

وہ اسے دگنے غصے سے کہتی سمجھانے لگی پر انیس کو اسکا لہجہ اکتایا لگا، اور یہ اسکی حالت مزید خراب کرنے کا باعث تھا۔

"تم مجھ سے جتنا دور رہنا چاہتی ہو میں اس سے دس فٹ زیادہ دور ملوں گا۔ اس وقت میں تمہیں یہ کہہ رہا ہوں کہ دوبارہ تم ایسا کچھ کرنے سے پہلے مجھے بتانا خود پر فرض کرو۔ تمہیں میری فیملی پر ایسی مہربانیاں کرنے کی ضرورت نہیں۔ خاص کر ابراہیم علوی پر"

وہ اسکی اکتاہٹ کے جواب میں دگنا بے رحم لہجہ لیے اسے اپنی بات اچھے سے سمجھا گیا۔

"مجھے تم سے پوچھنے کی ضرورت نہیں، میرا جو دل چاہے گا وہی کروں گی۔ تم مجھے کسی چیز کے لیے پابند نہیں کر سکتے انیس"

وہ بھی سخت لہجہ لیے تکرار پر اتری، انیس نے اپنے آپ کو غصہ ہونے سے ہر ممکن روکا پر یہ لڑکی اسے جانور بننے پر اکسا رہی تھی۔

"تم پابند ہو۔ تم میری بیوی ہو اس لیے میرے کہے کی پابند ہو۔ سنا تم نے؟"

انیس کی آواز نہ صرف بلند ہوئی بلکہ وہ چیخ اٹھا، عرشیہ نے اسکی آنکھوں میں زرا بھی لچک نہ پائے افسوس نگاہوں میں بھر لیا۔

"بیوی ہوں پر تمہاری غلام نہیں۔ مجھ پر چیخنے کی کوشش مت کرنا۔ میں اگر سکون سے بات کر رہی ہوں تو تم بھی اپنی آواز نیچی رکھو۔ مجھے ایسے اونچے لہجے سے زیر نہیں کر سکتے تم"

عرشیہ نے برابر مقابلہ کیا، شاید وہ کل سے بہت چڑی ہوئی تھی اور ابھی بھی بے مقصد لڑ کر اپنے اندر کی گھٹن نکالنا چاہ رہی تھی۔

"تم میرا صبر کیوں آزما رہی ہو۔ میں تم سے بس اتنا کہہ رہا ہوں تم ابراہیم علوی کو دوبارہ کوئی پیسے نہیں دو گی۔ اگر وہ مانگیں تو مجھے انفارم کرو گی۔ سمجھ گئی، اور تم سے ایسا کیا مانگ لیا یار۔ تم کیوں نہیں سمجھ رہی میری بات۔ مانتا ہوں تمہاری زندگی، ایون ہر سانس میں نے عذاب کر رکھی ہے پر اس وقت جو میں ڈسکس کر رہا ہوں اسے سمجھو۔ پلیز"

وہ ایک بار پھر نرم پڑے قریب آیا، اس نے عرشیہ کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں بھر کر اپنے ہاتھوں میں جکڑ کر اسے اور خود کو پر سکون کرنے کی کوشش کی۔

"تمہیں اس چیز کی آگاہی کب ہوئی انیس؟ کہ تم نے میری زندگی اور ہر سانس عذاب کر دی۔ تم اپنے الفاظ پر غور کرو کہ تم مجھ پر کیسے الزام لگا رہے ہو۔ میں نے ایسا کہا؟ بولو؟"

وہ اسکے ہاتھوں سے اپنے ہاتھ جھٹکتی انیس کو دیکھتے غصے سے بولی اور انیس نے اپنے بال مٹھیوں میں جکڑ کر فاصلہ سمیٹا، وہ خود کو پر سکون کرنے کے بعد ہی مزید بات کرنا چاہتا تھا تبھی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

"بات بیچ میں چھوڑ کر مت جانا"

وہ عقب سے کَسے ہوئے لہجے میں اسے پکاری تو انیس نے دروازے میں جا کر قدم روکے اور پلٹا۔

"تم میری کوئی بات سمجھ ہی نہیں رہی، اس وقت اگر میں نہ گیا تو کچھ برا ہو جائے گا میرے ہاتھوں۔ جب تمہارا دماغ ٹھیک ہو جائے تو کال کر دینا مجھے۔ تب تک اپنی شکل نہیں دیکھاوں گا۔"

وہ اسے جواب دیے ڈور ناب پر ہاتھ رکھ ہی پایا جب وہ اسے بازو سے پکڑ کر اپنی جانب پلٹا گئی۔

"تم کیوں چاہتے ہو میں ابراہیم علوی کی دوبارہ مدد نہ کروں؟ بتاو۔ کیوں۔۔۔ میرے خیال میں تمہیں تو خوش ہونا چاہیے تھا کہ میں صرف تمہیں ہی نہیں عدین اور ابراہیم انکل کو بھی ایز آ فیملی اپنا چکی ہوں۔ انکو اگر کسی مدد کی ضرورت ہوئی تو بحیثیت بیٹی بھلا میں کیسے انکار کر سکتی ہوں"

وہ اسکے ہاتھ کی گرفت سے اپنی بازو چھڑوانا آگے آیا۔

"میں تمہیں وجہ نہیں بتا سکتا، بس تمہیں وہ سننا چاہیے جو میں کہوں۔ بعض اوقات وجہ جاننا اہم نہیں ہوتا۔ میں بلکل خوش نہیں ہوا یہ سب جان کر۔ اپنے اس دماغ میں بٹھالو کہ ایسی چیز مجھے خوشی نہیں دے گی۔"

وہ اسکو دونوں بازووں سے جکڑتا آفس کے وسط میں لاتے اس پر واضح کر گیا لیکن عرشیہ کو اسکا لہجہ، ٹون اور انداز سب دکھی کر رہا تھا۔

"تمہیں کیا خوشی کچھ دے بھی سکا ہے کبھی؟ ناشکرے ہی رہنا۔ اتنی پیار کرنے والی فیملی کے باوجود تمہاری زبان پر شکر نہیں آتا۔ اسی لیے سڑتے رہتے ہو۔ تمہیں کچھ بھی مطمئین یا خوش نہیں کر سکتا۔ تم اتنے مشکل اور الجھے ہو کہ مجھے میری اگلی پوری زندگی اک آزمائش لگ رہی ہے"

وہ اس وقت برہم تھی پر انیس کس کرب سے گزر کر آیا ہے اسکا عرشیہ کو ہرگز اندازہ نہ تھا۔

"بس کرو لڑکی۔ تم سے بات نہیں کرنا چاہتا۔ میری طرف سے اب تم بھلے واپس مت آو۔ اپنی زندگی کو میرے پیچھے آزمائش بنانے کی کوئی ضرورت نہیں"

وہ اسکو ہوش و حواس میں ایسے تکلیف و اجنبیت سے پکارے گا، بیزار ہو کر اسے دیکھے گا یہ عرشیہ نے ہرگز امید نہ کیا تھا تبھی تو دل و جان سے دکھی ہوئی

"ٹھیک ہے نہیں آوں گی۔ اور نہیں بناوں گی تمہارے پیچھے اپنی زندگی آزمائش۔ مطلب سب ختم ہو گیا؟"

وہ اسکی طرف دیکھنے لگا کہ یہ کیا چاہ رہی ہے۔

"پلیز"

وہ ہارے لہجے میں بولا۔

"تم اپنے بابا سے جل رہے ہو؟ جیسے عصر سے جلے تھے؟ فادی سے ہارش ہوئے، جیسے مجھے چھوتی ہواوں سے الجھتے پھرتے ہو؟"

وہ اسے پریشان کر رہی تھی اور وہ ایسا کچھ بھی سننے کی برداشت نہیں رکھتا تھا۔

"تم کچھ نہیں جانتی اس لیے منہ بند رکھو"

وہ ضبط سے بولا۔

"اچھا۔ میں کچھ جاننے کی اوقات رکھتی ہی نہیں شاید۔ مجھے ہر چیز جاننی ہے۔ تمہارے اس ری ایکشن کی وجہ بھی۔ بتاو مجھے۔ منہ بند نہیں ہو گا میرا انیس غانم"

وہ بضد تھی اور انیس کا دماغ اس وقت پھٹنے کے دہانے آ چکا تھا، اسکا سکون بھی اسے بے سکون کرنے کے پیچھے پڑا تھا تو آخر وہ کیسے خود پر قابو پاتا، انیس کے اندر جمع ہوتا لاوا آخر لبریز ہو ہی گیا۔

"تم مجھے بے سکون کر کے سکون کیسے پا سکتی ہو"

اس کی آواز اس بار مدھم نہیں رہی، دبی ہوئی آگ کا شعلہ بن گئی تھی۔

عرشیہ نے ایک قدم آگے بڑھ کر اس کا بازو پکڑا۔

"میں ایسی ہی ہوں۔ بے درد"

بس وہی لمس جیسے اس کے ضبط پر آخری ضرب تھا۔ انیس نے جھٹکے سے بازو چھڑایا اور میز پر رکھا گلاس پیپر ویٹ پوری قوت سے اٹھا کر شیشے کی میز پر دے مارا، ایک تیز چیخ کی آواز کے ساتھ گلاس ٹاپ دراڑوں میں بکھر گیا۔ شفاف سطح مکڑی کے جالے جیسی ٹوٹ پھوٹ میں بدل گئی۔

عرشیہ سہم کر پیچھے ہٹی۔ چند شیشے کے ذرے فرش پر لڑھکے۔ کمرے میں اس کی ہانپتی سانسوں کی بے ترتیب آواز نگارے کی طرح گونج رہی تھی۔

انیس نے دونوں ہاتھ میز کے کنارے پر رکھے، سر جھکا لیا، گلاس مزید ٹکروں میں بٹتا نیچے گر کر بکھرتا چلا گیا۔

"میں خوش نہیں ہوتا کیونکہ وہ خوشی نہیں رہتی، بہت جلد زلت بن جاتی ہے۔ خاص کر ابراہیم علوی سے جڑی خوشی"

اس شخص کی آواز اب بھاری ہو چکی تھی، عرشیہ کو فکر تھی وہ زخمی کانچ کے ٹیبل کا حصہ انیس کے ہاتھ نہ زخمی کر دے، وہ تڑپ سی اٹھی۔

"تمہیں لگتا ہے میں ناشکرا ہوں خاتون؟ تم کیا جانو میرے حصے کی چیزیں مجھے کیسے اندر سے توڑ دیتی ہیں۔ میرا سکون بنتے انسان کیسے مجھے بے سکونی کی مار مارتے ہیں، تم کچھ نہیں سمجھتی لُما۔ تم میرے درد کبھی نہیں جان پاؤ گی"

وہ ٹیبل پر نسب گلاس کے ٹوٹنے پر نیچے گری فائلز اور عرشیہ کا لیپ ٹاپ دیکھتے جھکا اور اس سے پہلے وہ انھیں اٹھاتا، عرشیہ نے اسکا ہاتھ پکڑ کر روکا کیونکہ نیچے بہت سے کانچ تھے، نہ صرف روکا بلکہ اسے اپنے سامنے کرتے پلٹایا۔

"تمہارا ہاتھ زخمی ہو گا۔ چھوڑ دو انھیں۔ ادھر آو۔۔۔"

عرشیہ نے اسے پکڑ کر ٹیبل کے کنارے سے دور کیا تو انیس کا غصہ قدرے تھم چکا تھا، اسکی جگہ اب افسوس نے لے رکھی تھی۔

"دیکھو میں غصے میں آ گیا تھا۔ تم نے انکو پیسے دیے تھے لیکن مجھ سے چھپایا۔ دوبارہ ایسا مت کرنا۔ اور کچھ کر کے مجھ سے چھپانے کی تو ہر گز کوشش مت کرنا۔ سمجھ آ رہی ہے میری بات؟"

وہ اسکا جھکا منہ اوپر کرتا جیسے اپنے چیخنے کی تلافی کرنا چاہتا تھا اور اس سے پہلے وہ کچھ کہتی، اپنے کیے اور کہے پر شرمندگی کا احساس جتاتی، دروازہ کھلنے پر وہ دونوں ہی گردن گما گئے جہاں سے عاصم ملک اندر داخل ہوا اور آفس کے ٹیبل کی حالت دیکھتے دونوں پر سخت نگاہ ڈالی۔

"یہاں کیا ہوا ہے، یہ سب کس نے کیا۔ کون ہو تم؟ عرشیہ؟"

عاصم المیر ملک کے ماتھے پر ناگواریت سے بل آئے جبکہ عرشیہ نے بابا کی طرف جس طرح افسردگی سے دیکھا، عاصم کو کچھ اندازہ ہو گیا کیونکہ انیس غانم ابھی بھی شدید طیش زدہ لگ رہا تھا۔

"مائی ہسبنڈ۔ انیس غانم۔ ہمارے بیچ تھوڑی بحث ہو گئی تھی، اب سب ٹھیک ہے۔"

عرشیہ نے ہی معاملہ سلجھانے کی کوشش کی جس پر عاصم ان دونوں کی طرف آیا، اس نے انیس غانم کو برہم نظروں میں لیا۔

"چلو میرے ساتھ۔ ہمیں بات کرنی ہے"

انیس نے اسکی بازو پکڑتے یہاں سے لے جانا چاہا پر عرشیہ نے اسکا ہاتھ پکڑ کر ہٹایا۔

"بات کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہم ابھی۔ تم جاو میں آجاوں گی"

عرشیہ نے اسے نرمی سے سمجھانے کی کوشش کی پر انیس کے ہاتھ کی اسکی بازو پر سخت ہوتی گرفت اسے بھی درد دے رہی تھی اور عاصم بھی یہ دیکھ رہا تھا۔

"ابھی مطلب ابھی۔ چلو ورنہ بہت برا ہو جائے گا"

انیس نے اسکو اس وقت یہاں تماشا نہ لگانے کی جڑے بھینچ لیتے تنبیہہ کی۔

عاصم نے آگے بڑھ کر انیس کو دھکا دیتے عرشیہ سے دور کیا، وہ دو قدم پیچھے لہرایا اور اس اچانک افتاد پر انیس اور عرشیہ نے اک دوسرے کی طرف دیکھا پھر عاصم المیر ملک کو۔

"پہلے جو یہ اسکے آفس میں توڑ پھوڑ کی ہے اسے ٹھیک کرواو داماد صاحب۔ میری بیٹی کو دھمکی دینے کی جرت مت کرنا"

عرشیہ نے ہونق ہوتے نظریں اٹھا کر عاصم کو دیکھا پھر انیس کی طرف لپک کر اسکا بازو پکڑتے اسکو پہنچی تکلیف پر اپنا درد بھول گئی۔ اس نے انیس کے چہرے کی سختی دیکھتے اس سے زیادہ غصیل تاثرات چہرے پر لائے۔

"آپ اسے دھکا نہیں دے سکتے بابا۔ پہلی اور آخری بار بتا رہی ہوں۔ اسے تکلیف دینا، مجھے دینے کے برابر ہے"

جتنا غصہ اسے انیس پر تھا، اس سے زیادہ اب عاصم المیر پر تھا کہ انکی جرت کیسے ہوئی انیس کو اس طرح دھکیلنے کی۔

"سر مت چڑھاو اسے"

عاصم نے غصے سے سمجھاتے کہا کیونکہ اسکی دونوں بیٹیاں سر پھرے مردوں کے عشق میں ڈوبی ہوئی تھیں، پہلے وہ یاداشت سے محروم منائم اور اب یہ اچھی بھلی عرشیہ المیر مفت میں اس آدمی کی دھونس سہہ رہی تھی تبھی عاصم کا مشتعل ہونا فطری تھا۔

"دل میں ہے وہ میرے"

عرشیہ نے انکے غصے کی کاٹ کر دی ساتھ انیس کا دل بھی ساکن کر کے رکھ دیا، دونوں نے بیک وقت عرشیہ کے منہ کی طرف دیکھا۔

"سر پر چڑھ کر ناچے تب بھی اسکا حق ہے۔ میرا اور انیس کا جو بھی معاملہ ہو میں یہ برداشت نہیں کروں گی کہ آپ اسے ایسے بے عزت کریں۔ ابھی آپ سے جاسکتے ہیں بابا۔ مجھے آپ سے کوئی بات نہیں کرنی"

عرشیہ کے لہجے میں شدید غصہ تھا، وہ انیس کا ہاتھ زور سے جکڑے اس وقت عاصم کو یہاں سے جانے کو کہہ رہی تھی یہ اس آدمی کو سلگا گیا۔

"تم بعد میں اسکے سر چڑھ کر ناچنے پر روتی میرے پاس ہی آو گی کہ بابا آپ نے ٹھیک کہا تھا۔ بہر حال اسے جلدی روانہ کرو یہاں سے ہمیں کام کی بہت باتیں ڈسکس کرنی ہیں۔"

عاصم نے متنفر انداز میں انیس کی طرف دیکھا تو وہ اسکا ہاتھ چھوڑتی بابا کی جانب بڑھی۔

"وہ میرا حصہ ہے، اسے ایسی نفرت بھری یا غصے سے اٹی نظروں سے مت دیکھیں۔ رہی بات کام کی تو میں اپنا کام خود دیکھ سکتی ہوں۔ آپ سے مجھے

کام کے حوالے سے کوئی مدد نہیں چاہیے۔ کچھ اور بات کرنا چاہ رہی تھی لیکن اب آج کرنی ممکن نہیں رہی۔ آج میرا سارا وقت انیس غانم کا ہے۔ سو معذرت خواہ ہوں"

وہ انکو دیکھنے میں بھی پابند کر چکی تھی جس سبب عاصم کو اپنی نظروں کی تپش بھی کم کرنی پڑی۔

"بس کرو۔ مت لڑو ان سے۔"

انیس نے اسکی بازو پکڑ کر پیچھے کرتے روکا پر وہ انیس کی طرف گھور کر دیکھی ہی اسطرح کہ وہ اسے روک کر پچھتایا۔

"لڑ نہیں رہی۔ انھیں بتا رہی ہوں کہ میرے ساتھ میری چند گنی چنی خوشیاں بھی قبول کرنی ہوں گی۔ خود تو یہ کبھی میرا سکون و فجر نہیں بن سکے، جو ہے اسکے لیے انکا ایسا رویہ ہر گز قابل قبول نہیں"

وہ اپنے اندر کی ناراضگی ہر ممکنہ دبانے کے باوجود بھی یہ سب کہہ بیٹھی جس پر عاصم کے اندر دکھ کی لہر سی اٹھی، وہ چپ چاپ عرشیہ کے آفس سے نکل گیا، عرشیہ نے ضبط سے انکو جاتے دیکھا، پھر انیس کے عقب سے اپنے اطراف بازو حصار نے پر وہ اسے بھی گھبرا کر جھٹکتی روبرو ہوئی، لیکن نظریں نہ ملا سکی۔

"اب تم جاو۔ میں رات کو آجاوں گی واپس مینشن۔ مجھے کچھ کام کرنا ہے"

وہ اسکے حصار سے نکلتی جا کر نیچے جھکی اور اپنا لیپ ٹاپ اٹھا کر دیکھا، ایسا ڈھیٹ تھا کہ ابھی بھی سلامت تھا، چند ضروری فائلز بھی عرشیہ نے اٹھائیں۔

"میں تمہاری مدد کر دیتا ہوں۔ تمہیں ساتھ ہی لے کر جاوں گا"

وہ اسکے چہرے کو تکنے لگی جہاں اب غصہ نہیں تھا، بس نرم تاثر تھا۔

"میں تمہاری موجودگی میں کام نہیں کر سکتی"

وہ وہاں سے اٹیچ اسٹریٹیجی لاؤنج کی طرف بڑھی جو اک طرح کا کانفرس آفس تھا، گول میز کے گرد چھ کرسیاں لگی تھیں، عرشیہ نے ٹیبل پر اپنا لیپ ٹاپ رکھا، ساتھ فائلز بھی ترتیب سے لگاتے کرسی سنبھالی اور کوٹ کے پاکٹ سے فون بھی نکال کر میز کی سطح پر رکھا، لیپ ٹاپ کھول کر اپنا مطلوبہ فولڈر اوپن کیے وہ ساتھ فائلز بھی کھول کر رکھتی تب چونکی جب وہ اسکے ساتھ ہی کرسی پر بیٹھا، عرشیہ نے کوٹ اتار کر اپنی کرسی پر لٹکایا۔

"میں کام کر دیتا ہوں۔ بتاو کیا کرنا ہے۔ تھوڑا بہت ایکسپیرئنس ہے مجھے اس کام کا"

وہ اسکے ساتھ بیٹھ کر اسے کسی قابل ہی نہیں چھوڑ رہا تھا، وہ خاک دھیان دے پاتی، پہلے اسکے خیالات تھے اب وہ جیتا جاگتا پہلو نشین تھا۔

"نہیں چاہیے تمہاری مدد۔ بس تم خاموشی سے بیٹھ جاو۔ میں یہ آدھے گھنٹے میں کر لوں گی۔"

وہ اسکی توجہ، اسکی نظروں کی تپش کے آگے بدحواس ہو رہی تھی۔

"معاف کر دو مجھے۔ تم پر چینخا۔"

وہ اسکے ساتھ بیٹھا ہے اوپر سے بولتے ہوئے اسے دیکھ رہا ہے یہ عرشیہ کے رونگٹے کھڑے کر رہا تھا، پھر جب وہ یہ سوچتی کہ انیس اس سے دو سال پہلے سے پیار کرتا ہے تب تو عرشیہ کی دھڑکنیں بے ترتیب ہونے لگیتیں۔

"میں نے بھی بہت بکواس کیے۔ تم بھی معاف کر دو۔ صبح بھی تمہیں بے جا ستایا۔ ابھی بھی۔ بس تم سے لڑنا چاہتی تھی۔ کرو یونگ سمجھ لو"

وہ لاج و ہچکچاہٹ کا مظاہرہ کرتی سب اُگل گئی، انیس کے لبوں پر مسکراہٹ بکھری۔

"اٹس اوکے۔ تم سب کر سکتی ہو۔"

وہ اسکے لہجے میں اترتے حلیم پن پر موم ہوئی، وہ ایسے نرم محبت بھرے انداز سے اس لڑکی کو اپنے بس میں کر رہا تھا۔

"یہ پراجیکٹ دیکھو۔ تمہیں اسکی لائنگ پرفیکٹ لگ رہی ہے یا اس میں کچھ چیزیں اور ایڈ کروں۔ یہ میرے سٹاف نے تین دن لگا کر فائنلائز کیا ہے۔ اس پر ہمیں بہت بڑا ٹینڈر ملنے والا ہے۔ کوئی کمی تو نہیں؟"

عرشیہ نے لیپ ٹاپ کی سکرین زرا سی انیس کی طرف کی، جس نے عرشیہ پر سے بڑی مشکل سے نظریں سرکا کر سکرین پر کھلے پراجیکٹ کو دیکھا۔

انیس نے چند لمحے سنجیدگی سے سکرین پر نظریں جمائے رکھیں۔ اب اس کے چہرے پر وہی پیشہ ورانہ ٹھہراؤ تھا جو اکثر میٹنگ رومز میں نظر آتا تھا، نہ کہ وہ شخص جو ابھی آگ بنا ہوا تھا۔

"لے آؤ ذرا زوم کر کے فنانشل بریک ڈاؤن والا حصہ..."

اس نے ہلکے سے عرشیہ کو کمانڈ دی۔

عرشیہ نے فوراً سکرین سکرول کی۔ انیس آگے کو جھکا، دونوں کے کندھے آپس میں چھو گئے، عرشیہ کا سانس ایک لمحے کو اٹک سا گیا مگر اس نے خود کو اسکی قربت کے اثر سے بچا لیتے سنبھالا۔

"اوور آل پریزنٹیشن مضبوط ہے ڈیئر"

انیس نے آہستہ سے پورے پراجیکٹ کا جائزہ لیا جبکہ وہ اس ڈیئر پر دل کو اک بیٹ سکپ کرتا محسوس کرتی نظر آئی۔

"لیکن یہاں"

انیس غانم نے اسکرین پر ایک پوائنٹ کی طرف انگلی رکھی۔

"کیا ایڈ کروں ادھر؟"

وہ فوری بے چین ہوئے بولی۔

"ریسک اسیسمنٹ والا سیکشن ذرا جنیرک لگ رہا ہے۔ اگر تم یہاں دو لائنیں اپنی کمپنی کی پچھلی کامیاب کمپلیشنز کا حوالہ ڈال دو، تو کلائنٹ کا اعتماد ڈبل ہو جائے گا۔"

عرشیہ نے چونک کر اسے دیکھا، وہ اسے گائڈ کرتا کتنا پیارا لگ رہا تھا۔

"یہ پوائنٹ میرے ذہن میں آیا تھا مگر مجھے لگا شاید غیر ضروری ہو۔"

عرشیہ کے جتانے پر انیس نے ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ سر ہلایا، دونوں کی آنکھوں میں ایک دوسرے کے لیے ٹوٹ کر پسندیدگی اور پیار ہلکورا اٹھا۔

"تمہارا ذہن درست جگہ کام کیا تھا، خود پر شک کرنا بند کر دو"

وہ چند اور منٹ خاموشی سے ڈسکس کرتے رہے۔ انیس کبھی سکرین دیکھتا، کبھی اسے۔ اور ہر بار جب عرشیہ اس کی طرف دیکھتی، اسے بس یہی یاد آتا وہ ایک دوسرے کے ہیں۔

"ایک اور چیز..."

انیس نے کرسی کی پشت سے ٹیک لگاتے ہوئے اسکو واپس ہوش میں لاتے پکارا۔

"وہ کیا انیس؟"

وہ دل و جان سے متوجہ تھی۔

"اوپننگ سلائیڈ میں ٹیگ لائن تھوڑی زیادہ کارپوریٹ ہے۔ تمہاری کمپنی کی شناخت اس سے زیادہ گرم جوش ہے۔ کوئی ایسا جملہ ڈالو جو وژن بھی دے اور ایموشن بھی۔"

عرشیہ نے کی بورڈ پر انگلیاں رکھیں، چند الفاظ ٹائپ کیے، پھر رک کر اسے دیکھا، پر شوق نظروں سے وہ انیس کے جواب کی منتظر تھی۔

"یہ کیسا ہے انیس؟"

انیس نے پڑھا، پھر مسکرا کر ستائشی نظروں سے عرشیہ کی طرف دیکھنے لگا۔

"پرفیکٹ۔"

وہ لفظ سادہ تھا، مگر لہجہ ملائم اور یقین سے بھرا ہوا جو عرشیہ کے لیے تھپکی تھا۔

کمرے میں اب ٹوٹے شیشے کی کرخت یاد نہیں تھی، بس لیپ ٹاپ کی روشنی اور دو لوگوں کے درمیان بنتی ایک نئی ہم آہنگی تھی۔

"ٹینڈر تم جیت لو گی۔ ملک ہولڈنگز میں تم اک اچھا اضافہ ہو"

وہ اسے شاباشی دیتا مسکرایا اور جو کام عرشیہ کو صبح سے بور لگ رہا تھا، اس وقت اسے اس کام کے اتنے اچھے سے مکمل ہونے پر بہت خوشی تھی۔

"تھینکیو مدد کے لیے"

وہ اسکے ساتھ کا اعتراف خوبصورت لہجے میں کرتی دوبارہ سے لیپ ٹاپ سکرین کو دیکھنے لگی مگر باخدا وہ عرشیہ پر سے نظریں نہ ہٹا پایا تبھی تو عرشیہ کو نامحسوس انداز میں اسکی توجہ کا احساس ملا۔

"کیا ہوا۔ ایسے کیوں دیکھ رہے ہو؟"

وہ انیس کے منہ کی طرف دیکھتی اسکے تاثرات سمجھ نہ سکی کہ وہ اس وقت کیا محسوس کر رہا ہے۔

"دیکھ رہا ہوں تم بہت خوبصورت لگ رہی ہو" انیس کے مسکرا کر بولنے پر عرشیہ بھی شریر مسکرائی، یہ بلکل خوشامدی انداز تھا تبھی کسی قسم کی گھبراہٹ نہ محسوس ہوئی کیونکہ وہ ہرگز بے خود نہ تھا۔

"ایسا کیا کر دیا میں نے خوبصورت لگنے والا؟"

وہ سمٹا سا مسکرائی اور لیپ ٹاپ کی سکرین پر توجہ جمائی۔

"تم نے مجھے پراوڈ فیل کروایا ہے۔ مجھ سے ناراض ہو کر بھی میری سائڈ لی۔ تھینکیو سوئیٹ ہارٹ"

انیس نے کرسی اسکے ساتھ جوڑتے مدہوش انداز میں اپنے ہاتھ کی انگلیاں عرشیہ کے کی پیڈ پر چلتے ہاتھوں سے مس کرتے جو مدہوش کن لہجے میں کہا، وہ صدمے سے چہرہ اٹھا کر اسے دیکھنے لگی، اسکی ہیزل براون آنکھیں عرشیہ کے لیے مسکرا رہی تھیں۔

اس آدمی نے کیا اسے رولر کوسٹر کا فین سمجھ لیا تھا، کبھی لڑکی کہہ دیتا اجنبیت سے اور پھر کبھی اتنے وثوق اور استحقاق سے یکدم سوئیٹ ہارٹ پکار گیا۔

"سوئیٹ ہارٹ؟"

عرشیہ کو یہ آدمی ہارٹ اٹیک دے کر دھچکا دے چکا تھا۔

"اس سے بڑھ کر ہو تم، لیکن ابھی یہی کہنا سیو ہے"

وہ اسکے گال کو ہاتھ سے چھوتا عرشیہ میں اپنے لمس کی تپش سے سنسنی اتار گیا، وہ سمجھ نہ پائی یہ انیس کو کونسا رومینٹک جن چمڑ گیا اچانک۔

"لگ رہا ہے ناراضگی اور غصہ ختم ہو گیا تمہارا"

وہ سمٹی سی لگی جب کام کرتے ہی سوال کیا۔

"ہاں ختم ہو گیا۔ جلدی ختم کرو اپنا کام۔ میں نے ناشتہ نہیں کیا"

وہ اسکا ہاتھ پکڑنے کی کوشش میں تھا جبکہ عرشیہ نے زرا سا چہرہ اسکی طرف موڑا۔

"تو میں نے ہاتھ پکڑے تھے تمہارے یا منہ۔ کر لیتے ناں۔ بتاو میں آرڈر کرتی ہوں"

عرشیہ نے اپنا فون اٹھاتے اسکو جھاڑا ساتھ فکر بھی جتائی اور ایک بار پھر انیس کی توجہ اسکے سرخ ہونٹ اپنی گرفت میں جکڑ گئے۔

وہ اسکے منہ کی طرف دیکھ رہی تھی کہ وہ کچھ بتائے اور انیس کی اپنے ہونٹوں پر جمی نظر بھانپ کر عرشیہ کے رخسار بھی گلابی ہوئے، عرشیہ نے گھبراتے ہوئے انیس کی گال پر محبت سے چپت جڑ دی۔

"ہٹاو نظریں۔ جو پوچھ رہی ہوں وہ بتاو۔ سینڈوچ آرڈر کروں یا آملیٹ کھاو گے۔ یا اوٹس ود فروٹس"

وہ اپنی گال پر حرارت چھوڑتے عرشیہ کے ہاتھ کی جگہ ہاتھ رکھتا اسے ہی دیکھے جا رہا تھا۔

"تم نہیں مل سکتی مجھے؟"

انیس کے بے خود سوال پر عرشیہ کی پلکیں لرزیں۔

"میں تمہیں کھانے کی چیز لگ رہی ہوں؟"

وہ برہم ہوئی۔

"ہاں۔ یہاں سے لگ رہی ہو، یہ جو میرے لیے لگا کر آئی ہو ان لپس پر"

انیس نے اسکی ٹھوڑی پکڑتے اسکے ہونٹوں کی طرف اشارہ کرتے، پھر ان سہمی گرے آنکھوں کو دیکھ کر کہا، اس کی نگاہوں میں اس کے لبوں کے لیے ان کہی خواہش جھلک رہی تھی، عرشیہ نے جواباً خوفزدہ ہو کر انیس کو دیکھا کہ اسے کیا ہو گیا ہے۔

"تمہیں کس نے کہا میں نے یہ ریڈ لپ سٹک تمہارے لیے لگائی۔ پاگل"

وہ اسکی بازو پر مکا مارتی اپنی کلائی اسکے ہاتھ سے چھڑواتی ساتھ سے اٹھے سامنے والی کرسی پر جا بیٹھی اور اب انیس ساتھ نہیں پر آنکھوں کے سامنے تھا، عرشیہ پہلے ہی کام پر فوکس نہ کر پا رہی تھی اوپر سے یہ آدمی پٹری سے اترتا ہوا جان مشکل بنا رہا تھا۔

"پھر؟ نہ تو تمہارے اوٹ فٹ کے ساتھ جا رہی نہ بزنس لک کے ساتھ۔ میرے لیے نہیں لگائی تو اپنی یہ چونچ ابھی صاف کرو"

انیس نے لکڑی کے ٹیبل پر ہاتھ مارتے حکم سنایا جبکہ چونچ والا طنز پر سنل ہو گیا تھا۔

"مجھ جیسے پیارے پرندوں کی چونچ سرخ ہی ہوتی ہے۔ صاف نہیں ہو گی، جو کھانا ہے آرڈر کر لو"

وہ اپنی جانب لیپ ٹاپ پلٹانے لگی جب انیس نے اسکا ہاتھ زور سے پکڑ کر اسکی کلائی مٹھی میں جکڑی جس سبب وہ میز کی جانب جھک سا آیا۔

"ٹھیک ہے میرے لیے نہیں لگائی تو اسے مدھم کرو۔ یہ بہت زیادہ اٹریکشن کا سبب بن رہی ہے۔ اگر یہ میرے لیے نہیں تو کسی غیر کی نظر یہاں ٹھہرنی نہیں چاہیے، ہٹاو اسے۔ تمہارے بیگ میں یقینا کوئی سوبر کلر ہو گا۔ وہ اپلائے کرو لپس پر"

وہ اس بات پر آمادہ ہو گیا کہ یہ تیاری انیس کے لیے نہیں، عرشیہ کا دل چاہا کچھ اٹھا کر اس آدمی کے سر پر مارے۔

"بس یہیں تک تھارو مینس۔۔ آگیاناں بیچ میں انیس غانم کے اندر پایا جاتا سڑاکیڑا۔ تمہیں مجھے ایگری کرنا کب آئے گا۔ کم از کم مجبور کر کے میری ہاں نکلوانا تو سیکھ لو نکمے"

انیس کی ناکام قابو کرنے کی کوشش پر وہ حلق تک کڑوی ہوئی۔

"یہاں آو تمہیں اپنی مہارتیں دیکھاوں"

عرشیہ کی سہمی شکل دفعتاً گلاب ہو کر رہ گئی جب وہ اسے اپنے ساتھ والی کرسی پر بلاتا نظر آیا۔

"ن۔ نہیں دیکھنی مجھے تمہاری مہارتیں"

وہ اپنی کلائی چھڑوانے کی ناکام کوشش کرتی تب سہم کر نظریں اٹھا کر دیکھنے لگی جب وہ اپنی جگہ سے خود اٹھا، عرشیہ کی کلائی اپنی مٹھی سے آزاد کیے بنا وہ اسکے ساتھ والی کرسی پر آ بیٹھا۔

اس کی نظریں عرشیہ کی گردن کے خم پر اشتیاق سے ٹھہر گئیں، وہ اس کی سپید گھبرائے چہرے کو حسرت بھری نگاہوں سے دیکھنے لگا۔ اس کی آنکھوں میں اس کے ہر نقش کے لیے ان کہی تمنا جھلک رہی تھی جو عرشیہ کا دل بھاری کر رہی تھی۔

"تم مجھے دوبارہ بنا بتائے کہیں مت جانا۔ میں تمہارے لیے نارمل ہسبنڈ بننے کی کوشش کروں گا۔ میں تم سے لڑنا بھی کم کر دوں گا، چیخنا بلکل ختم کر دوں گا۔ تم مجھ سے ایسے روٹھو مت۔ میں نہیں رہ سکتا تمہارے بغیر۔ اک لمحہ بھی نہیں۔"

انیس کی نگاہوں کا لمس عرشیہ کو اپنے چہرے پر جلتی لکیر سا محسوس ہوا۔

"م۔ میں بھی تم سے کچھ نہیں چھپاوں گی۔ جو کروں گی، جہاں جاوں گی تمہاری اجازت سے۔ لیکن تم مجھ سے پلیز دوستی کرو انیس، مجھ سے اپنی تکلیف بانٹو۔ میں ایسے ٹھیک نہیں رہوں گی۔ جیسے تم نے کل ڈر بانٹے، میں

چاہتی ہوں ہم سب کچھ بانٹیں۔ ہم لڑیں، جھگڑیں لیکن اس میں کبھی چھوڑ جانے کی بات نہ آئے۔ میں بھی نہیں رہ سکتی تمہارے بنا۔ تمہیں دیکھ کر جینے کی بری عادت ہوتی جا رہی ہے"

وہ اسکی ایفرٹس، اسکی پہل کو سراہنے کی کوشش میں بولی تو انیس نے اسکی مسکراہٹ میں اسکا ساتھ دیا پھر انگوٹھے کی پور اسکے ہونٹوں پر دباتے عرشیہ کے سرخ ہونٹوں پر لگی سرخی اپنے انگوٹھے پر جیسے ہی بکھیر کر مٹائی، عرشیہ نے اسکے سینے پر غصے سے مکا برسایا۔

"بدھو تمہارے لیے ہی لگائی تھی۔ کچھ بھی انسانوں کی طرح مت کرنا تم"

عرشیہ نے ٹشو باکس سے ٹشو نکالتے، اسکا سارا سرخ ہوتا ہاتھ پکڑ کر ٹشو سے رگڑا جبکہ وہ اسکے آنکھیں پھیلا کر گھورنے پر ہنسا، عرشیہ نے اسکا ہاتھ صاف کرنا روکے انیس کو ہنستے دیکھا لیکن عرشیہ کی نظریں پڑتے ہی وہ ہنسنے کو مسکرانے میں بدل گیا۔

"انسانوں کی طرح جب پوچھا تھا تب بتا دیتی۔ اب میں اسے نہیں سراہنے والا۔ تمہاری سزا ہے۔ ہٹو۔ میں خود صاف کر لیتا ہوں۔ تم اپنا منہ دیکھو"

وہ اسکے ہاتھ سے ٹشو کھینچ کر اپنے انگوٹھے کو رگڑنے لگا پر کمبخت اتنی سخت لپ سٹک تھی کہ اپنا نشان اور پھیلا رہی تھی، عرشیہ نے مسکرا کر ٹشو لیتے اپنے ہونٹوں کو بھی صاف کرتے انیس کی طرف دیکھا جو پورا ہاتھ گلابی ہونے پر گندی شکل بنا رہا تھا کہ یہ کیا عجیب رنگ ہے جو اتر ہی نہیں رہا، عرشیہ نے اپنا وہیں رکھا بیگ اٹھاتے اس میں سے مرر اور لائیٹ پنک لپ ٹنٹ نکالا، پہلے مرر کھول کر ہونٹ کے نیچے اور ٹھوڑی کے اوپر جو ہلکا سا خم تھا وہاں لگی لپ سٹک کو مٹایا پھر اپنے ہونٹوں پر پنک لپ ٹنٹ آپلائے کیا، انیس نے بھی تب تک مہارت سے اپنا ہاتھ صاف کر لیا پر یہ کافی اریٹیٹنگ تھا۔

"اب ٹھیک ہے انیس غانم؟"

وہ مرر اور لپ ٹنٹ بیگ میں پھینکتی اسے دیکھتے اشتیاق سے بولی۔

انیس کی نظریں آہستہ آہستہ عرشیہ کے ہونٹوں پر ٹھہریں، جیسے ہر خم اور ہر نازک لکیر اس سے کچھ کہہ رہی ہو۔ وہ اسکے اوپر والے ہونٹ کے نرم خم اور نیچے والے لب کی مدھم جھلک میں چھپی خاموش تمنا کو پڑھنے لگا۔

"اب بھی کچھ ٹھیک نہیں ہے لُما"

بڑبڑاتے انیس کی نگاہیں آہستہ آہستہ اسکے گالوں کی طرف بڑھیں، جہاں ہلکی سرخی اور نرم چمک اس کے حسن کو اور بڑھا رہی تھی۔ ہر حرکت، ہر مسکان میں وہ ایک چھپی ہوئی کشش محسوس کر رہا تھا۔

"کیا مطلب؟ میں تو اچھی بھلی لگ رہی ہوں"

وہ پریشان اور گھبرائی بولی۔

انیس کی نظریں اس کی گردن کے خم پر ٹھہریں، جہاں نرم جلد اور ہلکی لکیر اسکے اندر ایک بے نام خواہش جگا رہی تھی۔ وہ گردن کے اس نازک حصّے کو دیکھتے ہوئے اپنے اندر کی بے قراری کو روک نہیں پا رہا تھا، اسے اپنی دسترس میں لینا چاہتا تھا۔

"اچھا بھلا دماغ خراب کر رہی ہو"

وہ اس سے متفق ہوا، انیس کی نظریں عرشیہ کے جبڑے کی لکیر اور تھوڑی کی نرمی پر ٹھہریں، جیسے ہر جزو اس کے جذبات کی ترجمانی کر رہا ہو۔ وہ خاموشی سے اس کے پورے چہرے کے حسن کو محسوس کر رہا تھا، ہر نگاہ ایک چھپی ہوئی کہانی سناتی، ہر لمس سے پہلے ہی دل میں ایک شوق بھڑکا رہی تھی، عرشیہ نے اسکے اس جان لیوا جائزے پر گھبرا جاتے اٹھ کر لیپ ٹاپ کلوز کیا، فائلیں سمیٹیں کہ پہلے اس بھوکے شیر کو کچھ کھلا لائے ورنہ یہ دیکھ دیکھ کر اسکی ہتھیلوں میں نمی اور بدن کے ہر مسام میں پسینہ اتار لائے

گا، باخدا دیکھنے کی حس اس شخص کی اس قدر قوی تھی کہ پناہ خود کہتی مجھے مانگ لو عرشیہ المیر۔

"چلو تمہیں ناشتہ کروا کے لاتی ہوں"

وہ اپنا فون اٹھائے اسکی طرف پلٹی تو انیس نے بیٹھے بیٹھے چیئر گما کر سر سے پیر عرشیہ کا جائزہ لیا، خود کو انیس کی نظروں میں یوں محصور پائے وہ تھوڑی مضطرب نظر آئی۔

"کیوں۔ تم نہیں ملو گی مجھے؟"

وہ اسکے ہاتھ سے فون لے کر میز پر رکھتا اسکے دونوں ہاتھوں کو پکڑ کر اسے اپنے قریب سرکاتا، عرشیہ کی آنکھوں کی حیرانگی اور خوشی بغور دیکھتے بولا۔

"میں کیسے ملوں؟"

وہ کنفوز سی تھی، انیس نے اسکے دونوں ہاتھ پکڑ کر باری باری چومے تو عرشیہ کی آنکھوں میں محبت کی مدھم چمک اور خاموش شوق اتر آیا۔

"کیسے مل سکتی ہو؟"

وہ اسکے سوال پر نظریں جھکا گئی، سمجھ نہ آیا کیا کہے۔

"میرے خیال میں تمہیں ملی ہوئی ہوں انیس، چلو اٹھو۔ کچھ کھاتے ہیں چل کر۔"

وہ اسکے ہاتھ پکڑے ہی اٹھا، اب وہ نظریں جھکانے کے بجائے آنکھیں اٹھا کر اسے دیکھ رہی تھی۔

"میں۔۔۔ میں تم سے ہر طرح جڑھ چکا ہوں۔ اور کبھی الگ نہیں ہونا چاہتا۔ تم میرے لیے بہت اہم ہو"

انیس اس کے لبوں کی طرف دیکھ کر خاموشی سے اپنی خواہش کو قابو میں رکھنے کی کوشش کر رہا تھا، مگر اسکا دل بے قرار تھا یہ عرشیہ بھی دیکھ کر دل ہی دل میں مسرور ہو رہی تھی۔

"ہاں محسوس ہو رہا ہے۔ میں تمہارے لیے ہمیشہ اہم رہنا چاہتی ہوں۔ نظریں ہٹاو بھی۔ مجھے شرم آ رہی ہے"

عرشیہ نے شرما کر اسکے شانے میں چہرہ چھپایا تو انیس نے اسکے ہاتھ چھوڑتے اسے اپنے سینے لگاتے اپنی باہوں میں ایسے لپیٹا جیسے وہ اپنی اور اسکے دل کی دھڑکن ایک کر دینا چاہتا ہو۔

"نہ تم سے خود کو ہٹا سکتا ہوں نہ نظروں کو۔ میری حالت کچھ ایسی ہی قابلِ رحم ہے۔ لیکن میں اس سے خوش ہوں"

وہ اسے جواباً بازو لپیٹ کر ملی جیسے ان باہوں میں مقید رہنا عرشیہ کی ہر چڑ کا توڑ ہو۔

"میں بھی۔اب پلیز انسانوں کی طرح رہنا ورنہ بہت ماروں گی"

وہ اسے پکڑ کر روبرو لائی،اور پچھتائی کیونکہ وہ پھر سے اس کے لبوں پر حریصانہ انداز میں آنکھیں سرکاتا آنکھوں آنکھوں میں مسکرایا۔

"انیس۔۔۔بس کر دو اب۔۔۔۔بے شرم آنکھوں والے انسان"

وہ اسکا منہ پکڑ کر دوسری طرف کرتی گھبرایا سا ہنسی تو انیس نے اسکا ہاتھ پکڑ کر ڈھیٹائی سے دوبارہ نظریں جمائیں پر اب وہ ایک دوسرے کی آنکھوں میں شرارت کے سنگ کھوئے تھے۔

"اب تم اپنا کام کر سکتی ہو۔شام کو مینشن میں تمہارا انتظار کروں گا۔ہوپ سو اپنے لیے مرتے ہوئے شخص کی دیرینہ خواہشوں کا احترام کرنا تمہاری بھی خوشی بنے گی۔"

وہ اسکا چہرہ ہاتھوں کے پیالے میں بھرتا اسکا جذب سے ماتھا چومتے بولا،وہ دم سادھ کر اسے سنتی،دیکھتی اور محسوس کرتی مسکرائی۔

"ناشتہ ؟"

وہ فکر مند تھی۔

"تمہارا اتنا وقت لے کر اپنی بھوک پیاس بڑھالی ہے۔ اب تگڑا سا لنچ ہی کروں گا ایک ہی بار۔ سٹوڈیو کچھ کام ہیں نکلتا ہوں۔ تمہیں مزید کوئی ہیلپ چاہیے ہوئی تو وڈیو کال کر لینا۔ تمہارے لیے ایویلیبل ہو جاوں گا۔ اپنا خیال رکھنا۔ سی یو۔ میں کسی کو بھیج دوں گا تمہارے آفس میں ہوئی توڑ پھوڑ ریکور ہو جائے گی"

وہ اس کے چہرے کی نرم گال کو چومتے ہوئے، اس لمحے کی ہر دھڑکن میں اپنے دل کی گہرائیوں سے اٹھتی لگن اور شوق محسوس کر رہا تھا، اور اس شوق کو وہ عرشیہ میں بھی اتار رہا تھا جو بلکل مسحور کیفیت میں اسکی سانسوں کی اتنے پاس جمع خوشبو میں غرق اسکا سینے سے سوئٹر مٹھی میں دبوچتی اسے دور ہونے سے روک بیٹھی۔

"جو میرے اندر کی توڑ پھوڑ تم نے اچانک ریکوور کی۔ اس پر مجھے بھی پیار آ رہا ہے۔ کر لوں؟"

وہ اسکے اس طرح حق سے روکنے پر مبہوت ہی تو رہ گیا، دفعتاً انیس کی آنکھوں میں نشہ سا دھوئیں کی مانند اٹھا۔

"کیا اب پوچھ کر کرو گی؟ اس معاملے میں تم میرے کہے یا اجازت کی محتاج نہیں، اُعشقک عرشیہ"

وہ اسکے لبوں کے پاس اسکا نام محبت کے اقرار کے ساتھ پکارا لیکن اتنا مدھم کہ وہ اسکی آواز کے سرور سمیت اسے اچھے سے سن اور محسوس بھی نہ کر سکی، سمجھ بھی نہ سکی عجیب مدہوشی حائل تھی اور انیس کے گال پر اپنے ہونٹوں کو رکھ بیٹھی۔

اس کے ہونٹوں کی نرمی نے انیس کے دل و دماغ کو سرشار کر کے رکھ دیا۔

"اب جاو۔۔ بس اتنا ہی پیار تھا"

وہ اس سے فوراً دور ہو گئی ورنہ وہ ایسا تھا ہی نہیں کہ وہ اس سے اک سانس کی بھی مزید دوری رکھ پاتی۔

"شام میں ملتے ہیں۔ بائے"

وہ اسکی گال پکڑ کر چھوتا ہوا اس سے دور ہوتے ہی باہر گیا اور اسے دیکھتے ہی اسکے آفس سے نکل گیا اور عرشیہ نے فوراً سے پہلے فون اٹھا کر اُعشقک لکھ کر سرچ کیا، جسکا مطلب اور مفہوم یہی تھا کہ یہ پیار کا اظہار ہے اور دیوانگی سے اٹا اظہار ہے، عرشیہ کا وہ گال سرخی پکڑ گیا جسے ابھی وہ چوم کر گیا تھا۔

"م۔ میں مرنے والی کیوں ہو رہی ہوں اس پر۔۔۔ اف۔۔۔ کیا وہ اظہار محبت کر کے گیا ہے؟ نہیں یہ تو بس عام سا اعتراف تھا۔ وہ مجھ سے ایسے آفس میں اظہار محبت تھوڑی کر سکتا ہے۔۔ میرا دل اتنا زیادہ تیز کیوں دھڑک رہا ہے۔ کیا ہو رہا ہے مجھے۔۔"

وہ فون کپکپاتے ہاتھ سے میز پر رکھے اپنے دل پر دونوں ہتھیلیاں جما کر گہرے سانس بھرنے لگی، پر اف اسکی وہ مسکراتی جذب سے بھری آنکھیں سارے فسوں پر بھاری پڑ گئی تھیں۔

اف زہے نصیب!

.._____..

خضر نے آج رات ڈنر پلین کیا تھا تاکہ بیلا، اسکی فیملی خاص کر محراب اور منائم سے مل سکے، اسکا دن تو بزی تھا لیکن وہ جاتے ہوئے مما کو رات کے ڈنر کا بتا گیا تھا جس سبب محراب، منائم کے اٹھنے کی منتظر تھیں تاکہ کچھ سپیشل ڈشیز کے لیے گروسری کر کے آئیں، ویسے تو کک موجود تھی لیکن محراب کچھ سپیشل بنانا چاہتی تھیں۔

گیارہ بجے تک وہ منائم کو جگانے آئیں، وہ اتنے مزے سے سو رہی تھی کہ محراب کا دل نہ چاہا اسے جگائے۔

"میری جان! اٹھ جاو اب۔ ناشتہ کرو پھر ہمیں تھوڑی سی شاپنگ کرنے جانا ہے"

محراب نے کھڑکیوں کے پردے ہٹائے تو ہلکی سی دھوپ کی تمازت جب منائم کے رخساروں پر حدت جگا گئی تو اس نے اپنی مندی مندی آنکھیں کھولتے مما کو اپنی طرف آکر بیٹھتا دیکھے زرا اٹھ کر تکیے سے ٹیک لگائی، پھر گھبرا کر اپنا خالی پہلو دیکھا۔

"مما۔۔ مہویر؟"

وہ پریشان ہو کر اٹھ بیٹھی۔

"وہ تو فجر کے بعد ہی نکل گیا تھا، کہہ رہا تھا تمہارے ڈیڈ نے کچھ اہم کام دیے ہیں۔ مے بی جس نے آگ لگائی اسی سلسلے کوئی معاملہ ہو۔"

منائم نے خالی پہلو کے پار ٹیبل پر پڑی چٹ دیکھ لی پر وہ مما کے چہرے کو دیکھنے کو نظریں ان پر جما گئی۔

"ہوپ سو جس نے یہ کیا وہ جلد پکڑا جائے۔ بھائی کا مجرم بھی اور مہویر کا بھی۔ مما آپ نے انکو جاتے دیکھا تھا؟ کیا آپ تب جاگ رہی تھیں؟"

منائم کی فکر ہنوز ویسی ہی تھی۔

"نہیں میری جان میڈ سے پتا چلا، اس نے مہویر کو ناشتہ پوچھا تھا پر وہ اجلت میں نکلا۔ کہہ رہا تھا شام تک تمہیں پک کر لے گا۔"

محراب نے اسکی فکر ہٹانے کو منائم کی گال تھپکاتے بنایا تو وہ سر ہلا گئی۔

"ہمم۔ ٹھیک ہے۔ انکا کندھا زخمی ہے تبھی مجھے فکر رہے گی سارا دن۔ انکے پاس فون بھی نہیں فی الحال کہ کال کرتی۔"

منائم نے اپنے افسردہ ہونے کی وجہ بتائی۔

"وہ شام تک تمہیں میرے حوالے کر کے گیا ہے، رات خضر کی بیلا اپنے بابا کے ساتھ ڈنر پر آ رہی ہے۔ آج میری اور تمہاری بہت سی مصروفیت

ہو گی۔ ہمیں کوئی یاد نہیں آئے گا۔ جلدی سے اٹھ کر فریش ہو جاو۔ ناشتہ بنوا رہی ہوں۔ پھر ہم باہر نکلتے ہیں۔ ٹھیک ہے؟"

وہ مما کی طرف دیکھتی مسکرائی کہ مصروفیت اچھی چیز تھی پر خوفزدہ بھی تھی کہ اگر پھر بھی وہ یاد آیا تو کیا کرے گی۔

"ٹھیک ہے مما میں آتی ہوں"

منائم نے فرمابرداری سے سر ہلاتے کہنا مانا جس پر محراب نے اسکا ہاتھ پکڑ کر چوما اور اسکی گال سہلاتی اٹھ کر منائم کے کمرے سے چلی گئی، منائم نے فورا بینڈ ہوتے سائیڈ ٹیبل پر پڑا نوٹ اٹھا کر دونوں ہاتھوں میں پکڑ کر کھولا۔

"میں آج بہت زیادہ مصروف ہوں منائم۔ امید کرتا ہوں تم بھی اپنی مصروفیت ڈھونڈ لو گی۔ فون لے لوں گا آج، پھر تمہیں کال کروں گا۔ تمہیں جگانے کا دل نہیں چاہا، اپنا خیال رکھنا اور میری فکر مت کرنا۔ میں تمہیں شام کو ملتا ہوں"

خشک اور بنا کسی جذبے کے یہ پیغام پڑھ کر وہ افسردہ ترین ہوئی، وہ نوٹ واپس ٹیبل کی سطح پر رکھتے تکیے سے ٹیک لگا کر وہی شعور کے دھندلے پل سوچنے لگی، اس نے مہویر کے رویے میں کل صاف بدلاو محسوس کیا تھا تبھی تو بار بار اسی کو سوچ رہی تھی، اور یہ سوچ منائم کو آج پورا دن پریشان کرنے والی تھی۔

"مجھ سے بھاگ کر اچھا نہیں کیا آپ نے، آپکو اسکا حساب دینا ہو گا مہویر میثاق۔"

وہ خود کلامی کرتی لحاف پرے کرتی خود بھی بستر سے نکلی، جبکہ عصر پہلے ہی سٹوڈیو پہنچا تھا، انیس آیا تو اس نے اسکے ساتھ تھوڑی ایکسر سائز کی، پھر وہ دونوں ناشتے کے لیے قریب ہی کیفے آئے، عصر نے اسکے لیے یہاں کا فیمس ناشتہ آرڈر کیا جسے وہ اس کیفے میں انیس کے لیے یا خود بناتا یا اپنی نگرانی میں بنواتا تھا۔

وہ ایک خاص قسم کی سینیمن بریڈ تھی جس کو پورچڈ ایگ کے ساتھ سرو کیا جاتا تھا، اسکے ساتھ ریسبری ہینڈ میڈ سوس کھائی جاتی تھی، اور ساتھ ایوا کاڈو سیلڈ تھا، اور ایک سٹرونگ بہت مدھم شگر والی کووفی۔

عصر نے اپنے لیے بس سموتھی آرڈر کروائی تھی۔

"تم کیوں نہیں کر رہے ناشتہ؟"

انیس نے اپنا ناشتہ کرتے خشمگیں نظریں عصر پر ڈالیں جو اس چائے والے کرتب کے بعد سے کچھ کھا پی نہیں پا رہا تھا۔

"سر میرا منہ درد کر رہا ہے۔"

وہ جھینپ کر بالوں میں انگلیاں پھیرنے لگا جس پر انیس ٹھٹھکا۔

"منہ؟ تمہارا گلا خراب ہے؟ یا جبڑا ہل گیا۔ کس وجہ سے منہ میں درد ہے؟"

انیس نے اپنا بریک فاسٹ روکتے عصر کو نگاہوں میں لتاڑا۔

"سر ایک لڑکی کو امپریس کرنے کے چکر میں گرم گرم چائے منہ میں ڈال لی تھی۔ اوپر سے حلق میں بھی انڈیل لی۔"

عصر کے اس آدھے ادھورے کارنامے کو سن کر انیس بڑی دلچسپی سے مسکرایا کیونکہ وہ اب پوری کہانی سننا چاہتا تھا۔

"لڑکی؟ عصر میاں میرے پیچھے صرف بابا نے گل چھڑے نہیں اڑائے یعنی۔ تم بھی حد سے نکل گئے۔ کون ہے وہ؟ کہاں رہتی ہے۔ میں ملنا چاہوں گا اس سے جسکے لیے تم نے یہ جان لیوا سرکس شروع کی"

انیس کے مسکرانے سے لگ رہا تھا اسکا موڈ اچھا ہے بس یہی موقع تھا کہ عصر اپنے ساتھ ہوئی یہ عشقیہ واردات بیاں کرتا اور پھر اگلے دس منٹ میں انیس کے خوبصورت تاثرات تھے اور عصر کے طرح طرح کے بنائے جاتے منہ کے زاویے، پہلے عرشیہ سے ملنا اور اب عصر کی یہ کہانی سننا، موڈ سنوارنے کا سبب بنا۔

"میں ملنا چاہتا ہوں۔ جاو اسے سٹوڈیو لے کر آو۔ پہلے میں یہ دیکھوں گا وہ تمہارے معیار کی ہے یا نہیں پھر سلیقے سے اسکے گھر جا کر تمہارا رشتہ مانگیں گے۔ جاو"

عصر کے چہرے پر حیرانگی و حیرت کے ملے جلے تاثرات سج گئے۔

"کیا واقعی؟ ابھی ملنا چاہتے ہیں آپ؟"

عصر کی بے یقینی دیدنی تھی۔

"ہاں بلکل ابھی۔ میں مزاق کے موڈ میں تو نہیں ہوں"

انیس کی سنجیدگی مسکراہٹ بھری تھی تبھی تو عصر فوراً سموتھی کے ٹھنڈے بڑے بڑے سیپ لیتا اٹھ کھڑا ہوا۔

"بس پھر میں ابھی گیا اور ابھی آیا۔ سر اسکی فیملی سخت اور لالچی ٹائپ ہے جتنا مجھے محسوس ہوا۔ میر اساتھ اینڈ تک دینا ہے آپ نے۔ وہ میرے ٹائپ کی ہے سچی"

عصر کو تمہید باندھنی پڑی حالانکہ انیس کو اس وقت شدید خوشی تھی کہ عصر نے بھی اپنا سوچا۔

"تمہیں میرے ساتھ پر شک ہے کیا عصر زمان؟"

انیس نے آئبرو اچکائے اسے گھوری دی جس پر عصر نے فورا سے پہلے دانت دیکھاتے نفی کی۔

"تو پھر جاو مس فجر کو مہذب و پر وقار انداز میں اپنے ساتھ لے کر آو۔ میں تم دونوں کو سٹوڈیو آفس جوائن کرتا ہوں"

عصر نے فوری حکم کی تعمیل کی اور وہاں سے جس طرح مسکراتے گیا، انیس کا ناشتہ مزید فرحت بخش کر گیا، ابھی وہ اپنا ناشتہ ختم ہی کر پایا کہ انیس کے ٹیبل پر پڑے فون پر کسی نئے نمبر سے رنگ ہوئی۔

"یس۔؟"

انیس نے فون سپیکر پر ڈالا۔

"میں مہویر۔ تیری مدد چاہیے۔ آرہا ہوں سٹوڈیو۔"

مہویر نے اسے اطلاع دی۔

"سنو۔۔۔"

اس سے پہلے انیس کچھ پوچھتا کال کٹ گئی۔

"حد ہو گئی۔ پیچھے کتے لگے تھے کیا اسکے؟"

انیس نے بدمزہ ہوتے ناشتے کی پیمنٹ کی اور خود بھی کیفے سے نکل کر واپس سٹوڈیو نکلا، اس نے اپنا ایک خاص آدمی رئیس کی خیریت کے لیے بھیجا تھا، اگلی کال اسی کی تھی، رئیس ابھی تک بیہوشی میں تھا، انیس نے سٹوڈیو پہنچ کر سوہا کو کال کی، وہ اس وقت سیوانی میں نئی کولیکشن کے آرڈرز کی بکنگ ڈیٹیل دیکھ رہی تھی جب کال پر اپنے آفس آئی۔

"میں انیس۔ کیسی ہیں آپ سوہا آنٹی؟"

انیس کی آواز سنتے ہی سوہا مسکرا دی۔

"میں ٹھیک مائی سن! تم بتاو۔ رات عرشی تمہیں چھوڑ کر اپنی مما کے پاس آ گئی اس پر ناراض مت ہونا میری گڑیا سے۔ بس میں بھی تھوڑی گھبرا گئی تھی تو اسکا میرے ساتھ کل ہونا بہت بڑی ڈھارس بنا"

وہ انکی بات سنے نرم سا مسکرایا۔

"جی اس نے رئیس والا معاملہ بتایا مجھے، میں نے اسی لیے کال کی تھی۔ آپکو کسی قسم کی پریشانی لینے کی ضرورت نہیں۔ ان فیکٹ میں اور عرشیہ آج ڈنر آپکے ساتھ کریں گے۔ آپ اکیلی نہیں ہیں۔ ہم دونوں ہر وقت آپکے ساتھ ہیں۔ رئیس کو لے کر آپ بے فکر رہیں"

سوہا کی ہمت تو سچ میں آسمان پر جا بیٹھی تھی جب انیس نے اسے اسطرح اپنے اور عرشیہ کے ساتھ ہونے کا یقین دلایا۔

"اوہ میرے بیٹے، تھینکیو۔ مجھے امید نہیں تھی تم یہ کہو گے۔ سن کر دلی خوشی ہوئی۔ وہ نہیں چاہتی تم رئیس کے معاملے میں پڑو، میں نے محسوس کیا وہ تمہیں آنچ آنے سے بھی ڈرتی ہے۔ میں رئیس کو ہینڈل کر لوں گی۔ تم میری فکر مت کرو"

سوہا کو عرشیہ کا ڈر یاد آیا تو وہ انیس سے کہہ بیٹھی جبکہ انیس یہ پہلے ہی جانتا تھا۔

"آپ کیسے ہینڈل کریں گی؟ وہ ہوش میں آکر آپکو ہر طرح نقصان دے سکتا ہے۔ قانونی طور پر بھی اور فزیکلی بھی۔ پلیز مجھے اس معاملے کو خود دیکھنے کی اجازت دیں۔ عرشیہ کا ڈر فطری ہے لیکن ہم اسکی طرح جذباتی ہو کر نہیں سوچ سکتے، اس رئیس کو ہلکا سمجھ کر اگنور نہیں کرنا چاہیے۔ وہ ہمارے لیے کبھی بھی بڑی مصیبت میں بدل سکتا ہے"

سوہا کو انیس کی بات بلکل صحیح لگی، رئیس کو ہلکا لینا بہت بڑی غلطی تھی جو سوہا بھی کرنے چلی تھی۔

"ہمم۔ پر اگر اس رئیس نے تمہیں خراش بھی دی تو میں عرشیہ کو کیا جواب دوں گی۔ وہ اول تو کسی کی فکر نہیں کرتی، لیکن کرے تو جان سے زیادہ پرواہ کرنے لگتی ہے۔ تم اسکے لیے اسکی خشک، اداس اور اکیلی زندگی میں رنگ، روشنی اور مسکراہٹ لائے ہو۔ وہ تمہارے لیے بہت پروٹیکٹیو ہے"

سوہا کے لفظ لفظ پر انیس بند آنکھوں یقین رکھتا تھا مگر اس وقت سوہا کی حفاظت بھی اسکے لیے اہم تھی، وہ عورت عرشیہ کے لیے خاص تھی۔

"میں بھی ہوں اسکے لیے، اور اس سے جڑا ہر پر خلوص انسان بھی میرے لیے اہم ہے۔ آپ بھروسہ رکھیں مجھ پر۔"

سوہا نے نرم سی شفیق مسکراہٹ لیے ہامی بھری۔

"تم پر تو دل و جان سے بھروسہ کیا ہے انیس، میری عرشی کو چند دنوں میں سنبھال لیا تم نے۔ اچھا سنو۔ اس نے تمہیں اپنا ماضی بتایا ہے، اسے زرا جنٹلی ہینڈل کرنا۔ وہ بہت جلدی نروس ہو جاتی ہے۔ میں چاہتی ہوں تم اسے پہلے لفظی محبت کا عادی بناو۔ جب وہ اس ٹروما سے گزر کر آئی تھی تو مجھے یعنی اپنی مما کو بھی خود کو چھونے نہیں دیتی تھی، اسے لگتا تھا جو اسے چھوئے گا وہ درد پہنچائے گا۔ اسکا بچپن اسی ٹروما کی نحوست کھا گئی۔ دو سال وہ امی بابا کے پاس رہی اس حادثے کے بعد مگر پھر اسے میں اپنے ساتھ یہاں لائی کیونکہ

وہاں اسکا علاج بہت سلو ہو رہا تھا۔ اسی چکر میں اسکی پوری زندگی اکیلی اور افسردہ کر دی۔ تم سمجھ رہے ہو ناں میں کیا کہہ رہی ہوں"

سوہا کے لہجے میں خلش و آس تھی اور انیس اس ماں کی ہر فکر اچھے سے بھانپ رہا تھا۔

"میں سمجھ رہا ہوں۔ اس حوالے سے بھی فکر مند نہ ہوں سوہا آنٹی۔"

انیس کے تسلی دینے پر سوہا نے ایسے سانس لیا جیسے بہت بڑی آسانی پر لیا جاتا ہے۔

"تھینکیو۔ خوش رہو۔ رئیس والا معاملہ میں تم پر چھوڑ رہی ہوں لیکن پلیز اس سے محتاط رہنا۔"

سوہا نے اسے محتاط رہ کر احتیاط برتنے کی تاکید کی۔

"میں محتاط ہوں، آپ بھی رہیے، وہ ہوش میں آئے گا تو آپکے لیے ایشو بنا سکتا ہے۔ میں دیکھتا ہوں یہ معاملہ۔ آپ اپنے کام پر توجہ دیں۔ شام میں ملتے ہیں"

وہ سوہا کو تسلی دیتا کال بند کرے پلٹا ہی جب اپنے آفس کی طرف آتے مہویر کو دیکھتے انیس ڈور کھولتا باہر نکلا، مہویر نے اسے دیکھتے ہی اپنے بازو کھولے تھے، انیس نے ہاتھ بڑھا کر اسے یہ کرنے سے روکا۔

"زخم کیسا ہے؟"

انیس نے اسکے کندھے پر ہاتھ رکھتے مہویر کی آنکھوں میں پنپتی شکائیت کو سرے سے رد کیا۔

"گلے نہیں لگا مجھ سے یہ زیادہ درد بھرا احساس ہے۔"

مہویر کے شکوے پر انیس نے اسکی زخمی کندھے والی بازو نرم سنجیدگی سے ہاتھ پھیرتے سہلائی، اسے مہویر کو دیکھنا تھا پھر بعد میں گلے لگانے کو بہت وقت تھا۔

"بیوی سے لپٹ لپٹ کر تھکے نہیں؟"

انیس کی شوخ مسکراہٹ پر مہویر نے جلا بھنا تاثر دیتے سر جھٹکا۔

"وہ بیوی ہے اور تُو!"

مہویر نے منہ بگاڑا۔

"اور میں؟"

انیس نے اسکی ادھوری بات خود کرتے لقمہ دیا، اسے اپنی اہمیت جانتی تھی۔

"بیک بون"

وہ مہویر کے جواب کو ایسا ہی دوستانہ چاہ رہا تھا، انیس نے اسکی گردن کے گرد ہاتھ لپیٹ کر مہویر کو سینے سے لگایا، ہاں اسکی غیر موجودگی میں مہویر پر بہت کچھ قہر سا ٹوٹا جو تھا۔

"مجھے بہت فکر تھی تمہاری، کس نے کیا تمہارے ساتھ یہ گھٹیا پن۔ بس نام بتاو اسکا مہویر، میں اسے زندہ قبر بنا کے گاڑ دوں گا"

انیس کے اندر دبا غصہ باہر نکلا، مہویر نے اسکے سینے سے الگ ہوتے افسردگی سے انیس کو دیکھا۔

"عاصم نے۔۔۔ آ تجھے تفصیل بتاتا ہوں۔ اسی حوالے سے مدد چاہیے تیری"

عاصم کا نام سنے انیس کے ماتھے پر بل پڑے مگر بقیہ تفصیل جاننے کے بعد انیس کے ماتھے کے بل زائل ہوتے چلے گئے، اس نے مہویر کو آج سے پہلے اتنا پریشان حال کبھی نہ دیکھا تھا۔

"اس میں کیا مشکل ہے، موساب کو اٹھوا لیتے ہیں۔ یمل کا پتا نکلوا کر موساب کو تم اور عاصم مل کر ختم کر دینا۔"

انیس کے دیے حل پر مہویر نے اپنا ہاتھوں میں گرایا سر اٹھا کر صوفے پر مزے سے براجمان انیس کو دیکھا۔

"کیا یہ اتنا آسان ہے۔۔ موساب اعوان کی بات کر رہے ہیں ہم۔ وہ اتنا آسان ہدف ہوتا تو میں تیرے پاس آتا مدد کو؟"

مہویر کے خوف کو دیکھتے انیس مسکرایا۔

"کیا تم بھول گئے تم وولف ہو۔ سنگل آرمی۔ ناقابل شکست۔ موساب اعوان اگر آج تک بچا ہوا ہے تو صرف اس لیے کہ اس نے ساری سچائیاں چھپا رکھی تھیں۔ اب تو سب واضح ہے۔ اسکے خلاف اک مقدمہ ڈالتے ہیں کورٹ میں، اسکی کرپشن کے حوالے سے۔ کچھ اصل کچھ فیک۔ پہلے اسے سسپینڈ کروا کر کے ٹریلر دیتے ہیں۔ کیا خیال ہے؟"

انیس کے پلین کی پہلی کڑی ہی مضبوط تھی، مہویر امپریس ہوا۔

"تیرا دماغ شادی کے بعد بھی پورا چل رہا ہے، اسکا مطلب ہے ابھی کچھ بھی اہمم اہمم نہیں ہوا۔ ورنہ تیرے آدھے دماغ پر تیری حسینہ قابض ہو جاتی۔"

مہویر کے اتنے درست جائزے پر انیس نے اسے گھور کر دیکھا، زرا فری کیا ہو جاتا تھا یہ آدمی بکواس کرنے لگتا۔

"بکواس کرنی ہے تو اٹھ کر چلے جاو"

انیس نے اسے انگلی اٹھا کر باہر کی راہ دیکھائی تو مہویر ہنسا۔

"بکواس کرنی ہے پر تیرے سامنے بیٹھ کر۔ بتاناں؟ وہ لڑکی جس کی مجھ سے شادی کا صرف خیال سوچ کر تو نے گلاس ہاتھ میں توڑ کر ہتھیلی میں گاڑ دیا تھا اس سے ابھی تک دور ہے کیا؟"

مہویر کی بکواس رکنے والی نہ تھی، انیس اسے پھر جتنا مرضی آنکھیں دیکھاتا۔

"کونسی دوری؟ بیوی ہے وہ میری۔ میرے ساتھ رہ رہی ہے۔"

انیس نے برہم ہوتے مہویر کو چپ کروانا چاہا۔

"وہی تو پوچھ رہا ہوں میاں بیوی بنے ہو یا نہیں؟"

مہویر کے سوال پر انیس اس سے پہلے ٹیبل پر پڑا واس اٹھا کر اس آدمی کے سر پر برساتا، مہویر نے ہاتھ اٹھا کر توبہ کرتے باز آنے کی ہامی بھری، اب کندھے کے ساتھ سر پھٹنا وہ ہرگز آفورڈ نہیں کر سکتا تھا۔

"عصر سے فاطمہ اور شمس کا پتا لینے میں انکے پرانے محلے جا رہا ہوں۔ کوئی تو تصویر ہو گی انکے پاس یمل کی۔ یا کوئی نشانی۔ اس دن ہارٹ بروکن تھا تبھی کوئی معلومات نہیں لے سکا کہ وہ کس ملک ہے۔ یہ مقدمے والا کام تُو دیکھ

ناں، موساب کے پیچھے لگا اپنے آدمی۔۔اس سے پہلے منائم کو سب یاد آئے، میں یمل کو ڈھونڈنا چاہتا ہوں۔مجھے مدد چاہیے تیری"

مہویر نے مشکل کام ایک بار پھر انیس کے سر ڈالا، جبکہ خود بس اس وقت اس آدمی کو اپنے سسر کی شرط پوری کرنی تھی، نہ بدلا یاد تھا نہ یار پر ڈالا جاتا یہ بوجھ، بس منائم پر دسترس کی گارنٹی چاہیے تھی۔

"مقدمے والا کام مشکل ہے۔موساب نے اپنی کرپشن کے ثبوت اور گواہ چھپا رکھے ہوں گے۔انھیں کھوجنا اک توجہ طلب مرحلہ ہے۔لیکن معمول کے مطابق مشکل کام میرے سر منڈ کر تمہیں اپنی عاشقی پر مہر لگانی ہے تو جاو۔۔۔دیکھ لیتا ہوں میں"

انیس کا اتنے احسان جتاتے انداز میں ماننا دیکھے مہویر سے اسے فلائنگ کس کی جس پر انیس نے آگے سے لعنت والا اشارہ کیے ہاتھ دیکھایا۔

"ایک بار بیوی کا ہو لے بیٹا پھر تیرا بھی مجھ سا حال ہو گا، بکھرا بکھرا، گھبرایا گھبرایا، آدھا ادھورا۔ یہ عورتیں بلائیں ہوتی ہیں۔ آدھے مرد کو سر سے پیر قبضے میں کر لیتی ہیں اور یہ قبصہ چھوٹتا بھی نہیں۔ دیکھ میری حالت، موساب یاد نہیں جس نے میری پوری زندگی برباد کر دی نہ عاصم جس نے مجھے زندہ جلانے کی کوشش کی۔ اسی ظالم سسر کے حکم پر اب یمل کو ڈھونڈنے نکل رہا ہوں۔ جنکو بد دعا دے کر آیا تھا انہی سے یمل کے بارے معلومات لینے جا رہا ہوں۔۔۔ میری حالت پر تجھے ابھی ہنسی آئے گی پر یہ سچ ہے۔"

انیس کو اسکی حالت کہیں سے بھی خراب نہ لگی، بلکہ کمینہ دن بدن جوان ہوئے جا رہا تھا لیکن رونے اسکے سن کر انیس کو اپنے آپ کی فکر ہونے لگی کہ کیا ایسی ناشکری وہ بھی کرے گا، دل ہی دل میں جھر جھری لیتے نفی بھی کی۔

"میں نہیں ہنس رہا۔ جاو کام پر لگو۔ اپنے کندھے کا خیال رکھنا۔ میں کرتا ہوں موساب کے گرد گھیرا تنگ۔ مطلبی آدمی"

انیس نے اسے اٹھ کھڑا ہوتے رخصت کیا۔

"مطلبی ہوں تب بھی تمہارا اکلوتا دوست ہوں۔ کچھ تو بات ہو گی پھر اس مطلبی منحوس میں جسے انیس غانم علوی نے اپنا واحد یار رکھا ہے"

مہویر کے اترانے میں اک وحشی پن تھا، انیس نے اسکے کہے کی ہر گز تردید نہ کی۔

"بس کیا کروں۔ اپنی بدقسمتی بھی دل و جان سے پیاری ہے مجھے۔ اب نکلو۔"

انیس نے اسے روانہ کیا جبکہ مہویر نے اسکو پلٹتا دیکھے پکارا۔

"بیوی کو خوش کرنے کی ٹپس چاہیں تو میں حاضر، کمرہ بھی سجا سکتا ہوں تم دونوں کا۔"

انیس نے اسکی طرف مڑتے گھور کر مہویر کی بتیسی دیکھی۔

"اس عمر میں یہ سلامت دانت اور بال ہی تمہیں تیس سال کا جوان دیکھا رہے ہیں مہویر، کیوں میرے ہاتھوں گنجا ہونے کے ساتھ دانت تڑوانے کے ارمان پال رہے ہو۔ جاو۔ سر ہی کھاتا ہے یہ آدمی میرا"

انیس نے ہڑبڑاتے آفس کی طرف رخ کیا پر مہویر کے شریر قہقہے نے اسکا کچھ دیر تک پیچھا کیا، مہویر نے اسکے سٹوڈیو سے نکلتے ہی منائم کو کال کی جو مما کے ساتھ مال میں گھومتی گروسری میں مصروف تھی۔

فوراسے انجان نمبر کی کال اٹھا گئی۔

"مہویر"

مہویر اسکی آواز میں اتری گھبراہٹ بھانپتے اپنی گاڑی میں سوار ہوا۔

"تمہیں کیسے پتا چلا یہ میں ہوں؟"

وہ سیٹ بیلڈ فکس کرتا حیرت سے بڑبڑایا۔

"میرا نمبر بس اپنوں کے پاس ہی ہے۔مجھے سوتے میں چھوڑ کر کیوں گئے ؟"

وہ شکوہ کرتے اپنی آواز بھی نم کر گئی۔

"کیونکہ جاگتے میں جاتا تو تم جانے نہ دیتی۔میں ٹھیک ہوں، تمہیں رات کو لے جاوں گا"

وہ اسکو پریشان دیکھتے نرم پڑا۔

"ڈنر مما کی طرف ہی کیجئے گا۔بیلا بھابھی اور انکے بابا آرہے ہیں۔اور میں آپ سے ناراض ہوں مہویر۔"

وہ مما کے پیچھے پیچھے ہی چل رہی تھی تاکہ کھو نہ جائے، محراب اسے گاہے بگاہے دیکھتی ہوئی ہی چیزیں خرید رہی تھی۔

"ناراض کیوں ہو؟"

وہ ڈرائیو سٹارٹ کرتا، گاڑی سٹوڈیو کے پارکنگ لاٹ سے نکالے روڈ پر ڈال گیا جبکہ اسکے سوال میں سراسر حیرت امڈی۔

"مل کر بتاوں گی۔ میں مما کے ساتھ گروسری کرنے آئی ہوں۔ میرا پورا دن اداس کر دیا آپ نے اس لیے بات نہیں کرنا چاہتی آپ سے ابھی"

وہ اسکی ناراضگی میں بھی ڈھیڑ سا پیار محسوس کیے جی سا اٹھا۔

"میں آکر مناتا ہوں تمہیں۔ ابھی دعا کرو جس کام میں بزی ہوں وہ ہو جائے، رات تو نہیں رکو گی ناں مما کی طرف؟"

وہ اسکو سزا دینا چاہتی تھی۔

"رک بھی سکتی ہوں۔"

وہ زرا بھرم دیکھانے لگی۔

"جیسا تم چاہو"

مہویر نے مسکراتے ہوئے اعتراف کیا۔

"غصہ کریں کہ نہیں منائم، تم میرے ساتھ چلو گی۔ خبر دار رکی"

وہ اسکو اکسانے کی کوشش میں بڑبڑائی پر مہویر کے لبوں پر بکھری مسکراہٹ گہری ہوئی۔

"میں تمہیں منالوں گا، ایک نظر کی مار ہو تم۔ چلو بند کرو کال۔ خوب انجوائے کرو مما کے ساتھ۔ جوائن کرتا ہوں شام تک تمہیں۔ نمبر سیو کر لینا میرا"

مہویر نے یقین سے مسکراتے چند ہدایات دیں اور رابطہ توڑا جس پر منائم نے وہیں کھڑے کھڑے مہویر کا نمبر سیو کیا پر ساتھ شیطانی غصے والا ایموجی بھی ایڈ کیا، پھر خود ہی مسکرا دیتی وہ محراب کی طرف بڑھ گئی۔

.._____..

"تو پھر آ رہی ہو ناں تم۔ آج ڈنر پر، میں نے تیاری شروع کروادی ہے"

خضر آج بھی کسی انٹرویو کے لیے آیا تھا، سارہ اور طاہر اسکے ہمراہ ہی تھے، اس وقت انٹرویو بریک تھا جب فائنلی خضر کی بہت سی کالز کا جواب دینے کو بیلا نے کال بیک کر دی۔

"جی آوں گی۔ یہ بتائیں آپکے لیے اور آپکی فیملی کے لیے کیا لاوں خضر؟"

وہ اس وقت اپنے ہیر اسٹائلش کے ساتھ تھی، وہ بیلا کے بالوں کا ٹریٹمنٹ کر رہی تھی۔

"کچھ بھی مت لاو، خود آ جانا۔ منائم اور مما تم سے ملنے کو بہت بیقرار ہیں"

خضر کا بھی اسٹائلش ہلکا سا میک آپ سیٹ کر رہی تھی کیونکہ یہ انٹرویو لائیو ٹی وی پر جا رہا تھا، ہجوم میں بھی انھیں ایک دوسرے سے بات کرنی اہم لگی۔

"بس وہ دونوں بے قرار ہیں؟"

بیلا کے لہجے میں خفیف سی نرمی اور حیا گھلی تو اس بار خضر کا قہقہہ سا چھوٹا لیکن بہت سوبر سا۔

"فون پر کیوں بتاوں؟ اس جواب کے کے لیے میرا ہاتھ پکڑ کر پہلے مجھے فیل کرنا ہو گا، بہر حال ریمائنڈر کے لیے کال کی تھی۔ شام کو ملتے ہیں۔ بائے سوئیٹ کارن"

وہ اسکے لہجے میں اترتی شیرنی اور نرمی پر مسکائی اور رابطہ توڑنے کے بہت دیر تک وہ شرمیلی لہر میں لپٹی نظر آئی، وہیں دوسری طرف عصر زمان، دافائر لیڈی تک پہنچ چکا تھا۔

"مس فجر جبرئیل سے ملاقات ہو سکتی ہے؟"

وہ اسی سیکشن میں آیا جہاں فجر پائی گئی تھی پر مگر وہاں کے بدلے میڈیکل سٹاف کو دیکھتا وہ انہی میں سے اک خاتون سے مخاطب ہوا۔

"آپ مسٹر عصر زمان ہیں؟"

وہی خاتون عصر کی طرف اپنے بیگ سے اک انویلپ لیے بڑھی تو عصر نے سر اثبات میں ہلاتے اسے دیکھا۔

"جی۔ڈاکٹر فجر کہاں ہیں؟"

عصر نے اس لڑکی کو دیکھتے اپنا سوال اس بار قدرے بے چینی سے دہرایا۔

"وہ چلی گئی ہیں"

عصر کے اعصاب پر یہ جملہ بھاری پتھر بن کر گرا۔

"کیا مطلب ہے اسکا؟"

عصر نے اس نیو سٹاف ممبر کی طرف سرد نگاہیں جمائے کھردرے بے یقین انداز میں پوچھا۔

"انکی شادی ہو رہی ہے۔وہ جاب چھوڑ گئیں۔آپکے لیے بس یہ خط دے کر گئیں"

اس لڑکی نے وہ لفافہ عصر زمان کی طرف بڑھایا جس نے حلق میں اٹھتے درد اور تکلیف کے سنگ ہاتھ بڑھا کر وہ خط پکڑا، وہ لڑکی واپس جا چکی تھی۔

"میرے ساتھ ایسا گندا مزاق نہیں کر سکتیں آپ فجر"

عصر نے زندگی بھر کی ہمت لگاتے وہ لفافہ وحشیوں کی مانند پھاڑا اور اندر موجود کاغذ، باہر نکال کر لفافے کو فضا میں اچھالتے، دونوں ہاتھوں سے وہ کاغذ پکڑ کر کھولا۔

"میں مجبور تھی۔ یہ شادی مجھے کرنی ہو گی کیونکہ میرے بابا نے مجھے بیچ دیا ہے۔ ان لوگوں نے میرے بدلے اس قیمت سے ہزاروں گنا زیادہ پیسے دے دیے جتنے میں ایک مہینے میں یہاں کماتی ہوں۔ میرے بابا نے مجھے بہت سال بعد گلے لگایا۔ میں اپنی ماں سے گلے لگ سکی۔ یہی میرا اینڈ ہے عصر، مجھے معاف کر دینا آپکو امید دلائی۔ میں آپکو کبھی نہیں بھلا سکوں گی۔ اک شاندار مرد کو آپ جیسا ہونا چاہیے۔ اللہ حافظ"

عصر نے خط اپنی مٹھی میں بھینچ کر حقارت سے غیر مرئی نقطے کو دیکھا تو اسکی آنکھیں انگارہ ہوئیں۔

خط کے کاغذ کی چرچراہٹ اُس کی مٹھی میں دب گئی۔چند لمحوں تک وہ وہیں کھڑا رہا، جیسے لفظ ابھی بھی کانوں میں گونج رہے ہوں۔

عصر کے جبڑے سخت ہو گئے۔

"تمہیں کس نے حق دیا یہ سب اکیلے طے کرنے کا، فجر؟"

اس کی آواز بمشکل سرگوشی تھی مگر اندر آندھی چل رہی تھی،وہ مٹھی میں وہ خط دبوچتا ہوا جیم سے نکل گیا مگر صاف لگ رہا تھا کہ عصر کا دل وہ لڑکی بری طرح کرچیوں میں بانٹ گئی ہے۔

وہیں دوسری طرف خاور سلطان اور عاصم کی کچھ میٹنگز تھیں جس سبب عاصم کا موڈ بہتر ہو گیا ورنہ وہ عرشیہ کے رویے سے کافی ہرٹ تھا،ویسے تو اسے عرشیہ کے ہر طرح کے رویے کے لیے خود کو تیار کرنا چاہیے تھا مگر

عاصم المیر ملک ان لوگوں میں شمار تھا جو خود تو چاہے جتنی ناانصافیاں کرتے رہیں لیکن جب کوئی دوسرا ایسا رویہ اختیار کرے تو تڑپ اٹھتے ہیں، عرشیہ نے بھی بلکل معذرت نہ کی، اسکا پورا دن ہی بابا کے ساتھ رویہ سرد ہی رہا، پھر انیس کے میسج پر وہ تھوڑا سا مسکرائی جب اس نے عرشیہ کو سوہا کی طرف ہی شام آنے کا بتایا تاکہ کچھ وقت وہ دونوں سوہا کے ساتھ گزار کر پھر ایک ساتھ واپس علوی مینشن جائیں۔ اور عرشیہ کو اسکا یہ خیال پسند بھی آیا، بہر حال آج اسکا دن ہولڈ نگز میں بہت مصروف گزر رہا تھا۔

.._____..

انیس نے ساڑھے چار تک عدین کو کلب سے پک کرنا تھا، مگر صبح کا گیا عصر نہ واپس آیا نہ ہی اس کا فون آن تھا، انیس نے کئی بار اسکا نمبر ٹرائے کیا مگر عصر کا نمبر بند تھا تبھی وہ سٹوڈیو میں سٹاف کو کہہ کر نکلا کہ جیسے ہی عصر آئے اسے کہے اپنا فون آن کر کے کال بیک کرے، جبکہ خود وہ فٹ بال کلب گیا، عدین اور یمل کا آج کا دن ساتھ بہت اچھا گزرا تھا، علیم خان نے دونوں پر سارا دن

کڑی نظر رکھی تھی، موساب نے ارسل کے خلاف ایکشن لے لیا تھا جیسے ہی اسے کلب اونر کی جانب سے یمل کے ساتھ ہوئے حادثے کی خبر ملی، وہ خود کلب نہ جاسکا کیونکہ وہ کسی اہم مشن میں مصروف تھا، گاڑی یمل کو بھی لینے آچکی تھی۔

"اب تم میرے اچھے دوست ہو عدین، مجھے تمہارے ساتھ بہت اچھا لگا۔ میں انکل کو تمہارے بارے میں بتاوں گا، وہ ضرور مجھے تم سے دوستی کرنے کی پرمیشن دے دیں گے"

یمل اور عدین ایک ساتھ ہی کلب سے باہر نکل رہے تھے، یمل نے اسے بتایا تھا کہ اسکا ایک انکل کے سوا کوئی نہیں، وہی اسکے گارڈین ہیں، جبکہ یہ بھی کہ وہ کسی سے دوستی کرنے یا زیادہ بات چیت کرنے کی پرمیشن بھی نہیں رکھتا۔

"تم مجھے ملوا دینا ان سے یا میرے بھیو کو، وہ خود اجازت لے دیں گے۔ مجھے تو میرے بھیو نے ہمیشہ اچھے بچوں کے ساتھ رہنے کی تاکید کی اور دوستی سے منع نہیں کیا لیکن مجھے کبھی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔ میرے بھیو میرے لیے کافی رہے۔ لیکن یہ نیا سال میرے لیے بہت اچھا ہے، پہلے مہرو میری دوست بنی اور اب تم۔ مجھے لگتا ہے انسان کو دوست ضرور بنانے چاہیں"

عدین کی مسکراہٹ اور یہ وضاحت سنے یمل بھی نرم سا مسکرایا، اسی بیچ انیس کی گاڑی پارکنگ میں رکی، انیس باہر نکلا اور علیم کی طرف بڑھا جس نے انیس کو ارسل کے پھر سے گھٹیا عمل کے بارے بتایا اور عدین کی بہادری بھی بتائی جو انیس کو خوشگوار مسرت بخش گئی۔

وہ علیم خان کو روانہ کیے اک دوسرے لڑکے کے ہمراہ آتے عدین کو دیکھے اسکی طرف بڑھا۔

"وہ دیکھو میرے بھیو"

عدین نے مسکراتے ہوئے انیس کو دیکھا اور یمل کے پاس سے آگے بڑھتا وہ بھیو سے جا لپٹا، یہ صبح والی بد تمیزی کی تلافی بھی تھی، انیس سنجیدہ تھا، اسکی نظر یمل ملک پر تھی۔

"بھیو صبح کے لیے سوری۔ آپکو میں اپنے نئے دوست سے ملواتا ہوں آئیں"

عدین نے لپٹنا چھوڑتے انیس کا ہاتھ پکڑا اور یمل ملک کے سامنے جا کھڑا ہوا، یمل نے فورا سے مسکراتے انیس کی طرف اپنا ہاتھ پھیلایا۔

"اسلام و علیکم انیس بھائی۔ عدین نے آج بہت باتیں کیں آپکی"

انیس نے اسکے ہاتھ سے ہاتھ ملاتے نگاہوں میں نرمی لائی۔

"و علیکم السلام، اسے میری باتیں کرنا پسند ہے۔ ارسل نے جو کچھ کیا بتایا مجھے علیم خان نے۔ خاصا گھٹیا نکلا یہ تو۔"

انیس کو ارسل پر شدید غصہ تھا لیکن یہ تسلی بخش تھا کہ اسے نا صرف نوکری سے نکال دیا گیا بلکہ اس پر قانونی کاروائی بھی ہو گی۔

"جی۔ عدین نہ ہوتا تو میں شاید اس سے بچ نہ پاتا۔ آپ کا بھائی سچ میں ہیرو ہے۔ اس نے مجھے پورا دن وہ ساری اچھی باتیں بتائیں جو اس نے آپ سے سیکھیں۔"

یمل ملک کی تعریف پر جہاں عدین فجر یہ کالر جھاڑتا مسکرایا وہیں انیس کو بھی اپنے ساتھ کھڑے ہیرو کو محبت و فجر سے دیکھنا پڑا۔

"مجھے خوشی ہے تم نے یہ سٹیپ لیا چمپین۔ مجھے تم پر فخر ہے"

انیس کا اسے سراہنا، عدین کا سینہ خوشی سے چوڑا کر گیا، جبکہ ان بھائیوں کے پیار پر یمل کی آنکھوں میں اک فطری خلش آئی۔

"اوہو کبھی غرور نہیں کیا میں نے۔ اہمم اہمم"

عدین کی شوخی تکتے وہ دونوں ہی مسکرائے۔

"تمہیں بھی کوئی مدد چاہیے ہو تو ہم ایویلیبل ہیں۔ کیا تم دونوں کچھ کھاو گے؟ بھوک لگی ہو گی ناں۔ کہیں چلنا ہے۔ عدین اپنے دوست کی خاطر داری بھی کی تم نے یا بس اپنی تعریفوں سے ہی اس کے کان کھاتے رہے تم؟"

انیس ان دونوں کی تھکن بھانپ رہا تھا تبھی آفر کی جس پر یمل تھوڑا گھبرایا نظر آیا۔

"نہیں بھائی۔ میں اب چلوں گا میری گاڑی آگئی ہے۔ آپ دونوں سے مل کر بہت خوشی ہوئی۔ کل ملتے ہیں عدین"

یمل نے اسی گھبراہٹ کے پیش نظر اجازت لی جس پر انیس نے سر ہلایا اور یمل نے آگے بڑھ کر عدین سے گلے لگ کر بائے کہا، جسکے بعد یمل اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔

"یمل ملک کو شاید اسکے انکل نے بہت ڈرا دھمکا کر رکھا ہے بھیو۔ مجھے ایسا لگا جیسے اس نے اپنی زندگی بہت گھٹ کر جی ہے"

انیس اور عدین دونوں کی نظریں اپنی گاڑی میں بیک سائیڈ سوار ہوتے یمل ملک پر تھیں، انیس نے یکدم مڑ کر عدین کے منہ کی طرف دیکھا۔

"کیا۔ اسکا نام کیا بتایا تم نے؟"

انیس نے فوری استفسار کیا۔

"یمل ملک۔ اسکے ممی بابا نہیں ہیں بھیو۔ میری طرح کوئی بڑا بھائی بھی نہیں۔ بس اک انکل ہیں جو پولیس میں ہیں۔ کیا نام بتایا تھا۔۔۔۔۔ہاں۔ موساب انکل"

عدین نے اپنی یاداشت کھوجتے جیسے نام ٹٹولا اور یہ سننے کی دیر تھی کہ انیس کو وہ مثال یاد آئی کہ بچہ بغل میں اور ڈھنڈورا شہر میں۔

"ہمم۔ دیکھتے ہیں اسکے انکل کو۔۔۔۔ایسے کونسے جبر کرتا ہے اس معصوم بچے پر۔ فکر مند مت ہو"

انیس نے عدین کے اداس چہرے کو دیکھتے اسکی گال تھپکاتے عدین کا سر چوما جس سبب وہ بھی فکر چھوڑے مسکرایا۔

"صبح میں اوور ہو گیا تھا بھیو، معاف کر دیں۔ عرشیہ کہاں تھیں بتائیں۔ آپ دونوں کا جھگڑا تو نہیں ہو گیا؟"

وہ بھیو کے ہمراہ گاڑی کی طرف بڑھا تو انیس نے اسکے لیے پسنجر سیٹ والا ڈور کھولا، عدین سوار ہوا تو انیس نے بھی دوسری طرف سے آکر ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی۔

"کر دیا معاف۔ بس بابا کی وجہ سے موڈ خراب تھا تھوڑا جھگڑا ہو گیا تھا۔ عرشیہ اپنی مما کی طرف گئی ہے، تمہیں گھر چھوڑ کر میں اسے لینے جاوں گا۔ تم بتاو کچھ کھاو گے اپنا فیورٹ یا گھر جا کر پیٹ پوجا کرنی ہے؟"

انیس نے سیٹ بیلڈ فکس کرتے مسکرا کر عدین کو پیشکش کی اور وہ رد کر دیتا تو اسے عدین علوی کون کہتا۔

" بھیو کل سے سکول اوپن ہو رہا ہے تو مجھے پینڈنگ ورک کرنا ہو گا۔ اور کل سے کلب ٹائمنگ بھی چار سے چھ ہے، یمل بھی اسی ٹائم آئے گا۔ آپ مجھے گھر ڈراپ کریں اور میرے لیے میرا فیورٹ پیزا آرڈر کر دینا۔ پھر رات ڈنر میں سب کے ساتھ ہلکا پھلکا کر لوں گا۔ اف آج بہت تھکا دینے والا دن تھا کیا بتاوں"

انیس نے گاڑی روڈ پر ڈالتے مسکرا کر عدین کو سنا اور اعتراف کرتے سر ہلایا۔

"بتاوناں۔ میں سن رہا ہوں۔ ارسل کے خلاف جو تم نے کیا مجھے یقین نہیں آرہا۔ یعنی میں تمہیں جیسا بے خوف اور نڈر دیکھنا چاہتا تھا تم ویسے ہی بنتے جا رہے ہو۔ مجھے بہت خوشی ہوئی۔ میرا بچہ "

انیس نے ہاتھ بڑھا کر عدین کا ہاتھ پکڑ کر جس طرح چومتے اسے اپنا بچہ کہا، اس پر عدین کی آنکھوں میں نمی کی تہہ اتر آئی، ایسی انیس کی جانب سے لفظی اور عملی محبت کا ملاپ تو وہ ناممکن سمجھتا تھا۔

"اب قائم رہیے گا۔ میں آپکا پہلا بچہ ہوں اور رہوں گا۔ آپکے اپنے بچوں سے بھی زیادہ اہم اوکے ناں؟"

عدین نے روتو سے لہجے میں انیس کو دیکھتے یقین مانگا جس پر انیس نے دل و جان سے ہاں کی۔

"تو اس میں شک کہاں ہے۔ میں نے تمہیں اپنے بچے کی طرح ہی پالا ہے۔ تم میرے لیے ہمیشہ اول ہو۔ تم میرا دل ہو، میں تمہیں ہمیشہ محفوظ اور نڈر دیکھنا چاہتا ہوں۔ میرا سر فخر سے بلند کر دیا تم نے۔ یمل کو بھی ہمیشہ سپورٹ کرنا۔ مجھے لگتا ہے جلد تمہیں اسے دوست اور بھائی دونوں بن کر سنبھالنا پڑے گا۔ کچھ سیکرٹ ہے جو میں تمہیں کچھ چیزیں کنفرم ہوتے ہی

بتاوں گا۔اس سے دوستی کی ہے تم نے تو ہمیشہ نبھانا۔میں نے تمہیں یہی سیکھایا ہے کہ دوستی اول تو ضروری نہیں لیکن اگر کرو تو جان لگا کر نبھانے کے ولولے سے کرو۔"

عدین نے دل و جان سے بھیو کی یہ تاکید سنی اور اپنے دل سے باندھی۔

"مجھے اس سیکرٹ کا ویٹ ہے۔میں آپکی کہی ہر بات دل سے سنتا اور سمجھتا ہوں۔اور بابا کے حوالے سے ٹنشن نہ لیں،اس بار انکو یہ دھمکی دیں کہ اگر وہ ٹھیک نہ ہوئے تو ہم دونوں انکو چھوڑ دیں گے۔ہوپ سو یہ کام کرے بھیو"

عدین کے مشورے پر وہ عمل تو کر لیتا لیکن فی الحال کچھ دن وہ بابا سے بات کرنا نہیں چاہتا تھا لیکن عدین کو یہی کہہ کر مطمئین کیا کہ وہ بات کرے گا،عدین کو علوی مینشن ڈراپ کرے انیس نے اسکے لیے اسکا فیورٹ پیزا

آرڈر کیا جبکہ مہویر کو کال بھی ملائی لیکن عصر کی طرح مہویر کا نمبر بھی بند تھا۔

"حد ہے۔ چھوٹے بچے ہو تم دونوں کہ میں اب تم دو کا اتا پتا رکھوں۔۔ اور یہ عصر صبح گیا تھا شام سے رات ہونے کو آ گئی اسکی کوئی خبر نہیں۔ انسان کم از کم اپنا فون تو آن رکھتا ہے"

انیس کو ان دونوں پر غصہ آ رہا تھا، انیس نے علیم خان کو اپنی طرف بلایا۔

"عصر کہاں ہے؟ کچھ پتا ہے تمہیں؟"

علیم خان نے انیس کی طرف دیکھتے لا علمی کا تاثر دیا۔

"نہیں سر۔ اسے تو میں نے نہیں دیکھا واپس آنے سے اب تک"

علیم خان کی لا علمی پر اب تو انیس کو فکر ہونے لگی۔

"تم دافائیر لیڈی جاو، جو عرشیہ کا جیم ہے۔ عصر وہاں گیا تھا۔ دیکھو جا کر اسے۔ اور اگر نہ ملا تو وہاں ڈاکٹر فجر ہوں گی ان سے پوچھنا۔ مجھے پہنچ کر جلدی اطلاع دو"

علیم خان نے فوری حکم کی تعمیل میں سر ہلایا اور روانہ ہوا جبکہ واپس گاڑی تک پہنچتے ہوئے بھی انیس نے مسلسل مہویر کا نمبر ٹرائے کیا پر ایک ہی نتیجہ، مہویر کا نمبر بھی بند تھا، نہ صرف نمبر بند تھا بلکہ وہ فاطمہ اور شمس الدین کے پرانے محلے کے کسی سنسنان گھر میں بے ہوش پڑا تھا، اسے کس نے پکڑا، کس نے سر کے پیچھے وار کیا، سب نامعلوم لوگ تھے اور اب وہ اک جھونپڑی نما گھر میں بے سدھ زمین پر پڑا تھا، اسکا فون بھی سوئچ آف ہو کر وہیں موجود مٹر گشت کرتے آدمی کے پاس تھا، انیس کو ڈبل ٹنشن تھی، عصر اور مہویر دونوں کی، اسے بہت سے منفی خیالات آ رہے تھے پر انیس کچھ برا سوچنا نہ چاہتا تھا تبھی وہ سوہا سومرو کے گھر پہنچا، گاڑی پارک

کرتے ہی وہ نکلا تو صفدر بابا نے لپک کر انیس کی طرف دیکھتے مودب ہوتے سلام کیا۔

"خوش آمدید انیس صاحب، سوہا سومرو ابھی تھوڑی دیر پہلے آئی ہیں پر ابھی عرشیہ بی بی نہیں آئیں"

انیس نے انکی طرف دیکھتے سمائل دی۔

"ٹھیک ہے شکریہ آپکا۔ میں مل لیتا ہوں ان سے"

انیس نے ان سے اجازت لی اور گھر کی طرف بڑھا، سوہا جلدی آگئی تھی تاکہ ڈنر بنوا سکے، انیس کے گھر میں داخل ہونے پر اسے اک سکون بھرا احساس ملا، شاید یہاں اک ماں رہتی تھی، دوسرا وہ ماں عرشیہ کی تھی۔

"انیس۔۔مائی سن۔۔۔خوش آمدید"

کچن سے نکلتی سوہا نے لپک کر اسکی طرف آتے پیار سے ویلکم کیا، اسکی گال سہلاتے اسے دیکھا جسکا بس ہونا ہی ان ماں بیٹی کی زندگی میں ڈھارس بن رہا تھا۔

"تھینکیو۔ میں نے سوچا عرشیہ کے آنے سے پہلے ہم رئیس والے معاملے پر فیس ٹو فیس بھی بات کر لیں۔ آپ نے کسی لیگل نوٹس کی بات کی تھی۔ اس کی ڈیٹیلز دیں مجھے تاکہ قانونی طور پر نوٹس پر جلدی عمل کروایا جائے۔ اور مجھے آپکے وکیل کا نمبر بھی درکار ہو گا۔"

سوہا نے اسے وہیں لیونگ ایریا میں بیٹھنے کا کہے اسے نا صرف ساری معلومات دیں بلکہ اپنے وکیل کا نمبر بھی دیا، سوہا یہ سب بتا کر کافی پر سکون تھی۔

"آپ مجھ سے کچھ بھی شئیر کر سکتی ہیں، میں جانتا ہوں آپ نے ایز آ سنگل پیرنٹ بہت مشکل وقت گزارا۔ لیکن اب آپ اکیلی نہیں ہیں۔"

انیس نے سوہا کی جانب دیکھتے نرمی سے کہا جس پر سوہا مسکرائی۔

"مشکل وقت ہوتا اگر میں ہمت کر کے اسے آسان نہ کرتی۔ عاصم نے مجھے جب طلاق دی، وہ چند ماہ کی تھی۔ میں نے عرشیہ کو ہتھیار بنا کر اپنی اور عرشیہ کی زندگی ختم ہونے سے بچائی انیس۔ عاصم کی ڈیمانڈ تھی کہ میں اپنا اور اسکا تعلق کبھی پبلک نہ کروں، نہ اپنی اور اسکی جائز بیٹی کو دنیا کے سامنے لاوں۔ اسکی اب تک بہت قیمت لی۔ اپنی اور عرشیہ کی زندگی بنائی، اسے بھی اسکے پیروں پر کھڑا کیا اور خود بھی انڈیپنڈٹ ہوئی۔ اگر دیکھا جائے تو میں نے سنگل پیرنٹ ہو کر بھی ایزی سچ مشکل وقت نہیں دیکھا۔ ہاں عرشیہ کی تکلیفیں اکیلے جھیلیں۔ پر اب وہ اس جگہ ہے جہاں میں اسے ہمیشہ دیکھنا چاہتی تھی۔ مضبوط ہے، اب وہ ضرورت مند نہیں بلکہ اسی باپ کو سب سے زیادہ مطلوب ہے جس نے عرشیہ کے وجود سے ہمیشہ انکار کیا۔ وہ اپنا ماضی بہت حد تک فراموش کر چکی ہے۔ اب اسکی زندگی میں اسکا ہمسفر ہے۔ میں تم دونوں کے لیے بہت مطمئین ہوں انیس"

سوہا کا اطمینان قائم رہے، انیس کی یہی دعا تھی۔

"میں آپکے اطمینان کو قائم رکھنے کی پوری کوشش کروں گا سوہا آنٹی۔ آپ بے فکر رہیں"

انیس کا یہ کہنا بہت بڑا حوصلہ تھا۔

"میری جان، میرے بچے ہی میرا سب کچھ ہیں۔ تم بھی میرے لیے میری عرشیہ جیسے ہو۔ ہمیشہ آباد رہو۔ میں زرا ڈنر دیکھوں تم بتاو کچھ لو گے؟ چائے کووفی؟"

سوہا کچھ خود بھی بنانا چاہتی تھی تبھی اس نے کچن کا رخ کرنے کا سوچتے انیس سے پوچھا۔

"نوو۔ میں ٹھیک ہوں۔ آپ سمیٹیں اپنے کام، مجھے بھی کچھ ضروری کالز کرنی ہیں"

انیس کے جواب پر سوہا مسکراتی ہوئی وہاں سے گئی تو انیس بھی اٹھ کر عرشیہ کے کمرے کی طرف چلا گیا، وہ بھی بس گھر پہنچنے ہی والی تھی۔

انیس نے اسکے کمرے کا دروازہ کھولا ہی کہ اک مخمور خوشبو نے انیس کا استقبال کیا۔

وہ چلتا ہوا اسکے سنگار میز تک آ رکا۔

"میں تمہیں بتا نہیں سکا تم پر ریڈ لپ سٹک بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔"

اپنا ہاتھ اسکے سنگار میز پر پڑی لپسٹک تک لے جاتے انیس نے اسے ٹیبل کی سطح پر سے اٹھا کر اسکا کیپ کھولا، پھر اسکے اوپر والے حصے کو دیکھتے لپ سٹک کو رول کیا جس سے وہ گھومتی ہوئی لپ سٹک رولر سے باہر نکلی، اس لپ سٹک کی سطح پر عرشیہ کے ہونٹوں جیسی ملائم سلوٹیں دیکھ کر انیس نے اسے اپنے ناک کے پاس لاتے اسکی

خوشبو ان ہیل کی، تبھی دروازہ کھلا جس سبب انیس نے فوری وہ لپ سٹک بند کرتے ٹیبل پر واپس رکھنی چاہی پر گھبراہٹ میں وہ اسکے ہاتھ سے پھسل کر نیچے گری۔

"انیس۔ تم یہاں کیا کر رہے ہو۔؟"

وہ اپنا بیگ بیڈ پر رکھتی اسکی طرف بڑھی تبھی انیس نے پیر سے نیچے گری لپ سٹک سنگار میز کے نیچے سرکا دی۔

"تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔"

وہ پر اعتماد مسکراہٹ ہونٹوں پر سجاتا پلٹا تو نیچے انیس کے پیر کی ناکام کوشش پر وہ مسکرائی کیونکہ لپ سٹک میز کے کنارے کے آدھی باہر صاف صاف نظر آ رہی تھی، کوئی بلش کر اٹھا تھا۔

"مما نے بتایا مجھے تم انھیں کال سننے کا کہہ کر آئے ہو، لیکن یہاں تو کوئی گہری تحقیق چل رہی تھی"

وہ وہیں اسکے قریب بیٹھی اور بینڈ ہو کر لپ سٹک اٹھاتے کھڑی ہوتی انیس کے سامنے لہراتے مسکرائی۔

"ایسا کچھ نہیں، بس تمہارے کمرے میں آنے کا دل چاہ رہا تھا۔"

وہ اسکے ہاتھ سے لپسٹک جھپٹے ڈریسنگ میز پر رکھتے اپنے آپ کو کمزور پڑنے سے ہر ممکنہ روکے ہوئے تھا پر یہ لڑکی وہ تھی جسکے آگے انیس غانم کا کمزور پڑنا طے ہو جایا کرتا تھا۔

"مما نے بتایا تم نے انکے دل کا ڈر بیٹے کی طرح دور کیا، وہ مجھے تو یہی شو کر رہی تھیں کہ وہ رئیس سے خوفزدہ نہیں ہیں لیکن بہر حال وہ کل جو کچھ ہوا اس سے ہل گئی تھیں۔ تم نے انکو تسلی دی، وہ تم سے میری طرح پیار کرتی ہیں۔ ابھی کہہ رہی تھی عرشیہ تم بہت لکی ہو کہ تمہارے پاس انیس آیا۔ کیا واقعی میں لکی ہوں؟"

وہ انیس کے دونوں ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لیے اسے اپنے بس میں کر رہی تھی، انیس نے اسے کھینچ کر سینے سے لگایا، وہ جو منتظر تھی، اپنے ماتھے کو محبت سے چومے جانے پر آسودگی سے آنکھیں موندتی مسکرائی۔

"اگر میں تمہارا سکون دیکھوں جو میرے ساتھ تم پر حاوی ہو جاتا ہے تو ہاں تم لکی ہو"

وہ اسکو آنکھیں کھولتا دیکھے بتا کر پھر سے مدہوش کر گیا، وہ اسکے ہاتھ پکڑ کر اپنے اطراف لپیٹے اسکے سینے لگی، دونوں بازو اسکے دائیں بائیں لپیٹ کر ہاتھ انیس کی پشت پر زور سے جکڑتے باندھے۔

"تم بھی ہو لکی۔ میں جو ہوں تمہارے ساتھ انیس۔"

وہ اسکو اپنے سینے بسائے اسکے کہے پر بند آنکھوں ایمان لایا، وہ بہت دیر تک اک دوسرے کے حصار میں رہے۔

"میں چینج کر لوں پھر چلتے ہیں۔ مما ڈنر بنا رہی ہیں۔ تھوڑا یہاں کھا لیں گے تھوڑا مینشن میں عدین اور ابراہیم انکل کے ساتھ"

وہ اس سے الگ ہوئے مسکرا کر بتاتی جانے لگی جب انیس نے اسکی کلائی پکڑ کر واپس اپنے سینے کے قریب کھینچا۔

"بابا سے زیادہ بات چیت کرنے کی ضرورت نہیں۔ میں تمہیں انکے خلاف نہیں کرنا چاہتا لیکن وہ تمہارے بارے میں اچھا نہیں سوچتے۔ انکی مسکراہٹ، میٹھاس بھرا لہجہ سب فیک ہے۔ تم خالص اور منصوعی رویے میں فرق کرنا سیکھو"

وہ جو گھبرا رہی تھی، انیس سے ایسا سب امید نہ کر رہی تھی تبھی اسکی مسکراہٹ اسکے لبوں سے غائب ہو گئی۔

"تبھی تم اتنا غصہ ہوئے، یقیناً تم کچھ ایسا جانتے ہو جو اچھا نہیں۔ اور مجھے اس لیے نہیں بتا پا رہے کہ بھرم قائم رہیں۔ ہے ناں؟"

عرشیہ کا اس وقت یہ سمجھ جانا انیس کو بے حد ریلیف دینے کا سبب بنا۔

"ایسا ہی ہے، مجھے سمجھنے کے لیے تمہارا شکریہ۔"

وہ اسکے مشکور ہونے پر انیس کو دیکھنے لگی وہ یوں تھا جیسے اسکے سینے پر دھری سل سرک گئی ہو۔

"مجھے ہمیشہ کے لیے سپیشل ون بنانے کا بھی شکریہ۔ تم صبح جو مجھے نام دے کر گئے، مجھے میرے نام سے پکارا۔ سب بہت دھندلا گیا تھا تمہاری ہاٹنس کی وجہ سے۔ دوبارہ سے کہوناں۔ میں اسے فیل نہیں کر سکی۔ اور مجھے بتاو اس نام کا تمہارے علم میں کیا مطلب ہے؟"

عرشیہ کے اشتیاق سے پوچھنے پر انیس کی آنکھیں دریچوں تک مسکرائیں اور اس نے اپنا ہاتھ عرشیہ کے رخسار سے جوڑتے اسے مزید بے خود کر دیا۔

"اُعشقک۔۔۔۔ عرشیہ"

وہ اسکے ہونٹوں سے نکلتے اس اقرار پر چہکتا مسکرائی، کتنا پر لطف تھا اسکے منہ سے یہ سننا، کتنا تسکین بھرا احساس ہوتا ہے کسی ایسے کے منہ سے محبت بھرا نام سننا جس پر آپ مرمٹے ہوں، وہ بھی اپنی ہتھیلیوں سے اسکے چہرے کے گرد ہالہ بناتی ہنسی۔

"اوہ میرے خدا! کوئی اتنا اچھا کیسے بول سکتا ہے۔ مجھے اسکا وہ مطلب بتاو جو تمہاری نظر میں ہے۔ ایم ویٹنگ انیس"

وہ یوں بے قرار تھی جیسے یہ کوئی نام نہیں، انیس کی پوری کائنات کا اختیار ہو جو عرشیہ کے ہاتھ آنے لگا ہو۔

"میں تم سے دیوانگی کی حد تک محبت کرتا ہوں عرشیہ۔"

وہ بناضد، بنا کسی انا، بنا کسی ہچکچاہٹ بولا، وہ سمجھ نہ سکی وہ اسے مطلب بتا رہا ہے یا اسکی جان اسکے وجود سے کھینچ رہا ہے، عرشیہ کو اپنا چہرہ گرم ہوتا محسوس ہوا، دل کی دھڑکنیں بے ترتیب ہونے لگیں۔

"ہاں۔۔۔ تو یہ مطلب تھا؟"

وہ گہرا سانس خارج کرتی اس سے پہلے اپنے ہاتھ ہٹاتی، انیس نے اسکے دونوں کانپتے ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیے۔

"ہاں یہ مطلب تھا۔ بلکل۔۔۔ اظہار نہیں تھا۔ جاو چینج کرو"

عرشیہ کی حالت بگھڑتی دیکھتے انیس نے اپنی بات بدلی اور بیچ میں فاصلہ سمیٹا، عرشیہ نے اسے ہانپتی شکر گزار نظروں سے پیچھے ہٹتے دیکھا۔

"تو جسکا مطلب بتا رہے ہو وہ مجھے ہی تو کہا دو بار"

وہ دور ہٹتی اپنی ہمت بحال کرتی مسکرائی تو اسکی آنکھوں کی شرارت پر انیس نے انجان رد عمل دیا۔

"اچھا۔ ایسا ہے کیا؟"

وہ شریر مگر ہنوز بھولے پن سے بھولا تو عرشیہ نے جاتے جاتے تکیہ اٹھا کر انیس پر برسایا جسے اس بندے نے مہارت سے کیچ کر لیا۔

"اُعشقک انیس"

وہ بلش کرتی مسکرائی اور انیس نے تکیہ پھینک کر عرشیہ تک قدم بڑھا کر روکے تو عرشیہ دروازے سے لگی، چہرے پر ناچتی شوخی و مستی سجار کھا تھا سب برقرار رکھنا بھول گئی۔

"آں ہاں۔۔۔

Are You Sure?"

وہ اسکی آنکھوں میں ٹھہرے یقیں کے باوجود پوچھ بیٹھا تھا، وہ جانتی تھی وہ اسے اپنے پاس کمفرٹیبل کرنے کا عادی بنا رہا ہے۔

"No, I think I'm not sure, Anees. It just happened."

وہ شرارتی مسکراہٹ لبوں پر سجاتی انیس کے سینے پر دونوں ہاتھ رکھے اسے خود سے پرے دھکیلتی ہنستی ہوئی دروازہ کھول کر اندر بند ہوئی تو انیس نے اس دھکے پر اپنا سینہ سہلایا،

"تمہارے اور میرے بیچ سب اچانک ہی ہوتا ہے، لُما"

وہ دروازے کے پاس مدھم سی سرگوشی کیے پلٹ کر ڈریسنگ ٹیبل تک واپس آیا، پھر اس نے عرشیہ کے بیگ کی طرف دیکھا۔

"دیکھوں تو اسکے بیگ میں کیا کیا ہے"

انیس نے وقت گزارنے کے پیش نظر عرشیہ کا بیڈ پر رکھا بیگ اٹھا کر اسے کھولتے تجسس سے خود کلامی کی، پھر اس نے عرشیہ کا بیگ وہیں چادر پر الٹا تو اسکی ہر چیز میٹرس پر بکھر گئی، وہ ہینڈ مرر، لپ ٹنٹ جو ابھی بھی عرشیہ کے ہونٹوں پر تھا، ایک لیڈیز والٹ، جس میں اسکے ضروری کارڈز اور کیش تھا، ائیر پوڈز، دو تین ائیر ہولپس کے جوڑے، ایک لائٹر۔۔۔

"لائٹر۔۔۔ یہ سگریٹ تو نہیں پیتی۔ آنکھیں تو ویسے ہی مدہوش ہیں اسکی، اسے کسی نشے کی کیا ضرورت"

انیس نے وہ لائٹر اپنی طرف رخ کیے آن کرنا چاہا پر لیکوڈ چیز فوارے کی صورت انیس کی سیدھی آنکھوں میں گئی، انیس نے وہ لائٹر وہیں پھینک کر کراہتے اپنی آنکھیں مسل ڈالیں، وہ لائٹر کی شیپ میں پیپر سپرے تھا اور انیس کے بری طرح آنکھوں میں ہوتی جلن پر کراہنے پر وہ جو ابھی بس شرٹ ہی اتار پائی تھی، اسے واپس پہنتی فورا سے پہلے کمرے کا دروازہ کھولے اندر آئی جہاں وہ اپنی آنکھیں زور سے مسلتا چھوٹے بچوں کی طرح درد پر کراہ رہا تھا۔

"انیس۔۔ کیا ہوا؟ کیوں مسل رہے ہو آنکھیں"

عرشیہ اس تک دوڑتے پہنچی مگر اس سے پہلے وہ کچھ بتاتا، عرشیہ نے اپنے بیگ کی چیزیں میٹرس پر الٹی ہوئی دیکھے اس لائٹر کو دیکھ کر اپنے ہونٹوں کو آپس میں بھینچا ورنہ اسکا قہقہہ نکل آتا۔

"تمہارا لائٹر۔۔یہ تو سوچ سے زیادہ خطرناک آگ لگا بیٹھا میری آنکھوں کو۔کیا اس میں مرچیں بھری تھیں۔عرشیہ"

وہ اس کے ہاتھ کلائیوں سے پکڑے مسکراتی ہوئی اسکو یوں آنکھیں مسلنے سے روکنے لگی۔

"بدھو۔وہ پیپر سپرے تھا۔تمہیں کس نے کہا میرے بیگ کی تلاشی لو۔مل گیا ناں ایڈوینچر۔۔مت مسلو، جلن بڑھے گی۔آنکھوں کو دھونا ہو گا مائی لوو۔۔ورنہ الرجک ری ایکشن ہو سکتا ہے۔ہاہا انیس تم واقعی بچے ہو"

وہ اسکو پکڑ کر زبردستی واش روم تک لائی، وہ جو مائی لوو کے سحر میں جکڑا سر سے پیر پورا ساکن ہی تو ہو چکا تھا۔

"کیا تم میری آنکھوں کی تکلیف ایسے دور کرو گی"

وہ ساتھ گھسیٹتا چلا جا رہا تھا پر آنکھیں زور سے میچے بڑبڑایا۔

"کیسے ؟"

وہ اسے واش روم میں لاتے خود بھی اندر داخل ہوئے انیس کی آنکھوں کے لیے بہت پریشان تھی۔

"مائی لوو کہہ کر ہپناٹائز کر کے"

وہ بمشکل اک آنکھ کھولتا عرشیہ کو دیکھتے بولا مگر جلن کے سبب جلد دونوں آنکھیں سختی سے بند کر گیا۔

"بس ہو گیا وہ اچانک۔ آنکھیں بہت جل رہی ہیں کیا"

عرشیہ نے سنک کے پاس اسے کھڑا کرتے تھوڑا گردن کی جانب سے بینڈ کرواتے ہی نل کھول کر اپنی ہتھیلی میں پانی بھرا، پھر اک ہاتھ انیس کی گردن کی بیک سائیڈ رکھ کر اسکی آنکھوں پر وہ ہتھیلی کا پانی پھینکا۔

"۔یہ بہت جل رہی ہیں، میں آندھا تو نہیں ہو جاوں گا؟"

وہ کراہتے ہوئے بولا، عرشیہ نے ہنستے ہوئے پانی پھینکنے کی رفتار بڑھائی۔

"ہاہا نہیں ہوتے اندھے، آنکھیں ہلکی ہلکی کھولو تاکہ پانی اندر جائے"

وہ اسکا ہنسنا دیکھ تو نہ پا رہا تھا پر سن ضرور سکتا تھا، وہ اسکی اس حرکت پر بہت محظوظ ہو رہی تھی۔

"عرشیہ یہ بہت جل رہی ہیں۔ اف۔۔ کس قسم کی مرچ تھی یہ۔۔۔ سوجھ تو نہیں جائیں گی میری آنکھیں۔ یہ تم نے اتنا خطرناک ہتھیار رکھا ہوا ہو گا مجھے کیا پتا تھا۔ پہلے وہ نیلز اور اب یہ۔۔۔۔ تم حیرت انگیز ہو لڑکی"

وہ بڑبڑاتا ہوا ساتھ ایسے بھاری سانس بھر رہا تھا جیسے عرشیہ نے اسکی جان نکال دی ہو، وہ اس لیے ہنس رہی تھی کہ اتنی بڑی تکلیف جھیلنے والا انسان اک زرا سی جلن پر تڑپ رہا ہے تو بس اس لیے کہ اسے پتا ہے اسکے ساتھ اسے چاہنے والی عورت کھڑی ہے، محبوب کے پاس ہمیں اپنی آنچ بھی قہر لگتی ہے تاکہ ہم اس سے بہت سا مرہم وصول کر سکیں۔

"میں نے یہ خود کو نقصان دینے والوں کے لیے رکھا ہے۔ بہت بار رئیس کی آنکھیں مفلوج کیں اس سے۔ کل کو اصلی جیلر کمینہ جب باہر آئے گا اسے بھی اسی سے ٹریلر دوں گی۔ پر یہ تم پر اپلائے ہو گا اسکا گماں تک نہ تھا۔ سوری۔۔۔۔ اب کھولو آنکھیں۔ آہستہ سے کھولو"

وہ اسکا چہرہ ٹاول سے اچھے سے مس کرتی اسکے چہرے، ماتھے اور زرا زرا ماتھے تک آئے گیلے ہو جاتے بالوں کی نمی صاف کیے اسے ٹھیک سے کھڑا ہونے کا کہتی اسکے روبرو آن رکی جس پر انیس نے آہستہ سے آنکھیں کھولتے اپنے ہاتھ عرشیہ کی کمر کے اطراف جمائے، وہ اسکے سینے کے نزدیک سر کی تو اسکے ہاتھ سے گھبراہٹ میں ٹاول پھسل کر نیچے گر گیا۔

"اب تمہیں کسی ہتھیار کی ضرورت نہیں۔ میں ہوں تمہارا محافظ۔ یہ لائٹر اب سے میرا۔ بہت کام آئے گا۔ ویسے بھی گن چلانا پسند نہیں مجھے"

وہ اسکی کھلتی آنکھوں کو دیکھ کر پیار بھرا مسکرائی کیونکہ اسکی خوبصورت آنکھوں کے گوشے نہ صرف گلابی ہو گئے بلکہ انیس کو ایچنگ ابھی تک محسوس ہو رہی تھی لیکن باخدا وہ اسے خوفزدہ دیکھ کر پریشان زیادہ تھا، اسے ضروری لگا وہ عرشیہ کو اپنے ہونے کی مضبوط تسلی دیتا، تھوڑی شرارت کرتا۔

"وہ تو ہو تم، میں نے تمہیں کبھی بھی کسی وجہ سے کمزور نہ سمجھا نہ جانا۔ تم سٹرونگ مین ہو میرے"

وہ اسکے رخسار پر ہاتھ لگا کر پھیرتی ان نڈھال آنکھوں میں جھانک کر بولی، آواز جذبات سے مدھم پڑ گئی، یہ انیس کی آنکھوں میں خمار غالب کر گیا۔

"تمہارا"

وہ یہ بات دہراتا اسکی نظروں کے مستقل پن کو متاثر کر گیا۔

"یہ چھوڑو! جلن تو نہیں؟"

وہ اسکا چہرہ اپنے ہاتھوں میں بھرتے پریشانی سے بولی۔

"کیا تمہارے پاس روز واٹر ڈارپس نہیں۔ وہ دے دو اس سے اریٹیٹ کرنا کم ہو جائیں گی۔ جلن مدھم ہو گئی پر ختم نہیں ہوئی۔"

وہ اسکے آنکھیں ٹھیک سے کھول نہ پانے پر اسکے اپنے اطراف جمے بازو کھولتی انیس کا ہاتھ پکڑ کر باہر لائی، اسے میٹرس کے کنارے بٹھا کر وہ خود ڈراز کی طرف گئی، روز واٹر سپرے تو سامنے ہی میز پر پڑا تھا لیکن اسکے پاس ڈراپس بھی تھے، اس نے تینوں دراز گنگالے اور اسے ڈراپس مل گئے، انیس نے تب تک اسکی ساری چیزیں اسکے بیگ میں ڈالتے وہ لائٹر اپنے ہاتھ میں لے کر دیکھا پھر مسکرا کر واپس عرشیہ کے بیگ میں ڈال دیا کیونکہ وہ عرشیہ کی ایک اچھی چیز تھی۔

"تم مجھے بھی اپنا محافظ بننے دو۔ اوپر کرو چہرہ"

وہ ہونٹوں پر مسکان سجائے چلتی ہوئی انیس کے قریب آئی اور انیس کی ٹھوڑی پر ہاتھ جماتے اسکی گردن اوپر کو اٹھائی تو دونوں کی آنکھیں آملیں۔

"تھینکیو سوئیٹ سوول"

وہ اسکی دونوں آنکھوں میں ڈراپس ڈالتے انیس کی سرگوشی سنے مسکرائی، ڈراپس اس نے انیس کی آنکھوں میں ڈالنے کے بعد اپنے بیگ میں ڈال دیے کہ ایک دوبار دوبارہ آنکھوں میں ڈالنے ضروری تھے۔

"ویلکم، کچھ دیر آنکھیں بند رکھوناں تاکہ ٹھنڈک ملے روز واٹر کی"

وہ اسکی کھلتی بند آنکھوں پر ہاتھ رکھ گئی جسے انیس نے بے قرار ہوتے پکڑ کر آنکھوں سے ہٹایا۔

"ٹھنڈک مل رہی ہے یوں بھی"

وہ اسکے دیدار کی طرف اشارہ کرتا عرشیہ کے رخساروں میں ملائمت و چمک بھر گیا، وہ گلابی ہو جاتی مسکائی، نظریں بھی چرا گئی۔

"اب لو گے الٹے پنگے؟"

وہ اسکی گردن کے گرد اپنے دونوں ہاتھ لپیٹے بولی تو انیس نے اسکو پکڑ کر اپنے قریب کیا، وہ گھبرا کر اپنے ہاتھوں کی پکڑ ڈھیلی کر گئی۔

"لوں گا۔ جب تک تمہارے بارے ایسی ساری دلچسپیاں نہ جان لوں۔"

وہ اسکے ہاتھ پکڑ کر اپنے روبرو لاتا، اسکی دونوں ہتھیلیوں کو اپنے ہونٹوں سے لگا کر چومتا اٹھ کھڑا ہوا پھر اس نے عرشیہ کے ہاتھ پر مخصوص انگلی میں سجی انگوٹھی دیکھی۔

"انیس۔ میں زیادہ پر اسرار نہیں ہوں۔ مجھے سارا جان کر اکتا تو نہیں جاو گے؟ یہ کہہ کر پیچھے تو نہیں ہٹ جاو گے کہ اب اس لڑکی میں کوئی کشش نہیں رہی۔؟"

وہ اسکے سوالوں پر نرمی سے مسکرایا اور نفی کی۔

"یہ سوال کہاں سے آ گیا؟"

وہ حیران ہوا۔

"بتاوناں پلیز"

وہ جواب طلبی کو مچل اٹھی۔

"پلیز میری گردن کے اطراف اپنے ہاتھ ہار کی طرح پرو لو پہلے"

وہ اسکے ہاتھوں کو اپنی گردن کے اطراف لے جاتا گردن کی عقب میں باندھتا خود اسے اپنی بازوؤں کے حصار میں بھر گیا، وہ سانس روک کر انیس کو دیکھ رہی تھی جسکا یہ لو دیتا لہجہ اسکا درجہ حرارت بڑھانے پر لگا تھا۔

"مجھے ہمیشہ یہ ڈر رہے گا کہ ہم دونوں میں سے اگر کوئی چھوڑ سکتا ہے تو وہ تم ہو، میں اپنی کمی کی وجہ سے تمہیں چھوڑنا افورڈ نہیں کر سکتا۔ بہت مشکل تھا

تمہیں اپنا آپ سمجھانا، اسکی ہمت کرنا مجھ سے میری زندگی میں بس ایک بار ہی ممکن تھا اور وہ ہمت میں نے کر لی۔"

وہ اسکے اب تک کے لمبے ترین جملے پر دنگ تھی کہ وہ نان سٹاپ بولتا سیدھا اسکے دل کی دھڑکنیں بے ترتیب کر رہا ہے۔

"مت ڈرو۔ کمی مجھ میں بھی ہے۔ ورنہ ادھوری سانسوں والی لڑکیاں کسے پسند آتی ہیں۔ بہت اریٹیٹنگ ہے ناں سانس رکنا، انہیلر یوز کرنا۔ دیکھو ناں۔ میں بھی اس کمی کی وجہ سے تمہیں چھوڑنا افورڈ نہیں کر سکتی۔ اب میں ایسا انسان کہیں نہیں ڈھونڈ سکتی جسے میرا رکتا سانس تنگ کرنے کے بجائے درد دیتا ہے، جس نے مینشن کے ہر کمرے میں کئی جگہ انہیلر رکھ دیے ہیں"

وہ اسکا یہ راز بھی جان گئی جو اسے کل رات پتا چلا تھا جب اس نے کچھ ڈھونڈنے کی خاطر ڈراز دیکھے پر وہیں نہیں کمرے میں کئی جگہ انہیلر

تھا، صرف اسکے کمرے میں نہیں پورے مینشن میں، جس پر وہ اسے اپنے گلے لگاتا اسکی آنکھوں سے بچ نکلا۔

"اب سے اگر تم چاہو ایک پرسنل انہیلر بھی ہو گا، جو اکثر و بیشتر تمہارے ساتھ رہے گا"

وہ اسکے اس جملے اور بے باک پیشکش پر چھینپ کر روبرو ہوئی۔

"انیس۔۔ تم ایسی بے باک باتیں تو مت کرو"

وہ شرماسا جاتی اسکی گردن میں منہ چھپا گئی، انیس کو شرارت سوجھی تبھی وہ اسکی پشت سہلائے مسکرایا۔

"میں کہہ رہا تھا ایک عدد انہیلر تمہیں بیگ میں بھی رکھنا چاہیے۔ تم کیا سمجھی؟"

وہ اسکی سرگوشی سنے لمحہ لگاتی روبرو ہوتی اسکی گردن کے اطراف لپیٹا اپنی بازووں کا ہار توڑ کر زور کا مکا انیس کے کندھے پر جڑ گئی، اسکی گالیں اس قدر پھولیں کہ باخدا انکو دبا کر غبارے کی طرح ہوا نکالی جا سکتی تھی۔

"یہاں آو۔"

وہ اسکو پکڑ کر مسکراتا اپنے گلے لگا گیا، عرشیہ کی ہر خفگی اور چڑ بس اس شخص کے گلے لگتے ہی اپنا خم توڑ بیٹھتی تھی۔

"میں یہ سب کبھی کھونا نہیں چاہتی، میں تمہیں اپنی نظروں سے اوجھل بھی نہیں ہونے دوں گی۔ مجھے تمہارے ساتھ ہمیشہ رہنا ہے۔"

وہ اپنی بازووں کی گرفت بناتی اپنے ہاتھ اسکی پشت پر پھیرتی اس سے مخاطب تھی جو عرشیہ کے وجود سے اٹھتی مخمور خوشبو میں گم اسے بس محسوس کیے جا رہا تھا۔

"رہیں گے۔ڈاکٹر سے ڈیٹیلز لی تھیں میں نے۔اس نے کہا ہے آپکو جب بھی بے بی پلین کرنا ہو آپ آسکتے ہیں۔تمہاری پریگننسی IVF کے تھرو ہو گی، ہم اوٹ آف کنٹری جائیں گے اس کے لیے تین ماہ کے لیے۔لیکن ابھی اس بارے ہم ایک سال نہیں سوچ رہے۔تو تم ریلکس رہنا۔میں تمہیں کسی قسم کی تکلیف سے نہیں گزارنا چاہتا عرشیہ لیکن تمہاری خواہش میرے لیے مجھ سے زیادہ اہم ہے۔"

وہ اسکے سینے سے دور ہوتی انیس کو دیکھنے لگی، وہ سمجھ رہا تھا وہ پریشان ہو گی، گھبرا جائے گی پر وہ الٹا مسکرا رہی تھی۔

~--------

(IVF)

عورت کے بیضے ((Eggs نکالے جاتے ہیں۔مرد کے سپرم کے ساتھ لیبارٹری میں ملا کر ایمبریو (ابتدائی بچہ) بنایا جاتا ہے۔ایمبریو 3–5 دن تک

لیب میں بڑھتا ہے۔ اس کے چند خلیے نکال کر جینیاتی ٹیسٹ کیا جاتا ہے۔ جس ایمبریو میں بیماری نہ ہو، اسے منتخب کیا جاتا ہے۔ وہ منتخب ایمبریو عورت کے رحم میں واپس منتقل کر دیا جاتا ہے۔))

~----------

"یعنی ہمیں قریب آنے کی ضرورت نہیں؟"

وہ اسکی خوشی اب سمجھا تبھی تو بے ساختہ ہنسا۔

"آہ تمہاری یہ خوشی لُما! بلکل ایسا ہی ہے۔ لیکن جب تم اس ٹرئٹمنٹ کے بعد پریگنٹ ہو جاو گی پھر قریب آسکتے ہیں۔ اس لیے زیادہ خوشی مت مناو۔"

وہ اسکے چہرے کی ساری مسکراہٹ اڑاتا محظوظ مسکرایا تو وہ بھی حیاسی گالوں پر سجاتی چہرہ جھکا گئی۔

"ہم بہت بعد کی باتیں بہت پہلے نہیں کر رہے؟ مجھے شرم آرہی ہے"

عرشیہ کے نظریں چرا کر بولنے پر انیس نے اسکو اپنے حصار سے آزاد کیا۔

"تم جیسی شرمیلی کے لیے یہ ٹرئٹمنٹ اچھا رہے گا، شاید اسکے بعد تم نروس ہونا بند کر دو۔ ویسے نروس ہوتی بھی قبول ہو نو پرابلم"

وہ نظریں اٹھا کر انیس کی آنکھوں میں دیکھنے لگی جہاں بس عرشیہ کی بے شمار فکر تھی۔

"میں خوش ہوں ہمارے لیے اب کچھ ناممکن نہیں رہا۔ اب آنکھوں کا بتاو تاکہ میں چینج کروں جا کر"

وہ اسکا چہرہ ہاتھوں میں بھرے دگنی فکر مند ہوئی۔

"مت کرو چینج۔ یہ اچھے ہیں۔"

وہ اپنے کپڑوں کو دیکھتی، پھر انیس کی آنکھوں کی ستائش پر مسکرائی۔

"گھر میں بزنس وومین والا ایٹیٹوڈ لے کر نہیں گھوم سکتی۔ بس دو منٹ میں بدل لوں گی۔ ویسے بھی ٹھنڈ لگ رہی ہے مجھے۔ کچھ کمفی پہننے دو"

وہ اسکے اصرار پر سر ہلا کر راستہ چھوڑ گیا جس پر وہ دو قدم پیچھے ہٹی۔

"انتظار کروں تمہارا؟"

وہ اسے دیکھتے بولا تو عرشیہ نے آنکھیں جھپکا کر ہامی بھری۔

"ہمیشہ"

وہ حکم دیتی وہاں سے گئی تو انیس نے ایک بار پھر بری طرح اپنی آنکھیں مسلیں، جلن وقت لے کر ہی جانے والی تھی، وہ کمرے میں ٹہلتا ہوا اپنی درد کرتی آنکھوں سے اسکے کمرے کا ان دو منٹوں میں ہر کونہ حفظ کر چکا تھا، ہر چیز، اسکی نفاست، ہر رنگ، ہر منظر پھر اسے وہ نظر آئی، میرون کلر کے سوئٹر کے ساتھ لوز جینز پہنے، بال کھول چکی تھی جبکہ پیروں میں بلاک کمفی

ہیلز تھیں، وہ کمفی خلیے میں آگئی پر اس نے اپنا سوئٹر انیس سے میچ کیا تھا، جسے دیکھتے ہی انیس کی آنکھوں کی جلن غائب ہو گئی۔

"تمہیں پتا ہے عدین اور بابا مجھے یہ رنگ پہننے نہیں دیتے۔ اب تم نے میچنگ کر لی ہے، اب تو میں ہر دوسرے دن یہ سوئٹر پہن لوں گا"

وہ اسکی مسکراتی آنکھوں کے سنگ مسکرائی۔

"انکی بھی سن لینا، یہ رنگ تم صرف میرے سامنے پہن لینا۔ ویسے یہ سوٹ کر رہا ہے تم پر۔ مجھے تمہاری آنکھوں کی فکر ہے، ہم جاتے ہوئے میڈیکل ہیلپ لے لیں، ڈاکٹر کو دیکھا لینا"

وہ اسکے لیے کنسرن شو کر رہی تھی۔

"ڈاکٹر نے پوچھا یہ پیپر سپرے کیسے آیا آنکھوں میں تو کیا کہوں گا لڑکی چھیڑی اس لیے، میری شکل دیکھ کر ڈاکٹر نے یقیں نہیں کرنا چھیرنے والی بات پر"

وہ اپنے آپ کے ڈیسنٹ ہونے کی خود ہی تعریف کرتا معصومیت سے بولا۔

"تم کہنا بیوی کو چھیڑا تھا، اس پر یقین کر لیں گے وہ۔ آو چلیں"

وہ ہنستی ہوئی اسکا ہاتھ پکڑے دروازے کی طرف بڑھی جب انیس نے اسکا ہاتھ پکڑ کر کھینچا۔

"لپ سٹک! ابھی لگا سکتی ہو تم۔"

وہ اسے اجازت دیتے خمار آلود آنکھیں اسکے ہونٹوں پر جمائے مسکرایا تو وہ انیس کی صبح بار بار ہونٹوں پر جاتی نظر سوچے کانپ اٹھی۔

"ہر گز نہیں۔ تم آنکھیں نہیں ہٹاو گے پھر۔"

وہ فورا منع کر گئی۔

"تو کیا ہوا اگر نظریں جمالیں، میں ہٹا پایا تو ہٹا دوں گا آنکھیں وعدہ کرتا ہوں۔ جاو لگاو"

وہ اتنی سادگی سے اپنی بے خودی سمجھا گیا کہ عرشیہ مسکراتی ہوئی ڈریسنگ ٹیبل تک پہنچی اور اس نے انیس کی طرف جھینپتی نگاہوں سے دیکھتے ٹیبل کی سطح پر سے لپ سٹک اٹھا کر کھولی۔

"لگاو۔۔میں ہی اجازت دے رہا ہوں"

وہ اسکے عقب کی جانب بڑھا، عرشیہ آئینے کے سامنے کھڑی ہونٹوں پر سرخ لپ اسٹک کی آخری تہہ سنوار ہی پائی کہ پیچھے سے اسکی گردن کے اطراف انیس کی بکھرتی سانسوں کی آہٹ ہوئی اور انیس نے آہستہ سے بازو اس کے گرد لپیٹ لیے، اسکے پیٹ پر باندھے، عرشیہ کی پشت انیس کے سینے سے جڑ گئی۔

آئینے میں دونوں کی نظریں ملیں۔

"خوبصورت! ہم جب جائیں گے یہاں سے تم اسے اتار کر کچھ لائیٹ کلر لگا لینا۔ میں اسے دیکھ کر اپنی ٹنشن کم محسوس کر رہا ہوں"

وہ اسکے حصار میں ہی لپسٹک ٹیبل پر رکھے گھومی۔

"کیا ٹنشن ہے؟ بتاو"

اتنے پاس ہو کر وہ ایسے حواسوں پر سوار ہو رہی تھی، انیس کو اپنا ہوش قابو میں رکھنا پڑ رہا تھا۔

"عصر اور مہویر کی۔ دونوں کے نمبر بند ہیں کافی گھنٹوں سے۔ دل بھی پریشان ہے۔ ہم جلدی نکل جائیں گے یہاں سے"

عرشیہ نے اسکی آنکھوں میں اداسی دیکھے فوراسر اثبات میں ہلایا کہ وہ اسکے ساتھ ہے۔

"عصر اتنا لاپرواہ نہیں، تمہارے اس دوست کا کچھ نہیں کہہ سکتی۔ بہر حال"

وہ اسکی بات کاٹ گیا۔

"وہ تمہاری بہن منائم کا ہسبنڈ ہے"

وہ یہ سن کر سچ میں شاکڈ رہ گئی۔

"واٹ؟ ایک غنڈے سے بیاہ دیا منائم کو؟"

عرشیہ کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔

"اسکی اتنی گندی پرفیوم کیسے سہتی ہو گی وہ؟"

ابھی وہ کچھ بولنے ہی لگا جب وہ مزید صدمے سے بڑبڑائی۔

"اللہ اللہ اتنا خونخوار آدمی شادی بھی کر سکتا ہے، اتنی ڈراونی آواز تھی اسکی انیس۔ اتنا بڑا اور بھاری تھا وہ، اتنا اونچا اور مضبوط۔۔۔ میری بہن خطرے میں ہے یعنی۔"

انیس کو اس بار مسکرانا ہی پڑا۔

"وہ بہت اچھا ہے، تھوڑا مطلبی ہے لیکن عزیز ہے مجھے"

انیس کے اس اعتراف پر دل کی گرمی سمیٹتی عرشیہ کی گرے آنکھیں پھیلیں۔

"اسکا تو اندازہ ہے مجھے۔ جنھیں تم نے اپنے ساتھ رکھا ہوا ہے وہ ایویں تو ہر گز نہیں ہو سکتے۔ پریشان مت ہو۔ عصر مینشن ہی ہو گا ناں چل کر خبر لیتے ہیں اسکی، یا پھر اپنی فجر کے ساتھ ہو گا"

انیس کو حیرانگی ہوئی کہ عرشیہ بھی جانتی ہے، تھوڑی جلن بھی کہ وہ پہلے جان چکی ہے یقینا۔

"تمہیں فجر کی سٹوری پتا ہے؟"

انیس کی حیرت پر وہ سر ہلاتے ہنسی۔

"ہاں۔ کل جب اس نے مجھے ڈراپ کیا تو سب بتایا۔ یہ بھی کہ سونم کو کس وجہ سے کڈنیپ کیا۔ اور یہ بھی کہ وہ بابا کی تیسری بیوی ہے۔ ہمارا ایک بھائی اور ہے"

وہ عرشیہ کے لب و لہجے میں اتری افسردگی پر اسے پکڑ کر اپنے قریب کھینچ گیا۔

"تمہیں خوشی نہیں ہوئی کہ تمہارے اب تین بہن بھائی ہیں۔؟"

وہ عرشیہ سے یہ سوال کرتا منتظر تھا کہ وہ جواب دے۔

"پتا نہیں وہ مجھے کیسا سمجھتے ہوں، کیا پتا اچھا نہ سمجھتے ہوں۔ کیا پتا وہ مجھ سے ملنے میں دلچسپی نہ رکھتے ہوں"

وہ مایوس تھی اور مایوس وہ اسے نہیں دیکھ سکتا تھا۔

"کیا پتا وہ تم سے ملنے کو بیقرار ہوں۔ اچھا سوچو"

وہ اسکے چہرے کو محبت سے تھام کر قریب کرتا بولا، گویا اس کے چہرے کے نقوش اپنی گرم ہتھیلیوں میں محفوظ کر لیے تھے۔

"اچھا سوچوں گی اب سے"

وہ اسکی آنکھوں میں دیکھتی یقین دلاتے بولی تو انیس نے اسکا زرا مزید فاصلہ سمیٹے ماتھا چوما، وہ اس لمس پر اپنے سینے کی آخری حد تک آسودہ ہوئی۔

"گڈ گرل"

وہ اسکا ہاتھ پکڑ کر کمرے سے نکلا، سوہا نے ان دونوں کو ساتھ آتا دیکھے آنکھوں ہی آنکھوں صدقہ اتارا، ڈنر لائیٹ سا ہی تھا، سوہا کو بہت سی تسلی تھمائے وہ چھ تک مینشن کے لیے نکل گئے، عرشیہ نے اپنا کوٹ اور بیگ کمرے سے لے لیا تھا، لپ سٹک بھی بدل لی تھی، انیس نے ڈرائیونگ زرا تیز کی کیونکہ اسے عصر اور مہویر دونوں کی خبر لینی تھی، ابھی وہ علوی مینشن سے تھوڑا ہی دور تھے جب انیس کے فون پر علیم خان کی کال آئی، انیس نے فون سپیکر پر ڈالا۔

"ہاں علیم خان! عصر کا کچھ پتا چلا؟"

انیس کے لہجے میں شدید فکر بھری تھی۔

"سر اسکا پتا نہیں چلا مگر ایک اہم بات ضرور معلوم ہوئی ہے۔ڈاکٹر فجر نے کل شام جاب چھوڑ دی ہے اور وہ عصر کے نام اک خط چھوڑ کر گئی ہیں۔ میڈیکل سٹاف نے بتایا کہ عصر وہ خط پڑھتے ہی غصے سے پاگل ہوتا جیم سے نکلا تھا۔ اس سے زیادہ انھیں علم نہیں"

علیم خان کی دی معلومات عرشیہ اور انیس دونوں نے سن کر اک دوسرے کی طرف دیکھا۔

"ٹھیک ہے اسے ڈھونڈو کہاں ہے۔ وئیر ہاوس جا کر دیکھو میں بھی اسے ڈھونڈتا ہوں"

انیس نے علیم خان کو نئی بریفنگ دیتے رابطہ توڑا۔

"عصر میرا بھائی، وہ یقینا اس وقت بہت دکھی ہو گا۔ انیس اسے جلدی ڈھونڈو، وہ فجر کو لے کر بہت سنجیدہ تھا۔ اپنے ساتھ کچھ کر نہ بیٹھے"

عرشیہ کی پریشانی دیکھتے انیس نے نفی کی۔

"اتنا کمزور آدمی نہیں کہ خود کو نقصان دے لیکن یہ جو نمبر آف کیا ہے اس پر چپیڑوں کا مستحق ہے، تمہیں مینشن ڈراپ کر کے میں اسے ڈھونڈنے نکلتا ہوں"

انیس نے مینشن کی روڈ پر گاڑی دوڑاتے کہا تو عرشیہ نے فوری نفی کی۔

"نہیں میں تمہارے ساتھ اسے ڈھونڈوں گی"

عرشیہ نے فورا فیصلہ سنایا۔

"تمہارا دن بہت تھکا دینے والا تھا، ریسٹ کرو جا کر۔ وہ یہیں کہیں ہو گا میں دیکھ لوں گا"

انیس نے اسے نرمی سے سمجھانا چاہا پر وہ ہر گز اس طرح مینشن جانے پر راضی نہ تھی۔

"پلیز انیس، میں بھی جانا چاہتی ہوں۔ اسے اس وقت ہماری ضرورت ہو گی۔ پلیز"

عرشیہ کے اصرار کے آگے انیس کا انکار ماند ہوا، وہ لوگ وہیں سے واپس لوٹے، پورے شہر کی سڑکیں، ویران کونے اور تاریکی میں ڈوبتے راستوں کا جائزہ لینے کے بعد انھیں آخر اک غیر معروف کچی سڑک پر اپنی گاڑی کھڑی کیے نیچے ڈھلوان والی سطح پر بیٹھا عصر نظر آیا، یہ جگہ مینشن سے کافی دور تھی، یہ اس یتیم خانے کی سڑک تھی جہاں سے حمرا، عصر کو لائی تھیں، اندھیرا تو ہو چکا تھا پر سٹریٹ لائٹس نے اس جگہ کو روشن کر رکھا تھا۔

"یہ یہاں صرف تب آتا ہے جب مایوس ہو"

انیس کو وہ سڑک اچھے سے یاد تھی، وہ عصر کے گھر کی طرف جاتی تھی، عرشیہ نے سیٹ بیلٹ کھولتے انیس کے منہ کی طرف دیکھا۔

"وہ مایوس کیوں ہوا جبکہ میں نے اسے کہا تھا میں مدد کروں گی اسکی فجر کے معاملے میں"

عرشیہ کو سخت دکھ پہنچا، انیس نے بھی جواباً عرشیہ کی طرف دیکھا۔

"کیا پتا اسکے دل نے مایوس کیا ہو۔ آؤ پوچھتے ہیں۔"

انیس کے لہجے میں نرمی تھی لیکن فی الحال عرشیہ بہت افسردہ تھی، وہ عصر کو اسطرح اداس نہیں دیکھ پا رہی تھی، عصر کی آنکھیں دور پار تاریکی پر جمی تھیں، اسے تب ہوش ملا جب اسکے دائیں بائیں انیس اور عرشیہ آکر بیٹھے، عصر نے باری باری دونوں کی طرف دیکھا۔

"تمہیں کتنی بار کہا ہے تم اپنا نمبر بند نہیں کر سکتے، کیا فارسی سمجھ آتی ہے۔ صبح سے تمہیں کالز ملا ملا کر دماغ خراب ہو گیا میرا۔ اس قدر ٹھنڈ میں سنگل شرٹ کے ساتھ بیٹھ کر ماتم منا رہے ہو، کیا کوئی مر گیا ہے؟"

انیس نے اسکی یہ اتری صورت دیکھتے اپنا غصہ ہر ممکنہ دبایا مگر وہ عیاں ہو ہی گیا، عرشیہ نے اسے رحم طلب نظروں سے دیکھا کہ ابھی غصہ مت کرے۔

"سر میرا دل مر گیا ہے۔ زندگی میں پہلی بار کوئی لڑکی اچھی لگی تھی، وہ بھی چلی گئی۔ اسکی آنکھوں میں صاف صاف لکھا تھا وہ بھی میرے لیے کچھ محسوس کر رہی ہے پھر ایسے میں وہ اپنے خود غرض ماں باپ کو خوش کرنے کی خاطر کسی اور سے شادی کیسے کر سکتی ہے؟ یہ دیکھیں۔۔ یہ لکھا اس نے میرے لیے اذیت نامہ۔۔۔ میری مردانگی کی تعریف کر کے گئی ہے، پر مجھے یہ انسلٹ محسوس ہو رہی ہے۔"

عصر نے افسردہ ہوتے وہ چڑمڑ ہوا کاغذ اپنی مٹھی میں کھولا تو عرشیہ نے اسے اٹھا کر پڑھنا شروع کیا، پڑھتے ہی وہ عصر کی طرف دیکھنے لگی جسکا دکھ وہ دونوں محسوس کر سکتے تھے۔

"تم تو لڑکیاں اٹھوانے میں ایکسپرٹنس یافتہ ہو، یہ نہیں ہو سکتا کیا؟ میں تمہیں فجر کے گھر کا پتا دوں گی عصر۔ لے آنا اسے، پر اسطرح اداس نہیں ہو۔"

وہ عرشیہ کی طرف اذیت سے دیکھتے ہنسا۔

"میں کیوں اٹھوانے لگا اسے، اس نے تو ہاں تک نہیں کی۔ اپنا اتا پتا تک چھپایا، میں وہاں گیا اور اس نے کہہ دیا وہ سب بس وقتی تھا، وہ مجھ سے پیار ویار میں ویسے بھی کیسے پڑ سکتی ہے ایک دو دن میں عرشیہ۔ میں ہی کچھ زیادہ اوور ہو گیا اور اب بھی اوور ہو کر سوچ رہا ہوں کیونکہ لڑکی کے لیے ترسا ہوا جو تھا کہ میرے پاس بھی پارٹنر ہو، میں آپ دونوں سے معافی چاہتا ہوں۔ یہ وقتی خمار اتر گیا میرے سر سے، پریشان جو کیا اسکے لیے معاف کر دیں"

عصر نے حتمی فیصلہ کیا اور دونوں کے بیچ سے اٹھ کر کھڑا ہوتے اپنے آپ کو جبر اٹھیک پیش کرتے بولا مگر انیس اور عرشیہ دونوں کی آنکھیں اسکے دل کی بے چینی دیکھ سکتی تھیں۔

"انسان بنو عصر زمان"

انیس کو اسکی بے حسی پر غصہ آرہا تھا۔

"انسان ہی ہوں یار۔ بس مجھے لگا میرے لیے بھی یہ راستہ کھلا ہے، پر نہیں، ایسے کسی راستے پر میری منزل نہیں۔ آپ دونوں میرے پیچھے آئے، مجھے ڈھونڈا اس کے لیے مشکور ہوں لیکن مجھے آج اکیلا رہنے کی ضرورت ہے۔ میں کل آپ دونوں کو پہلے جیسا عصر بن کر ملوں گا۔ مینشن جا رہا ہوں"

عصر نے ان دونوں سے نظریں تک نہ ملائیں اور اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گیا، وہ دونوں ہی مایوس و افسردہ ہوئے کہ عصر تو سوچ سے زیادہ متاثر لگ رہا تھا۔

"تم اسکے ساتھ جاو مینشن۔ میں مہویر کو ڈھونڈنے جا رہا ہوں۔ پریشان مت ہونا"

وہ دونوں بھی اٹھے، عصر ابھی تک رکا ہوا تھا کیونکہ انیس نے اسے اشارہ کیے روکا لیکن عرشیہ بہت زیادہ بے چین تھی۔

"وہ خود پر جبر کر رہا ہے انیس۔ تم اسے سمجھاو گے نہیں"

عرشیہ نے رک کر تاسف سے انیس کو دیکھتے سوال کیا۔

"ابھی سمجھانے کا وقت نہیں، تم بات کرنے کی کوشش کرو۔ میں جلدی ملتا ہوں تم سے آ کر۔"

وہ نرمی سے اسے تاکید کرتا اسکی گال چومتا اسے جانے کا اشارہ کر گیا مگر وہ گاڑی کی طرف پلٹنے کے بجائے دوبارہ انیس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں زور سے پکڑ گئی۔

"اپنا خیال رکھنا۔ اور جلدی آنا۔ اس غنڈے دوست کی خاطر خود کو مشکل میں مت ڈالنا۔"

عرشیہ نے اسکو تاکید کی اور انیس کا اقرار ملتے ہی وہ عصر کی گاڑی کی طرف بڑھی، عرشیہ کے بیٹھتے ہی عصر نے انیس کی طرف دیکھتے اجازت طلب کی پھر انیس کے سر ہلاتے ہی وہ اپنی گاڑی وہاں سے نکال کر لے گیا، انیس نے گاڑی روڈ کے پار اوجھل ہوتا دیکھے اپنا فون نکالتے علیم خان کا نمبر ملایا۔

"ہمیں شمس الدین کے پرانے محلے جانا ہے۔ دو تین لوگوں کو لے کر پہنچو میری لوکیشن پر۔ اور کاشف کو کہو مہویر کا نمبر ٹرائے کرتا رہے، جیسے ہی آن ہو اسکی لوکیشن ٹریس پر ڈالو۔ ہری آپ"

علیم خان نے فوری حکم پر عمل درآمد کرتے ٹیم ریڈی کی اور انیس کی دی لوکیشن کی طرف روانہ ہوا۔

وہیں دوسری طرف منائم اور محراب نے مل کر سارا ڈنر تیار کر لیا تھا، خضر خود بیلا اور خاور سلطان کو پک کرنے گیا تھا، عاصم بھی انوائٹڈ تھا، منائم نے اپنا فون ریک سے اٹھایا اور مہویر کے ابھی تک واپس نہ آنے پر اس نے باہر گارڈن ایریا آکر مہویر کا نمبر ڈائل کیا لیکن اسکا نمبر بند تھا۔

"حد ہو گئی۔ اس وقت تو آپ کو آجانا چاہیے تھا مہویر۔ لاپرواہی اور بے حسی کی حد ختم ہو گئی آپ پر۔"

وہ سخت غصہ تھی، غصے سے زیادہ مہویر کے ابھی تک غائب ہونے پر پریشان تھی۔

ابھی وہ اسی کیفیت میں مبتلا تھی جب اسکے فون پر ان نان نمبر سے کال آئی، اسے مہویر خیال کرتے منائم نے فوراً کال ریسیو کی۔

"مہویر"

وہ بے اختیار پکاری پر اس طرف مہویر نہیں تھا۔

"مہویر کے بارے جاننا ہے تو گھر کے گیٹ پر آو منائم ملک۔"

وہ اس بھاری آواز اور دیے حکم پر وہیں سے دوڑتی ہوئی پورچ کی طرف بڑھی، پھر گیٹ کھول کر وہ باہر سنسنان روڈ پر نکل کر ارد گرد دیکھنے لگی۔

"کہاں ہیں مہویر۔۔۔ تم کون ہو؟"

وہ فون پر موجود اس بھاری بھر کم آواز کے جواب میں منمنائی، اور ابھی وہ آس پاس نظریں ہی دوڑا رہی تھی جب ایک بلیک گاڑی منائم کے پاس آ کر رکی، وہ سیاہ شیشوں والی کار تھی، منائم ڈر کر پیچھے ہٹنا ہی چاہتی تھی جب کار ڈور کھلا اور اک آدمی باہر نکلے منائم کے منہ پر ہاتھ دباتا اسے گاڑی کے اندر دھکیل گیا، منائم کا فون وہیں گھر کے گیٹ میں ہی گر گیا، وہ گاڑی وہاں سے چلی گئی۔

باہر سے منائم کے اندر نہ جانے پر چوکیدار پیچھے نکلا مگر وہاں منائم کا نیچے فون پڑا تھا لیکن وہ کہیں نہ تھی، اس نے جھک کر فون اٹھایا، اسے سوئچ آف کیا اور اپنی جیب میں رکھ کر دروازہ بند کیا اور اندر چلا گیا۔ وہ موساب کا ہی آدمی تھا، موساب جو گھر میں گھسا تھا وہ بھی اس آدمی کی مدد کے سبب، یعنی محراب اور اسکا گھر موساب سے بلکل محفوظ نہ تھا۔

محراب نے جب بہت دیر تک منائم کو نہ دیکھا تو وہ باہر آئی، پورے گھر میں منائم کو ڈھونڈا، لیکن وہ کہیں نہ تھی، خضر بھی بیلا اور خاور کو لے کر پہنچ آیا تھا، عاصم بھی آگیا مگر محراب کی پریشانی کم نہ ہو سکی، اس نے خضر کو رازداری سے کچن میں بلایا کیونکہ مہمانوں کو عاصم کمپنی دے رہا تھا، ویسے بھی وہ آپسی یار تھے۔

"مما۔ خرگوش کہاں ہے میری۔ کیا وہ مہویر کے ساتھ چلی گئی گھر؟"

خضر کو بھی اسکی کمی شدت سے محسوس ہوئی۔

"وہ میرے ساتھ ہی تھی پھر اچانک پتا نہیں کہاں گئی۔ مجھے بہت فکر ہو رہی ہے, مجھے ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی پتا چلا کہ وہ یہاں نہیں ہے۔ تم مہویر سے پوچھو وہ تو نہیں لے گیا اسے؟"

خضر نے یہ سنتے ہی تشویش کے سنگ موبائل نکال کر مہویر کو کال ملائی جو نمبر مہویر نے اسے بھی صبح بھیجا تھا، لیکن مہویر کا نمبر بند تھا، جس سبب انکی تشویش بڑھ گئی۔

"اف۔ یہ دونوں ہی غائب ہیں۔ اللہ خیر کرے۔ مہویر کا نمبر بند ہے مما۔ ڈیڈ کو بتاوں؟"

وہ محراب کی طرف دیکھتے بولا اور عاصم انھیں دیکھتا خود ہی باہر آ گیا۔

"کیا ہوا سب خیریت ہے۔؟"

عاصم نے دونوں ماں بیٹے کی اڑی ہوائیاں دیکھتے استفسار کیا۔

"ڈیڈ وہ منائم کہیں چلی گئی ہے، مما بتا رہی ہیں وہ انکے ساتھ ہی تھی۔ اب نہ مہویر کا نمبر لگ رہا ہے نہ ہی منائم کا۔ کیا کریں؟"

خضر کے بتانے کی دیر تھی کہ عاصم المیر ملک کی جیسے چھٹی حس اسے الرٹ کر گئی، مہویر کو اس نے یمل ملک کی تلاش پر لگایا تھا، مہویر پر کوئی مصیبت نہ آ گئی ہو یہ فکر تو تھی مگر منائم کا اس مینٹل سٹیٹ کے ساتھ اچانک غائب ہونا اس سے زیادہ تشویشناک تھا، خضر نے چوکیدار سے جب پوچھا تو وہ صاف مکر گیا کہ اس نے منائم کو باہر جاتے نہیں دیکھا، تب تو انکی پریشانی زیادہ بڑھ گئی۔

مجبوراً بیلا اور خاور سلطان کو بھی انھیں بتانا پڑا، خاور نے کمیشنر سے خود بات کی کہ انکے دونوں بچے غائب ہیں اس لیے انکی بازیابی یقینی بنائی جائے، عاصم بھی اپنے ریسورسیز کے تھرو دونوں کی ہر ممکنہ تلاش میں لگ چکا تھا، گھر کے باہر موجود کیمرے کی ریکارڈنگ تک چیک کی گئی اور تبھی انھیں منائم کے گھر سے نکلنے کا پتا چلا اور جس گاڑی میں وہ نقاب پوچھ اسے لے کر گیا اسکا نمبر

نہیں تھا، نمبر پلیٹ سرے سے غائب تھی جس سبب سراغ لگانا بہت ہی مشکل ہو رہا تھا۔

جبکہ منائم کے کڈنیپ ہونے کی کنفرمیشن ملتے ہی محراب تو بہت برا رونے لگی، خود کو کوس رہی تھی کہ اس سے اپنی بیٹی کا خیال نہ رکھا گیا حالانکہ وہ منائم کو آس پاس ہی رکھے ہوئے تھی، کیا پتا تھا کہ چوکیدار موساب کا آدمی ہے، اس نے منائم کے فون سے اس آتی کال کی ڈیٹیل بھی کال لاگ سے ہٹا کر فون گارڈن ایریا میں پھینک دیا، وہ بھی خضر کو ہی ملا لیکن اس سی سی ٹی وی فوٹیج میں منائم کے ہاتھ میں اسکا فون تھا جو نیچے گرا تھا، اگر یہ فون گارڈن ایریا میں پڑا تھا تو یقیناً گھر کا کوئی آدمی مشکوک تھا، یہ بات جب خضر نے ڈیڈ کو بتائی تو عاصم نے گھر کے ہر ملازم سے خود پوچھ گچھ کی۔

"پلیز اپنے آپ کو سنبھالیں آنٹی۔ وہ خیریت سے ہوں گے، مل جائیں گے۔ پلیز آپ روئیں مت"

بیلا بھی اس سب سے بہت پریشان تھی، محراب کو تسلی بھی ٹھیک سے نہ دے پا رہی تھی پر اپنی کوشش پوری کر رہی تھی کہ محراب کو تسلی دے سکے۔

"سب م۔ میری غلطی ہے بیلا۔ میں ک۔ کیسے اتنی لاپرواہ ہو سکتی ہوں۔ میری موجودگی میں کوئی میری بیٹی کو اٹھا کر لے گیا۔ تف ہے مجھ پر۔ کیسی بیکار ماں ہوں۔ میں جتنی بھی کوشش کر لوں اب کبھی اچھی ماں نہیں بن سکتی۔ پتا نہیں وہ کہاں ہو گی۔ اسکی مینٹل ہیلتھ بھی ٹھیک نہیں۔"

محراب کا اس وقت تکلیف سے خود کو کوسنا کوئی تب تک نہ روک پاتا جب تک منائم کی کوئی خبر نہ ملتی۔

"آپکی غلطی نہیں ہے، آپ نے سناناں اسے کوئی کال آئی تھی۔ وہ باہر گئی اور اس گاڑی والے نے اسے کڈنیپ کر لیا۔ آپ خود کو قصور مت دیں

پلیز۔ حوصلہ رکھیں۔ جو بھی قصوروار ہے اسے پکڑ لیں گے۔ پلیز مت روئیں"

وہ اندازے سے محراب کے جب آنسو ہاتھ سے پونچھ رہی تھی تو محراب دم سادھ کر اس لڑکی کو دیکھنے لگیں، وہ دیکھ نہیں سکتی تھی لیکن اس وقت وہ انکی طرح انکا حصہ بنی دگنی پریشان تھی۔

"کیسے حوصلہ کروں۔۔۔ میری بیٹی پہلے ہی ٹھیک نہیں۔ اسکے دماغ پر کچھ بھی برا اثر اسکی جان لے سکتا ہے بیلا۔ تم دعا کرو وہ ہمیں جلدی مل جائے"

محراب نے اپنے آپ کو حوصلہ خود تھمایا جبکہ بیلا بھی دعا گو تھی اور یقین دلا رہی تھی کہ وہ مل جائے گی۔

چوکیدار سے پوچھ گچھ ہوئی تو وہ صاف مکر گیا، شاید موساب کے لوگ بہت اچھے ٹرینڈ تھے، جبکہ وہ فون چوکیدار نے اٹھایا اس لمحے کی سی سی ٹی وی فوٹیج اتفاقاً کرپٹ ہو گئی تھی، تبھی تو زیادہ مسئلہ تھا، خاور سلطان، عاصم اور خضر

جب واپس گھر میں لوٹے تو سب مایوس اور پریشان تھے، انکے ہاتھ کوئی بھی سراغ نہیں لگ سکا تھا اور زیادہ تکلیف دہ تھا، اس وقت ایک دوسرے کو حوصلہ دینے کے سوا اور انتظار کے علاوہ کوئی حل نہ تھا۔

.._____..

مہویر کو سر میں اٹھتے بھیانک درد کے ساتھ اپنے حواس لوٹتے محسوس ہوئے تو اس نے اپنے سر کی پچھلی طرف اپنا ہاتھ رکھے زمین سے اپنا سر
اٹھایا، تاریک جگہ خود کو پڑا دیکھتے وہ جھٹکے سے اٹھ کر بیٹھا، مگر درد کی سر میں اٹھتی ٹیس پر وہ لمحہ بھر ہل کر رہ گیا، کندھا تو یوں تھا جیسے اسکے وجود سے کٹ کر رہ گیا ہو۔

"ہوش میں آ ہی گئے تم میرے پیارے دوست"

موساب کے دروازہ کھول کر دو لوگوں کے ہمراہ اندر آنے پر مہویر اپنی قوت جمع کرتا اٹھ کر لڑکھڑاتا ہوا کھڑا ہوا، موساب کی شکل دیکھتے مہویر

کے چہرے پر نفرت کی پرچھائیاں اتریں، اور پیچھے پیچھے فاطمہ نور بھی اندر داخل ہوئی۔

"تو تم نے ایک بار پھر میری پیٹھ پیچھے وار کیا؟"

وہ فاطمہ کی طرف دیکھے اذیت سے بولا جس پر موساب نے ہنس کر فاطمہ کو دیکھتے اسکی گال تھپکی، موساب کا انداز کرخت تھا، یہ فاطمہ کو بھی لگا۔

"میں مجبور تھی مہویر، اس نے صبح ہی ہمارے پرانے محلے کے گھر کو ڈھونڈ لیا۔ مجھے دھمکایا کہ یہ یمل کو مار دے گا۔ میں اس بار واقعی مجبور تھی۔ تم موساب کو بے نقاب نہ کر سکو اس لیے یہ تمہیں مارنا چاہتا ہے۔ قسم کھاتی ہوں یمل سے اک بار مل لوں تو خود کو قانون کے حوالے کر دوں گی۔ تمہاری موت کا الزام اپنے سر لینے والی ہوں میں۔ اسکے بدلے موساب میرے بابا اور بیٹے کو ایک اچھی اور غلامی سے پاک زندگی دے گا۔ تم جب

مجھ سے اور بابا سے یمل کے بارے جاننے آئے تو یہ پہلے ہی وہاں موجود تھا۔"

فاطمہ کے ندامت سے اعتراف کرنے پر مہویر نے دو قدم فاطمہ کی طرف بڑھائے، نفرت تو بہت معمولی شے تھی، حقارت اس کی نگاہوں سے ٹپک رہی تھی۔

"تم غلط فہمی میں ہو، تمہاری قربانی لے کر بھی یہ تمہارے بیٹے اور باپ کو زندہ نہیں چھوڑے گا۔ بیوقوف عورت۔ اسی آدمی نے تمہاری زندگی برباد کی، تم اسی کے آباد کرنے کی جھوٹی باتوں میں آگئی۔ مجھے کیا مارو گے تم لوگ، میں تو اپنے آپ کو سالوں پہلے دفنا چکا ہوں۔ اب میں صرف مارنے کے بارے جانتا ہوں"

وہ آنکھوں میں زہر بھر کر موساب اور فاطمہ کو باری باری دیکھ رہا تھا، موساب کے اک اشارے پر سات سے آٹھ لوگ مہویر کی طرف

بڑھے تا کہ اسے جکڑ سکیں لیکن مہویر نے ان آٹھوں لوگوں کی نا جانے کون کون سی ہڈی کریک کی، بڑی مشکل سے دو پہلوانوں نے زور آزمائی کیے اس بپھرے بھیڑیے کو رسیوں میں قید کیا، لیکن ہاتھ قید ہونے کے باوجود وہ ان دونوں مسٹنڈوں کو ہلکان کر چکا تھا، اسے زبردستی اک پلر سے باندھا گیا۔

فاطمہ اس وقت زمین میں گڑھی تھی۔

"تم نے کیا سمجھا مہویر، میں تمہیں اتنی آسان موت دوں گا۔ پچ پچ پہلے تمہیں ان بہن بھائیوں کی نظروں میں تو گرا لوں جنکو مارنے چلے تھے انتقام میں"

موساب کے آگے بڑھ کر کمینگی سے مسکرا کر بتانے ہر مہویر کی آنکھوں میں لہو اترا۔

"کیا مطلب؟ اس بکواس کا کیا مطلب تھا موساب؟"

وہ اپنے حلق سے بل دھاڑا۔

"میں نہیں چاہتا تمہاری موت کے بعد میری پیاری فیملی تمہارے سوگ میں پڑی رہے۔ کل کو میں محراب سے شادی کروں گا تو منائم اور خضر میرے بچے بن جائیں گے۔ تم ان سبکی نظروں میں گندے ہو کر مرو گے جب تو وہ دو دن تمہیں یاد رکھیں گے پھر مٹی ڈال دیں گے۔ تم مر جاو گے، یہ عورت جو تمہاری محبت رہی ہے تمہاری موت کا الزام اپنے سر لے کر عمر قید کی سزا جھیلنے دفع ہو جائے گی۔۔۔۔ آہ عاصم میرے خلاف کبھی کچھ نہیں کر سکے گا۔ میں جیت جاوں گا۔۔۔۔ میری راہ کی پھر اک عاصم رکاوٹ ہو گا جسکے لیے میں نے تم سے ہزار گنا گندی موت سوچ رکھی ہے۔۔۔"

موساب کے مکروارادے سن کر مہویر نے اپنے جکڑے ہاتھ جھٹکے سے چھڑوانے کی کوشش کی، اگر وہ اس وقت آزاد ہوتا تو موساب کے ٹکرے کر دیتا۔ کرخت اور جلی ہوئی نگاہیں اس نے فاطمہ پر بھی ڈالیں جو بے حس بن کر کھڑی آنکھوں میں اپنی ساری جان لیے ہوئے تھی۔

"ہاتھ کھول میرے پھر تجھے بتاتا ہوں گندی موت ہوتی کیا ہے۔ تو کسی کو مزید کوئی بھی نقصان نہیں دے پائے گا موساب۔۔۔ میری جب تک سانس چل رہی ہے تو خود کو شدید خطرے میں سمجھ۔ میری بازو کٹ بھی گئیں تو میں تیری شہہ رگ کو اپنے دانتوں سے کاٹ ڈالوں گا، تیرے منہ کو اپنے پیروں سے مسل دوں گا پر تیرے جیسی گندی چیز کو دوسرا سانس لینے نہیں دوں گا"

مہویر مسلسل اپنے ہاتھوں کو جھٹک کر غرا رہا تھا، موساب نے اس زخمی درندے کو بڑی مشکل سے قید کیا تھا، جانتا تھا اگر اسکے ہاتھ کھلے یا کٹ بھی گئے تو موساب کا خاتمہ طے ہے۔

"تیری یہ اکڑ ختم ہونے والی ہے۔ بس تھوڑا سا انتظار"

موساب کی آنکھوں میں مکاری چمک اٹھی تھی، اس نے نا سمجھی سے موساب کو دیکھا جیسے سمجھ نہ پایا ہو کہ موساب کا اگلا درندہ صف عمل کیا

ہونے والا ہے اور پھر دروازہ کھلا، دو لوگوں نے منائم ملک کو پکڑ رکھا تھا، منائم کی نظر جیسے ہی مہویر پر پڑی اس نے اپنا چیخنا روک کر دھکا دیتے ساتھ کھڑے آدمی کو پرے دھکیلا۔

"کون ہو تم سب۔۔ مہویر۔۔ مہویر کو کیوں باندھا ہوا ہے تم لوگوں نے۔ مہویر آپ ٹھیک ہیں ناں؟"

وہ اس دوسرے آدمی کے ہاتھ سے اپنا آپ چھڑواتی سیدھی مہویر تک پہنچی، اسکا چہرہ ہاتھوں میں بھر کر روئی سی آواز میں منمنائی، مہویر نے اک ضبط بھری نظر منائم پر ڈالتے، دوسری انگار برساتی نگاہ موساب پر ڈالی جو اپنے آدمی سے مہویر کا بھیڑیے والا ماسک پکڑ کر کمینگی سے ہنس رہا تھا۔

"منائم تم یہاں کیسے آئی۔ تمہیں چوٹ تو نہیں دی ان لوگوں نے۔ تم ٹھیک ہو؟"

مہویر کی آواز واضح کانپ رہی تھی، منائم ڈر کر پیچھے دیکھتی پھر مہویر کو دیکھتے اپنی اٹکتی سانسوں پر اختیار پاتے مہویر کا چہرہ سہلانے لگی۔

"ٹ۔۔ ٹھیک ہوں۔ یہ لوگ مجھے گھسیٹ لائے۔ ان نان نمبر سے کال کی کہ مہویر کے بارے جاننا ہے تو گیٹ پر آو۔ آپکا نمبر بند تھا تبھی میں باہر نکل آئی۔۔۔ مجھے اور کوئی تکلیف نہیں دی۔ میں آپکو یہاں سے نکال لوں گی آپ پریشان نہ ہوں"

منائم نے ڈرتے ڈرتے اسے بتایا جبکہ مہویر نے اپنے ہاتھ جھٹکنے تیز کرتے یوں غراتے موساب کی وہ گھٹیا ہنسی دیکھی جبکہ منائم سہم کر مہویر کو دیکھنے لگی، وہ بہت بے دردی سے کلائیوں میں بندھی رسیوں سے کھینچا تانی کر رہا تھا۔

"مہویر ایسے مت کھینچیں ناں، درد ہو گا"

وہ بچوں کی سی فکر اور شدید تکلیف جتاتی اسکے منہ کے پاس منمنائی مگر مہویر جان چکا تھا وہ کمینہ کیا کرنے والا ہے، مہویر کو اپنی پرواہ نہیں تھی۔

مہویر کی کلائیوں سے خون رسنے لگا تھا مگر اس کی آنکھوں میں درد نہیں، صرف انتقام جل رہا تھا۔

موساب آہستہ آہستہ قدم بڑھاتا ان دونوں کے بیچ آ کھڑا ہوا۔

"واہ، کتنی مقدس محبت ہے۔"

اس نے طنزیہ مہویر اور منائم کو اتنا پاس دیکھتے تالیاں بجائیں، اسکے ہاتھ میں ماسک تھا جسے منائم دیکھتے ہی کچھ دماغ میں آتے دھندلکوں پر چونکی۔

"درندے کی سب سے بڑی کمزوری اس کا شکار نہیں، اس کا محبوب ہوتا ہے، میری بچی اب وقت آ گیا ہے کہ تم اس گئی یادداشت کے عذاب سے چھٹکارا پاؤ"

موساب کے عجیب و غریب الفاظ پر منائم سہم کر مہویر کے سینے کے اور قریب ہو گئی، مہویر کی سانس غصے اور تکلیف سے تیز ہو گئی جبکہ اسکی سیاہ آنکھوں میں موساب کے لیے صرف آگ بھڑک رہی تھی۔۔

"موساب! اسے ہاتھ لگایا تو۔۔"

مہویر نے اسے اک آخری وارننگ دی۔

"تو کیا؟"

موساب جھکا، اس کے چہرے کے قریب آکر مضحکہ خیز انداز میں سرگوشی کی۔

"بازو تو ویسے ہی بندھے ہیں تیرے، دانتوں سے میری شہ رگ کاٹنے کا خواب بعد میں دیکھ لینا۔"

موساب نے اسکا مزاق اڑاتے خباثت سے قہقہہ لگایا پھر اس نے اپنے آدمیوں کو اشارہ کیا۔

دو آدمی آگے بڑھے اور منائم کو پیچھے سے جکڑ لیا۔

"نہیں!"

مہویر کی دھاڑ کمرے کی دیواروں سے ٹکرا کر گونجی، اسکی کلائیوں کے اطراف کسی رسیوں کی چرچراہٹ سنائی دی اور زور آزمائی سے اسکی کلائیاں اور چھل گئیں۔

منائم نے خود کو چھڑانے کی کوشش کی مگر موساب نے اس کی ٹھوڑی سختی سے پکڑ لی۔

"دیکھ لے مہویر اسکی آنکھوں میں اپنے لیے آخری بار محبت، نرمی اور خوف۔۔۔۔ کیونکہ ابھی اس میں بس نفرت بھرنے والا ہوں"

موساب کے ہنسنے پر مہویر کی آنکھیں سرخ انگارہ ہو گئیں۔اس کی سانس جانوروں جیسی بھاری ہو چکی تھی،اس میں درندے جیسی گڑگڑاہٹ تھی۔

"یہ ماسک یاد ہے منائم؟"

منائم نے روتے ہوئے خود کو چھڑوانے کی کوشش کے ساتھ جب موساب کے ہاتھ میں لہرایا ماسک دیکھا تو اسکی آنکھوں کے آگے تیرتے ہیولوں نے میکانی طور پر اپنی شکل حاصل کرنا شروع کر دی۔

"منائم۔اس شیطان کی بات سننے کی ضرورت نہیں۔میری جان میری طرف دیکھو۔"

وہ دو لوگوں کے قبضے میں تھی،اسکی آنکھیں مہویر کے منہ سے جان کا لفظ سنے چھلکیں مگر موساب کو اس میلوڈرامے میں رتی برابر دلچسپی نہ تھی،انیس اور علیم خان کے لوگ شمس الدین کو دبوچ کر اس سے سب اگلوا چکے تھے،وہ بس اس موساب کے اڈے سے چند لمحے کی دوری پر تھے۔

"غور سے دیکھو منائم ملک اس شکل کو۔ یہی تھاناں تمہیں کھائی میں دھکیلنے والا۔ بھیڑیے کی شکل والا ماسک پہن کر تمہیں مارنے گیا تھا۔ یہی تھا جس نے خضر کے کانسرٹ میں آگ لگانی چاہی۔ یہ اپنی اس معشوقہ کے پیچھے پاگل ہو کر ہی وولف بنا۔ ملوا سکی محبت سے۔۔۔۔۔"

منائم نے گردن پھیر کر اس لڑکی کو دیکھا، وہ یوں کھڑی تھی جیسے اسکے وجود سے خون کا آخری قطرہ تک خشک ہو گیا ہو، منائم نے روتے ہوئے مہویر کی طرف دیکھا، وہ اپنی رسیاں تقریباً ڈھیلی کر چکا تھا۔

"موساب بس کرو خدا کے لیے"

اس بار فاطمہ چیخی تھی، وہ اپنا سر تھامے وہیں نیچے سہم کر بیٹھ گئی تھی، موساب نے اس کے بیٹھنے اور سسک سسک کر اپنا سر پیٹنے پر قہقہہ لگایا، پھر وہ دوبارہ لوو برڈز کی طرف متوجہ ہوا۔

"م۔ مہویر آپ نے دھکا دیا مجھے؟"

وہ سسکتی ہوئی مہویر کو دیکھتے بولی جسکا سانس بس تھمنے لگا تھا۔

"م۔میں تمہیں سب بتاوں گا۔سب بتاوں گا منائم۔۔۔۔میرے ہاتھ کھلنے تک پر سکون رہو۔مجھ پر بھروسہ کرو۔پلیز"

منائم نے اپنے سر کے شدید بھیانک درد کے باوجود مہویر کی بات سنی پر موساب نے اسی لمحے اگلا وار کیا۔

وہ اپنی جگہ پتھرا چکی تھی، اسکا سر پہلے ہی چکرا رہا تھا اور پھر رسیوں سے بندھے مہویر کے چہرے پر جب موساب کے آدمی نے اسکا زبردستی ماسک چڑھایا تو منائم کی آنکھوں کے آگے وہ سب کسی فلم کی طرح چلنے لگا جو کچھ زیادہ دن پہلے کا قصہ نہ تھا، مشکوک تو وہ پہلے ہی تھی، جب اس ماسک کو مہویر کے چہرے پر چپکا دیکھا تو اسکے حلق سے اک دردناک چیخ نکلی۔

"یہی تھا وہ چہرہ۔۔۔ووہ۔۔"

اس اعتراف کے بعد وہ ہوش کھو بیٹھی۔

"مت کر موساب وہ مر جائے گی"

مہویر نے ان رسیوں سے خود کو چھڑوانے کی ہر کوشش کر ڈالی، وہ چیخا، دھاڑا پر منائم بری طرح زمین پر گر چکی تھی۔

منائم کے بے جان جسم کے زمین سے ٹکرانے کی آواز نے مہویر کے اندر سب کچھ توڑ دیا۔

"منااائم!"

اس کی آواز میں پہلی بار بھیانک خوف تھا وہی خوف جس سے وہ ہمیشہ دوسروں کو ڈراتا تھا۔

"دیکھا؟ یادداشت لوٹانے کا سب سے آسان طریقہ، سچ کا جھٹکا۔"

موساب کے چہرے پر شیطانی اطمینان ابھرا تھا۔

مہویر میثاق اس سے پہلے اپنی کلائیوں کو واقعی کاٹ ڈالتا، باہر اچانک سے ہوتی فائرنگ پر موساب سمیت اسکے سارے آدمی الرٹ ہوئے، خود فاطمہ بھی کراہتی ہوئی دیوار سے جا لگتی سمٹ گئی۔

دروازہ ایک دھماکے سے ٹوٹا، دھواں اندر پھیلا اور اس دھوئیں کو چیرتا ہوا انیس اندر داخل ہوا۔ اس کی آنکھیں سیدھی موساب پر جمیں۔

"ک۔۔ کون ہو تم؟"

موساب کے حلق سے آواز پھنس کر نکلی، مہویر نے یوں سانس لی جیسے آخری ہو، اسکی نظریں منائم کے زمین پر گرے بے جان وجود پر تھیں۔

دو آدمی موساب کے پلٹے ہی تھے کہ انیس کی گولیوں نے انہیں گرا دیا۔ کمرہ چند سیکنڈ میں افراتفری کا میدان بن گیا۔

انیس نے ایک ہاتھ میں پکڑی گن موساب پر تانی جبکہ دوسرے ہاتھ سے اس نے مہویر کی رسیاں کھینچ کر کھولیں، مہویر کی لہو ہوتی کلائیوں پر انیس کا دل برا ہوا پر ابھی جذبات دیکھانے کا وقت نہ تھا۔

"فوراجاو"

انیس نے رسی کھولتے ہی دھاڑ کر مہویر کی پشت تھپکی۔

"منائم کو لے کر فوراً نکلو۔ تمہارا باقی کام میں سنبھال لوں گا"

مہویر نے ماسک اتار کر پھینکے ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کیا تھا۔ وہ گھٹنوں کے بل منائم کے پاس زمین پر گرا، منائم کا سر اپنی گود میں لیا۔

"منائم، آنکھیں کھولو میری جان۔۔ سنو مجھے"

مہویر کی اسکے گال سے لگی انگلیاں کانپ رہی تھیں۔ اس نے اسے بازوؤں میں اٹھایا، جیسے وہ شیشے کی بنی ہو اور پوری قوت سے کندھے اور کلائیوں کے

درد کی پرواہ کیے بنا نکلا ہی جب انیس نے جاتے ہوئے مہویر کی جینز کی جیب میں اپنی گاڑی کی چابی ڈالی۔

انکو باہر نکلنے کا راستہ دیتے انیس نے موساب پر ہنوز گن تان رکھی تھی، موساب نے گھبراہٹ کے مارے اپنی گن اٹھا کر دبک کر دیوار سے لگی فاطمہ پر چلا دی، انیس اک لمحہ بوکھلایا کیونکہ گولی فاطمہ کے پیٹ میں دھنسی تھی۔

موساب نے انیس کی توجہ ہٹتے ہی بھاگنے کی کوشش کی مگر انیس نے اسے زمین پر گرا کر گھٹنے سے اس کی کمر نیچے زمین میں دبا دی۔

"علیم خان۔۔۔اس عورت کو ہسپتال پہنچانے کی ذمہ داری تمہاری ہے۔اسکی بھی اتنی آسان موت نہیں ہو گی۔۔میں اس گند کو لے کر جا رہا ہوں۔۔۔۔اٹھ زلیل ملعون"

انیس نے دروازے میں آکر رکتے علیم خان کو اسکا کام سونپا اور خود بھی گھٹنا ہٹا کر اٹھے کراہتے موساب کو اسکی گردن سے پکر کر گھسیٹے انداز میں اٹھایا، علیم خان کے ساتھ بقیہ ٹیم کو روانہ کیے وہ دوسری گاڑی میں موساب کے ہاتھ پیر باندھ کر ڈالتا، اسکے منہ میں کپڑا ٹھنسا کر ٹیپ سے اسکا منہ سیل کرتا گاڑی کی بیک سائیڈ کسی گند کی طرح پھینکے خود ڈرائیونگ سیٹ سنبھالے روانہ ہوا، مہویر جا چکا تھا، منائم بلکل سانس نہیں لے پا رہی تھی جو بہت زیادہ خطرناک بات تھی۔

.._____..

"سارا رستہ تم نے مجھ سے بات نہیں کی، اب تو ہم بات کر سکتے ہیں ناں۔؟"

وہ دونوں جب واپس پہنچے، عدین پڑھتے پڑھتے ہی سو چکا تھا، عرشیہ اسکے کمرے میں گئی، اس پر لحاف کروائے اسکا سر چومے غیر ضروری لائٹس آف کر کے کچن میں آئی۔

وہ کچن میں آکر کرسی سنبھالے بیٹھی جہاں وہ بیٹھ کر کڑوی کوفی اپنے حلق میں اتار رہا تھا۔

"بات کرنے کو کچھ نہیں عرشی، سب وقتی تھا۔"

عصر نے نظریں جھکائے مرے ہوئے لب و لہجے میں یاسیت کے سنگ سرگوشی کی تبھی عرشیہ نے اپنے فون پر فجر کا نمبر کھول کر فون عصر کے سامنے میز پر رکھا۔

"بات کرو اس سے۔ کسی سے پیار ہونے کے لیے صدیاں نہیں چاہیں ہوتیں، ایک لمحہ کافی ہوتا ہے۔ تم دونوں بس اسے وقتی کشش کا نام دے رہے ہو، لیکن درحقیقت وقتی کچھ نہیں۔ تمہاری طرف سے تو ہرگز نہیں۔ سمجھ آرہی ہے میری بات؟"

عرشیہ کے لہجے میں شدت کے ساتھ اصرار بھی تھا جس سبب عصر نے اسکا فون اٹھا کر سکرین آف کی اور عرشیہ کی جانب سرکا دیا۔

"پلیز عرشیہ۔سب ختم ہو گیا ہے۔میں اس لڑکی کے سامنے ہوش و حواس کھو بیٹھا تھا، گرم گرم چائے حلق میں انڈیل لی۔یہ شاید اسے مزاق لگا تھا تبھی وہ اک پرچہ لکھ کر میرے منہ پر مار گئی۔اس فیملی کے پاس جس نے اسے عاق کر دیا تھا۔"

وہ بضد تھا، ہارش تک ہو گیا، عرشیہ اسکی کیفیت اچھے سے سمجھ رہی تھی تبھی اس نے فجر کا نمبر ملا لیا، اس سے پہلے عصر اسکی اس حرکت پر اٹھ کر جاتا، عرشیہ نے اسکی بازو پکڑ کر واپس بٹھایا اور خاموش رہنے کا اشارہ کرتے فون سپیکر پر ڈالا، بیل جا رہی تھی اور پھر تیسری بیل پر فجر نے فون اٹھایا، وہ اپنے کمرے میں آتے ہی دروازہ لاک کرے فون پر آتی کال ریسیو کرے میٹرس پر بیٹھی۔

"عرشیہ میم!"

فجر کی آواز میں اترا درد عصر کے کرب کو کم کر گیا، عرشیہ بھی افسردہ ہوئی۔

"تم بنا مجھے انفارم کیے جاب کیسے چھوڑ سکتی ہو، تمہیں معلوم نہیں کہ اک ریزیگنیشن لیٹر دیا جاتا ہے۔ اسکے قبول ہونے کے بعد جاب چھوڑی جاتی ہے۔ بہت مایوس اور ناراض کیا تم نے مجھے"

عرشیہ نے اپنے لہجے میں ناراضی بھری، عصر بس کر بناک انداز میں سکرین کو گھور رہا تھا۔

"مجھے اچانک آنا پڑا میم، مجھے معاف کر دیں۔ کل مہندی ہے میری اور پرسوں نکاح۔ یہ لوگ مجھے یہاں کے قبائلی بلوچ سرداروں میں بیاہ رہے ہیں۔ جو بیٹیوں اور بہوؤں کی نوکری کو کوئی لعنت سمجھتے ہیں۔ مجھے میرے ماں باپ نے مجبور کر دیا، ورنہ آپ کا انتظار ضرور کرتی"

عصر کے ماتھے پر حقارت سے بل اترے، عرشیہ اسے بازو پکڑے اب تک پرسکون رہنے کا اشارہ کر رہی تھی۔

"تم نے مجھے انوائٹ تک نہیں کیا؟"

عرشیہ نے افسوس سے گلا کیا تو فجر تکلیف سے مسکرائی۔

"یہ حق ان لوگوں نے نہیں دیا مجھے۔"

وہ مایوس اور شدید افسردہ لگ رہی تھی جو نہ عرشیہ سے برداشت تھا نہ عصر سے۔

"کس سے شادی ہو رہی ہے؟ کون ہے۔۔ کیا کرتا ہے؟ تم پسند کرتی ہو اسے؟ یا تمہاری زبردستی شادی کروا رہے ہیں۔ بولو فجر۔ میں وہاں آ کر سب روک دیتی ہوں اگر یہ زبردستی ہے۔ ڈرو مت"

عرشیہ نے امید کی تھی کہ وہ اپنی تکلیف بتائے گی پر فجر نے شاید سمجھوتہ کر لیا تھا، اسکی آنکھ سے اک آنسو ٹپک کر رخسار پر لکیر بنا گیا۔

"اس نے بابا کو دو کروڑ دیا ہے میرے بدلے میم۔ میں زندہ رہوں یا مر جاوں، ان وحشیوں کو ہر حالت میں درکار ہوں۔ اور آپ جانتی ہیں اس نکاح کے بعد بھی میں کبھی اپنے والدین اور بہنوں سے نہیں مل سکوں

گی۔ کیونکہ میری فیملی انکی نظر میں پنچ اور مفلس ہے۔ اور وہ ٹھہرے بلوچ خاندان کے امیر اور رئیس لوگ۔ اک خیال آیا کہ کاش واپس نہ آتی، وہاں کھل کر سانس لینے کا حق تو تھا پر یہاں۔۔۔۔۔۔ خیر آپ یہاں آ بھی گئیں تو کچھ روک نہیں سکیں گی۔ الٹا یہ سر پھرے لوگ آپکو نہ نقصان پہنچا دیں اس لیے مجھے میرے حال پر چھوڑ دیں۔ رکھتی ہوں"

اس لڑکی کی یہ گھٹی باتیں عرشیہ اور عصر کا سینہ بھی چھلنی کر گئیں، وہ جس طرح بول رہی تھی اسکا حلق اسکی آواز گھوٹنے کی پوری کوشش میں تھا۔

"عصر زمان، اسے چھوڑ کر گئی ہو تم۔۔۔۔ اس کے لیے تمہارے دل میں کچھ نہیں؟ اس نے تمہیں پرپوز کیا تھا۔ تم اس کے ساتھ کچھ وقت رہی۔ کیا عصر کے جذبات یکطرفہ ہیں فجر؟"

اس بار عرشیہ کی آواز بھی نم پڑی جبکہ وہ اذیت سے سانس بھر کر رہ گئی۔

"مجھے وہ بہت اچھے لگے تھے، دل نے اس شخص کو دیکھتے پہلی خواہش یہی کی تھی کاش اسکے ساتھ زندگی گزارنے کا موقع مل جائے۔ لیکن میں انکی زندگی جہنم نہیں بنا سکتی۔ پہلے تو نہیں، اگر اب عصر کے بارے میں نے اک لفظ بھی کہا تو یہ لوگ صرف میری جان نہیں لیں گے اسے بھی نقصان دیں گے۔ میں نے اپنے ماں باپ کے ایموشنل ڈرامے کو سچ سمجھ کر یہاں آنے کی جو غلطی کر دی یہ میرے لیے سب ختم کر چکا ہے۔ اب میں واپس نہیں آ سکتی۔"

اختتام تک فجر کی آواز ہچکیوں میں بدلی، جس سبب عرشیہ کی آنکھیں تو بھیگیں، عصر کی بھی سرخ انگارہ ہو گئیں۔

"فجر۔ میں عصر کو بتاوں؟ ہم کچھ نہ کچھ کر لیں گے۔ تم ہامی بھرو بس"

عرشیہ بہت دیر بعد بول سکی کیونکہ وہ عصر کا ضبط بھی دیکھ رہی تھی، حلق میں جیسے آنسوؤں کا گولہ سا اٹکا تھا۔

"ہر گز نہیں میم۔ میں بہت تکلیف میں تھی تبھی آپ سے شئیر کر بیٹھی۔ انھیں بھنک بھی نہ لگے کسی چیز کی۔ انھیں جو خط لکھا ہے اس سے وہ یہی سمجھیں گے کہ مجھے انکی اور انکے جذبات کی نہ خبر ہے نہ یہ سب سنجیدہ تھا میری طرف سے۔ پلیز۔ اللہ حافظ۔"

فجر نے اپنی ٹوٹتی آواز پر قابو پاتے چند عہد مانگے اور ساتھ ہی وہ رابطہ تور کر دونوں ہاتھ چہرے پر رکھے پھوٹ پھوٹ کر رو پڑی جبکہ عرشیہ کی نظر عصر کے ہاتھ پر تھی جس سے وہ اپنی کووفی کے مگ کو دبوچے شدید ضبط کے مقام پر تھا۔

"تم اب بھی خاموش رہو گے؟ وہ بھی تمہارا ساتھ چاہتی ہے عصر"

عرشیہ نے اسکے سخت جکڑے ہاتھ سے وہ مگ کھینچا ورنہ وہ اسے ہاتھ میں ہی توڑ بیٹھتا، عصر نے نفی میں گردن ہلائی۔

"نہیں چاہتی وہ میرا ساتھ، اگر اسے میرا ساتھ واقعی میں چاہیے تھا تو یہ سب مجھ سے ڈسکس کر سکتی تھی۔ عرشیہ یہ چیپٹر کلوز کر دیں۔ میں مزید کچھ بھی نہیں چاہتا۔ میری طرف سے بھی زیادہ کوئی شدید جذبات نہیں ہیں اسکی طرح۔ تو کر لینے دیں اسے اونچے سرداروں میں شادی۔ اسے میں نے کہا تھا وہ اپنے والدین سے شادی کر کے بھی محروم ہو گی پر اسے میری بات مزاق لگی۔ ہر انسان اپنی غلطی کی سزا پا کر رہتا ہے، اسے بھی پانے دیں"

عصر نے اپنا حتمی فیصلہ سنایا اور اٹھ کھڑا ہوا، عرشیہ بھی گھبرا کر اٹھی، اس نے عصر کو نا امیدی سے دیکھا، شاید اسے عصر سے اسکی توقع نہ تھی۔

"عصر، میں جانتی ہوں تم یہ سب ہرٹ ہو کر کہہ رہے ہو۔ اس پر غصہ ہو کہ وہ اک کاغذ کا ٹکرا چھوڑ کر چلی گئی۔ تمہیں اعتماد میں نہ لیا۔ لیکن اسکی پوزیشن سمجھو کہ لڑکیاں کہیں نہ کہیں اپنی فیملی کے لیے بہت ایموشنل ہوتی ہیں۔ اسکے پیرنٹس خود غرض ہیں پر وہ تو ان کے لیے ترسی ہوئی تھی، کوئی بھی ہوتا جھانسے میں آجاتا۔ میرے بھائی تم یہ کر کے پچھتاو

گے، اور ہمیں ہمارا پرانا عصر کبھی نہیں ملے گا، وہ اس گلٹ میں دب جائے گا۔ تم آج اچھے سے سوچ لو۔ ہم کل جا رہے ہیں اسے لانے۔۔۔ کوئی بھی قیمت ہوئی دیں گے۔ سن رہے ہو تم؟ میں مما یا بابا سے ادھار لے لوں گی پیسے۔۔۔ کچھ بھی ناممکن نہیں۔ ہم وہ قیمت واپس لوٹا دیں گے ان کمینے سرداروں کو۔ اور میں انیس اور تم مل کر یہ پیسے بھی واپس لوٹا دیں گے بابا اور مما جس سے بھی لیے۔۔۔۔"

وہ عرشیہ کی طرف دکھ سے دیکھنے لگا، بھلا وہ کیوں اپنی وجہ سے کسی اپنے پیارے کو اتنی پریشانی میں ڈالے، شاید وہ عرشیہ کی بات مان بھی لیتا پر جب سے ابراہیم علوی نے اسے اسکی نوکر ہونے کی اوقات یاد دلائی تھی وہ اندر سے ٹوٹ گیا تھا۔

"میرے لیے کچھ کرنے کی ضرورت نہیں عرشیہ۔ پلیز۔ میں وعدہ کرتا ہوں میں پہلے جیسا ہی ملوں گا آپکو۔ یقین کریں مجھ پر۔ میں کسی گلٹ میں نہیں دبوں گا۔"

وہ اسکے کہے لفظوں پر یقین کرنے سے قاصر تھی، وہ شدید بکھرا اور رنجیدہ تھا، مایوس تھا۔

"عصر۔۔۔ تم ٹھیک نہیں ہو بھائی۔ تم کیوں تنگ کر رہے ہو مجھے۔ مان جاو پلیز۔۔ کیا کوئی اور بات پریشان کر رہی ہے۔ وہ تم نے کچھ کہا تھا مجھے اشارہ دیا۔ بتاو عصر۔۔ کسی نے کچھ کہا ہے تمہیں؟ ادھر دیکھو میری طرف"

عصر نے اسکا اپنی بازو کے گرد لپٹا ہاتھ پکڑ کر ہٹایا، عرشیہ کو اسکا یہ کرنا دکھی سے زیادہ پریشان کر گیا۔

"پلیز عرشیہ ابھی بات نہیں کر سکتا، ہوپ سو آپ مجھے سمجھیں"

وہ عرشیہ سے نظریں ملائے بنا وہاں سے گیا تو وہ اپنے جھٹکے ہاتھ کو دیکھتی غمزدہ ہوئی، وہ عصر کو ایسا تو نہیں چھوڑ کر گئے تھے۔

"کیا ہو رہا تھا یہاں؟"

وہ اسی کیفیت میں پلٹی جہاں ابراہیم علوی کھڑے تھے، عرشیہ نے اپنے آنسو پونچھے۔

"کچھ نہیں انکل۔ آپکو کچھ چاہیے؟"

وہ عصر اور عرشیہ کے لیے پہلے ہی مشکوک تھے اوپر سے عصر پر غصہ الگ کہ اس نے انیس کو ہر بات بتادی، اس وقت بھی اس شخص کی آنکھوں میں غصہ تھا۔

"تم انیس کی بیوی ہو بچے، پھر ہر وقت عصر زمان کے ساتھ ہونے کا کیا مقصد ہے۔ وہ تمہارے شوہر کا کیئر ٹیکر ہے۔ اس گھر کا ملازم ہے۔ یہ بات کچھ غیر مناسب نہیں کہ تم اسکی بازو پکڑو۔۔۔ ایسے پاس بیٹھ کر گپیں لگاو وہ بھی انیس کی غیر موجودگی میں؟ انیس کی تو شاید آنکھیں بند ہیں اور تمہاری بھی۔ اس آدمی کو سر چڑھانے کی ضرورت نہیں۔ پتا نہیں کس خاندان کا تھا، حمرا کی ضد پر اسے ہم نے اڈاپٹ کیا"

عرشیہ کی آنکھیں پہلے ہی بھیگی تھیں، اب تو لگا کسی نے ریت ان میں جھونک دی ہو، وہ اول تو صدمے کے سنگ کچھ دیر سانس نہ لے سکی کہ یہ اس شخص نے ایسی باتیں کر کیسے لیں۔

"وہ جس بھی خاندان کا ہو، وہ میرے لیے میرا بھائی ہے۔ میرا پیارا بھائی۔ ناصرف میرا بھائی بلکہ انیس کا سایہ ہے۔ آپ اسکے لیے ایسا کیسے کہہ سکتے ہیں۔ آپکو یہ بے رحم الفاظ سوٹ نہیں کیے۔ کیا آپ نے ہمارے پیچھے اسے کچھ کہا؟ یقینا کہا ہے۔ اب سمجھ آ رہی ہے مجھے انیس کی وہ حالت کس چیز نے کی۔۔۔۔ ایکسکیوزمی"

وہ روتی ہوئی ہر چیز کا ادراک پائے کچن سے نکلتی سیڑھیاں چڑھی تو ابراہیم علوی نے جیسے ندامت سے ماتھا کھجایا، شدید متذبذب انداز میں باہر نکل کر سیڑھیوں کی طرف دیکھا، بہو کی ناراضگی کی اب پرواہ نہیں تھی کیونکہ مزید وہ عرشیہ سے تو پیسے نہیں نکلوا سکتے تھے، جبکہ یہ سب ایک بار پھر عصر سن چکا

تھا، وہ جس اذیت کے سنگ اپنے کمرے کی طرف گیا اسکی شدت کا گواہ صرف اسکا اللہ تھا۔

"وہ اسی لیے اتنا ہرٹ ہے، انیس کو یقیناسب پتا ہے۔ اوف کیسے بابا ہیں یہ تمہارے انیس۔ اور عصر کی ساری زندگی کی ریاضت ایک لمحے میں خاک کر دی اس انسان نے۔ عصر کے دل کو سکون دیں اللہ، وہ اپناسب داو پر لگانے پر تلا ہے۔۔ اسے ہوش عطا کریں۔"

وہ کمرے میں آکر پائنتی کی جانب بیٹھی دعا گو کے ساتھ سخت کرب زدہ بھی تھی اور اپنے کمرے میں کھڑکی کے پردے ہٹا کر کھڑا عصر باہر غیر مرئی نقطے پر نظریں گاڑے کھڑا تھا، اسکی آنکھیں سرخ انگارہ تھیں پھر وہ پلٹ کر ڈریسنگ ٹیبل تک آیا، اس نے وہاں ڈرا میں رکھی ڈائری نکالی، وہ لاکڈ تھی، عصر نے اپنے وولٹ سے چابی نکال کر وہ ڈائری کھولی، پھر اسکے پہلے صفحے کو کھولا جہاں اک تصویر تھی، جہاں وہ چند ماہ کا تھا اور اسکی ماں نے اسے اٹھا رکھا تھا۔

نیچے اک سطر لکھی تھی۔

"یہ ڈائری آگے تب پڑھنا جب تمہارا اس گھر میں جینا مشکل ہو گیا۔ اس سے پہلے نہیں۔ تم پر بھروسہ کر کے میں تمہیں تمہاری ماں کی یہ امانت دے رہی ہوں عصر۔ تمہاری دوسری ماں حمرا علوی۔ تم ہم دونوں ماؤں کی سمجھدار جان ہو"

وہ پچھلے چودہ سالوں سے یہ ڈائری ہر روز پڑھتا لیکن حمرا کی لکھی یہ سطر پڑھ کر رک جاتا، لیکن آج اسکا اس گھر میں سانس مشکل تھا تبھی اسے اجازت تھی اب وہ اپنی ماں کا خط پڑھ سکتا تھا۔

"اب مشکل ہے میرا یہاں مزید رہنا۔۔ میں پڑھ رہا ہوں آج"

وہ اپنی آنکھ سے بہتے آنسو رگڑ گیا پھر اس نے دو صفحے آگے کرتے اپنی ماں کا نام دیکھا۔

"صنم زمان کا اپنے عصر کو خط"

چند آنسو اس سطر کو پڑھ کر عصر کی آنکھوں سے ٹوٹ گرے، اسکی سانس بے ترتیب ہوئی۔

"تم انیس اور عدین کے تیسرے بھائی عصر علوی ہو۔"

اس خط کی پہلی سطر ہی عصر کا کلیجہ چیڑ دینے سی تھی، دل کو ایسا درد پہنچا جسکو بیان کرنے کا اس کے پاس سلیقہ تک نہ تھا، وہ کچھ لمحے اس سطر کے کرب میں روتا رہا، یہ آگاہی کہ اس پر گھٹیا الزام لگانے والا، اسے نوکر کہنے والا ہی اسکا باپ ہے، جو سانس پہلے نکلنی تھوڑی آسان تھی وہ بھی اس سطر نے مشکل بنادی لیکن وہ باہمت تھا، جاننا چاہتا تھا آخر اپنے ہی باپ کے پاس لے پالک اولاد بن کر کیوں آیا، عصر نے ہمت کیے آگے پڑھنا شروع کیا۔

"عصر کے وقت جیسی خوشبو ہے تمہاری، تم اسی وقت پیدا ہوئے جب عصر کی آذانیں آسمان پر بلند تھیں تبھی ماں نے تمہیں یہی مقدس اور حسین نام دیا۔ حمرا علوی نے مجھ سے وعدہ کیا ہے وہ تمہیں تمہارا حق دلوائے گی، وہ

میری دوست بن گئی ہے، وہ اپنے شوہر کی یہ غلطی سدھارنے کی کوشش کر رہی ہے۔ تم بھی اسکے بچوں کے ساتھ پلو گے۔ بس اسی آسرے پر مطمئن ہو کر تمہیں یہاں چھوڑ کر جا رہی ہوں۔ وہ عورت میری محسن ہے۔ میرے بعد اسے ہی اپنی ماں سمجھنا عصر۔ تم اپنے بابا کی شفقت بس تبھی پا سکتے ہو اگر وہ تمہاری پہچان نہ جانتا ہو اس لیے ہمیشہ اپنی پہچان چھپا کر رکھنا۔ اپنے ساتھ اپنے نانا کا سر نیم جوڑے رکھنا۔ تمہیں جب یہ ڈائری ملے گی، تم عصر زمان بن کر حمرا اور ابراہیم علوی کے اڈاپٹڈ بچے بن چکے ہو گے یا شاید حمرا تمہیں یہ ڈائری کسی اور موقعے پر دے، شاید اس وقت تم ایک ہنڈسم نوجوان بن چکے ہو۔ اپنے ہونے کا ان اچھے لوگوں کو ہمیشہ سکون پہنچانا تاکہ وہ کبھی نہ کہیں کہ تم اک طوائف کے بیٹے ہو۔ خاص کر حمرا کے سارے بچوں کو ہمیشہ بڑا بھائی بن کر سنبھالنا۔ حمرا کو کبھی ناں مت کہنا، میں خوش ہوں کہ میرے بعد تم بے آسرہ نہیں ہو گے۔ اپنی ماں کو معاف کر دینا۔ طوائف ہونا میری چوائز نہیں مجبوری تھی لیکن تم میرے نام اور

میرے سائے سے محفوظ رہو گے میری جان، میری اس ناپاک اور بری زندگی میں واحد پاک حصہ تم ہو، کبھی اپنی ماں سے نفرت مت کرنا۔ اور یاد رکھنا تم میری جائز اولاد ہو۔ اسی ڈائری کے آخر میں میرا اور تمہارے بابا کا نکاح نامہ ہے۔ وہ تو نکاح کر کے بھول گیا، چند لمحے بخش کر دھتکار گیا لیکن میں اپنا فرض نہیں بھول سکتی۔ ماں بہت پیار کرتی ہے تم سے میری جان۔ اللہ حافظ۔ اگر میں مر گئی تو اسی ڈائری میں میری قبر کا پتہ لکھ دیا جائے گا۔ اسکے بارے صرف تمہیں پتا ہو گا۔ کبھی کبھی ملنے آیا کرنا۔ تمہاری ماں کو اک بے رحم عشق کھا گیا۔ تم اپنی زندگی اس زہر سے بچا کر رکھنا عصر۔ کسی ایسی لڑکی سے شادی کرنا جو تم سے پیار کرتی ہو، ہمیشہ میری دعاوں میں رہو گے تم۔ تمہاری ماں۔ صنم زمان"

وہ یہ پڑھ کر رو پڑا تھا، وہ اس لیے نہیں رویا تھا کہ اسکی ماں یہ لکھتے مر رہی تھی، اس لیے رو پڑا تھا کہ اس ڈائری کے آخر میں اسکی ماں کی قبر کا کوئی پتہ درج نہ تھا، حمرا نے اپنی زندگی میں عصر کی ماں کو بہت تلاش کیا لیکن وہ شاید

بہت دور چلی گئی تھی، اس ڈائری کے سوا اسکے پاس کوئی دوسرا لمس نہ تھا عصر کی ماں کا تبھی حمرا نے عصر کو بلکل ویسے بنا دیا جیسے صنم چاہتی تھی۔ وہ انیس کی طرح ہی اسے اپنا بیٹا بنا کر لائی تھی، وہ دونوں کے درد پر جتنا جی ایک ساٹرپی تھی، صنم اسے پھر نہ ملی، وہ عصر کی ماں بنتے ہی طوائف بھی نہیں رہی تھی، پھر اب جب عصر کو اس شخص سے ایسی تکلیف ملی جو سوکالڈ سگا باپ نکل آیا تھا، تو وہ کیسے نہ بکھرتا۔ کیا اس شخص کا صنم زمان کو جیتے جی مارنا کافی نہ تھا کہ اس نے عصر کا دل بھی کچل ڈالا، وہ ڈائری چوم کر اسے لاک کیے عصر نے واپس رکھ دیا، ڈرا بھی لاک کیا اور وہ چابی اپنے وولٹ میں رکھتے عصر نے اپنی بھیگتی آنکھیں رگڑ دیں۔

"میں یہاں سے بہت جلد چلا جاوں گا۔ کسی کو نظر نہیں آوں گا۔ آپکو ڈھونڈ لوں گا ماں۔ آپ نے اچھا نہیں کیا میرے ساتھ۔۔۔۔ مجھے یہاں کوئی کمی نہیں ملی لیکن آپ نے ناحق خود سے اتار پھینکا مجھے۔ مل کر اسکا حساب لوں گا۔ اب میری زندگی کا مقصد صرف آپکی تلاش ہے"

عصر نے اذیت سے خود کلامی کی پر اسکی آواز بکھر کر کرچیوں میں بدل گئی، وہ گہرے سانس لیتا خود کو سنبھال رہا تھا لیکن اب ممکن نہیں تھا وہ ٹھیک ہونے کا یہ ناٹک کر پاتا، ایک نہ ایک دن ہر صبر ٹوٹ جاتا ہے اور عصر نے بھی اپنی پینتس سالا زندگی گزارنے کے بعد اس صبر کو آگ میں جھونک دیا تھا۔

وہ حمرا علوی سے بھی ناراض ہو گیا تھا۔ اس عورت نے سب جانتے ہوئے عصر سے اسکی پہچان دور رکھی۔ وہ بھی کہیں نہ کہیں مطلبی اور خود غرض عورت نکلی تھی۔ جس نے بے وفا شخص کے عیبوں پر بھرپور پردہ ڈالنے کی مرتے دم تک کوشش کی۔

.._____..

"پلیز کچھ بتائیں۔ اسے کیا ہوا ہے؟"

مہویر کی حالت اچھی نہ تھی، نرس نے اسکے کندھے اور کلائیوں کے زخم جانچنے چاہے پر اس نے منع کر دیا، اسے بس اپنی بیوی کی زندگی کے بارے جاننا تھا، کب سے وہ آئی سی یو روم میں تھی اور وہ اکیلا یہاں کوریڈور میں تڑپ رہا تھا۔

"دماغ کے ایک حصے میں خون جمع ہو رہا ہے، اس سے اندرونی دباؤ بڑھ رہا ہے۔ ہمیں فوری کرینیوٹومی کرنی ہو گی۔ اگلے چند گھنٹے فیصلہ کن ہیں کیونکہ اسکے بچنے کے امکانات کم ہیں، مگر ہم پوری کوشش کریں گے۔"

ڈاکٹر کی ٹیم نے آکر اسکی مسلسل ختم ہوتی جان کے پیش نظر آخری حل دیا تھا، اسے سن کر ہی مہویر میثاق کی آنکھیں سرخ ہو گئیں۔

"ی۔۔یہ کیا ہے۔۔اس سے وہ بچ تو جائے گی ناں۔۔پلیز"

مہویر کی آواز بمشکل اسکے حلق سے نکلی۔

"کھوپڑی کا تھوڑا سا حصہ عارضی کاٹ کر جمع ہوا خون نکالنا پڑے گا۔ چار سے پانچ گھنٹے کی سرجری ہے۔ ہم آپکو امید نہیں دلا سکتے مسٹر مہویر، اسکی جان اس سرجری میں جا سکتی ہے۔ اور اگر سرجری شروع نہ کی تو برین ہیمرج اسکی جان لے سکتا ہے۔ ہمیں جلدی اجازت دیں۔ آپکو کچھ دستخط کرنے ہوں گے"

وہ جانتا تھا اس سے موت نامے پر سائن لیے جا رہے ہیں۔ موت نے منائم ملک کو چاروں طرف سے گھیر تھا اور اسکی زندگی بھی موت بن چکی تھی۔

"ا۔۔ اسکے بالوں کو کچھ ہو گا کیا؟"

مہویر کے سامنے نرس نے وہ پیپرز بڑھائے جس سبب وہ اذیت سے ڈاکٹر کی طرف دیکھنے لگا۔

"اسکے دائیں کان کے اوپر اور تھوڑا پیچھے کی جانب پانچ سے دس سینٹی میٹر کے بیچ کٹ لگے گا۔بس وہیں سے تھوڑے سر کے بال شیو ہوں گے۔بے فکر رہیں"

ڈاکٹر نے اس نڈھال شخص کا سینہ تھپک کر تسلی دی اور نرس کو یہ فارمیٹلی پوری کرنے کا اشارہ کرتے وہ چلے گئے تاکہ سرجری کی تیاری شروع ہو سکے، مہویر نے فائل بمشکل پکڑی تھی، اس سے پہلے نرس آگے بڑھ کر اسکی فائل سنبھالنے میں مدد کرتی، انیس نے کوریڈور کی جانب کا راستہ عبور کیا اور مہویر تک پہنچا۔

"آپ جائیں میں فائل لاتا ہوں"

نرس کو بھیجے انیس نے مہویر کے ہاتھ سے فائل لے کر اپنے سینے پر کھولتے رکھی، مہویر نے سرخ آنکھوں سمیت انیس کو دیکھا۔

"اس یقین سے سائن کرو کہ وہ تم سے کبھی دور نہیں ہو گی۔ ہری آپ۔ ہر لمحہ قیمتی ہے۔ جلدی کرو"

انیس کی تسلی اتنی طاقت ور تھی کہ مہویر نے اپنے وجود کی رہی سہی طاقت یکجا کی اور سائن کیے، یہ کرنا مہویر کے لیے کتنا کھٹن تھا، انیس اچھے سے جانتا تھا۔

"میں یہ فائل دے کر آتا ہوں۔ تم بیٹھو یہاں"

مہویر کو سہارا دے کر بٹھائے انیس خود ریسپشن کاونٹر تک پہنچا، سرجری کی فیس بھی جمع کروائی، اور واپس جب تک آیا، مہویر اپنے چہرے پر ہاتھ جما کر سر گرائے بینڈ ہو کر بیٹھا تھا۔

انیس اسکے برابر بیٹھا ہی جب مہویر کسی کمزور دیوار کی طرح اسکا سہارہ لیتے اسکے سینے کی اور ڈھے سا گیا، انیس کا پورا سینہ اس وقت آگ کی لپیٹ میں تھا۔

"اگر اسے کچھ ہو گیا علوی۔۔ میں کیا کروں گا؟"

مہویر نے جھکا سر اٹھا کر انیس کو دیکھا، اسکی سیاہ آنکھوں میں درد کی تہیں جمی دیکھائی دے رہی تھیں۔

"کچھ نہیں ہو گا اسے، وہ تم سے نہیں لی جائے گی۔ وقتی امتحان ہے مہویر۔ بروقت خون اسکے سر سے باہر نکال لیا گیا تو وہ بچ جائے گی ان شاء اللہ۔ سرجری بس شروع ہونے والی ہے۔ تمہیں مضبوط رہنا ہے۔ تمہارے ساتھ ایسا کرنے والے کو میں بتاوں گا کہ تمہارا والی وارث زندہ ہے۔ سمجھے تم۔۔ خبردار اک آنسو بھی بہایا تم نے۔ ان زخموں کو دیکھا وڈاکٹر کو"

انیس نے اسکی آنکھوں سے اترتی نمی، اسکی داڑھی میں دفن ہونے سے پہلے ہاتھ سے مٹاڈالی، پر وہ ان بین کرتی آنکھوں کا کیا کرتا جو انیس سے دیکھنی مشکل تھیں۔

"نہیں یہ زخم کچھ نہیں کہیں گے مجھے، وہ ٹھیک ہو جائے بس اک بار، میں اسکے سامنے تک نہیں جاوں گا۔ اسکی زندگی کے سوا اب کچھ نہیں چاہیے، اسکے ساتھ یہ سب کچھ میری وجہ سے ہو رہا ہے۔ میں نے ایک ہنستی مسکراتی من موجی لڑکی کو موت کے منہ تک پہنچا دیا، مجھ جیسا نیچ بھی کہاں ہو گا کوئی۔"

انیس کے منع کرنے کے باوجود وہ باز نہ آ رہا تھا، انیس اسے اس وقت ڈانٹ بھی نہ پا رہا تھا کیونکہ وہ مہویر کے کرب کو سب سے زیادہ سمجھ رہا تھا۔

"بس مہویر۔ نیچ نہیں ہو تم۔ میرے سامنے خود کو ایسا کہو گے تو میں برداشت نہیں کروں گا اور میرا ہاتھ اٹھ جائے گا۔ دانت اور بال خطرے میں پڑ سکتے ہیں تمہارے۔ کچھ ختم نہیں ہو گا۔ وہ لڑکی جو موت کے منہ میں ہے، وہ واپس جیے گی بھی اور تمہاری وجہ سے خود کو دنیا کی خوش قسمت لڑکی بھی سمجھے گی۔ لکھ کر دیتا ہوں۔ جو تمہارا اک بار شکار ہو جائے وہ تم سے نہیں بچ سکتا۔ میری مثال تمہارے سامنے ہے"

انیس کے پاس اسکو حوصلہ دینے کے لیے الفاظ نہ تھے تبھی وہ ٹوٹی پھوٹی کوشش ہی کر پایا لیکن اس کوشش پر مہویر کا دل قربان ہوا، اس وقت وہ اسکے ساتھ تھا، وہ اسکی مدد کو بروقت پہنچ گیا، شاید مہویر اسکا احسان ساری عمر نہیں اتار سکتا تھا۔

"میں موساب کو قطرہ قطرہ کر کے ماروں گا۔ منائم کے ہوش میں آنے تک وہ شیطان تیرے پاس میرا قیدی ہے۔ اسے مارنا مت۔ یہ آخری قتل واجب ہے مجھ پر۔ اب جا انیس۔۔ مجھ سے زیادہ تھکا لگ رہا ہے۔ ابھی کسی کو ہوسپٹل کا پتا مت دینا۔ میں کسی کا سامنا نہیں کرنا چاہتا"

وہ سیدھا ہو کر بیٹھے انیس کا رخسار تھپک کر اسے جانے کی تاکید کر رہا تھا لیکن انیس پر اس وقت ہر آرام حرام تھا۔

"میں نہیں جانا چاہتا مہویر۔ سرجری ہونے تک مجھے یہیں رہنے دو۔ میں تمہیں اکیلا نہیں کر سکتا۔ اس وقت ہرگز نہیں"

انیس کے حتمی فیصلے پر مہویر نے بے بسی میں ڈوبی وہ ہیزل براون آنکھیں دیکھیں جنکی ہر نظر کا دوسرا نام مہویر کے لیے شفقت و مہربانی رہا تھا، آج تک وہ شفقت برقرار تھی۔

"جا کر موساب کو پہلی ڈوز نہیں دے گا میرے بحاف پر کیا؟، یہاں بیٹھ کر تیرا پیار اور بھائی چارہ دیکھ کر میں زیادہ ایموشنل ہوتا رہوں گا"

مہویر نے اسے جذباتی طور پر وار کرتے کمزور کیا اور یہی انیس کا ویک پوائنٹ تھا۔

"جذباتی کر دیا اب تم نے مجھے۔ میرے ہاتھوں پر رحم نہیں آتا ناں تمہیں۔"

انیس نے منہ بگاڑ کر شکوہ کیا۔

"میرے لیے تو نے کب زخمی کیے ہاتھ، وہ تو عرشیہ المیر کے لیے اپنا ہاتھ کاٹ ڈالا تھا۔ آہ تیری وہ بے قابو جنونیت بھری عاشقی۔ جب بھی سوچتا

ہوں پیار آتا ہے۔ جا زرا ان فولادی ہاتھوں کا خون رواں کر۔ ایسا مار اس ناپاک جانور کو کہ درد تو شدید ہو پر نہ خون نکلے نہ زخم بنے۔ میں اگر یہاں سے ہل پاتا تو باخدا اسکے آج ہی ٹکرے کرتا لیکن میرے لیے وہ لڑکی بہت قیمتی ہے۔ مجھے یہیں رہنا ہے جب تک وہ مجھے پکار نہیں لیتی"

مہویر نے اب تو فرض ہی بڑا شدید کندھوں پر ڈال دیا تھا، اور ایسے میں انیس کیسے رد کر سکتا تھا۔

"ٹھیک ہے۔ پر ایک وعدہ کرو۔ کچھ بھی ہو جائے تم اپنا صبر و استقامت مت کھونا۔ میں نے جو کہا اس پر بھروسہ رکھو۔ تکلیف زیادہ بڑھ جائے تو کال می۔ زخموں کی جانچ کروالینا پلیز، میں تمہارے لیے ہر لمحہ ایویلیبل ہوں مہویر میثاق۔ تم میرے اکلوتے اور عزیز دوست ہو۔ مجھے تم سے دوستی پر کبھی پچھتاوا نہیں ہوا، نہ کبھی ہو گا۔ اکیلے نہیں ہو تم"

انیس نے اٹھ کر ہلکی سی چپت مہویر کے سر پر ماری جسکا مطلب تھا وہ مہویر کے لیے شدید پریشان اور ایمو شنل ہو گیا ہے اور اسے چھپانے کو رعب کی مانند ہاتھ کی ہلکی سی پاور بھی دیکھا گیا ہے، مہویر کی آنکھوں میں تشکر تھا، انیس جیسا دوست پانے پر شکر گزاری تھی۔

"مجھے تجھے پر بہت مان ہے علوی"

مہویر کی آنکھیں اس درد میں مسکرائیں تو جیسے وہ بھی مسکرا دیا، وہ اس سے اجازت لیے نکل گیا تو مہویر نے بھی ہر سانس کے ساتھ اس لڑکی کے لیے دعا شروع کر دی۔

وہ باہر پارکنگ میں کھری گاڑی تک پہنچا ہی جب انیس کے فون پر عرشیہ کی کال آئی، یقیناوہ اسکے لیٹ ہونے پر فکر مند تھی، انیس نے کال پک کی۔

"انیس۔۔مجھے سب سمجھ آگئی کہ ابراہیم علوی نے کیا کہا ہو گا۔ عصر بہت زیادہ ہرٹ ہے۔ اسے تمہاری ضرورت ہے۔ وہ اپنی زندگی کو جان بوجھ کر

اداس کرنا چاہتا ہے۔ تمہارا دوست اگر مل گیا ہے تو پلیز آ جاو۔ صبح تک شاید تمہیں وہ عصر نہ ملے جس نے ہم دونوں کو ایک کرنے میں بہت بڑا کردار نبھایا ہے، وہ ہنستا مسکراتا شوخیاں کرتا عصر ختم ہو رہا ہے۔ مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے۔ دل گھبرا رہا ہے جیسے کچھ بہت برا ہونے والا ہو۔ عصر کسی وجہ سے بہت زیادہ غمگین ہے۔ سب کام چھوڑ دو، تمہارے اس بھائی کو تمہاری ضرورت ہے پلیز"

وہ سمجھ رہا تھا عرشیہ نے عصر سے بات کر کے اسے قائل کر لیا ہو گا پر یہ سب سن کر تو انیس کو عصر کے ایسے ضدی انداز پر افسوس ہوا، حالانکہ انیس نے اسے اچھے سے بتایا تھا کہ وہ انیس کے لیے کتنا اہم ہے، گلے بھی لگایا پھر بھی آخر وہ اتنا دکھی کیسے رہ سکتا ہے۔

"تمہیں کیا پتا چلا؟ بابا نے کوئی بات کی تم سے؟ بتاو مجھے؟"

انیس کے استفسار پر وہ گہرا سانس لیتی اپنی گردن مسلنے لگی۔

"انیس تم آو مینشن۔۔۔پلیز"

وہ کچھ بول نہیں پا رہی تھی تبھی وہ زیادہ پریشان ہوا۔

"ٹھیک ہے میں ایک گھنٹے تک پہنچتا ہوں۔ تھوڑا دور ہوں مینشن سے، راستے میں دس بیس منٹ کا سٹے ہے۔ گھبراو مت۔ عصر کو سمجھالوں گا تم ریلکس رہو۔ لیٹ جاو کچھ دیر، میں پہنچتا ہوں"

انیس نے اسے تسلی دی پھر بھی وہ شدید مضطرب و بے قرار تھی، چاروناچار مان گئی۔

"ٹھیک ہے میں انتظار کر رہی ہوں"

وہ اسے تاکید اکہتی رابطہ توڑ گئی جس پر انیس نے کن پٹی انگلیوں سے دبائی اور خود کو پر سکون کرتا گاڑی میں سوار ہوا، جبکہ دوسری طرف نرس نے باہر آکر سرجری شروع ہونے کا نا صرف بتایا بلکہ منائم نے نیم بیہوشی میں

مہویر کا نام لیا یہ بھی بتایا، اور ڈاکٹرز کے بقول وہ اپنی یاداشت بھی واپس پا چکی ہے۔

اسکی یاداشت واپس آگئی تھی مگر وہ نیم جان ہو کر بھی مہویر کو پکار رہی تھی اف یہ مرتے مرتے نبضیں دھڑکنے سا تھا۔

کیا یہ کوئی تسلی تھی یا قدرت کا مہویر کے لیے اشارہ کہ اسے منائم کے ہوش میں آنے کا انتظار صبر سے کرنا ہے۔تب تک اسے اک سانس بھی مشکل نہیں لینی، انیس اسکا فرض نبھا رہا تھا، وہ پہنچ چکا تھا، وئیر ہاوس میں اٹھارہ لوگوں کی نگرانی میں اس خبیث کو قید کیا گیا تھا، وہ موساب اعوان کے منہ سے سسکیاں، دلخراش آہیں نکلوا رہا تھا، موساب کی پسلی کی ہڈی ٹوٹ چکی تھی، اسکا درد بھی اس کے چیخنے چلانے میں شامل تھا، آخر کیوں؟ کیوں دنیا یتیموں کو بے یارو مدگار اور بے سہارہ سمجھتی ہے۔وہ تھا مہویر کا والی وارث، وہ جسکا بہتا خون نہیں رکتا تھا، اس نے مہویر کو

اذیت کے مقام پر پہنچاتے اس درندے موساب کی ہڈیاں توڑ ڈالی تھیں، اپنے ہاتھوں کے زخمی ہونے کی پرواہ کیے بنا، بس مہویر نے اسے کہا کہ وہ موساب کی بس جان نہ لے۔ یہ وہ خود منائم کے جاگتے ہی اپنے ہاتھوں کرنا چاہتا تھا ورنہ انیس کے لیے اس کمینے کی جان لینا مشکل نہ تھا۔

محراب، عاصم، خضر، یہاں تک کہ بیلا اور خاور سب ہی منائم کے لیے دعا گو تھے، کسی کو ابھی کچھ پتا نہ تھا نہ انھیں معاملے کی سنگینی بتائی گئی تھی بس انیس نے انھیں یہی اطلاع دی تھی کہ کھائی میں گرنے والے پرانے زخم سے خون نکل کر منائم کے سر میں جمع ہو گیا، یہ بھی کہ مہویر اسکے ساتھ ہے، خاور سلطان کو جانا پڑا مگر بیلا رک گئی، وہ روتی محراب آنٹی کو چھوڑ کر نہ جا سکی، عاصم البتہ ہوسپٹل کا پتا معلوم کرنے میں لگا تھا تاکہ جا کر تمام صورت حال جان سکے۔

.._____..

ایس مروہ مرزا کے تمام ناولز پڑھنے کے لیے ہماری ویبسائٹ وزٹ کریں۔

www.smerwamirzanovels.com

بیلا نے ملازمہ کی مدد سے بڑی مشکل سے محراب آنٹی کو دوا دے کر لٹایا، وہ منائم پر آتی اس تکلیف کی وجہ خود کو قرار دیے تب سے روئے جا رہی تھیں، بیلا نے ان کے ماتھے پر ہتھیلی رکھے دھیرے دھیرے ہاتھ کو سہلایا، وہ ان سے باتیں کرتی رہی یہاں تک کہ ان کی سسکیاں مدھم ہو کر نیند میں ڈھل گئیں۔ کمرا خاموش ہوا تو بیلا نے گہرا سانس لیتے ان پر بلینکٹ کروایا اور دیوار کا سہارہ لیے اٹھی، اسے اس گھر کا اندازہ نہ تھا تبھی اس نے چلنے میں احتیاط برتی، وہ اندازے سے روم ڈور تک آئی، اس نے اس روم کے باہر ہی ملحقہ ٹیبل پر اپنا بیگ رکھا تھا، وہ باہر آ کر اپنے بیگ کو ہی ڈھونڈ رہی تھی جب اسے اپنے قریب خضر کے کلون کی سوندھی مہک محسوس ہوئی۔

"بیگ کیوں چاہیے؟ کیا تم جا رہی ہو؟"

وہ اس کا بیگ اسے پکڑاتے بیلا کے چہرے کو دیکھتے بولا، عاصم المیر کا مہویر سے رابطہ ہو گیا تھا تبھی مہویر نے اسے سب بتا دیا تھا، وہ ہوسپٹل چلا گیا تھا، خضر کو عاصم نے وہاں پہنچ کر ساری صورت حال بتانے کا کہا اور تاکید کی کہ یہیں رکے مما اور بیلا کے ساتھ ورنہ وہ بھی ڈیڈ کے ساتھ جانا چاہتا تھا۔

"محراب آنٹی بہت زیادہ ڈپریس تھیں، وہ خود کو قصوروار سمجھ کر بہت رو رہی تھیں۔ انکو ہارٹ بیٹ اور نیند کی میڈیسن دی ہے، اب وہ چار سے پانچ گھنٹے سوئی رہیں گی۔ میرے خیال میں مجھے بھی چلنا چاہیے، آپکے ڈیڈ کہاں ہیں؟"

وہ آگے بڑھ کر اک نظر کمرے میں ڈالتا مما کو سویا دیکھے بیلا کو دیکھنے لگا۔

"وہ ہوسپٹل گئے ہیں۔ تمہاری اور مما کی وجہ سے مجھے یہیں رکنا پڑا۔ تم رک جاو مما کے پاس تاکہ میں ہوسپٹل جا سکوں"

خضر کے لہجے میں ریکوسٹ تھی، بیلا نے اسکی آواز میں موجود درد اور بے بسی بھانپ لی تھی۔

بیلا چند لمحے خاموش رہی۔ وہ خضر کے لفظوں سے زیادہ اس کی سانسوں کی بے ترتیبی سن رہی تھی۔

"بہت پیار کرتے ہیں آپ منائم سے ؟"

اس نے نرم لہجے میں پوچھا۔

"ہاں بہت زیادہ"

خضر کی نظریں لمحہ بھر بھی بیلا کے چہرے سے نہیں ہٹ رہی تھیں، وہ اسکی طرح اداس ور نجیدہ لگ رہی تھی۔

"وہ ٹھیک ہو جائے گی۔ اللہ پر یقین رکھیں۔ آپ جائیں اسکے پاس، میں ہوں یہاں محراب آنٹی کو اکیلا نہیں چھوڑ رہی۔ نہیں جا رہی آج گھر واپس"

بیلا نے آہستہ سے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا، ہوا میں اس کی سمت ٹٹولتے ہوئے وہ اس کو محسوس کرنا چاہتی تھی، خضر فوراً قریب آیا اور اس کی ہتھیلی اپنی مٹھی میں لے لی، اسکے ہاتھ تھامنے کی دیر تھی کہ بیلا کے چہرے پر موجود بے چینی لمحے میں سکون بن گئی۔

" تھینکیو بیلا۔ اس وقت یہاں ہونے کے لیے۔"

خضر کی گرفت اس کے ہاتھ پر ذرا سی مضبوط ہوئی، وہ جو اسکے اب تک حسن کا اسیر تھا، آج بیلا کو اسکی خوبصورتی کے سوا دیکھا تو اسے اک مہربان انسان پایا، جسکی دی تسلی، جسکا بے نور آنکھوں کے سنگ ساتھ ہونا بھی بہت بڑی ڈھارس تھی۔

" تھینکیو تو آپکا جس نے آج ڈنر پر بلایا تھا، ورنہ آپ سب اس تکلیف کو اکیلے سہہ رہے ہوتے۔"

وہ اسکی بات سنے نرم سا مسکرایا اور بیلا کا ہاتھ پکڑ کر وہ اسے ڈائنگ ہال تک لایا۔

"ڈنر پر بلایا لیکن کچھ کھلایا نہیں۔ کتنا گندا مہمان نواز ہوں ناں۔ بھوک لگی ہو گی تمہیں، کچھ کھالو میرے سامنے پھر میں جاتا ہوں"

وہ روہانسی ہو کر خضر کی طرف پلٹ کر رکی، بے اختیار اپنا دوسرا ہاتھ اسکے سینے پر رکھ گئی۔

"خضر۔ بھوک نہیں ہے مجھے۔ میری فکر مت کریں"

وہ بے چین تھی، منع کرتے ہوئے اسکی اداسی میں شدت شامل ہو گئی۔

"ایسے کیسے نہیں ہے۔ مجھے افسوس رہے گا، خاور انکل بھی بنا کچھ کھائے چلے گئے۔ منائم اور مما نے بہت اہتمام کیا تھا، تھوڑا سا چکھ لو ورنہ مجھے بہت برا لگے گا"

وہ اسکے سینے پر رکھا ہاتھ مسکرا کر ہٹاتی خود کو خضر کے حوالے کر گئی جس نے کرسی پیچھے کیے بیلا کو بٹھایا اور خود بھی دوسری کرسی سنبھالے بیٹھا، وہ اتنا قریب تو تھا ہی کہ بیلا کو اسکی موجودگی محسوس کرنے کے لیے جدوجہد کرنے کی ضرورت نہ تھی، خضر اس کے لیے کھانا پلیٹ میں ڈال رہا تھا جب بیلا نے اپنا بیگ سامنے والی کرسی پر رکھتے اس میں سے ایک چھوٹا سا باکس نکال کر خضر کے سامنے ٹیبل کی سطح پر رکھا۔

وہ خوشگوار حیرت سے کھانا اسکی پلیٹ میں ڈالتے رکا۔

"میں نے چھوٹا سا تحفہ لیا تھا آپ کے لیے۔"

بریانی والی پلیٹ میں خضر نے اک سپون رکھتے بیلا کے سامنے رکھی اور اسکے ہاتھ میں سپون کا ہینڈل پکڑاتے وہ اپنے اور اس لڑکی کے بیچ کی کشش کا معترف ہوا، وہ یہاں تھی، تو خضر کو اک عجیب سا سکون مل رہا تھا۔

"اسکی کیا ضرورت تھی سوئیٹ کارن"

وہ اس باکس کو اٹھا کر محبت سے بیلا کی طرف دیکھتے مسکرایا، اسکی مسکراہٹ میں اک اداسی سی گھلی تھی۔

"تحفے ضرورت کے لیے تو نہیں دیے جاتے، یہ بس محبت اور یاد ہوتے ہیں"

وہ سپون بھر کر منہ میں ڈالنے سے پہلے بولی، خضر نے دلچسپی سے اسے کھاتا دیکھتے وہ باکس بھی ساتھ کھولا۔

"یہ بہت خوبصورت ہیں"

اس باکس میں بہت ہی پیارے سلور کف لنکس تھے لیکن ان کف لنکس کا ڈئزائن سن فلاور جیسا تھا، سورج مکھی کے بیج والی جگہ بلیک ڈائمنڈ نسب تھا جبکہ پھولوں کی پتیوں کی جگہ ہلکا ہلکا روز گولڈ کلر بس اپنی غیر معمولی جھلک دیکھا رہا تھا، وہ خضر کے منہ سے نکلتے بے ساختہ تعریفی جملے پر مسکرا دی۔

"انکار خ بس آپکی طرف ہی ہو گا۔ یہ بے جان ہیں۔ پر جب آپ انھیں یوز کریں گے تو ان میں جان آجائے گی۔ کیا واقعی بہت اچھے ہیں؟ مجھے شاپ

اونر نے اسکی جو ساخت بتائی تھی امید کرتی ہوں یہ میری والی امیجینیشن پر پورا اترے ہوں"

وہ اسکی دلچسپی اور پسندیدگی پر تھوڑی نروس تھی کیونکہ بیلا نے انھیں دیکھ کر نہیں، محسوس کر کے خریدا تھا۔

"شادی پر انھیں یوز کروں گا، گروم سوٹ کے ساتھ۔ پھر اسکی شان کے مطابق تمہیں جواب بھی دوں گا کہ یہ کس قدر پیارے کف لنکس ہیں۔ تھینکیو سو مچ"

وہ اسکے رخسار کو چھو کر جس جذب و محبت سے بولا، بیلا بنا اسکی نظروں میں غالب آتی بے خودی دیکھے بھی سرخ رو ہو گئی، اسکا سمٹا جھینپا انداز خضر کو دنیا بھلا سکنے کی قوت رکھتا تھا۔

"میں نے بھی تمہارے لیے آج رات کے لیے کچھ لیا تھا لیکن یہ سب تکلیف دہ ہو گیا جس سبب میں دے نہیں پایا۔ لیکن اب اگر جوابا تمہیں گفٹ دیا تو

یہ تمہارے گفٹ کی شان میں گستاخی ہو گی۔ اس لیے تمہارا گفٹ پھر کبھی دوں گا"

خضر اسکے دیے تحفے کی یہ فیل کھل کر انجوائے کرنا چاہتا تھا، بیلا کو بہت اچھا لگا خضر کا یہ کیوٹ سا عمل، اور خضر اسکی خوشی بنا اسے بتائے محسوس کر سکتا تھا۔

"مجھے خوشی ہے آپ رکھ رکھاو جانتے ہیں"

وہ شرمیلا سا مسکرائی، اپنے دھیان کی لو خضر پر جمائے وہ خضر کو اچھا محسوس کروا رہی تھی۔

"مجھے بھی خوشی ہے کہ تم میری زندگی میں آئی۔ تمہارا ساتھ ہونا مجھے اچھا لگتا ہے بیلا خاور۔ امید ہے میں تمہیں جلد اپنا بنالوں گا"

وہ اسکی طرف زرا جھکاو دیے بولا، اسکے جھکنے کے بارے بیلا محسوس کر سکتی تھی، تبھی اسکا چہرہ متذبذب کیفیت میں لپٹا محسوس ہوا۔

"ان شاء اللہ۔ سب خیر و عافیت سے ہو۔ بس خضر، مزید مجھ سے کھایا نہیں جا رہا۔ منائم کے ٹھیک ہونے کی خبر آ لے تو میں کھالوں گی۔ آئی پرامس"

بیلا کے ہاتھ روکنے پر خضر نے اسکے ہاتھ سے سپون لے کر وہ بنی بائیٹ بیلا ہی کی چمچ سے منہ میں ڈالی، بیلا کو نہیں پتا چلا کہ خضر نے کھائی ہے، اسے لگا شاید وہ اسکے کھائے نہ جانے پر پلیٹ لے چکا ہے۔

"یہ تمہارا گھر ہے۔ جب بھی بھوک لگی میڈ سے انٹر کام پر کہنا وہ تمہیں کھانا روم میں دے جائے گی، ہر روم ڈور کے ساتھ والی دیوار پر نسب ہے۔ مما کے کمرے کے ساتھ ہی میرا روم ہے۔ اگر تھک جاو تو کچھ دیر سو جانا۔ آو مما کے روم میں چھوڑ دوں تمہیں"

وہ اسکے سامنے سے پلیٹ سائیڈ کرتا اٹھا، اپنا گفٹ بھی اٹھایا اور دوسرا ہاتھ بیلا کی طرف بڑھایا جس نے بنا ہچکچائے خضر کا ہاتھ پکڑا اور اپنا بیگ اٹھاتی اٹھی۔

وہ اسے مما کے روم تک لا کر اسکا ہاتھ چھوڑے بیلا کی صورت نہارنے لگا جو اس آفر پر مسکا رہی تھی کہ خضر نے اسے اپنا روم دیا ہے۔

"خضر۔ پریشان مت ہوئیے گا۔ اللہ سب بہتر کریں گے۔ اوکے ؟"

وہ اسکے سینے پر ہتھیلی رکھتی نرمی سے بولی، ڈارک میرون کلر کے سنپل ڈئزائنر سوٹ کے ساتھ میسی بن کے سنگ وہ بہت پر کشش و جاذب لگ رہی تھی، بلاک ہیلز اسکے پیروں کی نرمی و سرخی چھلکا رہے تھے، اسکے سر کے بالوں کی ملائمت بنا چھوئے خضر کو محسوس ہو رہی تھی اور وہ اتنی حسین تھی کہ خضر کو لگتا کبھی اسے چھو بیٹھا تو موم کی طرح یا تو پگھل جائے گی یا کانچ کی طرح چٹخ جائے گی اوپر سے اسکی گرم ہتھیلی خضر کے ڈوبے دل کو کتنا آرام دے رہی تھی، خدا کی پناہ!

وہ اپنا ہاتھ اسکے ہاتھ پر دبا گیا۔

"مجھے بہت سا پر سکون تم نے کر دیا ہے۔ اب میں بہت ہمت و قوت محسوس کر رہا ہوں۔ جاو۔ میں بھی نکلتا ہوں"

خضر کے قدم تیزی سے دور ہوتے گئے۔ بیلا نے چند لمحے وہیں کھڑے ہو کر گہرا سانس لیا، پھر دیوار کا سہارا لیتے واپس کمرے کی طرف مڑی، وہ بھی بیلا کا دیا گفٹ اپنے کمرے میں رکھنے بڑھا۔

کمرے میں داخل ہو کر وہ محراب آنٹی کے قریب کرسی کھینچ کر بیٹھ گئی، ان کے ہاتھ کو اپنی دونوں ہتھیلیوں میں لے لیا۔

"سب ٹھیک ہو جائے گا"

اس نے دھیرے سے سرگوشی کی، جیسے خود کو بھی اس سب کا یقین دلا رہی ہو۔

جبکہ عاصم ہوسپٹل پہنچ کر مہویر سے ملا اور موساب کی اس زلیل حرکت کے بارے جان کر اسکا کلیجہ دہک اٹھا تھا، منائم کی سرجری شروع ہوئے ایک گھنٹہ ہو چکا تھا۔

"اس موساب کو میں خود ماروں گا۔ اس نے میری بیٹی کو موت کے منہ میں ڈال دیا"

عاصم کے سر پر اس وقت خون سوار تھا، مہویر نے اٹھ کر دائیں بائیں غصے سے چکر کاٹتے عاصم کو شانوں سے پکڑ کر روکا۔

"موساب میرا شکار ہے۔ بے فکر رہیں۔ اسے بہت بری موت ملے گی۔ اس وقت ہمارے لیے صرف منائم اہم ہونی چاہیے۔ اسکے لیے دعا کریں۔ آپ سے بہت شرمندہ ہوں کہ میری وجہ سے وہ اس حال میں آئی۔"

عاصم نے اپنے غصے اور کرب کو اک طرف کیے جب مہویر کو دیکھا تو اسے مہویر کا درد بھی نظر آیا۔

"تمہاری شرمندگی کس کام کی ہو گی مہویر اگر اسے کچھ ہو گیا۔ تم نے تو سائن کر کے اسکو ان بے رحم ڈاکٹروں کے سپرد کر دیا۔ پتا نہیں وہ کتنے درد سے گزاری جائے گی۔"

عاصم کا درد، اسکی پدارنہ محبت سب عیاں تھا لیکن وہ اس بات سے انکار بھی نہیں کر سکتا تھا کہ یہ شخص منائم کے لیے کتنا موافق ہے۔

"اگر سائن نہ کرتا تب بھی وہ اسی درد سے گزرتی، لیکن کم از کم اب یہ تو امید ہے کہ وہ ڈاکٹرز اسکے درد میں کمی کی کوشش کر رہے ہیں۔ وہ ٹھیک ہو جائے تو میں اسے ہر چیز سچ سچ بتا دوں گا۔ وہ مجھ سے جڑے ہر فیصلے میں خود مختار ہو گی۔"

عاصم نے اسکے ہاتھ دکھ سے پکڑ کر جھٹکے۔

"اور یمل؟ اسکا اب کیسے سراغ ملے گا؟ کیا موساب اگلے گا کچھ؟ تم اس زلیل کو جانتے نہیں کیا؟"

یمل ملک کے لیے عاصم کی تڑپ دیکھتے مہویر نے گہری سانس لی۔

"یمل یہیں ہے۔اسی شہر میں۔انیس کا بھائی جس کلب میں جاتا ہے وہ بھی اسی کلب میں داخل ہوا ہے۔فٹ بال کلب۔۔انیس دیکھ رہا ہے یہ معاملہ۔یمل ملک جلد آپکے پاس ہو گا بے فکر رہیں"

انیس کا نام سنے عاصم کے ماتھے پر بل پڑے کہ عرشیہ نے اس آدمی کی وجہ سے اسے باتیں سنائیں۔

"انیس تمہارا کیا لگتا ہے؟"

عاصم کے لہجے میں صاف صاف کھردراپن تھا جبکہ مہویر کیا بتاتا کہ وہ جو اس مشکل وقت حوصلے سے کھڑا ہے اسکی وجہ اللہ کے بعد انیس غانم علوی ہی ہے۔

"میری پوری فیملی سمجھیں اسے"

مہویر نے اسکا ذکر بہت مان سے کیا پر عاصم کی آنکھوں میں کڑواہٹ گھلی۔

"اس انیس کی وجہ سے عرشیہ نے آج مجھے انسلٹ کیا، مجھے وہ آدمی ایک آنکھ نہیں بھایا"

عاصم نے لٹھ مار انداز اپناتے کرسی سنبھالی تو مہویر بھی جا کر ساتھ ہی بیٹھا۔

"انیس نہ ہوتا تو نہ منائم زندہ ہوتی نہ میں۔۔نہ آپکی بیوی فاطمہ۔اسی نے آ کر ہماری مدد کی"

مہویر کے یہ بتانے کی دیر تھی کہ عاصم نے جھٹکے سے مہویر کے منہ کی طرف دیکھا۔

"کیا مطلب ہے تمہارا؟ وہ بھی تمہاری طرح کوئی غنڈا ہے۔۔۔۔سوہانے تو بتایا تھا گیمنگ سوفٹویر انجینئر ہے؟"

عاصم کے استفسار پر مہویر نے نفی میں سر ہلایا۔

"غنڈا نہیں ہے بس مجھے شیر اور اسے ٹائگر کہہ لیں۔ آپ نے فاطمہ کا نہیں پوچھا؟"

مہویر کی آنکھیں خفیف سی سلگیں جبکہ خود عاصم بھی اس ذکر پر حلق تک کڑوا ہوا۔

"وہ عورت تم سے چھینی تھی میں نے لیکن میری بھی نہ ہو سکی۔ مجھے بس یمل سے مطلب ہے۔ میری طرف سے بھاڑ میں جائے وہ۔ میرے نکاح میں ہوتے کسی اور سے عشق چل رہا تھا اسکا۔"

عاصم نے اسکا ذکر حقارت سے کیا، جبکہ ویسی ہی حقارت مہویر کی آنکھوں میں بھی ہلکوری، فاطمہ کی لالچ و خود غرضی کی یہی سزا کیا کم تھی کہ اس سے سالوں اسکی اولاد دور رہی اور جس مرد نے اسے چاہا یا جسے وہ چاہنے کا دعوی کر کے اسکے پاس گئی آج وہ دونوں مرد اسکے لیے نفرت سے بھرے

تھے، اور اب وہ زندگی و موت کی جنگ لڑ رہی تھی، پتا نہیں یمل سے مل پاتی یا نہیں۔

"وہ بھی موساب ہی تھا۔ ورغلا رہا تھا اسے آپ سے دشمنی میں"

مہویر کے اس انکشاف پر تو عاصم کے دل سے موساب کے لیے صرف گالیاں نکلیں۔

"اگر گنجائش ہوئی تو معاف کر دیجئے گا اسے۔ آپ کونسا اپنی زندگی میں آئی ہر عورت سے وفادار رہے عاصم المیر ملک کہ آپ کسی عورت کو اسکی بے وفائی پر سزا سنانے کا حق پا سکیں۔ یمل کے لیے کہہ رہا ہوں۔ آپکے باقی بچے ماں باپ کے ہوتے ماں باپ کے لیے ترس کر جیے ہیں۔ ہو سکتا ہے یمل ملک آپکو اپنی کوتاہیوں کی تلافی کے لیے مل رہا ہو۔ میں نے فاطمہ کو بد عادی تھی کہ وہ یمل کا کبھی منہ نہ دیکھ سکے لیکن وہ جتنی بھی میری نظروں سے گر

جائے، ایک ماں ہونے کے ناطے کہیں نہ کہیں معتبر رہے گی۔ اور ماوں کو بد عائیں دل سے نہیں دی جاتیں"

عاصم کا دل ایسے طنز و ملامت کے باوجود مہویر کے حوصلے پر دنگ رہ گیا، وہ شخص جتنا خطرناک وولف بن کر کئی سال جیا اندر سے اتنا ہی نرم تھا، تبھی تو آج تک اللہ نے اسکے ہاتھوں کچھ ناجائز نہیں کروایا۔

"منائم اس حال میں موساب اور فاطمہ کی وجہ سے ہے۔ تم پھر بھی یہ کہہ رہے ہو۔ میں اور تم ان دونوں کے سبب کس کرب، زلت اور تکلیف میں جھونکے گئے اسکے باوجود تم اس عورت کے لیے سوچ رہے ہو؟ تمہیں میری بیٹی کے سوا دنیا کی کسی عورت کا اب نام بھی نہیں لینا مہویر میثاق"

عاصم کے لہجے میں وارننگ تھی اور مہویر نے اپنے دل پر اپنی ہتھیلی رکھ کر فقیرانہ نگاہ عاصم پر ڈالی جو بپھر الگ رہا تھا۔

"میرا دل منائم کے دل کے ساتھ دھڑک رہا ہے، میری زبان کسی دوسری عورت کا نام پکارنا خود بھی کہاں چاہتی ہے۔ میں بس چاہتا ہوں یمل بھی اس اذیت سے نہ گزرے جس سے عرشیہ، خضر اور منائم گزرے۔ یمل ابھی بچہ ہے۔ اسے اسکے ماں باپ دونوں اب بھی پورے مل گئے تو وہ سنبھل جائے گا۔ میں نے عرشیہ کو تو نہیں جانا قریب سے پر منائم اور خضر کے بیچ رہا ہوں۔ وہ دونوں اندر سے اپنے ماں باپ کی کمی پر کتنے کھوکھلے ہیں آپکو کیا خبر عاصم ملک۔"

مہویر کی آنکھوں کا دکھ، حسرت اور تکلیف اتنی قوی تھی کہ اس نے عاصم ملک کو سوچ میں ڈال دیا، مزید انکی بات نہ ہو سکی کیونکہ خضر وہیں چلا آرہا تھا۔

"مہویر۔۔۔ میری خرگوش ٹھیک ہے ناں؟"

مہویر نے اٹھ کر خضر کو دیکھتے ہی گلے لگایا، اسے الگ کر کے بڑے بھائی کی طرح اس بظاہر مضبوط اور اندر سے بچوں جیسے خضر کا چہرہ ہاتھوں میں بھرا، اس لمحہ عاصم المیر ملک کی نظریں ان دو پر دکھ اور افسوس سے جمی تھیں، جتنی شفقت مہویر کے انداز میں خضر کے لیے تھی وہ تو عاصم میں باپ ہونے کے باوجود نہ تھی۔

"ان شاء اللہ وہ ہمیں ٹھیک ملے گی۔ سرجری ہو رہی ہے۔ تم دعا کرو، تمہارے معصوم دل سے نکلی دعا تمہاری خرگوش کو درکار ہے"

خضر نے پریشان ہوتے مہویر کی کلائی دیکھی، ایک کلائی زیادہ زخمی تھی بس اسی کی پٹی مہویر نے کروائی تھی۔

"میری ہر سانس دعا گو ہے۔ تمہاری کلائیوں کو کیا ہوا بھائی؟"

مہویر نے اذیت سے مسکرا کر نفی کرتے سر ہلایا۔

"لمبی کہانی ہے فرصت سے سناوں گا۔ آجاو بیٹھ جاو"

خضر نے اس سے اصرار نہ کیا کیونکہ اس وقت بس منائم ملک اہم تھی، اسکے ڈیڈ، بھائی اور شوہر تینوں کے لیے، مہویر کا تو دل بس اس لڑکی کی اک جھلک دیکھنے کو مر رہا تھا لیکن ابھی بہت وقت باقی تھا۔

.._____..

وہ بیڈ پر بیٹھے بیٹھے پیچھے کو گری کب سے دکھی ہو رہی تھی، گاہے بگاہے اسکی آنکھیں آنسوؤں سے بھرنے لگتیں تو وہ انھیں رگڑ کر مٹا ڈالتی، انیس نے گاڑی پورچ میں پارک کی اور مینشن میں داخل ہوا تو غیر معمولی سناٹا انئس کو اس ٹھنڈک میں بھی عجیب تکلیف دہ حبس کا احساس بخش گیا، اس نے سوئٹر اتار کر سیدھے قدم سیڑھیوں کی طرف بڑھائے، کمرے تک پہنچے انیس نے ڈورناب پر ہاتھ رکھتے ہی گمایا اور اندر داخل ہوا جب نظر سیدھی لیٹ کر اپنی آنکھیں رگڑتی عرشیہ پر جا ٹھہریں، ساری تھکاوت تو اسے یوں روتا دیکھے پریشانی میں بدلی۔

"رو کیوں رہی ہو؟"

وہ اسکی آواز سنتے ہی اٹھ کر نہ صرف بیٹھی بلکہ کھڑی ہوتی لپک کر انیس کی طرف بڑھتی اسکی خود بخود کھلتی بازووں میں جا جذب ہوئی، انیس نے اسکے اطراف بازو حصارے مگر اسے لگا جیسے وہ کانپ سی رہی ہو۔

"انیس۔۔ تم کہاں رہ گئے تھے۔۔ انیس تمہارے بابا عصر کے بارے بہت برا سوچتے ہیں۔ وہ س۔۔ سمجھتے ہیں عصر مجھ پر بری نظر رکھتا ہے۔ وہ ایسا گندا کیسے سوچ سکتے ہیں انیس؟"

وہ اسکے سینے لگی روتے ہوئے بولی، اسکی آواز اسکے حلق میں اٹک رہی تھی، انیس نے افسوس سا محسوس کرتے اسکے اطراف اپنے ہاتھ سہلائے۔

"انکی سوچ کے آگے خندق ہے۔ وہ سوچ اس میں کبھی بھی گر سکتی ہے۔ سنبھالو خود کو۔ تم تو ایسے کر رہی ہو جیسے عصر زمان واقعی تمہارا میلے میں بچھڑا بھائی ہے۔"

وہ زرا نرم پڑتے لب و لہجے کے سنگ عرشیہ کی یہ تکلیف دور ہٹانے کو مسکاتے ہوئے شریر ہوئے بولا تو وہ جھٹکے سے اس سے دور ہوئی۔

"تو کیا کوئی شک ہے تمہیں، وہ میرا بھائی ہی ہے۔ تم عصر سے پوچھو اسے کیا تکلیف دے رہا ہے۔ وہ بہت ڈسٹرب ہے۔ میں عصر کے لیے بہت فکر مند ہوں۔ اب تو فجر نے بھی کہہ دیا وہ عصر کے لیے اسکی طرح سوچتی ہے۔ لیکن عصر نے انکار کر دیا۔ وہ عجیب بہکی بہکی اذیت پسند ٹون میں بول رہا تھا۔"

انیس نے خوشگوار سی سمائل اپنے ہونٹوں پر سجاتے اس ہلکان و پریشان لُما کو جی بھر کر دیکھتے اسکے گالوں کو محبت سے پکڑتے اسکا چہرہ اپنے ہاتھوں کے ہالے میں لیا تو وہ پل بھر سکون پا گئی۔

"پہلے تم آرام پاؤ پھر کسی کا درد دور کرنے میں معاون ہو سکو گی۔ میں آ گیا ہوں ناں۔ خبر لیتا ہوں اسکی۔ ریلکس عرشیہ۔ مل کر اسکا حل نکالتے ہیں تم

یہاں آ وزرا۔۔۔بچوں کی طرح پریشان ہونا بند کرو۔ایک تو بات بات پر تمہارے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔"

وہ اسکو اپنے بازووں میں بھرتا جان بوجھ کر اسے چڑا گیا تا کہ وہ اپنی توجہ کچھ انیس پر دے سکے۔

"ہاں اب کہو یہ بھی برائی ہے میری۔تمہارے دوست کا کیا سین ہے؟ ملا وہ یا نہیں"

وہ اسکے وجود کی پناہوں میں مجذوب ہوتی ہی منمنائی، اسکے لب و لہجے میں بے پناہ فکر سمٹی تھی۔

"ہاں مل گیا۔ تبھی تو آسکا ہوں۔بابا نے کیا کہا تم سے؟ ایگزیٹ الفاظ بتاو مجھے"

وہ اسکے سینے سے الگ نہ ہوئی بس چہرہ اٹھا کر انیس کو دیکھنے لگی، وہ اک ہاتھ کی انگلیاں اسکے کھلے بالوں میں پھیرتا اس سے جواب جاننا چاہتا تھا۔

"میں نہیں چاہتی تم ان سے لڑو"

وہ مدھم سا بولی، آواز میں سلوٹیں اتریں۔

"صبح ملک ہولڈ نگز جانے سے پہلے میری اور بابا کی بہت بری لڑائی آل ریڈی ہو چکی ہے۔ اب مزید میرے پاس سٹیمنا نہیں کہ میں ان سے کچھ کہوں۔ ان سے ہر طرح کی برائی امید کی جا سکتی ہے۔ اس لیے مجھے بتاو عرشیہ تا کہ اندازہ ہو سکے انکی ذہینت کا۔ بولو۔۔ یہاں آو میرے پاس بیٹھو، اور خبر دار تم یہ بتاتے روئی"

وہ اسکو اپنے بازو میں حصارے ہی سٹنگ ایریا کی جانب رکھے کاوچ کی جانب بڑھا اور بیٹھے اسے بھی اپنے ساتھ ہی بٹھایا، عرشیہ نے اسکی طرف رخ پھیرتے انیس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں زور سے دباتے اسے ابراہیم علوی کے جب الفاظ بتائے تو وہ بہت غمگین ہوئی، انیس کا تو دل پہلے ہی اس شخص نے چھلنی کر رکھا تھا۔

"یہی امید تھی ان سے، عصر سے بھی یہی سب کہا تھا انہوں نے۔ مجھے لگا شاید صبح کے بعد انکو اپنی اس سوچ پر ندامت ہو گی پر میں غلط تھا۔ مجھے بابا کے حوالے سے کوئی بڑا فیصلہ لینا ہی ہو گا۔ پریشان مت ہو تم۔ میں تمہیں بھی جانتا ہوں اور عصر کو بھی اس لیے کسی کے ایسے برے اور غلط الفاظ میرے سامنے بہت کھوکھلی حیثیت رکھتے ہیں۔ وہ میرا رائیٹ ہینڈ ہے تو تم میری ہمسفر ہو، میری محبت ہو۔ یہ بات وہ بھی جانتا ہے پھر بھی اسکا بگھڑنا اور تمہارا بے جا پریشان ہونا سمجھ سے باہر ہے"

انیس کا اسے اتنا اعتماد بخش کرما تھا چوم کر آرام دینا اس بات کا ثبوت تھا کہ وہ خود سے جڑے لوگوں کو کمفرٹ دینا بہت اچھے سے جانتا ہے۔

"محبت ہوں۔ یہ سب سے اچھی بات ہے"

وہ اسکا ہاتھ دیکھنے لگی تبھی عرشیہ کی نظر اسکے مضبوط خوبصورت ہاتھوں کی پشت پر جا ٹھہری، عرشیہ نے اسکے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر انکا بغور جائزہ لیا۔

ہاتھوں کے کنارے، ہلکے سے گلابی اور ڈرائے تھے۔

"تم نے پھر سے کسی کو مارا، حال دیکھو کیسے خون سکن پھاڑ کر باہر نکلنے کو ٹھاٹیں مار رہا ہے۔ انیس تم کب سدھرو گے؟"

عرشیہ نے اسکے چہرے اور مسکراہٹ کے نثار رنگ سے سجی آنکھیں دیکھتے ڈانٹنے سے آغاز تو کیا پر اختتام تک عرشیہ کی آواز نرم پڑ گئی۔

"سدھر رہا ہوں۔ تمہیں نظر نہیں آرہا میرا سدھار؟"

انیس کی شوخ وارفتہ نگاہوں کے آگے وہ ہارنے کے انداز میں اسے گھوری پھر اٹھ کر ڈریسنگ ٹیبل کی طرف جا کر کچھ موئسچرائزر اٹھا کر لاتی وہ اسکے سامنے دوبارہ بیٹھی۔

"مجھے تم میں بہت سدھار نظر آرہا ہے لیکن اپنے آپ کو خود بھی توجہ دینا سیکھو انیس غانم علوی"

وہ نرم سی سرزنش کیے موئسچرائزر کو اپنی ہتھیلی میں ڈال کر بوتل سامنے میز پر رکھے اسکے ہاتھ کے اگلے اور پچھلے حصے پر اچھے سے ہاتھوں سے لگاتے نظریں اٹھا کر انیس کو دیکھنے لگی جسے یہ احساس فرحت بخش رہا تھا کہ وہ اسے توجہ دے رہی ہے۔

"دے رہا ہوں توجہ"

وہ اپنے لہجے میں وثوق بھر لایا، جیسے اسکا اور عرشیہ کا وجود ایک ہو، کسی ایک کی دوسرے کو دی توجہ دونوں کے لیے کافی ہو، عرشیہ نے لجا کر نگاہیں جھکاتے اسکے دوسرے ہاتھ پر بھی یونہی موئسچرائزر لگایا پھر اسکے دونوں ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں بھر کر دباتے جھک کر اسکے ہاتھوں کی ٹپس باری باری چومیں، انیس کو اپنی انگلیوں میں ہلکی سی سنسناہٹ محسوس ہوئی اور

روح میں عجیب سی نرمی اتری جسے وہ کوئی نام نہیں دے سکتا تھا، وہ اسکے لیے نام و پہچان سے ماوراء سکون تھا۔

"نگاھت شعلہ ای در جانم می افروزد."

اسکے دونوں ہاتھ پکڑ کر اپنے نزدیک گھسیٹے انیس نے اسکی آنکھوں میں دیکھ کر کہا جس پر وہ اب اک اور نئی زبان سنے محبوبانہ مسکراہٹ سے اسے دیکھنے لگی۔

"اب یہ کونسی فارسی ہے انیس؟"

وہ مسکراتا سا تنگ آئی جس پر وہ ہنسا کیونکہ یہ واقعی فارسی تھی۔

"تمہاری نگاہ میری جان میں شعلہ روشن کر دیتی ہے۔"

وہ ایک لمحے میں اس لڑکی کے ہونٹوں پر رینگتی مسکراہٹ کو اسکے پورے وجود کے خمار آلود احساس میں بدل کر رکھ گیا۔

"اور تمہیں بتادوں یہ فارسی ہی تھی۔ تمہیں تھوڑی دیر اپنے لفظوں میں الجھانے کا مزہ آتا ہے مجھے لُما"

وہ اسکی مخصوص مسکراہٹ دیکھ کر اسکی تفصیل سنے سر کو مغرورانہ جنبش دیتی نظریں چرانے لگی۔

"تمہیں مزے کی پڑی ہے، میر ادل اپنی جگہ سے ہل گیا تمہارے مفہوم کے چکر میں۔ اچھا چھوڑو اب مجھے۔ عصر سے بات کرتے ہیں چل کر"

وہ اسکی آنکھوں میں مجسم اپنا اور اپنی چاہ کا عکس دیکھنے لگی پھر اعتزاز برتتے ہوئے اس کی گرفت سے نکلنا چاہا، اس شخص کا اپنی جانب مائل ہونا عرشیہ المیر کے لیے باعث تسکین تھا۔

"اس وقت کیا بات کریں؟ آدھی رات ہو رہی ہے۔ صبح کرتے ہیں۔ میرے پاس آو"

انیس نے آہستہ سے اس کی کلائی تھامی اور اپنی طرف کھینچ لیا، اگلے ہی لمحے اس کا بازو اس کی پشت کے گرد تھا اور وہ اس کے سینے سے لگی بیٹھی اسکی وجاہت و بے خودی کے اثر سے بے ہوش سی لگی لیکن وہ اپنے ہوش و حواس میں ہی تھی۔

"تم نے کہا تھا ہم قریب نہیں آئیں گے"

وہ اس نزدیکی میں جب ہوا کی سانس بھی بند ہونے کو تھی، اسے اپنا کہا یاد دلا گئی، جس پر وہ یوں مسکرایا جیسے بہت ہی لطف انگیز یاد دہانی اسکی خاتون نے کروادی ہو۔

"میں کب آیا قریب۔ یہ تو میں نے تمہیں اپنے پاس کیا ہے۔ شوہر تھکا ہارا گھر آئے تو بیوی کو اپنے بال کھول دینے چاہیں، تاکہ اسکے نڈھال شوہر کی تھکن کہیں ان زلفوں کے جال میں ہی اٹکی رہ جائے۔"

وہ اسے سگھڑ بیوی ہونے کی ٹپ دیتا کب اپنی مسکراہٹ اسکے ہونٹوں تک لے گیا، دونوں کو خبر نہ ہوئی، وہ بھی اسکے اثر میں مبہوت رہ جاتی تھی، سوچنے سمجھنے کی صلاحیت کا فقدان آگھیرتا۔

"تمہیں کیسے پتا چلا میں نے جگہ جگہ انہیلر رکھے ہیں؟"

وہ اسکے سحر میں گم اسکے بہت قریب بیٹھی سانس لے رہی تھی جب وہ اسکے پشت پر گرے بالوں میں انگلیاں پھیرتے بولا۔

"کل رات سر درد کی میڈیسن ڈھونڈ رہی تھی، بہت سر درد کر دیا تھا ناں تم نے قوبا سے واپسی پر۔ اسی چکر میں جس جس جگہ ٹیبلٹ ڈھونڈنے گئی وہاں وہاں انہیلر ملا۔ تمہیں اس تکلف کی کیا ضرورت تھی۔ جب میرا خیال تم رکھو گے تو میری سانس کیوں اٹکے گی بھلا"

وہ اسکے راز کو افشا کیے اسے دیکھنے کے ساتھ اک اک لمحے کے ساتھ جی رہی تھی، اسکی مہکی مہکی سانسیں، انیس کے ہونٹوں کو نرم گرمائش سے چھو رہی

تھیں، وہ اسکی گردن کے اطراف بازو لپیٹے اسکی شربتی آنکھوں کے شیڈ دیکھ رہی تھی جنکی جلن اب ختم تھی لیکن ہلکی سی سوجن اب تک برقرار تھی، جبکہ وہ ان مدہوش گرے آنکھوں کے آگے زیر ہوا پڑا تھا۔

"میں جب سانس روک دوں تمہاری یہ احتیاط تب کے لیے ہے۔ ورنہ جب تک میں ہوں، کسی اور شے کو ایسی جرت نہیں کرنے دوں گا"

وہ اسکا سر اٹھا کر ماتھا جذب سے چومتا عرشیہ کی خود بخود آنکھیں بند کروا گیا، لیکن جب وہ سامنے ہوا تو وہ ان آنکھوں کو بے تابی سے کھول گئی کہ اک لمحہ بھی وہ انیس سے نظریں ہٹانا نہیں چاہتی تھی۔

"سمجھ گئی۔ یہ بتاو آنکھیں کیسی ہیں اب تمہاری۔ مجھے ابھی بھی سوجھی کیوں لگ رہیں ہیں یہ؟"

انیس کو اپنے ہونٹوں کے قریب اسکی مہکی سانسوں کا ہلکا سا لمس محسوس ہوا لیکن اس لڑکی کی اس کے باوجود ساری توجہ انیس کی آنکھوں پر تھی۔

"میری آنکھیں جب تمہیں دیکھیں تو اندازہ لگاو یہ کیسی ہوتی ہوں گی؟"

وہ اسکے روح سہلاتے سوال پر جھنیپ سی جاتی مسکرائی، وہ ایسے رومنٹک کتنا حسین لگ رہا تھا کہ خوامخواہ بنا کچھ کیے بھی عرشیہ کے تن بدن پر خمار طاری ہوئے جا رہا تھا۔

"ٹھنڈی؟"

وہ شیریں مسکان لبوں پر بکھیرے اپنا اندازہ بتاتے مسکائی۔

"بہت ٹھنڈی"

انیس نے اسکے دائیں رخسار پر اپنے ہونٹوں کو سہلاتے اس لڑکی کی دھڑکنیں تیز کیں، وہ سمجھ رہی تھی کیا ہو رہا ہے پر روکنے کی خواہش کے باوجود وہ کچھ بھی روکنا نہیں چاہتی تھی، وہ اسکی گال سے گال رگڑتا دور ہوا تو عرشیہ نے انیس کو دیکھا جسکی نظریں ایک بار پھر اسکے ہونٹوں پر ٹکی تھیں، بس یہیں اس لڑکی کا گلا خشک پڑنے لگا۔

"تمہیں میرے انتظار کے بیچ ریڈ لپ سٹک لگانی چاہیے تھی۔"

وہ اسکے یکدم بگھڑنے پر اسے دیکھتے مسکرائی۔

"میں بہت پریشان تھی، ایسے میں کون کر سکتا ہے سنگار؟"

وہ معصومانہ سا ہو کر بولی تو انیس کی آنکھوں میں پھر سے نرمی آئی۔

"تم کر لیا کرو سنگار۔ میں ہوں تمہاری ہر پریشانی تمہیں بھلا کر رکھ دوں گا۔"

وہ اسکی بات کا شوخ اور پر استحقاق مفہوم سمجھ ہی رہی تھی جب وہ اسکے چہرے کے قریب ہوا، عرشیہ کو اسکی گرم سانسیں پہلے اپنے رخسار سے ہونٹوں تک پہنچتی محسوس ہوئیں تو وہ سہم کر اسے دیکھنے لگی مگر جب ہونٹوں پر مہربان ہونٹوں کی پہلی، ملائم اور ہلکی سرسراہٹ محسوس ہوئی تو وہ خوفزدہ ہوتی اسکی گردن کے اطراف لپٹی باہیں کھولتی اسکے سینے پر ہاتھ رکھ کر دباتی

انیس سے دور ہوتی چہرہ بھی پھیر کر اپنی آنکھیں پھیلا کر گہرے سانس لینے لگی کہ یہ کیسا احساس اسے ملا، اسکے پورے وجود کو جکڑ گیا۔

"ایسے کون دور ہوتا ہے لُما"

انیس نے اسکے دونوں اطراف ہاتھ پھیلا کر اسکے پیٹ پر باندھے اسے خود سے لگاتے اسکے کھلے بالوں میں چہرہ چھپاتے شکوہ کیا جسے سن کر وہ روم روم تک مسکائی لیکن جلد ہی اپنے آپ کو سنبھالے وہ انیس کے ہاتھ کھولتی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"ہمیں عصر سے بات کرنی ہو گی انیس۔ وہ جاگ رہا ہو گا یقینا۔ پلیز۔۔ ہمیں ہر صورت کل جا کر فجر کو لے کر آنا ہو گا۔ کل اسکی مہندی ہے۔"

وہ اسکی فکر اور دبا دبا فرار اچھے سے سمجھ گیا تبھی مسکرا کر اٹھ کھڑا ہوا کہ یہ لڑکی بنا عصر سے بات کروائے نہیں مانے گی۔

"ٹھیک ہے۔ کرتے ہیں بات"

وہ اس کو شوخ نظروں میں لیے بولا تو عرشیہ نے رخساروں میں اترے پھولوں والے چہرے سے انیس کو دیکھا پھر وہ اسکے قریب سرکی، اسکے سینے کے پاس ہوتے ہی اپنے ہونٹ انیس کی گال سے جوڑتے جانے کتنے طرز کا اسکی بازووں میں دھڑکی تھی، وہ اسے سینے سے جوڑے اسکے اندر رہوتی ہر ہلچل انگلیوں پر گن جو سکتا تھا۔

وہ دور ہوئی تو انیس کا ہاتھ پکڑتی کمرے سے اسکے ساتھ ہی نکلی، وہ دونوں نیچے آئے اور سیدھے عصر کے کمرے کی طرف گئے، عرشیہ زرا سائیڈ ہو کر کھڑی ہوئی تو انیس نے دروازہ ناک کیے بناڈور ناب گمایا اور اندر داخل ہوا جہاں عصر اکیلا ہی کاوچ پر بیٹھا شطرنج کی آدھی جیتی اور آدھی ہاری بازی میں الجھا بساط بچھائے گم صم بیٹھا تھا، انیس کے اندر جاتے ہی عرشیہ بھی کمرے میں داخل ہوتی وہیں دروازے کے پاس رکی۔

"اکیلے کیوں کھیل رہے ہو عصر میاں! میں ساتھ دوں؟"

انیس کے سامنے بیٹھنے پر عصر نے نظریں اٹھا کر سرد پن لیے انیس کو دیکھا، یہ شخص ایک دم سے بھائی نکلے گا یہ چیز عصر سے بھی قبول ہونی مشکل تھی پھر جتنا غصہ اسے صنم زمان پر تھا اب اتنا حمرا اعلوی پر تھا، دو دو مائیں تھیں اور اس وقت وہ دونوں سے سخت ناراض تھا، سمجھ نہ آیا اپنے ماضی کی اس آگاہی کو کیسے ہضم کرے۔

"مجھے اکیلا چھوڑ دیں، آپ دونوں یہاں سے جائیں"

وہ بساط بری طرح ہاتھ مار کر خراب کرتا اٹھ کر منہ پھیر کر کھڑا ہوا تو عرشیہ بھی دروازے سے آگے چلی آئی، انیس تو عصر کی ایسی ٹون پر ہی صدمے میں چلا گیا تھا۔

"عصر زمان! کیا ہوا ہے تمہیں؟"

انیس نے بیٹھے بیٹھے اس پلٹ کر کھڑے شخص کو پکارا۔

"کچھ نہیں ہوا۔ بس کسی سے بات کرنے یا کسی کو دیکھنے کا دل نہیں۔ میں کوئی بد تمیزی کر بیٹھوں گا۔ عرشیہ پلیز انکو لے جاو"

عصر کی اس طرح کی تاسف خیز منت سماجت پر انیس اپنی جگہ سے اٹھا اور عصر کو اسکی بازو سے پکڑ کر اپنی جانب پلٹایا جہاں عصر کی آنکھیں بھی ہلکی سوجن کا شکار تھیں۔

"تم مجھ سے کس طرح بات کر رہے ہو عصر، کیا ہوا ہے۔ بتاو مجھے۔ فجر والا معاملہ ہم کل ہی حل کریں گے۔ تم تیار رہنا۔ ہم جا رہے ہیں اسکے علاقے۔ اسکے علاوہ کوئی ٹنشن ہے تو بتاو"

عصر نے اپنی بازو بے دردی سے جھٹکی، انیس نے اپنے ہاتھ کی طرف دیکھا، وہ شخص جس نے ہمیشہ انیس کے ہاتھ کو مہربانی سے تھاما، وہ کب ہاتھ جھٹکنے سیکھ گیا؟ ایسا کونسا کربناک لمحہ آن ٹھہرا ان کے بیچ کہ یہ تناو اور دوری بھر گیا۔

"میں کسی فجر کو نہیں جانتا نہ مجھے ایسی کوئی عورت چاہیے۔ میں کہہ رہا ہوں کچھ نہیں ہوا سر۔ اکیلا چھوڑ دیں"

عصر کے قطعی پن پر عرشیہ بھی اس بار آگے آئی۔

"تم اتنا چڑ کیوں رہے ہو۔ بات نہیں کرو گے تو مسئلہ کیسے حل ہو گا۔ جو بھی درد پہنچا رہا ہے وہ بتاو ناں عصر، میرے بھائی ہم تمہارے لیے سخت پریشان ہیں"

عرشیہ کو عصر ایسے کرتا ہرگز قبول نہ تھا، ایسا عصر تو بہت ہی تکلیف دہ تھا۔

"میں ابھی کچھ بتانا نہیں چاہتا۔ کیا ہاتھ جوڑوں اب میں کہ کچھ نہیں ہوا مجھے اکیلا چھوڑ دیں؟"

اس بار عصر کی آواز بلند بھی ہوئی اور اس میں جی بھر کر غصہ بھی شامل ہوا۔

"تم تو اچھے بچے تھے۔ یہ بگھڑے بچے کیوں بن گئے، تم انیس کی بات بھی نہیں سن رہے۔ تم تو اسکی ہر بات مانتے ہو؟"

وہ اپنی ہر جدوجہد کر رہی تھی، انیس غصہ نہ کرے عرشیہ کی پوری کوشش تھی کیونکہ عصر نے منہ سی رکھا تھا، بس کچھ نہیں ہوا کی رٹ لگا کر وہ انیس کو غصہ دلا رہا تھا۔

"بہت مان لیں باتیں اب نہیں ماننا چاہتا تو کیا زبردستی کریں گے آپ دونوں میرے ساتھ۔ جب کہہ رہا ہوں کہ اکیلا چھوڑ دیں تو چھوڑ دیں ناں"

عصر کی زندگی میں پہلی بار انیس نے آواز اتنی بلند ہوتی سنی، اور وہ سمجھ نہ پایا یہ لڑکا ناراض کیوں ہے، ناراضگی تو چھوٹی چیز تھی، وہ کاٹ کھانے

کو دوڑ رہا تھا۔

"عصر زمان! میرا صبر کیوں آزما رہے ہو۔ جب تک مسئلہ بتاؤ گے نہیں ہم کیسے حل کریں گے۔ ادھر دیکھو۔ کیا یہ وہی بات ہے جو ہم نے ڈسکس کر

لی۔ اگر کچھ اور ہے تو بتاو ناں میں سنوں گا۔ ایسے میری طرف غصے سے تو تم نے کبھی نہیں دیکھا۔ سچ بتاوں تو تمہاری ایسی نظریں مجھے اندر سے کھا رہی ہیں"

وہ ہمیشہ پیار اور شفقت عصر سے وصولنے والا شخص آخر اسکی ایسی سرد نظریں کیسے برداشت کر پاتا، آخر انیس کی برداشت کا پیمانہ بھی لبریز ہوا۔

"معاف کر دیں مجھے لیکن میں ابھی بات کرنے کی پوزیشن میں نہیں۔ میں آپ دونوں کو سمجھ رہا ہوں کہ میرے لیے پریشان ہیں لیکن ابھی یہ آپکی میرے لیے فکر و پریشانی بھی مجھے تکلیف پہنچا رہی ہے۔ مجھے آج کی رات دیں میں صبح تک انسان بن جاوں گا واپس۔ میں ہاتھ جوڑ کر ریکوسٹ کرتا ہوں آپ دونوں سے"

عصر کا یوں کرب و تکلیف سے التجاء کرنا عرشیہ اور انیس دونوں سے سہنا مشکل تھا، عرشیہ کی تو آنکھیں بھر آئیں مگر انیس نے اسکے ہاتھ پکڑ کر

کھولے، سر تھوڑا سا اسکے کندھے کے قریب رکھ کر پر خلوص بھائی چارے کا لمس دیتے اسے اپنے گلے لگایا جس پر عصر کے اندر کا سخت شخص نرم پڑا، اس سینے کی گرم جوشی پر، اس بھائی ہونے کے احساس پر، خود بخود عصر کے ہاتھ انیس کے اطراف جم گئے کیونکہ اسکی طرح انیس بھی تو بے قصور تھا، وہ بھی تو نہیں جانتا تھا کہ عصر اسکا بھائی ہے، اسکے باوجود انیس نے پوری زندگی اسکا خیال رکھا تھا، اور عصر اس سے اتنی بری طرح پیش آیا، لیکن عصر بھی کیا کرتا، اسکے اندر بھری گھٹن کہیں تو نکلنی تھی۔

"میں تمہارے ساتھ ہوں عصر، میرے ہوتے تم کسی معاملے میں بے بس نہیں۔ مجھے اپنی ساری جمع پونجی لگا کر بھی فجر جبرئیل کو تمہارے لیے کل خریدنا پڑا تو میں پیچھے نہیں ہٹوں گا۔ اسکے علاوہ اگر تم بابا کی باتوں کی وجہ سے اس حال میں ہو تو میں چاہوں گا تم فجر سے کل ہی نکاح کر کے میرے فارم ہاوس شفٹ ہو جاو۔۔۔ یہاں رہنے کی تمہیں ضرورت نہیں۔ اس انسان کو جب تمہاری کمی کا ادراک ہو گا تو شاید تب ندامت گھیرے۔ وہ اپنی اولاد کو

کسی کھاتے میں نہیں رکھتے عصر، مجھے اپنے سر اور دل کا ناسور کہتے ہیں تو تم ان سے کیا اچھے کی امید رکھے ہوئے تھے۔۔۔۔ایسا مت کرنا میرے ساتھ دوبارہ میرے بھائی۔ تم ایسے بکھرے ہوئے اچھے نہیں لگ رہے۔۔۔یہ رات لو اور خود کو سنبھالو۔۔۔۔مجھے تم سے بہت امید ہے۔۔ سمجھے۔اور اب تم مجھے سر نہیں کہو گے۔۔۔۔انیس کہو گے۔یا اگر چاہو تو بھائی کہہ سکتے ہو۔۔۔۔نیسو پائی کی بھی اجازت دے رہا ہوں"

وہ روبرو ہوا تو اس نے عصر کی روتی آنکھیں دیکھتے اسکا چہرہ تھام کر اسے یہ بھائی والی اجازت دے کر اور نادم کیا، عرشیہ کی آنکھیں انگارہ تو اس پر ہوئیں کہ ابراہیم علوی نے انیس کو ایسا کہنے کی ہمت لائی کہاں سے ہو گی، پر وہ خوش تھی کہ عصر اور انیس ایک دوسرے کو ہر پستی میں سنبھالنا جانتے ہیں، انیس کی آخری شریر اجازت پر تو عصر روئی آنکھوں سمیت ہنسا تھا۔

"میں آپکو چھوڑ کر نہیں جا سکتا کہیں۔وہ کچھ بھی کہیں میں آپکے ساتھ یہیں رہوں گا۔وہ میرے اور عرشیہ کے لیے گند ابولے ہیں تو میں اور عرشیہ

پہلے سے زیادہ انکے آگے پیچھے ساتھ گھومیں گے۔ ہنسیں گے۔ روک سکتے ہیں تو روک لیں"

عصر کی اس جرت اور دلیری پر عرشیہ تو مسکرائی، انیس بھی دل تک مسرور ہوا کہ شکر ہے اس روتو کی تھوڑی بسوری شکل تو ٹھیک ہوئی۔

"یہ چیز۔۔۔ یہ ہے عصر زمان۔"

انیس کی شاباشی اس لمحے کا حسن بڑھا گئی، انیس اور عرشیہ نے ایک دوسرے کی طرف پیار سے دیکھا پھر عصر کو جسکے لیے وہ دونوں اب پہلے سے دگنے عزیز تھے پر وہ اپنے اندر کے کرب کو ایک دم ختم نہیں کر سکتا تھا۔

"اس وقت آپ دونوں کو پریشان کیا، معاف کر دیں۔ کیا کچھ کھائیں گے آپ دونوں؟"

عصر کے تھوڑا بہتر ہونے اور آفر دینے پر عرشیہ اور انیس دونوں نے بچوں سا سر ہلایا کہ عصر کچھ بنائے اور وہ رد کرنے والا ہو، ایسا تو ممکن نہیں۔

"ہم رویا لزانیہ کھائیں گے"

عرشیہ نے دانستہ شریر ہو کر کہا جس پر عصر بھی خجل سا ہوا اور انیس بھی مسکرا دیا کیونکہ دونوں عصر کو چھیڑ جو رہے تھے۔

"ہنستا لزانیہ ملے گا کیونکہ اب ماہ بدولت کے رونے کا سیشن ختم۔ میں جا کر تیاری کرتا ہوں۔ اگین تھینکیو سو مچ آپ دونوں بہت پیارے ہو"

وہ تیزی سے شیف والے روپ میں آتا مسکراتا ہوا کمرے سے نکلا تو وہ دونوں بھی باہر آتے اسے کچن کی طرف جاتا دیکھ کر ایک ساتھ مسرور ہوئے پھر عرشیہ نے گردن گما کر انیس کو دیکھا اور اسکی بازو سے بازو الجھا کر انیس کے کندھے پر ہونٹوں کی مہر لگا گئی۔

"تم کسی دل اور دماغ کا ناسور نہیں ہو، تم زندگی جیسے ہو۔ سرپرائز کا دوسرا نام۔ تمہارے اور میرے بابا اچھے نہیں۔ ہم اس معاملے میں ان لکی ہیں انیس۔ میں تو یہ بھی نہیں کہہ سکتی کہ میرے بابا لے لو"

وہ افسردہ تھی، اسے دکھ تھا انیس ایسی سخت باتیں سن کر برداشت کرتا ہے۔

"مجھے تم، عدین اور عصر کافی ہو۔ مجھے اسکے سوا تمنا ہی نہیں کہ کوئی چوتھا بھی ہو میرا۔ اس لیے ڈونٹ وری۔"

وہ اسکی گال سے ہاتھ لگاتا اپنے ٹھیک ہونے کا یقین دلا گیا اور اس سے پہلے وہ اسکی طرف جھک کر عرشیہ کے چہرے کی جانب لپک کر اپنا ہدف حاصل کرتا، وہ تیزی سے اسکو خود سے دور کرتی عصر کی مدد کرنے کچن میں دوڑ گئی، اور انیس ہنستا پیچھے ہی جانے لگا جب آنکھیں ملتے عدین صاحب بھی اپنے کمرے سے برآمد ہوئے۔

"ک۔۔ کیا کھٹ پٹ ہو رہی ہے بھیو۔ میری نیند ٹوٹ گئی"

انیس نے اسکو بدروح کی طرح پاس آتا دیکھے اسکے پھٹے بمب کے بعد والے بال مزید ہاتھ پھیر کر پھیلا گیا۔

"تمہاری نیند اس لیے ٹوٹی ہے کہ تمہیں لزانیہ بننے کی بھنک لگ گئی۔ڈرامے باز۔"

کھانے کی پسندیدہ چیز کا سنے عدین کی ساری نیند رفو چکر ہوئی، اسکے ناچ اٹھنے پر انیس ہنسا پھر یکدم سنجیدہ ہوا۔

"اچھا سنو۔ تم نے یمل سے اسکا موبائل نمبر وغیرہ لیا؟"

انیس کے پوچھنے پر عدین نے فوراسر ہلایا۔

"جی بھیو لیا تھا۔ پر اس نے کہا تھا وہ خود کیا کرے گا کال جب بھی کرنی ہوئی"

عدین نے اسے فورا بتایا۔

"ٹھیک ہے مجھے اسکا نمبر دے دو"

انیس کی تاکید پر عدین واپس کمرے میں گیا اور اپنا فون لایا جس سے اس نے نمبر انیس کو بھیجا، انیس نے عدین کے کچن جاتے ہی علیم خان کو یہ نمبر بھیجا۔

"علیم خان۔ اس نمبر کو ٹریس کرو۔ یمل کو اس خبیث نے جہاں رکھا ہے صبح تک بازیاب کرواو۔ وئیر ہاوس کے آس پاس بھی اپنے کچھ لوگ نگرانی پر لگا دینا۔ مجھے یمل ملک جلدی چاہیے اس سے پہلے موساب کے لوگ موساب کے پکڑے جانے پر اسے کہیں اور منتقل کر دیں۔ اور فاطمہ جس ہوسپٹل میں ہے وہاں جو آدمی چھوڑا ہے اس سے بھی ڈیٹیل لیتے رہنا۔ مرنی نہیں چاہیے وہ عورت۔ موساب کے جرائم قانونی طور پر ثابت کرنے کے لیے ہمیں ان باپ بیٹی کی گواہی چاہیے ہو گی۔"

انیس نے نمبر بھیجنے کے بعد علیم خان کو کال کر کے ضروری ہدایات بھی دیں لیکن موساب کے غائب ہوتے ہی یمل ملک کو موساب کے دوسرے گھر

منتقل کر دیا گیا تھا اور اس سے اسکا فون بھی لے لیا گیا تھا، موساب نہ صرف ماسٹر مائنڈ تھا بلکہ اسکا ایک اور سیاہ ماضی بھی تھا جسکا گواہ یمل ملک خود تھا۔

.._____..

جیل کی تاریک سلاخوں کے پار موجود وہ درندہ ایک ہفتے تک چھوٹنے والا تھا، شازان رضوانی، جس پر کئی معصوم بچوں کے قتل کا الزام تھا، جسے شیطان پکارا جاتا تھا، جو بچوں کی کڈنیپنگ سے لے کر انکی سمگلنگ اور انکو مار کر انکے آرگنز کی سمگلنگ کا بے تاج کنگ مانا جاتا تھا، اسکی ان بائیس سالوں میں بہت کم ملاقاتیں آئی تھیں، آج بھی آئی تھی، وہ پاکستان کی ہی سنٹرل جیل میں قید تھا، اسے آذربائیجان اور پاکستانی حکومت نے مل کر پکڑا تھا کیونکہ یہ دونوں ملک اسکے ٹارگٹ تھے، یہی نہیں اسکا گینگ ترکی، افغانستان ، ایران اور سعودیہ عرب میں بھی ایسے غلیظ کاموں میں ملوث تھا لیکن اسکو تلف کر دیا گیا تھا، اسکے گینگ کے سب لوگ مارے گئے تھے، دو سال کی سزا معاف بھی تبھی ہوئی کیونکہ اسکا ذہنی توازن اور بلکل خاموش ہو جانا

اسکے سدھار کی نشانی ثابت ہوا تھا، بہت سی بڑی طاقتوں نے اسے پھانسی ہونے نہیں دی تھی۔

اسکو ہائی سیکورٹی جیل میں رکھا گیا تھا تبھی اسکی ملاقات بھی ایسی سیکورٹی میں ہوتی جہاں وہ ملاقاتی کو بس سن سکتا تھا، اسے خود کو ملنے آتے شخص سے دیکھ کر بات کرنے کی اجازت تک نہ تھی۔

"کیا خبر لائے ہو؟"

دیوار کے بیچ شازان رضوانی کے سر کی طرف لگے روشن دان کے پار اسکا ملاقاتی کھڑا تھا جب اس شخص نے شازان کی بھاری بھر کم آواز سنی۔

"موساب اپنے نجی دشمنوں کے ہتھے لگ چکا ہے۔ اس نے تنظیم کی گدی یمل ملک کو دینی تھی پر موساب کے غائب ہونے کی وجہ سے میں نے یمل کو اپنی جگہ پہنچا دیا ہے کہ اسے خطرہ نہ ہو۔ آپکے حکم کا منتظر ہوں باس"

ملاقاتی نے اسے موجودہ خبر دی جس پر وہ لمبے بالوں اور شدید گھنی داڑھی والا ڈراونا شخص اپنی سانسوں کے بیچ ہی پھنکارتا ہوا محسوس ہوا۔

"میرے باہر آنے کا مقصد صرف اس بچی کی موت ہے شمریز پاشا جسکی وجہ سے مجھے عین میرے عروج کے وقت بھیانک زوال نصیب ہوا، جسکی وجہ سے مجھے چوبیس سال کی سزا ہوئی، تنظیم سے اب میرا کوئی ناطہ نہیں۔ موساب کو اسکا ہولڈ دے کر ہی میں یہاں آیا تھا۔ اس نے اگر یمل ملک کو اس سب کے لیے ٹرینڈ کیا ہے تو موساب اس نجی مشکل سے نکل آئے گا، تب تک یمل کا خیال رکھو کہ کسی کے ہاتھ نہ لگے۔ وہ کام ادھورے نہیں چھوڑتا، وہ میرا سب سے اچھا شاگرد ہے۔ یقیناً اس نے یمل ملک کو بہت اچھی پرورش دے کر بڑا کیا ہے"

شازان رضوانی کے لہجے میں حقارت صرف رضی اور شماس سومرو کی نواسی کے لیے تھی، جبکہ سارا فخر موساب اعوان کے لیے۔

"عرشیہ المیر کو موساب نے دو سال پہلے بہت اچھی طرح قابو کیا تھا، اسکی جان بچا کر اپنا احسان مند کیا تھا۔ سب ٹھیک چل رہا تھا۔ لیکن کچھ دنوں سے وہ کہہ رہا تھا عرشیہ المیر اسکے قابو سے نکل چکی ہے۔ اور بھی بہت کچھ ہے باس، وہ پاکستان کے مشہور بزنس مین اور سیاسی لیڈر عاصم المیر ملک کی بیٹی ہے۔ مجھے نہیں لگتا اب وہ پانچ چھ سال کی کمزور بچی ہے جس کو جکڑنا آسان ہو گا۔ یاد رکھیں اس نے اس عمر میں بھی بہت بڑا کارنامہ کیا تھا، اب تو اسکے آس پاس بہت سے پاور فل لوگ ہیں۔"

ملاقاتی کے لہجے کی تنبیہہ پر شازان رضوانی بے ڈھنگا ہنسا، اسکی آنکھوں میں سرور امڈا۔

"وہ اس ملک کے صدر کی بھی بیٹی ہوتی تب بھی میں اس سے انتقام ضرور لیتا۔ اسے اپنی بیوی بناوں گا۔ مارنے والے انتقام پرانے ہوئے پاشا۔ وہ اُس وقت شیرنی تھی تو اب تو قیامت بن چکی ہو گی"

ملاقاتی نے شازان رضوانی کو میز کی سطح پر سرور سے انگلیاں چٹخاتے سنا، یہ پر لطف ارادہ جان کر شمریز پاشا مسکرایا۔

"گستاخی معاف مگر کچھ دن پہلے اسکی شادی ہو گئی باس۔"

پاشا کے لہجے کی اختیاط زدہ خبر پر شازان رضوانی نے دلچسپی سے اپنے آئبرو اوپر کو نچائے۔

"دلچسپ! مطلب یہاں سے نکل کر میری زندگی ایڈونچر سے بھرنے والی ہے۔ بہت خوب پاشا۔ اسے اسکے شوہر سے چھین لینے کا زیادہ مزہ آئے گا۔ تم نے آزادی سے پہلے یہ خبریں سنا کر مجھے قبل از وقت آزادی کے احساسات پہنچا دیے۔ میں باہر آکر اسکا تمہیں انعام دوں گا۔ موساب اگر کسی سنگین خطرے میں محسوس ہو تو اپنے لوگوں کے ذریعے مدد فراہم کرو اسے۔ وہ ہمارا اچھا ساتھی ہے۔"

ملاقات کا وقت بس ختم ہونے کو تھا، شازان رضوانی نے کچھ ہدایات جاری کیں جس پر شمریز پاشا نے فرمابرداری سے سر ہلایا۔

"میں آج ہی موساب کی تلاش شروع کرواتا ہوں۔ اس سے رابطہ نہیں ہو رہا۔ آپکی رہائی کے دن گن رہا ہوں باس"

شمریز پاشا نے مودب ہوتے انسیت سے کہا جسکے بعد دو اہل کار ملاقات کا وقت ختم ہوتے ہی شازان رضوانی کو پکڑ کر واپس لے گئے، اسکے پیروں میں بیڑیاں اور ہاتھوں میں ہتھ کڑیاں تھیں، اسکا واپسی کا ہر قدم فیصلہ کن تھا۔

جبکہ شمریز پاشا کے لوگ ہی یمل کو موساب کے بنگلے سے اٹھا کر اپنے بنگلے لائے تھے، وہ کب سے چیخ و پکار کر رہا تھا، خاص کر وہ اپنا فون مانگ رہا تھا، دو گارڈ نما آدمی اسکی چیخ و پکار پر کچھ ہی دیر میں عاجز آ چکے تھے۔

"پہلے وہ موساب نامی کمینہ خود مجھے ٹارچر کرتا رہا ہے اب کیا اس نے مجھے کسی اور کو بیچ دیا۔ کون ہو تم لوگ؟ میں تم سبکی جان کا عذاب نہ بنا تو میرا نام بھی یمل ملک نہیں"

دو سیاہ یونیفارم میں ملبوس گارڈ، دروازے کے پاس ہی کھڑے تھے جب یمل نے اپنی پوری قوت سے چلا کر ان دو کو کاٹ کھاتی نظروں سے دیکھا۔

"وہ تو تمہارا انکل ہے ناں بچے؟ تمہارا گارڈین"

ایک گارڈ نے زرا حیران ہوتے بپھرے یمل کی طرف دیکھتے پوچھا۔

"اس نے مجھے پتا نہیں کہاں سے اٹھایا لیکن پالنے نہیں لایا تھا اپنے پاس۔ وہ مجھے سانس بھی نہیں لینے دیتا۔ اگر سرپرست اس جیسے ہوتے ہیں تو کاش میں لاوارث ہوتا۔ مجھے میرا فون چاہیے۔ مجھے میرے دوست سے بات کرنی ہے۔ فون دو مجھے"

یمل ملک کی چیخ چیخ کر آواز پھٹنے کو آگئی تھی، لیکن وہ گارڈز اسے فون نہیں دے سکتے تھے، انکو اجازت نہ تھی۔

"سر آلیں تم انہی سے فون مانگنا۔ ہمیں اجازت نہیں یمل ملک"

دونوں میں سے ایک گارڈ نے نرم سے لہجے میں یمل ملک کا غصہ دیکھتے سمجھایا اور وہ دونوں اسکے لیے کھانا لینے کمرے سے نکلے مگر جاتے ہوئے کمرہ لاک کر گئے، اسے اڑنے اور اس قید سے نکلنے کا واحد ذریعہ اب بس عدین لگ رہا تھا لیکن عدین سے رابطے کا اسکے پاس بس نمبر تھا، اور ابھی اسکے پاس موبائیل نہیں تھا لیکن یمل نے اپنی تیز یاداشت کے سبب عدین کا نمبر زبانی یاد کر لیا تھا، اب بس ان آدمیوں پر جھپٹ کر وہ ان سے فون ہتھیانے کے پلین بنا رہا تھا لیکن یہ اتنا آسان نہ تھا۔

جبکہ عدین، عصر اور عرشیہ کو ہنستے، مسکراتے، مستی کرتا دیکھے انیس کی ساری تھکن اڑ گئی، وہ تینوں کچن کو میوزک کانسرٹ بنا کر پرانی فلموں کے

ساتھ ساتھ گانے گنگنا رہے تھے، جسکا گانا جس لفظ پر ختم ہوتا، اگلا بندہ اسی سے گانا گاتا، ان تینوں نے تو انیس کو بھی شامل ہونے کی آفر کی پر وہ مہویر سے کال پر ساتھ ساتھ بزی تھا تو معذرت کر لی۔

مہویر نے خضر اور عاصم کو تو بھرپور حوصلہ دے دیا تھا کہ منائم ٹھیک ہو جائے گی پر اپنا حوصلہ وہ انیس غانم علوی سے لے رہا تھا۔

جبکہ یہ ساری مستی اور لیٹ نائیٹ لزانیہ کی کریونگ پوری کرنے کے بعد عرشیہ، عدین کو اسکے کمرے میں چھوڑنے گئی تو کچن سمیٹ کر عصر نے بھی انیس کے پاس والی کرسی کھینچی اور بیٹھا، عصر کو انیس نے رات ہوئی ہر چیز کے بارے بتایا تو وہ بھی منائم اور مہویر کے لیے افسردہ ہوا، اور نادم بھی کہ اسکے ہوتے انیس کو اکیلے جانا پڑا۔

"اکیلا نہیں تھا میں، علیم خان میرے ساتھ گیا تھا"

انیس نے جان بوجھ کر علیم کا نام لیا تا کہ عصر سڑے۔

"پر علیم خان، عصر نہیں ہے انیس"

عصر کے منہ سے اچانک سر کی جگہ، پورے حق سے انیس سنے، انیس کے چہرے پر خاص سی چمک آئی، خود عصر تھوڑا شرمندہ ہوا۔

"ہاں۔ لیکن جب عصر زمان کو عورت زاد کا غم کھا رہا ہو تو ایسے میں علیم خان ہی کام آتا ہے"

انیس کو زرا رحم نہ آیا عصر کو شرم دلاتے، پر عصر کا چہرہ اتر گیا، فجر کے بارے وہ سوچنا بھی نہیں چاہتا تھا۔

"مجھے اسکے خط نے اس سے دور دھکیل دیا ورنہ پہلی ہی نظر میں وہ میرے دل کو لگ گئی تھی۔ اب مجھے نہیں چاہیے وہ"

عصر نے ٹیبل کی سطح پر ناخن رگڑتے نادیدہ لکیریں پھیرتے جیسے اپنے لہجے کو ہر ممکنہ مدھم و سفاک رکھا۔

"واقعی؟ میں تو سوچ رہا تھا کل اپنی لینڈ کروزر کا تھوڑا حصہ ان سرداروں کے منہ پر مار کر فجر کا سودا کر لوں۔ کم از کم بارہ کڑور کی تو میری وہ شہزادی ہے۔ ایک سیٹ کے بدلے بھی مل جائے گی تمہاری فجر"

انیس کی شوخ انداز اور اس آفر پر وہ بھی مسکرایا۔

"خبر دار! ایک وہی تو آپکی زندگی بھر کی جمع پونجی ہے۔ اچھا برا وقت سب پر آتا ہے۔ اسے اس مشکل وقت کے ساتھی کے طور پر سنبھال کر رکھیں۔ مجھے فجر نہیں چاہیے۔ ویسے بھی ایسا کوئی عشق تو ہوا نہیں کہ میں اسکے بنا مر جاوں گا"

انیس اسکے تاکید بھرے انداز پر بے ساختہ مسکایا۔

"کیوں؟ کیا میرے برے وقت میں تم ساتھ نہیں ہو گے؟ کیا اب یہ دنیاوی چیز سہارہ بنے گی میرا عصر زمان؟"

انیس کے لب و لہجے میں سوال کے ساتھ مان بھی تھا جو عصر کا دل بھاری کر گیا۔

"میں تو ہمیشہ آپکے ساتھ ہوں، لیکن مجھے فجر نہیں چاہیے"

عصر کا بار بار انکار ہی دراصل اسکی شدت کا اعتراف تھا اور انیس سب سمجھ رہا تھا۔

"میرے پاس Cartier کی گھڑی ہے۔ دو کڑور کی۔ وہ بیچ دوں؟ بابا کی چرائی ہوئی ہے"

انیس کے شرارت سے آنکھ دبانے پر عصر نے گھور کر انیس کو دیکھا۔

"آپ نے کیوں چرائی؟"

عصر نے صدمے سے دل پر ہاتھ رکھا۔

"نہ چراتا تو اب تک بابا اسکا زرا زرا بیچ کر کھا چکے ہوتے۔ وہ بھی کونسا انکی ہے، نانا نے دی تھی انھیں"

انیس نے منہ بسورا۔

"نانا نے اپنی تین بہت اچھے حال پر چلتی فیکٹریوں کا ہولڈ بابا کو دیا۔ ایک فیکٹری تو انہوں نے نانا کی زندگی میں ہی دیوالیہ کر دی، تب میں بھی پیدا نہیں ہوا تھا، شادی کے تین چار سال بعد ان لوگوں نے مجھ سی عجیب و غریب شے پلین کی تھی، وہ فیکٹری بینک کرپٹ ہو گئی جس سبب سستے داموں بیچنی پڑی۔ نانا اسی کا غم لے کر جل بسے۔ پھر ممانے بابا کی بزنس میں مدد کی، بقیہ دونوں اپنی فیکٹریاں بچانے کے لیے وہ میدان میں اتریں۔ لیکن بابا کی عیاش طبعیت اور جوئے کی لت نے ایک اور فیکٹری کا ستیاناس کر دیا۔ اب یہ تیسری اور آخری بچی ہے جو آج یا کل بینک کرپٹ ہوتی نظر آ رہی ہے مجھے کیونکہ وہ ایڈوانس پیمنٹ لے چکے ہیں کمپنیوں سے پر آنے کا کام نہیں کر رہا فیکٹری سٹاف۔ علیم خان نے مجھے تفصیل بتائی ہے۔ یہ

فیکٹری بھی بیچ کھائیں گے پھر سوچتا ہوں اگلا ٹارگٹ کون ہو گا انکا؟ یہ گھر عصر زمان۔۔۔"

عصر کی آنکھوں میں بھی اداسی اتری، یعنی صنم زمان سے ابراہیم علوی نے حمرا کے بعد نکاح کیا تھا، یہ شخص اپنی بیوی سے بھی وفادار نہ تھا تو بچوں سے کیا ہوتا، عصر کے دل میں حمرا کے لیے مزید دکھ بھرا کہ آخر ابراہیم علوی میں ایسے بھی کونسے سرخاب کے پر تھے کہ وہ عورت ابراہیم کے عیب ہی ڈھانپتی رہی، یہاں تک کہ اسکو اک صحت مند اولاد دینے کے بیچ اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھی، حالانکہ عصر بھی تو تھا، ابراہیم کا نارمل بیٹا لیکن شاید حمرا نے دوسری اولاد اپنے پہلے بچے کی زندگی اور جینے کا مقصد بنانے کے لیے پیدا کی تھی۔

کہ انیس کے پاس اک ذمہ داری ہو جس سبب وہ جینے پر مجبور رہے۔

"یہ گھر ہم سبکی چھاوں ہے۔ انھیں ایسا کرنے مت دیجئے گا"

عصر کے لہجے میں سرزنش تھی جس پر انیس اذیت سے مسکرا دیا۔

"میں بابا کو کسی چیز سے نہیں روکوں گا اب۔ وہ بھلے مجھے بھی بیچ ہی کیوں نہ آئیں۔ میں اب انھیں مزید نہیں سنبھال سکتا عصر۔ میں تھک گیا ہوں۔ اور جب ہم تھک جاتے ہیں تو خاموشی میں ہی عافیت ڈھونڈتے ہیں۔ بہر حال ہم کل جا رہے ہیں۔ وہ گھڑی اچھی جگہ استعمال کرتے ہیں کل۔ تمہیں فجر چاہیے یا نہیں اسکا فیصلہ ہم کل واپس آنے کے بعد کریں گے۔ اب جا کر پر سکون نیند لو"

عصر کے پاس انکار کرنے کی چوائز نہ تھی نہ ہی انیس نے اسے اس وقت دی، بس اس نے حکم صادر کیا تھا۔

"جیسا آپ کہیں۔ آپ بھی آرام کریں جا کر۔"

انیس نے اسکی تاکید کو سر آنکھوں پر لیا، عصر کے اٹھ کر مسکراتے ہوئے کمرے کی طرف جانے پر انیس بھی اٹھا اور عدین اور عرشیہ کو دیکھنے وہ عدین

کے کمرے کے پاس گیا، دروازہ کھولا ہی جب وہ ترچھے دونوں میٹرس پر لیٹے عدین کے کمرے میں مدھم روشنی کے بیچ ٹمٹماتے ستارے دیکھ کر ہنس رہے تھے، وہ اسے کوئی ستاروں کی کہانی سنانے والی تھی لیکن کمرے کی دیواروں پر گلوب نما لائیٹ کی وجہ سے ستاروں کا ایفیکٹ کمرے کو بہت کوزی ایفیکٹ دے رہا تھا، انیس بھی آکر عدین کے بائیں طرف بیٹھے لیٹنے ہی لگا جب عدین نے اسکے سر کے نیچے اپنی بازو رکھی، اک بازو اس نے عرشیہ کے سر کے نیچے سرکا دی، حالانکہ تکیوں کے سہارے کی وجہ سے دونوں کے سر کا پورا وزن عدین کی بازوؤں پر نہ تھا، بس اسے اچھا لگ رہا تھا۔

"بھیو۔ عرشیہ مجھے کہانی سنانے لگی ہیں۔ آپ بھی سنیں"

عدین نے اشتیاق سے کہا جس پر انیس نے اک جان لیوا نگاہ گردن پھیر کر عرشیہ المیر پر ڈالی جسکا روم روم دھڑکتا محسوس ہوا۔

"بہت دور آسمان کی نیلی چادر پر ایک ننھا سا ستارہ رہتا تھا۔ اس کا نام چمکی تھا۔ وہ دوسرے ستاروں سے چھوٹا تھا، اس لیے اکثر اداس رہتا اور سوچتا کہ میں اتنا چھوٹا ہوں، کوئی مجھے دیکھتا بھی نہیں ہو گا۔"

عرشیہ نے اپنی کہانی شروع کی تو اسکی کہانی سننے والے کمرے میں اب دو بچے تھے، اک عدین، اور اک انیس، وہ دونوں ہی کھوئے کھوئے انداز میں عرشیہ کو دیکھ رہے تھے۔

"پھر کیا ہوا عرشیہ؟"

عدین کی بے تابی حد سے سوا ہوئی، عرشیہ نے اسکی گال پیار سے کھینچی۔

"ایک رات چمکی نے نیچے زمین پر ایک چھوٹی سی لڑکی کو دیکھا۔ وہ اپنی کھڑکی سے آسمان کی طرف دیکھ رہی تھی اور دھیرے سے بولی، اے ننھے ستارے، تم بہت پیارے ہو، تمہاری روشنی مجھے ڈرنے نہیں دیتی۔"

عرشیہ نے ان دونوں کو باری باری دیکھتے پیار سے بتایا تو دونوں ہی بچگانہ تجسس لیے آگے جاننے کے منتظر تھے۔

"Aww"

عدین کا یہ رد عمل بے ساختہ اور کیوٹ تھا، انیس اور عرشیہ دونوں مسکرا اٹھے۔

"ہاں ناں۔ یہ سن کر چمکی حیران رہ گیا۔ اسے پہلی بار محسوس ہوا کہ اس کی چھوٹی سی روشنی بھی کسی کے بڑے سے دل کو خوش کر سکتی ہے۔

اس دن کے بعد چمکی پہلے سے زیادہ چمکنے لگا۔ کیونکہ اب وہ جان چکا تھا کہ چھوٹا ہونا کمزور ہونا نہیں ہوتا، بلکہ اپنی روشنی بانٹنا اصل طاقت ہے۔ اور تب سے ہر رات، چمکی آسمان پر مسکراتا ہے تاکہ زمین پر کوئی بچہ اندھیرے سے نہ ڈرے۔"

وہ اپنی چھوٹی سی، امید سے بھری کہانی سناتی چہکی تو عدین کی آنکھیں جیسے پیار سے بھریں، اسے عرشیہ کی یہ کہانی بہت پیاری لگی۔

"عرشیہ! وہ ستارہ جو آسمان پر سب سے روشن ہوتا ہے، کیا وہی ہے چمکی؟"

عدین نے نیند سی آنکھوں میں بھرتے اپنے پرزور تجسس کے ہاتھوں پوچھا، انیس کو تو رہ رہ کر ان دونوں پر پیار آرہا تھا۔

"جی میری جان! وہی ہے۔ تمہیں پتا ہے جب بچپن میں کبھی اکیلی رات کو ڈرتی تھی تو باہر آکر اس ستارے کے نیچے آکر کھڑی ہو جاتی۔ اپنی بازو کھول لیتی اور سر اٹھا کر آسمان کی طرف آنکھیں جما لیتی۔ مجھے تب محسوس ہوتا کہ میں نے وہ ستارہ اپنی باہوں میں بھر لیا۔ دیکھو اب میں نے وہ ستارہ واقعی پا لیا تمہاری صورت۔"

عرشیہ کی شفقت پر عدین کا دل بہار ہوا، وہ جی جان سے مسکرایا کہ عرشیہ اسے اتنا لاڈ دے رہی ہے۔

"میں آپ دونوں سے بہت پیار کرتا ہوں۔"

عدین کی محبت اسی سے عیاں تھی کہ اس نے دونوں کو اپنی اک اک بازو دے رکھی تھی، ورنہ کون اتنے پیار سے پاس سلاتا ہے۔

"تمہارے بھیو کی تو تم جان ہو ہی، میرے بھی بیٹے ہو اب۔۔ میں بھی پیار کرتی ہوں تم سے۔ اب بازو ہٹالو ورنہ ہمارے ہتھوڑے سر تمہاری معصوم بازووں کو تھکا دیں گے"

عرشیہ نے اپنا سر اٹھاتے تکیے پر رکھتے عدین کی بازو پکڑ کر کلوز کی، جس پر عدین نے واقعی تھکتے ہوئے انیس کے سر سے بھی بازو کھینچ لی، اب وہ دو جڑے تکیوں پر ایک ساتھ تینوں سر رکھے لیٹے منصوعی ستاروں سے بھری کمرے کی چھت دیکھ رہے تھے، اس وقت انکے بیچ بس سکون حائل تھا۔

"آج آپ دونوں نے میرا موڈ فریش کر دیا۔ ورنہ کل سکول کا سوچ سوچ کر مجھے سستی ہو رہی تھی۔ لیکن اب مزے کی نیند آ رہی ہے"

عدین کے جمائیاں لینے پر وہ ویسے بھی سمجھ گئے کہ عدین اب سلیپی ہو رہا ہے، انیس نے اٹھ کر عدین پر جھکتے اسکا سر چوما۔

"سو جاو سکون سے۔ صبح اگر تم نے اٹھنے میں ڈرامہ کیا تو جوتا سونگھنے کے لیے ریڈی رہنا۔ گڈ نائیٹ"

انیس نے لاڈ تو کیا، ساتھ اتنی ٹارچر بھری دھمکی بھی لگا کر عدین کے سارے بال ہاتھ سے بکھیر کر گیا، جس پر عدین کیسے پیچھے رہتا، انیس کو دروازے کی طرف بڑھتا دیکھے اپنی لمبی زبان نکال کر شرارتی انداز میں منہ چڑانا نہ بھولا جس پر انیس ہنس کر باہر نکل گیا۔

"عرشیہ"

اب بس تکیے پر عرشیہ اور عدین ہی بچے تھے، وہ اسے نرمی سے پکارا۔

"ہوں"

وہ بھی شاید ستاروں میں گم تھی۔

"میرے بھیو کو بدل کر رکھ دیا۔ آپ نے مجھے اس دنیا کی سب سے بڑی خوشی دی ہے۔ میں آپکا بیٹا اب خوشی سے بنوں گا۔ میں آپکا بھی بھیو کی طرح خیال رکھوں گا"

وہ گردن گما کر اس بچے کے صدق پر دنگ رہ گئی۔

"تم میرا ابھی بھی خیال رکھ رہے ہو۔ کل میری اور انیس کی تھوڑی چھوٹی سی لڑائی ہو گئی تھی جس سبب مجھے اسے سوتے میں چھوڑ کر جانا پڑا، مما کو بھی ارجنٹ میری ضرورت تھی۔ لیکن مجھے فکر تھی کہ وہ اکیلا ہے پھر جب عصر نے بتایا اسکے ساتھ تم ہو۔ میرا دل ٹھنڈا ہو کر سکون پا گیا۔ میں تمہیں اپنا اطمینان بتا نہیں سکتی اس لمحے کا"

وہ اپنی خوشی عدین سے شئیر کرتی بچوں جیسی لگی، وہ بھی مسکرا کر پھر ہنس دیا۔

"اور میں نے بھیو کو خوامخواہ اس پر چڑا دیا تھا۔ میں بھی ناں۔۔۔ آپ کو میرے بھیو سے پیار ہے کیا عرشیہ؟"

وہ اپنے کارنامے کو بتانے کے ساتھ جب سوال کر گیا تو عرشیہ نے بنا سوچے آنکھیں جھپکیں۔

"ہے تو لیکن اس سے کم جتنا تم اس سے عشق کرتے ہو۔ اور یقین کرو عدین میں اس سے جتنا بھی پیار کر لوں، وہ پیار کبھی تمہارے پیار کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ تم تو اسے لگتی دعا ہو سوئیٹ ہارٹ۔ تم نہ ہوتے تو وہ بھی نہ ہوتا۔ میں بہت خوش ہوں کہ تم ہماری فیملی کا اک خوبصورت حصہ ہو۔ تمہارا جب دل چاہے تم انیس کے پاس جا کر سو سکتے ہو۔ اس پر سب سے زیادہ حق تمہارا ہے۔"

وہ اسکو اسکی اہمیت بتاتی بہت پیاری لگ رہی تھی، وہ سچ میں ماں جیسی بنتی جا رہی تھی، عرشیہ کا تو پہلا لمس ہی عدین کو ممتا سے بھرا لگا تھا اور اب تو وہ عدین کے دل کی اداسی کی جڑ مٹانے میں کامیاب نظر آ رہی تھی۔

" کبھی کبھی مجھے رات میں بہت ڈر لگتا ہے عرشیہ۔ پھر مجھے بابا یا بھیو کی بازو پکڑ کر سونے کی ضرورت پڑتی ہے۔ بس تبھی جاتا ہوں۔ ورنہ میں پرائیویسی دینے میں بہت اچھا بچہ ہوں۔ آپ نے میرے لیے ایسا دل کھولا، مجھے بہت خوشی ہوئی۔ وربہ بھابھی آجائے تو بھائی دیکھنے کو بھی نہیں ملا کرتا، میں بہت لکی ہوں"

عرشیہ نے مسکرا کر اسکے خوش قسمت ہونے کی تائید کی۔

" بلکل۔ تم لکی ہو کیونکہ تم انیس کے بھائی ہو۔ اسکی جان ہو۔ اس گھر کی رونق ہو۔"

وہ ایسی باتوں پر اترا کر بہت پیارا لگتا تھا۔

"آپ بھی لکی ہیں کیونکہ آپ انکی وائف ہیں۔اب جاکر انھیں ٹائم دیں، میں تو اب خراٹے والی نیند سونے لگا ہوں۔"

عدین کے اجازت دینے پر عرشیہ کا دل چاہا اسے کہے عدین مجھے یہیں رہنے دو، پر کہہ نہ سکی، اور عدین کی گال اٹھ کر زور سے دباتی مسکرا کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

"خراٹے والی نیند پھر کسی کھانے والی چیز پر ٹوٹ نہ جائے۔۔۔ہی ہی۔سیدھے ہو کر لیٹو شاباش"

عرشیہ کے شرارت سے چھیڑنے پر عدین بھی مسکایا اور سیدھا ہو کر اٹھے سرہانے کی جانب لیٹا تو عرشیہ نے اس پر اچھے سے لحاف کروایا اور جھک کر اسکا سر چومتے واپس اٹھی۔

"آپ جب ایسے کرتی ہیں، واقعی مما لگتی ہیں عرشیہ"

وہ ناچاہتے ہوئے بھی کہنے سے خود کو روک نہ سکا، عرشیہ کی آنکھوں میں بے پناہ پیار سمٹا۔

"وہ تو ہے۔ بس دعا کرنا فیوچر میں جو ہمارا بے بی آئے وہ بھی تمہاری طرح سمجھدار ہو۔ ہم اسے دوسرا بے بی کاونٹ کریں گے۔ کیونکہ پہلا تو یہ ہے ناں سو پونڈ کا۔۔۔۔"

وہ عدین کے پیٹ میں گدگدی کرتی اسے بھی ہنسا گئی لیکن جس طرح ہنستے ہوئے بھی اس نے دل سے آمین کہا وہ عرشیہ کو بے انتہا مسرت بخش گیا۔

"نو عرشیہ۔ میں بگ بی ہوں۔ بے بی نہیں۔ سمجھا کریں لڑکیاں مجھ پر لٹو نہیں ہونے والی اگر میں بے بی بنا رہا"

ہنستے ہوئے ہی عدین نے راز کی بات گوش گزار کی جس پر عرشیہ نے سمجھنے والے انداز میں شرارت سے سر ہلاتے عدین سے ہائے فائے کیا۔

"ہاہا۔۔۔پورے اگ تولو میرے شہزادے۔ پھر لٹو کروانا لڑکیاں۔ اب سو جاو۔ گڈ نائیٹ۔ میری دعا ہے تمہاری ہر نیند سکون و آرام سے بھری ہو۔ کوئی ڈر تمہارے پاس نہ آئے۔"

وہ اسے بہت سا سمائل کروائے عدین کی مسکراہٹ وصولتی، اسکے کمرے سے نکل گئی، دل بہت زیادہ خوش تھا، عدین کو وقت دے کر وہ خود بھی اچھا محسوس کرتی تھی، وہ کمرے میں اوپر واپس آئی تو انیس نے عشاء پڑھ لی تھی، وہ لیپ ٹاپ کھول کر کاوچ پر بیٹھا مہویر سے اب ڈیٹ لے رہا تھا، لیکن ابھی تک سرجری جاری تھی۔

عرشیہ نے روم ڈور بند کیا اور انیس کو مصروف دیکھتی وہ واش روم چلی گئی، دو تین منٹ بعد باہر آئی تو ٹھنڈ سی محسوس ہونے پر وہ بستر میں جا بیٹھے گھسی۔

"کس سے کال پر بات کر رہا ہے؟ ختم ہی نہیں ہو رہی؟"

عرشیہ نے جو لزانیہ کھایا وہ بھی اب ہضم ہو چکا تھا، نیند بھی شدید آ رہی تھی، انیس کی طرف سے تھوڑے پیار کی خواہش بھی سر اٹھائے دل و جان کو بیقرار کیے ہوئے تھی اور کہنا بھی دوبھر تھا کہ کال بند کر کے آو میرے پاس، وہ لیپ ٹاپ کھولے بیٹھا ساتھ فون پر مصروف تھا، وہ تو سمجھ رہا تھا محترمہ ابھی تک ٹن ہو چکی ہوں گی مگر وہ کروٹیں بدل بدل کر تھک گئی۔

"ہاں ایسا ہی ہے۔ بلکل"

انیس کی آواز سنے مزید سونے کا ٹانک جاری نہ رکھتے وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔

"بس بہت ہوا"

انیس نے نظریں اٹھا کر عرشیہ کو دیکھا، آدھے چہرے سے مسکرایا کیونکہ وہ چاہتا تھا مس فرار خود اسے اپنے پاس، اپنی باہوں میں بلائے۔

"کیا بہت ہوا اُلما؟"

وہ کال بند کر تا فون میز پر رکھے بناوٹی تشویش جتاتے بولا جبکہ عرشیہ نے گھبرا کر نفی کی اور واپس بستر میں گرتے لحاف سینے تک اوڑھا۔

"تمہاری کال پر باتیں مجھے سونے نہیں دے رہیں، میں اپنے کمرے میں جا رہی ہوں"

لیٹے لیٹے عرشیہ نے فیصلہ سنایا اور اس سے پہلے اس فیصلے پر کچھ دیر بعد عمل درآمد کرنے اٹھتی، انیس نے لیپ ٹاپ وہیں کلوز کیا اور چلتا ہوا عرشیہ تک آیا، بلیک شرٹ اور بلیک ہی پاجامے میں وہ بے ترتیب بالوں کے ساتھ چہرے پر غصہ سجائے عرشیہ کے سر پر آ کھڑا ہوا۔

"چپ کر کے لیٹو، تمہارا کمرہ یہ ہے، میرے ساتھ۔ بند کر دیا ہے کام۔ سمٹو میرے لیے جگہ بناو، سارے بیڈ پر پھیلی ہوئی ہو۔"

عرشیہ نے گھبراتے ہوئے زرا سائیڈ ہو کر اسکے لیے جگہ بنائی تو انیس کے بیٹھ کر ساتھ ہی لیٹنے پر عرشیہ نے لحاف کا کونا پکڑ کر اٹھاتے انیس پر کروائے

اسکی جانب کروٹ بدلی اور یہی اسکی غلطی تھی کہ انیس نے ہاتھ اسکے نیچے سے نکالتے اسے اپنے قریب سرکا کر گلے لپٹانے سانز دیک کیا، عرشیہ نے اسکے چہرے کو ڈرے ڈرے تیوروں سے دیکھا، اسکی تھرتھراتی پلکوں، باہم بھینچے لب اور عرق آلود پیشانی چیخ چیخ کر بتا رہے تھے وہ چڑیا ابھی کوئی شوہرانہ حق سہہ نہیں سکتی۔

"انیس۔۔"

وہ اگلے پچھلے معصومیت کے ریکارڈ توڑے منمنائی تو انیس نے سارا طاری خمار جھٹک کر منہ ٹیڑھا کیے اسے ترچھی نگاہوں سے لتاڑا۔

"دو بجنے والے ہیں۔ سونا نہیں؟"

وہ اپنی مسکینی جاری و ساری رکھتے مزید منمنائی۔

"کیوں دو بجے کے بعد کرفیو نافذ ہو جاتا ہے"

انیس نے اسکے ہونٹوں پر تیر نگاہیں گاڑتے، عرشیہ کے چہرے کے اطراف چپکے کھلے بال ہٹائے تاکہ میدان صاف ہو، وہ اسکی نظروں کے بھٹکے بہکے انداز پر سمٹ رہی تھی۔

"انیس۔ دو بج گئے یعنی سونا چاہیے ناں"

وہ اسکے ہونٹوں کے سکڑنے و پھیلنے جیسی نشیلی حرکت کرتے انداز سے بھانپ رہی تھی کہ ان لبوں کی خواہش کس قدر پرزور ہو رہی ہے۔

"سو جاتے ہیں جلدی کس بات کی ہے؟"

وہ کھردرے لہجے سے بڑبڑایا، اسکی آنکھوں میں دبی ہوئی آگ تھی اور سانسوں میں بے قابو سی تپش جسے عرشیہ شدت سے محسوس کیے سہمی بلی بنے جا رہی تھی۔

"ن۔۔ نیند"

وہ بمشکل حلق تر کرتے منمنائی اور انیس کا دل چاہا اسکی نیند کا بری طرح بینڈ بجا کر رکھ دے، انیس کی نگاہ اسکے ہونٹوں پر ٹھہر کر ہلکی سی گہری ہو گئی جیسے خود کو روکنے کی آخری کوشش کی جا رہی ہو، خود کو پیچھے دھکیلا جا رہا ہو، عرشیہ کا گلا انیس کے ایسے صبر پر بنجر ہونے لگا۔

"نیند کیا؟"

عرشیہ کو لگا اُس کی ساری توجہ صرف اُن نرم خمیدہ لبوں تک محدود ہو گئی تھی، وہ کہیں اور آنکھ جھپکنے کی حد تک بھی نہ دیکھ رہا تھا تبھی عرشیہ کو اپنا اونچا منہ نیچے کر کے اپنے خدوخال کو اسکی آنکھوں کی نادیدہ آتش سے بچانا پڑا۔

"انیس غانم علوی۔ اپنی آنکھوں کو تھوڑا رحم سیکھاو۔ یہ کس قدر آگے، حدیں توڑ کر گزر جاتی ہیں۔ بس کر دو۔ کیا دیکھ دیکھ کر ہی ونٹر کو سمر کر دو گے؟ حد ہو گئی"

وہ منہ چھپانے میں اب بھی ناکام تھی، وہ اسکا منہ دبوچے اوپر کرتا اسے پابند کرتا نظر آیا پر انیس کی نظروں کی نرم پڑتی شدت پر وہ روہانسی ہوئی۔

"نہیں لیتا تمہاری جان، مسکین شکل بنانے کی ضرورت نہیں۔ ویسے بھی سخت نیند آرہی ہے مجھے، بس تمہیں اپنے بہت قریب کر کے سونا ہے۔ کل کی طرح بھاگنے نہیں دوں گا"

عرشیہ کے چہرے کی بہار جس سپیڈ سے لوٹی، انیس سمجھ نہ پایا اب ہنسے یا سر پیٹے۔

"کتنی خوشی ٹپک رہی ہے تمہاری شکل سے لُما، بڑے افسوس کی بات ہے"

وہ نخریلے پن سے اسکی خوشی پر چوٹ کر گیا جبکہ لُما صاحبہ نے جلدی سے اپنی بکھرتی بتیسی سنبھالی۔

"وہ کل کر لینا، سو جاو۔ گڈ نائیٹ"

وہ اسکی گال پکڑ کر کھینچے اسکے اطراف ہاتھ پھیلا کر انیس سے لپٹتے ہی اپنی اک ٹانگ اسکی ٹانگ پر رکھ گئی، انیس نے چہرہ جھکا کر عرشیہ کے بے خبر چہرے کے تاثرات دیکھے، مسکراوہ خود بھی دیا۔

"تمہاری اجازت کلئیر نہیں۔ کیا کل کرنا ہے؟"

انیس کی مدھم، ہنگامہ پرور سرگوشی سنے وہ چہرہ چھپائے ہی مسکائی، آنکھیں بند کر کے شدید نیند کا ڈرامہ جاری رکھا۔

"افسوس!"

وہ اپنے لفظ کو لمبا کر کے کھینچتی انیس کو اچھے سے سمجھا گئی، حیا سے بھیگے لبوں پر خاموش مسکراہٹ سجا کر وہ انیس کو سراسر اپنی طرف مائل کر رہی تھی۔

"افسوس ابھی کر لیا ہے میں نے، کل ہمیں عصر کی دلہن خریدنے جانا ہے۔ ایڈریس کے مطابق ہم دو تین گھنٹے میں یہ کام نمٹا لیں گے"

وہ جو تہیہ کر چکی تھی، اب چہرہ چھپا کر مسکرائے گی، انیس کی بے تابیاں انجوائے کرے گی، پر جوش ہو کر چہرہ اوپر کیے زرا فاصلہ چہروں میں سمٹتے گرے آنکھوں میں اشتیاق بھر لائی۔

"کیا واقعی ہم اسے خریدیں گے ؟ کیا دو کڑور ہے تمہارے پاس؟ اور کیا وہ سردار اسے جتنے میں لے چکے ہیں، اتنے ہی پیسوں میں لوٹائیں گے ؟ مجھے تو ایسی وائبز نہیں آرہیں"

عرشیہ نے زرا سا اوپر اٹھے، اپنی کہنی انیس کے جیسٹ پر ٹکائے بہت سے اندیشے کہہ دیے۔

"میں اپنی گاڑی دے دوں گا انھیں، زیادہ سے زیادہ کتنا ہی سود ہو گا؟"

عرشیہ نے مسکرا کر انیس کی جالائن پر اپنی انگلی لگاتے لکیر کھینچی۔

"پھر تم میری گاڑی اون کر لینا۔ ویسے بھی وہ مما کے گھر یونہی کھڑی ہے۔"

عرشیہ کی اتنی پیاری آفر پر وہ کتنے ہی لمحے اسے ہی دیکھتا گیا پھر شرارت سے نفی کرتے مسکرایا۔

"مجھے چھوٹی گاڑیاں چلانے کی عادت نہیں رہی"

وہ مغرور ہوئے بولا جبکہ کرولا کو چھوٹی گاڑی کہنے والے اس دو روپے کے امیر کبیر کو وہ آنکھیں چنی کیے گھوری۔

"ٹھیک ہے گدھا گاڑی کا انتظام کرواتی ہوں پھر، مغرور آدمی۔"

وہ اپنے فیشل تاثرات گڈمڈ کرتی، خفا خفا اپنی گاڑی کی اتنی انسلٹ برداشت جو نہ کر پائی تھی۔

"تم میرے ساتھ ہو تو یہ بھی ایکسپیرئنس کر سکتا ہوں۔ مجھے تمہارے ساتھ والی بادشاہت چاہیے لُما۔"

وہ جو خفا خفا اسکے سینے پر اپنی کہنی چبھونے کے باوجود رحم کھانے کے موڈ میں نہ تھی، اس کے بازوؤں کے حصار میں اسکے سینے پر سر رکھتی مدہوش سی ہوئی۔

"میں تمہارے ساتھ ہی ہوں۔"

عرشیہ نے اپنے دل کی خوشی کو اپنے لبوں کی مدھم جنبش میں چھپالیا، وہ اسکی پشت پر ہاتھ پھیرتا، دوسرے ہاتھ میں عرشیہ کی کمر پر بکھرے بال لے کر انھیں محسوس کیے خود بھی آنکھیں بند کر گیا، اسکے انداز میں صرف آسودگی تھی، وہ اسکے دل کی دھڑکنیں سنتی، مضطرب ہو کر چہرہ اٹھائے انیس کو دیکھنے لگی، وہ اس سے دو سال کے بارے جاننا چاہتی تھی پر وہ آنکھیں ہی بند کر گیا، عرشیہ نے ٹکٹکی باندھ کر انیس کو کچھ دیر بنا نظریں ادھر ادھر سرکائے دیکھا، ان بند آنکھوں کو دیکھتے، انکے کھلے ہوتے وقت کی گستاخیاں سوچنے لگی۔

"اتنی جلدی سو گیا، ابھی تو میرے لیے مر اجا رہا تھا یہ بھوکا شیر"

وہ اسکے سونے پر حیران ہوئی پھر اپنی ہی گل فشانی پر شرم سے لبوں کو دانتوں تلے دبا کر مسکرا دی۔

"ابھی بھی مر اجا رہا ہے یہ بھوکا شیر"

وہ آنکھیں کھولے بنا بڑبڑایا تو عرشیہ کے لبوں پر ٹمٹماتی مسکراہٹ کا گلا گھٹ گیا۔

"انیس۔۔۔کتنے بے شرم ہو۔چیٹر کہیں کے"

وہ روٹھنے کا ڈھونگ کرتی اسے گھورے بولی تو انیس نے اپنی نیند کے خمار میں ڈوبی آنکھیں کھول کر عرشیہ کے چہرے کو دیکھا حالانکہ انیس سے آنکھیں کھولنا اب مشکل تھا۔

"تمہارے ساتھ گزرے ہر لمحے کی سانس پھول جاتی ہے، عجیب بے قابو سا پن ہے۔ ورنہ میں اور چیٹنگ، سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ میں اچھی نیند سو رہا ہوں آجکل۔ صرف تمہاری وجہ سے، ابھی بھی دیکھ لو میری حالت زار"

وہ نیند میں زبردستی جاگ کر عرشیہ کو دیکھتا، اس سے بات کرتا، عرشیہ میں شوق کے جانے کتنے رنگ جگا رہا تھا۔

"تمہاری اس حالت پر مجھے بھی جمائیاں آنے لگی ہیں۔ تم سوئے سوئے نیند کی چلتی پھرتی گولی ہو لڑکے۔ مجھے معلوم نہیں تھا کچھ چہرے بھی شفاء کے لیے دیکھے جاسکتے ہیں"

وہ اوپر اٹھتی انیس کے چہرے کی مدہوشی دیکھنے لگی، نیند سے بوجھل آنکھوں والا اسے پیارا تھا تبھی اپنی جمائیاں بمشکل روکتے اپنے نرم ہونٹوں کو اسکی پیشانی پر تب تک رکھے رہی جب تک انیس نے گرفت مضبوط

کرتے، آنکھیں واپس موند نہ لیں، نیند کی مدھم سرگوشیوں میں گم وہ اسکے دل کے ساتھ اپنا دل دھڑکائے اسکے سینے پر واپس سر رکھ کر پر سکون ہوئی۔

"نہیں جاگ سکتا مزید۔ تم نے غلط وقت پر میری بے خودی کی لگام ہاتھ میں لی لُما۔ اب سو جاو، میں۔۔۔۔۔"

وہ بولتا بولتا سو گیا جس پر وہ اسکے سینے میں منہ دیے ہنسی۔

"نشئی! تمہارے پہلو سے کوئی عرشیہ اٹھا لے جائے، تمہیں تو اس گندی نیند کے سبب خبر بھی نہ ہو۔ میں چاہتی ہوں تمہاری نیند دوا کے باوجود میرے لیے کانچ سی نازک ہو جائے۔۔۔۔ میرا معصومانہ سا ارمان"

وہ اسکے سینے پر ہتھیلی پھیرتی اسکے وجود کی حرارت محسوس کرتی مدھم سا بولی، جانتی تھی یہ بس وہی سن سکے گی، انیس تو سو چکا تھا۔

"تمہیں نیند مجھ سے زیادہ عزیز ہے، ہنہ۔ سونے کا شوقین آدمی۔ میں نے سنا تھا آدمی اپنے پہلو میں محبوبہ کو لے کر اس سے پہلے کبھی نہیں سو سکتا۔ پر تم

نے تو پہلے سونے کو معمول بنا رکھا ہے، شاید وہ میڈیسن کا اثر ہوتا ہو۔ مجبور ہو کر سو جاتا ہو۔۔۔۔ اس سے تو اپنی بات بھی مکمل نہیں ہو سکی۔ میں ایسا الٹا نہیں سوچوں گی۔۔۔ اب ایسا ہو چکا ہے کہ تم سوتے ہو تو نیند میری پوری ہوتی ہے۔ انیس، مجھے تم سے بہت محبت ہے۔ تمہیں دیکھتے ہی میرا دل ڈانسنگ موڈ پر لگ جاتا ہے۔۔۔۔۔ چھچھورا دل"

وہ سر اٹھا کر اک آخری بار اسے دیکھتے منمنائی مگر انیس کی پلکیں بھی اب تھم چکی تھیں، عرشیہ نے اسکی ٹھوڑی جھک کر جذب و محبت سے چومی، پھر اسکے خاموش ہو چکے ہونٹوں کو اک نظر دیکھتی، جلد ہی اسکے لبوں پر ٹھہری ہوئی خواہش بھری نظر سمیٹ گئی، آنکھیں چراتی واپس چہرہ سیدھا کیے گال اسکے سینے سے لگاتی اپنی آنکھیں بھی زور سے بند کر گئی، اب اسکا جاگنا بھی خطرے کی گھنٹی ہی تھا تبھی وہ سونے کی کوشش تیز کر گئی۔

.._____..

آپریشن تھیٹر کی سرخ بتی بجھتے ہی سب کی سانس جیسے بحال ہوئی تھی،

Craniotomy

کامیاب رہی تھی۔

دماغ پر دباؤ ڈالنے والا خون کا لوتھڑا نکال دیا گیا تھا اور خون بہنا اب قابو میں تھا۔

ڈاکٹر نے مہویر کو اپنے آفس میں بلایا۔ اس کے چہرے پر تھکن بھی تھی اور اطمینان بھی کیونکہ اس سرجری کا کامیاب ہونا اس بات کا ثبوت تھا کہ وہ اب بہتری کی طرف گامزن ہو جائے گی۔

"سرجری الحمدللہ کامیاب رہی ہے۔ ابھی وہ آئی سی یو میں آبزرویشن پر رہے گی۔ اگلے دو سے تین دن بہت اہم ہیں۔ اگر سب کچھ اسی طرح مستحکم رہا تو وہ ہوش میں آسکتی ہے۔"

مہویر کی آنکھوں میں درد اب تک ہلکورر ہا تھا۔

"اللہ کا شکر ہے۔اس سے مل سکتا ہوں کیا؟"

مہویر نے بڑی مشکل سے لفظ ادا کیے۔

"ابھی نہیں مہویر، ہمیں کچھ possibilities ذہن میں رکھنی ہوں گی۔ دماغ پر چوٹ اور سرجری کے بعد ہر مریض کا ریسپانس مختلف ہوتا ہے۔ منائم ملک بھی اک مختلف پیشنٹ تھی"

ڈاکٹر کی تمہید سرے سے خطرناک تھی، مہویر نے گھبرا کر ڈاکٹر کے منہ کی طرف دیکھا جیسے پوچھ رہا ہو کیا مطلب۔

"کیا ابھی بھی خطرہ برقرار ہے؟"

مہویر کی آواز جیسے اسکا ساتھ چھوڑتی محسوس ہوئی۔

"وقتی طور پر یادداشت میں کمی((temporary memory lossاب بھی ممکن ہے، ماضی کے کچھ حصے بھول جانا یعنی وہ جتنا تمہارے ساتھ رہی وہ سب بھی بھول سکتی ہے۔ مکمل یادداشت واپس بھی آسکتی ہے جیسا کہ ہمیں سرجری سے پہلے ہی لگ رہا تھا اسے سب یاد آگیا۔ اسکے علاوہ جزوی یادداشت آنا یعنی کچھ لوگ، کچھ واقعات یاد نہ رہنا،

کنفیوژن یا پہچاننے میں دقت، موڈ میں تبدیلی (چڑچڑاپن، جذباتی پن)

سر درد یا متلی اسکے علاوہ کمزوری یا جسم کے کسی حصے میں عارضی کمزوری بھی ہو سکتی ہے۔

دورے پڑنے((seizuresکا امکان بھی ہے اسی لیے
anticonvulsantادویات دی جائیں گی۔

سوجن کم ہونے تک اسے بولنے یا فوکس کرنے میں مشکل پیش آسکتی ہے"

یہ سب سن کر مہویر نے برداشت کیا کیونکہ اب اسکے لیے منائم کا صحت مندی کی طرف بڑھنا ہی سب سے اہم تھا، پھر بھلے وہ مہویر کو بھول جائے، مہویر میثاق اب منائم کے لیے ہر خسارہ برداشت کرنے کی اہلیت رکھتا تھا۔

"اچھی بات یہ ہے کہ اس کی عمر کم ہے، recovery کے امکانات تیس سے ابتدائی عمر میں معمول سے بہتر ہوتے ہیں۔ ہم نیورومانیٹرنگ جاری رکھیں گے۔ اگلے 72 گھنٹے فیصلہ کن ہوں گے۔ اسکے لیے دعا کرو۔"

ڈاکٹر نے اپنی بات مکمل کی جسکے بعد مہویر نے سر اثبات میں ہلاتے انکی طرف دیکھا، اور اٹھ کھڑا ہوا۔

"سرجری کی پیمنٹ کیوں نہیں لی آپ نے مجھ سے؟"

مہویر کے سوال پر ڈاکٹر نے اسکی طرف رسید بڑھائی۔

"اسکی ادائیگی ہو چکی ہے۔ آپکے نام سے ہی ہوئی ہے۔"

مہویر نے رسید لیتے نام پڑا تو انیس نے اپنے بجائے مہویر ہی کا نام لکھا تھا، اک پھیکی سی مسکراہٹ ہونٹوں پر سجاتا وہ ڈاکٹر کے روم سے نکلا تو خضر اور عاصم ملک دونوں ہی اسکے منتظر تھے، فورا مہویر کی جانب بڑھے۔

"مہویر۔۔۔۔ میری بیٹی کیسی ہے؟ کیا مل سکتے ہیں اس سے؟"

عاصم کے لب و لہجے سے چھلکتی بیقراری، اور خضر کی بے چینی کے پیش نظر مہویر نے گہرا سانس لیا۔

"ابھی بہتر گھنٹے اہم ہیں۔ سرجری کامیاب ہو گئی ہے لیکن اسے آبزرویشن میں رکھا جائے گا۔ ابھی دماغ میں سوجن ہے۔ آپ دونوں گھر جائیں، میں یہیں ہوں اسکے پاس۔ ہو سکتا ہے صبح تک اس سے ملنے کی پرمیشن مل جائے، ابھی تو ڈاکٹر نے اجازت نہیں دی"

مہویر کی آواز یہ بتاتے ڈوب کر ابھری، خضر نے لپک کر اسے دلاسہ دینے کو گلے لگایا۔

"پریشان مت ہو بھائی۔ وہ جلد آنکھیں کھول لے گی۔ اس حال میں گھر نہیں جا سکتا میں۔ کم از کم جب تک وہ کمرے میں شفٹ نہ کر دی جائے۔"

عاصم نے خضر کی بات سنی تو تھکے ہوئے انداز میں کرسی کی پشت سے ٹیک لگا لی۔ اس کی آنکھوں میں جاگنے کی سرخی اور دل کی گھبراہٹ چہرے تک امڈ آتی صاف جھلک رہی تھی۔

"میں بھی یہیں رہوں گا، جب تک میری بیٹی آنکھیں نہیں کھولتی، مجھے سکون نہیں آئے گا۔"

دونوں ہی یہاں رکنے پر بضد تھے۔

"آپ لوگوں کی موجودگی اپنی جگہ اہم ہے، لیکن ابھی وہ خدانخواستہ وینٹی لیٹر سپورٹ پر نہیں ہے، صرف مانیٹرنگ پر ہے۔ اس کے vital signs مستحکم ہیں۔ ہمیں بس سوجن کم ہونے کا انتظار ہے۔ اگلے بہتر گھنٹے فیصلہ کن ہوں گے۔"

مہویر نے انھیں نرمی سے قائل کرنا چاہا۔

"وہ ہوش میں آکر ہمیں اب پہچان لے گی ناں بھائی؟ یہ جو کچھ دن اس نے بے فکر ہو کر تمہارے ساتھ جیے، یہ تو کہیں گم نہیں ہوں گے ناں"

خضر نے بے چینی سے سوال کیا، یہ سوال فضا میں جیسے معلق رہ گیا۔

"ہمیں امید رکھنی ہے کہ وہ ٹھیک رہے گی۔ لیکن دماغ کی سرجری کے بعد کچھ possibilities ہوتی ہیں، وقتی یادداشت کا خلل، کنفیوژن، موڈ سوئنگز یا کچھ عرصے تک کمزوری۔ کبھی کبھار مریض کچھ عرصہ پہلے کے واقعات بھول بھی جاتا ہے۔ مگر یہ سب ضروری نہیں کہ ہو۔ ہر مریض کا ریسپانس مختلف ہوتا ہے۔ اس وقت وہ دن کھونا بھی بے معنی خسارہ ہے خضر۔ وہ بس زندگی کی طرف لوٹ آئے"

مہویر نے لمحہ بھر نظریں جھکائیں، پھر سنبھل کر بولا، جانے یہ حوصلہ وہ کہاں سے لایا تھا لیکن یہ بتاتے اسکی آنکھیں انگارے جیسی ہو گئی تھیں۔

"مطلب وہ پھر سب بھول سکتی ہے؟"

عاصم کے چہرے کا رنگ جیسے اڑ گیا۔

"ایسا ہونا لازمی نہیں ہے۔ امکانات ہیں"

مہویر نے فوراً تسلی دی، حالانکہ اسکا اپنا سب کچھ داو پر لگا تھا۔

خضر نے دونوں ہاتھ چہرے پر پھیرے، جیسے خود کو مضبوط کرنے کی کوشش کر رہا ہو۔

"بس وہ آنکھیں کھول لے، باقی سب ہم سنبھال لیں گے۔"

مہویر نے آگے بڑھ کر اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

"وہ لڑکی مضبوط ہے۔ اتنی آسانی سے ہار ماننے والی نہیں۔"

آئی سی یو کے دروازے کے پار مشینوں کی مدھم آوازیں گونج رہی تھیں۔ تینوں مرد اپنی اپنی خاموش دعاؤں میں گم تھے۔ باہر رات گہری ہو چکی تھی، جیسے ان تینوں کے دل کا گہرا ہوتا کرب!

"تم سب بھول جانا سوائے اسکے کہ تم نے یہ کچھ دن مجھے ٹوٹ کر چاہا ہے۔ یا اللہ اس سے مزید کچھ مت لینا۔ وہ میرے سبب پہلے ہی کئی دنوں سے امتحانوں کی زد میں ہے، اسکی یہ آزمائش ختم کریں۔ اسکی تکلیف دور کریں"

عاصم اور خضر سے کچھ دور آکر مہویر نے اپنے سینے پر جمی کربناک سانس خارج کی تھی، پھر وہ اس جگہ آرکا جہاں شیشے کے پار اسے دو نرسیز کی نگرانی میں وہ نظر آئی، اسکی صورت دیکھتے جیسے مہویر میثاق کی رکتی سانسوں میں سدھار آنے لگا، وہ ہاتھ شیشے پر رکھ کر اسے دیکھتے کب اپنی آنکھوں کو بہنے کی اجازت دے گیا، خبر ہی نہ ہوئی۔

"اوہ منائم! تم مجھے واپس چاہیے ہو۔ صحیح سلامت، ہنستی مسکراتی۔ تمہارے بغیر اب سانس لینا بھی دوبھر ہے۔ اچھی لڑکی ٹھیک ہو جاو۔ میں بہت مضبوط ہوں لیکن اسکے باوجود تمہیں تکلیف میں نہیں دیکھ پا رہا میں ہوں تمہارے پاس۔ میں تم سے آخری سانس تک وفا نبھاوں گا، بھلے تم میرے پاس رہو یا دور۔ میں نے تمہیں یقینا کسی بہت بڑی نیکی کے بدلے پایا تھا لیکن د۔۔ دیکھو کھونے چلا تھا۔ تمہارے اور انیس کے سوا اب میرے پاس کوئی نہیں۔ مجھے تمہاری بہت ضرورت ہے"

وہ اسکو دیکھتا ہوا تکلیف کے کسی اونچے مقام پر کھڑا تھا، اس وقت کٹے کلیجے کے سنگ صبر کرنے کے سوا اسکے پاس کوئی چارہ نہ تھا۔

جبکہ دوسری طرف شمریز پاشا جب بنگلے پہنچا تو یمل ملک سو چکا تھا، اسکو یہاں اعلی سیکورٹی میں رکھا گیا تھا مگر سراغ لگانے والا بھی علیم خان تھا، کوئی معمولی انسان نہیں، علیم خان نے یمل ملک کے فون کو ٹریسنگ پر لگایا تھا، رات کے کسی آدھے پہر اسکا فون آن ہوا اور اسکی لوکیشن علیم خان نے

ٹریس کرلی، وہ فجر تک واپس مینشن نکلا تا کہ انیس کو اس جگہ کے بارے نکالی معلومات بتا سکے جو بہت زیادہ بھیانک تھیں۔

.._____..

اسکے سوئے حواس یکدم سر میں اٹھتی ٹیس پر بیدار ہوئے، آنکھیں کھلیں تو رئیس نے خود کو اک ہوسپٹل کے کمرے میں بیڈ پر لیٹا پایا، وہ ارد گرد نا سمجھی سے دیکھنے کے بعد اپنا سر اک ہاتھ سے پکڑ کر اٹھ کر بیٹھتے کراہا تو نرس اسکی جانب لپکی تا کہ اسے روک سکے۔

"سر پلیز لیٹے رہیے۔ آپکو ریسٹ کی ضرورت ہے۔ میں ڈاکٹر صاحب کو بلاتی ہوں"

نرس کے پیشہ وارنہ انداز کے سنگ منع کرنے کے باوجود رئیس نے اس لڑکی کو پرے دھکیلا اور اپنی وین میں نسب سوئی کھینچ کر نکالتا وہ چکراتے پھٹے سر سمیت اٹھا۔

"ریسٹ نہیں کر سکتا جب تک وہ عورت اسکی سزا نہیں پاتی۔۔دور ہٹو۔۔۔مجھے جانا ہے یہاں سے۔کپڑے کہاں ہیں میرے۔لا کر دو مجھے"

رئیس نے خود کے وجود پر چڑھے میڈیکل گاون کو دیکھتے ہی چیخ و پکار کرنی شروع کی جس پر نرس نے اسے سر ہلاتے دیکھا، تبھی یاسر، دروازہ کھولے اندر داخل ہوا۔

"یاسر۔۔مجھے کیا ہوا تھا؟ کیا سوہا نے میرے ساتھ کچھ کیا؟"

یاسر کے اندر آتے ہی رئیس نے اسکا گریبان مٹھی میں جکڑتے خشونت سے استفسار کیا۔

"جی سر، اس نے آپکا سر پھاڑ دیا تھا۔ آپ زندگی اور موت کی جنگ لڑنے کے بعد ہوش میں آئے ہیں"

یاسر کے پاس سچ بتانے کے سوا چوائس نہ تھی، رئیس کی آنکھوں میں لہو اترا، اسکی حالت مخدوش ہو چکی تھی، اس نے یاسر کا گریبان ہاتھوں سے

آزاد کیا اور اپنا سر دونوں ہاتھوں میں جکڑ لیا، یاسر نے اسے پکڑ کر سہارہ دیتے بیڈ پر بٹھایا تب تک نرس بھی رئیس کے کپڑے لے آئی، یاسر نے اس سے تہہ کپڑے لیے اور نرس کو شکریہ کہتے بھیجا۔

"وہ نہیں بچے گی، اس نے مجھے جان سے مارنے کی کوشش کی ہے۔ اب میں سوہا سومرو کو زندہ نہیں چھوڑوں گا"

یاسر نے قریب ہی بیڈ پر بیٹھے رئیس کی طرف دیکھا جو اس وقت تکلیف اور انتقام میں ایک ساتھ جل رہا تھا۔

"اگر آپ اجازت دیں تو میں مشورہ دوں کچھ ؟"

یاسر نے لوہا گرم دیکھتے وار کا سوچا، یاسر کی تمہید پر رئیس نے اسکی طرف گردن گماتے کراہنے پر قابو پائے دیکھا۔

"سوہا کو قابو کرنے کے لیے اب ہمیں اسکی کمزوری پر قابو پانا ہو گا۔ جیسا کہ عرشیہ بھی اب آسان ٹارگٹ نہیں تو کیا خیال ہے سوہا کے پیرنٹس کو نشانہ

بنائیں؟ مجھے یقین ہے آپ اسطرح نہ صرف سوہا کو وہ لیگل نوٹس واپس لینے پر مجبور کر دیں گے بلکہ اسکے ماں باپ کی سلامتی کے عوض مزید پیسے بھی حاصل کر سکتے ہیں۔ دفع کریں اس عرشیہ کو، اسکے پیچھے آپکی حالت کیسی ابتر ہو چکی ہے۔ کیوں اپنی جان کے دشمن بن رہے ہیں۔ ہم آذربائیجان چلتے ہیں، اس عورت کی فیملی کو ٹارگٹ کرتے ہیں۔"

یاسر کے دیے اس مشورے پر رئیس نے اسکی طرف حیرانگی آنکھوں میں بسائے دیکھا، یہ خیال آخر رئیس کو کیوں نہیں آیا۔

"تم جا کر دونوں کو یہاں لاو۔ تماشا قریب رہ کر ہو گا تو زیادہ لطف دے گا"

رئیس کی آنکھوں کی شیطانیت جاگ کر اسکے سارے کرب پر حاوی ہوئی، یاسر بھی مست انداز میں مسکرایا۔

"میں نے یہاں ہوسپٹل میں ایک مشوک آدمی دیکھا ہے۔ کیا پتا وہ ہم پر نظر رکھ رہا ہو۔ اس لیے اب ہم ایسا کھیل کھیلیں گے جس سے اس نظر

رکھوانے والے کو شک بھی نہ ہو اور بازی ہمارے ہاتھ آجائے۔ ایک بار سوہا آپکے قابو آگئی پھر اسکی بیٹی کو مٹھی میں دبوچنا مشکل نہیں ہو گا۔ پھر آپ اپنا ہر انتقام شان سے لیجیے گا"

رئیس کی آنکھوں میں جیسے انتقام کی سرخی اور قبل از وقت فتح نمودار ہوئی جس پر یاسر کی آنکھوں میں بھی خفیف سی چمک اتری۔

"ٹھیک کہہ رہے ہو تم۔ آج ہی قوبا روانہ ہو جاو تم۔ سوہا کے بارے کچھ ایسا خطرناک یا ٹریجیک بتانا کہ وہ دونوں فورا تمہارے ساتھ چل پڑیں۔"

رئیس نے کمینگی سے ہدایت دی جس پر یاسر پہلے ہی مستی بھرے انداز میں مسکرا رہا تھا۔

"آج نہیں کل۔ آج میں آپکی تیمارداری کرنا چاہتا ہوں سر۔ پلیز منع مت کیجئے گا۔ میں ڈسچارج کی بات کر کے آتا ہوں تب تک آپ چینج کر لیں"

یاسر نے اپنے خلوص اور اپنی وفاداری کا یقین ہی ایسے دلایا کہ رئیس ملانی لمحہ لگاتے شیشے میں اتر گیا۔

جبکہ رئیس نے تفاخر سے سر ہلایا اور یاسر اجازت طلب ہوتا باہر نکلا، کوریڈور عبور کیا ہی کہ سامنے ایک لمبا چوڑا آدمی کھڑا تھا، اس نے یاسر کی طرف سلپ بڑھائی جسکے مطابق تمام ہوسپٹل کا بل کلئیر ہو چکا تھا۔

"میں نے وہی کیا جو تم نے کہا۔ بقیہ پیسے کب دو گے ؟"

یاسر نے اس مشوک آدمی سے سلپ لیتے ہی استفسار کیا، شاید رئیس کا یہ سستا کتا کچھ زیادہ ہی جلد باز تھا۔

"اس عورت کے پیرنٹس جیسے ہی یہاں پہنچیں گے۔ تمہیں رقم مل جائے گی۔ رئیس کو شک ہوا تو یہ ڈیل کینسل سمجھنا۔ اور بہت عزت و احترام کے ساتھ ان دونوں کو یہاں لانا۔ سمجھ گئے ؟"

اس آدمی نے یاسر کو گچی سے مضبوطی کے سنگ دبوچتے اس کو ہر چیز بہت سیدھے سے واضح کی۔

"ٹھیک ہے سمجھ گیا۔"

یاسر نے ڈرتے ڈرتے سر ہلایا تبھی اس آدمی نے یاسر کی گردن بخش دی۔

"آج رئیس کو بزی رکھنا اچھے سے۔ اب لگو کام پر۔۔۔ میری نظر تم پر ہی رہے گی یہ بات اچھے سے سمجھ لو۔ ہوشیاری کی تو اپنے پیدا ہونے پر پچھتاو گے"

وہ آدمی یاسر کو دھمکا کر وہاں سے گیا تو یاسر نے گہری سانس لی۔

"رئیس ملانی سے وفاداری مجھے کیا ہی دے گی۔ کمینہ کبھی یہاں سے پٹتا ہے کبھی وہاں سے۔ یہ اچھا موقع ملا یاسر، پیسے کمانے کا۔ واہ اتنا سارا بل بھی کلئیر۔ جبکہ میں رئیس ملانی سے یہ بل کے پیسے بھی ہتھیاوں گا۔"

یاسر نے محتطوظ انداز میں خود کلامی کی اور واپس چلا گیا جبکہ اس آدمی نے باہر آکر اپنی گاڑی میں بیٹھ کر اپنی نظریں ہوسپٹل کی طرف ہی گاڑ رکھی تھیں، جب تک رئیس اور یاسر یہاں سے گھر نہ چلے جاتے، وہ انکے پیچھے ہی تھا اور اسکے بعد ہی سر کو انفارم کرتا۔

.._____..

فجر کے آلارم سے پہلے ہی علیم خان کی کال پر انیس جاگ گیا، عرشیہ دوسری طرف کروٹ کرے ابھی سو رہی تھی، ویسے بھی کافی وقت تھا تبھی انیس نے اسکی طرف جھکتے عرشیہ کی کن پٹی چومتے اس پر لحاف کروایا اور وائبریٹ کرتا فون اٹھائے وہ اٹھ کر کمرے سے باہر نکلا۔

"ہاں علیم خان! بتاو کیا ہوا؟"

علیم وہیں نیچے سیڑھیوں کے پاس ہی کھڑا کال کر رہا تھا۔

"سر نیچے آئیں کچھ اہم بات کرنی ہے"

علیم خان نے کہہ کر رابطہ توڑا تو انیس سیڑھیاں اتر تا نیچے پہنچا، نیند ابھی بھی پوری طرح اس پر سے ہٹی نہ تھی۔

"سب خیریت ہے ناں؟"

انیس نے آخری زینہ اترتے علیم خان کے روبرو آکر کھڑا ہوتے سوال کیا۔

"جی سر۔ یمل ملک کا فون ٹریس ہو گیا ہے۔ جس جگہ فون کے سگنل ملے ہیں وہ کوئی بنگلہ ہے۔ میں نے انفارمیشن نکلوائی ہے۔ کسی شمریز پاشا کا بنگلہ ہے۔ سر وہ ایک مشکوک اور متنازعہ آدمی ہے۔ جب میرے آدمی اسکے بنگلے تک پہنچے تو انہوں نے بتایا وہ رات کے وقت کچھ مشکوک سامان ٹرکوں پر لوڈ کر رہے تھے۔ ایسے آدمی کے پاس یمل ملک کا ہونا خطرہ دیکھائی دے رہا ہے"

یہ سب سن کر انیس کو بھی تشویش ہوئی، یمل ملک کا ملنا نہ صرف مہویر کے لیے ضروری تھا بلکہ انیس اب اس معاملے میں اس وجہ سے بھی انوولو تھا کہ

وہ بچہ عرشیہ کا بھی بھائی تھا، جبکہ ان ٹرکوں میں ایسا کیا مشکوک لوڈ ہوا ہو گا اس پر ابھی وہ کنفرم نہیں تھے لیکن یہ پریشان کن خبر تھی۔

"تم نے ٹھیک کہا علیم خان۔ تمہارے لوگ وہیں ہیں کیا ابھی بھی؟"

انیس نے مزید تشویش سے پوچھا تو علیم نے سر اثبات میں ہلایا۔

"جی سر وہیں ہیں پر وہ بتا رہے ہیں بنگلے کے اندر گھسنا آسان نہیں ہے۔ کافی سیکورٹی ہے۔ بہت لوگ نگرانی پر فائز ہیں"

علیم خان نے مزید بتایا تو انیس نے تشویش کے عالم میں کنپٹیوں پر انگلیاں جماتے کچھ سوچا۔

"ٹھیک ہے تو پھر لوگ تیار کرو۔ ہم آج شام یمل ملک کو وہاں سے چھڑوانے جائیں گے۔ میں مہویر سے بات کرتا ہوں۔ وہ بھی اس میں ہمارے ساتھ ہو گا۔ مجھے ایک ضروری کام نمٹانا ہے اس سے پہلے، اچھے اچھے اور تگڑے لوگ چاہیں مجھے۔"

کچھ دیر کی سوچ بچار کے بعد انیس نے علیم کو ضروری ہدایات دیں، وہ فرمابرداری سے سر ہلائے وہاں سے گیا تو انیس نے بھی لیوئنگ ایریا کی طرف آتے مہویر کو کال ملائی، اب تک وہ لوگ منائم کے کمرے میں شفٹ ہونے کے منتظر تھے۔

مہویر نے تو ایک لمحے آنکھ نہ لگائی تھی، خضر اور عاصم نے پھر بھی کرسی پر بیٹھے بیٹھے آنکھ بھی لگائی اور خضر بھی تھوڑی دیر پہلے گھر نکل گیا تاکہ بیلا کو اسکے گھر چھوڑ سکے اور مما بھی اکیلی تھیں، جبکہ عاصم ابھی بھی مہویر کے ساتھ ہی تھا، انیس کا نام دیکھتے مہویر نے کال پک کرنے میں لمحہ بھی نہ لگایا، عاصم بھی الرٹ ہوا۔

"ہاں علوی؟"

مہویر نے کال پک کرتے ہی مضطرب ہوئے پوچھا۔

"یمل ملک کا نمبر ٹریس ہوا ہے۔ کسی شمریز پاشا نام کے آدمی کے بنگلے میں۔ بندہ مشکوک ہے اس لیے پوری تیاری کے ساتھ یمل ملک کی تلاش کے لیے جانا ہو گا، اپنے آدمیوں کو الرٹ کرو۔ موساب ہمارے قبضے میں ہے لیکن شاید موساب کے لوگوں نے ہی یمل کو اس آدمی کے پاس منتقل کروادیا ہے، یمل ملک کو آج شام ہم وہاں سے لینے جا رہے ہیں۔ تیار رہنا۔ میں نے بھی ٹیم ریڈی کروالی ہے۔ پولیس کے لوگ بھی ہوں گے ساتھ سول میں"

مہویر نے یہ سن کر پلٹ کے کھڑا ہوتے عاصم کی طرف دیکھا۔

"کیا وہاں یمل ملے گا ہمیں علوی؟ یہ کوئی چال نہ ہو؟"

مہویر نے اسے ممکنہ طور پر محتاط کیا تو یمل کا سنے عاصم بھی بیقرار ہوتا اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"رسک ہے مہویر، اٹھانا پڑے گا"

انیس خود بھی اس حوالے سے غیر یقین تھا۔

"ٹھیک ہے میں دیکھ لوں گا۔ تو ہمارے ساتھ نہیں آئے گا"

مہویر نے حتمی فیصلہ سنایا جس پر انیس کے ماتھے پر بل پڑے۔

"کیوں۔ میرے ساتھ کانٹے لگے ہیں جو تمہیں چبھ جائیں گے، بھولو مت میں نے یمل ملک کا پتا نکلوایا ہے۔"

انیس کو خفیف سا غصہ آیا جبکہ مہویر بس اسکی جان پر رسک نہیں لینا چاہتا تھا، اس بار مہویر بلکل مطلبی نہیں بن رہا تھا۔

"کریڈٹ تجھے ہی دوں گا فکر مت کر لیکن میں نہیں چاہتا تو ساتھ چلے، ابھی تجھے خون دینے کی سکت نہیں ہے مجھ میں سمجھا کر۔ میں خود ہلا ہوا ہوں۔ علیم خان کو کہہ مجھ سے رابطہ کرے ڈائریکٹ اور ہم شام تک انتظار نہیں کر سکتے۔ ہمیں ابھی نکلنا ہو گا"

مہویر نے اسے حکم دیا تھا اور انیس کو چار و ناچار ماننا ہی تھا بھلے مہویر کا اسے اپنی کمزوری سمجھنا انیس کو برا لگا ہو۔

"اپنے پاس رکھو پھر کریڈٹ بھی۔ پتا نہیں کیا سمجھ کر رکھا ہے تم سب نے مجھے چھوئی موئی۔ علیم خان کرلے گا رابطہ۔ لیکن اس کا حساب دینا ہو گا تمہیں مہویر میثاق"

انیس نے غصے سے اسکے منہ پر کال کاٹ دی اور جا کر علیم کو بتانے چلا گیا، فون بند ہونے پر مہویر کے لبوں پر اک پھیکی سی مسکان اتری لیکن عاصم المیر ملک کی بیقراری تکتے وہ سنجیدہ ہوا۔

"یمل ملک کا سراغ ملا ہے لیکن آپکو پر سکون رہنا ہو گا۔ آپ منائم کے پاس رک سکتے ہیں کیا؟"

مہویر نے سیدھا سبھاو سوال کیا، جبکہ عاصم کی پدارنہ تڑپ دیدنی تھی۔

"میں بھی چلوں گا۔ میرے اندر بھی ایک عدد غنڈا ہے۔ ہلکا مت لینا اپنے سسر کو"

عاصم ملک نے یہاں رکنے کے بجائے ساتھ جانے کو ترجیح دی۔

"نہیں لے رہا لیکن منائم یہاں اکیلی ہے۔ کبھی بھی وہ ہوش میں آسکتی ہے۔ پلیز میری تسلی کے لیے یہیں اسکے پاس رک جائیں، خضر کا دن بھی مصروف ہے آج وہ ایویلیبل نہیں ہو گا رات سے پہلے، میں وعدہ کرتا ہوں یمل ملک کو اپنے ساتھ لاوں گا"

مہویر کے وعدہ لینے پر عاصم نے بے چین ہوتے اپنے سر کے بالوں میں ہاتھ پھیرا۔

"تم پر کیسے بھروسہ کروں مہویر؟ تمہاری وجہ سے میری بیٹی اس حال میں ہے۔ نہیں کر سکتا۔ اگر یمل ملک کو بھی کچھ ہو گیا تمہارے ہوتے تو؟"

عاصم ملک کی بے اعتباری جائز تھی پر اس وقت اسکے پاس کوئی دوسری چوائز نہ تھی۔

"میں جانتا ہوں اعتبار کے لائق نہیں لیکن پھر بھی رسک اٹھا کر بھروسہ کریں۔ میں یمل ملک کو لے کر آوں گا۔ اسے کوئی آنچ نہیں آئے گی۔"

مہویر کے تاسف بھرے اصرار پر عاصم نے اک آزردہ نگاہ مہویر پر ڈالی پھر چار و ناچار مان گیا۔

"پھر سے بھروسہ کرنے پر پچھتاوا مت دینا۔ جاو اور میرے بیٹے کو لے کر آو"

عاصم نے بے دلی و کرب کے سنگ ہی اجازت دی جس پر مہویر نے سر ہلایا اور اک نظر اپنی متاع ہستی کو دیکھنے لپکا، وہ ابھی بھی آبزرویشن میں تھی، ایک دو دن تو اسے ہوش میں آنے پر یقینا لگنے ہی والے تھے۔

"اللہ کی امان میں دیا تمہیں۔ میں جلدی واپس آتا ہوں۔ ممکن ہے آج رات تک یہ لوگ مجھے تمہارے پاس جانے کی اجازت دے دیں۔ تمہیں کچھ ہو گیا تو باقی میں بھی نہیں رہوں گا منائم، مجھے پیار کرنے کے لیے نہ سہی، مجھ سے نفرت کرنے کے لیے ہی واپس زندگی کی طرف لوٹ آو۔ انتظار کر رہا ہوں تمہارا"

وہ شیشے پر اپنی ہتھیلی رکھ کر پھیرتا اس بے جان وجود سے ہمکلام تھا جسکے سینے میں اس وقت مہویر کا دل دھڑک رہا تھا، بہر حال اسے عاصم کے حوالے کرے مہویر اجلت میں نکل گیا، جبکہ عاصم بھی مہویر کے جانے کے دس منٹ بعد دو نرسوں کو ہمہ وقت منائم کے ارد گرد نگرانی پر فائز کیے پیچھے ہی نکلا، اور خضر کو بھی گاڑی تک پہنچ کر کال کی۔

"جی ڈیڈ؟"

وہ بس ابھی گاڑی گھر کے پورچ میں پارک کیے باہر نکلا تھا، چوکیدار کی مشکوک نظریں خضر پر ہی جمی تھیں۔

"بیلا کو اسکے گھر چھوڑ دو اور اپنی ماں کو چھوڑ جانا یہاں ہوسپٹل۔ مجھے ایک ضروری کام سے جانا ہے۔ مہویر بھی کسی ایمرجنسی کی وجہ سے چلا گیا ہے"

خضر نے سر اثبات میں ہلایا۔

"ٹھیک ہے ڈیڈ آپ بے فکر رہیں میں مما کو ہوسپٹل ڈراپ کر دوں گا۔ وہ ویسے بھی رات کو ہی منائم کے پاس جانا چاہتی تھیں۔"

خضر نے اپنے قدم گھر کی جانب بڑھائے اور رابطہ توڑا، عاصم جہاں بھی جا رہا تھا کچھ اچھی وائبز نہیں آ رہی تھیں بلکہ اسکی آنکھوں میں انتقامی رنگ اور لہو تھا۔

جبکہ خضر نے پہلے تو گھر میں انٹر ہوتے اک تھکی سی سانس لیتے انگڑائی لی کیونکہ ساری رات کرسی پر بیٹھ کر کمر اکڑ چکی تھی، وہ پہلے مما کو دیکھنے سیدھا

انہی کے کمرے میں گیا کیونکہ اسے امید تھی کہ بیلا بھی وہیں ہو گی مگر دروازہ کھولتے ہی اسے مما فجر کی نماز ادا کرتی نظر آئیں، خضر نے کبھی اپنی ماں کو نماز پڑھتے یا کسی قسم کی عبادت کرتے نہ دیکھا تھا پر قسمت نے اس لاپرواہ عورت کو ایسی قلبی ہدایت دی تھی کہ آج وہ صرف اپنے انہی بچوں کی سلامتی کے لیے دعا گو تھی جنھیں ساری عمر ماں کے پیار کے لیے ترسایا، شاید یہ محراب کی جانب سے بہترین تلافی تھی کہ نماز کے بعد وہ عورت رو رو کر اپنی بیٹی کی زندگی مانگ رہی تھی، خضر جانے کب سے وہیں کھڑا اپنی ماں کا یہ ممتا بھرا روپ دیکھ کر آبدیدہ ہوئے جا رہا تھا۔

"خضر۔۔ تم کب آئے؟"

خود ہی محراب نے نماز ختم کی اور مصلّہ اٹھا کر اسے تہہ لگا کر رکھتے بیقرار نظروں سے خضر کو دیکھا تو وہ اپنی آنکھیں رگڑتا مما تک پہنچا اور بنا کچھ کہے اس نے محراب کے گلے لگ کر اسے بازوؤں میں بھینچ لیا۔

"جب آپ رو رو کر منائم کے لیے دعا مانگ رہی تھیں تب آیا۔ آپ میں ماں والے رنگ بھرتے جا رہے ہیں۔ مجھے خوشی ہے اسکی۔ وہ خطرے سے باہر ہے اب۔ ہماری خرگوش جلد ہمارے پاس ہو گی ان شاء اللہ"

وہ مما سے لپٹنے کو سمیٹ کر روبرو ہوا تو محراب کی آنکھوں میں طمانیت کا رنگ اترا۔

"ان شاء اللہ۔ بس مجھے اسکے پاس لے جاو۔ میں وہاں قریب رہ کر زیادہ بہتر دعا مانگ سکوں گی۔"

محراب تو شدید بیقرار تھی اور خضر نے بھی دوبارہ اسے گلے لپٹایا۔

"جی مما آپکو ہوسپٹل چھوڑ دوں گا کیونکہ ڈیڈ اور مہویر کو کچھ کام ہے۔ میری بیلا کہاں ہے؟ اسے میں آپکے پاس چھوڑ کر گیا تھا؟"

خضر کے روبرو ہو کر شدید تڑپ کر پوچھنے پر محراب، سوجھی غمزدہ آنکھوں کے سنگ مسکائیں۔

"وہ ساری رات میرے پاس رہی۔ بہت اچھی چوائز ہے تمہارے ڈیڈ کی۔ ایک ہی رات میں مان گئی میں کہ عاصم نے اسے تمہارے لیے کیوں چنا، بھلے بظاہر یہ کاروباری شادی ہو گی پر یہ میرے اور عاصم جیسا انجام نہیں پائے گی کیونکہ نہ تم عاصم جیسے مغرور ہو نہ وہ بیلا مجھ جیسی بٹی ہوئی، انتقام میں جلتی عورت، وہ تو بہت پر سکون لڑکی ہے۔ میں نے کچھ دیر پہلے ہی بہت مشکل سے اسے جا کر سونے پر قائل کیا، مجھے چھوڑ کر نہیں جانا چاہتی تھی پر اسکے چہرے سے لگ رہا تھا بہت تھک گئی ہے۔ تمہارے کمرے میں سو رہی ہے"

اپنے کمرے میں بیلا کی موجودگی کا سنے خضر کے چہرے پر بہار سی آئی، پھر مما کی اس کے لیے پسندیدگی تو سونے پر سہاگہ ثابت ہوئی۔

"مما میں اس سے جلدی شادی کرنا چاہتا ہوں، کل رات ارادہ بدل گیا ورنہ میں چاہتا تھا اسے تھوڑا سمجھوں۔ ویسے بھی آپ اکیلی ہوں یہ نہیں چاہتا۔ ہماری خرگوش تو اب پرائی ہے۔ بابا کا پیلس تو وہ خود ہی کر لیں گے

آباد، انھیں ویسے بھی تنہائی بہت راس ہے۔ لیکن کم از کم میں اس گھر کو ویران نہیں رہنے دوں گا۔ وہ نا صرف خوبصورت ہے بلکہ وہ مجھے دنیا جہاں بھلا دیتی ہے۔ میں بہت پریشان تھا رات کو لیکن اس سے تھوڑی دیر کی بات میرے اعصاب پر طاری بوجھ ہلکے کر گئی"

وہ بیلا کے لیے اس لمحے بولتا، اپنی ماں سے اپنے دل کے جذبات بیان کرتا محراب کی آنکھوں میں ابھی سے ڈھیڑوں خوشی بھر گیا پھر تب کا عالم کیا ہوتا جب محراب اسکی یہ خوشی خود پوری کرتی۔

"ایسی عورتیں اللہ کا انعام ہوتی ہیں۔ وہ واقعی بہت اچھی ہے۔ اس نے یہ گزشتہ شب ثابت کیا۔ میری جب بھی آنکھ کھلی وہ میرے پاس ہی بیٹھی کچھ پڑھتی نظر آئی۔ اللہ جن سے کوئی نعمت وقتی واپس لے لیتا ہے انکو اس آزمائش کے بیچ اپنا محبوب بھی بنالیتا ہے۔ ممکن ہے یہ مشکل اسی لیے آئی کہ میں اور تم بیلا کے لیے سنجیدگی سے سوچ سکیں۔ منائم خیر خیریت سے لوٹ آئے تو ہم تمہاری یہ خوشی دھوم دھام سے منائیں گے۔"

محراب نے اسکا تھکا نڈھال چہرہ دیکھتے اسکی گال چومتے یہ پیارا عہد لیا جس پر وہ دل سے آمین کہے مسکرایا۔

"میں سوچ رہا تھا اگر ڈاکٹرز ہمیں منائم سے آج ملنے کی اجازت دے دیتے ہیں تو میں عرشیہ کو بھی خود لے کر آوں۔ کیا پتا منائم اس سے مل کر اچھا محسوس کرے۔ جلدی آنکھیں کھول دے۔ بہن بہت پیاری چیز ہوتی ہے"

خضر کے اس خیال پر محراب لمحہ بھر حیران ہوئی، خضر نے یہ بنا سوچے کہا تھا، خود بھی وہ اسکی اپنے آپ سے امید نہیں رکھ رہا تھا۔

"عرشیہ کا خیال کیسے آگیا تمہیں؟"

محراب کی حیرت و خفیف سی ناپسندیدگی فطری تھی۔

"منائم کے لیے کہا مما۔ ڈیڈ نے کہا تھا مجھے اور منائم کو اس سے ملنا چاہیے۔ وہ ہماری چھوٹی بہن ہے۔ تو میں سوچ رہا تھا کوئی موقع نجانے کب ملے۔ اس طرح وہ بھی کوئی اعتراض کیے بنا آجائے گی منائم کا سن کر۔ کیونکہ جیسے ہم

خفا ہیں، وہ بھی یقینا ہو گی ہم سے۔۔۔۔ ایک باپ کی اولاد ہو کر ہم کبھی نہیں ملے، شاید یہ بہترین وقت ہو"

خضر نے ہچکچاتے ہوئے اپنی بات کہی جس پر محراب کی سنجیدگی بھی زائل ہوئی۔

"جیسا تمہیں بہتر لگے۔ عاصم نے اسکی ماں سے شادی کی پھر اسے چھپا کر رکھا۔ اپنی بیٹی کو اپنا نام تک نہ دیا۔ میرے خیال میں اس بچی کے ساتھ زیادہ ناانصافیاں ہوئی ہیں۔ اگر تم پہل کرتے ہو تو یہ تمہاری طرف سے بہترین عمل ہو گا۔ اسے بھی اسکا احساس ہو گا۔ جو بھی ہوا اس میں عرشیہ کا کوئی قصور نہیں۔ وہ مجھے تب بھی بری نہیں لگی تھی جب پتا چلا تھا کہ عاصم کی اولاد ہے۔ اب بھی نہیں لگی جب میرے بیٹے نے اسے اپنے بیچ لانے کی بات کی۔۔۔ میرے خیال میں بڑوں کے جو بھی معاملات ہوں۔ تم بہن بھائیوں کو سٹرونگ بونڈ بنانا چاہیے آپس میں"

وہ مما کی سوچ جان کر خوشی سے مسکرایا۔

"ڈیڈ بھی یہی چاہتے ہیں۔ کاش آپ دونوں کی سوچ ایک ساتھ ہوتے ہوئے ہی ایک ہو جاتی تو اس گندی طلاق کا بیچ میں دخل نہ ہوتا۔ پر افسوس اب کچھ نہیں ہو سکتا"

خضر کے لہجے میں اک تلخی نمودار ہوئی جس پر محراب بھی دکھی نظر آئی، اس لیے نہیں کہ اسے عاصم سے الگ ہونے کا دکھ تھا، بلکہ اس لیے کہ خضر اس سے برا متاثر ہوا تھا۔

"ناشتہ کر کے نکلتے ہیں تب تک بیلا بھی تھوڑی نیند لے کر جاگ جائے گی۔ اسے اسکے گھر ڈارپ کرنا پھر مجھے منائم کے پاس۔ جاو کچھ دیر تم بھی سو جاو۔ تمہارا روم تو بک ہے، ساتھ والے میں سو جانا۔ ابھی تم دونوں ایک روم شئیر نہیں کر سکتے ناں۔۔۔ مجبوری ہے، ورنہ میں کہتی اسکے پاس جا کر سو جاو"

محراب بھی بچے کا صبر آزما رہی تھی، خضر نے معصوم شکل بنا کر مما کو دیکھا جیسے کہہ رہا ہو، نہ کریں یار، محراب مسکرا کر اسکا گال تھپکائے کمرے سے نکلی تو خضر بھی اپنے دل کو سنبھالتا باہر آیا تو قدم خود بخود بیلا کو دیکھنے اپنے کمرے کی طرف بڑھے، دروازہ کھول کر دیکھا تو وہ اپنے جوڑے کا دوپٹہ اک سائیڈ پھیلائے نرم تکیے پر سر رکھے کروٹ پر آنکھیں بند کیے گہری نیند میں ڈوبی سو رہی تھی، شاید وہ اتنی تھکی تھی کہ لحاف کھولنے کی بھی ہمت نہ ہوئی، اوپر سے کمرے میں انورٹر بھی آن نہ تھا۔

"میں کیسے لاپرواہی برت گیا۔ مجھے کمرے کا انورٹر آن کر کے جانا چاہیے تھا۔ کس قدر سرد ہو رہا ہے کمرہ، اور کچھ اوڑھا بھی نہیں اس نے"

خضر نے پریشان ہوتے دروازہ بند کیا اور آگے بڑھتے پہلے تو کمرہ گرم کرنے کا بندوبست کیا پھر اس سوئی لڑکی تک آئے اسکے پیروں کے نیچے دبی رضائی نکالنے کو اسکے پیر آہستگی سے ہاتھوں میں لے کر اٹھاتے، رضائی کو نکالا، وہ اسکے خوبصورت پیر اور ان میں پہنی گئی زنجیروں جیسی پائلیں دیکھ کر بے

ساختہ مسکرایا، پھر لحاف کھول کر اس پر کرواتے وہ خود پر اک عجیب سی قوت بھری مجبوری طاری ہوتی محسوس کیے اس کے کچھ فاصلے پر بیٹھا، باخدا اس وقت خضر کی تھکن یہی چاہتی تھی وہ اسکے پہلو میں ہی بس جائے۔

"تم جلد میری بیوی بن جاو گی۔ پھر میں تمہاری راتیں اور دن دونوں اس تاریکی سے پاک کروں گا۔ مجھے لگتا ہے کوئی نارمل لڑکی اگر میری زندگی میں آتی تو مجھ پر کبھی اثر انداز نہ ہوتی پھر بھلے وہ کتنی ہی حسین کیوں نہ ہوتی۔ تمہاری اس کمی نے مجھے اپنے قریب کرنا شروع کر دیا۔ جانتا ہوں یہ عجیب ہے کیونکہ کمیوں پر لوگ ہم سے دور بھاگتے ہیں، قریب نہیں آتے۔ لیکن ہمارے کیس میں ایسا نہیں۔ ہر لمحہ میں تم سے کسی نادیدہ سی ڈور میں بندھتا جا رہا ہوں بیلا"

وہ ہاتھ بڑھا کر اسکے ماتھے کی جانب سے چہرے کی طرف سر کی بالوں کی لٹ ہٹانا چاہتا تھا پر یہ سوچ کر اپنا ہاتھ روک کر کھینچ گیا کہ اسکی نیند نہ خراب کر بیٹھے، اس وقت اسے دیکھنے سے بڑھ کر کوئی ریلکسنگ تھراپی نہ تھی، یہ

احساس کہ وہ رات بھر اسکی جگہ اسکی مما کے پاس رہی، بیلا کی جگہ خضر ملک کے سیدھے دل میں بناتا محسوس ہو رہا تھا۔

وہ اسکے پہلو سے اٹھ کر صوفے پر جا بیٹھا، پاس اگر وہ اسے محسوس کر لیتی تو بے چین ہو کر جاگ جاتی تبھی وہ اسے زرا دور بیٹھ کر دیکھنا زیادہ بہتر سمجھ رہا تھا، اور تھکن اتنی تھی کہ کچھ دیر اسے دیکھنے کے بعد خضر کی بھی آنکھ لگ گئی، محراب نے آکر جب دیکھا تو دونوں پر وہ پیار بھرا مسکرا کر واپس گئی تھی۔

.._____..

علیم خان اور مہویر کو روانہ کیے وہ نماز ادا کیے مینشن واپس پہنچا، ابھی گھر میں انٹر ہی ہوا کہ وئیر ہاوس میں موجود موساب کی نگرانی پر فائز آدمیوں میں سے ایک آدمی کی کال نے انیس کے سیڑھیوں کی طرف بڑھتے قدم روکے۔

"سر۔عاصم ملک آئے ہیں وئیر ہاوس۔وہ کہہ رہے ہیں مہویر میثاق کی اجازت سے آیا ہوں۔وہ پچھلے دس منٹ سے موساب کو جانوروں کی طرح پیٹ رہے ہیں۔ہم نے روکنے کی بہت کوشش کی پر وہ کہہ رہے ہیں انکی راہ میں کوئی آیا تو اچھا نہیں ہو گا"

انیس کا پارہ پہلے ہی ہائی تھا اوپر سے اس خبر نے رہی سہی کسر بھی پوری کر دی۔

"اوہ میرے خدا!اب یہ کونسا نیا ڈرامہ ہے۔روکو انھیں۔بتاو کہ مرور گیا تو ساری عمر جیل میں چکی کاٹیں گے کہ وہ نواب صاحب۔کسی کام کے نہیں ہو تم سانڈ لوگ۔۔۔اس مہویر کا دماغ تو میں ٹھکانے لگاتا ہوں۔وہ اس آدمی کو وہاں کیسے جانے دے سکتا ہے۔۔۔عشق میں بلکل اندھا ہو چکا ہے یہ"

انیس نے با قاعدہ غراتے ہوئے کال کاٹ کر مہویر کا نمبر ملایا جو علیم خان کے ساتھ شمریز پاشا کے بنگلے کی طرف گامزن تھا، انیس کی کال اس نے لمحے کے اول حصے ہی پک کی۔

"اب یہ کونسا نیا ڈرامہ ہے۔ تم نے عاصم ملک کو کیوں بھیجا موساب کو مارنے پیٹنے۔ میں نے دے دی تھی ناں کل اسے ضروری ڈوز۔ تم نے تو کہا تھا اسے قطرہ قطرہ کر کے مارو گے؟ پر یہ عاصم صاحب جس طرح اسے مار رہے ہیں، مجھے نہیں لگتا تمہارے لیے کچھ بچائیں گے۔"

انیس کی بات سنے مہویر نے اپنا ماتھا پیٹ لیا، رات اس نے عاصم کو بے دھیانی میں موساب کو کہاں رکھا ہے یہ بتا دیا تھا پر امید نہ تھی وہ وہاں پہنچ جائیں گے دوسرا وہ منائم کو اکیلا چھوڑ کر وہاں نکل گئے، حالانکہ مہویر اس بندے کو منائم کے پاس چھوڑ کر آیا تھا۔

"کچھ بولو گے تم؟ اسے کیسے پتا چلا کہ موساب کہاں ہے؟ تم کچھ پیٹ میں بھی رکھتے ہو یا سارا کچھ اپنے سسرالیوں کے سامنے اگل دیتے ہو۔ میں بتا رہا ہوں اب تم مجھ سے پٹنے کے کام کر رہے ہو مہویر"

مہویر نے پشیمانی سے کان کھجایا کیونکہ یہ واقعی مہویر کی غلطی تھی۔

"مر مرا گیا تو اسکے سارے جرائم بیچ میں ہی رہ جائیں گے۔ اسے تگڑی سزا دلوانے کے خواب، خواب رہ جائیں گے۔ تم اس انسان کو روکو کیونکہ ابھی میں وہاں جا نہیں سکتا۔ کچھ اس سے بھی اہم کرنا ہے مجھے۔ سمجھ آگئی تمہیں میری بات؟"

مہویر نے مسکرا کر سر ہلایا۔

"سمجھ گیا علوی۔ تپا ہوا زیادہ پیارا لگتا ہے۔ اچھا چل فون رکھ میں کرتا ہوں عاصم ملک سے بات۔ کول ہو جا۔ یمل مل جائے تو میں موساب کو ہر جرم کی سزا بذات خود دوں گا۔"

مہویر نے کچھ حد تک انیس کا غصہ کم کرنے کی کوشش کرتے رابطہ توڑا تو انیس نے فون سے توجہ ہٹائے آہٹ پر پلٹ کر دیکھا تو عصر اسی کی طرف چلا آرہا تھا۔

"سر! مجھے فجر نہیں چاہیے۔ میرے لیے کچھ مت کریں"

انیس نے خشمگیں نگاہ اس مجنوں پر ڈالی جو آج اپنی شیو بھی کرنا بھول گیا تھا۔

"اب میرے پاس ایک عدد مکا ہے تمہارے لیے عصر، وہ کھانہ لینا صبح صبح۔ حالت دیکھی ہے تم نے اپنی آئینے میں؟ تمہاری باڈی لینگویج تک چیخ چیخ کر بتا رہی ہے کہ تمہیں کیا چاہیے۔ ہم بس تھوڑی دیر تک نکل رہے ہیں فجر کے گھر۔ جا کر حالت ٹھیک کرو میں بھی عرشیہ کو جگاتا ہوں"

انیس نے اس سے ریکوسٹ نہیں کی تھی بلکہ حکم دیا تھا، عصر نے معصومانہ سا تاثر دیا۔

"عصر زمان! کیا فارسی میں بولوں؟"

عصر کو وہیں جما دیکھے انیس نے اس بار سخت لہجہ اپنایا جس سبب عصر کو جانا پڑا جبکہ اوپر جانے کے بجائے انیس نے بابا کے کمرے کی طرف قدم بڑھائے، دروازہ کھول کر اندر جھانکا تو وہ اذیت و تکلیف دیتا انسان مزے سے خراٹوں والی نیند سو رہا تھا اور ستم کہ عدین بھی انکے ساتھ لپٹ کر سو رہا تھا، بس اسی وجہ سے وہ بابا کے معاملے میں کچھ سنگین فیصلہ لینے سے ڈرتا تھا کہ عدین اس سے اور ابراہیم علوی سے برابر پیار کرتا ہے۔

"اٹھ کر بات سنیں میری"

انیس نے آہستگی سے بابا کے پاس جاتے انکی کہنی پکڑ کر ہلائی۔

"بات سنیں"

انیس نے دوبارہ ہلایا جس سبب ابراہیم صاحب کے نا صرف خراٹے بند ہوئے بلکہ وہ کسمسا کر آنکھیں کھولے انیس کو دیکھنے لگے، انھیں اسکے سر پر کھڑے ہونے نے چونکا دیا۔

"عدین کو سکول ڈراپ کر دیجئے گا۔ میں، عرشیہ اور عصر کچھ کام سے جا رہے ہیں۔ اور پک بھی کر لیجیے گا اگر ہم لیٹ ہو گئے۔ نہیں تو علیم خان پک کر لے گا، وہ بھی بزی ہے تبھی آپ پر ذمہ داری ڈال رہا ہوں۔ عدین کے حوالے سے اگر کوئی لاپرواہی ہوئی تو میں آپکو معاف نہیں کروں گا"

وہ بابا کے جاگتے حواسوں کا منتظر تھا، وہ اٹھ کر بیٹھے تو انیس نے اجنبیوں کی طرح بات کی اور اپنی بات مکمل کرتے ہی وہ دروازے کی طرف بڑھا۔

"انیس"

ابراہیم صاحب کے پکارنے پر وہ رک تو گیا پر پلٹنے کی زحمت نہ کی، اور یہ انیس کو ضروری بھی نہ لگا۔

"فرمایئے"

وہی لیا دیا بے مروت انداز۔

"معاف کر دو مجھے"

وہ بابا کی معافی سنے پلٹا اور انھیں دلچسپی سے دیکھنے لگا۔

"آپکی مجھ سے معافی اک مزاق کے سوا کچھ نہیں۔ اور میں تو آپکے دل اور دماغ کا ناسور ہوں، مجھ سے کیسی معافی، یہ گناہ نہ کریں۔ میرے نہ سہی اس بچے کے باپ بن جائیں۔ آج آپکا امتحان ہے۔ اور آخری وارننگ بھی۔ سو سکتے ہیں اب آپ۔۔۔۔"

وہ اپنے لہجے میں خاموش طوفان سموئے بولا اور کمرے سے نکل گیا، ابراہیم علوی نے بند ہوتے دروازے کو حسرت سے دیکھا پھر سر تکیے پر رکھتے لیٹ گئے اور ستم کہ انکی نیند بھی نہیں اڑتی تھی۔

انیس نے اپنے گندے ترین موڈ کو جیسے تیسے کنٹرول کیا اور اوپر آیا، کمرے میں داخل ہوا تو عرشیہ نماز پڑھنے کے بعد ویسے ہی شال نماز سٹائیل میں اوڑھے کاوچ پر بیٹھی تھی، میٹرس کا لحاف اس نے تہہ کر کے بیڈ شیٹ بھی

ٹھیک کر دی تھی اور اپنے لیے پہننے کے لیے جوڑا بھی نکالا تھا، انیس کے لیے بھی کپڑے نکال دیے تھے۔

"گڈ مارننگ"

وہ فون سائیڈ رکھے جلدی سے اٹھ کر اینگری مین تک جا رکی۔

"مارننگ۔۔ ہم ایک گھنٹے تک نکل رہے ہیں۔ میں بھی شاور لے لوں"

اس سے پہلے وہ اتنے پھیکے لب و لہجے میں بول کر جاتا، عرشیہ نے اسکی بازو پکڑ کر اسے روک لیا۔

"تم نے گڈ مارننگ کیوں نہیں کہا؟"

وہ شکوہ کناں ہوئی، انیس نے اسکے تر و تازہ چہرے کو اپنی تپتی آنکھوں سے دیکھتے انھیں ٹھنڈک پہنچائی۔

"اس لیے کہ میری مارننگ گڈ نہیں ہوئی۔ ہٹو یار"

وہ اسکا ہاتھ اپنی توانا بازو پر سے پکڑ کر ہٹاتا تابنا مزید کچھ سنے ٹاول اٹھا کر واش روم گھس گیا، عرشیہ نے بند ہوتے دروازے کو دیکھتے اپنی گردن پر ہاتھ گھبرانے کے انداز میں پھیرا۔

"شاید میرے مسلسل انکار پر تپ گئے ہیں بھوکے شیر"

وہ خود ہی سوچتی اپنے کپڑے اٹھا کر چینجنگ روم کی طرف بڑھ گئی، دس منٹ تک وہ باہر آئی تو بہت ہی پیاری مٹیار بنی ہوئی تھی۔ کالا سادہ کرتا جس پر ہلکی سی سرخ کڑھائی نفاست بڑھا رہی تھی ساتھ کالی گھیر دار شلوار جن کے پائنچے پر باریک کام اسے مزید خوبصورت بنا رہا تھا جبکہ سرسوں رنگ دوپٹہ پورے لباس کو دلکش کنٹراسٹ دے رہا تھا، کپڑا کوئی گرم فیبرک تھا جبکہ عرشیہ نے کالا گھسہ نکالا تھا، سرسوں رنگ کی شال گرم پشمینہ فیبرک کی تھی۔

وہ ڈریسنگ ٹیبل کے کنارے آ کر رکی اور لہرا کر اپنا سوٹ دیکھا، یہ ان کپڑوں میں سے ایک اور ڈریس تھا جو انیس نے اون لائن خریدا، اور یہ آخری خریدا گیا جوڑا تھا جو کافی مشرقی ٹچ لیے ہوئے تھا۔

وہ اپنے بالوں میں برش پھیرنے کے ساتھ عصر کو لوکیشن بھی بھیج چکی تھی، ایڈریس بھی جو نیچے ہی انکا منتظر تھا۔

انیس نے نہا کر چینج کیا اور بلیک پینٹ کے ہمراہ ہم رنگ ویسٹ پہنے، ٹاول سے اپنے سر کے بال رگڑتا باہر نکلا تو اسکی آنکھیں بے ساختہ اس چمکتے دوپٹے والی پر جا ٹھہری جو منہمک انداز میں اپنا کیجول میک آپ کر رہی تھی۔

"یا اللہ مجھے صبر دے"

وہ اسکی توبہ شکن تیاری پر لب بھینچ کر رہ گیا کیونکہ عرشیہ اس طرح سج رہی تھی جیسے عصر کا آج ہی ولیمہ بھی نمٹانے والی ہو۔

"صبر تو آدمی کا دشمن ہے۔۔۔ آدمی صبر کیسے کر پائے"

وہ ادا سے شعر سناتی مسکائی مگر انیس نے اپنے بال رگڑنے کے بیچ اسکے حسن سے آنکھوں کے سنگ خوب چھیڑ خانیاں کیں، وہ اپنی بلیک ہائی نیک نکال کر پہنتا بس اسے ہی دیکھ رہا تھا جو اب اپنے لبوں پر مصوری کے جوہر دیکھا رہی تھی۔

"آج مطلع ابر آلود سا ہے۔ کوئی کھینچا کھینچا نک چڑھا کیوں بنا ہوا ہے صبح صبح؟"

وہ آئینے کے پار سے انیس کو گھڑی پہنتا دیکھے مسکرائی، پھر اپنے کانوں میں بہت ہی چھوٹے ائیر سٹڈ پہننے لگی، انیس نے اپنی جیکٹ نکالی۔

"تم چپ کرو"

وہ کاٹ کھانے کو دوڑا۔

"ہیں؟ تم غصہ کیوں ہو انیس۔ میری کوئی بات بری لگی؟"

غور کرنے پر اسے انیس غانم علوی گرم توے پر بیٹھا ملا تبھی تو وہ تیاری چھوڑ کر اسکے سر پر آ رکی، ایک ائیر سٹڈ وہ وہیں سنگار میز پر دھرا چھوڑ آئی۔

"تمہاری بات؟۔ ہاں تمہاری بھی لگی پر ابھی مجھے مہویر اور ہمارے مشترکہ سسر پر غصہ ہے۔ ہٹو سر سے ابھی"

انیس کے آگ بگولہ ہو کر اٹھنے پر وہ جان بوجھ کر اسکی راہ میں حائل ہوئی۔

"بابا پر؟ بابا نے جو تمہیں دھکا دیا تھا اس پر میں نے انکو اچھے سے سمجھایا تھا ناں۔ اب کیوں غصہ ہو۔ ادھر دیکھو۔ پر سکون ہو کر بتاو۔ میں ہوں ناں۔ بس بال کھولنے کی دیر ہے تمہارا غصہ دفع دور ہو جائے گا"

وہ دونوں ہاتھوں میں اسکا چہرہ بھرتی اسکے اشتعال بھرے موڈ کو پلوں میں نرم کر گئی۔

"کچھ لمبی کہانی ہے۔ واپسی پر بتاتا ہوں۔ اور خبر دار بال کھولے۔ اچھی سی چوٹی باندھو، ہم عجیب و

غریب لوگوں کے بیچ جا رہے ہیں۔ ماسی بنا کر لے جاوں گا تمہیں تا کہ کوئی تمہیں نہ دیکھے"

وہ اسکی آفر کو ایسے رد کرے گا عرشیہ تمام تر برہمی کے ہنس پڑی۔

"ماسی بنوں گی پر تم بھی ماسا بنو پھر۔ گندے مندے بن کر چلو میرے ساتھ"

وہ اسکے اطراف ہاتھ لپیٹ کر لاڈ پر اتری، انیس نے اسکے میک آپ سے کچھ زیادہ ہی دمکتے چہرے کو بغور دیکھا، سکن تو عرشیہ کی ویسے بھی بہت اچھی تھی لیکن یہ لڑکی میک آپ سے اپنا چہرے کی جلد گلاس بنا لیتی تھی، اک بھی پور دیکھائی دینا ناممکن تھا۔

"میں نے تو کوئی تیاری نہیں کی۔ بس نہایا ہوں۔ اب یہ چینج کیا ہے"

انیس کی سادگی اور کیوٹنس پر وہ ابھی ابھی سجائے ہونٹوں کو اسکی گال پر رکھتے ساری گلوسی لپ سٹک اسکے گال پر لگاتی دور ہوئی۔

"وہی تو۔ جب تم ماسا نہیں لگ سکتے تو میں ماسی کیسے لگ سکتی ہوں۔ ہاں تمہاری فرمائش پر میں بالوں کی چوٹی ضرور بنا سکتی ہوں۔ اور دیسی لک کے لیے سر پر اچھے سے دوپٹہ بھی اوڑھے رکھوں گی۔ تم کہیں کالا ٹیکہ لگا دینا، کوئی نہیں دیکھے گا مجھے۔۔۔"

وہ سہولت سے مشورہ تھما گئی، اسکی گال پر لگی لپسٹک انگوٹھے سے صاف کی، انیس نے سر ہلایا اور مسکرا کر اسکے گلوس سے محروم لبوں پر انگوٹھے کی پور سہلائی اور یہ کرتے عرشیہ نے اسکی آنکھوں میں جو شدت دیکھی وہ بہت سنگین تھی۔

"تم مجھے تو دیکھنے دو خود کو۔ میرا پورا حق ہے تم پر"

انیس نے اس کے لبوں پر انگوٹھا ہلکے سے پھیر کر اپنے جذبات قابو میں کرنے چاہے پر شکوہ اس شخص کے ہونٹوں پر خود بخود مچل گیا۔

"تو دیکھو ناں۔۔۔ لیکن زرا احتیاط سے"

وہ اسکا ہاتھ پکڑ کر اپنے ہونٹوں سے دور سرکا کر ادا سے مسکاتے بولی، گویا کسی کے ضبط کا امتحان لیا گیا۔

"نہیں دیکھنا۔ تیاری مکمل کرو۔ نکلتے ہیں"

وہ اسکی ٹھوڑی پکڑ کر اسکے چہرے کو اپنے سامنے کرتا اس لڑکی کے نچلے ہونٹ کے خم پر آہستگی سے جھک کر ہلکا سا لمس بکھیرتا اسے خود سے کچھ سوچ کر دور کرتا نہ صرف پلٹا بلکہ جا کر صوفے پر بیٹھ کر اپنے پیروں میں موزے چڑھانے لگا، عرشیہ نے اسکی یہ نئی نئی بے مروتیاں اور ادائیں دیکھ کر اپنے دل کو بے لگام دھڑکنے سے روکا اور پلٹ کر اپنی بقیہ تیاری مکمل کرنے لگی پر اب وہ سرخ رو بنا بلش ہوئے جا رہی تھی۔

"میں تمہارے کس کس انداز پر دل کو لٹنے سے روکوں انیس غانم علوی"

وہ اپنے ائیر سٹڈ پہن کر بالوں میں برش پھیرنے کے بیچ انیس کو ہی تاڑ رہی تھی جو موزے پہننے کے بعد شوز پہن رہا تھا، عرشیہ نے ڈھیلی سی چوٹی بنائی، لپسٹک لگائی، انیس نے نظریں عرشیہ کے سراپے پر ڈالیں، عرشیہ نے اسکی نگاہوں کی گرم تپش محسوس کرتے ہی فورا نظریں چرائیں۔

"ایسی تیاری تب کرنا لُما جب کل کو ہم اپنے

بیٹے کی دلہن اغوا کرنے جائیں گے"

وہ دوسرے پیر میں بھی شوز پہنتا اسکی تیاری پر چوٹ کر گیا۔

"میں ہمارے بیٹے کو تم جیسا غنڈا بننے دوں گی کیا دل و جان کے لٹیرے۔ ہر گز نہیں! وہ تو بس حکم کرے گا اور اسکی محبوبہ خود اسکے سامنے دل و جان لیے حاضر ہو جائے گی"

عرشیہ نے بہت مان سے اپنے فیوچر کے بچے کے ابھی سے اثرات و جلوے بیان کیے تو انیس نے شدید بد مزہ ہوتے عرشیہ کو دیکھا۔

"لڑکیاں بہت ٹیر ھی ہوتی ہیں، جس انسان کے لیے تڑپ تڑپ کر مر رہی ہوتی ہیں اسے بھی بتانا اپنی شان کے خلاف سمجھتی ہیں۔ ہمارے بچے کو بھی یہی پاپر بیلنے ہوں گے میرے والے۔ بس وہ شادی شدہ ہو کر بھی کنوارہ نہ پھرتا رہے، دعا ہے میری۔ بڑی آئیں یہ محترمائیں اک حکم پر دل و جان حاضر کرنے والی۔ تم نے کیا کوئی حاضر اپنا دل و جان؟ خود بتاو؟"

انیس نے اپنی تیاری مکمل کی اور فون جیکٹ کی اندرونی جیب میں ڈالتا بولا تو وہ اسکے شکوے پر بے اختیار چلتی ہوئی انیس کے پاس پہنچی۔

"لو حاضر ہوں"

وہ اسکے سر پر آر کی پھر وہیں اسکے قدموں میں بیٹھی تو انیس نے نفی میں گردن ہلاتے اسکی خود سپردگی کے انتہائی سنجیدہ فیصلے کو مزاق میں اڑایا۔

"ایسے کیسے۔ ہر گز نہیں"

وہ اسکا ہاتھ پکڑ کر نیچے سے اٹھاتا خود بھی اٹھا تو عرشیہ کی آنکھوں میں اداسی کی لکیر سی کھینچ گئی۔

"پھر کیسی حاضری چاہیے تمہیں میری؟"

وہ سمجھ نہ سکی تبھی یہ سوال بھی انیس سے پوچھ لیا۔

"چھوڑتے ہیں اس ٹاپک کو ابھی۔ عصر کا معاملہ اہم ہے"

وہ بات ٹال گیا مگر عرشیہ نے باہیں اسکی گردن میں پرو لیتے اسے بات کاٹنے نہ دی۔

"سب سے اہم ہم ہیں انیس۔ تمہارے لیے میں اور میرے لیے تم۔ بتاو مجھے۔ کیا تکلیف ہے۔ کیوں چڑے ہوئے ہو۔؟"

وہ اسکے نیچے سے سمٹے بال دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر سمیٹ لیتا عرشیہ کی گردن زرا سی اوپر اٹھنے پر اسکی آنکھوں میں جھانکا جہاں بے چینی اور سوال ایک ساتھ ہلکور رہے تھے۔

"کوئی بھی تکلیف نہیں ہے۔مجھے لگتا ہے میں ایک دن سب کچھ ٹھیک کر لوں گا سوائے ہمارے اس رشتے کے۔اظہار محبت ہونے کے بعد بھی تم مجھ سے بہت دور ہو، کیا تمہیں یہ عجیب نہیں لگ رہا؟"

وہ جو سنجیدہ اور تشویش زدہ تھی، یکدم آنکھوں میں امڈتی خوشی پر مسکرانے لگی، وہ بھی الجھا کہ اس میں مسکرانے کی بھلا کیا بات تھی۔

"دور ہوں میں انیس؟ آنکھیں کھول کر دیکھو۔۔۔میں تمہارے سب سے قریب ہوں۔مجھے ایک سال نہیں چاہیے۔ہنی مون پلین کرو تاکہ ہم کچھ دن یہاں سے دور جا سکیں۔زیادہ نہ سہی ایک ماہ ہی سہی۔مجھے اپنے بچے کی

ماں بنی دیکھو گے تو یہ سب الٹا سیدھا نہیں سوچو گے۔ پھر میں تمہیں اپنا حصہ نظر آوں گی"

انیس کی پلکیں خوشگوار حیرت سے اوپر کو اٹھیں، وہ خطرناک حد تک سنجیدہ لگ رہی تھی۔

"ابھی نہیں۔ مارچ کے بعد پلین کریں گے یہ سپیشل ٹور۔ میرا وہ مطلب نہیں تھا جو تم سمجھی ہو۔"

انیس نے مسکراہٹ ہونٹوں کے بیچ دباتے شرارت سے کہا تو وہ منہ پھلا گئی۔

"قریب ہم آ نہیں سکتے فزیکلی، دور تمہیں میں لگ رہی ہوں خوامخواہ۔ تبھی PGT جلدی کروانے کی آفر کی ہے۔"

وہ نروٹھے پن سے بولی تو انیس کی ساری ناراضگی اسی آفر پر ختم ہو گئی، بلکہ ٹوٹ کر پیار بھی آیا۔

"میں اور طرح کے قریب آنے کی بات کر رہا ہوں"

عرشیہ نے انیس کی اس بات پر گھبرا کر اسکی آنکھوں میں دیکھا، انیس کی نظریں پھر سے اسکے نرم و ملائم خدوخال پر اٹکی تھیں۔

"م۔مجھے اس اور طرح کا کیا پتا۔۔۔تم نے بتایا بھی تو نہیں۔ خیر ہمیں چلنا چاہیے۔ یہ معاملہ نمٹا کر ہمیں واپس بھی آنا ہے۔ ہولڈ نگز میں بہت اہم میٹنگ ہے ایک بجے۔"

وہ نروس ہوتی اسکے حصار سے نکلی، اپنا اک سرسری سا آئینے میں دیکھتے جائزہ لیا اور انیس کے سحر سے خود کو دھکیل کر نکالتی وہ اسکے پاس سے گزرنے لگی جب انیس نے اسکو بازو پکڑتے روکا، عرشیہ نے بوکھلائی سی نگاہ انیس کی آنکھوں پر جمائی۔

"تم میری تھوڑی نہیں، بہت زیادہ ہونا چاہتی ہو۔ تبھی یہ گریز برتے جا رہے ہیں لُما۔ حالانکہ میری چھوٹی سی خواہش تو صاف شفاف تم تک پہنچ رہی ہے"

وہ اسکے الفاظ کی تمازت پر نظریں حیا سے جھکا گئی۔

"اگر تمہیں یہ سکون دے تو اسی کو سچ سمجھ سکتے ہو۔ کیونکہ سچ بھی کچھ ایسا ہی ہے۔ کوئی بھی لڑکی اس سٹیج میں کم پر قناعت نہیں کر سکتی۔ میں تو پھر تمہارے لیے ہوں بھی بہت پاگل۔ تمہیں میرے گریز سپیشل فیل کروا رہے ہیں ناں انیس؟ تبھی تم زبردستی نہیں کر رہے۔ سکون پہنچا رہی ہے تمہیں یہ بات کہ مجھے تم پورے چاہیے ہو۔ تمہارے بھی مزے ہیں بھئی۔۔۔"

وہ اسکی خفیف سی سلگی ٹون پر نا صرف مسکرایا بلکہ عرشیہ کو اپنے سینے کھینچ کر لگاتا ہنس پڑا، یہ لڑکی سچ میں اکلوتا ہی مینٹل پیس تھی۔

"ہنس لو ہنس لو۔۔۔اس ٹریٹمنٹ کے بعد میں تمہیں بتاوں گی اس ہنسی کی قیمت۔بد تمیز انسان"

وہ اسکے سینے میں منہ چھپائے سخت افسردہ ہو کر منمنائی مگر انیس کا اسے اپنے سینے بھینچ کر اپنے دل میں جذب کرنا عرشیہ کو بھی راحت دے گیا، تبھی وہ سنبھل گئی۔

"تم بہت پیاری ہو لُما، ہاں کچھ ایسے ہی سچ ہیں میرے جو مجھے میری خواہش دبنے کے باوجود سکون پہنچا رہے ہیں۔ہم اس دنیا کا ریئر کپل ہیں۔ہماری محبت بھی کچھ یونیک ہی ہونی چاہیے، بہت پیار کرتا ہوں تم سے۔بہت زیادہ۔۔۔"

وہ اسکی آنکھیں دیکھتا جذب و محبت سے بولا اور عرشیہ کا دل تھما ہوا اچانک دھڑکنے لگا تھا، وہ اس کا پیار ہونے پر ساری افسردگی بھول گئی۔

"کب سے کرتے ہو؟"

عرشیہ کی آواز میں نمی تھی۔

"جب سے تمہیں دیکھا ہے"

وہ اس کے گال کو لبوں سے چھو کر مسکرا دیا۔

"کب دیکھا تھا؟"

وہ بیتاب تھئ، یہ جاننے کو کہ دو سال کہے گا۔

"یاد کر کے بتاوں گا"

انیس نے پر خمار لب و لہجے میں ارادہ بنایا اور اسکے ہونٹوں پر جھکنے ہی لگا جب عرشیہ نے اپنے ہونٹوں تک آنے والے انیس کے اس پیار کو اپنا چہرہ پھیر کر ملائم گال کی اوٹ میں سمیٹ لیا۔

"عرشیہ۔باز آو گی یا نہیں؟"

وہ روبرو ہوا، ناراضی جتائی، اسکا یوں سلگنا عرشیہ کو سرور دے گیا، وہ پھر سے جھکا، مگر دوبارہ عرشیہ نے اس کی جھکتی قربت کو شرمیلے انداز میں دوسرے رخسار کی پناہ دے دی۔

"کیا چاہتی ہو تم؟ زبردستی کروں؟"

وہ اس بار دوگنا تپ چکا تھا، عرشیہ کی آنکھیں تسکین کا دوسرا نام بنیں جب وہ روبرو ہوئے گھور کر بولا۔

"کیا تم مجھ سے زبردستی کر سکتے ہو؟"

وہ اسکی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے غرور کے سنگ بولی۔

"نہیں کر سکتا۔ کیونکہ جانتا ہوں تم چاہتی ہو میں بھی تمہارے پیچھے پاگل ہو جاوں۔ ٹھیک ہے ہو جاوں گا۔ تم ایسا چاہتی ہو تو ایسی چاہت پر قائم بھی حوصلے سے رہنا۔"

وہ قریب آیا تو اس نے نخرے سے ٹھوڑی اٹھا کر اس کے حوالے کر دی یہ بتانے کو کہ وہ باز نہیں آئے گی، انیس نے پیار سے اسکی ٹھوڑی کے خم کو چوما اور اسے اپنی بازوؤں سے آزاد کیا پھر اپنا ہاتھ پھیلایا جسے عرشیہ نے غرور سے تھاما۔

"میرے حوصلے کی تو پوچھو ہی مت سڑو۔ تم جیسی ہاٹ اینڈ سپائسی چیز کے ساتھ اب تک صبر سے ہی رہ رہی ہوں۔"

وہ اسکا ہاتھ تھامتی ادا سے کمرے سے نکلی، انیس نے مسکراہٹ ہونٹوں میں اس رشک پر داب لی، مسٹر اینڈ مسیز علوی ایک ساتھ نیچے آئے تو عصر زمان پہلے ہی تیار کھڑا تھا، اسکے چہرے کی گھبراہٹ دیکھ کر انیس اور عرشیہ نے اسکی یہ بے قراری دیکھ کر سمائل دی، عصر کی حالت لمحہ لمحہ گننے جیسی تھی، کہ بس آنکھیں بند کر کے کھولے اور سامنے فجر جبرئیل ہو۔

"کب سے انتظار کر رہا ہوں۔ کہاں رہ گئے تھے آپ دونوں؟"

عصر کی بیتاب نگاہیں اس خوبصورت کپل پر جمیں تو لب خود بخود شکوے میں پھیلے، عصر کی تڑپ دیکھتے انیس نے محظوظ سمائل دی، ابھی کچھ دیر پہلے تک عصر زمان کا یہ بیان تھا کہ اسے فجر جبرئیل نہیں چاہیے۔

"ہم پلاننگ کر رہے تھے۔ کہ کسطرح جا کر سارا ایکشن پلین دینا ہے۔ تو پھر عصر زمان! تیار ہو"

عرشیہ اب یہ تو نہیں بتا سکتی تھی وہ انیس کے کِس مشن کو مسلسل ناکام کرنے کی سازش میں مصروف تھی تبھی اک ہنستا مسکراتا شرارتی جواب دے کر بری الزمہ ہوئی۔

"میں تیار ہوں لیکن تھوڑا نروس بھی ہوں۔ میری خیر ہے پر آپ دونوں کو آنچ بھی نہیں آنی چاہیے"

عصر نے خلوص و محبت میں ڈھیر سی فکر ملاتے فیصلہ سنایا جس پر وہ دونوں ہی اسے جواباً گھورتے ملے، کیونکہ عصر نے ایک ناقابلِ برداشت بات کی تھی۔

"تمہاری کیوں خیر ہے عصر زمان! سڑی باتوں سے گریز برتو آج کے دن۔ کیا پتا آج کے دن کا اختتام تمہارے سنگل سے مِنگل ہونے پر ہو"

انیس نے امید افزائی کی مانو حد کی، اتنی پازیٹیوٹی کہ عرشیہ اور عصر کو باقاعدہ انیس کے اس جملے کے بعد اسے مہربان نظروں سے ٹکٹی باندھ کر دیکھنا پڑا کہ واقعی یہ الفاظ اسی منہ سے ہی جھڑے ہیں ناں یا کانوں کو ویسے ہی الٹا کچھ سنائی دے گیا۔

"اسے ان لوگوں سے بچالیں یہی کافی ہو گا آج کے لیے۔ اور اتنی جلدی نہیں کرنی مجھے شادی۔ وہ اس سب سے مینٹلی بہت ڈسٹرب ہونے والی ہے۔ اس لیے سب سے پہلے اسکا سکون و اطمینان اہم ہو گا"

عصر کی بات سنے، اسکے جذبات کی صداقت پر عرشیہ اور انیس کی کیوٹ بَنی والی سمائل عصر کو بھی سمائیل دے گئی لیکن بہر حال وہ ٹینس تھا۔

"یہ تم ہی ہو ناں؟ جو کچھ دیر پہلے تک رٹ لگائے بیٹھے تھے کہ مجھے فجر نہیں چاہیے؟"

انیس کو کیڑا نہ کاٹتا طنز کا تو اسے انیس کون کہتا، عرشیہ نے اسے ٹھوکا رسید کیا کہ کیا بچارے عصر کو اس وقت نادم کرنا ضروری ہے۔

"مجھے وہ چاہیے اور دل و جان سے چاہیے۔ اب جب آپ دونوں نے میرے لیے جان و مال داو پر لگا ہی دیا ہے تو میں بھی اپنے اندر کا شیر جگا چکا ہوں۔ اور غیرت مند مرد بھی۔ لیکن پلیز مجھے سب کرنے دیجئے گا۔ آپ دونوں ان وحشیوں سے زیادہ مت الجھیے گا۔ پرامس؟"

عصر نے بیقرار نگاہوں کے حصار میں پہلے عرشیہ کو لیا پھر انیس کو لیکن وہ کسی سنجیدہ جواب کو دینے کے موڈ میں نہ تھے، انکی آنکھوں سے مشترکہ مستی کے رنگ جھلک رہے تھے۔

"وہاں جا کر دیکھیں گے کہ ہمیں چپ رہنا ہے یا اس شیر کے شانہ بشانہ کھڑے ہونا ہے۔"

وعدہ تو نہ لیا پر انیس نے اسے مضبوط برادرانہ ہمت ضرور بخشی۔

"یار میں آپ دونوں پر اپنی وجہ سے آنچ بھی نہیں سہہ سکتا۔ سمجھیں ناں۔ وعدہ دیں پلیز"

وہ بے حد تکلیف سے منت کر اٹھا، عرشیہ کو اسکی حالت اور بے بسی سمجھ آ رہی تھی۔

"ٹھیک ہے وعدہ کر رہے ہیں ہم۔ سکون میں آجاو۔ کوئی جنگ نہیں ہے یہ۔ ہم بس جائیں گے، فجر کی قیمت ان لوگوں کے منہ پر ماریں گے اور اسے ساتھ لے کر واپس آجائیں گے۔ یہ اتنا ہی سادہ ہو گا"

عرشیہ کے وعدہ لینے پر انیس نے سخت مایوسی سے اپنی زوجہ کی جانب دیکھا کہ اسے کتنی جلدی تھی وعدہ لینے کی، پھر ان بہن بھائیوں کا پیار جو کہیں بھی

امڈ آتا تھا، وہ انیس کا ہاتھ چھوڑتی آگے آئی اور عصر کی آنکھوں میں دیکھ کر مسکراتے بولی، اسکی بازو پر ہاتھ پھیر کر سہلائی تاکہ اس کی نروسنیس کم ہو سکے۔

"یہ اتنا سادہ نہیں ہو گا۔ تم دونوں فنٹسی سے نکل آو۔ دو روپے کے بہن بھائیوں والی جھوٹی تسلیاں مت دو ایک دوسرے کو"

انیس نے ان دونوں کو جھوٹی امید سے زرا دیر خوش بھی ہونے نہ دیا اور بچاروں کو حقیقت پسندی کی دنیا میں پٹخ دیا، عصر کی شکل مرجھاتی دیکھ کر عرشیہ نے سانڈ سی گھوری اس قینچی جیسی زبان والے انیس کو دی۔

"ٹھیک ہے آجائیں نکلتے ہیں"

وہ بچارا مایوس سا ہوئے وہاں سے گیا تو عرشیہ نے زور کی چٹکی انیس کے پیٹ پر دے ماری۔

"انیس! باز آو گے یا مکاماروں تمہیں۔ تم عصر کی پریشان اتری شکل نہیں دیکھ رہے تھے۔ اسے حوصلہ دینے کے بجائے اسکی ہمت پست کر رہے تھے۔ کیسے بھائی ہو ہاں؟"

ایک تو یہ چٹکی والا دردناک ٹارچر سہنے کے بعد عرشیہ کی تپش چھوڑتی آنکھوں میں ناراضگی اتر آئی، انیس نے ایک ہی جھٹکے سے عرشیہ کی بازو دبوچ کر اپنے قریب کھینچا تو لمحہ لگا وہ بھیگی بلی بنی اسے منمنائی نگاہوں سے دیکھنے لگی۔

"جھوٹ اور فریب کبھی تسلی نہیں دے سکتا۔ اس میں ہمت آنے دو تھوڑی، کیا بھیگا بلا بن کر لائے گا وہ فجر کو۔ مرد بننے دو، اور مرد تسلی سے نہیں، حقیقت سے بنتے ہیں۔ سمجھ آئی میری بات لُما؟"

وہ اسکی عقل میں یہ بات پیار سے بھی سمو سکتا تھا پھر اس طرح تیندوے کی طرح غرانے کی کیا ضرورت تھی بھلا۔

"سڑو"

وہ منہ پھلا کر گھوری اور اپنی بازو بھی جھٹک دی۔

"سڑو کی جان"

انیس نے اسکے پھول جاتے گال پر ہونٹ رکھتے، کِس کر کے عرشیہ کی آنکھوں کے گوشے متبسم کیے۔

"ہنہ۔ہٹو پرے۔بڑے آئے حقیقت پسند۔اب چلو ورنہ اس بچارے کی ہمارے انتظار میں ہی روح فنا ہو جائے گی۔فجر تک پہنچنا تو دور کی بات ہے"

وہ اسے اس رومانس سے سختی سے منع کر گئی۔

"تو چلو کس نے روکا ہے؟تمہارا ہی رومانس ختم نہیں ہو رہا عرشیہ"

انیس نے تفاخر سے گردن اکڑائے ملبہ سارا عرشیہ پر ڈالا تو وہ جو آگے بڑھ گئی تھی، انیس کی اس گل فشانی پر تھم کر رکی پھر پلٹی جہاں انیس کا چہرہ کسی نئی شرارت کا ترجمان بنا ہوا تھا۔

"میرا نہیں ہو رہا ختم؟ سیریسلی؟ پاریاں تو تمہاری بہہ رہی ہیں ٹھاٹھیں مارتے سمندر کی طرح۔ کتنے گدھے ہو تم۔"

انیس نے اسکو پکڑ کر باہر کی راہ دیکھائی۔

"ہاں جتنی گدھی ہو تم میں اتنا ہی گدھا ہوں"

انیس نے فلائنگ کِس کرتے خود بھی باہر کا رخ کیا پر عرشیہ نے اس بار اسکی گردن کے پاس چٹکی کاٹی، لیکن انیس نے مسکرا کر بخش دیا کیونکہ یہ بلی بس ایسے ہی معمولی پنگے کر سکتی تھی، اتنی ہی جان تھی اسکی، اور اسکے یہ پنگے انیس کے توانا وجود کو کتنا ہی نقصان دے سکتے تھے بھلا۔

بہر حال وہ تینوں اللہ کا نام لے کر روانہ ہو چکے تھے، ہلکی ہلکی روشنی پھیل رہی تھی، اس صبح کے مبارک وقت ان سب نے ایک نیک مقصد کے لیے سفر شروع کیا تھا، دیکھنا یہ تھا کہ اسکا انجام کیا ہوتا ہے۔

.._____..

ڈاکٹر کو بلوایا گیا تھا، وہ موساب کا معائنہ کر رہا تھا کیونکہ عاصم نے زندگی بھر کا غصہ، عتاب اور وہشت سب کچھ ہی اس خبیث پر اگل دیا تھا، وہ تو موساب کو مار ہی ڈالتا اگر مہویر نے بروقت کال کر کے اسے روکا نہ ہوتا۔

"میرے اندر آگ لگی تھی مہویر۔ میری بیٹی کو اتنی اذیت دینے والا یہ مردود جب تک میرے ہاتھوں لہولہان نہ ہوتا، بتاو کیسے مٹتی وہ آگ۔ معاف کرنا تمہیں دھوکہ دیا لیکن میں بے بس تھا مہویر"

شمریز پاشا کے بنگلے کے ارد گرد مہویر اور علیم خان کے لوگوں نے گھیرا ڈال لیا تھا، ہر آدمی کو مہویر نے اچھے سے سمجھا دیا تھا کہ یمل ملک کو کسی قسم کا

نقصان نہ ہو، وہ سب بس مہویر کے اشارے کے منتظر تھے، جبکہ مہویر نے عاصم کے لہجے کی بے بسی بھی سمجھی۔

"سمجھ سکتا ہوں لیکن وہ اتنی آسان موت کا مستحق نہیں۔ اس نے میری پوری زندگی تباہ کی۔ میں اسے اسکی خود سزا دوں گا۔ پلیز آپ اب جائیں اور دوبارہ ایسا کچھ مت کیجئے گا۔ منائم کے پاس جائیں"

مہویر کے لہجے میں تاسف اور اصرار تھا، ویسے بھی موساب کو اپنے حصے کی ساری ڈوز عاصم دے چکا تھا، سو ٹڈ بوٹڈ گریس فل سلجھا آدمی اس وقت بپھرا شکاری لگ رہا تھا، یہ اولاد کی تکلیف بھی کیسی عجیب شے ہے، ایک باپ کو کیا سے کیا بنا دیتی ہے، بھلے عاصم نے ساری زندگی اک لاپرواہ باپ بن کر گزار دی ہو لیکن کچھ دنوں سے وہ سچ میں اچھا باپ بنتا جا رہا تھا، وہ اپنے بچوں کی کیئر کرنے لگا تھا، ایسا انسان جسے اپنے سوا کوئی نظر نہ آتا ہو، وہ اب اپنے سوا بھی اپنے بچوں کی فکر کر رہا تھا تو یقیناً یہ اس میں اک اچھا بدلاو تھا اور مہویر اسکا سب سے زیادہ معترف تھا۔

"ٹھیک ہے جارہا ہوں۔ لیکن مجھے اس ہوسپٹل کا پتا چاہیے جہاں فاطمہ ہے۔ میں اس سے پوچھنا چاہتا ہوں آخر اس نے میرے ساتھ یہ کھیل کیوں کھیلا۔"

مہویر نے نرمی سے سر اثبات میں ہلایا۔

"ٹھیک ہے میں بھیجتا ہوں لیکن پلیز مزید کوئی بیوقوفی مت کیجئے گا۔ اور منائم کے پاس کون ہے؟"

اس وقت بھی مہویر کو بس منائم کا ہی خیال تھا، یہ عاصم کے غصے پر ٹھنڈی پھوار ثابت ہوا۔

"خضر کو کہا ہے محراب کو چھوڑ جائے ہوسپٹل۔ تم بے فکر رہو۔ میں دو نرسوں کو نگرانی پر لگا کر آیا تھا۔ تم یمل ملک کو لے کر آو، اپنا وعدہ پورا کرو"

عاصم نے کہہ کر رابطہ توڑا تو مہویر نے بھی اک سینے پر جمی مشکل سانس کھینچی، اس وقت یمل ملک اس شمریز پاشا کے بنگلے میں تھا یا نہیں، کچھ پتا نہ

تھا، وہ بس ایک فون ٹریس پر یہاں تک آ گئے تھے، آج بہت دنوں بعد وہ اپنے اصلی خلیے میں آیا تھا، وولف کے خلیے میں، وہی سیاہ کپڑے، چمڑے کے ہاتھوں پر دستانے اور چہرے پر بھیڑے والا ماسک۔

"تم باہر سے اپنے لوگوں کے سنگ نگرانی پر رہنا علیم۔ میں اپنے لوگوں کے ساتھ اندر جاوں گا۔ کوئی باہر بھاگے تو وہ تمہاری ذمہ داری ہے۔ سمجھ گئے"

مہویر نے ائیر فون کے تھرو علیم خان سے رابطہ کیا جس نے فوری فرمابرداری سے سر ہلایا، ہلکی ہلکی روشنی پھیل رہی تھی لیکن ابھی بھی منظر غیر واضح تھے، مہویر میثاق نے اپنی دونوں گنز لوڈ کیں، اس نے گولیوں سے بھری چند میگزین اپنی بلیک جیکٹ کے اندرونی جیبوں میں ڈالیں، بلٹ پروف جیکٹ نیچے پہن رکھی تھی، باقی سب لوگ بھی ہر طرح کی تیاری کے ساتھ آئے تھے۔

"علیم خان۔ اپنے آدمی سے دوربین کی ابڈیٹ لو"

مہویر کی کان میں پڑتی آواز پر علیم خان نے سامنے گھنے درخت کے تنے پر چڑھے آدمی کو اشارہ کیا جس نے انگوٹھا دیکھا کر اندر موجود سیکورٹی کا بتایا کہ کہاں کہاں کتنے لوگ نگرانی پر فائز ہیں۔ سیکورٹی چارٹ مہویر کو اپنے فون کی سکرین پر فوری موصول ہوا جس سے اسے اندازہ ہو گیا کہ کس کس ڈائریکشن پر شمریز پاشا کا آدمی موجود ہو سکتا ہے۔

جبکہ اندر اس بنگلے کے ایک لگژری کمرے میں یمل ملک نیند سے جاگ تو چکا تھا لیکن وہ ہاتھ میں ٹوٹی کانچ کی بوتل لے کر شمریز پاشا کی طرف دیکھ رہا تھا جو اسے دیکھنے آیا تھا مگر یمل کو ایسا لگ رہا تھا وہ بھی اسے موساب کی طرح نقصان پہنچائے گا۔

"پر سکون ہو جاو بچے۔ میں تمہارے موساب انکل کا بیسٹ بڈی ہوں۔ وہ کسی ضروری کام میں مصروف ہیں تبھی اس نے کہا میں کچھ دن اسکے بیٹے کو اپنے ساتھ رکھ لوں۔ پھینک دو یہ، لگ جائے گی"

شمریز پاشا نے بہلا پھسلا کر اس سہمے چودہ سالہ یمل ملک کو شانت کرنے کی کوشش کی پر وہ حقارت سے اسے دیکھنے لگا۔

"نہیں ہے وہ میرا باپ، نہ میں اسکا بیٹا ہوں۔۔۔مجھے یہاں سے جانے دو ورنہ میں خود کو مار دوں گا۔ جانتا ہوں اس کتے نے مجھے اب تمہارے پاس بیچا ہے۔ تم لوگ شکل سے ہی گندے لگ رہے ہو۔ جانے دو مجھے کیونکہ میں مر گیا تو تم لوگوں کے کسی کام کا نہیں رہوں گا۔"

یمل ملک کی آنکھوں میں ان لوگوں کے لیے اتنی نفرت تھی یقیناً یہ بے وجہ نہ تھی، پتا نہیں وہ موساب اس بچے کو کتنا ٹارچر کرتا رہا ہو گا۔

شمریز پاشا کے لبوں پر مکروہ سی مسکراہٹ پھیلی ہی تھی کہ اچانک باہر کے لان میں کسی چیز کے گرنے کی مدھم آواز گونجی، وہ جی جان سے چونکا۔

"کون ہے؟"

اسی لمحے بنگلے کی بیرونی لائٹس یکایک بجھ گئیں، اندھیرا گھنا ہو گیا، صرف سولر پینلز سے جڑی روشنیاں بنگلے میں باقی رہ گئیں۔

یمل کے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی، مگر شمریز پاشا کے چہرے پر بھی پہلی بار اضطراب ابھرا۔

باہر درختوں کے سائے میں سیاہ لباس میں ملبوس سائے تیزی سے حرکت کر رہے تھے، گیٹ پر موجود تمام سیکورٹی اہل کاروں کو مہویر کی گن سے نکلی گولیوں نے زخمی اور بے سدھ کر دیا، جو ہاتھ آئے انھیں مہویر نے اس بری طرح گردن مڑور کر گرایا کہ وہ سب دوسرا سانس نہ بھر سکے۔

"پوزیشن ون کلیئر۔ بائیں وِنگ کے دو گارڈ نیوٹرلائز۔ علیم، بیک ایگزٹ کور کرو۔"

ائیر پیس میں مہویر کی آواز گونجی جب علیم خان اپنی آدھی ٹیم کو گیٹ کے باہر چھوڑتا ہوا مہویر کی پیروی میں آگے بڑھا۔

بنگلے کے مین دروازے کے قریب کھڑا گارڈ کچھ سمجھ پاتا اس سے پہلے اس کے ہاتھ سے ہتھیار پھسل چکا تھا، اسکی گردن میں اس زور سے مکا پڑا کہ وہ دلخراش کراہتا ہوا زمین پر لڑھک گیا۔

علیم خان نے بھی آگے سے آتے چھ آدمیوں کو اپنی کسرتی بازووں کے وہ جوہر دیکھائے کہ ان کو سنبھلنے کی مہلت بھی نہ ملی۔

وولف بنگلے کے مین انٹرنس میں اندر داخل ہو چکا تھا۔

سیاہ ماسک کے پیچھے چھپی سیاہ آنکھیں سرد اور اپنے ٹارگٹ پر مرکوز تھیں۔ دونوں گنز اس کے ہاتھ میں متوازن انداز میں جکڑی ہوئی تھیں، وہ نیچے کا لاونج، لیونگ ایریا، اور تمام کمرے کلئیر کرتا علیم خان کو اشارہ دیتے سیڑھیوں کی طرف بڑھا۔

سیڑھیاں چڑھتے قدموں کی آہٹ بھی مشکل سے سنائی دی تھی، اوپر پہنچ کر مہویر نے اپنے کان اس حصے کی طرف لگائے جہاں غیر معمولی ہلچل تھی۔

کمرے کے باہر دو مسلح افراد تعینات تھے۔ایک لمحے میں فلیش گرینیڈ کوریڈور میں لڑھکا، تیز روشنی اور دھماکے کی آواز سے وہ دونوں سنبھل نہ سکے، اگلے ہی لمحے علیم خان نے انہیں قابو کر لیا۔

"کیا ہو رہا ہے باہر؟"

شمریز پاشا نے دروازے کی طرف دیکھا کیونکہ باہر سے عجیب و غریب آوازیں آ رہی تھیں، حالانکہ جس کمرے میں وہ تھا، وہ کمرہ ساونڈ پروف تھا لیکن باہر مچی تباہی کی دھمک اندر تک سنائی دینے لگی۔

ابھی شمریز پاشا اور اسکے لوگ باہر ہوتی ہلچل اور دمک پر توجہ دینے ہی لگے جب دروازہ زور سے کھلا۔

دھند اور بارود کی ہلکی سی بو کے درمیان سیاہ ہیولا اندر آیا، یمل سمیت وہاں موجود ہر فرد کی آنکھیں پھیل گئیں، شمریز کے اندر موجود لوگوں نے گنز

سنبھالیں، شمریز نے جلدی سے پستول نکالا مگر وولف کی گن پہلے سے اس کی پیشانی کی سیدھ میں تن چکی تھی، مہویر نے یمل ملک کو دیکھ لیا تھا۔

"ہتھیار نیچے۔"

مہویر کی آواز مدھم مگر حکم آمیز تھی۔

شمریز نے گولی چلانے کی کوشش کی مگر علیم خان کی گن سے چلتی گولی اس کمینے کے ہاتھ سے پستول گرا چکی تھی۔ وہ کراہتا ہوا پیچھے ہٹا۔

اندر کمرے میں موجود سب آدمی بھی جکڑے جا چکے تھے۔

"معصوم بچوں کو ڈھال بنا کر انکے پیچھے چھپنے والے لوگ، شکاری نہیں ہوتے۔ بیغیرت اور حرام زادے ہوتے ہیں۔ تو بڑا زلیل ہے یا تیرا اوپر کوئی باپ بھی ہے"

شمریز کے چہرے کا رنگ وولف کو دیکھ کر ویسے ہی اڑ چکا تھا۔

یمل اب بھی کانچ کی بوتل تھامے کھڑا تھا، اسکی سانس بے ترتیب تھی لیکن اب وہ ڈرا نہیں تھا، اسے ایسا محسوس ہوا جیسے یہ جو لوگ ہیں یہ برے نہیں ہیں۔

"یمل ملک! میں تمہیں لینے آیا ہوں۔ بوتل چھوڑ دو۔ تم محفوظ ہو۔"

وولف نے آہستگی سے ماسک کے نیچے سے نرمی بھری آواز میں اس سہمے یمل کو دلاسا سا دیا۔

یمل کے ہاتھ اول تو کانپے پھر اس نے وہی کیا، ٹوٹی بوتل زمین پر گر کر کانچ بن کر ارد گرد بکھر گئی، مہویر کے اشارے پر علیم خان نے یمل کا ہاتھ پکڑ کر ان کانچ کے ٹکروں سے دور کیا۔

مہویر نے گن ایک ہاتھ میں رکھی اور دوسرے ہاتھ سے جیکٹ اتار کر یمل کے کندھوں پر ڈالی۔

"اب کوئی تمہیں ہاتھ نہیں لگائے گا۔ تمہیں تمہارے اصل بابا کے پاس پہنچاوں گا۔ ٹھیک ہے"

مہویر کی نرم تسلی پر یمل کی آنکھوں میں آنسو آئے۔

"ایریا سیکیور۔ پولیس کو انفارم کر دیا گیا ہے۔"

ایک آدمی نے عقب سے آکر انفارم کیا ہی جب مہویر نے اپنا ہاتھ شمریز پاشا کی گردن کے گرد اس زور سے جکڑا کہ وہ کھڑا کھڑا زخمی ہاتھ والا آدمی بن پانی مچھلی سا پھڑ پھڑ ا اٹھا۔

"کل جو سامان لوڈ ہوا، کیا تھا اس میں؟ بتا کون ہے تو۔ موساب سے کیا تعلق ہے تیرا"

مہویر نے اس کراہتے شخص سے پہلی اور آخری بار سوال کرتے اسکی گردن تھوڑی دیر سانس لینے کو آزاد کی۔

"ک۔۔کچھ بھی نہیں تھا۔بچوں کے کھلونے تھے۔اسکی فیکٹری ہے ہماری۔۔م۔موساب بس دوست ہے میرا۔ا۔۔اس نے کہا تھا کچھ دن یمل کا خیال رکھوں۔۔۔"

شمریز کے حلق سے پھنسی پھنسی آواز نکلی جس پر مہویر نے اپنے ہاتھ کا دباو اتنا بڑھایا کہ شمریز کا چہرہ سانس کی عدم دستیابی کے سبب پیلا پڑ گیا۔

"میں خود تیرے بارے جانچ کروں گا۔اگر تو وہ نہ نکلا جو تو نے بتایا تو تیری موت ایسی ہو گی کہ موت بھی کانپے گی۔تب تک کچھ ایماندار پولیس آفسران کے انڈر رہے گا تو۔۔۔"

مہویر نے پولیس کے آنے تک یہ معاملہ اپنے لوگوں پر چھوڑا اور وہ یمل کا ہاتھ پکڑتا وہاں سے باہر لایا کیونکہ یمل بہت سہما ہوا تھا،نیچے آکر مہویر نے یمل کو صوفے پر بٹھایا،پھر اسکے لیے کچن سے گلاس میں پانی لا کر اسے دیا۔

یمل نے پورا گلاس چند گھونٹ میں ختم کیا تب بھی وہ بہت ڈرا ہوا تھا۔

"آپ... کون ہیں؟"

یمل نے ہچکچاتے ہوئے پوچھا۔

"وہ... جو وقت پر مدد کو آجائے۔ تمہیں گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ موساب یا اس شمریز جیسے آدمی کا اب تم کبھی منہ نہیں دیکھو گے۔ تم جانتے ہو تم کس کے بیٹے ہو؟"

مہویر نے اپنا ماسک چہرے سے سرکا کر نیچے کیا کیونکہ یمل اس سے زیادہ سہما ہوا تھا، یمل نے تکلیف کے سنگ نفی کی۔

"تم عاصم ملک کے بیٹے ہو۔ نام بھی نہیں سنا؟"

مہویر نے اسکی گال پر لکیر بناتے آنسو کو پونچھا تو یمل نے دوبارہ نفی کی۔

"نہیں۔ کیا میری مما بھی ہیں؟"

یمل کا یہ پوچھتے چہرہ ضبط سے سرخ ہوا اور باخدا اس لمحے مہویر کا دل تکلیف سے پھٹنے کو آ گیا۔

"ہاں۔ لیکن وہ تھوڑی بیمار ہے۔ تمہیں دیکھ کر اچھی ہو جائے گی۔ چلو تمہیں تمہارے گھر پہنچا دوں۔"

اس نے یمل کو ساتھ لیا اور تیزی سے اس تباہ حال بنگلے سے باہر نکلا۔

باہر صبح کی ہلکی روشنی پھیل رہی تھی۔ اندھیرا ٹوٹ رہا تھا جیسے کسی بچے کی قید بھی ٹوٹ گئی ہو، پیچھے یہاں علیم خان بھی پولیس کے لوگوں کے آنے تک رکا پھر وہ لوگ بھی نکل گئے، جبکہ یمل نے پورا راستہ بس روتے ہوئے ہچکیاں ہی بھریں تھیں۔

وہ خفیف سا مہویر سے بھی خوفزدہ تھا۔

"کیا مجھے آپکا فون مل سکتا ہے۔ مجھے عدین کو کال کرنی ہے۔ وہ میرا کل دوست بنا ہے۔ مجھے اس کے پاس چھوڑ دیں۔ ا۔۔ ابھی اچھا محسوس نہیں کر رہا۔ مما بابا کا سامنا ابھی مشکل ہے"

مہویر نے اپنی گاڑی کی سپیڈ دفعتاً کم کرتے گردن پھیر کر یمل کو دیکھا۔

"یہ بہترین ہو گا میرے خیال میں بھی۔ تم تھوڑا ریلکس ہو جانا۔ میں تمہیں عدین کے پاس چھوڑ دیتا ہوں۔"

مہویر کے مسکرا کر بتانے پر یمل حیران ہوا۔

"آپ کیسے جانتے ہیں عدین کو؟"

یمل کا سوال روتوا اور معصومانہ تھا۔

"اسکا بڑا بھائی انیس۔۔۔۔۔"

اس سے پہلے مہویر بات مکمل کرتا، یمل بول اٹھا۔

"جی جی انیس بھائی، جانتا ہوں انھیں بھی۔"

یمل کے جواب پر مہویر کے چہرے کی مسکراہٹ اور گہری ہوئی۔

"جیسے عدین تمہارا دوست ہے ویسے انیس میرا دوست ہے۔"

مہویر کے دوستانہ انداز پر یمل نے یوں سانس لیا جیسے بہت سکون ملا ہو۔

"اوہ۔عدین کے باڈی گارڈ بھی تبھی آپکے ساتھ تھے۔یعنی میں اچھے لوگوں میں ہوں؟"

یمل کی آنکھوں کی تکلیف زائل سی ہوئی۔

"یس!تم اب اچھے لوگوں کے بیچ ہی رہو دعا کرتا ہوں۔پر سکون ہو جاو۔"

مہویر نے اسکے سر کے بالوں میں برادرانہ انداز میں ہاتھ پھیرا جبکہ مہویر کی گاڑی علوی مینشن کے پورچ میں رکی تو یمل نے گھبرا کر اس گھر کی طرف

دیکھا، مہویر باہر نکلا پھر اس نے یمل کی طرف آکر اسکی سائیڈ کا گیٹ بھی کھولا، وہ ہچکچاتا ہوا باہر نکلا۔

عدین جو سکول کے لیے ریڈی ہوئے گھر سے نکلا تھا، پورچ کی جانب یمل کو دیکھتے وہیں سے دوڑ لگاتا یمل تک پہنچا، اور گلے بھی لگایا۔

"واٹ آ یمی سرپرائز! تم میرے گھر کیسے یمل۔ اور آپ بھیو کے دوست ہیں ناں دور والے؟ سب خیریت ہے؟ بھیو بھی بنا بتائے غائب ہو گئے صبح صبح اور اب آپ دونوں یوں اچانک ساتھ؟"

یمل کو اپنے آپ سے الگ کرتا عدین بہت زیادہ سرپرائزڈ تو تھا، لیکن کنفوز بھی تھا۔

"یمل ملک تمہارے پاس آج کے لیے مہمان ہے۔ یہ تمہیں سب بتا دے گا۔ آج سکول سے چھٹی کرو اور اپنے دوست کے ساتھ رہو۔ اسے تمہاری

ضرورت ہے۔ باقی تمہیں انیس واپس آکر بتائے گا۔ علیم خان بھی آتا ہو گا۔ تم دونوں کے ساتھ رہے گا وہ۔ میں نکلتا ہوں"

عدین نے یمل کے گرد بازو پھیلا کر مہویر کی تاکید توجہ سے سنی اور مہویر نے دونوں کو بائے کیا اور گاڑی میں سوار ہوا، مہویر کے نکلتے ہی علیم خان بھی آگیا، اس نے گاڑی پارک کی اور باہر نکل کر دونوں تک پہنچا۔

"اب مجھے بتائیں ناں آپ دونوں؟ کیا کچھ برا ہوا ہے؟"

عدین سے مزید علیم خان اور یمل کی چپ برداشت نہ ہوئی جس پر علیم خان انھیں گارڈن ایریا کی طرف لے کر گیا، جسکے بعد یمل نے خود پر بیتی ہر چیز جب عدین کو بتائی تو وہ سامنے سے اٹھ کر روتے یمل کے پاس نہ صرف بیٹھا بلکہ اسے بھائی کی طرح گلے بھی لگایا، علیم خان ان دونوں بچوں کا اب واقعی مشترکہ باڈی گارڈ تھا۔

پولیس نے شمریز اور اسکے لوگوں کو اریسٹ کر لیا تھا، انیس کا دوست اس معاملے کو اپنی نگرانی میں دیکھنے والا تھا۔

"میں ہوں تمہارے ساتھ یمل۔ رونے کی ضرورت نہیں۔ وہ سارے گھٹیا لوگ انجام پر پہنچیں گے۔ حوصلہ رکھو۔"

یمل ملک کے آنسو کچھ حد تک تھمے کیونکہ علیم خان اور عدین دونوں اسے حوصلہ دینے کو موجود تھے۔

"کیا کوئی مہمان آیا ہے۔۔۔۔ اور تم گاڑی میں ہونے کے بجائے یہاں کیوں ہو عدین"

ابراہیم علوی بھی آہٹ سنے وہیں چلے آئے، تبھی انکی نظر عدین کے ہی ہم عمر اس لڑکے پر گئی، عدین نے کبھی دوست نہیں بنایا تھا تبھی کسی لڑکے کا یہاں پر ہونا تشویشناک تھا۔

"بابا۔ آج میں سکول نہیں جارہا۔ ویسے بھی پہلے دن پڑھائی نہیں ہوتی۔ میں اپنے دوست کے ساتھ گھر پر ہی رکوں گا۔ میرا دوست کچھ مشکل فیز سے گزرا ہے۔ ہماری فٹ بال کلب میں دوستی ہوئی ہے"

عدین نے فوری اٹھ کر تعارف کروایا جس پر ابراہیم علوی نے اس روتے یمل کے سر پر شفقت لٹاتے ہاتھ رکھا کیونکہ ابھی وہ عدین کا دوست ہونے کے ناطے انھیں بھی اپنا ہی بچہ لگا۔

"ٹھیک ہے میری جان۔ اور تم۔۔ روتے نہیں ہیں لڑکے۔۔ علیم دونوں کا خیال رکھنا، میں نکلتا ہوں فیکٹری۔ شام میں ملاقات ہوتی ہے، اپنے دوست کا دھیان رکھنا عدین"

ابراہیم علوی نے چند تاکیدیں کیں اور وہاں سے چلے گئے جسکے بعد عدین بھی اٹھ کھڑا ہوا۔

"آجاو ناشتہ کرواتا ہوں تمہیں۔ ویسے تو عصر بھائی ہیں میرے وہ بہت مزے کا ناشتہ بناتے ہیں لیکن آج ہم علیم خان کو کچن میں گھسائیں گے۔ اوکے ناں علیم بھائی۔ کیا آپ ہم دوستوں کے لیے چیز آمیلٹ بنادیں گے؟"

عدین نے بچارے باڈی گارڈ کو کہاں کچن کی ذمہ داری تھمادی، علیم خان کے معصومانہ تاثرات پر عدین تو ہنسا، یمل بھی مسکایا۔

"ارے عدین! مجھے نہیں آتا"

علیم نے اول تو ہچکچاتے ہوئے منع کیا۔

"مجھے آتا ہے۔ میں آپکی مدد کردوں گا علیم بھائی"

یمل نے مسکراتے ہوئے آفر کی تو علیم نے مسکرا کر سر ہلایا کہ اگر مدد ملے تو وہ خوشی خوشی اس چھوٹی دنیا کی بھوک مٹانے کو کچن گھس جائے گا، وہ تینوں ایک ساتھ ہی مینشن کی طرف بڑھے۔

صبح کے نو بجنے کو تھے جب بیلا کی آنکھ نیند پوری ہوتے ہی کھلی، گو اسکی کھلی آنکھیں بھی روشنی یا منظروں کے لمس سے محروم ہوں پر وہ جاگ گئی۔ نیند کی خماری ابھی بھی اسکی گھنی تراشیدہ پلکوں سے لپٹی ہوئی تھی۔ اس نے آہستگی سے کروٹ بدلی، ہاتھ بڑھا کر بستر کے کنارے کو ٹٹولا اور رضائی اپنے وجود پر حاوی محسوس کیے اسے پکڑ کر پیچھے کرتے بیٹھنے کی کوشش کی۔

یہ احساس اسکے پورے وجود کو گھیر گیا کہ اس پر کسی نے لحاف کروایا ہے، یہ کسی کی بے پناہ فکر کا لمس اسکی نیند میں ڈوبی آنکھوں میں خوشی بھر گیا۔

کمرہ اب قدرے گرم تھا، لحاف کی حرارت اسکے پورے وجود پر باقی تھی، اسے اچھے سے یاد تھا جب وہ سوئی تھی تب یہ کمرہ اتنا گرم نہ تھا۔

"سکون"

وہ اس مدھم آسودہ فضا میں سانس لیتی خود کلامی کیے اٹھی، وہ آہستہ آہستہ اندازے سے قدم رکھتی واش روم کی سمت بڑھنے لگی۔ اسے خبر نہ تھی کہ صوفے پر خضر بھی نیند کی آغوش میں ڈوبا ہوا ہے، اس نے دیوار کا سہارہ لینے کی خاطر بڑا قدم اٹھایا مگر یہ قدم رکھتے ہی اس کا پیر کسی مضبوط شے سے ٹکرایا تھا۔

"آہ!"

وہ سنبھل نہ سکی، اس ٹکراو کے سبب وہ بری طرح سے لڑکھڑائی۔

پل بھر میں اسکے جسم کا توازن بگڑا اور وہ سیدھی آگے کو جھکی، اگلے ہی لمحے وہ کسی کے بازوؤں میں تھی۔

خضر چونک کر جاگا مگر ردِ عمل میں اس کے ہاتھ فوراً اس لڑکی کے نازک سے وجود کے گرد حلقہ بنا چکے تھے، بیلا اس کی گود میں گری تھی، اس کے ہاتھ بے اختیار اس کے کندھوں پر جا ٹھہرے۔

"یہ... کیا...؟"

بیلا کی سانس گھبراہٹ سے تیز ہو گئی، اسکے ناک کے نتھنوں میں خضر کے کلون کی خوشبو اتر کر اسے یہ تو بتا گئی کہ وہ کہاں گری ہے پر وہ یہاں کیسے سمجھ نہ پائی۔۔

"میں... میں کہاں...؟"

خضر کی نیند ایک دم اڑی مگر جیسے ہی اسے احساس ہوا کہ بیلا اس کے اتنے قریب ہے، اس کی سانس اس کے گال کو چھو رہی ہے، اس کے بال اس کی ٹھوڑی سے لگ رہے ہیں، اس کے لبوں پر بے اختیار مسکراہٹ آ گئی، اف وہ خمار آلود سا مسکرا اٹھا۔

"سوری سوئیٹ کارن"

خضر نے دھیمی، گرم آواز میں اسکی پریشان صورت دیکھتے کہا۔

"خ۔۔ خضر"

وہ منمنائی۔

"میں صوفے پر سو گیا تھا، تم مجھ سے ٹکرا گئیں۔"

بیلا کے ہاتھ اب بھی اس کے سینے پر تھے۔ اس نے ہلکی سی جھجک کے ساتھ خود کو سنبھالنے کی کوشش کی، مگر خضر کی مضبوط گرفت نے اسے جکڑ کر بیلا کی سانسیں قید کر رکھی تھیں۔

"آپ... یہاں کیوں سوئے تھے؟"

اس کی آواز میں شرمندگی بھی تھی اور معصوم سی الجھن بھی۔

"شاید... مقدر کو یہ لمحہ منظور تھا۔"

خضر نے آہستہ سے خمار میں ڈوبے جواب دیا۔

وہ خود بھی نہیں جانتا تھا کیوں کہہ گیا، مگر اس لمحے اسے واقعی یوں لگا جیسے تقدیر نے دونوں کے درمیان فاصلے سمیٹ دیے ہوں۔

"مجھے لگا میں گر گئی ہوں"

بیلا کی دھڑکن تیز ہوئی، وہ اٹھنا چاہ رہی تھی۔

"گری تو ہو"

خضر ہلکا سا شوخ مسکرایا۔

"مگر سیدھا میری گود میں۔"

بیلا کے گال حرارت سے بھر گئے۔ اس نے فوراً خود کو سنبھالنے کی کوشش کی۔

"چھوڑ دیجئے، میں اٹھ جاؤں گی۔"

خضر نے آہستگی سے اسے سہارا دے کر کھڑا کیا، مگر انگلیاں چند لمحے اور اس کی کلائی پر ٹھہری رہیں بس اتنا کہ وہ اس کی موجودگی محسوس کر سکے۔

"دھیان سے..."

اس نے نرمی سے سرگوشی کی۔

"جی"

وہ شرمندہ شرمندہ سی تھی۔

"میں ہوں یہاں"

بیلا نے کچھ نہ کہا، مگر اس کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ ابھری، بھلے وہ دیکھ نہیں سکتی تھی، مگر اس لمحے کی آپسی قربت کو پوری شدت سے محسوس کر رہی تھی۔

خضر نے اسے واش روم کی سمت رہنمائی دی، پھر واپس صوفے پر بیٹھ گیا۔ ہاتھوں کو دیکھ کر بے ساختہ مسکرا دیا۔

"اب تم واقعی جلد میری بیوی بن جاؤ گی، بیلا۔ یہ لڑکی کتنا مسکراتا ہوا سکون بن رہی ہے۔ وہ جب میرے اتنے قریب تھی تو سہمی چوہیا لگی۔ کھل کر سانس بھی نہیں لے رہی تھی۔ آہ خضر۔۔۔ کیا ہو رہا ہے تمہیں۔ پیار ویار میں تو نہیں پڑ گئے"

خضر نے اپنے پاس اسکی خوشبو میں سانس لیا، لیکن بدستور واش روم کے دروازے کو بھی دیکھ رہا تھا کہ اگر اسے مدد چاہیے ہو تو دوڑ کر جائے مگر وہ کچھ ہی دیر میں خود ہی باہر نکل آئی، اسکا چہرہ دھلا ہوا تھا، وہ اندازے سے بیڈ کی طرف گئی اور جھک کر اپنا دوپٹہ تلاشنا چاہا جو دوسری طرف تھا، خضر صوفے سے اٹھا، دوسری سائیڈ جا کر دوپٹہ اٹھائے وہ بیلا تک آیا جو دوپٹہ نہ ملنے پر جھنجھلا رہی تھی، مگر جب خضر نے اسکے اطراف اسکا دوپٹہ پھیلا کر اسکے گرد لپیٹا تو ایک بار پھر اس لڑکی کے چہرے پر گلاب اترے۔

خضر اس پر سے نظریں ہٹانا مشکل جان رہا تھا۔

"خضر! گرنے کے لیے معذرت چاہتی ہوں۔ پلیز میں نے جان بوجھ کر نہیں کیا"

وہ اپنی بے نور آنکھوں کی سمت اسکے سینے پر رکھتی تھمی آواز میں بولی۔

"میں نے کب کہا جان بوجھ کر کیا، تم نے جو میرے اس کمرے کو اپنی خوشبوؤں سے بھرا، اس کے بدلے میں کچھ بھی معاف کر سکتا ہوں تمہیں۔ اب سے یہ کمرہ تمہارا بھی ہے۔ شادی کے بعد تو آفیشلی ہو ہی جائے گا لیکن میں ابھی سے تمہیں اسکی حاکمیت دیتا ہوں۔ کیا تمہاری نیند پوری ہوئی"

خضر کے نرم نرم الفاظ اور لہجے پر وہ کچھ گھبراہٹ سے باہر نکلی۔

"جی پوری ہو گئی۔ منائم کیسی ہے اب؟"

وہ شدید مضطرب ہوئے بولی۔

"الحمد اللہ خطرے سے باہر ہے۔ تھینکیو مما کے ساری رات پاس رہنے کے لیے۔"

وہ اسکی سعادت مندی پر بہت مسرور تھا۔

"یہ میرا اپنا اطمینان اور اپنی مرضی تھی خضر۔ وہ میرے لیے بھی ماں جیسی ہیں۔"

وہ نرمی سے اسے ان تکلفات سے روک گئی۔

"بھوک لگی ہے؟ ناشتہ کرو گی میرے اور مما کے ساتھ؟"

وہ خضر کی اتنی پیاری پیشکش پر فوری سر ہلا گئی جس پر خضر نے اسکا نکھرا سا چہرہ بغور دیکھا۔

"ضرور، بہت بھوک لگی ہے۔۔ آپ بھی ہاتھ منہ دھولیں ناں پھر چلتے ہیں باہر"

وہ رات بھی بس کھانا چکھ ہی پائی تھی اس لیے ابھی پیٹ میں چوہوں کا فٹ بال میچ شروع تھا، خضر نے مسکرا کر واش روم کا رخ کیا، پھر جب وہ بھی ہاتھ منہ دھو کر آیا تو اس نے دوبارہ بیلا کا ہاتھ پکڑا اور باہر آئے، تب تک محراب نے ناشتہ بنوالیا تھا، ناشتہ ساتھ کرنے کے بعد وہ لوگ نکل گئے، پہلے خضر نے بیلا کو گھر ڈراپ کیا پھر وہ مما کو لے کر ہوسپٹل چلا گیا۔

جبکہ مہویر سیدھا ہوسپٹل ہی واپس آیا کیونکہ اسے منائم اکیلی برداشت نہ تھی، مگر جب واپس آیا تو محراب آچکی تھیں، اور خضر بھی ابھی تک وہیں تھا۔

"ڈاکٹر نے کہا ہے وہ شام تک منائم کو روم میں شفٹ کر دیں گے۔ پھر ہم اس سے مل سکیں گے۔ لیکن ابھی وہ مزید ایک دو دن دواوں کے اثر میں رہے گی۔ ہماری دعائیں ہماری خر گوش کو لگ رہی ہیں"

خضر نے یہ امید افزاء خبر سنا کر مہویر کی آنکھوں میں کچھ حد تک سکون بھرا۔

"ساری لگیں گی دعائیں۔ تم بتاو آج تمہارا پھر سے کوئی انٹرویو ہے کیا فینس راک سٹار؟"

مہویر نے نرم سے لہجے میں پوچھا، محراب تو ابھی بھی دعاوں میں مشغول تھیں۔

"ہاں ایک چینل کے لیے انٹرویو ہے۔ لیکن اسکے بعد شام میں کچھ اور پلین کیا ہے۔ عرشیہ کو لینے جاوں گا۔ یہاں لاوں گا اسے۔ وہ منائم سے ملے گی تو ممکن ہے اس پر اچھا اثر ہو۔ مما تو میرے فیصلے سے خوش ہیں اور ڈیڈ بھی۔ تم

بتاو؟ منائم تمہاری بیوی ہے تو اس سے جڑا ہر معاملہ تمہارے علم میں ہونا چاہیے"

خضر کی جانب سے اس بڑے بھائی والے شفیق فیصلے نے مہویر کے ہونٹوں پر مسکراہٹ رکھ دی۔

"تم یقین نہیں کروگے، اس کی سب سے زیادہ خوشی مجھے ہوگی۔ مجھ سے زیادہ بھلا کون چاہے گا تم بہن بھائی مل جاو۔ تم نے اب تک مجھے مایوس نہیں کیا خضر۔ میں نے تمہاری صورت ایک اچھا اور بڑے دل والا انسان اپنے حلقہ احباب میں پایا ہے۔ اللہ تمہیں وہ رنگ لگائے جو تا عمر ٹھہرتے ہیں۔ جیتے رہو"

ایسی دعاوں اور ریسپانس پر خضر کے اندر جو تھوڑی بہت اس فیصلے سے جڑی تکان تھی، وہ بھی زائل ہوئی، خود محراب کو مسرت ہوئی کہ مہویر اسکے بچوں پر کس قدر مہربان ہے۔

"آمین! دعائیں بڑی اچھی دیتے ہو مہویر بھائی۔ شکریہ شکریہ"

اسکے اندر کا شوخ بچہ کبھی کبھی باہر ٹپکتا تھا، ابھی بھی ٹپکا جس سبب محراب اور مہویر دونوں مسکرا دیے، پھر وہ زرا اٹھ کر منائم کو دیکھنے بڑھا، اسے دیکھ کر مہویر کی روح سرشار تو ہوئی پر ادھوری، پوری تو تب ہوتی جب وہ اسے آنکھیں کھول کر دیکھتی۔

"میری معصوم سی جان! ہر گزرتا پل تمہارے بنا بھاری ہے۔ دیکھو میں تمہیں کتنا ٹوٹ کر یاد کر رہا ہوں۔ میں شام تک تمہارے پاس آوں گا۔ تمہیں چھو سکوں گا۔ اور تم میرا لمس پا کر اس درد کو کچھ دیر ضرور بھول جاو گی جو تمہارے وجود سے، دل سے اور دماغ سے لپٹا ہے۔ تم ان لوگوں میں شمار ہو منائم، جو بہت تیزی سے دل میں، پھر جان میں اور پھر رگوں میں اتر جاتے ہیں۔ میری خوبصورت بیوی"

وہ اسے دیکھ کر اپنی جلتی آنکھیں ٹھنڈی کرنے کی کوشش کرتا پر وہ اسے بے سدھ دیکھ کر اور جلنے لگتیں، وہ اسے چھونے کو، اسکا ماتھا چومنے کو مر رہا تھا لیکن یہ ظالم ڈاکٹر ابھی بھی انتظار کی سولی پر لٹکائے ہوئے تھے۔

"میں نے باخدا فاطمہ سے ایسی محبت نہیں کی تھی، اب موازنہ کروں بھی تو اُس محبت کی جگہ، اِس محبت کے پیروں میں بھی نہیں ہے۔ میرے دل میں بس تم ہو منائم، تمہارے ساتھ گزرا وہ ہر لمحہ ہے جو مجھ جیسے بے ذوق کو صحیح معنوں میں عاشق بنا گیا۔"

وہ اسے دیکھنے سے پھر بھی خود کو روک نہیں پا رہا تھا اور اس وقت خضر اور محراب اس شخص کی تڑپ اور محبت کے گواہ تھے، جبکہ دوسری طرف سالوں بعد آخر کار اس شخص نے فاطمہ نور کو دیکھا، وہ اب بہتر تھی، ہوش میں آگئی تھی لیکن بہت زیادہ ذہنی دباو کے سبب ڈاکٹرز نے اسے پر سکون رہنے کے لیے نیند کی دوا دے رکھی تھی، گولی نکال لی گئی تھی پر اسکا زخم گہرا

تھا، عاصم نے ڈاکٹر سے پوچھا تھا، وہ اسے دیکھنے کمرے کی طرف آیا لیکن بس دروازے پر ہی رک گیا۔

شاید دو بے وفا ایک دوسرے سے ملتے ہوئے یونہی بہت سا سوچا کرتے ہیں۔

"میرے بیٹے کو مجھ سے چھپایا۔ ڈرامہ کیا۔ اب تک اس گلٹ میں تھا کہ شاید میں تم دونوں کی موت کا ذمہ دار ہوں۔ ان اذیت بھرے سالوں کا مداوا نہیں کر سکتی تم فاطمہ۔ تم یمل ملک کی ماں ہو، اسکے سوا تم میں کوئی سرا ہے جانے والی بات نہیں۔ میں یمل کی خوشی کے لیے تمہیں اپنے پیلس میں جگہ ضرور دوں گا لیکن تم جیسی عورتیں دوبارہ دلوں میں گھر نہیں کر سکتیں۔ افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے کہ اب میرے دل میں کسی عورت کی محبت نہیں۔ سوہا کے لیے اک نرم کونہ رہے گا لیکن بہتر یہی ہے وہ بھی اب مجھ سے آزاد رہے۔ بعض دفعہ ہم اتنے خوش قسمت ہو جاتے ہیں کہ ہمیں اپنی سزا خود تعین کرتی پڑتی ہے۔ میں عاصم المیر ملک! انہی خوش قسمت

انسانوں میں سے ہوں جسے اپنی سزا خود تجویز کرنی ہو گی۔ اور میری سزا شاید تم جیسی عورت کا میری اولاد کی ماں ہونا ہے"

عاصم کی آنکھوں میں اس عورت کے لیے ترس کے سوا با خدا کوئی دوسرا جذبہ نہ تھا، وہ شخص اسکا حال دریافت کرنے اندر تک نہ جا سکا اور وہیں سے پلٹ گیا، ملک ہولڈنگز اسکی اگلی منزل تھی۔

آج وہ ایک بار پھر اس کا مکمل مالک بن چکا تھا، اب ملک ہولڈنگز کا اختیار عاصم اور عرشیہ کے پاس تھا، محراب نے اپنے سارے شئیرز اپنی حفاظت کے لیے قربان کر دیے تھے۔

عاصم ملک کے پاس سب تھا لیکن بہر حال اب شوق مر رہے تھے، اسکی چمک ماند ہو رہی تھی۔

زندگی ہمیں سب کچھ دے بھی دے تب بھی کہیں نہ کہیں سے تشنہ اور خالی چھوڑ دیتی ہے یہ بتانے کہ ہم انسان ہیں، خدا نہیں۔

اور انسانوں کو سب کچھ نہیں ملتا، شوق ملیں تو قرار لٹ جاتے ہیں، قرار ملے تو فرار کی مجبوری آن ٹپکتی ہے، فرار کر لیا جائے تو مسافتیں مقدر میں لکھ دی جاتی ہیں، وہ بھی اپنے حصے خشک سالی لکھ رہا تھا، یہی اسکا اپنے لیے لیا گیا بہترین فیصلہ تھا۔ انسان کو اتنا بھی آسائشوں اور آسانیوں میں اپنا تن من سیر اب نہیں رکھنا چاہیے، ہر چیز کی زیادتی تباہی کی طرف لے جاتی ہے، تبھی تو اللہ نے ہر چیز کے دو پہلو تخلیق فرمائے، خوشی بنائی تو دکھ کا وجود بھی قائم کیا۔ آسانی بنائی تو اسکے آسانی لگنے کے لیے مشکل بنائی۔ کبھی کبھی خشک سالی ضروری ہوتی ہے، یہ جاننے کو کہ کتنا من سیر اب ہو سکا ہے اور کتنا تشنہ ہی رہ گیا۔

.._____..

آخر کار انکا سفر ختم ہوا، وہ پہلے فجر کے گھر ہی پہنچے تھے، اسکی سادہ مگر اچھی حویلی کے کچھ دور ہی عصر نے گاڑی روکی، شہر سے دور یہ اک سرداری کے

تعصب کا شکار بلوچوں کا علاقہ تھا، جہاں کی روایات اور رسم ورواج اب تک سرداروں کی مرضی کے مطابق ہی تھے۔

عصر نے کار ڈور اوپن کیا اور باہر نکلا تو عرشیہ اور انیس بھی باہر نکلے، انھیں یہاں پہنچنے میں دس بج چکے تھے، موسم آج ابر آلود اور اخیر ٹھنڈا تھا، عرشیہ نے اپنا گارڈیگن رکھ لیا تھا گاڑی میں ورنہ ٹھٹھر جاتی۔

"آپ دونوں پیچھے رہیے گا۔ میں نہیں چاہتا وہ لوگ آپکو کوئی نقصان پہنچائیں۔ پلیز میری بات سیریس لیں۔ آپ دونوں میرے لیے بہت قیمتی ہیں"

عصر نے اک بار پھر پلٹ کر عرشیہ اور انیس کی طرف دیکھا جو عصر کے ڈر سمجھ بھی رہے تھے اور تسلیم بھی کر رہے تھے۔

"تم بھی تو قیمتی ہو عصر، پلیز ایسے بار بار منت مت کرو۔ ہم دونوں یہاں تمہارے ساتھ آئے ہیں تو ساتھ ہی کھڑے ہوں گے۔ ریلکس ہو جاو۔ آج

ہم یہاں سے فجر جبرئیل کو لے کر ہی جائیں گے۔ اسکے ہاتھوں پر کسی دوسرے کے نام کی مہندی نہیں لگے گی۔ بھروسہ کرو"

عرشیہ نے اسکے سارے ڈر اپنی طرف سے دور کرنے کی پوری کوشش کی، عصر کی بے چینی کچھ حد تک زائل ہوئی۔

"یہ تب ہو گا عصر زمان جب تم اپنے حق پر ڈٹ جاو گے۔ محبت کے حق پر۔ ہمت ہاری تو پہلی چیپڑ مجھ سے کھاو گے۔"

عرشیہ نے مایوس نگاہ انیس پر ڈالی کہ اس آدمی نے قسم اٹھائی تھی عصر کو ڈی موٹیویٹ کرنے کی۔

"انیس۔ تم انسان بنو گے؟"

عرشیہ نے گھورتے ہوئے انیس کو دیکھا۔

"تم دونوں کا یہ بہن بھائی والا میلو ڈرامہ ختم ہو تو میں بھی انسان بن جاوں۔ ارے بس کر دو۔ ہم کوئی انکا کھاتے ہیں جو ڈریں۔ اپنا حق مانگا نہیں چھینا جاتا ہے"

انیس کی بات پر وہ دونوں اس بار اس موٹیویشنل سپیکر کو گھورے، جو امید افزائی کم دلا رہا تھا، پکا زیادہ رہا تھا۔

"کونسا حق؟ ابھی اسکے معاملے میں بے اختیار ہے وہ انیس"

عرشیہ نے فوری جواب دیا، وہ برہم بھی ہوئی۔

"بے اختیار نہیں ہے۔ محبت ہونے کے بعد سب سے پہلے ہمارے ہاتھ میں اختیار ہی آتا ہے۔ اب چلنا چاہیے۔"

انیس نے اس بار انکی ہمت واقعی بندھائی، کچھ ہی دیر میں وہ فجر کے گھر کے مہمان خانے میں تھے، ملازمہ سے پتا چلا کہ فجر جبرئیل کل رات ہی سرداروں کی حویلی چلی گئی ہے، وہ لوگ اسے لے گئے تھے، عصر نے اسکے

ماں باپ کو دیکھ کر افسوس کیا کہ ایسے لوگ بھی دنیا میں ہوتے ہیں، ان لوگوں کو اپنی بیٹی بیچنے پر زرا بھی قلق نہ تھا، بلکہ شاید یہ انکا رواج تھا، دو کڑور میں وہ لوگ بہت کچھ کرنے والے تھے، ورنہ فجر انھیں کیا ہی دیتی جو اسے بیچ کر انکو ایک دم حاصل ہو گیا۔

"کس لیے بیچا اسے آپ نے؟ آپ کے اندر زرا بھی خوف خدا نہ آیا۔ اس سے پوچھا کبھی آپ نے کہ وہ اپنی زندگی میں کیا چاہتی ہے اور کسکا ساتھ اسے چاہیے"

عصر نے آخر ان ظالم لوگوں سے پوچھ ہی لیا، فجر کے والدین پہلے ہی انکی آمد پر کچھ خاص خوش نہ تھے۔

"تم ہوتے کون ہو میاں ہم سے سوال کرنے والے، یہاں کی یہی روایت ہے۔ چند لاکھ ملتے ہیں لڑکی کے عوض، یہ تو فجر شکل وصورت کی اچھی اور

پڑھی لکھی ہے کہ ہمیں دو کڑور ملا۔ اب ہمارا اس سے کوئی تعلق نہیں اس لیے جو سبق پڑھانا ہے انسانیت کا وہ ان سرداروں کو پڑھاو۔"

وہ لوگ الٹا بپھر گئے، انھیں اپنے کیے پر زرا بھی ندامت نہ تھی، انیس اور عرشیہ کو بھی ان لوگوں کے جواب نے شدید مایوس کیا، جبکہ عصر کو بھی مزید یہاں کچھ کہنا بیکار لگا تبھی اب اس نے انہی سرداروں سے بات کرنے کو ہی ترجیح دی کیونکہ یہ لوگ اب بات کے لائق بھی نہ تھے۔

عصر نے چند لمحے ان لوگوں کی بے حسی کو دیکھا، ایسے جیسے وہ انسان نہیں، کسی بے حس روایت کے پتھر کے مجسمے ہوں۔ پھر اس نے آہستگی سے اپنی مٹھی کھولی، جو کب سے بھنچی ہوئی تھی۔

"چلتے ہیں۔"

اس کی آواز ٹھٹھرا دیتی سرد تھی، جذبات کی جگہ اب فجر کو ہر ممکنہ ان وحشیوں سے بچانے کا عزم لے چکا تھا۔

"یہ لوگ کیسے والدین ہیں...؟"

باہر نکلتے ہی عرشیہ نے بے اختیار دل پر ہتھیلی رکھی، اسکا دل بہت اداس ہو گیا تھا، فجر کے والدین اور اسکی وہ بہنیں جنکی وہ ڈھارس اور ہمت تھی، کوئی زرا بھی ملال میں نہ تھا، ان سب کو دو کڑور ملا تھا، انکے لیے اب فجر یا اسکے وجود کی کوئی اہمیت نہ تھی۔

"والدین نہیں، سوداگر ہیں۔ انکے دلوں کی زمین بنجر ہو چکی ہے"

انیس نے ان دونوں کے اترتے چہرے دیکھتے، گردن موڑ کر فجر کے گھر کو اک الوداعی نظر میں بھرا۔

"اب ہمارے لیے آگے کا راستہ زیادہ کھٹن ہے۔ فجر یہاں ہوتی تو ہم آسانی سے اسے یہاں سے لے جاتے۔ لیکن اب وہ معصوم لڑکی ان بڑے سنگدلوں کی حویلی ہے۔ میں حویلی کا ایڈریس لیتی ہوں فجر کی بہن سے ویٹ"

عرشیہ نے عصر کو ہمت نہ ہارنے کی تلقین کے ساتھ فجر کی بہن کو میسج بھیجا جس نے فوری حویلی کا پتا بھیج دیا، لوکیشن کے مطابق حویلی یہاں سے زیادہ دور نہ تھی۔

"اسے وہاں سے جلدی نکالتے ہیں"

عصر نے گاڑی کا دروازہ کھولتے ہوئے بس اتنا کہا، انیس نے اسکے شانے کو تھپتھپا کر اثبات میں گردن ہلائی اور وہ گاڑی میں سوار ہوئے، عصر نے بھی اپنی ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی۔

گاڑی سڑک پر آچکی تھی، فضا میں گرد تھی اور عصر کے دل میں آگ دہک رہی تھی، موسم ہوادار اور نہایت ٹھنڈا ہونا شروع ہو چکا تھا، آسمان کا دامن گھنے سیاہ بادلوں کی اوٹ میں چھپنے لگا تھا۔

"میرا پیارا بھائی عصر"

وہ پیچھے بیٹھی مسلسل عصر کی آسانی کے لیے دعا گو تھی، تبھی انیس نے اسکا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے اپنے ہونٹوں کے پاس لایا، عرشیہ نے اداس نگاہیں انیس کی آنکھوں سے جمائیں، ابھی انیس بھی عصر کے لیے ہی پریشان تھا، اسکی ہتھیلی چوم کر دلاسا دیا۔

"سرداروں کی حویلی کتنی دور ہے عرشی؟"

اس نے انیس اور عرشیہ سے پوچھا تو وہ ایک دوسرے سے توجہ ہٹا گئے۔

"تقریباً دس منٹ لیکن عصر وہ لوگ آسان نہیں ہوں گے۔ یہ لین دین عام شادی نہیں، سودا ہے۔ اور وہ اپنی 'عزت' کے نام پر کچھ بھی کر سکتے ہیں۔"

عصر کی آنکھوں میں سخت سفاکانہ چمک ابھری۔

"ہم ہر قیمت چکانے کو تیار ہیں۔ ہے ناں؟"

عصر نے اس بار انیس اور عرشیہ کو مرر سے دیکھا جو دل و جان سے اعتراف کرتے نظر آئے اور مسکرائے بھی، آخر دس منٹ کا یہ سفر مکمل ہوا اور بلوچ سرداروں کی شان دار حویلی دور سے ہی نمایاں تھی، اونچی دیواریں، بھاری دروازہ، اور مسلح پہرے دار، یعنی دشمن دار لوگ تھے۔

گاڑی اس حویلی کے بڑے گیٹ کے سامنے رکی تو ایک گارڈ آگے بڑھا، عصر سمیت عرشیہ اور انیس بھی گاڑی کے دروازے کھولتے پچھلی طرف سے نکلے۔

حویلی میں آج مہندی کا جشن تھا اس لحاظ سے حویلی کو گیندے اور موتیے کے پھولوں سے سجایا گیا تھا، سجاوٹ دیکھ کر عصر کا حلق کڑوا ہوا۔

"کس سے ملنا ہے؟"

گارڈ ان تین شہری لوگوں کو دیکھتا انکی طرف بڑھا، عرشیہ نے جلدی سے اپنا دوپٹہ ڈھیلے سے انداز میں اپنے سر پر اوڑھ لیا۔

"سردار صاحب سے۔"

انیس نے پر اعتماد لہجے میں اطلاع دی جس پر اس پہرے دار آدمی نے تینوں کو سر سے پیر تک مشکوک نگاہوں سے نہارا جبکہ عصر اور عرشیہ کا سجاوٹ دیکھ کر ایک ساغصے سے برا حال ہو رہا تھا۔

"میں پوچھ کر آتا ہوں۔ یہیں ٹھہرو تب تک تم لوگ"

اس پہرے دار آدمی نے نخوت سے جواب دیا اور گیٹ کھول کر حویلی کے اندر داخل ہوا اور دروازہ بھی بند کر گیا، عصر نے اپنی مٹھیاں ضبط سے بھینچیں، انیس نے اسکی طرف دو قدم بڑھاتے اسکی بھینچی مٹھی آہستگی سے اپنے ہاتھ میں لے کر دباتے دوسرے ہاتھ سے عصر کی گال تھپکا کر اسے ہوش تھامنے کی خاموش تنبیہہ کی۔

"یہاں جوش نہیں، ہوش درکار ہے عصر میاں! اپنے اندر یہ آگ اور غصہ صحیح وقت کے لیے بچا کر رکھو۔ ان لوگوں کو انکی منہ مانگی رقم دیں گے۔ اس لیے ہمت رکھو"

انیس نے اسے جو تاکید کی اس پر عرشیہ بھی سو فیصد متفق تھی، فجر کو کل رات سے اک نجی کمرے میں رکھا گیا تھا جہاں دو خادمائیں اسکی خدمت میں مصروف تھیں، ابھی بھی اسکے پاس بیڈ پر رات پہننے والے کپڑے اور زیوارت کا تھال پڑا تھا جسے دیکھ کر وہ خون کے آنسو بہانے میں مصروف تھی، شدید برا روئے جا رہی تھی۔

"میرا دل درد کر رہا ہے سر۔"

انیس کو عصر کے لہجے سے تکلیف پھوٹتی محسوس ہوئی۔

"یقین رکھو کہ اس درد کا علاج بھی آج ہی ہو گا۔"

انیس نے اسے بھرپور حوصلہ تھمایا، عرشیہ بھی دو قدم آگے آئی۔

"عصر۔ تم کر لو گے۔ مجھے تم پر پورا بھروسہ ہے۔ میرے پیارے بھائی تم خود کو کمزور مت پڑنے دینا۔ میں اور انیس تمہارے پیچھے بیک بون کی طرح ہوں گے۔ للکار کر کہنا میری فجر مجھے واپس کریں۔۔۔"

عرشیہ کی مسکراتی ہوئی امید افزاء تسلی بھی سونے پر سہاگہ ثابت ہوئی، عصر کے حوصلے از سر نو جوان ہوئے۔

اندر حویلی میں ان تین غیر متوقع مہمانوں کے آنے کی اطلاع گئی، کچھ دیر بعد وہ گارڈ باہر آیا اور اس نے دروازہ کھول کر ان تینوں کو حویلی میں داخل ہونے کی اجازت دی۔ وہ وسیع صحن سے گزرتے ایک بڑے کمرے تک پہنچے جہاں قالین بچھے تھے اور دیواروں پر پرانی تصاویر چسپاں تھیں، کئی طرح کے صوفے دھرے تھے، خوبصورت میزیں کمرے کی خوبصورتی کو اور بڑھا رہی تھیں۔

درمیان میں بیٹھا وہ باوقار شخص یقیناً اس حویلی کا بڑا سردار تھا، عمر رسیدہ، مگر آنکھوں میں اقتدار کا غرور بنا غور کیے بھی چبھنے کی حد تک سامنے والے کو دیکھائی دے رہا تھا۔

"کہیے۔! کون ہیں آپ لوگ اور کس مقصد کے لیے تشریف لائے ہیں؟"

وہ نجف نامی شخص ان بن بلائے مہمانوں کو دیکھتا قدرے تعجب سے مستفسر ہوا، وہ انکے آنے کے مقصد کے بارے آگاہی کا خواہاں تھا، مہمانوں کا سنے کچھ لوگ مزید اس جگہ آتے دیکھائی دیے جو سب نجف سردار کے اہل خانہ میں سے ہی تھے۔

خاص کر وہ اک سرد تاثرات والا نوجوان جسکے چہرے پر سنگلاخ چٹان سی سختی تھی، شاید اسی سے فجر کی شادی ہونے جا رہی تھی، حویلی کی عورتیں سب سہمی بھیڑوں سے زیادہ کی اہمیت نہیں رکھتی تھیں، انکے چہرے سے ہی ان لوگوں کی دہشت کا اثر جھلک رہا تھا۔

عصر نے سیدھا اس کی آنکھوں میں دیکھا، سردار نجف اسکے جواب کے منتظر تھے۔

"فجر جبرئیل سے ملنا ہے۔"

عصر نے سر اٹھاتے پورے حق سے اسکا نام لیا، وہ نوجوان سرد تاثرات والا اب بپھری حقارت آمیز نظروں سے عصر زمان کو دیکھنے لگا، کمرے میں لمحہ بھر کو سناٹا چھا گیا، عرشیہ اور انیس نے بھی اک دوجے کی طرف فکر مندی سے دیکھا۔

"وہ اب ہماری بہو ہے۔ اسکا نام کسی غیر کی زبان پر کیوں آیا۔؟"

سردار نے ٹھنڈے لہجے میں ان تینوں مہمانوں پر ایک سی کٹھور نگاہ ثبت کی۔

"تم سب بھی غیر ہو اسکے لیے پھر کس حیثیت سے وہ ابھی سے تم لوگوں کی اس حویلی میں موجود ہے۔"

عصر کا جبڑا بھنچ گیا جب اس نے للکار کر یہ سوال کیا، وہ ہمایوں بلوچ نامی آدمی آگے لپکا جیسے عصر کو چیر پھاڑ دینے والا ہو لیکن نجف بلوچ نے اپنے گرم لہو رکھتے بیٹے کو اشارہ کرتے بھڑنے سے بروقت روکا جس سبب وہ جبڑے بھینچ کر تھم گیا۔

"وہ ہماری ملکیت ہے جوان۔"

سردار نجف کی آنکھوں میں جیسے غرور اور حاکمیت اتری، عرشیہ اور انیس نے افسوس سے ان معتبر شکلوں والے سرداروں کو دیکھا۔

"وہ کوئی چیز نہیں جسے آپ نے خرید لیا ہو۔ وہ انسان ہے اور میں اس سے بات کیے بغیر واپس نہیں جاؤں گا۔"

فضا میں عصر کے فیصلے سے تناؤ گہرا ہو گیا۔ پہرے دار ذرا سا حرکت میں آئے، انکے ہاتھوں میں تھما اسلحہ بھی جیسے چلنے کو تیار تھا بس حکم کی دیر تھی۔

"تیرا اس سے کیا تعلق ہے؟"

سردار نے آنکھیں سکیڑ کر عصر کو دیکھا، ساری نرمی اک طرف ہو گئی۔

"میرے اس لڑکی سے اتنے تعلق ہیں کہ گنتے گنتے تم سبکی بس ہو جائے گی۔"

عصر نے ایک لمحہ آنکھیں بند کیں، پھر پوری استقامت سے بولا، عرشیہ اور انیس کو عصر سے اسی کی امید تھی۔

"اوئے۔۔۔ بند کر اپنی بکواس۔ میری ہونے والی بیوی ہے وہ۔۔۔ تیری زبان کاٹ دوں گا اگر تو نے ایک بار اور نام لیا۔ خریدی ہوئی عورت ہے وہ۔۔۔۔ سمجھا۔"

اس بار ہمایوں بلوچ حقارت و نفرت سے چلایا تھا لیکن عصر نے اسکی طرف دیکھنا بھی ضروری نہ سمجھا۔

"مجھے وہ واپس چاہیے۔ میں اسکی وہ قیمت لوٹانے کو تیار ہوں جو تم لوگوں نے فجر کے والدین کو دی۔ اپنی قیمت لو اور فجر جبرئیل میرے حوالے کرو۔"

عصر نے اس بار اپنی آواز دگنی اونچی کی، ایک بار پھر سبکو سانپ سونگھ چکا تھا۔

"ہمارے ہاں خریدی عورتیں واپس نہیں دی جاتیں جوان"

سردار نجف نے زرا تحمل سے اپنی روایات واضح کیں، انیس اور عرشیہ کو ان لوگوں کی ڈھیٹائی پر غصہ آرہا تھا پر وہ اس معاملے میں دخل نہیں دینا چاہتے تھے، عصر خود یہ سب نمٹاتا یہی بہترین تھا۔

"پھر مجھے بھی خرید لے سردار"

عصر زمان کے لہجے میں رتی برابر لچک نہ تھی، ہر کوئی جیسے اپنی اپنی جگہ سن ہو جاتا محسوس ہوا۔

"کیا قیمت ہے تیری؟"

سردار نجف کو اس شخص کی جرت پر حیرت، غصے سے قدرے زیادہ تھی۔

"فجر جبرئیل کا دیدار"

عصر زمان کی ہر ڈیمانڈ میں بس وہی تھی، جسے اندر خادمائیں باہر ہوتی ہلچل کا بتا چکی تھیں، وہ پریشان حال، رونا روکتی کمرے میں گہرے گہرے سانس لیے ٹہل رہی تھی کہ یہ لوگ عصر کو نقصان نہ پہنچا دیں۔

کمرے کی فضا بوجھل ہو چکی تھی، لمحہ بھر کو یوں لگا جیسے وقت نے سانس روک لی ہو۔

سردار نجف نے عصر کو گہری نظروں سے دیکھا۔

"تو اپنی قیمت ایک لڑکی کے دیدار پر لگا رہا ہے؟ مورکھ کہیں کے"

سردار کے لہجے کی تضحیک عیاں تھی، عصر نے پلک تک نہ جھپکی، وہ اپنے موقف پر پہاڑ سا ڈٹا تھا۔

"وہ لڑکی نہیں، میری زندگی ہے اور زندگی کی قیمت نہیں لگائی جاتی، صرف واپس لی جاتی ہے۔"

عصر کے بار بار فجر پر حق جمانے پر ہمایوں بلوچ کا صبر ٹوٹنے کو تھا۔

"ابا جان، بہت ہو گیا۔ حکم دیں تو۔۔۔"

ہمایوں بلوچ کے ساتھ دوسرا اسکا چچا منصور بلوچ بھی اب پھٹنے کو تھا، اس تماشے پر وہ بھی بھڑک رہا تھا، عورتیں بدستور سہمی تھیں۔

عصر نے اس پھدکتے سردار کو ایسی آنکھوں سے دیکھا کہ ہمایوں بلوچ کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔

"خاموش!"

سردار نجف کی کرخت آواز کمرے میں گونجی جیسے وہ سب غیر ضروری آوازوں کو ساکن کر دینا چاہتا ہو۔

ہمایوں دانت پیس کر پیچھے ہٹ گیا۔

نجف بلوچ نے کرسی کی پشت سے ٹیک لگائی، جیسے اسکے سامنے کسی دلچسپ کھیل کا نیا موڑ سامنے آیا ہو۔

"تم بڑے حوصلے والے ہو جوان۔ یہاں آکر ہمیں للکار رہے ہو۔ جانتے ہو ناں یہ ہماری زمین ہے؟"

نجف بلوچ کی آنکھوں میں غصہ بھرا تھا لیکن اس غصے کی شدت عصر کے اندر بھڑکتی آگ سے قدرے کم تھی۔

"زمین تمہاری ہو سکتی ہے مگر کسی معصوم کی زندگی نہیں۔ زبردستی اسے یہاں لایا گیا۔ اسکے لالچی ماں باپ کو دو کڑور دیا گیا۔ محبت ہے وہ میری، میں اسے کسی لُچے لفنگے کی دل لگی اور عیاشی کا سامان نہیں بننے دوں گا"

عصر کا اشارہ سیدھا اس مغرور، بگھڑے نواب ہمایوں بلوچ کی جانب تھا جسکے بارے ایسا عصر کا لہجہ اور الفاظ وہاں اسکے کسی اپنے کو قبول نہ ہوئے۔

پہریداروں کی انگلیاں ٹریگر پر سخت ہوئیں، مگر نجف نے ہاتھ اٹھا کر اشارہ کیا کہ کوئی حرکت نہ کرے۔

"اچھا... مان لیا تم اس سے ملنا چاہتے ہو۔ لیکن اگر وہ خود کہہ دے کہ وہ یہاں اپنی مرضی سے ہے؟"

نجف بلوچ کا وار سیدھا تھا، وہ اپنی بے عزتی کا بدلہ شانت رہ کر بھی لے سکتا تھا تبھی بھڑکنے کی اسے ضرورت پیش نہ آئی۔

عصر کے چہرے پر لمحہ بھر کو اندھیرا آیا، مگر وہ ڈگمگایا نہیں۔

"تو میں خاموشی سے پلٹ جاؤں گا۔ لیکن اس کی آنکھوں میں ایک آنسو بھی زبردستی کا ہوا تو پھر یہ معاملہ روایت سے نکل کر جنگ بن جائے گا، معزز سردار"

انیس نے دل ہی دل میں عصر کی اس لمبی ہوتی آزمائش پر سانس کھینچی۔ عرشیہ کی انگلیاں بے اختیار آپس میں الجھ گئیں، وہ دونوں عصر کے ساتھ تھے، تبھی وہ اتنی ہمت سے ان لوگوں سے بات کر رہا تھا۔

"لاؤ اسے۔ مگر یاد رکھو جوان، یہ آخری موقع ہے۔"

نجف بلوچ نے کچھ سوچا، پھر خادم کو اشارہ کرنے کے ساتھ عصر کو وارننگ دی، عرشیہ اور انیس بھی پر امید ہوئے کہ اب کچھ اچھا ہوتا نظر آ رہا ہے۔

اوپر کمرے میں فجر کے قدم کانپ رہے تھے۔ خادمہ نے دروازہ کھولا۔

"سردار نے بلایا ہے۔"

فجر کا دل زور سے دھڑکا۔

"وہ ٹھیک ہے خادمہ؟"

فجر کے تڑپ کر پوچھے سوال پر خادمہ نے نظریں چرا لیں، مگر ہلکا سا سر ہلا دیا۔

فجر کے قدم جیسے زمین میں دھنس گئے۔ آنکھوں میں نمی تیرنے لگی، مگر اس نے خود کو سنبھالا۔

"یا اللہ، عصر کی حفاظت کریں"

وہ بمشکل سانسیں گھسیٹتی ہوئی خادماوں کے سنگ کمرے سے نکلی، اسکے پیروں سے گویا جان نکلتی جا رہی تھی۔

نیچے ہال میں سب کی نظریں دروازے پر جمی تھیں، چند لمحوں بعد ہلکے رنگ کے لباس میں ملبوس فجر نمودار ہوئی۔ چہرہ زرد، آنکھیں سرخ، مگر ہمت ابھی تھوڑی باقی تھی، عرشیہ، عصر اور انیس تینوں کو دیکھ کر فجر کی آنکھوں سے اک آنسو ٹوٹ گرا۔

عصر نے اسے دیکھا اور بس دیکھتا رہ گیا۔

وقت جیسے رک گیا، فجر کی رات بھر سے رو رو کر بین کرتی آنکھیں جب عصر سے ملیں تو ان میں حیرت، درد اور بے پناہ راحت ایک ساتھ ابھر آئے۔ اس کی سانس لرز گئی۔

"فجر، میں آ گیا ہوں۔ کوئی تمہارے ساتھ زبردستی نہیں کرے گا"

عصر کے لبوں سے اسکا نام سرگوشی بن کر نکلا، پھر وہ اسے تسلی دیتے مسکرایا لیکن فجر جانے کس کرب میں تھی کہ اسکے آنسو بہتے ہی چلے گئے۔

"لے ملوا دیا۔ اب پوچھ لے اپنی محبت سے۔ وہ کل میری بیوی بنے گی۔"

ہمایوں نے طنزیہ ہنکارا بھرا جبکہ عصر کا بس نہ چل رہا تھا اس آدمی کا گلا دبا دے۔

"لڑکی، سب کے سامنے بتاؤ، تم یہاں اپنی مرضی سے ہو؟"

منصور بلوچ نے کرخت لہجے میں اس بار کہا، کمرہ ساکت ہو گیا۔

فجر کے ہاتھ کانپے۔ اس نے اپنے باپ کا چہرہ یاد کیا، وہ دو کروڑ، وہ ان اپنوں کا دھوکہ اور بے حسی، اسکی آنکھیں جلنے لگیں، ان میں ریت سی چبھنے لگی۔

پھر اس نے عصر کو دیکھا جو اسے سچ کہنے کی ہمت دے رہا تھا۔

فجر نے ایک گہری سانس لی۔

"نہیں۔"

اسکا ایک لفظ کمرے میں گرج بن کر گونجا۔

"سوچ سمجھ کر۔۔۔"

ہمایوں آگے بڑھا جیسے فجر کو چیر پھاڑ دے گا، سب نے فجر کو سہم جاتا دیکھا، اس سے پہلے عصر اس ہمایوں کا گلا دباتا، انیس نے بروقت اسکی بازو پکڑے روکا۔

"دھمکانے کی جرت مت کرنا اسے۔۔۔۔ فجر۔۔۔ کسی سے ڈرنے کی ضرورت نہیں۔ سچ کہیں پلیز پیاری لڑکی۔ میں آپکے لیے آیا ہوں۔ ہم آپکو لے جائیں گے۔ ان سب سے دور۔ پلیز سچ کہیں"

عصر کا یوں سب کے بیچ فجر سے اس طرح پیار سے بولنا ان لوگوں میں اشتعال بھڑکا رہا تھا، انیس نے بھی احتیاط کے طور پر لائی گن جیکٹ سے نکال لی۔

"آپ چلے جائیں۔۔۔ چلے جائیں یہاں سے۔۔۔۔ میں اپنی مرضی سے ہوں یہاں۔۔۔ پلیز۔۔۔ عرشیہ خدا کے لیے انکو لے جائیں۔ میں منت کرتی ہوں"

فجر کے سسکنے اور انکار کرنے پر ہمایوں بلوچ کمینگی سے مسکراتا جا کر فجر کے اطراف جس طرح اپنی بازو حائل کر گیا، بس یہیں عصر کا دماغ خراب ہوا۔

ہمایوں نے فجر کے گرد بازو پھیلا کر جیسے حصار بنالیا۔ اس کی مسکراہٹ میں جیت نہیں، زہر تھا۔

عصر کی آنکھوں کے آگے اندھیرا سا چھا گیا۔

"ہاتھ ہٹا اس سے کمینے"

اسکی آواز دھیمی تھی مگر ایسی پھاڑ کھاتی کہ کمرے کی دیواریں بھی سن ہو گئیں۔

"کیوں؟ اب تو یہ خود کہہ رہی ہے ناں کہ اپنی مرضی سے ہے۔ سن لیا تو نے؟"

ہمایوں نے طنزیہ انداز میں فجر کے کندھے کے قریب جھکتے ہوئے اس بپھرے عصر کو مزید آگ لگائی۔

فجر کی پلکوں سے آنسو ٹپکے، اس نے نظریں جھکا لیں۔

عصر نے وہ جھکی ہوئی آنکھیں دیکھ لیں، وہ انکار نہیں تھا، خوف تھا۔

"فجر"

اس نے ایک قدم آگے بڑھایا تو وہ تڑپ کر آنکھیں اٹھاتی سرخ ڈوروں سے اسے دیکھنے لگی۔

"اگر تم اپنی مرضی سے ہو تو میری آنکھوں میں دیکھ کر کہو۔"

کمرے میں سناٹا پھر گہرا ہوا۔

ہمایوں نے اس کی ٹھوڑی تھامنے کو ہاتھ بڑھایا، مگر اس سے پہلے عصر بجلی کی سی تیزی سے آگے آیا اور اس کا ہاتھ جھٹک دیا۔

"چھونے کی جرت مت کرنا"

عصر کے غرانے پر پہریدار فوراً حرکت میں آئے۔ انیس نے فوراً اپنی گن نکال کر نیچے کی سمت مگر واضح انداز میں تھام لی کیونکہ اس وقت وہ سب

ہتھیاروں کے نشانوں پر تھے، عرشیہ بھی عصر کی طرح فجر کے انکار پر اندر تک زخمی ہو رہی تھی۔

"کوئی بھی آگے بڑھا تو اچھا نہیں ہو گا۔ ہم لڑنے نہیں آئے تو مجبور نہ کریں۔"

انیس نے تمام پہرے داروں کو اک خاموش وارننگ دی۔

"یہ ہماری حویلی ہے! ہتھیار نیچے کرو!"

نجف بلوچ کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا، اسکے لوگ بھی ہتھیار نیچے کر چکے تھے تو انیس نے بھی گن نیچے کر لی۔

"فجر۔۔۔۔ پلیز۔۔۔ سچ کہیں۔ مجھے اتنا برا مت توڑیں۔ میں کیا آپکو بیچ راہ میں چھوڑنے والا بزدل لگتا ہوں۔ ہمت کریں۔ ورنہ آپکے انکار کے باوجود بھی میں آپکو یہاں سے لے جاوں گا۔ لیکن پھر ہونے والے خون خرابے کی آپ ذمہ دار ہوں گی"

عصر نے آخری بار اس روتی لڑکی سے التجاء کی تھی۔

"بس بہت ہو گیا۔ اسکا فیصلہ ہمارا جرگہ کرے گا۔ وہی بتائے گا کہ فجر جبرئیل کے عاشق عصر زمان کے پاس فجر کی قیمت ادا کرنے کا حق ہے یا نہیں۔

جرگے کا فیصلہ ہم بھی مانیں گے اور تم بھی۔ اب بس کرو یہ سب"

اس بار منصور بلوچ غرایا تھا، اور ستم کہ نجف بلوچ بھی متفق نظر آیا لیکن ہمایوں کے اندر صاف صاف آگ لگی تھی کہ کہیں جرگے میں وہ بیوقوف لڑکی سچ نہ اگل دے۔

"اور اگر جرگے کا فیصلہ تمہارے حق میں آیا اور فجر نے خود ہامی بھر لی تمہارے ساتھ کی جو ان تو فجر کی قیمت ادا کر کے تم اسے تو پالو گے پر اسکی سزا اسکے ماں باپ سہیں گے۔"

اس بار نجف بلوچ بولا، اسکے لہجے اور فیصلے میں رتی برابر لچک نہ تھی۔

"جا کر جرگے کے معززین کو بلا کر لاو، اب اس مسئلے کا حل پنچائیت ہی ہے"

نجف بلوچ کے فیصلے پر اسکے لوگ حکم کی تعمیل کو نکلے پر فجر کی آنکھیں ان ماں باپ پر آئی تکلیف کا سوچ کر چھلکیں، اک طرف عصر تھا اور دوسری طرف اسکے ماں باپ، بھلے وہ خود غرض اور لالچی ہوں پر وہ تو بری بیٹی نہ تھی۔

فجر کے قدم جیسے زمین میں دھنس گئے۔

جرگہ نامی اس لفظ نے اس کے اندر نئی قیامت مچادی۔ ایک طرف عصر کی آنکھوں میں جلتا یقین تھا، دوسری طرف ماں باپ کی وہ شبیہ جو کمزور سہی مگر اس کے اپنے تھے۔

"میں کسی انسان کی قیمت ادا نہیں کروں گا۔ فجر کوئی زمین کا ٹکڑا نہیں جس کی بولی لگے۔ میں تم لوگوں کا دیا وہ پیسہ قرض کی صورت لوٹاوں گا لیکن فجر کے والدین کو کوئی سزا نہ دی جائے۔ انھیں سزا انکا اللہ دے گا"

عصر نے نجف بلوچ کو سیدھا دیکھ کر فیصلہ سنایا۔

"اوہ۔۔۔ تم تو مہمان داماد ہو پھر۔ جرگہ فیصلہ کر دے گا کہ تمہارا یہاں آنا بھی جرم تھا۔ دیکھتے جاو"

ہمایوں تلخ ہنسی ہنسا۔

"بس۔ بات اب ہمارے ہاتھ سے نکل چکی ہے۔ جرگہ آئے گا، وہی فیصلہ کرے گا۔"

منصور بلوچ نے ہاتھ اٹھائے حتمی فیصلہ سنایا تبھی عصر نے آگے بڑھتے ایک گارڈ کے ہاتھ سے گن لی اور دوسرے ہاتھ سے فجر کی بازو دبوچ کر اپنی طرف کھینچا کیونکہ ہمایوں اسے بہانے بہانے سے ہاتھ لگا رہا تھا۔

ایک بار پھر سب کی بندوقیں تنی مگر عصر نے سب کو گن دیکھائی اور فجر کو وہ وہاں سے پکڑے حویلی کے کسی خالی کمرے کی طرف بڑھا، انیس نے اسکے

پیچھے جاتے لوگوں پر گن تانے انھیں روکا، سب کی حقارت بھری نظریں انیس اور عرشیہ پر بھی تھیں۔

عصر نے کمرے میں اسے گھسیٹ کر لاتے فجر کی بازو چھوڑتے دروازہ بوٹ سے پٹخ کر بند کیا تو وہ ہچکیوں سے رونے لگی۔

"پاگل ہو گئے ہیں؟ کیا کر رہے ہیں۔۔۔؟"

فجر جیسے چیخ پڑی۔

"کل جب تم عرشیہ سے فون پر ہچکیاں بھر کر بات کر رہی تھی میں ساتھ ہی بیٹھا تھا۔ اس خط نے میرے سینے میں آگ لگائی تھی اسکا تو میں حساب بھی نہیں لے رہا فجر۔ جب میں کہہ رہا ہوں میں بچالوں گا پھر ڈر کیوں رہی ہو؟"

وہ اسکے رونے کی وجہ سمجھنے کے باوجود بگھڑا۔

"یہ کیا طریقہ تھا۔ ایسے مجھے چھین کر لے جائیں گے تو کیا وہ سردار میرے والدین کو زندہ چھوڑیں گے۔ پلیز عصر ہوش میں آئیں۔ یہاں خریدی عورتوں پر سے کبھی انکا تعصب نہیں ہٹتا"

وہ روتی ہوئی عصر کا گریبان دوچے اس دنگے فساد کو روکنے کی التجاء میں انہی والدین کا سوچ رہی تھی جنہوں نے اپنا لخت جگر، پیسوں کے عوض بیچا تھا۔

"ہم انھیں منہ مانگی قیمت دینے کو تیار ہیں۔ کچھ ہی دیر میں انکے جرگے کا فیصلہ آجائے گا۔ ان والدین کی طرف داری مت کرنا فجر جنہوں نے تمہیں انسان بھی نہیں سمجھا"

عصر نے اسکے دونوں ہاتھ اپنے گریبان سے پکڑ کر ہٹانے چاہے پر وہ بچوں کی طرح سسک اٹھی، جس سبب وہ اسکے ہاتھ نہ جھٹک سکا۔

"و۔۔ وہ آپکو نقصان دیں گے۔ مت کریں ایسا عصر"

وہ دم دینے کی اذیت سے گزر رہی تھی۔

"جتنا نقصان تمہیں اب تک رلا کر وہ مجھے دے چکے ہیں، اب اس سے زیادہ کا حق نہیں دوں گا۔ اپنا اور اپنی عورت دونوں کا دفاع کرنا آتا ہے مجھے"

وہ اسکے آنسوؤں کو ہر گز برداشت نہیں کر سکتا، خاص کر جو اس ڈر سے بہیں کہ کچھ برا ہو گا، وہ سانس روکے اسے دیکھتی چلی گئی۔

"م۔۔ میرے ماں باپ کو وہ تکلیف پہنچائیں گے"

وہ اب تک رو رہی تھی۔

"ان خود غرضوں کو دو کڑور کے بدلے تکلیف ملی بھی تو وہ سہہ لیں گے۔ تم جرگے میں سچ کہو گی۔ سنا تم نے؟ تم پر مجبور کر رہی ہیں۔ میں آپ کہہ کر زیادہ سکون محسوس کرتا ہوں۔ چپ کریں"

وہ اسکے دلاسے پر تڑپ کر کراہتی اس سے دور ہوئی، انیس اور عرشیہ بھی پیچھے آئے مگر وہ ان دو کی بعث سنے دروازے میں ہی رک گئے، عرشیہ نے انیس کے ہاتھ میں گن دیکھتے ڈر کر اسکی آنکھوں میں دیکھا۔

"بے فکر رہو۔ تمہیں مارنے کے لیے میری ہیزل براون آنکھیں ہی کافی ہیں خاتون"

عرشیہ نے اس سنگین وقت اس بندے سے ایسا مزاق امید نہ کیا تھا۔

"ویری فنی۔ تمہیں اس وقت بھی اٹکیلیاں سوجھ رہی ہیں۔ میرا تو دل کانپ رہا ہے۔ خون خرابے سے پناہ مانگ رہی ہوں ہر سانس کے ساتھ"

وہ اتنی زیادہ گھبرائی تھی کہ انیس کو اسے ایک بار گلے لگانا ضروری لگا۔

"یہاں آو۔ پریشان مت ہو۔ میں تو عصر کی ہمت پر فدا ہو گیا ہوں۔ وہ خون خرابے کی نوبت نہیں آنے دے گا۔ اگر جرگے میں وہ سچ بول دیتی ہے تو جرگہ ہمارے لیے فیصلہ سنائے گا"

انیس نے بازو کھولیں ہی جب وہ زور سے ٹھک کرتی اسکے سینے لپٹی، انیس کو اسکا احساس شدت سے ہوا کہ اگر وہ اسے گلے نہ لگاتا تو وہ مزید گھبرا جاتی، انکے پیچھے ہی آتا منصور بلوچ انکو گلے لگا دیکھتے وہیں سے پھنکارا۔

"اصل فساد تو تم دونوں ہو، اس عصر کو ہمارے سر ڈال کر یہاں گل چھرے منا رہے ہو۔ ہو کون تم منحوسو؟"

منصور بلوچ کی اس درجہ تند حساب دہی پر عرشیہ تو گھبرا کر انیس سے دور ہو گئی پر انیس بہت کول موڈ میں اس سردار کو لگی آگ سے محظوظ ہوا، اور عرشیہ کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اپنے قریب کھینچتے ساتھ لگایا۔

"میں زن مرید ہوں"

انیس نے بہت اطمینان سے اپنا تعارف دیا، منصور بلوچ نے نا سمجھی سے اس شخص کو دیکھا جبکہ عرشیہ بھی چونکی، پھر انیس کا شرارت پر اترا چہرہ دیکھے مسکرائی، اب اگر وہ اپنا تعارف نہ دیتی تو زیادتی ہو جاتی۔

"اور میں انکے جملے والی وہی زن ہوں جنکے یہ مرید ہیں"

وہ انیس کے نقش قدم پر چلتی شوخ سمائل دیے اپنا تعارف دے کر منصور کا بھیجا الٹ گئی جبکہ انیس نے واہ واہ چھلکاتی نگاہیں اپنی ہوشیار اور خاضر جواب لُما پر ڈالیں۔

"سب ہی پاگل ہیں یہ۔۔۔۔"

منصور بلوچ لعن تان کر تا وہاں سے جیسے آیا نکل لیا لیکن اب مسٹر اور مسیز علوی ایک دوسرے کو دیکھ کر مسکرا رہے تھے۔

"اوھو! زن صاحبہ۔۔۔"

وہ اسکی کمر میں ہاتھ رکھ کر ایک ہی جھٹکے میں عرشیہ کو اپنے سینے سے لگا گیا جس پر وہ اسکے سینے پر ہتھیلی رکھتے گھوری۔

"شرم کرو مسٹر مرید! ہم دشمن دار لوگوں کی حویلی میں ہیں۔ کسی نے وڈیو بنا کر وائرل کر دی تو؟"

وہ معصومانہ سا گھوری جس پر وہ قہقہہ لگاتا عرشیہ کو اپنے حصار سے نکلنے کی اجازت دے گیا لیکن اف ان خاتون کا مسکرانا، لجانا اور انیس غانم کے دل سے چھیڑ خانی جان لیوا تھی۔

انکی یہ مستی دروازہ کھلنے پر ختم ہوئی جب عصر باہر نکلا، عصر نے بنا کچھ کیے سیدھا انیس کے گلے لگتے انیس اور عرشیہ دونوں کو چونکا دیا۔

"ارے کیا ہو گیا میرے شیر؟"

انیس کو اسکا یوں بکھرنا اداس کر گیا، ساری مستی اڑن چھو ہوئی، عرشیہ بھی فورا کمرے میں داخل ہوئی جہاں فجر کو بیڈ کے کنارے بیٹھ کر روتا دیکھے وہ اسکے پاس بیٹھی ہی کہ فجر اسکے کندھے سے لگتی ساتھ لپٹی، عرشیہ نے بھی اسے فورا اپنا سہارہ دیا۔

"وہ روئے جا رہی ہے۔ کہہ رہی ہے اسکے ماں باپ کو مار دیں گے اگر میرے ساتھ جانے کا کہے گی۔ وہ رو رہی ہے تو میرا کلیجہ منہ کو آ رہا ہے سر۔ اسے

میں کیسے لے جانے کے بعد دلاسا دے پاوں گا۔ اسکا دھیان تو یہیں اسکے والدین میں اٹکا رہے گا۔ وہ اتنی بیوقوف کیسے ہو سکتی ہے یار۔ وہ دیکھ ہی نہیں پا رہی کہ اسکے ماں باپ، اسکی بہنوں کو اسکی کوئی پرواہ تک نہیں۔"

عصر کو سنبھالتے ہوئے انیس نے اسے شانوں سے تھام کر اپنے روبرو کیا۔

"وہ بیٹی ہے عصر۔ اور بیٹیاں بے رحم نہیں ہو سکتیں۔ پر سکون ہو جاو۔ آج ہی سب طے کر کے جائیں گے۔ وہ تمہارے حق میں فیصلہ دے گی میرا دل کہہ رہا ہے۔ تمہیں بھلا کون رد کر سکتا ہے۔ تم بہترین انسان ہو"

انیس کا یقین، عصر کو اپنا ٹوٹا حوصلہ جوڑنے میں مددگار ہوا، وہ انیس کو ایسے دیکھ رہا تھا جیسے کچھ کہنا چاہتا ہو، بتانا چاہتا ہو کہ ہم ایک باپ کی اولادیں ہیں پر یہ بتانے کا عصر میں حوصلہ نہ تھا نہ ابھی یہ وقت مناسب تھا۔

"مجھے ڈر لگ رہا ہے بھائی"

عصر کی آواز کانپ سی گئی اور انیس کو اچھا لگا جب عصر نے یوں تکلیف میں اسے بھائی پکارا۔

"میں اور عرشیہ تبھی تو ساتھ آئے ہیں کہ تمہیں ڈر نہ لگے۔بی بریو۔۔۔"

انیس کا اسے سنبھالنا بہت طاقت رکھتا تھا جبکہ عرشیہ کی فجر سے کچھ بات ہوئی، جس میں اس نے فجر کو قائل کرنے کی کوشش کی مگر چونکہ جرگہ جلدی بلایا گیا تھا تو انھیں مزید وقت بھی نہ ملا۔

چند منٹوں بعد حویلی کے بڑے صحن میں چارپائیاں بچھا دی گئیں۔علاقے کے معززین، سفید ریش، اور قبائلی بزرگ آکر بیٹھ گئے۔فضا میں بوجھ تھا، اور سب کی نظریں کبھی عصر پر جاتیں، کبھی فجر پر، فجر کے والدین کو بھی بلایا گیا تھا۔

نجف بلوچ نے معاملہ پنچائت میں پیش کیا۔

"یہ جوان دو کروڑ ادا کر کے لڑکی کو لے جانا چاہتا ہے۔ ہم نے رشتہ طے کیا تھا۔ اب یہ آ کر ہماری عزت کو چیلنج کر رہا ہے۔"

نجف بلوچ کی نفرت انگیز ٹون پر جرگے میں سرگوشیاں پھیل گئیں۔

"تم کیا کہتے ہو لڑکے؟"

ایک بزرگ نے عصر کی طرف دیکھا۔

عصر سیدھا کھڑا ہوا۔

"میں کہتا ہوں کہ نکاح جبر سے نہیں ہوتا۔ اگر فجر سب کے سامنے کہہ دے کہ وہ اپنی مرضی سے ہمایوں سے شادی کرنا چاہتی ہے تو میں ابھی واپس چلا جاؤں گا۔ مگر اگر وہ انکار کرے تو اسے زبردستی روکنا ظلم ہو گا۔"

بزرگوں کی نظریں فجر پر جم گئیں جیسے وہ اب اس نڈھال لڑکی کی اجازت چاہتے ہوں۔

فجر کے ہاتھ پسینے سے بھیگ چکے تھے۔ اس نے ماں کا جھکا ہوا سر دیکھا، باپ کا بے چین چہرہ... وہ انکی خود غرضی اور لالچ بھی دیکھ چکی تھی اور پھر عصر کی آنکھیں دیکھنے لگی جن میں نہ دباؤ تھا نہ دھمکی، صرف یقین تھا کہ وہ اسکا ساتھ دے گی، عرشیہ اور انیس نے بھی اسکی ہمت بندھائی۔

"بیٹی، صاف صاف بتاؤ۔ کیا تم اس رشتے پر راضی ہو؟ کسی کا خوف نہ کرو۔ جرگے میں سچ بولا جاتا ہے۔"

ایک بزرگ نے نرم مگر واضح لہجے میں پوچھا، ہمایوں کی نظریں آگ برسا رہی تھیں، اسے اپنے ہاتھوں سے فجر نکلتی محسوس ہو رہی تھی۔

نجف بلوچ کا چہرہ پتھر بنا ہوا تھا۔

فجر کے لب کانپے۔

"اگر میں انکار کروں تو کیا میرے ماں باپ کو نقصان ہو گا؟"

فجر کے سہمے ڈرے سوال پر صحن میں سناٹا چھا گیا، تیز آندھی کے آثار بھی نظر آنے لگے تھے جیسے کسی بھی وقت جھکڑ چل پڑے گا۔

"جرگہ جو طے کرے گا وہی ہو گا۔"

نجف نے سرد آواز میں لقمہ دیا۔

"نہیں سردار، یہاں بیٹی کے ماں باپ کو سزا دینے کی بات نہیں ہو گی۔ اگر انہوں نے رقم لی ہے تو وہ معاملہ الگ دیکھا جائے گا۔ مگر نکاح جبر سے نہیں ہو گا۔"

ایک اور بزرگ بول اٹھے، یہ سنتے ہی فجر کے اندر جیسے کوئی بند ٹوٹ گیا۔

"میں اس رشتے پر راضی نہیں ہوں۔ میں نے ڈر کے مارے پہلے جھوٹ کہا تھا۔ میں عصر کے ساتھ جانا چاہتی ہوں، اپنی مرضی سے۔ لیکن چاہتی ہوں میرے ماں باپ کو بھی یہ لوگ نقصان نہ پہنچائیں"

اس نے سیدھا کھڑے ہو کر اپنی بات کہی، ایک لمحے کو ہوا رک گئی۔

"یہ ناانصافی ہے! میں نے اسے خریدا تھا۔ وہ میری بیوی بننے والی تھی"

ہمایوں غصے سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"بیٹھ جاؤ! لڑکی نے صاف کہہ دیا ہے۔ شریعت اور روایت دونوں میں زبردستی نکاح جائز نہیں۔"

اس سے پہلے ایک بزرگ نے سخت لہجے میں کہہ کر ہمایوں کو ٹوک دیا، نجف بلوچ کا جبڑا بھنچ گیا۔

"لڑکی آزاد ہے۔ اگر اس کے والدین نے رقم لی ہے تو وہ واپس کریں گے یا معاملہ قانون کے مطابق طے ہو گا یا عصر وہ رقم ادا کرے یہ انکا خاندانی معاملہ ہے۔ مگر اسے زبردستی روکنے کا کوئی حق نہیں۔ لڑکی بالغ ہے تو اپنی مرضی سے نکاح کر سکتی ہے۔"

چند لمحوں کی مشاورت کے بعد جرگے کے سربراہ نے فیصلہ سنایا، بلوچ سرداروں کے منہ دیکھنے والے تھے، جبکہ جان تو فجر کے ماں باپ کی بھی نکلی کہ اب پیسہ واپس دینا ہو گا۔

"ہم رقم ادا کریں گے۔ دو کڑور کی۔ لیکن ہمیں گارنٹی چاہیے کہ بلوچ سرداروں کا کوئی آدمی فجر کے والدین یا فیملی کو نقصان نہیں دے گا۔ دو کڑور سے زائد مالیت کی یہ گھڑی ہے۔ میں یہ سردار نجف کے سپرد گارنٹی ملتے ہی کر دوں گا"

انیس نے اپنی جیکٹ کی جیب سے وہ چمکتی قیمتی گھڑی نکال کر جرگے کے سربراہ کے سامنے رکھی اور ان لوگوں کو وقتی طور پر یہ فیصلہ ماننا پڑا، یعنی فجر کے والدین کے پاس جو پیسہ تھا وہ بھی انھیں لوٹانا نہ پڑا اور دوسرا ان لوگوں کی سیکورٹی کی گارنٹی بھی انھیں مجبوراً لینی پڑی۔

جرگہ ختم ہوا تو ہمایوں بلوچ نے حقارت سے عصر کو دیکھا۔

"یہ یہاں ختم نہیں ہو گا۔۔۔یاد رکھنا"

وہ دھمکی دے کر گیا تھا، انیس اور عرشیہ نے بھی اسے غصے سے دیکھا کہ اسکی جرت انھیں بھی پسند نہ آئی، اور اس سے پہلے فجر کے والدین، فجر کی طرف آکر اس سے معافی مانگتے، وہ انکو نفرت سے دیکھتی دور سرک کر عصر کے پیچھے چھپ گئی، عصر جسے غصہ تھا کہ ان لوگوں کی عقل ٹھکانے نہ لگا سکا، فجر کا ایسا برتاو دیکھ کر وہ تھوڑا پر سکون ہوا۔

"مر گئی ہوں میں آپکے لیے۔ چلیں عصر۔۔۔دم گھٹ رہا ہے ان لوگوں کی شکلیں دیکھ کر آنکھیں باہر ابل آئیں گی"

وہ تکلیف سے منت کرتی بولی تو عصر نے اسکا ہاتھ مضبوطی سے پکڑا اور جرگے کے میدان سے نکلا مگر تب تک شدید ہوا اور بارش شروع ہو چکی تھی اور انکی گاڑی بھی بہت دور کھڑی تھی۔

انیس اور عرشیہ نے فجر کے والدین کے چہرے کی ندامت دیکھ کر اک افسوس بھری نگاہ ڈالی اور وہ بھی وہاں سے چلے گئے، عصر اور فجر دونوں گاڑی میں جا کر بیٹھے تو پیچھے پیچھے انیس اور عرشیہ بھی سوار ہوئے۔

وہ ہچکیوں سے روتی اپنے چہرے پر اپنی ہتھیلیوں کو جما کر ان تینوں کا دل درد سے بھر گئی اور وہ تینوں جانتے تھے اس وقت انکا کوئی لفظ فجر کی تکلیف میں کمی نہیں کر سکتا۔

"ہمیں مینشن ڈراپ کر کے تم اسے فارم ہاوس لے جاو عصر۔۔۔اب اسے سنبھالنا تمہاری ذمہ داری ہے، اسکے سنبھلتے ہی تم دونوں کا نکاح کروادوں گا"

انیس نے خاموشی سے عصر کو میسج ٹائپ کیا اور بھیجا جسکے بعد اس شدید خراب موسم کے باوجود انکا واپسی کا سفر شروع ہو گیا، عرشیہ بھی انیس کے سینے لگ کر بیٹھ گئی کیونکہ فجر اب انکے ساتھ تھی تو سبکو ہی تھوڑا ریلیف ملا لیکن پورا سفر فجر کی تکلیف انھیں سہنی ہی پڑی۔

خضر دن بارہ بجے تک ہو سپٹل رکا تھا پھر وہ بھی چلا گیا، محراب اور مہویر ہو سپٹل ہی تھے، مہویر نے محراب کے ہو سپٹل ہونے کے سبب اپنا دوسرا فرض بھی نبھایا اور وئیر ہاوس پہنچا، انیس کے لوگوں کی نگرانی میں موساب اعوان نہایت ابتر حال پر تھا، اسے انیس اور عاصم ملک نے اتنا دھوڈالا تھا کہ اگر اسے مہویر کی ایک چپیڑ بھی پڑتی تو موساب کا شرطیہ دم نکل جاتا، جبکہ انیس کا دوست شمریز پاشا سے بھی تفتیش کر رہا تھا کہ کس کا آدمی ہے، جلد وہ معاملہ بھی کھل ہی جاتا۔

مہویر نے کرسی گھسیٹ کر اس کراہتے، کرب میں بلبلاتے موساب کے سامنے رکھ کر بیٹھے حقارت سے اس شخص کو دیکھا جسکی اک طرف لڑھکی گردن اب اٹھ چکی تھی۔

"میرے ہاتھ تجھے زندہ دفنانے کو تڑپ رہے ہیں پر میں صبر کر رہا ہوں، تیرے یہ زخم تھوڑے بھر لیں، ٹوٹی پسلی زرا جڑھ لے، پھر تجھ سے اپنے حساب لوں گا موساب۔۔۔ تو میرے ساتھ جو مرضی کرتا وہ اک طرف تھا، تو نے جو منائم کے ساتھ کیا وہ میں کبھی نہیں بھولوں گا نہ تجھے بھولنے دوں گا۔ وہ موت کو چھو کر واپس آئی ہے۔۔ مر جاتی تو کیا رہ جاتا میرے پاس۔ تو نے اور فاطمہ نے مل کر میری زندگی مفت میں تباہ کی لیکن یہ کر کے تو نے ہمیشہ کے لیے اپنے اوپر دو جہانوں کی جہنم طاری کر والی ہے۔۔۔ گھٹیا انسان۔۔۔ تو نے یمل کو بھی تکلیف دی۔ اس بچے نے کیا بگاڑا تھا تیرا، بول۔۔ کیا صرف دماغی اذیت دی اسے یا جسمانی بھی دی؟ میں کل اسے خود ڈاکٹر کے پاس لے کر جاوں گا۔ اگر تو نے اسے فزیکلی ابیوز کیا ہوا، پھر تو میں تجھے ساری زندگی یہیں ہر لمحے کی موت دوں گا۔"

موساب کی آنکھوں میں بنا مہویر سے پٹے بھی اسکا خوف بھرا ہوا تھا، شاید اس لیے کہ موساب اس وقت واقعی مزید ٹارچر سہنے لائق نہ تھا، خوف

آنکھوں میں ہونے کے باوجود وہ برداشت کر رہا تھا اور مہویر بھی اسے اس سارے ضبط کا مزہ چکھانے والا تھا جو اس نے سہے۔

"ملک ہولڈنگز عاصم ملک کے ہاتھ آگئی۔ جانتا ہے تو محراب نے انھیں شئیرز کی ملکیت دے دی۔ اس عورت نے طلاق کے باوجود، ناپسندیدگی کے باوجود تجھے جیسے لچے کے مقابلے میں عاصم کو اپنی حفاظت کے لیے چنا موساب۔ تجھ پر تو محبت بھی تھوک گئی۔ صاف ستھرا ہو کر گند میں لتھڑا ہوا وجود ہے تیرا۔"

اس شخص کی آنکھیں جیسے غصے سے پھٹنے کو آگئیں لیکن مہویر کا دل ٹھنڈا نہ ہوا، وہ موساب کو تڑپا تڑپا کر موت دینا چاہتا تھا۔

"وہ صرف میری ہے۔ میں نے اسے پانے کے لئے ہر حد پار کی تو ایسا کیسے ممکن ہے وہی مجھے نہ ملے۔۔۔ تم سب دیکھو گے وہ میری ہو گی۔۔۔ وہ عاصم بھی دیکھے گا۔"

موساب کے اس اعتماد کو دیکھ کر تو مہویر کو اس کھیل کا مزہ دوبالا ہوتا محسوس ہوا۔

"قبر میں جا کر انکو اپنانے کی پلاننگ بھی اپنے ساتھ لے جانا موساب۔ تجھے اب اپنے خاتمے پر یقین کر لینا چاہیے"

مہویر نے اسے اسکے انجام کا آئینہ دیکھایا ہی کہ اس درد کے انتہائی مقام پر بھی موساب اعوان خباثت سے ہنسا۔

"ابھی مار دے ورنہ تو پچھتائے گا مجھے زندہ چھوڑنے پر مہویر۔ مار دے اس سے پہلے میرا استاد آ جائے۔"

موساب کی آنکھوں میں کچھ دیر پہلے جو خوف تھا، وہ چمک بنا تو مہویر اس استاد والے ذکر پر ٹھٹکا۔

"استاد؟ کیا تجھ سے زیادہ بھی کوئی گھٹیا ہو سکتا ہے؟"

مہویر نے ہاتھ بڑھا کر رسیوں میں جکڑے موساب کو اسکی ٹوٹی پسلی کی جگہ سے اس زور سے مٹھی دباتے پکڑا کہ درد کی شدت پر موساب کا چہرہ لہو ہو گیا لیکن موساب کے چہرے سے وہ خباثت بھری مسکراہٹ نہ دور ہوئی۔

"ابھی تو نے اصل گھٹیا پن دیکھا ہی کہاں ہے۔ تبھی تو کہہ رہا ہوں ابھی تیرے پاس موقع ہے مجھے مار دے۔ ورنہ میرا استاد آ گیا تو ہم دونوں کے ملنے پر جو طوفان آئے گا اسے روکنا ناممکن ہو گا تیرے لیے"

موساب اسے صاف صاف دھمکا رہا تھا، مہویر کے ہاتھ نے اس بار موساب کی گردن کے اطراف زخمی حصے پر اپنی پکڑ بڑھائی، درد کی اخیر شدت بھی موساب سہہ گیا، مہویر نے تبھی اپنے ہاتھ کی گرفت بھی سخت کی جس سبب موساب کا سانس اٹکنے لگا۔

"پھر ایسا کرتے ہیں تیرے اس استاد کا ویٹ کرتے ہیں۔ میں بھی دیکھوں تو کس گھٹیا پن کی بات کر رہا ہے۔ بتا کون ہے تیرا استاد، میں بذات خود اسکی راہوں میں انگارے بچھاتا ہوں"

مہویر کی دلچسپی بھی جیسے بڑھ گئی، آخر ایسا کونسا استاد تھا اس نجس آدمی کا، درندگی اور سفاکیت کی انتہا کیا ہی ہو سکتی ہے۔

موساب نے درد سے کراہنے کے باوجود قہقہہ لگاتے اپنی سرخ خون آشام آنکھیں مہویر پر جمائیں۔

"انگارے تو وہ بھرے گا، ہر اس فرد کے حلق میں جس نے مجھے ہاتھ لگایا۔ تو، انیس غانم، اور تیرا وہ چہیتا سسر عاصم ملک۔۔۔۔ باپ سمجھ اسے میرا"

موساب کے دھمکانے پر اس بار قہقہہ مہویر نے لگایا، موساب کے چہرے پر ایک بار پھر مہویر میثاق کا خوف امڈ آیا۔

"تجھ جیسا کوئی غلیظ ہی ہو گا جس نے تیرے جیسی ناپاک چیز کو اپنی اولاد بنایا ہے۔ میں اب بہت بے صبری سے تیرے اس استاد کا انتظار کروں گا۔ تم دونوں مل کر جتنا بڑا قہر بن جاو لیکن اس آتش فشاں کے آگے کچھ نہیں جو میرے سینے میں بن چکا ہے اور کسی بھی وقت اپنا لاوا اگل دے گا۔ موساب اعوان۔۔۔ تیرا نام لیتے لوگ ڈریں گے کہ کہیں انکی زبان ناپاک نہ ہو جائے۔۔۔۔ تو جانتا ہی نہیں تیرا انجام میں لکھ چکا ہوں بس اس انجام پر عمل درآمد باقی ہے۔"

موساب کے ہونٹوں پر جماخون اس کے قہقہے کے ساتھ پھیل گیا۔

"انجام؟"

وہ زخمی سانسوں کے بیچ ہنسا۔

"ہاں۔۔۔ تیرا بھیانک انجام"

مہویر کی نفرت اسکی ٹھنڈی مسکراہٹ میں قید تھی۔

"میرا انجام لکھنے والے بہت آئے لیکن کوئی آخری صفحے تک نہ پہنچ سکا۔"

مہویر کی آنکھوں میں دہکتی سرخی اور گہری ہو گئی۔ اس نے اس کی گردن سے ہاتھ ہٹایا مگر اگلے ہی لمحے کرسی کو ٹھوکر مار کر اسے پیچھے گرا دیا۔ لکڑی فرش سے ٹکرائی تو گونج کمرے میں پھیل گئی، موساب کے حلق سے دلخراش سسکیاں نکلیں۔

"تو بس بھونکتا رہ۔"

مہویر اس کے کرسی سے آزاد ہوتے ہی اس پر جھکا، اس کی آواز اب بہت سرد تھی۔

"میں انتظار کروں گا۔ دیکھتے ہیں تیرا استاد آتا ہے... یا میں خود اسے گھسیٹ کر یہاں لاتا ہوں۔"

موساب نے زخمی پسلی کے درد پر ہلکی سی سسکی بھری مگر آنکھوں میں وہی سفاک چمک تھی۔

"وہ خود آئے گا۔ جب سایہ لمبا ہو جاتا ہے تو سمجھ لو سورج ڈوبنے والا ہے۔"

موساب کو چند آدمی پکڑ کر واپس کرسی پر بٹھا گئے، اسے دوبارہ رسیوں سے جکڑا گیا۔۔

"میرا سورج کسی کے آنے سے نہیں ڈوبتا۔ بلکہ اب یہی سورج سوا نیزے پر آکر چمکے گا۔ تجھے اپنے استاد سمیت مجھ سے مقابلہ کرنا ہو گا۔ میرے جیتے جی تو انیس یا عاصم ملک کا بال بھی بیکا نہیں کر سکے گا۔ نہ کسی اور کی طرف اب میلی آنکھ سے دیکھ سکے گا"

مہویر نے دونوں آدمیوں کو پیچھے ہٹنے کا اشارہ کیا اور کرسی کی بازوؤں پر ہاتھ رکھتے وہ موساب کے منہ کی جانب نزدیک ہوئے بولا، اس کی سیاہ آنکھوں میں طوفان تھے۔

"چچ چچ۔۔۔ میرا استاد تیری سوچ سے بہت آگے کی چیز ہے۔۔ تو انتظار کر۔ بس گنے چنے چھ دن مہویر میثاق۔"

مہویر نے دلچسپی سے یہ چلینج لیا اور سیدھا ہو کر کھڑا ہوا، موساب کی اس حالت پر مہویر محظوظ ہوا کہ شاید مار اسکے دماغ پر چڑھ گئی ہے۔

"اگر ایسا ہے تو یہ چھ دن بہت مزیدار کٹیں گے۔ مجھے بھی بہت انتظار ہے اب۔۔ تجھ سمیت تیرے استاد کے زندہ دفن ہونے کا۔"

مہویر کی آنکھیں مسکرا کر چمکیں، وہ مسکراتا ہوا ہی موساب کے بالوں کو مٹھی میں اس زور سے دبوچ گیا کہ گماں تھا وہ موساب کے سر کی جڑوں سے کسی بھی وقت اکھڑ اجائیں گے۔

"کر لے انتظار، تیرا بنتا بھی ہے"

بال کھنچنے کے باوجود، موساب کے پنچ پن میں کمی نہ آئی، مہویر نے اسکے بالوں کو ٹھیک اکھڑنے سے چند سیکنڈ پہلے چھوڑا، اسکے سر کی جلد گلابی ہو گئی جسکا مطلب تھا مہویر کی پکڑ عام نہیں تھی۔

"اگلی بار شاید تیرے یہ بال اکھاڑ ہی ڈالوں۔ چچ چچ اپنی حالت دیکھ موساب۔ تجھے کیا لگتا ہے تُو میرے اس ٹارچر ہاوس سے سلامت نکل پائے گا؟ سلامت نکل بھی گیا تو کیا فزیکل رشتہ بنانے لائق رہے گا تُو؟ تجھے انوکھی سزا دینی چاہیے۔ جو وولف کو دینی جچے بھی۔"

مست و شر دبار لہجہ لیے مہویر نے اسکے بال سہلاتے جو تنبیہی ڈراتے انداز میں کہا اس پر موساب کی آنکھیں خوف وڈر میں غرق ہوئیں، اسکی آنکھوں میں موت کا سا سایہ ناچا۔

"تیری آنکھوں کا یہ رنگ بتا رہا ہے تجھے موت سے زیادہ اپنی مردانگی جانے کا زیادہ خوف ہے۔ ہاں بھئی خوف تو ہونا چاہیے، کہ کم از کم ایک بچہ پیدا کرنے کی حسرت تو سبکو ہوتی ہے۔ لیکن میں سوچ رہا تھا کہ اگر تیری یہ طاقت اور قوت ہی چھین لی جائے پھر تو محراب صاحبہ کا سامنا بھی نہیں کر پائے گا۔ ان سے شادی تو دور کی بات ہے"

مہویر اپنے پرانے ٹارچر والے روپ میں لوٹا اور بس اتنی سی بات پر موساب اعوان کے مانو چھکے چھوٹ چکے تھے، وہ مہویر کو ایسے دیکھ رہا تھا جیسے کچا چبا جائے گا۔

موساب کی سانسیں بے ترتیب ہونے لگیں، پہلی بار اس کی آنکھوں میں وہ وحشیانہ چمک مدھم پڑی تھی جس کے سنگ وہ پچھلے کئی منٹوں سے مہویر سے برابر مقابلہ کر رہا تھا۔

"ڈرا رہا ہے مجھے؟"

اس نے تھوک نگلتے ہوئے کہا، مگر آواز میں دراڑ صاف سنائی دے رہی تھی۔

مہویر نے ہلکی سی سمائل کی پر وہ بہت سفاک ہنسی میں جلد بدل گئی۔

"واقعی ڈر وہی محسوس کرتا ہے جس کے پاس کھونے کو بہت کچھ ہو اور تیرے پاس، بہت کچھ ہے موساب۔ غرور، نام، مردانگی کا زعم، سب۔"

مہویر اس کے گرد آہستہ آہستہ چکر کاٹنے لگا، جیسے شکاری زخمی جانور کا جائزہ لے رہا ہو۔

"تم لوگ موت سے نہیں ڈرتے۔ تمہیں ہیرو بننے کا شوق ہوتا ہے لیکن جب یہ مردانگی ہی چھین لی جائے تو بڑے بڑے درندے بھی کانپ جاتے ہیں۔"

مہویر کی باتوں کو بمشکل برداشت کیے موساب نے رسیوں میں بندھے ہاتھوں کو زور لگایا، اسکے ہاتھوں کی رگیں ابھر آئیں۔

"میرا استاد آجائے گا، پھر دیکھنا تیری یہ ہنسی کیسے گم ہوتی ہے۔"

موساب کی بے بسی اور اس بار بڑے مجبور انداز میں استاد کا رعب جھاڑنے پر مہویر ہنسا۔

"مجھے تیرے استاد کا بے صبری سے انتظار ہے۔ تاکہ ایک ہی دن میں شاگرد اور استاد دونوں کا غرور توڑ سکوں۔ دونوں کی چیخیں اور سسکیاں

سن سکوں۔ بہر حال۔۔ تیری مردانگی کا کچھ کرتے ہیں۔ میں خود تو ایسے کام نہیں کرتا لیکن کوئی قصائی ڈھونڈتا ہوں۔ کیا سمجھے ؟"

مہویر کو اسکی تکلیف، اسکو ذہنی اذیت دے کر جو سرور آرہا تھا وہ تو پیٹنے سے بھی نہ مل سکا تھا، موساب کی شکل دیکھنے لائق تھی، اسکا رنگ پیلا پڑ چکا تھا، وہ جانتا تھا مہویر نے اگر یہ کہا ہے تو یہ دھمکی تو ہر گز نہیں تھی، وہ سر پھرا وولف یہ کروا بھی سکتا تھا۔

"مہویر۔۔۔۔ خدا کی لعنت ہو تجھ پر"

موساب نے حلق کے بل دھاڑ کر اپنی تکلیف نکالی، جبکہ مہویر اسکی اس دلخراش و دلبر داشتہ آہ کو کسی میوزک کی طرح مزے لے کر سن رہا تھا، موساب نے اسے گالیاں بکیں پر مہویر انھیں بھی انجوائے کر رہا تھا۔

اس نے سیدھا ہو کر دروازے کی طرف اشارہ کیا۔ دو آدمی اندر آئے، جنھیں مہویر نے کڑی نظر رکھنے کی تاکید کی اور موساب کو اشارے

سے اور بھونکنے کا کہے ہنستا ہوا گودام سے نکلا تو چہرے پر الگ ہی تازگی اتری تھی، وہ اپنی گاڑی کی طرف گنگناتا ہوا بڑھا تبھی اسکا فون رنگ کیا۔

منائم کے ڈاکٹر کی کال تھی، مہویر کا چہرہ یکدم پریشانی لیے رنگت بدل گیا۔

"کیا ہوا ڈاکٹر؟ منائم تو ٹھیک ہے ناں؟"

مہویر نے کال پک کرتے ہی فون کان سے لگایا۔

"اسے ہم نے کمرے میں شفٹ کر دیا ہے۔ اب تمہاری فیملی کو اجازت ہے اس سے ملنے کی لیکن صرف دس منٹ۔ اس سے زیادہ کوئی پاس رہا تو وہ بے آرام ہو سکتی ہے۔ اور اس نے پھر سے تمہارا نام لیا۔ ہوش میں تو نہیں آئی لیکن اسے تم یاد ہو مہویر"

مہویر کے لیے یہ شاید پوری دنیا فتح کرنے جیسا تھا، اسکی آنکھوں میں مسکراتی خوشی تھی لیکن آنکھ نم ہو گئی۔

"وہ مجھے ازبر ہو گئی ہے تو ایسا کیسے ممکن ہوتا کہ وہ مجھے بھول جاتی۔ میں ہوسپٹل پہنچتا ہوں۔ میں آج رات اسکے پاس رک سکتا ہوں ناں؟ دور بیٹھ جاوں گا پر پلیز ڈاکٹر اسکی اجازت دیں مجھے"

ڈاکٹر نے مسکرا کر اجازت دے دی کیونکہ مہویر بھی اس لڑکی کی دواوں میں شمار تھا۔

"تھینکیو سو مچ۔۔۔"

مہویر نے ممنون ہوتے اجازت لی اور کال بند کرتے وہ گہرا سانس اس سرد موسم کی ابر آلود فضا میں بھرتا گاڑی میں سوار ہوا اور گاڑی ویئر ہاوس کے مین گیٹ سے باہر نکل گئی، وہیں دوسری طرف انھیں واپس آنے میں دن کے دو بج گئے تھے، عرشیہ نے ہولڈنگ کی میٹنگ تین بجے کروالی تھی، موسم پورا راستہ بہت خراب رہا تھا لیکن اب بارش رک چکی تھی لیکن آسمان سیاہ بادلوں کی اب تک لپیٹ میں تھا۔

عصر نے انھیں مینشن ڈراپ کیا اور خود وہ فجر کو لے کر فارم ہاوس روانہ ہوا، عرشیہ نے انیس کی بازو میں بازو الجھائے آسمان کی طرف دیکھا، وہ دونوں مینشن کی بلڈنگ کی طرف جانے کے بجائے گارڈن سائیڈ چلے آئے، بہت پیارا اور رومنٹک موسم ہو رہا تھا۔

"میری گاڑی تو عصر لے گیا۔ تم علیم کی گاڑی لے جانا ہولڈ نگز۔ عصر کی گاڑی سروس کے لیے گئی ہے۔"

وہ انیس کے ساتھ ہی ٹہلتی ہوئی مسکرا کر انیس کی سنجیدہ ہدایات پر اسے پیار سے دیکھنے لگی۔

"میں نے ہولڈ نگز سے گاڑی بلوالی ہے۔ میں وہاں کی چھوٹی سہی پر اونر ہوں مسٹر سڑو۔ مجھے کسی کی گاڑی کیوں چاہیے ہو گی بھلا"

وہ ادا سے اپنے رتبے کا معصومانہ سا رعب جما گئی جس پر انیس نے اپنی مسکراہٹ روکتے اپنی خاتون کی جانب محبوبیت سے دیکھا، انیس کی ایسی

نظریں عرشیہ کے لیے موسم انجوائے کرنا محال کر سکتی تھیں تبھی وہ اسکا جبڑے سے منہ پکڑتی دوسری طرف اسکا رخ پھیر گئی۔

"اف۔۔ابھی پچیس فیصد شئیرز ہیں تو یہ غرور ہے۔ غلطی سے اگر میرے سسر صاحب نے کسی دن نیند میں سارے شئیرز تمہیں دے دیے، تم تو زمین پر چلتے ہم جیسے غریب لوگوں کو کیڑے مکوڑوں کی طرح پیر تلے مسل ڈالو گی۔ اچھا ہوا پچیس فیصد شئیرز ہی ہیں تمہارے پاس"

انیس نے بھی شرارت اور چھیڑ خانی کے اگلے پچھلے سارے ریکارڈ توڑ ڈالے، وہ محسوس کر رہی تھی یہ آدمی شرارتی ہوتا جا رہا ہے، خاص کر تب سے جب سے انکے بیچ محبت کے اقرار ہوئے ہیں، وہ سڑا ہوا سمٹا ہوا شخص ہر طرح عرشیہ کے سامنے کھل رہا تھا، اس بار انیس ٹھٹکا جب وہ خاموش ہو کر بس اسے پیار سے تکتی چلی جا رہی تھی، دیوانی اور شیدائی کی طرح۔

پھر نظریں پھیرتی ہنس پڑی۔

"میں بہت ڈاون ٹو ارتھ ہوں۔ تم کیا جانو"

وہ اپنی ہنسی سے اس موسم کو اور دہکا گئی، انیس نے اسکی خوبصورت سمائل کے اثرات عرشیہ کے پورے چہرے پر حاوی دیکھے۔

"میں ہی تو مکمل جان پایا ہوں تمہیں۔"

انیس کے الفاظ کی حدت، نگاہوں کی نرمی پر وہ شرما سی گئی، اسکی گلاب اوڑھتی گالوں سے باخدا عشق کیا جا سکتا تھا۔

"جانتے ہو تو بتاو مجھے کونسا رنگ پسند ہے؟ کھانے میں کیا فیورٹ ہے۔ مجھے کیسا میوزک پسند ہے؟ مجھے کیا چیزیں سرپرائز کرتی ہیں؟ بولو بولو"

وہ اسکی بازو سے الجھی اپنی بازو نکال کر ٹھیک انیس کے سامنے رک کر اشتیاق سے اس سے ڈھیڑ سے سوال کر گئی۔

"تمہیں کھانے میں میرا کلیجہ چبانا پسند ہے۔ رنگ تمہیں وہ سارے بھاتے ہیں جو مجھے چھو جائیں۔ میوزک تمہیں ہمارے دل کی ملی ہوئی دھڑکنوں کا پسند ہے اور سرپرائز تمہیں میری کِس کرنے کی فلاپ کوشش کر رہی ہے آجکل"

انیس کے منہ بگاڑ بگاڑ کر یہ تفصیل دینے پر عرشیہ کے چہرے پر ہزاروں رنگ کے لطف ٹمٹمائے، باخدا وہ اتنے طرز کا الگ منفرد مسکرائی کہ انیس سانس روک کر اسکے چہرے کے وہ ہر تاثر کو پرکھنے پر لگا کہ کوئی بھی اسکی نظروں سے چھوٹ نہ جائے۔

"ہاہ! تم مجھے اتنا کیسے جان گئے۔ اوہ۔۔۔ میری سڑی ہوئی جان اتنی ماہر ہے۔۔۔ میں صدقے جاوں"

وہ جھپٹ کر اسکے دونوں گال ہاتھوں میں دبوچ کر لاڈ و پیار سے مسلتے ہوئے بچگانہ لہجے میں بولی، اپنے ہونٹوں کے پاوٹ بناتی وہ اسے پچکارتی ہوئی انیس کا واقعی دماغ شارٹ کر رہی تھی۔

"ایسے مت کرو ورنہ اب فلاپ نہیں ہونے دوں گا اگلی کوشش۔"

وہ اسکی ایسی شکل بس ایک ہی دھمکی سے نارمل کر سکتا تھا، اور لمحہ لگا وہ شریف بچوں سی اپنے ہاتھ پیچھے کھینچ کر یسے بچے کی طرح مسکائی۔

"کیوٹی پائی"

وہ مسکا کر بولی تو انیس کو مسکرانا پڑا، وہ اسکو فلائنگ کِس کیے خود ہی شرما بھی گئی۔

"آہ لُما"

انیس نے ٹھنڈی سانس لیتے منہ اور رخ پھیرا۔

"کیا ہو گیا میری جان"

عرشیہ اسکی بازو سے لپٹ کر ساتھ لگی تبھی اسے انیس کی پینٹ کی سائڈ اندر گھسی پسٹل چبھی۔

"گن لے کر گھوم رہے ہو۔ یہاں کونسے دشمن ہیں تمہارے۔؟"

انیس نے اپنی پسٹل نکالی تبھی عرشیہ زرا سہم کر دور ہٹی، وہ ہنسا کہ یہ لڑکی پیلی سی پڑ گئی تھی۔

"مجھ سے تو دور ہٹاو یار۔۔۔ میرا دل بند کرو گے کیا؟"

عرشیہ کے سہم کر ڈانٹنے پر انیس نے گن کی نلی عرشیہ سے دور ہٹائے سامنے درخت کی جانب گن پوائنٹ کی۔

"میری سب سے بڑی دشمن تم ہو۔ چلو آوزر انشانہ لگا کر دیکھاو۔ دیکھوں کہ بس باتیں آتی ہیں یا کسی کام کاج کی بھی ہو؟"

انیس نے اسکا ہاتھ پکڑ کر اپنے پاس کھینچا تو عرشیہ کے چہرے کی ہوائیاں اڑیں۔

"ن۔ نہیں مجھے نہیں آتی چلانی۔۔۔ دور کرو ناں۔ چل گئی تو کیا ہو گا۔۔۔ میں مر سکتی ہوں"

عرشیہ نے پسٹل دیکھتے ہی پھدک کر فاصلہ بناتے انکار کیا، اب تو انیس اسے ضرور یہ پنگاہ سیکھانا چاہتا تھا۔

"مرو گی تو تب جب اپنی طرف گما کر اس خالا جی کو چلاو گی۔ میں تمہیں وہ سامنے درخت پر نشانہ لگانے کا کہہ رہا ہوں عقل مند خاتون۔ اور یہ اچھل کر تمہارے سر پر نہیں بیٹھے گی۔ اتنا بھی کیا ڈرنا۔ مجھ سے پیار کرتے نہیں ڈری تم، اب یہ چونچلے کر رہی ہو گن سے ڈرنے کے۔ چوہیہ!"

وہ اسکی ساس کی طرح والی کٹھور باتیں سن کر محظوظ ہوئی کہ وہ ایسے کتنا کیوٹ لگتا ہے۔

"اوہ۔مجھے نہیں پتا تھا یہ پسٹل تمہاری خالہ ہے۔اوہ میری پیاری خالہ جان۔۔۔مجھ سے ملیے میں ہوں عرشیہ المیر۔۔آپکے اس سنائپر بھانجے کی وائفی"

عرشیہ نے گن کو ایسے دیکھ کر حال احوال شروع کیا جیسے وہ لوہے کا ٹکرا نہیں واقعی خالہ ہو،انیس پہلے تو تھما پھر اس لڑکی کو نوٹنکی دیکھ کر اسکے سر پر ہلکی سی چپت رسید کی۔

"نان سیریس طالب علم۔ڈرامے بعد میں کرنا۔آجاو تمہیں کلاس دوں۔۔۔"

وہ اس کے ساتھ ہنستی زرا علوی مینشن کے گارڈن ایریا سے نکل کر آگے خالی جگہ آئی جہاں کافی کھلا سرسبز میدان تھا،یہ ایریا گالف کے لیے مختص تھا،جوانی میں ابراہیم اکثر گالف کھیلا کرتے تھے۔

"ٹیچر ٹیچر۔اگر میں نے یہ نہ سیکھی تو کیا مجھے مار پڑے گی؟"

انیس نے رک کر اس لڑکی کی مسکراہٹ اور شرارت دیکھی، وہ ہر گز انیس کو سنجیدہ رہنے نہیں دے

رہی تھی۔

"اے بس کر"

انیس نے چانٹے کی طرح ہاتھ اسکی گال پر رگڑا تو عرشیہ کی ہنسی اسکے منہ سے سلپ ہوئی لیکن وہ شارک کی طرح اپنے دانت نکوستی اسے اگلے ہی لمحے گھوری۔

"تھپڑ کیوں مارا ہے مجھے۔۔۔ ٹھہرو تم"

عرشیہ نے نیچے بینڈ ہونے کے بعد جھک کر بیٹھے زمین سے گھاس پھوس اپنے دونوں ہاتھوں سے نوچ چھیل کر جمع کیا اور اپنے نئے نئے بنے ٹیچر کے سر پر برسایا، انیس نے آگے سے غصے والا تاثر دیا، پر عرشیہ کے دانتوں کی نمائش جاری تھی۔

"گندی لڑکی۔ گھاس گیلی ہے۔ میرے بال اور کپڑے خراب ہوئے تو تم سے ہی دھلواوں گا۔"

انیس نے سر اور بالوں میں پھنسے گھاس پھوس کے زرے جھاڑتے دھمکی لگائی تو عرشیہ نے ہونٹوں کو حصارنے والی مسکان لبوں میں دباتے فلرٹی انداز میں انیس کو تاڑا۔

"کیا دھلواوگے؟ سر کے بال یا کپڑے؟"

وہ مٹھیوں میں گھاس پھوس لیے دوسرا وار کرنے سے پہلے اشتیاق سے بولی۔

"خود کو دھلواوں گا"

انیس کی شیطانی ہنسی پر عرشیہ کے مزید شرارتوں کے ارادے کمزور پڑے۔

"بے شرم۔ تمہیں تو اللہ موقع دے اپنے ڈولے اور پیکس دیکھانے کا۔ شکر ہے کچھ دن سے شرٹ نہیں اتاری تم نے میرے سامنے"

عرشیہ نے پھسپھساتے ہوئے خود کلامی کی پر انیس کے بے خود تاثرات سے لگ رہا تھا وہ اسے سن چکا ہے، اسے علم نہیں تھا اسکی بیوی اسکے شرٹ لیس وجود کو اتنی دیوانگی سے مس کر رہی ہے۔

"پھینکو یہ کچرا۔۔۔ تمہارے اندر کیا بھوتنا آگیا ہے۔"

انیس نے اسکے دونوں ہاتھوں سے وہ گھاس لے کر زبردستی نیچے گرائی جس پر عرشیہ کا منہ افسوس والا بن گیا کیونکہ اب کی بار اس نے یہ گھاس اسکی شرٹ کے اندر گھسانی تھی تاکہ وہ شرٹ ابھی اتار پھینکتا، لیکن پلین فلاپ ہونے پر رو تو سا منہ لے کر رہ گئی، انیس نے اسکی خواہش اپنے دل میں نوٹ کر لی کہ آج ہی پوری کرے گا۔

"نہیں بھوتنی۔۔۔وہ کیا ہے کہ میں عصر کے لیے بہت بہت بہت خوش ہوں۔میرا ہیرو بھائی چھا جو گیا آج۔۔۔دل کر رہا ہے ناچوں۔۔لیکن چلو پہلے گن چلاتی ہوں کیونکہ خوشی میں ہوائی فائر بھی تو کیے جاتے ہیں۔پلیز نشانہ نہ لگا تو سزا نہ دینا۔ہوائی فائر سمجھ کر معاف کر دینا اپنی کیوٹ سٹوڈنٹ کو۔پلیج"

وہ بچوں کی طرح خوشی سے گن چلانے کے فیصلے پر آمادہ ہوئی جبکہ انیس آنکھوں کی حدود تک مسکرایا اور گن لوڈ کی،وہ بہت ایکسائڈ بھی تھی اور ڈر بھی رہی تھی۔

"کیوٹ؟استغفر اللہ"

انیس نے دل ہی دل میں اس کیوٹنس سے پناہ مانگی۔

"ایک طرف کہتے ہو تم ہو میرے محافظ،اور اب مجھے گن چلانا سیکھنی پڑ رہی ہے۔ہک ہاہ!میں بیچاری"

عرشیہ کا بڑبڑانا وہ بھی افسوس سے بدستور جاری تھا جب انیس نے اسکے ہاتھ میں گن پکڑائی۔

"خفاظت کے لیے میں ہمیشہ حاضر ہوں تمہاری لیکن باخدا تمہاری اس لمبی زبان کا کیا کروں۔ اسکی وجہ سے کوئی بھی تمہارے پیچھے لگ سکتا ہے۔ سمجھ تو گئی ہو ناں؟"

وہ قریب ہوتا اسے گن چلانا سیکھانے کے ساتھ

پس لب مسکراتا جسکی مثال دے گیا وہ عرشیہ کو اول تو سمجھ ہی نہ آئی، انیس نے اسکے عقب میں رکتے اسکے ہاتھ پر ہاتھ کی پکڑ جماتے ٹھیک نشانہ درخت کے تنے کی طرف لگایا، عرشیہ نے گن چلتے ہی اپنا ہاتھ کھینچا اور ڈر کر پلٹتے ہی انیس کے سینے میں چھپ گئی، انیس نے ہنس کر اس سہمی بلی کو دیکھا جو کچھ دیر بعد منہ نکالتی انیس کے چہرے کو دیکھنے لگی اور پھر ساتھ ہی آنکھیں چنی کر گئی۔

"مجھے کیوں لگ رہا ہے کہ تم نے میری میٹھی میٹھی کی ہے۔ یہ کوئی سے مراد ڈاگیز تھے کیا؟"

انیس نے گن سیو کرتے واپس اپنی پینٹ کے بیلڈ والے دائیں کنارے کی اک طرف اندر گھسائی اور دونوں ہاتھ عرشیہ کے اطراف حائل کیے۔

"تو اور کون ہو سکتا ہے۔ وہ بچارے بھی کہیں گے، یا خدا ہم سے بھی زیادہ بولتی ہے یہ"

انیس نے ہنسی ضبط کرتے بہت پیار سے اسکا ماتھا چوم کر کہا اور تبھی عرشیہ نے اسکے کندھے پر زور سے دانت گاڑے۔

"آہہ۔۔۔ جنگلی بلی۔۔۔"

وہ معصومانہ سا کراہا۔

"روٹھ گئی ہوں۔ میرا بولنا تم نے ڈاگی سے ملا دیا۔۔۔ اب دیکھنا چوں بھی نہیں کروں گی۔ میری آواز سننے کو ترسو گے۔"

عرشیہ نے سخت دکھی ہوتے اسکا حصار توڑنا چاہا مگر وہ انیس کی جانب سے نا ٹوٹنے کی حد تک سخت ہوا، وہ بناوٹی دکھ آنکھوں میں بھرے انیس کو دیکھنے لگی۔

"چاں کر لینا۔ چوں بھلے نہ کرنا۔ مزید مت ترسانا، آل ریڈی بہت ترسا ہوا ہوں"

وہ اب بھی سنجیدہ نہ تھا، عرشیہ کی آنکھیں بھی بہت جبر کے باوجود مسکراتی نظر آئیں۔

"بہت برے ہو تم۔۔۔ پھر بھی پیار آ رہا ہے۔۔۔ وہ بھی ٹوٹ کر"

عرشیہ کی آنکھوں میں مسکراتے لمس نے فوری محبت کے رنگ پکڑے، انیس نے اسے مزید خود میں بھینچا تو دونوں کے دل کی دھڑکن اک دوسرے میں جذب سی ہوئی۔

"ٹوٹ کر پیار آئے تو کر دینا چاہیے ورنہ اپنے ٹوٹنے کا خدشہ ہوتا ہے"

وہ اسے نصیحتیں جھاڑتی نانی کی طرح اکسا گیا، وہ اکسائے جانے پر بھی راضی تھی۔

"جو تمہاری باہوں میں ہو اسے ٹوٹنے کا کیا ڈر انیس غانم۔ میرا ہر ٹکڑا ایک سی محبت و توجہ سے سنبھالو گے تم"

وہ اسکے دائیں رخسار کو اپنے ہونٹوں کی نرمی بخشتی فوری دور ہوئی، وہ اسکے ایسے یقین پر اندر تک ہل کر رہ گیا۔

"اتنا یقین کب آ گیا تمہیں مجھ پر؟"

وہ اسی بدحواسی میں ڈوبا بولا، انکی سانسیں ایک دوسرے میں پیوست تھیں، ان میں حرارت تھی، آنکھوں میں بے لوث تمنا اور باڈی لینگویج میں پیش رفتگی کے مضبوط فیصلے قید تھے۔

"جب جب تمہیں دیکھتی ہوں، یقین کے نئے نئے انکشافات ہوتے ہیں مجھ پر۔ میں بہت خوش ہوں کہ تمہاری وجہ سے مجھے اک محترک زندگی جینے کو ملی۔ ہم جب سے ایک ساتھ ہیں، کچھ نہ کچھ ایکسائٹنگ ہو رہا ہے۔ مجھے ہمیشہ سے ایسی ہی زندگی چاہیے تھی۔ جو ربوٹک نہ ہوتی، جس میں

احساسات، واقعات، موسم، مزاج

اور بدلتی رتوں کی خوشبو قید ہوتی۔ جس میں اپنے سوا کسی اور کے لیے جینا، دھڑکنا اور مسکرانا بھی شامل ہوتا۔ میں خوش ہوں تم میرے پاس ہو۔ تم بہت چارمنگ ہو انیس۔ اوپس میں اپنے یہ سارے پالے پالے لفظ واپس لیتی ہوں۔ تم سڑو ہو۔۔۔۔ نک چڑھے"

وہ محبت کے لہجے میں اتنی ڈوبی کہ انیس کی وارفتگی بھری آنکھیں اختتام تک سہی نہ گئیں تو جلدی سے نگاہیں پھیر کر اپنے سارے بیانات بدل گئی۔

"میں نہیں دوں گا ایک بھی لفظ واپس"

وہ خمار لہجے میں لیے عرشیہ کے کان کی لو چومتا اسکے کان میں ضدی سے لہجے میں بولا تو عرشیہ کو اپنی ریڑھ کی ہڈی تک لہر سی اترتی محسوس ہوئی۔

"مجھے یہ موسم بہت پسند ہے پر ٹھنڈ بھی لگ رہی ہے۔ مجھے زور سے گلے لگاو ناں انیس۔ اپنے کوٹ میں چھپاو"

وہ اسکے کوٹ میں گھستی اسکے سارے رومنٹک موڈ کا ستیاناس کر گئی اوپر سے اپنا ٹھنڈا منہ بھی انیس کی گردن میں گھسیڑ گئی جس سے ساری محبت کی حرارت اور فسوں اڑن چھو ہوا۔

"ہاں تم گھس لو میرے کوٹ میں، میری خیر ہے۔ میں بھلے دوسری طرف سے باہر نکل جاوں"

عرشیہ نے اسکی چڑ پر ہنستے اپنا چہرہ مبارک باہر نکالا، ظالم جب ایسے کیوٹ سا ہنستی تھی تو سارے میس کی تلافی کر دیتی تھی۔

"چڑے ہوئے کتنے کیوٹ لگتے ہو ناں سڑو۔ نہیں گھس رہی تمہارے کوٹ میں۔ کوٹ نہ ہو گیا، شاپر ہو گیا جو میرے گھسنے سے پھٹ جائے گا ہنہ۔"

عرشیہ نے خود ہی دور ہوتے منہ بنا کر کوسا جبکہ انیس اپنے کوٹ کو کنارے سے پکڑ کر دیکھنے لگا کہ یہ لڑکی ایسی مثالیں پتا نہیں کہاں سے لے آتی ہے۔

اس سے پہلے کچھ کہتا، علیم خان کو اپنی طرف آتا دیکھے وہ دونوں ہی زرا شرارت ترک کرتے علیم خان کی طرف متوجہ ہوئے۔

"یمل ملک یہیں ہے سر۔ مہویر سر اسے یہیں چھوڑ کر گئے تھے کیونکہ وہ اپنے ماں باپ سے ابھی ملنے کی ہمت نہیں رکھتا تھا۔ میں نے دونوں کو ناشتہ بنا کر دیا تھا۔ یمل سو گیا ہے بہت تھکا تھا، بخار بھی ہو رہا تھا اسے، اور عدین اسکی فکر میں آدھا ہو گیا ہے۔"

عرشیہ نے گھبرا کر انیس کی طرف دیکھا جیسے اسے یقین نہ آیا ہو کہ اسکا بھائی یہاں آگیا ہے، انیس کو عرشیہ کے یونہی سرپرائز ہونے کی امید تھی۔

"بہت اچھا ہوا کہ وہ یہاں آگیا۔ چلتے ہیں دونوں کے پاس۔۔۔ تمہارا شکریہ علیم۔ تم اور عصر میرے مضبوط بازو ہو۔ اور داد دینی پڑے گی ان افلاطونوں نے تم جیسی چیز کچن میں گھسا دی"

علیم خان بھی مسکرا دیا جبکہ وہ وہاں سے گیا تو عرشیہ نے بھیگی آنکھوں سے انیس کو دیکھا۔

"انیس۔۔ میرا بھائی ہے یہاں؟ سچ میں۔۔ وہ عدین کو کیسے جانتا ہے۔۔۔ بتاو مجھے"

وہ بہت زیادہ ایکسائڈ کے ساتھ حیران بھی تھی۔

"دراصل دونوں کی کل ہی فٹ بال کلب میں دوستی ہوئی۔ پھر کچھ لوگوں نے اسے اٹھوالیا تھا۔ لمبی اور الجھی کہانی ہے۔ بیڈ سٹوری ٹائم میں سناوں گا۔ ابھی چلتے ہیں۔ اپنے ایک بھائی سے ملنے کے لیے تیار ہو تم؟"

وہ انیس کی امید سے زیادہ پر جوش تھی، ساری زندگی اکیلی جینے والی عرشیہ، اپنے کسی بہن بھائی سے ملنے والی ہے یہ اسے بہت جذباتی کر رہا تھا۔

اسکی آنکھیں بھرے جا رہی تھیں، وہ نہ رونے کی پوری کوشش میں تھی پر انیس کے گلے لگانے کے بنا کوئی حل نہ تھا۔

"میری بلند تخت لُما، میں اس بے قابو اور جذباتی خوشی کا بھاری لمحہ اچھے سے سمجھ سکتا ہوں، یہ بھی سب کو نصیب نہیں ہوتا کہ خوشی کی اتنی زیادتی مل جائے کہ آنسو آنکھوں میں آجائیں ورنہ آنسو ہمیشہ دکھ والے زیادہ ہی ملتے ہیں۔ ابھی تو تمہیں منائم اور خضر سے بھی ملنا ہے۔"

وہ اسے گلے لگاتا اسکے اندر بھی سکون بھر دیتا تھا، اسکی پشت تھپک کر وہ اسکی ہر کمزوری کو مضبوطی بنا دیتا تھا۔

"بلند تخت؟"

وہ روئی سی حیرت لیے روبرو ہوئی تو انیس کے ہونٹوں نے اسکی خوبصورت جبین پورے جذب سے چومی۔

"تمہارے خوبصورت نام عرشیہ کا مطلب ہے یہ۔"

عرشیہ کو آج سے پہلے اپنا نام اتنا خوبصورت نہ لگا جتنا اس وقت۔

"تم اتنے انوکھے کیوں ہو؟"

وہ فرط جذبات سے بوجھل سی ہوئی۔

"مجھے نہیں لگتا میں انوکھا ہوں۔ میں تمہارے لیے الگ انسان بن جاتا ہوں بس۔ آخر کو تم اکلوتی محبت ہو میری۔ تمہارے لیے میرا کچھ تو سپیشل اور پریمیم ورژن مختص ہونا چاہیے"

وہ تھا تو گیمر ہی، اسکے الفاظ وہی لو و لینگویج چھلکاتے عرشیہ کی مسکراہٹ اسکے ہونٹوں پر گھسیٹ لائے۔

"مجھے تمہارا یہ پریمیم ورژن لائف ٹائم کیسے مل سکتا ہے۔ سبسکرائب کیسے کروں اسے؟"

وہ بھی ایک گیمر کی بیوی تھی، اسی زبان میں جواب مانگ لیا تھا، انیس کا دل تو اش اش کر اٹھا۔

"بتادوں؟"

وہ اسکے ہونٹوں پر نشہ آلود نگاہ ڈالے بڑبڑایا۔

"مت بتاو۔ پتا چل گیا۔ ابھی مجھے سبسکرپشن میں دلچسپی نہیں۔ چلو یمل سے ملیں۔ میں بہت پر جوش ہوں اسے دیکھنے کو۔"

وہ اسکی طلب سمیٹ کر اسکا ہاتھ پکڑ کر گارڈن ایریا کی طرف بڑھی تو انیس نے مسکرا کر سر نفی میں ہلایا جیسے کہہ رہا ہو، تمہارا کچھ نہیں کیا جا سکتا۔

وہ دونوں مینشن میں داخل ہوئے ہی کہ کچھ آگے جاتے ہی انھیں لیوئنگ ایریا میں عدین نظر آیا، جو علیم خان کے ساتھ بات کر رہا تھا، اس پیارے کپل کو دیکھتے ہی وہ صوفے سے اٹھتا ان دونوں کی طرف بڑھا۔

"بھیو۔۔۔ عرشیہ۔ آپ دونوں کہاں تھے صبح سے۔؟"

عدین کی بیقراری قابل دید تھی، وہ افسردہ بھی لگ رہا تھا۔

"سوئیٹ ہارٹ ایک ضروری کام تھا۔ کیا تم نے اپنے دوست کا خیال رکھا؟"

عرشیہ نے اسکے بال سہلاتے نرمی اور محبت سے پوچھا تو عدین نے فوری ہاں کی۔

"جی عرشیہ۔ بہت خیال رکھا۔ ابھی وہ سو رہا ہے۔ کب سے سویا ہوا ہے۔ شاید اسکی نیند بہت دنوں سے پوری نہیں ہوئی تھی۔ بھیو! کیا آپکو سب پتا ہے۔ آپکے فرینڈ مہویر اسے یہاں چھوڑ کر گئے تھے"

اول وہ عرشیہ کو بتاتا، ساتھ ہی انیس سے مخاطب ہوا جسکی آنکھوں میں بے حد نرمی اتری ہوئی تھی۔

"یس چیمپئن مجھے پتا ہے۔ ہمیں کچھ بات کرنی ہے۔ تم جاو عرشیہ اسے دیکھو جا کر"

انیس نے عرشیہ کو آنکھوں کی جنبش سے اجازت دی اور خود وہ حیران و پریشان عدین کے گرد بازو حصار تالیو ئنگ ایریا میں رکھے کاوچ کی طرف بڑھا۔

"آپ نے عرشیہ کو کیوں بھیجا یمل کے پاس"

انیس کے بیٹھتے ہی وہ بھی بے چین سا ہوتے بیٹھا اور سوال کیا۔

"کیونکہ وہ اسکا بھائی ہے۔ میں نے تمہیں کہا تھا ناں کہ ایک سیکرٹ بتاوں گا۔ دراصل عرشیہ کے بابا نے ٹوٹل تین شادیاں کی تھیں۔ پہلی شادی کے بعد انکے دو بچے تھے، منائم اور خضر ملک۔۔ نام تو سنا ہو گا تم نے وہ سنگر ہے، خضر ملک۔۔ اور اسکی بہن منائم۔۔ میرے دوست مہویر کی بیوی ہے"

عدین نے توجہ سے بھیو کو سنا اور سر بھی ہلایا۔

"اوہ۔۔۔۔ اور دوسری وائف یقیناً سوہا آنٹی ہیں۔"

عدین نے فوری سب سمجھ جاتے استفسار کیا جس پر انیس سر ہلائے مسکرایا۔

"بلکل۔۔ یعنی انکی دوسری وائف سوہا تھیں اور اس میں سے ایک بیٹی۔ لیکن انہوں نے ایک تیسری شادی بھی کی۔ فاطمہ نام کی لڑکی سے۔ یمل اسی کا بیٹا

ہے۔ کچھ دشمنی کی وجہ سے ایک برے آدمی نے یمل کو اسکے ماں باپ سے چھین لیا تھا۔ یعنی بڑے لوگوں کی دشمنیاں بھی بڑی ہوتی ہیں۔ یمل کے ساتھ پچھلے چودہ سالوں سے کیا سلوک ہوا وہ اسکی حالت سے عیاں ہے۔ وہ یقیناً ٹارچر ہوا ہے۔ لیکن اب ہمیں امید ہے کہ وہ اس سب سے نکل آیا ہے۔ اپنے پیرنٹس کے ساتھ رہے یہی دعا ہے۔ یہ سب بہن بھائی بہت تکلیف دہ بچپن سے گزرے ہیں۔ چار بہن بھائی ہو کر بھی ایک دوسرے سے کوسوں دور۔ اس لیے ہمیں دعا کرنی ہے کہ اب یہ بہن بھائی آپس میں کبھی جدا نہ ہوں۔۔۔ دیکھو میرے پاس تم تھے اور تمہارے پاس میں۔۔۔ لیکن انکے پاس کوئی نہ تھا۔ یہ تھی ساری حقیقت۔۔۔۔ مجھے پتا ہے یہ سب بہت ڈسٹربنگ ہے لیکن تمہیں بتانا بھی ضروری تھا"

وہ واقعی یہ سن کر بہت افسردگی کا شکار ہوا تبھی تو انیس نے اسے خود سے لگایا جس سبب عدین کی تکلیف قدرے کم ہو گئی۔

"اوہ بھیو! مجھے ان سب کے لیے بہت دکھ ہے۔ پر کیا عرشیہ یمل سے بھی میری طرح پیار کریں گی؟ سچ بتاوں تو میں جیلس ہو جاوں گا۔ یمل بھلے میرا دوست بن گیا ہو پر آپ جانتے ہیں میں اپنے گنے چنے اپنوں کو شئیر نہیں کر سکتا"

عدین سے ایسا سب سننے کی انیس نے بلکل توقع نہ کی تھی، کہ وہ عرشیہ کے لیے ایسا حسد کر سکتا ہے۔

"میں بھی جانتا ہوں اور تمہاری عرشیہ بھی جانتی ہے۔ وہ جتنی محبت تم سے کرتی ہے، اس سے زیادہ کسی بہن بھائی سے نہیں کرے گی۔ تم اس لیے بھی اس کے لیے سپیشل ہو کیونکہ تم انیس غانم کا حصہ ہو۔"

انیس نے اسکی یہ انسکیورٹی بہت پیار سے مٹا دی، عدین مسکرا دیا۔

"بھیو۔یمل کے ساتھ جس نے یہ کیا، اسے سخت سزا دلوایے گا۔ جیسے ارسل کو پیٹا تھا اسے بھی ماریے گا مگر لوہے کے دستانے پہن کر۔۔ میں آپکے ان ہاتھوں پر کھروچ بھی نہیں سہہ سکتا"

عدین کے جذبات، اسکی محبت کے آگے انیس لاجواب سا ہو گیا، اس نے عدین کا سر چومتے اقرار کیا کہ وہ ایسا ہی کرے گا۔

"ایسا ہی ہو گا۔ تم یمل کو سنبھال لوگے جانتا ہوں۔ تم دونوں کی ایج لگ بھگ سیم ہے۔ اور ویسے بھی تم بہت زیادہ سیانے اور مضبوط بن گئے ہو۔ جو کچھ تم نے ارسل کے ساتھ کروایا اسکے بعد میرا سینہ تمہاری طرف سے چوڑا ہو چکا ہے۔ میرا بچہ۔۔۔ تمہیں جب اتنا حساس دیکھتا ہوں، مجھے اپنی تربیت پر پیار آتا ہے"

عدین کی آنکھیں اس فخر سے کیونکر نہ چمکتیں کہ یہ کہنے والا اسکا وہ بھائی تھا جس سے عدین کو عشق تھا۔

"آپ کو ہمیشہ رشک محسوس کرواوں گا۔بس آپکا سلامت رہنا اور ہمیشہ میرے ساتھ رہنا ضروری ہے بھیو۔"

وہ پیار کے اقرار میں بلکل کنجوسی نہ کرتا تھا، انیس نے اسے بازووں میں بھینچ سالیا۔

"ہمیشہ ساتھ ہوں تمہارے۔بابا کا موڈ تمہارے ساتھ ٹھیک تھا؟"

انیس نے زرا چہرہ پیچھے کرتے متفکر ہوئے پوچھا۔

"جی بھیو۔بہت اچھا تھا۔ایون یمل سے بھی بہت اچھے سے ملے وہ"

عدین کی بات پر انیس کو یقین تو نہ آیا پر انیس کو مجبوراماننا ہی پڑا، انیس کو تو اب اس میں بھی بابا کا کوئی مطلب ہی نظر آرہا تھا، ابراہیم علوی نے اسے اپنے بارے اتنا بدزن جو کر دیا تھا۔

"ہمم۔۔ ٹھیک ہے۔ آج تمہاری سکول سے چھٹی ہو گئی۔ میں کل ساتھ جاوں گا تمہیں سکول ڈراپ کرنے۔ کسی نے کچھ کہا تو مجھے بتانا۔ سیدھا کر دوں گا"

انیس کے رعب جمانے پر عدین کی بتیسی پھیلی۔

"وہ آل ریڈی آپکے رعب میں ہیں سارے۔ میں نے اپنے پورے سکول کو آپکے نام سے ڈرا رکھا ہے"

عدین کے اس نیک کارنامے پر انیس نے اسے صدمے سے دیکھا جبکہ عدین کے دانت باہر کو گرے۔

"گدھے۔ میں کوئی ڈان ہوں کیا؟"

انیس نے اسکے کان کے نیچے ہاتھ تھپکا کر ڈپٹا۔

"میرے تو ہیں۔"

عدین کو اپنے کیے پر رتی برابر جو ملال ہو، اس بار دونوں ہی ہنس پڑے۔

جبکہ گیسٹ روم کا دروازہ کھول کر وہ نا صرف اندر جھانکی بلکہ کروٹ پر سوئے یمل کو دیکھ کر عرشیہ کی آنکھوں میں بے ساختہ اپنائیت، پیار اور بے پناہ شفقت چلی آئی۔

"یمل۔۔۔میرا پیارا سا بھائی"

وہ دروازہ بنا آہٹ آگے کرتی اپنے قدموں کی آواز بلند کیے بنا اس تک پہنچی اور اسکے قریب ہی بیٹھی جس نے سوئے ہونے کے باوجود اک ہاتھ میں میٹرس پر بچھی بیڈ شیٹ زور سے مٹھی میں بھینچ رکھی تھی، عرشیہ نے دیکھا کہ یمل کے ماتھے پر نمی بھی ہے، وہ شاید نیند میں ڈر رہا تھا، عرشیہ کی آنکھیں لمحے میں بھر آئیں، اس نے سائیڈ ٹیبل پر رکھے باکس سے اک ٹشو پیپر نکالا اور اس سے یمل کے ماتھے پر آئی نمی صاف کرنے لگی۔

"مت ڈرو۔ تم اب اکیلے نہیں ہو۔ کتنے خوبصورت ہو تم۔ اس لیے کہ تم بھائی ہو میرے۔ ان رشتوں کے لیے شاید مجھ سے زیادہ کوئی نہیں ترسا ہو گا۔ مت ڈرو پلیز۔ میں ہوں ناں"

وہ اپنی آواز کو سرگوشی کے باوجود بھیگنے سے روک نہ سکی، عرشیہ نے اسکے ہاتھ کو پکڑ کر اسکی مٹھی کھول کر اپنا ہاتھ یمل کے ہاتھ میں پکڑایا ہی کہ وہ یکدم ڈر کر آنکھیں کھول گیا، خود عرشیہ بھی چونکی۔

"ک۔۔ کون ہیں آپ؟"

وہ جس طرح اپنا ہاتھ کھینچتا اٹھتے ہی سہم کر پیچھے ہوا، عرشیہ کو لگا اسکا دل کسی نے کاٹ دیا ہو۔

"ڈرو مت۔ میں انیس کی وائف ہوں۔ عرشیہ۔۔ تمہاری آپی بھی ہوں۔۔ یہاں آؤ یمل۔۔ مجھ سے مت ڈرو میری جان۔۔"

وہ شاید نیند اور تکلیف کی ملی جلی کیفیت میں تھا، لیکن جب عرشیہ نے اسے یہ کہا کہ وہ اسکی آپی ہے، وہ نزدیک ہو کر بیٹھا، اس نے عرشیہ کے ہاتھ کو دیکھتے ڈرتے ہوئے اپنا ہاتھ پکڑایا۔

"آپی ہیں۔۔ کیا مطلب ہے آپکا۔؟"

یمل نے اجنبیت و حیرت سے اپنے ڈر پر قابو پائے پوچھا تو عرشیہ کے ہونٹوں پر اک تلخ سی مسکان اتری۔

"میرے اور تمہارے بابا ایک ہیں۔ صرف میرے اور تمہارے ہی نہیں۔ دو اور بچوں کے بھی۔ ہم عاصم المیر ملک کی کل چار اولادیں ہیں۔ ہم دونوں کی اک بڑی بہن اور بڑا بھائی بھی ہے۔"

وہ عرشیہ کی طرح ہی یہ سنے زخمی سا مسکرایا، کہاں اب تک اکیلے ماں باپ کے بنا زندگی گزارنے والا یمل اور کہاں اب اچانک سے ماں باپ کے ساتھ

بہن بھائیوں کا ملنا، یہ آسان حقیقت نہ تھی، ایک چودہ پندرہ سالہ بچے کے لیے تو یہ سب برداشت کرنا بہت مشکل تھا۔

"مجھے اس موساب نے ہمیشہ یہی بتایا کہ میرے ماں باپ مر گئے۔ وہی میرا وارث ہے۔ وہ مجھے بہت ڈانٹتا اور مارتا تھا۔ وہ مجھے پوری پوری رات کمرے میں بند کر دیتا تھا۔ کھانا نہیں دیتا تھا۔ میں اسکی کوئی بات نہیں سنتا تھا۔"

عرشیہ نے اسکی تکلیف سن کر نرمی سے اسکے ماتھے پر آئے بال سہلائے، موساب کے لیے نفرت میں یکدم اضافہ ہوا کہ عرشیہ کو وہ بھی اس وقت درندہ محسوس ہوا۔

"وہ سب پیچھے رہ گیا۔ اب تمہارے پاس تمہارے پیرنٹس ہیں۔ تمہارے بہن بھائی ہیں۔ ہر گندے انسان کو اسکے کیے کی سزا ملے گی۔ پریشان مت ہو۔ یہاں آ واٹھ کر۔ ایسے دوبارہ کبھی مت ڈرنا۔ کوئی اور ہو نہ ہو، آپی تو ہے تمہارے پاس"

وہ اسکے بلانے پر اٹھ کر عرشیہ کے ساتھ آ کر بیٹھا اور ٹانگیں لٹکا کر پیر نیچے قالین پر رکھے، عرشیہ نے ہاتھ اسکے اطراف پھیلا کر اسے جب خود سے لگایا تو یمل تھوڑا ہچکچایا لیکن عرشیہ کی یہ ماں بن جانے والی خاصیت اسے بچوں کا جلد دلدادہ بنا دیتی تھی۔

"میں ابھی مما بابا سے ملنا نہیں چاہتا آپی"

وہ جس طرح بولا، عرشیہ کو اسکی آواز سخت کرب میں مبتلا لگی۔

"کیوں یمل؟"

وہ بھی روبرو ہوا، بہت مشکل سے اس نے اپنے آنسو آنکھوں میں روک رکھے تھے۔

"ا۔۔انہوں نے کیسے کھو دیا آخر مجھے؟ک۔کوئی اپنے بچے کے لیے اتنا لاپرواہ کیسے ہو سکتا ہے۔م۔میرا دل بہت ز۔۔زیادہ ہرٹ ہے۔ابھی میں

اچھا محسوس نہیں کر رہا۔ کیا جب تک میرا دل راضی نہ ہو جائے، یہاں رہ سکتا ہوں آپی۔۔ وہ دونوں تب تک یہاں نہ آئیں۔۔۔ پ۔ پلیز"

وہ جس کرب کا شکار تھا، عرشیہ اس سے سب سے زیادہ اچھے سے واقف تھی، اسے خود سے لگائے وہ سر ہلا گئی اور وعدہ بھی کرنے کا فیصلہ لیا۔

"جب تک تم نہیں چاہو گے، وہ دونوں تم سے ملنے کی کوئی کوشش نہیں کریں گے۔ اور تم یہاں کیوں نہیں رہ سکتے یمل؟ تم اسے اپنا ہی گھر سمجھو۔ عدین تمہارا اکلوتا دوست اور میں بہن۔۔۔ تمہارا اس گھر میں رہنے کا پورا حق ہے۔"

وہ یوں مسکرایا جیسے اسکے دل سے بہت بڑا بوجھ سرک گیا ہو، وہ روبرو ہوا اور جب بھیگی آنکھوں سمیت مسکرایا تو عرشیہ کو اس میں اپنا بکھرا ہوا بچپن دیکھائی دیا، وہ بچپن جب اسکے پاس کوئی بہن بھائی یوں سنبھالنے کو نہ تھا۔

"تھینکیو سو مچ آپی۔"

وہ ناچاہتے ہوئے بھی اپنی آنکھوں کے آنسو روک نہ پایا۔

"ایسے رو مت یمل۔ میں بھی رو دوں گی۔ تم یہاں بہت انجوائے کرو گے دیکھنا۔ کچھ مت سوچو ابھی جو تمہارا دل بھاری کرے۔ ہم پہلی بار ملے ہیں۔ اسکی خوشی محسوس کرو، میں ہوں ناں تمہارے ساتھ۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ تم سب کچھ بھول کر بنا کسی ڈر کے مسکراو گے۔ ان شاءاللہ"

وہ پر امید تھا کہ جو عرشیہ کہہ رہی ہے وہ سچ ہو گا، وہ عرشیہ کو اندر سے بہت تکلیف میں لگ رہا تھا اور وہ عاصم ملک کے لیے مزید غصے سے بھر گئی تھی، اس شخص کے جیتے جی اسکے ہر بچے نے تکلیف سہی تھی، آخر یہ شخص کیسا باپ تھا۔، وہ یمل کے پاس ہی کچھ دیر رہنا چاہتی تھی، کم از کم تب تک، جب تک وہ کم از کم یہ آنسو سنبھال لیتا۔

.._____..

وہ جب ہوسپٹل پہنچا تو محراب اندر منائم سے ملنے گئی تھیں، مہویر نے بھی ہلکا سا دروازہ کھولا تو اسکی نظر منائم کے پاس بیٹھی محراب ملک پر گئی جس نے منائم کا بے جان ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر ہونٹوں سے لگا رکھا تھا، محراب کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔

اپنی اولاد کو اس طرح بے جان دیکھنا، کسی بھی ماں کے لیے آسان نہیں ہوتا۔

مہویر نے اک نگاہ منائم پر ڈالی تو اسکے بھاری دل کو کچھ سکون ملا کہ منائم کی سانس اب اکھڑنا بند ہو گئی تھی، وہ صوفے پر بیٹھ کر ماں بیٹی کو دیکھ رہا تھا۔

"ڈاکٹر نے کہا اس نے تمہارا نام پکارا مہویر"

محراب کے گردن پھیر کر اپنے آنسو رگڑنے کے ساتھ بتانے پر مہویر کے ہونٹوں پر اک زخمی مسکراہٹ اتری۔

"کچھ بتانا چاہتا ہوں آپکو۔ لیکن امید رکھتا ہوں آپ تحمل سے مجھے سنیں۔ میں یہ سب خضر کو بھی آج بتادوں گا لیکن پہلے آپکو بتانا چاہتا ہوں۔ کچھ ایسی سچائیاں جنکے بارے جاننا آپکے لیے بے حد ضروری ہے محراب آنٹی"

محراب نے پریشان ہوتے منائم کا ہاتھ اسکے سینے پر رکھا اور اٹھ کر وہ مہویر کے برابر صوفے پر آکر بیٹھی۔

"تم تو مجھے ڈرا رہے ہو مہویر۔ کیا بتانا ہے بچے؟"

محراب کی آنکھوں کا ڈر دیکھتے مہویر کو اپنا آپ زمین میں دھنستا محسوس ہوا لیکن یہ سب اعترافات، یہ ہر چیز محراب کو بتانا بھی اتنا ہی ضروری تھا جتنا عاصم کو بتانا، پھر محراب یہ جاننے کا حق رکھتی تھی کہ موساب اعوان کی کیا اصلیت ہے۔

مہویر نے اسے سب بتا دیا، ہر چیز، عاصم اور اسکے بچوں کو مارنے کے ارادے سے لے کر انکے بچاو اور انکو اپنانے تک ہر داستان، موساب اعوان کی ہر گھٹیا حرکت کہ کس طرح محراب کی محبت میں پاگل ہو کر اس شخص نے کئی زندگیاں برباد کیں، مہویر نے محراب کی جانب سے بہت سخت رد عمل امید کیا تھا لیکن وہ عورت اب پہلے جیسے مضبوط عورت رہی ہی کہاں تھی جسے چیخنا یا ملامت کرنا آتا، بس محراب نے آنکھوں میں آنسو لے کر مہویر کو جس طرح دیکھا، اسے دل پر آرے چلنے کا مفہوم سمجھ آیا۔

"خدا غارت کرے اسے۔ گھٹیا زلیل انسان۔۔ انسان کہنا بھی انسانیت کی توھین ہے۔ جانور۔ اور تم مہویر؟ یہ سب منائم بھی جان گئی۔ اوہ میرے خدا! یہ سب؟"

محراب نے روتے ہوئے اپنا سر ہاتھوں میں گرایا جبکہ مہویر کی زخمی آنکھیں اس لڑکی پر جمی تھیں جو کچھ ہی دنوں میں اسکا سب بن گئی تھی۔

"میں نے ناحق سزائیں جھیلیں۔ سب سہہ لیا اس امید پر کہ مجھے منائم جیسا انعام بھی تو ملا ہے۔ لیکن اسکے جاگنے کے بعد سب بدل جائے گا۔ یا شاید نہ بھی بدلے۔ مگر بہر حال میرے ڈر اپنے پورے قد کے ساتھ میرے چار سو حائل ہیں کہ یہ مجھ سے دور ہو جائے گی۔ مگر یہ میرے ساتھ برا ترین بھی کرے تو حق ہر ہو گی یہ بھی جانتا ہوں۔۔ سو میں شکوہ کرنے اور آہ بھرنے کا حق بھی کھو چکا ہوں۔ میرے دل پر بہت بوجھ تھا، آپ اسکی ماں ہونے کے ناطے یہ سب جاننے کا حق رکھتی تھیں۔ میں نے عاصم ملک سے ڈیل کی تھی کہ میں انکے دوسرے بیٹے یمل ملک کو ڈھونڈوں گا تو وہ کل کو منائم کے آگے میری سفارش کریں گے، ڈھونڈ دیا۔ اب آپ بتائیں، آپ کے لیے کیا کر سکتا ہوں محراب آنٹی۔ موساب کو آپ تک آنے نہیں دوں گا، اسکے علاوہ حکم کریں۔۔۔ مجھے آپکی بھی سفارش محفوظ کرنی ہے"

وہ عورت مہویر سے لاکھ برہم سہی، سخت ناراض سہی لیکن جس طرح مہویر اک سفارش کو تڑپ رہا تھا، اس ماں کا دل بری طرح دکھی ہوا۔

ایک ایسے مرد کی چاہت جو عورت کے لیے سب داو پر لگا دے، ہر عورت کرتی ہے۔ محراب کو اس سب کے باوجود اپنی بیٹی کی قسمت پر باخدا صرف رشک آیا۔

کیونکہ وہ مہویر کے اب والے روپ کو نظر میں رکھ کر اسے دیکھ رہی تھی۔

"میں اب اپنے بچوں کے سوا کسی کی سفارش نہیں کروں گی۔ میں نے اپنے بچوں کو بہت اگنور کیا۔ اب میں کوئی رسک نہیں لوں گی۔ تمہاری قسمت پر ہے سب بچے، تم نے بہر حال برا تو کیا ہے۔ میری ہنستی مسکراتی بے فکر رہنے والی بیٹی کو کیا روگ لگا دیا۔"

وہ انکی بات کاٹ گیا۔

"خود بھی کہاں بچ سکا اس روگ سے۔ بہت شدید محبت ہو گئی مجھے اس سے۔ نہیں رہ پاوں گا منائم کے بغیر۔ رہنا تو دور، سانس لینا بھی مشکل ہے اب۔ وہ بھی چند دن مجھ پر جی جان سے مری ہے۔ وہ والی منائم میں نے کھو

دی تو شاید اپنا آپ بھی کھو دوں گا۔۔۔وہ منائم میری زندگی بھر کی دولت ہے۔۔۔میرا سب کچھ دو بنے کے دہانے ہے۔کیا آپکو نہیں لگتا یہ میری سزا، میرے کیے گناہوں سے کہیں بڑی ہے۔۔۔دیکھیں مجھے۔کس حال پر آگیا ہوں۔یہ میرا حوصلہ ہے کہ سانس لے رہا ہوں۔ورنہ جسکی نبض پر اپنا ہی پیر ہو وہ کہاں دوسری سانس بھر پاتا ہے"

وہ ماں اسکے اندر کے حشر پر دہل اٹھی، کسی مرد کو کسی عورت کے لیے پور پور تڑپتا وہ پہلی بار جو دیکھ رہی تھی، اسکی زندگی میں آئے مرد بہت بھیانک تھے لیکن یہ اسکی بیٹی کی زندگی میں آیا شخص بھیانک ہو کر بھی اسے خوفزدہ کرنے میں ناکام تھا۔

"میں نے جتنا محسوس کیا، وہ پیار کرتی ہے تم سے۔پیار میں عیب نہیں دیکھے جاتے۔مایوس مت ہو بچے"

محراب کو اس پر ترس آیا، وہ ایسے ہار کر تڑپنے، آنکھیں بھیگونے کا مستحق نہیں تھا۔

"اگر اس نے کہا وہ میرے ساتھ زندگی نہیں گزارنا چاہتی تو؟"

مہویر کی آواز یہ سوال کرتے کانپی تھی، وہ اچھا بھلا مضبوط شخص اتنے سے خیال پر ہی بکھر گیا، اسکے ریشے فضا میں تحلیل ہونے لگے۔

"تو تم اک بہتر مرد بننا۔ اسے راستہ دینا جانے کے لیے پلیز"

محراب یہ حل بتاتے دکھ کے اونچے مقام پر تھی، زبردستی کسی کو اپنی زندگی میں روکنے والا شخص کبھی بھی طوفان سے نکل نہیں پایا کرتا، مہویر کو لگا اسکو سانس نہیں آرہی، یکدم آکسیجن کی کمی سے ہو گئی ہو۔

"ایسا مرد بن کر میں کیا کروں گا۔ میری شان، میرا وقار تو اسکے ساتھ چلے جائیں گے"

اسکا سر ہی نہیں وہ خود بھی جھک سا گیا، اک مرد کو بکھرتے اس عورت نے پہلی بار دیکھا تھا، ورنہ اسکی زندگی میں جتنے مرد آئے وہ بکھیرنے والے تھے، اسکے بابا، موساب، عاصم۔۔۔۔

"میں اپنی بیٹی کا ساتھ دوں گی مہویر۔ مجھے معاف کر دینا۔ میں اسے اپنی طرح تاعمر اک ناپسند قید کا پابند ہرگز نہیں کروں گی۔ دعا کرو اسکی وہ محبت نہ مرے جو تم سے کرتی ہے۔ میں دعا کروں گی تمہارے لیے بچے۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں کر سکتی۔"

وہ پاس سے اٹھی اور بہت معزرت زدہ انداز میں کہے دیکھتے ہی دیکھتے کمرے سے نکل گئی اور مہویر کے لیے یہ کمرے کی فضا اور گھٹن زدہ ہو گئی۔

مہویر نے اٹھ کر قدم بڑھائے اور منائم کے پاس بیٹھا، اسکا ہاتھ پکڑتے وہ ہچکچایا کہ نجانے وہ اس ہاتھ کو چھونے لائق ہے بھی یا نہیں، پھر ہمت کیے اسکا ہاتھ پکڑ کر اسکی بے جان گلابی ہتھیلی اپنے ہاتھوں میں پکڑ کر اپنے

ہونٹوں کے پاس لائے چومی تو اک آنسو اس شخص کی آنکھ سے ٹوٹ گرا، اس گرم ہتھیلی میں اور تپش جگا گیا۔

"مجھے تمہارا ہر فیصلہ منظور ہو گا۔ تم کہو کہ مر جاو مہویر تو اپنے آپ کو دنیا جہاں کی بلاوں، بد دعاوں اور عذابوں میں جھونک دوں گا، اک آہ کیے بنا مر جاوں گا۔ تم کہو کہ جیوں، میں رکتی سانسوں کے ساتھ بھی مسکراوں گا کہ یہ تمہاری خواہش ہو گی، جینا عذاب ہو اتب بھی جیوں گا۔ میں سب کچھ اب تمہارے کہے پر کروں گا۔ میرا فیصلہ جلدی کرو، ایسا نہ ہو تمہارے جاگنے سے پہلے ہی یہ ڈر کھا جائے مجھے۔۔۔۔ میں جانتا ہوں تمہیں پیار اتو بہر حال رہوں گا۔ ٹوٹ کر جو چاہتی ہو۔ پر بہت برا بھی تو ہوں۔۔۔۔ تم کسی برے انسان کی مستحق تو نہیں ہوناں۔۔۔۔ تم میری تپتی دھوپ سے بھری زندگی میں ٹھنڈا ہوا کا جھونکا ہو منائم۔۔۔ یہ جھونکا جس دن مجھے چھوڑ گیا، میں اس زندگی کی دھوپ میں پھر سے جھلس جاوں گا۔ جاگ جاو۔ میرا فیصلہ کرو منائم۔۔ ایک ایک انتظار کا سانس مجھ پر محال ہے"

وہ اس کے چہرے کے قریب جھکا، مہویر کے لب منائم کے سرد پڑتے لبوں سے چھوئے تو اس کے اندر جیسے کوئی کپکپی سی اتری، ان ہونٹوں نے اس لمس کو پہچان لیا۔

ایک آنسو مہویر کی آنکھ سے ٹوٹا، منائم کے ہونٹوں کے کنارے پر گرا، گرم اس آنسو کے قطرے نے منائم کی پلکیں لرزا دیں۔

اس بے ہوش وجود کے اندر کہیں گہرائی میں ایک کپکپاہٹ سی دوڑی۔ جیسے دور کہیں کسی نے نام لے کر پکارا ہو۔ جیسے اندھیرے کنویں میں روشنی کی ایک باریک لکیر اتر آئی ہو۔

منائم کی پلکیں ہلکی سی لرزیں۔

مہویر نے چونک کر اس کا چہرہ تھاما۔

"منائم...؟"

وہ اس کے چہرے سے دور ہوتا اسے پکارا مگر کوئی جواب نہ آیا، بس سانسوں کی مدھم آہٹ تھی۔ مہویر کی انگلیاں منائم کی پیشانی سے بکھرے بال ہٹاتے ہوئے کانپ رہی تھیں۔

"ایک بار آنکھیں کھولو، بس ایک بار۔ میں سب ٹھیک کر دوں گا۔ خود کو بھی، دنیا کو بھی۔ تم بس جاگ جاؤ۔"

منائم کے ہاتھ کی انگلی میں خفیف سی جنبش ہوئی، اتنی ہلکی کہ وہم لگا مگر مہویر نے اسے محسوس کیا۔

اس نے اس کی ہتھیلی پکڑ کر بیٹھے اپنے سینے پر رکھ دی۔

"دیکھو یہ دل۔ صرف تمہارے فیصلے کا منتظر ہے۔ سزا دو، رہائی دو، مگر یوں خاموش مت رہو خدا کے لیے۔"

اس شخص کے رونے پر منائم کے اندر کہیں درد کی ایک لکیر جاگی، وہ جسے سانس سانس چاہتی تھی، وہ روئے تو منائم کیسے برداشت کرتی، وہ کبھی نہ روتا اگر اتنا بے بس نہ ہوا ہوتا۔

اس آنسو کی تپش جیسے منائم کے وجود میں سرایت کر گئی تھی۔

یادوں کے ٹکڑے، ٹوٹے، بکھرے، مبہم، اس کے ذہن کی دیوار سے ٹکرانے لگے۔

پلکیں پھر لرزیں۔

ہونٹوں پر بے جان سی جنبش آئی، جیسے کوئی لفظ بننے سے پہلے ہی تھک کر ہار گیا ہو۔

"مجھے مت تھکاو منائم۔ تم بھی دنیا جیسی سخت پیش مت آنا مجھ سے۔ پلیز۔۔۔ میں بہت پیار کرتا ہوں تم سے۔ میں تم سے دور ہو کر مر جاوں گا۔۔۔ میں تمہاری محبت کے بنا مر جاوں گا۔ مجھے ایسے کسی نے نہیں

دیکھا جیسے تم دیکھتی تھی۔ کسی نے نہیں چھوا جیسے تم چھوتی تھی۔ میرے پاس تم واحد آسانی بچی ہوئی ہو۔ مشکل مت بننا میرے لیے۔ برداشت نہیں ہو گا مجھ سے۔ میں نے خود کو بہت سخت بنالیا تھا۔ مجھے کسی جذبے یا محبت کا یقین نہیں رہا تھا لیکن تم نے آکر میرے اندر پتھرائی ہر کیفیت کو موم کر دیا۔۔۔ اب مجھے اپنی عادت ڈال کر ایسے مت آزماو۔۔۔ پلیز۔۔۔"

وہ اسکے شانے پر جھکا، سر اسکے کندھے پر ٹکائے اس وقت بچوں کی طرح بلک رہا تھا، اسکی ہچکیاں، منائم کے دل پر حشر برپا کر رہی تھیں۔

مہویر کی ہچکیاں آہستہ آہستہ مدھم پڑ گئیں، مگر اس کے سینے کا اتار چڑھاؤ اب بھی بے ترتیب تھا۔ اس نے کچھ لمحوں بعد سر اٹھایا تو اسکی سیاہ بھنور زدہ آنکھیں سرخ ہو چکی تھیں، جیسے کئی راتوں کی نیند اور کئی برسوں کا ضبط ایک ہی لمحے میں ان کے اندر آسمٹا ہو۔

منائم ویسے ہی خاموش پڑی تھی۔

اسکی مدھم ملائم سانسوں کی نرم، بے خبر سی آمد و رفت اسکے لبوں کو چھو رہی تھی، اور اس خاموشی میں مہویر کی بے بسی چیخ رہی تھی۔

اس نے کانپتے ہاتھوں سے اس کا چہرہ تھاما۔

"دیکھو مجھے، میں رو بھی لیا، تمہارے لیے اور وہ بھی تمہارے سامنے۔ اب تو جاگ جاؤ، کیا تمہیں میرا رونا پسند آ گیا ہے؟ کیا میرا تڑپنا سکون پہنچا رہا ہے۔۔۔ بولو ناں۔۔۔ بولتی کیوں نہیں۔۔۔ اوف"

وہ جیسے اسکی چپ پر پاگل ہو رہا تھا، حالانکہ ابھی تو اس لڑکی کو بیگانہ و چپ ہوئے چند گھنٹے گزرے تھے۔

وہ چند لمحے یوں ہی اسے تڑپتی آنکھوں میں بسائے دیکھتا رہا، جیسے آنکھوں کی شدت سے اسے واپس کھینچ لے گا۔

پھر اس کی نظریں آہستہ آہستہ بجھنے لگیں جب وہ جاگنے کے کوئی ارادے بناتی نہ نظر آئی۔۔

"تمہیں اندازہ بھی ہے منائم؟"

اس کی آواز اب بہت دھیمی تھی جیسے کسی قبر کے اندر سے اٹھی ہو۔

"میں کس تکلیف کی حد تک آ چکا ہوں؟ سب کو اپنی سچائیاں بتاتا پھر رہا ہوں، سفارشیں اکھٹی کر رہا ہوں۔ بس تمہارے لیے اور تم ہو کہ یوں آنکھیں بند کیے لیٹی ہو جیسے میرا ہونا، نہ ہونا برابر ہو"

اس نے اس کی ہتھیلی اپنے ہونٹوں سے لگا کر چومی کہ شاید اسی بہانے اس لڑکی کے اندر موجود جان کو کوئی لپک ملے۔

"میں مضبوط نہیں ہوں منائم۔ میں ہمیشہ ڈرتا رہا ہوں۔ کھونے سے، تنہا رہ جانے سے۔ اور تم نے آ کر وہ ڈر ختم کر دیا تھا۔ اب دوبارہ وہی اندھیرا مجھے گھیر رہا ہے، میں اس اندھیرے میں ڈوب رہا ہوں"

یہ اعتراف کرتے اس کی آواز ٹوٹ گئی لیکن وہ کچھ نہ بولی تو مہویر کا ضبط یہیں ختم ہو گیا

"ٹھیک ہے منائم ملک!"

اس نے بمشکل کہا اور اسکا ہاتھ وہیں اسکے سینے دھرتا اٹھ کھڑا ہوا، جیسے کوئی فیصلہ کن گھڑی ہو۔

"اگر تمہیں وقت چاہیے تو لے لو۔ مگر مجھے یوں زندگی اور موت کے بیچ معلق مت رکھو۔ میں انتظار کر لوں گا، سزا بھی مان لوں گا بس یہ خاموشی مت دو مجھے، تم مجھے آنکھیں کھول کر پکارو۔۔۔ ایسے نہیں منائم۔ یہ نہیں چلے گا"

وہ ایک لمحہ اور کھڑا رہا۔

مہویر کی نگاہیں اس کے چہرے پر جمی رہیں، جیسے کچھ یاد کر رہا ہو، اس کی بے ریا ہنسی، اس کا پیارا غصہ، بے پناہ پیار، اس کا بے ساختہ مہویر میثاق پکارنا، شرمانا۔

پھر اچانک اس کے چہرے پر ایک سختی سی آگئی۔

شاید خود کو سمیٹنے کی آخری کوشش کی گئی۔

"میں باہر جارہا ہوں۔ یہاں تمہاری چپ مجھے نگل جائے گی۔ تھوڑا سانس بھاری ہو رہا ہے"

وہ آہستہ سے اپنی بے بسی بتاتا بولا۔

"اگر تم نے آنکھ نہ کھولی جلد تو شاید میں پھر وہی بن جاؤں گا جسے تم نے بدلا تھا اور اس بار مجھے زندگی کی طرف واپس لانے والا کوئی نہیں ہو گا منائم"

اس نے مڑ کر دروازے کی طرف قدم بڑھائے، ہر قدم جیسے من وزنی تھا۔

دروازے تک پہنچ کر اس کا ہاتھ ہینڈل پر رکا،

وہ پلٹا نہیں۔ صرف ایک گہری، ٹوٹی ہوئی سانس لی۔

اور کمرے سے باہر نکل گیا۔

دروازہ آہستہ سے بند ہوا۔

اندر منائم ویسے ہی خاموش تھی مگر اس کی بند پلکوں کے نیچے آنسو کی ایک نئی نمی جنم لے چکی تھی، وہ رویا تھا، اسکی تپش منائم کے پورے وجود پر حاوی ہو چکی تھی، وہ شخص، اسکی اکھڑتی سانسوں کا اس وقت کوئی مسیحا بننے کو تیار نہ تھا تو بس انیس ہی یاد آیا۔

باہر گارڈن سائیڈ رکتے مہویر نے بہت مشکل سے اسکا نمبر ڈائل کیا، یمل اٹھ کر عرشیہ کے ساتھ باہر آچکا تھا اور وہ کھانا کھانے کا موڈ بنا رہے تھے، انیس نے ان تینوں پر ایک سی پیار بھری نگاہ ڈالی اور مہویر کی کال دیکھتا وہ سیڑھیوں کی طرف بڑھا۔

"ہاں مہویر"

انیس نے بیڈ روم کا دروازہ کھولتے اندر قدم رکھنے کے ساتھ کال بھی پک کرتے فون کان سے لگایا پر اس پار بمشکل لی جاتی سانس پر انیس کے چہرے کا اطمینان لمحہ لگاتے غارت ہوا۔

"کیا ہوا ہے مہویر؟ سب ٹھیک ہے۔۔۔ تم نے یمل کو بازیاب کروا کے عاصم ملک کی سفارش پالی ہے۔ پھر یہ بھاری سانس کیوں؟"

انیس کو اسکی حالت اچھی نہ لگ رہی تھی۔

"میں مر جاوں گا علوی"

انیس کے ماتھے پر ناگواری سے بل پڑے۔

"کس قسم کی بکواس ہے یہ؟ مہویر میثاق تم مجھے اسطرح پریشان کیوں کرتے ہو۔ بتاو کیا ہوا ہے۔ کہاں ہو تم؟ میں آجاوں؟"

انیس اس سے خفا تھا لیکن اس وقت اپنے دوست کی یہ بے بسی انیس سے سہی نہ گئی۔

"م۔ مجھے کچھ اچھا نہیں لگ رہا۔ محراب ملک کو سب بتا دیا لیکن خضر کو آج رات تک بتا دوں گا۔ اسکی طرف سے دل ڈر رہا ہے علوی۔ اور منائم۔۔۔ یار

وہ جاگ ہی نہیں رہی۔ میں اسکو یاد کر کر کے پاگل ہو رہا ہوں۔۔۔ وہ مجھے پکارتی ہے لیکن ج۔ جب میں اسکے پاس تھا تو اس نے میری موجودگی محسوس کرنا تک گوارہ نہیں کیا۔۔۔ میں نہیں رہ پا رہا اس طرح۔۔۔۔ میری سانس گھٹ رہی ہے"

انیس نے گھبرا کر بیڈ کی پائنتی کی طرف بیٹھے اپنی گردن سہلائی کہ اس کمینے کو اب کس طرح تسلی دے۔

"اسکی خطرناک سرجری ہوئی ہے مہویر، تھوڑا تو دماغ سے کام لو۔۔۔ ایک دم کیسے جاگ سکتی ہے وہ؟۔ خضر ملک کو میرے پاس بھیجنا اسے میں بتا سمجھا دوں گا۔ پلیز خود کے لیے مفت میں اذیت مت بڑھاو تم۔۔ پر سکون ہو جاو"

انیس اس وقت خود نہایت پریشان تھا لیکن اپنی آواز میں تکلیف اترنے نہ دی، بلکہ الٹا مہویر کو ہمت پکڑنے کی تاکید کی۔

"نہیں۔ مجھے اپنے بوئے کو خود کاٹنا ہے علوی۔ خضر کو میں خود بتاوں گا۔ وہ آج شام کو وہاں آئے گا عرشیہ کو لینے۔ پلیز کوئی بات مت کرنا اس سے ابھی۔۔۔ میں پر سکون ہو جاوں گا، ابھی دم گھٹ رہا تھا تو بس تیری آواز سننی تھی تاکہ مجھے تسلی ہو کہ میرا ابھی بھی کوئی اپنا ہے"

مہویر کے لہجے کا اپنا پن، انیس کو بھی کچھ آسودہ کر گیا، انیس بیٹھے بیٹھے وہیں پیچھے کو گرا۔

"بلکل۔ میں ہوں اور ہمیشہ تمہارے اپنوں میں سر فہرست رہوں گا۔ جانتا ہوں مشکل وقت ہے تم پر لیکن جب مشکل حد سے بڑھنے لگے تو یقین کر لینا چاہیے کہ وہ مشکل اب آسانی بننے والی ہے۔ وہ جلد ہوش میں آجائے گی۔ ابھی اسکا بے ہوش ہونا نیچرل ہے مہویر، ابھی اسکا جاگنا اسکے لیے ویسے بھی سر کی ہوئی سرجری کے سبب پین فل ہو گا۔ اللہ کی اس میں یقینا کوئی مصلحت ہو گی۔ پریشان مت ہو۔ کچھ کھایا تم نے؟"

مہویر کے ہونٹوں پر اک مہربان تبسم مچلا جب اتنی پر سکون تسلیوں کے بعد انیس نے اس کے لیے فکر جتائی۔

"نہیں کھا پا رہا۔ حلق جیسے سل سا گیا ہے علوی۔ کیوں کی میں نے پھر سے محبت؟ میں پھر برباد ہو رہا ہوں۔۔۔ کیا محبت مجھے اس بار بھی اپنی بھیانک شکل دیکھانا چاہتی ہے؟"

مہویر نے وہیں بینچ پر بیٹھ کر ٹیک لگائی جبکہ انیس کو اسکے الفاظ پر غضب چڑھا۔

"پہلی بات۔ تمہیں محبت ابھی ہوئی ہے وہ بھی پہلی بار۔ اس فاطمہ سے جو تمہیں تھی وہ نحوست لاحق تھی۔ ایسی نحوست جس نے تمہاری زندگی کے کئی خوشنما سال نگل لیے۔ میں اسے برا نہیں کہہ رہا کیونکہ ہر انسان کی اپنی جنگ ہے لیکن تمہارے منہ سے اس عورت سے جڑا کوئی بھی سابقہ حوالہ

نہیں برداشت ہو گا۔ تم آباد ہو چکے ہو، اب تم کوئی بربادی نہیں دیکھو گے۔ سمجھ لو اس بات کو اچھے سے"

انیس کے یقین دلانے پر مہویر کو واقعی ایسا لگا جیسے سب ٹھیک ہونا اب بھی ممکن ہے، یعنی اک موہوم سہی پر انیس کا لفظ لفظ ڈھارس بندھا رہا تھا۔

"بہت پریشان ہوں علوی۔ وقت بھی جیسے پتھر اسا گیا ہو۔ یہ انتظار بہت برا ہے"

مہویر کی آواز اب بھی بکھرتی محسوس ہوئی۔

"میں سمجھ سکتا ہوں لیکن ہمت نہیں ہارنی۔ بتاو کیا کھاو گے۔ وہیں آرڈر کرواتا ہوں۔ ایسے بھوکے پیٹ رہو گے تو شوگر نہ لو ہو جائے تمہاری بڈھے"

انیس نے دانستہ شرارت سے اسے چھیڑا کہ اسی بہانے وہ آزردہ شخص مسکرا دے اور ایسا ہی ہوا۔

"اب تو سب کچھ لو ہو چکا ہے۔ تو نے بہت اچھا کیا اپنی بیوی سے دور ہے ابھی تک۔۔۔ ایک بار قریب آنے کی دیر ہے تیرا سانس بھی اسکا محتاج ہو جائے گا۔ میں نے اپنے آپ کو خود ختم کر دیا علوی۔۔۔"

مہویر کے اس پچھتاوے پر انیس کو نا جانے کیوں ہنسی سی آئی، یہ آدمی بیوی کا ہو کر خود کو اسکا محتاج کہہ رہا تھا جبکہ انیس بنا قریب آئے ہی پورا اس لڑکی کے بس میں تھا۔

"مجھے اپنی سانس کی محتاجی پر تمہاری طرح پچھتاوا تو نہیں ہو گا، اتنا جانتا ہوں۔ منائم ٹھیک ہو لے، تم دونوں کی صلح ہو لے پھر میں یہ بات اسے بتا کر تم دونوں کے بیچ جھگڑا لازمی کرواوں گا۔ آخر میں بھی تو انیس غانم ہوں۔ بدلہ تو لے کر رہوں گا"

انیس کے انتقامی تیور جان کر مہویر کو اس پر پیار آیا، اور اس خیال پر وہ مسکرایا کہ منائم کے مان جانے کے بارے سوچنا تک کس قدر پر لطف احساس ہے۔

"کروالینا۔ دی اجازت۔۔۔۔ لیکن میں کس محتاجی کی بات کر رہا ہوں علوی وہ تجھے عرشیہ کا ہو کر سمجھ آئے گی۔ ہر طرف جب تجھے وہی دیکھائی دی، اسی کی باتیں، اسی کی فکر، اسی کی چاہت، اسی کی یاد، اسی کا چہرہ جب سر پر مسلط ہوا تو تجھے پھر میری یہ حالت سمجھ آئے گی"

مہویر نے جسطرح اپنی کیفیت بتائی، انیس مسکراتا ہوا محظوظ ہو کر اس عاشق ناتواں کے دکھرے سن کر مزے لیتا نظر آیا۔

"مجھے ابھی بھی سمجھ آ رہی ہے تمہاری حالت، بہر حال بھوکا پیاسا رہنے سے کیا وہ لڑکی وقت سے پہلے اٹھ کھڑی ہو گی؟ فضول کی ضد نہیں کرتے۔ میں کچھ بھیجتا ہوں چپ کر کے کھالینا۔"

انیس نے مسکراتی سنجیدگی کے سنگ محترم کو ڈپٹا اور مہویر کو اس وقت کوئی ایسے زبردستی خیال رکھنے اور کرنے والا ہی درکار تھا۔

"اللہ اس دنیا میں کسی کو اکیلا اور بے سہارہ نہیں چھوڑتا۔ اسکی جیتی جاگتی مثال ہے تو۔"

مہویر نے اسکے اپنے ساتھ ہونے پر شکر بھرا سانس کھینچا اور اس درد کے لمحے وہ انیس سے بات کر کے بلکل نارمل ہو گیا تھا، جو اس بات کا ثبوت تھا کہ ان دونوں کے بیچ جتنی خلش ہو، وہ ایک دوسرے کے دکھ سکھ کے اچھے ساتھی ضرور تھے۔

"پلیز دوبارہ ڈاون مت ہونا۔ میں کھانا بھیجتا ہوں کھالینا۔ کوئی اور بھی ہے وہاں؟"

انیس کی نرم تاکید پر مہویر مسکرایا۔

"ہاں۔ محراب صاحبہ"

مہویر نے اسے باخبر کیا۔

"چلو انکے لیے بھی بھیج دیتا ہوں کچھ۔ سی یو"

انیس نے مہویر کی اجازت کے بعد کال آف کی اور ہوسپٹل کے ڈریس پر کھانا آرڈر کروادیا، ساتھ ہی عصر کو میسج لکھا۔

"میں ہوں ہر مدد کے لیے تمہاری۔ پریشان مت ہونا۔"

انیس بس اسے یہ احساس دینا چاہتا تھا کہ وہ عصر کے ساتھ ہے، انیس نے فون سائیڈ رکھتے اچانک آتی نیند پر آنکھیں بند کرلیں، شاید صبح جلدی جاگنے اور سفر سے وہ تھک گیا تھا۔

عرشیہ نے کک کے ساتھ مل کر دونوں کے لیے چکن چیز سینڈوچ بنائے تھے کیونکہ نہ تو یمل کو زیادہ بھوک تھی نہ ہی عدین کو، لیکن عرشیہ کو بھوک لگ رہی تھی اور ابھی دن کے کھانے کا وقت بھی گزر چکا تھا۔

سینڈوچ ان دونوں دوستوں کو سرو کیے عرشیہ نے مما کی کال لینے کو واپس کچن کا رخ کیا، سوہا آج سیوانی میں ہی صبح سے مصروف تھی مگر واپسی پر وہ ہوسپٹل گئی تو وہیں سے اسے پتا چلا کہ رئیس ڈسچارج ہو گیا ہے، بس تبھی گھر آتے ہی سوہا کا موڈ خراب ہو گیا تھا، اوپر سے رئیس کی طرف سے چپ بھی خطرہ تھی، اوپر سے عرشیہ نے اسے عاصم ملک کی تیسری شادی اور ایک اور اولاد کا بتا کر بلکل ہی جلا کر راکھ کر دیا۔

"مجھے عاصم ملک سے اسکی امید تھی۔ ابھی تو نجانے کتنی بیویاں اور سامنے آئیں گی۔ اور وہ کمینہ مجھے کہہ رہا تھا مجھ سے ابھی بھی محبت کرتا ہے۔ چولہے میں جھونکی ایسی محبت"

مما کی چڑ اور غصہ بھانپ کر عرشیہ بھی افسردہ ہو گئی۔

"وہ کسی سے محبت نہیں کرتے، سوائے خود سے۔ تو کسی دھوکے میں مت رہیے گا مما۔"

عرشیہ نے تو باپ نامی اس شخص سے امید کبھی لگائی ہی نہ تھی۔

"دھوکے میں پڑ رہی تھی پر اللہ نے بچا لیا۔ فی الحال تو مجھے اس رئیس کی ٹنشن ہے۔ ہوسپٹل سے ڈسچارج ہو گیا ہے۔ اب نجانے کونسا گند پھیلائے گا وہ۔ کل لیگل نوٹ پر اسے کورٹ بلوایا گیا ہے۔ دیکھتے ہیں کیا ہوتا ہے۔"

سوہا ابھی کچھ دیر پہلے ہی گھر پہنچی تھی، ابھی چینج تک نہ کیا اور آتے ہی عرشیہ کو کال ملا دی تھی، بس ابھی اپنے لیے کوفی بنا رہی تھی۔

"آپ پریشان مت ہوں مما، اب وہ ہر قدم پھونک پھونک کر رکھے گا۔ اور آپکے قریب بھٹکنے کی کوشش کرنے سے پہلے بھی سو بار سوچے گا۔ دفع کریں اس منحوس کو۔ میں کچھ دیر تک ہولڈنگز نکلنے والی تھی پر بابا کی سیکرٹری سے پتا چلا انہوں نے ساری میٹنگز کل پر رکھ دیں۔ ہولڈنگز نہیں جا رہی ورنہ آپکے پاس سے ہو کر جاتی۔ یمل کی وجہ سے سوچ رہی ہوں آج گھر ہی رہوں۔۔۔ بہت سہما ہوا ہے۔ میں، عدین اور انیس اسکے آج پاس

رہیں گے۔ ابھی وہ اپنے پیرنٹس سے ملنا نہیں چاہتا تو بابا کو کہہ دیا گیا ہے ابھی یمل سے ملنے کی کوشش نہ کریں۔ میرے خیال میں یمل کا فیصلہ بلکل درست ہے"

سوہا کو عرشیہ کا خیال بہت اچھا لگا، اور سب سے بڑی خوشی یہ سوچ دے گئی کہ عرشیہ کو فائنلی کوئی تو بہن بھائی ملا۔

"تم بے فکر ہو کر اسے دیکھو۔ ویسے بھی میں ایک گھنٹے تک واپس نکل جاوں گی سیوانی۔ بہت کام ہے۔ ایسا کروں گی کل صبح بریک فاسٹ میں تمہاری طرف آ کے کر لوں گی۔ یمل سے بھی ملاقات ہو جائے گی۔ اب اس سب میں اس بچے کا کیا قصور، اس سے کسی قسم کا کوئی گلہ نہیں بنتا۔"

سوہا کے اس فیصلے پر وہ دلی خوش ہوئی کہ اسکی مما کا دل بہت مہربان ہے کہ اپنی سوتن کے بچے سے ملنا چاہ رہی ہے۔

"مما۔ خیال سے رہیے گا پلیز۔"

عرشیہ کا دل خدشات کا مارا بہر حال کانپا تو سوہا نے اسے ڈھیڑ پیار و تسلی دی اور رابطہ توڑا، عرشیہ نے باہر آ کر یمل اور عدین کو سینڈوچ بریک میں جوائن بھی کیا۔

یمل نے اچھے سے سینڈوچ کھائے پھر وہ ہاتھ دھونے گیا، عدین نے عرشیہ کی تمام پلیٹس اٹھا کر رکھنے میں مدد کی۔

"مائی سوئیٹ ہارٹ"

عرشیہ نے عدین کی گال پیار سے سہلائی تو وہ عرشیہ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں پکڑ گیا۔

"آپ پریشان مت ہوں۔ یمل کو ہم مل کر ٹھیک کر لیں گے عرشیہ"

عدین کا یہ کہنا بہت اہمیت کا حامل تھا۔

"مجھے یقین ہے۔ تم ہو تو مجھے کسی چیز کی پرواہ نہیں۔ تم نے اسکے لیے جو فٹ بال کلب میں کیا، مجھے یمل نے بتایا تو یقین ہی نہیں کر سکی۔ لیکن پھر جب یقین آیا تو مجھے تم پر بہت پیار آیا۔ تم بہت پیارے ہو عدین۔ تم سے بہت پیار کرتی ہوں۔ میرے سب بہن بھائیوں سے زیادہ عزیز ہو تم۔ میں خوش ہوں کہ ہم ساتھ ہیں۔ ہم ساتھ مل کر ہر مشکل کا سامنا کر لیں گے"

وہ جو سننا چاہتا تھا، عرشیہ وہی کہہ دیتی تھی، شاید یہ انکے دل ملنے کا نتیجہ تھا، اس وقت عدین کو بے پناہ خوشی محسوس ہوئی۔

"ان شاء اللہ۔ میں بھی بہت پیار کرتا ہوں آپ سے۔ میں نے آپ کے اندر مما والی جھلک دیکھی ہے۔ اس لیے میرا آپ سے یہ پیار اب ہمیشہ بڑھے گا۔ آپ میری بیسٹ فرینڈ ہیں عرشیہ۔ میں وہ باتیں جو بھیو کو بھی نہیں کہہ سکتا، آپ سے کروں گا۔ ہم مل کر بھیو کی زندگی کو نارمل کریں گے۔"

وہ عدین کے جذبات، اسکی محبت سے پہلے ہی بہت متاثر تھی، اب تو وہ بس اسکا سر چوم کر ہی اپنی کیفیت بتا پاتی تھی۔

"تم میری اور انیس کی زندگی کا بہت خاص اور قیمتی حصہ ہو۔ اور مجھے سب سے زیادہ خوشی اس بات کی ہے کہ تم بہت بہادر ہو۔ اپنے بھیو کی طرح۔ ہم جب پورے خلوص سے کسی کے لیے دعا کرتے ہیں تو اسکے سارے درد آہستہ آہستہ ختم ہو جاتے ہیں۔ جیسے انیس کا یہ بدلنا تمہاری دعاوں اور وظیفوں کا ثمر ہے۔ وہ مسکراتا ہے، ہنستا ہے۔ بہت خوش ہوں میں"

وہ خوش لگ بھی رہی تھی، جب وہ خوش ہوتی تو اسکی آنکھوں میں نمی آ جاتی، عدین بھی ایسا ہی جذباتی تھا۔

"میں بھی عرشیہ۔ آئیں یمل کے پاس چلتے ہیں۔ کیا خیال ہے واک کریں۔ موسم بہت پیارا ہو رہا ہے"

وہ اسکے خیال پر فوری آمادہ ہوتی اسکا ہاتھ پکڑے ساتھ ہی نکلی اور ان تینوں کی یہ واک بہت پیاری تھی، وہ کبھی یمل کی باتوں پر مسکراتی کبھی عدین کی، اسے وہ دونوں ایک جیسی اہمیت اور پیار دے رہے تھے، وہ بھی ان دونوں کے لیے ایک جیسی بہن بنی انکو سنتی اور مسکراتی جا رہی تھی، جیسے نجانے کون کون سی بچپن کی حسرت پوری ہو رہی تھی۔

.._____..

وہ اسے انیس کے فارم ہاوس تو لے آیا تھا مگر فجر جس تکلیف سے گزری تھی، اس سے یکدم نکلنا بہت مشکل تھا، وہ اسکو لیونگ ایریا میں چھوڑ کر اندر کمرے میں گیا تاکہ لائٹس وغیرہ آن کر کے کمرے کا نہایت سرد ٹمپریچر بہتر کر دے اور فجر جو بنا کسی سوئٹر تھی، اسکے لیے بھی کوئی سوئٹر یا گرم اوڑھنے کو چیز لا سکے، مگر جب وہ بلینکٹ لے کر باہر آیا تو وہ اپنے ماں باپ کی بے حسی پر آنسو بہا رہی تھی، اسکی تکلیف نے عصر کے دل پر سیدھا زخم دیا۔

"کیوں خود پر ظلم کر رہی ہیں فجر؟"

عصر نے آہستگی سے اسکے نازک شانوں کو اوڑھنے والے باریک بلینکٹ سے ڈھانپا مگر فجر نے اسکا اوڑھایا کمبل اتار کر صوفے کی اطراف پھینک دیا، وہ روتے ہوئے قبول نہ تھی، یہاں تو سراسر غصہ جتایا جا رہا تھا۔

"ٹھنڈ ہے یار، اوڑھ لیں اسے جب تک یہ جگہ تھوڑی گرم ہو جاتی ہے۔ ورنہ میں بھی اس ٹھنڈے فرش پر بیٹھنے لگا ہوں۔ پھر بیمار ہو گیا تو آپکو ہی تیمارداری کرنی پڑے گی"

ایک اور کوشش کیے اس نے دوبارہ وہ بلینکٹ فجر کے اطراف لپیٹا مگر وہ ضدی ایسی تھی کہ پھر سے اتار کر اس بار دوسرے صوفے پر پھینکا۔

"فجر۔ مت کریں۔ بیمار ہو جائیں گی ناں"

عصر نے اس بار اپنا سوئٹر اتارا اور عاجزی کے سنگ فجر کی طرف بڑھایا، جس نے عصر کے ہاتھ سے وہ سوئٹر لیا اور اس سے پہلے وہ بھی پھینکتی، عصر نے

اسکے اور دوسرے صوفے کے بیچ ڈھال بن جاتے اسے روکا، دونوں کی آنکھیں ملیں تو دل تک ٹیس سی جگی، ایک بے بس تھا تو دوسری بہت تکلیف میں، ماں باپ کی بے حسی کے ساتھ اب دکھ یہ بھی تھا کہ وہ سردار عصر کو نقصان پہنچائیں گے۔

"میں روٹھ جاوں گا اگر اسے پھینکا۔ اچھی لڑکی کیوں پریشان کر رہی ہیں مجھے۔ پہن لیں، بہت ٹھنڈ ہے۔ آپکو بخار پہلے ہی ہے ہلکا ہلکا، تیز ہو جائے گا۔ میں ریکوسٹ کر رہا ہوں"

وہ اسکی تاسف سے کی منت پر نفی میں سر ہلاتی مزید برا رو پڑی جیسے اسے اس وقت کسی چیز سے فرق نہ پڑ رہا ہو۔

"ٹھیک ہے۔ یہ لیں پھر"

وہ وہیں اسکے قدموں کے پاس ٹانگیں سمیٹتا بیٹھا تو لمحہ بھر فجر کے رونے کی شدت میں کمی آئی لیکن پھر بھی وہ رو رو کر نڈھال ہو چکی تھی، عصر کا سوئٹر

اسکی گود میں دھرا تھا لیکن عصر کے ڈھال نہ رہنے کے باوجود فجر نے اسے نہ پھینکا۔

"چپ کر جائیں پلیز"

وہ اسکے قدموں میں بیٹھا اسکے بہتے آنسو گن گن کر بھی تھک چکا تھا مگر ان ناراض نینوں کی دکھ بھری برسات تھی کہ تھمنے پر نہ آرہی تھی۔ الٹا وہ عصر کے سوئٹر سے ناک بھی پونجھ رہی تھی، جس پر عصر کو بیچ بیچ میں چھپ چھپ کر مسکرانا پڑ رہا تھا۔

"ن۔ نہیں چپ کروں گی۔ آپ مجھے روتا دیکھ دیکھ کر مر جائیں گے عصر"

وہ ہچکیوں کی زد میں کپکپاتی، زکام زدہ سانس اندر کھینچتی بولی اور باخدا اسکی اتنی تکلیف دہ دھمکی پر بھی وہ اسکے قدموں میں جوں کا توں فقیروں سا بیٹھا مسکرایا تھا۔

"ایسے نہ کریں سائیں۔ رونے کی جگہ ہنسنا کر لیں، مرنے کا وعدہ کرتا ہوں"

وہ بے اختیار سانس روک گئی پھر جھک کر اپنا ہاتھ بے اختیار عصر کے منہ پر جما گئی، عصر نے اسکی یہ بے خود حرکت دیکھتے لمحہ خرچ کیے بنا فجر کی ہتھیلی اپنے ہونٹوں پر سے ہٹا کر ہاتھ میں لے کر دہائی تھی۔

"فضول بولے تو میں اپنی جان لے لوں گی"

جانتی تھی مرنے کے شوقین اس عاشق کو بس یہی دھمکی اثر کرے گی، اسکی بھیگتی سانس، خفا سرخ آنکھیں اور عصر پر آتی آنچ کا سوچ کر سہم جانا، سب اس بات کی دلیلیں تھیں کہ وہ عصر سے پہلے لمحے ہی دل لگا بیٹھی ہے۔

"آپکی جان اتنی سستی ہوتی تو میں ان لوگوں سے چھین کر لاتا آپکو؟"

عصر نے زرا سرک کر مزید قریب ہوتے یہ سوال فجر سے کیا، وہ نزدیک اس لیے ہوا کہ فجر کو زرا بینڈ ہونا پڑ رہا تھا، وہ اسے اتنی بھی زحمت نہیں دینا چاہتا تھا۔

"و۔ وہی تو۔۔ چھین کر لائے ہیں۔ وہ برے ہیں۔ آپکو نقصان دیں گے۔ وہ ہمایوں۔۔۔۔"

وہ اتنا زیادہ خوفزدہ تھی تو اب بس عصر کے لیے، لیکن اس نام کو وہ اسکے ہونٹوں پر برداشت نہ کر پاتے، اپنی انگلی اسکے ہونٹوں پر جما گیا، فجر نے اسکی آنکھوں میں شدید برہمی دیکھی تو وہ اور سہم گئی۔

"کسی اور کا نام بھی نہیں لیں گی آپ طبیبہ! ورنہ آپکا بولنا میری شفاء نہیں رہے گا۔ میں ان لوگوں سے نمٹنا جانتا ہوں۔ آپ کیوں فکر میں نڈھال ہو رہی ہیں؟"

وہ فوراً اپنی انگلی اسکے ہونٹوں پر سے ہٹا گیا تاکہ وہ بے چینی محسوس نہ کرے، فجر نے اپنا ہاتھ بھی اسکے ہاتھ سے چھبپٹ کر چھڑا لیا۔

"آپ کو نقصان دیں گے وہ، سمجھ نہیں آ رہی بات۔ اور کیا ضرورت تھی میری قیمت ادا کرنے کی۔ میرے ماں باپ کو پیسے لوٹانے چاہیں تھے

اصولا۔ میں بوجھ نہیں بننا چاہتی تھی کسی پر، تبھی تو آپکو وہ سنگدل خط لکھ آئی مگر مدد کے لیے نہیں پکارا۔ آپ میری جتنی بار قیمت واپس کرتے رہیں، وہ سردار مجھے اپنا قیدی ہی مانے گا۔۔۔ میری وجہ سے اپنی زندگی کیوں جہنم بنانے پر تل گئے ہیں؟"

وہ اس بار چیخ پڑی، یہ شخص کچھ بھی سمجھنے یا سننے کو تیار نہ تھا، وہ خود کو شدید بے بس محسوس کر رہی تھی۔

"آپکو نہیں پتا سائیں کہ میں آپکے لیے اس قدر پاگل کیوں ہو رہا ہوں۔ دیکھیں میری آنکھوں میں۔ شاید کچھ پتا چل جائے آپکو؟"

وہ اسکے قدموں میں بیٹھا ایک تو ویسے ہی فجر کے دل کو اسکے مرکز سے ہٹا رہا تھا، اور اب یوں اسکو اپنی آنکھوں کی سمت دیکھنے کی دعوت دیتا رہی سہی دھڑکنوں کو منجمد کر رہا تھا۔

"مجھے نہیں دیکھنا۔ یہاں کیوں لائے آپ مجھے۔۔۔ اکیلا رہنا چاہتی ہوں۔ مجھے جیم چھوڑ دیں۔ میں وہیں رہ لوں گی۔"

وہ اٹھ کھڑی ہوئی کیونکہ یہاں وہ عصر کے ساتھ اکیلی نہیں رہ سکتی تھی۔

"وہاں کیسے رہیں گی؟ آپ نے تو جاب چھوڑ دی تھی؟"

وہ بھی اٹھ کر اس کا سایہ بنے پیچھے ہی لپکا۔

"میں عرشیہ میم سے بات کر لوں گی کہ مجھے واپس رکھ لیں جاب پر۔"

وہ منہ پھیر کر کھڑی اپنا فیصلہ سنا چکی تھی۔

"آپکو وہ جاب پر نہیں رکھیں گی اب"

وہ اسکے عقب میں رک کر اسکے سراپے سے اٹھتی مسحور کن مہک میں کھویا بڑبڑایا تو وہ پریشان ہوتی گھوم کر خفا نظروں سے عصر کو گھورنے لگی۔

"ک۔ کیا مطلب؟"

فجر کی آنکھیں چھلکنے کو بیقرار ہوئیں۔

"مطلب کہ جب تک میں نہ چاہوں آپ کوئی جاب نہیں کریں گی"

وہ استحقاق جمائے صاف گوئی سے بولا، اسکی آنکھوں میں فجر کے لیے نرمیوں کی انتہا بسی تھی۔

"کیوں۔۔ کیا خرید لیا ہے مجھے۔ میں آپکے رحم و کرم پر ہوں کیا؟ آپکی محتاج ہوں؟"

وہ ناچاہتے ہوئے بھی اپنی آنکھیں بھیگنے سے روک نہ سکی، شاید اس وقت وہ بہت نازک ہو رہی تھی، پھر واللہ جس طرح سر اٹھا کر اس خود سے لمبو کو دیکھ رہی تھی، عصر اپنے جذبات پر بندھ باندھنے میں خود کو ناکام محسوس کر رہا تھا۔

"نہیں۔ آپ میری ملکہ ہیں۔ محتاج تو میں ہوں آپکا۔ آپکے رحم و کرم پر ہوں۔ خرید تو آپ نے لیا مجھے۔"

عصر نے اسکے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیتے جس محبوبیت کا مظاہرہ کرتے اسکی آنکھوں کی اداسی دور کی، وہ منظروں کو فسوں خیز کر گیا، وہ اس بلندی پر فائز شخص کو دیکھ رہی تھی، کہ اسکی اک ہاں پر یہ شخص پورا اسکا ہو سکتا ہے، کیا اس سے زیادہ فجر جبرئیل کے پاس کوئی آسانی تھی؟ ہر گز نہیں۔

"یہ کتابی باتیں ہیں"

وہ اپنے ہاتھوں کو اسکے ہاتھوں کی پناہوں سے جھٹک نہ سکی۔

"تو پھر ہم کسی خوبصورت افسانے کے کردار ہوئے۔ جنکو پرانے زمانے کا عشق ہو رہا ہے"

عصر کی شوخ سرگوشی پر وہ نظریں نیچی کر گئی۔

"مجھے نہیں ہو رہا"

وہ دبی سی آواز میں منمنائی۔

"مجھے بھی نہیں ہو رہا پھر۔۔۔۔۔۔ خیر جانے دیں۔ کیا ساری رات سوئی نہیں ہیں؟"

وہ اک ہاتھ آزاد کرے اسی ہاتھ سے فجر کا جھکا چہرہ اوپر اٹھائے فکر سے پوچھتے بولا تو فجر کو پھر سے رونا آیا۔

"کیسے سو سکتی تھی۔ کیا پھانسی کی سزا پائے مجرم کی آخری رات سکون والی ہو سکتی ہے؟"

وہ اسے اپنی تکلیف بتا کر لاجواب کر گئی۔

"اب تو میں آپکو اس پھانسی گھاٹ سے بچا کر اپنی دسترس میں لے آیا ہوں۔ اب بھی نیند نہیں آئے گی؟"

وہ اسکے آرام کے لیے شدید بیقرار تھا، فجر کتنے ہی لمحے اسے دیکھتی رہ گئی۔

"نہیں۔اب یہ تکلیف ہے کہ کبھی بھی آپکو تکلیف پہنچ سکتی ہے۔اور وجہ میں ہوں گی"

وہ صاف گوئی سے بولی، اپنا ڈر بانٹا۔

"تو کیا ہوا۔مجھے تکلیف ہوئی بھی تو میرا آرام بن جایئے گا۔ مسیحا تو آپکو میں اپنی ویسے بھی چن چکا ہوں۔اف آپکے ہاتھوں سے اگر مجھے شفا ملے تو میں خود کو ملتی ہر تکلیف مسکرا کر سہہ جاوں گا"

وہ اسکی پھر سے دیوانگی بھری باتوں پر روہانسی ہو کر رہ گئی۔

"عصر۔۔۔۔"

وہ سخت تکلیف سے پکاری۔

"بس فجر"

وہ بھی سخت برہم ہوا، وہ سہم کر اپنی آنکھوں کو اٹھائے اسے شاکی نگاہوں سے دیکھنے لگی۔

"نہیں سمجھ رہے آپ مجھے۔ تو ٹھیک ہے پھر۔ میں یہ سمجھانے کی ناکام کوشش روک دیتی ہوں۔"

وہ اسکے ہاتھ سے اپنا ہاتھ نکالتی، کرچیاں سی آنکھوں میں لیے دور ہوتی چہرہ پھیر گئی۔

"نکاح کریں گی مجھ سے؟"

وہ بے اختیار پلٹی، عصر اپنے سوال کا جواب لینے کو منتظر نگاہوں سے اسے سر تا پیر حصار میں بھرتا ہوا دو قدم آگے آیا۔

"نہیں کروں گی"

وہ دو قدم پیچھے ہٹتی صاف صاف انکار میں بولتی نظر پھیر گئی۔

"ٹھیک ہے۔ تو پھر ایک نامحرم کے ساتھ رات بھر اس گھر میں رہنے کے لیے تیار ہو جائیں۔ میں نے تو آپکے لیے آفر کی سائیں، کافی ڈری ہوئیں ہیں آپ مجھ سے، کہیں رات میں ہی اوپر نہ چلی جایئے گا۔ میں نے ہمارے فیوچر کے دو گول مٹول بچے بھی سوچ لیے ہیں"

وہ اس وقت بلکل بھی سنجیدہ نہ تھا، فجر نے اپنی نظریں چراتے دوسری طرف آنکھیں جمالیں۔

"ہم دونوں سوکھے سڑے ہیں تو بچے گول مٹول کیسے ہوں گے ؟"

فجر کی مدھم سی منمناہٹ پر عصر مسکرا کر زرا قریب ہوا۔

"بس آپکی بچوں کے لیے رضامندی چیک کرنی تھی"

عصر کی شوخ سرگوشی پر وہ پلٹی۔

"آپکے پرپوز کا تو جواب دے نہیں رہی۔ اس بے تکے جواب کو پا کر ہو جائیں خوش"

وہ چڑی۔

"ہو گیا۔ خوش نہیں بہت خوش۔"

عصر کی دیوانی خوشی پر وہ ناچاہتے ہوئے بھی مسکرا دی۔

"نیند آرہی ہے مجھے"

وہ شاید اس شخص کے سحر سے ابھی نکلنا چاہ رہی تھی۔

"کچھ کھا کر سو جایئے گا، میں بنا دیتا ہوں کھانے کو۔ کیا کھائیں گی میری چار فٹیا ڈاکٹر"

وہ اسکے اس لقب پر پھر سے گھوری۔

"لگ بھگ پانچ فٹ ہوں۔ میرا مزاق اب اڑایا تو میں بھی آپکو اینٹینا کہہ کر بلاوں گی"

فجر نے بھی لڑنے کو پنجے تیز کیے، عصر کا چھوٹا سا قہقہہ پھوٹا، شاید اس لئے کہ وہ آج ہواوں میں اڑ رہا تھا۔

"ہر چیز کی اجازت دیتا ہوں لیکن میں تو باز آنے والی شے نہیں ہوں۔ آئیں کچن میں ہلپ کریں میری۔ کچھ اچھا سا مل کر بناتے ہیں۔ میں نے ناشتہ نہیں کیا تھا صبح"

وہ اسکو مسکرا کر تاڑتا کچن کی سمت بڑھا تو اس نے جنٹل مین کی طرح پہلے فجر کے لیے راستہ چھوڑا۔

فجر چند لمحے وہیں کھڑی رہی، جیسے دل اور قدموں کے بیچ کوئی خفیف سی کشمکش چل رہی ہو۔ پھر ہلکی سی سانس لے کر اس کے پیچھے کچن کی طرف بڑھ گئی۔

عصر نے واقعی جنٹل مین بنتے ہوئے کچن کا دروازہ بھی تھاما۔

"آئیں ڈاکٹر صاحبہ، آج آپ کی نگرانی میں کھانا بنے گا۔"

وہ اسکی شوخ مسکراہٹ کے صدقے خود بھی اپنا دکھ بھول کر نرم سنجیدگی میں لپٹی۔

"میں نگرانی نہیں کرتی، خود کام کرتی ہوں۔"

فجر نے اپنی قمیص کی آستینیں ذرا سی اوپر کیں۔

"آپ مصالحے الٹے سیدھے ڈال دیں گے، میں کوئی آئٹم کھانا نہیں چاہتی"

وہ جانتی ہی کہاں تھی ابھی ایک ماسٹر شیف سے یہ کہہ رہی ہے جسکے پاس دنیا کے ہر قسم کے کھانے بنانے کا پروفیشنل پرمٹ تھا۔

"اوہ، تو آپ کو مجھ پر اعتماد نہیں؟"

عصر نے بناوٹی رنج سے کہا۔

"نہیں۔"

وہ فوراً بولی، پھر اس کی طرف دیکھ کر مسکراہٹ دبا گئی۔

کچن میں ہلکی سی روشنی تھی۔ عصر نے اسکی مسکراہٹ کا چپکے سے صدقہ اتارا اور جب تک فجر نے ہاتھ دھوئے، عصر نے فریج کھول کر جائزہ لیا۔

"چلیں بتائیں، کیا بنائیں؟ آملیٹ؟ پاستا؟ یا پھر کوئی کلاسک ڈش جس پر ہر محبت کی کہانی زندہ ہے؟"

فجر نے نفی کرتے ہوئے سر ہلایا۔

"یہ چھوڑیں۔ کچھ ٹھیک سا بناتے ہیں۔ انڈے ہیں؟ سبزیاں ہیں؟"

وہ اب سب بھول کر سارا فوکس کھانا بنانے پر لگا چکی تھی، عصر کو بھی یہ بہتر لگا کہ اسی بہانے وہ بہل جائے گی۔

"سب حاضر ہے، بس آپ حکم کریں۔"

وہ چولہے کے قریب آ کھڑی ہوئی۔ عصر اس کے بہت قریب کھڑا تھا، اتنا کہ اس کی سانسوں کی ہلکی سی گرمی فجر کو محسوس ہو رہی تھی، وہ تھوڑی سی اس سے دور کھسکی۔

"اتنا قریب مت کھڑے ہوں۔ میں سبزی کاٹنے لگی ہوں، اگر میری انگلی کٹ گئی تو الزام آپ پر آئے گا۔"

وہ اسے خود سے دور رہنے کی تلقین دھمکی کے ساتھ کر گئی۔

"میں حاضر ہوں پٹی باندھنے کو۔"

عصر نے فوراً اپنی خدمات پیش کرتے کہا۔

"سنجیدہ ہو جائیں ناں پلیز"

عصر کو وہ نہایت بے بس لگی۔

"عہد دیں پہلے کہ میرے سنجیدہ ہونے پر آپ گھبرائیں گی نہیں"

عصر کی آواز مان و محبت نے نرم کی۔

"وہ والا سنجیدہ تو نہیں کہا"

وہ اپنی گھبراہٹ کے بیچ ہی اسے گھورتے بولی۔

"پھر مجھے مسخرا بنا رہنے دیں میری جان"

وہ ایسے التفات سے کیسے اسے پکار سکتا تھا۔

"مزاق چل رہا ہے؟"

وہ خفا ہوئی۔

"نہیں۔ مزاق چل رہا ہوتا تو میرا دل آپکو دیکھ کر دھڑکنا تھوڑی بھولتا۔ مت اکسائیں وہ سب کہنے پر جسے سن کر آپ اور ڈر جائیں"

وہ اسکی نگاہوں کی لپک کے آگے بیقرار سی ہوئی۔

"پھر شروع مت ہوں عصر"

وہ جھنجھلاہٹ کا شکار ہوئی۔

"میں ختم ہی کب ہوا ہوں۔ کر لیں ناں نکاح مجھ سے۔ پلیز"

وہ اسکے بے ترتیب بال ہاتھ سہلا کر سنوارتا فجر کے دل کو بند کرنے پر تلا تھا۔

"عصر"

اس کی آواز اس بار سخت نہیں تھی، بس تھکی ہوئی سی حلق کے دریچوں سے باہر آئی۔

"بنا کسی سولڈ حق کے یوں مت پکاریں اچھی لڑکی۔ میں برا بن جاوں گا"

عصر کی انگلیاں اس کے بالوں میں ایک لمحہ اور ٹھہریں، پھر وہ آہستہ سے ہاتھ پیچھے لے گیا کیونکہ اپنی حدیں بہت اچھے سے جانتا تھا۔

"یہ کیسی گفتگو ہے؟"

وہ گھبرا گئی۔

"میں بھاگنا نہیں چاہتا۔نہ خود سے،نہ آپ سے۔"

فجر نے گہری سانس لی اور اس کی طرف پوری طرح مڑی۔

"آپ کو لگتا ہے نکاح کوئی ضد یا زبردستی ہے؟ایک لمحے کی دیوانگی ہے؟"

وہ اسکی آنکھوں میں کچھ تو کھوج رہی تھی۔

"نہیں۔"

اس کی آواز اب غیر معمولی طور پر سنجیدہ تھی۔

"تو پھر"

وہ شدت جذبات لیے بولی کہ یہ جاننا اسکے لیے بہت اہم تھا۔

"میرے لیے یہ ٹھہراؤ ہے۔نام ہے۔وہ یقین ہے جو آپ کو ہر ڈر سے آزاد کر دے گا"

فجر کی آنکھوں میں ہلکی سی نمی جھلکی۔

"یقین لفظوں سے نہیں آتا عصر۔ وقت سے آتا ہے۔ حالات سے آتا ہے۔ آپ کی دنیا، میری دنیا سے بہت مختلف ہے۔"

وہ بے بسی کی کیفیت میں ڈوب گئی۔

"تو بدل لیتے ہیں دنیا فجر، اس میں مشکل کیا ہے"

اس نے فوراً کہا جیسے اس سب میں مزید دیر نہ چاہتا ہو۔

وہ ہلکا سا مسکرائی، مگر وہ مسکراہٹ کمزور تھی۔

"دنیا بدلنا اتنا آسان نہیں ہوتا اور میں آپ کی زندگی میں بوجھ بن کر نہیں آنا چاہتی۔"

عصر ایک قدم اور قریب آیا، مگر اس بار اس کی حرکت میں شوخی نہیں تھی، وہ دیوانہ یا کوئی مجذوب لگ رہا تھا۔

"آپ بوجھ نہیں ہیں۔ آپ وہ واحد احساس ہیں جسے میں اپنی مرضی سے چن کر اپنی زندگی میں شامل کر رہا ہوں۔ باقی سب تو مجھے میری مرضی اور خوشی کے بنا ملا ہے۔"

فجر نے اسکی محبت میں گرفتار آنکھوں کو دیکھتے نظریں جھکا لیں۔

"اگر میں نے ہاں کہہ دی اور کل کو کچھ ایسا ہوا جس سے آپ کو تکلیف پہنچی؟"

وہ ابھی بھی بہت خوفزدہ تھی۔

"تو سہہ لوں گا لیکن آپ کے بغیر جو خالی پن ہے، وہ نہیں سہہ پاؤں گا۔"

وہ اسکی شدت سے خوفزدہ تھی۔

"میں ڈرتی ہوں۔"

اس نے آہستہ سے اعتراف کیا، لہجہ یوں جیسے وہ ہارنے لگی ہو۔

"آپ سے نہیں، اس شدت سے۔ جس طرح آپ مجھے اپنا بنانا چاہتے ہیں، اس میں ڈوب جانے کا ڈر ہے۔"

وہ اسکے ڈر پر قربان ہو گیا۔

"شکر ہے۔ میری جانب سے کچھ تو نظر آیا آپکو۔ اگر ڈوبنے کے ڈر سے آپ مجھ سے دور رہنا چاہ رہی ہیں تو آپکی ہاں کا تب تک انتظار کروں گا جب تک یہ ڈوبنا خود آپکی خواہش نہ بن جائے۔ میں آپ پر اتنا تو اثر انداز ہو ہی چکا ہوں کہ اب آپ میرے سوا کسی دوسرے مرد کا سوچ بھی نہیں سکتیں"

وہ اسکے یقین پر فدا ہی تو ہو گئی، کتنا مکمل تھا اسکا یہ جان لیوا دعویدار، اسکی خواہش کرتا اک پروقار مرد، جو اسے عزت دینا جانتا تھا، ابھی بھی جس طرح وہ اپنے اور فجر کے بیچ فاصلہ بنا بیٹھا وہ یہ بتانے کو کافی تھا کہ فجر نے یہاں آکر اپنی زندگی کا بہترین فیصلہ کیا ہے۔

"نہیں سوچ سکتی۔"

وہ نظریں جھکا کر بولی اور باخدا عصر کے دل میں ایسا سکون اترا جسے وہ نہ تاثرات سے بیاں کر سکتا تھا، نہ الفاظ میں ایسی قوت بچی تھی۔

.._____..

آدھا گھنٹہ یمل اور عدین کے ساتھ گزارے اس نے دونوں کو باہر گارڈن ایریا میں تھوڑی تازہ ہوا کیلئے کھانے کو چھوڑا اور کافی دیر سے انیس نظر نہ آیا تھا تبھی وہ اوپر آئی، دروازہ کھول کر اندر جھانکی تو اسے انیس بیڈ پر چڑھ کر سینے کے بل سویا نظر آیا، بے ساختہ انداز میں عرشیہ کے لب مسکرائے، وہ اندر چلی آئی، انیس کی گن سائیڈ ٹیبل پر پڑی تھی، کوٹ صوفے پر، جبکہ نیچے بیڈ کے پاس ہی شوز اور موزے، وہ کافی کمفرٹیبل ہو کر سو رہا تھا۔

"یہ کونسے ٹائم کی نیند پوری ہو رہی ہے انیس؟"

عرشیہ کو اسے سویا دیکھ کر اپنا حال بھی سیلپی محسوس ہونے لگا، وہ اسکے پہلو میں بیٹھتی اس کے کندھے پر جھک کر مخاطب ہوئی۔

"یار بہت گندی والی اچانک نیند آئی ہے۔ جوائن می"

وہ ابھی گہری نیند میں نہ گیا تبھی کروٹ سیدھی کرنے لگا تو عرشیہ اٹھ بیٹھی اور انیس کے کروٹ بدلتے ہی بازو کھلے، وہ بیٹھے بیٹھے سکون سے اسکی بازووں میں سمٹ گئی۔

"میں نہیں جوائن کر سکتی۔ یمل اور عدین کو دیکھنا ہے جا کر۔ ہولڈ نگز نہیں جا رہی آج۔ میں اور عدین یمل کو چیئر آپ کرنے کی کوشش کریں گے۔ عصر کی کوئی خبر لی تم نے؟"

وہ اتنی فکروں سے بھری ہوئی انیس کو مسمرائز کر رہی تھی۔

"عصر کو آج کا بقیہ دن اور رات دی ہے فجر کو سنبھالنے کے لیے۔ کل دیکھیں گے کیا کرنا مناسب ہے۔"

انیس نے اسکو اپنے سینے میں بسانا چاہا تو عرشیہ نے ہیلز اتارتے اسکے پہلو میں سمٹ جانا بہتر سمجھا کیونکہ وہ اسے اپنے سینے سے لپٹا کر سونا چاہتا تھا، اپنے پہلو میں اپنی رضا سے بسی لُما کو دیکھتے انیس کی آنکھوں سے اسکی نیند پرے سرکنے لگی۔

"وہ کمینہ رئیس ہوسپٹل سے ڈسچارج ہو گیا۔ تم دو لوگ میری مما کے آس پاس بھی ہائیر کر دو انیس تاکہ وہ مما تک پہنچ نہ سکے اب"

عرشیہ کی پریشانی و فکر دیکھے انیس نے اسکا جذب سے ماتھا چوما۔

"وہ معاملہ مجھ پر چھوڑ دو۔ میری اس پر نظر ہے ہر لمحہ۔ اسکے لیے ایک نیا مشن سوچا ہے بے فکر رہو"

انیس کی پر اسرار ئیت پر وہ متجسس تو تھی پر اسے انیس پر پورا بھروسہ بھی تھا، ابھی وہ اسکے لیے کمزور ہے یہ شو نہیں کرنا چاہتی تھی۔

"مجھے بے فکر کرنے کی ابیلٹی صرف تم میں ہے"

وہ اسکے سینے سے لپٹی اعتراف کر گئی، انیس نے اسے باہوں میں حصارا۔

"تم نے ناشتہ نہیں کیا تھاناں؟ ابھی بھی کچھ نہیں کھایا اور سونے لیٹ گئے ہو۔ کچھ کھالو پھر سو جانا"

وہ اسے آنکھیں بند کرتا دیکھے مضطرب ہوئی۔

انیس نے اس کے بالوں میں انگلیاں داخل کیں۔

"مجھے بھوک بس تمہاری ہے، کہ میرے پاس ہی رہا کرو ہر لمحہ۔ ویسے اتنی ساری فکروں کے ساتھ بھی تم میرے پاس آکر سکون سے لیٹ گئی ہو، یہ ہنر سیکھایا کس نے ہے تمہیں؟"

عرشیہ نے آنکھیں بند کیے اس کے سینے پر اپنے ہونٹوں کا لمس بکھیرا پھر وہ زرا سا اٹھلا کر اسے دیکھتی مسکائی۔

"تم نے، مجھے تمہاری سخت عادت ہوتی جارہی ہے انیس"

انیس کے لبوں پر ہلکی سی پر خمار مسکراہٹ آئی، وہ رشک کی شمع میں جلتا پروانہ ہو گیا۔

"عادت خطرناک چیز ہوتی ہے ناں لُما۔"

وہ اسکی آنکھوں میں صرف خود کو دیکھ کر جی رہا تھا۔

"ہاں ناں۔ اور تم سے جڑی عادت تو ایسی بری کہ چھوڑنے لگو تو سانس سینے میں اٹک جائے"

وہ اسکی پلکوں کے خم پر جھکی، اپنے ہونٹوں کو سہلاتے پیار کیا۔

"میں اتنا پریشان کرتا ہوں کیا تمہیں؟"

وہ شوخ معصومانہ مسکرایا، اسکی ہیزل براون آنکھیں کسی مدہوش مشروب سا گہرا نشہ آور اثر کرتی تھیں۔

"پریشان! اف پوچھو ہی مت"

وہ بھی مبالغہ آرائی کی حد کر گزری تا کہ اپنی گرے آنکھوں کا خمار جھٹک سکے۔

"میں پیار بھی کر سکتا ہوں"

وہ اسکے ہونٹوں کے کنارے اپنے ہونٹوں کو مس کرتا عرشیہ کو عجیب سا قرار دیتے سرگوشی میں بولا۔

"کیونکہ تم میرا قرار ہو۔ لیکن ابھی مجھے جانا ہے"

کمرے میں ٹیوب لائیٹ کی نرم روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ پردے آدھے کھلے تھے پر باہر سرشام ہی رات چھا چکی تھی، سیاہ بادل پھیل رہے تھے، ہوا کا ہلکا سا ٹھنڈا جھونکا اندر آرہا تھا۔ عرشیہ نے تھوڑی سی اسکے پہلو میں جنبش کی، جیسے واقعی اٹھنے کا ارادہ ہو۔

"مت جاو"

انیس نے نفی کرتے ضد کی۔

"مجھے جانا ہو گا۔ مجھ پر یمل اور عدین کی ذمہ داری ہے آج۔"

وہ اسے روک گئی ورنہ وہ نیند و طلب کی ملی جلی کیفیت میں بہک رہا تھا۔

"دو منٹ اور"

انیس نے بازو ذرا سا کس لیے۔

"بس دو منٹ ہی ہونے چاہیں"

وہ مسکرائی مگر اگلے دس منٹ وہ اسے اپنے سینے لپٹائے رہا، دو منٹ والے کہے کی دھجیاں بکھیرنا تو کوئی انیس سے سیکھتا۔

"تمہارے دو منٹ کچھ لمبے نہیں ہو گئے؟"

وہ شکوہ کرنے سے خود کو روک نہ سکی جب انیس نے اسے اپنے بازوؤں سے رہائی دی۔

"کیونکہ میں وقت نہیں دیکھ رہا، تمہیں محسوس کر رہا ہوں۔"

عرشیہ نے سر اٹھا کر اسے گھورا، مگر آنکھوں میں نرمی تھی۔

"فلرٹ کم کرو۔ نیند پوری کرو۔ اور ہاں، گن سائیڈ ٹیبل پر یوں مت چھوڑنا دوبارہ"

انیس نے ایک نظر گن کی طرف ڈالی، پھر اس کی آنکھوں میں دیکھ کر مسکرایا۔

"ٹھیک ہے۔ ابھی رکھ دیتا ہوں اندر"

وہ آہستہ سے اس سے الگ ہوئی، اٹھ کر بیٹھتے ہیلز پیروں میں پہننے کے بجائے وہیں سائیڈ کر دیں۔

"عصر کی فکر ہے مجھے۔ کال کروں گی ابھی اسے۔ وہ باہر سے مضبوط ہے پر اندر سے نہیں"

وہ اسے دور جاتا دیکھ کر مضطرب ہوا۔

"ہمم۔۔ مت جاو عرشیہ۔۔"

وہ جاتے جاتے رک کر پلٹی۔

"تمہاری زندگی سے نہیں جا رہی۔ کمرے سے جا رہی ہوں۔ ایسے کیوں کر رہے ہو۔ بولو۔ مجھے تم سکون میں اچھے لگتے ہو۔"

وہ اسکے پاس آئی تو انیس نے اسکا ہاتھ پکڑ کر لیٹے لیٹے خود پر جھکائے چوما۔

"میرا سکون ساتھ لے کر جا رہی ہو۔"

وہ نا صرف اداس ہوئی بلکہ اسکے پاس فکر مند ہوئے بیٹھ گئی۔

"میں تمہارا سکون لے کر کہیں نہیں جا سکتی۔ تمہارے پاس ہی آوں گی با آخر"

وہ اسکے چہرے کے قریب جھک کر مان اور یقین سے بولی تھی۔

"مجھے یقین دلاو پھر، مجھے شک ہے میرا سکون لوٹ کر چلی جاو گی"

وہ اسکے ایسے بے یقین تیور بھانپ کر اسکے ارادے اچھے سے سمجھ رہی تھی۔

"حد ہے انیس"

وہ اس سے پہلے بوکھلا کر اس پر سے اٹھتی، انیس نے اسکی گردن کے اطراف ہاتھ لپیٹ کر اسے اپنے چہرے پر جھکاتے اس کے ہونٹوں پر اپنے لمس کی ہلکی سی لکیر کھینچ کر اسکی سانس روک دی۔

"حد تو تم نے اٹھا رکھی ہے مجھ سے دور رہ کر۔۔۔اب بس۔۔"

وہ اسے بازووں میں بھرتا ایک ہی لمحے میں کسی مومی گڑیا کی طرح خود پر سے اٹھا کر میٹرس پر منتقل کرتا اس پر زرا سا حاوی ہوا جو ابھی تک تھمی سانسوں کا مجسمہ بنی اسے دیکھ رہی تھی، اسکے چہرے پر جیسے سرخیاں سمٹ کر آ گئیں۔

انیس نے جھک کر اس کے ہونٹوں کو اپنی خاموش طلب کے مختصر اور طویل دونوں فسانے ازبر کروائے، سارے رنگ، ساری خوشبو چرالی، سارے زائقے چھین لیے، صرف اپنا آپ یاد کروایا اور اس قدر اپنی خوشبو، اپنا رنگ اور زائقہ بخشا کہ عرشیہ کو حفظ ہوا۔

وہ چہرہ اسکی گم سانسوں اور سپید چہرے سے دور کرتا فاتحانہ مسکرایا تو وہ ایک لمحے میں سمجھ گئی کہ وہ کس بری طرح انیس کے قابو آگئی وہ بھی اتنی آسانی سے۔

وہ گرے آنکھیں پہلے اس کے ہونٹوں پر رُکی رہیں، جیسے ابھی ابھی ہوئے تصادم کی سچائی پر یقین کر رہی تھیں، پھر دھیرے سے عرشیہ نے اس کی شربتی آنکھوں میں پھیلی تسکین دیکھ کر اپنا گلا بنجر ہوتا محسوس کیا۔

وہاں اپنا عکس، اپنی بے بسی اور اس کی چاہت ایک ساتھ تلاش کر کے وہ ہوش میں آئی، اسکے سینے پر مکا مارتے انیس کو خود سے دور کرنا چاہا۔

"تو یہ جال تھات۔ تمہارا مجھے قید کرنے کو۔ بہت بڑے چیٹر ہو تم انیس غانم علوی"

اس طرح کے پیار پر وہ ناچاہتے ہوئے بھی جذباتی ہوئی اور اسکے ایسے شکوے انیس کا دماغ خراب کرتے تھے۔

"میں ایسا نہیں تھا۔ تم نے بنا دیا ہے۔ میں خود پر بھی حیران ہوں۔ جاو تم"

وہ ابھی تو اسے جی بھر کر محسوس بھی نہ کر پایا جب اسکی حالت پر رحم کھاتے خود سے آزادی دے بیٹھا۔

"سانس نہیں آرہا مجھے"

وہ اٹھ کر بیٹھتی جان بوجھ کر ڈرامہ کرتی اپنی گردن پر ہاتھ پھیرتے بولی تو انیس بھی گھبرا کر اٹھ بیٹھا۔

"مگر کیوں؟"

وہ اسکا چہرہ اپنی طرف پھیر تا سخت پریشانی سے بولا جیسے اسکی جان جا رہی ہو۔

"جانے کا جو کہا ہے تبھی"

وہ روہانسی ہوتی منمنائی، انیس نے اسکی گردن کے گرد ہاتھ لپیٹ کر عرشیہ کو اپنے نزدیک کھینچا۔

"بیوقوف لڑکی! جان نکال دی تم نے میری۔ میں سمجھا واقعی سانس بند کر دی میں نے"

انیس کو غصہ ہوتا دیکھے عرشیہ نے اپنے گلابی ہوتے ہونٹ اسکی رخسار سے جوڑے، پھر وہ بیٹھے بیٹھے اسکی گردن کے اطراف بازو حائل کر گئی۔

"تم نے دل روک دیا ہے میرا، کوئی ایک وال تو بند ہو گیا ہو گا پکا"

وہ اسے پکڑ کر خود سے دور کر گیا۔

"کیا فضول بول رہی ہو خاتون"

وہ جھنجھلایا۔

"کچھ نہیں۔ تمہاری چیٹنگ معاف کرتی ہوں۔ اب تم یقیناً اچھی نیند سو جاو گے۔ ارمان جو پورا کر لیا۔ ہم اس پر بات نہیں کرتے ابھی۔ نروس ہو رہی ہوں اور میری سانس بند نہیں ہو رہی۔۔۔ بھوک لگے تو نیچے آ جانا۔۔۔ اب جاتی ہوں"

وہ انگلی کی پور سے انیس کے نچلے ہونٹ کو سہلاتی، بنا اس سے نظریں ملاتی کہہ کر نا صرف پاس سے اٹھی بلکہ سلیپرز پیروں میں اڑیستی ہوئی کمرے سے نکل گئی، انیس نے تکیے پر سر رکھتے پر سرور سا مسکراتے آنکھیں بند کر لیں جبکہ روم سے باہر آتی عرشیہ نے سیڑھیوں کی جانب آ کر ریلنگ کا سہارہ لیا ورنہ اسکے پیروں سے جان سی نکلی ہوئی تھی۔

جو کچھ ہوا اس پر وہ یقین ہی نہیں کر پا رہی تھی، جب اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر دل کی ابنارمل حرکت محسوس کی تب یقین آیا، وہ سمجھ نہ پائی اپنے چہرے کے یہ دہکتے رنگ اب کیسے چھپائے گی۔

اس پرسچ میں بہت مشکل جو آن پڑی تھی۔

.._____..

وہ اپنے انٹرویو کو نمٹا آیا تھا، اپنے روم میں ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑا ہو کر شرٹ کے بٹن بند کرنے کے ساتھ سپاٹ تاثرات کے سنگ آئینے میں نظر آتے اپنے عکس کو گھور رہا تھا۔

"اوف! میں عرشیہ کو لینے تو جا رہا ہوں لیکن بات کیا کروں گا؟"

خضر نے مضطرب ہوتے سوچا پھر گہرے سانس لیتا وہ اسی پر سوچ انداز میں میٹرس پر پڑے بلیزر تک پہنچا، اسے اٹھا کر خضر نے پہننے کے بیچ اپنی نروسنیس پر بھی قابو پانے کی کوشش کی۔

"اتنا نروس ہونے کی کیا ضرورت ہے۔ بہن ہی تو ہے میری۔ اس سے ملنا اتنا مشکل کیوں لگ رہا ہے؟"

خضر کو اضطراب اب تک گھیرے ہوئے تھا، اس نے اپنا فون اٹھا کر وقت دیکھا پھر خود پر آئینے کی طرف دیکھ کر اک بھرپور نگاہ ڈالی۔

"میں اسے کہوں گا میں اسے لینے آیا ہوں۔ منائم کے لیے۔ آفکورس ابھی ہمارے بیچ ایک دم محبت اور بہن بھائیوں والی کشش اور بے تکلفی تو نہیں آ سکتی ناں۔ وہ بھی شاید مجھ سے پہلی بار مل کر میری طرح ہی نروس ہو۔ میں کچھ زیادہ ہی سوچ رہا ہوں"

خضر نے اپنی بے چینی پر قابو پایا اور تبھی اسکے فون پر بیلا کی کال آتی نظر آئی، خضر کے ہونٹوں پر بے ساختہ مسکراہٹ آئی۔

"کیسی ہو؟"

خضر نے فوری کال ریسیو کی، وہ اس وقت بابا کے آفس میں انکے انتظار میں بیٹھی تھی، وہ ایک اہم کانفرنس میں مصروف تھے تو وہ بیلا کو اپنے آفس میں انتظار کا کہہ گئے تھے، یہاں سے بیلا اور خاور سلطان نے ائیر پورٹ جانا تھا کیونکہ بیلا کی ماں اور اسکا بڑا بھائی آرہے تھے، ڈاکٹرز نے کچھ نیا ٹریٹمنٹ کیا تھا جسکے بعد بیلا کے بھائی عمیر خاور نے پاکستان جانے کی خواہش بیان کی تھی، وہ بیلا کو مس کر رہا تھا تبھی وہ لوگ دو تین دن کے لیے واپس آرہے تھے اور اسی بیچ خاور سلطان کا ارادہ تھا کہ خضر اور بیلا کا نکاح کر دیا جائے، اس سلسلے میں خاور سلطان کی عاصم ملک سے آج ملک ہولڈنگز میں بات بھی ہو چکی تھی۔

بیلا نے خضر کو یہی سب بتانے کو کال کی تھی۔

"میں بہت اچھی۔ عمیر بھائی اور مما آرہے ہیں تین چار دن کے لیے۔ بھائی کی طبعیت کچھ بہتر ہوئی ہے تو انھیں میں یاد آرہی ہوں۔ ابھی کچھ دیر تک

میں اور بابا ائیر پورٹ کے لیے نکلیں گے۔ آپ بتائیں، کیسے ہیں اور منائم کیسی ہے"

بیلا کی چہکتی اور خوشی سے بھری آواز سن کر خضر آدھا تو فریش ہو ہی گیا، وہ اپنے روم سے تیار ہو کر نکلا اور باہر رکھے میز پر سے اپنی گاڑی کی کیز بھی اٹھائیں۔

"خوشی ہوئی سن کر۔ میں بھی اچھا اور منائم بھی بہتر ہے۔ ہمیں اس سے ملنے کی پرمیشن دے دی گئی ہے۔ میں تو سوچ رہا تھا آج پھر تمہیں لے آوں اپنے پاس لیکن لگتا ہے تم آج فیملی کے ساتھ بزی ہونے والی ہو"

خضر نے لیوئنگ ایریا کراس کیا، وہ بس علوی مینشن ہی نکلنے والا تھا، بیلا کی مسکراہٹ بس یہ سوچ کر ہی گہری ہوئی کہ وہ اسے مس کر رہا ہے۔

"کیا پتا کچھ ایسا ہونے والا ہو کہ میں آپکے پاس ہی رہ جاوں ہمیشہ کے لیے۔ سرپرائز ہے یہ۔۔۔ اور بلکل صحیح لگا آپکو، آج میں بہت بزی ہوں"

وہ کچھ پر اسرار سا مسکرائی جس پر خضر کو اس سرپرائز کا کچھ تو اندازہ ہو ہی گیا تھا لیکن منائم کے ہوش میں آنے تک ایسا کچھ ممکن نہیں تھا۔

"کوئی بات نہیں۔ بزی رہو یہ میرے حق میں اچھا ہے سوئیٹ کارن۔ ورنہ کل تو میرا تم سے اوجھل ہونے کو دل ہی نہیں چاہ رہا تھا۔ بڑی مشکل سے دل کو قابو کیا۔ رہی بات سرپرائز کی تو دعا کرو منائم ہوش میں آجائے۔ پھر میں خود اک منٹ کی دیر نہیں کروں گا تمہیں اپنے پاس لانے کے لیے"

وہ باہر گاڑی تک آچکا تھا، اسکے لہجے کی شیرنی، اور لپک پر وہ لڑکی من ہی من میں مسکاتی چلی گئی۔

"وہ جلدی ہوش میں آجائے دعا ہے میری۔ میں آج تو نہیں لیکن کل آوں گی۔ ہو سکتا ہے مما بھی آئیں میرے ساتھ۔ منائم کو دیکھنے۔ آپ ٹھیک ہیں؟"

وہ اسکے کل آنے کا ابھی سے منتظر ہو چکا تھا جبکہ خضر نے گاڑی کے پاس رکے اس خیریت پوچھنے والی حسینہ کے الفاظ کی ملاحت اپنے کانوں میں رس گھولتی سی محسوس کی۔

"ایک مشکل میں ہوں، تفصیل کل بتاوں گا لیکن دعا کرنا یہ مشکل، آسانی میں بدل جائے"

وہ ابھی اسے تفصیل نہیں بتا سکتا تھا تبھی ڈھکے انداز میں بس دعا مانگی۔

"کچھ سنجیدہ ہے کیا خضر؟ سب ٹھیک ہے ناں؟ کیسی مشکل؟"

وہ فطری طور پر فکر مند ہوئی اور خضر جانتا تھا ایسے ہی گھبرا جائے گی۔

"نہیں ایسا کچھ نہیں۔ میں تمہیں کل بتاوں گا۔ ابھی کیا بنا تفصیل جانے مجھے تمہاری دعا نہیں مل سکتی؟"

وہ اتنے مان سے اسکی تسلی کرواتے مستفسر ہوا کہ بیلا کا اصرار، ماند پڑ گیا۔

"کیوں نہیں مل سکتی خضر، میری بہت سی دعائیں اب آپکے نام ہیں۔ اللہ آپکی ہر مشکل کو آسانی میں بدل دے۔ مجھے کام ہوتے ہی بتا دیجئے گا کہ ہو گیا، ورنہ میں پریشان رہوں گی"

وہ اسکی تمہید سنتا عاشقانہ سا مسکرایا کہ کسی کی ایسی فکر و چاہت وہ شخص پہلی بار ایکسپیرئنس کر رہا تھا۔

"ضرور بتاوں گا۔ ڈونٹ وری۔ میں رات میں کال کروں گا تمہیں۔ اپنی مما اور بھائی کو میری طرف سے پوچھنا۔ اپنا خیال رکھنا"

وہ اسکی اجلت سمجھ رہی تھی تبھی مسکرا کر اجازت دیے رابطہ توڑ گئی لیکن اسکا دل ہر پل خضر کے لیے آسانیوں کا طلب گار تھا۔

خضر نے بھی اپنا دل ہلکا محسوس کرتے اک سمائل دی اور گاڑی میں سوار ہوا۔

وہیں عاصم ابھی تک ہولڈ نگز ہی تھا، یمل ملک کے مل جانے کی اخیر والی تسلی تھی پر وہ جلد از جلد اس سے ملنا چاہتا تھا مگر مہویر نے اسے کم از کم آج کے لیے نہ ملنے پر قائل کر لیا۔

محراب اور مہویر نے انیس کا بھیجوایا کھانا بھی کھا لیا تھا، مہویر کا دل بھی انیس سے بات کر کے اب پر سکون تھا مگر منائم کے لیے انتظار ویسے ہی سوہان روح بنا ہوا تھا۔

اور انیس بھی کچھ دیر سو لیا تھا، سکون کی نیند تو واقعی اسے بہت اچھی آئی تھی، اور عرشیہ نے اپنا دھیان، یمل اور عدین کے ساتھ کارٹون اینیمی موووی دیکھ کر بٹایا، پھر دونوں کا فٹ بال کلب جانے کا وقت ہوا تو عرشیہ نے انھیں علیم خان کے ساتھ بھیجا مگر علیم خان نے دو مزید لوگوں کو اپنے ساتھ رہنے کی تاکید کی کیونکہ ابھی وہ رسک نہیں لے سکتے تھے، یمل ملک کو سیکورٹی فراہم کرنا اس وقت ضروری تھا، شمریز پاشا سے پولیس تفتیش کر رہی تھی، کل اسے کورٹ کے سامنے پیش کیا جانے والا تھا، ابھی تک تو اس

نے کچھ نہیں اگلا تھا مگر کرمنل ریکارڈ میں اسکا نام نکل چکا تھا، وہ شازان رضوانی کا سہولت کار رہ چکا تھا، اور اب تو پولیس کی کاروائی مزید تیز ہو چکی تھی، اس پر تشدد کیا جا رہا تھا تاکہ اسکے اندر سے وہ سب راز اگلوائے جا سکیں جن سے پتا لگ پاتا کہ چھ دن بعد شازان رضوانی کے جیل سے چھوٹنے کے بعد ان لوگوں کے کیا ارادے ہیں۔

.._____..

کھانا فجر نے بہت سادہ ہی بنایا تھا، چکن اینڈ ویجی فرائیڈ رائس کے ساتھ ایک سنپل کارن چکن سوپ، عصر کو کسی کے ہاتھ کے کھانے اتنی جلدی پسند نہیں آتے تھے مگر فجر کے ہاتھ میں زائقہ ہی ایسا تھا کہ شیف صاحب آخری نوالہ تک ہڑپ کر گئے، ویسے بھی کافی دیر سے دونوں ہی بھوکے تھے، عصر نے اسے برتنوں کو ہاتھ نہ لگانے دیا اور سارا کچن خود سمیٹا کیونکہ کھانا وہ آل ریڈی بنا کر عصر کے بقول تھک گئی تھی۔

جب تک عصر نے کچن سمیٹا، فجر نے دو سٹرونگ سے چائے کے کپ بنائے۔

پھر وہ گارڈن میں پول سائیڈ ایریا آ کر ٹہلتے ہوئے چائے پینے لگے، شام کے ساڑھے پانچ ہو چکے تھے، ٹھنڈ اس قدر تھی کہ یہاں کھڑے ہونا تک محال تھا مگر ہاتھوں میں گرم چائے کے مگ کچھ اس موسم میں ٹہلنے کو ممکن بنا رہے تھے۔

"کھانا بہت مزے کا تھا"

وہ اسکی چپ دیکھتے خود ہی مخاطب ہوا۔

"جانتی ہوں"

وہ جواباً اترائی۔

"ہیں۔ کیسے؟"

عصر نے رک کر پدی ڈاکٹر صاحبہ کو بغور دیکھتے پوچھا تو وہ مبہم سا مسکرا کر عصر کو دیکھنے لگی۔

"آپ نے ایک نوالہ تک نہیں چھوڑا، اس سے پتا چلا۔ ویسے کب سے بھوکے تھے آپ؟"

وہ اسکی آبزرویشن پر حیرت کا شکار، فجر کے اگلے ہی فکر بھرے جواب پر سنجیدہ ہوا۔

"کل سے جب وہ خط ملا تھا۔"

عصر کے جواب پر وہ اداس ہوتی نظریں جھکا گئی، مگ اس نے دونوں ہاتھوں میں تھام رکھا تھا جس سے دھواں اٹھ کر فجر کے چہرے کے روبرو پھیل رہا تھا۔

"یہ گھر کسکا ہے؟"

وہ اس خوبصورت، خاموش اور پر سکون فارم ہاوس کو دیکھتی بات بدل گئی۔

"اپنا ہی ہے۔ تمہیں اچھا نہیں لگا؟"

وہ فورا نفی کر گئی۔

"نہیں نہیں۔ بہت اچھا ہے۔ بہت پر سکون جگہ ہے۔ سانس لینے کی آواز بھی گونجتی ہے۔ مجھے خاموش جگہیں پسند نہیں تھیں کبھی لیکن آج ایسی ہی چپ چاہیے تھی۔ شور شاید میرے دل و دماغ کے زخموں کو اور کریدتا۔"

وہ رواداری کے سنگ اپنی تکلیف کا ذکر کرتی اختتام تک مسکرائی تو عصر کو اسکی ڈوبی ڈوبی آنکھیں بغور دیکھنی پڑیں کہ وہ کچھ اخذ کرنا چاہتا تھا۔

"مجھے نیند آرہی ہے۔ شام تو ہو ہی گئی ہے۔ کیا میں سو جاوں جا کر؟"

وہ عصر کی نظروں کے حصار سے ابھی بس نکلنا چاہتی تھی۔

"سو جائیں۔ میں نہیں روکوں گا۔ نہ یہ کہوں گا کہ پیاری لڑکی مجھے جاگ کر کمپنی دیں۔ آپ بہتر لگ رہی ہیں، میرے لیے یہی بہت بڑی بات ہے۔ بے فکر ہو کر سو یئے گا میں یہیں ہوں۔ میرے ہوتے ہوئے کوئی آپ تک نہیں پہنچ سکتا"

وہ اسکے اداس ہونے کو محسوس کر رہی تھی پر ابھی وہ کچھ نہیں کر سکتی تھی۔

"میرے لیے پہرے پر رہیں گے کیا ساری رات؟ ایسے میں کیسے سو سکوں گی۔ آپ بھی آرام کریں۔ کتنا کچھ ہوا آج، تھک گئے ہوں گے آپ بھی"

وہ اسکی بے آرامی کے لیے ہر گز رضامند نہ تھی، عصر نے غیر مرئی نقطے پر اپنی نگاہ جمائی۔

"نہیں تھکا۔ میرے پاس سوچنے کو بہت سی چیزیں ہیں۔ جاگ کر رات کاٹ لوں گا۔ اور مزے کی بات یہ کہ پھر بھی سوچیں ختم نہیں ہوں گی۔"

وہ اسکے چہرے کو دیکھتی آگے بڑھی اور اپنا ہاتھ عصر کی بازو پر رکھتے سہلایا، وہ بے ارادہ آنکھیں، فجر کی آنکھوں سے ملا گیا۔

"مجھے شریک کر لیں ان سوچوں میں، اکیلے اتنا کچھ سوچنا تھکا دے گا آپکو عصر۔ یہ نام کس نے رکھا؟ بہت خوبصورت ہے؟"

وہ مگ وہیں جھک کر ٹیبل پر رکھتی فرصت سے اسکے سامنے آکر رکی، وہ اس پر مسکرا دیا کہ وہ اتنی جلدی اسکے ساتھ کمفرٹیبل ہو گئی ہے یا پھر اس لڑکی نے خود کو وقتی سنبھالا تھا۔

"میری ماں نے"

وہ بھی جیسے اس خط سے جا الجھا۔

"مائیں اچھے نام رکھتی ہیں۔ میرا بھی امی نے رکھا تھا۔ نہیں، مجھے ان لوگوں کے بارے نہیں سوچنا ورنہ پھر سے رونا شروع کر دوں گی۔ بہتر ہے کہ میں

چلی ہی جاوں۔ ابھی میرے زخم تازہ ہیں۔ میں آپکی سوچوں میں پھر کبھی شریک ہوں گی، جب کبھی مجھے میرے دل کا ماحول ساز گار لگا"

وہ اپنی دی آفر خود ہی واپس لے گئی تو عصر نے اسکے کہے کو اہمیت اور عزت دی۔

"میں آپکو کبھی اکیلا نہیں چھوڑوں گا سائیں، آنکھیں بند کر کے آپ مجھ پر بھروسہ کر سکتی ہیں۔ آپکے دل کا ماحول جلد بہتر ہو جائے گا مجھے یقین ہے۔ پھر آپ مجھ سے نکاح کریں گی ناں؟"

وہ اسکے سوال پر کتنی ہی دیر عصر کو دیکھتی رہی۔

"کروں گی۔ آپ سے ہی کروں گی"

وہ رضامند تھی لیکن ابھی بھی بہت خوفزدہ تھی۔

"جا کر سو جائیں۔ اگر آپکی آنکھ جلدی کھل گئی تو ہم ساتھ بیٹھ کر اک کپ کووفی پیئیں گے۔ ہم مووی بھی دیکھ سکتے ہیں، کوئی ایسی جو آپکو جلدی ہاں کہنے پر اکسا دے۔ میں نکالتا ہوں ایسی فلموں کی لسٹ"

وہ اسکی شوخی واپس آنے پر شرمگیں سا مسکرائی۔

"آپ خود بھی کافی فلمی ہیں عصر۔"

وہ اسکی جذباتیت پر چوٹ کرتی بہت معصوم لگی، عصر ہنس دیا کہ اس لڑکی نے لگایا ہی بہت دلکش الزام تھا۔

"اب کیا کریں، ہم ملے ہی ہیرو ہیروئین کی طرح ہیں۔ فلمی تو ہونا پڑے گا۔"

وہ ہاتھ بڑھا کر اسکی گال نرمی سے چھو کر فجر کو سٹپٹانے پر مجبور کر گیا، وہ جلدی سے دور ہوئی، مگ اٹھاتے سپیڈ لگاتی فارم ہاوس کے اندرونی طرف دوڑ گئی، عصر کے ہونٹوں پر اک ناختم ہونے والا پر سرور تبسم چھوڑ گئی۔

"کیا کسی کا ہمارے پاس ہونا اتنا خوبصورت بھی ہو سکتا ہے فجر جبرئیل جتنا تمہارا میرے پاس ہونا تھا، میں تمہیں اپنا بنانے کے لمحے گن رہا ہوں۔ لیکن تمہارے خوف ہٹنے کا صبر سے انتظار مجھ پر واجب ہے۔ محبت بے صبروں پر نہیں جچتی۔ یہ صابروں کے شغل ہیں۔"

وہ اسکے اوجھل ہونے کے باوجود اسی جا بب دیکھ کر بولا جہاں وہ جا کر گم ہوئی، پھر اپنی چائے پینے کے بعد عصر نے کچھ دیر وہیں گارڈن سائیڈ ٹہلنے کو ترجیح دی، تیس منٹ تک وہ بھی ٹھنڈ کی زیادتی کے سبب فارم ہاوس کے اندر داخل ہوا، مین ڈور بند کرتے پردے بھی گرائے، جا کر مگ کچن سنک میں رکھے وہ باہر آیا، پھر اسی کمرے کی طرف گیا جہاں عرشیہ ٹھہری تھی، فجر نے وہی کمرہ چنا تھا، عصر نے اس کمرے کے دروازے تک پہنچ کر ڈور ناب پر ہاتھ رکھا۔

"یقیناوہ دروازہ لاک کر کے سوئی ہو گی۔ اگر یہ کمرہ لاک ہوا تو مائینڈ مت کرنا عصر۔ لڑکیاں اپنے لیے ایسے ہی پروٹیکٹیو ہوتی ہیں۔ اسکا یہ مطلب ہر گز نہیں کہ اسے تم سے کوئی خطرہ تھا"

عصر نے اپنے دل کو قبل از وقت ہی سمجھا دیا، کہ اگر کمرہ بند ہوا تو وہ برا محسوس نہ کرے۔

مگر جیسے ہی عصر نے ڈور ناب گمایا، دروازہ ہلکی سی کلک پر کھل گیا۔

عصر کی آنکھیں حیرت و بے یقینی سے مسکرائیں۔

"کیا مطلب؟ اس نے ڈور لاک نہیں کیا؟ کیا وہ مجھ پر اتنا اعتبار کرتی ہے؟ کیا وہ مجھے ایک ہی رات میں اس قدر قابل اعتماد مان چکی ہے۔ اوہ فجر! تم نے میرا دل ایک بار پھر جیت لیا"

وہ دروازہ وہیں سے بند کرتا نیچے بیٹھ کر دروازے سے ٹیک لگا کر مسکراتے ہوئے عجیب سی بے خود کیفیت میں ڈوبا، سرشار ہوا محسوس ہوا۔

"میں نے ایک بہترین ساتھی کو چنا ہے تمہاری صورت۔"

وہ ٹیک لگا کر بیٹھا اب اس سرور سے تو شاید پوری زندگی نہ نکل سکتا تھا، ایک مرد کو محبت سے زیادہ اپنی من پسند عورت کی جانب سے اعتبار کرنا راحت بخشتا ہے، وہی راحت اس وقت عصر کو میسر تھی، زہے نصیب!

.._____..

وہ عدین اور یمل کے جانے کے بعد چینج کر چکی تھی، اپنے دوسرے روم میں آئی تھی کیونکہ انیس کے کمرے میں جانے کی ہمت نہ تھی، گہرے براؤن لیر رجیکٹ کے ساتھ ہم رنگ ہائی نیک ٹاپ کے ساتھ ہائی ویسٹڈ بیج وائیڈ لیگ پینٹس اسکی باڈی پروپورشن کو خوبصورتی سے ابھار رہی تھی۔

نیچے سفید اسپورٹی اسنیکرز اس لک میں کیژول اور کمفرٹیبل ٹچ شامل کر رہے تھے، سیدھے، سلکی بال اور منیمل اسٹائلنگ اس پورے آؤٹ فٹ کو ابھار رہی تھی، عرشیہ نے اپنے بال کھلے ہی چھوڑے اور کمرے سے فون

لیے نکلی، انیس کو دیکھنے کی خاطر وہ بیڈ روم کے پاس رکی ہی جب اسے سیڑھیوں کی طرف سے آتے ابراہیم نظر آئے۔

"وہ سو رہا ہے"

عرشیہ نے انکی طرف بڑھتے، انکو انیس کے کمرے میں جانے سے روکا تو ابراہیم علوی نے اک نظر اپنی بہو کو دیکھا جو ناراض لگ رہی تھی، وہ ابراہیم علوی کی کہی باتیں بھولی نہیں تھی۔

"ٹھیک ہے۔ آو نیچے ہمیں بات کرنی چاہیے"

وہ اسکی طرف دیکھتے فیصلہ کن ہوئے تو عرشیہ دو قدم انکی طرف بڑھی۔

"مجھے آپ سے کوئی بات نہیں کرنی ابراہیم انکل"

وہ ہر ممکنہ اپنے لہجے کو نرم رکھے بولی تاکہ بدتمیزی نہ ہو۔

"تمہیں کرنی ہو گی۔ انیس مجھ سے ناراض ہے حالانکہ میں نے کچھ غلط نہیں کیا نہ کہا ہے۔ جس طرح تم اور عصر ایک دوسرے سے چپکے رہتے ہو، کسی کو بھی شک ہو سکتا ہے۔ غلط فہمی ہو گئی تھی مانتا ہوں اس لیے میرے خیال میں بات کرنی چاہیے۔ تم انیس کو سمجھاو کہ مجھ سے ایسا رویہ مت رکھے۔ میں اسکا باپ ہوں۔ اگر تمہارے یا عصر کی وجہ سے وہ مجھ سے دور ہوا عرشیہ تو میں تمہیں اس گھر میں اور انیس کی زندگی میں ٹھہرنے نہیں دوں گا"

وہ ابھی بھی اپنے کیے پر بلکل شرمندہ نہ تھے، عرشیہ کو مسکرانا پڑا لیکن وہ مسکراہٹ بہت تکلیف بھری تھی۔

"یہ آپکا اور آپکے بیٹے کا پرسنل معاملہ ہے۔ نہ میری وجہ سے وہ آپ سے دور ہوا ہے نہ میرے کہنے پر قریب ہو گا اس لیے براہ مہربانی مجھے اس سب سے دور رہنے دیں۔ رہی بات اپنے اور عصر کے رشتے کو کلئیر کرنے کی تو

اس بارے میں کچھ نہیں کہنا چاہتی نہ مجھے کسی کو صفائی دینے کی ضرورت ہے۔ میرا شوہر مجھے جانتا ہے اور میرے لیے یہی کافی ہے۔"

وہ کسی صورت بھی اپنی ناراضگی اور غصہ کم کرنے پر تیار نہ تھی، ابراہیم علوی نے کدورت بھری نگاہ عرشیہ المیر پر ڈالی جیسے انھیں لگتا تھا وہ عرشیہ کو ڈرا سکتے ہیں۔

"تم نے کیا ہی کیا ہے اسکے لیے؟ بولو۔۔۔ میں نے اسکے لیے بہت قربانیاں دی ہیں۔ اپنی زندگی وار دی۔ بہت اڑ رہی ہو بہورانی؟ ایسا کیا کر دیا تم نے اسکے لیے جس پر میرا شوہر شوہر کر رہی ہو۔ کیا تم اس خاندان کو ایک بیماری سے پاک وارث دے سکتی ہو؟ نہیں دے سکتی۔۔۔۔ اسکی زندگی اس رشتے کے لیے نہیں بنی۔ وہ تمہیں وقتی دل لگی کی چیز سمجھتا ہے۔ اسے اس دنیا میں صرف مجھ سے اور عدین سے پیار ہے۔ اور ایک بات، وہ بہت جلدی لوگوں سے اکتا جاتا ہے۔ جس طرح تمہیں اپنی زندگی میں لایا ہے ویسے ہی اک دن چھوڑ دے گا۔ اسے اسکی ماں سے جڑا ٹروما کبھی باپ بننے

نہیں دے گا۔ اس نے عدین کی پیدائش پر اپنی ماں کو مرتے دیکھا ہوا ہے۔ وہ تم سے محبت بھی کر بیٹھا تب بھی اس سے آگے نہیں بڑھے گا۔ یہ مختصر وقت صلح صفائی سے کاٹو ورنہ تمہارا اس کم وقت میں بھی جینا حرام ہو جائے گا بچے"

وہ یہ سب تحمل سے سنے مسکرائی اور سینے پر ہاتھ لپیٹ کر ابراہیم علوی کے قریب آرکی۔

"آپ اپنے بیٹے کو بالکل بھی نہیں جانتے۔ یہ سن کر افسوس ہوا۔ رہی بات وارث کی تو عدین ہے ناں اس خاندان کا وارث۔۔۔۔ اللہ نے چاہا تو ہماری اولاد بھی ہو گی اور اسے کوئی بیماری بھی نہیں ہو گی۔ آپ اسکی ایک باپ ہو کر کتنی بڑی تکلیف ہیں یہ مجھے اب سمجھ آرہا ہے ابراہیم انکل۔ رہی بات مجھ سے صلح کی تو اب یہ ہو بھی گئی تو آپکو مجھ سے ایک روپیہ نہیں ملے گا۔ اس لیے بہتر ہے آپ مجھ سے خفا ہی رہیں۔ اور آخری بات، وہ اکتا تا ضرور ہے لیکن صرف خود سے۔ اور اب میں اسکی زندگی میں ہوں تو اب وہ خود سے

بھی کبھی بیزار نہیں ہو گا۔ میں اسکو ہر وہ خوشی دوں گی جسکا وہ مستحق ہے اس لیے مجھے اڑنے کا حق ہے۔ اس کے لیے شوہر کی گردان کرنا بھی میری خوشی ہے"

وہ پر اعتمادی سے سب بولی جبکہ ابراہیم علوی مسکرائے کہ چلو کوئی تو ہے جو انکے بحاف پر انیس کا ہو گیا ہے، وہ تو انیس کے لیے دکھ اور درد تھے پر یہ لڑکی سچ میں انیس کی زندگی کے لیے کوئی درماں بن کر آئی تھی، ابراہیم علوی کی لالچ اپنی جگہ پر انیس کے لیے وہ دل سے خوش تھے۔

"گڈ۔ میرے بیٹے کو کبھی تکلیف مت دینا۔"

وہ انکی تاکید پر اذیت سے مسکرائی۔

"وہ دینے کو آپ جو ہیں۔ میں نہیں دوں گی۔"

وہ خفا اور ناراض تھی۔

"تم جتنا منہ بنالو بچے، انیس مجھے نہیں چھوڑے گا۔ میں اسے جتنی مرضی تکلیف دوں، وہ سہہ جاتا ہے۔ اسکی مجھ سے محبت کم نہیں ہوتی۔ ہاں میں غلط کر جاتا ہوں لیکن بہر حال میری جان میرے بچوں میں ہے۔۔۔۔ تم بھی دوبارہ اپنے مرتبے کا خیال مت بھولنا۔ تم انیس کے سوا کسی کو چھو نہیں سکتی۔ سمجھی؟"

وہ اس شخص سے مزید بات ہی نہیں کرنا چاہتی تھی، اب تو عرشیہ کو وہ تھوڑے دماغی ہلے لگ رہے تھے، وہی سب باتیں دہرا رہے تھے جو انسلٹنگ تھیں۔

"پلیز انکل۔"

وہ انھیں عاجزی سے چپ کروا گئی۔

"میں عدین کو کلب سے پک کرنے جا رہا ہوں۔۔۔۔ کیا اسکا دوست ابھی بھی یہیں ہے؟"

ابراہیم نے خود ہی سیڑھیوں کی طرف قدم بڑھائے۔

"جی۔ یہیں رہے گا کچھ دن"

عرشیہ نے نظریں سی چرائیں جس پر وہ نیچے گئے تو عرشیہ نے گہرا سانس چھوڑا اور خود بھی نیچے آئی، ابراہیم کو گئے ابھی پانچ منٹ ہی گزرے جب ملازم نے عرشیہ کو لاونج میں آکر مخاطب کیا، وہ یونہی گندے موڈ کو ٹھیک کرنے کو کارٹون لگا کر بیٹھی دیکھ رہی تھی۔

"عریشہ میم! خضر ملک آئے ہیں۔ آپ سے ملنے، انھیں ڈرائینگ روم میں بٹھایا ہے۔"

وہ ملازم کی بات سنے ریموٹ وہیں چھوڑتی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"کیا؟ وہ یہاں کیوں آئے؟۔۔۔ ٹھیک ہے انھیں چائے وغیرہ سرو کرو میں آتی ہوں"

عرشیہ نے گھبراہٹ پر قابو پائے ملازم کو کہا اور اوپر چلی گئی، روم کے باہر پہنچ کر اک گہرا سانس لیا پھر دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی۔

"انیس۔۔۔انیس"

وہ اسکے پاس بیٹھتی اسکا کندھا پکڑ کر ہلاتے پکاری تو انیس کسمسا کر کروٹ سیدھی کرتا ایک ہی لمحے میں عرشیہ کو اپنی دونوں بازوؤں میں بھینچ کر اپنے اوپر گرا گیا، وہ اس سب کے لیے تیار نہ تھی، عرشیہ کے بال انیس کے چہرے پر بکھرے اور وہ اسے اپنے چہرے پر ہی جھکائے آنکھیں کھول کر اسکے ہاتھ بڑھا کر بکھرے بال سنوارتا مسکرایا مگر وہ بہت زیادہ گھبرائی ہوئی تھی۔

"تم مجھ پر پچھلے ڈیڑھ گھنٹے سے آسیب کی طرح طاری ہو، سوچا تھا اپنی خواہش اپنی مرضی اور شدت سے پوری کرلوں گا تو مجھے سکون کی نیند آئے

گی پر تمہارا اثر پہلے سے زیادہ بے قرار کر چکا ہے۔ پہلے نہیں آسکتی تھی میرے پاس۔؟ کہاں تھی کب سے؟"

وہ اسکے سینے پر ہاتھ رکھتی بمشکل تھوڑا فاصلہ بنا سکی۔

"ا۔ انیس۔ ہوش میں آو۔ خضر ملک آئے ہیں۔ وہ کیوں آئے ہوں گے۔۔۔ مجھے بہت گھبراہٹ ہو رہی ہے۔ میں آج مزید کسی بہن بھائی سے نہیں مل سکتی۔ مجھ میں ہمت نہیں"

وہ اسکی بھیگی آنکھیں دیکھ کر اپنے سارے خمار جھٹک کر سنجیدہ ہوا کیونکہ وہ یوں تھی جیسے ابھی رو دے گی۔

"ہاں۔ اس نے آنا تھا۔ وہ تمہیں لینے آیا ہے۔ منائم سے ملو جا کر وہ ایک حادثے سے گزری ہے۔ کومہ میں ہے۔ اسے تمہاری ضرورت ہے۔ خضر اسی لیے آیا ہے۔ میری لُمایہ تو خوشی کی بات ہے، پھر اپنے بھائی سے ملنے پر

آنکھوں میں تکلیف بھرے آنسو کیوں؟ یمل سے مل کر کتنا سکون ملا ہے تمہیں، خضر بھی بھائی ہے تمہارا"

وہ اسے بازووں میں لیے ہی زرا اٹھ کر بیٹھا لیکن وہ اس سب کے لیے ایک ہی دن میں کہاں سے ہمت لائے، سمجھ سے باہر تھا۔

"ا۔۔انیس کیا ہوا ہے میری بہن کو؟"

وہ روہانسی ہوئی، انیس نے اسکی آنکھ سے بہتی نمی ہاتھ سے پونچھی اور اسکا ماتھا چوما، وہ اب تک نیند کے خمار میں تھا لیکن اب صرف عرشیہ کی کیفیت کا ساتھی تھا۔

"تمہیں بتاوں گا بعد میں۔ چلو پہلے خضر سے مل لیتے ہیں۔ سٹرونگ بنو عرشیہ"

وہ اسے دیکھتی بے بسی سے سر نفی میں ہلا گئی۔

"سٹرونگ نہیں بن سکتی۔ تم جانتے ہو ناں یہ میری کمزوریاں ہیں۔ یہ میری حسرتوں کے معاملات ہیں۔ یہ سب مجھ پر بہت بھاری ہے انیس"

وہ روتی ہوئی اپنی تکلیف سمجھانے پر لگی تھی، انیس نے لحاف پرے کیا اور اٹھا، پھر دونوں ہاتھ بڑھا کر عرشیہ کے ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر اسے بھی اٹھنے میں سہارہ دیتے اپنے روبرو لا کھڑا کیا، ویسٹ مضبوطی سے تھام کر خود میں سمو لیا۔ جس سے وہ اسکے بازووں کے حلقے میں قید ہو گئی۔

"بھاری کچھ بھی نہیں ہے، جب تک میں تمہارے ساتھ ہوں نورِ جبروت"

وہ اسکے ماتھے پر پھر سے جھکا اور عرشیہ کا دل، سینہ اور وجود اس نام پر جیسے کانپ گیا، وہ نہیں جانتی تھی مطلب لیکن یہ نام اتنا بھاری تھا کہ وہ شدید والا فدا ہوئی، وہ دور ہوا تو عرشیہ نے گرے آنکھیں انیس کی ہیزل براون آنکھوں میں جمائیں۔

"نورِ جبروت؟"

وہ منمنائی۔

"ہاں۔ شدت رکھتی طاقتور روشنی۔ میری روشنی جس میں میرے سارے اندھیرے مجھ سے کوسوں دور سرک جاتے ہیں۔ تم نے مجھے اتنا سپیشل فیل کروایا اور میں تمہیں نئے نام نہ دوں ایسا کیسے ممکن ہے؟"

وہ اسکی جذب و محبت سے بھری مسکراہٹ کے بیچ اسکے ہونٹوں پر نگاہیں جما گئی، پھر جھرجھری لے کر اپنی آنکھوں کو گریز پکڑایا لیکن وہ اچھے سے سب دیکھ رہا تھا۔

"انیس۔۔۔ میں بہت نروس ہو رہی ہوں"

وہ بمشکل منمنائی ہی جب انیس کے ہونٹوں کی حرارت نے اس کے لبوں کو ایسے خود میں سمیٹا کہ سنبھالنے اور پاس کرنے کے احساس کی لہریں عرشیہ کی روح تک سرایت کر گئیں، اس شخص نے اسے چھوا ہی ایسے کہ تسلی کی ایک نرم لہر عرشیہ کے وجود میں پھیلتی چلی گئی۔

"ا۔۔انیس۔۔۔کیا کر رہے ہو۔۔۔مجھ پر رحم کھاو"

وہ اسے خود سے دور کرتی جیسے کیوٹ سی بے بسی سے ڈانٹ گئی۔

"میں تمہیں پر اعتماد بنا رہا ہوں۔طریقہ تھوڑا اوور ہے لیکن اب تم نے میری ایسی محبت کا کنٹرول ختم کر دیا ہے تو تمہیں سہنا ہو گا۔اب مسکراو۔جا کر اپنے چہرے کو آئینے میں دیکھو۔بال ٹھیک کرو۔میں ہاتھ منہ دھو کر آتا ہوں پھر چلتے ہیں نیچے"

وہ اسکی کیوٹ سی گھبراہٹ کا آنکھوں ہی آنکھوں صدقہ اتارتا اسے خود سے رہائی دیتا چلا گیا، عرشیہ نے اسکے اوجھل ہوتے ہی ڈریسنگ کی طرف قدم بڑھا کر اپنے بال پکڑ کر سہلائے، ہونٹوں کو باہم میچ کر ڈریسنگ ٹیبل پر پڑا لپ آئل اٹھا کر اپنے خشک پڑتے لبوں پر لگانے کے بعد اسے واپس میز کی سطح پر رکھتے عرشیہ نے اپنی دونوں ہتھیلیوں کو اپنے چہرے کے دائیں بائیں رکھا۔

"کچھ نہیں ہوا عرشیہ۔۔۔"

وہ اپنے بمشکل گال نارمل کر پائی تھی، اب پھر سے وہ لال ہو گئے تھے، ان سے جو دھواں اٹھ رہا تھا وہ الگ، اپنے سرخ رخسار آئینے میں دیکھ کر اسے شدید رونا آیا، وہ ٹاول سے ہاتھ اور چہرہ خشک کرتا باہر نکلا تو عرشیہ کو آنکھیں بھیگو کر آئینے کو گھورتا پائے وہ اسکی طرف آیا۔

"ہے۔۔۔ کیا تم اسکی امید نہیں رکھتی تھی؟"

وہ اسکی گال سہلائے اسکی حالت پر فکر مند ہوا۔

"ڈیڑھ گھنٹہ لگا کر میں نے اپنے گال نارمل کیے تھے۔ دیکھو کیسے انار ہو گئے پھر"

وہ بھیگتی آنکھوں سے انیس کو دیکھتے بولی تو جناب لبوں میں اک مست قہقہہ دباتے نظر آئے۔

"تو اس میں بھی میرا قصور ہے کیا؟ میں اب تمہاری گال گلابی ہونے کے ڈر سے اپنے حق چھوڑ دوں؟ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا لُما۔"

وہ بھی جیسے ضدی ہوا، عرشیہ کا دل اپنی رفتار سے تیز ہوا۔

"ایسا کیوں کیا میرے ساتھ؟"

آنکھوں میں چھلکنے کو بیقرار آنسو لیے وہ بمشکل بول پائی تھی۔

"کیا کر دیا میں نے میری جبلِ مہتاب؟"

وہ اسے یوں اپنی آغوش میں بھر گیا جیسے اسے زرا اداس تک ہونے نہ دینا چاہتا ہو، اسکو قریب سے دیکھتی وہ ویسے ہی سارے شکوے شکایت بھول جاتی تھی، وہ اس وقت اسے جان کا ٹکڑا لگ رہی تھی۔

"میں ایک نام بمشکل یاد کرتی ہوں۔ تم ایک اور انوکھے نام سے پکار دیتے ہو۔ یہ کیا ہے اب جبل مہتاب"

اس بار عرشیہ المیر کی آنکھ سے آنسو اس درجہ محبت پر ٹپکا، وہ اسے بازووں میں زور سے بھینچ گیا کہ یہ لڑکی بڑی جائز بات پر رو پڑی ہے، کہ اس شکوے کے حسن پر ڈانٹ بھی نہیں سکتا اسے انیس۔

"اسکا مطلب ہے چاندنی کی روشنی سے چمکتا پہاڑ، آج کے لیے بس اتنے نام کافی ہیں اور پیار بھی اتنا کافی ہے۔ اب پر سکون ہو جاو تا کہ ہم نیچے جائیں"

وہ اسے اپنے سینے لگائے اپنی قربت اور محبت کے اثر سے نکال رہا تھا، وہ کتنی محبت کرتا ہے اسی سے عیاں تھا۔

"ا۔۔انیس"

وہ بیقرار ہوئی تو انیس نے اسے روبرو ہونے دیا اور بازووں کی گرفت نرم کی۔

"مجھے اور چاہیے"

وہ اب تک روئی روئی تھی۔

"کیا؟ پیار یا نام؟"

وہ بے حد حسین مسکرایا کہ عرشیہ کا اب تک سیر نہ ہونا اک دلکش لمحہ اور کیفیت تھی۔

"دونوں"

وہ مٹھاس بھرا بولی لیکن آنکھیں نمدیدہ ہوئیں۔

"میری طرف سے اس دنیا میں موجود سارے اچھے نام اور محبت لٹانے کے سارے عملی انداز تمہارے لیے وقف ہیں، کہو تو سب ابھی نچھاور کر دوں تم پر؟ میں تو تیار ہوں۔ تم اپنا دیکھ لو"

وہ اسکی شوخ مسکراہٹ پر اپنے سارے اعتراض قربان کر سکتی تھی، وہ چمک رہا تھا جیسے آسمان کا اکلوتا چاند چمکتا ہے۔

"ہونٹوں کی باہم آمیزش ہو یا دلوں کی ایک کی جاتی دھڑکن، جسم کا درجہ حرارت بدلنا ہو یا لفظوں سے مدہوش و مائل کرنا پڑا۔ تم مجھے سب میں اپنے لیے پروپاؤ گی۔ فکر کیوں کرتی ہو بے صبر حسینہ۔ چلو نیچے چلتے ہیں۔ دیکھ دیکھ کر ہی نظر نہ لگا دینا مجھے۔۔۔۔ جانتا ہوں بلش کر رہا ہوں پر مجھے اس پر کوئی شرم نہیں۔ مجھے تم سے جڑا کوئی حق لیتے ہچکچاہٹ نہیں ہو گی، یہ سب سے دلنشیں احساس ہے لُما۔"

وہ اسکے رخساروں کو باری باری بے حد چاہت سے چوم کر بولا، عرشیہ نے اپنے اندر ایسی طاقت اترتی محسوس کی جسکے بارے وہ بس حسرت سے سوچ ہی سکتی تھی۔

وہ اسکا ہاتھ تھامے اسکے ساتھ ہی کمرے سے نکلی، خضر کو ملازم نے چائے سرو کی تھی، وہ بھی اتنا ہی نروس تھا، لیکن اسکی گھبراہٹ اب قدرے کم تھی۔

"انیس۔۔۔بھائی سے کیسے ملوں گی؟"

وہ ڈرائینگ روم کی طرف بڑھتی انیس کا ہاتھ دباتے رکی تو وہ بھی رکا، سمجھ سکتا تھا وہ اپنے اس بھائی سے ملنے والی ہے جس سے پہلے کبھی نہیں ملی، ایک باپ کی اولاد ہو کر بھی انکی آج تک بات نہیں ہوئی اور اب یوں اچانک وہ اپنے بھائی سے مل رہی ہے تو سمجھ نہ پا رہی تھی کیسے ہو گا یہ۔

انیس نے اس کی انگلیوں کی کپکپاہٹ محسوس کی تو ہلکا سا مسکرایا، مگر وہ مسکراہٹ یقین دلانے کے لیے تھی۔

"جیسے دل ملتے ہیں ویسے ملنا، خون کے رشتے تعارف یا تکلف کے محتاج نہیں ہوتے۔"

اس نے نظریں اٹھا کر انیس کو دیکھا۔ آنکھوں میں نمی تھی، برسوں کی محرومی کا بوجھ بھی۔

"اگر انہوں نے مجھے قبول نہ کیا تو؟"

انیس نے اس کا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں لے لیا، اور اپنے ہونٹوں کے پاس لائے چوما۔

"قبول کر لیا ہے تبھی تو وہ آیا ہے۔ اب تمہاری طرف سے قبولیت باقی ہے۔ میں ہوں تمہارے ساتھ، تمہاری ہر محرومی کو تم سے دور جاتے دیکھ کر اس دنیا میں سب سے زیادہ سکون پانے والا انسان میں ہوں گا۔ اب مسکرا دو میری بھیگی بلی"

وہ اسکی ہمت دیتی باتوں پر کھکھلائی، سارا اعتماد یکجا کر لیا۔

اور پھر وہ انیس کا ہاتھ تھامے ڈرائنگ روم میں داخل ہوئی تو انیس نے اسکا ہاتھ آزاد کیا، خضر نے دونوں کو دیکھتے کپ ٹیبل پر رکھا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

"میرے بھائی"

وہ دل میں جیسے دل تک ٹھنڈک اترتی محسوس کر رہی تھی، اک عجیب سی لپک اور کشش تھی جو ان دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھ کر محسوس

کی، خضر نے نرم سی نگاہوں سے عرشیہ کو دیکھا پھر انیس کو، انیس نے بھی دو قدم آگے بڑھائے، وہ خضر کے سنجیدہ ہونے پر گھبرا کر انیس کے ساتھ جا لگی تھی۔

"تم سے مل کر خوشی ہوئی خضر ملک"

انیس نے اسکا مصافحہ کے لیے بڑھا ہاتھ گرم جوشی سے تھاما جسکی خضر کو امید نہ تھی، پھر اس نے انیس کی اوٹ میں زرا پریشان سی کھڑی عرشیہ المیر ملک کو دیکھا، وہ ہچکچا رہی تھی، اسے سمجھ نہ آئی بڑے بھائی سے پہلی بار کیسے ملا جاتا ہے۔

"مجھے بھی بہت خوشی ہوئی۔ میں اجازت لینے آیا ہوں تم سے۔ عرشیہ کو اپنے ساتھ لے کر جانا چاہتا ہوں تا کہ یہ منائم سے ملے۔ میرا دل کہتا ہے وہ میری ہوش و حواس سے بیگانی خرگوش اس سے مل کر اچھا محسوس کرے گی"

خضر کے لہجے میں بس منائم کے لیے فکر دیکھ کر انیس نے گردن پھیری، پھر بازو پھیلا کر اس نے عرشیہ کو اپنے حصار میں لیا۔

"اور عرشیہ المیر کے اچھا لگنے کا کیا خضر ملک؟ تمہیں پہلے دونوں بہنوں کے بیچ کا فرق مٹانا ہو گا۔ میں تمہیں اور تمہاری بہن کو پرسنلی نہیں جانتا۔ میں اسے جانتا ہوں اور میری بیوی بھرپور توجہ اور اہمیت کی مستحق ہے"

وہ خضر کا ہاتھ چھوڑتا اپنے ساتھ عرشیہ کو کھڑا کروائے خضر کی حیرانی دیکھ رہا تھا اور عرشیہ، انیس غانم کو ٹکٹکی باندھے دیکھنے لگی۔

کمرے کی فضا ایک بار پھر بوجھل ہو گئی۔

خضر کی آنکھوں میں حیرت کے ساتھ ایک ہلکی سی چوٹ بھی ابھری، مگر اس نے لہجہ سنبھالا۔

"میں فرق مٹانے ہی آیا ہوں انیس بڑھانے نہیں"

انیس کی گرفت عرشیہ کے کندھوں پر ذرا مضبوط ہوئی، جیسے وہ محض شوہر نہیں، اس لڑکی کے برسوں کے خالی پن کا محافظ بھی ہو۔

"فرق لفظوں سے نہیں مٹتے خضر ملک۔ لفظوں میں خلوص اور اپنائیت بھی ہونی چاہیے"

انیس کی آواز میں ٹھہرا ہوا وقار تھا۔

"برسوں کی غیر موجودگی کا خلاء بھرنے میں کچھ وقت تو لیتا ہے اور وقت ابھی شروع ہوا ہے، اپنائیت اور خلوص ہے بس سامنے آنے میں وقت لگے گا۔ تمہاری اسکے لیے ایسی محبت دیکھ کر خوشی ہوئی"

وہ اس لیے خوش تھا اسکی دونوں بہنوں کو بہترین ہمسفر ملے۔

"پہلے وہ سب سامنے لاو پھر اسے لے کر جانا"

انیس نے وقتی انکار کیا۔

"انیس، بھائی ہیں وہ میرے۔ پلیز آرام سے"

عرشیہ نے ہچکچاتے ہوئے انیس کی آستین کو چھو کر اسے روکا کہ ایسے انکار نہ کرے۔

خضر نے یہ سن کر پلکیں جھکائیں، ایک گہرا سانس لیا، بہن کیسی بھی ہو، طرفداری کرے تو بہت پیاری لگتی ہے۔

"ہاں اور شاید میں دیر سے پہنچا ہوا بھائی ہوں۔"

وہ ایک قدم آگے بڑھا۔

"اس میں آپکی کیا غلطی"

وہ روہانسی ہوئی۔

"ہے عرشیہ، اگر اجازت دو تو غلطی کی تلافی کرنا چاہتا ہوں۔ منائم میری بہن ہے مگر اب تم بھی ہو اور میں دونوں کو ایک دوسرے کے بغیر نہیں

دیکھ سکتا۔ مجھے یہ سب تسلیم کرنے میں تھوڑا وقت لگے گا لیکن دل سے میں یہ سب قبول کر چکا ہوں۔ ابھی کہ لیے یہ خلاء بھرنے میں مجھے تمہاری مدد چاہیے"

اب کی بار انیس کی آنکھوں میں بھی نرمی آئی لیکن ابھی وہ مطمئین نہ تھا۔

"میری بیوی کسی خلاء کو بھرنے کا ذریعہ نہیں بنے گی، خضر۔ یہ خود ایک مکمل کہانی ہے۔"

اس بار خضر اور عرشیہ نے بیک وقت انیس کو دیکھا، دونوں ہی مسکراتا انس آنکھوں میں بسائے انیس کو دیکھتے پائے گئے۔

"مکمل ہے، تبھی تو جسے مدد چاہیے وہ میں ہوں، منائم ہے۔ یہ نہیں ہے۔"

خضر ملک کے پاس بھی لاجواب کرنے کا ہنر تھا، آخر وہ کسی سے کم تھوڑی تھا، عرشیہ نے گردن پھیر کر انیس کی آنکھوں میں دیکھا جہاں اک آمادگی تھی پھر وہ خضر کی جانب دو قدم بڑھی۔

"بھائی۔۔۔میں چلوں گی۔۔۔میں ہر مدد کے لیے تیار ہوں۔"

وہ اتنی جلدی مان گئی کہ خضر کو منائم کا ہی دوسرا روپ لگی، سادہ سی، معصوم سی۔

"میں وعدہ تو نہیں کرتا لیکن کوشش کروں گا تمہارے لیے بھی ویسا بڑا بھائی بنوں جیسا منائم کے لیے ہوں۔ وقت لگے گا لیکن ہم امید رکھیں گے کہ ہمارا رشتہ دن بدن سنورتا چلا جائے۔"

وہ اسکے خود بھی دو قدم قریب ہوا، اسکی رخسار شفقت سے سہلائی تو عرشیہ کی پلکیں نم ہونے لگیں۔

"میں بھی یہی امید رکھوں گی۔ میں بیگ لے کر آتی ہوں پھر ہم چلتے ہیں۔ آپ کچھ کھائیں گے بھائی؟"

وہ معصومانہ سا مسکراتی فوری فکروں پر اتری تو خضر نے مسکرا کر نفی کی جیسے کہہ رہا ہو ابھی بس تم ساتھ چلو یہی کافی ہے۔

"نہیں۔بس تم آجاو"

وہ نرم سنجیدگی سے بولا تو عرشیہ نے سر اثبات میں ہلایا اور پلٹی، انیس کو دیکھتی وہ مسکرا کر ڈرائینگ روم سے نکلی۔

"خیال رکھنا میری بیوی کا"

انیس کی مسکراتی تاکید پر خضر نے بھی وہی دوستانہ مسکراہٹ بدلے میں دی۔

"میری بہن بھی ہے وہ انیس غانم، بے فکر رہو۔تم سے مل کر واقعی خوشی ہوئی، تھینکیو سو مچ"

خضر نے اک بار پھر ہاتھ بڑھایا تو انیس نے اس بار بھی گرم جوشی سے تھاما۔

"مجھے بھی۔"

انیس کا انداز نرم اور برادرانہ تھا۔

"میں باہر ویٹ کرتا ہوں گاڑی میں۔ اسے بھیج دینا۔ میں اسے خود واپس ڈراپ کر دوں گا"

انیس نے سر اثبات میں ہلایا اور خضر ملک کو رخصت کیے وہ بھی باہر لایا، لیونگ ایریا کی جانب انیس ٹہل رہا تھا جب عرشیہ کو سیڑھیوں سے نیچے آتا دیکھے مسکرایا، وہ جذباتی سی سیدھی اسی کی طرف چلی آئی۔

"خوشی تو چیک کرو زرا اپنی"

وہ عرشیہ کو بازوؤں میں حصار تا اسکی آنکھوں کا چمکنا دیکھ کر چھیڑتا مسکرایا۔

"بہت ہو رہی ہے۔ یمل کے بارے شاید انھیں نہیں پتا ابھی۔ خیر اچھا ہے یہ بھی کیونکہ یمل ابھی ایک دو دن اس سب سے دور رہ کر ریلکس ہو جائے تاکہ اس میں یہ سب فیس کرنے کی ہمت آئے"

وہ نروس تو تھی لیکن خضر سے مل کر اسکی گھبراہٹ قدرے کم ہو چکی تھی۔

"بلکل۔یمل سے ملے گا تو نہیں پر شاید وہ آج سب جان جائے"

وہ انیس کی بات پر سنجیدہ اور فکر مند ہوئی۔

"ٹھیک ہے۔پہلے جاننا ٹھیک رہے گا"

وہ متفق ہوئی۔

"تم وہاں جا رہی ہو، خضر کو سنبھالنا تمہارا کام ہے"

وہ سمجھ نہ پائی انیس نے اسے یہ کیوں کہا۔

"خضر بھائی کو خدانخواستہ کچھ ہونے والا ہے؟ تم ڈرا کیوں رہے ہو؟"

عرشیہ کے چہرے کا رنگ ابھی سے اڑ چکا تھا۔

"ایکچولی مہویر، خضر کو ساری سچائی بتانے والا ہے۔اس کے بعد خضر غصے میں آکر کچھ بھی کر سکتا ہے۔میں وہاں نہیں جا سکتا اس لیے تم یہ کام کرو گی۔خضر کو مہویر سے لڑنے مت دینا۔"

وہ اب بھی نہ سمجھی کہ انیس اسے کیا سمجھانے کی کوشش کر رہا ہے۔

"دیکھو انیس میں جتنی بھی مہربان ہو جاوں، تمہارے اس دوست کی مدد نہیں کروں گی۔ گندا

آدمی"

وہ اپنے اور وولف کے ملنے کو بھول جو نہ پائی تبھی اب تک غصہ تھی، انیس مسکرایا، اسکا چہرہ ہاتھوں میں بھرا۔

"تم کسی اور وقت اس پر میرے والا غصہ نکال

لینا منع نہیں کروں گا۔ ابھی مجھے تمہاری ضرورت ہے۔ یہ مت بھولو عرشیہ وہ میری زندگی کا اہم حصہ ہے"

وہ ویسے تو نہ مانتی لیکن انیس کا حصہ ہونے پر وہ وولف کے لیے تھوڑی پگھل گئی۔

"تمہارا حصہ ہونے پر وہ کوئی سا بھی گناہ بخشوا سکتا ہے"

وہ اسکے ہاتھ تھامتی دل و جان سے مسکرائی تھی۔

"میں مس کروں گا تمہیں۔ وہیں مت رک جانا پلیز"

وہ اسکی بیقراری دیکھ کر اپنی جان تک بہار اتری محسوس کر رہی تھی۔

"میں جلدی واپس آؤں گی۔ تمہیں مس کرنے کا موقع زیادہ نہیں دوں گی۔"

وہ اسکو اتنے پیار بھرے یقین سے باندھ گئی کہ انیس کا دل سرشار ہوا۔

"میں گنوں گا ہر منٹ۔"

اس شخص کے لہجے میں عہد تھا۔

"میں تم سے بہت پیار کرتی ہوں۔ تم میری زندگی ہو انیس"

وہ ہر بار اظہار کر کے مکر جانے والی اس لمحہ یہ الفاظ واپس نہیں لینا چاہتی تھی۔

"میں بھی بہت پیار کرتا ہوں۔ میری آتی جاتی سانس ہو تم"

وہ اسکے بال سنوارتا، اسے چاہت کی گہری یقین دہانی کروا گیا، اسکا سر بھی چوما۔

"یقین ہے مجھے سڑو۔ کچھ کھا لینا پلیز۔ رات کا کھانا بہت یمی بن رہا ہے آج۔ یمل اور عدین فٹ بال کلب گئے ہیں۔ علیم بھائی کے ساتھ۔ ابراہیم انکل انھیں لینے گئے ہیں۔ تم دیکھ لینا یہ سب اوکے۔۔۔ میں منائم سے مل کر آتی ہوں۔ عصر کی خیر خبر بھی لے لینا۔ میں رات دس سے گیارہ بجے تک آجاوں گی پکا، رات سونے سے پہلے مجھے ہر چیز بتاو گے تم اوکے۔۔۔۔؟"

وہ اسکی تاکیدوں پر مسکراتا سر ہلا گیا تو عرشیہ نے اسکی گردن میں چہرہ گھسایا، اس نے انیس کی گردن کے نازک حصے کو لبوں کی گرفت میں لیا، ذرا

سا جلد کو ہونٹوں کی قوت سے کھینچا اور شوخی کے سنگ اس سے الگ ہو گئی، انیس کی گردن پر ہلکی سی سرخی ابھر آئی، وہ اسکی یہ حرکت امید نہیں کر رہا تھا۔

"آئی ایم سوری۔۔یہ بے خیالی میں۔۔۔"

وہ اس نشان کو دیکھتی گھبرائی پر انیس نے اسے بازووں میں قید کر لیا۔

"مجھے تمہاری بے خیالی شدید پسند آئی۔اب جاو شاباش۔ورنہ جانے نہیں دوں گا۔اس کارنامے کے بعد تو ہلنے بھی نہ دوں تمہیں اپنے پاس سے"

وہ اسکی گرفت سے نکلتی جلدی سے دور ہوئی۔

"اوکے اوکے اسے چھپالینا۔جا رہی ہوں۔"

وہ جس طرح ڈر کر شرماتے ہوئے بھاگی، انیس کے جان لیوا قہقہے نے محترمہ کا دور تک پیچھا کیا اور پھر وہ بھی عصر کی خیریت دریافت کرنے کا ارادہ کرے کچن کی طرف گیا تاکہ ساتھ کھانے کا بھی دیکھ سکے۔

خضر نے عرشیہ کو آتے دیکھا تو گاڑی سے نکل کر اسکے لیے کار ڈور کھولا، وہ اسکی امید نہیں کر رہی تھی۔

"تھینکیو بھائی"

وہ شدید پیارا مشکور ہوئی۔

"موسٹ ویلکم مائی ڈیئر، ہیو آ سیٹ"

وہ اسے پیسینجر سیٹ پر بیٹھائے خود بھی ڈرائیونگ سیٹ سنبھالے بیٹھا، اک نظر عرشیہ پر ڈالے سیٹ بیلڈ فکس کیے دونوں ہی مسکرائے، خضر نے گاڑی سٹارٹ کی، دونوں کے چہرے پر بے پناہ اطمینان تھا۔

"ارسل اب کسی کو پریشان نہیں کرے گا تم بے فکر رہو۔ جیل میں چکی پیس رہا ہو گا کمینہ۔ آج کی کلاس میں مجھے بہت مزہ آیا کیونکہ آج کا دن اچھا تھا، ہم ساتھ آئے اور اب ساتھ جائیں گے۔"

عدین اور یمل، دونوں کلب سے فری ہو چکے تھے اور اب انکا واپسی کا ارادہ تھا، یمل نے بھی یہاں آکر خود کو ہلکا محسوس کیا ورنہ گھر رہ کر وہ دکھی ہوتا رہتا، ابھی بھی عدین کا پلین تھا کہ وہ یمل کو آئس کریم کھلانے لے جائے، علیم انکے ساتھ ہی تھا۔

"ہاں۔ مجھے بھی اچھا لگا۔ اب کیا پلین ہے؟"

یمل نے بھی بیگ کندھے پر لٹکاتے ہاں میں ہاں ملانے کے ساتھ ہی پوچھا۔

"اب آئس کریم کا پلین ہے"

عدین نے مسکراتے ہوئے ارادہ بتایا۔

"ٹھنڈ دیکھی ہے تم نے۔ جنوری کا پہلا ہفتہ چل رہا ہے میرے بھائی۔ اوپر سے بارشیں شروع ہیں۔ تم کیا گلے بند کروانا چاہتے ہو"

یمل تو آئس کریم کے نام سے ہی کرنٹ کھا گیا جس پر عدین نے قہقہہ مارا۔

"آہ یمل! اس موسم میں جس نے آئس کریم نہ کھائی وہ بھی کوئی جیا ہے۔ میں تمہیں کھلاتا ہوں اور اسکے بعد مزے دار گرین ٹی خود بنادوں گا جس سے تمہارے گلے کی بجی بینڈ ٹھیک ہو جائے گی۔ بھروسہ کرو مجھ پر دوست"

عدین کو اس قدر یقین کے سنگ آمادہ کرنے کی کوشش کرتا دیکھے یمل کے ہونٹوں پر بھی سمائل آئی، عدین اسے چیئر آپ کرنے کی ہر کوشش کر رہا تھا، علیم بھی گاڑی کے پاس رک گیا تاکہ اس چھوٹی دنیا کی باتیں ختم ہوں اور وہ واپس جا سکیں۔

"ٹھیک ہے تم پر بھروسہ کر رہا ہوں۔ اگر میرا اگلا خراب ہوا تو پھر تمہیں اس بیٹھے گلے کے ساتھ گانے سناوں گا بچو، جو تمہیں بنا کان میں روئی ٹھوس کر سننے ہوں گے"

یمل نے بھی آستینوں کو چڑھا لیتے اک کیوٹ سی دھمکی تیار کی۔

"ہاہا۔ توبہ توبہ اتنی بڑی سزا۔۔۔۔"

عدین نے ہنستے ہوئے کانوں کو ہاتھ لگایا، انکی یہ ہنسی جاری ہی تھی جب وہیں پارکنگ ایریا میں گاڑی رکی جو ابراہیم علوی کی تھی۔

"ہیں۔ بابا کدھر آ گئے لینے؟"

عدین نے اچنبھے سے اس جانب دیکھا جہاں ابراہیم نے گاڑی پارک کی اور باہر نکلتے وہ علیم خان کا کندھا تھپکاتے ٹھیک یمل اور عدین کے سامنے آ رکے۔

"کیسے ہو تم دونوں؟"

ابراہیم دونوں کی تر و تازہ شکلیں دیکھ چکے تھے۔

"بہت اچھے بابا، آپ کیسے آ گئے۔ لگتا ہے آج میرے بابا فری ہیں"

عدین کو انکے آنے کی خوشی بھی ہوئی اور حیرت بھی جبکہ یمل سنجیدہ اور خاموش تھا۔

"ہاں سوچا تم دونوں کو لے آوں اور تمہارے دوست کے ساتھ جو حادثہ ہوا وہ بھی سن لوں۔ ٹھیک ہے علیم جاسکتے ہو تم۔ میں انھیں لے جاوں گا"

اول تو وہ عدین سے مخاطب ہوئے جبکہ اختتام تک علیم کو روانہ کیا مگر علیم وہیں جما کھڑا تھا۔

"یمل کے بارے آپکو بھیو اور عرشیہ بتاسکتے ہیں، اس سے مت پوچھیں۔ میں نہیں چاہتا میرا دوست اداس ہو۔"

عدین نے یمل کے گرد ہاتھ لپیٹ کر دوستانہ انداز میں اسکی سائیڈ لی جس پر ابراہیم نے مسکرا کر عدین کی گال تھپکائی پھر وہ پلٹے تو علیم وہیں پتھر بنا کھڑا تھا۔

"علیم خان! کیا کم سنائی دیتا ہے۔ کہا ہے جاسکتے ہو تم"

ابراہیم علوی کا لہجہ اور ٹون کچھ مشکوک تھی، علیم خان نے سر اثبات میں ہلایا اور اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گیا، کچھ ہی دیر میں علیم خان کی گاڑی، کلب کی پارکنگ سے نکل گئی۔

تبھی ابراہیم علوی نے مسکرا کر یمل اور پھر عدین کو دیکھا، اسی لمحے ابراہیم علوی کے فون پر کوئی میسج آیا۔

"یمل کو ہمارے حوالے کرو، دس لاکھ تیار ہے"

ابراہیم علوی کو لگ بھگ چار بجے کے قریب ایک ان نان نمبر سے کال آئی تھی جس میں کسی آدمی نے یمل کے بدلے دس لاکھ آفر کیا تھا، اور پیسہ اس

شخص کی کتنی بڑی کمزوری تھی یہ تو بتانے کی ضرورت نہ تھی، بنا یمل کے بارے جانے ابراہیم نے اس کال کرنے والے سے ڈیل کرلی تھی اور ابھی وہ یہاں انھیں لینے بھی اسی لیے آئے تھے۔

علیم خان بظاہر تو چلا گیا لیکن وہیں کلب کے کچھ فاصلے پر ہی اس نے اپنی گاڑی روک لی تھی کیونکہ اسکی چھٹی حس اسے کچھ سنگل دے رہی تھی۔

"میں لا رہا ہوں۔ غلطی سے بھی میرے بیٹے کو آنچ نہ آئے۔ وہ بھی یمل کے ساتھ ہے۔ پہلے مجھے دس لاکھ میرے اکاونٹ میں چاہیں۔ نوٹیفکیشن بھیجو"

ابراہیم نے اس آدمی کو ریپلائے دیا اور پھر مسکرا کر عدین اور یمل کو دیکھنے لگے۔

"کیا ہوا بابا؟ کچھ پریشان لگ رہے ہیں؟"

عدین کے فکر سے پوچھنے پر ابراہیم علوی نے بناوٹی مسکراہٹ لیے اسے دیکھا۔

"کچھ نہیں بابا کی جان۔ چلو چلتے ہیں۔ کیا تم دونوں کا سیدھا مینشن جانے کا ارادہ ہے یا پھر کہیں اور بھی جانا ہے؟"

ابراہیم علوی کے گاڑی کی طرف بڑھنے پر عدین نے یمل کا ہاتھ پکڑا اور گاڑی کی طرف گیا۔

وہ دونوں ہی بیک سیٹ بیٹھے جبکہ ابراہیم نے بھی فوری ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی۔

"ہم آئس کریم لیں گے راستے سے بابا۔ یمل نے کبھی ٹھنڈ میں آئس کریم نہیں کھائی تو آج اسے یہ نیا تجربہ کرواوں گا"

عدین نے مسکراتے ہوئے یمل کو چیلنجنگ نظروں سے دیکھتے کہا تو یمل نے اپنا سر تھام لیا، عدین کے ہنسنے پر ابراہیم نے مرر سے ان دونوں پر نگاہ ڈالی اور گاڑی، کلب کے پارکنگ سے ہٹاتے گیٹ سے نکالی اور روڈ پر

ڈالی، ابراہیم انکل کی گاڑی نکلتے ہی علیم خان نے بھی اپنی گاڑی پیچھا کرنے کو سٹارٹ کر دی۔

.._____..

انیس نے بھوک کی وجہ سے ہلکا پھلکا کھانا تو کھالیا مگر عصر سے اسکی بات نہ ہو سکی تھی، عصر کا فون اسکی پہنچ سے دور تھا اور وہ نئے نئے عاشق جناب وہیں روم کے دروازے میں بیٹھے بیٹھے سو چکے تھے، انیس نے کھانے کے بعد کچھ دیر لان میں واک کی نیت سے باہر کا رخ کیا، پھر لان کے بجائے وہ زرا چہل قدمی کے لیے مینشن سے باہر نکل گیا، ٹھنڈ تو شدید تھی مگر وہ ایک لمبا راونڈ لگانا چاہتا تھا تبھی روڈ پر سیدھا چلنے لگا، سات بج چکے تھے، سڑک پر گاڑیوں کی ٹھوڑی تھوڑی دیر بعد حرکت اس روڈ کو زندہ ثابت کرتی ورنہ سر شام ہی یہ علاقہ خاموشی میں ڈوب جاتا تھا۔

سڑک کے آخری کنارے پر اک سیاہ گاڑی کھڑی تھی جس میں بیٹھے شخص کی دو کدورت و غصے سے بھری آنکھیں پیدل چہل قدمی کرتے بہت دور چلے آتے انیس غانم پر جمی تھیں، انیس اپنے دھیان میں چل رہا تھا، تبھی انیس کے منہ ہر اس گاڑی نے اپنی ہیڈ لائٹس آن کیں، انیس نے اس تیز روشنی سے بچاو کو اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھا، اور پھر وہ گاڑی پوری رفتار سے انیس کی طرف اسے کچلنے کو بڑھی، انیس نے سڑک سے اترنے کی کوشش کرتے اس تیز روشنی سے بچ کر مڑنا چاہا مگر اس گاڑی نے بہت تیزی سے انیس کی ٹانگ کو ہٹ کیا، کسی نوکیلی چیز نے انیس نے گھٹنے کو چیڑ سا دیا، انیس نے گاڑی کے چڑچڑاتے ٹائرز کی آواز سنی جبکہ ٹانگ پر بری طرح گاڑی کے اگلے حصے کے پٹخنے کے سبب وہ نیچے سڑک کے ساتھ بنی کچی جگہ گرا تھا، گھٹنے میں شدید قسم کا درد اٹھا تھا، انیس نے اپنے ہاتھ سے چھوٹ کر گرتے فون تک ہاتھ بڑھا کر رسائی پائی اور تبھی گاڑی کا دروازہ کھول کر ایک

آدمی باہر نکلا، انیس جو ٹانگ کے شدید درد کے باوجود فون تک رسائی پا چکا تھا، اپنے سر پر کھڑے اس آدمی کو دیکھ کر انیس نے قہقہہ لگایا۔

"چچ چچ تم؟ اب ایسے بدلا لوگے اپنی بے عزتی کا پیارے"

انیس نے زمین پر مزے سے لیٹے ہوئے سر پر کھڑے اس انسان کو مست انداز میں مخاطب کیا۔

"کہاں ہے وہ دوسرا؟ بول۔۔۔۔"

ہمایوں بلوچ نے اس پر حملہ، عصر سمجھ کر کیا لیکن انیس کو دیکھ کر بھی اسے اسے ٹھوکنے پر ملال نہ ہوا کیونکہ یہی تو عصر کی پشت پناہی کر رہا تھا۔

"بتاتا ہوں تسلی سے۔ ایک کال کر سکتا ہوں؟"

انیس نے اپنا فون ہوا میں بلند کرتے بہت پیار سے ریکوسٹ کی جس پر ہمایوں نے پھنکارتے ہوئے اسکا گریبان جھٹکا، انیس نے کال علیم خان کو ملائی جو اس وقت ابراہیم علوی کی گاڑی کا پیچھا ہی کر رہا تھا۔

"علیم خان! میں ایک ضروری کام میں مصروف ہوں۔ دیر ہو جائے گی واپسی میں۔ عرشیہ کو بتا دینا پریشان نہ ہو۔"

اس سے پہلے علیم اسے ابراہیم علوی پر موجود شک کا بتاتا، انیس کے ہاتھ سے ہمایوں نے فون لے کر نا صرف زمین پر پھینکا بلکہ ہاتھ میں پکڑے ڈنڈے کا ایک وار کرتے انیس کے فون کی دھجیاں اڑا دیں، انیس نے اپنے فون کا یہ حال دیکھتے اپنے زخمی گھٹنے پر ہاتھ رکھا، اسے لگا تھا شاید بس دب لگی ہو گی پر انیس کے گھٹنے سے اسکی پینٹ نم ہو رہی تھی جسکا مطلب تھا اسکا خون بہہ رہا ہے۔

"کیا لگا تھا تم لوگوں کو کہ ہمایوں بلوچ نے ہاتھوں میں چوڑیاں پہن رکھی ہیں۔ میری آنکھوں کے سامنے تم اور وہ عصر میری عورت اٹھا کر لائے ہو، اسکا انجام تم لوگوں کی سوچ سے بھی برا ہو گا"

انیس نے اسکی دھمکی محظوظ ہو کر سنی، اس وقت انیس کو بس یہ بہتا خون فکر مند کر رہا تھا ورنہ یہ کیڑا تو انیس کے دو مکوں کی مار تھا۔

"اچھا۔ کیا کرو گے تم؟ ہاں؟"

انیس نے اپنی سلامت والی ٹانگ اٹھاتے اپنا بوٹ پوری قوت سے ہمایوں کے نازک مقام پر دے مارا، ہمایوں درد سے کراہتا کئی قدم دور جا گرا، اسکے ہاتھ سے لوہے کا ڈنڈا بھی چھوٹ گیا، انیس بری طرح گھٹنے میں اٹھتی درد کی ٹیس کے باوجود بیٹھا اور پھر گاڑی کے بونٹ کا سہارہ لیے لڑکھڑا کر سڑک سے اٹھا، سٹریٹ لائٹس کی روشنی میں انیس نے اپنی گھٹنے سے پینٹ دیکھی، خون بہت تیزی سے بہہ رہا تھا، یہ والی روڈ تھی بھی سنسنان، انیس

نے لڑکھڑاتے ہوئے زمین پر گرے ہمایوں تک فاصلہ کاٹا اور جھک کر وہ لوہے کا راڈ اٹھایا جو ہمایوں نے پکڑ رکھا تھا۔

"درد ہو رہا ہے؟ فیوز تو نہیں ہو گئے تم بلوچ بھائی صاحب؟"

انیس اسکے درد سے بلکنے پر وہ لوہے کا راڈ اسکے پیٹ کے درمیان نوک سے رکھ کر دباتا اسکی حالت سے محظوظ ہوا ہی جب ہمایوں نے اپنی نجانے کہاں سے گن نکالتے انیس کی طرف رکھ کر چلائی مگر انیس کے بروقت پیچھے ہٹنے کے سبب گولی مس ہوئی، اور انیس نے اسی راڈ سے اسے گن والے ہاتھ کو ہٹ کرتے گن کئی فٹ دور پھینکی، پھر ہمایوں کو اسکی گردن سے دبوچتے انیس نے سڑک سے اٹھا کر اپنے سامنے لہرا کر کھڑا کیا۔

"م۔میں تجھے اور عصر کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ فجر صرف میری ہے۔ میں اسے دوبارہ حاصل کروں گا۔ تم دونوں کو اپنے کیے کو بھگتنا ہو گا"

ہمایوں نے درد سے کراہتے ہوئے، اس درجہ جکڑے ہونے کے باوجود انیس کو دھمکی لگانے کی جرت کی تھی۔

"میرے ہوتے ہوئے عصر اور فجر تک پہنچنے کے تم بس خواب دیکھنا ہمایوں بلوچ۔ بھرے جرگے میں اتنی زلت کے بعد بھی تمہیں عقل نہیں آئی۔ میری عادت ہے، دشمن کو سر سے پیر دھونے سے پہلے ایک موقع ضرور دیتا ہوں۔ تمہیں بھی دیا۔ یہاں سے دفع ہو جاو، دوبارہ نظر مت آنا، ورنہ جہاں لات مار کر سب کچھ وقتی سن کیا ہے، وہ جگہ تمہاری ناکارہ بھی ہو سکتی ہے۔ اور اگر تم نے دوبارہ یہاں آنے کی جرت کی تو میں تمہاری یہ آنکھیں نوچ لوں گا۔ سمجھ آئی بات؟"

انیس نے اپنے ہاتھ کی گرفت اسکی گردن پر اس زور سے بڑھائی کہ ہمایوں کے پورے جسم کا لہو اکڑ گیا، اسکا چہرہ سفید ہوا، وہ بن پانی مچھلی سا پھڑ پھڑایا تو انیس نے اسے جھٹک کر دور دھکیلا، اپنی گردن پر ہاتھ پھیرتا ہمایوں بمشکل سانس کھینچتا دو قدم دور ہٹا، انیس سے چل پانا مشکل ہو رہا تھا، اسکا ایک گھٹنہ

شدید چھلنے کی وجہ سے اسے اپنے جسم سے الگ محسوس ہو رہا تھا، انیس کو شدید چکر سا آیا، خون کے تیزی سے نکلنے کی وجہ سے اسکے جسم میں خون کی کمی ہونی شروع ہو گئی تھی اور اسی کا فائدہ اٹھاتے ہمایوں نے بروقت وہ لوہے کی راڈ اٹھائی اور پوری قوت سے انیس کے کندھے پر دے ماری، وہ اس وار کے سبب بری طرح لڑکھڑایا، لوہے کی راڈ اسکے کندھے کو بری طرح تکلیف دے کر گئی مگر انیس نے آگے بڑھتے اسی سن بازو سے ہمایوں کے ہاتھ سے وہ راڈ لی اور پرے پھینکتے، ہمایوں کو اسکے بالوں سے پکڑا۔

"میرا دیا موقع اکثر لوگ مزاق سمجھ لیتے ہیں"

انیس نے ایک ہاتھ میں اسکے بال دبوچے اور دوسرے ہاتھ کے لگ بھگ سات سے آٹھ مکے اس نے ہمایوں کے منہ پر رسید کرتے اسکا جبڑا چیڑ کر رکھ دیا، ہمایوں اس سے زندگی کی بھی بھیک مانگنے پر آ گیا مگر انیس نے اسے اسی کی گاڑی کے بونٹ پر دے مارتے پیچھے سے اسکے بال مٹھی میں کھینچتے اسکا منہ اسی کی گاڑی کے بونٹ کی سطح میں دبایا۔

"م۔۔مجھے چھوڑ دو پاگل آدمی"

ہمایوں نے لہولہان منہ کے ساتھ منت کی مگر انیس کے ہاتھ کی پکڑ سخت ہو گئی۔

"اب اگر تم مجھے نظر آئے تو میں تمہاری گردن تن سے الگ کر دوں گا۔ سمجھ آئی میری بات۔۔۔۔نکل یہاں سے ورنہ آوارہ اور ہلکے کتے کی موت ماروں گا تجھے"

انیس نے اپنی بگھڑتی حالت کے پیش نظر اس منحوس کو اسی طرح گردن سے دبوچے پیچھے لہرایا جس پر وہ آدھ موا ہمایوں کسی طرح جان بچاتا اپنی گاڑی کی طرف دوڑا، انیس کے دیکھتے ہی دیکھتے وہ گاڑی بھگا لے گیا مگر انیس نے شدید کراہتے ہوئے اپنے گھٹنے سے اب تک بہتے خون کو دیکھا پھر اپنی سن بازو پر ہاتھ پھیرا جو بھیانک درد میں تھی، انیس نے اپنی آنکھیں کھولنے کی بہت کوشش کی پر آنکھوں کے آگے دھندلکے آنے لگے اور تبھی دیکھتے ہی

دیکھتے وہ بری طرح اسی جگہ گر پڑا، اسکے گرتے ہی وہ کچھ دیر بھاری سانس لینے کے بعد وہیں بیہوش ہو گیا، آس پاس دور دور تک کوئی نہ تھا، سناٹا تھا۔

.._____..

"بس پہنچ آئے ہم، کیا ہوا؟ نروس ہو رہی ہو؟"

ہوسپٹل کے پارکنگ میں خضر نے گاڑی روکی تو وہ عرشیہ کے چہرے کو دیکھ کر فکر مند ہوا۔

"دل گھبرا رہا ہے۔ پتا نہیں یہ کیسی کیفیت ہے۔ ایسا لگ رہا ہے کچھ برا ہوا ہے بھائی"

خضر نے اسکی یہ پریشانی بس وقتی گھبراہٹ ہی سمجھی اور اپنی طرف کا کار ڈور کھولے باہر نکلا، عرشیہ بھی تب تک ڈور کھولے باہر نکل آئی پر بے اختیار اپنی گردن پر یوں ہاتھ پھیرنے لگی جیسے اسے سانس نہ آ رہا ہو۔

"مجھے لگتا ہے تم مجھ سے اور منائم سے ملنے کو بہت زیادہ ڈیپلی سوچ رہی ہو۔ یہ فطری ہے۔ پر سکون ہو جاو عرشیہ"

خضر نے اسکے قریب رکتے اسکا رندا چہرہ دیکھتے اپنی جانب سے ممکنہ وجہ بتائی لیکن عرشیہ کو اس سرد رات کے باوجود اپنا وجود دہکتا محسوس ہو رہا تھا، اور یہ عام بات نہ تھی۔

"جی بھائی۔ میں ایک منٹ انیس کو کال کر لوں؟"

وہ ساتھ ہی ہوسپٹل کی بلڈنگ کی طرف بڑھے جب عرشیہ نے رک کر اجازت چاہی۔

"ہاں کر لو۔ میں تب تک گاڑی دوسری جگہ پارک کر لیتا ہوں۔ یہاں جگہ کم ہے"

خضر نے اسے فوری اجازت دی اور اسکے جاتے ہی عرشیہ نے اپنے بیگ کی زیپ کھولتے اپنا فون نکالتے انیس کا نمبر ڈائل کیا مگر انیس کا نمبر بند تھا۔

"اب یہ کیا بد تمیزی ہے۔ میرے بنا ایک پل نہیں رہ سکتا اور میرے جاتے ہی نمبر بند کر دیا۔ حد ہو گئی انیس"

وہ فون بند ہونے پر خفیف سا برہم ہوئی، اسکے نمبر پر سڑو لکھ کر میسج بھیجا اور فون بیگ میں واپس ڈال کر وہ خضر بھائی کے آنے کا انتظار کرنے لگی لیکن دھیان بس انیس سے الجھا تھا۔

"کر دی پارک۔ آجاو۔۔"

خضر نے اسکی طرف آتے بتایا اور عرشیہ کے ساتھ ہی وہ ہوسپٹل کی بلڈنگ میں داخل ہوا، محراب اور مہویر ابھی تک یہیں تھے، عاصم بھی کچھ دیر پہلے آیا تھا مگر اسکی کچھ سیاسی میٹنگز تھیں جس سبب زیادہ دیر رک نہ سکا۔

"اب آپ گھر جائیں محراب آنٹی، تھکی لگ رہی ہیں"

وہ محراب کے پورا دن یہاں ہونے کے سبب فکر مند تھا۔

"گھر جا کر بھی سکون نہیں آئے گا بچے، تم بھی تو تھکے ہوئے ہو۔ شاید اسکے جاگنے تک ہمیں نہیں جانا چاہیے"

محراب کے لہجے میں تکلیف و اداسی تھی اور پھر دونوں کی نظر بیک وقت خضر اور اسکے ساتھ آتی عرشیہ پر گئی تو مہویر اور محراب دونوں کی آنکھوں میں اک موہوم سی خوشی جاگی۔

"عرشیہ۔ تم آئی اس کے لیے شکریہ بچے"

محراب نے اٹھ کر عرشیہ کو جیسے گلے لگایا، عرشیہ کی حیرانگی، مہویر اور خضر دونوں نے دیکھی، وہ یکدم بوکھلا گئی تھی، محراب جیسی مغرور عورت کا ایسا عاجز و اداس حال دیکھ کر اسے جھٹکا لگا۔

"کوئی بات نہیں۔ منائم کیسی ہے؟۔"

وہ جواباً پریشانی سے بولی جبکہ عرشیہ نے جس طرح غصے سے مہویر کو دیکھا، مہویر اسکی غصے بھری نظر ہی امید کر رہا تھا تبھی مسکرا دیا۔

"ابھی انڈر آبزرویشن ہے وہ۔ تم ملو اس سے۔ شاید وہ تمہاری سن لے۔"

محراب کی آنکھوں میں جیسے آس و امید ایک ساتھ اٹھی۔

"ضرور۔ میں ملوں گی۔ کہاں ہے وہ؟"

عرشیہ نے بیقراری سے کہا تو محراب اور خضر نے اس کمرے کی طرف اشارہ کیا، عرشیہ نے خضر کی طرف اجازتی نظروں سے دیکھا اور پھر وہ اس کمرے کی طرف بڑھ گئی، ایک سال بڑی تھی وہ عرشیہ سے، جیسے خضر اور یمل تھے، وہ بھی اتنی ہی عزیز تھی پھر بہن تو نام ہی محبت کا ہوتا ہے۔

وہ تینوں، عرشیہ کو جاتا دیکھ رہے تھے، اور پھر مہویر نے خضر کا شانہ تھپکاتے محراب کی طرف اشارہ کیا کہ وہ انھیں گھر چھوڑ آئے، ویسے بھی محراب جانتی تھیں کہ مہویر آج خضر کو سب بتانے والا ہے۔

تبھی خضر کو اس نے خود ہی کہہ دیا کہ وہ اسے گھر چھوڑ آئے، مہویر نے جاتے ہوئے محراب کو جن تاسف بھری نظروں سے دیکھا وہ اس ماں کے

دل کو ہلا گئی تھیں، مہویر نے تھک ہار کر گہرا سانس لیا اور وہیں کرسی پر بیٹھا، خضر کو سب بتانے کے لیے دماغی طور پر خود کو تیار کر رہا تھا۔

عرشیہ نے کمرے میں داخل ہوتے ہی دروازہ آگے کیا اور بستر پر لیٹی اس بہن تک پہنچی، منائم کے سر کے پچھلی طرف پٹی تھی جس سبب وہ سر کے اطراف بھی گمائی گئی تھی، اک ہاتھ پر کینولا نسب تھا، وہ آنکھوں میں نمی بھرتی منائم کے پاس بیٹھی اور آہستگی سے اسکا ہاتھ اپنے ہاتھ میں بھرا۔

"مجھے نہیں پتا تھا میری آپ سے پہلی ملاقات یوں ہو گی منائم۔ اللہ آپکو صحت یاب کرے۔"

عرشیہ نے اسکا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں دباتے بہت تکلیف کے سنگ یہ کہا اور نظریں جھکا کر وہ اپنے اور منائم کے ہاتھ پر جما گئی۔

عرشیہ نے منائم کی ٹھنڈی ہتھیلی کو اپنی دونوں ہتھیلیوں میں سمیٹ لیا۔

"میں نے آپ کے بارے میں بہت سنا تھا مگر یوں دیکھوں گی، کبھی نہیں سوچا تھا۔"

اس کی آواز بھرا گئی۔

"میں ہمیشہ جانتی تھی میری اک بڑی بہن ہے، بڑا بھائی ہے۔ لیکن کبھی ہمت نہیں ہوئی کہ آپ تک آپاتی۔ کیونکہ اب تک میرا وجود چھپایا گیا تھا۔ میں آپ دونوں تک آتی تو میرے نام نہاد بابا کو مسائل ہو جاتے۔ جب بہن بھائی کی بہت کمی محسوس ہوتی تھی تو دل چاہتا تھا بابا کے بچوں کے پاس جاوں۔ لیکن ہمت اس سوچ کے فوری بعد ٹوٹ جایا کرتی تھی۔ میں آپ سے کبھی ملی نہیں لیکن میرے دل میں آپکے اور خضر بھائی کے لیے محبت موجود رہی ہے"

اس نے آہستہ سے منائم کی انگلیوں کو دبایا، جیسے کسی نیند میں ڈوبے بچے کو پکار رہی ہو۔

"مجھے اب بہن م۔ ملی ہے پر اس حالت میں جب میں اسے گلے نہیں لگا سکتی۔ بات نہیں کر سکتی۔ بہت ہرٹنگ ہے یہ منائم۔ پلیز جاگ جائیں۔ مجھے آپکے منہ سے بہن سننا ہے۔ تاکہ م۔۔ مجھے محسوس ہو بہن پکارے تو کیسا لگتا ہے۔"

منائم کے چہرے پر کوئی حرکت نہ ہوئی، بس سانسوں کا مدھم سا اتار چڑھاؤ تھا۔

عرشیہ نے آنکھوں کی نمی پلکوں میں سمیٹنے کی کوشش کی۔

"آپ میرے بارے میں نہیں جانتے تھے کبھی، میں تو جانتی تھی ناں۔ اس لیے میں شکوہ نہیں کروں گی اگر کبھی آپ نے یا خضر بھائی نے مجھے دھتکار دیا۔ یا دور کر دیا۔ میں آپ سے ہمیشہ ملنا چاہتی تھی۔ سوچا تھا بہت سا ہنسیں گے، مسکرائیں گے، شکوے کریں گے پر آپ تو ہوش سے بیگانی ہیں۔ میرا دل ٹوٹ رہا ہے"

وہ جھک کر منائم کے ماتھے کے قریب آئی، بہت ہلکے سے اس کے بالوں کو کان کے پیچھے کیا پھر منائم کا ماتھا چوما، منائم کی پلکیں سی لرزیں جیسے اس نے اس لمس کو بہت شدت سے محسوس کیا ہوا، وہ کچھ دیر یونہی اسکے پاس بیٹھی دعا میں ڈوبی رہی پھر نرس کے آکر منائم کو چینج کروانے پر وہ کچھ دیر کے لیے روم سے باہر آئی، تبھی اسکی نظر اس گندے آدمی پر گئی۔

مہویر نے بھی اسے دیکھ لیا تھا، عرشیہ نے مروتا مہویر کی جانب قدم بڑھائے ہی کہ وہ اپنی جگہ سے اٹھا، چہرے سے وہ بہت نڈھال اور تھکا لگ رہا تھا، آنکھیں بھی گوشوں سے گلابی تھیں۔

"تمہارا شکریہ کہ تم آئی"

مہویر نے اسکے قریب آکر رکنے پر بہت نرمی سے ممنون ہو کر اسے دیکھتے کہا۔

"اپنی بہن کے لیے آئی ہوں، کسی دوسرے تیسرے کے لیے نہیں۔ اور تم نے کیوں شادی کی منائم سے۔ کرمنل آدمی۔ میرا بس چلے تو یہاں اونچا اونچا وولف چلاوں اور تمہیں سبق سیکھاوں۔ لیکن انیس اور منائم دونوں کی وجہ سے بخش دیا۔ یاد ہے ناں کیسے مجھے کڈنیپ کیا تھا، اپنی گندی پرفیوم سے مجھے مارنے کی کوشش بھی کی تھی۔ کیسے مجھے باندھا تھا۔"

وہ عرشیہ کے غضبناک تیور دیکھ کر مسکرایا، وہ ہر چیز بہت تفصیل سے یاد رکھے ہوئے تھی۔

"سب یاد ہے۔ اس کے لیے معافی چاہتا ہوں۔ تمہیں جو تکلیف دی اس پر شرمندہ ہوں"

وہ جس وولف سے ملی تھی، یہ تو اس سے ایک فیصد بھی نہیں ملتا تھا، وہ تو شیطان تھا، اور یہ اک تھکا ہوا سا پریشان حال شخص جسکی سانسیں منائم سے جڑی تھیں۔

"ہنہ !تمہاری شرمندگی کا کیا اچار ڈالوں۔۔یہ بتاو انیس کس سچائی کی بات کر رہا تھا۔وہی سچائی جسکے لیے انیس نے مجھے کہا کہ میں خضر بھائی کو تم سنگ لڑنے سے روکوں۔کونسے مزید کارنامے کر رکھے ہیں بتاو؟"

وہ اسکی لاعلمی سے یہ تو سمجھ گیا کہ ابھی وہ زیادہ کچھ نہیں جانتی، مہویر نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا تو وہ خفا سی بیٹھی تو مہویر بھی اک جنٹل مین فاصلہ بنا کر بیٹھ گیا۔

"تم یہ سب چھوڑو، انیس تمہیں بتادے گا۔ تمہیں کچھ اور جاننا چاہیے"

وہ اسکی بات ٹالنے پر ٹیک چھوڑ کر بیٹھی۔

"کچھ اور کیا؟"

وہ متجسس تھی۔

"اسکے ہاتھ کا کٹ یاد ہے؟"

مہویر کی آنکھوں میں شرارتی رنگ اترے تبھی عرشیہ کے چہرے کی رنگت بھی بدلی، بھلا وہ کٹس وہ کیسے بھول سکتی تھی، اس کے بعد انیس کی جو حالت عرشیہ نے دیکھی تھی اسی کے بعد تو اسے انیس سے زیادہ والا پیار ہوا تھا۔

"ہاں۔ اب یہ مت کہنا کہ وہ تم نے چوٹ دی تھی"

وہ واحد زخم تھا جسکے بارے انیس نے عرشیہ کو نہیں بتایا تھا کہ کیسے لگا تبھی تو وہ پریشان تھی، ابھی بھی انیس کے ہاتھ پر ان کٹس کے مدھم نشان باقی تھے۔

"نہیں۔ لیکن میری وجہ سے ہوا تھا۔ تب میں نے منائم سے نکاح کیا تھا اور انیس کو یہ بتایا کہ میں نے عاصم المیر ملک کی بیٹی سے شادی کر لی ہے۔"

مہویر نے گردن پھیر کر عرشیہ کو دیکھا جسکی آنکھیں پھیلی ہوئی تھیں۔

"پھر؟ پھر کیا ہوا؟"

وہ شدید بیقرار تھی۔

"میں تھوڑا کمینہ دوست ہوں تو میں نے پرینک کرتے کہہ دیا کہ عرشیہ المیر سے نکاح کیا ہے کیونکہ تب مجھے اسکے تمہارے لیے جذبات کو لے کر تھوڑا شک تھا اس لیے جیلسی دیکھنا چاہتا تھا۔۔۔بس یہ کہنے کی دیر تھی اس نے شیشے کا گلاس اپنے ہاتھ میں دبا کر بھینچ دیا، وہ ایک دم سن ہو گیا تھا اس لمحے یہ سن کر"

عرشیہ نے یہ سن کر زور سے مکا مہویر کی بازو پر دے مارا حالانکہ مہویر کا کندھا زخمی تھا، اس وقت عرشیہ کے پاس کچھ ہوتا تو اٹھا کر اس کلموہے کے سر پر دے مارتی۔

"واقعی کتنے برے ہو تم۔اف میرے اللہ۔تم جانتے تھے ناں اسکا بلڈ نہیں رکتا۔پھر بھی تم نے ایسا گندا مزاق کیا۔آئی ہیٹ یو وولف کے بچے"

وہ بہت زیادہ دکھی ہو کر اسے کوس اٹھی۔

"وولف کے بچے کا کیا قصور ہے لڑکی، جو کہنا ہے مجھے کہو میرے منہ پر۔ بھولو مت اگر میں تمہیں کڈنیپ کر کے علوی کے حوالے نہ کرتا تو تم دونوں کبھی ایک نہ ہوتے۔"

وہ اسے خود بھی اپنے احسان یاد کروا گیا ورنہ یہ لڑکی تو تشدد پر اتر آتی، یہ ایسا معاملہ تھا کہ وہ تھم گئی، آنکھیں بھیگنے سی لگیں۔

"تم نے اسے خون دے کر بچایا نہ ہوتا تو میں تمہارا منہ نوچ لیتی۔ بدتمیز۔"

وہ روہانسی ہو کر منمنائی لیکن دیکھ وہ ابھی بھی مہویر کو شدید عتاب سے رہی تھی۔

"تم اسکا بہت خیال رکھنا۔ وہ اس دنیا کا سب سے اچھا بیٹا، بھائی اور دوست ہے۔ یقیناً شوہر بھی اچھا ہو گا۔ میں نے اسکے ساتھ بہت برا کیا لیکن وہ اف بھی نہیں کرتا انکے معاملے میں جنکو اپنا مان لے۔ پھر وہ بھلے اسے روح تک چھلنی کر دیں۔"

مہویر کی اس بات پر تو وہ بھی آزردہ ہوئی، وہ اپنے بابا سے کتنی تکلیف پاتا تھا لیکن پھر بھی انھیں خود سے دور نہیں کر سکا تھا۔

"تمہارے مشورے کی ضرورت نہیں مجھے۔ تم منائم کو تکلیف دینے کا باعث بنے ہو ناں؟ بتاو۔۔۔ کیوں ہے وہ اس حال میں؟"

عرشیہ کا دل پھر سے ضد پر مچلا کہ وہ ابھی ہی سب سچ جانے۔

"میں خضر کو بتاوں گا، تم بھی جان جاو گی۔"

وہ اب تک اپنے موقف پر ڈٹا تھا۔

"ہمم۔۔ میں خضر بھائی کو کہوں گی تمہیں بہت پیٹیں۔ دیکھنا تم"

عرشیہ نے اپنے دل کا دیرینہ ارمان اگلا تو مہویر نے اسکی طرف دیکھتے سمائل کی۔

"آل ریڈی زخمی ہوں۔ کندھا جلا ہوا ہے۔ دونوں کلائیاں چھلی ہوئی ہیں۔ اور کتنا پٹوانا ہے۔ اسی سے تسکین حاصل کرلو عرشیہ المیر۔ جو تمہیں تکلیف دی اسکا تو ازالہ ہو ہی جائے گا"

وہ اسکے لہجے کے درد اور خالی پن پر اپنا غصہ بھول گئی، یاد رہا تو بس اتنا کہ وہ انیس کا اکلوتا دوست ہے اور اس وقت تکلیف میں ہے۔

"میں تمہیں ایسی جلاد لگتی ہوں کیا وولف؟"

وہ برہم ہوئی۔

"نہیں۔ تم تو اینجل ہو۔ انیس غانم کی اینجل"

وہ فجر سے اسے دیکھتے مسکرایا تو عرشیہ کی آنکھوں میں بھی رحمانہ نرمی آئی۔

"تمہاری اینجل بھی تو منائم ہیں، پھر کیوں تکلیف دی؟"۔

وہ اپنے سوال پر اڑی تھی۔

"اسے تکلیف دینے کے بعد پتا چلا کہ وہ میری اینجل ہے۔ غلطی ہو گئی عرشیہ المیر، بہت بڑی غلطی"

وہ اس قدر افسردہ ہو کر بولا کہ عرشیہ اسکی مایوسی اور خسارہ دونوں محسوس کر سکتی تھی۔

"تمہیں تو تسلی دینے کا بھی دل نہیں کر رہا لیکن بہر حال میں خضر بھائی کو سنبھالنے کی کوشش کروں گی۔ صرف تمہارے اس اچھے ورژن کی وجہ سے اور منائم سے جڑنے کے سبب۔ میں منائم کے پاس جاتی ہوں۔ خضر بھائی آ گئے ہیں تم بات کر لو"

عرشیہ نے اپنے تمام تر غصے کے باوجود اپنی مہربان ذات کا پورا ثبوت دیا اور خضر بھائی کو آتا دیکھے وہ اسے مسکرا کر دیکھتی کمرے کی طرف بڑھ گئی، خضر مما کو گھر چھوڑ آیا تھا، عرشیہ کی وجہ سے وہ کافی ریلکس تھا جب آ کر مہویر کے ساتھ بیٹھا۔

"تمہیں بھی آرام کرنا چاہیے مہویر، بہت تھکے لگ رہے ہو۔ چاہو تو گھر جا کر سو لو کچھ دیر۔ میں اور عرشیہ ہیں یہاں"

خضر نے اپنا ہاتھ مہویر کے ہاتھ پر رکھ کر دباتے اسکی فکر میں مشورہ دیا۔

"نہیں۔ ٹھیک ہوں۔ کچھ بتانا چاہتا ہوں تمہیں خضر۔ یہ ایسی سچائیاں ہیں جو میرے پاس امانت ہیں۔ میں اچانک تم سبکی زندگی میں کیسے آ گیا، اب وقت ہے کہ تم سب کچھ جان جاو۔ اس کھائی میں میں اور منائم کیسے گرے یہ کوئی اتفاق نہیں تھا"

خضر جو کچھ دیر پہلے تک اسکے لیے پریشان تھا، دفعتا تشویشناک کیفیت میں مبتلا ہو کر مہویر کے منہ کی طرف دیکھنے لگا۔

"کیا بتانا ہے۔ کیا ایسا کچھ راز بھی ہے۔ دیکھو پہلے ہی دل چھوٹا چھوٹا اور جذباتی ہو رہا ہے۔ اسے مزید مت دہلاو بھائی"

خضر نے زرا سا رخ مہویر کی جانب پھیر کر جیسے قبل از وقت ہی تمہید باندھی، جبکہ مہویر کو شدید رنج گھیر گیا کہ وہ اسکے کمزور پڑتے دل پر سخت وار کرنے والا ہے۔

"میں یہ بوجھ مزید اپنے دل پر برداشت نہیں کر پا رہا، میں تھک گیا ہوں۔ سب جانتے ہیں سچائی صرف تم رہ گئے۔ منائم اس حال میں میری وجہ سے ہے خضر"

مہویر کی ایک بار پھر سرخ ہوتی آنکھوں کے سنگ اس انکشاف پر خضر نے ناسمجھی سے مہویر کی ان درد میں ڈوبی آنکھوں کو دیکھا۔

"تمہاری وجہ سے؟ یہ مزاق کا وقت ہے کیا بھائی۔ میں جانتا ہوں جس طرح شادی ہوئی، تم اس سے چڑتے تھے کہ وہ تم پر مسلط ہوئی لیکن یہ جو مہویر میرے سامنے بیٹھا ہے یہ میری بہن سے پیار کرتا ہے۔ تمہاری آنکھوں میں اس کے لیے شدت بھری محبت ہے، میں نے دنیا دیکھی ہے مہویر

میثاق، میں آنکھوں کو پڑھنا جانتا ہوں۔ وہ بھلا تمہاری وجہ سے اس حال پر کیوں آئے گی۔ بولو"

خضر کا خود پر ایسا مضبوط اعتبار توڑنا آسان نہیں تھا، مہویر جانتا تھا یہ اعتبار اک بار ٹوٹے تو دوبارہ نہیں جڑتا پھر بھی وہ یہ سب بتائے بنا نہیں رہ سکتا تھا، اسے خضر سے مزید کچھ نہیں چھپانا تھا۔

"کیونکہ میں اس کھائی کے پاس اسے دھکیلنے کے لیے گیا تھا، نا صرف اسے وہاں جھونک کر مارنا چاہتا تھا بلکہ تمہارے کانسرٹ میں آگ لگانے کا بھی میں نے آرڈر دیا تھا۔"

خضر نے ہنس کر مہویر کو دیکھا، یہ بھلا کوئی مزاق کا وقت تھا، خضر کی آنکھیں انگارے میں بدلیں جب اس نے مہویر کی آنکھوں میں نمی دیکھی۔

"ت۔۔ تم مجھے اور منائم کو مارنا چاہتے تھے؟ نہیں۔ تم جھوٹ بول رہے ہو۔ تم ہمیں کیوں مارو گے۔ ہم نے تمہارا کیا بگاڑا تھا۔ بولو؟"

خضر کو اب بھی یقین نہ آ رہا تھا کہ یہ سب سچ ہے یا سچ ہو سکتا ہے، مہویر نے اسے سب سچ بتا دیے، خضر کے لیے یہ سب سن کر اسے برداشت کرنا ممکن نہ تھا، کوئی اتنا برا آخر کیسے ہو سکتا ہے، اور کوئی ایسا جس پر ہم ٹوٹ کر اعتبار کرنے لگیں، خضر کی آنکھیں بھی یہ سب سن کر غصے اور تکلیف سے بھیگ گئیں، وہ سن ہو گیا تھا، جیسے اسکی ساری حسیں مفلوج ہو گئی ہوں۔

"منائم کو ہوش آ گیا"

عرشیہ کے باہر آ کر بتانے پر وہ دونوں ہی جیسے اس اذیت و تکلیف کے ٹرانس سے جھٹکے کے سنگ نکلے جبکہ عرشیہ تو دونوں کی سرخ آنکھیں دیکھ کر خوفزدہ ہوئی۔

مہویر اٹھا، وہ دیوانہ وار اندر کمرے کی طرف گیا، اس سے پہلے خضر بھی اٹھ کر جاتا، عرشیہ اسکی راہ میں حائل ہوئی۔

"رک جائیں خضر بھائی۔ اسے منائم سے ملنے دیں بھلے پھر یہ ملنا آخری ہی کیوں نہ ہو۔ پلیز"

وہ آنکھوں میں تیرگی سی بھرے تاسف سے درخواست کرتے بولی تو خضر نے عرشیہ کے ہاتھ پکڑ کر جھٹکے اور دلبرداشتہ سا وہ وہاں سے باہر کی طرف چلا گیا، عرشیہ نے اک نظر خضر کو آنکھیں رگڑ کر وہاں سے جاتے دیکھا اور پھر اس کمرے کے دروازے کی طرف دیکھنے لگی جہاں مہویر میثاق گیا، وہ جیسے ہی کمرے میں داخل ہوا، ڈاکٹر اور نرسیز منائم کے ارد گرد تھے، نرس نے اسے ہلکی سی ٹیک لگواتے بٹھایا تھا لیکن وہ سر کے درد سے بری طرح نڈھال تھی۔

"منائم۔۔۔۔"

وہ اسے تڑپ کر پکارا تو منائم نے کھلتی بند ہوتی آنکھوں کے بیچ دروازے کی طرف دیکھا، ڈاکٹر نے منائم کو کچھ پین کلر انجیکٹ کیے اور مہویر کی طرف پلٹے جسکی ساری جان اسکی آنکھوں میں سمٹ سی آئی تھی۔

"ابھی ایک دم وہ بول نہیں سکے گی لیکن اللہ کا شکر ہے اب منائم خطرے سے باہر ہے۔ کوشش کرنا اچھی بات کرو۔ ابھی کچھ بھی پرانا دہرانے کی ضرورت نہیں۔ یہ اسکے لیے ابھی خطرہ بن سکتا ہے"

مہویر نے ڈاکٹر کی بات تو سنی ہی نہیں، بس وہ منائم کو دیکھ رہا تھا جسکی کھلی آنکھیں مہویر کو اپنی زندگی کی اکلوتی آسانی لگیں۔

"تھینکیو سو مچ۔۔۔"

مہویر نے ممنون ہوتے ڈاکٹر کو دیکھتے کہا اور ڈاکٹر بھی مہویر کا شانہ تھپک کر وہاں سے چلا گیا، دونوں نرسیں بھی کچھ ہی لمحوں بعد کمرے سے نکلیں، وہ مہویر کو دیکھتے ہوئے اپنی نظریں جھکا گئی جیسے اسے دیکھنا ہی نہ چاہتی ہو۔

"مجھے پتا تھا تم جلدی آنکھیں کھول لو گی۔۔۔مجھے تکلیف میں نہیں دیکھ سکتی تم"

وہ اسکے پاس من وزنی قدم بڑھائے بیٹھا مگر وہ گم صم سی تھی، شاید ابھی اسکے سر میں شدید درد تھا، یا شاید وہ ابھی کسی کو اچانک پہچاننے سے قاصر تھی۔

"میری پیاری سی منائم! تم ٹھیک ہو؟"

وہ اپنا کانپتا ہاتھ بڑھا کر اسکی رخسار سے جوڑتا جیسے اسکو ہوش دلانے کی کوشش میں تھا پر وہ اپنا نیل زدہ ہاتھ اٹھاتی کسی روٹھے بچے کی طرح اسکا ہاتھ پکڑ کر اپنے چہرے سے دور کرنے لگی جیسے وہ نہیں چاہتی تھی وہ اسے چھوئے۔

"مجھے معاف کر دو، میرے سامنے تمہیں اتنی تکلیف دی گئی۔ کیا بہت درد ہے؟"

وہ اسکے درد بھرے تاثرات اور بے حال ہونے کی وجہ سے پریشان ہو رہا تھا۔

"کچھ مت بولو۔ بس مجھے دیکھتی رہو۔ جانتا ہوں درد کے سبب بولنا مشکل ہے۔ ورنہ تم مجھ پر چیخ چلا رہی ہوتی۔ قوت ہاتھ آتی تو میرا گریبان پکڑ کر جھنجھوڑ دیتی۔ تم ٹھیک ہو جاو میں تمہیں سارے موقعے دوں گا۔"

وہ اپنا ہاتھ اسکے ماتھے پر رکھے اسکے درد میں کمی کی دعا کرے اسے مہربان نظروں میں بھرے پاس ہی دنیا و جہاں ہار کر بیٹھا تھا جیسے اسکے سوا مہویر میثاق کی ساری دنیا غیر دلچسپ ہو، منائم نے اس کے چہرے کو کچھ دیر دیکھا پھر آدھے چہرے کی مسکراہٹ دیے منہ پھیر گئی۔

"منہ بھی کتنے پیار سے پھیر رہی ہو۔ دیکھو مر ہی نہ مٹوں تمہاری اس ادا پر، مجھے کتنا تڑپانے کے بعد جاگی ہو۔ پتا ہے تمہیں؟"

وہ اسکے شانوں پر بکھرے کھلے بال ہاتھ پھیر کر سنوارنے لگا جب منائم نے اسکے ہاتھ کو مٹھی میں لیتے خود سے بچگانہ سی قوت سے دور کیا، وہ ناچاہتے ہوئے بھی مسکرا دیا۔

"دیکھنے اور بولنے سے ڈر رہی ہو کیا؟ کہیں میں تمہیں دوبارہ اپنی جان نہ کہہ دوں؟ ہے ناں؟"

مہویر کی جھک کر کی گئی سرگوشی پر وہ فوراسے پھیری نظریں مہویر پر جما گئی۔

"ہاں جان۔ تم میری جان بن ہی گئی ہو"

وہ منائم کی آنکھوں میں جمع سرخی اور آنسو دیکھتے مزید جھک کر اسکی دونوں درد کرتی آنکھیں چوم گیا۔ یہ الگ بات کے پھر بھی اسکے آنسو اسکی آنکھوں سے بہتے رخساروں پر لکیریں بنا گئے، وہ اسکے مزید قریب ہو کر بیٹھا، اسکو اپنے بازووں میں بھرتے اپنے سینے لگا گیا، وہ چپ چاپ اسکے سینے لگی تھی

کیونکہ مہویر کی گرفت بے حد نرم و ملائم تھی، اپنا سر اسکے شانے پر تھک کر ٹکا لیتے منائم نے بڑی مشکل سے سانس بھرے، اسکا سانس تیز ہونے لگا تو مہویر نے اسے خود سے دور کرتے تکیے سے ٹیک لگوائی، اسکی آنکھوں سے بہتے آنسو ہاتھوں سے پونچھے۔

"یہ درد وقتی ہے۔ جو دائمی ہے وہ ہماری محبت ہے۔ تم کچھ تو بولو منائم، ی۔ یہ مت کہنا کہ تمہیں میں یاد نہیں۔ میں برداشت نہیں کر سکتا کہ میری بیوی مجھے بھول گئی۔ ہاں یاناں میں کچھ تو جواب دو"

منائم نے لب کھولنے کی کوشش کی مگر آواز جیسے حلق میں اٹک گئی۔ سانس کی بے ترتیبی اب بھی قائم تھی۔ اس نے آنکھیں بند کیں، جیسے لفظ ڈھونڈ رہی ہو۔

"نہیں، ایسے مت کرو۔ پلیز ایسے مت دیکھو مجھے۔ کچھ کہو۔ ڈانٹ دو، مار لو مگر یوں خاموش مت رہو۔"

منائم کی پلکیں کانپیں جب اس شخص نے تکلیف سے التجاء کی۔

عرشیہ چلتی ہوئی دروازے تک رکی تو اس کی آنکھوں نے منائم کی بدحواسی بھی دیکھی اور مہویر میثاق کی دیوانگی بھی، وہ بھی رو پڑی تھی۔

منائم نے بہت آہستگی سے اپنی انگلیاں ہلائیں، انکو مہویر کی کلائی تک پہنچانے میں بھی جیسے اس لڑکی کی پوری طاقت لگ گئی ہو۔ انگلیاں اس کی جلد سے ٹکرائیں اور وہیں ٹھہر گئیں، وہ سر درد سے جھکا گئی۔

"م۔۔ مہویر۔۔۔ م۔ مجھے د۔۔ درد ہو رہا ہے۔۔"

وہ ہچکی سی بھرے جس طرح کپکپاتی آواز کے ساتھ بولی، مہویر نے اسکا سر چومتے اسے اپنے سینے لپٹایا۔

"میں یہیں ہوں۔ پین کلر انجکشن دیا ہے ڈاکٹر نے۔ ابھی تمہیں آرام آ جائے گا۔ لیکن مجھے پکار کر جو آرام و سکون تم نے مجھے دیا اس کا مقروض

رہوں گا۔ میں یاد ہوں تمہیں۔۔۔ ہمارا رشتہ، ہماری محبت یاد ہے تمہیں؟ بتاو"

وہ اس کے لیے بہت زیادہ پریشان تھا، منائم سے کچھ بولا نہ گیا تو مہویر نے اسے لیٹاتے ہوئے اسکے سر کو تکیے پر آہستگی سے رکھا، وہ گہرے سانس لیتی روتی ہوئی مہویر کو دیکھ رہی تھی۔

"م۔ مہویر۔۔۔۔"

وہ ہچکی کے سنگ اسکا نام پکاری، وہ دواوں کے اثر میں پھر سے ڈوب رہی تھی، خضر نے مما کو کال کر دی تھی، محراب بھی منائم کے ہوش میں آنے کر سن کر فوری واپس آ گئیں، خضر نے مما کے آنے تک خود کو سنبھال کر رکھا، محراب بیس منٹ میں واپس پہنچ آئیں۔

محراب جب کمرے میں داخل ہوئیں تو منائم دوبارہ دواؤں کے اثر میں ڈوب چکی تھی۔ اس کی سانسیں باقاعدہ تھیں مگر چہرہ بے حد کمزور لگ رہا تھا، کمرے کی خاموشی میں سب کے دلوں کی دھڑکنیں زیادہ نمایاں تھیں۔

مہویر اسکے پاس جھکا بیٹھا تھا، جیسے کسی مقدس امانت کی رکھوالی کر رہا ہو۔ عرشیہ دروازے کے قریب کھڑی تھی، انیس کا بند نمبر، منائم کی حالت، محراب کی سسکیاں اور مہویر کی ٹوٹی حالت، سب اس کے اعصاب پر بوجھ بنے ہوئے تھے۔

وہ پلٹی ہی تھی کہ کوریڈور میں بھاری قدموں کی آواز گونجی

"بھائی"

اس سے پہلے وہ خضر کو روکتی، وہ عرشیہ کو اپنی راہ سے پیچھے دھکیلتا دروازہ کھول کر کمرے میں داخل ہوا، مہویر کو اس نے جب منائم کے پاس بیٹھے دیکھا تو خضر ملک کے پورے وجود کو آگ سی لگی۔

"میری بہن کو چھونا دور، اسکے آس پاس بھی نظر مت آنا تم۔ گھٹیا آدمی تمہارا اب سایہ بھی منائم پر نہیں پڑنے دوں گا۔"

وہ لپک کر مہویر تک آیا، اسے بازو سے دبوچ کر منائم کے پہلو سے اٹھایا تو محراب بھی اٹھ کھڑی ہوئیں۔

"خضر! تم غلط کر رہے ہو"

مہویر نے اسے یہ سب کرنے سے روکا مگر خضر نے اسکو گریبان سے دبوچ کر منائم کے کمرے سے باہر دھکیل کر بری طرح دھکا دیا کہ مہویر کچھ قدم دور جا لہرایا۔

"دوبارہ میری بہن کے آس پاس دیکھائی بھی دیے تو میں تمہاری جان لے لوں گا۔ مر گئے تم ہم دونوں کے لیے۔ دفع ہو جاو"

خضر کی آواز فلک بوس کی دیواروں سے ٹکرائی تھی، اتنی سخت، اتنی نفرت انگیز کے اسکے غم و غصے پر مہویر سمیت محراب کی بھی آنکھیں سرخ ہو

گئیں، عرشیہ بھی جیسے خضر جیسے پر سکون انسان سے ایسا سب امید نہ کر رہی تھی، ششدر رہ گئی۔

"مجھے میری منائم سے کوئی دور نہیں کر سکتا۔ تم بھی نہیں خضر ملک، میں جانتا ہوں تم غصے میں ہو۔۔۔"

اس سے پہلے مہویر کی بات مکمل ہوتی، خضر نے دوبارہ مہویر کا گریبان نفرت سے دبوچا۔

"غصہ؟ نفرت کہو اسے۔ نکلوا بھی درندے"

خضر کے چیخنے پر محراب اور مہویر دونوں بے بس تھے تبھی عرشیہ کو ہی ہمت کرنی پڑی۔ "خضر۔ بھائی۔۔ میری طرف دیکھیں"

اس سے پہلے خضر اسکی جان لے لیتا، عرشیہ سکے پکارنے پر خضر کی مہویر کے گریبان پر موجود پکر لوز ہوئی، وہ مہویر کو مجبوراً پرے جھٹک گیا۔

"مانا وہ بہت برا سہی پر وہ منائم سے محبت کرتا ہے، اسکو اب کی حالت پر پرکھیں۔ اس نے کیا بتایا میں نہیں جانتی لیکن وہ آپکی جانب سے ایسا رویہ ڈیزرو نہیں کرتا۔ کچھ تو اچھا بھی کیا ہو گا مہویر میثاق نے۔ اس وقت منائم کو جتنی آپکی ضرورت ہے اتنی مہویر کی ہے۔ یہ وقت ایسے جذباتی فیصلوں کا نہیں۔ یہ اختیار منائم کے پاس ہے کہ وہ مہویر کو سزا دے۔ آپ رحم کھائیں۔ اسکی حالت دیکھیں ایک بار"

عرشیہ نے بہت دکھ اور تکلیف کے سنگ التجاء کی تھی، محراب کی بھی آنکھوں میں آنسو تھے اور خضر نے بھی نفرت سے مہویر کی طرف دیکھا جسکی حالت واقعی قابل رحم تھی۔

"اس نے میری ہنستی مسکراتی بہادر بہن کو اس جگہ لایا عرشیہ۔ یہ بدلے کے لیے آیا۔ میرے باپ کے کیے میں ہمارا آخر کیا قصور تھا۔ اس بد دماغ نے خود نہیں سوچا یہ کیا کر رہا ہے۔۔ میرے اور میری بہن کے جذبات سے کھیلنے کا اسے کس نے حق دیا آخر عرشیہ۔ اگر منائم مر جاتی تو کیا ہم میں سے

کوئی کبھی نارمل ہو پاتا۔۔۔اسکے پاس تو بہت بڑا دل ہے، ظاہر ہے کسی کو مارنے کے لیے بڑے جگر کی ضرورت ہے۔۔اسکی اس حالت پر مت جاو۔میرا بس چلے تو میں اسکے سینے سے اسکا دل نکال لوں۔۔۔منائم کی پرواہ نہ ہوتی تو اسے صرف دھکے دینے پر اکتفانہ کرتا۔۔۔"

خضر کی سانس پھول گئی جب اس نے اس آدمی پر اپنا سارا غصہ اور تکلیف نکالی، عرشیہ نے اک آزردہ نظر مہویر پر ڈالی جو یہاں صرف سزا سننے کھڑا تھا، اپنی صفائی میں اسکے پاس اب کچھ بھی نہ تھا۔

"خضر۔۔۔بس میری جان۔۔اسے انسان سمجھو اپنی طرح۔۔وہ بدل چکا ہے۔عرشیہ ٹھیک کہہ رہی ہے۔مہویر کا فیصلہ کرنے کا اختیار منائم کو ہے۔اسے مزید تکلیف مت دو۔وہ اپنے کیے کے گلٹ میں پہلے ہی جل رہا ہے"

محراب بھی آگے آئیں، خضر کو سمجھانے کی کوشش کی پر خضر کے اندر لاوا بھر چکا تھا، مہویر کے لیے اس میں رتی برابر رحم نہ تھا۔

"نہیں مما۔ میری بہن اب مزید کچھ نہیں سہے گی۔ کل ہی طلاق کے کاغذات بنواتا ہوں۔ اس کمینے کی سزا یہی ہے کہ اس سے منائم چھین لی جائے۔ میں طلاق کے حق میں کبھی نہیں تھا، لیکن سب سچ سننے کے بعد میرے پاس اس کی یہی سزا ہے۔ تم اب منائم کو کبھی نہیں دیکھ سکو گے۔۔ دفع ہو جاو۔۔۔ دور ہو جاو میری نظروں سے مہویر۔۔۔۔ تم نے میرا اعتبار توڑا ہے۔ میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گا"

وہ حلق کے بل دھاڑا تھا۔

"طلاق"

خضر کے لفظ فضا میں تیر کی طرح معلق رہ گئے، یہ ایک لفظ نہیں تھا، یہ منائم اور مہویر کے رشتے کی نبض پر رکھا اسکا خنجر تھا۔

مہویر چند لمحے ساکت کھڑا رہا، جیسے سماعت نے کام کرنا چھوڑ دیا ہو، حسیں منجمد ہو گئی ہوں، پھر بہت آہستگی سے اس نے نظریں اٹھائیں۔ آنکھوں میں احتجاج نہیں تھا، صرف تھکن تھی۔

"طلاق؟"

اس نے دہراتے ہوئے یہ گند الفظ کہا۔

"ہاں۔ طلاق مہویر میثاق"

خضر چلایا۔

"یہ فیصلہ تم کرو گے خضر؟"

مہویر کے سوال پر خضر آگے بڑھا، آنکھوں میں وہی لاوا اب بھی تھا۔

"ہاں! تمہیں برباد کر دوں گا"

خضر کی دھمکی پر مہویر کے جبڑے بھینچ گئے۔

"میں برباد ہوں پہلے ہی۔ تکلف مت کرو۔ اپنی حد میں رہو بس۔۔۔ وہ مجھے کبھی نہیں چھوڑ سکتی۔ بند آنکھوں یقین ہے مجھے۔ میرا گلٹ مت بڑھاو میں پہلے ہی جل رہا ہوں"

مہویر کی آنکھیں بے جان منائم پر جمی تھیں۔

"ڈرامہ بند کرو!"

خضر نے چیخ کر کہا۔

"میری بہن موت اور زندگی کے بیچ لٹکی رہی اور تم کہہ رہے ہو گلٹ میں جل رہے ہو؟ جلتے رہو! مجھے تمہاری آگ سے کوئی ہمدردی نہیں!"

خضر کی سفاکیت پر عرشیہ نے بے اختیار قدم بڑھایا۔

"خضر بھائی، بات سن لیں"

وہ تاسف سے منمنائی۔

"تم مت بولو عرشیہ!"

اس کی آواز سخت تھی مگر اس میں اس کے لیے نرمی کا سایہ اب بھی موجود تھا۔

"یہ میرا اور اس کا معاملہ ہے۔"

وہ حقارت سے مہویر کو دیکھتے مزید بولا جسکی آنکھیں جہنم کی طرح جل اٹھی تھیں۔

"خضر، میری جان! رشتے غصے میں ختم نہیں کیے جاتے۔ منائم ہوش میں آئے گی تو کیا چاہے گی؟ یہ بھی سوچ لو۔"

محراب نے خضر کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اک اور کوشش کی۔

خضر کا چہرہ لٹھا سفید ہو گیا ایک لمحے کو، مگر اس نے فوراً خود کو سنبھال لیا۔

"وہ ابھی کچھ سوچنے کی حالت میں نہیں اور میں اسے دوبارہ اس ظالم شخص کے حوالے نہیں کر سکتا۔"

مہویر نے پہلی بار سیدھا خضر کی آنکھوں میں دیکھا وہ بھی دگنی سفاکیت سے۔

"اگر منائم خود کہہ دے کہ وہ مجھے نہیں چاہتی تو میں ایک لمحہ نہیں ٹھہروں گا۔ میں خود چلا جاؤں گا۔ بغیر کسی کاغذ، بغیر کسی ڈرامے کے"

کوریڈور میں سناٹا چھا گیا۔

"مگر فیصلہ تم نہیں کرو گے۔ نہ میں۔"

اس کی آواز میں اب پہلی بار مضبوطی تھی۔

"یہ حق صرف منائم کا ہے۔ تم اسے مجھ سے چھین سکتے ہو، مگر اس کے دل سے مجھے نہیں نکال سکتے۔ سنا تم نے"

اس بار مہویر چلایا تھا، دھاڑا، خضر نے مٹھیاں بھینچ لیں۔

"وہ تمہیں دیکھے گی بھی نہیں!"

خضر نے غضبناک ہوتے چیلنج کیا۔

"پھر بھی انتظار کروں گا، سزا دینی ہے تو دو۔ نفرت کرنی ہے تو کرو۔ مگر مجھے اس کے فیصلے سے پہلے مجرم ٹھہرا کر زلیل مت کرو۔ ابھی تمہارے پاس یہ حق نہیں خضر"

مہویر کے آئینہ دیکھانے پر خضر نے تلخی سے ہنکارا بھرا۔

"تم نے ہمارا اعتبار توڑا ہے مہویر اور ٹوٹا ہوا اعتبار دوبارہ نہیں جڑتا"

یہ سن کر مہویر کی آنکھوں میں نمی ابھری۔

"میں نے سب کچھ کھو دیا خضر۔ اگر منائم بھی چلی گئی تو میرے پاس ک۔ کچھ نہیں رہے گا۔ میرے ساتھ یہ مت کرو"

مہویر کی تکلیف نے عرشیہ اور محراب کو رلا دیا تھا تو خضر کا کلیجہ بھی پسیجا پڑا تھا۔

"یہ تمہیں پہلے سوچنا چاہیے تھا۔ اب وہ تمہیں نہیں پکارے گی"

خضر کی آواز پھر بلند ہوئی لیکن یہ خضر کی غلط فہمی تھی کیونکہ وہ لڑکی گہری گہری سانس لیتی، سخت تکلیف کے باوجود بھی بس مہویر کو دیکھ اور اسے ہی پکار رہی تھی۔

کمرے میں مشین کی بیپ تیز ہوئی، سب چونک کر دروازے کی طرف دیکھنے لگے۔

عرشیہ کا دل زور سے دھڑکا، وہ پیچھے کو پلٹی۔

"منائم ــــ"

محراب سب سے پہلے اندر کی طرف دیوانہ وار دوڑیں۔

ایک لمحے کے لیے سب کا غصہ، سب کے تابناک الفاظ، سب کی انا، ہوا میں معلق سی ہو گئی۔

کیونکہ جس کے نام پر یہ جنگ ہو رہی تھی وہی زندگی اور موت کے بیچ ایک بار پھر لڑ رہی تھی۔

مہویر بے اختیار دروازے کی طرف بڑھا مگر خضر نے بازو پھیلا کر راستہ روک لیا۔

"م۔ مہویر۔۔۔۔ مت کہیں انکو کچھ ب۔ بھائی۔۔۔۔ مہویر"

وہ سسک کر دروازے کی طرف دیکھتی مہویر کے لیے منت کرا اٹھی، خضر نے اک نظر منائم کو دیکھا پھر دوسری نظر مہویر پر ڈالی جو بس گر کر مسمسار ہوتا گھن کھایا وجود لگ رہا تھا۔

"تم نے کہا وہ نہیں دیکھے گی، وہ پکارے گی بھی نہیں۔ دیکھو خضر وہ دنیا جیسی ظالم نہیں ہے میرے لیے۔ پلیز مجھے اسکے پاس جانے دو۔ میں ہر سزا کے لیے تیار ہوں بس مجھے اسکے قریب رہنے دو"

مہویر کے یقین پر خضر کی آنکھوں کی جلن بڑھ گئی، منائم کی سانس اکھڑنے لگی تھی، ڈاکٹر اور نرسیز کمرے میں آئے تو خضر اور مہویر راہ سے ہٹے، نرسوں نے محراب اور عرشیہ کو بھی کمرے سے باہر جانے کا کہا لیکن ان چاروں کی آنکھوں میں اس وقت جان نہ تھی۔

"دیکھا۔ تمہاری وجہ سے وہ پھر سہہ رہی ہے۔ کیسی جونک ہو تم مہویر۔ کیا حال کر دیا تم نے اسکا۔"

خضر نے ایک بار پھر نفرت کے سنگ مہویر کا گریبان دبوچا، عرشیہ اور محراب دروازے سے لگی تھیں، منائم کو بچانے کی کوشش کی جا رہی تھی، ڈاکٹر اور نرسیں بہت افراتفری میں لگ رہے تھے۔

"بس کریں بھائی۔ کیا پتا وہ اسی کی وجہ سے سانس لے پا رہی ہوں۔ بس کریں خدا کے لیے۔"

عرشیہ کی برداشت بھی جیسے دم توڑ چکی تھی، خضر کو پکڑ کر اس نے بہت مشکل سے مہویر سے دور کیا، کوئی آخر کتنا سہہ سکتا تھا، خضر نے حقارت سے نظریں پھیریں، عرشیہ نے مہویر کی طرف بڑھتے اسکی طرف دیکھ کر تسلی دیتی نظروں سے دیکھا۔

"اسکی وجہ سے کوئی کیسے سانس لے سکتا ہے عرشیہ۔ اس نے منائم کو مارنے کی کوشش کی۔ اوہ میرے خدا میرے دماغ کو بچا لے ورنہ آج یہ پھٹ جائے گا"

خضر کی بے بسی بھی جیسے ان سبکا دل دکھا رہی تھی، مہویر کے تو قدموں میں جان ہی نہیں رہی تھی، وہ دیوار کا بمشکل سہارا لے کر کھڑا ہو سکا تھا، عرشیہ

کو سمجھ نہ آیا وہ کس کو دیکھے، کس کو سنبھالے، محراب الگ روئے جا رہی تھیں۔

"یا اللہ مجھے ہمت دے۔ انیس۔۔۔ تم کہاں ہو اللہ کے بندے"

وہ بھی جیسے تھک گئی، اس وقت زمین پیروں سے نکلی ہوئی تھی، کوئی بھی تسلی، یا سکون بھر الحہ میسر نہیں تھا، نا جانے کیا ہونے والا تھا، خدا ہی جانتا تھا۔

.._____..

سڑک پر رات اتر رہی تھی، سرد ہوا کار کے شیشوں سے ٹکراتی تو عدین مزید جوش سے یمل کو آئس کریم کے فائدے گنواتا۔ یمل بس مسکرا دیتا، جیسے اسے اندازہ ہی نہ ہو کہ آنے والا لمحہ اس کی ہنسی چھین لینے والا ہے، عدین نے آئس کریم گاڑی میں ہی منگوالی جس سبب یمل کو گاڑی سے نکلوانے کا ابتدائی ابراہیم علوی کا پلین کینسل ہوا۔

دونوں مزے سے آئس کریم کھا رہے تھے، ابراہیم علوی کی آنکھوں میں تشویش تھی کیونکہ اسے اب کام مکمل کرنا تھا جو ڈیل ہوئی۔

علوی مینشن کی طرف گامزن ہونے کے دوران اچانک ابراہیم علوی نے گاڑی ایک سنسان سے پٹرول پمپ پر موڑ دی، یہ پٹرول پمپ مینشن کے لگ بھگ بیس منٹ کے فاصلے پر تھا۔

"بابا، یہاں کیوں گاڑی روکی ہے؟"

عدین نے چونک کر ارد گرد کا جائزہ لیتے پوچھا۔

"بس فیول کم ہے، دو منٹ لگیں گے۔ تم لوگ بیٹھے رہو۔ میں ابھی آیا"

ابراہیم نے بناوٹی اطمینان سے عدین کو بتاتے کہا اور گاڑی روک دی۔

پمپ تقریباً خالی تھا، دور ایک بوسیدہ سی وین کھڑی تھی جس کے شیشے کالے تھے۔ یمل کے دل میں انجانی سی کپکپی دوڑی، مگر وہ کچھ بول نہ سکا کہ اسکی

چھٹی حس کو کچھ غلط ہونے کا احساس ہوا ہے، وہ خوامخواہ عدین کو فکر مند کرنا نہیں چاہتا تھا۔

ابراہیم نے گاڑی سے نکل کر پٹرول پمپ کی طرف جاتے موبائل پر سرسری نگاہ ڈالی، انکے بینک اکاؤنٹ میں کثیر مطلوبہ ڈیل والی رقم آچکی تھی۔ اس شخص کے ہونٹوں پر ایک خفیف مسکراہٹ آئی۔ اسی لمحے وین کا دروازہ کھلا اور دو نقاب پوش آدمی تیزی سے ان کی گاڑی کی طرف بڑھے۔

سب کچھ پلک جھپکنے میں ہوا۔

پچھلا دروازہ جھٹکے سے کھولا گیا اور ایک مضبوط ہاتھ نے یمل کی کلائی دبوچ لی۔

"چلو باہر!"

کرخت آواز یمل اور عدین کے سروں پر ہتھوڑی سی گونجی۔

"ارے! کون ہو تم لوگ؟ کیا کر رہے ہو؟ چھوڑو اسے!"

عدین نے فوراً یمل کو اپنی طرف کھینچا، وہ ان نقاب پوشوں سے خوفزدہ تو تھا پر اس وقت اچانک دوست کے لیے ہمت آ گئی۔

وہ آدمی یمل کو زبردستی گاڑی سے گھسیٹ کا نکالتے پھنکارا تو عدین نے بھی چیخ مارتے گاڑی کا دروازہ کھولا اور باہر نکلا۔

"عدین۔ دور رہو ان سے۔۔ یہ یقینا انکل کے لوگ ہیں۔۔ دور رہو یہ تمہیں نقصان نہ دیں"

یمل اس آدمی کی پکڑ میں دلخراش چلایا مگر عدین نے اس دوسرے نقاب پوش آدمی کی طرف بڑھتے اچھل کر اپنے بوٹ سے اسکے منہ پر کک ماری۔

"عدین۔۔۔ مت چھونا اسے۔۔۔"

یمل کا دل حلق میں آ گیا جب وہ کک کھا کر مزید طیش میں آتا دوسرا آدمی عدین کی طرف بڑھا۔

"کتے۔۔ چھوڑ میرے دوست کو۔۔ کون ہے تو"

عدین نے اپنی طرف بڑھتے دوسرے نقاب پوش کو دیکھتے نفرت سے للکار کر کہا، جبکہ دوسرے آدمی نے کس کر یمل کو دبوچ رکھا تھا۔

دوسرے آدمی نے غصے سے عدین کو بازو سے پکڑا اور پوری قوت سے دھکا دیا، عدین کو کچھ نہ کہنے کے آرڈرز نہ ہوتے تو وہ عدین کو بھی پھڑکا دیتا۔

عدین کا سر بابا کی گاڑی کے دروازے کے کنارے سے زور سے ٹکرایا، ایک بھاری سی حلق سے نکلی آواز کے ساتھ وہ زمین پر گرا، پیشانی سے خون کی باریک لکیر بہنے لگی۔

"حرام زادے۔ منع کیا تھا میرے بیٹے کو آنچ نہ آئے"

ابراہیم جو پٹرول پمپ میں چھپ کر کھڑے یہ سب دیکھ رہے تھے، جب اپنی اولاد تکلیف میں آئی تو تڑپ اٹھے۔

"عدین!"

یمل چیخ اٹھا اور خود کو چھڑانے کی کوشش کی، مگر اس آدمی کی گرفت سخت تھی۔

"ایک کو اٹھاؤ، دوسرا خود بخود سیدھا ہو جائے گا!"

ایک اغوا کار نے جلدی میں کہا اور یمل کو گھسیٹتے ہوئے وین کی طرف لے جانے لگا۔

اسی لمحے پٹرول پمپ کے داخلی راستے سے ایک گاڑی تیزی سے اندر آئی اور بریک کی چرچراہٹ کے ساتھ رکی۔

وہ پہلے ہی شک میں پیچھا کر رہا تھا، یمل کو اس آدمی کے شکنجے میں دیکھنے کا منظر دیکھتے ہی علیم کی آنکھوں میں چمک آئی، جیسے شک یقین میں بدل گیا ہو۔

وہ گاڑی سے اترتے ہی پوری رفتار سے اپنی گن لوڈ کرتا آگے بڑھا۔

ایک اغوا کار نے یمل کو وین میں دھکیلنے کی کوشش کی ہی تھی کہ علیم نے اس کے بازو پر اپنی گن کے پچھلے حصے سے ایسا وار کیا کہ اس کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی، یمل زمین پر لڑکھڑا کر گرا مگر آزاد ہو گیا۔

"ہاتھ مت لگانا بچوں کو!"

علیم خان کی گرج دار آواز گرجی۔

دوسرا آدمی علیم پر جھپٹا مگر علیم نے مہارت سے اس کا ہاتھ موڑ کر اسے گاڑی کے ساتھ دے مارا، وہ کراہ اٹھا۔ پہلا اغوا کار سنبھل کر بھاگنے لگا، علیم نے اس کی جیکٹ پکڑ لی مگر وہ کپڑا چھڑا کر وین میں کودا۔

"ڈرائیو!"

اندر سے آواز آئی۔

وین دھواں چھوڑتی ہوئی تیزی سے وہاں سے نکل گئی۔

علیم نے ایک لمحہ ان کا پیچھا کرنے کو سوچا مگر فوراً پلٹا، زمین پر عدین بے ہوشی کے قریب تھا اور یمل سہم کر اس کے پاس بیٹھا تھا۔

"عدین، آنکھیں کھولو!"

یمل کی آواز ٹوٹ رہی تھی۔

علیم گھٹنوں کے بل بیٹھا، اس نے فوراً عدین کا سر سنبھالا، خون دیکھ کر اس کا چہرہ سخت ہو گیا۔

"سب ٹھیک ہے، بیٹا، میں ہوں یہاں۔"

یمل کے ہاتھ عدین کے سر سے بہتا خون دیکھ کر کانپ رہے تھے۔

"وہ لوگ! وہ مجھے لے جا رہے تھے..."

علیم نے ایک لمحے کو دور کھڑے ابراہیم علوی کی طرف دیکھا، جو گاڑی کے پاس کھڑے سب دیکھ رہے تھے، چہرے پر گھبراہٹ تھی مگر وہ آگے نہ بڑھے۔

علیم کی نظریں شک سے سکڑ گئیں۔

"اب کوئی تمہیں ہاتھ نہیں لگائے گا۔"

اس نے مضبوطی سے یمل کو حوصلہ دیتے کہا، اور عدین کو اٹھاتے ہوئے گاڑی کی طرف بڑھا۔

دور سڑک پر وین نظروں سے اوجھل ہو چکی تھی مگر کھیل ابھی ختم نہیں ہوا تھا۔

اور علیم خان جانتا تھا، یہ سب محض اتفاق نہیں تھا۔

عدین کو وہ قریبی ہوسپٹل لے کر پہنچے، زخم زیادہ گہرا نہیں تھا پر دو سٹیچیز لگے تھے، کٹ لگ گیا تھا، علیم خان نے یمل کو اندر کمرے میں عدین کے پاس بھیجا کیونکہ عدین کو ڈرپ لگی تھی جبکہ خود وہ مودب انداز میں باہر آکر گھبرائے ابراہیم علوی کو دیکھنے لگا جنکی آنکھوں میں عدین کے زخمی ہونے پر اب سرخائی گھلی تھی۔

"آپکو رات کے وقت اس سنسان پٹرول پمپ پر جانے کی کیا ضرورت تھی، وہ تو دو مہینے سے بند پڑا ہے۔ معافی چاہتا ہوں لیکن مجھے کچھ ٹھیک نہیں لگ رہا ابراہیم صاحب۔ کیا کچھ ایسا ہے جو میں نہیں جانتا"

علیم کے لہجے میں صاف نشتر تھا، وہ سیدھا سبھاو ابراہیم کو شک کی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

"میں نہیں جانتا تھا وہ پٹرول پمپ بند ہے، ہو گئی غلطی۔ اب اک متنازعہ بچہ گھر میں رکھیں گے تو یہ سب تو ہو گا۔ بہت ان لکی ہے یہ یمل میرے عدین

کے لیے۔ جلدی چلتا کرنا چاہیے اسے گھر سے۔ میرے بچے کا سر زخمی کر دیا اس مردود نے۔ اور جسے وہ اٹھانے آئے تھے وہ بلکل سلامت ہے"

ابراہیم علوی کا لہجہ نہ صرف لڑکھڑا رہا تھا بلکہ وہ علیم خان سے نظریں بھی نہ ملا پا رہے تھے۔

علیم خان نے مزید کچھ نہ پوچھا اور نرس کو عدین والے کمرے کے باہر رہنے کا کہے وہ باہر نکلا، اس نے بس تسلی کرنے کو ابراہیم صاحب کی پارکنگ میں کھڑی گاڑی چیک کی، فیول اتنا فل تھا کہ سو کلو میٹر مزید جایا جا سکتا تھا، علیم خان نے تشویش کے سنگ ماتھا سہلاتے انیس کا نمبر ڈائل کیا مگر انیس کا نمبر بند تھا، پھر عصر کو کال کی تو اس نے بھی ریسیو نہ کی۔

وہ انیس کو جانتا تھا، بنا کسی وجہ انیس نے کبھی اپنا نمبر بند نہیں کیا تھا تبھی تو علیم کو نئی تشویش گھیر چکی تھی۔

جبکہ عدین کے چہرے پر اطمینان اور ہونٹوں پر مسکراہٹ دیکھ کر یمل اسکے پاس ہی بیٹھا اور اسکا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا، یمل کی آنکھوں میں نمی تھی، شکر گزاری تھی۔

"تم نے میرے لیے ان سے کیوں بعث کی۔ وہ تمہیں زیادہ نقصان دے دیتے تو عدین۔ میں کیسے خود کو معاف کر پاتا۔ کیا جواب دیتا عرشیہ آپی اور انیس بھائی کو۔ یہ تم نے کیوں کیا یار؟"

یمل کی آواز میں کرچیاں تھیں اور آنکھیں بھیگتی چلی جا رہی تھیں۔

"انکے بحاف پر میں تمہارا محافظ تھا، اگر تمہیں کچھ ہو جاتا تو سوچو میں کیا جواب دیتا ان سبکو۔ ڈرو مت، بھیو نے مجھے ایسے منحوسوں سے نمٹنے کے سارے گر سیکھا رکھے ہیں۔ ہاں پہلے میں ان کو اپلائے کرنے سے ڈرتا تھا لیکن اب لگتا ہے میرے اندر پاور آگئی ہے۔ اب تو میں اپنے بھیو کا باڈی گارڈ بھی بن سکتا ہوں۔ ہی ہی"

یمل نے اسکی مسکراہٹ دیکھی پھر بے اختیار عدین کو گلے لگالیا، اس نے اپنی پوری زندگی برے لوگ ہی دیکھے تھے، عدین ویسا نہیں تھا، اسے عدین کے لیے بہت ڈر لگا تھا جب ان لوگوں نے عدین کی طرف قدم بڑھائے۔

"میں تمہارا یہ دوسری بار مقروض ہوا ہوں عدین۔ تھینکیو۔ میں تمہاری یہ دوستی کبھی کھونا نہیں چاہوں گا۔ مجھے پہلی بار کوئی دوست ملا وہ بھی بہت اچھا۔ دعا کرو مجھ میں بھی پاور آجائے۔ پھر میں بھی تمہاری حفاظت کر سکوں۔۔ کیا زیادہ درد ہے؟"

وہ عدین کے لیے پریشان تھا، عدین نے اسکے ہاتھ پر ہاتھ دباتے سمائل کی۔

"بلکل درد نہیں ہے۔ شیروں کو درد نہیں ہوتا۔ ہلکی سی تو چوٹ ہے۔ وہ بھی میں نہ گرتا اگر سامنے ڈبل سانڈ نہ ہوتا۔ کھوتا کہیں کا، اتنا بڑا تو اس کا پیٹ تھا۔ سلم ہوتا ناں میں نے یوں کر کے اٹھا کر اسے پھینکنا تھا"

عدین نے ایکشن مارتے جس طرح اٹھا کر پھینکنے کا بتایا، یمل بھی تمام تر فکر و پریشانی ہنس پڑا۔

"بابا کی جان! ٹھیک ہو۔ مجھے معاف کر دو میری وجہ سے یہ ہوا۔ میں نہ گاڑی روکتا نہ یہ ہوتا"

ابراہیم بھی اپنی شرمندگی اور خوف جھٹکتے اندر آئے تو عدین سمیت یمل بھی متوجہ ہوا۔

"نہیں انکل۔ وہ لوگ میرے پیچھے تھے۔ میں آپ سے شرمندہ ہوں کہ عدین کو یہ تکلیف پہنچی۔ آئی ایم رئیلی سوری"

یمل نے خود ہی ساری ذمہ داری خود پر لی، ابراہیم کی نظروں میں یمل کے لیے سرد مہری تھی، یمل کو بھی تھوڑا عجیب لگا پر اس نے اسے فطری جذبہ سمجھا کہ ایک باپ شاید فکر میں برہم ہے۔

"آپ دونوں بے فکر ہو جائیں یار۔ میں بلکل ٹھیک ہوں۔ یہ ڈرپ ختم ہو تو ہم چلتے ہیں مینشن۔"

عدین نے انکی اتری شکلیں دیکھتے خود ہی مسکرا کر انھیں بے فکر کیا، جبکہ کسی کال پر ابراہیم کمرے سے نکلے تو علیم خان سے ٹکراتے بچے، وہ بھی انکی یہ بوکھلاہٹ بڑی مشکوک نگاہوں سے پرکھ رہا تھا۔

علیم خان نے اپنی آنکھوں میں فوری نرمی لائی، یمل اٹھا اور اداس سا وہ علیم خان سے لپٹا، اگر علیم نہ آتا تو شاید وہ پھر سے ان گندے لوگوں کے پاس پہنچ جاتا، علیم خان نے اسے خود میں بھینچ لیا جبکہ عدین کی آنکھوں میں بھی اپنے اس پیارے اور پھرتیلے پہلوان گارڈ کے لیے ڈھیڑ ساری ممنونیت چھلکی۔

"بس بس چھوٹی دنیا۔ اتنا بھی کیا ایموشنل ہونا۔ جب تک میں ہوں، تم دونوں کو کچھ نہیں ہو گا۔ پرسکون ہو جاو۔ فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔"

یمل کو حوصلہ دینے کے ساتھ علیم خان کی رشک و فخر بھری نظریں اس بستر پر نیم دراز بیٹھے چھوٹے ڈان پر بھی گئیں، آج تو عدین کو ویسے ہی ہیرو والی فیل آ رہی تھی۔

"علیم بھائی۔ تھینکیو"

اس بار عدین نے بھی شکریہ کہا جس پر علیم نے اسکی گال پیار سے تھپکائی لیکن علیم اس وقت بہت پریشان تھا، ایک طرف اسکا ابراہیم علوی پر شک اور دوسری طرف انیس کے فون کا بند ہونا، لوکیشن ٹریس اس نے کروانے کو دے دی تھی بس علیم اسی کا منتظر تھا، جبکہ ابراہیم کو وہ لوگ اب پیسہ واپس دینے کے بجائے یمل کو آج کے بجائے کل انکے حوالے کرنے کی ڈیمانڈ کر رہے تھے۔

"نہیں کرنا مجھے تم لوگوں کا کام، میرے بیٹے کو چوٹ آئی ہے میں تم لوگوں کا حشر کر دوں گا۔ اپنے پیسے واپس لو اور جان چھوڑو میری"

ابراہیم علوی حلق کے بل فون پر چلائے مگر دوسری طرف سے اب راہ نجات نہ تھی۔

"میری بات سنو! ہیلو"

ابراہیم نے سخت تڑپ کر پکارا لیکن کال کٹ چکی تھی، وہ لوگ اب یمل کو کل اٹھانے والے تھے اور اس بار ابراہیم علوی مجبور تھے انکا ساتھ دینے کو۔

علیم خان نے یمل اور عدین کو اپنی نگرانی میں مینشن پہنچایا، دونوں ہی تھکے تھے تو انھیں انکے کمروں میں پہنچا کر اس نے سونے لیٹایا کیونکہ کھانا بھی وہ راستے میں کھا آئے تھے، جبکہ ابراہیم علوی بھی اپنے کمرے میں جب چلے گئے تو علیم خان نے دو باہر کے گارڈ کو الرٹ کر دیا کیونکہ وہ ابراہیم علوی پر بھروسہ کرنے کی غلطی نہیں کر سکتا تھا۔

.._____..

پوری رات منائم کی حالت کریٹیکل رہی، اسکی ہارٹ بیٹ ہی بحال نہ ہو پائی تھی، یہ رات ان چاروں پر کیسی تکلیف دہ گزری بس وہی جانتے تھے، علیم خان ساری رات انیس کی تلاش پر ہی لگا رہا، پولیس تک کو انفارم کیا کیونکہ جس جگہ انیس کی آخری لوکیشن ٹریس ہوئی وہاں اسکا ٹوٹا فون ملنا مزید خطرے کی علامت تھی، فجر کے قریب ہی عصر کی آنکھ کھلی وہ بھی بنا کسی آلارم کے، وہ اسی طرح دروازے کے پاس بیٹھا تھا، ہڑبڑا کر جاگا پھر خود کو اس جگہ سمجھنے کی کوشش کرتے عصر نے اپنی درد کرتی بیک کو ہاتھ لگاتے دبایا اور دیوار کا سہارہ لیے اٹھا۔

"یا اللہ۔ میں یہیں سو گیا تھا۔ حد ہے لاپرواہی کی عصر زمان"

خود کو کوستے ہوئے وہ وہاں سے کچن کی طرف گیا جسکے ریک پر ہی اسکا پڑا فون الارم سے بج رہا تھا، عصر نے فون تک پہنچ کر اسے بند کیا، تو وہاں عرشیہ اور علیم خان کی مس کالز دیکھ کر عصر کے چہرے کا رنگ اڑا، یہ دونوں اسے کالز کر رہے تھے اور وہ سویا پڑا تھا۔

"سب خیریت ہو"

عصر نے فوری علیم خان کو کال بیک کی جس نے فون اٹھالیا، وہ ابھی مینشن میں آیا تھا، رات بھر تلاش کر کے اب پولیس کے لوگ بھی مایوس ہو چکے تھے۔

"علیم خان! سب خیریت ہے۔ میں دراصل سو گیا تھا۔ فون بھی پاس نہیں تھا۔ بہت معذرت چاہتا ہوں کال نہ اٹھانے پر۔ کیا ہوا ہے؟"

عصر نے مضطرب ہوتے پوچھا کیونکہ اسے عجیب سی پریشانی گھیر چکی تھی۔

"عصر! انیس سر کا کہیں پتا نہیں چل رہا۔ یہاں مینشن سے دس منٹ دور سنسنان جگہ انکا بری طرح ٹوٹا فون ملا تھا، شام آخری کال کی انہوں نے پر بات کے بیچ ہی کال کٹ گئی۔ ابھی پولیس کے لوگ تھانے واپس گئے ہیں۔ مجھے اب کچھ سمجھ نہیں آ رہی۔ ابراہیم علوی نے۔۔۔"

علیم جیسے اپنی تکلیف و بے بسی کہتے کہتے تھم گیا، اسکی آواز بکھری۔

"ابراہیم علوی نے کیا؟ بولو علیم خان"

عصر کی آواز اتنی اونچی ہو گئی کہ فجر بھی اٹھ کر کمرے سے باہر آ گئی۔

"دراصل ہم نے کل یمل کو بازیاب کروایا تھا، وہ مینشن ہی ہے کیونکہ عدین کا دوست ہے۔ لیکن رات کو کچھ ایسا ہوا جو۔۔۔"

علیم کی آواز جیسے دبنے لگی، عصر کو تشویش گھیر گئی جبکہ فجر بھی آنکھیں ملتی ہوئی اسی کی طرف چلی آئی۔

"تم پہلے یہاں آؤ پھر بتاتا ہوں۔ فون پر بتانے والی بات نہیں"

علیم خان کا لہجہ تاسف خیز ہوا۔

"اور عرشیہ کہاں ہیں؟"

وہ سر ہلاتے دوبارہ مستفسر ہوا۔

"وہ اپنے بھائی خضر ملک کے ساتھ شام کو ہوسپٹل چلی گئی تھیں، منائم کے پاس۔ واپس آجانا تھا مگر انکی بہن کی حالت رات بگھڑ گئی۔ وہ بھی انیس سر سے رابطہ نہ ہونے پر پریشان تھیں۔ مجھ سے پوچھ رہی تھیں، میں نے وقتی طور پر کہہ کر تسلی دے دی کہ وہ تھوڑے مصروف ہیں۔ تم پلیز آو یہاں کچھ ٹھیک نہیں ہے"

علیم خان یہ سب اکیلے ہینڈل نہیں کر سکتا تھا، اسکی آواز کے اتار چڑھاو سے اسکی پریشانی و تکلیف عیاں تھی۔

"ٹھیک ہے تم بے فکر رہو میں ابھی آرہا ہوں"

عصر نے اسے تسلی دی اور رابطہ توڑا تو نظریں، فجر کی منتظر نگاہوں سے جا الجھیں۔

"کیا ہوا ہے عصر؟ سب ٹھیک ہے؟"

فجر کی آنکھوں میں انجانے خوف سے اک نمی کی پرت بن گئی۔

"انیس بھائی کا کچھ پتا نہیں چل رہا، وہ غائب ہیں۔ مجھے مینشن نکلنا ہے۔ لیکن آپکو وہاں نہیں لے کر جا سکتا۔ آپکو دا فائیر لیڈی چھوڑ دوں؟ بتائیں کہاں کمفرٹیبل ہیں؟"

عصر نے اپنی سچویشن سمجھانے کی سعی کی تو فجر نے اسکا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے دبایا۔

"میں یہیں ٹھیک ہوں۔ آپ جا کر اپنے معاملات دیکھیں۔ میرے لیے بندھ کر رہنے کی ضرورت نہیں۔ میں خود چلی جاوں گی جیم۔۔"

وہ عصر کو مطمئین کرتی فکر و پیار سے بھری مسکرائی۔

"نہیں۔ میں آپکو یہاں اکیلا نہیں چھوڑ سکتا۔"

عصر اسے لیے بنا جانے پر آمادہ نہ تھا۔

"عصر۔ میں بچی نہیں ہوں۔ آپ تو اب آئے ہیں میری زندگی میں، اس سے پہلے اپنی حفاظت خود کرتی آئی ہوں۔ میری فکر مت کریں۔ فورا جائیں۔ انیس بھائی کو آپکی ضرورت ہے۔"

وہ اسے ہر گز رکنے نہیں دینا چاہتی تھی، عصر کا دل نہیں مان رہا تھا پر یہ تسلی بھی تھی کہ یہ جگہ محفوظ ہے، یہاں کوئی آتا جاتا نہیں تھا۔

"ٹھیک ہے۔ لیکن آپ یہاں سے باہر مت نکلنا میرے آنے تک۔ سمجھ گئی ہیں؟"

وہ فجر کا چہرہ ہاتھوں میں بھرتا اس سے یقین چاہتا تھا۔

"میں نہیں نکلوں گی۔ پلیز جلدی جائیں۔"

وہ اسکے ہاتھوں کو تھامتی اسکی تشفی کروا رہی تھی۔

"ٹھیک ہے۔ دروازے کو لاک کر لیں۔ مجھے ابھی نکلنا ہو گا۔ فجر اپنا خیال رکھیے گا۔ آپ میرے لیے بہت قیمتی ہیں۔ یہاں میرا سب کچھ ہے اس فارم ہاوس میں۔ جیسے ہی انیس بھائی کی خبر ملتی ہے میں آجاوں گا"

وہ اسے تاکید کرتا اسکی تسلی بھری مسکراہٹ وصولے فوری اپنی کمرے سے جیکٹ لے کر پہنے نکلا، فجر نے اسکے جاتے ہی گھر کا دروازہ لاک کیا اور کھڑکی سے اسے جاتے دیکھ کر دعا کے حصار میں باندھا، باہر ابھی بھی گھپ اندھیرا تھا۔

جبکہ دوسری طرف بے چینی کے باعث عرشیہ سے ہوسپٹل رکنا محال تھا، منائم کی طبعیت فجر تک سنبھلی تو وہ بھی محراب کو اپنی پریشانی سمجھائے انہی کی گاڑی لیے مینشن نکلی، کیونکہ اسے انیس کے حوالے سے تسلی نہ ہو پا رہی تھی۔

رات بھر خضر بھی اپنی تکلیف میں جلتا رہا اور مہویر بھی، خضر نے بیلا تک کی کال ڈیکلائن کر دی کیونکہ وہ اس وقت ایسی سچویشن میں ہی نہ تھا نہ وہ بیلا کا فیملی ٹائم خراب کرنا چاہتا تھا کیونکہ مسیز خاور سلطان اور بیلا کا بھائی عمیر رات آ چکے تھے۔

.._____..

مینشن کے پورچ میں عرشیہ نے گاڑی روکی اور باہر نکلی ہی کہ اسے علیم خان اپنی جانب آتا نظر آیا، وہ اب مزید پریشان تھا کہ عرشیہ کو کیا بتائے گا۔

"علیم بھائی! انیس کہاں مصروف ہے۔ اسے اچانک کونسے کام آ گئے؟"

وہ اپنے بیگ سے فون نکالتی ساتھ انیس کا نمبر بھی ملا رہی تھی جو اب تک بند تھا، علیم خان نے افسوس کے سنگ نظریں چرائیں۔

"م۔ میں کچھ نہیں کہہ سکتا میم، رابطہ نہیں ہو پا رہا"

علیم خان نے افسردگی سے بتایا۔

"کیا مطلب انیس سے رابطہ نہیں ہو رہا، اسے میں مینشن ہی چھوڑ کر گئی تھی۔ کہاں ہے انیس؟ علیم خان میں کچھ پوچھ رہی ہوں آپ سے"

وہ اس وقت اپنے ہوش و حواس میں نہ تھی، پوری رات گزر گئی تھی وہ غائب تھا، عرشیہ کو لگا اسکا دل بیٹھ گیا ہو اوپر سے علیم خان کی جھکی گردن دیکھ کر عرشیہ کو خوف آرہا تھا۔

"انکی مجھے شام کال آئی تھی۔ بس اتنا کہا کہ وہ ایک اہم کام میں مصروف ہیں، آپکو بتادوں۔ اسکے بعد کال بیچ میں ہی کٹ گئی۔ میں نے ان کا فون ٹریس کروایا، لیکن آخری لوکیشن جو ملی وہاں ان کا فون قریب ہی اک سنسان روڈ پر ٹوٹا ہوا ملا۔ پولیس تلاش کر رہی ہے۔ میں بھی کر رہا ہوں۔ آپکو اس لیے نہیں بتایا کہ آپ پریشان نہ ہوں"

علیم نے سر جھکائے اپنی اس لاپرواہی کے بارے جواز دیا تو عرشیہ نے غصے سے علیم خان کو دیکھا، یعنی اس نے رات عرشیہ سے جھوٹ کہا، عرشیہ کو لگا اسکی آتی جاتی سانس تھم گئی ہو۔

"اتنے محافظوں کے باوجود وہ کیسے غائب ہوا؟ اوہ میرے خدا! اب یہ کیا نئی آزمائش ہے۔ کہاں ہو تم انیس"

وہ سخت گھبرائی ہوئی تھی، پہلے منائم کی وجہ سے اور اب اسکی جیسے پوری دنیا پر اداسی طاری ہو چکی تھی، انیس کا غائب ہونا، اسکی خبر نہ ملنا عرشیہ کے لیے کسی پھانسی کے پھندے سے کم نہ تھا۔

"آپ پریشان نہ ہوں۔ ہم جلد انھیں ڈھونڈ لیں گے میم۔ پلیز خود کو سنبھالیں۔ عصر آرہا ہے۔"

وہ عرشیہ کی حالت دیکھتے شرمندہ ہوا، ڈھارس بندھانے کی کوشش کی پر ڈھارس کیسے ملتی ہے جب جسم میں بیقراری اور آگ سی لگ جائے۔

"میں بھی آپکے ساتھ ہی چلوں گی جہاں آپ جائیں گے ڈھونڈنے"

وہ کچھ بھی سننے کو تیار نہ تھی، جبکہ علیم خان نے اسے بہت روکا لیکن وہ اتنے غصے میں تھی کہ علیم کو ڈر لگ رہا تھا تبھی وہ آمادہ ہو گیا۔

"آپکے لیے کچھ اور بھی اہم ہے جاننے کو عرشیہ میم"

علیم خان کی جھکی گردن ایک بار پھر عرشیہ کو خوفزدہ کر گئی۔

"اب کیا ہے علیم خان! خدا کے لیے صاف صاف بتائیں"

وہ اس وقت ہر قسم کی تکلیف سے گزر رہی تھی تو ایک اور بھی مل جائے فرق ہی کیا پڑتا۔

"عدین۔۔وہ زخمی۔۔۔۔"

اس سے پہلے علیم بات پوری کرتا وہ بول اٹھی۔

"واٹ؟عدین زخمی۔۔۔ آپ ساتھ تھے انکے تو عدین کو کیسے چوٹ لگی۔اور یمل۔۔۔؟"

وہ جیسے اس سب کے لیے بلکل تیار نہ تھی، چہرہ لٹھے کی مانند سفید ہوا۔

"دراصل ابراہیم صاحب نے انکو پک کیا تھا، مجھے روانہ کر دیا کہ جاو لیکن میں پھر بھی پیچھے رہا۔ یہاں قریب کے پیٹرول پمپ پر ابراہیم صاحب نے گاڑی روکی تو دو لوگ یمل کو اٹھانے ایک وین میں آئے۔یمل کو گھسیٹا مگر عدین کے مزاحمت کرنے پر ایک نے عدین کو دھکا دیا، اسکے ماتھے پر دو ٹانکے لگے۔ لیکن یمل اور وہ ٹھیک ہیں۔ میں پیچھے ہی تھا۔ ورنہ نجانے کیا ہو جاتا۔"

وہ یہ سب بتاتے بہت اداس تھا، عرشیہ جیسے تھم ہی تو گئی۔

"ویٹ! پیٹرول پمپ کہا آپ نے۔ یہاں جو ہے قریب۔۔وہ تو بند ہے ناں علیم بھائی؟"

عرشیہ نے آتے جاتے بہت بار اسے دیکھ رکھا تھا تبھی تو اسکا کلیجہ یہ سن کر منہ کو آیا جبکہ عرشیہ کے اس دردناک سوال پر علیم خان نے افسوس سے گردن جھکائی جسکے بعد عرشیہ کی آنکھیں صدمے سے پھیل گئیں، وہ سب سمجھ گئی، اپنا سر دونوں ہاتھوں میں جکڑ کر گہرے سانس لینے گی۔

"اوہ میرے خدا! یہ انسان۔۔ میری سمجھ سے باہر جا چکا ہے۔ انیس کو پتا چلا وہ کیسے سہے گا۔ عدین۔۔۔ علیم بھائی پلیز انیس کو ڈھونڈیں۔ اسے ڈھونڈیں۔۔ یہ سب نہیں برداشت ہو رہا۔ م۔ میں ان بچوں کو دیکھ لوں پھر ہم چلتے ہیں۔ میں بھی آپکے ساتھ جاوں گی اسے ڈھونڈنے۔۔۔ م۔ میں ابھی آئی"

وہ اپنے آپکو سنبھالتی، بدحواس سی وہاں سے مینشن کی طرف بڑھی ہی جب علیم خان کا فون رنگ کیا۔

"جی"

علیم نے فوری کال ریسیو کی۔

"علیم خان۔۔میں ہوں یہ"

انیس کی آواز سنے جیسے علیم کے سپید چہرے پر رونق آئی۔

"سر۔۔سر کہاں ہیں آپ؟ آپ کو کہاں کہاں نہیں ڈھونڈا۔۔۔بتائیں کہاں ہیں آپ میں لینے آتا ہوں"

انیس اس وقت ایک نجی کلینک کے آرام دہ بیڈ پر نیم دراز ہو کر بیٹھا تھا، پاس ہی کھڑی نرس اسکا بلڈ لیول دیکھ رہی تھی، ابھی بھی انیس کو بلڈ لگ رہا تھا جبکہ اسکے گھٹنے کی مرہم پٹی ہو چکی تھی، ہمایوں کی گاڑی کے آگے کچھ نوکیلی چیز تھی جس نے گھٹنے کے زرا اوپر ٹانگ کی سکن بری طرح چیڑی تھی، چار سٹیچیز لگے تھے کیونکہ کٹ گہرا تھا جبکہ کندھے اور بازو کی ہڈی کریک ہونے سے بچ گئی تھی شاید اس لیے کہ مسلز اچھے قوتی تھے، مگر پھر بھی

اسکی دائیں بازو پر بہت برا نیل صاف نظر آرہا تھا، وہ نرس کے فون سے کال کر رہا تھا۔

"میں ایک پتا بھیج رہا ہوں۔ میری گاڑی بھیج دو یہاں میں خود آجاوں گا۔ عرشیہ کہاں ہے؟ عدین اور یمل ٹھیک ہیں؟"

انیس کے سوالوں پر علیم کی زبان گنگ تھی۔

"سر میں آرہا ہوں لینے۔۔۔ پھر بتاتا ہوں"

یہ سب وہ انیس کو فون پر نہیں بتا سکتا تھا تبھی انیس نے مزید اصرار نہ کیا اور اوکے کہہ کر رابطہ توڑا، لوکیشن بھیجی اور نرس کو اسکا فون بھی واپس دیا۔

"ٹھیک ہے میرا بچہ؟"

تبھی کمرے میں اک لگ بھگ ففٹی پلس بہت سوبر سی ڈاکٹر بے حد میٹھے لب ولہجے میں انیس کی خیریت دریافت کرتے ہوئے داخل ہوئیں، وہ جانتا تھا

اسے اسی خاتون نے ریسکیو کیا رات تبھی وہ زرا ہوش و حواس میں شکریہ کہنا چاہتا تھا، کیونکہ اسکی رات بھر حالت دواوں کے اثر والی رہی تھی۔

"اب تو ہوش و حواس میں پوری طرح آچکا ہوں۔"

وہ زرا ٹیک سیدھی کر کے بیٹھتے مسکرایا تو صنم زمان نے اسکو اک شفیق و نرم نگاہ میں لیا اور قریب آکر اسکے سر پر رکیں۔

"الحمد اللہ۔ تم نے تو میرے ننھے منھے کلینک کے سٹاف کو ڈرا دیا تھا شیر بیٹے۔ شکر ہے تمہارا انجکشن بھی ایولیبل تھا اور ریکوائرڈ بلڈ بھی۔ اب بازو ہلا پا رہے ہو کیا؟ درد رہے گا ایک دو دن اس لیے پین کلر لیتے رہنا۔ اور تمہارا گھٹنا بھی جلد بہتر ہو جائے گا۔ ایک دو دن چلنے اور اٹھنے بیٹھنے میں تھوڑی مشکل ہو گی۔ ایک تو سٹیچیز ہیں دوسرا پٹی بندھی ہے اس لیے اپنی ٹانگ کم موو کرنا"

وہ اسکی گال نرمی سے سہلاتیں اسے پین کلر لکھ کر دیتے بولیں تو انیس نے انکی یہ نرم و ملائم لہجے والی ٹون دیکھتے اپنی کمر تکیے سے لگائی۔

"آپ بہت اچھی ہیں۔ میں ڈر گیا تھا کہ ویرانے میں پڑا پڑا اوپر کوچ کر گیا تو کسی کو میری لاش بھی نہیں ملنی۔ میں آپکا یہ احسان چکا نہیں سکتا"

وہ نرم اور مہربان ہے وہ جانتی تھی، وہ بلکل ماں جیسا مسکرائی تھی، انیس کو ٹھیک دیکھ کر اس عورت کو بہت سکون ملا کہ آخر کار اسے حمرا کے احسان اتارنے کا تھوڑا سہی پر موقع ملا۔

"ایسے برا نہیں بولتے بیٹا، جب تک ہماری زندگی لکھی ہو ہمیں جینا پڑتا ہے، کوئی نہ کوئی ہماری جان بچانے کا وسیلہ بن جاتا ہے۔ دیکھو کل رات مجھے کلینک سے آنے میں دیر ہوئی اسی لیے کہ تم نے ملنا تھا۔ اللہ کا شکر کرو اور ان پیاروں کی قدر جنکی دعائیں ہر پل تمہارے ساتھ رہتی ہیں۔"

وہ اسکو نرمی سے اللہ کی مصلحت سمجھاتی ہوئی بہت پیاری لگی، نجانے کیوں پر حمرا کے بعد انیس

نے کبھی کسی عورت میں وہ ماں والی کشش نہیں پائی تھی لیکن آج سالوں بعد وہ ایسی عورت سے ملا تھا جس سے ممتا کا احساس جھلک رہا تھا۔

"آپکے بچے بہت لکی ہوں گے"

انیس کے لہجے میں حسرت تھی، اس نے حمرا کے بعد ایسے ممتا والے مہربان لہجے کو بہت مس کیا تھا۔

"تم بھی ماں کہہ لو"

صنم زمان نے شفقت کی حد کر دی، اسکی گال سہلاتے اجازت دی تو انیس آدھے چہرے کے سنگ مسکرا دیا۔

"آپکے بچوں سے ملنے کا اشتیاق ہو رہا ہے۔ ماں ایسی مہربان ہے تو بچے کتنے اچھے ہوں گے یقینا۔ میں نے آپکو دیکھ کر اپنی ماں کا پیار یاد کیا۔ اس لیے کہ شاید اللہ نے ساری مائیں ایک ہی محبت بھرے نور سے بنائی ہیں۔ میں نے اپنی ماں کو چودہ سال پہلے کھو دیا۔ خیر آپ کے بچے کتنے ہیں"

وہ اپنی اداسی بتاتے بتاتے چھپا گیا تو وہ عورت غمگین ہو گئی، کیا بتاتی کتنی مجبور ہے، کتنی بے بس ہے کہ اپنے بچے کو بس دور سے دیکھنے کے سوا دامن میں کوئی آسانی نہیں۔

"ایک بیٹا ہے میرا۔ تم سے تھوڑا بڑا۔ بہت پیارا ہے لیکن مجھ سے دور ہے کسی وجہ سے۔ اب تو تم بھی ہو میرے بیٹے، دیکھو مجھ سے میرا بیٹا دور ہے اور تم سے تمہاری ماں۔ اس دنیا میں ہر انسان کے دامن میں کمیاں، خسارے اور کاش ہیں۔ یہی زندگی ہے میرے بیٹے، ہم انسان اسی طرح ڈیزائن کیے گئے ہیں کہ ہم میں ہر طرح کے حالات فیس کرنے کی لچک رکھی گئی ہے"

وہ انکی بات سے سو فیصد متفق تھا لیکن وہ پریشان ہوا جب اس عورت نے اپنے بیٹے کی دوری پر اپنی صورت مرجھائے گلاب سی کر لی۔

"میں کیا مدد کر سکتا ہوں آپ تک آپکے بیٹے کو لانے میں۔ مجھے صلہ دینے کا موقع دیں"

وہ بے قرار اور متجسس تھا۔

"کیا پتا صلہ دینے والی اس بار یہ مسیحا ہو۔ کیا پتا تمہاری ماں نے کبھی مجھ پر احسان کیا ہو۔ کیا معلوم اس پر حساب پورا ہو گیا ہو اور تم بنا صلہ دیے بھی بری ہو گئے ہو؟"

وہ انیس کے اتنے پیارے دل پر قربان ہوئی، رشک بڑھ گیا کہ اس نے سالوں پہلے عصر کو اس بھائی کے ساتھ چھوڑا، دل میں جو درد تھا وہ قدرے کم ہوا۔

"کیا مطلب میں سمجھا نہیں؟"

وہ بہت زیادہ الجھی بات کر چکی تھیں۔

"کوئی مطلب نہیں میرے بیٹے۔ یہ ڈرپ ختم ہو تو تم جا سکتے ہو گھر، چیک آپ کے لیے روز آتے رہنا۔ تاکہ زخم میں انفکشن نہ ہو۔"

وہ شاید بات ٹال گئی تھیں، انیس نے محسوس کیا تھا۔

"ضرور آوں گا۔ آپکا نام۔۔۔نام جان سکتا ہوں؟"

وہ نرم سا مسکرائی۔

"ضرور۔ صنم زمان"

وہ اپنا نام بتاتے انیس کے چہرے پر اک خوشی پھیلتی محسوس کر سکتی تھیں۔

"آپ عصر زمان کی بڑی بہن تو نہیں۔۔۔۔سوری۔۔یونہی کہہ دیا میں نے"

وہ جیسے اس سرنیم پر کھو سا گیا تبھی اک حسرت زدہ مزاق کر گیا، عصر کا نام سن کر صنم کی سماعت ٹھنڈی ہوئی، دل تک سکون اترا کہ انیس نے اسکا نام کتنی محبت سے لیا ہے۔

"لگتا ہے یہ عصر زمان تمہارے لیے بہت خاص ہے"

وہ بھی جیسے اپنے دل کی مزید تسکین چاہتی تھی۔

"بہت زیادہ۔ وہ میرا بھائی ہے۔ اسکے لیے میری بہت بڑی خواہشوں میں ایک خواہش یہ بھی شامل ہے کہ اسکی فیملی کے کسی فرد کو ڈھونڈ پاوں۔ اپنے تئیں کوشش کرتا رہتا ہوں۔ دراصل میری ممانے اسے ایک یتیم خانے سے اڈاپٹ کیا تھا، میرے لیے۔۔۔ وہ میری دوسری ماں ہے، یہ سمجھ سکتی ہیں آپ۔"

صنم نے اس کی حسرت کو دل سے محسوس کیا۔

"میں دعا کروں گی تمہاری اس کے لیے ہر خواہش پوری ہو۔ اچھے بھائی نعمت ہوتے ہیں"

وہ انکی دعا پر آمین کہتے مسکرایا۔

"کچھ بھائی سینے کا سکھ بھی ہوتے ہیں۔ مجھے آپکے سر نیم سے لگا شاید آپ اس سے جڑی ہیں۔ میں بھی ناں پتا نہیں کچھ وقت سے اسکے لیے کچھ زیادہ ہی حساس ہو رہا ہوں۔۔۔۔ خیر میں آپ سے ملنے آتا رہوں گا صنم زمان۔ کیا کہہ کر پکاروں؟ آنٹی یا میم؟"

وہ بھی جانتا تھا ڈاکٹر کا بے جا وقت لے رہا ہے تبھی بات اک خوشگوار سوال پر سمیٹی۔

"ماں کہہ سکتے ہو۔ اپنی ماں کو اگر مما کہتے تھے تو وہ مت کہنا مجھے۔ امی بھی کہہ سکتے ہو اس میں زیادہ مٹھاس ہے۔ میرے لیے تو تم میرے بیٹے جیسے ہی ہو"

وہ حیرت و تکلیف سے صنم کو دیکھنے لگا، حمرا کے بعد کسی کو ماں کہنا آسان تھوڑی تھا لیکن وہ کیا کرتا، یہ عورت ماں سے کم کے درجے کی مستحق نہیں تھی۔

"میں یوں پکارنے کی کوشش کروں گا۔ ہر چیز کے لیے آپکا شکریہ۔ میں بس دس منٹ تک نکل جاوں گا"

وہ اسکی ہمت پر مسکرائیں۔

"ماوں کو شکریہ نہیں کہتے۔ بس اللہ کی امان میں رہو۔"

وہ اسے پیار سے دعا دیتی کمرے سے گئی تو انیس نے بلڈ بیگ کی طرف دیکھا جو لگ بھگ ختم ہو چکا تھا، نرس اسکی ڈرپ اتار چکی تھی۔

وہ بس علیم خان کا منتظر تھا جبکہ عرشیہ تب سے عدین کے سرہانے بیٹھی تھی، اسکے سر پر بینڈیج لگا تھا جسے دیکھ کر اسکی آنکھوں میں نمی آئی ہوئی تھی۔

"انیس کی غیر موجودگی میں جو تم پر یہ آنچ آئی۔ اگر اسکے قصوروار ابراہیم انکل ہوئے تو انیس کی تکلیف کیسے کم ہو سکے گی۔ یا اللہ یہ کیسی آزمائش ہے۔ میرا پیارا بھائی، عدین کیا ضرورت تھی تمہیں یوں اپنی جان رسک میں ڈالنے کی۔ پر میں کیسے بھول سکتی ہوں یہ بھی تو انیس کا بھائی ہے، دوست کے معاملے میں اپنی انھیں کب پرواہ رہتی ہے"

وہ جھکی اور سرگوشیوں میں بولتی عدین کے ماتھے پر اپنے ہونٹ رکھ کر واپس اٹھے اسے پیار و آزردگی سے دیکھنے لگی، پھر اسکے بال سہلائے، وہ تھوڑا گرم ہو رہا تھا تبھی عرشیہ نے اس پر لحاف اچھے سے کروایا، اسکے ماتھے کی حرارت دیکھی تو مزید پریشان ہوئی۔

"تم پلیز بیمار مت پڑنا۔ تم ہمارے بہادر بچے ہو۔ میں انیس کو ڈھونڈ لاوں پھر آتی ہوں۔ پتا نہیں کہاں ہے وہ"

عرشیہ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے، تبھی روتے روتے اس نے علیم خان کا آتا میسج فون کھولتے دیکھا۔

"انیس سر سے رابطہ ہو گیا ہے میم۔ میں لے کر آتا ہوں۔ آپ یہیں عدین اور یمل کے ساتھ رہیں۔ پریشان مت ہوں"

علیم خان کا میسج پڑھ کر عرشیہ کو کچھ تسلی ہوئی، وہ اٹھی تاکہ ٹھنڈا پانی اور پٹی لا سکے کیونکہ عدین کو بخار ہو رہا تھا، وہ کمرے سے نکلی تو سیدھی یمل کے کمرے میں گئی، وہ اسکے پاس آئی اور بیٹھی تو اسے یمل خوف سے کانپتا ملا، عرشیہ نے جھک کر اسکا ماتھا چوما۔

"ڈرو مت یمل۔ تم محفوظ ہو میری جان۔۔۔ آپی پاس ہیں۔۔ بس بس۔۔ پرسکون ہو جاو"

وہ جس طرح ڈر کر اٹھ بیٹھا، عرشیہ نے نرمی سے اسے اپنے گلے لگا کر اسکی پشت تھپکی، وہ ایک بار پھر ان لوگوں کے ہتھے لگنے کے خوف سے کپکپا رہا تھا پھر جو عدین کے ساتھ ہوا اس کی پریشانی بھی لے رکھی تھی۔

"آ۔۔ آپی میں نے آپ لوگوں کو مشکل میں ڈال دیا۔ عدین کو چوٹ آئی میری وجہ سے۔ میں یہاں سے چلا جاوں گا"

وہ اسکے رونے پر خود بھی رو پڑی، اسے کیا تسلی دیتی۔

"تمہیں کہیں جانے کی ضرورت نہیں۔ اب سے میں تمہارا دھیان خود رکھوں گی۔ تم کوئی بوجھ نہیں ہو۔ ہم سب تمہارے اپنے ہیں۔ عدین کی چوٹ کا ہم مل کر خیال کریں گے۔ پریشان نہیں ہوتے۔ اتنے سالوں سے بہادر بنے رہے ہو اب کیوں کمزور پڑ رہے ہو۔ میں بابا کو کہوں تم سے ملیں آ کر؟ بتاو مجھے"

وہ اسے زبردستی پکڑ کر روبرو لائی، اسکا آنسوؤں سے بھیگا چہرہ پکڑ کر اپنے روبرو کیا پر وہ روتے ہوئے نفی میں سر ہلا گیا، اسکے چہرے کا خزن، عرشیہ سے سہا جانا محال ہوا۔

"ن۔ نہیں۔۔ مجھے کسی سے نہیں ملنا۔ آپ بس میرے ساتھ رہیں"

وہ بہت زیادہ تکلیف میں تھا، کانپ رہا تھا۔

"میں ساتھ ہوں تمہارے، کچھ دیر تک میری مما بھی آئیں گی۔ دراصل جو ہماری بہن ہے وہ ہوسپٹل میں تھی کل۔ اچھی کنڈیشن نہیں تھی تو مجھے وہاں رکنا پڑا ورنہ میں رات ہی آجاتی۔ بس کرو یمل ایسے نہیں رو۔ میں ایسے اپ سیٹ ہو رہی ہوں۔"

وہ اسکے آنسو پونچھتی، اسے اس درد سے نکالنے کی بھرپور کوشش میں تھی، یمل نے حوصلہ تھامتے عرشیہ کے بھی ہاتھ بڑھا کر آنسو پونچھے۔

"میں کوشش کروں گا رو کر دوبارہ آپکو پریشان نہ کروں۔ عدین کی فکر ہو رہی ہے مجھے آپی۔"

وہ اسکو دوبارہ گلے لگاتی خود بھی شدید غمزدہ ہوئی۔

"اسکی فکر مت کرو۔ میں اسکے پاس جاتی ہوں ابھی۔ مجھے لگتا ہے اسے تھوڑا فیور ہے۔ ٹھنڈی پٹیاں کرتی ہوں۔ تم نے سونا ہے تو سو جاو ورنہ میرے ساتھ آو اسکے روم میں۔ مل کر اسکا خیال رکھتے ہیں"

وہ اس سے الگ ہوا اور اپنی آنکھیں رگڑیں، وہ تو پہلے ہی تیار بیٹھا تھا۔

"میں آپکی مدد کرتا ہوں آپی۔ ویسے بھی مجھے نیند نہیں آ رہی تھی"

وہ اسکے پاس سے افسردہ مسکراتی اٹھی اور اپنا ہاتھ بڑھایا تو یمل نے اسکا ہاتھ فوری تھاما، عرشیہ نے یمل کے آرام کا پورا خیال رکھتے بنا اسے جگائے اسکی پٹیاں کیں اور یمل اس بیچ اسکے سرہانے ہی بیٹھا اس پر کچھ پڑھ کر پھونکتا

رہا، عرشیہ کی دو تین بار یمل پر جب نظر پڑی تو اسے یمل پر بے پناہ پیار آیا کہ وہ کتنی فکر و محبت سے بھرا بچہ ہے، یہ دونوں ہی بہت پیور بچے تھے۔

عدین کا بخار جلدی اتر گیا، وہ کک کو کچھ ناشتے میں ہتھیلی سا بنانے کا کہہ کر آئی تا کہ عدین کی طبعیت مزید بحال ہو، یمل وہیں اسکے پاس رکنا چاہتا تھا تو عرشیہ نے تب تک روم میں جا کر فجر ادا کی پھر وہ نیچے آئی اور باہر نکلی کیونکہ اسے انیس کا انتظار تھا، اس بیچ اس نے محراب کو بھی کال کر لی۔

"اب وہ بہتر ہے۔ ہوش میں ہے۔ لیکن دوا کے اثر میں ہے۔ خضر کے سسرال والے کچھ دیر تک آ رہے ہیں منائم کی تیمارداری کو، خاور سلطان کی وائف اور انکا بیٹا رات ہی آئے ہیں۔ عاصم بھی آ رہا ہے۔ تم یہاں کی فکر مت کرنا بچے۔ ہم ہیں منائم کے پاس۔"

وہ یہ سن کر کچھ مطمئین ہوئی کہ منائم اب بہتر ہے ورنہ ہوری رات وہ سنبھل نہ پائی تھی۔

"میں چکر ضرور لگاوں گی آنٹی۔بس تھوڑی فری ہو کر۔۔۔ آپ پریشان مت ہوییئے گا"

عرشیہ نے انھیں بھرپور دلاسہ دیا تو وہ مسکرائیں۔

"بلکل۔میں اب پر سکون ہوں۔ خضر کا غصہ جو مہویر پر تھا اب ٹھنڈ الگ رہا ہے۔دونوں ساتھ ہی بیٹھے ہیں۔ تمہیں اپ ڈیٹ دیتی رہوں گی"

یہ سن کر تو عرشیہ کو دلی سکون ملا، اس نے رابطہ توڑا ہی کہ پورچ کی جانب سے علیم خان کی گاڑی، مینشن کے گیٹ میں انٹر ہوئی۔

علیم خان اترا اور اس نے دوسری طرف سے آکر انیس کی طرف ہاتھ بڑھایا جسے دیکھتے وہ بھی اپنا فون وہیں گارڈن میں رکھے ٹیبل پر دھرتی بیقراری کے سنگ پورچ کی سمت دوڑی، عرشیہ نے چینج کر لیا تھا، وہ سنپل کرتی اور پاجامے میں ملبوس تھی، گرد شال اوڑھ رکھی تھی۔

"انیس۔۔۔ تم لڑکھڑا کیوں رہے ہو؟"

علیم خان کی مدد کا شکریہ ادا کرتا انیس دو قدم عرشیہ کی طرف بڑھا ہی کہ وہ اسکے پاس رک کر خوفزدہ نگاہوں سے انیس کے تھوڑے ڈل چہرے کو دیکھتی بولی۔

"پہلے مجھے سانس تو آنے دو خاتون"

وہ اسے اپنے بازوؤں میں بھر کر جس طرح اپنے گلے لپٹا گیا، علیم خان کی آنکھوں میں بھی اک حیا سی اتری جس سبب اس نے نگاہیں پھیریں پھر زرا وہاں سے سائیڈ چلا گیا، عرشیہ کو اسکی گرفت، اسکا یوں جکڑنا مزید پریشان کر گیا۔

"کہاں تھے تم، کیوں فون بند ہے۔۔ کیا طریقہ ہے یہ انیس غانم۔ تمہیں کوئی احساس ہے میرا یا میری تکلیف کا۔ کیا ہوا ہے۔ بتاو؟"

وہ رونے پر ہر ممکنہ قابو پاتی دور ہوتی تاسف سے منمنائی، انیس نے اسے گلے دوبارہ لگایا، دور ہٹنے نہ دیا، اسکے بالوں میں چہرہ چھپائے وہ غمگین ہو رہا

تھا، عرشیہ کو اسکے یوں گلے لگانے میں پیار کے ساتھ ڈر محسوس ہو رہا تھا، مزید کچھ سہنے کی اس لڑکی میں اس وقت ہمت نہ تھی اوپر سے انیس کی یہ چپ! کیا علیم خان اسے سب بتا چکا ہے؟ عرشیہ نے یہ سوچتے ہی دگنی قوت سے اسکے اطراف اپنے ہاتھ باندھے تھے، جیسے اسے زرا بکھرنے سے قبل از وقت ہی سمیٹ لینا چاہتی ہو۔

ایس مروہ مرزا کے تمام ناولز پڑھنے کے لیے ہماری ویبسائٹ وزٹ کریں۔

www.smerwamirzanovels.com

"ہاں اب مجھے اچھا لگ رہا ہے۔ کیا پوچھ رہی تھی تم؟ دھراو زرا"

بہت دیر تک اپنے سینے لگا کر، اس احساس مسیحائی کو وصولنے کے بعد وہ اپنے بازو کے درد پر دور ہوا، عرشیہ تو اسکے چہرے کے تاثرات میں گھلے درد کے احساس کو دیکھ کر پریشان ہوئی، بھول ہی گئی کہ کیا پوچھا ہے۔

"انیس! کیا ہوا ہے؟ تم اتنے اداس اور نڈھال؟"

عرشیہ نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر انکی ہتھیلیاں انیس کے چہرے کے دائیں بائیں جوڑیں، وہ بس اسکی اداسی کا مسکن بنی آنکھیں دیکھ رہی تھی۔

"تمہیں دیکھتے ہوئے بھی اگر یہ شخص اداس اور نڈھال لگ رہا ہے تو یقینا بات بڑی ہے۔ میرے غائب ہونے کی دیر تھی اور اتنا سب ہو گیا۔"

وہ یقیناسب جان چکا تھا تبھی اسکی آواز میں درد کی شدید لہر عرشیہ کا سانس بھی بوجھل کر رہی تھی۔

"سب ٹھیک ہے، تم مجھے بتاو لڑکھڑائے کیوں ہو؟ انیس۔۔ دیکھو میری طرف؟ علیم خان! کیا ہوا ہے اسے؟"

وہ اس سے نظریں چرا رہا تھا اور یہ عرشیہ سے برداشت نہ تھا، درحقیقت وہ عرشیہ سے نظریں نہیں ملا پا رہا تھا کہ اسکے بابا نے کچھ غلط کیا ہے، ابھی تو اسے شک تھا لیکن دل یقین کے صدمے میں ابھی سے غرق تھا، وہ کچھ نہ بولا تو عرشیہ کو مجبورا علیم خان کو مخاطب کرنا پڑا۔

"انیس"

اس سے پہلے علیم جواب دیتا، وہ عرشیہ کی بازووں کا حصار نرمی سے آزاد کرتا ہوا مینشن کی طرف بڑھا، وہ اسے تکلیف سے پکاری مگر انیس نے اپنے قدم نہ روکے، عصر کی گاڑی بھی پورچ میں رکی، وہ بھی تیزی سے باہر نکلا مگر عرشیہ کو اسطرح شدید افسردہ دیکھ کر عصر اور علیم دونوں کو بہت دکھ ہوا۔

"علیم۔۔ کیا آپ نے اسے سب بتا دیا؟ اسے ہوا کیا ہے کچھ تو بتائیں؟"

وہ علیم خان کی طرف آئی جس نے آزردگی سے سر ہلایا۔

"ہمایوں بلوچ نے ان پر حملہ کر دیا تھا، گھٹنے پر بہت برا زخم ہوا، چار سٹیچیز لگے۔ بہت خون بہہ گیا تھا لیکن بروقت ریسکیو لیا گیا۔ انکی بازو پر بھی بہت گہرا نیل ہے، لوہے کی راڈ کا۔ یہ سب تو انھیں کچھ نہ کہہ سکا، ایون ہمایوں کو ادھ مرا کر کے رکھ دیا تھا، اسکا بھی رات اس حالت میں گاڑی چلانے پر برا ایکسیڈنٹ ہوا۔ مردود ایک نجی ہوسپٹل ہے سب پتا کروالیا۔۔۔ سر کی یہ

حالت عدین اور یمل کے ساتھ ہوئے حادثے کے سبب ہے۔ میں نے انھیں ابراہیم صاحب کے بارے اپنا شک بتایا تو وہ یوں تھے جیسے انھیں یقین ہو"

یہ سب سن کر ناصرف عرشیہ غمگین ہوئی، عصر کے چہرے کا بھی رنگ اڑا۔

"یہ کیا کہہ رہے ہو علیم خان! اوہ میرے خدا۔ میں سویا رہا اور ان پر یہ قیامت ٹوٹ گئی۔۔۔ سب میری غلطی ہے"

عصر کو اپنا آپ اس وقت شدید گلٹی لگا۔

"عصر۔ اس نے تمہیں خود فجر کے ساتھ بھیجا تھا۔ پلیز ایسی بات اسکے سامنے مت کرنا، وہ ہرٹ ہو گا۔ تم اسکے لیے کتنے اہم کو کیا ہم سبکو علم نہیں۔ ایسے خود کو الزام مت دو"

عرشیہ نے اسکی بازو سہلاتے نرمی سے سمجھایا لیکن وہ ٹھیک نہیں تھا، اسکا دل شدید کرب کا شکار تھا۔

"ہمم۔۔عدین اور یمل کا کیا معاملہ ہے۔اور کس شک کی بات کی تم نے علیم۔ عرشیہ کیا ہو رہا ہے، کچھ بتائیں مجھے ؟"

عصر کی تکلیف مد نظر رکھتے، علیم خان نے عرشیہ کی طرف دیکھتے آنکھوں سے اجازت لی اور عصر کو رات کے حادثے کا بتایا جسکے بعد یقین عصر کو بھی نہ آیا، ایک تو وہ باپ نامی اس شخص سے پہلے ہی خفا تھا اوپر سے دن بدن ابراہیم صاحب کی گری ہوئی حرکتیں اب صبر کا پیمانہ لبریز کر رہی تھیں۔

"اوہ میرے خدا!اگر یہ شک سچ ہوا۔۔۔یا اللہ ہم پر رحم کر"

عصر کا اس وقت دماغ کھول رہا تھا جبکہ عرشیہ کی نظریں اسی طرف تھیں جہاں وہ گیا تھا۔

"میں اسے دیکھتی ہوں۔تم فجر کو اکیلا کیوں چھوڑ آئے عصر، جا کر اسے یہاں لے آو۔اس وقت ان بلوچوں سے محتاط رہنا ہو گا۔اگر اس مردود ہمایوں کو کچھ ہو جاتا ہے تو یہ دشمنی خدانخواستہ لمبی چل سکتی ہے۔میری تو

بد دعا ہے اس کے وہ ہاتھ ٹوٹیں جس سے اس نے انیس غانم کو چوٹ دی۔۔۔ فجر کو لے کر آو، انیس کے پاس میں ہوں۔"

وہ اسکی تاکید پر آزردگی سے سر ہلا گیا، لیکن باخدا اس وقت کسی کا بھی انیس کو چھوڑنے کا دل نہ کر رہا تھا، علیم خان کو بھی کچھ چیزیں دیکھنے نکلنا تھا خاص کر ہمایوں کے حوالے سے خبر، یا پھر جو اس نے انیس کے ساتھ کیا شاید وہ اسے اسکا مزہ چکھانے کا سوچ رہا تھا۔

"انکے پاس ہی رہیے گا آج"

عصر کی نرم تاکید پر وہ نرمی سے سر ہلاتی آمادہ ہوئے مینشن کی طرف چلی گئی تو علیم خان نے عصر کا سینہ تھپکا۔

"علیم خان! تم یہاں تھے اس کے لیے میں بہت مشکور ہوں تمہارا۔ میں اتنا لاپرواہ کیسے ہو گیا۔ میرے اس بھائی پر پہلی باریوں آنچ آئی کہ میں آس پاس نہ تھا۔ مجھے خود پر بہت غصہ آرہا ہے۔ مجھے لگا تھا اب وہ خود کو سنبھال

سکتے ہیں۔ پر مجھے انکی دوسری ماں ہمیشہ رہنا ہے، اب یہ ذمہ داری نہیں، میرا سکون ہے۔ اللہ تمہیں اسکا اجر دے بھائی۔"

عصر کے لہجے کی ٹوٹتی ہوئی لہریں، اسکا گلٹ، اسکی اداسی سب ہی علیم کو دکھی کر گئی۔

"اللہ مجھے اسکا اجر دیتا رہتا ہے عصر زمان۔ میرے پاس تم سب کا پیار اور دعائیں ہیں۔ تم سر کے بہترین محافظ ہو، کسی گلٹ میں مت رہو۔ میں تو یہاں تمہارے بحاف پر تھا۔ اب پریشان مت ہو۔ فجر کو لے آو یہاں تاکہ ہم سب مل کر اکھٹے محفوظ انداز میں آگے کا لائحہ عمل ترتیب دے سکیں۔ اس ہمایوں کو تم مجھ پر چھوڑ دو اور اسکے رشتہ داروں کو بھی"

عصر نے مسکرا کر اس عمر میں دگنے مگر پھرتی میں بے حد آگے پہنچے علیم خان کو دیکھا جس نے کبھی مایوس نہیں کیا تھا۔

"ٹھیک ہے۔ میں زرا بھائی کو دیکھ لوں پھر نکلتا ہوں۔ ورنہ میرا دل بے چین رہے گا"

عصر نے مسکرا کر اسکا کندھا تھپکا، اور علیم کی ہاں ملتے ہی وہ بھی مینشن کی طرف بڑھ گیا۔

عرشیہ نے اسکی تلاش کو پہلے عدین کے کمرے کا رخ کیا، وہ اندر جھانکی ہی جب اسکی نظر انیس پر گئی، عدین جاگ بھی چکا تھا اور بھیو کی بازووں میں جذب لاڈ وصول کر رہا تھا، یہی نہیں یمل کے لیے بھی انیس کی آنکھوں میں بے پناہ شفقت تھی، لیکن ابھی وہ بھی عدین کو ملتے اسکے بھائی کا پیار دیکھ کر سکون پا رہا تھا۔

"بھیو۔ مت ڈریں میرے لیے۔ میں بلکل ٹھیک ہوں۔ بس ہلکی سی چوٹ ہے اور بخار گلا خراب ہونے سے ہے۔ کل میں نے آئس کریم کھائی تھی ناں، یمل کو بھی کھلائی۔ دعوی کیا تھا کہ کچھ نہیں ہو گا۔ دیکھیں یہ ٹھیک ہے

پر میرا گلا شدید درد کر رہا۔ تبھی کہتے ہیں اتنے اونچے بول نہیں بولنے چاہیں"

وہ انیس کے ڈر، اسکی تکلیف مٹانے کو مسکراتے ہوئے شرارتی انداز میں بولا، عرشیہ بھی اندر آئی تو یمل اٹھ کر آپی کے پاس جا رکا، عرشیہ نے اسے خود سے لگایا تاکہ اسے کوئی حسرت نہ ہو کہ اسکے پاس عدین کی طرح بڑے بہن بھائی کا پیار نہیں ہے۔

"تم میری جان ہو۔ تم پر زرا آنچ بھی برداشت نہیں یہ تو گہرا کٹ ہے۔ تمہارے جسم کا بخار مجھے جلاتا ہے چمپئین۔ ابھی ناشتہ کر کے میڈیسن لینا۔ ٹھیک ہو جاو گے۔"

انیس نے اپنے درد بھلا دیے، اس وقت اسکا سانس بس عدین کو دیکھ کر تھما تھا، اس نے عدین کا سر چومتے ہدایات کیں تو عدین نے ییے بچے کی طرح سر ہلایا۔

"جی بھیو۔ پریشان نہ ہوں۔ دن تک چھلانگیں ماروں گا"

عدین کی نقاہت سے شرارت بھی ماند تھی جس پر ان تینوں کو بہت دکھ تھا۔

"ان شاء اللہ، میرا بچہ۔۔۔ گلے کی میڈیسن بھی لینا۔ اب لیٹو اور جب تک بخار بھاگ نہ جائے، تم مجھے بستر سے نکلے نظر نہ آو۔ سمجھ گئے"

عدین کو اس نے لیٹائے پیار سے ڈپٹا جس پر عدین کی شرارتی آمادہ سمائل انیس کا سانس قدرے آسان کر گئی۔

"بھائی۔ میری وجہ سے ہوا۔۔ میں آپ سے بھی سوری کرتا ہوں"

انیس نے اٹھ کر زرا سا جھکے عدین پر لحاف کروایا، وہ پلٹا ہی جب یمل، عرشیہ کے بازو کے حصار سے نکل کر آگے آیا، انیس نے دونوں ہاتھوں میں اسکا چہرہ بھرا۔

"تم بھی اس گھر کے بیٹے ہو یمل۔ اس عدین نامی ڈان نے جو کیا وہ اسکی تربیت میں ہے۔ خود کو الزام دینے کی ضرورت نہیں۔ وہ جو بھی لوگ تھے، اسکی کڑی سزا پائیں گے۔ تمہیں کچھ نہیں ہونے دوں گا، کوئی تمہیں ہاتھ بھی نہیں لگا سکتا، ساتھ لے جانا تو دور کی بات ہے۔ اس لیے بے فکر رہو۔ اور سوری کرنے کی بلکل ضرورت نہیں بچے۔ الٹا میں تم سے شرمندہ ہوں کہ یہاں ہوتے ہوئے تم پر ایسا اٹیک ہوا۔ ہمیں معاف کر دو"

یمل نے فوری نم آنکھوں سے انیس کو دیکھتے نفی میں سر ہلایا، وہ شرمندہ سا ہو گیا تھا۔

"نہیں انیس بھائی۔ آپ معافی مت مانگیں۔ آپ بہت اچھے ہیں۔ آپ سب۔۔ میں عدین کا پورا خیال رکھوں گا۔ آپ بے فکر رہیں"

انیس نے اسکا بھی خود سے لگاتے سر چوما اور یہ یمل کو بہت زیادہ خوشی دے گیا، دگنی خوشی عرشیہ کو ہوئی جو انیس کے اس ضبط کی گواہ تھی۔

"تم اپنا بھی خیال رکھو اور اسکا بھی۔۔۔۔میں چینج کر کے آتا ہوں پھر ہم سب آج اسی کے کمرے اور بیڈ پر بیٹھ کر ناشتہ ٹھوسیں گے۔ٹھیک ہے ناں عدین عرف ڈان صاحب؟"

وہ مسکرا کر یمل سے مخاطب ہونے کے بعد بستر پر چوڑے ہوئے عدین کو دیکھتے بولا تو عدین نے ابھی سے باہیں پھیلا لیں، بھلا اسے کیا اعتراض تھا اپنا بیڈ اتنا میسی ہونے سے، وہ تو پہلے ہی زبردستی کی کمرے میں صفائی رکھنے والے موصوف تھے۔

عدین اور یمل کی مسکراہٹ نے انیس اور عرشیہ کو بھی سمائل کروادیا ورنہ اس وقت وہ دونوں مسکرانے کی حالت میں نہ تھے۔

"ڈن بھیو جانو۔آجائیں میری باہیں، میرا دل، میرا سینہ سب خاضر ہے اپنے پیاروں کے لیے۔"

وہ عدین کی ایسی دریادلی پر پیار سے بھر گئے۔

"اوئے گدھے۔یہ سب نہیں چاہیے۔بس تیرا بیڈ چاہیے"

انیس نے جھک کر اسکی لمبی پتلی ناک پکڑ کر کھینچی تو عدین ہنسا، اسکی یہ کھسیانی ہنسی جیسے ان سبکی جان میں ہمت بھر گئی۔

انیس نے یمل اور عدین کو ایک ساتھ چھوڑا اور مسکراتا ہوا جب کمرے سے نکلا تو اسکے چہرے سے ہر نرمی، ہر مسکراہٹ نوچ لی گئی، اس خیال نے کہ اگر واقعی اسکے بابا نے یہ کیا تو وہ کیسے خود کو اور اس باپ کو معاف کرے گا۔

"انیس"

وہ بھی پیچھے ہی باہر نکلی، آہستگی سے انیس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا۔

"بابا سے بات کرنی ہے مجھے، تم جا کر میرے کپڑے نکال دو۔شرٹ لوز والی نکالنا، بازو میں بہت درد ہے"

وہ اسکی آنکھوں کے دبے آنسو دیکھ پا رہا تھا پر سب سے پہلے وہ یہ آر پار کی اذیت ختم کرنا چاہتا تھا، اسے امید تھی اسکے بابا ایسی گری حرکت نہیں کر سکتے۔

"انیس۔۔۔ایسے مت کرو۔پہلے کچھ دیر آرام کرلو پھر بات کرلینا۔وہ ویسے بھی سو رہے ہوں گے۔روم میں چلو پلیز۔۔۔مجھ سے تم ایسے نہیں دیکھے جا رہے۔ہمیں بات کرنی چاہیے تاکہ تم تھوڑے پر سکون ہو سکو"

وہ بہت تاسف کے سنگ اس سے التجاء کر رہی تھی پر انیس کی آنکھوں میں اس وقت آگ تھی۔

"ہماری نیندیں حرام کر کے وہ کیسے سو سکتے ہیں۔سچ جاننا چاہتا ہوں پہلے۔ورنہ جسمانی درد تو بعد میں محسوس ہوں گے، میرے اندر کی تکلیف مجھے کھا جائے گی عرشیہ۔"

وہ بہت بے بس تھا۔

"انیس۔۔پلیز"

وہ اسکے سینے پر ہاتھ رکھتی بہت کرب سے بولی تو انیس نے سینے پر جمے اسکے ہاتھ پر اپنا ہاتھ دبایا۔

"مجھے سمجھو میری جان! جاو میں آتا ہوں۔رونا مت ورنہ کچھ نہیں سنبھال پاوں گا"

وہ اسکے آنسوؤں کو نہیں چاہتا تھا تبھی عرشیہ نے پورے جبر سے انھیں آنکھوں میں دفن کر دیا، انیس نے اپنے لب اسکے آنسوو کی نمی سے تر گال پر رکھتے اجازت لی اور وہیں سے وہ ابراہیم علوی کے کمرے کی طرف بڑھ گیا، عرشیہ نے اپنی گردن پر ہاتھ پھیرے سانس لی اور چار و ناچار سیڑھیوں کی طرف چلی گئی، عصر نے انیس کو دیکھ تو لیا پر ابھی ہمت نہ ہوئی بات کرے تو دیکھ کر فوراواپس چلا گیا۔

انیس نے بابا کے کمرے کا دروازہ کھولا، پھر وہ اندر داخل ہوا، ابراہیم علوی کو اس قدر سکون سے سویا دیکھ کر اسکی آنکھیں جلنے لگیں۔

انیس نے بمشکل سائیڈ ٹیبل تک فاصلہ سمیٹا، جھک کر بابا کا فون اٹھایا۔

فون لاک تھا۔

"فون لاکڈ۔۔۔امید بھی یہی تھی۔"

انیس نے سخت کوفت سے پیٹرن لاک دیکھتے یونہی دو تین تکے لگائے تو تیسرا تکا اتفاقاً لگا اور انکا فون کھلا، انیس نے کالز، چیٹ سب کھولا، وہاں ان لوگوں کی دس لاکھ کی آفر والا پیغام پڑھ کر انیس کے سینے میں شدید برا درد اٹھا، اس نے وہ نمبر بابا کے نمبر سے ہی علیم خان کو بھیجا۔

"اسے ٹریس کرو۔ یہ لوگ ہمارے ہتھے لگنے چاہیں علیم۔ موساب کے لوگ لگ رہے ہیں یقیناً جنہوں نے بابا سے ڈیل کی۔ یا پھر اس شمریز کے۔ انکو پکڑنا ضروری ہے۔ کام پر لگو۔ عصر آیا ہے تو اسکی مدد لے لو"

انیس نے میسج بھیج کر وہ ڈیلیٹ کیا اور فون پٹخ کر میٹرس پر پھینکے وہ شدید تکلیف کے سنگ اپنے اس بے فکر بابا کو دیکھنے لگا۔

"کیسے ؟ کیسے کر سکتے ہیں آپ یہ سب ؟ آپ کو کسی چیز کی کمی نہیں ہونے دی۔ آپ مجھے زلیل کرنے کا کوئی موقع نہیں چھوڑتے۔ کیسے باپ ہیں۔ کس قسم کی کیٹیگری ہے آپکی۔ وہ بچہ۔۔ وہ یہاں اس لیے آیا تھا کہ چلو سکون کے پل نصیب ہوں گے۔ وہ محفوظ ہو گا۔۔۔ آہ بابا آہ! میں سچ میں بہت مایوس ہوا ہوں آپ سے۔ آپ نے میرا دل بری طرح چکنا چور کر دیا۔ میں آپ سے کس قدر عاجزی سے درخواست کرتا رہا کہ سنبھل جائیں۔۔۔ آپ نے میری نہیں سنی"

وہ گھٹنے میں درد سا اٹھنے پر وہیں صوفے پر بڑی مشکل سے بیٹھا، گھٹنا بینڈ ہونے پر کھنچاؤ اور تکلیف ہوئی لیکن اس تکلیف کے مقابلے میں وہ کچھ نہیں تھی جو انیس کا دل جھیل رہا تھا۔

"کیسے شخص سے محبت کی آپ نے مما، کیسے؟ کیسے بے حس کو چاہا۔ کیوں ضائع کر دی آپ نے اپنی زندگی اس۔۔اس ش۔۔ شخص کے پیچھے۔ یہ جس کے اندر نہ رحم ہے نہ احساس۔ اس بچے کو کچھ ہو جاتا میں کیا جواب دیتا عرشیہ کو۔۔۔عدین کو؟ میری حفاظت پر دھبہ لگانے کی کوشش کی۔ آپ کیسے اس قدر ظالم ہو گئے؟ کب ہو گئے؟ پچھلی بار جب میرے سرہانے بیٹھ کر آپ روئے تو مجھے لگا میں نے آپ کے ساتھ سخت پیش آ کر زیادتیاں کر دیں۔۔۔ل۔ لیکن وہ صرف وقتی احساس تھا، دائمی نہیں۔ حقیقت یہی ہے کہ آپکو مجھ سے نفرت ہے، مجھ سے نفرت ہے آپکو بابا۔ میرے وجود کو برداشت کرنے کی وہشت آپ ایسے نکالتے ہیں۔ اتنا ناقابل قبول تھا تو پیدا ہوتے ہی گلا گھونٹ دیتے۔ یا زندہ دفنا دیتے۔ مجھے پل پل مرنے کی کیفیت سے نہ گزارتے"

وہ کبھی اپنی ماں کے علاوہ کسی کے لیے نہیں رویا تھا لیکن آج اس تکلیف نے اسکی وہ قسم بھی توڑ دی، انیس کی آواز تک کانپ رہی تھی، اسکے اندر کتنی تکلیف ہے یہ اسکے آنسو بتا رہے تھے۔

"اب بس! میں اس سے زیادہ آپکو آزما نہیں سکتا بابا۔ اب ہر حد پار ہو گئی"

وہ اپنی آنکھیں بے دردی سے رگڑ گیا، فرصت سے ٹیک لگائی کہ کب اپنی خوبصورت پر سکون نیند سے جاگیں اور وہ ان سے آخری بار حساب لے۔

لگ بھگ بیس منٹ تک وہ یونہی پتھر بنا بیٹھا رہا اور پھر جیسے اسکی نظروں کی تپش تھی یا تکلیف، ابراہیم علوی کی نیند جیسے اکھڑنے لگی۔

"نیند پوری کر لی اچھے سے؟"

ابراہیم یکدم جاگ کر ہڑبڑا کر اٹھتے سہم کر اپنے ٹھیک سامنے والے صوفے پر انیس کو بیٹھ کر بولتے دیکھ کر اپنا حلق تر کر گئے، انیس کی آنکھوں میں ایسا طوفان تھا جو خاموشی سے سب تہس نہس کر دیتا۔

"تم اسطرح کسی دن میرا ہارٹ فیل کر دو گے انیس۔ ایسے کون بھوت بن کر ڈراتا ہے یار۔ اپنے باپ کی عمر کا ہی لحاظ کر لیتے"

ابراہیم نے اپنی اوپر نیچے ہوتی سانس متوازن کی، جبکہ انیس کے تاثرات مزید پتھریلے ہوئے۔

"آپ کو جب اپنی عمر، اپنے رتبے کا خود احساس نہیں تو اب یہ لحاظ مجھ پر بھی واجب نہیں۔ بہر حال مدعے پر آتا ہوں۔ دس لاکھ؟ کیا مل جاتا آپکو اس دس لاکھ سے۔ یمل تو چلیں کسی اور کی اولاد ہے، عدین تو آپکا وہ بیٹا ہے جسے آپکو دینے میں میری ماں مری۔ آپکو آج تک میں نے معاف کیا بابا صرف اس لیے کہ آپ نے عدین کا خیال رکھا، اسکی تکلیف پر تڑپے۔ اسے اپنی شفقت دی۔ لیکن اب وہ آپکی وجہ سے چوٹ کھا چکا ہے۔ اب میں آپکو معاف نہیں کروں گا۔ آپ سسک سسک کر معافی مانگیں تب بھی نہیں۔ مجھے شرمندگی ہوئی آج جب آپکی لالچ نے عدین کو تو نقصان

دیا، اک ایسے بچے کو خطرے میں ڈالا جو میرے پاس امانت تھا۔ مجھے آپ سے نفرت ہو رہی ہے بابا"

یہ وہ الفاظ تھے جو کم از کم ابراہیم علوی نے، انیس سے کبھی امید نہ کیے تھے، یہ سنگین چابک تھی۔

"مجھے معاف کر دو۔ میں بہت شرمندہ ہوں"

وہ بستر سے نکل کر اس کنارے آ بیٹھے جہاں انیس بیٹھا تھا، وہ سچ میں ہنسا جب ابراہیم نے معافی مانگی۔

"شرمندہ ہونے والے انسان بے فکر کب سے سونے لگے؟ اور یہ معافی نامی بکواس بہت بے معنی ہے اس وقت۔ آپکی معافی کا مطلب یہ نہیں کہ انیس اب میں نہیں کروں گا، بلکہ یہ مطلب ہے کہ انیس غانم اگلی بار میں تمہیں دگنا سخت جھانپڑ ماروں گا۔ لیں، منہ لے کر حاضر ہوں۔ آج گردن بھی دی، اپنی دونوں نبضیں بھی حوالے کیں آپ کے۔ اتار لیں اپنی نفرت، اپنا

غصہ، اپنے اندر کے سارے طیش مجھ پر۔ لیکن گارنٹی دیں اسکے بعد آپ پیسے کی ہوس چھوڑ دیں گے۔ مجھے ڈر لگا آج کہ کہیں آپ عدین کو بھی کل پیسے کے لیے بیچ نہ دیں۔ میرے بدلے تو آپکو پھوٹی کوڑی بھی نہیں ملے گی اس لیے مجھے اپنی پرواہ نہیں"

ابراہیم کے اندر جیسے ان الفاظ نے آتش فشاں دہکا دیا، وہ اپنی جگہ سے سخت مشتعل ہو کر اٹھے۔

"تمہاری ہمت کیسے ہوئی ایسی بات کرنے کی؟ میں تمہیں سوداگر لگتا ہوں اپنی اولاد کا؟"

وہ بھی اذیت سے مسکراتا اٹھا۔

"کسی دوسرے کی اولاد کے تو بن گئے سوداگر، جسے کسی دوسرے کی اولاد پیاری نہ ہو وہ اپنی اولاد سے بھی پیار نہیں کر سکتا۔ مجھے تو لگتا ہے آپکو میری

ماں سے بھی پیار نہیں تھا۔ انھیں تھا، شاید بہت برا پیار تھا کہ انہوں نے آپ جیسے انسان پر خود کو ضائع کر دیا"

وہ اس وقت بہت زیادہ بکھرا ہوا تھا، اس باپ کو اپنی زلت دیکھائی دی پر انیس کا زخم زخم دل اور وجود دیکھنے سے وہ آج بھی قاصر تھے۔

"مانتا ہوں غلطی ہو گی مجھ سے لیکن اسکا یہ مطلب نہیں تم میری محبت کو گالی دو۔ میں نے تمہاری ماں سے شادی کر کے اس پر احسان کیا تھا۔ ورنہ خود کشی کر لیتی میرے پیچھے۔ اتنی پاگل تھی وہ۔ تم جیسی اولاد دے کر وہ میرے دل سے رہی سہی اتر گئی۔ بیٹے تو باپ کا فخر ہوتے ہیں، تم جیسے نہیں ہوتے۔۔۔۔ تم سے پیار کر بھی کون سکتا ہے۔؟ وہ تبھی مجھے دوسری اولاد دینے کے لیے مرے جا رہی تھی اور پھر مر بھی گئی۔ مجھے مجرم بنا گئی۔ تمہارے دل میں میرے لیے نفرت اسکی موت نے ڈالی۔ تمہیں لگتا ہے میں نے اسے مارا۔ اور اب میں تمہیں اور عدین کا بھی دشمن بن چکا ہوں"

وہ بابا سے اس بار مزید زیادہ کی توقع میں تھا اور اسکی یہ توقع پوری بھی ہو گئی، تو آخر کار ابراہیم نے یہ اعتراف کر لیا کہ انھیں انیس سے محبت نہیں۔

"مجھے سب لگنا بند ہو گیا۔ عدین آپکی صحت مند اولاد ہے، اس پر فخر کریں کہ اس نے یمل کے لیے کیسے اپنی جان رسک میں ڈالی، مجھ پر مٹی ڈالیں، مجھے مرا سمجھیں کیونکہ جب آپ اعتراف کر چکے ہیں کہ میں آپکی محبوب اولاد نہیں تو اب نہ آپکے الفاظ پلٹیں گے نہ میرا دل۔ رہی بات میری نفرت کی تو آپکو میں نے آج اپنی نفرت اور محبت دونوں سے آزاد کر دیا ہمیشہ کے لیے۔ آپ میرے بینک اکاونٹ سے جب چاہے جتنے چاہے پیسے لے سکتے ہیں، میں اس میں آپکے سائن ایڈ کر دوں گا، میری اجازت کی بھی ضرورت نہیں، میں جب تک ہو سکا اپنی پوری قابلیت لگا کر اس بینک کو بھرتا رہوں گا۔ لیکن درخواست ہے کسی غلط طریقے سے پیسے ہتھیانے کی کوشش مت کیجئے گا۔"

وہ اپنی بات کہتا پلٹا ہی جب ابراہیم نے اسکی بازو پکڑ کر روکا، وہ یہ تک نہ بتا سکا کہ اسے اس بازو میں شدید درد ہے، بابا کی گرفت بھی بہت سخت تھی۔

"تم مجھے چ۔ چھوڑ رہے ہو؟ تم ایسا مت کرو میرے ساتھ۔۔ میں مانتا ہوں غصے میں کچھ زیادہ بول گیا پر تم بھی جانتے ہو میں تم سے کتنا پیار کرتا ہوں۔ میں بکواس کر گیا ہوں۔ میں ان لوگوں کے دیے لالچ میں آ گیا۔ م۔ مجھے ان لوگوں نے کہا وہ یمل کے گھر والے ہیں۔ وہ بھاگ کر ہمارے مینشن گیا ہے۔۔ میں اپنا لالچ دبا نہیں سکا۔۔ مجھے لگا بس اسے لوٹانے کے اتنے پیسے مل رہے ہیں تو کیوں نہ لے لیے جائیں۔ مجھ میں یہ برائی ہے۔ لیکن مجھے تم نے چھوڑا تو رہا سہا برباد ہو جاوں گا۔۔۔ انیس میری طرف دیکھو پلیز"

وہ بابا کی جانب دیکھ ہی نہیں سکتا تھا، اس وقت اسے اپنے وجود سے نفرت ہو رہی تھی، اس شخص کا بیٹا ہونے پر ندامت گھیرے ہوئے تھی۔

"مجھے معاف کر دو۔ ایک آخری موقع دے دو انیس۔ ایسے مت کرو"

وہ اسکی بازو دوبارہ کھینچ کر اسے اپنی سمت پلٹانے کی کوشش میں تھے اور وہ بنا اک بھی ماتھے پر شکن ڈالے سہہ رہا تھا۔

"انیس۔۔۔ تم مجھے آخری موقع دے دو۔ میں ان لوگوں کو چھوڑوں گا نہیں جنہوں نے مجھے اس سب میں پھنسایا۔ عدین کو تکلیف پہنچائی۔ تم دیکھنا میں ان سے حساب لوں گا۔ میں دوبارہ پیسے کی لالچ نہیں کروں گا۔ تم مجھے اپنا بینک اکاونٹ ایکسیس بھی نہیں دو گے ٹھیک ہے ناں؟ میں تم سے پیار کرتا ہوں۔ اپنی اولاد سے کون باپ نفرت کر سکتا ہے۔ جانتا ہوں غصے میں کچھ بھی بک دیتا ہوں پر قسم سے اگر تمہیں یا عدین کو کچھ ہوا تو میری جان پہلے جائے گی۔ اپنے بے حس اور لاپرواہ بابا کو معاف کر دو"

وہ اسکے سامنے آکر کھڑے تھے پھر بھی انیس نے انھیں نہیں دیکھا، وہ ایسے تکلیف پہنچاتے شخص کو مزید دیکھنے کی سکت نہیں رکھتا تھا۔

"ا۔۔انیس۔۔ایسے چپ مت رہو۔۔بابا کی جان ہو تم"

وہ اسکا چہرہ ہاتھوں میں بھرتے رندے بھیگے لہجے میں منمنائے تو انیس انھیں دیکھنے پر مجبور ہوا لیکن وہ یوں جیسے اسکے اندر جان یا جذبات نہ ہوں، بلکل خالی ہو، کھوکھلا۔

"میں آپکے لیے کسی دماغی ڈاکٹر کو دیکھتا ہوں۔ آپ نارمل نہیں ہیں بابا۔ میں اب اس بارے کسی اور رخ سے سوچتا ہوں، ضروری ہو چکا ہے یہ۔ معذرت چاہتا ہوں آپکی نیند خراب کی۔ سو سکتے ہیں"

وہ انکے ہاتھ پکڑ کر خود سے دور کرتا جس طرح ناامید اور مایوس ہو کر گیا، اسکی تکلیف اسکے جانے میں بھی چھپی ہوئی تھی۔

"آہ بدبخت آدمی۔۔تم کیا کرتے جا رہے ہو۔ اوہ میرے خدا! یہ میں نے کیا کر دیا"

آج انیس کی طرف سے موہوم سی امید بھی ختم ہو چکی تھی، آج اس شخص نے اپنی اولاد کو پورا توڑ دیا تھا، وہ ریلنگ کا سہارہ لے کر اوپر پہنچا، آج سانس جیسے اسکا رک رہا تھا، عجیب سی گھٹن تھی جو آج سے پہلے انیس نے محسوس نہیں کی تھی۔

وہ کمرے کا دروازہ کھولے اندر داخل ہوا ہی کہ عرشیہ جو اسی کے انتظار میں کمرے کے وسط میں ٹہل رہی تھی، لپک کر انیس تک پہنچی، اسکے دونوں ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لے کر دبایا، وہ بہت زیادہ مایوس تھا، اتنا تو عرشیہ نے کبھی اسے نہیں دیکھا تھا۔

"تمہارے اس ورژن سے خوف آرہا ہے مجھے انیس۔۔"

وہ اسکے قریب کھڑا آگے کو جھکتے اسکے کندھے پر اپنی پیشانی جھکائے جیسے کچھ بھی بولنا نہیں چاہتا تھا، وہ اسکے ہاتھ چھوڑتی، دونوں ہاتھ اسکے پیٹھ پر

باندھے اسے خود سے لگا گئی پر آج توانیس کی اسکے اطراف پکڑ بھی بے حد کمزور تھی۔

"مت ڈرو۔ میں تو اکثر اداس رہتا ہوں۔"

وہ اس سے جلد ہی دور ہوتا جا کر میٹرس پر بیٹھ گیا، زخمی گھٹنے والی ٹانگ زرا پھیلائے، ایک ہاتھ سے اپنی درد کرتی بازو پر ہاتھ پھیرنے لگا۔

"تمہیں اداس ہونے کی ضرورت نہیں۔ سب ایسا خراب بھی نہیں کہ ٹھیک نہ ہو سکے۔ میری طرف دیکھو۔ مجھے بتاو کیا محسوس کر رہے ہو، ایسے چپ چاپ مت سہو۔"

وہ اسکے پاس آئی، اسکے چہرے کو ہاتھوں کی پوروں سے چھو کر اسکی آنکھیں خود پر اوپر کرتے جمائیں، وہ کیا بتاتا کہ کیا ہو رہا ہے، محسوسات جیسے پتھرائے ہوئے تھے۔

"کچھ نہیں ہے کہنے کو۔ چپ رہنا چاہتا ہوں عرشیہ۔"

وہ اسکی تاسف بھری سرگوشی پر کھڑے کھڑے جھکی، اسکا ماتھا چوما تاکہ وہ کچھ پرسکون ہو سکے۔

"ٹھیک ہے۔ کچھ دیر لیٹ جاو۔ میں تمہیں بولنے پر مجبور نہیں کروں گی۔ بلکہ اٹھو۔ چینج کرلو دیکھو تمہاری گھٹنے سے پینٹ بلکل پھٹ چکی ہے۔ تمہاری شرٹ بھی دھول والی ہو رہی ہے۔ میں مدد کر دیتی ہوں۔ آو میرے ساتھ انیس"

وہ اسکے ایک بار کہنے پر ہی اپنی بازو پر ہاتھ رکھتا اٹھا، عرشیہ نے اسکا ہاتھ پکڑا اور اپنے ساتھ واش روم لے کر گئی، وہاں اس نے انیس کے کپڑے پہلے ہی ہینگ کر دیے تھے۔

"میں کرلوں گا جان، تم فکر مند مت ہو"

وہ اسکی مرجھائی شکل دیکھتا اسکے اندر آتے ہی بازووں میں حصار تے اپنے قریب کیے بولا لیکن وہ انیس کے ان افسردہ لفظوں پر سنبھل نہ سکی۔

"مجھے کرنے دو ورنہ سانس نہیں لے پاؤں گی۔"

وہ اسکی آنکھوں میں نہ جھانک پائی، آہستہ سے انیس کی شرٹ پکڑ کر اسکے جسم سے اتارتے الگ کی، وہ اسکی بازو کا نیل دیکھ کر اپنا دل بند محسوس کر رہی تھی۔

"کیڑے پڑیں اس مردود کو۔ تمہیں کیا انسان نہیں سمجھا اس نے۔۔ کیسے مار سکتا ہے وہ اتنے برے طریقے سے۔ کیا سارے پاگل لوگ ہمیں ہی ملنے ہیں۔ اوہ۔۔۔ کیسے تمہارے بازو کی سکن ڈارک ہو گئی ہے۔ انیس۔۔ بہت درد ہو گا ناں؟ اسکے لیے کیا دیا ڈاکٹر نے۔ پین کلر لیا تم نے؟"

وہ اسکے بازو پر اپنا ٹھنڈا ہاتھ پھیرتی جیسے اس درد کو خود محسوس کر رہی تھی، اسکی جان جاتی دیکھے انیس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آئی۔

"انجکشن دیا تھا نرس نے، لیکن شاید اسکا اثر ختم ہو گیا۔ میں ابھی پین کلر لے لوں گا۔ کیا تم مجھے میرے گھٹنے کی پٹی پر کچھ باندھنے کے لیے لا دو گی جس

سے پانی اندر نہ جائے۔ دراصل روڈ پر گرا تھا تو عجیب سی فیل آ رہی ہے۔ شاور لینا چاہتا ہوں، تمہیں بھی اچھے سے گلے نہیں لگا پایا دیر تک"

وہ اسے دیکھتی کب مسکرا دی، خود عرشیہ کو بھی پتا نہ چلا، وہ سمجھ سکتی تھی اس وقت وہ بے چین ہے۔

"میں ابھی لاتی ہوں۔ میں تمہاری مدد بھی کر دوں گی۔ تم باہر آؤ پہلے تمہارے زخم کا کچھ کر لیتے ہیں"

وہ اسکا ہاتھ پکڑتی باہر لائی، کاوچ پر اسے بٹھائے وہ کمرے سے نکل گئی، پانچ منٹ تک جب وہ واپس آئی تو انیس اپنا ٹراوزر اوپر فولڈ کر چکا تھا، پٹی بہت کس کر بندھی تھی، تو اسے درد بھی تبھی ہو رہا تھا۔

"میں آ گئی۔"

وہ کمرے میں آئی تو اسکے ہاتھ میں کچھ سامان تھا، پلاسٹک شیٹ اور واٹر پروف میڈیکل ٹیپ، وہ اسکے پاس آ کر رکی پھر زخمی نگاہوں سے انیس کی

گھٹنے پر بندھی پٹی دیکھی، اسکے شرٹ لیس سراپے سے نگاہیں بدستور چرائیں۔

"تم میرا سکون ہو عرشیہ، کتنی پیاری لگتی ہو میری فکر میں ڈوبی شدائین بن کر"

وہ اس وقت اسے فرصت سے نہارتا پایا گیا جب عرشیہ کی جان اسکی آنکھوں میں اٹکی تھی۔

"تم دُکھے ہوئے مجھے بھی درد دیتے ہو"

عرشیہ نے اسکے قدموں میں بیٹھتے اسے ٹانگ سیدھی کرنے کا اشارہ کیا پھر گھٹنے کی پٹی پر اچھے سے وہ نرم پلاسٹک شیٹ لپیٹی، کناروں کو واٹر پروف ٹیپ سے سیل کیا تاکہ پانی اندر نہ جاسکے، پھر اسکا فولڈ اوپر تک چڑھا ٹراوزر آہستگی سے نیچے کرتے پائنچے تک ٹھیک کیا، اٹھی، اپنا ہاتھ بڑھایا، انیس نے اسکا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر اپنے ہونٹوں کے پاس لائے چوما، اس قدر

آسودگی وسکون سے کہ اسکے ہونٹوں کی حرارت نے عرشیہ کے سینے کو دہکا دیا۔

"انیس۔۔اٹھو۔شاور لو۔۔پھر لیٹو آکر پلیز۔میں مدد کر دوں ناں؟"

وہ اسکا ہاتھ تھامے سے اٹھا تو عرشیہ زرا ہچکچائی کہ شاید وہ مدد نہ لینا چاہے۔

"کر دو تو تمہارا اور دیوانہ ہو جاوں گا۔نہ کرو تب بھی تمہارے لیے پاگل رہوں گا"

وہ اسکو اپنی بازووں میں بھرتا جیسے یہ عاجزی بھی دیکھا کر عرشیہ کی جان لے گیا، عرشیہ کے لبوں کو اک لطیف مسکراہٹ کا لمس چھو گیا، اسکی لجائی پلکوں کا منظر تناوزائل کرنے کا پیمانہ تھا۔

"میں مدد کر دیتی ہوں۔مجھے اچھا لگے گا"

وہ اسکے سینے سے لگتی اپنی آسودگی بیاں کرتی چہرہ چھپائے مسکرائی، انیس نے اسکے سر کے بالوں کے پاس چہرہ لے جاتے گہری سانس لی، وہ ہر درد جیسے بھول سا گیا تھا۔

"میں نے تمہارے بغیر یہ کچھ گھنٹے بہت تکلیف میں کاٹے۔ تم جانتے ہو خضر بھائی کا رد عمل کتنا برا آیا، اف۔۔ انہوں نے تو ہمیں ڈرا دیا۔ مجھے مہویر میثاق پر ترس بھی آیا۔ میں نے بات کی تھی اس سے، اس نے مجھے تمہارا ایک راز بھی بتا دیا"

وہ الگ ہوئی، انیس کا ہاتھ پکڑ کر وہ اسے واپس واش روم لائی، اس نے موونگ شاور ہینڈ سٹینڈ سے اتار کر اپنے ہاتھ پر کھولا، پانی نہ زیادہ گرم تھا نہ زیادہ ٹھنڈا، انیس کو یہی چاہیے تھا تبھی اس نے عرشیہ کا گیزر کی جانب جاتا ہاتھ پکڑ کر روکتے منع بھی کیا اور اسے بیقرار ہوتے اپنے مقابل بھی لا کھڑا کیا۔

"کیسا راز؟"

وہ انیس کو دیکھنے لگی جس نے اسے دونوں ہاتھ اسکی بازوؤں پر باندھے اسے جکڑ کر پوچھا، وہ شرٹ لیس کھڑا ایک تو ویسے ہی بہت جاذب لگ رہا تھا اوپر سے اتنے قریب کر کے عرشیہ کی آتی جاتی سانسوں میں حلل بھی لے آیا۔

"بتاوں گی۔ پہلے شاور لے لو۔ کیا یہ پانی ٹھیک ہے"

وہ اسکے ہاتھوں کی گرفت کی جانب دیکھتے پر اسرار مسکرائی تو انیس نے اسکے بازو چھوڑے، جس سبب عرشیہ نے ایک ہاتھ میں موونگ شاور لیے دوسرا ہاتھ انیس کی گردن سے جوڑا، پانی شاور سے بہہ کر پھوار کی صورت انیس کی بیک پر بہنے لگا، اس نے سیدھا انیس کے سر کی طرف شاور نہیں کھولا تھا۔

"پرفیکٹ ہے۔ لیکن تم بھی بھیگ جاو گی۔"

انیس نے اپنے دونوں ہاتھ اسکی کمر پر لپیٹ کر عرشیہ کو اپنے ساتھ جوڑا، وہ خفیف سا بلش کی، پھر اس نے خود پر جمی انیس کی محبوبیت سے بھری

آنکھیں دیکھتے، شاور اسکے سر پر رکھا، پانی انیس کے سر کے بالوں سے بہتا اسکے چہرے، اور جسم پر گرنے لگا، وہ آنکھیں بند کر گیا، عرشیہ کی چالاکی پر مسکرایا کہ اس نے انیس کی نگاہوں کی تپش سے بچنے کو بناوارننگ سر پر پانی بہادیا۔

"بھیگ تو چکی ہوں۔ تمہاری محبت میں۔"

وہ اپنا اک ہاتھ اسکے چہرے پر پھیرتی، بچوں کی طرح اسکے ماتھے پر آتے بال سہلاتی بولی، آواز میں جذبات کا بے انت دباو تھا۔

"تم میری زندگی کو خوبصورت بنارہی ہو لُما، میں اس کمفرٹ زون میں اپنی سانس بے تحاشا آسان محسوس کررہاہوں۔ تم میرا غرور ہو۔"

وہ انہی بھیگے خدوخال والے چہرے کے سنگ عرشیہ کے چہرے کے قرین جھکا، اسکے ہونٹوں کی نرم چھاوں میں اپنی سانسوں کی دھوپ کو چھپادیا، وہ بھی جیسے اسکو اور اسکی بے ربط تشنگی کو اپنے ہونٹوں میں ڈھانپ گئی، اسکا

ہاتھ بے اختیار تھما، شاور کی پھوار نے اسے انیس سے زیادہ بھیگو دیا، لیکن اسکے باوجود انکی موجودگی میں جذبات کی نادیدہ آگ بھڑک اٹھی تھی، وہ دونوں مکمل گیلے ہو چکے تھے، لیکن آنکھیں پُر تپش تھیں، ان میں بے انتہا شدت بسی تھی۔

"ی۔۔یہ میرے لیے ٹھنڈا پانی ہے۔ ٹھنڈ لگ جائے گی مجھے"

وہ اس سے دور ہوا تو اسکی کپکپاہٹ دیکھے مسکرایا، اسکی مسکراہٹ نے عرشیہ کی جان ہی نکال دی، اتنی قاتلانہ مسکراہٹ اس وقت سراسر وبال تھی۔

"میں نے اپنے سوا تمہیں کچھ لگنے نہیں دینا۔"

انیس نے اسکو اپنی بازوؤں میں مزید بھینچا کے وہ بے ارادہ اپنی بازو اسکی گردن میں حمائل کر گئی، عرشیہ کے ایک ہاتھ میں کھلا موومنگ شاور مسلسل انیس کی بیک بھیگو تا جا رہا تھا۔

"میں تم سے بہت پیار کرتی ہوں۔ تمہاری کوئی تکلیف دیکھنا نہیں چاہتی۔ جب تم درد میں ہوتے ہو دل چاہتا ہے اپنی آنکھیں بند کر لوں، پھر کھولوں تو تمہاری ہر تکلیف دور ہو چکی ہو۔ ایسی تیز رفتار شفاء مانگتی ہوں میں تمہاری۔ تم میرا سب کچھ ہو۔ تم میری زندگی میں ہونے والا سب سے خوبصورت حادثہ ہو۔ میں تمہیں کبھی اکیلا پڑنے نہیں دوں گی۔"

اس لڑکی کی آنکھوں نے، اسکی سانسوں نے، اسکی بھیگی پلکوں نے، اسکی بھیگی رخساروں نے مل کر انیس کو جیسے اپنے بس میں کر لیا، وہ اپنی شربتی آنکھوں میں دنیا جہاں کا پیار بھر لایا، اس نے عرشیہ کی دونوں آنکھوں کو باری باری چوما، اسکی بھیگی آنکھیں چوم کر وہ بھی سکون میں آیا، پھر انیس نے اسکے رخساروں کے خم بھی چومے، اسکی ٹھوڑی کو چہرے سے زرا ادائیں کرتے وہاں بھی جالائن پر اپنے ہونٹوں کو رکھتے عرشیہ میں جانے کیا کیا سکون اتار دیا، انیس نے اسکے کان کے قریب اپنے لبوں کو رکھا، چومتے وہ اسکی گردن پر موجود پانی کی نمی اپنے لبوں سے چنتا، اس امرت کو خود میں اتار رہا تھا جس

کی شفاء بہت اثر انگیز تھی، وہ مدہوش مسکراہٹ لیے یہ سارے پیار بھرے لمس وصولتی تب اپنی گرے آنکھیں کھول کر اسے ڈر کر دیکھنے لگی جب ان ہیزل براون آنکھوں کا مرکز عرشیہ کے خوبصورت، محبت کی سرخی سے سجے ہونٹ بنے۔

"جلدی سے نہاو، اور باہر آجاو۔ میں بھی چینج کرتی ہوں۔۔"

عرشیہ نے اسکی آنکھوں پر ہاتھ رکھتے دوسرے ہاتھ میں پکڑا موونگ شاور انیس کو پکڑایا اور فورا سے پہلے دور ہو کر بھاگتی دروازے تک پہنچی۔

"عرشیہ۔"

وہ دروازے کے پاس پہنچ کر پلٹی، آنکھیں اب تک سرور سے بھری ہوئی ی تھیں۔

"جی"

وہ اسکے بے ساختہ جی پر مر مٹا، انیس نے شاور ایک دم عرشیہ کی طرف پھیر کر سپید بڑھائی تو وہ رہی سہی بھی ساری بھیگ کر رہ گئی، اوپر سے ڈائریکٹ منہ پر پڑتے پانی کے پریشر پر بچاری کا سانس بھی اکھڑ کر رہ گیا۔

"انیس کے بچے۔۔"

وہ پانی کے بہاو سے بچتی بچاتی واپس انیس تک پہنچی ہی جب انیس نے شاور اک طرف کرتے، ہاتھ اسکی بھیگی کمر میں لپیٹ کر اسے واپس شکنجے میں جکڑا۔

"انیس کے بچوں کی ماں"

وہ اسکی گلابی بھیگی ناک چومتا مسکرایا تو عرشیہ کے گال دھواں چھوڑ گئے۔

"جانے دو پلیز"

وہ ڈرا سا مسکراتا منمنائی۔

"نہ جانے دوں تو کیا ضد کرو گی؟"

وہ جیسے اسے اوجھل ہونے دینا ہی نہ چاہتا تھا۔

"نہیں۔ میں رک جاوں گی۔ تمہیں نہاتے ہوئے دیکھوں گی"

عرشیہ نے مسکراتے ہوئے بتایا تو انیس نے آبرو چونک کر اچکائے۔

"تم نہیں دیکھ سکتی مجھے۔ تمہارا چھوٹا سا دل فیوز نہ ہو جائے۔۔ جاو شاباش۔ میری لیڈی بگ"

وہ اسکے اس زرا مختلف نام پر کھکھلائی کیونکہ یہ بھی بہت سوئیٹ تھا۔

"میرا لیڈا بگ۔۔۔"

وہ بھی شرارت سے مسکاتی شرماتی ہوئی کہہ کر بھاگ نکلی اور انیس کے ہونٹوں پر حسین مسکراہٹ چھوڑ گئی۔

باہر روم میں آتے اک نظر آئینے میں اپنا خلیہ دیکھے وہ کان کی لو تک سرخ پڑی اور پھر جلدی سے اٹیچ روم میں گھس گئی تاکہ کپڑے بدل سکے۔

بلیک فل لیدر سکرٹ کے ساتھ پیچ جرسی ٹاپ پہنے وہ باہر آئی، ڈرائیر سے بال خشک کیے، چہرہ خوامخواہ گلابی ہو رہا تھا، پیروں میں کمفی ہیلز پہنے وہ اپنے چہرے پر ہلکا سا میک آپ بھی کر چکی تھی، انیس باہر آیا تو وہ بھی بلیک کورآرڈ سیٹ میں ایزی سے خلیے میں کول لگ رہا تھا، ہاتھ میں ٹاول تھا مگر عرشیہ نے فوری طور پر اسکے ہاتھ سے ٹاول لے کر ہینگ کیا اور انیس کا ہاتھ پکڑے وہ ڈریسنگ ٹیبل کے ساتھ لگا کر کھڑا کرے اسکے ڈرائر سے بال ڈرائے کرنے لگی۔

"راز کونسا بتایا اس نے؟"

انیس کی اسے دیکھتے بیقراری بڑھی، عرشیہ نے مزید سسپینس پھیلایا، اچھے سے اسکے بال ہاتھ پھیر کر ڈرائے کرتے بے ترتیب انداز میں جیل سپرے

کیے سیٹ کیے، لیکن تھوڑے ماتھے پر پھیلائے کیونکہ یہ انیس پر سوٹ کرتے تھے۔

"تمہاری عاشقی کا راز۔۔۔ آجاو بیٹھ جاو میں پٹی کی سیکورٹی ہٹادوں"

وہ اسکو پکڑ کر زبردستی میٹرس پر بیٹھاتی دوبارہ اسکے قدموں میں گھٹنے زمین پر ٹیک کر بیٹھی اور اسکا ٹراوزر لوز پینٹ اٹھا کر اوپر فولڈ کرتے کمر اٹھلائے عرشیہ نے بہت احتیاط کے ساتھ وہ سیکورٹیپ کھولتے پلاسٹک کی شیٹ ہٹائی، پٹی کو ہاتھ لگا کر دیکھا پر وہ بلکل خشک تھی، اسکی ٹانگ پر موجود بال دیکھتی عرشیہ نے شرارت سے ہاتھ پھیرا جس پر انیس بھی اسکی شرارت اور حرکت پر مسکرایا لیکن اسکی مسکراہٹ تھوڑی پھیکی تھی۔

"کہو تو اتار دوں؟"

انیس نے بھی لگے ہاتھوں آفر کی۔

"کیا خود پر پل پل لٹو کروانے کے ارادے ہیں۔ پھر میں تمہاری ٹانگیں ہی دیکھتی رہوں گی۔ تمہارا منہ اگنور ہو جائے گا اس لیے سوچنا بھی مت۔ میری کیوٹی پائی نہا کر تو تم اور چمک گئے، اوپر سے کالا جوڑا فرمائش پر پہن لیا۔ اس پر مجھے ایک پنجابی گانا یاد آ رہا ہے۔۔۔

کالا سوٹ نہ پائیو تہانو سخت ہدایت اے

اللہ معاف کرے جی کیسی حسن عنایت اے"

وہ اٹھ کر اسکی دونوں گالیں پکڑ کر کھینچتی جیسے گنگنا کر چہکی، انیس کو لگا وہ واقعی کسی تتلی کی سنگت میں ہے، بہت سے رنگوں کی، دنیا جہاں کے ہر درد سے بے نیاز دھڑکتی تتلی جو سٹمک تک پہنچ رہی ہے۔

"یار۔ تم تو بہت اچھا گانا گاتی ہو۔ مجھے اور سناوناں۔۔۔۔۔"

وہ اسکی فرمائش پر فوری سر نفی میں ہلا گئی۔

"ناں۔۔بس۔۔میں اب تمہیں دیکھوں گی اور تمہیں سنوں گی۔"

وہ اسکے برابر بیٹھی ہی جب انیس نے اپنی بازو اسکے اطراف حصار تے رخ زرا عرشیہ کی طرف پھیرا۔

"مجھے اچھا کر دیا تم نے، ورنہ بہت ہرٹ تھا۔ تھینکیو میری جان۔"

وہ اسکی گال محبت سے چومتا بولا، تو عرشیہ نے اپنا ہاتھ بڑھا کر اسکے رخسار سے جوڑا۔

"بتاو کیا بات ہوئی انکل ابراہیم سے؟"

وہ اس ذکر پر ہی سخت برا منہ بنا گیا، انتہائی بیزار۔

"پلیز لُما! ابھی نہیں"

وہ جیسے اس بارے ابھی کچھ سوچنا ہی نہ چاہتا تھا۔

"مجھے پتا ہے تم پریشان ہو، میں بھی دیکھ پا رہی ہوں اب تمہاری آزمائشیں۔ سمجھ بھی رہی ہوں کیوں تم نے خود کو خود میں قید کیا تھا۔ تمہاری مسکراہٹ اتنی خوبصورت ہے انیس غانم کے چلتی پھرتی ہوا بھی نظر لگاتی ہے۔ تبھی تم نے مسکرانا چھوڑ دیا تھا۔ لیکن ایک بات یاد رکھنا، اب تمہاری مسکراہٹ کی نظر اتارنے کو میں ہوں تمہارے پاس۔

کچھ بھی ہو جائے پہلے جیسے سڑو مت ہونا۔ ہم مل کر ہر چیز ٹھیک کر لیں گے۔ تمہارے گندے بابا کو بھی"

وہ اسکے ڈرے چہرے کو دیکھ نہ پائی تو فوراً سے پہلے اسے اپنے گلے لگا کر اسکی ساری تکلیف بانٹ لی۔ وہ سکون پرور تھی، وہ اسکے لیے سب سے بڑی آسانی تھی۔

"میں ٹھیک ہو جاوں گا تم پریشان مت ہو۔ اب راز بتا بھی دو لڑکی؟"

وہ اسکی بیتابی پر مسکراتی ہوئی الگ ہوئی، اس نے اپنے دونوں ہاتھوں میں انیس کا وہی ہاتھ پکڑا جہاں وہ کٹس تھے، اب تک ہتھیلی میں نشان تھے، عرشیہ نے اسکی ہتھیلی اپنے ہونٹوں کے قریب لائی اور چومی، بے حد محبت اور عقیدت سے۔

"مہویر نے ان کٹس کا راز بتایا۔ جب اس نے تمہارے ساتھ گندا پرینک کیا تھا۔ مجھے تب تم پر ٹوٹ کر پیار آیا۔ تم میرے لیے اس وقت اتنے پاگل تھے کیا؟"

وہ اب تک جیسے حیران تھی، وہ اسکی حیرانگی کو دیکھتے سر ہلاتے اسکا ماتھا چوم گیا۔

"میں تو ابھی بھی ہوں۔۔ بہت پاگل"

وہ آسودگی سے موندی آنکھیں کھول کر اسے دیکھنے لگی۔

"جانتی ہوں۔ بس تم اداس مت ہوا کرو"

وہ اسکی طرف دیکھتی آس سے بولی۔

"تو تم میرے پاس رہا کرو"

وہ اسے بازووں میں بھر کر جیسے دلکش انداز میں مسکایا تو وہ اترائی۔

"بہت پاس ہوں۔ میں چاہتی ہوں تم ایک گھنٹہ سو جاو۔ پھر ہم ناشتہ کریں گے۔ تمہارے لیے ابھی آرام ضروری ہے۔ ممانا شتے پر آرہی ہیں تو میں دیکھتی ہوں جا کر ناشتہ کہاں پہنچا۔ عدین اور یمل بھی منتظر ہوں گے، تم لیٹ جاو۔ تھوڑا سا سکون پاو"

وہ اسکے لیے فکر مند ہے تبھی انیس نے کوئی اعتراض نہ کیا، وہ اٹھی تو اس نے انیس کے لیے تکیے نرم کرتے ہوئے درست کیے، وہ بیٹھتے ہی لیٹا مگر اس نے عرشیہ کا ہاتھ پکڑ کر اسے روک لیا۔

"تم بھی نہیں سوئی۔ کب نیند پوری کرو گی؟"

وہ اسکی آنکھوں سے اندازہ لگا سکتا تھا اسکے رت جگے کا۔

"تم سو جاو، باخدا آرام میری آنکھوں، دل اور روح تک چلا آئے گا۔ تم میری ہر تکلیف کی دوا ہو۔ تم بہت پیارے ہو مجھے انیس، آرام کرو۔ میرے حصے کا آرام و سکون بھی ابھی اللہ تمہیں پہنچا دے۔ یہی میری خواہش ہے"

وہ اسکے ماتھے پر جھکی، اسکی صبیح پیشانی جذب سے چومی، وہ اسکا ہاتھ کھینچ گیا تو انکی سانسیں ٹکرائیں، سانس ملے تو لبوں کی پیش رفت کیسے پیچھے رہتی، وہ نرمی اور شرم سے اسے چھو کر دور ہوئی اور اسے فلائنگ کِس کرتی کمرے سے چلی گئی، انیس کے پورے درد کرتے وجود کو جیسے آرام سا مل گیا تھا۔

.._____..

"اللہ جلد شفاء دے تمہیں میری بیٹی۔ شکر ہے اب تم بہتر ہو"

خاور صاحب کی فیملی، منائم کی تیمارداری کے لیے آئی تھی، اب تو منائم بہت تر و تازہ لگ رہی تھی، شاید اسکا سبب دروازے میں کھڑا مہویر میثاق تھا، اندر

کمرے میں محراب، عاصم، خاور سلطان انکی وائف، بیلا اور عمیر بھی تھا، وہ بظاہر تو ٹھیک لگتا تھا بس بار بار اپنی گردن پر ہاتھ پھیرتا تھا، کبھی بال ٹھیک کرتا، کبھی اپنے دونوں ہاتھوں کو آپس میں جوڑتا، کبھی سبکو گھور گھور کر دیکھتا، اسکا جو اب علاج شروع ہوا تھا اس سے اسکے دورے ختم ہو چکے تھے لیکن بہر حال وہ ابھی بھی ابنارمل تھا، خضر کی نظریں مسلسل مہویر پر جمی تھیں کہ وہ آخر یہاں کیوں جما کھڑا ہے، جبکہ وہاں اتنے لوگ تھے پر مجال ہو جو اسکی نظر منائم کے سوا کسی پر گئی ہو۔

"شکریہ آنٹی"

منائم نے بہت ہی نقاہت سے ممنون ہوتے جواب دیا، خاور سلطان اور انکی مسیز بہت سوبر تھے، بیلا کو اتنی خوبصورتی اسکی ماں سے ہی ملی تھی، خضر بھی اس وقت اپنا غصہ چھوڑے سنجیدہ تھا، بیلا بس سبکو سن رہی تھی۔

"بس جلدی سے ٹھیک ہو جاو تا کہ اپنے بھائی کی شادی پر انجوائے کر سکو۔ خیر کا وقت آئے۔ تم مکمل صحت کے ساتھ یہ خوشی دیکھو"

مسیز خاور بہت زیادہ نرم گو تھیں، محراب اور عاصم بھی اب قدرے مطمئین تھے کہ منائم کو اتنا بہتر دیکھ کر پریشانی آدھی ہو گئی تھی، ابھی بہر حال وہ ایک دو دن مزید ہوسپٹل رکنے والی تھی۔

"آمین۔ بھائی۔۔۔ تیاریاں کر لیں۔ میں ٹھیک ہو جاوں گی ویسے ہی"

خضر اسکے پاس ہی بیٹھا تھا جب منائم نے اسکا ہاتھ پکڑ کر اشتیاق سے فرمائش کی، سب کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی سوائے مہویر کے، وہ ایسے اسے دیکھ رہا تھا جیسے برسوں اسکی آنکھیں اسے دیکھنے کو ترسی ہوں۔

"میری جان۔ بھائی کا بچہ۔۔۔ بلکل تم ٹھیک ہو جاو گی۔"

خضر نے اسے خود سے لگاتے اسکا سر چوما، وہ ہلکی سی درد بھرے تاثر سے کراہی ہی جب نظر پھر سے مہویر سے جا ملی، منائم نہ صرف بہتر تھی بلکہ

اسے اپنی پچھلی زندگی بھی یاد آگئی تھی، سب کی اصل خوشی دراصل یہ تھی اور خضر کی بھی کیونکہ اسے اب یقین تھا کہ منائم کوئی بیوقوفانہ فیصلہ نہیں کرے گی بلکہ مہویر جیسے انسان سے الگ ہونا ہی بہتر سمجھے گی۔

"عمیر۔۔ تمہارے لیے بھی کوئی لڑکی دیکھیں۔ شادی کروگے؟"

سب کی مسکراہٹیں جاری تھیں جب عاصم نے ہی عمیر کو مخاطب کیا جس نے اپنا ہاتھ اٹھا کر منائم کی طرف اشارہ کیا۔

"اس سے کرلوں؟"

عمیر کے اشارے والے ہاتھ کو مہویر کا دل کیا اسکی کلائی سے کاٹ دے، آخر اس کی جرت کیسے ہوئی منائم کی طرف یوں انگلی پوائنٹ کرنے کی، باقی سب بھی اس بندے کی اس حرکت پر ہقابقارہ گئے جبکہ منائم کی ساری توجہ مہویر میثاق کی برداشت کی جانب تھی۔

"ارے۔ وہ شادی شدہ ہے۔ وہ کسی اور کی پرنسیز ہے میری جان۔"

خاور سلطان نے ہی اپنے بیٹے کو بہلا پھسلا کر پکارتے توجہ بھٹکانی چاہی پر اس نے مسلسل اسی پر انگلی رکھی تھی، الٹا عاصم ملک کہہ کر پچھتایا کہ یہ کیا کر بیٹھا، اس نے خضر کی طرف رحم طلب نظروں سے دیکھا۔

"آو عمیر۔ ہم گھوم کر آتے ہیں۔ بیلا تم بھی آجاو۔ کون کون کوفی پیے گا؟"

خضر نے ہی آگے بڑھتے عمیر کو باہر چلنے کی آفر کرتے زبردستی اٹھایا جبکہ بیلا بھی فورا آمادہ ہوئی تو خضر نے سب کے سامنے اسکا ہاتھ پکڑا، عمیر آگے آگے باہر نکلا تو سب نے بیلا اور خضر کو بھی بہت پیار سے دیکھا۔

البتہ مہویر نے باہر نکل کر اس آدمی کو کھا جاتی نظروں سے دیکھا جیسے اسکی گردن دبا دینا چاہتا ہو۔

"یہ مجھے گھور رہا ہے"

عمیر نے اسکی گھوری دیکھتے فورا خضر کو شکایت لگائی تو خضر کا منہ حلق تک کڑوا ہوا۔

"اسکی عادت ہے۔ تم توجہ نہ دو۔ آجاو بیلا۔ کیا کھاتا ہے تمہارا بھائی شوق سے؟"

وہ جان بوجھ کر دل جلے انداز میں کہہ کر آگے بڑھا تو مہویر نے اندر جھانکا جہاں بیڈ کراون سے لگی خفا اور ناراض نظروں سے مہویر کو ہی دیکھ رہی تھی، یا شاید یہ کہنا چاہیے وہ اس شخص کے اندر لگی آگ بھڑکانے کے اگلے ارادے بنا رہی تھی۔

"اسکی بات کا برا مت منانا بیٹی"

مسیز خاور نے ماحول پر چھائے سکوت کو توڑتے گفتگو کا آغاز کیا، جبکہ سب نے بیک وقت دروازے میں کھڑے مہویر میثاق کی آنکھوں میں امڈتے جلن اور عتاب کے طوفان کو دیکھا تھا۔

"برا کیوں مناوں گی آنٹی، معصوم سا تو ہے آپکا بیٹا۔ لگتا ہے بہت پیار کرتا تھا اس لڑکی سے"

منائم نے جان بوجھ کر عمیر خاور کے لیے التفات و فکر لٹائی، خاور صاحب، انکی زوجہ دونوں کے رندے چہرے انکی تکلیف عیاں کر رہے تھے، البتہ عاصم اور محراب نے اک دوجے کی طرف یوں دیکھا جیسے وہ منائم کے اتنے نارمل رد عمل پر شدید حیران و پریشان ہو گئے ہوں۔

"معصوم؟ میری بیوی کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہہ رہا ہے اس سے شادی کر لوں۔ اس خبیث کی معصومیت تو میں ہی ختم کروں گا"

مہویر نے انتقامی تیوروں کے سنگ مٹھیاں بھینچتے منائم پر اپنی حسد سے بھری آنکھیں گاڑیں جو گاہے بگاہے مہویر کو دیکھ رہی تھی جب مسیز خاور اسے عمیر کی اس حالت کا بتا رہی تھیں، وہ دونوں جوان جہاں بیٹے کے ایسے ہو جانے پر شدید دکھی تھے۔

"اوہ سن کر افسوس ہوا۔ اسکا کوئی پیاری سی لڑکی خیال رکھے، اسے پیار کرے، اسے توجہ دے تو شاید وہ ٹھیک ہو جائے"

منائم کی جیسے ساری ہمدردی اس وقت عمیر کے لیے تھی، مہویر کے صبر کا پیمانہ لبریز کرتی وہ لڑکی اس وقت بھرپور سنگدل بنی تھی، اس نے مہویر کی بھینچی مٹھیاں، اسکی ضبط سے تنی پیشانی، گردن کی اکڑی رگیں سب پر نگاہیں جمار کھی تھیں۔

"منائم۔۔۔ منائم۔۔ تم میرے صبر کا امتحان ایسے کیوں لے رہی ہو؟"

وہ جبڑے کستا اپنی حدود تک سرگوشیانہ غرایا، اسکی سیاہ پرتپش آنکھوں کا مرکز وہ بیڈ کراون سے ٹیک لگا کر بیٹھی منائم تھی۔

"ایسی لڑکی کہاں سے ملے گی؟ جو بھی ڈھونڈتے ہیں وہ اسکی ایسی کنڈیشن دیکھ کر انکار کر دیتی ہے۔ کون لڑکی ایک دماغی طور پر کمزور مرد کو قبول کرتی ہے بھلا"

اس بار خاور سلطان نے جیسے اتنے پاور فل ہونے کے باوجود اپنے خالی دامن کا اظہار کرتے افسوس جتایا۔

"قبول کرنے والی عورت تو اک قاتل کو بھی قبول کر لیتی ہے انکل۔ یہ تو بس تھوڑا دماغی کمزور ہے۔"

منائم کی آنکھوں میں حدت تھی، وہ بات ان سے کر رہی تھی پر اسکی نظریں مہویر میثاق پر تھیں، وہ اسکا جیسے رہا سہا لہو بھی جلا کر راکھ کر دینا چاہتی تھی۔

"سب تمہارے جیسے پیارے دل والے نہیں ہوتے ناں میری جان"

منائم کی یہ نرمی دیکھتے، مسیر خاور نے اسکے ہاتھ پر اپنا ہاتھ نرمی سے رکھا۔

"اگر تم شادی شدہ نہ ہوتی تو ہم تمہیں اپنی بہو بنا لیتے"

خاور سلطان تو جیسے ابھی بھی اپنی خواہش پر ڈٹے تھے اور مزید یہ بکواسیات کم از کم مہویر برداشت نہ کر سکا۔

"کیا بکواس چل رہی ہے یہاں؟ میں کچھ بول نہیں رہا تو آپکے جو منہ میں آرہا ہے بول رہے ہیں مسٹر خاور۔ یہ میری بیوی ہے۔ اسے میری ہی بیوی بننا

تھا۔ کسی قسم کی دوسری چوائز نہ کبھی تھی نہ کبھی ہو گی۔ نہ ایسی فضولیات میں دوبارہ سن کر سہنے والا ہوں"

وہ جس طرح اندر کمرے میں آتا غصے سے خاور سلطان پر برسا، وہ فوری اپنی جگہ سے اٹھتے بپھرے مہویر میثاق تک پہنچے، عاصم، محراب اور مسیر خاور بھی جیسے چوکنے ہوئے لیکن وہ ضرور بلا کے سکون میں تھی، اس شخص کے جھلسے دل پر تسکین پا رہی تھی۔

"معذرت خواہ ہیں، بلکل یہ ہماری غلطی ہے۔ ایسی دوبارہ کوئی بات نہیں ہو گی۔ پر سکون ہو جاو۔ یہ تمہاری ہی ہے اور تمہاری ہی رہے گی"

وہ بھی اپنے کہے الفاظ کو سخت سمجھتے فورا نرمی سے مخاطب ہوئے جس سبب مہویر نے اپنے غصے کو قابو کیا ورنہ وہ اس وقت انگارہ بنا دہک رہا تھا۔

"بہتر ہے یہ بات آپ اپنے بیٹے کو بھی سمجھا دیں۔ اب آپ لوگ جائیں یہاں سے اگر تیمارداری ہو گئی ہو تو"

وہ انکا جیسے وجود تک برداشت نہ کر پا رہا تھا۔

"مہویر۔۔ کیا بدتمیزی ہے یہ؟"

عاصم نے جیسے اسے آگے بڑھ کر ٹوکا کہ اسکے دوست کا اترا چہرہ عاصم کو نظر آچکا تھا۔

"بدتمیزی؟ اور جو یہ میرے سامنے ایسی ممنوع قسم کی گفتگو کرتے جا رہے ہیں۔ براہ مہربانی منائم کو آرام کی ضرورت ہے تو آپ بھی جاسکتے ہیں اب عاصم ملک، میں اپنی بیوی کے پاس ہوں اور اسکے لیے کافی ہوں"

خاور تو کم رگڑا، مہویر نے سسر صاحب کو بھی غصے میں لپیٹ ڈالا، جبکہ مسیز خاور نے خاور سلطان کو اشارہ کیا جس پر وہ اجازت طلب ہوئے، محراب تو آنکھوں کی حدود تک مسکرائی البتہ وہ عاصم کے ساتھ ہی ان دونوں میاں بیوی کے پیچھے نکلی جو کافی برہم ہو کر نکلے تھے۔

ان سب کو باہر روانہ کرے، مہویر کی تپش بھری آنکھیں اس محترمہ پر جا جمیں جس نے اسکا خون برابر جلانے کی کوشش کی تھی۔

"کس نے آپ میں انگارے بھر دیے، بد تمیز بھی ہو گئے ہیں شدید والے"

وہ ایک لمحہ لگا تا اس تک پہنچا، وہ اسکے بیڈ کراون اور تکیے کی سطح پر ایک ایک ہاتھ رکھتا، اس بے خوف اور برہم منائم کے چہرے کی جانب جھکا۔

"میں ہمیشہ سے بد تمیز تھا، تمہیں تو اچھے سے پتا ہے سوئیٹی"

مہویر کا غصہ جیسے اسکی آنکھوں سے ٹپک کر منائم کو جھلسا دینا چاہتا تھا۔

"چند دنوں کے ساتھ کو ہمیشہ کہہ کر یہ ثابت مت کریں کہ ہم بہت پرانے رفیق ہیں۔ چند دن کا ساتھ تو یاد بھی نہیں رہتا مسٹر۔ جیسے مجھے سب یاد آ بھی گیا ہے لیکن تب بھی ہمارے بارے ایسا کچھ یاد کرنے کے لائق نہیں لگ رہا"

وہ دگنا غصہ آنکھوں میں بھر کر اسے منہ توڑ جواب دے گئی تو مہویر کی آنکھوں میں لمحہ لگاتے سرور اڈا۔

"اچھا۔ تمہیں تمہارا میرے لیے تڑپنا بھی یاد نہیں۔ کیسے میرے قریب آئی تھی۔ کیسے ہم مکمل ہوئے۔ وہ دوراتیں تو یاد ہوں گی ناں"

منائم اسکی آنکھوں میں اڈتی تسکین پر مزید اپنے تاثرات پتھریلے کر گئی۔

"کاش اس حوالے سے میری یاداشت چلی۔۔۔۔"

اس سے پہلے وہ یہ بری بات منہ سے نکالتی، مہویر اسکے چہرے پر جھکتا جس بے باک منہ بند کرنے کا عملی مظاہرہ کیے اسے روک گیا، منائم کی آنکھیں اسکی اس درجہ جرت پر پھیلیں، وہ اسکے شانوں پر ہتھیلیوں کو دباتی اسے خود سے پرے دھکیل گئی، مہویر دو قدم پیچھے جالہرایا تو سیدھا ہوتے منائم کو دیکھا جو آنکھوں میں آگ لیے اسے دیکھ رہی تھی۔

"اب اگر تم نے کچھ بھی مجھ سے جڑا بھولنے کی کوشش کی تو میرا بھیانک روپ دیکھو گی۔ جو کچھ ہمارے بیچ ہوا ہے وہ بس ٹریلر سمجھنا۔ میں ابھی پراپر ہسبنڈ تو بنا ہی نہیں ہوں، اس لیے اپنی سختیوں میں اضافے کی کوشش مت کرو ایسی بات کر کے"

وہ پیچھے دھکیلے جانے کے باوجود اسے دھمکا رہا تھا، منائم سے اسکی طرف بہت کوشش کے بھی بس غصے سے دیکھنا ہی ممکن تھا، چاہ کر بھی اسکے لیے نفرت محسوس نہیں کر سکتی تھی، اپنے ہونٹوں کو بازو سے رگڑ کر اس نے مہویر میں مزید طیش بھرا اور منہ بھی پھیر لیا۔

اس سے پہلے وہ کچھ کہتا، دروازہ کھلنے پر مہویر پلٹا تو عمیر صاحب، خضر صاحب کے ساتھ دوبارہ تشریف لا چکے تھے۔

"باربی ڈال۔ مجھ سے شادی کر لو ناں"

خضر اور عمیر کے پیچھے بیلا بھی ہاتھ میں کوفی مگ تھامے آرکی، مہویر نے اک خون آشام نگاہ اس منٹل پر ڈالی اور پھر پیچھے کھڑے جان بوجھ کر اس سچویشن سے مزے لیتے خضر پر، بیلا اب قدرے متفکر نظر آرہی تھی۔

"تمہاری نہیں ہے وہ۔۔میری ہے۔۔۔"

مہویر نے عمیر کے راستے میں آتے اسے جس طرح پیچھے دھکیلا، خضر فوری آگے آتا عمیر کی ڈھال بنا۔

"وہ تو دماغی کمزور ہے، تم تو عقل مند انسان ہو۔بچارے کو دھکا کیوں دے رہے ہو۔ چچ چچ انسانیت بھی مر گئی کیا تم میں"

خضر کے پاس بھی ابھی موقع آیا تھا، کھل کر مہویر کو ستانے کا، مہویر نے اس بار سیدھا خضر کی گردن کے گرد ہاتھ لپیٹا، خضر بھی الرٹ ہوا کہ کہیں بہنوئی سے چپیڑ ہی نہ کھا بیٹھے، اس بار منائم بھی اس سچویشن سے محظوظ ہونے کے بجائے تھوڑی پریشان سی لگی۔

"خضر ملک !میرے جلے دل پر مزید آگ مت لگاو۔اس عجوبے کو لو اور نکل جاو۔۔۔۔"

وہاں بیلا کھڑی اپنے بھائی کے لیے پریشان ہو رہی تھی تبھی مہویر نے خضر کا جبڑا نرمی سے دبوچے سرگوشی کی طرح اسے قہرناک وارننگ دی۔

"کتنا مزہ آئے کہ یہ عجوبہ میری بہن کا نام لے لے کر تمہیں جلا کر راکھ کر دے۔بہت اچھا ہو رہا ہے تمہارے ساتھ۔ابھی تو تم نے منائم ملک پر ملے سارے حق کھونے بھی ہیں مہویر میثاق۔ابھی سے جل بھن رہے ہو تم،تب تک تو کوئلہ ہو جاو گے"

خضر کی آنکھوں،اسکے لہجے میں بھی کہیں نفرت نہ تھی،بس وقتی ضد اور غصہ تھا۔

"اچھا۔تم بھول رہے ہو اس نے رات پوری میرا نام پکارا ہے۔تمہاری بہن میرے سوا کسی کی نہیں رہی۔وہ میری ملکیت میں ہے۔میں منائم کو اون

کرتا ہوں۔ اپنے اس سالے کو لے کر نکل لو خضر ورنہ تمہارا یہ کاکا میرے ہاتھوں پٹا کہ کھا بیٹھے گا۔ پھر تمہاری بیلا جو تمہارے ہاتھ سے نکل جائے گی وہ الگ۔ اپنے رشتے کو بچاو ورنہ میں نے اس پاگل کو دو چپیڑیں لگا دیں تو تمہارا سسرال تمہارا بھی نہیں رہے گا"

خضر نے دانت نکوستے یہ دھمکیاں سنیں، مہویر نے سر گوشیاں بند کرتے خضر کو پرے دھکیلا پر اسکے انداز و گرفت میں بے پناہ نرمی تھی۔

"مجھے یہ باری ڈال چاہیے سس"

عمیر نے اس بار بیلا کا ہاتھ پکڑتے ضد کی، مہویر کے اندر اب بلکل برداشت ختم ہو چکی تھی۔

"آجاو عمیر۔ میں آپکی ہی ہوں"

یہ سب دیکھتی منائم، جیسے دیوار میں یہ کہہ کر آخری اینٹ گاڑ گئی، اس سے پہلے عمیر، باچھیں کھول کر منائم کی طرف جاتا، مہویر نے اسکو اسکے گریبان

سے دبوچا، اس سے پہلے وہ عمیر کو ایک گھونسا دیتا، خضر نے بروقت بیچ میں آ کر اپنے سالے سمیت اپنی منگنی بھی بچائی۔

"پاگل ہو گئے ہو؟"

خضر سرگوشی میں غرایا، مہویر کا دل کیا اب ایک جھانپڑ اس ضدی اپنے سالے کو بھی سوغات کی طرح پیش کرے۔

"خضر ملک۔ اگر تم اپنی منگیتر پلس سالے کو یہاں سے ابھی کہ ابھی لے کر نہ گئے تو میں خود نہیں جانتا اس پاگل کے کتنے ٹکڑے کروں۔"

مہویر کی یہ دھمکی سنے خضر نے شرافت سے سر ہلایا، جبکہ خضر نے فوری عمیر کا بازو پکڑا۔

"عمیر۔ آو تمہیں اس سے اچھی باربی ڈال دیکھاوں"

خضر کو اپنی جان ابھی چاہیے تھی تبھی شریف النفس سالہ بننے کا ثبوت دیتا وہ عمیر کو لیے باہر نکلا۔

"کیا ہو رہا ہے یہ سب خضر؟"

بیچاری بیلا بھی اس سب سے پریشان تھی۔

"میری جان کچھ نہیں ہوا۔ شغل لگا رہے تھے۔ کیا خیال ہے میں تم دونوں کو گھر چھوڑ دوں؟"

خضر نے اک سانڈ جیسی نگاہ مہویر پر ڈالی جیسے کہہ رہا ہو ابھی سب ختم نہیں ہوا، اور ان دو کو لیے باہر نکلا ہی جب مہویر نے پٹخ کر دروازہ بند کیا۔

"کیا کہا تم نے۔ میں آپکی ہی ہوں۔ تم مجھے پاگل کرنا چاہتی ہو کیا منائم؟"

وہ اپنا سر ہاتھوں میں لیتا پست سا غرایا تو منائم نے ادا سے منہ پھیر کر نخوت پن کی انتہا کی۔

"ہے! میں تم سے بات کر رہا ہوں؟"

وہ اس تک پہنچتا اسکی پھیری نظروں سے بری طرح ٹریگر ہوتا، منائم کا جبڑے سے منہ اپنی طرف کر گیا، وہ اسے کھا جاتی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

"بات کا جواب دو۔ منائم"

وہ اسکی آنکھوں میں غصے سے گھور رہی تھی۔

"تم مجھ سے بات کیوں نہیں کر رہی یار اور یہ کیا چیز بلا رکھی ہے تمہارے گھر والوں نے۔ وہ تمہارے پیچھے کیوں پڑا ہے"

مہویر کی بیقراری اور سخت قسم کی جلن وہ دیکھ پا رہی تھی لیکن شدید سنجیدگی کے ساتھ وہ مہویر کو سن کر خاموش رہی۔

"اس لیے کہ وہ پاگل ہے۔ مجھ بیکار کے پیچھے پڑا ہے جیسے کوئی بچہ کسی کھلونے پر اڑ جائے۔ اسکا یہ مطلب نہیں آپ اسکا منہ توڑ دیں۔ خود پر کنٹرول کریں"

وہ سخت لہجے میں بولی اور باخدا اسکی عمیر خاور کے لیے طرفداری، مہویر کے جلتے سینے پر تیل چھڑکنے سی تھی۔

"اب اگر اس نے تمہاری طرف دیکھا یا اشارہ بھی کیا تو میں اسکا سارا پاگل پن باہر نکال دوں گا، میری قیمتی دولت ہو تم منائم، خود کو بیکار مت کہنا"

وہ اسکے استحقاق لٹاتے لہجے پر تھمی نگاہوں سے مہویر کو دیکھنے لگی، پھر سرد سا مسکائی، وہ اسکے سامنے ہی تھک کر بیٹھا جیسے کوئی ہار جائے۔

"میں کتنی قیمتی ہوں اور کب سے ہو گئی قیمتی مہویر میثاق۔ میں تو ایک مہرہ تھی، جسے اسکے باپ کے کیے کی سزا دینے چلے تھے۔ اس وقت میں مر جاتی

توسب ختم، یہ تو میں نے آپکو بھی گھسیٹ لیا اندر کہ بچت ہو گئی آپکے اوپر گرنے کی وجہ سے"

وہ سخت طیش میں آئی۔

"اف۔ میری چیخ نکلی تھی جب تم مجھ پر گری تھی"

یکدم ہی وہ بے خود ہوا تو منائم نے نظریں چرائیں، وہ پھر سے اسکی نزدیکی نہیں چاہتی تھی، کمبخت ایک اور بار قریب آتا تو ساری دل پر جمی برف پگھلا دیتا۔

"میں گری پڑی ہی تھی کہ اپنے قاتل کو اپنا سب مان بیٹھی، پیار کیا، اف اپنا آپ لٹا دیا۔ خضر بھائی نے ساری تفصیل بتا دی ہے۔ وہ سب بھی جو یاداشت کے آنے کے باوجود مجھے نہیں پتا تھا، میں آپکے قریب آئی، نفرت ہو رہی ہے یہ سوچ کر، دل ہی دل میں کتنا ہنسے ہوں گے آپ جب میں نے آپکو پہلی بار چھوا ہو گا کہ یار اسے تو مارنے چلا تھا یہ مجھے ہی چوم رہی ہے، اف گندی

منائم ہوں میں۔ میری طرف امید سے دیکھنے کی ضرورت نہیں، میں اب آپکے ہاتھ نہیں آوں گی۔ دوبارہ مجھے چھونے کی غلطی کی تو منہ نوچ لوں گی۔ میرے سر میں شدید درد ہے اس لیے آپکی میرے ساتھ زبردستی کے جواب میں مزاحمت، مجھے تکلیف دے گی۔"

وہ اسکے ایسے تابناک الفاظ پر تھم کر رہ گیا، وہ اسکے اور مہویر کے رشتے کو کس قدر برا اور گلٹی بنا رہی تھی۔

"تمہیں اندازہ بھی ہے تم کیا بول رہی ہو منائم"

وہ اسکا جبڑے سے منہ دبوچے آزردگی سے بولا۔

"مجھے اچھے سے پتا ہے میں کیا بک رہی ہوں۔ گھن آرہی ہے مجھے خود سے۔ آپ جیسے انسان کے لیے پیار سے کیسے بھر گئی؟ اف۔۔۔۔ کس گناہ کی سزا ملی مجھے؟ میں سب ختم کر دوں گی"

وہ اسکا ہاتھ پکڑ کر ہٹاتی مشتعل سی ہوئی۔

"منائم۔۔۔۔ منائم ہوش میں آو"

وہ اسکے سامنے جیسے عاجزی پر اتر آیا۔

"آپ سے طلاق لے کر میں عمیر خاور سلطان سے شادی کروں گی"

آنکھوں میں سفاکیت لیے اس نے مہویر کے دماغ کی رگیں نوچیں۔

"اس پاگل سے؟ تمہارا دماغ ہل گیا ہے کیا؟"

مہویر نے اسکے دونوں بازووں کو اپنے ہاتھوں کی سخت گرفت میں دبوچتے غرا کر پوچھا تھا۔

"ایک پاگل، ایک قاتل سے بہتر ہی ہوتا ہے"

منائم کی آواز میں سختی اور لہجے میں بے رحمی تھی۔ اسے مہویر کی گرفت رلانے میں بھی ناکام تھی حالانکہ وہ بہت بے رحم تھی۔

"ویسے بھی معصوم سا شخص ہے، میں اسے اپنے پیار سے ٹھیک کر لوں گی، دیکھیں کیسے میرے لیے بیتاب ہو رہا تھا، میں باربی ڈال لگی اسے۔ آپکے ساتھ مجھے ذہنی اذیت کے سوا کچھ نہیں ملے گا۔ اب یاداشت چلی بھی گئی تو میری آپ سے نفرت کہیں نہیں جائے گی"

وہ ستم پر ستم ڈھا رہی تھی اور منائم نے محسوس کیا مہویر کے ہاتھوں کی پکڑ کمزور ہونے لگی ہے۔

"تم مجھے اس طرح ذہنی اذیت دے کر موت سے زیادہ رنج دے رہی ہو، موت تو پھر بھی آسان ہے۔ وہ تو نجات ہے۔ تمہیں اندازہ ہے کہ کیا بول رہی ہو۔ اس منہ سے کیا نکال رہی ہو۔ منائم کچھ لفظوں کی تلافی نہیں ہوتی۔ سوچ سمجھ کر بولو"

وہ جیسے بکھر رہا ہو، اسکی آواز کے ریشے ادھڑ رہے تھے، اسکی آنکھیں سرخ رنگت بدل رہی تھیں۔

"سوچ سمجھ کر بول رہی ہوں۔ میں آپ کے ساتھ نہیں رہوں گی۔ ختم سب کچھ۔ میں نہیں جانتی یاداشت جانے کے بعد میں اتنی بیوقوف، اندھی، بے باک اور ناسمجھ کیسے بن گئی لیکن اب میں ایک سینس ایبل انسان ہوں، جانتے بوجھتے زہر کے گھونٹ نہیں بھروں گی۔ آپکو منہ لگانا ایسا ہی ہے اب"

وہ اسکے الفاظ میں دبی اپنے لیے حقارت دیکھے اسکے بازو آزاد کرے سیدھا بیٹھا۔

"تم مجھ سے الگ ہونا چاہتی ہو تو خود بھی قاتل بنو۔ جان لو میری منائم ملک۔ پھر میری طرف سے بھاڑ میں چلی جانا۔ کم از کم اس طرح کی منحوس زندگی سے میری تو جان چھوٹے گی"

وہ آنکھوں میں دگنی حقارت لیے بولا، لیکن یہ حقارت اسکے اپنے وجود کے لیے تھی۔

"میں جان لوں گی جب آپ کو چھوڑ کر اک پاگل سے شادی کروں گی۔تب آپ خود مر جائیں گے تو مجھے کیا ضرورت اپنے ہاتھ آپکے خون سے رنگین کروں۔پرویٹ! آپ کیوں مریں گے بھلا؟ آپکی کونسا مجھ میں جان اٹکی ہے؟"

وہ اس کے ایسے لفظ برداشت نہیں کر سکتا تھا،وہ اٹھ کر کھڑا ہوا، منائم نے ہاتھ بڑھا کر اسکا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا۔

"تم مجھ سے اتنی نفرت کرو گی یہ لیول تو سوچا بھی نہیں تھا۔"

وہ اسکی طرف دیکھتی روہانسی ہوئی جسکا پورا وجود وہ جہنم کی زد میں لے آئی تھی۔

"تو اب سوچ لیں"

وہ اسے ہاتھ تھام کر اکسا رہی تھی، مہویر نے اپنی جلتی آنکھوں سے اسکے ہاتھ کو دیکھا جس نے مہویر کا ہاتھ بہت زور سے جکڑ رکھا تھا۔

"کیا سوچوں۔ اب میں تمہیں چھوڑ دوں گا"

وہ اس کے ہاتھ سے ہاتھ چھڑوا گیا، منائم نے خود کو مضبوط رکھا۔

"اوہ رئیلی۔ اتنی خوشی دے دیں گے مجھے ایک دم؟ میں اسے سہہ نہ پائے مر گئی تو؟"

وہ بھی جیسے اندر سے بکھر سی گئی پر ہونٹوں پر زہر خند مسکراہٹ لیے بولی۔

"تم پہلے مجھے مرتا دیکھو گی منائم"

وہ اسکی مسکراہٹ کو چیڑ دیتا ہنسا، منائم کا دل دکھنے سا لگا۔

"اس سے کیا ہو گا؟ کیا مجھے یوں تکلیف دینے کی خوش فہمی ہے؟ آپکی موت مجھے کچھ نہیں کہے گی۔ بلکہ آپکا جینا میری تکلیف ہو گا۔ تو پلیز اس تکلیف سے نجات نہ دیں مجھے۔ زندہ رہیں مہویر میثاق اور مقابلہ کریں مجھ سے۔ جو

زیادتی کی اسکی تلافی ڈھونڈیں۔ بزدلوں کی طرح پیٹھ پھیر کر کہہ دینا کہ میں ہار گیا، آپ پر نہیں جچے گا"

وہ اسکی آنکھوں میں آتے آنسو دیکھتا سر جھکا گیا پھر واپس اسکے پہلو میں بیٹھا، وہ یوں تھی جیسے اسکی جان جا رہی ہو، تڑپ وہ رہا ہو اور مر وہ رہی ہو۔

"م۔۔ میں۔۔ میں تم سے مقابلہ نہیں کر سکتا۔ وہ سنگدل، پتھر اور سفاک مہویر جو پہلی ملاقات میں تمہیں ملا، وہ تمہاری محبت نے مار دیا، یہ مہویر تو ختم ہونے کے آخری مرحلے میں پہنچا ہوا دنیا جہاں کا بے بس انسان ہے۔ میں بتا رہا ہوں اگر تم نے مجھے دھتکارا تو میں ہار مان کر چلا جاوں گا، میں اپنے حق کے لیے لڑنے کی ہمت بھی کھو بیٹھا ہوں۔ میں بتا رہا ہوں میرے دماغ کی نس پھٹ جائے گی اب۔۔۔۔ م۔ میں مزید سروائیو نہیں کر سکتا۔ مجھے اپنا پتا ہے، میرے اندر جتنی برداشت تھی وہ آزمائی جا چکی ہے"

وہ اسکے چہرے کو اپنے کانپتے ہاتھوں سے چھو کر اپنے اندر کا حال کہتا، منائم کی آنکھوں میں بھی سرخائی گھول گیا، وہ اسکی آنکھوں میں نمی دیکھ کر بھی پتھر بننے کی کوشش میں تھی۔

"جب سارے سچ جان کر میری نس سلامت ہے تو آپ بھی ہمت پکڑیں۔ کیا اتنا آسان ہے مہویر میثاق، معافی دے دینا اور معافی پا لینا۔ سوچیں تو، جب مجھے یہ پتا چلا کہ میں نے جس انسان کو ٹوٹ کر چند دن چاہا، اسے اپنی ہر حد تک محسوس کیا، اسے دیوانگی اور شدت سے اپنی چاہت کے عین مطابق چھوا، وہ میری زندگی میں میری موت کی نیت سے گھسا۔ ایسے میں خود سے نفرت نہیں ہو گی کیا، خود سے گھن نہیں آئے گی کیا؟"

وہ اسکو اپنی تکلیف کا احساس کرواتی بہت زیادہ تکلیف میں تھی، وہ بھی شرمندہ تھا، سخت نادم تھا۔

"پھر اس پر یہ آگاہی کہ وہ انسان کسی اور سے محبت کرتا ہے۔ وہی سلک کا رومال دینے والی فاطمہ نور۔ ہے ناں؟"

وہ اذیت سے اسکی آنکھوں میں جھانکی۔

"میں نے وہ تمہارے سامنے جب پھینکا اسی لمحے اس محبت کی قبر بھی بنادی تھی۔ اس وقت مجھے تم سے پیار ہے"

وہ بکھرتے لب و لہجے میں بولا تو منائم خزن و ملال کے سنگ مسکرائی۔

"مگر مجھے اس وقت آپ سے نفرت ہے"

وہ چیخ سی اٹھی، درد سے تڑپ کر بولی۔

"ٹھیک ہے تو چلا جاتا ہوں پھر۔"

وہ غصے سے اٹھنے ہی لگا جب منائم نے ہاتھ کا پنجا بناتے اسکے گریبان کو مٹھی میں جکڑ کر واپس بٹھایا۔

"مجھے بھاڑ میں بھیج کر جایئے گاناں۔۔۔"

وہ طنزیہ انداز میں چیخی۔

"کیا چاہتی ہو تم؟۔۔ہاں۔کیا کروں میں؟"

وہ اسکا ہاتھ اپنے گریبان سے ہٹاتا، مٹھی میں دبوچتے اسکے چہرے تک قریب ہوتے غرایا۔

"مجھے جو۔۔جوڑیں"

وہ اپنی آواز کو ٹوٹنے سے بچا نہ پائی۔

"ٹکرے ہوتے تو جوڑ لیتا، یہ تو کرچیوں میں بکھری لڑکی ہے"

وہ مایوس تھا، انکے چہروں کے بیچ اک سانس کا فاصلہ تھا، دونوں کی آنکھوں میں بے پناہ تکلیف تھی۔

"آپکو اپنی مجھ سے محبت پر اتنا بھی بھروسہ نہیں کہ اس بکھری لڑکی کی کرچیاں سمیٹی جاسکیں۔ ایسا کریں پھر اس محبت کی بھی قبر بنادیں"

وہ اسے ظلم و بربریت کے سنگ مشورہ تھماتی تکلیف کے باعث الفاظ گھسیٹ کر ادا کر رہی تھی۔

"کیا تم مجھ سے ابھی بھی محبت کرتی ہو؟"

وہ جیسے اسکا چہرہ ہاتھوں میں بھرے اپنی ٹوٹتی ہمت بحال کرنا چاہتا تھا، وہ سسک سی اٹھی۔

"ن۔ نہیں ہے محبت۔ آپ۔۔ج۔ جیسے انسان سے کون کرے؟"

اسکے آنسوؤں نے اقرار کیا مگر زبان زہر اگل گئی۔

"میں پھر کیوں محسوس کر رہا ہوں تمہاری پہلے سے بڑھتی ہوئی محبت"

اس نے سسکتی سی محبت کے ساتھ اس لڑکی کے لرزتے نرم ہونٹوں کو چھوا، جیسے اپنی سانسوں سے اسے سہارہ دیا ہو، چند آنسو ٹوٹ کر منائم کی آنکھوں سے گرے۔

"م۔ مہویر۔۔۔ مجھے مت چھوئیں اسطرح۔۔۔"

وہ اسکے سینے پر ہاتھ رکھتی اسے خود سے دور دھکیلتے روئی۔

"پھر بتاو مجھے سچ"

وہ ضدی ہوا، اسکے اصرار میں شدت تھی۔

"ک۔ کوئی سچ باقی نہیں۔"

وہ اپنے موقف پر پہاڑ سی ڈٹی تھی۔

"سچ ہے ہمارا۔ بول دو ورنہ میں تمہاری یونہی جان لے لوں گا منائم ملک۔"

اس نے ٹوٹتی سانسوں کے ساتھ اس کے ہونٹوں کی جان سی لے لی، وہ اپنے بگھڑتے سانس پر قابو پاتی روتی ہوئی اسکے سینے پر مکے برسانے لگی، وہ ہچکیوں سے روتی اسے دور کر رہی تھی۔

"جب تک تم نہیں بولو گی، میں نہیں رکوں گا۔ تم مجھے جواب نہ دو، کوئی امید تو دو منائم ملک۔ میرے پاس کھونے کو اب کچھ نہیں۔ میں تمہیں نہیں کھو سکتا۔ تم یاد کرو تم نے کہا تھا مجھے کچھ بھی ہو جائے نہیں چھوڑو گی۔ تم مجھے کیسے چھوڑنے کی بات بھی کر سکتی ہو۔ منائم کہو کچھ۔۔۔ اتنا ہی کہہ دو کہ محبت کرتی ہو۔۔۔۔ منائم میں تمہاری معافی پانے کے لیے زمین آسمان ایک کر دوں گا۔ ایک چھوٹی سی امید دلا دو"

وہ اسکی جان یونہی اپنی قربت سے نکال دیتا اگر وہ چیخ پڑتے اسے نہ روکتی، وہ جیسے پاگل سی ہو گئی تھی، اس کو مزاحمت کرنا بھی تکلیف پہنچا رہا تھا۔

"م۔ مہویر"

وہ اسے خود سے دور کرنے میں کامیاب ہوئی پر یہ مہویر نے اسے خود رعایت دی۔

"میں ایک چھوٹی سی امید چاہتا ہوں۔۔۔پلیز"

وہ اس سے منت کر اٹھا تو منائم نے گہرا سانس لیتے مہویر کو دیکھا، وہ اسے مزید تکلیف میں برداشت نہ کر پا رہی تھی۔

"م۔۔مجھے ت۔۔تکلیف مت دیں ابھی۔لے لیں امید پر مجھے اکیلا چھوڑ دیں اب۔"

منائم نے تھرتھراتی سانسوں اور زخمی احساس کے ساتھ اس شخص کے لبوں کو چھوا، بس ہلکا سا اور پیچھے ہو گئی، مہویر کی تو جیسے وجود سے سرکتی جان وہیں تھم گئی، وہ اس لڑکی کے امید دلانے کی ادا پر مر مٹ گیا۔

"اس چھوٹی سی امید کو میں بہت بڑا مرہم بنادوں گا تمہارا۔ میں تمہاری یہ تکلیف خود دور کروں گا۔ تم مجھ سے اب بھی محبت کرتی ہو، بس یہ آگاہی میری زندگی کی ضمانت بن گئی۔ آئی ایم سوری زور زبردستی کے لیے۔ تم جانتی ہو میں ایسا نہیں ہوں۔ میں اب بس تمہارے لیے جی رہا ہوں"

وہ اسکے ماتھے کو جذب سے چومتا اسکی تکلیف کو اپنا کرب بنتا محسوس کیے معذرت کر اٹھا، وہ پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی، مہویر نے آگے اٹھ کر بیٹھتے اسے اپنے گلے لگایا، اس لڑکی کی ہچکیوں نے اسکے پورے وجود کو لرزہ براندام کر دیا۔

"جب تم نے پہلی بار چھوا، میں اس لیے نہیں ہنسا کہ یہ لڑکی اپنے قاتل کے آگے اپنی عزت نفس اک طرف کر کے بچھ گئی۔ اس لیے ہنسا کہ میں نے خود کو اس لائق سمجھنا چھوڑ دیا تھا کہ مجھے بھی کبھی پیار سے چھوا اور دیکھا جائے گا۔ تم نے مجھ تاریکی کے جہاں میں جو روشنی بیدار کی وہ میری زندگی بن گئی۔ تم خود کو میری نظروں سے دیکھو تو تمہیں اپنا آپ آسمان لگے

گا۔ میں تم سے بہت پیار کرتا ہوں۔ تم نہیں تو میں نہیں۔ میں سب ٹھیک کر دوں گا منائم۔۔۔ مت رو۔ میں تمہیں یہ سب اب اپنی محبت سے بھلا دوں گا۔ تم میرے دل کا ٹکڑا ہو۔ تم میری جان ہو۔ میں تمہیں چھوڑنے سے پہلے سانس لینے کو چھوڑنا بہتر سمجھوں گا۔ میں تم سے شاید پہلے لمحے ہی پیار کر بیٹھا۔ تمہارے ساتھ گزرا ہر لمحہ میرے لیے اعزاز ہے منائم۔۔۔ت۔ تم اس پوری دنیا میں میری پسندیدہ عورت ہو"

وہ اسے اپنے گلے لگائے دنیا جہاں بھول بیٹھا تھا، اس لڑکی کا رونا، اسکی ہچکیاں، اسکی بھاری سانس سب مہویر کے گلے لگانے پر مدھم پڑنے لگے، لیکن اس لڑکی کے اندر کا غبار تھا کہ نکلتا ہی چلا جا رہا تھا۔

"ب۔۔بس۔۔۔ دور ہو جائیں۔۔۔ ابھی جائیں یہاں سے۔ م۔ میرا سر پھٹ جائے گا ورنہ۔ میں نے دے دی ناں امید۔ اب مجھے تھوڑا بہتر ہونے دیں۔۔ پلیز مہویر یہاں سے جائیں۔ میں آپکو مزید دیکھنا نہیں چاہتی۔ میں پگھل کر موم ہونا نہیں چاہتی۔۔ میں آپ سے محبت کے نہ مرنے پر ماتم

کناں ہوں جو اب تک مر کر فنا ہو جانی چاہیے تھی۔۔۔ن۔ نہیں ہوئی۔ اب بھی آپ سانس ہیں م۔ میری۔۔ جائیں پلیز"

وہ اسے خود سے دور دھکیلنے کی کوشش کر رہی تھی تاکہ وہ سانس بھر سکے، مہویر نے اسکو آزاد کیا، وہ دور ہو کر بیٹھا مگر یوں تھا جیسے اسکی جان نکل رہی ہو۔

"اپنے پاس رہنے دو مجھے۔ میرا اور کوئی گھر، کوئی ٹھکانہ نہیں ابھی۔ میرا گھر تم ہو منائم۔"

وہ اسکی جانب سے منہ پھیر کر تکیے سے سر لگا گئی۔

"م۔ مہویر۔۔۔ جائیں ناں۔۔۔"

وہ سخت تاسف سے منمنائی۔

"میں بس دروازے سے باہر تک ہی دور جا سکتا ہوں۔ میں تمہیں ایسے کیسے چھوڑ دوں"

وہ اسکی کن پٹی چومنے جھکا پر وہ چہرہ سیدھا کر گئی جس سبب مہویر کے ہونٹ اسکی تپتی جبین پر آ ٹھہرے۔

"تم مجھ سے جتنا لمبا روٹھنا چاہو روٹھ لینا، مجھ سے الگ مت ہونا۔ میں صرف تم سے پیار کرتا ہوں۔ میں نے تمہاری بیہوشی میں ہر بے خبر سانس گنی ہے مانو، میرے جیسا دیوانہ کہیں نہیں ڈھونڈ سکو گی۔ جو تم پر ایسے مر مٹا ہے۔"

وہ اسکے مانو پکارنے پر ہچکی بھر کر روئی۔

"مانو بلی تو نہیں کہا جو تم رو دی۔ میری میٹھی جان۔"

وہ اسکی باری باری آنکھیں جھک کر چومتا اس لڑکی کو پھر اپنی چاہت کے دباو سے رلا گیا۔

"م۔ مہویر بس، بہت ہوا"

وہ اسکے جذب کو رد کرتی کراہی۔

"ٹھیک ہے جارہا ہوں، جارہا ہوں منائم ملک۔"

وہ اسکی گال الوداعی لمس سے چومتا سیدھا ہوا اور اٹھا ہی جب وہ تڑپ کر اسکا ہاتھ تھام گئی۔

"چھوڑ کر نہیں جارہا، باہر تک ہے میرا دور جانا بس۔ میں تمہاری ہر سانس، ہر دھڑکن میں جذب ملوں گا۔ تم مجھے چھوڑنا بھی چاہو تو چھوڑ نہ سکو گی۔ میں نے تمہیں پورا گھیر رکھا ہے۔ اپنی پناہ میں قید کر دیا ہے۔ تم میرے بنا نہیں جی سکتی۔ تم میری ہو"

وہ اسکا ہاتھ جذب سے چومتا منائم کو جذباتی چھوڑ کر دور ہوا، دروازے تک پہنچ کر ہونٹوں کو باہم ملا کر اک دور سے کی جاتی کس کی پھر اسے خود سے

رہائی دیتا باہر نکلا ہی کہ منائم نے روتے ہوئے اپنی آنکھیں موند لیں، اسکی آنکھوں تلے جلد پوری نمی سے بھیگنے لگی۔

وہ باہر نکلا تو بہت سے کرب کی اقسام اسکا دامن جھٹک چکی تھیں۔

"تم نے کس طرح بات کی خضر کے سسر سے؟"

خضر جہاں بیلا اور عمیر کو لے کر نکلا تھا وہیں خاور سلطان اور انکی مسیز بھی جا چکے تھے، عاصم چھوٹتے ہی مہویر تک پہنچا، برہم تھا لیکن محراب بہت اچھے موڈ میں تھی۔

"جس طرح کرنی چاہیے تھی۔ مجھے یہ لوگ منائم کے آس پاس نہیں چاہیں عاصم ملک"

وہ ریکوسٹ نہیں حکم کر رہا تھا، محراب کی آنکھوں میں صاف رشک تھا۔

"تم ہوتے کون ہو یہ فیصلہ کرنے والے؟"

وہ جیسے بگھڑ اٹھا، مہویر کی خود سری سراسر نا قابل قبول تھی۔

"اسکا سب کچھ۔ وہ تھی آپ دونوں کی بیٹی لیکن اب اسکا سب سے گہرا رشتہ مجھ سے ہے۔ میں اسکے آس پاس جسے بہتر محسوس نہیں کروں گا اسے ٹھہرنے کی اجازت نہیں دوں گا۔ آپ دونوں بھی جائیں اپنے کام دیکھیں۔ میں اسکے پاس ہوں"

مہویر اس متعلق مزید کوئی دوسری بات سننا نہیں چاہتا تھا، عاصم ملک اور محراب نے اک دوسرے کی طرف دیکھا اور مزید اس سے سر کھپائے وہ بھی روانہ ہوئے لیکن صاف ظاہر تھا کہ عاصم شدید غصہ ہے، جبکہ محراب کو اپنی بیٹی کی جانب سے بھرپور تسلی تھی، کم از کم یہ شخص اسکی بیٹی کو کسی طرح کا نقصان تو ہرگز پہنچنے نہیں دے سکتا تھا۔

عرشیہ نے محراب کی گاڑی واپس بھیجوادی تھی، پارکنگ میں پہنچ کر عاصم اور محراب کے راستے الگ ہونے ہی والے تھے جب وہ اسے پکاری۔

"کیا سوچا ہے تم نے آگے ؟"

عاصم نے سوالیہ انداز میں بھنویں اٹھائیں۔

"کس عورت کے ساتھ رہنے کا فیصلہ لو گے ؟"

محراب کو بس دلچسپی تھی۔

"صرف اپنے بچوں کے ساتھ رہنا چاہتا ہوں۔"

عاصم کا لہجہ صادق اور سادہ تھا۔

"میری مانو تو اس پر قائم بھی رہنا۔ تم اپنی زندگی میں آئی کسی عورت سے وفادار نہیں رہے نہ وہ رہیں اس لیے تمہیں بھی اب یہ راستہ چھوڑ دینا چاہیے۔ ملک ہولڈنگز کے سارے شئیرز اب تمہارے پاس ہیں، میرے بابا کا کھڑا کیا بزنس محفوظ ہاتھوں میں ہے، مجھے اس معاملے میں تم پر اور عرشیہ

پر پورا اعتبار ہے۔ کبھی میرا بزنس میں واپس آنے کا ارادہ بنا تو یقینا مجھے وہاں جاب مل جائے گی۔ اپنے بچوں کو ترجیح پر رکھنا میری طرح"

وہ محراب کی باتیں توجہ سے سنتا اختتام تک زرا مسکرا کر اسکی جانب دو قدم قریب ہوا۔

"خیریت ہے محراب ملک! کیا مجھ سے الگ ہونے پر پچھتا رہی ہو؟ تمہیں کیا میں کس عورت کے ساتھ ہوں یا کس عورت کے ساتھ نہیں؟"

وہ جانتی تھی اپنے اندر کی بے چینی عیاں کر بیٹھی ہے پر اس کے لیے انکار کرنے کے بجائے وہ نرم سا مسکائی۔

"مجھے تم سے محبت نہیں، لیکن بہر حال اک لگاو تو ہے۔ نہیں چاہتی تم عورتوں کے پیچھے پڑ کر مزید اپنے بچوں کو نظر انداز کرو۔ جب میں تمہاری زندگی میں نہیں رہی تو اصولا کوئی عورت نہیں رہنی چاہیے۔ جس طرح تم نے فاطمہ نور کو نفرت کے باوجود اپنے پیلس میں رکھنے کا فیصلہ لیا یمل کے

لیے، اپنی محبت، اپنا دل سوہا کے لیے الگ کر دیا ویسے محراب ملک بھی کچھ ڈیزرو کرتی ہی ہے۔"

وہ اس بار دوستانہ اور چیلنجنگ انداز میں مسکرائی، اس میں کوئی شک نہ تھا وہ اپنی زندگی میں آئی ہر عورت پر کہیں نہ کہیں گہرا اثر انداز ہوا تھا۔

"اوہ ہو! تو محراب ملک چاہ رہی ہے کہ اسکا چھوڑا عاصم ملک اب کسی عورت کو منہ نہ لگائے۔ کیا اسے میں لیٹ لو کہہ لوں؟"

عاصم کی شوخ کے ساتھ طنزیہ چھیڑ خانی پر وہ بھی ہر خسارے سے پاک مسکرائی۔

"نہیں۔ لو نامی لفظ پر خاک ڈالے مدت ہو گئی۔ یہ میرا حق سمجھ لو۔"

وہ مسکراتے سنجیدہ انداز میں بولی تو عاصم نے مغرور ادا کے ساتھ سر ہلایا۔

"ٹھیک ہے"

وہ آمادہ ہوا تو محراب کی آنکھوں میں اک الگ سی چمک آئی پھر وہ مسکراتی ہوئی اپنی کار کی طرف بڑھ گئی، عاصم ابھی کھل کر مسکرایا ہی تھا کہ اسکا فون رنگ کیا، کال ہوسپٹل سے تھی، جہاں وہ اپنا نمبر دے کر آیا تھا، نا جانے ڈاکٹر نے کیا کہا کہ اسے وہاں سے ہوسپٹل جانا پڑا۔

جہاں اسکی ملاقات شمس الدین سے ہوئی، وہ اپنی بیٹی کے ہمراہ تھا، عاصم المیر ملک اور اسکا سامنا بہت سالوں بعد ہوا تھا، وہ بوڑھا شخص پچھتاوں کی زد میں تھا۔

"میں تم سے معافی مانگنا چاہتا ہوں عاصم"

وہ دونوں کوریڈور میں لگی کرسیوں پر بیٹھے بیچ میں اک شخص جتنا فاصلہ بنائے ہوئے تھے۔

"کر دیا معاف۔ میں نہیں چاہتا یمل اپنی ماں اور نانا کے پیار سے مزید دور رہے اس لیے آپ بھی میرے پیلس آسکتے ہیں۔ میں اس سے زیادہ کچھ

نہیں کروں گا۔ اس گھر میں آپکی اور فاطمہ کی جگہ کسی ڈیکوریشن پیس سے زیادہ کی نہ ہو گی۔ یعنی میرے لیے صرف یمل اہم ہو گا۔ اسکی ذہنی اور قلبی صحت کے لیے میں آپ باپ بیٹی کو اپنے گھر جگہ دے رہا ہوں۔ میرے ہوتے ہوئے میرا وہ بچہ جو کچھ سہہ چکا ہے اسکی تلافی سمجھیں۔"

عاصم کا انداز سپاٹ اور سرد تھا، اسکا لہجہ لچک سے محروم تھا، شمس الدین نے گردن پھیر کر عاصم المیر ملک کو دیکھا۔

"تمہارا بہت شکریہ عاصم۔ ورنہ تمہارے ہاتھ تھا کہ میرا بڑھاپا رول دیتے۔ میری بیٹی کے کیے کی سزا بھی اب اسے مت دینا۔ وہ اپنی ہر غلطی، ہر گناہ کی سزا جھیل چکی ہے۔"

عاصم اس تاکید پر طنزیہ مسکرایا۔

"میں نے اسے طلاق اسی لیے نہیں دی کیونکہ کوئی کتنا بھی گرا ہوا ہو، مجھ سے کم ہی ہو گا۔"

عاصم کے لہجے کی تلخی پر شمس الدین نے تڑپ کر اسکی آنکھوں کو دیکھا۔

"تم برے نہیں ہو، تم بس اصول پسند رہے ہو۔ ورنہ ایک سے زیادہ عورتوں کا ہونا کوئی گناہ تو نہیں۔"

شمس الدین شاید اسے پہنچائی تکلیف کا یوں ازالہ کرنا چاہتے تھے۔

"میں نے جس عورت سے سچ میں محبت کی اس سے تب جا کر دستبردار ہو گیا جب میرے پاس صرف اسکا بن کر رہنے کے پورے اختیارات تھے شمس الدین۔ کیونکہ اس سے پہلے میں بااختیار کبھی رہا ہی نہیں۔ زبردستی کی بیوی محراب سے بھاگا تو اس لڑکی تک پہنچا، سوہا سومرو، میں اس تک پہنچ کر ساری عمر کے لیے ٹھہرنا چاہتا تھا، وہ میری پسندیدہ عورت تھی پر اسکے دل میں یہ تکلیف تھی کہ وہ میری زندگی کی دوسری عورت ہے۔ وہ مجھ سے بھلے بہت پیار کرتی تھی پر مزید بانٹ نہیں سکتی تھی۔ سوہا نے مجھے کہا میں محراب کو چھوڑ دوں، تب میں محراب کو نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ اور سوہا بہت انا پرست

تھی، اس نے محراب کو میری زندگی میں پہلی عورت کے طور پر تو قبول کیا پر مزید قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ وہ میری کاروباری شادی تھی بھلا میں کیسے ختم کرتا۔ سوہا نے مجھ سے اسی ضد میں طلاق لے لی۔۔۔ میں نے اپنی محبت کھو دی، اسے خود سے نفرت کرنے دی۔ خود کو طلاق کے باوجود اسکے آگے ڈالا کہ وہ جتنا ہو سکے میرا فائدہ اٹھالے، میری وہ محبوب اولاد سمیت میری پہلی اور آخری محبت سوہا کبھی کسی کی محتاجی نہ دیکھیں۔۔۔ میں تسکین کہیں سے بھی پا لینے والا شخص اپنا اصل سکون وہیں کھو بیٹھا۔ اس تکلیف سے فرار کرنے میں فاطمہ تک پہنچا تھا۔ اور اس عورت نے مجھے عورت نامی وجود سے ہی نفرت کروادی۔ میری سابقہ دونوں بیویوں نے مجھے بہت تکلیف دی ہو پر کبھی میرا رہتے کسی دوسرے مرد کو نہیں دیکھا لیکن آپکی بیٹی نے میرے نکاح میں ہو کر غیر مرد سے روابط رکھے۔ اور دیکھیں وہ دونوں باوفا عورتیں اب میری زندگی میں نہیں پر یہ بے وفا عورت اب تک موجود ہے۔ یہ ہے میری سزا شمس الدین۔۔۔"

شمس الدین کی آنکھوں میں اس شخص کے الفاظ نے تکلیف بھر دی۔

"تم کیا یہ سزا بقیہ پوری عمر سہہ لوگے ؟ کیا سوہا تمہیں واپس نہیں مل سکتی عاصم ؟"

وہ شمس الدین کے چہرے کی طرف دیکھتے تلخی سے مسکرایا۔

"میں سہہ لوں گا۔ میں نے خود کو اپنی سزا سنا دی۔ اب پچھتاوے کا کوئی فائدہ نہیں۔ رہی بات سوہا کی اس تک یہ خبر پہنچ چکی ہو گی کہ اسکے بعد بھی میں رکا نہیں اور اک تیسری عورت تک گیا، اس سے اولاد پائی۔ سوہا یہ مان چکی ہو گی کہ میں دنیا جہاں کا رنگ باز اور بے وفا شخص ہوں۔ اور سچ پوچھیں تو اب وہ عمر اور شوق بھی نہیں رہے کہ اپنی محبت کا یقین اور اپنی وفا کا اعتبار دلا سکوں۔۔۔۔۔ میں اس وقت سب چھوڑ رہا ہوں جس وقت میرے پاس ہر من پسند شے تک پہنچنے کا اختیار ہے۔۔۔ تو اگر میں آپکی بیٹی کو سزا دینے

والا ہوں شمس الدین تو پہلے میں نے سزا اپنی تجویز کی ہے۔ وہ رات تک ڈسچارج ہو جائے گی۔ ملک پیلس آپ دونوں کی رات آمد کا منتظر رہے گا۔"

عاصم نے اجازتی نگاہ اس بوڑھے شخص پر ڈالی جو بے چین ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔

"اور یمل؟"

شمس الدین کی آنکھوں میں اپنے نواسے کو دیکھنے، اس سے ملنے کی تڑپ بسی تھی۔

"وہ بھی پیلس آجائے گا ایک دو دن تک۔۔۔۔"

عاصم نے یقین دہانی کروائی۔

"تم اس (فاطمہ) سے ملو گے نہیں؟"

شمس الدین کی آنکھوں میں آس تھی۔

"ضروری لگا تو مل لوں گا پیلس میں۔ خدا حافظ"

وہ اجتناب برتتا ہوا اجازت طلب ہوا اور وہاں سے چلا گیا، شمس الدین نے اپنے بھاری قدم اس کمرے تک روکے جہاں فاطمہ نور تھی۔

"بابا۔۔۔"

وہ انکو دروازے میں کھڑا دیکھتے تڑپ کر پکاری۔

"وہ تم سے بہت ناراض ہے۔ یمل کے ذریعے اسکی معافی پا سکتی ہو تم۔ ہم نے اچھا نہیں کیا، لیکن وہ پھر بھی ہمارے لیے اچھا سوچ رہا ہے"

وہ قریب آ کر فاطمہ کے سامنے ہی بیٹھے تو وہ اس اچھے پر اذیت سے مسکرائی۔

"اب وہ مجھے بے وفائی کی سزا دے گا جسے خود علم نہیں وفا کیا ہے۔ میری طرف سے بھاڑ میں جائے۔ مجھے بس اپنا بیٹا چاہیے بابا۔"

فاطمہ کی آنکھوں میں ایک بار پھر بے حسی اتری لیکن شمس الدین اس سب سے بہت افسردہ تھے۔

"اسے اچھے سے علم ہے وفا کا فاطمہ، میں نے محسوس کیا وہ بظاہر دنیا جہاں کی ہر آسائش کا مالک ہے آج لیکن اسکے اندر کا شخص مر گیا۔ تم ابھی بھی سب ٹھیک کر سکتی ہو بچے۔ تم یمل کے ساتھ رہو گی تو عاصم کو اپنا بنالینا۔ اتنا سب ہونے کے باوجود اس نے ہمیں اپنے پیلس جگہ دی۔ اب کوئی غلطی مت کرنا۔"

شمس الدین تو سدھر گئے پر لگتا تھا فاطمہ نور کے اندر ابھی بھی سدھار والے رنگ نہیں اترے۔

"مجھے مہویر واپس چاہیے بابا"

وہ بے خوف ہو کر جو بولی اس پر شمس الدین کے چہرے کا رنگ بھی سپید پڑا۔

"کیا؟ فاطمہ یہ کیا کہہ رہی ہو تم؟"

شمس الدین کے چہرے پر خفگی کے بادل امڈے۔

"میں یمل اور مہویر کے ساتھ رہوں گی۔"

فاطمہ کی آنکھوں میں جیسے جنون ہلکورا اٹھا۔

"خدا کے لیے فاطمہ، یہ کیسا پاگل پن ہے۔ عاصم کو بھنک بھی لگی اسکی تو تمہیں مار ڈالے گا۔ مہویر کی اب تو جان بخش دو۔ تم پھر سے اپنے بیٹے سے محروم ہونے کے اسباب بنا رہی ہو۔ ہوش کے ناخن لو"

شمس الدین اس بار بھڑک اٹھے جبکہ فاطمہ کی آنکھیں اس وقت شدت سے بھری تھیں۔

"نہیں بخش سکتی۔ اس نے یمل لوٹایا ہمیں۔ وہ یقیناً اب بھی مجھ سے پیار کرتا ہے۔ میں وہ پیار واپس پانا چاہتی ہوں۔"

فاطمہ کے ارادوں سے شمس الدین کو خوف آیا۔

"قبر کے اندر چلے گئے نہ لوگ واپس سانس لیتے ہیں نہ انکے جذبات۔ اب مہویر کی زندگی منائم ملک سے آباد ہو گئی ہے۔ اسے پھر سے برباد مت کرنا فاطمہ ورنہ اس بار اس یتیم بچے کے ساتھ اگر ہم نے کوئی بھی زیادتی کی تو اسکا حساب خود اللہ لے گا۔ یہ مت بھول پتر کہ تو بھی اب اک ماں ہے۔ پھر سے بیوقوف عورت مت بن۔ یمل کو کھو بیٹھے گی"

شمس الدین تو خوفزدہ ہو کر اسے سمجھا چکے تھے لیکن وہ چپ تھی، اسکی چپ میں کم از کم خیر تو کہیں نہ تھی۔

وہیں خضر نے بیلا اور عمیر کو انکے بنگلے ڈراپ کر دیا، خاور اور انکی بیوی بھی ساتھ ہی آئے تھے تو وہ عمیر کے ہمراہ گھر کی طرف چلے گئے مگر بیلا، پورچ میں خضر کے ساتھ ہی کھڑی تھی۔

"تم کیوں آپ سیٹ ہو؟"

وہ اسکی ٹھوڑی پکڑتا، انگوٹھے کی پور اسکی گال پر سہلائے فکر مندی سے بولا۔

"عمیر بھائی نے اگر کسی قسم کی آپکی فیملی ممبرز کو پریشانی دی ہے تو میں معافی مانگتی ہوں۔ آپکو پتا ہے ناں وہ مینٹلی بیمار ہیں۔ وہ تین دن تک واپس چلے جائیں گے۔ کسی کو پریشان نہیں کریں گے"

وہ بھلے دیکھ نہ سکتی ہو پر محسوس ہر چیز کرتی تھی۔

"سوئیٹ کارن، دراصل میں مہویر پر تھوڑا غصہ ہوں اور وہ منائم کے لیے بہت جنونی ٹائپ ہے شاید جو مجھے بھی اسکی جلن کے بعد ہی پتا چلا۔ تبھی میں عمیر کو شہہ دے کر در حقیقت اپنے بہنوئی کو جلا رہا تھا۔ اس بیچ اگر میں نے عمیر کو پش کرتے غلط کر دیا تو اسکے لیے تم معاف کر دو۔ مگر مجھے لگتا ہے عمیر کی وجہ سے ان دو کے بیچ بہت کچھ اچھا ہو سکتا ہے۔ کیا تم سمجھی ہو میری بات؟"

وہ جو کچھ دیر پہلے تک پریشان تھی، جب سمجھ جاتی مسکرائی تو خضر کو بہت پیاری لگی۔

"جی سمجھ گئی۔ یعنی میرے بھائی ایسے ہو کر بھی کام کے ہیں؟ لیکن میں اپنے بھائی کو ایسے کسی کی سخت نظریں سہتا بھی نہیں دیکھ سکتی۔ وہ بہت ڈیپلی سب آبزرو کرتے ہیں"

وہ مطمئین تو ہوئی پر افسردہ بھی تھی، خضر ایک بہن کے جذبات اچھے سے سمجھتا تھا۔

"ٹھیک ہے تو عمیر کی زندگی میں اسکی محبت کو واپس لے آئیں پھر؟"

خضر کے شوخ سوال پر بیلا چونکی، سر اٹھا کر اس شخص کی آواز کے تعاقب میں ڈرتے دیکھا۔

"کیسے خضر؟ اس لڑکی نے تو میرے بھائی سے بریک آپ کر لیا تھا۔ ایک اور امیر زادے کے لیے۔ وہ میرے بھائی کو پرانے زمانے کا کہہ کر چلی گئی، کہ

میرے بھائی فرسودہ خیالات کے مالک ہیں۔ اور چار منگ نہیں۔ ایسی لڑکی تو کبھی وفادار نہیں ہو سکتی۔ اور جو ایک بار دل توڑ دے اسکے سامنے دوبارہ اپنا دل نہیں رکھتے کہ لو اب پیر تلے کچل دو"

وہ خضر کو یہ سب کہتی بہت دلبرداشتہ تھی، عمیر کا دل بھی کمزور ہو چکا تھا تبھی وہ نہیں چاہ سکتی تھی کہ وہ لڑکی دوبارہ عمیر کا دل کرچی کرے۔

"تم مجھے اس لڑکی کا اتا پتا دو، میں اسکا اس دوسرے آدمی سے بھی بریک آپ کراووں گا۔ وہ وہی درد سہے گی جو تمہارے بھائی نے برداشت کیا۔ اسکے بعد اگر مناسب ہوا، وہ عمیر کی سچی محبت سمجھ پائی اور اپنے کیے پر شرمندہ ہوئی تب ہی اسے دوسرا چانس ملے گا، ورنہ میں کوئی اور لڑکی ڈھونڈوں گا جو عمیر کو خوشی خوشی اس حالت میں بھی قبول کر سکے"

خضر نے محبت سے اس کا چہرہ اپنی ہتھیلیوں کے پیالے میں تھام لیا، وہ اسے دیکھ بھلے نہ سکتی ہو پر اسکے لہجے کا یقین ضرور بھانپ چکی تھی، وہ ایسے بولتا تھا کہ دل و جان سے اعتبار کرنے کو جی چاہنے لگتا۔

"ٹھیک ہے۔ میں آپکو اس لڑکی کے بارے میں بتاوں گی۔ کیا عمیر بھائی کی وجہ سے ابھی مزید مہویر میثاق کو جلانا ہے آپ نے آگے بھی؟"

وہ اپنے دونوں ہاتھ خضر کے ہاتھوں پر جماتی نرم سے لہجے میں آہستگی سے بولی تو خضر کے لبوں پر تبسم مچلا۔

"یس سوئیٹ کارن! اب میں تمہارے بھائی کے لیے جان جوکھم میں ڈال رہا ہوں تو اسے بھی تو کچھ کام آنا ہو گا میرے۔ وہ اکلوتی تم ہو میری زندگی میں جسکے ساتھ میرا لین دین کا رشتہ نہیں ورنہ میں بڑا مطلبی آدمی ہوں، کام تبھی آتا ہوں جب کام لیا ہو۔۔۔ کیا میری یہ مطلبی ذات تمہیں مجھ سے دور تو نہیں کر دے گی بیلا خاور سلطان"

وہ اسکو دیکھ کر باتیں کرنے کا بری طرح عادی ہوتا جا رہا تھا اور وہ اسکی آواز، لہجے اور جذب بھرے انداز کی دیوانی ہوئے جا رہی تھی، اسے خضر کی سچائیاں مبہوت کر دیتی تھیں، وہ ایک نارمل انسان تھا اور نارمل انسان ویسے ہی ہوتے ہیں جیسے خضر ملک!

"اگر آپ یہ سب مجھ سے چھپا کر کرتے کہ میں کہیں آپکو غلط نہ سمجھ لوں، یا میرے سامنے صرف اپنے اچھے پہلو رکھتے تو میں ایک لمحہ آپکے ساتھ مزید نہ رہتی۔"

وہ آنکھیں اسکے سینے تک رکھتی بولی، ویسے بھی چہرے تک لے بھی آتی تو اسے اسکا خضر ملک کہاں دیکھائی دے سکتا تھا، اس لیے یوں نظریں اور سر جھکا کر وہ اسکے کلون اور جسم کی ملی جلی مہک سانسوں میں چپکے سے اتار کر اس کو محسوس کرنے لگی تھی جو پُر لطف تھا۔

"اور اب بیلا؟"

وہ جیسے اسکا ہاتھ پکڑ کر اپنے سینے پر رکھتا شدید بے صبری سے بولا، اسکی نگاہیں بیلا کے رخِ روشن سے اک انچ بھی اِدھر اُدھر نہ سرکیں۔

"اب؟ اب میں اس میں آپکے ساتھ ہوں۔ اس سے مہویر میثاق اور منائم ملک کا رشتہ تو سلجھے گا ہی، شاید میرے بھائی کو بھی سکون میسر آجائے۔ مجھے آپ پر پورا اعتبار ہے"

وہ اگر یہ بھی کہتی کہ وہ اندھا اعتبار کر چکی ہے تب بھی خضر ایمان لے آتا۔

"تم جب مجھے ایسے لاجواب کرتی ہو بیلا تو میرا شدت سے دل چاہتا ہے کاش تم میرے چہرے کے یہ ساکن تاثرات دیکھ پاتی، کہ تمہاری ذات، تمہاری موجودگی کیسے مجھے چپ لگا دیتی ہے۔ کاش تم میری آنکھوں میں اپنے لیے موجود یہ معتبر نظر دیکھ سکتی جس سے میں نے آج تک کسی دوسری عورت کو نہیں دیکھا۔ تم میری زندگی میں بلکل ٹھیک وقت پر آئی ہو"

وہ ہاتھ بڑھا کر اسکے بندھے بالوں کے باوجود دو لٹیں جو باہر بکھری تھیں، انھیں اسکے کان کے پیچھے اڑیس گیا تو وہ چھوئی موئی سی ہوئی۔

"میں شاید ایک دن یہ دیکھ پاوں"

وہ مسکرا کر امید سے بھر گئی۔

"یقینا۔ خیر مجھے یہ پوچھنا تھا تم جب کچھ نہ کر پانے پر بور ہو جاتی ہو تو کیا کرتی ہو؟"

وہ اب بھی بیقرار تھا، بیلا کو خوشگوار حیرت نے گھیرا۔

"میں بکس سنتی ہوں، میں پینٹنگ کرتی ہوں۔ میں پودوں کو پانی بھی دیتی ہوں۔ اور زیادہ بور ہو جاوں تو بابا سے گپ شپ کرنے کے ساتھ واک کر لیتی ہوں۔ میں کرنٹ ٹاپکس پر ڈیبیٹس بھی دیتی ہوں، میرے کچھ سٹوڈنٹس ہیں۔ میں اچھی سامع ہوں۔ کبھی کبھی وائلن بھی بجاتی ہوں"

وہ اتنا سب کرتی ہو گی یہ سن کر خضر شاکڈ رہ گیا، اتنا سب تو وہ آنکھوں کے ساتھ نہیں کرتا جتنا یہ لڑکی نظر نہ آنے کے باوجود کرتی رہتی ہے۔

"مطلب بلائنڈ لوگ بھی چارمنگ اور ایکٹیو ہو سکتے ہیں؟"

وہ مسکراتا ہوا حیران ہوا، اسے ہی دیکھے جا رہا تھا، جتنا غصہ مہویر پر رات سے نکال چکا تھا، یہ لڑکی، اسکی آسودہ کرتی موجودگی نے جیسے سارا غبار نگل لیا تھا۔

"بلکل۔ بلائنڈ لوگ ایکسٹرا ایکٹیو ہوتے ہیں جناب"

وہ چہک کر اترائی۔

"میں چاہتا ہوں تم اپنے اندر کی امید اور یقین کبھی مدھم پڑنے نہ دو، بیلا خاور میں تمہاری آنکھیں بنوں گا۔ تم خوش قسمت اور ہیپیلی میرڈ لڑکی کہلاو گی۔ میں دیکھنا چاہوں گا کہ تم پینٹنگ کیسے کرتی ہو۔ تو کب آوں دیکھنے؟"

وہ اسکے جذب سے گھبرا رہی تھی، وہ اسکے لہجے میں اپنے لیے وہ کچھ محسوس کر رہی تھی جس پر ابھی بیلا کا حق نہیں تھا۔

"جب آپکا دل کچھ یونیک دیکھنے کو چاہا، آ جایئے گا۔ میں تو ہر وقت منتظر رہوں گی اب"

وہ بھی الفاظ میں جی بھر کر محبت بھر رہی تھی، یہ تو سراسر خضر کا امتحان تھا۔

"تم میری زندگی میں بہت بہترین اضافہ ہو۔ میں جلدی آوں گا۔ ہم ساتھ کلر پینٹ کریں گے۔ اب میں چلتا ہوں۔۔ کال پر تم سے ڈیٹیل لے لوں گا۔ تم بھی جاو اب۔۔۔ اپنے مما بابا سے اگر یہ راز ڈسکس کرنا چاہو تو کر سکتی ہو۔ تاکہ وہ بھی مطمئین ہو جائیں۔ جوان بیٹے کی ایسی حالت انکو بھی خون کے آنسو رلاتی ہو گی"

وہ فوراسے جذباتی ہو کر مسکرائی، خضر نے دور ہوتے اک مشکل سانس لیااور بیلا کا ہاتھ مجبورا آزاد کرتا اسے بھرپور نگاہوں میں بسائے ہی وہ گاڑی کی طرف بڑھ گیا، اور بیلا کے چہرے پر اس وقت دنیا جہاں کا سکون اترا ہوا تھا۔

.._____..

رئیس نے یاسر کو قوبار وانہ کر دیا تھا، وہ شماس صاحبہ اور رضی سومرو کو لینے آذربائیجان نکل چکا تھا، رئیس کی کل تیمارداری ہوئی مگر آج اسکے اندر کا طوفان پھر سر اٹھا چکا تھا، لیگل نوٹس کے حوالے سے کورٹ میں ہیرنگ تھی جہاں سوہا اور وہ دونوں مدعو تھے، جج کے مطابق سوہا نے رئیس پر کیس کیا تھا کہ وہ اس کو دی ہر چیز واپس چاہتی ہے اور تب تک طلاق کے پیپرز پر سائن نہیں کرے گی، اب عدالت نے رئیس کی حالت اور مالی ابتری دیکھتے چھ دن کی مہلت دی تھی کہ وہ سب کچھ واپس لوٹا دے ورنہ عدالت خود اسکی ہر چیز ضبط کر لے گی۔

کورٹ ہیرنگ سے فری ہو کر وہ ساتھ باہر نکلے تھے، رئیس کی حالت سے محظوظ ہوتی سوہا اس پر ترس کھانے کے اب سارے ارادے ترک کر چکی تھی۔

"تم طلاق چاہتی ہو تو میں دے دوں گا سوہا۔ لیکن مجھ سے میرا سب کچھ مت چھینو۔ میں تمہیں آخری وارننگ دے رہا ہوں"

رئیس کے اندر ابھی بھی اتنی جرت تھی کہ سوہا نے جانے کا ارادہ ترک کرتے بھرپور انداز میں سینے پر بازو لپیٹ کر رئیس ملانی کے سامنے رک کر اسے اضطراری نگاہوں میں مرکوز کیا۔

"تم مجھ سے بھیک مانگ رہے ہو یا مجھے دھمکا رہے ہو؟ نہ تمہارا بھیک مانگنے کا انداز واضح ہے نہ ہی دھمکانے کا۔ میں کنفوز ہوں"

وہ آنکھوں میں شرارے لیتا سوہا کو گھورا جو اسکی بے عزتی کر رہی تھی۔

"میں تمہیں تنگ نہیں کروں گا، اس لیے اپنا لیگل نوٹس واپس لو۔ بنا تنگ کیے طلاق بھی دے دوں گا۔ میں تمہارے قریب آنے کی کوشش بھی نہیں کروں گا نہ تمہاری بیٹی اور داماد کو پریشان کروں گا"

یہ سب بولتے ہوئے رئیس کی آنکھوں سے حقارت کا سایہ الگ نہ ہو سکا۔

"تم یہ سب تب نہیں کرو گے جب مر جاو گے۔ جیتے جی تم جیسی چیز باز نہیں آسکتی۔ تمہیں گنگلا کر کے رکھنا ضروری ہے تا کہ تم پیسے پیسے کو ترسو۔ تمہارا دھیان کسی اور طرف جا ہی نہ سکے۔ یہی نہیں تمہارے ماں باپ جن جیولری شاپس کے اونر بنے ہوئے ہیں ملک سے باہر وہ سب بھی واپس لوں گی۔ تمہیں موت کے دہانے پہنچاوں گی تبھی سکون آئے گا۔ فی الحال چھ دن میں جو جو ابھی تمہارے پاس ہے وہ واپس کرو۔ تمہارے پاس اپنی مرہم پٹی کے لیے بھی پیسے نہ رہیں گے، اس سٹیج تک تمہیں گھسیٹ کر لے جاوں گی۔ تم نے سوہا سومرو سے پنگا لیا ہے، اب نتائج تو بھگتنے ہوں گے"

وہ اس پر اپنی اگلی چند روزہ سختی اور پکڑ واضح کرتی وہاں سے نخوت کے سنگ گئی تھی جبکہ رئیس نے برداشت کے سنگ اپنی مٹھیاں بھینچیں۔

"بس تمہارے ماں باپ کے یہاں پہنچنے کی دیر ہے سوہا سو مرو۔ میں نے تمہیں اپنے پیروں میں نہ جھکایا تو میرا نام رئیس ملانی نہیں۔ آخری بار سب کچھ داو پر لگا دوں گا، اب مجھے ہارنے کا کوئی خوف نہیں۔ تم اور تمہاری بیٹی کسی کو منہ دیکھانے لائق نہ رہو گے"

رئیس نے اپنے تئیں بہت کچھ پلین کر لیا تھا مگر ابھی وہ جانتا نہیں تھا کہ یاسر کسی سے ملا ہوا ہے اور جس نے یاسر کو یہ کام سونپا تھا وہ کس کا آدمی ہے، رئیس سمجھ رہا تھا کہ وہ سوہا کو اسکے ماں باپ کی جانب سے دھمکا کر سب کروالے گا پر ان دو پیاری ہستیوں کی حفاظت کا بندوبست پہلے ہی ہو چکا تھا۔

سوہا وہاں سے فری ہو کر سیدھا علوی مینشن ہی آئی تھی، عدین کا بخار اتر چکا تھا اور یمل بھی کچھ سکون میں آ گیا، انیس گہری نیند میں تھا تو عدین نے ہی

عرشیہ کو منع کیا کہ وہ بھیو کو نہ جگائے، وہ سب ناشتے کی میز پر جمع تھے، عرشیہ اور سوہا کچن میں تھے، کیونکہ باہر ڈائنگ ٹیبل کے گرد ایک کرسی گھسیٹ کر ابراہیم علوی بھی بیٹھے تھے، وہ عدین اور یمل کے ساتھ مسکرا مسکرا کر ایسے بات کر رہے تھے جیسے انکو بہت پرواہ ہو بچوں کی، عدین کے لیے سوپ عرشیہ نے بنایا تھا تبھی وہ اسے تھوڑا گرم کرنے خود ہی کچن میں آئی تو سوہا بھی چلی آئی تاکہ ہیرنگ کا بتا سکے۔

عرشیہ نے مما کو ابراہیم علوی کے بارے نہیں بتایا تھا کیونکہ وہ انیس کو مزید شرمندہ نہیں دیکھ سکتی تھی، اور سوہا تو پھر بات کیے بنا نہ رہتی۔

وہ بس مما کو سنتی رہی جو رئیس کے حوالے سے اسے اپنا اگلا لائحہ عمل بتا رہی تھی لیکن عرشیہ کی ونڈو سے ڈائنگ ہال کی طرف جمی اداس نظر نے سوہا کو چونکایا۔

"میں کب سے باتیں کر رہی ہوں اور تم ہو کہ پتا نہیں کدھر گم ہو؟"

سوہانے اسکی گال سہلائی تو عرشیہ اپنے خیالات سے چونکی، چولہا آف کیا اور رسان سے مسکرا کر اس نے عدین کے ساتھ یمل کے لیے بھی مزے دار چکن کارن سوپ باولز میں ڈالا۔

"یہیں ہوں مما۔ رات سو نہیں سکی تبھی آپکو میں تھکی لگ رہی ہوں۔ آپ رئیس کے معاملے اور اسے سنبھال لیں گی مجھے یقین ہے۔ میری سٹرونگ مما"

وہ سوہا کی گال چومتی، ٹرے اٹھا کر کچن سے نکلی تو سوہا اسکے اسطرح بات ٹالنے پر فکر مند سی پیچھے ہی باہر آئی، سوپ کے گرم گرم باولز دیکھ کر عدین اور یمل دونوں کے ناشتہ کر کے بھرے پیٹ پھر سے بھوکے ہو گئے کیونکہ ناشتہ وہ دونوں کو ایک گھنٹے پہلے دے چکی تھی، کک نے بہت مزے دار ناشتہ بنایا تھا مگر چونکہ ٹھنڈ تھی تو عرشیہ نے سوپ خود بنایا، یہ واحد سوپ تھا جو اسے بنانا آتا تھا ورنہ وہ زیادہ کچن میں کبھی نہیں گئی تھی۔

"مزے سے پیو دونوں۔۔۔ آج موسم بہت خراب ہے اس لیے اسے پینے کے بعد تم دونوں جا کر بستر میں گھس جانا۔ میں نے گیمنگ سیٹ آپ لگا دیا ہے عدین کے روم میں۔"

عرشیہ نے ٹرے سے باری باری باول اٹھا کر عدین اور یمل کے سامنے رکھتے پیار سے کہا۔

"عرشیہ آپ بھی کھیلیں گی ناں؟"

عدین فوراسے بولا تو اسکے بال سہلاتی مسکرائی۔

"ناں۔۔ مجھے ایک گھنٹے کے لیے ہولڈ نگز جانا ہے۔ بہت اہم میٹنگ ہے۔ کینسل کروادی تھی پر انٹرنیشنل کلائنٹ ہیں تو مجبوراجانا ہو گا ورنہ میرا آج کا پورا دن تم دونوں کے نام تھا۔ مجبوری ہے جانا ہو گا پھر اسکے بعد آ کر میں تم دونوں کے ساتھ گیم ضرور کھیلیوں گی۔ میں سوچ رہی ہوں رات ہم باربی کیو بھی کریں۔۔۔"

عرشیہ کی بات سنے وہ دونوں آمادہ مسکرا کر ایکسائڈ ہوئے، سوہانے بھی کرسی سنبھالی اور ملازمہ نے اسے چائے سرو کی، ابراہیم بھی اپنی چائے پینے کے ساتھ نیوز پیپر کا جائزہ لے رہے تھے۔

"اگر بارش نہ ہوئی تو ہم ضرور کریں گے آپی۔ کیا آپ نے گرلڈ سی فوڈ کھایا؟ کیا آپ ٹرائے کریں گی؟"

یمل نے اس بار اپنی فیورٹ چیز کی آفر کی جسے سن کر ہی عدین اور عرشیہ کے منہ میں پانی آ آ گیا۔

"ویسے تو مجھے بس فش اور پرانز ہی پسند ہیں لیکن اگر تم کچھ اور بھی پکا کر کھلاتے ہو، اور اسکے مزے دار ہونے کی گارنٹی لیتے ہو تو میں سب ہڑپ کر جاوں گی۔ ویسے بھی عدین کو ضرورت ہے جلدی فٹ ہونے کے لیے سی فوڈ کی۔ میرا ڈاون ہوا بھائی"

وہ یمل کی آفر کو حسین طریقے سے قبول کر گئی، عدین اور یمل کو مسکراہٹیں دیتی نڈھال عرشیہ نے خود بھی اک کرسی سنبھالی، اپنے لیے اس نے بس اورنج جوس ہی لیا۔

"جب تک عرشیہ آئے گی، میں جوائن کر سکتی ہوں تم دونوں کو"

سوہا نے تو عدین اور یمل کی خوشی دگنی کر دی، اب اتنی بڑے فیشن کلاتھ برینڈ کی مالک، اپنا کام چھوڑ کر ان بچوں کے لیے کچھ وقت نکال رہی تھی تو وہ کیوں نہ اس کی بات پر خوشی سے نہال ہوتے۔

"یاھو۔۔۔ سوہا آنٹی پلیز کریے گاناں"

عدین تو جیسے چاہتا ہی یہی تھا۔

"ضرور۔ ہمیں بہت اچھا لگے گا سوہا آنٹی"

یمل نے بھی مسکرا کر اعتراف کیا۔

"ڈن ہو گیا۔ بھئی عرشیہ جاو تم اپنی میٹنگ دیکھو۔ میں تب تک ان دونوں ہنڈسم ینگ مین کے ساتھ ہوں۔ فکر مت کرنا انکی"

عرشیہ بھی مدھم سا مسکرادی، مما کو دیکھتے پیار آنکھوں میں بھر لائی۔

"کیا مجھے یہ نمک دانی دے سکتی ہو بچے؟"

ابراہیم صاحب نے اخبار رکھتے جان بوجھ کر عرشیہ کو مخاطب کیا جو کب سے ان سے بات دور، انھیں دیکھ بھی نہیں رہی تھی، خاص کر جب سے اس شخص نے یمل کے ساتھ ایسا سب کیا، یقیناً شک یقین میں بدل چکا تھا تبھی تو انیس کی اتنی بری حالت تھی۔

"جی ضرور۔ کچھ اور چاہیے آپکو ابراہیم انکل"

عرشیہ نے بلکل نارمل بیہیو کرتے نمک دانی اٹھا کر انکو تھمائی، ابراہیم علوی کی آنکھوں میں اس وقت تکلیف سی جگی جو عرشیہ نے دیکھی پر توجہ نہ دی۔

"نہیں بچے۔ میں بھی آج گھر ہی ہوں۔ عدین اور یمل کی وجہ سے فکر مند ہوں۔ تم جا کر اپنے کام دیکھ سکتی ہو۔ اور یہ انیس نہیں جاگا؟"

وہ نفی میں سر ہلاتی کرسی پیچھے کیے اٹھی۔

"اسکی ٹھوڑی طبعیت بوجھل ہے تو آنکھ لگ گئی۔ عدین نے کہانہ جگاوں تبھی نہیں اٹھایا۔ میں واپس آکر اسے جگاوں گی۔ اور مما، ان دونوں کو بور نہ ہونے دیجئے گا۔ میری جان ہو تم دونوں۔۔ میں تم دونوں کے ہمیشہ پاس ہوں"

وہ عدین اور یمل کے عقب تک آتی دونوں کے اطراف ہاتھ پھیلاتی، دونوں کا ماتھا چومتی بلکل اس وقت انھیں آسودگی بخشتی انکی ماں ہی لگی، سوہا کو تو اپنی عرشیہ اب بلکل ان لوگوں کی لگنے لگی تھی، عدین اور یمل نے مسکرا کر اسے مطمئین کیا جسکے پاس وہ سیڑھیوں کی طرف بڑھ گئی۔

"میری بیٹی۔ میری گڑیا۔ جب اسکی انیس سے شادی ہوئی تھی مجھے امید نہیں تھی کہ یہ یوں اپنی فیملی کو سنبھالے گی۔ لاپرواہ سی ہو گئی تھی ناں۔ اب دیکھو۔ اپنے سواسب کا خیال ہے اسے۔ ایک گلاس جوس بھی پورا پی کر نہیں گئی"

سوہا کی آنکھوں میں اس وقت جو پیار تھا، ویسا ہی عدین اور یمل کی آنکھوں میں بھی تھا، جبکہ ابراہیم علوی نے بھی سوہا کی باتوں کا اقرار کیا، وہ انیس کے لڑکھڑانے پر ابھی تک پریشان تھے، پھر جو کچھ آج انیس کو کہا، جب تک اسکی تلافی نہ کر لیتے، سکون نہ پا سکتے تھے۔

وہ اوپر کمرے میں دبے پیر داخل ہوئی، بس بیگ لینا تھا ورنہ تیار تو وہ صبح ہی ہو گئی تھی، میک آپ تھوڑا ٹھیک کرنا تھا تبھی دروازہ آہستگی سے آگے کیے عرشیہ نے اپنے فون کی ٹارچ میڈیم پر آن کی اور ڈریسنگ ٹیبل تک آتے فون ایک ہاتھ میں پکڑ کر اپنے چہرے پر روشنی پھینکتے لپ سٹک اٹھا کر ٹھیک

کی، بال کھول کر ان میں ہلکے انداز میں برش کیا تا کہ ویوز ٹھیک ہوں، پھر وارڈرب کارنر کی طرف آتے بیگ ریک والی جگہ آتے اپنا بلیک بیگ اٹھایا۔

وہ اسی خلیے میں تھی جو شاور میٹنگ کے بعد اپنایا تھا، بلیک فل لیدر سکرٹ کے ساتھ پیچ جرسی ٹاپ پہنے ہوئے، بلیک پوائنٹڈ اینکل بوٹس پہنے اس نے اپنا لانگ بلیک کوٹ نکالا کیونکہ باہر بہت ٹھنڈ تھی۔

"تم سکون کی نیند پاو۔ تمہارا بے فکر اور درد سے پاک ہونا میری آسانیوں میں سر فہرست ہے انیس غانم علوی"

وہ آہستگی سے چلنا برقرار رکھتی انیس تک آئی، جھک کر اسکے بے خبر وجود اور پر سکون چہرے کو دیکھ کر جھکتے اسکے ماتھے کو چوما اور پھر ہاتھ پھیر کر اسکے بال سہلاتی بولی۔

"عرشیہ۔۔مجھے معاف کر دو"

وہ نیند سی میں بڑبڑایا ہی جب وہ زرا دیر اسکے پاس بیٹھی، فون سیدھا کیا تو پورے کمرے میں بہت ہی مدھم ٹارچ لائیٹ سے روشنی سی پھیلی۔

"معاف۔۔۔ کیا کہہ رہے ہو۔ کیسی معافی۔ اب کسی اور کے کیے کی معافیاں مت مانگنے لگنا مجھ سے انیس"

وہ بیٹھے بیٹھے اسکے سینے پر جھک کر لیٹی، وہ آہستگی سے اسکے گرد ہاتھ رکھتا، انگلیاں اسکے بالوں میں پھنسا گیا۔

"بابا نے یمل کو دس لاکھ کے عوض کسی کے حوالے کرنا چاہا۔۔۔ م۔ میں بہت شرمندہ ہوں۔ لیکن اب ایسا نہیں ہو گا۔ میں یمل کو سیکورٹی فراہم کروں گا"

وہ زرا سا اوپر اٹھی۔

"تم جاگ رہے ہو؟"

وہ خوفزدہ و پریشان ہو کر بولی تو انیس نے ابھی بھی نیند سے اٹی اپنی آنکھیں کھولیں۔

"ہاں۔ تم میرے پاس آئی ہو میری نیند اک طرف ہو گئی۔ سونا چاہتا ہوں مگر تم سے معافی مانگے بنا چین نہیں آ رہا۔"

وہ اسکی کھلی آنکھیں دیکھتے دل و جان ہار گئی۔

"پاگل۔ کسی اور کے کیے کی معافی تم کیوں مانگتے ہو۔ میں تم سے حساب صرف اپنے معاملوں میں لیا کروں گی۔ کہ کسی لڑکی کو دیکھا اگر، کسی عورت نے تمہیں دیکھا۔ مجھے رلاو گے، ڈانٹو گے یا لڑو گے تب معافی کی مہلت آئے گی۔ اس کے علاوہ تم کسی کے بحاف پر ایسا مت کرنا۔ میں تمہارے بابا کو جان گئی ہوں۔ ہم انھیں بھی اک دن سدھرتا دیکھیں گے۔ دل سے یہ بوجھ اتارو اور سو جاو۔ میں ایک دو گھنٹے تک آ کر تمہیں جگا دوں گی"

وہ مندی مندی آنکھوں سمیت مسکرایا، اس نے عرشیہ کی سانسوں کے بیچ سانس لی۔

"عرشیہ۔۔۔ مجھ سے جڑا رشتہ تمہیں ہلکان کر رہا ہے ناں۔۔۔؟"

وہ افسردہ تھا۔

"تم سے جڑا رشتہ میری تر و تازگی کی ضمانت ہے، تم کیا جانو۔ تم اوور تھنک مت کرو انیس۔ تھوڑا آرام کرو۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ میں تمہیں ہر گلٹ سے آزاد دیکھنا چاہتی ہوں۔۔۔ چلو آنکھیں بند کرو۔ مجھے اب اجازت دو۔۔۔ میں نے تمہاری نیند خراب کرنے کے ڈر سے لائیٹ تک آن نہیں کی تھی پر تم سدا کے الو۔۔۔ پھر بھی جاگ گئے"

وہ شکوہ کرتی انیس کو دونوں بازو کھولنے پر مجبور کر گئی، وہ اسے بلکل اپنے چہرے پر جھکا گیا۔

"عرشیہ۔۔۔ کِس می"

وہ اسکے ایسے تقاضے پر اک لمحہ تھم ہی تو گئی، وہ اب تک خود ہی تو سب حق وصول رہا تھا۔

"یہ کوئی وقت ہے بھلا؟"

وہ اسکی گرفت میں پھڑ پھڑائی۔

"وہ جو تم نے خود پہل کی تھی اور میں نے روک دی تھی۔ مجھے وہ چاہیئے واپس"

وہ جیسے اس وقت شدید بیتاب تھا۔

"رد کر دی تھی۔ اب کہاں سے لا کر دوں؟"

وہ اس سے زیادہ بے بس تھی۔

"ایسے مت کرو میرے ساتھ؟"

وہ خفا ہوا، عرشیہ نے اسکے اک رخسار سے ہتھیلی جوڑتے بہت شدت سے اسکا رخسار چوما۔

"تم نے وہ والی عرشیہ تب ہی اک خول میں بند کر دی تھی۔ وہ قدرتی تھا۔ تم خود کر لو۔ میں نے روکا ہے بھلا؟"

وہ اتنے پیار اور سادگی سے کہہ گئی کہ انیس کی آنکھیں ہلکی سی گلابی ہو گئیں، وہ اسے جان بوجھ کر ستا ہر گز نہ رہی تھی۔

"میں اس خول کو توڑ دوں گا جلد"

وہ بہت شدت بھرے لہجے میں بولا، وہ اترائی۔

"اور مجھے تم پر پورا یقین ہے کہ تم توڑ دو گے۔ میں بہت پیار کرتی ہوں۔ میں تمہیں دیکھ کر جیتی ہوں۔ تم خود غرض انسان نہیں ہو۔ تم میری نظروں میں بہت شدید پیار کے مستحق ہو۔ میں تم سے وہ پیار کرنا چاہتی ہوں۔ تم

میرا سب کچھ ہو۔۔۔۔اپنی بازو اور گھٹنے کو زیادہ ہلائے بنا اب سو جاو۔میں ورنہ نہیں جا سکوں گی۔"

وہ اسکی بازووں کے حصار سے نکل کر بیٹھی تو انیس نے پیار سے اسے دیکھتے سر ہلایا، ایسی فرمابرداری پر کون نہ لٹ جائے، انیس نے اسکا ہاتھ پکڑ کر اسکی ہتھیلی اپنے لبوں سے جوڑتے چومی اور آنکھیں بند کر گیا، وہ جلد ہی نیند میں چلا گیا۔

،اسے کچھ دیر محبت سے دیکھتی رہی پھر وہ بھی فون اٹھائے انہی دبے پیروں کمرے سے نکلتی چلی گئی۔

.._____..

وہ واپس پہنچ آیا تھا، اس کا پریشان چہرہ دیکھ کر فجر بہت فکر مند تھی، وہ جب سے آیا تھا بہت چپ تھا اور وہ پوچھ پوچھ کر تھک چکی تھی۔

اس نے اپنے لیے چائے بنائی تو وہ عصر کے لیے بھی بنالائی، وہ اس وقت فارم ہاوس کے باہر والے شیڈڈ گارڈن ایریا سائیڈ لگے دو نشتی صوفے پر بیٹھا تھا جب وہ چائے کا کپ اسکی طرف بڑھائے، خود بھی ساتھ بیٹھی۔

"کچھ تو ہے جو آپ مجھ سے چھپا رہے ہیں عصر۔ پلیز ایسے چپ رہیں گے تو مجھے لگے گا میری وجہ سے کچھ ہوا ہے جو چھپا رہے ہیں"

وہ اپنی مزید بے چینی چھپا نہ سکی تو بول اٹھی، عصر نے چائے کا سیپ لیا، پھر سے وہ لمبے لمبے تین چار گھونٹ اسکے سامنے بھرتا کپ ٹیبل پر پٹخ گیا تو فجر نے اپنے کانپتے ہاتھوں سے کپ میز پر رکھا، وہ اسکی طرف رخ کیے بیٹھی، بے ارادہ اسکا ہاتھ، عصر کے ہاتھ پر جا جما۔

"یہ پاگل پن دوسری بار تھا، آپکی زبان، گلا، ہونٹ جلتے نہیں کیا؟"

وہ آنکھوں میں نمی اور غصہ ساتھ بھرتے استفسار کرنے لگی پر وہ شدید جلن کے باوجود اسے دیکھ کر تلخی اک طرف کیے کراہتا سا مسکرایا۔

"جلتے ہیں۔ ایون ابھی پچھلے کرتب کے اثر گئے نہیں تھے پورے میں نے پھر سے خود پر ظلم ڈھا دیا۔ دراصل ایسا میں بہت بے بسی کے سنگ کرتا ہوں۔"

وہ اپنے کیے پر فقیرانہ سا مسکرایا، فجر نے اسکے ہاتھ پر اپنے ہاتھ کا دباو بڑھایا۔

"کیسی بے بسی، میری ہاں تو آپکے پاس جلد آجائے گی؟ مجھے بتائیں ناں انیس بھائی کو کیا ہوا؟ وہ کہاں غائب تھے۔ مجھ سے کچھ مت چھپائیں۔ جب تک سچ نہیں بتائیں گے میں علوی مینشن نہیں جاوں گی عصر"

وہ بھی اپنا حوصلہ یکجا کرتی بولی، اسکا فیصلہ اٹل تھا۔

"اس ہمایوں نے انھیں برا زخمی کر دیا کل رات۔ اسے لگا وہ میں ہوں۔ انیس غانم ہیموفیلک ہیں۔ میں اس وقت انکے پاس بھی نہیں تھا۔ یہاں تھا، ستم کہ

سو بھی گیا تھا۔ مجھے خود پر بہت افسوس ہے۔ میں ان سے مل کر بھی نہیں آیا، ہمت ہی نہیں ہوئی۔ پہلی بار ایسا لگ رہا ہے کہ میں بے کار ہوں۔"

وہ شدید پریشانی کے عالم میں بولا، فجر بھی پریشان ہوئی۔

"میں نے کہا تھا ناں وہ لوگ میرا پیچھا کبھی نہیں چھوڑیں گے؟ ہمایوں یہاں آ گیا مطلب سمجھ رہے ہیں؟ وہ ہمیں کبھی سکون سے بیٹھنے نہیں دے گا۔ انیس بھائی نے ہماری مدد کی اور بدلے میں انکو زخم ملے۔ مجھے بھی شدید افسوس ہو رہا ہے۔ وہ کل کو پھر یہی کر سکتا ہے اور خدانخواستہ انیس بھائی کے ساتھ آپکو بھی زخم لگ سکتے ہیں، وہ لوگ بیٹھ کر بات کرنے کی زبان نہیں سمجھتے اور ایسوں کی دشمنی صرف جان کا ضیاع ہے۔ سب ختم کرتے ہیں عصر۔۔۔ جب اسے یقین ہو گیا کہ میں آپکے ساتھ نہیں ہوں تو وہ پیچھے ہٹ جائے گا۔ اٹھیں۔۔ مجھے جیم ڈراپ کریں۔۔ میں اپنی جاب کنٹینیو کروں گی اور ہم کچھ وقت نہیں ملیں گے"

وہ اسکی بازو تھامے، رندے، افسردہ لہجے میں مایوسی کی حد کو چھوتے بولی تو عصر نے اپنے گلے، زبان اور حلق کے درد کو بھلا کر فجر کی طرف منہ پھیرتے اسے دیکھا کہ زیادہ درد تو فجر کے ہار ماننے نے پہنچا دیا ہے۔

"سب ختم کرتے ہیں؟ کیا مطلب ہے آپکا؟"

وہ بے یقینی کی انتہا پر تھا، فجر کے گلے میں آنسوؤں کا گولا سا پھنسا۔

"چھوڑ دیں م۔ مجھے۔ اپنی اور اپنے بھائی جیسے سر کی زندگی کیوں خطرے میں ڈال رہے ہیں۔ یقینا انیس بھائی نے اسے بھی پیٹا ہو گا۔ اور اب وہ دگنا بدلہ لے گا۔"

فجر نے بہت آسانی سے یہ کہا جسکے بارے سوچنا بھی عصر کے لیے سوہان روح تھا۔

"کیا آپ مجھ سے پیار کرتی ہیں طبیبہ ؟ مانتا ہوں یہ سوال پوچھنا ابھی بہت جلدی ہو گا کیونکہ ہمیں ملے ابھی چند دن ہوئے، لیکن کیا آپکے دل میں میرے لیے تھوڑی سی بھی لپک ہے ؟"

وہ اسکا وہی اپنی بازو سے لپٹا ہاتھ کھینچ کر اپنے دل کے مقام پر رکھ گیا جس سبب وہ کھنچ کر اسکے حصار میں سمٹ کر دم و سانس سادھ گئی۔

"بلکل ہے"

وہ فوری بولی، عصر کو جیسے سانس آئی۔

"تو ایسی بات منہ سے دوبارہ مت نکالیے گا کہ سب ختم کریں یا چھوڑ دیں۔ میں نے اپنی زندگی کی پینتیس بہاریں ویسٹ کرنے کے بعد کسی عورت پر نظر کے بجائے سیدھا دل رکھا ہے۔ سمجھ رہی ہیں میری بات۔ جو بہت دیر سے محبت کرتے ہیں انکی محبت ایسی ہی دیوانہ وار اور شدید ہوتی ہے جیسی میری۔ جلد باز، نفع و نقصان سے بے نیاز۔ جانتا ہوں آپ مجھ سے

سات آٹھ سال تو چھوٹی ہوں گی۔ آپکو یہ سب عجیب اور بے وقت لگ رہا ہو گا لیکن میرے لیے یہ بہترین وقت پر ہوا بہترین فیصلہ ہے فجر۔۔۔"

وہ اسکی آنکھوں میں موجود بے پناہ محبت پر دنگ تھی۔

"لیکن یہ سب نقصان دہ ہے۔ جب کسی کا ہاتھ تھامے رکھنا آپکے ہاتھ کو جلا رہا ہو تو اسے چھوڑنا پڑتا ہے عصر۔ کیا آپ یہ چاہیں گے کہ ہماری وجہ سے انیس بھائی یا عرشیہ آپی کو کوئی نقصان پہنچے، میں نہیں چاہتی۔"

وہ حقیقت پسند بننے کی کوشش میں تھی پر وہ نہیں ہو سکتا تھا۔

"نہیں پہنچے گا نقصان، میں اب آپ تینوں کی ڈھال بنوں گا"

عصر کی ہر بات یقین کرنے لائق تھی پر وہ بہت ڈری ہوئی تھی۔

"آپ خود کو مشکل میں کیوں ڈال رہے ہیں عصر۔ زندگی کا سفر ہی تو ہے، کوئی چھوٹ بھی جائے تو کیا ہوا۔ محبت اور لپک تو قائم رہے گی"

وہ مایوس ہو رہی تھی، کہ شاید عصر اس وقت جذبات کے سبب ایسے دعوے کر رہا ہے لیکن عصر بے حد سنجیدہ تھا۔

"آپکو تو چلتے ہوئے بیچ بازار نہ چھوڑوں۔۔ زندگی کے سفر میں چھوڑنا تو ناممکن ہے سائیں۔ ہم وہ لوگ ہیں جو محبت کے لیے چنے انسان پر ناحیات پسندیدگی اور قبولیت کی مہر لگا دیتے ہیں۔ وہ لوگ ہم سے پھر موت کے دن سے پہلے دور نہیں ہو سکتے۔ مجھے نہ صرف یہ محبت اور لپک قائم رکھنی ہے بلکہ ساتھ رہ کر اسے محسوس بھی کرنا ہے۔۔۔ آہہہ۔۔"

وہ اپنی بات مکمل کیے یکدم جلن پر کراہا تو وہ بھی اسکے الفاظ کی حدت میں دبتی دبتی، ہوش میں آئی۔

"کلیسرئین لا کر دوں، اسکے دو سپون پی لیں۔۔ جلن بہتر ہو جائے گی۔ دوبارہ ایسا پاگل پن مت کیجئے گا۔ بے بسی میں بھی نہیں"

وہ اسکے منہ، گلے اور حلق کی جلن کی فکر میں تھی جبکہ وہ تو دل کی جلن کا علاج پہلے چاہتا تھا۔

"فجر! میرے ساتھ علوی مینشن چلیں۔ وہ میرا ابھی گھر ہے۔ اور آپ میری ہیں۔ چاہیں تو ہم آج ہی نکاح کر لیتے ہیں اگر آپکو حق سے وہاں جانا ہے تو، عرشیہ کا جیم ہے تو سیو لیکن میں آپکو اپنی آنکھوں کے سامنے چاہتا ہوں ابھی۔ جب تک وہ ہمایوں یہاں ہے۔ ویسے تو اسکا کل ایکسیڈنٹ ہوا ہے وہ ہوسپٹل ہے کسی پر اسکے باز آنے تک آپ کہیں باہر نہیں جائیں گی"

وہ سر ہلاتی عصر کو دیکھنے لگی۔

"آپ انیس بھائی کو سر کہتے ہیں پر انکی وائف کو عرشیہ۔ پھر یہ کہ آپ کا گھر ہے وہ؟ کیا آپکی فیملی میں کوئی نہیں عصر؟"

وہ پریشانی سے بولی تو عصر نے اسکی طرف دیکھا۔

"آپ ہیں میری فیملی۔ اور وہ میرے سر دنیا کے لیے ہیں۔ حقیقت میں بھائی ہیں۔ محبت اور ساتھ سے بنے بھائی۔ رہی بات عرشیہ کی، وہ میری بہن ہیں۔ مجھے بہن کی طرح ہی رکھتی ہیں، میرے دل میں انکے لیے ایک الگ جگہ ہے۔ مجھے پتا ہے آپ نکاح نہیں کرنا چاہتی ابھی لیکن پلیز کچھ تو کنکشن بنانے دیں اپنے اور میرے بیچ فجر۔۔۔ میں آپکو ساتھ رکھ سکوں تاکہ"

وہ اسکے چہرے کو چھوتا، اسکی آنکھوں میں جھانک کر بولا تو عصر کی آواز بھاری پڑنے لگی۔

"چلوں گی آپکے ساتھ۔ بنا کسی نکاح کی شرط کے لیکن میں وہاں کمفرٹیبل نہیں ہوں گی عصر، صرف آپکی تسلی کے لیے جا رہی ہوں"

وہ اسکے مان جانے پر مسکرا اٹھا۔

"یعنی آپ مجھے نکاح کے لیے بہت لمبا تڑپانے والی ہیں؟"

وہ جیسے اندر کی حسرت دبا نہ سکا۔

"ظاہر ہے۔ جب تک سب ٹھیک نہیں ہو جاتا۔ جب تک میں مکمل آزاد نہیں ہو جاتی، خود کو آپکے حوالے کیسے کر سکتی ہوں۔ آپ کا مجھ پر دل رکا ہے، تو مجھ پر بھی لازم ہے میں بھی اس دل رکنے کو خراج پیش کروں۔ انتظار کر لیں گے ناں آپ؟"

وہ یقین اور محبت سے اس کی طرف دیکھتی عہد چاہتی تھی۔

"کروں گا۔ میں آپکا انتظار خوشی خوشی کروں گا۔ لیکن شرط اتنی ہے کہ جب آپ مجھے ملیں گی تو آپکا دل میرے سوا کچھ نہیں چاہے گا۔ وہ کسی ڈر، کسی خوف اور کسی پریشانی میں مبتلا نہیں ہو گا۔"

وہ اسکے استحقاق لٹاتے جملوں پر بے ساختہ مسکرائی۔

"میرا دل تو ابھی بھی آپکے سوا کچھ نہیں چاہتا عصر۔ پلیز میرے لیے اپنا خیال رکھنا ہے آپکو۔ دوبارہ ایسے چائے نہیں پینی"

وہ اسکی بازو سے بازو الجھائے، روہانسی ہو کر اسے دیکھتے منمنائی۔

"ٹھیک ہے میری جان"

وہ محبت سے بھرا بولا پر باخدا زرا جو بے خودی غالب آنے دی۔

"میں گلیسرین یا کچھ متبادل ڈھونڈتی ہوں۔ پھر ہم نکلتے ہیں"

وہ اٹھ کر کہے جانے لگی جب عصر نے اسکی کلائی پکڑ کر روکا۔

"اب ایسے چائے تب پیوں گا جب آپ میری ہوں گی۔ پھر آپکو میری جلن دور کرنے کو گلیسرین یا کچھ متبادل ڈھونڈنا نہیں پڑے گا"

وہ اسکی بے باک بات سنے کان کی لو تک سرخ ہوئی۔

"عصر پلیز"

وہ جھینپ کر ہاتھ چھڑوا گئی اور اسکا دل چاہا زمین پھٹے اور وہ اندر دھنس جائے، وہ بھاگ گئی تو عصر کو اپنی جلن سے پیار سے محسوس ہوا، آہ وہ جلن جسے وہ مٹانا ہی نہ چاہتا ہو۔

جبکہ اندر فارم ہاوس کے کچن پہنچ کر وہ شدید بیقرار و مضطرب سی اپنے دل پر ہاتھ رکھے دیوار سے لگی تھی، دل میں گدگداہٹ تھی جسے وہ ابھی کوئی نام نہیں دے سکتی تھی۔

.._____..

ملک ہولڈنگز کے کانفرنس روم میں میٹنگ چل رہی تھی اور اپنے آخری مراحل میں تھی، اس نے جس ٹنڈر فائل کے لیے انیس سے مدد لی یہ وہی پراجیکٹ تھا اور یہ بہت بڑا ٹینڈر عرشیہ کی وجہ سے ملک ہولڈنگز کو مل گیا، عاصم بہت خوش تھا کہ اسے اسکی امید جو نہیں تھی، صبح کی اداسی اس کاروباری خوشی نے زائل کر دی تھی۔

میٹنگ ختم ہوئی تو عاصم ملک کی سیکرٹری اور مینجر نے تمام لوگوں کو سی آف کیا، عرشیہ بھی فائلز سمیٹ کر سب اکھٹا کرنے کے بعد اپنے فون پر وقت دیکھتے اٹھی جب عاصم سے نظریں ملتے تھمی، وہ اسے ہی رشک سے دیکھ رہا

تھا، عرشیہ کو لگا شاید انھیں کوئی بات کرنی ہے یمل کے حوالے سے تبھی وہ واپس بیٹھی۔

"یمل کیسا ہے؟"

عاصم اسکی امید پر پورا اترا، وہ لیا دیا سا مسکائی۔

"الحمد اللہ وہ محفوظ اور اچھا ہے۔ میں ہوں اسکے پاس۔ آپ بے فکر رہیں اسکے حوالے سے۔ ابھی بھی میں ہولڈ نگز آئی ہوں تو مما کو اسکے پاس چھوڑ کر آئی ہوں۔"

وہ اپنی طرف سے عاصم کو مطمئین کر گئی۔

"سوہا مل لی اس سے؟"

عاصم کی حیرانگی پر عرشیہ نے مبہم سا طنزیہ انداز اپناتے سر ہلایا۔

"جی۔ ایون انکی یمل سے دوستی بھی ہو چکی ہو گی اب تک۔ آپ نے یہی پوچھنا تھا اگر تو میں جا سکتی ہوں ؟۔ میں گھر سے کام کروں گی دو تین دن جب تک یمل میرے پاس مینشن میں ہے۔ اگر آپکو اعتراض نہ ہو"

وہ اجازت چاہتی تھی، اسکا لہجہ اور انداز بہت تلخ تھا، عاصم اسکی ابھی تک اجنبیت دور نہ کر سکا تھا، اسکے دل میں جگہ بنانا تو دور کی بات تھی۔

"مجھے اعتراض نہیں۔ بس تم نظر نہیں آو گی ہولڈ نگز میں تو تھوڑا اداس ہو جاوں گا"

عاصم کے لہجے سے ٹپکتی محبت و شفقت، عرشیہ کو ہضم نہ ہوئی۔

"میں جو ساری عمر نظر نہ آئی، تب اداسی نہیں ہوئی آپکو؟ اب اچانک یہ بدلاو کیسا؟"

وہ بظاہر بہت نارمل لگ رہی تھی پر اسکے الفاظ میں اک سوال، اک درشت پن ہلکورے رہا تھا۔

"تم میری محبوب اولاد ہو۔ مجبور تھا میں"

وہ انکی مجبوری سن کر ہنس پڑی۔

"محبوب اولاد؟ اور وہ بھی میں۔ یہی کہہ کر میری ماں کو جھانسا دیا محبت کا پھر سے؟ کونسی محبوبیت ہے یہ؟ کس قسم کی محبت ہے یہ، پلیز وضاحت کریں ورنہ ایسے محبت کے ورژن میں سہہ نہیں سکوں گی"

عرشیہ کی آنکھوں میں اس ہنسی سے سرخی چھلک آئی، عاصم جیسے اپنے اندر ہی دھنسنے سا لگا۔

"میں واقعی سوہا سے پیار کرتا ہوں۔ اور تم میری سب سے پیاری اولاد ہو۔ کیوں میں سبکو چھوڑ کر یہاں صرف تمہیں لایا؟ کیونکہ میں تلافی چاہتا ہوں۔ اور کچھ نہ ملے کم از کم مجھے تمہاری تھوڑی سی محبت مل جائے عرشیہ"

وہ اپنی ہنسی روک نہ سکی، اسے یہ شدید مزاحیہ باتیں لگ رہی تھیں۔

"میں آپکو اپنا باپ نہیں مانتی، یہاں آئی کیونکہ آپکو میری مدد کی ضرورت تھی۔ آپ مجھے یہاں لائے کیونکہ آپکی اور کوئی اولاد آپکا ساتھ دینے کو تیار نہ تھی نہ کسی کو اس کاروبار میں دلچسپی تھی۔"

وہ کسی قسم کے لحاظ کے حق میں نہ تھی، عاصم کو جیسے چپ سی لگی کیونکہ عرشیہ کا اک اک لفظ سچ تھا۔

"میرے ذریعے اگر آپ سوہا تک پہنچنا چاہ رہے ہیں تو میں آپکو بتادوں جیسے آپکو ان سے محبت نہیں بلکل ویسے وہ بھی آپ سے محبت نہیں کرتیں، آپ دونوں ایک جیسے ہیں۔ آپکا یہ مجھے پُل بنا کر سوہا سومرو تک جانے کا ارمان کبھی پورا نہیں ہو گا"

وہ جیسے حقیقت بتا رہی تھی۔

"ایسا کچھ نہیں عرشیہ۔ میں تو اب صرف اپنے بچوں تک رسائی چاہتا ہوں۔ میں تمہیں چاہتا ہوں۔ تم مجھے باپ کی طرح پیار کرو۔ مانتا ہوں میں

نے سوہا کو چھوڑا پھر تمہیں بھی چھپا کر رکھا پر اسکا یہ مطلب نہیں میری تم دونوں سے محبت کو موت آگئی"

وہ جیسے مزید یہ سب سن نہ سکی تو اٹھ کھڑی ہوئی۔

"تم اپنی ماں کی ہو پوری۔ دل دکھتا ہے میرا۔ تم پر میرا بھی حق ہے عرشیہ"

وہ بھی جیسے اٹھ کر عرشیہ کی طرف بڑھا۔

"آپ کی مدد کر رہی ہوں یہ حق نہیں لگ رہا کیا؟ اور آپ فکر مند نہ ہوں۔ میں بھلے مما کے ساتھ رہتی ہوں، انھیں پورا پیار دیتی ہوں، آپکے حصے کا بھی لیکن یہ مت سمجھیں میں ان سے پوری راضی ہوں۔"

وہ جیسے اپنے دل کو سنبھالتے رکی، عاصم تڑپ کر اسے دیکھنے لگا۔

"انہوں نے ایک ایسے شخص سے پیار کیا جو شادی شدہ تھا۔ آپ نے شادی شدہ ہو کر، باپ ہو کر میری ماں کی طرف قدم بڑھائے، اس وقت جہاں

آپ بے وفا ثابت ہوئے وہیں میری مما خود غرض کہلائی گئیں کیونکہ کسی عورت سے اسکا شوہر چھیننا معمولی گناہ نہیں۔ میرا تو وجود ہی ناانصافی پر قائم ہوا بابا، میں آپ دونوں کی من مانی، خود غرضی اور میں کا نتیجہ بن کر دنیا میں آئی۔ مما نے طلاق کس بنیاد پر لی آپ جانتے ہیں اور میں بھی جانتی ہوں۔۔۔ آپ دونوں ہی خود غرض اور مفاد پرست تھے، جھیلا صرف میں نے۔۔۔۔ میں انھیں معاف کر چکی ہوں کیونکہ کم از کم انہوں نے دنیا کے سامنے میرے وجود سے انکار تو نہیں کیا، میرے ہر درد میں میرے ساتھ رہیں۔ اور یہ کیسی محبوب اولاد ہوں میں آپکی؟ جواب تک محبوب ہونے کا کوئی احساس نہ پا سکی۔۔۔ اور میری مما سے بھی محبت نہیں ہے آپکو کیونکہ اگر آپ ان پر رک جاتے تو آپکی بے وفائی والی نیچر کو معافی مل سکتی تھی۔ آپ نے تیسری شادی کی۔۔۔۔ یعنی آپ فطرتا بے وفا ثابت ہوئے۔ اور ایسا شخص یہ دعوی کرنے کا حق نہیں رکھتا کہ اسکی کوئی ایک عورت محبوب ہو سکتی ہے یا اسے کوئی ایک اولاد پیاری ہے۔۔۔۔۔"

وہ اپنی بات مکمل کرتی عاصم ملک کی آنکھوں میں نمی بھر گئی، وہ غلط تھا لیکن آج پہلی بار وہ خود کو سچ میں گناہ گار اور بے وفا لگا۔

"م۔مانتا ہوں تمہاری ہر بات۔۔۔۔"

وہ انکو بولنے سے رسان سے روک گئی۔

"مانتے ہیں تو یہ بھی جان لیں کہ میں آپکی پیاری اولاد نہیں نہ ہی مجھے ایسا محبوب بننے کا اب کوئی ارمان ہے۔ جس دن آپ نے کہہ دیا آپکو میری یہاں ضرورت نہیں، میں چلی جاوں گی، یہ شئیرز آپکی امانت ہیں، میری ملکیت نہیں۔ ویسے ہی چھپ جاوں گی جیسے پچھلے اٹھائیس سال سے گمنام تھی۔ میں آپ سے کسی قسم کا پدرانہ حق نہیں مانگوں گی۔ نہ ہی آپ مجھ سے بیٹی والے پیار کا تقاضا کریں گے۔ یہی میرے اور آپکے حق میں بہتر ہے۔ ہیو آ گڈ ڈے"

وہ آنکھوں میں کرچیاں سمیٹے نہ صرف پلٹی بلکہ وہیں سے وہ کانفرنس روم سے نکل گئی اور عاصم المیر ملک کی آنکھوں کو بھی بھیگو گئی۔

عرشیہ نے پارکنگ تک بہت مشکل سے فاصلہ سمیٹا، ہولڈنگز کی گاڑی اسکی منتظر تھی لیکن عرشیہ کی آنکھیں مسلسل بھیگ کر سرخ ہوتی چلی گئیں، اس نے بیگ، فون اور فائلز بیک سائیڈ پھینکا اور خود بھی گہرے سانس لیتی اپنے آنسو رگڑے بیٹھی پر وہ جتنے اپنے آنسو صاف کر رہی تھی وہ اتنی شدت سے اسکی آنکھوں سے بہہ کر گالوں پر سیل رواں سے بہہ رہے تھے، اپنے محبوب اولاد ہونے کی اس جھوٹی بات پر اسے اپنا آپ مزاق لگ رہا تھا اور یہ اسکے پہلے سے کمزور اور پریشان دل پر دگنا گراں گزر رہا تھا۔

.._____..

وہ کافی گھنٹوں بعد لگ بھگ شام کے چار بجے تک واپس اسکے کمرے میں جب آیا تو نرس نے اسے سوپ پلا دیا تھا، میڈیسن دینے والی تھی پر مہویر

نے نرس کو روانہ کر کے یہ ذمہ داری اپنے ہاتھ لی۔، مہر اب سے مہویر کا رابطہ تھا، وہ بھی اپنے کچھ سوشل کام نمٹا رہی تھی جنکو کچھ وقت سے اگنور کیے رکھا تھا، اب ویسے بھی اسے مہویر کی وجہ سے تسلی تھی۔

"مجھے آپکے ہاتھ سے دوا نہیں کھانی"

منائم نے اسکے ہاتھ کو پرے کیا جس سبب دونوں ٹیبلٹس مہویر کے ہاتھ سے سلپ ہو کر نیچے کر گئیں۔

"ہاتھ سے کھالو ورنہ میں تمہارے تمام جملہ حقوق کا مالک ہوں، کھلانے کے اور بھی طریقے ہیں"

مہویر کے دھمکی خیر طریقے نے کام دیکھایا جس سبب اس بار اس نے مہویر سے ٹیبلٹس لے کر فوری منہ میں داب لیتے اسکے ہاتھ سے گلاس لیتے ہی لبوں سے جوڑا کیونکہ حلق تو مہویر کے الفاظ اور نگاہیں ہی خشک کر گئے۔

"اب چلے جائیں"

وہ اسکو پانی پی کر گلاس تھما کر سخت اکتا کر بولی کہ وہ جان چھوڑے مگر وہ گلاس سائیڈ ٹیبل پر جھک کر رکھتے فرصت کے سنگ منائم کے اتنے قریب ہو کر بیٹھا کہ وہ بیچ میں فاصلہ بنانے کو تکیے میں اپنی کمر دبا گئی ورنہ انکے چہرے ٹکرا جاتے، موساب کے زخم مندمل ہونے کے لیے اسے آج اس کو زرا رعایت دینی تھی، اگلی ڈوز وہ اسے کل دینے والا تھا، ویسے بھی مہویر کے لوگ اسے وقت بہ وقت تمام صورتحال سے آگاہ کر رہے تھے۔

"کیا بدتمیزی ہے یہ؟"

وہ اسکی جان لیوا توجہ پر سٹپٹائی، وہ گھر جا کر چینج بھی کر آیا تھا، مکمل بلیک کے سنگ بلیک ہی زیپر پہنے، بیلک شوز، یہاں تک کہ آنکھیں بھی سرخائی سے آزاد ہو کر کالی کلوٹی ہوئے اپنی اصل دلکشی میں لوٹی تھیں، پھر اس نے تازہ تازہ داڑھی سیٹ کی تھی کہ آفٹر شیو کی مدھر خوشبو منائم کے حواسوں سے لپٹ رہی تھی، اسکی وینی گردن کلئین تھی جو منائم کو پیاس کا احساس بخش رہی تھی، پتا نہیں کیسے وہ وہاں پیار کرنے سے خود کو روک رہی تھی، مختصر یہ

کہ وہ گھر جا کر نہا دھو کہ آیا تھا تا کہ اسکی بیمار اور روٹھی بیوی اسکی وجاہت، اسکے سحر کے آگے بے بس ہو جائے۔

پھر پرفیوم بھی وہی لگا رکھا تھا جو منائم نے اسے لے کر دیا تھا۔

"اب میں اس دوا کا تم پر اثر دیکھوں گا۔ اثر نہ ہوا تو میں خود دوا بنوں گا۔ مجھے خود پر بھروسہ ان سب دواوں سے زیادہ ہے"

وہ خود بھی یہی چاہتی تھی وہ اسکے پہلو سے چپکا رہے تبھی تو فوری ڈانٹ بھی نہ سکی، بس اسکی موجودگی اور نزدیکی میں سانس لینے کی ناکام کوشش کرتی رہ گئی۔

"آ آ گیا آرام۔ اب آپ جا سکتے ہیں۔ کل تک مجھے چھٹی مل جائے گی ہوسپٹل سے۔ پھر آپکی شکل ویسے بھی دیکھنی نہیں پڑے گی۔ میں مما کے پاس ہی جاوں گی۔ انکے نئے والے گھر"

وہ منہ زرا پھیر کر مہویر سے لاپرواہ بنی اپنا فیصلہ سنا گئی۔

"تم میرے ساتھ میرے اپارٹمنٹ جاو گی۔ میں تمہیں مس کر رہا ہوں۔ ہم کوالٹی ٹائم گزاریں گے کل رات۔ پھر سے ایک دوسرے کے قریب۔۔۔۔"

اس سے پہلے وہ شیخ چلی کی طرح خیالی پلاو بناتا ہی چلا جاتا، منائم نے اپنے ہاتھ کی چاروں انگلیوں کو اسکے ہونٹوں پر جما دیا۔

"میں اب آپکے قریب اپنی خوشی سے آوں گی یہ خوش فہمی اپنے دماغ سے نکال لیں مہویر۔ میں نے آپکو امید تھمائی ہے صرف، اپنا آپ آپکے حوالے نہیں کیا۔ آپ میرے جسم کی خوشبو ممکن ہے کبھی نہ پائیں، یا شاید دوبارہ اب بڑھاپے میں ہی ایسا ہو"

وہ اپنا ہاتھ ہٹاتی اسے زرا سا دور کرتی غصے کی انتہا پر آتے بولی پر مہویر کی آنکھوں میں اس قدر شوخ خمار آبسا کہ منائم کو اپنی سانسیں حلق میں واپس اتر کر دبتی محسوس ہوئیں۔

"یعنی تم میرے ساتھ بوڑھا ہونے تک رہو گی۔ اگر تمہارے جسم کی خوشبو پانے کے لیے مجھے بوڑھا ہونے تک کا انتظار کرنا پڑا میں تب بھی خوشی خوشی راضی ہو جاوں گا۔"

وہ اسکی آنکھوں کا یقین دیکھ کر ڈری ہوئی لگی، یہ بہت بڑا دعوی تھا جو مہویر نے کیا۔

"میں نے کہا ہے ہو سکتا ہے تب بھی نہ ملے"

وہ مغرور ہو کر اسکی خوشی کے ٹکرے کر گئی۔

"ہو سکتا ہے چند دنوں کی دوری ہی تھکا دے تمہیں اور تم خود میرے پاس آ جاو۔ تمہارا میرے پاس آنا میرا اعزاز جو ہے۔ تم اپنی خواہش کو نہیں دباو گی۔ تم میری جان ہو، تم ایسا نہیں کرو گی"

وہ جو سنجیدہ اور سنگدل بنی تھی، پھر سے روہانسی ہوئی کہ یہ شخص کسی بھی مظالم کو ڈھانے نہیں دے رہا۔

"جائیں۔مجھے نہیں بات کرنی آپ سے مہویر۔مجھے سونا ہے"

وہ منہ پھیر گئی کیونکہ جانتی تھی لاجواب ہو چکی ہے۔

"چلا جاتا ہوں لیکن ایک بات میری غور سے سنو مانو!ادھر دیکھو۔"

وہ اسکا چہرہ ٹھوڑی سے پکڑے زبردستی اسے خود کو دیکھنے پر مجبور کر گیا۔

"تم نے طلاق کی بات کی تھی۔میں نے سہہ لی۔یہ پہلی اور آخری بار تھا۔میں نہ آئیندہ یہ سہوں گا نہ سنوں گا۔تم مجھے ساری زندگی اپنے پیچھے خوار کر لینا،الگ آباد ہو جانا لیکن کبھی اس نہج تک ہمارا رشتہ مت لے جانا کہ یہ گندا ممنوع حوالہ ہمارے بیچ آئے۔۔۔نہ تو تم میرے بنا رہ سکتی ہو نہ میں تمہارے بنا تو ہمارے اس رشتے کے خاتمے کی بات خود اذیتی کی زیادتی میں شمار ہو گی۔اور اللہ کو پسند نہیں مانو کہ ہم اسکی بخشی جان اور اسکے عطا کیے دل کو ایسی اذیت پہنچائیں۔میں تمہاری معافی پالوں گا۔میں انتظار کروں گا لیکن دوبارہ تم اپنی زبان پر یہ لفظ نہیں لاو گی۔؟"

وہ اسکی آنکھوں میں یقین، محبت اور نرم سی سرزنش کے سنگ جھانکا، اس نے منائم کی آنکھوں کے آمادہ آنسو دیکھتے اسکا چہرہ ہاتھوں میں تھامے اسکا ماتھا شدت سے چوما پھر دور ہوا۔

"میں یہ لفظ کبھی نہیں کہوں گی لیکن آپ بھی مجھے تنگ مت کریں۔ مجھے سپیس چاہیے۔ میں ایسے گھٹنا نہیں چاہتی۔ زبردستی سب ٹھیک ہوا تو ہمیں دل کی ٹوٹی کرچیاں چبھتی رہیں گی۔ میں چاہتی ہوں اگر آپ ہمارے بیچ سب ٹھیک کرنا چاہتے ہیں تو نیچرل پراسیس پر بھروسہ کریں۔ وقت بہت بڑا مرہم ہے"

وہ اسکے فیصلے کا احترام کر رہا تھا، خوش تھا کہ وہ اب اسے دھتکار نہیں رہی۔

"ٹھیک ہے۔ میں وقت کے مرہم کا بھی منتظر ہوں لیکن میں خود بھی ان زخموں پر مرہم رکھوں گا جو میں نے تمہارے دل و دماغ کو لگائے۔ مجھے مت روکنا۔ میں اب کچھ بھی اپنے اندر نہیں رکھوں گا۔ تمہیں تمہارے ڈیڈ

بھی میری زندگی کے وہ درد بتائیں گے منائم جو ابھی تم سننا نہیں چاہ رہی۔ وہ بھی اس سے کنکٹڈ ہیں کیونکہ فاطمہ اب بھی انکے نکاح میں ہے"

وہ اسکے ہاتھ پکڑ کر بے دردی سے جھٹک گئی، خود مہویر بوکھلایا۔

"اسکا نام کیوں لیا؟ کیوں لیا ہاں"

وہ دباسا چینخی۔

"سکون میں آو۔۔۔نام نہیں لیا بس حوالہ دیا۔۔۔عاصم المیر ملک سب جانتے ہیں۔ وہ تم سے میری سفارش کریں گے، انہوں نے وعدہ کیا تھا"

وہ اب تک اسے غصے اور درد سے گھور رہی تھی۔

"مجھے کسی کی سفارش کی ضرورت نہیں۔"

وہ کرب سے کہتی منہ پھیر گئی، آنسوؤں کو بھی آنکھوں میں دبا رہی تھی۔

"میں اب اسکا نام نہیں لوں گا، میں اسکا حوالہ بھی نہیں دوں گا۔ میری معصوم سی جان جلو مت، وہ اس قابل نہیں ہے۔ تم تو میری روح کی ملکہ ہو۔ عرشیہ نے کہا تھا میری اینجل ہو"

وہ یکدم بھیگی آنکھوں سے مہویر کو دیکھنے لگی۔

"ہاں۔ وہ تم سے ملنے آئی تھی۔ مجھ سے لڑ رہی تھی کہ میں نے اپنی ایجنل کے ساتھ ایسا برا کیوں کیا۔ اسے بھی یہی کہا کہ برا کرنے کے بعد اسکا احساس ہوا کہ یہ لڑکی میری محبت بھی بن سکتی ہے۔ وہ تمہارے پاس ہی تھی جب تم ہوش میں آئی، ساری رات یہیں تھی۔ تم نے دیکھا تھا ناں اسے؟ یا میرے سوا کسی کا ہوش نہیں تھا تمہیں؟"

منائم کی آنکھوں سے چند آنسو ٹوٹ گرے، اس نے عرشیہ کو دیکھا تھا پر اس وقت منائم پورے حواس میں نہ تھی کہ اپنی بہن سے مل سکتی۔

"وہ پھر ک۔ کب آئے گی؟"

منائم نے روتے ہوئے پوچھا۔

"جب تم کہو آجائے گی۔رات کو بلالوں اسے۔؟"

وہ تو جیسے اسکے لیے سب کر سکتا تھا۔

"ن۔ نہیں۔پریشان مت کریں اسے۔اگر وہ ساری رات یہیں تھی تو اس کو آج آرام کرنے دیں۔میں کل مل لوں گی اس سے۔ہاں مجھے کوئی ہوش نہیں تھی۔ آپکو دیکھنے اور آپکا نام پکارنے سے۔۔۔۔بہت برے ہیں آپ م۔۔مہویر۔میری بہن میرے پاس ہو کر بھی مجھے دیکھائی نہیں دی، محسوس نہیں ہو سکی تو یہ آپکا قصور ہے۔ آپ کا قصور ہے کہ مجھے اب بھی آپکا ہوش ہے فقط"

وہ اسکے سینے پر مکے برساتی جیسے پھوٹ پھوٹ کر روئی، یہ تو جلی بازو کے سبب وہ زرا درد بھرا تاثر دے بیٹھا کہ وہ اس کے سینے کو تکلیف پہنچانا روک گئی۔

"میں تمہیں ملوادوں گا۔ تم اب خضر کی طرح اپنے دو اور بہن بھائیوں کے ساتھ رہو گی۔ تمہارا ایک اور بھائی بھی ہے۔ اس عورت اور تمہارے ڈیڈ کا بھی ایک بیٹا ہے۔ یمل ملک"

وہ اس بار اسکا نام نہ پکارا لیکن منائم کی آنکھوں میں تیرگی اترتی چلی گئی۔

"ا۔۔ اس عورت کا بیٹا۔۔۔ میرا بھائی۔۔۔۔ واہ رے قسمت۔۔ ک۔ کیسا گھناونا مزاق کیا مقدر نے میرے ساتھ اور بیک ٹو بیک کیا۔ مجھے اس عورت سے نفرت ہے تو اسکی اولاد سے بھی کروں گی۔۔۔۔ مجھے اپنے ڈیڈ پر بھی بہت غصہ ہے۔۔۔ سب بہت برے ہو۔ سب کچھ الجھا کر رکھ دیا"

وہ اسکو اپنے آگے سرک کر پکڑے گلے لگا گیا ورنہ وہ یونہی روتی رہتی۔

"اس میں اس بچے کا کوئی قصور نہیں۔ اس سے نفرت مت کرو منائم۔"

وہ سسک کر جیسے نفی کرتی اسے خود سے دور جھٹک گئی۔

"آپ مجھے نہیں بتائیں مہویر میثاق کہ مجھے کس سے نفرت کرنی ہے اور کس سے نہیں۔سب۔۔اب آپکا قصور ہے۔مزاق بنادی میری زندگی۔۔۔ہاں۔۔ک۔کیا کر دیا میرے ساتھ"

وہ اس پر چیخ اٹھی تھی، مہویر کو اپنے کیے پر بہت دکھ تھا پر وہ کیا کرتا، یہ سب سچائیاں تو اسے قبول کرنی ہی تھیں۔

"ہاں میرا قصور ہے، لیکن اب تو سرزد ہو گیا۔ایسے ذہنی دباو مت لو۔کیوں میری جان کی دشمن بنی ہو تم منائم؟"

اپنے ہاتھوں کی مضبوط پکڑ اسکی دونوں بازووں کے گرد جماتے، مہویر نے اسے اس پاگل پن اور اذیت ناک چیخ و پکار سے منع کیا۔

"کیا کروں تو؟سب اپنے اندر دبالوں۔۔ک۔کچھ بھی نہ کہوں۔سل لوں اپنا منہ؟"

وہ اسکے یوں حوصلے کے لیے دباو پر مزید دلبرداشتہ ہوئی۔

"ایسا تو نہیں کہا، تم بس سب کچھ مجھ پر چھوڑ دو۔ بھروسہ کرو۔ سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا اور پتا بھی نہیں چلے گا۔ ایسے روتے نہیں ہیں، اس وقت تمہیں دماغی طور پر سکون سے رہنا ہے"

وہ اسے نرمی سے سمجھا رہا تھا کیونکہ وہ چاہتا تھا اسکے اندر کے غبار کو کم کرے جو اس لڑکی کے دل پر بوجھ بنا ہوا ہے۔

"آپ پر بھروسہ کیسے کروں؟ نہیں کر سکتی۔ مجھے اکیلا چھوڑ دیں مہویر۔ رات سے پہلے میری نظروں کے سامنے مت آیئے گا۔"

وہ اسکے ہاتھوں کی گرفت سے اپنے بازو جھٹک گئی، ویسے بھی میڈیسن لیتے ہی وہ سیلپی ہو رہی تھی، مہویر کو یہ بہتر بھی لگا کہ وہ کچھ دیر سو جائے۔

"ٹھیک ہے۔ میں چلا جاتا ہوں۔ تمہارے ساتھ کسی قسم کی زبردستی نہیں کروں گا لیکن میرا دل بہت بیقرار رہے گا۔ آرام کرو"

وہ اٹھ کر اسکی طرف جھکا ہی جب منائم اسکے منہ کے آگے ہاتھ رکھ کر اسے کسی بھی قسم کے پیار جتانے سے روک گئی۔

"ماتھا چومنے دو"

وہ اسکا ہاتھ پکڑ کر نرمی سے درخواست کرتے بولا۔

"نہیں۔ دور ہٹ جائیں"

وہ اس وقت بہت زیادہ افسردہ تھی تبھی ضد کر رہی تھی۔

"تمہاری ضد اپنی جگہ اور میری تم سے محبت اپنی جگہ۔ سو جاو میں یہیں باہر ہوں"

وہ مزاحمت ترک کر گئی تو مہویر نے اسکی پیشانی محبت و فکر سے چومی اور اسے آزادی بخشتا ہوا کمرے سے نکلتا گیا، منائم نے سر پیچھے ٹکاتے آنکھیں سی بند کر لیں۔

وہیں عاصم پانچ بجے تک واپس پیلس آیا تو پیلس کے ملازمین تیاریوں میں مصروف تھے، پیلس میں غیر معمولی ہلچل تھی، اس نے صبح ہی سب ملازمین کو کہہ دیا تھا کہ دو کمرے ٹھیک کر دیں، اور ابھی کھانا بن رہا تھا، وہ سیدھا اپنے کمرے میں چلا آیا، پیلس کی شان و شوکت، اسکی روشنی، اس میں چاروں جانب پھیلی خوشبوئیں اس شخص کا دم گھوٹ رہی تھیں، وہ ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کرے جا کر کاوچ پر لڑکھڑا کر گرنے کے انداز میں بیٹھا تو جیسے روم روم میں تکان اور اداسی اتر آئی، اسکی آنکھیں ابھی بھی انگارے میں بدلی تھیں۔

وہ کچھ دیر اپنی اس تنہائی میں رہنا چاہتا تھا، وہ دھوکے بازوں کو اپنے گھر میں لا رہا تھا، اسے خود سمجھ نہ آئی وہ اپنے ساتھ کیا کر رہا ہے، لیکن یہ صرف یمل کے لیے کڑوا گھونٹ تھا کہ وہ بچہ اپنے ماں باپ کے ساتھ رہنے کا حق دار ہے۔

وہیں عرشیہ ہولڈ نگز کے بعد کہیں گئی تھی لیکن نجانے کہاں تبھی اسے دو گھنٹے مزید لگے، جب تک واپس آئی، سوہا تو جا چکی تھی لیکن عصر اور فجر آ گئے تھے تو عدین اور یمل انکے ساتھ گپ شپ میں لگ کر مصروف ہو گئے تھے۔

انیس پر دوا کا اثر تھا جس سبب وہ شام ہی جاگا اور جاگتے ہی وہ نیچے آ گیا تھا، عصر اور فجر کے فضول سے گلٹ بھی اس نے مٹا دیے، کیونکہ اس میں ان دونوں کا کوئی قصور نہ تھا۔

ابراہیم نے کافی بار انیس سے اکیلے میں بات کرنے کی کوشش کی تھی مگر انیس نے انکی طرف دیکھنا تک گوارا نہ کیا، وہ جب بھی بابا کو پاس آتے دیکھتا، اپنی توجہ پوری ہٹا لیتا۔

رات میں باربی کیو کا پلین انکا ابھی بھی قائم تھا جس سبب عصر، عدین اور یمل نے باہر گرل کا سیٹ آپ فکس کرنا شروع کر دیا اور فجر نے عرشیہ کے

ساتھ مل کر باقی گوشت، مچھلی اور سی فوڈ کو میرنیٹ کر دیا تھا، فجر کو یہاں آنے میں جس قدر ہچکچاہٹ تھی، عرشیہ کے ساتھ مل کر یوں کام کرنے پر وہ قدرے اجنبیت کے احساس سے نکل گئی۔

فجر نے اسے اسی گرل سی فوڈ کے ساتھ فلفی سے بنز کی ریسپی بتائی تھی تو عرشیہ نے اپنے آپ کو بہلانے کی خاطر پہلی بار خود ریسپی ٹرائے کرنے کی ہامی بھری تھی۔

وہ جب سے آئی تھی، انیس سے اسکی بات نہ ہوئی تھی، نہ وہ اکیلی ملی تھی، آتے ہی خود کو مصروف کر چکی تھی، ابھی بھی انیس اس کی مرجھائی اور گلابی آنکھوں کی فکر میں کچن کے دروازے تک آیا مگر فجر وہیں تھی تبھی دروازے سے ہی دونوں کو دیکھتا واپس لیوئنگ ایریا تک آیا تو مہویر کی کال پر اس نے ٹیبل کی سطح پر سے اپنا فون اٹھایا اور کال پک کی۔

"موساب۔۔۔۔"

مہویر اس وقت فارم ہاوس میں تھا، جہاں اسکے اور انیس کے تمام لوگ بے ہوش پڑے ملے تھے جبکہ موساب کے پیٹ میں لگتار چاقو کے دو وار تھے، اگر مہویر نہ آتا تو موساب کی جان جاسکتی تھی لیکن مہویر نے بروقت آ کر اسے ریسکیو کیا لیکن بہت خون بہنے کی وجہ سے وہ کومہ میں جاچکا تھا، سارے لوگ اب ہوش میں آچکے تھے اور مہویر کی سب پر کڑی غصیل نظر جمی تھی کہ ایسی لاپرواہی آخر ہوئی کیسے، وہ لوگ بھی سمجھ نہ پائے کہ آخر ہوا کیا، بس انکے بقول ایک تیز بدبو پھیلی اور ان لوگوں کی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھانے لگا۔

"اسے کسی نے مارنے کی کوشش کی۔ لیکن مارنے والا کمزور یا پھر اناڑی تھا علوی۔ وہ موساب کی گردن پر ایک وار کر کے کام ختم کر سکتا تھا مگر شاید مارنے والے نے موساب کا تڑپ تڑپ کر مرنا چاہا ہو"

انیس نے کن پٹی کو انگوٹھے اور شہادت کی انگلی کی پور سے دباتے یہ سب سنا۔

"کیا لگتا ہے بچنے کی امید ہے؟ کم از کم یہ تو بتا دے کہ کس نے مارنے کی کوشش کی۔ یا پھر موساب کس کا آدمی ہے؟ کیونکہ موساب اور شمریز کے علاوہ بھی کوئی ہے جو ایکٹیو ہے۔ جس نے یمل کو اٹھوانے کی کوشش کی"

انیس اس وقت موساب کا مرنا افورڈ نہیں کر سکتا تھا، اس سے بہت کچھ اگلوانا باقی تھا۔

"بے ہوش ہے۔ خون بہت بہہ گیا۔ لیکن میں کوشش کرتا ہوں اس سے کچھ اگلوانے کی۔ تجھے محتاط ہو جانا چاہیے، میں بھی آنکھیں اور کان کھول چکا ہوں"

انیس نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا پھر کسی دوسری آتی کال پر اس نے زرا دیر فون کان سے ہٹایا۔

"ایک منٹ مہویر۔۔۔ انسپکٹر کی کال ہے۔ ہولڈ پر رہنا"

انیس نے مہویر کو انتظار کا کہتے اپنے دوست کی کال پک کی مگر وہاں سے جو سننے کو ملا وہ انیس کا ذہنی دباو بڑھا گیا۔

"اسی کی کسر باقی تھی"

انیس نے سخت افسوس سے دانت پیسے پھر کال بند کرتے مہویر کی کال ہولڈ سے ہٹائی۔

"کیا ہوا ہے علوی؟"

مہویر نے فوری بے چینی سے پوچھا۔

"شمریز پاشا کا چاقو کے دو وار سے قتل ہو گیا۔ گیا ہمارا گواہ مہویر۔۔ پولیس کا پورا اسٹاف بے ہوش پایا گیا اور قاتل نے اپنا کام کیا اور نکل لیا۔ ڈیٹیل تھوڑی دیر تک بتائے گا"

انیس نے سخت کوفت سے بتایا جبکہ مہویر حیران و پریشان تھا کہ موساب کو بھی بلکل یونہی مارنے کی کوشش کی گئی ہے۔

"میں نے ایک ڈاکٹر ہائیر کیا ہے موساب کے لیے، موساب اب ہماری آخری امید ہے۔ میں تجھے ابڈیٹ دیتا ہوں۔ پھر بات کرتے ہیں تفصیل سے"

مہویر نے اس وقت رابطہ توڑا کیونکہ وہ اس سب سے خود بھی بہت شاکڈ ہوا تھا۔

"انیس بھائی"

وہ عقب سے فجر کے مخاطب کرنے پر اپنی سوچیں جھٹک کر پلٹا تو وہ سامنے ہی کھڑی تھی۔

"ہاں فجر، کہو"

وہ اپنے چہرے کے تاثرات نرم کر گیا۔

"یہ میں نے آپکی بازو کے لیے ملعم بنایا ہے۔ کچھ دیسی چیزیں ہیں۔ درد اور نیل سے آرام ملے گا آپکو۔ میں اور تو کچھ نہیں کر سکتی لیکن اگر اس سے آپکو شفاء ملے تو میرا گلٹ شائد کم ہو جائے"

انیس نے اسکے ہاتھ سے وہ چھوٹی سی ڈبیہ لیتے مسکرا کر سر ہلاتے فجر کو دیکھا جو انیس کے اتنا سمجھانے کے باوجود اداس تھی۔

"تھینکیو۔ لیکن کسی گلٹ میں مت رہو۔ عصر کو بھی سمجھاو وہ اس حوالے سے افسردہ ہے۔ جب تک اسکے دل سے اداسی نہیں جائے گی وہ میری بھی نہیں سنے گا۔ ہم سب مل کر ان حالات کو ہینڈل کریں گے۔ گلٹ پالنے لگے تو ہمیں تو دشمن سے پہلے ہماری اپنی اداسی ہرا دے گی۔"

وہ اسکے سر پر ہاتھ رکھے اسے یہ سب سوچنے سے باز رکھنے کی کوشش کر رہا تھا، وہ آمادہ نظروں سے انیس کو دیکھتی سر ہلا گئی۔

"جاو۔ دیکھو وہ اداس تو نہیں۔ اب تم ہو تو مجھے عصر کی فکر کچھ کم ہے۔"

وہ اسے مطمئین کر رہا تھا۔

"انیس بھائی۔ میں یہاں رہنے میں کمفرٹیبل نہیں۔ آپ پر بوجھ نہیں بننا چاہتی نہ عصر پر"

وہ خوددار لڑکی تھی تو یہ اب اسکا تکلف برتنا حق تھا، انیس کو حیرت نہ ہوئی بلکہ اسی کی امید تھی۔

"یہ گھر جتنا میرا اور عدین کا ہے اتنا عصر اور علیم خان کا ہے۔ اس لیے ان سے جڑا کوئی فرد یہاں بوجھ نہیں۔ ویسے بھی جلد تمہاری اور عصر کی شادی ہو جائے گی پھر بھی تو تمہیں یہیں رہنا ہو گا۔ جب تک حالات ساز گار نہ ہو جائیں یہاں رہو پھر بھلے تم عصر کے ساتھ الگ شفٹ ہو جانا۔ میں بلکل نہیں روکوں گا"

وہ اسکی پریشانی بھی فوری دور کر گیا، وہ نفی میں سر ہلا گئی کہ اسکا یہ مطلب نہیں۔

"آپ ہمیشہ سلامت رہیں۔"

وہ مسکرا کر دعا گو ہوئی اور زرا باہر کی پلٹون کو دیکھنے لپکی جس سبب انیس بھی ہر چیز چھوڑ تا کچن میں انٹر ہوا۔

"کیا کر رہی ہو لُما؟"

وہ اپنا فون اور وہ معلم کی ڈبیہ شیلف پر رکھے عقب سے آ کر اسے اپنی بازووں میں بھر کر بولا ہی کہ وہ شدید بری طرح ڈر کر انیس کی بازووں میں کانپ اٹھی، اسکے وجود کا یوں کپکپا جانا، انیس کے چہرے کی مسکراہٹ نگل گیا۔

"تمہیں ڈرانے کی نیت نہیں تھی، آئی ایم سوری"

وہ اسکو بازووں میں بھر کر ہاتھ اسکے پیٹ پر باندھتا، اسکی گال معذرت زدہ انداز میں چوم کر بولا تو عرشیہ کے وجود کی کپکپاہٹ قدرے زائل ہوئی، وہ جبراً سا مسکرا دی۔

"کوئی بات نہیں۔ تمہارا درد کم ہوا انیس؟"

وہ زرا دیر رک کر اسکی طرف چہرہ پیچھے کو کرتی بولی تو انیس نے اسکو اپنی بازووں سے آزادی دی اور ساتھ آ کر کھڑا ہوتے عرشیہ کو دیکھنے لگا جس نے اپنا کام پھر سے شروع کر لیا۔

"اتنا سو لیا ہوں کہ درد بھی سو گئے۔ کیا بنا رہی ہو؟"

وہ اسے میدے میں مکھن ملا کر گوندھتا دیکھتے تجسس سے بولا، حالانکہ فکر مند تھا۔

"سوفٹ بنز ہیں چائنز سٹائیل۔ فجر نے آسان سی ترکیب بتائی تو سوچا میں ٹرائے کرتی ہوں۔ اسی بہانے سوپ کے علاوہ کچھ اور سیکھ لوں گی"

وہ مسکرا کر اسے بتاتی واپس کام لگی لیکن اسکی مسکراہٹ بے حد ادھوری تھی۔

"تم جب آئی تو تمہاری آنکھیں سرخ کیوں تھیں؟ کیا تمہاری اور تمہارے بابا کی کوئی بارش بات ہوئی"

وہ اسکے بالوں میں اپنے ہاتھ کی کھردری انگلیاں پھیر کر انکی الجھیں سلجھاتا ہوا، اس کی مصروفیت دیکھتے ہوئے بس اتنا ہی تنگ کر رہا تھا، عرشیہ نے میدے کی ڈوا چھے سے گوندھتے، اپنے وہی ہاتھ اٹھا کر انھیں دیکھتے، پلٹ کر انیس کو دیکھا جسکی ساری کی ساری توجہ عرشیہ کی مرجھائی آنکھوں پر جمی تھی۔

"ہاں۔ وہ کہہ رہے تھے انکو میری مما سے پیار ہے اور میں انکی محبوب اولاد ہوں۔ انکے سامنے تو میں بہت پاگلوں والا ہنس کر آئی پھر بعد میں بہت

روئی۔ان لوگوں نے محبت کو مزاق سمجھ رکھا ہے۔ہم انکو بتائیں گے کہ محبت کیا ہوتی ہے"

وہ اسکی یہ تکلیف جان کر کچھ بول نہ سکا، پھر اسکی آنکھوں میں تجسس اور یقین سے جھانکا، وہ پلٹ کر سنک تک گئی اور اپنے ہاتھ اچھے سے دھوئے، وہ رگڑ رگڑ کر ہاتھ دھوتی انیس کو پریشان کر گئی، پھر کچن ٹاول سے ہاتھ ڈرائے کیے وہ بھرپور توجہ لیے انیس کی بازووں میں آ رکی۔

"اور ہم یہ کیسے بتائیں گے انھیں لُما؟"

وہ اسکا جواب جاننے کو بیتاب تھا۔

"جس کا ایک بار دل ہو جائے اسکے بعد ضد میں بھی نہ اسے چھوڑا جاتا ہے نہ منزل بدلی جاتی ہے۔ محبت اگر واقعی انکے بیچ ہوتی تو انکا رشتہ کبھی نہ ٹوٹتا۔اور ہم کبھی الگ نہ ہو کر انکو یہ بتائیں گے کہ انکی غلطی کہاں تھی"

وہ اسکی آنکھوں میں درد سے زیادہ محبت دیکھ کر سکون پا گیا، وہ اسکو اپنے گلے لگاتا، چپ چاپ اسکی ان آنکھوں کے درد کے لیے اسے سکون بخش گیا، وہ بھی مسکرا کر آسودگی سے اسکے گلے لگی کیونکہ اس وقت عرشیہ کو اسکی بہت ضرورت تھی۔

"انہوں نے مجھے کہا انکا دل دُکھتا ہے انیس کہ میں پوری مما کی ہوں۔ ایسے کیوں کہا؟ انکو اسکا احساس اتنی دیر سے کیوں ہوا؟ مجھے اس چیز نے خوشی نہیں دی۔ الٹا غمگین کر دیا۔ میرے دل سے اپنے لیے ہر احساس اکھاڑ کر اب وہ ایسا کیسے کہہ سکتے ہیں؟"

یکجا کیا حوصلہ، انیس کی بازوؤں کا حصار ملتے ہی ٹوٹنے لگا، وہ اسکو اپنے سینے لگائے کھڑا اسکی آواز میں اتری نمی محسوس کر رہا تھا۔

"تم ان دونوں کے معاملے سے دور رہو۔ تم بس انصاف کرو۔ جتنا تم پر سوہا سومرو کا حق ہے اتنا عاصم المیر کا بھی ہے۔ تم معاف کر دو انھیں"

وہ بے قرار ہوتی یہ سنتے ہی انیس کی بازووں کے حصار سے نکلتی اسکے سامنے ہوئی۔

"معاف تو کر چکی ہوں۔ معاف نہ کیا ہوتا تو انکے ساتھ کام نہ کر رہی ہوتی۔ انکے سر نیم کو اپنے ساتھ نہ جوڑ رکھا ہوتا۔ ٹھیک ہے میں انکی بیٹی ہوں، بیٹی ہی سمجھیں۔ محبوب اولاد کا دعوی کر کے مجھے برا توڑ رہے ہیں۔ جس چیز کا وجود ہی نہیں اس پر بھلا کیسے یقین کروں؟"

وہ انیس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے اپنی الجھن بیان کر گئی، سخت جھنجھلائی ہوئی تھی۔

"ہم کسی کے دل میں جھانک نہیں سکتے۔ کیا پتا وہ سچ کہہ رہے ہوں۔ تم محبوب اولاد ہی ہو انکی۔ جیسے میری محبوبہ ہو"

وہ اسکے موازنے پر ناچاہتے ہوئے بھی مسکرا دی۔

"تمہاری زندگی میں مجھ سے پہلے اور عورتیں نہیں آئیں ناں، تمہارے پاس تو بس ایک میں ہی ہوں۔ تبھی مجھے اعتبار بھی ہے کہ ہاں میں تمہارے لیے محبوب ہوں۔۔۔ پر انکے تو تین بچے اور بھی ہیں۔ مجھ سے زیادہ ہی پیارے ہیں سب۔۔ کیا انکا مجھے محبوب کہنا، خضر بھائی، منائم اور یمل کے ساتھ ناانصافی نہیں ہو گی۔ خود مجھے بھی تو اس پر یقین نہیں آ سکتا"

وہ مثالیں اور جواب تو پھر کمال رکھتی تھی، انیس غانم جیسا شخص بھی لاجواب سا ہو گیا۔

"چلو پھر کچھ وقت انکے ساتھ رہو۔ کیا پتا تمہیں انکی بات پر وقت کے چلتے یقین آ جائے"

وہ خود بھی جانتی تھی اسکے سوا کوئی حل نہیں پر بابا کی آنکھیں نم کر آئی اس گلٹ میں پریشان بھی ہوئے جا رہی تھی۔

"ہمم۔ ہو سکتا ہے۔ انیس۔۔ کیا تم نے صبح ہوش میں معافی مانگی تھی؟ وہ سب جو کہا وہ؟"

وہ یکدم سنجیدہ و افسردہ ہوا۔

"ہاں ہوش میں تھا۔ تم نے کہا کسی کے کیے کی معافی نہ مانگوں اس لیے مطمئین ہو کر سو گیا۔ البتہ وہ کِس والی ڈیمانڈ میں نے نیند میں کر دی تھی۔ تم اس حوالے سے دل پر کوئی بوجھ مت آنے دینا۔ مجھے جب تم چاہیے ہوئی میں خود سارے حق چھین لوں گا"

وہ اسکے صفائی دینے پر اپنی ازلی شرارت میں لوٹی، نرم سی گدگداتی سماعت سے اس نے انیس کے رخساروں کے اطراف اپنی ہتھیلیوں کو جوڑا۔

"تم یوں حق جماتے اچھے لگتے ہو لیکن وہ نیند کی ڈیمانڈ نہیں تھی۔ میں نے تمہاری آنکھوں میں خواہش دیکھی تھی۔ تمہیں مجھ پر ٹوٹ کر پیار جو آیا

تھا۔ میں نہیں کر سکی اسکا بھی افسوس ہے۔ تمہاری خواہشیں معصوم سی ہوتی ہیں"

وہ اسکے ہاتھوں کو پکڑ کر اپنے چہرے سے ہٹاتا باری باری انھیں چوم گیا۔

"وہ معصوم خواہش نہیں تھی، کسی غلط فہمی میں مت رہنا۔"

انیس کے الفاظ، اسکی نگاہیں، انکی تپش، سب نے مل کر عرشیہ کو بوکھلا کر رکھ دیا۔

"چلو ہٹو۔ مجھے بنز بنا کر اوون میں رکھنے ہیں"

وہ اس سے فرار کرنے کو مچلی۔

"زیادہ بنانا ہو سکتا ہے ڈنر پر کچھ مزید گیسٹ ہمیں جوائن کریں"

عرشیہ نے یکدم چونک کر زرا فاصلہ بناتے انیس کو دیکھا۔

"ہیں۔ اب کون آرہا ہے؟"

وہ متجسس ہوئی۔

"بس۔ کوئی بہت سپیشل گیسٹ"

انیس نے تجسس کو ہوا دی۔

"کچھ بتاو تو کون آرہا ہے؟ اف انیس ابھی مزید مہمانوں کی کمی تھی؟"

وہ اسکی پریشانی دیکھتے مسکرایا کیونکہ اسکی بزنس وومین بلکل گھریلو زوجہ بن کر کچھ کی خدمتیں کر رہی تھی اور کچھ افراد کی تیمارداری، اور اب انیس کی طرف سے مزید مہمانوں کا سن کر اسکا سر چکرایا۔

"ہاں۔ یہ گھر گیسٹ ہاوس بننے والا ہے۔ تم بوجھو کون آرہا ہے؟"

انیس نے بھی شرارت سے سسپینس پھیلایا، عرشیہ نے تھک کر سانس لیتے ہارمانی اور انیس کی باہوں میں سمٹ کر اسکے سینے پر ڈھے سی گئی۔

"میں یہ بھی نہیں کہہ سکتی ہمارا بے بی آرہا ہے۔ کیونکہ اسے تو ہمیں اوٹ آف کنٹری جا کر پہلے انسٹال کرنا ہے۔ ویسے سچ پوچھو اب مجھے بس یہی مہمان اچھا لگے گا"

وہ اسکی چہرہ پیچھے کر کے آمادہ شرارت اور خواہش دونوں پر لٹ ہی تو گیا۔

"تم بے فکر رہو عرشیہ۔ ہم ان سب معاملات اور چیزوں سے فری ہوتے ہی چلے جائیں گے۔ واپسی پر تمہارا یہ ارمان پورا ہو چکا ہو گا، تمہارے اندر اک زندگی وجود پا چکی ہو گی۔"

وہ یہ سن کر آنکھوں کی حدود تک شرمائی، یہ سننا ہی بہت پر لطف تھا بھلے اس سارے پراسیس میں عرشیہ کو بہت تکلیف سہنی تھی، فزیکلی بھی اور مینٹلی بھی۔

"ان شاء اللہ۔ بتاو ناں پھر کون آرہا ہے"

وہ جیسے اس بار پیار سے بولی۔

"چلو اسے راز ہی رکھتے ہیں۔ تا کہ انکی آمد تمہیں سرپرائز کر دے"

وہ اسکو بتانے کے کسی موڈ میں نہ تھا، عرشیہ نے گالوں کو پھلا سا لیا مگر اس سے پہلے کچھ کہتی، اسکا وہیں دوسری طرف کیبنٹ پر پڑا فون رنگ کیا۔

"بابا کی کال ہے۔۔ میں سن کر آتی ہوں تب تک تم چھوٹے چھوٹے بنز اوون ٹرے پر رکھ کر انھیں بیک کرنے رکھ دو۔ بٹر پیپر نیچے پھیلانا مت بھولنا اور بنز پر بٹر ہلکا سا برش بھی کر دینا، اور تل بھی چھڑکنا۔۔"

وہ اپنے ہونہار جناب کو سرسری سا بریف کرتی مسکرائی اور فون اور ملعم اٹھائے ہی کچن سے نکل گئی، انیس نے اسکے جاتے ہی عرشیہ کی تاکید کے مطابق وہ میدہ ڈوباول سے نکال کر چھوٹے چھوٹے پیڑے بنانے شروع کیے۔

"انیس۔۔۔ کیا ہم بات کر سکتے ہیں؟"

ابراہیم کب سے اسکے اکیلا ہونے کے ہی منتظر تھے۔

"نہیں۔ میں نے ابھی کوئی دماغی ڈاکٹر نہیں ڈھونڈا۔ اب آپ نے جو کہنا ہے اسے ہی کہیے گا کیونکہ میرے اندر آپکی آسمان زمین جیسی باتیں سننے کا ظرف اور سٹیمنا دونوں ختم ہو گئے۔"

وہ اپنے کام میں مصروف رہا تو ابراہیم اسکی بے اعتنائی تکتے مزید قریب چلے آئے۔

"میں مدد کر دیتا ہوں اگر تم نے میری نہیں سننی"

وہ بابا کی مداخلت دیکھنے کے باوجود چپ رہا کیونکہ وہ انھیں چاہ کر بھی رد نہیں کر سکتا تھا، عرشیہ نے اپنے کمرے میں آکر کال ریسیو کی تھی، وہ خود بھی جیسے بابا کی کال کا انتظار کر رہی تھی، کچھ دیر پہلے ہی ملازم نے آکر اسے اطلاع دی تھی کہ اسکے مہمان آگئے مگر عاصم نے ان دونوں کا خوش آمدید تک نہ کیا، بس ملازمین کو کہہ دیا انکا خیال رکھے اور بتا دے کہ وہ سو چکا ہے۔

"شمس الدین اور فاطمہ میرے پیلس میں آ گئے، کچھ دن تک میں یمل کو لینے آوں گا۔ شاید میں جلد تم سبکی زندگیوں سے غائب ہو جاوں۔ بس تسلی کرنا چاہتا ہوں کہ میرے بچے محفوظ پناہوں میں آ گئے۔ تم نے جو کچھ مجھ سے کہا میں اس میں سے ایک بھی حرف نہیں جھٹلاوں گا، میں نے وہ سب برا کیا جو تم نے کہا عرشیہ۔ لیکن میں نہیں جانتا میری ذات پر چڑھی یہ سیاہی، یہ تہمتیں اور یہ الزام کیسے دھلیں گے۔ لیکن میں ڈھونڈوں گا اپنی غلطیوں کی تلافی۔ بس اتنا یاد رکھنا میں

اپنے بچوں سے بہت پیار کرتا ہوں۔ اس پیار کا درجہ تمہارے لیے زیادہ ہے بھلے تم اسکا یقین کرو یا نہ کرو، میں نے سب سے زیادہ زیادتیاں تم سے کیں۔ یمل کے بارے تو میں لاعلم رہا۔ اس لیے اسکے ساتھ جو ہوا اس میں میرا کوئی قصور نہیں۔ لیکن تم نے جو سہا وہ ضرور میرے دل پر بوجھ ہے"

وہ چپ چاپ انکو سنتی رہی، عرشیہ کی آنکھوں میں آنسو تھے، وہ آنسو نفرت کے نہیں تھے، وہ اک جی اٹھتی حسرت کے تھے۔

"بیٹیوں کے دل نازک ہوتے ہیں انکو یوں فون پر آزمانا ٹھیک نہیں۔ آپکو اگر میری محبت چاہیے تو مقابلہ کریں۔ کہیں جائیں گے تو مجھے رہا سہا بھی کھو دیں گے"

وہ دکھی ہوئی کہ آخر ہر مسئلے کا حل کہیں چلے جانا ہی کیوں ہوتا ہے۔

"میں تمہاری طرف سے آج بلکل مایوس ہو گیا ہوں"

عاصم کی آواز اب بھی نم تھی، عرشیہ نے وہیں بیڈ کی پائنتی کی جانب بیٹھے گہرا سانس بھرا۔

"میں آپکے ساتھ ہوں، آپکو دھوکہ نہیں دیا۔ آپکا برا کرنے والوں کی مددگار نہیں رہی۔ میں نے آپکی ہولڈ نگز کی دی ذمہ داری قبول کی حالانکہ میرا جیم اس سے بلکل اگنور ہو گیا۔ اسکے باوجود آپ مجھ سے مایوس ہو گئے؟"

وہ اسکے سوالوں پر ندامت سے سر جھکا گیا۔

"تم م۔ مجھ سے لوگوں کی طرح بات کرتی ہو عرشیہ۔"

وہ بابا کے بچگانہ ٹوٹے شکوے پر اذیت سے مسکرائی۔

"میں نے اپنی زندگی کے اٹھائیس سال بنا باپ کے، بنا اسکے لمس کے، بنا اسکو دیکھے گزارے۔ میرے لیے آپ لوگ ہی تھے اس دن جب میں ہولڈ نگز پہلی بار آئی۔ آپ مجھ سے اور کیا امید رکھتے تھے؟ میں باچھیں کھول کر ملتی؟ آپکے آگے خوشی سے ہنستی، میرے اندر کی ساری خود سے جڑی خواہشیں مار کر آپ ایسا شکوہ کیوں کر رہے ہیں۔ مجھے تکلیف پہنچ رہی ہے۔"

وہ آنکھیں جھکا کر جیسے تکلیف کے کسی اونچے مقام پر تھی۔

"مجھے معاف کر دو میں آج کچھ زیادہ ہی دلبر داشتہ ہو رہا ہوں۔"

عاصم نے اپنے آنسو بے دردی سے رگڑ دیے۔

"آپ تو آج ہوئے، میں تو سالوں سے دلبر داشتہ ہوں تبھی کچھ سخت بول گئی دن کو۔ پلیز دل پر مت لیں"

وہ نم سی آواز میں منمنائی تو عاصم نے مسکرا کر غیر مرئی نقطے پر نگاہ جمائی۔

"نہیں لے رہا۔ مجھے میری اپنی زیادتیاں رلا رہی ہیں۔ میں معافی کے لائق نہیں پھر بھی تم سے معافی مانگنا چاہتا ہوں۔ منائم اور خضر تو پھر بھی میرے آس پاس رہے، سامنے رہے۔ تھوڑی سہی پر توجہ پاتے رہے۔ تم نے اور یمل نے بہت کچھ سہا۔ میں تم چاروں کے لیے بہت کچھ کرنا چاہتا ہوں۔ خاص کر تمہارے اور یمل کے لیے۔ شاید اس سے میرا ضمیر مطمئین ہو جائے۔ میں اپنی برتی ہر لاپرواہی کا ازالہ کرنا چاہتا ہوں عرشیہ۔۔۔ تم مجھ سے کبھی نفرت مت کرنا۔۔ ٹھیک ہے ناں؟"

آخری عاصم کی تمہید تو عرشیہ کو بھی رلا گئی، وہ خود پر مسکرائی۔

"نفرت میری کچھ اور طرح کی ہے۔شاید آپ اسے نہ دیکھ پائیں۔میں کوشش کروں گی اپنا رویہ بہتر کرنے کی لیکن وعدہ نہیں کرتی۔ایک دم سب ٹھیک نہیں ہو گا یہ بات آپکو بھی سمجھنی ہو گی"

وہ عرشیہ کی بات سنے دل سے مسکرایا، پورے وجود میں اک امید سی بھر گئی تھی۔

"میں سمجھتا ہوں۔اتنی سی امید بھی بہت ہے بابا کی جان۔"

وہ بہت بہتر ہو گیا، جسم کا ٹوٹتا احساس جیسے تھمنے لگا۔

"ہمم۔پھر بات ہوتی ہے"

عرشیہ نے رسان سے اجازت لی اور کال آف کرتے اس نے فون سائیڈ پر رکھتے اپنے دونوں ہاتھ اپنے چہرے پر پھیرے، اسکے چہرے کی رنگت بدلی سی تھی، وہ آخر ان دو گھنٹوں میں کہاں گئی تھی، یہ کوئی معمہ تھا یا کچھ بڑا طوفان جسے وہ اپنے اندر چھپا رہی تھی۔

"میری مدد اب کوئی نہیں کر سکتا شاید۔ میں خود بھی نہیں"

وہ بیٹھے بیٹھے پیچھے کو گری اور اپنی آنکھیں موند لیں، انیس نے ابراہیم کو ہر گز مدد سے نہ روکا اور تمام بنز بیک کے لیے رکھے، اس نے اک بار بھی ابراہیم کو اس پیج نہ دیکھا اور کام مکمل کرتے ہی وہ بابا کے پاس سے گزرتا کچن سے چلا گیا، ابراہیم کی آنکھوں میں اک موہوم سی آس بھی بجھ سی گئی۔

انیس نے باہر گارڈن ایریا میں پہنچ کر باربی کیو سیٹ اپ لگاتی پلٹون کو دیکھا تو مسکرا دیا، علیم نے بھی انھیں جوائن کر لیا تھا، جبکہ مین شیف عصر تھا، اس نے انیس کو گارڈن کے کنارے کھڑا دیکھا تو اپنی ڈیوٹی علیم اور فجر کو تھمائے خود وہ انیس کی طرف چلا گیا۔

"کچھ گلٹ کم ہوا تمہارا عصر زمان؟"

انیس کو اسکی آنکھیں ابھی بھی شدید اداس نظر آئیں۔

"جب تک آپ لڑکھڑا کر چلنا بند نہیں کر دیتے، اس ہاتھ سے مجھے ایک مکا نہیں مار دیتے، گلٹ کہیں نہیں جانے والا"

عصر کا منہ اب تک ویسا ہی مرجھایا تھا، البتہ انیس کو ہنسی سی آگئی۔

"تم دن بدن میری محبوبہ نہیں بنتے جا رہے عصر؟ اتنے نخرے؟ اتنی ڈیمانڈز، اتنی شکایات۔۔۔ اتنے جذبات؟"

انیس کو شرارت سوجھ رہی تھی، جبکہ وہ کیا بتاتا جب سے پتا چلا کہ بھائی ہے، تب سے دل کا سارا جہاں انیس کے لیے دگنا مہربان اور حساس ہوا پڑا تھا۔

"میں دل سے معافی چاہتا ہوں۔ آپ کو کچھ ہو جاتا تو خود کو کبھی معاف نہ کر پاتا۔ ایون دوسری سانس تک بھاری پڑ جاتی۔ میں جانتا ہوں آپ شیر ہیں، اپنی حفاظت خود کر سکتے ہیں لیکن اس شیر کی کمزوری بھی تو بڑی ہے۔۔۔"

وہ بولتے بولتے شدید افسردہ ہوا تو انیس نے اسکے شانے پر ہاتھ رکھا۔

"میرے ساتھ تم سبکا ساتھ ہے جب تک، مجھے میری یہ بڑی کمزوری بھی ہرا نہیں سکتی۔ تم کیوں افسردہ ہو خوامخواہ؟ کیا ہم نے ہر لڑائی مل کر نہیں لڑی عصر؟ کیا ہم ہر میدان جنگ میں ایک جسم بن کر نہیں اترے؟ کیا ہوا اگر اس ہمایوں نے مجھے عصر سمجھ کر ٹھوک دیا؟ میں بھی اسے آوارہ جانور مان کر دگنا ٹھوک چکا ہوں۔ اب پڑا ہوگا ہسپتال میں آہیں بھرتا ہوا"

انیس کو اسکی یہ اتری شکل ایک آنکھ نہ بھا رہی تھی اوپر سے یہ گدھا ابھی تک ایک معصوم چھوٹی سی لڑکی تک پٹا نہ سکا تھا۔

"کریٹیکل کنڈیشن ہے اسکی۔ میں گیا تھا اس ہوسپٹل، اسکا چچا آیا ہوا ہے یہاں گاوں سے، انتقامی تیوروں سے بھرا ہوا۔ وہ لوگ انتقام میں کچھ بھی کر سکتے ہیں۔ میں نے مینشن کی سیکورٹی بڑھا دی ہے احتیاط کے طور پر"

عصر کا اصل پریشان ہونا اس وجہ سے تھا، انیس بھی جیسے فکر مند ہوا۔

"ٹھیک کیا تم نے، وہ جو بھی کریں گے ہم منہ توڑ جواب دیں گے۔ جو بھی ضروری ہوا ہو گا۔ پر تم اپنی شکل ٹھیک کرو عصر۔۔۔ اور ایک رات ساتھ رہنے کے باوجود تم سے وہ چھوٹی سی ڈاکٹر نہیں پٹی؟ کتنی افسوس کی بات ہے؟"

انیس نے اسے شرم دلائی۔

"یار وہ سنبھل گئی اسے ہی غنیمت مانیں۔ پٹا بھی لوں گا"

عصر نے بھی جو ابا چہرے کے زاویے بگھاڑے تو انیس مسکرایا۔

"یہاں آو"

انیس نے اسے گردن سے پکڑ کر اپنے قریب کیا ہی جب وہ خود بھی گرم جوشی سے انیس کے گلے لگا، اب جا کر کچھ قرار ملا۔

"میں اب آپکو آنچ بھی آنے نہیں دوں گا"

عصر نے اسے سینے میں بھینچتے ہی عہد لیا، انیس کو تو ویسے بھی وہ آنچ آنے نہیں دیتا تھا۔

"یہ بتائیں کس نے مدد کی آپکی۔ میں اسکا پرسنلی شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں۔ وہ انسان میرا بھی محسن ہے بھائی"

عصر نے روبرو ہوتے جس طرح پوچھا، انیس کو صنم زمان کا چہرہ یاد آیا، انکی شفقت اور محبت بھی یاد آئی تبھی تو انیس کے لب مسکائے۔

"ہاں ضرور۔ کل کسی ٹائم کلینک چلیں گے انکے۔ کہہ رہی تھیں روز آکر زخم کی چانچ کروانی ہو گی۔ تم بھی مل لینا۔ ویسے تمہارے جیسا ہی سر نیم ہے انکا"

عصر کا دماغ اس سر نیم پر سکڑنے کی کیفیت سے گزرا، وہ انیس کے منہ کو دیکھنے لگا۔

"کیا کوئی لیڈی تھیں؟ میرے جیسا سر نیم مطلب؟"

عصر کی آواز پوچھتے وقت ہچکچاہٹ کے سنگ لرزی۔

"ہاں۔ زمان سر نیم کی خاتون نے ریسکیو کیا مجھے۔ خیر تم لوگ یہ سب بنا کر لے آو اندر، کچھ گیسٹ کا ویٹ ہے پھر ساتھ ڈنر کریں گے۔ میں یہ کال لے لوں"

انیس نے اگین مہویر کی آتی کال پر سرسری انداز میں عصر کو بتایا اور خود وہ چلا گیا جبکہ عصر نے بے قراری سے انیس کو جاتے دیکھا، عصر کی آنکھوں میں عجیب سی بے تابی تھی، وہ انیس سے پورا نام پوچھنا چاہتا تھا پر انیس اندر چلا گیا جس سبب عصر کو پہلے سے دگنے بھاری دل سمیت وہاں سے واپس گارڈن ایریا میں جانا پڑا۔

انیس نے مہویر کی کال پک کی اور سیڑھیوں کی طرف چڑھا۔

"میری انسپکٹر خان سے بات ہوئی ہے علوی۔ دونوں گھاو بہت ہی کم دباو والے ہیں۔ جیسے کسی مریل شخص نے وار کیا ہو۔ شمریز پاشا کی ڈیڈ باڈی کا

بھی معائنہ کیا گیا ہے، وار کسی کمزور یا اناڑی ہاتھ کے ہیں۔ شمریز پاشا کی موت زخم سے زیادہ اپنے ہی خون کو بہت مقدار میں بہتا دیکھ کر صدمے سے ہوئی ہے یہ ابتدائی رپورٹ ہے طبعی عملے کی یا پھر کوئی اور وجہ بھی ہو سکتی ہے ورنہ چاقو کے زخم اتنے گہرے اور خطرناک نہیں کہ اسکی موت ہو جاتی۔ جبکہ موساب کی بھی سیم حالت ہے، کٹس گہرے نہیں۔۔۔۔یہ کافی عجیب ہے"

انیس کا تو اس حوالے سے ابھی دماغ ہی سن تھا۔

"اب موساب ہی بتا سکتا ہے مہویر کہ اس پر کس نے حملہ کیا۔ڈاکٹر کیا کہہ رہا ہے؟"

انیس نے بیڈ روم کے ڈور تک پہنچتے سوال کیا اور رکا۔

"ڈاکٹر تو ابھی کچھ نہیں بتا رہا۔ اسکے خون کو روکنے اور زخموں کی جانچ پر لگا ہے۔ میں تمہیں ابڈیٹ دیتا رہوں گا۔"

مہویر نے اسے بتاتے رابطہ توڑا جبکہ خضر ہوسپٹل میں منائم کے پاس تھا تبھی مہویر اب تسلی سے یہ معاملہ دیکھ سکتا تھا۔

انیس نے دروازہ کھول کر اندر جھانک کر عرشیہ کو دیکھنا چاہا پر وہ وہیں کروٹ پر لیٹی ملی، انیس نے اس کی فکر میں دروازہ بند کیا اور عرشیہ کے پاس ہی آکر بیٹھا، وہ دائیں جانب کمر موڑے ٹانگیں سمیٹے لیٹی تھی، انیس نے بھی اس پر جھکتے، اسکی بازو سہلاتے اسکو پلٹا کر اپنے حصار میں لیا تو عرشیہ نے کروٹ سیدھی کرتے اپنی سوجھی سوجھی آنکھیں کھول کر انیس کو دیکھا۔

"کیا ہوا ہے؟ تم پھر مرجھا گئی؟"

انیس نے اسکی جبین چومتے پیار سے پوچھا۔

"میں نے بابا سے اپنے سخت الفاظ کے لیے معافی مانگی۔ میں عجیب ہوں لیکن آج اپنے اس عجیب و غریب ہونے پر خوفزدہ سی ہو رہی ہوں، جسے کبھی

معافی نہ دینے کا عہد کیا تھا اسکے زرا دو تین ٹپکتے آنسو ہرا گئے مجھے۔ تمہیں ایک بات بتاوں؟ میں نارمل انسان نہیں ہوں انیس"

انیس نے اسکے لہجے کی عجیب سی حدت پر اسے اپنے بازووں میں بساتے سینے کی اور سر کایا۔

"نارمل ہو تم، ایسا الٹا مت سوچو"

انیس نے اسکو پر سکون کرنے کی کوشش کی پر وہ اسکا حصار جھٹک کر اٹھ بیٹھی، وہ بھی اٹھا، وہ پریشان ہو رہا تھا۔

"جب میں کہہ رہی ہوں کہ میں نارمل نہیں تو سمجھو نہیں ہوں۔ تمہیں اس لیے بتا رہی ہوں تا کہ تم مجھے میری ابنارملٹی پر چھوڑنے کا نہ سوچو۔۔۔ انیس۔۔۔ میں خود کو ٹھیک کر لوں گی۔"

وہ آگے ہو کر بیٹھے اسے زبردستی اپنے بازووں میں محصور کرتا اسکا چہرہ اپنے چہرے کے قریب کر گیا، اسکا ماتھا چوماتا کہ وہ سکون میں آئے، وہ تب بھی نہ آئی، وہ کانپ رہی تھی۔

"عرشیہ۔ تم بلکل ٹھیک ہو۔ زیادہ ٹنشن لے لی تبھی پینک کر رہی ہو۔ ایسا مت کرو تمہاری سانس اکھڑ رہی ہے۔"

وہ اسکے رخسار کو چومتا اسے کسی طرح سمجھانے پر لگا تھا، عرشیہ نے اپنی آنکھوں میں اپنا درد چھپالیا۔

"میں تم سے بہت پیار کرتی ہوں۔۔۔ج۔ جس طرح تمہیں مارنے کی کوشش کی تھی اگر ایسا کسی اور کے ساتھ کر بیٹھی توت۔۔ تم مجھے معاف کر دوگے ناں؟"

وہ اسکے سوال پر اسکی آنکھوں میں شدید پریشانی سے دیکھنے لگا۔

"ایسا کیوں کرو گی تم، فضول باتیں بند کرو۔ بس۔۔ کالم ڈاون۔۔۔۔ میں ہوں تمہارے پاس۔ کسی قسم کی سوچ مت آنے دو پاس۔۔۔ بس مجھے محسوس کرو۔"

وہ اسکے بال سنوارتا، اسکی اکھڑتی سانسیں بہت کرب سے سہہ رہا تھا لیکن وہ اسکے سینے لگی کچھ دیر میں پر سکون ہو گئی، لیکن انیس بہت ڈر سا گیا تھا، عرشیہ کی ایسی حالت اسے ڈراتی تھی۔

انیس کو وہ بہت ڈسٹرب لگ رہی تھی، وہ پہلے ہی پریشان تھا اب عرشیہ کی وجہ سے بھی ٹنس ہو گیا۔

"چلو نیچے چلیں۔۔۔ ٹھیک ہو ناں لُما۔ میری جان۔ تم مجھے ڈرا رہی ہو؟"

وہ مدھم مدھم سانس لیتی اسکے سینے میں منہ چھپائے ہوئے تھی، پھر جیسے بمشکل خود کو کمپوز کرتی روبرو ہوئی۔

"ٹھیک ہوں۔ چلتے ہیں"

وہ ہمت کرتی بولی پر پتا نہیں کیوں وہ انیس کو شدید ڈری ہوئی لگ رہی تھی۔

"عرشیہ۔ کیا ہو گیا ہے؟ تم بابا کی وجہ سے پریشان تھی۔ پھر سے کچھ کہا انہوں نے۔ ایسی حالت کیا جبر نے کی تمہاری یا کچھ اور بات ہے۔ تم مجھے سچ میں پریشان کر رہی ہو"

وہ اسکے مسلسل توجہ دینے پر بڑا کرب ناک سانس لیتے سر نفی میں ہلا گئی۔

"ا۔۔ انیس میں ٹھیک ہوں۔۔ چلتے ہیں۔ اٹھو"

وہ اٹھ گئی تو انیس کو بھی اٹھنا پڑا، لیکن وہ اسکی حالت کے پیش نظر کیسے مطمئین ہو سکتا تھا۔

"عرشیہ۔۔۔۔ میری طرف دیکھو؟"

وہ اسکا ہاتھ پکڑ کر کھینچتا اپنی جانب سرکاتے اسکی آنکھوں میں اپنی ہیزل براون آنکھیں جماتا اسکے اندر چلتے طوفان کو پرکھنے کی کوشش میں تھا پر عرشیہ نے جلد ہی نظریں پھیر لیں۔

"انیس۔۔۔مجھے گھٹن ہو رہی ہے یہاں۔۔ہم چل رہے ہیں نیچے یا نہیں؟"

وہ مضطرب ہو کر بولی، اس نے انیس سے نظریں بھی نہ ملائیں جس سبب انیس کو اسکے ہمراہ کمرے سے نکلنا پڑا، وہ ساتھ نیچے آئے، فجر اور عصر نے تمام باربی کیو اور گرلڈ لوازمات ڈائننگ ٹیبل پر کچھ ہی دیر میں سجا دیے تھے، عرشیہ بھی تمام بیکڈ بنز لے آئی تبھی انیس کو کال سننے گھر سے نکلنا پڑا، اسکے آدمی کی گاڑی پورچ میں آکر رک چکی تھی، ان مہمانوں کی آمد اس وقت بہت ضروری تھی۔

"خوش آمدید"

یہ وہی انیس کا خاص آدمی عامر تھا جس نے یاسر کو آذربائیجان روانہ کروایا تھا، شماس صاحبہ اور رضی سومرو خیر وعافیت سے پاکستان پہنچ چکے تھے، انھیں یاسر نے فوری آنے کے لیے اسی طرح قائل کیا تھا کہ سوہا کسی پریشانی میں ہے ورنہ وہ کبھی نہ آتے۔

"انیس، بچے۔۔۔ کیا ہوا ہے؟ سوہا ٹھیک ہے ناں۔۔ عرشیہ؟"

وہ اپنی بازو کھولتے انیس کو گلے لگاتے ہی پریشانی سے بولیں، جبکہ رضی سومرو بھی فکر مند تھے، انیس نے عامر کو اشارہ کیا کہ وہ انکا گاڑی میں ویٹ کرے۔

"سب ٹھیک ہیں۔ پریشان مت ہوں۔ خوش آمدید رضی انکل"

وہ رضی صاحب کو بھی گرم جوشی سے گلے ملا۔

دونوں ہی اس وقت شدید بیقرار تھے۔

"جیتے رہو برخوردار"

وہ بھی شفقت سے گویا ہوئے، عامر نے یاسر کو کہہ دیا تھا کہ وہ رئیس کو آج کے لیے یہی بتائے کہ سوہا کے والدین کو وہ لے آیا ہے اور محفوظ جگہ بھی پہنچا چکا ہے، کل رئیس کا کیا کرنا ہے وہ انیس سوچ چکا تھا۔

"آپ دونوں نے ہماری اتنی شاندار مہمان نوازی کی تھی تو سوچا یہ شرف مجھے بھی ملنا چاہیے۔ ویسے تو آپ لوگ کبھی نہ آتے اس لیے میں نے آپکو زرا ڈرامیٹک طریقے سے پاکستان بلوایا۔ میں کان پکڑتا ہوں اس پریشانی اور تکلیف کے لیے"

انیس نے جس طرح شرارت کے سنگ ان پیاری شفیق ہستیوں کے آگے کان تھامے، رضی صاحب اور شماس صاحبہ نے سکھ کا سانس لیا ورنہ سارا راستہ انکی سانس سینے میں اٹکی تھی۔

"اف۔۔۔بہت شرارتی ہو تم انیس۔۔۔۔"

شماس صاحبہ نے روہانسے ہوتے شکوہ کیا پھر انیس کو خود سے لپٹا بھی گئیں، رضی صاحب بھی اپنی جذباتی ملکہ پر ہنس دیے، انیس نے دونوں کے باری باری ہاتھ چومے، انکے آنے کی دیر تھی کہ انیس کو جیسے ہر طرف ہی پازیٹیوٹی محسوس ہونے لگی۔

"آجایئے۔۔۔ کھانا تیار ہے۔ آپ دونوں ویسے تو میرے اور عریشہ کے مہمان ہیں لیکن میری دلی خواہش ہے کہ اب آپکے اور سوہا آنٹی کے بیچ سب ٹھیک ہو جائے۔ آخر اولاد سے والدین کب تک ناراض رہ سکتے ہیں۔ سچ پوچھیں تو میں نے آپ دونوں کو اسی لیے یہاں بلوایا۔ آپکی بیٹی کو آپکی ضرورت ہے۔ زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں ہوتا اس لیے ہمیں اپنے بچوں سے یا والدین سے اس قدر منہ نہیں پھیرنا چاہیے"

وہ انکے درمیان میں چلتا، اک اک ہاتھ دونوں کے اطراف حصارے ہوئے جو کچھ بولا، وہ ان دونوں ہستیوں کو افسردہ کر گیا، وہ انیس کی نیت سمجھ رہے

تھے پر سوہا کے لیے دل شدید ناراضگی سے بھرا تھا، اس لیے ابھی یہ بھاری احساس تھا۔

"تم نے خوامخواہ ہمیں بلوایا۔ تم عرشیہ اور عدین کو لے آتے وہاں۔۔ سوہا کو ہماری ضرورت ہوتی تو وہ خود آتی، لیکن اسے ماں باپ صرف اور صرف بوجھ لگے۔ اس نے اپنی مرضی سے ہمارے اختلاف کے باوجود ایک شادی شدہ انسان سے شادی کی حالانکہ اس شادی کا انجام ہم جانتے تھے تبھی اسے منع کیا پر اسے لگا ہم اسکے دشمن ہیں پھر علیحدگی کے وقت بھی اس نے ہم سے پوچھنا دور، بتانا بھی مناسب نہیں سمجھا کیونکہ ہماری اسکے سامنے کوئی اوقات جو نہیں۔ وہ خودسر اور ضدی ہے، ابھی بھی وہ اپنی دنیا میں مست ہو گی۔ اسے ہمارا یہاں آنا یقیناً اک بوجھ ہی لگے گا"

وہ انکے ہمراہ مینشن کی طرف بڑھتا ہوا، مسلسل اس دکھیاری ماں کو سن رہا تھا، دل تو انیس کا بھی بے چین ہوا کہ وہ ماں باپ اندر سے کتنے اکیلے ہیں۔

"وہ بے فیض ہے تبھی تو کبھی خوشی نہیں پا سکی۔ خود غرض ہے وہ۔ صرف اپنا سوچا"

رضی سومرو بھی کم دکھی نہ تھے۔

"آپ دونوں آ گئے ہیں، اب سب شکوے شکایتیں دور ہو جائیں گی۔ میں جتنا سوہا آنٹی کو سمجھا ہوں، اب وہ پہلے جیسی خود غرض نہیں۔ وقت نے انکو بہت کچھ سیکھا دیا۔ جیسے آپ اتنے دور بیٹھ کر انکے لیے تڑپتے ہیں، انکی حالت بھی مختلف نہیں۔"

وہ رکا تو رضی اور شماس صاحبہ بھی رک کر انیس کو محبت و شفقت سے تکنے لگے۔

"تم نے ہمیں اتنی اجلت میں بلوایا کہ ہم کچھ لے کر بھی نہیں آ سکے، کتنا برا لگ رہا ہے اب۔ عدین کے لیے سوئٹر بُنا تھا وہ بھی وہیں رہ گیا۔"

شماس صاحبہ کا معصومانہ شکوہ سنے وہ انکی بسوری شکل دیکھتے ہنسا۔

"آپ نے اپنی پیاری سی موجودگی کا اعزاز بخشا، بھلا یہ کسی تحفے سے کم ہے۔ آپ دونوں کو دیکھ کر عرشیہ اور عدین کی جو خوشی مجھے ابھی ملے گی، آپ دو کے چہرے پر جو سمائل ہو گی اسکے آگے تو دنیا جہاں کی دولت پھیکی پڑ جائے گی۔ رہی بات سوئٹر کی تو وہ خود قوبا جا کر آپ سے اپنا تحفہ ہرپ کر لے گا۔ آیئے۔۔۔ اسے اپنا گھر سمجھیں کیونکہ یہ آپکی نواسی کا گھر ہے"

وہ انیس کی اسقدر محبت پر شرمندہ سے ہو رہے تھے، انیس نے احترام کے سنگ انھیں مینشن کے اندر لے جاتے جیسے ہی ڈائنگ ہال کی جانب جمع افراد خانہ کو پکارا، سب نے بیک وقت گردنیں گمائیں، جبکہ انیس نے صرف عرشیہ اور عدین کے تاثرات دیکھے، دونوں ہی خوشی سے کھکھلائے، عدین نے وہیں سے کرسی پیچھے کی اور لگ بھگ دوڑتے ہوئے وہ شماس صاحبہ کی طرف آیا۔

"شماس نانو۔۔۔ رضی نانو۔۔۔ اوہ میرے اللہ جی۔۔۔ اتنا بڑا سرپرائز"

وہ شماس صاحبہ کی کھلی بازووں میں سماتے ہی خوشی سے بڑبڑایا تو اس نانی نے اسے اپنے سینے بھینچ لیا، عرشیہ بھی جذباتی سی انکی طرف آئی، نانو کی بازو کھلے تھے تو انکے سینے جا لگی، باقی عوام بھی مسکرا کر یہ پیارا ملن دیکھ رہی تھی۔

"میرا بچہ۔ کیا ہو گیا۔ یہ پٹی۔۔۔؟"

شماس صاحبہ کا تو عدین کا بینڈ تج دیکھ کر دل ہل گیا، وہ الگ ہوا تو لاڈ وصولنے پر جذباتی سا ہوا۔

"شماس نانو وہ میں گر گیا تھا"

عدین کی آواز میں نمی سی ہلکوری تو انہوں نے پھر سے اسے بازووں میں بھینچ کر اپنے سینے لپٹایا، عرشیہ بھی نانو سے مل کر ننی کی بازووں میں سمٹی جو عدین کو چھوڑے عرشیہ کو اپنے سینے لگا کر پیار کرنے لگیں، رضی صاحب بھی اس ہنڈسم سے گلے لگ کر ملے۔

"آپ دونوں نے آ کر تو حیران ہی کر دیا۔ اتنے سالوں بعد۔۔۔۔"

عرشیہ کو تو ابھی بھی یقین نہ آیا کہ وہ واقعی آئے ہیں جبکہ یمل، فجر، عصر اور علیم بھی اٹھ کر انکی طرف آئے، انیس نے ہی سبکا تعارف کروایا، وہ دونوں ہستیاں سب بچوں سے بہت شفیق انداز میں ملیں اور پھر ابراہیم صاحب نے بھی دونوں کو خوش آمدید کہا، سب کے بیچ ہی وہ دونوں ڈائنگ ہال پہنچے۔

عدین نے تو مہرو کے بارے بھی پوچھا، حرا اور فادی سمیت انکے چھوٹے بے بی کا بھی، سب ڈائنگ ٹیبل پر بیٹھے تو جیسے اک بھرپور کنبے کا عکس بن گیا، عرشیہ نے مشکور بھیگی آنکھوں سے انیس کو دیکھتے اس پر اسکا شکریہ بھی ادا کیا کیونکہ اس وقت ان سبکو جیسے اس شفیق اور پیار بھرے سرپرائز کی بے انتہا ضرورت تھی۔

"یہ سب انیس بچے کا پلین تھا ہمیں یہاں بلوانے کا۔ شرارتی کہیں کا۔ لیکن شیر بچہ"

رضی سومرو نے انیس کی پیٹھ شاباشی کے سنگ تھپکی جس نے سبکی مسکراہٹ کا یہ جو میٹھا سا وجود قائم کیا یہ بہت خوبصورت تھا۔

"یمل۔۔یہ عرشیہ کے نئی نانو وہیں۔یہ آذر بائیجان رہتے ہیں۔ہم نیو ائیر پر انہی کے پاس تھے۔میں، عرشیہ اور بھیو۔ہم نے بہت مزے کیے تھے دو دن۔اگلی بار تمہیں بھی لے کر چلیں گے"

یمل کو تو ویسے ہی بھرے خاندان کے بیچ بہت اچھا لگ رہا تھا پھر عدین کی بھی طبعیت ایک دم ہشاش بشاش ہو چکی تھی اسکی تو سبکو اضافی خوشی تھی۔

"ان شاء اللہ۔مجھے خوشی ہو گی"

یمل نے اشتیاق سے جواب دیا تو ان دونوں شفیق ہستیوں نے یمل کو بھی پیار بھری نگاہوں میں لیا۔

"آپ نے میرے بچوں کی اتنی اچھی مہمان نوازی کی، بہت شکریہ۔آپ لوگوں کا یہاں آنا باعث مسرت ہے۔"

ابراہیم علوی نے بھی گھر کا بڑا ہونے کے ناطے مہمانوں کو خوش دلی سے ویلکم کہا، انیس کی سرد نگاہوں نے تھوڑی نرمی اختیار کی کیونکہ ابراہیم مسلسل اسکی ناراضگی کم کرنے کے جتن کرتے نظر آرہے تھے۔

"آپکا بھی شکریہ ابراہیم بھائی۔ آپکے دونوں بیٹے اب ہمارے بھی دل کے ٹکرے ہیں۔ بلکہ یہاں بیٹھا ہر بچہ ہم نانی نانا کے لیے پیارا ہے۔ خوش رہو تم سب، ایسے ہی آباد رہے یہ دستر خوان، یہ گھر"

شماس صاحبہ کی دعائیں، انکا محبت و ملائمت سے بھر کر جواب دینا اک الگ ہی سکون پرور ماحول پیدا کر رہا تھا، انیس کی توجہ تو عرشیہ کی آنکھوں پر ہی اٹکی تھی، وہ نجانے کیوں اسے خود میں دبی سی معلوم ہو رہی تھی، اس وقت اتنی خوشی کے باوجود اسکی آنکھوں کی سطح پر نمی کی پرت جمی تھی۔

"آمین۔۔۔"

انیس سمیت سب نے ہی بیک وقت انکی دعاوں کو دل و جان سے خود میں سمیٹا، خود شناس صاحبہ کا دھیان گم صم عرشیہ کی جانب تھا۔

"میرا بچہ ٹھیک ہے؟"

وہ نئی کے ساتھ ہی بیٹھی تھی، نانو نے جب اسکا ہاتھ پکڑ کر چومتے پوچھا تو وہ اپنے آپ کو سنبھالتی مسکرائی اور سر بھی ہلایا۔

"ٹھیک ہوں نئی۔ آپکو دیکھ کر تو اور فٹ ہو گئی۔ بہت اچھا کیا آپ آئیں۔ مما آپ دونوں کو دیکھ کر بہت خوش ہوں گی۔"

وہ نئی سے لپٹ کر ان کی گال چومتی، حوالہ ہی ایسا دی گئی کہ ڈائنگ ٹیبل کے گرد بیٹھے کچھ افراد سنجیدہ ہو گئے، بہر حال سب نے ڈنر شروع کیا، کک نے مزید کھانے کے لوازمات بھی بنائے تھے، باربی کیو میں بھی کافی رینج تھی، سب نے ہی اک مسکراتے ماحول میں ڈنر کیا، سب کچھ بہت مزیدار تھا اور عرشیہ نے جو بنز بنائے وہ بھی سبکو بہت پسند آئے اور اسکے بعد سب

لیوئنگ روم میں آ بیٹھے، عرشیہ نے کک کو سبکے لیے چائے کا کہا جبکہ عدین کی خوشی تو چھپائے نہ چھپ رہی تھی، اسکا بخار بھی بھاگ چکا تھا، فجر اور عصر بھی انکی آمد پر بہت اچھے اور پر سکون موڈ میں لگ رہے تھے، البتہ علیم خان اس وقت زرا باہر نکلا تھا تا کہ سیکورٹی کے حالات جان سکے۔

عرشیہ نے زرا کچن میں آ کر مما کی کال لی کیونکہ سوہا کو اسکی فکر ہو رہی تھی، وہ بھی کچھ دیر پہلے ہی گھر پہنچی تھی۔

"جی مما"

عرشیہ نے اپنا ریک پر رکھا بجتا فون اٹھا کر کال پک کی۔

"مجھے تمہاری فکر ہو رہی ہے۔ آج تم مجھے بہت اداس لگی عرشی۔ مما کی جان کیا بات ہے؟"

سوہا نے اسکی اصل اداسی تو دیکھی ہی نہیں تھی جو دوپہر سے اب تک اس لڑکی پر طاری تھی۔

"مماوہ۔۔۔"

اس سے پہلے وہ مما کو نئی نانو وکا بتاتی، انیس نے کچن میں پہنچتے بروقت عرشیہ کے ہاتھ سے اسکا موبائل اچکا اور گھوری بھی دی کہ کیوں سرپرائز خراب کرنے لگی ہے۔

"سوہا آنٹی۔۔۔ کیسی ہیں۔ آج آپ آئیں لیکن میں مل نہیں سکا۔"

انیس کے فون اچکنے پر سوہا بھی فکر سے نکلتے مسکرائی۔

"میں ایک دم فٹ، ہاں پتا چلا تھا کہ تم تھوڑے ان فٹ تھے، اچھا کیا ریسٹ کرتے رہے۔ مجھے یہ بتاو صبح عرشی اداس کیوں تھی۔ تمہاری طبعیت کو لے کر تھی کیا؟ اور تم اب کیسے ہو؟"

سوہا کی فکروں کے جواب میں انیس نے اپنا ہاتھ بڑھا کر اس اداس سی لڑکی کی گال سہلائی، وہ جیسے سکون سے مسکرا دی۔

"کیا بتاوں آپکو کہ یہ اس وقت کتنی سخت اداس ہے۔ میرا دل ڈوبو دے گی اسکی یہ حالت"

وہ جیسے چپ سا ہوا، بس اسکی آنکھیں عرشیہ کے غمگین تاثرات کو پرکھ رہی تھیں۔

"بلکل وہ میری وجہ سے پریشان تھی لیکن اب میں بھی بہتر ہوں اور عرشیہ بھی۔ صبح بریک فاسٹ ہم ساتھ کریں گے اوکے؟ پلیز سیوانی دیر سے جایئے گا۔ ایک چھوٹا سا سرپرائز لے کر آئیں گے ہم"

وہ سوہا کو سرپرائز کا بتا کر متجسس کر گیا اور وہ ٹھیک ہیں یہ تسلی آمیز بھی تھا۔

"دیکھو سرپرائز زیادہ شاکنگ نہ ہو، آجکل دل کمزور ہو رہا ہے میرا"

سوہا کے خفیف سا شرارت سے تمہید باندھنے پر انیس نے اپنا ہاتھ عرشیہ کی بیک پر رکھتے اس افسردہ لڑکی کو اپنے نزدیک سرکایا جسکے چہرے پر کہیں دبا کرب صاف دیکھا جا سکتا تھا۔

"بے فکر رہیں۔ مرہمی سا سرپرائز ہو گا سوہا آنٹی۔ میں آپکی لاڈلی کو صبح تک ایکسٹرافٹ کر دوں گا۔ پریشان مت ہوئیے گا"

وہ سوہا کی پریشانی کو، رشک میں بدلنے کے بیچ اپنی معصوم سی جان کو دیکھ رہا تھا جو مسکراتک نہ پا رہی تھی، مرجھائی ہوئی تھی۔

"مجھے تم پر پورا یقین ہے۔ اسکا خیال رکھنا۔ اسکے کھانے پینے کا بھی دھیان رکھا کرو۔ صبح بھی دو گھونٹ اورنج جوس پی کر گئی تھی۔ وہ بہت لاپرواہ ہو جاتی ہے، تمہیں ہی اسکا خیال رکھنا ہے۔"

وہ اک ماں کی فکر اچھے سے سمجھ رہا تھا تبھی بھرپور انداز میں سوہا کو مطمئین کرتے رابطہ توڑا، عرشیہ نے تھک کر سانس لی اور نظریں جھکالیں۔

"میری جان اتنی افسردہ اچھی نہیں لگ رہی۔ تھوڑی دیر روم میں چلیں؟"

وہ اسکے تقاضے پر فوراسر نفی میں ہلا گئی۔

"ن۔ نہیں۔ سب لیوئنگ روم میں ہیں۔ ہماری غیر موجودگی مناسب نہیں۔ میں ٹھیک ہوں"

وہ ہچکچاتے ہوئے نظریں چرا گئی جیسے ڈر ہو کہ انیس اسکی گرے آنکھوں میں جھانک کر ہر راز افشاں کر دے گا۔

"فجر نے کوئی کریم بنائی ہے میری بازو اور کندھے کے لیے۔ وہ لگا دو۔ پانچ منٹ کی بات ہے۔ میں پین کلر کھانا نہیں چاہتا، ان ٹیبلٹس سے کوفت ہوتی ہے مجھے"

انیس کے درد بھرے تاثرات پر وہ فوراسے ہاتھ اسکی بازو پر رکھ گئی۔

"درد ہو رہا ہے؟"

وہ روہانسی ہوئی۔

"ہاں۔ تبھی روم میں چلنے کا کہا۔۔۔"

انیس نے اسکی آنکھوں کی نمی کرب سے برداشت کی، وہ فورا آمادہ ہوئی، انیس پہلے کچن سے نکل کر کمرے میں گیا، پھر وہ بھی اوپر پہنچی، فجر اور عصر نے نیچے سبکو کمپنی دے رکھی تھی پھر عدین اور یمل ایک جیسے شماس صاحبہ اور رضی سومرو کے ساتھ گھل مل گئے تھے۔

وہ ملعم عرشیہ روم میں لے آئی تھی، کمرے میں پہنچی تو انیس نے اسکو اپنی طرف آتے دیکھ کر اپنی شرٹ کے اوپر پہنا سوئٹر اتارا پھر شرٹ کے بٹنز کھولتے، اپنی شرٹ اتاری، عرشیہ سنجیدہ سی اس تک آئی، اس نے جھک کر سائیڈ ٹیبل پر رکھا وہ کریم کا جار اٹھایا، بے ارادہ نظریں اٹھا گئی تو انیس اسے ہی پریشان ہو کر دیکھ رہا تھا۔

"کیا مسئلہ ہے؟"

وہ اسکے شرٹ لیس ہونے کے باوجود گھبرا نہیں رہی اسے دیکھ کر تو انیس کو واقعی یقین ہوا کہ کوئی نہ کوئی ایشو ہے، عرشیہ نے لاعلمی سے کندھے

اچکائے اور جار میں دو انگلیاں ڈبوتے وہ کریم ٹائپ مرہم نکال کر اس نے انیس کے بازو اور کندھے تک پھیلے نیل کے نشان پر آہستگی سے وہ کریم لگائی، انیس نے دونوں ہاتھ عرشیہ کی کمر پر رکھتے اسے اپنے قریب سرکایا تب بھی وہ سپاٹ چہرہ لیے وہ مرہم لگانے میں مصروف تھی۔

"عرشیہ۔ تم میری وجہ سے پریشان ہو؟ ہے۔۔۔؟"

وہ اسکی گال سے گال مس کرتا اسکی توجہ اپنی طرف مبذول کرواتے بولا۔

"نہیں ہوں پریشان۔ بس کچھ بولنے کا دل نہیں چاہ رہا۔"

وہ اپنے آپ کو کھولنے سے خوفزدہ تھی، اس نے آنکھیں پھیر لیتے وہ کریم اچھے سے انیس کی ایفیکٹڈ جلد پر لگاتے وہ جار واپس جھک کر سائیڈ ٹیبل پر رکھا، انیس نے اسکے گرد باندھے ہاتھ جکڑے تو وہ اسکے سینے سے آلگی، خود بخود عرشیہ کے ہاتھ، انیس کی گردن کے گرد حائل ہوتے ہوئے اسکی گردن کے عقب میں جا بندھے، دونوں کے چہرے بے حد نزدیک تھے۔

"کیا تم مجھ سے چھپ سکتی ہو۔ میں تمہاری آنکھوں میں صاف صاف تکلیف دیکھ رہا ہوں۔ خوف نظر آ رہا ہے۔ کیا تم میرے لیے ڈر گئی۔ ایسا مت کرو۔ میں تمہیں اپنے لیے ڈرا ہوا نہیں دیکھ سکتا۔ تم اسطرح میری جان لے رہی ہو"

وہ اسکی آنکھوں میں تڑپ دیکھ کر نفی میں سر ہلا گئی، انیس کی رخسار سے اپنا گال لگاتے جیسے آنکھیں بند کرے گہرا سانس بھر گئی۔

"میں ٹھیک ہو جاوں گی۔ تھوڑا وقت دو۔۔۔ مجھے کرید و مت انیس۔ مجھے پر سکون ہو لینے دو۔۔۔ مجھے مجبور مت کرو"

وہ اس سے دور ہوا، عجیب اذیت بھرا لہجہ تھا جسے وہ سہہ نہ سکا۔

"تم کیوں گھٹ رہی ہو۔ نہیں برداشت ہو رہا مجھ سے۔ عرشیہ المیر! کس قسم کا ٹارچر ہے یہ؟ ہے تم سے بات کر رہا ہوں۔۔ نظریں مت پھیرو"

وہ اسکے ایک سے سوال پر عاجز آتی نگاہیں پھیر گئی پر یہ بھی انیس نے قبول نہ کیا۔

"تم مجھے پریشان کر رہے ہو۔ کہا ہے ناں کچھ بھی نہیں ہوا۔ یقین کیوں نہیں آرہا۔"

وہ سخت انداز میں اسکا حصار توڑتی دور ہوئی تو انیس نے اسکے اس طرح پھٹ پڑنے کو مزید تشویشناک جانا۔

"ٹھیک ہے"

وہ یہ سب یہیں ختم کرے اپنی شرٹ بیڈ پر سے اٹھائے پہن کر مرر کی جانب مڑا ہی جب وہ اپنے غصے سے بولنے پر پشیماں سی ہوتی انیس تک آئی، اسکے سامنے رکتے اسکے ہاتھوں سے شرٹ کے کنارے زبردستی کھینچے اور بٹنز بند کرنے کے بیچ وہ قریب ہوئی اور انیس کی گردن میں چہرہ چھپاتے

اسکی گردن اپنے ہونٹوں سے چومی، انیس نے اسے شانوں سے تھاما مگر وہ خود ہی روبرو ہوتی چہرہ سامنے لے آئی۔

"تم روٹھو مت مجھ سے"

وہ اسکی آنکھوں میں خفگی دیکھ کر اسکی شرٹ کا کولر مٹھیوں میں دبا گئی۔

"میں بے بس ہوں اس وقت۔ تمہاری یہ حالت سمجھ سے باہر ہے۔ نہ تم میرا پیار قبول کر رہی ہو، نہ کوئی فیل جاگ رہی ہے تم میں۔ نہ تم مسکرا رہی ہو۔ تم میرا دل چبا رہی ہو سراسر"

وہ اسکے ایسے خشک رویے پر سخت افسردہ تھا، عرشیہ نے اپنا چہرہ انیس کے چہرے کے قریب کیا۔

"اس لیے کہ میرا دل چاہ رہا ہے تمہیں بس دیکھتی رہوں۔"

وہ پیار سے بولی پر انیس کو اسکا پیار بھی افسردہ لگا۔

"میرا دل تمہاری گھٹن سے الجھا ہے۔ تم مجھ سے شئیر کر سکتی ہو لُما۔ ہر وہ بات جو تمہیں پریشان کر رہی ہے۔ میں تمہیں سننے کو مر رہا ہوں، بولو۔۔ کیا تنگ کر رہا ہے میری جان کو۔ میری پیاری خاتون! مجھے افسردہ مت کرو۔۔۔"

وہ اسکے اتنے لاڈ، ناز اور پیار کے باوجود چپ تھی۔

"نیچے چلیں؟"

وہ اسکو سخت آزما رہی تھی، انیس نے دانت پر دانت جماتے عرشیہ کو دیکھا۔

"وقت لو لیکن سونے سے پہلے مجھے تم سب بتاو گی۔ میں تمہیں اس طرح اندر ہی اندر جلتا نہیں دیکھ سکتا۔ سنا تم نے؟"

وہ اسکا منہ اور جبڑا مٹھی میں دبوچے بولا، انیس کی انگلیاں عرشیہ کے جبڑے پر کس گئیں اور وہ شدتِ جذبات میں اس کے ہونٹوں پر جھکا ہی جب وہ ہانپ کر اسے خود سے عین وقت دور کر گئی جب وہ ہر گز دور نہیں ہو سکتا

تھا، انیس نے اسکے ہاتھ کو دیکھا جو انیس کی گردن سے زرا نیچے دھرا تھا، وہ اسے اسی ہاتھ سے پش کر چکی تھی اور اب خوفزدہ ہو کر انیس کو دیکھ رہی تھی جسکی ہیزل آنکھیں غصے سے دھواں ہو رہی تھیں۔

"عرشیہ۔۔واٹ از دس؟"

وہ حیرت و غصے سے بڑبڑایا۔

"نیچے سب ہیں۔غائب ہونا ٹھیک نہیں زیادہ دیر۔۔۔۔آئی ایم سوری انیس۔۔۔ابھی نہیں دل چاہ رہا ایسا کچھ کرنے دوں تمہیں۔۔۔۔رئیلی سوری۔۔۔"

وہ اسکی سخت نظروں سے گھبراتی جلدی سے دروازے کی طرف دوڑی اور انیس کے دیکھتے ہی دیکھتے کمرے سے نکل گئی، انیس نے مٹھی ضبط سے بھینچی اور خود ہی شرٹ کی سلوٹیں سنوارتا پیچھے ہی کمرے سے نکل گیا۔

.._____..

"میرا خرگوش غصہ ہو رہا ہے؟"

خضر نے ٹھیک منائم کے سامنے والا نرم صوفہ سنبھال کر فون سکرول کرنے کے بیچ منائم کے پھولے گال دیکھے تو ہنس کر اسے چھیڑ گیا جو کب سے مہویر کا انتظار کر کے باولی ہو چکی تھی مگر مجال ہو جو زبان پر لا رہی ہو کہ اسے مہویر کی کمی کھا رہی ہے۔

"نہیں۔ میں بس گھر جانا چاہتی ہوں بھائی۔۔"

وہ ٹیک لگا کر اپنا ڈیزرٹ بہت چھوٹی چھوٹی بائیٹس لے کر کھاتے بولی، اس کے لیے خضر نے اسکی فیورٹ کریمل پڈنگ لائی تھی، محراب بھی کچھ دیر تک منائم کے پاس آ جاتیں مگر ابھی یہ ڈیوٹی خضر کی تھی۔

"بس آج کی رات میری جان۔ کل ہم چلے جائیں گے۔ یہ فنش کرو اور سونے کی کوشش کرو۔ مما آئیں تو پھر میں گھر نکلوں گا۔ پورا دن بہت

مصروف تھا تو سخت نیند آئی ہے۔ اور ہاں کل میرا گینگ ملنے آئے گا تم سے، تمہاری تیاری کے لیے"

وہ سارہ، طاہر اور باقی دو باشندوں کا بتا کر منائم کو ہلکا سا سمائل کروا گیا لیکن یہ سمائل بہت مختصر تھی، منائم بار بار سامنے وال پر لگی گھڑی دیکھ رہی تھی، اسے مہویر کی بہت سخت یاد آ رہی تھی۔

"بھائی۔۔۔"

منائم نے مدھم سی آواز دی تو خضر نے اپنا فون لیا اور اٹھ کر منائم کے سامنے آ بیٹھا۔

"جی کراں؟ بولو کیا چاہیے؟"

وہ ہاتھ بڑھا کر اسکے بال سہلائے پیار سے بولا، منائم کی آنکھیں چھلکنے کو بیقرار ہوئیں۔

"بھائی۔۔ مس کر رہی ہوں انکو۔۔۔"

وہ آنسوؤں سے نم آواز میں منمنائی تو خضر کے ماتھے پر بل آئے۔

"آہ منائم! اتنا سب ہونے کے باوجود تم اس کے لیے مرے جا رہی ہو۔"

خضر کو ایسا مایوس دیکھ کر منائم کی افسردگی میں اضافہ ہوا۔

"میں۔۔ میں انکے بغیر سانس بھی نہیں لے پا رہی۔ پوری زندگی گزارنا تو دور کی بات ہے۔ بھائی۔۔ ان سے پوچھیں ناں کہاں ہیں وہ۔۔۔ میرا مت ذکر کیجئے گا۔ اور ہاں ہارش ہو کر بولیے گا تھوڑا۔۔۔ اور پلیز فون سپیکر پر رکھیں"

وہ منائم کو ناامید ہو کر دیکھے فون سکرین آن کرے مہویر کا نمبر ڈائل کیے فون کان سے لگا گیا، بیل جا رہی تھی، اسی رفتار سے منائم کا دل دھڑک رہا تھا۔

مہویر آج وئیر ہاوس ہی رکنے والا تھا، وہ ارد گرد جگہ کا اس وقت جائزہ لے رہا تھا تاکہ حملہ آور کے بارے کچھ پتا چلے، خضر کی کال اس نے زرابلب کی لائیٹ میں وئیر ہاوس کے باہر بنی جگہ آ کر پک کی، خضر نے فون کان سے ہٹاتے سپیکر پر ڈالا۔

"کہاں ہو تم؟ اپنی بیوی کو اکیلا چھوڑ کر نکل گئے سیر سپاٹوں کو۔۔۔ اس کے بعد تو تمہیں منائم دیکھنے کو بھی نہیں دوں گا"

خضر کی آواز اور اسکا طیش سنے مہویر بھی تھوڑا سنجیدہ ہوا۔

"تم کون ہوتے ہو اسے مجھے دینے یا اسے مجھ سے چھیننے والے خضر۔۔۔ مجھے تم پر پہلے ہی غصہ ہے۔ مزید اسے ہوا مت دو۔ سب کچھ جانتے بوجھتے تم نے میرے ساتھ بے رحمانہ رویہ رکھا، بہر حال سیر سپاٹوں پر نہیں ہوں۔ کسی کی زندگی اور موت کا سوال ہے۔ میں اپنی بیوی کو قابل ڈاکٹرز اور نرسیز کے حوالے کر کے آیا ہوں"

مہویر کی بات سنے منائم کا دل سا بیٹھا، اسے وسوسے گھیرنے لگے کہ کہیں مہویر، اس عورت کے ساتھ نہ ہو۔

"کیا اس منحوس عورت کے ساتھ ہو؟ جسے گولی لگی تھی؟ مر ہی جائے تو اچھا ہے"

منائم نے اشارے سے خضر کو جو کہا وہی خضر نے پوچھا۔

"اس منحوس عورت سے میرا کوئی تعلق نہیں، میری زندگی میں اکلوتی عورت بس منائم ہے۔ اسکے ساتھ نہیں ہوں۔ نہ کبھی مر کر ہو سکتا ہوں۔"

مہویر نے ترش انداز میں صفائی دی، لیکن اسکے بعد منائم کو سکون نہ آیا۔

"تم کب آو گے کیونکہ مجھے گھر جانا ہے۔ مما پتا نہیں کب آپائیں"

ایک بار پھر منائم کے اشارے پر خضر نے سوال کیا لیکن مہویر کا جلد یہاں سے نکلنا آسان نہ تھا۔

"میں شاید رات گئے تک آوں۔ پھنسا ہوا ہوں۔ تم یا محراب آنٹی کوئی بھی نہ رکے، ڈاکٹر اور نرسیز ہیں۔ میں بھی آجاوں گا۔ وہ مجھ سے تھوڑا سپیس پائے یہ اسکے لیے بہتر ہے لیکن اسے تم سے بھی سپیس پانی چاہیے کیونکہ تم اسکے دماغ میں میرے خلاف باتیں بھر رہے ہو۔"

خضر نے منہ بسورتے یہ سب سنا پھر منائم کو دیکھا جیسے کہہ رہا ہو تمہارے پیچھے مجھے کیا کیا کرنا پڑ رہا ہے۔

"میں تمہارے خلاف باتیں نہیں بھر رہا، اس کی آنکھیں کھول رہا ہوں۔ تم پر بھروسہ کرنے کی غلطی نہ کرے۔ اور تمہیں کس خوشی میں غصہ ہے مہویر میثاق؟ نقصان تو تم ہمارے کرنے چلے تھے۔ تمہیں کیا خسارے پہنچائے ہم سے کہ یہ اکڑ دیکھا رہے ہو۔ مجھ سے مت الجھنا ورنہ منائم کو دیکھنے کے لیے ترس جاوگے"

خضر کا غصہ اس وقت پھر دہک گیا، منائم نے زبردستی خضر سے فون لیا، وہ گھوری بھی کہ اتنا ہارش ہونے کا بھی نہیں کہا تھا۔

"میں اسے دیکھنے کو ہر لمحہ ترستا ہوں۔ تم میری اس سے محبت نہیں سمجھ سکتے۔۔ خیال رکھنا اسکا۔ تم نے جو وہ اپنے سالے والا ٹارچر دیا تھا اسکا حساب ابھی باقی ہے بھولنا مت"

خضر نے فون بند دوبارہ منائم سے جھپٹا۔

"اب تو تم نے میری ضد کو للکارا ہے۔ میں بھی بتاوں گا کہ خضر نام کس بلا کا ہے۔"

خضر نے اسکے منہ پر کال کاٹی مگر منائم کی روتی آنکھیں دیکھ کر خضر کا سارا غصہ جھاگ ہوا۔

"اوہ میری نازک پری۔۔۔ رو تو مت"

وہ فوراسے منائم کو اپنے سینے لپٹا گیا۔

"آ۔ آپ نے ایسے سخت ہو کر کیوں بات کی۔۔۔۔"

وہ روتے روتے ہچکی لیتے بولی تو خضر بیچارا سامنہ لے کر رہ گیا، کہ اب کیا کہے۔

"سختی خود بلالی اس نے۔ دیکھی نہیں تم نے اسکی قینچی جیسی زبان۔۔ اچھا ناں۔۔ رو تو مت۔۔۔"

وہ منائم کو دلاسا دینے لگا پر منائم بہت افسردہ تھی، یہ رات وہ کیسے گزارے گی سوچ کر ہی پاگل ہو رہی تھی۔

.._____..

"آج آپ ہمارے مہمان ہی رہیں، کل اپنی بیٹی کے پاس جانے کی اجازت ہو گی"

چائے وغیرہ کا سیشن ختم ہو چکا تھا، سب ہی شماس صاحبہ اور رضی سومرو کی تھکاوٹ دیکھ سکتے تھے، انیس اسکے بعد خاموش ہی نظر آیا، اسکا بولنے کا دل ہی نہ کیا، جبکہ ابراہیم علوی کی بات سنے شماس صاحبہ اور رضی صاحب دونوں نے افسردہ نظر انیس اور عرشیہ پر ڈالی جس سے صاف عیاں تھا کہ وہ کل بھی سوہا سے ملنے میں دلچسپی نہیں رکھتے لیکن کچھ کہہ نہ سکے تو انیس کے طمانیت بھرے اشارے پر رسان سے مسکرا دیے۔

"میں تو چاہتا ہوں آپ دونوں جب تک یہاں ہیں ہمارے پاس ہی رک جائیں۔ سوہا آنٹی کو یہیں بلا لیں گے، کیسا؟"

عدین نے خوشگوار لب و لہجے میں جیسے مشورہ دیا۔

"جیسا تم کہو میری جان۔ تمہارا بخار تو ہم نے مل کر بھگا دیا"

وہ اسکے بالوں میں ہاتھ پھیرتیں شکر گزاری بھرے انداز میں بولیں کیونکہ عدین چہکتا ہی پیارا لگتا تھا۔

"اور کیا شماس نانو، میں نے جب آپکو دیکھا، میرے اندر گھنٹی بجی کہ چل اوئے عدین فٹ فائن ہو جا انسان کا بچہ بن"

عدین نے اپنے اندر کی شریر آواز جب منہ کے زاویے بنا کر سنائی تو سب ہی کے چہرے پر سمائل چلی آئی، عدین کی مسکراہٹ تو ویسے بھی اس گھر کی رونق تھی، عرشیہ بھی مسکرا رہی تھی لیکن تمام تر برہمی کے انیس کو اسکی یہ کھوکھلی اور ادھوری مسکراہٹ کھائے جا رہی تھی۔

"میری جان۔۔۔ ہم نے تمہیں بہت یاد کیا۔ مہر و تو روز آجاتی ہے صبح۔ کہتی دل ہی نہیں لگتا اسکا۔ تم تینوں نے وہاں جو رنگ بکھیرے تھے وہ اپنے ساتھ ہی لے آئے ہو۔ حالانکہ اتنے کم وقت میں جگہیں عادی نہیں ہوتیں"

شماس صاحبہ کا یہ اسقدر پیار تو سبکے دلوں کو سکون پہنچا رہا تھا، خود عدین نے مسکرا کر تائید کی کہ اسکے لیے بھی یہ ٹرپ زندگی کے بہترین سفر میں ایک ہے۔

"اس بار ہم زیادہ پلٹون آئیں گے۔ آپ بے فکر رہیں"

انیس نے تو گویا اگلے ٹرپ کی ابھی سے پیشن گوئی کر دی، ہر کوئی جیسے نہال ہوا، ابھی ان سبکی مسکراہٹیں جاری ہی تھیں کہ اچانک شدید فائرنگ پر وہ سب چونکے تھے، انیس اور عصر فوری اپنی جگہ سے اٹھے، سبکو پر سکون رہنے کا اشارہ کیے وہ دونوں ساتھ ہی باہر نکلے تو علیم خان تیزی کے سنگ وہیں آتا نظر آیا۔

"یہ فائرنگ کیسی تھی علیم خان؟"

انیس نے فوری پریشانی سے استفسار کیا، عصر بھی اسکے ہمراہ تھا۔

"سر ایک درمیانی عمر کا آدمی تھا، ہوائی فائرنگ کر کے گیا ہے۔ جب تک میں باہر نکلا، بھاگ گیا تھا۔ سیکورٹی کے لوگوں نے اسکی گاڑی کو نشانہ بنایا تھا، زیادہ دور نہیں جا سکے گا۔ میں نے دو لوگ روانہ کیے ہیں پیچھے"

علیم خان کے بتانے پر عصر اور انیس دونوں کو تشویش نے آگھیرا، عصر کو وہیں چھوڑ تا وہ مینشن میں داخل ہوا، سب ہی فائرنگ کے سبب پریشان تھے مگر انیس نے انھیں مطمئین کیا۔

"یہ کیسی آوازیں تھیں؟"

ابراہیم صاحب اپنی جگہ سے اٹھ کر بولے کیونکہ وہ پہلے ہی یمل والے معاملے کے لیے سہمے تھے دوسرا عرشیہ کا خوف بھی بڑھا ہوا نظر آیا جو انیس کے لیے زیادہ پریشان کن تھا، باقی سب بھی اپنی جگہ متفکر تھے، فجر بھی ڈری نظر آئی۔

"کچھ خاص نہیں۔ ہوائی فائرنگ تھی قریب کے کسی گھر میں۔"

انیس نے سبکو پریشانی سے نکالا مگر کسی کا بھی ڈر ایک دم زائل نہ ہوا۔

"آر یو شیور انیس؟"

بابا کے استفسار پر وہ سر اثبات میں ہلا گیا۔

"یس۔۔ بہر حال۔۔۔ میں کچھ دیر تک جوائن کرتا ہوں۔ آپ لوگ گپ شپ کریں۔"

انیس نے سب کے بیچ کھڑے اجازت لی جبکہ عرشیہ کو وہ دیکھ رہا تھا جو اپنی گردن پر ہاتھ پھیرتی شدید مضطرب تھی، انیس نے اس سے بعد میں بات کرنے کا سوچتے واپس باہر قدم بڑھائے، مہویر بھی موساب کے حوالے سے تفصیل بتانے آیا تھا، وہ لوگ اس وقت علیم خان کے کمرے میں موجود تھے، جو دو لوگ اس فائرنگ کر کے جاتے شخص کا پیچھا کر رہے تھے انکے ہاتھ سے وہ شخص نکل گیا ہے۔

"آخر یہ سب کون کر رہا ہے؟"

عصر نے تشویش کے سنگ استفسار کیا۔

"کوئی تو ہے عصر، جس کو چھیڑ کر ہم نے اعلان جنگ کر دیا۔ جیل کی سیکورٹی میں شمریز پاشا کا مرنا، میرے وئیر ہاوس میں میرے لوگوں کی نگرانی میں کسی نے موساب کو مارنے کی کوشش کی۔ علوی مینشن پر فائرنگ۔۔۔ یہ سب آپس میں جڑا ہے۔"

اس وقت وہ لوگ ان اچانک ہوتے حادثات کو پرکھ رہے تھے، یہ سب اتنی اچانک اور ایک ہی دن ہوا تھا کہ سبکے دماغ اس وقت مفلوج تھے۔ وئیر ہاوس میں انیس اور مہویر کے تمام لوگوں کو ہائی ڈر گز سونگھا کر بے ہوش کیا گیا تھا، یہی طریقہ جیل کے سٹاف پر آزمایا گیا تھا، شاید کوئی خوفزدہ تھا کہ شمریز یا موساب اپنا منہ نہ کھول لیں۔

"موساب اپنے کسی باپ کی بات کر رہا تھا، شاید یہ سب اسی باپ کا کیا کرایہ ہو، جس طرح یہ سب کچھ ہوا ہے علوی، یقینا یہ اسی انسان کے آنے کا اشارہ ہے"

مہویر کو بھی جیسے موساب کا وہ یقین یاد آیا جو اسکی آنکھوں میں تھا، اسکے بقول شاید موساب کے اسی باپ کے کارندوں نے ہی موساب کا کام تمام کرنا چاہا ہو۔

"ہمم، اس نمبر کا کچھ پتا چلا علیم؟ جس نے بابا کو میسج کیا تھا؟"

انیس نے سبکو سننے کے بعد علیم کی طرف دیکھا تو اس نمبر کے بارے خیال آیا۔

"جی سر، وہ نمبر کسی لڑکی کے نام رجسٹرڈ تھا، بند کر دیا گیا۔"

علیم خان نے مزید سبکو حیران کیا، مہویر کے دماغ میں موساب کی ہی باتیں گردش کر رہی تھیں۔

"اس نے کہا تھا میرا باپ چھ دن بعد آئے گا" مہویر کو جیسے کچھ کلک کیا اور اس چھ دن کے حوالے نے انیس کو بھی جنجھوڑ دیا۔

"اور چھ دن بعد ایک اور کمینے نے بھی جیل سے چھوٹنا تھا۔ کہیں یہ دونوں ایک تو نہیں"

انیس کے بڑبڑانے پر سب جیسے تھم کر رہ گئے۔

"کونسا کمینہ ؟"

سب کا بیک وقت سوال آیا مگر انیس ابھی یہ معاملہ انھیں بتا نہیں سکتا تھا۔

"ہے ایک۔۔۔ میں تفصیل بعد میں بتاوں گا۔ تم بتاو موساب کے ہوش میں آنے کی کب تک امید ہے ؟"

انیس نے یہ معاملہ ابھی راز رکھا تو کسی نے بھی کریدنے کی کوشش نہ کی۔

"ممکن ہے کل تک"

مہویر ابھی یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا تھا۔

"ٹھیک ہے۔ تم وئیر ہاوس واپس جاو اور کڑی نظر رکھنا۔ وہ کیمیکل جس سے سب لوگوں کو بہوش کیا گیا، اسکے ٹریسیز وہاں ضرور ملیں گے۔"

انیس کے تاکید اکہنے سے پہلے ہی مہویر نے وہاں کی اچھے سے جانچ کر لی تھی۔

"میں نے ہر جگہ کا جائزہ لیا ہے، کچھ بھی سراغ نہیں ملا جس سے حملہ آور کے بارے بتا چل سکے۔ میں ہوسپٹل جا کر دس منٹ منائم کو دیکھوں گا پھر فارم ہاوس چلا جاوں گا۔ تم لوگ بھی محتاط رہنا"

مہویر نے اٹھ کھڑا ہوتے اجازت لی تو انیس اسے خود باہر تک چھوڑنے نکلا، گیٹ پر سیکورٹی تھی، علوی مینشن کے آس پاس پرندہ بھی پھڑ پھڑانے کی جرت نہیں کر سکتا تھا۔

"تجھے کیا ہوا علوی؟ کب سے نوٹ کر رہا ہوں لڑکھڑا رہا ہے اور بازو بھی دباتا ہے؟"

انیس اسے اپنے ساتھ ہوئے سانحے کا تو بتا ہی نہ سکا، مہویر اپنی ہی پریشانی میں تھا۔

"تم اپنی عاشقی میں بزی تھے مجھ پر چھوٹی سی قیامت ٹوٹ گئی۔ مرتے مرتے بچا ہوں"

انیس نے جان بوجھ کر مبالغہ آرائی کا مظاہرہ کیا جبکہ مہویر کے چہرے کا رنگ سپید پڑا۔

"کیا بکواس کر رہا ہے؟"

مہویر نے اسکا منہ جبڑے سے دبوچتے پریشانی سے مرتے استفسار کیا جبکہ انیس کا دماغ فوری کام کیا۔

"اب مجھے سمجھ آئی کہ فائرنگ والی معصومانہ غنڈا گردی کس نے کی، ہمایوں کا چچا جو یہاں ٹپکا ہے۔۔۔۔۔ اچھا کیا یاد دلا دیا تم نے"

انیس اس سے پہلے اسے پریشانی مئں چھوڑ کر جاتا، مہویر نے اسکی بازو دبوچ کر روکا، انیس نے واپس پلٹتے مہویر کے شعلہ باز تیور دیکھے۔

"علوی۔ میری جان کھانا بند کر۔ بتا کیا ہوا ہے تجھے؟"

مہویر کے لہجے میں صاف صاف درد تھا جس سبب انیس نے اسے مزید پریشان نہ کرتے کل کی رات کا منظر نامہ پیش کیا، مہویر اک لمحہ انیس کے منہ کو ہونق بن کر تکتا چلا گیا۔

"تُو نے کیا پٹھے پنگے لے لیے؟ اپنی جان پر رحم کھانا کب آئے گا تجھے۔ آگے دشمن کم تھے ہمارے کے مزید اضافہ کر لیا؟"

مہویر کا غصے سے حساب مانگنا جائز تھا۔

"بات محبت کی تھی۔ پھر وہ محبت اپنی ہو یا اپنے بھائی کی، میں بہت جذباتی ہو جاتا ہوں۔ تم بتاو۔ منائم سے صلح کے چانس ہیں یا میں تمہاری محبت کے قل امید کر لوں؟"

انیس کو اپنے کیے پر زرا بھی ملال نہ تھا نہ ہی اپنے زخمی ہونے پر افسوس، ہاں وقتی ڈر لگا تھا پر اب وہ بھی زائل ہو چکا تھا۔

"صلح تو نہیں ہو رہی ابھی لیکن وہ مجھے سب ٹھیک کرنے کی مہلت ضرور دے چکی ہے۔"

مہویر کی جانب سے ایسا سنے انیس کو دلی مسرت ہوئی۔

"گڈ۔یعنی وہ تم جیسے بے ذوق شخص پر فدا ہو چکی ہے۔بس فدا ہوئی عورت ہی امید تھما سکتی ہے۔ویسے آپس کی بات ہے اسے تم میں نظر کیا آیا؟"

انیس کو ان سنگین حالات میں پنگے سوجھ رہے تھے کیونکہ شاید وہ خود بھی اندر تک افسردہ تھا۔

"اسے بھی تمہاری طرح میرا کمینہ پن بھا گیا۔۔۔۔"

مہویر نے دل جلا بنے بتایا تو انیس نظریں چراتا مسکرایا۔

"کتنے لکی ہو تم، تمہارا کمینہ پن بھی تم سے تمہارا دوست اور محبوبہ نہیں چھین سکا۔ ایسے خوش قسمت ترین لوگ اب روح زمین پر بہت کم رہ گئے ہیں"

انیس کا اسے غیرت دلانا الگ لیکن وہ محبت سے چھیڑ خانی کے ساتھ مہویر کو اپنی ذات کا رشک لوٹا رہا تھا، یہ انیس کا انداز تھا۔

"مجھے خوش قسمت بنانے والا تُو اور منائم ہے ورنہ میں تو خاک ہو چکا ہوتا۔ میں تجھ سے بہت پیار کرتا ہوں۔ اپنے زخموں اور دردوں کا خیال رکھ۔ میں دیکھتا ہوں جا کر موساب کے حالات۔۔۔۔ مل کر اس پزل کو حل کر لیں گے"

مہویر نے بے ساختہ آگے بڑھ کر انیس کو گلے لگایا، انیس نے بھی اسے گرم جوشی سے جوابا سینے میں بھینچا، پھر وہ دونوں ہی سر ہلاتے دور ہوئے، مہویر کو سی آف کرے وہ خود بھی سر ہلاتا اک نظر مینشن کی عمارت پر ڈالتا، دوبارہ علیم خان کے کمرے کی طرف بڑھا جبکہ دوسری طرف ابراہیم علوی نے

دونوں معزز مہمانوں کو آرام کے لیے انکا کمرہ دیکھایا تو عدین، یمل اور عرشیہ بھی ساتھ ہی آئے، کمرہ بہت اچھا اور کمفرٹیبل تھا، لمبے سفر سے وہ دونوں بھی بہت تھک گئے تھے۔

فجر نے کچن میں جا کر میڈز کے ساتھ مل کر کچن سمیٹنے میں مدد کر دی تھی کیونکہ فری بیٹھ کر وہ بور اور پریشان ہونا نہیں چاہتی تھی۔

"ناشتہ مجھے آپکے ہاتھ کا کرنا ہے شماس نانو"

عدین کی فرمائش پر شماس صاحبہ نے عدین کو اپنے سینے لپٹایا اور اسکا سر بھی چوما، یمل اور عرشیہ بھی پیار سے انکا لاڈ دیکھ رہے تھے البتہ رضی صاحب زرا عیشاء ادا کرنے میں مصروف تھے۔

"ٹھیک ہے نانو کی جان۔ میں بنا دوں گی اپنے بچے کو۔"

عدین کا چہرہ جیسے ٹیوب لائیٹ ہوا۔

"یاھوو، میں اور یمل آپکی صبح مدد کریں گے، عرشیہ کو ریسٹ دیتے ہیں یہ ویسے بھی آج بہت زیادہ نڈھال رہیں ہم سبکے پیچھے۔ عرشیہ۔ کل آپ دیر تک سونا۔ میں نے کل بھی سکول سے چھٹی لے لی کیونکہ پیپرز ہیں تو کلاسیز نہیں ہونی۔"

عدین کی انسٹرکشن پر سب ہی دل و جان سے راضی تھے، تینوں نے پیار لٹاتے شماس صاحبہ سے اجازت لی اور کمرے سے ساتھ نکلے، جسکے بعد عرشیہ اور یمل نے پہلے مل کر عدین کو اسکے کمرے میں لینڈ کروایا۔

"ٹھیک ہو ناں؟ بخار دیکھنے دو"

عرشیہ نے اسکا چہرہ ہاتھوں میں بھرا تو یہ جان کر بہت خوش ہوئی کہ عدین کا بخار ختم ہو چکا تھا۔

"نہیں ہے عرشیہ۔ بس اب نیند آ رہی ہے۔ آپ دونوں کو گڈ نائیٹ"

عدین نے مسکرا کر عرشیہ کو دیکھا پھر یمل نے آگے بڑھ کر عدین کو گلے لگا کر اسکی پشت تھپکی۔

"گڈ نائیٹ۔ سکون کی نیند سو جاو"

یمل کی بات فرمابرداری سے سنے، عدین اپنے بستر پر چڑھا تو عرشیہ نے اس پر لحاف اوڑھایا، اسکی پیشانی جھک کر چومے اسکے آنکھیں بند کرتے ہی وہ اور یمل باہر آئے، یمل کا یونہی دل کیا کہ وہ آپی سے گلے لگے تو وہ بے اختیار عرشیہ سے لپٹا، وہ بھی افسردہ سا اسکے اطراف ہاتھ باندھے مسکرا دی۔

"آپی۔ میں آپ کو پا کر بہت لکی فیل کر رہا ہوں خود کو۔ آپکی مما، آپکے گرینڈ پیرنٹس نے مجھے کتنی آسانی سے قبول کر لیا۔ ورنہ سوتیلے بچوں کو تو بہت ہیٹ ملتی ہے۔ میں نے یہاں سبکے دل میں نرمی اور خوش اخلاقی پائی، آپ تو سب سے کائنڈ ہیں۔ آپ کبھی مجھے اکیلا مت چھوڑیے گا"

عرشیہ نے اسکو اسی طرح اپنے گلے لگائے رکھا، وہ آج واقعی بہت افسردہ تھی، اس سے باتیں کرنا بھی مشکل ہو رہا تھا۔

"تم ہو ہی اتنے پیارے کہ کوئی پاگل ہی ہو گا جو تم سے نفرت کرے۔ میں ہمیشہ ساتھ ہوں۔ اب تم بھی سو جاو جا کر۔۔۔ دن بھر بہت بے آرامی ہو گئی۔ اور ڈرنامت۔ میں یہیں ہوں"

وہ اسکے سامنے ہوا تو عرشیہ نے اسکا بھی چہرہ تھامے ماتھا چوما جس پر وہ بہت زیادہ مسرور ہوا۔

"آپ بھی آرام کریں جا کر بہت زیادہ تھکی اور ڈاون لگ رہی ہیں۔ گڈ نائیٹ آپی"

وہ فوری فکر و پیار جتاتا ہوا دور ہوا۔

"گڈ نائیٹ آپی کی جان"

عرشیہ نے اسکا ہاتھ چھوڑا تو یمل بھی اپنے کمرے کی طرف چلا گیا، وہ باہر آئی، لیوئنگ ایریا میں کہیں بھی فجر نہ تھی تو سیدھی کچن میں چلی آئی۔

"فجر۔ یہ سب کر کے خود کو کیوں تھکا رہی ہو۔ آؤ تمہیں تمہارا کمرہ دیکھاوں۔ چھوڑ دو یہ سب کر لیں گے ملازمین"

عرشیہ کے عقب سے پکارنے پر وہ مسکرا کر ہاتھ دھوتی عرشیہ تک آئی۔

"بس خود کو مصروف کر رہی تھی۔ یہ سب ختم ہو تو میں اپنی جاب پر واپس جانا چاہوں گی عرشیہ آپی"

وہ اپنے جاب چھوڑنے کے فیصلے کو واپس لے رہی تھی یہ عرشیہ کے لیے خوشی کی بات تھی۔

"ضرور۔ وہاں جیم کا وقتی میڈیکل سٹاف ہائیر کیا ہے لیکن پرمنٹ تم ہی ہو۔ لیکن ابھی کچھ دن ریسٹ کے انجوائے کرو۔ ساری زندگی کام ہی کرتا ہے انسان"

عرشیہ نے اسے رسان سے اجازت دی تو وہ بہت مطمئین نظر آئی۔

"آپکا ہر چیز کے لیے شکریہ"

فجر کے ممنون ہونے پر عرشیہ نے اسکا ہاتھ تھامے دبایا اور اسے ان تکلفات سے مسکرا کر روکا بھی۔

"اہمم اہمم"

عصر کے ان خواتین کو مخاطب کرنے پر وہ بیک وقت پلٹیں تو عصر کے چہرے پر مسکراہٹ آئی۔

"لو۔ آگیا تمہارا ہیرو۔ عصر زمان اپنی فجر کو اسکا روم دیکھا دو۔ میں بھی جا کر اپنا کام دیکھوں۔ تم دونوں کے ایک ہونے کا بہت ویٹ ہے مجھے۔ جلدی سے کوئی فیصلہ لو تا کہ بینڈ باجا بجایا جا سکے"

وہ تھکی ہوئی تھی تبھی اسے دونوں نے مسکرا کر جانے دیا، انیس ابھی تک علیم کے ساتھ ہی کچھ ضروری ڈسکشن میں مصروف تھا لیکن عصر کو اس نے فجر کی وجہ سے بھیج دیا تھا۔

عرشیہ کو جاتا دیکھے عصر نے گردن موڑ کر اپنی طبیبہ کو دیکھا جسکے چہرے پر خفیف سی فطری گھبراہٹ تھی۔

عرشیہ کے قدموں کی چاپ مدھم ہوتی گئی تو کچن میں ایک مختصر سی خاموشی اتر آئی۔

عصر نے ہلکی سی گردن جھکائے فجر کو دیکھا، جو نظریں جھکائے کھڑی تھی جیسے اس خاموشی میں اپنے دل کی تیز ہوتی دھڑکن سے پریشان ہو رہی ہو۔

"چلیں سائیں؟"

اس نے نرم لہجے میں کہا اور آگے بڑھ کر راستہ دکھانے لگا، فجر اس کے ساتھ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی کوریڈور میں آئی۔ مینشن کی لمبی روشن راہداریوں میں دونوں کے قدموں کی مدھم آواز گونج رہی تھی۔

عصر ایک دروازے کے سامنے رکا اور ہینڈل گھما کر دروازہ کھولا۔

"یہ آپکا کمرہ ہے۔ میرے کمرے کے ساتھ والا۔ تاکہ اگر رات میں آپکو کسی چیز کی ضرورت پڑے تو آواز دے سکیں"

فجر نے اندر قدم رکھا۔ کمرہ کشادہ اور پر سکون تھا، ہلکی خوشبو فضا میں گھلی ہوئی تھی۔ اس نے ایک نظر چاروں طرف ڈالی، پھر بے اختیار عصر کی طرف دیکھا جو دروازے کے پاس کھڑا اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"کیسا لگا؟"

اس نے دھیمے سے لہجے میں پوچھا۔

"بہت اچھا ہے..."

فجر نے آہستہ سے جواب دیا مگر اس کے لہجے میں کمرے سے زیادہ اس شخص کی موجودگی کا اثر تھا کہ اسے یہ زیادہ اچھا لگے گا کہ وہ آج رات بھی بے حد پاس ہے۔

عصر چند قدم اندر آیا، مگر پھر جیسے خود کو روک لیا، اس شخص نے جس طرح اپنے اور فجر کے بیچ فاصلے کی باڑ دوبارہ بنائی، اسکے جبر پر وہ لڑکی مر مٹی۔

"اب آرام کریں میری جان، ایک دم آپ پر پیار آیا تھا پھر یاد آیا ابھی تو آپ بس میرے دل کے نام لگی ہیں۔ میرے نام لگنا باقی ہے"

وہ اپنے بے خود قدم کی وضاحت دیے فجر کی ریڑھ کی ہڈی تک بل ڈال گیا، وہ اسے جھینپی نگاہوں سے تک رہی تھی۔

"وہ بھی لگ جاوں گی"

وہ حیا سے مسکاتی بولی تو عصر نے سینے پر ہاتھ پھیر کر اقرار کیا پھر وہ گھوما۔

عصر دروازہ کھولتے لمحہ بھر کو ٹھہرا، پھر پلٹ کر اسے دیکھنے لگا۔

"فجر..."

وہ چونکی۔

"اگر نیند نہ آئے تو میرے کمرے کا دروازہ کھٹکھٹا دیجئے گا، میں پاس ہی ہوں آپکے۔"

اس کے لہجے کی نرمی میں عجب سا سکون تھا۔

فجر کے لبوں پر مدھم سی مسکراہٹ اتر آئی۔

"مجھے پتا ہے۔ سکون سے سوئیں آپ بھی"

عصر نے آخری بار اسے دیکھا، جیسے اس لمحے کو دل میں محفوظ کر رہا ہو، پھر آہستگی سے دروازہ بند کر کے باہر چلا گیا۔

کمرے میں اکیلی رہ جانے والی فجر نے ایک گہرا سانس لیا، اور اس کے دل میں عجیب سی مانوس سی گرمی پھیل گئی، جیسے اس شخص کی موجودگی ابھی بھی کمرے کی فضا میں باقی ہو۔

جبکہ مہویر ہوسپٹل نہ جا سکا کیونکہ موساب کی طبعیت اچانک بگھڑنے کے سبب وہ سیدھا وئیر ہاوس ہی چلا گیا، محراب بھی ہوسپٹل آ گئیں تو خضر گھر چلا گیا تاکہ کچھ دیر سو سکے، کل سے ویسے بھی اس نے عمیر والا مشین شروع کرنا تھا، بیلا سے وہ ساری ڈیٹیل لے چکا تھا۔

منائم کو بھی میڈیسن کھلا دی گئی جس کے بعد وہ پر سکون ہو کر سو گئی، انیس نے بھی فی الحال کے لیے ڈسکشن روکتے علیم کو بھی آرام کرنے کا کہا اور خود بھی وہ مینشن چلا آیا، بارہ بج گئے تھے تبھی سب سو چکے تھے، پھر بھی وہ جا کر عدین کو دیکھنا، اسکا ماتھا چومنا ہر گز نہ بھولا، ناچاہتے ہوئے بھی اس نے بابا کو بھی جا کر دیکھا، انکی طرح ظالم نہیں بن سکتا تھا، یمل کو بھی دیکھا پھر وہ اوپر آیا۔

"سوری میں لیٹ ہو گیا۔ تسلی تھی کہ تم نئی نانو کے ساتھ ہو گی۔"

کمرے میں داخل ہوتے ہی انیس نے اپنی جیکٹ اتار کر بازو پر رکھتے عرشیہ کی طرف دیکھتے کہا مگر وہ کروٹ پر لیٹی کچھ نہ بولی، اس نے زور سے آنکھیں بند کر لیں جن میں کچھ دیر پہلے آنسوؤں کی نمی اور سرخائی تھی۔

"ہے۔۔ کیا تم سو گئی؟"

انیس نے اسکی جانب سے کوئی جنبش و جواب نہ پاتے جیکٹ وہیں پائنتی کی جانب رکھتے عرشیہ کی طرف آ کر دیکھا تو اسکا چہرہ اسکے کھلے بالوں میں چھپا تھا، انیس نے کھڑے کھڑے جھک کر ہاتھ بڑھاتے اسکی دائیں رخسار پر پھیلے بال ہٹائے تو انیس کے ہاتھ کی انگلیوں نے عرشیہ کے رخسار کی نمی کو فوری محسوس کر لیا، وہ دفعتاً پریشان ہوا، اسکے قریب ہی بیٹھا۔

"تمہیں کیا ہوا ہے عرشیہ۔ تم اتنی پریشان کیوں ہو۔ میرا انتظار کیے بنا روتے روتے سو گئی ہو۔ اوف! تمہاری یہ حالت مجھے سخت تھکا رہی ہے۔"

وہ اسکو جگائے بنا جھک کر اسکی وہی نم گال چومتا جیسے اسکے قریب ٹھہر کر بولا کہ اگر اسکی پلکیں حرکت کیں تو وہ اس سے ابھی یہ معاملہ جانے مگر وہ شاید بہت ماہر تھی، انیس نے اسکے بال سہلاتے، اسکے سر کو چوما اور اٹھ کر جیکٹ اٹھائے چلا گیا، عرشیہ نے کروٹ پھیری اور اپنے آنسو رگڑتے تکیے میں چہرہ چھپا کر سونے کی کوشش کرنے لگی پر نیند اسکی آنکھوں سے کوسوں دور تھی، انیس نے عیشاء ادا کی پھر جائے نماز سمیٹ کر رکھتا وہ چینج کیے عرشیہ کے سائڈ آ کر لیٹا، پھر اسکے منہ تلے دبا تکیہ آہستگی کے سنگ عرشیہ کے سر سے نکالتے، انیس نے اسکی کروٹ سیدھی کروائی، وہ اپنی درد کرتی بازو کے سہارے جھکا عرشیہ کے رخسار کو ہاتھ پھیر کر سہلائے اسکی بند آنکھیں دیکھنے لگا، اس لڑکی کی پلکیں ساکن تھی پر آنکھوں تلے بہت غیر معمولی نمی تھی جو انیس کا سکون و آرام چھین رہی تھیں۔

انیس کچھ دیر خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔ عرشیہ کی بند پلکوں کے کناروں پر جمی نمی جیسے اس شخص کے دل میں سوئیاں چبھو رہی تھی۔

"کیوں روتی ہو تم؟"

وہ بہت آہستہ سے سرگوشی میں بولا، اسکا لہجہ بے حد غمگین تھا۔

انیس نے انگلیوں کے پوروں سے عرشیہ کے رخسار پر بچی ہوئی نمی کو آہستگی سے پونچھا، پھر اس کے بالوں کی بکھری لٹیں کان کے پیچھے سرکائیں۔ عرشیہ بدستور ساکت رہی، جیسے واقعی نیند کی گہری وادی میں ہو۔

انیس کے لبوں پر ایک ہلکی سی بے بس مسکراہٹ آئی۔

"جھوٹ موٹ کی نیند سو رہی ہو ناں تم؟"

اس نے آہستہ سے اسکے ہونٹوں کو چھو کر کہا، مگر عرشیہ کی پلکوں نے پھر بھی کوئی جنبش نہ کی۔

وہ ذرا اور اسکے چہرے پر جھکا۔

پہلے اس نے اس کے ماتھے پر اپنے لب رکھے، نہایت دھیمے، نہایت احتیاط سے، جیسے کسی قیمتی شے کو چھو رہا ہو۔ پھر اس کے رخسار پر ایک نرم سا پیار دیا اور کچھ لمحے وہیں ٹھہر گیا جیسے اسے دیکھ کر سانس لے رہا ہو۔

"تمہیں روتا نہیں دیکھ سکتا میں، تم میرے دل کی خوشی اور اسکا قرار ہو عرشیہ"

اس کی مدھم سرگوشی عرشیہ کے کانوں سے ٹکرائی مگر وہ پھر بھی خاموش رہی، وہ شدید ضبط سے گزر رہی تھی، اس شخص کا کوئی بھی لمس ایسا نہیں تھا کہ اسکا جواب نہ دیا جاتا، جسم کا ہر انگ بے قرار تھا کہ وہ انیس سے لپٹ جائے، اسکی چہرے کا ہر نقش چوم لے۔

انیس نے آہستہ سے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرنا شروع کر دیا، اسکی انگلیاں کبھی اس کے سر پر ٹھہرتیں، کبھی اس کے رخسار تک آجاتیں، کبھی ہونٹوں کو سہلاتیں۔ اس نے ایک بار پھر جھک کر اس کے ہونٹوں کے

کنارے پر بہت ہلکا سا پیار نچھاور کیا، بس اتنا کہ عرشیہ کو اسکی تھکی سانس کی حرارت محسوس ہو۔

پھر اس نے آہستگی سے عرشیہ کو اپنی طرف کھینچ لیا۔

وہ نیم بے خبری میں اس کے سینے کے قریب آگئی۔

انیس نے اس کے سر کے نیچے بازو دے دیا اور دوسرے ہاتھ سے اسے اپنے حصار میں لے لیا۔ اس کی انگلیاں عرشیہ کے بازو پر دھیرے دھیرے پھرتی رہیں جیسے اسے نیند میں بھی تسلی دے رہی ہوں۔

کچھ دیر وہ اسی طرح اسے دیکھتا رہا۔

اس کی سانسیں آہستہ آہستہ ہموار ہونے لگیں۔

شاید تھکن، شاید دل کی الجھنیں، سب مل کر اب اس پر بھی حاوی ہو رہی تھیں۔

آخر کار اس نے عرشیہ کے سر پر آخری بار اپنے ہونٹ رکھے۔

"تمہیں سکون ملے"

بہت مدھم سرگوشی اس کے لبوں سے نکلی، اس نے عرشیہ کو دیکھتے اداس سی سمائل دی۔

پھر اس کی پلکیں بھی بوجھل ہونے لگیں اور کچھ ہی دیر میں عرشیہ کو اپنے سینے سے لگائے انیس بھی گہری نیند میں ڈوب گیا جبکہ عرشیہ کی بند پلکوں کے نیچے ایک خاموش آنسو پھر سے جنم لے چکا تھا، اک خاموش کرب لیکن ابھی اسے انیس کے سینے لگ کر یہیں ٹھہرنا اپنی تکلیف میں کمی کا واحد ذریعہ لگ رہا تھا اور دیکھتے ہی دیکھتے ایک اور سیاہ رات بیت گئی۔

.._____..

اک نئی صبح عالم جہاں پر بیدار ہو چکی تھی، موساب کی حالت فجر کے بعد کچھ سنبھلی تو مہویر بھی واپس ہوسپٹل پہنچا، آج منائم کو دوپہر تک ہوسپٹل سے

چھٹی ملنے والی تھی، محراب کا ارادہ اسے اپنے ساتھ ہی لے کر جانے کا تھا، رات ہوسپٹل میں محراب رکی تھیں کیونکہ خضر کی روٹین بھی ٹف تھی تو اسے پراپر نیند کی ضرورت تھی، محراب نے کچھ دیر اندر کمرے میں صوفے پر بیٹھ کر ہی نیند لی تھی، وہ اپنا لیپ ٹاپ ساتھ لے آئی تھیں جس سبب کام بھی کر لیا۔

"گڈ مارننگ"

مہویر نے دروازہ کھولتے جھانک کر صبح کا سلام کیا تو محراب نے مسکرا کر اسے دیکھا، وہ اک نظر مزے سے سوئی منائم کو دیکھتا سکون اپنے اندر انڈیلے، محراب آنٹی کے پاس ہی بیٹھا جس نے مہویر کے بیٹھتے ہی اپنا کام بند کرتے لیپ ٹاپ کی سکرین زرا گرائی۔

"کہاں تھے تم؟"

وہ منائم کو ہی دیکھ رہا تھا جب محراب نے اسکی رات کی غیر موجودگی کا پوچھا۔

"موساب اعوان زندگی اور موت کی الجھن میں تھا، اسے اسکے کیے کی بھرپور سزائیں ملیں اس سبب اسکو بچانے کے جتن کیے ہیں۔ اب بہتر ہے لیکن نہ زندوں میں نہ مُردوں میں"

مہویر کے لہجے میں اس شخص کے لیے جتنی حقارت تھی، دگنی نفرت اس وقت محراب کی آنکھوں میں چلی آئی۔

"کیا آپکو اب بھی اس انسان سے محبت ہے؟"

یہ سوال مہویر کو پوچھتے بھاری لگا تو پھر محراب پر کیسے نہ گراں گزرتا۔

"مجھے اب صرف اپنے بچوں سے محبت ہے۔ ہاں کبھی کی تھی اس سے محبت لیکن وہ اس لائق نہ تھا۔ جو میرے بچوں کا برا چاہے، وہ صرف میری نفرت کے لائق ہے"

محراب کی آنکھیں بھی سوئی منائم پر جمی تھیں، مہویر کے ہونٹوں پر اک زخمی سی سمائل چلی آئی۔

"مجھ سے نفرت تو دور، ناراض تک نہیں ہوئیں آپ؟ میں بھی تو آپکے بچوں کا برا چاہتا تھا آغاز میں؟"

وہ بس اپنے دل کی اک موہوم تسلی چاہتا تھا، محراب نے گردن پھیر کر مہویر کو دیکھا، اس عورت کی آنکھوں میں بے حد تسلی کے جذبات موجزن تھے۔

"آغاز بدترین تھا، میں ناراض ہوتی اگر اب تک اس بدترین آغاز کا سفر جاری ہوتا۔ میں نے وہ محبت جو ہمیشہ اپنے لیے چاہی، وہ میری بیٹی کے نصیب میں آئی۔ میں کبھی نہیں چاہوں گی تم میری بیٹی کی زندگی سے اوجھل تک ہو، تمہاری آنکھوں میں مجسم یہ دیکھائی دیتی ہے۔ مجھے تم پر

منائم کو لے کر پورا بھروسہ ہے بچے۔ میں تم دونوں کو ہمیشہ ساتھ رہنے کی دعا دیتی ہوں۔"

وہ جس تسلی کو چاہتا تھا، وہ محراب نے اسے سونپ دی، وہ کہیں اندر دل کے نہاں خانوں تک مسرور ہوا۔

"آپکی دعاوں پر اللہ کن کہہ دے۔ اس ایموشنل سپورٹ کے لیے بہت شکریہ آپکا۔ میں آپکے یقین کو قائم رکھنے کی ہر طرح گارنٹی دیتا ہوں۔ بشرطیکہ زندگی رہی میری اور میرے اللہ کا حکم ہوا تو"

وہ جو بھی کہتا، صدق دل سے کہتا تھا اور اسکی آنکھوں سے وہ سچائی نظر بھی آتی۔

"ضرور۔ ویسے میں تم سے زیادہ بڑی نہیں لگتی تو تم مجھے مما کے بجائے آپا کہہ سکتے ہو۔ وہ کیا ہے تم جیسے پہلوان ٹائپ کی مما بن کر مجھے شرم آئے گی۔"

محراب کے نرم مسکراتے دوستانہ انداز پر وہ بھی کھل کر مسکرایا۔

"عمر کو چھوڑیں۔ رتبہ آپکا ماں والا ہی ہے۔ اتنی آفت حسینہ پیدا کی، وہ بھی میرے لیے۔ آپکے لیے تو ملکہ عالیہ کا لفظ بہترین رہے گا محراب امی"

محراب کی مسکراہٹ گہری ہوئی تو وہ بھی زرا اپنے خول سے نکلا، اس بار محراب ہنسیں۔

"امی بھی حسین ہے۔"

وہ بھی شفقت سے مسکراتی بولی۔

"میرے لیے آپ قابل احترام ہیں اب کیونکہ آپ نے اپنے بچوں کی طرف برتی لاپرواہی کا ازالہ کرنے کی ہمت پکڑی۔ یہ ہر کوئی نہیں کر سکتا۔ ایک بروکن ہارٹ وومین ہو کر بھی آپ اتنی خوش ہیں، پر سکون ہیں، یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ اللہ نے آپکی تلافی قبول کی اور آپکو

خود غرض مردوں کی محتاجی سے نجات دی۔ میں دعا گو ہوں کہ آپ ہمیشہ یونہی اپنی آگے کی زندگی میں انڈیپنڈٹ رہیں۔"

مہویر کی اس دعا پر اس عورت نے دل و جان سے آمین کہا کیونکہ اب محراب کو اور کچھ چاہیے بھی نہیں تھا، وہ ایک سوشل ورکر تھی، اسکے دونوں بچے بہترین پا چکے تھے، وہ خود غرض اور کھوکھلے رشتے سے آزاد تھی، وہ اپنی محبت کی حقیقت جان چکی تھی، اس پر یقیناً اللہ مہربان تھا کیونکہ کچھ رشتے ختم ہونا، انسان کی بقا کا ذریعہ بنتے ہیں۔

"آمین۔ اب تم آگئے ہو تو اسکے ساتھ رہو۔ میں گھر جا کر تھوڑا ریسٹ کروں گی پھر آتی ہوں۔ ڈاکٹر نے کہا ہے دن تک چھٹی مل جائے گی۔ میری دو میٹنگز بھی ہیں۔ تمہیں کوئی کام تو نہیں؟"

وہ اب کچھ گھنٹے یہیں تھا تو محراب کو نفی میں سر ہلاتے مطمئین کیا۔

"بے فکر ہو کر جائیں، میں ہوں یہاں اسکے پاس"

وہ مہویر کی وجہ سے ویسے بھی پر سکون تھیں کہ یہ بندہ انکی بیٹی کی ویسے ہی موسٹ ایفیکٹیو دوا تھا، محراب گئیں تو نرس نے آکر منائم کو دیکھا، اسکی کنڈیشن اب قدرے بہتر تھی، سر کا زخم کچھ دن ریکوری میں لینے والا تھا لیکن منائم کی قوت مدافعت سٹرونگ تھی تو ہیلنگ پراسیس تیز ہو چکا تھا۔

"میری جان"

وہ اٹھ کر منائم تک آکر اسکے قریب ہی بیٹھا، وہ گہری نیند میں غرق تھی، مہویر نے ہاتھ بڑھا کر اسکے سر پر بندھی پٹی کو چھوا پھر اسکے بکھرے، شانے پر پھیلے بال پکڑ کر انکو اپنے ناک کے قریب لاتے سونگھا، کب سے ہوسپٹل ہونے کے باوجود بھی اسکے بال مہک رہے تھے، مہویر کے ہونٹوں پر مدہوش مسکراہٹ پھیلی۔

"تم میرا مہکتا ہوا پھول ہو، جسے میری حرکتوں نے مرجھا کر رکھ دیا۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ یہ پھول پھر سے مہکے گا، اسکے رنگ، اسکی خوشبو، اسکی

تر و تازگی سب لوٹ آئے گی۔ تم خود بھی نہیں جانتی منائم کہ تم میرے اندر بسے ہر درد کی دوا ہو۔ تم میری سلطنت ہو جسے کھو دوں تو فقیر ہو جاوں۔ میں تم سے گہری محبت میں مبتلا ہو گیا ہوں، اس لمحے سے جب تم نے جاگ کر میرا نام ان ہونٹوں سے پکارا"

مہویر کچھ لمحے خاموش بیٹھا اسے دیوانگی سے دیکھتا رہا، اس لڑکی کی سانسوں کی دھیمی لے، پلکوں کی ساکت جھپک اور چہرے کی بے جان سی سفیدی اس کے دل کو کاٹ رہی تھی۔

وہ ذرا اس پر جھکا جیسے کوئی بے بس ہو جاتا ہے۔

پہلے اس نے اس کے ماتھے کے قریب آ کر بہت آہستگی سے اپنے لب رکھے، جیسے اس کی تکلیف کو چوم کر اپنے اندر سمیٹ لینا چاہتا ہو۔ پھر اس کی نگاہیں بے اختیار منائم کے ہونٹوں پر ٹھہر گئیں۔

"میری ضدی جان"

وہ مدھم سرگوشی میں بولتے خمار میں ڈوبنے سا لگا، اگلے ہی لمحے اس نے بہت دھیرے سے جھک کر اس کے ہونٹوں کو کسی مخمور سرگوشی سا چھو لیا۔

یہ منائم کی بے خبری سے محظوظ ہو کر کی گئی پیش رفت کسی خواہش کی ترجمان نہ تھی، ایک بے قرار محبت کا ٹکرا تھا، گہرا، ٹھہرا ہوا، جیسے برسوں کی تڑپ اس ایک لمحے میں سمٹ آئی ہو۔

مہویر کے لب کچھ دیر وہیں ٹھہرے، جمے اور محسوس کن حد تک مائل رہے۔

پھر اس نے ذرا سا دباؤ دیا اتنا کہ اس کے اندر کی ساری بے چینی اس لمس میں اتر آئے، اسی لمحے منائم کے جسم میں ہلکی سی جنبش ہوئی۔

اس کی سانس جیسے ایک دم رک سی گئی۔

پلکیں بدستور بند تھیں مگر اس کے ہونٹ بہت ہلکے سے کسمسائے، جیسے سانس کی کمی پر گھبراہٹ میں کوئی بے اختیار تڑپ جائے۔

"حد ہوتی ہے پیارا ہونے کی منائم ملک، تم پر وقت بہ وقت ٹوٹ پڑتا ہے یہ بے ذوق آدمی۔ شش۔۔۔ نہیں کر رہا کچھ۔ سو جاو۔ میں تمہارے پاس ہوں"

وہ سانس کی عدم دستیابی پر شدید مضطرب ہوتی گہرے سانس بھرنے لگی جب مہویر کو مسکراتی شرافت دیکھاتے، اپنے جذبات پر بندھ باندھ کر دور ہونا پڑا لیکن اف اس شخص کی وہ دلبرانہ فاتحانہ مسکراہٹ جیسے اس نے کسی چمکتے ستارے کو مٹھی میں بھر لیا ہو۔

"میں تمہیں بہت پیار کرنا چاہتا ہوں، وہ بھی زبردستی۔ تمہاری مرضی کے بنا، تمہاری شدید مزاحمت کے سنگ"

اس بار مہویر نے شرارت سے جھک کر اسکا ماتھا چوما، لیکن یہ خواہش کرتے وہ پہلی بار منائم سے بھی زیادہ بے باک لگا، اور منظر تک لاج کھا بیٹھے۔

.._____..

"رئیس نے سوہا کے پیرنٹس تو نہیں دیکھے ناں؟ بس ہمارے دو لوگ انکی جگہ وہاں بھیس بدل کر موجود ہوں گے۔ جنکو رئیس سوہا کے پیرنٹس سمجھے گا۔ اب اس بد دماغ سے کھیلنے کا مزہ آئے گا۔ نکما آدمی۔۔۔"

عامر کو پلین سمجھانے کے ساتھ انیس کو یہ کرنے کا مزہ بھی آیا، یعنی جو دو بوڑھے لوگ یاسر کے پاس تھے وہ بس ایکٹرز تھے، جنکو رئیس آج ملنے والا تھا اور سوہا کو بلیک میل کرنے کا ارادہ رکھتا تھا، عامر بھی انیس کو سنے مسکرایا کہ اتنی ٹنش میں بھی انیس ایسے اس رئیس بچارے کے چیزے لینا چاہ رہا ہے، بھئی اب لائف میں کوئی تو انٹرٹیمنٹ ہونی چاہیے وہ رئیس بننے والا تھا۔

"ٹھیک ہے ہو جائے گا۔"

عامر نے کال کاٹی تو انیس کی بھی کال آف کر کے پلٹے ہی مسکراہٹ ہونٹوں سے غائب ہوئی، وہ آدھا گھنٹہ پہلے ہی اٹھ چکا تھا مگر وہ ابھی تک سو رہی تھی، انیس فجر کے بعد تھوڑی مارننگ واک بھی کر آیا تھا، ابھی نیچے سب سو

رہے تھے تو وہ روم میں آیا مگر رات دیر تک جاگتی عرشیہ، اب واقعی نیند میں تھی۔

"اب تمہیں سب بتانا ہو گا عرشیہ ورنہ تمہیں سانس بھی آنے نہیں دوں گا۔رات بہت تھی میرا امتحان لینے کو"

وہ اپنا فون وہیں زرا جھک کر ٹیبل پر رکھے عرشیہ تک آیا، اسکے پاس ہی بیٹھا، ہاتھ بڑھا کر اسکے سینے تک اوڑھا لحاف پکڑ کر ہٹایا اور اندر دبا اسکا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے دبایا، پھر اپنے ہونٹوں کے پاس لاتے چوما۔

"عرشیہ۔۔۔جاگ جاو"

وہ اسکی ہتھیلی اپنے رخسار سے لگائے اسکو پکارا، عرشیہ نے کسمسا کر پہلو بدلنا چاہا مگر وہ ہاتھ کھینچنے کے سبب اپنی مندی مندی آنکھیں کھول گئی، آنکھیں کھلتے ہی انیس کو دیکھ کر وہ کچھ دیر ایسے ہی تکتی گئی پھر دفعتا اسکے چہرے پر پریشانی کے آثار جمع ہونے لگے، وہ اپنا ہاتھ کھینچ گئی اور سنبھل کر کھسکنے کے

انداز میں اٹھ کر بیٹھی، انیس کی نظروں سے نظریں چرانے کی کوشش میں تھی جب وہ اٹھ کر اسکے بے حد قریب ہو کر بیٹھا کہ عرشیہ کا اوپر کا سانس اوپر، اور نیچے کا سانس نیچے ہی اٹک گیا۔

"وقت کیا ہوا؟م۔میں نماز پڑھ لیتی ہوں۔۔پھر نئی کے ساتھ ناشتہ بنانے میں ہیلپ کروادیتی ہوں۔عدین نے فرمائش ک۔کی تھی۔۔۔"

وہ اسکے پاس مچلتے ہوئے فرار کی راہ ہی تلاش کر رہی تھی مگر وہ اسکی ساری راہیں مسدود کیے اسکی سانسوں میں سانسیں الجھائے بیٹھا تھا۔

"کیا ہوا ہے تمہیں؟تم کیوں سوئی جب میں نے کہا تھا ہم بات کریں گے۔کیوں عرشیہ۔؟پھر تمہاری آنکھوں سے پانی بھی ٹپک رہا تھا، کیسی تکلیف ہے جو تم اکیلے سہنا زیادہ بہتر سمجھ رہی ہو۔میں بتا نہیں سکتا کس قدر بے بسی کی کیفیت میں مبتلا ہوں۔میری بیوی، میری محبت، میرے پہلو میں

تڑپے، یہ ہونے دینا میری کم ظرفی ہے۔ اس کمینے آدمی کے باہر آنے کا خوف تو نہیں؟ بولو۔۔۔"

وہ اسکو ہلنے تک نہیں دینا چاہتا تھا جب تک وہ لڑکی اپنے کرب کا آخری زرہ تک خود سے باہر نہ نکال دیتی۔

"ن۔۔ نہیں۔ تم ہو ناں اسے نیست و نابود کرنے کو۔ میرے پرسنل باڈی گارڈ۔ مجھے کوئی خوف نہیں۔ میں تمہارے پاس کبھی نہیں تڑپی۔ میری ہر تڑپ تمہارے وجود کی حدت میں چھپ جاتی ہے انیس، تم میرے لیے میرا آسمان ہو۔ تم میرا جہان ہو"

وہ انیس کا چہرہ اپنے گرم ہاتھوں میں تھامے، ان ہتھیلیوں اور ہونٹوں سے نکلتے الفاظ کی حدت سے انیس کی آنکھیں سرخ کر گئی۔

"پھر؟ پھر کیا ہوا ہے تمہیں۔ مجھ سے بات کرنے سے کیوں بھاگی؟ کیوں سوئی جب تمہیں اچھے سے پتا تھا مجھے تمہاری ضرورت ہے"

وہ اسے کمر میں ہاتھ لپیٹ کر مزید سینے سے جوڑتا غصے اور تکلیف سے بولا۔

"م۔مجھے نیند آگئی تھی۔میں تھک گئی تھی ناں"

وہ جھوٹ نہ بولتی تو وہ روٹھ جاتا، اگر کہہ دیتی تکلیف میں ہے اور بتا بھی نہیں سکتی تو وہ ٹوٹ جاتا۔

"خود تو تم سارا دن سوئے رہے نشئی، میں تو سو بھی نہیں سکی نہ کل نہ دنکو۔۔"

وہ اسکی نظروں کی حدت کے آگے مزید منمنائی کیونکہ شاید انیس کو اسکے سچ اور جھوٹ کا اچھے سے پتا چل جاتا تھا۔

"تم سوئی ہوتی تو مجھے محسوس ہوتا، تم بھاگ رہی تھی مجھ سے، میری موجودگی سے۔تم چپکا چپکی پسند نہیں کرتی میری خود سے سمجھتا ہوں، میں خود بھی ایسا ہی ہوں لیکن تمہارے سامنے بدلنے لگا ہوں، میں کنٹرولڈ رہنے کی کوشش کروں گا مگر مجھے انکار مت کرنا دوبارہ"

وہ اسکے غلط سمجھنے پر دکھی ہوئی، وہ عرشیہ کی حالت کو کسی اور چیز سے ریلیٹ کر رہا تھا۔

"انکار۔۔۔۔ تمہیں وہ انکار لگا"

وہ روہانسی ہوئی۔

"ہاں۔ شدید والا۔۔۔ مجھے تمہاری حالت سمجھ نہیں آئی۔ تم نے ایسا عجیب ری ایکٹ کیوں کیا؟"

وہ انیس کے سینے سے لگی تو اس نے محسوس کیا کہ اس کی گرفت میں غصہ کم اور بے بسی زیادہ تھی۔

وہ آہستگی سے اس کے سینے سے ذرا پیچھے ہوئی تاکہ اس کا چہرہ دیکھ سکے۔

"انیس..."

اس کی آواز بہت نرم و ملائم تھی۔

"میں تم سے دور ہونا نہیں چاہتی، میں خود سے پریشان ہوں۔ بہتر محسوس ہو تو بتاوں گی تمہیں۔ڈرومت میرے ابنارمل رویے سے۔یہ بیزاری، تم سے فرار، الجھن جیسا کچھ بھی نہیں انیس غانم"

وہ چند لمحے اس کی آنکھوں میں دیکھ کر بولتی رہی، پھر اس نے دھیرے سے اپنا ہاتھ اس کے گال تک اٹھایا اور اس کے جبڑے کی لکیر پر انگلیاں رکھ دیں۔

انیس نے جان سی آنکھوں میں بسائے اسے دیکھا۔

عرشیہ نے ہلکی سی سانس لی اور اگلے ہی لمحے وہ ذرا سا اسکے قریب ہوئی۔

اسکے ہونٹوں پر پہلے اپنی پیار بھری نظر ڈالی پھر اپنی متوازن سانسوں سمیت اپنی نظروں کی جگہ اپنے نرم ہونٹوں کو سونپ گئی۔

"میں تمہیں دور کب کر رہا ہوں۔ ہر لمحہ قریب ہی تو کرتا جا رہا ہوں خود سے۔ تم مجھ سے کچھ شئیر کرنے کے لیے اتنا کیوں سوچ رہی ہو؟ کیا مجھ سے کچھ کہنا تمہارے لیے اتنا مشکل ہے؟"

وہ اسکے خود پاس آنے کو کیا سراہتا کہ ابھی وہ اسکے لیے بے حد فکر مند تھا۔

"تم سے کہنا مشکل نہیں، خود سے ڈیل کرنا محال ہے۔ ا۔۔ ابھی مت پوچھو ورنہ رو دوں گی۔۔ مت پوچھو پلیز۔ مجھ سے ناراض مت ہو۔۔ میں تمہاری ناراضگی نہیں سہہ سکتی۔ میں ت۔۔ تم سے دور کیوں بھاگوں گی جب میرا چین، سکون اور آرام سب تم نے اپنے قبضے میں کر لیا۔۔۔"

وہ اسکی آواز میں گھلتی نمی پر دکھی ہو رہا تھا۔

"تم میرا بار بار پوچھنا پسند نہیں کرتی حالانکہ مجھے بے سکونی لاحق ہے۔ کہہ دو عرشیہ۔۔۔ میں سب سن سکتا ہوں۔ تمہاری طرف سے سب کچھ"

وہ اسکو مجبور کر رہا تھا، وہ مجبور ہو کر سخت دلبرداشتہ تھی۔

"ن۔ نہیں ہم سب کچھ نہیں سن سکتے۔۔۔ سمجھو ناں"

وہ دکھی ہوئی۔

"ٹھیک۔۔ دور ہو جاتا ہوں پھر تم سے جب میرے قریب ہونے کا کوئی فائدہ ہی نہیں"

وہ اسکی جانب سے منہ پھیر ہی پایا جب وہ اسے اپنی جانب دیکھنے پر مجبور کرتی اسکا چہرہ پھر سے ہاتھوں کے ہالے میں لے گئی۔

"تمہارے قریب ہونے کا کوئی فائدہ نہیں؟ سیریسلی؟"

وہ صدماتی کیفیت میں بڑبڑائی۔

"ہاں۔۔ ایسا ہی ہے"

وہ ضدی ہوا۔

عرشیہ نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے ایک بار پھر اس کے قریب ہو کر اس کے ہونٹوں کے کنارے کو نرمی سے چھوا۔

"دیکھا، میں کیا پسند کرتی ہوں تمہارے حوالے سے؟ میں تمہیں سارے کا سارا پسند کرتی ہوں، سیلکٹیو کچھ بھی نہیں۔ تم ہر طرح مجھے اچھے لگتے ہو۔ تم پیارے ہو میرا۔ تمہارا چپکنا مجھے کیوں برا لگے گا۔ میں تو چاہتی ہوں تم مجھ سے اک پل بھی دور نہ رہو۔ تمہارے قریب ہونے سے مجھے دنیا کی کوئی طاقت ڈرا نہیں پاتی۔ تمہاری بازو اور گھٹنہ۔۔۔۔"

اس سے پہلے وہ یہ سب کہہ کر اسکے درد کا پوچھتی، وہ اسے اپنے بازوؤں میں بھینچ کر اپنے سینے لگا گیا۔

"پھر جلدی مجھے بتا دو کہ تمہیں کیا ہوا۔ مجھ سے برداشت نہیں ہو رہی تم یوں بکھری ہوئی۔ دیکھو میں اتنا برا نہیں ہوں سمیٹنے میں، مجھے موقع دے کر دیکھو"

وہ اسکے گلے لگی، آنسوؤں کو حلق میں دبا گئی کہ اس وقت انیس کے سوا اسے کچھ بھی یاد نہ رہا۔

"تم موقعے پر چوکا نہ مار دو اس لیے نہیں دے رہی تمہیں یہ موقع۔۔۔پتا ہے ناں ایسے موقعے کس چیز پر اینڈ ہوں گے؟ اور ہمیں نیچرلی قریب نہیں آنا خطرہ ہے ہماری آئیندہ جنریشن کو"

وہ اسکو پکڑ کر رو برو لایا کہ یہ کوئی مزاق کا وقت نہیں تھا، وہ بھی اپنے اندر کے خوف چھپانے پر لگی تھی۔

"تم میرے ہاتھوں انہی باتوں کے سبب ضائع ہو جاؤ گی عرشیہ المیر۔ اٹھو فجر پڑھو۔۔۔لیٹ ہو رہی ہے۔ رات بارہ سے پہلے اگر تم نے مجھے سب نہ بتایا تو بھول جانا پھر اپنی ہمارے قریب نہ آنے والی آسانی۔ ممکن ہے تمہارا تکلف اس طرح کچھ کم ہو جائے اور تم مجھے دل کی بات کہہ دو کیونکہ لفظی طریقہ تو تمہیں راس نہیں آ رہا۔"

وہ اسکی پیک برہمی پر اس قدر بے باک دھمکانے کو سنے سن پڑ گئی۔

"انیس"

وہ صدمے سے اسے اٹھتا دیکھے پکاری۔

"کیا انیس؟ کیسی کیسی عجیب باتیں نکلواتی ہو میرے منہ سے"

وہ اپنا سائیڈ سے اٹھ کر فون اٹھائے منہ ہی منہ میں بڑبڑایا جہاں انسپکٹر خان کی کال آرہی تھی۔

"یس؟"

انیس نے کال پک کرتے ہی فون کان سے لگایا۔

"کیا تم آسکتے ہو یہاں؟"

انسپکٹر خان کی جانب سے استفسار پر انیس نے اک نظر عرشیہ پر ڈالی۔

"بارہ بجے تک آتا ہوں"

انیس نے اسے انفارم کیا اور رابطہ توڑا تو عرشیہ بھی بے دلی سے اٹھ کر واش روم کی طرف بڑھی ہی جب وہ اس تک پہنچے اسکی راہ میں حائل ہوا۔

"کیا پھر سے میں نے تمہیں اداس کر دیا؟"

وہ اسکا چہرہ اوپر اٹھائے، ان جھکی آنکھوں کو خود پر جمتا دیکھتے بولا۔

"نہیں تو۔ تم مجھے کیا اداس کرو گے، میں پہلے ہی غمگین ہوں"

عرشیہ نے اترے سے چہرے کے سنگ کہا۔

"عرشیہ۔ کیا مسئلہ ہے یار؟"

وہ اسکی اس ٹون پر بدمزہ ہوا۔

"وقت دوناں تھوڑا"

وہ جیسے اس سے دگنی بے بس تھی۔

"وقت کیسے دوں، کمفرٹیبل نہیں ہوں میں تمہارے اس رویے کے ساتھ۔مجھے عادت نہیں"

وہ کسی بھی طرح کوئی جادو چاہتا تھا کہ وہ بلکل ٹھیک ہو جائے۔

"ڈال لوناں۔ہر وقت اب تم سے پیار تھوڑی ناں کروں گی۔ کبھی کبھی ستاوں گی بھی،خون بھی جلاوں گی۔اب جانے دو مجھے بہت سے کام ہیں"

وہ اسکی بازووں کو اپنے دائیں بائیں سے پکڑ کر ہٹا گئی تو انیس نے اسے دور ہونے دیا۔

"ٹھیک ہے۔لیکن جب تم بات کرنا چاہو گی تب میں بلکل ایسا غرور ماتھے پر سجالوں گا۔جاو کرو اپنے کام۔سب مجھ سے زیادہ اہم ہیں۔جارہا ہوں سٹوڈیو وہیں سے تھانے جانا ہے مجھے۔میرا انتظار کرنے کی ضرورت نہیں"

عرشیہ نے اسے وہاں سے جاتے دیکھ کر گہرا سانس لیا اور اسکے چینجینگ روم جاتے ہی وہ بھی واش روم گھسی،دونوں پانچ منٹ تک ایک ساتھ

کمرے میں آئے، انیس نے اپنا بلیزر وارڈرب سے نکالا، اور وہیں کھڑا ہو کر پہنے وہ عرشیہ کو یکسر نظر انداز کیے روم ڈور تک پہنچا ہی کہ وہ اسے پیچھے سے پکاری۔

"مما کو ہم نے مل کر سرپرائز دینا تھا اگر تمہیں یاد ہو تو۔ جاو چلے جاو، ناشتے کو ہاتھ بھی نہیں لگاوں گی۔ رات کو کھانا بھی ٹھیک سے نہیں کھایا تھا میں نے"

وہ رک تو گیا مگر پلٹنے کی زحمت نہ کی، وہ چلتی ہوئی اسکی طرف آئی اور چند قدموں پر رک گئی، دوپٹے کو پھیلا کر لیے، اچھے سے اپنے اطراف لپیٹے ہوئے وہ اسکے پلٹنے کی منتظر تھی۔

"اگر تمہیں میری زرا بھی پرواہ ہوئی تو تم اچھے سے ناشتہ کرو گی۔ میں دو گھنٹے تک آتا ہوں پھر چلتے ہیں سوہاسومرو کی طرف۔"

وہ کہہ کر بنا اسے دیکھے کمرے سے نکل گیا جبکہ عرشیہ کا چہرہ مرجھا سا گیا، وہ پلٹی اور جا کر جائے نماز اٹھایا، اسے زمین پر پھیلائے اس نے نماز کی نیت

باندھی، انیس وہاں سے سیدھا اپنے اور مہویر والے مشترکہ گودام گیا تھا، علیم اسکے ساتھ ہی تھا، موساب کی حالت کچھ اچھی نہ تھی، انیس نے خود بھی وئیرہاوس کا چاروں طرف جا کر جائزہ لیا تاکہ کوئی سراغ مل سکے اور تبھی اسے باہر کے ایریا میں اک سپرے کین گھاس میں پڑا ملا، انیس نے علیم خان کو اپنی طرف آنے کا اشارہ کیا جس نے آکر جب وہ کین دیکھا تو فوری گاڑی سے جا کر دو سنپل پلین گلوز لے کر آیا، وہ پہن کر علیم خان نے وہ سپرے جار اٹھایا، پھر ناک سے کچھ فاصلے پر رکھ کر ہلکا سا سونگھا تو بری طرح اس کی بدبو سے کھانسا۔

"آرام سے علیم۔۔۔ یہ وہی کیمکل لگ رہا ہے جس سے سب کو بیہوش کیا گیا تھا۔ اسے ایک پولتھین ریپر میں ڈالو، انسپکٹر خان تک پہنچاو۔ مے بی اس حملہ آور کے فنگر پرنٹس مل جائیں"

علیم نے فوری اپنی کھانسی پر قابو پاتے وہ سپرے جار ایک پیکٹ میں ڈالا، جبکہ انیس نے ارد گرد مزید جائزہ لیا، بوٹس مار کر وہ گھاس کو ادھر ادھر کرتا آگے بڑھا، لیکن اور اسکے علاوہ کوئی چیز نہ ملی۔

علیم کو اس نے تھانے روانہ کر دیا جبکہ خود وہ کچھ دیر یہیں رہا، سٹوڈیو میں کچھ میٹنگز تھیں جنھیں اس نے عصر کے حوالے کیا جبکہ وہیں اندر بیٹھ کر موساب کے سامنے کرسی گھسیٹ کر بیٹھا، موساب بمشکل سانس بھر رہا تھا، ڈاکٹر کے مطابق اسکے بچنے کے چانس کم تھے۔

انیس کے آدھا گھنٹہ وہاں بیٹھنے کا کوئی فائدہ نہ ہوا، کیونکہ موساب کا ہوش میں آنا ابھی تو ناممکن تھا۔

جبکہ نماز کے بعد عرشیہ نیچے آئی تو عدین ایکسائٹمنٹ میں پہلے ہی جاگا تھا، اس نے اور شماس صاحبہ نے علوی مینشن کا کچن اپنے قبضے میں لے رکھا تھا، مہرو نے بھی وڈیو کال کر رکھی تھی اور عدین اس سے بھی ساتھ گپیں

ہانگ رہا تھا، عرشیہ نے بھی مہرو سے ہیلو ہائے کی پھر وہ نئی کے پاس آئی جو پیسٹری بریڈ کی ڈو بنا رہی تھیں۔

"کیا واقعی سوہا کے گھر جا رہے ہیں ہم عرشیہ؟ تیرے نانو راضی نہیں ہیں۔ وہ کہہ رہے ہیں آج ہم رکیں گے اور کل صبح واپس نکل جائیں گے"

شماس صاحبہ کی اپنی بیٹی سے ملنے کی تڑپ تو صاف عیاں تھی، لیکن ان لوگوں کے دل کو سوہا نے بہت زیادہ دکھایا ہوا تھا جس سبب وہ ملنے کو آسان نہیں جان رہے تھے۔

"آپ اور نانو یہاں مما کو پریشانی میں مبتلا سن کر آئے ہیں ناں؟ اسکا مطلب ہوا ناراضگی اپنی جگہ لیکن آپ دونوں کی مما سے محبت بھی ویسی ہی ہے۔ اب ختم کریں نئی، بہت ہو گئی جدائی۔ وہ بہت معاملوں میں خود غرض رہی ہیں مگر انکے دل میں آپ دونوں کا جو مقام ہے اس پر آنچ بھی نہیں آئی۔ وہ دور رہیں کیونکہ وہ شرمندہ تھیں۔ آپ جانتی ہیں میرے ساتھ جو

کچھ ہوا تھا اس نے مما کو بھی ذہنی مریض بنا دیا تھا۔ وہ سب الجھاتی چلی گئیں، سٹریس میں بہت کچھ کرتی رہیں اور آپ دونوں سے بھی کنارہ کر بیٹھیں۔ میری خاطر ہی سہی آپ دونوں اب انھیں معاف کر کے اپنا لیں۔ اب وہ پہلے جیسی خود غرض نہیں رہیں۔ انہوں نے تو دوسرے شوہر رئیس کو بھی چھوڑ دیا۔"

وہ عرشیہ کی جانب پلٹیں تو اسکی آنکھوں کے گوشے نم تھے۔

"میں تو ماں ہوں معاف کر بھی دوں گی، رضی کے دل کے ساتھ انکی انا بھی مجروع ہوئی تھی۔ انہوں نے سوہا کا اپنے دوست کے بیٹے سے رشتہ طے کیا تھا۔ سب تیار تھا اور اس لڑکی نے کسی اور سے شادی کر لی۔ رضی کو کتنی شرمندگی اٹھانی پڑی سوچ ہے تمہاری۔ بہر حال میں نے سمجھایا ہے انھیں۔ دیکھتے ہیں کیا بنتا ہے"

وہ انکی کیفیت اچھے سے سمجھ رہی تھی۔

"مما آپ دونوں سے معافی مانگیں گی، جب تک آپکے مطلب کی معافی نہ مانگ لیں، ایٹیٹیوڈ دیکھائے گا بھرپور۔ لیکن پھر معاف کر دیجئے گا"

وہ عرشیہ کے دل کو اداس نہ کرتے ہوئے اسکی تاکید پر سر ہلاتیں اسے اپنے سینے بسا گئیں، وہ بھی اس شفقت کے احساس میں ڈوب سی گئی۔

"میری جان۔ میرا بچہ۔۔۔ اپنے گھر والے کی قدر کرنا۔ بڑا اچھا بچہ ہے وہ۔ یہ مشکل سٹیپ نہ ہم لے سکتے تھے نہ سوہا۔ یہ اس نے کر دیکھایا، سچ پوچھ تو اب میرا دل مضبوط نہیں رہا تھا، اسکی جدائی سہنا مشکل ہو رہا تھا۔ میرا دل تیرے انیس کو رات سے دعائیں دے رہا ہے"

وہ یہ سب کہہ کر جذباتی ہوئیں، عرشیہ نے روبرو ہوتے نانو کے آنسو پونچھ دیے۔

"دعا ہے آپکی ہر دعا اسے لگے۔ افسردہ مت ہوں۔ مما آپ دونوں سے بہت پیار کرتی ہیں۔"

وہ عرشیہ کے ان ہاتھوں کو پکڑ کر چوم گئیں جو انکے آنسو صاف کر رہے تھے، دونوں کا پھر سے گلے لگنا عدین نے بھی مہرو کی وڈیو کال سمیت دیکھا تھا، مہرو نے اپنا چھوٹو بے بی بھائی اٹھا رکھا تھا جسے دیکھ کر ویسے ہی سبکی آنکھوں میں پیار امڈ آیا، یمل نے بھی انکو جوائن کیا تو کچن میں جیسے بس مسکراہٹ، ہنسی اور پیار باقی رہ گیا۔

.._____..

فائنلی گیارہ بجے تک محراب واپس ہوسپٹل پہنچ آئی تھیں، خضر نے ان سبکو شام میں ملنے کا کہا تھا کیونکہ آج وہ اپنے مشن پر نکل چکا تھا، منائم کو پانچ سے چھ دن ڈاکٹرز نے مکمل بیڈ ریسٹ کے ساتھ چھٹی دی تھی اور تاکید بھی کی تھی کہ کسی قسم کا سٹریس نہیں لینا، وہ سب گیارہ بجے تک پہنچ چکے تھے، محراب نے اسکی گھر واپسی پر منائم کے کمرے کو پھولوں سے سجوا کر رکھ دیا تھا جسے دیکھ کر اسکے موڈ پر بہت اچھا اثر بھی ہوا، ویسے تو مہویر اسے اپنے گھر لے کر جانا چاہتا تھا پر محراب چاہتی تھیں کم از کم جب تک اسکی پٹی

نہیں اترتی وہ منائم کو اپنے پاس رکھے اور ویسے بھی مہویر کا یہ ہفتہ بہت بزی ہونے والا تھا تو منائم اسکے اپارٹمنٹ اکیلی نہیں رہ سکتی تھی، ابھی اسے ہمہ وقت کسی نہ کسی کی ضرورت تھی، ابھی وہ بہت ویک تھی تبھی ایک نرس بھی ہائیر کی گئی تھی جو اسکی میڈیسن وغیرہ کا خیال رکھنے والی تھی۔

"مما۔یہ سب کرنے کی کیا ضرورت تھی؟"

اپنے روم کو گلابوں کے بوکوں سے سجا دیکھ کر وہ محراب سے لپٹ کر لاڈ سے شکوہ کر گئی۔

"کیوں ضرورت نہیں تھی؟ بہت بن لی تم چھوٹی ہو کر بھی بڑی دادی اماں۔۔اب مما تمہارے سارے لاڈ اٹھانا چاہتی ہیں تو میرا چھوٹا سا بے بی بن جاو۔"

وہ سچ میں یہ سن کر جذباتی ہوئی، مہویر ان دونوں کو دروازے میں کھڑا ہو کر دیکھتے مسکرا رہا تھا، وہ بھی وئیر ہاوس ہی جانے والا تھا بس ماں بیٹی کے لاڈوں نے اسکے قدم زنجیر کر دیے۔

" تھینکیو۔ مجھے مہویر کے حوالے نہ کرنے کے لیے۔۔۔ مما مجھے انکے ساتھ نہیں جانا تھا"

وہ دوبارہ گلے لگ کر جان بوجھ کر مہویر کو سنا گئی جو اس طعنے کو بھی محظوظ ہو کر سن گیا۔

"اسے بھی یہیں رکھ لیا ہے۔ دن بھر اپنے کام دیکھنے کے بعد وہ یہیں آ جایا کرے گا۔ حوالے تو تم اب اسی کے ہو، مجھے یقین ہے یہ تمہاری بھی خوشی ہے۔ اوپر اوپر سے روٹھی رہو پر پر سکون رہو میرا بچہ۔۔۔ میں تمہارے لیے کھانے کے لیے لاتی ہوں کچھ پھر میڈیسن بھی لینی ہے۔ بیٹھ جاو، کھڑی مت رہو"

وہ مما کے لاڈ، پیار تو سہہ گئی پر انکا مہویر کی حمایت میں بولنا نہ برداشت کرتے، مہویر کو گھوری جو ساس صاحبہ کے کمرے سے نکلنے کا ہی منتظر تھا، فوری اندر آیا۔

"جاسکتے ہیں اب آپ، میں میری مما کے ساتھ بہت اچھے سے رہوں گی۔"

وہ اپنے بستر پر ٹھیک سے لیٹتے، مہویر کو قریب آتا دیکھے سرد مہری سے تنبیہہ کر گئی پر رکتی تھی مہویر کی بلا۔

"تم میرے ساتھ زیادہ اچھے سے رہو گی لیکن میں ابھی کچھ دن مصروف ہوں۔ تمہاری بھی طبعیت سنبھل لے تو باقاعدہ ریسلنگ میچ رکھتے ہیں۔"

وہ اسکی ناک پکڑ کر دباتا، سراسر مزاق کے موڈ میں تھا پر وہ نہ تھی، زور سے اسکے ہاتھ پر ہاتھ مارتے اپنی ناک اسکے ہاتھ کے تشدد سے آزاد کی جس پر وہ ہنسا۔

"ویری فنی۔۔۔اینڈ ڈونٹ ٹچ می۔ جائیں یہاں سے میں آپکو نہیں دیکھنا چاہتی"

منائم نے غصے سے کہہ کر منہ پھیرا ہی جب وہ اسکے پاس بیٹھا، اسکا منہ پکڑ کر منائم کو اپنی طرف پلٹا کر اسکی وہی ناک چومی جسکے دبنے پر محترمہ سیخ پا ہوئی تھیں۔

"میں تو اپنے ہر منظر میں بس تمہیں چاہتا ہوں میری جان۔۔میری معصوم سی پینگوئن"

وہ اسکی روٹھی آنکھوں سے بے نیاز اسکی بھری بھری گالیں باری باری چومتا مسکرایا کیونکہ وہ اسکے پیار پر بلکل اریٹیٹ نہ ہوئی۔

"تم جتنا وقت چاہے لے لو، میں تمہیں مناتے ہوئے نہیں تھکوں گا۔ تم میرا ایسا سکون ہو۔ خضر کے اور تمہارے دوست آئیں گے دن میں۔ انجوائے کرنا۔ لیکن اگر سر درد کرنے کی کوشش کریں تو سیدھے سے بول دینا جاو

بھئی نہیں چاہیے تم لوگوں کی ایسی تیمارداری۔ میں نہیں برداشت کر سکتا کہ اب تمہارا سر زرا بھی دکھے۔ یہ میرا سر ہے، سو درد بھی میرا ہو گا"

وہ اسکا ماتھا چومتا، اسکے اندر جانے کیسا کیسا احساس سکون اتار گیا کہ منائم کی پلکیں سرور سے بوجھل ہوئیں، پر ابھی وہ بلکل بھی راضی نہیں ہونا چاہتی تھی، کچھ دن نخرے دیکھانا تو منائم کا حق تھا۔

"ابھی میرا دل آپکو دیکھنے پر بھی راضی نہیں"

وہ صاف گوئی سے بولی، رتی برابر لچک نہ تھی۔

"میرا تو دل تمہارے دیدار کو رزق مان چکا ہے۔"

وہ اسکے ہر ستم گر لفظ کا متبادل پیار میں ڈوبا لفظ لا کر منائم کو دھیرے دھیرے مائل کر رہا تھا لیکن وہ اب جلدی پگھلنے والی لڑکی نہ رہی تھی۔

"بس مہویر۔ جائیں یہاں سے"

وہ اسکے جذبات کی زیادتی پر روہانسی ہوئی تو مہویر نے اسکی ملائم گال پیار سے تھپکی اور مسکراتا ہوا اسکے پاس سے اٹھا، شرارت سے اپنا ہاتھ منائم کی طرف پھیلایا جیسے اسے یقین تھا وہ تھام لے گی پر منائم بھی خود پر بلا کا جبر کیے اپنے ہاتھ کو مٹھی بنائے روک گئی۔

"اف، تمہارا یہ جبر جب بھی ٹوٹا بہت برا ٹوٹے گا۔ پھر تمہیں میں ویسے ہی درکار ہوں گا جیسے ہمارے ایک ہونے کے پہلے لمحے تھا۔ میں اس منائم کا شدت سے منتظر ہوں۔ بائے میری جان۔ خیال رکھنا۔ تمہیں کچھ ہوا تو میرے سینے میں دھڑکتا دل جام ہو جائے گا۔ اسکی دھڑکن تمہاری سانسوں سے منسلک ہے۔ سانس لیتی رہو گی، میرا دل سینہ دھڑکن سے ہمکنار رہے گا۔"

وہ اپنے جذبات، اپنی محبت، اپنی دیوانگی کے مظاہرے کرتا ہوا کئی سیکنڈ لگا کر دروازے تک فاصلہ سمیٹ سکا اور جب نکلا تب بھی پاوٹ بنا کر منائم کو

پیار دینا نہ بھولا، وہ اسکی موجودگی میں تو سخت تیور لیے رہی پر اسکے اوجھل ہوتے ہی منائم کے رخساروں میں گلاب اتر آئے، زہے نصیب!

.._____..

خضر ملک کی گاڑی کبیر شامدانی کے وسیع و عریض بنگلے کے پورچ میں رکی تو دو گارڈ اجلت کے سنگ اسکی طرف بڑھے، خضر ملک کو کون نہیں جانتا تھا تبھی ہائی پروفائل اس آدمی کے گارڈز نے اسے بنا کسی سیکورٹی اندر آنے کی اجازت دی تھی مگر اسکا مالک غصہ نہ ہو تبھی اک رسما پوچھ گچھ کرنی ان گارڈز کو مناسب لگی۔

"میں آپکا بہت بڑا فین ہوں خضر ملک"

خضر نے کار ڈور بند کیا تو گارڈ کی جانب سے مسکراتے لہجے اور بے یقینی کو دیکھ کر خضر نے مسکرا کر اسکا شانہ تھپکا۔

"پر میں تو تمہارے صاحب کبیر شامدانی کا فین ہوں بھائی۔ کوئی اپائمنٹمنٹ نہیں لی۔ کیا پھر بھی ملاقات کرواسکتے ہو اس بنگلے کے خوبصورت کپل سے؟"

وہ دونوں گارڈز ایک دوسرے کا منہ دیکھنے کے بعد آمادہ ہوگئے، انکی تو خوشی ہی بے قابو ہوئے جارہی تھی۔

"جی کیوں نہیں۔ آجائیں میرے ساتھ۔ ابھی میم اور سر گھر ہی ہیں"

اس بھلے مانس آدمی نے فوراسے پہلے ہامی بھری جس کے بعد مکمل سیاہ میں جاذب و وجیہہ کے ساتھ اضافی مغرور لگتے خضر ملک نے بھی ان گارڈز کے قدموں کی پیروی کی، بہت سا فاصلہ طے کرنے کے بعد خضر کو اک بڑے شاہی ڈرائنگ روم میں پہنچایا گیا، ایک گارڈ بنگلے کے مالک کو بلانے گیا تو دوسرے نے کچن ہال کا رخ کیا۔

خضر نے اس عالی شان جگہ کا جائزہ لینے کے ساتھ اپنا فون نکالتے بیلا کے نمبر پر میسج بھیجا، وہ ایک ٹیکسٹ ٹو آڈیو سافت ویئر کے تھرو ہی میسج سنتی تھی، ابھی بھی وہ گارڈن ایریا میں بیٹھی فوراً سے اپنا فون اٹھا کر خضر کا میسج سننے لگی۔

"تو پھر تیار ہو سوئیٹ کارن، اپنے بھائی کے ساتھ ہوئی زیادتی کا بدلہ دیکھنے کو؟ جتنا یہ آدمی رئیس ہے مجھے نہیں لگتا وہ لڑکی عمیر سے تنگ ہو کر اسے چھوڑ کر گئی بلکہ گولڈ ڈگر ہی لگ رہی ہے۔ تم لوگ بھی اچھے خاصے امیر ہو لیکن یہ تو تباہی ٹائپ آدمی ہے۔ جسکے گارڈز بھی سونے کی چین پہنتے ہوں، وہ خود کتنا رئیس ہو گا"

وہ یہ سن کر مسکرائی کہ یہ بندہ اپنی اتنی سخت مصروفیات چھوڑ کر کن کاموں میں لگا ہے۔

"خضر! پلیز امن و امان سے معاملات دیکھیے گا۔ کسی قسم کی لڑائی جھگڑے سے اجتناب برتیے گا۔ مجھے اپنے بھائی کی طرح آپکی بھی فکر ہے"

بیلا نے جوابا آڈیو بھیجی جسے سن کر وہ بیلا کی فکر پر فدا ہوا۔

"میں بس اس لڑکی کو پرکھوں گا۔ اگر یہ لالچی ہوئی تو اسکا پتہ صاف کر کے آوں گا۔ عمیر کے لیے کوئی باوفا عورت ڈھونڈ لیں گے۔ وہ لوگ آرہے ہیں میں بعد میں ڈیٹیل بتاتا ہوں"

خضر نے اسے جوابا آڈیو کی اور باہر کی جانب سے قدموں کی چاپ پر وہ الرٹ ہوا، اور پھر اک بہت خوبصورت، شاہی کپل ڈرائنگ روم کی حدود میں داخل ہوا، خضر نے اس آدمی کو تو بعد میں دیکھا پہلے اس لڑکی کو زیورات سے لدا دیکھ کر اک آدھے چہرے کی سمائل دی کیونکہ اس لڑکی کی آنکھوں سے ہی پیسے کی ہوس ٹپک رہی تھی۔

"خضر ملک! ایک راک سٹار اچانک سے ایک گمنام فین کے گھر کیسے؟"

کبیر شامدانی کے مسکراتے استفسار پر خضر چونکا، یعنی خضر کا یہ آدمی بھی فین نکل آیا تھا۔

"ہیلو مسٹر کبیر! کیا اتنے امیر و کبیر لوگ بھی میرے فین ہیں؟"

وہ اسکی جانب ہاتھ بڑھا گیا جسے کبیر نے فوراً تھاما، وہ لڑکی بس سنجیدہ اور مشکوک انداز میں خضر کو دیکھ رہی تھی۔

"ملک ہولڈ نگز کے مالک ہو کر تم خود کو کم امیر و کبیر کہنے کی کوشش میں ہو خضر ملک۔"

کبیر کا لہجہ شریر ہوا تو خضر مسکرایا۔

"ارے وہ میرے بابا کا بزنس ہے۔ میں تو چھوٹا موٹا سنگر ہوں دوست"

خضر نے مسکینی کی حد کی، کبیر کھل کر ہنسا۔

"چھوٹے موٹے تو نہیں ہو۔ بہر حال بہت خوشی ہوئی اس اتفاق سے۔ خوش آمدید۔ میں کبیر شامدانی، یہ میری وائف، ہانیہ شامدانی"

وہ اس طرح کے اتفاق کی امید میں نہ تھا، خضر نے دونوں کی طرف مسکرا کر دیکھا مگر اس لڑکی کو دیکھتے ہوئے خضر کی آنکھوں میں صاف خفگی اتر آئی۔

"مل کر خوشی ہوئی مسیز کبیر"

خضر نے سلگتی ٹون میں ہانیہ کو مخاطب کیا مگر وہ خضر کی سخت نظروں کے آگے تھوڑی بے چین تھی۔

"مجھے بھی۔"

وہ رسان سے منمنائی۔

"بیٹھو ناں خضر ملک۔۔۔ میں بہت تجسس میں ہوں کہ تم یہاں کیسے آئے؟ آئی مین نہ ہم کبھی ملے نہ کوئی انٹریکشن ہوا۔ یہ کافی خوشگوار اتفاق ہے"

خضر نے انکے بیٹھتے ہی خود بھی کاوچ سنبھالا جبکہ کبیر بہت زیادہ حیران سا تھا کہ آخر یہ بندہ اسکے گھر کیسے آ گیا۔

"تمہارے لیے یہ اتفاق ہو گا کبیر، میں تو یہاں پورے ارادے سے آیا ہوں۔ تمہاری مسیز کی وجہ سے، ایک بہت اہم مسئلے میں مدد درکار ہے اور یہ مدد بس تمہاری وائف کر سکتی ہیں۔ کیوں مسیز کبیر؟ آپکو کچھ اندازہ ہے کہ میں کس مدد کی بات کر رہا ہوں؟"

خضر کے یکدم ٹون بدلنے پر ہانیہ کے چہرے کی رنگت سی بدلی، خود کبیر نے گردن پھیر کر حیرت سے ہانیہ کو دیکھا، پھر کبیر بھی خضر کی جانب متوجہ ہوا کیونکہ وہ خضر کی بات سے الجھ چکا تھا۔

"ایکسکیوزمی؟"

ہانیہ کی آنکھوں کا ڈر جیسے باہر نکلا۔

خضر ملک کی آنکھوں میں عجیب سی سرد چمک تھی جب اس نے سامنے بیٹھی عورت کو دیکھا۔

"عمیر خاور سلطان۔۔۔۔اسے بہت مہارت سے پاگل کیاناں آپ نے، میں مدد چاہتاہوں کہ کوئی طریقہ بتائیں کہ اب اسے ٹھیک کیسے کیا جائے۔کیونکہ میں دیکھ رہاہوں آپ توماشاءاللہ عیش و عشرت کے ساتھ سکون میں ہیں لیکن آپکاسابقہ منگیتر آپ کا اپنی زندگی سے جاناسہہ نہیں سکا۔کیسے آپ کسی شخص کے احساسات وجذبات مفلوج کرکے اتنی حسین اور خوش دیکھائی دے سکتی ہیں؟معافی چاہتاہوں کبیر تمہیں یہ سب ناگوار گزراہو گالیکن میں بہت آس لے کر مدد کے لیے آیاہوں"

خضر کے الفاظ، اسکا سرد ٹھٹھرا تا لہجہ، اسکے نشتر جیسے تیور، سب ہی ہانیہ کو لٹھے کی مانند سفید کر گئے، وہ اپنی جگہ سے اٹھی تو کبیر بھی اٹھا، اب وہ دونوں اٹھے تھے تو خضر کیسے بد تمیزی کر کے بیٹھا رہ سکتا تھا، وہ بھی اٹھ کھڑا ہوا۔

"خضر ملک! تم میری بیوی کے بارے ایسے بات کس طرح کر سکتے ہو۔ اس پر تمہاری جان لے سکتا تھا میں لیکن شکر کرو میرے دل میں تمہارے لیے بہت قدر اور انسیت ہے تو بچ گئے ہو۔"

کبیر کا گرم توئے پر اچھلنے والا انداز فطری تھا، اسکی جگہ کوئی بھی ہوتا یونہی ہائپر ہو جاتا، پھر جسکی اتنی حسین بیوی ہو اور وہ اسکے حسن کے پیچھے پاگل ہو تو اسے شرطیہ پتنگے لگنے تھے۔

"کبیر تم کچھ کہنے سے پہلے اپنی بیوی سے کیوں نہیں پوچھ لیتے، اس نے عمیر خاور سلطان کو اس لیے چھوڑا کہ وہ اپنے باپ کے پیسوں کا محتاج تھا۔ اس نے سوچا اگر یہ عمیر سے شادی کرتی ہے تو اسکی طرح یہ بھی خاور سلطان کے

دیے ٹکروں پر پلے گی۔ لیکن ہانیہ صاحبہ کے خواب یقیناعیاشی اور حکمرانی کے ہوں گے۔ سواس نے تمہاری صورت اک خود مختار بکراڈھونڈا جو کسی ماں یاباپ کے پیسے کا محتاج نہ ہوتا۔ تم جانے مانے انڈسٹریل ہو، تمہارا اربوں کا کاروبار ہے اور دوسرا یہ سب تمہارے ہاتھ میں ہے۔۔۔ وہ اس کو بھلے بہت زیادہ پیسے نہیں دے سکتا تھا پر ٹوٹ کر چاہتا تھا۔ یہ تھوڑا صبر کرتی تو خاور سلطان کی ساری جائیداد ویسے بھی عمیر کے نام ہو ہی جاتی لیکن اوہ تمہاری بیگم تو بے صبری بھی تھی۔ اس شخص نے اسکے پیروں میں پڑ کر اسے روکا کہ مت چھوڑے، اس کی بہن، اسکے ماں باپ نے التجائیں کی لیکن یہ چلی گئی یہ کہہ کر کہ عمیر بورنگ ہے اور اسکا اس سے دل اچاٹ ہو گیا۔۔۔۔ وہ شخص پچھلے کچھ سالوں سے نیم پاگل ہو چکا ہے۔۔۔۔ اور یہ صاحبہ تمہارے ساتھ عیش و عشرت کے مزے لے رہی ہیں۔ میں تو کوئی بدلہ لینے نہیں آیا، بس مدد چاہتا ہوں کہ اس جوان جہاں آدمی کے جو حواس

یہ چھین لائی ہے، کسی طرح اسے واپس کر دے۔ وہ اپنے ماں باپ کے بڑھاپے کا سہارہ بننے لائق بھی نہیں رہا، کم از کم وہ تو بن جائے"

خضر کے الفاظ کوڑوں کی طرح ہانیہ اور کبیر کے دماغوں پر برسے، کبیر نے گردن پھیر کر ہانیہ کو دیکھا تو ان نظروں میں صرف اک سوال تھا کہ کیا یہ سچ ہے یا جھوٹ۔

"م۔ میں اپنی زندگی کا فیصلہ لینے میں خود مختار تھی۔ مجھے نہیں پسند رہا تھا وہ کیونکہ وہ بہت پابندیاں لگاتا تھا۔ وہ اپنے سوا کسی کو دیکھنے بھی نہیں دیتا تھا۔ میرا دم گھٹتا تھا ایسے ریلشنشپ میں۔ میں نے اپنی آسانی چنی۔ جب لگا کہ ہم ساتھ نہیں چل سکتے تو ختم کر دیا۔ مجھے علم نہیں تھا وہ پاگل ہو گیا۔ میں سمجھی اگر وہ میرے پیچھے نہیں آیا تو یقیناوہ بھی یہ سب ختم کرنا چاہتا ہو گا۔"

ہانیہ نے افسوس کے سنگ کبیر کو صفائی پیش کی، لیکن کبیر کی آنکھوں میں بے انتہا غصہ بھرا تھا، خضر کے علاوہ بھی کوئی تھا جو یہ سب سن چکا تھا۔

"میں کروں گی اسکے ہوش و حواس اسے واپس"

ہانیہ، کبیر اور خضر بیک وقت اک نسوانی فیصلہ کن آواز پر پلٹے جہاں سیڑھیوں کے پاس ایک ہانیہ ہی کی ہم عمر پیاری سی لڑکی سنجیدہ سی کھڑی تھی۔

وہ کبیر شامدانی کی اکلوتی بہن ماریہ کھڑی تھی، جو ایم بی بی ایس کے بعد سپیشلائزیشن کر رہی تھی، فیوچر کی Psychiatrist جسکے پاس اسکا تھیسیز کیس خود چل کر آ چکا تھا۔

"اگر ایک عورت نے کسی نارمل آدمی کو اس ابتر حال تک پہنچایا ہے، تو کسی عورت کو ہی اسے ٹھیک کرنا ہو گا۔"

اس نے سب کو دیکھتے ہوئے کہا، سب حیران تھے۔

وہ سیدھا خضر کے سامنے آ کر رکی۔

"میں عمیر خاور سلطان سے شادی کروں گی۔"

کمرے میں مکمل خاموشی چھا گئی۔

"ویسے بھی مجھے اپنے تھیسسز کے لیے ایک کیس چاہیے۔"

خضر کی آنکھوں میں حیرت کے ساتھ مسکراہٹ ابھری، وہ یہاں ہانیہ کو عمیر کے لیے لینے آیا تھا پر خدا کو کچھ اور ہی منظور تھا۔

"ماریہ۔۔یہ کیا کہہ رہی ہو تم؟ تم دونوں لڑکیاں کیا مجھے پاگل کرنا چاہتی ہو؟"

کبیر کو یہ تماشا ہضم نہ ہوا تو وہ چلا اٹھا۔

"بھائی۔، آپ جانتے ہیں مجھے شادی میں کوئی دلچسپی نہیں تھی مگر یہ سب سننے کے بعد اپنے پروفیشن کے لیے یہ سٹیپ لینے میں شدید دلچسپی ہے۔ کیا آپ نہیں چاہتے آپکی پیاری بیوی نے جس انسان کو برباد کیا، اسکا تھوڑا بھلا

ہو۔وہ بھی کسی کا بیٹا ہو گا۔ کسی کا بھائی ہو گا۔ ایسا نہ ہو اسکی اور اسکے گھر والوں کی بد دعائیں آپ دونوں کی خوشیاں چھین لیں۔ والدین بننے والے ہیں آپ دونوں، مجھے یہ کرنے دیں"

کبیر اور ہانیہ اس وقت جیسے لاجواب اور سن تھے لیکن خضر کا دل جیسے اندر تک ٹھنڈا تھا، ماریہ نے دوبارہ سے خضر کی طرف رخ کیا۔

"کیا ہم کل ہی یہ نکاح کر سکتے ہیں؟"

ماریہ کے استفسار پر خضر نے اک نظر اس ششدر تھے کپل کی طرف دیکھا پھر ماریہ کو دیکھ کر مسکرایا۔

"بلکل۔۔"

خضر نے خوش دلی سے اقرار کیا۔

"آپ عمیر اور اسکی فیملی کو یہ سب بتا کر کل یہاں تشریف لے آئیں۔ سب لنچ یہیں کیجئے گا۔ انھیں میری طرف سے کسی دھوکے میں مت رکھیے گا۔ بتا دیجئے گا کہ لڑکی Psychiatrist بن رہی ہے تو انکے بیٹے کو فی الحال ایز آ پیشنٹ قبول کرے گی۔ بعد کا کچھ نہیں کہہ سکتے کیونکہ ہم انسان ہیں اور انسانوں کی زندگی غیر متوقع ہوتی ہے۔"

وہ خضر کو پہلی ہی ملاقات میں امپریس کر چکی تھی، اسکا بھائی اور بھابھی تو جیسے مراقبے میں جا چکے تھے لیکن وہ اپنے فیصلوں میں بلکل لڑکھڑانے والی شے نہ تھی۔

"تم سے مل کر خوشی ہوئی۔ ہم سب کل دو بجے پہنچ جائیں گے۔ ٹھیک ہے ناں کبیر شامدانی؟ ہانیہ صاحبہ؟"

خضر نے اول جملہ ماریہ سے کہا پھر ان دونوں کی طرف دیکھا، ایک کی آنکھوں میں غصہ تھا تو دوسری کی آنکھوں میں ندامت۔

"ان سے پوچھنے کی ضرورت نہیں۔ خیر کچھ لیں گے آپ خضر ملک ؟"

ماریہ نے مسکرا کر مہمان نوازی کی پر خضر جلد از جلد یہاں سے جا کر خاور صاحب کی فیملی کو یہ خوش خبری سنانا چاہتا تھا۔

"نہیں۔ اب کھانا پینا کل ہی نکاح کے بعد ہو گا۔ اجازت چاہوں گا۔ آپ دونوں کو بھی اللہ حافظ "

خضر نے خوشی خوشی اجازت طلب کی جسکے بعد وہ وہاں سے نکل گیا، کبیر نے اک خشونت بھری نگاہ بیوی اور بہن پر ڈالی اور ہانیہ کے لاکھ روکنے کے باوجود وہ ابھی وہاں سے چلا گیا کیونکہ غصے سے اسکا دماغ پھٹ رہا تھا۔

"یہ کیا کر رہی ہو تم ؟"

ہانیہ نے افسردہ ہوتے ماریہ سے پوچھا۔

"جو تم نے کیا اس سے تو کم ہی برا کر رہی ہوں مسیز کبیر۔ ویسے بھی جب سے تم اس گھر میں آئی ہو عجیب منفیت پھیل چکی تھی، بھائی بہن میں بھی دوریاں آ گئیں کیونکہ اسے تمہارے سوا کوئی نظر نہیں آتا۔ شادی میں نے کرنی نہیں تھی نہ اس گھر میں رہنے کا دل چاہتا تھا۔ میرے لیے تو یہ یہاں سے فرار کا سنہری موقع ہے۔ اب تم مزے سے اس پورے بنگلے پر راج کرنا۔ میں تو چلی تیاریاں بھی تو کرنی ہیں"

ماریہ نے اسے جی بھر کر آگ لگائی اور واپس چلی گئی البتہ ہانیہ کو اب اس چیز کا خوف تھا کہ نجانے کبیر شامدانی اسکے ساتھ کیا کرے، خضر جتنا یہاں آتے وقت فکر مند تھا، واپسی پر تو سپیکر کھول کر جناب اپنے ہی شور شرابے والے گانوں پر محظوظ ہو کر مسکراتے ڈرائیونگ کر رہا تھا، بیلا کے دو تین میسج بھی آئے مگر وہ یہ سب خاور سلطان، انکی وائف صبیحہ اور بیلا کو آمنے سامنے ہی بتانا چاہتا تھا۔

اور جب وہ پہنچا تو بیلا نے پہلے ہی مما بابا کو روک رکھا تھا، خضر کے کارنامے کو سن کر وہ لوگ بھی ششدر رہ گئے، پہلے تو کتنی دیر تک کوئی بول نہ سکا، یہ بلکل بھی یقین کرنے والی صورت حال نہ تھی مگر پھر اختتام اس اداس فیملی کی حسین مسکراہٹ پر ہوا، خود بیلا کی خوشی کی انتہا نہ تھی، خضر نے ماریہ کی طرف سے کچھ بھی نہ چھپایا جسکی خاور سلطان اور صبیحہ صاحبہ کو زیادہ خوشی تھی کہ وہ لڑکی انکے بچے کا علاج کرے گی، اور مستقبل کے لیے بھی ان سب نے اچھی امیدیں باندھ لی تھیں، خاور سلطان نے اجلت میں عاصم کو بلوایا تھا تاکہ اسے اسکے بیٹے کی یہ ہونہاری بتا سکیں، مگر عاصم کا اپنے گھر سے نکلتے ہوئے آخر اس عورت سے سامنا ہو ہی گیا۔

ابھی وہ بیڈ ریسٹ پر تھی لیکن تھوڑا تھوڑا ٹہل رہی تھی، گولی بہت بری جگہ جو لگی تھی۔

"کمرے میں محدود رہنا آگے سے"

عاصم نے اسکی طرف دیکھتے سرد مہری سے کہا تو فاطمہ نور آدھے چہرے کے سنگ مسکرائی۔

"بہت رہ لی محدود عاصم، اب اپنی حدیں بتاوں گی تمہیں۔ یمل کو کب لاو گے؟ یا مجھے بتاو میں خود لے آوں"

وہ تندہی سے بولی تو عاصم نے اسکی طرف مزید حقارت سے دیکھا۔

"ایک ہفتہ وہ ہم سے دور رہ کر ہم سے ملنے کی ہمت جمع کرنا چاہتا ہے۔ اتنے گھٹیا ماں باپ ہیں ہم اسکے کہ اسکے لیے ہمارا سامنا بے حد مشکل ہے۔ ہفتہ ٹک کر رہو فاطمہ، ورنہ ایسا نہ ہو تمہارا یہ زخم، کبھی نہ بھرنے والا ناسور بن جائے۔ اپنے اور اپنے باپ پر رحم کھانا، کسی قسم کی غلطی یا کوتاہی تم باپ بیٹی کی زندگی کا خاتمہ بن سکتی ہے۔"

عاصم نے اسے صاف صاف لفظوں میں وارننگ دی اور غیر دلچسپی کے سنگ فاطمہ اور اسکے وجود کو نظر انداز کرتا وہ نکل گیا، فاطمہ کی آنکھوں میں انتقام کی سرخی ہلکوری۔

"ایک ہفتہ مجھے بھی چاہیے ٹھیک ہونے میں، پھر تمہارا جینا حرام نہ کیا تو میرا نام بھی فاطمہ نور نہیں۔ ایک بار میرا بیٹا مجھے مل جائے، پھر مجھے کسی کی پرواہ نہیں رہے گی"

فاطمہ نے سنگین تیوروں کے سنگ خود کلامی کی اور دھیرے دھیرے قدم اٹھاتی واپس کمرے کی طرف گئی تو کچن سے شمس الدین نکلے، وہ سب سن چکے تھے اور اس وقت اپنی اولاد کی عقل پر ماتم کرنے کے سوا انکے پاس کوئی چارہ نہ تھا۔

جبکہ عاصم جب خاور کے بنگلے پہنچا تو آگے سے خضر کے اس کارنامے کو سن کر جیسے پہلی بار بے ساختہ قہقہہ لگاتے اس نے خضر کو اپنے سینے لپٹایا تھا، یہ

واقعی حیرت انگیز کام ہوا تھا لیکن خضر نے سبکی آنکھوں میں یقین اور مسکراہٹ بھر دی تھی، وہ بھلے جذباتی انسان تھا لیکن اسکے جذبات آجکل قبولیت کی مسند پائے ہوئے تھے، شاید بیلا کا اسکی زندگی میں آنا اسکا گڈ لک چارم تھا کہ خضر کی زندگی میں سب خوبصورت ہو چکا تھا، اسکی شرارتوں سے لے کر اسکا رعب، پروفیشن سے لے کر ماں باپ کی ملتی توجہ تک، شاید اسی لیے وہ کھل کر سامنے آرہا تھا۔

اب ان سبکو کل کا انتظار تھا۔

.._____..

"وہ دونوں کہاں ہیں؟ ملنا چاہتا ہوں۔ سوہا کی عقل بھی ٹھکانے لگانی ہے، کورٹ نے بس چھ دن دیے ہیں۔ اس کے اندر اندر سوہا کو وہ لیگل نوٹس واپس لینا ہو گا"

یاسر نے رئیس کو گرم گرم چائے سرو کی تو رئیس نے شدید بے چینی سے پوچھا، اب یاسر کو علم نہیں تھا عامر نے اسکے حوالے جو دو لوگ شماس صاحبہ اور رضی سومرو کے طور پر کیے وہ اصل نہیں ہیں، عامر نے یاسر کو اتنا ہی بتایا تھا جتنا اس نے ضروری سمجھا تھا۔

"ایک چھوٹے سے پرانے گھر میں رکھا ہوا ہے دونوں کو۔ خیال سے رکھ رہے ہیں ہمارے لوگ۔ اب آپ سوہا کو کال کرنا کہ اسکے ماں باپ آپکے قبضے ہیں، اگر وہ انکی سلامتی چاہتی ہے تو لیگل نوٹس واپس لے۔ دیکھا کیسا لگا میرا آئیڈیا؟"

یاسر نے شیخی بگاڑ کر کہا تو رئیس کمینگی سے مسکرایا۔

"تم کمال کے ہو یاسر۔ بس میں یہ ناشتہ کر کے کرتا ہوں اپنی ڈارلنگ کو کال"

رئیس نے شوخی کے سنگ کہا جس پر یاسر نے بھی سر ہلا دیا۔

دوسری طرف انیس بارہ تک آیا تو سب نے ساتھ ہی ناشتہ کیا، پھر عدین اور یمل نے ان چاروں کو رخصت کیا کیونکہ وہ سوہا سومرو کو سرپرائز دینے جا رہے تھے، ابراہیم کو کل انیس سے بات کرنے کا موقع نہ ملا اس لیے وہ آج بھی گھر تھے، ویسے بھی فیکٹری کے ملازمین نے دوبارہ سے ہڑتال کر رکھی تھی اور ابراہیم کا جانا انکو مزید اشتعال ہی دلاتا، خراب مشین کی وجہ سے دو لوگ مرتے مرتے بچے تھے تبھی ورکرز اب اس مشینری کے بدلے جانے کا تقاضا کر رہے تھے۔

وہ چاروں سوہا سومرو کے گھر روانہ تھے، شماس صاحبہ نے رضی صاحب کو جیسے تیسے منا تو لیا لیکن عرشیہ دیکھ سکتی تھی کہ نانو وبلکل بھی آنے پر آمادہ نہ تھے، ڈرائیونگ انیس ہی کر رہا تھا، جبکہ عصر کی بھی آج کچھ اور ذمہ داری تھی، انیس نے اسے یہ کام دیا تھا کہ وہ ہوسپٹل جائے دو لوگوں کے ساتھ اور ہمایوں کے چچا کے سامنے ایک بار ٹیبل ٹاک کی پیشکش کرے کیونکہ رات یقیناً فائرنگ اسی سردار منصور بلوچ نے کروائی تھی مگر علوی مینشن کی

سیکورٹی دیکھتے ہوئے اور جوابی وار پر وہ بھاگ نکلے تھے لیکن اس سے انکے اندر کا انتقام ہر گز سرد نہیں ہوا تھا۔

اب عصران سر پھرے لوگوں کے بیچ خود ہی جا رہا تھا، خدا خیر کرے۔

"دونوں افسردہ ہیں۔"

عرشیہ نے ڈرائیونگ کرتے ہوئے انیس کی طرف دیکھتے سرگوشی کی تو انیس نے مرر کے تھرو پیچھے دیکھا، شماس صاحبہ، رضی سومرو کے بازو کے حصار میں سمٹ کر بیٹھی تھیں۔

"مجھے یقین ہے یہ افسردگی بس کچھ دیر کی ہے"

وہ بلا کا پر امید تھا، عرشیہ نے اسکی طرف محبت سے دیکھا، ابھی وہ ناراض تو نہیں لگ رہا تھا پر بہت زیادہ سنجیدہ تھا، وہ یہی سوچ رہی تھی کتنا ستا رہی ہے پھر بھی وہ اسکے ساتھ کھڑا ہے۔

"مجھے تمہارے یقین پر یقین ہے، مما کی کال آ رہی ہے۔ یقیناوہ بہت تجسس کا شکار ہوں گی"

اول اعتماد وہ انیس پر نچھاور کرے اسکی سرسری مگر گہری نظر سے گھبرا کر فوری سوہا کی آتی کال اٹینڈ کرے، فون کان سے لگا گئی۔

"کہاں رہ گئے تم دونوں اور سرپرائز۔ انتہا ہو گئی انتظار کی"

سوہا نے یہ تیسری کووفی بھی پی لی تھی، اب بھی انتظار کر کے بس ہو گئی تو کال کی۔

"بس مما، ہم دس منٹ دور ہیں۔ سرپرائز بھی آ رہا ہے۔"

عرشیہ نے انیس کو پھر پیچھے بیٹھے نئی نانو کو دیکھتے بتایا تو سوہا کی دلچسپی جیسے مزید بڑھ سی گئی۔

"ٹھیک ہے مما کی جان۔ بس جلدی پہنچو۔ میں شدت سے منتظر ہوں"

سوہانے پیار سے کہا اور رابطہ توڑا جبکہ عرشیہ کا دل بھی ننی نانو کی طرح تھوڑا بھاری تھا کیونکہ یہ ملن آسان نہیں ہونے والا تھا، لگ بھگ اکیس بائیس سالوں کی جدائی تھی۔

بہر حال وہ لوگ دس منٹ تک پہنچ چکے تھے، صفدر بابا کے گیٹ کھولتے ہی انیس کی لینڈ کروزر زن کرتی پورچ میں داخل ہوئی، انیس نے گاڑی روکی، سیٹ بیلڈ کھولتے وہ عرشیہ کے ساتھ ہی نکلا اور دونوں عقب میں بیٹھے افراد بھی بھاری دل سمیت اپنی اپنی جانب سے اترے، شماس صاحبہ کی طرف عرشیہ نے اپنا ہاتھ پھیلایا جبکہ رضی سومرو کے لیے انکا شیر بچہ انیس موجود تھا، انیس اور عرشیہ آپس کا ہر مسئلہ اور الجھن بھولے اس وقت فکر مند تھے تو ان تینوں کے لیے، ایک بیٹی کے لیے اور ان دو مہربان ہستیوں کے لیے جنہوں نے اک مدت سے اپنی اکلوتی بیٹی کو سینے لگا کر نہیں دیکھا تھا۔

پورچ میں گاڑی رکنے کے بعد ان سبکے بیچ کی ہلچل کی آواز ابھی مکمل طور پر مدھم بھی نہ ہوئی تھی کہ سوہا کے گھر کا مین دروازہ کھلا۔

دروازے پر کھڑی سوہا بے اختیار چند قدم آگے بڑھی۔

اس کے چہرے پر بے چینی، تجسس اور ہلکی سی مسکراہٹ ایک ساتھ موجود تھی۔

"کہاں رہ گئے تھے تم دونوں؟"

وہ کہتے ہوئے گارڈن سائیڈ سے جڑی تین عدد سیڑھیوں تک آئی مگر اگلے ہی لمحے اس کے قدم جیسے زمین میں گڑ گئے، سامنے کا منظر دیکھ کر سوہا سومرو جیسے زمین میں دھنس سی گئی۔

اس کی نظر عرشیہ کے پیچھے کھڑی اس عمر رسیدہ خاتون پر جا کر ٹھہری، وہ خاتون جسکا چہرہ سوہا کی آنکھوں کا نور اب بھی تھا، اور پھر اس مرد پہ جس کا

چہرہ وقت نے بدل تو دیا تھا مگر پہچان چھین نہ سکا تھا، وہ شخص جسکا ہونا سوہا کو تسلی کے جہاں میں اب تک زندہ رکھے ہوئے گھا۔

"ا... امی...؟"

سوہا کے ہونٹ کھلے کے کھلے رہ گئے۔

لفظ اس کے لبوں سے لگ کر اکھڑتی سانس کی طرح باہر نکلا۔

شماس صاحبہ کا ہاتھ عرشیہ کے ہاتھ کے سہارے میں تھا مگر اس ایک آواز نے اس ماں کے وجود کو ہلا کر رکھ دیا، وہ جیسے پتھر بن گئیں۔

رضی سومرو کا ہاتھ بھی بے اختیار انیس کے ہاتھ میں لرز گیا۔

پورچ میں ایک لمحے کو ایسی خاموشی چھا گئی جیسے وقت رک گیا ہو، جیسے سانسیں تھم گئی ہوں۔

عرشیہ نے دھیرے سے شماس صاحبہ کا ہاتھ چھوڑتے مما کی طرف دیکھا۔

"نی نانو۔ یہی تھا سرپرائز مما"

اس نے بہت نرمی سے آزردہ سی سرگوشی کی۔

یہ لفظ جیسے ان سبکے دلوں کو لرزا گئے۔

شماس صاحبہ کی آنکھوں میں اچانک پانی بھر آیا، انہوں نے لرزتے ہوئے اپنے قدم آگے بڑھائے۔

"امی...!"

سوہا جیسے تڑپ کر سسکتی خود کو روک نہ سکی، وہ ایک دم ان سیڑھیوں سے نیچے اتری اور چند قدم میں ان تک پہنچ گئی۔

اگلے ہی لمحے وہ اپنی ماں کے سینے سے لپٹ چکی تھی۔ اکیس بائیس برسوں کی جدائی، اکیس بائیس برسوں کی ضد، اکیس بائیس برسوں کی خاموشی، سب اس ایک لمحے میں آنسو بن کر ان ماں بیٹی کی آنکھوں سے بہنے لگے۔

عرشیہ کا دل بھی بھر آیا جبکہ انیس نے رضی سومرو کو اپنے ہاتھ اور بازو کا حصار اب بھی دے رکھا تھا۔

"امی، مجھے معاف کر دیں، میری کوتاہیوں، الزام ترشیوں اور بے حسیوں کو"

سوہا کی آواز روتے روتے ٹوٹ رہی تھی، شماس صاحبہ نے ایک پل نہ لگایا اس بے حس اولاد کو اپنے سینے لپٹانے میں، یہی تو ماں ہوتی ہے، اپنی اولاد کے ایک آنسو پر پگھل کر موم ہو جانے والی۔

"میں نے آپ لوگوں کو بہت یاد کیا، ب۔۔بہت..."

شماس صاحبہ کے ہاتھ پہلے چند لمحے فضا میں معلق رہے، جیسے وہ یقین ہی نہ کر پا رہی ہوں۔

پھر اچانک انہوں نے اپنی بیٹی کو زور سے سینے سے لگا لیا۔

"پاگل لڑکی ہو تم ہماری سوہا، تم نے بہت ستایا ہمیں"

ان کی آواز آنسوؤں میں بھیگ گئی۔

"ہم نے بھی تمہیں بہت یاد کیا، تمہاری تمام تر کوتاہیوں کے ہم تمہیں اپنے دل اور روح سے نکال نہیں سکے، اتنے پاس آکر تم سے گریز برتنا کم از کم ایک ماں کے لیے تو بہت مشکل تھا"

سوہا بچوں کی طرح ان سے لپٹ کر رو رہی تھی۔

اسی لمحے رضی سومرو چند قدم آگے بڑھے، ان کی آنکھوں میں نمی تھی مگر چہرہ ابھی بھی سختی کا نقاب اوڑھے تھا، انیس نے انکے عقب کی جانب نزدیک ہوتے قدم اٹھائے تو وہ عریشہ کے ساتھ آرکا۔

سوہا نے اپنی ماں سے الگ ہو کر اپنے والد کو دیکھا۔

"بابا..."

اس کی آواز میں وہی بچپن والا بے قرار لہجہ تھا۔

رضی سومرو کا سینہ جیسے درد کی طغیانی سے بھر آیا۔

"آپ ناراض تھے، ہ۔ ہونا بھی چاہیے تھا، مگر میں۔۔ میں کبھی آپ دونوں سے دور نہیں ہوئی بابا، آپ مجھ سے پہلے ہی خفا تھے، میں نے آپکی ناراضگی مزید بڑھادی"

وہ روتے ہوئے رضی صاحب کو دیکھتے بولی۔

رضی سومرو نے ایک گہری سانس لی، پھر اچانک انہوں نے ہاتھ بڑھا کر سوہا کے سر پر رکھ دیا، وہ ابھی اسے گلے نہیں لگا سکے تھے، انکے سینے میں بہت سا کرب دبا تھا۔

"بہت ضدی تھی تم۔ بہت تکلیف سے گزارا ہمیں، تم پر ہوتا تو ہمیں مار چکی ہوتی۔ یہ تو عرشیہ ہم سے دور نہیں ہوئی جسکے سہارے ہم بوڑھے اب تک جی لیے"

ان کی آواز اپنا ہاتھ ہٹانے کے ساتھ بھاری ہو گئی تو سوہا نے تڑپ کر بابا کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے شدت جذبات سے چوما۔

"ایسام۔۔ مت کہیں بابا۔ آپ دونوں سے لاپرواہ کبھی نہیں رہی۔ عرشیہ کو آپ دونوں کی زندگی کا حصہ بنا دیا کیونکہ میں آپکی زندگی کا حصہ رہنے لائق نہ بچی تھی، میں نے بہت تکلیف دی تھی۔۔۔ میں اپنے کیے پر شرمندہ تھی۔ نادم تھی۔ میں اتنا ہی تڑپی ہوں جتنا آپ دونوں، لیکن میں کیا کرتی، وہ سب مجھے بھی پاگل کر گیا"

وہ جانتی تھی امی کو منانا مشکل نہیں پر یہ شکستہ دل والا باپ اتنی جلدی نہیں ماننے والا تھا۔

"نہیں سوہا۔ تم اتنا نہیں تڑپی جتنا ہم تڑپے۔ چھوڑو ہاتھ۔ تمہاری ماں تمہیں معاف کر سکتی ہے لیکن میرا اتنا بڑا دل نہیں۔ میں یہاں صرف عرشیہ اور

انیس کے کہنے پر آیا ہوں۔ ورنہ تمہارے لیے میرے دل میں ابھی کوئی گنجائش نہیں"

وہ اپنا ہاتھ سوہا کے ہاتھ سے کھینچ گئے، سوہا انکے ایسے رویے سے بلکل حیران نہ تھی، بلکہ وہ اسے برحق جان رہی تھی۔

"بس کریں رضی۔۔۔"

شماس صاحبہ نے روتے ہوئے اپنے شوہر سے التجاء کی، انیس اور عرشیہ بھی جیسے ایک سی تکلیف میں تھے پر رضی سومرو کا دل چھلنی تھا، انکے پاس کوئی بٹن نہ تھا جسے دبا کر وہ نارمل بن جاتے۔

"نہیں شماس! بس نہیں کروں گا۔ تم پگھل گئی یہی کافی ہونا چاہیے اس کے لیے۔ ماں جیسا دل ایک باپ کے پاس نہیں ہوتا، ماں کی کوکھ سے بچوں کا براہ راست تعلق ہوتا ہے تبھی ماں پگھل جاتی ہے۔ باپ کے دل ایک بار تکلیف سہہ کر سخت ہو جائیں تو پگھلنے میں بہت وقت لیتے ہیں"

رضی سومرو کی باتوں نے جیسے سوہا کے دل کے اندر کہیں گہرا زخم چھیل دیا تھا، مگر اس نے کوئی صفائی دینے کی کوشش نہ کی۔

وہ صرف سر جھکائے کھڑی رہی، پھر وہ سب خاموشی سے گھر کے اندر چلے گئے، لیونگ ایریا میں ایک بار پھر افسردگی کا عالم تھا، کوئی بھی نہیں بیٹھا تھا۔

چند لمحے بعد سوہا نے آہستہ سے اپنے آنسو پونچھے اور اپنے باپ کے سامنے ایک قدم اور آگے بڑھ آئی۔

"ٹھیک کہتے ہیں آپ بابا"

اس کی آواز کانپ رہی تھی مگر اس میں عجیب سی سنجیدگی بھی تھی۔

"میں نے آپ دونوں کو بہت تکلیف دی۔ آپ کو حق ہے مجھ سے ناراض رہنے کا۔"

وہ چند لمحے رکی، پھر دھیرے سے اپنی اٹکتی سانس سنوارتے بولی۔

"لیکن ایک بات ضرور کہوں گی، میں نے آپ لوگوں کو چھوڑا نہیں تھا، میں نے صرف اپنی زندگی کا فیصلہ خود کیا تھا پہلے اور بعد میں جو کیا وہ تکلیف کے ہاتھوں کیا"

رضی سومرو کے چہرے کے عضلات سخت ہو گئے، جبکہ اب تو عرشیہ بھی فکر مند تھی کہ مما کن الزامات کی بات کر رہی ہیں، کیونکہ یہ ناراضگی تو کچھ اور ہی لگ رہی تھی، خود انیس بھی الجھن کا شکار تھا۔

"اور اسی سب نے ہمیں اکیلا کر دیا تھا۔"

انہوں نے کڑوی آواز میں کہا۔

سوہا نے احساس جرم میں مبتلا ہوتے سر ہلا دیا۔

"ہاں کیا تھا۔ اور اس کی سزا میں نے بھی بہت سالوں بھگتی ہے بابا۔"

وہ پہلی بار سیدھا اپنے باپ کی آنکھوں میں دیکھ رہی تھی، جہاں سرخائی گھلی تھی۔

"میں ہر رات آپ کو یاد کر کے روتی رہی، ہر بار جب عرشیہ نے اپنے نانا نانی کا پوچھا، میں نے اسے آپ کے پاس بھیجا۔ کیونکہ میں چاہتی تھی کہ یہ وہ سب پائے جو میں نے کھو دیا تھا۔ کیونکہ اس حادثے کے باوجود میں جانتی تھی جتنی یہ آپ دو کی آغوش میں محفوظ ہے اتنی کہیں نہیں ہو سکتی۔"

عرشیہ کی آنکھیں مما کی بات پر نم ہو گئیں، خشک تو کسی کی نہ تھیں، سوائے انیس کے، وہ بھی شدید غمگین تھا

وہ انیس کے بازو کے قریب آ کر کھڑی ہو گئی جیسے ان سبکو ایک ساتھ بے یقینی سے دیکھ رہی ہو، اب وہ کچھ کچھ سمجھ رہی تھی کہ اسکی ماں نے ایسی کونسی مزید زیادتی کی جس سبب اتنے سال کی دوبارہ جدائی بیچ میں حائل ہوئی، ورنہ عرشیہ کے چھ سات سال کا ہونے تک تو سوہا قوبا جاتی رہی تھی۔

"میں جانتی تھی بابا، آپ مجھے معاف نہیں کریں گے۔ اسی لیے کبھی آپ کے دروازے پر آکر کھڑی نہیں ہوئی۔"

سوہا کی آواز اب اور بھی درد کے اثر سے مدھم ہو گئی۔

"مجھے ڈر تھا کہیں آپ واقعی کہہ نہ دیں کہ میں آپ کی بیٹی نہیں رہی۔"

وہ ایک لمحے کو رکی پھر بہت دھیرے سے بولی، یہ کہتے ہوئے اس کی آواز ٹوٹ گئی۔

شماس صاحبہ نے اپنے آنسو پونچھے اور رضی سومرو نے تکلیف سے اس پر سے نظریں ہٹا لیں۔

ان کے چہرے پر سختی ابھی بھی تھی مگر آنکھوں کے کناروں پر نمی چمکنے لگی تھی۔

چند لمحے وہ خاموش کھڑے رہے۔

"تم نے اپنی ضد میں ہمارا گھر خالی کر دیا سوہا۔"

انہوں نے ایک گہری سانس لی اور دھیرے سے پھٹ پڑے، ان کی آواز پہلے سے کم سخت تھی۔

"ہم ہر دروازے کی آہٹ پر سمجھتے تھے شاید تم آئی ہو۔"

سوہا کے آنسو بابا کی بے بسی پر پھر بہنے لگے۔

"عرشیہ کے ساتھ جب وہ سب کچھ ہوا تو میں نیم پاگل سی ہو گئی تھی۔ معاف کر دیں۔۔۔ مجھے بہت شرمندگی ہے اپنے کیے پر"

سوہا کی آواز کرچیوں میں بدلی، ہر کوئی اسکی بے بسی دیکھ پا رہا تھا۔

"معافی اتنی آسان نہیں ہوتی۔ تمہیں دل سے نہیں نکالا اس لیے کر دوں گا معاف جلد یا بدیر، لیکن قوبا سے بہت سال پہلے آتے ہوئے تمہاری زبان پر یہ بات تھی سوہا کہ عرشیہ کے ساتھ جو سب ہوا اس میں ہم دونوں کا قصور

تھا، تم نے ہم پر الزام لگایا۔ تبھی تم اسے ہم سے دور لے گئی۔ پھر یہ ہم سے کبھی کبھی ملنے آتی بس۔۔۔ جیسے ہی مانو سیت پیدا ہوتی، تم اسے واپس بلا لیتی۔ میرے دل پر بہت زخم ہیں۔ وقت لگے گا"

سوہانے بھیگی آنکھوں سے بابا کو دیکھا جو جا کر صوفے پر گرنے کے انداز میں بیٹھ گئے۔

"کیا مطلب ہے اس سب کا؟ میرے ساتھ جو ہوا اسکا الزام آپ نے ننی نانو کو دیا مما۔۔۔ یہ جانتے ہوئے کہ گھر سے میں خود نکلی تھی۔ آپ نے میری سب سے محفوظ پناہ کو ایسا کہا؟"

عرشیہ کے الفاظ اسکی بے یقینی، اسکی آنکھوں کے بے تاب بہتے آنسو سب کچھ جیسے اس آگاہی پر دردناک رخ اختیار کر گیا، سوہانے گھبرا کر عرشیہ کو دیکھا، وہ نفی میں سر ہلاتی عرشیہ تک آئی پر عرشیہ ان سے دور ہو کر مزید قریب آنے سے روک گئی۔

"پہلے کیا یہ اپنے پیرنٹس کو کم دکھ دیے کہ آپ نے ان دونوں کو اس گلٹ میں بھی مبتلا کر دیا۔ میں آپ سے کہیں زیادہ انکے پاس محفوظ تھی۔ یہ بات آپ بھی جانتی ہیں کیونکہ آپ کی ناک کے نیچے دو سال آپکے شوہر نے مجھے ٹارچر کیا۔ تو پھر آپ سب غیر محفوظ ہوئے میرے لیے؟"

عرشیہ کی آواز میں صرف تکلیف اور دکھ تھا، سوہا کی آنکھوں میں ندامت اور یہ سب سن کر رضی اور شماس صاحبہ نے شدید غصے سے سوہا کو دیکھا تھا، عرشیہ یہ سب کہنا نہیں چاہتی تھی پر جیسے زبان خود بخود یہ سب کہہ بیٹھی۔

"اوہ میرے خدا۔۔ عرشیہ"

اس سے پہلے شماس صاحبہ، اپنی نواسی کی طرف بڑھتیں، وہ ان سے بھی دور ہو گئی، وہ ان تینوں سے ناراض تھی، نئی نانو نے اسے اس بارے لاعلم رکھا کہ سوہا ایسا کر کے گئی تھی، اور اگر سوہا نے ایسا الزام دھر بھی دیا تھا تو خود

کونساوہ عرشیہ کی کوئی بہت اچھی محافظ تھی، وہ پہلے ہی بہت زیادہ اذیت میں تھی، اب تو جیسے کوئی اسے ہاتھ لگاتا تو بکھر کر ریزہ ریزہ ہو جاتی۔

"آپ تینوں اپنا معاملہ حل کریں۔۔ مجھ پر توجہ دینے سے زیادہ بہتر ہے آپ تینوں کی یہ تکلیف ختم ہو۔ میرا کیا ہے مجھے تو سہنے کی بہت اچھی عادت ہے"

شماس نے لپک کر عرشیہ کو اپنے گلے لگایا تو یہ سب دیکھ کر انیس بھی بہت جذباتی ہو گیا۔

"ن۔۔ نئی مجھے چھوڑیں۔۔۔ اکیلا چھوڑ دیں آپ سب مجھے۔ میں آپ سبکی تکلیف بنی اس پر بہت شرمندہ ہوں۔ میں ہی مسئلہ بنی رہی۔ کبھی آپ دونوں کا کبھی مما کا۔۔۔ آپ لوگ اب آپس میں ٹھیک ہوں گے تبھی آوں گی واپس۔۔ تبھی نظر آوں گی۔ تبھی دیکھائی دوں گی۔ میری وجہ سے مزید ایک دوسرے کو دکھ مت دیں۔۔۔ بس کریں مجھ میں اور ہمت نہیں"

وہ یہ دردناک کیفیت سہہ نہ پائی، دلبرداشتہ سی وہاں سے باہر نکلی تو انیس بھی اسکے پیچھے ہی باہر آیا، گھٹنے کا درد، احتیاط اس وقت اسے کچھ بھی یاد نہ رہا، یاد تھا تو اپنی تڑپتی روتی سسکتی عرشیہ المیر۔

"وہ خود کو ہم تینوں کی تکلیف کہہ رہی ہے، یا اللہ یہ کیسی اذیت ناک کیفیت ہے"

رضی سومرو نے جیسے بے بسی کی انتہا پر اپنا دل تھاما تھا، وہ ماں بیٹیاں بھی شدید افسردہ تھیں۔

"عرشیہ"

وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا اس تک پہنچے اسکو بازو سے پکڑ کر روک گیا، نہ صرف روکا بلکہ اسکو اپنے سینے سے لگاتے بازو اسکے اطراف جکڑے، عرشیہ نے بے بسی سے اس کی بازوؤں میں دم سا ہارتے رونا شروع کر دیا، اتنا برا کہ جیسے وہ اپنے ہی ہونے پر ماتم کرا اٹھی ہو۔

"عرشیہ۔۔۔میری جان۔بس"

وہ اسکو سنبھالنے میں ڈر رہا تھا کہیں اس لڑکی کا رونا انیس کی جان پر نہ بن جائے۔

"بس کیا۔اب میری بس ہونے والی ہ۔ہے۔۔میں اتنا امتحان بنی رہی ان تینوں کا انیس۔کیوں آئی میں دنیا میں آخر؟"

وہ اسکا حصار جھٹک نہیں رہی تھی دم گھٹنے کے باوجود تاکہ انیس کا کندھا درد نہ کرے پر وہ اس کی بازووں سے نکلنے کو مر رہی تھی۔

"میرے لیے آئی تم۔۔۔میری جان بننے کے لیے۔کسی نے تمہاری ٹھیک طرح حفاظت نہیں کی، میں کروں گا۔میں تمہاری حفاظت اپنی جان سے بڑھ کر کروں گا"

وہ اسکے آنسوؤں کو دل پر بہت بھاری محسوس کر رہا تھا تبھی اسے تسلی دینی چاہی۔

"م۔مجھے نہیں چاہیے وہ حفاظت جو میرے محافظ کو زخم زخم کر دے۔م۔مجھے نہیں چاہیے تم سے بھی"

وہ ابھی تکلیف میں تھی تبھی یہ کہہ بیٹھی حالانکہ اس سے انیس کو شدید دکھ پہنچا۔

"میں نے تمہارے چاہنے یا نا چاہنے کا تو پوچھا ہی نہیں۔ شش۔۔بس۔۔ فضول میں رو رہی ہو تم۔پچھلا کرب تمہارے دل میں دبا ہوا ہے اوپر سے مزید تکلیف۔ایسے نہیں کرو خود کے ساتھ۔چپ ہو جاو عرشیہ"

وہ اسکے کرب میں کمی نہ کر پا رہا تھا، وہ بہت زیادہ ہلکان ہو چکی تھی، وہ اسے اپنے گلے لگاتا کچھ دیر بس اسے پر سکون کرنے کی کوشش کرتا رہا، بہت سے لمحے گزر گئے، پر اس لڑکی کے وجود کی کپکپاہٹ ماند نہ ہو سکی۔

"ٹھیک ہو عرشیہ؟"

انیس نے اپنے بازووں میں بھر کر اسکی خیریت دریافت کی مگر عرشیہ کی آنکھوں سے نمی بہہ رہی تھی۔

"مما کیسے یہ الزام ان دونوں پر لگا س۔۔ سکتی ہیں انیس۔۔ وہ مجھے اپنے دل کا ٹکڑا مانتے ہیں۔ مجھے اس ب۔ بات کا علم ہوتا تو میں نئی نانوو کو کبھی نہ لاتی۔ مما نے یہ بہت غلط کیا۔ وہ سب میرا مقدر تھا، میرے نئی نانوو کا بھلا کیا قصور۔۔ میں تو اپنے لان میں کھیلتی تھی، انکی نظروں کے قریب۔۔۔ میں خود وہاں سے نکلی تھی۔"

وہ اسکو اپنے سامنے کیے اپنے دونوں ہاتھ اسکے جبڑوں پر لگاتے، اسکے آنسوؤں کو بہت ملائمت سے پونچھے اسکی ہچکیاں اور سسکیاں سن رہا تھا پھر جب وہ پھوٹ پھوٹ کر روئی تو انیس نے اسے اپنے سینے بھینچ لیتے اسکی یہ ہچکیاں اپنے وجود میں جذب کیں۔

"ایک سنگل مدر کی اکلوتی اولاد ایسے ٹارچر سے گزرے تو اسکا ایسا ردعمل فطری ہے۔ یقیناوہ انہی کو اس وقت بلیم کرتیں ناں کیونکہ انہوں نے تمہاری ذمہ داری تمہارے نانو اور نی پر ڈالی تھی۔ رہی بات سوہا آنٹی کی موجودگی میں رئیس نے جو تمہیں ہراس کیا اس میں رئیس جیسے کمینے کو کامیابی اس لیے ملی رہی کہ تم کمزور تھی، ڈر گئی تھی۔ اسکی دھمکی سے دب گئی تھی، تمہیں علم ہونا چاہیے تھا عرشیہ کے بعض اوقات ہمیں اپنی حفاظت خود کرنی پڑتی ہے۔ تمہاری بھی تو غلطی ہے، دونوں معاملوں میں تمہاری بھی غلطی ہے۔ ایسے خود کو نڈھال مت کرو عرشیہ۔ مجھے یقین ہے ان کے بیچ جلد صلح ہو جائے گی۔ سوہا آنٹی انکے دل کے زخموں پر مرہم رکھیں گی۔ اور وہ سب مل کر تمہارے زخم بھر دیں گے۔ میں بھی تو ہوں تمہارے پاس"

وہ اسکے سینے لگ کر روتی مزید نیم جان ہو رہی تھی اور انیس کے لیے اسکو چھوڑ کر جانا اور مشکل ہو رہا تھا کیونکہ اسے انسپکٹر خان سے جا کر ارجنٹ ملنا تھا۔

"ہے۔۔بس کرو پلیز۔میں کل سے ویسے ہی بہت سخت پریشان ہوں تمہیں لے کر۔میرا امتحان مت لو عرشیہ۔تم یوں کرو گی کہ تو ان تینوں کے دکھے ہوئے دل پر مرہم کون رکھے گا؟"

وہ اپنی بازو انیس کے ہاتھوں سے چھڑواتی اسکی کوئی بات سن نہ رہی تھی۔

"تم سے منت کرتی ہوں مجھے اکیلا چھوڑ دو۔مجھ سے جڑا ہر فرد کتنا ظالم ہو گیا اک دوسرے کے لیے۔میں سمجھ رہی تھی وہ میری مما سے پھر کیوں ناراض ہوئے، حالانکہ میرے پیدا ہونے کے بعد مما کئی بار قوبا گئیں۔پھر یکدم جدائی کیوں آئی۔۔۔اس میں بھی میرا قصور نکلا۔میں سبکی پریشانی بنی"

اس وقت وہ جس ذہنی دباو کا شکار تھی، وہ انیس سمجھنے سے قاصر تھا۔

"تم اپنی ہی ضد پر کیوں اڑ جاتی ہو؟ سامنے والا کچھ بول رہا ہے اسے بھی تو سنو۔"

انیس نے اسکی حد درجہ خود اذیتی پر بھڑک جاتے جھڑکا۔

"میں تم سے بعد میں ملتا ہوں۔ ابھی ہم نے بات کی تو ڈانٹ سن بیٹھو گی۔ فضول میں رونے چڑھے ہیں کل سے تمہارے حواسوں پر۔ یہ اتنی بڑی بات نہیں جس پر ایسا ردعمل دے رہی ہو۔ سوہا سومرو کی جگہ خود کو رکھ کر دیکھو۔ پھر تمہیں سبکی غلطیاں دیکھائی دیں گی۔"

وہ اسکی طرف دم سادھ کر تکنے لگی۔

"تم مما کی سائڈ لے رہے ہو؟"

عرشیہ کی سوال کرتے آواز پھٹی۔

"تمہارے ساتھ جو ہوا تھا اس میں اندر موجود وہ تینوں افراد برابر قصوروار تھے۔ کم از کم میرے نزدیک تو ہیں۔ میں کسی کی سائیڈ نہیں لے رہا سوائے تمہارے۔ جو ہو گیا اسے بار بار دہرا کر اپنا دل زخمی مت کرو۔ تم پہلے ہی شدید ذہنی دباو میں ہو نجانے کیوں، ایک اور تکلیف۔۔۔۔ نہیں عرشیہ۔ رحم کھاو مجھ پر اور خود پر"

وہ اسکی طرف دیوانہ وار لپکا ہی جب وہ اس سے دور سرکی اور انیس کو اس کی طرف بڑھتے ہوئے اپنے آپ کو روکنا پڑا۔

"تمہیں بس نارمل اور ہنستی مسکراتی عرشیہ چاہیے، یہ والی بکھری لڑکی جس کو ہر سانس تکلیف دے کر گزر رہی ہے، تم سے برداشت نہیں ہو رہی، نہیں دیکھی جا رہی تو مت دیکھو۔ چلے جاو۔۔۔"

وہ الٹا اسے سمجھے بناوہیں سے اندر بھاگی تو انیس نے سخت عاجز آتے عرشیہ کو جاتے دیکھا۔

"تمہارا کیا کروں میں؟"

اپنے آپ کو غصہ کرنے سے روکتے انیس نے فی الحال یہاں سے جانا ہی بہتر سمجھا اور انیس کی گاڑی جیسے ہی پورچ سے نکلی وہ بھی صفدر بابا کو کچھ دیر تازہ ہوا کھانے کے لیے جانے کا بتاتی باہر نکل گئی کیونکہ وہ اس سب سے تھک چکی تھی، وہ چاہتی تھی اب وہ واپس جائے تو سب کچھ ٹھیک ہو چکا ہو۔

جبکہ سوہا کے فون پر بار بار رئیس کا کالز کرنا اسے مزید چڑا رہا تھا، آخر مسلسل رئیس کی کالز پر سوہا نے اسکی کال پک کی اور زرالیو ئنگ ایریا سے باہر نکلی۔

"کیا تکلیف ہے تمہیں؟"

وہ باقاعدہ غرا اٹھی، اک لمحے رئیس نے فون کان سے ہٹا کر دور کیا کیونکہ وہ پیروں سمیت کان میں گھس گئی تھی۔

"تکلیف؟ وہ تو تمہیں ہونے والی ہے سوہا ڈارلنگ! تم نے چیلنج کیا تھا کہ لیگل نوٹس واپس نہیں لو گی۔ اب تمہیں لینا ہو گا"

رئیس نے اپنے گارڈن میں ٹہلتے ہوئے شدید قسم کی تسکین بھری ٹون میں یہ غیر واضح حوالہ دیا تو سوہا کے چہرے پر سرد تاثرات گہرے ہو گئے۔

"اچھا؟ اور تمہیں کس نے کہا میں ایسا کروں گی۔ مجھے کیا پاگل کتے نے کاٹا ہے؟"

سوہا کے پھاڑ کھاتے لہجے پر رئیس بھی رعب کا شکار ہوتا نظر آیا۔

"نہیں۔ تمہارے پیرنٹس میرے قبضے میں ہیں۔ اگر انکی زندگی اور سلامتی چاہتی ہو تو مجھ پر کیا کیس واپس لے کر شرافت کے لیے ہامی بھرو۔ پھر تم اپنے راستے اور میں اپنے"

رئیس کی بکواس سنتی اک لمحہ سوہا بھی ٹھٹکی، پھر وہ پلٹ کر واپس لیوئنگ ایریا تک آئی، وہاں امی بابا کو بیٹھا دیکھ کر تسلی کرے واپس باہر آئی۔

"اوہ میں تو بہت ڈر گئی، اب میرے والدین کا کیا ہو گا۔ میں تو تھر تھر کانپ رہی ہوں رئیس ملانی۔ اوف"

سوہا کی اس طرح کی تمسخرانہ ٹون پر رئیس کے جبڑے سے تنے۔

"کیا ڈرامے بازی کر رہی ہو۔ میرا آدمی خود انھیں قوبا سے لے کر آیا ہے، تمہیں اپنے پیرنٹس کی کوئی پرواہ نہیں۔ تمہیں زرا بھی ڈر نہیں لگ رہا کہ میں انکو نقصان پہنچا سکتا ہوں؟"

رئیس کو جیسے یقین نہ آیا کہ سوہا ایسا بے خوف رد عمل دے گی، وہ تو سمجھ رہا تھا فوراً خوفزدہ ہو کر لیگل نوٹس واپس لینے کی ہامی بھر لے گی پر یہاں تو سب الٹا تھا، ستم کہ انیس نے یہ سب انجوائے کرنا تھا پر اب سچویشن ہی خراب ہو چکی تھی کہ اس بچارے کا دماغ کچھ انجوائے کرنے لائق ہی نہ رہا تھا۔

"تم انھیں پہنچا سکتے ہو نقصان، جو اپنے ماں باپ کا نہیں ہے وہ کسی کے والدین پر بھلا کیوں رحم کھانے لگا۔ جو کرنا ہے کرو۔ اپنے ماں باپ کی میں ویسے ہی ہمیشہ تکلیف بنی ہوں، تھوڑی مزید سہی۔ تم یہ بھی کر کے دیکھ لو پر میں تم سے پائی پائی جب تک چھین نہ لوں سکون سے نہیں بیٹھوں گی۔ سمجھے تم۔ اب دوبارہ مجھے کال کی تو میں خود آوں گی پولیس کو لے کر اور تمہارے جسم کا جو حصہ بچا ہوا، اس کو بھی سیکوا دوں گی۔ اب بند کرو کال منحوس آدمی۔ آگے زندگی میں کم مسائل ہیں کہ تم نے بھی اپنے ڈرامے شروع کر دیے"

سوہانے نہ کوئی لحاظ کیا نہ ہی کوئی نرمی برتی، رئیس کو پورے کا پورا دھو کر رکھ دیا تھا، اور رئیس کے منہ پر بھی کال کاٹ دی، جس سبب رئیس نے کٹی کال پر سکرین کو حیرت و صدمے سے دیکھا، یاسر اسی کی طرف چلا آرہا تھا، اس نے رئیس کے تاثرات دیکھ لیے تھے۔

"تمہیں کس نے کہا تھا یہ فلاپ مشورہ دیتے مجھے۔ اس کمینی عورت کو اپنی ماں باپ کی پرواہ ہی نہیں۔ کہہ رہی ہے جو کرنا کرو۔ اوہ میرے خدا یہ عورت مجھے پاگل کر دے گی، چھوڑ دو ان لوگوں کو۔ کچھ بڑا سوچنا ہو گا ان چھ دنوں میں"

رئیس اس وقت شدید پاگل پن سے غرا اٹھا تھا جبکہ یاسر نے بظاہر تو اسکے ساتھ افسوس کا اظہار کیا مگر اندر ہی اندر وہ تو سکون سے تھا کہ اسے تو اسکا پیسہ ملا تھا، رئیس کی حالت دھوبی کے کتے جیسی تھی، نہ گھر کا نہ گھاٹ کا، انیس کا پلین تو کامیاب ہو گیا پر آہ وہ فی الحال رئیس کی حالت دیکھ کر لطف اندوز ہونے کی فرصت نہیں رکھتا تھا۔

"مجھے فکر رہے گی۔ان لوگوں سے الجھنے کی ضرورت نہیں آپکو عصر، پلیز"

عصر بھی سٹوڈیو کے کام نمٹائے واپس علوی مینشن آیا تاکہ چینج کرے اور ہوسپٹل جاسکے، فجر نے اسکے کمرے میں آکر اسے تمہید اسمجھایا جب وہ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑا اپنے بال برش کر رہا تھا۔

"نہیں الجھوں گا سائیں، بے فکر رہیں"

وہ برش کو ڈریسنگ ٹیبل کی سطح پر رکھے پلٹا جب وہ چلتی ہوئی عصر تک آئی، عدین اور یمل کا آج دن بھر خیال رکھنا فجر کے ذمے تھا، عرشیہ اسے سپیشل تاکید کر کے گئی تھی، ابھی وہ دونوں کو فرائز بنا کر دے آئی تھی، عصر کے لیے شدید دل پریشان تھا تو خود کو یہاں آنے سے روک نہ سکی۔

"عصر، پلیز۔۔۔ٹالیں مت مجھے۔اس ہمایوں نے جس طرح انیس بھائی سے مقابلہ کیا، وہ ابھی ہسپتال میں ہے پر اسکے گھر والے انتقامی تیوروں سے

بھرے ہوئے ہیں۔ میرا دل شدید ڈرا ہوا ہے۔ وہ لوگ کیسے ہیں میں اچھے سے جانتی ہوں۔ انکی ذہنیت بہت خراب ہے۔ وہ لوگ ملکیت کے عادی ہیں اور سکون کی زبان نہیں سمجھتے۔ پلیز مجھے جانے دیں۔ میں چلی گئی تو سارے طوفان تھم جائیں گے"

وہ چند لمحے خاموشی سے اسے دیکھتا رہا جیسے یقین نہ آ رہا ہو کہ وہ کیا سن رہا ہے۔

پھر اس نے آہستہ سے سانس لی اور ایک قدم اس کی طرف بڑھا۔

"دوبارہ کہیے یہ بات"

اس کی آواز بہت دھیمی مگر خطرناک حد تک سنجیدہ تھی، فجر نے ہچکچاتے ہوئے اس کی طرف دیکھا مگر اپنے الفاظ واپس نہ لیے۔

"میں سچ کہہ رہی ہوں عصر، اگر میں یہاں سے چلی جاوں تو۔۔"

وہ جملہ مکمل بھی نہ کر سکی تھی کہ عصر ایک ہی قدم میں اس کے بالکل سامنے آ کھڑا ہوا۔

"بس!"

اس نے سخت لہجے میں کہا، فجر ڈر کر خاموش ہو گئی۔

عصر نے ہاتھ بڑھا کر اس کے دونوں بازو تھام لیے۔ گرفت سخت نہیں تھی مگر اتنی مضبوط ضرور تھی کہ اس کی بات کو وہیں روک دے، وہ سیدھا اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔

"یہ خیال آپکے ذہن میں آیا کیسے کہ آپ چلی جائیں گی اور میں یہاں آرام سے بیٹھ جاؤں گا؟"

فجر کی پلکیں عصر کے سوال پر آزردگی سے جھک گئیں۔

"میں مسئلہ بن گئی ہوں عصر..."

اس کی آواز بہت دھیمی اور ٹوٹتی ہوئی تھی۔

"وہ لوگ مجھے واپس چاہتے ہیں۔۔۔۔اور"

وہ کرب سے منمنائی۔

"اور آپ سمجھتی ہیں میں آپکو دے دوں گا؟"

عصر نے اس کی بات کاٹ دی۔

اس کے لہجے میں پہلی بار واضح غصہ جھلکا۔

فجر نے سر اٹھا کر اسے دیکھا، عصر کی آنکھوں میں ایک عجیب سی سختی تھی۔

"سن لیں فجر..."

وہ ذرا جھکا تاکہ اس کی آنکھوں کے برابر آجائے۔

"میں نے زندگی میں بہت چیزیں چھوڑ دی ہیں، بہت لوگوں کو جانے دیا ہے"

وہ ایک لمحے کو رکا، پھر بہت آہستہ بولا۔

"مگر آپ ان میں شامل نہیں ہیں جنھیں جانے دیا جا سکے"

فجر کی سانس جیسے رک گئی، عصر نے اس کے بازو چھوڑ کر اس کے کندھوں پر ہاتھ رکھ دیے۔

"وہ لوگ کون ہیں... کیا ہیں... مجھے فرق نہیں پڑتا۔"

اس کی آواز اب پہلے سے زیادہ پُرسکون مگر مضبوط تھی۔

"میں کسی سے لڑنے نہیں جا رہا لیکن اگر کسی نے آپکو چھونے کی بھی کوشش کی تو..."

وہ جملہ ادھورا چھوڑ کر سیدھا ہو گیا، فجر کی آنکھیں نمی سے بھر گئیں۔

"میں نہیں چاہتی آپ کو میری وجہ سے۔۔۔ک۔۔کچھ"

اس بار عصر نے اس کے ہونٹوں پر انگلی رکھ دی۔

"بس۔"

وہ دھیرے سے اسے خاموش کرتے بولا۔

"یہ فیصلہ آپ نہیں کریں گی کہ میرے لیے آگے آسانی لکھی جائے گی یا مزید امتحان۔ آپ بس میرا ساتھ دینے تک اپنی ساری سوچیں محدود کریں"

اس نے انگلی ہٹائی اور اس کے سر پر ہلکا سا ہاتھ رکھا پر دباو دیا بھی تو اسکے بالوں کو سہلانے کو، اسکی توجہ اپنی آنکھوں تک سرکانے کو۔

"ع۔۔عصر"

وہ جیسے تاسف سے بھر گئی۔

"ششش چپ کریں اور ایک بات یاد رکھیں فجر جبرئیل"

اس کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ آئی۔

"یہ طوفان آپکے انکے پاس چلے جانے سے بھی نہیں رکے گا پیاری جان"

وہ ذرا جھکا اور بہت نرمی سے اسکی طرف دیکھتے بولا۔

"ک۔۔کیوں؟"

وہ منمنائی۔

"کیونکہ آپکو انکے حوالے کر کہ میں باہر کے طوفان تو قابو کر لوں گا پر اپنے اندر کی قیامت سے مقابلہ مشکل ہو جائے گا۔اس لیے مجھے دعا دیں۔میرے لیے ڈریں مت سائیں"

وہ اسکا چہرہ ہاتھوں کے پیالے میں لے کر فجر کو اک پر سکون مسکراہٹ بخش گیا۔

اس نے اسکے بعد خوشی خوشی عصر زمان کو رخصت کیا۔

جس ہسپتال میں ہمایوں بلوچ ایڈمٹ تھا وہاں اس وقت دونوں فریقین کے مابین سخت تناو والی صورتحال تھی، وہاں سردار منصور بلوچ اپنے لوگوں کے ہمراہ تھا تو یہاں عصر بھی پہنچ چکا تھا۔

"زبان سے سمجھانے آیا ہوں، کیونکہ اگلی بار ہماری طرف سے نا صرف بندوق چلے گی بلکہ تم لوگوں کا بھاری نقصان بھی کرے گی۔ جب جرگے میں بات ختم ہو چکی تھی پھر تمہارے اس بھتیجے نے تم ہی لوگوں کے قانون کی خلاف ورزی کی۔ اب تم ہی اچھے سے سوچ کر بتادو کہ جرگہ اس خلاف ورزی پر کیا سزا دے گا؟"

اس وقت وہ لوگ ہوسپٹل سٹاف کے تمام تر منع کرنے کے باوجود پیچ کوریڈور میں دست و گریبان ہونے کو بیقرار تھے جب عصر زمان نے سیدھا سبھاو پھنکارتے ہوئے منصور بلوچ کے آگے اصول رکھے، وہی اصول جنکا پاس کرنا بلوچوں کی شان سمجھا جاتا ہے۔

"جب بات ہمارے وارث کی ہو تو ہم جرگے یا پنچایت کے معززین کی بھی نہیں سنتے۔ میرا بھتیجا اس حال پر جو ہے اسکا حساب تو ڈنکے کی چوٹ پر ہو گا۔ ابھی تو ہمارے خاندان کے سارے تگڑے لوگ جمع ہوں گے اسے ہوش آلے، نجف سردار اپنے بیٹے کے بہتے لہو کا ایک ایک قطرہ سود سمیت لوٹائیں گے۔ وہ لڑکی جسے تو لے کر گیا، اب ہماری ضد بن چکی ہے۔ بیٹھ کر بات کرنے کا وقت گزر گیا۔ اس لیے اگر تم لوگوں کی بندوق چلتی ہے تو خاموش ہمارے ہتھیار بھی نہیں رہیں گے۔"

عصر کے کسی لفظ کا اس آدمی پر اثر نہ ہوا الٹا وہ مزید بھڑک اٹھا، عصر کو پہلے ہی انیس کے سبب ان لوگوں پر غصہ تھا تبھی ایک ہی تیز جست کے ساتھ اس کے سامنے آ کھڑا ہوا، اپنے دونوں ہاتھوں میں سردار منصور کا گریبان دبوچتے، عصر نے اپنی قہر چھلکاتی آنکھیں، اس شخص کی آنکھوں میں گاڑیں۔

"میں نے سوچا شاید تم لوگوں میں عقل نام کی کوئی چیز باقی ہو گی مگر تم اور تمہارا بھائی تو ہمایوں بلوچ کی موت کا پورا انتظام کر کے بیٹھے ہو۔ میرا کام تھا تمہیں ایک آخری بار منہ سے سمجھانے کا، تم نہیں سمجھنا چاہتے تو تم لوگوں کی یہ نا سمجھی اب ہمایوں بلوچ بھگتے گا۔ پہلے تو وہ بچ گیا انیس غانم کے ہاتھوں لیکن خدا کی قسم اگر میرے ہاتھ لگا تو بچ نہیں پائے گا۔ ایک تو اسکی نظر میری عورت پر ہے دوسرا گناہ کہ تمہارے اس بھتیجے نے انیس غانم کو زخم لگایا۔ اسکے بعد تو مجھ سے تم سب بلوچ رحم کی امید مت کرنا کیونکہ یہ سراسر حماقت ہو گی۔"

عصر نے اپنے ہاتھوں کی سخت گرفت، وہاں کے ڈاکٹرز، نرسوں اور ہوسپٹل مینجمنٹ کے انڈر آتے گارڈز کے سبب نرم کی اور سردار منصور کو کئی قدم دور کر کے دھکیلتا ہوا جس طرح آیا، ویسے ہی اپنے لوگوں کے ساتھ باہر نکلا تھا، سردار منصور نے اسے دیر تک گالیاں بکیں جبکہ باہر آ کر بہت مشتعل

ہوتے، عصر نے انیس کو کال کی جو فوری پک بھی کر لی گئی، عصر کی بتائی صورتحال جان کر انیس کے ماتھے پر بل پڑے۔

"بس ٹھیک ہے واپس آجاو۔ اب جو ہو گا اسکے ذمہ دار وہ کوڑھ مغز لوگ خود ہوں گے، اب اگر پہل کی ان لوگوں نے تو اس معاملے کو ختم ہم شان سے کریں گے۔ رعایت بس ایک بار ہی دی جاتی ہے۔ میں تھانے آیا ہوں۔۔ یہاں سے فری ہو کر بتاتا ہوں تمہیں"

انیس نے اسے فوری طور پر یہ معاملہ چھوڑنے کا کہا اور عصر کو مزید ابھی کچھ نہ کرنے کی تاکید کیے رابطہ توڑا۔

جو سپرے جار انیس کو وئیر ہاوس کے باہر کی زمین سے ملا تھا، اس پر ملے فنگر پرنٹس کی جانچ ہو چکی تھی، جبکہ علیم خان نے جو نمبر ٹریس کروایا تھا وہ کس کے نام ہے یہ بھی پتا لگ چکا تھا، انسپکٹر خان کو اس وقت موساب اعوان کے

حوالے سے انکوائری آفیسر کی صورت تعینات کیا گیا تھا اس لیے وہ یہ معاملات اضافی توجہ سے دیکھ رہا تھا۔

"ردا مراد نام کی عورت کے نام رجسٹرڈ ہے یہ نمبر جس سے ابراہیم علوی کو دس لاکھ کی آفر والی کال آئی۔ جبکہ تمہیں سن کر حیرت ہو گی کہ شمریز پاشا کی بیوی کا نام بھی ردا ہے۔ جو لوگ شمریز پاشا کے گھر سے حراست میں لیے گئے یہ بات انہی میں سے ایک آدمی نے بتائی مگر وہ زیادہ کچھ نہیں جانتا تھا"

انسپکٹر خان نے ایک کرمنل فائل، سامنے ہی کرسی پر بیٹھے انیس کی جانب سرکاتے کھولی، انیس کے اندر اس وقت عجیب سی تکلیف تھی۔

"جبکہ شمریز کی پوسٹ مارٹم رپورٹ اور دماغی جائزے کے مطابق شمریز پاشا کو ایک ریئر ٹروما تھا، جس سبب وہ بہت زیادہ خوف و ہراس برداشت نہیں کر سکتا نہ ہی خون، اس پر وار کرنے والا شاید اس بات سے واقف نہ تھا۔ ہمیں کچھ پرانی کرمنل فائلز سے پتا چلا کہ وہ شازان رضوانی کے ساتھ

بہت سے غیر انسانی دھندوں میں ملوث تھا، یہ بیماری شاید اسکے انہی گندے کاموں کی سزا تھی۔"

انسپکٹر خان کی بات سنے انیس کے ماتھے پر شکنیں سی آئیں، یہ لمحہ جیسے آگاہی کا تھا۔

"مطلب شمریز پاشا کا مالک اور موساب اعوان کا منہ بولا باپ کوئی اور نہیں، شازان رضوانی ہے۔ اوہ میرے خدا"

یہ اگاہی پاتے ہی انیس کے چہرے کا رنگ فق ہوا، وہ کرسی سی جھٹکے کے سنگ اٹھا۔

"کیا ہوا؟"

انسپکٹر خان نے اسکی صدماتی کیفیت بھانپتے فوری استفسار کیا مگر انیس بنا کچھ سنے اور بتائے وہاں سے نکل گیا، اسے کل شام سے عرشیہ کے عجیب و

غریب رویے کی سمجھ آچکی تھی، انیس نے گاڑی تک پہنچتے عرشیہ کو کال کی پر اسکا نمبر بند آرہا تھا۔

"اب یہ کیا ہے عرشیہ ؟تم نے اپنا نمبر کیوں بند کر لیا؟"

وہ شدید مضطرب ہو کر سوہا کا نمبر ملاتے بڑبڑایا جب دوسری ہی بیل پر کال پک کی گئی۔

"عرشیہ کو فون دیں سوہا آنٹی"

انیس نے کال لگتے ہی سخت بیقراری سے کہا۔

"وہ گھر نہیں ہے، چوکیدار نے بتایا ہے کہ واک کے لیے نکلی تھی۔ گھنٹہ ہونے کو ہے واپس نہیں آئی۔ امی بابا کو ابھی آرام کرنے کمرے میں بھیجا ہے، میں خود جا کر دیکھتی ہوں اسے"

سوہا کے لہجے میں بھی تشویش اور فکر تھی، انیس نے اپنی کن پٹی کی رگیں، انگلیوں کی پوروں سے دباتے کٹھن سا سانس کھینچا۔

"نہیں آپ وہیں رکیں۔ میں خود دیکھتا ہوں اسے"

انیس نے کہہ کر رابطہ توڑا اور کار ڈور کھولتے ہی سوار ہوا، اگلا آدھا گھنٹہ اس نے سوہا کے گھر کے آس پاس موجود ہر جگہ پر عرشیہ کو ڈھونڈا مگر وہ اسے اک بے حد سنسان روڈ کی دائیں طرف بنی نیچے کو ڈھلی جگہ پر بیٹھی نظر آئی تو انیس نے بیچ روڈ اپنی گاڑی روکی۔

"اس لڑکی کا میں کیا کروں؟ یہ جگہ ہے بیٹھنے کی اور فون بھی بند کر رکھا ہے"

انیس نے تیز قدموں سے عرشیہ تک فاصلہ سمیٹا جو مردہ آنکھیں لیے تا حد نگاہ پھیلا سناٹا دیکھنے میں مصروف تھی، انیس نے اس تک قدم روکے اور اسکے ساتھ بیٹھا ہی جب اسکی نظر عرشیہ کے ہاتھ کی ہتھیلی پر پھیلی خون کی

سرخی پر گئی، خون جم چکا تھا پر اسکے ہاتھ کی لکیروں میں جذب محسوس ہو رہا تھا۔

"یہ کیا ہوا تمہیں؟ ادھر دیکھو؟"

انیس نے اسکا چہرہ اپنی طرف گماتے اسکے بال چہرے اور ماتھے سے سمیٹے تو وہاں لمبی سی خراش تھی، آس پاس ماتھے کے خون کی سرخی جمی تھی۔

"پیر پھسل گیا تھا تو گر گئی تھی، سر زمین پر لگا۔ معمولی زخم ہے۔ چھوڑ دو مجھے"

وہ اسکے خود کو لگتے ہاتھوں پر بھی چڑ رہی تھی، انیس نے اسکا منہ اوپر کرتے کٹ کا جائزہ لیا، اسکی ہیزل براون آنکھیں انگارہ ہو رہی تھیں۔

"تم یہیں رکو میں بینڈیج لایا، گاڑی میں ہو گا"

وہ اسکا ماتھا نرمی سے چومتا، پریشانی سے اٹھا اور گاڑی کی طرف گیا تو عرشیہ نے اپنی ہتھیلیوں پر لگے خون کو آپس میں رگڑنے کی کوشش کی پر وہ سوکھ چکا تھا۔

"آ گیا میں۔ دھیان کہاں تھا تمہارا۔ دیکھ کر نہیں چل سکتی تھی؟"

وہ دوبارہ اسکے پاس ہی بیٹھا، ہاتھ اسکے رخسار اور رخسار سے جڑے بالوں پر پھیر کر موہوم سی سرزنش کرنی چاہی پر عرشیہ نجانے کس کس تکلیف سے گزر رہی ہے یہ سوچ کر اس نے سرزنش بھی ترک کر دی۔

"مجھے کوئی مرہم نہیں چاہیے۔ تم مجھے اکیلا کیوں نہیں چھوڑ دیتے۔۔۔ نہیں لگوانا مجھے کوئی بینڈیج"

وہ اسکا ہاتھ خود سے دور کرتی کوفت سے کراہی۔

"میں بار بار دھتکارے جانے کے باوجود تم تک آرہا ہوں۔ تھوڑا لحاظ کرو عرشیہ۔ کیا کر رہی ہو تم اپنے اور میرے ساتھ۔ فون کیوں بند کیا تم نے، کیا تمہیں میری زرا پرواہ نہیں۔ ہاتھ ہٹاو ورنہ غصہ آجائے گا مجھے"

وہ اسکی آنکھوں کے سنگ لہجے کا درد بھانپتے اپنا ہاتھ پیچھے کر گئی۔

"خدا کے لیے ایک سے سوال اور شکوے کرنا بند کرو انیس۔۔ تمہیں میری حالت دیکھائی نہیں دے رہی۔ مت پوچھو ناں۔۔ دور کرو مجھے نہیں چاہیے مرہم"

وہ بات بات پر رو رہی تھی جسکا مطلب یہی تھا وہ شدید ڈسٹرب ہے۔

"ٹھیک ہے۔ نہیں لگا رہا۔ ادھر میری طرف دیکھو۔ ابھی ننی نانو اور مما کو بھول جاو۔ مجھے یہ بتاو کیا تم نے موساب اعوان اور شمریز پاشا پر حملہ کیا۔ میں کچھ بھی نہیں کہوں گا تمہیں۔ اتنا سا بھی نہیں ڈانٹوں گا۔ وہ دونوں

شازان رضوانی کے آدمی ہیں، کیا تم نے غصے میں آکر ان دو پر حملہ کیا۔ اسی لیے کل سے ڈر رہی ہو، ابنارمل بیہو کر رہی ہو؟"

وہ انیس کے منہ کی طرف دیکھنے لگی، وہ اس سے کیا پوچھ رہا ہے عرشیہ کو جیسے سمجھنے میں شدید پریشانی لاحق تھی، وہ اس وقت نظریں چرانا دور، زرا دیر ہٹا بھی نہیں سکتی تھی، انیس نے اسکو اپنی طرف دیکھنے کا پابند کر رکھا تھا، عرشیہ کی آنکھوں میں دفعتا سرخی آئی، پھر اسکی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں، یہ سب انیس کو بتانا اسے مشکل لگ رہا تھا مگر اس وقت جب اس نے خود پوچھا تو وہ بیقرار نظر آئی کہ سب بس کہہ دے۔

"م۔ مجھے چھوڑو گے تو نہیں۔ ا۔۔ اگر میں نے کچھ کیا ایسا تو؟"

وہ اپنی آواز کرچیوں میں تبدیل کیے، اک موہوم سی آس لیے بولی۔

"میں نہیں چھوڑوں گا۔ میں وعدہ کرتا ہوں۔ چلو بتاو۔ جو کچھ کل ہوا، ملک ہولڈنگ جانے سے پہلے تم قدرے بہتر تھی۔ بس افسردہ تھی لیکن پھر تم

شدید تکلیف میں آگئی۔ تمہارے ہاتھ ان منحوسوں کے خون سے رنگ بھی گئے ہیں تو میں انکو یونہی چوموں کا۔ بلکل ایسے"

وہ اسکے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر چومتا، عرشیہ کو بہت زیادہ غمگین کر گیا، وہ اسکی تکلیف دور کرنے کو مر رہا تھا۔

"مارنے والی تھی۔ قاتل بن جاتی پر ردا نام کی لڑکی نے میری مدد کی۔ جب میں ملک ہولڈ نگز سے نکل رہی تھی تو گارڈ نے مجھے ایک کارڈ دیا۔ا۔۔اس پر لکھا تھا اگر مجھ سے نہ ملنے آئی تو باہر نکلتے ہی اپنے طریقے س۔۔سے مجھ سے ملاقات کرے گا وہ گ۔۔گندا آدمی۔۔۔"

وہ شدید خوفزدہ ہو کر انیس کے دونوں ہاتھ جکڑ گئی، وہ اک گہرا سانس عرشیہ کے قاتل نہ ہونے پر بھر گیا۔

"اسکے انڈر شمریز پاشا کے ساتھ اسکی بیوی بھی ہے، وہی ردا۔ تمہیں پتا ہے شمریز پاشا نے اپنی بیوی کو اس شازان رضوانی کے آگے بیچ دیا تھا، جیسے لوگ

اپنے آقاوں کے آگے قیمتی چیزیں قربان کر کے انکو خوش کرتے ہیں۔ ردا نے یمل کو اس لیے اٹھوانے کی کوشش کی کیونکہ اسے لگا شاید یمل پھر غلط لوگوں کے ہتھے چڑھ گیا۔ مگر اب وہ جانتی ہے کہ یمل اپنوں کے بیچ ہے، میں نے اسے بتایا۔ شازان نے مجھے یوں جیل بلوایا، شکر ہے اسکی شکل نہیں دیکھی پرا۔۔ اسکی بری آواز سنی۔ اس نے مجھے کہا وہ تم سمیت میری مما، میرے بابا سب کو مار دے گا۔ یمل تک کو بھی۔ اس نے مجھ سے موساب اور شمریز کو مروانا چاہا کیونکہ وہ دونوں اسکے لیے یوز لیس ہو چکے تھے لیکن ردا نے میری مدد کی۔ وہ جانتی تھی میں کسی کو نقصان نہیں دے سکتی، میرے تو گن پکڑتے ہوئے ہاتھ ک۔۔ کانپ گئے تھے۔ اس نے میری طرح نا اہلی کے سنگ ان دونوں پر حملہ کیا، چ۔۔ چاقو سے۔۔ وہ تھانے میں ایزیلی گھس گئی کیونکہ وہاں اسکے جاسوس تھے۔ اپنے شوہر کے ٹروما کی اسے خبر تھی کہ وہ خون، خوف برداشت نہیں کر سکتا اور اس نے اپنے شوہر سے انتقام لے لیا اسے زخمی کر کے۔ جبکہ اس کمینے شازان نے کہا

میں تمہارے شوہر کے سامنے تمہیں قاتل ثابت کروں گا تو وہ تمہیں خود لات مار کر پرے کرے گا۔۔"

وہ یہ سب بتاتی اختتام تک ہچکیوں سے رو دی، انیس نے اسے اپنے سینے سے بیٹھے بیٹھے لپٹایا، اتنی سی بات اور یہ لڑکی جان ہار رہی تھی، بچوں کے ساتھ ہوئے حادثے انھیں کبھی مضبوط بننے نہیں دیتے۔

"لات۔۔۔؟ میں تو غصے بھری نگاہ ڈال لوں تم پر تو کتنی دیر تک پچھتاتا ہوں۔ واہ شازان میاں۔۔ لاتیں تو تم کھاو گے وہ بھی مسٹر اینڈ مسیر غانم علوی کی"

وہ اسکو خود سے لگاتا اسے بازووں میں بھینچ کر جیسے یہ سخت لمحے اپنی قربت سے اس لڑکی کو بھلانا چاہتا تھا۔

"ا۔۔ انیس۔۔ وہ بہت برا ہے۔ اسکے ارادے اس سے بھی گندے ہیں۔ مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے۔ کیا کریں گے ہم اب"

وہ اسکی مسکراہٹ دیکھ کر الٹا مزید خوف کھا گئی۔

"پہلے تو تم باقاعدہ گن چلانے کی ٹریننگ لو گی تاکہ آئیندہ تمہیں کسی ردا کی مدد نہ لینی پڑے۔ میری ڈرپوک بلی۔ سارے ظلم تم نے میرے لیے رکھے ہیں؟ تمہیں احساس ہے کل سے مجھے کس اذیت میں مبتلا چھوڑ رکھا ہے۔ اتنا مشکل تھا یہ سب مجھے بتانا؟ اور کیا کہا تھا تم نے بے درد لڑکی کہ مجھے بس مسکراتی، نارمل عرشیہ ہی قبول ہے۔۔۔۔ مجھے تم ابنارمل بھی اپنی جان سے پیاری ہو، سنا تم نے؟"

وہ اسکا روتا، پشیمان چہرہ دیکھتے اسکا منہ جبڑے سے نرمی کے سنگ دبوچ کر اسکی آنکھوں میں آنکھیں گاڑ گیا۔

"نہیں۔ میں ابنارمل ہو کر بات کروں تو تم پاگل ہونے لگتے ہو۔ دو منٹ لگاتے ہو مجھے اکیلا چھوڑ جانے میں۔ جیسے صبح گئے، اور اس سے پہلے بھی مما کے گھر۔۔۔"

وہ اسے سفاکیت سے اسکے ظلم یاد کرواگئی۔۔

"تو کیا کرتا اور۔ تم مجھے بے بس کر دیتی ہو۔۔۔ بینڈ تیج لگوالوناں۔۔۔ مجھے ف۔۔ فکر ہو رہی ہے اور رونا بند کرو عرشیہ۔۔۔ تمہیں کیوں سمجھ نہیں آتا یہ میرے لیے برداشت کرنا مشکل ہے کہ تم میرے پاس یوں تڑپ تڑپ کر آہیں بھرو۔۔ ایسا تو میں تمہیں اپنی موت پر بھی رونے کی اجازت نہ دوں"

عرشیہ کی پلکیں یکدم اٹھیں۔

اس کی آنکھوں میں نمی پہلے ہی بھری تھی مگر اب ان میں دکھ کے ساتھ خوف بھی اتر آیا۔

"ایسی باتیں مت کیا کرو"

اس کی آواز کانپ گئی۔

وہ یکدم اس کے قریب آگئی اور اس کی شرٹ کے کالر کو مٹھی میں بھر کر انیس کے منہ کے قریب چہرہ روک لیا۔

"تمہیں اندازہ بھی ہے تم کیا کہہ رہے تھے؟"

اس کی سانسیں بے ترتیب تھیں۔

"م۔۔موت؟"

یہ لفظ اس کے ہونٹوں پر آکر جیسے ٹوٹ گیا۔

انیس چند لمحے خاموش اسے دیکھتا رہا، پھر اس کے چہرے کی رنگت بدلتی دیکھ کر اس کے اندر ایک ہلکی سی کوفت جاگی۔

"اوہ ہولُما"

اس نے آہستہ سے اس کے ہاتھ اپنے کالر سے الگ کیے۔

"یہ صرف مثال تھی، ڈرامہ کوئین"

وہ مسکایا پر عرشیہ کے چہرے پر دکھ مزید گہرا ہو گیا۔

"تمہارے لیے مثال ہو گی پر میرے لیے قیامت کا منظر سمجھو"

اس کی آنکھوں سے ایک اور آنسو ڈھلک گیا۔

انیس نے بے اختیار ہاتھ بڑھا کر وہ آنسو انگوٹھے سے صاف کیا۔

"میری جان ہو تم"

انیس کے چہرے کی سنجیدگی آہستہ آہستہ نرم پڑنے لگی۔ وہ چند لمحے اسے دیکھتا رہا پھر اس نے ایک ہاتھ اس کی گردن کے پیچھے رکھا اور اسے اپنی طرف کھینچ لیا۔

"پاگل لڑکی ہو بلکل"

وہ دھیرے سے جذب کے سنگ بولا۔

"ت۔۔ تم چلے جاو گے ناں۔۔۔"

وہ روتے ہوئے سانسیں بکھیرنے لگی۔

"میں کہیں نہیں جارہا۔ چپک کر بیٹھا ہوا ہوں اس سنسان ٹھنڈی سڑک کے بیچ و بیچ، دنیا جہاں کو اک طرف کیے ساری توجہ تم پر ڈالے"

انیس نے اس کا ماتھا اپنے ہونٹوں سے چوما۔

"ت۔۔ تم مجھے اور ڈرا رہے ہو۔۔۔ برے ہو تم انیس۔۔۔ بہت برے"

وہ اسکو خود سے دور کرتی ہانپ جاتی منہ پھیر گئی۔

"ٹھیک ہے اس بارے مزید کچھ نہیں کہوں گا مگر میرے ساتھ ابنارمل بیہو مت کرو۔ اسے لگانے دو"

وہ بینڈ تج سٹریپ چھوٹے سے ریپر سے نکال کر عرشیہ کے فار ہیڈ پر بنی خراش پر لگاتے ہوئے اپنا ہاتھ اک جگہ نہ رکھ پا رہا تھا تبھی عرشیہ نے اپنے

ہاتھ سے اسکے ہاتھ کو پکڑ کر سہارہ دیا، انیس نے اسکی خود پر جمی نظریں دیکھ کر سمائل کی۔

"دیکھو تمہاری یہ حالت میرے ہاتھ کیپکپا رہی ہے۔ اور کیا ثبوت چاہیے تمہیں میری خود سے محبت کا؟"

وہ کیسے نہ ہلکے پھلکے انداز میں بات کرتا، یہی تو اسکی دل موہ لینے کی ادائیں تھیں۔

"مجھے لگا تم میری سچائی جان کر مجھ سے نفرت کروگے کہ میں جیل گئی اس کے بلانے پر، یا شاید چھوڑ دو لیکن تم تو ابھی بھی اپنی محبت کے ثبوت دے رہے ہو۔ اتنے پاگل کیوں ہو؟"

وہ اسکا ہاتھ پکڑ کر اپنے ہاتھوں میں دباتی، انیس کی آنکھوں میں جھانکی جہاں عرشیہ کے خیال حیرانگی لے آئے تھے۔

"مجھے جب تم سے پیار ہوا، اسی لمحے پاگل ہو گیا تھا۔ تم ایسے سوال نہ کرو۔ چلو ہم چلتے ہیں مینشن۔۔ سوہا آنٹی کو ہینڈل کرنے دو یہ سب اکیلے۔ میں تمہیں ہینڈل کرتا ہوں۔ یہ مت بھولو میں تم سے زیادہ برا تھا، میری سچائی اس سے قدرے بھیانک تھی لُما، پھر بھی اپنایا تم نے۔ پھر مجھ سے ایسی امید؟ آہ عرشیہ آہ۔۔ ابھی تمہارا یقین مجھ پر وقت کے ساتھ گہرا ہو گا مجھے پتا ہے۔ نئے نئے رشتوں میں یونہی خدشات ہوتے ہیں"

وہ اسکے روم روم میں بسی تھکاوٹ کا توڑ جانتا تھا، وہ بے خبر سا مسکرائی پر اسکی آنکھیں ابھی بھی افسردہ تھیں۔

"مجھے تمہارے سوا کسی کو دیکھنا بھی نہیں۔ اور تم کبھی برے نہیں تھے۔ تم اول لمحے بھی میری جان تھے، آخری لمحے بھی یہی رہو گے۔ میں تم سے یہ سب ش۔۔ شئیر کر کے بہت ہلکا محسوس کر رہی ہوں لیکن۔۔۔"

وہ بولتے بولتے روک دی گئی، جس طرح دیوانگی روکی گئی، اس پر عرشیہ نے سانس روک لیتے انیس کا بہت شدت سے سانسیں یلکجان کرنے اور ہونٹوں کی نم مسکان لوٹا کر دور ہونا دیکھا پھر بازو اسکی گردن کے اطراف حائل کیے پوری قوت کے سنگ اسکے سینے لگی۔

"لیکن کے بعد کچھ بھی اہمیت نہیں رکھتا۔ تم میری بیوی ہو۔ تمہیں میرے ہوتے کسی سے بھی خفاظت کی امید نہیں رکھنی۔ میں جس بھی حال میں ہوا، میں تمہاری ڈھال بنوں گا عرشیہ۔ تم بلکل نہیں ڈرو گی۔ میں کسی چیز سے نہیں ہار سکتا سوائے تمہارے اس رونے کے، یا ڈرنے کے۔ ادھر دیکھو میری طرف۔۔۔۔ ہم یہ ہفتہ پورے اعتماد اور بے خوفی سے اس کمینے کی واپسی کا انتظار کریں گے۔ اس بیچ تم میری بلی سے شیرنی بنو گی۔۔۔ میں تمہیں چند دنوں میں اپنی محبت میں ڈال سکتا ہوں تو تمہیں جنگجو بھی بنا سکتا ہوں۔ ویسے بھی محبت ہم سے سب کچھ کروا سکتی ہے، مجھ سے سب کرواتی جا رہی ہے"

وہ اس کے سینے سے دور ہوئی، اس نے انیس کی رخسار اسی محبت سے چومی جسکا وہ مستحق تھا۔

"میں اپنی پوری زندگی میں جتنے بھی لوگوں سے ملی، تم ان سب میں سے موسٹ بریو مین ہو انیس۔ اٹھو۔۔ زخمی گھٹنے کے ساتھ کب کے یہاں پتھریلی جگہ بیٹھے ہو میرے ساتھ۔۔ اٹھو انیس۔۔۔"

وہ اسکے پہلو سے اٹھی اور اپنا ہاتھ پھیلایا تو انیس نے اسکا شدید ٹھنڈ میں بھی گرم ہوتا ہاتھ تھاما اور شوخ سا مسکرایا۔

"بڑی جلدی خیال نہیں آیا میرے درد کا تمہیں اُمیرتی"

وہ اسکا ہاتھ تھامے کراہتا ہوا اٹھا تو عرشیہ نے اسکا کوٹ جو گرد سے میلا ہو گیا، آہستگی سے دوسرے ہاتھ سے جھاڑتے انیس کے آخری لفظ پر اسے دیکھنے لگی۔

"مطلب جاننا ہے؟ اسکا مطلب ہے میری شہزادی"

وہ اسکی آنکھوں میں جھانک کر مسکرایا تو عرشیہ کو اس پر بے پناہ پیار آیا۔

"میرا شہزادہ، تم بھی میری جان ہو۔۔ شکر ہے اس بار کم مشکل نام دیا۔"

وہ آسان نام ملنے پر مسکائی جیسے نجانے کونسا پہاڑ سر کرنے سے بچ گئی ہو۔

"اگلی بار ایکسٹرا مشکل نام آئے گا۔"

انیس نے بھی آگے کے لیے جیسے محترمہ کو الرٹ کیا، اسکا ڈائمنڈ رنگ سے سجا ہاتھ پکڑ کر اپنے لبوں سے لگاتے چوما جبکہ وہ پھر اسکے ہاتھ میں ہاتھ ڈالتی آمادہ نظروں سے اسے دیکھتی گاڑی کی طرف بڑھ گئی، اگلے پانچ دن پر لگا کر گزر گئے، سوہا اس وقت اپنی تمام تر توجہ اپنے ماں باپ پر دیے ہوئے تھی، عرشیہ ان تینوں میں سے کسی سے ابھی بات کرنا نہیں چاہتی تھی، اسکی شرط ان پانچ دنوں قائم رہی تھی، ہمایوں ٹھیک ہو کر اپنے چچا کے ساتھ واپس چلا گیا، چپ چاپ مگر یہ طوفان سے پہلے والی خاموشی تھی، جبکہ انیس دوبارہ مصروفیت کی وجہ سے صنم زمان کے پاس نہ جا سکا، کہیں اور سے ہی

معائنہ کرواتا رہا، جبکہ وہ تو منتظر تھی کب وہ آئے اور عصر کو ساتھ لائے، فاطمہ بھی یہ دن سکون سے رہی تھی کیونکہ شاید وہ بد دماغ لڑکی، نئے زخموں سے پہلے پرانے بھرنا چاہتی تھی، خضر کی کوششوں کے نتائج یہ نکلے کہ اگلے دن ہی سادگی سے فیملی کے افراد کے بیچ عمیر اور ماریہ کا نکاح ہو گیا، اور ماریہ، عمیر اور مسیز خاور واپس اوٹ آف کنٹری چلے گئے، ماریہ اپنا علاج اور تھیسیز شروع کر چکی تھی، خضر اور بیلا کو انتظار تھا کب یہ اٹھایا گیا قدم عمیر خاور سلطان کی زندگی میں دوابنا شروع ہو گا، جبکہ ان پانچ دنوں میں مہویر نے بھی ہار نہ مانی، وہ منائم کو منانے کے جتن بدستور کرتا رہا لیکن منائم بھی سخت لونڈیا بنی نخروں کے پہاڑ کھڑے کیے ہوئے رہی لیکن اب پانچ دن بعد وہ قدرے نرم پڑ گئی تھی، عرشیہ نے یہ پانچ دن ہولڈ نگز کا کام گھر سے کیا کیونکہ وہ یمل اور عدین کے ساتھ یہ وقت گزارنا چاہتی تھی، اب تو یہ صورتحال تھی کہ یمل بھی مینشن کا حصہ بن گیا تھا، اسے نہ ماں یاد تھی نہ باپ، عرشیہ کی دوبارہ منائم اور خضر سے بھی ملاقات نہ ہو سکی کیونکہ خضر

اپنے نیکسٹ کانسرٹ کے لیے بزی تھا تو عرشیہ بھی گھر تھی، لیکن عرشیہ نے جلد ہی منائم سے جا کر ملنے کا ارادہ کیا تھا، ان پانچ دنوں وہ لگتار انیس کی سٹوڈنٹ بن کر تھوڑی بہت گن پکڑنا سیکھ چکی تھی کیونکہ بہر حال وہ انیس کی طرح پروپلئیر نہیں تھی تو ڈر قائم تھے، موساب اعوان کی حالت بہتر ہوئی تو انیس نے اسے پولیس اور سیکورٹی ادارے کے حوالے کر دیا اور اس پر باقاعدہ لیگل انکوائری بھی شروع ہو چکی تھی، جنوری کے آخری ہفتے میں اس انکوائری کا حتمی فیصلہ ہو کر موساب کی سزا کا تعین ہونا تھا، رئیس بھی عدالتی مہلت کے پانچ گزرتے دن ویسٹ کر چکا تھا پر ابھی تک کچھ بڑا سوچ نہ سکا۔

عصر اور فجر کے بیچ ان گزرتے دنوں نے مزید انڈر سٹنڈنگ پیدا کی تھی، اب وہ بھی زرا خوف سے نکل چکی تھی جبکہ رہی بات ابراہیم علوی کی، وہ اب پھر سے کسی چکر میں تھے کیونکہ وہ راتوں کو ٹہلتے پائے گئے تھے، اب اسکا کنکشن کس معاملے سے تھا یہ بھی جلد کھل ہی جاتا۔

ایک دو دن میں شازان رضوانی جیل سے چھوٹنے والا تھا مگر اس سے پہلے بہت کچھ تھا جو ہونا تھا، انیس نے آخر پانچ چھ دنوں بعد صنم زمان سے جا کر ملنے کا ارادہ بنا ہی لیا اور عصر اسکے ساتھ ہی جانے والا تھا، عرشیہ کے لیے بھی آج کا دن خاص تھا کیونکہ رات ڈنر پر اس نے فاطمہ اور بابا کو بلایا تھا کیونکہ یمل اب ان سے ملاقات کی ہمت اپنے اندر پیدا کر چکا تھا، جبکہ مہویر نے انیس کے سٹوڈیو کو سنبھال لیا تھا، موساب کے بعد اسکے پاس فراغت تھی تو انیس اور عصر کے دن بدن بڑھتے پنگے دیکھتے وہ خود ہی دو تین دن سے انیس کے سٹوڈیو جا رہا تھا، منائم اب قدرے بہتر تھی، اب وہ چلنے پھرنے بھی لگی تھی، پٹی بھی اتر چکی تھی لیکن ابھی بھی سر میں ہمہ وقت اسکے درد رہتا تھا، اور کل رات سے تو اسے کچھ زیادہ ہی چکر آ رہے تھے، ابھی بھی وہ محراب کے ساتھ لان میں بیٹھ کر فروٹس کھا رہی تھی، جب مہویر کی گاڑی گیٹ سے انٹر ہوتے پورچ میں رکی۔

"آ گیا وہ پھر سے مشقت کرنے۔ اتنے دن ہو گئے، اب تو مان جا میری جان۔ تم لوگ ٹھیک ہو گے تبھی ہم خضر اور بیلا کی شادی کا سوچیں گے۔ خضر نے شرط رکھی ہے جب تک تم دونوں کا مسئلہ حل نہیں ہوتا وہ شادی نہیں کرے گا۔ حالانکہ پنگے وہ بھی پچھلے کئی دن سے کر رہا ہے"

منائم کی نظریں مہویر پر جمی تھیں جو بلیک اور میرون کنٹراسنگ پینٹ شرٹ کے سنگ پلین ہی بلیک بلیزر پہنے، نک سک جنٹل مین بنا انہی حسین خواتین کی طرف چلا آ رہا تھا۔

"ٹھیک ہے مما۔ بس مزید فروٹس نہیں کھا پا رہی۔ یہ لے جائیں"

محراب بھی کووفی بنانے جا رہی تھیں تو جاتے ہوئے اپنے لاڈلے بچے کی اب تک بھری فروٹس پلیٹ بھی پکڑ گئیں اور مسکرا کر گھر کی طرف بڑھیں تو مہویر کو پاس رکتا دیکھے وہ بھی اپنی جگہ سے اٹھی، وائیٹ اینڈ بے بی پنک

فلورل پرنٹ کو آرڈ سیٹ میں منائم کیوٹ لگ رہی تھی، پیروں میں لیڈیز سنیکرز تھے اور بالوں کو سمیٹ کر ڈھیلی سی پونی بنا رکھی تھی۔

"میں نے سوچا آج میں اپنی پینگوئن کے ساتھ لنچ باہر کرتا ہوں۔ میری صبح کے نور جیسی مانو"

وہ اسکے ملائم گال باری باری ہاتھوں میں لے کر چومتا منائم کو اپنا لاڈ بخش گیا تو وہ بدمزہ سی ہوئی۔

"کتنے دنوں سے ایک ہی بات سمجھا سمجھا کر تھک گئی مہویر کہ میں مانو نہیں ہوں"

وہ غصہ ہوتی تو مہویر کو اور ٹوٹ کر پیار آتا، وہ اسکے ہاتھ بھی جھٹک گئی۔

"اچھا ٹھیک ہے۔ تم میری جان تو ہو ناں؟"

مہویر کا استحقاق زرا جو کم ہوا ہو۔

"نہیں ہوں۔ چھوڑیں مجھے، چھونے کی کوشش بھی مت کریں"

وہ اسکے ٹچ پر شدید برا متذبذب ہوئی۔

"سنبھال لو گی خود کو میرے بنا؟"

وہ اسکی کمزوری بخوبی جانتا تھا، کمبخت مسکرا بھی رہا تھا۔

"آپ نے تو بس بکھیرا ہے مجھے مہویر، یہ غرور کیسا؟"

وہ اسکے استحقاق پر سیخ پا ہوئی۔

"موقع دو۔ ایسا سمیٹوں گا کہ پھر کبھی نہیں بکھرو گی"

وہ اسکے گریز کے باوجود اسکے زمین بوس ہوتے

وجود کو اپنی مضبوط بازوؤں کے حصار میں لے گیا۔

وہ انکار کرنے لائق بھی تو نہیں تھی۔

"اف خدا! یہ کیسے چکر ہیں؟"

منائم کا پورا جہاں گھوم گیا، اگر مہویر نے تھامانہ ہوتا تو گر پڑتی۔

"میرے بڑے بے بی کے اندر، چھوٹا بے بی تو نہیں آ گیا"

مہویر کے مزاق سے چھیڑنے پر منائم نے اسکی آنکھوں میں دیکھا، وہ بھلے اسے ستا رہا ہو پر اگر ایسا ہوتا وہ آدمی خوشی سے پاگل ہو جاتا۔

"فضول بولے تو جان لے لوں گی آپکی"

وہ اپنے سہارے کھڑی ہوتی مہویر کو پرے دھکیل گئی تو جناب کی مسکراہٹ بھی ہونٹوں سے نچڑ گئی۔

مہویر کی مسکراہٹ اس کے دھکیلنے پر واقعی مدھم پڑ گئی تھی، وہ چند لمحے خاموش ہو کر اسے دیکھتا رہا، منائم نے اسکی نگاہوں سے نظریں چرائیں، اسکے دل کی دھڑکن اب بھی بے ترتیب تھی۔

"جان لے لو پر بتاو کیا ہوا؟"

مہویر نے سنجیدگی سے پوچھا، منائم نے اسکی طرف لاعلمی سے دیکھتے کندھے اچکائے۔

"کچھ نہیں ہوا، آپکو پتا ہونا چاہیے کہ میری سوئیر سرجری ہوئی تھی سر کی، یہ چکر آنا اسی وجہ سے ہے۔ کمزوری بھی ہو سکتی ہے"

منائم نے خود کو سنبھل کر کھڑا کرواتے یقین سے وضاحت دی پر مہویر کے ہاتھ اسکے چہرے کی طرف بڑھے، اسے سنبھلنے کا موقع دیے بنا وہ اسکے چہرے کے اطراف جا جمے، مہویر کی آنکھوں میں تشویش تھی کیونکہ منائم کے چہرے کا گلابی رنگ، دفعتاً سپید پڑ گیا تھا۔

"منائم۔ میری جان۔ ہمیں اسے معمولی نہیں لینا چاہیے۔ ڈاکٹر کو بتانا ہو گا۔ کب سے آ رہے ہیں چکر؟"

وہ اسکو اپنی جانب دیکھنے پر مجبور کیے پوچھتے بولا۔

"کل رات سے"

اس نے بے نیازی سے کہا اور اسکے ہاتھ پکڑ کر چہرے سے ہٹائے دوسری طرف دیکھنے لگی۔

"اور مجھے بتانے کی زحمت بھی نہیں کی؟"

مہویر نے ابرو سکیڑے۔

"ہر بات آپ کو بتانا ضروری ہے کیا؟"

اس کا لہجہ تلخ تھا مگر آنکھوں میں وہی گھبراہٹ تھی جسے مہویر نظر انداز نہ کر سکا۔

"ہاں۔ تمہارے دل، جسم اور دماغ سے جو جڑی ہو وہ تو بہت ضروری ہے بتانی"

اس نے صاف کہا، منائم نے لب بھینچتے مہویر کو دیکھا۔

"چلو ہسپتال چلتے ہیں۔"

منائم کا دل جیسے دھک سے رہ گیا۔

"نہیں!"

اس نے فوراً انکار کیا، مہویر اسکی شدید گھبراہٹ پر چونکا۔

"نہیں کیوں؟"

وہ تندہی سے اسکی بازو پکڑے بولا۔

"میں بالکل ٹھیک ہوں۔"

وہ جلدی سے بازو چھڑوانے کو مچل کر بولی۔

"منائم۔۔ضدی مچھلی۔۔۔باز آجاو"

وہ پھر سے اسکی کمر میں ہاتھ ڈال کر اسے اپنی طرف کھینچ کر بولا۔

"مجھے کہیں نہیں جانا کیا فارسی میں بولوں؟"

مہویر نے غور سے اس کا چہرہ دیکھا، اب اس کے انکار میں صرف ضد نہیں خوف بھی صاف نظر آ رہا تھا۔

"منائم..."

اس نے آہستہ سے دانت پر دانت جمائے۔

"دور ہوں۔۔۔سانس بند نہ کریں"

وہ اسکی بازوؤں کی گرفت میں مچلتی اس سے سراسر نگاہیں چرا رہی تھی۔

"تم مجھ سے کچھ چھپا رہی ہو؟"

منائم کی پلکیں جھک گئیں، مزاحمت بھی تھم گئی۔

اس کے ذہن میں ایک ہی خیال بار بار گھوم رہا تھا کہیں واقعی وہ امید سے تو نہیں ہو گئی۔

اس نے فوراً اس خیال کو جھٹک دیا۔

"آپ کو ہر چیز میں شک کیوں ہوتا ہے؟"

وہ خفگی سے اسکی آنکھوں میں دیکھتے بولی۔

"کیونکہ تمہارا چہرہ امید سے ہوتی عورتوں سا ہو رہا ہے"

وہ اپنے شک کو چہرہ دیتے بولا تو منائم نے اسکے شانے پر بوکھلا کر دانت گاڑے۔

"م۔ مہویر۔۔۔ چپ کریں، میں نے کہا ناں میں ٹھیک ہوں۔"

مہویر نے ان دانتوں کے وار پر کراہتے سر ہلایا پر منائم کو اپنے بازوؤں سے آزاد نہ کیا۔

"اور میں نے کہا ایک بار چیک کروا لیتے ہیں۔ امید سے ہونا کوئی بیماری نہیں ہے"

وہ اب ضد پر آ چکا تھا۔

"مہویر۔۔۔"

وہ روہانسی ہوئی۔

"مجھے یقین ہو جائے گا تو بات ختم۔"

منائم کے اندر گھبراہٹ اور بڑھ گئی جب مہویر نے اس قدر اصرار کیا۔

"مجھے نہیں جانا۔"

اس نے اس بار نسبتاً دھیمی مگر اٹل آواز میں کہا۔

مہویر نے چند لمحے اسے دیکھا۔

"اتنا ڈر کس بات کا ہے؟"

اس نے نیم مسکراہٹ کے ساتھ منائم کی گلابی پڑتی گال سے لب جوڑے، وہ اپنے ہونٹوں کو شکنجے سے ہر ممکنہ بچانے کی کوشش میں تھی، اسکا پورا وجود اس شخص کی قربت کی زیادتی سے کانپ سا رہا تھا۔

"یا واقعی..."

وہ ذرا جھکا، اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے شرارتی انداز میں بولتے اپنی آنکھوں کا محور وہ گلاب ہونٹ بنائے، منائم نے جھرجھری سی لی، مہویر کی یہ نظریں اسکی ریڑھ کی ہڈی تک بل ڈال گئیں۔

"میرے بڑے بے بی کے اندر چھوٹا بے بی آنے کی خبر ہے؟"

منائم کا چہرہ اسکی بے باکی پر فوراً سرخ ہو گیا۔

"مہویر!"

وہ جھنجھلا اٹھی۔

"فضول باتیں بند کریں ناں"

وہ چلائی مگر اس کے دل کی دھڑکن اور تیز ہو گئی تھی، مہویر نے اس کے چہرے کی گھبراہٹ کو غور سے دیکھا...

اور اس کی مسکراہٹ آہستہ آہستہ سنجیدہ ہو گئی۔

"تو پھر ثابت کر دو کہ ایسا کچھ نہیں ہے۔"

اس نے پر سکون مگر پُر عزم لہجے میں کہا، مگر وہ پوری قوت لگاتی اسکا حصار توڑتی اسے دور دھکیل کر ہانپتی ہوئی مہویر سے دور ہوئی، اس قدر ٹھنڈ میں بھی منائم کی پیشانی عرق آلود ہو گئی۔

"آپکا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ میں نے سوچا تھا آج آپکو معافی دے دوں گی پر آپ نے یہ سب باتیں کر کے اپنی سختی واپس بلالی۔ اب نہیں کرنے والی معاف۔۔۔ اور مجھے کہیں نہیں جانا آپکے ساتھ۔۔۔"

وہ تیزی تیزی میں اسے خفگی سے ڈانٹتی، اس سے لڑنے کے انداز میں الجھتی ہوئی وہاں سے گھر کی طرف چلی گئی۔

"منائم۔ میں اس سے پیچھے نہیں ہٹنے والا پھر تم مجھے معاف کرو یا نہیں۔"

مہویر نے با آواز بلند ہانک لگائی تو منائم کے قدم مزید تیز ہوئے اور وہ گھر کی روش پار کرتی اندر جا کر اوجھل ہو گئی۔

مہویر نے مسکرا کر اپنے فون کو نکالتے انیس کی کال دیکھ کر پک کی اور فون کان سے لگایا۔

"ہاں میرے علوی؟"

مہویر نے اپنی تمام تر توجہ اس پار ڈالی جہاں وہ مرر کے سامنے کھڑا اپنی حسینہ کے ساتھ ہی ریڈی ہو رہا تھا۔

"تمہارا نہیں ہوں۔ اپنی اکلوتی بیوی کا ہوں۔ زیادہ فری ہونے کی ضرورت نہیں ورنہ یہ تمہارا گلا دبا دے گی"

انیس کے شوخ تصحیح پر اپنے ڈراپ ٹیر ایئر رنگز پہنتی عرشیہ بھی ہونٹوں پر سمائل لائی، ٹین بلو جرسی سٹف کے ساتھ ڈارک گرے ایئر لائن سکرٹ پہنے، پیروں میں کورٹ ہیلز پہنے ہوئے تھی، انیس کے جواب کو سن کر اسے صدقہ اتارتی آنکھوں میں بسا کر مسکرائی۔

"وہ گلا دبا بھی سکتی ہے۔ ہاہا"

مہویر کب بھولا تھا بھلا ملاقات، تبھی اسکا قہقہہ بے ساختہ تھا۔

"اور کیا؟ کچھ دنوں سے پورا علوی مینشن سنبھال رکھا ہے میری لُمانے۔ بنا اک بھی شکوہ کیے کہ یہ تھک گئی ہے۔ حالانکہ دل سے بہت اداس تھی۔"

یہ اک نیا بدلاو تھا کہ وہ مہویر سے ایسی بات کر رہا تھا، خود مہویر اور عرشیہ اپنی اپنی جگہ دنگ سے رہ گئے۔

"تیرے ہونے نے اسے اسکی اداسی فیل نہیں ہونے دی ہو گی۔ کیا خیال ہے آ کر تم دونوں کے کمرے کو سجوا دوں؟ وہ کیا ہے مجھ پر احسان جو ہے تیرا۔ اب میرا بھی تو کوئی فرض بنتا ہے"

بس زرافری ہونے کی دیر تھی کہ مہویر پٹڑی سے اترا، جبکہ انیس کے خمار بھی اترے۔

"بس ہو گئی تمہاری بک بک شروع؟"

انیس نے اسے فوری ڈپٹا، اب وہ کیا بتاتا انکو ڈیکوریٹ کمرے کا کوئی فائدہ ہی نہیں ہونا، ایویں احسان لینے والی بات تھی کیونکہ لُمانے قسم کھار کھی تھی انیس کے ہاتھ نہ لگنے کی، انتہاوں پر پہنچ کے ہمیشہ فرار لیے انیس کو ناکام کرتی آ رہی تھی کئی دن سے حالانکہ انیس نے ہر ممکنہ اپنے اور اسکے بیچ کی دوریاں پوری احتیاطی تدابیر کے سنگ ختم کرنے کی کوشش کرنی چاہی تھی، لیکن اسکی وہ ڈرپوک بلی بھاگ نکلتی، پھر بھلے روم سجالیا جائے یا ہنی

مون لیے پیرس، سوئٹزرلینڈ یا ایسی کسی رومان پرور جگہ بھی کیوں نہ چلے جاتے، انکے بیچ کی نامکمل قربتوں کا رزلٹ سیم ہی فلاپ ہوا ہی آنا تھا۔

انیس نے وہیں سے رخ پھیرتے، آئینے کے سامنے کی ساری جگہ اپنی خاتون کے لیے چھوڑی اور وارڈرب سائیڈ آکر اپنا بلیک میچنگ بلیزر نکالنے کے بیچ مہویر کو بھی ٹوک گیا۔

"بھلائی کا تو زمانہ ہی نہیں رہا۔ ہنہ۔۔ بتا کیسے کال کی۔ وہ عورت آگئی کیا؟"

مہویر نے منہ بسورتے ہی پوچھا تو انیس نے سر اثبات میں ہلاتے بلیزر لا کر عرشیہ کے ہاتھ میں تھمایا جو اپنا لائیٹ سا میک آپ اور بال ڈن کر چکی تھی۔

"ہاں رات میں آرہی ہے پریمل نے بس ملنے کی ہامی بھری ہے۔ وہ انکے ساتھ جانے پر رضامند نہیں"

عرشیہ نے اسکی بلیزر پہننے میں مدد کی، ابھی انیس اور عصر ساتھ صنم زمان کے کلینک جا رہے تھے، مہویر کو یمل سے ایسی ہی امید تھی۔

"ہمم۔۔پہلا بچہ دیکھا ہے جو اپنے ماں باپ سے زبردستی مل رہا ہے۔اسکی حالت ہم سب سمجھ سکتے ہیں۔اسکے اندر اپنے پیرنٹس کے لیے بہت غصہ بھرا ہے، لیکن یمل کو اسکے ماں باپ کا برابر پیار ملے صرف اس وجہ سے عاصم المیر نے اس دھوکے باز عورت کو اپنے پیلس جگہ دی اور میں نے معاف کیا۔یہ اسکے لیے آخری موقع ہے۔تجھے کیا لگتا ہے اب وہ سدھر چکی ہو گی؟"

مہویر نے وہیں کرسی پر جا بیٹھے، زرا موسم کی حدت سے لطف سا لینے کے بیچ ہی پوچھا، انیس کی نظریں عرشیہ پر جمی تھیں جس نے پہلے انیس کی دائیں بازو پر کوٹ چڑھایا پھر انیس کے دوسرے ہاتھ میں فون لینے پر، بائیں بازو پر بھی کوٹ کی آستین چڑھاتے، کولر اور سامنے کی سلوٹیں بٹھانے لگی۔

"نہ سدھری پھر ایک ہی آپشن ہے۔موت۔۔۔امید پر دنیا قائم ہے، میں چاہ رہا تھا تم اور منائم ہماری طرف آو، آج وہ آ رہی ہے اس لیے کل کا پلین کرتے ہیں، ڈنر دونوں ہماری طرف کرنا۔عرشیہ اور منائم کو بھی ٹھیک سے

ملنے کا موقع نہیں ملا تو وہ بھی چاہ رہی تھی۔ اب ٹھیک ہے ناں تمہاری بیوی؟"

انیس نے آنکھوں ہی آنکھوں عرشیہ کا اشارہ سمجھتے فوری کل کے لیے ڈنر کی پیشکش کی اور یہ بھلا کیسے رد کی جا سکتی تھی۔

"ہاں بہت ٹھیک۔۔۔ مجھے کچھ شکوک و شبہات ہیں۔ تمہاری کی گئی لائٹنگ کے کچھ اثرات محسوس ہو رہے ہیں پر ابھی کنفرمیشن نہیں۔ منائم ہوسپٹل جانے سے گھبرا رہی ہے"

مہویر کی مست سی سرگوشیانہ بات پر انیس کی بس آنکھیں مسکرائیں۔

"یہ کیا تم نے میری معصوم کی گئی لائٹنگ کو پکڑا ہوا ہے۔ سارے کارمانے تو تمہارے تھے، میں نے بس ماحول بنایا تھا۔ اگر ایسا کچھ ہے تو کل عرشیہ اس سے پوچھ لے گی۔ ضروری ہوا تو لے جائے گی ہوسپٹل۔۔۔"

انیس کی چڑ اور بعد کی سمجھدار باتیں مہویر کو سرور سے ٹیک لگانے پر مجبور کر گئیں، عرشیہ اب تک متجسس و فکر مند تھی کہ اب کیوں ہوسپٹل جانا ہے۔

"علوی۔۔۔۔ اگر ایسا ہوا میں نے خوشی سے بے ہوش ہو جانا ہے۔۔۔"

مہویر کی آواز جذب سے بھاری پڑی تو انیس نے بھی اسکی وہ غائبانہ خوشی محسوس کی، آخر کو یہ مہویر کی اولاد ہی تھی جو اب واحد اسکا خون کا رشتہ کہلاتا کیونکہ ماں باپ تو اس نے بچپن میں ہی کھو دیے تھے۔

"میں نہیں ہونے دوں گا بیہوش۔ بھروسہ رکھو"

انیس نے مسکراتے یقین کے سنگ اسے حوصلہ دیا تو مہویر نے سر اثبات میں ہلاتے اپنی آنکھ کے کنارے ابھری نمی انگوٹھے کی پور سے دباتے پونچھی۔

"بھروسہ ہے۔ میں نے تیرے بابا کا پیچھا کیا تھا تیرے کہنے پر۔ وہ پچھلے دو تین دن سے بینک اور وکیل کے آفس کے چکر لگا رہے ہیں۔ تُو نے مجھے اندر

جا کر تفتیش کا نہیں کہا اس لیے میں نے اتنا ہی کیا۔ آگے اب تُو دیکھ لے کہ وہ محترم کس چکر میں ہیں۔ کہیں فیکٹری تو نہیں بیچ رہے؟"

انیس نے بابا کی ان پچھلے کچھ دن منانے کی کوشش نوٹ کی تھی مگر اسکے باوجود اسے بابا پر اب بھروسہ نہ تھا تبھی اس نے مہویر کے ذمے یہ کام لگایا تھا، عرشیہ نے اسکی بات لمبی ہونے کے سبب اپنا فون چارج سے اتار کر میٹرس پر بیٹھے کالز اور میسنجر دیکھے جس میں ننی، مما اور نانو کے پیغامات سر فہرست تھے۔

"میں دیکھتا ہوں۔ خیر میں بعد میں بات کرتا ہوں تم سے"

انیس نے اجازت لیتے رابطہ توڑا اور جا کر عرشیہ کے ساتھ بیٹھا ہی جب عرشیہ نے فون سکرین انیس کی طرف گمائی۔

"پانچ چھ دن ہو گئے تم ان تینوں سے نہ ملی نہ بات کی، اب تک تو ان کے بیچ سب حل ہو چکا ہو گا۔ کر لو بات"

انیس نے اسکے ہاتھ سے فون لیتے، چند میسیجز سرسری پڑھتے مشورہ دیا۔

"دل نہیں چاہ رہا۔ میں چاہتی تھی انکے بیچ کی ہر لڑائی، ہر کشیدگی دور ہو جائے تبھی جاوں۔ کل جاوں گی آج مجھے کچھ میٹنگز بھی اٹینڈ کرنی ہیں، یمل کے سکول ایڈمیشن کا کام بھی ہے اور تم جانتے ہو رات بھی مصروف ہو گی"

وہ انیس کی بازو سے لگتی اپنے شدید بزی دن کا احوال بتائے انیس کو مسکراہٹ دے گئی۔

"ٹھیک ہے۔ بائے داوے تم نے بتایا نہیں کہ میں نے تمہیں کیسا ہینڈل کیا یہ کچھ دن لُما؟ ہاں تھوڑی ناکامی تو ہو ہی گئی پر بندہ ناچیز کی کوششیں پوری اور اخیر رہیں۔ میری ڈرپوک جان"

ہاتھ بڑھا کر عرشیہ کے بالوں میں انگلیاں پھیرتا وہ اپنے اور عرشیہ کے دن بدن آگے بڑھتے رشتے کا حوالہ دے کر عرشیہ کے رخساروں میں سرخی سی اتار گیا، پھر ابھی تک ناکامی کا ذمہ دار بھی اس خاتون کو ٹھہرایا۔

"تم نے میری ساری اداسیاں بھگا دیں۔ میرے اندر اک قوت بھر دی ہے۔ ڈرپوک عرشیہ اب بہادر عرشیہ میں بدل رہی ہے اس لیے پورا بہادر ہونے تک یونہی صبر سے کام لو۔ اور بتاوں تمہارے اس ہینڈل کرنے کی صلاحیتیں انیس؟"

وہ پر شوق نگاہوں سے ان ہیزل براون آنکھوں کو دیکھتی سوال پر رکی تو انیس نے اسکے ہاتھوں سے اپنی بازو نکال کر، اسی ہاتھ کو عرشیہ کے گرد پھیلا کر اسے اپنے حصار میں لیے قریب کیا۔

"مت بتاو۔ تمہاری آنکھوں میں سب کچھ لکھا ہے۔ وہ بھی تفصیلا۔ بتاو گی تو مجھے تمہارے جذبات اور الفاظ کو سراہنا پڑے گا۔ اور میں دیکھ چکا ہوں کتنے گھنٹے لگا کر تم سجی سنوری ہو"

انیس نے اسکے چہرے کے گلو دیکھتے اک معنی خیز سی نگاہ ڈالتے وارننگ دینے کے ساتھ رعایت دی، عرشیہ نے اسکی شرارت فوری سمجھ لی تھی۔

"جسٹ ہاف ہار لگایا ہے۔ مبالغہ آرائی کی بھی حد ہوتی ہے انیس"

وہ اسکے کہے کی نفی کرتی فوراً احتجاج کر گئی تو انیس کی آنکھوں میں خمار کے بادل غالب آئے۔

"اچھا۔ مطلب تم کہہ رہی ہو میں تمہارے جذبات و الفاظ سراہ سکتا ہوں۔ تمہیں سب بگھڑا سنوارنے میں بس آدھا گھنٹہ لگے گا۔ گریٹ"

وہ کسی مدہوش شرابی کی طرح اپنے مطلب کی بات کہتا اپنے من پسند جام کی جانب سرکا ہی کہ وہ ہنس کر اسکے ہونٹوں پر ہاتھ کا پھندا جماتی بروقت انیس کی گرفت سے نکل گئی۔

"بس کر دو مجنوں! جا کر اپنے کام دیکھو۔ میں تمہیں اب رات کو ہی ملوں گی کہ تم میری ساری تیاریاں بگھاڑ سکو۔۔۔ جاو جہاں جانا ہے میں بھی بچوں کو دیکھوں جا کر۔۔۔ بائے"

وہ اسکے چہرے کے قریب جھکی، اسکی گال پر پیار دیے انیس کو بھی ہاتھ سے پکڑ کر اٹھاتی کمرے سے نکلی تو انیس نے بھی پیچھے ہی قدم بڑھائے، عرشیہ تو لیوئنگ ایریا میں فجر کے ساتھ بیٹھ کر کچھ گیمنگ میں بزی یمل اور عدین کے پاس گئی جبکہ انیس نے بھی نک سک تیار عصر زمان کے ہمراہ مینشن سے قدم نکالے تھے۔

"بابا پھر کسی چکر میں ہیں عصر زمان، اب کیا کروں گا میں؟"

عصر نے ساتھ چلتے اک اضطراری نگاہ انیس پر ڈالی۔

"ہمم۔ کیسے انسان ہیں یہ؟"

عصر کا جیسے دل برا ہوا، انیس نے ٹھنڈی سی سانس بھری۔

"اک مشکل امتحان جیسے۔ پچھلے پانچ چھ دن سے وہ مجھے منانے کی کوشش کر رہے ہیں عصر پر انکو اس بات کا احساس نہیں کہ میں مان بھی گیا تو انکے اگلے کارنامے پر پھر روٹھ جاوں گا۔ اگر تمہارے ایسے بابا ہوتے تو تم کیا کرتے؟"

وہ دونوں پورچ میں کھڑی گاڑیوں تک آکر رکے تو انیس کے اس سوال پر عصر کے چہرے پر رنجیدگی کے گہرے سائے آ ٹھہرے۔

"ایسا سوال آپ نے مجھ سے پہلی بار کیا بھائی"

عصر در حقیقت اس سوال کے لیے بلکل تیار نہ تھا۔

"ہاں۔ میں یہ سوال کرنے پر مجبور ہو گیا۔ تم سے پوچھا تا کہ جان سکوں کہ ایسے والدین کو بنا بد تمیزی کیے کیسے سدھارا جا سکتا ہے۔ کیونکہ میں انکو کچھ الٹا سیدھا کہہ بھی دوں تو میرا ہی دل جلتا ہے۔ میں انکی کچھ دن سے کوششیں دیکھ رہا ہوں لیکن میرا دل بہت زیادہ دکھی ہے۔ اب اوپر سے اگر وہ کسی اور نئے کارنامے میں شریک نکلے تو مجھے خود بھی نہیں پتا میں کیا کر جاوں"

عصر نے اسکی بات سنی پھر وہ انیس کے گلے لگا، یہ ایک خاموش دلاسا تھا، انیس کی اداسی قدرے زائل ہو گئی۔

"تم سوچ کر بتانا کہ تم ہوتے میری جگہ تو کیا کرتے۔ چلو چلتے ہیں۔ تمہیں اپنی مسیحا سے ملواتا ہوں جس نے مجھے بروقت ریسکیو کیا تھا۔ تم نے انکا شکریہ ادا کرنا تھا ناں"

عصر نے فوری اشتیاق آنکھوں میں بھر کر سر ہلایا۔

"بلکل۔ انکا شکریہ بنتا ہے وہ میری محسن ہیں۔ آپکا فائنل چیک آپ بھی ہو جائے گا تو تسلی ملے گی۔ آخر شیروں کا میدان میں اک بار پھر نکلنے کا وقت آ گیا تو آپکی صحت تسلی بخش ہونی چاہیے۔ ایک دو دن میں وہ زلیل باہر آنے والا ہے۔"

یہ حوالہ ہی ایسا تھا کہ انیس اور عصر دونوں کے جبڑے تن چکے تھے، وہ لوگ روانہ ہوئے تو اندر ریمل کی فیلنگز سننے کو عدین، فجر اور عرشیہ تینوں موجود تھے۔

"میں انکو شاید ساری زندگی معاف نہ کر سکوں لیکن جن پیاروں نے یہ چاہا کہ یمل ایک اچھی زندگی پائے، ماں باپ کا ساتھ پائے۔ انکی ایفرٹس اور محبت دیکھتے ہوئے میں نے مماڈیڈ سے ملنے کی ہامی بھری۔ اگر مجھ سے اب پوچھا جائے کہ بتاو یمل تمہارا گھر کونسا ہے تو میں بلا جھجک بتاوں کہ علوی مینشن۔۔۔ یہاں مجھے جو پیار، توجہ اور اپنائیت ان چند دنوں ملی، وہ میرے ماں باپ ساری زندگی لگا کر بھی نہیں دے سکتے۔ میری آپی۔۔ میری جان قربان ان پر۔ میرا دوست، میرا اکلوتا یار عدین علوی۔۔ اور میری باجی فجر، انکل ابراہیم تھوڑے دور دور رہے پھر بھی اس گھر کی چھاوں ہیں۔ میں بہت لکی ہوں ورنہ مجھ جیسے بچے تاعمر غلط ہاتھوں میں ہی پڑے رہتے ہیں"

یمل کے یہ جذبات، ان تینوں کی آنکھوں میں نمی کے ساتھ تکلیف لے آئے، عدین نے تو اٹھ کر اسے زور سے گلے تک لگالیا، جبکہ یہ پیارا کیوٹ سا دوستانہ فجر اور عرشیہ کو بھی جذباتی کر دیتا تھا۔

"تم بھی میرے پہلے اور آخری اکلوتے دوست ہو یمل۔۔۔ یہ کچھ دن ہم جو ساتھ رہے، ہم نے جو خوشی، اداسی اور مستیاں بانٹیں، انکا وجود ہمیشہ قائم رہے گا میرے یار۔ یہ سب کبھی یاد نہیں بنے گا۔ ہم تمہارے لیے وہ سب کریں گے جس سے تم اپنا برا ماضی بھول سکو۔۔۔"

عدین نے اسے گلے لگاتے ہوئے ہی اتنا سارا حوصلہ تھما دیا کہ عرشیہ اور فجر کو کچھ کہنے کی ضرورت ہی نہ رہی۔

"آپ سب نے کر دیا ہے پہلے ہی۔ آج اگر میں چلا بھی جاتا ہوں تو میں اس گھر سے، اپ سب سے دور نہیں ہونا چاہوں گا۔ میرے پیرنٹس سے زیادہ اس گھر کے افراد اہم ہیں۔ علیم، عصر، مہویر اور انیس بھائی اہم ہیں، میں آپ سبکی صورت حقیقی معنوں میں اچھے لوگوں سے ملا ہوں۔ مجھے میری زندگی سے کوئی گلہ نہیں۔ اتنی تکلیف اور ٹارچر سہنے کا انعام ایک خوبصورت خلوص سے بھری فیملی ہے تو مجھے کوئی گلٹ نہیں رہا۔۔۔"

یمل کے احساسات، اسکا اپنے جذبات بیان کرنا بے حد خوبصورت اور تسلی بخش تھا۔

"میری جان۔ تم کتنے پیارے ہو۔ نظر نہ لگوالینا ہماری"

عرشیہ نے اسکا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر دباتے چوم کر تاکید کی تو سب ہی مسکرا دیے۔

"نہیں لگتی عرشیہ آپی، میں نے دعا پڑھ کر پھونک دی ہے۔"

فجر نے گویا دل و جان سے تسلی دی۔

"ان شاء اللہ۔ تم دونوں فٹ بال کلب کے لیے ریڈی ہو جاو جا کر۔ میں اور فجر بھی آہستہ آہستہ رات کے ڈنر کے انتظامات شروع کرواتے ہیں۔"

عدین اور یمل نے مسکرا کر سر ہلایا اور عرشیہ کی تاکید پر وہ ساتھ ہی اٹھ کر کمرے میں گئے جس پر فجر بھی اٹھ کر عرشیہ کے ساتھ آ بیٹھی۔

"مجھے بھی اجازت دیں اب جیم کا میڈیکل سیکشن سنبھالنے کی۔ میں جانا چاہتی ہوں۔ میں اپنے کام کو شدید مس کر رہی ہوں"

فجر نے ریکوسٹ ہی اتنی شدت سے کی کہ عرشیہ کو انکار کرنا بلکل اچھا نہ لگا۔

"دیکھ لو فجر۔ عصر غصہ کرے گا۔ مجھے تو کوئی اعتراض نہیں پر اس نے تمہاری سیکورٹی کے لیے ہی تمہیں روکا ہوا ہے"

عرشیہ نے اسے نرمی سے سمجھانے کی کوشش کی۔

"میں ان سے بات کر لوں گی۔ مجھے آپکی پرمیشن چاہیے"

وہ فیصلہ کر چکی تھی تبھی عرشیہ نے منع نہ کیا اور مسکرا کر سر ہلا گئی۔

"ٹھیک ہے مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ بس اپنا دھیان رکھنا اور جلدی آ جانا شام میں"

عرشیہ نے ٹیبل کی سطح سے اپنا لیپ ٹاپ اٹھائے گویا اجازت دے دی جس پر فجر بہت خوش ہوئی۔

"تھینکیو سو مچ آپیا۔ میں ابھی جا کر ریڈی ہوتی ہوں۔"

فجر کی ایکسائٹمنٹ دیکھ کر عرشیہ بھی ہنس پڑی، ابھی عرشیہ نے اپنا کام کھولا ہی تھا کہ اسکا ٹیبل پر پڑا فون بجا، کال بابا کی تھی۔

"میری جان، میرا بچہ۔۔ کیسی ہو۔۔۔؟"

بابا کے بولنے کا انداز اب بلکل بدل چکا تھا اور ستم کہ وہ اب انکے ایسے لہجے پر چڑ بھی نہیں رہی تھی۔

"ٹھیک ہوں۔ پراجیکٹ فائل ابھی کھولی ہے۔ میٹنگ دیکھ لیتی ہوں۔ آپ بتائیں کیا ہو رہا؟"

عرشیہ نے اپنی توجہ لیپ ٹاپ سکرین پر دیے پوچھا، عاصم بھی اس وقت ملک ہولڈنگز میں ہی موجود تھا۔

"میں رات کے لیے ایکسائڈ ہوں۔ یمل کے جذبات جاننا چاہ رہا تھا۔ کیا سوچ رہا ہے وہ؟ کیا میرے ساتھ پیلس آئے گا؟ تم بہت حساس ہو تو اسکے اندر کیا چل رہا تمہیں اندازہ ہو گا"

وہ بابا سے اسی سوال کی توقع کر رہی تھی، خوشی تھی کہ وہ یمل کے احساسات و جذبات کے لیے متفکر ہیں۔

"وہ ملنا تو چاہتا ہے لیکن ابھی اسکے دل میں آپ دونوں کے لیے نرمی نہیں آئی۔ پرسنلی پوچھیں تو مجھے وہ سونم پلس فاطمہ سے کچھ بھی اچھی وائبز نہیں آ رہیں۔ میں یمل کو اگر آج آپکے ساتھ جانے بھی دیتی ہوں تو اسکی گارنٹی آپکو لینی ہو گی کہ وہ وہاں خوش اور محفوظ رہے گا۔ ورنہ اسکا دوسرا گھر علوی مینشن ہے۔"

وہ سنجیدہ تھی اور اس نے بہت اچھے سے عاصم ملک کو یمل کے حوالے سے وارن کیا۔

"میں اسے کوئی تکلیف نہیں ہونے دوں گا۔ بلکہ اپنے کسی بچے کو کوئی آنچ نہیں آنے دے سکتا۔ میرے لیے میرے چاروں بچے اہم ہیں۔ تمہارا شکریہ عرشیہ۔ ہر چیز کے لیے۔ تم میری سب سے پیاری بیٹی ہو"

وہ سرسری انداز میں مسکراتی سر ہلا گئی، اسے صرف اپنا پیارا ہونا چاہیے بھی نہیں تھا، اسے اپنے سب بہن بھائی محفوظ اور خوش چاہیں تھے۔

"خیر۔ تیاری پکڑیں پھر آنے کی۔ دن آپکو پتا ہے کتنی جلدی گزر رہا ہے۔ منتظر ہیں آپکے"

وہ بات سمیٹ گئی تو عاصم نے بھی اسکا مصروفیت والا مزید وقت نہ لیا اور رابطہ توڑا جبکہ عرشیہ نے کچھ دیر سکرین کو دیکھا پھر سر مسکرا کر ہلائے اپنا کام شروع کیا، علیم خان نے پہلے فجر کو جیم ڈراپ کرنا تھا پھر وہ دونوں چمپئینز

کو کلب لے کر جاتا، عرشیہ نے چاروں کو رخصت کیا اور اپنے لیے کوفی بنا کر وہ واپس باہر لائی اور کام دوبارہ شروع کیا ہی جب مما کی کال پر وہ بے آرام ہوئی، سوہا بھی اسی آس پر کالز کر رہی تھی کہ کبھی نہ کبھی تو عرشیہ کا غصہ کم ہوتا۔

"جی کہیے"

آخر پانچ دن کی چپ توڑے عرشیہ نے کال پک کر ہی لی۔

"اوہ میری جان! میری گڑیا۔ شکر ہے تم نے کال تو پک کی۔ میرا بچہ ٹھیک ہے؟ ویسے تو میں نے انیس سے تمہاری خیریت دریافت کی تھی پر تم خود بتا دو۔ تمہارا یہ کنارہ کشی کرنا، یہ چپ، یہ ناراضگی اب مجھ سے مزید نہیں سہی جا رہی۔ اب تو بابا بھی پگھل گئے۔ میرے اتنے دن کی جدوجہد سے"

مما کے لہجے میں، درد تکلیف اور آس محسوس کرے عرشیہ نے بیک سے ٹیک لگائی پر تاثرات سرد ہی رکھے۔

"سن کر خوشی ہوئی۔ بس اسی لیے چپ تھی کہ آپ تینوں کا معاملہ حل ہو جائے۔"

وہ ابھی بھی اجنبیت کی حد کر گئی، پچھلے کئی دنوں سے سوہانے سیوانی کا سارا کام اپنی ٹیم سٹاف کو دے رکھا تھا اور وہ پوری گھر کی ہو چکی تھی، شماس صاحبہ سے اسکا پیار، لاڈ شکوے اور بابا کو منانے کی سعی میں اتنے دن گزر گئے تھے۔

"وہ دونوں کل شام کی فلائیٹ سے واپس قوبا جا رہے ہیں۔ تم آ جانا کل لنچ پر میرے پاس۔ آو گی عرشی؟"

وہ انکی واپسی بھی امید کر رہی تھی کیونکہ اس سے زیادہ دن وہ دو ہستیاں فراغت کے نشے نہیں جھیل سکتی تھیں، وہ کام کاج کرنے والے لوگ تھے پھر فادی اور حرا وہاں سب اکیلے سنبھال نہیں سکتے تھے، خاص کر ایونٹ ہاوس کو شماس صاحبہ نے ہی آدھا سنبھالا ہوا تھا۔

"جی آجاوں گی۔ لنچ میں اور انیس وہیں کریں گے اور انھیں ائیر پورٹ چھوڑ بھی آئیں گے۔"

عرشیہ کے لہجے سے محبت کا غائب ہونا سوہا کی آنکھیں نم کر رہا تھا۔

"مجھ سے ناراض ہو ابھی تک؟"

سوہا کی آواز کانپی، وہ شماس صاحبہ کے ساتھ ہی گارڈن ایریا میں بیٹھی تھی جبکہ رضی سومرو کی تو صفدر بابا سے اچھی دوستی ہو چکی تھی، وہ انہی کے ساتھ انکے سرونٹ لاؤنج میں بیٹھ کر چائے پینے اور اک قوبئین شٹرنج جیسا کھیل کھیلنے میں مصروف تھے۔

"نہیں۔ اب میں کسی سے ناراض نہیں ہوں گی۔ مما مجھے کام کرنا ہے۔ میٹنگز ہیں میری کچھ دیر تک۔ میں کل ملتی ہوں۔ اپنے پیرنٹس کے ساتھ اچھے سے وقت گزاریں۔ ٹیک کیئر"

عرشیہ نے زبردستی ہی کہہ کر کال بند کر دی جبکہ سوہا کا اترا چہرہ دیکھ کر شماس صاحبہ کو بھی افسوس ہوا۔

"کیا ہوا؟ ابھی تک ناراض ہے؟"

امی کے استفسار پر سوہا نے اپنی آنکھیں ہاتھوں کی انگلیوں سے دباتے مسلیں اور اک سینے پر جمتی مشکل سی سانس بھی کھینچی۔

"شدید والی۔ میں نے اسے بہت مشکل سے منایا تھا، اپنے قریب کیا تھا امی۔ یہ بلکل ویسی دور ہو گئی جیسے رئیس سے میں نے جب شادی کی تب دور ہوئی تھی۔ اب میں کیسے مناوں گی اسے؟"

سوہا کے لہجے میں شدید دکھ موجزن تھا پر شماس صاحبہ کے لبوں پر بے ساختہ مسکراہٹ چلی آئی۔

"میرا مہربان بچہ ہے وہ۔ ٹھیک ہو جائے گی۔ فکر مند مت ہو۔ ابھی اسکا یہ والا رویہ برحق ہے۔ اسے بھی سمجھنے کی کوشش کرو میری جان۔ میں تو کہتی ہوں کل تم بھی چلو ہمارے ساتھ۔ اپنے بابا کو رہا سہا بھی منا لینا"

وہ ضرور جاتی پر ابھی رئیس کا معاملہ اٹکا تھا پھر یہاں سیوانی تھا جسے وہ زیادہ دن اگنور تک نہیں کر سکتی تھی، چھوڑنا تو دور کی بات تھی۔ ہاں فیوچر میں اگر وہ سیوانی کی ایک برانچ قوبا میں کھول لیتی تو پھر بہتر ہو جاتا، اس بارے سوہا نے سوچا تھا لیکن ابھی حالات عمل درآمد والے ہرگز نہ تھے۔

"ابھی نہیں جا سکتی امی۔ لیکن میں وعدہ کرتی ہوں اب آتی جاتی رہوں گی۔ میں نے بہت نظر انداز کر لیا آپ دونوں کو، مزید نہیں۔ آپکا شکریہ کہ مجھ جیسی بری اور نافرمان بیٹی کو معاف کیا۔ بابا بھی اب قدرے مان چکے ہیں بس جو دل میں خراشیں ڈالیں انکی اولاد نے اس پر لگا مرہم، انھیں ٹھیک کرنے میں وقت لے گا"

سوہا کے لہجے کو آس اور تشویش نے بوجھل کیا، شماس صاحبہ بھی قدرے غمگین نظر آئیں۔

"ان شاء اللہ۔ مجھے یہ بتا سوہا کیا انیس جانتا ہے عرشیہ کا ماضی، اسکا بچپن کا ٹروما؟"

انکی فکر اور استفسار پر سوہا نے فوری سر ہلایا، اس ماں کی آنکھوں کو رشک نے چمک بخشی۔

"پتا نہیں وہ لڑکا میری بچی کی کس نیکی کا صلہ ہے۔ وہ سب جانتا ہے، اس نے عرشیہ کو اس کے باوجود اپنے قریب ترین رکھا ہوا ہے پھر یہ پانچ چھ دن اسی نے تو میری گڑیا کو سنبھالا۔ اسی سے میں نے عرشیہ کا احوال جانا۔"

یہ بتاتے سوہا کے لب و لہجے میں اک الگ ہی رشک تھا، شماس صاحبہ کے بھی کلیجے تک ٹھنڈ اتری۔

"ان دونوں کو اللہ ہر نظر سے بچائے۔ میں عرشیہ کے لیے فکر مند تھی جب سنا تھا اسکا نکاح ہو گیا۔ لیکن وہ دونوں جب قوبا آئے، ہمارے ساتھ رہے تو میرے دل تک تسلی اترتی چلی گئی۔ اتنا کوئی مثبت اثر پھیل گیا تھا چار سو۔ اک عجیب سی راحت۔"

وہ دونوں ایک سا مسکرائیں جب یہ ذکر چلا۔

"میں دعا کرتی ہوں وہ ہمیشہ یونہی ساتھ رہیں۔ میں اپنی عرشیہ کے بچے دیکھوں۔ ورنہ مجھے ڈر ہی تھا پتا نہیں وہ اپنے خوف اور ڈرے دل کے ساتھ یہ رشتہ کیسے سنبھالے گی۔ لیکن اللہ نے ہر روح کا جوڑا بنایا ہوا ہے۔"

وہ دونوں ہی اس رشک میں گہری مبتلا تھیں، اپنے نئے نئے بنے دوست کے ساتھ ایک کھیل کی بازی لگاتے رضی سومرو بھی وہیں چلے آئے، سوہانے انکی آنکھوں میں اپنے لیے ابھی بھی ہلکی سی ناراضگی دیکھی۔

رضی سومرو کرسی کی پشت سے ٹیک لگائے خاموش بیٹھے تھے۔ان کے چہرے پر وہی تھکن اور دل گرفتگی کے آثار تھے جو پچھلے پانچ دنوں سے سوہا کو مسلسل دکھائی دے رہے تھے۔

"بابا! میں آپ سے معافی پانچ دن سے مان رہی ہوں... اور شاید ساری زندگی مانگتی رہوں گی۔"

وہ ذرا سا مسکرانے کی کوشش کرتے ہوئے بولی مگر آواز بھرّا گئی۔

"نہیں۔ضرورت نہیں اب۔۔بس عرشیہ سے مانگ لینا۔اور اس رئیس کو کسی صورت معاف مت کرنا۔ہم منتظر ہیں کب تم اس درندہ صفت آدمی کو کڑی سزا دلواو گی۔یہی تمہیں مجھ سے معافی دلوائے گا۔ تبھی کہتے ہیں ماوں کو ہر قدم پھونک پھونک کر رکھنا چاہیے،اور اگر اولاد بیٹی ہو پھر تو ماں کو اضافی احتیاط کرنی چاہیے۔وہ دو سال کس ذہنی اذیت میں رہی ہو گی میں

سوچ سوچ کر ہلکان ہوں۔ اس بچی پر کیا گزری ہو گی۔ وہ بلکل ٹھیک خفا ہے۔ اسکا ناراض ہونا بنتا تھا"

انکے الفاظ میں نرمی تھی مگر برائے نام کی جبکہ سوہا کی ندامت سے آنکھیں نیچی ہوئیں۔

"آپ بے فکر رہیں بابا۔ بھلے میں اپنی بچی کی کوئی قابل ستائش محافظ نہ بن سکی ہوں پر اسے تکلیف دینے والوں کی سخت آزمائش ضرور بنوں گی۔ یہ میرا آپ دونوں سے وعدہ ہے۔ اور آپ دونوں نے اسکی ابتدائی پرورش کی تبھی تو وہ اتنی مہربان، اتنی پیاری اور اتنی کیرنگ ہے ورنہ میں تو اسکی بنیاد میں ہی لاپرواہی بھر دیتی۔ آپ دونوں اسکے مسیحا ہیں۔"

یہ اس الزام کی تلافی تو نہ تھی جو سوہا نے اپنے والدین پر لگایا مگر یہ قدرے مان ورشک بڑھاتا یقین تھا جس نے شماس اور رضی سومرو کو قدرے اس

دلی اذیت سے نجات دی، وہ مسکرائے اور انکی مسکراہٹ میں اب بس نرمی تھی جو سوہا کی آدھی جیت ثابت ہوئی۔

.._____..

"میں آپکی فیکٹری کے لیے بہترین سرمایہ کار لاوں گا، جو مشینری بدلنی ہے وہ بھی میرا ذمہ۔ فیکٹری بینک کرپٹ بھئ نہیں ہو گی۔ بدلے میں مجھے بس عرشیہ اور انیس کے رشتے کے بیچ دڑار چاہیے۔"

اس وقت رئیس ملانی، ابراہیم علوی کے آفس میں انکے سامنے بیٹھا یہ پیش کش رکھتے مطمئین تھا کہ یہ لالچی آدمی اسکی بات مانے گا، اور سرمائے کا سن کر ویسے ہی ابراہیم صاحب کے کان کھڑے ہو چکے تھے، یہ الگ بات کہ ابھی وہ جانتے نہ تھے کہ رئیس ملانی خود جلد پائی پائی کا محتاج ہونے والا ہے، بس وہ سوہا کو اک منٹلی جھٹکا دینے کی کوشش کر رہا تھا۔

"عرشیہ سے کیا لینا دینا ہے تمہارا؟"

ابراہیم علوی نے ہاں کرنے سے پہلے سیدھا سبھاو استفسار کیا۔

"بہت لینا دینا ہے۔ دراصل میں اسکی ماں کا شوہر ہوں۔ ہماری جلد طلاق ہو جائے گی۔ میں نے عرشیہ سے شادی کرنی تھی پر پلے پڑ گئی اسکی ماں۔ دو سال میرا عرشیہ سے خفیہ رشتہ رہا، وہ اپنی ماں سے بھی دور ہی رہی کیونکہ اسکی ماں نے اسکی محبت جو ہتھیالی تھی۔ آپکے بیٹے انیس سے تو عرشیہ نے لگے ہاتھوں نکاح کر لیا کہ چلو کوئی تو ہتھے لگے۔۔۔ دراصل میں سوہا کو چھوڑ نہیں پا رہا تھا یہ بھی وجہ ہو سکتی ہے کہ وہ مجھے جلانا چاہتی ہو کہ میں یہ احساس کروں کیسا لگتا ہے اپنی پسند کسی اور کے پاس دیکھ کر۔۔۔۔ یہ میری حالت دیکھیں، آپکے بیٹے نے کی۔۔۔ وہ ایک ایسی لڑکی کے لیے لڑ تا مر تا ہے جو اس سے مخلص بھی نہیں"

رئیس ملانی نے اعلی پائے کی کمینگی کا ثبوت دیتے ہر طرف سے ناکامی کے بعد فائنلی یہ گند اطریقہ اختیار کیا جبکہ ابراہیم علوی اس وقت عرشیہ کے

سسر تھے اور سسر باپ نہیں ہوتا جو اپنی بہو کے بارے ایسی بکواس برداشت کرے۔

ابراہیم علوی چند لمحے خاموش بیٹھے رہے۔

ان کے چہرے پر کوئی واضح تاثر نہ تھا، مگر آنکھوں میں عجیب سی سختی اتر آئی تھی۔

رئیس ملانی نے اسے اپنی کامیابی سمجھا اور کرسی پر ذرا اور اعتماد سے ٹیک لگا لی۔

"سوچ لیں مسٹر علوی۔"

وہ اطمینان سے بولا۔

"اچھا کیا سوچنا ہے؟"

وہ تندہی سے بولے تو رئیس خفیف سا گڑبڑایا۔

"آپ کی فیکٹری بھی بچ جائے گی اور آپکے بیٹے کو بھی وقت رہتے سچ کا پتا چل جائے گا۔ کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ وہ ایک غیر مخلص عورت کے پیچھے مرتا مارتا رہے؟ آپکو اپنے بیٹوں سے محبت تو ہو گی یقینا"

ابراہیم علوی نے آہستہ سے میز پر پڑا قلم اٹھایا اور انگلیوں میں گھماتے ہوئے اسے دیکھا۔

پھر انہوں نے سر اٹھایا۔

"تو تم کہہ رہے ہو کہ"

ان کی آواز بہت دھیمی مگر خطرناک حد تک سنجیدہ تھی۔

"کہ میری بہو دو سال تک تمہارے ساتھ خفیہ تعلق میں تھی؟"

رئیس نے انکے سوال پر فوراً سر ہلایا۔

"بالکل۔ اور یقین کریں اس بات کا"

رئیس نے بے حد وثوق سے بتایا جبکہ ابراہیم پہلے بھی عرشیہ اور عصر کو لے کر دل میلا کیے ہوئے تھے، اب تو رئیس کے یہ تابناک الزامات مزید انکے دل کو شکوک وشبہات کے پاتال میں جھونک گئے، انیس کسی ایسی لڑکی کے پیچھے ضائع ہو وہ یہ نہیں چاہ سکتے تھے پھر انیس کو ایسی لڑکی سے کتنی ہی محبت کیوں نہ ہوتی۔

"اس کے لیے تمہیں ثبوت دینا ہو گا۔ عرشیہ کے ساتھ بات کر کے اپنے دو سالہ تعلق کا حوالہ اسکے منہ سے نکلوانا ہو گا۔ تم ابھی کال کرو۔ فون سپیکر پر ڈالو۔۔۔ یقیناً کچھ تو ہو گا جو وہ کہے گی۔ اگر تم عرشیہ کی یہ منافقت بے نقاب کر دیتے ہو تو میں آج ہی انکے رشتے کو ختم کروادوں گا۔ میں اپنے بیٹے کی ہنستی بستی زندگی مزید برباد نہیں کروں گا اس لیے ثبوت دو مجھے"

رئیس کے چہرے کا رنگ لمحوں میں اڑا کیونکہ دو سال تک رئیس نے عرشیہ کو صرف اسکی ماں کو کچھ کر دینے کی دھمکیاں دیتے بس ٹارچر کیا تھا اور اگر وہ ابراہیم کے سامنے کال کرتا بھی تو عرشیہ صرف اس پر لعنت ہی برساتی۔

رئیس ملانی کے چہرے کا رنگ واقعی چند لمحوں میں اڑ گیا تھا۔ وہ کرسی پر بیٹھا تو تھا مگر اب اس کی انگلیاں بے اختیار میز کے کنارے پر اضطرابی کیفیت میں بجنے لگیں۔

ابراہیم علوی کی نگاہیں اس کے چہرے پر پتھریلے انداز میں جمی تھیں۔

"کیا ہوا؟"

انہوں نے سرد لہجے میں پوچھا۔

"ابھی تو بہت یقین سے کہہ رہے تھے۔"

رئیس نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیری۔

"وہ... اصل میں..."

وہ ایک لمحہ رکا پھر خود کو سنبھالتے ہوئے بولا۔

"عرشیہ بہت چالاک لڑکی ہے مسٹر علوی۔ وہ فون پر ایسی کوئی بات ماننے والی نہیں۔"

ابراہیم علوی کی آنکھیں رئیس کی ہکلاہٹ پر سکڑ گئیں۔

"کیوں؟"

انہوں نے سیدھا سوال داغا۔

"اگر تم سچ کہہ رہے ہو تو اسے ڈر کس بات کا ہو گا؟"

رئیس نے ایک ہلکی سی سانس بھری جیسے بہت بڑا راز بتانے لگا ہو۔

"کیونکہ وہ اپنی امیج خراب نہیں کرنا چاہتی۔"

وہ قدرے جھک کر بولا۔

"امیج؟"

وہ ناسمجھی سے بولے۔

"وہ جانتی ہے اگر یہ سب باہر آیا تو اس کی عزت خاک میں مل جائے گی۔"

ابراہیم علوی نے قلم میز پر رکھ دیا پھر پیچھے ٹیک لگا کر فرصت کے سنگ رئیس کو دیکھنے لگے۔

"تم اسے دھمکی دینا کہ تم اسکے اور اپنے بارے انیس کو بتاو گے۔ چلو کرو کال رئیس ملانی۔ میں بھانپ لوں گا سب۔۔۔"

رئیس نے انکے اصرار پر ڈرے ڈرے انداز میں اپنا فون اٹھایا، رئیس کی حالت ایک بار پھر طوق میں پھنسی گردن سی تھی، نہ اقرار ممکن رہا نہ انکار۔

"ٹ۔۔ ٹھیک ہے۔ میں کرتا ہوں کال"

رئیس نے شدید بے بسی کے سنگ عرشیہ کا نمبر ڈائل کیا، اس وقت وہ میٹنگ میں تھی جب کسی ان نان نمبر سے کال پر اس نے دو منٹ کے لیے میٹنگ سٹاف سے بریک لیا، پھر سکرین زرا سی نیچے کرے اس نے کال پک کی۔

"یس؟ کون؟"

عرشیہ نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"رئیس ملانی۔ تمہارا سب کچھ ڈارلنگ۔۔۔ تمہارا عاشق، تمہارا محبوب"

رئیس نے بڑے لہکتے نشیلے انداز میں جب ابراہیم علوی کے سامنے یہ سب عرشیہ کو کہا تو انکے جبڑوں میں تو تناو آیا ہی، عرشیہ کو بھی شدید غصہ آیا جس سبب اس نے کچھ دیر اپنا میٹنگ مائک بھی ہولڈ پر ڈالتے میوٹ کیا۔

"تم ابھی تک زندہ ہو نالی کے کیڑے۔ اور کونسے محبوب؟ میں لعنت نہ بھیجوں محبوب لفظ پر ہی اگر وہ تم سے جڑا ہو۔ کیا مما کے بھیجے لیگل نوٹس کا کچھ زیادہ ہی اثر لے لیا جو یوں پھدکتے مینڈک کی طرح آخری گندی سانسیں چھوڑ رہے ہو۔ غلیظ آدمی دوبارہ اس طرح مجھے پکارا تو تمہارے منہ کے اندر پسٹل گھسا کر چلاوں گی کہ تمہارے اندر تک سب نیست و نابود ہو جائے گا۔ منحوس اور زلیل انسان، بلکہ جانور۔ دو سال تک میری ماں کے نام

پر مجھے دھمکانے اور ٹارچر کرنے والے کے منہ پر تو میں تھوکوں بھی نہ، کہ میرا تھوک بھی کیوں ایسی ناپاک چیز پر ضائع ہو۔"

عرشیہ کے تابناک الفاظ جیسے کمرے میں نگارے سے گونج گئے، رئیس ملانی کے ہاتھ میں پکڑا فون ایک لمحے کو کانپ سا گیا۔

ابراہیم علوی کی اس پر جمی آنکھیں سکڑ گئیں۔

وہ خاموش بیٹھے سپیکر پر آتی ہر بات سن رہے تھے، دوسری طرف عرشیہ کا غصہ ابھی ٹھنڈا نہیں ہوا تھا۔

"اور سنو رئیس ملانی!"

وہ مزید تیز لہجے میں چنگھاڑتے بولی۔

"اگر دوبارہ مجھے کال کرنے کی جرت کی ناں تو میں صرف اپنی ماں کا نہیں، اپنا بھی کیس تم پر ڈالوں گی۔"

رئیس نے گھبرا کر ایک نظر ابراہیم علوی کی طرف ڈالی جس کے آگے سارا پھانڈا پھوٹ چکا تھا۔

"عرشیہ... تم جذباتی ہو رہی ہو"

رئیس نے جیسے بات سنبھالنی چاہی۔

"جذباتی؟"

وہ ہنس پڑی، مگر اس ہنسی میں زہر تھا۔

"تم دو سال تک مجھے بلیک میل کرتے رہے، میری ماں کو نقصان پہنچانے کی دھمکیاں دیتے رہے اور اب کہہ رہے ہو میں جذباتی ہو رہی ہوں؟"

ابراہیم علوی کی انگلیاں میز پر رک گئیں، ان کے چہرے پر سختی اور گہری ہو گئی، عرشیہ کی آواز اب بھی غصے سے بھری تھی۔

"تمہیں لگتا ہے مجھے تمہارا خوف ہے؟"

وہ مزید غراتے بولی۔

"میری زندگی کا سب سے گندا فیصلہ یہ تھا کہ میں نے تمہاری دھمکیوں سے ڈر کر خاموشی اختیار کی۔"

رئیس کے ماتھے پر پسینہ اب صاف دکھائی دینے لگا تھا۔

"لیکن اب..."

عرشیہ نے بہت واضح لہجے میں وارن کیا۔

"اب اگر تم نے میرے یا میری فیملی کے قریب آنے کی کوشش کی تو میں تمہیں ایسا انجام دلواؤں گی کہ تمہیں جیل کی دیواریں بھی چھوٹی لگیں گی۔"

کمرے میں جیسے سناٹا پھٹ کر پھیلا، ابراہیم علوی کی تیز نظریں اب سیدھی رئیس کے چہرے پر تھیں۔

عرشیہ نے آخری بات کہی۔

"اور جہاں تک تمہارے اس گندے خیال کا تعلق ہے کہ میرا تم سے کوئی رشتہ تھا..."

اس کی آواز میں نفرت ٹپک رہی تھی۔

"تو سن لو، میں تم جیسے آدمی کو اپنی زندگی کا سایہ بھی نہیں بننے دیتی۔"

وہ اسکی ساری رہی سہی عزت بھی مٹی کر چکی تھی۔

"اب جا کر اپنی قبر کی تیاری کرو رئیس ملانی... کیونکہ میری ماں تمہیں برباد کرنے پر تلی ہوئی ہے۔"

اس نے طنزیہ انداز میں بات جاری رکھی پھر اگلے ہی لمحے کال کٹ گئی۔

کمرے میں چند لمحے مکمل خاموشی رہی۔

رئیس آہستہ سے فون نیچے رکھنے لگا مگر اس کے ہاتھ اب بھی ہلکے ہلکے کانپ رہے تھے۔

ابراہیم علوی کرسی پر سیدھے بیٹھ گئے، ان کی نظریں رئیس پر جم گئیں۔

"تو..."

انہوں نے آہستہ مگر بہت واضح لہجے میں کھنکتے الفاظ میں کہہ کر رئیس کے چہرے کا تذبذب محظوظ ہوتے دیکھا۔

"یہ تھا تمہارا دو سالہ عشق؟"

رئیس کے پاس چند لمحوں کے لیے کوئی جواب نہ تھا۔

اس کے ہونٹ کھلے مگر الفاظ نہ نکل سکے۔

ابراہیم علوی نے میز پر زور سے ہاتھ مارا۔

"باہر نکل جاؤ میرے آفس سے!"

ان کی آواز واقعی گرج بن چکی تھی، رئیس ہڑبڑا کر کھڑا ہوا۔

"مسٹر علوی... آپ غلط سمجھ رہے ہیں"

وہ اب بھی ڈھیٹائی سے انکار کر رہا تھا۔

"میں سب سمجھ گیا ہوں۔"

ابراہیم علوی نے کاٹتے ہوئے کہا۔

"اور اگر آئندہ میرے بیٹے یا میری بہو کے قریب آنے کی کوشش بھی کی..."

ان کی آنکھوں میں صاف وارننگ تھی۔

"تو میں تمہیں ایسا سبق سکھاؤں گا کہ تمہاری اگلی سات نسلیں یاد رکھیں گی۔"

رئیس کے جبڑے ابراہیم علوی کی دھمکی پر بھینچ گئے، مگر اس لمحے اس کے پاس پیچھے ہٹنے کے علاوہ کوئی راستہ نہیں تھا، وہ دروازہ کھول کر باہر نکل گیا مگر جاتے جاتے اس کی آنکھوں میں ایک خطرناک چمک اب بھی باقی تھی۔

"مردود۔۔۔یہ تو مجھ سے بھی دو ہاتھ آگے کا گرا آدمی ہے"

ابراہیم علوی اپنے ماتھے پر ہاتھ سہلانے لگے، اف یہ دردناک آگاہی کتنی جان لیوا تھی، شاید یہ ادراک تبھی ہوا کرتے ہیں جب ہم واقعی ہدایت کی طلب کریں اور لگ رہا تھا ابراہیم علوی کے مزاج پر انیس کی ناراضگی گہرے شگاف ڈال چکی ہے جبکہ رئیس کا مرنے تک بے عزت ہوتے رہنا شاید جاری ساری رہنے والا تھا۔

.._____..

انیس اور عصر مطلوبہ جگہ پہنچے تو عصر نے گاڑی پارک کرنے کا کہا جس پر انیس نے بھی سر ہلاتے کلینک کے اندر قدم بڑھائے تھے، اس نے آنے

سے پہلے صنم زمان کو کال کر دی تھی تبھی اسے وہ اپنے آفس ہی موجود ملیں۔

"ماشاءاللہ تم تو کافی فریش اور بہتر لگ رہے ہو۔ لگتا ہے مجھ سے اچھا طبیب مل گیا تمہیں جو ٹھیک ہونے کے بعد آئے ہو"

شفیق سے ملنے جلنے اور علیک سلیک کے بعد وہ لوگ ساتھ ہی بیٹھے، انیس جانتا تھا وہ شکوہ کریں گی تبھی تو کھل کر مسکرا دیا۔

"بس ایسا ہی سمجھ لیں، کچھ معاملات ایسے تھے کہ مینشن سے نکل نہیں سکا۔ عصر کا اک جاننے والا ڈاکٹر ہے وہی مجھے دیکھ لیتا ہے اکثر و بیشتر۔ بائے داوے وہ بھی آیا ہے۔ کہہ رہا تھا آپ اسکی مسیحا ہیں۔ اس لیے پرسنلی شکریہ ادا کرنا چاہتا تھا"

انیس کے لیے صنم نے مزے دار کوفی آرڈر کی، لیکن عصر کے آنے کا سنے وہ ماں جیسے اندر تک تڑپ سی اٹھی۔

"میری جان ہے وہ کیا بتاوں تمہیں انیس۔م۔میں کیسے سامنا کروں گی اسکا؟اور اگر اس نے خط پڑھ لیا ہوا؟نہیں وہ خط صرف تب پڑھ سکتا ہے اگر اس پر علوی مینشن تنگ پڑے گا لیکن انیس کو دیکھ کر ہر گز نہیں لگا کہ عصر کو وہاں کوئی پریشانی ہو سکتی ہے"

وہ انیس کو دیکھتے گہری سوچ میں ڈوبیں جس پر انیس بھی تشویش کا شکار نظر آیا کہ وہ اچانک چپ سی کیوں ہو گئیں۔

"کہاں کھو گئیں آپ؟"

انیس نے انکی گہری سوچوں میں مداخلت کی جس پر صنم چونکیں اور زبردستی مسکرانے کی کوشش بھی کی۔

"یہیں ہوں۔میں نے جو کیا وہ میرا فرض تھا۔دونوں ہمیشہ آباد رہو"

وہ نرمی و محبت سے گویا ہوئیں۔

"میری تو شادی ہو گئی، آباد ہوں الحمد اللہ بس عصر کی شادی کا ویٹ ہے۔ لڑکی تو گھر آ گئی لیکن ابھی عصر کے سہرے کے پھول نخرے کر رہے کھلنے میں۔ کچھ خاندانی پرابلمز کہہ سکتی ہیں آپ"

پر بلمز پر جیسے صنم کی فطری پریشانی چہرے کے خدوخال میں نمودار سی ہوئی مگر انیس کے فون پر آتی کال نے دونوں کی توجہ منتشر کی۔

"ہاں عصر زمان۔۔ کہاں رہ گئے تم آ بھی جاو"

انیس نے اسکے دیر لگانے پر فکر مندی سے استفسار کیا۔

"بھائی میں جیم ہو کر آیا، منع کرنے کے باوجود فجر وہاں چلی گئیں اور بلڈنگ کے سیکورٹی گارڈ نے ہمایوں کے وہاں جانے کا بتایا ہے۔ میں نے جو خلیہ اس گارڈ کو بتا رکھا تھا کیونکہ ہمایوں وہاں جا کر فجر کو تلاش کر سکتا تھا۔ اب مجھے یہ لڑکی پاگل کر رہی ہے۔"

انیس نے اسکے لہجے کی تپش اور فکر ایک ساتھ بھانپی تو خود بھی فکر مند ہوا۔

"ٹھیک ہے لیکن کچھ بھی غلط کرنے کی ضرورت نہیں۔ ضروری لگا تو یہ معاملہ قانونی طور پر حل کریں گے، اس لیے جوش سے نہیں، ہوش سے کام لینا۔"

انیس نے اسے اٹھ کر زرا باہر آتے تسلی سے سمجھایا جبکہ عصر کا اس وقت غصے سے دماغ پھٹ رہا تھا پھر بھی انیس کو اس نے مطمئین کرتے رابطہ توڑا، اور اندر آیا تو اسے صنم سے معذرت کرنی پڑی۔

"اللہ اسکی حفاظت کرے۔ آمین"

اس عورت کی ہر سانس اپنے بچے کی خیر مانگ رہی تھی جبکہ انیس کو اب وہیں انتظار کرنا مناسب نہ لگا تو وہ ٹیکسی منگوا کر ہی سٹوڈیو نکلا کیونکہ کچھ اہم میٹنگز اسکی بھی تھیں۔

جب تک عصر جیم پہنچا، ہمایوں نے اسکے آفس میں پہنچ کر فجر کو دھمکانا شروع کر رکھا تھا اور وہ تھوڑی سہمی نظر آئی، عصر نے جیسے ہی اسکے آفس

روم کا دروازہ کھولا، ہمایوں کو بیٹھا دیکھ کر عصر کا لہو سلگ اٹھا، اس نے لپک کر ہمایوں کو اسکے گریبان سے دبوچا۔

"ہمت کیسے کی تم نے یہاں قدم رکھنے کی؟"

عصر نے آو دیکھا نہ تاو، کھینچ کر مکا ہمایوں کے منہ پر برسایا، خود فجر بہت زیادہ سہمی ہوئی تھی۔

"م۔میری عورت۔۔۔"

اس سے پہلے ہمایوں، پھٹے جبڑے سمیت فجر کے لیے کچھ کہتا، عصر نے اسکی گردن میں ہاتھ سختی سے لپیٹے ہمایوں کو باقاعدہ گھسیٹ کر آفس سے کیا، جیم تک سے نکال باہر کیے لفٹ سے نکل کر باہر لابی میں لا کر پٹخا، فجر بھی بھاگتی ہوئی پیچھے ہی آئی تھی، بھاگنے کی وجہ سے وہ ہانپ چکی تھی۔

"پتا ہے تم کیوں بچ گئے مسٹر ہمایوں؟ تاکہ مستحق انسان سے پٹ سکو اور زرا شان سے جہنم واصل ہو سکو۔ تمہارے باپ کو تمہاری زرا پرواہ نہیں، بھیج

دی اپنی اولاد پھر سے ضائع ہونے کو۔ پرواہ ہو گی بھی کیوں۔ تمہارے اور بھائی جو ہیں۔ ویسے تم جیسی فالتو، بگھڑی اور عیاش اولاد کو لفڑوں میں داو پر لگانے کے لیے ہی رکھا جاتا ہے"

عصر نے اسکے گرد کسی شکاری کی طرح چکر لگائے جبکہ ہمایوں کے ماتھے کی رگیں غصے سے پھولنا شروع ہو چکی تھیں۔

"اگر وہ لڑکی میری نہ ہوئی عصر زمان تو اسے میں تیرے لائق بھی نہیں چھوڑوں گا۔ زیادہ اڑ مت" ہمایوں کے حلق سے نفرت بھری دھمکی بمشکل نکلی تو عصر نے قہقہہ لگایا۔

"چل تجھے چیلنج دیا، اس لڑکی کے قریب دور، تو اسکے اب دس فٹ تک بھی جانے میں کامیاب ہو گیا تو میں اسکا خود تجھ سے نکاح کرواوں گا۔ کیونکہ جو اپنی عورت کی زلیل لوگوں سے حفاظت نہ کر سکے، وہ اس عورت کا مستحق ہی نہیں ہوتا"

عصر نے سیدھا اس کمینے کو چیلنج کیا۔

ہمایوں کے ہونٹوں سے خون کی ہلکی لکیر اب بھی بہہ رہی تھی، عصر زمان نے اس کی شرٹ کا کالر چھوڑتے ہوئے اسے آخری زور کا دھکا دیا۔

ہمایوں لڑکھڑا کر پیچھے ہٹا مگر گرنے سے بچ گیا۔

عصر کی آنکھوں میں اس وقت ایسا سرد غصہ تھا کہ چند لمحے کے لیے ہمایوں جھلس سکتا تھا۔

"اب دفع ہو جا، تیرے باپ کی نسل پر یہ آخری احسان ہے"

عصر نے گردن ذرا سا ٹیڑھی کرتے ہوئے کہا۔

"اور یاد رکھ..."

اس کی آواز بہت آہستہ مگر زہر میں ڈوبی ہوئی تھی۔

"اگر اس لڑکی کے سائے کے قریب بھی آیاناں تو اگلی بار ہاتھ نہیں اٹھاؤں گا۔ سیدھا دفن کروں گا۔"

ہمایوں نے خون آلود ہونٹوں پر زبان پھیری۔

اس کی آنکھوں میں شکست سے زیادہ انتقام کی آگ تھی مگر اس لمحے اس کے پاس جانے کے سوا کوئی راستہ نہیں تھا۔

وہ مڑا اور چند قدم بعد گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔

انجن کی آواز کے ساتھ وہ وہاں سے نکل گیا۔

کچھ دیر تک عصر وہیں کھڑا رہا، پھر اس نے آہستہ سے گہری سانس لی اور گردن موڑی۔

لفٹ کے دروازے کے قریب کھڑی فجر کو دیکھ کر اس کے جبڑے بھینچ گئے۔

فجر سفید کوٹ میں کھڑی تھی مگر چہرے پر ہلکی سی گھبراہٹ صاف نظر آ رہی تھی۔

وہ جانتی تھی طوفان اب اس کی طرف آنے والا ہے۔

عصر دھیرے دھیرے اس کی طرف بڑھا، اس کے قدموں کی آہٹ ہی فجر کے دل کی دھڑکن تیز کرنے کے لیے کافی تھی۔

وہ اس کے سامنے آکر رکا، چند لمحے وہ کچھ بولے بغیر اسے گھورتا رہا۔

پھر اس نے اچانک فجر کے ہاتھ سے ستیتھوسکوپ چھین لیا۔

"یہ کیا ہے فجر؟"

اس کی آواز بہت ٹھنڈی اور سرد تھی، فجر نے ہونٹ بھینچے۔

"میری ڈیوٹی ہے۔"

وہ آہستہ سے منمناتے بولی، عصر کے ہونٹوں پر طنزیہ مسکراہٹ آئی۔

"اوہ واقعی؟ اور میں نے کیا کہا تھا آپ سے؟"

وہ ذرا جھک کر اس کی آنکھوں میں دیکھنے لگا۔

فجر نے نظریں چرائیں۔

"کہ کچھ دن گھر رہیں۔"

عصر نے خود ہی اس کی بات مکمل کی کیونکہ وہ تو لب سی چکی تھی۔

پھر اچانک اس نے وہ آلہ زور سے زمین پر پھینکا تو فجر شدید سہم سی گئی۔

"تو پھر یہاں کیا کر رہی ہیں آپ؟"

اس کی آواز اب سخت ہو کر گرجی، فجر نے ڈرتے ڈرتے سر اٹھایا۔

"میں ڈاکٹر ہوں عصر۔"

وہ صاف لہجے میں بولی۔

"قیدی نہیں ہیں یہاں کی"

عصر کی آنکھوں میں خطرناک سی چمک آئی، وہ ایک قدم اور قریب آ گیا۔ اتنا قریب کہ فجر کو اس کی سانس اپنی پیشانی پر محسوس ہوئی۔

"آپکو لگتا ہے میں نے آپکو شوق سے روکا تھا؟"

وہ دھیرے سے بولا، فجر نے جواب نہ دیا، عصر نے جبڑا بھینچا۔

"وہ بلوچ لوگ پاگل ہو چکے ہیں۔"

وہ غصے کو ضبط کرتے بولا۔

"اور تمہیں اندازہ بھی ہے اگر ہمایوں جیسے کسی جانور نے تمہیں اکیلا پا لیا تو کیا ہو سکتا ہے؟"

فجر کی پلکیں جھپکیں جب وہ غصے سے پھٹتا فورا آپ سے تم پر آیا۔۔

"میں ڈر کر گھر نہیں بیٹھ سکتی۔"

وہ آہستہ مگر مضبوط لہجے میں بولی۔

"یہاں میری ضرورت ہے۔اور مجھے بھی مصروف ہونے کی"

عصر نے چند لمحے اسے دیکھا، پھر اچانک اس نے ہاتھ بڑھا کر اس کی ٹھوڑی پکڑ لی۔

فجر چونک گئی۔

"اور مجھے؟"

اس کی آواز اب بہت دھیمی تھی۔

"مجھے تمہاری ضرورت نہیں؟"

فجر کا دل ایک لمحے کو جیسے تھم گیا، عصر نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں گاڑیں۔

"اگر تمہیں کچھ ہو گیا فجر..."

اس کے لہجے میں پہلی بار غصے سے زیادہ خوف تھا۔

"تو میں پوری دنیا جلا دوں گا۔"

چند لمحے دونوں خاموش کھڑے رہے، پھر عصر نے اچانک اس کی ٹھوڑی چھوڑ دی۔

"اپنا دل مت جلائیں باقی سبکی خیر ہے۔ سوری۔ مجھے نہیں پتا تھا وہ میری بو سونگتا یہاں پہنچ جائے گا۔ میں تو بہت رازداری سے آئی۔ مجھے برا لگا جب آپ نے فوری تم کہا۔ بدتمیز"

وہ اپنے زمین پر گرے اسٹیتھوسکوپ کو دیکھتی، پھر اس برہم شخص کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولی کہ عصر نے اپنے سخت تیور سنبھالے۔

"بدتمیزی آپ نے میری دیکھی نہیں ابھی۔ دوبارہ میری بات رد کی تو میں زبردستی نکاح کروں گا۔ اور آپ نہیں جانتی نکاح کے بعد میرے ارادے آپکو کمرے سے نکلنے نہ دینے کے ہیں۔ سمجھ تو گئی ہوں گی؟"

فجر نے اس کی بات سنی تو چند لمحے بس اسے سرخ ہو کر گھورتی رہ گئی۔

پھر اس نے جھک کر زمین سے اپنا اسٹیتھوسکوپ اٹھایا، بڑے سکون سے سیدھی ہو کر کھڑی ہو گئی۔

"دھمکیاں دینے کا انداز کافی ڈرامائی ہے آپ کا۔"

وہ بالکل سنجیدگی سے بولی۔

"لیکن ایک مسئلہ ہے۔"

عصر کی بھنویں اسکی تمہید پر ذرا سکڑیں۔

"وہ کیا؟"

فجر نے اس کی آنکھوں میں دیکھ کر جواب دیا۔

"میں ڈرنے والی لڑکی نہیں ہوں۔"

عصر کے ہونٹوں پر ہلکی سی سخت مسکراہٹ آئی۔

"یہ تو مجھے پہلے دن سے پتا ہے۔"

وہ ایک قدم اور قریب آ گیا۔

"اسی لیے تو مسئلہ ہے۔"

فجر نے بازو سینے پر باندھ لیے۔

"اور نکاح کی دھمکی دینا بند کریں۔"

وہ قدرے جھنجھلائی۔

"یہ کوئی ہتھیار نہیں ہوتا۔"

عصر کے چہرے پر عجیب سا تاثر آیا... آدھا غصہ، آدھا تفریح۔

"آپ کو لگتا ہے میں مذاق کر رہا ہوں سائیں؟"

وہ آہستہ سے چیلنجنگ انداز میں بولا۔

"جی ہاں۔"

فجر نے فوراً جواب دیا۔

"اور اگر واقعی ایسا کرنے کا سوچا ناں"

وہ قدرے جھکی اور اس کے سامنے انگلی اٹھائی۔

"تو یاد رکھیں میں ڈاکٹر ہوں، بے ہوش کرنے کے انجیکشن بھی لگانے آتے ہیں مجھے۔"

وہ تنبیہہ کرتی بولی تو عصر نے ارد گرد نگاہیں پھیرتے اپنا شدت سے امڈتا قہقہہ ضبط کیا۔

"میری چھوٹی سی جان۔ آپ کے لگائے گئے انجکشن مجھے نہیں روکنے والے۔ کیوں اپنی جان بے وقت مشکل میں پھنسا رہی ہیں۔ اب چلیں

میرے ساتھ۔ آپکو دوبارہ خدمت خلق کا شوق ہو تو مجھ سے نکاح کا خیال ترجیح پر رکھیں۔ مجھے آپکی خدمت کی سب سے زیادہ ضرورت ہے"

وہ اسکے استحقاق اور اسکے رعب سبکے آگے دم سا ہارتی محسوس ہوئی، یہ شخص کبھی بھی جان لے سکتا تھا، محض اسکے چند لفظ بھی کافی تھے، مزید بحث کیے وہ ساتھ چل پڑی کیونکہ وہ جو کہہ رہا تھا کر بھی سکتا تھا۔

انیس کو سٹوڈیو سے پک کرنے کے بعد وہ لوگ چار بجے تک واپس مینشن پہنچ چکے تھے، خود عرشیہ بھی فجر پر برہم ہوئی کہ اس نے منع کیا مگر اس لڑکی نے عرشیہ کی ایک نہ سنی، بہر حال ابھی عاصم اور فاطمہ آرہے تھے تبھی مزید اس بارے کسی نے کوئی بات کرنی مناسب نہ سمجھی۔

جبکہ دوسری طرف، فاطمہ مرر کے سامنے کھڑی ڈنر کے لیے تیار ہو رہی تھی، اپنے بیٹے سے اتنے سالوں بعد ملنے کی فطری خوشی اس عورت کی آنکھیں نم کر رہی تھی۔

"میں واقعی نہ چلوں؟"

صوفے پر ہی شمس الدین براجمان، اپنی ضدی بیٹی کی تیاریاں دیکھنے کے بیچ بولے۔

"نہیں بابا۔ ہم یمل کو لے کر آرہے ہیں۔ پھر جی بھر کر پیار کیجئے گا اسے۔ میری تو باہیں ترس رہی ہیں اسے محسوس کرنے کو، تصویر میں تو بہت پیارا ہے، پتا نہیں اصل میں کیسا ہو گا"

فاطمہ کے خوشی سے پاگل ہونے پر شمس الدین بھی اپنی جگہ سے اٹھ کر فاطمہ کی طرف آئے۔

"فاطمہ! اپنے بچے کے لیے کتنا ترسی ہے، اللہ کا شکر ادا کر وہ تجھے واپس مل رہا ہے۔ اپنے سارے انتقام اپنے بیٹے کے صدقے چھوڑ دے پتر۔ میں بتا رہا ہوں یہ تجھے برباد کر دے گا۔ عاصم نے اگر ہمیں چھت دی ہے تو بھول

مت ہمارے پیروں تلے سے زمین بھی کھینچ سکتا ہے۔ کہاں جائیں گے ہم پھر؟ یمل سے ہاتھ دھو بیٹھے گی کمیلے"

وہ بابا کی ایک سی باتوں پر بھنا سی چکی تھی، پلٹ کر انھیں دیکھنے لگی جیسے سخت بیزار آچکی ہو۔

"وہ کوئی خدا نہیں ہے جسکے اختیار میں یہ سب ہے بابا، بھولیں مت میں اسکی زوجیت میں ہوں۔ اور اسکے وارث کی ماں بھی ہوں۔ اگر وہ یہ چھت چھین بھی لے، مجھے اپنی زندگی سے الگ کر بھی دے تو مجھے یمل سے اور میرے حقوق سے الگ نہیں کر سکتا۔ پلیز کسی قسم کا ڈر دل میں پالنے کی ضرورت نہیں۔ بہت جی لیا ڈر ڈر کر، مگر اب بس"

فاطمہ نے جیسے اس باپ کا ہر اعتراض سمیٹ دینے کی کوشش کی لیکن کہتے ہیں بزرگوں کو آنے والے سخت وقت کی بھنک لگ جاتی ہے، یا پھر یہ ان لوگوں کا تجربہ کہا جاسکتا ہے کہ انکے اندازے اکثر و بیشتر ٹھیک ہوتے ہیں۔

"تُو کیا کرے گی بتا؟ مہویر کی بد دعا سے کتنا ڈر گئی تھی تُو فاطمہ، یاد کر۔ اس بچے کی خاطر اگر اس نے تجھ جیسی کو معافی دی ہے تو اسے اپنی آخری آسانی سمجھ۔ میں تجھے بے موت مرتا نہیں دیکھ سکتا پتر۔ یمل تیرے پاس ہو گا پھر بتا تجھے کیا چاہیے؟"

وہ اب بھی مطمئن نہ ہو سکے تھے، انکے دل کو جیسے دھڑکا لگا تھا اور یہ بے وجہ نہ تھا۔

"مجھے مہویر میثاق چاہیے بابا، اسکی وہ محبت چاہیے جو اسے مجھ سے تھی۔ میں نہیں مانتی کہ مرد کی محبت مرتی ہے۔ میں اس کے پیر پکڑ کر معافی مانگ لوں گی۔ مجھے لگا تھا وہ میرے سوا کسی کا نہیں، کسی عورت کی طرف دیکھے گا بھی نہیں مگر عاصم کی اس بیٹی کے لیے اسکا وہ پیار دیکھ کر میں آپکو بتا نہیں سکی اندر تک کیسے جھلس کر رہ گئی تھی۔ بابا مجھے مہویر واپس چاہیے۔ میں نے اسکی بے قدری کی جانتی ہوں پر اب اگر وہ مجھے ملا تو یقین کریں اسے اپنے ہاتھ کا چھالہ بنا کر رکھوں گی"

فاطمہ کا یہ جنون، اسکی ضدی دیوانگی صاف صاف فاطمہ کو اسکی تباہی کی طرف گھسیٹنے والی تھی اور شمس الدین کو وہ وقت ابھی سے اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھائی دے رہا تھا۔

"اسے جینے دے فاطمہ، جو کچھ تو نے مہویر کے ساتھ کیا اسکے بعد نفرت کرتا ہے وہ تجھ سے، کیوں میرے بڑھاپے کو بے عزت کرنے پر تلی ہے۔ شکر کیوں نہیں کرتی تُو فاطمہ، عاصم ابھی ناراض ہے، پر تیری وفا اور سعادت مندی اسے تیرا کر دے گی"

وہ بابا کی تاکید پر سرخ انگارہ آنکھوں سمیت ہنسی پھر اترا کر آئینے کے سامنے کھڑی ہو کر اپنا اب تک حسین فگر دیکھا، وہ اپنی عمر سے آدھی لگتی تھی، لگتا ہی نہیں تھا اک چودہ پندرہ سالہ بچے کی ماں ہے۔

"مرد اگر ایک بار عورت کو لے کر مشکوک ہو جائے، یا عورت کی بے وفائی ثابت ہو جائے پھر وہ پاک پانیوں سے بھی دھل آئے، مرد کے دل میں جگہ

نہیں بنا سکتی۔ عاصم کے دل میں میری جگہ نہیں تو کیوں ناں میں اک آخری کوشش کر لوں مہویر کو حاصل کرنے کی۔ اس سے اسکی منائم سے محبت کی بھی آزمائش ہو جائے گی۔ اگر وہ مجھ تک لوٹ آیا تو اس سے ثابت ہو گا کہ وہ نہ منائم سے مخلص ہے نہ اس نے کبھی مجھ سے محبت کی تھی"

شمس الدین کو لگا جیسے انکی بیٹی اندر سے کسی حسد نہیں، گلٹ اور درد کا شکار ہے۔

"اللہ نے اس بچے کی منائم کے معاملے میں لے تو لی ہے آزمائش، تُو ہی تو بتا رہی تھی اسکی یاداشت چلی گئی۔ پھر اس کمینے موساب نے اسے ذہنی اذیت دی۔۔ ہم کون ہوتے ہیں یہ حق رکھنے والے پتر کہ کسی کا امتحان لیں۔ ہمیں اپنے امتحانات کی فکر کرنی چاہیے کہ جس جس کی دل آزاری کی ہے، زندگی ہونے تک اسکی تلافی کر لیں۔ نہ کر فاطمہ۔ اللہ کی مخلوق ناراض ہو تو اللہ بھی راضی نہیں رہتا۔ بس کر دے پتر۔ اب تیرے بابا بھی اوروں کا برا کرتے کرتے تھک گئے۔ میں نے تیرا ہر قدم پر ساتھ دیا ہے، تُو بھی دے پتر"

وہ بولتے بولتے آنکھیں بھیگو بیٹھے جس سبب وہ بابا کی جانب پلٹی، ہچکیاں بھر کر روتے بابا کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر چوما۔

"روئیں مت بابا۔ میں جو بھی کروں گی اسکا انجام اکیلی بھگتوں گی۔ میں رہوں نہ رہوں، یمل کے پاس آپ ہمیشہ رہیے گا۔ پلیز"

وہ فاطمہ کی تمہید پر اندر تک ڈرے کہ یہ لڑکی نا جانے کیا کرنے والی ہے، اسی لمحے دروازے پر دستک ہوئی جس سبب فاطمہ نے فوراً سے بابا کے چہرے پر ہاتھ پھیر کر انکے آنسو پونچھے اور خود بھی اپنے شکست خوردہ تاثرات قابو کیے۔

"عاصم سر نے کہا ہے اگر آپ تیار ہو گئی ہیں تو نیچے تشریف لے آئیں فاطمہ صاحبہ"

ملازم نے پیغام دیا۔

"ٹھیک ہے آ رہی ہوں"

فاطمہ کے جواب پر ملازم نے مودب ہوتے سر ہلایا اور وہیں سے پلٹ گیا۔

"پریشان مت ہوئیے گا۔ میں آپکے نواسے کو لے کر آتی ہوں"

وہ بابا کو مطمئین کیے مسکراتی ہوئی اپنا بیگ لیے، بال ادا سے شانوں پر بکھیرتی ہوئی کمرے سے نکلی، اک گہری سانس لیتے اس نے اپنے قدم سیڑھیوں کی طرف بڑھائے پھر وہ نیچے اتری، ہلکے لیلک (سرمئی مائل جامنی) رنگ کے لوزفِٹ کو آرڈ سیٹ میں ملبوس تھی جس میں کالر والی ڈھیلی ٹاپ اور وائڈ لیگ ٹراؤزر شامل تھے۔

اس نے سادہ وائٹ ہیلز اور سلور ہوپ ایئررِنگز کے ساتھ اسٹائل کیا تھا، وویوی کرل بال اور ہلکا میک آپ اسکو اپنی عمر کے قریب کا پیش کر رہا تھا، اتفاق سے عاصم کے بلیزر کا کلر بھی فاطمہ کے ڈریس سے میچ تھا۔

"اس قدر تیاری؟"

عاصم نے بھنویں سکیڑیں۔

"میرا بیٹا بھی تو دیکھے اسکی مما کتنی خوبصورت اور چارمنگ ہیں۔ تم ہو گے حسین عاصم المیر ملک پر مان لو تمہاری زندگی میں آنے والی تینوں عورتیں تم سے بھی حسین ہیں۔ اب مجھے ہی دیکھ لو"

وہ اسکی یہ فضول بکواس سننے کے موڈ میں نہ تھا تبھی سخت بیزار تاثر دیتے رخ باہر کی جانب موڑ گیا، فاطمہ نے توہین کے احساس کو زبردستی اپنے اندر دبایا ہی جب نظر اوپر سیڑھیوں کے ابتدائی حصے کی جانب کھڑے بابا پر گئی جو اسے پرسکون رہنے کا کہہ رہے تھے۔

فاطمہ نے اک گہری سانس کھینچی اور خود بھی عاصم ملک کے پیچھے نکل گئی، عاصم نے نہ تو اسکے لیے خود ڈور کھولا نہ گارڈ کو کھولنے دیا، نہ کوئی پروٹوکول دیا، بلکہ وہ خود آکر اسکے ساتھ بیک سائیڈ بیٹھی، اک سرسری نگاہ سرد و سپاٹ تاثر والے عاصم پر ڈالے فاطمہ نے بھی ڈرائیور کے گاڑی سٹارٹ کرتے ہی اپنی نگاہیں ونڈو سائیڈ جما لیں۔

جبکہ رئیس کو اسکی بے عزتی پاگل کر چکی تھی، کورٹ کی جانب سے ملا آخری دن بھی ختم ہو چکا تھا اور اب اسے جان کے لالے پڑے تھے، وہ سب کچھ سوہا کو دینے سے پہلے ہی اب سوہا کو ختم کرنے کا سوچ رہا تھا کہ وہ کل کورٹ پہنچ ہی نہ سکے۔

"یہ کچھ زیادہ نہیں؟"

یاسر نے اسے تنبیہہ کرنی چاہی۔

"ان ماں بیٹی کے پیچھے زلیل وخوار ہو چکا ہوں۔ ابھی بھی وہ میری جان کا عذاب ہیں۔ میں یہ سب عیش و عشرت گنوا کر ویسے ہی صدمے سے مر جاوں گا اس لیے اب آخری حل سوہا کی موت بچا ہے۔ بس اسی صورت اب مجھے نجات مل سکتی ہے۔ میں اسے کل کورٹ پہنچنے ہی نہیں دوں گا۔ ان ہاتھوں کو خالی کرنے کی قسم اٹھائی ہے ناں اس ضدی منحوس نے، میں بھی قسم کھاتا ہوں اپنے انہی ہاتھوں سے اسکی گردن دباوں گا"

رئیس ملانی کا شاہد بے عزتی والا سیکشن فل ہو چکا تھا سو اب وہ مزید کوئی اور پلین بنانا افورڈ نہ کرتے سیدھا سوہا کی جان کے پیچھے پڑ چکا تھا، یاسر نے تشویش کے سنگ اس بپھرے آدمی کو دیکھا۔

"مجھے اسی آدمی کو رئیس کے ارادے بتا کر مزید پیسے بٹورنے چاہیں۔ پھر میں انڈر گراونڈ ہو جاوں گا۔ یہ پاگل خود تو جیل جائے گا، میری بھی چمڑی اتروائے گا۔ بس یاسر۔ تیرا اب آخری یہی فائدہ ہونا ہے اس کنگلے سے۔ نکلنے کی سوچ ورنہ اسکے ساتھ مفت میں پھنس جائے گا"

یاسر دراصل عامر کی بات کر رہا تھا، یاسر نے اپنا منصوبہ بنالیا اور رئیس کی بھی ہاں میں ہاں ملا رہا تھا، مکار تو اچھا بھلا تھا، جبکہ رئیس کی حالت اس وقت ایسی تھی جیسے وہ سوچنے سمجھنے کی صلاحیت سے محروم ہو چکا ہو۔

یاسر نے اسی آدمی کو باہر آکر کال کی، عامر نے فوری کال پک کی۔

"رئیس کے اگلے منصوبے کی خبر چاہیے تو دو لاکھ دینا ہو گا مجھے۔ یاد رکھنا کسی کی زندگی اور موت کا سوال ہے"

یاسر نے سیدھا سبھاو مدعے کی بات کی، اس وقت عامر، علیم خان کے ساتھ ہی اسکے کوارٹر میں بیٹھا تھا، عامر نے یہ معاملہ بھی علیم کو بتایا تھا تبھی عامر نے کال سپیکر پر ڈالی۔

"دو لاکھ مل جائے گا۔ منصوبہ بتاو"

عامر نے اسے یقین دلایا۔

"پہلے پیسے۔ اکاونٹ نمبر بھیج رہا ہوں۔"

یاسر نے ہوشیاری دیکھاتے ہی مطالبہ کیا اور کال بند کر دی جس پر علیم خان نے پہلے انیس سے اس بارے پوچھنا تھا تبھی عامر کا شانہ تھپکائے وہ اٹھ کر اپنے کوارٹر ہاوس سے نکل گیا۔

"اداس ہو جائے گا یہ مینشن اگر وہ چلا گیا، خود بھی بہت افسردہ ہے وہ"

انیس اور عدین اس وقت کچن کے ڈور کے پاس ہی کھڑے تھے، عرشیہ اندر کک کو کھانا لگانے کا کہہ رہی تھی کیونکہ بابا کا اسے میسج ملا تھا کہ وہ بس پہنچنے والے ہیں، اس وقت لاؤنج میں یمل بیٹھا تھا اور عصر اسکے پاس بیٹھ کر اس سے ہلکی پھلکی بات کر رہا تھا، فجر بھی سامنے والے صوفے پر بیٹھی، عصر اور یمل کی باتیں سن کر افسردہ سا مسکرا رہی تھی۔

"ہمیشہ کے لیے تھوڑی جائے گا، یاری کوئی معمولی چیز نہیں کہ زمینی فاصلہ اسے متاثر کرے۔ تم میری اور مہویر کی مثال لے لو۔ بھلے ہم کبھی کبھی ملتے ہوں، بات بھی روز نہیں ہوتی پھر بھی یہاں سے شدید مضبوط ربط ہے"

انیس نے جس طرح اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر عدین کو اس رابطے کا بتایا، وہ بھیو کو دیکھتے ہوئے آمادہ مسکایا، عرشیہ بھی دونوں کے بیچ آ کر رکی۔

"بھیو۔ میں نے یمل کے لیے اپنے دل میں صرف خلوص اور انسیت ہی محسوس کی۔ ہمیں ملے چند دن ہوئے پر ایسا لگتا ہے جیسے سالوں کا رشتہ ہو۔ وہ بہت کیئر نگ ہے۔ حساس ہے۔ اسے دوسروں کے احساسات کی بھی اتنی ہی قدر ہے"

عدین کے یمل اور اس سے جڑی دوستی کے حوالے سے جذبات سن کر انیس کو اپنے چمئین پر بے شمار پیار آیا، اور عرشیہ کو اس وقت عدین میں چھوٹا انیس دیکھائی دیا کیونکہ دوستی کے حوالے سے انیس بھی ایسا ہی بے لوث تھا۔

"تم سے مجھے اسی کی امید تھی میرے شیر۔ تم ایک بہترین دوست بنو گے مجھے یقین ہے۔ دوست ہمیں تب ڈھارس پہنچاتا ہے جب ہم ہر جانب سے بکھر رہے ہوتے ہیں۔ دوست کا کندھے پر رکھا اک ہاتھ، سر پر ہوتے سایہ دار درخت کی چھاوں کے برابر ہے۔ میری دعا ہے تمہاری اور یمل کی دوستی تاعمر سلامت رہے اور اسے کسی کی نظر نہ لگے۔"

وہ بھیو کی دعا کے ہر لفظ میں آمین کہتا انیس سے جس طرح لپٹا، عرشیہ کو بھی اسکی اس ادا پر پیار آیا۔

جبکہ ان تینوں کی توجہ یمل کی جانب تھی تبھی وہ سب بھی لاؤنج میں چلے آئے۔

"تم نے ایسی شکل بنائی ہے یمل جیسے رخصت ہونے والی دلہن ہو۔ چیئر آپ مائی سن"

انیس کی اس وقت یہ چھیڑ خانی بے حد ضروری تھی اور یمل کی ہلکی سی بتیسی نکلنے کی دیر تھی کہ باقی باشندے بھی مسکرا دیے، علیم خان کے وہاں آنے پر انیس نے اسکی طرف دیکھا ہی جب علیم خان نے اشارے سے انیس کو اپنی جانب بلایا۔

انیس نے فوری اپنے قدم علیم خان تک بڑھائے جس نے انیس کے زرا کان میں جھکتے مدعا بتایا۔

"ابھی بھی اسے چین نہیں کیسا ڈھیٹ آدمی ہے، ایک منصوبہ فلاپ ہوتا ہے تو اسکے تخریب کار دماغ میں نئ کچھڑی پکنے لگتی ہے۔ خیر دے دو پیسے اور نکالو اسکے پیٹ سے خبر۔ یہ معاملہ تم اور عامر دیکھو گے۔ اس بارے عصر اور عرشیہ کو علم نہیں ہے۔"

علیم خان نے انیس کو اس حوالے سے بھرپور بے فکر کیا جبکہ انیس نے اسے بھیجا ہی کہ گاڑی کے ہارن پر وہ بھی مینشن سے نکل کر باہر آیا تو علوی میشن کے تاحد نگاہ پھیلے پورچ میں عاصم المیر ملک کی گاڑی کھڑی ہو چکی تھی۔

ڈرائیور باہر نکلا تو پھرتی کے سنگ اس نے عاصم المیر ملک کی سائیڈ کا ڈور کھولا ہی جب عاصم اپنے پورے اعتماد کے سنگ گاڑی سے باہر نکلا، انیس نے دوسری طرف سے خود ہی باہر نکلتی فاطمہ نور کو دیکھتے شدید بدمزہ سا تاثر دیا لیکن چونکہ وہ مہمان تھے اس لیے اسے ماتھے پر بل ڈالے بنا انکو خوش آمدید کہنا تھا۔

"یہ کسکا گھر ہے، اور میرا بیٹا یہاں کس کے پاس ہے؟"

وہ عاصم کی طرف آئی تو فوری سوال کیا۔

"وہ اپنی بہن عرشیہ المیر کے پاس رہ رہا ہے کچھ دن سے۔"

عاصم نے انیس کو ابتدائی مینشن کی روش پر دیکھ لیا تھا، سرسری سا فاطمہ کو بھی جواب دیا جو متاثر کن مسکرائی۔

"تمہاری دونوں بیٹیوں نے اچھے تگڑے بکرے پھنسائے ہیں۔ ایک کے ہتھے وانٹڈ وولف لگ گیا اور دوسری کے ہاتھ اتنے شاندار گھر کا وارث"

عاصم نے گردن موڑ کر سخت نظر فاطمہ پر ڈالی۔

"بکواس کرنے کی ضرورت نہیں تمہیں۔ اپنے لب و لہجے پر غور کرو۔ اپنا یہ بازاری انداز دوبارہ میرے سامنے پیش کرنے کی ضرورت نہیں۔ یمل کی

ماں ہونے کے ناطے جو تم جیسی دھوکے باز عورت کو یہ عزت مل رہی ہے اسے غنیمت سمجھتے اپنی زہریلی زبان کے جوہر کم سے کم دیکھاو"

عاصم نے اسے سختی سے وارن کیا اور اپنے قدم، اعتماد و شان سے کھڑے انیس غانم کی طرف بڑھائے، فاطمہ نے بھی پیچھے ہی قدم بڑھاتے اپنے اندر کا عتاب، اندر ہی گھوٹا۔

"خوش آمدید۔ اچھا لگا آپکی آمد پر"

انیس نے خوش دلی سے اپنا ہاتھ بڑھایا جسے عاصم نے بنا کسی جھجھک تھام لیا حالانکہ عاصم کی انیس سے پہلی ملاقات کچھ اچھی نہ تھی۔

"پیشگی شکریہ۔ مہمان نوازی کے لیے۔ اور یمل کے لیے اتنا سب کرنے کے لیے انیس"

وہ انکا ممنون ہونا دیکھے دھیما سا مسکرایا، فاطمہ بھی تب تک قریب پہنچ کر آ رکی تھی۔

"میں نے جو کیا وہ عرشیہ کے لیے کیا۔ اس سے جڑا بھائی ہو، ماں ہو یا پھر باپ۔ سب میرے لیے اہمیت کے حامل ہیں۔ آپکو بھی خوش آمدید مسیز عاصم ملک"

وہ اپنا مہذب و شائستہ انداز جاری رکھتا عاصم کے بعد فاطمہ نور سے مخاطب ہوا حالانکہ یہ عورت انیس کے لیے معتوب تھی، اسکے دوست کی زندگی تباہ و برباد کرنے والی اس عورت کے لیے انیس کے دل میں کوئی نرم گوشہ نہ تھا، یہ خوش آمدید بھی محض مروت کا قصہ تھا۔

"بہت شکریہ۔ میرا بیٹا کہاں ہے۔ جلدی لے چلو، ملنے کو بہت بے تاب ہوں"

فاطمہ کی تڑپ دیکھتے، انیس اور عاصم نے ایک سے جبڑوں میں تنا ولائے، پر وہ وقتی کیفیت تھی، اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا تھا کہ وہ کم از کم اپنے بیٹے کے ساتھ تو مخلص ہی ہو گی۔ بھلا مائیں کب بے وفا ہوا کرتی ہیں۔ وہ

اپنی اولاد کے لیے وفا کا پیکر ہوتی ہیں پھر پوری دنیا انھیں کتنا ہی گندا، میلا یا مجرم کہتی پھرے۔

"جی جی۔ تشریف لائیے۔ اندر لاؤنج میں ہی ہے یمل ملک۔"

انیس نے انکے لیے راستہ چھوڑا جبکہ خود وہ پہلے مینشن میں داخل ہوا، عاصم اور فاطمہ بھی اسکے قدموں کا تعاقب کیے پیچھے ہی لپکے تھے، لاؤنج میں عدین، یمل، عرشیہ، فجر اور عصر سب ہی بیٹھے تھے مگر انیس کو ان دونوں کے ساتھ آتا دیکھے سب اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے، یمل نے بھی اٹھ کر دائیں مڑتے پیچھے دیکھا، انیس بھائی کے ساتھ کھڑی دو ہستیاں اسکے پیرنٹس ہیں پر باخدا یمل ملک کی آنکھوں میں نہ تڑپ تھی نہ شناسائی، وہ پتھر کا مجسمہ تھا، سرد و سپاٹ لیکن فاطمہ اور عاصم دونوں کی آنکھوں میں اپنے بیٹے کو دیکھ کر تڑپ و محبت جاگ چکی تھی۔

"ی۔۔یمل۔۔۔میری جان۔۔میرا بیٹا۔ میرا سب کچھ"

فاطمہ ہی جذبات سنبھال نہ پاتی دوڑتی آگے بڑھی اور اپنے برابر آتے اپنے بیٹے کو پوری قوت سے اپنے سینے لگا کر بھینچ گئی، جبکہ عاصم ملک کے لبوں پر دلخراش مسکراہٹ ہر کوئی دیکھ سکتا تھا، وہ ماں بیٹے کا ملن باوفا، ہر ریاکاری سے پاک تھا۔

"میں کتنا تڑپی ہوں تمہارے لیے، تم سوچ بھی نہیں سکتے یمل۔ کئی سال صرف تمہاری اک تصویر پر گزارہ کیا تمہاری ممانے۔ کیا واقعی یہ تم ہو۔ میرا بیٹا اتنا اتنا ب۔۔ بڑا ہو گیا۔ میرے برابر آ گئے تم"

وہ روبرو ہوئے اور سنجیدہ سے یمل کا چہرہ ہاتھوں میں بھرا، پر وہ ابھی بھی ہر احساس سے یکسر عاری لگ رہا تھا۔

"آپ بھی جائیں"

انیس نے راہ میں ہی رکے عاصم المیر ملک کا کندھا مضبوطی سے جکڑ کر ہمت دی تو عاصم نے بھی دل مضبوط کرتے لاؤنج میں قدم داخل کیے۔

"تم میری جان ہو۔۔ میرا معصوم سا بچہ۔۔ میرے دل کا ٹکڑا"

وہ روتی ہوئی یمل کے رخساروں کو چومتی بھیگی سی آواز میں منمنائی تو یمل نے فاطمہ کے دونوں ہاتھ پکڑ کر اپنے رخساروں سے زرا دور سے کیے۔

"مجھے معاف کر دیں لیکن میرے اندر آپکو دیکھ کر ابھی کوئی جذبہ پیدا نہیں ہوا۔ وقت کے ساتھ شاید یہ ممکن ہو جائے لیکن ابھی کچھ بھی محسوس نہیں ہو رہا۔ میں آپکا دل نہیں دکھانا چاہتا لیکن۔۔۔"

یمل کے ایسے الفاظ سن کر فاطمہ کے چہرے پر لمحے بھر کو جیسے سکتہ سا طاری ہو گیا تھا۔

مگر وہ ماں تھی، ایسی ماں جس نے بہت کوتاہیاں کی تھیں، اس نے زبردستی مسکرا کر آنسو پونچھ لیے۔

اسی لمحے عاصم ملک بھی چند قدم آگے بڑھ آیا۔

اس کے چہرے پر عجیب سی ٹوٹی ہوئی مسکراہٹ تھی جیسے برسوں کا بچھڑا بیٹا سامنے ہو مگر باپ کو حق نہ ہو کہ وہ اسے بے اختیار گلے لگا لے۔

پھر بھی وہ رک نہ سکا، اس نے آہستہ سے یمل کے کندھوں پر ہاتھ رکھا۔

"میرا بیٹا"

اس شخص کی آواز بھاری ہوئی۔

اگلے ہی لمحے اس نے یمل کو اپنے سینے سے لگا لیا، عرشیہ، عدین، فجر، عصر اور خود انیس سب اس وقت چپ بنا کسی قسم کی مداخلت کھڑے تھے۔

وہ اک باپ کا بے اختیار جذبہ تھا، برسوں کی تڑپ کا بوجھ تھا جو آج کھل گیا۔

مگر چند لمحوں بعد یمل نے بہت نرمی سے ان کے بازو تھام کر خود کو الگ کر لیا، کمرے میں کھڑے سب لوگوں کے دل جیسے ایک ساتھ تیز دھڑکے۔

یمل نے عاصم کو دیکھا۔ وہی سرد، سنجیدہ آنکھیں جن سے اس نے فاطمہ کو دیکھا تھا۔

"مجھے معاف کیجیے"

اس نے دھیرے سے بات شروع کی۔

"یہی بات آپ کے لیے بھی ہے جو انکو کہی"

عاصم کی آنکھوں میں ایک لمحے کو نمی چمکی، مگر اس نے فوراً سر ہلا دیا۔

"نہیں میرے بچے"

اس نے مشکل سے مسکرا کر کہا۔

"تم معافی کیوں مانگ رہے ہو۔"

وہ آہستہ بولا۔

"قصور تو ہمارا ہے۔"

کمرے میں ایک عجیب سی خاموشی پھیل گئی تھی۔

فاطمہ نے بے اختیار دوبارہ یمل کا بازو تھام لیا۔

"تم ہماری مجبوریاں سمجھنا یمل"

وہ رندی سی آواز میں منمنائی ہی جب یمل ان دونوں سے زرا فاصلہ سمیٹ گیا۔

"میں سب مجبوریاں سمجھنے کی کوشش کروں گا لیکن وعدہ نہیں کرتا سمجھنے کا، آپ دونوں کی اولاد ہوں اس لیے آپ سے الگ نہیں رہوں گا لیکن پلیز مجھے کسی بھی چیز کے لیے فورس مت کیجئے گا"

یمل کا ان دونوں سے یہ رویہ بلکل فطری تھا، کیونکہ کہیں نہ کہیں اس بچے کے ساتھ ہونے والے برے میں عاصم سے زیادہ فاطمہ ذمہ دار تھی، بہر حال ان دونوں نے یمل کے فیصلے کو عزت دی۔

"کھانا لگ گیا ہے، آجایئے"

اس انٹنس صورتحال میں اہم یہ تھا کہ سب افراد کا دھیان اس اداسی سے ہٹایا جائے،، تبھی عرشیہ نے کھانے کی پیشکش کی، یہ تو واضح تھا کہ اس سچویشن میں کسی سے بھی کھانا نوش کرنا مشکل تھا پھر بھی سب ڈائنگ ہال کی طرف بڑھ چکے تھے۔

علیم خان نے یاسر کے اکاونٹ میں دو لاکھ ٹرانسفر کروادیا تھا جبکہ اسکی جانب سے رئیس کے ارادے کی خبر پائے وہ دونوں ہی متفکر نظر آئے، یمل چارو ناچار ہی سہی مگر جانے کو آمادہ ہوتے فاطمہ اور عاصم کے ساتھ روانہ ہو گیا، انیس، عرشیہ اور عدین نے انھیں سی آف کیا تبھی عدین اور عرشیہ کے واپس مینشن جاتے ہی انیس نے علیم خان اور عامر کی طرف قدم بڑھائے۔

"رئیس کل سوہاسومرو کو جان سے مارنے والا ہے، اسکی کوشش ہے کہ کل وہ کورٹ نہ پہنچ سکیں"

انیس کے ماتھے پر ناگواری سے بل پڑے، اس آدمی کو جتنا پیٹ لیا جائے یہ اپنے مکروارادوں سے باز نہیں آرہا تھا۔

"تم دونوں جانتے ہو تم لوگوں کو کیا کرنا ہے"

انیس نے باری باری دونوں کی طرف دیکھتے کل کے لیے ذمہ داری سونپی۔

"سوہا میم کو بھی الرٹ کر دینا چاہیے، کیا خیال ہے؟"

علیم نے فوری مشورہ دیا۔

"میں کر دوں گا صبح۔ تم دونوں رئیس کا کوئی پکا انتظام کرو۔ دوبارہ وہ آدمی کچھ کرنے لائق نہ رہے۔ سنبھال لوگے دونوں یا میں بھی چلوں؟"

انیس کو ان پر اعتماد تھا پھر بھی وہ اپنی مدد کی پیشکش کرنا نہ بھولا۔

"آپ بے فکر رہیں۔ اس ہمایوں اور رئیس کا کل ایک ساتھ بندوبست ہو گا۔ آپ ٹنشن فری ہو جائیں سر"

علیم خان کے ہوتے انیس کو ویسے بھی کسی لچے لفنگے کی ٹنشن لینے کی ضرورت نہ تھی۔

"میں واقعی ٹنشن فری ہو سکتا ہوں کیونکہ تم دونوں پر پورا یقین ہے مجھے۔ چلو ملتے ہیں پھر"

وہ انھیں کل کے لیے مزید متحرک کرتا ہوا واپس مینشن کی طرف بڑھ گیا، وہ واپس آیا تو عدین کی اداسی پر وہ تین نفوس بھی اداس تھے۔

"کھانا نہیں کھایا کسی نے ٹھیک۔۔ آجاو جوائن می"

انیس نے ڈائنگ ہال کی طرف بڑھتے سبکو کھلی پیشکش کی مگر کسی کو بھی بھوک نہ تھی، تبھی عصر نے انیس کو جوائن کیا، البتہ عدین کی آپیاں اسے چیئر آپ کرنے میں لگی تھیں۔

"میں آج نہیں مل سکا ان سے بھائی۔۔"

عصر کے دماغ میں انیس کی مسیحا سے نہ مل پانے کا قلق تھا، انیس نے اپنے لیے پلیٹ اٹھائی، اور عصر کی طرف دیکھتے سر ہلائے مسکرایا۔

"کوئی نہیں۔ میں سوچ رہا ہوں کل انھیں بھی ڈنر پر بلوالوں۔۔ مہویر اور منائم بھی آرہے ہیں۔ مناسب ہو جائے گا۔ تم سب ڈاکٹر صنم کا شکریہ بھی ادا کر لینا"

انیس نے اپنے لیے تھوڑے سے رائس اور سیلڈ پلیٹ میں ڈالتے یہ جو بمب عصر زمان پر پھوڑا، اس شخص کی لمحے کے ہزارویں حصے آنکھیں سرخ پڑیں۔

"ص۔۔ صنم۔۔۔ڈاکٹر صنم زمان؟"

عصر کی آواز ہکلاتے ہوئے اسکے حلق سے نکلی۔

"ہاں۔ صنم زمان ہی نام ہے انکا۔ میری محسن۔۔ تم کیوں چونک گئے؟ سیم سر نیم پر؟"

انیس اسکے تاثرات پر فکر مند ہوتا اپنا کھانا چھوڑ کر عصر کو دیکھنے لگا۔

"ج۔جی شاید سیم سر نیم پر۔۔ بھائی آپ آرام سے کھانا کھائیں مجھے تھوڑا کام کرنا ہے۔ سٹوڈیو میں کل نیو گیمنگ سافٹویئر کی ریہرسل میٹنگ ہے تو تیاری کر کے مہویر کو پراجیکٹ ہینڈ اوور کرنا ہے۔"

عصر کے یکدم اٹھ کھڑا ہونے پر انیس نے اسکے چہرے کو بغور دیکھا، بھلے وہ اپنے تاثرات چھپانے میں کامیاب تھا لیکن اسکے باوجود اسکے اندر کی کیفیت پرکھنے والا بھی اس وقت انیس غانم علوی تھا۔

"امید ہے یہی بات ہو"

انیس کی شدید گہری نگاہ پر عصر کی کیفیت تھوڑی متذبذب ہوئی۔

"جی بھائی یہی بات ہے۔ شب بخیر۔"

وہ انیس کی نظروں سے نظریں چراتا فوری طور پر وہاں سے اوجھل ہوتا، لیوئنگ ایریا میں بیٹھیں فجر اور عرشیہ سمیت عدین کو بھی یکسر اگنور کرتا اپنے کمرے کی طرف گیا تو اسکا یوں جانا ان تینوں نے بھی شدت سے نوٹ کیا۔

"اسے کیا ہوا؟ بوکھلایا سا نہیں لگا تم دونوں کو؟"

عرشیہ نے فوری طور پر عدین اور فجر سے یقین دہانی مانگی تو ان دونوں کا تاثر اثبات میں آیا۔

"شاید مجھ سے ناراض ہیں۔ مجھے کچھ ہو نہ جائے اس وجہ سے ڈرے ہوئے ہیں۔ میں دیکھوں جا کر آپیا؟"

فجر نے جو کچھ آج کیا اس پر نادم تھی، تبھی عصر کے ایسے انداز کا قصوروار بھی خود کو سمجھ گئی۔

"ہاں بلکل دیکھو۔ مناوا سے فجر۔ وہ واقعی تمہاری فکر اور چاہت میں مبتلا ہے۔ جاو شاباش"

فجر نے فوری اثبات میں سر ہلایا اور عدین کی گال سہلاتی اسے اداسی سے نکلنے کا کہے، شب بخیر کہتی وہاں سے چلی گئی۔

"عرشیہ۔ میں کال کروں یمل کو؟"

عدین کی بے چینی دیکھتی عرشیہ، اس کیوٹ یارانے پر مسکرا دی۔

"ابھی تو وہ پیلس بھی نہیں پہنچا ہو گا پگلو۔ اور تم فکر مند نہ ہو، ہمارے بابا جیسے بھی ہوں، وہ اپنے بچوں کو نقصان ہونے نہیں دیں گے اب۔ یقین کرو۔ یمل نے جتنی محرومیاں دیکھی ہیں، یہ بہتر ہے کہ وہ اپنے پیرنٹس کے سائے میں رہے۔ شروع میں مشکل ہو گا لیکن پھر وہ ایڈجسٹ ہو جائے گا۔ تم کیوں ہلکان ہو رہے ہو۔ ہم تمہاری اداسی برداشت نہیں کر سکتے میری

جان۔ ویسے بھی اب تم دونوں کا سکول اور فٹ بال کلب سیم ہے۔ روز دو دو بار ملاقات ہوا کرے گی"

وہ عدین کی اداسی ہٹانے کی کوشش کر سکتی تھی پر ابھی مکمل کامیابی ملتی ایسا ممکن نہ تھا۔

"عرشیہ۔ میں یہ سوچ رہا ہوں کہ وہ بہت جذباتی سا بچہ ہے تو کہیں اکیلا ساری رات اپنے پیرنٹس کی لاپرواہی سوچ کر روتا نہ رہے۔ میں اسے رات بھر میسجیز کر کے دیکھتا رہوں گا۔ بس مجھے تسلی نہیں ملے گی ورنہ۔ میں اسکے لیے بہت فکر مند ہوں۔ وہ بہت زیادہ حساس ہے۔"

عرشیہ نے پیار سے عدین کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر دبایا، دوسرے ہاتھ سے عدین کے ماتھے پر ڈھلے بال سہلا کر پیچھے کیے اور اسکا سر چوما۔

"جیسا تمہاری خوشی۔ کھانا کھالو بھیو کے ساتھ جا کر۔ تم نے تو بہت کم کھایا تھا۔"

عرشیہ نے اسے پیار سے تاکید کی مگر عدین کو بھوک نہ تھی۔

"نہیں بس میں اب روم میں جاتا ہوں۔ آپ بھیو کو کمپنی دیں۔ اور یمل کی خیر خبر میں لیتا رہوں گا اس لیے پریشان مت ہوئیے گا۔ گڈ نائیٹ"

وہ اسکی خوشی اور اطمینان کے آگے آمادہ سا مسکرا دی۔

"جاو میری جان۔ لیکن جاگتے مت رہنا"

وہ اسے پیار سے تاکید کرنا ہر گز نہ بھولی۔

عدین نے ڈائنگ ہال کی طرف جاتے، بھیو کے عقب میں رکتے، کندھوں کے اطراف باہیں حمائل کیں۔

"گڈ نائیٹ بھیو۔ آئی لو ویو سو مچ"

عدین نے انیس کی گال چومی۔

"آئی لو ویو ٹو میرا بچہ۔۔۔ ساری رات اسکی فکر میں جاگتے مت رہنا۔ وہ سیو ہے۔"

انیس اسکی نیچر سے واقف تھا تبھی تاکید کرنی نہ بھولا۔

"ٹھیک ہے بھیو۔ بابا ابھی تک نہیں آئے۔ انکو دیکھ لیں زرا۔"

انیس کے ماتھے پر خفیف سے بل آئے پر عدین کی وجہ سے اس نے انھیں ضبط کیا۔

"ٹھیک ہے دیکھ لوں گا۔ تم بے فکر ہو کر جاو"

وہ بھیو سے اطمینان پائے چلا گیا جبکہ انیس اس سے پہلے اٹھ کر لیونگ ایریا سے نکلتا، آگے سے وارد ہوئے ابراہیم علوی کو دیکھ کر وہ رکا، وہ بھی چلتے ہوئے عین انیس کے سامنے آ رکے۔

عرشیہ بھی اٹھ کر وہیں چلی آئی جسکے بعد ابراہیم علوی نے اک غصیل نگاہ خوامخواہ عرشیہ پر ڈالی اور بابا کی عرشیہ پر ایسی نظر انیس کو مزید غصہ دلانے کا باعث بنی۔

"تو لے گیا تمہارا باپ اپنی اولاد کو واپس۔۔۔ چلو اچھا ہوا۔ ویسے بھی یہ گھر کم، ہوٹل زیادہ ہو چکا تھا۔"

ابراہیم علوی کا تند لہجہ، ان دونوں کو غیر مناسب لگا، اور دل آزاری کا باعث بھی بنا جس سبب وہ خاموشی سے باپ بیٹے کو اک ساتھ چھوڑتی سیڑھیوں کی طرف چلی گئی کیونکہ ابراہیم علوی کی نظریں اسے بے چین کرنے کا موجب تھیں پھر انکا لہجہ اوپر سے دہک رہا تھا۔

"یہ گھر جتنا میرا ہے، اتنا عرشیہ کا بھی ہے۔ اتنا ہی عصر کا ہے لہذا آپکا اعتراض غیر ضروری ہے۔ اور آپ اتنی دیر سے کیوں آئے ہیں آج؟ ایسی کیا مصروفیت آگئی دیوالیہ ہونے کے قریب آئی فیکٹری میں؟"

انیس نے سیدھا سبھاو سوال کیا جس پر ابراہیم علوی اس سے پہلے اپنا پہلو بدلتے، وہ ہاتھ بڑھا کر بابا کو بازو سے پکڑے روک گیا۔

"میں تمہیں کچھ بتانے کا پابند نہیں، بس کچھ ایسا ہوا ہے جس نے میرا موڈ بری طرح خراب کر دیا ہے۔ اس پر میں تم سے صبح ناشتے پر بات کروں گا۔ ابھی سونا چاہتا ہوں۔ تم بھی آرام کرو۔"

وہ ابھی انیس سے کسی قسم کی بات کرنا نہیں چاہتے تھے تبھی اسکے ہاتھ سے اپنی بازو چھڑوا گئے۔

"آپ مجھے مزید اذیت دے رہے ہیں اب۔"

وہ انیس کی بات پر جاتے جاتے رکے۔

"نہیں اب میں سوچ رہا ہوں تمہاری اذیت مکمل ختم کر دوں انیس۔"

وہ کہہ کر انیس کا ذہنی دباو بڑھاتے وہاں سے چلے گئے، انیس کو انکار و یہ سخت کھولا چکا تھا مگر اب صبح تک انتظار کے سوا کوئی آپشن نہ تھا۔

جبکہ دوسری طرف عصر اپنے ہاتھ میں وہی صنم زمان کا خط لیے بیٹھا کرب کی انتہا پر تھا جب فجر نے ہچکچاتے ہوئے اسکے کمرے کے دروازے پر دستک دی، عصر نے فورا سے پہلے اپنی آنکھ سے بہتی نمی ہاتھ سے رگڑی اور وہ خط بھی جلدی میں تکیے کے نیچے چھپا دیا۔

"عصر۔۔ کیا ہوا آپکو؟"

وہ دستک دیتے ہی اندر جھانک چکی تھی تبھی اس سے عصر کا آنکھ رگڑ کر کچھ تکیے تلے کرنا، چھپ نہ سکا۔

"کچھ نہیں ہوا۔ جا کر سو جائیں، میں بھی سونے لگا ہوں۔ گڈ نائیٹ"

وہ اٹھ کر فجر کو صاف صاف کمرے سے باہر جانے کا اشارہ کر رہا تھا تبھی تو اس لڑکی کی آنکھوں میں نمی اتر آئی، اس نے فورا سے عصر کا مضبوط ہاتھ

اپنے ہاتھوں میں لیا پر عصر اسے دیکھ نہ رہا تھا، وہ بس منتظر تھا کہ وہ کمرے سے جائے۔

"میں نے جو کیا اس پر خفا مت ہوں۔ عصر؟ میری طرف دیکھیں۔ آپ روئے ہیں کیا؟"

وہ اسکا ہاتھ تھامے ہوئے تھی مگر عصر اس وقت بات نہیں کرنا چاہتا تھا۔

"میں کیوں رونے لگا فجر؟ بس تھکن ہو رہی ہے تو سونا چاہتا ہوں۔ آپ بھی جائیں۔ وہ بات ختم ہو گئی تھی تو اس پر کیوں رد عمل دینے لگا میں؟"

عصر کے ایسے لہجے کی تو اسے ہرگز عادت نہ تھی، ایون ایسا کٹھور عصر تو پہلی ملاقات میں بھی نہ تھا۔

"عصر۔ ایسے بات مت کریں مجھ سے"

وہ روہانسی ہوئی۔

"ابھی میں ایسی ویسی کسی بھی طرح کی بات نہیں کرنا چاہتا۔ جائیں فجر۔ صبح جب میں انسان بن جاوں گا پھر بات ہو گی۔ پلیز۔۔"

وہ اسکی اکتاہٹ پر فورا اسکا ہاتھ چھوڑ کر دو قدم پیچھے ہٹی۔

"صبح اگر میں انسان نہ رہی پھر گلہ مت کیجئے گا۔ نہیں تنگ کرتی۔ جب آپ نے اپنی تکلیف میں مجھے شریک نہیں کرنا تو کیسی اور کہاں کی ہمسفر؟ کیسی پسند۔ کیسی محبوبہ۔ جلیں اپنی آگ میں اکیلے۔"

وہ نا صرف دور ہٹی بلکہ دلبرداشتہ سی دروازے تک پہنچ کر عصر ہی کہ پکار بیٹھنے پر رکی پر تکلیف اور بے بسی نے اسے رخ موڑنے نہ دیا۔

"تھوڑا پریشان ہوں، بتا نہیں سکتا"

وہ اس پر پلٹ کر عصر کی آنکھوں میں جھانکی۔

" جسے بتا سکتے ہیں اسی سے شادی کیجئے گا۔ وہی آپکا بہترین ساتھ دے سکے گی۔ گڈ نائیٹ"

وہ عصر کی سنے بنا نہ صرف واپس مڑی بلکہ عصر کے دروازے تک پہنچتے ہی وہ تیزی سے اپنے کمرے کی طرف بھاگ گئی، عصر نے مٹھیاں ضبط سے بھینچ لیں، مگر وہ اسکے پیچھے نہ جاتے واپس میٹرس پر جا بیٹھتے اپنا سر ہاتھوں میں گرا گیا۔

جبکہ یمل نے پیلس آکر سیدھا سبھاو بس اپنے کمرے کا پوچھا، شمس الدین سو گئے تھے جبکہ یمل نے نہ فاطمہ سے مزید کوئی بات کی نہ عاصم سے، اسکی گوشہ نشینی اسکے کمرے تک محدود ہو چکی تھی، عدین نے اسے کال کی تو وہ کچھ بہتر محسوس کرنے لگا تھا ورنہ تو اسے اس جگہ بلکل بھی اچھا نہیں لگ رہا تھا۔

.._____..

وہ عیشاء پڑھ کر کمرے میں آیا تو عرشیہ چینج کر چکی تھی، بلیک سلک کا نائیٹ ٹراوز شرٹ پہنے، آئینے کے سامنے کھڑی اپنے بال برش کر رہی تھی جب انیس پر نگاہ پڑتے ہی اسکے رخسار چمک گئے، انیس نے دروازہ لاک کیا اور بلیزر کو تھکے ہارے انداز میں کاوچ پر رکھتا وہ عرشیہ کی طرف آتے ہی اسے بیک سے ہگ کرتا اپنی بازوؤں میں قید کر گیا، ہاتھ اسکے پیٹ پر مخملی سے لباس کے اوپر باندھے، آئینے سے ہی دیکھ کر عرشیہ کی رخسار بے حد دیوانگی سے چومی، اسکے ہاتھ سے برش لے کر میز پر رکھا، عرشیہ کی بیک سائیڈ گردن پر ڈھلکے بال ہاتھ سے پکڑ کر پیچھے ہٹاتے، انیس نے اپنے تشنہ لب اسکی گردن کی مخملی ملائم جلد پر سہلائے تو وہ گھبرا کر آنکھیں بند کر گئی۔۔ وہ اسکے ہر لمس کو محسوس کر رہی تھی۔

"مجھے سخت نظریں پریشان کرتی ہیں انیس"

وہ اسکو یونہی اپنے سامنے پلٹا کر اپنے حصار میں لایا تو وہ اداسی سے اسے بتا گئی۔

"تم میری نظروں کے سوا ابھی سب بھول جاو"

وہ اسکی اداسی کو نظر انداز نہ کرتے اسکے گرد حائل بازو جکڑتا اسکی مہکی قربت میں مدہوش ہوا، ہونٹوں کا ایسا ملاپ جس میں سانسیں بھی ایک دوسرے میں گھلنے لگیں، وقوع پذیر ہوتے ہوتے دونوں کے دل ہم آہنگ کر دیتا تھا۔

"پھر بھی وہ اتنے غصے میں کیوں تھے"

وہ اپنی سانسیں استوار کرتی اسی مرحلے کو لے کر بے چین تھی۔

"صبح دیکھوں گا۔ ابھی مجھے بس تم نظر آ رہی ہو۔ تم میرے جسم، آنکھوں اور میرے حواس خمسہ کا نشہ بنتی جا رہی ہو لُما۔ میں تم پر قربان"

وہ اسکا قربت سے بے قابو ہونا دیکھتی اپنے آپ میں سمٹ سی گئی، اسکی سانس پھولنے سی لگی اور انیس کا دل اسے اپنی محبت سے بھر جانے کو چاہتا تھا۔

"مجھے تسلی دوناں پہلے۔۔پھر جتنا چاہے میرے قریب آجانا"

وہ آس سے ان بھوری آنکھوں میں اپنی گرے آنکھیں جمائے بولی۔

"میں تمہاری تسلی بننے سے قاصر ہوں کیا۔فیل دس"

انیس کے ہونٹ جب ہلکے سے اسکی گردن کی نازک جلد پر حرکت کیے، تو اس لڑکی کے وجود میں ایک لرزش سی دوڑ گئی، جیسے ایک خاموش سی محبت اس کی رگوں میں بہہ گئی ہو۔

"تم م۔۔مجھے پھر بھاگنے پر مجبور کر رہے ہو۔انیس"

وہ اسکی گردن کے خم سے توجہ ہٹائے روبرو ہوا تو جیسے اسکی نظریں عرشیہ کے چہرے پر اٹک سی گئیں، پھر وہ اپنی خواہش کا اسیر ہوا، اس کے لبوں کی نمی اور گرفت میں ایک بے قابو سی چاہت تھی، جس نے عرشیہ کے وجود میں کپکپی سی دوڑادی، اسکی سانسیں بے ترتیب ہونے لگیں تو وہ اس سے دور ہونے کو مچلنے لگی۔ہر گزرتے دن وہ اسکا فرار پہلے سے مشکل بنا رہا تھا۔

"آج مشکل ہے تمہارا بھاگ پانا۔ میں نے بہت سی منصوبہ بندی کر رکھی ہے"

وہ اسکی بات سنے اپنے ڈوبتے سانس کو بحال کرنے کے بیچ انیس کی آنکھوں میں جھانک بیٹھی جہاں یکدم خمار کے بادل چھٹنے سے لگے۔

"میں نے بات کر لی ہے۔ جنوری کے لاسٹ ہم سپین جا رہے ہیں۔ پانچ سے چھ ہفتے کا پراسیس ہے۔ IVF پلس PGT۔ ہم ڈیڑھ ماہ وہاں رکیں گے۔ اور سب سے اچھی بات یہ ہے کہ میں نے پین لیس ٹیکنالوجی ڈھونڈی ہے تمہارے لیے"

وہ اسکی بات سنے تھوڑی پریشان ہوئی، اگر یہ ٹریٹمنٹ سپین میں ہوتا تو یقینا بہت مہنگا بھی ہوتا۔

"کیا تم اپنی ساری جمع پونجی صرف اس پر لگا دینے والے ہو؟ انیس چھوڑو ہم یونہی نیچرلی رسک لے لیتے ہیں۔ کنگلے ہو جاو گے بتا رہی ہوں"

وہ اسے مستقبل کے لیے ڈرا رہی تھی جبکہ اسکے نیچرلی رسک لینے کی بات پر انیس نے اسے سرد نظروں سے گھورا۔

"نیچرلی تم مجھ سے ایسے کتراتی ہو جیسے میں تمہیں کھا جاوں گا۔ اور میں کنگلا ہو بھی گیا تو کم از کم یہ یقین تو ہو گا کہ ہماری اولاد صحت مند ہے۔ کیا پتا ایک ہی بار ٹونز آ جائیں۔ قصہ ہی ختم۔ ویسے تو مجھے چار پانچ بچے چاہیں تھے پر میں دو پر صبر شکر کر لوں گا"

وہ اسکی بازوؤں میں جکڑی، انیس کی پلاننگ اور اسکی مستقبل کے لیے شوخ خواہشات سن کر بلش کی۔

"میں تم سے نیچرلی اس لیے کتراتی ہوں کہ تم ہیوی ٹو ہینڈل چیز ہو۔ اب اس میں میرا کیا قصور؟"

عرشیہ کی پُر حیا شوخی برقرار تھی جب انیس کو شدید بری طرح مسکرانا پڑا۔

"تم مجھ سے زیادہ ہیوی ٹو ہینڈل ہو پھر بھی میرا حوصلہ دیکھو"

انیس نے اسکی ستائشی نگاہوں کے آگے یہ مشکل مگر والہانہ اقرار کیا تو وہ متجسس سا مسکائی۔

"ہیں؟ واقعی؟۔۔ مردوں کے لیے بھی اپنی بیویوں کے قریب ہونا مشکل ہوتا ہے؟"

وہ دونوں باہیں اسکی گردن میں حمائل کرتی بے حد نزدیک ٹھہر کر شدید تجسس چھلکاتے لہجے میں بولی۔

"ہاں۔ اگر بیوی اک عرصہ تک دیرینہ خواہش رہی ہو۔ شدید محبت ہو اس مرد کی پھر"

وہ اسکئ دو سال والی بات خود ہی اسکے ہونٹوں تک گھسیٹ لائی، اس پر تو عرشیہ کو الگ ہی رشک نصیب ہوا۔

"میں تمہاری بہت پہلے سے محبت تھی؟ تبھی تم نے ہمارے نکاح کا یونیک ترین ڈرامہ کیا۔ ہر طرف سے مجھے گھیر لیا تاکہ عرشیہ المیر بچ نہ سکے۔ میں

بھی سوچتی تھی اتنا وقت جب میں نے کسی انسان کے لیے کچھ محسوس نہیں کیا تو پھر میرا دل لٹنے میں اتنی جلدی کیسے کر گیا، تمہارے اندر تو میری خواہش و محبت دو سال سے بھری تھی۔ کیسے نہ اسکی کشش مجھے جکڑتی۔ کیسے نہ میرا ہتھیار ڈالنا ناممکن ہوتا، کیسے نہ میں تمہاری چند نظروں کی مار نکلتی؟"

وہ مبہوت ہو کر عرشیہ کو دیکھ رہا تھا کہ دو سال کا اسے کیسے علم، جبکہ وہ اپنے رشک بیان کرتی جیسے کسی اور ہی جہاں پہنچی تھی، اسکی مسکراہتی سانسوں میں اک تازگی اور سرور تھا، اسکی گرے آنکھوں میں مائل کرتے سارے دنیا جہاں کے خوبصورت رنگ تھے۔

"دو سال؟ تمہیں کیسے پتا؟"

وہ آئبرو اٹھاتا، اسے اپنی بازوؤں میں مزید جکڑ کر بولا تو عرشیہ نے معصومانہ سا درد بھرا تاثر دیا کیونکہ انیس کبھی کبھی ہی ایسی ظالمانہ نزدیکیاں قائم کرتا تھا۔

"تم نے نیند میں اظہار محبت کیا تھا مجھ سے، وہ جب میں تمہیں سوتے ہوئے چھوڑ کر گئی تھی"

وہ اسکا حیرت سے اٹا چہرہ لجا کر تکتی بولی تو انیس نے بازو اور جکڑے کے انکے بیچ فاصلہ صرف اک سانس کا رہ گیا۔

"ظالم لڑکی۔ اسکے باوجود تم مجھے چھوڑ گئی تھی۔۔۔ اسکا تو میں نے حساب ہی نہیں لیا تھا۔ آج لوں گا"

انیس کے تیور ہر گز اسے بخشنے کے نہ تھے، بلکہ وہ جنونی انداز میں انتقامی ہوتا عرشیہ کو مسکراہٹ بخش رہا تھا، تمام تر شرم و حیا وہ اسکے یہ روپ بہت انجوائے کرتی تھی۔

"پیار کرتا ہوں میں تم سے عرشیہ، بہت زیادہ۔ بے حد۔۔۔ دو سالوں سے تم میری ناممکن خواہش بنی ہوئی ہو۔ اب تھوڑی سی ملی ہو تو کھونا نہیں چاہتا۔ مجھے مت چھوڑنا۔ میں تمہارے بغیر مر جاوں گا۔۔ یہ کہا تھا تم نے

مجھے انیس۔۔اسکے بعد میں چلی گئی تھی تاکہ تم یہ اظہار جاگتے حواسوں کے ساتھ کرو۔"

وہ اسکی نزدیکی میں بمشکل لفظ ادا کر پائی، اسکے ہونٹوں سے نکلتی اک اک کہی اپنی بات انیس کو سرور کی سی کیفیت میں مبتلا کر رہی تھی۔

"میں نے اتنا خوبصورت سچ اتنی بے خبری میں کہہ دیا؟"

وہ ڈرامائی انداز میں مسکایا۔

"اور نہیں تو کیا؟"

وہ بھی بچگانہ سا اداس ہوئی، انیس اس کے چہرے پر ابھرتی وہ معصوم سی اداسی دیکھ کر ہلکا سا مسکرایا مگر اس مسکراہٹ میں اب شرارت کے ساتھ ساتھ ایک عجیب سی شدت بھی شامل تھی۔

"اور تم سن کر بھی خاموشی سے چلی گئی"

وہ اس کے اور قریب جھکا کہ وہ سانس روک گئی۔

"کتنی ظالم ہو تم"

انیس کی سرگوشی اس کے لبوں کو چھوتی ہوئی گزر گئی، عرشیہ نے نظریں جھکا لیں... مگر ہونٹوں پر دبی دبی سی مسکراہٹ تھی۔

"میں چاہتی تھی تم پھر کہو... ہوش میں... عملی طور پر بھی"

وہ آہستہ سے اپنا ارمان بتاتے بولی۔

"وہ کیوں؟"

وہ مسکایا، گرفت ہر لمحہ بڑھ رہی تھی۔

"تاکہ مجھے یقین ہو کہ یہ خواب نہیں ہے، ہم دونوں کی زندگی کی سب سے حسین حقیقت ہے۔ ایسی حقیقت جسے چھوا جا سکے"

وہ اسکے الفاظ میں کھو سا جاتے مسکرایا۔

"اب سن لو..."

اس کی آواز پہلے سے کہیں زیادہ گھمبیر ہو گئی تھی۔

"میں تم سے محبت کرتا ہوں، پورے ہوش و حواس میں، اپنی تمام تر شدت سمیت۔ ہر احساس کے ساتھ... ہر حد سے بڑھ کر عاشق ہوں تم پر"

عرشیہ کی پلکیں اسکے موہنے اور جان لیوا اقرار و انداز پر لرز گئیں۔

"اور اس بار..."

وہ ذرا سا جھکا، ان کے درمیان فاصلہ سانس جتنا رہ گیا۔

"تمہیں کہیں جانے نہیں دوں گا..."

اس کی سانسیں عرشیہ کے ہونٹوں سے ٹکرائیں تو وہ بے اختیار پتھر ہو گئی۔

"اب اگر تم نے دوبارہ مجھ سے دور ہونے کی کوشش کی ناں"

اس نے آہستہ سے اس کی ٹھوڑی اک ہاتھ سے پکڑ کر اٹھائی۔

"تو اس بار روکنے کا طریقہ بھی وہی ہو گا جو تمہیں سب سے زیادہ کمزور کرتا ہے۔"

عرشیہ نے چونک کر اسے دیکھا، اسکی آنکھوں کے گوشے گلابی تھے۔

"کون سا طریقہ؟"

انیس کے ہونٹوں پر ہلکی سی جان لیوا مسکراہٹ آئی جب وہ ڈراڈرا منمنائی۔

"یہی..."

وہ اقرار، شدت اور محبت کی حدوں کو چھو کر اسکی آنکھوں میں دیکھتا اسکی جانب لپکا تھا۔

"م۔ محتاط۔۔۔۔۔ گستاخ"

وہ اسکی شدتوں سے گھبرا کر منمنائی تو انیس دور ہوتے ہنسا۔

"تمہاری سوچ سے زیادہ محتاط آدمی ہوں میں۔ تم نے ابھی مجھے سمجھا اور دیکھا ہی کہاں ہے۔ تمہارے ہوش اڑ سکتے ہیں مگر میرے نہیں۔ کیونکہ میرے تو دل میں بھی ایک عدد دماغ ہے۔ کیا سمجھی"

وہ اسکی شوخیوں پر لجایا سا مسکرائی۔

"ہوش تمہارے اڑ گئے تو؟ سب الٹا پڑ گیا تو؟"

وہ اسے شرما کر بھی ڈرا رہی تھی، اف اس لڑکی کی یہ ادائیں۔

"تو تم ہوش پکڑ لینا۔ میری سمجھدار جان"

وہ اسکو اپنے گلے شدت سے لگاتا لاڈ و پیار سے دھت ہوا تو عرشیہ کی مسکراہٹ یوں ہونٹوں پر آئی جیسے شاخ جان پر انیس کی بے قراریوں نے پھول ٹانک دیے ہوں اور ایسا کیسے ممکن تھا کہ یہ پھول، ان دونوں کے جسموں کو نہ مہکاتے؟۔

عرشیہ کے معصومانہ فرار برقرار تھے پر وہ بھی بہت سی ناکام کوشوں کے بعد کامیاب ہو گیا۔

ہائے زہے نصیب!۔

.._____..

منائم دنکو سو گئی تھی، اسکی آنکھ کھلی تو اس کو محراب نے ہلکا پھلکا ڈنر کروا کے میڈیسن دی جسکی غنودگی پر وہ پھر رات تک سوئی رہی، خضر بھی آج گھر نہ آسکا تو محراب کا ڈنر میں مہویر نے ہی ساتھ دیا، پھر وہ بھی تھکن محسوس کر رہا تھا تو کمرے میں آکر منائم کے پہلو میں لیٹ کر اپنے فون پر کچھ ٹریڈنگ کا کام کرنے لگا، لیکن گاہے بگاہے وہ سوئی منائم پر فکر سے اٹی نگاہ ڈالتا خاص کر اسکے چکروں کی وجہ سے، وہ جلد از جلد کنفرمیشن چاہتا تھا، منائم کے کسمسانے پر مہویر نے اپنی فکریں سمیٹ کر جان بوجھ کر فون سائیڈ رکھا اور نیچے ہو کر زرا لیٹ کر آنکھیں بند کر گیا، دیکھنا چاہتا تھا وہ اسکے سونے پر کیا

کرتی ہے، منائم نے کروٹ مہویر کی طرف بدلی تو اس کی مندی مندی آنکھیں آہستہ سے کھلیں۔ سامنے مہویر کو گہری نیند میں دیکھ کر اس کے لبوں پر ہلکی سی خمار آلود مسکراہٹ ابھری، چند لمحے وہ بس اسے دیکھتی رہی، اس کے چہرے کے مضبوط خدوخال، پلکوں کی ہلکی جنبش، اور سانسوں کی دھیمی رفتار جیسے منائم کے دل کو عجیب سی نرمی میں لپیٹ رہے تھے، وہ آہستہ سے ذرا اور قریب سرک آئی۔

پھر جھجکتے ہوئے اس نے انگلیوں کی پوروں سے مہویر کے ماتھے پر آئے بالوں کو ذرا سا پیچھے کیا۔

"شوخے"

وہ سرگوشی میں بڑبڑائی، مہویر بدستور ساکت لیٹا رہا۔

منائم نے ایک لمحہ اسے پھر غور سے دیکھا، جیسے یقین کر رہی ہو کہ وہ واقعی سو رہا ہے، پھر وہ آہستہ سے اسکے چہرے پر جھکی۔ سب سے پہلے اس نے اس کے ماتھے پر ایک نرم سا بوسہ رکھا۔

پھر اس کی بند پلکوں کے پاس ہونٹوں کا لمس رکھتے مسکائی۔

"معاف کر دیا میں نے آپکو۔"

وہ مدھم سی مسکراہٹ کے ساتھ بڑبڑائی، اس کے بعد اس کی نظر مہویر کے ہونٹوں پر ٹھہر گئی، اب معاف کرنے کا ثبوت بھی تو دینا تھا۔

چند لمحے وہ جھجکی جیسے خود سے ہی اس بے باکی کی اجازت مانگ رہی ہو، پھر آہستہ سے جھک کر اس نے مہویر کے ہونٹوں پر ہلکا سا پیار نچھاور کیا۔

اور فوراً پیچھے ہٹ گئی کیونکہ اسکی گالوں پر سرخی پھیل گئی تھی۔

وہ خود ہی شرمندہ سی مسکرائی پر جسے وہ گہری نیند میں سمجھ رہی تھی، اس شخص کے ہونٹوں کے کنارے پر ایک نہایت ہلکی سی مسکراہٹ پہلے ہی جنم لے چکی تھی۔

"کچھ چاہیے؟"

منائم نے اپنا ہاتھ فوری کھینچا جو بے دھیانی میں مہویر کے جیسٹ پر جا ٹھہرا تھا، وہ مہویر کے مسکراتے سوال پر فوری اپنا ہاتھ کھینچ گئی، امید نہ تھی وہ جاگا ہوا ہو گا ورنہ وہ تو اسے مزید پیار کرنے کا سوچ رہی تھی۔

"شٹ آپ"

منائم نے منہ پھیرتے کروٹ لی اور فوری ٹکا سا جواب دیا۔

"مطلب میں اپنا منہ بند کروں اور خاموشی سے تمہیں مل جاوں؟"

وہ اسکے اپنی جانب جھک کر سرگوشی کرنے پر سرخ رو ہوئی، گالوں میں گلاب اترے۔

"مجھے کیوں ملنا ہے آپ نے؟"

وہ کروٹ پھیرے پھیرے انجان بنی۔

"کیونکہ اتنے دن بعد تم نے خود مجھے چھوا۔ چالاکو ماسی۔ تمہارا اشارہ بھی تمہاری طرح کیوٹ ہے۔ پر وہ کیا ہے میں بزی ہوں"

مہویر نے اپنی نزدیکی سمیٹ کر اپنے کام کی طرف اشارہ کیا جس پر منائم نے گردن پھیر کر گھوری دی۔

"آپ اس لائق ہی نہیں کہ آپکو معافی ملے۔ اٹھیں۔ نکلیں میرے روم سے"

وہ اٹھ کر تکیہ اٹھا کر مہویر کے منہ پر برسا گئی۔

"یہ کمرہ بھلے میرا نہ ہو پر اس کمرے کی مالک سر سے پیر میری ہے۔ لیکن میری شرط برقرار ہے۔ جب تک تم میرے ساتھ ہو سپٹل جا کر چیک آپ نہیں کرواتی۔ میں معافی کے باوجود پاس نہیں آوں گا۔"

وہ ضدی ہوا۔

"مت آئیں۔ میں کونسا مری جا رہی ہوں آپکے قریب آنے کو؟"

منائم نے بھی لڑنے کو پنجے لڑائے۔

"ہاں اسی لیے کوئی میری نیند کا فائدہ اٹھائے اپنی گلاب سی پنکھڑیوں کے بے باک جوہر دیکھا رہا تھا"

مہویر نے بھی ہاتھ بڑھا کر اسکی پھولیں گالیں پکڑ کر اچھے سے دبوچ ڈالیں۔

منائم نے اس کے مضبوط اور خوبصورت ہاتھ کو جھٹکنے کی کوشش کی مگر مہویر کی انگلیاں اس کے گالوں کو ہلکے مگر مضبوط حصار میں لیے ہوئے تھیں۔

"چھوڑیں مجھے!"

وہ جھنجھلا اٹھی، مہویر نے اسکی چوری پکڑلی تھی تبھی اسکے گال مزید سرخ ہو گئے۔

مہویر نے اس کی آنکھوں میں جھانکا، ہونٹوں پر ہلکی سی شرارتی مسکراہٹ تھی، جو اس نے منائم کے ہونٹوں پر لمس کی صورت زبردستی نچھاور کرتے کرتے اپنا منہ عین وقت پیچھے کرلیا، اس نے منائم کا یہ ضبط آزمایا جس پر وہ اندر تک سلگی۔

"کیوں چھوڑوں؟ ابھی تو تمہاری یہ سرخی دیکھ کر یقین پختہ ہو رہا ہے کہ کچھ نہ کچھ تو راز ہے جسے تم اپنے وجود میں چھپا رہی ہو"

مہویر کے آزمانے اور ستانے پر منائم نے فوراً نظریں چرالیں۔

"آپکو ہر چیز میں راز ہی کیوں نظر آتا ہے؟"

وہ غصے و کوفت سے بڑبڑائی، مہویر نے اس کے گال چھوڑ دیے مگر ہاتھ ابھی بھی اس کی گردن کو چھوتے، منائم کو بہکانے کو اسکے قریب تھے۔

"کیونکہ تم سیدھا جواب نہیں دیتی۔"

وہ ذرا جھکا اور اس کے چہرے کے برابر ہو کر بیٹھا کہ دونوں کی سانسیں آپس میں گڈمڈ ہونے لگیں۔

"اور جب تم یوں گھبرا کر نظریں چرا رہی ہو تو شک اور بھی بڑھ گیا"

منائم نے جھٹ سے اس کی طرف دیکھا۔

"میں کیوں گھبراؤں گی؟"

اس نے قدرے اونچی آواز میں کہا، مہویر کی مسکراہٹ اور گہری ہو گئی۔

"اچھا؟"

وہ آرام سے مگر اٹھلا کر بولا۔

"تو پھر مسئلہ کیا ہے؟ ایک سادہ سا چیک اپ ہے۔ ہو جائے گا تو تمہاری یہ بہادری بھی ثابت ہو جائے گی۔"

منائم نے اسکے ہاتھ پرے جھٹکتے تکیہ اٹھا کر اس کے سینے پر دے مارا۔

"آپکو ہر بات مذاق لگتی ہے!"

وہ خفگی سے بولی، مہویر نے اسکے ہاتھ سے فوری تکیہ پکڑ لیا۔

"مذاق نہیں کر رہا میری جان"

اس کا لہجہ اب سنجیدہ تھا۔

"تو پھر؟"

وہ بھیگی سی ٹون میں بولی۔

"میں واقعی فکر مند ہوں۔"

یہ سن کر منائم چند لمحے خاموش رہ گئی، اس کے اندر وہی خوف پھر سر اٹھانے لگا۔

"میں نے کہانا کچھ نہیں ہے۔"

وہ دھیمی آواز میں اپنے موقف پر ڈٹ کر اپنی بات پر زور دیے بولی، مہویر نے گہری نظر سے اسے دیکھا۔

"منائم... تمہارا یہ ضدی انداز مجھے دھوکہ نہیں دے سکتا۔"

وہ اپنا ہاتھ اسکی گردن اور بالوں کے بیچ پھنساتا اسکی پیشانی اپنے ماتھے سے جوڑتا جذب سے بولا۔

"تم ڈری ہوئی ہو کہ مجھ سے روٹھنے کے باوجود مجھے دنیا کی سب سے بڑی خوشی نہ دے بیٹھو۔ ظالم لڑکی"

منائم کی سانس اسکے جذبات سنے ایک لمحے کو رک گئی۔

"بکواس مت کریں مہویر۔۔ک۔ کس قسم کا پاگل پن شروع کر رکھا ہے"

وہ فوراً بولی مگر آواز اتنی مضبوط نہ تھی، مہویر نے سر ذرا سا ٹیڑھا کیا۔

"ٹھیک ہے۔"

وہ اچانک پیچھے ہٹ گیا، منائم کا دل سا بیٹھا جب وہ بیڈ سے اٹھنے لگا۔

"میں زبردستی نہیں کروں گا۔ تم میری جان ہو۔ زبردستی بھی سختی میں آتی ہے جو میں نہیں کر سکتا"

وہ اس سے دور ہوتا، اپنا تکیہ لے کر منائم کے سامنے صوفے کی طرف بڑھا۔

"جب تک تم میرے ساتھ ہسپتال نہیں چلو گی، میں تمہیں چھوؤں گا بھی نہیں۔"

وہ اپنا تکیہ صوفے کے کنارے رکھتا، سنگدلی کی حدیں پار کیے بیٹھا اور منائم کی آنکھوں کی اداسی کو چنداں اہمیت نہ دیے وہ وہیں لیٹ کر اپنے فون کی سکرین اوپن کر گیا، منائم نے اداسی اور غصے کی ملی جلی کیفیت سے اس آدمی کو دیکھا پھر واپس تکیے پر سر رکھے لیٹی۔

"مت چھونا، میں تو چاہتی ہی یہی ہوں"

وہ سینے پر ہاتھ رکھے، فانوس کو انتقامی انداز میں دیکھتی بڑبڑائی تو مہویر کے لبوں پر تبسم مچلا۔

"تم کیا چاہتی ہو وہ کچھ دیر پہلے بتا چکی ہو میری بکری۔ میٹھی کسیز تھیں ویسے۔ تم خود جب مجھے پیار کرتی ہو اسکا سرور ہی الگ ہے۔ مجھے بھی سخت کریونگ ہو رہی ہے اب تمہاری اور تمہارے پیار کی مگر میں سخت لونڈا ہوں تو صبر کروں گا۔ جب تک تم میری بات نہیں مانتی، میں کنٹرولڈ ہسبنڈ رہنے والا ہوں"

وہ اپنے کام میں مصروف مسلسل دل جلا بنے بولتا گیا پر منائم کا دل چاہا کچھ اٹھا کر اس آدمی کے سر پر دے مارے۔

منائم نے تکیے پر سر رکھے رکھے آنکھیں بند کر لیں، مگر مہویر کی ہر بات اس کے دل پر چبھ رہی تھی۔

"کنٹرولڈ ہسبنڈ...!"

وہ دانت پیس کر سوئی سوئی بڑبڑائی۔

پھر اچانک اس نے کروٹ بدلی اور صوفے کی طرف گھور کر دیکھا۔

"بڑا فخر ہو رہا ہے آپکو اپنی اس سنگدلی پر؟"

مہویر نے فون کی سکرین سے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا، آنکھوں میں شرارتی چمک اب تک ناچ رہی تھی۔

"سنگدلی؟"

وہ ہلکا سا ہنسا۔

"ہاں؟"

وہ سرکشی سے گھوری۔

"یہ تو ضبط ہے میری جان۔"

منائم نے تکیہ اٹھا کر اس کی طرف پھینکنے کا ارادہ کیا مگر پھر خود کو روک لیا۔

"ضبط نہیں، ضد ہے آپکی۔"

وہ تلخی سے بولی، آواز تھوڑی غم زدہ تھی کہ اتنے دن سے معافی پانے کو تڑپ رہا تھا اب جب معافی مل رہی ہے تو ڈرامے کر کے دور ہو گیا ہے۔

مہویر نے فون ایک طرف رکھا اور صوفے پر ذرا سا ترچھا ہو کر محبوبیت سے منائم کو دیکھا۔

"ہاں، ہے۔"

اس نے بالکل سنجیدگی سے مان لیا۔

"کیونکہ مجھے تمہاری فکر ہے جان"

اسکے استحقاق پر منائم چند لمحے خاموش رہی مگر اگلے ہی پل اس نے منہ پھیر لیا۔

"فکر ہوتی تو مجھے یوں تڑپاتے نہیں۔"

اس کی آواز مدھم ہوئی کیونکہ یہ منائم نے خود سے سرگوشی کی۔

مہویر کے ہونٹوں کی مسکراہٹ، سرور و تسکین میں بدلی کیونکہ کان کے پردے پتلے ہونے کے سبب وہ منائم کی یہ سرگوشی سن چکا تھا۔

"تمہیں تڑپا رہا ہوں واقعی؟"

وہ آہستہ سے بے خود لہجے میں اسے تاڑتے بولا۔

"یا تم خود کو خود تڑپا رہی ہو؟"

منائم نے فوراً پلٹ کر اس فلرٹی کو گھورا۔

"میں کیوں خود کو تڑپاؤں گی؟"

مہویر نے اسکے چبھتے سوال پر معصومیت کے اگلے پچھلے ریکارڈ توڑتے کندھے اچکائے۔

"کیونکہ تم ایک ضدی لڑکی ہو۔"

وہ سکون سے بولا کہ ماحول پر سکتہ سا چھایا۔

"اور تمہیں لگتا ہے اگر تم مان گئی تو میں جیت جاؤں گا۔"

منائم کی آنکھوں میں چنگاریاں سی لپکیں۔

"آپکو ہر چیز مقابلہ لگتی ہے۔"

وہ غصے سے دانت پیسے بولی، مہویر نے مسکرا کر سر ہلایا۔

"نہیں میرا دل، میری سانس۔۔میری روح"

وہ ذرا آہستہ محبت و پیار میں دھت ہوتے بولا۔

"یہ مقابلہ نہیں ہے، یہ تمہاری صحت کا معاملہ ہے۔"

کمرے میں چند لمحوں کی خاموشی چھا گئی، منائم نے نظریں چرا لیں، مہویر نے پھر فون اٹھا لیا جیسے واقعی اس نے بات ختم کر دی ہو۔

منائم نے بے اختیار اسے دیکھا، وہ واقعی اس کی طرف دیکھ بھی نہیں رہا تھا، اس کے دل میں عجیب سی خلش جاگی۔

"اچھا!"

وہ اچانک اسے مخاطب کیے بولی۔

"ہاں تو"

مہویر نے نظر اٹھائے بغیر کہا۔

"اتنی ہی کریونگ ہے ناں؟"

اس نے طنزیہ انداز میں مہویر کی طرف نظریں گمائیں جیسے وہ ہاں کرے گا تو پکے پھل کی طرح ٹوٹ کر اسکی گود میں آ گرے گی۔

"ہاں ناں۔ میں نے اتنے دن سے تمہیں محسوس نہیں کیا۔ تمہارے جسم کی خوشبو کسی تیز نشے کی طرح تھی جسکی کمی پر میرا بدن ٹوٹا پڑا ہے۔ تمہارے ہاتھوں کی گرم جوش لپک جو میرے وجود پر سفر کرتی تھی اس کی شدید طلب ہے"

منائم نے تکیہ ایک طرف پھینکا اور بستر پر سیدھی ہو کر زرا اٹھ کر اس ترسے آدمی کو گھوری کیونکہ وہ اپنا آپ پیش کرنے سے تو رہی۔

"تو پھر صبر کریں۔۔۔ اپنی ضد ختم ہونے تک"

وہ غصے سے اسکے ترسے جذبات سنے غرا کر بولی۔

"کیونکہ میں کہیں نہیں جا رہی سنا آپ نے؟"

وہ ضدی بنی لیٹی تو مہویر نے چند لمحے اسے دیکھا، پھر آہستہ سے مسکرا دیا۔

"ٹھیک ہے۔"

وہ دوبارہ فون کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"دیکھتے ہیں پہلے کون ہارتا ہے۔"

اس کی آواز میں عجیب سا اطمینان تھا جیسے یقین ہو منائم رات ہی قریب آکر اپنا حق مانگ لے گی۔

منائم نے غصے سے کمبل اپنی طرف کھینچا۔

"بے شرم آدمی!"

وہ منہ ہی منہ میں بڑبڑائی۔

مہویر کے لبوں پر خاموش مسکراہٹ نشاط کا اثر لیے پھیلی۔

"اور تم مجھے بے شرم آدمی بنانے والی"

وہ آہستہ سے اسکے کان کی لو تک اسے سرخ کر گیا، منائم نے لاحول پڑھتے کمبل اپنے منہ تک تان کر کھینچا اور مردہ سا بن گئی جیسے سو گئی ہو جبکہ مہویر کتنی دیر مسکراتا چلا گیا۔

.._____..

کمرے کی بند شیشے کی کھڑکیوں کے برابر ہوئے پردے اور مہکتا ہر اک کونہ، پھر ہلکی سی درز سے باہر دھیمی لے پر پھوٹتی سحر اور دلفریب اور فسوں خیز خاموشی نے آج کی صبح کو حسین تر رومانیت بخش دی تھی، کمرے میں ہوئی انورٹر سے پھیلتی حرارت کم کرنی پڑی تھی جب ان دونوں کے بیچ کا رشتہ اپنی تمام تر حدت کے شدتوں کا رخ اختیار کرتا چلا گیا، یہ سچ ہے جو افسانے طے شدہ ہوں، جو ربط بننے لکھے جا چکے ہوں وہ کسی حدود بندی یا احتیاط تلے دب نہیں سکتے۔

انیس کی بازو پر کروٹ پر لیٹی عرشیہ نے جب کروٹ لے کر انیس کی جانب پلٹ کر اسکے پیٹ پر اپنا ہاتھ رکھتے اسکی جانب سمٹ کر چھپنے کی کوشش کی تو انیس کی گہری نیند، اسکے یوں ساتھ آ لگنے پر پہلے کسی ریشمی ڈور کی طرح نازک ہوئی پھر ٹوٹی تو وہ آنکھیں کھولتے ہی اسکا چہرہ اپنے بے حد قریب دیکھتے مسکراتے جاگا، جب انیس کی نگاہیں اسکے ملائم اور خوبصورت ہونٹوں پر جا ٹھہریں جنکا رنگ آسمانی عنائیتوں کو اپنے دامن میں سمیٹی زمین سا بدل چکا تھا، اس لڑکی کے بکھرے بال، گلابی ہوتا چہرہ، اب تک اسکی بھاری سانسیں، اس شخص نے اپنی پہلی ہی قربت میں بتا دیا تھا وہ اسکے لیے کس قدر جنونی ثابت ہو سکتا ہے۔

"میری لُما"

انیس نے ہاتھ بڑھا کر عرشیہ کی گردن پر بکھرے بال انگلیوں میں الجھا کر اپنے ہاتھ میں پھنسا کر پیچھے سرکائے ہی کہ اس لڑکی کی گردن اور کندھوں پر پھیلی سرخائی، اس شخص کو بے خود تبسم دے بیٹھی اور نا جانے کیسا اس

شخص کی پُر تپش نگاہوں کا اثر تھا کہ اسکی میٹھی سی چبھن نے عرشیہ کے نیم سوئے حواس بھی تب جگائے جب انیس نے بے اختیار اسکا رخسار چہرے کی طرف جھکا دیتے چوما۔

"مت کرو تنگ۔۔۔ تم پھر شروع ہو گئے انیس غانم علوی"

وہ سوئے سوئے انداز میں اپنے آپ کو اسکے حملوں سے بچا کر کروٹ بدلنے ہی لگی جب انیس نے ایک ہاتھ اسکی کمر کے نیچے اور دوسرا اوپر کی طرف سے حائل کر کے اسکی بیک پر ہاتھ لپیٹتے عرشیہ کو خود سے لگا کر اسکا فرار ناکام کیا، وہ فوراً آنکھیں کھولتی جھینپی نگاہوں سے اسے دیکھ بیٹھی جو اسکے بقول اسکی ہر آتی جاتی سانس میں پیروں سمیت آبسا تھا۔

"میں رکا ہی کب ہوں خاتون۔۔۔ تمہیں میرے پاس اتنی نیند آ کیسے رہی ہے حالانکہ میں نے تو تمہاری نیند اجاڑ کر رکھ دی تھی، اتنی ہمت اور اعتماد کہاں سے لائی ہو"

وہ منتشر سانسوں سمیت ضرورت سے زیادہ بھاری لہجے میں بولتا اسکے پہلے سے لمس کی چاشنی میں نہائے ہونٹوں کی جانب لپکا، اسکی ہر پیش رفت پہلے سے دگنی گرم جوش ہو رہی تھی اور یہ شدت محسوس کن تھی کہ وہ ہانپ جاتی اپنے اور اس کے بیچ فاصلہ سمیٹے اس میں چھپنے کو جگہ ڈھونڈنے کو مچل اٹھی۔

"ا۔۔انیس۔۔تم اس روپ سے جلد از جلد نکل آو ورنہ میری سانس رک جائے گی۔"

وہ اسکی گردن میں چھپ کر معصومانہ مزاحمتی انداز اپناتی منمنائی مگر انیس کی بازووں میں اسکا مخملی وجود ہر پل بھینچ رہا تھا، جسکا مطلب یہی تھا وہ اسکی موجودگی سے ملتی تسکین سے ابھی زرا بھی سیر نہیں ہوا، وہ اسکی ہر طرح کی قربت سے فیض یاب ہونے کے بعد مزید تشنہ ہو گیا ہے، اس وقت پر اس پر عرشیہ المیر کا نشہ سر سے پیر حاوی تھا، یہ خمار ہٹتا تو یقیناوہ اپنے گزشتہ شب

بڑھتے قدموں کو سوچتے ایک بار تو ضرور پچھتاتا کہ یہ کیا غضب ڈھا چکا ہے، اور یہ کیا قہر اس لڑکی نے ڈھلنے کی اجازت دے دی تھی۔

"مجھے تمہارے سوا اس وقت کچھ نہیں چاہیے۔ مجھے تو لگتا ہے آکسیجن بھی مجھے تم سے ہی مل رہی ہے۔ دور ہو کر اپنی سانس بحال کر لو گی پر میرا کیا عرشیہ المیر۔ مجھے تم سے یونہی مذاکرات کرنے ہیں۔ یہ والے جو رات سے اب تک جاری و ساری ہیں۔ تمہیں نہیں لگتا ابھی ہمارے سارے تنازعات حل نہیں ہوئے؟"

وہ اسکی کان کی لو پر جھکتا سخت بے خود ہوتے بڑبڑاتا گیا جس پر وہ بھی زرا ہوش میں اپنے آپ کو دقت سے لاتی زرا سا اسکے چہرے کے مقابل ہوئی حالانکہ دل دونوں کے اب تک ایک دوسرے کے لیے تمام تر بے چینی و تشنگی کے سنگ دھڑک رہے تھے۔

"تنازعات؟ ایسا کچھ تھا کیا؟"

وہ نرم، مخملی سرگوشی کر گئی، اگلے ہی لمحے انیس نے اسے اپنی بانہوں میں کھینچ لیا، اس کا نرم وجود اس کے سینے سے لگا تو دونوں کی سانسیں ایک دوسرے میں الجھ گئیں۔

"ہاں۔ دنیا تھی ہمارے بیچ اور دنیا کی مجبوریاں۔ تم کس قدر خوبصورت ہوتی چلی گئی اس ایک رات میرے دیکھتے ہی دیکھتے۔ بتا نہیں سکتا تمہیں لُما۔ میں نے اپنی ہر تکلیف تمہارے قریب آتے آتے کم ہونے سے مکمل مرتی ہوئی دیکھی۔ تم مبارک رہو گی میر ادل کہتا ہے۔ تم اک برستی طوفانی رات کا وہ پر سکون منظر بنی جو ایسے ہر قہر کو لمحوں میں خود بھی جذب کر سکتا ہے۔ تمہاری اہلیت دیکھی تو میں دنگ رہ گیا۔"

وہ اسکا ماتھا جذب سے چومے عرشیہ کی منتشر سانسوں میں اک ٹھہراو لے آیا، وہ آنکھیں موندے مسکرائی، اس نے اپنے ہاتھوں کی گرفت انیس کے اطراف جکڑی کیونکہ وہ اب خود بخود ایک دوسرے میں جذب ہو جانے کے مرحلے سے گزر آئے تھے۔

"ہ۔ ہوش میں آو گے تو یہ سارے اچھے لفظ واپس چھین لو گے جانتی ہوں۔ میرا ڈراہوا شیر۔۔۔"

وہ اسکے لمس سے سکون پائے زرا دور ہوئی تو انیس کی آنکھوں میں اپنی گلابی گوشوں والی گرے آنکھیں جما کر بولی۔

"واپس دے دو گی کیا۔ یہ اعزاز و اعتراف سنبھالنے کب سیکھو گی۔ یہ اعزاز کے تم میرا سکون بن چکی ہو۔ اب کبھی بے سکونی نہیں بنو گی۔ یہ اعتراف کے مجھے تم سے مل کر اپنا آپ مل گیا۔ کیا یہ سب واپس دینے والی چیزیں ہیں؟"

وہ اسکی ناک سے ناک مس کرتا اسکی سانسوں میں سانسیں کھینچ کر جھنجھلائے ہوئے بولا تو عرشیہ گزشتہ شب کے ہر لمحے کو ایک ساتھ سوچتے اپنے گال فوری گلابی کر بیٹھی۔ اسکے رنگ بدلتے رخساروں کو وہ اتنا تو چوم ہی

چکا تھا کہ وہ انیس کے ہونٹوں کی گرم حدت اور بے خود چاہت کے بری طرح عادی ہو چکے تھے۔

"میں تو کبھی نہیں دینا چاہتی لیکن ابھی تم پر میرا خمار چڑھا ہے، یہ اترے گا تو تم گھبرا جاو گے۔ تمہیں سر سے پیر تک جان چکی ہوں۔ تمہارے اس دل تک جھانک چکی ہوں۔ اب تم مجھ سے رہے سہے بھی چھپے یا اوجھل نہیں رہے، اس لیے مجھے لگتا ہے یہ نشہ اترا تو میں بھی ایسی نہیں رہوں گی جیسی اس وقت پُر اعتماد ہوں۔ شاید اس لیے کہ ابھی تم مجھے میرے ہی جسم کا حصہ لگ رہے ہو۔ ورنہ یہ بہت شرم والی سچویشن ہے۔۔۔ اور تم جانتے ہو ناں مجھے اور م۔۔ میری شرموں کو"

وہ اسکے برہنہ سینے پر ہاتھ پھیرتی، اسکے گرم جسم کی حرارت، خوشبو اور مدہوش کرتی اپیرنس سب کو محسوس کرتی نظریں حیا سے جھکاتے بولی تو انیس نے اسکی یہ والہانہ جذبات سے اٹی باتیں مسکرا کر سنیں۔

"میں بس اپنے آپ کو اور اپنی خواہش کو جانتا ہوں۔ اور وہ تم ہو۔ اگر تمہارا نشہ مجھے میری ہر فکر، ڈر اور پریشانی بھلا دے تو میں اسی میں دھت رہنا چاہوں گا۔ تمہیں میں نے پا ہی لیا فائنلی۔ تم مجھے پوری مل گئی۔ تم جانتی ہو عرشیہ، میں نے اپنے ہر ڈر کے باوجود ہمارا ایک ہونا ایسا ہی چاہا تھا۔ کہ تم مجھے کسی دن سب بھلا دو اور میں بے بس ایسا ہو جاوں کہ تمہیں اپنا بنانے کے سوا کسی لائق نہ رہوں۔ تھینکیو سو مچ۔ مجھے میری خواہش کی طرح میسر ہونے کے لیے"

وہ بھاری بوجھل لہجے میں کہتا ہوا عرشیہ کی رخسار پھر سے اپنے ہونٹوں سے چھو کر اسے سکون و آرام بخشتا چلا گیا اور یہ لمس کی توبہ شکن ترسیل اس حد تک خدوخال میں جذب ہوئی جتنی عرشیہ سہہ سکتی تھی، پھر گھبرا کر خود ہی اسکے حصار کو توڑنے کو اپنے اطراف جکڑے انیس کے ہاتھ پکڑ کر ہٹا کر زرا دور ہوتے انیس کی شرٹ میں چھپے اپنے برہنہ دائیں شانے کو چھپاتے کھسک

کر زرا اٹھے انداز میں تکیوں سے لگی ہی جب انیس کی نگاہوں کی لپک نے عرشیہ کی ٹانگوں تک کپکپی دوڑادی۔

"ہوش میں آجاو اب۔۔۔۔ تمہارا تھینکیو سر آنکھوں پر لیکن میں اسے کسی اور وقت قبول کرلوں گی۔ا۔۔ابھی مجھے جانا ہے۔بے خودی زیادہ حاوی ہو جائے تو ہوش واقعی لوٹنے میں مدت لگا دیتا ہے۔اور بھولو مت، مجھے تم سے ہوش میں رہ کر پیار کرنا یاد نہیں رہے گا اگر مزید مجھے یونہی قید رکھو گے۔مسئلہ بن جائے گی عرشیہ المیر۔۔۔مسئلہ۔۔۔"

وہ اپنے پیر نیچے اتارتی اسکو دھیان یکجا کرنے کا کہتی انیس کو دیکھتے سرخ رو ہوئی جب اس اسٹائل سے لیٹے آدمی کی نظریں عرشیہ کے سراپے پر تیر سی گڑھیں، وہ اسے اسطرح کبھی امیجن تک نہیں کر سکتا تھا اور اب وہ جس خلیے میں اسکے سامنے تھی وہ انیس میں شوق کے جذبات کا والکینو بھڑکا رہا تھا۔

"یہ مسئلہ اتنا سنگین بھی نہیں جسے سلجھا نہ سکوں۔ میرے پاس آو میں تمہیں فرصت سے حل کروں"

وہ بازو پھیلائے اب تک اسکے لیے اول لمحے سا بے قرار اور بے چین ہے یہ عرشیہ کی دھڑکنیں غیر محسوس انداز میں تیز کرنے کا باعث تھا۔

"تم مجھے مت حل کرو۔ میں سلجھ گئی تو تمہیں اپنے بغیر سانس بھی نہیں لینے دوں گی۔ تمہیں خوشی ہے میں تمہیں مل گئی۔ مجھے بھی سکھ نصیب ہوا کہ ہمارے بیچ کچھ تو نارمل ہے، یہ سب میں نے اتنا خوبصورت، اتنا مکمل، اتنا شدید، اتنا پیارا، اتنا نایاب نہیں سوچا تھا انیس۔۔۔ نجانے بعد میں عرشیہ المیر کے پاس ہمت بچے نہ بچے یہ کہنے کی اس لیے ابھی سن لو کہ مجھے تم سے ایسا سکون ملے گا میں نے سوچا بھی نہیں تھا۔"

وہ بیٹھے بیٹھے جھک کر انیس کے چہرے پر جھکی، اسکے سر کے بالوں میں ہاتھ کی انگلیاں داخل کرے، اسکی پیشانی پر بکھرے بال سمیٹے اپنے ہونٹوں سے اسکا

ماتھا چومتی پیچھے ہٹی ہی جب انیس نے اسے واپس اپنے چہرے پر جھکا کر اپنا سکون جی بھر کر وصول کرتے اسکو تب دور ہونے کی اجازت دی جب خود انیس کی سانس بے ترتیب ہوئی۔

دونوں کی آنکھوں میں خمار چھٹنے کے اثرات بیدار ہو رہے تھے اور اس سے پہلے یہ نشہ یہیں پہلو میں اترتا، وہ اپنا اطلسی وجود لیے اٹھ کر وہاں سے چلی گئی، انیس نے بھی گہرا سانس بھرتے خود کو واپس تکیے پر گراتے دونوں ہاتھ اپنے چہرے پر پھیرے، وہ اندر واش روم میں آتی گھبرائی، مسکرائی سی دروازے سے جا لگتی اپنی دونوں ہتھیلیاں اپنے رخساروں سے لگا گئی جو شدید گرم ہو رہے تھے۔

خمار چھٹا تو عرشیہ کو لگا اسکے پیروں سے جان سی نکل رہی ہے۔

بہر حال ہمت کیے اس نے فریش ہو کر بال اندر ہی ڈرائے کیے، ڈارک مسٹرڈ کلر کا کو آرڈ سیٹ پہنے وہ فلیٹ گرم سلیپرز پہن کر باہر آئی تو انیس

ویسے ہی لیٹا فون پر کچھ دیکھ رہا تھا جب عرشیہ پر نگاہیں گئیں تو فون ہاتھ سے چھوٹ کر بستر کی تہہ میں گر اُ اور جذب ہو گیا۔

وہ اپنے بال سٹریٹ کرنے کی تیاری کرتی بلکل خاموش سی تھی، اسکا چہرہ ابھی تک گلابی تھا، ہونٹ بھی رنگت بدلے ہوئے تھے۔

"تمہارے معاملے میں اتنا بے احتیاط و بے اختیار کیسے ہو گیا میں لُما۔؟"

وہ اسکی آواز میں اترا پچھتاوا سنے گہرا سانس بھر گئی لیکن باخدا جانے کیسی کیفیت تھی کہ وہ مسکرا دی۔

"تم میرے معاملے میں سب سے زیادہ محتاط ہونا چاہ رہے تھے جو غلط تھا تبھی"

وہ سٹیٹنر آن کیے اپنے بالوں کو دو پورشن میں بانٹ کر مسکراتے بولی۔

"تم ہو ہی ایسی۔ احتیاط و اختیار باخدا اضافی لگے، ایون یہ تم سے زیادتی ہو جاتی اگر میں ایسا کرتا۔ ہے ناں عرشیہ ؟"

وہ متفکر انداز میں بولا کیونکہ اسے عرشیہ بہت خوش ملی تھی، پچھتاتو وہ بھی کب رہا تھا مگر یہ ایک فطری فکر جتائی جا رہی تھی۔

"ہاں اتنی پلاننگ کرنے کا کیا فائدہ ہوا جب تم نے ٹریٹمنٹ نام کی دھجیاں بکھیرنی تھیں۔ اب ویٹ کرو اپنی بے تابیوں کے رزلٹ کا۔ اچھا ہوا تمہارے ساتھ۔ میری جان چھوٹی سپین جانے سے"

وہ بلکل ہی نارمل تھی، ایون یہ عجیب کپل تھا کہ اتنے حسین مومنٹس کے بعد عرشیہ چہک رہی تھی اور انیس کے چہرے کی ہوائیاں اڑی تھیں۔

"سارا قصور تمہارا ہے۔ تم نے مجھ اچھے بھلے انسان کو بہکا دیا"

انیس نے بھی پہلے سے زیادہ کوزی انداز میں لام لیٹ ہوتے سارا ملبہ عرشیہ المیر پر ڈالا جو اپنے بال سٹریٹ کرتی پلٹ کر اسے حیرت سے دیکھنے لگی، کمینہ

اپنے کسترتی وجود سمیت پورے بیڈ پر ڈھیڑ ہو کر ویسے ہی عرشیہ کے ماتھے پر نمی گھسیٹنے کا باعث تھا، پھر پیر لحاف سے نکال رکھے تھے، شرٹ اسکی زمین بوس تھی، پینٹ صوفے پر گری تھی جبکہ اس وقت وہ صرف سیاہ باکسر میں ملبوس تھا، جناب اب انگڑائی لینے کے بعد خود بھی اٹھنے کے ارادے میں تھے، اول تو عرشیہ کو کچھ لمحے لگے اس منظر کو ہضم کیے گل ہوئی بتی کو واپس آن کرنے میں۔

"الحمد اللہ! مجھے اپنی اس کوالٹی پر ناز ہے۔ تم جیسے ڈرے گھبرائے مستقبل کی فکر میں خوامخواہ پریشان ہوئے آدمی کو دنیا جہاں بھلا دینے کا سہرا

میرے سر جاتا ہے۔"

وہ سمجھ رہا تھا وہ بھی ہوش تھامتے ہی الجھے گی پر اف اس لڑکی کے گلاب چہرے پر اک تو مکمل ہونے کا الگ ہی حسن چھایا تھا اوپر سے اسکا غرور۔ یہ تو

انیس کے یکدم اٹھنے کا اثر تھا کہ عرشیہ یوں تھی جیسے اسکا سارا لہو سوکھ گیا ہو۔

"دور رہو مجھ سے۔۔۔انیس"

وہ گھبرا کر دو قدم پیچھے ہوئی جیسے وہ اسے کھا جائے گا، انیس نے لحاف اپنے اوپر سے ہٹا کر پرے پھینکا اور اٹھتے ہوئے عرشیہ تک پہنچا مگر وہ ڈر کر سنگار میز سے جڑی، اس آدمی کے نیم برہنہ کسرتی وجود کے آگے دبی سہمی چڑیا لگ رہی تھی۔

"دور رہوں؟ کس خوشی میں۔مجھے بہکانے کی جو سزا تم پر قرض ہے اسکا کیا؟"

وہ اسکے ہاتھ سے سٹیٹنر لے کر اسکے بالوں کا کچھ والیوم ہاتھوں میں لے کر بڑی مہارت سے اسکے بال سٹریٹ کرتے بولا تو عرشیہ نے تھوک نگلتے اپنا خشک حلق تر کیا۔

"م۔ میں نے اس قربت کا نشہ اترنے سے پہلے جو کہا اسے سوچ کر میری سزا ملتوی کر دو۔۔۔ س۔۔ سچ کہہ رہی ہوں میری جان پر خطرہ ہو تم اس وقت۔۔"

وہ اسکے سینے پر دونوں ہتھیلیاں جما کر لگ بھگ منت کرا اٹھتی منمنائی، دور پار فجر کی اذانیں بھی بلند ہونا شروع ہو چکی تھیں۔

"میں اس سے زیادہ خطرناک رہا تم پر تمام رات۔ تب تو تم بلکل نہیں گھبرائی"

انیس نے اسکے رہے سہے سارے بال سیدھے کرتے پر شوق نگاہوں سے اسے تاڑنے کے بیچ پوچھا تو عرشیہ نے گھبرا کر نگاہوں کو پھیرا، اس کی بے رحم نزدیکی نے عرشیہ کے وجود کو سانس لینا بھلا دیا۔

"ت۔۔ تب رات تھی۔ اور اب یہ صبح سب گزشتہ گستاخیوں پر غلاف بن کر اتری ہے۔ تم جاوناں۔۔۔ م۔ مجھے کھل کر سانس لینا ہے"

وہ اسکی سنگت میں شدید ہانپ رہی تھی، انیس نے سٹینٹر سنگار میز کی سطح پر رکھتے اسکے سیدھے ہوئے بالوں کو اپنے ہاتھوں کی انگلیوں میں بہاتے انداز میں گزارا پھر چند صبر تھمانے کے بجائے صبر سے کھیلتے لمس اسکو بخشا ہوا پاس سے گزرنے کے ساتھ ٹاول لے کر گیا اور جیسے ہی واش روم کا دروازہ بند ہوا، وہ میز سے جڑ کر اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر سانس لینے لگی، اس شخص کی قربت نے ساری فضا کو اتنا بوجھل کر دیا کہ عرشیہ سے سانس لینا مشکل ہو گیا پھر بھی وہ سانس لینے میں کامیاب تھی کیونکہ دل تو اپنی رفتار سے بہت زیادہ ہی دھڑک رہا تھا۔

انیس نے سیدھا شاور کھولا اور اس تلے آکر کھڑا ہوا۔ پانی کی ٹھنڈی دھار اس کے کسرتی وجود پر بہتی ہوئی پٹھوں کی سخت لکیریں نمایاں کر رہی تھی۔ اس نے آنکھیں موند کر گہری سانس بھری، جیسے رات کی شدت کو پانی کے ساتھ بہا رہا ہو۔ اس کے ہونٹوں پر پھیلی ہلکی سی مسکراہٹ اس کے اندر اترتے سکون کی گواہی دے رہی تھی۔

ایک کی جان میں جان آ رہی تھی اور دوسری کی جان سے جان سرکتی محسوس ہو رہی تھی۔

ہائے!

لگ بھگ بیس منٹ تک وہ نہا کر باوضو کمرے میں داخل ہوا تو لائیٹ گرے باتھ روب پہنے اپنے ہاتھ میں پکڑے چھوٹے ٹاول سے اپنے سر کے بال ڈرائے کرنے کے بیچ نگاہیں عرشیہ المیر کے خوبصورت سراپے سے ٹکرائیں جو نماز پڑھ کر، چادر سر سے ہٹا کر اتارتے ہوئے تہہ کر کے رکھتی پھر سے سونے کا ارادہ بنا رہی تھی، عرشیہ نے اسے سرسری سا دیکھا اور بکھرے بال دونوں ہاتھوں میں پکڑ کر سمیٹتے انھیں کلا کلپ میں مقید کرنے ہی لگی جب انیس نے اسکی طرف بڑھتے عرشیہ کے ہاتھ سے وہ کلپ لے کر ڈریسنگ ٹیبل کی سطح پر رکھا اور ایک ہاتھ اسکی کمر میں لپیٹ کر اسے اپنی جانب کھینچ لیا۔

عرشیہ ہلکا سا مزاحمت کرتی مچلی مگر اس کی گرم گرفت میں جلد ہی مدہوش ہوئے ٹھہر گئی۔

انیس کے نم بالوں سے ٹپکتے قطرے اس کے رخسار کے قریب گرے تو وہ بے اختیار پلکیں جھپک کر مسکرائی۔

"کیا تم سونے لگی ہو؟"

وہ دھیمی مگر بھاری آواز میں پوچھتے بولا، اس کی سانسوں کی حدت عرشیہ کے چہرے سے ٹکرا کر اسکے جذبات پھر سے بڑھا رہی تھی۔

عرشیہ نے نظریں چرائیں، مگر دل کی دھڑکن بے قابو سی ہو گئی جب وہ اسے انتہائی رغبت سے دیکھ رہا تھا، اب وہ کیا بتاتی کہ اسکا پورا جسم نیند و آرام کی کمی پر ٹوٹ رہا ہے، آنکھیں شدید تھکی ہوئی ہیں، درد بھی کر رہی ہیں۔

"ہاں۔ مجھے نیند کی ضرورت ہے۔ تمہاری تو اب بہت سی مصروفیت ہو گی ناں؟"

عرشیہ نے اسکی آنکھیں نیند و تھکن سے خالی دیکھتے اندازہ لگاتے پوچھا تو انیس نے دونوں ہاتھ اسکی بیک پر باندھتے اسے اپنے حصار میں بھرا۔

"ہاں۔ میں نماز کے بعد جیم نکلوں گا۔ سٹوڈیو میں کچھ کام ہے۔ پھر واپس آ کر تمہارے اور سب کے ساتھ ناشتہ کروں گا، بابا سے بھی کچھ بات چیت کرنی ہے۔ عدین کو سکول ڈراپ کروں گا پھر تھوڑا اور کام ہے۔ تم سو جاو لیکن کیا میری ایکسٹرا پرسنل بیوی میرے کپڑے نکال سکتی ہے سونے سے پہلے؟"

وہ اسکی مصروفیت سننے کے بعد اتنی سیدھی اور نرم سی خواہش پر جی جان سے مسکرائی۔

وہ ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ اس سے الگ ہوئی، مگر اس کی گرفت ابھی بھی اس کی کمر پر برقرار تھی۔

"ضرور۔ تم سے بہت پیار کرتی ہوں میں۔"

اپنے دونوں ہاتھ اسکے رخساروں سے جوڑے عرشیہ نے جس جذب و محبت سے اعتراف کیا وہ انیس کے دل و روح تک سرشاری بھر گیا۔

" نظر آرہا ہے۔ ہمیشہ تمہارے اس پیار کے حصار میں رہنا چاہتا ہوں عرشیہ۔ میں تمہاری نیند خراب نہیں کروں گا مزید۔"

وہ اسکو اپنے حصار سے آزاد کرتا ہوا دور ہوتے فاصلہ بنا گیا تو عرشیہ نے اسکے باتھ روب کی پیٹ پر بندھی ڈوری میں ہاتھ پھنسا کر اسے اپنے نزدیک کھینچا۔

"تم مجھ میں یا میرے آس پاس ہوتی کسی بھی خرابی کی وجہ نہیں ہو۔ تم بس سدھار لائے ہو۔ مجھ میں، میری ذات میں، میری سانسوں اور دھڑکنوں میں۔ تم جس طرح آج ہر تکلیف اور دکھ سے آزاد جاگے ہو انیس، میں چاہتی ہوں تمہاری ہر صبح میرے ساتھ ایسی ہی آسانیوں بھری ہو۔ رہی بات میری۔ میں تو تمہاری ملکیت میں دونوں جہانوں کے لیے درج ہو گئی اور اسکا یقین ہے مجھے "

اس کے لفظوں میں اتنی سچائی اور اپنائیت تھی کہ انیس چند لمحے خاموش اسے دیکھتا رہ گیا۔ اس کی آنکھوں میں اترتی نمی اور ہلکی سی مسکراہٹ عرشیہ کے دل کو مزید نرم کر گئی۔

"تمہارا یہ یقین میں کبھی ٹوٹنے نہیں دوں گا۔ میری جان۔۔"

وہ اسکو اپنے وجود میں بساتا، عرشیہ کو جیسے اپنی جانب سے آخری حد تک پر سکون کر چکا تھا۔

"مجھے پتا ہے سڑو، زور سے ہگ بھی مت کرو میں ابھی تمہاری سوچ سے زیادہ چھوئی موئی ہوں۔ تمہارے کپڑے نکال دیتی ہوں..."

وہ آہستہ سے اپنی حالت سمجھاتی لبوں پر سمٹی مسکراہٹ چھپائے بولی اور الماری کی طرف بڑھ گئی۔ تھکن کے باوجود اس کے انداز میں نرمی اور اپنائیت جھلک رہی تھی۔

وارڈرب کھولتے ہوئے اس نے ایک نظر پیچھے ڈالی، انیس اب بھی وہیں کھڑا اسے خاموش رغبت سے دیکھ رہا تھا۔ اس کی گرے آنکھوں میں رات کی شدت کے بعد کا سکون اور عجیب سی تازگی تھی۔

عرشیہ نے اس کے لیے سادہ سا بلیک ٹریک سوٹ نکالا، ساتھ سفید ٹی شرٹ رکھ کر پلٹی تو انیس چند قدم کے فاصلے پر آ چکا تھا۔

"یہ ٹھیک ہے؟"

اس نے ہلکے سے پوچھا تو انیس نے بغیر جواب دیے اس کے ہاتھ سے کپڑے لے لیے، مگر اس کی انگلیاں جان بوجھ کر عرشیہ کی انگلیوں سے چھو گئیں۔

عرشیہ کے بدن میں ہلکی سی لرزش دوڑ گئی۔

"تم زیادہ پرفیکٹ تھی"

وہ اس کو اپنا لباس کہہ کر اس پر اتراتا ہوا بے حد پیارا لگا، عرشیہ کی شرم سے نظریں جھکیں۔

"اب جاو رومیو!"

وہ شرماتے ہی نظریں پھیر کر مسکرائی تو انیس نے وہیں سے قدم پھیرے اور مزید اپنی جوانی کے توبہ شکن نظارے دیکھانے کا قہر نہ ڈھاتے اوجھل ہوا، عرشیہ نے تب تک بگھڑے سلوٹوں والے بستر کو درست کر لیا تھا، وہ ریڈی ہو کر آیا تو عرشیہ نے اسکو شوز سیکشن کی طرف بڑھتے اور سنیکرز لاتے دیکھا، پھر انیس نے انھیں صوفے پر بیٹھ کر پہنا اور عرشیہ کی طرف دیکھتے اٹھ کھڑا ہوا اور عرشیہ کی طرف بڑھا۔

"تم نے مجھے مکمل کر دیا ہے عرشیہ"

وہ دھیرے سے بولا، جیسے اپنے اندر کے احساس کو لفظوں میں ڈھالنا اس کے لیے بھی آسان نہ ہو۔

اس نے آگے بڑھ کر عرشیہ کے ماتھے پر لب رکھے پھر اس کی پیشانی اپنی پیشانی سے ٹکا کر اسکو اپنے حصار میں بھرا۔

"اب واقعی سو جاؤ ورنہ میں اپنا وعدہ توڑ دوں گا، یہ وعدہ کہ تمہیں خود سے کچھ دیر مکمل دور رکھوں گا جب تک تم گزشتہ رات کے شدید والے سحر سے تھوڑی نکل نہ آو"

اس کی دھیمی سرگوشی پر عرشیہ کے ہونٹوں پر تھکی ہوئی مگر مطمئین مسکراہٹ پھیل گئی جیسے وہ کہہ رہی ہو وہ گزشتہ شب کبھی بھولنا ہی نہ چاہتی ہے۔

"جلدی واپس آنا انیس"

عرشیہ نے دھیمی سی آواز میں کہا تو انیس کے قدم اسکے پہلو میں ہی زنجیر ہوئے۔

وہ مسکرایا جیسے اس ایک جملے نے اسے پھر سے عرشیہ کی طرف کھینچ لیا ہو۔

"اتنی جلدی یاد کرنے لگو گی مجھے لُما؟"

وہ ہلکی سی شرارت سے بولا تو عرشیہ نے نظریں جھکا کر مسکراہٹ اپنے لبوں میں دبالی، وہ سات رنگی ہو کر اسکے قریب اسی کی مکمل ہو کر دھڑک رہی تھی، اب تو انیس کا اسے چھونا بھی خاص ترین ہو چکا تھا، اسکی ہر انگلی کی پور سے نکلتی حرارت عرشیہ کے جسم کی جلد کو راحت پہنچا رہی تھی۔

"تم جاتے ہوئے ایسے دیکھو گے تو ہاں میں یاد کر کر کے مر جاوں گی"

وہ بمشکل اقرار کیے بولی تو انیس چند قدم کے فاصلے سمیٹتا اس کے ساتھ جا لگا۔

اس نے عرشیہ کی ٹھوڑی کو انگلی سے ہلکا سا اوپر اٹھایا، اس کی نیم وا آنکھوں میں غالب آتے جذب سے جھانکا، جیسے اس لڑکی کے تھکے وجود میں بھی محبت کے سارے رنگ تلاش کر رہا ہو۔

"پھر کیسے دیکھوں تمہیں؟"

اس شخص کی بھاری آواز سرگوشی میں ڈھل گئی۔

عرشیہ کے ہونٹوں پر بے اختیار مسکراہٹ آئی، مگر وہ فوری جواب نہ دے سکی۔

انیس نے اس کی خاموشی کو پڑھتے ہوئے اسے آہستہ سے اپنی بانہوں میں بھر لیا پھر ساتھ ہی بھینچ بھی لیا۔

یہ قربت نرم تھی، تھکی ہوئی مگر بے حد اپنائیت سے بھری۔

عرشیہ نے بے اختیار اپنا چہرہ اس کے سینے میں چھپایا، اس کی دھڑکن کی مدھم سی رفتار میں عجیب سا سکون تھا۔

"سو جاؤ تم، میں واپس آ کر تمہیں نہیں جگاؤں گا، بس دیکھوں گا..."

اس کی دھیمی سرگوشی عرشیہ کے کان کے قریب پگھلی تو اس کی سانس ہلکی سی الجھ گئی۔

"پھر میں سونے کا ڈرامہ کروں گی انیس"

وہ تھکی ہوئی شرارت سے بولی تو انیس ہلکے سے مسکرا دیا۔

"تو میں جگانے کا ڈرامہ پوری مہارت سے کرنے والا ہوں کہ تمہیں اور نیند آئے گی"

اس نے آہستہ سے کہا، پھر اس کے بالوں کے قریب ایک نرم سا پیار دے کر اسے آہستہ سے اپنے آپ سے جدا کیا۔

عرشیہ نے اسے خود سے دور ہوتے دروازے کی طرف جاتے ہوئے دیکھا۔

اور اس کے دل میں عجیب سا سکون اترتا چلا گیا، جیسے اس کی ہر صبح واقعی اب اسی کے نام ہو چکی ہو۔

"انیس۔۔۔ سب بہت خوبصورت تھا۔ ڈر نامت کہ ہماری اگر بیٹی ہوئی تو اسے تمہاری مما جیسی تکلیف سہنی پڑے گی۔ میں نے دعا کی ہے کہ اللہ مجھے

پہلے انیس غانم علوی کے بیٹے کی ماں بنائے۔ تم نہیں ڈرو گے ناں کبھی؟ تم دوبارہ آو گے ناں میرے پاس۔۔ اسی طرح؟"

وہ دروازے تک رکا تو عرشیہ کی آواز، اسکی آنکھوں کی نمی اور تڑپ نے انیس کے قدم زنجیر کیے۔

انیس نے آہستہ سے پلٹ کر اسے محبوبیت سے دیکھا۔

عرشیہ کی آنکھوں میں چھپی نمی اور اس کے لفظوں میں موجود انجانا سا خوف انیس کے دل میں اتر گیا۔

وہ چند قدم میں واپس اس کے سامنے آ کھڑا ہوا۔

"عرشیہ..."

اس نے نرم لہجے میں پکارا اور اس کے گال پر آہستہ سے ہاتھ رکھتے دوسرے ہاتھ میں عرشیہ کا بے جان پڑتا دوسرا ہاتھ تھاما۔

"میں کہیں نہیں جا رہا، نہ تم سے، نہ ہماری زندگی سے دور نہ ہمارے آنے والے کل سے فرار کروں گا"

اس نے دھیرے سے اس کی آنکھوں کے کنارے پر ٹھہری نمی اپنے انگوٹھے سے سمیٹی۔

"اور رہی بات ہماری بیٹی کی"

وہ ہلکا سا مسکرایا۔

"تو اگر ہماری پہلی اولاد بیٹی بھی ہوئی تو وہ اپنی ماں جیسی مضبوط ہو گی اور اپنے باپ کی طرح ضدی... کوئی تکلیف اسے چھو بھی نہیں سکے گی۔"

عرشیہ کی سانس ہلکی سی لرز گئی، وہ اس کے قریب کھسک آئی، وہ یوں تھی جیسے ابھی رو دے گی۔

"ت۔۔ تم مجھے بہلا تو نہیں رہے۔۔ م۔ مجھ سے اپنے دل کی کوئی کیفیت چھپانے کی کوشش مت کرنا۔ میں تمہاری کسی تھکن، کسی دل کے بھاری پن پر کسی صورت راضی نہیں۔ ہم نے اپنی اپنی زندگی میں اتنا کچھ جھیلا کہ اب اللہ ہمیں مزید نہیں آزمائے گا۔ تم تو مضبوط ایمان والے انسان ہو۔ میرا ایمان بھی مضبوط ہو گیا۔ کہ اگر اللہ نے کل اچانک تمہیں یہ سب فکریں بھلا کر مجھے سونپا ہے تو یہ اسکا اشارہ ہے، یہ اشارہ کہ وہ ہمیں مزید ایک دوسرے کے لیے نہیں آزمائے گا۔"

وہ اسکی آنکھوں کو باری باری چومتا عرشیہ کو رونا بھلا گیا۔

"مجھے یقین ہے تم میرے لیے صرف اطمینان بنو گی۔ میری اولاد کو جنم دینے کی ہمت بس تم میں تھی۔ میں ہمیشہ واپس آؤں گا، ایسے ہی، تمہارے پاس... تمہارے لیے، اسی بے خوفی سے۔ اسی شدت سے۔ میں تمہیں لے کر مزید نہیں ڈرنے والا۔ تم میری طاقت ہو۔ ہم دونوں بہت کمزور سے انسان تھے پر اب نہیں ہیں۔ ہم میں جو کمی تھی ایک دوسرے نے اسے پورا

کیا۔بس میں تمہیں کھونے سے خوفزدہ ہوں لیکن یقین ہے تم مجھے یہ ڈر بھی بھلادو گی۔ تم میری جان ہو عرشیہ۔۔۔۔میں تمہارے قریب خوفزدہ جچتا ہی نہیں۔نہ تمہیں نہ اس کائنات بھر کو۔۔۔۔"

اس نے اسے دوبارہ اپنے حصار میں لے لیا۔

یہ قربت پہلے سے زیادہ نرم تھی،زیادہ گہری تھی جیسے دونوں اپنے آنے والے کل کو اسی لمحے میں محسوس کر رہے ہوں۔

"شکر ہے اللہ کا میں نے اپنا انیس غانم کھویا نہیں۔ورنہ میں ڈر رہی تھی تم مجھ سے کترانے لگو گے کہ یہ کیا کر بیٹھے ہو۔اب میں سچ میں خوش ہوں۔بہت خوش"

وہ اسکے چہرے کی لوٹ آتی تازگی پر اپنا کیا عہد پھر بھول گیا۔

اس نے آہستہ سے اس کا چہرہ دونوں ہاتھوں میں تھام لیا، جیسے اس لمحے کو مکمل طور پر محسوس کرنا چاہتا ہو۔

عرشیہ کی سانسیں ہلکی سی بے ترتیب ہوئیں، اس کی پلکیں دھیرے سے جھک گئیں۔

انیس نے پہلے اس کے ماتھے کو چوما پھر اس کی ناک کے قریب ہلکا سا لمس چھوڑتا اس کے ہونٹوں کے قریب رکا، جیسے اسے آخری مہلت دے رہا ہو۔

عرشیہ نے بے اختیار اس کی شرٹ کو مٹھیوں میں بھینچ لیا۔

اور اگلے ہی لمحے انیس نے اس کے ہونٹوں کو نہایت نرم مگر گہری شدت سے چھو لیا۔

یہ لمس جلد بازی سے خالی تھا، آہستہ آہستہ بڑھتا ہوا محبوب عمل، جیسے دونوں ایک دوسرے کو نئے سرے سے محسوس کر رہے ہوں۔

عرشیہ کی انگلیاں اس کے کندھوں میں سمٹ گئیں جبکہ انیس نے اسے باہوں میں بھرتے مزید قریب کر لیا۔

اس کی سانسوں کی حدت، اس کے وجود کی حرارت اور اس قربت کی نرمی، عرشیہ کی نیند پر کاری وار تھے کیونکہ یہ نیند سے زیادہ سکون آور تھا۔

چند لمحوں بعد جب وہ ہلکا سا الگ ہوا تو عرشیہ کی بند آنکھیں اور دھیمی سانسیں اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ لے آئیں۔

"یہ تمہارے واقعی خوش ہونے پر"

وہ دھیمی سرگوشی میں بولا، عرشیہ نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ آنکھیں کھولیں۔

"میری نیند کے ہزاروں دشمن ہوں گے پر تمہارا درجہ اول ہے ظالم آدمی"

وہ اپنے اندر بس اسی شخص کی چاہ محسوس کرے شدید افسردہ ہوئی کیونکہ نیند تو انکے بیچ ٹھہرنے کا رسک لے ہی نہ سکی تھی۔

"میں بہت پیار کرتا ہوں تم سے اسی لیے تم سے دور نہیں رہ پایا۔ تمہاری خوشی کے لیے مرتا ہوا شخص تمہارے واقعی خوش ہونے پر تمہیں خود میں گھول لینا چاہتا ہے۔"

اس نے اس کے بالوں میں آہستہ سے انگلیاں پھیرتے کہا۔

عرشیہ نے سر ہلا کر ہلکی سی مسکراہٹ دی، مگر اس نے اس کا ہاتھ تھام لیا جیسے وہ خود بھی ابھی اسے چھوڑنا نہ چاہتی ہو۔

انیس نے اس کی انگلیوں کو ہلکا سا دبایا پھر اسکے ہاتھ کو چومتے عرشیہ میں سکون و آرام اتارا۔

ایس مروہ مرزا کے تمام ناولز پڑھنے کے لیے ہماری ویبسائٹ وزٹ کریں۔

www.smerwamirzanovels.com

"بہت ہو گیا اب۔ جاو خیر سے۔"

وہ اسکے ہاتھ کو چومنے کے بعد عرشیہ کی جھینپی تاکید پر عاشقانہ سا مسکرایا۔

"باوضو ہو کر پیار کر رہا تھا میں تم سے"

وہ اسکی مسکراہٹ دیکھتے شوخ ہو کر خود بھی مسکرایا۔

"تبھی اتنی برکت پڑتی چلی جا رہی تھی۔ جاو بھی تمہاری نماز لیٹ ہو رہی ہے۔ تمہاری باتیں میری رہی سہی نیند اڑا رہی ہیں۔ چلو شاباش"

وہ اسکو کسی طرح اپنے ان مہکے منظروں سے غائب کرنا چاہتی تھی تاکہ فرصت سے گزشتہ ہر لمحے کو یاد کر کے پورے ڈھنگ سمیت لجا اور شرما سکے۔

"واپس آ رہا ہوں کچھ دیر میں۔"

وہ اسکے سنہری جھلک دیتے گھنے بالوں میں ہاتھ پھیرتے، بھاری لہجے میں اپنی بات مکمل کرتا ہوا لمبے لمبے ڈگ بھرتا کمرے سے نکلتا ہوا حد پار کر گیا، وہ

اسکے اوجھل ہوتے ہی گھبرا کر بند دروازے کو گھوری، بے اختیار انیس کا لمبا چوڑا شرٹ لیس وجود عرشیہ کے ذہن کے دریچے میں اپنی چھاپ دیکھا کر معدوم ہوا، کمرے میں خنکی ہونے کے باوجود اس لڑکی کی سفید پیشانی عرق آلود ہونے لگی۔ سوکھتے لبوں کے سنگ وہ سائیڈ ٹیبل پر رکھی پانی کی بوتل کی طرف بڑھی، انیس غانم اور اسکے خیالات نے عرشیہ کا حلق و ہونٹ دونوں خشک کر دیے تھے۔

وہ نیچے پہنچا تو ہر طرف ھو کا عالم تھا سوائے کچن کے چھوٹے ڈائنگ ٹیبل کی طرف جلتی روشنی کہ جس سبب انیس رکا مگر فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد اس روشنی میں بیٹھے فرد کا جائزہ لینے کا سوچتا وہ علیم خان اور عامر کو جاتے ہوئے آج کے لیے بریف کر کے گیا، بیس منٹ تک انیس واپس آیا تو اسکا رخ واپس علوی مینشن کی طرف ہوا مگر ہنوز وہ کچن کی روشنی آویزاں تھی۔

انیس نے اپنے قدم کچن کی جانب بڑھائے تو اسے فجر وہاں بیٹھی ملی۔

"تم یہاں کیا کر رہی ہو فجر ؟"

فجر نے چونک کر گردن پھیری تو وہ اسکی سرخ متورم آنکھیں دیکھ کر پریشان ہوتا اسکے ساتھ ہی کرسی گھسیٹ کر بیٹھا۔

"فیصلہ۔ میں یہاں بیٹھ کر فیصلہ کر رہی ہوں انیس بھائی"

وہ یوں تھی جیسے ساری رات سے یہاں بیٹھ کر آنسو بہا رہی ہو۔

"کیسا فیصلہ ؟ اور کیا تم روئی ہو؟ مجھے بتاو کیا ہوا۔ تمہاری اور عصر کی کوئی لڑائی ہوئی؟"

انیس نے اسکی جانب متوجہ ہوتے شدید پریشانی کے سنگ استفسار کیا۔

"اب ان باتوں کی کوئی اہمیت باقی نہیں۔ میں یہاں سے جا رہی ہوں۔ میں نے یہ شدت سے محسوس کر لیا کہ چند دن کی پسندیدگی اصل محبت نہیں بن سکتی۔ وہ مجھ سے محبت کرنے کے دعویدار ہیں لیکن حقیقت یہی ہے بھائی کہ

ہمارے بیچ کوئی محبت نہیں۔نہ شاید ہو پائے گی۔میں عصر سے شادی نہیں کرنا چاہتی اب۔وقتی ہے یہ سب،اور وقتی کشش بہت مختصر ہوا کرتی ہے۔میرے رازدان آپ بنیں پلیز۔میں ہمایوں سے شادی کروں گی۔یہ دشمنی یہی ختم ہو جائے گی۔میری عصر سے محبت یہی ہو گی کہ میں انکے سر پر منڈلاتا یہ خطرہ اپنے سر لوں گی۔آپ بھی محفوظ نہیں ان بلوچوں سے۔۔۔میں یہ بوجھ نہیں اٹھا سکتی۔مجھے عصر کے لیے قابل اعتماد بننا تھا جو میں اتنا سب ہونے کے باوجود نہیں بن سکی۔آگے بھی نہیں بن سکوں گی۔اس لیے میں یہاں سے جا رہی ہوں۔۔۔۔آپ میرے جانے کے بعد عصر کو سنبھال لیجیے گا۔"

وہ اتنی جلد باز اور جذباتی لڑکی ہو گی اسکا انیس کو ہرگز اندازہ نہ تھا لیکن فجر نے پوری رات عصر سے بات کی کوشش کی۔ہرٹ ہونے کے باوجود وہ ساری رات اسے کالز میسجز کرتی رہی۔وہ سین کرنے کے باوجود اسے اگنور کرتا رہا،ایون وہ اسکے لیے چائے بنا کر اسکے کمرے کے باہر کتنی دیر کھڑی

رہی مگر عصر نے دروازہ نہ کھولا، وہ نہیں جانتی تھی عصر زمان پر کل رات کتنی بھاری تھی، نہ انیس یہ جان سکتا تھا۔

"تم اس لیے ہرٹ ہو فجر کہ اس نے تم پر جیم جانے پر غصہ کیا؟ اسی لیے کیا کہ وہ ہمایوں وہاں پہنچ گیا تھا۔ وہ تمہیں محفوظ کرنے کے بعد محبت اور اعتبار کا احساس بھی دلائے گا، زرا صبر تو رکھو۔ تم اسکی خوشی ہو۔ تم اپنا آپ کسی اور مرد کے حوالے کر کے کیسے جی سکو گی۔ وہ کیسے سہے گا۔ مانتا ہوں تم دونوں کو ملے چند دن ہوئے لیکن محبت سالوں کے تجربے کی محتاج نہیں۔ وہ تمہارے لیے ان سارے بلوچوں سے لڑ پڑا تھا فجر، تمہیں کیوں ایسا لگا کہ تم دونوں کے بیچ جو جذبات ہیں وہ وقتی ہیں؟ بتاو مجھے؟"

وہ شدید افسردہ تھا کہ فجر کا فیصلہ سراسر عصر زمان کی قلبی و ذہنی موت تھا، فجر نے سر گرا سا دیا، اسکی آنکھیں بہت ویران تھیں۔

"وہ کسی وجہ سے ہرٹ تھے، کل وہ روئے ہیں بھائی۔ لیکن ساری رات میری منتیں قبول نہ کیں اور مجھے اپنی تکلیف نہیں بتائی۔ ایسی عورت کس کام کی جس کے سامنے اسکا من پسند مرد اپنا دل تک نہ کھول سکے۔ مجھے اپنا آپ بہت بے وقعت لگا۔ میں نہیں رہوں گی یہاں۔ میری بھی کوئی سیلف ریسپکٹ ہے۔ میرے بھی جذبات ہیں۔ مجھے بھی تکلیف پہنچ سکتی ہے"

فجر کی آنکھیں ہنوز نم ہوتی چلی گئیں اور انیس کو اب الٹا عصر کی فکر آ گھیری۔

"شش۔ بیوقوفی کی باتیں کرنا بند کرو۔ میں بات کرتا ہوں اس سے۔ خبردار تم نے ایسی الٹی سیدھی بات کی یا سوچی۔ عصر کی خوشی تم ہو اور میں کسی صورت اس سے اسکی خوشی دور ہونے نہیں دوں گا۔ سمجھ گئی؟ اب جاو نماز پڑھو اور سو جاو تھوڑی دیر۔ وہ گدھا اپنی بے اعتنائی کی خود معافی مانگے گا تم سے۔ جاو"

وہ انیس کی طرف مایوسی سے دیکھنے لگی جیسے یہ کرنا مشکل سہی پر ضروری ہو۔

"مجھے معافی نہیں چاہیے۔ بس وہ اپنی تکلیف مجھ سے بانٹیں یہ چاہتی ہوں۔ میرا دل پھٹ گیا بھائی جب میں نے انکی آنکھوں میں آنسوؤں کی نمی دیکھی۔ تڑپ اور درد دیکھا۔ اک ایسا درد جسکی وہ گھٹ گھٹ کر لاج نبھا رہے تھے۔ ایک چاہنے والی عورت، اپنے مرد کی آنکھوں کی تکلیف کبھی نظر انداز نہیں کر سکتی"

وہ اس لمحے کو محسوس کرتی شدید غمزدہ تھی، انیس بھی ہو گیا۔

"میں اس سے بات کرتا ہوں۔ تم جا کر آرام کرو فجر"

انیس کے اصرار پر فجر زمان کا انکار ماند پڑا تو وہ سہولت سے سر ہلاتی کرسی پیچھے سرکا کر اٹھ کھڑی ہوئی اور مطمئین تاثر دیتی وہ وہاں سے چلی گئی جسکے بعد انیس نے بھی اٹھ کر اپنے قدموں کا رخ عصر زمان کے کمرے کی جانب کر لیا۔

"اسے رات سے کوئی ایشو ہے۔ اللہ جانے کیا ہوا"

وہ عصر کے روم کے دروازے تک پہنچا، ہاتھ دروازے پر رکھ کر دستک دیتے سوچا، عصر نے صوفے پر بیٹھے ہوئے ہی وہ خط جلدی سے اپنی مٹھی میں بھینچ کر وہیں صوفے کے کشن کے نیچے رکھا اور اٹھ کر شرٹ کی سلوٹیں جھاڑتا ہوا ڈور تک آیا۔

"عصر۔ دروازہ کھولو۔ بات کرنی ہے مجھے تم سے"

وہ جو دوبارہ سے فجر ہی کو امید کر رہا تھا، انیس کی آواز اور اس میں تیرتی بیقراری بھانپ کر عصر نے فوری ڈور ناب گماتے لاک کھولا اور دروازہ ہینڈل سے پکڑ کر کھینچا ہی جب انیس اندر کمرے میں گھستا چلا گیا۔

"کیا کچھ ہوا ہے بھائی؟"

عصر نے انجان پن کی حدیں توڑ دیں۔

"وہ تو تم بتاو کہ کیا ہوا۔ کل رات بھی تم عجیب طرح بیہو کر رہے تھے۔ ایک دم تمہیں کام کا بہانہ کر کے جانا پڑا۔ اور یہ آنکھیں ساری رات کام کرنے سے سوجھی ہیں کیا تمہاری؟"

عصر نے خفیف سا گھبرا کر نگاہیں سی چرائیں اور سر ہلایا۔

"پر یہاں تو مجھے کوئی فائل، کوئی لیپ ٹاپ نظر نہیں آرہا۔ کیا ہوا کہ دوش پر کام کیا؟"

انیس اسکی یہ نظر اندازی سہہ نہ پاتے تپ گیا۔

"بھائی۔ آپ مجھ پر کیوں غصہ ہو رہے ہیں؟"

عصر نے جھنجھلا کر انیس کی آنکھوں میں دیکھا جہاں صرف و صرف پریشانی ہلکورر ہی تھی۔

"غصہ لگ رہا ہے یہ تمہیں؟ تم نے فجر کو ساری رات کیوں ستایا؟ کیا پوچھ رہی تھی وہ تم سے، رونے کی کیا وجہ تھی بولو عصر۔ کونسے دکھ ہیں یہ تمہارے جو مجھ سے الگ اور چھپے ہیں۔ جن کے سبب تمہیں ساری رات خود اذیتی سے گزرنا پڑا؟"

وہ انیس کو سب بتادے گی اسکی عصر زمان کو توقع نہ تھی، وہ الٹا مزید طیش زدہ ہوتا نظر آیا، اسکے جبڑوں میں جب تناو آتا تو وہ خوبخوا انیس کا دوسرا ورژن لگتا تھا، پہلے کبھی عصر نے غصہ کیا نہ تھا لیکن کچھ دنوں سے اسکے اندر بھڑکتی آگ اسے نئے نئے تاثرات سیکھا چکی تھی۔

"بس موڈ خراب تھا جو کچھ فجر نے کیا۔ میرے کہے کی کوئی ویلیو نہیں۔ میں اسکے لیے لڑنے مرنے پر آگیا ہوں اور وہ سمجھتی ہی نہیں اسکی جان کتنے خطرے میں ہے"

وہ سہولت سے اپنے کرب کی وجہ اس لڑکی کو بنا گیا جو دروازے کے باہر ہی کھڑی یہ سب سن رہی تھی، فجر کی آنکھوں میں سرخائی گھلی۔

"یہ بات نہیں تھی، تم نے آج تک مجھ سے جھوٹ نہیں بولا اس لیے اب بولتے ہو تو فوراً پکڑ میں آجاتے ہو اس لیے وہ سچ بتاو عصر جو تمہیں کھا رہا ہے۔ یہ سب تب سے ہوا جب سے میں نے صنم زمان کا نام لیا۔ کیا کچھ ایسا ہے جو تمہیں تکلیف دے گیا؟ کیا تمہیں اپنے ماں باپ کی کمی محسوس ہو رہی تھی۔ کیا تم انکو مس کر کے رو رہے تھے؟ مجھ سے جھوٹ مت بولنا"

انیس نے آگے بڑھ کر عصر کو شانوں سے تھاما، سانس تو فجر کی بھی تھم گئی کہ کاش وہ انیس کے ان سوالات پر ہاں کہہ دے تاکہ وہ مل کر عصر کی دل جوئی کر پائیں۔

"میں نے جن لوگوں کو دیکھا نہیں، محسوس نہیں کیا۔ میں ان کے لیے آنسو کیوں بہانے لگا؟ آپکو غلط فہمی ہوئی ہے۔ میں بس غصہ تھا۔ فجر سے سوری کر لوں گا، آپ بھی میرے لیے پریشان مت ہوں"

انیس نے مایوس ہوتے اسکے شانوں سے ہاتھ ہٹا کر نیچے کیے جبکہ فجر بھی اپنے آنسو پونچھتی ہوئی وہاں سے دلبرداشتہ ہو کر چلی گئی۔

"ٹھیک ہے۔ اگر میرے اتنا پوچھنے کے باوجود یہ وجہ سچ نہ نکلی عصر تو تم میرا بروپ دیکھو گے۔ اس لیے اگر جھوٹ بول رہے ہو تو دماغی طور پر میرے سخت رد عمل کے لیے تیار رہنا۔ اب جا کر اسے مناو۔ ساری رات وہ تمہارے لیے پریشان رہی، روتی رہی۔ یقیناسو بھی نہیں پائی ہو گی۔ مجھے تم دونوں کے معاملات دوبارہ الجھے نہیں دیکھنے۔ یہ بات اپنے دماغ میں اچھے سے گھسالو۔"

انیس کے سخت لہجے میں وارن کرنے پر عصر نے فوراسر اثبات میں ہلایا جس سبب انیس اسی طرح اسکے کمرے سے چلا گیا جیسے آیا۔

"میری ماں اب تک احسان کا بدلہ چکانے پر لگی ہے۔واہ صنم زمان، اپنے بیٹے کے اتنے قریب رہ کر بھی اس کے سامنے نہ آئیں آپ اور مجھ سے پہلے انیس غانم تک رسائی پالی۔ آپ مجھے کبھی نہیں منا پائیں گی۔نہ تو میں آپکو معاف کروں گا،نہ حمرا علوی کو نہ ہی اپنے نام نہاد باپ ابراہیم علوی کو۔سب ہی نے میرے جذبات سے کھیلا۔اور فجر بھی مجھے نہیں سمجھ پائیں گی۔ نہیں چاہیے مجھے کوئی۔اتنی بے وقعت ذات ہے میری، میں اپنے جیسا بے کار آدمی فجر کو بھی نہیں دوں گا اب۔۔۔۔خود کو سزا دوں گا وہ بھی ناکردہ گناہ کی یہی آپ تینوں کی سزا کہلائے گی۔۔۔اور آپ انیس غانم، اگر یہ جان گئے کہ میں آپکا بڑا بھائی ہوں تو شاید آپ بھی مجھ سے کترانے لگیں۔۔میں سب کچھ اس سے پہلے کھو دوں، خود ہی کہیں دفع ہو جاوں گا۔مجھے کوئی نہیں چاہیے اب۔۔"

عصر نے دروازہ پھر سے لاک کر لیا تھا، اس پر اس وقت پاگل پن سوار تھا جسکا علاج انیس ہی جلد یا بدیر کرنے والا دیکھائی دے رہا تھا جبکہ فجر جبرئیل اس سے دو ہاتھ آگے کی پاگل تھی، جانے کے فیصلے پر پہاڑ سی ڈٹ چکی تھی۔

انیس نے اک نظر عدین کو جا کر دیکھا جو ابھی سو رہا تھا تبھی دروازہ بند کر کے پلٹا ہی کہ بابا کو جاگنگ سے واپس آتا دیکھے رکا، وہ بھی انیس کو دیکھ کر اپنے کمرے میں جاتے جاتے رک گئے۔

"کیا ہم بات کر سکتے ہیں اب؟"

انیس نے انکی طرف جاتے سیدھا سبھاو پوچھا۔۔

"ہاں۔ جب تک میں شاور لیتا ہوں میرے لیے فریش اورنج جوس بنا کر لاو۔ پھر بات کرتے ہیں"

ابراہیم علوی کی بے تکلف فرمائش سنے انیس کے ماتھے پر بل پڑے۔

"میں۔اور آپکے لیے اورنج جوس نکال کر لاوں؟"

انیس نے بڑے اکڑے انداز میں اپنی جانب انگلی پھیرتے استفسار کیا۔

"ہاں۔کیا یہاں میرے اور تمہارے علاوہ کوئی اور بھی ہے برخوردار۔اور کیا باپ کی تھوڑی خدمت کر کے گِھس جاوگے؟"

وہ بابا کے یہ والے تیور زندگی میں پہلی بار دیکھ رہا تھا تبھی صدماتی خفگی لیے انکو گھورنے سے باز نہ رہ سکا۔

"میں لے کر آتا ہوں۔۔۔"

انیس نے مزید کوئی بحث نہ کی جس پر ابراہیم علوی تسکین سے لبریز مسکرائے اور انیس کے کچن میں جاتے ہی وہ بھی اپنے کمرے میں داخل ہو گئے۔

"ناراض ہونے کے باوجود انکے لیے اورنج جوس نکالنا پڑ رہا ہے۔یہی اوقات ہے میری آپ سے ناراضگی کی بابا۔ آپ مجھے اپنے پیروں میں بیٹھنے کو کہیں گے میں وہ بھی کر گزروں گا۔ آخر کو میری ماں کی محبت جو ہیں آپ۔۔۔بلکہ پاگل پن کہنا زیادہ بہتر ہے۔انکے اسی غرور پر مرتی ہو گی میری ماں۔۔۔"

وہ کچن کی طرف جاتے ساتھ باقاعدہ بڑبڑانا نہ روک سکا اور اپنے کام لگا کیونکہ بابا کی رات والی طنزیہ گفتگو کی وجہ جاننا اس وقت انیس کے لیے ہر چیز سے زیادہ اہم تھا۔

.._____..

"دراصل پارٹی تو شام میں ہے لیکن میں تمہیں ایک بجے پک کر لوں گا۔لوکیشن کچھ دور ہے۔سب دوستوں نے پری ویڈنگ پارٹی دی ہے تو انکار بھی نہیں کر سکا۔ورنہ تم جانتی ہو میں آجکل کتنا مصروف ہوں۔"

وہ اٹھ چکا تھا مگر رات کے پلین کے بارے صبح ہوتے ہی اس نے بیلا کو بتایا، وہ بھی اٹھ چکی تھی مگر بابا کے ساتھ زرا باہر واک پر آئی تھی، خاور سلطان کو انکا کوئی دوست مل گیا جس سبب وہ ان سے بات چیت کرنے لگے تھے تبھی بیلا نے زرا پارک کا بینچ سنبھال کر خضر کی کال پک کر لی جو موصوف جاگ تو چکے تھے مگر نیند بھگانے کو شاور لے کر ابھی نکلے تھے، مما نے ناشتہ بنوا دیا تھا کیونکہ اسے زرا ایک اہم کام کے لیے جلدی نکلنا تھا، ویسے بھی منائم کی عادت بھی صبح جلدی ناشتہ کرنے کی تھی تو اب محراب کو بھی جلدی اٹھنا اچھا لگتا تھا۔

"اچھا کیا آپ نے انکار نہ کر کے، دوستوں کے بہت سے حقوق ہوتے ہیں۔ میں ریڈی ہو جاوں گی نو ایشو۔"

وہ نرم انداز میں آمادہ ہو کر مسکرائی تو خضر نے کبرڈ کے پاس پہنچ کر اپنی بہت سی ہینگ سوئٹ شرٹس پر اک سرسری نگاہ دوڑائی۔

"گریٹ۔ عمیر اور ماریہ کی کیا خبر ہے۔ تم نے مما سے کل کی رپورٹ لی؟"

خضر نے رینڈ ملی شرٹ چن کر نکالتے استفسار کیا تو بیلا کے لبوں پر تبسم آن مچلا۔

"جی لی۔ کل وہ عمیر بھائی کے ساتھ ڈنر پر گئی تھی۔ سب اچھا رہا۔ مما بتا رہی تھیں دونوں دیر تک گارڈن میں ایک ساتھ واک بھی کرتے رہے۔ عمیر نے اسکا ہاتھ بہت زور سے تھام رکھا تھا۔"

یہ بتاتے بیلا کے لہجے میں اک خوشی سی ہلکورا اٹھی تھی، اور یہ سن کر خضر کا روم روم تر و تازہ ہوا۔

"گریٹ۔ ہاتھوں میں ہاتھ آ گئے تو اگلے مرحلے بھی جلد طے ہوں گے۔ وہ لڑکی عمیر کو ابھی تو ایز آ پیشنٹ ڈیل کر رہی ہے لیکن لکھوا لو کہ جلد اس بندے کے عشق میں ڈوب جائے گی۔ مسیحائی کرتے کرتے خود مریض عشق بن جائے گی۔ کیونکہ ایک تو عمیر خاور سلطان اچھا بھلا ہینڈسم لونڈا ہے

دوسرا وہ اس پاگل و انجان کیفیت میں اک معصوم اور پیاری جان بن چکا ہے۔ یہ دونوں خصوصیات مل کر ماریہ پر دھاوا بول دیں گی"

وہ خضر کی یہ پیشن گویاں بڑے پیار سے سنتی تھی، پھر چپکے سے آمین بھی کہتی۔ کیونکہ اسے یقین تھا کہ جو خضر ملک کہتا ہے وہ قبول ہو جاتا ہے۔

"مجھے آپکی باتوں پر ایک لمحے میں یقین آجاتا ہے۔ میں اپنے بھائی کو ٹھیک ہوتا دیکھنا چاہتی ہوں۔ یہ سب آپکی وجہ سے ہو گا خضر۔ آپ نے ہم سبکو اپنا مقروض کر دیا ہے"

وہ شوق و محبت کی ملی جلی کیفیت میں اس صبح کی خنکی میں جیسے سانس بھر کر بولی، وہ غائبانہ بھی اسکی سانسوں کی مہک محسوس کرتے مدہوش مسکرا اٹھا تھا۔

"تم نے جس طرح سانس لی، یہ میرا پسندیدہ انداز ہے۔ تمہارے ہونٹ تھوڑے سے کھلے ہوں گے سوئیٹ کارن میں نے امیجن کیا۔ رہی بات

مقروض ہونے کی، شادی کے بعد تمہاری ایک کِس میرے تمہاری جانب موجود سارے قرض اتار دے گی"

وہ اس قدر بے باک تو نہ تھا پر باخدا کبھی روانی میں ایسا کچھ کہہ دیتا تو کتنی دیر بیلا خاور کا سانس متوازن نہ ہو پاتا۔

"میں ریڈی ہو کر کال کر دوں گی خضر۔ واک پر آئی ہوں۔ بائے"

وہ ہر بار ایسا ہی کرتی، اسکے الفاظ کی تاب نہ لاتے یا بھاگ نکلتی یا پھر رابطہ توڑ دیتی۔

"مجھے تمہاری ہر ادا پاگل کرتی ہے پھر وہ ایسا فرار ہی کیوں نہ ہو۔ ویسے وہ مجھے کِس کرے گی تو اسے صرف میں دیکھ پاوں گا۔ وہ بس محسوس کرے گی۔ اف یہ کتنا رومینٹک ہو گا۔"

خضر نے اپنے آپ کا شوخ مسکرانا آئینے میں دیکھ کر خود کلامی کی جبکہ بیلا کا چہرہ سرخ ہو کر دمک اٹھا، اس وقت وہ مسکرا بھی نہ سکی کہ بابا نے دیکھ لیا تو انھیں ان رنگوں کا کیا جواب دے گی۔

خضر نے اپنی بقیہ تیاری مکمل کرنے کی جانب دھیان لگایا جبکہ منائم جب جاگی تو کمرے میں مہویر نہیں تھا، اسے جاگنے کے بعد سے عجیب سی گھٹن ہو رہی تھی جس سبب وہ پہلے گرم پانی سے نہائی، عجیب گھبراہٹ تو تھی ہی اسکے ساتھ پیٹ میں بے چین سا درد بھی تھا، پھر زبان کا یکدم کھو جانا ذائقہ اسے اور اریٹیٹ کر رہا تھا، وہ جیسے تیسے ہمت کرے کچن میں آئی، کچھ ایسا کھانا چاہتی تھی جو اسکی اس کیفیت کو بہتر کر دے۔

مہویر صبح ہی نماز کے لیے نکلا تھا پھر ایک گھنٹہ جیم کرنے کے بعد لوٹا تو سیدھا کمرے میں گیا، شاور لے کر تازہ دم ہوئے چینج کیے وہ بھی باہر آیا تو محراب اور خضر بھی ناشتے پر آ چکے تھے۔

"تم اب مجھے گھورنا بند کروگے یا نہیں۔؟ میری ساس اچھی ہیں خوش قسمتی سے تو کم از کم تم بری ساس سا برتاو مت کرو"

خضر کی تپی نظروں کے جواب میں مہویر نے کرسی سنبھالتے ہی جلا بھنا شکوہ کرتے سالے صاحب کو شرم دلانے کی ادنی کاوش کی اور انکی یہ کیوٹ نوک جھوک تو پچھلے کچھ دن سے ایسے ہی محراب انجوائے کر رہی تھی۔

"یہ برتاو تمہارے ساتھ تب تک ہو گا جب تک میری خرگوش خود نہ کہہ دے کہ اس نے تمہیں دل و جان سے معاف کیا۔ اس لیے برداشت کرو"

خضر نے بھی اپنی بے مروتی کا گئیر لگایا۔

"یہ حساب رہا تو تمہاری شادی نہیں ہونے والی۔ بچاری بیلا کو تمہاری صورت ایک ایکسٹرا اساس ملے گی، اسکی زندگی تو ہو گئی ناں تباہ"

خضر سیر تھا تو مہویر میثاق سوا سیر، دونوں میں مقابلہ بازی کے سارے ہنر موجود تھے بلکہ کوٹ کوٹ کر بھرے تھے۔

"وہ اس ایکسٹرا اساس والے شوہر ورژن کے ساتھ بھی عیش کرے گی کیونکہ میں اسے اتنا پیار دینے والا ہوں جتنا آج تک کسی شوہر نے کسی بیوی کو نہیں دیا"

خضر کا دعوی مہویر کو امپریس کر گیا، ایون محراب اش اش کر اٹھیں کہ یہ وہی انکا بیٹا ہے جسے کچھ وقت پہلے تک اپنے پروفیشن کے سوا کچھ عزیز نہ ہوا کرتا تھا۔

"آر یو شیور؟"

مہویر نے چیلنجنگ نظروں سے خضر کو دیکھتے سوال کی۔

"آفکورس"

خضر اکڑ کر اترایا۔

"اگر ایسا ہے تو تم کسی مغالطے میں ہو خضر ملک کیونکہ جتنا پیار میں نے منائم کو دیا ہے اس لیول تک کوئی نہیں پہنچے گا۔ تم بھی نہیں۔ اور تمہاری انفارمیشن کے لیے بتا دوں پیارے خضر ملک، تمہاری خرگوش نے ناراض ہو کر جب میرا ہاتھ نہیں چھوٹنے دیا ہاتھ سے تو وہ راضی ہو کر مجھے اپنے کتنے قریب آباد کرے گی سوچ ہے تمہاری۔ اس لیے اب فضول کے یہ گھورنے بند کرو اور گھر بساو اپنا۔ یہ نہ ہو تمہاری بیلا تمہارے انتظار میں بور ہو کر اپنا ارادہ بدل دے"

مہویر نے بلکل بڑے بھائی کی طرح خضر کی درگت بنائی اور جس طرح اعتماد سے اٹھ کر کچن کی طرف گیا، خضر نے پیچ و تاب کھاتے نظریں مما پر جمائیں۔

"دیکھ رہی ہیں اپنے داماد کو؟ کیسے سر چڑھ کر ڈسکو کر رہا ہے؟"

خضر کا شکائتی انداز بے حد کیوٹ تھا، محراب تک ہنس دی۔

"کرنے دو اسے ڈسکو۔ تم بھی تو نہایت بے سرا گانے کے باوجود کروڑوں لوگوں کو اپنا فین بنائے پھر رہے ہو"

مما کے اس طرح کے کیوٹ چھیڑنے پر وہ معصومانہ سا منہ بنا گیا۔

"مما یار"

خضر نے احتجاجی انداز میں شکوہ کیا۔

"ہاہا چھیڑ رہی تھی میرے لال، اسے یہ مرتبہ، یہ حق، یہ درجہ جب منائم نے خود دیا تو ہم کون ہوتے ہیں مہویر سے اسکے یہ جائز حق چھیننے والے۔ کول ہو جاو مما کی جان۔ ٹھیک کہہ رہا ہے وہ۔ اب شادی کی تاریخ کا سوچ ہی ڈالو۔۔۔۔ مجھے تمہاری شادی پر ڈانس کرنا ہے لڑکے۔ سخت کریونگ ہو رہی ہے"

محراب نے اسکا پیارا ہاتھ پکڑ کر جب چوما تو خضر کے ہونٹوں پر بھی مسکراہٹ آ ٹپکی۔

جبکہ منائم کو فریج کی جانب جھکا دیکھتے وہ کچن میں داخل ہوا اور جب غور فرمایا تو اسکی حسینہ، اس وقت اچار کے مرتبان پر حملہ آور ہو رہی تھی۔

"دیکھا۔ ایک اور نشانی پوری ہو گئی۔ تمہارا چکروں کے ساتھ کچھ کھٹا کھانے کو بھی دل مچل رہا ہے"

مہویر نے چپکے سے عقب میں رکتے منائم کے ہاتھ سے اچار کا چھوٹا سا مرتبان اچک کر پیشن گوئی کی جس پر وہ پلٹی اور فریج بند کرے مہویر میثاق کو بڑی بڑی آنکھیں کھول کر گھورنے لگی۔

"میں پراٹھے کے ساتھ صبح صبح اچار پسند کرتی ہوں۔ آپکو سستی دائی بننے کی ضرورت نہیں۔ لائیں ادھر دیں میرا مرتبان"

مہویر اسکے ہاتھ اوپر اپنی طرف کر کے پھیلا کر گھورنے کے ساتھ جواز دینے پر مرتبان اسکے ہاتھوں سے مزید دور سرکا کر مسکرایا۔

"نہیں دے رہا کیونکہ آج تم بنا اچار کے پراٹھا کھاؤ تا کہ میں چیک کروں کہ تمہارا دل مچلاتا ہے یا نہیں۔ ہو سکتا ہے تمہارا دل خراب ہو جائے۔ اس سے بھی کنفرم ہو جائے گا کہ میری جان امید سے ہے"

وہ مہویر کی ان معصومانہ کاوشوں پر جتنا بھی چڑ رہی تھی وہ ایک طرف پر مہویر کا اس وہم کے سچ ہونے کی آرزو جنون کی طرح کرنا جان لیوا تھا۔

مہویر کی آنکھوں میں چمکتی وہ دیوانگی منائم کے دل کو نرم کر گئی۔

وہ ایک لمحے کو خاموش اسے دیکھتی رہی، پھر آہستہ سے اس کے قریب آئی۔

"آپ واقعی چاہتے ہیں ایسا ہو؟"

اس نے دھیمی آواز میں پوچھا، جیسے اس سوال میں خود اس کا دل بھی دھڑک رہا ہو۔

مہویر نے مسکراتے ہوئے مرتبان ایک ہاتھ میں تھامے دوسرے ہاتھ سے اس کی کمر میں بازو ڈال لیا، وہ یکدم اسکے سینے سے آ لپٹی جیسے کسی سخت جان درخت کی ڈھیلی اور سب سے کمزور شاخ ہو۔

"چاہتا نہیں، یہ صلے کی طرح پانے کو مر رہا ہوں"

اس کی آواز میں ایسی سچائی تھی کہ منائم کی نظریں شدید گھبراہٹ کے عالم میں جھک گئیں۔

جیسے اس ایک جملے نے اس کے اندر کہیں گہرائی میں ہلچل مچا دی ہو۔

"اگر... اگر نہ ہوا تو؟"

اس نے ہلکی سی ہچکچاہٹ سے کہا، آواز میں انجانا سا ڈر شامل تھا۔

مہویر نے اس کے چہرے کو دیکھتے فوراً اس کی کمر پر گرفت مضبوط کر لی۔

"تو پھر ہم انتظار کریں گے..."

اس نے نرمی سے جواب دیا۔

"اور اگر دیر لگی، تو بھی میں اسی شدت سے چاہوں گا... کیونکہ تم ہو... تو سب کچھ ہے۔"

اس کی بات پر منائم نے آہستہ سے سر اٹھایا، اس کی آنکھوں میں نمی سی جھلک گئی تھی۔

"آپ اتنے پُر امید کیوں ہیں؟ میں تو سخت دور ہوں آپ سے۔ ناراض، مایوس اور روٹھی ترین بیوی"

وہ بمشکل مسکرائی تو مہویر نے جھک کر اس کی پیشانی سے اپنا ماتھا ٹکا دیا۔

"کیونکہ میں نے پہلی بار کسی چیز کو اس شدت سے مانگا ہے... اور وہ تم ہو... تم سے جڑی ہر خوشی... ہر سانس... ہر امکان میری جان ہے۔ تم مجھ سے دور ہو کر بھی میری سانسوں میں بسی ہو۔ ناراضگی تمہاری قیامت، مایوسی تم پر میرے ہوتے ٹھہرتی ہی نہیں اور روٹھی بیوی میرا سکون ہے"

اس کی وارفتہ سرگوشی منائم کے دل میں اترتی چلی گئی۔

وہ بے اختیار اس کے سینے سے لگ گئی، جیسے اس کے دل کی دھڑکنوں میں خود کو سنبھالنا چاہتی ہو۔

"آپ بہت خطرناک امیدیں دلاتے ہیں مہویر میثاق"

وہ آہستہ سے بولی تو مہویر اسکو اپنے سینے بھینچ کر مسکرایا۔

"اور تم... انہیں سچ کرنے کی سب سے خوبصورت وجہ ہو جو میری دسترس میں قید ہے۔"

مہویر کے بازووں کی بڑھتی گرفت پر منائم نے یکدم جن زادی بنے اسے خود سے دور جھٹکا۔ رات وہ کیسے اس سے دور ہو کر سویا، وہ بھولی ہی کب تھی۔ وہ اسکی ضد سوچ کر از سر نو غصہ ہوئی۔ یہ ضد کہ جب تک منائم ہوسپٹل نہیں جائے گی وہ اسے چھوئے گا بھی نہیں۔ مہویر اس کے اچانک یوں دور ہونے پر چند لمحے ساکت رہ گیا۔

منائم کے چہرے پر واپس آتی ناراضی، اس کی آنکھوں میں ابھرتی شکایت واضح تھی۔

"آپ کو یاد ہے ناں...؟"

اس نے بازو سینے پر باندھتے ہوئے یاد دہانی کرواتے سفا کی اوڑھی۔

"کیا جان؟"

وہ اسکے قریب سرکا تو وہ دور ہٹی۔

"رات آپ کتنی آسانی سے دور ہو گئے تھے... جیسے..."

وہ رک گئی، مگر اس کی آنکھیں بول رہی تھیں۔

مہویر نے گہری سانس لی، پھر آہستہ سے اس کے قریب آیا، مگر اس بار فاصلے کا احترام کرتے ہوئے وہیں رک گیا۔

"جیسے میں چاہتا ہی نہیں تھا تمہیں چھونا؟ تم میں اپنی رات بسر کرنا۔ تمہارے معاف کرنے کو سیلبریٹ کرنا وہ بھی تمہیں شدید والا پیار کر کے؟ ہے ناں"

اس نے منائم کی ادھوری بات مکمل کی تو منائم نے نظریں چرا لیں۔

"ہاں ایسا ہی ہے، آپ ظالم بنے"

وہ اسکی مہربان طبعیت پر پرزور مذمت کرتے بھڑکی۔

"میں نے خود کو روکا تھا منائم..."

اس کی آواز اب سنجیدہ تھی، نرم مگر ٹھہری ہوئی۔

"تمہاری ضد کے آگے نہیں... تمہاری صحت کے لیے... تمہاری سلامتی کے لیے..."

منائم کے چہرے پر ہلکی سی تذبذب کی جھلک آئی۔

"مگر تمہیں چھوڑنا، آسان نہیں تھا..."

وہ ہلکا سا مسکرایا، مگر اس مسکراہٹ میں تھکن تھی۔

"مجھے تو آپکی طرف سے یہ بہت آسان لگا جب سب میسر تھا پر آپ نے ٹھکرا دیا۔"

وہ سنگدل بن کر جتا گئی۔

"میں پوری رات جاگتا رہا، تمہیں دیکھتا رہا اور خود کو سمجھاتا رہا کہ اگر تمہاری بہتری کی قیمت یہ صبر و دوری ہے تو میں یہ بھی برداشت کر لوں گا..."

منائم کی آنکھوں میں اسکی محبت کی شدت جان کر نمی تیرنے لگی۔

"آپ... واقعی جاگتے رہے؟"

وہ آہستہ سے فکر مند ہوئے بولی۔

مہویر نے سر ہلایا۔

"اور تمہاری ہر کروٹ کے ساتھ، خود کو روکنا پڑا..."

اس کی دھیمی سرگوشی پر منائم کی ناراضی کی شدت پگھلنے لگی۔

مگر وہ فوراً پلٹی، جیسے خود کو سنبھالنا چاہتی ہو۔

"پھر بھی آپ نے مجھے منایا نہیں..."

اس نے دھیمی شکایت کی۔

مہویر کے ہونٹوں پر نرم سی مسکراہٹ آئی۔

"کیونکہ میں جانتا ہوں، میری یہ ضد تمہارے لیے ہے... میرے لیے نہیں..."

وہ آہستہ سے بولا، وہ موم سی بن کر پگھلنے لگی۔

مہویر نے اس کی نرم پڑتی آنکھوں کو دیکھ کر آہستہ سے ہاتھ بڑھایا، اس بار اس نے اس کے ہاتھ کی مرمریں انگلیوں کو تھام لیا۔

منائم نے مزاحمت نہ کی مگر اس کی سانس ہلکی سی بے ترتیب ہو گئی۔

"میں تمہیں منانا چاہتا تھا..."

وہ دھیرے سے بولا۔

"مگر ڈر تھا کہیں تم پھر ناراض نہ ہو جاؤ اور میں تمہیں منانے کی بجائے پھر تمہیں مزید تکلیف نہ دے بیٹھوں..."

اس کی بات پر منائم نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔

اس کی آنکھوں میں موجود خلوص اس کے دل کو مزید نرم کر گیا۔

"آپ واقعی بہت ضدی ہیں"

وہ ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولی تو مہویر نے اس کی انگلیوں پر گرفت مضبوط کر لی۔

"اور تم... میری سب سے خوبصورت ضد ہو منائم ملک"

وہ اس کے قریب ایک قدم اور بڑھا۔

منائم نے ہلکی سی لرزش کے ساتھ سانس لی مگر اس بار پیچھے نہ ہٹی۔

مہویر نے آہستہ سے اس کے بالوں کی ایک لٹ کان کے پیچھے سرکائی۔

"اب بھی ناراض ہو؟"

اس کی سرگوشی اس کے چہرے کے قریب ٹھہری تو منائم کی پلکیں جھک گئیں۔

"تھوڑی سی..."

وہ دھیمی آواز میں بولی۔

"میں یہ ناراضگی بھی مٹادوں گا۔ چلوناں ہو سپٹل"

وہ اسکے آگے شدید بیقرار ہو گیا۔

"نووو۔۔۔"

وہ اسکے سینے پر ہاتھ رکھتی، اپنا ہاتھ بھی اسکے ہاتھ سے جھٹک کر چھڑوا گئی۔

"میں آپکی خوبصورت ضد ہوں تو اس ضد کی خوبصورتی انجوائے کریں۔ میں یہ تھوڑی سی ناراضگی زیادہ کر دوں گی اگر دوبارہ مجھے ہوسپٹل جانے کا کہا۔ ایک دو بار ہی تو ہم قریب آئے۔ پہلی بار تو ناکام کوشش تھی۔ ایک ہی بار ہم قریب آئے تو ایک بار میں ضروری نہیں ایسا سب ہو۔۔ اس لیے مجھے فورس مت کریں۔ میں ایسا کوئی سکھ آپکو دینے کے موڈ میں نہیں۔ تھوڑی سی ناراض ہوں یاد رکھیں"

مہویر نے اس کی بات سنی تو چند لمحے اسے خاموشی سے دیکھتا رہا۔

اس کی آنکھوں میں ہلکی سی بے بسی اور محبت کی ملی جلی کیفیت ابھر آئی۔

"تم واقعی بڑی ظالم بیوی ہو..."

وہ آہستہ سے بولا، مگر لہجے میں خفگی سے زیادہ نرمی تھی۔

منائم نے آئبرو اچکائے، جیسے اس کے الفاظ کو چیلنج کر رہی ہو۔

"ہاں ہوں... اور آپ نے ہی کہا ہے میں آپکی خوبصورت ضد ہوں..."

وہ جان بوجھ کر مزید اکڑ کر بولی۔

مہویر بے اختیار مسکرا دیا۔

وہ ایک قدم اور قریب آیا، مگر اس بار اسے چھوا نہیں، بس اس کے چہرے کو دیکھتا رہا۔

"پھر ٹھیک ہے، میں تمہاری اس ناراضی کو بھی برداشت کر لوں گا..."

اس نے نرم لہجے میں کہا۔

"مگر یاد رکھنا جب تم خود مان جاؤ گی یا ہمارے ایک بار قریب آنے پر ہی سولڈر زلٹ آنکلے گا تو میں تمہیں اتنی آسانی سے نہیں چھوڑوں گا، تم میرا

وہ روپ دیکھو گی وہ اس رات بھی نہیں دیکھا یا تھا۔ وہ والا مہویر دیکھو گی جو ابھی بھی ان ٹچ ہے"

اس کی دھیمی بے باک سرگوشی پر منائم کے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی، مگر وہ پھر بھی خود کو سنبھالے رہی۔

"دیکھیں گے..."

وہ نظریں چرا کر بولی، مگر اس کے ہونٹوں پر چھپتی مسکراہٹ ظاہر تھی۔

مہویر نے آہستہ سے سر ہلایا، پھر پیچھے ہٹ گیا۔

"چلو... پہلے ناشتہ کرو، ورنہ تمہاری یہ ناراضی بھی بھوک میں بدل جائے گی..."

وہ ہلکا سا چھیڑتے بولا تو منائم نے اسے گھورا، مگر اس کے چہرے کی نرمی واپس لوٹ آئی۔

وہ دونوں ساتھ باہر آئے تو محراب سمیت خضر نے بھی دونوں کے تر و تازہ چہروں کو دیکھتے اک پر سرور سی سمائل دی تھی۔

وہیں سوہا بھی آج اداس تھی کیونکہ آج شام شماس صاحبہ اور رضی بھی واپس جا رہے تھے جبکہ دنکو ان سبکا لنچ بھی ایک ساتھ تھا، عرشیہ اور انیس آنے والے تھے لیکن پہلے سوہا کو ہیر نگ نمٹانی تھی، آج رئیس ملانی کا قصہ جو اسے تمام کرنا تھا، پتا نہیں آج اصل میں قصہ کسکا تمام ہونے والا تھا۔

وہیں انیس نے اورنج جوس نکال کر پہلے ایک گلاس خود پیا پھر بابا کے لیے گلاس بھر کر وہ انکے کمرے کی طرف بڑھا، دروازہ کھول کر اندر قدم رکھتے ہی ٹیبل پر جھک کر گلاس رکھے وہ بابا کے نہا کر نکلنے کا منتظر صوفے پر بیٹھا ہی جب باتھ روم کا دروازہ کھلا۔

ابراہیم علوی ایک لمبا مزیدار شاور لے کر باتھ روب باندھے باہر کمرے میں تشریف لا چکے تھے، انیس کے ماتھے پر پڑے بلوں میں بتدریج اضافہ ہوا۔

"واہ۔ میرے انتظار میں میری جان برہم ہو کر بیٹھی ہے۔ جوس واقعی لے آئے تم۔ کیا بات ہے"

بابا کے مست و لہکتے انداز سے ستائش کرنے کے ساتھ قریب آنے پر وہ زرا مزید چوڑا ہو کر بیٹھا، ابراہیم صاحب نے ٹیبل کی سطح پر رکھا اورنج جوس کا گلاس اٹھا کر اپنے لبوں سے لگایا۔

"آپ کا انداز اور لہجہ مجھے پریشان کر رہا ہے۔ کیا لگتا ہے اسطرح مجھے زچ کر کے آپ میری معافی پالیں گے؟"

انیس کے برہم مگر اک بھرپور تمیز دارانہ استفسار سن کر ابراہیم علوی نے اپنا جوس کا گلاس ختم کیا اور اسے میز پر رکھتے وہ ٹھیک انیس کے روبرو ہو کر اپنے جہازی سائز بیڈ کی پائنتی کی جانب بیٹھے۔

"کل رئیس ملانی میرے آفس آیا تھا۔ اس نے کہا کہ اسکا اور عرشیہ کا دو سال تک خفیہ رشتہ تھا۔ اور بھی بہت بکواس کی اس نے، جب میں نے اسے اسکی بکواس ثابت کرنے کا کہا تو اسکے چہرے کا رنگ اڑ گیا۔ پھر بھی میں نے اسے عرشیہ کو کال کرنے کے لیے مجبور کیا"

انیس نے بابا کی یہ ساری باتیں سن کر آبرو اچکائے۔

"یقیناً عرشیہ نے اسکی ٹکا کر کی ہو گی"

انیس کے ایسے عرشیہ پر بند آنکھوں یقین پر ابراہیم علوی متاثر ہوئے کیونکہ وہ انیس سے ایسے ہی یقین کی توقع کر رہے تھے۔

"ہاں کی، لیکن تم ایسی متنازعہ لڑکی کو بیاہ لائے۔ جسکا ماضی مشکوک ہے۔ اسکی عصر سے بے تکلفی دیکھ کر میں بھی غلط فہمی میں پڑ گیا تھا۔ یہ سچ ہے وہ رئیس نامی آدمی شریف تو کہیں سے نہیں لگ رہا تھا۔ عرشیہ نے کہا وہ اسے دو سال تک ٹارچر کرتا رہا۔ تو اب تم مجھے بتاو وہ کس طرح کا ٹارچر تھا، کیا تمہاری بیوی نے تمہیں اپنا ماضی بتایا ہے؟"

ابراہیم علوی کا انداز کچھ مشکوک تھا جیسے وہ عرشیہ کے کردار کو لے کر یا اسکی عصمت کے لیے بے یقین ہوں، انیس کو انکا استفسار تھوڑا معیوب لگا لیکن اس نے تحمل کا مظاہرہ کرتے تمام تر توجہ بابا کی جانب مبذول کی۔

"مجھے اسکے بارے سب کچھ پتا ہے۔ وہ بھی جو اس لڑکی کو خود بھی نہیں پتا۔ آپکی جس طرف سوچ جا رہی ہے ایسا کچھ بھی نہیں ہوا۔ وہ پیدائش سے اب تک خود کو بہت سوں سے بچاتی آئی ہے۔ رئیس کے معاملے میں وہ بس اپنی ماں کی وجہ سے ڈر گئی تھی جس سبب کچھ بول نہیں پائی۔ لیکن وہ اپنی حفاظت بہر حال کرنا جانتی تھی۔ بس اپنے مجرموں کو سزا دینا وہ اب سیکھ

رہی ہے۔ عصر کی وجہ سے وہ اور میں ایک ہوئے اس لیے وہ اسے بہت عزیز ہے۔ اپنی آنکھوں سے یہ غلط فہمی اور منفیت کی پٹی اتار کر لوگوں کو دیکھنے کی کوشش کریں۔ یقین سے کہتا ہوں آپکو اپنے آس پاس بہت پیارے انسان دیکھائی دیں گے۔ آپ میرے ساتھ جیسا مرضی سلوک کریں میں آ جا کر معاف کر دیتا ہوں لیکن آپ نے عصر، عرشیہ اور عدین کو کہیں نہ کہیں تکلیف پہنچائی اور اس سبب آپ میرے دل سے اتر رہے ہیں۔"

انیس کا ایک ایک لفظ ابراہیم علوی کے دل پر گہرا نقش ہوا، وہ انیس کے لہجے کی مایوسی، اسکی تکان، اسکا انکے معاملے میں ہمت چھوڑ دینا سب محسوس کر سکتے تھے۔

"تم مجھے اب کبھی معاف نہیں کر سکو گے کیا؟"

وہ انکے سوال پر کچھ دیر صوفے سے پشت لگا کر ٹیک لگاتے چپ چاپ بابا کو دیکھتا رہا جیسے کوئی بہت پر اثر لفظ ڈھونڈ رہا ہو۔

"شاید کبھی نہ کر سکوں۔ میں نے آپ کے معاملے میں اپنے رویے، اپنے دل اور اپنی برداشت میں ہر ممکنہ لچک پیدا کی۔ لیکن آپ نے اسے قبول نہیں کیا۔ آپکو پتا ہے بابا، کبھی کبھی مجھے لگتا ہے میں آپکو ایک فیصد بھی نہیں جانتا۔ کبھی کبھی یہ بھی خیال آتا ہے کہ آپ میں ایسا کیا تھا کہ میری ماں نے آپ کے لیے اپنا سب کچھ لٹا دیا۔ لیکن مجھے جواب نہیں ملتے۔ اب آپ ٹھیک بھی ہو گئے تو مجھے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ جب تک زندہ ہوں، عصر، عدین اور عرشیہ کی خود حفاظت کروں گا۔ آپ پر میری جانب سے اب کوئی ذمہ داری نہیں۔ کچھ لوگ پیدائشی خوش قسمت اور کچھ بدقسمت ہوتے ہیں، اور یقین کریں انکی یہ بدقسمتی اور خوشقسمی تاعمر انکا پیچھا کرتی رہتی ہے۔"

ابراہیم علوی کی آنکھیں جھکیں، ان میں اک درد تھا، اک پچھتاوا، اک ناامیدی جو سب کچھ ختم ہونے پر آنکھوں میں جنم لیتی ہے۔

"انیس۔۔ میں برا باپ ہوں لیکن باپ تو ہوں۔ میں نے تم جیسی اولاد کو بھی سینے لگایا، لوگ بیٹے اس لیے مانگتے ہیں کہ وہ انکی نسل بڑھائیں گے۔ مجھے تمہاری صورت حمرا نے اک آزمائش دی۔ کیا میں تم جیسی اولاد ڈیزرو کرتا تھا؟ میں کوئی فرشتہ نہیں تھا کہ یہ سب چپ چاپ سہہ جاتا۔ میں نے اسے تمہاری وجہ سے واقعی بہت تکلیف دی۔ میں مانتا ہوں۔ مجھے غصہ آتا تھا جب وہ ہمیشہ تمہارے لیے تڑپتی رہتی کہ تمہیں کچھ ہو نہ جائے۔ مجھے اتنا ابنارمل اسی نے بنایا۔ ورنہ میں بھی اچھا باپ بنتا۔ اس سب کے باوجود میں تم سے بہت پیار کرتا ہوں۔ میں تمہیں لفظی و عملی تکالیف دیتا ہوں لیکن میں تمہارے بنا ایک پل بھی زندہ نہیں رہ سکتا یہ لکھ کر دے سکتا ہوں تمہیں۔ مجھے پتا ہے میں نے اتنے گناہ کیے ہیں کہ تم میرا کبھی اعتبار نہیں کر سکتے لیکن میں تم سے جو یہ کہہ رہا ہوں یہ سچ ہے انیس۔۔۔ میں اندر سے پریشان تھا کہ کہیں تم کسی ایسی لڑکی کو تو نہیں لے آئے اپنی زندگی میں جو

تمہاری تکلیف بڑھا دے۔ لیکن آج مجھے اسکا یقین ہو گیا کہ وہ تمہارے لیے بہترین ہے۔ اس نے تمہیں بدل دیا ہے"

بابا کی آنکھوں میں تیرتی پشیمانی اور ندامت کا وہ یقین کرنے سے خوفزدہ تھا کہ یہ سب پھر سے ڈرامہ نکلا تو وہ سہہ نہ پاتا تبھی اس بار بھروسہ کرنے سے پہلے وہ کچھ وقت چاہتا تھا۔

"آپ بینک کے چکر کیوں لگا رہے ہیں آجکل؟ اور وکیل سے کونسے کام ہیں آپکے؟"

انیس نے سیدھا سبھاو سوال کیا تو ابراہیم نے خفگی سے اسے گھوری دی۔

"تم میرا پیچھا کروا رہے ہو؟"

ابراہیم تنتناتے ہوئے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے تو انیس بھی بڑے آرام سے کھڑا ہوا۔

"بس اتنا ہی شرمندہ ہونے کا ڈرامہ کرنا تھا آپکو؟ جب تک اپنے ان خفیہ چکروں کے بارے آپ مجھے نہیں بتاتے، کوئی معافی تلافی نہیں ہو گی۔ آخر آپکے اکاونٹ میں ہے ہی کیا جسکے لیے بینک گئے؟ اور وکیل سے ملنے کی کیا ضرورت پڑی؟ اگر یہ اس دیوالیہ فیکٹری کی فروخت کا معاملہ ہے تو آپ ڈنکے کی چوٹ پر بھی ایسا کر سکتے ہیں۔ آپکو روکنے کی مجھ میں جرت باقی نہیں۔ چھپانے کی ضرورت نہیں ہر گز"

وہ انکے سامنے سیدھے طریقے سے ہر بات رکھ چکا تھا جبکہ ابراہیم علوی اس بار فیکٹری کے لیے نہیں بلکہ کسی اور وجہ سے ان چکروں میں پڑے تھے اور ستم کہ بتا بھی نہیں سکتے تھے۔

ان کے بیچ جیسے کچھ لمحے کی خاموشی چھا گئی جبکہ عصر جو اپنے روم کے دوسرے باغیچے کی جانب کھلتے گلاس ڈور کے پاس کھڑا تھا، اسکی نظر اپنا ہینڈ بیگ لے کر علوی مینشن کے مین گیٹ تک جاتی فجر پر پڑی تو وہ اپنے کمرے کا دروازہ کھلا ہی چھوڑ تا پوری رفتار کے سنگ فجر کی طرف باقاعدہ دوڑا۔

"فجر۔ کہاں جارہی ہیں؟ منع کیا تھاناں کل آپکو؟"

ٹھیک گیٹ تک پہنچے عصر نے اسکی بازو اپنے ہاتھ میں لیتے، مضبوطی سے جکڑتے فجر کو لہرا کر اپنے سامنے پلٹایا جسکی آنکھوں میں تکلیف سے زیادہ غصہ تھا۔

"اپنے سلوک کو دیکھا ہے آپ نے جو مجھ سے کل کاروار کھا ہوا ہے۔ میں کون ہوں عصر زمان؟ کیا آپکی وقتی عاشقی جسکے لیے آپکا بس ایک دو بار خون جوش مارا اور میرے لیے ان لوگوں کو للکار آئے۔ میں نے کل رات سے صبح فجر تک کتنی منتیں کیں کہ مجھ سے اپنی تکلیف شئیر کریں۔ کیا کی آپ نے؟ جس طرح کمرے کا دروازہ بند کیا تھا ویسے دل کا بھی کر دیں۔ میں جا رہی ہوں۔ میرا یہاں ہونا نقصان دہ ہے۔ ایک بھی فائدہ نہیں میرے یہاں ہونے کا۔ آپ اپنے دکھ منائیں میں چلی جاتی ہوں۔"

وہ اتنی دلبرداشتہ اور ناراض تھی کہ عصر کو کچھ لمحے سمجھ نہ آیا وہ کن الفاظ میں اسکی تکلیف کم کرے۔

"آپ میری جان ہیں فجر جبرئیل، اس سے بڑھ کر اور جگہ کیا چاہیے۔ میں تھوڑا پاگل ہو گیا تھا۔ بات ہی ایسی تھی، اس وقت میں اپنے سائے تک سے کترا رہا تھا لیکن اب میں ہوش و حواس میں آ گیا ہوں۔ آپ مجھے سنیں گی ناں؟ میں سب بتاوں گا اندر چلیں۔ میں دوبارہ کبھی اس طرح بیہیو نہیں کروں گا۔ وعدہ کرتا ہوں"

عصر کا دماغ صبح ہوتے ہی زرا بحال ہوا تھا لیکن فجر اب ماننے والی دیکھائی نہ دے رہی تھی، وہ شدید برہم تھی۔

"مجھے نہیں جاننا اب کچھ۔ میں ہمایوں سے شادی کے لیے ہاں کروں گی۔ اپنے وجود سمیت اپنی وجہ سے ہوتے سب مسائل سمیٹ کر جا رہی ہوں۔ سمجھ لیجیے گا ہم کبھی ملے ہی نہیں یا پھر میں نے جو پہلی ملاقات میں

آپکی مسیحائی کی تھی اس کے صدقے میرا آپکی لائف میں کچھ دن ٹھہر کر بھونچال مچانا معاف کر دیجئے گا۔"

اپنی بازو پوری ہمت لگا کر جھٹکتے اس نے عصر کے ہاتھ سے آزاد کی ہی کہ وہ بیقرار ہو کر دونوں ہاتھوں میں اب کی بار اسکی دونوں بازو جکڑ کر فجر کو اپنے نزدیک ٹھہرنے پر مجبور کر گیا۔

"مجھ سے دو گنا زیادہ دماغ خراب ہے آپکا۔ آج ہی نکاح ہو گا ہمارا، اس سے پہلے ہم دونوں مل کر ہمارا یہ خوبصورت تعلق تباہ کریں۔ چلیں میرے ساتھ، ضد کی تو بہت برا پیش آوں گا"

وہ اسکی ایک بازو چھوڑتا، زبردستی فجر کو پکڑے واپس پلٹا ہی جب وہ مزاحمت کرتی اپنے آپکو چھڑوانے لگی۔

"نہیں جانانہ ہی مجھے آپ سے نکاح کرنا ہے۔ شکر کرتی ہوں جذبات میں آ کر میں نے نکاح کی ہامی نہیں بھری۔ آپ جیسا انسان تو دو پل لگا کر مجھے نکال باہر کرے گا جب دل چاہا۔ چھوڑیں عصر"

وہ چھوٹی سی ہو کر بھی عصر کے مقابلے والی جرت و قوت دیکھا رہی تھی۔

"آپ چاہ رہی ہیں میں آپکو اٹھا کر اندر لے جاوں، چار فٹیا سائیں باز آ جائیں۔"

عصر کے یکدم بدلتے تیور بھانپ کر لمحہ بھر اسکی مزاحمت تھمی پر ساتھ ہی دگنی رفتار سے وہ اپنا آپ چھڑوانے لگی۔

"فجر۔ میں دوبارہ نہیں کہوں گا۔ اگر میرا دماغ لائن پر آ ہی گیا ہے تو آپکا اسطرح ضد کرنا ضروری ہے کیا؟ پہلے مجھے سن تو لیں۔ پھر جو بھی آپکا فیصلہ ہو گا مجھے منظور ہے۔ پلیز"

عصر کی نرم ٹون اور تاسف خیز لہجے پر فجر نے سرخ ڈوروں سے سجی آنکھوں میں عصر کا چہرہ بھرا پھر اپنے بمشکل سنبھالے آنسو اک ہاتھ سے رگڑے۔

"چلیں میرے روم میں؟"

عصر نے اسکو زرا فاصلے پر ہونے دیا جبکہ وہ فوری نفی کر گئی۔

"آپ جائیں میں بیگ رکھ کر ہاتھ منہ دھو کر آتی ہوں اور میں چار فٹیا نہیں ہوں سنا آپ نے۔ دوبارہ کہا تو گنجا کر دوں گی آپکو عصر زمان۔ ہنہ"

نخرے دیکھانے ڈاکٹر صاحبہ کو بھی آ گئے تھے، اس پر تو عصر کا دل مزید سکون پا گیا کہ وہ نارمل ہو گئی تھی، اسکے پیر پٹخ کر جانے پر عصر نے اک گہری سانس لی اور واپس اپنے کمرے کی طرف آیا ہی جب اسکی نظر انیس پر پڑی، وہ بابا کو سوچنے کی مہلت دیے ایک بار عصر کو دیکھنے آیا تھا مگر کشن کے نیچے دبے ڈائری کے کاغذ پر انیس کی نظر پڑی تو وہ دروازے سے ہی پلٹ کر نہ جا سکا بلکہ انیس کے قدم خود بخود کمرے میں داخل ہوتے چلے گئے۔

وہ خط اس وقت انیس اٹھا کر پڑھ چکا تھا۔

"یہ خ۔۔خط؟"

عصر کے پیروں سے جیسے زمین سرکی جب اس نے انیس کے ہاتھ میں صنم زمان کا خط دیکھا، انیس کے چہرے کی رنگت بھی سپید تھی۔

"یہ۔۔یہ کیوں اٹھایا۔ کیوں پڑھا۔۔۔؟و۔۔واپس دیں مجھے"

عصر نے لپک کر انیس کے ہاتھ سے وہ خط چھیننا چاہا مگر انیس نے اپنا خط والا ہاتھ بروقت پرے

کیا۔

"تو یہ تھا وہ دکھ کا طوفان عصر زمان؟ تمہاری ماں ہے وہ عورت۔۔۔تم میرے بھائی ہو وہ بھی بڑے؟ کب سے جانتے تھے تم یہ سب۔۔۔تم نے جرت کیسے کی مجھ سے خود کو چھپانے کی؟"

انیس نے خط والا ہاتھ مٹھی میں بھینچا جبکہ عصر کی آنکھوں میں اپنی سرخ ہوتی آنکھیں گاڑیں۔

"م۔میں اس بارے ک۔۔کچھ نہیں کہنا چاہتا۔پلیز مجھے مزید پریشان مت کریں"

عصر نے جیسے منت کرنی چاہی تبھی انیس نے اسکی ٹھوڑی پر ہاتھ کی پکڑ جما کر عصر زمان کو اپنی طرف دیکھنے پر مجبور کیا۔

"تم کہو مجھے۔خبر دار آپ جناب کیا۔ورنہ تمہارا منہ پہلے ٹوٹے گا۔تمہیں بات کرنی ہو گی اور اپنے اندر کی ساری تکلیف اگلنی ہو گی عصر۔سنا تم نے؟"

انیس نے ریکوسٹ نہیں کی بلکہ حکم دیا۔

"سب کچھ پڑھ چکے ہو تم انیس غانم علوی۔اب مجھ سے کیا جاننا ہے؟ نفرت ہو رہی ہو گی مجھ سے اور میری ماں سے؟ ہے ناں"

انیس نے اپنے ہاتھ یکدم پیچھے ہٹائے، عصر کے منہ سے وہ ایسے الفاظ سنے گا کبھی خواب میں بھی نہ سوچا تھا۔

"نفرت؟ مجھے تم سے یا تمہاری ماں سے نفرت کس لیے ہو گی؟ مجھے تو میرے باپ سے نفرت ہو رہی ہے اور اپنی ماں پر غصہ آ رہا ہے۔ کس قسم کی لاپرواہی اور خود غرضی ہے یہ حمرا اور ابراہیم علوی کی۔۔ تمہاری ماں تمہیں چھوڑ کر گئی یہ تو بہت کم برا کیا اس نے ان دونوں کے مقابلے میں۔۔۔ مجھے تو یہ سوچ کر تکلیف ہو رہی ہے کہ میری ماں میرے بابا کے لیے اتنی ابنارمل حد تک پاگل تھی۔۔۔؟ کہ انہوں نے ایک بچے کی زندگی، ایک عورت کی عزت اور اپنے شوہر کی بے وفائی سب کچھ جانتے ہوئے بھی خاموشی اختیار کر لی؟"

انیس کی آواز میں کڑواہٹ گھل گئی تھی۔

عصر کی پلکیں تیزی سے جھپکیں، جیسے وہ یہ الفاظ سننے کے لیے تیار نہ تھا۔

"انیس..."

اس نے بمشکل اسے روکتے کہا، مگر انیس رکنے والا نہیں تھا۔

"میں نے ہمیشہ اپنی ماں کو مضبوط سمجھا، باوقار، ہر بات میں درست۔۔۔"

وہ ہنسا، مگر وہ ہنسی بے حد خالی اور دلخراش تھی۔

"مگر وہ بھی ایک کمزور عورت نکلیں جو اپنے شوہر کو کھونے کے خوف میں ایک بچے کو محرومی میں دھکیلتی رہیں"

عصر کی آنکھوں میں انیس کی دگنی تکلیف دیکھتے نمی ابھری۔

"آپ... آپ ایسا مت کہیں۔۔و۔۔وہ مجبور رہی ہوں گی۔"

وہ بمشکل حمرا علوی کی حمایت میں بولا۔

انیس نے گہری سانس لی، جیسے خود کو قابو کر رہا ہو۔

"میں تمہیں الزام نہیں دے رہا عصر، نہ تمہاری ماں کو مگر سچ یہی ہے، تم نے وہ سب برداشت کیا، جو تمہیں کبھی برداشت نہیں کرنا چاہیے تھا۔"

عصر کی سانس ہلکی سی اسکے حلق میں اٹکی۔

"میں نے عادت بنالی تھی انیس"

وہ دھیرے سے نظریں جھکائے بولا۔

"کس چیز کی عادت عصر؟"

انیس نے فوراً پوچھا۔

"اکیلا ہونے کی، کسی اپنے کے نہ ہونے کی اور اپنے آپ کو غیر ضروری سمجھنے کی..."

اس کی آواز یہ بتاتے ٹوٹ گئی۔

انیس کی آنکھوں میں ایک لمحے کو سختی آئی، پھر وہ اچانک اسے اپنی طرف کھینچ کر گلے لگا بیٹھا۔

عصر یکدم ساکت رہ گیا۔

"اب تم اکیلے نہیں ہو عصر علوی"

انیس کی آواز اس کے کان کے قریب گونجی جب وہ اسے اسکے صحیح سر نیم سے پکارا۔

"نہ تم غیر ضروری ہو، نہ بے نام، تم میرے بھائی ہو عصر اور یہ حقیقت اب کوئی نہیں بدل سکتا، میں اپنی ماں کی کوتاہیوں کی تلافی خود کروں گا۔ میں تمہاری ماں کو یہاں لاوں گا، صنم زمان کی وہ جگہ انکو واپس ملے گی جسکی وہ حق دار ہیں۔ رہی بات بابا کی انکو بھی ہر چیز کا حساب دینا ہو گا"

عصر کی آنکھوں سے نمی خاموشی سے بہہ گئی۔

"میں... میں نہیں چاہتا تھا تمہیں پتہ چلے ک۔ کہ ہم بھائی ہیں"

اس نے آہستہ سے نمدیدہ آواز میں کہاتو انیس نے اسے پکڑ کر اپنے سامنے کیا۔

"کیوں؟"

انیس نے اسکارندا غمزدہ چہرہ اپنے ہاتھوں کے پیالے میں بھر کر دلسوز انسیت سے پوچھا۔

"کیونکہ مجھے ڈر تھا، تم بھی باقی سب کی طرح... مجھ سے دور ہو جاو گے۔۔ی۔۔یاشاید نفرت کرنے لگو کہ میں جو تمہارا کیئر ٹیکر بن کر لایا گیاوہ تمہارا ہی بھائی نکل آیا"

انیس نے اس بار پھر درد بھری سمائل دی۔

"یہ ڈر تو تب تمہیں چھوتے اگر میں نے کبھی تمہیں اپنے سگے بھائی سے کم سمجھا ہوتا۔ میں نہیں جانتا عصر میرے کس عمل سے تمہیں یہ خوف لاحق ہوا لیکن یہ حقیقت جاننے سے پہلے بھی تم میرے دل سے جڑے بھائی ہی تھے۔ اب خون کے ہو۔۔۔ میں نے تمہیں کبھی اپنا کیئر ٹیکر نہیں سمجھا۔"

انیس کی آنکھوں میں نمی تھی تو عصر کہاں حوصلے میں رہ سکا تھا۔

"ہمیشہ تم پر حق جمایا کیونکہ مجھے رشک آتا تھا کہ تم میرا سایہ بنے رہتے ہو۔ میں غرور میں رہتا تھا کہ میرے ساتھ عصر زمان ہے۔۔۔۔ مت ڈرو۔۔ اس وجہ سے کبھی مت ڈرنا کہ میں کبھی تم سے دور ہو سکتا ہوں یا نفرت کر سکتا ہوں۔ تم نے جو اتنے سالوں میرے لیے کیا وہ میرے سگے ماں باپ بھی نہیں کر سکتے تھے۔ میں تمہیں کاش اپنا دل چیڑ کر دیکھا سکتا کہ وہاں اس آگاہی کے بعد کیسا سکون اترا ہے۔۔۔۔ تمہارے لیے کچھ کرتے وقت میں یہ سوچا کرتا تھا عصر کہ کہیں تم میرے کسی عمل کو احسان نہ سمجھ بیٹھو۔ کہیں تمہاری نظر یا سر نہ جھک جائے۔۔ میں ہمیشہ تمہاری عزت نفس

کا خیال کرتا رہا لیکن اب چونکہ تم میرا خون ہو تو میں تمہارے لیے کھل کر سب کچھ کروں گا۔ میں بابا کا فخر اور اپنی ماں کا بھرپور اطمینان نہیں بن سکا لیکن تم بنو گے۔ تم اپنے ماں باپ کا ساتھ پاؤ گے۔ اس کے لیے میں سب کچھ کر گزروں گا۔ میں تمہیں پہنچی ہر تکلیف کا ازالہ کروں گا۔ میری ماں نے جو زیادتی تمہارے ساتھ کی میں اسکی بھرپائی کروں گا۔۔۔۔ تم انھیں معاف کر دینا پلیز۔۔ وہ جیسی بھی تھیں، میرے لیے بے حد عزیز تھیں اور رہیں گی اور میں کبھی نہیں چاہوں گا حمرا علوی سے کوئی ناراض رہے۔۔۔۔۔ ٹھیک ہے ناں۔ میں تمہارے لیے بابا کو معاف کر دوں گا۔۔۔ تمہاری ماں صنم زمان کے پیر پڑ جاوں گا کہ وہ یہاں آئیں۔۔ اپنے بیٹے کے پاس۔۔۔ اپنی بگھڑی محبت کو سنبھالیں۔۔۔ کیونکہ میں تو عمر کا آدھا حصہ لگا کر بھی ناکام ہو گیا"

وہ انیس کے دونوں ہاتھ تھام کر روتے روتے سر نفی میں ہلا گیا کہ اسے انیس کو اتنی تکلیف سے دوچار کر دینا بہت بڑا ظلم محسوس ہوا ورنہ انیس تو کبھی کسی کے لیے یوں آنسو نہیں بہاتا تھا۔

"نہیں انیس... خدا کے لیے ایسا مت کہو..."

عصر نے اس کے ہاتھ مضبوطی سے تھام لیے، اس کی انگلیاں لرز رہی تھیں۔

"مجھے تم سے کچھ نہیں چاہیے بھائی، نہ ازالہ، نہ معافی، نہ کسی سے حساب... مجھے صرف تم چاہیے ہو بھائی۔۔"

اس کی آواز یہ بولتے بری طرح ٹوٹ گئی۔

انیس کی پلکوں پر ٹھہری نمی اس کے دل تک اتر گئی۔

"تمہیں لگتا ہے میں یہ سب تمہارے لیے کر رہا ہوں؟"

انیس نے دھیمی مگر گہری آواز میں پوچھا، عصر نے آنسو بھری آنکھوں سے اسے دیکھا۔

"میں یہ سب اپنے لیے بھی کر رہا ہوں عصر..."

اس نے اس کے ہاتھوں پر اپنی گرفت مضبوط کی۔

"کیونکہ اگر میں نے یہ نہ کیا تو میں خود کو کبھی معاف نہیں کر پاؤں گا کہ میرا بھائی میرے ہوتے ہوئے بھی اتنا کچھ سہہ گیا..."

عصر کی آنکھوں سے پھر سے آنسو بہہ نکلے۔

"میں نے شکایت تو نہیں کی تم سے۔۔ تم بھی تو میری طرح انجان تھے انیس۔۔۔۔ ہماری مائیں قصوروار ہیں اور ہمارا باپ۔ اس سب میں تمہارا کوئی قصور نہیں، ایون تم ہی تو ان سب میں سب سے زیادہ معصوم انسان ہو۔۔ میں برداشت نہیں کر سکتا کہ تم میری وجہ سے ایسی اذیتوں میں مبتلا رہو۔۔۔ حمرا علوی نے میرے لیے جو کچھ اچھا کیا میں نے اس سبب انھیں

پہلے ہی معاف کر دیا۔۔۔۔ تم کیوں خود کو پریشان کرو گے۔۔۔ میں تم سے ک۔ کوئی شکائیت نہیں کر رہا"

وہ بمشکل اپنے ٹوٹتے لفظ جوڑتے بولا۔

"اسی لیے تو دل ٹوٹ رہا ہے کہ تم شکائیت نہیں کر رہے"

انیس کی آواز میں درد صاف جھلک رہا تھا۔

"جو بچے شکایت نہیں کرتے ناں عصر، وہ سب سے زیادہ تکلیف میں ہوتے ہیں۔ تم نے بھی کبھی نہیں کی۔"

یہ کہہ کر اس نے اسے دوبارہ اپنے حصار میں لے کر اپنے سینے بھینچا اور دونوں اس وقت بہت زیادہ تکلیف کا شکار تھے۔

اس بار عصر نے خود کو روکنے کی کوشش نہ کی...

وہ اس کے کندھے سے لگ کر روتا رہا، برسوں کا جمع درد آنسوؤں میں بہتا چلا گیا۔

انیس نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے آنکھیں بند کر لیں، جیسے وہ بھی اس لمحے میں اپنے اندر کی بہت سی ٹوٹ پھوٹ سمیٹ رہا ہو۔

"اب سب ٹھیک ہو جائے گا، تم پہلے سے زیادہ مجھے اپنے ساتھ پاؤ گے۔ مجھے خوشی ہے تم میرے بھائی ہو۔ میرے بے حد قریبی اچھے انسان۔۔ میری زندگی سے جڑتا اک اور فخر عصر علوی"

اس نے آہستہ سے اسے خود میں بھینچ کر یہ فخر عصر کو سونپے۔

"م۔ میں بھی تم سے بہت پیار کرتا ہوں۔۔۔ جب یہاں آیا تھا اس پہلے لمحے سے ہی میرا دل تمہارے ساتھ دھڑک اٹھا تھا جیسے دو بھائیوں کا دھڑکتا ہے۔ میں نے خود سے ہمیشہ تمہیں پہلے رکھا اور یہ میں نے مجبوری میں نہیں کیا۔ میں بھی حیران ہوتا تھا میں اس شخص سے اتنا لگاؤ کیوں محسوس کرتا

ہوں۔۔۔جب بھی تمہیں چوٹ لگتی۔میں تمہارے سامنے تو مضبوط رہتا تھا لیکن اکیلے میں چھپ چھپ کر روتا۔اللہ سے دعا کرتا کہ وہ میرے بھائی کو ٹھیک کر دے۔۔۔"

عصر کی آواز بھی جیسے یہ اعتراف کرتے ریزہ ریزہ ہونے لگی۔

"اور اللہ تمہارے اس بھائی کو انہی دعاوں کی وجہ سے ٹھیک کر دیتا تھا۔مجھے سچ میں بہت خوشی ہے کہ تم میرے بھائی ہو۔میرے ہوتے اب تمہیں یوں جلنے یا تڑپنے کی ضرورت نہیں۔سکون میں آجاو۔۔جا کر فجر کو مناو وہ ناراض ہے تم سے۔باقی باتیں ہم بعد میں کرتے ہیں۔مجھے ایک اہم کام دیکھنا ہے۔ٹھیک ہے؟"

عصر نے اس کے الفاظ سن کر سر اٹھایا،اس کی آنکھیں اب بھی نم تھیں مگر ان میں ایک عجیب سا سکون اتر آیا تھا۔

"تم... مجھ سے ناراض تو نہیں ہو ناں؟"

اس نے جیسے آخری بار تصدیق چاہی۔

انیس نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ اس کے گال پر ہاتھ رکھ کر تھپکایا۔

"اگر تم پھر سے یہ سوال کرو گے تو ضرور ناراض ہو جاؤں گا..."

وہ نرم مگر شرارتی آواز میں بولا، عصر کے ہونٹوں پر ہلکی سی کمزور مسکراہٹ آئی۔

"جاو... شاباس"

انیس نے اس کے کندھے کو ہلکا سا تھپکا دیا۔

"فجر تمہارا انتظار کر رہی ہو گی... اور ویسے بھی... اب تمہیں اسے منانے کا کانفیڈنس میں نے دے دیا ہے۔ زرا علوی سٹائل میں منانا، جذباتی مگر جان لیوا"

عصر نے خجالت سے ہنس کر سر ہلایا، مگر قدم بڑھانے سے پہلے ایک بار پھر پلٹ کر انیس کو دیکھا۔

"بھائی..."

اس لفظ میں جو اپنائیت تھی، اس نے انیس کے دل کو عجیب سی گرمی دے دی۔

انیس نے ہلکے سے مسکرا کر اثبات میں سر ہلا دیا۔

عصر مڑا اور آہستہ آہستہ دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

اس کے قدم اب پہلے سے ہلکے تھے، جیسے برسوں کا بوجھ واقعی اتر گیا ہو۔

انیس کچھ لمحے وہیں کھڑا اسے جاتے دیکھتا رہا، پھر اس نے مٹھی میں بھینچا وہ خط دوبارہ کھولا۔

اس کی آنکھوں میں اب درد کے ساتھ ایک نیا عزم بھی ابھر آیا تھا۔

"اب بہت ہو گیا، کسی کو اور نہیں ٹوٹنے دوں گا..."

انیس نے خود سے عہد باندھا اور کمرے سے نکل گیا تھا، اسکا ارادہ بابا سے انکا فیصلہ جاننے کا تھا مگر سوہاوالا معاملہ دیکھنا تھا تبھی وہ نکل گیا جبکہ عصر نے سارا معاملہ جب فجر کو بتایا تو وہ بھی ان سچائیوں پر دم بخود رہ گئی، عصر کے لیے گزشتہ رات واقعی کتنی دردناک تھی یہ محسوس کیے فجر کی ساری ناراضگی دم توڑ گئی۔

"میں ناجانے کیا کیا سوچ بیٹھی تھی۔م۔مجھے لگا آپکو مجھ سے کوئی محبت ہی نہیں عصر۔۔۔"

وہ ہچکی سی بھر کر روتے بولی تو عصر نے اسکا نرم سا کانپتا ہاتھ فوری اپنے ہاتھوں میں جکڑا پھر دبا لیا۔

"مجھے آپ سے جو محبت ہے اس میں دورائے کا امکان تک نہیں میری محبوب عورت! میں بس اپنے اندر بکھرا ہوا تھا۔بہت سے وہم، خدشے اور

ڈر گھیرے ہوئے تھے۔ لیکن انیس نے میرا ہر ڈر خود میں سمیٹ لیا۔ اور اب میں آپکی ہر تکلیف اور آپکا ہر ڈر خود میں سمیٹ لوں گا۔ مجھ سے نکاح کر لیں۔۔ انکار نہیں فجر۔۔ باقی کی لڑائیاں ہم ہاتھ تھام کر بھی تو لڑ سکتے ہیں۔ میں آپ سے دور نہیں رہنا چاہتا۔ مزید ایک بار اگر ہمارے بیچ تناو آیا تو مجھے ڈر ہے ہم ایک جیسے بد دماغ ایک دوسرے سے دور ہو جائیں گے۔ پلیز فجر۔۔۔"

فجر نے اس کی بات سنی تو اس کی سانس جیسے سینے میں ہی اٹک گئی، عصر کی آنکھوں میں پھیلا خوف، اس کی آواز میں چھپی التجا، سب کچھ اس کے دل کو لرزا گیا۔

"آپ... آپ مجھے ڈرا رہے ہیں..."

وہ بمشکل بولی، اس کی پلکوں پر نمی پھر سے ٹھہر گئی۔

عصر نے آہستہ سے اس کے ہاتھ پر انگوٹھا پھیرا۔

"میں خود ڈرا ہوا ہوں فجر... میں نے بہت کچھ کھونے کا احساس ایک ہی رات میں محسوس کیا ہے اور اب میں آپکو کھونے کا تصور بھی برداشت نہیں کر سکتا سائیں۔ میری عرض سن لیں۔"

اس کی آواز میں سچائی صاف جھلک رہی تھی، وہ دیوانہ وار جیسے اسکی جانب لپک اور اس لپکنے پر ضبط کر رہا تھا وہ دیکھنا تک فجر کے رونگٹے کھڑے کر رہا تھا۔

"ع۔۔ عصر مجھے ڈر لگ رہا ہے"

وہ بمشکل منمنائی۔

"ہمایوں سے یا اسکے خاندان سے؟"

عصر نے اسکا چہرہ اپنی طرف کیے اوپر اٹھایا۔

"آ۔۔ آپ سے۔۔۔۔۔ عصر آپ سے۔ اور خود سے بھی۔۔ میں نے بہت گندا اور برا سوچ لیا۔۔ آپ نے بھی سوچا ہے ناں؟"

وہ روہانسی ہو کر بولی تو عصر نے ندامت سے سر ہلایا۔

"اب ایسا کچھ نہیں ہو گا۔ چھوڑنے کی یا جدائی کی کوئی بات نہیں ہو گی۔ بھروسہ کریں میری پیاری جان۔ چند دنوں میں ہی آپکی جان ہلکان کر دی میں نے جانتا ہوں۔۔۔ آپ جب پہلی بار ملی تھیں کتنی پر سکون تھیں۔ بہت زیادہ مضبوط۔۔۔ اندر کی ساری دراڑیں چھپائے ہوئے پر اعتماد سی ڈاکٹر فجر جبرئیل"

وہ اسکی آنکھوں کا درد و رشک دیکھ کر اپنی ہتھیلی بے اختیار عصر کے رخسار سے جوڑ گئی۔

"پاگل۔ میں تب مضبوط تھی پر خوش تو نہیں تھی۔ اب کمزور ہوں، بات بات پر پاگل پن کے مظاہرے کر رہی یوں یار ورہی ہوں تو خوش بھی تو

ہوں۔۔یہ خوشی کہ کوئی انسان ہے اس دنیا میں جسے بس میری پڑی ہے۔۔۔۔میری خوشی نہیں دیکھائی دی آپکو ع۔۔عصر؟"

وہ اسکے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لے کر دباتا محبت سے مسکرا دیا۔

"دیکھائی دی۔۔ تبھی تو کہہ رہا ہوں میری ہو جائیں۔کم از کم آپکو دیکھنے یا چھونے پر بہکنے کا ڈر نہ محسوس ہو۔۔ سمجھ رہی ہیں ناں۔۔ آدمی کا ایمان زرا ڈگمگایا ہوا ہوتا ہے اپنی من پسندیدہ عورت کے لیے۔وہ اسے دیکھنا بھی یوں چاہتا ہے جس کے لیے نکاح کی شرط ضروری ہوتی ہے۔ ٹکٹکی باندھ کر، بار بار دیکھنا چاہتا ہوں آپکو۔کہ میرے دیکھتے دیکھتے آپکے چہرے کا رنگ بدلنے لگے۔۔۔۔مان جائیں یار"

وہ اسکی بے قابو محبت، اسکا جذب، اسکی دیوانگی دیکھتی گھبرا کر اسکے پہلو سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"اوکے تیار ہوں نکاح کے لیے مگر۔۔۔۔"

اس سے پہلے وہ اس جان لیوا اقرار کے بعد انگلی اٹھا کر یہ مگر کہہ کر مزہ کرکرا کرتی، عصر نے اسکی انگلی بروقت اپنی مٹھی میں دبوچی۔

"یہ مگر بعد میں..."

عصر نے آہستہ مگر پُرجوش لہجے میں کہا، اس کی آنکھوں میں اچانک چمک آ گئی تھی۔

"نہیں عصر"

فجر نے ہلکا سا مسکراتے ہوئے سر نفی میں ہلایا۔

"یہ مگر ابھی... اور پوری سنیں گے آپ..."

وہ اپنی انگلی چھڑانے کی کوشش کرتی بولی مگر عصر نے گرفت مزید مضبوط کر دی۔

"مجھے ڈر ہے آپکا یہ مگر کہیں مجھے بے ہوش نہ کر دے..."

وہ ہلکے سے ہنسا، مگر اس ہنسی میں سچی گھبراہٹ بھی شامل تھی، فجر کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ آئی۔

"اتنے کمزور ہیں آپ؟"

اس نے چھیڑا۔

"آپکے معاملے میں... بہت..."

عصر نے فوراً جواب دیا۔

فجر کا دل ایک لمحے کو دھڑکا... پھر وہ قدرے سنجیدہ ہو گئی۔

"میری شرط بس اتنی ہے..."

اس نے آہستہ سے کہا ہی کہ عصر کی سانس جیسے رک گئی۔

"نکاح کے بعد بھی، ہم جلدی میں کوئی فیصلہ نہیں کریں گے، ہم ایک دوسرے کو مزید سمجھیں گے... وقت دیں گے... اور..."

وہ رکی، جیسے الفاظ ڈھونڈ رہی ہو۔

"اور کیا...؟"

عصر نے نرمی سے پوچھا۔

"اور... آپ مجھے کبھی یوں اکیلا نہیں چھوڑیں گے جیسے گزشتہ رات..."

اس کی آواز پھر سے ہلکی سی بھر آئی۔

"تم میری جان ہو میں تمہیں بھلا کیوں چھوڑوں گا۔ وجہ تمہیں بتا دی ہے۔ اور تمہاری شرط منظور ہے۔ میں کچھ بھی نہیں چاہتا ابھی تم سے صرف تم پر حق چاہیے۔ تم میری ہو اب۔۔۔ ہم جلد نکاح کرنے والے ہیں۔ سنا آپ نے؟"

وہ اسکے جنون اور اسکی دیوانگی پر مسمرائز سی ہو گئی۔

"تو... کب کریں گے نکاح...؟"

اس نے ہچکچاتے ہوئے پوچھا، عصر کی آنکھوں میں چمک سی آئی۔

"جتنی جلدی آپ ہاں کو دوبارہ دہرا دیں..."

وہ ہلکا سا اسکے چہرے پر جھک کر بولا، فجر نے شرماتے ہوئے نظریں جھکا لیں...

"میں تیار ہوں"

اس کی مدھم آواز میں وہی اقرار تھا جس نے عصر کے چہرے پر بے اختیار مسکراہٹ بکھیر دی۔

"میں بھی"

وہ بھی جیسے دل و جان کی ساری خوشی سمیت مسکرا اٹھا تھا، اب دیکھنا یہ تھا انکا نکاح بنا کسی پنگے ہو پاتا ہے یا نہیں۔

.._____..

یمل کا عدین والے سکول میں عرشیہ نے ایڈمیشن تو کل کروادیا تھا مگر آج کا ریسٹ تھا اور یمل کو کل سے جوائن کرنا تھا تبھی وہ اب تک ساڑھے نو ہونے کے باوجود اپنے کمرے میں سو رہا تھا، شمس الدین، فاطمہ اور خود عاصم ملک نے رات بھر جانے کتنی بار اٹھ اٹھ کر یمل کے کمرے کا رخ کیا پر وہ ہر بار سوتا بن جاتا رہا، عدین سے وہ رابطے میں تھا، ابھی بھی اٹھ تو گیا تھا پر ان تینوں کی شکلیں نہ دیکھنی پڑیں اس لیے بستر میں ہی پڑا تھا۔

عدین نے اسے کال کی تھی کیونکہ وہ ساری رات یمل کے لیے افسردہ رہا تھا، موصوف وہ بھی جاگ چکے تھے، آج پہلی دو گلاسیز آف تھیں تبھی عدین بھی زرا دیر سے جاگا تھا۔

"ان لوگوں کا پیار بناوٹی لگ رہا ہے مجھے عدین۔ دم سا گھٹ رہا ہے۔ کب شام ہو اور میں فٹ بال کلب کے لیے نکلوں گا۔ تم سے ملوں گا"

یمل کی طرح عدین بھی بیڈ پر ہی پڑا تھا، لحاف خود پر اوڑھے جناب مکمل مست انداز میں فون کان سے لگائے ہوئے تھے۔

"مجھے بھی یہی فکر لگی رہی میرے پیارے دوست۔ لیکن کیا کریں وہ تمہاری فیملی ہے۔ شاید وقت کے ساتھ تم ایڈجسٹ کر جاو۔ اپنے پیرنٹس کو ایفرٹس کرنے کی اجازت ضرور دینا"

عدین کے مشورے میں اک بے پناہ اپنائیت تھی جس نے یمل کو مسکراہٹ بخش دی۔

"ہاں ابھی اٹھ کر جاتا ہوں باہر۔ میری مما فاطمہ پتا نہیں اب کیا کیا کریں گی؟ میرے بابا عاصم جانے کس طرح بیہیو کریں گے۔ اور نانا بھی ہیں شمس الدین نامی۔۔۔ یہ لوگ ابھی میرے آگے پیچھے دوڑیں گے ناشتے کے وقت۔۔۔ کوئی کہے گا یہ کھاو کوئی یہ۔۔۔ تمہیں پتا ہے یہ تینوں رات بھر کئی کئی بار اٹھ کر مجھے دیکھنے آئے"

یمل نے اپنا معصومانہ سا فخر بانٹا تو لیٹے پڑے عدین کے لبوں پر بھی مسکراہٹ چلی آئی۔

"مطلب آج تم مکمل وی آئی پی پروٹوکول پانے والے ہو۔۔۔اوھو۔۔ٹھیک ہے کلب میں تم سے پوری رپورٹ لوں گا ابھی میرا سپیشل پروٹوکول آگیا ہے میرے روم میں"

عدین کی نظر ڈور کھول کر اندر آتی عرشیہ پر گئی تو ساتھ ہی اسکی مسکراہٹ بھی چہرے پر چمکی اور یمل فورا سمجھ گیا۔

"عرشیہ آپی آئی ہیں؟"

یمل کا لہجہ بیقرار تھا تبھی عدین نے اٹھ کر بیٹھتے ہی فون سپیکر پر ڈالا جب عرشیہ نے پیار سے عدین کی گال سہلا کر اسکا سر چوما۔

"ہاں۔مجھے سکول کے لیے جگانے۔تم بات کرو میں فورا سے ہاتھ منہ دھو کر اور دانت برش کر کے آیا۔"

عدین نے پیار سے مسکراتے فون عرشیہ کے ہاتھ میں تھمایا اور خود بندر کی طرح جھمپ مارتا اپنے بیڈ سے اتر گیا۔

"میرا بچہ کیسا ہے؟"

عرشیہ کی آواز سنتے ہی یمل کا دل و آنکھیں بھر گئے۔

"کاش آپ میری مما ہوتیں۔۔۔مجھے یہ کن لوگوں کے ساتھ بھیج دیا آپی جو میرے دل کو چھو ہی نہیں رہے۔میں نے بہت مس کیا آپکو۔بہت ز۔۔زیادہ"

وہ بھی جیسے روتا اٹھ بیٹھا تو عرشیہ کا دل بھی شدید بے چین ہوا۔

"میں مما ہی تو ہوں۔۔تم میرے چھوٹے بھائی ہو یمل۔۔آپی ہمیشہ تمہارے پاس ہے۔تھوڑا وقت دو انکو، تمہارا دل بہت پاک ہے اسے چھونے کے لیے ان لوگوں کو شفاف ہونا پڑے گا۔اس میں کچھ دن لگیں گے۔ہمت مت ہارنا۔میں ایسا کروں گی شام میں تمہیں اور عدین کو خود

کلب ڈراپ کر دوں گی اور پک بھی۔ شام کو تو ہم مل کر ساتھ بہت سا وقت گزار سکتے ہیں۔ اس طرح تمہارا موڈ بھی اچھا ہو گا۔ کل سے تو ویسے بھی سکولنگ شروع ہو جائے گی۔ پھر تو تمہیں سر کھجانے کی فرصت بھی نہیں ملے گی"

یمل نے ناک سکیڑتے ہوئے ہلکی سی سسکی لی۔

"سچ میں آئیں گی ناں آپ؟"

اس کی آواز میں بچے جیسی امید تھی، عرشیہ کے ہونٹوں پر نرم مسکراہٹ آ گئی۔

"نہ آئی تو؟"

اس نے ہلکا سا یمل کو چھیڑا تو یمل فوراً گال پھلا گیا۔

"تو میں عدین کو لے کر خود آ جاؤں گا آپ کے پاس آپکو تنگ کرنے۔

اس کی معصوم ضد پر عرشیہ کی آنکھیں نم ہو گئیں۔

"میرا پیارا بچہ..."

اس نے دھیرے سے لاڈ کیا حالانکہ عرشیہ کی طبعیت ڈاون تھی، انیس کے جانے کے بعد اس نے بہت کوشش کی سونے کہ پر نیند وہ ظالم دونوں ہاتھوں سے اڑا گیا کہ پھر نہ آئی، وہ بس سارا وقت شرماتی گئ تبھی اب تھک ہار کر کمرے سے خود ہی نکل آئی تاکہ دنیا فیس کر کے کچھ حوصلہ ملے۔

"اور سنو، نئے لوگوں کو تھوڑا وقت دینا پڑتا ہے، ہر دل کو کھلنے میں وقت لگتا ہے... جیسے تم پہلے دن مجھے بھی تھوڑے سے ڈرے ہوئے لگے تھے..."

یمل نے ہلکی سی نفی میں سر ہلایا۔

"نہیں... آپ کو دیکھتے ہی میرا دل مان گیا تھا..."

اس کے سادہ جملے نے عرشیہ کے دل کو عجیب سی نرمی سے بھر دیا۔

"اور میرا دل بھی"

وہ آہستہ سے محبت کے سنگ بولی۔

تبھی عدین واپس آیا، بال بھیگے ہوئے تھے اور ہاتھ میں تولیہ تھاما ہوا تھا۔

"میں آ گیا..."

وہ خوشی سے بولا اور فون دوبارہ کان سے لگایا۔

"یمل، شام کو تیار رہنا ہم دونوں مل کر عرشیہ کو تنگ کریں گے..."

عدین کی شرارت پر یمل کی ہنسی نکل گئی۔

"پہلے آپی آئیں تو سہی..."

وہ ابھی عرشیہ کا بس ملنا چاہتا تھا۔

"وہ ضرور آئیں گی، عرشیہ کبھی وعدہ نہیں توڑتیں..."

اس نے چھیڑا تو عدین نے فوراً جواب دیا، عرشیہ نے دونوں بچوں کی باتیں سنتے ہوئے گہری سانس لی

ان دونوں کی معصوم وابستگی اس کے دل کو بیک وقت خوش بھی کر رہی تھی اور کسی انجانے خوف سے بھر بھی رہی تھی۔

"میں تم دونوں سے بہت پیار کرتی ہوں"

عرشیہ کا اقرار دونوں نے سنا، اک نے براہ راست اور دوسرے نے فون کال کے تھرو اور دونوں کو اس پر ایمان لانے میں لمحہ بھی نہ لگا۔

"اور میں اس پیار کرنے والی سے بے شمار پیار کرتا ہوں"

انیس کے کمرے میں آنے پر عرشیہ نے گھبرا کر گردن پھیری، جہاں وہ بھی دیکھنے ہی آیا تھا کہ اسکا چیتا سکول کے لیے جاگا یا نہیں، جبکہ عرشیہ کے لیے بھی اسے بیقراری محسوس ہوئی کیونکہ اسے وہ کمرے میں نہیں ملی تھی۔

"ہم دونوں آپکے اس پیار پر قربان جائیں"

عدین کے شوخ مسکرانے کے ساتھ دوبارہ سپیکر آن ہونے کے سبب یمل کا اقرار بھی عرشیہ اور انیس کے کانوں سے ٹکرایا تھا۔

"پہلے تو سکول نکلو۔ پھر قربان جانا۔ تم نے سکول کو باپ بھائی کی جاگیر سمجھ رکھی ہے گدھے جو دس بجے جاگ رہے ہو۔ اور فون والے مسٹر یمل تم بھی تیاری پکڑو بیٹا کل سے سکول ہے۔ اب جلدی سے کال بند کرو دونوں اور تم ریڈی ہو میں اور عرشیہ تمہیں سکول ڈراپ کر دیتے ہیں"

یمل نے شرارتی مسکراہٹ دیتے کال بند کی جبکہ عدین بھی بھیو سے آکر لپٹے ڈھیر سارا لاڈ وصولتا ہنستا ہوا یس باس کہے خود بھی چینج کرنے دوڑا اور انیس کی نظریں خود پر پڑتے ہی وہ گلاب سی ہوئی۔

"ناشتہ نہیں کراوو گی مجھے ؟"

انیس نے اپنا ہاتھ پھیلایا ہی جب عرشیہ نے فوری تھاما، وہ ساتھ باہر آئے تو انیس نے اسکو اپنے حصار میں لیا اور ناشتے کو پانچ دس منٹ تھے تبھی وہ اسکو ساتھ لیے ہی اوپر اپنے روم میں پہنچا۔

"بہت کچھ بتانا ہے تمہیں۔"

وہ اسکا ہاتھ پکڑے کمرے کے وسط میں لائے اسکا ماتھا چومتے عرشیہ کو اپنی تمہید سے کچھ سنجیدہ کر گیا۔

"پہلے میری سنو۔ مجھے نیند نہیں آئی جب سے تم گئے۔ اچھا نہیں کیا تم نے میرے ساتھ، تم نے بہت زیادہ پیار کر دیا ہے۔ ہر لمحہ اسی پیار کے خیال میں ڈوبی رہوں گی تو دنیا کیا کہے گی کہ اسے کونسے نشے چڑھے ہیں۔ ا۔۔ انیس یہ سب کیا ہو گیا ہے۔ مجھے بہت رونا آرہا ہے"

انیس نے نرم سی مسکراہٹ کے ساتھ عرشیہ کے ہاتھ مضبوطی سے تھامے اور اس کے ماتھے پر ہلکا سا بوسہ دیتے ہوئے مسکرایا۔

"یہ سب ہم دونوں کا پیار ہے، عرشیہ۔ کچھ بھی برا نہیں ہوا، اور نہ ہی ہو گا۔"

عرشیہ کی آنکھوں میں نمی تھی، لیکن وہ اس کی باتوں سے سکون محسوس کرنے لگی۔ اس کے ہونٹ کچھ کہنے کے لیے کھلے، لیکن لفظ نکلنے سے پہلے ہی انیس بول اٹھا۔

"مجھے بھی بہت کچھ کہنا ہے، لیکن سب سے پہلے یہ جان لو کہ تمہیں رونے کی کوئی ضرورت نہیں۔ تمہاری آنکھوں کی چمک، تمہاری مسکان، یہ سب میرے لیے سب سے قیمتی ہیں۔ میری پیاری لما۔ تم میرا سکون بنی ہو اس میں رونے کی کونسی بات ہوئی"

عرشیہ نے سر جھکایا اور انیس کے سینے پر اپنا سر ٹیک دیا۔ دل کے جذبات اتنے زیادہ تھے کہ وہ صرف خاموشی سے سانسیں لے رہی تھی۔

انیس نے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے اسے کچھ دیر پر سکون کیا۔

"ہم نے ایک دوسرے کے لیے یہ پیار بنایا ہے، اور یہی پیار ہمیں ہر مشکل سے لڑنے کی طاقت دے گا۔ دنیا کچھ بھی کہے، ہم اپنے دل کی سنتے ہیں۔ تم اس خمار سے نکل بھی جاو میں نیا خمار طاری کر دوں گا۔ میں اب تم سے دور تھوڑی رہوں گا۔۔ اب تو ہماری نزدیکیاں آگ پکڑتی چلی جائیں گی"

عرشیہ نے آہستہ سے سر اٹھا کر اس کی آنکھوں میں دیکھا، وہ بے شرم ہو کر جان لیوا حد تک پیارا لگتا اور وہ حیران و پریشان رہ جاتی۔

"تم کہہ رہے ہو یہ؟ مجھے یقین نہیں آرہا..."

وہ روہانسی ہوئی۔

"ہاں، ہر لفظ سچ ہے اور میں چاہتا ہوں کہ تم یہ ہمیشہ یاد رکھو، کہ تم میری سب سے قیمتی دولت ہو۔"

انیس نے قریبی مسکراہٹ کے ساتھ پیار جتایا۔

"انیس، میں تم سے بہت پیار کرتی ہوں"

انیس نے اس کے لبوں پر نرم سا بوسہ دیا اور آسودگی سے اسے اپنے گلے لگا گیا۔

"اور میں تم سے کرتا ہوں۔ بہت پیار۔۔۔ تم سوچ بھی نہیں سکتی۔"

اک فسوں خیز خاموشی نے کمرے کو گھیر لیا، لیکن یہ خاموشی ایک مکمل اطمینان اور محبت بھرا سکون تھی، جو دونوں کے دلوں کو چھو رہا تھا اور پھر انیس نے اسے عصر والے معاملے کے ساتھ دوسرا معاملہ بھی بتایا، سوہا سومرو پر کورٹ جانے کے بیچ رئیس کی طرف سے حملہ تو ہوا پر رئیس کا وار ناکام ہو گیا، نا صرف وہ ناکام ہوا بلکہ اسکو پولیس نے قاتلانہ حملہ کرنے پر اریسٹ بھی کر لیا، سوہا کی گاڑی درخت سے ٹکرانے کے سبب اسے سر اور ماتھے پر ہلکی چوٹیں آئی تھیں مگر وہ محفوظ تھی، زخمی حالت میں بھی کورٹ پہنچ کر اس نے رئیس ملانی کا تمام مال و اسباب ضبط کرنے کی اجازت بھی

دی، جبکہ مما پر ایسی مصیبت منڈلا رہی تھی یہ سوچ کر وہ بہت زیادہ تکلیف میں آ گئی۔

"ٹھیک ہے بس کرو رونا۔ تمہاری مما ٹھیک ہیں۔ اسے کہتے ہیں کسی کے لیے کھودے گڑھے میں خود گر جانا۔ وہ زلیل آدمی جیتے جی سوہا سومرو کا پیچھا نہیں چھوڑے گا۔ یہ قصہ تبھی ختم ہو گا جب یا تو اسکے ماں باپ اسکو گھسیٹ کر ملک سے لے جائیں گے یا پھر وہ دنیا بدر رہو۔ بس کرو۔"

وہ اسکی سوہا سے ناراضگی ایسے ختم ہوتی نہیں چاہتا تھا، اب تو حال یہ تھا کہ سوہا کے لیے اسکے ماں باپ سمیت اسکی بیٹی بھی تڑپ رہی تھی۔ سوہا کی ساری زیادتیاں ایک پل میں وہ سب بھول گئے۔

"مجھے لگتا ہے ہمارے جیتے جی یہ موذی مسائل حل نہیں ہونے والے ہیں۔ جس کا دل چاہتا ہے منہ اٹھا کر آ جاتا ہے ہم سے لڑنے۔ مقابلہ کرنے۔ تھک گئی ہوں انیس"

وہ ابھی سے ہلکان تھی لیکن ابھی تو اصل دنگا مچنا باقی تھا، اصل حشر تو کل ڈھلنا تھا۔

"ہم نہیں تھکیں گے، کیونکہ ہم جنگجو ہیں لُما۔ ویسے بھی تمہیں کافی انرجیٹک کر دیا ہے میں نے۔ اب تو میری جان بلاوں سے بھی نمٹ سکتی ہے۔ یہ تو بس ڈھیٹ انسان ہیں"

اس سچویشن میں بھی وہ عرشیہ کو کل کی یاد دلا کر دانت دیکھا رہا تھا، عجوبہ کہیں کا، یا شاید وہ شخص عرشیہ کو اچھے سے سنبھالنا سیکھ گیا تھا کیونکہ اسکی گرے آنکھوں والی حسینہ دل و جان سے مسکرا رہی تھی۔

"نہیں ابھی تو انرجی فیل نہیں ہو رہی سڑو، کاش تم نے میری نیند نہ اڑائی ہوتی۔"

وہ انیس کے سینے سے لپٹی اپنی مسکراہٹ جلد چھپا گئی ورنہ وہ جن بہک جاتا۔

"میں ایک اور ڈوز دوں انرجی کی؟"

انیس نے شریر انداز میں عرشیہ کے نازک وجود کو اپنی بازوؤں میں بھینچا تو وہ زرا سا چہرہ روبرو کیے اسے گھوری، حیا کی لالی عرشیہ کی آنکھوں کے اطراف پھیلی با آسانی دیکھی جا سکتی تھی۔

"تم میرے سامنے رہو یہ بھی انرجی دے گا۔ڈوز کی ضرورت نہیں۔پہلے والا صدمہ ابھی ہضم نہیں ہوا۔"

عرشیہ کے شرمانے کو دیکھ کر انیس کو زیادہ پیار آ رہا تھا۔

"تم شرماتے ہوئے بلکل موسمی پھول ہو جاتی ہو۔میری جان۔یہاں آو"

اسے اس بار انیس نے پوری خلاوت سے اپنے سینے لپٹایا جیسے وہ دو نہیں، ایک ہی جسم بن گئے ہوں۔

"ہمم اور یہ عصر؟ انیس یہ کیا ہے؟ کیا سچ میں وہ تمہارا بھائی ہے؟"

ابھی تک عرشیہ کی آنکھیں بھیگی تھیں، صدمات ابھی جاری و ساری جو تھے، خاص کر عصر زمان والا صدمہ۔

"ہاں۔ وہ میرا بھائی ہے۔ مجھے اس حوالے سے بہت خوشی ہے لیکن جب تک میں مما کی خود غرضیوں کا ازالہ نہ کرلوں، مکمل مطمئین نہیں ہو سکوں گا۔ وہ عورت، صنم زمان بھی ہر خوشی کی مستحق ہے۔ بابا کو اس سے کی گئی ناانصافی کی معافی مانگنی ہو گی۔ بے وفائی تو وہ کر چکے ہیں۔ میری ماں جانتی تھی اس لیے اگر صنم یہاں مما کی جگہ آ بھی جائیں تو کوئی فرق نہیں پڑے گا مگر اس سے میرا ضمیر ضرور مطمئین ہو گا اور شاید مما کی روح کو بھی سکون مل جائے"

انیس کے خیالات، اسکے تاثرات اور اس فیصلے کو سن کر عرشیہ نے اک پر سکون سی مسکراہٹ انیس کو دی، جیسے وہ کہنا چاہتی ہو کہ وہ اس میں انیس کے ہمقدم ہے۔

"میرا بھی یہی خیال ہے، یہ وہی ڈاکٹر ہیں جنہوں نے تمہاری مدد کی؟"

عرشیہ کے دل میں اس عورت کے لیے ویسے ہی اپنائیت بھری تھی، رات ہی اسے انیس نے اس بارے بتایا تھا۔

"ہاں وہی ہیں۔ بہت اچھی ہیں۔ مما کے بعد میں نے کبھی کسی خاتون میں ویسی کشش اور ممتا والی شفقت محسوس نہیں کی عرشیہ۔ اس لیے اگر وہ یہاں آجائیں تو اس مینشن کے لیے اچھا ہو گا۔ عدین کے لیے بھی شاید وہ ماں والی جگہ پُر کر سکیں۔ کیونکہ مزاجاً وہ مجھے بہت ڈاون ٹو ارتھ لگیں۔ پھر تم خود سوچو جس عورت نے اپنے بچے کے محفوظ ہونے کے بدلے اس سے جدائی چنی وہ ماں کتنے بڑے ظرف و دل کی مالک ہو گی۔ اس جیل والے منحوس کا قصہ نمٹ جائے تو یہ معاملات حل کرتے ہیں۔ رئیس کی اب ٹنشن مت لو۔ جیل میں پہنچ چکا ہے، اور اسکا سب کچھ ضبط ہو جائے گا تو وہ کمینہ ویسے ہی کنگلا ہونے کے صدمے سے پاگل واگل ہو جائے گا۔"

انیس نے اسکے بالوں کو نرمی سے ہاتھ پھیر کر سنوارتے یہ تسلیاں دیں، وہ اسے تادیر دیکھتی تو عرشیہ کی گالوں میں سرخی اترنے لگتی، شاید یہ انکے بڑھتے رشتے کی وجہ سے تھا۔

"میں اسے پاگل ہو کر چینختا دیکھنا چاہتی ہوں۔ کل اس نے کال کی تھی، بکواس کر رہا تھا، میں نے بھی جتنی بھڑاس تھی ساری نکال دی۔ اسکے ماں باپ کو بھی اسکی کوئی فکر نہیں کہ اکلوتی اولاد کسی دن بے موت ماری جائے گی۔ خیر دفع کرو اسے۔ عدین کو سکول ڈراپ کرنے کے بعد میں گھر جانا چاہتی ہوں۔ مما کو جب تک دیکھ نہ لوں تسلی نہیں ملے گی۔ اور پھر ننی نانو کو ائیر پورٹ بھی تو چھوڑنا ہے ہمیں۔ یا کیا پتا ان دونوں نے کچھ دن مزید سٹے کا ارادہ بنالیا ہو"

عرشیہ نے آخر اتنے دن بعد اپنی گھر نہ جانے کی قسم توڑ ہی ڈالی کیونکہ سوہا جیسی بھی تھی، عرشیہ کے لیے اسکی ماں بہت قیمتی سرمایہ تھی، کمزور سہی لیکن وہ عرشیہ کی ہر ممکنہ چھاوں تو بنی رہی تھی۔

"میری بات ہوئی تھی۔ وہ دونوں دو دن مزید رکیں گے سوہا آنٹی کی وجہ سے۔ میں نے دونوں کی پرسوں کی فلائیٹ کروادی تھی۔"

انیس نے تو سب کچھ کر دیا تھا، وہ نظریں پھیرنے لگی تاکہ کچھ اور بات سوچ سکے مگر اس وقت انکی ساری بات چیت سمٹ گئی تھی، صرف ایک دوسرے سے آنکھیں ملنا، پھر دل گدگدانا باقی تھا۔

"ہمم آج رات تمہارا جگری مہویر اور منائم آپی بھی آرہی ہیں ڈنر پر۔ تیاری کا کہہ دیا ہے میں نے کک کو۔ سب کچھ بن جائے گا۔ تم اپنے بابا سے آج کوئی بحث مت کرنا یہ نہ ہو وہ کھانے کی میز پر کچھ سخت کہہ دیں میری بہن سے۔ یا تمہارے پیارے مہویر سے"

وہ محسوس کر رہا تھا کہ وہ سوچ سوچ کر باتیں کر رہی ہے ورنہ انیس کو دیکھ کر اسکو سب کچھ بھول رہا تھا، وہ اپنے لہجے کے لڑکھڑانے پر قابو کھونے لگتی تھی جب انیس اسے زرا پیار سے دیکھ لیتا۔

"میں آج اس بارے کوئی ٹاپک نہیں چھیڑنے والا، ویسے بھی بابا سے کچھ سوال جواب چل رہے ہیں میرے۔ امید ہے وہ مجھے ایک دو دن تو اوئیڈ ہی کریں گے تاکہ میرے سوالوں کے جواب نہ دینے پڑیں۔ انکی فکر مت کرو۔ پہلے میرا پلین تھا آج صنم زمان کو بھی کھانے پر بلانے کا پر اب کچھ دن بعد انھیں ہمیشہ کے لیے آنا ہے تو انوائیٹ کا کیا فائدہ۔ ویسے بھی عصر اور فجر کے بیچ پہلے جو ٹنشن ہے وہ زائل ہونی اہم ہے۔"

وہ اسکی بازووں کے حصار میں سمٹی بس اسے سنتی جا رہی تھی اور دعا گو تھی کہ انیس کا موڈ ایسا ہی رہے، سب کی بات کرتا رہے، کیونکہ اگر وہ اپنی اور عرشیہ کی بات کرتا تو وہ ہینڈل نہ کر پاتی۔

"کیا ٹنشن ہے اب انکے بیچ۔۔ مجھے تفصیل بتاو؟"

عرشیہ نے بیقرار ہوتے مزید نیا ٹاپک چھیڑا جبکہ اس سے پہلے انیس بھی اسے روانی میں جواب دیتا، وہ یکدم آنکھیں چھوٹی کیے عرشیہ کو گھورا، لمحے کے ہزارویں حصے اسے عرشیہ کے رنگ ہوا ہوتے دیکھائی دیے۔

"میں نہیں بتاوں گا۔ میں ہمارے بیچ دنیا جہاں کی باتیں لے آیا اور تم نے شکر کیا یہ آدمی بہکے بنا کچھ بول رہا ہے۔ کیا اتنا ڈراونا انسان ہوں میں کہ رات سے صبح ہو گئی۔ اب دوپہر آنے والی ہے اور تمہاری حالت ہی نہیں سنبھلی۔ عرشیہ میں تو تمہیں بہت سٹرونگ سمجھتا تھا"

وہ جان بوجھ کر جسارتی لہجہ اپنائے، اسکے گلابی رخساروں کو دیکھتے مسکرا کر بولا، عرشیہ نے اسکی آنکھوں میں ناچتی خوشی بھانپ لی تھی کہ وہ اسے چھیڑ رہا ہے تبھی وہ پر اعتماد ہوئی، اپنے رخساروں کے گلاب رنگ چھپائے۔

"بہت خوبصورت ہو تم۔"

عرشیہ کے لہجے میں شرم وحیا کے ساتھ اک ستائش تھی، جو اد کسی بھی مرد کو پاگل کر سکتی تھی۔

"آں آہاں۔ کیا تمہیں اس بات پر یقین ہے؟"

اسکے لہراتے ملائم بالوں سے مسلسل اٹکیلیاں کرتے ہی وہ یقین دہانی کو مچلا۔

"بند آنکھوں یقین ہے۔ عدین آ گیا ہو گا ناشتے کی ٹیبل پر۔ چلتے ہیں۔"

انیس نے مسکرا کر سر ہلایا اور عرشیہ کی رخسار پر جھکتے پیار کیا، وہ چھوئی موئی سی ہو کر بلش کی اور انیس کے ساتھ ہی نیچے آئی، عدین صاحب بلکل تیار تھے تبھی ان لوگوں نے بس دس منٹ میں ناشتہ ہی کیا، فجر اور عصر نے بھی مسکراتے چہروں کے ساتھ ان تینوں کو نکاح کی آمادگی والی خبر سنا کر مزید مسرور کر دیا، نکاح کل دوپہر کے وقت طے پایا تھا، البتہ ابراہیم علوی ناشتہ کیے بنا ہی فیکٹری نکل چکے تھے، انیس کا اندازہ بلکل درست تھا کہ وہ اسے ہر ممکنہ نظر انداز کرنے والے ہیں۔

عدین کو سکول ڈراپ کرنے کے بعد عرشیہ اور انیس، سوہا سومرو کی طرف گئے، سوہا کے سر پر ہلکی پھلکی خراشیں اور بڑھے بی پی کے کچھ سائیڈ ایفیکٹس ہوئے تھے لیکن اب وہ بلکل ٹھیک تھی، عرشیہ کو دیکھ کر تو اسکی ویسے ہی ساری تکلیف دور ہو گئی جب وہ آکر مما کے گلے لگی، ساری رنجیدگی اور رنجش مٹ گئی، رضی اور شماس صاحبہ کو بھی قرار ملا عرشیہ سے مل کر۔

جبکہ سوہا اگر سلامت تھی تو بروقت انیس کی بھیجی مدد کے سبب، اور وہ انیس کی بہت شکر گزار تھی کہ اللہ نے داماد کی صورت سگے سے بڑھ کر بیٹا دیا ہے۔

وہیں یمل لگ بھگ بارہ تک کمرے سے نکلا تھا، اسکا پورا وارڈرب اسکے نئے کپڑوں سے بھرا تھا تو اس نے نہا کر انہی میں سے اک لوز ٹروازر اور سوئیٹ شرٹ پہنی، جاگرز پیروں پر چڑھائے، بال بے ترتیب بنا سلجھائے ہی رکھتا وہ اپنے کمرے سے نکلا ہی کہ کچن سے فاطمہ باہر آئی، یمل کو دیکھتے ہی وہ اسکی طرف آئی اور بنا یمل کی اجازت اسے اپنے گلے لگایا۔

"میرا بچہ اٹھ گیا، میں خود ناشتہ بنا رہی ہوں۔ ویسے تو مجھے اندازہ ہے کہ تم کیا کھاتے ہو لیکن پھر بھی اپنی پسند بتا دو، کیا کچھ سپیشل کھائے گا میرا بیٹا"

وہ اب بھی کچھ خاص نہ پگھلا اور فاطمہ نے روبرو ہوتے ہاتھ کی انگلیاں یمل کے بالوں میں پھیرتے اسکے بال سلجھائے، اس پر بھی یمل تھوڑا بے چین ہوتا نظر آیا۔

"میں صرف دو بریڈ اور ایپل جیم لوں گا۔ اور کچھ نہیں۔ مجھے زیادہ بھوک نہیں"

وہ فاطمہ کے ہاتھ اپنے چہرے سے پکڑ کر دور کرتا جا کر ڈائنگ ہال میں داخل ہوئے پہلی ہی کرسی سنبھال کر بیٹھا، فاطمہ نے اپنے خالی ہاتھ دیکھے پھر مسکرا کر وہ عدین کی طرف آئی۔ یہ سب ڈائنگ ہال کی حدود سے پرے کھڑے شمس الدین دیکھ رہے تھے۔

"لیکن میں نے آملیٹ بنایا ہے، انڈے ابالے ہیں۔ آلو والے پراٹھے بھی بنا رہی ہوں۔ وہ سب کون کھائے گا؟"

یمل نے بریڈ کی ٹوکری سے دو بریڈ اٹھا کر اپنی پلیٹ میں رکھیں، پھر چھری کی مدد سے اس نے ایپل جیم کے کھلے جار میں چھری ڈبو کر اسے ایک بریڈ پر اچھے سے پھیلایا، فاطمہ کو اپنا جواب نہ ملا تو وہ جلدی سے یمل کے گلاس میں تازہ کریم ملک بھر گئی تاکہ وہ یہ پی لے۔

"میں نہیں کھاوں گا نہ میں دودھ پیتا ہوں۔ اگر کوئی جوس ہے تو وہ دے دیں"

یمل نے دوسری بریڈ، پہلی بریڈ کے اوپر رکھ کر جوڑتے اپنے ہاتھ میں لے کر ایک بائیٹ لی، فاطمہ نے اسی کو غنیمت سمجھتے یمل کو مجبور نہ کیا اور اسکے لیے سیب اور مالٹے کا مکس تازہ جوس گلاس میں بھر گئی، شمس الدین بھی اندر داخل ہوئے، قریب آکر شفقت کے سنگ یمل کے سر پر ہاتھ پھیرتے

جھک کر اسکا سر چوما اور دوسری کرسی پر بیٹھے ہی کہ ملازم انھیں بھی ناشتہ سرو کرنے لگا، جبکہ یمل کے تاثرات ہنوز پتھریلے تھے۔

"نیند ٹھیک آئی میرے شیر کو؟"

شمس الدین کے نرمی سے مخاطب کرنے پر وہ بریڈ کا نوالہ چبانے کے بیچ ہی نانا کی جانب گردن گما گیا۔

"نہیں سو پایا۔ نئی جگہ تھی اور قدرے پرائی بھی۔ عرشیہ آپی کے گھر تو مجھے پہلے دن بھی نیند آگئی تھی۔"

یمل کے منہ سے عرشیہ کے لیے اتنی محبت سنے شمس الدین تو مسکرا دیے البتہ ساتھ ہی بیٹھی فاطمہ کا ضرور منہ بنا۔

"اب تم یہاں بھی عادت بناو۔ آجائے گی نیند۔ اگر کہو تو میں سو جاوں کل تمہارے پاس یمل۔ مما کے پاس تو سبکو نیند آجاتی ہے"

فاطمہ کی یہ ممتا بھری بناوٹی سی پیشکش سنتے ہی یمل نے نفی میں سر ہلایا۔

"نہیں۔ مجھے اکیلے سونے کی عادت ہے۔ اگر آپ ساتھ سوئیں تو میں رہے سہے سکون و آرام سے بھی جاوں گا"

وہ دونوں ہی یمل کی بے اعتنائی پر دکھی سے ہوئے۔

اسی لمحے ڈائنگ ہال کے دروازے پر قدموں کی آہٹ ہوئی اور عاصم اندر داخل ہوا۔ اس کی نظر سیدھی یمل پر جا ٹھہری جو خاموشی سے اپنی بریڈ کھا رہا تھا جبکہ فاطمہ اس کے قریب کھڑی اس کے لیے کچھ اور پیش کرنے کے انتظار میں تھی۔

"گڈ مارننگ۔"

عاصم نے نرمی سے کہا مگر یمل نے بس ایک سرسری سی نظر اس پر ڈالی اور پھر اپنی توجہ دوبارہ اپنی پلیٹ پر مرکوز کر لی۔

"کیسا ہے میرا بیٹا؟ نیند ٹھیک آئی؟"

عاصم بیٹھتے ہوئے یمل کی طرف جھکا۔

"نہیں۔"

یمل نے بریڈ کا نوالہ نگلتے ہوئے مختصر جواب دیا۔

"کیوں؟"

عاصم نے نرمی سے پوچھا۔

"نئی جگہ تھی..."

اس نے سپاٹ لہجے میں کہا، پھر چند لمحے رک کر مزید بولا۔

"اور عرشیہ آپی بھی نہیں تھیں۔ عدین نہیں تھا"

یہ جملے سن کر فاطمہ کا چہرہ ہلکا سا سخت ہوا جبکہ شمس الدین نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ یمل کو دیکھا۔

"آہستہ آہستہ عادت ہو جائے گی۔ پھر تمہیں یہاں بھی اچھا لگنے لگے گا۔"

عاصم نے بات کو نرم بنانے کی کوشش کی مگر وہ ان سبکی توجہ و نرمی کو پک ہی نہیں کر پا رہا تھا۔

"دیکھیں گے۔ میرا ناشتہ تو ہو گیا"

وہ اپنی دو بریڈ ختم کرنے کے بعد اپنا جوس کا گلاس بھی پی چکا تھا۔

"میں تمہیں آج سکول چھوڑ آؤں گا۔"

عاصم نے نرمی سے کہا تو یمل نے فوراً نفی میں سر ہلا دیا۔

"میں سکول نہیں جا رہا آج"

اسکے سپاٹ لہجے پر فاطمہ اور عاصم دونوں چونک کر اسے دیکھنے لگے جبکہ شمس الدین کی نگاہوں میں ہلکی سی سنجیدگی اتر آئی۔

"کیوں میری جان؟ طبیعت تو ٹھیک ہے؟"

فاطمہ نے فوراً اسکے ماتھے پر ہاتھ رکھتے پوچھا۔

"طبیعت ٹھیک ہے...بس آج نہیں جانا۔"

اس نے اپنی پلیٹ اپنے سامنے سے دور کی۔

"سکول سے ایسے چھٹی نہیں کرتے۔"

عاصم نے سمجھانے کی کوشش کی۔

یمل نے گلاس میز پر رکھتے ہوئے بے تاثر انداز میں عاصم المیر ملک کو دیکھا۔

"میرا سکول بدلا ہے اس لیے کل سے کلاسیز شروع ہوں گی۔ پرانا سکول مجھے پسند نہیں تھا کیونکہ وہاں شہر کے بگھڑے امیر بچے آتے تھے۔ سب بہت بدتمیز تھے۔ عرشیہ آپی نے میرا ایڈمیشن کل عدین والے سکول میں

کروایا ہے۔ وہ بیسٹ سکول ہے۔ کل سے جانا ہے میں نے۔ ابھی میں واک پر جانا چاہتا ہوں، یہاں کے لان میں یا باہر جو بھی آپ لوگ اجازت دیں۔"

وہ تفصیلا بولا۔

"اکیلے؟"

شمس الدین کو شدید فکر ہوئی۔

"جی۔ مجھے اکیلے واک کی عادت ہے۔"

وہ دوبدو بولا۔

"میں تمہارے ساتھ چلتی ہوں۔"

فاطمہ نے فوراً نرمی سے کہا تو یمل نے نفی میں سر ہلایا۔

"نہیں میں اکیلا ہی جاؤں گا۔"

وہ بضد تھا۔

"ٹھیک ہے... مگر گارڈ ساتھ جائے گا۔"

عاصم نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ اجازت دی۔

"جی... جیسے آپ مناسب سمجھیں۔"

یمل نے چند لمحے سوچا پھر کندھے اچکا دیے۔

"اور شام کا کیا پروگرام ہے میرے شیر کا؟"

شمس الدین نے بات بدلتے ہوئے پیار سے یونہی بات کرنے کو پوچھا۔

یمل کے چہرے پر پہلی بار ہلکی سی نرمی آئی۔

"عرشیہ آپی آئیں گی عدین کے ساتھ، وہ مجھے فٹ بال کلب لے کر جائیں گی۔"

یہ سن کر فاطمہ کے چہرے پر ہلکی سی ناگواری ابھری مگر اس نے کچھ نہ کہا جبکہ عاصم خاموشی سے یمل کو دیکھتا رہا۔

"اچھا..."

شمس الدین نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تو پھر شام کا انتظار کرتے ہیں۔ ابھی تم واک پر جاؤ۔"

یمل نے ہلکا سا سر ہلایا، کرسی پیچھے کی اور اٹھ کھڑا ہوا۔

"میں تیار ہو کر آتا ہوں۔"

اسکے جاتے قدموں کو تینوں خاموشی سے دیکھتے رہے اور ہر ایک کے دل میں الگ الگ سوچیں جنم لے رہی تھیں لیکن ابھی وہ کسی طور رضامند ہوتا دیکھائی نہیں دے رہا تھا اور تبھی عاصم کا فون کال کی ٹون سے بج اٹھا۔

"یس۔"

عاصم نے ان باپ بیٹی کے سامنے ہی کال پک کی۔

"کیا مطلب؟ سچ میں۔۔۔ وہ ٹھیک ہے؟"

عاصم یکدم پریشان ہو گیا تھا۔

"جی رئیس کا تمام پیسہ، اسکا گھر قانون نے ضبط کر کے سوہا سومرو کے حوالے کر دیا۔ اس نے جو سوہا صاحبہ پر قاتلانہ حملہ کرنے کی کوشش کی اس سلسلے میں اسے اریسٹ بھی کر لیا گیا ہے۔ سوہا صاحبہ ٹھیک ہیں سر"

وکیل نے تفصیل فراہم کی تو عاصم کی پریشانی میں واضح کمی آئی۔

"ٹھیک ہے۔ وہ اب جیل سے باہر نہیں نکلنا چاہیے۔ سمجھ گئے؟"

عاصم کے لہجے کی سختی پر ان دونوں باپ بیٹی نے ایک دوجے کی طرف تجسس بھری نگاہوں سے دیکھا۔

"سمجھ گیا سر۔ انیس غانم کا دوست ہے وہ انسپکٹر جو یہ معاملہ دیکھ رہا ہے۔ اس پر سخت چارجیز لگنے کی خبریں ملیں ہیں مجھے۔ آپکا داماد ہے ناں غالباً وہ؟"

وکیل نے جیسے یقین دہانی چاہی اور عاصم کو خوشی سی محسوس ہوئی۔

"ہاں بلکل۔ مجھے ابڈیٹ دیتے رہنا۔ اور طلاق ہوئی اسکی یا نہیں؟"

یہ سوال جب عاصم نے پوچھا اس پر فاطمہ کے جبڑوں میں آتا تناو بھی عیاں تھا، کیونکہ اس سے اس عورت کو اندازہ ہو گیا کہ کیا بات چل رہی ہے، وہ پیر پٹخ کر وہاں سے چلی گئی۔

"نہیں۔ وہ نہیں ہوئی نہ سوہا صاحبہ نے ایسی کوئی ڈیمانڈ کی ہے۔ شاید وہ اسکی موت کی منتظر ہیں"

وکیل کے اندازے پر عاصم کی آنکھوں میں اک چمک سی آئی۔

"میری دعا ہے وہ اپنے اس انتظار کو ثمر بار ہوتا دیکھے۔ بعد میں بات کرتا ہوں"

عاصم نے یہ کہہ کر رابطہ توڑا، فون میز پر رکھا ہی کہ شمس الدین کی نظروں میں خود کو پائے وہ متوجہ ہوا۔

"میں تم سے اہم بات کرنا چاہتا ہوں۔ لیکن یہ بات میرے اور تمہارے بیچ رہنی چاہیے عاصم"

شمس الدین کی تمہید اور انکی پریشانی دیکھتے ہوئے عاصم نے فوری سر ہلایا۔

"ٹھیک ہے بتائیں میں سن رہا ہوں"

عاصم نے بہت مودب ہوتے انھیں سب کہنے کی اجازت دی جسکے بعد شمس الدین نے اسے جانے کیا کہا کہ عاصم کی آنکھوں میں لہو اترا تو شمس الدین کی آنکھیں سرخائی اور آنسوؤں سے بھیگ گئیں۔

شاید کچھ ایسا زیر گفتگو ہوا تھا، جس نے ان دونوں کو بری طرح بے چین کر دیا تھا، لیکن معاملہ کیا تھا یہ ابھی راز رہنے والا تھا۔

.._____..

مہویر کو سٹوڈیو میں کچھ انیس کے انٹرنیشنل کلائنٹس سے ملنا تھا تبھی وہ ناشتے کے بعد چلا گیا لیکن وہ منائم کو شام چھ بجے تک ریڈی ہونے کا کہہ کر گیا کہ انیس اور عرشیہ کی طرف جانا ہے، وہ بھی تسلی پا گئی کہ شکر اللہ کا مہویر نے ہوسپٹل جانے کی رٹ تو ختم کی۔

وہیں خضر بھی ایک بجے تک واپس گھر آ کر ریڈی ہو چکا تھا، اسکے گینگ نے اسکی اور بیلا کی آج شام اور رات حسین کرنے کا ارادہ بنایا تھا۔

"خوب انجوائے کرنا۔ میں اور منائم بھی مارکٹ جا رہے ہیں۔ اسے کچھ نئے کپڑے اور جوتے لینے ہیں۔ بیلا اور تم مل کر آج یہ بھی طے کرو کہ شادی کی تاریخ کیا ہونی چاہیے۔ اوکے میری جان"

محراب نے جانے سے پہلے خضر کو اچھے سے سمجھایا جبکہ وہ کیا بتاتا کہ وہ مما سے زیادہ بیقرار ہے، اسکی شریر مسکراہٹ ویسے بھی اسکے ارمانوں کا راز کھول رہی تھی۔

"اگر اس آپسراہ کے روبرو میں ہوش و حواس میں رہا تو ضرور بات ہو جائے گی"

خضر نے اپنے نک سک تیار وجیہہ سراپے کو آئینے میں دیکھتے کہا تو عقب سے روم میں آتی منائم بھی مسکرائی، دونوں ماں بیٹی اس بیٹے اور بھائی نما چیز کے لچھن صاف صاف دیکھ پا رہی تھیں۔

"میں نے بھی مہویر کو معاف کر دیا اب آپ بھی زرا نرمی برتیں انکے ساتھ بھائی۔ تھوڑی سی ناراضگی باقی ہے پر وہ یہ بھی جلد دور کر دیں گے۔ مما بلکل ٹھیک کہہ رہی ہیں فضول کی ضد نہ کریں اور بیلا کو اپنا بنالیں جلدی سے"

منائم کے منہ سے یہ اقرار خضر کو درکار تھا، وہ آگیا جبکہ خضر نے اسکی طرف آتے اپنی بازو کھولتے منائم کو اپنے حصار میں لیا پھر اسکا سر چوما۔

"میری جان، میں دوبارہ تمہاری بے قدری برداشت نہیں کر سکتا اس لیے مہویر سے اپنا رشتہ درست کرنے میں ہرگز جلدی نہیں کروں گا۔ تمہارے

کہنے سے زیادہ مجھے تب یقین آئے گا جب میں ایسا محسوس کروں گا میری خرگوش۔ یہ بات وہ بھی جانتا ہے کہ اس سے نفرت نہیں کرتا۔ یہ وقتی ناراضگی ہے جو برحق ہے۔ میں خود بھی نہیں چاہتا کہ تم دونوں الگ ہو جاو، کیونکہ اسکی سب ناانصافیوں کے باوجود وہ اک بہترین انسان ہے۔ اچھے انسانوں کی آنکھیں، دل اور موجودگی بولتی ہے۔ اور یہ ہم سب جانتے ہیں وہ ایسا ہی ہے۔ لیکن میرے دل کو تسلی ملنے میں ابھی وقت لگے گا"

خضر کی بات میں دم تھا، جسکا اقرار محراب اور منائم، دونوں کی آنکھیں کرتی نظر آئیں۔

"ٹھیک ہے بھائی۔ جیسا آپ چاہیں۔ بیلا کو میرا پیار دیجئے گا"

وہ مسکرائی تو خضر نے شریر انداز میں پہلے اسے پھر مما کو دیکھا۔

"میرا تو پیار اڈ اڈ کر اٹھتا ہے پر کیا کروں، ابھی کنٹرولڈ عاشق ہوں میری مجبوری سمجھیں آپ حسین خواتین۔ خیر سے جائیں۔ کارڈ چاہیے میرا؟"

خضر کی شوخیاں ہی اس گھر کی رونق تھیں، کارڈ والی آفر پر منائم نے پہلے تو کارڈ دبوچنے کا سوچا پھر ترس کھا کر نفی کر گئی۔

"نہیں۔ آج آپ بیلا پر لٹائیں۔ ہم آپکو کسی اور وقت لوٹ لیں گے۔ بھولیں مت میر ابندا اب بے روزگار نہیں ہے۔ انیس غانم علوی کے آدھے گیمنگ سٹوڈیو کا مالک ہو کر بھی اسے پورا سنبھال رہا ہے۔ الحمد اللہ پیسوں کی کمی نہیں"

وہ جس طرح مہویر کے سبب اترائی، باخدا یہ لمحہ محراب اور خضر دونوں کے لیے بہت قیمتی تھا۔

"میری جان۔ تمہیں ہمارے ہوتے کوئی کمی ہو گی بھی نہیں۔ تمہارا بے سرا بھائی بھی ہے ناں تمہارے ساتھ"

خضر کے لاڈ پر وہ فورا بھائی کے گلے لگی، اور محراب اپنے بچوں کی یہ سکون بھری محبت دیکھ کر اب اپنے آپ کو صحیح معنوں میں مکمل محسوس کرنے لگی تھی۔

"ہمیشہ سلامت رہے میرا بھائی بھی اور میرے بھائی کا بے سر اہنر بھی۔ ہی ہی"

منائم کی ہنسی جیسے کھل سی گئی اور اتنے دن بعد اسے ایسے ہنستے دیکھ کر وہ دونوں جی سے اٹھے تھے۔

خضر نے دونوں خواتین کو مالز اور مارکٹس لوٹنے روانہ کیا جبکہ خود وہ ڈریسنگ ٹیبل کی سطح پر پڑے اپنے بجتے فون کو دیکھنے لگا جہاں بیلا کالنگ لکھا نظر آرہا تھا۔

"یس سوئیٹ کارن۔ کیا تم ریڈی ہوئی ہو؟"

خضر نے اپنے بالوں پر ہاتھ پھیرتے، پھر بالوں میں انگلیاں داخل کرے انھیں میسی سا بکھیرتے پوچھا۔

"جی ہو گئی۔ ساڑھی پہنی میں نے"

وہ ڈارک اولیو کلر کی ساڑھی میں ملبوس بس کاوچ پر بیٹھی خضر کا ہی ویٹ کر رہی تھی، اسکی ساڑھی بیلٹ والی تھی تبھی بیلا نے بنا کسی مدد پہن لی تھی۔

"بغیر دیکھے ساڑھی کیسے پہن لی تم نے سوئیٹ کارن؟"

وہ ابھی تک باقاعدہ صدمے میں تھا، اسکو اب تک خضر نے مغربی اور مشرقی ہر طرح کے لباس میں دیکھا تھا پر وہ سب کپڑے پہننا آسان تھا، لیکن ساڑھی کی بات الگ تھی، اسکو پہننے کی باریکی، اسکو سنبھالنا، اس میں اپنا فگر اچھے سے چھپانا، بہت سے مرحلے تھے جنکی فکر خضر کی جان لے رہی تھی، یہ پارٹی خضر کے دوستوں نے ان دو کو پری ویڈنگ کے طور پر دی تھی۔

"میں نے پہلی بار کوشش کی"

وہ نابینا جان معصومانہ سا مسکائی۔

"اچھا سنو! جب تک میں آکر تمہیں خود نہ دیکھ لوں۔ تسلی نہ کر لوں اپنی کہ تم اس ساڑھی میں اچھے سے چھپی ہو، تب تک کمرے سے مت نکلنا"

وہ جانتا تھا وہ اسکی آنکھیں ہے پر باخدا وہ لڑکی تو اس پر محسوس بھی کرا اٹھی کہ واقعی اسکی بینائی اب یہ شخص بن گیا ہو۔

"اور سنو اگر پاؤں میں سینڈل پہننے میں مسئلہ ہو تو ننگے پاؤں ہی رہنا، میں آکر خود پہنا دوں گا۔"

خضر کی فکر مندی پر بیلا ہلکے سے ہنس دی۔

"میں نے پہن لی ہیں لیکن شاید ٹھیک سے سٹریپ بند نہیں کر سکی"

وہ اسکے لیے اسکے حصے کا کام الگ سے رکھ چکی تھی۔

"بس... بس... وہیں رک جاؤ سوئیٹ کارن۔ زیادہ حرکت مت کرنا۔"

اس نے جیسے حکم دیا۔

"میں کہیں نہیں جارہی خضر آپکے بغیر۔ حوصلہ کریں"

بیلا نے نرم لہجے میں ہنستے اس شخص کی بے تابیوں پر چوٹ کی۔

"نہیں مل رہا حوصلہ جب سے سنا کہ تم نے ساڑھی پہنی۔۔ اف بس میں نکل رہا ہوں تمہاری طرف"

خضر نے اپنی تیاری مکمل کرنے کے بیچ اپنی بیقراریاں بھی سمیٹیں۔

"خضر... میں اچھی لگ رہی ہوں گی ناں؟"

اس سوال میں ایسی ہلکی سی جھجک اور انجانا سا خوف تھا کہ خضر کا دل ایک لمحے کو ٹھہر سا گیا، وہ جیسے سانس لینا بھول گیا۔

"تم کبھی مجھے بری لگ سکتی ہو؟"

اس نے دھیمی آواز میں محبوبانہ پن سے سوال کیا تو بیلا بلش کی۔

"نہیں لگ سکتی"

اس لڑکی کے لہجے میں بلا کا یقین تھا۔

"بس مجھے دیکھ لینے دو پھر بتاؤں گا کہ کتنی اچھی لگ رہی ہو۔"

بیلا نے اپنے ہاتھوں سے ساڑھی کا پلو ذرا سا سنبھالا، جیسے واقعی وہ خود کو چھپانے کی کوشش کر رہی ہو۔ اس کے ہونٹوں پر بے ساختہ مسکراہٹ تھی۔

"میں انتظار کر رہی ہوں۔"

وہ اسکو اور تڑپا رہی تھی۔

"بس کچھ منٹس"

خضر نے فون بند کرنے سے پہلے حوصلہ دیا۔

"اور ہاں... دروازہ لاک رکھنا کیونکہ پہلے میں تمہیں دیکھنا چاہتا ہوں۔ سمجھی؟"

خضر کے استحقاق سچ مین جان نکال رہے تھے۔

"ٹھیک ہے"

وہ مان سے مسکائی۔

کال بند ہوتے ہی خضر نے جلدی سے اپنا فون ڈریسنگ ٹیبل پر رکھا، کوٹ اٹھا کر پہنا پھر فون اور گاڑی کی کیز لیں اور تیزی سے کمرے سے باہر نکل گیا۔ اس کے قدم غیر معمولی عجلت لیے ہوئے تھے جیسے اسے واقعی ڈر ہو کہ کہیں بیلا ایک قدم بھی آگے نہ بڑھا دے۔

ادھر بیلا کاوچ پر بیٹھی خاموشی سے اپنے دل کی دھڑکن سن رہی تھی، اس نے ہلکے سے اپنا ہاتھ دل پر رکھا۔

"دل بہت تیزی سے دھڑک رہا ہے... وہ پاگل ہی ہوتے جا رہے ہیں مجھ عام سی لڑکی کے لیے"

وہ آہستہ سے بڑبڑائی، پھر خود ہی مسکرا دی۔

یہ تیس منٹ کا انتظار دونوں طرف جان لیوا تھا۔

اس انتظار کے کچھ ہی لمحوں بعد بیلا کے روم کے دروازے پر دستک ہوئی جسے وہ لاک کر چکی تھی۔

بیلا فوراً سیدھی ہو کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

"خضر؟"

وہ اس جانب آنکھیں پھیرتی مدھم سا بڑبڑائی۔

"ہاں... دروازہ کھولو۔"

بیلا احتیاط سے چل کر دروازے کی طرف بڑھی، کیونکہ اسکی ہیل کی سٹریپس بہت ڈھیلی تھیں تو چلنا مشکل ہوا، اس کے قدم آہستہ تھے مگر چہرے پر انجانی سی مسکراہٹ تھی۔

دروازہ کھلتے ہی خضر کی نظر اس کے پیچھے ہٹنے پر اس کے مہکتے سجتے سراپے پر پڑی اور وہ واقعی چند لمحوں کے لیے ساکت رہ گیا، خضر کے دل کی دھڑکن ہی تھم کر رہ گئی۔

ڈارک اولیو ساڑھی میں وہ تراشیدہ مورت لپٹی تھی، ہلکے سے بکھرے بال، اور معصومیت سے لبریز چہرہ، اسکی جانب ہی اٹکی بے نور آنکھیں جیسے اگر ان میں روشنی ہوتی تو وہ ان آنکھوں سے خضر ملک کو اتنا دیکھتی جتنا دیکھا جا سکتا تھا۔

خضر نے بے اختیار ایک قدم اس ہوش ربا لڑکی کی طرف بڑھایا جسکی سانسیں بے ترتیب سی تھیں بس یہ سوچ کر کہ خضر وہاں ہے، وہ شخص یوں

تھا جیسے اسے یقین ہی نہ آ رہا ہو کہ اس کے سامنے کھڑی لڑکی وہی بیلا ہے جو ابھی کچھ دیر پہلے فون پر اس سے بات کر رہی تھی، یہ تو کوئی حسین مورت تھی، کوئی حسن کا پیکر، قدرت کا شہکار۔۔

"سوئیٹ کارن..."

اس کے لبوں سے بے خود سی سرگوشی نکلی۔

بیلا نے اس کے قریب آتے قدموں کی چاپ پہچان لی، اس کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ ابھری۔

"آپ آ گئے...؟"

وہ خوشی سے ہمکتی آواز میں اسے پکاری۔

"ہمم لیکن تم؟ تم نے یہ کیا کر دیا ہے میرے ساتھ؟"

خضر نے دھیمی آواز میں بڑبڑاتے کہا، اس کی گہری نگاہیں اس لڑکی کے وجود پر ٹھہرتی اور گڑھتی جا رہی تھیں۔

بیلا نے الجھن سے اپنے ہاتھ آپس میں جوڑتے، مڑوڑ لیے۔

"کیا اچھی نہیں لگ رہی میں؟"

اس سوال میں ہلکی سی گھبراہٹ تھی، جیسے وہ اس کے جواب سے واقعی خوفزدہ ہو۔

خضر نے فوراً سر نفی میں ہلایا اور اس کے قریب آکر اس کے پلو کو ہلکے سے سنبھالا جو اسکے نازک سے کندھے سے ڈھلکنے کو تھا۔

"اتنی خوبصورت لگ رہی ہو کہ مجھے خود پر شک ہونے لگا ہے کہ تمہیں پارٹی میں لے جانا چاہیے بھی یا نہیں۔ میں تو تمہارے سوا کہیں دیکھنے لائق ہی نہیں"

بیلا کے گالوں پر ہلکی سی سرخی خضر کے الفاظ پر ابھری، وہ شرم سے نظریں جھکا گئی۔

"میں نے پہلی بار پہنی ہے، شاید ٹھیک نہ ہو"

وہ خفیف سا ہچکچائی۔

"بالکل ٹھیک ہے"

خضر نے اس کے بیلٹ والی ساڑھی کے پلٹس درست کرتے ہوئے تعریفی جملہ اچھالا، وہ اسکے کلون کی مہک پر مدہوش سا مسکرا اٹھی۔

"بس تھوڑی سی احتیاط چاہیے تھی اور وہ کام بھی میں کر دیتا ہوں۔ میں کس کام آوں گا؟"

وہ اپنے جذب بھرے یقین بخشتا بولا اور کھڑی بیلا کے پاس ہی گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا اور بیلا کی ڈھیلی ہیل کی سٹریپس کو آہستگی سے درست کرنے لگا۔

بیلا کا دل بے ترتیب دھڑکنے لگا، اس نے بے اختیار صوفے کا کنارہ تھام لیا ورنہ وہ اسکے ہاتھوں کے لمس پر چکرا کر گرنے لگتی۔

"خضر..."

وہ اسی دیوانگی سے اسے پکاری۔

"ہوں؟"

وہ مصروف سا بولا۔

"آپ واقعی پاگل ہوتے جا رہے ہیں..."

خضر ہلکا سا مسکرایا، اسکی ہیلز کی سٹریپس بند کر کے دوبارہ اپنے پورے وقار کے سنگ اسکے سامنے کھڑا ہوا اور اس کے چہرے کے قریب آ کر ٹھہر گیا جو اسکی اتنی نزدیکی بھانپ کر سرخ روسی ہوئی۔

"ہاں اور اس پاگل پن کی وجہ تم ہو۔"

بیلا نے ہلکے سے سانس بھری، جیسے اس کے الفاظ نے اسے اندر تک چھو لیا ہو۔

خضر نے اس کے بکھرے بالوں کو آہستہ سے کان کے پیچھے کیا، پھر چند لمحے اسے دیکھتا رہا۔

"اگر تم دیکھ سکتی تو جان پاتی کہ تم نے آج میرے دل کا کیا حال کیا ہے۔"

بیلا کی پلکیں ہلکی سی جھپکیں، اس کے ہونٹوں پر دھیمی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"میں دیکھ نہیں سکتی لیکن محسوس کر سکتی ہوں اور آپ ابھی بھی مجھے اسی طرح دیوانگی سے دیکھ رہے ہیں"

خضر نے گہری سانس لی، پھر آہستگی سے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر اپنے سینے پر رکھ کر اپنے ہاتھ تلے دبایا۔

"ہاں اور ہمیشہ دیکھتا رہوں گا۔ تم میری سانسیں بھاری کر دیتی ہو، اتنی خوبصورت ہو یار۔ میں پاگل نہ ہوں تو کیا کروں"

بیلا کے ہونٹ ہلکے سے کپکپائے، اس نے اپنے ہاتھ کے نیچے خضر کے سینے کی بے ترتیب دھڑکن محسوس کی تو اس کی اپنی سانس بھی الجھ سی گئی۔

"آپ کی دھڑکن بہت تیز ہے"

وہ دھیرے سے ڈرے ہوئے بولی۔

خضر نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ اس کا ہاتھ اور مضبوطی سے اپنے سینے پر دبا لیا۔

"یہ تمہارا قصور ہے،"

بیلا نے سر ذرا سا جھکا لیا، اس کے گالوں پر پھیلی سرخی اور گہری ہو گئی۔

"میں نے تو کچھ بھی نہیں کیا..."

وہ معصومیت سے بولی۔

"یہی تو مسئلہ ہے بیلا خاور"

خضر نے دھیمی آواز میں اقرار کیا۔

"تم کچھ کیے بغیر ہی سب کچھ کر دیتی ہو۔"

بیلا کے ہونٹوں پر بے اختیار مسکراہٹ ابھری، اس نے اپنی انگلیاں سمیٹیں مگر خضر نے اس کا ہاتھ نہیں چھوڑا۔

"اب ایک قدم چلو۔ دیکھوں تو سہی تم اس ساڑھی میں چل کیسے رہی ہو۔"

بیلا نے ہلکی سی گھبراہٹ سے سر اٹھایا۔

"میں... گر نہ جاؤں؟"

وہ ڈری۔

"میں ہوں اور میں گرنے کیسے دوں گا اپنی کائنات کے اس اہم حصے کو"

خضر نے اس کا دوسرا ہاتھ بھی تھام لیا، وہ یوں تھی جیسے اسی کے سہارے آ گئی ہو۔

"بے حد پیاری ہو تم مجھے"

بیلا کے لبوں سے ہلکی سی ہنسی نکلی، اس نے احتیاط سے ایک قدم آگے بڑھایا، پھر دوسرا۔ ساڑھی کا پلو ہلکے سے لہرا گیا۔

خضر کی نگاہیں اس پر ہی جمی رہیں، جیسے وہ ہر لمحہ اس کے وجود کو یاد میں محفوظ کر رہا ہو۔

"بس، مزید مت چلو..."

وہ اچانک جبر میں بولا۔

"کیوں؟"

بیلا رک گئی۔

"کیونکہ اگر تم نے مزید ایک قدم بھی لیا تو شاید میں تمہیں پارٹی میں لے جانے کا ارادہ بدل دوں۔"

بیلا کے گال اسکی شوخی پر سرخ ہو گئے۔

"میں اب آپکے ساتھ ہی چلوں گی۔"

بیلا کے مسکرانے کی دیر تھی کہ خضر نے اسکا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا۔

" تھینکیو۔ میری زندگی کو بورنگ سے دل نشین بنانے کے لیے"

بیلا کے ہونٹوں پر ٹھہری مسکراہٹ گہری ہو گئی، اس نے دھیرے سے سر جھکا لیا۔

"میں نے کچھ خاص نہیں کیا خضر اب تک"

خضر نے اس کے ہاتھ پر اپنی گرفت مضبوط کی۔

"تمہارا ہونا ہی خاص ہے، پہلے میری زندگی بس چل رہی تھی، اب جینے کا دل چاہتا ہے۔"

بیلا کے قدم ہلکے سے ٹھٹھکے، اس نے جیسے اس کے لفظوں کو اپنے اندر اتار لیا۔

"اور اگر کبھی میں نہ رہی تو؟"

یہ سوال بے اختیار اس کے لبوں سے نکلا، مگر اگلے ہی لمحے خضر رک گیا۔ اس کی گرفت بیلا کے ہاتھ پر ذرا سی سخت ہوئی۔

"ایسا کبھی مت کہنا۔"

اس کا لہجہ غیر معمولی سنجیدہ ہو گیا۔

"میں تو بس..."

بیلا نے ہلکے سے چونک کر سر اٹھایا، جیسے اس کی سنجیدگی محسوس کر لی ہو۔

"نہیں..."

خضر نے دھیرے سے اسکی بات کاٹی۔

"تم میرے ساتھ ہو اور ہمیشہ رہو گی۔ میں تمہیں کہیں جانے نہیں دوں گا۔"

بیلا کے دل میں انجانی سی نرمی اتر آئی، اس نے ہلکے سے مسکرا کر سر ہلا دیا۔

"اچھا... اب چلیں؟ ورنہ آپ کی پارٹی والے کہیں یہ نہ سمجھیں کہ دلہن بھاگ گئی۔"

خضر ہلکا سا ہنسا، پھر اس کے کندھے پر پلو درست کرتے ہوئے آگے بڑھا۔

"اگر تم بھاگ بھی گئی تو پوری دنیا چھان ماروں گا... پھر بھی تمہیں ڈھونڈ لوں گا۔"

بیلا کے ہونٹوں پر نرم سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"میں کہیں نہیں جا رہی..."

خضر نے دروازہ کھولا، ایک ہاتھ سے اس کا ہاتھ تھامے اور دوسرے سے اس کے قدموں کا خیال رکھتے ہوئے آہستگی سے اسے باہر لے آیا، انکی منزل صاف اور پر نور لگ رہی تھی، وہ ساتھ بے حد پیارے لگ رہے تھے، خضر نے بلیک ڈریسنگ کی جبکہ اسکی بیلا ڈارلنگ بھی اس ڈارک کلر میں بے حد دلربا لگ رہی تھی۔

.._____..

"کیا تم گول گپے نہیں کھاتی؟"

دونوں سوہا سومرو کے گھر سے نکل آئے تھے، ڈرائیونگ کے بیچ انیس کے یکدم پوچھے سوال پر عرشیہ نے گردن گما کر انیس کو دیکھا۔

"ہیں؟"

عرشیہ کا مسکراتا ہیں کافی بے ساختہ تھا۔

"ہاں۔ کبھی فرمائش ہی کر لیا کرو اوٹ پٹانگ۔ اور میں آگے سے چالیس قسم کے گندے منہ بنا کر انکار کرنے کے بعد آخر تمہاری ضد کے آگے ہتھیار ڈال کر مان جاوں"

اک ادا کے ساتھ ڈرائیونگ سپیڈ بدستور کم کیے وہ اک سڑک کنارے لگے گول گپے کے سٹال کے قریب جا کر گاڑی روک چکا تھا جبکہ اسکی توجہ تو عرشیہ کی کھنکتی ہنسی نے اپنی جانب کھینچی۔

"مطلب تمہیں سوبر بیوی ہضم نہیں ہو رہی؟"

عرشیہ کی ہنسی تھمی، سوال بنی پر وہ تو ابھی تک مسمرائز تھا۔

"نہیں۔ بلکل نہیں۔ تم گندی بچی بھی بنو، میں چاہتا ہوں ایسا۔ الٹی سیدھی ضد کرو مجھ سے۔ میری زندگی میں اور نکھار لاو عرشیہ المیر"

وہ اپنی ہنسی روک کر تابعداری کا مظاہرہ کیے سر ہلاتے ہی گاڑی کا ڈور کھولے باہر نکل گئی، انیس بھی جلدی سے کار ڈور کھولے باہر نکلا تو وہ شرارتی آنکھوں سے اسے دیکھتی ٹھیک سٹال کے قریب رکی۔

"مجھے ایک پلیٹ گول گپے چاہیں انکل، پانی تھوڑا تیکھا اور کھٹا ہونا چاہیے۔ اگر پسند آئے تو کیا پتا میں آپکا پورا سٹال خرید لوں"

وہ زرا عمر رسیدہ بزرگ تھے جنکی نرم شفقت بھری مسکراہٹ تو اس حسین جوڑے کو دیکھتے ہی انکے ہونٹوں پر اتر آئی، اور وہیں آس پاس ہی جھگیوں سے آئے چھوٹے بچے بھی جمع تھے جنکی للچائی نگاہیں اسی سٹال کی جانب تھیں۔

"پھر تو تم بلکل ٹھیک جگہ پہنچی ہو بٹیا رانی۔"

وہ زرا پر اعتمادی سے بولے، انیس بھی مسکراتا ہوا ساتھ ہی آ کھڑا ہوا، عرشیہ نے شوخ نظروں سے انیس کو دیکھا پھر انکی بیک وقت نظر ان

بچوں پر گئی جنکی آنکھوں میں گول گپے وہ بھی جی بھر کر کھانے کی آس وہ دونوں دور سے ہی بھانپ چکے تھے۔

"بس پھر جلدی سے بنادیں ایک پلیٹ"

وہ بچوں کی طرح چہکی جبکہ اسکی بار بار ان بچوں کی جانب جاتی توجہ، انیس کی زیرک نگاہوں سے اوجھل نہ تھی۔

انیس کے ہونٹوں پر محبوب سی مسکراہٹ آئی، اس نے خاموشی سے جیب سے بٹوہ نکالا اور بزرگ کے قریب ذرا جھک کر دھیرے سے رازداری والا ماحول بنایا۔

"ایک پلیٹ نہیں، جتنے بچے کھڑے ہیں سب کے لیے بنادیں اور ہاں، انکے لیے تیکھا کم رکھیے گا، یہ چھوٹے ہیں۔"

بزرگ نے چونک کر اس نوجوان کو دیکھا، پھر اس کی نرم مسکراہٹ کو دیکھتے ہوئے ان کی آنکھوں میں مہربان چمک سی آگئی۔

"اللہ تم دونوں کو خوش رکھے بیٹا ابھی بناتا ہوں۔"

ادھر عرشیہ ابھی بھی اپنی پلیٹ کا انتظار کر رہی تھی کہ یکایک اس کے ہاتھ میں ایک گول گپا تھمایا گیا۔ وہ بچوں کی طرح مسکراتے ہوئے اسے کھانے لگی، لیکن اگلے ہی لمحے جب اس نے دیکھا کہ بچوں کو بھی گول گپوں کی پلیٹیں دی جا رہی ہیں تو وہ حیرت سے انیس کی طرف دیکھنے لگی۔

"یہ...؟"

انیس نے اسکے حیران استفسار پر کندھے اچکائے، جیسے کچھ خاص نہ کیا ہو۔

"مجھے لگا تم سٹال خریدنے کی بات کر رہی تھی، تو میں نے سوچا پہلے گاہکوں کا خیال رکھ لیتے ہیں۔"

عرشیہ کی آنکھوں میں بے اختیار نرمی اتر آئی، وہ خاموشی سے بچوں کو دیکھنے لگی جو خوشی سے گول گپے کھا رہے تھے۔ ان کے چہروں پر پھیلی مسکراہٹیں جیسے عرشیہ کے دل کو تھپک رہی تھیں۔

ایک چھوٹا سا بچہ گول گپا ہاتھ میں پکڑے عرشیہ کے قریب آیا۔

"آپی، یہ بہت مزے کے ہیں آپ بھی کھائیں..."

عرشیہ کا دل اسکی خوشی اور معصومیت پر پگھل گیا، اس نے جھک کر اس کے سر پر ہاتھ پھیرا پھر اسکی گال سہلا کر مسکرائی۔

"تم کھاؤ بیٹا، میں تو پہلے ہی کھا رہی ہوں۔"

انیس اس منظر کو خاموشی سے دیکھ رہا تھا، اس کی نگاہوں میں وہی نرم سا سکون اتر آیا جو ہر بار عرشیہ کی معصومیت دیکھ کر اس کے دل میں جاگزیں ہو جاتا تھا، خاص کر بچوں کے لیے وہ کتنی مہربان تھی یہ تو وہ اب ازبر کر چکا تھا۔

"آپ بہت اچھے ہیں۔"

ایک اور بچے نے معصومیت سے ان کی طرف دیکھا۔

عرشیہ نے ہنستے ہوئے انیس کی طرف دیکھا، جیسے کہہ رہی ہو اس سمیت وہ بھی اچھا ہے۔

"سنا تم نے؟ ہم اچھے ہیں۔"

وہ اسکی سرگوشی پر زرا قریب ہوا۔

"میں تو پہلے ہی جانتا ہوں، تم بس آج کنفرم کر رہی ہو۔"

انیس نے شوخی سے جھک کر سرگوشی کی، عرشیہ ہلکے سے ہنسی، پھر ایک گول گپا اٹھا کر اس کی طرف بڑھایا۔

"کھاو، دیکھتے ہیں تم کتنے بہادر ہو"

وہ اتنا تیکھا کھانا دور، چکھ بھی نہیں سکتا تھا جبکہ عرشیہ کی ناک ہلکی گلابی ہو چکی تھی جسکا مطلب تھا وہ بہت کھٹے اور مرچیلے ہیں اور اسے کھانا سراسر رسک تھا۔

"اگر بہت تیکھا ہوا تو...؟"

انیس نے بھنویں اٹھائیں، جیسے ڈر رہا ہو۔

عرشیہ کی آنکھوں میں شرارت ناچی۔

"تو پھر میں ہنسوں گی... بہت زیادہ۔"

وہ اس وقت بلکل مست بچی لگ رہی تھی، جسے دنیا جہاں کی کوئی فکر نہ ہو، جو ان بچوں کے ساتھ انہی کی طرح کسی مہربان راہگیر کے دلائے گول گپوں کو کھا کر چہک رہی تھی۔

"مجھے لگا تم کِس آفر کرو گی لیکن تمہارا ہنسنا بھی کسی تسکین سے کم نہیں۔لاو میں کھاتا ہوں"

عرشیہ کے ہاتھ میں پکڑا گول گپا اس نے احتیاط سے تھاما اور ایک لمحے کو اسے وارفتگی سے دیکھا، جیسے واقعی کوئی بڑا معرکہ سر کرنے جا رہا ہو۔

"کِس تو میں تمہیں چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے آفر کرنے کو تیار ہوں لیکن ابھی میرے ہنسنے کو اہمیت دو انیس غانم۔"

وہ ایسے ارمان بہت کم چاہتی تھی، اب چاہا تھا تو انیس کو کہاں زیب دیتا کہ وہ انکار کرتا۔

"دے دی اہمیت"

وہ بہادری کے ساتھ اقرار کیے ہنسا۔

"سوچ لو ابھی بھی وقت ہے..."

عرشیہ نے شوخی سے کہتے اسکے ولولے اور جوش کو مدھم کرنے کی سازش کی۔

"اب تو عزت کا سوال ہے۔ اب سوچنے کا وقت گیا"

انیس نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا اور گول گپا منہ میں رکھ لیا۔

اگلے ہی لمحے اس کی آنکھیں اسکے تیکھے پن پر ذرا سی پھیل گئیں، سانس جیسے حلق میں اٹک گئی۔ عرشیہ نے اس کے تاثرات دیکھے تو اپنی ہنسی روکنے کی ناکام کوشش کرنے لگی۔

"کیا ہوا...؟ بہادر صاحب؟"

وہ ہنسی دباتے ہوئے بولی لیکن اپنی گرے مخمور آنکھوں کا کیا کرتی جہاں اس شخص کے سانس کو لگتے پھندے پر بے قرار رنگ نمایاں ہو کر ابھر آئے تھے

انیس نے کچھ بولنے کی کوشش کی مگر تیکھے اور کھٹے پانی نے اس کی زبان جیسے بند کر دی۔ اس نے فوراً پاس ہی کاونٹر پر رکھا پانی کا گلاس اٹھایا اور ایک ہی سانس میں آدھا گلاس پی گیا۔

عرشیہ کھل کر ہنس پڑی، اس کی ہنسی میں بچوں جیسی کھنک تھی۔

"میں نے کہا تھا ناں بہت تیکھے ہیں"

انیس نے گہری سانس لی، پھر اس کی طرف دیکھ کر مسکرا دیا۔

"ہاں لیکن تمہاری ہنسی اس سے زیادہ تیز ہے، سیدھی دل پر لگی ہے۔ تمہاری یہی ہنسی مس کر رہا تھا جو کل کے بعد سے کھوئی تھی"

عرشیہ کی ہنسی اسکے سرگوشیانہ الفاظ پر مدھم ہوئی، اس نے ایک لمحے کو اسے جی بھر کر دیکھا، پھر نظریں جھکا لیں۔

اسی دوران ایک چھوٹا بچہ انیس کے قریب آیا۔

"بھائی، آپ کو مرچ لگ گئی؟ ٹوفی کھائیں گے؟"

انیس ہلکا سا ہنسا اور اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔

"ہاں... لیکن مزہ بھی آیا۔ ضرور لوں گا۔ تمہارا شکریہ"

انیس نے اسکی ہتھیلی میں رکھی ایک ٹوفی فوراسے اٹھا کر اسے پیار سے پچکارا تو بچہ خوشی سے مسکرا کر دوبارہ اپنی پلیٹ کی طرف بھاگ گیا۔

عرشیہ نے ایک اور گول گپا اٹھایا، مگر اس بار اسے خود کھانے کے بجائے انیس کی طرف بڑھا دیا۔

"ایک اور؟"

انیس نے فوراً سر نفی میں ہلایا۔

"نہیں... بہادری کی بھی حد ہوتی ہے۔"

عرشیہ دوبارہ ہنس دی، جبکہ انیس کی نظریں اس پر ٹھہر گئیں۔

اس لمحے اسے گول گپوں کا ذائقہ نہیں... بلکہ اس معصوم خوشی کا نشہ زیادہ محسوس ہو رہا تھا، جو عرشیہ کے چہرے پر بکھری ہوئی تھی۔

ان دونوں نے سب بچوں کو کچھ پیسے دیے جسکے بعد ان کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ ہی نہ رہا، اسکے بعد وہ بھی ان بزرگ انکل کا شکریہ ادا کرتے دونوں گاڑی میں آکر بیٹھے۔

اتنا تیکھا کھانے کے بعد عرشیہ کا منہ بھی جلنے لگا جبکہ انیس نے جو ٹوفی اپنے منہ میں ڈال لی تھی جب عرشیہ کو بری طرح مرچی سے بے حال ہوتا دیکھا تو اس نے اپنے منہ میں چبائی ٹوفی نکال کر عرشیہ کی طرف بڑھائی جس پر عرشیہ نے اپنی سمائل ہر ممکنہ اپنے ہونٹوں میں دبائی۔

"یہ لو اس سے آرام آجائے گا۔"

انیس نے سنجیدگی سے کہا جیسے یہ کوئی بہت اہم علاج ہو۔

عرشیہ نے اس کی ہتھیلی پر رکھی آدھی چبائی ٹوفی کو دیکھا پھر اس کی طرف نظریں اٹھائیں، آنکھوں میں شرارت کی ہلکی سی دمک ابھر آئی۔

"یہ تمہاری چبائی ہوئی ہے۔"

وہ نخریلی ہوئی۔

"تو؟"

انیس نے بھنویں اچکائیں۔

"تو مطلب یہ چبائی ہوئی کھاوں؟"

وہ معصومانہ سا بگھڑی۔

"مرچ بھی تو تم نے مجھے اپنے حصے کی کھلائی تھی۔"

عرشیہ کی جان نکالنے میں یہ بندہ کبھی نہیں چوکتا تھا، اگلے ہی لمحے اس نے واقعی مرچ کی شدت محسوس کرتے آنکھیں بھینچ لیں۔

"آہہہ۔۔ کھاتے ہوئے اتنی مرچ نہیں تھی سچی"

انیس نے فوراً ٹوفی اس کے لبوں کے قریب کی کہ اسکا مرچ سے بے چین ہونا تک انیس کو قبول نہ ہوا۔

"اب ضد نہ کرو... لو۔"

عرشیہ نے ایک لمحہ اسے پیار سے دیکھا پھر دھیرے سے ٹوفی اس کے ہاتھ سے لے کر اپنے منہ میں رکھ لی۔

چند لمحے ان دو کے بیچ دل دھڑکاتی سی خاموشی رہی، پھر اس نے ہلکے سے سانس لی جیسے واقعی کچھ سکون ملا ہو۔

"بہتر ہے؟"

انیس نے نرم لہجے میں پوچھا۔

عرشیہ نے سر ہلایا، لیکن یہ احساس اسے پھر سے سرخ رو کرنے لگا۔

"تمہاری چبائی ہوئی چیز کھانے کا تجربہ بھی ہو گیا انیس"

انیس نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ اسٹیئرنگ سنبھالا۔

"ابھی تو ایسے اور اس سے بھی آگے والے بہت تجربے باقی ہیں عرشیہ المیر۔"

عرشیہ نے نظریں چرا لیں، مگر ہونٹوں پر پھیلی مسکراہٹ کم نہ ہوئی۔

گاڑی آہستگی سے سڑک پر آ گئی، مگر اندر کی خاموشی میں بھی ایک عجیب سی مٹھاس گھل گئی تھی۔

"یہ بھی اچھا تجربہ تھا لیکن ٹوفی کھلانے کا انداز تھوڑا الگ ہوتا تو مجھے زیادہ اچھا لگتا"

وہ ونڈو سائیڈ چہرہ پھیرے ہوئے ہی سرگوشی میں بولی تو انیس کا ہلکا سا قہقہہ چھوٹا، وہ سچ میں عرشیہ سے یہ بات امید نہیں کر رہا تھا۔

"دیکھا۔۔۔ یہ والی عرشیہ المیر مسنگ تھی۔ اگلی بار میں دھیان رکھوں گا میری بمشکل، گھسیٹ اور کھینچ تان کر ہوتی بے باک خاتون"

اسکی گال رغبت سے چومتا ہوا وہ اسے اس قدر پیار کرتے بولا کہ عرشیہ نے شرماتے ہوئے اپنے چہرے پر ہتھیلیاں جمالیں، یہ لڑکی زرا بے باک ہوتی تھی تو ساتھ ہی اسے شرم کا اٹیک بھی آجاتا تھا، انیس نے بچارگی سے سانس لی جیسے کہہ رہا ہو تمہارا کچھ نہیں ہو سکتا۔

.._____..

طاہر، امینہ، سارہ اور فاخر نے آج کی شام اور رات کپل ٹوبی یعنی خضر ملک اور بیلا خاور کے نام سجائی تھی، ان لوگوں نے اس پارٹی کے لیے ایک گیسٹ ہاوس بک کیا تھا، چونکہ باقی دونوں کپلز بھی بس نکاح والے کپلز بننے والے تھے تبھی یہ ان سبکی شادی شدہ ہونے سے پہلے والی آخری پارٹی تھی۔ خضر کی طرح طاہر اور فاخر بھی بس جلد بیویوں والے ہونے والے تھے، تو مطلب آج کنواروں والی آخری پارٹی مستی، قہقہے اور بہت سے مزے پر مشتمل ہونے والی تھی، گیسٹ ہاوس کو تھوڑا رومنٹک ٹچ کے ساتھ ڈیکوریٹ بھی کروایا گیا تھا جبکہ سب انتظامات طاہر اور فاخر نے صبح ہی کروا دیے

تھے، اس لیے اس وقت ان چھ کے علاوہ اور کوئی نہ تھا، رات کھانا بھی سب باہر سے آنے والا تھا، اس پارٹی کے لیے ہونہار کڑیوں یعنی امینہ اور سارہ نے بہت سی یمی کپلز گیمز بھی سوچ رکھی تھیں، یہاں تک کہ ان سبکا دیر رات تک سٹے بھی تھا، لیکن اچانک بادلوں سے سیاہ ترین ہوتے آسمان کو دیکھ کر لگ رہا تھا آج ان چھ حسین افراد کے فرار کا ہر راستہ یہ حسین شام اور رات میں برستی جل تھل کرتی بارش مفقود کر دے گی، خضر کی طرح طاہر اور فاخر بھی وجاہت سے لبریز جنٹل مین بلیک میں سج رہے تھے جبکہ سارہ اور امینہ نے بھی ڈارک کلرز کے ڈریسز ہی پہنے تھے، اوپر سے سجاوٹ، ماحول، رومانوی موسیقی، انکی مسکراہٹ، چھیڑ خانیاں، انکے قہقہے ماحول کو اور دہکا رہے تھے۔

اس وقت شام کے پانچ بج چکے تھے مگر یوں لگ رہا تھا رات چھا گئی ہو۔

ہلکی ہلکی موسیقی کی دھنوں کے ساتھ سارہ نے شرارتی انداز میں امینہ کی طرف دیکھا اور ہاتھ بجاتے ہوئے مسکرائی۔

"تو پھر شروع کی جائے آج کی پہلی گیم؟"

فاخر نے ہنستے ہوئے صوفے پر ٹیک لگائی۔

"ہم تیار ہیں لیکن پہلے بتادو کہ ہم کنواروں کی عزت محفوظ رہے گی یا نہیں؟"

امینہ نے اس چھچھورے کو گھورتے بھنویں اچکائیں۔

"آج کوئی عزت محفوظ نہیں رہے گی مسٹر فاخر، کیونکہ آج سچ بولنے کی شام اور رات ہے۔"

طاہر نے ہنستے ہوئے خضر کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

"پہلا شکار خضر ہو گا۔"

خضر نے مصنوعی سنجیدگی سے کالر سیدھا کیا کہ یہ سب تو اسی کو بے نقاب کرنے پر اتر آئے، ظالم دوست کہیں کے۔

"میں تو پہلے ہی قربان ہونے کو تیار ہوں بس میری سوئیٹ کارن کو ڈراؤ مت۔"

بیلا جو اس کے قریب ہی صوفے پر بیٹھی تھی، ہلکے سے مسکرا دی۔ اس کی مرمریں انگلیاں خضر کی ہتھیلی میں الجھی ہوئی تھیں، جیسے وہ اس ماحول کو دل و جان سے محسوس کر رہی ہو، وہ سب بلکل بھی بے چین کرنے والے لوگ نہ تھے، وہ خضر کی طرح سادہ اور پیارے تھے، تھوڑے شوخ بھی اور کبھی کبھی بے باک۔

"پہلی گیم..."

سارہ نے کارڈز کا ایک چھوٹا سا ڈبہ اٹھاتے ہوئے اعلانیہ اطلاع دی۔

"Truth or Dare... لیکن کپلز ورژن۔"

پہلی گیم ہی جان لیوا نکلی۔

"یہ خطرناک لگ رہی ہے۔"

فاخر نے ابھی سے سر پکڑ لیا۔

"بلکل ہے..."

امینہ نے شرارتی مسکراہٹ کے ساتھ اعتراف کیا۔

"اور پہلا کارڈ... خضر کے لیے۔"

خضر نے اس اعزاز کو دل و جان سے قبول کرتے کارڈ لیا پڑھتے ہی اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"اپنی دلہن کو ایک ایسی بات بتائیں جو آپ نے کبھی کسی کو نہ بتائی ہو۔"

طاہر نے اسکے عبارت پڑھنے پر پرزور سیٹی بجائی، سب شوخ سا مسکرائے۔

"واہ... شروعات ہی دھماکے دار ہے۔"

خضر نے بیلا کا ہاتھ تھوڑا سا مضبوطی سے تھاما، اس لڑکی کی دھڑکن تیز سی ہوئی۔

"میں نے ہمیشہ سوچا تھا کہ میری شادی کسی بہت پرفیکٹ، بہت بولڈ لڑکی سے ہو گی لیکن تم آئی تو مجھے پتا چلا کہ سادگی میں بھی دنیا کی سب سے بڑی خوبصورتی ہوتی ہے، بے باک کے بجائے حیادار لڑکیاں زیادہ دلربا لگتی ہیں اور سچ کہوں تو..."

وہ ذرا سا اسکے قریب جھکا، بیلا کے قریب ہوتے ہوئے سانس لیتے وہ بے حد پیارا لگا جو شرما رہی تھی۔

"میں تمہیں پہلی بار دیکھ کر ہی ہار گیا تھا بیلا خاور"

بیلا کے ہونٹوں پر دلگرفتہ سی مسکراہٹ پھیل گئی، اس نے دھیرے سے سر جھکا لیا۔

"اووہ..."

سارہ اور امینہ نے بیک وقت آواز نکالی۔

"یہ تو پہلے ہی ہار چکا ہے۔"

فاخر نے سر ہلاتے ہوئے ڈرامائی افسوس کیا۔

اسی لمحے باہر گرج چمک کے ساتھ بارش شروع ہو گئی۔

کھڑکیوں پر پڑتی بارش کی بوندیں، اندر مدھم روشنی، نرم موسیقی اور ان چھ لوگوں کی ہنسی، ماحول واقعی کسی خوبصورت فلمی منظر میں بدل چکا تھا۔

"لگتا ہے آج کوئی کہیں نہیں جا رہا..."

طاہر نے کھڑکی کی طرف دیکھتے ہوئے پیشن گوئی کی تو سب کے دل کی دھڑکنیں سی الجھیں۔

"تو پھر رات لمبی ہونے والی ہے..."

امینہ نے اس پیشن گوئی پر جب مہر لگائی تو ان سبکے ہونٹوں پر دلکش مسکراہٹ رقص کر گئی۔

.._____..

شام عرشیہ اور انیس نے عدین کے ساتھ یمل کو بھی کلب چھوڑ دیا تھا اور اب وہ انھیں واپس لینے ٹھیک چھ بجے پہنچ چکے تھے، اسکے بعد انیس اور عرشیہ کو گھر ہی نکلنا تھا کیونکہ اب باقی کا وقت منائم اور مہویر کے نام جو تھا۔

بارش کی ہلکی ہلکی بوندیں شیشے پر پڑ کر نرم سی موسیقی پیدا کر رہی تھیں جب انیس نے گاڑی فٹ بال کلب کے باہر آ کر روکی۔ شام ڈھل چکی تھی اور گراونڈ کی فلڈ لائٹس بارش میں بھیگتی سبز گھاس کو کسی خواب سا منظر بنا رہی تھیں۔

"لگتا ہے آج تو یہ دونوں بارش میں ہی فٹ بال کھیل رہے ہوں گے۔"

انیس نے مسکراتے ہوئے سامنے دیکھا۔

عرشیہ نے کھڑکی سے باہر جھانکا تو واقعی یمل اور عدین باقی بچوں کے ساتھ ہلکی بارش میں بھیگتے ہوئے فٹ بال کھیل رہے تھے۔ دونوں کے چہرے خوشی سے دمک رہے تھے۔

"دیکھو انیس وہ کتنے خوش ہیں۔"

عرشیہ نے نرم لہجے میں کہا، اس کے چہرے پر ممتا سی اتر آئی۔

اسی لمحے عدین کی نظر گاڑی پر پڑی، اس نے اچھل کر یمل کو اشارہ کیا۔

"وہ دیکھو، تمہاری عرشیہ آپی لینے آ گئیں!"

دونوں بچے بارش میں بھیگتے ہوئے تیزی سے ان کی طرف بھاگے۔

عرشیہ نے جلدی سے دروازہ کھولا اور باہر نکل آئی۔

"ارے... اتنے بھیگ گئے تم دونوں!"

عرشیہ نے دونوں کو ٹھنڈ سے ٹھٹھرتے دیکھ کر پیار سے پوچھا۔

"بہت مزہ آیا!"

عدین ہنسا تو یمل بھی سانس لیتے ہوئے مسکرایا۔

"ہم جیت گئے..."

انیس بھی گاڑی سے نکل آیا، اس نے قریب ہی کھڑے ہیلپر لڑکے سے ٹاول لے پہلے عدین کے سر پر رکھا پھر یمل کے۔

"چیمپئنز کو بیمار نہیں ہونا چاہیے۔ جاو اور جلدی سے کپڑے بدل کر آو۔ اس بارش میں بھیگ کر نزلہ زکام کروانا ہے کیا"

انیس کی دونوں کے لیے یہ پیار بھری فکر، ان دونوں سمیت عرشیہ کو بھی رشک دلا گئی، وہ دو بھی کیکپا رہے تھے تبھی دم دبا کر دوڑے، دس منٹ تک دونوں انسانی خلیے میں اپنے کوٹس اور گرم کپڑوں میں پیک ہو کر باہر نکلتے دیکھائی دیے تو شیڈ ڈپارکنگ تلے رکی گاڑی کے ساتھ لگ کر انیس کی بازو

کے حصار میں لپٹی عرشیہ مسکرا کر آگے بڑھی، انیس نے بھی گاڑی کی دوسری طرف بڑھتے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی۔

"چلو... ایک سرپرائز ہے۔"

عرشیہ نے شوخی سے کہا۔

"کیا؟"

دونوں بچوں نے بیک وقت پوچھا۔

"گاڑی میں بیٹھو... پھر بتاؤں گی۔"

چاروں گاڑی میں بیٹھ گئے، بارش اب کچھ تیز ہو چکی تھی۔

کچھ ہی دیر بعد انیس نے سڑک کنارے گاڑی روکی جہاں ایک چھوٹا سا کیفے تھا۔

"ہاٹ چاکلیٹ...؟"

عدین کی آنکھیں اس موسم کی مطلوبہ خواہش پر چمک اٹھیں۔

"سچ میں؟"

عدین کو تو جیسے اسی کی طلب تھی۔

"اور ساتھ میں فرائز بھی... اسکے علاوہ جو تم دونوں کا موڈ ہو سب"

عرشیہ نے مزید اضافہ کیا، وہ دونوں کو پیار سے دیکھتی مسکرائی۔

"واہ!"

یمل کے لبوں پر بھی مسکراہٹ آگئی۔

دو چاروں کیفے میں اک پیاری سی چار کرسیوں والی ٹیبل چن کر بیٹھے، انیس چار کپ ہاٹ چاکلیٹ اور فرائز لے کر آیا، کیفے کی کھڑکیوں پر بارش کے قطرے پڑ رہے تھے، اندر گرم بخارات اور باہر بارش... منظر اور بھی دلکش ہو گیا۔

عدین نے پہلا گھونٹ لیا تو آنکھیں بند کر لیں۔

"بہت مزے کی ہے..."

یمل نے بھی آہستگی سے کپ تھاما، اس کے ہاتھ گرمائش محسوس کر رہے تھے۔

"آپ دونوں کا شکریہ۔ اہم یہ ہاٹ چاکلیٹ یا فرائز نہیں بلکہ آپ دونوں کا ساتھ ہے"

انیس نے ہلکے سے پیار سے اس کے سر پر ہاتھ رکھتے عدین کی آنکھوں میں وہ خوشی دیکھی جسکی انیس کو ہمیشہ سے تمنا تھی۔

"ہمیشہ یہ ساتھ تم دونوں کے نصیب میں رہے گا"

انیس کا یقین دلانا اس بھیگی شام کا دلکش ترین منظر تھا۔

"آج کا دن کیسا رہا؟"

عرشیہ نے دونوں کو دیکھتے ہوئے نرم لہجے میں پوچھا۔

"بہت اچھا..."

عدین نے فوراً کہا۔

یمل نے بھی سر ہلایا۔

"بہت..."

عرشیہ نے آگے جھک کر دونوں کے گالوں پر ہاتھ رکھ دیا۔

"ہمیں بھی تم دونوں کے بغیر کچھ اچھا نہیں لگتا۔"

دونوں بچوں نے رغبت سے عرشیہ کو دیکھا، انیس تو ہر تاثر سے عرشیہ کی حمایت کرتا نظر آتا تھا۔

انیس نے بھی نرم لہجے میں کہا،

"تم دونوں بہت خاص ہو کیونکہ تم دونوں بہت پیارے ہو"

انیس کا پیار پا کر وہ دونوں ایک سا مسرور ہوئے جبکہ اب عدین اپنے بھیو اور عرشیہ کو یمل کے ساتھ بانٹ کر دل و جان سے خوش تھا کیونکہ اب یمل کے لیے بھی عدین کے دل میں بہت سا پیار بھر چکا تھا۔

اس خوبصورت سے لمحوں کے بعد وہ لوگ واپسی کے سفر پر روانہ ہوئے، پہلے یمل کو ڈراپ کرنا تھا پھر انکی مینشن واپسی تھی۔

گاڑی میں چند لمحوں کی خاموشی چھا گئی مگر یہ خاموشی گرم تھی، محفوظ تھی، اپنے پن سے بھری ہوئی۔

عدین نے آہستہ سے اپنا سر عرشیہ کے کندھے پر ٹکا دیا کیونکہ وہ پیچھے بیٹھی جبکہ یمل آگے انیس کے ساتھ بیٹھا تھا۔

یمل نے بھی کھڑکی سے باہر بارش دیکھتے ہوئے ہلکی سی مسکراہٹ دی۔ وہ دونوں واقعی خود کو بہت قیمتی محسوس کر رہے تھے...

جیسے اس بارش بھری شام میں انہیں صرف گرم چاکلیٹ نہیں بلکہ محبت کی پناہ بھی مل گئی ہو۔

یمل کو ڈراپ کرنے کے بعد وہ تینوں واپس علوی مینشن پہنچ چکے تھے، بارش تو آج رکنے پر ہی نہ آ رہی تھی، یمل سیدھا اپنے کمرے میں چلا گیا تھا، حالانکہ فاطمہ اور شمس نے اسے اپنے ساتھ بیٹھ کر کچھ دیر باتیں کرنے کی آفر بھی کی لیکن اسے کل سکول جانا تھا جسکی بہت سی تیاری باقی تھی، یونیفارم، کتابیں اور باقی ہر چیز عرشیہ نے اسے واپسی میں دلائی تھی، حالانکہ بارش کے موسم میں مالز اور مارکٹس میں گھومنا قدرے مشکل تھا۔

بھوک اسے نہیں تھی تبھی اس نے اپنے کمرے میں جا کر بند ہونا زیادہ بہتر سمجھا۔

جبکہ عدین نے رات کے ڈنر کے لیے عرشیہ کی تھوڑی مدد سوئیٹ ڈش بنانے میں کی البتہ انیس اور بہت سے معاملات دیکھ رہا تھا، وہ شمریز پاشا کی بیوی سے اک ملاقات بھی چاہتا تھا تاکہ اس سے مل کر وہ لوگ شازان رضوانی کے خفیہ ٹھکانوں یا اسکے اب تک اسکا ساتھ دیتے لوگوں کا پتا کروا سکے، کل شام چار بجے اسکی رہائی کا وقت تھا اور وہ لوگ پوری تیاری کے ساتھ اس منحوس کا ویلکم کرنے والے تھے اور ایسا ویلکم وہ آخری سانس تک یاد رکھنے والا تھا۔

وہیں منائم اور مہویر بھی ڈنر کے لیے تیار ہو رہے تھے، محراب کا بھی اپنی کچھ سوشل ورکر دوستوں کے ساتھ ڈنر کا پلین بن گیا تھا جس سبب وہ مہویر اور منائم سے پہلے ہی نکل گئیں، خضر تو پہلے ہی بیلا کے ساتھ گیا تھا۔

منائم ریڈی ہو رہی تھی جبکہ وہ باہر تیار ہو کر لاؤنج میں ٹہلنے کے ساتھ منائم کی ڈاکٹر سے فون پر بات کر رہا تھا۔

"مجھے آپ بتادیں کہ کیسے چیک کرتے ہیں پریگننسی، وہ ہوسپٹل نہیں جا رہی۔ مسلسل ضد کر رہی ہے کہ نہیں جانا لیکن میرا دل کہہ رہا ہے وہ امید سے ہے۔ مجھ سے صبر نہیں ہو رہا ڈاکٹر۔ آپ مجھے طریقہ بتادیں میں اسکے سوتے میں

اسے چیک کر لیتا ہوں۔ پلیز"

وہ ڈاکٹر بھی مہویر میثاق کے اس پاگل پن، بیقراری

اور معصومیت پر مسکرا دی، اب وہ کیا بتاتی اس بے قرار ترین شوہر صاحب کو۔

"مسٹر مہویر، یہ کوئی بخار چیک کرنے جیسی چیز نہیں ہے کہ آپ سوتے میں چیک کر لیں۔"

ڈاکٹر نے ہنسی دباتے ہوئے کہا تو مہویر نے بے بسی سے بالوں میں ہاتھ پھیر لیا۔

"اوف! مطلب اسکا ہوش و حواس میں ہونا ضروری ہے؟"

مہویر کے معصوم سوال پر ڈاکٹر صاحبہ کی مسکراہٹ اور گہری ہوئی، وہ ایسے جذبات والے شوہر

کو پہلی بار جو مل رہی تھیں، مسکراتیں نہ تو کیا کرتیں۔

"جی مسٹر مہویر ایسا ہی ہے۔ یا تو اسے لے آئیں میرے پاس یا گھر پر ہی ٹیسٹ کریں لیکن یہ تب ہو گا جب وہ چاہے"

ڈاکٹر اس وقت مہویر کو اس پوری دنیا کی طرح ظالم ہی لگی اور وہ پگھلایا ہوا مہویر میثاق!

"ہمم۔ ٹھیک ہے میں اپنی ایک آخری کوشش کرتا ہوں"

وہ رابطہ منقطع کرے واپس بیڈ روم کی طرف گیا، دروازہ کھولا ہی کہ نظر اس لڑکی پر جا ٹھہری جو رات کے خوبصورت ڈنر کے لیے تیار ہو رہی تھی، انیس اور عرشیہ علوی مینشن میں ان دونوں کے منتظر تھے۔

وہ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑی اپنے بال سمیٹ رہی تھی۔ ہلکے آڑو رنگ کے ڈیزائنر سوٹ میں وہ ہمیشہ کی طرح سادہ مگر دلنشین لگ رہی تھی، یہ سوٹ وہ آج لائی تھی، جہاں سے سر کے بال سرجری کے دوران شیو کیے گئے تھے وہاں ہیر ایکسٹنشنز لگا کر اس نے وہ خلاء بھر دیا تھا۔

مہویر اسے دیکھ کر دروازے پر ہی ٹھہر گیا، کچھ لمحوں کے لیے وہ اپنی ساری بے چینی بھول گیا۔

اپنا فون بیگ میں رکھتی وہ اپنے دھیان میں پلٹی ہی کہ نظر مہویر پر جا رکی جو فرصت سے اسے ہی نہار رہا تھا۔

"میں تیار ہوں۔ اگر آپ کو مجھے تاڑنے سے فرصت مل گئی ہو تو چلیں۔ عرشیہ ویٹ کر رہی ہو گی۔ اور بات سنیں، اپنے دوست انیس کو لے نکل جایئے گا ادھر ادھر کیونکہ میں نہیں چاہتی اس بار میری اور میری بہن کی ملاقات کے بیچ کوئی کمی رہے۔ پہلے جب وہ مجھ سے ہوسپٹل ملنے آئی تھی تو مجھے بس آپکی پڑی تھی۔ آج میں اس سے اچھے سے ملنا چاہتی ہوں۔ آپ آس پاس ہوئے تو میری توجہ آپ کی جانب چلی جائے گی"

مہویر اس کی بات سنتے ہوئے ہلکا سا مسکرایا، مگر اس مسکراہٹ میں عجیب سی نرمی بھی شامل تھی۔

"تو اب میں ڈسٹربنس بن گیا ہوں پینگوئن؟"

اس نے مصنوعی سنجیدگی سے اسکے قریب جاتے پوچھا۔

"ایسا نہیں ہے... بس..."

وہ ہلکا سا مسکرا کر نظریں چرا گئی کیونکہ ابھی پوری ناراضگی نہیں مٹائی گئی تھی۔

"بس...؟"

مہویر نے اس کے قریب آتے ہوئے بات ادھوری پکڑی، اور اسے اپنی باہوں میں بھرنے کی کوشش کی پر وہ پیچھے ہٹ گئی۔

"بس میں عرشیہ سے دل بھر کے ملنا چاہتی ہوں"

مہویر نے اس کے چہرے کو غور سے دیکھا، وہ اس سے ابھی بھی کترا رہی تھی کہ وہ باہوں میں بھر کر ہوسپٹل چلنے کی ڈیمانڈ نہ کر دے۔

"اوکے... میں اور انیس باہر لان میں بیٹھ جائیں گے تاکہ تم دونوں بہنیں آرام سے باتیں کر سکو۔"

مہویر نے اسکے کھلے بالوں کی چند لٹیں پکڑ کر انکے کنارے ناک کے پاس لاتے سونگھ کر چومے تو وہ بلکل اک دیوانہ ہی لگا، وہ مبہوت رہ گئی۔

"یہ بال..."

مہویر نے اس کے بالوں کی طرف دیکھتے ہوئے انھیں چھوتے ہوئے سرگوشی کی تو وہ چونکی۔

"کیسے لگ رہے ہیں؟ عجیب تو نہیں لگ رہے؟"

اس کی آواز میں انجانی سی جھجھک تھی۔

مہویر نے نرمی سے اس کے بالوں کی مزید ایک لٹ انگلیوں میں تھامی۔

"نہیں تم ہر حال میں خوبصورت لگتی ہو..."

اس کے گال مہویر کی نگاہوں کی گہرائی پر ہلکے سے سرخ ہو گئے۔

"تمہاری خوبصورتی صرف بالوں سے نہیں... تمہاری مسکراہٹ سے ہے... تمہاری آنکھوں سے ہے منائم ملک۔ تمہارے وجود سے ہے، تمہارے دل سے ہے"

وہ چند لمحوں کے لیے مہویر کے روبرو خاموش رہ گئی۔

"ہمم۔شاید۔۔۔ہٹیں پیچھے"

وہ اسکے سینے پر ہاتھ رکھتی دباو دے کر اسے دور کر گئی تو مہویر کچھ فاصلے پر ہوا پر مجال ہو جو اسکی آنکھوں کی بے خودی میں کمی آئی ہو۔

"واپسی پر ہو سپٹل چلیں گے، آجاو"

وہ کہہ کر اپنا کوٹ اٹھائے کمرے سے نکلنے ہی لگا جب وہ عقب سے اسے غصے سے پکاری۔

"میں نہیں جاوں گی مہویر سن لیں"

وہ وہیں کھڑی اکڑی تو مہویر نے گردن موڑ کر مضطرب نگاہوں سے منائم کو دیکھا۔

مہویر نے چند لمحے اسے دیکھا، اس کی آنکھوں میں ضد بھی تھی اور بے نام سا خوف بھی۔

"اوکے..."

اس نے غیر متوقع طور پر نرمی سے اقرار کیا۔

"کیا مطلب؟ اب ضد نہیں کریں گے ناں؟"

وہ میکانکی انداز میں اسکی جانب دیکھتے قریب آئے بولی تو مہویر نے اسے ایک لمحہ لگاتے دونوں بازوؤں میں بھر کر اپنے سینے لگایا، اسکی منائم کو بھی ہرگز توقع نہ تھی۔

"مجھے محسوس ہوا جیسے میں تمہیں ستا رہا ہوں، تنگ کر رہا ہوں۔ چلو اس سے پہلے بارش پھر تیز ہو جائے"

وہ اسکی ہلکی سی ناراضگی بھانپ چکی تھی لیکن ابھی خاموشی اختیار کیے وہ اسکے ساتھ چل پڑی کیونکہ بارش کے تیور واقعی بہت خراب لگ رہے تھے۔

.._____..

"اوکے... نیکسٹ گیم!"

سارہ نے تالیاں بجاتے ہوئے ایک بار پھر اعلان کیا تو سب کی توجہ اس کی جانب ہو گئی، سب نے زرا کھانے کا بریک لیا تھا مگر بارش کی بڑھتی شدت کی طرح ان سبکی گیمز کا سلسلہ بھی اپنی شدت واپس پکڑ چکا تھا۔

"یہ گیم خاص طور پر بیلا کے لیے ہے"

امینہ نے شرارتی مسکراہٹ کے ساتھ اطلاع دی تو خضر نے فوراً چونک کر بیلا کا ہاتھ زور سے تھام لیا کیونکہ وہ بھی گھبرا گئی تھی۔

"کیا کرنے والی ہو تم لوگ میری سوئیٹ کارن کے ساتھ؟"

خضر نے ڈرے اور ڈپٹتے انداز میں امینہ اور سارہ کو نگاہوں میں لتارا تو سب ہنسے۔

"ڈرو مت، ابھی بھاگنے کا راستہ بھی بارش نے بند کر رکھا ہے۔"

فاخر نے لقمہ دیا تو سب ہنس دیے اور سبکی توجہ گیم کی طرف ہوئی۔

"گیم یہ ہے..."

سارہ نے بھی سبکے تھمتے ہی سمجھانا شروع کیا۔

"بیلا کو آنکھوں پر پٹی باندھنے کی ضرورت نہیں... کیونکہ وہ پہلے ہی..."

وہ یہ بولتے رک گئی، کیونکہ اسکا مقصد بیلا کو اسکی یہ کمی جتانا نہ تھا، ایون یہ کہتے وہ خود اداس ہوئی، اس نے بیلا کا ہاتھ پکڑ کر دبایا جیسے کہہ رہی ہو وہ آنکھوں کی روشنی کے بغیر بھی اپنی پوری آب و تاب سے چمک رہی ہے اور اسکی یہ خاموش تسلی سبکو مسکراہٹ بخش گئی، خضر کے سب دوست بہت پیارے تھے۔

"بیلا صرف خوشبو سے خضر کو پہچانے گی اور اگر وہ صحیح پہچان گئی تو خضر کو اسے کوئی ا

سپیشل سرپرائز دینا ہو گا۔"

اپنی بات سنبھالتے ہوئے وہ نرمی سے بولی، خضر نے بھنویں اٹھائیں۔

"اور اگر نہ پہچان پائی؟"

خضر کا سوال سب نے سنا۔

"تو پھر..."

امینہ نے ہنستے ہوئے تجسس پھیلایا۔

"بیلا آپکو اسے منانے کے لیے کوئی رومانٹک کام کرنا ہو گا۔"

بیلا کا چہرہ سرخ ہوا کہ بھلا وہ کیا رومنٹک کام کرے وہ بھی اس طرح بنا کسی حق کے۔

"یہ تو دونوں صورتوں میں میرا ہی نقصان ہے۔ تم سب میرے حوصلوں کے دشمن بنے ہوئے ہو ظالمو"

خضر نے مصنوعی افسوس سے سب کو گھرکا، آخر یہ خوشبو یہ رومنٹک کام سراسر خضر کی آزمائش ہی تو تھا۔

بیلا ہلکے سے مسکرا دی۔

طاہر اور فاخر خضر سے تھوڑا فاصلے پر کھڑے ہو گئے، جبکہ سارہ نے بیلا کو آہستہ سے درمیان میں لا کھڑا کیا۔

"او کے، ہم پانچ لوگ ہیں میرے اور امینہ سمیت، اور تمہیں صرف خوشبو سے خضر کو پہچاننا ہے۔"

سارہ کے بتانے پر بیلا نے ہلکے سے سانس لی، پھر ایک ایک کر کے ان کے قریب جانے لگی۔

پہلے طاہر کے قریب رکی، پھر سر فوری نفی میں ہلایا۔

"نہیں..."

اس نے طاہر کو فوری ریجیکٹ کیا۔

پھر وہ فاخر کے قریب گئی، ہلکی سی مسکراہٹ دی مگر پھر بھی نفی میں سر ہلا دیا۔

خضر کا دل جیسے یہ سب دیکھتے بند ہونے کے دہانے تھا، تیسری باری میں جب وہ خضر کے قریب پہنچی تو چند لمحوں کے لیے ٹھہر گئی، خضر کے دل نے اک ہارٹ بیٹ مس کی۔

اس نے خضر کے قریب گہری سانس لی، پھر ہلکے سے مسکرا دی۔

"یہ... یہ خضر ہیں۔"

وہ پورے یقین سے بول اٹھی۔

"واہ!"

سب بیک وقت اسے سراہ اٹھے۔

خضر کے چہرے پر فخر بھری مسکراہٹ پھیل گئی۔

"کیسے پہچانا؟"

طاہر نے دلچسپی سے پوچھا۔

"ان کی خوشبو اور ان کی سانس، دونوں ہی الگ ہیں..."

بیلا نے دھیرے سے جواب دیا، خضر تو اس پر سے نظریں ہٹانے لائق بھی نہ رہا، چند لمحوں کو ماحول واقعی نرم ہو گیا۔

"اوکے... اب نیکسٹ گیم!"

اس بار سارہ پھر سے چہکی۔

فاخر نے فوراً تالیاں بجائیں۔

"یہ گیم طاہر اور فاخر کے لیے..."

امینہ نے دو کاغذ نکالتے ہوئے انھیں اطلاع دی۔

"تم دونوں کو اپنی ہونے والی بیویوں کے لیے آنکھیں بند کر کے تین کمپلیمنٹس دینی ہیں اور اگر جھوٹ ہوا تو سزا ملے گی۔"

یہ گیم تو کافی کیوٹ تھی۔

"یہ تو آسان ہے..."

فاخر نے اعتماد سے ہانک لگائی۔

"آنکھیں بند کرو پہلے..."

سارہ نے حکم دیا، فاخر نے آنکھیں بند کیں۔

"امینہ، تم بہت خوبصورت ہو... تمہاری ہنسی خطرناک ہے... اور تم..."

وہ بولتے بولتے رکا تو سب ہنس دیے۔

"اور...؟"

امینہ نے چھیڑا۔

"اور تم مجھے بہت ڈراتی ہو۔"

سب کے قہقہے اسکے جملے پر بلند ہو گئے پر اس سب کے باوجود خضر کی نظریں تھیں کہ بار بار بیلا کے چہرے کا طواف کر رہی تھیں۔

"اوکے اب طاہر!"

طاہر نے آنکھیں بند کیں۔

"سارہ... تم بہت پیاری ہو... تمہاری آواز بہت نرم ہے... اور..."

وہ ہلکا سا مسکرایا۔

"اور تم میری زندگی کی سب سے خوبصورت غلطی ہو۔"

سارہ کے گال ایسی تعریف پر سرخ ہو گئے جبکہ باقی سب نے شور مچا دیا، اسی دوران باہر بارش مزید تیز ہو گئی...

اندر موسیقی... ہنسی... اور محبت سے بھرے لمحے...

اور یہ رات... واقعی ان چھ لوگوں کی زندگی کی یادگار ترین شام اور رات بنتی جا رہی تھی۔

.._____..

بارش اب ہلکی پھوار میں بدل چکی تھی جب ان کی گاڑی علوی مینشن کے گیٹ میں داخل ہوئی۔ روشنیوں سے جگمگاتا لان اور بھیگا ہوا سبزہ منظر کو اور دلکش بنا رہا تھا۔

عرشیہ اور انیس نے لان کے پار تک آکر دونوں کو خوش آمدید کہا، منائم تو فوراً عرشیہ کے گلے جا لپٹی جیسے پچھلی ادھوری ملاقات کی بھرپور تلافی کر رہی ہو۔

جبکہ انیس کو بھی بے حد خوشی ہوئی جب وہ مہویر میثاق سے گلے لگا، یہ ایسا شخص تھا جو جب بھی گلے لگتا، سینے کے دریچوں تک بسی بے چینی و بے قراری کا خاتمہ کر دیتا تھا۔

وہ لوگ ساتھ اندر آئے تو فجر بھی آگے بڑھ کر منائم سے ملی، عصر نے بھی اس پیارے کپل کو خوش آمدید کہا جبکہ عدین بھی مہویر سے گرم جوشی کے سنگ ملا، فجر نے کچن کا رخ کیا تو عدین اسکے ساتھ ہو لیا کیونکہ کھانے کو تھوڑا

ساوقت تھا جبکہ عصر، انیس اور مہویر بھی کچھ ضروری ڈسکشن کے لیے دونوں بہنوں کو اکیلا چھوڑ کر کمرے میں چلے گئے۔

عرشیہ بہت خوش تھی کہ منائم اب ٹھیک ہے، وہ دونوں ہی اپنے جذبات بیاں کرنے سے قاصر تھیں۔

"اگر آپ کہیں تو میں لے چلتی ہوں آپکو ہوسپٹل"

منائم کی تکرار اب تک قائم تھی، انیس اور مہویر دونوں نے یہ ذمہ داری عرشیہ کو سونپی کہ شاید منائم اسکی بات سنے پر لگ نہیں رہا تھا منائم سوئیر حالت ہونے سے پہلے ہسپتال کا رخ بھی کرتی۔

"نہیں مجھے اس طرف منہ بھی نہیں کرنا۔ تم بھی پلیز مہویر کی طرح فورس مت کرو عرشیہ"

منائم کے ڈرے چہرے اور جواب کو سنے عرشیہ نے کشن گود میں لے کر دباتے ٹیک لگائی جبکہ دیکھ وہ منائم کے چہرے کے گلو ہی رہی تھی۔

"وہ اس لیے فورس کر رہا ہے کیونکہ اسے بچے کی شدید تمنا ہے۔ مجھے انیس نے بتایا کہ یہ اسکی سب سے بڑی خواہش ہے۔ وہ آپ سے بہت پیار کرتا ہے، اگر آپ امید سے ہیں تو بھروسہ رکھیں اس بچے میں اسکی پوری دنیا بسے گی۔"

عرشیہ کے پیار سے سمجھانے پر وہ گھبرائی۔

"پھر میں کہاں اپنی دنیا ڈھونڈوں گی"

منائم کے سوال نے عرشیہ کو ہنسا ڈالا۔

"آپ کو کچھ ڈھونڈنا پڑا تو میرا نام بدل دیجئے گا"

عرشیہ کا یقین قابل محبت تھا۔

منائم نے چند لمحے اسے دیکھا جیسے اس کے یقین کو پرکھ رہی ہو۔

"وہ بدل تو نہیں جائیں گے؟"

منائم کے سوال پر عرشیہ نے فوراً نفی میں سر ہلایا۔

"نہیں۔"

وہ پر امید تھی۔

"لیکن اکثر ایسا ہوتا ہے جب بچہ آتا ہے تو ساری توجہ۔۔۔۔"

منائم کی آواز آہستہ ہوتی ہوئی رک گئی۔

عرشیہ اس کی طرف تھوڑا سا جھکی، اس کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے لیے۔

"منائم، جس محبت کی بنیاد مضبوط ہو وہاں کسی نئے رشتے کے آنے سے محبت کم نہیں ہوتی بلکہ بڑھتی ہے۔"

منائم خاموشی سے اسے دیکھتی رہی، اسکی بہن کتنی پیاری اور سمجھدار تھی۔

"سچ میں؟ کیا اعتبار کر لوں؟"

منائم جن حالات سے گزری تھی، اسکے اندر بہت سے ڈر کنڈلی مارے بیٹھے ہوئے تھے۔

"بلکل کر لیں اور ویسے بھی..."

عرشیہ نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ تجسس پھیلایا۔

"جو مرد اپنی بیوی سے اتنی محبت کرتا ہو کہ اس کے ڈر سے خود بے چین ہو جائے، وہ بچہ آنے کے بعد اسے کیسے نظر انداز کر سکتا ہے؟"

منائم کے چہرے پر رونق سی چلی آئی۔

"وہ واقعی بہت بے چین ہے کیا۔ انیس نے کیا بتایا تمہیں؟"

اس نے دھیرے سے رازداری کے سنگ بیقرار ہوتے پوچھا تو عرشیہ ہنس دی۔

"اتنا زیادہ بے چین کہ انیس کو بھی پریشان کر رکھا ہے، اسکا سر کھا رہا ہے، بار بار پوچھ رہا تھا، کوئی طریقہ نہیں کہ سوتے میں چیک کر لوں۔"

منائم کی آنکھیں اس بات پر حیرت سے پھیل گئیں پھر بے اختیار اس کے لبوں پر مسکراہٹ آگئی تو دونوں ہنس دیں۔۔

"پاگل نمونہ"

اس نے دھیرے سے مہویر کی عقل کو خراج تحسین پیش کیا۔

"ہاں... آپ کا پاگل منائم۔ اچھا بھلا وولف ہوا کرتا تھا۔ اب دیکھیں اسکا حال"

عرشیہ نے شوخی سے بچارے مہویر کی طرفداری کر دی۔

منائم نے سر جھکا لیا مگر اس کے چہرے کی سختی کافی حد تک کم ہو چکی تھی۔

"میں... ڈرتی ہوں عرشیہ..."

اس نے آخر کار اپنے دل کی بات کہی، عرشیہ کا چہرہ پریشان ہو گیا۔

"کس بات سے؟"

وہ فوراً پوچھتے زرا قریب ہو کر بیٹھی، منائم کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں دبائے۔

"درد سے... دوبارہ کمزور ہونے سے... اور..."

منائم نے سر گوشیاں کیں پھر وہ بولتے بولتے رک گئی۔

"اور؟"

عرشیہ نے نرمی سے مزید پوچھا۔

"اور یہ کہ... اگر کچھ ہو گیا تو...؟"

عرشیہ نے فوراً اس کے ہاتھ مضبوطی سے تھام لیے۔

"کچھ نہیں ہو گا اور اگر اللہ نے یہ خوشی دے دی تو وہ حفاظت بھی کرے گا۔"

منائم کی آنکھیں عرشیہ کے دلاسے پر نم سی ہو گئیں۔

"اور مہویر...؟"

وہ فوراسے بے چین ہوئے منمنائی۔

"وہ تو ویسے ہی آپ پر جان دیتا ہے... اس بچے کے آنے سے وہ آپکو اور بھی زیادہ اچھے سے سنبھالے گا۔"

عرشیہ نے نرم لہجے میں اسکی تشفی کروائی۔

منائم نے گہری سانس لی جیسے دل کا بوجھ ہلکا ہو رہا ہو لیکن ابھی بھی اک جھجک برقرار تھی۔

.._____..

"اوکے... اب بہت ہو گئی باتیں اور گیمز..."

فاخر نے تالیاں بجاتے ہوئے سب کو متوجہ کیا کیونکہ گیمز سے وہ لوگ اب تھک چکے تھے۔

"اب کچھ میوزیکل ہو جائے، آخر ہمارے درمیان راک اسٹار بھی موجود ہے۔"

سارہ نے فوراً خضر کی طرف دیکھتے فرمائش کی تو جیسے سبکی زبانوں کی بات چھین لی۔

"بالکل! آج کی رات خضر کے گانے کے بغیر ادھوری ہے۔"

ان سبکی آنکھوں میں اشتیاق امڈا۔

"میں فیس لیتا ہوں پرفارمنس کی۔"

خضر نے مصنوعی سنجیدگی سے کالر جھاڑا۔

"آج تمہیں فیس کے بجائے محبت ملنے کی گارنٹی ملے گی بیلا خاور سے"

طاہر نے ہنستے ہوئے جواب دیا جس پر وہ سب مسکرائے پر خضر اور بیلا تو دھڑک سے اٹھے۔

"ہم نے سب انتظام کیا ہوا ہے... اب بہانے نہیں چلیں گے۔"

امینہ نے کونے میں رکھے گٹار کی طرف اشارہ کیا جو خاص طور پر اسی لمحے کے لیے رکھا گیا تھا۔

خضر کی نگاہ غیر محسوس انداز میں بیلا کی طرف گئی جو خاموشی سے مسکراتی ہوئی بیٹھے سب کی آوازوں کو محسوس کر رہی تھی۔

"صرف ایک گانا..."

اس نے دھیرے سے ہامی بھری۔

"نہیں... کم از کم دو!"

فاخر نے فوراً پھیلتے ہوئے مطالبہ کیا۔

سب کی ہنسی کے درمیان خضر نے گٹار اٹھایا اور بیلا کے قریب آ کر بیٹھ گیا۔

بارش کی بوندیں کھڑکیوں پر بج رہی تھیں، مدھم لائٹس، نرم موسیقی اور اس کے ہاتھوں میں گٹار، ماحول خود بخود رومانوی ہوتا جا رہا تھا۔

خضر نے ہلکے سے سٹرنگز چھیڑیں۔

پھر اس کی نظر بیلا پر ٹھہر گئی۔

"یہ گانا، صرف میری سوئیٹ کارن کے لیے..."

بیلا کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ آ گئی، اس نے سر ذرا سا جھکا لیا۔

خضر کی مدھم آواز فضا میں پھیلنے لگی۔

نرم، گہری اور محبت میں ڈوبی ہوئی...

"رفتہ رفتہ وہ میری، ہستی کا ساماں ہو گئے

پہلے جان، پھر جان جاں، پھر جان جاناں ہو گئے"

کمرے میں خاموشی چھا گئی۔

سب جیسے اس لمحے کو محسوس کر رہے تھے۔

بیلا کی انگلیاں آہستہ سے خضر کے قریب آ گئیں، اس نے گٹار بجاتے ہوئے ایک ہاتھ سے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"دن بدن بڑھتی گئیں اس حسن کی رعنائیاں

پہلے گل، پھر گل بدن، پھر گل بداماں ہو گئے"

بارش تیز ہو رہی تھی... موسیقی گہری ہو رہی تھی...

اور یہ لمحہ جیسے وقت میں ٹھہر سا گیا تھا۔

"آپ تو نزدیک سے نزدیک تر آتے گئے

پہلے دل، پھر دل ربا، پھر دل کے مہمان ہو گئے۔

رفتہ رفتہ وہ میری، ہستی کا سامان ہو گئے۔

پہلے جان، پھر جان جاں، پھر جان جاناں ہو گئے"

گانا ختم ہوا تو چند لمحوں تک خاموشی رہی...

پھر سب نے تالیاں بجا دیں۔

"واہ... راک اسٹار! آج تو کلاسیکل گا کر تم نے ثابت کر دیا تم بے سرے نہیں ہو"

طاہر نے مسکراتے ہوئے یارانہ جھاڑتی تعریف ٹھوکی۔

"اب سلو ڈانس ہونا چاہیے..."

فاخر نے شرارتی انداز میں مزید فرمائشی پروگرام کھولا۔

امینہ نے فوراً مدھم رومانوی میوزک چلا دیا۔

"ہر کپل فلور پر..."

سارہ نے اعلان کیا۔

خضر نے گٹار ایک طرف رکھا، پھر آہستہ سے بیلا کے سامنے کھڑا ہوا۔

"سوئیٹ کارن... ڈانس کریں؟"

وہ اسکی اجازت مانگتا جنٹل مین لگتا تھا۔

"آپ ساتھ ہیں تو... ہاں۔"

بیلا نے ہلکے سے سر ہلایا۔

خضر نے آہستگی سے اس کا ہاتھ تھاما، دوسرا ہاتھ اس کے کندھے کے پیچھے رکھا۔

اور بارش، موسیقی اور نرم روشنی کے درمیان تینوں کپلز آہستگی سے جھومنے لگے...

یہ رات واقعی انکے کنوارے پن کی آخری رات نہیں،

بلکہ محبت کے نئے سفر کی پہلی دستک بن رہی تھی۔ زہے نصیب!

"کل تم ردامر ادسے ملوگے علیم خان، میری اور اسکی ملاقات کے بارے وقت لوگے۔ وہ شازان رضوانی کے متعلق بہت کچھ جانتی ہوگی"

اس وقت وہ لوگ عصر کے کمرے میں بیٹھے تھے، انیس، مہویر، عصر اور علیم خان، سب ہی کل کے لیے لائحہ عمل تیار کر چکے تھے، ردامر ادنے جو نفرت موساب اور شمریز پاشا کے حوالے سے جتا کر عرشیہ کی مدد کی انیس اسکا بھی شکریہ ادا کرنا چاہتا تھا۔

"میں لڑکیوں سے ڈیل نہیں کر سکتا"

علیم خان نے معصومانہ انداز میں انکار کیا تو وہ تینوں ہی اسکی اس بات پر اتنی سنجیدہ گفتگو کے باوجود مسکرا دیے۔

"اسکے ساتھ ڈیٹ پر جانے کا نہیں کہا علیم خان، بس ہمارے ساتھ وہ ہاتھ ملائے یہ کہا۔ اسے قانونی حفاظت دی جائے گی۔ وہ ہمارا شازان رضوانی کے خلاف ساتھ دے، اس پر قائل کرنا ہے اسے"

مہویر نے اسے سمجھانے کے ساتھ شریر انداز اپنایا تو ایک بار پھر سبکے ہونٹوں پر سمائل آگئی۔

"ہمم۔ ٹھیک ہے بھائی لوگ۔ میں کوشش کرتا ہوں۔ پر وہ کیا ہے میرا لڑکیوں کے سامنے تھوڑا کانفیڈنس لوو ہو جاتا ہے"

علیم خان نے اپنے ان پیارے بھائیوں کے آگے اپنی بے بسی بڑی معصومیت سے کہی۔

"اسی لیے تمہیں آج تک بابا اور عدین کا باڈی گارڈ بنا رکھا ہے میں نے پر ایسا کب تک چلے گا۔ اتنے پر اعتماد انسان میں کسی بھی قسم کی کانفیڈنس کی کمی نہیں ہونی چاہیے۔ میں نے یہ کام تمہیں اسی لیے سونپا میرے عزیز تاکہ

تمہارا کانفیڈنس بڑھے۔ اب جاو اور اچھی نیند لو تا کہ کل فریش ہو کر اس سے ملنے جاو۔ یہ عصر بھائی صاحب ہیں ناں، تمہیں لڑکیوں سے بات چیت کرنے کے سارے طریقے بتائیں گے، آخر کو انکا بہت تجربہ ہے"

اس وقت یہ بھائی والا چھیڑ چھاڑ انداز بہت ضروری سا تھا، عصر نے آنکھیں چنی کیے انیس کو گھوری دی کہ یہ کیسا دلنشین الزام لگا رہا ہے انیس، حالانکہ عصر کا تجربہ تو بس چار فٹیا ڈاکٹر کے معاملے میں ہی تھا، وہی تا عمر کے لیے کافی تھا۔

"چھوٹے بھائی، بڑے بھائی کی یہ عزت کرتے ہیں علیم خان میرے دوست۔۔۔ دیکھ لیا۔ چلو آجاو میں تمہیں ٹپس دیتا ہوں"

عصر بھی کسی سے کم نہ تھا، مغرور سا تاثر دیے جس طرح علیم خان کے اطراف بازو حصارے باہر گیا، انیس نے منہ بسورتے اپنی جلن جب عیاں کی تو یہ منظر مہویر کی نظروں سے اوجھل نہ رہ سکا، یہ سب لوگ جان چکے

تھے کہ انیس اور عصر بھائی ہیں اور اب بس عدین اور ابراہیم صاحب ہی لاعلم رہ گئے تھے، لیکن انکو بھی جلد پتا لگنے والا تھا، انیس نے سب طے کر لیا تھا۔

"مجھے خوشی ہے تیرے لیے علوی"

مہویر کے اعتراف پر انیس نے ساری توجہ گردن پھیر کر مہویر پر مرکوز کی۔

"مجھے ایک بات کا ڈر ہے مہویر، ایسا نہ ہو بابا کی اصل محبت صنم زمان نکل آئیں۔ اور مجھے یہ پتا چلے کہ میری ماں جس انسان کے پیچھے خوار ہو کر مر کھپ گئی، اس شخص نے اسے کبھی چاہا ہی نہ تھا۔ اگر ایسا ہوا میں کیسے برداشت کروں گا؟"

مہویر نے ہاتھ بڑھا کر انیس کا چہرہ تھاما، وہ اس وقت بہت افسردہ تھا۔

"تو پھر یہ حمرا علوی کی قسمت ہو گی، ہم مقدر کے فیصلوں کو بدل نہیں سکتے علوی۔ کچھ لوگ تا عمر یکطرفہ تعلق کو گھسیٹتے رہتے ہیں۔ پھر آخر میں زخمی ہو کر، تھک ہار کر گر جاتے ہیں اور مر جاتے ہیں۔ ایسا سب ہوا ابھی تو صبر کرنا۔ تیرے بابا کو اگر صنم سے محبت تھی بھی تو جو کچھ اس عورت کے ساتھ کیا، وہ عورت تو اپنی محبت مار چکی ہو گی۔ پھر یہ سوچنا کہ ابراہیم علوی نے اپنی محبت کو تمہاری مما کی محبت کی وجہ سے جھٹلا دیا۔ جسطرح کا وہ شخص ہے۔ مجھے بھی ایسا ہی لگتا ہے اسے کبھی کسی جانب سے مکمل خوشی نہیں ملی۔ جو تُو نے انکے بارے ہمیشہ مجھے بتایا، وہ جس ذہنی ابتری کے شکار ہیں، یہ واضح ہے کہ انکے اندر برسوں سے اک حشر برپا ہے۔ اسکی اذیت جب وہ جھیلتے جھیلتے تھک جاتے ہیں تو دھوئیں کی صورت اسکا اثر تجھ پر نکال دیتے ہیں"

اس وقت انیس کی آنکھیں سہے جاتے ہر درد کے غبار سے اٹی تھیں، وہ ان سب الفاظ کو یاد کر رہا تھا جو آج تک ابراہیم علوی نے اس سے کہے۔

وہ ساری ملامتیں، وہ سارے طنز، وہ ساری تکلیف جو آج تک انیس پر لٹائی، اک اک کر کے یاد آتی چلی جا رہی تھی تبھی مہویر نے آگے سرک کر انیس کو اپنے گلے لگایا جیسے بتا رہا ہو کہ وہ ہر پل اسکے ساتھ ہے۔

"میں اپنی محبوب ماں کی ایسی ناقدری کیسے سہوں گا مہویر۔ وہ ایسی تو نہیں تھیں کہ اس سب کی مستحق ہوتیں۔ ایک بات تو طے ہے کہ بابا کو میری ماں سے نفرت یقیناً میرے بعد ہوئی ہو گی"

مہویر نے اسے فوراً پکڑ کر سامنے کیا۔

"حالانکہ تیرے بعد عشق ہو جانا چاہیے تھا"

مہویر کی دلسوز مسکراہٹ اور یہ تعریف اس وقت انیس کو بھی مسکان بخش گئی۔

"یہ سب کتابی باتیں ہیں۔ حقیقت بہت تلخ چہرہ رکھتی ہے میثاق"

وہ اسکے ہاتھ چہرے سے ہٹا گیا تو مہویر نے اسے کچھ دیر خاموشی سے دیکھا۔

"جتنی حقیقتیں میں نے جھیلی ہیں، اتنی جھیلنا تیرے جیسے بہادر کے بس کی بات بھی نہیں۔ پر دیکھ۔ میں خود کو دنیا کا خوش قسمت ترین شخص سمجھتا ہوں اب۔ میرے پاس تو میرے ماں باپ سے جڑی کوئی یاد تک نہیں، میں خوش ترین شخص ہوں۔ جس یار کو دھوکا دیا اس نے اپنے آدھے سٹوڈیو کا مالک مجھے بنا دیا، ایک بار بھی نہ سوچا۔ جس عورت سے اب ٹوٹ کر پیار کرتا ہوں، وہ میرے اختیار میں واپس آ رہی ہے میری ہر زیادتی اور ناانصافی کے باوجود۔ اور اب تو اچھے اچھے خیال آتے ہیں کہ شاید میں باپ بھی بن چکا ہوں۔۔ میں اب ایسے والا اطمینان تجھ پر اترتا دیکھنا چاہتا ہوں علوی۔ سب پریشانیوں کو چھوڑ دے۔۔۔ جو جیسا بوتا ہے اسے کاٹنا پڑتا ہے میرے شہزادے۔۔ صنم زمان کے ساتھ جو بھی برا ہوا، عصر کے ساتھ جو زیادتیاں ہوئیں اس میں تیرا کوئی قصور نہیں اس لیے تجھ پر کسی قسم کی تلافی فرض

نہیں۔بس وہ ہونے دینا جو ہو گا۔کسی کے آگے جھکنے یا معافی مانگنے کی تجھے ضرورت نہیں۔۔۔ٹھیک ہے ناں؟"

انیس نے یقین دلاتے سر اثبات میں ہلایا، چلو کوئی تو تھا جو اسکے اندر بھرے اضافی گلٹس کو مٹانے کی اہلیت رکھتا تھا۔

"ٹھیک ہے۔مجھے یہ سن کر اچھا لگا"

مہویر نے اسے ایز آ کمپلیمنٹ لیا کہ انیس کو اس سے جڑا مدت بعد کچھ اچھا لگا۔

"جو تلافی بول کر کی جائے یا ارادہ بنا کر کی جائے اسکا وہ اثر نہیں جو خاموشی سے اپنے عمل کو سدھار کر کرنے والی بھرپائی کا ہوتا ہے۔تُو بھی وہی کیا کر، میں بھی اسی کا قائل ہوں۔پریشان مت ہوا کر"

انیس نے مہویر میثاق کے معاملے میں جو صبر کیا اب اسکا پھل یہ والے مہویر میثاق کے ورژن کی صورت اسکے ہاتھوں میں تھا، انیس نے مہویر کو کسی

صورت خود سے الگ نہیں کیا اور آج مہویر میثاق ایسا انسان بن چکا تھا کہ ہر کوئی اس جیسے دوست کی خواہش کرتا۔

"اب میں پریشان نہیں ہوتا۔ تم نے مجھے میری پریشانیاں بھلا دیں۔ چلو کھانا لگ گیا ہوگا چلتے ہیں باہر"

انیس نے اسکے کندھے پر ہاتھ رکھا تو مہویر بھی مسکراتا اٹھ کھڑا ہوا۔

"عرشیہ نے اپنا مشن پورا کیا ہوگا علوی؟"

انیس نے اس بیقرار آدمی کی بات پر پھر سے اپنا سر پیٹا۔

"تمہارا کچھ نہیں ہو سکتا مہویر۔ میری لُما کسی مشن میں فیل نہیں ہو سکتی بے فکر رہو اور اب مت کھانا سر"

انیس کا اعتماد قابل دید تھا جبکہ دونوں مسکراتے باہر آئے تو انکی خوبصورت بیویاں اب تک بہنوں والے راز و نیاز کرنے میں لگی تھیں، پھر انکی نظریں بھی اپنے اپنے ہینڈسم پر جا جمیں۔

"تو ہو گئیں تم دونوں کی باتیں؟"

انیس نے انکے تر و تازہ مسکراہٹوں والے چہرے دیکھتے صوفہ سنبھالتے پوچھا تو عرشیہ نے اٹھ کر انیس کے بائیں طرف جگہ سنبھالی جبکہ مہویر، جا کر منائم کے ساتھ بیٹھا۔

"ابھی کہاں۔ بہنوں کی باتیں لائف ٹائم پر محیط ہوتی ہیں۔ ہے ناں آپی؟"

عرشیہ کے آپی کہنے پر انیس اور مہویر حیرت بھرا ہنسے۔

"اتنی بڑی تو نہیں ہے منائم تم سے، آپی تو مت کہو اسے"

مہویر نے بازو منائم کے اطراف حائل کرتے فوری سائیڈ لی۔

"ایسا میں نے اسے کہا ہے۔ مجھے پسند ہے اسکا مجھے آپی کہنا۔"

منائم نے خود ہی مسکراتا جواب دے کر ماحول میں اک تبسم بھرا رنگ گھول دیا۔

"میری لُما، جسے جس بھی انداز میں پکارتی ہے، کمال کرتی ہے۔"

انیس کا بازو عرشیہ کے اطراف حائل ہوا تو وہ انیس کی طرف لجا کر دیکھنے لگی جب انیس نے انکے سامنے ہی عرشیہ کا ماتھا چوما، منائم اور مہویر نے ایک دوسرے کی آنکھوں میں دیکھتے سمائل دی، وہ محسوس کر سکتا تھا کہ منائم اس وقت بے حد سکون میں ہے، عرشیہ سے بات کرنا اسکے لیے بہت اچھا ثابت ہوا تھا۔

"تھینکیو عرشیہ۔ میں نے منائم کی ایسی نظروں کو بہت مس کیا جن سے اب یہ مجھے دیکھ رہی ہے"

مہویر کے پکارنے پر عرشیہ کا دھیان، اپنے ہینڈسم سے ہٹ کر آپی کے وجیہہ جناب پر مرکوز ہوا تو اسکے لب مسکان سے لبریز ہوئے جبکہ مہویر کہ اس اقرار نے منائم کے لبوں کی ویرانی کو ہنسی سے سجا دیا تھا۔

"ہوپ سو یہ تمہاری پہلے والی منائم جلد بن جائیں۔ میری آپی کا خیال رکھنا ورنہ میں تمہارا سر توڑ دوں گی۔ پہلے دشمن تھی اب میں تمہاری سالی ہوں۔ تو یہ والی سالی آدھی گھر والی نہیں بلکہ آدھی جلادن سمجھنا"

عرشیہ کا چہک کر ڈانٹ دینا سبھی کے چہرے پر اک خوشی کی لکیر کھینچ گیا، جبکہ عدین اور فجر نے مل کر کھانا لگانے میں ہیلپرز کی مدد کی، عصر بھی واپس آ گیا تھا کیونکہ علیم خان کی ڈائیٹ زرا الگ تھی تو وہ اپنا کھانا خود بناتا تھا، سب ہی ڈائنگ ٹیبل کے گرد لگی کرسیوں پر بیٹھ چکے تھے، فجر نے بھی بس آخری سلاد کی پلیٹ اٹھائی تو عصر بھی اسکی مدد کو کچن میں آیا۔

"لائیں میں مدد کر دوں"

عصر نے اس سے پلیٹ لی تو فجر نے مسکرا کر نمک اور مرچ دانی اٹھائی کیونکہ کھانے میں ایک رینج سوپ کی بھی تھی، اب اتنی بارش والی رات میں کھانے کی میز پر سوپ نہ ہوتا تو ناانصافی ہو جاتی۔

"عصر۔۔ سنیس! اس ہمایوں کا کیا کرنا ہے؟"

اس سے پہلے وہ اسکے ساتھ ہی باہر نکلتا، وہ اسکو پکاری ہی جب عصر نے اپنی انگلی بے اختیار فجر کے ہونٹوں پر جمادی، اس اچانک افتاد پر فجر بھی بوکھلا گئی۔

"اس کمینے کا نام ان ہونٹوں پر دوبارہ نہ آئے۔ سمجھ گئیں آپ؟"

عصر کا یوں جنونی سا ردعمل، فجر کی آنکھوں میں نہ چاہتے شرمیلا اثر جگا گیا۔

"زبان پر آیا تھا۔ ہونٹوں پر تو آپ کی انگلی تھی"

وہ اسکا ہاتھ عصر کی مضبوط کلائی سے تھامے دور کرتی مسکائی تو عصر کو اسکا یہ انداز بے خود کر گیا۔

"جو بھی ہے۔ یہ کہا کریں کہ اس منحوس اور زلیل کا کیا کرنا ہے۔ آپ کل میری ہونے کا سوچیں سائیں، اسکا جو کروں گا اسکا پورا خاندان دیکھے گا بھی اور یاد بھی رکھے گا۔ بھروسہ رکھیں مجھ پر"

عصر کے استحقاق پر وہ سر اثبات میں ہلاتی آنکھوں کی حدود تک مسکرائی کیونکہ اب اسے عصر پر واقعی بھرپور بھروسہ تھا۔

دونوں نے باہر آکر سب کے ساتھ ہی ڈنر انجوائے کیا، ابراہیم علوی ابھی تک واپس نہیں آئے تھے جسکا اندازہ انیس کو پہلے ہی تھا، عرشیہ تو سبکو سرو ہی کرتی رہی اور انیس نے نوٹ کیا وہ تھوڑی بے چین سی ہے، بہر حال گیارہ بجے تک اس حسین ملاقات کا بھی اختتام ہوا، مہویر اور منائم کو سی آف کیے وہ پانچوں واپس آئے تو اچانک سے عدین کا آئس کریم کا موڈ بنا، اس میں

عصر اور فجر اسکے ساتھ تھے پر انیس اور عرشیہ دونوں کا پورا دن اتنا گھوم پھر کر گزرا کے ان دونوں نے معذرت کی جس سبب وہ تین باشندے ہی روانہ ہو گئے، ویسے بھی فجر اور عدین کی یہ ٹھنڈ میں آئس کریم کھانے والی عادت بہت میچ کرتی تھی۔

جبکہ انیس لاؤنج میں بیٹھا تھا، اسے انتظار تھا کہ کب بابا آئیں مگر جب ساڑھے گیارہ کے باوجود وہ نہ لوٹے تو انیس نے مجبوراً انکے فیکٹری آفس کال کی، فون انکی سیکرٹری نے اٹھایا۔

"بابا وہاں ہیں؟"

انیس نے سیدھا سبھاو پوچھا۔

"نو سر، وہ دو گھنٹے پہلے نکل گئے تھے گھر کے لیے"

سیکریٹری نے پیشہ وارانہ انداز میں جواب دیا تو انیس نے شکریہ کہہ کر اجازت لی۔

"پتا نہیں اب میرے لیے کونسی نئی مصیبت کھڑی کرنا چاہتے ہیں یہ"

کال بند کرتے وہ خود کلامی کیے بڑبڑایا اور سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا، انیس نے کمرے میں آکر ارد گرد نظریں دوڑائیں مگر عرشیہ کہیں نہ تھی، شاید چینج کرنے گئی تھی۔

انیس نے وہیں صوفے پر بیٹھے اس بار بابا کے نمبر پر ہی کال کی لیکن دو تین بار کالز کرنے کے باوجود ابراہیم علوی نے کال ریسیو نہ کی۔

"حد ہے بابا۔ آپ مجھے صرف پریشان کرنا جانتے ہیں"

انیس نے فون ہی میز پر پٹخ کر رکھ دیا، غصے سے اسکے چہرے میں قدرتی کھنچاؤ آگیا تھا، وہ انہی سوچوں میں منہمک تھا جب واش روم کا دروازہ کھلا اور عرشیہ اپنے بالوں کو سمیٹ کر کیچر میں مقید کرتی باہر نکلی تو نظر انیس پر گئی، وہ اسے اپ سیٹ لگ رہا تھا۔

"کیا ہوا؟ غصہ کس پر ہوا انیس"

وہ پہلو میں بیٹھی تو انیس چونکا، اسکے پاس بیٹھنے کی دیر تھی کہ انیس نے ہاتھ اسکی کمر میں ڈال کر اسے اپنی جانب کھینچ لیا تو انیس کے وہ سینے جا جڑی، معصومانہ، سہمے ہوئے احساسات سمیت انیس کی ہیزل براون آنکھوں میں اپنی گرے آنکھیں جما گئی۔

"بابا پر۔ مجھے ہر وقت پریشان کرتے رہتے ہیں"

اسکی شکائیت سنے عرشیہ کے احساسات میں قوت بھر گئی۔

"بہت بری بات ہے، ایسے پریشان کیوں کرتے ہیں تمہیں۔ انکا دل بھی پگھلے گا تم دیکھنا، دل پر مت لیا کرو"

عرشیہ کے نازک لمس نے انیس کو مدہوش کیا جو وہ اپنے ہونٹوں سے اسکے چہرے کے ہر نقش کو بخشتے ہوئے اسکی فکر میں ڈوب کر بولی۔

"میں نے انھیں کہا کہ میں معاف تب کروں گا جب وہ مجھے اپنے خفیہ بینک اور وکیل کے ہاں والے چکروں کا بتائیں گے۔ اور دیکھو وہ مسلسل غائب

ہیں۔ میری کال بھی نہیں لے رہے، نہ آفس میں ہیں۔ مجھے اب انکے لیے ڈر لگنے لگا ہے عرشیہ۔"

انیس کا ڈر اسکی آنکھوں میں اتر آیا تھا۔

"سمجھ سکتی ہوں۔ لیکن کیا کریں وہ کسی کی سنتے بھی تو نہیں ہیں۔ میں بابا کو کہوں انکو سمجھائیں۔ پر میرے بابا کونسا بہت تجربہ کار ہیں جو کچھ سمجھا پائیں گے۔ اوف۔۔ میں تمہیں پریشان نہیں دیکھ سکتی۔"

وہ اپنے مشورے کو دے کر خود ہی واپس لیے شدید بیقرار ہو کر بولی تھی، انیس مسکرایا کیونکہ عرشیہ کے تاثرات کیوٹ تھے۔

"لُما یہاں آو"

انیس کے اسکی ہانپتی سانسیں شدت سے بوکھلا کر رکھ دینے پر وہ نہ اس دیوانگی بھری قربت کو سمجھ سکی نہ اس بے خود جملے کو۔

"اس وقت یہ کیا سوجھی تمہیں جب ہم اہم ٹاپک پر بات کر رہے تھے؟"

وہ اپنی اوپر نیچے ہوتی سانس اور دل کی بے ہنگم دھڑک سنبھالے قدرے شرما کر بولی۔

"مجھے بتاو تم نے کھانا کیوں نہیں کھایا۔ سب کے بیچ مجھے بار بار ٹوکنا مناسب نہیں لگا لیکن تم نے گن کے بس پانچ چھوٹے چھوٹے نوالے لیے۔ کیا گول کپے ہضم نہیں ہوئے ابھی تک؟"

وہ اسکی فکر پر روہانسی ہوئی۔

"تم گن رہے تھے؟"

عرشیہ کی گرے آنکھیں بھیگنے سی لگیں۔

"میں تمہاری آتی جاتی سانسیں گن سکتا ہوں، وہ تو بس نوالے تھے۔ بتاو ناں۔۔ کیوں نہیں کھایا۔ سبکو سروہی کرتی رہی۔ طبعیت ٹھیک نہیں ہے کیا؟"

وہ اسکے لیے اتنی جلدی پریشان ہو جاتا تھا کہ وہ فوراً کچھ بول ہی نہ پائی۔

"بھرا بھرا فیل ہو رہا ہے آج صبح سے، گول گپے تو شوق شوق میں چھ کھا گئی میں۔ وہ تو ہضم ہو گئے ہوں گے۔"

عرشیہ نے نگاہوں کو پھیرتے سرگوشی سی کی پر اس سرگوشی میں کچھ تو حیا کا عنصر بھی غالب تھا۔

"عورتیں غالباً زیادہ بھوک محسوس کرتی ہیں اس وقت جب تمہیں بھرا بھرا فیل ہو رہا ہے۔ میری لُما الگ ہے سب سے یعنی؟"

انیس کے دیکھنے کا انداز ہی عرشیہ کی ریڑھ کی ہڈی تک گرم سی لہر اتار رہا تھا پھر وہ اس وقت اسکے بے حد قریب تھی۔

"الگ تو تم بھی ہو تاجِ سرم، نبضی، سکنی، فروغِ دلم، تپشِ جانم، نبراسُ حیاتی، سراجُ عمری، میرے خبیب القب"

(تاجِ سرم = سر کے تاج، نبضی = میری دھڑکن، سکنی = میرا سکون، فروغِ دلم = میرے دل کی روشنی، تپشِ جانم = میری جان کی حرارت، نبراسُ حیاتی = میری زندگی کا چراغ، سراجُ عمری = میری زندگی کو روشن کرنے والی، خبیب القب = میرے دل کا محبوب)

عرشیہ کے ہونٹوں سے نکلتے ان حسین ناموں کو سن کر وہ دوسری سانس کچھ دیر نہ لے سکا، اول تو وہ ان ناموں کو ادا کرتی بے حد حسین لگی دوسرا وہ حیران تھا اتنا سب اس نے یاد کیسے کیا۔

"اف، تم مجھے مار دو گی کیا۔ تم نے یہ سب یاد کیسے کیے میری ملاذِ روح؟"

(ملاذِ روح = روح کی پناہ)

وہ اسکے گلے لپٹا لینے پر اسکی پناہوں کی حوصلوں سے کہیں زیادہ شدید گرفت کے باوجود شوخ مسکرائی کیونکہ جانتی تھی وہ اس سے کہیں زیادہ خوبصورت نام سے پکارے گا۔

"بس کر لیے۔ ریہرسل کرتے اٹک رہی تھی زبان لیکن جب تمہیں ان ناموں سے پکارا تو روانی خود بخود آ گئی۔ تمہیں اچھے لگے؟"

وہ اسکے سینے لپٹی ہی اشتیاق سے بولی۔

"اچھے؟ مجھے پھر سے محبت ہو گئی۔ اس بار تم سے نہیں۔ ان ہونٹوں سے ہوئی ہے"

وہ عرشیہ کو سامنے کرتے اس کے قریب جھکا، اتنا قریب کہ ان کی سانسیں ایک دوسرے سے ملنے لگیں۔ انیس کی آنکھیں مکمل توجہ سے عرشیہ کے چہرے کو دیکھ رہی تھیں، جیسے ہر جذبہ اس کے دل سے اٹک کر آنکھوں میں آ رہا تھا۔

وہ اپنی انگلیوں سے اس کے ہونٹوں کے کنارے کو نرمی سے چھوئے مسکرایا، پھر اپنے ہاتھ سے اس کے گال کو سہلاتے ہنسا، اس کے ہاتھ اور انگلیوں کے لمس سے عرشیہ میں اک لہر دوڑ گئی جو دونوں کے دلوں کو اور قریب کرنے کو مچلانے لگی۔

وہ آہستہ سے اس کے ہونٹوں کو چھو گیا، اوائل لمس نرم، مدھم، اور بھرپور احساسات سے سیر تھے جیسے وہ انیس کی ہو کر بھر گئی تھی۔ وہ عرشیہ المیر کے لیے نرم مزاج رکھتا انیس غانم علوی تھا جس کے ہاتھ آہستہ سے اس لڑکی کے ملائم بے داغ چہرے کے گرد گھوم رہے تھے، کبھی اس کے ماتھے پر، کبھی اس کے گال پر، تاکہ اس حسین چہرے کی ہر چھوئی ہوئی جگہ انیس کی محبت سے بھر جائے، اور یہ محبت صرف اس لڑکی کے چہرے تک محدود نہ تھی، اسکی گردن، اسکے کندھے، اسکی دل کی دھڑکنیں سنتے کان، اسکی شہہ رگ، سب پر وہ برابر مہربان ہوا تھا۔ اور پھر وہ اسے اپنے سینے سے لگا

گیا، اپنے بازو اس کے گرد لپیٹ کر دل کی دھڑکنوں کو اس کے ساتھ ہم آہنگ کیا۔

اس لمحے میں دونوں کے دل ایک دوسرے کے ساتھ دھڑک رہے تھے اور مکمل سکون اور محبت کا احساس انتہاؤں پر جا پہنچا تھا۔

"تمہیں تو واقعی محبت کرنی آگئی ہے سڑو"

وہ اتنا سا مہک گئی تھی کہ اب خود سے انیس کی لپٹی سانسیں جیتی جاگتی دیکھائی دے رہی تھیں، وہ اسے روبرو کرتے خفیف سا بے خود ہنسا۔

"اور تمہیں محبت لینی ابھی تک نہیں آئی۔ ہنہ نکمی۔ انسان خود سے بھی کوئی شدت دیکھاتا ہے۔۔۔ بتاو کیا کھاو گی؟۔۔ اور چل کر لیٹو بستر میں۔ آج پورا دن تم نے بلکل آرام نہیں کیا اور صبح بھی میں نے نیند اڑادی تھی تمہاری"

وہ اسے اپنے آپ سے آزادی دیے اٹھا تو عرشیہ بھی اسکا ہاتھ تھامے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"مجھے آرام ہی تو دے رہے تھے تم پچھلے دس منٹ سے"

وہ اسکے سینے سے آسودگی سے لپٹی، انیس نے ہاتھ اسکے گرد میکانکی انداز میں جکڑے۔

"دس منٹ؟ تم نے گنے؟"

وہ اسکے بالوں کی مہک میں سانس بھرے بولا تو وہ سر بچوں سا ہلا گئی۔

"نہیں۔ اندازہ ہے۔ جب بھی تم میرے قریب آتے ہو، مجھے لمحے گننا گناہ لگتا ہے۔ تم مجھ پر بے شمار مہربان رہو تو مجھے تب سکون ملتا ہے انیس"

وہ اتنا اعتراف کر گئی یہ بھی اس لڑکی کی ہمت تھی کیونکہ ایسے اعتراف اک قریب آ چکے کپل کے بیچ خطرہ بنتے دیر نہیں لگاتے۔

"میں ہمیشہ مہربان رہنا چاہتا ہوں۔ لیکن مجھے پرانی عرشیہ کبھی کبھی بہت یاد آتی ہے۔ حملہ آور کوئین تھی جو"

وہ ہنس کر روبرو ہوئی۔

"جو تمہارا منہ نوچنے کو دوڑتی تھی؟ وہ والی؟"

وہ سچ میں ہنسنے پر قابو نہ پا سکی۔

"ہاہاہا یس۔۔وہ جس نے میری گردن دبا دی تھی"

انیس نے اسکے دونوں رخسار پکڑ کر کھینچتے، اسکی ناک سے ناک رگڑتے بتایا، ہنسی اک لمحہ بھی عرشیہ کے ہونٹوں سے الگ نہ ہو سکی۔

"تم اتنے پیارے، اتنے انوکھے اور اتنے قیمتی نہ ہوتے تو میں تمہاری گردن ضرور دباتی، لیکن کیا کروں، مجھے اب تم نے انسانی ورژن میں بدل دیا ہے، بہت کوشش بھی کروں اگر ایگریسو ہونے کی تو زیادہ سے زیادہ تمہیں لو وبائیٹ ہی کر سکتی ہوں"

اپنی آنکھوں میں مستی بھرے وہ فوری باہیں ہار بنا کر انیس کی گردن کے دائیں بائیں پرو گئی۔

"میری غلطی ہے یعنی یہ بھی؟"

وہ شریر ہو کر مسکرایا۔

"جی جان۔ اتنا پیار نہیں دیتے ناں کسی کو، پھر وہ پگھل کر موم ہو جاتا ہے۔ جیسے میں ہو گئی۔"

وہ اس وقت کل سے زیادہ پیارے موڈ میں تھی، اب ان دونوں کو ایک دوسرے سے ڈر نہیں لگ رہا تھا۔

"ٹھیک ہے اب میں نخریلا ہسبنڈ بنوں گا، کم پیار دینے والا۔ پھر تم مجھ پر حملہ کرو گی ایگریسو ہو کر؟"

وہ اسکے ارمان سن کر کھلکھلا کر ہنسی۔

"پگلے! باولے۔۔۔۔میں وعدہ نہیں کرتی پر کوشش کروں گی۔ تمہاری ٹانگیں توڑ دوں گی اگر مجھے کم پیار کیا۔ اور تم کیا میری اکھڑتی سانسیں پھر انہیلر سے استوار کرو گے اس کے بعد؟"

عرشیہ نے سوال کرتے نچلا لب دانتوں میں دیتے، متجسس ہو کر انیس کی آنکھوں میں دیکھا جہاں خماریت غالب ہوتی چلی جا رہی تھی۔

"نہیں، میں ہوں اسکے لیے۔ انہیلر گیا بھاڑ میں اب"

وہ اسکی کمر میں بازو لپیٹ کر جب عرشیہ کو اپنے چہرے کے اک انچ لایا تو اس لڑکی کے رخساروں پر سرخی سی پھیلنے لگی، وہ شرما رہی تھی، اور انیس غانم نے اس سے خوبصورت منظر آج تک نہیں دیکھا تھا۔

"میرا چھوٹا سا پرندہ"

وہ اسکی ٹھوڑی چومتا جس طرح اس پر آتے پیار کو سنبھالے بولا، عرشیہ کی آنکھیں خوشی کی زیادتی سے نم سی ہوئیں۔

"چھوٹی نہیں ہوں۔لگ بھگ تمہارے جتنی ہائیٹ ہے میری سڑو"

وہ بھی کہاں چھوٹے ہونے پر چپ بیٹھ سکتی تھی۔

"جی جی کلاوڈ سلیپرز پہن کر"

وہ اسے چھیڑ تا زرا پیچھے ہوا تو عرشیہ نے اپنے موٹے سول والے جوتے دیکھ کر دونوں ہتھیلیاں گالوں پر جمائیں۔

"ہنہ۔۔ سڑو۔۔۔ چلو میرے لیے چاکلیٹ میں ڈوبی اسٹابری لے کر آو وہ کھاوں گی"

وہ اس کے پاس سے گزرتی، جوتے اتار کر اپنے بستر میں گھسی جسکی نرم گرم تہیں عرشیہ کے وجود کو یکدم ایسا آرام دے گئیں کہ وہ گہرے سکون سے مسکرائی۔

"تمہیں اس وقت اسٹابری کھائی ہے وہ بھی چاکلیٹ میں غوطے کھاتی ہوئی؟"

انیس نے محترمہ کی فرمائش، ہونقوں کی طرح زیر لب دہرائی تو بیڈ پر بچوں کی طرح آلتی پالتی مار کر بیٹھی عرشیہ نے تکیہ گود میں رکھتے اشتیاق سے سر ہلایا۔

"جی جان۔ اور وہ بھی تمہارے ہاتھ سے بنی ہوئی۔" عرشیہ کے آنکھیں پٹپٹا کر کہنے پر وہ لمحہ لگاتے وہیں اسکے پیروں کی طرف گرنے کے انداز میں بیٹھا تو وہ چونکی۔

"ٹھیک ہے لیکن تمہیں اسکے بدلے وعدہ کرنا ہو گا کہ کل تم میرا پیچھا نہیں کرو گی۔ نہ تو ضد کرو گی کہ میں تمہیں ساتھ لے کر جاوں۔ میں کل ہی اس کمینے کا خاتمہ کر دوں گا۔ وہ تمہارے سائے تک کو نہیں دیکھ پائے گا"

وہ سنجیدہ تھا مگر وہ نہیں تھی، اسے اس میں اپنا حصہ چاہیے تھا۔

"اتنی جلدی کیا ہے اسے مارنے کی۔ لائف میں تھوڑا ٹوئیسٹ آنے دو سڑو۔ بھولو مت اب یہ عرشیہ، چھ سات سال والی ڈری سہمی بچی نہیں جو مجرموں کو بس جیل کروا دیتی تھی۔ اب یہ انیس غانم علوی کی بہادر شیرنی ہے۔ جسے اپنے مجرموں کو سبق سیکھانے کے ساتھ گن چلانی بھی آتی ہے، مجھے تھوڑا حصہ ڈالنے دوناں اس کار خیر میں"

وہ اتنی سنجیدہ ہو کر بولتے جب آخر میں ہنسی تو انیس کا جیسے سر چکرا کر رہ گیا۔

"ہیں؟"

اس بار انیس کا ہیں اتنا بے ساختہ اور کیوٹ تھا کہ وہ چھلانگ مارنے کے انداز میں اس پر جھپٹی، انیس نے بروقت اس آفت کو اپنے بازووں میں سنبھالا جبکہ انیس کے بیٹھے بیٹھے پیچھے کو گرنے پر وہ محترمہ بھی اس پر چڑھے لام لیٹ ہو گئیں۔

"اتنی جلدی حملہ آور کوئین بننے کا بھی نہیں کہا تھا لُما، کیوں میری پسلیاں کریک کرنا چاہتی ہو۔"

وہ ہانپتی اور ہنستی اس کے سینے پر جھکی تھی اور اسکے بال انیس کے ارد گرد بکھرے تھے جنھیں انیس نے ہاتھ بڑھا کر عرشیہ کے کانوں کے پیچھے سرکایا۔

"پسلیاں تو ہم دوشیزائوں کی ہوتی ہیں۔ تم جیسے پہاڑوں کے تو پسلے ہوتے ہیں۔"

اسکی معصوم وضاحت نے انیس کا بے اختیار قہقہہ بلند کیا، یہ لڑکی سچ میں بچی ہی تھی، فوراً بچوں جیسے مذکر ڈھونڈ لاتی اور مقابلہ کرتی۔

"لیکن آپ دوشیزاوں کے پاس تو بے شمار اسلحے بھی ہوتے ہیں۔ پسلے کس کھیت کی مولی ہیں ان اسلحوں کے سامنے"

انیس کے خمار میں آکر قافیہ ملانے پر عرشیہ کان کی لو تک سرخ ہوئی، اور اس سے پہلے وہ اس سے دور ہوتی، انیس نے کروٹ بدل کر عرشیہ کو میٹرس پر گرایا اور خود اس پر حاوی ہوتے اس حسینہ کو شکنجے میں لیا، وہ مسکراتی، گہرے سانس لیتی انیس کو چت لیٹی دیکھنے لگی، جسکا چہرہ کسی نئ گستاخی کرنے کا ترجمان تھا۔

"جاوناں"

وہ ہانپتی ہی بولی۔

"مجھ سے ایسے ہی پنگے کیا کرو، مجھے تم یوں زیادہ پیاری لگتی ہو۔ میں ابھی آتا ہوں اور اپنے اسٹائل سے اسٹابری کھلاتا ہوں تمہیں۔ شوخی"

انیس نے اسکے ہانپتے سانس دیکھتے اک نرم سی گستاخی پر ہی اکتفا کیا اور اس پر سے ہٹے بیٹھتے ہی اٹھا اور پلٹ کر خاتون پر اک بہکی سی نگاہ ڈالے وہ دورازہ کھولے کمرے سے نکلا پر عرشیہ کی حالت وہ اتنے پے ہی غیر کر گیا تھا۔

وہ جیسے پوری دھڑک سی گئی تھی۔

.._____..

"کیا تم سو گئے یمل؟ کھانا تو کھا لیتے؟"

وہ ابھی ہولڈ نگز سے واپس آیا تھا اور آتے ہی کھانے کی میز پر شمس الدین اور فاطمہ کے اترے چہرے دیکھ کر جب وجہ یمل کی نظر اندازی معلوم ہوئی تو وہ خود کمرے میں آیا، دروازہ کھولے اندر جھانکا ہی جب یمل نے اپنی کتابیں جلدی سے سمیٹیں اور لحاف میں گھس کر یوں لیٹ کر سوتا بن گیا جیسے کب سے سو رہا ہو جبکہ یہ ہلچل اختتامی کنارے سے وہ باپ بھانپ گیا تبھی دروازہ بند کرتے عاصم کی افسردہ مسکراہٹ اسکے لبوں کا احاطہ کر گئی۔

وہ چلتا ہوا یمل ملک کے سرہانے آرکا، پھر اسکے سر کی جانب بیٹھ کر یمل کے سر پر ہاتھ پھیرتے اسکے بالوں میں انگلیاں پھیرتے اک دلسوز مسکراہٹ چہرے کے ہر گوشے تک بکھرنے دی۔

"جانتا ہوں تمہارے لیے ہمیں معاف کرنا بے حد مشکل ہے میرے بچے لیکن جب تک معاف نہیں کرو گے ہم تمہیں پیار کیسے کر پائیں گے۔ تم میرا خون ہو، میری اولاد ہو یمل، وارث ہو میرے۔ میں تم سے کبھی منہ نہیں موڑ سکتا۔ میں لاپرواہ باپ تھا لیکن اب اپنی کوتاہیوں کی تلافی کرنا چاہتا ہوں اور دل و جان سے چاہتا ہوں۔ تم کوئی سرا پکڑ او خود تک آنے کا میری جان، ورنہ تمہارے ماں باپ یونہی تڑپتے رہ جائیں گے۔ تم بھی میرے باقی تینوں بچوں کی طرح میرے جگر کا ٹکڑا ہو۔ میں اب تمہاری زندگی میں کوئی مشکل، کوئی ہلچل اور کوئی بھونچال نہیں آنے دوں گا۔ وعدہ کرتا ہوں۔ تمہاری ماں نے مجھے بہت تکلیف دی لیکن میں اسے اب ہمیں تکلیف پہنچانے نہیں دوں گا۔ میرے باقی تینوں بچے سنبھل چکے ہیں، انھیں اب میرا سایہ نہیں چاہیے، ساتھ کافی ہے لیکن تمہیں میں اپنا سایہ بھی دوں گا۔ میرے بیٹے"

عاصم نے جھک کر اسکی کن پٹی پیار سے چومتے اسکے بال سہلائے ہی کہ وہ جو سوتا بنا تھا، کروٹ سیدھی کیے اپنی سرخ گوشوں والی آنکھیں کھول کر عاصم ملک کو دیکھنے لگا، باپ کا ماتھا چومنے کا یہ نیا پن، یہ احساس اس نے پہلی بار محسوس کیا تھا۔

"میرے بارے انجان کیوں رہے آپ؟ اور مما سے وہ موساب مجھے کیسے چھین سکتا ہے؟ میں آپ دونوں کا بیٹا تھا تو پچھلے چودہ پندرہ سالوں سے میں آپ دونوں سے دور اس تکلیف پہنچاتے انسان کے پاس ک۔۔ کیوں تھا؟ ایسی محبت نہیں ہوتی پیرنٹس کی سنا آپ نے۔۔ میں آپکا بیٹا نہیں ہوں۔ جائیں یہاں سے"

وہ عاصم کا ہاتھ یوں جھٹک گیا جیسے اچھوت ہو، وہ شخص کبھی اپنے جھٹکے ہاتھ کو تکتا کبھی اس معصوم آنکھوں والے اپنے ہی بیٹے کو جو بلکل چرمر ہو چکا تھا، جسے چھونا بھی اسے مسمسار کرنے کے مترادف تھا۔

"مجھے تو بتایا گیا تھا تم مر گئے یمل۔۔۔ تمہاری ماں نے دھوکہ دیا۔ اور اسے اسکی سزا ملی کہ تم اس سے بھی چھن گئے۔ تم ہم دونوں سے ناراض ہونے کا پورا حق رکھتے ہو لیکن محبت پر شک مت کرو۔ محبت تو وہ خود غرض عورت بھی تم سے بلا کی کرتی ہے، بلکہ صرف تم سے کرتی ہے۔ اور میں بھی پیار کرتا ہوں تم سے، تمہارے ہونے سے، تمہارے وجود سے۔"

یمل نے اپنی آنسوؤں سے بھیگی آنکھیں ہاتھوں سے رگڑیں اور اٹھ کر بیٹھا ہی جب عاصم زرا سا پیچھے ہو کر بیٹھے بیقرار نگاہوں سے اپنے اس دکھیارے بیٹے کو دیکھنے لگا۔

"و۔وہ مجھے آپکا بیٹا ہونے پر تکلیف پہنچاتا تھا۔ دیکھیں میری بازوؤں پر جلے سگریٹ لگا کر اس نے کیسے نشان بنا دیے۔ اسے آپ سے شدید نفرت تھی۔ اتنی نفرت کوئی کسی کی یونہی تو نہیں پاتا ناں۔ کیا برا کیا تھا آپ نے موساب کا؟"

یہ موضوع بہت تکلیف دہ تھا، اور عاصم اسکی تکلیف بڑھانے کا رسک کیسے لیتا۔

"اسے عبرتناک سزا ہو گی۔ میں نے اسے بہت برا مارا تھا۔ ایسے کیا، اس سے بھیانک نشان دیے۔ اس نے صرف تمہیں ہی نہیں میرے سب بچوں کو تکلیف پہنچائی یمل۔ تم نے یقیناً اپنی بساط سے بڑھ کر جھیلا لیکن میں اب تمہارے لیے ہر راستہ پھولوں کی راہگزر بنا دوں گا۔"

عاصم نے اسکی بازو تھامی، پھر تڑپ کر چومی، وہ بابا سے اسکی امید نہ کر رہا تھا تبھی حیران ہو گیا۔

"اور میری مما سے نفرت بھی ہے آپکو؟ کیوں؟"

یمل کے سوال نے جیسے عاصم کی آنکھوں میں ریت سی جھونکی، شمس الدین نے جو کچھ عاصم کو بتایا وہ عاصم کی آنکھوں میں لہو اتار گیا۔

"کیونکہ وہ بھٹکی ہوئی ہے۔"

عاصم نے نظریں جھکائیں۔

"تو آپ انکے شوہر ہیں، سیدھا راستہ دیکھائیں انکو"

یمل کا لہجہ سخت ہوا تو عاصم نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔

"میں بھی بھٹکا ہوا ہی ہوں۔ اسے کیا سیدھا راستہ دیکھاوں۔ لیکن اگر تم چاہو تو میں تمہارے لیے یہ بھی کر گزروں گا۔ لیکن اس کے لیے تمہیں ہم سبکو معاف کرنا ہو گا"

عاصم کے لہجے میں التجاء تھی، منت تھی۔

"میں وقت پر کر دوں گا معاف لیکن مجھے میرے پیرنٹس بھٹکے ہوئے نہیں چاہیں، ایسا ہوا تو میرے معاف کرنے کا کیا فائدہ ہو گا۔ مجھے پہنچتی تکلیف تو جوں کی توں رہے گی؟"

اس بچے کی آنکھوں میں جو آس تھی وہ عاصم کا دم گھوٹنے سی تھی۔

"میں تمہارے لیے وہ سب کچھ کروں گا یمل جو تمہیں خوشی اور سکون پہنچائے۔ اس کے لیے مجھے تمہاری ماں کے ساتھ بقیہ عمر خوشی سے رہنا پڑا تو وہ بھی کروں گا۔ کیونکہ اب میرے لیے میری نہیں، میرے بچوں کی خواہشیں اہم ہیں"

عاصم نے اسکے سر پر ہاتھ رکھتے پھیرا تو یمل نے اپنی آنکھوں سے بہتی نمی اک بار پھر حوصلے سے دونوں ہاتھ پھیرے رگڑی۔

"ٹھیک ہے۔ میں کوشش کروں گا معاف کرنے کی۔"

یمل نے بھیگی آنکھیں پونچھتے ہوئے ہامی بھری، عاصم نے اسکا سر زرا جھکتے چوما۔

"ان شاء اللہ۔ اب بتاو کیا کھائے گا میرا بیٹا۔ میں نے اپنی کسی اولاد کے یوں نخرے نہیں اٹھائے۔ لیکن تمہارے اٹھاوں گا۔ بتاو۔ جو کہو گے بنا بھی دیں گے تمہارے بابا"

وہ انکے لیے خاص ہے یہ واضح تھا، یمل کو کسی طرح کا ثبوت نہیں چاہیے تھا۔

"میں نے شام کو ہاٹ چاکلیٹ کے ساتھ بہت زیادہ فرائز کھائے تھے تبھی بھوک نہیں لگی۔ آپی نے مجھے چاکلیٹ دلائی تھی۔ بھوک لگی تو کھالوں گا۔ وہ مجھے زیادہ کھانے کو نہیں دیتا تھا تبھی مجھے زیادہ کھانے کی عادت نہیں"

یمل نے سر ساجھکاتے بتایا تو عاصم کی آنکھوں میں پچھتاوا اترا، موساب اعوان کو جان سے نہ مار پانے کا پچھتاوا۔

"اب تم اپنے باپ کے گھر یعنی اپنے گھر ہو۔ جو چاہو کھا سکتے ہو۔ عادت بدلنی ہو گی۔ سوکھی سڑی جان ہے تمہاری، اچھے سے کھاو پیو تا کہ لگے عاصم المیر ملک کے بیٹے ہو۔ اپنے بڑے بھائی سے ملو گے تو دیکھنا کیسا تگڑا شیر ہے وہ۔۔۔۔"

بھائی کے ذکر پر ہی وہ مسکرایا۔

"انیس بھائی اور مہویر بھائی کی طرح کے شیر؟"

یمل کے معصوم سوال پر عاصم کھل کر مسکرایا۔

"ہاں۔ کل کہتا ہوں خضر سے کہ تم سے ملے۔ کل سکول تمہیں وہ چھوڑ دے گا۔ دونوں مل بھی لینا۔ باقی منائم سے بھی تمہاری ملاقات جلدی ہو جائے گی۔ میں اپنے سب بچوں کو جڑا ہوا چاہتا ہوں۔"

وہ خضر بھائی کے ملنے پر ابھی سے لمحے گن رہا تھا۔

"کیا منائم آپی بھی عرشیہ آپی جیسی ہیں؟"

اس سوال پر عاصم لمحہ بھر خاموش سا ہوا، کیا بتاتا کہ منائم کے حوالے سے خود عاصم کو بھی خدشے گھیرے تھے کہ نجانے وہ فاطمہ کی اولاد ہونے کے ناطے یمل سے کیسے پیش آئے۔

"امید تو یہی ہے۔ اچھا سوچو تو اچھا ہو گا۔ اگر تمہیں کھانے کی بھوک نہیں ہے تو میں کچھ فروٹس بھیج دیتا ہوں۔ کھا لینا۔ اور سو جاو کیونکہ صبح تمہارا سکول ہے۔ میں ابھی خضر کو جاتے ہی کال کرتا ہوں۔"

عاصم کے اٹھتے ہی یمل نے فرمانبرداری سے سر ہلایا جسکے بعد عاصم نے جھک کر اس پر لحاف کرواتے اسکے ماتھے پر اپنا ہاتھ پھیرتے یمل کو شفقت بھری نگاہوں میں سمویا۔

"میں تم سے بہت پیار کرتا ہوں۔ اب تمہیں کوئی آنچ نہیں آنے دوں گا۔ دعا ہے تمہارے لیے ہم سبکو معاف کرنا آسان ہو جائے۔ شب بخیر"

اسکے ماتھے کو چومتے عاصم نے اسے پیار سے دعا دی اور واپس اٹھتے ہی دروازے کی طرف بڑھتا کمرے سے نکلا تو یمل نے بھی گہرا سانس لیتے کروٹ بدل کر آنکھیں میچیں، کمرے سے نکلتے ہی عاصم نے خضر کو کال ملائی، انکی پارٹی ختم ہو چکی تھی، بس وہ اور بیلا واپس نکلنے ہی والے تھے جب خضر نے بابا کی کال لی۔ اس نے بابا کو بھی پارٹی کا بتا رکھا تھا۔

"جی بابا کہیے؟"

وہ زرا فکر مند ہوا۔

"کل ملک پیلس آسکتے ہو صبح آٹھ بجے؟"

بابا کے استفسار میں بے چینی تھی۔

"کیا ہوا بابا سب خیریت ہے۔ مجھ گدھے گھوڑے بیچ کر سونے والے کو اتنی صبح بلانے کی کوئی خاص وجہ؟"

خضر کی شوخی سنے عاصم مسکرایا کہ بچہ خوب انجوائے کر رہا ہے تبھی اتنا اچھا موڈ ہے ورنہ یہ جناب تو آجکل جلے کٹے رہنے کے عادی ہیں۔

"یمل کو سکول ڈراپ کر دینا۔ مل بھی لینا اس سے۔ آخر کو تمہارا چھوٹا بھائی ہے۔"

خضر کے چہرے پر لمحہ بھر تاریکی چھائی۔

"ٹھیک ہے میں آجاوں گا۔ عرشیہ سے ملنے کے بعد اب یہ میرے لیے مشکل نہیں رہا۔ اس سے مل کر بہت اچھا لگا تھا، یقینا اسے دیکھ کر بھی دل

اچھا محسوس کرے گا۔ آپکے لیے گڈ لک کہ جلد اسکی معافی پالیں اور پلیز اب اسکی ماں کو طلاق مت دیجیے گا۔ پہلے تو میں نے بخش دیا مما کے معاملے میں لیکن آپکو اب نہیں بخشوں گا۔"

خضر کی وارننگ بے لچک تھی۔

"تمہیں ناراض نہیں کروں گا میرے شیر۔ بیلا نے انجوائے کیا؟"

وہ اب تک اسکے دوستوں کے ساتھ بیٹھی انکی باتوں پر مسکرا رہی تھی۔

"اس نے کیا پر میں نے زیادہ کیا۔ لگتا ہی نہیں اسکی آنکھیں نہیں ہیں۔ وہ اتنی آسانی سے میرے ساتھ ہر ماحول میں گھل مل جاتی ہے۔"

آج پہلی بار واقعی عاصم کو لگا اس نے خضر کے لیے کچھ اچھا کیا۔

"میں مطمئین ہوں کہ یہ کاروباری شادی سہی پر اک خوبصورت انجام پائے گی۔ تم نے میرا سر کبھی جھکنے نہیں دیا۔ بابا کو تم پر فخر ہے میرے سریلے چاند"

وہ ایسی تعریف پر قہقہہ لگا کر ہنسا، یہ توقع کے خلاف جو تھا۔

"آپ نے پہلی بار یہ کہا"

ہنستے ہنستے خضر کی آنکھیں بھیگیں۔

"خوش مت ہو۔ میں مکھن لگا رہا ہوں کہ ہو سکتا ہے تم ملک ہولڈنگز کو اس پر خوش ہو کر منہ لگا لو۔۔۔ بڑا آیا سریلا"

وہ بابا کے یوں بزنس جوائن کرنے کا کہنے پر اس بار دل و جان سے ہنسا۔

"ہنی مون سے واپس آ کر ملک ہولڈنگز کو منہ لگاوں گا پر مجھے عرشیہ جتنے شئیرز ملیں گے تب"

وہ مستی موڈ میں تھا۔

"وہ ایسی ہے کہ اپنے شئیرز تمہیں تھما دے گی۔ تم ہامی تو بھرو"

اس بات پر تو خضر کا دل بھی بنا کسی جھجھک ایمان لایا، وہ واقعی ایسی تھی۔

"مزاق کر رہا ہوں بابا۔ وہ اچھی لگتی ہے شئیرز ہولڈر۔ میں آپ دونوں کی مدد کروں گا لیکن پہلے مجھے میرا کانسرٹ اور شادی تسلی سے انجوائے کرنے دیں۔ اور میں صبح ضرور آوں گا"

خضر کا یوں ماننا عاصم کی آنکھوں میں نمی لے آیا۔

"میری جان ہو تم"

یہ جملہ عاصم کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔

"آپ کو جان بننے کے لیے ابھی خود پر اور محنت کرنی ہو گی۔۔۔ بابائے"

اب سامنے خضر ملک ہو اور دل رکھ جائے، ایسا تو ممکن ہی نہ تھا، وہ کال بند ہونے پر کتنی دیر مسکرایا پھر کھانے کی میز پر جا کر بیٹھا تو فاطمہ اور شمس اسکی طرف بیقرار نگاہیں جمائے ہوئے تھے۔

فاطمہ کے ہر ارادے کے متعلق، شمس الدین نے عاصم کو صبح بتا دیا تھا کہ وہ کیا سوچ رہی ہے، اس لیے کہ وہ بوڑھا شخص اپنی بیٹی کو بے موت مرتا نہیں دیکھ سکتا تھا۔

"کہہ رہا ہے بھوک نہیں ہے۔ ناشتہ وہ ہمارے ساتھ کرے گا صبح"

عاصم نے اپنے لیے پلیٹ سامنے رکھتے کھانا ڈالنے کے بیچ بتایا تو ان دونوں کی بیقراری کچھ مدھم پڑی۔

"دونوں اسے وقت دو، وہ سنبھل جائے گا۔ میں زرا نماز پڑھ کر پھر کھاتا ہوں کھانا"

شمس الدین کی نرم ہدایت اور اجازت پر وہ دونوں نرم سا اجازتی مسکرائے، جبکہ کھانے کی میز پر اب صرف فاطمہ اور عاصم بچ گئے، وہ بھی چپ چاپ کھانا کھا رہی تھی۔

"کیسی ہو؟"

عاصم کے سوال پر فاطمہ نے اپنی نیچی نظریں اٹھا کر عاصم کی آنکھوں میں دیکھا۔

"کیسی ہو سکتی ہوں۔ میری اکلوتی اولاد مجھ سے اتنی نفرت کرتی ہے"

یہ بتاتے ہی فاطمہ کی آنکھیں بھیگیں، عاصم نے اسکے میز پر دھرے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ کر دبایا تو وہ حیران ہو کر اس عجیب شخص کو دیکھنے لگی۔

"وہ نفرت نہیں کرتا بس ناراض ہے۔ مجھ سے اور تم سے۔ شدید والا۔ ہم مل کر اسے منالیں گے۔ لیکن یہ تب ہو گا جب تم بھی میری طرح ہر رنجش اور نفرت دل سے مٹا کر صرف یمل ملک کا سوچو گی"

وہ حیران پر حیران ہو رہی تھی، عاصم نے نکاح کے اوائل دنوں کے علاوہ اس سے کبھی یوں نرمی سے بات نہ کی تھی، وہ فاطمہ کو خود سے خود بیزار کرنے کا باعث بنا تھا کہ اسے ذہنی سکون ڈھونڈنے کسی اور طرف دیکھنا پڑا اور موساب اسی تاک میں بیٹھا تھا کہ وہ ہر جانب سے عاصم ملک کو برباد کرے، اور فاطمہ جس نے بہت کم عمری میں عاصم سے نکاح کیا، اتنی سمجھدار نہ تھی کہ اپنے لیے صحیح غلط کا فیصلہ کر پاتی۔

"تم نے ختم کر دی کیا نفرت اور رنجش؟"

فاطمہ کی آنکھوں میں خفیف سی سرخائی گھلی تو عاصم نے اپنا ہاتھ پیچھے کر کے کرسی سے ٹیک لگائی۔

"میں نے یمل سے کہا وہ ہمیں معاف کر دے، یہ بھی بتایا کہ اسکے پیرنٹس بھٹکے لوگ ہیں۔ جانتی ہو اس نے کیا کہا؟ کہ وہ ایسے معافی دے بھی دے تو کیا فائدہ، اسکی تکلیف تو بہر حال ہم بنتے رہیں گے۔ وہ اب کوئی تکلیف ڈیزرو

نہیں کرتا۔ میری اور تمہاری کوتاہیوں نے پہلے ہی اسے بساط سے بڑھ کر کرب دیے ہیں۔"

عاصم کی اپنی آنکھوں میں درد اٹھا، جو فاطمہ کی آنکھوں تک چلا آیا۔

"تم مجھ جیسی بے وفا اور دھوکے باز کو معاف نہیں کرو گے جانتی ہوں، اور تمہارا دل اپنی محبوب عورت میں ہی پھنسا رہے گا تمام عمر۔ اس لیے ہم بھٹکے ہی ٹھیک ہیں۔"

وہ ناامیدی اور افسوس کے اعلی مقام پر کھڑی تھی، عاصم نے اسکی جانب تاسف سے دیکھا۔

"میری سوہا کی طرف واپسی ممکن نہیں، وہ اک باوقار عورت بن چکی ہے، مجھ جیسے بیچ کو دوسرا موقع نہیں دے گی۔ میں نے اس سے کہا تھا میرے بارے سوچو، تب وہ طلاق کے پورے ارادے بنا چکی تھی لیکن جب میں نے اس سے رجوع کرنے کی بات کی تو جانتی ہو اس نے کیا کیا؟ رئیس

سے طلاق لینے کا فیصلہ بدل دیا۔یعنی اسے مجھ سے بہتر وہ کمینہ لگا، اسکے نکاح میں رہنا کم اذیت ناک لگا۔میں نے تبھی فیصلہ کر لیا کہ اب یہ واپسی ممکن نہیں۔اور اب یمل میرے لیے اولین ترجیح پر ہے۔اسے سکون پہنچانے کے لیے میں تمہیں معاف کرنے کو بھی تیار ہوں۔تم بھی مجھے کر دو معاف"

وہ پہلی بار اس شخص کی آنکھوں میں سچائی دیکھ رہی تھی، لیکن اپنے دل کا کیا کرتی جو مہویر میثاق پر اٹکا تھا، اسکی سانسیں تھمنے لگتیں جب وہ یہ سوچتی کہ وہ کسی اور عورت کے ساتھ ہے۔

ضبط سے فاطمہ کی آنکھیں لہو ہونے لگیں تو اس نے مسکرا کر انھیں نیچے جھکا لیا۔

"اور اس معاف کرنے میں کیا آئے گا عاصم ملک؟"

اپنے آنسو پی جاتے اس نے عاصم کی جانب دوبارہ دیکھا۔

"کچھ زیادہ نہیں فاطمہ نور، بس ہم دوست بن جائیں گے۔ تاکہ یمل کو اسکے پیرنٹس بھٹکے نہ لگیں۔ اور وہ ہمیں معاف کر سکے"

وہ اذیت سے مسکرائی کیونکہ اسے یہی امید تھی۔

"مطلب تم مجھ سے شوہر والا رشتہ نہیں رکھنا چاہتے؟"

عاصم نے اسکی آنکھوں میں تیرتی اک موہوم سی خلش بڑی شدت سے محسوس کی۔

"وہ اب میں کسی سے نہیں رکھنا چاہتا۔ تم سے تو ہرگز نہیں۔ لیکن دوست بن سکتا ہوں۔ دکھ سکھ کا ساتھی۔ کیونکہ دو پنچ لوگ ایک دوسرے کے اچھے دوست بن سکتے ہیں میرے خیال میں۔"

عاصم کی نفرت ابھی بھی کہیں اسکے اندر دبی تھی اور فاطمہ جانتی تھی یہ کبھی ختم نہیں ہو گی، شاید اگر عاصم اسکی طرف شوہر بن کر ہاتھ بڑھاتا تو وہ اپنی ضدیں چھوڑ دیتی لیکن اس طنز کے بعد وہ مزید ضدی ہوئی۔

"مجھے اپنے دکھ سکھ کا ساتھی بھی نہیں بنانا تمہیں۔ بھاڑ میں جاو تم"

اپنی پلیٹ پیچھے کرے، حقارت سے کہتی نہ صرف اٹھی بلکہ ملامتی انداز میں عاصم کو کہے وہاں سے واک اوٹ کر گئی، عاصم نے اسے جاتے دیکھ کر اک گہری سانس لی، سینہ جیسے گھٹ سا گیا تھا۔

وہ یہی سوچ رہا تھا اسے یہ سب سنبھالنے کو آجا کر زہر کا گھونٹ بھرنا ہی ہو گا ورنہ یہ عورت اسکی بیٹی کی زندگی، اسکا شوہر چھین لے گی، وہ پہلا ایسا باپ تھا جو اپنی ناپسند، بے وفا اور دھوکے باز بیوی سے اپنا رشتہ اس لیے ٹھیک کرنے کا فیصلہ لے رہا تھا کیونکہ اگر وہ ایسا نہ کرتا تو وہ عورت اسکی بیٹی سے اسکی خوشیاں، اسکا سہاگ سب چھین کر اسکی زندگی تباہ کر دیتی۔

.._____..

"بہت اچھا لگا مجھے اس سے مل کر۔ وہ بہت پیاری ہے۔ چھوٹی ہے پر سمجھداری میں مجھ سے کہیں بڑھ کر تھی"

مما کی گود میں سر رکھے وہ محراب کو اپنی خوبصورت رات کے بارے بتا رہی تھی، محراب کی بھلے رات دوستوں کے ساتھ رہی ہو پر اسے فکر اپنے بچوں کی ہی لگی رہی تھی۔

"ہاں۔ اسے مل کر مجھے بھی بہت اچھا لگا تھا۔ سو ہا سو مرو نے اسکی تربیت بہت اچھی کی۔ ماشاء اللہ"

محراب کے الفاظ اور رشک سنے وہ مما کو نظریں اٹھائے دیکھنی لگی۔

"آپ نے بھی میری اور خضر بھائی کی تربیت بہت اچھی کی مما۔"

وہ محراب کے نام یہ رشک جوڑ کر اس ماں کا حوصلہ پہاڑ کر گئی حالانکہ محراب نے اپنے بچوں پر پہلے ایسی کبھی خواب میں بھی توجہ نہ دی تھی۔

"ہاں میری جان۔ تم کہتی ہو تو مان لیتی ہوں۔ لیکن میں نے تم بچوں کو بہت تکلیف پہنچائی۔ بہت اگنور کیا، اسکا قلق مجھے ساری عمر رہے گا۔"

وہ مما کی اداسی سہہ نہ پاتی انکا اپنے بالوں کو چھوتا ہاتھ جکڑ گئی۔

"اب اتنا پیار اور توجہ بھی تو لٹا رہی ہیں۔ تلافی ہو گئی۔ کچھ پوچھ سکتی ہوں مما؟"

وہ محراب کو مسکراہٹ بخشنے کے ساتھ ہی تمہید باندھ گئی تو محراب بے چین ہوئی۔

"ہاں پوچھو"

محراب نے فوری کہا۔

"جب بھائی کی بار آپ امید سے ہوئی تھیں تو آپکو کیا محسوس ہوا تھا، یعنی نشانیاں؟"

محراب کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آئی جبکہ وہ مما کی نگاہوں کی شرارت پر فوراً گھبرا کر اٹھ بیٹھی۔

"نو ونو و مما ایسا کچھ نہیں ہے، میں فیوچر کے لیے پوچھ رہی ہوں۔ بس انفارمیشن کے لیے۔ کہ ابتدائی سائن کیا ہوتے ہیں"

محراب نے اپنی مسکراہٹ فوراروک لی کیونکہ اسکی بیٹی بوکھلاہٹ کا شکار ہو یہ وہ ہرگز نہیں چاہتی تھی۔

"سمجھ گئی۔ ابتدائی سائن میں اپنے بتا دیتی ہوں۔ ویسے کہتے ہیں سب عورتوں کو ایک سا فیل نہیں ہوتا"

وہ بے چین ہو کر دم سادھ گئی۔

"جی مما آپ اپنا بتائیں"

وہ شدید بیقرار ہوئی۔

"میرا تو چند دن میں ہی حمل ٹھہر گیا تھا خضر کی باری، اتنی جلدی تھی اس افلاطون کو ٹپکنے کی۔ تھکن تھی مجھے، نچلے پیٹ میں درد جو کمر تک محسوس

ہوتا تھا، فیور بھی ہوا تھا مجھے تھوڑا، اور میں بار بار واش روم جاتی تھی۔ جسم میں کھنچاوسا بھی محسوس ہوتا تھا"

وہ مما کے منہ کی طرف دیکھ رہی تھی کہ یہ سب تو اسکے ساتھ بھی ہو رہا تھا، ایون اسے چکر بھی آرہے تھے اور سونگنے کی حس بھی تیز تھی، یعنی وہ ابھی مما کی پرفیوم جو بہت ہلکی تھی اسے بھی شدید محسوس کر رہی تھی، منائم کے ماتھے پر اس شدید ٹھنڈ میں بھی نمی دیکھ کر محراب نے دھیرے سے ہاتھ بڑھا کر منائم کی گال سے ہتھیلی لگائی۔

"تم کیوں ہیٹ آپ ہو جان؟ کیا فیور ہے؟"

محراب کے سوال پر منائم کی آنکھیں مزید پھیل کر رہ گئیں۔

"نہیں مما۔ میں ٹھیک ہوں، مجھے فیور نہیں"

اسکے گڑبڑانے اور پیلا پڑنے پر محراب کے ہونٹوں پر جیسے رازدارانہ سی سمائل آئی۔

"اللہ تمہیں اس خوبصورت مرحلے سے جلد گزارے۔ ایک عورت ماں بن کر ہی مکمل ہوتی ہے۔ اور تم یقینا ایک بہت پیاری، مہربان اور ذمہ دار ماں بنو گی۔"

محراب نے اسکے عرق آلود ماتھے کو جذب سے چومتے اپنی گھبرائی، تھمی بیٹی کو کچھ ہوش دلاتے سکون بخشا لیکن منائم کی جان تو ہوا ہو چکی تھی یہ سب سن کر، اسکا جسم ہولے سے کپکپا بھی رہا تھا۔

"آپ تھک گئی ہوں گی۔ آرام کریں۔ مجھے بھی نیند آرہی ہے۔"

منائم کے فرار واضح تھے لیکن محراب ابھی اس سے کچھ پوچھ کر جلدی مچانا نہیں چاہتی تھی، اسے انتظار تھا منائم پہلے خود اپنی کیفیت سمجھے ورنہ محراب کو اسکے سوال سے ہی منائم کی حالت معلوم ہو گئی تھی۔

"ٹھیک ہے میری جان۔ آرام کرو جا کر۔ میں بھی بس کچھ ای میلز دیکھ کر سوتی ہوں، خضر بھی آ لے تو تسلی ہو جائے گی۔ یا کیا پتا وہ سب دوست آج وہیں رک جائیں کیونکہ بارش بہت تیز ہو رہی ہے پھر سے"

وہ مما کو دیکھتے گھبرائے انداز میں ہی سر ہلائے جبراسا مسکرائی اور اٹھ کر نیچے اتری، سلیپرز پیروں میں پہنے وہ دروازے کی طرف بڑھی پھر کمرے سے نکلی تو محراب کا فون، خضر کے نام سے بج اٹھا، کتنی لمبی عمر تھی اس افلاطون کی، ابھی نام لیا اور جن حاضر۔

"جی پارٹی بوائے۔ کہاں ہو؟ بارش دیکھ رہے ہو؟"

محراب نے کال لگتے ہی پریشانی و فکر جتائی۔

"مما۔ میں بیلا کو چھوڑنے اسکے گھر آیا تھا مگر اب اس طوفانی رات میں خاور سلطان مجھے واپس گھر آنے کی اجازت نہیں دے رہے۔ انھیں ڈر ہے انکا اکلوتا راک سٹار داماد کہیں ہوا اڑا نہ لے جائے"

اس وقت وہ انکے بنگلے کے مین سٹنگ لاونج میں بیٹھا اپنے سسر کے ساتھ مزیدار کووفی انجوائے کر رہا تھا، محراب تو مسکرائی، مگر خاور سلطان بھی ہنس دیے۔

"تو رک جاو۔ تمہارا گھر ہے وہ بھی۔ کال کر کے مجھے اطلاع دے کر تم نے اچھا کیا کیونکہ مجھے فکر رہتی پھر۔ بلکل ٹھیک کہہ رہے ہیں اس شدید طوفانی رات میں سفر کی ضرورت نہیں۔ صبح واپس آجانا"

وہ مما کی تاکید پر تابعداری سے مسکرایا۔

"اوکے مما۔ میری فکر مت کریں میں محفوظ ہاتھوں میں ہوں"

وہ شریر انداز میں کہتا کال کاٹ گیا تو سسر صاحب کے ساتھ خوش گپیوں میں مصروف ہوا، ابھی بیلا کہیں دیکھائی نہیں دے رہی تھی، شاید وہ چینج کرنے گئی تھی۔

جبکہ کمرے میں واپس آتے منائم نے پہنا ہوا سامنے سے کھلا ہوا سویٹر اتار کر صوفے پر رکھا اور چلتی ہوئی ڈریسنگ میز کے سامنے آکر کھڑی اپنے چہرے کو بغور دیکھنے لگی۔

"میں پریگنٹ ہوں کیا؟"

منائم نے اپنے رخساروں سے ہتھیلیاں جوڑتے ہانپتے ہوئے اپنا سرخ گرم ہوتا چہرہ دیکھتے خود کلامی کی پھر خود ہی ڈر کر نفی کر گئی۔

"Menstrual Cycle

سے پہلے بھی ایسا ہی پین ہوتا ہے۔ کیا پتا یہ سب بھی ہوتا ہو مگر میں نے کبھی محسوس نہ کیا ہو پہلے۔"

وہ اپنے آپ کو تسلیاں دیتی بوکھلا رہی تھی، پھر جیسے اسکے چہرے کے زاویے بگھڑے، وہ جلدی سے واش روم دوڑی، کچھ دیر بعد واپس آئی، پھر دونوں ہاتھ چہرے پر پھیرتے وہ گہرا سانس بھر کر چونکی جب بیڈ روم کا دروازہ کھلا

اور مہویر، اپنے ہاتھ میں کھلا لیپ ٹاپ پکڑے داخل ہوا، کچھ سٹوڈیو کا کام تھا جو وہ واپس آنے سے اب تک کر رہا تھا مگر باہر ٹھنڈ لگی تو کمرے میں آ گیا، ٹیبل کی سطح پر لیپ ٹاپ رکھتے، مہویر کی نگاہیں منائم پر جا ٹھہریں جسکے چہرے کی ہوائیاں اڑی تھیں۔

"سب ٹھیک ہے؟ ننگے پیر یہاں کیوں کھڑی ہو مانو؟"

وہ اسے پکارتے قریب آیا تو وہ سہم کر ڈریسنگ سے جا لگی، مہویر نے اسکے یوں خوفزدہ ہونے پر اپنے قدم وہیں روکے۔

"ک۔۔کچھ نہیں۔بال بنا رہی تھی"

منائم نے جلدی سے ہیر برش اٹھا کر اپنے کھلے، دوپورشن میں بٹے بال دیکھتے ان میں برش کرتے بتایا مگر مہویر کو اسکی حالت اچھی نہ لگ رہی تھی۔

"اس وقت بال بنا کر مجھ پر قہر کی طرح برسو تو بات بنے"

وہ اک قدم وارفتگی سے اسے تکتا اس تک مزید گیا تو منائم کی سانسیں بے ترتیب ہوئیں، وہ اسکے قریب آنے پر ایسے ڈر رہی تھی جیسے وہ اسے نگل جائے گا۔

"آپ کام کریں اپنا۔ جائیں"

وہ اس سے نگاہیں چراتی فوراً سے آئینے کے سامنے پلٹی ہی کہ مہویر نے لمحہ لگاتے عقب سے منائم کے نرم گرم وجود کو اپنی بازوؤں میں شدت سے بھرتے اسکی عقب کی جانب سے ہی بکھرے بال سمیٹ کر جب گردن اپنے دہکتے لبوں سے چومی تو منائم کے منہ سے سسکی کی مانند اسکا نام نکلا، باہر برستی شدید بارش نے مزید آگ لگا رکھی تھی۔

"میں اپنے کام کرنے پر آیا تو تمہیں دوسری سانس نہیں آئے گی کیوٹی پائی۔ ڈر کیوں رہی ہو۔ آج اتنے دنوں بعد تم نے مجھے فدا نظروں سے دیکھا۔ مجھے تو لگا تھا آج ہم ایک دوسرے کے پھر سے بے حد پاس ہوں گے

رات بھر لیکن تم تو ایسے دور بھاگ رہی ہو جیسے تمہیں مجھ سے کرنٹ لگ رہے ہوں"

وہ اسکی شدت، پل پل منائم کو اپنے قریب کرنے پر اٹکتے سانس بھرتی مزاحمت کر رہی تھی کہ کسی طرح وہ اس کی گرفت و شکنجے سے رہائی پائے۔

"م۔ مہویر۔۔۔ مجھے سانس نہیں آ۔۔۔۔"

اس سے پہلے وہ یہ جملہ مکمل کرتی، مہویر نے اسے آہستگی سے آزاد کرے، پلٹا کر اپنے سامنے کیا، وہ بس رونے کے دہانے تھی۔

"اوکے اوکے ڈرو مت۔۔ سانس لو۔ میں کچھ نہیں کر رہا۔ ٹھیک ہے ناں؟ پر سکون ہو جاو۔ اور آرام سے بال بنا کر اچھے بچوں کی طرح بستر میں جا کر سو جانا۔ گڈ نائیٹ میری طرف سے"

مہویر نے اسکی رخسار ہونٹوں کے بلکل پاس سے چومی اور خود کو دقت کے سنگ ہوش تھماتے اپنے آپ کو منائم سے دور کیا، حالانکہ یہ جان جوکھم کا کام تھا پھر بھی وہ دور ہوا۔

وہ جاکر صوفے پر بیٹھے لیپ ٹاپ اٹھا کر اپنے تھائے پر رکھ کر کھولے بیٹھا اور اس نے مڑ کر ایک بار بھی منائم کو نہ دیکھا، کانپتے ہاتھوں کے سنگ وہ برش، ٹیبل کی سطح پر رکھتی بستر کی طرف بڑھی اور فوراسے لحاف میں گھس گئی، ابھی دو منٹ ہی گزرے تھے کہ اسے پھر سے واش روم جانے کی ضرورت محسوس ہوئی، وہ لحاف پرے کیے آہستگی سے اٹھی اور دبے پیر واش روم کے باہر بچھے کارپٹ پر پڑے اپنے جوتے پہنے اندر گھس گئی، مہویر نے گردن پھیر کر بند ہوتے دروازے کو دیکھا پھر کام کرنے لگا، وہ واپس آ کر چپ چاپ لیٹ کر سونے کی کوشش کرنے لگی مگر اتنی ٹنشن اور سٹریس تھا کہ کروٹیں بدلنے کے باوجود نیند نے منہ نہ لگایا، وہ لگتار تین سے چار بار واش روم گئی، جب چوتھی بار واش روم سے نکلی تو مہویر سامنے ہی کھڑا تھا۔

"کیا بات ہے؟ پیٹ خراب ہے یا زیادہ پانی پی لیا۔ یا تمہیں ٹھنڈ لگ رہی ہے"

وہ جوتے اتارتی کمرے میں داخل ہوئی، قالین بچھا تھا پھر بھی اسکے پیر برف ہو رہے تھے، مہویر نے آہستگی سے بازو اسکے اطراف حصار کر پریشانی سے پوچھا۔

"بار بار یورین فیل ہو رہا ہے، یقیناً ٹھنڈ کی وجہ سے"

وہ نظریں جھکا کر تھمے سے لہجے میں بتاتے بولی تو مہویر نے ہاتھ سے اسکی ٹھوڑی اوپر اٹھائی، وہ بہت زیادہ اداس تھی، اسکی آنکھوں میں نمی کی پرت وہ با آسانی دیکھ سکتا تھا۔

"میری جان۔ میں بیڈ وہیں بچھا دوں تمہیں؟"

وہ فوراً سے مہویر کو آنکھیں دیکھا کر گھوری جو اسکا مزاق اڑا رہا تھا، فوراً سے اس نے مکا اسکے شانے پر جڑا، جناب معصومانہ سا کراہ اٹھے۔

"شرم تو نہیں آتی آپکو میرا مزاق اڑاتے"

وہ روہانسی ہوئی تو مہویر نے اسے لاڈ سے پکڑ کر اپنے سینے بھینچا، اس وقت وہ مزاحمت بھی نہ کرنا چاہتی تھی۔

"میں ساتھ سو جاوں؟ تم مجھ سے لپٹ کر سو گی تو بار بار ٹھنڈ نہیں لگے گی۔"

وہ اسکی مدہوش کرتی آغوش میں تھی، فوراً چہرہ سامنے کیے اسے دیکھنے لگی۔

"ص۔۔ صرف لپٹ کر سونا ہے ناں؟"

وہ اس سے جیسے یقین دہانی چاہتی تھی، مہویر نے شرانگیز سی سمائل دی جو سراسر منائم کو اپنے گرد خطرے کا اک گھنٹہ ہی لگی۔

"لپٹنے کے بعد تم سو سکو گی کیا؟ کیا اتنا معمولی ہے تمہارا ہسبنڈ۔ دو سیکنڈ لگیں گے تمہیں میرا احسن دیکھ کر بہکنے میں۔"

وہ اسکے کان کے قریب جھک کر جس طرح بولا، اسکا یہ بے باک وذو معنی انداز منائم کی ریڑھ کی ہڈی تک سنسناہٹ بھر گیا۔

"نہیں۔ ہر گز نہیں"

وہ کرنٹ کھائے انسان کی طرح دور بد کی، ابھی اسکی بات جاری تھی مگر مہویر نے ہاتھ اسکی کمر میں لپیٹ کر اسے اس سے دگنی رفتار سے واپس کھینچا جس سے وہ مہویر کے سینے سے دور ہو گئی تھی۔

"کیا نہیں؟"

انکے بیچ جیسے ہر حصہ لیتے لمحے کا سانس اکھڑ جاتا تھا، انکی آنکھیں ہی نہیں، انکا ایک دوسرے کے قریب ٹھہرنا بھی باتیں کرتا تھا۔

"مجھے ٹھنڈ لگنے کی وجہ سے بار بار اٹھ کر واش روم جانا قبول ہے لیکن آپ سے لپٹنا نہیں"

وہ آنکھیں جھپک کر، لہجہ رواں رکھے بولی پر ہر لفظ میں اسکی آواز بیٹھتی محسوس ہوئی، یہ مہویر میثاق کی براہ راست اسکے عارض کو چھوتی مست نگاہوں کا اثر تھا۔

"کیوں قبول نہیں، کیا میرا احسن واقعی بہکا دے گا تمہیں؟"

وہ دونوں ہاتھ اسکی میانِ کمر پر باندھتا دلچسپی سے منائم کے رخساروں میں اتری چاشنی دیکھتے بولا۔

"مردوں کا حسن نہیں ہوتا، انکی وجاہت ہوتی ہے"

وہ دور ہٹنے کی کوشش میں ناکام ہوتے بڑبڑائی، اسکی سانس ہانپ رہی تھی جب وہ اپنی کمر پر بندھے مہویر کے ہاتھ کھولنے کی کوشش کر رہی تھی۔

"وجاہت تنگ کرے گی کیا میری؟ مجھ سے لپٹنے پر؟"

وہ اسکو یہ موضوع چھوڑنے ہی نہ دے رہا تھا، منائم کو اپنی جان سراسر پھندے میں پھنسی لگ رہی تھی۔

"م۔ مہویر۔۔۔ نیند آرہی ہے۔"

وہ اسکے شانے میں منہ چھپاتی جب خود اسکے ساتھ لگی تو اس میں منائم کا ہارنا بری طرح مہویر کو محسوس ہوا۔

"جواب دو اور سو جاو، جانے دوں گا تمہیں"

مہویر نے اسکی آسانی کھلے دل سے منائم کو تھمادی۔

"جواب نہ دیا تو؟"

وہ اسکی آخری حد جاننا چاہتی تھی۔

"تو میں خود ایکسپیرئنس کرلوں گا میرے تمہارے قریب آنے پر تمہیں کیا ہو گا، تم پر کیا بیتے گی"

وہ اسکی آنکھوں میں صاف صاف دیوانگی دیکھ کر مبہوت ہو گئی۔

"یہ تجربہ آپکو اور مجھے ہو چکا ہے،"

وہ اسے بہت کچھ جتا گئی تھی، مہویر کو اس سے ایسے جواب کی ہر گز توقع نہ تھی۔

"تب ہمارے بیچ محبت نہیں تھی۔ مجھے یقین ہے جب میں تمہیں محبت کا احساس دلاتے ہوئے پھر سے اپناوں گا تو تمہیں گلٹ ہو گا منائم ملک کہ تم اتنے دن اس راحت پہنچاتے شخص سے دور رہی۔"

وہ اسے دیکھتی ہوئی کب مسکرائی، منائم کو خبر ہی نہ ہوئی، وہ اپنے اوپر رشک کرتا پہلی بار منائم نے دیکھا تبھی اس منظر کی خوبصورتی اور اس سحر سے وہ یکدم نکل نہ پائی۔

"بڑا غرور ہے آپکو خود پر؟"

وہ اسی متبسم کیفیت میں بولی تو مہویر نے اپنے اور اسکے بیچ کا رہا سہا فاصلہ بھی نام کا بنا کر رکھ دیا، وہ سانس لینا مدھم کر گئی کیونکہ دونوں کے چہروں کے بیچ فاصلہ اک سانس کا رہ گیا تھا۔

"میرا غرور تم سے جڑا ہے منائم ملک۔ کیونکہ تم سکون ہو میرا۔ تم سے جڑی راحتوں کی فہرست طویل تر ہوتی جا رہی ہے۔ مجھے اس عمر میں سنوارا تم نے جس عمر میں سدھرنے کی لچک ختم ہو جاتی ہے انسانی جسم سے۔ میری مسیحا ہو تم۔ میں تمہیں مس کر رہا ہوں۔ دیکھنا چاہتا ہوں تم نے زیادہ خوبصورت پہل کی تھی یا میری پہل اس پر سبقت لے جائے گی۔ اس تجسس کے ہاتھوں مر رہا ہوں۔"

وہ چہرہ دوسری طرف پھیر گئی تو مہویر کے ہونٹوں نے اسکی گال پر سفر کرتے یہ سب کہا اور اس لڑکی کو مدہوش کر کے رکھ دیا، اس شخص کے ہاتھوں میں اتنی قوت تھی کہ وہ ان سے منائم کو ہر پل خود میں جذب کرتا جا

رہا تھا، وہ اسکی رخسار چومتا منائم کی گردن کی جانب سفر کرتا، اک ہاتھ اسکے جبڑے پر جمائے منائم کا منہ اپنی جانب پھیر گیا۔

"میں نے بھی بہت مس کیا، لیکن وہ منائم ملنا اب آسان نہیں۔ شاید کبھی نہ ملے وہ"

وہ اسکی آنکھوں کی نمی دیکھے زرا فاصلہ بنا کر پیچھے ہوا۔

"ایسا مت کہو۔ وہ منائم میں واپس لاوں گا۔ کیا تم مجھ سے پیار کرتی ہو؟"

وہ اسکے سوال پر آزردہ سا مسکرائی۔

"آپکو کیا لگتا ہے؟"

وہ یہ سوال اسی سے کر گئی۔

"مجھے تو وہی منائم نظر آرہی ہے جو مجھے ٹوٹ کر چاہتی تھی۔"

مہویر کا لہجہ بھی نم ہوا۔

"وہی ہوں"

وہ اس بار مزید دکھی ہوئی۔

"منائم۔۔۔۔وہی ہو تو مجھے پیار کیوں نہیں کر رہی ہو؟"

وہ اسکے معصوم سوال پر دکھی ہونے کے باوجود مسکرائی۔

"ک۔۔کونسا پیار؟"

وہ ہچکچایا سا منمنائی۔

"وہی جو تم نے مجھے دے کر بگاڑا بھی اور سنوارا بھی۔میں تم سے ویسے ہی ٹوٹ کر محبت کرنے لگا ہوں جیسا تم نے ان نا سمجھی اور گئی یاداشت کے دنوں میں مجھ سے کی تھی۔میں یہ بھی جانتا ہوں تم مجھے ٹوٹنے نہیں دو گی جیسے میں نے تمہیں ٹوٹنے دیا۔"

وہ اسکے ہر یقین و گماں پر فدا ہو رہی تھی، بس بتانا نہیں چاہتی تھی کہ وہ اسکی کیفیت نہ بھانپ لے کہ وہ کس مرحلے سے گزر رہی ہے کیونکہ منائم کو اپنا وجود خاص محسوس ہو رہا تھا۔

"میرے پیر اور ہاتھ دبائیں گے؟"

وہ اسکی فرمائش سن کر یکدم فکر مند ہوا۔

"کیا درد ہو رہا ہے تمہیں؟"

مہویر نے زرا دور ہوتے اسکے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر دباتے باری باری جب اسکی ہتھیلیاں چومیں تو وہ گہرا سانس بھر کر رہ گئی۔

"بہت زیادہ۔ تھکا ہوا محسوس کر رہی ہوں بہت زیادہ مہویر"

وہ جیسے ہاتھ چومنے کی ہی منتظر تھی، فوراسے بیشتر مہویر میثاق کی لاڈلی بن گئی۔

"میں تمہاری ہر تھکن بانٹنے کو پاس ہوں۔ بہت زیادہ پاس۔ کبھی خود کو تھکا ہوا محسوس نہ کرو تم میرے ہوتے"

مہویر نے اسے آہستگی سے اپنی بازووں میں شہزادیوں کی طرح اٹھایا، تو وہ جھجک کر اس کے قریب ہوئی پھر گر نہ جائے اس ڈر سے بازو مہویر کی گردن میں پرو کر اس سے لپٹ گئی۔

"م۔ میں کل ہوسپٹل چلوں گی۔ لیکن میں ڈر نہ جاوں اس لیے میرا ہاتھ نہیں چھوڑنا مہویر"

وہ اسے اٹھائے آہستہ آہستہ چلتا بیڈ کی طرف گیا اور وہ اس کی گردن میں باہیں ڈالے اس پر اپنے مان لٹا گئی۔

"نہیں چھوڑوں گا۔ میں پاس آجاوں تمہارے؟"

اسے آہستگی سے بیڈ پر لیٹائے، اسکا سر تکیے پر دھیان سے جوڑے وہ دور جانے کا حوصلہ نہ رکھتے اسکے پاس ہی بیٹھے بولا تو منائم کی آنکھیں حیا کی زیادتی سے سرخ ہوئیں۔

"پ۔۔پاس؟ کتنا؟"

وہ لیٹے لیٹے اسے دیکھتی ڈر کر بولی، منائم کی آواز سرگوشیوں میں ڈھلی، مہویر نے کچھ دیر اسکے دونوں پیر اپنی گود میں باری باری رکھتے دبائے کہ درد کا ہر احساس تک ان سے مٹ گیا۔

"جب بات تمہارے پاس ہونے کی ہو گی، میں اتنے یا کتنے کا تکلف ہی نہیں کروں گا بس آجاوں گا پاس۔ مجھے آنے دو اپنے قریب پھر سے، میں تمہیں اس انداز سے مکمل کروں گا جسکی تم مستحق ہو منائم ملک۔"

وہ اسکے جھک کر ماتھا چومنے پر گہرا منہ سے سانس پھر گئی کیونکہ اس وقت وہ آل ریڈی بہت زیادہ نروس تھی، اوپر سے مہویر کی قربت کا سوچ کر ٹھنڈنے پسینے آنے لگے تھے۔

"ہم آتو گئے تھے مہویر۔"

وہ روہانسی ہوئی۔

"پھر سے آنے میں کوئی مسئلہ ہے؟"

وہ آئبرو اچکائے گھورا تو منائم کے رخسار گلاب سے ہوئے۔

"مجھے نہیں پتا"

وہ چہرہ چھپاتی فورا کروٹ بدل گئی تو مہویر نے بھی اسکے ساتھ لیٹ کر لحاف دونوں پر کرواتے اپنی بازو منائم کے سر سے جوڑی ہی کہ وہ سر اٹھا کر مہویر کی بازو پر رکھ گئی۔

"تمہارا یہ روپ بھی پیارا ہے مجھے لیکن وہ بے باک منائم اب جب تک نہیں ملتی، میں ایک پیار بھی نہیں دینے والا تمہاری چیکس اور لپس کو"

کروٹ منائم کی طرف بدلے وہ اپنا دوسرا ہاتھ بڑھا کر منائم کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں دہانے لگا جس سبب منائم کو سکون بھی ملا اور وہ مسکرا کر اس شخص کی دھمکی پر سرور سے آنکھیں بھی موند گئی، وہ خود چاہتا تھا منائم اسکے ساتھ سکون میں رہے، اسکے وجود کی گرمائش پا کر کچھ دیر بنا کسی ڈسٹربنس سو جائے اور نیند تو اس پر مہویر کے پاس آتے ہی مہربان ہونے لگی تھی۔

زہے نصیب!

.._____..

وہ کچن میں کھڑا اسٹابریز پر میلٹڈ چاکلیٹ ڈال کر اسے کچھ دیر فریج میں رکھنے کے بعد، اپنے ہاتھ دھوئے پلٹا ہی جب آہٹ پر انیس کے قدم باہر

کچن کے دروازے کی طرف بڑھے، وہ بابا کو آتے دیکھ کر ٹھٹھکا جو سر سے پیر بارش میں بھیگ چکے تھے۔

"کیا آپ گاڑی میں نہیں آئے؟"

انیس کی آواز میں سوال سنے وہ اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے، اپنے کمرے کی طرف اجلت کے سنگ جا رہے تھے جب رک کر گھومے تو وہ باہر نکل کر بابا تک جا رکا۔

"گاڑی میں ہی تھا، آتے ہوئے بھیگ گیا"

وہ نظریں چراتے بولے، انکا انداز بے حد مشکوک تھا، کیا بتاتے ابراہیم علوی انکو کسی انتظار نے بھیگو دیا ہے۔

"اتنی تیز تو نہیں ہے اس وقت بارش؟"

انیس کا انداز مستفسرانہ تھا، ابراہیم علوی نے جھجھک کر انیس کی آنکھوں کی جانب دیکھا جیسے کچھ پرکھ رہے ہوں۔

"فیکٹری سے نکلتے وقت بھیگا، دیکھو پانی نہیں نچڑ رہا مجھ سے"

وہ بابا کے لہجے کی غیر معمولی جلن با آسانی محسوس کر سکتا تھا۔

"لیکن فیکٹری سے تو آپ دو تین گھنٹے پہلے نکل گئے تھے، وہاں سے یہاں تک کا فاصلہ بیس منٹ ہے،"

انیس کی تفتیش نے ابراہیم علوی کے ماتھے پر پڑے بلوں میں بتدریج اضافہ کیا۔

"تم کیا مجھ پر تھانیدار تعینات ہوئے ہو انیس؟ بس کر دو یہ تفتیش۔ دیکھ نہیں رہے بھیگ گیا ہوں۔ ٹھنڈ لگ سکتی ہے مجھے۔ تمہیں تمہارے سوالوں کے جواب نہیں دینے میں نے، مت کرو معاف مجھے بھلے۔"

وہ بگھڑ کر بولتے، خفیف سا غصہ کرتے انیس کو ہقابقا چھوڑے وہاں سے اپنے کمرے کی طرف بڑھے تو انیس کی چھٹی حس نے اسے خبر دار کیا کہ معاملہ کچھ گڑبڑ ہے۔

"یہ اس بار کوئی تباہی والا فساد سوچ رہے ہیں۔ تیور ہی الگ ہیں اس بار۔ مجھے خود پتا لگوانا پڑے گا آپکی اس طرح کی ٹون کا۔ ویٹ اینڈ واچ بابا"

انیس نے خود سے تہیہ کیا کہ وہ اب اس معاملے کی تہہ تک خود جائے گا، انیس نے واہیں کا وچ۔ سنبھالا تا کہ تھوڑی چاکلیٹ سیٹ ہو جبکہ اپنے کمرے میں آکر ابراہیم علوی نے ڈور لاک کیا۔

پھر اپنا کوٹ اتار کر کرسی کی پشت پر لٹکائے، چھوٹا سا بریف کیس بھی وہیں رکھا، واش روم کے ابتدائی حصے کی طرف جا کر شاور ایریا کے قریب ہینگ ہوئے ٹاول کو نکال کر اپنے بال ان سے رگڑتے ہوئے وہ باہر آئے تو

ابراہیم کی آنکھوں میں جلن اور سرخائی تھی، ابراہیم علوی کے شعور میں کچھ دن پہلے اپنے اور وکیل کے بیچ ہوتی گفتگو ابھری۔

"وہ واپس آگئی ہے۔ آپ نے جو ڈائورس کے پیپرز اسکے لیے کئی سالوں پہلے چھوڑے تھے، پھاڑ کر گئی ہے کہ نہ اسے طلاق پہلے چاہیے تھی نہ اب۔ اور آپکی جانب سے ایک پیسہ بھی قبول نہیں کیا اس نے۔ اسکا ایک بیٹا ہے لیکن وہ کہاں ہے اس بارے مجھے علم نہیں ابراہیم صاحب۔ بس اس نے مجھے اتنا کہا کہ وہ جلد اپنے بیٹے کے پاس چلی جائے گی"

یہ وکیل نے جب ابراہیم علوی کو بتایا تب انکے پیروں سے زمین سرک گئی تھی، یہ آگاہی کہ صنم زمان اب تک انکے نکاح میں بندھی ہے اور انکی اولاد کی ماں ہے، اس شخص کے وجود میں زلزلہ سا بھر گئی تھی، ابراہیم علوی نے اسی وکیل کی مدد سے جو اب اپنے پیشے سے ریٹائرمنٹ لے چکا تھا، آخر کار صنم زمان کا گھر ڈھونڈ لیا لیکن آج کئی گھنٹے اسکے گھر کے باہر کھڑے رہنے کے باوجود اس عورت نے نہ تو اپنے گھر کا دروازہ کھولا نہ اس شخص کو بات

کرنے لائق سمجھا، وہ کتنی دیر اسکے گھر کے گیٹ کے باہر گاڑی کھڑی کیے دستک دیتے رہے لیکن اس عورت نے کوئی رحم نہ کھایا، جبکہ ابراہیم علوی نے اپنی فیکٹری کا سودا کر دیا تھا، کچھ انکی دکانیں اور پلاٹس تھے وہ بھی بیچ دیے، اس سے جو بھی پیسہ ملا وہ تین حصوں میں بانٹا، ایک عدین کا، ایک انیس کا جبکہ ایک اپنے نامعلوم بڑے بیٹے کا حصہ، یہی وہ امانت تھی جو وہ آج صنم زمان کے حوالے کرنے گئے لیکن انکی دی دستکیں بے کار چلی گئیں،

اس وقت انکی آنسوؤں سے اٹی آنکھیں اس بریف کیس پر جمی تھیں جن میں انکے تیسرے بیٹے کی امانت تھی۔

"میں نے ایک بیوی کے لیے دوسری کو تکلیف دی، یہی میں نے اپنی اولاد کے ساتھ کیا، ایک کو دوسری کی وجہ سے تکلیف اور میرے یہ دو بیٹے، میرے پہلے بیٹے کی تکلیف بن گئے۔ اللہ مجھے حقوق العباد کے معاملے میں کیسے بخشے گا؟"

انہی نم آنکھوں سے وہ اس بیگ کو دیکھتے دیکھتے کب رو پڑے، خود اس شخص کو احساس نہ ہوا جبکہ انیس کا دل بابا کے عجیب رویے نے بے حد بھاری کر دیا تھا، یہ تو عدین، فجر اور عصر، آئس کریم پارٹی کر کے لوٹ آئے کہ انکے کھلے چہروں کی تازگی نے انیس کو بھی زرا توجہ اس جانب سے ہٹانے میں مدد دی۔

" بھیو۔ بہت مزہ آیا ہمیں۔ ریسٹورنٹ کے باہر شدید بارش تھی اور ہم اندر بیٹھ کر آئس کریم ٹھوس رہے تھے۔ آپکو مزے کی بات بتاوں، عصر بھائی کل فجر آپیا سے نکاح کر رہے ہیں۔ ہم نے تو ساری پلاننگ بھی کر لی۔ دنکا فنکشن سلیکٹ ہوا۔ اور میں نے یمل کو میسج کر دیا کہ سکول سے سیدھا یہیں آنا ہے اسے، بہت مزہ آئے گا۔ آپکی اور عرشیہ کی پر اپر جشن والی شادی سے پہلے یہ چھوٹا سا فنکشن تھوڑا موڈ اچھا کر دے گا"

وہ آکر بھیو کے برابر ہی بیٹھا جبکہ عصر بھی سامنے والے صوفے پر براجمان ہو کر عدین کی ایکسائٹمنٹ دیکھنے کے ساتھ ساتھ انیس کے چہرے پر جبرا

پھیلائی مسکراہٹ بھی بھانپ گیا تھا، فجر تو تھک چکی تھی تبھی ان بوائز کو چھوڑے کمرے کا رخ کر گئی۔

"یہ تو بہت زبردست خبر ہے۔ واقعی ایسے لائیٹ سے تہوار کی شدید ضرورت تھی۔ تو تیاری کر لی آپ نے عصر میاں؟"

انیس کے مسکرا کر عصر کی طرف دیکھ کر پوچھنے پر جہاں عصر کی سوچیں منتشر ہوئیں وہیں عدین، بھیو کا عصر زمان سے بات کرنے کا بدلہ انداز سنے حیرت میں ڈوبا۔

"تیاری صبح ہو جائے گی ساری، میں نے یہ لاؤنج ایریا سجوانے کا کہہ دیا ہے۔ صبح فجر تک آ کر وہ لوگ لائٹنگ کر دیں گے۔ جہاں ضرورت ہوئی وہاں تھوڑے پھول لگ جائیں گے۔"

عصر کا جواب بھی عدین کی حیرانگی بڑھا گیا، اچانک سے ان دو کے بات کرنے کا انداز الٹ ہوتا دیکھ کر عدین الجھ گیا تھا۔

"اور کھانے پینے کا میں دیکھتا ہوں۔ اچھا فیصلہ کیا آپ نے، مجھے خوشی ہے عصر"

انیس کی آنکھوں میں مشکور رنگ تھے، اور عدین سے تو اب صبر کرنا دوبھر ہوا، اسکے پیٹ میں بل پڑے کہ وہ کہیں پیرالل یونیورس میں تو نہیں آ گیا۔

"تمہاری خوشی سر آنکھوں پر بھائی"

عصر کا جواب سنے وہ جو یہ مکالمہ سن رہا تھا، فوری اٹھ کھڑا ہوا۔

"ویٹ! یہ آپ دونوں ایک دم سے ایک دوسرے کو پکارنے اور مخاطب کرنے کا انداز کیوں بدل بیٹھے ہیں۔ بھیو آپکو آپ کہہ رہے ہیں عصر بھائی، جبکہ آپ انھیں تم۔۔۔ جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے یہ تو الٹ ہوا کرتا تھا ناں؟"

عدین نے اٹھ کر دائیں بائیں گردن پھیر کر دونوں بھائیوں کے چہروں کے تاثرات پرکھنے کی کوشش کی کہ آخر چل کیا رہا تھا جبکہ دونوں ہی ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر مسکرائے۔

"یہ مجھ سے بڑے ہیں، اب جب تمہارے بھیو سدھر کر اچھے انسان بن رہے ہیں تو سوچا انیس غانم، تھوڑی تمیز و تہذیب بھی سیکھ لو۔ بس، تبھی اب میں چھوٹا ہوں اور یہ میرے بڑے بھائی۔۔۔۔ تمہیں کیسا لگا یہ چینج میرے چمپین؟"

وہ مسکرا کر عصر کو دیکھتے یقین دہانی کرتے ہی انیس کے پاس بیٹھا ہی جب انیس نے بازو اسکے اطراف حصاری۔

"آپکو کسی نے بتایا ہے کیا کہ آپ ایسے کس قدر پیارے لگ رہے ہیں، میرے بھیو تو آل ریڈی بہت تمیز دار تھے، اب تو مجھے پیار کے بجائے طوفانی محبت ہو جائے گی۔"

عدین کے اس قدر خوش اور مسرور ہونے پر انیس نے اسے خود سے لپٹائے اسکا ماتھا آسودگی سے چوما، یہ منظر عصر کے لیے بھی بہت خوبصورت تھا لیکن وہ انیس کی آنکھوں کی پریشانی دیکھ چکا تھا جس سبب فکر مند تھا۔

"یہ طوفانی محبت اپنی فیوچر بیوی کے لیے سنبھال لو تم میری جان، میں پیار پر بھی بہت خوش ہوں تمہارے۔"

انیس کے جواب پر عدین سمیت عصر بھی مسکرایا، وہ پھر سے بھیو کے گرد بازو لپیٹ کر ساتھ جا لگا جیسے اس جگہ اسے الگ ہی سکون ملتا ہو۔

"میرے پیارے بھیو۔۔۔ ویسے اگر کل کے لیے میری مدد چاہیے تو بتائیں میں سکول سے چھٹی کر لیتا ہوں، میری مدد کے بنا ادھورا پن رہے گا ہر طرف سوچ لیجئے آپ دونوں"

لاڈ وصولنے کے فوری بعد ہی عدین نے فراغ دلی سے آفر کی۔

"سکول سے بھاگنے کے بہانے ہم نے بھی کیے تھے پر تمہارا کانفیڈنس تو پرو ہے عدین"

اس بار عدین کے اس چھپے ٹیلنٹ کی تعریف، عصر نے کی جس پر عدین کے دانت تو باہر گرے، انیس بھی مسکرا دیا، پیار سے عدین کے بال سہلائے اور اس وقت انیس کی آنکھوں میں عدین کے لیے جو محبت تھی وہ بیان نہیں کی جاسکتی تھی، جبکہ ایسا ہی عصر زمان کی جانب تھا، اسکی آنکھوں میں جو محبت کا جہاں تھا اسکے مستحق وہ دونوں تھے۔

عرشیہ بھی باتوں کی آوازیں سنے نیچے آئی تو تینوں بھائیوں کو ایک ساتھ باتیں کرتا دیکھے مسکرا دی۔

"آئس کریم بوائز؟ گرین ٹی یاد سے لے لینا سب، ایسا نہ ہو گلے جکڑے جائیں۔ میں بنا دوں تم دونوں کو؟"

عرشیہ کی آمد نے ان تینوں کی توجہ کھینچی۔

"میں تھوڑی دیر تک لوں گا ابھی گنجائش نہیں عرشی"

عصر نے مسکراتے ہوئے انکار کیا۔

"مجھے بنادیں۔۔بلکہ میں آیا مدد کو"

عرشیہ کو کچن میں جاتا دیکھے، عدین بھی ہامی بھرتا پیچھے ہی دوڑا، عرشیہ نے اسکے لیے گرین ٹی بنائی جبکہ اسکے پینے تک وہ اسکی باتیں سنتی اور مسکراتی رہی۔

"مجھے خوشی ہے کہ یمل اور میں اب ساتھ سکول جائیں گے۔ عرشیہ، کبھی کبھی میرا دل چاہتا ہے کہ آپ میری بہن ہوتیں۔ پھر سوچتا ہوں اگر آپ میری بہن ہوتیں تو میری بھابھی کیسے بنتیں، کیا پتا پھر مجھے کوئی ظالم بھابھی سہنی پڑتی۔ اس لیے پھر میں اس پر بھی شکر کرتا ہوں۔ لیکن جس طرح یمل کا آپ سے رشتہ ہے، وہ زیادہ خوبصورت ہے"

چھوٹے چھوٹے سیپس بھرے وہ عرشیہ کے ساتھ ہی کچن ڈائنگ ہال کے گرد لگی کرسی پر بیٹھا تھا، وہ اسے توجہ سے سن رہی تھی۔

"لیکن مجھے تو اپنا تم سے رشتہ سب سے زیادہ حسین لگتا ہے"

عرشیہ نے ہاتھ بڑھا کر اسکی ٹھوڑی تھامے بتایا تو عدین حیرت زدہ ہوا۔

"کیا سچ میں؟ وہ کیسے؟"

عدین کی آنکھوں میں بڑے دنوں بعد حسرت دیکھ کر وہ اسکا ہاتھ اپنے ہاتھ میں دباتی مسکرائی۔

"مجھے بچوں سے بہت پیار ہے اور افسردہ بات یہ تھی کہ میں بچپن میں کچھ ایسے حادثات سے گزری کہ مجھے پھر اپنے جیسے بچوں سے دور رہ کر جینا پڑا۔ ایون میری ممانے مجھے بیس سال کا ہونے کے باوجود پرمیشن نہیں دی تھی کہ میں دوست بناوں یا کسی بچے سے بات کروں، نہ بڑے نہ چھوٹے بچے سے۔ پھر میری انیس سے شادی ہوئی تو وہ سارا پیار جو میرے دل میں جمع

تھا، میری زندگی میں آتے اس پیارے سے بچے کو مل گیا۔ اس لیے مجھے اپنا اور تمہارا رشتہ سب سے خوبصورت لگتا ہے۔ میں نے تمہیں اپنا دیور تو سمجھا ہی نہیں۔ اپنا بچہ سمجھا، اور کچھ بھی ہو، کوئی بھی آجائے، تمہاری اہمیت کم نہیں ہو سکتی۔ مجھے تو میری اپنی اولاد بھی تم سے زیادہ عزیز نہیں ہو گی۔ تمہارا اور ہمارے بچوں کا مقام ایک جیسا ہو گا"

اس آخری یقین کے بعد تو عدین کا رہا سہا حسد بھی جھاگ بن گیا، بھلا اس سے زیادہ اور اہمیت کیا ہو سکتی تھی عدین کی، وہ جب دل سے مسکراتا تو عرشیہ کو اپنا دل بھی مسرور و مطمئین لگتا تھا۔

"آپ میری زندگی میں آنے والی ایسی عورت ہیں عرشیہ جو میرے لیے تاعمر قابل احترام اور محبت رہیں گی۔ میں نے اپنی مما نہیں دیکھیں، نہ انکا کوئی لمس پایا۔ ہاں انکا احسان ہے کہ انہوں نے مجھے پیدا کیا اور تکلیف یہ کہ مجھے پیدا کرنے کے سبب وہ مر گئیں۔ یہ دکھ میرا کبھی ختم نہیں ہو گا، لیکن یہ آپکی وجہ سے مدھم ضرور ہو گیا۔ مما کی انیس نامی امانت میں اکیلے ہر گز نہ

سنبھال پاتا، آپ نے میری مدد کی تبھی وہ ٹھیک ہوئے۔ آپ جانتی ہیں مرنے کی بات نہیں کی ان چند دنوں میں انہوں نے۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے انھیں زندگی سے پیار ہو گیا ہے۔ یہ سب آپکی وجہ سے ہوا عرشیہ۔ آپ اس گھر کا سکون واپس لائیں"

وہ عرشیہ کا ہاتھ مزید اپنے ہاتھوں میں جکڑ کر یہ سب کہتا گیا اور وہ جذباتی ہوتی چلی گئی۔

"نہیں۔ یہ سب تمہاری دعائیں لگی ہیں۔ وظیفے لگے ہیں سوئیٹ ہارٹ۔ تم ہو اس بدلاو کی وجہ۔۔ اپنا کریڈٹ لینا سیکھو عدین علوی، یہ ہمیں پر اعتماد دیتا ہے۔ تم ہو تو یہاں مسکراہٹ کا وجود قائم ہے۔ تم اسکے پاس ہو تبھی وہ بھرا ہوا ہے۔ تم نے اسے جو جو فخر دیے ان پچھلے کچھ دنوں، اس نے انیس کو بدلا۔۔۔ میرا ہنڈسم چمپین"

وہ ایسا سب تو امید بھی نہیں کر رہا تھا جو عرشیہ نے کہہ دیا، عدین کی مسکراتی چپ اس بات کا ثبوت تھی کہ وہ دل و جان کی گہرائیوں تک آسودہ ہے، گرین ٹی ختم ہوئی تو اس نے عدین کو واپس بھائیوں کے سپرد کیا اور اپنی اسٹابریز دیکھ کر گئی لیکن ابھی چاکلیٹ سیٹ نہیں تھی تبھی اپنے ہنڈسم کو اشارہ کر گئی کہ سیٹ ہو تو لے آنا۔

عدین کو کچھ دیر باتوں کے بعد نیند آگئی تو انیس خود اسے اسکے کمرے میں چھوڑ کر آیا، جبکہ وہ کچن میں پہنچا تاکہ عرشیہ کی اسٹابریز لے سکے تو عصر وہیں کھڑا اپنے لیے گرین ٹی بنا رہا تھا۔

"عرشیہ سے بنوا لیتے ناں، یا اپنی حسینہ سے کہیں، کبھی کبھی باورچی والے ورژن سے نکل بھی آیا کریں"

انیس نے عرشیہ کی اسٹابریز والا باکس فریج سے نکالتے، عصر سے چھیڑ خانی کی جو ریک کے ساتھ لگا پانی ابلنے کا منتظر تھا۔

"عرشی سے اس لیے نہیں بنوائی گرین ٹی کہ تم جیلس نہ ہو جاو۔ اپنی حسینہ کو سکون لینے دیا ہے کیونکہ کل تو اسکا سکون تمہارا یہ بھائی چھین لینے والا ہے۔ اور رہی بات باورچی ورژن سے نکلنے کی تو بچے میں جلد اپنا فائیو اسٹار ریسٹورنٹ کھولنے والا ہوں۔ بس میں امیر ہو لوں زرا"

گرم پانی کپ میں ڈالتے، عصر نے گرین ٹی بیگ کپ کے اندر ڈالتے اس میں ڈبکیاں لگواتے جو اپنے ارادے اور جوابات گوش گزار کیے وہ انیس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ رکھ گئے۔

"کتنے پیسے چاہیں مجھے بتائیں؟"

انیس نے مسکرا کر پوچھا تو عصر نے یکدم انیس کی آنکھوں میں تیرتی دریا دلی دیکھی۔

"کب تک تمہیں لوٹوں گا؟ اب بابا کو خالی کرنے کی باری ہے چھوٹے"

انیس اسکی بات پر قہقہہ لگائے ہنسا۔

"ان سے آپکو ملے گا ٹھینگا۔ اور کونسا لوٹا ہے آپ نے مجھے؟ ایون میرا گیمنگ سٹوڈیو مجھ پر رہتا تو بند ہو چکا ہوتا۔۔ یہ آپ تھے عصر زمان جس نے مجھ سے زیادہ میرے کاروبار کو وقت دیا۔ توجہ دی"

انیس نے بھی مسکراتے ٹیک لگاتے منہ بسورا پھر ساتھ ہی عصر کو اسکی اہمیت بھی بتائی جسے اس نے تسلیم کیا اور دل و جان سے کیا۔

"تمہارا اور تمہاری ہر چیز کا خیال رکھنا میرے تو جیسے خون میں تھا انیس غانم۔ اور جو چیزیں ہمارے اپنے وجود کا حصہ ہوں انکو نہ احسان سمجھتے ہیں نہ انکے لیے ممنون ہوتے ہیں۔ سمجھے"

وہ اسکی گردن پکڑے جس طرح اس نصیحت سے پہلے انیس کا ماتھا چومے مسکرایا، انیس نے یہ پدرانہ پن کم از کم عصر زمان سے امید نہ کیا تبھی تو سکتے میں آ گیا۔

"میں نے تم سے یہ فار ہیڈ کِس امید نہیں کی تھی"

انیس کا اسے تم کہنا، عصر کو شدید پیاری مسکراہٹ بخش گیا۔

"قسم سے تمہارے منہ سے آپ سن کر میری پسلیوں میں مڑور پڑتا تھا، تم ہی کہو مجھے۔ خیر میں کل کو لے کر تھوڑا فکر مند ہوں۔ کیا پلین ہے اس شازان کے حوالے سے؟"

عصر کے مدعے پر آنے نے انیس کو بھی سنجیدہ کیا۔

"اسکا ویلکم میں نے سوچ رکھا ہے۔ شام کو ہے وہ معرکہ۔ پہلے تو تمہارا نکاح انجوائے کریں گے۔ اور ہاں بتاو مجھے کتنے پیسے چاہیں، آدھا سٹوڈیو میں نے مہویر کو دے دیا پر میری گاڑی ابھی بھی ہے"

انیس کی آفر پر عصر شاہانہ مسکرایا۔

"وہ تم نے عدین کو دینی تھی، یاد کرو۔۔۔ خبر دار اسکی پراپرٹی اِدھر اُدھر بانٹی۔ میں مزاق کر رہا تھا۔ لیکن کچھ دماغ میں آرہا ہے میرے"

انیس نے فوراچوکنا نظروں سے عصر کو دیکھا۔

"اچھا؟وہ کیا؟"

انیس فورا متجسس ہوا۔

"مجھے تجسس ہے انیس کہ کیا وہ واقعی اتنے خالی ہیں یا خالی ہونے کا صرف دکھاوا کرتے رہے؟مجھے اچھے سے یاد ہے انہوں نے دو کمرشل پلاٹ خریدے تھے۔زیادہ سمجھ نہیں تھی مجھے لیکن انھیں وکیل سے بات کرتے سنا تھا۔یہ بھی کہا تھا انہوں نے کہ اس بارے حمرا کو پتا نہ چلے۔کیا لگتا ہے وہ پلاٹ بھی بیچ کھائے ہوں گے؟تب انکی مارکٹ ویلیو لاکھوں میں تھی۔اب تو کڑوروں میں ہو گی"

عصر کی دی اطلاع پر انیس نے فوری ٹیک چھوڑی،یہ واقعی ایک بڑا جھٹکا تھا۔

"میں نے تو کبھی پلاٹس کا ذکر نہیں سنا ان سے"

انیس کی لاعلمی قابل دید تھی۔

"بس۔ ثابت ہوا کہ ابراہیم علوی جیسے نظر آتے ہیں ویسے ہیں نہیں۔ میں پتا کرواتا ہوں اس بارے۔ ریسٹورنٹ تو اب میں اپنے حق کے پیسوں سے ہی کھولوں گا"

عصر کی شوخ شریر مسکراہٹ پر انیس بھی ہنس پڑا۔

"تم کتنے شریف ہوا کرتے تھے عصر زمان"

انیس نے اسے بڑا بھائی ہونے کے باوجود شرم دلائی تو کچن میں اس بار عصر کا قہقہہ بلند ہوا، اور انیس اسکے ہنسنے کو دیکھ کر یہی سوچ رہا تھا کہ عصر کتنا زندہ دل ہے، اتنی محرومیوں کے باوجود اسکی شوخی بڑھی تھی، کم نہیں ہوئی تھی۔ اور اب تو وہ کھل کر سامنے آیا تھا، کھل کر جی رہا تھا۔

"ہاں پھر مجھے غیر مہذبانہ ہوا لگ گئی۔ ہاہا۔۔۔ ویسے آپس کی بات ہے میں خود بھی اب خود کو پہلے والا عصر نہیں لگتا۔"

عصر کے اعتراف میں اک دلکشی اور بے شرمی تھی۔

"مجھے ایسا ہی عصر چاہیے۔"

انیس نے آگے جھکتے اسکے سینے پر ہاتھ رکھ کر تھپکا جو شاباشی کا اک شفیقانہ انداز تھا۔

"ایسا ہی ملے گا۔ماوں سے شکایات ہیں، بابا سے گلے ہیں پر تم سے بس پیار ہے مجھے انیس۔ خیر جاو بیوی والے ہو تم بھئی، بہت وقت لے لیا تمہارا۔ نیند لو اچھے سے کل بڑا طویل دن ہو گا"

انیس نے سر اثبات میں ہلاتے کچن سے نکلتے دروازے کے قریب رک کر پیچھے دیکھا جہاں عصر نے ساری گرین ٹی ایک ہی گھونٹ بھر کر کپ خالی کیا تو اسے نگلتے ہی وہ خود پر جمی انیس کی حیرت زدہ نظریں جمی دیکھے ہنس پڑا۔

"جیلس مت کرنا مجھے آئیندہ۔ علیم خان سے بہت لپٹ کر گئے تھے تم اسے ٹپس دینے"

عصر نے کپ شیلف پر رکھے ہنس کر انیس کو دیکھا۔

"میں تو جیلس کروں گا۔ زندگی میں پہلی بار تو موقع ملا، ویسے میں سوچ رہا ہوں جو مقام تمہاری زندگی میں مہویر کا ہے، میں وہ رتبہ علیم خان کو دے دوں۔ آفٹر آل وہ بھی اک دوست ڈیزرو کرتا ہے"

انیس نے ارد گرد دیکھتے پاس پڑی دسترس میں آتی فروٹ باسکٹ سے سیب اٹھا کر پتھر کی طرح پھینکا مگر عصر نے کامیابی سے کیچ کر لیا۔

"اسکا بندوبست میں سوچ چکا ہوں لہذا میرے ہاتھوں پٹ مت جانا بڑے بھائی"

انیس کے جارحانہ تیوروں پر عصر کے دل میں لڈو پھوٹے تھے۔

"ہک ہاہ! بڑے بھائی کی یہ عزت؟"

عصر نے ڈرامائی انداز میں افسوس کیا اور اس سے پہلے انیس اب کی بار مالٹا اٹھاتا، عصر نے ہنس کر ہاتھ ہوا میں اٹھا دیے یعنی ہتھیار ڈال گیا۔

جسکے بعد دونوں نے مسکرا کر اپنی راہ لی لیکن دیر تک ہونٹوں پر مسکراہٹ رہی۔

عصر نے اپنے کمرے کا رخ کرتے اک قدم فجر کے کمرے تک بڑھایا لیکن دستک دیتے دیتے ہاتھ کھینچ گیا۔

"تھوڑے آرام کی حق دار ہے وہ۔۔۔ عیش کر لو آج فجر جبرئیل، کل تو تم میرے رحم و کرم پر آنے ہی والی ہو"

عصر نے خود کلامی کی اور مسکراتا ہوا بمشکل شرافت کا دامن تھامے اپنے کمرے میں چلا گیا۔

جبکہ انیس نے بھی بیڈ روم کا دروازہ کھولے اندر قدم رکھے ہی کہ اسے وہ الٹی بیڈ پر لیٹی کسی انگلش کتاب کا جمائیاں لے لے کر مطالعہ کرتی نظر آئی تو

ڈور بند کرتے ہوئے انیس کی آنکھیں شرارت اور خمار کے رنگوں سے اٹ گئیں۔

"اتنی دیر؟اب تو میری کریونگ بھی پھڑک کر مرمٹ گئی۔ نہیں کھانی مجھے اسٹابریز"

کتاب سائیڈ میز پر پٹخے وہ کروٹ سیدھی کرے تکیے پر اپنے کھلے بال بکھیرے لیٹ کر ناراضگی سے بولی مگر تب ٹھٹکی جب انیس کو دیکھا،وہ چاکلیٹ میں ڈپ ہوئی اسٹابریز کا باکس کھولے اس میں سے ایک اسٹابری نکال کر اپنے منہ میں دباتا ہوا عرشیہ کی طرف اپنی شرٹ کی آستینیں چڑھاتا آیا تو وہ ساری خفگی بھلائے اسکے انداز اور قریب آنا دیکھے بلش کرتی اٹھ کر زرا بیٹھی۔

"میں دیکھ رہی ہوں کوئی رومنٹک بننے کی کوشش زور وشور سے کر رہا ہے۔"

وہ اسکے پاس بیٹھا، منہ میں اسٹابری تھی اس لیے اپنی ہیزل براوں آنکھوں کے اشارے سے ہی اثبات کا تاثر دیتے انہی آنکھوں کی حدود تک مسکرایا۔

عرشیہ نے اسکے ہونٹوں میں دبی اسٹابری دیکھی جس پر سیٹ ہوئی چاکلیٹ انیس کے ہونٹوں کی گرمائش سے پگھل کر اسکے ہونٹوں پر بکھر رہی تھی۔

"انیس۔ تم کیوٹ لگ رہے ہو"

وہ ہنستی ہوئی دونوں ہاتھ اسکے گالوں پر رکھتی اسکی ناک سے ناک رگڑتی، اسکے ہونٹوں میں دبی باہر کو نکلی اسٹابری آگے بڑھ کر کھانے کو آدھی کتر گئی، لیکن وہاں بکھری چاکلیٹ نے عرشیہ المیر کا جبکہ عرشیہ کے ہونٹوں کی خوشبو نے انیس غانم کا بھرپور ایمان ڈگمگایا، انکی یہ قربت اسٹابری کو ہونٹوں سے دونوں کے حلق تک پہنچا کر ہی زرا نرم ہوئی۔

"تمہارے ہونٹ... اور یہ چاکلیٹی اسٹابری، خطرناک امتزاج ضرور ہے لیکن میرا فیورٹ ہے آج سے۔ اور کھلاوں؟"

انیس کی بہکی پیشکش پر وہ بھی خمار آنکھوں میں بھرے مسکا دی، یہ اسکا اقرار ہی تھا۔

"لیکن ایک شرط ہے مسیز غانم۔ مجھے اسکے بعد ہوش میں نہیں رہنا نہ کسی حد میں۔ منظور ہے؟"

وہ اسے کس طرح چاہ رہا تھا، یہ جان کر عرشیہ کی آنکھوں سے نیند اور جسم سے جان سرکنے لگی۔

"م۔۔ منظور ہے۔"

وہ اپنی باہیں اسکی گردن میں پرو گئی تو وہ اسکی خود سپردگی کے انداز اور اس انداز کے نشے میں مکمل طور پر مدہوش ہو کر رہ گیا۔

.._____..

"اب تم آرام کرو میرے شیر۔ میری بھی صبح اہم میٹنگ ہے۔ تمہارے ڈیڈ کے ساتھ کچھ نیا پراجیکٹ شروع کر رہا ہوں۔ اسی حوالے سے۔ بیلا، میری جان خضر کو اسکا روم دیکھا دیں"

بیلا نے بھی کچھ دیر پہلے بابا اور خضر کو جوائن کیا تھا مگر چونکہ ایک بجنے والا تھا تو اب سونے کا وقت ہو گیا، خاور سلطان نے اس پیارے مہمان کو اپنی جانب سے بھرپور کمپنی دی تھی اور اب باقی کی ذمہ داری بیلا پر ڈالی کہ وہ خضر کو تھوڑی کمپنی دے۔

"جی بابا۔ میں لے جاتی ہوں"

بیلا نے مسکرا کر تائید کی جسکے بعد خاور سلطان نے دونوں پیارے بچوں سے اجازت لی اور اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئے، انکے اٹھ کر جاتے ہی خضر کی بے تاب نگاہوں نے بھرپور انداز میں سیاہ پاجامے اور ڈھیلی سی شرٹ میں ملبوس، کھلے بالوں والی اس آپسرا کو دیکھا جو اٹھ چکی تھی تاکہ خضر کو اسکے

کمرے کی سمت لے جا سکے، جبکہ خاور سلطان کی موجودگی میں خضر نے بیلا کو اس طرح جی بھر کر نہیں دیکھا تھا، وہ اس وقت سادہ سے حلیے میں بہت کیوٹ لگ رہی تھی، خضر کی نظریں تو ویسے ہی نہیں ٹھہرتی تھیں، اب تو جیسے پتھرائی ہوئی تھیں۔

"تمہیں مزا آیا پارٹی میں سوئیٹ کارن؟"

خضر کے قریب رکنے پر بیلا نے اسکی سیدھ میں نگاہیں رکھتے فوری خوشی سے سر ہلایا۔

"بہت زیادہ۔ تب سب سے زیادہ مزہ آیا جب میں نے آپکو ان سب میں پہچاننا تھا۔ وہ مشکل بھی تھا اور بیک وقت مزیدار اور خوبصورت بھی۔"

وہ اسکی مسکراتی صورت ندیدوں کی طرح نہار رہا تھا جیسے خضر ملک نے اس سے معصوم لڑکی پہلے کبھی نہ دیکھی ہو۔

"مجھے بھی تب سب سے زیادہ پیار آیا تم پر"

وہ اسکے قدموں کی پیروی کرتا چلنے لگا تھا، حیا کی لالی خضر کے الفاظ سنتے ہی بیلا کی رخساروں پر اتری۔

"مجھے بھی۔"

وہ شرمیلی ادا سے بولی اور خضر بس اسکے ساتھ چلتا جا رہا تھا، یہ تک بھول گیا کہ اسکی مدد کرے وہ دیکھ نہیں سکتی تھی، ہوش تو تب آیا جب بیلا رکی اور اسے بھی رکنا پڑا۔

"آپکا روم آگیا"

بیلا ٹھیک کمرے کے دروازے کے باہر رکی اور اطلاع دی اور یہی کمرہ خضر کے لیے ٹھیک کروایا گیا تھا، اسکی تھیم ڈراک براون اور پرپل تھی، سفید رنگ کی بھی آمیزیش تھی، کمرہ بے حد خوبصورت اور آرام دہ تھا۔

"تمہیں کیسے پتا روم آگیا؟"

وہ ٹھٹھک کر بولا اور بیلا کے چہرے کو بغور دیکھا تو وہ بلکل پر اعتماد اور ہچکچاہٹ کے بغیر مسکرائی تھی۔

"یہ میرا گھر ہے خضر، مجھے یہاں کے چپے چپے سے واقفیت حاصل ہے۔ بھولیں مت میں پیدائشی نابینا نہیں ہوں"

بیلا نے اسکے چہرے کی طرف آنکھیں رکھتے ہی مسکراتے جواب دیا پر ناجانے کیوں یہ اب تک ان کے ملنے کے بعد پہلا لمحہ تھا جب خضر کو لگا جیسے وہ دیکھ سکتی ہے، کوئی اتنا پرفیکٹ کیسے ہو سکتا ہے، اس سے پہلے تک وہ جب بھی ساتھ ہوئے تھے، خضر نے ہمیشہ اسکی آنکھوں کی اس کمی کو بیلا کے انداز سے محسوس کیا تھا پر ابھی وہ ہچکچاہٹ یا ڈر غائب تھا۔

"میں تو امپریس ہو گیا۔ کیا تمہیں اس کمرے کا انٹیریئر بھی یاد ہے؟"

خضر کے متجسس و مشکوک سوال پر وہ بھی سنجیدہ ہوئی، اسے خضر کا سوال، سوال کم، اک موہوم آزمائش زیادہ لگا۔

"نہیں۔ یہ۔ ممانے پچھلے سال بدلا تھا، اب مجھے علم نہیں۔ رات بہت ہو گئی، آرام کریں۔ ناشتے پر ملتی ہوں۔ آپکو کچھ چاہیے؟"

وہ اب تک مشکوک نظروں سے بیلا کو دیکھ رہا تھا اور حیرت کی بات تھی کہ اگر وہ دیکھ نہیں سکتی تھی پھر اسے کیسے پتا چلا کہ خضر کو اسکے دیکھنے نہ دیکھنے پر شک ہے، کیونکہ وہ گھبرا سی گئی تھی۔

"مجھے اسکا امتحان لینا ہو گا اور آج ہی، خضر ملک دل و جان سے قربان ہو سکتا ہے پر دھوکے کو معاف نہیں کر سکتا"

خضر نے جیسے پر سوچ انداز میں تہیہہ کیا، وہ اب تک اسکے ہمراہ کمرے میں قدم رکھ چکی تھی۔

خضر کی مشکوک نگاہیں اب بھی اس کے چہرے پر جمی تھیں۔ بیلا کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ تھی مگر اس کے چہرے کی سنجیدگی اور سانسوں کی مدھم بے ترتیبی خضر سے پوشیدہ نہ رہ سکی۔

"کچھ چاہیے آپکو خضر؟"

بیلا نے اسے خاموش بھانپ کر دوبارہ پوچھا۔

خضر نے ایک لمحہ سوچا، پھر اچانک دروازے کے ساتھ پڑی چھوٹی میز سے گلاس اٹھایا اور جان بوجھ کر زمین پر گرا دیا۔

گلاس کے فرش سے ٹکرانے کی آواز چھناکے سے کمرے میں گونجی۔

بیلا چونکی ضرور، مگر اس کی آنکھوں میں کوئی ردِ عمل نہ آیا۔ وہ صرف آواز کی سمت متوجہ ہوئی اور ڈر گئی تھی۔

"آپ ٹھیک ہیں؟ کیا ہوا ہے خضر"

اس کے اچانک خضر کی جانب بڑھنے اور ہاتھ ہوا میں معلق کر کے خضر کو تلاش سا کرنے پر خضر کی بھنویں ندامت سے سکڑ گئیں۔

"ہاں میں ٹھیک ہوں سوئیٹ کارن، بس ہاتھ لگنے سے گلاس گر گیا۔"

بیلا نے فوراً دیوار پر ہاتھ پھیرتے ہوئے دروازے کے ساتھ رکھی میز کو ٹٹولا اور پھر آہستہ سے خضر کی بازو پکڑی۔

"یہاں شیشے کے ٹکڑے ہوں گے، احتیاط سے، کہیں پاؤں نہ لگ جائے۔ میں کسی کو بھیجتی ہوں۔ ہٹ جائیں زرا ادھر سے"

وہ اسکی توجہ اور پریشانی پر جیسے زمین میں گڑھنے لگا کہ وہ کیسے اس پر شک کر سکتا ہے۔

خضر نے اسے بغور دیکھا۔ اس لڑکی کی حرکات میں اندازہ تھا، مگر دیکھنے جیسی کوئی بات نہ تھی۔

پھر بھی خضر کا شک مکمل طور پر ختم نہیں ہوا، وہ دل میں رتی برابر میل رکھنا نہ چاہتا تھا۔

اس نے مزید آزمائش کے لیے پینٹ کی جیب سے اپنا موبائل نکالا اور اس کی اسکرین کی روشنی اچانک بیلا کے چہرے کے بالکل سامنے کر دی۔

روشنی اس لڑکی کی آنکھوں پر پڑی مگر بیلا کی پلکیں تک نہ جھپکیں، خضر کا دل بری طرح بے ہنگم ہوئے دھڑکا۔

بیلا البتہ خاموش رہی، جیسے اسے کچھ محسوس ہی نہ ہوا ہو۔

"خضر... آپ اب بھی یہاں کیوں کھڑے ہیں؟"

بیلا نے نرم آواز میں نم سی لہر ملائے سوال کیا تو وہ جیسے ہوش میں آیا، فون ٹارچ بند کیے فون بستر پر پھینکا۔

"ہاں..."

وہ آہستہ سے آزردگی کے سنگ بولا۔

بیلا نے ہلکی سی سانس لی اور مسکرا دی۔

"آپ کو مجھ پر یقین نہیں آرہا؟ شک کر رہے ہیں؟"

اسکے مدھم سی مسکان کے سنگ پوچھے سوال پر خضر چونکا۔

"کیا؟ نہیں... ایسی بات نہیں..."

وہ گڑبڑایا۔

"ہے..."

وہ نرم لہجے میں اسکی بات کاٹ گئی۔

"لوگ اکثر ایسے ہی کرتے ہیں... آزماتے ہیں..."

اس کے لہجے میں شکوہ نہیں تھا، بس ہلکی سی تھکن تھی۔

خضر کو اچانک عجیب سی ندامت دل تک کچل گئی۔

اس نے آہستہ سے قدم بڑھایا، بیلا کے قریب آکر اسکو دیکھا جو صاف صاف دکھے دل کے ساتھ کھڑی تھی۔

"نہیں... میں بس..."

وہ جملہ مکمل نہ کر سکا۔

بیلا نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ سر ہلایا۔

"کوئی بات نہیں... گڈ نائٹ خضر..."

وہ پلٹنے لگی تو خضر نے بے اختیار اس کی کلائی تھام کر اپنے قریب کھینچا تو بیلا کی سانسیں خفیف سی ہانپ گئیں۔

"مجھے لگا تم دیکھ سکتی ہو۔ تم نے اتنا پرفیکٹ طریقے سے مجھے کمرے کے سامنے پہنچایا کہ میں ٹھٹھک گیا۔ ہرٹ کرنے کا مقصد نہیں تھا۔ گلاس جان بوجھ کر گرایا، پھر فون کی ٹارچ سے تمہاری آنکھوں کا امتحان لیا"

وہ اسکے سینے پر ہاتھ رکھتی اسے زرا دور دھکیل گئی، خضر کا دل جیسے کپکپا سا اٹھا۔

"آپ امتحان میں فیل ہو گئے خضر ملک۔ سب ختم۔ میں نے اسی امتحان کے سبب کئی رشتے توڑ دیے۔ سب نے وہی کیا وہ جو آپ نے کیا۔ میں جب آپ سے پہلی بار ملی تو مجھے لگا آپ مختلف ہیں۔ آپ کی فین بھی تھی تبھی

محبت، شوق اور اعتبار تینوں باندھ کر میں نے آپکو خود تک رسائی دی۔ لیکن میں آپکے لیے بھی قابل اعتبار نہ بن سکی۔ آپ بہترین انسان ہیں لیکن اب مجھے قبول نہیں۔"

بیلا نے اپنی انگلی ٹٹولتے ہوئے منگنی کی انگوٹھی ایک لمحے میں اتارتے خضر کا ہاتھ پکڑ کر اسکی ہتھیلی میں تھمائی اور کچھ قدم پیچھے ہٹ گئی۔

"ب۔۔بیلا"

وہ اپنے ہاتھ میں دبی انگوٹھی کھول کر منمنایا جیسے اس لڑکی نے خضر کے پورے وجود سے جان کھینچ لی ہو۔

وہ لڑکی جو ابھی چند لمحے پہلے اس کے قریب کھڑی تھی اب چند قدم کے فاصلے پر بھی جیسے بہت دور چلی گئی تھی۔ بیلا رکی، مگر پلٹی نہیں۔

خضر نے ایک قدم آگے بڑھایا۔

"یہ اتنا آسان نہیں ہے بیلا۔"

وہ اسے پکار بیٹھا۔

"میرے لیے ہمیشہ آسان ہی رہا ہے خضر، لوگ آزماتے ہیں... اور میں چلی جاتی ہوں۔"

اس کے لہجے میں دکھ تھا، مگر کمزوری نہیں تھی۔

خضر کے ہاتھ میں دبی انگوٹھی اس کی ہتھیلی میں چبھنے لگی تھی، وہ بے اختیار اس کے قریب آ گیا۔

"میں نے تمہیں کھونے کے لیے یہ اعتراف نہیں کیا تھا۔ میرے سچ کی اتنی بڑی سزا؟"

بیلا کے ہونٹوں پر مدھم سی لرزش آئی۔

"لیکن آپ نے کھو دیا مجھے"

خضر کا سانس جیسے کہیں حلق میں اٹک گیا۔

وہ بے اختیار اس کے سامنے آ کھڑا ہوا، حالانکہ بیلا اسے دیکھ نہیں سکتی تھی، مگر پھر بھی اس نے یوں کھڑا ہونا ضروری سمجھا جیسے وہ اسے دیکھ رہی ہو۔

"بیلا۔۔۔مجھے تم پر اعتبار ہے۔۔ایسا مت کرو"

خضر نے اسکا چہرہ ہاتھوں میں بھرنے کی کوشش کی پر وہ رسان سے اسکے ہاتھ پکڑ کر ہٹا گئی۔

"اعتبار نہیں تھا، نہ کبھی آگے ہو سکے گا۔ میں چند دن آپکی سنگت میں رہ کر دوبارہ سے دیکھ پانے کے خواب سجا رہی تھی کہ جلد از جلد آپکو دیکھوں۔ میں نے رسکی ترین سرجری کی ہامی بھر لی تھی جس سے میں کئی سال تک بھاگتی آ رہی ہوں۔ اس میں میری آنکھوں کی بینائی آنے کے تیس فیصد چانس ہیں مگر ہمیشہ کے لیے آنکھوں کے ہر کنارے سے نور ختم ہونے

کے ستر فیصد چانس ہیں۔ میں نے اتنا اعتبار اور پیار کر لیا چند دنوں میں آپ سے کہ میں اپنے ڈر سے لڑنے کو تیار ہو گئی اور آپ سے اک میرے کہے، میری ذات اور میری بے بس حالت کا اعتبار نہ کیا جا سکا۔"

وہ شدید کرب میں تھی۔

"ک... کیا؟"

اس شخص کی آواز بے اختیار بھاری ہو گئی۔

بیلا کی پلکیں جھکی ہوئی تھیں، مگر اس کی سانسوں کی بے ترتیبی اس کے اندر کے طوفان کی خبر دے رہی تھی۔

"میں نے سوچا تھا"

وہ آہستہ سے رندی آواز میں بولی۔

"اگر میں دیکھنے لگی تو سب سے پہلے آپ کو دیکھوں گی، آپ کے چہرے کو جسے میں صرف چھو کر یا یاداشت کی اک بھولی بسری یاد سے پہچانتی ہوں..."

خضر کے ہاتھ میں دبی انگوٹھی اس لڑکی کے درد پر لرز گئی۔

"میں نے خود کو تیار کیا تھا خضر، اس رسک کے لیے، اس ڈر کے لیے، اس ممکنہ اندھیرے کے لیے بھی... کیونکہ مجھے لگا آپ میرے ساتھ ہوں گے..."

خضر کی سانس سینے میں پھنس گئی۔

"اور آج..."

بیلا کی آواز ہلکی سی ٹوٹ گئی۔

"آپ نے ثابت کر دیا کہ میں غلط تھی..."

وہ دلبرداشتہ سی مڑنے لگی۔

خضر نے بے اختیار اس کا راستہ روک لیا۔

"نہیں... بیلا... فار گارڈ سیک"

اس لڑکی نے آہستہ سے سر اٹھایا، خضر کو یوں لگا جیسے وہ اسے دیکھ رہی ہو حالانکہ وہ دیکھ نہیں سکتی تھی۔

"تم نے مجھے بتایا کیوں نہیں؟"

وہ اس پر برہم تھا۔

"کیونکہ میں آپ کو سرپرائز دینا چاہتی تھی"

وہ مدھم سی مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔

"سوچا تھا ایک دن اچانک آپ کے سامنے کھڑی ہو کر کہوں گی کہ اب میں آپ کو دیکھ سکتی ہوں خضر۔ پر آپ کو تو میرا وجود اور اس وجود کا ہر درد ہی جھوٹ لگا"

خضر کے دل میں جیسے کسی نے مٹھی بھر کر درد ڈال دیا تھا۔

"بیلا۔۔۔ایسا نہیں ہے۔تم میری جان ہو۔۔مت کرو ایسا۔یہ سراسر زیادتی ہے میرے ساتھ۔یہ انگوٹھی اور اسکا میری ہتھیلی پر بوجھ مجھے ابھی سے مار رہا ہے۔میں کیسے رہوں گا تمہارے بغیر۔۔یہ کیسی سنگدلی ہے۔میں نے تمہیں یا تمہارے درد کو جھوٹ نہیں کہا۔انسان ہوں،غلط فہمی ہو گئی تھی۔۔۔اتنی بھیانک سزا؟"

وہ اپنے کیے پر خود بھی شرمندہ تھا تبھی معافی مانگتے اسکی آواز لرز رہی تھی،حالانکہ بیلا نے بھلے کچھ نہ دیکھا ہو پر اسکی محسوس کرنے کی حس عام انسان سے کئی گنا زیادہ تھی اور اس نے خضر کی بے اعتباری ہر موں سے چھلکتی محسوس کی جس نے اس لڑکی کا دل کرچیوں میں بدل دیا تھا۔

"بہت دیر ہو گئی خضر۔ ابھی کے لیے آرام کریں۔ بہتر ہو گا کہ صبح ناشتے سے پہلے واپس اپنے گھر چلے جائیں۔ میں اب آپکو دوبارہ کبھی محسوس کرنا نہیں چاہتی۔"

وہ اسکو عجیب و غریب گناہ کی دگنی عجیب و غریب سزا سنائے، خضر پر اس کمرے کی چھت گراتی ہوئی کمرے سے نکل گئی اور خضر نے کچھ دیر سرخ ہوتی آنکھوں سے اپنی ہتھیلی میں دبی انگوٹھی دیکھی، پھر اپنا فون بستر سے جھک کر اٹھائے وہ بھی باہر نکلا، اس کے تیز رفتار قدم باہر آکر اسکی گاڑی کے پاس آکر تھمے، جسے خضر نے پوری قوت سے اپنا بوٹ مارتے وہ رنگ وہیں گارڈن ایریا کی طرف غصے سے پھینک دی، شدید ہوتی بارش سے وہ مکمل بھیگ گیا تھا، سرخ انگارہ ہوتی آنکھوں سے اس نے اس بارش میں بھیگتے بنگلے کو دیکھا اور اپنی گاڑی میں سوار ہوا، کچھ ہی دیر میں چوکیدار کے گیٹ کھولتے ہی خضر نے اپنی گاڑی باہر نکال دی جبکہ اپنے کمرے میں بستر کی پائنتی کی جانب بیٹھی بیلا ہچکیوں سے رو رہی تھی، اسکی بے نور آنکھوں

سے بہتے آنسو اس لڑکی کی پوری شرٹ بھگو رہے تھے، وہ آزمائش لینے میں ایسی ہی سخت تھی تبھی تو خاور سلطان نے اسکی شادی ایک کاروباری معاہدے کی صورت طے کی تھی، اب نہ خضر پیچھے ہٹ سکتا تھا نہ بیلا کیونکہ وہ اپنی بیٹی کے اصولوں کو بخوبی جانتے تھے۔

.._____..

اک گہری اور طویل رات گزر چکی تھی، صبح اپنے تمام رنگوں سمیت عالم جہاں پر اتری تھی، رات بھر آسمان برسا تھا جس سبب صبح شدید سرد مگر شفاف تھی، دھند جھٹ گئی تھی، فجر کے وقت سوہا اٹھی اور اس نے امی بابا دونوں کو نماز کے بعد انکی پسندیدہ قوبئین چائے سرو کی تھی، پھر ان تینوں نے فجر کے کچھ دیر بعد ہی ساتھ ناشتہ کیا، سوہا کو کل سے امی بابا کی طرف سے بے شمار پیار ملا تھا جس پر وہ بہت خوش تھی، رئیس اب ویسے بھی جیل میں تھا تو اسے ایک طرح اطمینان حاصل تھا، وہ امی بابا کے ساتھ ناشتہ کر کے اپنے روم میں آئی تاکہ سیوانی جانے کے لیے تیار ہو سکے تو بیڈ پر پڑے

بجتے فون کی طرف لپکی مگر کال کسی ان نان نمبر سے تھی، پھر بھی سوہانے پک کی اور فون کان سے لگایا۔

"سوہاسومرو بول رہی ہوں۔ آپ کون؟"

سوہانے کال اٹھاتے ہی استفسار کیا مگر اس جانب کمرے کے ساتھ ملحقہ بالکونی میں کھڑی فاطمہ نور تھی جو اسے کال کر رہی تھی۔

"عاصم المیر ملک کی بیوی۔ فاطمہ نور"

سوہا کے ماتھے پر فوری پل پڑے۔

"تمہیں میرا نمبر کس نے دیا؟"

سوہا کو اسکا کال کرنا بلکل پسند نہ آیا۔

"عاصم کے فون سے لیا ہے۔ یہیں میرے بغل میں سو رہا ہے وہ تھک ہار کے"

کمرے میں عاصم موجود نہیں تھا بلکہ وہ اپنے بیڈ روم میں تھا، فاطمہ کی یہ بات سن کر سوہا نے جبڑے بھینچے کہ آخر وہ اسے یہ کیوں بتا رہی ہے، کیا مقصد ہے اسکا۔

"تو تم بھی سو جاو اسکے بغل میں، مجھے کال کرنے کی زحمت کیوں کی؟"

سوہا کا لہجہ واضح طور پر دہکا کیونکہ جو اس نے سنا وہ کسی صورت قابل برداشت نہ تھا۔

"اس لیے کہ وہ بھلے میرے ساتھ تھا پر آہیں تمہارے نام کی بھر رہا تھا۔ اس لیے تمہیں وارننگ دینے کے لیے کال کی ہے کہ میرے شوہر سے دور رہنا۔ میں اسے تم تک واپس نہیں آنے دوں گی۔ بھلے وہ مر بھی جائے۔"

سوہا اسکی دھمکی سنے ہنسی۔

"میں تمہارے جیسی نہیں ہوں کہ کسی کے نکاح میں ہوتے کہیں اور منہ ماروں۔ میرا ایک معیار ہے فاطمہ صاحبہ اور میں شادی شدہ ہوں۔ جسے چھوڑا اسے مڑ کر نہیں دیکھا کبھی، انہی میں تمہارا بغل میں سویا شوہر بھی شامل ہے۔ تمہیں مجھے دھمکانے کے بجائے اس پر توجہ دینی چاہیے کہ لڑھکتا ہوا میری طرف نہ آجائے کہیں۔ اور آئندہ مجھے کال کی تو مجھ سے برا کوئی نہ ہو گا"

سوہا نے سخت درشت لہجے میں اس بد دماغ عورت کو سمجھاتے کال کاٹ دی جبکہ فاطمہ نے جلن اور حسد میں جلتے ہوئے کٹی کال پر سکرین دیکھی، اگر وہ مہویر کے لیے مر رہی تھی تو آخر عاصم کے لیے یہ جلن کس چیز کی تھی، شاید اسکی عاصم کے لیے محبت آج بھی کہیں انگارے کی طرح اسکے سینے میں دبی زندہ تھی، عجیب تن من میں انگارے تیرے کہ وہ فون واپس کمرے میں آ کر بیڈ پر پھینکے اپنے نائیٹ سوٹ کا گاون پہنتی ہوئی، اپنے کمرے سے

نکلی، اور کچھ دیر بعد وہ عاصم کے کمرے میں داخل ہوئی جو سینے کے بل اپنے بیڈ پر دائیں جانب سویا ہوا تھا۔

"مجھے تم دور کیوں قبول نہیں۔ کیسی منافق ہو گئی ہوں میں؟ کیا چاہتی ہوں میں۔ تمہارے اور مہویر کے بیچ میں سے میری محبت کون ہے اور ضد کون ہے؟ کیسے پرکھوں؟"

وہ اپنے گاون کو وہیں اتارتی، زمین بوس کرے آہستہ سے قدم اٹھاتی ٹھیک عاصم کے سر پر آرکی، بلاشبہ وو آج بھی بے حد حسین تھی اور وہ شخص آج بھی وجاہت سے مالا مال تھا، یہ وہ عاصم تو تھا ہی نہیں جو وہ بن گیا تھا، جس سے اس لڑکی نے منہ موڑا تھا، یہ تو وہ عاصم تھا جسکی اس لڑکی نے کبھی تمنا کی۔

"تم سے کتنی محبت کی تھی میں نے عاصم ملک، خود کو چاہتے اس مہویر کو دھتکار دیا جو میرے لیے گردن کٹوانے کو بھی تیار تھا۔ پھر تمہاری دی

تکالیف پر میں نے تمہارے ہی دشمن موساب سے دوستی کر لی۔۔ تم قصور وار ہو میری بربادی کے۔ تم نے میری قدر نہیں کی تو دیکھو مجھ سمیت کسی نے میری قدر نہیں کی۔ کیوں کیا تم نے میرے ساتھ یہ؟"

عاصم کی سانسیں گہری اور بے ترتیب تھیں۔

فاطمہ کچھ لمحے اسے دیکھتی رہی، جیسے برسوں کی شکایتیں ایک ہی رات میں ادا کرنا چاہتی ہو۔

اس نے آہستہ سے ہاتھ بڑھایا، عاصم کے ماتھے پر بکھرے بالوں کو انگلیوں سے سنوارنے لگی۔

"کتنے بدل گئے ہو تم یا شاید میں ہی بدل گئی ہوں..."

اس کی آواز میں نمی تھی۔

عاصم نے ہلکی سی کروٹ بدلی۔ فاطمہ کا ہاتھ چونک کر رک گیا، مگر وہ جاگا نہیں۔ وہ آہستہ سے بیڈ کے کنارے بیٹھ گئی، اسکی آنکھ سے نمی بہہ رہی تھی۔

"مجھے سنبھالا کیوں نہیں، کیوں دربدر ہونے دیا تم نے۔ کیوں مجھ میں اپنے لیے نفرت بھری تم نے کہ میں اپنی ہی محبت کی دشمن بن گئی۔ ہم دونوں کا کیا ہم دونوں کی اولاد نے سہا۔ تم نے مجھے ایک بدکردار، بری اور گندی عورت بنا دیا عاصم اور تم اب مجھ پنچ سے دوستی چاہتے ہو؟"

وہ روتے ہوئے سسکیاں بھرتی اسکی بے خبری میں اس سے سوال کر رہی تھی، عاصم کو جیسے بہت دور سے سرگوشیوں میں روتی آواز سنائی دی تو اسکے احساسات لمحے میں بیدار ہوئے، وہ آنکھیں کھولتے ہی سامنے کے منظر پر یقین نہ کر سکا، وہ اسکے پاس بیٹھی، اسکے ہاتھ کی انگلیوں سے انگلیاں الجھائے آنسو بہا رہی تھی۔

"مرا نہیں ہوں۔ رو کیوں رہی ہو؟"

وہ یکدم چونکی، اپنی آنکھوں کے سارے آنسو رگڑ گئی۔

"مجھے لگا مر گئے ہو۔"

وہ اس سے پہلے اٹھتی، عاصم نے اسکی کلائی تھامی ہی کہ وہ واپس گرنے کے انداز میں وہیں بیٹھی جہاں سے اٹھی تھی۔

"پیار صرف ایک بار ہوتا ہے، وہ مجھے سوہا سے ہوا تھا۔ یہ حقیقت میں بھی اب بڑھاپے میں آکر جانا فاطمہ۔ اسکا یہ مطلب نہیں کہ میری زندگی میں آئی باقی دو عورتیں غیر اہم تھیں۔ محراب نے مجھے ہمیشہ نفرت دی پھر بھی میرے لیے قابل احترام رہی تبھی طلاق کے باوجود اس نے مجھ سے حفاظت مانگی کیونکہ میں اچھا شوہر نہ سہی، اچھا محافظ ضرور تھا۔ تم مجھ سے پیار کرتی تھی تو میں نے تمہارا بھی کوئی حق نہیں چھینا۔ نکاح کیا۔ بس اتنا چاہا تھا کہ اس رشتے اور اولاد کو ابھی سامنے نہیں لا سکتا۔ کاروباری شادی کا طوق

آسان نہیں ہوتا، میں نے ناپسند عورت جھیلی یہ میرا ظرف تھا۔ عورتوں کے دکھ تو سب کی زبان پر رہتے ہیں پر کبھی کسی نے ایک مرد کا دکھ سمجھایا جانا؟ نہیں۔۔۔ میں نے جس عورت سے واقعی محبت کی اسے میری پہلی شادی قبول نہ تھی، حالانکہ جب ہم نے نکاح کیا وہ میری ساری مجبوریاں جانتی تھی کہ میں اسے پورے حق نہیں دے سکتا لیکن یہ عورتیں دعوے کر کے مکر جاتی ہیں۔ پھر بھی وہ مجھے چھوڑ گئی۔ تمہیں جب ملا میں اک چھوڑا ہوا شخص تھا۔ سنبھلنے کی کوشش کرنا چاہتا تھا کیونکہ ایک پیاری سی چھوٹی لڑکی مجھ سے پاگلوں کی طرح پیار کر بیٹھی تھی تمہاری صورت، تمہیں تو میری پہلی دونوں شادیوں کا علم بھی تھا پھر بھی تم نے اپنی مرضی سے مجھے چنا۔ میں نے تمہارا ہر حق دیا، پھر بھی تم جذباتی عمر کی بچی ہی تو تھی، تم میرے دشمنوں کی چال میں آکر مجھ سے ہی نفرت کر بیٹھی۔ میری اولاد کے بارے مجھے دھوکے میں رکھا۔ بے وفائی کی۔۔۔ کتنا کچھ کیا تم نے مجھ ٹھکرائے آدمی کے ساتھ۔ اور اب یہ بھی میرا ظرف ہے کہ میں اسی اولاد

کی خاطر تمہیں معاف کر رہا ہوں۔ اور تم ہو کہ میرے سر پر آنسو بہا رہی ہو؟ میرے مر جانے سے کیا تمہارا دل ٹھنڈا ہو جائے گا؟"

وہ سسکیوں کو گھوٹنے کی بہت کوشش میں تھی پر بری طرح ناکام ہوئی تو عاصم اٹھ کر بیٹھا، یہ سچ تھا وہ روتی ہوئی کانپ رہی تھی اور یہ عاصم کو برا لگ رہا تھا، جیسی بھی تھی، اسکے بیٹے کی ماں تھی۔

"سوہا سے نفرت کرو گے پ۔۔ پھر دل ٹھنڈا ہو گا میرا۔ کیونکہ اس نے بھی تمہارے ساتھ بہت برا کیا۔ مجھے میرے حق واپس دو پورے تب سنبھلنے کا سوچوں گی ورنہ خود سمیت تمہیں بھی کہیں کا نہیں چھوڑوں گی"

وہ روتے ہوئے فیصلہ سنا رہی تھی جس پر عاصم کے جبڑے بھینچ سے گئے۔

"میں آل ریڈی کہیں کا نہیں ہوں، سوہا سے محبت ختم نہیں کر سکتا۔ وہ میری پہلی اور آخری محبت ہے۔ لیکن یہ عہد کرتا ہوں اسے دوبارہ پانے کی کبھی کوشش نہیں کروں گا، تم دیکھ لو اگر گنجائش بنتی ہے تو ٹھیک ورنہ

میرے لیے تمہارا سنبھلنا اتنا بھی اہم نہیں کہ میں اسکی خاطر اپنا دل اجاڑ لوں۔ میری زندگی پہلے ہی اجڑ چکی ہے فاطمہ نور، کم از کم میرے دل کو آباد رہنے دو۔ تمہیں اگر مجھ سے اب بھی محبت ہے تو میرے دل کو میرے سکھ سے خالی مت مانگو"

وہ بھی اسکی طرح شدید بے بس تھا، وہ ضدی عورت بنی سر نفی میں ہلا گئی۔

"نہیں۔ اس سے کم پر نہیں ہو گا یہ سب حل۔ تم سوہا کو نہیں بھول سکتے تو میں تمہیں مزید اذیت دوں گی۔ یہ تم نے خود چنا ہے عاصم ورنہ میں اپنی ساری انا اک طرف کیے تمہارے پاس آئی تھی"

وہ اپنی ضد پر پہاڑ سی ڈٹی تھی۔

"میری بیٹی کی زندگی میں زہر گھولنے یا اسکا سکون برباد کرنے کا سوچا تو میں تمہیں دنیا کا سب سے برا انسان بن کر دیکھاوں گا فاطمہ"

عاصم کی دھمکی سنے وہ وہشت سے اٹھ کھڑا ہوتی ہنسی۔

"تم آل ریڈی دنیا کے سب سے برے انسان ہو۔ ویٹ اینڈ واچ۔۔۔"

وہ اس وقت جن زادی بنی چلائی جس پر عاصم نے لحاف اٹھا کر پرے مارا اور دروازے کی طرف جاتی فاطمہ کی بازو اپنی مٹھی میں دبوچ کر اسے گھسیٹ کر واپس کمرے میں لایا۔

"فاطمہ۔ ہوش میں آو۔۔۔ اگر تم نے اب مجھ سے دھوکہ یا بے وفائی کی تو بے موت ماری جاو گی"

وہ اسکی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے طیش سے غرایا جبکہ اسکی دہشت سے فاطمہ نے اک ہلکی جنبش تک نہ کی۔

"اپنا وپھر مجھے۔ پورے کا پورا۔ ابھی"

وہ سرخ آنکھوں سے اسے دیکھتی دگنا چلائی۔

"نہیں کر سکتا یہ۔ تم سمجھ کیوں نہیں رہی یہ بات۔ وقت کے ساتھ ہم ٹھیک ہو جائیں گے صبر رکھو"

وہ اسکی بات سنے بنا اسکے ہاتھ جھٹک کر چلائی۔

"وہ وقت کبھی نہیں آئے گا کہ تم میری طرف اپنی خوشی سے بڑھو گے، اس لیے لعنت بھیجو مجھ پر۔ میں بھی تم پر بھیجتی ہوں۔ اب میں وہی کروں گی جو میرا دل چاہے گا"

وہ خودسری کا جہاں بنی چلا اٹھی تھی جبکہ عاصم نے زبردستی اسے شانوں سے دبوچ کر اپنے قریب کیا۔

"تم پچھتاو گی فاطمہ۔۔۔ میں تمہارا انجام بہتر کرنے کے جتن کر رہا ہوں اسے بدتر مت بناو۔ تمہیں علم نہیں اک بے وفا وجود کو محبت سے چھونا ظرف کے بجائے ہمارا لہو وصولتا ہے۔ کیسے بڑھوں تمہاری طرف؟ کیسے آخر؟"

وہ بھی جیسے پھٹ پڑا تو وہ طنزیہ ہنسی۔

"خود تو جیسے وفا کے پیکر ہو تم، گھٹیا کمینے خود غرض آدمی"

وہ دگنا چلائی۔

"میں نے کبھی دعوی نہیں کیا کہ باوفا ہوں۔ تم نے کیا، تم مکری۔۔۔ میں نے تو سرے سے ایسا کچھ کہا ہی نہیں تھا۔ پھر بھی میں کمینہ بھی ہوں اور گھٹیا بھی، خود غرض بھی ہوں"

وہ بھی تکرار میں سخت لہجے پر اترا۔

"مجھے میرے ہر جرم کے باوجود اگر تم نے آج نہ سنبھالا تو انجام کا شکوہ کرنے کسی کی قبر پر مت جانا پھر"

وہ اسے دھمکا رہی تھی، عاصم کی آنکھوں میں لہو اترا۔

"کیا بکواس کر رہی ہو؟"

وہ جیسے خوفزدہ ہوا جس پر وہ پاگلوں کی طرح ہنسی۔

"قبر کسکی ہو گی یہ تم چنو گے۔"

وہ سرخ انگارہ آنکھوں سے ہنستی روبرو ہوئی، خود کو بے لباس کرنا ہی چاہا جب عاصم نے اس پر سے آنکھیں ہٹالیں، فاطمہ نے مسکرا کر اپنی اترتی شرٹ وہیں سے واپس پہنی اور عاصم کے اسی موڑے چہرے کو دیکھتی وہ تیزی سے کمرے کی حدود پھلانگ گئی، عاصم نے پیچھے جانا چاہا پر اسکے پیر جیسے پتھر کے ہو گئے اور فاطمہ نے اپنے کمرے میں واپس آتے اپنے کمرے کی ہر شے تہس نہس کر دی، ہر چیز جو اسکے ہاتھ لگی توڑ پھوڑ ڈالی، اسکے اندر کی تکلیف کیا تھی وہ تو بس اللہ ہی جانتا تھا لیکن وہ کم از کم اسکے بعد اپنی رہی سہی انسانیت بھی کھو چکی تھی۔

.._____..

فجر کے لیے انیس جلدی اٹھ کر مسجد نکلا تھا کیونکہ عصر اسکے ساتھ جانے والا تھا کیونکہ دن میں نکاح کے لیے امام مسجد کو اطلاع دیے انکا وقت بھی لینا تھا، جبکہ مینشن کی غیر معمولی سجاوٹ تو شروع ہو چکی تھی جبکہ عصر کی خواہش تھی کہ وہ بنا کچھ بتائے کہ وہ جانتا ہے وہ صنم زمان کا بیٹا ہے، انکی اپنے نکاح میں شرکت چاہتا ہے جس وجہ سے انیس نے اسکی خواہش کا احترام کرتے اپنی مسیحا کو علوی مینشن آنے کی دعوت دی، وہ اس نکاح کے خیر و عافیت سے ہونے کے بعد اپنے مجرموں سے تسلی کے سنگ حساب لینا چاہتا تھا۔

وہ جب واپس آیا تو اسکی جان سور ہی تھی، بہت سے حسین لمحوں کو جینے کے بعد اس میں اتنی ہمت ہی نہ تھی کہ وہ صبح جاگ پاتی تبھی انیس نے اسے نو تک سونے دیا تھا، لیکن جیم سے آنے کے بعد فریش ہوا تو وہ اب موجود نہ تھی، وہ ریڈی ہو رہا تھا، اور اسکی محترمہ کمرے سے غائب تھیں۔

تبھی دروازہ کھلنے پر وہ اندر آئی، بھورے رنگ کا سادہ نِٹڈ پل اوور، اندر سفید شرٹ اور ہلکے کریم کلر کی فِٹ پینٹ پہنے ہوئے وہ مرر کے سامنے کھڑا لشک رہا تھا۔

پاؤں میں سفید اسنیکرز اور کلائی پر عرشیہ کی دی گھڑی اُس کی نفیس اور کلاسک شخصیت کو مکمل کر رہی تھی، جب عرشیہ نے وہیں بکھرے بستر پر سے تکیہ اٹھا کر شان دار شوہر نامدار کی طرف گولی سا برسایا۔

"کیا رات اسٹابری کھلانے کا طریقہ پسند نہیں آیا جو اتنی ناراض ہو خاتون"

انیس کے آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر پرفیوم خود پر چھڑکنے اور لگتار ایسا کرنے پر عرشیہ نے اسکے ہاتھ سے پرفیوم کا جار لیتے واپس رکھا۔

"ہاں نہیں آیا پسند۔ تم اس رداسے کیوں ملنا چاہتے ہو؟ علیم خان نے بتایا مجھے۔ ساتھ چلنے کا کہا کہ میں چلوں۔ اس پیور قسم کے عورت بیزار آدمی کو کیوں بھیج رہے ہو۔ پہلے تو اس کا حساب دو کیا بات کرنی ہے اس سے؟"

انیس نے دلچسپی سے عرشیہ کو دیکھا جسے وہ بہت دن بعد جیلس دیکھ کر نہال ہو چکا تھا۔

"امم میں نے اس سے دراصل شادی خانہ آبادی کا پوچھنا ہے"

انیس نے جس معصومیت اور شرمیلے انداز میں یہ گل فشانی کی، عرشیہ نے پوری قوت سے مکا اسکے ٹھیک پیٹ میں دے مارا۔

"آہہ۔۔ ظالم لڑکی۔ تم نے میرا پیٹ ہلا دیا۔ ابھی ناشتہ بھی نہیں کیا تھا میں نے اپنی بیوی کو بہت ساخوش کرنے کے بعد افف میری شوگر لو ہو گئی"

وہ جو ابھی مزید اس نمونے پر ہاتھ پیر چلانے والی تھی، اسکے اتنے ڈرامے پر ہی مسکرا دی۔

انیس نے آہستہ سے اپنا پیٹ سہلاتے ہوئے عرشیہ کو گھورا، مگر لبوں پر اب بھی شرارتی مسکراہٹ تھی۔

"ویسے بیوی جان... اتنی جلن؟ مجھے تو لگا تھا تمہیں کوئی فرق ہی نہیں پڑے گا۔"

عرشیہ نے بھنویں سکیڑ کر اسے دیکھا۔

"فرق کیوں نہیں پڑے گا؟ آخر شوہر ہو تم میرے... اور ویسے بھی..."

وہ کہتے کہتے رک گئی۔

"ویسے بھی...؟"

انیس فوراً اس کے قریب آیا، جھک کر اس کی آنکھوں میں دیکھنے لگا اور لمحہ لگاتے اس سیاہ ٹاپ اور بھوی لانگ سکرٹ میں ملبوس عرشیہ کو اپنی بازوؤں میں بھر گیا، عرشیہ نے نظریں چرائیں۔ "ویسے بھی تم حد سے زیادہ اوور ہنڈسم ہو۔ ہر کسی سے جان لیوا والے روڈ انداز میں بات کرنے کی عادت ہے تمہیں۔ وہ بیوہ ہوئی ہے ابھی، تم پر دل ہار گئی تو"

عرشیہ کی باتیں سنے انیس کی مسکراہٹ گہری ہو گئی۔

"اوہ... تو اصل مسئلہ یہ ہے۔"

وہ اسکے چہرے کے مزید قریب آیا تو عرشیہ اسکی گرفت سے نکل کر پیچھے ہٹی مگر دیوار سے جا لگی۔ انیس نے دونوں ہاتھ دیوار پر ٹکا دیے۔

"مجھے ردا میں کوئی دلچسپی نہیں۔"

انیس نے جھک کر عرشیہ کا رخسار چوما۔

"پھر کیوں مل رہے ہو؟"

عرشیہ نے فوراً سوال داغا۔

"کیونکہ..."

وہ جھکا اور اس کے کان کے قریب سرگوشی کرنے کی تیاری کی۔

"وہ اس کمینے شازان کے خاتمے کے لیے سرپرائز پلان کر رہی ہے اور میں اس میں اس کا پارٹنر ہوں۔"

عرشیہ کا غصہ یکدم حیرت میں بدل گیا۔

"سچ؟"

وہ خوفزدہ ہو کر بڑبڑائی۔

"نہیں... جھوٹ۔"

انیس نے ہنستے ہوئے کہا اور فوراً پیچھے ہٹ گیا۔

"انیسسسس!"

عرشیہ نے نیچے گرا تکیہ اٹھا کر اس کی طرف اچھالا۔

وہ ہنستے ہوئے دروازے کی طرف بھاگا۔

"اچھا ٹھیک ہے، سچ بتادوں گا مگر پہلے ناشتہ... ورنہ واقعی شوگر لو ہو جائے گی میری۔"

عرشیہ نے مسکراتے ہوئے سر جھٹکا۔

"تم واقعی ایک نمبر کے ڈرامے باز ہو سڑو"

انیس دروازے پر رکا، مڑ کر اسے دیکھتے ہوئے فلرٹی نگاہیں اس آپسراہ پر جمائیں۔

"میری جان، لو وبائیٹس چھپالو پھر ناشتے کی ٹیبل پر آنا۔ ورنہ دنیا یقین نہیں کرے گی کہ تمہارا یہ سڑو اکیلے میں کتنا بھوکا بھیڑیا بن جاتا ہے۔ تمہاری لیے اچھا سا میک آپ منگواتا ہوں کوریا سے"

وہ اسکی شوخی پر گلاب ہوتی ہنسی تھی، انیس کے جانے کے بعد بھی اسے خود سے حیا ہی آئی کیونکہ کل کی رات تو پہلی والی رات سے زیادہ تباہی تھی۔

جبکہ دوسری جانب منائم تو اٹھ چکی تھی پر کب سے واش روم کا دروازہ بند تھا اور اس سے اب مزید واش روم روکنا مشکل ہوا جس سبب وہ مجبورا مما کے کمرے میں گئی، فری ہو کر کمرے میں آئی تو اب تک واش روم کا دروازہ بند تھا اور اس آدمی کی اندر سے کوئی آواز تک نہ آرہی تھی۔

"کب سے کیا کر رہے ہیں آپ اندر؟"

واش روم کے دروازے سے چپکی وہ قدرے اونچا بولی تا کہ اس بہرے کو سنائی دے، وہ بہرا جو باتھ ٹب میں جھاگ کا طوفان اکھٹا کرے پڑا انہا کم، جھاگ اڑا اڑا کر کھیل زیادہ رہا تھا۔

"میں پکوڑے تل رہا ہوں"

مہویر کی جلی کٹی آواز پر وہ آنکھیں پھیلا گئی،

باٹھ روم میں اگر یہ پکوڑے نہ تل رہا ہوتا تو منائم نے اسے ضرور فرائے کر دینا تھا۔

"پکوڑے۔ مہویر۔۔ کیا تکلیف ہے آپکو۔ اور یہ کیا ہر جگہ جھاگ۔ اوہ میرے خدا کون کہہ سکتا ہے آپ بیالیس سال کے ایک سنسیبل آدمی ہیں۔ مجھے تو لگ رہا ہے ابھی دو سال کا بچہ اڈاپٹ کیا ہے۔ کیا ہے یہ سب؟"

پکوڑوں کا سنے وہ اندر تو آئی پر دروازے والے ایریا کو چھوڑ کر پورا فرش دو دو انچ کی جھاگ میں ڈوبا تھا اور وہ باتھ ٹب میں نمونہ جھاگ کے اندر چھپا بس تھوڑا منہ سے نظر آپا رہا تھا۔

"مجھے میری بیوی پیار نہیں کرتی اس لیے

آج میں ڈوب جاوں گا یہیں"

وہ بچہ بنا ہی نہیں تھا، انداز بھی وہی معصومانہ تھا، منائم نے کوفت سے اپنے ماتھے پر ہاتھ مارا۔

"اوہ پلیز مہویر... باہر آئیں۔ یہ بچپنا بند کریں۔"

وہ احتیاط سے قدم رکھتی باتھ ٹب کے قریب آئی مگر جھاگ اس قدر تھی کہ ٹب کہاں ختم ہو رہا ہے اور فرش کہاں شروع، کچھ اندازہ نہ تھا۔

"مجھے کسی نے روکا ہی نہیں اس بچپننے سے۔ مجھ سے کوئی پیار ہی نہیں کرتا"

مہویر نے معصومیت سے کہا اور ایک جھاگ بھرا ہاتھ باہر نکال کر ہوا میں لہرا دیا۔

"روکنے والی میں ہی ہوں اور میرا پیار نظر نہیں آرہا تو اپنے ڈیلوں کا علاج کروائیں... اور اگر میں پھسل گئی تو یاد رکھیں میں آپکو واقعی ڈبو دوں گی یہاں"

منائم نے دھمکی دی تو وہ فوراً سیدھا ہو بیٹھا۔

"سچ؟"

وہ احتیاط سے چلتی اس تک جاتی بہت پیاری لگی کہ اسے بھی اپنے وجود میں نمودار ہوتی جان کا احساس تھا۔

"بالکل سچ"

وہ اسکے قریب آئی تو اسکا اچانک پاؤں پھسلا۔

"آآآ... مہویر...!"

وہ چیخی مگر اگلے ہی لمحے اسکے بازو مضبوطی سے تھام لیے گئے، کمر شدت رکھتی قوت سے جکڑ لی گئی، جھاگ سے بھرے ٹب کے اندر سے نکلا مہویر اب آدھا بھیگا ہوا اسے سنبھالے ہوئے کھڑا تھا۔

"تو مجھے ڈبو دو، باتھ ٹب میں نہ سہی اپنی آنکھوں میں ہی سہی"

اسکی آنکھوں میں شرارت چمک رہی تھی، وہ سر سے پیر ابھی تک جھاگ میں لپٹا، ننگا تر نگا کھڑا تھا، تن پر اک بلیک بریف کے سوا کچھ نہ تھا جو بھیگ کر جھاگ کے اندر رہی ڈوبا مہویر سے چپکا تھا۔۔

"چھوڑیں مجھے... سارا نائٹ سوٹ خراب کر دیا میرا"

وہ اسکی قربت اور وہ بھی ایسی بے باک والی کے لیے تیار نہ تھی۔

"تو بدل لینا سوٹ... ویسے بھی..."

وہ ذو معنی سے لہجے میں کہتے رک گیا۔

"ویسے بھی کیا؟ ہاں۔۔۔ کیا ارمان پال رکھے ہیں؟ کونسی خواہش ابل رہی ہے"

منائم نے آنکھیں تنگ کیے مطلوبہ مہویر کے ارادے بھانپے تو وہ کمینگی سے مسکرایا۔

"ویسے بھی یہ کہ میری بیوی بھیگ کر اور پیاری لگتی ہے"

وہ خود کو اسکے مزید اپنے سینے لپٹانے پر جھینپ گئی مگر فوراً خود کو سنبھالا کیونکہ بہکنا افورڈ نہیں کر سکتی تھی۔

"آپ واقعی بیالیس سال کے ہیں؟ مجھے شک ہونے لگا ہے"

منائم نے اسکا یہ چپکنا جھٹکا اور سامنے ہوئے مہویر کی گال، اسکی گردن پر انگلیوں کی پوریں پھیر کر جھاگ ہٹائے سوال کر گئی۔

"بیوی اگر ناراض ہو تو شوہر کو بچہ بننا پڑتا ہے"

مہویر نے سنجیدگی سے اطلاع دی تو منائم کے چہرے کی سختی نرم پڑ گئی۔

"میں ناراض نہیں ہوں..."

وہ اسکی گالوں پر سے جھاگ ہٹاتی بولی۔

"تو پھر پیار کیوں نہیں کرتی؟"

مہویر کے تڑپ اٹھنے پر وہ خاموش ہو گئی۔

چند لمحوں کی خاموشی کے بعد اس نے آہستہ سے مہویر کی بازو اپنے اطراف سے کھولیں اور اسکو پکڑ کر شاور تلے لائی، شاور کھلتے ہی گرم پانی کی پھواروں نے جھاگ والے موصوف کی وجاہت و توبہ شکن دلکشی بے نقاب کی تو وہ بھی اسکے روبرو مکمل بھیگ کر رہ گئی، اور اسے اس طرح دیکھ کر کان کی لو تک سرخ ہونا اپنا سلیقے سے چھپا بھی گئی۔

جھاگ مہویر میثاق کے کسرتی پہاڑ وجود سے اترنے کی دیر تھی کہ اس نے مہویر کے جسم پر سے نگاہیں ہٹاتے شاور بند کیا پھر ہاتھ اوپر کیے ہینگر سے تولیہ اٹھایا...

اسکے بالوں اور سر کے گرد لپیٹ کر وہ اسکے گیلے بال خشک کرنے لگی، اسکی داڑھی پر بھی ٹاول نرمی سے رگڑا، لیکن فوکس اسکا مہویر کے گھنے بھیگ کر ہر طرف بکھرے بالوں کی نمی تولیے میں جذب کرنے پر تھا۔

"یہ پیار نہیں تو اور کیا ہے مہویر؟"

منائم کا چہرہ اس سے یہ پوچھتے ہلکا سا سرخ ہوا تو مہویر نے اسکے بھیگے وجود کو پھر سے اپنی بازوؤں میں آسودگی سے بھرا، دونوں کے سینے آملے، انکی آنکھوں کے مابین کم اور چہروں کے بیچ مختصر ترین جگہ رہ گئی۔

"میں بھی یہی سوچ رہا تھا۔ رات تم نے بہت ظلم ڈھایا۔ اک لمحہ نہیں سو سکا میں، کیوں ہو دور اب تک؟ جب معاف کر چکی ہو تو مجھے اس معافی کا احساس کیوں پانے نہیں دے رہی؟"

وہ اتنے قریب تھے کہ سانسوں میں سانس لے پانا ہی ان کے سینوں میں دبے دل دھڑکنے کی ضمانت بنا ہوا تھا۔

"معاف کیا ہے لیکن پورا نہیں۔ جب پورا معاف کر دوں گی تو دور نہیں رہوں گی۔ جلدی سے چینج کر کے آئیں ہمیں ہوسپٹل جانا ہے۔ مجھے پتا ہے ایسا کچھ نہیں ہو گا جسکی آپ نے امیدیں باندھ رکھیں ہیں، اور اگلے کچھ ماہ

ایسا امید بھی مت کریں کیونکہ میں اتنی جلدی آپکو اپنے قریب آنے نہیں دوں گی"

مہویر کے ہونٹوں پر بے خود سی مسکراہٹ آئی، وہ اس کے چہرے کو بغور دیکھتا رہا جیسے اس کی ہر ضد، ہر ہچکچاہٹ، ہر فرار کا چپکے سے صدقہ اتار رہا ہو۔

"تمہیں واقعی لگتا ہے، میں اس لیے بے چین ہوں؟"

اس کی آواز غیر معمولی طور پر نرم تھی مگر اس نرمی میں عجیب سی بے باکی بھی شامل تھی۔

"اور کیا؟ میرے قریب آنے کو ترس رہے ہیں آپ"

منائم نے بھنویں سکیڑ کر اس پر الزامات کی بارش کر دی۔

مہویر نے آہستہ سے اپنا ماتھا اس کے ماتھے سے جوڑا تو وہ ایک دوسرے کی بھیگی سانس کی خوشبو اپنے اندر اترتی محسوس کر اٹھے۔

ان کے بھیگے وجود ایک دوسرے سے اور بھی قریب ہو گئے۔

"میں نے رات تمہیں چھونے کی خواہش سے زیادہ، تمہیں کھونے کا خوف محسوس کیا"

وہ اسکے الفاظ کی تمازت پر تھم گئی۔

"مجھے کھونے کا ڈر؟"

وہ روبرو ہو کر بولی۔

"ہاں، تمہیں کھونے کا ڈر، میرے قریب رہو۔ دور ہونے کی کوشش مت کرو"

اس نے دھیرے سے مزاحمت کرتی اس لڑکی کو خشمگیں نظروں سے دیکھتے گھورتے ہوئے اس کی کمر پر اپنی گرفت شدید مضبوط کی کہ گرفت کی سختی پر منائم کے لبوں سے سسکی سی نکلی۔

"آرام سے، میری کمر میں ہلکا سا کھنچاو ہے۔ درد مت دیں مجھے"

منائم کی آنکھوں میں بے چینی کی شدت سے آتی نمی کی پرت دیکھتے اور اسکے منمنانے پر مہویر نے اسکی دیوانگی سے دونوں آنکھیں چومتے، اپنی گرفت نرم کی۔

"درد کون کافر دے رہا ہے، میں تو تمہیں خود میں جذب کرنا چاہ رہا تھا۔ میری جان، تمہیں تو چھوتے ہوئے ڈر لگتا ہے اب مجھے۔ مزاحمت کرو گی تو خود بخود میرے رویے میں شدت آئے گی اس لیے میرے سینے سے لگی رہو تاکہ میں بات کر سکوں"

وہ اسکی پر استحقاق وارننگ پر گہرا سانس بھر گئی۔

"تم دور ہوتی ہو تو مجھے اپنی پرانی زندگی یاد آجاتی ہے، اپنے گناہ یاد آجاتے ہیں، اپنی غلطیاں یاد آجاتی ہیں... مگر جب تم قریب آتی ہو تو سب کچھ ٹھیک لگنے لگتا ہے"

منائم کی آنکھوں میں ہلکی سی نمی آئی مگر وہ اب بھی نہ پگھلی۔

"یہ جذباتی باتیں مجھ پر اثر نہیں کریں گی..."

مہویر ہلکا سا جھکا، اس کے کان کے قریب آکر سرگوشی جیسا انداز اپنایا۔

"اثر تو ہو چکا ہے... تمہاری باڈی لینگویج بدل رہی ہے"

منائم کی سانس اسکی بے باک سرگوشی پر ہلکی سی تھمی، اس نے خود کو چھڑانے کی کوشش کی مگر مہویر نے اسے جانے نہ دیا۔

"شش۔۔ میں پسلیاں توڑ بیٹھوں گا تمہاری، مجھ سے خود کو چھڑوانا بند کرو"

وہ اسکو ایسے ڈرا گیا کہ وہ سانس روک کر اسے دیکھنے لگی۔

"چھوڑیں مجھے م۔ مہویر۔۔ میں کوئی کھلونا نہیں"

وہ تڑپی کہ اس کا دم گھٹ رہا تھا۔

"نہیں... ابھی نہیں..."

اس شخص کی آواز میں مردانہ ٹھہراؤ تھا جس کے سامنے منائم کا دل بے اختیار دھڑک اٹھا۔

"تم کہہ رہی ہو کچھ ماہ دور رکھو گی مجھے..."

وہ ذرا سا پیچھے ہٹا اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولا۔

"کیا واقعی تم خود کو اتنے دن روک سکو گی؟"

منائم کے گالوں پر سرخی اور گہری ہو گئی۔

"میں... میں بالکل روک سکتی ہوں..."

وہ جیسے اپنی کمزوری کی ڈھال بنی۔

"سچ؟"

اس نے آہستہ سے اس کے بھیگے بال کان کے پیچھے کیے، اس کی انگلیوں کا لمس منائم کے بدن میں ہلکی سی کپکپاہٹ دوڑا گیا۔

"پھر یہ کپکپاہٹ...؟"

منائم کی سانس اسکی نگاہوں کی شدت پر تیز ہو گئی۔

"یہ... یہ سردی ہے..."

وہ ڈرامائی سا کپکپائی۔

"تم جھوٹ بولنے میں بہت اناڑی ہو مانو۔۔"

وہ اسکا مزاق اڑاتے مسکرایا تو وہ پھر سے مزاحمت کر اٹھی مگر مہویر نے اسکا ہاتھ پکڑ کر اپنے سینے پر رکھا۔

"محسوس کرو، صرف تمہاری وجہ سے دھڑک رہا ہے..."

منائم کے ہاتھ کے نیچے اس کا دل واقعی بے ترتیب دھڑک رہا تھا، اس کی اپنی سانس بھی تیز ہو گئی۔

"مہویر..."

اس کی آواز کمزور پڑ گئی، وہ اپنی ہتھیلی تلے اس شخص کا ٹھنڈا بھیگا سینہ یکدم گرم ہوتا محسوس کیے ڈری، یہ جذبات کی گرمائش تھی جو اس شخص کے بدن پر چڑھ رہی تھی اور منائم کو بھی اپنی لپیٹ میں لے رہی تھی۔

"مجھ سے جتنا دور جاتی ہو، اتنا میرے سینے میں دگنی آب و تاب سے دھڑکتی ہو تم"

وہ اسکا ماتھا چوم کر اس لڑکی کے دل میں برپا ہر قہر شانت کر گیا۔

"اف۔۔۔ آپ کیوں کر رہے ہیں ایسا؟"

وہ اس لمس پر سکون پا گئی پر اسکا سوال دلکش تھا۔

"میں مر رہا ہوں تم پر، یہ میرا تم پر لٹنے اور فدا ہونے کا انداز ہے۔ اب جاو مجھے کپڑے پہننے دو۔ کیا کب سے میرے حسن اور ہاٹنس کے مفت مزے لیے جا رہی ہو۔ چلو وہ رہا راستہ۔ بدلو تم بھی جا کر کپڑے"

وہ اس کے دور کرنے پر دور ہوئی پر اس طرح مہویر کے چھیڑنے پر وہ بدلہ لیے بنا کیسے جاتی، فوری موونگ شاور نکال کر کھولتے سیدھا اسکا منہ مہویر کی طرف رکھتے آن کیا، جتنا تولیے سے اسے خشک کیا، دگنا اس نے مہویر کو بھیگو دیا۔

"ل۔۔ لڑکی۔۔۔ مت کرو۔۔۔ میں کھا جاوں گا تمہیں۔۔۔"

منائم نے ہنسی روکنے کی ناکام کوشش کی، پانی کی دھار سیدھی اس کے چہرے پر پڑ رہی تھی اور مہویر آنکھیں میچ کر پیچھے ہٹنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"بس کرو... منائم...!"

وہ ہنسی نہ روک سکی۔

"میں نے کوئی نظارے نہیں لیے بے شرم آدمی، بلکہ آپ مجھ سے لپٹنے کے بہانے ڈھونڈ رہے تھے۔ الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے"

مہویر نے اچانک آگے بڑھ کر شاور اس کے ہاتھ سے جھپٹ کر اگلے ہی لمحے دھار اس کی طرف موڑ دی جو محترمہ کچھ زیادہ ہی چونچ چلا رہی تھیں

"مہویر ر...!"

وہ ہلکی سی چیخی، مگر دیر ہو چکی تھی، اس کا نائٹ سوٹ مکمل بھیگ چکا تھا۔

"برابر کا بدلہ اسے کہتے ہیں۔ بڑی آئی مجھے ترسا شوہر ثابت کرنے والی"

اس نے فاتحانہ انداز میں نقل اتارتے منہ بسورا۔

منائم نے ہونٹ بھینچے، مگر اس کی آنکھوں میں چمک تھی جو مہویر کی الو والی حرکتیں دیکھ کر بیدار ہوئی تھی، وہ اسکو مکمل بھیگو کر شاور بند کرے، اسے

ہینگ کرتا پیار سے منائم کے بال پکڑ کر اسکی سرخ مسکراتی آنکھیں دیکھنے لگا۔

منائم کے بھیگے بالوں سے پانی نچوڑنے اس نے اسکے بھیگے بالوں کو اپنے ہاتھ میں بھر کر ہونٹوں کے پاس لاتے چوما۔

"بیمار ہو جاؤ گی، پھر کہو گی میں نے خیال نہیں رکھا... کپڑے بدل لو پہلے تم، میں ویٹ کرتا ہوں۔ میرے دل کا ٹکڑا"

وہ اسکی گالوں کو چومتا ہوا دروازے کی طرف بڑھا تو وہ عقب سے اس پر گول کیا تو لیہ ہی پھینک گئی۔

"ٹکڑا نہیں ہوں"

وہ پلٹا تو اک بار پھر منائم کے گال اس شخص کی برہنہ کسرتی وجاہت پر لال ہوئے اوپر سے اس کمینے کا بے خود مسکرانا۔

"پورا دل ہو تم میرا منائم ملک۔۔۔ جلدی سے آو چینج کر کے۔"

وہ اسکی پوری دنیا مہکا کر اوجھل ہوا تو منائم نے بے اختیار اپنے پیٹ پر ہاتھ رکھا، اسکو درد سا محسوس ہوا تھا، اور یہ درد بلکل پیریڈ پین جیسا تھا، وہ جو مسکرانا چاہتی تھی، اس درد کے اثر نے اسکا مسکرانا بھی نڈھال کر دیا۔

.._____..

"تم رات ہی آ گئے تھے؟ ابھی میڈ نے بتایا۔ اور یہ صبح صبح کہاں چل دیے۔۔۔ خضر؟"

مما کے پکارنے پر وہ جو وارڈرب ایریا میں کھڑا بلیک پینٹ کے ہمراہ شرٹ نکال رہا تھا، محراب کی حیرت پر بھی ٹس سے مس نہ ہوا تبھی تو وہ اختتام تک خود ہی اس تک چلی آئی۔

"ڈیڈ نے بلایا ہے پیلس، یمل ملک سے ملوں اور اسے سکول ڈراپ کروں۔ جی مما میں رات کو واپس آ گیا تھا۔ مناسب نہیں لگ رہا تھا وہاں رکوں۔ کیا مہویر اور منائم آ گئے ناشتے کے لیے؟"

وہ سنجیدگی سے اپنی شرٹ پہن کر انکے بٹن بند کرنے کے بیچ محراب کے سوالوں کے جواب جس انداز میں دے کر خاموش ہوا وہ محراب کو مطمئین کرنے کے بجائے مزید فکر مند کر گیا۔

"منائم کی ہوسپٹل اپائنٹمنٹ ہے تو وہ دونوں جلدی نکل گئے، تم اپنے ڈیڈ اور بھائی کے ساتھ کر لینا ناشتہ۔ میں ویسے بھی صرف کوفی لوں گی۔ میری جان ٹھیک ہے؟"

محراب کو پریشانی بس خضر کی تھی جو کچھ زیادہ ہی سنجیدہ اور ڈرا دیتے رعب میں لپٹا تھا۔

"جی مما ٹھیک ہوں۔ میرا فون خراب ہو گیا ہے، کال پک نہ کی تو فکر مند مت ہوئیے گا۔ ابھی جاتے ہوئے نیا لے لیتا ہوں"

محراب کی نظر سائیڈ ٹیبل پر پڑے خضر کے فون پر گئی جسکی سکرین یوں تھی جیسے پچک سی گئی ہو اور مما کی اس پر نظر پڑتے ہی وہ وضاحت بھی دے گیا، محراب نے بغور خضر کو دیکھا جو بظاہر پر سکون اور ٹھیک تھا پر محراب کا دل اس بات سے مطمئین نہیں ہو پا رہا تھا۔

"خضر۔ کوئی بات ہوئی ہے کیا میری جان؟ ادھر دیکھو۔ کیا کچھ ایسا ہے جو میں نہیں جانتی؟ اتنی سخت بارش میں تم واپس آئے، دیکھو چہرہ کیسے گرم بھی ہو رہا ہے۔ بھیگے تو نہیں ہو؟"

محراب نے اپنے دونوں ہاتھ جب خضر کے چہرے کے اطراف جمائے تو اسے خضر کا چہرہ گرم محسوس ہوا، ساری رات اس شخص نے اذیت میں کاٹی تھی، جسم پر گرمائش کیسے نہ اترتی، دل جو آتش فشاں بنا دہک رہا تھا۔

"تھوڑا بھیگ گیا تھا لیکن بہتر ہوں۔ اور واپس اس لیے آگیا کہ مجھے عجیب محسوس ہوا۔ آپ کے ساتھ کل پکا کروں گا ناشتہ ابھی کے لیے سوری مما۔ میں نکلتا ہوں"

وہ کسی طرح بس محراب کے سوالوں سے بچنا چاہ رہا تھا جبکہ یہ بات محراب نے بھی شدت سے محسوس کی تبھی خضر کو زیادہ مجبور نہ کرتے جانے دیا لیکن خضر کے جانے کے باوجود وہ پریشان ہی نظر آئی تھی، جبکہ اس نے پہلے سیدھا خاور سلطان کے بنگلے کا رخ کیا تھا، وہ آدھے گھنٹے تک پہنچ چکا تھا، گاڑی پارک کرتے ہی گارڈ سے خاور سلطان کے بارے پوچھتے وہ اندر ہی جا رہا تھا جب اس نے بے ارادہ اپنے قدموں کا رخ گارڈن ایریا کی طرف کیا، گھاس بلکل تراشیدہ تھی کہ چھوٹی سے چھوٹی چیز بھی پڑی نظر آسکتی تھی، خضر کو یاد تھا اس نے انگوٹھی اسی سمت پھینکی مگر بظاہر سرسری لیکن درحقیقت بہت غور سے دیکھنے اور گارڈن ایریا کا جائزہ لینے کے باوجود اسے بیلا کی انگوٹھی کہیں نہ ملی، کیسے ملتی، وہ رات بارش رکنے کے بعد دم گھٹنے پر جب لان میں گئی

تو بیلا کے ننگے پیر گیلی گھاس پر چلنے کے بیچ پیر تلے کوئی نوکیلی چیز آئی، جب اس نے جھک کر اس چیز سے پیر ہٹا کر اسے پکڑ کر ٹٹولا تو وہ اسکی انگیجمنٹ رنگ تھی، یعنی وہ جان چکی تھی کہ وہ اسکی انگوٹھی کو وہیں پھینک گیا ہے اور اب خضر کے ہاتھ کچھ نہ لگا تو اس نے پچھتاوے کے سنگ اپنی گردن مسلی، پھر وہ کسی آہٹ پر پلٹا تو اسے بنگلے کی انٹرنس سے باہر آتے خاور سلطان دیکھائی دیے۔

"تم میری کالز پک کیوں نہیں کر رہے تھے خضر؟"

وہ پریشانی کے سنگ خاور سلطان کی جانب بڑھا جو اسے دیکھ کر یوں تھے جیسے انکی جان میں

جان آگئی ہو۔

"میرے فون کی سکرین ٹوٹ گئی تھی۔ کیوں کیا ہوا۔ سب خیریت ہے؟ بیلا کہاں ہے؟"

وہ یہ تو نہ بتا سکا اس نے اپنے فون پر خود

پیر رکھا ہے، بس اک موہوم بہانہ تراشا جبکہ اسکی نظریں کل کے اتنے بڑے میس کے بعد بھی صرف بیلا کو ڈھونڈ رہی تھیں۔

"اسی کے بارے بتانا تھا تمہیں۔ وہ فجر کے وقت چلی گئی۔ اپنی مما اور بھائی کے پاس لندن چلی گئی۔ فلائیٹ تھی اسکی۔ اور کہہ کر گئی ہے نہ اسے اب واپس آنا ہے نہ کبھی اس سے شادی کا ذکر کروں۔ ایسا کیا ہوا تم دونوں کے بیچ خضر۔ دیکھو مجھے غلط مت سمجھو پر کیا تم نے اس سے زبردستی قریب ہونے کی کوشش کی؟ تنہائی کچھ بھی کروا سکتی ہے۔ وہ کچھ نہیں بتا رہی تم بتا دو پلیز"

خضر کو لگا وہ جہاں کھڑا ہے وہیں دفن ہو گیا، اس شخص نے خضر کو آخر کیا سمجھ رکھا تھا کہ اسکے کردار کو لے کر مشکوک ہو گیا، خضر نے اس فیملی کے لیے کتنا کچھ کیا اور یہ لوگ اسکے ساتھ برے پر برا کرتے جا رہے تھے۔

پہلے بیٹی نے کیا اور اب باپ بھی کیسے فضول الزام لگا رہا تھا۔

"مجھے پتا ہے تم سمجھدار اور باوقار انسان ہو لیکن ہو تو انسان۔ اگر تمہارے قدم بہک گئے ہیں تو تم مجھے بتاو، ہم اسے حل کر لیں گے۔ بیلا کا اتنا سخت رد عمل کسی چھوٹی بات پر نہیں آ سکتا۔"

خضر کو کرب ناک چپ میں مبتلا دیکھے خاور سلطان نے اسکا شانہ جکڑ کر اپنا سوال دہرایا، وہ ضرور منہ توڑ جواب دیتا لیکن باپ کی عمر کے اس آدمی کا لحاظ کر گیا دوسرا وہ ڈیڈ کے دوست بھی تھے۔

"مجھے آپ نے اتنا باوقار اور سمجھدار سمجھا یہ آپکا بڑا پن ہے۔ مجھے آپکے کینیڈا کے گھر کا ایڈریس چاہیے۔ مزید کوئی بات نہیں کرنا چاہتا میں آپ سے"

خضر کے لہجے کی سختی سے خاور سلطان سمجھ گئے کہ وہ ہرٹ ہوا ہے۔

"تم مجھے غلط سمجھ رہے ہو خضر، میں بس بیلا کے رد عمل کی وجہ سے پریشان ہوں۔ وہ تو اس رشتے سے بہت خوش تھی پھر اچانک ایسا کیا ہو گیا؟"

وہ انکی طرف تنبیہی نگاہ ڈال کر انھیں مزید بولنے سے روک گیا۔

"کیا آپ مجھے اپنے گھر کا پتا دیں گے ؟"

خضر کے لہجے میں رتی برابر لچک نہ تھی۔

"اس نے مجھے منع کیا ہے تمہیں یہ بتانے سے"

خاور سلطان کے ہر موں سے اداسی چھلکی جس پر خضر دلسوز مسکرایا، وہ خود کو ایسے ہی سلوک کے لائق سمجھ رہا تھا۔

"گریٹ، تو آپ اسی کی مانیں اور میرے حوالے سے جو بھی گھٹیا سے گھٹیا سوچ دماغ میں آئے اسے ہی سچ سمجھیں۔ اگر آپکو میں اتنا ہی گرا لگتا تھا تو کیوں میرے ڈیڈ کو اس شادی پر مجبور کیا؟ میں بلکل ٹھیک جی رہا تھا، ان

فضول اور بے کار محبت نامی جذبات سے یکسر دور اور مطمئین لیکن آپ کی بیٹی نے مجھے اس میں گھسیٹا اور مجھے اتنا بھی مارجن نہ دیا کہ میں اس سے کوئی بات کھل کے کر سکوں۔"

وہ اسکے بھڑکنے پر آزردہ ہوئے، کیونکہ غلطی انکی بھی تھی، اگر خضر نے بیلا سے کوئی سوال کر ہی دیا تھا تو وہ اسے خضر کے بقول سمجھتی نہ کہ اسے بے اعتباری کا نام دیتی، اور یہی ان شفیق جناب نے کیا، انہوں نے تو خضر کی ذات ہی سوالیہ نشان بنا کر رکھ دی۔

"خضر۔ میرے بیٹے۔ وہ اس کمی کی وجہ سے کئی سال ہو گئے خود سے لڑتی آ رہی ہے، اسے لگتا تھا اسے بنا آنکھوں کے کوئی دیکھنا بھی پسند نہیں کرے گا، چاہنا تو دور کی بات ہے۔ اس نے مجھ سے کل ہی کہا کہ وہ تمہاری اپنے لیے بنا غرض سچی چاہت محسوس کر رہی ہے۔ پھر ایک رات میں ایسا کیا ہو گیا، میں تم دونوں کو ایک دوسرے کے حوالے کر کے گیا تھا ناں۔ نہ وہ

مجھے کچھ بتا کر گئی نہ تم بتا رہے ہو۔ خود بتاو مجھے برے برے خیال تو آئیں گے ناں"

خاور سلطان نے اسے شانوں سے تھامے گڑگڑانے والے انداز میں سمجھانا چاہا مگر خضر نے انکے ہاتھ پکڑ کر خود سے دور کر دیے۔

"آپکا پورا خاندان ہی عجیب و غریب ہے۔ مجھے کوئی رشتہ نہیں رکھنا، نہ آپ سے نہ ہی آپکی بیٹی سے۔ ختم سمجھیں اس کاروباری معاہدے کو۔ جو فائدے اس شادی کے بدلے آپ میرے ڈیڈ کو دینے والے تھے، وہ میں خود انھیں دلا دوں گا کسی اور طرح"

خضر نے تو سب ایک لمحے میں ختم کر دیا، کیونکہ اب منائم والی شرط کی مجبوری نہ رہی تھی کیونکہ عمیر شادی شدہ تھا، خضر ایک حقیقت پسند انسان تھا، یہ تو کچھ دنوں سے محبت اور دل کے چکر میں آ گیا ورنہ اس نے ایسے نخرے کبھی برداشت نہ کیے تھے۔

"کیسے دلاوگے ؟اپنے گانے بجانے سے ؟ہے کیا تم میں اس کے علاوہ ہنر ؟ملک ہولڈ نگز اکیلا عاصم اور اسکی بیٹی عرشیہ نہیں سنبھال سکتے۔"

وہ انکی طنزیہ ٹون پر مسکرایا۔

"میں مرا نہیں ہوں۔اپنے ہنر کو تراشنے کے ساتھ مجھے میری ذمہ داریاں نبھانا بھی آتا ہے۔اور میں نبھا کر دیکھاوں گا۔"

خضر کا عہد جان کر خاور سلطان خفیف سا مسکرائے۔

"گڈ لک۔۔۔"

وہ انکی مسکراہٹ دیکھے جھنجھلاہٹ کے سنگ انھیں دیکھنے لگا جنہوں نے ایک کارڈ نکال کر اسکی طرف بڑھایا جس پر گھر اور ہوسپٹل کا پتا درج تھا، خضر نے ناسمجھی کے سنگ کارڈ انکے ہاتھ سے لیا۔

"ایڈریس ہے۔لندن کے گھر کا۔وہ اپنی زندگی کی رسکی ترین سرجری کروانے کا فیصلہ کر کے گئی ہے۔دو دن بعد سرجری ہے۔وہ آج سیدھی ہوسپٹل ہی جائے گی۔تم دونوں کا جو بھی مسئلہ ہے حل کر لو۔اور میں نے تمہاری جو دل آزاری کی، اسکے لیے معافی چاہتا ہوں میرے بیٹے۔"

وہ اسکے شانے کو تھپکتے ہوئے مایوس کن انداز میں معذرت کیے وہاں سے گئے تو خضر نے اس کارڈ کو دیکھتے اک ٹھنڈی سی سانس کھینچی اور وہیں سے واپس گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔

.._____..

"آج عصر اور فجر کا نکاح ہے۔آپکی شرکت چاہتا ہے یہ، آپ آج فیکٹری مت جائیں"

ناشتے کی میز پر آج ابراہیم علوی بھی آئے تھے، عدین بھی سکول کے لیے بلکل تیار تھا جبکہ باقی دو پیارے کپل بھی ناشتے کی میز پر مسکراتے چہروں کے

ساتھ براجمان تھے، جبکہ علیم خان ردامراد مشن پر کچھ دیر پہلے ہی اکیلا نکل گیا تھا، عرشیہ نے اسکی تھوڑی ہمت بندھائی تھی۔

"اچھی بات ہے۔ اسکی توجہ تم سے اور تمہاری چیزوں سے ہٹے گی۔ اور یہ اپنی زندگی میں مصروف ہو گا۔ لیکن معذرت خواہ ہوں، جب میں اپنے بیٹے کے نکاح میں غیر ضروری تھا تو یہاں تو شدید غیر مطلوب ہوں، میرے بنا بھی یہ نکاح ہو جائے گا، جب میرے سگے بیٹے کا ہو گیا تھا تو اس لے پالک کا بھی ہو جائے گا۔ میں تمہیں سکول چھوڑ دوں گا عدین"

سبکے چہروں اور آنکھوں سے آخری قطرے تک خوشی نوچ کر ابراہیم علوی اپنا ناشتہ کرنے کے بیچ اختتام عدین سے مخاطب ہو کے کر گئے جس نے سبکی افسردگی بھانپتے خود بھی اداسی سے بابا کو دیکھتے جبراسا سر ہلا دیا۔

انیس نے سامنے بیٹھے عصر کو دیکھا جسکی آنکھیں سکون سے ناشتہ کرتے ابراہیم علوی پر شدید تکلیف سے گڑھی تھیں، جبکہ باقی سب بھی عصر کا اس وقت کرچی ہوتا دل محسوس کر سکتے تھے۔

"اس وقت یہ طنز و ملامت کے تیر چلانے ضروری تھے کیا؟ آپ کو جو مسائل ہیں مجھ سے ہیں تو عصر کے ساتھ ایسا سنگدلانہ رویہ کیوں رکھا ہے۔ اور ایسی کونسی نظر تھی اسکی میری چیزوں پر؟ بات کرتے ہوئے تھوڑا تو سوچا کریں"

انیس نے یہ بات عدین کے سامنے کی کیونکہ اب وہ بچہ نہیں تھا، اسے بھی بابا کی منفیت پتا ہونی چاہیے تھی، فجر نے پریشان ہوتے عصر کا ایک ہاتھ زور سے پکڑا تاکہ وہ اسے پر سکون کر سکے جبکہ عرشیہ بھی افسردہ تھی کہ کیوں یہ شخص نہ خود خوش ہوتا ہے نہ اپنے آس پاس کے افراد کو سکون لینے دیتا ہے۔

"مجھے کسی سے کوئی مسائل نہیں، تم سے تو ہر گز نہیں برخوردار۔ بس جو میرے دل کو اچھا نہ لگے اسے میں بناوٹی پیار بھی نہیں کر سکتا۔ یہ اچھا تھا، بیٹے سے بڑھ کر رہا لیکن اب یہ بھی بلکل تمہارا ورژن لے چکا ہے، دیکھو اسکی آنکھوں میں میرے لیے کیسی نفرت اور کیسا غصہ ہے، بلکل تمہاری طرح دیکھ رہا ہے مجھے جیسے جان لے لینا چاہتا ہو میری۔ مجھے ایک اور انیس غانم کو دل سے لپٹانے کی کوئی تمنا نہیں۔ بلکہ میں تم دونوں کو وارن کرتا ہوں کہ میرے خلاف عدین کے کان بھرنا بند کرو۔ میرا بیٹا اب صرف عدین ہے۔ چلو عدین بیگ لے آو ہمیں نکلنا ہے"

انیس اور عصر کی آنکھیں ایک سی سرخ ہوئیں جب ابراہیم علوی نے اس طرح کی نفرت جتائی، ایسی بیزارئیت اور ایسا غصہ لٹایا۔

اب کی بار عرشیہ نے بھی انیس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا جیسے کہہ رہی ہو وہ اس وقت کچھ نہیں سمجھیں گے اس لیے مت بات کرو، عدین نے چار و ناچار اپنے جوس کا گلاس ختم کیا اور بیگ لینے اپنے روم میں چلا گیا۔

"تو آپکو سارا پچھتاوا مجھے دل سے لپٹانے پر ہے؟ مجھ سے نفرت میں آپ اتنے اندھے ہو گئے کہ آپکو سامنے کھڑے انسان بھی نظر آنا بند ہو گئے۔ اتنی نفرت تھی آپکو مجھ سے؟ یقینا میری ماں سے بھی ہو گی، ٹھیک کہہ رہا ہوں ناں؟"

انیس کے بولنے پر اب وہ تینوں انیس کی طرف دیکھنے لگے، عصر کی بھی جیسے برداشت ختم ہو رہی تھی۔

"ہاں۔ ٹھیک کہہ رہے ہو۔ نفرت تھی مجھے اس سائیکو عورت سے۔ جسکی وجہ سے میں نے اپنی محبت اپنے دل میں مار دی۔ جسکی وجہ سے میں نے اپنے ارمان اپنے اندر قبر بنا کر گاڑ دیے۔ نفرت تھی تم سے بھی، دونوں سے نفرت ہے اور یہ نفرت میری آخری سانس تک رہے گی۔ تباہ کر دیا اس عورت نے میرا اندر باہر، میری شخصیت، میرا وجود اور میری ذات کو۔ سن لیا۔ خوشی مل گئی۔"

انیس کے چہرے پر مسکراہٹ تھی، یہاں تک کہ بقیہ تینوں کی آنکھیں سرخ انگارہ ہو گئیں لیکن انیس کو یہ سب سننے کی اتنی عادت تھی اور وہ اپنے دل و دماغ کو اس قدر تیار کیے ہوئے تھا کہ اسکو ہنسی سی آگئی۔

"بہت خوشی ملی۔ اسی خوشی کے لیے تو مر رہا تھا۔ تھینکیو۔ آج میرے علاوہ آپکی مجھ سے نفرت کے تین گواہ مزید ہو گئے ہیں۔ ہوپ سو اب آپ اپنی نفرت سے نہیں مکریں گے۔"

انیس کے مسکرا کر اور چڑانے پر ابراہیم نے نیپکن سے اپنے ہونٹ صاف کیے اور وہ وہیں ٹیبل پر پھینک کر اٹھے، عدین بیگ لے کر آگیا تبھی پھنکارتے ہوئے مینشن سے باہر کا رخ کیا جبکہ انیس کا اس وقت غصہ دیکھتے ان تینوں کی تو ہمت نہ پڑی مگر عدین نے آکر عقب سے بھیو کی گردن میں باہیں پرو لیں، وہ بابا کے انیس سے رکھے رویے کو دیکھ چکا تھا اور نفرت سے چلانا بھی سن چکا تھا۔

"آپکو میں دنیا میں سب سے زیادہ پیار کرتا ہوں بھیو، اس محبت کے آگے بابا کی یہ ضدی نفرت کچھ نہیں۔ یاد رکھیں یہ بات کہ میں جی ہی اسی لیے رہا ہوں کہ میرے پاس میری پیاری مما کی آپ جیسی نشانی ہے۔ میں بابا کو اب خود سیدھا کرتا ہوں۔ پریشان ہوئے آپ یا روئے تو میں بھی یہی کروں گا۔ آپکی آنکھ بعد میں بھیگتی ہے، میرا دل پہلے روتا ہے"

وہ انیس کی رخسار چومتا، بھیو کو بہت سا پیار دیے انیس کے مسکرا کر سر ہلانے پر بقیہ تینوں کے حوالے اپنا بھائی کیے بابا کے پیچھے ہی چلا گیا جبکہ عصر نے اٹھ کر انیس کی طرف قدم بڑھائے تو انیس بھی اپنی جگہ سے اٹھا۔

عرشیہ اور فجر کی تو ایک سی غمزدہ حالت تھی۔

"انیس۔۔۔"

عصر نے لپک کر انیس کو اپنے گلے لگا کر بھینچا تھا پر انیس کو اس وقت کچھ محسوس نہ ہوا۔

"تم لوگوں نے بھی وہی سنا جو میں نے، بابا نے کہا انہوں نے میری ماں کی وجہ سے اپنی محبت مار دی۔ کیا اسکا مطلب وہی ہے جو میں سمجھا ہوں؟"

انیس کے سوال پر عصر نے اسے سامنے کرتے دیکھا، وہ تینوں انیس کے لیے ایک سے زخمی ہوئے۔

"تمہیں انکے فضول مطلب سمجھنے کی ضرورت نہیں میرے شیر۔"

عصر نے اسے سمجھانا چاہا پر انیس نے نفی میں گردن ہلائی۔

"ضرورت ہے۔ تم تینوں نے دیکھا ناں انکی مجھ سے نفرت کتنی شدید ہے۔ میں ہمیشہ سوچتا تھا یہ بلاوجہ نہیں۔ اور آج فائنلی مجھے میرے سوالوں کے جواب مل گئے۔ دل ہلکا ہو گیا۔ پریشان مت ہو تم لوگ۔ نکاح کے لیے جو تیاری رہ گئی جا کر مکمل کرو شاباش۔۔۔۔ تم لوگوں نے کیا پہننا ہے، کچھ ڈیسائیڈ کرو۔ وقت کم ہے"

انیس کا کرب و ضبط وہ سب دیکھ رہے تھے، اس وقت سبکے دل شدید تکلیف سے دوچار تھے، اور عرشیہ کی تو جان جا رہی تھی۔

"میں تمہیں اس کرب میں چھوڑ کر کوئی خوشی نہیں منا سکتا تم یہ جانتے ہو انیس"

عصر نے اسکی بازو دبوچ کر جیسے اطلاع دی۔

"نکاح کر لو، خوشی منانے کا ویسے بھی ابھی ٹھیک وقت نہیں۔ میں نہیں چاہتا تم سے تمہاری فجر اب زرا بھی دور ہو۔ چلو شاباش جا کر شاپنگ مکمل کر کے آو۔ میں بھی کھانے وغیرہ کا انتظام دیکھتا ہوں۔"

انیس کا ضبط چاہتا تھا اسے ہمدردی نہ دیکھائی جائے اور تبھی عصر نے مجبورا اسکا سر چومتے اجازت لی اور فجر کے ہمراہ وہاں سے چلا گیا، اب بس عرشیہ تھی جسے اس شخص کے اندر مچی قیامت صاف نظر آ رہی تھی۔

"م۔ میں کھانے وغیرہ کو دیکھتا ہوں۔۔۔ تمہیں ملک ہولڈ نگز جانا ہے تو ہو آو۔۔۔"

اس سے پہلے وہ کہہ کر پاس سے گزرتا، عرشیہ نے اسکا مضبوط ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے انیس کو اپنی طرف کھینچا اور پوری قوت سے اپنے گلے لگایا، بھلا ایسا کیسے ممکن تھا کہ عرشیہ کے ہوتے اس شخص کو کوئی جائے پناہ ڈھونڈنی پڑتی، رونے، آنسو بہانے کو کوئی کونہ چننا پڑتا۔

"مجھے پہلے میری ہنستی مسکراتی جان واپس چاہیے تبھی میں دنیا کے امور نبھا سکوں گی۔ میں ہوں ناں انیس غانم علوی۔"

وہ اسکو بازوؤں میں بھرتا جیسے اپنا چہرہ اسکے بالوں میں چھپا سا گیا۔

"میں ٹھیک ہوں لما"

وہ روئی سی آواز میں بہت مدھم بولا کہ عرشیہ کا دل کند چھری سے کٹا۔

"نہیں ہو تم"

عرشیہ نے اس کی بات کاٹ دی، اور اگلے ہی لمحے اسے اور مضبوطی سے خود میں جذب کیا۔

"جن کی نفرت تمہیں دکھ دیتی ہے، وہ ایک ہیں،

اور جن کی محبت تم پر جان دیتی ہے، وہ ہم سب ہیں..."

اس کی آواز میں عجیب سا یقین تھا، انیس کی گرفت خود بخود مضبوط ہو گئی۔

"میں نے کبھی پرواہ نہیں کی..."

وہ جیسے اسکی پناہوں میں مضبوط بن گیا۔

"تو پھر ابھی آنکھیں کیوں بھیگ رہی ہیں؟"

انیس خاموش ہو گیا، کیونکہ وہ واقعی رو رہا تھا، اپنی اور حمرا علوی کے وجود کو ملی اس نفرت پر جنکے وہ مستحق بھی نہ تھے۔

"تم جنکی محبت ہو وہ تم پر مرتے ہیں، پھر ایک شخص کی نفرت کی پرواہ کیوں، حالانکہ وہ نفرت بھی بے جا ہے، تم تو محبتوں کے لائق ہو، عام سی محبت تمہیں دے کر دل مطمئین ہی نہیں ہوتا، یہ چاہتا ہے تمہیں خاص محبت دی جائے۔ تم میں اپنانے کی قوت اللہ نے کس قدر دلکشی سے بھر رکھی ہے کاش تم جان پاو، تم کس قدر قیمتی ہو یہ خود غرض لوگ کیسے سمجھ سکتے ہیں"

وہ اسکے دل ہلکا ہونے پر آہستگی سے اسے پکڑ کر سامنے لائی، انیس کے وہ آنسو پونچھ دیے جو ویسے بھی عرشیہ کے بالوں میں نمی بن کے جذب ہو گئے، اس وقت وہ چھوٹا سا روٹھا بچہ بن کر رہ گیا تھا جسکا پورا جسم ان کہے درد میں لپٹا تھا۔

چند لمحے وہ اسی طرح کھڑا رہا، عرشیہ نے اس کے سینے پر ہاتھ رکھا۔

"تم اکیلے نہیں ہو، تمہیں چاہنے والے تمہارے ساتھ کھڑے ہیں، تمہاری مما کی محبت، عدین کی محبت... عصر کی محبت۔۔ مہویر کی محبت۔۔"

وہ اسے بتاتے، اسکا چہرہ ہاتھوں میں بھر کر اٹھائے بولی۔

"اور میں، میری تو ہر آتی جاتی سانس تمہارے نام ہے۔ اللہ کی نعمت ہو تم میرے لیے"

انیس کی پلکیں جیسے اس اعتراف پر پھر بھیگیں۔

"اتنی محبت کے ہوتے ہوئے، ایک نفرت کی کیا حیثیت ہے؟ عدین کی بات نہیں سنی تم نے؟ وہ کیا کہہ کر گیا ہے کہ رونا نہیں۔ اور مجھے پتا ہے یہ مشکل ہے سہنا لیکن تم بہت بہادر ہو۔ تم میرے آئیڈیل ہو بہادری اور ہمت میں اس لیے یوں افسردہ مت ہو۔ انھیں اپنے کیے کا احساس ضرور ہو گا۔ شاید اب تک ہو بھی گیا ہو"

وہ عرشیہ کی طرف دیکھتے سرخ آنکھوں سمیت مسکرا دیا جیسے اسکی بات مزاق میں اڑا گیا ہو۔

"انھیں اب احساس ہو بھی تو کوئی فرق نہیں پڑے گا عرشیہ۔ میں انھیں انکی فیورٹ بیوی، انکی دونوں پیاری اولادیں دے کر یہاں سے ہمیشہ کے لیے تمہیں لے کر چلا جاوں گا۔ ہم مما کے فارم ہاوس شفٹ ہو جائیں گے۔ عدین سمجھے گا مجھے، ویسے بھی وہ اور عصر جب چاہیں ہم سے مل سکتے ہیں۔ لیکن اب میں بابا کے ساتھ ایک چھت تلے نہیں رہوں گا"

وہ اسکے اتنے سخت فیصلے پر پریشان ہو کر انیس کو دیکھنے لگی۔

"انیس۔۔۔ ایسا۔۔"

وہ کچھ بولنا چاہتی تھی پر انیس نے اسکے ہونٹوں پر انگلی کی پور جما کر اسے خاموش کر دیا۔

"یہ میرا آخری فیصلہ ہے۔ میرا ساتھ دینا عرشیہ۔۔۔ میں اپنی مزید زلت دیکھنے یہاں نہیں بیٹھا رہ سکتا۔ تم واحد میری اپنی ہو جس پر اختیار ہے مجھے۔ کیونکہ تم بھی جان ہو میری، تھوڑی دیر واک کرنا چاہتا ہوں اکیلے۔۔۔ مائنڈ عجیب ہو رہا ہے۔ ہوپ سو اس سپیس پر مائنڈ نہیں کرے گی میری لُما"

وہ اسکی قریب آتے رخسار چومتا تھکے سے لہجے میں بولا تو عرشیہ نے مسکرا کر اسے اپنے گلے لگایا، وہ اسکے لیے بہت تڑپ اٹھتی تھی۔

"بلکل مائنڈ نہیں کروں گی۔ تم جا کر گارڈن میں واک کرو، اور دماغ سے ہر چیز جھٹک دو۔ سپیس کے باوجود یاد رکھنا میں ہوں یہاں۔ ہمیشہ تمہارے لیے تمہارے بے حد پاس۔۔۔ میں بھی میٹنگ آن لائن ہی اٹینڈ کروں گی۔۔۔ تمہیں اسطرح چھوڑ کر نہیں جا سکتی۔"

وہ اس کے سینے سے دور ہوتے ہوتے اسکی بھی گال چومتی، اسکی بیئرڈ کے بال سہلا کر مسکرائی اور انیس کی کئی درجے مزید محبوب بنی مسکراتی ہوئے سیڑھیوں کی طرف بڑھی جبکہ انیس نے بھی باہر قدم بڑھائے لیکن وہ کمرے میں پہنچتے ہی اپنا فون پکڑ کر مہویر میثاق کا نمبر تلاشنے لگی اور اسے جلد مل بھی گیا۔

اس وقت وہ منائم کے ساتھ ہوسپٹل میں تھا، منائم کا معائنہ ہو چکا تھا جبکہ وہ دونوں ڈاکٹر کا جواب سننے کے لیے منتظر تھے جب مہویر کا فون رنگ کیا، کال عرشیہ کی تھی تبھی اسے فکر ہوئی۔

"مجھے یہ کال لینی ہو گی۔ میں ابھی آیا۔۔۔۔"

منائم تو پہلے ہی دعا کر رہی تھی وہ کسی طرح باہر چلا جائے، جبکہ منائم کی دعا قبول ہوئی اور اس نے بے قرار نظروں سے ڈاکٹر کی جانب دیکھا جنکے ہونٹوں پر فکر بھرا مسکراتا رنگ تھا۔

عرشیہ نے مہویر کو یہی کہنے کال کی تھی کہ وہ انیس کو ابھی کال کر کے بات کرے کیونکہ اپنے حصے کا پیار وہ دے چکی تھی اب مہویر کے پیار کی کمی تھی۔

"کیا میں امید سے ہوں؟"

منائم نے مہویر کی غیر موجودگی کا فائدہ اٹھاتے ڈاکٹر سے پوچھا۔

"آپکے دیوانے ہسبنڈ آلیں تو میں آپ دونوں کو ساتھ بتاتی ہوں"

منائم نے بے چینی سے اپنی انگلیاں آپس میں الجھائیں۔

"نہیں، انھیں نہیں، آپ مجھے بتادیں پلیز"

ڈاکٹر نے منائم کے چہرے کو غور سے دیکھا، اس کی جھجک اور گھبراہٹ واضح تھی، اسکی گالیں سرخ ہو رہی تھیں۔

"لیکن میں چاہوں گی کہ آپ کے ہسبنڈ بھی یہ جانیں۔ وہ بہت زیادہ بیقرار ہیں اسے جاننے کو"

ڈاکٹر کو مہویر کی فون کال بھولی نہ تھی۔

"میں ابھی انہیں بتانے کی پوزیشن میں نہیں ہوں..."

منائم کی آواز ڈاکٹر کو سمجھاتے دھیمی پڑ گئی۔

"لیکن ایسا کیوں؟"

ڈاکٹر کا لہجہ بے حد نرم ہوا۔

"مجھے خود سمجھنے دیں، یہ سب... میرے لیے بہت... نیا ہے... عجیب سا..."

اس نے نظریں جھکا لیں، گالوں پر ہلکی سی سرخی ابھر آئی، ڈاکٹر کے ہونٹوں پر نرم مسکراہٹ آئی۔

"گھبرا رہی ہیں؟"

منائم نے آہستہ سے سر ہلا دیا۔

"خوشی بھی ہو رہی ہے اور ڈر بھی لگ رہا ہے..."

ڈاکٹر نے فائل بند کرتے ہوئے نرمی سے اسکی بات سنے سمائل دی۔

"کانگریچولیشنز... آپ امید سے ہیں مائی ڈیئر"

منائم کا دل جیسے ایک لمحے کو دھڑکنا بھول گیا، وہ ہونقوں کی طرح ڈاکٹر کا منہ تک رہی تھی۔

"میں...؟"

اس نے بے یقینی سے ڈاکٹر کو دیکھا، آنکھیں نمی کی تہہ میں ڈوبیں۔

"جی، رپورٹ پازیٹو ہے... ابھی ابتدائی مرحلہ ہے مگر آپ پریگننٹ ہیں"

منائم کے لبوں پر بے اختیار مسکراہٹ آئی، اس کی آنکھوں میں تیز سی نمی تیر گئی۔

اس نے آہستہ سے اپنا ہاتھ اپنے پیٹ پر رکھ لیا،

جیسے اس لمحے اس وجود کو محسوس کرنا چاہتی ہو۔

"یہ... واقعی...؟ ہو گیا"

وہ والہانہ پن سے منمنائی، یہ خوشی واقعی برداشت سے بہت بڑی تھی۔

"جی مگر اب آپ کو اپنا خاص خیال رکھنا ہو گا، آپکی میڈیکل ہسٹری کے لحاظ سے یہ پیریڈ بہت رسکی ہو گا، احتیاط سے اس خوشی کو سنبھالیں۔ سٹریس سے دور رہیں گی تو بچے کی گروتھ نارمل ہو گی۔"

منائم کی سانس ہلکی سی لرز گئی۔

"وہ۔۔ب۔ بہت خوش ہوں گے..."

اس کے لبوں سے بے اختیار نکلا، ڈاکٹر بھی مسکرائیں۔

"دھیان رکھیں کہیں بے ہوش نہ ہو جائیں"

ڈاکٹر کی مسکراہٹ اور چھیڑ خانی پر وہ بھی بھیگی آنکھوں سے مسکرائی مگر پھر جیسے آنکھوں میں تاریکی پھیلی۔

"مگر..."

وہ منمنائی۔

"مگر کیا؟"

ڈاکٹر نے اسکی طرف شفقت سے دیکھا۔

"مجھے ڈر لگ رہا ہے، یہ سب... بہت جلدی نہیں ہو گیا؟"

وہ شدید پریشان ہوتی بولی۔

"بعض خوشیاں اچانک آتی ہیں مگر یہی اچانک لمحے زندگی بدل دیتے ہیں..."

ڈاکٹر نے نرمی سے جواب دیا تو منائم نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ سر ہلا دیا۔

اسی لمحے دروازہ کھلا تو مہویر اندر آیا، دس منٹ تک وہ انیس کو کال کرنے کا بتا کر عرشیہ کی کال سنے سیدھا بیقرار ہو کر واپس پہنچا۔

"کیا ہوا؟ سب ٹھیک ہے؟"

اس کی نظریں فوراً منائم پر گئیں، جس کے چہرے پر عجیب سی روشنی اور جھجک اکٹھی موجود تھی۔

"جی مسٹر مہویر۔ آپ کی وائف آپکو بتا دیں گی تمام صورتحال اور رسک۔ مجھے ابھی ایک سرجری کے لیے جانا ہے۔ اجازت دیں۔ پھر ملتے ہیں منائم"

ڈاکٹر کا لہجہ سنجیدہ دیکھ کر مہویر کا دل ویسے ہی بیٹھا، ڈاکٹر کے جاتے ہی کمرے میں خاموشی چھا گئی۔ مہویر کی نظریں مسلسل منائم کے چہرے پر جمی تھیں۔

وہ اس کی جھجک، اس کے گالوں کی سرخی اور آنکھوں میں چھپی نمی پڑھنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن یکدم جیسے وہ تکلیف سی میں ڈوب گئی، مہویر کو لگا مزید وہ چپ رہی تو اسکا دم نکل جائے گا۔

"منائم، میری جان کیا ہوا ہے، سب ٹھیک ہے؟"

وہ اس کے قریب آیا، اسکو اپنے حصار میں لیا تو منائم نے گہری سانس لی۔

چہرہ سنجیدہ بنانے کی کوشش کی، مگر اندر کی شرارت لبوں کے کناروں سے جھانک رہی تھی جسے قابو کرنے کے وہ ماہر انداز میں جتن کر رہی تھی۔

"مہویر، مجھے آپ سے ایک ضروری بات کرنی ہے..."

اس کی سنجیدگی دیکھ کر مہویر کا دل دھک سے رہ گیا۔

"کیا ہوا؟ کرو ناں بات"

وہ جیسے تڑپ سا اٹھا، اسکا چہرہ ہاتھوں کے پیالے میں لیا تو منائم نے نظریں جھکا لیں۔

"مجھے... ایک بیماری ہے..."

چند لمحے وہ خاموش رہی، پھر دھیرے سے غمزدہ ہو کر بولی، مہویر کے چہرے کا رنگ اڑ گیا۔

"ک... کون سی بیماری؟"

اس نے بے اختیار اس کو اپنے سینے کے قریب سرکایا، منائم نے بمشکل سنجیدگی اور تکلیف برقرار رکھی۔

"سر کی..."

وہ بمشکل منمنائی۔

"کیا؟"

اس شخص کی آواز پھٹ گئی۔

"ڈاکٹر کہہ رہی تھیں، میں شاید... زیادہ عرصہ..."

وہ رک گئی، جیسے بولنا مشکل ہو رہا ہو۔

"منائم! تم ٹھیک سے بتاو۔ کیوں میری جان نکال رہی ہو تھوڑی تھوڑی؟"

مہویر کی گرفت مضبوط ہو گئی اور آواز بھی ٹوٹنے لگی۔

"میں۔۔ میں شاید نہ رہوں"

وہ اداکاری میں اتنی ماہر ہو گی اسکا تو خود اسے علم نہ تھا۔

"کیا کہہ رہی ہو تم؟ کیا ہوا ہے تمہیں؟"

اس کی آنکھوں میں واضح گھبراہٹ اور درد امڈا۔

منائم نے نظریں اوپر اٹھائیں، اس شخص کی نکلتی جان اور پریشانی دیکھ کر ایک لمحے کو دل پسیج گیا مگر پھر شرارت غالب آگئی۔

"ڈاکٹر کہہ رہی تھیں... میں جلد... مرنے والی ہوں..."

مہویر اسکے اس جملے پر پتھرا کر رہ گیا، اسکا بے اختیار سر چومتے اپنے سینے لپٹایا جس پر وہ بھی حیران ہوئی پھر اسکی آنکھیں مہویر کے سینے لپٹانے پر بھیگ گئیں۔

"نہیں... یہ نہیں ہو سکتا، مجھ سے میرا اللہ، میری جان عین میرے جینے کی خواہش کے وقت نہیں لے سکتا۔ کچھ نہیں ہو گا تمہیں۔ کسی بکواس پر دھیان دینے کی ضرورت نہیں۔ میری زندگی ہو تم منائم"

اس نے فوراً اسے اپنے سینے بھینچا، منائم کو لگا وہ بہت ٹوٹ گیا ہو، اسے اور خود کو ایک ساتھ حوصلہ دے رہا ہو۔

"میں ابھی کسی اور ڈاکٹر سے بات کرتا ہوں، ہم دوسری رائے لیتے ہیں، میں تمہیں کچھ نہیں ہونے دوں گا، کچھ بھی نہیں"

اس شخص کی مضبوط آواز کانپ رہی تھی، اور منائم کو اس لمحہ اس شخص سے ایک بار پھر وہ پیار ہو گیا جو وہ یاداشت کھونے کے بعد خود رو جذبے کی طرح کر بیٹھی تھی۔

"کتنی گندی ہو تم منائم، اتنا برا مزاق"

وہ اسکے سینے لگی ہی خود کو کوس بیٹھی کیونکہ اس نے جب مہویر کے سینے پر ٹھیک دل کی جگہ اپنی ہتھیلی رکھی تو اس شخص کا تھما دل محسوس کیے اسے اپنے آپ پر شدید غصہ آیا۔

"میں تمہیں آنچ بھی نہیں آنے دوں گا، سن رہی ہو۔ میں تمہارے لیے پوری دنیا سے لڑ سکتا ہوں۔ میں خود دعا بن جاوں گا تمہارے لیے۔ بلکل پریشان مت ہونا"

وہ اسکے چہرے کو دیکھتے حوصلہ دیتے بولا جس نے اپنی سہمی نگاہیں اٹھا کر مہویر کی آنکھوں میں جمع سرخائی دیکھی پھر اسکے حصار میں کھڑی ہی زرا

سنبھل کر دور ہوئی، وہ شخص ایسے لگ رہا تھا جیسے اسکے جسم سے قطرہ قطرہ جان نکل رہی ہو۔

"مسئلہ دراصل سر کا نہیں ہے"

وہ اپنے منہ میں جمع ہوتا تھوک، حلق کے پار نگلتے نہایت مدھم سا منمنائی کہ مہویر نے اسکو اسکے لبوں کی حرکت پڑھ کر سنا اور سمجھا۔

"پھر۔۔۔ کیا یہ تمہارے گرنے سے جڑا ہوا ہے؟ بولو مانو"

اپنے گرم ہاتھوں میں اسکا چہرہ تھامتے مہویر نے جب تڑپ کر اسے پکارا، وہ پہلی بار مانو کہلائے جانے پر برہم نہ ہوئی۔

"نہیں۔ یہ دراصل یہاں کی بیماری ہے"

وہ تھوڑا سا پیچھے ہٹی اور اس نے مہویر کا ایک ہاتھ پکڑ کر اپنی کمر کے اطراف رکھتے، اسکا دوسرا ہاتھ اپنے پیٹ پر رکھا، وہ ناسمجھی سے کبھی منائم کو دیکھ رہا

تھا کبھی اپنے اسکے پیٹ پر دھرے ہاتھ کو جسے منائم نے اپنے ہاتھ تلے دبا سا دیا تھا۔

"پیٹ کی بیماری؟ کیا ہے وہ۔۔۔ بولو ناں میری جان، کیوں پہیلیاں کھیل رہی ہو میرے ساتھ"

مہویر نے اسکی اس رازداری پر شدید بے چین ہوتے الجھ کر پوچھا مگر پھر منائم کی آنکھوں کے ہر سو ٹھہرا درد، خمار میں بدلا، مہویر کی آنکھیں ضرورت سے زیادہ پھیلیں، اس نے گھبرا کر اپنے دبے ہاتھ کو دیکھا، منائم نے اسکا وہی ہاتھ پکڑ کر اپنی جرسی سٹف پنک شرٹ کے اندر داخل کرتے اپنے پیٹ پر اسکا ہاتھ رکھ کر دباتے گہری سانس مہویر کے بے حد قریب لی۔

"آپکو یہاں کچھ اپنا محسوس ہوا مہویر؟ اپنی خوشبو، اپنی حرارت یا پھر اپنی موجودگی؟"

وہ خوفزدہ نگاہوں سے منائم کی آنکھوں میں تکتے جیسے ساری دلکش حقیقت سمجھ گیا، اسکے پیٹ پر اپنا ہاتھ پھیرتے اس نے منائم کی آنکھوں میں وہ محبت دیکھی جو دیکھنے کو وہ ترس چکا تھا۔

"م۔منائم۔۔۔۔ک۔کیا میں باپ بننے والا ہوں؟"

مہویر کی آواز من وزنی ہو کر اسکے ہونٹوں سے نکلی تو سرگوشی بن کر رہ گئی، منائم کی آنکھوں میں اقرار کی نمی جھلمل کر گئی۔

"آپ سے وہی محبت اب ہوش میں کرنی پڑے گی مہویر میثاق، جو یاداشت جانے پر کر بیٹھی تھی۔کچھ ایسا ہو گیا ہے، کچھ ایسی مشکل آن پڑی ہے کہ آپکو پیار نہ کیا تو سانس نہیں آئے گی"

وہ ابھی تک جیسے بدحواس سا تھا، یہ لڑکی اپنے مرنے والا بھیانک مزاق کر کے مہویر کی جان نکالے اب یہ خبر سنا کر اسکا دل بند کر چکی تھی۔

"You Little Monster"

مہویر نے اپنے دونوں ہاتھ اسکی کمر پر جکڑتے اسے اپنی بازووں میں بھینچا، اسکی گرفت اتنی سخت تھی کہ منائم کی آنکھوں میں بے چینی کی زیادتی ہلکورنے لگی۔

"ایسے مزاق کرتے ہیں؟ اور یوں سناتے ہیں یہ خبر؟"

وہ اسکے غصے پر روہانسی ہوئی۔

"آہہہ۔۔ مہویر..."

منائم نے دھیمی سی سسکی لی تو جیسے اس آدمی کو ہوش آیا، اس نے فوراً اپنی گرفت ڈھیلی کی، مگر اسے خود سے الگ نہ کیا جیسے ڈر ہو کہ کہیں یہ لمحہ خواب نہ ہو جائے۔

"درد ہوا؟ مجھے بھی تو دیا تم نے بے درد لڑکی۔ میرا دل کاٹ دیا تم نے"

وہ اسکی آنکھوں کی نمی پر بیقرار ہوئی۔

"سکھ بھی تو دے رہی ہوں۔ بچہ دے رہی ہوں آپکو۔ میرے وجود کا آپ کے نام کا حصہ مہویر میثاق۔ کیا دل پر کبھی ایسا حسین مرہم لگا آپکے؟"

اس نے تھوڑا سا پیچھے ہو کر منائم کے چہرے کو دونوں ہاتھوں میں لیا، اس کی آنکھوں میں جھانکا... جیسے یقین کرنا چاہ رہا ہو کہ یہ سب سچ ہے۔

"م۔ میرا سانس رک رہا ہے اسکی شدت سے۔۔۔۔ یہ بہت زیادہ اثر انگیز مرہم ثابت ہوا۔ کیسے نہ ہوتا، یہ تم نے جو دیا۔ ہے۔۔۔ تم سچ میں پریگننٹ ہو گئی؟ دیکھو مجھ سے مزاق مت کرنا یہ والا، میرا دل نہ توڑنا"

وہ اسکے ہاتھوں پر ہاتھ رکھ کر اس بے یقین شخص، اور تڑپے وجود والے کو ایسی نگاہوں میں بھر گئی جو عاشق عورت کی ہوتی ہیں۔

"کیا میرا اور آپکا آجکل کوئی مزاق ہے؟"

وہ نروٹھے پن سے گردن اکڑا کر بولی۔

"اور جو کہا مرنے والی ہو۔۔۔۔؟ وہ؟"

مہویر کی سانس وہیں اٹکی تھی۔

"نہیں مروں گی۔۔۔کچھ نہیں ہوا مجھے۔ہاں ہمارا اب بھی مزاق ہے لیکن یہ دوسرے والا مزاق نہیں۔میں آپکے بچے کو پیدا کرنے والی ہوں۔میرے ساتھ کتنا کچھ ہو گیا، ہمارے رشتے کی شکل بگھڑ کر رہ گئی لیکن یہ بچہ آ گیا۔۔۔۔یہ بتانے کہ وہ لمحہ جب ہم ساتھ تھے، ایک دم پرفیکٹ تھا۔نہ میں اضافی تھی نہ آپ کم۔۔۔۔۔کیا دل سے قریب آئے تھے میرے اس رات؟ اتنا اثر ڈالا مجھ پر؟ میرے اندر کی شکل بدل دی۔ایک وجود سے دو کر دیے۔۔۔ایک دل کے بجائے اب دو دل دھڑکیں گے یہاں؟"

وہ اسکی ڈوبتی ابھرتی آواز، اس لڑکی کی اوپر نیچے ہوتی سانسیں، اسکے کانپتے وجود کے باوجود ہمت پکڑے کھڑا یہ سب سن رہا تھا۔

"دل و جان سے قریب آیا تھا تمہارے۔۔۔۔اضافی پیار آگیا تھا تم جیسی وبال جان پر۔تب تھی میرے لیے مصیبت، وبال جان۔اب۔۔۔۔میرا سینہ تنگ پڑ رہا ہے، میں صرف یہیں نہیں تمہارا ہونا اپنے پورے وجود میں محسوس کر رہا ہوں۔"

وہ اسکا چہرہ ہاتھوں میں بھرے ہی اسکا آسودگی سے ماتھا چومتا، چند لمحوں بعد اسے اپنے سینے میں یوں بسا گیا جیسے اسے دل کی جگہ رکھ لینا چاہتا ہو، وہ بھی اسکے اطراف بازو حائل کیے باندھتی بچوں کی طرح سسک اٹھی کہ ان دونوں کے لیے یہ خوشی برداشت سے بہت بڑی تھی۔

"م۔مجھے کتنی محنت سے توڑا آپ نے۔۔۔پر دیکھیں آپکا یہ کچھ لگتا آگیا آپکا حمائتی بن کر۔یہ مجھے مجبور کرے گا آپکو پ۔۔پورا معاف کر دوں۔۔یہ تو چیٹنگ ہ۔۔ہوئی ناں مہویر۔۔۔"

وہ یوں رو رہی تھی جیسے نا جانے کب سے اسکے اندر گھٹن بھری ہو، مہویر نے اسے اپنے وجود کی سب سے نرم پناہ میں لیا تھا پر وہ بھی اس نازک لڑکی کے لیے سخت ہی تھی۔

"ہم چیٹر ہیں لیکن تمہارے ہیں پورے۔۔ میں بھی اور یہ معصوم ننھا وجود بھی۔ جس نے ہمارے تعلق میں آ کر خوشبو، رنگ اور پیار بکھیرا۔۔۔ میں۔۔ میں زندگی میں مجھے نہیں یاد پڑتا اس سے پہلے کبھی اتنا خوش ہوا ہوں۔۔۔ مانو! ی۔ یہ اس دنیا میں میرا واحد خون کا رشتہ ہے۔۔۔ تم نہیں سمجھ سکتی تم نے مجھے کیا دے دیا۔۔۔۔ تم نہیں سمجھ سکتی تم نے مجھ بے آسرہ کو میری باقی زندگی کا سہارہ دے دیا۔۔۔۔ ادھر دیکھو۔۔۔"

وہ ابھی اسکے سینے لگ کر بہت سارونا چاہتی تھی پر مہویر نے اسکو نرمی سے تھامے روبرو کیا، وہ روتی ہوئی اسکا سینہ گرمائش سے بھر رہی تھی۔

"اوہ میری جان۔۔میری زندگی۔۔میری سانس۔۔۔میری دھڑکن۔۔۔اتنا سب دے کر تم یوں مت رو۔مجھے درد ہو رہا ہے تمہارے آنسوؤں سے۔میں اور یہ بچہ تمہیں مجبور نہیں کریں گے۔تم جب دل سے چاہو تب مجھے معاف کر دینا۔رو نہیں میری معصوم جان۔۔میرے دل کی ٹھنڈک۔۔۔رو نہیں پلیز"

وہ اسکے آنسو صاف کرتا اسے مزید برا رلا گیا جس سبب اب کی بار اسے جانے کتنی دیر اپنے سینے لپٹائے رہا کہ وہ سکون پا سکے۔

"رونا بند کرو، میں منہ میٹھا کرواوں گا پورے زمانے کا۔جہاں جہاں ممکن ہوا اسکی پیدائش پر کھانا تقسیم کرواوں گا۔یہ میری زندگی کا انمول سکھ ہے۔منائم، تم نے میری زندگی سے جڑی ہر حسرت ختم کر دی۔مجھے تم سے ایسی ایسی راحتیں ملیں گی کہ میں نہال ہو جاوں گا، کبھی نہیں سوچا تھا۔رو نہیں میری گڑیا"

وہ اسکے آنسو پونچھتے ہوئے اسکی بار بار پیشانی چوم رہا تھا جس سبب وہ کچھ جذباتی پن سے نکلی لیکن رونے کے سبب نڈھال ہو گئی تھی۔

"گ۔۔گھر جانا ہے مجھے"

وہ اسکے سینے لگے ہی روتے منمنائی تو مہویر نے اسکا سر چومتے اثبات میں سر ہلایا اور اسکا ہاتھ پکڑ تا وہ روم سے نکلا، گاڑی تک پہنچے اس نے پہلے منائم کو بٹھایا پھر وہ دوسری طرف آئے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالے بیٹھا، اس نے جھک کر اس کی سیٹ بیلٹ کھینچی، کلک کی ہلکی سی آواز کے ساتھ بیلٹ لاک ہوئی مگر وہ پیچھے ہٹنے کے بجائے وہیں ٹھہر گیا۔ اس کی سانسیں اس کے چہرے سے ٹکرا رہی تھیں۔، مہویر کے خود پر جھکنے پر وہ دم سادھ گئی، دونوں کی آنکھوں میں صرف ایک دوسرے کا عکس تھا۔

"I didn’t fall in love with you... I shattered into it — and now every broken piece of me beats only for you My little monster."

مہویر کے یہ منائم کے ہونٹوں سے مس ہوتے الفاظ، اس اعتراف کے بعد لمس بننے کی تشنگی میں مبتلا ہوئے، منائم کی سانس جیسے رک گئی، آنکھیں بے اختیار اس شخص کے لبوں پر ٹھہر گئیں۔

اگلے ہی لمحے اس نے اس کا چہرہ تھام کر جھکتے ہوئے اس کے ہونٹوں پر شدید مگر جذبات کی لو میں دھت اور مدہوش ہوا لمس ثبت کر دیا۔

وہ بے قابو ہوا تھا، جیسے برسوں کی روکی ہوئی شدت اچانک اس شخص میں آزاد ہو گئی ہو۔

اسکی منائم کے گرد گرفت مضبوط ہوتی گئی، اور منائم کی انگلیاں بے اختیار مہویر کی شرٹ میں الجھ گئیں۔

چند لمحوں بعد وہ آہستہ سے پیچھے ہٹا تو دونوں کی سانسیں ہانپتی محسوس ہوئیں، مگر مہویر کی پیشانی اب بھی منائم کی پیشانی سے جڑی تھی، وہ گہرے سانس بھرتی رونے سے یکسر آزاد ہو چکی تھی۔

"اب ہر صورت پورا منالوں گا تمہیں۔ چلتے ہیں گھر لیکن بہت سا میٹھا لے کر جاتے ہیں۔ اگر اجازت دو تو انیس کو کال ملالوں ساتھ"

منائم نے اپنے ہونٹوں پر زبان پھیرتے انھیں تر کیا جو خشک صحرا ہو گئے تھے پھر گھبرا کر سر ہلاتی اسے اجازت دیے اپنا چہرہ ونڈو سائیڈ پھیر گئی، سیاہ شیشے کے اس پار وہ تو دیکھ سکتی تھی پر انھیں کوئی نہیں دیکھ سکتا تھا، مہویر نے گاڑی ہوسپٹل کے پارکنگ لاٹ سے نکال کر روڈ پر ڈالتے ساتھ انیس کو کال ملاتے سپیکر پر فون ڈالے ایک ہاتھ سے سٹیرنگ سنبھالتے دوسرے ہاتھ میں منائم کا کانپتا ہاتھ جکڑ کر اسکی ملائم پشت اپنے لبوں کے بھرے بوسے سے چومی۔

وہ اب تک صبح کی نرم مگر شدید ٹھنڈی دھوپ میں خاموشی سے ٹہل رہا تھا، آنکھیں ویران تھیں، ہیزل براون رنگ پھیکا پڑا تھا، قریب ہی رکھے میز پر پڑا انیس کا فون بجا تو وہ چلتا ہوا جھک کر میز پر پڑے فون کو اٹھا کر مہویر کا نام دیکھے اپنے ہر درد کے باوجود مسکرایا۔

"اوئے علوی۔۔۔اوئے باپ بننے والا ہے تیرا یہ کمینہ یار۔۔۔"

فون لگتے ہی انیس کو اس نکمے نے جس طرح چینخ کر بتایا، گھبرائی منائم بھی حیرت سے اسکے منہ کی طرف دیکھنے لگی کہ اسے کیا ہوا۔

"ماشاءاللہ۔اللہ تمہیں ایک بہترین باپ بننے کا شرف عطا کرے میرے خبیب!خوشی ہے بے حد"

وہ عرشیہ سے پہلے ہی وجہ جان چکا تھا تبھی انیس کے اتنے پھیکے رد عمل کا گلہ نہ کر سکتا تھا، منائم نے اسکے ہاتھ کو جکڑے سیٹ سے ٹیک لگالی کیونکہ وہ آنکھیں بند کر چکی تھی، تھکن محسوس ہو رہی تھی۔

"جو کچھ ہوا جانتا ہوں، عرشیہ نے کال کی مجھے اور کہا تم سے بات کروں، کتنی پیاری بیویاں ہیں ہماری ماشاء اللہ۔ تم لوگ رات آجاو محراب آنٹی کی طرف۔ اس خوشی کا جشن بھی منالیں گے اور بات بھی کرلیں گے۔ سیڈ ہے میرا شہزادہ"

مہویر کو اتنا فکر مند پا کر انیس کو اچھا لگا، کہ اس وقت جب اسے اتنی بڑی خوشی ملی تب بھی اسے انیس نہیں بھولا، وہ بس اتنی ہی تو اہمیت چاہتا تھا، منائم بھی دھیما سا اس بیویوں والی تعریف پر مسکرائی۔

"حالانکہ میری لُمانے میری اداسی اور تکلیف دور کر دی تھی، تمہیں خوامخواہ پریشان کیا۔ میں خبر لیتا ہوں اسکی۔ آج نہیں کل ملتے ہیں، آج تم اپنی فیملی کے ساتھ یہ سیلیبریٹ کرو مہویر۔ میری فکر مت کرو مجھے یہ سب ہینڈل کرنے کی عادت ہے"

انیس کا لہجہ تھما ہوا اور آزردہ تھا۔

"تُو میری اور عرشیہ المیر، میری مانو کی فیملی ہی تو ہے۔۔۔ کیسی دل جلاتی باتیں کرتا ہے تُو ہرٹ ہو کر۔ مجھے گلے لگنا ہے تیرے اس خوشی پر، تجھے مکا بھی مارنا ہے تاکہ جلد یہ خبر تو بھی مجھے سنائے۔ بس کچھ نہیں سنوں گا۔ آ رہے ہو تم لوگ یہاں۔۔۔ بلکہ ویٹ عصر کا نکاح ہے ناں۔۔۔۔ ہم ٹپک آتے ہیں۔ یہ زیادہ بیسٹ ہے"

انیس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آئی کیونکہ مہویر نے بہترین حل نکالا تھا۔

"ہاں۔۔ محراب آنٹی اور خضر کو بھی انوائیٹ کر دینا میری طرف سے۔ سب آجاو۔"

انیس کی فراغ دلی پر مہویر نے گردن گما کر منائم کو دیکھا جو آنکھیں بند کیے شاید سو گئی تھی۔

"ماں بننے کے بعد بیویاں اور پیاری ہو جاتی ہیں علوی، یہ سو گئی ہے بیٹھے بیٹھے اور مجھے ڈر ہے اسے دیکھنے کے چکر میں گاڑی کہیں ٹھوک نہ

دوں۔۔۔یہ۔۔۔یہ بہت عجیب و غریب دل روک دینے والی خوشی تھی۔تجھے بھی جلد نصیب ہو"

انیس نے گہرا سانس بھرا تبھی اسکی نظر اپنے کمرے کی بالکونی میں کھڑی عرشیہ پر جا ٹھہری، وہ وہیں سٹنگ ایریا میں لیپ ٹاپ رکھے میٹنگ لے رہی تھی پر انیس کو دیکھنے اٹھ کر ریلنگ تک آ گئی تھی۔

"آمین۔۔۔مجھے میری بیوی ماں بنے بنا بھی شدید پیاری ہے۔آخری لیول تک محبوب۔۔یہ ماں بنی تو نہیں جانتا پھر اور کیا کیا بنے گی یہ میرا۔۔۔خیر اپنی بیوی کو تھوڑا وقت دو پھر آ جانا دنکو یہاں۔لگ جانا میرے گلے۔اللہ یہ خوشی مبارک کرے تمہیں"

انیس نے پیار اور انیست کے سنگ کال بند کی جبکہ دیکھ وہ اب تک عرشیہ کو رہا تھا، محبوب ترین تھے وہ ایک دوسرے کے لیے۔

وہیں عدین کو سکول ڈراپ کیے اس سے پہلے ابراہیم جاتے، وہ کار ڈور واپس بند کرے بابا کو دیکھنے لگا۔

"کیوں نفرت کرتے ہیں آپ میرے بھیو سے؟ کیا میری نفرت سہہ سکتے ہیں آپ؟"

ابراہیم علوی نے گردن گما کر عدین کی طرف دیکھا۔

"کیا مطلب تھا اسکا؟"

وہ بابا کی خفگی پر سیٹ بیلڈ کھولے زرا انکی طرف جھکا و لیے بیٹھا۔

"مطلب یہ کہ میں تنگ آچکا ہوں آپ کے اس رویے سے، یہ کیسا فرق ہے بابا۔ میں اور انیس بھیو آپکی ایک ہی بیوی کے بچے ہیں۔ ہم دونوں آپکا خون ہیں پھر بھی آپ انکو تکلیف پر تکلیف کیوں دیتے ہیں۔ کیا آپکو وہ انسان نہیں لگتے؟ اگر ان سے نفرت ہے تو مجھ سے بھی کریں نفرت۔ میں تھک چکا ہوں آپکی ان سے نفرت دیکھ کر۔ وہ ہیموفیلک ہیں تو اس میں انکی چوائز

نہیں تھی، انکو اگر اپنے بارے فیصلہ کرنے کا حق ملتا تو وہ بھی خود کو ایک نارمل اور صحت مند بچہ بنا کر پیدا ہوتے۔ اسکے باوجود بھیونے کبھی آپکو تکلیف نہیں دی۔ آزمائش نہیں بنے۔ اپنا درد سہتے رہے کہ آپکو انکی کمی تکلیف نہ دے۔ لیکن آپ نے انکے اندر اپنے رویے سے جو زخم لگائے وہ نہیں بھریں گے۔"

وہ عدین کے منہ سے یہ سب سنے پتھرا گئے، کیونکہ عدین نے اک اک حرف سچ کہا۔

"ہم اس پر رات کو بات کرتے ہیں۔ تم ٹھیک کہہ رہے ہو لیکن تم ابھی میری حالت سمجھنے کے لیے بہت چھوٹے ہو"

وہ بابا کی بات سنے اذیت سے مسکرایا۔

"مجھے میری اس زندگی نے عمر سے بہت بڑا کر دیا بابا۔ میں پیدا ہوتے ہی دوسرے بچوں کی طرح ماں نہیں رکھتا تھا۔ نہ شدید خواہش کے وہ لمس پا

سکتا تھا۔ مجھے اور بچوں کی طرح ماں نے نہیں میرے بھیو نے سنبھالا، ماں کی ہر ذمہ داری انہوں نے نبھائی اور آج جو میں پورے قد سے کھڑا ہوں تو صرف انکی وجہ سے۔ مجھ میں جو اعتماد، بے خوفی اور لحاظ ہے یہ میرے بھیو نے دیا مجھے۔ اچھے برے کا فرق سمجھا کر تمیز سکھائی۔ ادب سمجھایا کہ آج تک میں نے آپکے اس رویے کے باوجود آپ سے اونچی آواز میں بات نہیں کی کیونکہ بھیو نے کہا کہ انکا آپ سے جو بھی معاملہ ہو میں اس بیچ نہ پڑوں، آپ نے کیا ایسا کیا میرے لیے بابا، آپ نشے میں دھت یہاں وہاں پڑے رہتے تھے، اسکے سوا مجھے تو کچھ یاد نہیں، جب میں سنبھل گیا تب آپ آ گئے اپنے حق جمانے، میرے بھیو کا سارا کریڈٹ چھین لیا۔ مجھے پہلے لگتا تھا آپ انکو جان بوجھ کر ستاتے ہیں، آج ایسا لگا آپ یہ جان بوجھ کر نہیں کرتے، آپکو واقعی میرے بھیو کا وجود برداشت نہیں۔ اور جسے میرے بھیو کا وجود چبھتا ہے اسکے لیے میرا دل قبر بنتے دیر نہیں لگاتا۔ یہ بات آپ جلد سمجھ لیں تو بہتر ہو گا ورنہ پھر اس دل نامی قبر پر بیٹھ کر روتے رہیے گا۔ میں

اپنے بھیو کی مزید انسلٹ برداشت نہیں کر سکتا۔ سمجھ گئے آپ۔۔۔۔یہی کہنا تھا مجھے"

وہ آج بلکل نہ رویا، وہ بہادر ہو گیا تھا، اس نے ابراہیم علوی کو صاف لفظوں میں وارن کیا اور کار ڈور کھولے نکل کر چلا گیا، کتنی دیر تک وہ شخص تو دوسرا سانس نہ لے سکا تھا، عدین کی وارننگ صاف تھی، اب بھی وہ شخص نہ سنبھلتا تو شاید پر چیز کھو دیتا۔

وہیں دوسری طرف، خضر نے فون لے لیا تھا، وہ ٹھیک وقت پر ملک پیلس پہنچ گیا، عاصم کو جلدی نکلنا پڑ گیا تھا مگر وہ شمس الدین کو بتا گیا تھا کہ آج خضر آئے گا اور وہی یمل کو سکول ڈراپ کرے گا۔ یمل بھی آنکھیں راہوں میں بچھائے، اپنے بھائی کو دیکھنے، اس سے ملنے کو بے تاب تھا، خضر کے دل کی جو بھی حالت تھی اس نے پیلس قدم رکھتے ہی اک طرف کر دی، اس وقت اسکے لیے صرف یمل ملک اہم تھا، وہ شمس الدین یا فاطمہ سے ملنا نہیں چاہتا تھا بس یمل سے ملاقات ہونی اہم تھی۔

پیلس کے باہر انٹرنس کی سیڑھیوں کے موڑ پر کھڑا یمل بار بار پیلس کے مین بڑے دروازے کی طرف دیکھ رہا تھا، اس کی انگلیاں بے چینی سے ریلنگ پر بج رہی تھیں، دل عجیب سی تیزی سے دھڑک رہا تھا، اسے خود بھی نہیں معلوم تھا کیوں...

گیٹ کھلنے کی آواز آئی تو یمل سیدھا ہو کر کھڑا ہو گیا...

اور پھر اگلے ہی لمحے اس نے پیلس کے گیٹ سے خضر ملک کی گاڑی پورچ میں رکتی دیکھی، وہ نظریں گاڑی پر جمائے ہی ہوئے تھا جب خضر اپنی گاڑی سے باہر نکلا، مکمل سیاہ میں، لمبا قد... سنجیدہ چہرہ... آنکھوں میں عجیب سی گہرائی، دونوں کی نظریں ایک لمحے میں ٹکرا گئیں، وقت جیسے وہیں تھم گیا، خضر کو امید نہ تھی وہ اسکے انتظار میں یوں ملے گا۔

یمل کو ایسا محسوس ہوا جیسے وہ اس شخص کو جانتا ہو، بہت پہلے سے... بہت گہرائی سے...

خضر بھی ساکت رہ گیا، اس پندرہ سالہ لڑکے کی آنکھوں میں اسے اپنی ہی جھلک نظر آئی کیونکہ خضر اور یمل کی شباہت بہت زیادہ عاصم سی تھی، وہ دونوں ایک نظر میں دیکھ کر پہچانے جاسکتے تھے کہ بھائی بھی ہیں اور عاصم ملک کے بیٹے بھی ہیں۔

"یہ تو بلکل چھوٹا خضر ہے۔ کیوٹ ورژن۔"

خضر کی مسکراہٹ گہری ہوئی، یمل بھی آہستہ آہستہ سیڑھیاں اترنے لگا، اسکا بیگ وغیرہ ملازم لے کر وہیں کھڑا تھا۔

خضر کے قدم بھی بے اختیار اس کی طرف بڑھ گئے، دونوں ایک دوسرے کے سامنے آکر رک گئے...

کچھ لمحے... دونوں خاموش رہے جیسے یہ سامنا فیل کر رہے ہوں۔

"السلام و علیکم..."

یمل نے جھجکتے ہوئے خضر کو دیکھ کر کہا تو خضر کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ آئی، سلام کرنے والی فوٹو کاپی اسکی تو واقعی کیوٹ ورژن تھی کیونکہ خضر ہیلو ہائے والی چیز تھا۔

"وعلیکم والسلام..."

خضر کی آواز غیر معمولی حد تک نرم تھی، اس نے یمل کے بال نرمی سے بکھیرے۔

"آپ خضر بھائی ہیں...؟"

یمل نے آہستگی سے پوچھا کیونکہ بات کیا کرے خوشی کی زیادتی سے سمجھ نہ آرہا تھا۔

خضر کی آنکھیں نرم پڑ گئیں۔

"ہاں... اور تم یمل ملک ہو..."

خضر کے پوچھنے پر یمل کے چہرے پر مسکراہٹ آ گئی...

"جی۔ میں... میں آپکا انتظار کر رہا تھا..."

یہ سادہ سا جملہ خضر کے دل میں اتر گیا، اس نے بے اختیار ہاتھ بڑھایا، پھر یمل کی گال تھپکی، یمل کو پہلے تو گھبراہٹ سی ہوئی مگر اگلے ہی لمحے اس لمس میں عجیب سا سکون محسوس ہوا۔

خضر نے بھی محسوس کیا، یہ لڑکا صرف اس کا بھائی نہیں... اس کی ذمہ داری ہے... اس کا اپنا ہے...

"سکول کے لیے دیر ہو رہی ہے..."

خضر نے نرمی سے یاد دہانی کروائی، یمل نے فوراً سر ہلایا...

"جی... مگر..."

وہ رک گیا۔

"کیا ہوا؟"

خضر نے فوری پوچھا...

"آپ مجھے عرشیہ آپی کی طرح قبول کریں گے یا ریجیکٹ؟"

یمل کے سوال پر خضر نے اسکی طرف زرا مزید اک قدم بڑھایا۔

"قبول کروں گا۔ اور جیسے اسکا بڑا بھائی ہوں اب تمہارا بھی ہوں۔ تم سبکا بھائی ہوں۔ اور بھائی ریجیکٹ نہیں کرتے میرے بچے"

یمل کی آنکھیں اسکی شفقت پر چمک اٹھیں، پھر اگلے ہی لمحے یمل نے ہچکچاتے ہوئے قدم اٹھایا اور خضر ملک سے لپٹ گیا، خضر ایک لمحے کو چونکا...

پھر اس نے بھی آہستگی سے اسے بازوؤں میں لے لیا، یہ پہلا لمس تھا... مگر اس میں برسوں کی اپنائیت تھی...

یمل کو لگا جیسے اسے واقعی کوئی سائبان مل گیا ہو...

اور خضر کو محسوس ہوا، زندگی کی تمام تھکن جیسے ایک لمحے میں اتر گئی۔

"مجھے ڈر لگ رہا ہے ابھی بھی۔ منائم آپی سے۔ پتا نہیں کیوں انکے نام سے ہی لگ رہا ہے وہ سخت ہوں گی"

یمل کے اس ڈرنے ویسا ہی ڈر خضر کے سینے میں بھی اتار دیا۔

"سخت نہیں ہے۔ بس وہ ہم سب سے زیادہ میچور، موڈی اور حساس ہے، کبھی کبھار ضدی بھی، اب تم بابا کی الگ بیوی سے اولاد ہو تو شاید وہ تھوڑا سا ٹف ٹائم دے لیکن آخر کو پگھل جائے گی۔ تمہیں اس میں جو بھی مدد چاہیے ہوئی وہ میں اور عرشیہ کریں گے۔ فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔"

یمل کا دل جیسے سکون پا گیا جب وہ الگ ہوا، جسم و جان میں آسودگی سی اتری۔

"تھینکیو بھائی۔"

یمل کی آنکھوں کی نمی دیکھے خضر نے زرا جھک کر اسکا سر چوما کیونکہ یہ عدین اور یمل خیر سے اچھے قد آور تھے، آخر کو دونوں کی جینز میں تھا۔

"ویلکم مائی ڈیئر۔ چلو تمہیں سکول ڈراپ کر دیتا ہوں۔ پھر کچھ کام نمٹانے ہیں۔"

خضر نے اسے مسکرا کر کہا تو وہ فورا آمادہ ہو کر مسکرایا اور اب اسے بس یونہی منائم آپی قبول کرے اسکے سوا کوئی چاہت نہ تھی۔

.._____..

وہ واپس اوپر آیا تو عرشیہ کو دیکھنے بالکونی ہی میں نکل آیا جہاں وہ میٹنگ ختم کیے اپنے کندھے اپنے ہی ہاتھوں سے دبا رہی تھی، انیس نے بالکونی میں قدم رکھا ہی تو عرشیہ پر نگاہ پڑی، وہ چلتا ہوا اس تک پہنچا اور اسکے دونوں ہاتھ پکڑ کر آگے کو عقب کی جانب جھکتے چومے، پھر اپنے دونوں ہاتھ عرشیہ

کے کندھوں پر ایڈجسٹ کیے، اور دھیرے دھیرے بہت کم قوت رکھ کر دبانے لگا، عرشیہ کو لگا پورے وجود میں چھائی تھکاوٹ کا توڑ ہو گیا ہو۔

"یہ بلکل ویسے ہے جیسے میں نے تمہارے کندھے دبائے تھے۔ احسان اتار رہے ہو یا پیار کر رہے ہو؟"

وہ اس مساج سے مدہوش ہو کر مسکراتی سر پیچھے کو ترچھا کیے سر پر کھڑے انیس کو دیکھتے بولی تو انیس نے جھک کر اپنے ہونٹ اسکی جبین پر رکھے اور اسکا ماتھا چوما۔

"تمہیں کیا لگ رہا ہے؟"

وہ اسی مدہوش آپسراہ سے جاننے کا طالب تھا، وہ لڑکی گزشتہ دو راتوں میں اسکے تقاضے پورے کرتی کرتی بلکل تھک ہار چکی تھی۔

"مجھے؟ مجھے پیار"

وہ دھیما سا مسکرائی، سر کرسی سے ٹیک کر اوپر چہرہ کیے انیس کو دیکھ رہی تھی جس نے اس بار عرشیہ کی مسکراہٹ الٹے زاویے سے جب چومی تو وہ اپنا ہاتھ اسکی گردن پر رکھتی اسے دور کر گئی۔

"کوئی دیکھ لے گا، ہم کمرے میں نہیں ہیں"

وہ شرما کر سامنے دیکھنے لگی جہاں درخت، آسمان اور دھوپ کی ملائم کرنیں تھیں، دور دور تک چرند پرند اور ڈھیڑ ساری روشنی تھی، وہ اسکے چھونے پر گھبرا رہی تھی۔

"احسان اتار رہا تھا تمہارا۔ اور میں کمرے کے علاوہ بھی تمہیں چھو سکتا ہوں، پیار کر سکتا ہوں۔"

وہ اسکے شانے دبانے کے بیچ بہت مہارت سے عرشیہ کے بال مٹھی میں دبوچ کر اسکی گردن کی پچھلی طرف اپنی انگلیاں بینڈ کرے وینز دباتا عرشیہ میں اک گہرا آرام اتار گیا، عرشیہ کے ہونٹوں پر سمائل آئی۔

"مجھ سے ضد لگا کر کیا ملتا ہے سڑو؟ کہہ دو پیار کر رہا ہوں"

وہ دلربا انداز میں روٹھی۔

"پیار کرنے دو گی تو کہہ بھی دوں گا کہ کر رہا ہوں"

وہ پھر سے سر ٹیک کر انیس کو دیکھنے لگی جو اب اسکے ماتھے کو بہت نرمی سے دبا رہا تھا، بھنوؤں کا اوپری حصہ، ان پر نرم دباو بھی عرشیہ کی تھکن کا توڑ بنا، وہ آنکھیں موندے مسکرائی تو انیس اسکے چہرے پر کھڑے کھڑے جھک گیا، اپنی مختلف زاویے پر ہوتے محبت بھری گستاخیاں کیے وہ عرشیہ کی ساری تھکن اتارتا ہوا ٹھیک اسکے سامنے والی میز پر آ بیٹھا اور عرشیہ کے دونوں ہاتھ انیس نے جب اپنے ہاتھوں میں تھام کر چومے، وہ اپنے رخساروں پر اترے پھولوں سمیت جھینپا سا مسکائی۔

"تم خالہ بننے والی ہو۔ منائم امید سے ہے۔ مہویر نے بتایا ابھی۔ انھیں بلا لیا ہے یہیں دنکو۔ کتنی پیاری خالہ بنو گی تم۔ مبارک ہو میری لُما"

وہ یہ سنے فوری جذباتی ہوئی، آنکھیں بھر سی گئیں۔

"ماشاءاللہ۔ یہ خوشی انھیں نصیب ہو۔ بہت خوش ہوں یہ سن کر۔ بہت اچھا کیا تم نے انھیں یہیں بلا لیا۔ تمہارا بھی موڈ اچھا ہو جائے گا مہویر سے مل کر۔ اور دوسری بات، سب سے اچھی میں تمہارے بچے کی ماں بنوں گی۔۔۔۔ یاد رکھنا۔ مجھے اللہ سے بس اب یہی چاہیے"

وہ اسکا رخسار اک ہاتھ اٹھا کر سہلاتی جس یقین سے بولی، انیس کتنے ہی لمحے بس عرشیہ کو ہی دیکھتا چلا گیا۔

"میرا موڈ تمہیں دیکھ کر ہی اچھا ہو جاتا ہے۔ میری گرے آنکھوں والی خاتون! جگر پارم"

وہ انیس کا اپنی رخسار چوم کر محبت سے شرف دینا پائے روہانسی ہوئی۔

"انیس۔ تم دکھی ہو یہاں سے جانتی ہوں"

وہ ٹیبل آگے سرکاتا مزید قریب ہوا تو اپنی ٹانگوں کے بیچ عرشیہ کی ٹانگیں لاک کر گیا، عرشیہ نے اپنا ہاتھ اسکے سینے پر رکھ کر کہا۔

"میں ہر جانب سے سکھی ہو جاتا ہوں جب تمہیں چھو لیتا ہوں۔"

وہ اسکے ہاتھ کو پکڑ کر اپنے ہونٹوں سے جوڑتا اسکی ہتھیلی چوم کر بے خود ہوا۔

"تمہارا موڈ خطرناک ہے کیا؟"

وہ اسے دکھی سمجھ رہی تھی پر وہ تو کسی اور ہی موڈ میں تھا۔

"ہاں تھوڑا سا۔ تم چاہو تو زیادہ بھی کر سکتا ہوں، روم میں چلیں؟"

وہ سہم کر انیس کے سوال پر گھوری۔

"ک۔۔ کیوں؟"

عرشیہ نے تھوک سانگلا۔

"وہ کرنے جو یہاں بیٹھ کر نہیں ہو سکتا۔۔۔"

وہ اسکے ذو معنی انداز پر ڈر کر آنکھیں پھیلا گئی، جو جسم کے رونگٹے کھڑے ہوئے وہ الگ۔

"ک۔۔کیا کرنا ہے؟"

وہ اسے سہم کر بولتی کتنی پیاری لگ رہی تھی، وہ اسے چھیڑ کر اپنے غم، تکلیف اور دکھ کو فراموش کر رہا تھا، اتنا بڑا اسکھ تھی وہ اسکا۔

"وہی جو ہمیں بہت پسند ہے"

وہ اسکی گردن پر ہاتھ پھیر تا عرشیہ کی جانب جھکتا ہی چلا جا رہا تھا کہ بچاری کو پیچھے ہٹنا پڑ رہا تھا۔

"ا۔۔انیس۔۔پٹو گے اب مجھ سے ایسی ڈبل مینگ باتوں پر"

وہ بینڈ ساہوئی پر انیس کا ہاتھ اسکی کمر پر جکڑے سہارہ سا بن گیا۔

"چینج کرنے کا کہا۔۔۔ٹوئنگ کرتے ہیں۔عصر کے نکاح کے لیے۔۔۔تم کیا سمجھی؟"

وہ اسکی جان ہلکان کر کے اب معصومیت سے سارا الزام بھی عرشیہ پر ڈال گیا جو کان کی لو تک سرخ ہو گئی تھی۔

"بہت خراب ہو تم"

وہ شرمندگی سے نظریں چرا گئی، انیس کی سانسیں اس کے گال سے ٹکرائیں تو وہ بے اختیار لرز گئی۔

"انیس وہ دیکھ رہی ہے ہمیں"

اس سے پہلے وہ مزید اس لڑکی کی خوشبو میں گم ہوتا، عرشیہ کی بات سنے جھٹکے سے دور ہوا۔

"کون دیکھ رہی ہے؟"

وہ ارد گرد دیکھنے لگا، عرشیہ نے ہنسی سی آنے پر اپنے حلق میں گھوٹی۔

"دن کی روشنی، اور وہ نیچے گارڈن میں کھڑی بلی بھی"

انیس کے ہونٹوں پر بے اختیار مسکراہٹ آئی، وہ جھک کر اس کے اور قریب آیا۔

"بلی کو بھی جیلسی ہو رہی ہو گی..."

وہ مدھم لہجے میں بولا تو عرشیہ نے ہونٹ بھینچ لیے۔

"انیس..."

اس نے تنبیہی انداز میں اسے دیکھا مگر اس کی آنکھوں میں چمک تھی۔

"اور دن کی روشنی...؟"

وہ مزید اسکے حواس اڑانے اس کے چہرے پر جھکا۔

"وہ بھی میری بے قراریوں کی گواہ بن جائے مجھے کوئی اعتراض نہیں..."

اس کی سرگوشی عرشیہ کے کان سے ٹکرائی تو وہ بری طرح شرما گئی۔

"انیس۔۔۔ تم مجھے بہکا رہے ہو۔۔ مت کرو"

وہ جلدی سے سیدھی ہوئی، انیس نے اس کے ناک کو لاڈ سے چوما۔

"تم ہی تو کہہ رہی تھیں میں دکھی ہوں، اب خوش بھی نہ کروں خود کو؟"

وہ اسکی آنکھوں میں جھانکا تو وہ قربان سی ہو گئی۔

"خوش رہو بس، جیسے بھی رہو"

انیس نے اس کے ہاتھ کو اپنے ہونٹوں سے چھوا، محبت و شدت بھرا مختصر لمس دیا۔

"رہ رہا ہوں، تم ساتھ ہو تو مشکل بھی آسان لگتی ہے لُما۔"

عرشیہ کی آنکھیں نرم پڑیں پھر اس نے انیس کا ماتھا چوما، تبھی انکے روم کے دروازے پر دستک ہوئی جس سبب انیس ہی اسکی گال کھینچتا اٹھا اور روم میں جاتے ڈور تک جا کر اسے کھولا۔

"سر۔ مس صنم زمان آئی ہیں"

ملازم کے اطلاع دینے پر انیس نے مسکرا کر سر ہلایا۔

"انھیں بٹھاو ہم ابھی آئے"

انیس نے اسے کہا جس پر ملازم مودب انداز میں وہاں سے چلا گیا جبکہ خود وہ پلٹا ہی تو آنکھیں، روم میں داخل ہوتی عرشیہ المیر کی آنکھوں سے جا ملیں۔

"وہ آگئی ہیں۔ عصر چاہتا ہے ابھی سب نارمل رہے کہ انکے بارے ہم نہیں جانتے کچھ بھی۔ تم بھی ایسا ہی بیہیو کرنا۔ کیونکہ وہ ابھی اپنی مما کو معاف کرنے کی حالت میں نہیں لیکن انکے بغیر نکاح بھی نہیں کرنا چاہتا تھا۔ کتنی عجیب بات ہے کہ وہ بھی سب جانتی ہیں اور ہم بھی لیکن عصر کے کہنے کے

مطابق ہمیں اداکاری کرنی ہے۔ کیا تمہیں لگتا ہے عصر یہ کر سکے گا؟ ماں کو دیکھنے کی دیر ہو گی اسکے سارے ارادے ٹوٹ نہیں جائیں گے "

وہ انیس تک آئی اور اپنا لیپ ٹاپ بیڈ پر رکھتے واپس انیس کی جانب توجہ جما کر اسکے دونوں ہاتھوں میں اپنے مرمریں ہاتھ تھما دیے۔

"وہ بس دیکھنا چاہتا ہے کہ ایک ماں کیسے اپنے بچے سے سب جانتے ہوئے دور رہ سکتی ہے۔ اسے صنم زمان نے خود سے دور کرنے میں پہل کی تھی تو وہ چاہتا ہے اب قریب کرنے میں پہل بھی وہ ماں کرے۔ یہ عصر کے ٹوٹے دل کو جوڑنے کا باعث بنے گا۔ تم سمجھتے ہی نہیں عصر کو"

وہ عرشیہ کے اتنے پرفیکٹ اندازے اور سمجھ بوجھ کا آج واقعی معترف ہو گیا۔

"تم اتنی سمجھدار ہی پیدا ہوئی تھی یا میں نے کر دیا؟"

وہ اسی پر خوش تھی اسکا رونے والا شیر، اب اٹکیلیاں کر رہا ہے، پیار کر رہا ہے، مسکرا رہا ہے۔

"میں سمجھدار ہی پیدا ہوئی تھی پر میری سمجھداری کو تراشا اس سڑو نے۔ بعد میں چینج اور ٹوئنگ کرتے ہیں۔ پہلے پیاری سی صنم زمان سے مل لیتے ہیں"

وہ اس وقت اس گھر میں آئی ماں سے ملنے کی شدید طلب گار تھی، جتنا انیس نے اسے ان کے بارے بتایا تھا، عرشیہ کو امید تھی وہ صرف عصر کی ہی نہیں، عدین اور انیس کی بھی ماں بنیں گی۔

"بعد میں موڈ بدل بھی جاتا ہے، بعد میں بات صرف چینج اور ٹوئنگ کرنے پر نہیں رکی رہ سکتی لُما"

وہ اسکے بہکے تیور اور ارادے بھانپ کر شرمگیں سا مسکرائی۔

"بعد میں تمہارا جو دل چاہے تم کرنے کا پورا حق رکھتے ہو۔ میں اعتراض کر ہی نہیں سکتی۔ میں تو خوشی سے ہوا میں اڑنے لگتی ہوں جب میرا ہونا، میرا میسر رہنا، میرا وجود تمہیں کسی بھی قسم کی راحت پہنچائے۔ تم میرے دل، دماغ اور وجود کا ہر وہ نقطہ جانتے ہو جس سے مجھے قابو کیا جا سکتا ہے۔"

وہ اسکے قریب سرک کر جس طرح شرما کر بولتی گئی، انیس کو اپنی پرانی خاتون دیکھائی دے کر سرور بخش گئی۔

"اتنا بھی میسر مت رہو۔"

وہ بے خودی میں اسکی سانسوں میں سانس لیے بولا۔

"کیوں بور ہو جاوگے مجھ سے؟"

وہ زرا پیچھے ہٹے آئبرو اچکا کر گھوری، انیس کی گردن میکانی انداز میں نفی کے سنگ ہلی۔

"نہیں کچھ خطرناک، ڈرانے والا ہو جائے گا"

وہ اسکے خوفزدہ کرنے کے ارادے پر جی جان سے مسکرائی۔

"سپین کا ٹور کینسل ہو جائے گا اور کیا، اور تمہیں بتادوں اس وقت چانسیز بھی عروج پر ہیں کچھ خطرناک ہونے کے اس لیے ڈرنے کے لیے ریڈی رہو۔ ہر عورت کی زندگی میں ہر ماہ کچھ خاص آیام ایسے بھی آتے ہیں جب وہ ماں بننے کے لیے مکمل تیار ہوتی ہے"

وہ اپنی نظریں نیچی کرتی، اپنے اور انیس کے ہاتھوں کو دیکھتی لجا کر بولی، ان کے بیچ ہمیشہ سے ہر طرح کی بات کھل کر ہوتی رہی تھی۔

"یعنی تم تیار ہو؟"

وہ اسکے سوال پر بڑی مشکل سے انیس کو دیکھ پائی۔

"دل و جان سے، میری تو یہ سب سے بڑی خواہش بھی ہے کہ میں تمہیں بنا کسی آزمائش سے گزرے، بنا کسی تکلیف والی اولاد دوں۔ اللہ قبول کرے آمین۔"

وہ گرے آنکھوں کی مسکراہٹ، جھجھک، شرم اور بے پناہ خوشی چھپانے کی بھرپور کوشش کے باوجود ناکام تھی۔

"آمین۔ میرا چھوٹا سا پرندہ"

وہ اسکو اپنے سینے لپٹائے اپنے ہر ڈر سے آزاد ہوتا محسوس ہوا تو عرشیہ کو اپنے وجود میں اترتی آسودگی کی حدیں ختم ہوتی محسوس ہوئیں۔

"پرندہ ہی کیوں لگی میں تمہیں؟"

وہ اسکے روبرو ہوتی تجسس سے بولی کیونکہ لُما اور خاتون کے بعد یہ تیسرا نام تھا جسے انیس نے رپیٹ کیا۔

"کیونکہ تم ہو، پرندے کی طرح معصوم۔۔۔اور اسی کی طرح چھوٹی سی، اور بلکل ویسی آزاد"

وہ اسکے برابر تھی تب بھی یہ چھوٹی ہونے پر اسکا دل احتجاج کر اٹھا۔

"چھوٹی کہاں ہوں۔"

وہ جیسے دوبارہ اعتراض دہرا گئی۔

"میرے ایک ہاتھ جتنی تمہاری ویسٹ ہے۔اس سینس میں کہا چھوٹی سی۔ خیر چلو وہ ویٹ کر رہی ہیں، بعد میں دیکھتا ہوں تمہیں فرصت سے"

وہ اسکی شوخ نگاہوں کے روبرو مسکائی اور انیس کے ہمراہ ہی نیچے گئی، ملازمین نے صنم زمان کو ناشتہ بھی پوچھا جبکہ انہوں نے منع کیا تو چائے سرو کر دی، وہ اس گھر کو بھی محبت سے دیکھ رہیں تھیں اس لیے نہیں کہ یہ ابراہیم علوی کا تھا، بلکہ اس لیے کہ یہاں انکا بیٹا رہتا ہے۔

"خوش آمدید صنم زمان"

وہ چونکیں، کپ میز کی سطح پر رکھے اٹھ کھڑی ہوئیں جب انکی نگاہیں انیس اور اسکے ساتھ آتی ایک بہت ہی خوبصورت لڑکی پر گئیں، تعارف کے بنا بھی وہ سمجھ چکی تھیں یہ یقیناً انیس کی وائف ہے۔

"تھینکیو میرے بیٹے۔ کیسے ہو تم؟"

وہ قریب آئیں اور انیس کے مقابل رک کر اسکی بازو سہلائی جس پر ابھی بھی درد تھا لیکن نا ہونے کے برابر، فجر کی بنائی ملعم نے نیل دو دن بعد ہی مدھم کر دیا جبکہ گھٹنا بھی اب بلکل ٹھیک تھا۔

"میں بلکل فٹ۔۔۔۔ آپ کیسی ہیں؟"

انیس نے بھی محبت سے احوال لیا پھر انھیں محبت سے گلے لگا کر ملا، اسکا یہ کرنا صنم کو بے حد مسرور کر گیا۔

"میں بھی۔ خوشی ہے تم نے اپنے گھر کے اس خاص ایونٹ پر مجھے مدعو کیا۔ یہ یقیناوہ ہے جس نے تمہاری زندگی خوبصورت کر دی؟"

وہ مشکور ہونے کے ساتھ عرشیہ کی جانب بڑھیں، تو اسے بھی گلے لگایا، خود عرشیہ مزاحمت نہ کر سکی کیونکہ وہ ویسے ہی شفقت بھری پہل کو دل و جان سے سراہنا پسند کرتی تھی۔

"خوبصورت ترین کر دی میری زندگی۔ جی۔ یہ عرشیہ المیر ہے۔ میری بیٹر ہاف ڈارلنگ"

وہ لڑکی خود اپنا تعارف سن کر مبہوت ہوئی، پھر صنم زمان تو تھیں ہی اتنی سوئیٹ کہ انکے ہونٹوں پر ہمیشہ مسکان بھرا لمس رہتا تھا۔

"جیتے رہو دونوں۔ اور تمہارا وہ عصر کہاں ہے؟ اور اسکی بیٹر ہاف۔۔۔۔۔؟"

وہ ماں یہ پوچھتے ناچاہتے ہوئے بھی اپنی آنکھوں کا خالی پن نہ چھپا سکی، اس خالی پن کو عرشیہ اور انیس دونوں نے شدت سے محسوس کیا لیکن وہ ایک دوسرے سے سب چھپانے پر لگے تھے۔

"وہ بس آتے ہوں گے۔ نکاح کی شاپنگ کے لیے گئے ہیں۔ شاید آ گئے ہیں، ہارن کی آواز آئی ہے۔ عرشیہ تم بیٹھو انکے ساتھ میں لے کر آتا ہوں ہمارے سپیشل کپل کو"

انیس نے نرم لہجے میں انھیں بتایا جسکے بعد وہ وہیں سے باہر نکل گیا۔

عصر اور فجر نے شاپنگ کر لی تھی، سادہ نکاح کے جوڑے ہی فجر کو پسند آئے، اس نے تمام شاپنگ بیگز ملازمہ کو دیے تا کہ وہ انھیں کمرے میں رکھے جبکہ دونوں ساتھ ہی مینشن کی جانب بڑھے لیکن انیس کو اپنی سمت آتا دیکھے رکے، وہ بہت بہتر لگ رہا تھا۔

"انیس۔ تم ٹھیک ہو؟"

عصر کا اترا اداس چہرہ انیس کی تکلیف کے سبب تھا ورنہ جس بندے کا اپنی محبوب عورت سے نکاح ہو وہ یوں مرجھایا تو ہرگز نہیں ہوتا۔

"ٹھیک ہوں عصر، تم دونوں صنم زمان سے ملنے کو تیار ہو؟"

عصر کی آنکھیں لمحہ لگاتے اپنی رنگت بدل گئیں۔

"کیا وہ آ گئیں؟"

عصر لاکھ اپنی بے چینی چھپاتا، لیکن ممکن نہ ہوا، انیس نے باری باری دونوں کو دیکھا اور سر اثبات میں ہلایا۔

"ہاں۔ کیا تم انھیں واقعی نہیں بتاو گے عصر کہ تم سب جان چکے ہو؟ انتظار کرو گے کیا"

انیس نے اسکی بازووں کو آگے بڑھ کر پکڑتے عرشیہ کی بات اور سوچ کی تصدیق کرنی چاہی کہ واقعی عصر وہی سوچ رہا ہے جو عرشیہ نے کہا یا نہیں۔

"انھیں یہ خود پہچاننا ہو گا کہ مجھے سب پتا ہے، اب انکی اتنی آزمائش تو بنتی ہے۔ رہی بات ابراہیم علوی کی، میرا دل چاہ رہا ہے اب انھیں کبھی پتا نہ چلے کہ میں انکی اولاد ہوں"

عصر کا یہ ضدی، آزمائش لینے پر اترا اور ژن اس وقت انیس اور فجر دونوں کے لیے پریشانی کا باعث تھا، لیکن عصر اپنی جگہ بلکل ٹھیک تھا، اسکی ماں اسے صرف اس لیے چھوڑ گئی کہ وہ اپنے باپ کے سائے میں پلے، باپ کی تربیت پائے۔ لیکن خود وہ عصر کو خود سے محروم کر کے چلی گئیں، وہ ایسی ماں سے ہوش و حواس میں پہلی بار ملنے والا تھا، اپنی پینتس سالا زندگی میں اسے اپنی ماں سے ملا ایک بھی لمس یاد نہ تھا، اور اب وہ اسی ماں کی آزمائش لینے والا تھا، وہ بھی جانتی تھی وہ اپنے بیٹے سے ملنے والی ہے اور عصر بھی لیکن وہ یہ نہیں جانتی تھی کہ عصر ساری سچائیاں جان چکا ہے۔

انیس نے گہری سانس لیتے فضا کے سپرد کی، عصر کی آنکھوں میں چھپی بے قراری، دکھ اور ضد تینوں صاف نظر آ رہے تھے۔

"جو تم مناسب سمجھو لیکن خود کو تکلیف مت دینا..."

انیس نے نرم لہجے میں اسکی پیار بھری سرزنش کی۔

عصر ہلکا سا مسکرایا مگر اس مسکراہٹ میں درد چھپا ہوا تھا۔

"اتنی آسانی سے نہیں ٹوٹوں گا، اتنا کمزور نہیں ہوں انیس"

وہ فاتحانہ مسکرایا، یہ الگ بات کہ اسکی مسکراہٹ کا یقین کسی کو نہ تھا، فجر خاموش کھڑی دونوں کو دیکھ رہی تھی، اس نے آہستہ سے عصر کا ہاتھ تھام لیا۔

"ہم سب آپکے ساتھ ہیں"

اس کی مدھم آواز پر عصر نے ایک لمحے کو اسے دیکھا، پھر ہلکا سا سر ہلا دیا۔

"چلو..."

انیس نے آگے بڑھنے کا اشارہ کیا، تینوں مینشن کی طرف بڑھے۔

ہر قدم کے ساتھ عصر کی سانسیں گہری ہوتی جا رہی تھیں، دل جیسے سینے میں بے قابو دھڑک رہا تھا۔ دروازے کے قریب پہنچ کر وہ ایک لمحے کو رک گیا۔

"ڈر لگ رہا ہے؟"

انیس نے آہستہ سے اسکی تڑپتی حالت بھانپتے پوچھا، ماں زندہ ہو یا مر جائے، بہت وقت بعد ملنے جاو تو یونہی دل کانپتا ہے، پھر وہ جیتے جی ملنا ہو یا قبرستان جا کر۔

عصر نظریں نیچے کر کے مسکرا دیا۔

"پینتیس سال کا انتظار ہے، ڈر تو لگے گا ہی..."

وہ خود پر جبر کیے مسکرا دیا، انیس نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

"وہ بھی تمہارا انتظار کر رہی ہیں، گلے لگائیں لگ جانا جیسے تم جانتے ہی نہ ہو کہ وہ تمہاری ماں ہیں۔ جیسے تم بس انکا شکریہ ادا کر رہے ہو جو انہوں نے میری مسیحائی کی"

عصر نے نظریں اٹھا کر انیس غانم کی طرف دیکھا، سر کو فخریہ انداز میں مثبت جنبش دی۔

اور پھر مضبوط قدموں سے اندر داخل ہوا، فجر اور انیس دونوں اسکے لرزش رکھتے قدموں کے گواہ تھے، جو جیسے جیسے صنم زمان کی طرف بڑھ رہے تھے، اسکی ساری ہمت ٹوٹ رہی تھی، ماں کے ڈائری میں لکھے خط کا اک اک جملہ عصر کی اپنی سماعت میں گونج رہا تھا۔

ڈرائنگ روم میں صنم زمان بیٹھی تھیں، عرشیہ ان کے ساتھ گفتگو میں مصروف تھی، وہ انکا شکریہ ادا کر رہی تھی کہ انکی وجہ سے انیس کو بروقت طبی امداد ملی، جس کے جواب میں صنم زمان اسے پہلے اپنا فرض اور پھر اپنی

خوشی قرار دے گئیں، اسی لمحے ڈرائنگ روم کے دروازے پر قدموں کی چاپ آکر تھمی، گہری عصر کی لی جاتی سانس کی آواز پر صنم زمان نے سر اٹھایا، فجر اور انیس، اب تک عصر زمان کے قدموں کی رہبری کیے اسکے پیچھے تھے، صنم زمان کی نظریں جیسے ہی عصر پر پڑیں، وہ اپنی جگہ سے بے اختیار اٹھ کھڑی ہوئیں، عصر نے اپنی ماں کو دیکھا، اپنی سگی ماں، وہ ماں جس نے اسے عصر کے مبارک وقت جنم دیا پھر ایسا کیسے ہو گیا کہ اسی قیمتی بیٹے کو خود غرضوں کے سپرد کیے اسکی زندگی میں اک کمی چھوڑ کر چلی گئیں، دفعتا عصر کی آنکھیں انگارے میں بدلیں، یہی حال صنم زمان کی آنکھوں کا تھا اور اس وقت انیس، فجر اور عصر تینوں کو لگ رہا تھا جیسے سب بھید کھل جائیں گے، آج ایک ماں بیٹے کے بیچ کوئی سچ جھوٹ باقی نہیں رہے گا۔

"ص۔۔ صنم زمان! آپ سے ملنے کی گہری تمنا تھی۔ انیس غانم کی مدد کی آپ نے، بذات خود ش۔۔ شکریہ ادا کرنا چاہتا تھا۔ بہت شکریہ آپکا"

وہ دو قدم قریب آیا تو صنم نے بھی جیسے اپنی بے قابو ممتا سنبھالتے اپنے آنسو، اپنی تکلیف، اپنی تڑپ سب اپنے اندر ضبط کی۔

"ی۔۔ یہ میرا فرض تھا۔"

وہ بمشکل بول پائیں پر باخدا آنکھیں نہ ملا سکیں کہ کہیں وہ پوچھ نہ بیٹھے کہ مجھ سے جڑے فرض کہاں گئے، مجھے خود سے دور پھینکنے کی آپکو کس نے اجازت دی تھی، مجھے اپنی کمی دینے کی جرت کیسے کی، انیس، فجر اور عرشیہ اس وقت چپ تھے، جو ہو رہا تھا اسے ہونے دینا چاہتے تھے کہ یہ لمحہ پانی کی طرح اپنا بہاو لیے، اپنے راستے خود نکلتا محسوس ہو رہا تھا۔

صنم زمان نے ہمت کر کے نظریں اٹھائیں، اور پہلی بار اپنے بیٹے کو اپنے سامنے کھڑا دیکھا، وقت جیسے رک گیا۔

عصر کی آنکھوں میں چھپی نمی اور ضبط شدہ طوفان دونوں صاف جھلک رہے تھے جبکہ صنم زمان کی آنکھوں میں برسوں کی تڑپ سمٹ آئی تھی۔

"آپ، بیٹھیں براہ کرم۔۔۔ آپ سب بھی تشریف رکھیں ناں"

عصر نے دھیمی آواز میں کہا، جیسے لفظوں کو سنبھال کر ادا کر رہا ہو۔ صنم زمان نے سر ہلایا مگر بیٹھنے سے پہلے ایک قدم اور اسکی طرف بڑھ گئیں، ان کے ہاتھ بے اختیار آگے بڑھے مگر وہ خود ہی رک گئیں، عصر نے یہ جنبش محسوس کی۔

اسکا دل زور سے دھڑکا، اسے زعم تھا کہ وہ مضبوط ہے، لیکن ماں کے معاملے میں وہ اور اسکے عزم، بھربھری مٹی ثابت ہوئے، بقیہ تینوں کی جیسے دھڑکنیں تھمی تھیں۔

"آپ سے گلے لگ سکتا ہوں؟"

عصر کے سوال پر باقی تینوں کی آنکھیں سرخ ہوئیں جبکہ صنم کی لاکھ ضبط کے بھیگ گئیں، وہ اپنی باہیں کھول گئیں، اور اگلے ہی لمحے عصر نے خود کو روکے بغیر ایک قدم آگے بڑھایا، اور آہستگی سے صنم زمان کو گلے لگا لیا۔

یہ ایک محتاط، مہذب مگر شدت سے بھرا ہوا لمس تھا، صنم زمان کی سانس جیسے وہیں رک گئی،

ان کے ہاتھ خود بخود عصر کی پشت پر آ کر ٹھہر گئے۔

انیس نے جذباتی ہو کر روتیں فجر اور عرشیہ کو بازوؤں میں لیے اپنے ساتھ لگایا کیونکہ دونوں کے دل چڑیا جیسے تھے اور یہ لمحہ بہت شدید، بہت بھاری تھا۔

صنم زمان کی ہاتھوں کی انگلیاں عصر کے کندھے کو مضبوطی سے تھام گئیں، جیسے برسوں سے بچھڑا وجود انکے ہاتھ آ گیا ہو، ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے جو عصر میں کہیں گم ہونے لگے، آج بھی انکے بچے کی خوشبو ویسی ہی تھی، بلکل نہیں بدلی تھی، وہ آج بھی انکے سینے لگتے ہی انکی ہر تکلیف دھول کر گیا، وہ اگر عصر کے پاس رہتیں تو اس بچے کو کبھی نہ سنبھال

پاتیں، تب وہ اپنی محبت کی نئی نئی قبر پر فاتحہ پڑھ چکی تھیں، انھیں عصر سے دور ہونا پڑا تاکہ کم از کم اک دن اپنے بیٹے سے ملنے کے لیے زندہ رہ سکیں۔

"م۔۔میرا بچہ۔۔۔"

یہ لفظ ان کے لبوں سے بے اختیار نکلا، سرگوشی کی مانند عصر کے کانوں میں اتر کر دل تک درد جگا گیا، وہ تینوں بھی شدید غمزدہ تھے، لگ نہیں رہا تھا وہ بنا ایک دوسرے کو پہچان اور مان کر دور ہونے والے ہیں۔

"اپنی اولاد اپنی سوتن کے حوالے کیے آپ چلی گئیں، خدمت حلق کا پیشہ چن لیا، میری یاد نہ آئی اتنے سالوں کہ ایک بے قصور جسم کا حصہ بھی ہے آپکا جسے آپ کی ضرورت ہو سکتی ہے۔ جسے آپکی کمی اندر ہی اندر مار سکتی ہے۔ خود تو آپ ابراہیم علوی کی بے وفائی، انکے دھوکے پر بکھرنے اور مرنے کے باوجود آج سلامت اور کامیاب کھڑی ہیں۔ لیکن آپ نے جس بچے کی اچھی تربیت، صحت و تعلیم اور جان کی فکر میں یہاں چھوڑا، وہ پینتیس

سال کا ہو کر بھی اسی چھوڑی عمر میں اٹکا رہ گیا۔ مجھے کیا صرف باپ کی ضرورت تھی، باپ بھئ وہ جسکے نزدیک میں اپنی نہیں لے پالک اولاد تھا۔۔ کیا مجھے ماں کی ضرورت نہیں تھی؟ کیا مجھے ماں کے لمس کی چاہ نہیں تھی۔ اس سہولت کی زندگی میں مجھے پھینکنے سے پہلے آپ نے اک بار میرے اندر ہوتی ٹوٹ پھوٹ کا نہیں سوچا؟ کہ جب باپ نے دل دکھایا تو میں کس کی گود میں چھپ کر آنسو بہاوں گا؟"

صنم زمان نے سسک کر اسکے سینے سے ہٹنا چاہا پر وہ بازو جکڑے انکی یہ دور ہونے کی کوشش ناکام کر گیا، وہ تینوں بھی جیسے عصر کے پھٹتے دل کے گواہ تھے۔

صنم زمان کی سسکی بے اختیار بلند ہوئی، ان کے ہاتھ لرزنے لگے...

"ع۔ عصر..."

ان کی آواز ٹوٹ گئی...

وہ اس کے سینے سے الگ ہونا چاہتی تھیں مگر عصر کی باہیں مضبوط تھیں، جیسے برسوں کا درد اب رُکنے کو تیار نہ ہو۔

"مم۔ میں نے تمہیں چھوڑا نہیں تھا..."

صنم زمان بمشکل بول پائیں، عصر کی آنکھیں اذیت سے بند ہوئیں۔

اس کے چہرے پر تکلیف اور شدت واضح تھی

"چھوڑا نہیں تھا...؟"

وہ مدھم مگر زخمی لہجے میں غرایا۔

"تو پھر کیا تھا یہ...؟"

اس کی گرفت ذرا ڈھیلی ہوئی، وہ روبرو ہوئے سامنے آئیں، عصر انگارہ آنکھیں لیے ابھی بھی قریب کھڑا تھا، صنم زمان کے آنسو تیزی سے بہنے لگے...

"مم۔۔میں ٹوٹ گئی تھی عصر..."

ان کی آواز میں ایسا درد تھا کہ فضا مزید بوجھل ہو گئی...

"تمہارے باپ نے، صرف مجھے نہیں میری ساری دنیا کو دھوکہ دیا تھا... میں... میں تمہیں اپنے ساتھ رکھتی تو..."

وہ رک گئیں جیسے انکی سانس ٹوٹ گئی ہو۔

"تو کیا...؟"

عصر نے فوراً چیختے پوچھا۔

صنم زمان نے لرزتی نظریں اس پر اٹھائیں۔

"تو میں تمہیں سنبھال نہیں پاتی، میں خود زندہ لاش بن چکی تھی... میں... میں نے تمہیں اس لیے چھوڑا کہ تم محفوظ رہو... تم ایک مکمل زندگی جی سکو..."

عصر کی آنکھوں میں نمی مزید گہری ہو گئی، وہ جب خود پر ہنسا تو ان چاروں کے کلیجے کٹ گئے۔

"مکمل...؟"

اس نے تلخی سے قہقہہ لگایا۔

"کون سی مکمل زندگی...؟ ہاں۔۔ کونسی مکمل زندگی دی آپ نے مجھے؟"

اس کی آواز بھاری تھی جیسے ان سبکا سانس روک دینا چاہتی ہو، وہ بول نہ پائیں مگر عصر کی تکلیف پر سسک اٹھی۔

"باپ کے ہوتے ہوئے بھی یتیم رہنے والی...؟

دوسروں کی ماں کے اپنے بچوں پر پیار لٹانے کو دیکھ کر مسکرانے کی کوشش کرنے والی...؟

راتوں کو اٹھ اٹھ کر ماں ماں پکارتے رہنے والی...؟

درد میں اکیلے تڑپنے والی۔

اندھیرے سے ڈر لگنے پر ضبط کرنے والی۔

یا خود کو دنیا کا فالتو ترین بچہ سمجھنے والی جسکے ماں باپ کا کوئی اتا پتا نہیں، خود کو ایسا فضول سمجھنے والی زندگی۔۔۔۔ایسی زندگی دی جاتی ہے اپنی اکلوتی اولاد کو؟"

صنم زمان کے لب، انکا وجود سب کانپنے لگے، وہ بے اختیار اس کے سینے سے دوبارہ لگ گئیں کیونکہ وہ یوں بولتا انکا کلیجہ دکھا کر رکھ گیا۔

"مجھے معاف کر دو ع۔۔عصر..."

ان کی سسکی پھوٹ پڑی، وہ اب تک اذیت سے غیر مرئی نقطے پر نگاہیں پتھرائے سب کے دل آزردہ کر رہا تھا۔

"میں نے ہر دن تمہیں یاد کیا، ہر دن... ہر رات...ہ۔۔ہر لمحہ"

عصر کی آنکھ سے ایک آنسو نکل کر اس کے گال پر بہہ گیا، انیس نے نظریں صبط سے چرا لیں، فجر اور عرشیہ خاموشی سے روتی رہیں۔

"میں نے تمہیں چھوڑا نہیں تھا، میں نے خود کو سزا دی تھی..."

صنم زمان کی آواز ٹوٹ رہی تھی۔

"میں زندہ رہی صرف اس امید پر... کہ ایک دن تم سے مل سکوں گی...
ایک دن تمہیں گلے لگا سکوں گی..."

عصر کا دل زور سے دھڑکا، اس کی گرفت آہستہ آہستہ ڈھیلی پڑی۔ مگر اس نے انہیں خود سے الگ نہ کیا جیسے دل اب بھی فیصلہ نہ کر پا رہا ہو...

معاف کرے یا شکوہ جاری رکھے۔

"ابھی مجھے مزید کچھ نہیں کہنا نہ ہی سننا ہے۔ میرے نکاح پر آئی ہیں اس لیے مزید یہ رونا دھونا مناسب نہیں۔ فرصت سے سارے حساب لوں گا۔ آپ سے بھی اور اس ظالم شخص سے بھی۔"

وہ انکو اپنے سینے سے جدا کر گیا، صنم نے اسکے ہاتھ کو پکڑ کر شدت جذبات سے چوما جسکے بعد انیس اور عرشیہ نے فجر کو آگے جانے کا اشارہ کیا۔

"تمہاری دی ہر سزا کے لیے تیار ہوں۔ تمہارا انتخاب بہت پیارا ہے۔ امید کرتی ہوں یہ تم سے بے پناہ پیار کرنے والی عورت ہو گی"

فجر کو قریب آتا دیکھے صنم نے اسے بھی گلے لگایا، جبکہ فجر کے بارے جو خیالات انہوں نے پیش کیے وہ ماحول میں اک بدلاو لے آئے۔

"ہم دونوں ایک دوسرے سے پیار کرتے ہیں۔ اور یہ پیار کسی مجبوری یا ڈر تلے نہیں دب سکتا"

عصر کے لہجے میں صاف صاف تلخی اور طنز تھا، سب نے ہی محسوس کیا لیکن صنم نے بلکل برا نہ مناتے مسکرا کر سر ہلایا۔

"مجھے خوشی ہے۔ اللہ تم سبکو سلامت رکھے"

وہ زرا سا فاصلہ بنا گئیں جیسے اپنی حد جان گئی ہوں، یہ سمجھ گئی ہوں کہ ابھی یکدم کچھ ٹھیک نہیں ہو سکتا۔

"آمین۔ تشریف رکھیں آپ سب میں جوائن کرتا ہوں تھوڑی دیر تک"

عصر نے ان سبکو بیٹھنے کا کہا جبکہ نظریں سی چراتا پلٹا اور انیس کے پاس سے اپنی آنکھیں رگڑتا گزر گیا، صنم زمان کی تڑپتی نگاہیں عصر کے جانے سے ہی لپٹی تھیں جبکہ انیس نے عرشیہ کو انھیں کمپنی دینے کا اشارہ کیا اور خود بھی عصر کے پیچھے نکلا، وہ سیدھا اپنے کمرے میں گیا تھا جہاں سجاوٹی کام شروع ہو چکا تھا، مگر وہ باہر ہی رک کر گہرے سانس لیے بظاہر اندر ہوتی سجاوٹ دیکھنے رک گیا لیکن اسکے پیچھے آتا انیس بھانپ چکا تھا کہ وہ کس کرب میں ہے۔

"ماں کو زیادہ مت تڑپانا عصر، ماں بہت کم لوگوں کو دوسری بار ملتی ہے"

انیس نے عقب سے آکر اسے بھائی کی طرح مضبوطی سے بازووں میں جکڑا تو اک آنسو عصر کی آنکھ سے بہہ کر اسکی کہیں گردن میں دفن ہو گیا۔

"ن۔ نہیں معاف کر سکتا انکی لاپرواہی ک۔ کو انیس۔۔۔ کیسے کر سکتے ہیں یہ لوگ ایسا میرے ساتھ۔۔"

وہ جب رویا تو انیس نے اسے پکڑ کر اپنے سامنے پلٹایا، کون کہہ سکتا تھا عصر کی کچھ دیر میں اسکی جان سے شادی ہے، وہ اس وقت رو ایسے رہا تھا جیسے اسکی پوری دنیا اندھیر ہو گئی ہو۔

انیس نے اس کے چہرے کو دونوں ہاتھوں میں تھاما، عصر کی آنکھیں سرخ ہو چکی تھیں، سانسیں بے ترتیب تھیں...

"رو لو، ان آنسوؤں کو آج روکنا مت..."

انیس نے نرم مگر مضبوط لہجے میں اسکی مدد کی۔

عصر نے سر جھکا لیا، چند لمحوں تک وہ واقعی بچے کی طرح روتا رہا، وہی بچہ، جو پینتیس سال پہلے اپنی ماں کو کھو بیٹھا تھا، انیس نے اسے اپنے گلے لگایا، خاموشی سے عصر کو جی بھر کر رونے دیا۔

"تم جانتے ہو عصر..."

کچھ دیر بعد انیس آہستہ سے اسے پکارا۔

"ہر رشتہ اپنی جگہ مشکل ہوتا ہے مگر ماں کا رشتہ... یہ جتنا ٹوٹتا ہے، اتنا ہی درد دیتا ہے..."

عصر نے آنکھیں بند کر لیں اور روبرو ہو کر کھڑا ہوا پر انیس نے دوبارہ اسکا رندا چہرہ ہاتھوں کے پیالے میں بھر کر اوپر اٹھایا۔

"انہوں نے تمہیں چھوڑا تھا یہ سچ ہے..."

انیس نے سچائی سے بات کی۔

"مگر وہ تمہیں بھولی نہیں، یہ بھی سچ ہے..."

عصر نے نظریں اٹھائیں، ان میں درد اب بھی واضح تھا...

"اگر وہ واقعی تمہیں چھوڑ دیتیں تو آج یہاں نہ ہوتیں...نہ تمہیں دیکھتے ہی یوں ٹوٹ جاتیں، نہ تمہارے لمس سے کانپ جاتیں..."

عصر نے گہری سانس لی، وہ بہت زیادہ بکھرا ہوا تھا۔

"م۔میں جانتا ہوں..."

اس نے مدھم آواز میں کہا پر وہ ٹوٹ گئی۔

"تو پھر بھائی؟"

انیس سے اسکارونا دیکھا نہ جا رہا تھا پر یہ عصر کے لیے ضروری تھی۔

"ت۔۔تو پھر یہ کہ درد ختم نہیں ہوتا انیس..."

انیس ہلکا سا مسکرایا جب اس نے سسک کر جواب دیا۔

"درد ختم نہیں ہوتا مگر کم ہو جاتا ہے... اور تم نے تو ابھی شروع بھی نہیں کیا..."

عصر نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

"کیا مطلب؟"

انیس نے اس کے کندھے کو دبایا۔

"مطلب ابھی تمہیں ان سے شکایتیں کرنی ہیں، لڑنا ہے، روٹھنا ہے... اور پھر... ماننا بھی ہے..."

عصر کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ آئی جو فوراً ہی نم ہو گئی۔

"میں کمزور پڑ جاؤں گا..."

اس نے دھیمی شکستہ آواز میں اعتراف کیا۔

"ماں کے سامنے کمزور ہونا کمزوری نہیں ہوتی..."

یہ جملہ سیدھا عصر کے دل میں اترا، انیس نے پھر اسے بازوؤں میں لے لیا۔

"اور ویسے بھی، آج تمہارا نکاح ہے... آج تمہیں اپنی نئی زندگی شروع کرنی ہے، کل کو اپنے بچوں کو وہ سب دینا ہے جو تمہیں نہیں ملا..."

وہ جیسے اتنا رو کر بہتر ہو رہا تھا۔

"تم مضبوط ہو عصر، اتنے مضبوط کہ ٹوٹ کر بھی کھڑے ہو گئے، اب بس دل کو تھوڑا سا نرم ہونے دو..."

عصر نے آنکھیں بند کر کے گہری سانس لی، چند لمحوں بعد اس نے اپنے آنسو صاف کیے۔

"مجھے کبھی اکیلا نہیں چھوڑو گے وعدہ کرو۔ میں تمہارے لیے بہت ڈرا ہوں۔ تھوڑا رونا اس ڈر کے سبب بھی بھی آ گیا ورنہ تم جانتے ہو میں کبھی نہیں رویا تمہاری طرح"

انیس نے مسکرا کر اسکی نم گالیں رگڑتے اک درد بھری نگاہ عصر پر جمائی۔

"یہی تو ہم نے غلطی کر دی عصر۔ کہ ہم روئے نہیں۔ تبھی ہمارے سینے درد کی آماجگاہ بن گئے۔ اور میں وعدہ کرتا ہوں یہ ساتھ کبھی نہیں ٹوٹے گا۔ میں تمہارے اور عدین کے لیے جو بھی کر پایا کر گزروں گا"

عصر نے اس بار اپنے ہاتھوں میں انیس کا چہرہ بھرا۔

"نہیں۔ بڑا میں ہوں تو جو کرنا ہے تم دونوں کے لیے میں کروں گا۔ تم بس یہیں رہنا میرے ساتھ۔ کچھ الٹا مت سوچنا۔ وہ میری ہی نہیں، تمہاری بھی ماں ہیں۔ جیسے ہم نے حمرا علوی کو بانٹا تھا، اب صنم زمان کو بانٹیں گے۔ دیکھو انیس غانم، میں سب سہہ سکتا ہوں۔ تم سے دوری نہیں۔ اسے عادت سمجھو

یا میری تم سے محبت لیکن میں اس گھر میں تب تک ہوں جب تک تم ہو۔ مجھے تمہاری رگ رگ سے واقفیت ہے تبھی تم کیا سوچو گے میں اچھے سے جانتا ہوں"

انیس نے گھبرا کر عصر کی آنکھوں میں دیکھا کیونکہ وہ اسکا فیصلہ بنا بتائے سمجھ گیا تھا۔

"تم چاہتے ہو میں اس شخص کی نفرت میں تیزاب کے اثر جیسا جھلس جاوں؟ میں نے اپنی آخری حد تک برداشت کیا، تم گواہ ہو ناں عصر۔ پھر تم مجھے ایسے کسی عہد سے مت باندھنا جو میں پورا کرنے کی سکت نہیں رکھتا۔ عدین انکو جان سے پیارا ہے، تم بھی ہو جاو گے جب وہ جانیں گے کہ تم انکی محبت کی نشانی ہو۔ فالتو اور قابل نفرت میں اور میرا وجود ہے، میری ماں کا حوالہ ہے تو بہتر یہی ہے میں چلا جاوں۔ بڑے ہو تو بڑی سمجھداری بھی دیکھانا۔ کیونکہ اس معاملے میں تم میرے پیر بھی پکڑو تب بھی میرا فیصلہ

نہیں بدلے گا۔ الٹا مجھے تمہارے پیر پکڑنے پڑے کہ خدا کے لیے مجھے جانے دو تو میں بلا جھک پکڑوں گا"

انیس کے الفاظ، عصر کا دل کاٹ گئے۔

"انیس۔۔۔"

عصر نے کچھ کہنا چاہا پر انیس نے اسے روک دیا۔

"بس۔۔۔ اس پر بات نہیں ہو گی۔ جو سچ ہے وہ تم بھی تسلیم کرو۔ جا کر بیٹھو انکے پاس۔ مہمان آنے لگیں گے کچھ دیر تک۔۔۔ میں امام مسجد کا پتا کرواتا ہوں کہ کب تک آئیں گے اور کھانا کب پہنچے گا۔ ہمیں پھر نکلنا بھی ہے۔۔۔ شازان رضوانی کا شاندار ویلکم کرنے"

انیس نے اسے مزید کچھ بولنے نہ دیا، اور ابھی عصر نے چار و ناچار بات مان لی لیکن عصر کی یہ چپ وقتی تھی۔

جبکہ دوسری طرف منائم اور مہویر جب تک پہنچے، خضر بھئ یمل کو سکول چھوڑ کر آ چکا تھا، اسکی کچھ دیر تک انگلینڈ کے شہر لندن کی فلائیٹ تھی۔

مگر جونیوز مہویر اور منائم کے سبب ان ماں بیٹے کو ملی، اس نے تو خضر کی ساری تکلیف اڑن چھو کر دی جبکہ محراب کو تو تبھی شک ہو گیا تھا جب منائم نے اس سے سوال پوچھے تھے، محراب اور خضر نے دونوں کو خود سے لپٹا کر مبارکباد دی اور اس سکھ کے دائمی ہونے کی ڈھیڑوں دعائیں بھی دیں۔

"اب جب تم دونوں کی زندگی میں یہ سہانہ موڑ آ گیا ہے، مجھے میری خرگوش واقعی تمہارے ساتھ مسرور نظر آ رہی ہے تو میں نے بھی تمہیں مکمل معاف کیا مہویر۔ بس اسکا ہمیشہ یونہی خیال رکھنا۔ یہ میری چھوٹی بہن ہو کر بھی میری دوسری ماں بنی رہی۔ اور اب جب واقعی یہ مدر ہڈ میں قدم رکھ رہی ہے تو میں اسے اپنی دوسری ماں ہی مانوں گا۔"

اس وقت وہ سب ساتھ تھے، یہ خبر سنتے ہی عاصم بھی پہنچ آیا حالانکہ آج پورا دن انکی بہت ساری میٹینگز تھیں پر یہ خوشی وہ کیسے مس کر سکتا تھا جسکی حفاظت اب وہ خود کرنے کا سوچ چکا تھا، وہ مہویر اور منائم کو فاطمہ سے بچانے کا عہد کر چکا تھا، کیونکہ اب وہ اپنی کسی اولاد کو تکلیف میں نہیں دیکھنا چاہتا تھا، خضر اور بیلا کا معاملہ صرف ابھی خاور سلطان تک ہی تھا اور وہ پر امید تھے کہ خضر یہ مسئلہ حل کر لے گا، بظاہر اس نے یہی بتایا تھا کہ وہ بیلا کے ساتھ وقت گزار کر اسے مزید سمجھنا چاہتا ہے لیکن در حقیقت وہ اپنے اور بیلا کے رشتے کو بچانے کی آخری کوشش کرنے جا رہا تھا۔

اس وقت مہویر اور منائم کی زندگی میں آئی اس خوشی نے سبکو نہال کر رکھا تھا اوپر سے خضر کا دل بڑا کرنا سونے پر سہاگہ ثابت ہوا۔

منائم نے خضر کے ساتھ لگے پیار سے خضر کو دیکھا تو وہ منائم کا ماتھا چومتے مسکرایا۔

عاصم، محراب اور مہویر تینوں کی آنکھوں میں خوشی کی شدت تھی۔

"تمہارا بہت شکریہ۔ اور میں اپنی جان سے زیادہ خیال رکھوں گا تمہاری اس چھوٹی سی مما کا"

مہویر کے اعتراف اور نگاہوں میں بھی جی بھر کر نرمی اور محبت تھی، جبکہ محراب بے حد مطمئین تھی، اسے اپنی زندگی سے کوئی شکوہ نہ تھا، لیکن عاصم ابھی مطمئین نہیں تھا، جب تک فاطمہ کا دماغ ٹھکانے نہ آتا، وہ سکون سے نہیں بیٹھ سکتا تھا، بہر حال وہ سب بھی علوی مینشن مدعو تھے، عدین نے یمل کو بھی واپسی پر ساتھ ہی پک کروالیا جبکہ ابراہیم علوی ایک بار پھر صنم زمان کے گھر کے باہر گاڑی روک کر دستکیں دیتے رہے، یہ جانے بنا کہ آج تو وہ اس گھر میں موجود بھی نہ تھی، آج تو وہ اپنے بیٹے کی خوشی میں شریک تھی، قریبی اور گنے چنے مہمانوں میں سوہا، شماس صاحبہ اور رضی سومرو بھی شامل تھے، عاصم کو معذرت کیے ہولڈنگز جانا پڑا کیونکہ اسکی اہم میٹنگ تھی، بہر حال باقی سب کی موجودگی میں عصر اور فجر کا بہت خوبصورتی سے

نکاح ہوا، علیم خان بھی لوٹ آیا، ردا مراد اسے نہیں مل پائی تھی کیونکہ وہ شاید واقعی کسی اہم کام میں مصروف تھی لیکن اس نے انیس کا پیغام لاتے علیم خان سے فون پر بات کر کے ہامی بھی بھری اور شام اس شازان کے دردناک ویلکم میں اپنے لوگوں کے ہمراہ آ کر انیس کی مدد کی ہامی بھرنے کا پیغام بھی بھیج دیا۔

نکاح خیر وعافیت سے ہو گیا، اسی بیچ مہویر اور منائم کی خوشی بھی سیلیبریٹ کر لی گئی، سوہا نے عصر اور فجر کو اپنے سیوانی کی لیٹسٹ کولیکشن گفٹ کی تھی جو کافی ہیوی ایکسپینسیو تھی، دلہا دلہن کے نکاح کے جوڑے بہت سادہ تھے لیکن سوہا کی فرمائش پر دونوں کا ان ہیوی ڈریسز جو باقاعدہ دلہا دلہن کے ہوتے ہیں، ان میں فوٹو شوٹ ہوا کیونکہ یہی نکاح اور شادی تھی، ولیمہ انیس نے اپنا اور عصر کا مارچ میں ایک ساتھ کرنے کا سوچا تھا، صنم زمان نے دونوں کو دعاوں کے ساتھ پیار بھی دیا اور فجر کو ایک خوبصورت گولڈ کا جیولری سیٹ گفٹ کیا، جو بہت خوبصورت تھے، انیس اور عرشیہ کیسے پیچھے

رہتے، دونوں کا ہنی مون ٹو ورود ٹکٹس ارینج کیا، جبکہ سب سے کیوٹ تحفہ تو علیم خان اور اسکی چھوٹی دنیا عدین اور یمل کی طرف سے آیا اور وہ تھا فوٹو البم، یعنی جو اتنا بڑا اور لان میں سیٹ آپ لگا کر ہیوی فوٹو شوٹ ہوا تھا تھا وہ ساری تصویریں لگانے کو ایک البم بک بھی تو چاہیے تھی، جبکہ فوٹو شوٹ تینوں کپلز کا ہوا تھا، اور ستم کہ سب نے ٹوئنگ کی تھی، عرشیہ اور انیس نے بلیک میں، مہویر اور منائم نے ڈراک بلو میں جبکہ دلہا دلہن کا لائیٹ روز سلور تھا، فجر کی ہیوی شرارہ تھا جبکہ عصر کا شیروانی ٹائپ تھری پیس۔

فائنلی یہ خوبصورت سی تقریب ختم ہوئی تو کھانے وغیرہ کے بعد خضر نے بھی اجازت لے لی، باقی سب ابھی یہیں تھے، فجر کا دوسرا ڈریس بہت ہیوی تھا تبھی عرشیہ نے ہی اسے اجازت دے کر بھیجا کہ وہ جا کر کچھ کمفی پہن لے کیونکہ ابھی سب مہمان نہیں گئے تھے۔

عدین نے اپنے پیارے رضی اور شماس کو زبردستی روک لیا اور یمل کی بھی ان سے بات چیت اور گپ شپ کروائی جبکہ منائم نے یمل سے بس

سرسری سی ملاقات کی، یمل نے محسوس کیا وہ اس سے گرم جوشی سے نہیں بلکہ بناوٹی سا ملی ہے لیکن یمل نے اسکے اس رد عمل کو کھلے دل سے قبول کیا کہ ضروری نہیں دوسری بہن بھی عرشیہ جیسی ملن سار اور بڑے دل کی مالک ہوتی، اس معاملے کو لے کر بہت سے لوگ فکر مند تھے، لیکن یہ معاملہ اتنا بھی سنگین نہیں تھا کہ حل نہ ہو پاتا، یمل کی معصومیت، اسکا اپنے بہن بھائیوں کے لیے لپکتا والہانہ پیار کسی کا بھی دل موم کر دیتا۔

سب اس کے بعد خوش گپیوں میں مصروف رہے تھے، نکاح کے بعد سبکی خوشی بھی بڑھ چکی تھی اور سبکا مل جل کر بیٹھنا بھی حسین رخ اختیار کر چکا تھا، شماس صاحبہ اور رضی سو مرو تھک گئے تو عدین انھیں اپنے کمرے میں لے گیا، جبکہ یمل بھی ان کے ہمراہ تھا، پھر جب چائے وغیرہ بنی تو عدین نے یمل کو بھیجا تاکہ وہ پک کر لے۔

تبھی کچن میں آتے یمل کے قدم تھمے جب اسکی نظر عرشیہ آپی کے ساتھ بیٹھی منائم پر گئی، مرد خضرات نے بھی لیونگ ایریا میں بیٹھ کر محفل سجا رکھی

تھی، ان سب کی پلاننگ چل رہی تھی جبکہ سوہا کی صنم زمان سے گپ شپ چل رہی تھی جس میں دونوں ایک دوسرے کو اپنے اپنے پروفیشن کے بارے اپنی زندگی کی سٹرگلز بتا رہی تھیں۔

"شماش نانو اور رضی نانو کی چائے دے دیں آپی۔ میں لے جاتا ہوں"

یمل کے ہچکچا کر پکارنے پر عرشیہ اور منائم دونوں متوجہ ہوئیں جب وہ کچن میں انٹر ہوا، دونوں بہنوں کی گپ شپ میں حلل سا آیا۔

"تم رہنے دو۔ میڈ دے آتی ہے۔ آجاو منائم آپی کے پاس بیٹھو میں فجر کو دیکھ آوں اسے تو نہیں پینی چائے"

یمل نے رسان سے عرشیہ کی پیار بھری تاکید پر سر ہلایا جسکے بعد کچن کے چھوٹے سے ڈائننگ ہال کے گرد کرسی گھسیٹ کر بیٹھی منائم نے یمل کی طرف دیکھا جو اپنے ہر مو میں ہچکچاہٹ لیے اس کے قریب آکر رکا۔

"میں یہاں بیٹھ سکتا ہوں؟"

یمل کی معصوم اور بے ریا اجازت پر منائم نے جبراہی سہی پر سر اثبات میں ہلایا لیکن توجہ وہ اپنے ٹیبل کی سطح پر پڑے فون کی سکرین پر جما گئی، ساتھ چائے کے چھوٹے چھوٹے سیپ بھر رہی تھی، یمل نے کچھ دیر چپ چاپ منائم کو دیکھا، وہ بات کرنا کیا، اسے پکارنا تک مشکل جان رہا تھا۔

"تو کیسا لگ رہا ہے ایک دم فیملی میں آکر تمہیں یمل؟"

وہ چونک سا گیا جب وہ دیکھے بنا اس سے مخاطب ہوئی، یمل کی آنکھوں میں پھیلی اجنبیت کی جگہ، فوری آسودگی سمٹ آئی۔

"مما اور بابا کے علاوہ سب پسند آئے"

یمل نے ٹیبل کی سطح پر اپنے ناخن سے نادیدہ لکیر بناتے بتایا تو منائم نے فون پر سے توجہ ہٹا کر اک نظر اسے دیکھا، یہ بچہ فاطمہ نور کی اولاد ہے اسے سوچ کر منائم کو جتنی کراہت محسوس ہوئی وہ یہ سوچ کر مدھم پڑنے لگی کہ یہ اسکے بابا کا بیٹا ہے اور خوبخو خضر ملک جیسا ہے، اوپر سے بلا کا ایماندار۔

"لیکن فیملی تو پیرنٹس ہوتے ہیں"

منائم کے الجھ کر پوچھے سوال پر وہ مسکرایا پھر آنکھیں اٹھا کر منائم کو حسرت سے دیکھنے لگا۔

"مجھے فیملی کی صورت عدین ملا، عرشیہ آپی ملیں، انیس، مہویر، عصر اور علیم بھائی ملے، پھر خضر بھائی اور اب آپ۔۔۔۔میرا مطلب اگر آپکو میں برا نہ لگوں تو آپ بھی فیملی ہیں میری۔۔۔خضر بھائی نے کہا شاید آپ مجھے جلدی قبول نہ کریں، سچ پوچھیں تو مجھے بھی آپ سے ڈر لگ رہا ہے"

وہ اپنی کیفیت بلکل برحق سمجھانے اور بتانے پر منائم کو سنجیدہ کر گیا، اسکی آنکھوں میں اچانک نرمی آئی جیسے یکدم سورج کے سامنے بادل آجاتے ہیں۔

منائم نے چند لمحے خاموشی سے اسے دیکھا، یمل کی نظریں اب بھی جھجک سے بھری تھیں، جیسے وہ واقعی اسکے جواب سے ڈر رہا ہو، منائم نے آہستہ سے کپ ٹیبل پر رکھا۔

"مجھ سے ڈر لگ رہا ہے؟"

اس نے مدھم لہجے میں یمل کو دیکھتے پوچھا۔

"تھوڑا سا۔"

یمل نے ہلکا سا سر ہلایا، منائم کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ عودی مگر اس میں تھکن بھی شامل تھی۔

"کیوں؟ میں اتنی ڈراؤنی ہوں؟"

وہ دانستہ نرم اور دھیما لہجہ اپنائے بولی، یمل نے فوراً نفی میں سر ہلایا۔

"نہیں نہیں۔ بہت پیاری ہیں بس آپ ناراض لگتی ہیں دیکھنے سے"

اس معصوم جان کا سادہ سا جواب منائم کے دل میں تیر سا گڑھا، وہ چند لمحے خاموش رہی جیسے کوئی بہت پر اثر لفظ ڈھونڈ رہی ہو۔

"میں تم سے ناراض نہیں ہوں یمل"

یمل نے چونک کر اس بہن کی آنکھوں میں دیکھا، یمل کی آنکھیں نم سی ہوئیں۔

"بس... کچھ چیزیں قبول کرنے میں وقت لگتا ہے"

منائم نے نظریں اس سے چراتے کہا تو یمل نے خاموشی سے سر ہلا دیا، جیسے وہ اس بات کو سمجھ گیا ہو۔

"جی ٹھیک کہتی ہیں آپ"

وہ زخمی سا مسکرایا۔

"لیکن..."

منائم نے پھر اس کی طرف دیکھا...

"تم ڈرنا بند کر دو میں بچوں کو نہیں کھاتی..."

اسکی شریر چھیڑ خانی پر یمل ہلکا سا ہنس دیا، اس کی ہنسی میں معصومیت تھی، جو منائم کے دل پر گہرا اثر کر گئی۔

"تو میں آپکو کیا کہوں؟"

یمل نے آہستہ سے اشتیاق کے سنگ سر گوشی کی، اس بیچ اسکی نگاہوں میں منائم کا چہرہ بھرا ہوا تھا۔

"جو تمہارا دل چاہے..."

منائم نے کچھ لمحے کو سوچا پھر اسے جواب دیتی ٹیک لگا گئی۔

"منائم آپیا...؟"

یمل نے جھجکتے ہوئے اجازت چاہی تو منائم کی پلکیں ہلکی سی لرز گئیں، یہ لفظ اس کے دل میں نرم سا اثر چھوڑ گیا۔

"ہاں... ٹھیک ہے یمل"

اس نے آہستہ سے ہامی بھری۔

یمل کے چہرے پر معصوم سی خوشی پھیل گئی۔

"میں واقعی خوش ہوں کہ آپ بھی فیملی میں ہیں..."

اس کے سچے لہجے نے منائم کے دل میں بچی کھچی دیوار کو بھی نرم کر دیا، عرشیہ واپس آئی تو مسکا رہی تھی۔

"اسے چائے چاہیے تھی۔ میں عصر کو اسکے پاس بھیج آئی ہوں۔ چائے میڈ کے ہاتھ بھیجتی ہوں"

عرشیہ نے مسکرا کر اطلاع دی پر خوش وہ ان دونوں کے ساتھ بیٹھنے پر ہوئی تھی، یمل نے آپی کی طرف خوشی سے بھری آنکھوں سے دیکھا۔

"اب سے آپ عرشیہ آپی اور یہ میری منائم آپیا۔ اسی خوشی میں دیں چائے میں خود لے جاتا ہوں"

یمل کی ایکسائٹمنٹ دیکھتے وہ دونوں مسکرائیں جس کے بعد میڈ کو بھی چار و ناچار دو کے بجائے چار مزیدار چائے کے کپس کی ٹرے بنا کر اس چھوٹی دنیا کو تھمانی ہی پڑی۔

خود عرشیہ اور منائم بھی باہر دونوں حسین لیڈیز کے پاس چلی گئیں تھیں، سوہا اور صنم کی تو پہلی ملاقات میں ہی دوستی ہو گئی تھی اوپر سے سوہا کو سچائی جب بتائی گئی تو یہ سوہا کے لیے دل دہلانے سی تھی، منائم کا بھی یہی رد عمل تھا، لیکن وہ چاروں جیسے پیارا سا لیڈیز گینگ بن گیا، جنکے بیچ ہوئی ہر بات راز کی مانند تھی، وہیں خضر لندن کے لیے نکل چکا تھا، اسکی آٹھ سے نو

گھنٹے کی فلائیٹ تھی یعنی وہ وہاں رات تک ہی پہنچنے والا تھا، جبکہ عاصم المیر ملک چاہتا تھا کہ عرشیہ شام تک ہولڈ نگز ضرور آئے تاکہ وہ اپنی محبوب اولاد سے اپنی الجھن شئیر کر سکے، فاطمہ نور کا معاملہ ڈسکس کر کے مشورہ مانگ سکے تبھی وہ انیس کو کہہ کر گیا کہ عرشیہ کو کہے آج میٹنگ گھر کے بجائے شام میں ہولڈ نگز جا کر اٹینڈ کرے کیونکہ وہ خود عرشیہ سے کہتا تو خود غرض لگتا کیونکہ عرشیہ گھر کے معاملات میں مکمل طور پر جکڑی ہوئی تھی۔

.._____..

وہ جب سے کمرے میں آئی تھی، یہاں چار سو گلابوں کی بکھری خوشبو اور سجاوٹ، فجر کے وجود کو نرم پناہوں میں حصارے ہوئے تھی، اسکی اپنی بہن سے بات ہوئی تھی، وہ لوگ فجر کی شادی کا سنے خوش تو تھے پر فجر نے انکو معاف نہ کیا تھا جس سبب ان سب کی خوشی ادھوری تھی، بہنیں تو پھر بھی معافی پا چکی تھیں پر وہ اپنے ماں باپ کو کبھی معاف نہیں کر سکتی تھی، پھر

ابھی تو ہمایوں کی سر پر لٹکتی تلوار بھی باقی تھی، وہ وقتی باز آیا پاگل، کچھ بھی انتہائی کر سکتا تھا تبھی اسکا دل بہر حال خوف میں شدید کانپ رہا تھا۔

وہ اپنے کمرے کا دروازہ کھول کر اندر جھانکا تو نگاہیں اس نکاح کے دوسرے بھاری جوڑے میں ملبوس اپنی دلہن کے سراپے کا طواف کرنے لگیں، عصر پہلے ہی چینج کر چکا تھا، وہ اپنے دوپٹے سے پنز اتار کر دوپٹے کو صوفے کے دائیں بازو والے کنارے رکھ کر اپنی جیولری اتارنے میں مصروف تھی، عصر نے اسکو سر سے پیر حق رکھتی آنکھوں سے دیکھا، وہ اس حسین کامداری شرارے میں بہت دلربا لگ رہی تھی، عصر کی چھوٹی سی دلہن، اسکی مسیحا آخر کار اس سے رشتہ ازواج میں بندھ چکی تھی، وہ دروازے کو عبور کیے اندر داخل ہوا، اس نے دروازہ بند کیا اور لمبی سی شکر بھری سانس بھر کر اپنی پشت دروازے سے جوڑ کر وارفتگی سے فجر کو دیکھنے لگا جس نے اپنی جیولری اتار کر اپنے بال بھی کھول دیے تھے، چوڑیاں بھی اک اک کر کے اتارنے لگی جب وہ آگے بڑھا۔

"تھوڑی دیر میرا انتظار تو کر لیتیں سائیں"

وہ چونک کر پلٹی، اسکی کلائی سے ہاتھ تک اتر آتی چوڑیاں، ہاتھ سے پھسل کر نیچے گرتیں چلی گئیں۔

"م۔۔مجھے لگا آپ چلے گئے ہوں گے۔یہ۔میں انھیں اٹھا لیتی ہوں"

وہ بوکھلا کر رائن سٹون والی سلور چوڑیاں جو اس نے نیچے بکھیر دی تھیں، جلدی سے نیچے بیٹھ کر سمیٹنے لگی، عصر اس کے سر پر آ کر رکا اور جھک کر فجر کو اسکے شانوں سے پکڑ کر اٹھاتے کھڑا کیا تو وہ سہمی نگاہیں اٹھا کر عصر کی آنکھوں میں اپنی آنکھیں جما گئی، جیسے ان نگاہوں کی گرمی کا انداز بھانپ رہی ہو کہ وہ محبت بھری گرمائش تھی یا خفگی سے لبریز اثر تھا۔

"میں کہیں بھی چلا جاوں، واپس اب آپکی باہوں میں ہی آنا ہے مجھے"

وہ گھمبیر لہجے میں جذب ملائے بولتا اسے اپنے قریب کرتا مسکرایا اور پھر وہ اتنے آرام سے اسکی سہمی دھڑکنیں روک گیا جیسے ہوا کسی تنگ تاریک گلی

میں داخل ہو کر وہاں کی ہر چیز جلترنگ کرتی ہے، بلکل ویسی تنگ گلی ہو گیا تھا اس لڑکی کا دل!

فجر کی سانس پل بھر کو تھم گئی، عصر کی یہ حق دار قربت اس کے حواسوں پر نرم مگر جان لیوا سی دستک دیتی محسوس ہوئی۔

"ب۔باہوں میں؟"

وہ لجا کر نگاہیں جھکا گئی، من پسند شخص باہوں میں سمایا ہوا کیسا دلنشین لگتا ہے یہ وہ بھی محسوس کرنا چاہتی تھی۔

"جی۔۔۔۔بھر لیں ناں۔سوچ کیا رہی ہیں؟"

عصر نے اس کی ٹھوڑی کو ہلکے سے انگلیوں کے لمس سے اوپر اٹھایا، وہ جیسے اس طرح کی عصر سے فرمائش امید نہ کر رہی تھی۔

"ک۔۔کہاں؟"

وہ منمنائی۔

"اپنی باہوں میں"

عصر نے اسے ہوش دلانا چاہا تو وہ سٹپٹا کر رہ گئی۔

"ک۔کیا؟"

وہ صدماتی انداز میں منہ کھولے بڑبڑائی۔

"کیا فجر جبرئیل؟ بیوی ہیں آپ میری۔ نکاح ہوا ہے ہمارا۔ اسکا احساس دلائے بنا جنگ پر بھیج دیں گی کیا۔؟"

وہ اسکے نرم سرزنش کرتے انداز پر گھبرا کر اسکی جانب سرک آئی۔

"ہر جنگ سے سرخرو لوٹیں آپ"

وہ اسکا ہاتھ اپنے ہاتھ سے مس ہوتا، پھر ملائم گرفت میں دبتا پائے مدہوش سا ہوتے نظریں جھکا کر اپنے اور اسکے ہاتھ کو دیکھتے مسکرایا۔

"سرخرو کر کے بھیجا کریں گی تو ایسے ہی لوٹوں گا۔ کریں ناں سرخرو"

وہ اپنی ہر سانس سے اسکی آزمائش لیے جا رہا تھا اور وہ کب سے دل کی دھڑکنیں سنبھالے کھڑی تھی، نظریں تھیں کہ بار بار جھک رہی تھیں۔

"اب نظریں چرانے کا کوئی فائدہ نہیں ہے سائیں..."

اس کی آواز میں مسکراہٹ بھی تھی اور ایک عجیب سی سنجیدگی پھیلا تا خمار بھی جو نا محسوس انداز میں فجر کو شرم دلا رہا تھا۔

فجر کے گالوں پر ہلکی سی سرخی ابھری۔

"میں... میں نہیں چرا رہی..."

وہ فوری منمنائی۔

"تو پھر دیکھیں مجھے میری میٹھی جان..."

وہ آہستہ آواز مگر شدید بھڑکتے جذبات والے لہجے میں بولا تو فجر نے دھڑکتے دل کے ساتھ نظریں اٹھائیں، عصر کی آنکھوں میں جیسے سکون بھی تھا... شکر بھی... اور بے پناہ محبت بھی...

عصر نے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے جیسے اس کے دل کی ہر دھڑکن سن لی، فجر کی سانسیں بے ترتیب ہو رہی تھیں... اور وہ خود کو سنبھالنے کی ناکام کوشش کر رہی تھی۔

"ڈر رہی ہیں مجھ سے...؟"

عصر نے مدھم لہجے میں اسکی شرم دیکھتے سوال کیا تو ان جناب کی آنکھوں میں خماری ناچتی صاف نظر آ رہی تھی، فجر نے فوراً نفی میں سر ہلایا...

"نہیں... آپ سے نہیں..."

وہ روانی سے بول اٹھی۔

"پھر؟"

وہ مزید قریب آیا، اتنا کہ فجر کو اس کی سانسوں کی حرارت اپنے چہرے پر محسوس ہونے لگی۔

"خود سے..."

فجر کے لبوں سے بے اختیار نکلا، عصر کی آنکھوں میں حیرت کے ساتھ ہلکی سی مسکراہٹ اتر آئی۔

"خود سے کیوں؟"

عصر کے شوخ سوال پر فجر نے نظریں جھکا لیں۔

"کیونکہ ایسا لگتا ہے دل و دماغ سمیت اپنے قابو میں نہیں رہوں گی"

یہ بے باک اعتراف سن کر عصر کے لبوں پر گہری مسکراہٹ ابھری۔

"تو مت رہنے دیں قابو میں خود کو، آج سے یہ بے قابو دل و دماغ والا چھوٹا سا مہکتا ہوا وجود میرا ہے"

اس شخص کے استحقاق لٹاتے جملے پر اس لڑکی کا دل جیسے سینے سے باہر آنے کو بے تاب ہو گیا، جس طرح وہ فجر کے وجود دوسرا پے سے اٹھتیں بے شمار خوشبوؤں کے مرکب کو اک ساتھ ان ہیل کر رہا تھا وہ فجر کی ہتھیلیوں میں نمی جگانے کا باعث تھا۔

عصر نے اس کے ہاتھ کو آہستگی سے اپنی گرفت میں لیا پھر نرم سی کشش سے اسے اپنے قریب کھینچ لیا... فجر بے اختیار اس کے سینے سے ٹکراتے آ لگی...

عصر نے ہلکے سے اس کے سر پر ٹھوڑی ٹکائی اور گہری سانس لیتے اسکے وجود کو اپنی بازوؤں میں آسودگی سے بھر لیا۔

فجر کی سانسیں اس کے سینے سے ٹکراتے ہی جیسے بھٹک گئیں، راستہ بھول گئیں۔

اس نے بے اختیار اپنی انگلیاں عصر کی پشت سے شرٹ میں ہلکی سی جکڑ لیں جیسے خود کو سنبھالنے کے لیے کسی سہارے کی ضرورت ہو، عصر نے اس کے اس بے اختیار لمس کو محسوس کیا تو اس کے لبوں پر شرارتی سی مسکراہٹ پھیل گئی، اس نے بازوؤں کی گرفت ذرا سی مضبوط کی... مگر اس مضبوطی میں بھی نرمی گھلی ہوئی تھی۔

دستک پر فجر فوری اپنا آرام و سکون لیے بنا دور ہٹی تو عصر نے اسکی گھبراہٹ دیکھی، ابھی تو عصر نے اسے ٹھیک سے محسوس بھی نہ کیا تھا۔

"کون ہے؟"

عصر نے اس کباب میں ہڈی بنتے فرد کو دروازے پار سے ٹٹولا تو میڈ اجازت لیے اندر داخل ہوئی جسکے ہاتھ میں پکڑی ٹرے پر چائے کے دو کپ دھرے تھے، عصر نے آگے بڑھتے اس میڈ سے ٹرے لی اور شکریہ کہے اسے بھیجا، پلٹا تو اسکی گھبرائی شرمائی فجر جبرئیل عصر اور اسکے ہاتھ میں ٹرے

دیکھنے لگی، عصر نے ٹرے جھک کر میز پر رکھی اور اک گرم گرم چائے سے بھرا کپ لے کر وہ ٹھیک فجر کے سامنے آرکا، وہ پیارا لمحہ جب عصر نے اس پر شدید آتے پیار کو روکنے کے لیے گرم گرم چائے حلق میں انڈیلی تھی جب وہ نامحرم تھی، یاد بن کر دونوں کے ذہنوں میں اترا، تو کیا آج جب وہ لڑکی اسکی ہو گئی تھی تو وہ عصر کو یہ کرنے دیتی؟ گرم چائے پی کر جذبات دبانے پر مجبور کرتی؟ ہرگز نہیں۔

عصر نے اسے بے خود نگاہوں کی میٹھی تپش سے نادیدہ جلاتے ہوئے چائے کا دھواں چھوڑتا کپ لبوں تک اٹھایا ہی تھا کہ فجر نے بے اختیار اس کی کلائی تھام لی، اس اچانک لمس پر عصر چونکا، نظریں فجر کے چہرے پر ٹھہر گئیں۔

"مت پیئں"

وہ اسکے روکنے پر فاتحانہ مسکرایا۔

"کیوں؟"

وہ متجسس ہوا۔

"کیونکہ آپ ایک ہی بار یہ ساری حلق میں انڈیل لیں گے اور کتنے دن تک آپکا منہ اور زبان جلی رہے گی۔"

وہ کپ ہونٹوں سے دور کر گیا پر مجال ہو جو اپنی بہکی نگاہ فجر پر سے انچ بھی ہٹا پایا ہو۔

"تو کیا ہوا؟ میرے منہ، ہونٹ، حلق اور زبان جلنے سے آپکا کونسا کوئی نقصان ہو گا سائیں"

فجر اس کے معنی خیز سوال پر بری طرح جھنجھلا گئی، نظریں جھکا کر اس نے کپ کی بھاپ میں جیسے خود کو چھپا لیا۔

"نقصان... ہے..."

وہ آہستہ سے منمنائی، عصر کی بھنویں ہلکی سی سرور سے اٹھیں۔

"کیسا نقصان...؟"

وہ مزید قریب آیا، کپ واپس رکھتے تسلی سے اسکو اپنی بازووں کے حصار میں جکڑا ہی کہ فجر کی سانسوں میں ہلکی سی کپکپاہٹ اتری۔

"اگر...اگر یہ سب جل گیا تو۔۔۔۔"

وہ اپنی زندگی کی ساری ہمت جمع کیے بولتے بولتے رک گئی، اس رکنے پر اس نے اپنے لبوں کو ہلکا سا دانت میں دباتے کاٹا تو عصر نے انکھیں زور سے میچ کر یہ سب دیکھ کر خود پر قابو کیا۔

"تو...؟ دوبارہ یہ مت کیجئے گا۔ انجام کی ذمہ داری آپکی ہو گی"

عصر نے جان لیوا تنبیہی سرگوشی میں سوال مکمل کروانا چاہا کیونکہ وہ نظریں بار بار نیچے کر لیتی تھی، فجر نے ہمت کر کے نظریں اٹھائیں۔

اس کی آنکھوں میں جھجک کے ساتھ ہلکی سی شرارت بھی جھلک گئی۔

"تو... پھر..."

وہ اسے اکساتے بولا۔

"پھر... میں..."

اس کی آواز بولتے مدھم ہو گئی، مگر اس بار وہ مکمل خاموش نہ ہوئی۔

"پھر... میں کیسے..."

وہ رک کر پھر نظریں جھکا گئی، عصر کے لبوں پر گہری مسکراہٹ آئی۔

"کیسے کیا فجر...؟"

وہ سوالیہ ہوا تو فجر نے ہلکا سا سانس لیا۔

"کیسے... آپکو چپ کرواؤں گی..."

وہ بمشکل بولی، یہ ڈھکا مگر واضح اشارہ تھا۔

عصر کی آنکھوں میں چمک سی ابھری...

وہ مزید قریب آیا کہ دونوں کی سانسیں گڈمڈ ہونے لگیں۔

"اوہ، تو آپکا مجھے یوں چپ کروانے کا ارادہ ہے...؟"

فجر کے گال اسکی نگاہوں کی بے شرم لپک پر مزید سرخ ہو گئے، اس نے ہلکا سا سر جھکا لیا۔

"اگر... آپ نے بہت تنگ کیا تو ہاں"

وہ بمشکل بول پائی۔

ان دونوں کے درمیان کی فضا پہلے سے کہیں زیادہ نرم اور کہیں زیادہ پر حدت ہو چکی تھی۔

"یعنی میں تنگ کروں؟"

عصر نے اسکی شرم و حیا دیکھتے اپنے امڈتے جذبات کی ترجمانی کرتا سوال کیا۔

"جی نہیں۔ واپسی پر۔ کل نکاح کی گھبراہٹ میں سو نہیں پائی اس لیے چینج کر کے سونا ہے مجھے۔ واپس آ کر تنگ کر لیجیے گا عصر"

وہ اسکی بازووں کا حصار توڑتے ہوئے فرار ہونے لگی جب عصر نے اسکی نیند و تھکن کا خیال کرتے اسے خود سے رہائی دینے سے پہلے جب اسکی جبین چومی، وہ تمام تر ڈر، جھجھک اور بے شمار گھبراہٹ کے وہیں تھم گئی، اس شخص نے جو یہ چپ چاپ حفاظت کا احساس بخشا، یہ بے حد قیمتی تھا۔

"مجھے لگا آپ اچھی بیوی کی طرح، میرے لوٹنے تک دعاوں میں مشغول رہیں گی کہ مجھے آنچ نہ آئے۔ اور یہاں آپ گدھے گھوڑے بیچ کر سونے کا ارادہ بنا رہی ہیں۔"

وہ اس شکوے پر عصر کی آنکھوں میں محبت سے جھانکی جہاں بے شمار ارمان ہلکورر ہے تھے، وہ خود کو چھڑوا گئی۔

"بری بیوی ہوں۔ آپ مجھے اچھی میں بدلنے کے لیے بہت سا سدھار دیجئے گا"

وہ شریر نگاہوں سے عصر کو دیکھتے بولی، عصر نے مسکرا کر نفی کی اور اسکی طرف دو قدم بڑھا جو سنگار میز سے جا لگی تھی۔

"چار فٹیا لوگ بگھڑے ہوئے زیادہ خطرناک ہوتے ہیں اور مجھے کسی پاگل جانور نے نہیں کاٹا کہ آپکو سدھارتا پھروں فجر جبرئیل۔ مجھے آپ خطرناک ہی چاہیں۔"

وہ اسکی رخسار کو چھو کر جب اس قدر محبت بھری شدت سے بولا، فجر کی پلکیں شرم و حیا سے بوجھل ہو گئیں۔

"عصر۔۔۔ چار فٹیا نہیں ہوں ناں۔۔۔۔ماروں گی آپکو"

وہ ضدی بچے کی طرح اسکے گریبان پر ہاتھوں کو رکھ کر احتجاجی منمنائی۔

"جی جی پانچ فٹ سے دو ہی انچ کم ہیں آپ۔ یاد ہے۔ میری چھوٹی سی جان، آپکو بقیہ ہلکان میں رات کو کروں گا۔ ابھی ہمیں کچھ مردوں والے امور نبھانے ہیں۔ سو جائیں تھوڑی دیر"

وہ اسکی نیند سے بھری آنکھیں دیکھتے ہوئے نرمی سے اسے اپنی بازوؤں سے نکال گیا جس پر فجر نے اپنے دونوں ہاتھ بڑھا کر عصر کے رخساروں کی دائیں بائیں جمائے۔

"اب نہیں سو سکوں گی۔ دعا میں مشغول جو ہونا ہے کہ آپ پر آنچ نہ آئے۔ اپنا خیال رکھیے گا"

وہ اسکے ہاتھوں کے لمس کی ٹھنڈک پر اسکی دونوں ہتھیلیاں اپنے ہاتھوں میں لے کر دبائے، چہرے سے دور کرتا، دونوں ہاتھ چومتا دیوانگی کی حدود میں داخل ہوا جس سبب وہ جھینپ سا گئی، عارضوں میں گلال سے اترے، وہ

اسے آخری بار اپنی باہوں میں بھرتا، اس کے بالوں میں چہرہ چھپا کر ایک لمحہ ٹھہرا پھر آہستگی سے اسے خود سے جدا کیا۔

"ملتا ہوں"

اسکی آنکھوں میں اپنی قربت سے ہزاروں خواہشوں کے دیپ جلائے وہ دور ہوا اور پھر ان مخمور چشمانوں کی اجازت پاتے ہی وہ کمرے سے نکل گیا، فجر نے اک گہری آسودہ سانس لی اور پلٹ کر آئینے کے سامنے رک کر بے ساختہ گدگدا سی گئی۔

جبکہ عصر نیچے آیا تو سوہا اور صنم دونوں جانے کو تیار تھیں، سوہا نے سیوانی نکلنا تھا مگر امی بابا آج رات تک یہیں تھے کیونکہ عدین نے ضد کی تھی، جبکہ عرشیہ نے مما کو سی آف کیا پھر انیس کے ساتھ اوپر گئی البتہ صنم کچھ دیر رک گئیں، عصر انکے ساتھ آکر بیٹھا لیکن بہت زیادہ سنجیدہ تھا، صنم کے اندر

یہ بھی ڈر تھا کہیں ابراہیم نہ آجائے، وہ اس شخص کا سامنا تک نہیں چاہتی تھی۔

"خوش ہے میری جان؟"

صنم نے آہستگی سے اسکا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر پوچھا، عصر نے بیٹھے بیٹھے گردن گما کر ماں کی طرف دیکھا۔

"خوشی کیا ہے یہ محسوس کرنے میں تھوڑا وقت لگے گا۔ آپکو ڈراپ کر دوں آپکے گھر؟ یقینا آپ اس آدمی کی شکل نہیں دیکھنا چاہتی ہوں گی"

عصر کے آزردہ سوال پر صنم نے افسردہ سا تاثر دیتے گردن ہلائی۔

"تمہارے بابا معافی کے لائق نہیں، اور ایسے لوگوں سے میں گریز ہی برتنا چاہتی ہوں۔ بہر حال میں چلی جاوں گی۔ تم اپنی بیوی کے ساتھ وقت گزارو۔ میں دوبارہ یہاں نہیں آوں گی، کیا تم مجھ سے ملنے میرے گھر آو گے عصر؟"

وہ سنجیدہ ترین تھا، تحمل سے اس نے بات سنی پھر گردن سیدھی کیے سامنے غیر مرئی نقطے پر نگاہ جمائی۔

"کیا بابا کو آپ سے محبت تھی، آپ کا بابا سے کتنا عرصہ تعلق رہا؟ کیا انہوں نے حمرا کی وجہ سے آپکو چھوڑا؟ اور کیا اسی کی تلافی کرنے کو حمرا علوی نے مجھے یتیم خانے سے اٹھا کر اس گھر میں لایا؟"

ابھی بہت سے سوال تھے جو عصر کو تنگ کر رہے تھے، وہ فیصلہ نہ کر پا رہا تھا کہ زیادہ قصوروار کون ہے، کسکی زیادہ غلطی ہے اور کیا ابراہیم علوی کی انیس اور حمرا سے نفرت کی وجہ بھی صنم زمان تھی، اور یہ سب بتانا اب صنم زمان کو بھی اشد ضروری لگا تھا۔

"میں طوائف تھی، یہی میرا گناہ تھا عصر۔ وہ ہمیشہ سے عیاش طبعیت کا مالک انسان تھا۔ جب وہ پہلی بار کوٹھے میں آیا، ان دنوں اسکی خاندانی شادی کے چرچے تھے، اسکی اور حمرا کی شادی، وہ ایک رئیس زادے کی بیٹی تھی، اور

ابراہیم کے والد نے اپنے اکلوتے بیٹے کی عیاشیوں، اسکے اندر موجود برائیوں کے توڑ کے لیے ہی اسکی شادی کروانے کا فیصلہ لیا تھا، تاکہ انھیں فائدہ بھی ہو اور اکلوتی اولاد بھی سنبھل جائے۔ لیکن وہ شخص مجھے دوسری طوائفوں کی طرح نہیں سمجھتا تھا، اس خاندانی شادی کے دباو کو وہ میرے پاس آکر زائل کرتا تھا۔ میں بھی اس گندگی سے نکلنے کی طلب گار تھی، وقت گزرنے لگا تو مجھے اس شخص پر اعتبار آنے لگا کہ وہ مجھے واقعی بچائے گا۔ اس نے مجھے اپنے لیے مختص کیا تھا، کوٹھے کی مالکن سے مجھے منہ مانگی قیمت پر خریدنے کو تیار ہو گیا کیونکہ شاید میں بھی اسکی من پسند عورت تھی مگر اس کوٹھے کا سارا نظام بھی جیسے میرے حسن، آواز اور گاہکوں پر منحصر تھا تو وہ ٹال مٹول کرتی، ہر بار معاہدے کے بعد میری قیمت بڑھا دیتی، اس شخص نے میں جیسی تھی ویسا پسند کیا، تبھی میرے دل میں بھی اسکے لیے لپک پیدا ہو گئی ورنہ طوائف کے لیے سارے مرد ایک سے ہوتے ہیں"

وہ اپنی کہانی سناتے سناتے کچھ لمحے کو رکی تو عصر نے رخ انکی طرف پھیرا، وہ مزید جاننے کا طلب گار تھا۔

"پھر اس نے ابراہیم کے میرے پیچھے مکمل پاگل ہونے کا انتظار کیا، جب ابراہیم علوی مجھے حاصل کرنے کو اپنا سب کچھ داو پر لگانے کو تیار ہو گیا تب کوٹھے کی مالکن نے ایک شرطوں پر مبنی معاہدہ بنایا، جس کے تحت اس نے شرط رکھی کہ ابراہیم مجھ سے نکاح کر سکتا ہے لیکن میں کوٹھا نہیں چھوڑ سکتی۔ اور یہ کہ میں وہاں گانا اور ناچنا بند نہیں کر سکتی، نکاح ہو گا اور فرق اتنا پڑے گا کہ مجھے چھونے کا اختیار صرف اسے ہو گا۔ ابراہیم نے اک کثیر رقم اور اپنے والد کا بے پناہ سرمایہ کوٹھے کی مالکن کو لٹا دیا، اور مجھے یقین دلاتا رہا کہ اس نے جس طرح مجھے اپنا بنایا، وہ یونہی مجھے لے جائے گا۔ میں اسکی زندگی کا خاص حصہ ہوں، ان نکاح کے ابتدائی دنوں میں یہی سوچ کر ہواوں میں اڑتی۔ میری آواز نکھرنے لگی، میرے رقص میں دلکشی آگئی جب میں ایک مرد کی بن گئی۔ یعنی وہ میرے عروج کے دن تھے"

آنکھوں میں نمی بھرے ان دنوں کا حوالہ دیتے وہ کبھی مسکرائیں اور کبھی رو پڑیں، ایک بیٹے کے لیے اپنی ماں کا ایسا ماضی سننا دردناک ہوتا ہے پھر بھی عصر نے انکا ہاتھ تھاما، تاکہ وہ انھیں حوصلہ دے سکے۔

"ابراہیم نے اپنا سب کچھ مجھے اپنا بنانے کے لیے لٹا دیا عصر، جس سبب اسکے والد نے اسکے خاندانی نکاح میں جلدی مچاتے ہوئے اسکا حمرا سے نکاح کر دیا۔ اگلے کچھ سال ابراہیم نے اپنے حمرا سے نکاح کو مجھ سے چھپایا، اسی طرح اس نے حمرا کو بھی دھوکہ دیا کئی سال، وہ لڑکی جو بچپن سے اسے چاہتی تھی۔ اسکے لیے پاگل تھی۔ کچھ سال تو وہ اپنے والد اور سسر کے ساتھ بزنس میں بزی رہی۔ ابراہیم کی لاتعلقی کو اس شخص کی عادت سمجھتی رہی کہ وہ خود میں رہنے والا مغرور انسان تھا لیکن پھر حمرا نے ابراہیم کے ایسے رویے کی وجہ تلاش کی، اور اسطرح اسکے ہم دونوں کو دیے دھوکے بے نقاب ہو گئے"

چند آنسو صنم کی آنکھوں سے بہہ نکلے، اس وقت عصر کو باخدا یہ تینوں ایک سے بڑھ کر گناہ گار لگ رہے تھے، آگے کیا ہوا ہو گا، عصر کو اچھے سے اندازہ ہو چکا تھا۔

"جب اسکی فیملی کو پتا چلا کہ ابراہیم نے ایک طوائف سے نکاح کیا ہے، وہ لوگ آگ بگولا ہو گئے۔ ابراہیم کے والد تو اسی پر دل کے مریض ہو گئے کہ اس نے انکی ساری جمع پونجی ایک طوائف کے پیچھے لٹا دی، والدہ پہلے ہی کینسر سے لڑ رہی تھیں اسکی۔ پھر حمرا کسی صورت اس سے دستبرداری پر راضی نہ تھی، اس نے یہی فیصلہ دیا کہ وہ ابراہیم کو نہیں چھوڑے گی۔ ان سب نے ابراہیم کی ساری کوتاہیاں درگزر کیں، یہ تک کہ اس نے دل بہلانے کو ایک طوائف سے نکاح کیا۔ تب تم آنے والے تھے جب ابراہیم کی فیملی کی طرف سے مجھے طلاق کے کاغذات موصول ہوئے۔ ساتھ ایک طویل گالیوں اور ملامتوں کا خط جو ابراہیم کے پیرنٹس کی طرف سے اور اسکے سسر کی جانب سے تھا۔ ان لوگوں کو علم نہیں تھا کہ میں امید سے

ہوں ورنہ شاید اس سے بھی برا کرتے۔ ان لوگوں نے میری کوکھ میں پلتے بچے تک کو گالیاں دیں۔ کوٹھے پر آکر مجھے زلیل کیا کہ میں اسی گند کی پیداوار ہوں اور یہیں مٹی ہوں گی۔ میں نے ابراہیم سے بات کرنے کی، رابطہ کرنے کی کوشش کی لیکن ممکن نہ ہوا۔ پتا نہیں وہ مجبور تھا یا واقعی اسکی محبت مر گئی کہ اس کی جانب سے بھی مجھے کچھ دن تک یہ پیغام مل گیا کہ وہ اب مجھ سے نہ کبھی ملنا چاہتا ہے، نہ دیکھنا اور نہ میرے وجود سے اسکا کوئی تعلق ہے۔ اسے بھی علم نہیں تھا میں امید سے ہوں۔۔۔۔ سب ختم ہو گیا۔ وہ اپنی نئی بیوی کے ساتھ بس گیا کیونکہ اسکا سسر اسے اور اسکے پیرنٹس کو ہر طرح سپورٹ کر رہا تھا کیونکہ ابراہیم اسکی بیٹی کی ضد تھا"

اپنے درد کو اپنے سینے بھینچے وہ رکیں تو عصر کی سرخ انگارہ آنکھیں انکا درد بڑھا گئیں۔

"میں نے کچھ ماہ بعد تمہیں جنم دیا لیکن میں تمہیں اس گند میں مٹی کرنے سے ڈر گئی تبھی تمہیں یتیم خانے چھوڑ کر خود کوٹھے کی مالکن کو یہ بتایا کہ میرا

بچہ مر گیا۔ ورنہ وہاں پیدا ہوئے بچے کیا بنتے ہیں، یہ تم سوچ بھی نہیں سکتے عصر۔۔ اس سب میں میری مدد جانتے ہو کس نے کی؟ حمرا نے۔ وہ مجھ سے زیادہ مجبور تھی، کیونکہ وہ بہت پیار کرتی تھی اس شخص سے۔ لیکن یہ بھی نہیں چاہتی تھی اسکی وجہ سے میں یا میرا بچہ بے موت مریں۔۔۔"

اس پر تو جیسے دونوں کی آنکھیں بھیگیں۔

"اسے بہت پہلے سے پتا چل گیا تھا کہ ابراہیم کی طوائف بیوی اسکے بچے کی ماں بھی بننے والی ہے۔ اس نے میری کوکھ میں پلتے بچے کی تب سے حفاظت شروع کر دی تھی۔۔۔ وہ اپنی زیادتیوں کا ازالہ کرتی رہی کیونکہ ہم دونوں جانتی تھیں کچھ بھی ٹھیک ہونا ممکن نہیں۔ بہر حال تم یتیم خانے میں ہونے کے باوجود خاص کیئر میں رہے، کیونکہ حمرا نے تمہارا وہاں بھی بھرپور خیال رکھوایا، اور مجھ سے وعدہ کیا کہ وہ اپنی پہلی اولاد ہوتے ہی تمہیں یتیم خانے سے اپنا بیٹا بنا کر لے جائے گی۔ جبکہ میں اس وقت کوٹھے سے فرار کرنے کی جدوجہد میں تھی، ایک تو دل مردہ ہو گیا۔ پھر میں اپنے ہی بچے کو اپنے پاس

نہیں رکھ سکتی تھی۔ تیسرا مجھے اس گند سے نکلنا تھا تا کہ میں ایک دن تم سے ملنے کے لیے زندہ بھی رہ سکوں اور اپنا ایک وقار بنا سکوں کہ کل کو میرا بیٹا مجھے ماں کہتے شرمسار نہ ہو۔۔ اور دیکھو میں نے تمہارے لیے اپنے آپ کو ہر ممکن سنبھالا عصر۔۔ میں پہلے اس گند سے نکلی، پھر اک دارالامان میں پناہ لی، حمرا تم سے کبھی زیادتی نہ کرتی اسکا مجھے یقین تھا، وہ دل کے ہاتھوں مجبور عورت تھی پر وہ میری پہلی اور آخری دوست بھی تھی۔ اس نے مجھے بتایا کہ عاصم مجھے طلاق دینا نہیں چاہتا تھا پر اسکے پیرنٹس نے اس سے زبردستی سائن کروائے تھے، یہ بھی کہ وہ حمرا کے ساتھ کس قدر مجبوری میں رہ رہا ہے۔ میں نے وہ کاغذات آج تک کھولے بھی نہیں۔۔۔۔ کیونکہ طوائف کے بعد طلاق یافتہ ہونے کا دھبہ زیادہ بڑا لگ جاتا اور میری پوری زندگی تو طوائف والا دھبہ دھونے میں ہی خرچ ہو گئی، میں نے نہ سائن کیے نہ وہ طلاق کے کاغذات کبھی کورٹ گئے"

وہ ہاتھ بڑھا کر صنم کے بہتے آنسو پونچھتے خود بھی کسی شدید کرب میں مبتلا ہوا، اب اسے سمجھ آئی کیوں ابراہیم کے اندر حمرا اور انیس کی اتنی نفرت بھری ہے۔

"مطلب آپ تینوں مجرم بھی ہیں اور بیک وقت معصوم بھی؟"

عصر کی آواز شدید بھاری تھی، صنم نے کرب سے سانس لی۔

"ایسا ہی سمجھ لو، دارالامان میں میرے ساتھ ایک طبیبہ تھی، میں کچھ سال اسکے ساتھ حکیمی کے کام کرتی رہی۔ پھر اس نے ہی مجھے باقاعدہ میڈیکل میں ایڈمیشن دلوایا کیونکہ میں ذہین بھی تھی اور کم عمر بھی، میں نے پھر جانا کہ میرے اندر خود کو بدلنے اور اپنا وقار قائم کرنے کی طاقت اب بھی باقی ہے۔ تمہیں دیکھ کر ہی تو جیتی آئی ہوں۔ میں نے ان پینتیس سالوں میں ایسا کوئی دن نہیں گزرا جب تمہیں نہ دیکھا ہو۔ میں حمرا سے بھی کھو گئی۔ کیونکہ اس نے اپنے سارے وعدے پورے کر دیے۔ وہ اپنے پہلی اولاد انیس کے

بعد تمہیں مینشن لے گئی۔ تم دونوں میں چند سال کا فرق تھا۔ لیکن تم دونوں جند جان تھے۔ جب بھی میں تم دونوں کو دیکھتی، مجھے سکون ملتا کہ تم اپنوں میں ہو۔ ورنہ اگر کوئی تمہیں یہ کہتا ناں کہ تم طوائف کے بیٹے ہو، تم سے پہلے میں مر جاتی۔۔۔ سب تمہیں ابراہیم علوی کا بیٹا کہتے، علوی خاندان تمہاری پہچان تھا، یہ مجھ بدنصیب ماں کو مطمئین کرتا تھا۔ ایسا نہیں میں تمہارے درد سے ناواقف تھی، اپنی ماں بس ایک ہی ہوتی ہے۔ حمرا نے تمہیں بہت پیار دیا اسکے باوجود تم مجھے مس کرتے رہے، تو میں کونسا سکون میں رہی۔۔۔ تمہارے دماغی سکون کے لیے اپنا وجود گم رکھا، پر مجھے س۔۔ سوچنا چاہیے تھا کہ میری دوری بھی تو تمہارا دماغی سکون تباہ کر دے گی۔۔۔ تمہاری دی ہر سزا قبول ہے مجھے لیکن میں سب سے زیادہ پیار اس لمحے سے صرف تمہی سے کرتی ہوں جس لمحے تم میری گود میں دیے گئے۔۔۔۔ میرا خوبصورت بیٹا"

وہ عصر کا چہرہ ہاتھوں میں بھرے سسک اٹھیں۔

"تو... آپ دیکھتی رہیں...؟"

عصر کی آواز مدھم مگر زخمی تھی، صنم کے ہاتھ پکڑ کر وہ چہرے سے دور کر گیا۔

"میں... تڑپتا رہا اور آپ... دیکھتی رہیں...؟"

صنم کی پلکیں بھیگ گئیں۔

"میں مجبور تھی عصر..."

وہ روہانسی ہو کر سسک اٹھیں۔

"مجبور...؟"

وہ تلخ ہنسی ہنسا۔

"ایک بچہ... اپنی ماں کے لیے ترستا رہا... اور آپ مجبور تھیں...؟"

صنم نے اسکی بھیگتی آنکھیں دیکھ کر اپنے دل پر لگتی ضرب بمشکل سہی۔

"میں تمہارے قریب آتی تو تمہاری پہچان چھن جاتی... تمہاری عزت... تمہارا خاندان..."

وہ جیسے روسی پڑیں۔

"اور جو میرا بچپن چھن گیا...؟"

عصر کی آواز بھاری ہو گئی، وہ اب بھی اندر باہر سے شدید زخمی تھی، لہولہان تھا۔

"اس کا کیا...؟"

صنم کے پاس جواب نہ تھا، وہ خاموش ہو گئیں تو انکی آنکھوں سے آنسو مسلسل بہنے لگے۔

"کبھی کسی اجنبی کی طرح آکر گلے لگانے کا خیال تک نہ آیا؟ آکر گلے لگاتیں اور کہہ دیتیں سوری مجھے لگا یہ میرا بیٹا ہے۔ آپکی کیسی ظالم ممتا تھی، جسے تڑپنے کا سلیقہ ہی نہیں آیا۔"

وہ اس وقت ایک بار پھر اپنی اور انکی نکھیں نم کر گیا۔

"مجھے ہمیشہ لگتا تھا میری ماں زندہ ہے..."

عصر کی آواز ٹوٹنے لگی...

"مجھے یقین تھا... کہیں نہ کہیں... وہ مجھے دیکھ رہی ہے..."

صنم کے سانس لڑکھڑائے۔

"اور آج..."

عصر نے گہری سانس لی...

"آج پتہ چلا... وہ واقعی دیکھ رہی تھی، پر اپنے قدموں کو مجھ سے کوسوں دور زنجیر کیے ہوئے"

یہ جملہ جیسے صنم کے دل پر خنجر بن کر لگا۔

"عصر..."

وہ بمشکل بولی، عصر نے آنکھیں بند کر لیں جیسے خود کو سنبھالنے کی کوشش کر رہا ہو۔

چند لمحوں کی خاموشی کے بعد...

اس نے آہستہ سے آنکھیں کھولیں، صنم کی آنکھوں میں وہی ممتا... وہی درد... وہی بے بسی صاف دکھائی دے رہی تھی... عصر نے ہلکا سا سر جھکا لیا...

جیسے برسوں کا بوجھ کندھوں پر اتر آیا ہو...

"آپ نے مجھے کبھی پکارا...؟"

اس نے دھیرے سے پوچھا، جیسے وہ اپنے دل کے ساتھ اس عورت کا دل بھی کاٹ رہا ہو۔

"ہر دن... ہر رات... ہر لـ۔۔ لمحہ۔ کیونکہ تم میرے وجود کا دوسرا حصہ تھے"

اس کے لبوں سے بمشکل نکلا، صنم کی ہچکی بندھ گئی۔

"ہمم۔ میں آپ تینوں میں سے کسی کو معاف نہیں کرنا چاہتا ابھی۔ دل ٹوٹا ہوا ہے۔ دعا کریں جلدی جڑے تاکہ میں فیصلہ لے سکوں۔ میرے نزدیک آپ تینوں نے اپنی جگہ غلطیاں نہیں، بہت بڑی بڑی کوتاہیاں کی ہیں۔ اور دگنی چگنی سزائیں بھی جھیلیں لیکن اسکے باوجود معافی کے لائق نہیں ہو سکے"

وہ عصر کی طرف حسرت سے نگاہیں جمائے ہوئے تھیں پھر انہوں نے سمجھتے ہوئے سر اثبات میں ہلایا۔

"مجھے تمہارے دل و دماغ کی حالت کا اندازہ ہے، تم وہی کرنا جس میں تمہیں سکون ملے۔ میں تمہارا ہر فیصلہ قبول کروں گی۔ جانتی ہوں تم سب کچھ بھول نہیں سکتے، اک خلاء ہے ہمارے بیچ لیکن میری دعا ہے تم اسے جلد مٹا پاو۔"

وہ انکے سمجھنے پر شکر گزار تھا، گہرا سانس کھینچ کر اٹھا تو صنم بھی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئیں۔

"مجھے سمجھنے کے لیے شکریہ۔ میں آوں گا آپ سے ملنے۔ اپنا خیال رکھیے گا۔"

وہ ابھی کچھ نہ کہہ پایا، ابھی وہ اپنی ماں کے ماضی کو سننے کے بعد اسے برداشت کرنے کے مرحلے میں تھا اور وہ بھی جانتیں تھیں انہوں نے اپنے بیٹے کے دل پر کتنا بوجھ لاد دیا ہے۔

"تم بھی اپنا خیال رکھنا۔ ہمیشہ خوش رہو میرے بیٹے۔ انیس اور عرشیہ کو بتا دینا میں چلی گئی۔ بائے"

وہ نرمی سے اسکی رخسار چومتیں، اپنا ارمان پورا کیے اپنے بیگ کی طرف بڑھیں اور اسے اٹھا کر اک بار پھر سے عصر کو دیکھنے لگیں، وہ یوں دیکھ رہا تھا جیسے انکا اوجھل ہونا نہ چاہتا ہو۔

"اللہ حافظ ماں"

وہ بے اختیار آگے بڑھا اور صنم کو اپنے گلے لگا گیا، وہ اسکے یوں پگھلنے پر نمدیدہ نگاہوں سمیت مسکرائیں، اسکی کمر تھپکی۔

"ماں کی جان۔ اللہ کی امان میں رہو۔ یہ جو رشتہ تم نے آج بنایا یہ تمہارا مکمل سکھ بنے۔ آمین۔ پھر ملتے ہیں۔ تمہاری مما کے پیشنٹس ویٹ کر رہے ہوں گے"

وہ مسکراتی ہوئیں الگ ہوئیں تو عصر کی آنکھیں بہت خفیف سا مسکرائیں۔

"ٹھیک ہے۔ دھیان سے جایئے گا لیڈی"

وہ انھیں ساتھ باہر تک چھوڑنے آیا تھا، مہویر بھی منائم اور محراب کو چھوڑنے واپس گیا تھا مگر اسے بھی پھر آنا تھا، علیم خان اور عامر نے اپنے اپنے لوگ تیار کر لیے تھے جو بس کچھ ہی دیر میں مشن پر نکلنے والے تھے۔

وہیں انیس نے تو چینج کر لیا پر اسے دھچکا تب لگا جب عرشیہ کو بھی چینج کرنے کے ساتھ چینج ہو کر آتا دیکھتے اپنی تیاری بھول گیا۔

"اب یہ کیا ہے عرشیہ؟"

وہ سخت برہم ہو کر اسے اسکے خلیے سمیت گھور کر پکارا جو ٹھیک اسکے سامنے جلوے بکھیرتی آ رکی تھی۔

"میں تمہیں اکیلا نہیں جانے دوں گی۔ سنپل"

گن لوڈ کرے عرشیہ اس وقت فی میل ڈان ورژن لیے ٹھیک انیس کے سامنے آکر رکی، نہ تو اسے کوئی ڈر لگ رہا تھا نہ اپنے بچپن کے ٹروما سے جڑے اس شخص کے سامنے سے خوف محسوس ہو رہا تھا۔

"بے فکر رہو بلٹ پروف جیکٹ بھی پہن لی ہے۔ بس میں تمہاری باڈی گارڈ بنوں گی۔ مجھے کسی پر بھروسہ نہیں تمہارے حوالے سے"

انیس نے اسے بغور دیکھا، سر سے پیر وہ ٹام کروز کا فی میل ورژن بنی کافی ہاٹ لگ رہی تھی۔ ٹائیٹ لیدر پینٹ کے ساتھ ویسی ہی شرٹ، سر پر شیڈو کیپ، ناک پر ماسک اور جیکٹ کے گلے میں سیاہ چشمہ لٹکا رکھا تھا۔

"میرا چھوٹا پرندہ مجھے بہکا رہا ہے۔ ایسا نہ ہو میں تمہیں اپنے پیار کی زیادہ ہیوی ڈوز دینے پر مجبور ہو جاوں۔ شرافت سے جا کر یہ جگے ڈاکو والا خلیہ بدلو۔ اور چپ کر کے بیٹھ جاو۔ تمہارا احساس ویسے ہی میری حفاظت کر رہا ہے۔ تمہیں جانے کی ضرورت نہیں"

وہ اسے جو دھمکی دے رہا تھا اس پر عرشیہ نے پہلے سہم کر انیس کو دیکھا پھر معصومانہ اقرار کرے گن اسے دے دی۔

"گڈ گرل"

انیس نے اسکی جانب سے تھمائی گن پکڑ کر جھکتے ٹیبل پر رکھی اور واپس اٹھتے عرشیہ کی معصومانہ اتری صورت دیکھتے اسکا ماتھا چومنے کے بیچ اسکا چہرہ ہاتھوں میں لیا۔

عرشیہ نے اس کے ہاتھوں میں اپنا چہرہ دبتا دیکھتے ہوئے ہی آہستہ سے سر ہلا دیا پر انیس نے جب محبت سے اسکے تاثرات پر غور کیا تو وہ نفی والے جذبات تھے۔

"میں اپنا فیصلہ نہیں بدلوں گی، میں بھی جاؤں گی انیس"

اس کے لہجے میں ضد بھی تھی اور خوف بھی، جیسے وہ واقعی اسے اکیلا بھیجنے کا تصور برداشت نہ کر پا رہی ہو، انیس نے گہری سانس لی۔

"عرشیہ، بات سمجھنے کی کوشش کرو، یہ کوئی مزاق نہیں چل رہا"

وہ اسکی آنکھوں میں آنکھیں جما کر بولا۔

"تو کیا میں تمہیں مزاق کے موڈ میں لگ رہی ہوں، میں ڈرنے والی نہیں ہوں سناناں؟"

وہ اسکے بے خوف لہجے و انداز پر ملائم سا مسکرا دیا جیسے پس لب اعتراف کر رہا ہو۔

"مجھے پتا ہے لُما"

انیس نے نرمی سے اقرار کیا، وہ اقرار روح کے دریچوں میں بسی تکان کا توڑ بن گیا۔

"لیکن مجھے تمہیں خطرے میں نہیں ڈالنا"

وہ اب تک اپنے موقف پر پہاڑ سا ڈٹا تھا، عرشیہ نے اس کی شرٹ کے کالر کو ہلکا سا مٹھی میں دبوچتے پکڑا۔

"اور مجھے بھی تمہیں خطرے میں اکیلا نہیں چھوڑنا میری اکلوتی جان"

وہ اسکے لیے بہت زیادہ حساسیت سے سوچ رہی تھی۔

"کیسا خطرہ لُما۔ تم سے اتنا پیار وصول کر میں نے اپنے چار سو ایک سیفٹی شیلڈ بنالی ہے۔ ثبوت چاہیے تو میں دے دیتا ہوں اپنی توانائی کے طوفان کا"

وہ اسکی بے باک جسارتی نگاہوں اور مفہوم کو بھانپے ٹھیک سے شرما بھی نہ سکی۔

"چپ کرو۔۔۔ میں تمہاری توانائی یا طاقت پر شک نہیں کر رہی۔ میں تمہارے لہو ہونے سے خوفزدہ ہوں۔

چوٹ لگ گئی تمہیں تو؟ پچھلی والی یاد ہے ناں؟"

یہ جملہ سن کر انیس کے چہرے کی سنجیدگی نرم پڑ گئی، اس نے اس کے ہاتھ اپنے کالر سے آہستگی سے ہٹائے، اسکے ہاتھوں کی انگلیاں باری باری اک اک کر کے چومتے وہ اس گھبرائی لڑکی کے ہر احساس میں خمار بھر گیا۔

"مجھے کچھ نہیں ہو گا..."

وہ اس غالب بے خودی سے بمشکل نکل کر منمنایا۔

"یہ تم کیسے کہہ سکتے ہو...؟"

وہ فوراً بولی، انیس نے ایک لمحہ اسے محبت کی شدت رکھتی نگاہ سے دیکھا پھر آہستہ سے اس کے ماتھے کو اپنے ماتھے سے ٹکا دیا۔

"کیونکہ کوئی میرا انتظار کر رہا ہو گا"

عرشیہ کی پلکیں جھک گئیں، دونوں کی سانسیں بے حد پاس تھیں، وہ اسے ورغلانے کی پوری کوشش میں تھا مگر اس لڑکی نے پھر بھی ہار نہ مانی۔

"تو مجھے ساتھ لے چلو، میں تمہارا انتظار وہیں کر لوں گی"

انیس بے اختیار ہنسا۔

"میرا ضدی پرندہ..."

اس نے آہستہ سے اسکی ناک چومتے جتایا، عرشیہ کی بھی جیسے کھوئی مسکراہٹ لوٹی۔

"کیا ہاں۔۔۔لاڈ کرو گے تو کیا میں مان جاوں گی؟"

وہ انیس کے کسی بہکاوے میں نہیں آنے والی تھی۔

"بلکل تم مانو گی اور تمہارے پاس کوئی چوائس نہیں۔ عاصم المیر ملک نے جاتے ہوئے مجھے کہا تھا عرشیہ کی جان بخش دو اب تاکہ وہ ہولڈ نگز آسکے اس لیے میری عزت رکھتے ہوئے تم روانہ ہو جاو۔ یہ ٹام کروز بننے سے لاکھ درجے بہتر ہے تم بزنس وومین بنو۔ چلو شاباش چینج کر کے آو"

وہ اسکی سختی سے تاکید کرنے پر دو قدم دور ہوئی جیسے خفا ہو کر فاصلہ سمیٹتے ہیں۔

"ٹھیک ہے۔ پھر بنا بلٹ پروف جیکٹ کے مجبوراً مجھے تمہاری باڈی گارڈ بن کر جانا ہو گا۔ تمہاری مرضی انیس غانم علوی"

وہ ڈھیٹوں کی سردار بنی کہہ کر چینج کرنے گئی تو انیس اسکی بات کا مفہوم بعد میں سمجھا، جبکہ سر تھامنا اسکا بے ارادہ تھا، کیونکہ یہ لڑکی تو اسکی سننے والی نہ تھی، جبکہ مہویر نے منائم اور محراب کو گھر ڈراپ کر دیا، وہ بھی چینج کرنے کمرے میں گیا تھا، باہر نکلا تو اسکی کیوٹی پائی، وارڈرب کے قریب کھڑی اپنے لیے بھی گھر میں پہننے والے کپڑے نکال رہی تھی، اسکی سوچیں اپنی اور یمل کی بات چیت کے گرد الجھی ہوئی تھیں۔

"کیا سوچ رہا ہے میرے دل کا ٹکڑا؟"

مہویر کے یکدم عقب سے آکر اسے اپنے سینے لگا کر بازووں میں حصار نے پر وہ برا چونکی، ہاتھ سے کپڑے پھسل کر نیچے جا گرے، اسکی جو سانس پھول گئی وہ بھی ناں بھلایا جاتا منظر تھا۔

"ڈراد۔۔ دیا مہویر"

وہ اٹکتے، ہانپتے ہوئے لب و لہجے میں بولی پر مہویر نے اسکے رخسار کو شدت سے چومتے اسکی بوکھلاہٹ کو راستہ ہی بھلا دیا، مہویر نے اپنے ہاتھ اسکے پیٹ پر رکھے تو منائم نے محسوس کیا وہ یہ کر کے سکون محسوس کر رہا ہے۔

"ڈرانے کے لیے معافی چاہوں گا۔ اس کِس سے کام چل جائے گا یا؟"

وہ اسکی بڑھتی گستاخیوں پر فوری اسے دور کرتی گھومی، مہویر نے بھی زرا فاصلہ سمیٹنے دیا کیونکہ وہ بات کرنا چاہ رہی تھی۔

"جی جی۔۔ چ۔۔ چل گیا کام"

وہ ڈرا سا منمنائی کہ مہویر کا سیٹ بیلڈ لگانے کے بہانے کیے کارنامے کا اثر ابھی منائم پر سے ہٹا تھوڑی تھا، وہ اسکی حالت سے محظوظ ہوا۔

"تو پھر بتاو کیا سوچ رہی تھی تم؟"

اپنے ہاتھوں کو آگے بڑھاتے مہویر نے اسکے گرم رخساروں سے جوڑتے پوچھا جس پر منائم نے کچھ لمحوں کے لیے مہویر کی آنکھوں میں آنکھیں جمائے رکھیں پھر اپنے ہاتھ اٹھا کر مہویر کے ہاتھوں پر رکھے۔

"یمل سے ملی میں آج، اس سے کراہت محسوس نہیں ہوئی، اچھا لگا۔ حالانکہ وہ اس بری عورت کا بیٹا ہے۔ وہ عورت جس سے مجھے نفرت ہے اب"

اپنی نفرت جتاتے ہوئے وہ اسکا اظہار اپنے تاثرات سے بھی کرتی نظر آئی۔

"اس لیے کہ وہ بچہ ہے منائم، اور بچے معصوم اور بے گناہ ہوتے ہیں۔ وہ بہت پیارا ہے، میں بھی جب ملا تو مجھے اس سے چڑ نہیں ہوئی نہ بے جا نفرت۔ وہ مجھے الٹا بہت پیارا لگا"

وہ مہویر کے ہاتھ پکڑ کر نیچے کر گئی، اسکی رنگت یکدم بدلی۔

"اس لیے کہ وہ آپکی سابقہ محبوبہ کا بچہ تھا، تبھی پیارا لگا؟"

وہ اس وقت موڈ سوئنگ کے ایشو سے گزری، ایک دم اسکا لہجہ، نظریں سب بدل گیا۔

"نہیں۔ اس لیے کہ وہ بچہ تھا۔ اور مجھے سب بچے پیارے لگتے ہیں۔"

اس نے پھر سے منائم کا چہرہ ہاتھوں میں لیا پر وہ پکڑ کر جھٹکتی، جھک کر اپنے کپڑے اٹھاتی وہاں سے چلی گئی۔

"کیا ہو گیا مانو؟"

وہ اسکے پیچھے گیا پر وہ اندر گھسے دروازہ اسکے منہ پر بند کر گئی۔

"اور ہمارا بچہ۔۔ یہ بھی بس پیارا ہی ہو گا؟ ہے ناں۔ تو اسی محبوبہ کے بچے کو گود لے لیں۔ اور جی بھر کر پیار جتائیں"

وہ غصے سے کپڑے ہینگ کرے وہیں دروازے کے ساتھ لگی چلائی تو مہویر نے اپنا ماتھا دروازے سے ٹیک دیا۔

"اپنے بچے میں تو میری سانس بسے گی، ایسا الٹا سیدھا مت سوچو"

وہ بہت آہستگی سے بولا جیسے کوشش، کر رہا ہو وہ مزید نہ بھڑکے بلکہ پرسکون ہونے کی طرف آئے۔

"اور میں؟ میں کون ہوں"

وہ دوبارہ چلائی۔

"تم میری جان ہو۔۔۔ اوپن داڈور۔۔۔ میں خود اپنی جان کو چینج کروا دیتا ہوں۔ تھکاوٹ سی محسوس ہو رہی ہو گی ناں۔۔ چلو شاباش"

وہ اسکے پیار سے پکارنے پر وہیں دروازے میں بیٹھ گئی، بلاوجہ کی ضد پکڑے وہ لب سیے خوامخواہ آنکھیں بھیگو رہی تھی۔

"ہے۔۔۔میری گڑیا نہیں ہو کیا۔۔۔؟"

وہ دروازے پر ہلکی سی دستک دیے بولا پر وہ سن ہی کہاں رہی تھی، بس اپنی آنکھیں مل مل کر سوجھا رہی تھی۔

"ن۔۔ نہیں۔ میرے سامنے اس عورت کے بچے کو پیارا کیوں کہا۔۔۔مجھے ہرٹ کیا۔ میں ہمیشہ اب اس سے ملوں گی تو مجھے یہی یاد آئے گا اگر آپکی شادی ہوتی اس سے تو وہ بچہ آپکا ہوتا۔۔۔۔"

وہ اسکی باتیں سن کر سر سے پیر چکرایا اور پوری قوت سے دروازے کے ہینڈل کو پکڑ کر مڑورا کہ مہویر کی قوتِ بازو نہ سہتے، کی ہول سمیت وہ ڈور ناب مہویر کے ہاتھ میں آگیا۔

"کیا اول فول بولے جا رہی ہو۔ اٹھنا زرا یہاں سے۔"

وہ دروازہ کھولے اندر داخل ہوا اور زبردستی اسکو دونوں بازووں سے پکڑ کر کھڑا کروایا جو رونا بھی شروع کر چکی تھی۔

"تم نے بات شروع کی کہ تمہیں یمل اچھا لگا۔ میں نے تو تمہیں صرف جواب دیا کہ وہ بچہ ہے معصوم سا۔ تم کتنا فضول سوچ رہی ہو۔ میری اولاد تم سے ہی پیدا ہونی تھی تبھی وہ عورت مجھے نہیں ملی۔ میری اسکے لیے محبت بھی اسی لیے مر گئی، کیونکہ میں نے ایک غیر مستحق انسان پر لٹائی، وہ میری محبت بھی ضائع ہونا لکھوائے ہوئے تھی۔ میں نے تم سے جو محبت کی یہ مجھ میں پیدا ہی تمہارے میری زندگی میں آنے کے بعد ہوئی۔ اس میں کسی اور کا حصہ نہیں منائم ملک"

اسکے بہتے سارے آنسو پونچھ کر مہویر نے اسکو اپنے سینے لگا لیا، جیسے وہ اسکی ان سوچوں سے ڈر گیا ہو، روح تک ٹھٹھر گیا ہو۔

"م۔ مجھے کچھ سمجھ نہیں آتا۔ جب اس عورت کا سوچتی ہوں لہو کھولنے لگتا ہے۔ کیوں کی آخر اس سے محبت آپ نے مہویر۔۔۔ کیوں میرے حصے کی محبت میں خیانت کی۔۔ ک۔۔ کیوں۔۔۔ مجھے سکون کیسے آئے گا؟"

وہ اسکو خود سے دور دھکیل گئی، مہویر نے پھر سے اسے اپنی بازووں میں قید کیا۔

"کہاناں۔ تمہارا حصہ تمہیں پورا ملا ہے۔ تم مجھے پریشان کر رہی ہو منائم۔ پر سکون ہو جاو۔ اتنی بڑی نیوز دے کر اب تم میری رات ایسے مشکل کرو گی؟ بس بس رونا بند کرو"

وہ کسی طرح اسکے آنسو روکنے کی کوشش میں تھا پر وہ صورتِ برسات منائم کی آنکھوں سے بہتے چلے جا رہے تھے۔

"میں روک نہیں پا رہی خود کو، ا۔۔ ان آنسوؤں کو۔ اس جلن کو۔۔۔ اس بہاور کھتے درد کو"

وہ ٹوٹتی آواز میں بولی پر اسکی آنکھیں مہویر کی آنکھوں سے ملی تھیں، اس کے ہاتھ مہویر کے سینے پر تھے جیسے وہ خود کو سنبھالنے کی کوشش کر رہی ہو لیکن بری طرح ناکام ہو رہی ہو۔

"تم مجھے تکلیف دے رہی ہو اب منائم"

مہویر نے کرب سے شکوہ کیا لیکن شکوے میں درد کی لہریں تھیں۔ اس نے فوراً سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

"میں دے ر۔۔ رہی ہوں؟"

وہ بے یقینی سے منمنائی، آواز میں سلوٹیں اتر آئیں۔

"ہاں تم دے رہی ہو کیونکہ تم میری اس محبت کو شک کی نظر سے دیکھ رہی ہو جسے میں نے پہلی بار سچ میں جیا ہے"

اس نے منائم کے گال تک اتری آنسوؤں کی نمی اپنے ہاتھوں کی پوروں میں جذب کی۔

"میں پہلے کبھی کسی کے لیے ایسے نہیں ڈرا، کبھی نہیں ہوا کہ کسی کے آنسو مجھ سے برداشت نہ ہوئے ہوں۔ کبھی کسی کے درد نے مجھے بے بس نہیں کیا جیسا تمہارا درد کرتا آرہا ہے"

اس نے پیشانی اس کی پیشانی سے جوڑ کر منائم کو اپنے سینے سے جوڑا۔

"تم نے مجھے بدل دیا منائم"

اس کی آواز بھاری ہو گئی، منائم کی سسکیاں ہلکی پڑنے لگیں تو پھر وہ اسے خاموشی سے دیکھتی رہی، نم آنکھیں لیے امتحان بن رہی تھی۔

"اور تم کہہ رہی ہو میں نے تمہارے حصے میں خیانت کی...؟"

اس نے دھیرے سے سر گوشی کی، منائم کی پلکیں جھک گئیں، شرمندگی کی ایک لہر اسکے پورے وجود میں اتر کر سارے حواس شل کر گئی۔

"م۔۔مجھے ڈر لگتا ہے"

وہ بمشکل بولی، آواز کانچ کی چھنکار سے لبالب تھی۔

"کس سے منائم؟"

وہ شدید پریشان ہوئے اسکا چہرہ ہاتھوں میں بھر گیا۔

"چھن نہ ج۔۔جائیں آپ۔۔وہ واپس نہ چھین لے"

اس نے بے اختیار مہویر کی شرٹ سینے سے مٹھی میں جکڑلی، مہویر کا دل کند چھری سے کٹا۔

اس نے فوراً اسے اپنے سینے سے لگالیا۔

"میں کہیں نہیں جارہا"

اس نے اس کے بالوں میں چہرہ چھپاتے ہوئے خمار سے اٹ کر یقین دلایا۔

"تم میرے لیے ڈری مجھے بہت خوشی ہے، پر کوئی نہیں چھین سکتا تم سے مجھے۔اب تو میری سانسیں بھی تمہارے نام ہو چکی ہیں..."

منائم خاموشی سے اس کے سینے سے لگی رہی، اس کے آنسو اب بھی بہہ رہے تھے... مگر شدت کم ہو چکی تھی۔

مہویر نے آہستہ سے اس کے پیٹ پر ہاتھ رکھا...

"اور اب ہماری ایک اور جان بھی آ رہی ہے..."

وہ دھیرے سے مسکرایا، وہ بھی ہمت پکڑ گئی۔

"تم دونوں کو چھوڑ کر میں کہاں جا سکتا ہوں؟"

منائم کے لبوں پر کمزور سی مسکراہٹ آئی

،اس نے آنکھیں بند کر کے خود کو اس کے قریب مزید سمیٹ لیا، وہ اسے اسکی خواہش کے بنا ہی بہت دیر تک محسوس کرتا رہا، اسے اپنی گرم جوشی محسوس کرواتا رہا، اسکے وجود کی تحسین میں اس نے کمی نہ کی، وہ اسے اس کیفیت سے کوسوں دور لے گیا اپنے چند دیر کے قریب کرتے ہی۔

"اب سکون آیا میرے دل کے ٹکرے کو۔ تمہیں میں چاہیں ہوں؟"

اس نے نرمی سے پوچھا، منائم نے آہستہ سے سر ہلا دیا بنا سوچے، اور اس لمحے، دونوں کے درمیان کی بے چینی، محبت کی گرمی میں بدلتی چلی گئی۔ پھر وہ خود ہی اسے بیچ میں ہی دور کر گئی، وہ چینج کر کے سونا چاہتی تھی تبھیٔ مہویر نے اسے چینج کروایا پھر اپنی گود میں اسکا دیر تک سر رکھوائے اسکے سونے کا انتظار کیا کیونکہ اسے بھی واپس جانا تھا۔

جبکہ دوسری طرف انیس نے اسکے چینج کر کے آنے اور ساتھ ہی چلنے پر گھور کر ان موصوفہ کو دیکھا۔

وہ اسکے ساتھ جانے ہی لگی تھی کہ انیس نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا، عرشیہ نے ہڈ دھرم نگاہیں لیے اس کی طرف دیکھا۔

"تم واقعی باز نہیں آؤ گی...؟"

وہ تنبیہی تیور لے کر گھورتے بولا۔

"تم واقعی مجھے ساتھ نہیں لے کر جاو گے...؟"

اس نے اسی لہجے میں دگنی خفگی سے سوال داغا۔

دونوں چند لمحے ایک دوسرے کو دیکھتے رہے...

خاموشی میں ضد بھی تھی... محبت بھی... اور بے بسی بھی...انیس نے پہلے ہار مانتے گہری سانس لی،

پھر آہستہ سے اسے اپنی طرف کھینچ لیا،وہ اسکے یوں کھینچنے پر ٹکرا کر انیس کے سینے لگی۔

"عرشیہ..."

اس کی آواز میں عجیب سی سنجیدگی تھی،وہ اس طرح اسکے پکارنے پر مزید قریب آگئی،اس کے ہاتھ اب بھی انیس کی گرفت میں تھے اور وہ پوری اسکے رحم و کرم پر آگئی۔

"تمہیں اندازہ بھی ہے وہاں کیا ہو سکتا ہے...؟"

وہ دھیرے سے پریشانی لیے بولا۔

"ہاں...اسی لیے تو ساتھ جانا چاہتی ہوں..."

وہ فوراً بولی، انیس نے سر ہلایا پھر اچانک اسے مزید قریب کر لیا کہ دونوں کے چہروں کے بیچ بمشکل چند سانس کی دوری رہ گئی۔

"تو پھر مجھے مجبور نہ کرو..."

اس کی بے خود سرگوشی عرشیہ کے کانوں سے ٹکرائی، عرشیہ کا دل بے ترتیب دھڑکا۔

"مطلب؟"

وہ بگھڑی۔

"میں تمہیں روکنے کے لیے کچھ بھی کر سکتا ہوں، وہ سب بھی جو تم نے سوچا نہیں ہو گا"

انیس کی دھمکی سنے عرشیہ کی پلکیں سی تھرتھرائیں۔

"دھمکی دے رہے ہو...؟"

وہ اکڑ کر بولی۔

"نہیں..."

اس نے ہلکا سا سر جھکایا۔

"تو؟"

وہ برہمی سے بولی۔

"قید کر رہا ہوں تمہیں۔ اب تک کی سب سے شدید قوت کے ساتھ۔ سمجھی؟"

اسکے الفاظ کو عرشیہ کچھ سمجھ پاتی اس سے پہلے ہی انیس نے اس کے کندھوں کو تھاما اور اسے بیڈ کے کنارے بٹھاتے پیچھے کو دھکیلا کہ وہ تکیے پر جا ڈھیر ہوئی۔

"تم کہیں نہیں جا رہی لُما"

وہ نرم مگر حتمی لہجے میں بولتا بیٹھ کر اسکی جانب جھکا، اسکی دونوں کلائیاں مٹھی میں لیں۔

"انیس چ۔۔ چھوڑو یار"

وہ احتجاج کرنے لگی، مگر انیس نے اسکے احتجاج کرتے ہاتھ ایک ساتھ روکے اسکی کلائیوں کو اکھٹے ہاتھ میں جکڑ کر انھیں ایک ہاتھ سے پیچھے سر کے اطراف کرتے دبائا جبکہ دوسرے ہاتھ سے انیس نے اس کے بالوں کو کان کے پیچھے کرتے ہوئے خطرناک ترین تیور پکڑے۔

"اگر تمہیں کچھ ہو گیا تو میں لڑ بھی نہیں پاؤں گا اس بے غیرت آدمی اور اسکے لوگوں سے"

وہ اسکے ڈر کو سمجھ رہی تھی پر وہ ضدی تھی، کم از کم انیس کے لیے تو شدید ہو چکی تھی۔

"یہ ضد چھوڑ دو... میرے لیے... تم سمجھو مجھے لُما، تم محفوظ رہو گی تو میں بھی پورے دھیان سے اس کا کام تمام کروں گا۔ خود پر آنچ بھی نہیں آنے دوں گا"

وہ نرم پڑ گیا تھا، ورنہ اسکے ارادے صاف ظاہر تھے کہ وہ عرشیہ کو کیسے روکنے والا تھا، عرشیہ نے لب بھینچ لیے، پھر ہلکی سی ناراضگی سے سر دوسری طرف موڑ لیا۔

"تم ہمیشہ جذباتی بلیک میل کرتے ہو"

وہ ناراضگی سے بڑبڑائی تو انیس ہلکا سا مسکرایا۔

"اور تم ہمیشہ مان جاتی ہو میری جان"

وہ اس کے قریب جھک کر بولا، عرشیہ نے اسے گردن سیدھی کیے خشمگیں نگاہوں سے گھورا۔

مگر اس کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ آگئی کیونکہ وہ اسے پیار سے دیکھ کر پگھلا رہا تھا، اسکی خوشبوؤں کو ان ہیل کر رہا تھا۔

"میں نہیں مان رہی"

وہ ضدی لہجے میں بولی، انیس نے آہستہ سے اس کی پیشانی جھکے چومی۔

"پھر بھی تم یہیں رہو گی عرشیہ۔ہار مانو گی"

وہ حکم سنا رہا تھا۔

عرشیہ نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے ہلکا سا طنزیہ مسکرا کر دیکھا۔

"تمہیں لگتا ہے میں اتنی آسانی سے ہار مان لوں گی سڑو؟"

وہ سرگوشی میں چیلنج کرتے بولی، انیس کی گرفت اس کی کلائیوں پر ذرا سخت ہوئی، جبکہ اس کی شربتی نگاہوں میں خطرناک سی نرمی پھیلی۔

"تمہیں ہار ماننی نہیں پڑے گی"

وہ آہستہ سے بولا تو عرشیہ نے حیرت سے اسے آنکھیں پھیلا کر دیکھا۔

"میں تم سے جیت جاوں گا۔ تم نہیں جاو گی۔ تم میرا خیال کرو گی عرشیہ المیر"

اس کا لہجہ مدھم مگر پُر اثر تھا، عرشیہ کا دل ایک لمحے کو زور سے دھڑکا مگر اس نے پھر بھی ہار نہ مانی۔

"اور اگر میں پھر بھی چلی گئی تو؟"

اس نے چیلنج کیا، انیس جھکا، اس کی سانسیں عرشیہ کے چہرے سے ٹکرانے لگیں...

"تو پھر..."

وہ لمحہ بھر کو رکا، اسکی طرف جن نظروں سے دیکھنے لگا وہ خیر والی نہ تھیں۔

"مجھے وہ سب کرنا پڑے گا جو میں ابھی تک روک رہا ہوں، یہ تم بھی جانتی ہو کہ میں تمہیں روکنے کا بہت اچھا طریقہ جانتا ہوں"

عرشیہ کے گال ہلکے سے سرخ ہو گئے مگر وہ پھر بھی ضدی بنی رہی...

"پھر دھمکی دے رہے ہو تم؟"

وہ نزدیکیوں کے گلال گالوں پر سمیٹے اکڑی۔

"نہیں میں نہیں چاہتا تمہیں یوں روکوں..."

وہ اس کے کان کے قریب سرگوشی میں بولا، عرشیہ کی پلکیں بے اختیار جھک گئیں مگر اس نے پھر بھی لب بھینچے رکھے تو انیس نے آہستہ سے اس کی کلائیوں کی گرفت ڈھیلی کی، مگر ہاتھ ابھی بھی تھامے رکھے۔

"تم مجھے مجبور کر رہی ہو..."

عرشیہ نے نظریں اٹھائیں، اس کی آنکھوں میں اب ضد کم... فکر زیادہ تھی...

"میں بس تمہارے ساتھ رہنا چاہتی ہوں"

وہ آہستہ سے بولی، آنکھیں سی بھرنے لگیں، انیس نے اس کی کلائیوں کو چھوڑ کر اس کے گالوں کو ہاتھوں کے ہالے میں لیا۔

"اور میں چاہتا ہوں تم ہمیشہ رہو..."

اس نے مدھم مسکراہٹ کے ساتھ اعتراف کیا۔

"اسی لیے تو روک رہا ہوں"

عرشیہ کی سانسیں ہلکی سی بے ترتیب ہوئیں، اس نے آنکھیں چرا لیں، انیس نے اسے مزید تکیے پر سیدھا کیا، لحاف کھینچ کر اس پر کرواتے وہ خود اٹھ بیٹھا۔

"تم کہیں نہیں جا رہی"

اس نے آخری بار نرمی مگر حتمیت سے کہا،

عرشیہ نے خاموشی سے اسے دیکھا پھر ہلکی سی ناراضگی کے ساتھ نظریں موڑتی لحاف پرے کیے خود بھی اٹھ بیٹھی۔

"ٹھیک ہے۔ ملک ہولڈ نگز تو جانا ہے مجھے۔ یا اسکی بھی اجازت نہیں؟"

وہ صاف صاف برہم و خفا تھی۔

"ہاں وہاں جاو مگر غلطی سے بھی میرا پیچھا کرنے یا کروانے کی کوشش مت کرنا۔ اسکا انجام سخت نکل سکتا ہے عرشیہ۔ سمجھ گئی تم؟"

وہ اسکی برہمی کو اس وقت چنداں اہمیت نہ دیتے بولا، جبکہ عرشیہ نے سر کو جبراً ہی ہلاتے تابعداری کا مظاہرہ کیا۔

"جی جیسا آپ کہیں جناب"

وہ روٹھ کر پیر نیچے لٹکائے اٹھنے لگی جب انیس نے اسکی کلائی پر ہاتھ کی گرفت بناتے اسے اپنی طرف کھینچا تو وہ اسکی ران پر گرنے کے انداز میں آ بیٹھی، لیکن اس قدر ناراض تھی کہ اسے دیکھ بھی نہیں رہی تھی۔

"آپ جناب والی بدتمیزی اور اجنبیت میرے ساتھ کس لیے عرشیہ؟"

وہ اسکے شکوے پر انیس کی آنکھوں میں اپنی گرے آنکھیں جما گئی۔

"اب میں ایسے ہی لوگوں کی طرح بلاوں گی تمہیں"

وہ اپنے جملے کے ہر لفظ پر زور دیتے بولی، انیس کی آنکھیں تنگ ہوئیں۔

"تم واحد ہی تو میری اپنی ہو، تم بھی لوگ ہو جاو گی تو میں کیسے جیوں گا"

وہ ناچاہتے ہوئے بھی سختی پر قائم نہ رہ سکی، اپنے ہاتھوں کو اسکے رخساروں پر ہتھیلیوں کے سنگ رگڑتے اپنی اداس آنکھوں میں پیار سمیٹ لائی۔

"تو پھر مجھے خود سے دور مت کرو ناں انیس"

وہ اسکے لیے بہت زیادہ ڈری ہوئی تھی، اسکی آواز دھیمی ہو کر لرزی تھی۔

"میں تمہیں دور کیوں کروں گا، میں بس تمہیں محفوظ کر رہا ہوں"

وہ اسکے اک ہاتھ کو پکڑ کر دیوانگی سے چومتا بولا، پر وہ انہونی کے خوف سے سہمی ہوئی تھی۔

"تم سے دور رہنا حفاظت نہیں ہے میری سڑو۔ تم کتنے ضدی ہو۔ کیوں نہیں سمجھ رہے کہ تمہاری ایک ایک سانس قیمتی ہے۔ خون کا ایک ایک قطرہ نایاب ہے"

وہ اک ہاتھ اسے پکڑنے میں مصروف کیے دوسرے ہاتھ سے اس جھکے چہرے کی ٹھوڑی پکڑتا اوپر کر گیا۔

"تم واقعی کمزور کر دیتی ہو مجھے"

وہ اعتراف کرتا مسکرا دیا، جیسے ہار مان لی ہو۔

"پھر کمزور ہی رہا کرو ناں"

وہ مدھم سی آواز میں منمنائی، انیس کے لبوں پر گہری مسکراہٹ آئی، اس نے اس کے بالوں میں انگلیاں پھیریں۔

"کمزور صرف تمہارے سامنے رہتا ہوں"

اس نے سرگوشی کی جو مخمور تھی۔

"وعدہ کرو خطرے میں نہیں ڈالو گے خود کو"

وہ روبرو ہوئی اور پھر سے اسکا چہرہ ہاتھوں میں بھرا، وہ بچوں کی طرح ضد کرتی بولی، انیس نے اس کی پیشانی پر لب رکھے۔

"وعدہ جان"

پھر آہستہ سے اس کی ناک چھوتے عہد لیا۔

"اور تم وعدہ کرو میرا پیچھا نہیں کرو گی"

عرشیہ نے لب بھینچے، وہ چند لمحے خاموش رہی پھر آہستہ سے سر ہلا دیا۔

"ٹھیک ہے"

وہ روہانسی ہو کر بولی جیسے کسی نے گن پوائنٹ پر اقرار کروایا ہو۔

"میری سمجھدار جان"

عرشیہ نے ہلکی سی ناراضگی سے اس کے سینے پر مکا مارا۔

"میں سمجھدار نہیں، مجبور ہوں"

انیس بے اختیار ہنس پڑا اور اگلے ہی لمحے اس نے عرشیہ کو اپنے حصار میں سمیٹ لیا اور اسے لیے اٹھ کر کھڑا ہوا۔

"میری مجبور جان"

انیس نے اسے گھوٹ ڈالتے شرارت سے چھیڑا۔

"انیس۔۔۔ہٹو دور۔۔۔۔میں بیگ لے کر آتی ہوں جاو۔مجھے ہولڈ نگز ڈراپ تم ہی کرو اب"

وہ اسے شرافت سے دور کرتے مسکرا رہا تھا جیسے عرشیہ کو مجبور و بے بس کر کے محفوظ ہو رہا ہو پر اسکا پالا بھی عرشیہ المیر سے پڑا تھا۔

بہر حال وہ جب تک نیچے آئے، انیس باہر جا چکا تھا، عرشیہ نے نئی نانو سے جانے کے بارے پوچھا پر ابھی رات تک وہ ان دو بچوں کے ساتھ رہنے والے تھے پھر سوہا خود انھیں سیوانی سے واپسی پر پک کرنے والی تھی۔

عصر، علیم اور عامر خان ایک گاڑی میں نکل چکے تھے جبکہ انکے لوگ بھی جنگلی راستے کی جانب روانہ ہو چکے تھے، مہویر انھیں مطلوبہ لوکیشن پر جوائن کرنے والا تھا مگر انیس پہلے عرشیہ کو ڈراپ کرنے والا تھا۔

.._____..

عدین اور یمل نے شماس صاحبہ اور رضی سومرو کو وی آئی پی پروٹوکول دے رکھا تھا، ابھی تک ابراہیم واپس نہ آئے تھے۔ پھر کچھ دیر کی نیند لینے کے بعد فجر نے بھی ان چاروں کو جوائن کر لیا، یمل کے گھر نہ جانے پر فاطمہ نے اسے کال کی تھی، وہ آج یہیں رکنا چاہتا تھا جس بارے اس نے بابا کو تو بتا دیا پر فاطمہ کو نہ بتا سکا نہ میٹنگ کے بیچ ہونے کی وجہ سے عاصم کو خیال رہا کہ وہ فاطمہ اور شمس کو اطلاع دے سکے۔

"میں آج عدین اور عرشیہ آپی کی طرف رکوں گا"

یمل نے کچھ دیر اپنے پیاروں کو چھوڑا اور فون لیے باہر آیا اور فاطمہ کی کال پک کی جو پریشانی سے پاگل ہو رہی تھی۔

"کس کی اجازت سے رکو گے؟"

فاطمہ کا لہجہ سخت تھا۔

"بابا کو بتا دیا تھا۔ اور یہاں رہنے کے لیے مجھے کسی کی اجازت نہیں چاہیے۔ آپ ویسے بھی میرے بنا رہنے کے بہت پکے عادی ہیں"

یمل ناچاہتے ہوئے بھی اپنے لہجے کا درد چھپا نہ سکا، فاطمہ کا سر کھول اٹھا۔

"طنز اور بکواس کرنے کی ضرورت نہیں یمل۔ میں تمہاری ماں ہوں۔ مجھ سے زیادہ نہ تمہیں کوئی پیار کر سکتا ہے نہ تمہارا خیال رکھ سکتا ہے۔ واپس آو میں گاڑی بھیج رہی ہوں۔"

وہ ایسی خود سری کو سمجھنا دور، سننے تک کا روادار نہ تھا۔

"میں نہیں آ رہا۔ گاڑی بھیجنے کا تکلف نہ کریں۔ عرشیہ آپی کے نانو نانی آئے ہیں۔ مجھے ان کے ساتھ اچھا لگ رہا ہے"

وہ اسکی بات سنے آگ بگولا ہوئی۔

"اور جو یہاں تمہارا سگا نانا تمہارے لیے ترس رہا ہے اسکی تمہیں کوئی فکر نہیں۔ لوگوں کو میسر ہو، اپنی تمہاری ماں تمہارے لیے ترس رہی ہے۔ یہ کیا ہے یمل؟"

فاطمہ کی آواز پھٹی پر یمل اپنے دل کا کچھ نہیں کر سکتا تھا، وہ مجبور تھا، وہ زبردستی دل کو اچھا لگنے پر قائل نہیں کر سکتا تھا۔

"میرے سگے نانا اور میری سگی ماں دونوں میرے دل کو چھو نہیں رہے اور آپ جانتی ہوں گی کہ بچوں کے ساتھ ایسی زبردستی نہیں کی جا سکتی۔ میں نے جو زندگی جی ہے وہ مجھے مخلص اور غیر مخلص لوگوں کا فرق کرنا سیکھا گئی ہے۔ کل آجاوں گا۔ ٹیک کیئر"

یمل نے کہہ کر رابطہ توڑا اور اپنے چند بے قابو آنسو رگڑتا ہوا وہ واپس ان سب کے بیچ چلا گیا، جہاں رضی انھیں کوئی بہت مزے کی کہانی سنانے والے تھے، فجر بھی اس وقت بچی بنی اس کہانی کو سننے کے لیے دل و جان سے بے

تاب تھی، جبکہ انیس نے عرشیہ کو شام ہی ہولڈ نگز ڈراپ کر دیا تھا مگر انیس کے جانے کے بعد اس نے عصر کو کال کی اور تھوڑا ایموشنل بلیک میل کرتے ہوئے اسکے فون کی لائیو لوکیشن آن کروائی جو اس نے یقین بھی دلایا کہ بس انکی تسلی اور سیفٹی کے لیے ہے۔

خود اسے بابا کے ساتھ نئے پراجیکٹ کے بارے بورڈ میٹنگ میں شامل ہونا پڑا، خاور سلطان سے بھی وہ ملی، اس نئے ہر اجیکٹ نے اسے کافی متاثر کیا تھا جبکہ اسکے بعد وہ انیس کے پیچھے ہی جانے والی تھی۔

.._____..

جیل کا بھاری لوہے کا دروازہ چرچراتی آواز کے ساتھ کھلا تھا، لگ بھگ بائیس تئیس سال بعد شازان رضوانی آزاد ہوا تھا، سفید بالوں کے باوجود اس کی آنکھوں میں وہی سفاک چمک موجود تھی جو سالوں پہلے اسکی آنکھوں کا حصہ بنی رہتی تھی۔

چہرے پر ایک خطرناک سی مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی، جیل کے باہر پہلے ہی سیاہ گاڑیوں کی قطار موجود تھی، اس کے آدمی سر جھکائے اس کے استقبال میں کھڑے تھے جنکی سربراہی ردا مراد کر رہی تھی، ہاں بظاہر اسکی سب سے بڑی دشمن اب اسکا دوسرا بازو بنی تھی کیونکہ اس نے اب اگلا انتقام اس کتے سے لینا تھا جس نے بے شمار بار اس عورت کے وجود کی دھجیاں بکھیری تھیں، مال غنیمت سمجھ کر لوٹا تھا۔

"ہمارا بادشاہ واپس آ گیا"

ان لوگوں میں سے ایک نے جھک کر کہا، شازان رضوانی نے آہستہ سے مسکرا کر سگار سلگایا، اسکی نظر اب تک حسین دیکھائی دیتی ردا مراد پر جا اٹکی جو اسکے پاس مودب ہو کر رکی، شازان نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا جسے ردا نے پکڑ کر اسکی پشت چومی لیکن اسکے دماغ میں اس ہاتھ کو توڑنے کا ارمان ابل رہا تھا۔

"دنیا نے مجھے بھلا دیا ہو گا ردا؟"

وہ مدھم آواز میں اس عورت سے مخاطب ہوا جس پر وہ بھی دگنی کمینگی سے مسکرائی۔

"تو کیا ہوا، یاد دلانے کا وقت آ گیا ہے"

وہ اسکی بات سنے خوش ہوا، اپنے کئی درجن بھر لوگوں کے سامنے اس نے ردا کو اسکے سر کے بالوں سے دبوچ کر اپنے منہ کے قریب کیا اور سگار کا دھواں اسکے درد سے کراہنے پر کھل جاتے منہ میں انڈیلا، جس سبب ردا بری طرح کھانسی۔

"تجھے بہت یاد کیا میری جان۔ پہلے تجھ سے ملوں گا پھر دنیا کو اپنا آپ یاد دلاوں گا۔ سنا ہے تیرا وہ شوہر مر گیا، پچ پچ مروانا پڑا اسے۔ کیا کرتا۔ کوڑا بن گیا تھا وہ اور موساب"

وہ اندر ہی اندر اس کمینے پر ہنسی کہ وہ سمجھ رہا تھا اس نے عرشیہ کے ہاتھوں دونوں کو مروادیا پر عرشیہ کے بجائے انھیں اذیت ناک موت تک لے جانے والی ردا مراد ہی تھی، موساب بھی شاید اپنی سزا برداشت نہ کر پاتا، ابھی تو زندہ تھا۔

"بہت اچھا کیا آپ نے بادشاہ۔ میرے لیے تو وہ تب ہی کوڑا ہو گیا تھا جب اس نے مجھے آپکے آگے ڈالا تھا۔ جب آپ نے اسکے سامنے۔۔۔۔۔"

وہ اس سے زیادہ بولتی مگر شازان رضوانی نے اسکا منہ جبڑے سے دبوچ لیا، اسے ردا کے الفاظ سے بغاوت و نفرت کی بو آئی۔

"اچھا بس۔۔۔۔ زیادہ نخرے مت کر۔۔۔ تجھے یہ عیش و عشرت کی زندگی بھی تو میرے آگے پڑنے کے بعد ملی تھی۔۔ تو میری ضد ہے لیکن اس کے باوجود میں شادی تو اپنی جان سے کروں گا۔ عرشیہ سے۔ تو نے ہی تیاریاں

کرنی ہیں ساری۔ مجھے اپنے ہاتھوں سے دلہا بنائے گی۔ کتنی پیاری لگے گی۔۔۔۔"

ردا نے حلق تر کرتے اس حرام زادے کو دیکھتے گہرا سانس لیا اور جبرا مسکرائی جیسے اسکی زندگی کا اکلوتا مقصد یہی ہو۔

"تیرے ہر اس انگ کو جلا کر راکھ کروں گی جس سے تو نے مجھے تب چھوا تھا کتے، تیری موت میرے ہاتھوں ہو گی۔ عرشیہ کا بال بھی بیکا ہونے نہیں دوں گی۔ جب تک ردا مراد زندہ ہے۔ تو کتے کی زندگی ہی جیے گا، اور کتے کی ہی زندگی مرے گا۔"

ردا نے اپنی نفرت اپنے اندر دبالی، اور شاہانہ مسکرائی، اسکے بعد وہ لوگ گاڑیوں کی طرف بڑھے، وہ گاڑی میں بیٹھا، اور کچھ ہی دیر میں قافلہ جیل سے روانہ ہو گیا۔

دوسری طرف انیس کی گاڑی سنسان سڑک کے کنارے رکی تھی، دور تک ویرانی پھیلی ہوئی تھی۔

عصر، علیم خان، مہویر اور عامر اس کے ساتھ موجود تھے، ردامر ادنے انھیں اسی طرف آنے کی مخبری کر دی تھی۔

انیس نے اس سے انتقام لینا تھا، اس نے تو یہی سوچا تھا جیل سے اسکے بنگلے تک جانے کے بیچ ہی وہ اپنے لوگوں کے ساتھ حملہ آور ہو جائے گا کیونکہ بیچ میں ایک سنسنان علاقہ تھا مگر وہاں اس جگہ شازان رضوانی کے کئی لوگ پہلے ہی تاک میں تھے جسکا ردا کو بھی علم نہ تھا تبھی عصر، علیم خان، مہویر اور عامر کے ہمراہ حملہ آور ہوتا انیس اسے ختم کرنے کے بجائے برابر کے حملے اور اندھا دھند فائرنگ کے بیچ پھنس جانے والا تھا، کیونکہ یلغار دونوں طرف سے جاری ہونے والی تھی، کوئی بھی ہار ماننے والا گروہ نہ تھا۔

"یقین ہے یہی روٹ ہے انکی؟"

مہویر نے ہلکی آواز میں پوچھا، انیس کی نظریں سڑک پر جمی تھیں، رات ہو چکی تھی اور پل پل رات کی تاریکی گہری ہو رہی تھی۔

"ہاں، یہی راستہ ہے اور یہی اس کا آخری سفر ہو گا..."

انیس کی آواز سرد اور انتقامی تھی، اس کی آنکھوں میں عرشیہ کے بچپن کے کرب بتاتے ہوئے وہ ڈری ہوئی شکل ابھر آئی، وہ سسکیاں، وہی خوف...

اس کی انگلیاں بندوق پر سخت ہو گئیں۔

"پوزیشن لے لو..."

اس نے مختصر حکم دیا، سب اپنی اپنی جگہ پھیل گئے...

چند لمحوں بعد دور سے گاڑیوں کے انجن کی آواز سنائی دی، سیاہ گاڑیوں کا قافلہ اس سنسان علاقے میں گھستا نمودار ہوا، انیس کی آنکھوں میں چمک آئی...

"تیار رہو سب"

اس نے دھیرے سے کہا، جیسے ہی قافلہ سنسان علاقے میں داخل ہوا۔

"اب!"

انیس نے حکم دیا، اگلے ہی لمحے... اندھا دھند فائرنگ شروع ہو گئی، گولیوں کی تڑتڑاہٹ نے رات کے سناٹے کو چیر دیا، شازان کی گاڑی بریک لگاتے رکی،

اس کے آدمی فوراً باہر نکل آئے تاکہ دفاعی حکمت عملی اختیار کی جا سکے جبکہ ردا نے ایک آدمی کو کال پر چھپے لوگوں کو باہر نکلنے کا کہتے سنا جس سبب اس نے فوری علیم خان کو محتاط ہونے کا سگنل بھیجا۔

"حملہ!"

کسی نے چیخ کر کہا، انیس کی ٹیم مسلسل فائر کر رہی تھی...

مگر اگلے ہی لمحے، دوسری طرف سے بھی شدید فائرنگ شروع ہو گئی، اس علاقے اور راستے میں چھپے شازان رضوانی کے تمام لوگ جمگھٹے کی صورت باہر کو نکلے۔

"کمبخت یی تو حملے کے لیے تیار تھے"

انیس کی پیشانی پر شکن ابھری۔

"ردا صاحبہ کا میسج ملا ہے کہ یہاں پہلے سے لوگ تاک میں تھے۔ انہوں نے ہمیں پلین بی شروع کرنے کا کہا ہے"

علیم خان کی اطلاع پر انیس سمیت وہ سب چوکنے ہوئے کیونکہ رات تھی اور حملہ آور کسی بھی سمت سے آسکتا تھا۔

شازان رضوانی کی گاڑی کا دروازہ کھلا تو وہ خود باہر نکلا، اس کے چہرے پر خوف کا نام و نشان نہ تھا...

"مارو، ایک بھی زندہ نہ بچے..."

اس نے للکار کر حکم دیا اور خود اپنے آدمی کی جانب سے دی جاتی بلٹ پروف جیکٹ بھی پہنی۔

دونوں طرف سے گولیوں کی بارش ہونے لگی، مہویر نے کور لیتے ہوئے فائر کیا، عامر دوسری جانب سے آگے بڑھا، علیم خان نے ایک گاڑی کے پیچھے پوزیشن لی...

انیس مسلسل آگے بڑھ رہا تھا اس کی نظریں صرف شازان رضوانی پر تھیں، ایک گولی اس کے قریب سے گزری، دوسری اس کے کندھے کے پاس زمین میں لگی...

مگر وہ رکا نہیں، اسی لمحے دوسری طرف سے مزید گاڑیاں آرکیں، شازان کے مزید آدمی پہنچ چکے تھے، اور انہی گاڑیوں کے پیچھے ایک اور گاڑی بھی رکی تھی، عرشیہ نے ڈیش بورڈ سے گن اٹھائی اور اسے لوڈ کرتے وہ محتاط ہو

کر گاڑی سے نکلی، نیچے گاڑی کے ساتھ بیٹھے اس نے آس پاس چلتی گولیوں پر اپنے ایک کان میں انگلی دبائی، وہ اس وقت اپنے آفس والے کپڑوں میں ہی تھی، بلیک لانگ سکرٹ اور چیک ٹاپ پر اس نے اوور سائز بلیک کوٹ پہن رکھا تھا جبکہ ٹیل پونی بنا کر بال اٹھا رکھے تھے، پیروں میں لانگ بوٹس تھے تاکہ اسے اس پتھریلی جگہ چلنے میں آسانی ہوتی، وہ آگے بڑھنے کے بجائے دوسرا سامنے جھاڑیوں کا راستہ دیکھ کر اس طرف کرول کرتے آگے بڑھ گئی، اسے انیس کی آواز قریب ہی سنائی دے رہی تھی۔

"ہم گھِر گئے ہیں..."

عصر نے چیخ کر کہا، مگر انیس کی آنکھوں میں جنون تھا...

"آج ختم کر کے جاؤں گا اسے..."

وہ بڑبڑایا، فائرنگ شدت اختیار کر گئی، بارود کی بو فضا میں پھیل گئی، ٹائروں کے پھٹنے... شیشوں کے ٹوٹنے کی آواز تیز ترین تھی، ہر طرف افراتفری

پھیل چکی تھی، کوئی پیچھے ہٹنے کو تیار نہ تھا، انیس اب بیچ میدان میں آ چکا تھا، دونوں طرف سے گولیاں چل رہی تھیں، وہ برابر کے حملے میں پھنس چکا تھا مگر اس کی نظریں اب بھی شازان رضوانی پر جمی تھیں،

اور شازان وہ بھی مسکرا رہا تھا جیسے چوبیس سال بعد اسکا ایک اور پسندیدہ خونی کھیل شروع ہو چکا ہو، شازان نے گن ٹھیک انیس پر تانی اور اس سے پہلے وہ اسے شوٹ کرتا، بائیں جانب سے اک اڑتی گولی آئی اور ٹھیک شازان کے ہاتھ پر لگی، انیس بروقت نیچے بیٹھا اور شازان کے کراہنے پر اسکے لوگ کچھ اسے سیکورٹی دینے رکے کچھ جھاڑیوں کی طرف دوڑے مگر انیس کی چھٹی حس اسے سنگل دے رہی تھی کیونکہ اس طرف تو انیس کا کوئی آدمی نہ تھا، پھر وہ گولی کہاں سے چلی تھی، یہی دیکھنے وہ مہویر کا کوور پائے اس جگہ سے دوڑا، جھاڑیوں کی سمت پہنچا تو اسے پتوں کے بیچ سرسراہٹ سنائی دی، وہ ان لوگوں کے پہنچنے سے پہلے مطلوبہ پوائنٹ پر پہنچا

مگر جب اسکی نظر وہاں چھپی، گن تان کر بیٹھی عرشیہ پر پڑی تو انیس کا دماغ گھوم کر رہ گیا۔

"تمہارا دماغ درست ہے عرشیہ؟"

وہ اسکو دیکھ کر رازداری سے باہر نکلا اور جھاڑیوں کے پیچھے چھپ کر بیٹھی عرشیہ کے سر پر آ رکتا دباسا غرایا ہی جس سبب وہ جو ٹانگوں کے بل پر دو زانوں بیٹھی تھی، ڈرنے اور چونکنے پر توازن برقرار نہ رکھتے اس سے پہلے وہیں گرتی اور سر پیچھے پڑے پتھر سے ٹکراتا، انیس نے لپک کر جھکتے، اپنا وہی زخمی گھٹنا جو ابھی بس اوپر سے ٹھیک ہوا تھا، کھردری زمین پر ٹیک دیتے اپنا ہاتھ بروقت عرشیہ کے سر تلے رکھا، وہ بلکل ہیرو والا پوز دیے اسے بچا چکا تھا اور وہ کسی کیوٹ ہیروئن کی طرح گلابی گالوں پر ہتھیلیاں جما کر اسے ٹکٹکی باندھے تاڑ رہی تھی، گن وہیں عرشیہ کے ہاتھ سے چھوٹ کر گھاس میں جا گری تھی۔

"میرا چوبیس گھنٹے والا ہیرو۔۔۔۔صدقے۔"

وہ اسکے ڈرامے پر اسکو پکڑ کر بٹھاتے خود بھی گھٹنہ مسلتا وہیں بیٹھا۔

"یہاں گولیاں چل رہی ہیں اور تمہیں رومینس سوجھ رہا ہے؟"

انیس نے گن دوسری طرف تانے بھاری قدموں کی

چاپ پر الرٹ ہوتے تپی سی سرگوشی کی تو وہ اسکی طرف رخ کیے اپنے بازو اسکی گردن کے اطراف حائل کر گئی، انیس اسے ڈانٹ بھی تو نہیں سکتا تھا، کسی ہیروئن سے کم جو نہیں تھی وہ۔

"تم پر اس کمینے نے گن تانی تھی۔ میں نہ ہوتی تو کون بچاتا تمہیں۔ شکر گزار ہو میرے۔ سڑو آدمی۔ اور تمہیں کس نے کہا گولیوں کے بیچ رومینس نہیں کیا جا سکتا۔ میں تو کروں گی"

انیس نے آنکھیں تنگ کر کے اسے دیکھا، وہ قریب تر ہوتی نا جانے کیا کرنے پر تلی تھی۔

"تم واقعی پاگل ہو کیا"

وہ دانت بھینچ کر بولا تو عرشیہ نے ہلکا سا کندھا اچکایا جیسے اپنی ڈھٹائی کو فخر سے قبول کر رہی ہو۔

"نہیں تمہاری ہیروئن ہوں"

اس نے خمار سے سرگوشی میں جواب دیا، انیس نے اسے مزید قریب آنے سے روکنے کے لیے اس کے بازو ہٹانے چاہے مگر وہ مزید اس کے قریب سمٹ گئی۔

"دور ہو جاؤ یار، میں سنجیدہ ہوں..."

وہ دبی آواز میں بولا، عرشیہ کو اس وقت اسکی ہاٹنس پر ایکسٹرا پیار آیا جب وہ اتنی ٹھنڈ میں بھی پسینے بہا رہا تھا، وہ بہک رہی تھی۔

"میں بھی بہت سنجیدہ ہوں۔"

عرشیہ نے فوراً جواب دیا اور اسکی گردن کے قریب جا کر سانس بھری۔

"""عرشیہ۔۔۔ تم پاگل ہو کیا۔ کر کیا رہی ہو؟"

وہ سچ میں بگھڑا۔

"اگر تمہیں گولی لگ جاتی تو...؟"

اس کی آواز اچانک نرم اور اداس ہوئی، انیس لمحہ بھر کو خاموش ہوا، اس نے اس کے چہرے پر پھیلا خوف دیکھا...

"تو پھر تم مجھے سنبھال لیتیں..."

وہ ہلکا سا مسکرایا، عرشیہ کے لبوں پر بھی مسکراہٹ آئی۔

"میں سنبھال لیتی مگر پھر بھی تم نے وعدہ توڑا۔ خود سپائڈر مین بنے اس کھوتے کے سامنے چلے گئے"

اس نے اس کے کالر کو پکڑ کر انیس کی غصے سے سرزنش کی۔

انیس کچھ بولنے ہی والا تھا کہ اچانک قدموں کی آواز مزید قریب آ گئی، دونوں فوراً الرٹ ہو گئے۔

عرشیہ نے تیزی سے جھک کر گھاس میں گری گن اٹھالی، انیس نے بھی اپنی گن مضبوطی سے تھام لی، دونوں جھاڑیوں کے پیچھے دبک گئے، چند لمحوں بعد چھ آدمی ادھر ہی بڑھتے نظر آئے۔

"یہیں سے فائر ہوا تھا"

ان آدمیوں میں سے ایک نے سرگوشی کی، انیس نے عرشیہ کی طرف دیکھا، اس نے بھی اسی لمحے اس کی طرف دیکھا، دونوں کی آنکھوں میں ایک ہی بات تھی۔

انیس نے تین انگلیاں دکھائیں...

"تین... دو... ایک..."

اگلے ہی لمحے، دونوں جھاڑیوں سے بیک وقت نکلے...

"فائر! عرشیہ"

انیس کے کہتے ہی عرشیہ نے اس کے ساتھ مل کر اندھا دھند فائرنگ کہ جس سے پہلے دو آدمی موقع پر ہی ڈھیر ہو گئے، باقی چار نے سنبھلنے کی کوشش کی۔

عرشیہ نے گھٹنوں کے بل بیٹھ کر فائر کیا، انیس نے دائیں طرف سے کور لیا، چند ہی سیکنڈز میں، تمام چھ آدمی زمین پر گرے پڑے تھے، اس طرف خاموشی مکمل چھا گئی...

بارود کی ہلکی سی بو فضا میں پھیل گئی،

عرشیہ نے آہستہ سے اپنی رکی سانس چھوڑی، گہرا سانس بھرتے اس نے پھر انیس کی طرف دیکھا،

انیس نے بھی اسے دیکھا، چند لمحے دونوں ایک دوسرے کو گھورتے رہے پھر دونوں ہلکا سا گھبرایا ہوا ہنس پڑے۔

"تم خطرناک ہو مان گیا"

انیس نے سر ہلاتے اسے بازو میں دبوچا۔

"ہاہا۔۔اور تم خوش قسمت ہیروکہ تمہیں عرشیہ آز آ ہیروئن ملی"

عرشیہ نے فوراً جواب دیا، انیس نے ہلکا سا مسکرا کر سر جھٹکا اور ہانپتے ہوئے ہی اس نے عرشیہ کا ماتھا چوما، دونوں کی سانسیں اکھڑی تھیں۔

"چلو میری ہیروئن، ابھی جنگ ختم نہیں ہوئی..."

عرشیہ نے گن سیدھی کی، دونوں نے ہاتھ ملائے جیسے میاں بیوی کم، بچپن کے یار بیلی زیادہ ہوں۔

"میرا ہیرو میرے ساتھ ہو تو جنگ کی ایسی کی تیسی۔۔ کوچی کوچی"

اس سے پہلے وہ اس پر بہک کر خراب ارادوں سے جھپٹتی، انیس نے ہاتھ ہوا میں اٹھاتے پناہ مانگی، جس پر وہ قہقہہ لگا کر بے دم ہوتی ہنسی، انیس بھی اس نمونی پر مسکراتا اپنا سانس سنوارنے لگا اور دونوں دوبارہ الرٹ ہو کر آگے بڑھ گئے جہاں باقی سب بھی اس نئی ٹیم ممبر کو دیکھ کر حیران و پریشان ہو چکے تھے۔

.._____..

"مس بیلا، ہمیں کچھ مزید ٹیسٹس کرنے ہوں گے، اس کے بعد ہم فائنل ڈیسیژن کنفرم کریں گے۔"

ڈاکٹر نے نرم مگر سنجیدہ لہجے میں اسکی سابقہ رپورٹس کا جائزہ لیتے کہا تو بیلا نے ہلکا سا سر ہلایا، اس کی انگلیاں بستر کی چادر کو بے اختیار مروڑ رہی تھیں۔

وہ مضبوط بننے کی کوشش کر رہی تھی مگر دل کے اندر کہیں خوف اپنا ڈیرہ جما چکا تھا، پھر وہ یہاں بہت دکھی ہو کر پہنچی تھی۔

"میری جان! ڈر تو نہیں لگ رہا؟"

مسیر خاور سلطان نے اس کے بالوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے پوچھا تو بیلا ہلکا سا سر ہلا گئی۔

"اب نہیں لگ رہا"

اس نے آہستہ سے بتایا تبھی اس کے بیڈ کے ساتھ رکھا موبائل وائبریٹ ہوا، اس نے خضر کی کال پر سب سے الگ ٹیون لگائی تھی تبھی وہ سمجھ گئی کسکی کال ہے۔

"تم کال سن لو میں ڈاکٹر سے تفصیلی بات کرتی ہوں۔ تمہارے بابا بھی وڈیو کال پر ڈاکٹر سے بات کرنا چاہ رہے تھے"

خضر کا نام دیکھتے ہی مسز خاور سلطان نے اسکی گال نرمی سے سہلائی اور اپنے فون پر آتی خاور کی کال لیتیں وہ کمرے سے نکل گئیں، بیلا نے فون ہاتھ میں لیا جو مسلسل بج رہا تھا، دفعتا بیلا کی آنکھوں میں نمی جھلملانے لگی۔

وہ بھی جیسے صبر و تحمل کے بجائے مسلسل کالز ملائے جا رہا تھا، زرا جو ایک لمحہ بھی رکا ہو۔

آخر تھک ہار کر بیلا نے اسکی کال اٹھائی۔

"کس لیے کال کر رہے ہیں آپ؟"

کال اٹھاتے ہی وہ برس پڑی تھی، ٹیکسی نے خضر کو ٹھیک ہوسپٹل کی پارکنگ میں اتارا۔ یہاں کا وقت پاکستان سے چار گھنٹے پیچھے تھا، شدید رات ہو رہی تھی، اور ٹھنڈ تو ایسی قہرناک تھی کہ خضر کو گلووز کے باوجود اپنے ہاتھ

برف کا ٹکڑا محسوس ہوئے اور ناک بھی جمی لگ رہی تھی، لندن میں اس وقت ہیوی بارشیں شروع تھیں، اور درجہ حرارت 3 تک گرا ہوا تھا، جنوری اپنے شدید ٹھنڈ کے جوبن پر جما ہوا تھا۔

"بیلا۔ تم لندن چلی گئی؟ کس لیے۔۔۔ سرجری کے لیے؟"

وہ اسکی آواز ٹھٹھرتی محسوس کیے خفیف سی بے چین ہوئی۔

"آپکو اس سے کیا؟ ہاں۔۔۔۔ کیا ہے آپکو اب خضر"

وہ غم سے پھٹتی آواز میں چلائی، خضر نے جیسے ہی ہوسپٹل کی انٹرنس عبور کی، اندر کا ہیٹ سسٹم اسکے ٹھنڈے وجود میں کچھ حرارت اتار گیا۔

"تم میری جان ہو۔ کیا بار بار یاد دلاوں سوئیٹ کارن؟"

وہ ہر لمحہ جیسے اسکی طرف بڑھتا، اسکے قریب جا رہا تھا، وہ خود پر طنزیہ سا مسکرائی۔

"کونسی جان؟ جس پر آپکو اعتبار نہیں۔ جسے آپ نے پھینک دیا"

وہ ایسے الزامات پر بلبلا سا اٹھا۔

"کب پھینکا بیلا؟"

وہ جیسے تڑپ اٹھا، ریسیپشن پر رک کر اس نے ڈیٹیلز لیں اور بیلا کے روم کی طرف جانے کو لفٹ کا رخ کیا۔

"جیسے انگوٹھی پھینکی"

وہ آنسوؤں میں ڈوبتے بولی، خضر نے لفٹ سے نکلتے کمرے کا رخ کیا۔

"تم میں اور ایک بے جان انگوٹھی میں زمین آسمان کا فرق ہے"

دروازہ دھیرے سے کھولے وہ اندر جھانکا تو اسے اسکی سوئیٹ کارن بہت افسردہ، کرب میں مبتلا نظر آئی، جس طرح خضر نے دروازہ کھولا ویسے ہی بند کرے وہ دروازے کے ساتھ جا لگا۔

"میں نے انگوٹھی آپکے حوالے کی تھی مطلب خود کو دیا تھا"

وہ روتے ہوئے ہچکیاں بھر اٹھی تھی۔

"میں غصے میں تھا۔ تم نے مجھے تکلیف پہنچائی تھی"

وہ بظاہر اس سے کال پر مخاطب تھا پر بلکل اسکے سامنے دروازے کے ساتھ لگ کر کھڑا اعتراف کر رہا تھا، اسکا رونا سہہ رہا تھا۔

"تکلیف پہنچاوں گی تو اٹھا کر پرے پھینکیں گے ؟"

اسکی تکلیف رتی برابر کم نہ ہوئی، وہ مزید روئی۔

"تم مجھے جانتی نہیں کیا۔ تمہیں پھینک سکتا ہوں کیا۔؟"

وہ قریب بے خود ہوئے ہوا تو بیلا نے نامحسوس انداز میں اسکی کلون کی مہک انہیل کرتے تکیے سے ٹیک ہٹائی۔

"مجھے چھوڑ دیں۔ مکمل خضر۔ اپنا ہر احساس سمیٹ لیں میرے چار سو سے"

وہ جانتا تھا وہ اسکی خوشبو پہچان چکی تھی۔

"یعنی مر جاوں سوئیٹ کارن!"

اس بار بیلا کو لگا وہ فون کے پار سے نہیں اسکی سانسوں کے بے حد قریب، سماعت کے نزدیک اور بے نور آنکھوں کے سامنے بولا ہے۔

وہ اپنا فون کان سے ہٹائے، گہرا سانس کھینچ کر اسے محسوس کر رہی تھی، وہ واقعی قریب ہی تھا، اور جب خضر نے اسکے ہاتھ سے فون لے کر بیلا کی طرف جھکتے، سائیڈ ٹیبل پر رکھا تو خضر کا شانہ بیلا سے مس ہوا، جس پر وہ جان گئی کہ اسکا فرار ناکام ہو گیا، خضر نے نظریں جھکائیں تو بیلا کی انگوٹھی اسکی انگلی میں دیکھ کر وہ اپنی جگہ تھم گیا، اور وہ جان گئی وہ اسکی انگوٹھی دیکھ چکا ہے تبھی وہ اسے اتار کر اس سے پہلے پھینکتی، خضر نے اسکے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں شدت سے دبائے۔ اسکے آنسوؤں کو دیکھ کر خضر کا کلیجہ کٹ رہا تھا۔

"مجھے بہت زیادہ ٹھنڈ سوٹ نہیں کرتی پھر بھی میں یہاں اس وقت آیا۔ صرف تمہارے لیے۔ یہ بتانے کے مجھے تم پر خود سے زیادہ اعتبار ہے۔ خود سے زیادہ بھروسہ کرتا ہوں۔ میری جگہ کوئی بھی ہوتا، غلط فہمی میں پڑ جاتا بیلا۔ تم کیوں نہیں سمجھتی میں نے اپنی زندگی میں ویسا کسی کے لیے نہیں سوچا یا محسوس کیا جیسا تمہارے لیے۔ تم مجھے اتنی آسانی سے کیسے چھوڑ کر آ گئی؟"

وہ اسکی جانب سے منہ پھیر کر آنسو بہاتی رہی، اپنے ہاتھ بھی چھڑوانے کی کوشش کی کیونکہ وہ اسکی موجودگی بہت شدت سے محسوس کر رہی تھی۔۔

"م۔۔مجھے آپ سے شادی نہیں کرنی"

وہ روتے ہوئے مگر شدید ضد کرتے ہوئے بولی۔

"شادی تو تمہارا باپ بھی کرے گا بیلا خاور"

وہ جنونی سا ہوئے بولا بھی اور اسکی ٹھوڑی پکڑ کر اسکا چہرہ اپنے سامنے کیا۔

"تو پھر باپ سے ہی کر لیں شوق کے ساتھ"

وہ اسکا ہاتھ پکڑ کر جھٹک گئی، خضر نے اسکی یہ خود ساختہ اذیت دیکھ کر سانس گھسیٹی۔

"باپ کی اس بیٹی سے پیار ہے مجھے۔ کتنا برا لگوں گا میں تمہارے بابا سے رو مینس کرتا ہوا سوئیٹ کارن"

وہ واقعی اتنے دکھ سے بتاتے بولا جیسے یہ سچ میں کرنے پر مجبور ہو، وہ سانس روک گئی۔

"خضر"

وہ تپ کر بولی، آنکھیں لاتعداد آنسوؤں میں ڈوبیں۔

"تم جانتی ہو تمہارے بابا نے کیا کہا مجھے؟ بتاوں تمہیں کہ جب ایک لڑکی کسی لڑکے کو بیچ راہ چھوڑتی ہے تو اس لڑکے کے ساتھ کیا ہوتا ہے؟"

وہ اسکی طرف چہرہ کیے اپنی بے نور آنکھیں اسکی سمت پھیرے دم سادھ گئی۔

"لڑکوں کے ساتھ کچھ نہیں ہوتا۔ صرف لڑکیاں سہتی ہیں"

وہ اسکے ایسے کھوکھلے یقین پر مسکرایا، اسکی گال نرمی سے سہلائی۔

"یہ تم جیسی ظالم لڑکیوں کا صرف وہم ہے بیلا، کیا تم اپنے بھائی کے ساتھ ہوئی زیادتی بھول گئی۔ اوہ ہاں میں نے ماریہ جو لا دی اسے۔ تم سب ہی بھول گئے عمیر کی سابقہ سالوں کی حالت۔ حیرت ہوئی سن کر"

وہ بے ارادہ خضر کا ہاتھ جکڑ گئی۔

"کیا کہا بابا نے؟ بتائیں"

وہ اسکی تڑپ پر مسکرایا کہ شکر ہے وہ اسکی تکلیف تو محسوس کر پا رہی ہے۔

"جانے دو۔۔۔۔اہم نہیں۔اہم یہ ہے کہ تم کیا کہہ رہی ہو۔تم کیسے آگئی یہاں۔اور کیسے کہہ سکتی ہو تمہیں شادی نہیں کرنی۔کیسے سمجھ سکتی ہو کہ سب ختم ہو گیا بیلا۔"

وہ اب تک بیقرار تھی، اپنے گال سے لگتے خضر کے ہاتھ کو پکڑ کر دور کر گئی۔

"ب۔۔بابا نے کیا کہا آپ سے خضر۔۔۔بتائیں"

وہ لگ بھگ چیخی تھی۔

"نہیں بتا رہا"

وہ اکڑ کر زرا دور ہوا۔

"ٹھیک ہے نہیں سن رہی پھر میں بھی آپکو۔اب آنکھوں کا نور واپس آیا تبھی بات ہو گی۔"

وہ اسکی سفاکیت پر جیسے پتھرایا۔

"ورنہ؟"

خضر نے اسکی بازو دبوچتے اسے قریب کرتے اسکی بے نور آنکھیں دیکھتے باقاعدہ پہلی بار غراتے پوچھا، وہ اسکا پہلے ہی بہت امتحان لے چکی تھی۔

"ورنہ آپ آزاد ہیں خضر"

یہ جملہ جیسے خضر کے سینے میں پیوست ہو گیا، جگر لہولہان کر گیا۔

"آزاد...؟"

اس نے دہرا کر پوچھا، خضر کی آواز سوچ سے کہیں زیادہ بھاری تھی۔

"ایک اندھی لڑکی جس کی سرجری کی کامیابی کے صرف تیس فیصد چانس ہوں، جو کل کو ہمیشہ کے لیے اندھیرے میں چلی جائے گی وہ آپ کو باندھ کر نہیں رکھ سکتی"

اس کی آواز ٹوٹنے لگی، خضر کی آنکھوں میں جیسے غصہ بھڑک اٹھا۔

"چپ! بالکل چپ..."

وہ پہلی بار اس پر واقعی برسا، خضر نے اس کے دونوں کندھے تھام لیے تا کہ وہ اسکی نزدیکی کے سبب مزید ایسی بکواس نہ کر سکے۔

"تم نے یہ سب خرافات کب سوچنا شروع کر دیا؟"

وہ درد بھرا مسکرائی۔

"کل رات جب پیروں تلے انگوٹھی چبھی۔ آپکی پھینکی ہوئی انگوٹھی۔ تب سے"

خضر کا چہرہ ایک لمحے کو سخت ہوا پھر جیسے اس کے اپنے ہی عمل نے اسے اندر سے توڑ دیا۔

اس نے آہستہ سے اسکا چہرہ ہاتھوں میں بھرے اپنی پیشانی بیلا کی پیشانی سے ٹکا دی۔

"میں نے غصے میں پھینکی تھی، تمہیں چھوڑنے کے لیے نہیں بیلا۔ فار گارڈ سیک گرل"

اس کی آواز دھیمی پڑ گئی جیسے وہ بہت زیادہ بکھر رہا ہو۔

"مگر پ۔۔ پھینکی تو تھی ناں"

اس نے سسکی بھرے خضر کو دور دھکیلا، خضر نے بے اختیار اسے اپنی طرف کھینچا جو اسکے چھونے تک پر جل رہی تھی۔

"میں تمہیں چھوڑ نہیں سکتا بیلا تم کیوں نہیں سمجھ رہی، تم میری عادت، محبت اور ضرورت سب بن چکی ہو۔ میں کیسے جی سکتا ہوں تمہارے بنا"

وہ سرگوشی میں بولا تو بیلا کو اسکی آواز نم محسوس ہوئی۔

"جینا ہو گا۔ میں شاید کبھی دیکھ نہ پاوں۔۔ بہت ٹنشن میں ہوں تو سرجری کامیاب نہیں ہو گی جانتی ہوں"

وہ ہچکیاں لیتی منمنائی تو خضر نے اسکے بال سمیٹ کر اسکا چہرہ دیکھا۔

"تو کیا ہوا؟ میں تمہارا اندھیرے میں بھی یونہی ہاتھ تھام سکتا ہوں۔ تمہاری آنکھوں کا نور آئے نہ آئے، تم میری زندگی کا نور میری آخری سانس تک رہو گی۔ رہی بات ٹنشن کی ہم نکاح کر لیتے ہیں، تمہیں پتا چلے کہ میں تمہیں چھوڑنا دور، اسکا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ میں تمہاری ٹنشن اپنے طریقے سے ختم کر دیتا ہوں۔ تمہاری مما اور بھائی بھی یہیں ہیں۔ نکاح کرنا ہے مجھے تم سے آج اور اسی وقت"

وہ اسکے فیصلے پر تھم گئی، اسکی سانس واقعی رک گئی۔

"خضر، کیا کہہ رہے ہیں؟"

اس کی آواز کانپ رہی تھی۔

"وہی جو تم سن رہی ہو بیلا"

خضر نے بغیر جھجک جواب دیا۔

"میں مزید ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کرنا چاہتا، تمہارا خوف، تمہاری بے چینی، سب ختم کرنی ہے مجھے..."

اس نے بیلا کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے لیے اور خضر کے لہجے میں رتی برابر لچک نہ تھی۔

اسی لمحے مسیر خاور سلطان نے دروازہ کھولا اور اندر قدم رکھا تو وہ بھی خضر کو دیکھ کر چونکیں، انکے ہاتھ میں فون تھا جہاں عاصم اور خاور دونوں ہی موجود تھے کیونکہ اس وقت خاور سلطان بھی ملک ہولڈنگز میں تھے۔

"خضر۔ تم یہاں کب آئے بچے، ٹھیک ہو۔ سنیں آپ نے بتایا کیوں نہیں کہ خضر بھی آرہا ہے؟"

مسیز خاور نے پریشانی سے پوچھا تبھی خضر نے ان کے ہاتھ سے فون لے کر سکرین میں سامنے ہوتے خاور سلطان کو دیکھا۔

"میں بیلا سے نکاح کرنا چاہتا ہوں... ابھی... اسی وقت..."

کمرے میں ایک لمحے کو خاموشی چھا گئی، یہ بات مسیز خاور سمیت وڈیو کال پر موجود عاصم اور خاور سلطان نے بھی سنی، اسی لمحے دروازہ کھلا تو ماریہ اور عمیر بھی داخل ہوئے، وہ قدرے بہتر لگ رہا تھا، ماریہ نے اسکا ہاتھ تھام رکھا تھا، رسمی علیک سلیک کے بعد جیسے ان سبکے پیچ کی یہ خاموشی اصل مدعے کو سمجھتے ٹوٹی، بیلا کے تاثرات ہونق ہوئے جب خاور سلطان اور عاصم دونوں کی طرف سے اسے اس نکاح کی اجازت ملی، یہی نہیں محراب کو بھی اس میں شامل کیا گیا، اور جب تک بیلا کچھ سمجھتی، اسکا خضر سے نکاح ہو چکا تھا، سب کو خضر نے اطلاع بھی دی اور ارجنٹ یہ فرض نبھانے پر معذرت بھی لیکن اس نکاح کا مین فنکشن اور جشن یقیناوہ پاکستان جا کر سب کے ساتھ ہی کرنے والے تھے، یقیناجب بیلا کی سرجری ہو جاتی۔

ماریہ اور عمیر بھی خوش تھے، یہ بہت کیوٹ نکاح تھا اور عمیر نے تو کتنی دیر بیلا کو گلے لگا کر رکھا کیونکہ وہ بہت رو رہی تھی، اپنی تکلیف بتا پانا بھی مشکل تھا، مسز خاور سلطان بھی اپنے دونوں بچوں کی طرف سے مطمئین تھیں مگر خضر کو بیلا ابھی دیکھنے تک کی روادار نہ تھی تبھی وہ کچھ دیر ماریہ کے ساتھ کمرے سے باہر نکل گیا، وہ دونوں باہر آ کر بیٹھے تو ماریہ نے خضر کی طرف دیکھتے مبارک دی۔

"کیسی مبارک۔ اسکی آنکھوں کا سیلابی ریلا نہیں دیکھا تم نے؟"

ماریہ نے مسکرا کر خضر کی صورت دیکھی جو بسوری تھی۔

"وہ خوش ہے یقینا۔ آپکو کیا لوگوں کے دل کی خوشی پر کھنی نہیں آتی خضر ملک؟"

وہ ان محترمہ کی بات سنے حیرت سے گردن گما گیا جہاں وہ بلا کی مطمئین بیٹھی تھی، اس نے بیلا کے حساس دل کا بتایا تو وہ سر ہلاتی تائید کر گئی۔

"آزمائش چل رہی ہے میری تو، اسکی اب ضد ہے دیکھ پائے گی تو ہی مجھے سنے گی۔ تب تک دور رہنے کا حکم دیا۔ خیر تم اپنی بتاو۔ یہ پاگل کچھ قابو آیا۔ عمیر خاور سلطان"

خضر نے سن تو رکھا تھا کہ ماریہ نے عمیر میں کافی اچھے بدلاو لائے لیکن وہ ایک بار خود جاننا چاہتا تھا کہ اس نے جو نیکی کرنے کی کوشش کی وہ ماریہ کے گلے نہ پڑ گئی ہو۔

"عمیر پاگل نہیں تھا۔ وہ بس ایک جگہ رکا تھا، اب جب آپ نے بیلا کا بتایا تو مجھے لگ رہا ہے یہ دونوں بہن بھائی بہت شدید والی حساسیت کے مارے ہیں۔ ماں باپ کی آپسی لڑائیاں اولاد پر اسکی پریکٹیکل لائف میں کتنے مسائل لاتی ہے کاش انکو اندازہ ہو سکے۔ میں نے یہ تین چار دن جو عمیر کو پرکھا اسی نتیجے پر پہنچی کہ یہ والے پاگل پن تو دل پر حاوی ہوتے ہیں۔ آپ کو بھی یہی مشورہ دوں گی کہ وہ اگر ایک ہاتھ چھڑواتی ہے تو آپ اسکے دونوں ہاتھ تھام لیں۔"

ماریہ کی بات سن کر خضر کے ہونٹوں پر اک پر سرور مسکان بکھری، خضر کو اس کا مشورہ دل و جان سے پسند آیا۔

"وہ تو اب میں تھامنے کا حق بھی پا چکا ہوں۔ یہی کروں گا۔ اور بتاو، کبیر شامدانی اور ہانیہ کے بیچ سب ٹھیک ہے؟"

وہ خضر کی طرف دیکھ کر ہنسی کہ جو دھاوا وہ بول کر گیا تھا اسکے بعد بھلا کیسے سب ٹھیک ہو سکتا تھا۔

"خضر۔ آپ نے اس عورت کو اسکی صحیح اوقات و جگہ تک پہنچایا۔ میر ابھائی اسکا مستحق نہیں تھا لیکن اسکے بقول ہانیہ شدید شرمندہ بھی ہے اور امید سے بھی۔ تبھی بھائی نے سمجھوتہ کیا۔ لیکن انکے دل سے وہ اتر گئی، بہر حال مجھے اس لڑکی کی تکلیف سے کوئی لینا دینا نہیں نہ ہی پرواہ ہے۔ اس نے مجھ سے میر ابھائی چھینا تھا، اسکے ساتھ جو ہوا اچھا ہوا۔ تھینکیو سو مچ خضر ملک"

ماریہ کی مسکراہٹ، اسکا اطمینان دیکھے خضر کو بھی دلی خوشی ملی، باہر شدید بارش شروع ہو چکی تھی، اسی لمحے عمیر باہر آیا تو وہ خضر کو ماریہ کے ساتھ بیٹھا دیکھ کر جان بوجھ کر ان دونوں کے بیچ آ کر پھنستے بیٹھا تو خضر اور ماریہ دونوں ہنسے۔

"کیوں بیٹھے ہو تم میری باربی ڈال کے ساتھ۔ جاو اپنی باربی ڈال کے ساتھ بیٹھو، جسے رلایا ہے"

عمیر ابھی مکمل نارمل نہیں ہوا تھا لیکن وہ بہت زیادہ بہتر تھا، خضر نے ہنس کر زرا جگہ بنائی اور پرے ہوا۔

"بے فکر رہو سالے، تم تک یہ لڑکی میں نے ہی پہنچائی ہے اس لیے اس پر کوئی نظر نہیں میری۔ تمہاری ہی ہے۔ میں اپنی باربی ڈال کو ابھی چپ کرانے گیا تو وہ اور روئے گی۔ سمجھ رہے ہو ناں؟ اس لیے کیا میں تم دونوں کے ساتھ نہیں بیٹھ سکتا؟"

خضر کے سوال پر عمیر نے گردن پھیر کر ماریہ کو دیکھا جیسے اس سے اجازت چاہتا ہو، ماریہ نے آنکھیں جھپکائے سر ہلایا جس پر عمیر نے مسکرا کر دوبارہ خضر کو دیکھا۔

"تم بیٹھ جاو۔ میں اپنی باربی ڈال کے ساتھ فرائز کھانے جا رہا ہوں۔ میں نہیں بیٹھنے دوں گا اسے اپنے سوا کسی کے ساتھ۔۔۔ سنا ناں؟"

خضر نے اسکی پوزیسیونس چیک کی جو شدید تھی، عمیر نہ صرف اٹھا بلکہ زبردستی ماریہ کا ہاتھ پکڑ کر اسے بھی اٹھایا جو بس مسکرائے جا رہی تھی۔

"ہاہاسن لیا جنونی سالے صاحب۔۔ لے جاو اسے میں اکیلا ہی بہت اچھا ہوں۔ میرے ساتھ میری سوئیٹ کارن کا احساس ہے ناں۔۔۔ نک چڑھا آدمی"

خضر کے منہ بسورنے پر ماریہ بھی ہنسی کیونکہ یہ سب بہت کیوٹ تھا، وہ جب ماریہ کو ہنستے دیکھ رہا تھا تو خود بھی مسکرایا، عمیر نے ماریہ کو پیار کرنا چاہا وہ بھی خضر کے سامنے تو اس بچاری نے عمیر کو بروقت پیچھے ہوتے روکا۔

"یہاں نہیں۔ آپکو سمجھایا تھا ناں سبکے سامنے پیار نہیں کرنا اپنی باربی ڈال سے۔ چلیں ہم فرائز کھا کر آتے ہیں۔ بعد میں ملتے ہیں ہم خضر"

خضر نے مسکراہٹ چھپاتے نظریں چرائیں جب وہ عمیر کو سرگوشی کے سنگ منع کرتی زبردستی ساتھ لے گئی، جبکہ خضر کے دل میں بہاروں سی ٹھنڈک اتری جب اس نے اپنی آنکھوں سے ان دونوں کو یوں ساتھ دیکھا، بعض نیکیاں واقعی بہت خوبصورت ہوتی ہیں، مسز خاور کے روم سے نکلنے پر خضر بھی اٹھ کھڑا ہوا۔

"بہت مشکل سے روتے روتے سوئی ہے۔ یہاں اسکی کیئر کے لیے پورا سٹاف ہے۔ گھر چل کر فریش ہو لو اور تھوڑا ریسٹ کر لو بچے"

وہ انکی محبت و شفقت پر نرمی سے مسکرایا۔

"آپ گھر چلی جائیں۔ میں دو دن یہیں ہوں اسکے پاس۔ بہت ساری فرصت اور تر و تازگی لے کر آیا ہوں اسکے لیے۔ نہ ہی آرام کی ضرورت ہے نہ فریش ہونے کی۔ میرا سکون و اطمینان یہیں ہے آنٹی"

مسز خاور نے شفقت سے اسکا ماتھا چوما پھر سر ہلا گئیں۔

"جیتے رہو۔ میرے دونوں بچوں کو بہترین ہمسفر مل گیا، دونوں کا سکھ تمہارے سبب ہے۔ میں اپنی زندگی کی ساری مشکلات بھول گئی۔ کل ملتی ہوں، اللہ تمہیں اجر دے۔ محراب اور عاصم بھائی نے تمہاری بہترین تربیت کی ماشاءاللہ، کسی بھی چیز کی ضرورت ہو تو بس کہہ دینا، محراب ہی سمجھنا اس ماں کو بھی۔ اللہ حافظ بچے"

وہ انکی محبت وصولتا انھیں ریسپشن تک چھوڑ کر آیا اور پھر واپس قدم بڑھائے لیکن ابھی باہر ہی بیٹھ کر انتظار کیا کیونکہ چاہتا تھا وہ کچھ دیر سو کر مکمل پر سکون ہو جائے۔

.._____..

ایس مروہ مرزا کے تمام ناولز پڑھنے کے لیے ہماری ویبسائٹ وزٹ کریں۔

www.smerwamirzanovels.com

دن بھر کی تھکن صنم کے وجود سے لپٹی ہوئی تھی جب اس نے اپنی گاڑی گھر کے گیٹ کے سامنے روکی۔ دن بھر کے مریض، ان کی کہانیاں، ان کی تکلیفیں، سب اس کے ذہن میں اب بھی گردش کر رہے تھے۔ وہ گاڑی سے اتری ہی تھی کہ اس کی نظر سڑک کے کنارے کھڑی ایک مانوس سی گاڑی پر جا ٹھہری، یہ وہی گاڑی تھی جو کچھ دن سے صنم کے اکثر گھر کے باہر پائی

جاتی، اس عورت کے قدم یکدم رک گئے، تھکے ماندہ دل نے جیسے ایک دھڑکن چھوڑ دی۔

"یہ گاڑی پھر سے؟"

وہ چند لمحے ساکت کھڑی رہی، پھر دھیرے دھیرے آگے بڑھی۔ جیسے ہی اس نے ڈرائیونگ سیٹ پر جھکا ہوا چہرہ دیکھا، اس کا وجود سرد پڑ گیا۔

"ابراہیم...؟"

لفظ اس کے ہونٹوں سے بے اختیار نکلے کیونکہ یہ وہی تھا۔

سر سیٹ کے ساتھ ٹکا ہوا، آنکھیں بند، جیسے کئی دنوں کی تھکن لیے سو گیا ہو یا شاید؟

صنم کا دل بے اختیار تیزی سے دھڑکنے لگا۔ وہی شخص، جس کی دستکوں کو وہ کئی دن سے نظر انداز کر رہی تھی، جس کے فون کالز وہ خاموشی سے مسترد کر دیتی تھی، جسے اس نے اپنے دل کی قبر میں دفن کر دیا تھا۔

مگر آج وہ اس کے دروازے کے باہر مستقل ٹھکانہ بنائے بیٹھا تھا، بھوکا پیاسا، حرام نشے کو کر کے اپنے وجود کو انتظار کے لیے تیار کرتا ہوا شخص۔

"ابراہیم"

صنم نے ہچکچاتے ہوئے گاڑی کے شیشے پر اپنا ہاتھ تھپک کر ہلکی سی دستک دی پر کوئی ردِ عمل نہ آیا، صنم نے اپنے دل پر ہاتھ سہلاتے بمشکل سانس لی۔

"ابراہیم، دروازہ کھولو"

اس نے ذرا زور سے ہاتھ مارا، شیشے پر اسکے بجتے ہاتھ کی تھپک رات کے سناٹے میں کچھ زیادہ ہی اضافی طور پر ابھری مگر اس بار پھر سے صنم کے ہاتھ فقط خاموشی ہی آئی۔

صنم کے دل میں انجانا سا خوف سر اٹھانے لگا، اس نے مزید شدت سے شیشے پر ہاتھ مارا۔

"ابراہیم!"

اس کی آواز میں گھبراہٹ در آئی تھی۔

جوانی کی وہ محبت جسے اس نے اس کی بے وفائی کے بعد مار دیا تھا، آج جیسے قبر سے سر اٹھا کر سانس لینے لگی۔ اس کے دل میں عجیب سی بے چینی پھیل گئی، وہ سمجھتی تھی وہ ابراہیم سے نفرت کرنے میں کامیاب ہو گئی کہ اتنے دنوں سے اسکی دستکیں نظر انداز کر پا رہی ہے لیکن آج اسکے سارے دعوے، ریت کی دیوار ثابت ہوئے۔

وہ گاڑی کے گرد گھوم کر دوسری طرف آئی، اس کی سانسیں تیز تھیں اور ہاتھ کپکپا رہے تھے، کیونکہ اسے لگ رہا تھا وہ آدمی سانس نہیں لے

رہا، کیونکہ وہ نشے میں اس قدر دھت تھا کہ اسکے دل کی دھڑکن غیر محسوس حد تک کم ہو گئی تھی۔

"ابراہیم... پلیز، کیا تم مجھے سن رہے ہو؟ کچھ تو کہو"

صنم کے دوبارہ پکارنے کے باوجود کوئی حرکت نہ ہوئی، اس نے اسی بوکھلاہٹ میں جھک کر نیچے دیکھا، زمین سے ایک چھوٹا سا پتھر اٹھایا۔ چند لمحے وہ اسے دیکھتی رہی، جیسے خود سے لڑ رہی ہو۔

پھر اگلے ہی لمحے اس نے پوری قوت سے شیشے پر وار کیا، شیشہ عام نہیں تھا، صنم کے ہاتھ درد سے سرخ انگارہ ہو گئے، اسکے شدید وار کے باوجود گاڑی کے شیشے میں چند ڈینٹ پڑے، لیکن صنم نے کوشش جاری رکھی، وہ ارد گرد دیکھتی کچھ مزید نوکیلا تلاشنے لگی، اور پھر اسے مزید نوکدار پتھر نظر آیا، آس پاس نہ بندہ تھا نہ بندے کی ذات، دونوں روڈز سنسان پڑی

تھیں، صنم نے ہمت نہ ہاری اور دس پندرہ مزید وار کیے کہ شیشے میں پہلے لمبی سی دراڑ آئی اور پھر وہ کرچیوں میں بٹنے لگا۔

"اوہ میرے اللہ مدد کریں۔۔۔"

ایک مزید پوری قوت سے کیے وار پر آخر کار کا شیشہ ٹوٹ کر بکھر گیا، کانچ کرچی ہوتا کچھ گاڑی کے اندر اور کچھ باہر کو گرا، صنم نے فوراً دروازہ کھولنے کو ہاتھ بڑھایا۔

"ابراہیم...!"

صنم نے ہاتھ بڑھا کر کار ڈور اوپن کیا پھر ابراہیم کی سمت ہو کر بیٹھی ہی کہ عجیب سی بدبو نے صنم کا سانس گھوٹ دیا، پتا نہیں کب سے یہ آدمی نشے میں تھا، صنم نے اسے ہلایا تو اس کے وجود سے تیز شراب کی بو اس بار زیادہ شدت سے آئی۔

صنم کا دل جیسے بیٹھ کر رہ گیا۔

"یا اللہ۔۔"

وہ جیسے اسکی اس حالت پر پگھل گئی، وہ مکمل مدہوش تھا، سرخ آنکھیں بوجھل تھیں اور وجود ہوش سے بے خبر، اس نے جب اپنے پاس صنم کو دیکھا تو انہی آنکھوں کی کھلتی بند کیفیت کے باوجود مسکرایا پھر آنکھیں موند لیں۔

"ابراہیم، آنکھیں کھولو..."

صنم نے اس کا چہرہ تھپتھپایا، مگر وہ صرف ہلکا سا کراہ کر رہ گیا، صنم نے بے بسی سے آنکھیں بند کیں۔ دل میں ہزار شکوے تھے، ہزار زخم تھے مگر اس عورت کے لیے ابراہیم کو اس حالت میں چھوڑنا ممکن نہ تھا۔

اس نے دروازہ مکمل کھولا اور بڑی مشکل سے اسے سہارا دیا، ابراہیم کا بھاری وجود اس پر جھک آیا۔ اس کی سانس اس کے گال سے ٹکرائی تو صنم کا دل بے اختیار لرز گیا، کتنے برسوں بعد وہ اتنا قریب تھا، لیکن ایسی حالت میں

جب صنم کو اس پر ترس بھی آ رہا تھا اور اس سے گھن بھی محسوس ہو رہی تھی۔

"تم نے یہ کیا حال بنا لیا ہے اپنا؟"

وہ دھیرے سے بڑبڑائی، آنکھوں میں نمی بھرنے لگی۔

بڑی مشکل سے وہ اسے سہارا دیتے ہوئے اپنے گھر کے دروازے تک لے آئی۔ ہر قدم پر ابراہیم کا وزن اس کے نازک وجود پر بڑھتا جا رہا تھا مگر وہ ہمت کیے چلتی رہی، آخر کار وہ اسے اندر لے آئی۔

ڈرائنگ روم کے صوفے پر بٹھاتے ہوئے اس نے تھکی سانس لی۔ اس کے ہاتھ اب بھی ابراہیم کے کندھوں پر تھے۔

وہ اسے بٹھا کر واپس پلٹی، جا کر پہلے اسکی گاڑی جسکی چابی وہیں لگی تھی، اس سمیت اپنی گاڑی بھی اپنے گھر کے اندر پارک کیں، چوکیدار نے گیٹ بند کیا تو وہ بھی واپس گھر میں آئی، اپنا کوٹ اتار کر ہینگ کرتے، بیگ اور دونوں

گاڑی کی چابیاں دیوار سے ملحقہ میز پر رکھتے صنم کے قدم خود بخود اس بے جان شخص تک پہنچے۔

وہ یہی سوچ رہی تھی کیا وہ اب بھی اس پر حق رکھتی ہے، کیا وہ اب بھی اس قابل تھا کہ وہ صنم زمان کے قریب ٹھہرنے کی حیثیت پاتا۔

اگر صرف طلاق کے پیپرز بھیج دیے گئے ہوں، بیوی نے نہ کھولا، نہ سائن کیا ہو، اور وہ پیپرز یونین کونسل یا کورٹ میں جمع بھی نہ ہوئے ہوں تو طلاق واقع نہیں ہوتی، زبردستی سائن کروانا بھی قانونی طور پر مضبوط نہیں ہوتا جب تک قانونی پراسیس مکمل نہ ہو، طلاق نہیں ہوتی۔

یعنی وہ اب بھی رشتہ ازواج میں بندھے تھے۔

صنم نے اسے دیر تک دیکھا۔

وہی چہرہ، وہی شخص جسے وہ کبھی اپنی دنیا سمجھتی تھی۔

مگر آج وہ اس کے گھر میں موجود تھا، ٹوٹا ہوا، بکھرا ہوا، نشے میں دھت، اور صنم کا دل جسے وہ مردہ سمجھتی تھی دھیرے دھیرے پھر سے سانس لینے لگا تھا۔

کیونکہ محبت کبھی مرتی نہیں، عورت کی محبت اسے مار دیتی ہے پر کمبخت خود پسلیوں میں پھنسے دل کی طرح تمام عمر سانس بھرتی رہتی ہے۔

"ص۔۔۔ صنم۔۔ کھول دو دروازہ۔۔۔ سن تو لو مجھے۔ ایک بار سن لو۔۔۔"

وہ اسے ہی بھیگی آنکھوں میں بسائے دیکھ رہی تھی جب اسکے نیم بیہوشی میں بڑبڑانے پر صنم نے گھبرا کر اپنے آنسو رگڑ ڈالے، وہ اسکی طرف زرا جھکی، ہاتھ اسکے چہرے سے جوڑا پر وہ آگ کی طرح جل رہا تھا۔

"دروازہ گھر کا ہی نہیں، دل کا بھی زبردستی کھول چکی ہوں۔۔۔ میری طرف دیکھو۔ یہ گند اب تک پیتے ہو تم؟ مجھے لگا بری عادتیں چھوڑ دی ہوں گی۔ پر تم تو مزید ابتر حالوں میں آ گئے ہو ابراہیم"

وہ اسکا چہرہ اپنی طرف کرتے شدید کرب سے بولی جس پر ابراہیم نے اپنا ہاتھ ہوا میں اندازے سے اٹھایا تو وہ سیدھا صنم کی گال سے جا لگا، ابراہیم نے آنکھیں کھولنے کی کوشش کی پر اس سے آنکھیں کھولنا مشکل تھا، یہ دیکھ کر صنم کو شدید تکلیف ہوئی۔

"ت۔۔تم میرے پاس؟ت۔۔تم میرے پاس کیسے آگئی؟"

وہ شدید نشے میں دھت تھا، پر صنم کو کھلتی بند ہوتی آنکھوں کے ساتھ دیکھتے اسکے حواس لوٹنے لگے۔

"بتاوں گی۔۔۔پہلے بتاو یہ نشہ کیسے اترے گا؟لیموں پانی؟یا کچھ اور کروں؟تمہیں شدید بخار بھی ہے۔جب تک ہوش میں نہیں آتے میڈیسن کا فائدہ نہیں کیونکہ سب کسی بھی وقت باہر اگل دوگے۔۔۔"

وہ اسے اٹھانا چاہ رہی تھی پر جانتی تھی وہ اس سے تین گنا طاقتور ہے، اور وہ سنگل پسلی اسے اب بھی نہیں سنبھال پائے گی، لیکن پھر بھی وہ اسکے سہارے اٹھنے کی کوشش میں تھا۔

"تمہارا جسم جواب دے رہا ہے، تم نے خود کو یہ کن حالوں پر پہنچا دیا ہے ابراہیم؟"

ابراہیم کی نظریں دھند میں بھی اس کے چہرے پر جم گئیں، وہ اسکے سہارے اٹھ کھڑا ہوا پر اس سے سیدھا کھڑا ہونا تک مشکل تھا۔

"تم۔۔ت۔۔م واقعی یہاں ہو یا میں خواب دیکھ رہا ہوں؟"

صنم کی آنکھوں میں آنسو پھر سے بھر آئے جب وہ ہاتھ بڑھا کر اسکے چہرے کو چھوتے بھاری سی آواز میں بولا۔

"اگر خواب ہوتی تو مجھے اتنا درد نہ ہوتا..."

اس نے آہستگی سے کہا اور اس کے ماتھے پر ہاتھ رکھا۔

"تم جل رہے ہو، بخار بہت ہے۔"

وہ اسے کمرے کی طرف لے جانے کو بڑھی۔

"ہاں۔۔ کل۔۔ کل کتنی دیر بھیگا۔ اس موسم کی بارش میں۔۔ت۔۔ تمہیں رحم ہی نہیں آیا۔م۔ میں نے کتنا ڈھونڈا تمہیں۔ک۔ کوئی ایسے چھوڑتا ہے۔۔ت۔ تم اپنے حق کے لیے ک۔ کیوں نہیں لڑی۔ می۔ میں جب کہتا تھا مجھے تم سے محبت ہے تو ج۔۔ جھوٹ لگتا تھا تمہیں۔۔د۔۔ دیکھو میں نے خود کو کیسے برباد کر دیا۔۔"

وہ اسکے سنگ کمرے تک آیا تو صنم نے اسے وسط سے گزرتے واش روم تک پہنچایا تاکہ جو اگلنا ہے وہیں اگلے۔

"اس میں بھی میرا ہی قصور ہو گا یقینا۔ واٹنگ کرنے کی کوشش کرو۔ میں پانی میں لیموں ڈال کر لاتی ہوں۔ گرمت جانا ابراہیم۔۔۔ کس کام کا یہ

تمہارا شاندار وجود جب تم ایسے لاغروں کی طرح جھٹکے کھا رہے ہو۔ جب سوٹ نہیں کرتی تو اتنی پی کیوں تھی۔ فضول انسان۔"

صنم کے آخری لفظوں پر ابراہیم کے ہونٹوں پر ایک ہلکی سی کڑوی مسکراہٹ آگئی۔ وہ دیوار کا سہارا لے کر بمشکل سیدھا ہوا، مگر ٹانگیں ساتھ نہیں دے رہی تھیں۔

"فضول انسان...؟"

اس نے دھیرے سے دہرایا، جیسے خود کو ہی سن رہا ہو۔

"ہاں... شاید میں واقعی یہی ہوں۔"

صنم نے اس کی طرف تیزی سے دیکھا۔

"ابراہیم، ابھی بحث کا وقت نہیں ہے"

وہ واش روم کے سنک کے قریب جھک گیا، ایک ہاتھ دیوار پر تھا اور دوسرا پیٹ پر، جیسے اندر سے کچھ اسے توڑ رہا ہو۔ اس نے آنکھیں بند کیں اور زور سے سانس لیا۔

"تمہیں یاد ہے صنم؟"

اس کی آواز ٹوٹی ہوئی تھی۔

"کیا؟"

وہ روہانسی ہوئی کیونکہ ابراہیم کی سانس اٹک رہی تھی۔

"تم نے کہا تھا میں تمہیں چھوڑ کر نہیں جاؤں گی؟"

صنم نے لمحے بھر کو ابراہیم کی طرف دیکھا، دل کر رہا تھا کھینچ کر اسے دو لگائے۔

"میں نے کہا تھا مگر اس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ تم خود کو برباد کر لو۔ اور سبکی تکلیف بن جاو اور دیکھو مری نہیں ہوں میں۔ تمہیں میری واپسی کا انتظار کیوں تھا، طلاق کے پیپرز بھیجنے کے بعد محبت پر فاتحہ تو پڑھ ہی لی ہو گی پھر کیسا اور کہاں کا انتظار؟"

ابراہیم نے ہلکی سی کھانسی کے ساتھ سر ہلایا، وہ اس وقت اپنا غصہ بہت مشکل سے دبائے کھڑی تھی۔

"میں نے تمہیں ڈھونڈا تھا صنم کیونکہ میں نے ان پیپرز پر سائن کیے ہی نہیں تھے۔ جھوٹ ک۔۔ کہا تھا بابا سے کہ کر دیے۔۔ م۔ میں اس محبت پر فاتحہ نہیں پڑھ س۔۔ سکتا تھا۔ ان لوگوں نے دیکھے بنا بھیج دیے وہ پیپرز اور ت۔۔ تم ان سے بڑی ڈفر نکلی۔۔۔ کھولے تک نہیں اور دفع ہو گئی۔۔۔ کہاں دفع ہو گئی تھی۔۔۔ بولو"

اس شخص کی آواز غصے سے پھٹی، درد سے ٹوٹی اور بھاری ہو گئی۔

"زبان سنبھال کر بات کرو مجھ سے"

وہ اسکی ٹون پر زخمی شیرنی بنی حالانکہ وہ اس وقت پورے ہوش میں نہ تھا، صنم کے ڈانٹنے پر وہ شخص سہم گیا۔

"جب تم نہیں ملی مجھے تو میں نے خود کو ہی کھو دیا۔"

صنم کے ہاتھ اسکے کالر کو پیچھے کرتے لرز گئے۔

وہ فوراً اس کے قریب آئی، اس کے کندھے کو مضبوطی سے تھام لیا۔

"بس کرو ابراہیم، خاموش ہو جاؤ۔ ابھی تمہیں آرام چاہیے۔ یہ سب باتیں بعد میں۔"

وہ منت کرا اٹھی مگر وہ رک نہیں رہا تھا۔

"میں نے سوچا تھا شاید تم واپس آ جاؤ"

اس کی آنکھیں نیم بند تھیں۔

"مگر تم تو، ہمیشہ کی طرح وقت پر نہیں آئیں۔"

یہ جملہ جیسے صنم کے دل کے پار ہو گیا۔

"میں آئی ہوں ناں... اب میں یہیں ہوں۔"

ابراہیم نے آہستہ سے سر اس کے کندھے سے ٹکا دیا، جیسے اس میں مزید طاقت باقی ہی نہ ہو۔

"مت جانا..."

اس نے بمشکل سرگوشی کی۔

"اس بار۔۔۔۔واقعی مت جانا۔"

صنم کی آنکھوں سے آنسو اس کے ہاتھ پر گر گئے۔

"نہیں جاؤں گی تم فکر مت کرو"

صنم نے لرزتی آواز میں اس وقت اسے دلاسا دیا۔

"لیکن پہلے تمہیں ٹھیک ہونا ہو گا۔ سمجھ رہے ہو؟"

صنم نے آہستہ سے اسے سہارا دے کر واش روم کے فرش پر بٹھایا اور خود وہ کچن میں گئی تا کہ کچھ لا سکے۔

"اگر تم پھر چلی گئی تو میں دوبارہ نہیں ملوں گا صنم، م۔۔ مر جاوں گا"

وہ سر پیچھے کو ٹکا کر آنکھیں بند کر گیا، صنم نے لیموں پانی بنا کر لایا، زبردستی ہی پلایا جس سبب اس آدمی کے اندر کا گند کافی حد تک باہر نکلا، کموڈ کی جانب دہرا ہوئے وہ جب اپنے اندر کا سب گند نکال گیا تو صنم نے اسے فلش کیا، پھر سہارا دے کر اس نے ابراہیم کو فرش سے اٹھایا اور شاور تک لائی، پھر شاور کھول دیا۔

شاور کا پانی ٹھنڈا اور گرم کے بیچ مسلسل بدل رہا تھا، جیسے کمرے کی فضا بھی اس کے اندر کے بکھرے ہوئے طوفان کو کاپی کر رہی ہو۔

ابراہیم دیوار کا سہارا لیے کھڑا تھا مگر اب بھی اس کی آنکھوں میں دھند تھی۔ پانی اس کے بالوں سے بہہ کر چہرے پر آرہا تھا، وہ زرا دور ہوئی تاکہ وہ کچھ ہوش میں آئے، پر ابراہیم کا ایک ہاتھ تھامے رکھتی وہ اسکے ہوش میں آتے ہی شاور بند کر گئی۔

"ص۔۔ صنم!"

وہ اس سے پہلے گیلے خلیے میں ہی صنم کی طرف بڑھتا، وہ اپنے اور اسکے بیچ ٹاول کی باڑ بنا گئی۔

"اپنی حد پکڑو اور ہوش میں آو"

ٹاول اس نے ابراہیم کے سینے پر دباؤ دیتے تھمایا اور خود آرام سے قدم اٹھاتی واش روم سے نکل گئی، ابراہیم نے زخمی سا مسکراتے اپنے شدید ابلتے اور درد کرتے سر پر تولیہ رکھ کر رگڑا اور باہر نکلا تو حیرت سے اسکی آنکھیں پھٹیں کہ صنم نے بیڈ پر ایک لوز سی شرٹ اور پینٹ رکھی تھی۔

"یہ۔۔۔؟"

کمرے میں داخل ہوتے ہی اپنے کئی سال پرانے کپڑے دیکھ کر وہ سکتے میں چلا گیا۔

"پینتیس سال پہلے کے تمہارے کپڑے۔ تمہاری خوشبو کے لیے سنبھال رکھے تھے۔ مجھے کیا پتا تھا تم جیسے بے وفا سانڈ نے دوبارہ فٹ ہونا ہے ان میں۔"

وہ مغروریت کی انتہا کرتی اک کنارے سینے پر ہاتھ باندھے کھڑی تھی جب وہ بھاری قدم اٹھاتا اپنے کپڑوں تک پہنچا۔

ابراہیم نے کپڑے اٹھائے اور ایک لمحے کو بس انہیں دیکھتا رہا۔ جیسے یقین نہیں آرہا ہو کہ یہ واقعی اس کے ہیں۔

"تم نے یہ سب رکھا ہوا تھا؟"

اس کی آواز اب پہلے سے نرم تھی، نشہ کم ہونے کے باوجود اندر کی تھکن صاف جھلک رہی تھی۔

"زیادہ جذباتی مت ہو۔ سوچ رہی تھی جلد انھیں پھینک دوں گی پر انکی قسمت خراب کے دوبارہ تم نے انھیں چھونا تھا، پہن بھی لو۔ مجھے تمہاری بکھری حالت دیکھنے کا شوق نہیں۔ ریچھ آدمی"

ابراہیم نے ہلکی سی مسکراہٹ اسکی چڑ پر دبائی، اسکا اشارہ ابراہیم کے شرٹ لیس ہو کر بالوں والا سینہ دیکھانے کی طرف تھا، ابراہیم نے فوری شرٹ اٹھا کر اپنے جسم پر چڑھائی اور وہ ایک دم پرفیکٹ تھی۔

"پینٹ اندر جا کر۔۔"

اس سے پہلے وہ اسے تاکید کرتی، وہ آدمی وہیں پینٹ بھی اتارنے لگا جس سبب وہ فوری بچگانہ انداز میں گھبرا کر پلٹ گئی۔

وہ شرٹ کے بعد مسکرا کر پینٹ پہننے لگا، مگر ہاتھ ابھی بھی ہلکے سے کانپ رہے تھے، اور اسے یہ پرانے کپڑے اسقدر فٹ تھے کہ وہ خود حیران تھا، یعنی وہ اتنے سالوں میں نہ پتلا ہوا تھا نہ مزید موٹا۔

"شرم بھی بیچ کھائی ہے اس نے"

وہ پلٹ کر بڑبڑائی اور گیلے کپڑے اٹھا کر لانڈری بکٹ میں پھینکے اور اس سے پہلے پاس سے گزرتی، ابراہیم نے اسکی کلائی تھام کر روکا۔

"کیا واقعی ہمارا بیٹا بھی ہے صنم؟"

وہ اسکے سوال پر اپنی بازو جھٹک کر چھڑوا گئی۔

"صرف میرا بیٹا ہے وہ۔ سمجھے تم۔ کچھ بنا دیتی ہوں۔ کھا کر جا سکتے ہو اپنے گھر۔ کہیں کمزوری سے چکرا کے گر ورنہ پڑو۔ خود کو سنبھالنے والی حالت میں واپس آ جاو۔ میں نے وقتی سہارا دیا ہے، ملی نہیں ہوں واپس"

وہ کٹھور پن سے بولی تو ابراہیم کی آنکھوں میں سرخائی گھلی۔

"میں نے تمہیں کھو دیا تھا تو خود کو سنبھالنے کی وجہ بھی نہیں رہی تھی۔"

صنم کا دل جیسے ایک لمحے کو رک گیا، مگر وہ پلٹی نہیں۔

"یہ بہانے ہیں ابراہیم۔"

اس کی آواز ہلکی مگر مضبوط تھی۔

"کسی ایک انسان کے جانے سے کوئی اپنی زندگی نہیں برباد کرتا، جب تک وہ خود کو گلٹی فیل نہ کرتا ہو، تم تھے گلٹی کیونکہ تم بزدل تھے، اپنا سب کچھ لٹایا ہو گا پر جب ہمت دیکھانے کی باری آئی تو اپنی فیملی کے نیچے دب گئے، میں طوائف تھی بس تبھی چپ چاپ پیچھے ہٹ گئی، ماں بننے والی تھی تبھی اپنے بچے کے لیے منہ سی لیا ورنہ تمہیں اور تمہارے گھر والوں کو بتاتی کہ ایک عورت کیا کر سکتی ہے۔ ڈرامے مت کرو۔ میرے ہونے کے باوجود تم نے شادی کی تھی یاد کرو اور خیر سے میرے بعد دو مزید بیٹوں کے باپ بھی

بنے۔ تو یہ مت کہنا کہ میرے جانے نے تمہاری زندگی کو روکا۔ زندگی رکی تھی لیکن صرف میری۔ میرے بیٹے کی۔ میری خوشیوں کی۔ میرے دل کی۔۔۔"

ابراہیم نے اسکے ہر لفظ کو سنے سر ندامت سے جھکا لیا پر کمبخت کا جھکا سر بھی تو اس عورت سے برداشت نہ تھا، وہ اسکی زندگی کا پہلا شخص تھا جس نے صنم زمان کو عزت دی تھی، اسکا احسان وہ مر کر بھی نہیں اتار سکتی تھی، اسکے بکھرے پائمال وجود کو اسی شخص نے ایک مرکز دیا، بازاری عورت کو ایک محبوب بیوی اور پھر معزز ماں میں بدل دیا، یہ نرمی جو آج تک اسکے دل میں اس بے وفا، بزدل شخص کے لیے تھی اسی سبب تھی۔

کمرے میں خاموشی اتنی گہری ہو گئی تھی کہ دیوار کی گھڑی کی ٹک ٹک بھی ایک الزام لگتی محسوس ہو رہی تھی۔

ابراہیم نے آہستہ سے سر اٹھایا مگر اس کی آنکھیں اب پہلے جیسی خود اعتمادی والی نہیں تھیں۔ ان میں صرف تھکن، ندامت اور ایک ٹوٹا ہوا سا انسان بسا تھا۔

"صنم..."

اس کی آواز بھاری تھی۔

"میں سب جانتا ہوں... میں نے سب برباد کیا ہے۔"

وہ ایک قدم آگے بڑھا، مگر صنم فوراً پیچھے ہٹ گئی۔

"نہیں..."

اس کی آواز میں سرد مہری تھی۔

"تم آگے مت آؤ۔ تمہارے پاس اب کہنے کو کچھ نہیں بچا۔"

ابراہیم اسکے گریز پر رک گیا، اس نے گہری سانس لی، جیسے ہر لفظ اس کے سینے سے زبردستی نکل رہا ہو۔

"تم ٹھیک کہتی ہو"

وہ آہستہ سے بولا۔

"میں بزدل تھا، میں نے تمہیں بچانے کے بجائے خود کو بچایا اور اس ایک فیصلے نے مجھے ہر چیز سے خالی کر دیا۔"

صنم نے طنزیہ ہنسی لیے اسے دیکھا۔

"خالی؟"

اس نے سخت لہجے میں طنز کیا۔

"تم خالی نہیں ہوئے ابراہیم، کہاناں تم نے آگے بڑھ کر اپنی زندگی بنالی۔ دو اور بچوں کے باپ بنے، تمہیں تو وقت نے سب دے دیا۔"

ابراہیم نے آنکھیں بند کر لیں، جیسے ہر لفظ اسے اندر سے کاٹ رہا ہو۔

"وہ زندگی میری نہیں تھی صنم۔"

اس نے دھیرے سے اعتراف کیا۔

"وہ صرف سانس لینے کا بہانہ تھا۔ میری ماں کینسر سے لڑ رہی تھی۔ اسکی آخری خواہش میری اولاد دیکھنا تھی۔ میں تو اس حمرا کو ہاتھ بھی نہیں لگانا چاہتا تھا۔ ان لوگوں نے ان تھک کوشش کی مجھے حمرا کی جانب دھکیلنے کی۔ مجبور کیا۔ دماغی جسمانی ہر طور پر۔۔ کیا کرتا؟ ان لوگوں سے نفرت ہو گئی تھی لیکن مرتی ماں جیسی بھی تھی تکلیف دے رہی تھی
مجھے۔۔۔ا۔۔ ایون انیس کو پیدائش کے بعد چند ماہ سنبھالا ہی میری اس بیمار ماں نے تھا کیونکہ حمرا موت کے دہانے پہنچ چکی تھی ایک اولاد دے کر ہی۔۔ پھر میری ماں وہ بھی میرے بابا کی طرح اپنے گناہوں کے بوجھ تلے

دب کر مر گئیں، انیس جان تھا انکی۔۔وہ اسکی بیماری پر تڑپ کر مریں، اپنا کینسر تو انکا بہتر ہو چکا تھا۔

۔بابا کو بھی ہارٹ اٹیک ہوا اور حمرا کا باپ بھی یونہی مرا۔۔ا۔۔اور دوسری اولاد حمرا نے پہلی اولاد کے بیمار ہونے کی تلافی میں دی اور خود مر گ۔۔گئی۔۔"

صنم کے ہونٹ اس شخص کے الفاظ پر کانپے، مگر اس نے فوراً خود کو سنبھال لیا، جن لوگوں نے صنم کو اتنی گالیاں دیں، اسکی کوکھ میں پلتے ابراہیم کے بچے کو گند کہا، وہ جانتی تھی وہ ظالم لوگ ابراہیم کے ساتھ اس سے بھی برا سلوک کر چکے ہیں پر وہ پگھلنا نہیں چاہتی تھی۔

"بہانے مت بناؤ۔"

اس کی آواز ٹوٹتے ٹوٹتے مضبوط ہو گئی۔

"تم نے اپنی پسند سے سب کیا۔ اور میں ؟ میں نے کچھ نہیں کیا سوائے اپنے بچے کو بچانے کے۔"

ابراہیم نے فوراً اس کی طرف دیکھا۔

"ک۔۔ کہاں ہے میرا بیٹا؟"

وہ تڑپا تو صنم ٹھیک ابراہیم کے سامنے آ رکی۔

"تمہارا حمرا علوی کے بچوں سے پہلے سلوک دیکھوں گی پھر اگر مجھے مناسب لگا تو تمہیں اپنے بیٹے کا بتاوں گی۔ میں نے سن رکھا ہے کہ تم اپنے بڑے بیٹے کو بہت ستاتے آئے ہو، حمرا اور اسکے باپ کی فیکٹریاں دیوالیہ کر دیں۔ وہ ہیموفیلک بھی ہے جانتی ہوں۔ اور چھوٹا، اس کی پیدائش نے تم سے تمہاری خاندانی بیوی چھین لی، حمرا اسی کو پیدا کرتے مری تھی۔ تو تم جب خود کو سنبھالنے لائق نہیں تو میں جاننا چاہتی ہوں وہ دونوں بچے کیسے پلے، کیسے سنبھلے"

ابراہیم کے چہرے پر خفیف سی پریشانی چلی آئی، یعنی وہ ہر چیز سے واقف تھی۔

"میں انیس سے ملی تھی، صرف یہی دیکھنے ملنا چاہتی تھی کہ تم اسے کیوں ستاتے ہو۔ پھر اتفاقاً ہماری ملاقات ہوئی۔ وہ مرنے کے بے حد قریب تھا، میں نے اسے ریسکیو کیا۔ اسکی آنکھیں بلکل میرے جیسی ستائی ہوئی آنکھیں ہیں۔ جن میں ایک طرف سکھ اور دوسری طرف دکھ ہے۔ بہت سے حساب ہوں گے ابراہیم پھر دیکھوں گی کیا مناسب ہے۔ اب اگر ہوش میں ہو تو جاسکتے ہو۔ امید ہے کچھ کھانے کو ضرور ہو گا تمہارے مینشن میں اس وقت۔ اپنے کپڑے لے جانا کسی اور دن۔ دھلوا دوں گی"

ابراہیم نے اس کے آخری جملے پر نظریں اٹھائیں، جیسے کچھ کہنا چاہتا ہو مگر الفاظ ساتھ نہ دے رہے ہوں۔

"صنم"

اس کی آواز میں ہلکی سی تھکن تھی۔

"میں انیس کو نہیں ستاتا، میں خود سے بھاگتا رہا ہوں اور وہ ہر بار میرے سامنے آ کھڑا ہوتا ہے۔"

صنم نے سرد نگاہوں سے اسے دیکھا، جبکہ وہ آج تک انیس سے کیے سلوک کو سوچ کر غم سے پھٹنے لگا۔

"بچوں کا کیا قصور ہوتا ہے ابراہیم؟"

یہ سوال سیدھا اس کے دل پر لگا، وہ خاموش ہو گیا۔

"وہ ہیموفیلک ہے، اسکی فکر میں میری ماں مر گئی۔ اسکی اپنی ماں اسکی فکر میں نیم پاگل رہنے لگی تھی۔ یہ سب دیکھ کر میں کیسے نارمل رہ سکتا تھا۔ مجھے اس سے بے تحاشا پیار ہے لیکن م۔ میں اسے اتنی ہی تکلیف دے بیٹھتا ہوں۔۔"

وہ بے حد مجبور ہو کر اپنا سر پیٹ گیا تو صنم اسکی طرف بڑھی، وہ ہر چیز کہتا گیا، جتنا اس نے انیس کو لہو کیا سب صنم کے آگے بولا تو صنم کا دل پھٹنے کو آ گیا۔

"تم جانتے تھے ناں اس بیماری میں کتنی احتیاط چاہیے ہوتی ہے؟ محبت اور فکر کی ضرورت ہوتی ہے ایسے بچوں کو اور اسکی وہ دیوانی ماں بھی اک نومولود بچے کو چھوڑ کر مر گئی۔ تم نے اس سب کا ذمہ دار اس معصوم کو قرار دے دیا ا۔۔ ابراہیم۔۔۔ کیسے؟"

ابراہیم کے چہرے پر کرب کی لہر دوڑ گئی جب صنم پھٹتے دل کے ساتھ اسکی طرف دیکھتے بولی۔

"کوئی اپنے جسم کو ایسے کیسے کاٹ سکتا ہے۔ تم لوگوں کے ہاں یہ روایت لگتی ہے ابراہیم علوی۔ مجھے لگا بس میرا بچہ محروم رہا، یہ تو حمرا کی روح بھی تڑپتی چھوڑ رکھی ہے تم نے اسکے بچوں کو ستا رلا کر۔ کیسے انسان ہو۔۔ کیسے

شوہر، کیسے باپ ہو۔ نیچ آدمی۔۔ کوئی اپنے بچے سے بھی ایسے نفرت کرتا ہے بھلا؟"

ابراہیم جیسے ہر لفظ پر سکڑتا چلا گیا۔ صنم کے لفظ تیر کی طرح اس کے سینے میں اتر رہے تھے، اور شاید پہلی بار وہ ان تیروں سے بچنے کی کوشش بھی نہیں کر رہا تھا۔

اس نے آہستہ سے سر جھکا لیا، انگلیاں بے اختیار کانپ رہی تھیں۔

"نفرت..."

اس نے بمشکل لفظ ادا کیا۔

"میں اس سے نفرت نہیں کرتا صنم، میں خود سے نفرت کرتا ہوں اور وہ ہر بار میرے سامنے آجاتا ہے میری سزا میں رکاوٹیں ڈالنے۔"

صنم کی آنکھوں میں نمی اتر آئی، مگر لہجہ اب بھی سخت تھا۔

"یہ کوئی جواز نہیں ہے ابراہیم۔ تم نے ایک بچے کو اس جرم کی سزا دی جو اس نے کیا ہی نہیں۔"

ابراہیم نے دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ ڈھانپ لیا۔

"جب وہ پیدا ہوا..."

اس کی آواز ٹوٹ گئی۔

"حمرا مر رہی تھی، ماں چیخ رہی تھی، ڈاکٹر کہہ رہے تھے بچہ کمزور ہے اور میں۔۔ میں بس کھڑا دیکھتا رہا۔"

اس کی سانس بھاری ہو گئی۔

"پھر جب وہ بڑا ہوا، ہر بار خون، ہر بار ہسپتال، ہر بار خوف... مجھے لگتا تھا میں اسے بچا نہیں سکوں گا اور میں ڈر گیا صنم، میں ہر بار ڈر گیا..."

صنم کے ہونٹ بھینچ گئے۔

"تو تم نے ڈر میں اسے توڑ دیا؟"

یہ سوال آہستہ تھا، مگر پہلے سے زیادہ گہرا۔

ابراہیم نے سر ہلایا، جیسے اعتراف کر رہا ہو۔

"میں اچھا باپ نہیں ہوں"

وہ دھیرے سے بڑبڑایا۔

"اور شاید اچھا انسان بھی نہیں۔"

صنم کا دل ایک لمحے کو نرم پڑا مگر اس نے فوراً خود کو سنبھال لیا۔

"یہ فیصلہ تم نہیں کرو گے ابراہیم، یہ تمہارے بچوں نے کرنا ہے۔"

ابراہیم نے دھیرے سے اس کی طرف آس سے دیکھا۔

"اور تم؟"

صنم نے اسکے سوال پر نظر ہٹالی۔

"میں؟"

وہ ہلکا سا مسکرائی مگر اس مسکراہٹ میں درد تھا۔

"میں تو بس دیکھ رہی ہوں کہ تم واقعی بدل سکتے ہو یا نہیں۔"

صنم کی خام خیالی کے بعد خاموشی پھیل گئی۔

"میں کوشش کروں گا بدلنے کی، انیس کے لیے، عدین کے لیے... اور..."

وہ رکا۔

"اور؟"

صنم نے بے اختیار پوچھ لیا، ابراہیم نے پہلی بار ہلکی سی نرمی سے اسے دیکھا۔

"اور اس بیٹے کے لیے جسے میں نے کبھی دیکھا بھی نہیں۔"

صنم کا دل زور سے دھڑکا، مگر وہ فوراً پلٹ گئی۔

"پہلے ان دونوں کے باپ بن جاؤ پھر کسی اور کا خواب دیکھنا۔"

ابراہیم نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ سر ہلایا۔

"مشکل کام دے رہی ہو تم"

صنم نے دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے رک کر اسکے لیے دفعان ہونے کے لیے راستہ چھوڑا جو مسکرا رہا تھا پر اسکی مسکراہٹ نم آنکھوں میں دفن کر دی گئی۔

"تم نے آسان راستے چن کر جو درندگی پھیلائی، اب مشکل راستے ہی تمہیں انسان بنائیں گے ابراہیم علوی۔ اب میرے گھر سے نکل جاو براہ مہربانی"

وہ سخت لہجے میں بولی نہیں، حکم سناتے بڑبڑائی جس پر ابراہیم نے قدموں کو اس تک لا کر روکا۔

"گھر سے نکال لو، دل سے مت نکالنا پلیز"

وہ اسکے دیکھنے کو یکسر نظر انداز کر گئی۔

"دیکھیں گے۔ انیس غانم علوی کو جب جب ستاو گے، یا ایون اب اپنی کسی بھی اولاد کو تم نے تکلیف یا نقصان دیا تو تمہارے ہاتھ باندھ کر طلاق نامے پر تم سے زبردستی دستخط کروا کے میں خود وہ کاغذات کورٹ میں جمع کروا کے آوں گی۔ اور تمہیں بتاوں گی اب میں تمہاری صنم نہیں بلکہ حمرا اور اپنی اولاد کی صرف ماں بچ چکی ہوں۔ اب جاو مجھے سونا ہے۔ تمہاری طرح ویلی نہیں ہوں۔ کلینک جانا ہوتا ہے مجھے"

وہ اسکے غرور پر قربان ہوا، ساری شرائط دل و جان سے منظور بھی کیں، گھر سے نکل بھی آیا، یہ سوچ کر کہ انیس کو جاتے ہی گلے لگا کر سب ٹھیک کر لے گا، نہیں ابراہیم علوی! اب سب ٹھیک کرنا آپکے بس کی بات نہیں رہی محترم!

شازان رضوانی اور اسکے لوگوں کی طرف سے یلغار برابر جاری تھی، اور انیس بھی اپنے لوگوں کے ہمراہ برابر مقابلہ کر رہا تھا، یہ جنگلی علاقہ ایک طرح حبس، بارود کی بو اور دھوئیں سے اٹ چکا تھا، عرشیہ کی آمد نے سبکو ہی سرپرائز کیا تھا لیکن کہیں نہ کہیں سبکو لگتا تھا کہ عرشیہ کا اس مشن میں شامل ہونا ضروری ہے کیونکہ اصل میں تو شازان رضوانی کا سب سے پہلا ٹارگٹ عرشیہ المیر ہی تھی۔

انیس کا دھیان عرشیہ کی وجہ سے بھٹک رہا تھا، لیکن ابھی تک اسکی شیرنی نے اسے بلکل مایوس نہ کیا تھا، شازان خود زخمی ہاتھ کی مرہم پٹی کروانے گاڑی میں بیٹھ چکا تھا، ردا نے اسکے ہاتھ کی پٹی کی پر وہ اپنے اگلے پلین کے لیے اب عرشیہ المیر کی خفاظت چاہتی تھی اور عرشیہ اس وقت زیادہ سیو کہاں رہ سکتی ہے یہ ردا اچھے سے جانتی تھی، وہیں سب کے بیچ فائرنگ کرتی عرشیہ، کال رنگ پر زرا سائڈ ہوئی جہاں اسکے فون پر عاصم کی کال آرہی تھی۔

"ابھی کال نہیں اٹھا سکتی بابا۔ کیا کچھ ضروری ہے؟"

عرشیہ نے انکی کال کاٹتے، میسج بھیجا جبکہ دھیان اسکا پیچھے اپنے جنگجوؤں کی جانب تھا، وہ یہاں انیس کے لیے آئی تھی تبھی اسے کوئی سوئی جتنی تکلیف بھی نہ چاہتی تھی، عاصم نے فاطمہ کے بارے عرشیہ سے ڈسکس کرنا تھا پر وہ ملک ہولڈ نگز سے کافی دیر پہلے نکل چکی تھی، عاصم کال بھی تبھی کر رہا تھا۔

"ہاں۔ مجھے تم سے مشورہ چاہیے۔ کب تک آو گی؟"

عاصم نے اسے فوری ریپلائے دیا، جسے سین کرتے ہی عرشیہ نے میسج لکھا۔

"آج مشکل ہے، کل ہی آپاوں گی۔ کچھ ارجنٹ ہے تو وائس میسج کر دیں۔ میں فری ہو کر جواب دے دوں گی"

عرشیہ کو فون پر مصروف دیکھتے انیس نے شکر ہی کیا کہ یہ لڑکی پیچھے ہٹ گئی پر یہ انیس کی خوش فہمی تھی کہ آج وہ پیچھے ہٹنے والی ہے۔

"نہیں۔ تفصیلی بات کرنی ہے۔ فری ہو کر مجھے کال کر لینا۔ اپنا خیال رکھنا میری جان"

عاصم نے مایوس ہو کر میسج ریپلائے کیا اور فون میز کی سطح پر رکھے کرسی سے ٹیک لگائی ہی کہ فاطمہ کی کال نے اسکے موڈ کو مزید برا کر دیا، لیکن وہ اسکی کال اگنور نہیں کر سکتا تھا، جس طرح کی وہ جذباتی اور خطرناک تھی، عاصم رسک نہیں لے سکتا تھا تبھی اس نے کال پک کی، شمش الدین تو اس بد دماغ بیٹی سے سر کھپا کر تھک گئے تھے تبھی سونے چلے گئے پر وہ اب عدین کے بعد عاصم کو بھی جھاڑنا چاہ رہی تھی۔

"یمل کیوں رکا ہے علوی مینشن؟ تم نے کیوں اجازت دی اسے عاصم؟ اسطرح وہ ہمارا اور ملک پیلس کا عادی کیسے ہو گا؟ تم مجھے کیوں جانور بننے پر مجبور کر رہے ہو"

ناک کے نتھنے پھلا کر کمرے میں ٹہلتی ہوئی فاطمہ نے غرانے کے سنگ تنبیہی لب ولہجہ اختیار کیا تو عاصم نے کن پٹی کو ہاتھ کی دو آنگلیوں میں دبایا۔

"اسکی بہن ہے وہاں۔ دوست ہے۔ وہ جب چاہے وہاں رک سکتا ہے۔ جانور تو تم کل رات بن چکی ہو فاطمہ، بلکہ ناگن۔ اب تم مجھے مجبور مت کرو کہ میں تم جیسی ناگن کا سر کچل ڈالوں۔ تمہاری وجہ سے آج میں بھی پیلس نہیں آ رہا۔ اپنا دماغ ٹھنڈا کرو ورنہ تمہیں پچھتانے کا موقع بھی نہیں ملے گا۔ بائے"

عاصم نے سختی کے سنگ کہہ کر رابطہ توڑا تو فاطمہ نے فون کان سے ہٹا کر سکرین دیکھتے آنکھوں میں کینہ اور حسد جی بھر کر سمیٹا پھر وہ وحشیانہ ہنسی۔

"تمہاری اکڑ اب کیسے توڑنی ہے، وہ میں جانتی ہوں عاصم۔ دیکھتے جاو"

کل سے زیادہ بگھڑی اور بپھری وہ آج لگ رہی تھی، جبکہ دوسری طرف دو طرفہ یلغار کچھ حد تک تھمی تھی، لگ بھگ شازان رضوانی کے تمام دفاعی

لوگ مارے جا چکے تھے، لیکن وہ عرشیہ المیر کو دیکھنے کے بعد بضد تھا کہ اسے لیے بنا نہیں جائے گا۔

"تم اب جاو گھر عرشیہ، اب خطرہ بڑا ہے۔ سمجھو۔ وہ جان چکا ہے کہ تم یہاں ہو"

انیس اسکی بازو پکڑ کر زرا سائڈ لایا تا کہ اسکی ہیروئن اب زرا اپنی شوخیاں مارنا کم کرے۔

"کونسا گھر، کیسا گھر؟ کہاں کا گھر، میرا گھر تو تم ہو۔ تمہارے ساتھ اس جنگل میں چھوٹا سا گھر نہ بنالوں انیس؟ کیا کہتے ہو؟ کتنا سکون ہے یہاں، مانا مجھے جنگلی جانوروں سے ڈر لگتا ہے لیکن میرا اپنا ذاتی چیتا ہے ناں میری حفاظت کو"

وہ اسے کیا کہہ رہا تھا اور یہ بد دماغ لڑکی کونسے خیالی پلاو بنا رہی تھی۔

"اچھا۔ دو کپڑے تو تم سے دھلے نہیں تھے فارم ہاوس، ہاتھوں کو موت آگئی تھی۔ اور باتیں اسکی سنو۔ یہاں ہم رہے تو سب کام خود کرنے ہوں گے تمہیں۔ چولہا بھی لکڑی والا جو چند دن میں تمہارا گورا رنگ، درختوں کے تنے سا بھورا کر دے گا۔ رہنا ہے تمہیں۔؟"

وہ اتنے بھیانک نتائج سن کر مسکین سا مسکائی۔ "نہیں۔ ویسے علوی مینشن برا نہیں رہنے کے لیے"

وہ کان کھجانے کے ساتھ آنکھیں بھی پھیر گئی جس پر انیس سمیت باقی سب بھی عرشیہ کی بہادری پر مسکرا دیے۔

اس کے معصوم سے اعتراف پر انیس کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ آئی ہی تھی کہ اچانک پیچھے کھڑے علیم خان کے فون کی وائبریشن نے فضا بدل دی۔

علیم خان نے اسکرین پر نظر ڈالی اور اس کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔

"کیا ہوا؟"

انیس فوراً علیم خان کی طرف بڑھا، علیم خان نے چند لمحے خاموش رہ کر موبائل اس کی طرف بڑھایا۔

"ردامراد کا پیغام ہے..."

انیس نے تیزی سے علیم خان کے ہاتھ سے موبائل لیا، نظریں اسکرین پر دوڑیں اور اگلے ہی لمحے اس کی آنکھوں میں آگ اتر آئی۔

"ناممکن!"

اس کی آواز اتنی بلند تھی کہ اسکے پاس کھڑے سب چونک گئے، عرشیہ بھی آگے آئی کیونکہ اسے جاننا تھا کہ کیا معاملہ ہے، انیس غصے سے پاگل ہو رہا تھا، اسکا بس نہ چلا وہ اس ڈیمانڈ کرتے فرد کا گلا کاٹ دے، خود عرشیہ پریشان ہوئی کہ انیس ایسے غصے سے کیوں پھٹنے اور شازان کو مار کر آنے پر تل گیا۔

"انیس۔۔۔ دماغ خراب ہے۔ آگے مت جاو۔ وہ لوگ تاک میں ہیں۔ علیم بھائی کیا کہا ہے ردا نے ؟"

بمشکل عرشیہ نے انیس کو پکڑ کر روکتے ساتھ پریشان ہو کر علیم خان سے پوچھا، مہویر، عصر اور عامر تینوں بھی انکی سمت آ رکے۔

"وہ چاہتے ہیں کہ ہم عرشیہ کو شازان رضوانی کے حوالے کر دیں"

علیم خان نے دھیرے سے سبکو اطلاع دی۔

"ردا صاحبہ نے گارنٹی دی ہے کہ وہ اپنی جان سے بڑھ کر عرشیہ کی حفاظت کریں گی، تبھی شازان یہاں سے ہٹے گا۔ کیونکہ ردا کہہ رہی ہیں شازان کے مزید ٹرینڈ لوگ آ رہے ہیں۔ اور وہ چاروں طرف سے آئیں گے۔ ہم میں سے کوئی بھی زندہ بچ کر نہیں جا سکے گا"

علیم خان نے اس موقعے کی نازکی کے بارے جیسے سبکو اطلاع دی، عرشیہ نے گھبرا کر انیس کو دیکھا، اسکی رحم طلب نظروں کو انیس نے سرے سے رد کیا۔

"میں مر جاؤں گا لیکن عرشیہ کو اس خبیث کے حوالے نہیں کروں گا۔"

اس نے بے اختیار عرشیہ کی طرف دیکھا جیسے اسے فوراً اپنے پیچھے چھپالینا چاہتا ہو، غصے اور طیش سے انیس کی آواز بھاری ہوئی تھی۔

"کیا وہ لوگ واقعی چاروں طرف سے آرہے ہیں"

عرشیہ نے ڈر کر چاروں طرف نگاہ دوڑائی، چاندنی کی مدھم روشنی اور گاڑیوں کی ہیڈ لائٹس کے آر پار گھپ سناٹا اور ویرانی تھی۔

"وہ آسمان سے بھی ٹپک آئیں تب بھی تمہیں اسکے حوالے نہیں کروں گا"

انیس نے اسکو سخت نظروں میں لیتے وارن کیا جس نے رحم طلب نگاہیں اس بار عصر اور مہویر پر ڈالیں کہ وہ انیس کو سمجھائے، رد اپر بھروسہ کرنا ہو گا ورنہ وہ سب لوگ مارے جاتے۔

"کوئی اور راستہ نکالو..."

انیس نے دانت بھینچ کر سبکو کہا۔

"میں اسے ان لوگوں کے حوالے نہیں کروں گا... کبھی نہیں۔"

مگر اسی لمحے جھاڑیوں کے پیچھے ہلچل ہوئی، انیس کی نظر فوراً ادھر گئی۔ پہلے چار، پھر چھ... پھر دس مسلح آدمی درختوں کے پیچھے سے نکل آئے۔

اور ان کے درمیان، شازان رضوانی کھڑا تھا۔

اس کے ہونٹوں پر وہی گھٹیا سی مسکراہٹ تھی جسکے لیے وہ مشہور تھا۔

"بڑی محبتیں چل رہی ہیں یہاں"

وہ طنزیہ بولا، اسکے ہمراہ گن پکڑتی ردا بھی ساتھ آ کھڑی ہوئی جو انھیں اس خطرے سے پہلے ہی آگاہ کر چکی تھی، انیس کا جبڑا سخت ہو گیا۔

اس کے اپنے لوگ بھی فوراً پوزیشن میں آ گئے مگر تعداد واضح طور پر کم تھی۔

"ہم گھیرے جا چکے ہیں سر"

علیم خان نے آہستہ سے سرگوشی کی کیونکہ بائیں جانب سے بھی مسلح افراد انکی سمت آ رہے تھے، انکے ہاتھوں میں جدید گنز تھیں، ایسی گنز جو انکے چیتھڑے کر سکتی تھیں، انیس کے چہرے پر سختی بڑھ گئی۔

"پھر بھی لڑیں گے"

انیس نے بغیر ہچکچاہٹ کہا مگر اس وقت جو صورتحال تھی اس میں جوش سے نہیں، ہوش سے کام لینا اہم تھا۔

"نہیں..."

یہ آواز عرشیہ کی تھی، سب کی نظریں اس پر گئیں۔

وہ آہستہ سے انیس کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔

"یہ پاگل پن مت کرو انیس"

اس نے نرم مگر سنجیدہ لہجے میں انیس کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں لیا، شازان اور اسکے لوگ کچھ فاصلے پر تھے، وہ لوگ عرشیہ کو انیس کے قریب دیکھ تو سکتے تھے پر وہ کیا بول رہی ہے یہ سننے سے یکسر قاصر تھے۔

"میں تمہیں اس کے حوالے نہیں کروں گا عرشیہ۔ تم ایسا سوچ بھی کیسے سکتی ہو۔؟"

انیس کی آواز اسے یہ سمجھاتے بھاری ہو گئی، عرشیہ نے ہلکی سی مسکراہٹ دی مگر اس کی آنکھوں میں نمی تھی۔

"ہیرو بننے کا شوق بعد میں پورا کر لینا پہلے زندہ رہو۔ اور یہ یاد رکھنا کہ میری تم جان ہو پر یہ جو تمہارے ساتھ آئے ہیں، یہ بھی تمہاری ذمہ داری ہیں۔ محافظ ہو تم انکے۔"

وہ اسکی سرگوشی سن کر اپنی سانس رکتی محسوس کر رہا تھا، اسکی نظریں شازان کی مکرو مسکراہٹ پر جمی تھیں۔

"عرشیہ نہیں۔"

اس نے بے بسی سے منت کی تو وہ اس کے اور قریب آ گئی۔

"دیکھو انیس یہ لوگ تم سب کو مار دیں گے... تمہیں، علیم خان کو، مہویر کو۔۔ عصر کو، سب کو۔"

وہ اسکو ہوش دلانے لگی تھی پر وہ اس وقت غضب سے پاگل ہو رہا تھا۔

"تو مار دیں مجھے کسی کی پرواہ نہیں۔ لیکن میں یہ نہیں کر سکتا"

اس نے فوراً عرشیہ کے ہاتھ پکڑ کر ہٹاتے اسکو بازو سے پکڑ کر تنبیہی انداز میں وارن کیا تو انیس کا ضبط دیکھتے عرشیہ کی آنکھیں بھر آئیں۔

"وہ مجھے نہیں مارے گا۔ تم سبکو مار دے گا۔ کیا میں تم سبکی لاشیں دیکھ بھی پاوں گی؟ بولو۔۔۔ ہوش سے کام لو انیس۔۔۔ پلیز۔۔۔"

وہ اس سے روتے ہوئے منت کر اٹھی پر وہ مسلسل نفی میں گردن ہلا رہا تھا۔

"میں جا رہی ہوں۔ ٹھیک ہے ناں؟۔۔"

اس نے دھیرے سے کہا۔

"نہیں!"

انیس نے فوراً اس کی کلائی پکڑ لی۔

"میں تمہیں جانے نہیں دوں گا..."

عرشیہ نے اس کی گرفت پر اپنا دوسرا ہاتھ رکھ دیا۔

"میرے ذاتی چیتے ہو تم... تو اب مجھے بچاؤ، ضد چھوڑ کر۔"

انیس کی آنکھیں سرخ ہو گئیں۔

"وہ تمہیں نقصان پہنچائے گا"

انیس کے سہم کر کہنے پر عرشیہ نے سر نفی میں ہلایا۔

"ردا ہے ناں اور تم بھی تو ہو، مجھے واپس لینے آ جاؤ گے۔ میں تمہیں اپنے ہوتے کیسے موت کے منہ میں جھونک دوں۔۔ تم نے اس ڈری سہمی عرشیہ کو بہت بہادر بنا دیا ہے۔ کمزور نہیں ہوں۔ وعدہ کرتی ہوں اسے خود کو چھونے بھی نہیں دوں گی۔ جس طرح تمہاری حفاظت کی ہے۔ اپنی بھی کروں گی۔۔۔ ہمیں ردا پر بھروسہ کرنا ہو گا انیس۔۔ میری جان ہو ناں تم۔۔۔ مان جاو۔ تم لوگ ابھی محفوظ ہو کر نکلنا اور پوری تیاری کے ساتھ مجھے لینے آنا۔"

عرشیہ نے ہلکا سا مسکرانے کی کوشش کی مگر انیس مسلسل نفی میں سر ہلا رہا تھا، اسکا سوچ کر ہی دم گھٹ رہا تھا۔۔

"میں نہیں کر سکتا عرشیہ۔ ہم ان سب سے نمٹ لیں گے۔ بھروسہ کرو"

اس شخص کی مضبوط آواز ٹوٹ گئی، عرشیہ نے آہستہ سے اس کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے لیے۔

" کبھی کبھی محبت کا مطلب ساتھ رہنا نہیں ہوتا"

اس نے نرم آواز میں کہتے انیس کی رخسار چومی تو انیس کا دل جیسے حلق میں آگیا، ہر کوئی دم سادھ چکا تھا، شازان رضوانی کی آنکھوں سے لہو سا ابل اٹھا۔

" کبھی کبھی چھوڑنا بھی ہوتا ہے تاکہ سب زندہ رہ سکیں۔ میں اور ردا شاید تمہارے آنے سے پہلے ہی اس کتے کو عبرت بنا دیں۔ اپنی عرشیہ پر تم بھی بھروسہ کرو۔ میں بھی کر رہی ہوں کہ تم ہو میرے لیے۔۔۔ میری جان ہو

تم انیس۔اس شخص کو یہ ظاہر مت کرو کہ میں تمہاری کمزوری
ہوں۔۔۔ آنسو تو آنے بھی مت دینا میری ان فیورٹ آنکھوں میں"

انیس کے جبڑے سخت ہو گئے،اس نے نظریں جھکا کر خود کو سنبھالنے کی کوشش کی مگر اس کے ہاتھ اب بھی عرشیہ کے ہاتھوں میں قید تھے۔

عرشیہ نے آہستہ سے اپنی گرفت ڈھیلی کی اور خود کو اس سے الگ کیا۔

وہ پلٹی مگر قدم رک گئے۔

ایک بار پھر مڑی اور اس کی طرف دیکھ کر مسکرائی،شوخ،بہادر
مسکراہٹ... جو اندر کے خوف کو چھپا رہی تھی۔

"میرا دل تمہارے پاس ہے۔یاد رکھنا"

یہ کہہ کر وہ آگے بڑھی، اسکا انیس کے ہاتھ سے چھوٹتا ہاتھ مہویر، عصر اور علیم تینوں کی آنکھیں سرخ کر گیا، سبکی امید بھری نظریں ردامر اد پر جمی تھیں جو انھیں آنکھوں سے مکمل بے فکر ہونے کا اشارہ کر رہی تھی۔

عرشیہ جیسے ہی اپنی گن انیس کی طرف پھینکتی آگے بڑھی، شازان رضوانی کے آدمی فوراً الرٹ ہو گئے۔

انیس نے بے اختیار ایک قدم آگے بڑھایا مگر مہویر نے فوری اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے، دوسرے ہاتھ سے اسکی بازو دبوچ کر روکا۔

"نہیں علوی"

اس نے دھیرے سے منع کیا۔

"اس کی قربانی کو ضائع مت کر"

انیس کی مٹھی بھنچ گئی، شازان رضوانی کی نگاہیں عرشیہ پر جمی تھیں مگر جب وہ انیس کے پاس سے گزری، اس نے آہستہ سے سر جھکا کر سرگوشی کی۔

"آنسو مت آنے دینا، مضبوط رہنا ورنہ میں واپس آ کر لڑائی کروں گی۔ اور وہ بھی جنگلی بلی والی لڑائی"

انیس کی آنکھیں جلنے لگیں مگر اس نے پلکیں سختی سے بند کر لیں، عرشیہ شازان کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔

"چلو..."

اس نے خود ہی شازان کی آنکھوں میں آنکھیں گاڑیں، وہ نجس آدمی قہقہہ لگا اٹھا۔

"میں تمہارے ساتھ جا رہی ہوں اب اپنے لوگوں کو ہٹاؤ۔ ان سبکو جانے دو"

شازان نے زہریلی مسکراہٹ دی۔

"بڑی بہادر بن رہی ہو چوزی"

شازان کے استفسار پر عرشیہ نے کندھے اچکا دیے۔

"کیونکہ میں اکیلی نہیں ہوں..."

اس نے پیچھے کھڑے انیس کی طرف ایک لمحے کو دیکھا جسکی جان اسکی آنکھوں میں اٹکی تھی پھر دوبارہ سیدھی کھڑی ہو گئی۔

شازان نے اشارہ کیا، اس کے آدمی پیچھے ہٹنے لگے۔

انیس کی سانس جیسے رک گئی، عرشیہ گاڑی کی طرف بڑھی پھر اچانک رک گئی، اس نے مڑ کر آخری بار انیس کو دیکھا۔

"میری جان"

ہونٹوں سے بے آواز کہا اور پھر وہ گاڑی میں بیٹھ گئی، دروازہ بند ہوا اور انیس کو پہلی بار لگا جیسے جنگل کی خاموشی نے اس کے دل کو چیر کر رکھ دیا ہو، کیا واقعی اس نے اپنے ہاتھوں سے عرشیہ اس خبیث کو تھما دی ہے؟ اسکا سر جیسے شدید درد سے پھٹنے سا لگا، انیس کو لڑکھڑاتا دیکھتے مہویر اور عصر پوری رفتار سے اسکی طرف دوڑے تھے۔

"انیس"

عصر نے تیزی سے اس کے کندھے تھامے جب وہ واقعی لڑکھڑا کر ایک قدم پیچھے لہرا گیا، مہویر نے فوراً اس کا بازو پکڑ کر سنبھالا۔

"خود کو سنبھال علوی، ہوش میں آ"

مہویر نے دھیرے مگر مضبوط لہجے میں اسے ہوش دلائی مگر جو کچھ ہوا اس نے ہر طرف نادیدہ آگ بھڑکا دی تھی، وہی آگ انیس کے وجود کو جلا کر

بھسم کر رہی تھی، اگر عرشیہ کو کچھ بھی ہوتا تو کیا انیس کبھی آسان سانس لے سکتا تھا؟ کیا کبھی وہ اس پچھتاوے سے نکل پاتا؟ ہرگز نہیں۔

"ک۔۔ کیسے سنبھالوں۔ تم سب نے دیکھا نہیں کیا؟ جو یہاں ہوا۔۔ کیسے وہ زلیل آدمی اسے لے گیا۔ کیسے دے سکتا ہوں میں اسے عرشیہ۔ میرا دل کیوں نہ پھٹا آخر۔ لعنت ہو مجھ پر۔۔"

انیس نے اپنے بازو جھٹکے اور جھک کر عرشیہ کا فون اور گن اٹھاتے اپنا آپا کھو سا دیتے دھاڑ کر خود پر عتاب اتارا، عامر کو کچھ لوگوں کے ہمراہ عصر نے فوری ان گاڑیوں کے پیچھے روانہ کیا تاکہ اس خبیث کے ٹھکانے کی کنفرمیشن مل سکے، جبکہ خود اس وقت وہ تینوں انیس کے آگے پیچھے کھڑے تھے، شازان رضوانی اپنے لوگوں سمیت وہاں سے جا چکا تھا، اسکے بعد میں آنے والے سب لوگ بھی چلے گئے تھے۔

"یہ وقت ٹوٹنے کا نہیں ہے انیس۔"

انیس کی نظریں ابھی بھی اسی سمت جمی تھیں جہاں شازان رضوانی کی گاڑی درختوں کے بیچ غائب ہو چکی تھی۔ اس کی سانسیں بے ترتیب تھیں، دونوں جبڑے سختی سے بھنچے ہوے تھے۔

"میں نے..."

اس کی آواز بمشکل اسکے حلق سے نکلی۔

"میں نے اسے خود اپنے ہاتھوں سے دے دیا، ان ہاتھوں سے"

انیس نے اپنے ہاتھ کا مکا پوری قوت سے کھردرے درخت پر مارنے کی کوشش کی پر مہویر نے بروقت اسکا رفتار سے ہوا میں چلتا ہاتھ مضبوطی سے تھاما، اس وقت وہ لوگ جس صورتحال میں قید تھے، انیس کے بہتے خون کو آفورڈ نہیں کر سکتے تھے۔

مہویر نے فوراً نفی میں سر ہلائے انیس کو اس جذباتیت سے باہر گھسیٹ کر نکالا۔

"نہیں علوی، تُو نے اسے بچایا ہے اور اس نے ہم سب کو۔"

انیس نے سر جھٹک کر اذیت سے آنکھیں بند کر لیں، جیسے اس ایک لمحے کو دوبارہ جھیل رہا ہو جب عرشیہ اس کے سامنے سے گزری تھی۔

"اگر اسے کچھ ہو گیا تو؟"

اس کی آواز مہویر اور عصر کو دیکھتے ٹوٹ گئی تبھی علیم خان کو ایک بار پھر ردا کا میسج موصول ہوا۔

"کچھ نہیں ہو گا انھیں سر۔"

علیم خان آگے بڑھا تو ان تینوں نے بیک وقت انیس کے منہ کی طرف دیکھا۔

"مطلب؟"

انیس نے عصر اور مہویر کے بیچ سے گزرتے علیم تک فاصلہ سمیٹا جس پر علیم نے اپنا فون انیس کو پکڑایا جہاں ردا کا میسج تھا۔

"عرشیہ کو وہ میرے ہوتے چھو بھی نہیں سکتا۔ انیس غانم کو کہو کہ وہ اس وقت اتنی ہی محفوظ ہے جتنی اس کے ساتھ ہوتی ہے۔ میں تم سبکو ابڈیٹ دیتی رہوں گی۔"

ردا کا میسج پڑھنے کے باوجود انیس کی گھبراہٹ، اسکا بے چین سینہ، اسکا پورا وجود رتی برابر سکون نہ پا سکا۔

"ہم ابھی نکل رہے ہیں انکے پیچھے"

اس کی آواز اب بدل چکی تھی، درد کے ساتھ اب ایک خطرناک سا عزم پیدا ہو چکا تھا۔

"نہیں ہرگز نہیں"

اس بار عصر نے ان سبکو روکتے قریب رک کر باری باری سبکی طرف دیکھا۔

"ایسے نہیں۔ وہ یہی چاہتا ہے کہ ہم جذبات میں آکر غلطی کریں۔ عامر پیچھا کر رہا ہے۔ رداوہاں عرشی کے ساتھ ہے۔ یعنی ہمارے پاس وقت ہے کہ ہم اچھے سے تیاری کریں۔ تم سب نے دیکھا تھا خود اپنی اپنی آنکھوں سے کہ اسکے پاس لوگوں کی پوری آرمی ہے۔ بنا تیاری کیے حملہ کر دینے کا نتیجہ سب نے دیکھ لیا ناں، وہ بیغریت ہمارے سامنے سے عرشی کو لے گیا اس لیے ہوش پکڑو سب"

عصر نے بلکل صحیح تاکیدیں ارسال کیں جبکہ وہ منظر یاد آیا تو انیس نے دانت نکوس سے لیے۔

"میں انتظار نہیں کر سکتا۔ میری جان سولی پر ٹنگی ہے سمجھو تم لوگ"

انیس نہ تو کسی کو سن رہا تھا نہ سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا اور وہ اپنی جگہ ٹھیک بھی تھا۔

"تم نے ابھی اس سے وعدہ کیا ہے مضبوط رہنے کا۔"

عصر نے اسکی بازووں کو دبوچے جب کہا تو یہ جملہ سیدھا اس کے دل پر لگا، انیس چند لمحے خاموش رہا... پھر اس نے گہری سانس لی۔

"ٹھیک ہے ہم تیار ہو کر جائیں گے، تم سبکے پاس جتنے لوگ ہیں سب کو بلا لو۔ وولف! اپنے سارے پرانے لوگ واپس لاو۔ اس بار کسی کو بھی نہیں چھوڑوں گا۔"

انیس کی الٹی کھوپڑی میں جب بات سمائی تو سب ہی نے ایک ساتھ شکر کی سانس کھینچی۔

مہویر کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ آئی ورنہ اب بھی یہ جذباتی وولف پر وکچھ نہ سمجھتا تو ان تینوں سانڈوں نے مل کر انیس کی پھینٹی لگا دینی تھی۔

.._____..

سوہا، سیوانی سے واپسی پر سیدھا علوی مینشن ہی آئی تو پتا چلا کہ سب نوجوان اور عرشیہ کسی اہم کام کی وجہ سے غائب ہیں، جبکہ عدین اور یمل کو تو شماس صاحبہ اور رضی سومرو کی صورت ایک پیاری سی شفیق دنیا مل گئی تھی، وہ تبھی فجر کے ساتھ عدین کے کمرے میں چلی گئی تھی۔

"اب اجازت دو انھیں تم دونوں۔ یہ ویسے بھی پرسوں واپس جا رہے ہیں۔"

سوہا نے ان دونوں پٹاکوں سے اپنے اکلوتے والدین مانگ لیے پر وہ دونوں بلکل بھی رضامند نہ تھے، خود فجر عدین اور یمل کے ساتھ تھی۔

"نہیں ناں سوہا آنٹی۔ آج انکو یہاں رکنے دیں ناں۔ اتنے دن سے تو آپ نے انکا پیار لوٹا ہے۔ بس میں نہیں جانے دے رہا"

عدین نے باقاعدہ شماس صاحبہ سے لپٹ جاتے لاڈ سے ٹری لگا ڈالی، البتہ یمل بھی اس کاروائی میں عدین کے ساتھ تھا۔

"آپکے پیرنٹس بہت سوئیٹ ہیں سوہا آنٹی۔ آئی وش سب کے پاس ایسے ماں باپ ہوں"

یمل نے بھی جب یہ کہا تو رضی سومرو نے اسے اپنی بازو کا پدرانہ حصار بخشا۔

"تو ہم تم سبکے ماں باپ بھی تو ہیں۔ سوہا تو اب سوتیلی سوتیلی لگتی ہے یقین کرو۔ ماشاء اللہ سے اتنے بچے مل گئے ہمیں"

سوہا کی نظریں یمل پر پیار سے جمیں کیونکہ وہ اسکی حسرت بھانپ کر دل تک افسردہ ہوئی تھی جبکہ رضی سومرو نے تو جیسے یہ بات کیے سوہا کو منہ پھلانے کا ہوش دلایا ورنہ وہ یمل کو ہی دیکھتی رہ جاتی۔

عدین کھسیانی ہنسی ہنسا کہ سوہا آنٹی کے امی ابو پر کامیابی سے انہوں نے قبضہ جمالیا ہے۔

"اور کیا۔ تم سب ہماری جان کے حصے ہو۔ اللہ تم سبکو آباد رکھے"

شماس صاحبہ نے بھی جیسے دل سے دعا دی، سبکے مسکراتے چہرے اور دل، آمین کہتے نظر آئے۔

"میرا کبھی کبھی دل چاہتا ہے میں دل کو اچھے لگتے سب لوگوں کو یہاں لے آوں تاکہ ہم سب ایک ساتھ ہی شفٹ ہو جائیں۔ کاش ہر بچے کو اسکی فیملی اور ماں باپ چننے کا حق ملتا"

عدین کی بات پر وہ سب اسکی طرف دیکھنے لگے، اسی لمحے ابراہیم جو آتے ہی انیس کو دیکھنے گئے تھے پر اسے کمرے میں نہ پائے جب وہ عدین کے کمرے میں آئے تو ان سبکو دیکھ کر وہ شخص وہیں دروازے میں رک گیا۔

"ایسا کیوں کہا تم نے عدین؟"

سوہا کو اسکی بات جیسے پریشان کر گئی، باقی سب بھی ہوئے۔

"اگر مجھے میری فیملی چننے کا اختیار ہوتا تو میں بس بھیو کو چنتا۔ نہ مما کو چنتا نہ ہی بابا کو۔ مما اس دنیا میں چھوڑ گئیں، مر گئیں اور بابا جیتے جی غافل رہے۔ کیا

فائدہ دیا ان دونوں نے مجھے۔ جب میرا ہونا، مسکرانا، میری خوشی، میرا اطمینان صرف میرے بھیو کی بدولت قائم ہے"

سبکی آنکھوں کو اس حساس بچے نے نم کر دیا، اور یہ ابراہیم علوی کے سینے پر اک زوردار چابک تھی، وہ سمجھتا تھا عدین کم از کم اسکے پاس ہے لیکن ابراہیم کی آنکھیں یہ چابک اچھے سے کھول چکی تھی کہ وہ ایک نہیں، اپنے دونوں بیٹوں کو کھو بیٹھا ہے، شاید تیسرے کو بھی۔

"ایسے نہیں کہتے عدین جان، تمہاری مما تمہیں اس دنیا میں لائیں۔ بابا کچھ نہ بھی کریں تو انکا سایہ بھی بہت ہوتا ہے۔ مجھے دیکھو میں اپنے والدین سے بہت ناراض ہوں کیونکہ انہوں نے برا کیا پھر بھی انکے خیریت سے ہونے پر مجھے اور میرے محفوظ ہونے پر انھیں سکون میسر ہے۔ ماں باپ جیسے بھی ہوں انکا احسان ہم بچے مر کر بھی نہیں اتار سکتے"

فجر نے عدین کی یہ تکلیف مٹانے کی کوشش کی مگر یمل بھی جیسے فجر آپی کے الفاظ سے الجھا۔

"مجھ پر بھی ہے کیا میرے پیرنٹس کا احسان آپیا؟"

یمل کے سوال پر فجر نے پیار سے اسکی طرف دیکھا۔

"آفکورس۔ کیا پتا انکی کیا مجبوری رہی ہو۔ کیا پتا انکی بے بسی تمہاری اب تک کی سہی ہر تکلیف سے بڑی رہی ہو۔"

فجر نے اسے بہت نرمی سے سمجھایا۔

"بلکل۔ ماں باپ کا نعم البدل کوئی نہیں ہو سکتا۔ وہ اولاد کی ہر کوتاہی بند آنکھیں کیے بخش دیتے ہیں۔ میری مثال تم سب کے سامنے ہے۔ میں نے ان پیاری ہستیوں کا بے حد دل دکھایا، انھیں رلایا، انکو اپنی جدائی دی۔ ان سے لڑی لیکن انہوں نے سب معاف کر کے مجھے اپنے دل سے لگایا۔ ماں باپ کوئی فرشتے نہیں ہوتے میرے بچو کہ ان سے غلطیاں نہیں ہو

سکتیں۔ وہ بھی بھٹک سکتے ہیں۔ وہ بھی ظلم ڈھا سکتے ہیں۔ لیکن باخدا وہ برے نہیں ہوتے، اپنے بچوں کے لیے تو کبھی نہیں ہوتے"

اس بار سوہا بولی، اور ایک بار پھر ان سبکی آنکھیں بھیگ گئیں، خود دروازے میں کھڑے ابراہیم علوی کے پھٹے دل پر جیسے سوہا کے الفاظ نے مرہم رکھا، حالانکہ سوہا چاہتی تو یمل کو اسکے والدین کے اور خلاف کر دیتی پر وہ ماں باپ کی اہمیت اب اچھے سے جان چکی تھی۔

"مطلب میرے بابا دل سے واقعی برے نہیں؟"

عدین کے لہجے میں اک آس تھی، سب نے عدین کی طرف آزردگی سے دیکھا۔

"بلکل نہیں۔ کیا پتا وہ ایسے کیوں ہو گئے۔ کیا پتا کونسا درد، انکی باپ والی شفقت ورتبے پر حاوی ہو گیا۔"

اس بار شماس صاحبہ نے اسکا سر چومے بتایا تو وہ بھیگی آنکھوں سے انھیں اور پھر سبکی طرف دیکھ کر مسکرایا۔

"اور میرے پیرنٹس؟ میں کیسے معاف کروں انکو؟ بتائیں۔ مجھے میری مما سے کوئی کشش تک محسوس نہیں ہوتی۔ ہاں بابا سے ہوئی جب وہ میرے سرہانے بیٹھ کر روئے تھے۔ یہ بتانے کہ انھیں مجھ سے پیار ہے۔ مجھے ڈر لگتا ہے وہ الگ ہو جائیں گے"

یمل کے خوف دیکھتے سوہانے ہاتھ بڑھایا۔

"یہاں آو میرے پاس۔ ادھر آو میری جان"

وہ روہانسا ہو کر اٹھتا بیڈ سے اترے کاوچ کی طرف بیٹھی سوہا تک آیا تو اس نے اسے اپنے ساتھ جگہ دیتے اپنی بازو اسکے اطراف حصاری جبکہ عدین نے اکلوتا بنے شماس نانو و اور رضی نانو کے بیچ میں جگہ سنبھالی، ابراہیم نے اپنے بھاری قدم لاؤنج کی طرف بڑھا دیے تھے۔

"تم اپنی مما کو وقت دو۔ پیار سے بات کرو۔ توجہ دو۔ تم دو کے بیچ کی کشش جاگ جائے گی۔ میں بھی عرشیہ کی کچھ وقت بہت لاپرواہ ماں بنی رہی، اس بیچ اسے بھی مجھ سے کشش محسوس ہونا بند ہو گئی تھی۔ مجھے یقین ہے تم اپنی مما کو بدل دو گے۔"

وہ سوہا کی طرف دیکھے امید افزاء مسکرایا۔

"آپ سے مماوالی کشش مجھے محسوس ہو رہی ہے۔ جتن بھی نہیں کرنے پڑے"

وہ یمل کو اپنے سینے بے اختیار لگا گئی کیونکہ وہ تھا ہی بہت پیارا۔

"ہے ناں۔ میں بھی جب سوہا آنٹی سے پہلی بار ملا تھا مجھے بھی یہی محسوس ہوا تھا۔ اور میں نے تو عرشیہ سے بھی کہا تھا کہ انکی مما کتنی پیاری ہیں۔"

عدین نے بھی جیسے افسردہ سے ماحول میں اپنی اس یاددہانی سے چار چاند لگائے۔

"اوہ میرا بچہ۔ آجاو دوسری بازو لے لو"

سوہانے لاڈ سے دوسرا بازو کھولا پر عدین نے اٹھ کر دوڑ کر آتے سوہا کو ہگ کیا پھر ہنستا واپس اپنے پیارے کپل کے پاس بھاگا۔

"سوری سوہا آنٹی۔ مجھے آپ سب سے زیادہ پیارے اب یہ دونوں ہیں۔ ہے ناں"

وہ واپس ننی نانو و کا لاڈو بنا تو ان دونے بھی سارا پیار عدین پر لٹاتے اسکے کہے کی فوری تصدیق کر دی، منظر جیسے مزید خوبصورت ہو گیا، سوہا نے آخر کار امی بابا کو یہیں رہنے دیا کیونکہ اسے بھی واپس گھر کے بجائے سیوانی جانا تھا، اتنی پیاری کمپنی کے بعد اب وہ اتنی فریش تھی کہ اسے آرام کرنے کی ضرورت بھی محسوس نہ ہوئی، بس فکر تھی کہ عرشیہ انیس اور باقی عصر علیم اچانک بنا بتائے کس مہم پر نکل گئے ہیں۔

وہ روانگی کے لیے باہر آئی تو ابراہیم علوی کو اداس سا باہر بیٹھا دیکھے کچھ دیر کے لیے انہی کی طرف چلی آئی۔

"جا رہی ہیں آپ۔؟"

ابراہیم نے انھیں دیکھ لیا تبھی چہرے کی پریشانی زائل کی، وہ مسکرا کر سامنے ہی بیٹھی۔

"جی۔ آپکے عدین نے امی بابا کو پکار کھ لیا۔ بہت ہی محبت سے بھرا ہوا ہے وہ ماشاءاللہ۔ ایون انیس میں یہ زیادہ ہے۔ مجھے خوشی ہے کہ میری بیٹی آپکی بہو بنی۔ آپ سب نے اسے بہت پیار اور مان دیا۔ صرف اسے ہی نہیں، مجھے اور میرے پیرنٹس کو یہاں جس طرح کھلے دل سے خوش آمدید کیا گیا، وہ قابل ستائش ہے۔ آپ نے اپنے دونوں بیٹوں کی تربیت بہت شاندار کی ہے۔ ایون تینوں بیٹوں کی۔ عصر بھی تو آپکے بیٹے کی طرح ہی ہے"

سوہا کی جانب سے اپنے بچوں کے بارے یہ سن کر اس باپ کا تنگ سینہ کچھ کشادہ ہوا پر اس شخص کی آنکھوں میں اک درد بدستور لہرا رہا تھا۔

"عدین کی پرورش انیس نے کی ہے اور انیس کی پرورش اسکی دادی اور ماں نے۔ میں بس نام کا باپ بنا رہا۔"

وہ اداس ہوئی جب ابراہیم علوی ایسا بولے۔

"ایسا مت کہیں۔ بیٹوں میں انکے باپ کا عکس چھلکتا ہے۔ مایوس مت ہوں۔ اگر کسی الجھن یا مشکل میں بھی گرے ہیں تو بھروسہ رکھیں اپنے بیٹوں پر۔ وہ آپکو کبھی اکیلا پڑنے نہیں دیں گے۔ بس اتنا کہوں گی جو وقت گزر گیا اسے واپس نہیں لایا جا سکتا لیکن جو وقت ہمارے ہاتھ میں ہے اسے بہترین کیا جا سکتا ہے۔ آپ اپنے بچوں کی محبت، انکا اعتبار، اور انکا ساتھ بھرپور طریقے سے واپس پا سکتے ہیں اب بھی کیونکہ آپ باپ ہیں۔ اور ایسا رتبہ اور کسی کو حاصل نہیں۔ چلتی ہوں۔ شب بخیر"

سوہانے نرمی اور پر اثر انداز میں اپنی بات مکمل کی اور رسان سے اجازت طلب ہو کر چلی گئی لیکن ابراہیم علوی کو امید سے ضرور باندھ گئی، وہ عورت جو خود رشتوں کی اہمیت اس عمر میں سمجھی تھی، اسکے نزدیک اسکی طرح غلطیاں کرنے والا ہر شخص قابل سدھار تھا اور ممکن ہے اب واقعی سب اچھا ہو جاتا۔

.._____..

"کھا آئے تم فرائز؟"

وہ ابھی تک باہر ہی بیٹھا تھا جب پیارا سا کپل لور لور کر کے واپس آ گیا، دونوں نے ایک دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال رکھے تھے۔

"ہاں کھا آیا۔ اب ہم گھر جا رہے ہیں۔ کیونکہ میری باربی ڈال کو نیند آ رہی ہے اور مجھے پیار"

عمیر نے نخریلے تیوروں سے خضر کی معلومات میں اضافہ کرنے کے ساتھ بچاری ماریہ کو سٹپٹانے پر جو مجبور کیا اس پر خضر نظریں چرا کر مسکراتا بہت کیوٹ لگا۔

"عمیر!"

وہ ساتھ کھڑے اس بظاہر بے حد وجیہہ مگر تھوڑے سے بچگانہ انداز دیکھاتے عمیر کو گھوری تو وہ آگے سے سمائل کر اٹھا جیسے بچے کچھ غلط کہہ بیٹھنے پر معذرت بھری شکل بنا لیتے ہیں۔

"اوکے باربی ڈال۔ تم ہو ہی اتنی پیاری کہ مجھے بس پیار ہی آتا ہے۔ میں بیلا کو دیکھ آوں پھر ہم چلتے ہیں۔ اور تم!"

عمیر نے اول تو ماریہ کو راضی کیا پھر وہ انتقامی تیوروں سے کرسی پر بیٹھے خضر کی طرف انگلی اٹھا گیا، خضر نے بھی فوری ہمہ تن گوش ہوتے ہوا میں ہاتھ اٹھا دیے جیسے بتا رہا ہو کہ راک سٹار پر اسکے سالے کا بہت رعب چلتا ہے۔

"خبر دار اگر میری باربی ڈال کے ساتھ بیٹھے۔ میں ابھی آرہا ہوں"

عمیر نے بھی اپنی حاکمیت کچھ زیادہ ہی سمجھ لی تھی، وہ اندر کمرے کی طرف گیا تو خضر نے ہنس کر ماریہ کی طرف دیکھا۔

"یہ تو ویسا ہی ہے لڑکی۔ تم دل ہی دل میں مجھے بد دعائیں تو نہیں دے رہی ناں۔ دیکھو ابھی ابھی مجھ مسکین کا تھوڑا سا نکاح ہو پایا ہے۔ ایسا نہ ہو مجھے تمہاری آہ لگ جائے"

ماریہ نے اسکی خوفزدہ ہونے کی اداکاری پر ہنس کر بازو سینے پر لپیٹے۔

"خضر ملک! آپ بھول رہے ہیں وہ میرے لیے ہسبنڈ کے ساتھ میرا ایک ٹریٹمنٹ پراجیکٹ بھی ہے۔ اسے میں جتنا آبزرو کر رہی اتنا آپ سب نہیں کر سکتے۔ وہ پہلے ہر لڑکی کو باربی ڈال کہہ دیتا تھا، اب میرے سوا کسی کو دیکھتا بھی نہیں۔ میں اسے ریسٹورنٹ، مال، سیمنا ایون ایسی ہر جگہ لے کر گئی جہاں واقعی خوبصورت لڑکیاں تھیں۔ اسکے علاوہ وہ جس طرح پیار کرتا

ہے، مسکرا رہا ہے، اپنے بے قابو ہونے کو کنٹرول کر رہا ہے، چند دن میں ایسا سدھار بے حد زیادہ ہے"

خضر نے اٹھ کر سراہتی نظروں سے ماریہ کو دیکھا، جسے تھوڑا سہی پر خود بھی عمیر سے لگاو ہو چکا تھا۔

"میری دعا ہے وہ بلکل ٹھیک ہو کر تمہیں اس رشتے کا ہر سکھ دے۔ سراہے کیونکہ تم ایک بہترین ہمسفر ہو اسکی۔ میری دعائیں تمہارے ساتھ ہیں۔ اب اپنے اس پگلو کو لے کر نکلو تاکہ مجھے بھی میری سوئیٹ کارن کے ساتھ کچھ پرائیویسی نصیب ہو"

راک سٹار بہت سی دعائیں دیتے دیتے اچانک اتنے مطلبی ہو جائیں گے، یہ تو ماریہ نے ہرگز نہیں سوچا تھا، وہ گھوری لیکن ساتھ ہی دونوں ہنس پڑے جبکہ ماریہ کو خضر کے ساتھ پہلے وہ بیٹھا برداشت نہ کر پایا اور اب کھڑا ہونا بھی برا لگا جس پر وہ ماریہ کا آکر ہاتھ پکڑے بڑے غرور سے اسے لے کر وہاں سے

گیا، اور جاتے جاتے خضر کو گھور کر گیا جو اس پر ہنس پڑا کہ یہ نمونہ کس خوشی میں اسے دشمن والی نظروں سے دیکھی جا رہا ہے، بہر حال مما کے میسج پر خضر نے اپنی سائل سمیٹ کر مما کا میسج اوپن کیا۔

"مجھے تمہاری یاد آ رہی ہے بہت زیادہ۔ منائم بھی سو گئی ہے۔ کیا کروں میں۔ کام بھی ختم ہو گیا میرا"

خضر نے پیار سے وہ میسج پڑھا اور ساتھ ہی مما کو کال ملائی جو محراب نے فوری پک کی۔

"میری جان۔ جس طرح تم کل تھے، اتنے سارے غصیل۔ اتنے زیادہ سنجیدہ۔ سچ بتاوں میں بہت ڈر گئی تھی۔ دوبارہ اپنی مما کو یوں مت ڈرانا خضر۔ میں اب تمہارے اور منائم کے لیے ہی جی رہی ہوں۔ مجھ سے تم دونوں کچھ بھی شئیر کر سکتے ہو میری جان۔ جانتی ہوں ساری زندگی میں نے

تم بچوں کو ایسی اچھی عادتیں ڈالنے ہی نہیں دیں کہ تم دونوں اپنا ہر دکھ سکھ مجھ سے کہہ سکو۔ پر یقین کرو اب میں بدل گئی ہوں"

وہ اپنے رویے پر بہت نادم ہوا کہ اسکی مما اتنا سب سوچ بیٹھیں، اور انھیں یہ کہنے کی ضرورت پڑی کہ وہ بدل گئی ہیں، حالانکہ انکے کہے بنا بھی خضر نے شدت سے اپنی ماں کے بدلاو محسوس کیے تھے، وہ اپنی اولاد کی پوری ماں بن چکی تھیں۔

"دنیا کی سب سے پیاری مما ہیں آپ۔ معاف کر دیں۔ اس وقت دماغ اتنا گھوما تھا کہ میری چپ روڈ ساونڈ کی۔ پلیز مما معاف کر دیں۔ اسکی تلافی کروں گا آئی پرامس۔ اور آپکو یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ آپ بدل گئیں، میں نے دل و جان سے یہ بدلاو محسوس کیا۔ آپ اب میری اور میری خرگوش کی چھاوں ہیں۔ بہت پیار کرتا ہوں میں آپ سے میری مما"

خضر کے ایسے الفاظ محراب کا دل سکون سے بھر گئے۔

"مما قربان جائے تم پر۔ اس وقت وڈیو کال پر ٹھیک سے دعائیں نہیں دے سکی پر میری ہر سانس تمہارے اور منائم کے لیے دعا گو ہے۔ تم دونوں کی ہر خوشی دائمی ہو، ہر سکون ٹھہرنے والا ہو۔ بیلا کے ساتھ آباد رہو ہمیشہ"

محراب کی دعائیں ہی تو اسے چاہیں تھیں، اور یہ دعائیں ہی تو تھیں جو اسکی زندگی میں بیلا آئی۔

"آمین۔ تھینکیو مما۔ میرے اور منائم کے ساتھ ہمیشہ رہنے کے لیے۔"

خضر کی آواز بھی جذبات سے بھاری ہوئی تو محراب نے اپنی آنکھیں جو نم ہو گئیں تھیں، فوراً پونچھ ڈالیں۔

"اب مجھے سکون والی نیند آئے گی۔ اب تم اپنی بیلا کے ساتھ اپنی پرائیویسی انجوائے کرو۔ سوفٹ ہگ مما کی طرف سے۔ میرا پیارا بیٹا۔ فائنلی مِنگل ہوا۔ الحمد اللہ۔ تم لوگ آؤ تو اس پر بڑا سا جشن ہو گا"

محراب کا سکون، اسکی خوشی سب ہی خضر کو محسوس ہوا، اور اسکے دل کے ہر گوشے نے ان شاء اللہ کہا تو زبان کیسے پیچھے رہتی۔

"ان شاء اللہ۔ سکون کی نیند سوئیں مما۔"

خضر نے پیار اور لاڈ کے ساتھ کہہ کر رابطہ توڑا تو دونوں طرف کی آسودگی بیان نہ کی جا سکتی تھی، وہ مسکرا کر فون ہڈی کی جیب میں ڈالے، کمرے کے دروازے تک پہنچا پھر ہلکا سا دروازہ کھولا تو وہ تکیے سے لگ کر آلتی پالتی مار کر بیٹھی بک کھول کر بیٹھی تھی، اس کتاب میں جو لفظ تھے وہ اپنی جگہ سے تھوڑے ابھرے تھے، جنھیں وہ اپنے ہاتھوں کی پوریں پھیر کر پڑھ رہی تھی، خضر نے چپکے سے دروازہ بند کیا اور چلتا ہوا بیلا تک پہنچا، پہلی نگاہ ہی اسکے ہاتھ کی انگلی میں سجی انگیجمنٹ رِنگ پر گئی تو خضر کا دل سرشار ہوا پھر دوسری سوچ کہ اب اس لڑکی کے جسم، دل، دماغ، روح سب کی رسائی خضر ملک کو مل گئی، خضر کا انگ انگ مہک گئی۔

"کیا پڑھ رہی ہے میری سوئیٹ کارن؟"

وہ یکدم ڈری جب وہ اچانک پکارتے اسکے قریب بیٹھا، بیلا نے ایک ہی لمحے میں کتاب بند کرتے سائیڈ میز پر رکھی۔

"ک۔۔کچھ نہیں۔ جاسکتے ہیں آپ گھر۔ مما وہیں ہیں۔ بھائی بھی۔ یہاں رکنے کی ضرورت نہیں۔ ڈاکٹرز کہہ رہے ہیں کل ہی سرجری کرنی ہو گی۔ اور سرجری کے بعد ایک دم میری بینائی نہیں آئے گی، کچھ وقت لگے گا۔ اگر آنی ہوئی تو بھی اور نہ۔۔۔۔"

اس سے پہلے وہ یہ منفیت سوچ کر زبان تک لاتی، خضر نے ہاتھ بڑھا کر اسکے ہونٹوں پر جما دیا، بیلا نے سانس پیچھے کو کھینچی۔

"کیوں نہیں آئے گی، اب تو تمہاری آنکھیں میری صورت تمہارے پاس ہیں بیلا۔ پھر تم ایسا اپنی زبان پر لانے کی کوشش بھی مت کرنا کہ نہیں آئے

گی بینائی۔ مجھے پرواہ نہیں۔ میں نے ہمارے لیے تمہارے دیکھنے کی شرط سوچی تک نہیں، رکھنا تو دور کی بات ہے۔"

وہ اسکی جان ہوا دیکھتے ہوئے مصلحت کے سنگ اپنا ہاتھ اسکے ملائم ہونٹوں سے ہٹا کر اسی ہاتھ سے اسکے کھلے بالوں میں انگلیاں پھیرتے بولا تو بیلا کی گردن میں جیسے گھلٹی سی ابھر کر معدوم ہوئی۔

"م۔ میں جب یہاں آئی تھی آپکو چھوڑ آئی تھی۔ پھر آپ نے مجھ سے نکاح میری کس پریشانی اور ڈر پر کیا؟ ہاں۔۔۔ اپنے ڈر دور کیے اس نکاح کی آڑ میں آپ نے، کہ میں دور ہو رہی ہوں۔ اور کتنے آرام سے مجھے الو بنا دیا۔ اس وقت بدحواسی میں مجھے سمجھ نہیں آئی پر جب آئی تب دیر ہو گئی۔۔۔ بہت روئی ہوں میں آپ سے نکاح پر سنا آپ نے۔۔۔ اور یہ آنسو خوشی کے تو ہرگز نہیں تھے"

وہ اسکا اپنے بال چھوتا ہاتھ پکڑ کر ہٹاتی اسکے سینے پر ہاتھ رکھ کر خضر کو جتنا پیچھے دھکیل رہی تھی وہ اٹھ کر سرکتے مزید نزدیک ہوا کہ بیلا اسکی موجودگی محسوس کن پائے بمشکل سانس روکتے انداز میں گھسیٹ کر گھوٹنے سا لگی۔

"سانس کھل کر لو۔ میں نے تم سے یہ آسانی ابھی نہیں چھینی۔ رہی بات الو بنانے کی تو ہاں ایسا ہی سمجھو۔ بے موت مارا جاتا تمہارا چھوڑا ہوا میں، خود کو نہ بچاتا تو تم بھی مر ہی جاتی۔ اتنا تو جان گیا ہوں کہ تم پیار کرتی ہو مجھ سے ورنہ میرا صرف اک انگوٹھی پھینکنا تمہیں اتنی تکلیف نہ دیتا۔ محبوب لوگ سوئی بھی چبھوئیں تو وہ خنجر لگتی ہے۔ میں سمجھتا ہوں بیلا، دنیادار آدمی ہوں"

وہ بات کرنے کے ساتھ جو اس سہمی، خضر کی قربت کے آگے بے حال ہوئی بیلا کے کبھی بال چھو رہا تھا، کبھی اپنے ہاتھ کی انگلیوں سے اسکے چہرے کی جلد چھوتا، وہی ہاتھ گردن تک لے جاتا، وہ اپنے ہاتھوں سے اسے جس طرح ستائشی، محسوس کرواتا ہوا چھو رہا تھا، اگر وہ دیکھ پاتی تو خضر یہ سب اپنی

دلنشین نگاہوں سے ہی کر لیتا، اور بیلا کو اسکا چھونا ہر گز تکلیف نہیں دے رہا تھا لیکن وہ بہر حال بے حد ناراض تھی۔

"م۔۔مجھے بات نہیں کرنی"

وہ اسکے ہاتھ کو اپنے آپ سے پکڑ کر دور کرتی مدھم سا بولی۔

"کیوں؟ تمہاری نظروں سے بچ کر میں تمہارا کوئی فائدہ نہ اٹھالوں یہ ڈر ہے؟"

اس بار خضر نے اپنا ہاتھ کھول کر بیلا کی گردن کے دائیں باہیں لپیٹا جس سبب اسکا چہرہ خود بخود تھوڑا اوپر اٹھا۔

"مجھ سے کیا ہی فائدہ مل سکتا ہے آپکو۔ میں تو شرما بھی نہیں سکتی پرفیکٹ ٹائم پر"

وہ اسکی بات سنے خمار اک طرف کیے مسکرایا، مطلب اتنے سارے مسائل چھوڑ کر اس لڑکی کو یہ فکر ستا رہی تھی کہ اسکے شرمانے کی ٹائمنگ غلط ہو جائے گی۔

"تمہیں میرا چھونا شرم نہیں دلا رہا؟"

مسکراتے ہوئے ہی خضر نے اسکے قریب ہو کر سرگوشی کی تو وہ بچوں کی طرح نفی میں سر گما گئی۔

"نہیں۔ بلکل نہیں دلا رہا"

وہ منہ پھٹ بنی اور میٹھی لگ رہی تھی، جانے کیوں پر یہ سوئیٹ کارن کا نام ایک دم بیلا پر پرفیکٹ تھا۔

"اچھا اب بھی نہیں؟"

خضر کی گرم سانس بیلا کے گال سے ٹکرائی تو بیلا کی پلکیں ایک لمحے کو لرزیں، پھر جب خضر نے مزید قریب ہوتے اپنی پیشانی اسکے چہرے سے جوڑتے اسکی گال سے سہلائی تو بیلا نے مٹھی میں بستر کی چادر سختی سے بھینچی، وہ اسکے وجود میں اترے برق بخوبی محسوس کر رہا تھا پر آفرین تھی وہ جواب بھی نفی کرا اٹھی۔

"ن۔۔ نہیں"

بیلا نے خود پر بلا کر جبر کرتے نفی کی اور تبھی خضر نے اپنا ایک ہاتھ جب بنا وارننگ کے بیلا کے دل کی جگہ ٹھیک اوپر رکھا تو بیلا نے دوسرے ہاتھ سے خضر کی بازو زور سے مٹھی میں بھینچی۔

"اوہ میرے خدا۔ ابھی تمہیں شرم نہیں آ رہی تو تمہارے دل کی میر تھن ریس شروع ہو گئی۔ جب تم سچ میں شرماو گی تو تمہارا یہ دل تو تمہارے سینے سے نکل کر میرے ہاتھ پر چھلانگ مار ڈالے گا"

وہ اسکی یہ عجیب گفتگو سنتی ہوش میں آتی، فوری اسکا ہاتھ پکڑ کر دور کر گئی۔

"ایسے خواتین کو ٹچ کرتے ہیں؟ تمیز نہیں آپکو؟"

وہ اپنی گھبراہٹ چھپانے کو الٹا اس بیڈ مینر پر خضر کو ہی ڈانٹ گئی اور باخدا وہ اپنا آپ خود ہی پگھلا بیٹھا تھا، ایسا لگ رہا تھا اسکی ہتھیلی میں بیلا خاور کے دل کی دھڑکن اتر آئی ہو، اگر وہ دیکھ پاتی تو خضر کی اس وقت کی بہکی نظروں کے آگے اسکے پسینے چھوٹ چکے ہوتے۔

"میرے سامنے تمہیں تمیز کیوں یاد آرہی ہے۔ میں اسطرح چھونے کا حق پا چکا ہوں"

وہ اسکی بات پر اور بگھڑی۔

"ہرگز نہیں۔ نکاح ہوا ہے بس"

وہ اسے سختی سے حد سیکھا گئی۔

"اور نکاح سب کچھ ہوتا ہے۔ حرام سے حلال تک کا خوبصورت ترین سفر۔ الٹا اب تمہیں دیکھ کر، چھو کر مجھے ثواب مل رہا ہے، پر میں جانتا ہوں میرا ہاتھ تم نے کیوں ہٹایا کیونکہ میں تمہارے دل کی تیز رفتاری جو کھوج بیٹھا۔"

وہ ایسے الزامات پر تڑپ سی اٹھی۔

"ا۔۔ ایسا کچھ نہیں خضر"

وہ روہانسی ہو کر صفائی دے اٹھی، اور وہ اسکو یوں ستا کر یہاں چلے آنے کا بدلہ لے رہا تھا۔

"اچھا تو پھر کیسا ہے؟ تم مجھے کیوں ہینڈل نہیں کر پا رہی سوئیٹ کارن؟ کیا ہوا؟ دل ابنارمل بیٹس پکڑ رہا ہے۔ اور تم یہ راز مجھ سے ہی چھپاو گی جسکی وجہ سے تمہارے دل کی یہ حالت ہے"

وہ اسکے مکمل گھیرے میں آگئی تو ہتھیار ڈالنے کے سوا اسکے پاس کوئی چارہ نہ بچا تھا، بیلا نے سر جھکا دیا۔

"ا۔۔ آپکے دل کی ایسی حالت ک۔ کیوں نہیں ہے۔ آپکو مجھ سے پیار نہیں ہے شاید"

وہ چہرہ دوسری طرف پھیرتے بولی، آواز میں نمی اتری، خضر نے اسکی طرف ہاتھ پھیلاتے، اسکی بغلوں کے نیچے سے ہاتھ گھسا کر بیلا کی کمر پر باندھے اور ابھی وہ سمجھ ہی پاتی اسے کہ خضر نے اسے کَس کر اپنے گلے لپٹایا، بیلا کو مجبورا اپنے ہاتھ اسکے کندھوں کے اطراف حائل کرنے پڑے، ایسی امید سے زیادہ خوبصورت کیفیت پر وہ آنکھیں بھیگو گئی۔

"میرے دل کی حالت تمہیں میرے دل سے لگ کر ہی پتا چلے گی سوئیٹ کارن"

وہ اسے ہر پل اپنے وجود میں بساتے ہوئے یہ اعتراف کر اٹھا، اسکے ہاتھوں نے بیلا کو مکمل اپنے اندر جذب کیے، سینے میں بھینچ رکھا تھا، اور لگ رہا تھا وہ اسے یونہی تب تک لپٹائے رکھنے والا تھا جب تک وہ خود نہ کہہ اٹھتی کہ ہاں خضر آپکا دل بھی میرے دل جیسا ہی پاگل ہوا ہے۔

"میں پیار کرتا ہوں تم سے اور اس سچ میں ایک زرہ بھی جھوٹ کی ملاوٹ نہیں۔ تم میری بیوی ہو، تم سے اب جو پیار ہو گا مجھے وہ بہترین بھی ہو گا اور شدید بھی۔ بس فرق یہ ہے کہ مرد کو اللہ نے جذبات جذب کرنے کی اہلیت تم نازنیوں سے ڈبل دے رکھی ہے، اسکا یہ مطلب نہیں تم لوگ ہمیں دل کے بغیر پیدا ہوئی مخلوق سمجھ لو۔"

خضر کی گرفت میں ایسا مدہوش کن اثر تھا کہ وہ روٹھی لڑکی، کب اسکے الفاظ کو حکایت دل سمجھ کر سنتی مسکرائی کہ اسے خود بھی خبر نہ ہوئی۔

"اب جب گلے مل لیا ہم نے تو تمہاری مکمل ناراضگی دور کرنے دو مجھے، کیا میں؟"

وہ اسے خود سے نجات دیے روبرو لایا تو اس لڑکی کی بے نور آنکھوں کی احتیاط دلکش ہوئی، اسکے رخسار ایسے گلے لگانے پر ہلکے گلابی دیکھائی دے رہی تھے پر جب خضر نے اسے بازووں میں لیے ہی جملہ ادھورا چھوڑا تو بیلا کی سانس بے ترتیب ہوئی۔

"کیا آپ؟"

وہ انجان بن کر دور ہونے لگی پر خضر نے اسکی کمر پر بندھے اپنے ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ کی کلائی دبوچی تاکہ اسکی بازووں کی گرفت، بیلا کے لیے شکنجہ بن جائے، اس نے جھٹکے سے خضر کے قریب ہوتے اسکے بے حد پاس لرزتی سانس لی۔

"میں نظر نہیں آرہا پر تمہیں میں محسوس تو ہو رہا ہوں ناں۔ اپنے دل کی آنکھوں سے دیکھو ناں کہ میں کیسے ناراضگی دور کرنے کا کہہ رہا ہوں"

بیلا کی پلکیں کانپ گئیں، اس کے ہونٹ ہلکے سے کھلے مگر آواز نہ نکل سکی۔ خضر کی گرفت مضبوط نہیں تھی مگر اس قدر قریب ہونے نے اسے بے بس سا کر دیا تھا۔

"خضر!"

اس نے دھیمی سی سرگوشی کی جیسے اس کے نام میں ہی پناہ تلاش کر رہی ہو، خضر کے ہونٹوں پر پر سرور سی مسکراہٹ آئی۔

"ہاں...؟"

وہ اسکے حسن، اسکی خوشبو، اسکی موجودگی میں ایسے گم تھا جیسے ابھی نشے کی ہیوی ڈوز لے کر آیا ہو، طلب نے اس شخص کی آنکھوں میں لالی سی کسی موتی ستارے کی طرح جڑ دی تھی، وہ اس وقت باکمال لگ رہا تھا۔

"کیا کرنا چاہتے ہیں؟"

اس بار اس کی آواز واقعی لرز گئی تھی۔

خضر آہستہ سے اسکے گداز چہرے پر جھکا، اس کا چہرہ بیلا کے چہرے کے بے حد قریب آ گیا، اتنا کہ اس کی سانس بیلا کے ہونٹوں کو چھو کر گزرتے بیلا کو کپکپا گئی۔

"یہی..."

اس نے بہت دھیرے سے مخمور سرگوشی کی اور اپنی پیشانی اس کی پیشانی سے ٹکا دی کہ جیسے ہی وہ اجازت دے، وہ جناب نووے کے زاویے سے اپنی پوزیشن بدل کر حملہ آور ہو سکیں۔

بیلا کی آنکھیں بے اختیار بند ہو گئیں۔

"ناراضگی دل سے دور کرنے کا یہی طریقہ آتا ہے مجھے..."

اس شخص کی آواز اب پہلے سے بھی زیادہ نرم تھی، جو بیلا کے کانوں تک میں امرت کی طرح اتری، پھر دل پر کیسا قہر برپا کر گئی ہو گی، خدا کی پناہ!

بیلا کے ہاتھ کی انگلیاں بے اختیار خضر کی شرٹ کے کنارے میں الجھیں، جیسے وہ خود کو سنبھالنے کی کوشش کر رہی ہو۔

"اور اگر ناراضگی پھر بھی باقی رہ گئی تو؟"

بیلا نے اسے اجازت دینے سے اک لمحہ پہلے بمشکل سانس کھینچ کر پوچھا تھا۔

خضر نے ہلکا سا سر ترچھا کیا اس کے ہونٹ بیلا کے گال کے بہت قریب آ گئے۔

"تو پھر..."

اس نے سرگوشی کرتے بیلا کے کان کی لو نرمی سے چومی، وہ گھبرا کر مچلی۔

"تو پھر مجھے تمہارے مزید قریب آنا پڑے گا"

وہیں اسکے کان کے پاس ٹھہرتے، اسکی گردن کی نرماہٹ و شفافیت پر اپنے ہونٹوں کو رکھتے، وہ اپنے الفاظ و عمل کی ملی جلی شدت سے بیلا کی جان لبوں تک لایا، بیلا کی سانس اسکے حلق میں اٹک گئی۔

"آپ۔۔ب۔بہت بد تمیز ہیں"

وہ بے اختیار بڑبڑا اٹھی مگر اس کی آواز میں ڈانٹ کم اور کپکپاہٹ زیادہ تھی۔

"میں بد تمیز ہو کر بھی اپنے حق سے پیچھے نہیں ہٹا سوئیٹ کارن۔پلیز۔میں نے یہ آج تک نہیں کیا، اجازت دو میں بہت ایکسائٹ ہو رہا ہوں"

وہ اسکے لہجے کی ایکسائٹمنٹ پر اس سے مسکرا کر دور ہٹی۔

"اور میں نے تو اس میں میڈل لے رکھے ہیں، ہے ناں"

وہ اسکی جانب آنکھیں رکھ کر ڈانٹتی خضر کا دل مٹھی میں بھر گئی۔

"کروناں۔ میڈل کے بجائے میرا دل لے لینا۔ پورے کا پورا"

وہ اسکی خماری، اسکی خواہش کا شدید ہونا، اسکی کیفیت کا نازک موڑ پر آنا بھانپ رہی تھی پر بہت زیادہ شرم اور جھجھک تھی جو اسکی ریڑھ کی ہڈی میں بل ڈال رہی تھی۔

خضر نے محسوس کیا اس بار بیلا نے خود کو چھڑانے کی کوشش نہیں کی بلکہ وہ خاموشی سے اس کے قریب ٹھہری ہوئی تھی۔

"میں تم سے بہت پیار کرتا ہوں۔ مجھے جگہ دو اپنے پاس"

وہ جو منتظر تھی وہ اپنی خواہش پوری کرے گا، خضر کے یکسر الگ تقاضے پر وہ حیران سی ہوئی۔

"ک۔ کیا۔ یہاں بیڈ پر۔۔ کیا کرنا ہے آپ نے؟"

وہ جس ٹرانس میں تھی اسی میں مبتلا بولی تو وہ یکدم ہنسا اور آگے جھک کر اسکی گال چومتے ہنسی روکی، اس لمس پر وہ جھینپ سی گئی۔

"کچھ کروں گا تو یقینا میں اپنے گھر کے بیڈ روم میں ہی جان، ابھی تمہارے پاس سونا ہے۔ جگہ دو یار۔ کونسا تم زخمی ہو جو تمہیں میرا ساتھ لیٹنا درد دے بیٹھے گا۔ ویسے بھی رات ساری کوئی نہیں آنے والا تمہیں چیک کرنے۔"

وہ بوکھلائی سی فوراً پرے سرکی ہی جب خضر نے اپنی ہڈ اتار کر، شرٹ کی بازو زرا زرا کھینچ کر اوپر کرتے اپنے شوز اتارے اور اسکے ساتھ بیٹھتے ہی لیٹا تو وہ بلکل کنارے جا سمٹی، مگر جب خضر نے اسکے سر تلے بازو کھول کر بیلا کو اپنے حصار میں سمیٹ کر اپنے سینے کے پاس سرکایا تو وہ شرم و حیا سے مسکراتی محسوس ہوئی۔

"آپ بہت بے شرم ہیں"

وہ اسکا جملہ اب سمجھی تبھی دبا سا منمنائی جس پر خضر نے اسکا ماتھا بے حد پیار سے چوما۔

"اور تم بہت شرم و حیا والی۔ میں تمہیں وہ والی کِس اتنی عجیب سچویشن میں نہیں کرنا چاہتا۔ اسے میں سپیشل بناوں گا۔ ہم دونوں کے لیے کیونکہ بڑے بزرگ کہتے ہیں ایسی کسیز فتنہ ہوتی ہیں جو ماحول دیکھ کر کرنی چاہیں۔"

وہ ہنس کر اپنی ہتھیلی خضر کے ہونٹوں پر جما گئی کہ یہ بے باک نوجوان تو اپنی باتوں سے ہی اسکی جان نکال لیتا مگر یہ بھی رومنٹک ہوا جب خضر نے اسکی ہتھیلی پکڑ کر اپنے ہونٹوں سے جوڑ لی، بیلا کا دل کپکپایا جب اسکے گرم ہونٹوں نے بیلا کی ہتھیلی چوم کر گدگدا ہٹ بخشی۔

"چلو سو جاو۔ ماحول کافی بھڑکتا جا رہا ہے۔ مجھے بھی سخت نیند آ رہی ہے۔ آج تم میرے خواب دیکھ سکتی ہو اجازت ہے۔ اور خواب میں تم مجھے جی بھر کر وہ والی کیسیز بھی کر لینا۔ میں بلکل مائنڈ نہیں کروں گا"

وہ اسکو شر میں دلا کر خود بھی ان لمحوں کو جی رہا تھا، جبکہ اسکے بعد بیلا ہلی تک نہیں کیونکہ اسے لگ رہا تھا اب وہ ہلی بھی تو یہ مہنگا پڑ سکتا ہے۔

.._____..

وہ لوگ شازان رضوانی کے تاحد نظر پھیلے بنگلے میں آ چکے تھے، یہاں اتنے لوگ تھے کہ عرشیہ تو انکی تعداد تک کرنے میں ناکام تھی، یہی سوچ رہی تھی کہ ایک ہی بار اس پورے گھر کو آگ لگائی جائے تبھی یہاں کا گند صاف ہو گا، ردا اس سے بات تو نہ کر پائی تھی پر وہ اپنی آنکھوں ہی آنکھوں سے عرشیہ کو ہر گھڑی مضبوط رہنے کا حوصلہ دیتی نظر آ رہی تھی، اسے کچھ لوگوں کی نگرانی میں آخر بنگلے کے اندر لے جایا گیا، جہاں شازان پہلے ہی پہنچا ہوا تھا کیونکہ راستے میں انکی گاڑیوں کے تبادلے ہوئے تھے، جس سبب وہ کمینہ پہلے پہنچ چکا تھا، ردا اس وقت عرشیہ کو لانے والے لوگوں کے ہمراہ ہی تھی، اور پھر اسے ایک بڑے سے دروازے کے باہر روکا گیا، ایک گارڈ کے

دستک دینے پر اندر سے اجازت ملی ہی کہ عرشیہ کے لیے اس کمرے کا دروازہ کھول دیا گیا۔

وہ پر اعتمادی کے سنگ، آنکھوں میں نفرت کا ابال لیے اندر داخل ہوئی۔

"خوش آمدید میری چھوٹی سی جان۔، باپ رے باپ، تُو تو قیامت ہو گئی"

شازان کے بڑھتے قدم بھانپتے وہ میکانی طور پر پیچھے ہٹی، دروازے میں کھڑی ردا نے عرشیہ کو آنکھوں کے اشارے سے یقین دلایا کہ وہ ہے اسکے پاس جبکہ عرشیہ کے پورے وجود کا لہو اس آدمی کو دیکھ کر ابل رہا تھا، اوپر سے اسکی نجس نگاہیں یوں تھیں جیسے عرشیہ کے وجود کو نوچ رہی ہوں، کھال کے اندر تک چبھ رہی ہوں۔

"اگر تیری یاداشت سلامت ہے تو یاد کر پہلے بھی قیامت ہی تھی۔ بس اب مجھے زرا شان سے ڈھلنا آ گیا، اور اب پھر سے یہ تجھ پر قہر کی طرح برسے گی۔ تو نے اپنی زندگی کی سب سے بڑی غلطی کر دی۔ تو اپنے اس محل پر لاکھ

حفاظتی تہیں چڑھالے، تیرا یہی گھر اور اسکی چھت تجھ پر گرا کر میں نہ گئی تو میرا نام بھی عرشیہ انیس غانم نہیں"

وہ آدمی عرشیہ کے للکارتے الفاظ پر بہت متاثر ہوا پر خود عرشیہ اپنے آپ کو یوں پکارنے پر تھم گئی، اس نے پہلی بار انیس کا سر نیم اپنے نام کے ساتھ لگایا، اور پھر وہ تمام تر خوف کے مسکرائی، ردا کی گردن بھی فخریہ اٹھی کہ اسکی پارٹنر اسکی طرح اک بے خوف اور نڈر لڑکی ہے۔

شازان رضوانی نے آہستہ آہستہ تالیاں بجائیں، اس کے چہرے پر زہریلی مسکراہٹ تھی۔

"واہ، واہ کیا بات ہے، عرشیہ انیس غانم!"

اس نے جان بوجھ کر اس کا پورا نام دہراتے ہوئے خباثت سے قہقہہ لگایا۔

"نام بھی بدل گیا، لہجہ بھی اور آنکھوں میں یہ آگ؟"

وہ مزید اسکے قریب آیا تو عرشیہ نے فوراً ایک قدم پیچھے ہٹایا مگر اس بار اس کی آنکھوں میں خوف کی بجائے خالص نفرت تھی۔

"دور رہو مجھ سے"

عرشیہ نے سرد لہجے میں وارن کیا۔

شازان ہنسا جیسے اس کی یہ مزاحمت اسے مزید لطف دے رہی ہو۔

"اب بھی اتنا غرور؟ یہاں آ کر بھی...؟"

شازان کے سوال پر عرشیہ نے طنزیہ مسکراہٹ دی۔

"غرور نہیں، یقین ہے"

وہ بے خوف تھی۔

"کس پر...؟"

شازان نے ابرو اٹھائے۔

عرشیہ کی نظریں ایک لمحے کو دروازے کی سمت گئیں جہاں ردا کھڑی تھی، پھر وہ دوبارہ سیدھی ہو گئی۔

"اپنے آپ پر، اور اس پر جو مجھے لینے آ رہا ہے"

شازان کی آنکھوں میں ایک لمحے کو آگ لپکی پھر وہ زور سے ہنس پڑا۔

"کوئی نہیں آئے گا میری چوزی"

اس نے پُر سکون انداز میں عرشیہ کی گالیں چھونی چاہیں جب عرشیہ نے اسکے ہاتھ کو بری طرح ہٹ کیا کہ وہ درد سے کراہا کیونکہ یہ ہاتھ وہی زخمی کر چکی تھی۔

"مجھے دوبارہ چھوا تو یہ ہاتھ جو ابھی زخمی ہے، کٹ کر تمہارے اس بھدے، بوڑھے اور ناکارہ جسم سے الگ بھی ہو سکتا ہے"

عرشیہ کے للکارنے پر وہ گندا آدمی اسکے قریب ہوا، اتنا کہ اسکی گندی سانس کی بدبو سے عرشیہ کا دل خراب ہوا۔

"اور یہی بھدا، بوڑھا اور ناکارہ جسم تیرے اس پھول بدن کی دھجیاں بھی بکھیر سکتا ہے"

پہلی بار اس آدمی کی آنکھوں کی گندی لپک پر عرشیہ کا وجود لرزا، پر اسے اپنے اللہ پر یقین تھا، انیس غانم، اسکی محبت، اسکے شوہر کا چھوا ہوا یہ پھول بدن ایسے کسی بیہودہ، نجس اور ناپاک سلوک کا مستحق کبھی نہیں ہو سکتا تھا۔

یہ سوچ کر وہ پھر سے گردن اٹھا گئی۔

"پہلے دس پندرہ ڈرپس لگوانے پر تجھ سے شاید کچھ ہو بھی جاتا پر اس ٹنڈے ہاتھ کے ساتھ تو مجھ جیسے مزاحمتی طوفان کے آگے ٹک بھی نہیں سکتا۔ کھڑے ہو کر مردانگی کے مظاہرے کرنا تو دور کی بات ہے۔ اس لیے

اپنی عزت اپنے ہاتھ میں لیے ہی دفع ہو جا۔ کم از کم منہ تو دھو لے جا کر، میری تو آنکھیں بھی تیری اس بدبو اگلتی شکل پر لعنت برسا رہی ہیں۔"

ایسی تضحیک پر وہ ہنسا پھر دو قدم دور ہوا، ردا نے اپنی گن احتیاطی طور پر تھامی کہ اگر کچھ ہوتا ہے تو وہ اس گند کو یہیں نمٹا ڈالے۔

"تو فکر مند نہ ہو، تیرے پھول بدن کو سراہنے خوشبو لگا کر آوں گا۔ تھوڑی دیر بعد ملتا ہوں تب تک تو بھی اگر چمکنا چاہے۔۔۔۔۔"

اس سے پہلے وہ مزید بولتا، عرشیہ نے کھینچ کر اس کمینے کے منہ پر ایسا جھانپڑ دیا کہ آس پاس کھڑے سب لوگ ایک بار تو سہم گئے، ردا خود الرٹ ہوئی پر وہ پاگلوں کی طرح قہقہہ لگاتا عرشیہ کو دیکھ رہا۔

"تھوڑا آرام سے چھوتے ہیں چوزی۔ بدلا لوں گا تجھ سے۔۔۔ہاہاہا۔۔۔ آتا ہوں۔ جلدی آتا ہوں"

وہ اسے شدید طیش دلاتا اپنے آدمیوں کی فوج کے سنگ کمرے سے نکلا تو ردا کو اس پر نظر رکھنے کا اشارہ کر کے گیا، اور اس سے پہلے عرشیہ اسکے پیچھے لپکتی، ردا نے فوری اسے کمرے میں واپس دھکیل کر دروازہ بند کیا، عرشیہ کا غصے سے چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔

"زلیل آدمی۔ کیڑے پڑیں تجھے حرام زادے۔ تجھے تو کتوں کے آگے ڈالنا چاہیے"

ردا نے اسے پکڑے سنبھالا جو غضب سے پاگل ہو رہی تھی۔

"پر سکون ہو جاو عرشیہ۔"

ردا کو اسے نارمل کرنے کے لیے تاکید اکہنا پڑا پر وہ پھنکار رہی تھی، اسکا افشار خون ابل اٹھا تھا۔

"آپ نے دیکھا ناں وہ کیسی بازاری زبان بول کر گیا ہے"

عرشیہ کا غصہ جیسے بیٹھنے پر نہ آرہا تھا تبھی ردا نے اپنا فون نکال کر عرشیہ کی طرف بڑھایا، اور اس پر انیس غانم کی کال لگی دیکھ کر عرشیہ کی آنکھیں فورا نم ہوئیں، وہ سب لوگ اس وقت ویئر ہاوس میں تھے، جو کچھ اس کمینے نے کہا انیس سب سن چکا تھا کیونکہ ردا اسکی بہت ریکوسٹ کی وجہ سے کال پر موجود تھی۔

"ا۔۔انیس۔۔۔"

وہ فون کان سے لگاتے ہی سسک اٹھی جسکا لہو بھی ابل رہا تھا۔

"ڈرو نہیں لُما۔ میں صبح ہونے سے پہلے تمہیں وہاں سے نکال لوں گا۔ تم نے وہاں جا کر جو ظلم ڈھایا، میں وہاں آکر اسکی تلافی کروں گا۔ مجھے رونے سے منع کیا ہے تو خود بھی ایک آنسو مت بہانا۔ تم انیس غانم کی بیوی ہو۔ میری شیرنی ہو۔ اور اکیلی نہیں ہو۔ مجھے اپنا سایہ سمجھنا۔ تمہاری اک اک بھاری سانس یہاں میرے سینے پر قہر بنی ہوئی ہے۔ سمجھ رہی ہو ناں میری جان"

وہ اسکی آواز سنے پھر سے بہادر ہوئی، جس طرح مسکرائی، ردا کو بھی مسکرانا پڑا ان لوو برڈز کی محبت پر، کیونکہ ردا کے لیے جو شخص سب تھا وہی اسے پائمال کیے روند نے اس شازان کے آگے چارے سا پیش کر چکا تھا لیکن ابھی ردا کو اچھا لگا کہ دنیا میں محافظ شوہر اب بھی موجود ہیں۔

"ا۔۔انیس۔۔وہ مجھ سے گندی زبان بول کر کمزور نہ کر دے مجھے۔م۔میں آنسو نہیں روک پاوں گی ڈر کر"

عرشیہ نے بھاری سانسوں کے سنگ سرگوشی کی تو وہ مسکرایا، اسکی پھول جیسی بیوی تو زرا سخت لہجہ نہیں سہہ سکتی، یہ گندی اور بازاری زبان تو اسکے لیے بہت بڑی آزمائش تھی۔

"تم اسے سننا ہی مت۔کان میں انگلیاں ڈال دینا۔چڑانے میں تو ویسے بھی میری خاتون بلا کی ماہر ہے اور اف تمہاری وہ قینچی جیسی زبان کب کام آئے

گی۔ وہ حاضر جوابی جسکا میں فارم ہاوس میں فین ہوا تھا۔ اس گندے کو کچھ بولنے ہی مت دو۔ اب کیا میں یاد دلاوں تمہیں تمہارے ٹیلنٹس ؟"

وہ انیس کی باتیں سنتی بے ساختہ ہنسی، اسے انیس پر ٹوٹ کر پیار آیا تھا، وہ بھی وہاں تڑپ رہا ہو گا وہ اچھے سے جانتی تھی۔

"ابھی تو بخش دو مجھے سڑو۔ میں اس وقت ایمو شنل ہو رہی ہوں"

وہ معصومانہ سا شکوہ کیے انیس کو بھی سائل کر واگئی اور ردا کو بھی جو اسے جلدی کال بند کرنے کا اشارہ کر رہی تھی۔

"بخشوں گا تو نہیں۔ بہر حال تم دونوں پر نظر ہے ہماری، وہ کمینہ کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ میں جلدی آرہا ہوں۔ گھبرانا مت عرشیہ"

وہ سر یقین کے سنگ ہلاتی مسکرائی کہ اسے انیس پر تھا ہی بند آنکھوں کا اعتبار!

"ٹھیک ہے۔ جب تک تم لوگ آتے ہو۔ اس شازان رضوانی کا بندوبست میں اور ردا کرتی ہیں۔ اور ہاں، تمہیں خراش بھی آئی تو میں تمہیں بہت ماروں گی۔ سمجھے"

وہ اسے ردا کے سامنے ہی دھمکیاں لگا رہی تھی، جبکہ انیس کو کال کے بیچ مسکراتا دیکھ کر مہویر اور عصر کے بھی گھبرائے دل مرکز پر آئے، ورنہ انیس سے زیادہ وہ لوگ پریشان تھے کہ اسکی خاتون دور کر دی گئی۔

"سمجھ گیا ویتامیا"

(Vita Mia میری زندگی)

وہ اسکے محبت سے کہنے پر بلش کی۔

"اسکا مطلب مل کر پوچھوں گی۔ بائے میری جان"

عرشیہ نے اجازت لیتے کال بند کرتے فون ردا کو پکڑایا جو اس سے عمر میں کافی بڑی تھی۔

"اللہ تم دونوں کو ہر نظر سے بچائے۔"

ردا نے اسکی گال سہلاتے دعا دی۔

"آمین۔اب آگے کیا کریں ردا آپی؟"

وہ مشکور ہو کر بولنے کے ساتھ ہی اب اگلے لائحہ عمل کے بارے جاننے کو بے تاب تھی۔

ردا نے ارد گرد نظر دوڑائی، کمرے کے باہر موجود گارڈز کے پیروں کی آہٹ صاف سنائی دے رہی تھی۔اس نے آہستہ سے عرشیہ کا ہاتھ تھاما اور اسے دیوار کے قریب لے آئی۔

"پہلا کام، جذبات کو قابو میں رکھنا ہے۔اپنی کمزوری اگلے کو نہیں تھمانی"

اس نے دھیرے سے سر گوشی کی تو عرشیہ نے فرمابرداری سے سر ہلایا، اس کے چہرے پر اب پہلے جیسی تپش نہیں بلکہ خطرناک سی خاموشی تھی۔

"یہ جگہ عام بنگلہ نہیں ہے"

ردا نے مزید سر گوشی کی تو عرشیہ تھوڑا خوفزدہ ہوئی۔

"مطلب؟"

وہ ارد گرد نگاہوں کو دوڑانے کے بیچ منمنائی۔

"مطلب چاروں طرف کیمرے ہیں اور شازان بہت شاطر ہے، وہ چاہے گا ہم جلدی کوئی غلطی کریں"

عرشیہ نے ہلکی سی مسکراہٹ دی۔

"تو ہم غلطی نہیں کریں گے ہے ناں؟"

ردا نے فخریہ نگاہ سے اسے دیکھا کہ اسکی پارٹنر کیوٹ بھی ہے، سمجھدار بھی اور ہونہار تو وہ تھپڑ مار کر ویسے ہی ثابت ہو گئی تھی جو ردا کی بس حسرت ہی رہ گئی تھی کہ وہ چپیڑوں سے اس آدمی کا منہ لال کرے۔

"بالکل ہم اس کے گھر میں ہیں، فائدہ بھی ہمارا ہی ہے..."

عرشیہ نے چونک کر اسے دیکھا۔

"کیسے...؟"

ردا کی آنکھوں میں چمک آئی۔

"کیونکہ اسے لگتا ہے تم قید ہو گئی جبکہ تم تو اسکی جڑوں تک پہنچ آئی میرے ساتھ"

عرشیہ کے ہونٹوں پر ہلکی سی فاتحانہ مسکراہٹ آئی کہ وہ بات سمجھ گئی تھی۔

"تو پہلے کیا کرنا ہے؟"

عرشیہ کے لیے یہ بلکل نیا تجربہ تھا تبھی وہ بہت ایکسائٹڈ ہوئی۔

"اس کے آدمیوں کی تعداد، راستے، یہاں سے نکلنے کے دروازے، سب نوٹ کرنے ہیں تاکہ انیس اور اسکی ٹیم کے لیے ہم ایک زبانی نقشہ تیار کریں"

اسی لمحے باہر سے قدموں کی آہٹ آئی تو دونوں فوراً خاموش ہو گئیں۔

دروازہ کھلا تو ایک گارڈ اندر آیا۔

"باس نے بلایا ہے آپ دونوں کو"

ردا اور عرشیہ نے ایک دوسرے کو دیکھا پھر فوری سر ہلائے وہ گارڈ کے ہمراہ ہی کمرے سے نکل کر اسکی رہبری میں ایک دوسرے ہال نما کمرے تک پہنچیں، ایک بار پھر دروازہ کھلا اور عرشیہ نے اندر قدم رکھے۔

"اب یہ سب کیا ہے منحوس آدمی؟"

عرشیہ نے بیڈ پر بکھرے کپڑے، زیورات اور پھولوں کے بکے دیکھ کر بدحواس ہوتے شازان رضوانی کی طرف دیکھا۔

"دلہن بننے والی ہے تُو میری"

شازان نے کمینی سی مسکراہٹ لیے کہا تو عرشیہ پہلے تو شاکڈ ہوئی پھر ساتھ ہی قہقہہ مارتی ہنس پڑی، ادھر انیس سمیت سب سولی پر اٹکے تھے اور ادھر عرشیہ کے مسخرے پن میں ہی کمی نہ آ رہی تھی، اب تو شازان کو شبہ ہو رہا تھا کہیں دماغی فالٹ تو نہیں آ گئے اسکی شکار میں۔

"اوہ ہونگے۔ کھینچ نری۔ جیل میں رہ رہ اپنا دماغ کیا گلا آیا ہے۔ زلیل آدمی۔ میں پہلے سے ایک جوان جہاں شیر آدمی کی بیوی ہوں۔ اگر اسے بھنک بھی لگی کہ تو نے اسکی بیوی پر ایسی بیہودہ لائن ماری ہے، وہ تجھے زندہ درگور بھی اپنے اسٹائل سے کرے گا اور تیرا جو یہ اس بڑھاپے میں دلہا بننے کا ارمان ابل رہا ہے۔ اس جگہ پکا بینڈ باجا تعینات کروائے گا جدھر تجھے زندہ

دفنایا ہو گا۔ زندگی تو تیری کتے جیسی ہے۔ کیوں اپنی موت بھی زلالت والی چاہ رہا ہے"

عرشیہ نے بچارے اپنے دور کے بہت بڑے ڈان کی مٹی پلید کر کے رکھ دی، اسکے اپنے آدمی دانت چھپانے پر لگے تھے جبکہ ردا کو اپنی خوشی چھپانے کی مہارت اچھے سے حاصل تھی، وہ بس کن اکھیوں سے اس وقت یہاں کھڑے شازان کے لوگوں کو گن رہی تھی، اس کمرے کے نیچے ایک تہہ خانہ تھا جس بارے ردا جانتی تھی، بس کسی طرح شازان کے یہ لوگ ہٹ جاتے تو شازان کو دبوچنا مشکل نہ رہتا۔

شازان رضوانی کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا، اس کی آنکھوں میں ایسی خطرناک آگ ابھری کہ ایک لمحے کو کمرے کی فضا بھی بوجھل ہو گئی۔

"زبان بہت چلنے لگی ہے تیری۔ چھلتتری کہیں کی بازرہ"

اس نے دانت بھینچتے ہوئے عرشیہ کو دھمکی دی تو وہ اس نام پر سراسر برا منا گئی۔

"یہ گالی کسے دی تُو نے؟"

عرشیہ نے اپنے کوٹ کی آستینوں کو اوپر کھینچتے غرا کر پوچھا تو شازان اپنا ماتھا ہاتھ مارے پیٹ گیا۔

"یہ جو تُو نے مجھے گالی دیتے لفظ کہا۔ اسی لفظ کو دو تین بار گندے نالے میں ڈبکیاں لگواو، کچرے میں دو دن سڑنے پڑا رہنے دو پھر گٹر میں پھینک کر نکالو تو وہ لفظ جو بن جائے، وہ تُو ہے کھوتے"

عرشیہ نے اسکا ماتھا پیٹنے پر اور بھڑک کر جواب دیا، اس کے آدمیوں میں سے ایک دو نے فوراً کھانسی کا بہانہ کیا تاکہ اپنی ہنسی چھپا سکیں۔ شازان نے تیز نظروں سے اپنے آدمیوں کو گھورا تو فوراً سب سیدھے ہو گئے، ردا اب

بھی کمال مہارت سے عرشیہ کے زبان والے مظاہرے دیکھ رہی تھی ساتھ اپنا کام بھی کر رہی تھی۔

"کیا چیز ہے تُو؟"

شازان نے کاٹ کھاتے ہوئے عرشیہ کی طرف قدم بڑھائے۔

"میں تیری گدگدی والی موت ہوں۔"

عرشیہ نے اپنے قدم اس گندے آدمی سے پیچھے ہٹائے، ردا نے ایک لمحے کو سر جھکا کر مسکراہٹ چھپائی مگر ساتھ ہی اس کی نظریں تیزی سے کمرے میں گھوم رہی تھیں، اس نے دروازے کے پاس دو گارڈز، کھڑکی کے قریب ایک اور شازان کے پیچھے تین آدمی نوٹ کیے۔

"تُو بھول گئی ہے اپنا بچپن عرشیہ، کیسے میں تجھے چھوا کرتا تھا۔ کلی تھی تب تو، پر بڑی ضدی تھی۔ کیسے تجھے ڈراتا تھا، رلاتا تھا۔ تجھے گندے طریقے سے

چھوتا تھا۔ اب پھر وہ سب ہو گا لیکن اس گند کا لیول تیری سوچ کے ہر لیول سے بڑا ہو گا۔ تیرا یہ غرور اور اعتماد زیادہ دیر نہیں رہے گا"

وہ آہستہ آہستہ اس کی طرف بڑھا تو عرشیہ کی آنکھوں میں دفعتا لہو اترا، اسکے ہاتھوں میں اچانک نمی آئی، اسکی آنکھیں سرخ انگارہ ہونے لگیں۔

عرشیہ نے فوراً ہاتھ اٹھا کر اسے رکنے کا اشارہ کیا۔

"وہیں رک جا"

عرشیہ کی آواز کانٹے دار ہو کر اسکے حلق سے گھسیٹتے انداز میں باہر نکلی۔

"ناں رکوں تو کیا کرے گی۔ زبان کے اور گل کھلائے گی؟"

شازان کی خباثت بھری نظریں عرشیہ پر جمیں تو وہ اپنے دونوں ہاتھوں کو سختی سے مٹھیوں میں بھینچ گئی، ردا بھی فوری الرٹ ہوئی، جبکہ شازان نے

جیسے ہی مزید فاصلہ سمیٹا، عرشیہ نے کسی جنگلی بلی کی طرح شازان رضوانی کا منہ اپنے کچھ حد تک واپس آجاتے ناخنوں سے بری طرح چھیلنا اور نوچنا شروع کیا، اس اچانک افتاد پر وہ خود بھی سنبھل نہ پایا، جب تک اس نے عرشیہ کے ہاتھ اپنے چہرے سے ہٹا کر پیچھے کیے، وہ اپنے ناخنوں سے اسکے منہ کا خلیہ بگھاڑ چکی تھی اور پیچھے دھکیلے جانے پر بھی وہ نفرت سے پھنکار رہی تھی۔

شازان رضوانی کے منہ سے غصے بھری چیخ نکلی، اس کے گالوں پر عرشیہ کے ناخنوں کے گہرے نشان ابھر آئے تھے، چند جگہوں سے خون بھی رسنے لگا تھا۔

"تیری ہمت کیسے ہوئی!"

وہ حلق کے پورے زور سے دہاڑا مگر عرشیہ اب بھی سانس پھولنے کے باوجود نفرت سے اسے گھور رہی تھی۔

"یہ تو صرف ٹریلر تھا کھوتے زلیل"

اس نے دانت بھینچتے ہوئے چیخ کر بتایا۔

"ابھی پوری فلم باقی ہے"

شازان نے جھپٹ کر عرشیہ کا بازو پکڑنا چاہا مگر اسی لمحے ردا آگے بڑھی، اس نے انتہائی مہارت سے عرشیہ کو اپنی طرف کھینچا اور خود شازان کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔

"ہوش میں رہو شازان، تمہیں تو شادی کرنی ہے اس سے۔ جان ہے یہ تمہاری۔ ایسے مناو گے اسے۔ بیوقوف مت بنو"

ردا کی آواز غیر معمولی طور پر سرد تھی۔

"اگر اسے خراش بھی آئی تو تمہارا انجام تم سوچ بھی نہیں سکتے، اسکے پیچھے کیسے کیسے لوگ ہیں تم نے ٹریلر نہیں دیکھا کیا۔ تم جیسے ڈان کی ٹکر کے لوگ

ہیں اسکی فیملی والے۔خاص کر اسکا بہنوئی وولف۔۔۔۔۔اسکا شوہر وولف پرو"

شازان نے خون آلود ہاتھ اپنے چہرے پر پھیرا پھر ہنسا مگر اس ہنسی میں پاگل پن شامل تھا۔

"واہ...میری دونوں عورتیں شیریں، دونوں خطرناک..."

وہ ردا اور عرشیہ دونوں کو للچائی نظروں سے دیکھ کر جب بولا تو عرشیہ کو اسکی نظروں سے شدید گھن آئی، وہ گندا آدمی ان دونوں کے ساتھ جو بھی کرنا چاہ رہا تھا وہ اسکی ہوس بھری آنکھوں سے ٹپک رہا تھا۔

"باس...؟"

اسکے گارڈز ہتھیار اٹھائے منتظر تھے مگر شازان نے ہاتھ اٹھا کر انہیں روک دیا۔

"کوئی ہاتھ نہیں لگائے گا اسے"

اس کی آنکھوں میں خطرناک آگ تھی۔

"یہ لڑکی خود میرے ہاتھوں ٹوٹے گی ابھی۔ اسی وقت"

شازان کی بات پر عرشیہ طنزیہ ہنسی۔

"تجھ سے؟"

اس نے سر جھٹکا پھر قہقہہ لگا گئی، ردا نے اسکے تمام آدمیوں کو ایک جگہ ہوتے دیکھ کر آہستہ سے مین کمرے کا دروازہ جا کر بند کرتے لاک کیا، عرشیہ اس درندے کی توجہ بھٹکانے میں کامیاب تھی۔

"تو ابھی میرے ناخن بھی نہیں سہہ سکا، میرے جوتے ابھی باقی ہیں۔ دانت تو تلوار سے بھی آگے کی چیز ہیں میرے۔ اور بے عزتی میں ایسی کرتی ہوں

کہ بندہ قبل از وقت جا کر اپنی قبر کی جگہ سرنگ کھود کر وہاں شفٹ ہو جاتا ہے"

عرشیہ نے اسکی آنکھوں میں اپنی گرے آنکھیں گاڑیں، اسکے چھ لوگ ایک ساتھ شازان کے اطراف کھڑے تھے اور اب ردا کا ٹارگٹ ان منحوس چھ لوگوں کو نمٹا کر اس شازان کو تہہ خانے تک لے کر جانا تھا۔

"تجھے میں یہیں ٹکرے کروں گا۔ تجھ جیسے پھول کی ہر کلی مسل دوں گا۔"

شازان نے اسکی آنکھوں میں آنکھیں گارتے دھمکایا تو عرشیہ کی ہنسی اک لمحہ غائب ہوئی مگر اس کے چہرے پر خوف نہیں آیا بلکہ ایک عجیب سی ٹھنڈی سنجیدگی اتر آئی۔

"پھول؟"

اس نے دھیرے سے دہرایا پھر ہلکا سا سرد مسکرائی۔

"غلطی کر رہا ہے شازان، میں پھول نہیں، کانٹے دار جھاڑی ہوں، جتنا ہاتھ ڈالے گا اتنا ہی زخمی ہو گا"

شازان کی آنکھوں میں غصہ مزید گہرا ہوا، وہ قدم بڑھانے ہی والا تھا کہ عرشیہ نے دانستہ ایک قدم پیچھے لیا بالکل اسی سمت جہاں ردا نے نظری اشارہ کیا تھا۔

ردا نے لمحے بھر میں کمرے کا جائزہ لیا، چھ آدمی تھے، تین دائیں جانب، دو دروازے کے قریب، ایک شازان کے پیچھے، اس نے آہستہ سے سانس لی اور اگلے ہی لمحے اچانک لڑکھڑانے کا ڈرامہ کرتے ہوئے ایک میز سے ٹکرا گئی۔

"آہہہ"

میز پر رکھا شیشے کا گلدان زور سے فرش پر گرا اور چکنا چور ہو گیا۔

سب کی نظریں لمحہ بھر کو ردا کی طرف گئیں۔

اسی ایک لمحے کا انتظار تھا، ردا نے جھکتے ہوئے زمین سے شیشے کا ایک تیز ٹکڑا اٹھایا اور بجلی کی سی تیزی سے قریب کھڑے آدمی کی کلائی پر مارا، اسکی کلائی کٹنے پر وہ درد سے کراہ اٹھتے بلبلاتا اپنا ہتھیار وہیں پھینک گیا جس پر ردا نے اسکا سر پکڑ کر دیوار سے پٹخا، عرشیہ بھی اسی لمحے حرکت میں آئی، اس نے اپنے قریب کھڑے دوسرے آدمی کو پوری طاقت سے دھکا دیا وہ پیچھے لڑکھڑا کر تیسرے سے جا ٹکرایا، کمرے میں اچانک ہلچل مچ گئی۔

"پکڑو انہیں!"

شازان دھاڑا کیونکہ اچانک یہ بھگدڑ کیسے اور کب مچی وہ بھی نہ سمجھ پایا، مگر ردا پہلے ہی اگلے آدمی پر جھپٹ چکی تھی، اس نے مہارت سے اس کا بازو موڑا اور اسے زمین پر بری طرح پٹخ کر گراتے جھک کر اسکی گردن پکڑ کر ایک ہی جھٹکے سے مڑور دی، عرشیہ نے قریب پڑی کرسی اٹھا کر ایک اور گارڈ کی طرف کرتے پوری قوت سے اسکے منہ پر دے ماری، گارڈ کا جبڑا چڑ گیا، وہ وہیں خون میں لت پت منہ لیے اوندھا ہوئے گرا، وہ سب سنبھلنے کی

کوشش کرنے لائق نہ رہے کیونکہ ردا نے سبکی گردنیں جب مڑوریں تو شازان کی گن نیچے سے اٹھا کر عرشیہ نے اس پر تان لی تھی۔

جبکہ ردا کی نظریں اب صرف ایک جگہ پر تھیں،

فرش کا وہ حصہ جہاں سے تہہ خانے کا راستہ کھلتا تھا اور عرشیہ نے بھی وہ دیکھ لیا تھا،

دونوں کی نظریں ملیں تو دونوں نے بیک وقت شازان کے ڈرے سہمے چہرے کو دیکھ کر سمائل دی، انکی وہ سمائل بہت شیطانی تھی۔ جبکہ دوسری طرف فجر سمیت باقی بھی سب کے غائب ہونے پر فکر مند تھے مگر عصر نے فجر کو کال کی تاکہ وہ پریشان نہ ہوں اور سو جائیں، اس بیچ مہویر اور انیس اپنے لوگوں کو جمع کیے حملے کے لیے کچھ ضروری ہدایات کر رہے تھے۔

"ایسی کونسی جنگ چھڑ گئی ہے عصر آپکو۔ دو بجنے والے ہیں"

وہ اپنے کمرے میں آگئی تھی کیونکہ سب سو چکے تھے، اور وہ عصر کو شدید مس کر رہی تھی۔

"آپ سو جائیں جانم میں صبح ملتا ہوں آپکو۔ اب تک کیوں جاگ رہی ہیں؟"

وہ مزید افسردہ ہوئی جب صبح کا سنا۔

"کیا مطلب؟ آپ صبح آئیں گے؟ (بقیہ ہلکان کون کرے گا مجھے؟)"

وہ باقاعدہ روہانسی ہوئی تو عصر کے لبوں پر مسکراہٹ سی آئی، گو وہ آخری جملہ دل میں دبا گئی تب بھی وہ محترم خمار میں محصور ہو گئے۔

"جی صبح آوں گا۔ آپ سو جائیں میں آپکی مارننگ گڈ کر دوں گا آ کر سائیں۔ یا پھر آپکو میرے بغیر نیند نہیں آئے گی؟"

وہ اسکی اہمیت جاننے کی خواہش رد نہ کرنا چاہتی تھی۔

"نہیں نیند تو آجائے گی پر میں نے آپکی بازو پر سر رکھ کے آپکو ہگ کر کے سونا سوچا تھا"

وہ افسردہ ہو کر اپنی خواہش کی تکمیل نہ ہونے پر اداس بھی ہوئی۔

"میں بازو بھی دیتا، سینہ بھی دیتا اور کیا اسکے بعد سونے بھی دیتا آپکو میری گٹھ مٹھنی جان۔ کتنی معصوم اور خوش فہم ہیں آپ"

وہ اس پر طنزیہ اور خطرناک مسکرایا جبکہ وہ اس ایک اور نام پر منہ غبارے سا پھلا گئی۔

"اب یہ کیسا نام ہے عصر۔ ایسے بلاتے ہیں اپنی وائف کو؟"

وہ بس رونے کے دہانے تھی جب عصر ہنسا۔

"گٹھ مٹھنی کا مطلب ہے چھوٹے قد والی بونی جان میری۔ مائنڈ نہ کریں۔ میں تو جب بہت پیار آتا ہے تبھی ایسے نام لیتا ہوں۔ اگر آپکو منظور نہیں ایسا پیار تو آگے سے میں آپ پر پیار لٹا دیا کروں گا۔ خوش؟"

وہ جس قدر چالاک بن رہا تھا اتنا تھا نہیں، اسکی بونی زیادہ ہوشیار تھی۔

"ن۔ نہیں۔ کوئی خوشی نہیں۔ لے لیا کریں نام ہی"

وہ اسکی گھبراہٹ فون کے پار سے بھی محسوس کر سکتا تھا۔

"تو پھر آپ سونے لگی ہیں ناں؟"

عصر کی شوخ سرگوشی سنے وہ بیٹھے بیٹھے پیچھے بیڈ پر گری، اس وقت وہ عصر کے کمرے میں تھی، پورا کمرہ پھولوں سے سجا اور لدا تھا پر اسکا سیاں ہی اس سے دور چلا گیا تھا۔

"جی"

فجر نے پھولوں کی سجاوٹ دیکھ کر اپنے سارے ارمان اپنے دل میں دفناتے بڑی مشکل سے جی کہا۔

"میری بازو اور میرا سینہ نہیں لینا؟"

وہ جان بوجھ کر اسے چھیڑ رہا تھا۔

"پاس ہیں ہی نہیں آپ میرے"

وہ بچوں کی طرح افسردہ ہو کر بولی، جیسے کوئی بچہ اپنا خالی ہاتھ دیکھاتا ہے۔

"آپکے دل میں پھر کیا میرا بھوت ہے۔اس سے کریں ناں رومینس"

وہ اسکے مشورے پر مسکرائی۔

"رومنیس تو نہیں کرنا چاہتی تھی میں"

وہ خفیف سا شرما کر منمنائی۔

"تو پھر میرے ساتھ خطبہ پڑھنا تھا آپ نے اگر میں وہاں ہوتا؟"

عصر کا بے ساختہ پن فجر کی ہنسی بنا تو اسکی ہنسی کی چھنک پر عصر کا دل بھی سرشار ہوا۔

"ہنستی رہیں میری جان۔۔ میں صبح ملتا ہوں اپنی اس پیاری سی پری کو۔ سو جایئے گا، اپنے پہلو میں مجھے تلاشنے مت بیٹھ جایئے گا۔ سی یو مائی لوو"

ایسے وہ اجازت لے رہا تھا تو بھلا پاس آکر پیار کی کہاں ضرورت رہ جاتی، وہ جھنیپ سا جاتی مسکرائی اور زور سے سکرین پر آواز والی پاری کیے ساتھ ہی کال کاٹ گئی، اب یہ ساونڈ والی کِس عصر میاں کے جذبات مفت میں ہی جگا گئی، بچارا دل مسوس کر رہ گیا، مطلب اس سے اچھا تو آج فجر کا موبائل تھا جسے اس کی کِس تو مل گئی وہ بھی منہ والی، اب اس پر بھی عصر کو دلی دوڑے سے آئے لیکن ابھی سچویشن خطرناک تھی تبھی وہ جلد نارمل ہو گیا۔

وہ لوگ آدھے گھنٹے تک شازان رضوانی کے بنگلے کی طرف نکل گئے، چاروں طرف سے بنگلے کو گھیر لیا گیا تھا، اس بیچ اسے ردا کی جانب سے بنگلے میں

موجود لوگوں کی تعداد، راستے اور خفیہ دروازوں کا ایک زبانی میپ بھی موصول ہو چکا تھا لیکن پھر بھی وہ ردا سے کچھ مزید جاننا چاہتا تھا، وہ دوربین کی مدد سے بنگلے کے انٹرنس پر نظر رکھے ہوئے تھا جب اس نے ساتھ ردا کو کال ملائی۔

"انیس"

لیکن کال ردا کے بجائے عرشیہ نے اٹھائی۔

"ردا کہاں ہے۔ اسکا فون تمہارے پاس؟"

انیس کو فکر ہوئی ی۔

"ردا کے سگے، بیوی کی آواز سن کر اچھا نہیں لگا؟"

اب اس سچویشن میں بھی لما کو جیلس ہونا تھا، انیس بھی ہنس پڑا کہ یہ کیا شے بیوی بنا بیٹھا ہے۔

"بیوی کی آواز سن کر جان میں جان آگئی ہے۔ اسکو بھی دیکھنا پڑے گا، آخر کار ہماری بہت مدد کی اس نے۔ بتاو جیلس ہوئے بنا کہ کہاں ہے وہ؟"

انیس کی آواز اسے فون کے بہت دور سے سنائی دی جبکہ عرشیہ نے پلٹ کر ردا کی طرف دیکھا جسکے ہاتھ میں لوہے کی کیلوں والی گرم سلاخ تھی اور وہ شازان رضوانی پر بڑے مزے سے برسا کر اسکی دھاڑ سنتی پھر قہقہہ لگاتی۔

"انیس۔ مجھے ردا سے ڈر لگ رہا ہے۔ اس میں جن آگیا ہے۔ مجھے لے جاو پلیز۔ یہ تو میرے لیے کوئی حصہ ہی نہیں چھوڑے گی۔ میں پھر کسے پیٹوں گی جو میرے ہاتھوں میں گرمی جاگی ہوئی ہے"

عقب سے شازان کی دھاڑیں سن کر انیس سمجھ چکا تھا گند صاف ہو رہا ہے پر اسکی لما کا غم ہائے!

"ہائیر کر دوں گا کوئی۔ پر ابھی بس انجوائے کرو یہ"

وہ ان سے بڑا پاگل تھا۔

"سچ یاد آیا ابھی رئیس ہے ناں۔ اسے پیٹ لینا۔ میں تمہیں اسکا پورا موقع دوں گا"

انیس کے ساتھ ہی خیال پیش کرنے پر وہ برا سا منہ بنا گئی جبکہ ڈرا اسے ہنوز ردا سے لگ رہا تھا، اس لڑکی کا ریپ کیا تھا شازان رضوانی نے، وہ کیوں نہ پاگل ہوتی، ردا کے شوہر نے اپنی بیوی اس کمینے شازان کے آگے گھاس کی طرح ڈالی کہ لو میرے آقا اسے چیڑ پھاڑ لو، جانے کتنی تکلیف بھری تھی ردا مراد میں، عرشیہ کی آنکھوں میں بھی نمی اتر آئی جب اسے ردا کے اس پاگل پن کی وجہ کا احساس یاد آیا۔

"ا۔۔ انیس۔ اسکا شازان نے اسکے شوہر کے سامنے ریپ کیا تھا۔ شازان کو کم سزا کسی صورت نہیں ملنی چاہیے۔ یہ درندہ جیل سے پلٹ آیا تھا، اب اسکی دردناک موت ہونی چاہیے۔ تم لوگ حملہ شروع کرو اور اندر گھسو۔ پر میری جان تم خیال سے رہنا، تمہارے لہو کا اک اک زدہ اہم ہے"

انیس کی آنکھوں میں بھی اس وقت آگ لپکی تھی، آج اس آدمی بلکہ درندے کا خاتمہ لکھ دیا گیا تھا، آج کی رات اسکے انجام کی رات تھی، جن معصوموں کا اس نے قتل کیا، جنکی عزت خراب کی، اور آج تک جتنے گناہ کیے، انکا اسے سود سمیت بدلا دینا تھا۔

"وہ مرے گا۔ اسکے پورے بنگلے کو ہم نے چاروں طرف سے گھیر لیا ہے۔ جب تک تم دونوں کے پاس پر اپر ہتھیار نہ آجائیں، ایک جگہ رہنا"

انیس نے کال پر بات کرنے کے بیچ ہاتھ سے مہویر اور عصر کو پیچھے کی طرف سے بنگلے کے اندر داخل ہونے کا اشارہ کیا جبکہ علیم خان اور عامر اسکے ساتھ بنگلے کے سامنے والے حصے سے جانے والے تھے۔

"پر اپر ہتھیار کی بات کر رہے ہو؟ میرے اور ردا کے پاس اس وقت تین تین گنز ہیں لیکن مزے کی بات بتاوں سڑو؟ ہم نے ابھی تک ایک گولی بھی

نہیں چلائی۔ اوپر کمرے میں چھ لوگ مرے پڑے ہیں اور تہہ خانے میں یہ کھوتا اب ردا سے سوغات پا رہا ہے"

انیس نے اپنی گن پر پکڑ جماتے، ائیر فون سے ہی عرشیہ کی رشک بھری بات سنتے خفیف سا مسکرا کر سر اہا، یہ واقعی نا قابل یقین تھا، جیسے ہی بنگلے کے ارد گرد پھیلے شازان کے لوگوں کو حملے کی بھنک لگی، اندر سے اندھا دھند فائرنگ شروع ہو گئی، انیس نے بھی سبکو حملہ کرنے کا اشارہ دیا جبکہ عرشیہ بھی حملہ شروع ہونے کے بارے جان چکی تھی۔

"تم میری طاقت ہو، تبھی تو اپنے ساتھ تم نے میری بھی خفاظت یقینی بنائی۔ بہر حال پھر بھی جو مجھے اکیلا چھوڑ کر اس کے ساتھ گئی تھی ناں تم، اسکا حساب لوں گا۔ چلو اب فون پر ہی رہنا میں زرا تسلی سے انکو نمٹاوں"

عرشیہ نے ہونٹ کا کونہ دانت تلے دباتے بال کی اک لٹ انگلی پر لپیٹی پھر گمانے لگی، ساتھ وہ ردا کو دیکھ رہی تھی جو برنر جلا کر اس لوہے کی راڈ کو گرم

کر رہی تھی اور شازان دہاڑے نہیں اس سبب اسکے منہ میں بڑا سا کپڑا ابھی ٹھوس چکی تھی، ابھی عرشیہ اسے ہی دیکھ رہی تھی جب کمرے کی طرف سے شازان کے آدمیوں کی آوازوں پر عرشیہ اور ردا دونوں ٹھٹھکیں۔ شازان کے مزید لوگ اس تہہ خانے والے کمرے میں آ چکے تھے اور وہاں چھ لوگوں کی لاشیں دیکھ کر وہ لوگ بھاری قدم اٹھاتے ہوئے تہہ خانے کی طرف آ رہے تھے۔

"آپ اپنا کام کریں۔ میں ہوں ناں"

عرشیہ نے مسکرا کر ردا کو تسلی دی اور خود وہ پسٹل لوڈ کرتی، تین ایکسٹرا میگزین اپنے کوٹ کی جیب میں ڈالتی تہہ خانے سے اوپر سیڑھیوں کی طرف بڑھی ہی کہ مریل سے بلب کی روشنی میں دو آدمی نیچے اترتے دیکھائی دیے، عرشیہ نے دونوں پر ایک ساتھ گن تانی اور دونوں کے سیدھے سر میں گولی فائر کی، وہ دونوں اوندھے منہ گرتے ٹھیک نیچے زمین پر آ گرے، فائرنگ کی آواز نیچے سے آتی سنے باقی آٹھ سے دس لوگ وہیں

کمرے میں رک گئے، عرشیہ نے خود ہی زمین پر گرے دونوں کو بوٹس سے پرے کیا اور گن کا نشانہ سا بناتی سیڑھیوں کی طرف بڑھی، باہر وہ لوگ مکمل طور پر مقابلہ کر رہے تھے، دو طرفہ یلغار جاری تھی۔

"دھیان سے جاو عرشیہ۔ فوکس ہٹنا نہیں چاہیے۔ میں بھی اسکے پیٹ پر یہ سلاخ گاڑ کر آتی ہوں تمہیں کوور دینے"

ردا کی تاکید پر عرشیہ نے اسے سر ہلا کر اشارہ کیا جس پر وہ جیسے ہی کمرے میں داخل ہوئی، سب نے ایک ساتھ گولیاں چلائیں جس سبب عرشیہ بروقت پیچھے ہٹی، پھر وہ نیچے جا کر ان گرے آدمیوں کے پاس بیٹھی، انکی لہو لہان شکل دیکھ کر اسکے ہاتھ سے کانپے لیکن وہ باہمت رہی، اس نے انکی جیکٹس کی جیبیں ٹٹولیں تو وہاں بمب ملا، عرشیہ نے فوری اٹھ کر اپنی گن ایک ہاتھ میں سنبھالتے دوسرے سے بمب کی پن نکالی اور کمرے میں پھینکتے ہی وہ واپس نیچے آ کر اپنے کانوں پر زور سے ہاتھ جما گئی، بمب دیکھ کر ان لوگوں کو بھاگنے کی مہلت ہی نہ ملی، زوردار دھماکے کی آواز آئی اور پورا کمرہ

پھٹا، لمحوں میں ان سبکے چیتھڑے اڑے تھے، جبکہ دھواں نیچے تہہ خانے تک بھر گیا جس سبب عرشیہ نے فوری کھانستے ہوئے اٹھ کر اوپر جاتے تہہ خانے کا دروازہ کھولا، پورے کمرے کی ہر چیز کرچیوں میں بدل چکی تھی اور وہ سب لوگ زخمی ہو کر نیچے گرے تھے، اس سے پہلے عرشیہ ان کراہتے آدمیوں پر گن تانتی، دروازے کی سمت سے آتے انیس نے سب نیچے گرے آدمیوں پر باری باری فائر کیا، وہ سب وہیں مزاحمت ترک کرتے ڈھیر ہوئے تو عرشیہ دوڑ کر انیس کی طرف گئی اور جا کر اسکے سینے سے لپٹی، انیس نے بھی اسے دونوں بازووں میں بھینچ لیا۔

"میری جان۔۔ تم ٹھیک ہو؟"

وہ اسے اپنے گلے کچھ دیر لگائے روبرو لایا تو عرشیہ نے بھیگتی آنکھوں پر قابو پاتے سر ہلایا، وہ کتنی ٹھیک تھی یہ تو اس کمرے کی حالت سے انیس کو اندازہ ہو ہی گیا تھا، باقی سب باہر شازان کے آدمیوں کا شاندار طریقے سے کام تمام کر رہے تھے۔

"میں ٹھیک ہوں۔ تمہیں چوٹ تو نہیں آئی ناں؟"

عرشیہ نے اسکا چہرہ، شانے، بازو، یہاں تک کہ اسے سر سے پیر دیکھا جس پر قہقہہ لگائے دوبارہ عرشیہ کو وہ اپنے سینے لپٹا گیا۔

"تمہارے ہوتے مجھے کھروچ بھی کیسے آسکتی ہے لما۔ میری بہادر سی خاتون۔ تم نے تو دوبارہ دل جیت لیا"

وہ اسکو پکڑ کر روبرو لایا تو عرشیہ نے روئی روئی سمائل دی کیونکہ اسے تعریف سننا اس وقت بھی بہت خوشی پہنچا گیا، عرشیہ کا پورا فیس دھوئیں کے غبار کے سبب سیاہ دھبوں سے اٹا تھا اور تبھی انیس کی مسکراہٹ نہ رک رہی تھی۔

"بدتمیز تم مزاق اڑا رہے ہو میرا۔۔۔"

انیس کی شریر نظروں پر عرشیہ نے زوردار مکا اسکے پیٹ میں دیا جس پر انیس نے جھک کر عرشیہ کے ہونٹوں پر جوابی کاروائی کی اور اسے ایک بازو

گرد حصار کر جو ہڈیاں چٹخاتا بھینچا وہ الگ بھیانک، بچاری کا اتنا دم یہاں آنے سے اب تک نہ گھٹا تھا جتنا اسکے پگلائے شیر نے دو سیکنڈ میں گھوٹ دیا۔

"لو۔ انعام بھی دے دیا۔ یہ بتاو ردا کہاں ہے؟"

وہ بچاری پر رحم کھاتا دور ہوا تو عرشیہ نے چہرے کی لالیاں سی چھپاتے انیس کو تہہ خانے کی طرف اشارہ کیے بتایا جسکے بعد وہ دونوں ساتھ نیچے آئے، راستے میں دو مرے لوگ پڑے دیکھ کر انیس نے حیرت سے عرشیہ کی طرف دیکھا جو آگے سے ڈراڈرا فخریہ مسکرائی کہ ہاں یہ اسی نے کیا، انیس تو اس لڑکی کو گن چلانا سیکھانے پر پچھتا اٹھا، بہر حال وہ دونوں جب ردا تک تہہ خانے پہنچے تو ردا اس آدمی کے جسم کو جگہ جگہ سے بھیانک حد تک جلا چکی تھی، اس آدمی کی دہاڑیں بھی اسکے جسم سے نکلنی ناممکن تھیں، وہ زمین پر پھڑ پھڑا رہا تھا، اسکے ہاتھ پیر ردا اور عرشیہ نے بہت کس کر باندھے تھے، عرشیہ نے ڈر کر انیس کا ہاتھ تھاما۔

"ردا بس کرو"

انیس نے اس لڑکی کو روکنا چاہا جس پر وہ اذیت سے مسکرائی اور انیس اور عرشیہ کو دیکھنے لگی۔

"بس کروں؟ کیا میری تکلیف کا ازالہ ہو گیا انیس؟ نہیں۔ اسے اسطرح ہزار بار جلاوں تب بھی تلافی نہیں ہو گی۔ اس نے جب مجھے چھوا تب اتنی تکلیف ہوئی تھی مجھے۔ ایسے لوگ کسی قانون کی گرفت میں نہیں آسکتے۔ کتنے معصوم بچوں کا قاتل ہے یہ، کتنے بچوں کا بچپن اس خبیث ملعون نے تاریک اور سیاہ کر دیا۔ کتنے لوگوں کی زندگیاں برباد کیں۔ بس تب تک نہیں ہو گی انیس جب تک اسکی جان اس درد پر نہ نکل جائے۔"

ردا کے لفظوں کی چیختی تکلیف کو عرشیہ اور انیس نے بھی محسوس کیا، حتی کہ ردا کی اپنی آنکھیں انگارے میں بدل گئیں، اسے اپنے جسم، روح اور دماغ پر لگے ہر زخم کی دوبارہ ٹیس محسوس ہو رہی تھی، لیکن جس طرح وہ

آدمی ایڑیاں رگڑ رگڑ کر تڑپ رہا تھا، اسکی روح پر لگے زخموں کو آرام مل رہا تھا۔

"تجھے کیا لگا شازان رضوانی، مجھے روندنے کے بعد تجھے میرا خدا یونہی بخش دیتا۔ تونے میری زندگی گالی بنائی تھی۔ میں تیرے جسم کا ہر حصہ جلاوں گی اور تجھے چیخنے کی اجازت بھی نہیں ملے گی۔ تونے جن بچوں کی جان لی، تو نے جنکو اذیت دی، جنھیں ہوس کا نشانہ بنایا، آج ان سبکا حساب لوں گی۔ میں تجھے موت آنے تک جلاوں گی۔ تیرے اندر کی ہڈیاں تک اس جلن سے پگھلنے لگیں گی"

وہ آدمی اس قدر اذیت میں تھا کہ جسم جلنے پر اسکی آنکھوں کی نمی خون میں بدل رہی تھی۔

"ا۔۔انیس۔۔ مجھ سے نہیں دیکھا جا رہا یہ"

انیس اور ردا یہ دیکھنے کے لیے مکمل طور پر تیار تھے لیکن عرشیہ کی ہمت جواب دے گئی جس سبب انیس نے اسے اپنے سینے لپٹا لیا، وہ بہت زیادہ ڈر رہی تھی، اس نے تو شازان رضوانی کا ایسا انجام امیجن تک نہ کیا تھا۔

"میں ہوں تمہارے پاس۔ میرے دل سے لگو گی تو ہمت آئے گی اسے یوں موت کی بھیگ مانگتا دیکھنے کی"

انیس نے نرمی سے عرشیہ کے سر پر پیار کیا پر وہ اب مزید کچھ دیکھنا نہیں چاہتی تھی۔

"اگر لوگ انجام کو یاد رکھیں تو کبھی فرعون نہ بنیں۔ یہ تو فرعون سے بھی اوپر کے درجے کا غلیظ ہے۔ ہر زانی کو ایسی ہی سزا ملنی چاہیے۔"

انیس نے ردا کا حوصلہ مزید بڑھایا، جس پر وہ مشکور ہو کر انیس کو دیکھنے لگی اور پھر سے اس نے وہ لوہے کی کیلوں والی راڈ، جلتے برنر پر رکھتے گرم کرنا

شروع کی، منہ بند ہونے کے باوجود شازان رضوانی کی بھیانک، دردناک غرغراہٹیں عجیب خوفناک سا ماحول بنا رہی تھیں۔

"تم اسے لے کر نکلو۔ میں اسے ختم کر کے آئی۔ کیونکہ اب مجھے تھوڑی اسکی دہاڑیں سننی ہیں تاکہ مجھے دلی سکون میسر آئے۔ بس دس منٹ مزید"

انیس نے سر اثبات میں ہلایا اور وہ عرشیہ کو احتیاط سے پکڑتا ہوا واپس سیڑھیوں کی طرف لیے بڑھا، تب تک مہویر بھی وہاں اندر کھنڈر بنے کمرے میں پہنچ آیا تھا، باقی تینوں اپنی ٹیم کے ہمراہ باہر کا ایریا چیک کر رہے تھے، اور جو مہویر اور انیس کے لوگ معمولی زخمی ہوئے تھے انکو بھی ہوسپٹل بھیجا جا رہا تھا۔

"تم دونوں ٹھیک ہو؟"

مہویر تیزی سے انکی طرف بڑھا تو انیس اور عرشیہ دونوں نے ایک ساتھ سر ہلایا تبھی نیچے سے آتی شازان کی دردناک دہاڑیں سنے وہ تینوں ہی خوفزدہ

ہوئے کیونکہ ردا اسکے اب کونسے جسم کے حصے جلا رہی تھی یہ وہ تینوں شازان کی دہاڑیں سن کر ہی اندازہ لگا سکتے تھے۔

"وہ یقینا اسے۔۔۔۔"

عرشیہ نے خوف سے لرزتے اپنے کانوں پر ہاتھ رکھے۔

"یقینا۔ ایسی بہادر عورتیں ماوں کو جننی چاہیں۔ جو بتا سکیں عزت چھینے کی قیمت کیا ہے"

انیس کو بھی جیسے ردا کی ہمت پر رشک آیا

"کاش میں موساب کا بھی یہی انجام کر پاتا۔ کاش"

مہویر کو ردا پر رشک آیا کہ بدلہ ہو تو ایسا جو ردا نے لیا۔

"بے فکر رہو، اسکا انجام بھی اس سے کم نہیں ہو گا۔"

انیس نے اسے یقین دلایا تھا، جبکہ عرشیہ نے کانوں پر ہاتھ رکھے فرش کے اس حصے تک جا کر نیچے دیکھا جہاں تہہ خانہ تھا، اور اسی بیچ نیچے گرے آدمیوں میں سے ایک آدمی جو ابھی بھی زندہ تھا، ہاتھ میں پکڑی گن بمشکل اٹھائے ٹھیک گن عرشیہ پر تان گیا، اور تبھی انیس اور مہویر کی نظر اس زندہ آدمی پر گئی، اس سے پہلے انیس اور مہویر اس آدمی کو مارتے، وہ گن چلا چکا تھا اور بروقت انیس کے جا کر عرشیہ کو بازو سے کھینچنے پر گولی اسے سینے پر لگنے کے بجائے، بروقت جگہ سے سرکنے کے سبب بازو کی جلد کو چھو کر نکل گئی۔

"آہہ۔۔میری بازو انیس"

وہ شدید درد پر چلائی تو آواز جیسے اس کے سینے سے پھٹ کر نکلی، انیس نے فوراً اسے اپنے حصار میں لیا، اس کی زخمی بازو سے خون رسنے لگا تھا، انیس نے اسکا کوٹ احتیاط سے اسکے جسم سے الگ کیے اتارا۔

"شش! گولی بس چھو کر گئی۔ جلد چھل گئی۔ میری جان تھوڑی سی برداشت کرلو"

انیس نے فوری اپنی شرٹ بٹنز کھولتے اتاری تو مہویر سمیت عرشیہ نے بھی گھبرائے انداز میں اس ہیرو کو دیکھا، نیچے اس نے ویسٹ پہن رکھی تھی مگر اپنی شرٹ اتار کر اس نے اسے ایک ہی جھٹکے سے چیرتے ایک لمبا کپڑا پھاڑ کر نکالا۔

میں ٹھیک ہوں میرے ہیرو"

عرشیہ نے درد سے دانت بھینچتے ہوئے مسکرا کر اسے پکارا جو اسے دیکھنے کے بجائے شرٹ کا لمبا ٹکڑا عرشیہ کی بازو پر کس کر باندھ گیا تاکہ خون بہنا رک جائے۔

"ہاں۔ تم میری جان ہو۔ ہمیشہ ٹھیک رہو گی۔ یہ بہت معمولی ہے تمہارے آگے۔ لیکن پھر بھی معاف کر دو، مجھے لگا یہ سب مرے ہوئے ہیں۔ انہی

میں تھا وہ کمینہ۔ تھوڑا سا درد ہو گا پر ہم یہاں سے نکلتے ہی ہو سپٹل چلتے ہیں۔ پر اپر پین کلر سے درد بھی چلا جائے گا۔ یہاں آو"

وہ آسودگی سے اسکے سینے لگی تو ہاتھ انیس کے اطراف لپیٹے، اگر انیس اسے نہ کھینچتا تو شاید وہ یہاں مری پڑی ہوتی، مہویر نے مسکرا کر نیچے تہہ خانے کی طرف جھانکا جہاں سے شازان رضوانی کی دھاڑیں اب تک سنائی دے رہی تھیں۔

"تم مجھے اپنی طرف نہ کھینچتے تو۔۔۔"

وہ اسکے سینے لگی ہی منمنائی تو انیس کے بازووں کی گرفت بڑھی۔

"ثابت ہوا کہ تمہارا میری طرف بڑھنا تمہاری سلامتی ہے۔ اللہ کا اشارہ ہے یہ، وہ ہمیں اب صحت مند اولاد دے گا تم دیکھنا"

عرشیہ نے گھبراتے ہوئے اسکا حصار توڑا، مہویر نیچے جا چکا تھا پر عرشیہ تو انیس کے یقین پر تھم کر رہ گئی، اپنی بازو کا درد بھی بھول گئی۔

"انیس۔۔ تمہارا یقین کتنا خوبصورت، کتنا حسین اور کتنا دلکش ہے۔ میری پیاری دنیا ہو تم۔ ان شاء اللہ جو تم نے کہا ویسا ہی ہو گا۔ اور مجھے ہمیشہ اپنی طرف یونہی کھینچ کر محفوظ کرتے رہنا۔ آئی لو و دس"

وہ شوخیوں والے ورژن میں لوٹی تو انیس نے دوبارہ احتیاط سے اسے اپنے گلے لپٹایا جبکہ نیچے مہویر اور ردا خاموش کھڑے تھے کیونکہ شازان رضوانی اپنے وجود، زخموں اور جل کر پگھلتی جلد کا درد برداشت نہ کر پاتے مر گیا تھا، اسکا وجود تھما ہوا، ایسی عبرت سے اٹا دیکھ کر مہویر تک کہ رونگٹے اٹھ گئے حالانکہ وہ بھی گناہگاروں کو کئی سال تک عبرتناک موت دیتا آیا تھا، لیکن یہ عبرت روح بھینچ دینے سی تھی۔

عرشیہ میں تو ہمت نہ تھی نیچے جانے کی مگر باقی سب نے اس آدمی کو جا کر ضرور دیکھا، علیم خان، عصر، عامر، مہویر سب نے ایک ساتھ ردا کو شاباشی دیتی نظروں سے دیکھا اور وہ انکے ہمراہ ہی سرخرو ہو کر تہہ خانے سے باہر آئی۔

"ردا آپی۔۔۔ آپ ٹھیک ہیں؟"

انیس کا ہاتھ چھوڑے، عرشیہ فورا سے پہلے جا کر ردا سے گلے لگی، ردا اس وقت سن سی تھی، اسے خود یقین نہیں آ رہا تھا کہ اللہ نے اسکے ہاتھوں اسکے گناہ گار کو عبرت دلائی، عرشیہ اس سے گلے اسی لیے لگی تا کہ ردا روسکے کیونکہ وہ کئی سالوں سے اس لیے نہیں روئی تھی کہ کہیں اسکا انتقام اسکے آنسوؤں میں نہ بہہ جائے اور آج جب وہ عرشیہ سے گلے لگ کر روئی تو ان شیر ہمت مردوں کی آنکھیں بھیگو گئی، وہ سب اسکے رونے کے احترام میں اس کھنڈر بنے کمرے سے باہر نکلے پر علیم دروازے میں رک گیا، اسکو نجانے کیوں باقیوں سے زیادہ تکلیف پہنچی تھی۔

"رو لیں جی بھر کر ردا آپی۔ اپنے اندر کی ساری تکلیف نکال دیں۔ آپ کے ساتھ جو ہوا اس میں آپکا کوئی قصور نہیں تھا۔ قصور جنکا تھا وہ ان شاء اللہ جہنم کی راکھ بنیں گے۔ آپ نے جو کیا، ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔ مجھ سمیت جانے کس کس کا بدلہ لیا اور ایسا شاہانہ لیا کہ زمین کی ساری تہیں کانپی ہوں گی۔ رو

لیں تا کہ دوبارہ آپکو یہ سب کبھی افسردہ بھی نہ کر پائے۔ جب بھی آپکو اپنے روندے وجود کا خیال آ کر رلانا چاہے گا، آپ اس رات کو یاد کر کے اپنا سر فخر سے اونچا کیجئے گا۔ سن رہی ہیں ناں آپ؟"

بہت سا رونے کے بعد وہ ہچکیاں گھوٹے عرشیہ سے الگ ہو کر سامنے ہوئی تو اپنے سارے آنسو رگڑ کر مسکرائی تو عرشیہ کی آنکھیں اسکے شاندار ضبط پر بھیگ گئیں۔

"میرے دل کو سکون مل گیا عرشیہ۔ ایسا سکون جسکے لیے میں نے ایڑیاں رگڑ رگڑ کر دعائیں کی تھیں۔ اب میں فخر سے سر اٹھا کر جیوں گی اور ایسے ہر درندے کی ایسی ہی موت بنوں گی۔ت۔۔ تمہاری بازو کو کیا ہوا۔۔۔؟"

عرشیہ نے درد سا محسوس کرتے مسکرا کر نفی کی اور پھر سے ردا کو اپنے گلے لگایا جیسے بتا رہی ہو اب کسی درد کی مجال نہیں جو ان کو چھو سکے۔

"ہلکا سا زخم ہے۔ میرا دل جو آپکی مسکراہٹ دیکھ کر شاد ہوا اس پر میرا درد بھی قربان۔ آج سے آپ میری آئیڈیل ہیں"

عرشیہ کے گھوٹنے پر ردا کی بے ارادہ نظر دروازے میں فرصت سے کھڑے علیم خان پر جا ٹھہری۔

"اور میری بھی ردا صاحبہ"

وہ نظروں میں آتے ہی کہہ کر جس طرح گدھے کے سر سے سینگ سا غائب ہوا، عرشیہ اور ردا نے الگ ہوتے ایک دوسرے کی طرف دیکھا پھر شرارتی انداز میں ہنس دیں۔

"یہ بھاگا کیوں؟"

ردا کو تجسس گھیرا۔

"وہ ہمارے علیم بھائی عورتوں سے گھبرانے والی مخلوق ہیں زرا۔ پر انیس کی بیک بون سمجھیں انکو"

عرشیہ کے زرا تفصیلی تعارف پر ردا کی نظریں ہنوز وہیں جمی تھیں جہاں کچھ دیر پہلے خان صاحب کھڑے رشک سے ردا کو دیکھ رہے تھے۔

"اگر تمہارا وہ علیم بھائی بھی مجھے آئیڈیل مان کر گیا ہے تو مجھے نہیں لگتا اب وہ عورتوں سے گھبرائی مخلوق مزید رہا ہے۔ یہ بہت کانفیڈنس والا کام کر کے گئے وہ"

ردا کے شوخ ہو کر بتانے پر عرشیہ بھی مسکرا کر سر ہلا گئی۔

"اوپر سے پیور کنوارے بھی ہیں اب تک۔ زرا بچ کر رہیے گا ردا آپی"

عرشیہ نے ردا کا ہاتھ مضبوطی سے تھاما اور اسے لیے خود بھی اس کھنڈر سے نکلی پر ردا اسکی یہ بات ہوا میں اڑا گئی، بھلا کوئی ردا جیسی لڑکی سے کسی قسم کا

رشتہ کیوں رکھنا چاہے گا، یہی سوچ کر وہ سر جھٹک گئی لیکن اسے کیا خبر کہ سر جھٹکنے سے دل نہیں جھٹکے جاسکتے۔

ہائے!

چونکہ عرشیہ زخمی تھی تبھی انیس تو اسے لے کر پہلے ہوسپٹل جانے والا تھا، لیکن یہاں جو کچھ ہوا، پولیس اور سیکورٹی ادارے کے لوگ بھی پہنچ چکے تھے تاکہ بروقت تمام کاروائی سنبھالی جاسکے، انسپکٹر خان کو پہلے ہی اس پلین کے بارے تمام آگاہی دے دی گئی تھی، اگر یہ کہا جائے کہ وہ اس سب میں اپنے لوگوں کی مدد کے سنگ موجود تھا تو غلط نہ ہو گا، شازان رضوانی کی موت وہ بھی اس لڑکی کے ہاتھوں جس نے گہرے زخم اور داغ پائے، یہ انسپکٹر خان کے لیے بھی سننا حیرت انگیز تھا، وہ اس گندے مافیا سسٹم سے خود بھی پریشان تھا، ردامر ادنے اپنے اوپر جو بھی الزامات لیے اس پر اسے کچھ قانونی کاروائی بہر حال سہنی تھی، اسے جیل میں تو نہیں ڈالا گیا تھا لیکن کچھ ضروری ڈاکومنٹس تھے جن کو صبح کورٹ میں جمع کرنا ضروری تھا، جسکے

لیے وہ سب جو اس میں شامل تھے، وہ تھانے گئے کیونکہ ہر چیز کا انسپکٹر خان ایک لیگل طریقہ کار سوچ چکا تھا۔

وہ لوگ اس وقت تھانے پہنچ چکے تھے، یہاں انھیں کچھ گھنٹے لگ سکتے تھے، جبکہ ردا کو کسی بھی قسم کی سزا کا کوئی ڈر نہ تھا، بلکہ اب وہ پھانسی کے لیے بھی تیار تھی۔

"آپکو بری کروالیں گے ٹنشن نہ لیں۔ یہ آپریشن قانونی حدود اور شرائط کے ساتھ کیا گیا ہے۔ اس لیے تھوڑا سا لیگل پراسیس ہو گا بس"

انیس کو لگا شاید وہ پریشان ہے کیونکہ اس نے شمریز پاشا کو مارنے کا کارنامہ بھی پولیس کے سامنے قبول کر لیا تھا۔

"تم سبکو لگتا ہے مجھے اب ڈر ہے کوئی؟"

ردا مراد کی مسکراتی نظریں انیس، مہویر، عصر کے بعد علیم خان اور انیس کے ساتھ بیٹھی عرشیہ پر جا کر ٹھہریں، سب نے ہی ردا کے سوال پر مسکرا

کر اک دوجے کی طرف دیکھا، جو حال اس نے شازان رضوانی کا کیا اسکے بعد اس عورت سے سب ڈر رہے تھے، اسکا کسی شے یا معاملے سے ڈرنا ناممکن تھا، سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا۔

"نہیں"

سب نے بیک وقت آواز بلند کی جس پر رداان سبکی مسکراہٹ دیکھے خود بھی فخریہ مسکرائی۔

"الٹا مجھے ان سے ڈر لگ رہا ہے کہ کسی نے انکو سزا دینی بھی چاہی تو یہ اسکا بھی حشر نشر کر دیں گی"

عرشیہ بھلے ڈاون تھی لیکن اسکی خاضر جوابی پر سب ہی اش اش کر اٹھے، انیس نے اسے کہا تھا وہ لوگ پہلے ہوسپٹل چلتے ہیں پھر یہاں کے کام نمٹا لیں گے پر اسکی ضد تھی پہلے یہاں کے معاملات ٹھیک ہوں تبھی یہیں کے طبی عملے نے اسکے زخم کی جانچ کرتے ہوئے ٹریٹ کر دیا تھا، زخم معمولی

تھا پر انفکشن نہ ہو تبھی انجکشن بھی لگا تھا، اور اسے نیند کی دوا بھی دی گئی تھی جسکا اثر تھوڑا تھوڑا شروع ہو رہا تھا۔

"مجھے تمہاری بیوی نے سب سے صحیح سمجھا انیس غانم۔ ویسے یہ بہادری اور دلیری میں عنقریب میرا دوسرا ورژن بنے گی"

ردا مراد کی پیشن گوئی پر انیس نے اپنا ہاتھ زرا اچھے سے کس کر عرشیہ کی جانب پھیلا کر اسے اپنے سینے کی جانب سرکایا تو وہ بھی شوخ مگر مرجھائی سی آنکھوں سے انیس کو دیکھنے لگی۔

"عنقریب کی بات کی آپ نے ردا مراد، میری خاتون تو بہادری اور دلیری میں آج جھنڈے گاڑ چکی ہے۔ یہ وہ لڑکی تھی جسکی زرا سی گھبراہٹ پر سانس رک جایا کرتی تھی اور اب دیکھو، دشمنوں کے چیتھڑے اڑانے کے باوجود کتنی بے فکر اور پر سکون ہے۔ الٹا نیندیں چڑھ رہیں اسے"

وہ اپنی آنکھوں میں جتنا فخر عرشیہ کے لیے بھر کر بولا، وہ تو ساری دنیا کا رشک ملا لو تب بھی اس پر حاوی ہوا، سبکی رشک آمیز نظریں ان لوو برڈز پر تھیں جو نہ وقت دیکھتے نہ حالات، بس ایک دوسرے کی قیمتی اور بے انتہا خوبصورت آنکھوں میں کھو جاتے تھے، اور انکے ہونٹوں پر سرور بھری مسکراہٹ رس گھولنے پر آجاتی اور منظروں کو پاگل کرنے لگتی تھی۔

"میری نیندیں اس بات کی گواہ ہیں کہ میں تمہاری بازوؤں میں ہر فکر سے آزاد ہو جاتی ہوں انیس غانم۔ سب ماشاء اللہ کہو کہیں نظر نہ لگ جائے"

اول جملہ پیار سے انیس کو کہے وہ سبکی موجودگی کا احساس کرے باری باری سبکو تاکید کر کے منظر اور حسین کر گئی اور وہ سب بھلا عرشیہ کی تاکید کے منتظر تھوڑی تھے؟ انکی آنکھیں تو اس جوڑے کا صدقہ اتارنے میں بہت سخی تھیں۔

"ماشاءاللہ تو ہم کہہ دیں گے پر تھوڑا خیال رکھو تم دونوں بھی۔ ہم بچاروں کے بھی جذبات بے قابو ہو سکتے ہیں اپنی بیویوں کے لیے۔ اور ان تک پہنچنے میں ابھی وقت ہے"

عصر نے جیسے یہ ماحول جو شدید ذہنی دباو والا تھا، اسے اپنی شوخی سے بھر دیا، سبکے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی مگر ردا مراد کی مسکراہٹ اسکے لبوں سے تب غائب ہوئی جب علیم خان ٹکٹکی باندھ کر اسے تاڑتے نظر آئے، یہ صرف ردا نے نہیں، وہاں موجود سب افراد نے محسوس کیا تھا۔

"اہمم اہمم۔۔ علیم خان کو آپ پسند آگئی ہیں شاید ردا۔ اپنی پوری زندگی میں اس نے کسی خاتون کو اس قدر اور اس انداز سے نہیں دیکھا"

یہ چٹکلا انیس کی زبان سے نکلا، ردا کے تاثرات اتنے حیران کن حد تک کیوٹ تھے کہ سبکی آنکھیں چمکیں اور کان کھڑے ہوئے اور علیم خان نے

ہڑبڑا جاتے اپنی نگاہیں فوری انیس کی طرف گمائیں جن میں جی بھر کر رحم طلبی تھی۔

عصر اور مہویر کھسیانا سا مسکراتے دیکھائی دیے جبکہ عرشیہ نے بھی انیس سے لگے لگے سر ساتھ جوڑتے اپنی بتیسی دیکھائی۔

"شاید آج سے پہلے کوئی اس لائق لگی ہی نہیں دل و دماغ کو کہ میں اسطرح دیکھتا۔بس اور کوئی بات نہیں"

اس سے پہلے ردا کچھ بولتی، علیم خان نے سبکی امیدوں پر خود ہی پانی پھیر دیا پر آفریں تھے وہ چار باشندے کہ انہوں نے میچ میکنگ سے توبہ نہ کی۔

"تو پھر اگر کوئی اس لائق لگ جائے تو اسے فورا اپنی ملکیت بنا لیتے ہیں علیم بھائی"

مہویر کیسے پیچھے رہتا، وہ علیم کا ہم عمر تھا تبھی بڑا درویشانہ، تجربہ جھاڑتا انداز اپناتے ہوئے اس نے علیم خان کو اکسایا۔

"اور کیا۔ بنالیں۔"

عرشیہ نے بھی سوئی جاگی کیفیت میں حصہ ڈالتے علیم خان کو پٹی پڑھائی۔

"بلکل۔ ایسی خاتون بیوی اور تم جواں ہمت باڈی گارڈ۔ خوب بنے گی جب مل بیٹھیں گے بہادر دو"

عصر نے بھی رہی سہی کسر پوری کر دی، کسی نے بھی علیم خان کے معصوم دل کو بھڑکانے میں کمی نہ چھوڑی تھی۔

"دماغ خراب ہو گیا ہے کیا تم لوگوں کا اور علیم خان کیا آپ بڑھاپے سے قبل از وقت ہی سٹھیا گئے؟"

ردا کا غصے سے ان سبکو دیکھنا تو خاموش کر گیا پر اس نے جو ان نمونوں کی ایک ساتھ کلاس لی اس پر سبکی بتیسیاں بھی وقتی طور پر منہ کے اندر ہوئیں۔

"میں نے تو کچھ بھی نہیں کہا ردا صاحبہ"

علیم خان نے معصومیت اور مظلومیت کے اگلے پچھلے سارے ریکارڈ توڑے کہ خود ردا کو اس کی شکل دیکھے ترس آ گیا۔

"منع بھی نہیں کیا ان سبکو آپ نے۔ یہ آپکی زندگی برباد کرنے کا سوچ رہے ہیں اور آپ گونگی بکری کی طرح سر ہلا رہے ہیں، ہوش کہاں ہے آپ کا؟"

ردا کے جھاڑنے پر علیم خان نے سبکی طرف دیکھا، سبکی بتیسی پھر سے باہر آن گری تھی سوائے عرشیہ کے جو درد سے نڈھال انیس کے کندھے پر سر ٹکائے غنودگی میں تھی تو مسکرانا بھی ٹھیک نہ ہو پایا۔

"یہیں ہے ہوش"

علیم خان منمنایا تو ردا نے تیوری چڑھائی۔

"تو منع کریں اپنے لگتوں کو"

وہ اسے آنکھیں دیکھائے گھوری۔

"نہیں رہنے دیں پلیز۔ منع کرنا نہیں آتا"

علیم خان نے بیبہ بچہ بن کر سر جھکایا جبکہ ردا نے اسکے حصے کی لڑائی بھی خود لڑنے کا عہد لیا۔

"میں کر دیتی ہوں منع آپکی جگہ"

وہ تہیہ کیے اٹھی تو علیم فوری گھبرا کر اسکی راہ میں آیا، سب لگتوں کی نظریں اس وقت آفس کے وسط میں کھڑی ردا مراد اور علیم خان پر اشتیاق سے جمی تھیں۔

"نہیں۔ آپ مت کریں منع۔"

علیم خان نے بمشکل اپنے جسم کا سارا حوصلہ جمع کر کے آنکھوں میں لا ٹھہراتے ردا مراد سے براہ راست بات کرنے کی جسارت کی جس نے آنکھیں چنی کر لیتے جوابا خان صاحب کو دیکھا۔

"کیوں جی؟ کس خوشی میں منع نہ کروں؟"

ردا نے سینے پر ہاتھ لپیٹ کر خشمگیں نظروں سے علیم خان کو دیکھا، علیم نے ان نسوانی نگاہوں کی تپش سے گھبرا کر ارد گرد موجود اپنے چار مددگاروں کی جانب آس بھری نظریں جمائیں اور سب ہی آنکھوں کی شوخ شرارت بھری جنبش سے علیم خان کو بھڑکانے پر تلے تھے۔

علیم خان نے حلق سے تھوک نگلا اور ڈرتے ڈرتے ردا مراد کی جانب دیکھنے لگا، وہ اتنا منجھا ہوا رکھوالا، ایک بہترین باڈی گارڈ، اتنی بڑی جسامت والا مضبوط آدمی جسکے یہ بڑے بڑے ہاتھ ہی سامنے والے کو چکر دلا دیں کہ یہ پڑتے ہی ہوش گل ہو جائے گا، ایسا آدمی ایک نازک سی عورت کے آگے کچھ بول نہ پا رہا تھا، ٹھیک کہتے ہیں، دل کے اندر بس جانے والی عورت کے آگے مرد اک غلام سے زیادہ کچھ نہیں رہ جاتا۔

"اس لیے کہ آپ سے مجھے ٹرینگ لینی ہے، آپ بہت بہادر ہیں۔ تو ہم شادی کر سکتے ہیں آگے جا کر تھوڑی سی کیونکہ آپکو پتا ہے ناں نامحرم عورت سے بات کر کے گناہ ملتا ہے۔ اور مجھے آپ سے بات کرنی ہو گی ظاہر ہے ٹرینگ کے بیچ۔"

چاروں لگتے علیم خان کی مہارت پر اش اش کر اٹھے، خود ردا اک لمحہ چپ ہو گئی۔

"تھوڑی سی شادی کونسی ہے اور کیا اس سے پھر گناہ نہیں ملے گا آپکو؟"

ردا کا لہجہ ابھی بھی مشکوک تھا، بچارے علیم خان کی تو یہیں ہوا ٹائیٹ ہوتی نظر آ رہی تھی۔

"تھوڑی سی شادی یعنی دوستی والی شادی"

علیم خان نے اپنی عقل کے گدھے دوڑائے کیونکہ ایسا جواب گھوڑے تو نہیں دے سکتے تھے۔

"سن لو انکی۔ دوستی والی شادی۔"

ردا نے سبکی طرف دیکھ کر کہا پھر وہ گھبرائے علیم کو دیکھنے لگی، اسی لمحے کچھ پولیس کے لوگ اندر آئے، وہ ردا کو کچھ انکوائری کے لیے بلانے آئے تھے۔

"تھوڑی سی شادی سے بہتر ہے آپ تھوڑا سا گناہ کما لیں، بات کر لیجئے گا۔ ورنہ آپکو ٹریننگ دینے کو اور بھی بہت لوگ ہیں یہاں، ویسے بھی میرا یہاں کام جلد ختم ہو جائے گا پھر میں یہاں سے چلی جاوں گی۔ تم سب ہمیشہ میرے دل میں رہو گے بڈیز۔"

وہ مسکرا کر علیم خان سمیت سبکو دیکھ کر اجازتی سا مسکرائی اور ان سبکو اداس چھوڑے وہاں سے باہر چلی گئی، علیم خان نے گھبرا کر پلٹتے چاروں کی طرف باری باری دیکھا پر ان سبکے تاثرات میں گھلی مایوسی پر جبراً سا مسکرا دیا۔

"وہ ٹھیک کہہ رہی ہے، نہ میری عمر ہے اب ایسے چونچلوں کی نہ اسکی ایسی حالت کہ وہ ایسے رشتے میں بندھے۔۔ آپ سبکا شکریہ میرے لیے اچھا سوچا اور کرنا چاہا مگر ضروری نہیں سبکو سب ملے۔ میں اچھا باڈی گاڈ ہی بن سکتا ہوں شاید"

علیم خان کی یہ مایوس مسکراہٹ سبکو اداس کر گئی۔

"مایوسی گناہ ہے علیم بھائی۔ آپ اپنی چھوٹی دنیا کو یہ ٹارگٹ دے کر دیکھیں۔ مجھے نہیں لگتا عدین اور یمل اس میں ناکام ہوں گے۔ وہ بھی اکیلی ہیں اور آپ بھی۔ ایک دوسرے سے بھلے کچھ مت مانگیے گا، محبت بھی مت کیجئے گا پر سنبھال لیں انھیں"

عرشیہ کی نیند بھی جیسے اس پر ٹوٹی، وہ آہستگی سے انیس کے پہلو سے آزاد ہو کر اٹھی اور اپنی مسکراتی آنکھوں کی امید اس نے علیم خان کی آنکھوں میں بھر دی۔

"بلکل۔وہ دونوں تو کچھ بھی ممکن کر دیتے ہیں"

یہ مشورہ عصر نے دیا، انیس بھی اٹھ کھڑا ہوا، وہ چاروں علیم خان کے ارد گرد کھڑے تھے۔

"ہمم۔ٹھیک ہے میں یہ تب کر پاوں گا اگر ردا صاحبہ ان دونوں سے ملیں۔کیا ہم اسے علوی مینشن مدعو کریں گے؟"

علیم خان کے سوال پر سب نے ہی مسکرا کر اک دوسرے کی طرف دیکھا۔

"میرے دماغ میں اک آئیڈیا ہے۔کیوں نہ ہم ردا صاحبہ کی جانے سے پہلے مینشن میں اک دعوت کریں۔انکے اعزاز میں۔پھر اس بیچ عدین اور یمل کو یہ کام سونپ دیں گے۔علیم خان کے وہ دونوں دیوانے ہیں، وہ اسکا گھر بسانے کے لیے اپنے سارے ٹیلنٹس باہر لے آئیں گے"

انیس کا خیال سبکو ہی پسند آیا، کیونکہ سبکی آنکھیں چمک اٹھی تھیں۔

"ماشاءاللہ۔ اتنے اچھے خیال بس میر اشیر ہی سوچ سکتا تھا۔ نظر نہ لگے تمہیں۔ پرسوں رات کا ڈنر رکھ لیتے ہیں۔ تب تک وہ ان عدالتی انکوائری اور تھانے کے معاملات سے بھی فری ہو جائیں گی؟"

عرشیہ نے پہلے اپنے ہنڈسم کا صدقہ اتارا پھر اگلا مشورہ دیا۔

"زبردست ہے۔ میں بھی آجاوں گا مانو کو لے کر"

مہویر نے بھی اس حسین ڈنر میں شمولیت کی خواش پیش کی۔

"تم تو پہلے ہو عزیزم!"

عصر نے اسکا کندھا تھپکا جسکے بعد سب نے مسکرا کر سازشی گینگ کی طرح سمائل دی۔

"ٹھیک ہے۔ تم عرشیہ کو لے کر اب جاو مینشن۔ ہم لوگ یہاں ہیں سب سنبھال لیں گے۔ دیکھو یہ کتنی ویک لگ رہی ہے۔ میری پیاری بہن۔ نیند لینا جا کر اچھی سی۔"

عصر کو عرشیہ کی فکر تھی کہ وہ کب سے زخمی بازو سمیت انکے ساتھ ہے، انیس کو بھی عصر کا خیال پسند آیا کیونکہ وہ خود بھی یہی چاہتا تھا، ویسے بھی عرشیہ اپنا بیان دے چکی تھی۔

اس لیے وہ اور انیس واپسی کے لیے نکل گئے تھے، جبکہ باقی سبکو ممکن ہے صبح ہو ہی جاتی۔

علوی مینشن تک ڈرائیونگ خود انیس نے کی اور اس بیچ وہ سو گئی تھی، راستے میں اس نے ایک بار ہوسپٹل جا کر بھی اسکی بازو کی جانچ کروالی تھی، کوئی خطرے کی بات نہ تھی، زخم معمولی تھا جس وجہ سے انہوں نے بھی بس کچھ پین کلرز دی تھیں۔

"لُما، اٹھ جاو۔ باقی کا اپنے بستر پر سو جانا۔ ہم مینشن پہنچ گئے"

وہ اتنے سکون سے سو رہی تھی کہ انیس نے اسے پکارا بھی تو آواز سرگوشیانہ رکھی، ہاتھ بڑھا کر اسکے بال نرمی سے اسکے ماتھے سے پرے کیے جس پر وہ سوئی سوئی کسمسائی۔

"امم۔ مجھے سونے دوناں"

وہ نیند میں ہی بڑبڑائی جس پر انیس کو اسے جگانا سراسر ظلم لگا، وہ مسکرایا اور گاڑی سے نکل کر چلتا ہوا عرشیہ کی سائڈ آیا، ڈور کھول کر آہستگی سے عرشیہ کو اپنی بازووں میں اٹھایا، وہ فورا سنبھل کر اسکے ساتھ جا لگی۔

"سونے تو نہیں دوں گا۔ یہ تو تمہاری غلط فہمی ہے۔ کیا لگتا ہے یوں کر کے بچ جاو گی مجھ سے؟"

انیس نے شوز کا کونہ مارتے کار ڈور بند کیا اور معنی خیز سی سرگوشی عرشیہ کے کان میں کرتا مسکراتے ہوئے مینشن کی طرف قدم بڑھانے لگا۔

"م۔میری بازو زخمی ہے۔کتنے ظالم ہو تم۔۔۔۔ا۔۔ایسے کون کرتا ہے اپنی اتنی بیوٹی فل لُما کے ساتھ"

آنکھیں ہنوز موندے ہی وہ شکوہ کرتے منمنائی جبکہ انیس کے چہرے کے تاثرات ہر قدم کے ساتھ پر خمار ہوتے گئے۔

"تو جیسا تم نے اپنے انیس غانم کے ساتھ کیا تھا وہ بھی تو کوئی نہیں کرتا۔کیا کہا تھا تمہیں اسکے حوالے کر دوں؟کیسے کہا تھا۔کس منہ سے کہا تھا۔اس منہ کی خیر نہیں رہی اب تم اچھے سے جان لو"

وہ مینشن میں داخل ہوا تو ہر طرف خاموشی تھی،سب سو چکے تھے،ویسے بھی کچھ دیر میں فجر کی اذانیں ہونے والی تھیں،وہ اسے لیے ہی سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا،عرشیہ کو ایسا لگا اسکے دل نے بہت تیز دھڑکنا شروع کر دیا ہو۔

آنکھیں اس ڈر سے نہ کھول رہی تھی کہ اگر انیس نے ان میں نیند نہ پائی تو بلکل رحم نہ کھائے گا۔

"م۔مجھے پریشان کرتے رہتے ہو۔گندے بچے"

وہ اسکے شانے میں منہ دباتی اسکے سیڑھیوں کی طرف بڑھنے کا احساس پائے گھبرا رہی تھی جیسے پہلے تو کبھی انیس نے اسے چھوا ہی نہ ہو، انیس کو اسکی اب تک اول دن سی حیا ہی تو پاگل کر رہی تھی، وہ اتنے نئے اور تر و تازہ تھے جیسے ان کے بیچ کوئی جسمانی تعلق بنا ہی نہ ہو۔

"تم نے جتنا پریشان مجھے کیا، میں اتنا تو ساری زندگی نہیں ہوا۔کیسے تمہیں اسکے ساتھ جاتے دیکھا یہ بس میں جانتا ہوں۔میرا دل سینے میں رکھا انگارہ ہو گیا تھا۔تم جس قدر ظالم لگی اس قدر تم پر پیار بھی آیا۔کیسی پہیلی جیسی عورت ہو تم جسکی ہر تہہ میرے لیے سرپرائز لیے ہوئے ہے"

وہ اسکی مہبوت کرتی آواز، اسکی دلبر سی سرگوشیاں سنے فائنلی کمرے میں پہنچی، انیس نے پھر سے بوٹ کا کنارہ مارتے دروازہ بند کیا، وہ اسکی گردن میں چہرہ چھپا کر اپنی بازو اسکی گردن میں پرو گئی اور اسی طرح انیس نے اسے بازووں سے اتار کر اپنے گلے لگایا، اسے آہستگی سے اپنے سینے سے جوڑا کہ کہیں اسکی بازو تک اسکی شدت بھری گرفت کوئی ٹیس تک ارسال نہ کرے۔

"مجھے تمہاری پڑی تھی بس"

وہ مدھم سا منمنائی تو انیس نے اسے پکڑ کر اپنے سامنے کیا۔

"میں نے اس کو جیا، یہ احساس کہ کسی کو جب کسی کی یوں پڑی ہو تو کیسا لگتا ہے۔"

وہ انیس کی آنکھوں میں دیکھنے لگی جنکا ہیزل رنگ ہلکی سی سرخائی میں بدلنے لگا تھا، یہ تکلیف سے نہیں اس شخص کے جذبات کی گرفت نے بدلا تھا۔

"تمہیں آنچ بھی نہیں آئی انیس۔ مجھ سے یہ خوشی بیان نہیں کی جا رہی۔ میرا شیر بلکل ٹھیک ہے۔ ہٹا کٹا۔ ہر وہ لڑائی کا میدان میری فتح سے چمکے گا جس میں تمہارا لہو نہ بہے۔ تم سوچ بھی نہیں سکتے میں تمہیں یوں سلامت دیکھ کر کس قدر خوش ہوں۔ میری جان بناز خمی ہوئے لڑنا سیکھ گئی، میں قربان جاوں تم پر"

وہ اسکے رخساروں کو اپنے ہاتھوں میں لے کر دباتی جس شادی مرگ کی کیفیت میں تھی اسکا اثر عرشیہ کے پورے وجود کو کپکپا رہا تھا اور انیس نے اسکے جسم کی کپکپی پر اسکی ویسٹ تھامے عرشیہ کو اپنے ساتھ لگانے کی حد تک سرکایا۔

"تمہاری خوشی اتنی سی ہے بس؟"

وہ حیران ہو کر بولا تو عرشیہ نے بچوں کی طرح سر ہلایا۔

"اور کیا؟ مجھے اس سے زیادہ کچھ خوشی دے سکتا ہے بھلا کہ تم محفوظ رہو"

وہ اپنے ہاتھ اسکے گریبان تک لائے روک گئی، شرٹ اس نے اس وقت دوسری پہن رکھی تھی، اپنی شرٹ تو ہیر و گیری میں چیڑ ڈالی تھی، وہ اسکے گریبان کے دونوں حصوں کو پکڑتی، اسکی آنکھوں میں اپنی گرے آنکھیں جما گئی۔

"تمہیں جو تکلیف پہنچی؟ اسکا کیا؟"

وہ اک ہاتھ اسکی زخمی بازو پر آہستگی سے پھیرتے قدرے افسوس سے بولا کہ یہ بھی نہیں ہونا چاہیے تھا۔

"یہ تکلیف تمہاری وجہ سے اتنی کم ہے، ورنہ شاید مجھے کچھ۔۔۔۔"

وہ اسکے اعتراف سے پہلے ہی اسکے ہونٹوں پر نرمی سے خاموش رہنے کا حکم رکھ گیا، وہ آنکھیں بند کیے مسکرائی، اسے انیس سے جتنی بھی شرم آ جائے، وہ اسے کبھی کسی حال میں خود سے دور کرنے کا اب سوچتی تک نہ تھی۔

"کچھ ہونے کیسے دے سکتا ہوں تمہیں۔ کبھی نہیں۔ سوچنا بھی مت ایسا لُما۔ تم ہو تو میں ہوں۔ تمہارا ہر درد میرا ہے، میں تمہارا ہر احساس محسوس کر سکتا ہوں۔ تم سے زیادہ۔۔۔۔"

وہ اسکے چہرے سے دور ہوا، آہستگی سے اسکے کندھے کو چومتے اسکے چہرے کے روبرو آیا، پھر ہاتھ کی انگلیاں عرشیہ کے رخساروں پر پھیریں جہاں دھوئیں کے سبب سیاہی اب بھی پھیل کر بکھری ہوئی تھی۔

"ہاتھ منہ دھلوا دوں تمہارا؟"

وہ اسکے سوال پر سر ہلا گئی۔

"مجھے شاور لینا ہے۔ اسکی گندی نظروں کا احساس جھیلا ہے، مجھے سکون نہیں آئے گا۔ اور ان نیلز سے اسکا منہ بھی نوچا تھا، انکا کیا کروں؟"

وہ اس سے دور ہو کر اپنے نیلز اپنے سامنے کرتے منمنائی جن کے کنارے بن گئے تھے، وہ کناروں سے زخمی تھے، انیس نے اسکے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیے۔

"اب تم مجھ سے مینی کیور امید تو نہیں کر رہی؟"

وہ عرشیہ کی شرارتی نظروں پر فوری الرٹ ہوا۔

"آفکورس۔ ورنہ کیا تمہارا دل میرے ایسے گندے نیلز والے ہاتھ چومنے کا چاہے گا۔ دھوئے تو تھے پر نیلز دیکھ کر مجھے گند الگ رہا ہے۔ میرے لیے کیا اتنا نہیں کر سکتے تم؟"

وہ معصومیت کی انتہاؤں پر تھی، انیس نے اسکی گال زرا جھک کر چومی اور یہ اسکا اعتراف تھا۔

"تمہارے لیے تو میں کچھ بھی کر سکتا ہوں۔ شاور بھی دلا سکتا ہوں، وہ تو تم جانتی ہو میں کتنا ماہر ہوں۔ تمہاری بازو کا زخم کوور کر لیتے ہیں پہلے پھر اک رومنٹک شاور لیتے ہیں۔ مجھے بھی نیند نہیں آئے گی نہائے بنا"

وہ اسکے جسم سے آہستگی سے کوٹ اتار کر وہیں صوفے کے کنارے رکھتا ہوا بولا تو عرشیہ نے آنکھیں سی چرائیں۔

"یہاں بیٹھو میری جان"

وہ اسے ڈریسنگ ٹیبل والے سٹنگ ڈیسک پر بیٹھائے خود اسکے میک آپ کے بہت سارے سامان سے ہوم میڈ مینی کیور کٹ نکال کر جب اپنے بوٹس اتار کر عرشیہ کے پیروں میں الٹی پالتی مار کر بیٹھا تو وہ مسکرا دی، پینٹ ڈھیلی کرتے جناب بمشکل ہی بیٹھ پائے تھے، اس نے عرشیہ کے پیروں سے اسکے لانگ بوٹس باری باری اتار کر سائیڈ رکھے، پھر دونوں پیروں سے موزے بھی اتارے۔

"تم مجھے اپنا مرید کر چکے ہو آل ریڈی۔ ابھی یہ گندے ہیں انیس۔ غلطی سے بھی ایسا مت کرنا۔ رو دوں گی"

وہ اسکے پیروں کو دیکھ کر انھیں چومنا چاہتا تھا پر عرشیہ نے اسکی ٹھوڑی پکڑ کر انیس کو جھکنے سے روکا۔

"تم مجھے ہر طرف سے کھینچتی ہو، میں مجبور ہوں"

وہ اسکے جواب پر آگے کو جھکی۔

"کہاناں۔ نہیں۔۔۔تو نہیں۔ تھپڑ کھاو گے اور پھر مجھے ہی دکھ ہو گا تم پر تشدد کر کے"

وہ اتنے قریب جھکی ڈانٹ رہی تھی کہ انیس نے آنکھیں تک جھپکانا بھلا دیا، وہ اسکے پیروں کو ہاتھوں سے ہلکا سا دباتے ہوئے عرشیہ کی آنکھوں میں کھویا ہوا تھا۔

"ظالم لڑکی۔مجھے پیار بھی نہیں کرنے دیتی۔"

وہ روٹھ کر اسکے پیر چھوڑتا اسکے دونوں ہاتھ تھام کر دیکھنے لگا جو اسکے شکوے پر آنکھیں نم کر گئی۔

"نیلز کاٹو پہلے اور ان پر پہلے گلنزنگ ملک آپلائے کرو باری باری تاکہ سارا ڈسک نکلے"

وہ اسکی کمانڈ پر آغاز کرتے ہی اسکے نیلز پہلے بہت ہی احتیاط سے کاٹنے لگا، پھر اسکے دونوں ہاتھ کو اچھے سے اپنے ہاتھوں میں بھر بھر کر گلینز کیا، وہ اس بیچ گدگداتی رہی، پھر انیس نے سکرب کیا، اسکے ہاتھوں کو سکرب کے بعد اس نے بٹر ملک سے موئسچرائز کیا، پھر انھیں اچھے سے کلئین کرنے کے بعد ایک باڈی موسچرائزر لگایا، وہ لگانے کے بعد عرشیہ کے ہاتھ ایک دم صاف اور بے حد نرم ہو گئے۔

"اب تو انکو کھا جاوں گا۔"

وہ اسکے ہاتھوں کو دیوانگی سے چومتے اسکی ہتھیلیاں اپنے لبوں سے جوڑتا جیسے بے قابو سا ہوا، وہ بھی پر سکون تھی کہ اب اسکے ہاتھ صاف ہو گئے۔

"تم نے مجھے سکون پہنچایا، اللہ تمہارے سکون میں کمی نہ ہونے دے۔"

وہ دعا دیتی اسے مزید بہکا گئی، انیس نے اسکے ہاتھ چھوڑے، کٹ بند کی، پیر تو عرشیہ کے پہلے سے اتنے پیارے تھے مگر وہ انھیں چومنے نہیں دے گی تبھی انیس نے اسکا پیڈی کیور بھی کیا، حالانکہ یہ عرشیہ نے بہت ڈرتے ڈرتے اپنے پیر بار بار کھینچتے ہی کروایا۔

"چلو اب شاور۔۔۔۔"

پیڈی کیور ہونے کے بعد وہ اس سے پہلے اٹھتی، انیس نے اسکا پیر پکڑا تو وہ واپس بیٹھ گئی۔

"نہیں انیس۔ مجھے یہ اچھا نہیں لگے گا۔ تم میرے لیے قابل احترام ہو، تم میرے سر کا تاج ہو یار۔ یہ مت کرو۔"

وہ اسکے ہاتھوں پر ہاتھ مارتی مسلسل جھگڑ اٹھی کہ کسی صورت اسے یہ کرنے نہ دے۔

"کیا ہے اب، تمہارے منہ سے زیادہ تو تمہارے اب پیر چمک رہے ہیں۔"

وہ اسکی خواہش کی شدت کے باوجود اسے زبردستی پکڑے خود بھی اٹھ کھڑی ہوئی، انیس نے آئبرو اچکائے۔

"چمکتے رہیں پر میں تمہارے ان ہونٹوں کو اپنے پیروں سے لگنے نہیں دے سکتی۔ یہ ہونٹ صرف تعظیم کے لائق ہیں۔ سمجھوناں۔ میں تم سے اسکے بعد کبھی نظریں نہیں ملا سکوں گی۔ تم کیا ہو میرے لیے تم جان لو انیس غانم، تم میرے پیر نہیں چوم سکتے، میں نے مر جانا ہے اس پر۔ تم نے میرے پیروں کو ہاتھ لگائے، یہ کافی ہے۔۔۔ یہ بھی بہت مشکل سے سہا میں نے"

وہ اسکی ایسی ضد پر مر مٹا، اسے لگا شاید یہ عرشیہ کو خوشی دے گا پر وہ واقعی انوکھی ہی تھی، وہ مرنے والی ہو رہی تھی، انیس نے اسکو بازوؤں میں بھر کر اپنے سینے کے قریب رکھا۔

"تم کیا ہو عرشیہ؟"

وہ جیسے حیران و پریشان تھا۔

"م۔۔ میں۔ میں وہ ہوں جو تمہیں جھکا ہوا نہیں دیکھ سکتی۔ پھر وہ جھکنا بھلے میرے آگے ہی کیوں نہ ہو۔ تم جان ہو میری یار، تم اونچے، بارعب اور مجھے خود کے لیے ترساتے ہوئے پھر بہت سا اپنا پن دے کر گھبراہٹ دلاتے ہوئے سب سے زیادہ پسند ہو۔ سن رہے ہو ناں۔۔؟ مجھے تم سے زیادہ والا پیار ہو گیا ہے"

وہ اسکے جذبات کے آگے بے بس ہو گیا تھا۔

"میں نے سنا ہے عورتیں خوشی محسوس کرتی ہیں جب مرد انکے پیر چومتے ہیں۔ تمہیں ایسی کوئی خواہش کیوں نہیں؟"

وہ حیران نہیں تھا مگر اب وہ بس دلچسپی کے سنگ پوچھ رہا تھا۔

"ک۔ کیونکہ مجھے لگتا ہے یہ دیکھنا میرا دل بند کر دے گا۔ یہ فریضہ ہمارے بچوں کا ہے۔ کیونکہ انکی جنت ہو گی یہاں میرے پیروں میں۔ تمہاری جنت تو یہ ہے۔ تمہارے سامنے انیس غانم"

وہ اسکے جذبات کی لو دیتے جواب پر جیسے پورے کا پورا لٹ گیا، اس نے عرشیہ کا چہرہ ہاتھوں میں بھرتے اسکے بقول اپنی جنت بغور دیکھی۔

"مجھے اس جیسا مطمئین و پر سکون کرتا جواب بس تم دے سکتی تھی۔ میں نے اس جنت کو اپنی ہر حد تک جینا ہے۔ مجھے نہیں لگتا اس سے بڑی راحت اس دنیا میں کوئی دوسری ہو گی کہ میری من پسند عورت میری جنت

ہے۔ میرا سکھ ہے۔ تمہیں اس پر میرے ساتھ رومنٹک نہیں رومنٹک ترین شاور کا انعام ملتا ہے۔"

وہ اسکی گرفت بڑھنے پر ڈرا سا مسکائی کیونکہ اس آدمی کے ارادے شریفوں والے نہ تھے۔

"ر۔۔۔رومنٹک ترین؟ مطلب؟"

وہ منمنانے کی شدت بڑھا کر بولی۔

"مطلب اب مجھے بتانے کی ضرورت ہے کیا؟"

وہ اسکی سانس بیقرار کرنے کو اسکے چہرے کے ایک انچ تک کہ فاصلے پر رکا۔

"یعنی میں تم سے اظہار محبت نہ کیا کروں؟ تم مجھے اپنے جال میں پھنسا لیتے ہو"

وہ روہانسی ہوئی کہ اپنی گردن کیوں خود پھنسا بیٹھی ہے۔

"ہاں مت کیا کرو اظہار محبت۔ پھر مجھے اپنا آپ تم پر وارنا پڑتا ہے۔ تمہیں خود میں ڈھالنا پڑتا ہے۔ تمہارے اوپر جذبات و لمس کی قیامت توڑنی پڑتی ہے۔ کتنی مشکل میں ڈال دیتی ہو تم۔ مجھے نہیں لگتا ہم اب تھوڑی دیر نارمل بات کرنے لائق رہے ہیں۔ یہ ہر بات چیت کے بعد غضب ڈھلنے لگے تو کیسے چلے گا لُما۔ کیا تم بگھڑ نہیں جاو گی ایسے؟ انیس غانم سے اتنی بھر کر؟"

وہ اسکے خمار، اسکے پیار، اسکی قربت کے باوجود اسکے ایسے لفظوں پر قربان ہو جاتی تھی، اس وقت بھی اسکی گرے آنکھیں بے خود ہو کر اسے تاڑ رہی تھیں، انیس کا ایمان ڈگمگا رہی تھیں۔

"کیا تم مجھے بگھاڑنے کے بعد سدھارنا نہیں جانتے؟"

وہ اسی کے لہجے میں سرگوشی میں بولی۔

"مشکل ہے۔ تم بگھڑی ہوئی مجھے شدید پیاری جو ہو۔"

وہ اسکو اپنے گلے لگاتا جس آسودگی سے خود میں بسا گیا، عرشیہ نے ان بازووں کی گرفت میں بس طلب ہی طلب بھری پائی، جسم کی طلب نہیں، اس لڑکی کو اپنے اندر اتار لینے کی تشنگی۔

"مجھے نہیں لگتا اب یہ رومنٹک ترین شاور رہے گا"

وہ روبرو ہو کر بولی تو انیس نے مسکراتے تجسس سے عرشیہ کو دیکھا۔

"پھر؟"

انیس نے خمار میں دھت ہوئے پوچھا۔

"یہ کیرئنگ شاور ہو گا کیونکہ میری بازو سے ٹیس اٹھنے لگ گئی تمہارے جذبات دیکھ کر۔ اور پیٹ میں درد بھی ہو رہا ہے۔"

وہ بہانے بازی میں سبقت لے گئی کیونکہ جانتی تھی انیس کی کمزوری اسکے درد ہیں۔

"میری بہانے باز جان۔ میں تو تمہیں امیجن کر کے ہی سکون پالیتا ہوں۔ اتنا قرار ہو تم"

وہ اسکے جواب پر کان کی لو تک سرخ ہوئی۔

"ہیں۔ تم مجھے کیسے امیجن کرتے ہو؟ شرم نہیں آتی؟"

وہ اسکے کندھے پر مکا برساتی فورا لڑاکا کوئین بنی جس پر انیس نے اسکو دبوچ کر محترمہ کے کان سے ہونٹ جوڑے۔

"اپنی جگہ تمہیں رکھ کر۔۔۔۔۔"

انیس کی سرگوشی پر عرشیہ کی پوری آنکھیں پھیلیں، وہ منہ اسکی گردن میں چھپا گئی تو انیس کا قہقہہ جیسے پورے کمرے میں گونج اٹھا تھا۔

"ت۔۔ تم کیسے کر سکتے ہو۔۔۔ میں نہیں بول رہی انیس"

وہ شدید بوکھلاہٹ کا شکار ہوئے اس میں چھپنے لگی جس پر انیس نے اسے پیار سے زرا دور کیا۔

"جب تک ایسا سچ میں نہیں ہوتا، مجھے امیجن کر کے ہی خوش ہونا پڑے گا۔ تم شرماتی ہوئی قیامت کا باپ لگتی ہو۔ اتنی پیاری۔ اتنی پیاری۔۔۔۔۔ کہ میرا دل چاہتا ہے"

وہ فوری اسکے ہونٹوں پر ہتھیلی جما گئی۔

"بس بس۔ میرے کانوں سے دھوئیں اٹھنے کا انتظار ہے کیا تمہیں۔ رحم کھاو کچھ، جان لوگے کیا میری؟"

وہ اسکی ریکویسٹ پر مرمٹا، فوری اسکا ہاتھ چوم کر پکڑتے دور کیا۔

"نہیں۔ بس۔۔۔ آجاو شاور لو پھر سو جانا میرے پاس۔ سکون کی نیند دوں گا تمہیں۔ میری لما۔ میرے دل کا نور"

وہ اسکے ساتھ پیار سے اسے تکتے بڑھی، انیس نے شاور سے پہلے اسکے زخم پر پروٹیکٹر چڑھا دیا تھا تاکہ پٹی گیلی نہ ہو، عرشیہ نے اپنے کپڑے اتار کر باتھ ٹاول ریپ پہنا، وہ نرم کپڑے کا بنا تھا مگر وہ کپڑا ایسا تھا جو گیلا ہونے پر جسم کو نمایاں نہیں کرتا تھا، اوپر سے سینے کے گرد لپیٹا گیا تھا جبکہ نیچے پنڈلیوں تک آرہا تھا، سینے پر الاسٹک فٹ تھا تاکہ گر نہ جائے۔

"میں آگیا"

وہ اپنے بال کھول کر مرر کے سامنے رکی تو انیس بھی اپنی گھڑی اتارے شرٹ کی بازو چڑھا آیا تھا، اس نے عرشیہ کو دیکھا جو اپنے بال بکھیرتی اسکی نظروں سے اب بھی حیا کھا رہی تھی۔

"تم تو یوں بھی جان کو آتی خوبصورت لگتی ہو۔ میں تمہیں دیکھوں گا یا تمہارے بال اور چہرہ دھونے پر دھیان دوں گا۔ کیسے کیسے ہر بے آزماتی ہیں یہ من پسند بیویاں"

وہ بڑی گرم سانس بھرتا اسکے قریب آیا، ہاتھ پکڑ کر اسے شاور کے نیچے کھینچا اور پانی کا درجہ حرارت ٹھیک کرتے ہی اسے کھولا تو وہ سرک کر انیس کے سینے کی طرف ہوئی، اپنی گیلی مٹھیوں میں اسکی شرٹ بھینچ کر نظریں اٹھا کر اسے دیکھنے لگی۔

"تم ہر روپ میں میرا دل جگہ سے ہلا دیتی ہو۔ تمہارے یہ نازک نازک کندھے مجھ سے پہاڑ کا بوجھ اٹھائے ہوئے ہیں"

وہ اسکے بال پکڑ کر پیچھے کرتا اسکے برہنہ کندھے کو چومتا عرشیہ میں گدگداہٹ بھر گیا۔

"بوجھ نہیں ہو۔ میرا من پسند اعزاز ہو تم۔"

وہ فوری اسکی تصحیح کر گئی۔

"ہے خاتون! رحم کھاو مجھ پر۔ میرے شریف موڈ کو خراب مت کرو۔ اور میری آنکھوں میں ایسے دیکھنا بھی بند کرو جیسے میں سارا تمہارا ہوں"

وہ شیلف سے شیمو اٹھا کر اسکے اطراف ہاتھ پھیلا کر شیمو کو اپنی ہتھیلی میں ڈالتا ہوا دوبارہ عرشیہ کو دیکھنے لگا۔

"اگر سارے میرے نہیں ہو تو پھر کس کے ہو؟"

وہ اسکے بالوں میں شیمو لگا کر آہستگی سے مساج کرتا اسے زرا شاور کی حدود سے نکالتے اسے دیکھتے مسکرایا۔

"آنکھیں بند کرو شیمپو آنکھوں میں گیا تو پھر چیخو گی کہ میں نے جان بوجھ کر کیا"

وہ اسکی ہدایت پر آنکھیں اور پھیلا گئی، تھی تو ایک نمبر کی ضدی۔

جس پر انیس نے اسے جلدی شاور تلے لایا، اسکے چہرے پر ہاتھ پھیرتا رہا تاکہ اسکی آنکھوں تک جھاگ نہ جائے پر وہ بھی آنکھیں پھیلائے رہی۔

"مت کرو گورے کی بہن۔۔ایسے گھور کیوں رہی ہو۔ آنکھیں لال کروا لیں۔ نکمی"

وہ اچھے سے اسکے بالوں سے جھاگ نکال کر جب اسکی آنکھوں پر جھکا تو عرشیہ نے سکون سے آنکھیں بند کرتے اسکا آنکھیں باری باری چومنا محسوس کیا۔

"تمہیں دیکھنے سے اک سیکنڈ بھی چوکنے کا سٹیمنا نہیں تھا تبھی۔ تم جان ہو میری انیس۔ جان سے بڑھ کر ہو"

وہ اسکو اپنے سینے لپٹا گیا، وہ بھی پوری قوت سے لپٹی تھی۔

"بس کر دو یار۔ کیوں تم میرا ضبط آزما رہی ہو۔ میں بندہ بشر بہکا تو برا بہکوں گا۔ بس کرو، اب چینج کر کے آجاو باہر"

وہ اس سے دور ہونے لگا تو وہ اور زور سے لپٹی۔

"مجھے تم سے پیار ہو گیا ہے"

وہ حیران سا ہوا پھر اسے پکڑ کر روبرو لایا۔

"وہ تو ہو نہیں چکا تھا پہلے ہی؟"

انیس نے اسکی ٹھوڑی اوپر اٹھائی، وہ بہت زیادہ کیوٹ لگ رہی تھی، بھیگی نرم ملائم اور بے حد پرکشش!

"تم میرے ہو ناں۔ تو میری مرضی میں جب مرضی پیار کروں۔ جتنی بار مرضی کروں۔ جب چاہے کروں۔ تم میرے ہو تو پیار بھی میرا ہے۔۔۔"

وہ بے اختیار ہنسا اور اسکی بھیگی بھیگی سانسیں چھوتے ان میں بھری ٹھنڈک کو حدت میں بدل دیا، یہ اتنا خوبصورت لمحہ انھیں سکون کی گہرائی تک پہنچا دیتا تھا۔

"تم جب چاہے جو چاہے کرو۔ میں ہر لمحہ راضی۔ میری کیوٹی پائی۔ کیوں ہو اتنی پیاری بتاو۔"

وہ اسکے لاڈ پر خود بھی کھلکھلائی، انیس کے پیار پر کچھ دیر وہ ہنستی رہی، کمرے تک انکی مستی، لاڈ، انکی آپسی شوخیاں فسوں جگاتے رہے اور پھر وہ گرم کپڑے میں بنے نائیٹ سوٹ، خشک کیے گئے بالوں کے ساتھ کمرے میں اٹھا کر ہی لائی گئی کیونکہ انیس نے بھی شاور لے کر چینج کر لیا تھا، دونوں کا میچنگ نائیٹ سوٹ سیٹ تھا، وہ اسے کمرے میں لا کر قالین پر اتار تا خود اسکے لیے وارڈرب سے سر کا دوپٹہ لایا، دونوں نے عیشاء کے بعد تہجد پہلی بار ساتھ ادا کی، شاید انھیں آج اللہ نے اس وقت بلایا تھا اور دونوں کی دعا صرف صحت مند اولاد اور ایک دوسرے کی سلامتی کے گرد گھومی تھی، پھر وہ انیس کے جائے نماز پر بیٹھے ہی اسکی گود میں سر رکھ کر لیٹ گئی، اپنی بہادری کے احساسات شئیر کرتی رہی تب تک ایک دوسرے سے باتیں کرتے فجر بھی ہو گئی جسے دونوں نے پھر سے مل کر ادا کیا۔

پھر وہ سونے لیٹے، انیس نے لیٹتے ہی اپنی بازو اسے سونپ دی جس پر سر رکھتے ہی وہ اسکے سینے سے لپٹ گئی، حرارت کا من موہنا احساس دونوں کے جسموں میں اترنے لگا۔

اور ایک دوسرے کو پیار کرنے کے بعد اب انھیں ایک دوسرے کی آغوش میں اک پر سکون نیند کے سوا کچھ درکار نہ تھا۔

.._____..

صبح کی روشنی دھیمی دھیمی آسمان سے پھوٹنے لگی تھی، لگ بھگ سات بجے تک یمل کمرے سے نکل کر باہر آیا تھا، سب ابھی تک سو رہے تھے پر اسے گھر جانا تھا، اس نے ساری رات اپنے رویے میں لچک لانے کا سوچا اور اس نتیجے پر پہنچا کہ وہ یہ کرے گا، وہ بابا کے ساتھ ساتھ اپنی مما پر بھی یقین کرے گا، وہ عدین کو بتا آیا تھا تبھی علوی مینشن کے ڈرائیور نے اسے آٹھ بجے تک ملک پیلس ڈراپ کر دیا، ڈرائیور اسے باہر سے چھوڑ کر چلا گیا

تھا، ابھی تک عاصم گھر نہیں آیا تھا اسے چوکیدار سے پتا چل گیا تھا، وہ گیٹ کے اندر آیا اور سیدھا پیلس میں چلا آیا، اسکی نظر لاونج میں گئی پر وہاں کوئی نہ تھا، پھر وہ نانا کے کمرے تک گیا، ہلکا سا دروازہ کھول کر جھانکا تو وہ سو رہے تھے۔

پھر وہ دروازہ بند کرتا اوپر مما کے بیڈ روم کی طرف بڑھا، کچھ دیر دروازے کے پاس رک کر اس نے اپنے آپ کو ہمت دی اور ہلکی سی دستک دے کر دروازہ ناک کیا۔

وہ نیند و سکون سے بے نیاز، کرسی پر بیٹھی بنا آواز کے ٹی وہی کو گھور رہی تھی، دستک پر اس کے ہوش لوٹے۔

"آجاو"

فاطمہ کی مری سی آواز پر یمل نے آہستگی سے دروازہ کھولا اور اندر جھانکا تو فاطمہ فورا سے پہلے ٹیک چھوڑ گئی۔

"ت۔۔تم واپس کب آئے؟"

فاطمہ نے اٹھ کر اسکی طرف قدم بڑھائے تو وہ بھی کمرے میں پوری طرح داخل ہوتا انکے ٹھیک سامنے جا کر رک گیا۔

"ابھی کچھ دیر پہلے۔رات جس طرح آپ سے بات کی مجھے افسوس نہیں تھا پھر کسی نے احساس دلایا کہ میرا رویہ غلط ہے تو سو نہیں سکا۔ صبح ہونے کا انتظار کرنے لگا کہ جلدی ہو اور میں جا سکوں۔ آپکو بتا سکوں کہ میں آپکو اور بابا کو بڑا موقع دینا چاہتا ہوں۔بڑا اور آخری"

یمل کیا کہہ رہا ہے فاطمہ کچھ سمجھنے سے قاصر تھی کیونکہ آج وہ قیامت لانے کی پوری تیاری کر چکی تھی اور اب یمل کا اچانک سے یہ بدلاو، اسکا دماغ معاوف سا ہوا۔

"تم نے اچھا سوچا۔ مما تمہارے پیارے دل پر خوش ہوئی ہیں۔میرے بابا یہ سن کر خوش ہوں گے"

فاطمہ نے نرمی سے اسکی گال سہلائی پر یمل کو وہ خوش نہ نظر آئی۔

"جی۔ انھیں بھی پیار دوں گا جیسے عرشیہ آپی کے ننی نانو کو دیا۔ ہم سب ساتھ بہت خوش تھے۔ منائم آپی سے بھی ملا، وہ بھی پیاری ہیں۔ انکی خوشی بھی منائی"

یمل کے پیار اور اشتیاق سے بتانے پر فاطمہ اپنے خیالات جھٹک کر فوری یمل کے منہ کی طرف دیکھنے لگی۔

"اسکی کونسی خوشی؟"

منائم کی خوشی کا سن کر ہی فاطمہ کے وجود میں نادیدہ آگ بھڑک اٹھی۔

"وہ مما بننے والی ہیں"

یمل کے بتانے پر فاطمہ نے ٹھٹھک کر یمل کی طرف دیکھا۔

"کیا۔ منائم اور مہویر؟ وہ پیرنٹس بننے والے ہیں؟"

فاطمہ کے استفسار پر یمل نے مشکوک نظروں سے فاطمہ کی طرف دیکھا کیونکہ اس نے یہ سوال خوشی سے نہیں پوچھا تھا۔

"بات یہ اہم ہے کہ ہم سب نے مل کر بہت سی خوشیاں سیلیبریٹ کیں۔ مجھے انکے ساتھ اچھا لگتا ہے۔ سوہا آنٹی نے مجھے سمجھایا کہ مجھے اپنے پیرنٹس کو توجہ دینی چاہیے، میں دینا چاہتا ہوں آپکو وہ توجہ مما۔ اور چاہتا ہوں میرے دیے موقعے کو آپ اور بابا ضائع نہ کریں"

یمل کی آنکھوں میں آس تھی مگر فاطمہ نور کو تو جیسے کچھ سنائی اور دیکھائی دینا ہی بند ہو چکا تھا نفرت سے۔

"گریٹ۔۔۔ خوشی کی بات ہے۔ فون دو زرا میں بھی مبارک دوں تمہاری بہن کو۔"

وہ مما کی طرف دیکھتے مسکرایا اور جلدی سے اپنی پینٹ کی پاکٹ سے اپنا فون نکال کر فاطمہ کو تھما دیا۔

"تب تک تم فریش ہو جاو۔ میں ناشتے کا کہتی ہوں۔ سب مل کر کرتے ہیں ناشتہ"

فاطمہ نے جھک کر اسکا ماتھا چوما جس پر یمل کا دل خوش ہوا کہ شاید اسکا موقع دینا بہترین ثابت ہوا ہے، پر جب یمل اپنے کمرے میں گیا تو فاطمہ نے اسکے کمرے کے باہر جا کر اسکا ڈور بند کرتے چابی نکالی، یہی اس نے بابا کے کمرے کے دروازے کے ساتھ کیا اور فون لے کر وہ نیچے سٹنگ لاونج میں چلی آئی۔

یمل کے فون میں مہویر اور منائم دونوں کا نمبر تھا مگر فاطمہ نے کال منائم کے نمبر پر کی تھی، وہ گہری نیند سے یکدم فون بجنے پر نکلی، فون بلکل سائیڈ ٹیبل پر تھا تبھی اسکی آنکھ کھل گئی۔

منائم نے کسمسا کر کروٹ سیدھی کی اور جمائی روک کر اٹھ بیٹھی، پھر سائیڈ ٹیبل پر پڑے فون پر یمل لکھا دیکھے وہ اس طرح جگانے والے پر جو برہم تھی، وہ ساری خفگی بھول گئی۔

"ہاں یمل بولو مائی ڈیئر"

منائم نے جیسے شدید آتی جمائی روکتے پوچھا مگر اس پار فاطمہ نور کی آنکھوں میں آگ کے شعلے لپکے۔

"ی۔۔یمل گر گیا ہے۔اسکی جان خطرے میں ہے۔ک۔۔کوئی فون نہیں اٹھا رہا شاید س۔۔سب سو رہے ہیں۔عاصم ب۔۔بھی نہیں۔۔۔کیا ت۔۔تم آسکتی ہو یہاں۔۔اسے ہوسپٹل لے آئی ہوں پ۔۔پر۔۔۔"

فاطمہ کی اعلی پائے کی اداکاری پر منائم کی ساری نیند ہوا ہوئی، اس سے پہلے وہ کچھ کہتی منائم نے لحاف پرے پھینکتے پیر نیچے اتارے۔

"مجھے ہوسپٹل کا ایڈریس دو۔ میں آرہی ہوں۔۔۔ک۔ کیا ہو گیا اسے۔۔ گرا کیسے۔۔؟"

منائم نے اٹھ کھڑا ہوتے گہرا سانس لیتے پوچھا پر دوسری طرف وہ عورت جھوٹی سسکیاں بھرتی رو رہی تھی۔

"ت۔۔ تم پلیز آجاوم۔ میرے پاس پیسے بھی نہیں"

وہ مزید سسکی تو منائم نے فوری سر ہلایا۔

"ٹھیک ہے فکر مت کرو۔ ایڈریس بھیج دو میں ابھی آئی۔"

منائم نے کہہ کر کال کاٹی اور چینج کرنے بڑھی، کچھ دیر تک وہ بلیک ہائی ویسٹ جینز کے ساتھ سوئٹر پہنے، پیروں میں وائیٹ سنیکرز چڑھائے، اپنے بیگ میں کیش اور کارڈز رکھتی اپنی گاڑی کی چابی لے کر نکلی، بہت وقت سے خود ڈرائیونگ نہ تھی پر ابھی یمل کا سننے کے بعد اس سے رہا نہ گیا، اور وہ اتنی اجلت میں نکلی کہ اپنا فون بیگ میں ڈالنا ہی بھول گئی۔

ایون مماتک کو انفارم کرنے کی یاد نہ رہی، اس نے یہی سوچا تھا کہ راستے میں بابا کو بھی انفارم کر دے گی اگر کال لگ گئی مگر فون وہ اپنے بستر پر ہی چھوڑ کر نکل گئی، اسکے جانے کے کوئی ساٹھ منٹ بعد مہویر کی گاڑی محراب کے گھر کے پورچ میں رکی تھی، چوکیدار دراصل اس میں اب موساب کے بجائے فاطمہ کے ساتھ تھا، مہویر جیسے ہی آیا اس چوکیدار نے میسج کر کے فاطمہ کو انفارم کر دیا۔

وہ سیدھا گھر میں ہی آیا، پہلے جا کر منائم کو دیکھنا چاہتا تھا مگر وہ کمرے میں نہیں تھی، واش روم بھی دیکھا پر وہ وہاں بھی نہ تھی ایون مہویر نے اسکو دیکھنے کی طلب میں پورا گھر دیکھ لیا تبھی باہر آتے اسے محراب نظر آئیں جو ناشتے کا کہہ کر باہر آ رہی تھیں۔

"آنٹی۔ منائم کہاں ہے؟"

مہویر کی آواز لرزی تھی۔

"کمرے میں ہے ناں۔ کیوں کیا ہوا۔ سب ٹھیک ہے؟"

محراب بھی تشویش سے اٹ کر بولیں۔

"کیا مطلب وہ اپنے کمرے میں ہے؟ وہ کمرے میں نہیں ہے محراب آنٹی"

مہویر نے کمرہ چھوڑ، پورا گھر چھان مارا تھا مگر کہیں بھی منائم کا نام و نشان تک نہ تھا، وہ لوگ ایک مصیبت سے تو نمٹ آئے تھے پر اب یہ نئی ٹنشن، محراب نے خود کمرے میں جا کر منائم کو ڈھونڈا، وہ لوگ باہر آئے، چوکیدار سے پوچھا۔

"وہ ایک گھنٹے پہلے نکلی ہیں۔ بہت اجلت میں۔ کہہ رہی تھیں ایک مسئلہ ہو گیا ہے"

چوکیدار کی آنکھوں میں سراسر نفرت بھری تھی، یہ آدمی موساب کا آدمی تھا اور ابھی تک کسی کو اسکی خبر ہی نہ ہو سکی تھی۔

"ایسے کیسے چلی گئی وہ۔ فون بھی کمرے میں چھوڑ گئی۔ اسکو آخری کال کسکی آئی یہ دیکھنا ہو گا"

مہویر نے خود کلامی کی اور واپس پوری رفتار سے گھر کی سمت دوڑا، کمرے میں پہنچ کر اس نے منائم کا فون اٹھایا تو آخری کال جسکی تھی وہ دیکھ کر مہویر کے چہرے کا رنگ پیلا پڑ گیا۔ "شٹ!"

وہ حلق کے بل غرایا تھا، محراب بھی تب تک کمرے میں پہنچ آئیں۔

"ک۔ کیا ہوا مہویر؟"

انکا بھی پریشانی سے برا حال تھا۔

"ایک سیکنڈ"

مہویر نے فوری طور پر میسج چیٹ اوپن کی، جہاں ایک ایڈریس بھی تھا پھر اس نے یمل کو کال ملائی، یمل اور شمس صاحب اس وقت غصے سے اٹے

بیٹھے تھے کیونکہ فاطمہ انکو لاک کر کے خود غائب ہو چکی تھی، یہ تو دونوں نے دروازے پیٹ ڈالے تب ملازمین نے دوسری چابی سے کھولے۔

جبکہ یمل کا فون بھی وہ وہیں چھوڑ کر چلی گئی تھی، مہویر بھائی کی کال پر یمل نے فوری فون اٹھا کر کال پک کی۔

"یمل۔ تم نے کال کی تھی منائم آپی کو؟ اتنی صبح کال کی خیریت تھی؟"

وہ مہویر بھائی کے سوال پر افسردگی سے شمس الدین کو دیکھنے لگا جو خود پریشان تھے۔

"میں نے نہیں کی۔ مما نے فون لے کر کی تھی۔ وہ مجھے اور نانا کو کمرے میں لاک کر گئی تھیں۔ ہم ابھی نکلے۔ اور وہ گھر میں نہیں ہیں۔ سب ٹھیک ہے مہویر بھائی؟"

یمل کے جواب کو سن کر مہویر کو لگا اسکے سینے میں چنگاری سی بھڑک اٹھی ہو۔

"ہاں سب ٹھیک ہے۔ میں بعد میں بات کرتا ہوں۔ وہ آئے تو تم اسکی وجہ ضرور پوچھنا۔ ابھی اپنے نانا کے ساتھ رہو"

مہویر کی تاکید پر یمل نے فوری سر ہلایا جسکے بعد مہویر نے کال کاٹتے ہی اس لوکیشن کو دیکھا، وہ یہاں سے زیادہ دور نہ تھی، وہ کسی ہسپتال کی لوکیشن نہیں بلکہ ایک سنسنان روڈ کی لوکیشن تھی جہاں منائم کے پہنچتے ہی فاطمہ نے اسے اپنے دو ہائیر کیے بدمعاشوں کے ذریعے کڈنیپ کروالیا تھا۔

"کیا ہوا مہویر؟"

محراب کی آنکھیں نمی سی بھری تھیں جب اس نے کال بند کر کے کمرے سے نکلتے مہویر کو روکتے پوچھا، وہ فوری پلٹا اور منائم کے فون میں موجود میسج میں لکھی لوکیشن اپنے نمبر پر سینڈ کی۔

"مجھے کچھ گڑبڑ لگ رہی ہے۔ فاطمہ نور نے منائم کو کال کی تھی۔ اس میسج والی لوکیشن پر بلایا اور وہ چل پڑی۔ اوہ منائم تم اتنی بیوقوف تو نہیں ہو۔ مجھے فوری نکلنا ہو گا محراب آنٹی۔"

مہویر کی باتیں سن کر تو محراب کو لگا کسی نے اسکے پیروں سے زمین کھینچ لی ہو، چہرہ یکدم سپید پڑ گیا تھا۔

"ف۔۔ فاطمہ نے اسے اگر نقصان پہنچا دیا خدانخواستہ؟"

محراب کی آواز کچھ آنسوؤں سے نم ہوئی اور کچھ خوف سے لرزی جس پر مہویر کے ماتھے پر بھی پریشانی و فکر سے شکنیں اتریں۔

"وہ ایسا سوچے گی بھی تو اسکی سزا کم سے کم موت ہے۔ اگر اس نے ایسا کیا تو میں اسے عبرت بنا کر رکھ دوں گا۔ میں نے اس پر رحم کھایا لیکن وہ اس لائق نہ تھی کہ اسے رعایت دیتا۔ صرف یمل کی خاطر میں نے لچک دیکھائی۔ لیکن اب اگر اس نے میری مانو یا میرے بچے کو کسی بھی قسم کا

نقصان دیا تو مجھے دوبارہ سے وولف بننے میں ایک لمحہ نہیں لگے گا۔ میں جلدی اسے لے کر آتا ہوں۔ آپ دعا کریں"

وہ اس وقت جتنی تکلیف میں تھا، وہ اک طرف کر کے محراب کو حوصلہ و تسلی دے کر اسکی جانب سے سر کی جنبش اور یقین پائے ہی وہ ڈرا کی طرف بڑھا اور اپنی لاکر سے گن نکال کر اک آخری نگاہ محراب پر ڈالتے ہی کمرے سے نکل گیا۔

"میرے دل میں جو نرمی آئی اس پر مجھے پچھتاوا مت کروانا فاطمہ۔ میں تمہیں مارنا نہیں چاہتا۔ لیکن اگر منائم کا بال بھی بیکا ہوا تو میں تمہاری کم سے کم گردن کاٹوں گا۔"

وہ اپنی آنکھوں کی بے اختیار چھلکتی نمی رگڑ کر اپنے اندر جی بھر کر حقارت اور مضبوطی انڈیلتا ہوا گھر سے نکل کر واپس اپنی گاڑی کی طرف بڑھا ہی جب اپنی گاڑی کی طرف بڑھتے مہویر کے قدم کسی آواز پر تھمے۔

"میں آپکو ابڈیٹ دیتا رہوں گا فاطمہ میم"

یہ آواز کسی اور کی نہیں بلکہ کچھ دور درختوں کے پاس کھڑے چوکیدار کی تھی، مہویر کا اپنی گاڑی کا ڈور کھولتا ہاتھ اچانک تھما، اس نے فوری پلٹ کر اس آواز کے تعاقب میں دیکھا، لمحہ لگا تھا مہویر کی آنکھوں سے لہو ابلنے میں، اگلے چند سیکنڈ میں وہ اس چوکیدار کے سر پر پہنچتے، عقب سے اپنا ہاتھ لے جا کر اسکے منہ پر دبا کر رکھتے اسکے ہاتھ سے اسکا فون کھینچ چکا تھا۔

"جب تک وہ اس پتے پر پہنچے گا۔ اسکی پیاری جان اس سے بہت دور جا چکی ہو گی۔ تمہیں اسکا انعام مل جائے گا۔ موساب اعوان کے وفادار ساتھی ہونے کا ثبوت دیا ہے تم نے"

فاطمہ کی بقیہ آواز اس آدمی کے بجائے مہویر نے سنی تھی، مہویر کے جبڑے نفرت و غصے سے تن گئے، اس سے پہلے وہ کچھ کہتا، فاطمہ نے کال کاٹ دی تھی جبکہ وہ چوکیدار پھڑ پھڑاتا ہوا سانس کی عدم دستیابی پر مہویر کی بازو کے

شکنجے میں آ چکا تھا، مہویر نے اسکا فون اپنے کوٹ کی جیب میں رکھتے، دونوں ہاتھوں سے اس خبیث کو اپنے سامنے کیا اور پوری قوت سے اس کے منہ پر مکا برسایا، اس آدمی کے جبڑے پر نیل پڑ گیا، بہت دنوں بعد کسی نے وولف کے ہاتھ کا گھونسا کھایا تھا، اس آدمی کی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا چکا تھا۔

"موساب اعوان اور فاطمہ کیا اب بھی ایک ساتھ ہیں۔ بتا ورنہ یہیں گاڑ دوں گا تجھے۔ وہ زلیل تو جیل میں ہے۔ اس نے فاطمہ کو گولی ماری تھی۔ پھر وہ موساب کے تجھ جیسے کتے کے ساتھ کیوں بات کر رہی تھی؟ بھونک جلدی ورنہ تیرے جسم کے اتنے ٹکڑے کروں گا کہ کوئی گن بھی نہیں پائے گا"

اس آدمی کا ہوش تو منہ، جبڑے، سر اور گلے تک جاتے گھونسے کے درد پر ہی گل ہو گیا تھا لیکن مہویر نے اسے وہیں قریبی کانٹے دار جھاڑی کے ساتھ رگڑ ڈالتے بھینچا تھا جس پر وہ دلخراش کراہا۔

"موساب اعوان ناکارہ ہے، میں نے سوچا فاطمہ کا ساتھ د۔۔ دے کر کچھ پیسہ بنالوں۔۔ م۔ موساب کا اس میں کوئی ہاتھ نہیں۔ وہ تو سخت انکوائری میں پھنس چکا ہے جہاں سے اسکی رہائی بس موت کروا سکتی ہے"

اس آدمی کے سسکنے پر مہویر نے زور دار طریقے سے اسکی گردن دبوچی۔

"اب پیسے تو جیل میں جا کر بنانا۔ فاطمہ اسے کہاں لے کر گئی ہے۔ بتا اسکے ٹھکانے کا"

مہویر نے اس بار اسکا جبڑا مٹھی میں دبوچا تھا، وہ آدمی درد سے سسکنے اور بلبلانے لگا۔

"مم۔ مجھے کچھ نہیں پتا سر۔۔ ا۔۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں پتا قسم اٹھوالیں"

وہ تڑپ کر منمنایا جس پر مہویر نے اسکی گردن آخری حد تک دبائی پھر اسے بری طرح زمین پر پٹخا اور وہیں کھڑے کھڑے پولیس کو کال کی، ساتھ انسپکٹر خان سے فاطمہ نور کا نمبر بھی ٹریس کرنے کا کہا، اسکے پاس خود ٹائم

نہیں تھا، چوکیدار کو پولیس کے حوالے کرنے کے ساتھ مہویر کو فاطمہ کے نمبر کی آخری لوکیشن بھی مل گئی تھی۔

وہ اس لوکیشن پر روانہ ہوا تو دوسری طرف محراب نے پریشانی میں یہ سب عاصم کو کال کر کے بتایا جو اس وقت ملک ہولڈنگز سے واپس ملک پیلس جا رہا تھا، زبردست بریک کے ساتھ عاصم نے اپنی گاڑی روکی، ٹائروں کی چڑچڑاہٹ دور تک گونجی۔

"ت۔۔ تم یاد رکھنا عاصم، اگر میری بیٹی کو کچھ ہوا تو میں تمہاری اس بیوی کو زندہ نہیں چھوڑوں گی"

محراب نے صاف لفظوں میں دھمکی دی تھی، عاصم کا غصے اور تکلیف سے جیسے سینہ پھٹ رہا تھا، شاید جتنی بھی خطائیں اس نے کی تھیں وہ ساری اسکے سامنے اک اک کر کے آ رہی تھیں، ابھی وہ فاطمہ کو لگام کیسے ڈالے یہی سوچ رہا تھا اور اس عورت نے اپنا قدم اٹھا بھی لیا۔

"تم سب سے پہلے اسکا حساب مجھ پر قرض ہے۔ منائم کو کچھ نہیں ہونے دوں گا محراب، یہ وعدہ ہے میرا تم سے۔ اب میرے کسی بچے کو کوئی آنچ نہیں آئے گی۔ تم پلیز حوصلہ رکھو۔ پریشان مت ہو"

عاصم کی یہ لفظی تسلی اس وقت اس ماں کے جلتے دل پر ٹھنڈی پھوار نہ بن سکی۔

"باتیں نہیں ع۔۔ عاصم۔۔ مجھے میری بیٹی چاہیے۔ صحیح سلامت۔ سن رہے ہوناں۔ مجھے میری بیٹی اسکے بچے سمیت چاہیے۔ جلدی کرو پلیز"

عاصم کی آنکھوں میں محراب کے کانپتے ڈرے اور تکلیف سے بھرے التجائیں کرتے الفاظ سے سرخائی گھلی، وہ اسے بنا تسلی دیے ہی کال کاٹ گیا، عاصم نے دوسری کال مہویر کو کی، جس نے ڈرائیونگ کے بیچ ہی کال پک کی۔

"مہویر۔۔ کہاں ہو تم۔۔ کچھ پتا چلا وہ اسے کہاں لے گئی؟"

مہویر نے گاڑی شدید تیز رفتاری سے چلاتے ہوئے روڈ پر موڑ کاٹا کہ گاڑی دوسرے ٹرک سے لگتے لگتے بچی۔

"لوکیشن مل گئی ہے۔ میں جارہا ہوں منائم کے پاس۔ اسے کچھ نہیں ہونے دوں گا"

مہویر کی آواز بھاری کے ساتھ بے حد مضبوط تھی جیسے اسے اپنے اللہ پر پورا بھروسہ ہو۔

"مجھے بھیجو میں بھی آتا ہوں۔ تم اکیلے مت جانا۔ وہاں خطرہ ہو سکتا ہے۔ لوکیشن بھیجو شاباش"

عاصم نے اسے نرمی سے درخواست کرتے کہا۔

"آپ آسکتے ہیں مگر اسکی سزا اس بار میں خود طے کروں گا۔ آپ کچھ نہیں کریں گے۔ سن رہے ہیں؟"

مہویر کی مضبوط آواز ان سے یہ عہد لیتے کانپی جس پر عاصم کی آنکھوں میں بھی نمی آگئی۔

"میں اسکی جان لے لوں گا اگر اس نے میری بیٹی کے ساتھ کچھ بھی کیا مہویر"

عاصم نے بہت کرب سے جواب دیا تھا، دونوں اس وقت ہوا کے گھوڑوں پر سوار ہو کر گاڑیاں دوڑا رہے تھے۔

"خدا کے لیے عاصم انکل۔ میرے لیے سب کچھ مزید مشکل مت بنائیں۔ میرا ساتھ دینے آنا ہے تو آجائیں"

مہویر نے تکلیف کی آخری حد پر جیسے التجاء کرتے کال کاٹتے ہی لوکیشن بھی بھیج دی۔

"بس کچھ دیر منائم، میں تمہیں کچھ نہیں ہونے دوں گا۔ یا اللہ اسکی حفاظت کریں۔"

مہویر نے فون ڈیش بورڈ کی جانب پھینکا جبکہ اسکی ہر سانس اس وقت صرف منائم کے لیے دعا گو تھی، عاصم نے سرخ انگارہ آنکھوں سے لوکیشن دیکھی اور اپنی گاڑی فوراً موڑ دی۔

دوسری طرف وہ ایک سنسنان بند پڑی پرانی فیکٹری کا بیسمنٹ تھا جہاں اس وقت دو لوگ منائم کو زبردستی ایک لکڑی کی کرسی پر باندھ رہے تھے، وہ چیخ چلا کر مزاحمت کر رہی تھی لیکن وہ دونوں آدمی قوت و طاقت میں منائم سے کہیں زیادہ تھے۔

کچھ فاصلے پر وہ آنکھوں میں دیوانگی کی حد تک نفرت بھر کر کھڑی منائم کی چیخیں سن کر محظوظ ہو رہی تھی، منائم کی آنکھوں پر پٹی بندھی تھی جس سبب وہ کچھ دیکھنے میں ناکام تھی۔

"ٹھیک ہے تم لوگ دروازے پر جا کر کھڑے ہو جاو۔ کچھ بھی خطرہ محسوس ہو تو فوری مجھے انفارم کرنا۔ جاو"

فاطمہ نے ان مسٹنڈوں کو دیکھا جو منائم کو کس کر کرسی سے باندھ کر فاطمہ کا حکم ملتے ہی وہاں سے نکل کر چلے گئے تھے۔

"ف۔۔فاطمہ۔۔تم پاگل ہو گئی ہو کیا۔ جھوٹ کیوں بولا تم نے مجھ سے؟ تمہیں اپنے بیٹے کے بارے جھوٹ بولتے زرا شرم نہیں آئی۔ کیسی ماں ہو تم؟"

منائم کے اونچی آواز میں چیخنے پر وہ پلٹ کر آہستہ آہستہ قدم اٹھاتی منائم تک پہنچی اور ایک ہی جھٹکے سے اسکی آنکھوں پر بندھی پٹی اتار کر نیچے سرکائی تو وہ منائم کی گردن تک چلی گئی، جبکہ وہاں آنکھوں کی سیدھ میں تیز روشنی کے سبب اک لمحہ منائم نے آنکھیں چندھیا جانے پر زور سے میچیں۔

"تم پر اسکا دل آسکتا ہے پر اسے تم سے محبت نہیں ہوئی۔ کتنی بیوقوف ہو تم پیاری منائم ملک"

وہ قریب آئی اور کرسی کی بازوؤں پر ہاتھ رکھے منائم کے چہرے پر جھکی جس نے اپنی درد کرتی آنکھیں کھولتے سر اٹھا کر فاطمہ کو دیکھا۔

"کیا بکواس کر رہی ہو؟"

منائم کے جبڑوں میں تناو آیا تو وہ پاگلوں کی طرح ہنسی۔

"بکواس نہیں ہے یہ۔ وہ بچپن سے مجھے چاہتا تھا۔ پاگل تھا میرے پیچھے۔ وہ میرا ایسے خیال رکھتا تھا کہ اگر میں اسے موقع دوں تو میرے پیروں تلے اپنے ہاتھ رکھ دے۔ میں نے یونہی اسکا نام کیا رومال پر بنا دیا، خوشی سے مرنے والا ہو گیا تھا۔ کاش تم اس وقت اسکی خوشی دیکھتی۔ وہ مجھے اتنے پیار سے دیکھتا تھا کہ ایسی نظر وہ کسی پر ڈال ہی نہیں سکتا دوبارہ۔ وہ مجھ پر مرتا تھا۔"

منائم نے اسکی ہر بات تحمل سے سنی، اسکا دل کٹ رہا تھا لیکن وہ اس عورت کو خود پر حاوی ہونے نہیں دے سکتی تھی۔

"اچھا۔مان لیا۔ کرتا ہو گا وہ ایسی محبت۔ لیکن تم نے اس محبت کو مار دیا۔ تم نے مہویر کو دھتکار دیا۔ دھتکارے ہوئے اس شخص کو اتنی تکلیف دی کہ اسے اپنے وجود سے نفرت ہو گئی۔ اسکی ساری زندگی جہنم بن گئی۔ اور اب جب تمہیں ہر طرف سے دھکے ملے تو تمہیں اسکی محبت یاد آگئی؟ میں سمجھ سکتی ہوں تمہاری حالت۔ لیکن کیا کروں مجھے تم پر صرف ہنسی آرہی ہے۔ جو تم نے ناکارہ سمجھ کے پھینکا تھا، وہ کسی نے ہیرے کی طرح اپنے تاج میں لگا لیا۔ یہ تم سے کیسے برداشت ہو۔ تم نے تو ابھی مہویر کو اور پائمال کرنا تھا، لیکن دیکھو وہ بچ گیا تم سے۔ میری چھاوں میں آگیا۔ تم جیسی جھلساتی دھوپ سے بچ گیا ہمیشہ کے لیے۔ شکر ہے اللہ کا۔ میری ہر سانس مشکور ہے اپنے اللہ کی۔ کہ مہویر کو بچایا اس نے۔ تم جیسی بدبخت بلا سے"

وہ بے خوف ہو کر اس لڑکی کی آنکھوں میں آنکھیں گاڑ کر بولی، نہ تو منائم کا لہجہ ٹوٹا نہ اسکی آواز لڑکھڑائی، یہی وجہ تھی کہ فاطمہ نور کا وجود دہکتی جہنم میں بدلنے لگا تھا۔

"تم یہ کہہ کر خود کو تسلی دے سکتی ہو۔ کیونکہ تم جیسی کو اوقات سے زیادہ جو مل گیا۔ ہو کیا تم منائم ملک ؟ کیا حیثیت ہے تمہاری، اپنے باپ اور شوہر کے نام کے بغیر۔ ایسا کیا ہے تم میں خاص کہ مہویر میثاق تمہارا ہونے پر خوش قسمت کہلائے۔ میں نے ساری زندگی جنگ اور مشقت میں کاٹی۔ میں اسکی مستحق ہوں۔ تم جیسی مما بابا گرل نہیں۔ جتنی قدر میرے دل میں اسکے لیے ہے، کسی اور دل میں نہیں آسکتی۔ کیونکہ اسے دھتکارنے کی پوری زندگی سزا کاٹی۔ اور تم ؟ تمہیں بنا کچھ کیے وہ مل گیا؟ پکے پھل کی طرح تمہاری جھولی میں آگرا۔۔۔۔ کیا ایسا کیا ہے تم نے اسکے لیے جو تم اسکی مستحق ہو؟"

فاطمہ کی آنکھیں جلتے انگارے سی ہوئیں اور اسکے ہر لفظ میں تابناکی تھی، منائم کچھ لمحے خاموش سی ہو گئی، اسے پہلی بار پتا چلا کہ اس نے تو واقعی مہویر کے لیے کچھ نہیں کیا، اک آنسو منائم کی آنکھ سے بہہ کر اسکے رخسار پر رینگا۔

"میں نے اسکے لیے کچھ نہیں کیا، لیکن میں اسکا ساری عمر خیال رکھوں گی۔ اسے کبھی خود سے ناراض نہیں ہونے دوں گی۔ اسے دنیا کی ہر خوشی دوں گی۔ میں نے اسکے لیے کچھ نہیں کیا لیکن میں اسکے لیے سب کچھ کروں گی۔ تم میرے بابا کی بیوی ہو تو کم از کم اب تو ان سے مخلص رہو۔ تم نے تو ان سے محبت میں شادی کی تھی۔ پھر تمہارے اندر دوسرے مردوں کی اہمیت کیوں سانس لے رہی ہے۔ مرد تو بے وفائی کر دیتے ہیں، عورتیں نہیں کر سکتیں، یہ انکے وقار کی توھین ہوتی ہے فاطمہ۔۔۔ تمہارا مہویر کے بارے سوچنا تک میرے بابا سے بے وفائی ہے۔ تمہارے پاس اب میرے اچھے بابا ہیں۔ تمہارے پاس ایک بہت وسیع اور مہربان دل والا بیٹا ہے۔ تم دیکھو تو سہی کہ تم کتنی خوش قسمت ہو۔ کچھ مت بگھاڑو پلیز"

منائم کو اس عورت کو دیکھنا تک قبول نہ تھا لیکن اس وقت وہ واقعی فاطمہ کو بچانا چاہ رہی تھی لیکن کوئی اس عورت کو کیسے بچا سکتا ہے جو ماں اور بیوی کے رتبے کو فراموش کیے اس سب میں الجھی تھی جو اسے نہیں مل سکا۔ مائیں

بری نہیں ہوتیں نہ باپ برے ہوتے ہیں، لیکن عورت اور مرد برے ہوتے ہیں، کیونکہ انسان برا ہوتا ہے، رشتے تو سب خوبصورت ہوتے ہیں۔

"کیوں؟ مردوں کا کوئی وقار اور حیا نہیں ہوتی؟ میں نے عاصم سے سچے دل سے محبت کی لیکن اسے سوہا چاہیے تھی۔ مجھ سے شادی کے باوجود اسے سوہا کا غم کھاتا تھا۔ میں کیسے سہتی بتاو۔ کیوں ہوا میرے ساتھ ایسا کہ میرا دل اک بٹے ہوئے شخص پر اٹکا۔ کیوں منائم؟ میں اسکے لیے مہویر کو دھتکار کر گئی تھی۔ تمہارے باپ نے یہ احساس بھی نہیں کیا۔ اس نے تب ہی میرے اندر کا وقار ختم کر دیا تھا۔ جب وہ میرے پاس ہو کر بھی کسی اور عورت کا تھا تو میں کیسے سہتی۔ اس نے مجھے نہیں سنبھالا۔ اس کا دشمن اسی تاک میں تھا۔ انسان ہوں ناں، ورغلائی گئی۔۔ میں نے اگر بے وفائی کی ہے تو وہ بھی تو بے وفا ہے۔ جس سوہا پر اٹکا تھا، اس سے کونسی وفا نبھائی اس نے۔ اسکا دکھ بھولنے میرے قریب آتا رہا۔ اسکے وقار کو کیوں کچھ نہیں ہوا، میرا وقار ہی کیوں مسخ ہوا۔ م۔۔ میں نے موساب سے تعلق رکھا لیکن اسکا قصوروار بھی

عاصم ہے۔ وہ مجھے بے وفائی کا تمغہ تو شان سے تھما گیا لیکن اس نے اپنے گریبان میں نہیں جھانکا۔ اسکے پیچھے برباد ہونے والی اس عورت کا اسے آج بھی کوئی غم نہیں۔۔۔۔ میں نے اسے کہا تھا میں اسکی بیٹی کو یا اسکے شوہر کو کچھ نہیں کہوں گی اگر وہ مجھے اپنائے۔ پر تمہارے اس باپ نے انکار کر دیا۔ اب مجھے مجبوراً بننا پڑے گا۔ تم سبکو ناکردہ گناہوں کی سزا جھیلنی ہو گی۔ میں سب کچھ اکیلے کیوں جھیلوں؟"

منائم کو اسکی تکلیف دل سے محسوس ہوئی، وہ پہلی بار اسکو ترس لٹاتی نظروں سے دیکھ رہی تھی، کیونکہ فاطمہ کے آنسو جھوٹے نہیں تھے۔

"تم سب پر لعنت بھیجو۔ تم صرف اپنے بیٹے کی بنو۔۔ میری مما بھی تو ہیں۔ انہوں نے سب مردوں پر لعنت بھیج کر اپنی اولاد کو چنا۔ت۔۔ تم بھی ایسا کر سکتی ہو فاطمہ۔"

فاطمہ اسکی بات پر سیدھی کھڑی ہوتی اذیت سے ہنسی۔

"میرا بیٹا جب جانے گا اسکی ماں نے کیسی زندگی گزاری۔ وہ کتنی بے وفا ہے۔ وہ کتنی برباد ہے۔ تو وہ مجھ سے محبت کرنا جاری نہیں رکھ پائے گا۔ میں کم از کم اپنے بیٹے کی مجرم نہیں بننا چاہتی۔ م۔ میں نہیں چاہتی وہ یہ سوچ کر کبھی روئے کہ اسکی ماں بری عورت تھی، م۔ میں اسکے لیے مر بھی سکتی ہوں۔۔۔"

فاطمہ کی آواز کانپنے سی لگی۔

"دیکھو۔ یمل کو کچھ پتا نہیں چلے گا۔ جب تم بابا کے ساتھ خوش رہو گی تو وہ بھی خوش رہے گا فاطمہ۔ اسے یہ تکلیف تم خود دے رہی ہو کہ وہ تمہیں مجرم سمجھے۔ چھوڑ دو مجھے پلیز۔ م۔۔ میں نے تمہارا کچھ نہیں بگاڑا نہ ہی مہویر نے بگاڑا۔ جو گناہ گار ہے اسے سزا دو۔۔۔ ہمیں نہیں۔ مہویر سے مجھے مت چھینو پلیز"

وہ فاطمہ کو دیکھ رہی تھی جو واپس پلٹ کر ٹیبل پر رکھے اپنے بیگ تک پہنچے اس کے اندر ہاتھ ڈال کر اک تیز دھاری چاقو باہر نکال رہی تھی۔

"تم ماں بننے والی ہو۔ مبارک نہیں لو گی مجھ سے ؟"

اسکے ہاتھ میں چاقو اور پھر یہ سوال سنے منائم کو اس عورت سے خوف آیا کیونکہ وہ اسکی طرف بڑھ رہی تھی۔

"مہویر سے بہت گلا ہے مجھے۔ کتنا جھوٹا دعوی تھا اسکا مجھ سے محبت کا۔ کہ تم سے شادی کے ایک مہینے کے اندر باپ بھی بن گیا۔ سارے مرد ایک جیسے ہیں۔ عاصم اور مہویر میں کیا فرق رہا پھر۔ وہ سوہا کو بھولنے میرے قریب آیا اور مجھے پریگنٹ کر دیا۔ جبکہ مہویر نے مجھے بھلانے کو یہی تمہارے ساتھ کیا۔ چچ چچ۔۔ ہم دونوں تو ایک جیسی ہیں منائم۔۔۔ تو پھر اگر میں برباد ہو گئی تو تم کیسے آباد رہ سکتی ہو۔ تمہارے حصے کی بد قسمتی کیسے تم سے دور رہ سکتی ہے"

منائم کی خوف سے آنکھیں لال ہوئیں کیونکہ وہ عورت اسکی طرف چاقو لے کر بڑھ رہی تھی۔

"م۔ میں تمہارے جیسی مر کر بھی نہیں ہو سکتی۔ میں نے مہویر سے بے وفائی نہیں کی۔ تم مجھے خود سے ملا کر گالی مت دو۔۔۔ سمجھی۔ اور میرے بچے سے اپنی منحوسیت دور رکھنا فاطمہ ورنہ میں تمہیں مار ڈالوں گی"

منائم نے ہر خوف اک طرف کیا کیونکہ وہ جتنا ڈرتی، یہ عورت اتنا اسے ڈراتی۔

"یہ بچہ ؟ کیا لگتا ہے اس سے تم مہویر کو قابو کر لو گی۔ اسکے دل سے مجھے نکال دو گی۔ نہیں پیاری منائم۔ وہ تم سے کبھی مجھ جیسی محبت نہیں کرے گا۔ میں گندی، بے وفا اور بری ہوں پر تمہارے شوہر کی پہلی محبت ہوں۔ چچ چچ، تمہیں تو سیکنڈ ہینڈ ملا وہ۔ اپنے دل کا ہر جذبہ لٹا چکا شخص اندر سے خالی ہو جاتا ہے۔ پھر جس دوسری عورت کے حصے آتا ہے وہاں بس سمجھوتہ کرتا

ہے۔ میں تم سے یہ بچہ چھین لوں اگر تو شاید مہویر کی اصلیت دیکھ پاو
تم۔۔۔ کریں ٹرائے؟ دیکھتے ہیں اس بچے کے ختم ہونے پر وہ تمہیں منہ لگاتا
ہے یا نہیں؟"

منائم کی آنکھوں سے آنسو بہے کیونکہ یہ ذہنی ٹارچر وہ مزید برداشت کرنے
کے اہل نہ تھی۔

"ن۔ نہیں۔ تم ہوش میں آو۔۔۔ م۔ میرے بچے کو کچھ مت کرو۔۔۔ میں
بھی مر جاوں گی اسکے ساتھ۔ تم ک۔ کیسے۔۔ کیسے یہ سوچ بھی سکتی ہو"

منائم کو روتا دیکھ کر وہ تسکین بھرا مسکرائی۔

"مہویر مجھ سے پیار کرتا تھا۔ اگر میں اسے نہ ٹھکراتی تو وہ سارا پیار مجھے کرتا
جو تمہیں کیا۔ تم نے میرے حصے کا پیار پایا اس سے۔ یہ اولاد تک میرے
حصے کی تھی۔ میں تم سے نفرت کرتی ہوں۔ تم سے اور اب اس بچے سے
بھی"

منائم نے روتے ہوئے نفی میں سر ہلایا پر وہ عورت بے رحم ہو چکی تھی، اس نے جھک کر چاقو کی نوک منائم کے پیٹ پر رکھی تو وہ خوف سے مزاحمت کرتی چیخی۔

"ت۔۔ تم ایسا کیسے کر سکتی ہو۔ تم بھی تو ایک ماں ہو۔ جب تمہاری کال آئی میں نے تم سے نفرت اک طرف کر دی۔ دوڑی آئی۔ تم م۔ میرے بچے کو کیسے مار سکتی ہو۔ تم یہ پاگل پن مجھ پر کیوں نازل کر رہی ہو۔۔۔ ہوش میں آو فاطمہ۔ ہوش کرو۔ سب برباد مت کرو"

اسکے ہاتھ میں تیز دھار والا چاقو دیکھتی منائم جتنا پر سکون ہو کر اسے سمجھا سکتی تھی اتنا سمجھایا، اس نے منائم کے دونوں ہاتھ کرسی کی بازووں سے باندھے تھے، مزاحمت کر کے بھی منائم کی بس ہو چکی تھی۔

"ہاں میں ماں ہوں۔ پر اسکے باوجود میرا بیٹا مجھ سے محبت نہیں کرتا۔ کوئی ایک بھی انسان مجھ سے خوش نہیں۔ م۔ مہویر کو تم نے چھین لیا مجھ

سے۔عاصم کو نفرت ہے مجھ سے۔میں ختم ہو گئی لیکن مرنے سے پہلے میں اپنے دل میں لگی آگ بجھا کر جاوں گی۔سب کو ختم کر دوں گی۔پہلی باری تمہاری اور اس بچے کی ہے"

فاطمہ کا ذہنی توازن بگڑ چکا تھا،وہ مہلک ہو چکی تھی۔

"ن۔نہیں۔۔ت۔۔تم دور کرو اسے۔۔دور کرو اسے۔۔مجھ سے دور کرو۔"

وہ چیخنے لگی،جیسے اس چاقو کی نوک سے ہی مر رہی تھی،فاطمہ نے ہنس کر چاقو پیچھے کیا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔

"چلو مجھے بتاو تمہیں وہ کیسے ملا؟تم لوگ قریب کیسے آئے"

فاطمہ نے قہقہہ لگا کر سامنے کھڑے ہوتے پر سکون ہو کر پوچھا تو منائم کی آنکھوں میں حقارت اتری،اسکا بس نہ چلا فاطمہ کا منہ نوچ لے۔

فاطمہ نے اک کرسی گھسیٹی اور ٹھیک منائم کے سامنے آ بیٹھی، جیسے اسکے پاس فرصت ہی فرصت ہو، اور ان کے بیچ تناو، نفرت اور پیچیدگی کی انتہائیں حائل ہو چکی تھیں۔

لگ رہا تھا فاطمہ نور کے پاس جو مہلت تھی وہ کچھ دیر کی مہمان تھی۔

.._____..

وہ بیس منٹ ہو چکے تھے جاگا ہوا تھا، پر باخدا اتنے وقت کے گزر جانے کے باوجود اسکی آنکھوں کا خمار تھا کہ رتی برابر کم نہ ہوا، کہنی بیڈ کی سطح پر کھڑی کیے، ہاتھ پر سر رکھتے وہ کروٹ سی بیلا کی طرف موڑے اسکے سوئے ہونے کو دیکھے جا رہا تھا، وہ زرا سا رخ خضر کی طرف پھیرے سو رہی تھی، رات کتنے سکون سے گزر گئی تھی کہ دونوں کو پتا ہی نہ چلا، بیلا کی سرجری تھی آج اور کچھ دیر تک ڈاکٹرز اور نرسیز بھی آ جاتیں مگر خضر کا دل اسکے پہلو سے اٹھنے پر بلکل راضی نہ تھا۔

"ایک اس دن صوفے پر اور ایک آج، میری زندگی کی ابھی تک سکون بھری راتیں یہی دو ہیں سوئیٹ کارن۔ اس سے پہلے میں کب سکون سے سویا ہوں، یاد نہیں۔ کیسا لطف ہے تم میں میرا۔ کیسی بے پرواہی چھا جاتی ہے میرے دل پر جب تم پاس ہوتی ہو۔ میں خود پر سارے قابو کھو دیتا ہوں۔ ورنہ مجھ سے زیادہ صابر اور حدیں برقرار رکھنے والا شخص شاید ہی کوئی دوسرا ہو"

وہ بیلا کے چہرے کے قریب اپنا ہاتھ لے جاتا اسکے نرم ہونٹوں کو ہاتھ کی انگلیوں سے چھو کر خود میں بھی کہیں مدہوش سا لگ رہا تھا، اپنے کہنی والے ہاتھ کو اپنی گال سے لا جوڑے وہ اسکے چہرے کی جانب تھوڑا بینڈ ہوا، ہاتھ اسکے چہرے اور رخساروں پر رینگنے ہی لگا جب وہ خضر کے ہاتھ کی بے قابو جنبش پر نیند سے جاگنے سی لگی۔

"اٹھ جا و سوئیٹ کارن۔ مجھے دھکے دے کر اپنے بستر سے اٹھاو ورنہ میں یہیں چپک جاوں گا۔ تمہارے پہلو سے"

خضر نے مزید جھک کر اسکی گال چومتے بیلا کی بے خبری کو ہوش بخشا تو وہ فورا آنکھیں کھول کر اسکی خود میں بسی خوشبو پر ڈرا سا تاثر دیتی زرا اٹھ کر تکیے پر منتقل ہوئی کیونکہ اسکا سر تکیے سے نیچے تھا، اسکے تکیے پر ٹھیک سے سر رکھنے کے سبب وہ اونچی کیا ہوئی، خود پر جھکے خضر کے چہرے کی حرارت اسے اپنے چہرے کے ہر نقش کو چھوتی محسوس ہوئی۔

"خ۔۔ خضر۔ اٹھ جائیں یہاں سے۔ صبح ہو گئی ہے کیا؟"

وہ اپنا ہاتھ اسکے سینے پر رکھ کر اسے دور کیے ڈرا سا منمنائی ہی کہ وہ مزید اس پر واپس جھکا، یعنی وہ جتنا دور کر پائی وہ اتنا قریب آ گیا۔

"میری صبح حسین نہیں ہوئی۔ پہلے وہ کرو پھر میں شرافت سے اٹھ جاوں گا"

وہ جھینپ سا جاتی چہرہ پھیرنے ہی لگی پر خضر کے ہاتھ کی انگلیاں اسکے رخساروں کے گرد جم گئیں جس سبب وہ چہرہ ہلا تک نہ سکی۔

"م۔ میں کیسے کروں آپکی صبح حسین؟"

وہ ڈر رہی تھی، آواز میں خضر کی قربت کا اثر سلوٹ سی اتار لایا تھا۔

"میری گال پر کِس کر کے"

وہ مزے سے حل بتا گیا تو وہ اندازے سے ہاتھ مزاحمتی انداز کے سنگ ہلا کر اسے دور کرنے لگی پر خضر انچ بھی دور نہ ہوا۔

"مجھے نہیں پتا آپکی گال کہاں ہے"

وہ معصومانہ سا بولتے گھبرائی تو خضر نے ہنسی اپنے لبوں کے اندر بھینچی۔

"وہ افریقہ کے جنگل میں سیر کرنے تھوڑا گئی ہے یار۔ یہیں ہے میرے منہ کے ساتھ۔"

خضر کی کوفت محسوس کیے وہ اداس سا چہرہ کر گئی حالانکہ وہ گدھا مسکرا کر مزے لے رہا تھا۔

"کہیں اور کِس ہو گ۔ گئ تو خضر۔۔ مت کریں ناں۔۔ اٹھیں یہاں سے بہت عجیب لگ رہے ہوں گے ہم۔۔ پلیز"

وہ شدید بے چینی کے سنگ منمنانا جاری رکھتی کسی بھی طرح اسے دور کرنا چاہتی تھی۔

"کہیں اور ہو گئ تو میری عیاشی"

خضر کی سرگوشی اسے کان کے پاس محسوس ہوئی، بیلا نے مزاحمت کر کے اٹھنا چاہا پر وہ اسے واپس گرا گیا، وہ خفیف سا برہم ہوئی۔

"خ۔۔ خضر۔۔۔"

وہ اسکی خفگی کو چنداں اہمیت دیے بنا اس سے منت کرا اٹھی پر خضر نے نہ ماننے کی قسم کھائی تھی، حالانکہ وہ گاہے بگاہے ڈور کی طرف بھی دیکھ رہا تھا۔

"بیلا۔ میری صبح حسین کرو گی تو میں تمہارے سر سے رات تک کہ لیے ٹل جاوں گا۔ پرامس"

وہ اسکے ایسے وعدے پر نہ چاہتے ہوئے بھی پگھل گئی، اس نے آہستگی سے خود پر جھکے خضر کا چہرہ اپنے کانپتے ہاتھوں میں بھرا جیسے اندازہ کر رہی ہو کہ وہ کہاں کس کرے کہ نیچے اس آدمی کی واقعی گال ہو۔

"خ۔۔ خضر۔ کوئی شرارت نہیں اوکے ناں۔ میرے نہ دیکھنے کا فائدہ نہیں اٹھانا"

وہ تمہید باندھتے ہوئے جیسے بھیگی بلی کی طرح کانپ رہی تھی، خضر کی بتیسی پھسلنے لگی۔

"ٹھیک ہے کوئی شرارت نہیں"

خضر نے جھوٹی معصومیت دیکھائی۔

"اوکے۔یقین کر رہی ہوں۔مجھے دھوکہ دیا تو میں بہت برا پیش آوں گی"

وہ خضر کو ڈرا رہی تھی کیونکہ اسے ناراض کر کے وہ بہت بڑی سزا بھگت چکا تھا تبھی وہ تکیے سے سر اٹھائے خضر کی گال پر اپنا رکھا ہاتھ ہٹا کر پیار کرتی فورا واپس تکیے سے لگی اور بچارا خضر کوئی شیطانی کرنے کا سوچ بھی نہ سکا۔

"گڈ بوائے۔اب اٹھ جائیں"

وہ خوشی سے مسکرائی تو خضر نے منہ بگاڑ کر اسے دیکھا اور بنا کچھ کہے نہ صرف اسکے پہلو سے اٹھ بیٹھا بلکہ خاموشی سے اٹھنے لگا جب وہ بھی اٹھ بیٹھی اور خضر کا ہاتھ پکڑ کر کھینچ بیٹھی جس سبب وہ اسکے پاس ہی جا بیٹھا۔

"کیا ہوا؟"

وہ اسکی چپ محسوس کر چکی تھی، خضر کا ہاتھ پکڑ کر اپنے چہرے کی دائیں گال سے جوڑ کر بولی تو خضر کے لبوں پر سمائل آگئی۔

"مجھے تھوڑی سی شرارت کر لینے دیتی۔ دھوکہ تو نہیں ہوتا یہ کہ تھوڑا اضافی پیار کر لوں اگر"

وہ سنجیدہ تھا، وہ بھی ہوئی۔

"م۔ میرا وہ مطلب نہیں تھا۔ آپ ناراض تو مت ہوں۔ دراصل اس سب کے لیے تیار جو نہیں ہوں۔ آپ نے رات ہی تو اک عہد باندھا تھا، بھول گئے کیا۔ یہاں آئیں آپکو گلے لگا لیتی ہوں۔ لیکن آرام سے لگیے گا"

وہ اپنے بازو کھول کر اندازے سے اسکی طرف آنکھیں رکھتی جس طرح اسکو گلے لگانا چاہ رہی تھی، خضر نے لمحہ بھی نہ لگاتے اسکو اپنی بازوؤں میں لیتے بھینچا تو وہ کراہتی ہوئی مسکرا دی کیونکہ یہ آدمی تمہید جیسے لفظ کو سرے سے مانتا ہی نہ تھا۔

"خ۔۔ خضر۔۔۔ ایسے نہیں"

وہ منمنائی مگر خضر ملک پر پگلا یا بھوت سوار تھا۔

"کم از کم گلے تو مجھے میری مرضی سے لگنے دو۔ شکوے ختم نہیں ہوں گے کیا تمہارے۔ نالائق کہیں کی"

وہ اسے آہنی گرفت میں لیے جیسے آزاد کرنا بھول گیا تھا اور بچاری بیلا آفر کر کے پچھتائی، اسی لمحے دروازے پر آہٹ ہوئی تو بیلا نے کسی کو دروازے سے اندر آتا محسوس کیے فوراً خضر کو خود سے دور دھکیلنا چاہا، البتہ نرس انکا یہ رومینس خشمگیں نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔

"یہاں کیا ہو رہا ہے؟"

نرس کے گلا کھنکارنے پر خضر جیسے ہوش میں آیا پر الگ ہونے سے پہلے اس نے بیلا کا گال شدت سے چوما، بیلا کو تو شرم سے پیٹ میں بل پڑتا محسوس ہوا۔

"یہاں؟ کیا آپکو نہیں پتا اسے کیا کہتے ہیں مس؟"

خضر نے رخ پھیر کر نرس کو دیکھا جو مزید گھورنے لگی۔

"آپ یہاں کیا کر رہے تھے انکے پاس؟ آپکو نہیں پتا مس بیلا کو مکمل آرام و سکون چاہیے تھا"

نرس کی برہمی اور غصہ ایک طرف، خضر کا اسکے سامنے بیلا کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ہونٹوں کے پاس لا کر جھکتے چوم کر مسکرانا اک طرف۔

"وہی دے رہا تھا"

خضر نے اس لڑکی کے دل کی دھڑکنیں جو ابھی کچھ دیر پہلے ہی استوار ہوئیں، پھر سے بے ہنگم کر دیں۔

نرس نے آنکھیں پھیلا کر خضر کو دیکھا جیسے اسے یقین ہی نہ آیا ہو کہ کوئی اس کے سامنے اس قدر ڈھٹائی سے جواب دے سکتا ہے۔

"مسٹر! یہ ہسپتال ہے"

اس نے دانت پیستے ہوئے جھاڑا۔

"اور یہ میری بیوی ہے"

خضر نے انتہائی سکون سے جواب دیا مگر اس کے لہجے میں ایسی ملکیت تھی کہ بیلا کے گال مزید سرخ ہو گئے۔

نرس ایک لمحے کو خاموش ہوئی پھر اس نے بیلا کی طرف دیکھا۔

"آپ ٹھیک ہیں بیلا؟"

بیلا نے نظریں جھکا کر ہلکا سا سر ہلا دیا۔

"ج۔۔جی۔"

وہ خضر کے ہاتھ سے ہاتھ چھڑوانے پر لگی تھی۔

"ان سے کہیں باہر جائیں۔"

نرس نے اب بھی خضر کو ناگواری سے دیکھتے ہوئے بیلا کو تاکید کی۔

"میں کہیں نہیں جا رہا"

خضر نے مزید بیلا کے قریب کھسک کر جواب دیا۔

"آپ اپنا کام کریں، میں اپنا کر رہا ہوں۔"

بیلا نے فوراً خضر کے ہاتھ کو مٹھی اور، ناخنوں میں بھینچا۔

"خضر پلیز"

وہ شرم سے مرنے والی تھی۔

"کیا پلیز؟"

وہ ہلکا سا جھکا، اس کی آواز صرف بیلا تک محدود تھی۔

"نظر لگ جائے گی خضر ملک"

وہ اسکی حدود میں اتنی ہی آواز سے منمنائی اور تبھی ڈاکٹر کے کمرے میں آنے پر خضر اور نرس تو انکی طرف متوجہ ہوئے جبکہ بیلا بھی انکی آہٹ بھانپ گئی تھی، وہ یقیناً سرجری کے بارے بتانے آئے تھے، اس سرجری

میں کتنا رسک ہے وہ ایک بار پھر بیان کرنے تا کہ بعد بھی نہ بیلا کو اس پر پچھتاوا ہو نہ اسکے گھر والوں کو۔ اسکی آنکھیں ٹھیک ہونے کے صرف تیس فیصد چانس تھے۔

ڈاکٹر کی آہٹ کے ساتھ ہی کمرے کا ماحول یکدم سنجیدہ ہو گیا۔

خضر فوراً سیدھا ہو کر بیٹھ گیا مگر اس کا ہاتھ اب بھی بیلا کے ہاتھ پر مضبوطی سے رکھا تھا، جیسے وہ کسی صورت اسے چھوڑنے کو تیار نہ ہو۔

"گڈ مارننگ"

ڈاکٹر نے نرم لہجے میں کہا مگر ان کی نظریں سیدھی بیلا پر تھیں۔

"کیسی ہیں آپ مس بیلا؟"

وہ نرمی سے بولے۔

"جی بہتر ہوں"

بیلا نے دھیمی آواز میں جواب دیا۔

ڈاکٹر نے فائل کھولی، چند لمحے خاموشی سے رپورٹس دیکھتے رہے پھر گہری سانس لی۔

"ہمیں سرجری کے بارے میں ایک بار پھر بات کرنی ہو گی تاکہ آپکو اس حوالے سے کوئی گلٹ نہ ہو"

خضر کا چہرہ سنجیدہ ہو گیا، اس نے فوراً بیلا کے ہاتھ کو مزید مضبوطی سے تھام لیا۔

"ہم سن رہے ہیں"

اس نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔

"جیسا کہ پہلے بتایا گیا تھا یہ سرجری کافی پیچیدہ ہے، آنکھوں کی نروز کو نقصان پہنچا ہے اور..."

وہ لمحہ بھر کو رکے...

"صرف تیس فیصد چانس ہیں کہ نظر واپس آ سکے۔"

کمرے میں خاموشی چھا گئی، بیلا کے ہاتھ ٹھنڈے پڑنے لگے مگر خضر نے فوراً اس کی انگلیاں اپنی ہتھیلیوں میں دبا لیں جیسے اسے سہارا دے رہا ہو۔

"اور اگر سرجری ناکام ہوئی تو؟"

خضر نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"تو"

ڈاکٹر نے نرمی سے کہا۔

"پھر مستقل طور پر بینائی واپس آنا ناممکن ہو جائے گا"

وہ مزید بولے، نرس بھی خاموش کھڑی تھی، بیلا نے دھیرے سے سر جھکا لیا، اس کے لب کانپے مگر اس نے خود کو سنبھالا۔

"سرجری کب کرنی ہے؟"

خضر اور بیلا دونوں نے باہمت ہو کر اک دوسرے کا ہاتھ جکڑا، یہ سوال بیلا نے خود کیا۔

ڈاکٹر نے اس کی ہمت دیکھ کر سر ہلایا۔

"آج دوپہر دو بجے۔ آپکی آنکھوں کا ایک مزید جائزہ ہونا ہے۔ ہوپ سو آپ اسکے لیے تیار ہیں بیلا"

خضر نے بیلا کی طرف دیکھا جسکے ہونٹوں پر یقین سے بھری مسکراہٹ تھی۔

"میری آنکھیں میرے پاس ہیں۔ مجھے کسی چیز کا ڈر نہیں۔ آپ سرجری کی تیاری شروع کریں"

بیلا کے جواب پر نرس اور ڈاکٹر نے ایک دوسرے کی طرف متاثر ہوتے دیکھا جبکہ خضر نے اسکے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر چومے، وہ کتنا خوش ہوا تھا، بتا بھی نہیں سکا۔

"آپکی ہمت ہی آپکی جیت ہے۔ گڈ لک۔ ہم تیاری شروع کرتے ہیں۔"

ڈاکٹر نے خوشی کے سنگ انکی طرف دیکھا اور نرس کے ہمراہ وہ کمرے سے نکلے ہی جب خضر نے ایک بار پھر اسے اپنے گلے لگایا، اس بار وہ بہت نرمی سے اسے اپنے سینے بسائے مسکرایا تھا۔

"تم میری جان ہو۔ اتنی بہادری دیکھا کر تم نے میرا دل جیت لیا۔ ایسے ہی رہنا۔ میں تمہارے پاس ہوں۔ ساتھ ہوں۔"

وہ اسے روبرو لایا اور اسکا چہرہ ہاتھوں میں بھر کر اسکا ماتھا جس چاہت سے چوما وہ بیلا کو بے حد آسودگی بخش گیا۔

"جانتی ہوں۔ جا کر ناشتہ کریں خضر۔ مجھے آپکی فکر ہے۔"

وہ اسکی فکر پر نثار ہوا، اپنا ماتھا بیلا کے ماتھے سے جوڑتے گہری سانس لی۔

"تمہارے لیے کچھ لاوں؟"

وہ اسکی خواہش پوچھتا بہت پیارا لگا۔

"خضر ملک۔ بھرے پیٹ والے لایئے گا"

وہ شریر ہو کر مسکرائی جس پر خضر نے اپنے پیٹ پر ہاتھ رکھا اور اس سے آتی آواز پر ہی اسکی سوئیٹ کارن نے اسے یہ تاکید کی تھی، وہ بے اختیار ہنس دیا۔

"ہاں تمہیں ڈر ہے کہیں تمہیں ہی نہ کھا جاوں۔ چلو آتا ہوں۔ زرا گھر بھی کال کے کہ خیر خبر لوں کہ کیا چل رہا ہے۔"

وہ اسکی مان گیا کیونکہ خضر نے کل سے کچھ نہیں کھایا تھا، وہ بھی اسی پر سیر ہوتا مسکرائی کہ خضر اسکی ہر بات مانتا ہے۔

بہر حال خضر نے پہلے جا کر ناشتہ کرنے کا سوچا تھا، وہیں عرشیہ تو گہری نیند میں تھی مگر انیس آٹھ بجے تک جاگ کر نیچے آیا تو اسی لمحے عصر واپس آیا تھا، ان سبکو مہویر یا منائم والے معاملے کی کوئی خبر نہ تھی کیونکہ یہ لوگ ابھی تھانے سے فری ہو کر لوٹے تھے، علیم خان ابھی بھی وہیں تھا، انیس نے باہر گارڈن ایریا آ کر ٹہلتے ہوئے ہی اپنے فون کو چیک کیا مگر چند مس کالز کے علاوہ کچھ نہ تھا۔

"سب خیریت سے ہو گیا؟"

عصر کو وہیں آتا دیکھے انیس نے فون سے توجہ ہٹائی تو عصر اسکے قریب آ کر رک گیا۔

"نہیں۔ ابھی ردامر ادپر انکوائری چل رہی ہے۔ علیم خان انکے ساتھ ہے۔ میں بھی بس زرا فریش ہونے آیا ہوں۔ ان معاملات کو کچھ دن لگیں گے"

عصر کے بتانے پر انیس نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا۔

"ہمم۔اور مہویر۔۔وہ گھر چلا گیا؟"

انیس نے فکر سے پوچھا تو عصر نے سر ہلایا۔

"ہاں وہ ایک گھنٹے پہلے نکل گیا تھا۔ نیند سے برا حال تھا اسکا بھی۔ گدھے گھوڑے بیچ کر سو رہا ہو گا"

عصر کے ہلکے پھلکے جواب پر انیس بھی مسکرایا کیونکہ وولف اور اسکے لوگوں نے کل بہت مدد فراہم کی تھی۔

"چلو۔ سکون پائے۔رات تو ہم سبکی ایڈونچر رہی تھی۔ جاو تم بھی کچھ دیر سو جاو۔ میں دیکھ لیتا ہوں تب تک معاملات۔"

عصر کا بھی نیند سے برا حال تھا تبھی انیس نے بھائی والی فکر اور عیاشی تھمائی تو عصر کھسیانا مسکرایا۔

"میں نے اب کہاں سونا ہے چھوٹے۔ کسی کا جینا حرام کروں گا۔ بابائے"

وہ جس طرح شرم بیچ کر کھائے انیس کو بتا کر گیا، انیس بھی مسکرا کر اسے جاتا دیکھنے لگا، ابھی انیس کی توجہ مہویر اور عاصم ملک کی مس کالز کی جانب ہی گئی کہ اسے عقب سے کسی پکار پر مڑنا پڑا۔

وہ پلٹا تو سامنے ابراہیم علوی کو دیکھ کر انیس نے اپنے فون کی سکرین آف کرتے توجہ سامنے کھڑے بابا کو دی، وہ فیکٹری جانے کو تیار تھے، نا صرف تیار تھے بلکہ عدین کو آج بھی وہی سکول ڈراپ کرنے والے تھے، جبکہ یمل نے شمس الدین کو کہا کہ وہ سکول سے چھٹی کرے گا پر انہوں نے اسے ایسا کرنے سے روکا کہ اسکی ماں ایسا کر کے گئی ہے تو یہ عام ہے، اسے پریشانی لینے کی ضرورت نہیں تبھی یمل کو بھی عدین راستے سے پک کرنے والا تھا۔

"میں نے پوری رات تمہارا انتظار کیا انیس۔ کہاں تھے تم؟"

وہ بابا کی آنکھوں کی بے چینی دلچسپی سے دیکھ رہا تھا۔

"کل عصر اور فخر کا نکاح تھا۔ آپ غائب تھے۔ جب میں نے آپکے غائب ہونے پر سوال نہیں اٹھایا تو آپ بھی مت اٹھائیں۔ اور کس لیے انتظار کر رہے تھے؟ مجھے دھکے دے کر یہاں سے نکالنا رہ گیا ہے آپکا، اور مجھے امید ہے آپ یہ بھی کریں گے اس لیے بتا دیتا ہوں کہ میں خود دفع ہو جاوں گا۔ بہت جلد۔ سکون لوٹ آئے گا آپکا۔"

انیس کے جواب پر وہ شخص جیسے اندر تک کرچیوں میں پٹا، حالانکہ انیس کا جواب جائز تھا، جو سلوک کل اس شخص نے انیس کے ساتھ کیا تھا اسکے بعد انیس کو ان سے دھکوں کی ہی امید تھی۔

"تم مجھے چھوڑ رہے ہو؟"

ابراہیم علوی کی آواز میں مرنے جیسی تکلیف تھی۔

"آپ مجھے چھوڑ چکے ہیں، اور چھوڑے ہوؤں سے ایسا سوال کرنا سراسر حماقت ہے۔ میرے سامنے ایسی پشیمان صورت لے کر مت آیئے گا، میں نہیں دیکھنا چاہتا۔ سمجھ لیں اس بات کو۔"

وہ ان سے دور ہوتے اپنے قدموں کا رخ بدلنے ہی والا تھا جب وہ اسکی بازو پکڑ کر روکتے نہ صرف اسے اپنی طرف پلٹا چکے تھے بلکہ انیس کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں بھر کر اسکا منہ دیوانہ وار چومنے لگے اور اسکے لیے انیس ہرگز تیار نہ تھا۔

"کیا کر رہے ہیں آپ؟ چھوڑیں مجھے۔۔۔۔ ہٹیں دور۔ کس نے اجازت دی آپکو یہ کرنے کی۔ یا یہ کہنا چاہیے کس نے مجبور کیا میرا منہ چومنے کو۔ کسی نے شرط تو نہیں رکھ دی یہ منہ لگانے کی محترم"

وہ انکے ہاتھ پکڑ کر خود سے بروقت دور کرتا، پیچھے ہٹا تو انیس کے لہجے اور مشکوک سوال نے ابراہیم کی آنکھیں بھیگو دیں۔

"ہ۔ہاں۔ صنم زمان مجھے تب تک نہیں ملے گی جب تک میں تمہیں راضی نہ کرلوں۔۔۔ جھوٹ نہیں بولوں گا۔ میں اسکے لیے کچھ بھی کر سکتا ہوں لیکن قسم اٹھوالو اگر اب اس میں سے یا تم میں سے کسی ایک کو چننا پڑا تو میں تمہیں چنوں گا۔ اسکی میرے لیے محبت تو ویسے ہی مر گئی انیس۔۔۔۔ میں بنا شرط تمہیں چنوں گا کیونکہ مجھے سمجھ آگئی کہ مجھے تم سے کس قدر پیار ہے۔ انس ہے۔ م۔ میں نے اگر تمہیں کھو کر سب حاصل کر بھی لیا تو میں خالی ہاتھ رہوں گا۔۔۔۔ میں کل جب واپس آیا تو یہی سوچ کر آیا کہ تم سے معافی مانگ کر تمہیں منا کر اس کے بدلے صنم کو پالوں گا۔ اپنے تیسرے بیٹے کا سراغ پاوں گا۔۔ لیکن نہیں۔ میں نے ساری رات صرف تمہیں سوچا۔۔۔ ان سب کے بغیر میں اب تک جی لیا انیس۔۔۔۔ جیسے بھی جیا، پر تمہارے بغیر میں اک رات تک نہیں گزار سکتا۔ پ۔۔ پوری زندگی تو ناممکن ہے۔۔۔ م۔ مجھے ایسا لگا کل رات جیسے میں صرف تم سے پیار کرتا ہوں۔۔۔ تبھی تمہارے سر چڑھ کر ناچتا آیا۔۔۔۔ تم میری صرف اولاد

نہیں تھے ا۔۔ انیس۔۔۔ تم میں اس باپ نے ہر اس رشتے کو دیکھا جو مجھ سے چھن گیا۔۔۔۔ میری ماں۔ میری محبت۔۔۔ میرے بابا۔۔۔ میں ان سے اپنی ناراضگی تم پر اتارتا رہا۔۔۔ م۔ میں بہت عجیب و غریب باپ ہوں تمہارا۔۔۔ لیکن میں قسم کھاتا ہوں میں تمہارے بغیر زندہ نہیں رہوں گا۔۔۔"

وہ انکی ہر بات سنے بس مسکرایا، جیسے وہ اندر سے خالی ہو گیا ہو۔

"آپ میرے بغیر جی سکتے ہیں۔ اور بہت اچھا جئیں گے۔ آپکی یہ غلط فہمی میں ہی دور کروں گا۔"

وہ اسکے جواب پر اسے دوبارہ تڑپ کر چھونا چاہتے تھے پر وہ پیچھے ہو گیا، جیسے انکا ہاتھ لگانا بھی انیس کو تکلیف پہنچانے کا باعث ہو۔

"تم اپنے بابا کو آزمانا چاہتے ہو؟ تم مجھے آزمانا چاہتے ہو انیس؟"

ابراہیم کی آواز اسکے حلق سے رگڑے کھا کر نکلی۔

"نہیں یہ کوئی آزمائش نہیں ہو گی آپکی یقین ہے مجھے۔ میں آپ کے ساتھ مزید نہیں رہنا چاہتا۔ آپکا بڑا بیٹا اور آپکی بیوی آپکے پاس رہے گی۔ چھوٹا بیٹا عدین بھی ہے۔ میں آپکی نفرت دل و جان سے تسلیم اور قبول کر چکا ہوں۔ مجھے آپ سے اب کسی بھی طرح کے پیار کی کوئی تمنا باقی نہیں۔ میں آپکو اپنی شکل یہاں سے جانے کے بعد کبھی نہیں دیکھاوں گا۔ آپکو مجھ سے اب کوئی شکایت نہیں ہو گی۔ آپ نے انیس غانم کو حمرا کے ساتھ ہی انکی قبر میں دفنا دیا ہے۔ دی اینڈ ابراہیم علوی"

وہ کہہ کر دو قدم پیچھے ہٹا، اسکی آنکھوں میں رتی برابر خوشی نہ تھی پھر بھی وہ مسکرایا، کس کرب سے گزر کر مسکرایا، یہ وہ جانتا تھا یا کچھ فاصلے پر کھڑی عرشیہ، جو اسے ڈھونڈنے باہر آئی تھی پر یہاں یہ سب سننے کے بعد اسکی گرے آنکھیں کسی دہکتے انگارے میں بدل گئیں۔

"د۔۔ دی اینڈ؟ باپ بیٹے کے رشتے کا بھی دی اینڈ ہوا ہے کبھی انیس۔ تم یہ لفظ دوبارہ مت کہنا۔ میں واقعی مر جاوں گا بچے"

وہ بابا کو دیکھنے سے منہ موڑ گیا تھا، عدین بھی آ کر عرشیہ کے برابر رک چکا تھا، عرشیہ نے آہٹ پر نظریں ہٹا کر گردن پھیری تو عدین کی آنکھوں میں بھی نمی تھی۔

"آپ نہیں مریں گے، آپ کو میری عمر لگی ہوئی ہے۔"

وہ مزید بات بڑھانے کے بجائے وہاں سے پلٹ گیا مگر عدین اور عرشیہ کو دیکھ کر رکا، عدین فوری انکی طرف دوڑا وہ روتا ہوا سیدھا بھیو کے گلے لگا تھا، یہ منظر عرشیہ اور ابراہیم کو رلا گیا۔

"میں آپکو یہ حق نہیں دوں گا کہ آپ اپنی عمریوں بانٹتے پھریں۔ آپ یہ کسی کو نہیں لگا سکتے، ہمارے بابا کو بھی نہیں۔ آپکے ہر فیصلے میں عدین آپکے ساتھ ہے بھیو۔ جس جگہ آپکا دل زخمی ہو، وہاں ٹھہرنے کی کوئی مجبوری نہیں آپکو۔ آپ بھی ہر خوشی کے مستحق ہیں۔ میری مما کی جان تھے

آپ۔۔۔میں کسی کو حق نہیں دوں گا وہ آپکی جان نکالتا پھرے، ہمارے بابا کو بھی نہیں"

عدین کے ساتھ نے انیس کا سینہ بھاری کیا تھا کیونکہ وہ نہیں چاہتا تھا عدین کبھی بھی اسکی وجہ سے بابا سے خفا ہو۔

"تم انکی جان ہو۔میری اور انکی لڑائی میں مت آو۔بڑے اپنے معاملات دیکھنے کو موجود ہیں۔تم بس پر سکون رہو۔تمہارا سکون میری جان ہے۔اسے متاثر مت ہونے دو عدین۔جاو سکول۔دیر ہو رہی ہے۔پہلے ہگ کرو بابا کو۔مجھے دوبارہ نہ کہنا پڑے۔سمجھ گئے؟"

عدین نے کرب سے رو کر نفی کرنی چاہی پر انیس نے اسے حکم دیا تھا اور بھیو کا حکم اس بچے نے ہمیشہ سر آنکھوں پر رکھا تھا، وہ چپ چاپ بھیو کے گلے لگنے کے بعد دور ہوا اور بابا کی طرف جاتے رکا، ابراہیم علوی کا دل پھٹنے کے دہانے آچکا تھا۔

"م۔میرا دل نہیں چاہ رہا بھیو"

وہ روتے ہوئے مڑ کر بولا تو انیس نے اسے جس طرح اذیت سے دیکھا، عدین نے واپس مڑتے بابا کو دیکھا پھر وہ انکے گلے لگا پر ابراہیم علوی کے بازو عدین کو اپنے سینے بسانے کے بیچ اس دور کھڑے بچے کے لیے تڑپ رہے تھے، یہ انکے انیس کو دیکھنے سے عیاں تھا، عرشیہ نے فورا سے پہلے انیس کا ہاتھ تھاما، وہ جانتی تھی اسکے پہلو میں کھڑا سخت جان بنا انیس غانم اندر سے کتنا بکھر چکا ہے۔

وہ دونوں وہاں سے یونہی کرب میں مبتلا چلے گئے، جب تک ابراہیم علوی کی گاڑی علوی مینشن سے نہ گئی، انیس کی نظریں وہیں جمی تھیں۔

"ہم اسی ویک جا رہے ہیں عرشیہ۔ تم فارم ہاوس میں رہ لو گی ناں؟ ملک ہولڈ نگز تھوڑا دور پڑے گا اس سے۔ لیکن میں تمہیں پرسنل ڈرائیور کی طرح پک اینڈ ڈراپ کی سروس دینے کو تیار ہوں"

وہ اسکی آنکھوں کا درد دیکھ رہی تھی، بھلے وہ مسکرا کر اس سے پوچھتے ہوئے عرشیہ کی آنکھوں میں دھول جھونک رہا تھا۔

"میں تمہارے ساتھ ہر جگہ رہ سکتی ہوں۔ تم میرا سکھ ہو انیس۔ پر یہ سخت ہو رہا ہے اب۔ وہ بچوں کی طرح رو کر جس طرح تمہارا چہرہ چوم رہے تھے۔ یوں تو عاشق اور دیوانے ہی کرتے ہیں"

وہ اسکی بات سنے مسکرایا، عرشیہ کا چہرہ ہاتھوں میں بھر کر اسکا ماتھا چومنے لگا کیونکہ وہ رو پڑی تھی۔

"کرتے ہوں گے پر ہر چیز کا ایک وقت ہے لُما۔ اس وقت کے گزرنے کے بعد ہر لمس اپنی وقعت کھو بیٹھتا ہے۔ میں یہاں رہا تو گھٹ کر مر جاوں گا۔ جبکہ میں تمہارے ساتھ آزاد رہ کر جینے کے خواب دیکھ چکا ہوں۔ م۔ مجھے نہیں پتا یہ کہنا چاہیے یا نہیں لیکن انکا میرا منہ چومنا مجھے ان سے وہشت محسوس کروا گیا۔ اب نہیں عرشیہ۔ بہت دیر ہو گئی ہے۔"

عرشیہ کو اسکی ایسی تکلیف سے خوف آیا۔

"ا۔۔اور اگر وہ واقعی مر گئے تو؟"

عرشیہ کی آواز بھیگنے کے ساتھ کانپ سی گئی، انیس نے اسے ہنوز دلسوز تبسم لیے جواباً دیکھا۔

"تو موت کا ایک دن مقرر ہے، سب ہی مر جائیں گے۔ تم بس میرے ساتھ بنا کسی پچھتاوے اور ڈر کے جینا۔ کبھی مجھے یہ یاد مت دلانا کہ میں اپنے ہی باپ کا قابل نفرت بیٹا ہوں، میری پیاری ماں کا وجود میرے ہی باپ کے لیے اک سزا کے سوا کچھ نہ تھا۔ تم تو میری اب ہر تکلیف کی گواہ ہو۔ تم مجھے اس جبر سے گزرنے کا نہیں کہو گی ناں کہ میں انکو دیکھوں، نظر ثانی کروں۔ ہے ناں عرشیہ؟"

وہ جس آس سے اسے دیکھ رہا تھا وہ عرشیہ کا دل کسی کند چھری سے کاٹ رہی تھی۔

"بولو عرشیہ! کیا یہ اتنا مشکل سوال ہے؟"

وہ اسکی آنکھوں میں جھانکا جہاں آنسوؤں کی نمی ٹھہری تھی، جسکو بس بہانہ چاہیے تھا گالوں پر سیل رواں سا گزرنے کو۔

"م۔میں نے اپنے بابا کو بہت کوسا، بہت برا کہا۔جب بھی تکلیف سے روئی، میرے منہ سے ان کے لیے آہیں نکلیں۔کہ انکو م۔میری ایسی ضرورت پڑے کہ وہ تڑپ جائیں۔جب بہت زیادہ تکلیف ہوتی تھی تو میں یہ تک کہہ دیتی تھی انکو مجھ سے محبت ہو اور میں عین اسی وقت مر جاوں"

وہ اسکو بازو سے نرمی سے پکڑے قریب کرتے گھورا جیسے ہوش دلانا چاہتا ہو۔

"میں نے اسکے باوجود کبھی یہ نہیں سوچا تھا کہ وہ مر جائیں انیس۔نہ سوچا نہ چاہا۔کیا تمہارے بابا نے تمہیں اس سے زیادہ تکلیف دی جتنی عاصم ملک نے مجھے دی؟ بولو"

وہ آس سے انیس کی سرخ آنکھوں میں جھانکی۔

"یہاں موازنہ نہیں چل رہا لما"

وہ اسے تنبیہی انداز میں ٹوک گیا۔

"تمہارے بابا نے تمہیں کم از کم اپنے پاس تو رکھا، اپنا نام تو دیا۔ دنیا کے سامنے تو تمہیں عزت دی۔ تم سے اپنے رشتے کو احترام بخشا۔ مجھے تو سالوں وہ بھی نہیں ملا۔ میں نے بھی تو معاف کر دیا حالانکہ وہ معافی کے مستحق نہیں تھے۔"

وہ اسے کیا سمجھانا چاہ رہی تھی، انیس کو بلکل سمجھ نہ آیا۔

"دنیا کے سامنے بھلے تمہارے بابا نے تمہیں نہ اپنایا ہو عرشیہ لیکن وہ شخص نہ تم سے کبھی لاپرواہ ہوا نہ تمہاری مما سے۔ اسے تمہاری مما سے محبت ہے اور تم انکی محبوب اولاد ہو۔ دنیا کے سامنے تشہیر کرنے کے محتاج ہیں کیا یہ رشتے؟ میرے بابا مجھے بھلے دنیا کے سامنے عزت نہ دیتے، میرے اور اپنے

رشتے کو نام نہ دیتے پر کم از کم ایک بار۔۔۔ صرف ایک بار عرشیہ یہ کہہ دیتے کہ میں انکی محبوب اولاد ہوں، ایک بار میرے کہے کو مان کر مجھے یہ اعزاز دیتے کہ ہاں میری انکے آگے کوئی اوقات ہے۔۔ میں سب ان پر قربان کر دیتا۔ اپنی ہر انا۔۔۔ ناپسند میری ماں تھی پر میرا کیا قصور تھا آخر؟ یہ ناکردہ گناہوں کی سزا میرے حصے کیوں آئی؟ کیا میں مینٹلی اور فزیکلی ان آزمائشوں کے قابل تھا؟ بولو"

وہ اس پر اس قدر چیخ اٹھے گا یہ عرشیہ کے وہم و گماں میں بھی نہ تھا، عرشیہ نے آگے بڑھ کر اسکا چہرہ اپنی ہتھیلیوں میں لیا کیونکہ انیس کا چہرہ درد کی زیادتی پر سرخ ہو گیا تھا۔

"انیس۔۔ پر سکون ہو جاو۔ میرا یہ مقصد تو نہیں تھا کہ تمہاری مزید دل آزاری کر دیتی"

وہ اس سے شدید نادم تھی کہ وہ اسکی تکلیف کم کرنے کے بجائے بڑھا بیٹھی ہے۔

"نہیں ہوئی دل آزاری۔ تمہاری بازو کیسی ہے اب؟ درد تو نہیں؟"

وہ اپنا غصہ، اپنی تکلیف فوری پی گیا کیونکہ وہ عرشیہ پر ہرگز چیخ کر مطمئین نہ تھا، وہ لڑکی پہلے ہی بہت کچھ جھیل کر یہاں پہنچی تھی اور یہاں بھی آکر اس نے ایک دن سکھ کا نہیں دیکھا تھا۔

"میرا درد اہم نہیں۔ اس وقت تمہارا ہے۔ کیا ہم ناشتہ کرنے کہیں باہر چلیں؟ تمہاری کسی من پسند جگہ؟"

وہ اسے اس جگہ سے کچھ دیر باہر لے جانا چاہتی تھی تبھی انیس نے سر جھٹکا اور عرشیہ کو اپنے گلے لگا کر بازو اسکے اطراف بھینچ لیے، وہ اسکی مستحق نہیں تھی کہ انیس اپنے اندر کی بھڑاس اس پر یوں نکالتا، وہ سہم سی گئی تھی۔

"مجھے معاف کر دو۔ میں تم پر چیخا۔ مجھے اپنی تکلیف برداشت کرنی اب تو آجانی چاہیے تھی۔ تم جا کر چینج کر لو۔ ہم کہیں چلتے ہیں۔ ویسے بھی میرا دم گھٹ رہا ہے یہاں عرشیہ"

وہ اس کی پشت کچھ دیر سہلاتی اسکے گلے لگی رہی کیونکہ جانتی تھی یہ انیس کو بہتر ہونے میں مدد دے گا۔

"مجھ سے تم کچھ بھی کہہ سکتے ہو اور کسی بھی طرح کہہ سکتے ہو سڑو، میں تو تمہارے چیخنے کو مس کر رہی تھی۔ کتنے دن ہو گئے تمہیں ایسے غراتا دیکھے ہوئے۔ اور شکر کرو کہ میں ہوں تمہارے پاس جسکے سامنے اپنے اندر دبی ہر بات اگل دیتے ہو، ورنہ یہ باتیں اندر دبی رہ جائیں تو انسان کو مار دیتی ہیں۔ مجھے خوشی ہے کہ میں نے ایک سمجھدار شخص کو اپنے لیے چنا تمہاری صورت۔ سمجھدار اس طرح کہ وہ جانتا ہے اسکی میری نظروں میں تب کیا اہمیت ہوتی ہے جب میں اسے بے بسی کی آخری حد پر کھڑی ہو کر دیکھتی ہوں کہ کاش اسکے درد سارے چن لوں اور جب کچھ نہیں کر پاتی تو اسکا چہرہ

چوم لیتی ہوں۔ یہ بتانے کہ وہ مجھے ہر طرح پیارا رہے گا اپنے ہر درد سمیت۔۔۔ پھر وہ چیخنے چلائے بھی تو مجھے شہد جیسا ہی لگے گا"

وہ قریب ہوئی، زرا سا پیروں کے سہارے اٹھ کر انیس کا رخسار چومتے اپنا دوسرا ہاتھ اسکی گردن کے اطراف لپیٹا، انیس کی بازو خود بخود عرشیہ کے گرد حائل ہوئی۔

"چیخنے کے بعد کوئی شہد نہیں لگ سکتا اتنا تو مجھے بھی شعور ہے عرشیہ"

وہ اسکے سامنے ہوئی، اسکی غلط فہمی پر مسکرائی۔

"تمہارے ایسے باشعور ہونے کا کوئی فائدہ نہیں جب تم عرشیہ المیر کو غلط سمجھو۔ ہنہ۔ کیا میں نے یہ پاری زبردستی یا مجبوری میں کی ہے؟ وہ بھی بیچ گارڈن ایریا میں کھڑے ہو کر جب ہمیں کوئی بھی دیکھ سکتا ہے۔"

وہ اسکی آنکھوں کی شرارت پر نظریں سی جھکا گیا، بھلے اس پر نظریں جھکا لینا سجتا تھا پر وہ برداشت نہیں کر پاتی تھی، نہ اسکے جھکتے سر کو نہ ہی نظروں کو۔

"تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔ آئی ایم سوری۔ مان لیا میں شہد لگ رہا ہوں تمہیں۔ لیکن خود کو زہر لگ رہا۔۔۔"

عرشیہ نے اسکے گال پر ہلکی سی چپت رسید کی کیونکہ وہ ایسی الٹی ممنوع بات انیس کے منہ سے نکلنے بھی نہیں دے سکتی تھی، وہ اس کیوٹ تھپڑ پر اداس سا مسکرایا پر عرشیہ نے اپنا ہی ہاتھ رکھ کر پیار سے سہلاتے تلافی بھی کی۔

"خبر دار جو بک بک کی، تم خود کو زہر کیوں لگے؟ جب تم میری جان ہو، عدین کی ہو۔ پھر تمہیں اپنا آپ زہر کیسے لگا۔ ہاں۔۔۔ تمہاری تو اس پر اچھی بھلی کلاس لگنی چاہیے۔ میں تشدد والی عرشیہ نہیں رہی اب لیکن تم مار کھاو گے۔ میں نہیں چاہتی اپنے فیوچر کے بچوں کا ابا مجھ سے پٹے۔۔ انسان بن جاو۔ اپنا بھی خلیہ ٹھیک کرو پھر ہم جائیں گے باہر۔ مجنوں لگ رہے ہو۔ اپنے بئیرڈ ٹھیک نہیں کی۔ دیکھو بال بھی میسی ہو رہے ہیں۔"

وہ اسکو پکڑ کر زبردستی ہی اندر گھسیٹ کر لیے بڑھی تو انیس نے مسکرانے کے سوا اور کوئی کام نہ کیا کیونکہ عرشیہ کی کمپنی ہی اسے بہتر کر سکتی تھی، جبکہ عصر نے پہلے دوسرے کمرے میں جا کر شاور لے کر چینج کیا تھا، پھر وہ زرا فریش ہوئے اپنے کمرے میں آیا پر جیسے ہی کمرے کا دروازہ بند کیے اندر داخل ہوا، اسے فجر بیڈ کے بجائے کاوچ پر سوئی نظر آئی، بیڈ چونکہ پھولوں سے سجا تھا، ہر طرف کل کی سجاوٹ اب تک موجود تھی، ٹھنڈ کی وجہ سے پھول اب تک تازہ محسوس ہو رہے تھے۔

"میرے بغیر بیڈ کو چھوا بھی نہیں میرے۔۔۔ آہ میرے بھولے سائیں"

وہ اس کی جانب وارفتگی سے اسے تکتا بڑھا، اور اک بھرپور نگاہ فجر پر ڈالتے ہی عصر نے اسے جھک کر اپنی بازوؤں میں اٹھایا، وہ اسکے اٹھاتے ہی اسکی سانسوں کے بے حد قریب آ ٹھہری اور عصر نے اسے اسی طرح بستر تک پہنچے اک گھٹنا نرم بستر میں دباتے جھک کر لٹایا ہی کہ وہ جیسے کسی شدید برے خواب سے ڈرتی محسوس ہوئی، خود پر جھکے عصر کی شرٹ گریبان سے

مٹھی میں جکڑی تو وہ جو اسکے برابر شرافت سے لیٹ جانے اور تھوڑی نیند پوری کرنے کا سوچ رہا تھا، وہیں فجر کے پہلو میں ٹک گیا، تھوڑا بینڈ ہو کر اس نے اپنا ایک ہاتھ فجر کی کمر کے پار بیڈ پر رکھتے دوسرے ہاتھ کو بڑھا کر فجر کا نیند میں بے قرار ہونا دیکھتے اسکے چہرے پر پھیرا، وہ شاید کوئی خوفناک خواب دیکھ رہی تھی، اسکے ماتھے پر نمی تھی۔

"فجر۔۔۔ کیا ہو گیا میری جان۔۔۔ جاگیں۔ میں ہوں آپکے پاس"

وہ اسے فکر سے پکارا ہی کہ وہ ڈر کر آنکھیں کھول کر عصر کو دیکھتے ہی اٹھ کر اس سے جس طرح لپٹی، اسکے ہاتھوں کی گرفت، کپکپاتے وجود کو بازوؤں میں بھرتے عصر کو پریشانی نے جکڑا کہ اسے کیا ہوا۔

عصر نے اسے مضبوطی سے اپنے حصار میں لے لیا، اس کے کانپتے وجود کو اپنے سینے سے لگا کر اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرنے لگا کیونکہ وہ بہت زیادہ ڈری ہوئی تھی۔

"فجر، کیا ہوا۔ کیوں ڈر رہی ہیں؟"

اس کی آواز میں بے حد نرمی اور فکر تھی، فجر کے نرم و ملائم ہاتھ اس کی شرٹ کو سختی سے جکڑے ہوئے تھے، جیسے وہ چھوڑنے سے ڈر رہی ہو۔ اس کی سانسیں بے ترتیب تھیں۔

"عصر..."

وہ بمشکل بولی۔

"وہ...وہ دوبارہ۔۔ آ۔۔ آیا۔۔ اس نے آپکو م۔۔۔"

اس کی آواز لرز گئی، عصر نے فوراً اسے خود سے الگ کیا اور اسکا چہرہ اپنے ہاتھوں میں بھرا۔

"کچھ نہیں ہے، میں ہوں ناں۔ ختم ہو گیا وہ سب"

عصر نے اس کے نم ماتھے پر ہونٹ رکھے، فجر نے خوفزدہ ہو کر آنکھیں بند کر لیں جیسے اس کے لمس سے اسے واقعی سکون مل گیا ہو۔

وہ اسکے سینے لگی کچھ دیر تک کانپتی رہی، بہت سے منٹس لگ گئے اسکی حالت سنبھلنے میں۔

"بہت برا خواب تھا کیا؟"

عصر نے جب اسکے جسم کی کپکپاہٹ میں کمی محسوس کی تو نرم سی سرگوشی کی، فجر نے دھیرے سے سر ہلایا، اس کی آنکھوں میں اب بھی خوف باقی تھا۔

"میں نے... دیکھا... آپ"

وہ دوبارہ جملہ مکمل نہ کر سکی، عصر کے دل میں انجانا سا خدشہ ابھرا، اس نے فجر کو مزید اپنے قریب کرتے سینے لگایا۔

"میں کہیں نہیں جارہا، سن رہی ہیں آپ؟"

فجر نے فوراً اس کے سینے سے اپنا چہرہ چھپالیا۔

"مجھے ب۔بہت ڈر لگ رہا ہے۔۔ایسا لگ رہا ہے کچھ بہت برا ہونے والا ہے"

وہ دھیرے سے سسکتے بولی، عصر کا ہاتھ اس کی پشت پر تسلی سے پھرتا جارہا تھا۔

"آپ کو ڈرنے کی اجازت نہیں ہے کیونکہ اب میں آپکا ہوں میری طبیبہ"

فجر کی گرفت بھی عصر کے اطراف مزید مضبوط ہو گئی۔

"م۔میں نے بہت مس کیا آپکو۔"

وہ اسی طرح سینے لگی منمنائی تو عصر کو اس پر بے شمار پیار آیا۔

"ہاں وہ آپکے صوفے پر سونے سے عیاں تھا، کہیں تو مس کرنے کی تلافی کر دوں۔ سہاگ صبح ابھی بھی آپکو مل سکتی ہے"

وہ اسکے ایسے بے تکلف انداز پر فوری عصر سے گھبرا کر دور ہوئی، فجر کی آنکھیں پھیل گئیں۔

"ہ۔ ہم قریب نہیں آئیں گے۔۔۔ میں نے اسی شرط پر نکاح کیا تھا۔ع۔۔ عصر بھول کیوں گئے آپ؟"

وہ اسکے روہانسے ہونے پر خود بھی سنجیدہ ہوا۔

"اور ہم کیوں قریب نہیں آئیں گے؟ کوئی ایک سولڈ وجہ؟"

وہ اسکی سنجیدگی سے خوفزدہ سا ہوئی، نظریں چرائیں۔

"ج۔۔ جب تک وہ۔۔۔۔ ہما"

اس سے پہلے وہ اسکا نام لیتی، عصر نے وہ کیا جسکے بارے کم از کم فجر نے تو وہم وخیال میں بھی نہ سوچا تھا، وہ اسے جس طرح چپ کروا چکا تھا، اسکے ہونٹوں پر بندش لگائے وہ اسے اک اپنی شدید قربت عطا کر بیٹھا تھا، وہ اسے دیکھ کر دور ہوا کیونکہ وہ اسکے لیے تیار نہ تھی۔

"میں نے منع کیا تھا اسکا نام نہیں لیں گی۔ میں آپکو بہت شرافت سے سمجھا رہا ہوں۔ اگلی بار اتنے کولڈ انداز میں چپ نہیں کرواوں گا۔ یاد رکھیں"

وہ سانس روکے آنکھیں پھیلائے عصر کو دیکھنے لگی کہ یہ کولڈ کہاں سے تھا، وہ اب تک اسکے ہونٹوں کی گرمی اپنی سانسوں کے ہر سو محسوس کر رہی تھی۔

"ک۔۔ کولڈ تھا یہ؟"

وہ شکوہ کناں ہوئی۔

"جی۔بے حد۔کیونکہ یہ پہل مجھے آپ سے چاہیے تھی اس لیے میری طرف سے یہ زبردستی والا پیار تھا۔کل تو بڑے دعوے کر رہی تھیں مجھے خاموش کروانے کے۔اب مجھے ہی آپکو کرنا پڑا۔بہر حال آپکو یہ ڈر ہے وہ پھر سے آئے گا۔مجھے نقصان دے گا۔تو یہ آپکی غلط فہمی ہے۔وہ اب صرف تب آئے گا جب اسے اسکی موت بلائے گی۔سونا ہے تو سو جائیں ورنہ لیٹی رہیں میرے ساتھ۔تھوڑی دیر سونا چاہتا ہوں"

وہ برہمی سے کہتا سامنے سے اٹھ کر فجر کے دائیں آکر بیٹھے اسکے برابر تکیہ درست کیے لیٹا تو اسکی نظریں بیٹھی فجر پر جمی تھیں،وہ اسکے اچھے موڈ کو خراب کر چکی تھی۔

"لیٹ جائیں فجر،کیا دعوت نامہ دوں اب؟"

وہ اسے بیٹھا دیکھ کر چڑا تو وہ اسکے برابر ہی دوسرے تکیے پر سر رکھے لیٹی پر دیکھ وہ عصر کو ہی رہی تھی،روٹھ کر اور پیار الگ رہا تھا۔

"میں نے آپکو مس کیا تھا"

وہ لیٹی لیٹی اسکی طرف کروٹ کیے بھیگی سی آواز میں منمنائی اور لحاف عصر پر بھی کروایا پر وہ پکڑ کر لحاف پرے کر گیا۔

"مجھے آپ ہی ہر طرف دیکھائی دے رہے تھے۔ روٹھ کیوں گئے عصر؟ میں نے آپکا موڈ خراب کر دیا۔ سہاگ صبح والا موڈ؟"

وہ اسکی چھوٹی چھوٹی سرگوشیوں پر آنکھیں کھول کر گردن پھیرے فجر کو دیکھنے لگا جو فورا گھبرا کر اسے دیکھنے لگی۔

"جب بھی آپ اس کمینے کی وجہ سے ڈریں گی، میرے اندر آگ لگ جائے گی۔ اب ایسے منمنا کر اس آگ کو ہوا مت دیں۔ سو جائیں میرے ساتھ تھوڑی دیر۔ ورنہ سر پھٹ جائے گا میرا"

عصر کے سر میں درد ہے یہ سنے وہ فورا زرا سا اٹھ کر اسکے ماتھے پر جھک کر پیار دیتی اپنا ہاتھ رکھ کر دبانے لگی۔

"آئی ایم سوری۔ اب اپنے ڈر آپ سے نہیں بانٹوں گی تو کسے بتاوں گی؟"

وہ اسکے اطراف لمحہ لگاتے بازو لپیٹ گیا جس سبب وہ اسکے چہرے پر جھک آئی۔

"مجھے ہی بتائیں لیکن زرا پیار سے۔ تھکا ہارا شوہر پاس آئے تو اسے اپنے ڈر فورا نہیں بتاتے۔ پہلے اسکی تھکن بانٹتے ہیں۔ پھر جب وہ پر سکون ہو تو اپنے سارے ڈر بتا دیتے ہیں۔ میں جانتا ہوں وہ کمینہ باز نہیں آئے گا پر میں ہوں فجر۔ آپکے پاس۔ آپکی حفاظت سمیت اپنی بھی کرنا جانتا ہوں۔ انیس یہاں سے جانے کا سوچ رہا ہے اور یہ تکلیف مجھے کھا رہی ہے۔ مجھے اپنے بابا کا سامنا کرنا ہے، عصر زمان کے بجائے عصر علوی بن کر۔ اپنی ماں کو یہاں لانا ہے۔ کتنا کچھ ہے میرے کاندھوں پر۔ میرے پاس بھی تو بس آپ ہیں یہ ڈر بانٹنے کو۔۔۔۔ لیکن یہ سب پیار سے بھی ہو سکتا ہے۔"

وہ فوری اداس ہو کر سر ہلا گئی، اس نے وہیں عصر کے سینے سر رکھ دیا۔

"جی پیار سے ہو گا۔ ہم مل کر سب فیس کریں گے۔ اور انیس بھائی کو کہیں جانے نہیں دیں گے۔ آپ افسردہ مت ہوں۔"

وہ نرم سا مسکرایا، کیونکہ امید کا دامن تو عصر نہیں چھوڑتا تھا۔

"ہمم۔ ان شاء اللہ۔ تو پھر میری جان نے مجھے کتنا مس کیا؟"

وہ اسکی طرف سر اٹھا کر دیکھنے لگی جو اب بہکنے کے آخری دہانے پر تھا، ڈپینڈ کرتا تھا وہ کیسا جواب دیتی اور کن نظروں سے عصر کو دیکھتی۔

"ب۔ بہت زیادہ مس کیا"

وہ آنکھوں میں نمی لا کر بولی تو عصر نے اسکی مہکتی سانسوں پر اب جو گرفت جمائی وہ ہر گز کولڈ نہ تھی، ایسی باکمال کشش تھی اس شخص کی کہ وہ لڑکی وقتی سہی اپنی ہر بات، ہر شرط بھول کر اسکے قابو میں جاتی محسوس ہونے لگی اور عصر کسی کی تک ٹھہرا رہنے والا شخص ہر گز نہیں تھا۔

"پچھلے آدھے گھنٹے سے میری شکل دیکھ رہی ہو۔ ایسا نہ ہو تمہیں بھی مہویر کی طرح مجھ سے پیار ہو جائے"

منائم نے اپنے ہاتھوں کی گرفت قدرے ڈھیلی کر لی تھی پر ابھی بھی رسیاں بہت مضبوطی سی بندھی تھیں تو کھلنے میں بہت مشکل درپیش تھی۔

"بس کر دو فاطمہ۔ کیا تماشا لگا رکھا ہے۔ ہاتھ کھولو میرے۔ تم اپنا دماغ خراب کروا کے میرے پیچھے پڑی ہو، بخش دو میری جان۔"

منائم کے اندر مزید برداشت نہ تھی کہ وہ اس سنکی عورت کا منہ دیکھتی۔

"چلو ٹھیک ہے اگر تمہیں میری دی مہلت پسند نہیں آئی تو مار دیتی ہوں تمہیں۔ تمہاری اس کوکھ میں پلتی جان سمیت۔۔۔ ویسے تمہیں کیسا لگ رہا ہے اسکے بچے کی ماں بن کر۔؟"

وہ ایک بار پھر فاطمہ کو اپنی طرف بڑھتا دیکھے خوفزدہ ہوئی، وہ سہم گئی کیونکہ وہ یہ احساس مہویر کے سوا کسی کو نہیں بتا سکتی تھی۔

"کیا اس نے پہل کی تھی تمہاری طرف؟"

فاطمہ کے یہ سوال منائم کا سارا ضبط لہو کر رہے تھے۔

"بکواس بند کرو جاہل عورت۔ تم کیسے سوال کر رہی ہو۔ تمہیں زرا بھی شرم نہیں۔ اگر تم نے مجھے یا میرے بچے کو کچھ بھی کیا تو مہویر کے ہاتھوں سے ہی مرو گی۔ وہ تمہیں زندہ نہیں چھوڑے گا۔ اسکی زندگی برباد کر کے بھی تمہیں سکون نہیں ملا؟ کہ اب تم اسکے اس سکھ کے پیچھے پڑی ہو۔ کیسی عورت ہو تم؟"

منائم کی آنکھیں اب تو رو رو کر سوجھ چکی تھیں جبکہ اس عورت کے ہاتھ میں اب بھی تیز دھار والا چاقو تھا، اسی لمحے بند فیکٹری کے پارکنگ لاٹ میں مہویر کی گاڑی آ کر رکی تھی، اپنی گاڑی بند کرتا وہ فوری اپنے ہاتھ میں گن

پکڑے باہر نکلا، یہیں اس عورت کے فون کی آخری لوکیشن ٹریس ہوئی تھی، کچھ ہی دیر میں عاصم بھی پہنچنے والا تھا۔

مہویر نے تیزی سے ارد گرد نظر دوڑائی، فیکٹری سنسان تھی، ہوا میں زنگ اور بوسیدگی کی بو پھیلی ہوئی تھی، اس نے گن مضبوطی سے تھامی، قدم آہستہ مگر محتاط تھے۔

اسی لمحے فاطمہ کے ہائیر کیے دونوں آدمیوں نے ایک ساتھ گنز کے ہمراہ مہویر کا راستہ روکا، ان دونوں نے بندوقیں ٹھیک مہویر پر تان رکھی تھیں۔

مہویر کے قدم وہیں رک گئے مگر اس کے چہرے پر خوف کا شائبہ تک نہ تھا، اس کی آنکھیں سرد ہو گئیں، جیسے اگلے ہی لمحے کسی طوفان کا آغاز ہونے والا ہو۔

"ہتھیار نیچے"

ایک آدمی نے مہویر کو دھمکایا، مہویر نے ہلکا سا طنزیہ ہنس کر ان دونوں کو دیکھا جو مہویر کے سامنے بہت کچے کھلاڑی تھے۔

"تم دونوں کو لگتا ہے تم مجھے روک لو گے ؟"

مہویر کے طنزیہ مسکراتے سوال پر دوسرے آدمی نے غصے سے گن مزید سیدھی کی۔

"بہت بولتا ہے، گن نیچے رکھ ابھی"

مہویر نے آہستہ سے گن نیچے کرنے کا تاثر دیا مگر اس کی نظریں ان دونوں کے قدموں پر تھیں، وہ وولف تھا، فاصلے ناپ رہا تھا، مناسب وقت تول رہا تھا۔

اگلے ہی لمحے وہ بجلی کی سی تیزی سے ایک طرف جھکا، پہلی گولی چلنے سے پہلے ہی اس نے اپنے ہاتھ کی گن سے فائر کیا، پہلا آدمی کندھے پر گولی لگتے ہی پیچھے گرا، دوسرے نے گھبرا کر گن سیدھی کی مگر مہویر اس تک پہنچ چکا

تھا۔اس نے اس کا ہاتھ موڑ کر گن چھینی اور زوردار مکا اس کے جبڑے پر مارا،وہ آدمی لڑکھڑاتا ہوا زمین پر گرا۔

مہویر نے اسے ایک لات مار کر دور کیا پھر دونوں کو ایک لمحہ بھی دیے بغیر اندر کی طرف بڑھ گیا،

اس کا دل اب زور زور سے دھڑک رہا تھا۔

"منائم..."

اس نے دانت بھینچتے ہوئے پکارا تو فاطمہ نے فائرنگ کی آواز سن کر چونکتے ہوئے دروازے کی طرف دیکھا۔

"وہ آگیا"

اس نے زیرِ لب کہا۔

منائم کی آنکھوں میں امید جاگی مگر اگلے ہی لمحے فاطمہ نے اسکے ہاتھ پیر کھولے، اسے گھسیٹ کر اٹھا کر کھڑا کیے اس کے بازو کو سختی سے پکڑ لیا، فاطمہ کے ہاتھ کا چاقو منائم کے پیٹ کے قریب آ گیا۔

"حرکت مت کرنا ورنہ تمہارا بچہ۔۔۔۔"

منائم کی مزاحمت وہیں تھمی جب وہ عورت پاگل پن کی حدوں کو چھو کر غرائی، جسکی نظریں داخلی گیٹ پر تھیں، منائم کا سانس رک گیا اس کا ہاتھ بے اختیار اپنے پیٹ پر آ گیا۔

"میرے بچے کو کچھ مت ہونے دیجئے گا۔ میں نے مہویر کے لیے یہی کچھ کیا ہے بس اللہ۔ا۔۔ نھیں اک خون کا رشتہ دیا۔۔۔ یہ سب ایسے ختم ہونے نہیں دیں اللہ"

منائم کی ہر دعا اسکے دل سے نکلی تھی، آنکھیں نم ہوئیں اور اسی لمحے بھاری قدموں کی آواز قریب آئی، اور دروازہ زور سے کھلا۔

مہویر اندر داخل ہوا اس کی نظر فوراً منائم پر پڑی، اس جان سے پیاری لڑکی کے آنسو، جکڑا بازو اور اس کے پیٹ کے قریب چاقو دیکھتے مہویر کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔

"فاطمہ"

مہویر کی آواز دھیمی تھی مگر اس میں ایسی خطرناک ٹھنڈک تھی کہ فضا منجمد ہو گئی۔ اس کی نظریں صرف منائم پر تھیں، اس کا زرد چہرہ، آنسوؤں سے بھیگی پلکیں اور اس کے پیٹ کے قریب چمکتا چاقو مہویر کا حوصلہ پست کر رہا تھا۔

اس کے جبڑے بھینچ گئے تو ہاتھ میں پکڑی گن کی گرفت سخت ہو گئی۔

"ایک قدم بھی آگے بڑھے، تو اسکا بچہ ختم"

فاطمہ نے پاگل پن سے کہا اور چاقو مزید قریب کر دیا، منائم کا دل جیسے رک گیا، اس نے کرب سے سر نفی میں ہلاتے رو کر مہویر کی طرف دیکھا۔

"نہیں... مہویر... پلیز۔۔ر۔۔روکیں اسے۔۔۔"

منائم کی آواز ٹوٹ گئی۔

"صرف اسکا نہیں۔وہ میرا بھی بچہ ہے۔میری من پسند عورت کی کوکھ میں پلتا میرا خون۔تمہاری طرف تو میرا کوئی قرض نہیں پھر یہ درندگی کیوں؟م۔۔میں نے اس لیے تمہیں یمل تک پہنچایا تھا؟اس لیے معافی دے کر ساری بدعائیں واپس لیں کہ تم میری ہی بیوی اور بچے پر عذاب بن کر نازل ہو جاو"

مہویر کی آنکھوں میں صرف افسوس اور حقارت تھی،وہ پاگل عورت مہویر کے لیے اک نجس وجود سے زیادہ اب کچھ نہ تھی۔

"تمہارا قصور یہ کہ تم نے میرے حصے کی محبت اس پر لٹائی۔جھوٹے دعوے کیے محبت کے"

وہ چلائی تھی جس پر مہویر اذیت سے مسکرایا کہ چلو اسکی محبت پر جھوٹی ہونے کا الزام بھی آخر لگ گیا، جس عورت کے پیچھے وہ اپنی ساری زندگی تباہ کر چکا تھا وہی اسکی محبت کو جھوٹا کہہ کر گالی دے رہی تھی، مہویر کو خود سے گھن آئی کہ اس نے آخر اس جیسی عورت سے محبت کیسے کر لی لیکن شاید وہ صرف اک معصوم سا جذبہ تھا جسکو فاطمہ نے اس بے دردی سے روندا کہ وہ اپنی ہی موت خود مر گیا۔

"کونسا تمہارا حصہ ؟ کس حصے کی بات کر رہی ہو کم ظرف عورت۔ وہ حصہ جو میں نے تمہیں پوری ایمانداری سے دے دیا، وہ محبت جسے تم جھوٹا کہہ رہی ہو، میری زندگی کا ناسور بن کر رہ گئی۔ جب تک محبت کی اس میں کھوٹ نہ آنے دیا۔ تم گئی تھی ناں دھتکار کر۔ پیسہ چاہیے تھا تمہیں۔ تمہارا حصہ تمہیں مل گیا تھا جسے تم نے پیروں تک روندا تھا، تم نے مجھے اور میری محبت کو پائمال کیا بدبخت عورت۔ تم نے میری زندگی برباد کی۔ تم واجب القتل ہو میرے نزدیک پھر تم کونسے حصے کو پیٹ رہی ہو۔ اس لڑکی سے میری محبت

مکمل طور پر اسکی ملکیت ہے۔ یہ مجھے بچانے کا وسیلہ بنی۔ میرے درد اسے دیکھ کر دور ہوئے۔۔۔ تم نے آج تک مجھے تکلیف کے سوا کچھ دیا ہے کیا؟ اب بھی تم میرے ان چند سکھوں کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ گئی ہو"

اس شخص کے پھٹ پڑنے پر خود منائم کی آنکھیں درد سے بھیگ گئیں، فاطمہ بھی آنکھیں سرخ کرتے مزید وہ چاقو منائم کے پیٹ کی جلد سے جوڑ گئی۔

"م۔۔۔ مہویر۔۔۔ میرا بچہ"

وہ بری طرح فاطمہ کے یوں کرنے پر چیخی مگر وہ آگے بڑھتا تو اس چاقو کی نوک منائم کے پیٹ کی جلد کاٹ ڈالتی۔

مہویر وہیں رک گیا، اسکی آنکھوں میں بے بسی تھی۔

"دیکھو پاگل پن کرنے کی ضرورت نہیں۔ تم یہ کر کے میرے ہاتھوں سے بچ نہیں سکو گی، اور نہ اپنے بیٹے کی دوبارہ شکل دیکھ سکو گی۔ دور کرو وہ چاقو۔ اگر منائم کو خراش بھی آئی تو تمہارا انجام عبرتناک ہو گا"

مہویر کی نظریں فاطمہ کے اس ہاتھ پر جمی تھیں جس میں پکڑے چاقو کی نوک منائم کے پیٹ میں دبی ہوئی تھی، اور منائم نے اپنا سانس کھینچ رکھا تھا تاکہ اسکی نوک کوئی زخم نہ بنا دے۔

"عبرتناک انجام؟ ہاہاہا"

فاطمہ دیوانے پن سے ہنسی، وہ ہنسی کسی پاگل کے ہنسنے کی مانند تھی، آنکھوں میں آنسو بھی تھے اور نفرت بھی ہلکورے رہی تھی۔

"میرا انجام تو تم نے اسی دن لکھ دیا تھا مہویر، جس دن میں نے تم سے منگنی توڑی اور تم نے چپ چاپ مجھے جانے دیا۔ میں تو بے وقوف تھی پر تم تو سمجھدار تھے۔ اپنی محبت کو سنبھالنا چاہیے تھا۔ میں نے کنوئیں میں چھلانگ

ماری تو تم نے کنارے کھڑے ہو کر تماشا دیکھا۔ واویلا مچایا پر مجھے نہیں بچایا۔ بعض محبتوں کا انجام تباہی ہی ہوتا ہے۔ جیسے میری عاصم سے اور تمہاری مجھ سے محبت کا انجام ہوا۔ پھر تم نے مزید میرے انجام پر مہر لگائی جس دن تم نے مجھے دل سے بھلا کر اس لڑکی کو اپنی زندگی میں جگہ دی"

اس نے چاقو مزید دبا دیا منائم کی سانس حلق میں اٹک گئی تھی، مہویر نے اذیت سے روتی منائم کو دیکھا، وہ اس وقت کچھ نہیں کر سکتا تھا کیونکہ وہ عورت اسکی منائم کو مارنے پر اتری تھی۔

"م۔۔۔ مہویر۔۔۔ د۔۔ درد ہو رہا ہے۔۔ لگ گ۔ گئی ہے مجھے"

منائم کے حلق سے اس کی کمزور سی آواز نکلی، آنسو اس کے گالوں پر بہہ گئے۔

مہویر کا دل جیسے مٹھی میں جکڑ گیا، وہ ایک قدم بڑھا کر آگے آیا مگر چاقو کی نوک نے منائم کی جلد کو ہلکا سا چھیل دیا، منائم بری طرح درد پر رو رہی تھی۔

"رکو بدبخت عورت۔۔۔ چھوڑ دو اسے۔خ۔۔خون"

مہویر نے دہاڑتے اسے منع کیا مگر جب منائم کی شرٹ پر خون بکھرتا دیکھا تو مہویر نے اپنے آپ کے تمام تر حوصلے پر ضبط کرتے نا صرف قدم آگے بڑھائے بلکہ سیدھا جا کر فاطمہ کی گردن اپنے ہاتھ میں دبوچ کر گھوٹی، اسکی منائم کے گرد گرفت کمزور ہوئی اور مہویر نے فاطمہ کے ہاتھ کو کلائی سے پکڑ کر ایک ہی جھٹکے میں مڑور ڈالا، چاقو اسکے ہاتھ سے نیچے جا گرا، فاطمہ کو اپنی کلائی کے درد کی، سانس گھٹنے کی جیسے کوئی پرواہ نہ تھی، مہویر نے تڑپ کر منائم کو دیکھا جو اپنے زخمی پیٹ پر ہاتھ رکھتی خون روکنے کی کوشش میں دو قدم پیچھے لہرائی اور مہویر کی توجہ ہٹنے کی دیر تھی کہ فاطمہ نے اسکے ہاتھ پر زور سے ہٹ کیا اور وہ اسکے چنگل سے نکلتے ہی دلخراشی کے سنگ

ہانپتی، کھانستی جھک کر اپنا چاقو دوبارہ اٹھا چکی تھی، مہویر نے منائم کو اپنے سینے لگاتے گن ٹھیک اس ناگن پر تانی جسے یہ سب کرنے کے باوجود اس معصوم لڑکی کی جان لینی تھی جبکہ اپنا خون دیکھ کر منائم کی سسکیاں بلند ہونے لگیں، اسے پرواہ تھی تو صرف اپنے بچے کی۔

"فاطمہ۔۔۔ تمہارا کھیل ختم"

اس بوسیدہ بند فیکٹری کے دروازے سے گونجتی وہ بھاری، حکم دیتی آواز فضا کو چیرتی ہوئی آئی تو ان تینوں کی نظریں بیک وقت دروازے کی طرف اٹھیں، عاصم ملک وہاں کھڑا تھا۔

اس کی آنکھوں میں ایسی سختی اور آگ تھی جو شاید ہی کسی نے کبھی دیکھی ہو، چہرہ سنگلاخ چٹان کی ہی مانند بے تاثر مگر آنکھوں میں بھڑکتا ہوا طوفان صاف نظر آرہا تھا، اس کی نظر سیدھی فاطمہ پر جمی تھی، جو چاقو تھامے اب بھی پاگل پن کی حدوں کو چھو رہی تھی۔

"ع۔۔۔عاصم۔لو۔۔میری منحوس محبت بھی پہنچ آئی۔اب تماشازرا کھل کر ہو گا"

فاطمہ کے لب ہلے مگر اس کی آواز میں پہلی بار لرزش تھی، مگر عاصم کی توجہ فوراً مہویر اور منائم کی طرف گئی، منائم کا خون، اس کی کمزور حالت، اس کے پیٹ پر رکھا لرزتا ہاتھ، عاصم کے چہرے پر ایک لمحے کو پدرانہ بے بسی ابھری مگر اس نے خود کو فوراً سنبھال لیا، منائم نے بابا کی طرف دیکھ کر اپنے رونے کو ہر ممکن روکا پر اس سے نہ ہو سکا، اس بیٹی کی آنکھوں میں بہت سی شکائیت تھی، کہ آخر اسکا اس میں کیا قصور۔

"م۔۔مہویر"

اس کی آواز میں حکم تھا، مہویر کا اپنا دل نفرت سے اٹا تھا، وہ فاطمہ کی جان لینے سے کم پر راضی نہیں ہونے والا تھا۔

"فوراً منائم کو لے کر یہاں سے نکل جاؤ ابھی"

مہویر نے سختی سے گن فاطمہ پر تان رکھی تھی، اس کی آنکھوں میں خون اترا ہوا تھا۔

"میں اسے مار کر ہی جاوں گا"

مہویر کی آنکھوں میں انگارے لپکے مگر عاصم اسکے اب ہاتھ خون آلود کیسے ہونے دیتا، وہ اسکی بیٹی کا سہاگ تھا، اس بیٹی کا جس نے بہت زیادہ تکلیفیں جھیلیں تھیں، منائم کا درد، خون اور اسکا رونا ہر لمحہ بڑھ رہا تھا۔

"میں نے کہا اسے لے جاؤ! ابھی۔ تمہیں اس وقت منائم کو دیکھنا ہے۔ اسکا بہت خون نکل رہا ہے۔ م۔ میری بیٹی تمہارے پاس امانت ہے تب تک میں تمہاری یہ مجرم سنبھالوں گا۔۔۔ جاو۔ بھروسہ کرو میرے بچے"

عاصم کی آواز اس بار گونجی تو ایسی سخت تھی کہ لمحہ بھر کو مہویر بھی خاموش رہ گیا، پھر وہ خود ہی نرم پڑا، بلکہ وہ نرمی نہیں، ٹوٹ پھوٹ تھی۔

"منائم کی حالت خراب ہے، اسے ہسپتال کی ضرورت ہے، یہاں ایک لمحہ بھی ضائع کیا تو دیر ہو جائے گی۔ اپنی بیوی اور بچے کے محافظ تم سب سے پہلے ہو۔۔ جلدی جاو"

منائم کی سسکیاں تیز ہو گئیں، اس نے کمزور ہاتھ سے مہویر کی شرٹ پکڑ لی۔

"م۔۔۔ مہویر... پلیز... ہمارا بچہ..."

مہویر کے اندر کا طوفان ایک لمحے کو ٹھہر گیا، اس نے فوراً گن نیچے نہ کی مگر نظریں منائم پر ٹک گئیں، اس کے زرد چہرے، بہتے خون اور کانپتے وجود نے اس کے دل کو چیر کر رکھ دیا۔

اس نے دانت بھینچے پھر ایک آخری بار فاطمہ کو حقارت سے دیکھا جو اس سب پر وحشیانہ مسکرا رہی تھی۔

"اگر اسے کچھ ہوا تو تم زندہ نہیں بچو گی"

وہ سرد آواز میں فاطمہ نور کی طرف دیکھ کر غرایا تھا، پھر اس نے منائم کو نہایت احتیاط سے اپنی بانہوں میں اٹھالیا، منائم درد سے سسکی، اس کا ہاتھ بے اختیار اپنے پیٹ پر جکڑا۔

مہویر نے ایک لمحے کو عاصم کی طرف تڑپ کر دیکھا۔

عاصم نے ہلکے سے سر ہلایا...

"جاؤ"

عاصم پر بھروسہ کیے مہویر تیز قدموں سے باہر نکل گیا، منائم کی سسکیاں دور ہوتی گئیں، گاڑی کے دروازے بند ہونے کی آواز آئی پھر انجن سٹارٹ ہوا اور کچھ لمحوں بعد خاموشی چھا گئی۔

اب وہاں صرف دو لوگ رہ گئے تھے، دو مجرم بچ گئے تھے، دو کہانیاں، دو افسانے آمنے سامنے تھے۔

عاصم اور فاطمہ کے بیچ خاموشی بھاری تھی، ہوا میں تناؤ جیسے جم گیا تھا، فاطمہ نے چاقو اب بھی ہاتھ میں پکڑا ہوا تھا مگر اس کی سانسیں بے ترتیب تھیں، نظریں عاصم پر جمی تھیں، عاصم آہستہ آہستہ اس کی طرف بڑھا اور اب اصل کھیل شروع ہونے والا تھا۔

"تم ن۔۔نے مجھے بری طرح دھتکارا عاصم۔۔میں نہیں برداشت کر سکی۔ حالانکہ مجھ سے زیادہ میری اس بربادی کے تم قصوروار تھے۔ تم نے ان تینوں کو بچا لیا۔ تم مہان باپ ثابت ہو جاوگے۔ تمہارے سارے ب۔۔بچے تم سے محبت کرنے لگیں گے۔ د۔۔ دیکھو ساری نفرت تو میرے حصے آگئی۔ ت۔۔ تم نے بہت برا کر کے بھی سب اچھا پا لیا۔ دیکھو میں ساری کشتیاں جلا آئی۔۔۔۔م۔ میں نے اپنے ہاتھوں سے اپنے بیٹے کو پھر سے یتیم اور بے سہارہ کر دیا"

فاطمہ نے اپنے ہاتھ میں پکڑا چاقو عاصم کے پیٹ پر رکھا ہی جب اس شخص نے اپنے ہاتھ میں پکڑی گن پہلے نیچے کی پھر ہاتھ ڈھیلا کرتے ہی زمین پر گرا

دی، عاصم ملک کی آنکھیں انگارے میں بدل گئیں جب چاقو کی نوک اسکے پیٹ میں کھبی۔

"ہ۔۔ہاں تم اب بلکل ٹھیک کرو گی فاطمہ۔۔ت۔۔ تمہارا مجرم میں ہوں تو سزا بھی صرف مجھے دو۔ میں مرنے کو تیار ہوں۔ لیکن میں تمہیں نہیں اپنا سکتا۔ اب جا کر اس بے وفا شخص نے وفا سیکھی ہے۔ اب اس وفا پر کالک لگنے نہیں دوں گا۔ چلو مار دو مجھے۔ اور یمل کے پاس چلی جاو۔ م۔ میں تمہیں اپنا خون معاف کرتا ہوں، ج۔۔ جو تم نے مجھ سے محبت کر کے خود کو برباد کیا، اسے صلہ سمجھنا"

فاطمہ کے ہاتھ میں پکڑا چاقو پوری طرح عاصم ملک کے پیٹ میں جا چکا تھا، عاصم کی آنکھیں، اسکا چہرہ اس جسم کٹنے کی اذیت پر سرخ ہونے کے باوجود مسکراہٹ سے اٹا تھا۔

"م۔ میں نے کبھی نہیں سوچا تھا میں ت۔۔ تمہاری جان لوں گی عاصم پ۔ر
کیا کروں ت۔۔ تم نے میرے پاس کوئی چوائس ہی نہیں چھوڑی
ہے۔۔۔ اگر تم م۔ میرے نہیں تو کسی سوہا کے نہیں رہو
گے۔۔۔ت۔۔ تمہارا یہ دل دھڑکا ہے ناں۔۔۔ اک بے وفا کے سینے میں
پڑا رنگ باز دل دھڑکے تو اسے بند کر دیا جاتا ہے۔۔۔"

وہ جھٹکے سے وہ چاقو عاصم کے پیٹ سے کھینچ کر نکال گئی تو عاصم کے پورے وجود کو بری طرح جھٹکا لگا تھا، خون کا فوارہ سا اس شخص کے کٹتے وجود سے باہر نکلا تھا لیکن وہ اتنی ظالم تھی کہ اسکے لڑکھڑاتے، بے جان پڑتے وجود پر اب بھی رحم نہ کھاتے چاقو کی نوک عاصم کے ٹھیک سینے کے بیچ رکھ دی لیکن عاصم بری طرح سانس دبنے کے باوجود مسکرایا، وہ ایک عورت کی ایسی ہمت پر اس وقت مسکرا ہی تو سکتا تھا۔

"چلو ختم کر دو۔ و۔۔ ویسے بھی جس زندگی میں سوہا نہیں وہ میرے لیے موت ہی تھی۔۔۔ میرے بڑے بچے می۔۔ میرے یمل کو ہم دو کم ظرفوں

کی یاد نہیں آنے دیں گے۔ کیونکہ تم مجھے مار کر نہیں بچو گی۔۔ چ۔۔ چلو جلدی کرو ضدی عورت۔۔۔ ختم کرو مجھے"

عاصم کی ٹوٹی ہوئی سانسوں میں لپٹی سرگوشی فضا میں بکھری، اس کے لبوں پر اب بھی وہی درد بھری مسکراہٹ تھی جیسے وہ واقعی اپنی موت کو قبول کر چکا ہو، فاطمہ کی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے مگر اس کی گرفت چاقو پر مضبوط تھی۔ ہاتھ کانپ رہے تھے مگر نفرت اور جنون اس کے ہوش پر غالب تھا۔

"ت۔۔ تم نے مجھے مجبور کیا ہے عاصم"

وہ ہانپتے ہوئے بولی۔

"اگر تم میرے نہیں ہو سکتے تو کسی کے بھی نہیں ہو گے"

اس نے چاقو کی نوک عاصم کے سینے پر مزید دبا دی، عاصم کی سانس ایک لمحے کو اسکے حلق میں اٹکی مگر وہ پھر بھی مسکرایا۔

"فاطمہ۔۔فاطمہ۔۔فاطمہ تم ہمیشہ ضدی رہو گی۔م۔مجھ سے ضد میں یہ تم مجھے تیسری بار مار رہی ہ۔۔ہو"

اس کے لبوں سے بمشکل جملے پھسلے۔

"پہلی بار م۔مجھ سے بے وفائی کر کے۔۔۔د۔۔دوسری بار مجھے ہی میرے بیٹے کا قاتل بنا کر۔۔اور ا۔۔۔اب آہ ضدی عورت تم نے سچ میں مار دیا۔۔گ۔۔گڈ جاب۔۔۔۔م۔میں بھی خود کشی ن۔نہیں کر پا رہا تھا۔اتنے بوجھ تھے م۔میرے دل پر کہ ہمت نہیں ہو رہی تھی خود کا گلا کاٹ سکوں۔۔۔ت۔۔تم مجھے مار کر بھی میری محسن کہلاو گی۔۔۔ت۔تم نے مجھے اس زندگی سے آزادی دی۔۔۔"

عاصم نے اٹکتے سانسوں کے ساتھ بمشکل اپنے لڑکھڑانے پر قابو پایا، فاطمہ کی آنکھوں سے آنسو ٹپک رہے تھے۔

"ہاں کیونکہ میں نے تم سے محبت کی ہے۔م۔میں تمہیں آسانی نہیں دیتی تو کون دیتا"

اس کے لب کانپے، مگر اگلے ہی لمحے، اس کے ہاتھ کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی، وہ ایک قدم پیچھے ہٹی۔

چاقو اس کے ہاتھ سے گرنے ہی والا تھا، مگر اسی لمحے اس کا پیر پیچھے پڑے پتھر سے ٹکرایا۔

"فاطمہ...!"

عاصم کی مدھم سی آواز اسکے منہ سے نکلی مگر دیر ہو چکی تھی، فاطمہ کا وجود توازن کھو بیٹھا تھا اور وہ بری طرح پیچھے کی طرف گری اور اس کا سر پیچھے پڑے نوکیلے سریوں سے جا ٹکرایا۔

ایک لمحے کو اس کا جسم جھٹکے سے ہلا، پھر ساکت ہو گیا۔

خون آہستہ آہستہ اس کے سر کے نیچے پھیلنے لگا،

اس کی آنکھیں نیم وارہ گئیں، لب ہلکے سے کھلے جیسے کچھ کہنا چاہتی ہو۔

"عا... صم... یمل ک۔ کو کچھ م۔۔ مت بتا۔۔"

مدھم سی آواز اس کے لبوں سے نکلی مگر پھر تابناک خاموشی چھا گئی۔

عاصم لڑکھڑایا، اس کا ہاتھ اپنے سینے پر گیا، خون اس کی انگلیوں کے بیچ سے بہہ رہا تھا، اس نے مشکل سے فاطمہ کی طرف دیکھا، اس کا بے جان وجود، پھیلا ہوا خون دیکھ کر عاصم کی آنکھوں کے آگے بھی اندھیرا آیا، اس کی آنکھوں میں ایک لمحے کو دکھ ابھرا۔

"پاگل عورت۔۔ م۔ مر گئی۔ اور۔۔ م۔ مار گئی"

اس کے لبوں پر بمشکل الفاظ آئے، پھر اس کا وجود بھی ڈگمگایا، وہ گھٹنوں کے بل گرا، پھر زمین پر لڑکھڑاتا ہوا اوندھے منہ گر گیا۔

"س۔۔ سوہا۔۔۔۔ت۔ت۔۔ تمہیں م۔ مجھ سے نجات مل گئی۔م۔ میری ز۔ندگی ک۔کا مقصد پورا ہوا۔م۔ میرے بچے۔۔ع۔۔ عرشیہ۔۔ مجھے ت۔۔ تم سب معاف کر دینا"

عاصم کی آواز بھی جیسے تھمی، اس کی آنکھیں آہستہ آہستہ بند ہونے لگیں، اسکا خون بھی اس میلی زمین پر پھیل رہا تھا، اور اس بند فیکٹری کی سنسان فضا میں دو وجود، دیکھتے ہی دیکھتے بے حس و حرکت ہو گئے، جیسے زندگی نے وہاں کچھ لمحوں کے لیے سانس لینا چھوڑ دیا ہو۔

.._____..

مہویر کی گاڑی ہسپتال کے ایمرجنسی گیٹ کے سامنے چیختی ہوئی رکی۔

"ڈاکٹر! کوئی ہے؟ ہیلپ!"

مہویر تقریباً چیختا ہوا گاڑی سے باہر نکلا، منائم کو احتیاط سے اپنی بانہوں میں اٹھائے وہ سیدھا ایمرجنسی کی طرف بھاگا۔ منائم کی سانسیں کمزور تھیں، اس

کے ہاتھ اب بھی اپنے پیٹ پر دبے ہوئے تھے، اور خون اگرچہ زیادہ نہیں تھا اب مگر مہویر کے لیے ہر بوند قیامت بن رہی تھی۔

"پلیز ہلیپ میری بیوی، وہ زخمی ہے، وہ پریگن ــــ"

نرسیں اس کے امید سے ہونے پر فوراً متحرک ہو گئیں۔

"اسٹریچر لاؤ جلدی"

منائم کو فوراً اسٹریچر پر منتقل کیا گیا اور ڈاکٹر کو بلایا گیا۔ مہویر اسٹریچر کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا اس کا چہرہ زرد پڑ چکا تھا۔

"منائم، آنکھیں کھلی رکھو، میں یہیں ہوں۔ کچھ نہیں ہو گا"

منائم نے کمزور سی نظر اٹھائی، اس کی آنکھوں میں درد اور خوف تھا۔

"م۔۔ مہویر ہمارا بے بی"

مہویر نے فوراً اس کا ہاتھ تھام لیا

"کچھ نہیں ہو گا اسے میری جان۔"

مہویر نے اسکا ماتھا چومتے تسلی دی تو ڈاکٹر نے فوری طور پر منائم کو ایمرجنسی روم میں لے جا کر معائنہ شروع کیا۔ دروازہ بند ہوتے ہی مہویر باہر رہ گیا۔ وہ بے چین قدموں سے چلنے لگا، کبھی اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرتا، کبھی خون سے رنگے اپنے ہاتھوں کو دیکھتا۔

یہ چند لمحے تھے مگر مہویر کو وہ صدیوں جیسے لگ رہے تھے، آخر کار دروازہ کھلا۔

"ڈاکٹر؟"

وہ فوراً آگے بڑھا، ڈاکٹر کو دیکھتے شدید تکلیف سے انھیں پکارا۔

"ریلیکس مسٹر مہویر! آپ بروقت لے آئے تھے۔ زخم گہرا نہیں ہے۔ چاقو صرف اوپری جلد کو نقصان دے گیا ہے، کوئی اندرونی نقصان نہیں ہوا۔"

مہویر نے جیسے سکھ کی سانس لی۔

"اورہ۔ ہمارا بچہ"

مہویر کے تڑپ کر پوچھنے پر ڈاکٹر ہلکے سے مسکرایا۔

"بچہ بالکل محفوظ ہے۔ ویسے بھی حمل ابھی بہت ابتدائی مرحلے میں ہے، اس لیے خطرہ کم تھا مگر پھر بھی ہم نے مکمل چیک کر لیا ہے، سب نارمل ہے۔"

مہویر کی آنکھیں انکی بات مکمل ہوتے ہی نم ہو گئیں۔ اس نے بے اختیار آسمان کی طرف دیکھا،

جیسے اللہ کا شکر ادا کر رہا ہو۔

"یا اللہ۔ آپکا بے حد شکر ہے۔۔ م۔ میں اسے دیکھ سکتا ہوں ناں؟"

مہویر کا بس نہ چلا وہ جلد از جلد اس تک پہنچے۔

"جی، آپ مل سکتے ہیں پر وہ بہت زیادہ ڈری ہوئیں اور سٹریس میں ہیں۔ انھیں پر سکون ہونے کا کہیں۔ یہ بچے کے لیے خطرناک ہو سکتا ہے"

ڈاکٹر کی تاکید پر مہویر نے گہرا سانس لیا اندر کمرے کی طرف بڑھا ہی جب اسکی نظر منائم پر گئی جو اپنے پیٹ پر بندھی پٹی پر ہاتھ رکھے بری طرح رو رہی تھی، مہویر کو دیکھتے ہی منائم کے آنسو بھی تیز ہوئے اور سانس بھی اٹکنے لگی۔

"م۔۔ مہویر۔۔"

وہ اسے جس طرح تکلیف سے پکاری، مہویر کو لگا اسکے قدم وہیں زمین میں دھنس گئے، مہویر نے خود کو ہمت دلائی اور قدم اٹھاتا اسکی طرف بڑھا، وہ اسے اتنا نڈھال پہلی بار دیکھ رہا تھا، مہویر کو اپنے حلق میں کانٹے سے اگتے محسوس ہوئے۔

"مہویر کی جان۔ میرے دل کی ٹھنڈک۔۔۔ تمہیں جو یہ تکلیف اور جلن ملی یہ ہماری اس خوشی کا صدقہ ہے۔ شش۔۔ رونا بند کرو ورنہ میرا دل رک جائے گا۔ بس رو نہیں۔ کچھ نہیں ہوا ہمارے بچے کو۔ محفوظ ہے وہ۔۔ محفوظ ہو تم۔۔"

وہ اسکے ہونٹ، اسکے رخسار، اسکا ماتھا چومتے اسکا چہرہ ہاتھوں میں بھر کر اسکے آنسو پونچھتے اسے یقین کی سرحدوں پر لے جانے کی کوشش کر اٹھا پر وہ ابھی بہت پستی میں اتری تھی، اسکی ہچکیوں نے اسکے پورے وجود کو سن کر دیا تھا۔

"ا۔۔ اس نے کہا می۔۔ میں نے آپکے لیے کچھ نہیں کیا مہویر۔ وہ۔۔ وہ ٹھیک کہہ رہی تھی۔ م۔ میں کچھ بھی نہیں کر سکی۔۔۔ الٹا جب سے آپکی زندگی میں آئی، آپ ا۔۔ اک لامتناہی عذاب میں گرفتار ہیں۔ م۔ میں آپکے حق میں اچھی نہیں م۔۔ مہویر"

وہ ہچکیوں کے سنگ بلکتی روتی جب مہویر کے

سینے لگائی گئی تو مہویر نے اسے اپنے بازووں میں اس طرح تھاما تھا جیسے وہ لڑکی نہیں، اس شخص کا کل سرمایہ ہو، جو اس سے چھیننے والا تھا۔

"جو ہمارا سرمایہ حیات ہوں، انھیں کچھ کرنا پڑتا ہے کیا؟ تم نے تو لا متناہی عذاب کے ہالے سے مجھے کھینچ کر نکالا ہے منائم۔ میرے حق میں تم ہی تو اچھی ہو میری گڑیا"

وہ جیسے خود ضبط سا ہار گیا، وہ جانتا تھا اسے کبھی کوئی خوشی بنا آزمائش کے نہیں ملی پر اس نے بہت شدت سے چاہا تھا کہ کم از کم اسکی اس لڑکی کے معاملے اب مزید آزمائش نہ لی جاتی پر شاید یہ انکی زندگی کے سنورنے کے لیے ضروری تھا، ان دونوں کی ایک دوسرے سے محبت نکھارنے کے لیے ضروری تھا۔

"تم صرف جب میرا نام پکارتی ہو منائم ملک، تب ہی تم میرے مشکل سانس آسان کر دیتی ہو۔ بتاو پھر اس سے آگے کیا رہ جاتا ہے۔ تم میرے لیے کچھ کرنا چاہو تو بس مجھے مہویر کہہ کر بلانا۔ تم یہ کر کے میرے لیے دنیا جہاں میرے قدموں میں لا دھرتی ہو۔ میری جان کا انمول حصہ ہو تم"

وہ جانتا تھا منائم کو درد کی سرحدوں سے کیسے اپنی چھاوں میں واپس لانا ہے۔

"م۔۔ مجھے نہیں پتا مہویر میں اس سب سے کیسے نکل پاوں گی اب۔۔ یہ سب میرے دل کو زروں میں تبدیل کر چکا ہے۔ و۔۔ وہ عورت اور اسکے الفاظ م۔ مجھے کیسے بھولیں گے۔؟"

وہ اسکے گلے لگی ہی اپنی بے بسی پر بلبلا اٹھی تبھی تو مہویر کی گرفت بھی شدید ہو گئی، وہ اسکے سر پر ہاتھ پھیر تا رہا، تا کہ وہ اس خوفزدہ کرتے دائرے سے کچھ باہر نکل سکے۔

"جب وہ ہمارے لیے کوئی اہمیت ہی نہیں رکھتی تو اسکو یا اسکے الفاظ کو یاد رکھنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ بہت ذہنی اذیت دی ہے اس نے تمہیں۔ میں ہوں، میں ایک بار پھر اپنی پیاری بیوی کو سنبھال لوں گا۔ تم میری موجودگی، میری قوت اور میرے ضبط کو جانتی تو ہو۔ ادھر دیکھو"

وہ اسے آہستگی سے پکڑ کر اپنے سامنے کرتے، اسکے آنسو پونچھتا، اسکی بھیگی گالوں سے چپکے بال دھیرے دھیرے ہٹا کر اسکا چہرہ انکے جنجال سے آزاد کرتے اپنی آنکھیں منائم کی آنکھوں میں ڈال گیا۔

"م۔ مہویرا اگر میرے بچے کو ک۔ کچھ ہو جاتا تو؟ وہ کیسی ماں ہے۔ اسے زرا ترس نہیں آیا۔ اس نے بابا کے کیے کی سزا ہمیں کیوں دینی چاہی۔ ک۔ کیا ایک ماں اتنی خطرناک بھی ہو سکتی ہے؟ م۔ میں نے سنا تھا

عورت ماں بنتے ہی مہربانیوں کا جہاں بن جاتی ہے، ا۔۔ اسے دنیا کے سارے بچوں میں اپنا بچہ دیکھائی دیتا ہے"

وہ منائم کے بہتے آنسوؤں کو نرمی سے پونچھتے ہوئے اسکے سوالوں پر دکھ سا گیا۔

"ماں اتنی خطرناک نہیں ہو سکتی۔ لیکن ایک عورت ضرور ہو سکتی ہے۔ تم رونا بند کرو تاکہ میں واپس جا کر اسے اسکی سزا دے سکوں۔ تمہارے بابا اس وحشی کو نہیں سنبھال سکتے"

وہ ڈر کر مہویر کی بازو تھام گئی۔

"ن۔ نہیں۔ میں نہیں جانے دوں گی آپکو مہویر۔۔ نہیں۔ میں نہیں چاہتی آپ اسے دیکھائی بھی دیں۔۔ م۔ میرے ہیں آپ صرف۔۔ و۔۔ وہ پاگل ہو چکی ہے۔ بابا کو سنبھالنے دیں اسے۔ انکی ذمہ داری ہے۔ وہی اسے اپنی زندگی میں اور ہم سبکے بیچ واپس لائے۔۔۔ میں آپکو نہیں جانے دوں گی م۔۔ مہویر"

وہ جانتا تھا وہ اسے لیے ڈری ہوئی ہے لیکن مہویر یہ سب ادھورا نہیں چھوڑ سکتا تھا، فاطمہ کو اپنے ہاتھوں سے مارنا چاہتا تھا، ایک آخری قتل اس پر واجب تھا۔

"مانو! تمہارے بابا وہاں اکیلے ہیں۔ انھیں مدد چاہیے ہو سکتی ہے ناں۔ مجھے جانے دو۔ میں وعدہ کرتا ہوں اسے پولیس کے حوالے کر دوں گا۔ ہاتھ نہیں گندے کروں گا"

وہ اسکے دلاسے پر بھی مطمئین نہ ہوئی کیونکہ جانتی تھی مہویر اسے مارنے جا رہا ہے۔

"و۔۔ وعدہ نہیں۔ ہمارے بچے کا واسطہ ہے آپکو۔۔۔ ک۔ کچھ ایسا نہیں کرنا مہویر جو میں برداشت نہ کر پاوں۔ م۔ میں آپکو کھو نہیں سکتی۔ دوری بھی برداشت نہیں کر سکتی آپکی۔۔ م۔ مجھے آپکی ضرورت ہے۔ ہمیں ضرورت ہے۔ مجھ سے جھوٹ تو نہیں کہہ رہے ناں؟"

منائم کی آواز میں سلوٹیں تھیں، وہ سہمی ہوئی، روتی ہوئی اس سے یقین دہانی چاہتی تھی۔

"جھوٹ کہہ رہا تھا لیکن اب سچ کہتا ہوں۔ نہیں ماروں گا اسے۔ تمہارے لیے کچھ بھی منائم ملک۔ تم سے بڑھ کر کچھ نہیں۔ تم آرام کرو میں واپسی پر تمہیں یہاں سے پک کرتا ہوں۔ یہ ڈرپ بھی مکمل ہو جائے گی تب تک، گھبرانا نہیں ہے۔ میں ہر پل تمہارے ساتھ ہوں"

وہ اسکی آنکھوں کی آس نہ توڑتے ہوئے سچ کہہ بیٹھا اور منائم نے فوری باہیں اسکی گردن میں پرو کر گلے لگ جاتے اسے اک خاموش شکریہ کہا، مہویر نے اسکے وجود کو اپنے سینے جذب سا کیا، ایسا سکون اسے اس لڑکی کے سوا کہیں نہیں مل سکتا تھا۔

"م۔ مہویر۔۔ میں بھی دنیا جیسی ظالم رہی آپ کے ساتھ کچھ دن۔ م۔ مجھے معاف کر دیں۔ میں نے آج پہلی بار آپکی ساری تکلیف جانی ہے۔ م۔ میں

سمجھ گئی کیوں بدلہ لینے آئے آپ۔۔۔ آپ نے جو کیا جائز تھا۔ میں ہوتی تو اس سے بھی برا کرتی"

وہ اسے گھبرا کر روبرو لایا، وہ ایسی مہربان اسے پہلی بار ملی تھی۔

"نہیں۔ اس پر معاف مت کرو مجھے۔ میں نے جو تمہیں رلایا، اسکی کوئی معافی نہیں ہے منائم۔ بس تم مجھے کبھی خود سے دور مت کرنا۔ میری پوری کائنات ہی تم پر ٹکی ہے۔ کوئی جبر نہیں، کوئی قید نہیں، تم میرے ساتھ شہزادیوں کی زندگی جیو گی۔ تم دیکھنا۔ میں تمہیں جتنا دکھ دے چکا ہوں، وہ بہت ہے۔ اب میں اپنی اس گول مٹول جان کو صرف پیار دینے لائق بچا ہوں۔"

وہ خود بھی اپنی آواز کی کپکپاہٹ اور نمی چھپا نہ سکا جبکہ گول مٹول پر دونوں بھیگی آنکھوں سمیت ہی مسکرا دیے۔

"م۔ میں گول مٹول نہیں ہوں مہویر"

وہ اپنے فگر کے لیے بہت سچی تھی۔

"وہ بھی جلدی ہو جاو گی۔ اور مجھے اور پیاری لگو گی۔ تم وہ عورت ہو جو مجھے ہر حال میں حسین ہی لگی اب تک۔۔۔ میرے بہت پاس بھی اور مجھ سے بہت دور بھی۔ بہت پیار کرتا ہوں تم سے، زندگی ہو تم میری منائم ملک۔ تم غرور ہو میرا"

وہ اسکا ماتھا چومتے اسکے اندر دنیا جہاں کی راحت اتار چکا تھا، اب کی بار جب وہ روئی تو دل میں اک ٹیس سی جگنے پر روئی۔

"جانتی ہوں۔ سب جانتی ہوں۔ آپ جاسکتے ہیں۔ لیکن اسے غور سے دیکھنا نہیں، مجھے ج۔۔ جلن ہو گی۔ زیادہ بات بھی نہیں کرنی"

وہ مسکرا کر اسے اپنے سینے لگاتا اسکی معصومیت پر پگھل کر ڈھیڑ ہو گیا۔

"مجھ سے کسی سے بات ہوتی ہی کہاں ہے، کسی اور کو دیکھا ہی کہاں جاتا ہے۔ میرے ہر طرف تو تم حاوی ہو۔ آرام کرو۔ میں جلدی آکر پک کرتا

ہوں تمہیں۔ یہاں کا سٹاف تمہاری کیئر کرے گا میرے آنے تک۔۔ کچھ سوچ کر پریشان نہیں ہونا میرے بڑے بے بی نے۔ محراب آنٹی بھی آرہی ہیں۔ خضر نے کال کر کے پوچھا پر اسے کچھ نہیں بتایا تاکہ وہ وہاں پریشان نہ ہو"

وہ اسکی آنکھوں میں دیکھتی دل و جان سے مسکرائی جس پر مہویر نے اسکی بھیگی سانسیں چومیں اور اسے شرمانے پر لگاتا ہوا پہلو سے اٹھا، پھر جھک کر اسکا ہاتھ پکڑ کر ہونٹوں سے لگاتے چوما، اجازتی نگاہ منائم پر ڈالے وہ کمرے سے نکلا تو منائم کی آنکھوں سے نمی پھر سے جاری ہو گئی۔

.._____..

"کیا مطلب؟ اس نے خود دے دی؟"

وکیل اس وقت سوہا کے آفس میں بیٹھا تھا، اور سیوانی کی ملکہ سوہا سومر واس وقت حیرت کدے میں غرق تھی کیونکہ اسکے سامنے میز کی سطح پر پراپرٹی کے پیپرز کے ساتھ ایک اور پیپر بھی تھا، طلاق کا پیپر۔

رئیس نے جیل میں ہوتے ہوئے نہ صرف اپنی ساری جائیداد سوہا کو منتقل کر دی تھی بلکہ طلاق بھی دے دی کیونکہ یہ کورٹ کے آرڈر تھے، اسی صورت رئیس ملانی کچھ دن تک رہا بھی ہو جانے والا تھا جبکہ سوہا کو اندازہ ہی نہیں تھا کہ رئیس نے یہ سب اپنی رہائی کی قیمت ادا کی ہے اور اسکی رہائی بہت سوں کے حق میں خطرہ تھی۔

"جی سوہا میم۔ آپ سائن کر دیں تاکہ میں طلاق کے پیپرز کورٹ میں جمع کروادوں۔ اور آپ نے جو کچھ رئیس ملانی کو دیا تھا وہ سب بھی آپکے پاس واپس آچکا ہے، اسکی اوٹ آف کنٹری جیولری شاپس تک بھی نوٹس جا چکا ہے"

وکیل نے پین سوہا کی طرف بڑھایا، وہ تو بیوہ ہونے کے ارمان پال کر بیٹھی تھی پر اس کمینے رئیس نے اسکا سارا مزہ کرکرہ کر دیا تھا۔

"ہمم۔ ٹھیک ہے۔"

سوہا نے سائن کرتے ہی پیپرز واپس وکیل کے سپرد کیے جو اسکے پاس تمام کاغذات سمیٹتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔

"کل یہ پیپرز رجسٹر ہو جائیں گے سوہا میم"

وکیل نے مطمئین مسکراہٹ لیے کہا تو سوہا بھی رسماسا مسکرا کر اٹھی۔

"ہر چیز کے لیے شکریہ"

وہ مصافحہ کرتے ہوئے دروازے کی طرف بڑھے تو سوہا نے وکیل صاحب کو سی آف کیا اور واپس اپنے آفس میں داخل ہوئی، اس نے اپنے آفس کے ٹیبل تک پہنچ کر اک گہری سانس لی پھر اپنے ہاتھ سے چمکتے ہیرے کی

انگوٹھی اتار کر دراز کھولتے اس میں پھینک دی اور تبھی سوہا کی نظر وہاں رکھی دوسری انگوٹھی پر جا ٹھہری۔

"میں نے بہت برا کیا تھا تمہارے ساتھ عاصم، دوسری عورت میں تھی، مجھے کوئی گلہ نہیں ہونا چاہیے تھا کیونکہ تمہیں اپنانے سے پہلے ہی میں سب جانتی تھی۔ لیکن میں ڈر گئی تھی۔ کہ تم نے جیسے محراب پر مجھے سوتن بٹھا دیا، کہیں مجھ سے تنگ آ کر تم کسی تیسری کے پاس نہ چلے جاو۔ تب تمہیں اپنا ڈر بتانا مجھے انا کی توھین لگا تھا لیکن اب کبھی موقع ملا بھی تو نہیں بتاوں گی کیونکہ تم تو فاطمہ کے پہلو میں مزے سے سو رہے ہو آجکل۔۔۔۔"

سوہا کا لہجہ اختتام تک حقارت سے اٹا تو وہ دراز بند کیے کرسی پر بیٹھی، اسکا سانس سا پھول گیا۔

"میں نے بھی تو رئیس کے پہلو میں بہت سی راتیں گزاریں۔ مجھے کیوں جلن ہو رہی ہے اس فاطمہ سے۔ کیا وہ عاصم کہیں کسی سلطنت کا پرنس ہے

کیا؟ نفرت بھی نہیں ہوتی اس کمبخت آدمی سے۔ کیا بول رہی ہو سوہا۔ تم اب ٹین ایج لڑکیوں کی طرح جیلس ہو گی کیا؟ حد ہو گئی"

سوہا اپنے ہی خیالات سے جب گھبرائی تو عرشیہ یاد آئی، ویسے بھی کل رات سے اسے عرشی کی فکر تھی اور تجسس بھی تھا کہ وہ سب کہاں تھے، تبھی سوہا نے اسے کال ملادی مگر وہ انیس کو زبردستی ناشتے کے لیے باہر لانے کے بعد منہ بنا کر اسکے سامنے بیٹھی پچھتا رہی تھی کیونکہ پچھلے بیس منٹ سے وہ آدمی اپنے بیری ہنی اوٹس کے باول کو بس دیکھ رہا تھا، چمچ ہلاتا نجانے کن خیالات میں گم تھا، عرشیہ اور انیس نے شماس صاحبہ اور رضی سومرو کو آج شام تک کہ لیے مزید رکنے پر آمادہ کر لیا تھا، اس لیے وہ ابھی بھی علوی مینشن ہی تھے۔

"انیس۔۔ کیا کچھ کھاو گے یا میرا کلیجہ ہی چباتے رہو گے؟"

وہ اپنے دونوں سینڈوچ ختم کر کے چائے بھی پی چکی تھی تبھی تو سخت تپ کر ان کالے خلیے والے خضور کو ڈپٹ گئی۔

"بلکل بھوک نہیں عرشیہ۔ دل خراب ہو رہا ہے"

انیس کے جواب پر تو عرشیہ حلق تک جل گئی۔

"یہ کیا پریگنٹ عورتوں والا جواب دے رہے ہو۔ آدمی بنو اچھاناں۔"

وہ اسکے ڈانٹنے پر خفیف سا مسکرایا مگر تبھی سوہا کی کال آتی دیکھ کر عرشیہ کی توپوں کا رخ انیس کی جانب سے سرکا۔

"عرشی۔ مما کی جان۔ کہاں تھے تم لوگ کل؟"

مما کی آواز سنتے ہی وہ زرا غصے سے نکلی، انیس بھی اب صرف اپنا اورنج جوس کا گلاس اٹھا کر ارد گرد دیکھتا سیپس لے رہا تھا۔

"مل کر بتاوں گی مما۔ تفصیلا۔ آپ بتائیں۔ ٹھیک ہیں؟"

وہ نرمی سے بولی تو سوہا نے سر پیچھے ٹیکا۔

"رئیس اور میری طلاق ہو گئی"

یہ سن کر عرشیہ کو جیسے دلی راحت ملی لیکن وہ اپنی خوشی عیاں نہ کر سکی کیونکہ طلاق کوئی اچھی چیز تھوڑی تھی۔

"شکر ہے مما، آپ کی اس منحوس سے جان چھوٹی۔"

عرشیہ نے فکر سے اٹ کر جواب دیا۔

"یہ اسکی رہائی کی قیمت ہے، یعنی وہ باہر آجائے گا۔"

سوہا کی بات سنے عرشیہ بھی پریشان ہوئی۔

"آنے دیں اسے، اپنے حصے کی وہ بھی سوغات پائے گا۔ گندا آدمی۔ آپکو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہر گز۔"

وہ مما کا لہجہ ڈاون محسوس کرے انکو حوصلہ دینے لگی کہ جیسا بھی تھا اسکی ماں کا اس شخص سے دو سال کا ساتھ تھا۔

"میں کسی اور وجہ سے پریشان ہوں"

سوہانے گہری سانس لی تو عرشیہ بھی پریشان ہوئی، انیس بس خیالوں میں ہی کہیں پرواز بھرے ہوئے تھا۔

"اور کیا وجہ ہے مما؟"

عرشیہ کو بے چینی سی ہوئی۔

"ملوناں تا کہ بتاوں"

وہ مما کو ایسا بے قرار پہلی بار محسوس کیے گہری تشویش کا شکار تھی۔

"امم۔ ٹھیک ہے میں آج آتی ہوں آپکے پاس۔ یا ایسا کریں آپ آجائیں یہاں۔ نئی نانو و بھی یہیں ہیں"

عرشیہ کی تجویز زیادہ بہترین تھی مگر وہ عرشیہ سے اکیلے یہ سب بے چینی ڈسکس کرنا چاہتی تھی۔

"تم سیوانی آجاوناں۔مجھے بس تم سے بات کرنی ہے میری گڑیا"

وہ مما کے اصرار پر فوری رضامند ہوئی۔

"ٹھیک ہے مما میں آتی ہوں تھوڑی دیر تک۔ویسے یہ بات کس کے متعلق ہے؟"

عرشیہ کو پریشانی والا تجسس تھا تبھی وہ پوچھے بنا نہ رہ سکی۔

"عاصم ملک کے متعلق"

عرشیہ کے چہرے کا رنگ سا بدلا۔

"ہمم۔ بابا نے مجھے کہا تھا انھیں بھی مجھ سے ضروری بات کرنی ہے۔ ایسا کرتی ہوں میں انھیں بھی سیوانی بلا لیتی ہوں۔ ہم یہ ساری باتیں مل کر کر لیں گے"

عرشیہ کے خیال پر سوہا نے گھبراہٹ کے سنگ اپنی گردن مسلی۔

"ٹھیک ہے بلا لو اسے"

سوہا نے جلدی سے کہا جس پر عرشیہ کے تاثرات کچھ خفگی اوڑھ گئے، تبھی کال بند کرتے ہی وہ انیس کی طرف دیکھنے لگی، وہ ابھی تک کھویا ہوا تھا۔

"انیس؟ تم مجھے پاگل کر رہے ہو۔ میرا دل کر رہا ہے میں یہ ناشتہ تمہارے منہ میں زبردستی ٹھوس دوں۔ بچے بھی اسطرح تنگ نہیں کرتے"

وہ عرشیہ کی خفگی دیکھے اپنا جوس کا گلاس عرشیہ کی طرف بڑھا گیا اور جناب کا نظروں والا حکم تھا کہ وہ آدھا جوس وہیں منہ لگا کر پیے جہاں سے انیس نے پیا، بس انیس کے اتنے عمل پر ہی وہ لٹ گئی۔

"میرے بچے اس سے زیادہ تنگ کریں گے۔ مینٹلی تیار ہو جاو۔ رہی بات ناشتے کی، مجھے واقعی گھٹن ہو رہی ہے۔ حلق دباو میں ہے۔ چلو اسے پیو۔ چائے پی کر اپنا پیٹ جلاتی ہو"

وہ اسکے ایک بار کہتے ہی گلاس پر وہیں ہونٹ لگا کر جوس پینے لگی جہاں سے انیس نے کہا، جب وہ مکمل کیے گلاس میز پر رکھ چکی تھی تو انیس نے اسکے بھیگے گلابی ہونٹوں پر جس طرح نظر ڈالی، عرشیہ نے نگاہیں چرا لیں کہ وہ کیسے نادیوں کی طرح اب بھی دیکھ رہا ہے۔

"تمہیں دیکھ کر بھی راحت ملتی ہے۔ میری لما"

وہ ہاتھ بڑھا کر اسکے ہونٹوں کی نمی پر انگلی اور انگوٹھے کی پور پھیرتا پھر اپنی وہ انگلی اور انگوٹھا جیسے خود اپنے منہ کے پاس لے جاتے اس مٹھاس کو اپنی زبان تک لے گیا، عرشیہ کے رخسار اس پبلک پلیس پر دہک کر انار ہوئے۔

"یہ کیا تھا؟"

وہ اسے گھوری۔

"بے بسی والا کنٹر ولڈ رومینس"

انیس کی فوری خاضر جوابی پر عرشیہ نے نظریں چرا کر اپنے فون پر بابا کا نمبر اوپن کیا اور کال ملائی تو انیس نے فوری اسکا فون کھینچا۔

"کیا اپنے بابا کو شکائیت لگاو گی میری؟"

انیس کے بہک کر پوچھے سوال پر وہ ہنس پڑی۔

"نہیں بدھو! انکو سیوانی بلانے کو کال کر رہی ہوں۔ وہ کہہ رہے تھے کچھ بات کرنی ہے اور ممانے بھی مجھ سے کچھ کہنا ہے۔ میں نے سوچا دونوں کو ایک ساتھ بلالوں"

عاصم کا فون رنگ کر رہا تھا اور تبھی عرشیہ نے تفصیل دیتے انیس کے ہاتھ سے اپنا فون واپس لیا۔

"تم خطرناک لوگوں کو ایک ساتھ بلا رہی ہو؟"

انیس نے شرارت سے پوچھا تو عرشیہ کی گالیں گلابی ہوئیں۔

"ہاں میں نے یہ سوچا ہی نہیں۔ اوپر سے مما کی طلاق بھی ہو گئی۔ انیس۔۔۔ وہ ایک تو نہیں ہوں گے ناں؟"

وہ عرشیہ کے ڈر سنے رازدارانہ سا مسکرایا۔

"آج؟"

انیس کی غائب دماغی پر عرشیہ کا دل چاہا اپنا بیگ ہی اٹھا کر اس بندے کے سر پر برسائے۔

"آج نہیں پگلول! یعنی دوبارہ ایک ساتھ کا پوچھا ہے"

وہ چڑی ہوئی کتنی پیاری لگتی ہے یہی دیکھنے کو وہ مستیاں کرتا تھا، جبکہ دوسری طرف جیسے ہی مہویر کے قدم اس بند فیکٹری کے اندر داخل ہوئے، مہویر کا

دل جیسے سینے میں دب سا گیا، وہاں چاروں طرف خون بکھرا تھا، عاصم اور فاطمہ کے وجود خون میں لت پت بے جان پڑے تھے اور عاصم کے کوٹ میں پڑا فون بج رہا تھا، عرشیہ مسلسل کال کر رہی تھی۔

"کیا پتا۔ ساتھ ہو بھی گئے تو اچھا ہے۔ لیکن وہ فاطمہ ہے بیچ میں تو بے فکر رہو۔ لگتا ہے تمہارے پیارے ڈیڈی کہیں گہرے مصروف ہیں"

انیس نے اسے پھر سے کال ملاتا دیکھے سمجھا یا پر اب عاصم اسکی کال اگنور نہیں کرتا تھا تبھی عرشیہ کو فکر سی آگھیری۔

"مجھے فکر ہو رہی ہے"

عرشیہ نے ایک بار پھر کال ملائی اور اب بھی ریسیو نہ ہوئی، کیونکہ مہویر نے عاصم کے پاس جھک کر بیٹھتے ہی ڈرتے ہوئے جب اسکی گردن کی نس چھوئی تو وہ حرکت میں تھی، مہویر نے فورا ایمبولینس کو کال کرتے ساتھ انسپکٹر خان کو یہاں ہوئے معاملے کی بھی خبر کی تا کہ وہ اس کیس کو سنبھال سکے اور

ہوسپٹل والے عاصم المیر ملک کو لے کر تعاون کریں، جبکہ مہویر نے فاطمہ تک پہنچ کر جب اسکی بھی نبض دیکھی تو وہ تھم چکی تھی، وہ اپنی ہی بے وقوفی کے ہاتھوں ماری گئی، مہویر کو کچھ سمجھ نہ آرہا تھا کہ یہاں کیا ہوا ہو گا، بروقت عاصم المیر ملک کو قریبی ہوسپٹل پہنچا دیا گیا تھا، اور وہاں پہنچ کر بھی عرشیہ کی کالز آرہی تھیں جو مہویر کو اٹھانی ہی پڑی۔ تب تک عرشیہ اور انیس قریب ہی واک کے لیے نکل آئے تھے آج دھوپ بہت اچھی تھی۔

"شکر ہے بابا آپ نے کال پک کی، کہاں تھے آپ؟"

واک کرتی وہ انیس کا ہاتھ تھامے ہوئے ہی بولی تھی پر فون کے اس پار مہویر تھا۔

"میں مہویر ہوں عرشیہ"

جواب میں مہویر میثاق کی بھاری آواز سن کر عرشیہ کے چہرے کی رنگت لمحے میں بدلی، اس نے انیس کی طرف حیرت و پریشانی کے سنگ دیکھا۔

"م۔ مہویر۔۔۔ تمہارے پاس بابا کا فون کیا کر رہا ہے؟"

عرشیہ کو جیسے عجیب سا خوف گھیر ا اور تبھی انیس نے اس سے فون لے کر سپیکر پر ڈالا، وہ دونوں ہی فون کے اس پار مہویر کے جواب کو سننے کے لیے منتظر تھے جسکی نگاہیں ایمرجنسی روم کی طرف تھیں، وہاں سرخ بتی جل رہی تھی۔

"عاصم ملک۔ وہ زخمی ہو گئے ہیں۔ میں انھیں ہوسپٹل لایا ہوں۔ تم اور انیس آجاو یہاں۔"

ایک تو ایسی پریشان کرتی بات اوپر سے مہویر کی آواز اس قدر بھاری اور دلخراش تھی کہ پریشانی میں قدرے اضافہ کر گئی۔

"زخمی کیسے ہوئے وہ؟ کیا ہوا ہے؟"

اس بار انیس بولا تو مہویر نے بمشکل سانس بھری۔

"فاطمہ مر گئی"

مہویر کے اگلے انکشاف پر انیس اور عرشیہ کا چہرہ لٹھے کی مانند سفید ہوا۔

"واٹ؟"

وہ دونوں ہی بیک وقت حیرت سے پھٹتی آواز میں بولے۔

"ہاں وہ مر گئی۔ دراصل اس عورت نے آج منائم کو دھوکے سے کڈنیپ کیا تھا، وہ اسے اور ہمارے بچے کو مار کر پتا نہیں کونسے انتقام چاہتی تھی۔ میں منائم تک پہنچ گیا تھا پر تب تک اس عورت نے مانو کو زخمی کر دیا تھا، عاصم ملک وہاں آئے اور مجھے فورا منائم کو لے جانے کا کہا، میں نے بہت منع کیا پر وہ بضد تھے۔ منائم کا بھی خون نکل رہا تھا تو میں اسے ہوسپٹل لے گیا اور جب منائم کے بہتر ہونے پر میں واپس گیا تو وہ دونوں خون میں لت پت پڑے تھے۔ دیکھنے سے ایسا لگا کہ اس عورت نے عاصم پر چاقو سے وار کیے پھر خود پیر پھسلنے پر گری کیونکہ اسکے سر کے پیچھے چیڑا تھا۔ سر پھٹ گیا تھا

اور خون بہہ جانے کی وجہ سے اسکی موت ہو گئی۔م۔۔میں عاصم انکل کو لے تو آیا تھا ل۔۔لیکن"

انیس اور عرشیہ کی آنکھیں جیسے سرخ ہوئیں، عرشیہ تو منہ پر ہاتھ رکھے جیسے اپنے آنسوؤں کو سنبھالنے میں ناکام ہو کر رہ گئی تھی۔

"لیکن کیا مہویر؟"

انیس نے ہی سوال کیا، عرشیہ کو اس نے آہستگی سے اپنے سینے سے لگایا کیونکہ وہ صدمے اور کرب کی ملی جلی کیفیت میں مبتلا تھی۔

"انکے پیٹ کا زخم اس چاقو جتنا گہرا ہے انیس۔یعنی ڈاکٹرز ایسے زخموں پر امید نہیں دلاتے، یہی نہیں، جیسٹ کے درمیان بھی گہرا نہیں لیکن چاقو کا وار ہے۔ا۔۔اگر اس شخص کے دل تک۔۔۔۔"

مزید مہویر بھی نہ کہہ سکا۔

"نہیں نہیں۔ کچھ نہیں ہو گا انھیں۔ وہ بہت سٹرونگ انسان ہیں۔ ہم ابھی آ رہے ہیں۔ منائم تو ٹھیک ہے ناں؟"

عرشیہ کے بری طرح رونے کے سبب انیس نے بات مختصر کرنی چاہی تھی۔

"ہاں مانو ٹھیک ہے۔ اسے بھی بتانا پڑے گا لیکن میں جا کر بتاوں گا، وہ بھی اسی ہوسپٹل میں ہے۔ تم اور عرشیہ آجاو یہاں پھر میں جاوں گا"

انیس نے فوری سر ہلاتے ہی کال کاٹی مگر عرشیہ تب تک رو رو نڈھال ہو چکی تھی، اسکے پورے جسم پر جیسے درد نے کپکپی سی اتار دی تھی۔

"عرشیہ۔۔۔"

وہ اسے پکارتا پکڑ کر روبرو لایا پر وہ اس وقت شدید برا روتی جا رہی تھی۔

"ا۔۔انیس۔۔میری ک۔۔کتنی کالی زبان ہے۔م۔میری لگائی ہر آہ لگ گئی انکو۔۔۔وہ ن۔نہیں مر سکتے انیس۔۔وہ کیسے مر سکتے ہیں اب،م۔میں نے تو یہ نہیں چاہا تھا۔"

وہ اس وقت غم سے نڈھال اور بکھر گئی تھی،انیس نے اسکا چہرہ ہاتھوں میں بھرا۔

"شش!نہیں مریں گے۔اللہ پر یقین رکھو۔ہم ہوسپٹل چلتے ہیں۔یہ سوچو یمل کو کیسے سنبھالیں گے عرشیہ،اسکی ماں مری ہے۔اور وہ بہت جذباتی بچہ ہے۔تمہیں اس وقت ہمت نہیں ہارنی۔میں بھی ایموشنلی ویک ہوں اس وقت،تمہیں زیادہ اچھے سے حوصلہ نہیں دے سکتا لیکن ہر لمحہ تمہارے ساتھ ہوں۔"

وہ اپنے آنسوؤں کو جتنا ضبط کرتی، وہ اتنی شدت سے اسکی آنکھوں میں جمع ہو کر اسکی رخساروں پر رینگتے، انیس نے اسے اپنے سینے لگایا کیونکہ دونوں ہی اب ایک دوسرے کو تسلی دینے کی حالت میں نہ تھے۔

"اللہ یہ آزمائشیں جلدی ختم کر دے گا۔مایوس مت ہونا عرشیہ۔کیا میرا ہونا تمہارے لیے اس وقت تھوڑی تسلی بن پائے گا؟"

وہ اسکے ایسے سوال پر مزید دلبرداشتہ ہوئی۔

"تم ایسے سوال کیوں کر رہے ہو۔ تمہیں نہیں پتا تمہاری اہمیت"

وہ اسکے زرا روبرو ہوئی تو انیس کے نفی میں سر ہلانے پر عرشیہ نے اپنے ٹھنڈے ہاتھوں کا لمس اسکے رخساروں پر بہم پہنچایا۔

"تمہاری تکلیف اب بھی میرے سینے میں زیادہ حدود پر پھیلی ہے"

وہ جس طرح کرب سے بولی، انیس نے اسکے آنسوؤں کے ساتھ اس آگاہی کا اقرار بھی کیا کہ وہ ہر حال میں انیس غانم سے سچ ہی تو کہتی ہے۔

"تمہارے اس دل کی خیر ہو جو درد سمیٹنے کی گنجائش میں تنگ پڑ رہا ہے۔ چلو ہوسپٹل چلیں۔ دعا کرو، بیٹیوں کی دعا میں بہت تاثیر ہے۔"

وہ انیس کے دلاسے پر اپنے آنسوؤں سمیت سر ہلاتی اسکے ساتھ بڑھ گئی، جب تک وہ ہوسپٹل پہنچے، مہویر وہیں تھا، اس نے جب عرشیہ اور انیس کو آتے دیکھا تو خود بھی اٹھ کر ان تک پہنچا۔

"اتنا سب ہو گیا اور تم نے مجھے بتانا ضروری نہیں سمجھا مہویر۔ اک کال کرتے میں مدد کو خود آجاتا"

عرشیہ تو ایمرجنسی روم کی طرف چلی گئی تھی البتہ انیس کو مہویر سے شدید شکوہ تھا، مہویر نے اسکے سینے پر ہاتھ رکھ کر آزردہ نگاہوں سے شکوہ کناں انیس کو دیکھا۔

"تو نے آل ریڈی عرشیہ کی تازہ تازہ تکلیف دیکھی تھی، میں تجھے پریشان نہیں کر سکتا تھا۔ ویسے بھی یہ سب بہت اچانک ہوا۔ کسی کو کچھ بتانے یا سمجھانے کی مہلت نہیں ملی۔ فاطمہ کی کل تدفین رکھی ہے فجر کے بعد۔ شمس الدین اور یمل کو کیسے بتاوں سمجھ نہیں آ رہا"

انیس نے اسکے ہاتھ پر اپنا مضبوط ہاتھ جمایا۔

"یمل کو میں اور عدین دیکھتے ہیں۔ تم شمس الدین صاحب کو خود بتاو۔ اللہ انکو صبر دے۔ اولاد کی موت اس بڑھاپے میں بہت کٹھن ہے مہویر۔"

انیس بھی اس وقت سوز کی سی کیفیت میں تھا، مہویر نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا۔

"آمین۔ یہ صرف حادثاتی موت تھی۔ ڈاکٹرز نے یہی بتایا تھا کہ اسکے سر کے پیچھے لگی چوٹ کے سوا اور کہیں کوئی زخم نہیں۔ اب عاصم ملک نے اسے دھکا دیا یا وہ خود گری، اس بارے پولیس بعد میں تحقیق اور تفتیش

کرے گی۔ لیکن جس قدر عاصم انکل زخمی تھے، ان میں اتنی قوت ہی نہ تھی کہ وہ دھکا دے پاتے۔ یہ بات عاصم ملک کے حق میں جا رہی ہے۔ لیکن علوی! ڈاکٹرز پر امید نہیں ہیں۔ انکے جسم کا سارا خون نچڑ گیا ہے۔۔۔ کیسے سنبھالیں گے ہم یہ سب؟"

مہویر کبھی کسی چیز سے یوں نہ ہارا تھا جیسے آج، ہر طرف سے جیسے حلق دب رہا تھا، دل بہت تکلیف کا شکار تھا۔

"ہمم۔ اللہ سے دعا ہی کر سکتے ہیں۔ باقی ڈاکٹرز اپنی پوری کوشش کر رہے ہوں گے یقینا۔ مجھے حیرت اس بات پر ہے کہ عاصم ملک نے کوئی مزاحمت کیوں نہیں کی؟ کیا وہ خود مرنا چاہ رہے تھے؟"

انیس کے سوال پر مہویر نے بھی گہرا سانس لیا اور کرسیوں کی سمت جا کر تھکے انداز میں بیٹھا، انیس نے تو پھر نیند لے لی تھی پر مہویر کو تو ایک لمحہ بھی آرام کا نصیب نہ ہوا تھا۔

"ہاں۔ہاتھاپائی کا کوئی نشان تک نہیں فاطمہ کی باڈی پر۔مجھے بھی حیرت ہے۔ایک ایسا انسان جسکے پاس چار پیارے بچے ہوں، ایون وہ سب اس شخص سے راضی بھی ہو چکے ہوں۔ناپسند تعلق سے وہ آزاد ہو چکا ہو۔بزنس ٹائکون ہو، وہ عین زندگی کے عروج میں کیوں مرنا چاہے گا؟"

مہویر کی یہ درد بھری بات سنے انیس بھی اسکے ساتھ ہی جا بیٹھا، دونوں کی نظریں سامنے غیر مرئی نقطوں پر جمی تھیں۔

"کچھ تکلیفیں اور پچھتاوے ایسے دردناک ہوتے ہیں کہ ہمیں عین عروج کے دنوں میں مر جانے پر اکساتے ہیں۔وہ شخص بہت سی ندامتوں کے پہاڑ تلے دبا معلوم ہوتا ہے مجھے"

انیس کے تجزیے پر مہویر کے ہونٹوں پر درد بھری مسکراہٹ بکھری۔

"ایسا ہی ہے۔میں جانتا ہوں وہ انسان بدل گیا ہے۔وہ اپنی غلطیوں اور کوتاہیوں کو ٹھیک کرنے پر لگا تھا۔میری دعا ہے اللہ ان سے یہ موقع واپس

نہ لے۔ اور انکے یہ چاروں بچے انیس؟ یہ سب پھر ادھورے ہو جائیں گے۔ کم از کم یہ سب باپ کو ساری زندگی ترسنے کے بعد اب باپ کا سایہ ڈیزرو کرتے ہیں۔"

انیس بھی جیسے چپ تھا، جبکہ مہویر کو اب جانا تھا، پہلے منائم کے پاس پھر شمس الدین کو انکی بیٹی کی موت کی خبر پہنچانے تبھی وہ اٹھا تو انیس نے اسے سر اٹھا کر دیکھا۔

"میں آتا ہوں علوی"

مہویر کے اجازت لینے پر انیس بھی اٹھ کھڑا ہوا۔

"ہمت رکھنا۔ ہم سب اس مشکل وقت میں ایک دوسرے کے ساتھ ہیں"

انیس کے حوصلے پر وہ انیس سے گلے لگا اور پھر وہاں سے چلا گیا، انیس نے کچھ دیر اسے جاتا دیکھنے کے بعد آزردہ نگاہ عرشیہ پر ڈالی جو بری طرح روتی شیشے کے پار موجود بابا کو دیکھ رہی تھی جنکی دھڑکن بیس سے بھی نیچے جا چکی

تھی، نرسیں، ڈاکٹرز، سب اس شخص کے ارد گرد تھے، بگھڈر اور ہلچل مچی تھی۔

"یہاں آو تم۔۔۔"

وہ عرشیہ کی بازو پکڑ کر اسے دروازے سے پرے کھینچ گیا پر وہ اپنی بازو چھڑوا گئی۔

"م۔مجھے میرے بابا و۔۔واپس چاہیں۔میں یہ نہیں د۔۔دیکھ سکتی۔پلیز بابا۔ا۔۔ایسے نہیں کرنا۔دیکھیں میں نے مان لیا آپکی محبوب اولاد ہوں۔ا۔۔۔اب تو مجھے یہ غم نہ دیں۔۔۔میں مان گئی بابا کہ جو محبوب ہوتے ہیں وہی ہم سے سب سے زیادہ دکھ پاتے ہیں۔م۔میں وہ ہر تکلیف دل سے معاف کر دوں گی۔میں ابھی بھی آپ سے کتراتی تھی۔۔ا۔۔اب نہیں کتراوں گی۔۔۔ا۔۔ایک بار موقع دے دیں۔۔م۔میں یہ نہیں جھیل پاوں گی بابا"

انیس نے دوبارہ اسے دروازے سے دور نہ کیا بلکہ اپنی بازوؤں میں اس لڑکی کو بھر کر خود بھی جیسے اس شخص کے لیے دل سے دعا کر اٹھا، جس انسان کی ڈوبتی ابھرتی سانسوں کا منظر اسکی عرشیہ المیر کے لیے دیکھنا سوہان روح تھا، وہ انسان انیس کے لیے خود بخود قیمتی ہو گیا۔

محبوب لوگوں کے محبوب اپنے بھی ہمارے دل کے مکین بن جاتے ہیں۔

بہت دیر وہ دونوں یونہی کھڑے رہے، یہاں تک کہ سوہا نے جب یاد دہانی کو کال کی تو انیس نے ہی پک کی کیونکہ عرشیہ کا فون اسکے پاس تھا، انیس نے انھیں بتایا تو سوہا کے پیروں سے بھی ایک بار زمین سرکی تھی، وہ فورا ہوسپٹل آنے کو دوڑ پڑی تھی۔

اور جب سوہا پہنچی تو انیس نے اپنی روتی جان انکے حوالے کی کیونکہ عرشیہ کو یمل کی فکر کھائے جا رہی تھی، وہ چاہتی تھی انیس خود اسے سنبھالے، خود یہ تکلیف دہ سچائی بتائے۔

جبکہ سوہانے بڑی مشکل سے عرشیہ کو دروازے سے ہٹنے پر قائل کیا اور کرسیوں کی جانب لے کر آئی مگر وہ بہت برا روئے جا رہی تھی کہ اس کی آنکھوں کا، دل و دماغ کا درد، سوہا پر بھی حاوی ہو گیا تھا۔

"م۔ میں نہیں چاہتی وہ ہمیں چھوڑ کر جائیں۔ م۔ میں ان سے بہت پیار کرتی ہوں۔ وہ ایسے سب ادھورا چھوڑ کر کیسے جا سکتے ہیں مما۔ آ۔۔ آپ انکو کہیں انکی محبوب اولاد انکی موت نہیں سہہ سکتی"

عرشیہ کے آنسو بہتے ہی جا رہے تھے اور سوہا تو ابھی تک صدمے میں تھی، اسے ایسا لگ رہا تھا اسکے وجود میں جان ہی نہیں رہی۔ پھر بھی وہ ہمت جمع کیے اپنی بیٹی کو سنبھالنے میں لگی تھی کہ اسکی بیٹی کا باپ زندگی اور موت کی جنگ لڑ رہا تھا۔

"میں کیسے کہہ سکتی ہوں عرشی۔ میرے پاس ایسا کوئی حق نہیں۔ م۔ میں تو اس سے بہت ناراض تھی۔ فاطمہ کے پہلو میں اسکے واپس لڑھکنے پر۔ اور

ایک دم مجھ سے پیچھے ہٹ جانے پر۔ جھگڑنے کا مجھے بھی کوئی موقع نہیں دیا اس نے۔ میں خوش فہمی میں تھی کہ مجھ سے اب بھی پیار کرتا ہے۔ پر نہیں۔ وہ اگر مجھ سے پیار کرتا تو اپنی ایسی حالت نہ ہونے دیتا۔ وہ ہمیشہ سے ایسا ہی ہے۔ خود غرض، اور میں۔ اس سے معافی بھی نہیں مانگ سکی۔ اسے کچھ

ہوا تو میرا نقصان تم سے کسی صورت کم نہیں ہو گا"

آج سوہا بھی اس کے لیے رو دی، سالوں لگا کر جس دل کو عاصم کے لیے پتھر بنایا، اس پر ایسی ضرب لگی کہ وہ موم کی طرح تپش سے پگھلتا جا رہا تھا، عرشیہ نے سرخ متورم بھیگی آنکھوں سے مما کے منہ کی طرف دیکھا۔

"و۔۔۔ وہ مجھے چاہیں مما"

عرشیہ کی آنکھوں میں آس اور منت تھی، سوہا نے اسے فوری اپنے گلے لگایا۔

"کاش میں کہنے کا حق رکھتی کہ مجھے بھی چاہیے۔ لیکن مجھے وہ تمہارے لیے چاہیے یہی کہہ سکتی ہوں۔ دعا کرو اسکے لیے، اللہ اسے ایسی بے خبر موت نہ دے، نہ کچھ کہا نہ کچھ سنا۔ اتنا بھی گناہ گار نہیں کہ اسے ایسی موت ملے۔۔۔ دعا کرو میری جان۔ اپنے بابا کی سلامتی کی دعا کرو"

وہ مما کے کندھے سے لگی اس وقت واقعی عاصم اور سوہا کی اک چھوٹی سی گڑیا ہی لگ رہی تھی، جسکا دل بہت غمگین تھا، اور اس غم کی ابھی کوئی دوا تک نہ تھی۔

.._____..

وہ اس وقت جاگ کر خمار بھری نگاہوں میں سہاگ صبح کے جلوے دیکھ کر صدمے میں جا چکی فجر کو نہار رہا تھا، دن کا ایک بجنے والا تھا، تھوڑی سی نیند لیتے ہی عصر تو جاگ گیا تھا پر فجر اب تک سوئی تھی، نیند میں بھی اپنا آپ عصر سے دور کرنے اور چھپانے کی کوشش میں نظر آ رہی تھی اور یہ عصر کو

محظوظ کرنے کا باعث بن رہا تھا کیونکہ جتنا قریب وہ اسے کر چکا تھا، اب فجر کی یہ خود کو بچانے کی کوششیں بلکل ناکام ہو چکی تھیں، ایسے اچانک وہ دونوں اس جڑتے رشتے کی گہرائیوں میں اتر جائیں گے یہ تو صبح تک کسی کے وہم و خیال میں ہی نہ تھا، اوپر سے عصر کی نظریں اب تک فجر پر یوں جمی تھیں جیسے وہ اس سے رتی برابر سیر نہ ہوا ہو، وہ اسے یوں چاہیے تھی کہ وقت ٹھہر جاتا لیکن انکے بیچ کچھ ساکن نہ ہوتا، فجر نے اسکی بازو تک نہ لی جسے سر تلے لے کر اسے عصر کے ساتھ سونے کا ارمان تھا، یہاں تک کہ اسکے سینے تک سے دور تھی جہاں سر رکھ کے سونے کی رات تک اسے شدید خواہش تھی، جو کچھ ہوا وہ ان دونوں کی خواہشوں کا دماغ گما چکا تھا۔

عصر نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کروٹ فجر کی جانب بدلی، اس کی نظریں اب بھی فجر کے چہرے پر جمی تھیں، اسکے بکھرے ہوئے بال اس کے گالوں پر آئے ہوئے تھے، سانسیں ہلکی اور پر سکون مگر نیند میں بھی وہ

خود کو عصر کی بہت لوز پوری آئی سوئٹ شرٹ میں سمیٹنے کی کوشش میں تھی۔

عصر نے آہستہ سے ہاتھ بڑھا کر اس کے بال کان کے پیچھے کیے، فجر نے ہلکی سی جنبش لی جیسے اس کے ہاتھ کی پور کے لمس کو پہچانتی ہو مگر پھر بھی خود کو مزید سمیٹ لیا، وہ اپنی ٹانگیں بھی لحاف کے بیچ پیٹ کی جانب کھینچ گئی جیسے بلکل خود میں گھٹ جانا چاہتی ہو، عصر کے لبوں پر خمار بھری مسکراہٹ گہری ہو گئی۔

"اب بھی دور بھاگ رہی ہیں؟"

وہ زیرِ لب بڑبڑایا مگر وہ ان سنا کرتی محسوس ہوئی، اس نے دھیرے سے اپنی بازو اس کے قریب کر دی جیسے دعوت دے رہا ہو مگر فجر نے نیند میں بھی بے اختیار اپنے ہاتھ کو واپس کھینچ لیا، جیسے اب بھی اسکی قربت قبول کرنے کی جھجک باقی ہو۔

عصر ہلکا سا ہنسا، لیکن اسکی ہنسی زندگی میں پہلی بار اتنی حسین اور مکمل تھی۔

"بہت دیر کر دی آپ نے فجر خود کو بچانے میں"

وہ جذبات کی لو سے دہکتی سرگوشی میں بولا جیسے خود سے بات کر رہا ہو۔

اسی لمحے فجر کی پلکیں ہلکی سی پھڑکیں پھر آہستہ آہستہ اس کی آنکھیں کھلیں، چند لمحے وہ یونہی چھت کو دیکھتی رہی پھر جیسے ہی اس کی نظر گردن پھیرتے ہی عصر پر پڑی، اسکی خمار بھری مسکراہٹ اور لپکتی آنکھوں کا محور اپنا یہ بکھرا بے ترتیب سر سے پیر وجود محسوس ہوا تو فجر کے سارے ہوش پھڑک گئے، خمار بھری آنکھوں میں ایک دم حیرت، شرمندگی اور ہلکی سی گھبراہٹ اتر آئی۔

وہ فوراً اٹھنے کی کوشش میں تکیے سے سر اٹھا ہی پائی مگر عصر نے نرمی سے اس پر حاوی ہوتے اسے واپس بیڈ سے پن کر دیا، وہ شرٹ لیس، بہکا ہوا اس پر جھکا پر بیچ میں لحاف کی موٹی تہہ بھی پھنسی ہوئی تھی۔

"کہاں...؟"

فجر کی نظریں اسکے غصیل سوال پر شرم سے جھک گئیں، گال ہلکے سے سرخ ہو گئے۔

"مجھے اٹھنا ہے..."

اس کی آواز منمنانے کی حد تک دھیمی تھی جیسے ابھی بھی خود کو سنبھال رہی ہو۔

عصر اس پر تھوڑا سا مزید جھکا اور اس کی نظریں اب بھی اس کے چہرے پر جمی تھیں۔

"اتنی جلدی...؟"

فجر نے نظریں مزید جھکا لیں، اسکے دل کی دھڑکن بے ترتیب ہو رہی تھی، صبح کی یادیں، اچانک اس حد تک قریب آ جانا، جذبات کا بہہ جانا سب

ایک ساتھ ذہن میں ابھر آیا تو اسکی ریڑھ کی ہڈی اور پیٹ دونوں میں بل لہرایا۔

وہ واقعی صدمے میں تھی مگر یہ صدمہ برا نہیں تھا بس بہت جان لیوا تھا۔

"سائیں۔ چپ کا کیا مطلب سمجھوں؟"

عصر کی نرم آواز نے اسے چونکایا، اسکی پیشانی اپنے ہونٹوں سے چوم کر اسے اپنے ہونے کا احساس دیا تو فجر نے آہستہ سے نظریں اٹھائیں۔

"ع۔ عصر۔۔۔ تھوڑی دیر بعد بات کریں؟"

وہ شدید گھبرا کر منمنائی جیسے وہ اسے اس وقت نہ دیکھ پا رہی ہو نہ سن پا رہی ہو، بس اپنا آپ سنبھالنا ہی دوبھر ہوئے جا رہا ہو۔

"تب تک کیا وہی سب کرنا ہے؟"

وہ جان بوجھ کر اسکے چہرے کے رنگ اڑاتا بولا تو فجر نے اس بار شرم سے چہرہ ہی موڑ لیا، لحاف کا کنارہ دونوں ہاتھوں سے کھینچتی وہ اپنا منہ چھپا گئی، عصر نے قہقہہ لگایا اور پیچھے ہو کر بستر پر جا گرا، وہ اب تک خود کو چھپائے ہوئے تھی، پھر جب عصر کا یہ جان لیتا قہقہہ تھما تو فجر نے ڈر کر اپنے منہ سے لحاف ہٹایا تو اسے عصر واش روم کی طرف بڑھتا نظر آیا، گلے میں ٹاول، ایک بلیک لوز پینٹ پہنے ہوئے، گنگناتا ہوا وہ جب دروازہ کھول کر اندر گھسنے کے بعد دروازہ بند کر گیا تو فجر نے گہرا سانس کھینچ کر لحاف ہٹایا کیونکہ اسے اتنی ٹھنڈ کے باوجود شدید گرمائش محسوس ہو رہی تھی۔

فجر نے آہستہ سے بیٹھنے کی کوشش کی تو جسم میں ہلکی سی کپکپاہٹ دوڑ گئی، وہ لمحہ بھر کو کراہ کر رہ گئی، پھر آہستہ سے بستر کے کنارے سرک کر بیٹھ گئی، اپنی ٹانگیں اس لمبی لوز شرٹ میں چھپانے میں وہ کامیاب تھی کیونکہ عصر کی جان چھوٹی سی تھی، اسکے بکھرے بال کندھوں پر گر آئے اور اس نے ہتھیلیوں سے اپنا گرم چہرہ تھام لیا۔

"یا اللہ..."

وہ زیرِ لب بڑبڑائی، دل اب بھی بے ترتیب دھڑک رہا تھا، صبح کی یادیں جیسے ابھی بھی فضا میں تیر رہی تھیں اور عصر کا یوں بے جھجک ہونا اسے مزید بے حال کر رہا تھا۔

واش روم سے پانی گرنے کی آواز آنے لگی، فجر نے جلدی سے ارد گرد نظر دوڑائی، بستر کی بے ترتیبی دیکھ کر اس کے گال دوبارہ سرخ ہو گئے... اس نے فوراً لحاف بیڈ پر پھیلا کر درست کیا جیسے اس افراتفری کو چھپا لینا چاہتی ہو۔

پھر آہستہ سے بستر سے اترنے لگی مگر زمین پر پاؤں رکھتے ہی ایک لمحے کو رک گئی، اس کے چہرے پر شرم کی لہر دوبارہ دوڑ گئی، وہ فوراً واپس بیٹھ گئی...

"کیا ہو گیا ہے یہ"

وہ منمنائی مگر لبوں پر بے اختیار مسکراہٹ آ گئی، اور ان خیالوں میں بیٹھے بیٹھے اسے دس منٹ گزر چکے تھے۔

اسی لمحے واش روم کا دروازہ کھلا، بھاپ کا ہلکا سا بادل باہر کمرے تک نکلا اور عصر بالوں میں پانی کے قطرے لیے باہر آیا، گلے میں ٹاول اور چہرے پر وہی ہلکی سی مطمئن مسکراہٹ، وہ اب بھی شرٹ لیس ہی تھا۔

فجر نے بے اختیار نظر اٹھائی مگر اگلے ہی لمحے فوراً نظریں شرم سے جھکا لیں، جیسے پکڑی گئی ہو۔

"ہے۔۔۔رکو تو"

اس سے پہلے وہ اپنے خمار آلود تیوروں کے سنگ اسکی جانب پھر سے کوئی ایسی ویسی حرکتیں کرنے کو بڑھتا، وہ عصر کے ہاتھ لگنے سے کتراتی جس طرح واش روم کی طرف سپیڈ لگا کر دوڑی، خود عصر اس پدی کی سپیڈ پر حیران و پریشان رہ گیا، بلکل چھوٹے سے پاندے کی طرح وہ فرار ہوئی کہ کتنی دیر تک عصر ہنستا ہی چلا گیا۔

"ایسا بھی کونسا ظلم ڈھا دیا میں نے"

عصر نے ہنستے ہوئے آئینے کے سامنے رک کر خود کلامی کی جبکہ کوئی بچاری فجر سے پوچھتا کہ کیا حال کر دیا اس کا، وہ بھی فوری شاور آن کر چکی تھی تا کہ جلدی اپنے دل و دماغ کو ٹھنڈا کر سکے اور شاور کے اسقدر جلدی آن ہونے پر عصر کا ایک مزید قہقہہ کمرے کی مہکی فضا میں گونج اٹھا تھا مگر یہ قہقہہ وقتی ہوا کیونکہ عصر کا فون انیس کی کال سے رنگ کر اٹھا تھا، عصر نے فورا سے پہلے اپنی وارڈرب کھول کر بلیک شرٹ نکالی اور سائیڈ ٹیبل کی سطح پر رکھے اپنے موبائل کی طرف بڑھ گیا۔

"کہاں ہو تم عصر؟"

انیس اس وقت سکول کی پارکنگ میں کھڑا عدین اور یمل کو پک کرنے پہنچا ہوا تھا جب اس نے کال لگتے ہی استفسار کیا، عصر نے کمینی سی مسکراہٹ کے سنگ واش روم کے بند دروازے کو دیکھا جہاں اسکی جان فرار ہو کر جا چھپی تھی۔

"بتایا تو تھا چھوٹے۔ میں ایک ضروری گل کھلا رہا تھا۔ تم بتاو۔ کیا ہوا، میرے آرام میں حلل کیوں ڈالا؟"

عصر کی بے خود ٹون پر انیس لمحے کے ہزارویں حصے اس آدمی کے کرتوت سمجھ گیا۔

"تم واقعی۔۔۔۔؟"

انیس کی آواز جیسے حیرت سے بھاری پڑی۔

"ہاں تو کیا مزاق کر سکتا ہوں میں تمہارے ساتھ؟"

عصر کی آواز اب بھی شریر تھی۔

"ہمم۔ چلو اچھا ہوا سکون تو آ گیا ہو گا تمہیں۔ کچھ برا ہوا ہے"

انیس کے اول مطمئین جملے کے ساتھ ہی اگلا انکشاف عصر کو سنجیدہ کر گیا۔

"کیا ہوا؟ سب خیریت ہے؟"

عصر کی آواز تشویش سے بھاری ہوئی۔

"فاطمہ نور مر گئی۔ اور عاصم المیر ملک بھی تشویشناک حالت میں ہو سپٹل پڑے ہیں۔"

عصر کے چہرے کی رنگت جیسے لمحہ بھر سفید ہوئی۔

"واٹ۔ چند گھنٹوں میں کیا سے کیا ہو گیا۔ یہ سب ہوا کیسے انیس؟"

عصر بھی تشویشناک سا کمرے سے باہر نکلا تو آمنے سامنے کوئی بھی نہ تھا، انیس کے تفصیل بتانے پر عصر کو بھی عرشیہ اور یمل دونوں کے لیے شدید دکھ ہوا۔

"کیا کر سکتے ہیں۔ اللہ اس عورت کی مغفرت کرے۔ یمل کے لیے مشکل ہو گا اور عرشیہ بھی تکلیف میں ہو گی۔ تم کہاں ہو؟"

عصر نے فوری استفسار کیا جس پر انیس نے سکول کی بلڈنگ سے ایک ساتھ باہر نکلتے عدین اور یمل کو دیکھا۔

"میں عدین اور یمل کو سکول سے پک کرنے آیا ہوں۔ اسکے بعد ہم ملک پیلس جائیں گے کیونکہ فاطمہ کی ڈیڈ باڈی کچھ دیر میں وہیں جائے گی۔ یمل کو اسکی ماں کے بارے بتانا مشکل ہو گا لیکن ضروری ہے۔ عدین کو اسکے بعد تم وہاں ساتھ رکھنا کیونکہ مجھے عرشیہ کے پاس جانا ہو گا۔ تمہیں پتا ہے وہ ایسی سچویشن میں بہت جذباتی ہو جاتا ہے۔ مجھے فکر ہے اسکی۔ علیم اس وقت مصروف ہے تو تم چھوٹی دنیا کا دھیان رکھنا"

عصر نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا۔

"ہاں تم بے فکر رہو۔ اس سب تھکا دیتے حالات سے اللہ ہم سبکو جلد نکالے۔ آمین۔"

عصر نے اسے بھرپور تسلی دی اور زرانا شتے کا کہنے کچن کی طرف بڑھا جبکہ عدین اور یمل کو پاس رکتا دیکھے انیس نے کال بند کی اور مسکرا کر اپنی گردن میں ڈالے دو گرم اسکارف باری باری عدین اور یمل کی گردن میں لپیٹے کیونکہ اس وقت دھوپ کے باوجود فضا میں شدید ٹھنڈی ہوا سے سردی ہو رہی تھی۔

"کیسا رہا تم دونوں کا دن؟"

انیس نے دونوں کی طرف برابر محبت و شفقت سے دیکھتے پوچھا جس پر وہ دونوں ہی اداس تھے، صبح عدین جس دل سے سکول آیا تھا وہ انیس جانتا تھا پھر یمل بھی پریشان ہی تھا۔

"بس اداس سا ہی گزرا ہے انیس بھائی، میری مما نے مجھے اور نانا جان کو آخر کمرے میں کیوں بند کیا اور وہ کہاں چلی گئیں۔ عدین کہتا ہے وہ یقینا مجبور ہوں گی پر یہ کس قسم کی مجبوریاں ہیں"

یمل کی اداسی صبح سے اب تک ویسی ہی تھی۔

"اس قسم کی مجبوریاں ایگزیسٹ کرتی ہیں یمل۔ ہے ناں بھیو؟"

عدین کا اشارہ صبح کی جانب تھا جب وہ ناچاہتے ہوئے بھی بابا سے گلے لگا تھا، اس حوالے سے عدین کی آنکھوں میں اک شکوہ سا تھا۔

"ہاں۔ زندگی ہم سے بہت کچھ کرواتی ہے، بہر حال تم دونوں کا موڈ کچھ بہتر کرنے کو ہم کہیں چلتے ہیں۔ کچھ مزے دار سا لنچ ہو جائے؟"

انیس کی آفر پر ان دونوں نے ہی بے دلی کا اظہار کیا کیونکہ ان دونوں کے دل اتنے پاکیزہ، اتنے خالص تھے کہ انکے دلوں پر آنے والے کڑھے وقت کی اداسی قبل از وقت حاوی ہو رہی تھی۔

"زرا بھی دل نہیں انیس بھائی"

یمل نے شدید اداسی کے سنگ بتایا تو انیس نے عدین کی طرف امید بھری نظروں سے دیکھا کہ شاید وہ کچھ کھانے کو چاہے تاکہ یمل کا بھی موڈ بنے مگر عدین نے بھی اسے نفی کرتے مایوس کیا۔

"میرا ابھی کچھ کھانے کو دل نہیں چاہ رہا۔ آپ مجھے یمل کے گھر ڈراپ کر دیں۔ میں اسے اسطرح اداسی میں اکیلا نہیں چھوڑ سکتا۔ میں اسکے ساتھ رہنا چاہتا ہوں بھیو"

عدین نے اپنی بازو یمل کے اطراف حصاری تو انیس کو ان دونوں پر پیار آیا کہ شاید عدین ہی ہے جو یمل کو اس اتنے بڑے خسارے پر سنبھالنے کی قوت رکھتا ہے۔

"ٹھیک ہے۔ بیٹھو تم لوگ گاڑی میں"

انیس نے دونوں کے سر کے بال سہلاتے اجازت دی جسکے بعد وہ دونوں ہی بیک سیٹ بیٹھے، انیس نے بھی ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی، اک نظر آئینے سے پیچھے کی سمت ڈالتے ہی انیس نے گاڑی اسٹارٹ کی۔

"کچھ ایسا ہوا ہے جو جاننا تم دونوں کے لیے بہت ضروری ہے"

دس منٹ تک تو انیس میں ہمت ہی جمع نہ ہو سکی کہ وہ کچھ بات کرتا مگر جیسے جیسے ملک پیلس کا راستہ ختم ہو رہا تھا، انیس نے ہمت پکڑی اور تمہید باندھنے سے بات کا آغاز کیا، اور یہ تمہید ہی ایسی تھی کہ یمل اور عدین دونوں اس وقت ڈرے نظر آئے۔

"سب ٹھیک نہیں ہے ناں بھیو۔؟ بتائیں کیا ہوا"

عدین نے ہی فوری استفسار کیا اور یمل تو پہلے سے ہی پریشان تھا، انیس کے لیے یہ بہت مشکل تھا کہ وہ انھیں بتاتا، یہ بتاتا کہ فاطمہ اب اس دنیا میں نہیں رہی، یمل نے وہ ماں کھو دی جو اسے ابھی ابھی ملی تھی، وہ ماں جسے اس

نے ابھی ابھی معاف کر کے موقع دیا تھا کہ وہ یمل کا دل جیت سکے، اور عدین کے لیے یہ اس لیے مشکل تھا کہ وہ بھی بن ماں کے بچہ تھا، اور ایسے بچے کسی کی بھی ماں کی موت نہیں سہہ سکتے، ایک طرف انیس کا بھائی عدین تھا دوسری طرف اسکی عرشیہ کا بھائی یمل، انیس کو اپنی زندگی میں کبھی اتنی تکلیف نہیں ہوئی تھی جتنی اس وقت ان دونوں کو یہ خبر دینے کا سوچ کر ہی محسوس ہو رہی تھی۔

انیس کی انگلیاں اسٹیئرنگ پر سختی سے جکڑی ہوئی تھیں، جیسے وہ خود کو قابو میں رکھنے کی آخری کوشش کر رہا ہو، گاڑی کے اندر خاموشی پھیل گئی...

ایسی خاموشی جو طوفان سے پہلے آتی ہے، عدین کی نظریں بار بار انیس کے چہرے پر جا رہی تھیں جبکہ یمل کی سانسیں پہلے ہی بے ترتیب ہو چکی تھیں۔

"انیس بھائی؟"

اس بار یمل کی آواز نکلی، وہ بہت دھیمی اور ڈری ہوئی تھی۔ انیس نے ایک لمحے کے لیے آنکھیں بند کیں، پھر گہرا سانس لیا۔

"حوصلہ رکھنا دونوں اور ایک دوسرے کو ہمت دینا۔ میرے پاس ابھی ہمت دینے کو زیادہ کچھ نہیں۔ ایسا ڈھارس اور دلاسے سے خالی ہونا مایوسی ہے لیکن بدقسمتی سے میں آجکل تھوڑا مایوس ہوں مگر تم دونوں مجھ سے قدرے بہادر ہو۔ ایک دوسرے کو سنبھالنا جانتے ہو"

انیس کی آواز میں عجیب سی ٹوٹ پھوٹ تھی، اور یہی تکلیف دونوں لڑکوں کے دل میں خوف بن کر اتر گئی۔

"کیا ہوا ہے؟ صاف صاف بتائیں"

عدین نے اس بار کانپتے سے لہجے میں پوچھا تو انیس نے آخر کار گاڑی سائیڈ پر روک دی، انجن بند کیا اور ان دونوں کی طرف پوری طرح مڑا، اس کی آنکھیں سرخ تھیں...

"فاطمہ"

انیس کے یہ نام لیتے ہی یمل کا دل جیسے رک گیا۔

"کیا ہوا ان کو؟"

اس نے فوراً پوچھا، آواز میں امید بھی تھی اور خوف بھی ہلور اٹھا، انیس کے لب ہلے مگر الفاظ جیسے اسکے گلے میں اٹک گئے۔

"وہ اب نہیں رہی"

جیسے ہی یہ جملہ فضا میں گرا، سب کچھ ساکت ہو گیا، یمل کی آنکھیں خالی ہو گئیں۔

"نہیں"

اس نے فوراً سر ہلایا۔

"نہیں، نہیں... آپ جھوٹ بول رہے ہیں"

اس کی آواز کانپ رہی تھی، وہ ماننے کو تیار ہی نہیں تھا...

"میں نے ا۔۔ ابھی ابھی تو..."

اس کے الفاظ بولتے ہوئے ٹوٹ گئے، سانس گلے میں پھنس سی گئی۔

"میں نے انہیں م۔ معاف کیا تھا"

یہ جملہ جیسے اس کے اندر سے چیخ بن کر نکلا،

عدین ساکت بیٹھا تھا، اس کی آنکھیں بھیگ چکی تھیں اور وہ یمل کو دیکھ رہا تھا، جیسے اس کا درد اپنا بن گیا ہو۔

"یمل"

عدین نے زرا سا رخ اسکی طرف پھیرتے یمل کے کندھے پر ہاتھ رکھا مگر یمل نے فوراً اس کا ہاتھ جھٹک دیا...

"نہیں!"

وہ تقریباً چلایا۔

"و۔۔وہ مجھے چھوڑ کر نہیں جا سکتیں، وہ نہیں جا سکتیں!"

اس کی آنکھوں سے آنسو بے قابو بہنے لگے، اس کا وجود کانپ رہا تھا، عدین فوراً اس کی طرف جھکا اور اسے تھامنے کی کوشش کی۔

"یمل، سنو"

عدین نے اسے سمجھانا چاہا مگر یمل جیسے سن ہی نہیں رہا تھا، انیس نے بھی گاڑی سے نکلتے بیک سائیڈ پہنچ کر اسکی سمت کا ڈور کھولا اور اندر بیٹھا مگر یمل اس وقت تکلیف سے نڈھال تھا۔

"س۔سب نے مجھے چھوڑ دیا ت۔تھا"

اس نے خالی نظروں سے ہچکی بھری۔

"م۔میں ن۔نے انکو بہت مشکل سے و۔۔واپس پایا"

اس کی آواز میں ایسا خلا تھا کہ انیس کا دل چیر گیا، انیس نے اس بار زبردستی اسے اپنے سینے سے لگالیا، خود عدین اس دوست کے آنسو نہ سہہ پا رہا تھا۔

"میں ہوں..."

انیس کی آواز بھاری تھی۔

"عدین ہے، عرشیہ ہے، تم اکیلے نہیں ہو بچے"

یمل اس کے سینے سے لگا مگر اس کے آنسو رک نہیں رہے تھے، اسے بھلے ماں باپ سے ابھی اتنا لگاؤ نہ ہو سکا ہو پر بہر حال وہ دونوں ہی اسکی زندگی کا نا جھٹلایا جاتا حصہ تھے۔

عدین نے بھی دونوں کو تھام لیا، تینوں ایک دوسرے میں سمٹ گئے، اور گاڑی کے اندر خاموشی ایک بار پھر چھا گئی، مگر اس بار وہ خاموشی ٹوٹے دلوں کی تھی۔

وہ یمل سے حوصلہ مند ہونے کی امید تو لگا سکتے تھے پر اس کو زبردستی صبر کرنے پر مجبور نہ کر سکتے تھے، وہ رو کر کچھ سنبھلا تو اسکی ضد بس ملک پیلس جانے کی تھی، یمل کی اسی پر جان آدھی دیکھ کر انیس نے اسے عاصم ملک کا بتانا بہتر نہ سمجھا اور جب وہ لوگ ملک پیلس پہنچے تو فاطمہ کی میت پہنچ چکی تھی، مہویر نے خود آکر شمس الدین کو یہ تکلیف دہ سچ بتایا، انکی بیٹی کی میت انکے حوالے کی مگر وہ باپ فاطمہ نور کے اس انجام سے پہلے ہی واقف تھا، جتنے گناہ ان دونوں نے مل کر کیے تھے، کچھ دنیاوی سزا تو طے تھی، عدین نے یہیں یمل کے پاس رکنے کا فیصلہ کیا، وہ نانا سے پہلی بار گلے لگا بھی تو رونے کے لیے، اپنی ماں کی موت کے آنسو بہانے کو جبکہ وہاں سے انیس اور مہویر تب گئے جب عصر وہاں پہنچا، جبکہ فجر سمیت شماس صاحبہ اور رضی سومرو نے بھی جا کر تعزیت کرنے کا فیصلہ لیا تو عصر ان تینوں کو بھی ساتھ لایا تاکہ وہ سب بھی یمل کا حوصلہ بن سکیں۔

جبکہ منائم اور محراب کو اس بارے عرشیہ اور سوہا نے خود بتایا، وہ لوگ بھی بہت غمگین ہوئے، عاصم ملک کے لیے ان سبکی ہر سانس دعا گو ہو چکی تھی، جبکہ دوسری طرف بیلا کی سرجری تو کامیاب ہو چکی تھی لیکن اگلے بارہ گھنٹے بیلا کو انڈر آبزرویشن رکھا جانا تھا جس سبب خضر بھی وہاں کے خاور سلطان کے گھر چلا گیا، مسیر خاور سلطان نے اسکی خوب آوبگت کی، عمیر اور ماریہ کی کمپنی وہ انجوائے کر رہا تھا لیکن اسکا دل شدید بے قرار تھا، پہلے اس نے اس بیقراری کی وجہ بیلا کو سمجھا لیکن بیلا کے کامیاب آپریشن کے بعد بھی اسے اپنا دل کٹتا محسوس ہو رہا تھا اور وہ سمجھنے سے قاصر تھا کہ آخر ایسا کیوں، اس نے بابا کو بھی کال کی، مما کو بھی، محراب نے اسے کچھ نہ بتایا کیونکہ وہ نہیں چاہتی تھی خضر اتنی دور بیٹھا اذیت میں آجائے، بہر حال یہ رات سب پر بھاری تھی، فاطمہ سے اپنی ہر رنجش بھلائے

سوہا، محراب، منائم اور عرشیہ بھی تدفین سے پہلے ملک پیلس گئیں اور وجہ صرف یمل تھا، وہ اسکے دکھ میں برابر غمزدہ تھیں، ہاں عرشیہ کے علاوہ وہ

تینوں تھوڑی دیر رکیں مگر یمل کو اپنے ہونے کا احساس ضرور دلا گئیں جبکہ اس سارا وقت یمل نے عاصم ملک کو بہت تلاشا، ڈھونڈا لیکن اسے وہ کہیں نہ ملے تو اسے یہی لگا شاید اسکے بابا اسکی ماں سے صرف ناراض نہیں بلکہ شدید نفرت کرتے ہوں گے، وہ سب یمل کی یہ غلط فہمی فاطمہ کی تدفین کے بعد دور کرنے والے تھے۔

بر حال صبح ہوئی تو فاطمہ نور کی تدفین بھی قریب پہنچ آئی، عاصم ملک ابھی تک زندگی اور موت کی جنگ لڑ رہا تھا، ڈاکٹرز کے بقول وہ جینا ہی نہیں چاہتا تھا۔

جبکہ فاطمہ نور کا آخری بار چہرہ دیکھتا یمل اس وقت سرخ سوجھی آنکھیں لیے اسکے پاس بیٹھا تھا، سب ہی اس بچے کے نقصان پر غمزدہ تھے، یمل کو عاصم ملک کے بارے بس اتنا ابھی بتایا گیا کہ وہ بھی زخمی ہے، اگر اسے یہ بتا دیتے کہ اگلی موت شاید اسے اپنے بابا کی سہنی ہے تو شاید وہ یوں اب تک سلامت نہ ہوتا۔

عرشیہ نے اسکا مزید رونا نہ سہتے اسے فاطمہ کے پاس سے اٹھایا اور کاوچ کی طرف لے جا کر بیٹھی اور اسے بھی اپنے ساتھ بٹھایا، عدین بھی جا کر عرشیہ کی دوسری طرف بیٹھ گیا، جبکہ شمس الدین کے پاس اس وقت رضی سومرو اور مہویر موجود تھا، انیس باقی امور دیکھ رہا تھا۔

"میں صرف آپی نہیں۔ مما ہوں آج سے تمہاری۔ میرے لیے تم اور عدین میری اپنی اولاد کی طرح ہی قیمتی اور اہم رہو گے۔ کبھی بھی خود کو اگر تم دونوں نے اکیلا سمجھا تو میرا دل بے حد غمگین ہو جائے گا۔ میرا دل تم دونوں کے لیے دکھ رہا ہے جب یہ سوچ رہی ہوں کہ تم دونوں کی مائیں نہیں۔ پھر اللہ میرے دل میں بہت ساری ممتا اتار دیتا ہے اور وہ تم دونوں کا حصہ ہے۔"

اسکی ایک بازو میں یمل تھا تو دوسری بازو کے حصار میں عدین، کچھ دیر تک فاطمہ نور کی تدفین تھی، یمل نے اپنی ماں کا ابھی اک لمس ہی پایا تھا کہ وہ

چلی گئی، اور بابا بھی زندگی موت کی جنگ لڑ رہے تھے اسکے باوجود عرشیہ اپنی ہر تکلیف اک طرف کیے ان دونوں کے پاس تھی کیونکہ یمل

کا تو دکھ تازہ تھا ہی مگر جنکی مائیں پہلے سے وفات پا چکی ہوں، تو کسی اور کی ماں مرے تو

انکا دکھ بھی تازہ ہو جاتا ہے اور یہ عرشیہ بخوبی جانتی تھی، اور سچ یہی تھا، یمل سے زیادہ تکلیف میں عدین تھا، وہ اپنے پیارے دوست یمل کی تکلیف دل سے محسوس کر رہا تھا۔

اور سچ یہی تھا، یمل سے زیادہ تکلیف میں عدین تھا کیونکہ وہ صرف ایک ماں کے جانے کا دکھ نہیں دیکھ رہا تھا بلکہ اپنے اندر کے اس خالی پن کو دوبارہ جیتا ہوا محسوس کر رہا تھا جو وہ برسوں پہلے سہہ چکا تھا جب یہ سمجھ بوجھ پائی کہ اسکے پاس دنیا کے باقی بچوں کی طرح ماں نہیں، عدین نے آہستہ سے اپنا سر

عرشیہ کے کندھے پر ٹکا دیا، اس کی آنکھیں بند تھیں مگر آنسو مسلسل بہہ رہے تھے۔

"کسی کی ماں نہیں جانی چاہیے"

اس نے بہت دھیمی آواز میں تڑپ کر سرگوشی کی تو یہ جملہ سیدھا عرشیہ کے دل میں اترا، اس نے فوراً اس کے بالوں پر ہاتھ پھیرا اور اسے اپنے اور قریب کر لیا، وہاں بیٹھے باقی افراد بھی غم سے پھٹے دل سنبھالے ہوئے تھے۔

دوسری طرف یمل، جو اب تک خاموش تھا، اچانک اس نے عرشیہ کے دوپٹے کو مٹھی میں جکڑ لیا، جیسے وہ خود کو ٹوٹنے سے روک رہا ہو۔

"م۔میں نے دیر کر دی ناں آپی؟"

اس کی آواز بمشکل اسکے لبوں سے نکلی، عرشیہ نے فوراً اس کا چہرہ اپنی طرف موڑا...

"نہیں بالکل نہیں..."

عرشیہ کے سمجھانے کے باوجود وہ رو پڑا۔

"م۔میں اگر پہلے مان جاتا، پہلے معاف کر دیتا تو شاید۔۔"

اس کی آواز ٹوٹ گئی، سب کے دل دکھے۔

"وہ رک جاتیں"

یہ سوال نہیں تھا، خود کو سزا دینے کی کوشش تھی، عرشیہ کی آنکھیں بھیگ گئیں، اس نے فوراً اس کے ماتھے کو چوم لیا...

"موت کسی کے روکنے سے نہیں رکتی یمل"

اس نے نرمی سے یمل کو دلاسا دیا۔

"اور تم نے دیر نہیں کی، تم نے اسے سکون دیا آخری وقت میں اور یہ سب سے بڑی بات ہوتی ہے"

یمل کے آنسو پھر بہہ نکلے اس نے سر جھکا کر عرشیہ کے گھٹنے سے لگا لیا، عدین نے یہ منظر دیکھا تو اس کا دل اور بھر آیا، اس نے آگے جھک کر یمل کا کندھا مضبوطی سے تھاما۔

"ہم ہیں ناں تمہارے ساتھ۔ میں تو تمہیں جیتے جی کبھی نہیں چھوڑوں گا یمل۔۔۔ت۔۔ تمہیں اپنے پاس لے جاوں گا۔ تمہارے نانا اور بابا رہ لیں گے یہاں۔۔"

یمل نے سر اٹھا کر ڈبڈبائی نظروں سے عدین کی طرف دیکھا، آنکھوں میں ٹوٹا ہوا سا یقین تھا۔

"پکا؟"

یمل کے منمنانے پر عدین نے فوراً سر ہلایا، اسکے آنسو صاف کیے۔

"پکا۔ اب تو تم میرا دماغ بھی کھالینا"

عدین ہلکی سی مسکراہٹ لانے کی کوشش میں بولا، یمل کے لبوں پر بہت مدھم سی مسکراہٹ آئی، مگر اگلے ہی لمحے وہ پھر جھک گیا، عرشیہ نے اسکے سر کے بالوں میں آزردگی سے ہاتھ پھیرا، اسی وقت باہر سے کسی نے آکر آہستہ سے اطلاع دی...

"تدفین کا وقت ہو گیا ہے"

یہ سن کر فضا جیسے مزید بوجھل ہو گئی، یمل کے ہاتھ سرد پڑ گئے۔

"نہیں..."

اس نے سر ہلایا۔

"میں نہیں..."

عرشیہ نے اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں لیا۔

"آخری بار ہے..."

اس بہن کی آواز بہت نرم تھی۔

"ہمت کرو..."

انیس بھی اب اندر آچکا تھا، اس کی نظریں سیدھی یمل پر تھیں، دل سبکا کٹ رہا تھا مگر وہ مضبوط کھڑے تھے۔

"میں ہوں تمہارے ساتھ..."

عدین نے آہستہ سے اسکا ہاتھ پکڑا، یمل نے انگارہ آنکھوں سے ایک لمحے سب کو دیکھا، پھر آہستہ سے سر ہلایا اور کھڑا ہو گیا، مگر اس کے قدم اب بھی کانپ رہے تھے، ماوں کو قبر کے حوالے کرنا آسان کب ہوا کرتا ہے، وہ عورت یمل کی ماں ہونے کے ناطے سبکی جانب سے مغفرت کی دعائیں پا چکی تھی، اتنا برا کرنے کے باوجود وہ یمل نامی نیکی کرنے پر شاید بخشی جاتی کیونکہ جس طرح وہ مری، یہ سزا بہت بڑی تھی، شاید اسکے ڈھائے مظالم سے بھی بڑی کہ جس اولاد کے لیے ترس ترس کر وہ نیم پاگل ہوئی وہی اولاد اب وہ

نہیں دیکھ سکتی تھی نہ وہ اس اولاد کی کوئی خوشی دیکھ سکتی تھی، کچھ سزائیں معمولی اور چھوٹی لگتی ہیں لیکن در حقیقت وہ اپنے اندر ناگہانی ہوا کرتی ہیں جسکا ادراک بس اس کو جھیلنے والا کر پاتا ہے، دوسرا کوئی نہیں۔

جنازے میں سب نے شرکت کی اور پھر وہ لوگ واپس آئے، عدین ہر پل یمل کے پاس ہی تھا جبکہ عرشیہ بھی بلکل بکھر سی گئی تھی، اس کے پاس بھی مزید حوصلہ باقی نہ رہا تھا تبھی انیس اسے کچھ دیر اس غمزدہ ماحول سے نکالے باہر گارڈن میں لایا جہاں صبح کی سرد لہریں چھائی تھیں، دھند نے ہر چیز ڈھانپ رکھی تھی۔

"انیس۔ بابا ٹھیک ہو جائیں گے ناں؟ تم نے یمل کو دیکھا؟ وہ اب مزید کچھ نہیں سہہ سکے گا"

عرشیہ کی آنکھوں میں آس تھی، انیس نے اسے اپنے سینے لگا کر بازو اطراف لپیٹ لیے۔

"دعا کر رہے ہیں۔ اللہ نے چاہا تو انھیں کچھ نہیں ہو گا"

انیس کے الفاظ مضبوط تھے مگر دل کے اندر کہیں وہ خود بھی اسی خوف سے لڑ رہا تھا جس سے عرشیہ گزر رہی تھی۔

عرشیہ نے اس کے سینے سے لگے آنکھیں بند کر لیں، اس کی سانسیں بے ترتیب تھیں۔

"اگر... اگر کچھ ہو گیا تو؟"

اس کی آواز ٹوٹ گئی جیسے لفظ بھی ہمت ہار گئے ہوں۔

انیس نے فوراً اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں لیا، اس کی آنکھوں میں گہرائی سے جھانکا جیسے اسے حقیقت میں واپس لانا چاہتا ہو۔

"کچھ نہیں ہو گا، سن رہی ہو تم؟ کچھ بھی نہیں ہو گا"

اس نے زور دے کر کہا، مگر اس کی اپنی آواز میں بھی ہلکی سی لرزش تھی جو صرف عرشیہ محسوس کر سکتی تھی، عرشیہ کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔

"میں یمل کو مزید ٹوٹتا نہیں دیکھ سکتی انیس، وہ پہلے ہی..."

وہ درد سے جملہ مکمل نہ کر سکی۔

انیس نے اسے دوبارہ اپنے سینے سے لگا لیا، اس بار اور زیادہ مضبوطی سے، جیسے وہ اسے دنیا کے ہر دکھ سے بچا لینا چاہتا ہو۔

"ہم ہیں ناں اس کے ساتھ، تم، میں، عدین... ہم اسے گرنے نہیں دیں گے"

وہ اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے بولا۔

چند لمحے دونوں خاموش رہے، صرف سرد ہوا کی سرسراہٹ تھی اور عرشیہ کی دبتی سسکیاں جو ماحول سوگوار کر گئیں، پھر اچانک انیس نے اس کے سر پر پیار دیا۔

"اور تم؟ تم کب تک سب کے لیے مضبوط بنی رہو گی؟"

اس کے سوال پر عرشیہ ایک لمحے کو اذیت سے بھری پھر ہلکا سا مسکرانے کی کوشش کی۔

"جب تک تم میرے ساتھ ہو انیس غانم"

اس بار عرشیہ نے روبرو ہوتے انیس کا چہرہ ہاتھوں میں تھام کر نا جانے اس اقرار سے انیس کا کتنا خون بڑھا دیا۔

"سچ میں۔ واقعی؟"

وہ جیسے دلبرداشتہ ہوا۔

"رتی برابر شک کے بنا، پورے یقین کے ساتھ"

وہ رغبت، محبت اور چاہت سے بولی، اس نے انیس کا چہرہ چوما۔

"تو پھر میں ہمیشہ تمہارے ساتھ رہوں گا۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ ہم کریں گے لما۔"

انیس نے اس کے ماتھے سے اپنا ماتھا ٹکا کر جو یقین سونپا اسے وہ بند آنکھوں اپنے دل سے لگا گئی اور جب وہ واپس اندر گئے تو شماس صاحبہ نے یمل کو اپنے سینے لگا رکھا تھا، یمل سے ماں چھن گئی تھی پر اسے بہت سی مائیں بھی ملی تھیں۔

.._____..

فجر کے بعد جا کر کہیں ردا مر ادپر چلتی انکوائری میں کچھ بریک آیا تھا اور اسے کچھ دیر باہر آنے کی اجازت ملی۔

"آپ اب تک یہاں کیوں ہیں علیم خان! کیا علوی خاندان نے آپکو مال غنیمت کی طرح مجھے سونپ دیا"

اتنے گھنٹے کی انکوائری اور خواری کے بعد وہ باہر آئی تو سامنے جناب خان صاحب ایک دم الرٹ ہو کر اٹھے تو ردا خشمگیں نگاہیں موصوف پر جماتی، انگارے چباتی ٹھیک علیم خان کے سامنے آکر رک گئی۔

"انیس سر کا حکم تھا، انکوائری جب تک مکمل نہ ہو، مجھے آپکے ساتھ رہنا ہے۔ آپکو مجھ سے مسئلہ ہے تو ان سے کہہ کر باڈی گارڈ بدلوالیں۔"

علیم خان کی ایسی چلتی زبان پر وہ غصہ زائل کیسے زرا نرم پڑی تھی۔

"کوئی اور آیا میرے سائے کی طرح ساتھ ساتھ چلنے تو چیڑوں سے چہرہ لال کر دوں گی اسکا۔ آپکا نہیں کروں گی"

وہ بغور اسے دیکھ بیٹھا جو دبا دبا مسکرا رہی تھی۔

"کیوں۔ میرا کیوں نہیں؟"

علیم خان فوری متنذبذب ہوئے بڑبڑایا۔

"آپکا پہلے ہی مجھے دیکھ کر شرم سے چہرہ لال ہو گیا ہے"

پیارے علیم کے معصوم غصے کو گھبراہٹ میں بدلتی وہ اس وقت علیم خان کو شدید بری، ظالم اور پتھر دل بھی لگی۔

"مجھے آپ سے شرم کھانے کی کوئی ضرورت نہیں ردا صاحبہ۔ میرے چہرے کی رنگت ہی ایسی ہے۔ آپ توجہ مت دیں۔"

وہ تھوڑے چڑے موڈ میں تھا، ردا نے اسکی شکل بغور دیکھی۔

"کیا بھوک لگ رہی ہے؟ آپکے انیس سر نے کیا کھانے پینے سے بھی منع کر رکھا ہے انکوائری ختم ہونے تک۔ کیونکہ مجھے آپ جس طرح کاٹ کھانے

کو دوڑ رہے ہیں یہ کل والے علیم خان کے لچھن تو نہیں تھے۔ یہ تو کوئی بھوکا شیر لگ رہا ہے"

وہ اب بھی غیر سنجیدہ ہی تھی، علیم خان نے دوسری طرف چہرہ گما کر اللہ سے صبر مانگا تھا۔

علیم خان نے ایک لمحے کے لیے آنکھیں بند کیں جیسے خود کو قابو میں رکھنے کی آخری کوشش کر رہا ہو، مگر اس بار وہ خاموش نہ رہ سکا...

"آپ کو ہر بات مذاق لگتی ہے ناں؟"

اس کی آواز پہلے سے بھاری تھی، دبے ہوئے غصے اور تکلیف سے بھری آواز پر ردا کی مسکراہٹ ہلکی سی تھمی مگر وہ ابھی بھی سنجیدہ نہ ہوئی۔

"تو کیا کروں؟ روؤں؟ کل رولی جتنا رونا تھا اور بٹور لیا ترس اور ہمدردی"

وہ ہلکے طنز سے بولی، بس یہی جملہ تھا جس نے علیم کا ضبط توڑ دیا۔

وہ فوراًاس کی طرف مڑا اس کی آنکھوں میں اس بار نرم مزاجی نہیں تھی بلکہ خالص دکھ تھا۔

"ترس؟"

وہ آہستہ سے بڑبڑایا مگر آواز میں کڑواہٹ تھی۔

"ہاں۔ترس۔۔۔ تبھی تو اچھے سے پرپوز بھی نہیں کیا گیا آپ سے۔ تھوڑی سی شادی۔ہاہا۔ میں رات کافی ہنسی اس پر"

وہ اب تک ہنس کر غیر سنجیدہ تھی، علیم خان کو اپنے آپ پر دکھ ہوا کہ وہ اسکے ایسے الفاظ کو کس غلط طرف لے گئی، علیم خان کے لیے وہ زندگی میں آئی پہلی ایسی عورت تھی جس سے اس نے اسطرح بات کی، وہ کوئی ماہر نہیں تھا کہ پہلی بار ہی کسی منجھے عاشق سا اسے پرپوز کر دیتا۔

"آپ کو لگا میں نے آپ پر ترس کھایا تھا؟"

ردا کے چہرے پر لمحہ بھر کو سنجیدگی آئی مگر وہ پھر بھی خود کو ہلکا رکھنے کی کوشش میں تھی...

"اور کیا؟"

اس نے لاپرواہی سے کندھے اچکائے، وہ ابھی بھی غیر سنجیدہ ہی تھی۔

"میں نے تھوڑی سی شادی کہا وہ اک عجیب سی بات تھی۔ نااہلی ہو سکتی ہے لیکن ایسا کچھ نہ تھا کہ آپ اس پر ہنستیں یا اسکا مزاق اڑاتیں۔ م۔ میرے لیے یہ زندگی میں پہلی بار تھا۔ ہمیشہ آپ جیسی باہمت عورتوں کو دیکھ کر ہمدردی ہوئی تبھی میں انکے لیے دعا گو ہوا اور آگے بڑھ گیا۔ لیکن آپکے لیے ہمدردی نہیں تھی، وہ فخر تھا۔ ٹوٹنے کے بعد بھی ایسے آپ کھڑی تھیں، جیسے ہر کسی کو اپنے زخم دکھانے سے انکاری ہوں۔ اپنی تکلیف کی لاج رکھنی آتی ہے آپکو"

وہ ہلکا سا مسکرایا، مگر وہ مسکراہٹ درد بھری تھی۔

"دیکھیں مسٹر علیم آپ سے زیادہ آپکے ارد گرد کے لوگ چاہ رہے تھے آپکا اور میرا ساتھ ہونا۔ آپ کی ایسی کوئی خواہش نہیں تھی نہ ہو سکتی ہے جانتی ہوں"

وہ زرا نرم ہوئی کیونکہ اسے لگا شاید اس نے علیم خان کے جذبات کو ٹھیس پہنچادی ہے۔

"وہ سب مجھے جانتے ہیں تبھی انکی ایسی خواہش تھی۔ وہ مجھ یتیم اور بے سہارہ کا کنبہ ہیں۔ آپ نے جو سمجھا غلط وہ ہے ردا صاحبہ۔ آپ کسی کے دل و دماغ کے بارے اتنی پر یقین کیسے ہو سکتی ہیں؟"

وہ تھوڑا سا پریشان ہوئی۔

"میں سب جانتی ہوں۔ کافی تجربہ ہے مجھے علیم خان"

وہ اپنے آپ پر یقین رکھتی تھی، پہلی بار ذرا اونچی آواز میں بولی جیسے اپنے الفاظ کو بھاری کرنا چاہ رہی ہو۔

"اچھا۔ اور کیا کہتا ہے آپکا تجربہ؟"

وہ زرا اکڑ کر دو قدم قریب ہوا، وہ خفیف سا ہچکچائی۔

"کوئی بھی مرد ایک ایسی عورت کو کیوں چاہے گا جس کے ساتھ۔۔"

وہ بولتے بولتے رک گئی، اسکے باقی لفظ گلے میں اٹک گئے۔

"جس کا ریپ ہوا ہو؟"

علیم نے فوراً اس کی بات مکمل کی تو ردا کی آنکھیں عجیب سے درد کا شکار نظر آئیں، وہ ہلکا سا سر ہلا گئی۔

"یہ کہنا اتنا مشکل کیوں ہے آپکے لیے؟"

ردا کی آنکھوں میں آنسو چمکے مگر وہ پھر بھی مضبوط کھڑی رہی۔

"ہاں ہوا آپکا ریپ تو کیا آپ قصوروار ہیں اسکی؟"

اس شخص کی آواز بلند ہوئی، ردا کے چہرے سے ہر نرم تاثر محو ہوا۔

"کیا آپ کم ہو گئیں؟ کیا آپ کی عزت کم ہو گئی؟"

ردا نے اسکے سوالوں پر نفی میں سر ہلانا چاہا مگر کر نہ سکی۔

"آپ نے خود کو سزا دے رکھی ہے۔ آپکے شوہر نے آپکو کافی سالوں پہلے طلاق دے دی تھی۔ پھر بھی آپ اسے مارنے کی کوششوں کے لیے وہیں آس پاس شازان رضوانی کی ٹیم کا حصہ بنی رہیں۔ اسے مارا بھی تو اتنی آسان موت حالانکہ وہ شازان سے زیادہ گندی موت کا مستحق تھا۔ چلیں شازان کو تو آپ نے عبرتناک سزا دی۔ خوشی ہے۔ مگر اب کیا بقیہ عمر اس سب کے غم میں رہیں گی۔ پہلے جو سزا جھیلی وہ کافی نہیں تھی؟"

علیم کی آواز اب نرم تھی مگر ہر لفظ ردا کو چبھ رہا تھا کیونکہ وہ سچ کہہ رہا تھا۔

"میں خود کو کوئی سزا نہیں دوں گی۔ بس میں ٹھیک نہیں ہوں سنپل۔ اس قسم کے رشتوں کے لیے تو ہرگز نہیں۔ آپ ہنڈسم ہیں۔ چارمنگ ہیں۔ بہادر ہیں۔ پھر بھی میں انکار کرتی ہوں"

وہ اس بار تحمل سے بولی تو علیم نے اسکی بات سن کر قبول کی۔

"میں آپ کو ٹھیک کرنے کی نیت رکھ کر وہ سب بولا بھی نہیں تھا۔ کیا پتا میرے ٹائپ کی ٹھیک آپ ہی ہوں۔۔۔ مجھے آپ ہی لگی ہوں"

ردا نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

"میں کوئی ہیرو نہیں ہوں نہ مجھے کسی کو بچانے کا شوق ہے"

وہ ہلکا سا اسکی طرف جھکا۔

"میں بس آپ کے ساتھ کھڑا ہونا چاہتا تھا"

ردا کی پلکوں سے ایک آنسو ٹوٹ کر گر گیا، اس نے فوراً چہرہ دوسری طرف کر لیا۔

"مجھے کسی کے ساتھ کی ضرورت نہیں"

وہ بمشکل بولی، علیم نے ایک لمحہ اسے دیکھا پھر ہلکا سا سر ہلایا۔

"ٹھیک ہے"

اس کی آواز پھر سیدھی پیشہ ورانہ ہو گئی۔

"جتنا آپ چاہیں اتنا ہی فاصلے پر رہوں گا لیکن ایک بات"

وہ پیچھے ہٹا تو ردا بھی رک گئی۔

"آپ جیسی ہیں، ویسی ہی بہترین ہیں۔ آپ ایک بہادر خاتون ہیں اور بہادر عورتیں بہادر مردوں کے لیے ہی بنائی گئی ہیں۔ آپکی کس نے بے قدری کی، کس نے آپکو پائمال کیا، یہ بھلانے کے لیے یہی سوچ کافی ہونی چاہیے کہ اب آپکا طلب گار ایک بہادر شخص ہے جسکے کورے دل میں پہلی بار کسی کا نام لکھا گیا اور وہ نام آپکا ہے۔ کیا ایسے انعام ہمیں اطمینان دینے کو ہی نہیں ملا کرتے کہ جو کچھ ہوا اس میں ہمارا کوئی قصور نہیں"

وہ علیم خان کی آنکھوں کی سچائی دیکھنے کے باوجود گہرا سانس بھرے نظریں چرا گئی۔

"علیم خان آپ ایک عورت کے جذبات واحساسات نہیں سمجھ سکتے۔ آپ کو ایسی ہزار بہادر عورتیں مل جائیں گی جو آپکے لائق بھی ہوں گی اور انکا دامن بھی اجلا اور صاف ہو گا۔"

وہ جیسے ابھی بھی تلخی وضد سے تکرار کیے جا رہی تھی۔

"ہاں وہی ہزار عورتیں جو مر کر بھی اپنا نام میرے دل پر نہیں لکھوا سکیں گی۔ ایسی کسی عورت کا ہی ہونا ہوتا تو اب تک غیر شادی شدہ نہ ہوتا۔ بہر حال یہ ٹاپک آگے ضرور بڑھتا اگر مجھے آپکی جانب سے کوئی لچک نظر آتی مگر اب ایسی کوئی امید کی کرن باقی نہیں۔ جیسے ہی یہ انکوائری ختم ہو گی میں آپکی جان چھوڑ دوں گا۔ تب تک کہ لیے میری شکل اور موجودگی برداشت کریں۔ پیشگی معذرت ردامراد صاحبہ"

وہ کہہ کر دو قدم دور ہو کر کھڑا ہو گیا، اسکے چہرے پر سنگلاخ چٹانوں سی سختی تھی اور ردا نے جبڑے کس کے اسے دیکھا پھر پیر پٹختی ہوئی جھنجھلائی ہوئی

سی واپس آفس کی طرف بڑھ گئی اور علیم خان نے اپنے ہاتھ مٹھیوں کی صورت ضبط سے کس لیے۔

جبکہ دوسری طرف خضر بارہ گھنٹوں بعد واپس ہوسپٹل پہنچ چکا تھا، ڈاکٹرز کی طرف سے اب اسے بیلا سے ملنے کی اجازت تھی۔

"میری سوئیٹ کارن جاگ گئی؟"

دروازے کی جانب سے آواز پر وہ خفیف سا مسکرائی، اسکی آنکھوں سے پٹی اتر چکی تھی مگر اسے آنکھیں کھولنے کی ابھی اجازت نہیں تھی، وہ فوراٹیک چھوڑ کر بیٹھی اپنے ہاتھ ہوا میں اٹھا گئی جنھیں آگے بڑھ کر خضر نے اپنے مضبوط ہاتھوں میں لے کر باری باری چوما اور وہیں اسکے پہلو میں بیٹھا۔

"ب۔بہت پین فل تھے پچھلے کچھ گھنٹے۔کہاں چلے گئے تھے آپ خضر۔میں آپکو ڈھونڈ رہی تھی"

وہ اسکی خوشبو میں سانس لیتی خفیف سا روہانسی ہوئی۔

"کہاں جا سکتا ہوں۔ یہ ظالم ڈاکٹر مجھے تمہارے پاس آنے ہی نہیں دے رہے تھے۔ پھر میں نے سوچا تمہیں خضر ملک ایک دم فٹ چاہیے اس لیے تمہارے گھر چلا گیا۔ تمہاری مما نے بہت خیال رکھا۔ تھوڑی سی نیند لی۔ فریش ہوا۔ اور آ گیا اجازت ملتے ہی"

خضر نے اسکے ہاتھوں کی لانبی سپید انگلیاں باری باری چومتے بتایا تو بیلا کے لبوں پر مسکراہٹ آ گئی۔

"خضر۔م۔میری سرجری۔واقعی کامیاب ہوئی ہے کیا؟"

وہ ڈرا ہوا منمنائی۔

"میری بہادر بیوی ہو تم، ہو گئی کامیاب"

بیلا کے گال ہلکے سے سرخ ہوئے۔

"ابھی بیوی نہیں ہوں۔ منکوحہ ہوں"

وہ دھیرے سے شرمائی، خضر ہلکا سا مسکرایا پھر اس کے قریب جھکا، بیلا کو زرا دور ہونا پڑا اور نہ انکے چہرے ٹکڑا جاتے۔

"بس چند دن اور پھر تمہیں ساری دنیا کے سامنے خضر ملک کی بیوی بننا ہے"

بیلا کا دل تیزی سے دھڑکا، وہ خوشی سے مسکرائی لیکن خضر بے چین سا تھا۔

"میری دعا ہے جب میں دلہن بنوں تو آپکو اپنا دلہا بنتے دیکھ سکوں۔ اور یہ بھی دیکھ سکوں کہ آپ اپنی دلہن کو کیسے دیکھیں گے۔"

وہ اسکی خواہش پر قربان ہوا۔

"تم میرا دیکھنا کیسے سہو گی۔ اپنی دعاوں کی قبولیت سے ڈر نہیں لگتا تمہیں سوئیٹ کارن"

بیلا نے خضر کا قریب ہونا محسوس کیا، خضر نے اسکی گردن کے قریب سرک کر اسکی گردن کی جلد چومتے جیسے بیلا کے ہاتھوں میں نمی سی جگادی، وہ اسکے ایسے شدید لمس کے لیے تیار نہ تھی۔

"ن۔ نہیں لگتا۔ مجھے نہیں ڈرنا۔ مجھے آپ کے معاملے میں اب زرا بھی نہیں ڈرنا۔"

وہ خوشی اور یقین سے بھری بولی تو خضر نے اسکا ماتھا چوما۔

"پھر میں بھی تمہاری دعا پر آمین کہہ دیتا ہوں۔ اب مجھے اجازت دو۔ تمہیں ساتھ لے جانے آیا تھا لیکن ابھی یہ لوگ تمہارے کچھ مزید ٹیسٹ کریں گے۔ اور میرا دل بے قرار سا ہے، ایسا لگ رہا ہے پیچھے کچھ ہوا ہے اور وہ لوگ مجھ سے چھپا رہے ہیں۔ عجیب سی بے چینی ہے۔ مما کے علاوہ کسی نے میری کال پک نہیں کی۔ میں تمہیں اس وقت چھوڑ کر نہیں جانا چاہتا تھا بیلا لیکن میں جب تک جا کر تسلی نہ کرلوں، میرا دل قرار نہیں پائے گا۔"

وہ خضر کو فوری اپنے گلے لگا گئی جیسے اسکی بے چینی پر خود بھی مضطرب ہو گئی ہو۔

"ضرور جائیں خضر۔ میں اب ٹھیک ہوں۔ آپ جا کر تسلی کریں اور اپنا کانسرٹ بھی انجوائے کریں۔ میں اب آپ سے زرا بھی خفا نہیں۔ نہ ہی دور ہونے والی ہوں۔ امید ہے اگلی بار ہم ساتھ واپس جائیں گے اور وہ بھی ہماری شادی کے لیے۔ ضرور جائیں اور پہنچتے ہی مجھے انفارم کیجئے گا"

وہ اسے اپنے سینے بھینچتے دور ہوا، بیلا کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں بھرا۔

"تم اتنی پیاری کیوں ہو؟"

وہ جیسے اسکے اتنا سمجھنے پر خود کو خوش قسمت ترین محسوس کر اٹھا۔

"اتنی بھی نہیں ہوں خضر ملک! یاد ہے ناں میرا بگھڑ کر یہاں آنا"

وہ اسکے پیار بھرے موڈ کو ایک لمحے میں بدل گئی، خضر نے ہنس کر بیلا کو دیکھا جو چیلنجنگ ہو کر اسے اپنے بگھڑنے سے ڈرا محسوس کیے مسکرا دی تھی۔

"جی جی بلکل یاد ہے۔ بھلا وہ قیامت خیز لمحے میں جیتے جی بھلا سکتا ہوں کیا؟"

خضر نے بھی دانستہ شرارت اوڑھی لیکن بیلا کے تاثرات منجمد سے ہوئے۔

"میں کوشش کروں گی آپ ان لمحوں کو بھول سکیں۔ یہ بے نور آنکھیں کھلی ہوں یا بند، یہ آپکی تکلیف بنا دیکھے محسوس کر سکتی ہیں اس لئے اداس اداس مت جائیں۔ خوشی خوشی جائیں تاکہ جس بے چینی کے سبب آپکا دل بھاری ہے وہ صرف اک وہم ثابت ہو"

اپنا ہاتھ خضر کے ہاتھ پر رکھتی وہ اسے دل کی نظروں سے دیکھ کر بولی اور خضر اسکی موندی آنکھیں دیکھ کر اسی سوچ میں گم تھا کہ یہ لڑکی اسکی کس نیکی کا صلہ ہے۔

"ان شاء اللہ اسی کی امید ہے۔ تم اپنا خیال رکھنا۔ جیسے ہی تمہیں آنکھیں کھولنے کی پرمیشن ملے، اپنی پکچر بھیجنا تاکہ میری فکر مٹے کہ کہیں ان لوگوں نے تمہاری آنکھوں کا بھورا رنگ تو نہیں چرا لیا"

وہ اسکی تاکید پر سر ہلاتی مسکرائی۔

"آنکھوں کے رنگ وہی چرا سکتے ہیں جو دل میں بستے ہوں، آنکھیں انہی کے لیے گیلی ہوتی ہیں، انہی کے لیے سرخ اور انہی کے سبب بے رنگ۔ اس لیے بے فکر رہیں۔ بس مجھے پہنچتے ہی بتایئے گا کہ بے چینی سکون میں بدل گئی یا نہیں۔ میں تب تک دعا گو رہوں گی۔ اور میری فکر مت کریں، مما اور بھائی ہیں یہاں"

وہ اسکی ہر بات سنتا ہوا سکون میں اترتا گیا، وہ بہت مطمئین کر دیتی روح تھی، خضر کی نظریں اسکے ہونٹوں پر جا اٹکیں، وہ زور سے آنکھیں میچتا اپنی آنکھیں ہٹا گیا، اٹھ کر بیلا کا سر چومتے اجازت لی۔

"میرے وہ سب دوست جن سے تم ملی تھی، انکی شادیاں بھی ہیں۔ ہم سب تمہیں بہت مس کریں گے۔ آئی لو ویو بیلا"

وہ اسکی طرف جھک کر بولا تو بیلا نے اسکے الفاظ، لہجے اور محبت سبکو خفظ سا کیا۔

"می ٹو۔۔۔ انھیں میری طرف سے مبارک دیجئے گا۔"

وہ نرمی سے بولی تو خضر نے سر اثبات میں ہلایا اور جھکنے سے واپس اٹھتے وہ دروازے کی طرف بڑھا، بیلا نے اسی سمت چہرہ اٹھایا جہاں وہ گیا تھا، وہ اسکے قدموں کی آہٹ اپنے دل کو ڈبوتا محسوس کر رہی تھی۔

"بیلا۔ میں نہیں جانا چاہتا تھا سچی۔ سوچا تھا تم ہوسپٹل سے فری ہو گی تو میں تمہیں کسی اچھی جگہ لے جا کر پرپوز کروں گا۔ سنو فال دیکھیں گے۔ کِس کریں گے، پر میرا یہ بے چین دل اوف"

وہ دروازے میں جا رکا، اس پیاری سی لڑکی کو اتنی دور چھوڑ جانا راک سٹار کو ٹھنڈے پسینے دلا رہا تھا پھر اوپر سے وہ بیوی بھی بن چکی تھی۔

"رخصتی تک صبر کریں۔ دلہن بن کر جب زیادہ پیاری لگوں گی پھر سارے ارمان پورے کر لیجئے گا۔"

وہ اسکی بیقراری پر دبا سا مسکراتی ہدایت کر گئی، اسے کیا پتا خضر ملک اسکے معاملے میں کتنا بے صبرا ہے۔

"رخصتی تک اگر حسرت میں جان نکل گئی میری؟"

خضر نے دروازے سے لٹکے ہی سرگوشی کی تو بیلا نے اسکی طرف چہرہ گمایا۔

"اللہ نہ کرے۔ کیا اول فول بول رہے ہیں۔ آئیں کر لیں پوری حسرت، سنو فال ہو رہی ہے نرس نے بتایا تھا مجھے۔ آئیں یہاں۔"

وہ اسکے فکر سے ڈانٹنے پر بلش کرتا مسکرایا۔

"نہیں تمہیں بتایا تھاناں میں وہ مومنٹ سپیشل چاہتا ہوں"

خضر نے اعتراض کرتے منمنانے کی کوشش کی تو بیلا کا چہرہ غصیل سا ہوا۔

"تو پھر تڑپ کیوں رہے ہیں۔ بندے میں صبر نام کا بھی کیڑا ہونا چاہیے۔ اب مجھے فکر لگی رہے گی کہ آپکو ایسے ہی بھیج دیا۔ یہاں آئیں۔ سپیشل کو دفع کریں"

وہ اسکی طرف چہرہ گمائے پھر سے اپنے ہاتھ پھیلائے ہوئے تھی، خضر نے فوری واپس آتے اسکی بازوؤں میں سمٹ کر بیٹھتے جیسے ہی چہرہ قریب کیا، بیلا کے چہرے کی رنگت بدلتی دیکھ کر خضر نے اپنا امڈتا قہقہہ ہونٹوں میں دبایا۔

"دیکھو میں ساری زندگی تم سے طعنہ نہیں سن سکتا کہ میں نے پہلی بار تمہیں ہوسپٹل کے بیڈ پر کس کی۔ میں اس پر لڑ پڑوں گا جب تم ہمارے بچوں کو یہ بتایا کرو گی"

وہ صرف بیلا کو تنگ کر رہا تھا، بیلا کے چہرے کے بدلتے رنگ اسے چین دے رہے تھے۔

"نہیں دوں گی طعنہ۔ آپ واپسی میں ہی لڑھک گئے اس حسرت میں تو میرے چھوٹے چھوٹے بچے کیسے آئیں گے۔؟"

وہ بھی اخیر سنجیدہ تھی، خضر نے اسکے دونوں گال پکڑ کر دبوچے تو وہ خفیف سا کراہی۔

"کتنی ڈرامے باز ہو گئی ہو"

خضر نے اسے لفظی طور پر بھی دبوچا تو وہ بھی شوخ مسکرائی۔

"میں دیکھ نہیں سکتی پر آپ کو محسوس کر لیتی ہوں، آپ بھول جاتے ہیں یہ بات خضر ملک۔ جب آپ مجھے تنگ کرتے ہیں تو آپکی آواز میں اک کھنک آ جاتی ہے۔ اس لیے مجھ سے بچ کر رہیے گا۔"

وہ اس سے واقعی امپریس ہوا۔

"ارے۔ میرے چھوٹے چھوٹے بچوں کی ماں معاف کر دو میری شیطانی۔ میں واقعی تمہیں ستا رہا تھا اور اب اچھا محسوس کر رہا ہوں۔ چلو مجھے زور سے گلے لگاؤ تا کہ میں جاوں"

وہ اسکے گال چھوڑ تا اپنے بازو رغبت سے کھول گیا اور بیلا زر اڈر رہی تھی کہ یہ آدمی ہڈیاں توڑ ڈالے گا۔

"لگ جاو بیلا۔ کم از کم میں راستے میں لڑھکوں تو نہیں۔"

وہ اسکی جذباتی بلیک میلنگ پر فوری باہیں پھیلا کر لپٹی اور خضر نے وہی کیا جسکا ڈر تھا، گھوٹ ڈالا اور وہ بچاری مروت میں سہہ بھی گئی۔

"ہماری اب کبھی لڑائی ہوئی تو اس ہگ پر ہی ہو گی خضر ملک"

وہ کراہتی ہوئی دور ہوئی تو شکوہ خود بخود اسکے لبوں پر مچلا، پھر سے خضر نے نظریں سنبھال کر چرائیں ورنہ باخدا وہ لڑکی ایسی تھی کہ وہ اک لمحے کا صبر نہ کر سکتا تھا۔

"میں اس سے شدید والا ہگ کر کے منالوں گا۔ تم ابھی مجھے جانتی نہیں ہو بیگم اعلی۔ بولو آئی لو یو خضر۔"

وہ اسکے دھمکی خیز استفسار پر اپنا سر پیٹ گئی۔

"آئی لو یو خضر"

وہ فوری بولی مبادا وہ یہیں رک کر اسکی جان ہلکان کرنے لگتا، خضر نے سرور سے اسکے ہونٹوں سے نکلتے یہ چار لفظ سن کر نادیوں کی طرح یہ سب ضبط کیے حلق تر کیا پھر اٹھ کھڑا ہوا، بیلا کی سانس میں سانس آئی۔

"تمہارا گفٹ اگلی ملاقات پر۔ وہی جو میں نے تمہیں تمہارے گفٹ کی وجہ سے نہیں دیا تھا۔ بائے سوئیٹ کارن۔ بہت ساری کسیز اور ہگز"

وہ اسکی گال پکڑ کر کھینچتا آخر کار اس بار واقعی دل بڑا کیے گیا لیکن اپنی موجودگی اور ساتھ کی یادوں سے وہ اس لانگ ڈسٹنس کو خوبصورت بنا کر جا رہا تھا۔

.._____..

تدفین ہو چکی تھی تبھی قرآن خوانی کا انتظام کیا گیا تھا، کھانا وغیرہ بھی تقسیم کیا گیا تھا، شمس الدین کے لیے یہ تکلیف کا مقام تھا، جبکہ عدین، رضی سومرو اور شماس صاحبہ اس وقت ملک پیلس ہی موجود تھے، سوہا اور محراب دوبارہ کچھ دیر کے لیے گئی تھیں تاکہ وہ بچوں کو حوصلہ دے سکیں تبھی انیس اور عرشیہ ہوسپٹل چلے گئے، مہویر بھی انکے ساتھ تھا کیونکہ منائم وہیں ہوسپٹل ہی تھی۔

جب وہ تینوں پہنچے تو منائم پر بیک وقت نگاہ گئی جو ڈاکٹر سے بات کر رہی تھی۔

"خون تو انکا رک گیا ہے لیکن ہارٹ بیٹ بہت کم ہے۔ انکا دل بچ گیا ہے چاقو کے سینے پر ہوئے وار سے لیکن کسی گہرے صدمے نے انکے دل پر اثر کیا ہے۔ دوا سے زیادہ انھیں آپ سبکی دعائیں چاہیں"

ڈاکٹر نے منائم سمیت ان تینوں کو بھی بتایا جو اسی سمت چلے آئے تھے، مہویر نے فوری منائم کو اپنی بازو کے حصار میں لیا کیونکہ وہ زخمی تھی، دوسری طرف انیس نے عرشیہ کو اپنی بازو کا حصار دیا۔

"پھر بھی و۔۔ وہ خطرے سے تو باہر ہیں ناں ڈاکٹر؟ میرے بابا ٹھیک ہو جائیں گے ناں؟"

منائم کی آواز یہ پوچھتے کپکپا سی گئی۔

"خطرے سے بظاہر تو باہر ہیں اب لیکن زخم بہت گہرا ہے۔ حالت کبھی بھی بگھڑ سکتی ہے، رسک موجود ہے۔ اگر کل صبح تک انکی کنڈیشن سٹیبل رہی تو ہم کچھ بہتر اور تسلی بخش بتا سکیں گے آپ سبکو"

ڈاکٹر کی جانب سے بہت موہوم سی تسلی تھی لیکن یہ ان بیٹیوں کے لیے بہت بڑی ڈھارس تھی۔

"ان شاء اللہ کچھ نہیں ہو گا بابا کو"

عرشیہ نے بھی پورے یقین سے کہا جس پر ڈاکٹر نے مسکرا کر سر ہلایا اور وہاں سے گئے ہی جب عرشیہ نے آگے بڑھ کر منائم کو دھیرے سے اپنے گلے لگایا، مہویر اور انیس زرا ڈاکٹر کے ساتھ گئے تاکہ تفصیلی پوچھ سکیں۔

"یہاں آکر بیٹھیں۔ آپ زخمی ہیں آپی۔ ایسے بیٹھنے سے زخم خراب نہ ہو جائے۔ میں آپکو روم تک چھوڑ دوں؟"

وہ منائم کے لیے فکر لیے بولی تو منائم نے فوری نفی کرتے اپنی ہتھیلی اپنے ساتھ ہی بیٹھتی عرشیہ کی گال سے لگائی۔

"تم بھی زخمی ہو۔ تمہیں تو پھر گھر جا کر ریسٹ کرنا چاہیے۔ بابا ٹھیک ہو جائیں گے میرا دل کہتا ہے۔ تم دیکھنا"

عرشیہ نے مسکرا کر سر ہلایا جیسے اپنا یقین بھی منائم کے یقین میں انڈیل رہی ہو۔

"ان شاء اللہ۔ مجھے معمولی سی چوٹ آئی تھی۔ پین کلرز سے آرام آ گیا تھا۔ آپ کے لیے اس وقت آرام اہم ہے جان۔ آپکے اندر ہم سبکی خوشی بسی ہوئی ہے۔ ہم تو اسکی خوشی بھی کھل کر نہیں منا سکے کہ نظر لگ گئی۔ میں اسکے لیے فکر مند ہوں۔ یہ جب تک باہر نہیں آتا، اسکی خالہ اس پر صبح شام دعاوں کے حصار ہی باندھتی رہے گی"

عرشیہ نے اپنا ہاتھ منائم کے پیٹ پر رکھے جو پیار اس بچے کے لیے جتایا، وہ منائم کے لبوں پر پر سرور خوشی دھر گیا۔

"ہاں اگر خالہ کے اپنے پیٹ میں ایسی مخلوق نہ آئی تو۔ ورنہ تمہیں اسی کے گرد حصار باندھنے سے فرصت نہیں ملنی۔ اس لیے مجھ سے اور میرے بے بی سے جھوٹا وعدہ نہ کرو لڑکی"

منائم کے لاڈ سے بولنے پر عرشیہ ہنسی اور فوری منائم سے گلے لگی، یہ بلکل اک نرم ملائم سا گلے لگنا تھا جو دونوں کو سکون بخش گیا۔

"اللہ آپکی زبان مبارک کرے۔ ایسا ہوا تو میں دونوں کے گرد حصار باندھوں گی۔ وہ بھی ایک سا۔ ہم سب اپنی یہ خوشیاں مکمل پائیں آپی۔ آمین"

دونوں کے دل نے ایک ساتھ آمین کہا تھا۔

"آمین۔ یمل بہت دکھی تھا عرشیہ۔ میں مزید اسکے پاس رہتی لیکن مجھ سے بیٹھا نہیں جا رہا تھا۔ تم نے اچھا کیا رات بھر اسکے پاس رہی۔ خضر بھائی بھی یہاں نہیں، ورنہ وہ اکیلے ہی سنبھال لیتے اسے۔ اسکے دل میں وہ عورت خلاء سا بھر گئی، میرے بابا کو موت کے دہانے پہنچا گئی۔ اوف۔۔ میں یہ سب کیسے بھولوں گی؟"

منائم کی یہ تکلیف بھری باتیں مہویر نے بھی سنیں، انیس سبکے لیے سینڈوچ اور کوفی لینے گیا تھا۔

"بھول جائیں گی آپی، جب یہ ننھا وجود آپکے ہاتھوں میں آئے گا۔ رہی بات یمل کی، اسے ہم کبھی اکیلا پڑنے نہیں دیں گے۔ میں، آپ اور خضر بھائی اسے سنبھال لیں گے۔"

عرشیہ کی تسلی پر مہویر بھی وہیں چلا آیا تو دونوں متوجہ ہوئیں۔

"بلکل۔ یمل ہر گز اکیلا نہیں ہو گا۔ اسے ان فیکٹ اب سبکا زیادہ پیار ملے گا۔ اگر میری مانو نے اجازت دی تو میں بھی اسے بڑے بھائی والا ہی پیار دوں گا"

مہویر کے پاس آکر بیٹھنے پر منائم نے گردن پھیری اور روہانسی ہوتی مہویر کے سینے لگی رو دی، وہ یہ اس لیے بولا کہ منائم کبھی جیلس نہ ہو۔

عرشیہ نے ان دونوں کو پیار سے دیکھتے سمائل دی۔

"باباوالا پیار بھی دے سکتے ہیں آپ اسے۔اب م۔میں نہیں جیلس ہوں گی مہویر"

وہ ہچکی سی بھر کر بولی تو مہویر نے اسکا سر چوما جبکہ مہویر کی نظریں عرشیہ سے ملیں تو ان میں تشکر تھا،وہ بھی جانتا تھا عرشیہ کتنوں کو سنبھال رہی ہے،خاص کر اسکے علوی کو۔

جبکہ انیس نے سینڈوچ اور کووفی لی اور تبھی وہ واپس مڑا ہی جب اسکا فون رنگ کیا،انیس نے کووفی کے کپس اور سینڈوچ والا پیک ایک ہاتھ میں پکڑے اپنا کوٹ کی جیب سے فون نکالا تو اوپر بابا کالنگ لکھا آرہا تھا۔

وہ کل رات بھر کلب میں نشے سے دھت رہے تھے اور ابھی صبح ہی کلب کے لوگ انھیں علوی مینشن چھوڑ کر گئے تھے تو عامر نے انکو کمرے تک پہنچایا تھا۔

"اس وقت نہیں پلیز"

انیس نے انکی کال کاٹ دی مگر ساتھ ہی ابراہیم نے دوبارہ کال کی۔

"خدا کے لیے میری سانس آسان رہنے دیں۔یہ شخص اب مجھے کیوں گھوٹ رہا ہے؟"

انیس نے دوبارہ کال کاٹی مگر پھر سے نوٹیفکیشن آیا اور اس بار کوئی میسج تھا، انیس نے فوری میسج اوپن کیا تو آگے جو تصویر تھی اسے دیکھ کر انیس کی آنکھیں پتھرا گئیں۔

"یہ سب گولیاں پھونک لوں تو کیا مر سکتا ہوں؟ میں تمہیں مر کر ہی یقین دلاوں گا اب۔بتاو یہ سب بہت ہیں یا اور منگواوں۔یہ سب نیند کی ہیں۔اس درد بھری زندگی سے بہتر ہے میں ابدی نیند لے کر تم سبکی زندگیوں سے دفع ہو جاوں"

وہ بابا کا میسج اور تصویر میں انکے بستر پر بکھری لاتعداد گولیاں دیکھ کر چکرا گیا، بمشکل انیس نے کاونٹر کا سہارا لیا، اسکی آنکھوں کے آگے اندھیرا سا آیا۔

"مجھے دھمکی دینے کی کوشش بھی کی تو میرا مرا منہ دیکھیں گے آپ۔ پھینک دیں یہ سب، آپکے یوں کرنے پر آپ میری فاتحہ سے بھی محروم ہوں گے اور جنازے میں کندھا بھی نہیں دوں گا۔ میں اس حد تک جا چکا ہوں کہ اب مجھے اپنی یا آپکی موت بھی کوئی فرق نہیں دے گی۔ بس کر دیں آپکو خدا کا واسطہ ہے مجھے مزید مجبور مت کریں۔ پھینکنے کی وڈیو بھیجیں"

انیس کا جوابی میسج پڑھے ابراہیم نے وہ سب گولیاں بستر پر ہاتھ پھیر کر اکھٹی کیں اور نیچے پھینک دیں اور اپنے فون کا انٹرنیٹ بھی بند کر دیا، انیس نے انکو بنا جواب دیے آف لائن ہوتا دیکھے اپنی کن پٹی کی رگیں مسلیں اور واپس ہوسپٹل پہنچا۔

"ہم کچھ دیر گھر سے ہو کر آتے ہیں۔ تم دونوں یہیں رکنا تب تک"

انیس کے سپید چہرے پر نظر پڑتے ہی عرشیہ نے اٹھ کھڑے ہوتے اجازت لی اور انکے سر ہلاتے ہی وہ انیس کی طرف بڑھی۔

"مجھے پتا ہے تم تھک گئے۔ گھر ہو کر آتے ہیں"

انیس کا دھیان مسلسل فون کی طرف تھا تبھی وہ غائب دماغی کے سنگ عرشیہ کے ساتھ چل پڑا، پارکنگ تک پہنچتے عرشیہ نے اسکی توجہ غائب محسوس کیے پکارا مگر انیس نے اسکی طرف گاڑی کی کیز بڑھا دیں، عرشیہ نے حیرت سے انیس کو دیکھا کہ وہ زخمی بازو کے ساتھ بھلا کیسے ڈرائیو کرتی لیکن انیس کو تھکا محسوس کیے اس نے فوری کیز لے لیں کیونکہ انیس کا دل اس وقت سینے میں جیسے پھٹا سا جا رہا تھا، اسے کوئی ہوش نہ تھی۔۔

وہ پیسنجر سیٹ پر اسی غائب دماغی سے جا بیٹھا تو عرشیہ نے بھی ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی، سیٹ بیلٹ فکس کیے اس نے اک پریشان نگاہ انیس پر ڈالی۔

"انیس؟سب ٹھیک ہے ناں میری جان؟"

وہ اس لیے پریشان تھی کہ انیس اسکی زخمی بازو بھول گیا اور یہ معمولی بات نہ تھی۔

"ہاں۔ چلو مینشن۔"

وہ ونڈو کی طرف چہرہ پھیر گیا جیسے جلد از جلد مینشن پہنچنا چاہتا ہو، عرشیہ نے اپنی بازو سیدھی کرتے اپنی بازو میں اٹھتے درد کے باوجود سٹرئنگ سنبھالا اور گاڑی سٹارٹ کی لیکن پورا راستہ انیس شدید بے چین رہا، عرشیہ نے شدید بازو کے درد کے باوجود بیس منٹ کی یہ ڈرائیونگ مکمل کیے جیسے ہی گاڑی علوی مینشن کے پورچ میں پارک کی، وہ گاڑی رکتے ہی تیزی کے سنگ باہر نکلا اور گھر کی طرف دوڑنے کے انداز میں گیا تو عرشیہ نے حیرت سے اسے جاتا دیکھے اپنی درد کرتی بازو مسلی۔

"ا۔۔ اسے کیا ہو گیا ہے۔ یا اللہ یہ مجھے ڈرا رہا ہے۔ اوف میری بازو۔ ا۔۔ انیس کو میری بازو بھی بھول گئی۔ وہ ایسا تو نہیں کہ مجھے اس حالت میں ڈرائیونگ کا کہتا۔ شاید وہ واقعی بہت تھکا ہوا ہے۔ اوف میری بازو ہل نہیں رہی۔ انیس کے سامنے کراہنا مت عرشیہ۔ اسے ہرگز شرمندہ مت کرنا۔ پر یہ بہت درد کر رہی ہے۔ پین کلر لے لیتی ہوں جاتے ہی"

وہ بمشکل سیٹ بیلڈ کھولتی کار ڈور کھول کر باہر نکلی پر اسے ایسا لگ رہا تھا بازو کا زخم نم ہو رہا ہے، پٹی یقیناً خون سے بھیگ رہی تھی، بہر حال وہ بھی پیچھے ہی چل پڑی جبکہ انیس نے دوڑنے کے انداز میں بابا کے کمرے کے باہر پہنچتے دروازہ کھولا تو شراب کی تیز بو نے جیسے اسکے ناک کے نتھنوں کو جلا ڈالا، انیس نے فوری ناک پر بازو دھری کیے جمائی اور جب فرش پر بچھے قالین پر جا بجا بکھری نیند کی گولیاں دیکھیں تو انیس کے سینے، دل اور نا جانے جسم کے کس کس حصے میں درد اٹھا تھا اور ابراہیم نشے میں دھت نیند میں غرق تھے، فون انکے ہاتھ میں ہی تھا، انیس نے جھک کر فون اٹھایا تو اسکا وائی

فائے خود بند کیا گیا تھا، یعنئ وہ شخص اپنی تکلیف سے اب انیس کو منانا چاہ رہا تھا، انیس کو بابا سے جس جس چیز کی امید نہ تھی وہ سب کرتے جا رہے تھے، کیا جب بچے ناراض ہوں تو انھیں ایسے اپنی موت کی دھمکی دے کر منانا جائز ہے، انیس کو دیکھ کر یہ نہیں لگ رہا تھا، وہ جس اذیت کے سنگ گھر پہنچا، یا وہ جانتا تھا یا اسکا اللہ، اس نے ڈرتے ڈرتے اپنا کانپتا ہاتھ بابا کی سمت بڑھا کر انکی چلتی سانس کی حرارت محسوس کرنی چاہی، وہ زندہ ہیں یہ جان لیتے ہی وہ اپنا ہاتھ نہ صرف دور کر گیا بلکہ تیزی سے وہ گولیاں اپنے بوٹ سے وہیں اک اک کر کے مسلتا گیا، اس نے سارے دراز گنگال کر ہر قسم کی دوائی جمع کی اور لے جا کر کموڈ میں پھینک دی۔

پھر وہ بھاری قدموں سے باہر نکلا اور اک اذیت بھری نگاہ اس باپ پر ڈالتا وہ کمرے سے نکلا لیکن انیس کا دم گھٹ رہا تھا، اسکے ہاتھ کانپ رہے تھے جنھیں اس نے مٹھیوں میں بھینچا، وہ سیڑھیوں کی طرف بڑھا تو تب تک عرشیہ بھی پہنچ آئی تھی، وہ اسکے پیچھے پیچھے کمرے تک آئی، وہ کچن سے ہو کر

آئی تھی، پین کلر لیا تھا مگر ابھی بھی بازو کے درد نے اس لڑکی کا چہرہ زرد کر رکھا تھا۔

"عرشیہ۔۔"

وہ سیدھا جا کر بستر پر جب گرا تو عرشیہ نے بھی روم کا دروازہ بند کیا، وہ خفیف سا مسکرائی کیونکہ اسے انیس کا تھک کر چور ہونا محسوس ہو رہا تھا اور تبھی وہ گھر بھی آئی تھی لیکن یہ ایسا کیوٹ نہیں تھا۔

"مجھے پتا تھا تم تھک گئے ہو تبھی لائی ہوں سڑو۔ تھوڑی سی نیند لیں پھر چلتے ہیں واپس۔ بابا بھلے خطرے سے باہر ہوں پر جب تک پورے ٹھیک نہیں ہوتے، انکے پاس رہنا چاہتی ہوں"

عرشیہ نے بمشکل کوٹ اتارا، پھر کوٹ ہینگ کیا پھر صوفے پر بیٹھ کر اپنے شوز اتارتی انیس سے مخاطب تو ہوئی مگر تب عرشیہ کے موزے اتارتے ہاتھ تھمے جب اس نے انیس کو دیکھا، وہ اپنا سر

دونوں ہاتھوں میں بری طرح جکڑے کراہ رہا تھا، وہ تقریبا دوڑ کر اس تک پہنچی، اس نے شوز بھی یونہی اتار کر پھینک دیے تھے اور کوٹ بھی فرش پر دے مارا تھا، اور اپنی شرٹ کے دو بٹن بھی کھول دیے تھے۔

"ا۔۔ انیس۔۔۔ کیا ہوا تمہیں۔ انیس میری طرف دیکھو۔ اوہ میرے خدا کیا اسے پینک اٹیک۔۔۔؟"

وہ اسکے ہاتھوں کے کانپنے سے فوری اسکی حالت بھانپ گئی اور یہ آگاہی اسکے لیے بہت تکلیف دہ تھی۔

"انیس۔ ادھر دیکھو۔ میری طرف دیکھو ہاتھ ہٹاو سر سے۔ سنو مجھے۔ انیس۔ ششش۔۔ تم مجھے دیکھ اور سن لو بس۔۔۔ میں تمہارے پاس ہوں۔ میری جان پر سکون ہو جاو"

وہ اسکے ہاتھ پکڑ کر انیس کے چہرے سے دور کرتی اس پر جھکی اور اسکے ہاتھ اپنے اطراف باندھے اور جھک کر اسکا ماتھا چوما۔

انیس کی سانسیں بے ترتیب تھیں جیسے ہر سانس اس کے لیے ایک اذیت ہو، عرشیہ نے اس کا چہرہ دونوں ہاتھوں میں تھاما، اسے زبردستی اپنی طرف متوجہ کیا۔

"انیس، میری طرف دیکھو، بس میری آواز سنو، کچھ نہیں ہوا، تم ٹھیک ہو اور سب ٹھیک ہے"

وہ مسلسل نرم مگر مضبوط لہجے میں بول رہی تھی، اس کے انگوٹھے انیس کے گالوں پر آہستہ آہستہ حرکت کر رہے تھے، جیسے اسے حقیقت میں واپس لا رہی ہو، اسکے ہاتھ کی انگلیاں اسکے بالوں میں پھر رہی تھیں، انیس نے اسکے اطرف ہاتھ لپیٹے تھے پر انکی گرفت بار بار کمزور پڑ رہی تھی، انیس نے بمشکل آنکھیں کھولیں، اسکی نظریں بکھری ہوئی تھیں مگر جیسے ہی وہ عرشیہ پر ٹکیں، ان میں ہلکی سی جان اتری۔

"سانس لو، میرے ساتھ دیکھو مجھے انیس"

انیس کے ہاتھ اسکے اطراف سے چھوٹے تو وہ زرا اوپر ہوئی، عرشیہ نے اس کا ایک ہاتھ پکڑ کر اپنے دل کی جگہ رکھا۔

"یہ سن رہے ہو؟ میری دھڑکن، میرا سانس لینا، تم بھی ایسے ہی سانس لو، آہستہ سے کوشش کرو"

اس نے پہلے خود گہرا سانس لیا اور پھر اسے فالو کرنے کا اشارہ کیا، انیس نے پہلے تو کوشش کی مگر اسکی سانس جیسے اسکے گلے میں اٹک رہی تھی، وہ پھر سے کراہا کیونکہ اسکی ہارٹ بیٹ بہت ہی مدھم ہو چکی تھی۔

"نہیں، ایسے نہیں دیکھو میری طرف۔۔۔ سب ٹھیک ہے خدا کے بندے۔ سکون میں آو۔۔۔ میری طرف دیکھو انیس۔ت۔۔ تم مجھے مار ڈالو گے کیا۔ سانس لو ناں پلیز"

عرشیہ اس کے اور قریب جھکی، اس کا ماتھا اپنے ماتھے سے ٹکا کر وہ بھی رونے پر بمشکل قابو پا سکی۔

"ع۔۔۔ عرشیہ۔"

وہ اسے خود سے دور کرتے مدھم سا بولا تو وہ زرا دور ہوئی، پھر اس پر جھکی ہوئی اسکو اس حالت سے نکالنے کی کوشش میں بکھر سی رہی تھی۔

"جی عرشیہ کی جان۔۔۔ت۔۔ تم نے کیا سٹریس لیا انیس۔۔ جب کہا میں ساتھ ہوں تو اسے بس اک جملہ تو مت سمجھو ناں یار۔ ایسے ک۔ کیوں کر رہے ہو۔ میں کیسے دیکھوں یہ۔ م۔ مجھے مایوس مت کرو۔ یہ احساس مت دو کہ میں تمہارے لیے واقعی کچھ نہیں کر سکتی۔ میری جان ہو تم۔۔ اس کو محسوس کرو"

وہ اسکی رکتی سانسوں پر جھکی اور خود اسکی سانس سنوارنے کی اک ادنی کوشش کرنے لگی پر وہ اس پر واقعی کچھ پر سکون ہوا، اسکے ہاتھ بھی عرشیہ کے اطراف زرا مضبوطی سے حائل ہوئے۔

انیس کی سانسوں کی رفتار ذرا کم ہوئی، ہاتھوں کا کانپنا بھی کچھ کم پڑا جب وہ گہرے سانس لیتی دور ہوئی۔

وہ اب بھی آنکھیں بند کیے تھا مگر اس کی پیشانی پر شکنیں پہلے جیسی شدید نہ رہیں۔

عرشیہ نے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرا، تو وہ لمبے لمبے سانس بھرنے لگا۔

"بس ایسے ہی سانس لو۔ میں ہوں ناں یہاں، کہیں نہیں جا رہی"

عرشیہ کی آواز سرگوشی بن گئی۔

"وہ م۔ مر جانے کی د۔۔ دھمکی کیسے دے سکتے ہیں مجھے عرشیہ۔۔ ا۔۔ اتنی ساری نیند کی گولیاں س۔ سامنے رکھ کر مجھے تصویر بھیج کر کہتے ہیں یہ ک۔۔ کافی ہیں یا اور منگواوں۔۔ ا۔۔ انھیں کیا واقعی میں انسان نہیں لگتا عرشیہ؟ ا۔۔ ایسے کون مناتا ہے اپنی اولاد کو"

وہ سہارا دیے اسے اٹھا کر بٹھاتی خود بھی اسکے قریب سر کی جبکہ یہ سب سن کر عرشیہ کا دل کٹ سا گیا۔

"کیا؟ انہوں نے ایسا کیا؟"

عرشیہ کی آنکھوں میں تیرگی اتر آئی، انیس نے بچوں کی طرح سر اثبات میں ہلایا تو پہلے جسکی آنکھوں سے آنسو گرے وہ عرشیہ تھی۔

"و۔ وہ شاید غلط صحیح کا فرق بھول چکے ہیں۔ بابا ہیں ناں درگزر کر دو۔ تم ایسے حال پر یہ پہلی اور آخری بار آئے ہو سمجھ گئے۔ تم نے میری جان کھینچ لی ہے انیس۔ م۔ میں اتنی بھی مضبوط نہیں ہوں کہ تمہیں اس حال میں دیکھوں۔ سن رہے ہو ناں تم۔"

عرشیہ نے اسکا چہرہ ہاتھوں میں بھر کر دیوانگی سے جابجا ہر نقش چومتے اسے روبرو ہو کر روتے ہوئے دھمکایا مگر وہ تو جیسے کچھ سن ہی نہیں رہا تھا۔

"عرشیہ۔ آ۔۔ آئی ایم سوری۔ معاف کر دو۔ لیکن یہ برداشت نہیں کر پا رہا ہوں۔"

وہ اسکے ہاتھوں کو پکرتا اسکی ہتھیلیوں کو چومتا سیدھا اس کے گلے لگ گیا، اور شدت ایسی تھی جیسے خود کو بکھرنے سے بچانے کی کوشش کر رہا ہو، عرشیہ نے بھی فوراً اسے اپنے بازوؤں میں بھر لیا، اس کے سر کے بالوں کو سہلایا۔

"رولو اگر دل کر رہا ہے تو رولو میں نہیں دیکھ رہی۔ رولو وہ تمہاری سانس رکنے سے کم ہی تکلیف دہ ہے۔ تم مجھے اپنی کون کون سی تکلیف دیکھاو گے انیس۔۔۔ آہ انیس میں تمہارے کس کس درد پر آنسو بہاوں۔ میری جان"

اس نے نرمی سے اسے اپنے آپ میں مزید بساتے درد سے اقرار کیے، آہیں بھریں تو انیس کی گرفت اور زیادہ سخت ہو گئی، اس کی سانسیں اب بھی بھاری تھیں مگر اس بار ان میں وہ گھٹن نہیں تھی، بس درد تھا۔

"میں تھک گیا ہوں عرشیہ..."

یہ اعتراف بمشکل اس شخص کے ہونٹوں سے نکلا۔

عرشیہ کی آنکھیں بھر آئیں مگر اس نے خود کو بکھرنے نہ دیا، اس کے سر پر بوسہ دیا۔

"پتا ہے اسی لیے تو میں ہوں تمہارے پاس، تمہارے بے حد قریب"

وہ مسکرانے کی کوشش کرتی سرگوشی میں بولی۔ کچھ دیر وہ دونوں ایسے ہی ایک دوسرے میں پناہ لیے ہوئے خاموش رہے۔

پھر عرشیہ نے آہستہ سے اسے پیچھے کیا، اس کے چہرے کو دیکھا جو رندا ہوا تھا۔

"عرشیہ۔۔۔ک۔ کیا میں نے تمہیں ڈرائیونگ کا کہا۔ اوہ میرے خدا تمہاری بازو۔۔ تمہارا خون نکل رہا ہے۔ یہ کیسے کر سکتا ہوں میں؟"

وہ جیسے عرشیہ کی شرٹ تک آتے لہو کو دیکھتے ہوش میں لوٹا، عرشیہ کو تو اپنی بازو بھول ہی گئی، انیس کو سنبھالنے میں اسکا زخم بری طرح لہو ہو گیا تھا جو دیکھ کر انیس کے ہاتھ پیر پھولے۔

"انیس۔۔مجھے درد صرف تم دے رہے ہو۔اس طرح کمزور پڑ کر۔اللہ تمہیں ایسے ہر درد سے دور رکھے جو تمہیں خود سے بیگانہ کر دے۔میں تمہیں ایسے کیسے دیکھ سکتی ہوں۔ت۔تم کیا ہو میرے لیے تم کیوں نہیں سمجھتے"

وہ اسکے ہونٹوں پر انگلی رکھتا اسے خاموش کروا کر اٹھا، اسکے ہاتھ میں فسٹ ایڈ باکس تھا جب وہ دوبارہ قریب آ کر بیٹھا، وہ بس انیس کے اب تک پھولے سانس پر سوگوار بیٹھی آنسو بہا رہی تھی، انیس نے باکس سائیڈ ٹیبل پر رکھتے نئی پٹی، سپرٹ اور روئی نکالی تو نظر عرشیہ کی گرے آنکھوں سے جا ملی۔

"مجھے ایسے مت دیکھو۔م۔میں تمہارا صرف نقصان کرتا جارہا ہوں۔ نہیں جانتا اتنی تکلیف کیوں ہو رہی ہے پر اس تکلیف کو یہ سب بڑھا رہا ہے کہ اس تکلیف کی بھینٹ تم چڑھ رہی ہو۔ عرشیہ۔خدا کے لیے مجھے ایسی نظروں سے مت دیکھو، یہ مجھ سے برداشت نہیں ہوں گی"

عرشیہ نے فورا نظریں جھکالیں، وہ اسکے ضبط پر کٹ کر رہ گیا، اس نے آہستہ سے عرشیہ کی شال اسکی گردن سے ہٹائی پھر اسکی شرٹ کی بیک سائیڈ زیپ کھولتے بہت ہی آہستگی سے اسکی زخمی بازو شرٹ کی آستین سے باہر نکالی تو خون پٹی سے باہر بھی پھیل رہا تھا، عرشیہ نے اب بھی نظریں جھکائے رکھیں، جب تک انیس نے اسکی پٹی کھول کر زخم صاف کیے نہ بدلا، وہ اپنے آنسو اپنی آنکھوں میں دبائے رہی، انیس نے اسی احتیاط سے اسکی شرٹ کی بازو پہناتے اسکے زرا ترچھا ہوتے ہی زیپ بند کی اور جھک کر عرشیہ کے کندھے کو چوما ہی جب وہ سیدھی ہو کر بیٹھی انیس کو دیکھنے لگی۔

"تم میری نظروں کا گلہ مت کرو، یہ شکوے یا تکلیف سے بھری ہوئی نہیں بس یہ تمہارے پیار کے اثر سے بھری ہوئی ہیں۔ میں تم سے بہت پیار کرتی ہوں اس لیے میں تمہیں کبھی بھی اداس نہیں دیکھ سکتی۔ تم کبھی اس حال پر نہیں آئے جس پر آج ہو۔ مجھے بس یہ درد کھا رہا ہے۔ میں بات کرتی ہوں ابراہیم انکل سے۔ تماشا لگا رکھا ہے انہوں نے۔ بس کیوں نہیں کر رہے وہ آخر۔۔۔ تمہیں درد دے دے کر نڈھال کر دیا ہے۔ تم اسکے مستحق نہیں تھے"

وہ اسکی کمر کے گرد ہاتھ لپیٹ کر اسے اپنے سینے کے قریب سرکا گیا، وہ بولتے بولتے رک گئی۔

"م۔ میں انکی موت نہیں سہہ سکتا عرشیہ۔ لیکن میں نے کہا مجھے فرق نہیں پڑتا۔ میں ایسا جھوٹا تو نہیں تھا۔ میں کہتا ہوں مجھے ان سے دور جانے پر فرق نہیں پڑے گا تو یہ بھی جھوٹ کہتا ہوں۔ مجھے ایسا انسان نہیں بننا جو ایسی باتیں کرتا ہو لیکن میں انھیں معاف بھی نہیں کرنا چاہتا۔ چودہ سال

عرشیہ۔ میں نے لگتار انکی زیادتیاں سہیں۔ میرا دل بہت زیادہ دکھی ہے۔ اوپر سے انکی یہ حرکتیں۔ انھیں کچھ ہوا تو م۔ میں عدین کو کیا جواب دوں گا۔ عصر کو کیا جواب دوں گا۔ میں ان دونوں سے انکا باپ چھیننے کا سبب نہیں بننا چاہتا عرشیہ۔ میں کچھ بھی نہیں چاہتا۔ میرے اندر اب کچھ خاموش ہو گیا ہے۔ یہ چیز میں نہیں سہہ پا رہا۔ ت۔۔ تمہیں تکلیف ہی دیتا رہتا ہوں لما۔ مجھے معاف کر دو۔۔۔ می۔۔ میں تمہیں جب سے نکاح کر کے لایا، کوئی خوشی مکمل نہیں دے سکا۔ تم بھی اسکی مستحق نہیں تھی۔ تم اسکے لائق نہیں تھی کہ تمہیں میری رکتی سانسیں دیکھنی پڑتیں۔۔۔ ت۔۔ تم مجھ جیسے بکھرے شخص کے ساتھ بندھ کر اور بکھر گئی۔۔۔"

وہ اسکی ہر بات سنے بس اسکے گلے لگی، اور اس بار وہ بلکل نہ روئی بس انیس کو کچھ دیر اپنا آپ محسوس کروایا۔

"مجھے ایسی کوئی خوشی چاہیے بھی نہیں جو تمہیں چھوڑ کر میری طرف چلی آئے۔ میں وہی سکھ قبول کروں گی جو مجھ سے پہلے تمہیں چھوئے گا، تم پر

مہربان ہو گا۔ ہم صرف خوش رہنے کے لیے تو نہیں جیتے انیس غانم علوی۔ ہم ایک دوسرے کو سنبھالنے، پیار کرنے اور چاہنے کو بھی تو جیتے ہیں۔ تم سمجھو ہم منفرد ہیں، ہمیں خوشی سے زیادہ ایک دوسرے کا سنبھلنا عزیز ہے۔"

وہ اسکی خوشبو میں سانس بھرتا اسے پکڑ کر روبرو لایا۔

"میں تمہارے زخم کو بھول گیا۔ تمہیں اس بازو کے ساتھ ڈرائیونگ کرنی پڑی۔ یہ معاف ہو سکے گا؟"

وہ اسکی آنکھوں کی لالی تکتے شدید تاسف سے بولا تو عرشیہ نے اسکے دونوں ہاتھ پکڑ کر اپنے رخساروں سے جوڑے۔

"ہو جائے گا کیوں نہیں ہو گا سڑو۔ مجھے معاف کرنا بہت پسند ہے۔ خاص کر تمہیں انیس غانم۔ مجھے تکلیف ہوئی۔ رونا بھی آیا لیکن پھر۔۔۔"

وہ اسکو اپنے مزید قریب کرتا اسکے ہونٹوں پر جھکا تو عرشیہ نے گہری سانس اسکے ہونٹوں کے سپرد کی۔

"لیکن پھر تمہیں یاد آیا ہو گا کہ تم انیس غانم کے سکھ ہی نہیں، دکھ کی بھی ساتھی ہو۔ بہت پیار کرتا ہوں میں تم سے، تمہاری موجودگی مجھے کسی دھوپ میں زیادہ دیر جلنے ہی نہیں دیتی۔ تم میری چھاوں ہو، تم میرا سایہ ہو۔ سر کا وہ سائباں ہو بہت کم لوگوں کو ملتا ہے عرشیہ انیس غانم۔ میں تمہیں پا کر خوش نصیب ہوا اور نہ مجھ سے بڑا بدنصیب شاید ہی کوئی ہوتا۔ کبھی مجھ سے دور مت جانا۔ کبھی بھی نہیں۔ مجھے ایسا لگ رہا تھا آج نہیں بچوں گا پر تم نے پھر ہاتھ پکڑ کر اس تابناک تاریکی میں جانے سے بچا لیا مجھے۔"

وہ ابھی کچھ اور کہتا مگر عرشیہ نے اسے گلے لگائے ہی پیچھے کو لٹا کر اسکا سر تکیے پر منتقل کیا اور خود بھی اس پر حاوی ہوئی۔

"بس بس۔ اتنی ساری مٹھاس سہہ نہیں پاوں گی۔ مجھے اپنے بارے سب پتا ہے کہ کتنی معتبر ہوں میں۔ تم بھی خود کے بارے جان اور سمجھ لو کہ میں دوبارہ تمہاری بھاری سانس بھی نہیں دیکھنا چاہتی۔ سمجھ گئے تم"

وہ اس کے ماتھے کو بار بار چومتی اختتام تک اسکے چہرے کے قریب ہوئی تو انیس نے اسے کسی مومی گڑیا کی طرح پکڑ کر اپنے پہلو میں بسائے، بازو عرشیہ کے سر تلے رکھتے ہی اسے پوری شدت سے اپنے سینے لگا کر بھینچا کہ وہ خود اس گرم جوشی پر جذباتی ہو گئی۔

"عرشیہ۔۔ تم نے کیوں اتنی محبت کر لی مجھ سے؟"

وہ اسکے سینے لگی ہی مسکائی۔

"کیوں تم کسی خسارے میں آ گئے کیا میری اتنی محبت سے؟"

انیس نے زرا سا اسے چہرہ دور کرنے دیا۔

"ہاں۔ میرا دل، میری جان، میری دوا، میری سانس، میری دھڑکن، میرا سکون، میرا آرام سب تم سے جڑا ہے۔ یہ کم خسارہ ہے؟"

وہ اسکے سوال پر آنکھوں کے نرم گوشوں تک مسکرائی اور انگلی کی پور انیس کے خوبصورت ہونٹوں پر پھیرتی وہ انکی خوشبو، نرمی اور نچھاور کی ہر طرز کی محبت سوچ کر پر حیا مسکرائی۔

"بہت کم ہے۔ ہوش مجھ سے نہیں جڑا ابھی تمہارا۔ ورنہ مجھ سے بیس منٹ اپنی اتنی ہیوی لینڈ کروزر نہ چلواتے ہنہ۔ پتا بھی ہے کیسے موڑ کاٹا تھا میں نے۔ کتنا مشکل ہے اسے چلانا۔ اپنے جیسی شیر گاڑی پالی ہوئی تم نے"

وہ فوراً سے شکووں کی لسٹ لے آئی، انیس خفیف سا ہنسا۔

"میری شیرنی نے چلالی تو سمجھو ٹھیک چوائز ہے میری۔ تمہاری بازو پر پیار آ رہا ہے۔ ان ہاتھوں پر بھی۔ تمہارے چہرے کے ہر نقش پر۔ ان مدہوش کرتی آنکھوں پر بھی۔"

وہ اسکے پیار سے بہکتے انداز بھانپتی خفیف سا گھبرائی۔

"پیار آنا قبول ہے مجھے اب وہ بھی ہر وقت لیکن کبھی یوں سانس مت اٹکانا۔م۔مجھے سچ میں سی پی آر دینے میں کوئی مہارت نہیں۔تمہارا دل دھڑکنا بند ہو گیا تھا یقین کرو"

وہ اسکے ہول اٹھنے پر اسے مزید خود میں بھینچ گیا۔

"تم نے اسی سے دل دھڑکایا میرا۔تم اس میں ماہر ہو گئی پہلی بار ہی۔بہت پیار آرہا ہے۔کنٹرولڈ ہسبنڈ بننے میں مشکل پیش آرہی ہے"

وہ ہنستی ہوئی اسکے سینے میں منہ دبا گئی۔

"تمہاری یہ اٹکیلیاں مزاق ہیں تب بھی جان ہیں اور اگر سنجیدہ ہیں تب بھی میرے سر آنکھوں پر۔تم کم از کم میری دسترس میں کنٹرولڈ مت رہو۔آج کے بعد سے تمہیں خود پر پوری ملکیت دیتی ہوں۔بس ٹھیک رہو تم انیس۔میری جان تم ہنستے مسکراتے ہی سجتے ہو۔تم شرارتیں کرو مجھ

سے۔ مستیاں کرو۔ کم از کم میرے پاس کھل کر جیو، کھل کر سانس لو۔ میں اور کچھ نہیں چاہتی۔ تم میرے پاس آزاد رہو، تم میرے پاس پورے سکون میں رہو۔"

وہ اتنے پیار سے سمیٹ چکی تھی کہ ممکن تھا اب کوئی آندھی بھی انیس غانم کے پیر نہ اکھاڑ پاتی۔

"یعنی میں تمہارے پاس ویسا ہی رہوں گا جیسا شاید میں خود کے ساتھ بھی کبھی نہیں رہا"

عرشیہ کی پلکیں لرزیں، اس کے ہاتھ بے اختیار اس کی شرٹ میں سمٹ گئے کیونکہ وہ اسے اپنے سینے میں بسانے پر لگا تھا۔

"اور پھر برداشت کرنا مجھے"

وہ اسکی سرگوشی پر جھینپا سا مسکرائی۔

"کیونکہ جب میں کھل کر جیتا ہوں تو بہت تنگ کرتا ہوں"

عرشیہ نے ہلکی سی ہنسی میں اس کے سینے پر مکا مارا۔

"دیکھ لوں گی۔ تم بس جینے کی ہمت پکڑو"

وہ بے خوف تھی، انیس کی رکتی سانسوں نے اسے انیس کے لیے بہادر کر دیا تھا۔

"نہیں"

انیس نے فوراً اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ہونٹوں سے لگاتے اسکی ہتھیلی چومی۔

"اب تم دیکھو گی نہیں، بلکہ جیو گی میرے ساتھ"

عرشیہ نے آہستہ سے اس کی شربتی آنکھوں میں دیکھا، وہی آنکھیں جن میں اسے ہر بار اپنی پناہ ملتی تھی۔

"ک۔۔ کیا کرنے والے ہو؟"

وہ اسکے منمنانے پر کھل کر ہنسا، بس محترمہ کی یہیں تک ہمت کام آتی تھی۔

"تمہارا کیا کروں خاتون، دو منٹ کی بہادری دیکھا کر پھر سے تم من من کرنے لگتی ہو۔ سو جاو۔ میں بھی سو رہا ہوں۔ خبر دار دو سے تین گھنٹے تم میری بازووں سے باہر نکلی"

وہ اسے اتنا گھوٹ گیا کہ بچاری عرشیہ کا دم سا گھٹا۔

"ا۔۔ اور مجھے سانس نہ آئی تو؟"

عرشیہ کا منمنانا اس بار لیول کا ہوا۔

"میں دے دوں گا۔"

وہ اسکی آفر پر منہ بسور گئی۔

"اپنی کاربن ڈائی آکسائیڈ اپنے پاس رکھو۔ میں آکسیجن پر ہی خوش ہوں۔ ہنہ۔ بڑے آئے میں دے دوں گا سانس۔ تم اپنی تو سنوار لو پہلے پھر آفر کرنا"

عرشیہ کی لمبی زبان کے جوہر اس وقت انیس کو شدت سے درکار تھے، وہ ہنسا تو عرشیہ کو بھی سانس لینے میں خود بخود سہولت محسوس ہوئی۔

"تھوڑی سی آکسیجن بھی نکلتی ہے سانس خارج کرتے وقت، زیادہ کاربن ڈائی آکسائیڈ ہوتی ہے۔ تمہاری جتنی جان ہے وہ کم آکسیجن کافی ہو گی تمہارے لیے"

وہ بھی جوابی حملہ کر گیا تو عرشیہ نے دانت نکوسے۔

"تم سائنس کے پروفیسر لگ جاتے ناں، ابھی جو میرا سر کھا رہے ہو۔"

وہ بھی جواباً گھوری۔

"پروفیسر لگ جاتا تو تمہیں کڈنیپ کیسے کرتا؟ تم کسی غنڈے کے ہاتھ ہی آتی تبھی میں غنڈا بنا۔"

وہ دانت دیکھاتے جیسے اپنے کارنامے پر فخر کر اٹھا، عرشیہ کی اسے اسطرح سکون میں دیکھ کر جان سکھی ہو رہی تھی۔

"مجھے اس غنڈے سے بہت پیار ہے۔ یہ دنیا کا سب کا ہنڈسم غنڈا تھا۔ اور بہت زیادہ مغرور بھی۔ ماونٹ ایورسٹ جتنی اونچی ناک اور گردن والا غنڈا۔"

وہ اسکی آنکھوں کی نرمی پر خود بھی ہنسنے سے مسکرانے پر آیا۔

انیس نے بھنویں اٹھائیں جیسے اسے اس تعریف پر یقین نہ آیا ہو۔

"تھا...؟"

اس نے جان بوجھ کر لفظ پکڑا، آنکھوں میں شرارت چمکی۔

"اب نہیں رہا؟"

انیس کے سوال پر عرشیہ نے فوراً ہونٹ سکیڑے جیسے اپنی ہی بات میں پھنس گئی ہو پھر اس نے انیس کے سینے پر انگلی سے ہلکا سا لمس دیا۔

"اب تو اور بھی خطرناک ہو گیا ہے..."

وہ دھیمی آواز میں بولی مگر اس کی آنکھوں میں شرارت تھی۔

"پہلے صرف مغرور تھا، اب محبت میں بھی پڑ گیا ہے یعنی ڈبل خطرہ"

انیس اسکی بات پر ہنس پڑا، اس بار کھل کر ہنسا، اسکی وہی ہنسی جس کے لیے عرشیہ سب کچھ ہار سکتی تھی۔

"تو ڈر نہیں لگتا تمہیں اس خطرناک غنڈے سے؟"

وہ اس کے اور قریب ہوا، نظریں اس کے چہرے پر ٹکائے بڑبڑایا۔ عرشیہ نے بغیر ہچکچاہٹ کے سر نفی میں ہلایا۔

"نہیں..."

پھر آہستہ سے اس کے سینے پر پیار دیا۔

"کیونکہ یہ غنڈا صرف دنیا کے لیے خطرناک ہے، میرے لیے نہیں..."

انیس کے ہاتھ خود بخود اس کے گرد مضبوط ہو گئے۔

"غلط..."

اس نے بے خود سرگوشی کی۔

"تمہارے لیے سب سے زیادہ خطرناک ہوں میں"

عرشیہ نے چونک کر اوپر دیکھا...

"کیوں؟"

انیس نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے ہلکی سی مسکراہٹ دی۔

"کیونکہ تمہیں اتنا عادی بنا دوں گا اپنا کہ میرے بغیر سانس لینا بھی مشکل لگے گا"

وہ اترا کر ہنسی۔

"پہلے ہی ہو چکا ہے یہ"

وہ اسکا دھڑکتا دل اب پھر روک گئی۔

"پھر تو واقعی میں تمہارا سب سے بڑا مسئلہ ہوں اور سب سے بڑا سکون بھی"

عرشیہ نے اسکی مخمور سرگوشی پر آنکھیں بند کر لیں۔

"مجھے دونوں قبول ہیں انیس غانم"

وہ آنکھیں کھولتی اقرار کے رنگ بکھیر گئی اور ان دونوں کی منفرد حد تک حسین آنکھوں میں ایک دوسرے میں ڈوب جانے کی شدت ابھر آئی تھی۔

جبکہ ہوسپٹل میں منائم کی کوئی ضد کام نہ آئی کیونکہ مہویر اسے واپس روم میں لایا بھی اور اسے لیٹ جانے کا حکم بھی دیا، وہ بابا کی طرف سے مطمئین تھی تو اس نے مہویر کی بات نہ ٹالتے ہوئے سر خم کر دیا۔

وہ بہت دیر سے اسکے پاس بیٹھا تھا، اسکے گاہے بگاہے ہاتھ چومتا، کبھی اسکے ماتھے پر جھک کر خفاظت کا احساس بخشتا، منائم اسکے ان خاموش محبت بھرے اقدامات پر مخمور ہوئے اترا رہی تھی۔

"ایسے کیا دیکھ رہے ہیں مہویر؟"

آخر جب خاموشی بے چینی کا سبب بنی تو منائم نے پوچھ ہی لیا۔

"دیکھ رہا ہوں اللہ نے جو کہا کہ ہر مشکل کے ساتھ آسانی ہے وہ بلکل حق ہے۔ اسکے باقی ہر ارشاد کی طرح۔ میں اپنی زندگی پر نظر دوڑا رہا ہوں اور مجھے سب سے بڑی آسانی تم اور انیس دیکھائی دے رہے ہو۔ میرے ابتدائی بڑے وقت میں وہ تھا میرے ساتھ، اور میرے انتہائی برے وقت

میں تم رہی۔ اب میرے اچھے وقت میں تم دونوں کو سکھی دیکھنا چاہتا ہوں۔ ہر پل۔ ہر لمحہ۔"

وہ اسکو سننے کے بعد سر ہلاتی مسکرائی۔

"میں نے بھی نوٹ کیا ہے کہ آپ انیس غانم سے بہت پیار کرتے ہیں۔ اللہ آپکو اپنے دوست کی ہر خوشی دیکھنا نصیب کرے۔ میری بہن عرشیہ اسکے ساتھ آباد رہے۔"

منائم کی دعاوں پر مہویر نے اسکا ہاتھ ایک بار پھر ہونٹوں سے جوڑتے چوما۔

"آمین۔ اور تم میرے ساتھ آباد رہو۔ دل ٹھیک ہے ناں میری جان کا اب؟ تمہارے بابا خطرے سے باہر ہیں۔ سب ٹھیک ہو جائے گا اب۔۔۔ تم ہر بری یاد بھول جاو گی اسکا یقین ہے مجھے۔ تم نے بہت کچھ جھیل لیا مانو۔ اب بس خوشیاں اور سکون پاو"

وہ محبت سے بھری ہوئی نظریں مہویر کی آنکھوں پر جماتی دل ہی دل میں آمین کہہ اٹھی۔

"آمین۔ آپ کے ساتھ"

منائم کی مدھم سی سرگوشی پر وہ اٹھ کر زرا مزید قریب ہوا تو منائم کی آنکھوں میں اک فطری سی گھبراہٹ آئی، وہ اسکی نزدیکی پر اب گھبرا جانے والی منائم ملک تھی۔

"اس دعا کا مطلب جانتی ہو؟ اگر میں بے سکون رہا تو تم بھی رہو گی"

وہ ہاتھ بڑھا کر منائم کے کھلے بالوں کو چھوتا، ان میں انگلیاں پھیر کر منائم کے قریب اک سرسراتی سرگوشی چھوڑ گیا جو غیر محسوس انداز میں منائم کے دل کی دھڑکن بڑھا گئی۔

"جانتی ہوں مطلب۔"

وہ بے خوفی سے اپنے کہے کا دوبارہ اقرار کرتی مہویر کی آنکھوں میں دیکھ رہی تھی۔

"جانتی ہو تو کیا لگتا ہے میں سکون میں ہوں؟"

وہ اپنا ہاتھ اسکے چہرے کی جالائن پر لا کر روکتا، انگوٹھے کی پور سے منائم کی گال دباتا، جس طرح سرگوشی میں بولا، منائم کی آنکھیں پہلے خفیف سی گلابی ہوئیں اور پھر اس نے جو مہویر میثاق کو سکون دینے کی دوبارہ پہل کی، مہویر کے ہاتھ خود بخود منائم کی زیریں کمر پر بندھے، خود بخود وہ قریب ہوئے، اک دوسرے میں سمٹنے اور ڈوبنے لگے، جیسے سانسوں کے آفق تک پھیلی ہر بے چینی کا مل جل کر توڑ کر رہے ہوں۔

وہ دور ہوا تو اسکی کھلتی آنکھوں کا مرکز منائم کے گلابی ہونٹ تھے، دہکی گالیں تھیں، قربت کے اثر سے پلکوں کی باڑ تلے دبی آنکھیں تھیں۔

"میں بھی بے سکون تھی۔اب ٹھیک ہے سب۔میں آپ سے دور نہیں رہ سکتی مہویر، کسی بھی طرح نہیں۔م۔میں نے جو محبت کی وہ پہلی اور آخری ہونے کے ساتھ بہت سچی تھی۔کچھ بھی ہو جائے اس میں کمی نہیں آ سکتی۔م۔میں آپ کی حسرت اور طلب اپنی رگوں میں بہتے خون کی طرح محسوس کرتی ہوں،م۔مجھے نہیں لگتا میری آپ سے جڑی یہ دیوانگی اور پاگل پن کبھی بھی مدھم ہو سکے گا۔میں نے آپکا نام اپنے دل پر سوئی دھاگے سے بنایا ہے،اس رومال سے زیادہ رنگ ہیں اس نام میں جو میرے دل پر ہے۔یہ اڑایا نہیں جا سکتا مہویر۔۔۔م۔میں نہیں جانتی میں سلیقے سے کہہ رہی ہوں یا بد سلیقے سے لیکن م۔۔میں آپ سے بہت شدت سے پیار کرتی ہوں۔م۔میں اس پیار پر تھوڑی د۔۔دکھی بھی ہوں کیونکہ میرا پیار دنیا کے عجیب و غریب اور اچانک ترین پیار میں سے ایک ہے۔۔۔پ۔پر یہ ٹھہرنے والا جذبہ ہے۔۔۔مجھے بھی ٹھہرا دیا۔۔م۔میں آپکے پورے دل کی چاہت بننا چاہتی ہوں۔۔"

وہ اسکی آنکھوں میں دیکھتی بولتی چلی گئی اور مہویر کی آنکھیں اسی ترتیب سے رنگ بدلتی گئیں، اس نے کبھی نہیں سوچا تھا وہ یوں چاہا جائے گا۔

"تم میرے پورے دل کی چاہت ہو منائم ملک۔ کیا تمہیں اس پر شک ہے؟"

وہ اسکا چہرہ ہاتھوں میں بھر کر جیسے اسکے یقین کو کھوجنے لگا۔

"شک ہے"

وہ روہانسی ہوئی تو مہویر کے ہونٹ فوری مسکرائے، اس نے آگے جھک کر منائم کو اپنے سینے میں جیسے جذب کر لیا۔

"اس شک سے نکلو ناں۔ میرا پورا دل تم پر مرتا ہے منائم۔ یقین کرو۔ میں خود کو بہت قیمتی محسوس کرتا ہوں۔ میرا دل تمہارا ہے۔ صرف تمہارا"

وہ اسکے گلے لگی گہرے آسودہ سانس لیے آنکھیں موند گئی پھر جب مہویر نے اسے چپ دیکھے اپنے سینے سے الگ کرنا چاہا تو دونوں کی آنکھیں پھر سے ملیں۔

"ہمم۔ میں جلدی یقین کر لوں گی۔ شاید یہ یقین دلا دے مجھے"

منائم نے اپنے پیٹ پر ہاتھ دھرتے مسکرا کر کہا تو مہویر کو ان دونوں پر پیار آیا۔

"یہ تو جیتی جاگتی میری سفارش ہے جو تمہارے اندر پلے گی۔ پھر تو تمہیں پر صورت ماننا ہو گا مسیز مہویر میثاق۔ تم بہت خوبصورت ماں بنو گی۔ اور مزے کی بات میں اسکے ساتھ ساتھ تمہارے لاڈ بھی اٹھاوں گا۔"

وہ اسکے ہاتھوں کو پھر سے چومتا یہ اقرار کیے منائم کا دل نہال کر گیا، بس وہ یہی سننا چاہتی تھی۔

"میں بھی اٹھاوں گی آپکے لاڈ"

منائم کی آنکھوں میں خفیف سی تیرگی اتری تو مہویر نے اسکا چہرہ ہاتھوں میں بھرے باری باری منائم کی دونوں آنکھیں چومیں۔

"تم تو ابھی بھی اٹھا رہی ہو۔ یہ میرا لاڈ ہی تو ہے"

مہویر کا اشارہ اسکے اندر پلٹے مہویر کے عکس کی طرف تھا جبکہ منائم نے جیسے شرما کر نظریں چرائیں، وہ مہویر کو قہقہہ لگانے پر مجبور کر گیا۔

"بے شرم"

وہ منہ دوسری طرف کرتی بڑبڑائی مگر مہویر کو اس پر بس ٹوٹ کر پیار ہی آیا۔

.._____..

"میں تجھے اپنے دل سے لگا کر رکھوں گا یمل۔ تو اپنے نانا کی جان ہے۔ اور اپنی ماں سے کبھی ناراض مت ہونا۔ اسے اسکی نادانیوں اور بیوقوفیوں نے ختم کر ڈالا۔ ہم اسکی مغفرت کی بس دعا ہی کر سکتے ہیں"

یمل کو اپنے سینے لگائے شمس الدین بہت افسردہ تھے، صبح ڈھل چکی تھی، افسوس اور تعزیت کرنے والوں کا تانہ بندھا تھا کیونکہ عاصم ملک کو اک دنیا جانتی تھی، پھر اسکے زخمی ہونے کی خبر بھی جس جس نے سنی وہ دوڑا چلا آیا، خود خاور سلطان ہوسپٹل جا کر اپنے دوست کو دیکھ کر آئے تھے، تب مہویر اور منائم محراب کی طرف جا چکے تھے اور بس سوہا موجود تھی، وہ بھی بس عرشیہ اور انیس کی منتظر تھی تاکہ خود بھی جاتی، اب عاصم ٹھیک تھا تو اسے رکنے کی ضرورت محسوس نہ ہوئی تھی۔

"م۔۔ میں ان سے خفا نہیں ہوں اب نانا، بس وہ مجھے ابھی ملی تھیں، اور کھو گئیں۔ تکلیف یہ کہ میں انکو اب کبھی نہیں دیکھ پاوں گا۔ اللہ میرے بابا کو زندگی دے، میں نہیں جانتا انکے آپسی کیا مسائل رہے لیکن مجھے مما سے

زیادہ بابا سے دل جڑا محسوس ہوا، شاید اس لیے کہ مما بدلنے کی کوشش نہیں کر سکیں اور بابا بدل گئے۔ انکے آنسوؤں میں سچائی تھی لیکن مما کی ڈانٹ میں بھی ضد تھی۔ جو زندگی میں نے جی نانا وہ مجھے اتنا شعور دے گئی ہے کہ کون کتنے درد میں مبتلا ہے۔ میں مما سے ہمیشہ پیار کروں گا۔ یاد کروں گا۔ کبھی نہیں بھلاؤں گا انھیں"

اس وقت عصر، فجر، عدین، رضی سومرو اور شماس صاحبہ سب ہی انکے پاس بیٹھے تھے، وہ سب ہی یمل کے الفاظ پر افسردہ ہو رہے تھے، شمس الدین نے یمل کا سر روتے چوما۔

"اللہ تمہیں صبر دے میرے لال"

انہوں نے یمل کو دلبرداشتہ ہوتے اپنے سینے میں بھینچا تھا۔

"اللہ آپکو بھی صبر دے نانا۔ میں اپنے بابا کے پاس جانا چاہتا ہوں۔ ان تعزیت کے لیے آتے لوگوں سے ڈر لگ رہا ہے مجھے۔ عصر بھائی مجھے ہوسپٹل لے جائیں پلیز۔م۔ میں بابا کو دیکھنا چاہتا ہوں"

یمل کے تڑپ کر کہنے کی دیر تھی کہ عصر نے فوری سر ہلایا، ویسے بھی سب کے جانے کا وقت تھا، لیکن رضی سومرو نے یہیں رک کر شمس الدین کے ساتھ تعزیت کے لوگوں سے ملنے ملانے کا فیصلہ کیا، انکی شمس الدین سے دوستی سی ہو گئی تھی جس پر شماس صاحبہ تھکن کی وجہ سے سوہا کی طرف جانا چاہتی تھیں پر عدین نے انکو وہاں کے بجائے مینشن چلنے پر راضی کیا کیونکہ سوہا گھر نہیں تھی تو عدین کو انکا وہاں جانا منظور نہ تھا، عصر نے پہلے شماس صاحبہ اور فجر کو علوی مینشن ڈراپ کیا پھر وہ یمل اور عدین کو ہوسپٹل لے گیا، تب تک عرشیہ اور انیس بھی واپس آ گئے تھے اور مہویر بھی منائم اور محراب کو گھر چھوڑ کر ہوسپٹل آ گیا تھا۔

یمل کو خود مہویر ہی عاصم کے روم کے باہر تک لے کر گیا تھا تو عدین بھی ساتھ چلا گیا۔

"اب میں بھی جاتی ہوں۔ تم سب اپنا خیال رکھنا میرے بچو۔"

شام ہو چکی تھی اور سوہا کی سیوانی میں کچھ میٹنگز بھی تھیں۔

"انکے ہوش میں آنے کا انتظار نہیں کریں گی مما؟"

عرشیہ کے استفسار پر سوہا نے نظریں سی چرائیں۔

"مجھے کیا اسکے ہوش میں آنے سے۔ جاتی ہوں"

سوہا جانے کو روانہ ہوئی تو عرشیہ بھی انیس اور عصر کو آنے کا اشارہ کرتی مما کے پیچھے ہی نکلی۔

"میں بھی سٹوڈیو جاتا ہوں۔ وہاں کا کام کچھ پینڈنگ تھا۔ تم کیوں اتنے مرجھائے ہو۔ نیند نہیں لی تم نے؟"

عصر کی توجہ انیس کی ڈوبی ڈوبی آنکھوں پر تھی، انیس نے مسکرا کر سر ہلایا۔

"لی ہے نیند۔ میں سوچ رہا ہوں تم کل صنم زمان کو لے آو مینشن، یہ معاملہ بھی ختم کرتے ہیں عصر۔ سب کچھ بابا کو بتاو۔ عدین بھی ہر چیز جان لے گا۔ پھر صنم جانیں اور ابراہیم علوی۔ وہ خود نمٹ لیں گی بابا سے اور انکے پاگل پن سے۔ تم ہر چیز اک طرف کر کے یہ معاملہ کل نمٹا دو، اسے میری ریکوسٹ سمجھو بھائی"

انیس کے اس طرز کے اصرار پر عصر نے انیس کی طرف دیکھا پھر اسکو شانوں سے تھامے اپنے سامنے پلٹایا۔

"ریکوسٹ کیوں سمجھوں؟ کس پاگل پن کی بات کر رہے ہو انیس۔ کیا کچھ ہے جو میں نہیں جانتا؟"

انیس اسکی استفہامیہ نگاہوں سے بچ نہیں سکتا تھا۔

"وہ مجھے منانے کی بدی اور لایعنی کوشش کر رہے ہیں۔ اپنے آپ کو مارنے کی دھمکی دی۔ لیکن عصر میں معاف نہیں کرنا چاہتا۔ تم میری مجبوری سمجھو پلیز۔ تم اپنی مما کو مناو کہ وہ میرے نام سے جڑی شرط ہٹا دیں۔ آئی تھنک انہوں نے بابا کو یہ کہا ہے کہ جب تک میں نہیں مانتا وہ انھیں قبول نہیں کریں گی۔ دیکھو تم انھیں کل مناو اور مینشن لاو، اور مجھے اس سب سے نکلنے کا راستہ دو"

عصر کی آنکھوں میں جیسے نمی سی ابھر لائی۔

"نکلنے کا راستہ؟ تم کیا کہہ رہے ہو انیس۔ تم ہم سب کے بیچ سے نکلنا چاہتے ہو۔؟"

عصر کی آواز رندسی گئی۔

"ہاں عصر کیونکہ یہ میرا دم گھوٹ رہا ہے۔ کچھ عرصے کے لیے ہی سہی لیکن مجھے دور ہونا ہو گا۔ تم بڑے بھائی ہو تو اب تمہیں وہ بڑے ہونے کا مرتبہ

سنبھالنا ہے۔ میں اس بڑے پن سے تھوڑی سی بریک چاہتا ہوں۔ تم میرے لیے یہ کرو گے ناں بھائی؟ تم مجھے ہمیشہ آسانیاں دیتے آئے ہو۔ میں خود غرض نہیں ہوں کہ اب بھی اپنی آسانی ہی مانگوں پر اب تم سکھی ہو۔ مجھے تھوڑا سا ریلیف دے دو۔ صنم زمان کو سمجھاو کہ انکی یہ شرط انیس غانم کی جان پر بن رہی ہے۔ تم سمجھاو گے ناں انھیں؟"

عصر نے کوئی جواب تو نہ دیا بس فورا سے اسے اپنے سینے بھینچ لیا، انیس کا درد عصر سے کسی صورت برداشت نہیں ہو سکتا تھا۔

"میں تمہارے لیے جان بھی دے سکتا ہوں انیس، یہ تو بہت معمولی چیز مانگی تم نے۔ اب ماں ہی ٹھیک کرے گی انکو چڑھے ان دوروں کو۔ تم خدا کے لیے میرے سامنے درخواست مت کرنا دوبارہ۔ تم حکم کیا کرو اور میں سر جھکایا کروں۔ میں کل لے آوں گا انھیں۔ کل سب ختم ہو جائے گا اور میں تمہارے سکون کے لیے کچھ بھی کر سکتا ہوں۔ تم میری جان ہو انیس غانم۔ تم میرے جگر کا ٹکڑا ہو۔"

وہ انیس کو روبرو لایا تو انیس کی بھوری آنکھوں میں تشکر بھرا تھا، اذیت کی کاٹ ہو گئی تھی۔

"تھینکیو سو مچ بھائی۔۔"

انیس کی آنکھوں کی نمی دیکھے عصر نے اسے دوبارہ جب سینے بھینچا تبھی مہویر، عدین اور یمل بھی انکی طرف آئے، یمل اور عدین تو اداس سے کرسی پر بیٹھے البتہ ان بھائیوں کے بیچ کی جذباتی فضا مہویر ضرور بھانپ گیا۔

"سب ٹھیک ہے ناں؟"

مہویر نے عصر اور انیس دونوں کی آنکھوں میں نمی دیکھتے پوچھا۔

"اسکا دھیان رکھنا مہویر میں سٹوڈیو کا کام دیکھ لوں گا۔ اسے سمجھاو کہ یہ گھٹنا چھوڑ کر سانس لے کیونکہ اسکے سر پر باپ جیسا بھائی ہے اب۔۔"

عصر نے مہویر کے سپرد اسے کیا اور یمل کی گال اور عدین کے بال نرمی سے سہلاتا وہ وہاں سے گیا تو انیس نے بیقرار نظروں سے جاتے عصر کو دیکھا، جبکہ یمل اور عدین کچھ دور بیٹھے بات کر رہے تھے، یمل بابا کو دیکھ کر آیا ہے یہی عدین کو بتا رہا تھا تبھی انیس اور مہویر کا زرا دیر دھیان بھٹکا لیکن پھر سے اک دوسرے پر آن ٹکا۔

"علوی۔ کیوں اداس ہے۔ سر پر بھائی ہے تو پیچھے یہ یار بھی تو کھڑا ہے۔ سچ بتاوں بھلے تو ماشاء اللہ بہت وجیہہ اور ہینڈسم ہے پر تو اداس ہو کر نرا کو جا لگتا ہے۔ ایسے لگتا ہے سہمی بکری۔۔۔ہاہا۔۔۔اس بکری سے یاد آیا اپنے علیم خان دا پتا کرو کیتھے غائب ہو گیا"

انیس کی کھوئی مسکراہٹ فوری ہونٹوں پر آئی کیونکہ واقعی علیم خان کی طرف سے تو طوفان سے پہلے والی خاموشی موصول ہو رہی تھی۔

"چھوٹی دنیا اداس ہے ورنہ یہ منالیتی علیم کی خاتون کو۔"

انیس نے یمل اور عدین کی طرف دیکھ کر کہا، پھر مہویر نے بھی نظروں کا رخ پھیرا، تبھی یمل اور عدین بیک وقت انیس اور مہویر کو دیکھنے لگے۔

"علیم خان کی کوئی خاتون بھی ہے؟"

عدین نے فوری سوال کیا، یمل بھی بے قرار ہوا۔

"ہاں تمہارے علیم خان کو ایک خاتون پسند آئی ہیں پر وہ سخت دل اور کھڑوس ٹائپ ہیں۔ اگر یہ سب نہ ہوا ہوتا تو اب تک تم دونوں کی سفارش ڈلوا کر منا چکے ہوتے ان محترمہ کو۔ لیکن چلو کچھ دن بعد سہی"

انیس نے عدین کے ساتھ بیٹھتے بتایا تو مہویر نے بھی یمل کے ساتھ جگہ سنبھالی، البتہ علیم خان کی چھوٹی مرجھائی دنیا اسے بہت مس کر رہی تھی، علیم کو تو پتا بھی نہیں تھا کہ کیا قیامت گزر چکی ہے، جبکہ عرشیہ اور سوہا ابھی تک ہوسپٹل کے گارڈن میں ٹہل رہی تھیں، وہ مما سے پوچھ رہی تھی

کہ انہوں نے کس بات کے لیے اسے سیوانی بلایا تھا اس حادثے سے پہلے مگر سوہا ٹال رہی تھی۔

"مما۔ مجھ سے کیوں چھپا رہی ہیں۔ آپ نے کہا تھا بابا کے متعلق بات ہے۔ میری طرف دیکھیں۔ پلیز مجھے بتائیں ورنہ پریشانی سے آدھی ہوتی رہوں گی"

اس بار عرشیہ نے مما کا چہرہ ہاتھوں میں بھرا، لیکن سوہا اسکے ہاتھ پکڑ کر ہٹا گئی۔

"اب وہ بات اہم نہیں رہی میری گڑیا۔ تم بھی بھول جاو۔ امی بابا کل جا رہے ہیں۔ انھیں سی آف تم اور انیس کر دینا۔ میں فلائیٹ کی ڈیٹیل بھیج دوں گی۔"

وہ مما کے بات ٹالنے پر ہرگز خوش نہ تھی، الٹا پریشان تھی۔

"مما۔ میں بے چین رہوں گی۔ انہوں نے کیا بات کرنی ہو گی اب مجھے کچھ کچھ اندازہ ہو رہا ہے۔ شاید وہ اس فاطمہ کے بارے تھی۔ لیکن آپکی بات کا اندازہ نہیں ہو رہا۔ پلیز مما مجھے بتا دیں"

سوہانے اک دکھی نگاہ عرشیہ پر ڈالی اور واپس پلٹ کر عرشیہ کے سامنے آ رکی۔

"عاصم۔۔ اس کی یاد آ رہی تھی۔ تم سے اسکی باتیں کرنا چاہتی تھی، بس اتنا ہی۔ محبت والی باتیں نہیں تھیں، بس یونہی۔ کچھ اعترافات کرنے تھے۔ پر اب انکا کوئی فائدہ نہیں۔ میں امی بابا کے پاس بہت جلد آذربائیجان جانے کا فیصلہ لے چکی ہوں عرشی۔ سیوانی ویسے بھی آن لائن ہو چکا ہے تو اسے قوبا بیٹھ کر بھی ہینڈل کر سکتی ہوں۔ یہاں ہے میرا اسٹاف۔ بس رئیس کی سزا ہو جائے۔ یا وہ دفع ہو جائے اپنے ماں باپ کے پاس۔ اب مجھے صرف اپنا وہ فرض نبھانا ہے جس پر بلکل توجہ نہ دے سکی۔ امید ہے تم میرے فیصلے سے مطمئین ہو گی"

عرشیہ کے لیے یہ بلکل غیر متوقع تھا، تبھی تو وہ سن کیفیت میں سوہا کے چہرے کو دیکھ رہی تھی۔

"ضرور جائیں آپ قوبا لیکن بابا سے جڑے جو اعترافات ہیں وہ کرنے کے بعد۔ میں اس سے پہلے آپکو جانے نہیں دوں گی مما۔ اور اس بار اگر آپ نے میری بات رد کی تو کبھی نہ ماننے والا روٹھوں گی۔ میں وہ ساری باتیں اور اعترافات سننا چاہتی ہوں۔ آپ سوچ سمجھ لیں کہ کب مجھے وہ سب بتائیں گی۔ خیال رکھیے گا اپنا"

وہ اپنا فیصلہ سنا کر وہاں سے گئی تو سوہا کا اسے روکنے کے لیے ہوا میں اٹھا ہاتھ، معلق ہی رہ گیا، سوہا نے گہری سانس کھینچتے اپنا ہاتھ مٹھی میں بھینچا اور چلی گئی، عرشیہ واپس آئی تو ان چاروں کو گپ شپ کرتا دیکھتی وہ سیدھی بابا کو دیکھنے بڑھی تو ڈاکٹر اسی وقت عاصم ملک کے کمرے سے نکلے تھے۔

"م۔ میں مل سکتی ہوں کیا بابا سے۔ انھیں قریب سے دیکھنا چاہتی ہوں۔ کیا اجازت ہے؟"

عرشیہ نے پوچھا ہی اتنے رنج والم سے کہ ڈاکٹر نے اثبات میں سر ہلایا اور وہاں سے گئے تو نرس نے کچھ دیر عرشیہ کو اندر آبزرویشن روم میں جانے کی اجازت دی، وہ اندر آئی تو بابا کو آکسیجن ماسک کی زد میں دیکھتی انکے قریب ہی بستر پر بیٹھی، اس نے کانپتے ہاتھوں سے بابا کا مضبوط ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر زرا سا جھکتے چوما تو اک آنسو عرشیہ کی آنکھوں سے بہہ کر عاصم کے ہاتھ پر جا جذب ہوا۔

"بیٹیوں کو ا۔ ایسے نہیں آزماتے۔ اب جاگ جائیں۔ آپکے بچے آپ سے بہت پیار کرتے ہیں۔ کوئی آپکو نہیں کھونا چاہتا۔ آپ کیوں ہمت ہار رہے ہیں۔ آپ نے بہت غلطیاں اور کوتاہیاں کیں لیکن آپ نے کم از کم انکا ازالہ کرنے کی کوشش تو کی ہے۔ اور یہ بہت ہے بابا۔ میرے لیے تو بہت

ہے۔ میں آپکو نہیں کھو سکتی۔ مجھے، یمل کو، منائم آپی کو، خضر بھائی کو آپکی ضرورت ہے بابا۔ آپ ایسے نہیں کریں پلیز"

وہ انکے پاس بیٹھی شدید غمزدہ ہو کر جب روئی تو عاصم کے جیسے لب ہلے، پلکیں سی لرزیں اور جب عرشیہ نے زرا انکے منہ کی طرف جھک کر انکی آواز کو سننا چاہا تو جو لفظ وہ سن پائی وہ عرشیہ کی آنکھوں میں سرخائی گھول گیا۔

"س۔۔ سوہا"

وہ شخص جو پکارا، جسے پکارا وہ اک دھچکے سے کم نہ تھا، عرشیہ نے وہیں بابا کے سینے پر آہستگی سے سر ٹکایا، چند آنسو عرشیہ کی آنکھوں سے بہہ نکلے۔

"آپ کی مجھے سمجھ نہیں آ رہی نہ مما کی۔ اتنے مشکل انسان کیوں ہیں آپ دونوں۔ میں کیا کروں آپکی اس پکار کا بابا؟ آپ نے جو کچھ کھو دیا وہ کہاں سے لا کر دوں؟ میرے ہاتھ خالی ہیں۔ مجھے معاف کر دیں"

وہ گھٹی سی سرگوشی میں بولی تھی، اسکا کرب بیان سے باہر تھا، ہلکا سا دروازہ کھلنے پر عرشیہ نے اپنے آنسو صاف کیے، وہ بابا کے سینے سے واپس اٹھی اور آنکھیں مسلتی دروازے کی طرف آنکھیں گما گئی جہاں انیس کھڑا تھا، وہ عرشیہ کے لیے افسردہ تھا۔

"یہ مما کو پکار رہے ہیں انیس، اسکا کیا مطلب ہے؟"

وہ اٹھ کر انیس تک گئی، انیس نے اسکے سوال پر اک نگاہ عاصم المیر ملک پر ڈالی پھر دونوں ہتھیلیوں میں عرشیہ کا بھیگا رندا چہرہ بھرا۔

"اسکا مطلب یہ ہے کہ سچی محبت اگر کسی رنگ باز شخص کو بھی ہو جائے تو وہ اسکے لیے ہر چیز قربان کر جاتا ہے، حتی کہ اپنی جان بھی"

عرشیہ کی آنکھیں بھیگنے سی لگیں، اسے انیس کا چہرہ دھندلا محسوس ہوا۔

"ا۔۔اب کیا ہو گا انیس؟"

وہ آگے کے بارے کچھ بھی نہیں جانتی تھی، انیس بھی نہیں جانتا تھا لیکن اسے عرشیہ کی تسلی کے لیے اسے کوئی تو جواب دینا ہی تھا۔

"اب کیا ہو گا یہ تمہارے بابا کے مکمل ہوش میں آنے کے بعد ہی پتا چلے گا۔ دیکھتے ہیں انکے مقدر میں اب کن گلیوں کی خاک چھاننی لکھی ہے۔ انتظار کرتے ہیں۔ مشکل ترین دن ہیں پر اچھے لمحے جلد آئیں گے۔"

وہ اسے اچھے وقت کی امید دلاتا اپنے سینے لگا گیا لیکن دونوں کی اداس آنکھوں کا مرکز عاصم ملک ہی تھا۔

وہیں مہویر تب حیران ہوا جب یمل اور عدین نے اسے سفارش کے متعلق ہامی بھرنے کا بتایا۔

"تم دونوں اس دکھ سے نکل لو ہم اس بارے بعد میں سوچیں گے۔ تب تک علیم خان بھی شاید اپنی جگہ اس خاتون کے دل میں بنانے میں تھوڑا کامیاب ہو جائے۔ میں نے اسے کال کی ہے۔ وہ جیسے ہی فری ہو گا، تم دونوں سے

ملے گا آکر۔ بس جو دنیا سے چلا جائے اسکی اچھی باتیں یاد رکھنی چاہیں، بھلے ہم نے اس شخص سے کتنی بھی تکلیف کیوں نہ اٹھائی ہو۔ عدین کو دیکھو، اس نے اپنی مما کا اک لمس تک نہیں پایا۔ تم دونوں کے لیے میرے پاس بہت پیار اور دعائیں ہیں۔ ہم مل کر اس تکلیف پر قابو پائیں گے۔ ان شاء اللہ"

مہویر کی ڈھارس، اسکا امید دلانا ان دونوں بچوں کو اک ہمت سونپ گیا تھا، اور اللہ ویسے بھی بہت مہربان ہے، وہ جب کوئی غم دیتا ہے تو اسکا مرہم پہلے ہی اس انسان کے دل میں کہیں چھپا دیتا ہے۔ علیم خان نے کال بھی کی، چھوٹی دنیا سے بات کی اور حوصلہ بھی دیا جبکہ کال بند کرنے کے بعد وہ اپنے منسب پر واپس لگا، اسکا دا سے دن بھر کئی بار آمنا سامنا ہوا لیکن اسکے بعد شام تک کوئی بات نہ ہو سکی، اور پھر خضر ملک بھی واپس پہنچا لیکن محراب سے اسے جو سننے کو ملا وہ خضر کے دل کو دکھا گیا، وہ مما پر برہم ہوا کہ اسے اس بارے کیوں لاعلم رکھا، منائم کس اذیت سے گزری، ڈیڈ کس تکلیف میں مبتلا ہیں اور یمل پر کیا قیامت گزری، یہ سب خضر کو جیسے جھنجھوڑ

کر رکھ گیا، اس نے فوری ہوسپٹل روانگی پکڑی لیکن ڈائیونگ کے بیچ ہی اسکا فون بجا، وہ یہی سمجھا تھا کہ شاید بیلا کی کال ہو لیکن کال سارہ کی تھی۔

"ہاں سارہ۔۔۔بولو"

خضر نے فوری کال پک کی، اس وقت رات ہو چکی تھی، سارہ کی ہانپتی سانسیں خضر کو تھوڑا فکر مند کر گئیں۔

"تمہارا کل کانسرٹ ہے۔اور پرسوں میری مہندی۔اگر تم واپس آ گئے ہو تو کیا ہم مل سکتے ہیں۔"

سارہ کی آواز تھوڑی گھبرائی تھی۔

"کیا کانسرٹ کے حوالے سے بات کرنی ہے سارہ؟"

خضر نے فوری استفسار کیا۔

"نہیں۔کچھ اور بات کرنی ہے۔تم آسکتے ہو؟"

سارہ کا لہجہ مشکوک سا تھا۔

"ہمم۔ میں ہوسپٹل سے ہو کر تمہاری طرف آتا ہوں۔ طاہر بھی ہو گا ساتھ۔ اور باقی دو باشندے بھی؟"

خضر کے استفسار پر سارہ نے نفی میں سر ہلایا۔

"نہیں صرف ہم دونوں"

سارہ کے جواب پر خضر تھوڑا بے چین ہوا کہ آخر سارہ نے اس سے ایسی کیا بات کرنی ہے۔

"ٹھیک ہے میں ایک دو گھنٹے تک پہنچتا ہوں"

خضر نے ہامی بھری اور کال کاٹ دی، بہر حال وہ اس بارے زیادہ نہ سوچتے سیدھا ہوسپٹل ہی پہنچا، عرشیہ ملک ہولڈنگز گئی تھی تو انیس بھی اسکے ساتھ گیا تھا جبکہ اس وقت ہوسپٹل میں مہویر عدین اور یمل ہی موجود تھے، خضر

کو آتا دیکھ کر وہ تینوں ہی بیک وقت اس طرف دیکھنے لگے، یمل کی آنکھوں میں جگتی تڑپ خضر نے دور سے ہی دیکھ لی تھی تبھی وہ یمل کے اٹھتے ہی قریب آیا اور اسے اپنے گلے لگایا، خضر نے اسے جس انداز میں شفقت بہم پہنچاتے اپنے سینے بھینچا، اس وقت اس بچے کو ایسے ہی گلے لگنے کی ضرورت تھی، خضر بھی ان سب سے بہت متاثر ہوا تھا، اس کے لیے یہ کسی جھٹکے سے کم نہ تھا۔

"تمہاری مما کے لیے بہت دکھ ہے یمل۔ اللہ اسکی مغفرت فرمائے۔ اللہ تمہیں صبر دے بچے۔ اکیلے نہیں ہو تم۔ ہم میں سے جس جس کی ماں زندہ ہے، اسے اپنی ہی مما سمجھنا۔ جیسے اللہ کی مرضی"

خضر نے اسے گلے لگانے کے بعد روبرو لائے اسکا چہرہ ہاتھوں میں بھرا تو یمل کی آنکھوں میں آنسوؤں کا پورا جہاں آباد تھا۔

"ب۔ بھائی۔ میں آپکو مس کر رہا تھا"

یمل کی آواز بولتے ہوئے کپکپائی تو خضر نے ایک بار پھر اسے اپنے گلے لگایا، عدین اور مہویر بھی اس پر جیسے جذباتی سے ہوئے۔

"میں نے بھی کیا۔ مجھے کسی نے بتایا ہی نہیں تھا۔ یہ تو میرا دل بے چین ہوا تو چلا آیا۔ بابا کیسے ہیں اب؟"

خضر نے یمل سے توجہ ہٹا کر مہویر پر جمائی جس نے مطمئین انداز میں سر ہلایا۔

"اب بہتر ہیں عاصم انکل۔ تم دونوں روم میں جا کر مل سکتے ہو۔ ڈاکٹر نے پرمیشن دے دی ہے"

مہویر کے بتانے پر خضر اور یمل ایک ساتھ ہی کمرے کی طرف بڑھے، مہویر نے عدین کی طرف دیکھا تو وہ مہویر کو ہی دیکھ رہا تھا۔

"مہویر بھائی۔ کیا کچھ کہہ سکتا ہوں؟"

عدین کی تمہید پر مہویر فوری بے چین ہو تا زر اعدین کی جانب رخ کیے بیٹھا۔

"ہاں۔ تمہیں اجازت کی کوئی ضرورت نہیں۔ بتاو کیا کہنا ہے؟"

مہویر نے اسکی اداسی بھانپتے فوراً اجازت دی، لہجہ ہر ممکنہ اپنائیت سے بھرپور رکھا۔

" بھیو کو بابا نے بہت ہرٹ کیا ہے۔ میں نے بابا کو وارننگ دی تھی کہ اگر انہوں نے دوبارہ میرے بھیو کو پریشان کیا تو میں انھیں چھوڑ دوں گا۔ کل انہوں نے بھیو کو پھر تکلیف دی۔ آپ بتائیں اب میں کیا کروں۔ میرا دل چاہ رہا ہے میں بھیو کو لے کر کہیں دور چلا جاوں جہاں بابا چاہ کر بھی ہمیں ڈھونڈ نہ سکیں۔ آپ بھیو کے بیسٹ فرینڈ ہیں ناں۔ مجھے بتائیں بھیو کیا سوچ رہے ہیں؟ مجھے میرے بھیو ٹھیک نہیں لگ رہے۔ وہ بات کر رہے تھے آپ سے دنکو۔۔"

عدین کی بات سنے مہویر نے دھیرے سے عدین کے سر کے بالوں میں ہاتھ پھیرا اور اک تھکی سی سمائل دی۔

"اسکے پاس تم جیسا بھائی ہے، بھلا کوئی تکلیف اسے کیوں دیر تک اداس رکھے گی۔ تم یہ سب فکریں چھوڑ دو۔ سب ٹھیک ہونے والا ہے۔ آج یا کل میں تمہیں بھی شاید کچھ ایسا معلوم ہو سکتا ہے جو بہت عجیب اور ہرٹنگ ہو لیکن جیسی انیس نے تمہاری پرورش کی، تمہارے دل اور دماغ کو مضبوط بنایا، مجھے امید ہے تم بدلتے حالات کو قبول کرنے کی اہلیت رکھتے ہو عدین۔ میں بس اتنا کہوں گا کہ انیس تم سے بے حد پیار کرتا ہے۔ اگر حالات و واقعات کے سبب اس نے کوئی بھی سخت فیصلہ کیا تو تم پورے دل سے اسکا ساتھ دینا۔ تم اور عرشیہ اسکی بیک بونز ہو۔"

مہویر کا لفظ لفظ خطرے کا سائرن تھا لیکن اتنا کچھ سہنے کے بعد اب عدین میں بہت ہمت آچکی تھی، وہ خود بھی بھیو کی تکالیف جھیل جھیل کر تھک چکا تھا

تبھی اس نے مہویر کی طرف جب امید افزاء نگاہوں سے دیکھا تو مہویر کو عدین کے سمجھے پر دلی مسرت ہوئی۔

"مہویر بھائی۔ آپ میرے بھیو کو کبھی اکیلا مت ہونے دیجئے گا۔ میں ابھی چھوٹا ہوں، انکے لیے بابا سے ٹوٹا پھوٹا لڑ سکتا ہوں، احتجاج کر سکتا ہوں لیکن میں بھیو کو تکلیف پہنچاتے بابا سے مقابلہ کرنے کی اہلیت نہیں رکھتا۔ آپ انکے دوست ہیں، عرشیہ انکی وائف ہیں۔ میں سمجھتا ہوں دوست سب سے قریبی ہوتے ہیں۔ آپ بھی ہوں گے ناں۔۔ وہ جو تکلیف مجھ سے اور عرشیہ سے بھی نہیں بانٹ پا رہے، آپ سن لیں اور انکو کبھی مرجھانے مت دیں۔ دوستوں کی دلائی امید میں بہت طاقت ہوتی ہے"

وہ اپنے دل کی کیفیت بیاں کرتا جیسے جذبات میں بہہ سا گیا تھا لیکن مہویر اس چودہ سالا عدین کے خیالات جان کر جیسے پتھرایا ہوا تھا، وہ انیس غانم علوی کے کس کس سکھ پر مسکراتا، اک بڑا بھائی، اب یہ چھوٹا جہاں، پھر

چاہت و محبت کی انتہائیں نچھاور کرتی اسکی بیوی عرشیہ۔ مہویر میثاق کو ایسا لگا جیسے اسکی انیس کے لیے مانگی ہر دعا اب قبول ہو رہی ہے۔

"میں تمہارے بھیو کو کبھی اکیلا نہیں چھوڑوں گا۔ اسکے ساتھ رہوں گا۔ اسکا دل بھاری رہنے نہیں دوں گا۔ تم اتنے سمجھدار، اتنے پیارے ہو گے مجھے اندازہ نہیں تھا۔ میں سمجھتا تھا تم چھوٹے بچوں جیسے ضدی ہو گے۔ ناسمجھ۔ پر تم نے مجھے حیران کر دیا چیمپئن۔ یہی کہتا ہے ناں انیس تمہیں"

مہویر کے انسیت سے جتانے پر عدین مسکرایا۔

"وہ تو گدھا بھی کہتے ہیں"

عدین نے منہ بسورا تو مہویر ہنسا اور عدین کو اپنے سینے بھینچ لیا، عدین کا دل بھی یہ سب مہویر سے شئیر کیے ہلکا ہوا تو اسکی بھی کھوئی مسکراہٹ لوٹی، جبکہ یمل اور خضر ایک ساتھ تھے، عاصم المیر ملک نے آنکھیں کھول کر اپنے بیٹوں کو دیکھا، وہ مسکرایا اور ان بیٹوں کی جان میں جان آئی، ابھی اسے

بولنے کی پرمیشن نہیں تھی اور دواوں کی غنودگی بھی تھی لیکن اسکا آنکھیں کھولنا بھی بہت بڑی خوشی تھا۔

.._____..

سٹوڈیو کا کام رات آٹھ تک مکمل کیے عصر نے واپس علوی مینشن کا رخ کیا مگر ڈرائیونگ کے بیچ اس نے مما کو کال کی تھی، صنم اس وقت اپنے کلینک میں ہی تھی، عصر کی کال دیکھتے فوراسے پہلے آنکھیں خوشی سے بھیگوتی کال ریسیو کر گئی۔

"عصر۔میری جان"

مما کا ٹوٹا انداز و لہجہ جیسے عصر کا دل بھاری کر گیا۔

"کل آپ ناشتے پر ہمیں جوائن کریں گی کیا؟"

عصر کے استفسار پر صنم نے دم سا سادھا۔

"ت۔ تمہارے بابا کے سامنے ؟"

صنم کی آواز بولتے کانپی۔

"جی۔ کل سب ختم کرنا ہے۔ آپ انھیں میرے بارے میں بتا دیں گی کل۔ اور اب سے آپ کا گھر علوی مینشن ہو گا۔ کیا آپ نے ابراہیم علوی کو کسی شرط میں باندھا ہے ؟"

صنم جیسے اسکے سوال پر ٹھٹکی۔

"تمہیں کس نے کہا؟ کیا تمہارے بابا نے ؟"

صنم کے سوال کرنے سے عصر کا شک یقین میں بدلا۔

"نہیں۔ انیس کو شک ہے کہ آپ نے ساتھ ہونے کی کوئی اس سے جڑی شرط رکھی ہے اور تبھی وہ انیس کو منانے کے لیے اوچھی حرکتوں پر اتر آئے۔ مرنے کی دھمکی دی اسے، وہ بہت تکلیف میں تھا کیونکہ انھیں

معاف نہیں کرنا چاہتا۔ وہ آپکو اور مجھے ہماری جگہ دے کر علوی مینشن سے اپنی بیوی عرشیہ کے ساتھ فارم ہاوس جائے گا اور اس نے مجھ سے درخواست کی ہے کہ میں کل یہ سب ختم کروں اور اسکو اس تکلیف سے نکلنے کا راستہ دوں۔ میں انیس کو اس کرب میں نہیں دیکھ سکتا۔ میرے لیے بھی اس شخص کو معاف کرنا مشکل ہے لیکن میں انیس کے لیے کچھ بھی کر سکتا ہوں۔ آپ اس میں میرا ساتھ دیں گی کل؟"

صنم کی آنکھوں میں تیرگی سی چلی آئی، وہ گہرا سانس بھر گئی، اسکے بیٹے نے اس سے پہلی بار کچھ مانگا تھا تو وہ کیسے رد کرتی، حالانکہ ابراہیم پر اسے اس وقت شدید غصہ آرہا تھا۔

"میں تمہارا ساتھ دوں گی مما کی جان"

صنم نے فوری ہامی بھری تھی۔

ایس مروہ مرزا کے تمام ناولز پڑھنے کے لیے ہماری ویبسائٹ وزٹ کریں۔

"صبح آ رہی ہیں ناں پھر آپ؟"

عصر کے لہجے میں آس اب تک ہلکو رہی تھی۔

"ہاں میں آٹھ بجے تک پہنچ جاوں گی۔اس آدمی کی خیر نہیں کل۔بے فکر ہو جاو تم۔"

عصر نے اک مسکراتا سانس کھینچا اور کال بند کی، عصر کا سینہ از سر نو بھاری ہوا، کچھ ہی دیر میں اسکی گاڑی علوی مینشن کا گیٹ پار کرتی پورچ میں رک گئی، چوکیدار نے گیٹ بند کر دیا جبکہ وہ گاڑی روک کر پارک کرتا، باہر نکلا تو فضا میں شدید خنکی اور دھند چھائی تھی، سوہا آ کر شماس صاحبہ کو لے گئی تھی، اس نے بابا کو بھی پک کر لیا تھا کیونکہ دونوں کی صبح واپس قوبا روانگی تھی تو رات کا ریسٹ ضروری تھا، عصر نے اپنے قدموں کا رخ سیدھا علوی مینشن کی عمارت کی جانب کیا، وہ گھر میں داخل ہوا تو ہر طرف اک خاموشی چھائی

ہوئی تھی، غیر ضروری لائٹس آف تھیں جیسے کسی نے جلانے کی زحمت نہ کی ہو، وہ سیدھا ابراہیم علوی کے کمرے کی طرف بڑھا تھا، اسے امید تو یہی تھی آجکی رات بھی کسی کلب، کسی جوئے خانے میں ہوں گے پر وہ حیران تب ہوا جب ابراہیم علوی کو اپنے کمرے میں ہی موجود پایا، وہ صوفے پر بیٹھے گہری سوچ میں گم تھے جب دروازے پر ہوتی آہٹ پر سر اٹھا کر دیکھنے لگے مگر عصر کو اندر آتا دیکھے انکے چہرے پر جو مایوسی چھائی، وہ عصر نے بڑے تحمل سے سہی۔

"کیا ہے؟"

وہ عصر کو دیکھتے کاٹ کھانے کو دوڑے تو عصر مسکراتا ہوا ٹھیک بیڈ کے کنارے جا بیٹھا، اور آرام دہ انداز میں بیٹھ کر اس نے ابراہیم علوی کا چہرہ دیکھا، آنکھیں حلقوں کی زد میں، چہرہ رات دن نشے میں دھت ہونے کے سبب تاریک لگ رہا تھا، اور وہ نیند کی گولیاں اب تک قالین پر بکھری کچھ عصر کے جوتوں تلے آرہی تھیں۔

"آپ نے انیس غانم کو اپنی موت کی دھمکی کیا سوچ کر دی؟"

عصر کے سرد و سپاٹ سوال پر ابراہیم کا چہرہ متنفر تاثرات سے اٹ گیا۔

"تمہیں اس سے کیا؟ جاو دفع ہو۔ میرا دماغ خراب مت کرو۔"

ابراہیم کے ایسے جواب کی عصر کو توقع تھی تبھی وہ زیادہ حیران نہ ہوا۔

"اور تم انیس کو سر کہو۔ تم اسکے باپ نہیں ہو جو اسکا نام اسطرح لے رہے ہو۔ اپنی اوقات میں رہو سمجھے؟"

ابراہیم کے تپ کر غضبناک ہونے پر عصر نے قہقہہ لگایا۔

"اسکا باپ کوئی مجھ جیسا ہی ہونا چاہیے تھا۔ جسکی جان ہوتا وہ، جگر کا ٹکرا۔ لیکن پتا نہیں اللہ کی اس میں کیا مصلحت تھی کہ آپکو باپ بنا دیا۔ شاید اس لیے کہ انیس کو کندن بنانا تھا، اسے یہ سب برداشت کر کے مضبوط بننا تھا۔ آپ اسے اپنے لیے ہر لمحہ پتھر بناتے جا رہے ہیں۔ آج اسکی حالت

نہیں دیکھی آپ نے؟ کیسے دیکھی ہو گی۔ آپ ہی تو اس حال کی وجہ تھے۔ اسکی آنکھیں اپنے حجم سے ڈبل تھیں آج، آنکھوں میں خون گھلا تھا اور ایسا خون آج سے پہلے اسکی آنکھوں میں تب آیا تھا جب اسکی ماں مری تھی، خدا نہ کرے اس کی نظر میں اسکا آج باپ بھی نہ مر گیا ہو۔ اسکی آواز آج کرک دار نہیں تھی۔ باقی تو عرشیہ جانتی ہو گی وہ اسکے ساتھ رہی لیکن وہ آج شدید ترین تکلیف میں تھا۔ بس کرنی کیا اتنی مشکل ہے ابراہیم علوی۔؟"

عصر کی اپنی آواز بکھری تو وہ شخص بھی جیسے بیقرار ہوا۔

"م۔ میں اسے منا نہیں پا رہا تھا"

ابراہیم کی آواز لڑکھڑائی تو وہ کھل کر مسکرایا، عصر کی مسکراہٹ میں زہر تھا۔

"منانہ پائیں تو کیا اگلے کو مار دیا جاتا ہے؟ خدا کو کیا منہ دیکھائیں گے آپ؟ حمرا کو کیا منہ دیکھائیں گے۔ چلیں آپکو ان سے محبت نہیں تھی پر آپ انکے احسان مند ہونے چاہیں کہ دو بیٹے دیے انہوں نے۔ جو بیمار بیٹا دیا وہ فخر بنا آپکا۔ آپکو کبھی کسی چیز کے لیے تڑپنے نہ دیا۔ کبھی فاقہ نہیں آنے دیا۔ کبھی پرانے کپڑے یا جوتے نہیں پہننے دیے اس نے۔ کبھی باسی کھانا نہیں کھانے دیا۔ وہ انیس غانم اپنی پڑھائی کے ساتھ ساتھ چھوٹی عمر سے ہی ذمہ دار بنا۔ کیونکہ اسے نومولود بھائی کے ساتھ نشیڑی باپ کو بھی پالنا تھا"

عصر کی اس بکواس پر ابراہیم جیسے آگ ہوئے، عصر کو گریبان سے دبوچتے کھڑا کیا جیسے اسکی جان نکال دینا چاہتے ہوں، وہ چاہتا تھا بابا ایسا کریں اور وہ بھی ہمیشہ کے لیے اس شخص کو چھوڑ کر چلا جائے۔

"اپنی زبان کو لگام دے نوکر کہیں کے"

ابراہیم نے جس طرح عصر کی گردن دبوچی، وہ دم گھٹنے کے باوجود پاگلوں کی طرح ہنسا، اسکی ہنسی پر ابراہیم کا جیسے دماغ خراب ہوا تو انکا عصر پر ہاتھ اٹھا، عصر مزید زور سے ہنسا کہ یہ تھپڑ بھی اسکی امیدوں میں شامل تھا، یہ الگ بات کہ عصر کو مار کر ابراہیم کا ہاتھ کانپ گیا۔

"نوکر کہیں کا؟ میں۔۔۔ نوکر۔۔۔ پر حمرا اور آپ تو مجھے یتیم خانے سے بیٹا نہیں بنا کر لائے تھے۔ یہ نوکر کہیں کا کچھ اور نکل آیا آپکا تو کیا اس چیز کا حساب چکا سکیں گے؟ اس تھپڑ کا؟"

عصر کی سرخ خون آشام نظروں اور ایسے الفاظ پر ابراہیم نے جیسے کپکپاتے ہاتھوں سے اپنے بال جکڑے لیکن عصر کو اس شخص پر زرا رحم نہ آیا۔

"ک۔۔ کیا کہنا چاہتے ہو تم۔۔ کیوں تم مجھے پاگل کر رہے ہو زلیل"

ابراہیم کے دھاڑنے پر عصر نے اپنے گال پر ہاتھ رکھا اور چپ چاپ دروازے کی طرف بڑھ گیا، اب ان سوالوں کا جواب ابراہیم علوی کو صنم زمان ہی دے سکتی تھیں۔

"رکو۔۔۔ کہاں جا رہے ہو۔۔ عصر"

وہ پیچھے لپکے پر عصر دروازہ بند کیے دبا کر ساتھ جا لگا، اندر وہ شخص قوت بازو لگا تا دروازہ کھولنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"یہ باپ دیا آپ نے مجھے اللہ؟ میں اس تھپڑ کا مستحق تھا۔ جو انسان اپنی اولاد کو زندہ لاش بنا دے، وہ لے پالک پر ہاتھ اٹھانا بھی جائز سمجھتا ہے۔ لیکن کل جب وہ عورت بتائے گی کہ یہ نوکر آپکی ہی سگی اولاد ہے تو پھر میں آپکے چہرے کو ضرور دیکھنا چاہوں گا ابراہیم علوی۔"

عصر نے اپنی قوت چھوڑی اور وہاں سے چلا گیا، ابراہیم باہر آئے لیکن عصر وہاں نہیں تھا تبھی وہ شخص اپنے بال ہاتھوں میں جیسے دوبارہ نوچ گیا، جبکہ فجر

نے کچھ دیر پہلے ہی شماس صاحبہ کو سی آف کیا تھا، وہ نماز پڑھ کر چینج کیے جب کمرے میں داخل ہوئی تو عصر کو دروازہ کھول کر اندر آتا دیکھے خفیف سا گھبرائی لیکن اسکی گھبراہٹ بہت مختصر تھی کیونکہ وہ بے جان قدموں سے چلتا ہوا میٹرس تک آیا، بیٹھا اور اسی انداز میں پیچھے کو گرا، فجر تیزی سے اس تک پہنچی تو عصر نے آنکھیں بند کر لی تھیں۔

"عصر۔۔"

فجر کے نرمی سے پکارنے پر عصر نے اپنی بازو کھولی، یعنی وہ چاہتا تھا فجر اسکے ساتھ ہی ترچھے انداز میں اسکی بازو پر سر رکھے لیٹے۔

وہ ہچکچائی سی پاس آکر بیٹھی پھر دھیرے سے عصر کی بازو پر سر رکھے لیٹی ہی کہ عصر نے گردن پھیر کر فجر کی طرف مڑتے آنکھیں کھولیں، وہ لمحہ لگاتے اسکی بازو سے سر اٹھائے بیٹھتی اس پر جھک آئی کیونکہ عصر کی آنکھیں بہت تکلیف میں ڈوبی تھیں۔

"سب ٹھیک ہے ناں؟ تھک گئے ہیں کیا۔؟"

وہ اسکے سوال پر کچھ نہ بولا، بس اسکی کمر پر اپنا ہاتھ پھیرے فجر کی آنکھوں میں جھانکتا رہا۔

"عصر۔۔ مجھے ڈرائیں مت۔ بتائیں ناں؟ سب ٹھیک ہے؟"

وہ اسکی خاموشی امید نہیں کر رہی تھی، وہ تو اسکی شوخیاں چاہتی تھی، انکے بیچ بنتے تعلق کے بارے بات کرنے کو مر رہی تھی پر وہ اتنا خاموش تھا۔

"انہوں نے تھپڑ مارا مجھے اور کہا میں نوکر ہوں۔ سوچ رہا ہوں کل جب مما بتائیں گی کہ عصر انکی پہلی اولاد ہے تو کیسے اس چیز کی تلافی کریں گے وہ؟"

عصر کی بات سنے لمحہ لگا فجر کی آنکھیں سرخ ہوئیں۔

"ت۔۔ تھپڑ کیوں مارا انہوں نے۔ ا۔۔ ایسا کیسے کر سکتے ہیں وہ۔ باپ ہیں یا ظالم جلاد۔ کہاں مارا۔ بتائیں۔ میں ابھی جا کر حساب لیتی ہوں"

وہ اسکی دونوں گالوں پر جھکتی اپنی گلاب سی پنکھڑیوں سے پیار دیتی، جابجا لمس بکھیرتی جس طرح لڑنے مرنے کو تیار ہوئے اٹھ کر جانے لگی، عصر نے ہاتھ کی شدت بڑھاتے اسے واپس اپنے چہرے پر جھکایا۔

"اب تو بھول گیا سائیں کہ کس طرف مارا۔ بس آپکے ہونٹوں کی نرمی بچ گئی۔ یہ نرمی میرے باقی چہرے پر بھی لٹائیں تاکہ اداسی سے باہر آوں"

وہ اسکے بہکنے پر سنبھل ہی نہ سکی، اتنی جلدی عصر کا موڈ بدلہ کہ فجر کا اوپر کا سانس اوپر، اور نیچے کا نیچے رہ گیا۔

"ع۔۔ عصر۔۔بی سیریس"

وہ سسکی سی بھر کر منمنائی۔

"میں سیریس نہیں لگ رہا کیا میری چار فٹیا جان؟ اتنی سنجیدگی سے میں نے آپکو انچ انچ سے اپنا بنایا ہے۔ اور کیسے سنجیدہ ہوتے ہیں؟"

وہ اسکی بہکی ٹون اور پر تپش نگاہوں سے گھبرا کر فوری چہرہ عصر کی گردن میں چھپا گئی کیونکہ وہ اب اس خمار سے پوری رات نکلتا معلوم نہیں ہو رہا تھا۔

"ع۔۔ عصر۔۔۔ چار فٹیا نہیں ہوں"

وہ روہانسی ہوئی تو عصر ہنسا، وہ اسی کو سننے کا منتظر تھا۔

"جی پانچ فٹ سے دو انچ کم۔"

وہ شوخ ہوتے مسکرایا تو وہ زرا ہمت جمع کیے دور ہوتی دوبارہ جھکی۔

"مجھے اچھا نہیں لگا آپکو تھپڑ مارا انہوں نے۔"

وہ اب تک بہت تکلیف میں تھی۔

"پر مجھے بہت اچھا لگا کہ آپ نے میری وہ گال زیادہ پیار سے چومی حالانکہ میں نے بتایا بھی نہیں تھا کہ کونسی دکھ رہی"

وہ اس وقت بلکل بہکا ہوا تھا، تکلیف میں بھی تھا لیکن وہ ثانوی سی تھی، وہ دوبارہ اسکی دائیں گال پر جھکی، اس نے جابجا کئی بار اسکی گال چومی، جبڑے، گال کی لکیر، ہونٹوں کا کنارہ، گردن کا لہراو، اسکی ٹھوڑی جیسے اس درد کی ہر لہر مٹا دینا چاہتی ہو جبکہ اسے در حقیقت اصل انداز میں عصر نے خود ہی جکڑ لیا، اسکی سانسیں روک دیں، وہ سانس کے لیے اسکی کچھ پل محتاج ہوئی۔

"دفع کریں سبکو۔ مجھے سکون ملا۔ یہی چاہیے۔ انکو کل میری ماں پوچھے گی۔ اس تھپڑ کا وہی بدلہ لیں گی۔ میں آپ کو پیار کر لوں؟"

وہ عصر کے سوال پر روہانسی ہوئی کہ ابھی جو کیا وہ کیا خطاب تھا جواب پیار کرنے کی یہ نمونہ اجازت مانگ رہا ہے۔

"پ۔ پیار۔۔۔ نہیں۔ جتنا کر لیا کافی ہے۔ میں تھکی ہوئی ہوں"

وہ فوری اٹھ بیٹھی مگر عصر نے اسکی بازو کھینچ کر واپس خود پر جھکایا۔

"آپ مجھے پیار کر کے تھک گئیں؟ اتنی جلدی؟"

وہ فوری آنکھوں میں صدمہ بھر لایا، فجر کا دماغ سا چکرایا۔

"ع۔۔ عصر وہ میرا مطلب"

وہ منمنائی تو عصر نے اسکے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اسے خاموش کروادیا۔

"نہیں چاہیے پیار۔ اپنے پاس رکھیں۔ سنبھال لیں۔ کسی تجوری میں رکھ لیں سنا آپ نے"

وہ برہم ہو کر چڑا تو وہ اس کے چہرے پر زرا جھکی۔

"کیوں چڑچڑے ہو رہے ہیں عصر؟"

وہ آنکھوں میں موٹے موٹے آنسو اتار لائی۔

"تو کیا میرا چڑچڑا ہونا بنتا نہیں۔ آپ نے ان بعد کے خوبصورت لمحوں کو کبھی ادھر اور کبھی اُدھر بھاگ کر ضائع کر دیا تھا۔ مجھے یہ بھی نہیں بتایا کہ آپکو کیسا لگا۔ بس یار ہٹیں۔ مجھے اب کچھ نہیں کہنا"

وہ اسکی اہمیت، اسکی توجہ، اسکا پیار چاہ رہا تھا، اسکے اٹھنے کی کوشش پر فجر نے اسے واپس میٹرس سے لگایا۔

"بہت اچھا"

وہ اسکے منہ کے پاس بچوں کی طرح منمنائی، اک پل کو وہ کمینگی سے مسکرایا مگر فوری سنجیدہ ہوا۔

"کیا؟ سنائی نہیں دیا"

عصر کی اداکاری اس بچاری کو سمجھ ہی نہ آئی۔

"م۔ مجھے بہت اچھا لگا"

وہ دوبارہ سے منمنائی اور اس بار اس نے بہت بہادری سے عصر کی آنکھوں میں دیکھا جہاں سرور ہی سرور پھیلا دیکھ کر بچاری کا دم سا گھٹا۔

"کیوں نہ لگتا۔ میں نے جو اچھا اچھا کیا تھا سب۔۔۔ یہ جو بیچ میں پنگاہ آ گیا اس وجہ سے ہم بہت دور رہ لیے۔۔ کل کی رات بھی گزر گئی۔ اس لیے مزید وقت ضائع نہیں کرتے"

وہ اسکے ارادے بھانپتی فوراً سے پہلے اٹھی۔

"جی جی چلیں سوئیں"

وہ فوراً سے بیڈ کے سرہانے کی طرف گئی جب عصر نے بیڈ پر راونڈ گھوم کر اس بار اس پدی کی کلائی پکڑ کر مڑوری۔

"آہہہہ"

وہ درد پر کراہی۔

"سونے کا کہا ہے میں نے؟"

وہ اسے درد دیتے ہی بڑبڑایا۔

"تو اس وقت سوتے ہی تو ہیں۔ اور کیا ڈسکو کروں؟"

وہ اپنی کلائی چھڑواتی سخت تپ کر منمنائی۔

"کپلز نہیں سوتے۔ ادھر آئیں شاباش۔ میرے اندر کا جن سویا رہنے دیں، آئیں میرے پاس"

وہ کلائی چھڑواتی صوفے کی طرف جا رہی تھی جب وہ انتقامی تیوروں سے گھورا۔

"نہیں آ رہی۔ بازو مڑوری ہے۔ مجھے درد دیا۔ دیکھنا کل میں دا فائیر لیڈی بھی چلی جاوں گی۔"

وہ بھی صوفے پر فرصت سے بیٹھی۔

"آپکی ٹانگیں بھی توڑوں گا، اس خبیث کا کام تمام ہو لے تو چلی جایئے گا۔ پہلے ہی چھوٹی سی ہیں، امیجن کریں ٹانگوں کے بغیر کیسی لگیں گی۔ تنگ مت کریں، ادھر آئیں میں اپنی بازووں میں سلاوں گا آپکو۔ فوراً اٹھ کر آئیں ورنہ میں اٹھا تو صوفے پر جو ہو گا پھر آپ اس بارے مجھ سے شکوہ نہ کیجئے گا سائیں"

وہ عصر کی دھمکی پر فوراً، اٹھ کر پیڑ پٹختی اس تک پہنچی۔

"آ گئی۔۔۔ کچھ نہیں کرنا پلیز"

وہ اسکے قریب آتی خوف سے منمنائی تو عصر نے زرا اٹھ کر اسے دبوچ کر خود پر گرایا، اسکے بکھرے بال سنوارے۔

"کچھ کرنے کی ہمت رکھتا بھی نہیں ہوں۔ ڈر ایسے رہی ہیں جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو، ہنہ۔ بس میرے پاس تو رہیں۔ مجھے نیند لینی ہے۔"

وہ اسے خود میں بھینچے یہ کہتا ناچاہتے ہوئے بھی فجر کو ہمت دے گیا کہ وہ اسکا ماتھا محبت و جذب سے چوم گئی، پھر دوبارہ گال چومی۔

"کل سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

وہ اسکی آنکھوں میں دیکھ کر بولی اور عصر نے جس طرح مسکرا کر سر ہلاتے تھوڑا سکون وصولتے ہی آنکھیں بند کیں وہ بتا رہا تھا کہ وہ خود بھی پر سکون ہوا ہے۔

جبکہ دوسری طرف عرشیہ نے ملک ہولڈنگز میں کچھ ضروری میٹنگز لیں تو انیس نے اسکا وہیں انتظار کیا، پھر وہ واپس ہوسپٹل پہنچے تو خضر کے علاوہ باقی سب وہیں تھے، وہ شاید کچھ دیر کے لیے گیا تھا کیونکہ اسے سارہ سے ملنا تھا، عدین اور یمل کی آنکھیں بھی اتنی اداس اور تھکی تھیں کہ عرشیہ نے ان دونوں کو کچھ دیر گھر جا کر سونے پر آمادہ کر لیا، اور عدین اسے چھوڑنا نہ

چاہتا تھا تبھی وہ اسکے ساتھ ملک پیلس چلا گیا، مہویر نے ان دونوں کو خود ڈراپ کیا کیونکہ ہوسپٹل میں کسی کو رکنے کی اجازت نہ تھی۔

"تم دونوں بھی جا کر ریسٹ کرو۔ میں یوں یہاں۔ خضر بھی جوائن کر لے گا مجھے۔ وہ آئے تو میں اک چکر لگا آوں گا گھر"

انیس اور عرشیہ کو بھی مہویر نے روانہ کرنا چاہا لیکن مہویر بھی تھکا ہوا تھا، انیس نے تو پھر تھوڑی نیند لے لی تھی صبح۔

"جیسے ہی بابا کی کنڈیشن مزید بہتر ہو ہمیں انفارم کر دینا۔"

عرشیہ نے اس سے ریکوسٹ کی جو کرنے کی ضرورت نہ تھی، وہ ایسا ہی کرتا۔

"ہاں میں انفارم کر دوں گا۔ میر اعلوی تمہارے سپرد۔ دن بھر جتنا سو لو، سکون نہیں ملتا۔ رات کی نیند سے ہی تھکن اترتی ہے۔ جا کر سو جا تھوڑی

دیر۔ میری فکر مت کرنا دونوں۔ میری مانو ٹھیک ہے تو سمجھو میں بھی ایک دم چوکس"

مہویر بھلے خود کو تر و تازہ ثابت کرنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن صاف ظاہر تھا کہ وہ بھی تھکا ہوا ہے۔

"خضر آئے تو تم گھر چلے جانا۔ اور اگر وہ بھی جانا چاہے تو نو پرابلم۔ یہاں عاصم ملک کی بھرپور کیئر ہو رہی ہے۔ تھکانا مت خود کو۔ چلو عرشیہ"

انیس کی تاکید مہویر نے سینے پر ہاتھ رکھ کر مسکراتے وصول کی جسکے بعد عرشیہ بھی مسکراتی انیس کے ساتھ چلی گئی مگر پارکنگ تک پہنچ کر انیس نے علیم خان کو اک میسج بھیج دیا تھا، اور اس بار انیس نے خود ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی تو اسکی خاتون منہ بسور کر انیس کو اسکا صبح والا ظلم یاد دلانا نہ بھولی جو انکے بیچ اک جان لیوا کشش رکھتی ہنسی سمیٹ لایا۔

.._____..

خضر کی گاڑی پارک ہوئی تو وہ باہر نکلا، وہ اس وقت اپنے میوزک سٹوڈیو آیا تھا کیونکہ سارہ نے اسے یہیں بلایا تھا، سارہ اور خضر کی بانڈنگ باقی تینوں سے زیادہ اچھی تھی کیونکہ وہ زیادہ کلوز فرینڈز تھے، پھر سارہ اسکا میوزیکل سارا کام بھی دیکھتی تھی، وہ بہت اجلت میں آیا تھا، کل ان چاروں کی کمبائن مہندی تھی، چونکہ طاہر اور فاخر کزن تھے تو دونوں کی شادیاں بھی اکھٹی ایک ہی گھر میں ہو رہی تھیں۔

"سارہ؟"

خضر نے سٹوڈیو میں قدم رکھتے ہی اسے پکارا تو سارہ کچن سے نکلی، خضر فوری اسکی طرف بڑھا۔

"کیا بات ہے سارہ؟ تم نے اتنی ارجنٹ کیوں بلایا مجھے۔ سب ٹھیک ہے؟"

خضر کی پریشانی تکتے اس نے کوفی کا اک کپ خضر کو تھمایا اور مرجھائے اترے چہرے سمیت ہی وہ جا کر کاوچ پر بیٹھی، خضر نے بھی اسکے قدموں کا

پیچھا کرتے کپ میز کی سطح پر رکھا اور اسکے ساتھ ہی بیٹھا، وہ اس طرح چپ ہو کر اسے شدید الجھا رہی تھی۔

"سب ٹھیک نہیں ہے خضر۔ میری اور طاہر کی لڑائی ہو گئی ہے"

سارہ نے اپنا کپ بھی ٹیبل کی سطح پر رکھے زرا سا رخ خضر کی جانب پھیرا، اور یہ بات بلکل بھی یقین کرنے والی نہ تھی۔

"میں نہیں مان سکتا۔ یار وہ تو تمہارا دیوانہ مستانہ ہے۔ اسے تو کچھ برا بھی نہیں لگتا پھر لڑائی کس بات پر ہو گئی۔؟"

خضر نے اپنی آنکھوں کو سارہ کی اداس صورت پر جمائے پوچھا تو سارہ نے آنکھیں اٹھا کر خضر کو دیکھا۔

"دراصل میں نے اسے یہ کہہ دیا کہ خضر جیسی محبت بیلا سے کرنے لگا ہے، مجھے وہ چاہیے۔ وہ بہت بورنگ ہے۔ ایک سے گھسے پٹے جملے۔ ایک سا

فرسودہ اظہار۔ بس میں چڑ گئی تھی۔ اور اس نے جو ابا کہا میں تمہیں آئیڈیل مان کر اپنی زندگی خراب کر رہی ہوں۔ یہ بات کرنے والی تھی؟"

خضر نے اپنا سر پیٹا، کل انکی مہندی تھی اور یہ لوگ آج لڑ مر کر بیٹھے تھے وہ بھی اک فضول چیز کے پیچھے، سارہ نے ابھی اپنی بات مکمل نہ کی تھی۔

"یہی نہیں، اس نے کہا بیلا دیکھ نہیں سکتی تبھی خضر ایسا بچھا جا رہا ہے اسکے آگے تاکہ اسے کوئی کمی محسوس نہ ہو۔ ورنہ سارے مرد ایک جیسے ہیں اور ساری عورتوں کو کچھ وقت بعد مرد کا ہر لفظ بور اور گھسا پٹا لگنے لگتا ہے۔ وہ مجھے پیار سے منانے کے بجائے ایسی جلی کٹی سنا گیا ہے"

خضر نے گہرا سانس لیا اور چند لمحے بس خاموش بیٹھا رہا جیسے خود کو قابو میں لا رہا ہو۔

پھر اس نے آہستہ سے سارہ کی طرف دیکھا۔

"تم دونوں پاگل ہو، مکمل پاگل"

اس کی آواز میں ڈانٹ بھی تھی اور فکر بھی، سارہ نے فوراً اسے گھورا۔

"اوہ پلیز خضر"

وہ بھی گھورا

"نہیں، پلیز تم نہیں"

وہ اس کی بات کاٹتے سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔

"کل تمہاری مہندی ہے اور آج تم دونوں اس لیول کی بچگانہ باتوں پر لڑ رہے ہو؟"

سارہ کے چہرے پر شرمندگی کی ہلکی سی جھلک آئی مگر وہ ابھی بھی مکمل ماننے کو تیار نہ تھی۔

"تو کیا میں غلط ہوں؟ مجھے تھوڑا سا خاص ٹریٹمنٹ چاہیے تھا"

وہ اپنی غلطی پر نادم ہوئے بڑبڑائی۔

"خاص ٹریٹمنٹ؟"

خضر نے بھنویں اٹھائیں۔

"یا ڈرامائی اور بناوٹی محبت؟"

سارہ اسکے استفسار پر چپ ہو گئی، خضر نے اپنا فون نکالا اور فوراً نمبر ڈائل کیا۔

"ابھی بتاتا ہوں تم دونوں کو"

وہ اس وقت شدید غصے میں تھا۔

"کیا کر رہے ہو؟"

سارہ چونکی۔

"تمہارے ہونے والے شوہر کو بلا رہا ہوں، آمنے سامنے بات ہو گی"

اس نے سپیکر آن کیا، کال دو رنگ کے بعد ہی اٹھا لی گئی۔

"ہاں بھائی؟"

طاہر کی آواز فون پار سے آئی مگر اس میں بھی خفگی صاف تھی۔

"سٹوڈیو آجاؤ ابھی..."

خضر کا لہجہ ایسا تھا کہ انکار کی گنجائش ہی نہ تھی۔

"کوئی مسئلہ ہے؟"

طاہر کی مدھم سی آواز گونجی۔

"ہاں تم ہو مسئلہ آجاؤ"

خضر نے درشتی سے کہا اور اس نے کال کاٹ دی جبکہ سارہ نے بے بس نگاہ خضر پر ڈالی لیکن وہ منہ پھیر کر اپنا سر تھامے بیٹھ گیا، اگلے بیس منٹ تک انکے بیچ خاموشی حائل رہی۔

کچھ ہی دیر بعد دروازہ کھلا اور طاہر اندر آیا۔

اس کی نظر جیسے ہی سارہ پر پڑی، دونوں نے فوراً نظریں چرا لیں۔

خضر نے دونوں کو باری باری دیکھا پھر کھڑا ہو گیا۔

"واہ کیا سین ہے، کل مہندی، آج انا کا مقابلہ"

وہ آہستہ آہستہ ان کے درمیان آیا۔

"چلو اب بتاؤ کون زیادہ بچہ ہے تم دونوں میں؟"

طاہر نے فوراً بولنا چاہا مگر خضر نے ہاتھ اٹھا کر روک دیا۔

"نہیں... پہلے میں بولوں گا"

وہ سیدھا طاہر کے سامنے آیا۔

"تم نے یہ کہا؟ کہ بیلا نہیں دیکھ سکتی اس لیے میں ایسا ہوں؟"

طاہر خاموش ہو گیا، اسکی نظریں جھک گئیں۔

"میں نے غصے میں کہا تھا"

طاہر نے شرمندگی سے سر گوشی کی۔

"غلط کہا تھا"

خضر نے اسکی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

"محبت کسی کی کمزوری پر نہیں، اس کی اہمیت پر کی جاتی ہے اور تم نے اس بات کو مذاق بنا دیا طاہر؟"

خضر کے دکھ بھرے سوال پر طاہر کے پاس جواب نہ تھا، تبھی وہ پھر سارہ کی طرف مڑا۔

"اور تم سارہ"

سارہ نے لب بھینچ لیے۔

"تم نے اسے کسی اور سے کمپیر کیوں کیا؟"

وہ خضر کی ڈانٹ پر چپ رہی۔

"تمہیں اندازہ ہے یہ کتنا غلط ہے؟ ہر انسان کا محبت کرنے کا طریقہ الگ ہوتا ہے"

وہ اس کے سامنے جھکا، وہ نظریں چرا رہی تھی۔

"تمہیں طاہر چاہیے یا خضر جیسا کوئی؟"

سارہ کی آنکھیں فوراً نم ہوئیں۔

"طاہر..."

وہ بمشکل بولی۔

خضر سیدھا ہوا، دونوں کو ایک ساتھ دیکھا۔

"تو پھر ایک دوسرے کو بدلنے کی کوشش بند کرو، سمجھنے کی کوشش شروع کرو"

کمرے میں خاموشی چھا گئی، طاہر نے آہستہ سے سارہ کی طرف دیکھا۔

"میں..."

وہ رکا پھر ایک قدم آگے بڑھا۔

"میں واقعی بورنگ ہوں شاید لیکن میں تم سے سچ میں بہت محبت کرتا ہوں"

سارہ کی آنکھوں سے آنسو نکل گئے، وہ طاہر سے خود بھی شرمندہ تھی۔

"اور میں ب۔بیوقوف ہوں"

وہ ہلکی سی ہنسی میں روئی۔

"مجھے تم ہی چاہیے بس تم..."

طاہر نے فوراً اس کے قریب آکر اس کے ہاتھ تھام لیے۔

"تو پھر آئندہ کسی خضر سے کمپیر مت کرنا، وہ ایک ہی کافی ہے دنیا کے لیے۔اسے بیلاچرا کر لے جا چکی ہے"

اس نے ہلکے سے مسکرا کر شرارت اوڑھی تو سارہ ہنس دی، طاہر نے اسکے آنسو صاف کیے۔

خضر نے دونوں کو دیکھ کر سر ہلایا۔

"الحمد اللہ عقل واپس آگئی تم دونوں کی"

خضر کا غصہ ابھی بھی سوا نیزے پر تھا۔

"ورنہ میں نے خود ہی تمہاری شادی کینسل کر دینی تھی"

دونوں نے ایک ساتھ خضر کی دھمکی پر اسے گھورا۔

"اوئے!"

طاہر کے ڈپٹنے پر خضر ہنس پڑا۔

"چلو اب جا کر اپنی مہندی کی تیاری کرو اور ہاں"

وہ دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے رکا۔

"کل اگر کسی نے منہ پھلایا ناں تو میں خود اسٹیج پر آ کر تم دونوں کی کلاس لگا دوں گا"

سارہ اور طاہر ایک دوسرے کو دیکھ کر ہنس پڑے، اور وہ چھوٹی سی لڑائی وہیں ختم ہو گئی،

کیونکہ کبھی کبھی محبت کو صرف تھوڑی سی سمجھ اور ایک صحیح وقت پر ڈانٹ ہی چاہیے ہوتی ہے۔

"کہاں؟ تم نے چوری چھپے نکاح کیا ہے بچو۔ میں دوسرے کپل کو بھی بلاتا ہوں۔ ہمیں پارٹی دو۔ ویسے بھی ان دونوں دلہنوں کو سپیشل فیل کروانا ہے"

طاہر نے اسے دروازے تک پہنچے دبوچا لیکن ابھی وہ بابا کی وجہ سے افسردہ تھا۔

"اسکی پارٹی ڈیو ہے لیکن مجھے ابھی ڈیڈ کے پاس جانا ہے۔ تم لوگ انجوائے کرو، میں تم سبکی خوشیوں میں موجود نہ ہو کر بھی شامل ہوں میرے جگر کے ٹکڑو"

خضر نے فوری طاہر کو گلے لگایا پھر سارہ بھی مسکراتی کیوٹ سا ہگ لیتی روبرو ہوئی، وہ جانتے تھے خضر کی فیملی کیا کیا فیس کر رہی ہے تبھی اسے زبردستی نہ روکا، خضر تو کانسرٹ بھی کینسل کر دینا چاہتا تھا لیکن راک سٹار کے دیوانوں نے سارے ٹکٹس خرید لیے تھے تو کینسل کرنے کا آپشن ختم ہو گیا تھا۔

خضر نے ان سے اجازت لی اور واپس ہوسپٹل نکل گیا، جبکہ دوسری طرف سوہا بھی اداس تھی، وہ امی بابا کو مزید رک جانے پر آمادہ کر رہی تھی لیکن ادھر فادی اور حرا ان دونوں کو یاد کر کر باولے ہو چکے تھے، پھر مہرو تو انکے بغیر رہی ہی نہ تھی۔

"اب تو آنا۔ اور بہت سے دنوں کے لیے۔ تیرے سکون کے لیے یہ کافی ہے سوہا کہ تیرے امی بابا نے تجھے پورا معاف کر دیا ہے۔ حرا اور فادی نے ہمیں تیری کمی نہیں ہونے دی پر اپنا خون اپنا ہی ہوتا ہے میرے بچے۔ تیری زندگی آسانیوں سے بھر جائے ہم دعا گو ہیں"

وہ امی کے سینے لگی لیٹی تھی، دل و دماغ کی عجیب و غریب جنگ نے اسے ہلکان کر رکھا تھا، جبکہ رضی نماز پڑھ رہے تھے۔

"آمین۔ میں جلدی آوں گی۔ آپکو اور بابا کو اپنی جدائی مزید نہیں دوں گی۔ اور سنیں! اپنا بہت خیال رکھیے گا۔ مجھے فکر رہے گی"

سوہا کی تاکید پر شماس صاحبہ نے اسکا سر شفقت سے چوما۔

"مت کر فکر۔ میں تیرے بابا کا اور تیرے بابا میرا جی جان سے خیال رکھتے ہیں۔ یہ بتا اب شادی کرے گی یا ایسے ہی رہے گی بقیہ عمر؟"

وہ امی کے سوال پر انکی طرف چہرہ اٹھا کر دیکھنے لگی، سوال اتنا مشکل نہیں تھا جتنا سوہا کو جواب دینے میں دشواری محسوس ہوئی۔

"آپ کیا کہتی ہیں امی؟"

سوہا کے سوال پر شماس صاحبہ کو وہ ایک اٹھائیس سال کی جوان بیٹی کی ماں تو کہیں سے نہ لگی تھی۔

"میں کیا کہوں۔ مجھ سے تو اگر پوچھا جائے، میں بس اپنی نواسی کا سوچوں۔ اس نے اپنے ماں باپ پیدا ہوتے ہی ایک دوسرے سے کوسوں دور ہی دیکھے۔ مجھے یقین ہے وہ ایک بہترین ماں بنے گی لیکن اگر کبھی قسمت مہربان ہونے لگے، اور کھویا ہوا شخص واپس مل رہا ہو تو اسے تھامنے میں دیر نہیں کرنی چاہیے۔"

وہ امی کی بات سنے چہرہ واپس جھکا گئی، سوہا کی آنکھوں میں خفیف سی جلن اتری۔

"میں اب گھر بساتی عجیب نہیں لگوں گی۔ وہ بھی کسی ایسے انسان کے ساتھ جسکی ہر مجبوری جانتے بوجھتے میں نے اسکو چھوڑ دیا تھا۔ مجھے اپنا آپ معیوب لگے گا، میں اس سے نظریں تک نہیں ملا سکوں گی۔ اب میری بیٹی کا وقت ہے۔ اسکی خوشیاں ہی میری خوشیاں ہیں۔ عاصم کے معاملے میں مجھے اب جو کرنی ہے وہ بس تلافی ہے امی۔"

شماس صاحبہ اسکے فیصلے پر آمادہ تو تھیں پر اک اداسی انکے چہرے کے خدوخال میں گھلی ہوئی تھی۔

"تلافی کی بہت قسمیں ہوتی ہیں سوہا۔ میں دعا گو ہوں کہ تیرے حصے بہترین تلافی کرنا آئے۔ عورتیں ہی دکھی نہیں ہوتیں، کچھ مرد بھی غموں کے مارے ہوئے ہوتے ہیں۔ اور پھر یہ دنیا ہے بچے، یہاں کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ اور دنیا کا کیا ہے، وہ کبھی خوش ہوئی ہے کیا؟ نہیں۔ تو اس دنیا کے چکر میں خود کے دل و دماغ کو چکرانے کی ضرورت نہیں۔ سکون سے عدت پوری کرو۔ پھر دیکھتے ہیں کیا ہوتا ہے۔ کچھ بھی ہو، کوئی بھی بات پریشان

کرے یہ امی ایک کال کی دوری پر ہو گی۔ میری خوبصورت بیٹی۔ ابھی بھی عرشیہ کی بڑی بہن لگتی ہو تم"

اتنا سارا پیار دینے کے بعد یہ جو ماں نے کئی سیر خون بڑھایا اس پر سوہا کی کھوئی مسکراہٹ لوٹ آئی۔

"اور آپ ہم دونوں کی بڑی بہن لگتی ہیں محترمہ۔ ابھی تک آپ جوانی پکڑ کر بیٹھی ہیں تو میری مجال جو خود کو بوڑھا سمجھوں۔ میری عرشی تو چھوٹی سی گڑیا ہے ابھی۔ ویسے میں سوچتی ہوں اچھے ٹائم پر شادی ہو گئی اسکی امی۔ یہی اتج ہے جب بچی سمجھدار بھی ہو جاتی ہے اور آگے کی ذمہ داریاں سنبھالنے کی اہلیت بھی پا لیتی ہے۔ پتا نہیں کتنی ذمہ داریاں سنبھال رکھی ہیں اس نے۔ ایک پیر ادھر اور دوسرا ادھر۔۔ اللہ میری بیٹی کو ہمیشہ سکون میں رکھے"

عرشیہ کا ذکر ہونے کی دیر تھی کہ عرشیہ کی مما اور نئی کی ساری فکروں کا رخ اسکی سمت چلا گیا، جو اسی وقت علوی مینشن پہنچی تھی۔

لیٹ تو ہو گیا تھا لیکن نیند زوروں کی آ رہی تھی۔

"آجاو"

وہ خود باہر نکلا اور عرشیہ کی طرف آ کر کار دوڑ کھولا، عرشیہ نے مسکرا کر اسکا ہاتھ پکڑا اور باہر نکلی ہی جب انیس نے اسے اپنے سینے سے جوڑتے، کار کا ڈور بند کیا پر نظریں عرشیہ پر ہی جمی تھیں۔

"لوگ صبح درد دیتے ہیں اور رات کو انکی لاڈیاں ہی ختم نہیں ہوتیں۔ ہنہ"

وہ جان بوجھ کر اسے جتا گئی، انیس نے بڑی خوشگوار دلچسپی سے عرشیہ کا یہ کیوٹ شکوہ سنا۔

"تم مجھ سے ایسا شکوہ اس ٹھٹھراتی رات میں کر کے پچھتانا مت بس"

وہ اسے سنبھلنے کا موقع دیے بنا اپنی بازووں میں اٹھا گیا تو عرشیہ نے فوری اسکی گردن میں بازو ڈالے خود کو سنبھالا، وہ بلکل بھی خوفزدہ نہ تھی، بس انیس کی مسکراہٹ اسے سکون دے رہی تھی۔

"جو شکوہ تمہیں اداسیوں سے کھینچ کر باہر نکالے، اسکے کسی انجام یا نتیجے پر مجھے افسوس نہیں ہو سکتا۔ تم ٹھیک ہو ناں انیس؟"

وہ اسے لیے علوی مینشن کی طرف قدم اٹھانے لگا تو اسکی شرارت، عرشیہ کے سوال نے اک رشک میں بدل دی۔

"بس دل گھٹ رہا ہے۔ اس گھر میں جانے کا حوصلہ تک نہیں۔ تم ساتھ ہو تو شاید گھٹن محسوس نہ ہو"

وہ اسکے گال سے ہتھیلی جوڑ گئی۔

"پھر ہم اندر نہیں جاتے۔ وہاں چلیں۔۔۔؟"

انیس اسکی فرمائش پر رکا تو عرشیہ نے علوی مینشن کی دوسری طرف بنے شیڈڈ اوپن سٹنگ لاؤنج کی طرف اشارہ کیا جو علوی مینشن کے گارڈن کے دائیں طرف بنا تھا، وہاں آرام دہ صوفے لگے تھے، بھاری دبیز پردے بھی چاروں طرف لگے تھے، چاروں کونوں پر مضبوط اور بڑے پلرز تھے۔

انیس نے اس سمت دیکھا پھر بغیر کچھ کہے ہلکا سا سر ہلایا اور اسی طرف بڑھ گیا۔

ٹھنڈی ہوا تیز تھی مگر اس شیڈڈ لاؤنج میں داخل ہوتے ہی جیسے فضا بدل گئی، پردوں نے ہوا کی کاٹ کم کر دی تھی اور ہلکی سی گرم روشنی ماحول کو نرم بنا رہی تھی۔

انیس نے عرشیہ کو بہت احتیاط سے صوفے پر بٹھایا مگر خود اس سے الگ نہ ہوا، اس کے بالکل قریب ہی بیٹھ گیا، اپنی بازو کھولی ہی کہ وہ اسکے سینے سے

لگی، دونوں آرام دہ انداز میں ڈھیلے سے ہو کر بیٹھے، چند لمحے دونوں خاموش رہے...

وہ خاموشی بھاری نہیں تھی، بس تھکی ہوئی تھی۔

عرشیہ نے آہستہ سے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا،

اس کی انگلیوں پر انگوٹھا پھیرتے ہوئے، اسکے ہاتھ کی پچھلی طرف ابھری اک رگ پر انگوٹھے کی پور پھیرنے کے بعد وہ اسکے سینے سے لگی ہی اپنے دونوں ہاتھوں میں اسکا ہاتھ لے کر چومتی، انیس کے ہونٹوں پر اک سکون بھری مسکراہٹ رکھ گئی۔

"اب کیسا لگ رہا ہے انیس غانم؟"

انیس نے گہرا سانس لیا، سر عرشیہ سے ٹکا دیا۔

"بہترین"

اس نے عرشیہ کا سر چومتے ہی آنکھیں بند کر لیں۔

"یہاں تمہارے ساتھ سانس لینا آسان لگ رہا ہے"

عرشیہ ہلکا سا مسکرائی اور آہستہ سے اسکا ہاتھ اپنی گود میں دھر الیکن چھوڑا نہیں، اسے انیس کا ہاتھ پکڑنا اچھا لگتا تھا، وہ جب بھی اسکا ہاتھ پکڑتی، انگوٹھیاں جوڑ کر مسکراتی۔

"پھر یہیں رہتے ہیں کچھ دیر، دنیا کو تھوڑی دیر باہر ہی رہنے دیتے ہیں"

انیس نے آنکھیں کھولیں، اس کی طرف چاہت سے دیکھا پھر عرشیہ کے سر پر اپنا گال ٹکایا۔

"تمہیں پتا ہے لُما"

اس نے دھیرے سے سر گوشی کی۔

"میں ہمیشہ سوچتا تھا کہ میں سب کچھ اکیلا سنبھال لوں گا، کسی کی ضرورت نہیں پڑے گی"

وہ ہلکا سا ہنسا مگر اس ہنسی میں تھکن تھی۔

"اور اب"

عرشیہ نے اس کا ہاتھ تھوڑا اور مضبوطی سے پکڑا۔

"اب تمہارے بغیر ایک لمحہ گزارنا بھی بھاری لگتا ہے"

عرشیہ کا دل بھر آیا مگر اس نے بس اس کے ہاتھ کو دبایا۔

"یہ کمزوری نہیں ہے انیس"

وہ نرمی سے بولی۔

"یہ سکون ہے جو ہر کسی کو نہیں ملتا"

انیس نے اس کی طرف دیکھا، جیسے پہلی بار اس بات کو سمجھا ہو۔

پھر آہستہ سے اس کا چہرہ اپنی طرف موڑا، اسکی مسکراہٹ جی بھر کر نہاری۔

"اور تم واقعی میرا وہی سکون ہو جو ہر کسی کو نہیں ملتا عرشیہ"

اس کی آواز میں کوئی شوخی نہیں تھی، صرف سچ تھا۔ عرشیہ کی پلکیں جھک گئیں، ہونٹوں پر نرم سی مسکراہٹ آ گئی۔

"اور تم میری جان ہو"

وہ سرگوشی میں بولی، اس نے گردن زرا ہلاتے چہرہ اوپر کیا تو انیس نے جھک کر لُما کی یہ چہرہ اٹھانے کی حرکت پر جو جوابی لپک دیکھائی، وہ اس سرد ماحول کو آگ لگانے لگی، ہوا نے بھاری پردوں کو ہلکا سا ہلایا، دور کہیں درختوں کے پتے سرسرائے، اور اس چھوٹے سے گوشے میں وہ دونوں اپنی تھکن، اپنے ڈر اور اپنی محبت کے ساتھ، آخر کار تھوڑی دیر کے لیے ٹھہر گئے۔

فجر کی اذانوں سے ایک گھنٹہ پہلے کسی نے آکر ان دونوں پر بلینکٹ اوڑھایا تھا کیونکہ وہ دونوں وہیں سو گئے تھے، ان پر کمبل اوڑھانے والے وہ ہاتھ اجنبی نہیں تھے۔

وہ عصر زمان کے ہاتھ تھے۔

.._____..

فجر کی اذانوں کو ابھی کافی وقت تھا، رات گہری اور تاریک تھی۔

ردا آفس سے باہر آئی تو علیم خان نے اس بار اسے منہ پھیر کر گزرنے سے پہلے پکارا۔

"اگر آپ فری ہو گئی ہیں تو میں آپکو گھر چھوڑ دیتا ہوں۔ رات بہت زیادہ ہو گئی ہے"

وہ رک تو گئی مگر پلٹے بغیر بس علیم خان کو سن کر جبڑے بھینچ گئی۔

"مجھے رات زیادہ ہونے سے کچھ نہیں ہو گا۔ گلیوں کے آوارہ کتے اب مجھ سے ڈریں گے۔ تم بھی جاو علیم خان سر مت کھاو۔ ابھی میں تمیز تہذیب کے موڈ میں نہیں ہوں"

وہ اس سے پہلے باپر نکلتی، علیم اسکے ہمقدم ہوا، انیس نے اسکو ذمہ داری دی تھی وہ نبھانا علیم خان پر فرض تھا۔

"تمیز و تہذیب کی ضرورت نہیں۔ بس کا پریٹ کریں۔ میں آپکو گھر چھوڑ دوں یہی حکم ملا ہے۔ ضد مت کریں ورنہ مجھے مجبورا آپکو گاڑی میں دھکیلنا پڑے گا۔ ایک بار آپکو آپکی منزل تک پہنچا دوں پھر آپ جس بھی آوارہ کتے کو ڈراتی رہیں مجھے کوئی فرق نہیں پڑے گا"

وہ اپنی گاڑی کا بیک ڈور کھول کر بہت تمیز اور نرمی کے سنگ بولا، ردا نے اک نظر علیم کو دیکھا پھر پھونک مارتی وہ بیک سائیڈ سوار ہوئی، علیم کے چہرے پر سنگلاخ چٹان سی سختی تھی، وہ بھی آکر اپنی ڈرائیونگ سیٹ سنبھالے

بیٹھا، گاڑی سٹارٹ ہوئی، ردا نے سر سیٹ سے ٹکاتے باہر گزرتے منظروں پر نگاہ دوڑائی، رات کی گہرائی اپنے نشانات پھیلائے ہوئے تھی کیونکہ شہر سنسنان ہو چکا تھا۔

بہر حال جس پتے پر ردا کو پہنچانے کا حکم تھا وہ گھر آ گیا تو علیم نے گاڑی اس بلڈنگ کے گیٹ سے گزارتے پارک کی، اور وہ باہر نکلا ہی کہ اس ایڈریس پر پہلے ہی ایک کھانے کا پارسل پہنچا ہوا تھا، علیم خان نے وہ پارسل لے کر پیمنٹ کی جبکہ گاڑی کا ڈور بھی کھولا، اسی بلڈنگ میں ردا کا گھر تھا، وہ باہر نکلی اور اک نظر علیم خان کو دیکھا۔

"میں گھر کے اندر پہنچا دوں آپکو یہ بھی حکم ہے"

وہ اس سے پہلے کوئی اعتراض کرتی، علیم خان نے پہلے ہی اسے خاموش کروایا، جبکہ کچھ دیر میں وہ ردا کے گھر کے باہر تھے، ردا نے گہرا سانس کھینچا پھر وہیں سائیڈ رکھے گملے کو پیر سے ہٹاتے چابی اٹھا کر اپنے گھر کا ڈور کھولا۔

"تم کہاں گھسے آرہے ہو یار"

وہ علیم کے اتنا سر پر سوار ہونے پر جیسے جھنجھلا گئی مگر علیم نے اندر داخل ہوتے گھر کا اک تفصیلی جائزہ لیا اور بے تکلفی سے کچن کی طرف بڑھ گیا۔

"انیس غانم تمہیں اللہ پوچھے اس پر"

وہ غصیل تیوروں سے پیچھے ہی لپکی جہاں وہ کچن میں جا کر اسکے لیے کرسی میز سے پرے سرکا چکا تھا، وہ زچ نظروں سے علیم کو دیکھتے بیٹھی۔

"انیس سر نے کہا تھا آپکو کچھ کھلا پلا دوں۔"

علیم خان نے کھانے کے پیکٹ کو کھولتے مزید ارسی بریانی ردا کے سامنے میز پر رکھی۔

"کیوں تم باڈی گارڈ سے سیدھے میری اماں ابا کے رینک پر شفٹ ہو گئے ہو؟"

وہ تو پہلے ہی انگارے چبا رہی تھی۔

"چکھیں۔ یہ اچھی اور مزیدار ہے۔ میں نے کھار کھی ہے"

وہ اسکو چمچ پکڑاتا صلح جو ہوتے بولا تو ردا نے چمچ جھپٹ لی اور اک نوالہ بنا کر منہ میں ڈالا ہی جب علیم نے وہیں رکھی پانی کی بوتل سے گلاس کو بھر کر ردا کی طرف سرکایا۔

"تم جاوناں۔۔ سر پر کیوں منڈلا رہے ہو۔ ان پولیس اور انکوائری والوں سے آزادی مل گئی پر تم سے کیوں نہیں مل رہی۔ دیکھو میرے بندھے ہاتھ دیکھو اب جاو اور دوبارہ انیس کا کوئی حکم مت ماننا۔ جاو بھی۔ کیا بیٹھے گھور رہے ہو؟"

وہ نرمی اور دوستانہ برت رہا تھا لیکن یہ لڑکی شاید خود سے بھی بیزار تھی۔

"ایک پٹھان سے لڑائی مول لے کر آپ پچھتائیں گی۔ کیونکہ پھر لڑائی صرف نکاح پر رفع دفع ہو گی"

وہ ایسے سرد و سپاٹ لہجے میں بولا کہ جو نوالہ وہ زبردستی کھا چکی تھی وہ بھی پھندا بنا۔

"تمہارے نصیب اچھے ہیں کہ میں ابھی بھوکی ہوں۔ ورنہ نکاح کا نام جس منہ سے نکالا ہے وہ سوجھا دیتی"

وہ بھی اپنے نام کی ایک ہی بلا تھی۔

"میں نے کہا کہ لڑائی مول لیں گی اگر۔ آپ مت لیجئے۔ میں تو ویسے بھی جا ہی رہا ہوں۔ اب آپ اپنے راستے اور میں اپنے راستے"

علیم خان نے یہ کہتے ہوئے اٹھ کر واقعی ایک قدم پیچھے لیا، جیسے وہ خود کو اس ماحول سے الگ کر دینا چاہتا ہو مگر اس کے قدموں میں وہ ٹھہراؤ نہیں تھا جو بے نیازی میں ہوتا ہے، بلکہ ایک عجیب سی بھاری کیفیت تھی... جیسے ہر قدم اس کے لیے مشکل ہو۔

ردا نے چمچ ہاتھ میں تھامے اسے جاتے دیکھا اور نہ جانے کیوں دل میں ایک خفیف سی جلن ہوئی مگر اس نے فوراً خود کو جھٹکا۔

"دروازہ کھلا چھوڑتے جایئے گا... گھٹن ہوتی ہے مجھے بند جگہوں سے"

وہ بے دلی سے بولی، نظریں پلیٹ پر جمائے کھا رہی تھی، علیم خان جاتے جاتے رک گیا۔

اس نے آہستہ سے پلٹ کر اسے دیکھا۔

"آپ کو صرف بند جگہوں سے نہیں، لوگوں سے بھی گھٹن ہوتی ہے ردا صاحبہ"

اس کے جملے پر ردا کے ہاتھ رک گئے، چمچ ہوا میں تھم گیا۔

"خاص طور پر اُن لوگوں سے جو آپ کو سچ میں اپنا بنانا چاہتے ہیں"

اس شخص کی آواز میں نہ طنز تھا، نہ غصہ، بس ایک سیدھی سی چوٹ تھی۔

ردا نے دھیرے سے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا... اس کے چہرے پر پہلی بار ہلکی سی سنجیدگی آئی۔

"میں کسی کی ہمدردی نہیں چاہتی علیم خان"

وہ آہستہ مگر مضبوط لہجے میں بولی۔

علیم ہلکا سا مسکرایا، وہ مسکراہٹ تکلیف سے بھری تھی۔

"میں نے کب کہا کہ میں آپ پر ترس کھا رہا ہوں؟"

وہ ایک قدم اس کی طرف بڑھا مگر فاصلہ برقرار رکھا۔

"میں نے آپ کو اس لیے پسند کیا کیونکہ آپ ٹوٹی ہوئی ہو کر بھی کھڑی ہیں، کیونکہ آپ نے ہار نہیں مانی، کیونکہ آپ میں وہ ہمت ہے جو بہت کم لوگوں میں ہوتی ہے"

ردا کی آنکھوں میں ایک لمحے کو روشنی آئی، مگر اگلے ہی لمحے وہ بجھ گئی۔

"اور اسی لیے میں آپ کے قابل نہیں ہوں"

اس نے فوراً نظریں چرا لیں، جیسے اس سچ سے بھاگ رہی ہو۔

علیم نے گہرا سانس لیا۔

"یہ فیصلہ آپ نے کب سے کرنا شروع کر دیا کہ کون آپ کے قابل ہے اور کون نہیں؟"

وہ پہلی بار تھوڑا سخت ہوا۔

"یا پھر آپ کو ڈر ہے کہ اگر کسی نے واقعی آپ کو قبول کر لیا تو آپ کو خود سے محبت نہ کرنی پڑ جائے۔ کیونکہ مجھے ڈر ہے آپ ایسے ہی انکار کرتی رہیں کچھ دن تک تو میں اک نئے علیم خان میں بدل جاوں گا جسے آپکا ہاتھ پکڑ کر زبردستی نکاح کرنے میں بھی کوئی شرم غیرت نہیں آئے گی۔ مجھے یقین کریں عورتیں آج تک سمجھ نہیں آئیں نہ میں ایسا اعتماد اپنے اندر لا سکا کہ انھیں دیکھ کر بات بھی کر پاتا لیکن آپ کے سامنے زبان رک ہی نہیں

پاتی۔ نظریں ہٹ ہی نہیں سکتیں۔۔۔میں خود سے بھی اتنا ہی پریشان ہو گیا اچانک جتنی آپ مجھ سے دیکھائی دے رہی ہیں۔ میں معافی چاہتا ہوں۔۔میں جارہا ہوں۔ نہیں آوں گا اب آپکے سامنے ردا مراد"

علیم کا پہلا جملہ سیدھا جا کر ردا کے دل پر لگا، وہ اسکی اگلی ساری باتیں سن کر جیسے آگ بگولا ہو گئی۔

"بس..."

وہ چیخ اٹھی، علیم نے نظریں چرائیں اور بنا کچھ کہے گھر سے نکلا تو دروازہ بھی بند کر گیا لیکن ردا کی بھوک مر گئی۔

"پاگل آدمی..."

وہ زیرِ لب بڑبڑائی مگر اس بار اس کے لہجے میں غصہ نہیں تھا، تکلیف بھی نہیں تھی، بس ایک انجانا سا سکون تھا اور تھوڑی سی ہار بھی شامل تھی، اک آنسو اسکی آنکھ سے ٹپکا تھا، جانے وہ آنسو کتنا انمول تھا، یہ تو وقت ہی بتاتا۔

فجر کی نماز پڑھنے کے لیے جب شمس الدین کمرے سے نکل کر باہر آئے تو باہر جاتے ہوئے انکی نظر یمل کے کمرے کے دروازے پر گئی تو نیچے دیکھائی دیتی درز سے پتا چلا کہ لائیٹ آن تھی، وہ بچوں کی فکر میں اس طرف بڑھے اور دروازہ کھول کر اندر جھانکے تو انکے ہونٹوں پر تب مسکراہٹ آئی جب وہ دونوں بچے جاگ کر ابھی بھی باتیں کر رہے تھے۔

"تم دونوں سوئے نہیں میرے شہزادو!"

نانا کی نرم پکار پر یمل نے فوری دروازے کی طرف دیکھا، وہ دونوں ہی اٹھ کر بیٹھے تو شمس الدین انکے قریب جا کر بستر پر بیٹھے، دونوں کی آنکھیں نیند سے اٹی ہوئی تھیں۔

"نیند تو آ رہی تھی نانا، پر میں نے فجر کی نماز پڑھنی تھی تبھی جاگ رہے ہیں۔ عدین نے کہا تھا فجر کی نماز پڑھ کر اپنے اور نانا کے دل کا سکون مانگو اور

بابا کی تندرستی بھی، مما کی مغفرت بھی۔ اگر ہم سو جاتے تو ہماری فجر مس ہو جاتی ناں۔ عدین کو بھی سپیشل والی دعائیں مانگنی تھیں"

یمل کے معصومیت سے بتانے پر شمس الدین نے شفقت بھری بھیگی نگاہیں عدین علوی پر ڈالیں، وہ ان بچوں کے معصوم اور شفاف دل پر قربان ہوئے۔

"اللہ تم دونوں کی ہر جائز اور نیک دعا قبول کرے۔ وہ سب بہت خوش قسمت ہیں جنکے لیے تم دونوں کے دل بیقرار ہیں۔ اٹھو شاباش۔ ہو گئی ہے اذان۔ نماز پڑھو اور پھر کچھ دیر سو جاو۔ نیند اور کھانا پینا تو زندگی کا حصہ ہے، جبکہ موت بہت بڑی حقیقت۔ جب تم دونوں اٹھو گے پھر ہم ساتھ ناشتہ کریں گے"

شمس الدین نے دونوں کے سر باری باری چومتے چند نرم و شفیق ہدایات کیں جس پر دونوں نے مسکرا کر سر ہلایا، شمس الدین نے دونوں کی خوشی دیکھتے سمائل کی۔

"مسجد چلو گے دونوں؟"

وہ دونوں ہی فوری مان گئے۔

"جی آپ چلیں گے تو ہم بھی جائیں گے"

عدین نے یہ بہترین خیال کیا جس پر شمس الدین نے انکا چینج کرنے تک انتظار کیا، یمل نے عدین کے لیے اپنے نئے کپڑے نکالے تھے کیونکہ دونوں کے قد اور سمارٹنس بھی بلکل ایک جیسی تھی، وہ خوشی خوشی شمس الدین کے ساتھ فجر کی نماز پڑھنے مسجد گئے، وہاں نماز پڑھ کر دونوں نے اپنی اپنی دعائیں کیں، پھر کبوتروں کو دانا بھی ڈالا، وہیں مسجد کے باہر ایک شیلٹر تھا جہاں بلیوں اور کتوں کے لیے کھانا وغیرہ رکھا جاتا تھا، شمس الدین تو

بس ان بچوں کے ساتھ بے حد پر سکون نظر آئے، عدین اور یمل نے کچھ دودھ، مچھلی اور گوشت کے ٹکرے خرید کر اس شیلٹر میں رکھے برتنوں میں ڈالے تھے۔

"تم دونوں کو پتا ہے یہ بے زبان جانور دعا بہت طاقتور دیتے ہیں۔ جب ہم اللہ کی مخلوق پر مہربان ہونا شروع ہو جاتے ہیں تو وہ ہمارے سارے راستے بھی صاف کر دیتا ہے۔ میں بہت گناہ گار سا انسان ہوں لیکن مجھے میرے اللہ سے کوئی شکایت نہیں کیونکہ اس نے بہت سے عیب چھپا لیے ہیں۔ اور تم دونوں کو پتا ہے میری بیٹی پر بھی اس اللہ نے کرم کیا ہے۔ بعض اوقات ہم اللہ کی وہ مصلحت نہیں سمجھ پاتے جو در حقیقت ہوتی ہے"

وہ لوگ واپسی کے راستے پر گامزن تھے، عدین اور یمل دائیں بائیں چل رہے تھے لیکن دونوں کی توجہ شمس الدین کی باتوں پر تھی۔

"لیکن نانا؟ کسی بچے سے اسکی ماں دور ہونے میں کیا مصلحت ہے؟"

یمل کے سوال نے شمس الدین اور عدین دونوں کو لمحہ بھر افسردہ کیا۔

"کیا پتا اللہ اس بچے کو بہادر بنانا چاہتا ہو، ہم جب تک ماوں کی گود میں رہتے ہیں، کبھی مضبوط نہیں بنتے۔ماوں کی گود سے اترنے کے بعد ہی تو اصل زندگی شروع ہوتی ہے۔اور یہ دنیا تو سزا اور جزا کی جگہ ہے ہی نہیں میرے بچو کہ ہمیں یہاں آسانیاں ہی آسانیاں ملیں، یہ تو اک مختصر قیام کی جگہ ہے۔یہاں کے دکھ بھی عارضی اور سکھ بھی مختصر۔جن بچوں کی مائیں مر جاتی ہیں، وہ عام لوگوں سے زیادہ مضبوط اور بہادر ہوتے ہیں۔میری ماں بھی مجھے بچپن میں چھوڑ گئی تھی۔میں تم دونوں کے دل کا خلاء سب سے بہتر سمجھ سکتا ہوں۔آج کے بعد تم دونوں مجھے اپنی ماں سمجھ لینا۔مجھے بھی اپنے بہت گناہوں کی تلافی کرنی ہے۔یہ جو اولاد ہوتی ہے یہ آزمائش ہوتی ہے۔۔۔فاطمہ میرے لیے بہت قیمتی تھی لیکن وہ پاگل تھی۔وہ اپنے دل کی سنتی تھی۔اور یاد رکھنا تم دونوں، یہ میری نصیحت ہے کہ جو لوگ ہمیشہ دل کی ہی سنتے رہیں، وہ بھٹک جاتے ہیں۔کیونکہ دل بہت مہربان اور رحم دل

ہوتا ہے، اور اس بے رحم دنیا میں جینے کے لیے تھوڑی سنگدلی، اور عقل کی ضرورت ہے، یہاں جو انسان اپنی مرضی سے جینے کی خواہش کرتا ہے، یہ دنیا اسکی ان خواہشات کو جرم بنا دیتی ہے۔ میں جیسا اپنی بیٹی کو بنانا چاہتا تھا، ویسا نہیں بنا سکا۔ مجھے اسکا پچھتاوا رہے گا۔ اسکا بہت سے معاملات میں ساتھ نہیں دینا چاہیے تھا مجھے۔"

وہ دونوں شمس الدین کی ہر بات بہت توجہ سے سن رہے تھے، وہ شخص انھیں اندر سے بہت زخمی لگ رہا تھا، ایک باپ کے لیے اس سے بڑی تکلیف کیا ہو سکتی ہے کہ اسکی اولاد اسکی آنکھوں کے سامنے غلط راہ پر چلی اور پھر نظروں کے سامنے ختم ہو گئی۔

"جو ہوا اب بدلا نہیں جا سکتا۔ ہم انکی اگلی منزلوں کی آسانیاں مانگ سکتے ہیں۔ کیونکہ میرے بھیو کہتے ہیں، انسان کوئی بھی برا نہیں ہوتا۔ اسکی ضد بری ہو سکتی ہے، اسکے کام برے ہو سکتے ہیں اور اسکی انا بری ہو سکتی ہے۔ تبھی تو میرے بھیو نے آج تک بابا کا ہر کڑوا لفظ سن کر برابر نہ سہی لگ

بھگ مقابلہ ضرور کیا۔ کیونکہ وہ بابا کے سامنے مسمسار ہو جاتے تو میں کبھی وہ نہ بن پاتا جو آج ہوں۔ بھیو میرے ہیرو ہیں۔ وہ دنیا جہاں سے بیسٹ ہیں کیونکہ وہ پرفیکٹ نہیں ہیں۔ اور آپ دونوں کو پتا ہے، اس دنیا کے سب سے خوبصورت لوگ وہی ہوتے ہیں جن میں آدھی اچھائیاں ہوں اور آدھی برائیاں۔۔۔ جو گرتے بھی یوں۔ سنبھلتے بھی ہوں۔ لڑتے بھی ہوں، مناتے بھی ہوں۔ خاموش بھی ہوتے ہوں اور چیختے بھی ہوں۔ بھلا جو بس اچھے ہوں، وہ بھی کوئی انسان ہوتے ہیں کیا؟"

عدین کی یہ ہر بات میں بھیو کی بات لانا بہت خوبصورت تھا، یمل اور شمس الدین کو اس کی باتوں کا یہ رخ بہت پیارا اور تر و تازہ کر دینے والا لگا۔

"یہ چیز۔ جو صرف اچھے ہوں، وہ منافق ہوتے ہیں میرے بچو کیونکہ اس دنیا میں آتا کوئی بھی انسان مکمل پرفیکٹ یا پورا اچھا نہیں، اگر کوئی ایسا ہے تو وہ بناوٹی ہے، یاد کھاوا کر رہا ہے، مختصر یہ کہ ہم سب کہیں نہ کہیں کسی کی کہانی

میں مجرم ہوتے ہیں۔ یہ اچھائی اور برائی کا ملاپ ہی تو انسانی فطرت ہے، تبھی تو گناہ ثواب، جنت اور دوزخ بنائے گئے۔"

شمس الدین نے جیسے عدین کی بات میں بھرپور اضافہ کیا۔

"مجھے بھی یہی لگتا ہے کہ انسان ہمیشہ اور ہر وقت اچھا نہیں رہ سکتا۔ تبھی تو میں اپنی مما سے ہمیشہ پیار کروں گا۔ انہوں نے جو بھی غلط کیا ہو، کبھی جاننا نہیں چاہوں گا۔ وہ کسی اور کی کہانی میں لاکھ بری ہوں، میرے لیے میری ماں تھیں۔ میری جدائی ان پر اتنی ہی قیامت رہی جتنی مجھ پر انکی۔ وہ انکا ماتھا چومنا بنا کسی غرض اور بناوٹ کے تھا، اور یہ میرے لیے پوری زندگی کے لیے انکو پیار سے یاد کرنے کو کافی ہے۔"

یمل کے آنکھیں نم کرنے پر شمس الدین اور عدین کی آنکھیں بھی بھیگیں تو شمس الدین نے دونوں کو اپنے سینے لگالیا، وہ بچے بہت سمجھدار تھے۔ جبکہ دوسری طرف بلند ہو کر تھم چکی آذانوں کے بعد ٹھنڈک کے شدید ہونے

پر انیس کی آنکھ کھلی، ہلکی سی حرارت اوڑھے کمبل سے مل رہی تھی لیکن اب ٹھنڈک ان بھاری پردوں کے باوجود رک نہ رہی تھی۔

انیس نے جب خود میں مکمل سمٹ کر سوتی عرشیہ کو دیکھا تو اسکی ہیزل براون آنکھوں میں نیند کے خمار کے ساتھ، عرشیہ کے دیدار کی گرمائش بھی اتر آئی۔

"عرشیہ۔۔ چلو روم میں جا کر سو جاو۔ یہاں ٹھنڈ ہو رہی ہے"

انیس نے ہاتھ بڑھا کر اسکے بالوں میں انگلیاں سی پھیرتے پکارا، عرشیہ کا گرم مفرر اسکی گردن کو گرم کیے ہوئے تھا لیکن اسکے کان برف ہو رہے تھے، وہ کسمسا کر انیس میں مزید جذب ہوئی تو انیس نے اپنے ہاتھ میں اسکا ٹھنڈا ہاتھ لے کر دباتے حرارت دینے کی کوشش میں جب ہونٹوں کے پاس لائے چوما تو وہ مندی مندی آنکھیں کھولتی انیس کو دیکھنے لگی، ایک ہاتھ تو عرشیہ کا کمبل میں تھا پر ایک باہر رہ گیا تھا، وہ اسکی ہتھیلی اور ہاتھ کی پشت کبھی چومتا

کبھی ہاتھ میں نرمی سے دبا کر گرم کرنے کی کوشش میں اتنا منہمک تھا کہ اسے پتا ہی نہ چلا، وہ جاگ کر اسے محویت سے تکتی جا رہی ہے اور اپنے نصیب پر ہر سانس رشک کما رہی ہے۔

"میں نے آج زندگی کی سب سے اچھی نیند لی۔ اتنا سکون ملا کہ یہ باہر کی شدید ٹھنڈ تو چھو بھی نہیں سکی۔ آج ثابت ہوا کہ سکون گرم کمرے یا نرم بستر میں نہیں، محبوب کی گرم جوش پناہ میں ہوتا ہے"

وہ اسکی طرف دیکھنے لگا، وہ اپنی بات مکمل کرتی وہی ہاتھ انیس کے رخسار سے لگاتی اسکا چہرہ اپنی جانب پھیرے بنا رکے بولتی گئی، اسکے ہر لفظ کے ساتھ انیس کا سکون ضرب ہوتا چلا گیا۔

"لیکن تم سر سے پیر تک ٹھنڈی اور برف ہو رہی ہو"

انیس نے اسکی گلابی ہوتی ناک چومی۔

"محسوس تو نہیں ہو رہا ایسا کچھ۔ کیا قسم کھاوں؟"

وہ اسکے گھورنے پر بے اختیار ہنسا۔

"نہیں، تمہارا کہہ دینا کافی ہے ویتامیا"

وہ پر شوق نگاہوں سے زرا سنبھل کر بیٹھی، جو ترچھی ہو کر اس پر حاوی تھی، اس میں کمی لائی تو دونوں کے چہرے ایک دوسرے کے بہت قریب ہوئے۔

"اسکا مطلب تو تم نے بتایا ہی نہیں سڑو"

وہ متجسس تھی۔

"میری زندگی"

وہ اسکی ٹھوڑی چومتا، روبرو ہو کر ان گرے مست آنکھوں میں آنکھیں ڈالے بولا تو عرشیہ کے چہرے کے خدوخال متبسم ہوئے۔

"تم میری جان۔ میرے سکون کی بات تو ہو گئی، تم بتاو۔ تمہیں نیند آئی تھی؟ دل کچھ بہتر ہوا؟"

وہ اب اپنے بارے نہیں، صرف انیس کے دل کی حالت جاننے کو بیتاب تھی۔

"تھوڑا بہتر ہے۔ اور میں بھی سو گیا تھا۔ ابھی جاگا ہوں۔ یہ بلینکٹ یہاں نہیں تھا، حیرت ہے کس نے ہمیں یہاں ڈھونڈ لیا رات میں؟"

عرشیہ نے بھی خود پر اوڑھے بلینکٹ کو دیکھتے سمائل کی، وہ حیران تھی کہ انیس کو اس بارے شک کیسے ہے، ایسا بس ایک ہی مخلوق کر سکتی تھی۔

"تم ابھی بھی عصر کو نہیں سمجھے۔ اسکے علاوہ یہ کوئی نہیں کر سکتا۔ میرا پیارا بھائی ہے وہ۔"

عرشیہ کے اتنے یقین پر انیس نے سر ستائش میں ہلایا۔

"تو اچھے سے کرتا ناں۔ ہم دو تھے اور یہ اتنا باریک کمبل۔۔۔ جنوری کی ٹھنڈ اس سے رکتی ہے بھلا۔؟"

وہ انیس کے شکوے پر ہنستی ہوئی اسکی ناک پکڑ کر دبا گئی۔

" کبھی خوش مت ہونا تم سڑو۔ نخریلے آدمی۔ اسکا یہ کیوٹ عمل دیکھو، اگر یہ کمبل بھی نہ ہوتا تو ہماری قلفی جم چکی ہوتی۔ یہ تو شکر ہے ہم نے گرم کپڑے پہنے تھے، پیک شیک تھے۔ بھلا ہو اس کمبل نے بھی تھوڑی حرارت دے دی۔ اسکو زور سے گلے لگانا، ورنہ نئے نویلے بیاہے بھائی تو بیویوں کے پلو سے ہی نہیں اترتے۔ وہ اترا، رات کو آیا ادھر اور ہمیں یہ کمبل اوڑھایا۔"

وہ عرشیہ کی باتیں سنتا ہنس پڑا کہ کیا مخلوق ہے اسکی لُما، اتنا دماغ لاتی کہاں سے ہے۔

"آہ۔ تمہارا بس چلے تم مجھ سے شکریہ ہی کرواتی رہو۔ دھوپ کا، چھاوں کا، راستوں کا، موسموں کا۔ اور مجھے خون ڈونیٹ کرتے ہر انسان کا"

وہ یہ بس مزاق میں بولا پر عرشیہ نے آخری جملے پر اپنے ہاتھ کی وہی ٹھنڈی گرم انگلیاں اسکے ہونٹوں پر جما دیں۔

"اب تمہیں خون کی ضرورت نہیں پڑے گی، میں تمہیں ایک چھوٹا سا کٹ بھی نہیں لگنے دوں گی۔ تم ابھی اپنے لیے عرشیہ کا پروٹیکٹیو ہونا جانتے ہی کب ہو۔ تم تک آتی ہر تکلیف کو پہلے مجھ سے نمٹنا ہو گا۔ میں نے اپنی زندگی میں آج سے پہلے کچھ بھی اتنی شدت سے نہیں مانگا جتنا اب مانگ رہی ہوں اور وہ ہے تمہیں کبھی چوٹ نہ لگنا۔ اس بیماری کا کوئی مستقل علاج نہیں سوائے احتیاط کے۔ اور میں دنیا جہاں کی احتیاط تمہارے ارد گرد حائل کر دوں گی۔ لوگ محبت میں جان دیتے ہیں، پر میں محبت میں تمہاری جان کی حفاظت کروں گی۔ کبھی تمہیں چوٹ لگنے نہیں دوں گی۔"

وہ کچھ لمحے جیسے کچھ بول ہی نہ پایا، ایسا لگ رہا تھا اس لڑکی میں حمرا علوی کی روح گھس آئی ہو۔

"مما بلکل ایسا ہی کرتی تھیں۔ اور یہی کر کے وہ میرے لیے بہت خوار ہوئیں۔ بابا کی نفرت کا بڑھنا بھی اسی سبب ہوا کہ میری ماں کو صرف میری پڑی رہتی تھی۔ تم ایسا مت کرنا عرشیہ۔ مجھے تمہیں اپنے پیچھے خوار نہیں کرنا۔ جو زخم میرے نصیب میں ہوا وہ مجھے ملے گا۔ اور تم اسے قبول کرو گی۔ یہ سب زندگی کا حصہ ہے۔ بی پریکٹیکل"

وہ انیس کے ایسے جواب پر اداس ہو گئی۔

"ہمم۔۔ صحیح۔"

وہ ناراض ہو کر اسکا حصار توڑ کر اٹھنے لگی تو انیس نے اسے آہستگی سے اسکی کلائی سے پکڑ کر واپس بٹھایا لیکن وہ منہ پھیر گئی۔

"روٹھ نہیں سکتی تم مجھ سے، اس پر میرا دل لہو ہو گا۔"

وہ فورا انیس کو دیکھنے لگی کہ کتنا ظالم ہے۔

"تم جسے خواری کہہ رہے ہو، یہی محبت ہے انیس غانم۔ وہی محبت جو تم سے تمہاری ماں کو تھی، کیا پتا تم سے انکی محبت ہی انکا اتنے سال بچاو بنی رہی ورنہ یہ جانتے ہوئے کہ وہ اپنے شوہر کی پسندیدہ عورت نہیں، وہ کیسے جی ہوں گی، انکو ابنارمل تمہارے لیے خواری نے بنایا اس غلط فہمی سے نکلو، انھیں ابنارمل انکی ابراہیم علوی سے محبت نے بنایا کہ جسے ٹوٹ کر چاہا وہ آدمی کسی اور کے لیے ٹوٹا ہوا تھا اور وہ ابراہیم علوی کو اسکے سپرد بھی نہ کر سکتی تھیں پھر بھی ان سے جو ہوا کیا، عورت اپنے من پسند شخص کے لیے ایسی ہی پاگل ہوتی ہے تم مردوں کو کیا پتا۔ بجائے اسکے تم اس عورت کی محبت ہونے پر رشک کرو، تم افسوس کر رہے ہو۔ انکی روح کو کتنا درد پہنچا ہو گا۔"

انیس کی آنکھیں خفیف سی سرخائی میں اتر آئیں لیکن عرشیہ کا مقصد اسے دکھ پہنچانا نہیں تھا۔

"اب یہی تم مجھے کہہ رہے ہو۔ ہم جس سے محبت کرتے ہیں انیس، اسکا بچاو اور سلامتی ہی ہماری زندگی کہلاتا ہے۔ میں جانتی ہوں کوئی کسی کو اسکے

مقدر میں لکھی تکلیف سے نہیں بچا سکتا لیکن کوشش کر سکتا ہے۔ اور یہ کوشش خواری نہیں ہوتی میری جان۔ تم خوش قسمت ہو کہ تم محبت کے لائق لوگوں میں شمار ہو۔ اپنے بابا کو دیکھو، نہ وہ یہاں کے لگتے ہیں نہ وہاں کے۔ بیچ میں کہیں اٹک گیا انکا پورا وجود۔ ایک بار انکی جگہ خود کو رکھو اور پھر فیصلہ لو کہ انکی ذات کس قدر مسخ ہو چکی ہے۔ وہ ایسے انسان بن چکے ہیں جنکی معافی کی کوئی وقعت نہیں رہی۔ جنکا سچ جھوٹ ایک ہو کر رہ گیا۔ جنکا پچھتاوا بھی اک بہلاوا لگتا ہے۔ اگر غور کریں تو ابراہیم علوی کے ایسا ہونے میں کچھ ہاتھ حمرا علوی کا بھی ہے۔ شاید تھوڑا تمہارا بھی ہو۔ جب ہمارے نصیب میں کسی کو سنبھالنے کا منسب لکھا جاتا ہے تو بتاو اس سنبھالنے میں کیا کیا آتا ہے؟"

وہ عرشیہ کی باتوں پر جیسے لاجواب ہو گیا تھا، وہ الجھا کہ عرشیہ کی باتیں دل میں اترنے والی سی تھیں۔

"اسکو سنبھالنے کا مطلب اسے بچانا ہوتا ہے۔ اسکا خیال رکھنا۔ اپنے آپ سے زیادہ اہمیت دینا۔ کوئی تکلیف نہ پہنچانا"

عرشیہ نے اسکی گال پیار سے چومی کیونکہ وہ جواب دینے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

"تم نے یہ سب کیا ہے کیا؟ عدین کے معاملے میں کیا ہے یقینا۔ اس پر مجھے بند آنکھوں یقین ہے۔ وہ سنبھلا ہوا لگتا بھی ہے۔ میری جان نے اسے ایک بہترین پرورش دی۔ ماشاء اللہ۔ اب بابا کا بتاو"

وہ عرشیہ کے منہ کی طرف دیکھنے لگا، یہ جواب دیتے انیس کو اپنے اعصاب بھاری لگے۔

"بابا کو سنبھالنے کی ہر ممکنہ کوشش کی"

انیس نے نظریں چرائیں، جبکہ عرشیہ نے ہاتھوں میں اسکا چہرہ بھر کر اوپر اٹھایا۔

"مجھے اس پر بھی بند آنکھوں یقین ہے۔ لیکن وہ نہیں سنبھلے۔ میں تمہیں اسکی وجہ بتاوں؟ پھر جو وجوہات تمہیں سمجھ آئیں وہ تم بتانا"

عرشیہ کے نرم سوال پر انیس نے فوری سر ہلایا۔

"مجھے پہلی وجہ جو سمجھ آئی وہ یہ ہے کہ وہ اپنے اندر کا غصہ نکالتے رہے۔ خود سری کی صورت۔ یہ نیچرل ہے کہ جب انسان کو بہت لمبے عرصے تک گھوٹ کر رکھا جائے تو اسکے سارے جذبات یا بہت گھٹ جاتے ہیں یا بے قابو ہو جاتے ہیں۔ دوسری وجہ عدین بچہ تھا، لیکن تمہارے بابا بڑے تھے۔ بڑے اکثر خود کو ٹھیک اور اپنے سے چھوٹوں کو غلط سمجھتے ہیں اور کچھ بڑوں کو عادت ہوتی ہے رعب جمانے کی، ڈانٹنے کی۔ اور تیسری وجہ"

وہ یہ سب بتاتے کچھ دیر سوچتی رکی تو انیس نے بیقرار ہو کر عرشیہ کو دیکھا۔

"تیسری وجہ میری ضد۔ میں نے انکو ہمیشہ ٹریگر کیا۔ ہمیشہ اکسایا، اپنی ماں کا قاتل کہا۔ انکو یہ جتاتا رہا کہ وہ کچھ نہیں کر سکتے۔ ع۔۔ عرشیہ۔ میں نے انکے لیے جو بھی کیا اسکے احسان جتاتا رہا میں۔ ہاں۔۔۔ میں نے یہ کیا"

انیس کی آنکھوں میں افسوس اتر آیا۔

"تو کیا ہو گیا۔ تم کوئی فرشتہ ہو جو انکی ہر زیادتی سہتے اور کوئی رد عمل نہ آتا۔ انسان ہو ناں تم بھی۔ اور انسان وہی ہوتا ہے جو ایکشن کا ری ایکشن دیتا ہے۔ غصہ دلایا جائے تو اس غصے کو کہیں نہ کہیں نکالتا ہے۔ تکلیف دی جائے تو اسکو بھی کہیں نہ کہیں زائل کرتا ہے۔"

وہ اسکے بھاری دل کو چند پلوں میں ہلکا کر گئی۔

"ابراہیم علوی تمہاری مما کے قاتل کیسے ہو سکتے ہیں انیس۔ وہ تو اس عورت کے ساتھ آخر تک اپنے رشتے میں بندھے رہے۔ اپنی محبت تک چھوڑ دی۔ فیملی کے پریشر میں دب گئے۔ جس خاندانی بیوی کے لیے انہوں نے

اپنا دل مار دیا، خواہشات اک طرف کر دیں، اسکی موت کیسے چاہ سکتے ہیں۔ محبت نہ بھی ہو، اولاد کی ماں تو تھی ناں؟ میں نہیں مان سکتی کہ مرد ایسی کسی عورت کی موت چاہ سکتا ہے جس نے اسے اولاد دی ہو"

وہ اسکے دونوں ہاتھ پکڑ کر چوم گئی جیسے بتا رہی ہو تم جیسی اولاد تو قسمت والوں کو ملتی ہے۔

"اولاد جیسی بھی ہو، ماں باپ کے دل کا حصہ ہوتی ہے۔ میں انکی طرفداری نہیں کر رہی۔ بس تمہیں یہ سمجھا رہی ہوں جو رشتے ہمیں تکلیف دیتے ہیں، ان سے امیدیں چھوڑ دینی، انھیں چھوڑ دینے سے بہتر ہے۔ کیونکہ خون کے رشتے چھوڑے نہیں جاتے۔ ہم الگ ہوں گے کچھ وقت کے لیے لیکن وہ ہمارا ہنی مون پیریڈ ہو گا۔ اس بیچ تمہارے بابا تمہاری جدائی پا کر تمہاری بہتر قدر سیکھیں گے۔ لیکن میں تمہیں ان سے جدا ہونے نہیں دوں گی۔ ماں جدا ہو گئی، تم نے سہہ لیا۔ میں تمہیں جان گئی ہوں، تم یہ جدائی تاحیات کے لیے نہیں سہہ سکتے۔ تمہاری یہ حالت اس لیے نہیں کہ انہوں

نے تمہیں شدید اذیت دی۔ یہ حالت اس لیے ہے کہ تمہیں لگتا ہے اب تمہارے پاس انکو چھوڑنے کے سوا کوئی حل نہیں بچا"

وہ نظریں جھکا گیا کیونکہ اسکی آنکھیں بھیگ گئی تھیں اور وہ کسی کے سامنے رونے والا انسان نہیں تھا۔

"مجھے معاف کر دو میری جان۔ یہ باتیں میرے اندر تھیں اور مجھے کہنی ضروری لگیں۔ اب تم بتاو کیا میں انیس غانم کو ٹھیک جان پائی ہوں یا میری محبت کا دعوی کھوکھلا ہے۔ میں ہر جواب کو قبول کروں گی انیس۔ میری طرف دیکھو۔"

وہ اسکا چہرہ دوبارہ ہاتھوں میں بھر گئی، جیسے اسکے آنسوؤں کے بوجھ تلے دب گئی ہو، انیس نے اسکی طرف دیکھا تو عرشیہ کو اسے رلا کر شدید تکلیف پہنچی۔

"ت۔ تم میری تکلیف تک کیسے پہنچ گئی، م۔ میں نے تو اسکا احساس بھی نہیں ہونے دیا تمہیں عرشیہ"

اس شخص کی آواز جیسے کرچیوں میں بٹی تو عرشیہ نے فوراسے پہلے اسے پوری قوت سے گلے لگایا، وہ بھی بازو اسکے اطراف حائل کر گیا۔

"میری محبت سچی ہے۔ میں نے عاصم ملک کے معاملے میں بھی یہی کیا۔ بزرگ لوگ شرمندہ اچھے تھوڑی لگتے ہیں یار۔ ورنہ میرے بابا نے مجھے جو تکلیف دی وہ میرے نزدیک بہت زیادہ ہے انیس۔ م۔ میں انکے لیے ساری زندگی ترسی۔ اور جب انکے ملنے کی ساری امید اور آس ختم ہو گئی تو وہ میری زندگی میں آ گئے۔ کیا فائدہ؟ جب خواہش ختم ہو جائے تو ارمانوں کی تکمیل وہ خوشی نہیں دیتی۔ میں نے انکو معاف کر دیا۔ دل سے کیا۔ کیونکہ میں انھیں چھوڑنے کی قوت نہیں رکھتی، وہ میرے بابا ہیں۔ میرا حصہ ہیں۔ پر اب مجھے ان سے وہ بیٹی والی امید نہیں، نہ محبوب اولاد ہونے کا تمغہ مجھے تسکین دیتا ہے۔ میں بس مسکرا دیتی ہوں کہ ہاں مجھے بابا مل گئے۔ مجھے خوشی ہوتی ہے کہ وہ ہیں، انکا سایہ ہے۔"

عرشیہ کی آواز میں دگنی تکلیف تھی، انیس نے اسے مزید اپنے سینے بھینچا۔

"یہ رشتے بگھڑے ہوئے بھی ہوں تو سر کی چھاوں ہوتے ہیں۔ ان سے قدر اپنے وقت اور نصیب سے ملتی ہے۔ میں تمہیں لے جاوں گی یہاں سے ایک دوماہ کے لیے۔ تمہاری قدر آنی ضروری ہے ابراہیم انکل کو۔ میں تمہاری بے قدری کسی صورت برداشت نہیں کر سکتی لیکن میں تمہیں ان کے سائے سے محروم نہیں ہونے دوں گی۔ ہم سب یہیں رہیں گے۔ تمہیں سارا پیار، توجہ اور قدر میں دوں گی۔ تمہاری سوچ سے زیادہ تمہیں اہمیت دوں گی۔ لیکن تم کسی کو مت چھوڑنا۔ تم کسی کو چھوڑنے کو لیے بنے ہی نہیں یار۔ تم جان ہو"

وہ اسکو اتنا پیار کرتی ہے اسکی شدت کا ادراک انیس کو آج ہوا۔

"تم نے میرے دل سے بہت بوجھ اتارے ہیں۔ اللہ تمہیں رنگ لگائے لما۔"

وہ اسکو بہت سا سکون پہنچاتی روبرو ہوئی تو اسکی گرے آنکھوں میں بس پیار ہی پیار بسا تھا۔

"آمین۔ اللہ مجھے تمہارے رنگ لگائے انیس۔ میں تمہیں جلد صحت مند اولاد کا باپ بناوں۔ بس اور کوئی خواہش نہیں رہی۔ مجھے تم ملے تو سب مل گیا ہے۔ اتنا خوش ہوں میں تمہارے ساتھ جتنا شاید ہی کوئی اس افراتفری کے زمانے میں ہو۔ تم سچ میں جان ہو میری"

وہ اسکے اقرار، اور دن بدن بڑھتے پیار کو محسوس کر رہا تھا، وہ اس کی بہت قدر کرنے لگی تھی، اسکی فکر میں دن رات گزارنے کے باوجود خوش رہتی تھی، تکلیف بھی آئے تو ہمت نہیں چھوڑتی تھی، ایک بار انیس کے گلے لگانے کی دیر ہوتی تھی بس، عرشیہ کی ڈگمگائی دنیا توازن پکڑ لیتی تھی۔

"میں ہر جگہ سکون ہی سکون محسوس کر رہا ہوں۔ ورنہ اس سے پہلے تک ہر طرف ٹوٹ پھوٹ ہو رہی تھی۔ میں تھینکیو کہوں تمہیں؟"

وہ بے ساختہ اس مست آدمی کے سوال پر ہنسی، ایک تو اتنا ڈیشنگ تھا کہ عرشیہ اسکی لکس پر ہی آدھی مر جاتی تھی، فرصت سے سنواری مورت جسکے باہر کوئی کمی نہ رکھی گئی ہو، جسکا حسین ہونا اسکے اندر کی کمی پر غلاف بنایا گیا ہو، اسکے سامنے تو عرشیہ کو اپنا آپ کم خوبصورت اور معمولی لگنے لگتا تھا حالانکہ وہ حسین سوہا اور وجیہہ عاصم کی اولاد تھی۔

"تھینکیو کیسے کہو گے وہ دیکھنا پڑے گا۔ تبھی ہاں یا ناں کروں گی"

وہ نخریلی بن کر تجسس پھیلاتے مسکرائی۔

"جیسا تمہیں پسند ہو"

وہ اسکے ہونٹوں کو دیکھتے بہکے سے لہجے میں بولتے قریب ہوا تو عرشیہ نے میٹھی سی پیش رفت قبول کرتے ہی فاصلہ سمیٹا۔

"میں نماز پڑھ کر سونے لگی ہوں۔ جوائن کرنا چاہو تو موسٹ ویلکم، زیادہ سارا پیار دوں گی سونے سے پہلے آجاو"

وہ اٹھ کھڑی ہوئی اور کمبل بھی فوری اپنے اطراف لپیٹ لیا کیونکہ باہر انتہا کا قہر ڈھل رہا تھا۔

"پیار اور تم دو گی؟"

انیس نے چکرانے کی ایکٹنگ کرتے اٹھ کر پوچھا تو عرشیہ نے ہلکا سا پنچ اسکے پیٹ میں ٹھوکا۔

"اب لے کر دیکھانا زرا سا پیار بھی۔ ناشکرا انسان۔ میں نماز پڑھوں گی پھر اپنے چاروں طرف لحاف اوڑھ کر مردے کی طرح سو جاوں گی۔ ترستے رہنا میری ایک پاری تک کے لیے"

وہ بھی بدلہ کوئین بنتے دیر نہ لگاتی، انیس نے کمر میں ہاتھ ڈالے اس لڑکی کو دبوچ کر سینے سے جوڑا۔

"تم ترسنے نہیں دو گی۔ میرے ہاتھ لگانے کی دیر ہے، گردن کا ہار بن جاو گی۔ جیسے میں تمہیں جانتا نہیں۔ شرماتی تو تم پہلے چند منٹس ہو بس"

وہ اسکی بے باک گفتگو پر کان کی لو تک سرخ ہوئی۔

"کتنے وہ ہو تم۔۔ اگر سارا وقت شرماتی رہتی تو تمہاری نیا پار کیسے لگتی؟ بے بی کیا انٹرنیٹ سے ڈاؤنلوڈ کرنا ہے۔۔۔"

وہ اسکی ڈانٹ وہ بھی شرمائی شرمائی پر دبا دبا مسکرایا۔

"نہیں۔ تم سے چاہیے۔ تمہارے جیسا"

انیس کی گرفت شدید ہوئی تو عرشیہ کے رخسار ایسی خواہش پر دھواں ہوئے۔

"مجھ سے اچھا بھی مل سکتا ہے"

وہ بھی جواباً شرما کر بولی۔

"یعنی میرے جیسا"

انیس نے دانتوں کی نمائش کی تو وہ ہنس کر اسکی پیاری گال دانتوں میں ہلکا سا دبا کر کھینچ گئی کہ نشان بھی نہ آیا اور اس نے دانتوں کی گدگدی بھی مٹائی۔

"خوش فہمی کا جہاں بنتے جا رہے ہو۔ اتنے بھی اچھے نہیں ہو، میری محبت نے سر چڑھا رکھا ہے تمہیں۔ لیکن مجھے تمہارے ایسے شرارتی ورژن سے ایک الگ لیول کا پیار ہے"

وہ اپنی خوشی چھپا ہی نہ سکتی تھی۔

"اور مجھے تمہارے اس کاٹ کھاتے ورژن سے۔ میری جنگلی بلی۔ چلو جاو کوئی نیک کام کر لو اب۔۔ بس رومینس ہی باہر نکالتی رہتی ہو میرا ہر وقت۔۔۔"

وہ اسے زرا دور کر گیا تو عرشیہ نے اسکی شوخی شکل گھوری۔

"اتنا تمہارا بے قابو رومینس ہے نہیں جو میرے اکسانے پر نکل جائے۔ سچ بتاوں تو خشک ترین آدمی ہو تم ابھی بھی۔ یہ ابھی جو اللہ اللہ کر کے تم میں

شوہرانہ چراثیم آئے یہ بھی میری بدولت انسٹال ہوئے ہیں۔ اور میں جو یہ تمہیں رومنٹک بنا رہی ہوں دن بدن یہ بھی نیک ہی کام ہے۔ سمجھے نہ تم پیارے منہ والے مغرور۔ جا رہی ہوں۔ ہنہ"

وہ پٹر پٹر زبان چلاتی یہ جا وہ جا اور انیس بھی ہنس کر محترمہ کے پیچھے ہی لپکا کیونکہ فجر اسے بھی ادا کرنی تھی، پھر سونے تک عرشیہ کو جی بھر کر اپنی نزدیکیوں سے سرخ بھی تو کرنا تھا، اسکے تیور خاصے شیطانی ہو چکے تھے، یہ پٹاکہ لڑکی تھی ہی ایسی۔

عرشیہ تو سیدھا روم میں چلی گئی لیکن انیس لاؤنج میں گیا، پھر کچن کا رخ کیا کہ کہیں شیف لالہ دیکھائی دیے تو لگے ہاتھوں کمبل اوڑھانے کا شکریہ ٹھوک دے پر لگ رہا تھا بھائی صاحب پھر سے بیوی کے پلو سے لٹک گئے تھے۔

یہی سوچ کر وہ بھی کمرے کا رخ کرنے لگا تبھی بابا کے کمرے کا دروازہ کھلنے پر وہ ناچاہتے ہوئے بھی سیڑھیوں کی طرف جاتے جاتے اپنے قدم روک گیا۔

"انیس"

بابا کے پکارنے پر انیس نے اپنا سیڑھیوں کے پہلے سٹیپ پر رکھا قدم واپس لیا اور مڑا تو سامنے ابراہیم کھڑے تھے۔

"م۔ مجھ سے عصر پر ہاتھ اٹھ گیا کل۔۔۔و۔۔وہ ہنس رہا تھا میری بے بسی پر۔ اس نے کہا تمہیں مجھ نشیڑی باپ کو پالنا پڑا۔۔۔م۔۔میں بس تب نشہ کرتا ہوں جب تکلیف حد سے بڑھ جاتی ہے۔۔ج۔ جب کچھ بھی سوچنے سمجھنے کی صلاحیت دم توڑ جاتی ہے۔۔ل۔ لیکن اب میں کبھی کوئی بھی نشہ نہیں کروں گا۔ کبھی شراب کو ہاتھ نہیں لگاوں گا۔۔م۔ میں اب کسی تکلیف سے فرار نہیں کروں گا۔ تم مجھے جو بھی سزا دو گے، ہوش و حواس میں سہوں گا۔۔۔۔م۔ میں تم سے معافی چاہتا ہوں اس موت والی دھمکی کے ل۔۔لیے۔۔۔تم نے ہی یقینا میرے کمرے میں موجود ہر طرح کی میڈیسن اٹھا کر پھینکی ہے ناں۔۔؟ ان گولیوں کو بھی تم نے مسلا؟۔۔ت۔۔تم مجھ سے بہت پیار کرتے ہو مجھے پتا ہے۔۔۔۔"

وہ بابا کو دیکھتا رہا، جیسے انکے کہے کو سن کر بھی کوئی رد عمل نہ دے پا رہا ہو۔

"عصر نے میری وجہ سے ایسا کہا ہو گا۔ اس نے کل مجھے دیکھا تھا شاید تبھی۔ لیکن تھپڑ؟ وہ تو آپ نے اپنی اولاد پر بھی کبھی ہاتھ نہیں اٹھایا۔ پھر یہ کیوں ہوا؟ وہ ہنسا تھا تو آپ بھی ہنس لیتے۔ حساب چکتا ہو جاتا"

انیس کا لہجہ بلکل عام اور نارمل تھا، ابراہیم جیسے سمجھ نہ پائے کہ وہ راضی ہے یا خفا۔

"م۔ مجھے ہنسی نہیں آ رہی تھی ناں۔۔۔ اس پر غصہ آ گیا کہ وہ کون ہوتا ہے باپ بیٹے کے معاملے میں گھسنے والا۔ پتا نہیں کیا اول فول بک دیے میں نے۔ م۔ میں تب سے اپنا ہاتھ تک نہیں دیکھ پا رہا کیونکہ یہ واقعی میں نہیں ہوں"

وہ بابا کے ہاتھ کو دیکھتے شدید مایوس تھا، اور عصر کے لیے بھی سینہ دہک رہا تھا کہ اس بیٹے پر کیا بیتی ہو گی، اور صبح جب اسکا راز کھلے گا تو ابراہیم پھر اپنے ہاتھ کی کیا سزا چنیں گے۔

" تبھی کہتے ہیں نشہ حرام ہے۔ اگر آپ نے اس گند کو چھوڑنے کا فیصلہ کیا ہے تو اپنے لیے کریں، میرے لیے ایسی کوئی قربانی دینے کی ضرورت نہیں، میں کسی احسان کو اٹھانے لائق نہیں۔ میں اس سب سے الگ ہو چکا ہوں اور مجھے الگ رہنے دیں درخواست ہے۔ بہر حال آپ اور عصر دونوں ناشتے پر آپس میں بات کر کے یہ مسئلہ حل کر لیں۔ میں کوئی مدد نہیں کر سکتا۔ وہ خود ہی شاید اس مداخلت کی وجہ بتا دے آپکو صبح"

انیس نے بات مکمل کی اور جانے لگا جب ابراہیم نے آگے بڑھ کر اسکا بازو تھامے روکا۔

"اگر میں ہر گندی حرکت اور عادت چھوڑ دوں تو کیا تمہیں خوشی ہو گی انیس؟"

یہ سوال انیس کو بیزارگی سی بخش گیا کیونکہ وہ ایسے سوال سننے کی طاقت نہیں رکھتا تھا۔

"مجھے خوشی ہو گی جب عدین کو یہ عمل درآمد کرنے کے بعد بتائیں گے آپ۔ اسے خوش دیکھ کر سکون ملتا ہے مجھے۔ باقی اپنی خوشی دیکھیں، میری نہیں، ناشتے پر ملتا ہوں"

وہ اس بار پلٹا تو ابراہیم نے خوشگوار حیرت سے انیس کا کچھ حد تک نرم ہونا محسوس کیے اسے جانے دیا، وہ تب تک اسے دیکھتے رہے جب تک وہ سیڑھیوں سے اوجھل نہ ہوا۔

"مجھے اب صرف تم چاہیے ہو۔ میں ثابت کروں گا کہ میں تمہاری چاہت اپنے لیے کر رہا ہوں نا کہ صنم یا اپنے تیسرے بیٹے کو پانے کے لیے۔ وہ

میرے ہی ہیں، میرا ان سے تعلق کوئی ختم نہیں کر سکتا۔ لیکن میں جب تک تم سے معافی نہ پالوں، خود پر کوئی سکھ حلال نہیں کروں گا۔ میں تمہیں منا لوں گا انیس۔م۔ مجھے خود پر تم نے یقین دلایا۔ مجھ سے شدید ناراض ہو کر بھی میری فکر سے خالی نہ ہوئے۔۔۔م۔ میں نجانے کیسے کر پاوں گا لیکن تلافی کر کے رہوں گا۔ اور یہ میرے لیے زندگی اور موت کا مسئلہ ہے"

انیس کو اوجھل ہوتا دیکھے ابراہیم نے خود سے تہیہ کیا اور امید کے سنگ وہ اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئے، انیس کمرے میں آیا تو عرشیہ نے چینج بھی کیا تھا اور وضو بھی کر آئی تھی، انیس کو صوفے پر بیٹھ کر شوز اتارتا دیکھے وہ جائے نماز اٹھاتی اسکے سر پر آ رکی۔

"عصر اور بابا کے بیچ کچھ ہوا ہے عرشیہ۔ انہوں نے عصر کو تھپڑ مارا۔ شاید عصر میری وجہ سے لڑا ہے ان سے اور وہ ابھی نہیں جانتے کہ وہی انکا پہلا اور بڑا بیٹا ہے۔ بابا اس لیے غصہ ہوئے کہ انھیں عصر کی مداخلت ناگوار گزری اور عصر اس لیے پاگل ہوا کیونکہ وہ میری تکلیف نہیں سہہ سکتا۔ میں

نے انکو آپس میں لڑا دیا یار، باخدا میری ایسی نیت نہ تھی۔۔ میں نے عصر کو بتایا تھا اور منت کی تھی کہ کل وہ یہ معاملہ سمیٹ دے۔ یہ تھپڑ میرے سینے پر بوجھ بن گیا ہے"

عرشیہ اسکے برابر ہی بیٹھی اور انیس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں پکڑا۔

"عصر کو پاریاں بھی ملیں گی کل انہی گالوں پر۔ ویٹ اینڈ واچ۔"

وہ عرشیہ کے منہ کی طرف دیکھنے لگا جو دانت دیکھا رہی تھی۔

"تم سیریس ہو؟"

انیس نے آئبرو اچکائے۔

"میرا اور تمہارا مزاق ہے کیا؟ باوضو ہے اس وقت عرشیہ المیر۔ عصر نے یہ تھپڑ تمہارے لیے کھایا اور تمہارے بابا نے بھی تمہارے لیے مارا۔ یعنی تم اہم ترین ہو لڑکے۔ اب یہ فضول کے بوجھ مت پالنا پلیز۔ صبح ناشتے کی میز

پر سب کچھ کلئیر ہو ہی جائے گا۔ تو تھوڑا صبر رکھو۔ جاو اور وضو کر کے آو۔ پھر خضر بھائی کو کال کر کے بابا کا پوچھتی ہوں۔ ہوپ سوانکے مکمل ہوش میں آنے کی خبر مل جائے۔ اور آج ننی نانو کو ائیر پورٹ بھی چھوڑنا ہے بارہ بجے تک اس لیے تھوڑی نیند مزید لیتے ہیں کیونکہ دن بہت تھکا دینے والا ہو گا۔ چلو اٹھو بھی۔"

وہ اسے باقاعدہ پکڑ کر اٹھاتی روانہ کرتی بولی کیونکہ اسے بھی نماز ادا کرنی تھی، نیند زوروں کی آ رہی تھی اور انیس یہی سوچ رہا تھا یہ لڑکی ہر چیز کو اتنا ایزی نجانے کیسے لے لیتی ہے۔ بہر حال اسے نماز کی نیت کرتا دیکھے شیر صاحب بھی واش روم کی طرف رخ کر گئے۔

.._____..

منائم کی آنکھ جلدی کھل گئی تھی، مہویر رات کو واپس نہیں آیا تھا کیونکہ وہ خضر کو کمپنی دینے رک گیا تھا، جب وہ کمرے سے باہر آئی تو محراب بھی کہیں جانے کے لیے تیار ہو کر کمرے سے باہر آ رہی تھی۔

"کہیں جا رہی ہیں مما"

منائم کو دیکھ کر محراب اسکی سمت ہی چلی آئی، لائیٹ لیمن کلر کا ڈیزائنر جوڑا پہنے، وہ بہت سوبر سی لک میں تیار تھی، منائم کو انکی خوبصورتی دیکھ کر سائل دے کر سراہنا پڑا۔

"ہاں میری جان۔ کچھ یتیم بچیوں کی شادیاں کروا رہی ہے ہماری این جی او۔ اسی سلسلے میں جا رہی ہوں۔ اور کچھ میٹنگز بھی ہیں۔ تم کیوں جاگ گئی۔ نیند لیتیں ناں میری جان۔ اب درد کیسا ہے؟ کمی ہوئی کچھ؟"

وہ منائم کے لیے ابھی بھی فکر مند نظر آئی جبکہ منائم نے مما کو تشفی کرواتی نظروں میں لیا۔

"بہتر ہے۔ بس وہ سب میرے دماغ سے نہیں نکل رہا مما۔ میں سوچ رہی ہوں ناشتہ بنالوں۔ اس سے میرا دھیان بٹ جائے گا۔"

منائم کا خیال، محراب کو بھی پسند آیا لیکن وہ اس حال میں کام کرے، یہ بھی گوارا نہ تھا۔

"تم کھڑی ہو سکو گی؟ دیکھو زخم ابھی ٹھیک نہیں ہے میرے بچے۔ میڈ کی ہیلپ لے لینا پھر"

محراب نے اسکی نرمی سے گال تھپکاتے پیشکش کی تو منائم نے مسکرا کر فرمانبرداری سے ہامی بھری کہ وہ مدد لے گی۔

"چلو ٹھیک ہے۔ مہویر کو بلالو وہ مدد کر دے گا تمہاری۔ خضر تو شاید کانسرٹ کے معاملے میں بزی رہے آج، ایک بجے اسکا کانسرٹ شروع ہو گا۔ اسکے دوستوں کی مہندی بھی ہے آج۔ میں اور خضر ہو آئیں گے۔ یا تم اور مہویر چلے جانا۔ تھوڑا چینج ہو جائے گا"

منائم نے فورا نفی کی۔

"آپ اور بھائی جایئے گا۔ میں بابا اور یمل کے پاس جاوں گی شام میں"

منائم نے رسان سے انکار کیا تو محراب نے خوش دلی سے سر ہلایا۔

"ٹھیک ہے میری جان۔ دھیان سے رہنا کچن میں۔"

محراب نے اسے نرمی سے تاکید کی اور وہاں سے چلی گئی جسکے بعد منائم نے بھی اپنے بال پکڑ کر کلائی میں پہنی سکرنچی میں مضبوطی سے جوڑے میں باندھے اور اپنی لوز گرم شرٹ کے بازو زرا سے فولڈ کیے کچن میں داخل ہوئی تو میڈ بس ناشتہ بنانے کا آغاز ہی کر رہی تھی۔

"سعدیہ۔ آج تم جا کر آرام کرو۔ ناشتہ مجھے بنانے دو۔ میں سارا کچن بھی سمیٹ دوں گی"

میڈ نے پہلے تو گھبرا کر دیکھا مگر جب منائم نے مسکرا کر آنکھوں کے اشارے سے بات دہرائی تو وہ فوری سر ہلاتی کچن سے نکل گئی، جبکہ منائم نے اک نظر چاروں اطراف ڈالی۔

محراب کی گاڑی جیسے ہی گیٹ سے نکلی، ساتھ ہی مہویر کی گاڑی گیٹ پار کیے اندر آ کر رک گئی، عاصم کے پاس ابھی بھی خضر ہی تھا مگر جلد عدین اور یمل آ جاتے تو وہ بھی اپنے کاموں پر نکلتا، رات بھر وہ اور مہویر بس اپنی اپنی زندگی کے بارے ہی باتیں کرتے رہے، کچھ شکوے شکایت بھی ہوئے لیکن سالہ بہنوئی نے اچھا وقت گزارا تھا۔

جبکہ منائم نے ایک گہری سانس لی، کچن کی خاموشی میں جیسے اسے سکون محسوس ہوا، چولہے کے پاس کھڑی وہ احتیاط سے برتن اٹھانے لگی، زخم ابھی مکمل ٹھیک نہیں ہوا تھا مگر اس کے ہاتھوں میں ایک عجیب سی ضد تھی۔

اس نے آٹا نکالا ہی تھا کہ پیچھے سے آہٹ ہوئی، وہ ساری رات جاگتا شیر واپس آ چکا تھا، تھوڑا تھکا ہوا مگر ابھی اسکی آنکھیں جو دیکھ چکی تھیں انکی چمک بھر آئی تھی۔

"ڈاکٹر نے تمہیں کچن میں جنگ لڑنے کی اجازت کب دی مانو؟"

مہویر کی بھاری مگر دبی ہوئی آواز سن کر منائم کے ہاتھ رک گئے، وہ پلٹی اور دروازے کے ساتھ ٹیک لگائے کھڑے مہویر کو دیکھ کر اس کے ہونٹوں پر مبہم سی مسکراہٹ آگئی۔

"میں جنگ نہیں لڑ رہی، ناشتہ بنا رہی ہوں"

وہ سادگی سے بولی تو مہویر سیدھا اس کی طرف بڑھا، اس نے منائم کو عقب سے اپنے سینے لگاتے اپنا اک ہاتھ اسکے پیٹ پر رکھا، پٹی ابھی تک بندھی تھی۔

"اور ہمارا بچہ، یہ بھی ناشتہ بنا رہا ہے اپنی مما کے ساتھ۔ اور یہ تمہارے پیٹ کا زخم بھی ہیلپ کروا رہا ہے؟"

وہ اسکی گال چومتا، اسکے وجود کو اپنی بازوؤں میں جی بھر کر بھینچنے کے بعد آزاد کیے اپنے سامنے منائم کو پلٹاتے بولا تو وہ بس محبت سے مہویر کو دیکھنے لگی۔

"میں نے بہت مس کیا رات بھر آپکو"

وہ نظریں جھکا کر بولی تو مہویر کے دل کی اک بیٹ مس ہو گئی۔

"میں نے تم سے زیادہ کیا۔ لیکن خضر کے ساتھ گپ شپ رکی ہی نہیں کہ میں اسے کہہ پاتا کہ میں اپنی جان کے پاس جانا چاہتا ہوں۔ وہ اپنی خوشی، اداسی اور ہر کیفیت مجھے بتاتا رہا۔ تم جانتی ہو ناں پچھلے کچھ دنوں کیسا اینٹ پتھر کا ٹاکرا رہا تھا ہمارا، یہ ساتھ بیٹھ کر گزری رات وہ پہلے والا کنکشن لوٹا گئی"

وہ یہ سن کر بہت دل سے مسکرائی۔

"یہ تو اچھا ہو گیا پھر۔ وہ بھی نکاح والے ہو گئے خیر سے۔ بس بیلا ٹھیک ہو کر آئے تو باقاعدہ فنکشن کرتے ہیں انکی شادی کے۔"

وہ منائم کی خوشی پر خود بھی مسکرایا، پھر آہستہ سے منائم کے ہاتھ سے برتن لے کر سائیڈ پر رکھا، اپنی انگلیاں اسکی انگلیوں میں پھنساتے منائم کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں جکڑے۔

"ناشتہ بنانے دیں"

وہ مہویر کی نظروں کا محور اپنا آپ بھانپ کر اپنا آپ چھڑوا گئی۔

"میں مدد کرتا ہوں"

منائم کی آنکھیں ذرا سی مسکرائیں۔

"آپ بنائیں گے"

مہویر نے بھنویں اٹھائیں۔

"ہاں کیوں؟ نکاح کے شروع والے دنوں میں یہی بندہ ناشتہ بنا کر دیتا تھا تمہیں۔ اپنے گھر"

وہ ہلکا سا اسکے چہرے پر جھکا مگر منائم نے بروقت اسکا ہدف چھین کر چہرہ موڑا تو مہویر بھی منہ بسور کر فریج کھول کر چیزیں نکالنے لگا۔

منائم ہونٹ دبا کر مسکرائی، اسے اس کا یہ منہ بسورنا ہمیشہ سے کمزور کر دیتا تھا۔

"ناراض ہو گئے؟"

وہ ذرا سا اس کے قریب آئی، آواز میں ہلکی سی نرمی تھی۔

"نہیں، میں تو بہت خوش ہوں، بیوی منہ بھی موڑ لے، اور شوہر کو تھکا ہارا گھر آ کر ناشتہ بھی خود بنانا پڑے، کمال زندگی ہے"

مہویر نے فریج سے انڈے نکالتے ہوئے بنا اسے دیکھے دل کے پھپھولے پھاڑے جواب دیا تو وہ اس پر ٹوٹ کر آتا پیار سنبھالنے کے جتن کرنے لگی۔

"ڈرامہ بند کریں اور یہ بتائیں کیا بنائیں گے؟"

مہویر نے اسے فوری دیکھا، اسکی نظروں میں سابقہ شرارت لوٹ آئی۔

"بمب"

وہ جان بوجھ کر بولا تو منائم نے فوراً اس کے بازو پر ہلکا سا مکا مارا۔

"مہویر!"

وہ اسے بچوں کی طرح زچ ہو کر پکاری۔

"اچھا ٹھیک ہے، انڈے، ٹوسٹ، اور چائے سیمپل رکھیں گے... کیونکہ شیف زخمی ہے"

وہ اس کی طرف اشارہ کر کے بولا تو منائم نے آنکھیں گھمائیں۔

"شیف اب آپ ہیں اور آپ ہٹے کٹے ہیں۔اس لیے سنپل نہیں۔پر اٹھے بھی ہوں گے"

وہ کاونٹر سے لگ کر کھڑی حکم دے گئی تو مہویر نے سب کام چھوڑتے اسکی طرف رخ کیا، اپنی طرف بے خودی سے بڑھتے مہویر کو دیکھ کر منائم کا گلا عجیب طرح خشک پڑا۔

"یہ شیف تھکا ہارا ہے۔اسکا وجود کسی کی نرم بازووں اور ملائم ہونٹوں کی نہ ختم ہوتی مہربانیاں مانگ رہا ہے۔کسی کی بے باک شدتیں مس کر رہا ہے۔کسی کا ٹوٹ کر بکھرنا طلب کر رہا ہے"

وہ ہاتھ بڑھا کر منائم کے رخسار، اسکی گردن، اسکی کلائی تک انگلیوں کو پھیرتا اسے نرمی سے اٹھا کر اوپر شیلف پر بیٹھا گیا، اور وہ اب بھی اسکے برابر ہی لگ رہا تھا، منائم نے چہرہ نہیں موڑا... بس نظریں جھکا لیں جس پر مہویر نے اسکے

دونوں نرم ملائم ہاتھ پکڑ کر دیوانگی سے چومے، پھر وہ اسکے چہرے کی جانب بڑھا ہی کہ وہ منہ دوسری طرف کرتی اسے کچھ دیکھا رہی تھی۔...

"اب کام کریں...ورنہ ناشتہ دوپہر میں بنے گا"

منائم نے خود کو سنبھالتے ہوئے اسکی توجہ بھٹکانے کو کہا تو مہویر نے فوراً ایک انڈا اس کے ہاتھ میں تھمایا، اور قریب ہی باول رکھا۔

"یہ توڑ دو مانو۔ اور اچھے سے توڑنا"

وہ اسکو دھمکی دیتے انداز میں کہتا پیچھے ہوا تو وہ بگھڑی۔

"ورنہ؟ کیا کریں گے"

وہ بھی جوابا گھوری۔

"ورنہ میں تمہیں توڑ دوں گا"

وہ آنکھ دبا کر بولا تو منائم نے دانت پیسے، اسکی معنی خیز جوابی کاروائی منائم کے رخسار گرم کر گئی۔

"دیکھ لوں گی آپ کو"

وہ انڈا توڑنے لگی مگر ہاتھ ذرا سا پھسلا اور چھلکا زیادہ ٹوٹ گیا۔

"اوہ!"

منائم کے منہ سے اچانک نکلنے پر مہویر فوراً اس کے قریب آیا، اس کے ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیے۔

"آہستہ... میں ہوں ناں"

اس کی آواز اچانک نرم ہو گئی، وہ اس کے ہاتھ رول سے ٹشو اتار کر صاف کرتے ہوئے کچھ لمحے یونہی تھامے رہا، منائم کی سانس ہلکی سی اٹکی، اس نے

نظریں اٹھا کر مہویر کو دیکھا اور دونوں ایک لمحے کو بس ایک دوسرے میں کھو گئے۔

"مہویر... ناشتہ..."

وہ بمشکل بولی تو مہویر جیسے ہوش میں آیا ورنہ ان مخملی سانسوں نے ہوش ہی اڑا دیا تھا۔

"ہاں... ناشتہ..."

وہ ہلکا سا کھسیایا اور پیچھے ہٹ گیا، اسکے بعد مہویر نے اسکو بس دیکھنے کا منسب دیتے باقی سارا ناشتہ خود بنایا، چائے بنتے وقت مہویر نے کپ میں تھوڑی سی ڈال کر اس کی طرف بڑھائی۔

"چکھو میٹھا"

منائم نے ایک گھونٹ لیا اور گندا چہرہ بنالیا۔

"ہمم..."

منائم کے منہ بسورنے پر مہویر فوراً الرٹ ہوا۔

"کیا ہوا؟"

منائم نے اسے دیکھا، پھر آہستہ سے مسکرا دی۔

"ٹھیک ہے، زہر نہیں ہے۔ لیکن آپ میٹھا ڈالنا بھول گئے"

مہویر نے اسکے ہاتھ سے کپ لے کر وہ آدھا بچا سیپ لیا اور یوں سرور سے اسکا زائقہ لیے مسکرایا کہ منائم نے ہونٹوں کو باہم میچ کر ہنسی روکی۔

"میٹھی ہے چائے۔ تم نے منہ جو لگایا اسے۔ مجھے بھی میٹھا تم نے ایسے ہی کیا تھا۔ ورنہ کتنا کڑوا تھا میں منائم ملک"

وہ اس سے پہلے پھر بہکتا، منائم نے آہستگی سے نیچے اتر کر چولہے کے پاس جا کر قدم روکے مگر وہ بہکا آدمی اسکے عقب میں دوبارہ آرکا جہاں پر اٹھا توے

پر ڈال کر وہ جناب رومینس جھاڑنے میں لگ گئے تھے، منائم نے اسے آہستگی سے پلٹا پر مہویر کا ہاتھ منائم کو اپنے اطراف حائل ہوتا محسوس ہوا، وہ یوں اسکے عقب میں رک کر اسکے بالوں اور جسم کی خوشبو اپنی سانسوں میں بھر رہا تھا جیسے وہ کوئی نشہ آور شے ہو۔

منائم کی سانس ایک لمحے کو ٹھہری، اسے اپنی پشت پر اس کی موجودگی، اس کے قریب ہوتے وجود کی حدت اور اس کی سانسوں کا نرم سا لمس صاف محسوس ہو رہا تھا۔

"مہویر پر اٹھا جل جائے گا"

وہ بمشکل بولی، اسکی آواز میں ہلکی سی کپکپاہٹ تھی، مہویر نے جیسے سنا ہی نہ ہو۔

اس نے آہستہ سے اپنا چہرہ اس کے بالوں کے قریب لاتے ایک گہری سانس لی، وہ اسکے وجود تک اپنی سانسوں کی حرارت پہنچانے لگا۔

"جلنے دو"

وہ بہکی سرگوشی میں بولا، آواز میں عجب سی نرمی اور لہکا سا کھویا پن عود ا۔

"میں تو پہلے ہی جل چکا ہوں"

منائم کے ہاتھ تھم گئے، دل کی دھڑکن جیسے ایک دم تیز ہو گئی۔

"آپ..."

وہ کچھ کہنا چاہتی تھی مگر لفظ ساتھ نہ دے سکے، مہویر نے اس کے کندھے کے قریب آکر اپنا ماتھا ہلکا سا ٹکایا۔

"کتنا مشکل تھا رات بھر تم سے دور رہنا، تمہیں اندازہ بھی ہے؟"

اس کی آواز اب دھیمی تھی، جیسے وہ خود بھی اپنے جذبات میں بہہ رہا ہو، منائم نے آنکھیں بند کر لیں، ایک لمحے کو بس اس احساس کو محسوس کیا...

پھر فوراً خود کو سنبھالا۔

"مہویر... پلیز..."

اس نے آہستگی سے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا، جیسے اسے یاد دلا رہی ہو کہ وہ پراٹھا بنا رہی ہے۔

"ناشتہ بنالیں پہلے مہویر؟"

مہویر نے گہرا سانس لیا، پھر ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ سر ہلایا، جانتی تھی جناب کی بس ہو چکی ہے۔

"ہاں ناں۔ جلدی بناتے ہیں"

وہ جان بوجھ کر بہکے انداز میں بولا تو منائم کے گال دھواں ہوئے، اس نے فوراً پراٹھا پلٹا... جو واقعی تھوڑا سا جلنے کو تھا۔

"دیکھا؟ میں نہ کہہ رہی تھی جل جائے گا"

مہویر نے اسکی ڈانٹ پر معصوم چہرہ بنایا۔

"غلطی مانتا ہوں مگر تمہارے قریب آکر عقل کام کرنا بند کر دیتی ہے"

منائم نے فوراً اسے گردن پیچھے کیے گھورا۔

"اب دوبارہ نہ شروع ہو جائیں"

مہویر وارفتگی سے مسکرایا۔

"نہیں... ابھی نہیں... پہلے ناشتہ پھر شروع ہوتے ہیں"

وہ کہہ کر ناشتے کی پلیٹس رکھنے گیا پر منائم کی جان تو وہ اس جملے سے ہی نکال گیا، بہر حال دونوں نے کچھ تازہ فروٹس بھی کاٹے، ناشتہ بہت اچھا بنا تھا، وہ ایک نوالہ خود کھاتا اور دوسرا منائم کے ہونٹوں کے پاس لے جاتا تو منائم کو کھانا پڑتا، وہ کرسی پر بیٹھ کر پچھتائی کیونکہ مہویر اسے ہی تاڑے جا رہا تھا، اور اللہ اللہ کر کے ناشتہ ختم ہوا تو منائم نے ہی اٹھ کر پلیٹیں سمیٹیں اور کچن میں گئی۔

"فریش ہو جاتا ہوں۔ اصل میل تو اب ریڈی ہو گا میری مانو کا"

مہویر نے شر انگیزی سے منائم کو دیکھا پھر دبے پیر وہاں سے نکلنے ہی لگا جب وہ اسے پکاری۔

"جب ناشتہ بنانے میں ہیلپ کروائی ہے تو برتن دھونے کے نام پر فرار؟ یہ اچھی باتیں نہیں ہوتیں"

وہ اسکے آہستگی کے سنگ کچن سے کھسکنے پر بھانپ جاتی بنا مڑے ہی بولی تو مہویر کے قدم رکے، جناب واپس آئے کیونکہ جانے کا اصل مقصد تو نہیں گوش گزار کر سکتے تھے۔

"تم رہنے دو۔ میڈ کر لے گی۔ آؤ گارڈن میں چل کر واک کرتے ہیں"

مہویر نے قدم واپس موڑے مگر وہ کیا بتاتی الٹے سیدھے خیالوں سے بچنے کو ہی وہ اپنے ہاتھ خراب کر رہی ہے۔

"نہیں۔ میں نے اسے کہا تھا ناشتہ بناوں گی تو کچن بھی سمیٹوں گی۔ اب وہ بچاری کیا سوچے گی کہ منائم باجی کو اپنے کہے کا پاس نہیں۔ ویسے بھی واک مجھ سے نہیں ہوتی۔ یہ زیادہ آسان ہے۔ کھڑے کھڑے سب دھل جائیں گے"

وہ مسکراتا ہوا منائم کی سستی کے فسانے سنے عقب میں رکا اور اسکو اپنی بازووں میں بھر کر منائم کی گالوں میں ویسے ہی اک خفیف سی سرخی اتار لایا۔

"یہی سستی رہی تو تم اڑنے والا غبارہ بن جاو گی مانو"

وہ اسکی برتن دھونے میں جس طرح مدد کر رہا تھا، ایسے برتن آج نہیں دھل سکتے تھے، وہ اسکی گردن، گال اور بالوں میں جذب سانسیں محسوس کر رہی تھی۔

"یہ غبارہ آپکو لے کر ہی اڑے گا"

وہ بوکھلا کر اسکے ہاتھ اپنے پیٹ سے کھولتی فرار ہونے لگی مگر مہویر نے اسکو بازووں سے پکڑ کر واپس جھٹکے سے اپنے قریب لا کھڑا کیا۔

"کیا تمہیں کل کا اظہار محبت یاد ہے ناں اپنا۔ اسکے بعد تو فرار نہیں کرنا چاہیے تمہیں۔ کیوں بھاگ رہی ہو مجھ سے ؟"

وہ بہت مشکل سے آنکھیں اٹھا کر مہویر کو دیکھ سکی۔

"میں بھاگ نہیں رہی بس"

وہ بولتے بولتے رک گئی، اسکی سانس ہانپ گئی۔

"بس ؟"

مہویر نے ہلکا سا جھک کر پوچھا۔

"بس خود کو سنبھال رہی ہوں۔ آ۔۔ آپ نے کہا تھا جب آپ محبت سے چھوئیں گے تو وہ مجھ سے برداشت نہیں ہو گا۔ ڈرایا ہوا ہے آپ نے مجھے۔"

وہ دھیرے سے آنکھیں نیچی کیے منمنائی۔...

"ساتھ مل کر سنبھالتے ہیں، اور ساتھ مل کر دیکھتے ہیں کہ مہویر میثاق، منائم ملک کو محبت کے ساتھ کیسے اپنے جسم و جان میں بساتا ہے"

وہ اسکے الفاظ کی حدت پر گھبرا سا جاتی کانپی مگر مہویر کی بازووں کی پناہ موجود تھی۔

"م۔میں زخمی ہوں۔ تھوڑا تو خیال کریں"

وہ اسکے چہرے کو رحم طلب نظروں میں بھر کر منمنائی تو مہویر کی پر طلب نگاہوں میں نرمی اتری، وہ زرا سا اسے خود سے دور کر گیا۔

"کر لیا خیال۔اس خیال کرنے پر تم کیا کرو گی میرے لیے؟"

وہ اب بھی اسے باہوں میں بسائے کھڑا تھا، منائم کی آنکھوں کی نرمی اور بے خوفی لوٹی۔

"م۔ میں کیا کر سکتی ہوں؟"

وہ تھوڑی سنجیدہ اور بے خود سی ہوئی۔

"جو تم کر پاو"

وہ اسکی نگاہوں کی یکدم تیز ہوتی حرارت پر بیقراری سے اسکی سمت بڑھی تھی، اک طوفان تھا اسکے اس کچھ کر گزرنے میں، لیکن یہ انداز مہویر کے وجود کے دریچوں تک سکون اتارنے میں معاون رہا، وہ اس نشاط انگیز لمس کی فراوانی کرتے ہی اس سے دور ہوتی نظریں چرا کر سنک کو دیکھنے لگی۔

"اس کے بعد کون گندے برتنوں کو دیکھتا ہے مانو۔ تمہیں کیا ہو گیا ہے۔؟"

وہ اپنے گالوں پر ہتھیلیوں کو جوڑتی گہرے سانس بھر رہی تھی جب وہ دوبارہ اسے بازووں میں بھرتا شکوہ کر اٹھا۔

"صرف دیکھنا نہیں، انھیں دھونا بھی ہے۔ اور خبر دار اگر اب آپ رومنٹک ہوئے کام کے بیچ۔ جب میں ٹھیک ہو جاوں گی تو آپکی ساری تڑپ مٹادوں گی۔ ابھی بس۔"

وہ اسے مسکرا کر آزاد کرتا خود اپنی شرٹ کی آستینوں کو چڑھائے برتنوں کے قریب گیا۔

"میں دھو دیتا ہوں میری جان۔ تم تو ڈانٹنے ہی لگ جاتی ہو اب مجھے"

وہ اسکا ہاتھ ٹب والا بچہ بننا نہیں بھولی تھی، اب بھی وہ اسی مسکینی سے برتن دھونا شروع تھا۔

"چھوڑ دیں۔ میں آپکے ہاتھوں کو مزید تکلیف نہیں دے سکتی۔"

وہ اسکو بازو سے پکڑ کر سائیڈ کیے مہویر کے ہاتھ پکڑ کر دھلوا گئی جبکہ مہویر نے مسکراہٹ ہونٹوں میں دبائے ابھی منائم کو دیکھا ہی کہ وہ فورا اسکے سینے لگی، اور مہویر نے دونوں بازو اسکے گرد پھیلا دیں۔

"میں نے ڈانٹا نہیں ہے۔ اوکے ناں؟"

منائم نے روئی روئی آواز میں چہرہ پیچھے کیے یقین دلایا تو مہویر نے اسکا ماتھا جذب سے چوما۔

"اوکے میرے دل کی جان۔ چلو آو واک کرتے ہیں۔ اچھا محسوس ہو گا۔ موسم بھی اچھا ہے۔ حسین دھوپ نکلی ہے"

منائم نے فوری سر ہلایا کیونکہ اسے اب واقعی واک کرنے کی شدید طلب محسوس ہو رہی تھی۔

.._____..

وہ مرر کے سامنے کھڑا اپنی وجاہت کا شوخ انداز میں صدقہ اتار رہا تھا جب اپنا بیگ نکال کر میٹرس پر رکھتی عرشیہ اسکے ایکشن دیکھ کر مسکرائی، اولیو گرین اسمارٹ زِپ اپ جیکٹ جس کے اندر بلیک سادہ سویٹر شرٹ

تھی، نیچے سلم فِٹ بلیک پینٹ جبکہ پاؤں میں سفید سنیکرز پہنے وہ بالوں کو جیل سپرے کیے ہاتھ پھیر کر بکھیر رہا تھا۔

انھیں ناشتے کے بعد سیدھا سوہا کی طرف جانا تھا کیونکہ دونوں قوبئین خضرات کو ائیر پورٹ چھوڑنا تھا۔

"تمہیں تو اپنی ہی نظر لگ جاتی ہے، بس کر دو سڑو"

وہ بیگ میں والٹ ڈالتی مسٹر ایکشن کو ٹوک گئی پر وہاں توجوں بھی نہ رینگی۔

"کیوں بس کروں۔ اتنا پیار دیا ہے بیوی نے، سجنے سنورنے تو دو۔ ویسے بھی کل پورا دن مجنوں والا خلیہ رہا ہے میرا"

وہ اسکی واپس آتی شوخیوں پر خود بھی زرا سا منے آئی، عرشیہ نے چاکلیٹ براؤن سلکی شرٹ پہنی تھی جس کا نرم کپڑا اور ہلکا سا وی نیک اسٹائل اسے گریس فل اور اٹریکٹو بنا رہا تھا، نیچے ہائی ویسٹڈ براؤن لیدر لانگ سکرٹ تھی جو فلئیر کے ساتھ اس کے سٹائل کو رائل ٹچ دے رہی تھی جبکہ پاوں میں

بلیک اینکل بوٹس تھے، جیولری میں گولڈ لیئر ڈ چین نیکلس اور ہلکی ایکسیسریز تھیں، اسکی ڈائمنڈ رنگ تھی جبکہ اس کے ویوی اوپن ہیئر اس پر بچ رہے تھے۔

اوپر سے وہ بہت مہک رہی تھی، بہت خوبصورت میک آپ بھی کیا تھا جو بلکل قدرتی لگ رہا تھا۔

"ماشاء اللہ، بہت پیاری ہے میری لما۔ ہم رات فارم ہاوس میں گزاریں گے آج۔ کوئی ڈسٹربنس نہیں ہو گی"

وہ اسکو بازووں میں بھرتا اپنی اور اسکی مہک میں ڈوبا ہوا بولا تو عرشیہ نے اسکی جیکٹ کا کولر کناروں سے پکڑ کر کھینچا، اس سبب وہ اسکے چہرے پر جھکا اور بہکی نگاہیں عرشیہ کے ہونٹوں سے سرکاتے آنکھوں پر جما گیا۔

"ہو گی۔ وہاں جنگلی جانوروں کی آوازیں آتی ہیں۔ سارے رومنٹک موڈ کو جنگلی موڈ میں بدل دیں گی۔ پر تمہیں ایکسپرئنس کرنا چاہیے۔ سچ بتاوں تو

میں بھی مس کر رہی ہوں اس جگہ کو۔ وہ جگہ جہاں ہم نے بہت لڑائیاں کیں۔ پیار بھی ہوا۔ خیر ابھی نیچے چلتے ہیں، صنم زمان بس پہنچنے والی ہوں گی۔"

انیس نے اسکی تیاری دیکھتے اسکا چہرہ ہاتھوں میں بھرا اور اسکی گال چومی، پھر اسے اسی محبت سے تکتے وہ عرشیہ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں دبائے نیچے گیا، اسی وقت عصر اور فجر بھی کمرے سے نکلے، ان دونوں نے سکائے بلو میں ٹوئنگ کی تھی، دونوں بہت ہی تر و تازہ اور پیارے لگ رہے تھے۔

"عصر"

انیس نے اسے دیکھتے ہی قدم بڑھائے تو عصر اپنی گال پر ہاتھ رکھ گیا، عرشیہ بھی قریب آ رکی۔

"تم نے کیوں بعث کی ان سے عصر؟ درد ہے کیا؟"

انیس نے اسکا اسکی گال پر جڑا ہاتھ پکڑ کر گال کا جائزہ لیتے فکر سے پوچھا مگر عصر نے جس طرح اپنی طبیبہ کو بہکی نگاہ میں بھرا، عرشیہ اور انیس مسکراہٹ دباتے دیکھائی دیے، وہ ایویں اس گدھے کو پڑتے تھپڑ پر پریشان تھے، یہ تو بیوی کے خمار میں ابھی بھی دھت تھا۔

"ہماری ان ننھی جانوں کے ہوتے کسی تکلیف کی مجال جو چھو سکے۔ ویسے تم دونوں وہاں سوئے بہت کیوٹ لگ رہے تھے۔ کمبل کے لیے نو تھینکیو ہاں۔ میری جان بستی ہے تمہارے پیارے کپل میں"

عصر کا مہکا اور تر و تازہ انداز جیسے شوخیاں جھڑ رہا تھا، سب ہی مسکرا دیے۔

"صدقے۔ لیکن تھپڑ والی بات ہم نہیں سہہ سکے۔ خیر آو فجر ہم ناشتے کو دیکھتے ہیں۔ انکی بیویاں سامنے ہیں تو سمجھو کوئی سنجیدہ بات ہونی ناممکن ہے"

عرشیہ نے آکورڈ سی سچویشن میں پھنسی فجر کو خود ہی اس میدان سے ان خضرات کو شرم دلاتے نکالا جبکہ انیس نے عصر کا کولر دبوچ کر اسے ہوش میں واپس لایا۔

"کیسے نادیوں کی طرح دیکھ رہے ہو عصر جیسے کسی اور کی بیوی ہے۔ آو وہاں بیٹھتے ہیں۔ مجھے بتاو کیا ہوا تھا؟ کیوں تھپڑ مارا انہوں نے؟"

عصر نے چھوٹے کے گھسیٹنے پر لاؤنج میں قدم رکھے تو انیس پہلے خود بیٹھا اور اپنے سامنے عصر کے بیٹھنے پر وہ ساری توجہ عصر پر جما گیا اور عصر نے جب اپنی اور ابراہیم علوی کی رات والی گفتگو تفصیلا بتائی تو انیس کے پاس جیسے کچھ کہنے کو نہ رہا۔

"تمہیں ایک نشے میں دھت آدمی سے ایسی بحث کرنے کی کیا ضرورت تھی بھائی۔ آج سب کلئیر ہو جاتا اور میں چلا جاتا، بات ختم ہو جاتی"

عصر نے سامنے سے اٹھے انیس کے برابر آکر بیٹھے اسکی طرف زرا رخ کیا تو انیس بھی سیدھا ہوا۔

"تمہیں نہیں جانے دوں گا۔ تمہارے بغیر میں اس مینشن میں سانس بھی نہیں لے سکتا انیس۔ تم اس بات کو سمجھ کیوں نہیں رہے۔ اور عدین؟ وہ کیسے جاتا دیکھ سکے گا تمہیں۔ مجھے پتا ہے تمہارا یہاں دم گھٹ رہا ہے لیکن جو تمہارے چلے جانے پر ہماری سانسیں گھٹیں گی انکا کیا؟ میں آج سب حل کر دوں گا۔ ماں بس پہنچنے والی ہیں۔ اور وہ بھی تمہیں کہیں جانے نہیں دیں گی دیکھ لینا۔ انھیں حمرا علوی سے کم مت سمجھنا۔"

انیس نے گہرا سانس لیتے اک بے بس نگاہ عصر پر ڈالی، کیونکہ وہ کچھ سننے کو تیار نہ تھا اور کچھ فاصلے پر کب سے آکر کھڑی صنم زمان ان دونوں کی ہر بات سن رہی تھیں۔

"میں جانتا ہوں لیکن خود کو بوجھ لگتا ہوں، وہ صنم زمان اور اپنے تیسرے بیٹے کو پانے کے لیے وہ سب کر رہے ہیں جو انہوں نے کبھی نہیں کرنا تھا عصر۔ مجھ سے معافی تلافی اور جبر کا پیار، خود کو کنٹرول کر رہے ہیں کہ ان سے انکی محبت پھر نہ چھن جائے"

انیس کے بکھرے اور ٹوٹے لہجے پر عصر بھی کچھ لمحے خاموش ہوا۔

"محبت ایک بار چھن جائے تو دوبارہ نہیں ملتی انیس۔ مل بھی جائے تو ارمانوں اور رشک سے خالی ہو کر ملتی ہے۔ مجھے معاف کر دو کیونکہ میری وجہ سے اس شخص نے تمہیں اذیت دی۔ میں بس یہ چاہتی تھی وہ اپنے پہلے ان بیٹوں کا تو باپ بنے جو اسکے پاس ہیں۔ پھر وہ عصر کا باپ بننے کے لائق ہو گا۔ مجھے کیا پتا تھا آج بھی الٹی کھوپڑی ہے اسکی"

عصر اور انیس بیک وقت اٹھے، صنم بہت افسردہ سی ان دونوں کے پاس آکر رکیں اور دونوں کو ایک سی ممتا بھری نظروں میں بھرا لیکن انیس کے لیے ابھی تکلیف حاوی تھی۔

"آپ میری وجہ سے آپسی تعلق مت بگاڑیں صنم آنٹی۔ یہ بھی وہی کر رہا ہے۔ میرے لیے لڑ رہا ہے ان سے۔"

انیس کو یہ سب اچھا نہ لگ رہا تھا، وہ خود کو ان مسائل اور جھگڑوں کی وجہ نہیں بنتا دیکھ سکتا تھا۔

"آپسی تعلق رہا کونسا ہے انیس؟ میں تو یہاں صرف اپنے بچوں کی ماں بن کر آئی ہوں۔ تم، عدین اور عصر میرے لیے سب سے اہم ہو۔ میں اسے کبھی معاف نہیں کروں گی، وہ جو کچھ کرتا رہا ہے اسکی سزا ملے گی، لیکن تم کہیں مت جاو۔ میں یہ بوجھ نہیں اٹھا سکتی کہ میرے آتے ہی میرا ایک بچہ ہم سے دور چلا گیا۔ عصر بھی خوش نہیں رہ سکتا تمہارے بنا"

انکی آوازیں سنے عرشیہ اور فجر بھی وہیں آ گئیں، ماحول خاصا اداس اور تناو سے بھرا تھا۔

"تم سب یہاں رہو، ہم مل کر رہیں گے۔ میں اپنے تینوں بیٹوں کے لیے اس جگہ آئی ہوں انیس جہاں کبھی کسی نے مجھے تمام تر حق کے بھی آنے نہ دیا۔ سوچو جس مرتبے کے لیے میں نے گالیاں اور بدعائیں کھائی ہیں، اس جگہ میرے لیے آنا کتنا مشکل رہا ہو گا۔"

صنم کی آنکھوں کی سرخائی نے ان باقی سب کے دل بھی تڑپا دیے، اور عصر کو اتنی خوشی اپنی ماں کے ملنے کی نہ ہوئی جتنی انیس کو اپنی ماں کے ملنے کی ہوئی۔

"عصر اور عدین سے پہلے میں ہمیشہ تمہیں گلے لگاوں گی، کیونکہ تم لاڈلے جو ہو۔ یہ دونوں تو بہت سمجھدار ہیں۔ اور ہو سکے تو معاف کر دو مجھے۔ اسکے

دھمکانے پر تم کس اذیت سے گزرے ہو وہ میں تمہارے بتائے بنا جانتی ہوں۔ میں وہ تکلیف محسوس کر سکتی ہوں انیس"

وہ بازو کھول کر جس طرح انیس کو اپنے گلے لگانا چاہتی تھی، انیس نے اک لمحہ بھی دیر نہ کی، بھلے انیس کی اذیت اب بھی اللہ کے بعد عرشیہ سے اچھی کوئی نہیں سمجھ سکتا تھا، اور باخدا گلے انیس صنم زمان سے لگا لیکن اسکی راحت عصر زمان کو سب سے زیادہ محسوس ہوئی، ایسا لگا ٹھیک سے ماں تو ملی ہی اب ہے۔ بلکل ویسے جیسے حمرا نے ہمیشہ عصر کو اپنے گلے لگا کر پیار کیا تھا، آج وہ گلے لگنا دہرایا گیا تھا، ایک جیسا احساس تھا جو شئیر کر لیا گیا تھا۔

"آپ کیوں معافی مانگ رہی ہیں، آپکا تو کوئی قصور نہیں صنم آنٹی"

صنم نے فوری اسے خود سے الگ کرتے انیس کا چہرہ ہاتھوں میں بھرا۔

"آنٹی نہیں۔ ماں۔ اب سے ماں کہنا۔ میں وعدہ کرتی ہوں تمہیں ماں بن کر دیکھاوں گی۔"

انیس نے مسکرا کر سر ہلایا جبکہ دونوں نے بیک وقت عصر کو دیکھا، وہ پیار محبت کے بعد اب تھوڑا جیلس منہ بنائے کھڑا تھا، سب ہی بیک وقت مسکرائے کیونکہ صنم نے انیس کو پیار کرنے کے بعد اپنے جگر کے ٹکڑے کی طرف قدم بڑھائے، وہ جانتی تھی انکا عصر کم از کم انیس سے جیلس نہیں ہو سکتا۔

"اور تمہیں بھی وہ ماں ملے گی جسکے لیے تم ہمیشہ ترسے۔ جسکے لیے روتے رہے۔ جسکی ضرورت رہی۔ تم تو میرے پہلے چاند ہو۔ تم بھی معاف کر دو مجھے"

صنم نے جس طرح عصر کی گال چومتے اسے اپنے گلے لگایا، عصر نے بھیگی آنکھوں سے مسکرا کر صنم کے گرد بازو لپیٹے کہ رہا سہا گال کا درد تو ماں نے بھگا دیا ہے، سب ہی اس وقت بے حد جذباتی تھے، عصر کو بے پناہ پیار دیے وہ اپنی حسین بہوؤں کی طرف بڑھی اور عرشیہ اور فجر کو بھی باری باری گلے لگایا۔

"ناشتہ لگوانے کا کہو تم لوگ میں زرا آتی ہوں مجرم کو لے کر۔اب میں جانوں اور وہ آدمی۔"

صنم زمان نے چاروں کی مسکراہٹ وصولی اور تاکید کیے زرا ابراہیم کے کمرے کی طرف بڑھیں تو عرشیہ نے انیس کی بازو کے حصار میں جا کر سمائل دی تو فجر بھی فوری عصر کا مضبوط ہاتھ جکڑ گئی، سبکی نظریں صنم زمان پر ٹکی تھیں جس نے اپنے چہرے پر آئی ہر کمزور شکن دور کی اور دروازے پر دستک دیے رکی۔

"آجاو"

ابراہیم کی مصروف سی آواز پر صنم نے دروازہ کھولا اور اندر داخل ہوئی مگر جب ابراہیم کی ٹائی باندھتے نظر صنم پر پڑی تو اسکے ہاتھ تھم گئے۔

"صنم۔۔۔"

وہ خوشگوار حیرت سے پلٹا تو وہ فاصلہ سمیٹے اس تک پہنچی، اسکے ہاتھوں سے ٹائی کے کونے لے کر پکڑے خود ناٹ باندھتے شدید غصے سے وہ ابراہیم کو دیکھنے لگی۔

"میرا بیٹا بھی آیا ہے کیا؟"

ابراہیم کے سوال پر صنم کی آنکھوں میں طیش امڈا اور اسی غضب کے ہاتھوں وہ ابراہیم کی ٹائی کچھ زیادہ ہی سختی سے دبا گئی کہ ابراہیم گلا گھٹنے پر خفیف سا بے قرار ہوا۔

"تم اپنے اور میرے بیٹے سے ملنا چاہتے ہوتے تو ایسی گری حرکت نہ کرتے۔ تمہیں میری بات شاید سمجھ نہیں آئی تھی ابراہیم۔ تم کیا ساری زندگی ایسے ہی عقل سے پیدل رہو گے۔ سوچ سمجھ سے محروم۔ بس جو تمہیں صحیح لگتا ہے وہی کرتے رہتے ہو، تمہیں نتائج کی کوئی فکر نہیں ہوتی"

وہ اسکے کھانسنے پر دو قدم دور ہوئی تو ابراہیم نے ٹائی کی ناٹ پکڑ کر ڈھیلی کی۔

"ہوا کیا ہے؟"

وہ جیسے سمجھ نہ پایا اس درجہ وہ کیوں بھڑک رہی ہے، وہ اسکی طرف بڑھا ہی جب صنم نے اپنے بازو جھٹکے، ابراہیم صوفے پر جا گرا کیونکہ اس وقت وہ بہت زیادہ غصے میں تھی۔

"دور ہٹو مجھ سے۔ تم کیسے باپ ہو یار۔ مجھے لگا تھا بس شوہر ناکارہ اور بزدل ہو۔ تم تو باپ بھی فضول ہی نکلے۔"

وہ جیسے پھٹ پڑی تھی، ابھی تو تھپڑ کا راز کھلنا باقی تھا۔

"ہاں ایسا ہی ہوں۔ تم بھی جتا لو"

ابراہیم نے اپنا سر ہاتھوں میں گرا کر جب اس سب کا اعتراف کیا تو صنم کو مزید اشتعال چڑھا۔

"شرم تو نہیں آئی یہ کرتے ہوئے۔ کیا حال کر دیا تم نے اس بچے کا۔ میں نے کہا تھا اسے راضی کرنا ہے۔ اسکے دل کی رضا پر، نہ کہ اسے دھمکانے پر اتر آو۔ یو نو واٹ ابراہیم۔ تم اس لائق ہی نہیں تھے کہ اللہ تمہیں اولاد دیتا۔ وہ بھی تین تین بیٹے۔ مجھے بتاو تم نے کیا سوچ کر اسے دھمکایا؟"

ابراہم نے اپنا ہاتھوں میں گرایا سر اٹھا کر صنم کو دیکھا جو ہر گز اسے بخشنے والی نہ تھی۔

"م۔ میں نشے میں تھا"

ابراہیم کے شکست خوردہ تاثرات پر صنم نے قہقہہ لگایا۔

"یہ چیز! نشے میں تھا۔ تم نشے سے باہر آئے ہی کیوں ہو پھر، جاو وہیں چلے جاو۔ تمہارے لیے تو زندگی بس ڈرامے بازی ہے۔ میں ان تینوں کی ماں

ہوں پر تمہاری کچھ نہیں لگتی۔ اچھا ہے انیس تمہیں جی بھر کر تڑپائے تا کہ تمہاری یہ ڈرامے بازی سائیڈ ہو اور اصل باپ باہر نکلے جو نشہ کر کر کے مفلوج ہو گیا ہے"

وہ صنم کے ڈانٹنے پر معصوم سا منہ بنا گیا۔

"ڈانٹو تو مت"

ابراہیم کے منمنانے پر وہ جواباً سرد سا گھوری۔

"اور کیا گلے میں پھولوں کا ہار ڈالوں، تمغہ پیش کروں یا توپوں کی سلامی"

وہ اس زہریلی معصومیت پر تپ اٹھی۔

"ایک بیٹا جو پہلے ہی اپنے باپ کے الٹے سیدھے کرتوتوں سے پریشان حال ہو اسے جب یہ کہا جائے کہ راضی ہو جاو ورنہ یہ نیند کی گولیاں کھالوں گا اور مر جاوں گا۔ تم نے اسکی اذیت خود محسوس نہیں کی ابراہیم۔ وہ بیٹا ہی ناں

تمہارا یا کہیں سے اٹھا کر لائے تھے۔ اتنی سنگدلی۔ تم ایسے کیوں ہو ابراہیم۔ میرا دل چاہ رہا ہے میں ہمارے بیٹے کے بارے تمہیں ساری زندگی لاعلم رکھوں کیونکہ تم اسی لائق ہو"

وہ بھی بیڈ کے کنارے ٹک کر شدید افسوس اور ملامتی لہجے میں بولی تو ابراہیم نے صوفے کے کنارے تک کھسکتے صنم کے دونوں ہاتھ تھامنے چاہے پر وہ جھٹک گئی، وہ اب شدید تکلیف میں تھی۔

"ایسا مت کرو صنم۔ میں اپنے تینوں بیٹوں سے ایک جیسی محبت کرتا ہوں۔ میں ہر ظلم کی تلافی کروں گا۔ تم ایسا مت کہو۔ مجھے بتا دو میرا بڑا بیٹا کہاں ہے۔ ملوا دو۔ میں سب ٹھیک کر دوں گا"

عاصم کی آنکھوں میں جو رحم طلبی تھی اس پر صنم کا افسوس جیسے شدت پکڑنے لگا۔

"عصر"

صنم نے مدھم سی سرگوشی کی تو ابراہیم علوی کے چہرے پر موت سا سکوت چھا گیا، اک لمحہ لگا جب وہ جھٹکے سے اٹھا۔

"کیا؟ عصر۔۔۔ عصر زمان؟ وہ ہے ہمارا بیٹا؟"

صنم بھی تھکے سے انداز میں اٹھ کھڑی ہوئی۔

"ہاں۔ وہی ہے تمہارا بڑا بیٹا۔ اسے اپنے نام کی بدنامی سے بچانے کو میں نے یتیم خانے چھوڑا کیونکہ حمرا نے مجھے یقین دلایا تھا کہ وہ میرے بیٹے کی حفاظت کرے گی۔ وہ مجھے اپنا شوہر نہیں دے سکتی تھی، مجبور تھی۔ مگر اس نے عصر کو اپنے انیس جیسی محبت دینے کا جو وعدہ کیا اس میں وہ پوری اتری، وہ اسے انیس کے لیے اپنے اس مینشن لے آئی۔ اسطرح تمہاری بڑی اولاد بھی تمہارے سائے میں آگئی۔ اب یہ مت کہنا کہ تم نے عصر کو بھی کوئی تکلیف دے رکھی ہے۔ ورنہ میں تمہارا سر توڑ دوں گی"

صنم کی آنکھوں میں یکدم جو طوفانی تنبیہہ آئی اس پر تو ابراہیم کو اپنے پیروں سے جان نکلتی محسوس ہونے لگی، ابراہیم نے اپنے ہاتھ کو اٹھا کر اپنے سامنے کیا جس سے انہوں نے کل عصر کو اس لیے تھپڑ دے مارا کہ وہ انکے اور انکے بیٹے انیس کے معاملے میں بولا، پھر جو کچھ دنوں سے انکا عصر سے برا سلوک رہا اس بارے سوچ کر ابراہیم کو اپنے حلق میں کانٹے اگتے محسوس ہوئے۔

"ع۔۔ عصر۔ وہ میرا بیٹا ہے۔ اوہ میرے خدا۔ یہ میں نے کیا کر دیا۔ میں نے اسے تھپڑ کیسے مار دیا۔ م۔ میں نے اسے انیس اور اپنے معاملے میں بولنے پر تھپڑ مارا کیونکہ وہ مزاق اڑا رہا تھا۔ میری بے بسی کا۔ اسے نوکر بھی کہا۔۔ یا اللہ۔ میں اتنا کیسے گر سکتا ہوں"

ابراہیم نے اپنے ہاتھوں میں سر تھاما جیسے اسکے سر کی ساری رگیں ایک ہی دم پھٹنے پر آگئی ہوں جبکہ صنم کی آنکھوں میں سرخائی گھلی۔

"ابراہیم۔ تم واقعی ناقابل برداشت ہو۔ وہ اپنے چھوٹے بھائی کے لیے بول رہا تھا، اور بلکل ٹھیک ہنسا وہ تم پر۔ تم کیسے انسان ہو۔ اسے نوکر کہنے کی ہمت بھی کیسے کی تم نے۔ کیا تم نے اور حمرا نے اسے بیٹا نہیں بنایا تھا۔ کیا اس نے ساری زندگی انیس کا خیال نہیں کیا، اسکی وہ ساری محبت، اسکا ساتھ نبھانا تم ایک لمحے میں بھول گئے۔ وہ اسکا کیئر ٹیکر تھا تو اسکا حق ہے وہ انیس کے لیے بولے۔ تمہاری عقل واقعی گھٹنوں میں جا چکی ہے اور دل۔۔۔ وہ تو سیاہی کا مرکب بن چکا ہے۔ افسوس صد افسوس"

وہ جیسے دگنی غصے سے چلائی، اسکا سینہ پھٹ رہا تھا کہ اس شخص نے عصر کو بھی تکلیف دی، اب تو جیسے وہ ڈبل دلبرداشتہ تھی۔

"م۔ مجھے نہیں پتا تھا وہ میری اولاد ہے صنم"

ابراہیم کے منمنانے پر وہ ہنس کر اسکے قریب ہوئی۔

"اسکا مطلب ہے پدرانہ محبت تو اک طرف، تم میں انسانیت بھی مر گئی۔ تمہیں یہ نہیں پتا تھا کہ وہ تمہارا بیٹا ہے پر یہ تو پتا تھا کہ اس نے اپنی زندگی کے لگ بھگ تیس سال انیس کو سنبھالنے میں لگا دیے، اور یہ عصر نے ذمہ داری سمجھ کر نہیں، محبت مان کر کیا۔ کیسے انسان ہو تم ہاں۔ تم کسی ایسے انسان پر ہاتھ اٹھانے کی جرت بھی کیسے کر سکتے ہو جسکے تم احسان مند ہو۔"

وہ غصے سے زیادہ اب تکلیف میں تھی، اس شخص نے رہی سہی ساری امیدیں بھی چکنا چور کر دیں۔

"م۔ مجھے اس پر شدید دکھ ہے صنم۔ تم سب مجھے جو مرضی سزا دے دو۔ میں اف بھی نہیں کروں گا"

ابراہیم کی آواز جیسے ٹوٹ پھوٹ گئی تو صنم نے بھی اسکا گریبان جھٹکا اور دو قدم پیچھے ہٹ گئی۔

صنم نے ایک لمحے کو آنکھیں بند کیں، جیسے خود کو سنبھال رہی ہو، ورنہ شاید وہ واقعی اس شخص کو چوٹ پہنچا دیتی۔

پھر اس نے آہستہ سے آنکھیں کھولیں اور اس بار اس کی نگاہوں میں صرف غصہ نہیں تھا، ایک ٹوٹا ہوا یقین بھی تھا۔

"سزا...؟"

وہ ہلکی سی ہنسی، مگر وہ ہنسی طنز سے بھری تھی۔

"تمہیں لگتا ہے یہ سب سزا سے ٹھیک ہو جائے گا ابراہیم؟"

ابراہیم اسکے استفسار پر خاموش رہا، اسکا سر جھکا ہوا تھا جیسے ہر لفظ اس پر ہتھوڑے کی طرح لگ رہا ہو۔

صنم نے ایک قدم اس کی طرف بڑھایا مگر اس بار اس کا انداز سرد تھا۔

"سزا تو تب ہوتی ہے جب کوئی جرم چھوٹا ہو، تم نے تو رشتے توڑے ہیں، دل توڑے ہیں اور سب سے بڑھ کر، ایک ایسے انسان کو توڑا ہے، جو تمہیں ٹوٹنے سے بچانے والوں میں شمار تھا۔ عدین تمہارے شر سے بچا ہوا ہے، اس سے اسکی ماں جو چھن گئی تھی اسکے پیدا ہوتے شاید تبھی وہ تمہارے ظلم سے بچ گیا لیکن باقی دونوں بیٹوں کو تم نے بہت تکلیف دی۔"

ابراہیم کی آنکھوں سے آنسو بے اختیار نکل پڑے۔

"میں اسے کیسے فیس کروں گا ص۔۔ صنم؟"

اس کی آواز میں خوف تھا، شرمندگی تھی اور ایک باپ کی بے بسی بھی۔

"جیسے ایک مجرم اپنے متاثرہ شخص کے سامنے جاتا ہے، سر جھکا کر۔ شرمندہ ہو کر۔ تم نے انیس کے ساتھ جو برا کیا وہ تو نا قابل معافی ہے لیکن تم نے جو عصر کی ساری ریاضت خاک کی یہ ادھر میرے سینے میں تیر کی طرح گڑھا ہے۔ م۔ مجھے نہیں لگتا اب میں تمہیں کبھی ان محبت بھری نظروں سے

دیکھ پاوں گی ابراہیم۔ تم نے سب خاک کر دیا۔ میری رہی سہی محبت۔ میرا مان۔۔۔ افسوس ہے تم پر۔۔۔ شدید افسوس۔ اب باہر چلو اور جو میس پھیلایا ہے اسے سمیٹنا شروع کرو۔ تمہیں اب اپنے بیٹوں سے کی زیادتیوں کی تلافی کرنی ہے۔ مجھے بھاڑ میں جھونکو۔ میں نے بھی جھونک دیا تمہیں"

ابراہیم کے لیے وہ الفاظ کسی فیصلے سے کم نہ تھے، اس نے سر اٹھایا، آنکھوں میں درد، پچھتاوا اور ایک عجیب سا خالی پن تھا۔

"صنم..."

اس نے بس اس کا نام لیا جیسے کچھ اور کہنے کی ہمت ہی نہ رہی ہو مگر صنم رکنے والوں میں سے نہیں تھی، وہ پلٹی بھی نہیں۔

"نام لینے سے کچھ نہیں بدلے گا ابراہیم، جو کہا اس پر عمل کرو۔"

صنم کا یہ جملہ سیدھا اس شخص کے وجود میں اتر گیا، ابراہیم نے آہستہ سے مجرمانہ انداز میں سر گرایا اور صنم کے سنگ وہ دروازے کی طرف بڑھا۔

ہر قدم کے ساتھ جیسے اس کے ماضی کا بوجھ اس کے کندھوں پر اور بڑھتا جا رہا تھا، دروازہ کھولتے ہی باہر کی فضا اس کے لیے اجنبی سی لگنے لگی، ناشتہ لگ چکا تھا اور وہ چاروں ہی انکے منتظر تھے، صنم اور ابراہیم کو دیکھتے ہی ان چاروں نے اٹھ کر فاصلہ سمیٹا، فضا جیسے منجمد سی ہوئی، انیس نے انکی سمت دیکھا تو متجسس تھا، عرشیہ نے آہستگی سے اسکا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیے جکڑا جبکہ ابراہیم کی نظریں صنم پر تھیں جو عصر تک گئی اور اسے زور سے اپنے گلے لگایا، اسکے دونوں رخسار چومتے وہ اک طرف کھڑی ہوئی، فجر بھی انکے ساتھ ہی تھی، اپنی طرف بڑھتے ابراہیم علوی کو دیکھتے عصر نے سبکی طرف اک نظر ڈالی پھر اپنی طرف بڑھتے ابراہیم کو دیکھنے لگا جنکی آنکھوں میں پچھتاوا، جلن اور کرب کی انتہائیں بسی تھیں۔

"میری اولاد ہوت۔۔ تم۔ا۔اسی لیے تم کل بولے۔۔ا۔۔اور میں کم ظرف تمہیں انسان بھی نہ سمجھا۔بیٹا تو دور کی بات تھی۔"

یہ احساس جرم جیسے ابراہیم کو اندر سے توڑ بھی رہا تھا اور کھڑا بھی کر رہا تھا، اس نے ہمت جمع کی اور ایک قدم آگے بڑھا، پھر دوسرا، مگر جتنا وہ قریب جاتا، اتنا ہی خود کو چھوٹا محسوس کرتا۔

عصر نے انکو دیکھتے سنجیدگی بڑھائی۔

"اٹس اوکے مجھے ہنسنا نہیں چاہیے تھا۔ آپکی انسلٹ کر گئے میرے الفاظ تو تھپڑ بنتا تھا۔ آپ جیسے بھی ہیں، باپ ہیں اور میں یہ بھول گیا تھا۔ کیونکہ میں اس دنیا میں سب سے زیادہ محبت انیس سے کرتا ہوں۔ جو اسے تکلیف دے میرا دل چاہتا ہے اسے چیر پھاڑ دوں۔۔۔۔ میرا ابھی کوئی قصور نہیں کہ وہ ہنسنا ویسا ہنسنا نہ دیکھا سکا جو وہ اصل میں تھا۔ وہ درحقیقت بے بسی اور تکلیف کی انتہاؤں والا ہنسنا تھا"

عصر کا اپنی غلطی تسلیم کرنا جیسے ابراہیم کا سینہ مزید بھاری کر گیا۔

"م... مجھے معاف کر دو"

ابراہیم کی آواز انکے حلق سے بمشکل نکلی۔

"م۔ میں نہیں جانتا تھا... تم م۔ میرے بیٹے"

ابراہیم کے اس جملے پر جہاں سبکی آنکھیں اذیت میں غرق ہوئیں وہاں عصر پھر مسکرایا لیکن اس نے ہاتھ ہوا میں بلند کیے انکو غلط سمجھنے سے روکا۔

"دیکھا۔ یہ ہنسنا مسکرانا مزاق اڑانے سا نہیں ہے بس میں تکلیف میں یہی کرنا بہتر جانتا ہوں۔ میں یہ سوچ رہا ہوں جسکا پتا تھا کہ آپکا بیٹا ہے یعنی انیس اسے کونسا سکھ دیے آپ نے؟ کہ میرے متعلق یہ آگاہی نہ ہونے پر افسوس کر رہے ہیں۔ اگر میں آپکا بیٹا نہ بھی ہوتا تو تھپڑ غیر ضروری تھا۔ کیونکہ میں نے ساری زندگی آپ کو ہی اپنا باپ مانا۔ اس گھر کو اپنی چھاوں میں شمار کیا تھا۔ میں اگر بولا بھی ہوں تو یہ میرے حقوق و فرائض تھے۔ لیکن کوئی بات نہیں۔ میرے الفاظ کے دانت آپکو کاٹ گئے ہوں گے۔ معذرت چاہتا ہوں"

عصر کا معافی مانگنا ابراہیم کو مزید زمین میں دفن کرنے سا تھا، وہ شرمندگی سے نظریں جھکا گئے کیونکہ انکے پاس کہنے کو کچھ نہ تھا۔

وہ سب ہی شدید تکلیف میں ڈوبے دیکھائی دے رہے تھے۔

"عصر! تم اتنے ڈارلنگ کیوں ہو میرے بھائی"

عرشیہ کی مدھم سی سرگوشی امڈی جسے بس انیس نے ہی سنا، اور باخدا اسکے بھی کچھ ایسے ہی دلبرداشتہ خیال تھے، البتہ فجر بھی صنم زمان کے ساتھ کھڑی تھی اور ان دونوں کی آنکھوں میں عصر کے لیے صرف چاہت بھری پڑی تھی۔

"میں معافی چاہتا ہوں۔ اگر ایک فیصد بھی گنجائش ہو تو بتاو۔ میں تم سے اور انیس دونوں سے معافی مانگتا ہوں۔ میں تم دونوں کی معافی پانے کے لیے کچھ بھی کروں گا۔ تم دونوں ایک آخری موقع دے دو مجھے"

اس بار ابراہیم کی ندامت کے باوجود لگن سے بھری نگاہوں کا مرکز انکے دونوں روٹھے بیٹے تھے۔

"خبردار اگر فورا معاف کیا، ورنہ تم دونوں مجھ سے پٹو گے۔ کیا اتنا آسان ہے معافی کے موقعے حاصل کرنا ابراہیم علوی صاحب؟"

اس سے پہلے کہ یہ دونوں پگھل جاتے، ابراہیم کی روئی، اداس حالت پر رحم کھاتے، وہ دوبارہ آگے آتی میدان میں پنجے لڑانے اتری۔

"تم بھی معاف کر دو۔ بلکہ جس جس کا دل دکھایا، تم سب سے معافی مانگتا ہوں۔ اور بتاو کیا کروں؟ جب کسی کو میری جان جاتی قبول نہیں تو بتاو ناں جیتے جی میں کن الفاظ کا چناو کر کے تم سب سے معافی طلب کروں۔ کتنا وقت لگے گا تم سبکے دل موم ہونے میں۔ بولو، کوئی تو جواب دے مجھے"

ابراہیم علوی کی بیقراریاں اور جلد بازیاں دیکھ کر ان سب نے ہی مایوسی سے اک دوسرے کی جانب دیکھا۔

"کیا ہمارے اندر بٹن فٹ ہیں ابراہیم کہ ہم انکو دبائیں اور تمہارے لیے جو غصہ ہے وہ فوری ڈیلیٹ ہو جائے۔ تمہیں یہ معافی خود کمانی ہے۔ کتنے صابر اور شاکر بیٹے ملے تمہیں، ایک نے زندگی بھر کی زیادتیوں کا بدلہ چھوڑ کر چلے جانا چن لیا اور دوسرے نے تھپڑ تک کو سہہ کر الٹا معافی مانگ لی۔ بتاو ہم کیسے معاف کریں تمہیں۔ ہم بھی اتنے ہی بے بس ہیں جتنے تم"

وہ اس وقت ہرگز ابراہیم کو کسی بھی قسم کی جذباتی دھمکیوں یا شکلوں کو استعمال کرنے کی اجازت نہیں دے سکتی تھی۔

"تو میں وہی کہہ رہا ہوں کہ مجھے کوئی تو راہ بتاو۔ میں سچ میں شرمندہ ہوں۔ میں واقعی تم سبکو کھونا نہیں چاہتا۔ انیس۔۔ تم مجھے جو سزا دینا چاہو دے سکتے ہو لیکن اس گھر سے مت جانا۔ میں تمہاری راہ تکتے ہی مر جاوں گا۔۔ اور عصر تم، ابھی تو ملے ہو مجھے۔ یہ حق دو کہ میں اپنی ہر ناانصافی کی تلافی کر سکوں۔۔ عرشیہ، فجر۔۔ تم دونوں میرے بیٹوں کی محبت ہو۔ انکو کہو ناں یہ مجھے موقع دیں۔ ایک آخری موقع"

وہ پہلے انیس تک رکے، پھر وہ جس طرح تڑپ کر عصر تک آئے، عرشیہ اور فجر کے پاس رکے، اسکی سب سے زیادہ تکلیف صنم کو ہوئی، وہ ترس کھاتی، رحم کرتی یا سزا سناتی، اسے خود کچھ سمجھ نہ آ رہا تھا۔

"میں تو موقع تب دوں گا جب میرا جگر دے گا موقع آپکو۔ ورنہ آپن کا کیا ہے، اپنی فجر کے ساتھ ہی خوش رہ لے گا۔ اور ظہر مغرب اور عشاء کے آنے کے بعد تو مجھے اور کسی کی پرواہ ہی نہیں رہنی۔ ہے ناں سائیں"

سب کے دل تکلیف میں ڈوبے بھلا عصر سے کیسے سہے جاتے، سب کے بیچ فجر کو تاڑنے کے ساتھ اپنے فیوچر کے تین بچوں کا پلین، یہاں تک انکے نام بھی ریویل کر ڈالے، سب سمیت فجر نے بھی آنکھیں پھیلائے عصر کو دیکھا جو جا کر صوفے پر ڈھیر ہو گیا تھا، خود ابراہیم ٹھٹکے جیسے سمجھ نہ پائے ہوں کہ عصر نے کیا کہا ہے۔

"عصر۔ سیریس ہونے کا وقت ہے مما کی جان"

صنم نے اسے آنکھیں دیکھائیں مگر عصر نے نیم دراز ہوتے اپنی جانم کو دیکھا جو اسے آنکھیں نکال نکال کر دیکھ رہی تھی۔

"اسے ابھی پاریاں ملیں گی رکو"

انیس کو اپنے کان میں پھر سے عرشیہ کی سرگوشی سنائی دی تو انیس نے چونک کر لما کی طرف دیکھا۔

"کام تو اسکے جوتے کھانے والے ہیں عرشیہ"

انیس نے بھی عصر کو گھوریاں ڈالنے والوں میں شریک ہوتے جوابی سرگوشی کی مگر پھر سب نے ابراہیم علوی کو عصر کی طرف جاتے دیکھا تھا۔

"تم خود پہل کرو تو وہ بھی مان جائے گا۔ تم اسے سب سے بہتر سمجھتے ہو۔ وہ تمہارے جگر کا ٹکڑا ہے تو تھوڑی سفارش کر دو۔ پلیز"

عصر پر حملہ اچانک ہوا، بچار ارد عمل بھی نہ دے سکا جب ابراہیم نے اسکا چہرہ تھامے اسکا ماتھا چومتے شدید دکھ سے درخواست کی، نا صرف ماتھا جبکہ اسکی گالیں بھی چوم ڈالیں، عصر نے انکے ہاتھ پکڑ کر اٹھ کھڑا ہوتے باقی باشندوں کو دیکھا، صنم اسے گھور رہی تھیں، فجر اداس تھی جبکہ عرشیہ مسکرا رہی تھی اور انیس، اس نے حیرت سے عرشیہ کو دیکھا۔

"ہے تم نجومی ہو کیا؟"

انیس کے بڑبڑانے پر عرشیہ اسکی بازو سے لگی۔

"نہیں پر تمہارے بابا کو سمجھ چکی ہوں۔ کافی کیوٹ بھی ہیں یہ۔ عصر کی شکل دیکھو"

عرشیہ نے مسکرا کر انیس کی توجہ سامنے دلائی جس پر انیس بھی عصر کا ہونق تاثر دیکھ کر مسکرایا۔

"اوف"

انیس کے منہ سے بے اختیار نکلا۔

"یہ چوما چاٹی کرنے کے گریز کریں، میں اس ٹائپ کا انسان نہیں۔ موقع چاہیے تو منہ سے کہہ کر لیں۔ یہ آپ کن حرکتوں پر اتر رہے ہیں۔ ایسے تو کوئی بھی آپ کو معاف کر بیٹھے گا۔ ٹھیک ہے موقع دے رہا ہوں لیکن پلیز یہ سب نہیں"

عصر کے ڈرتے ڈرتے منع کرنے پر ابراہیم نے پلٹ کر باقیوں کی طرف آس سے دیکھا، وہ سب ابھی بھی پگھلنے کو تیار نہ تھے جبکہ عصر نے انیس کو آنکھ ماری۔

"میں تم سے بھی موقع چاہتا ہوں۔ انیس"

ابراہیم علوی جیسے ہی انیس کی طرف بڑھے، انیس نے انھیں شانوں سے پکڑ کر زرا خود سے فاصلے پر روکا۔

"میں سوچ کر بتاوں گا۔ میرا خیال ہے ناشتہ کر لینا چاہیے ٹھنڈا ہو رہا ہے۔"

انیس کے گریز پر ابراہیم نے فوری سر اثبات میں ہلایا، باقی سبکو بھی بھوک لگ رہی تھی تبھی سب ہی ناشتے کی میز کی طرف بڑھے، سب نے اپنی اپنی نشت سنبھالی لیکن سب سنجیدہ ترین ہو چکے تھے۔

"میں اور عرشیہ کچھ دن فارم ہاوس رکیں گے۔ ایک دو ہفتے۔ اس بیچ میں موقعے کے بارے سوچوں گا۔"

انیس نے ہی ناشتہ سرو ہوتے ہی بات شروع کی جبکہ اسکے جانے کا سن کر ہی سب کے چہرے اداس ہوئے، خود عرشیہ کا بھی لیکن وہ اب انیس کو اتنا بھی مجبور نہیں کر سکتی تھی۔

"کوئی اعتراض نہیں۔ پہلے آپ عصر اور صنم زمان سے اپنا تعلق بہتر کریں۔ انکی معافی پائیں پھر ہم بات کریں گے بابا۔ عدین کو میں خود یہ سب بتادوں گا۔ ابھی وہ یمل کے ساتھ ہے اور اسے مزید ٹنشن نہیں دینا

چاہتا۔ میں اور عرشیہ ایک دو ہفتے کے لیے جا رہے ہیں۔ یہ کوئی ناراضگی یا چھوڑنا نہیں ہے۔ یہ بس سپیس دینا ہے۔"

انیس نے سبکی طرف دیکھا اور انیس کے کبھی نہ چھوڑنے کی قیمت یہ کچھ دن کی جدائی تو وہ برداشت کر ہی سکتے تھے۔

"میں نہیں چاہتی تم جاو انیس"

صنم نے اسکو بہت مان سے پکارا، وہ نرم سا مسکرایا۔

"میں کہیں نہیں جا رہا ماں۔ بے فکر رہیں۔ بس اپنی لما کے ساتھ کچھ وقت گزارنے کی تمنا ہے۔ اسکے بعد واپسی پر آ، کر سٹوڈیو کا کام دیکھوں گا۔ کافی اگنور کر چکا ہوں۔ سب کلائنٹس میری غیر موجودگی نوٹس کر رہے ہیں۔ مہویر اور عصر کے ساتھ میرا بھی وہاں ہونا ضروری ہے۔ ہوپ سو تب تک میرا دل انکو موقع دینے پر بھی رضامند ہو جائے۔"

انیس بھلے راضی و خوشی لگا لیکن بہر حال اسکا اتنے دنوں کے لیے او جھل ہونا بھی اداسی کا سبب تھا، عصر مطمئن تھا کیونکہ عرشیہ اور انیس ساتھ ہوتے تھے تو اسے انیس کی فکر نہیں ہوتی تھی، ویسے بھی اس بیچ وہ ہمایوں کا کام تمام کرنے کا سوچ چکا تھا تو انیس اس سب سے دور رہے یہی بہتر تھا۔

لیکن وہ لوگ ابھی یہ جانتے نہیں تھے کہ رئیس اور ہمایوں دونوں کا انجام کسی ایک انسان کے ہاتھوں ہونے والا تھا اور وہ یہ لوگ نہیں تھے۔

"اگر یہ تم لوگوں کا چھوٹو سا ہنی مون ہے تو پھر ٹھیک ہے۔ کہیں اور بھی گھوم لینا۔ میں سب ارینج کروادوں گی"

صنم نے مسکرا کر اس پیارے جوڑے کو دیکھتے پیشکش کی، سب ناشتہ کر رہے تھے اور اب اک خوشگوار سی شفقت بھری فضا بیچ میں حائل ہو گئی تھی۔

"نہیں ماں۔ ہم فارم ہاوس ہی رہیں گے۔ وہ میرے اور عرشیہ کے لیے سب سے خوبصورت جگہ ہے۔ ہے ناں؟"

وہ عرشیہ کی طرف دیکھتے بولا جس میں عرشیہ نے اسکا بھرپور ساتھ دیتے تائید کی۔

"وہ گھر بہت سکون سے بھرا ہوا ہے۔ تم دونوں جاو پر لوٹ آنا۔ یہ آنکھیں تمہاری واپسی کی راہ دیکھیں گی انیس۔ میں سچ میں تمہیں سدھر کر دیکھاوں گا اب۔ لفظ نہیں ہوں گے، عمل ہو گا۔ میں اپنا کھویا وقار اور اعتبار سب واپس پاوں گا"

سب کی توجہ ابراہیم علوی نے کھینچی، سب کو یقین تو نہ آیا لیکن مجبوراً سہی یقین کر لیا گیا کیونکہ ان سبکے پاس کوئی چوائس نہ تھی، ناشتے کے بعد انیس اور عرشیہ اجازت لے کر چلے گئے کیونکہ شماس صاحبہ اور رضی سومرو کی آج واپسی تھی، یہاں وہ لوگ سوہا کی طرف نکلے وہیں علیم خان بھی ملک پیلس پہنچ گیا، جب وہ پہنچا تو اسکی چھوٹی دنیا، شمس الدین کے ساتھ ناشتہ کر رہی تھی۔

علیم کو دیکھتے ہی وہ دونوں اپنی اپنی کرسیوں سے اٹھ کر اسکی طرف دوڑے، علیم نے اپنے بازو کھولتے دونوں کو خود میں بسایا، وہ تو رات ہی آجانا چاہتا تھا پر ایک تو دیر ہو گئی تھی اوپر سے دماغ ردانے خراب کر رکھا تھا تبھی علیم نے کچھ دیر اکیلا رہنا ہی مناسب سمجھا۔

"علیم بھائی میری مما چلی گئیں"

یمل کے رونے پر علیم نے اسکا سر چوما، شمس الدین بھی افسردہ سے اٹھ کر ان کی سمت آئے۔

"اللہ اسکی مغفرت کرے، اللہ تمہیں صبر دے بچے۔ یہاں آو"

علیم نے اسے زور سے گلے لگایا جبکہ عدین بھی افسردہ تھا، انہوں نے علیم خان کو بہت مس کیا تھا۔

"تم کہاں تھے علیم خان۔ ہم اتنے دکھ سے گزرے اور تم نظر ہی نہیں آئے۔ اچھے باڈی گارڈ ہو ہمارے؟"

عدین کا شکوہ سنے علیم نے اسکے سر پر ہاتھ رکھا پھر یمل کو بھی خود سے دور کیا، وہ شمس الدین سے بھی ملا، ان سے بھی تعزیت کی۔

"مجھے انیس سر نے ایک ضروری کام دیا تھا۔ بس اسی میں پھنسا تھا۔ مجھے معاف کر دو تم دونوں۔ کبھی کوئی اداسی تم دونوں کو چھو نہ سکے۔"

علیم کے اس ضروری کام پر وہ برہم سے لگے کیونکہ علیم خان سے انکی اٹیچمنٹ ہو چکی تھی۔

"ٹھیک ہے معاف کیا لیکن آئندہ ہمیں اکیلا مت کرنا۔ ہم تمہاری چھوٹی دنیا ہیں۔ ہمارے بنا تم ادھورے ہو۔ اور تم پر ہماری حفاظت فرض ہے نہ کہ دوسرے ضروری کام۔۔ ہنہ"

علیم کے ہونٹوں پر عدین کے منہ بسورنے پر شکوہ آیا تو یمل کی اداس صورت بھی مسکائی۔

"ارے۔ معاف کر دیں جناب۔ آئیندہ غلطی نہیں ہو گی۔ تم دونوں کی پیاری شماس صاحبہ اور رضی سومرو آج واپس قوبا جا رہے ہیں۔ انیس سر نے کہا ہے میں تم دونوں کو مس سوہا کے گھر لے آوں۔ پھر وہاں سے انھیں سی آف کر کے ہم ہوسپٹل چلیں گے۔ عاصم ملک کو ہوش آ گیا ہے اور وہ تم سے ملنا چاہتے ہیں۔ اسکے بعد ہم اچھی سی جگہ جا کر کھانا کھائیں گے اور پھر میں تم دونوں کو فٹ بال کلب بھی چھوڑوں گا۔ سکول کی چھٹی ہو گئی لیکن کلب مس نہیں کرنا۔ جتنا ہم مصروف رہیں، تکلیف ہم سے اتنی ہی دور رہتی ہے۔"

علیم خان نے تو انکا پورا دن مصروف کر ڈالا تھا، جبکہ یہ ایک طرح بے حد بہترین بھی تھا۔

دونوں نے سر ہلایا، علیم نے شمس الدین سے اجازت لی اور روانہ ہو گیا۔ پہلے وہ لوگ سوہا کی طرف پہنچے، کسی کا بھی دل نہ چاہا کہ وہ حسین و مہربان ہستیاں جائیں پر جو آتا ہے اسے آخر جانا ہی ہوتا ہے لیکن بہت سے ملاقات کے

وعدوں پر ہی یہ جدائی ہوئی تھی، عدین، عرشیہ اور انیس نے انکے ہاتھ مہرو، حرا، فادی اور انکے چھوٹے بے بی کے لیے بہت سا پیار بھیجا تھا، اور ان سب نے یمل سمیت جلد آذربائیجان کے اگین ٹرپ کا بھی وعدہ کیا اور پھر انیس اور عرشیہ کے ساتھ سوہا کی وہ مہربان دنیائیں رخصت ہو گئیں۔

"آپ اداس نہ ہوں۔ ہم اس بار گئے تو آپکو بھی لے جائیں گے سوہا آنٹی۔"

انکے جانے کے بعد عدین اور یمل کچھ دیر رکے کیونکہ سوہا بہت ایمو شنل ہو گئی تھی۔

"میری جان۔ ضرور۔ ہم مل کر بڑا سا ٹرپ پلین کریں گے۔ اور یمل بھی ہمارے ساتھ ہو گا۔ ہے ناں یمل؟"

سوہا کی ان دونوں کے لیے محبت بلکل ایک سی تھی اور یمل تو پہلے ہی محبت کا بھوکا تھا، اسے تو یہ سب نعمتوں کی طرح لگتے تھے۔

"ان شاء اللہ۔ مجھے بہت خوشی ہو گی سوہا آنٹی"

یمل نے بھی دل و جان سے اپنا ارمان بتایا جس پر سوہا نے دونوں کا ایک ایک ہاتھ پکڑ کر چوما، اسے سیوانی جانا تھا لیکن وہ رکی اور دونوں کے لیے نگٹس اور فرائز بھی بنائے جس میں ان دونوں نے بھرپور ساتھ دیا، علیم اس بیچ باہر گارڈن میں ٹہلتا رہا، جناب کی سوچیں اب باڈی گارڈ کی ڈیوٹی سے تھوڑی سرک بھی گئی تھیں، ذہن میں ردا ہی گھومتی جا رہی تھی۔

بہر حال وہ لوگ وہاں سے ساتھ نکلے تھے، سوہا نے بھی سیوانی جانے سے پہلے ہوسپٹل جا کر عاصم کو دیکھنے کی خواہش کی تو یمل اور عدین نے اسے بھی ساتھ لایا۔

خضر ابھی تک وہیں تھا، اس نے جب یمل، عدین اور سوہا کو آتا دیکھا تو مسکرا دیا، وہ اسی وقت بابا کے روم سے نکلا تھا۔

"آپ سبکو صبح بخیر"

خضر کی تھکن اسکے چہرے سے عیاں تھی لیکن اب یہ پلٹون آگئی تھی تو وہ بھی جا سکتا تھا، اسکا بھی آج بہت بزی ڈے تھا۔

"کیا بابا کو ہوش آگیا بھائی؟"

یمل کی بیقرار نگاہوں کا رخ کمرے کے دروازے کی طرف تھا، سوہا اور عدین بھی اداس ہوئے اور خضر نے اسکا چہرہ ہاتھوں میں تھاما۔

"ہاں آگیا۔ اور وہ تم سے ملنے کو بہت بیقرار ہیں۔ جب سے جاگے ہیں بس تمہیں ہی پکار رہے ہیں اور۔۔۔"

خضر نے کہتے کہتے رک کر عقب میں عدین کے ساتھ کھڑی سوہا سومرو کو دیکھا، سب جیسے اک لمحے کو تھما، سوہا اسکا اشارہ سمجھ گئی تھی تبھی نظریں جھکا گئی۔

"اور کیا بھائی؟"

یمل کے بھیگے استفسار پر خضر نے توجہ بھٹکائی۔

"اور تمہیں دیر نہیں کرنی چاہیے۔ جاو ملو ان سے۔"

خضر نے اسکو پیار سے کہا ہی جب یمل پلٹ کر عدین اور پھر سوہا آنٹی کو اک نظر دیکھتا تیزی سے کمرے کی طرف چلا گیا تو عدین بھی پیچھے گیا لیکن وہ دروازے میں رک کر بس دیکھنے گیا تھا، وہ باپ بیٹے کو پرائیویسی دینا جانتا تھا۔

خضر نے سوہا کو دیکھا، دونوں مختلف نظروں سے اک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔

"ہو سکے تو ان سے مل لیجئے گا سوہا آنٹی۔ وہ پاگلوں کی طرح آپکو پکار رہے تھے۔ جانتا ہوں یہ دیکھنا بہت برا ہے لیکن یہی حقیقت ہے"

سوہا نے نفی میں سر ہلایا۔

"دیکھ لوں گی۔ملنے کی ہمت نہیں۔ویسے بھی میں عدت میں ہوں۔"

سوہانے سر جھکاتے گہرا سانس لیا۔

"کیا؟ آپکی بھی طلاق؟"

خضر نے افسوس سے سوال کیا تو سوہا بس نظریں سی چرا گئی۔

"جو ہوتا ہے بہتر ہوتا ہے۔میری مما بھی عدت میں ہیں۔لیکن جلد یہ وقت گزر جائے گا پھر ہم اچھے فیصلوں کا سوچ سکتے ہیں، انکی زندگی میں کسی قابل شخص کو لاوں گا، جو انکی مردوں کے متعلق رائے بدلے گا، آپ کی طرح ہی حسین اور ینگ ہیں وہ بھی۔رات بھر بابا کا آپکو پکارنا معمولی بات نہیں ہے۔وہ جانتی ہیں ناں کتنی مشکل سے بچے ہیں۔نہیں چاہتا آپ انکی موت بنیں۔"

سوہا کی آنکھوں میں الجھن سی امڈی۔

"ک۔ کیا مطلب؟"

سوہا کی آواز دب گئی۔

"مطلب کہ آپ دوبارہ بابا کی ہو جائیں۔ اتنی مشکل بات تو نہ تھی۔ اتنے برے بھی نہیں ہیں وہ۔ جھیلے جاسکتے ہیں۔ انکے اسطرح آپکو یاد کرنے سے مجھے آپ سے جیلسی ہوتی رہی رات بھر۔۔۔۔"

وہ اختتام تک جیسے مسکرایا، سوہا بھی سر جھٹک کر مسکرا دی، انکے بیچ جو یہ ہلکی پھلکی بات ہوئی یہ یہیں ختم ہونے والی نہ تھی، بلکہ ٹھیک پانچ ماہ بعد کچھ دھماکے دار ہونے والا تھا، اسکا پلین خضر گزشتہ رات بنا چکا تھا، اب بندہ راک سٹار تھا، میچ میکر تھا، کوئی تو بڑا گل کھلاتا، محراب بھی خطرے میں تھی یعنی، اس عمر میں ایک پارٹنر کی ضرورت مرد اور عورت دونوں کو ہوا کرتی ہے۔

"کانسرٹ کے لیے بیسٹ وشیز۔ماحول ایسا اداس سا ہے کہ تمہاری فیملی میں سے کوئی تمہارا یہ کانسرٹ اٹینڈ نہیں کر سکے گا۔ لیکن امید ہے تم تباہی ہی مچاو گے۔ آجکل ہر جگہ تمہارے ہی گانوں کی ریلز ہیں۔ میں دیکھتی رہتی ہوں"

سوہا کی مسکراتی تعریف پر خضر نے زرا اترا کر گردن اٹھائی۔

"حوصلہ افزائی کی ضرورت تھی بہت کیونکہ اس بار واقعی بہت اداسی چھائی ہے۔ چلیں۔ ملیں مت لیکن انکو دیکھ لیں۔ پھر ملتے ہیں۔ ویسے عرشیہ اتنی سوئیٹ کیسے ہے اب اندازہ ہو رہا ہے مجھے۔ مل کر بہت خوشی ہوئی آپ سے سوہا آنٹی"

وہ بھی خوش تھی کیونکہ خضر ملک سے یہ ملاقات اتنی کول وہ بھی امید نہیں کر رہی تھی، جبکہ سوہا نے اسے رخصت کیا خود کمرے کے دروازے تک پہنچی جہاں عدین کھڑا تھا، سوہا نے اپنی بازو عدین کے گرد پھیلائی اور اندر

دیکھا جہاں یمل، عاصم کے سینے لگا بیٹھا رو رہا تھا اور عاصم ابھی بہت نقاہت میں تھا لیکن اپنے بیٹے کے نقصان پر شدید غمزدہ تھا، سوہا اسے دیکھ کر افسردہ ہو گئی۔

"بابا۔۔ میں ڈر گیا تھا۔ کہ آپکو۔ بھی مما کی طرح کھو نہ دوں۔ و۔۔ وہ مجھے چھوڑ کر چلی گئیں۔ آپ مت جانا پلیز۔ میں پھر سے اکیلا نہیں ہونا چاہتا۔ اب آپ بیمار نہیں ہوں گے ناں؟"

عاصم بہت درد میں تھا، اسکے اس بیٹے نے پہلے ہی مشکل زندگی جی تھی اور اب تمام عمر ماں کے بنا رہنے پر مجبور تھا، وہ یمل کی آنکھوں کی ویرانی، اداسی اور تکلیف دیکھ کر بہت افسردہ تھا، عدین اور سوہا بھی ہو گئے، انکے اس بچے نے ابھی اپنی ماں کھوئی تھی، وہ خود بھی یمل کے لیے ڈرا نظر آ رہا تھا۔

"میرے بس میں ہوا تو کہیں نہیں جاوں گا۔ میں تمہیں اپنے سائے میں چھپا لوں گا۔ کبھی اداس مت ہونا میرے ہوتے۔ تمہارے پاس میں

ہوں۔ تمہارے بہن بھائی ہیں۔ اللہ اس تکلیف سے ہمیں جلد نجات دے گا بابا کی جان۔ تم بہت بہادر ہو۔ یہاں آو بابا کے سینے لگو۔ میں تمہارے لیے شدید غمگین ہوں۔ میں نے اسکا مرنا کبھی نہیں چاہا تھا یمل"

وہ بابا کے سینے لگا رہا، آنسو بہاتا رہا اور سب جانتے تھے یہ آنسو بہنے کتنے ضروری تھے، اگر یہ نہ بہتے تو عدین کے دل میں گرتے، حبس بن جاتے، کبھی نہ ختم ہونے والا درد بن جاتے۔

"ہمم۔ جانتا ہوں۔ میں نے بھی نہیں چاہا تھا۔ میں آپ دونوں کے لیے بہت ترسا تھا ب۔ بابا۔ انھیں نہیں بتا سکا کہ انکی کتنی ضرورت رہی۔ ہر درد میں آپکو پکارتا تھا۔ م۔ مجھے پتا ہوتا کہ چلی جائیں گی تو میں انکو اپنا غصہ نہ دیکھاتا۔ مجھے د۔ د کھ ہے بابا"

یمل کی ہچکیاں جیسے پورا ماحول سوگوار کر رہی تھیں۔

"میرا بچہ۔ بابا سب جانتے ہیں۔ تمہیں ماں تو نہیں دے سکتا لیکن میں تمہارا دل و جان سے خیال رکھوں گا۔ تم بنو گے اگلے عاصم ملک۔ ملک ہولڈنگز کے جانشین۔ باقی سب کو تو انٹرسٹ ہی نہیں۔ میرا بیٹا بنے گا میرا بازو۔ ہے ناں؟"

وہ یمل کا بس رونا روکنے کو یہ ہلکی پھلکی بات کر گیا جس پر یمل اٹھ بیٹھا، اسکی آنکھیں ابھی تک بھیگی تھیں۔

"میں اچھا بیٹا بننے کی کوشش کروں گا۔ میں آپ کو کبھی ک۔ کھونا نہیں چاہتا۔ میرے پاس سب سے زیادہ اپنے اب آپ ہیں۔ م۔ میں جانتا ہوں میرے پاس عدین ہے، عرشیہ آپی ہیں۔ باقی سب بھی ہیں لیکن بابا کا ہونا سب سے اہم ہے اب۔۔۔۔ مما کے بعد انکی محبت بھی آپ سے کروں گا۔ مجھے اب کبھی مت چھوڑیے گا۔ ٹھیک ہے ناں۔۔ میں آپکو نہیں کھو سکتا۔"

عاصم نے ہاتھ بڑھا کر اسکے آنسو پونچھے، یمل بھلے دل ہلکا کر رہا ہو لیکن عاصم کا بی پی بڑھ رہا تھا اور یہ ٹھیک نہ تھا۔

"میں سائے کی طرح ساتھ ہوں تمہارے۔ تم جان ہو بابا کی۔ میں کبھی نہیں چھوڑوں گا اپنے بچے کو"

عاصم نے اسکا چہرہ ہاتھوں میں بھرے ماتھا چوما تو یمل کو کچھ حوصلہ ملا۔

"بس آپ جلدی سے ٹھیک ہو کر گھر چلیں۔"

یمل نے رونا روکا تو عاصم کو بھی کچھ سکون ملا، عدین نے اک نظر سوہا آنٹی کو دیکھا۔

"ہم بھی عیادت کریں اب انکی سوہا آنٹی؟"

سوہا نے گھبرا کر عدین کے منہ کی طرف دیکھا اور اس سے پہلے وہ کچھ کہتی، عدین دروازہ کھولے اندر گیا اور سوہا کا بھی ہاتھ تھام کر گیا جس سبب وہ

بھی کمرے میں کھنچتی گئی، یمل اور عاصم نے بیک وقت ان دونوں کو دیکھا، عاصم کی آنکھیں مسکرائیں لیکن سوہا ہر گز پر اعتماد نہ تھی۔

"اسلام و علیکم عاصم انکل۔ خوشی ہوئی آپکو ٹھیک دیکھ کر۔ اب آپکو درد تو نہیں۔"

عدین نے آکر عاصم کی خیریت طلب کی تو عاصم نے اسکا ہاتھ پکڑ کر دوسرے ہاتھ سے عدین کی گال پیار سے سہلائی۔

"میں بہتر ہوں عدین۔ یمل کے ساتھ رہنے پر میں تمہارا شکر گزار ہوں"

عاصم کے شکریہ پر عدین نے یمل کو دوستانہ نگاہوں میں بھرا۔

"دوستوں کے ساتھ کا شکریہ نہیں ادا کرتے عاصم انکل۔ یہ میرا اکلوتا دوست ہے۔ میں اسکے ساتھ نہیں رہوں گا تو کون رہے گا۔ آپ دیکھیے گا میری اور یمل کی دوستی مثالی ہو گی۔ آپ جلدی سے صحت یاب ہو جائیں۔ اللہ ہم سبکو ہر آزمائش سے محفوظ رکھے"

عدین کی سمجھدار باتیں اور دعائیں جیسے اک خوبصورت فضا بنا گئے۔

"ان شاء اللہ۔ مجھے تو ابھی سے تم دونوں کی دوستی پر غرور ہے۔ ہمیشہ ایک دوسرے کی ہمت بنے رہو۔"

عاصم کی دعا پر ان دونوں نے آمین کہا جبکہ سوہا کو اپنا وہاں ہونا شدید عجیب و غریب لگ رہا تھا، اوپر سے عاصم سے بات کرنا جان جوکھم کا کام لگ رہا تھا۔

"اللہ تمہیں صحت دے عاصم۔ میں اب چلتی ہوں۔ ان بچوں کو کمپنی دینے آئی تو سوچا تمہیں بھی دیکھ جاوں۔ زیادہ دیر رکنے کی پرمیشن نہیں ہے تو تم دونوں چلے جانا۔ علیم خان باہر ہی ہے"

سوہا نے خفیف سی اجنبیت برتتے عاصم کو دیکھا لیکن زیادہ دیر نہ دیکھ پاتے اس نے عدین اور یمل کو مخاطب کیا جو فوری سر ہلاتے نظر آئے، عاصم اس سے بات کرنا چاہتا تھا پر وہ تو فرار کے راستے تلاش کر رہی تھی اور اسکی قسمت اچھی کہ اسے مل بھی گیا۔

"شکریہ آنے کے لیے سوہا"

عاصم نے اسے جس طرح محبت سے دیکھتے کہا، وہ کسی الڑمٹیار کی طرح گھبراتی ہوئی اس سے سرسری نظریں ملاتی فوراً دروازے کی طرف بڑھی، وہ خود نہیں جانتی تھی اسکو یہ سب کیا ہو رہا ہے، دروازے تک پہنچ کر وہ رکی پھر پلٹی تو عاصم جان آنکھوں میں بسائے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

سوہا کی آنکھوں میں نمی سی جگی لیکن وہ بروقت نگاہیں چراتی فوری کمرے سے باہر نکل گئی، اس نے اپنے آنسوؤں کو بڑی مشکل سے آنکھوں میں روکا اور پارکنگ تک پہنچی، علیم وہیں موجود تھا۔

"آپ ٹھیک ہیں سوہا صاحبہ؟"

علیم نے انکو روتا دیکھ لیا تھا تبھی فکرمندی سے بولا۔

"ہاں لگتا تو ہے۔ تم بچوں کا خیال رکھنا۔ میں چلتی ہوں۔"

وہ کہہ کر اپنی کار کی طرف بڑھی تو علیم خان نے اسکی گاڑی ہوسپٹل گیٹ سے نکلتی دیکھ کر اک اداس سی مسکراہٹ دی۔

"محبت دب جاتی ہے لیکن مرتی نہیں۔ آہ علیم خان۔ تم کتنی اچھی زندگی جی رہے تھے۔ فرض، وفاداری، اور سکون۔۔ یہ کس عمر میں برباد ہونے کی سوجھی تمہیں"

وہ واپس گاڑی سے ٹیک لگا کر آسمان کی جانب تکنے لگا، جیسے پہلو سے دل غائب ہو چکا ہو۔ اور جسم سے سکون رخصت ہو گیا ہو۔

.._____..

خضر نے پہلے تو گھر پہنچ کر اک لمبا شاور لیا، محراب تب تک آچکی تھی، مہویر اور منائم کے ساتھ کچھ دیر گپ شپ کرتے، مما سے دعائیں لیتے وہ نکل گیا، بیلا سے اسکا میسیجز پر رابطہ تھا، اسے رات تک جانے کی پرمیشن مل گئی تھی، مگر آنکھیں کھولنے کے باوجود ابھی اسے بس ہلکے ہلکے سائے ہی

دیکھائی دیے تھے اور یہ بہت بڑا پازیٹو سائن تھا کہ چند دنوں میں اسکی نظر خود ہی واپس آجاتی، وہ یہ بات ابھی خضر کو نہیں بتا سکی تھی، کیونکہ کال پر بتانا چاہتی تھی مگر اسکا راک سٹار آج شدید بزی تھا، اسکے دوستوں کی پلٹون نے سات بجے تک اسکے کانسرٹ میں اسکا ساتھ دیا پھر وہ لوگ وہاں سے طاہر اور فاخر کی حویلی گئے جہاں مہندی کا فنگشن تھا، مہویر بھی سٹوڈیو گیا تو منائم کو بھی لے گیا کیونکہ وہ بور ہو رہی تھی، تو محراب نے انکو ڈنر باہر کرنے کا مشورہ بھی دیا جو انکے داماد جان کو بہت پسند آیا، ویسے بھی وہ داماد کم، محراب کا دوست زیادہ تھا جو انکی خرگوش کی اب دل و جان سے حفاظت کر رہا تھا، انیس اور عرشیہ کو بھی ائیر پورٹ سے واپسی پر شام ہو گئی تھی، پھر عرشیہ نے بابا کے حصے کی ذمہ داری نبھاتے ملک ہولڈنگز کا بھی چکر لگایا، عصر نے علوی مینشن ہی ٹھہر کر سارا دن بس اماں ابا کے کام ملاحظہ کیے اور اپنی طبیبہ سے گھوریاں کھائیں کیونکہ پورا دن صنم کے غصے نے مینشن میں نگارے بجائے اور ابراہیم ترلے منتیں ہی کرتے رہے اور سچی بات یہ

تھی عصر کو یہ سب دیکھ کر بہت مزہ آرہا تھا، وہ اپنی چار فٹیا ڈاکٹر کو تپانے کے بھی خوب سرور لیتا رہا، جبکہ ملک ہولڈ نگز سے واپسی پر عرشیہ اور انیس بھی ہوسپٹل گئے، عاصم سے ملے تو عاصم جیسے مزید فٹ محسوس ہوا، جبکہ علیم کی چھوٹی دنیا تو اسکے ساتھ ہی مصروف رہی، وہاں سے انیس اور عرشیہ رات کے سٹے کے لیے فارم ہاوس نکل گئے۔

اور موسم بھی شدید پیارا ہوا۔

"آپ مزے کریں خوب۔ میں بھی یمل کے ساتھ رہوں گا بھیو جب تک اسکے بابا ملک پیلس نہ آجائیں۔"

ڈرائیونگ کے بیچ ہی عدین کی کال آئی تھی اور انیس نے فون سپیکر پر ڈالا تھا، انہوں نے عدین کو اپنے فارم ہاوس جانے کا بتایا تو اس نے بھی یمل کے ساتھ کچھ دن رہنے کی اجازت لی، اور یہ انیس کو مناسب بھی لگا، ویسے بھی عدین بہت فیڈ آپ ہو چکا تھا بابا سے تو اسے بھی سپیس کی ضرورت تھی۔

"ٹھیک ہے رہو لیکن بابا کو کال کرتے رہنا۔ ورنہ ڈانٹوں گا"

انیس کی تاکید پر عدین نے منہ بسورا، وہ لوگ کلب سے اب واپس ملک پیلس جا رہے تھے لیکن علیم کوئی اچھی جگہ دیکھ رہا تھا تاکہ لنچ کی طرح دونوں کو کچھ مزیدار سا کھانا بھی کھلائے، لیکن یمل کا دل تھا وہ ملک پیلس جا کر شمس الدین کے ساتھ ڈنر کریں۔

"اوکے بھیو۔ دل تو نہیں کر رہا لیکن آپکی بات رد نہیں کر سکتا۔ میں کال کر لوں گا۔ یمل کو میری وجہ سے بہت حوصلہ ہے۔ اس لیے میں اسے اکیلا نہیں چھوڑوں گا۔ آپ اور عرشیہ میری فکر مت کیجئے گا۔ مجھے پتا ہے یہ آپکا ہنی مون ہے اس لیے بے فکر ہو کر سیر سپاٹے کریں، اور بہت سا وقت گزاریں"

عدین ہر گزرتے دن کے ساتھ سمجھدار ہو رہا تھا، اور یہ تو انیس اور عرشیہ نے بھی نوٹ کیا تھا کہ خاص کر یمل کے بعد وہ بہت زیادہ ذمہ دار ہو گیا ہے، اب اسکی توجہ ایک دوست کی جانب بھی تقسیم ہو چکی تھی۔

"تمہارے کہہ دینے سے ہم تمہاری فکر چھوڑ نہیں سکتے۔ یمل میری جان۔ ہم دونوں اولیبل ہیں۔ تم دونوں کا موڈ بنے تو علیم کو کہنا وہ تم دونوں کو فارم ہاوس لے آئے گا۔"

عرشیہ نے بہت فکر و محبت سے کہا جس پر ان دونوں کو اپنی اس آپی پر شدید پیار آیا اور ڈرائیونگ کرتے جناب باقاعدہ گھورے لیکن وہ غیر سنجیدہ گھوری تھی۔

"ٹھیک ہے آپی جانی۔ کچھ دن تو آپ لوگ انجوائے کریں۔ پھر ہم آجائیں گے کباب میں ہڈیاں بن کر"

اس بار یمل بولا تو اسکی آواز کی شرارت جیسے سبکا سکون بنی۔

"تم دونوں کے لیے سپیشل پروٹوکول ہے۔ کیونکہ تم دونوں میرے بچے ہو۔ اور ماں اپنے بچوں کے بغیر مکمل خوش نہیں رہ سکتی۔ آپی ہر لمحہ موجود ہے۔ سمجھ گئے؟ میں مزاق نہیں کر رہی۔"

وہ جیسے ان دونوں کو واقعی اپنی اولاد جیسا سمجھنے لگی تھی۔

"آپ جان ہیں ہماری۔"

یمل کی آواز زرا نم ہوئی۔

"اور میری آپ شہزادی ہیں۔ یار دل ہی لوٹ لیا آج آپ نے۔ بس قربان ہو گئے ہم۔۔ بھیو۔ قسم سے ہیرا مل گیا آپکو عرشیہ کی صورت۔ چلیں اب ہم مزید بات کریں گے تو ایموشنل ہو جائیں گے جو ہم افورڈ نہیں کر سکتے۔ آپ دونوں اپنا ڈھیڑ سا خیال رکھیں"

عدین نے اپنے پیار بھرے انداز میں یہ خوبصورت کال بند کی جبکہ عرشیہ نے فون ڈیش بورڈ کی جانب رکھا ہی جب انیس نے اپنا ہاتھ پھیلایا اور اسکی لمانے اپنا ہاتھ اسے تھما دیا۔

"تم واقعی منفرد ہو۔ میری جان ہو تم"

وہ اسکی آنکھوں میں مجسم خود کو دیکھ کر اترائی تھی، انہوں نے تھوڑی گروسری بھی کر لی تھی کیونکہ ایک دو ہفتے انکا وہیں سٹے تھا، وہ ملک ہولڈنگز کے کام بھی اس بیچ اونلائن دیکھنے والی تھی تبھی اپنا لیپ ٹاپ بھی لے آئی تھی۔

بہر حال وہ مزید ایک گھنٹے تک اس حسین جگہ پہنچے، وہی جالی کا دروازہ جسکے آگے انیس نے اپنی لینڈ کروزر روکی۔

"میں نے تمہیں بہت مس کیا"

رات کے اندھیرے کے باوجود فارم ہاوس کے باہر کی کچھ روشیاں آن تھیں، جو یہاں سولر سسٹم پر تھیں، دن بھر چارج ہونے کے بعد جیسے ہی شام ہوتی، وہ خود بخود آن ہو جاتی تھیں۔

"لو۔۔ ہم پہنچ گئے۔ میں دروازے وغیرہ کھولتا ہوں۔ تم یہ گروسری کا سامان اٹھا کر لے آو۔ اٹھالو گی ناں"

عرشیہ نے اپنی توجہ فارم ہاوس سے ہٹا کر گردن پھیرے انیس پر جمائی۔

"جی میری جان اٹھالوں گی۔ تم نے ایک طاقتور عورت سے شادی کی ہے۔ کسی چھوئی موئی سے نہیں۔ جاو جا کر روشیاں جلاو۔ اور ہیٹ سسٹم ابڈیٹ کرو پہلے ورنہ ہم نے قلفی بن جانا ہے"

وہ اسے شوخی و ادا سے کام لگاتی خود بھی باہر نکلی، انیس نے کیز لیتے جالی دار گیٹ کھولا تو پیچھے پیچھے عرشیہ بھی گروسری کے پیکٹ اٹھاتی، اپنا لیپ ٹاپ کا بیگ کندھے پر ڈالتی پیچھے ہی لپکی، سوئمنگ پول پر نگاہ پڑتے ہی اسے انیس

کی شرٹ اتارنے والی چھچھوری حرکتیں یاد آئیں تو وہ ہنس دی، وہ دونوں ہی مسکراتے ہوئے پول کے کنارے سے ہوتے فارم ہاوس کی بلڈنگ میں پہنچے، انیس نے فوراسے تمام لائٹس آن کرتے پہلے مین ڈور بند کیا، عرشیہ کچن کی طرف جاتے جاتے لاونج کے صوفے پر اپنا لیپ ٹاپ اور بیگ رکھے، کوٹ اتار کر پشت پر دھرے، گروسری اندر کچن رکھنے گئی تو انیس نے بھی بڑے ماسٹر بیڈروم میں جا کر ہیٹ سسٹم کے ساتھ ایگزاسٹ سسٹم بھی آن کیا، کمرے میں لائٹس جلا کر بیڈ اور صوفوں پر پڑی چادریں بھی سمیٹیں، زیادہ دن نہیں ہوئے تھے تبھی فارم ہاوس کافی صاف تھا، شاید اس لیے کہ ساری کھڑکیاں بند تھیں تو باہر سے دھول اندر نہیں آئی تھی۔

"کتنا سکون ہے یہاں۔ شاید اس لیے کہ یہاں میرا اور انیس کا نکاح ہوا تھا۔ اور جس جگہ عورت نکاحی جائے، وہ جگہ اسکی من پسند کہلاتی ہے"

وہ گروسری کا سامان فریج میں رکھنے سے پہلے فریج آن کرنا نہ بھولی، پہلے والا سارا سامان موجود نہ تھا تو عرشیہ نے گوشت، پھل اور دودھ کے ساتھ

تازہ سبزیاں بھی انکے خانوں میں رکھیں، انڈے بھی، باقی زیادہ تر خشک سامان تو موجود تھا۔

بریڈ بھی وہ فریش لائے تھے۔

"ہم ماسٹر بیڈ روم میں سٹے کریں گے۔ وہ مما کا کمرہ ہے۔ تم دیکھ لو زرا بستر ٹھیک ہے یا میٹرس بدل دوں۔ زیادہ یوزڈ نہیں ہے تو سخت ہو سکتا ہے۔ ہمارے بیڈ روم کا میٹرس کافی نرم ہے تو شاید یہ تمہیں بے چین کرے"

انیس نے باہر لاونج میں جاتے وہاں بھی کشن کوور بدلنے سے پہلے عرشیہ کو ایک بار کمرے میں جا کر چیک کرنے کی تاکید کی تو وہ کچن سے مسکراتی ہوئی نکل کر مین کمرے میں گئی۔

"میری اتنی فکریں کرتا ہے یہ سڑو۔ میری جان قربان"

عرشیہ نے میٹرس تک پہنچ کر بیٹھتے چیک کیا مگر وہ ٹھیک تھا، اتنا سخت نہ تھا۔

"یہ بیسٹ ہے انیس۔ یہیں سٹے کریں گے۔ میٹرس بدلنے کی ضرورت نہیں"

وہ وہیں سے آواز لگاتی اٹھ کر اس کبرڈ تک پہنچی، جو اس کمرے کے کنارے میں بنی تھی، وہی کبرڈ جس سے انیس نے اسے مما کا سر پر باندھنے والا رومال نکال کر دیا تھا، جیسے ہی عرشیہ نے الماری کھولی، وہاں حمرا کے خوبصورت لباس ٹنگے تھے، وہ لباس ایسے تھے جیسے حمرا اپنی جوانی میں بلکل عرشیہ جیسی تھیں، لمبی، بانکی اور سمارٹ، وہ ان کپڑوں کو ہاتھ لگا کر چھوتی مسکرائی ہی جب اسکی نظر ان کپڑوں سے کچھ نیچے اک ڈائری پر پڑی، وہ وہاں ایسے پڑی تھی کہ کسی کو پہلی نظر میں دیکھائی نہ دیتی، وہاں جو تجویری تھی اسکے بلکل نیچے۔

"یہ کیا ہے"

عرشیہ نے متجسس ہوتے ہاتھ اندر ڈالتے وہ ڈائری نکالنی چاہی مگر اسکے ہاتھ میں ڈائری تو نہ آئی، اک چابی آگئی۔

عرشیہ نے اس چابی سے اس لاکر کو کھولا، دراز کھلا تو اندر ایک چھوٹا سا باکس تھا۔

"دیکھ لیتی ہوں۔"

وہ مسکرائی اور اس چھوٹے سے بکسے کو نکال کر اسے کھولنے لگی مگر اسے کھولتے ہی عرشیہ کی آنکھوں میں شوخ مسکراہٹ آئی اور پھر وہ نمی میں بدلی۔

"یا اللہ۔ یہ انیس ہے۔ روئی کا گولہ کہیں کا۔ کتنا پیارا ہے یہ۔ صدقے جاوں۔ ایسا ایک بچہ میں بھی ڈیزرو کرتی ہوں اللہ جی۔ بلکل ایسا حسین دیجئے گا"

وہ انیس کی چند ماہ کی اک تصویر تھی جسے نکال کر وہ پاگلوں کی طرح چومنے لگی لیکن تبھی اسکی نظر نیچے ایک اور تصویر پر گئی، وہ حمرا کی الٹراساونڈ پکچر تھی جب وہ انیس کے ساتھ امید سے تھیں، اوپر مینشن بھی تھا، ایک عدین والی تھی اور ایک انیس والی۔

"بلاشبہ وہ اپنے بچوں کو بہت چاہتی تھی۔ آہ پیاری حمرا"

عرشیہ نے انیس والی وہ تصویر جس میں وہ آدھے بنے بچے کی طرح سیاہ اور نیلے رنگوں میں دیکھائی دے رہا تھا، نکال کر باقی بکسہ وہیں بند کرتے کبرڈ آگے کیے چلتے ہوئے رخ موڑا ہی جب انیس کو کمرے میں آتا دیکھے وہ فورا سے پہلے وہ مٹھی میں بھینچ گئی، پر انیس دیکھ چکا تھا کہ عرشیہ نے کچھ چھپایا ہے۔

"کیا ہوا؟ ہاتھ میں کیا ہے عرشیہ؟"

انیس نے اسکی طرف بڑھتے اسکی بند مٹھی کھولنے کی کوشش کی پر عرشیہ ڈریسنگ ٹیبل سے لگتی اپنی مٹھی پیچھے کیے چھپا گئی۔

"ک۔۔کچھ نہیں ہے انیس۔ تمہارے مطلب کی چیز نہیں"

وہ جیسے سہم کر دور ہٹنے کی جدوجہد کرتی اس جن کو سر سے اتارنے کی ناکام کوشش میں منمنائی لیکن مشکوک ہوا انیس سب سے خطرناک تھا۔

"ت۔۔تمہاری مما کی کبرڈ سے کچھ ملا ہے پر تمہیں نہیں دیکھا سکتی پلیز۔ مجبور مت کرو"

وہ کچھ دیر پہلے ہی فارم ہاوس آئے تھے اور لمانے کچھ نایاب سا کھوج بھی لیا، اور وہ بھی اسکی مما کا، اب تو تجسس کا لیول ہی الگ تھا۔

"مما کی چیز یعنی انکے اس پیارے بیٹے کی چیز۔ چلو دیکھاو"

انیس اس سے پہلے زبردستی کرتا، وہ وہاں سے بھاگی مگر اسکے ہاتھ سے وہ تصویر پھسل کر نیچے گری، دونوں نے بیک وقت اسے دیکھا، انیس نے جھک کر وہ تصویر اٹھائی اور عرشیہ کی طرف سرخ ہوتی آنکھوں سے دیکھنے لگا جس سبب وہ اسکے پاس آتی رکی، اسکی بازو پر ہاتھ پھیرے اسکا کندھا چومتے اسکے ساتھ جا لگی۔

"جب تم اپنی مما کے پیٹو میں تھے، پانچویں ماہ کی نایاب تصویر۔ دیکھو انہوں نے یہاں لکھا ہے۔ میری زندگی کی گمشدہ راحت ہو جو مجھے ملنے والے ہو۔ اور پتا ہے عدین کی بھی ایسی پکچر ہے پر اس پر کچھ نہیں لکھا۔ تمہاری تو پیدائش کے بعد کی بھی پکچر ہے انیس، دو تین ماہ کے ہو وہاں۔۔ تم اتنے زیادہ زیادہ کیوٹ تھے اف۔۔ اگر ہمارا بیٹا ہوا تو باخدا میں ویسا ہی چاہوں گی، میں دیکھاتی ہوں رکو"

وہ اسکو جذباتی دیکھتی فورا کبرڈ کی طرف گئی تب تک انیس اس پکچر کو لیے صوفے پر بیٹھ گیا، عرشیہ پورا بکسہ اٹھالائی تھی، دونوں ہی اس وقت بھیگی آنکھوں کے سنگ اس لمحے کی خوبصورتی پر جذباتی ہو رہے تھے۔

عرشیہ نے باکس اس کے سامنے رکھا اور بیٹھتے ہی آہستہ سے کھولا، پرانے کاغذوں، تصویروں اور یادوں کی ایک ہلکی سی خوشبو جیسے اس خوبصورت کمرے کی فضا میں گھل گئی تھی۔

"یہ دیکھو..."

عرشیہ نے ایک اور تصویر نکال کر انیس کی طرف بڑھائی۔

"یہ تم ہو یار، کتنے کیوٹی پائی ہو، دو یا تین مہینے کے لگ رہے ہو۔ ڈریسنگ دیکھی ہے فل جینٹل مین۔ اپنی مما کی پہلی اولاد، جسے انہوں نے اپنا سب کچھ بنالیا تھا"

انیس کے ہاتھ ہلکے سے کانپے جب اس نے تصویر دیکھتے اسے عرشیہ کے ہاتھ سے لیا، وہاں اک ننھا سا وجود حمرا کی گود میں بیٹھا تھا، حمرا نے اپنی انگلی اسکی ہتھیلی میں تھما رکھی تھی، وہ اتنا خوبصورت بچہ تھا جیسے کوئی کھلونا ہو، اتنا حسین کہ اسے دیکھتے ہی آنکھوں میں ٹوٹ کر پیار سمٹنے لگے، اتنا پر سکون جیسے دنیا کی ہر تکلیف سے بے خبر ہو، دونوں کی آنکھوں میں نمی اور گہری ہو گئی۔

"میں ایسا تھا؟ اتنا پیارا؟"

اس نے جیسے خود سے ہونق ہوتے پوچھا، مطلب اس بچے سے نظریں ہٹانا ناممکن سا تھا، عرشیہ اس کے بالکل بازو کے قریب سرک آئی، اس کے کندھے سے سر ٹکا دیا، دونوں کی نظریں اس تصویر پر جمی تھیں۔

"ہاں ناں اور بہت زیادہ پیارے تھے تم، میرا دل چاہ رہا ہے اسے تصویر سے باہر نکال لوں۔ بہت سی پاریاں دے کر اسکو زور والا ہگ بھی

کروں۔ تمہاری مما یقیناً اس سے بھی خوبصورت ہوں گی۔ کیا انکی کوئی تصویر نہیں؟"

وہ ہلکا سا مسکرائی مگر اس کی آواز بھیگ چکی تھی، لیکن ساتھ ہی عرشیہ کی نظر باکس میں مزید نیچے رکھی اک تصویر پر گئی۔

"انکی تصویریں تھیں لیکن زبردستی والی، انھیں فوٹو بنوانا پسند نہیں تھا۔ میں زبردستی کھینچتا تھا پھر انھیں جب گفٹ کرتا تو وہ بہت ڈانٹتی تھیں کہ کیوں بنائی، اور جب میں کہتا مجھے اپنی بیوٹی فل مما کی تصویریں بنانا پسند ہے تو وہ مجھے گلے لگا کر پھر اپنے ڈانٹنے کی معافی مانگ لیتی تھیں۔"

عرشیہ اور انیس نے جب اس باکس کے نیچے حصے کو کھولا تو وہاں سب حمرا کی تصویریں تھیں، عرشیہ نے فوری ان تصویروں کو نکالا، انیس نے یہ نچلا خانہ خود تصویروں سے بھرا تھا لیکن اسے علم نہیں تھا اسکی مما نے اسکی تصویریں بھی یہیں رکھی ہوں گی، کیونکہ ان چودہ سالوں میں انیس کی آنکھوں سے

کبھی اسکی ماں کی شکل اوجھل نہ ہو سکی کہ وہ تصویر کا محتاج ہوتا، پھر چابی کھو گئی تو اس نے ڈھونڈنے کی زحمت بھی نہ کی۔

عرشیہ نے ایک ایک تصویر احتیاط سے نکال کر اپنے سامنے پھیلا دی، جیسے کسی قیمتی خزانے کو چھو رہی ہو۔ ہر تصویر میں ایک الگ سی روشنی تھی، ایک سادگی، ایک سکون اور ایک ایسی محبت جو لفظوں سے کہیں زیادہ گہری تھی۔

انیس کی نظریں ان تصویروں پر جمی تھیں، مگر وہ دیکھ نہیں رہا تھا، وہ جی رہا تھا۔

"یہ دیکھو"

عرشیہ نے آہستہ سے ایک تصویر اٹھائی، جس میں حمرا ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بیٹھی تھیں، انکی آنکھوں میں عجیب سی نرمی تھی اور انکی نظریں ہاتھ میں پکڑی کتاب پر تھیں، وہ گارڈن کے حصے میں جہاں بہت سے پھول تھے، اکثر وہیں بیٹھا کرتی تھی، دوسری تصویر ویسی ہی تھی بس وہ اس میں

کیمرے کی طرف دیکھ رہی تھیں اور انکا تاثر یوں تھا کہ مت کھینچنا تصویر انیس!

"صدقے، تمہاری آنکھیں بالکل ان جیسی ہیں انیس"

وہ دھیرے سے مسکرائی، انیس نے تصویر کو ہاتھ میں لیا، اسکی انگلیاں ہلکی سی کانپیں، اس نے اس چہرے کے نقوش پر انگوٹھا پھیرا جیسے برسوں کا فاصلہ مٹانا چاہتا ہو لیکن یہ فاصلے کبھی طے نہیں ہو پاتے۔

"میں بھول نہیں پایا کبھی انکو"

اسکی آواز بہت دھیمی تھی، ٹوٹتی ہوئی ہونٹوں سے بکھرتی محسوس ہوئی۔

"میں نے یہاں رہنا چھوڑ دیا تھا، جانتی ہو جب تم یہاں قید تھی تب بھی رات میں چلا جاتا تھا کیونکہ جب بھی اس کمرے میں آتا تھا تو لگتا وہ بس دروازہ کھول کر آئیں گی اور انیس کہہ کر پکاریں گی۔ اور پھر میں انکی طرف بڑھوں گا لیکن انھیں چھو نہیں سکوں گا"

اس نے آنکھیں بند کر لیں، ایک آنسو خاموشی سے اسکے گال پر بہہ کر معمولی بیئرڈ میں جذب سا ہوا، عرشیہ فوراً اسکے چہرے کے قریب سرک آئی، اسکے کندھے سے لگ کر بیٹھی اور اسکا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

"وہ یہیں ہیں۔"

اس نے آہستہ سے مسکرا کر کہا تو انیس نے عرشیہ کی آنکھوں میں اپنی خوبصورت ہیزل براون آنکھیں جمائیں۔

"تمہارے اندر... تمہاری یادوں میں، تمہارے انداز میں، تم میں۔"

وہ مسکرائی مگر اسکی آنکھیں بھیگ چکی تھیں۔

"اور آج... وہ یہاں بھی ہیں"

انیس کی نظریں پھر تصویر پر گئیں، مگر اس بار اسکی سانس میں وہ گھٹن نہیں تھی، ایک عجب سا سکون در آیا تھا۔

"میں نے کبھی کسی کو انکی جگہ نہیں دی عرشیہ"

وہ سچائی سے اعتراف کرتے بولا۔

"اور نہ دینی ہے تمہیں"

عرشیہ نے فوراً اسکی بات مکمل کی، پھر اسکا ہاتھ دبا کر وہ اسکے رخسار سے ہتھیلی جوڑ گئی۔

"صنم زمان جگہ لینے نہیں آئیں انیس، انکے اور حمرا کے جو معاملات تھے وہ کافی پیچیدہ ہیں۔ ہم ان میں نہیں پڑیں گے۔ لیکن وہ جو تم سے محبت کرتی ہیں، وہ بہت سچی ہے۔ میں نے محسوس کیا۔ تم بھی انھیں ماں کہہ چکے ہو تو رتبہ بھی دو۔ حمرا جتنا نہیں، بس ماں جیسا۔ تم دیکھنا اس عورت کے آنے سے علوی مینشن میں کتنی مثبت وائبز پھیلیں گی۔ مجھے ابھی سے اچھی فیلنگز آ رہی ہیں"

عرشیہ کی آواز میں وہ یقین تھا جو کسی ٹوٹے ہوئے انسان کو دوبارہ جوڑ دیتا ہے۔

"ہاں وہ واقعی اچھی ہیں۔ مجھے انکے آس پاس اب تک کوئی عجیب احساس نہیں ملا۔ بس اپنائیت ملی۔ حالانکہ جس طرح انہوں نے عصر سے پہلے مجھے گلے لگا کر پیار کیا، میں اسے انکا ترس یا ہمدردی سمجھ سکتا تھا لیکن وہ واقعی محبت تھی۔ یہ ہمارے بڑے پتا نہیں کیا کیا کرتے رہے ہیں عرشیہ کہ اسکا پھل ہمیں کاٹنا پڑ رہا ہے۔ جتنی بابا کی غلطی ہے اتنی مما کی بھی ہے۔ اگر وہ یہ بات سمجھ لیتیں کہ انسان خریدے نہیں جاسکتے، زبردستی بسائے نہیں جاسکتے تو حالات مختلف ہوتے۔ نانا نے اپنی بیٹی کو انکی محبت خرید کر دے دی، پر کیا وہ اپنی بیٹی کو اس انسان کی محبت خرید کر دے سکے؟ نہیں۔ الٹا دونوں کی زندگی ہی اک سمجھوتہ بنی رہی۔ مما نے بابا سے پاگلوں کی طرح محبت کی تھی، جانتا ہوں یہ بے اختیار جذبہ ہے لیکن کیا ملا مما کو اس جذبے سے؟ دو بیٹے لیکن ساتھ موت، وہ اپنے کسی بیٹے کی خوشی نہیں دیکھ سکیں گی۔ وہ جتنا

ابراہیم علوی کو صنم سے چھینتی رہیں، تم دیکھنا کچھ وقت تک وہ اور بابا اتنے ہی قریب ہو جائیں گے۔ کیونکہ جیت ہمیشہ دو طرفہ محبت کے حصے آتی ہے۔ یکطرفہ محبت کرنے والے راہوں کی دھول بن کر رہ جاتے ہیں"

وہ اسکی ہر بات توجہ سے سن رہی تھی اور وہ بلکل ٹھیک کہہ رہا تھا، انیس کا یہ سارا افسوس جائز تھا۔

"ایسا ہی ہے۔ مجھے پتا ہے اپنی مما کی محبت کو کسی اور عورت کے ساتھ دیکھ کر تمہیں کہیں نہ کہیں برا لگے گا۔ لیکن یہ سوچو کہ ابراہیم علوی نے بھی اک ذہنی دباو سے بھری زندگی گزاری ہے۔ جیسے حمرا علوی کا وقت تھا، اب صنم زمان کا آئے گا۔ پہلے حمرا تمہاری اور عصر کی ایک سی ماں بنیں اور اب صنم زمان تم تینوں بھائیوں کی ماں بنیں گی۔ سب سے زیادہ وفادار تو تمہاری یہ دو مائیں رہیں ایک دوسرے سے۔ لکی ہو تم، اگر ہمارے مقدر میں تھوڑی سی بھی خوش قسمتی آجائے تو اللہ کا شکر گزار ہونا بنتا ہے۔ رہی بات تمہارے دل کی، تم نے اس سب کے لیے خود کو تیار کرنا ہے۔ ہم یہاں کچھ ہفتے کے

لیے تبھی آئے ہیں۔ تمہیں اپنا بیٹا ہونے کا فرض نبھاتے ہوئے اپنی ہر امید ختم کرنی ہے۔ یہ آس کہ وہ شخص کبھی حمرا کو یاد کرے گا، ان اچھے لفظوں میں جن میں تم چاہتے ہو تو شاید ایسا نہ ہو"

انیس نے اذیت سے مسکرا کر عرشیہ کو دیکھا، پھر ساری تصویریں اک اک کر کے اس باکس میں واپس ڈالنے لگا۔

"اپنی امیدیں ختم کرنا آسان نہیں ہوتا عرشیہ۔ لیکن پھر بھی میں کوشش کروں گا۔"

وہ اسکا ہاتھ پکڑ کر ہونٹوں کے قریب لا کر چوم گئی۔

"میری جان! اگر تم اس کوشش میں کامیاب ہو گئے تو تمہیں تکلیف نہیں پہنچے گی۔ اور میں تمہیں ایسا ہی چاہتی ہوں۔ کسی کو حساس انسان کا قتل نہیں کرنا پڑتا، وہ اپنی ہی ٹوٹتی امیدوں اور رد ہوئی خواہشوں سے مر جاتا ہے۔ میں نہیں چاہتی تمہارے دل کا اک کونہ ایسی موت مرے، میں تو

تمہارے دل کے کسی حصے کو مرجھایا ہوا بھی نہیں دیکھ سکتی۔ میں چاہتی ہوں تم اپنی مما کے ہر فیصلے سے مطمئن رہو تا کہ انکی روح بھی سکون میں آئے۔ تم اپنے بابا کے ہر کیے پر بھی مطمئین ہو جاو تا کہ تمہاری روح سکون پائے۔ اور اسطرح تم اپنی مما سے اپنی محبت بھی ثابت کرو گے"

وہ اسکی آنکھوں میں دیکھنے لگا، وہ جو بھی بات کرتی تھی وہ اتنی جامع، مفصل اور طمانیت بخش ہوتی کہ انیس کے دل پر جو سلیں دھری ہیں، وہ سب سرک جاتیں۔

"میں ایسا ہی کروں گا۔ معاف کرنا یعنی امیدیں چھوڑ دینا۔ کیونکہ بار بار دل دکھانے والے پھر ہماری کسی امید کے لائق نہیں رہتے۔ میں یہ کر لوں گا"

وہ باکس بند کیے وہ اک اپنی تصویر پکڑ کر دیکھتا مسکرایا تو عرشیہ کی نگاہیں بھی اس پیار سے بھری دنیا پر اٹکیں۔

"یہ سچ میں بہت خوبصورت ہے۔"

انیس کے لبوں سے بے اختیار نکلا تو عرشیہ ہنس پڑی۔

"یہ نہیں۔ یہ"

وہ تصویر لے کر باکس میں رکھتی انیس کی گال سے گال لگاتی مسکرائی کہ وہ خود اپنی ہی تصویر پر پیار لٹا رہا تھا۔

"تمہیں ایسا بچہ چاہیے؟ جسے چلتے پھرتے نظر ہی لگتی رہے؟ تھوڑا کم خوبصورت نہیں چلے گا؟"

انیس کے سوال پر وہ فوری نفی کر گئی۔

"جب میرے بے بی کا ڈیڈی ہی اتنا حسین ہے تو میں کم خوبصورت بچے پر کیسے کمپرومائز کر سکتی ہوں۔ تھوڑی بہت تو میں بھی پیاری ہوں"

وہ اپنی تعریف، اس وجاہت کے جہاں کے سامنے زرا کنجوسی سے کر رہی تھی، جبکہ اپنے موقف پر بھی پہاڑ سی ڈٹی تھی۔

"وہی تو کہہ رہا ہوں۔ دو پیارے لوگوں کا مکچر تو شدید پیارا ہوتا ہے۔"

انیس نے بازو میں اپنی لما کو دبوچا تو وہ تھوڑی متذبذب ہوئی، یہ فطری حیا تھی جو اسکے چہرے پر انیس کے سبب آ ہی جاتی تھی۔

"ہونے دو پیارا۔ میں اسکی پل پل نظر اتار لوں گی۔ اسکی بھی اور تمہاری بھی"

عرشیہ نے اپنی ہتھیلی اسکے سینے پر رکھتے اپنی گرے آنکھیں انیس کی آنکھوں میں جمائیں۔

"اور تمہاری نظر کون اتارے گا؟"

انیس نے اسکی محبوب صورت نہارتے، جھک کر وہ آنکھیں باری باری چومتے زرا فاصلہ سمیٹ کر پوچھا تو عرشیہ اس سوال پر خاموش ہوئی، ہونٹوں کو حصارنے والی مسکراہٹ سمیت اسے محویت سے تکنے لگی۔

"میری نظر؟"

وہ ہلکا سا مسکرائی، مگر اس بار اسکی مسکراہٹ میں شرارت کم اور شدت زیادہ تھی۔

"میری نظر تم اتار ناناں"

اس نے آہستہ سے کہا، اسکی انگلیاں اب بھی انیس کے سینے پر ٹکی تھیں، دل کی دھڑکن کو محسوس کرتی ہوئی بے باک انگلیاں جو اسکی گردن کو چھونے کی جانب سرک رہی تھیں۔

انیس کی آنکھوں میں ایک لمحے کو نرمی سی اتری، وہ مزید جھکا، اتنا کہ اسکی سانس عرشیہ کے نرم ہونٹوں سے ٹکرانے لگی۔

"میں؟"

اس نے دھیمی آواز میں یقین دہانی کی۔

"ہاں سڑو"

وہ فورا بولی۔

"میں کیسے اتاروں تمہاری نظر؟"

عرشیہ نے نظریں جھکالیں، گالوں پر ہلکی سی لالی پھیل گئی، مگر وہ پیچھے نہیں ہٹی۔

"جیسے ابھی دیکھ رہے ہو مجھے، ویسے ہی میری نظر اتارنا"

اسکی آواز میں ایک عجیب سا سکون تھا، جیسے وہ واقعی اسی نظر میں محفوظ ہو۔

انیس ہلکا سا مسکرایا، پھر اس نے اسکی ٹھوڑی کو انگلیوں سے اوپر کیا تاکہ وہ دوبارہ اسکی طرف دیکھے۔

"پھر تو خطرہ ہے"

وہ سرگوشی میں بولا تو عرشیہ کی سانس بے ترتیب ہوئی۔

"کیونکہ میں تو تمہیں ہر وقت ایسے ہی دیکھنا چاہتا ہوں"

عرشیہ کی سانس ہلکی سی اٹکی، مگر اس نے نظریں نہیں چرائیں۔

"تو دیکھتے رہو، میں دو ہفتے کہیں نہیں جا رہی"

یہ جملہ جیسے سیدھا انیس کے دل میں اترا، اسکی آنکھوں میں ایک لمحے کو وہ سب کچھ جھلکا جو اس نے کھویا بھی تھا اور جو اب اسے مل رہا تھا۔

اس نے فوراً عرشیہ کو اپنی بانہوں میں کھینچ لیا، اسکے سر کو اپنے سینے سے لگا لیا۔

"بس یہی سننا تھا جانِ جہانی"

اس نے اسکے بالوں میں چہرہ چھپاتے ہوئے کہا۔

عرشیہ نے بھی آنکھیں بند کر لیں، اسکے وجود کے ساتھ جڑ کر جیسے خود کو مکمل محسوس کیا۔

"اب نہ تمہیں نظر لگے گی نہ مجھے"

وہ دھیرے سے بولی۔

"کیونکہ اب ہم دونوں ایک دوسرے کی حفاظت میں ہیں"

کمرے میں پھیلی فسوں خیز خاموشی اس بار اور بھی گہری ہو گئی تھی۔

"اب یہ جانِ جہانی کیا ہے؟"

وہ گلے لگی ہی منمنائی تو انیس مسکرایا۔

"تو مرا جانِ جہانی

چی کنم جانِ جہاں را

تو مرا گنجِ روانی

چی کنم سود و زیاں را"

وہ عرشیہ المیر کے لیے پہلی بار کچھ گنگنایا تھا، وہ ہنس کر اسے پکڑتی سامنے لائی۔

"یار۔ تم اتنا اچھا گاتے ہو؟ پر فارسی مارنی ضروری تھی۔ کوئی رومنٹک گانا گاتے۔۔۔ اب اسکی ٹرانسلیشن بتاو پھر اور سناو مجھے"

وہ اسکے رد عمل پر مسکرایا اور عرشیہ کے کھلے بالوں میں ہاتھ پھیرنے لگا، وہ اسے اتنی محبت سے دیکھتا تھا، اتنی محبت تو کوئی کر بھی نہیں پاتا ہو گا۔

"تم میری دنیا کی جان ہو۔

تمہارے بغیر اس زندگی کا کیا کروں۔

تم میری بہتی ہوئی دولت ہو۔

پھر نفع و نقصان کی کیا پرواہ"

انیس نے اسے اسکا ترجمہ بس بتایا، لیکن وہ اس پر بھی گنگنانے والا ہی فدا ہوئی۔

"یار۔ تم اتنے پیارے کیوں ہو۔ گانے بھی دلکش، الفاظ بھی کمال اور تاثرات تو اف۔ تمہیں میں نے جوہری کی طرح چند دن لگا کر ہی تراش دیا ہے انیس غانم۔"

وہ چہک اٹھی تھی، اور وہ اسکا چہکنا ساری زندگی پر محیط ہونے کی دعا کر رہا تھا۔

"منگر رنج و بلارا

منگر عشق و ولارا

منگر جور و جفارا

بنگر صد نگران را

تو مرا جانِ جہانی

چی کنم جانِ جہاں را"

عرشیہ اس بار خاموش نہ رہ سکی، وہ جیسے اس سحر میں پوری طرح ڈوب گئی تھی۔

"اب اس کا بھی مطلب بتاؤ، ورنہ میں خود ہی کوئی فلمی سا بنا دوں گی"

وہ اسکی شرٹ کے کالر سے کھیلتی، آنکھوں میں چمک لیے بولی تو انیس ہلکا سا ہنسا، وہ ہنسی جس میں سکون بھی تھا اور محبت بھی۔

اس نے آہستہ سے اسکے ماتھے کو چھوا، پھر نظریں اسکی آنکھوں میں گاڑ دیں۔

"یہ کہتا ہے"

وہ دھیرے سے بولا۔

"دکھوں کو مت دیکھو۔

مصیبتوں کو مت گنو۔

محبت کی شدت اور آزمائشوں سے مت ڈرو۔

لوگوں کے ظلم و ستم پر نظر مت رکھو"

وہ ذرا سا رکا، جیسے اگلا حصہ خود اسکے دل سے نکل رہا ہو۔

"بس (میری) ان نگاہوں کو دیکھو، جو تمہیں چاہتی ہیں..."

عرشیہ کی سانس جیسے اس اقرار پر وہیں تھم گئی، وہ بس اسے چاہت سے دیکھتی رہ گئی۔

"اور پھر وہی"

انیس نے اسکے قریب ہو کر سرگوشی کی۔

"تم میری دنیا کی جان ہو، پھر میں اس دنیا کا کیا کروں"

عرشیہ کے ہونٹوں پر دھیمی سی مسکراہٹ آئی، مگر آنکھیں شدت سے بھیگ گئیں۔

"یہ بہت خوبصورت ہے۔ اور تمہاری آواز۔ واللہ! مدھر! اپنی من پسند عورت کے لیے تم نے پہلی بار کچھ گایا ہے ناں۔ بتاو کیا چاہیے بدلے میں"

وہ آہستہ سے اسکی آواز، گانے کے چناو اور جذبات کو سراہتے اپنا دل سمندر کی طرح وسیع اور پہاڑ کی طرح مضبوط بنا گئی۔

"ان دو ہفتوں کے لیے عرشیہ المیر چاہیے، وہ بھی ہر لمحہ۔ بنا یہ تسلسل رکے، تمہارا ہر لمحہ، ہر دن، ہر رات، ہر شام اور ہر صبح چاہیے۔ تمہاری ہر سانس، ہر نگاہ، ہر چاہ، سب کچھ چاہیے"

وہ اتنی مہربان ہو کر پچھتا اٹھی کیونکہ انیس غانم نے تو اس سے پورے کا پورا اختیار مانگ لیا تھا۔

عرشیہ ایک لمحے کو ٹھہر کر رہ گئی، جیسے اس نے توقع تو کی تھی، مگر اتنی پوری مانگ نہیں چاہی تھی۔

اس نے سانس آہستہ سے بھری، وہ انیس کو دیکھتی رہی، گہری، خاموش نگاہوں سے اسے بے چین کرتی رہی۔

"دو ہفتے؟"

وہ ہلکا سا مسکرائی، مگر اس مسکراہٹ میں شرارت کے ساتھ سوچ بھی شامل تھی۔

"اتنا کم کیوں؟"

انیس کی بھنویں ہلکی سی اٹھیں، وہ واقعی اس جواب کی توقع نہیں کر رہا تھا۔

"کم؟"

اس نے دھیرے سے دہرایا۔

عرشیہ اسکے چہرے کے قریب ہوئی، اسکی شرٹ کی سلائیوں پر انگلی پھیرتی ہوئی رکی، پھر نظریں اٹھا کر اسکی آنکھوں میں دیکھنے لگی۔

"تم نے مانگا ہے ناں تو پھر ٹھیک سے مانگو انیس غانم"

اسکی آواز نرم تھی مگر اس میں ایک عجیب سا یقین اور سرور تھا۔

"دو ہفتے نہیں، پوری زندگی مانگو"

انیس چند لمحوں کے لیے اسے دیکھتا رہ گیا، جیسے الفاظ اسکے پاس ختم ہو گئے ہوں، عرشیہ نے ہلکا سا سر جھکایا، پھر اسکے سینے پر ماتھا ٹکا دیا۔

"کیونکہ میں وقتی سکون نہیں ہوں تمہارا انیس، میں تمہارے پاس ہمیشہ کے لیے ٹھہرنے اور رکنے آئی ہوں"

انیس نے فوراً اسے اپنی بانہوں میں بھر لیا، اس بار پہلے سے زیادہ مضبوطی سے، جیسے واقعی اسے کہیں جانے نہیں دینا چاہتا ہو۔

"پھر سن لو لما"

انیس کی آواز بھاری ہو گئی۔

"مجھے تم دو ہفتوں کے لیے نہیں چاہیے، مجھے تم آخری سانس تک چاہیے ہو"

عرشیہ کے ہونٹوں پر سکون بھری مسکراہٹ آئی، آنکھیں خود بخود سرور سے بند ہو گئیں۔

"تو پھر مل گئی تمہیں"

وہ سرگوشی میں بولی، کمرے میں ایک بار پھر خاموشی پھیل گئی مگر اس بار یہ صرف خاموشی نہیں تھی، یہ ایک قبولیت تھی، ایک وعدہ، جو لفظوں سے کہیں زیادہ مضبوط تھا۔

.._____..

After three Months....

تین ماہ بعد۔۔۔

اسکی آنکھوں کے آگے سے وہ صورت، وہ بے بس و نا امید نگاہیں ان تین ماہ میں بلکل نہ ہٹی تھیں، لیکن وہ خوددار تھا، ردامر دا کے ہر راستے سے ہٹ گیا تھا، لیکن صرف راستے سے ہٹنا، زندگی سے ہٹنے جیسا نہیں تھا، وہ ہر روز کم از کم ایک بار اس کا دیدار خود پر فرض کر چکا تھا، جیسے جیسے دن گزر رہے تھے، موسم کی ٹھنڈک، بے حد سرد بارشیں، اور دھند میں ڈوبے سورج سے اٹے روز و شب بیت کر حرارت اوڑھتے حبس کے روز و شب میں بدل رہے تھے، وہ اچانک علیم خان کے دل میں اتری محبت نامی کونپل، اک بے اختیار و شدید جذبے میں بدل رہی تھی۔

ابتدائی دو ہفتے بعد ہی عاصم، واپس ملک پیلس آیا تو یمل، عدین اور شمش وہ تین ضروری افراد تھے جو اسکے پاس رہے تھے، شدید گہرے زخموں کی وجہ سے اسے بیڈ ریسٹ ہی سجیسٹ ہوا تھا، اور کم از کم تین سے چار ماہ کی احتیاط، پھر ان دو ہفتوں میں عدین نے بھی اپنا بوریا بستر اپنے یار کے گھر ہی

ڈال لیا کیونکہ یمل کے ساتھ وہ بھی اچھا محسوس کرتا تھا، دونوں کا سکول، فٹ بال کلب بھی سیم تھا، ہاں اس بیچ بابا سے وہ ملتا رہا، فجر اور عصر نے دونون بچوں کو ہر رات باہر گمانا اپنا فرض جانا، جبکہ صنم بھی علوی مینشن میں ایڈجسٹ ہونے کی کوشش کرتی نظر آئیں، لیکن ابراہیم ابھی انکی ایک نظر کرم بھی نہ پا سکے، صنم کو بس انیس کی واپسی اور اسکے فیصلے کا انتظار تھا، جبکہ صنم کے بہت اصرار پر انیس اور عرشیہ فارم ہاوس ہی نہ رکے بلکہ دو ہفتے بعد ناردرن ایریاز کی طرف نکل گئے، عرشیہ اور انیس کا یہ دوسرا ہنی مون بنا جو طویل ترین تھا کیونکہ پہلا تو آزربائیجان کا تھا اور یہی نہیں ان دونوں نے مہویر اور منائم کا ہنی مون اپنے ساتھ ارینج کر کے فائنلی ان کو بھی اپنے ساتھ سیر سپاٹوں پر بلایا، وہ پچھلے تین ماہ سے چاروں خوب مزے کر رہے تھے، اس سفر کے بیچ مہویر اور منائم ان لوگوں کے گھر بھی گئے جنہوں نے انکو کھائی سے نکال کر جان بچائی، وہ گھر جہاں انکا نکاح ہوا، وہ کمرہ جہاں وہ سوئے، یہ ساری یادیں انیس اور عرشیہ سے وہ دونوں بانٹ کر

اس بار بہت خوش تھے، البتہ ہمایوں کی طرف سے خاموشی دیکھتے ہوئے عصر نے فجر کو دی فائیر لیڈی جیم ایز آڈاکٹر جانے کی پرمیشن تو دے دی پر عامر کو اسکا باڈی گارڈ تعینات کر دیا کیونکہ علیم کی ذمہ داری تو عدین اور یمل کا خیال رکھنے کی تھی، عصر نے خود مہویر اور انیس کو اس ٹرپ کے لیے قائل کیا تھا کہ پہلے وہ دونوں جی بھر کر گھومنے پھرنے سے ہو آئیں، پھر وہ فرصت کے ساتھ اپنی فجر کے ساتھ ولڈ ٹور پر نکلے گا پھر اسکے بعد ریسٹورنٹ کھولنے کا خواب پورا کریں گے وہ ماسٹر شیف جو فرانس سے تربیت یافتہ تھے،، ویسے بھی انیس اور مہویر کی غیر موجودگی میں گیمنگ سٹوڈیو کا سارا کام ان تین ماہ عصر نے ہی دیکھا تھا۔

ابراہیم علوی نے اپنے پلاٹس اور فیکٹری کی سیل کے پیسے بھی تینوں بچوں کے حوالے کر دیے تھے، عدین کا حصہ عدین کے لیے محفوظ کر دیا تھا، انیس کا حصہ اسے دیا جو انیس نے عدین ہی کے لیے سیو کروا دیا جبکہ عصر اس حصے کو کہیں بھی دینے والا نہ تھا، اسے یہ پیسے اپنا خواب پورا کرنے کے لیے

چاہیے تھے جبکہ ان تین ماہ میں ابراہیم گھر ہی رہے، انکا فوکس بس گھریلو معاملات پر رہا اور جب عصر کے معاملات میں دلچسپی لی تو فجر اور عصر کی شادی کیسے ہوئی یہ سب انھیں معلوم ہوا، اس رئیس نامی آدمی سے تو انکا حساب ابھی باقی تھا پر اب انکی لسٹ میں ایک ہمایوں بھی آچکا تھا، ابراہیم علوی نے اپنے بیٹوں کی محبتوں کے پیچھے بڑے ان دو گدھوں کو سدھارنے کا ایک دھماکے دار پلین بنایا تھا لیکن اس سے پہلے وہ انیس کی واپسی اور اسکا فیصلہ جاننا چاہتے تھے، اپریل گزر چکا تھا، گرمی کا باقاعدہ آغاز ہوتے ہی موسم اور موڈ بدل چکے تھے لیکن ہلکی گرمی میں ڈوبے اپریل کے بعد اچانک جو شدید بارشوں کا سلسلہ شروع ہوا اس نے گرمی کے ستائے لوگوں کو جیسے دوبارہ ٹھنڈ میں دھکیل کر سکون بخش دیا، اچانک سے جاتی سردی کچھ دنوں سے واپس لوٹ چکی تھی۔

جبکہ ان تین ماہ میں سوہا فیشن ویکس، اپنے سیوانی کی نئ آزربائیجانی برانچ کے کھلنے میں مصروف تو رہی لیکن اسکا دھیان بس عاصم سے الجھا رہتا تھا، اس بار

رضی اور شماس جب قوبالوٹے تو انکی زندگی بھی سکون پا گئی، اب سوہا انھیں دن میں کئی بار کال کرتی تھی، اسکا ان تین ماہ کے بیچ عدین اور یمل سے بھی رشتہ مزید اچھا ہوا کیونکہ لنچ وہ سکول سے واپسی پر سوہا کے سیوانی میں کرتے تھے، وہ ان دونوں سے عاصم کی خیریت پوچھتی تھی، کیونکہ اپنی عدت کے بیچ وہ عاصم سے دوبارہ نہ ملنا چاہتی تھی۔

جبکہ رئیس رہا ہو چکا تھا لیکن وہ اپنے پیرنٹس سے ملنے چلا گیا تھا، یا شاید آخری وار کرنے کی تیاری کرنے گیا تھا، سوہا کو اسکی خاموشی بھی ٹنشن دے رہی تھی جو طویل سے طویل تر ہوتی جا رہی تھی۔

جبکہ دوسری طرف تین ماہ میں راک سٹار کی زندگی میں بھی بہت سے بدلاو آ گئے تھے، محراب اور عاصم نے مل کر ہی خضر اور بیلا کی باقاعدہ شادی کا فیصلہ کرتے تاریخ رکھ دی تھی اور آج خاور سلطان کی پوری فیملی پاکستان آ رہی تھی، درحقیقت بیلا کو ملک چھوڑنے کی اسکے ڈاکٹرز کی طرف سے تین ماہ اجازت نہ مل سکی کیونکہ اسکا علاج رک جاتا جس سبب سرجری سے ہوئے

فائدے حاصل کرنا نا ممکن ہو جاتا، خاور سلطان کل ہی سبکو لینے گئے تھے، اور اس جشن میں شریک ہونے کے لیے ٹرپ والے دو کپل بھی آج واپس پہنچنے والے تھے۔

عاصم نے ہی یہ تجویز دی تھی کہ یمل نے اپنی ماں کھوئی ہے تبھی وہ کوئی شادی کا فوری ایونٹ نہ کرنا چاہتا تھا، وہ نہیں چاہتا تھا یمل کو اس سے تکلیف پہنچے، جبکہ عاصم نے یہ بھی سوچا کہ کچھ ماہ بعد شادی رکھی جائے تاکہ محراب اور سوہا اپنی اپنی عدت سے بھی فراغت پالیں اور آخر کار ان دونوں نے یہ اکیلے دن گزار لیے تھے۔

یمل کے دل سے اسکی ماں فاطمہ تو کبھی نہیں نکل سکتی تھی لیکن وہ ان چند ماہ میں کچھ سنبھل گیا تھا، خضر نے ان تین مہینوں میں اسکے ساتھ بہت وقت گزارا، وہ ویسے بھی کانسرٹ میں ایک اور کامیابی کے بعد ایسی مزید کئی کامیابیوں کے سلسلے میں کافی مصروف رہا لیکن اس نے عرشیہ اور منائم کی غیر موجودگی کا یمل کو بلکل احساس نہ ہونے دیا، دوبارہ بیلا کے پاس بھی نہ جا

سکا کیونکہ بیلا چاہتی تھی اب وہ خود ایک ہی بار آئے گی، اسکے چاروں دوست بھی شادی ہوتے ہی فارن ٹوڑ پر نکل گئے تھے اور یہ خضر نے ہی ان چاروں کے لیے پلین کیا تھا، لیکن خود وہ اپنی سوئیٹ کارن سے دور رہا کیونکہ یہ دوری بہت میٹھی ہونے والی تھی اسکا اسے اور بیلا دونوں کو یقین تھا۔

ابھی بھی وہ ملک پیلس ہی تھا، اسکی اور بیلا کی مہندی یہیں ہونی تھی کیونکہ محراب نے یہی مناسب سمجھا تھا کہ یہ مین گھر ہے تو شادی وہیں ہونی چاہیے، اور شادی تک محراب بھی ملک پیلس کی دوبارہ مہمان تھی، مہویر اور منائم کے لیے بھی کمرہ سیٹ ہو رہا تھا، اور ابھی سے سجاوٹ کی جا رہی تھی کیونکہ مہندی آج ہی تھی، اوپر سے اپریل کے آخری دن کی مزید ٹھنڈ بڑھاتی بارش نے تو ماحول اور خوبصورت کر دیا تھا۔

عاصم ملک نے خاور سلطان کی فیملی کو بھی یہیں پیلس رکنے کی پیشکش کی لیکن وہ لوگ اپنے ہی بنگلے میں سیدھا جانے والے تھے، عاصم اور محراب تو چاہتے

تھے وہ سب لوگ لنچ ملک پیلس کریں لیکن ان لوگوں کو بھی رات کے ایونٹ کی تیاری کرنی تھی۔

خضر بھی سیلون ابھی ابھی نکلا تھا، باہر آکر اک نظر پیلس کی بلڈنگ کی سجاوٹ کو دیکھا ہی کہ اسکا فون رنگ کیا، سکرین پر سوئیٹ کارن دیکھ کر وہ مسکرایا، یقینا اسکی حسینہ لینڈ ہو چکی تھی۔

"تو تم آرہی ہو سوئیٹ کارن۔ شادی فکسڈ فائنلی۔ جدائی ختم۔۔ لانگ ڈسٹنس سمٹ گیا"

خضر کی شوخ پکار میں دلہا بننے کا جوش امڈ رہا تھا، فائنلی خضر ملک اور بیلا خاور کی باقاعدہ شادی

ہو رہی تھی یہ کوئی چھوٹی بات نہ تھی، لیکن سب سے بڑا سرپرائز تو بیلا کے پاس تھا، وہ لوگ کچھ دیر تک اپنے بنگلے پہنچنے والے تھے، ڈرائیورز ائیر پورٹ کب کے نکل چکے تھے۔

"تو پھر میرے لیے کیا تیاری کر رکھی ہے آپ نے خضر ملک۔ بہت سی چیزیں ہیں جو ہم نے سیلبریٹ کرنی پینڈنگ کر رکھی ہیں۔"

وہ جیسے سرگوشی میں بولتے مسکرائی اور اس نے گردن پھیر کر ساتھ بیٹھے بابا کو دیکھا، مسیز خاور، ماریہ اور عمیر دوسری گاڑی میں تھے۔

"میں وہی کروں گا جو کرنے کی حسرت اٹھا کر تین ماہ پہلے پاکستان واپس آیا تھا۔ تم کیا لا رہی ہو میرے لیے سوئیٹ کارن؟"

وہ خضر کے متجسس سوال پر پراسرار سا مسکرائی، وہ کیا لے کر آ رہی تھی، وہ اسکی آنکھوں میں تھا۔ وہ دیکھنے لگی تھی، اسکی بینائی لوٹ آئی تھی، بھلے ابھی چہرے مکمل واضح نہیں تھے لیکن وہ سب با آسانی سمجھ سکتی تھی، چہرے ہوں یا رنگ، سبکا فرق اسکی آنکھیں کرنے لگی تھیں، ابھی بھی اسکے وژن کلئیر ہونے کے لیے علاج جاری تھا اس لیے وہ گلاسیز پہنتی تھی۔

"میں۔خود کو لا رہی ہوں۔یہ کم ہے کیا۔آپ بتائیں۔دلہا بننے کی تیاری شروع کی یا میں بابا کو پہنچ کر پیلس روانہ کروں، یہ خود میرے مہندی کے دلہے کو سجا سنوار دیں گے۔عمیر بھائی کا آپشن بھی ہے"

وہ شریر سا مسکرائی تو ساتھ بیٹھے خاور سلطان نے فورا بیلا کو اپنے حصار میں لیتے اسکی کن پٹی چومی، وہ بیلا کو یوں دیکھیں گے کب سوچا تھا۔

"نہیں تم عمیر کو بھیج کر مجھ پر ظلم نہ کرنا۔وہ ہو گا تو اسکی ماریہ بھی ہو گی۔اور غلطی سے اگر میں نے ماریہ کی طرف دیکھ لیا، عمیر نے تمہارے اس دلہے کی ٹانگیں سیک دینی ہیں۔اور تمہارے بابا کیا مدد کریں گے، مدد لینی ہوتی تو میں اپنے ابا حضور کی نہ لے لیتا۔یہ اولڈ لوگ کیا جانیں راک سٹار کو اسکی مہندی پر کیسے تیار ہونا ہے۔تم فکر مت کرو میرے چار بڈی مجھے بہت اچھا سنوار دیں گے۔تم نے ویسے بھی بس مجھے فیل کرنا ہے، تمہیں کیا میں کیسا دیکھائی دوں گا۔تمہیں فیل پوری پوری دوں گا میری جان"

خضر کی ایسی باتیں، اور فیل والی بات پر بیلا کے دل کی دھڑکنیں سی بڑھیں، اس بار صرف فیل نہیں، وہ اس شخص کو اپنی ان آنکھوں سے دیکھنے والی تھی۔

"ٹھیک ہے۔ لیکن باقی ساری دنیا تو میرے پہلو میں کھڑا شخص دیکھے گی ناں۔"

اس نے آہستہ سے کہا اور ساتھ ہی نظریں ایک بار پھر کھڑکی سے باہر ٹکا دیں۔ بھیگی سڑک، بارش میں کھڑے درخت، آتی جاتی گاڑیاں، سب اب دھندلے سہی، مگر پہچان میں آنے لگے تھے۔

وہ چپ چاپ اس سکھ کو اپنے اندر سمیٹ رہی تھی۔

"ہاں۔ دنیا بس دیکھے گی۔ تم اسے جیو گی۔ اچھا ہی تیار ہوں گا۔ تمہارا آج کا ڈریس میں نے تم لوگوں کے گھر پہلے ہی بھجوا دیا ہے۔ چلو ملتا ہوں رات

تک۔ تم لوگ بھی گھر پہنچ کر کچھ آرام کرتے ہی کام پر لگو۔ وقت کم ہے اور مقابلہ سخت۔ بہت سارا پیار میری جان کو"

خضر کے چاروں نئے نویلے بیاہے افلاطون بھی پہنچ چکے تھے تبھی خضر نے فوری کال بند کی، اس سے پہلے موسم کے تیور بگھڑتے، وہ لوگ نکلنے کی کرنا چاہ رہے تھے، جبکہ محراب بھی تیاریوں میں ہی مصروف تھی، اور جو خضر کے سسرالیوں کے لیے تحائف تھے وہ بھی محراب اپنی نگرانی میں پیک کروا رہی تھی۔

"تمہیں مدد چاہیے تو میں کسی کو بھیج دوں محراب؟"

عاصم نے اسے لاؤنج میں ہی ڈیرا لگائے دیکھ کر وہاں آتے پیشکش کی تو وہ نفی کیے مسکرائی۔

"نہیں بس ہو گیا۔ مجھے کسی سیلون کی اپائنٹمنٹ لے دو۔ اب بیٹے کی ماں ہوں۔ سجنا تو بنتا ہے۔"

عاصم نے ہنس کر محراب کی طرف دیکھا، وہ اتنی خوش اسے ساری زندگی نہ نظر آئی جتنی اب، بظاہر اک طلاق یافتہ عورت لیکن اسکے ارد گرد کوئی کمی، کوئی غم نہ تھا۔

"ہاں کیوں نہیں۔ تمہارا ہی تو سجنا بنتا ہے ہنہ"

وہ شرارت سے کہہ کر ابھی کال ملا ہی رہا تھا جب اسکی نظر کچھ دور پیلس میں انٹر ہوتی سوہا سومرو پر پڑی، وہ پیلس کے ملازمین سے کھڑی بات کر رہی تھی، اسکے ہاتھ میں خضر کا مہندی والا جوڑا تھا کیونکہ خضر اور بیلا کے ڈریسز سوہا نے ہی ڈیزائن کیے تھے، عاصم جیسے کال کرنا ہی بھول گیا، تین ماہ سے زیادہ ہو چکے تھے اسے سوہا کو دیکھے، وہ پہلے سے زیادہ پیاری ہو گئی تھی، تھوڑی کمزور بھی، شاید اس نے خود کو بہت زیادہ مصروف کر لیا تھا۔

"سوہا؟"

عاصم کی پکار پر سوہا اور وہ ملازم دونوں چونکے۔

"کیسے ہو عاصم۔ میں خضر کے کپڑے دینے آئی تھی۔ کسی کے ہاتھ بھیج دیتی مگر گھر جا رہی تھی تو سوچا اسکو پہنا ہوا بھی دیکھ کر فٹنگ چیک کر لوں"

ملازم نے وہ کور ہوا سوٹ لیتے عاصم کے اشارے پر وہاں سے جانے کی اجازت لی جبکہ عاصم کی نظریں سوہا پر جمی، محراب بھی دیکھ رہی تھی لیکن وہ بس مسکرا دی، باہر آ کر انکی پرائیویسی خراب کرنے کے بجائے وہ اپنا کام سمیٹنے لگی۔

"اب لگتا ہے واقعی ٹھیک ہوں۔ بہت وقت بعد دیکھا تمہیں۔ مجھے لگا کسی اور سیارے پر شفٹ ہو گئی تم۔ عدین اور یمل نہ بتاتے تو میں شاید تمہیں ڈھونڈنے سپیس پر نکل بھی چکا ہوتا"

عاصم بھی بہت وقت بعد دیکھنے میں اچھا لگ رہا تھا، اپنی گرتی صحت اسے واپس مل چکی تھی۔

"ویری فنی۔ میں بس بہت مصروف رہی۔ آزربائیجان میں سیوانی کی برانچ رجسٹر کروانے میں بہت وقت لگا۔ اور پھر آنا جانا لگا رہا۔ عدین اور یمل نے کیا بتایا تمہیں؟"

سوہا جیسے یہ سوال کرتے تھوڑا ہچکچا رہی تھی۔

"یہی کہ تم روز میری طبعیت پوچھتی رہی ہو ان سے"

عاصم کی آنکھوں میں کچھ تو ایسا شدت رکھتا احساس تھا کہ سوہا کو نظریں جھکانی پڑیں۔

"ہاں۔ کیونکہ میری بیٹی کے باپ ہو تم۔ اس کے سر سے تمہارا سایہ نہ ہٹے، یہ فکر مجھے مرتے دم تک رہے گی۔ تم اب مکمل صحت یاب ہو چکے ہو، دیکھ کر خوشی ہوئی۔ محراب بھی آئی ہے؟ یہیں رہے گی کیا وہ؟"

سوہا نے سب کچھ بہت پر سکون ہو کر پوچھا لیکن جب اس نے محراب کا ذکر کیا تو عاصم نے آج بھی سوہا کی آنکھوں کی جلن بھانپ لی۔

"نہیں۔بس خضر کی شادی تک۔وہ اکیلا رہنا سیکھ چکی ہے اور اس پر بہت مطمئن اور خوش بھی ہے"

عاصم کا لہجہ محراب کے لیے مطمئن تھا،سوہا نے سنجیدگی سے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا۔

"دعا ہے میں اور تم بھی یہ سیکھ جلد اپنا لیں"

سوہا کے لہجے میں اتری یاس پر عاصم اسکی طرف بڑھا ہی جب وہ بوکھلا کر کچھ قدم عاصم سے دور ہوئی۔

"مجھے اکیلا رہنے کی کیا ضرورت ہے سوہا۔میرے لیے کوئی ہے جو پھر سے موجود و میسر ہو سکتا ہے۔اللہ کسی پر یوں بھی مہربان ہوا ہو گا کیا جیسے مجھ پر؟"

سوہا جس وجہ سے اتنے ماہ سے اوجھل رہی، جن باتوں اور نظروں سے بچنے کی کوشش کرتی رہی، وہ سب اپنی جگہ ویسے ہی قائم تھا، وہ عاصم کے الفاظ کا مفہوم اچھے سے سمجھ رہی تھی۔

"یہ تو تمہیں پتا ہو گا۔ کبھی کبھی جو میسر لگ رہا ہوتا ہے وہ سراب بھی نکل آتا ہے عاصم، ہم اسے پتھر سمجھ کر چھوتے ہیں پر وہ دھول بن کر ہوا میں معلق ہو جاتا ہے، کوئی امید مت باندھو، اب کچھ بھی مناسب نہیں رہا۔ ایونٹ پر ملاقات ہوتی ہے۔ میں نے تو منع کیا تھا لیکن خضر نے کہا آپ لازمی آیئے گا، سی یو"

سوہا اسے انکار تھما کر پلٹی لیکن اسکی آنکھوں کی ویرانی بتا رہی تھی کہ یہ انکار اسکے دل سے نہیں آیا، عاصم نے ابھی کے لیے اسے جانے دیا۔

لیکن وہ اسے اب کی بار جانے دیتا تو پھر جیتا کیسے ؟۔

"کل پرپوز کر دو اسے"

محراب کی عقب سے آتی آواز پر عاصم اپنے خیالات سے چونکتے نکلا۔

"ہیں؟ کیا؟"

عاصم کا تاثر خاصا کیوٹ تھا۔

"ہاں۔ میری وجہ سے تم دونوں کے رشتے میں دراڑیں آئی تھیں عاصم، کیونکہ تم اک کاروباری سمجھوتے میں بندھے تھے۔ اب تو کوئی بندیش نہیں رہی۔ میں نے تمہاری جان چھوڑ دی ہی ہی بلکہ تم نے میری چھوڑی، اللہ کا شکر، فاطمہ بھی نہیں رہی۔ سوہا کی بھی طلاق کے بعد عدت مکمل ہو گئی۔ جانتی ہوں بہت سے تنگ و تاریک راستوں سے اس بیچ گزرنا پڑا لیکن اگر تم دونوں چاہو تو اپنی باقی زندگی گل و گلزار کر سکتے ہو۔ میں دوں گی تمہارا ساتھ"

عاصم جیسے یقین نہ کر پایا کہ یہ سب محراب کہہ رہی ہے، وہ چند قدم چلتا اسکی سمت بڑھا۔

"اور تم؟ تمہارا ساتھ کون دے گا۔ میں بھی تو تمہاری زندگی خراب کرنے کا ذمہ دار ہوں۔ ایون میں نے ہی تمہاری زندگی خالی کی۔ اس موساب کو دیوانے سے مجرم بننے پر مجبور کیا۔ وہ جو چند دنوں میں اپنی سزا پالے گا۔ مجھے بتاو میں ابھی بھی اتنا ہی خود غرض دیکھائی دیتا ہوں تمہیں۔؟"

اس بار محراب نے بھی چند قدم اٹھا کر اسکی سمت بڑھائے۔

"نہیں۔ تم اب بہت بدل گئے ہو۔ تمہارے بچے اس دنیا کے خوش قسمت ترین بچے ہیں جنکے لیے تم جیسا پتھر پگھلا اور بدل گیا۔ اب تم اتنے اچھے عاصم ملک بن چکے ہو کہ میں سوچتی ہوں تم سے طلاق نہ لیتی۔"

اک لمحہ وہ دونوں مسکرائے، ایک دوسرے کی جان کے دشمن اب ایک دوسرے کے دوست اور ہمدرد بن چکے تھے۔

"لیکن پھر وہی بات، تم سے محبت نہیں کر پاتی تب بھی۔ مجھے میری تم سے آزادی زیادہ محبوب رہی۔ کیونکہ ہم دونوں ایک دوسرے کے ساتھ گھٹے

ہوئے تھے، ہم میں دو طرفہ دور، اک طرفہ بھی محبت نہ تھی۔ پھر یہ سوچ کر بہت سکون ملتا ہے۔ اور اب میں خود کو مکمل محسوس کرتی ہوں۔ مجھے نہیں لگتا اب کوئی مرد مجھے امپریس کر سکے گا۔ بہت ناامید جو کیا گیا ہے مجھے۔ لیکن میں خوش ہوں۔ تم میرے ہونے کے باوجود رکے نہیں، سو ہا ملی تمہیں۔ وہ ضدی اور پاگل تھی، ہر عورت کی طرح یقیناً اسے بھی اپنا مرد صرف اپنے دل سے لگا چاہیے تھا۔ لیکن میں یقین سے کہتی ہوں، اپنی محبت یعنی تمہیں چھوڑ کر وہ بہت پچھتائی ہو گی۔"

دونوں کی مسکراہٹ تھم گئی۔

"ہم انسان جلد بازی میں فیصلے کر لیتے ہیں لیکن پھر بعد میں ہاتھ ملتے ہیں عاصم۔ بہت کم گنے چنے لوگ ہوتے ہیں جن پر قسمت دوبارہ مہربان ہوتی ہے۔ اور تم ہو۔ اسے قبول کرو۔ اسے پرپوز کر دو۔ اپنے بیٹے کی شادی پر۔ ویسے بھی اس گھر کو ایک عورت کی ضرورت ہے۔ میں اور مانو تو مہمان

ہیں یہاں۔ یمل کی ماں تمہاری وجہ سے اس سے چھن گئی تو تم ہی اسے ماں لا کر دو۔ اور ایک پہلے سے بنی ماں اس کے لیے بہترین چوائس ہے۔"

محراب کی آنکھوں میں دوستانہ چمک تھی جبکہ عاصم بس اک گہرا سانس ہی بھر سکا تھا، اس نے گردن موڑ کر باہر کی سمت دیکھا جہاں سے سوہا گئی تھی، جبکہ محراب نے آج بھی اسکی آنکھوں میں سوہا کا انتظار پہلی والی شدت سے ہی محسوس کیا تھا۔

یہ فیصلہ عاصم کو لینا تھا لیکن تب جب اس سب پر سوہا سرمرو سکون محسوس کرتی کیونکہ ابھی اسکا سکون رئیس کی وجہ سے غارت تھا، اس آدمی کی چپ کچھ بھیانک کر سکتی تھی۔

.._____..

پچھلے تین ماہ میں دوبارہ علیم خان اور ردا آمنے سامنے نہیں آئے تھے مگر آج چھوٹی دنیا کے اصرار پر وہ لوگ اس بلڈنگ کے سامنے کھڑے تھے جہاں

انھیں ردا کا یوگا سینٹر نظر آرہا تھا۔ ہلکی ہلکی بارش نے علیم سمیت یمل اور عدین کے بال اور رین کوٹس بھیگو دیے تھے۔

"ارے واہ۔ مس جنگجو یوگا ٹیچر؟"

یمل نے جیسے متاثر ہوتے فقرہ کہا، علیم انھیں ابھی سکول سے ہی لے کر آ رہا تھا۔

"یوگا کی آر میں وہ در حقیقت آجکل کی بچیوں کو زمانے کے بھیڑیوں سے بچنا سیکھاتی ہیں۔ ناصرف بچیوں کو بلکہ بچوں کو بھی"

علیم کے جواب پر اسکی چھوٹی دنیا مسکرا دی۔

"واہ۔ ہماری ڈریم آپا ہوئیں پھر۔ ہمیں بات کرنے دو علیم خان۔ تم کیوں ڈر رہے ہو۔ اب تک تو وہ بھول بھال گئی ہوں گی، تین ماہ گزر چکے ہیں"

اس بار عدین نے علیم خان کا حوصلہ بڑھایا تھا لیکن وہ ڈرا نہیں تھا، وہ ٹھکرایا ہوا تھا۔

"وہ بھولی ہو یا نہیں۔ تم دونوں کو بتا دیتا ہوں کہ پھر انکار آیا تو میں کچھ کر بیٹھوں گا۔ چھوڑو واپس چلتے ہیں"

علیم خان ناامید تھا، پر اسکی یہ چھوٹی دنیا نہیں تھی۔

"ہمارے ہوتے ہوئے کسی کی جرت نہیں کہ تمہیں ٹھکرا سکے علیم خان۔ مضبوط بنو"

عدین نے اسکی بازو پر ہاتھ رکھا، پھر سہلا کر اسکی بازو تھپکی، یمل اور علیم خان کی نظریں ملیں اور ان میں جیسے اس بات کا اقرار تھا کہ عدین کچھ بھی کر سکتا ہے۔

"اور میں بھی تو ہوں علیم بھائی۔ تھوڑے سے گٹس تو آپن کے اندر بھی ہوں گے۔ کیا خیال ہے؟ قسمت آزمائی جائے۔ اب سبکے گھر بس چکے ہیں تو آپ بھی کچھ اپنی جاتی جاتی جوانی پر رحم کھائیں"

یمل کے شرارت بھرے انداز پر علیم خان نے یمل کے سر پر ہاتھ رکھتے اسکے بے ترتیب بال اور بکھیر ڈالے جبکہ پھر گہری سانس لیتے اس نے بلڈنگ کی جانب اپنی نظریں گمائیں۔

"چلو ہمارے شیر۔ یہ پٹھان تو بہت بہادر قوم ہے بڈی، تم تو بہت ہی ڈر رہے ہو۔ اپنی قوم کے وقار کا کچھ تو بھرم رکھو"

عدین نے ایک طرف سے اسکی بازو پکڑی اور یمل نے دوسری جانب سے، اور اب علیم خان کو کوئی تند موج بھی نہ روک سکتی تھی۔

بہر حال کچھ دیر تک وہ سب بلڈنگ کے اس حصے میں موجود تھے جہاں ردا مراد کا یوگا سینٹر تھا، وہ اس وقت کچھ تیرہ سے پندرہ سال کی عمر کے بیچ موجود

لڑکیوں کو یوگا کلاس دے رہی تھی، اسکی نظریں اپنے کام پر جمی تھیں مگر پھر باہر اچانک چمکتی تیز بجلی نے ردا کی آنکھوں کا مرکز ہلا دیا اور ان آنکھوں کے سرکنے کی دیر تھی کہ اسکی نظر وال گلاس کے پار کھڑے علیم خان اور انکے لگ بھگ برابر آتے عدین اور یمل پر جا ٹھہریں۔

"یہ اسکے بچے تو نہیں؟"

ردا نے زیر لب منہ ہی منہ میں بڑبڑاتے سرگوشی کی، پھر جب عدین اور یمل کو مسکراتے دیکھا تو وہ بھی رسماسا مسکرائی اور اپنی کلاس، اپنی اسسٹنٹ کے حوالے کیے، ٹاول سے چہرہ اور گردن پونچھتی، کلاس سے باہر آئی، اس نے سلم فٹ ڈارک گرے اور بلیک کنٹراسنگ جیم نِک آوٹ فٹ پہن رکھا تھا اور وہ کافی زیادہ کیوٹ لگ رہی تھی، اسکے کمر تک آتے بال، ٹیل پونی میں کس کر بندھے تھے، پھر بھی کافی گھیر اور کھتے تھے، چہرہ سپید نہیں تھا بلکہ اس میں خفگی کے سبب سرخی گھلی تھی، تین ماہ بعد علیم خان کو دیکھنے کی اسے ہرگز توقع نہ تھی، وہ تو سمجھ رہی تھی علیم خان کا وقتی خمار اتر چکا ہو گا۔

وہ لگ بھگ پینتالیس کے قریب تھی لیکن خود کو بہت فٹ رکھا ہوا تھا، علیم خان اس سے بھی دو سال بڑا تھا، لیکن اچھی باڈی، اپیرئنس نے اسے بھی اپنی عمر سے کہیں زیادہ فٹ بنا رکھا تھا۔

دونوں کے اس آمنے سامنے پر عدین اور یمل بھی کچھ دیر خاموش ہی رہے۔

"ہیلو ردا آپا۔ کیسی ہیں آپ؟ میں عدین۔ انیس غانم کا بھائی۔ اور یہ یمل۔۔ عرشیہ آپی کا بھائی۔ اور یہ ہمارے پیارے باڈی گارڈ علیم خان۔ ہمیں انکی چھوٹی دنیا کے نام سے بھی جانا جاتا ہے۔ انکی بڑی دنیا بھی ہے پر وہ کوئی اور ہے"

عدین نے ہی تعارف میں پہل کرتے ان دونوں کی توجہ ایک دوسرے سے ہٹائی، ردا نے جیسے شکر کا سانس بھرا کہ یہ اس خان کے بچے نہیں، اک تسلی کا تاثر ردا کے چہرے کے خدوخال میں گھلتا ہوا وہ تینوں دیکھ سکتے تھے۔

"مل کر خوشی ہوئی تم دونوں سے"

وہ دونوں سے مل کر خوشی عیاں کرتی بولی۔

"تینوں سے کیوں نہیں آپا؟"

یمل کے معصوم سوال پر ردا نے علیم خان کی آنکھوں میں جھانکا جہاں اتنی سرد مہری تھی کہ اسکو اپنے جسم میں کانٹے سے چبھتے محسوس ہو رہے تھے۔

"اس لیے کہ یہ تیسرا انسان، ہمدردی اور ترس کھانے کا کافی شوقین ہے اور مجھے ایسے لوگوں سے مل کر کوئی خوشی نہیں ہوتی۔ خیر تم دونوں بتاو، کیسے ہو۔ تم دونوں کے بہن بھائی کیسے ہیں۔ سب بڑھیا ہے؟"

ردا نے جو جتایا، وہ علیم خان نے بڑے تحمل کا مظاہرہ کرتے برداشت کیا البتہ عدین اور یمل نے سب بہترین ہونے کا بتایا تو وہ بھی مسکرائی۔

"میں نے ہمدردی یا ترس نہیں کھایا تھا۔ محبت تھی وہ ردا مراد صاحبہ۔"

علیم خان کے دانت پیس کر جواب دینے پر وہ جس طرح مسکرا کر عدین اور یمل کو دیکھنے لگی، ان دونوں کو بھی علیم خان پر مسکراتی وہ خاتون برہم کر گئی۔

"ہاں دھتکارے جانے کے بعد اکثر مردوں کو ٹھیک

سے محبت ہو جاتی ہے۔اب مجھے تمہاری محبت پر شک نہیں پر میرا

جواب۔۔۔"

اس سے پہلے ردا، علیم خان کا دل توڑ کر اپنا ہی کوئی نکاح نامی نقصان کرتی، علیم خان کی چھوٹی دنیا اسے بروقت پکار کر روک گئی۔

"سنیں ردا مراد! اگر آپ نے انکار کیا تو علیم خان کے ارادے آپکو فوری بیوی بنانے کے ہیں"

وہ دونوں اپنی عقل کے مطابق اک دھمکی وہ بھی سوچے سمجھے بنادے کر ردا کو ڈرا گئے جس پر ردا کی نگاہیں بے ارادہ علیم خان کی خطرناک نظر آتی آنکھوں پر جا جمیں۔

"اور ہاں کرنے پر؟"

وہ ڈراڈرا منمنائی، علیم خان نے اکڑا کر گردن اٹھائی، اسکا دل اپنی چھوٹی دنیا کو دعا کے ساتھ زور کی جپھی دینے کا بھی کیا۔

"فوری منکوحہ"

علیم شیطانی سا مسکرا کر بولا، ردا کی آنکھیں حیرت سے پھیلیں، اب بیوی اور منکوحہ کا فرق وہ دو اچھے سے سمجھتے تھے، چھوٹی دنیا بھلے نہ سمجھی ہو۔

"ہم دونوں زرا آپکا سینٹر گھوم آئیں۔ آپ دونوں جلدی سے کچھ ڈیسائڈ کر لیں"

ان کے بیچ بنتی خطرناک کیفیت بھانپتے، یمل اور عدین زرا منظر سے گدھے کی طرح غائب ہوئے ہی کہ ردا نے ایک ہی جھٹکے میں علیم خان کو اسکے کوٹ کے کولر سے دبوچا، اس سبب دونوں کے چہرے نزدیک آ گئے۔

"تمہیں پتا بھی ہے تم نے کیا بکواس کی ہے۔ کیا سمجھتے ہو تم خود کو۔ کیسی زبردستی ہے یہ۔ اور بیوی منکوحہ کی بکواس کیوں کی"

وہ اسکے ہاتھوں کی شدید پکڑ اپنے کوٹ کے کولر پر جمی دیکھے محظوظ مسکرایا، یہ ردا کو جلانے کا سبب بنا۔

"اتنی مشکل بکواس نہیں کی۔ اگر انکار کریں گی تو زبردستی نکاح ہو گا اور بیوی کا فوری مقام بھی پالیں گی۔ یو نو واٹ آئی مین، بیوی کا مقام بہت قریب ہو کر ملتا ہے۔ جبکہ اگر شرافت سے ہاں کر کے، میری محبت اور میری نکاح کی پیشکش قبول کریں گی تو میں آپکے اور اپنے بیچ ایک باوقار فاصلہ رکھنے کا پابند ہو جاوں گا۔ چوائس آپکی اپنی ہے ردا صاحبہ"

علیم خان کی آنکھوں میں جیسے زرا بھی رعایت دینے کا ارادہ نہ تھا، ردا کی صدمے کے سنگ گرفت ڈھیلی پڑی، اسکے کولر کو آزاد کرتی وہ دو قدم دور ہوئی، زندگی میں پہلی بار کوئی واقعی مرد ملا تھا اور وہ بھی ہاں کرنے پر دور رہنے کا پابند ہو جائے گا، ردا کا دماغ جیسے الٹ سا گیا۔

"تم ان میں سے کچھ نہیں کر سکو گے کیونکہ میں تمہاری جان لے لوں گی۔ شرافت سے چلے جاو علیم خان ورنہ میں سیکورٹی کو بلالوں گی۔ مجھے بیوی یا منکوحہ کچھ بھی بننے میں دلچسپی نہیں"

وہ اپنی کمزور آواز پر بھرپور قابو تو پا چکی تھی، لیکن اسکی آواز علیم خان کو یہ فیصلہ سناتے لرز سی گئی۔

"مجھے لگتا ہے میں نے شرائط بتانے میں کوئی غلطی کر دی، آپ انھیں الٹ امید کر رہی تھیں شاید۔ ان تین ماہ میں، شاید بہت یاد کیا ہے آپ نے مجھے۔ میری جیسی انوکھی چیز پہلی بار جو دیکھی تھی آپ نے۔ چلیں آپ کہتی

ہیں تو شرائط بدل لوں گا۔ ہاں کریں، میں بیوی بناوں گا۔ انکار کریں گی تو تب صرف منکوحہ بنا کر دور رہنے کا پابند ہوں گا۔ چلیں ہاں کریں۔ اپنا سوچیں اس بار۔ زندگی میں پہلی بار اپنے لیے جئیں ردا۔ میں ہر اس سانچے میں ڈھلوں گا جسکی آپکو چاہ ہو گی۔ وعدہ کرتا ہوں۔ آپ کے لیے اپنی شرائط آپکے مطابق بدل دی ہیں، آپ کو منکوحہ بناوں یا بیوی۔ محبت تو آپ ہر حال میں رہنے والی ہیں۔"

ردا چند لمحے اسے دیکھتی رہ گئی، جیسے وہ سمجھنے کی کوشش کر رہی ہو کہ سامنے کھڑا یہ شخص پاگل ہے یا سچ میں سنجیدہ!

اس نے آہستہ سے سانس بھری، پھر نظریں ہٹالیں۔

"تمہیں لگتا ہے یہ سب سن کر، میں پگھل جاؤں گی؟"

اسکی آواز اب پہلے سے زیادہ سنبھلی ہوئی تھی مگر اندر کی ہلچل چھپی نہیں تھی۔

علیم خان نے ایک قدم اسکی طرف بڑھایا مگر اس بار اسکے انداز میں زبردستی نہیں تھی، صرف ٹھہرا ہوا یقین تھا۔

"نہیں، مجھے لگتا ہے تم سمجھو گی ردا"

ردا ہلکا سا ہنسی مگر وہ ہنسی تلخ تھی۔

" سمجھوں؟ کیا سمجھوں؟ یہ کہ تم مجھے دھمکی دے رہے ہو نکاح کی؟ یا یہ کہ تم مجھے کوئی چیز سمجھ رہے ہو جسے ہاں یا نہ کے مطابق استعمال کرو گے؟"

اسکی آنکھوں میں چبھن تھی اور اس چبھن کے پیچھے وہ سب کچھ جو اس نے سہہ رکھا تھا، علیم کی آنکھوں میں ایک لمحے کو درد ابھرا۔

"میں تمہیں چیز نہیں سمجھ رہا ردا، میں تمہیں وہ سمجھ رہا ہوں، جس سے میں نے پہلی بار سچ میں کچھ مانگا ہے"

ردا کا دل ایک لمحے کو ڈگمگایا۔

"تو مانگنا سیکھو... چھیننا نہیں"

وہ سیدھی ہو کر کھڑی ہو گئی، اسکی نظریں اب صاف اور دوٹوک تھیں۔

"اور نکاح... دھمکی سے نہیں ہوتا علیم خان"

فضا میں چند لمحوں کی خاموشی چھا گئی، علیم نے اسکی بات سنی... پوری، بغیر بیچ میں روکے، پھر آہستہ سے سر ہلایا۔

"ٹھیک ہے"

یہ دو لفظ ردا مراد کے لیے غیر متوقع تھے، ردا نے چونک کر اسے دیکھا۔

"میں دھمکی واپس لیتا ہوں"

وہ شائستگی سے بولا اور اس بار اسکی آواز میں سابقہ ضد نہیں تھی، صرف فیصلہ تھا۔

"نہ زبردستی نکاح ہو گا، نہ کوئی شرط، اب صرف ایک بات ہو گی"

اسکی نظریں دوبارہ اس عورت پر جمی تھیں۔

"میں تمہیں چاہتا ہوں اور تمہیں عزت سے مانگ رہا ہوں"

ردا کی پلکیں خفیف سی لرزیں۔

"اور اگر میں پھر بھی انکار کر دوں؟"

اس نے آہستہ سے پوچھا، علیم نے چند لمحے اسے دیکھا... پھر ایک ہلکی سی سانس خارج کی۔

"پھر میں چلا جاؤں گا، اب یہ لاتعلقی تین ماہ کے بجائے، میری آخری سانس تک ہو گی"

اسکے فیصلے نے ردا کی حرکت کرتی کائنات تھما دی، اسکا دل بھی رک جاتا اگر وہ مزید نہ بولتا۔

"مگر چاہنا بند نہیں کروں گا تمہیں"

ردا کی آنکھوں میں سرخائی گھلی، اس نے اپنا ہاتھ پہلو سے اٹھانا چاہا پر علیم نے بروقت اسکا ہاتھ اپنے ہاتھ میں دباتے اسے اپنے نزدیک کھینچا، یہ مرد وہ تھا جس کی آنکھوں میں ہوس کے بجائے ردا مراد دیکھائی دے رہی تھی۔

"مت جاو"

ردا کی آنکھوں میں منت اتری تھی، لیکن اسکی زبان یہ اقرار کرنے کا ڈھنگ کھو چکی تھی۔

"اگر تمہارا ارادہ بدلے تو صرف ایک کال کر دینا۔۔۔یہ صرف آج کے لیے پیشکش ہے، بارہ بجے تک۔ کل سب دروازے بند ہو جائیں گے تمہارے لیے، جن سے گزر کر تم مجھ تک آسکتی ہو۔ بائے"

علیم خان نے اسکا ہاتھ آزاد کیا اور دو قدم پیچھے ہٹا۔

"آجاو چھوٹی دنیا۔ جانے کا وقت ہو گیا ہے"

علیم خان کی پکار پر عدین اور یمل اسکی طرف بڑھے البتہ تینوں ہی ردا مراد کے چہرے کی بے تابی دیکھ سکتے تھے، عدین اور یمل نے اجازت لی اور باہر کی طرف بڑھے، علیم خان بھی انکے ہمراہ پیچھے ہی لپکا لیکن ڈور کے پاس جا کر رکا، اس نے گردن پیچھے موڑی جہاں ردا اب تک ویسی ہی بیقرار کھڑی تھی۔

"کیا وہ مان گئی ہیں علیم بھائی؟"

یمل نے جیسے علیم کو متوجہ کرنے کو اسکا ہاتھ پکڑ کر دبایا۔

"علیم خان کیا پھر سے انکار کر دیا انہوں نے۔ کیا تمہیں انکے انکار پر کوئی اعتراض نہیں؟"

اس بار عدین نے اسے پکارا، علیم نے نظریں پھیرتے عدین اور یمل کو دیکھا جو واپس ردا کی طرف جا رہے تھے۔

"آپ علیم خان کو انکار مت کریں۔ وہ بہت اچھے ہیں ردا مراد۔ آپ انکو انکار کیسے کر سکتی ہیں۔ وہ اس دنیا کے سب سے اچھے انسان ہیں یقین کریں۔ وہ آپ سے پیار کرتے ہیں"

عدین نے اپنا فرض نبھایا اور یمل نے اسکا بھرپور ساتھ بھی دیا

"آپ انکا دل توڑیں گی تو اللہ آپ سے ناراض ہو گا۔ ہمیں امید نہیں تھی آپ سے اسکی آپا۔ بہر حال آپ نے ہمارے علیم بھائی کو اداس کیا۔ بہت بری بات ہے"

یمل بھی ناراض ہوا جبکہ علیم کے اشارے پر وہ چار و ناچار علیم کے پاس واپس گئے، کیونکہ وہ اس عورت کو پریشان ہوتا نہیں دیکھ سکتا تھا، ردا کے دیکھتے ہی دیکھتے وہ سب وہاں سے چلے گئے اور وہ وہیں اداس و رنجیدہ کھڑی رہ گئی۔

اسکی آنکھوں میں اتر آتی نمی اس بات کا ثبوت تھی کہ اسکا دل جو مردہ ہو چکا تھا، زندہ ہے، اور وہ بھی کسی علیم جیسے مرد کی محبت چاہتا ہے۔

علیم کی چھوٹی دنیا تو نا امید اور اداس ہو چکی تھی لیکن ابھی علیم خان کے اندر امید باقی تھی۔

.._____..

عرشیہ، انیس، مہویر اور منائم بھی آخر کار دو بجے تک واپس آ چکے تھے، انیس اور عرشیہ کا پہلے ملک پیلس جانے کا ارادہ تھا، وہاں سب سے مل کر، مہویر اور منائم کو ڈراپ کرنے کے بعد وہ علوی مینشن جانے والے تھے، بس دس بیس منٹ کا فاصلہ رہ گیا تھا، انیس اور مہویر آگے تھے جبکہ دونوں بہنیں پیچھے سوار تھیں، وہ دونوں فون پر تین ماہ میں جتنا بھی مزہ کیا، سبکی فوٹوز دیکھ کر مسکرا رہی تھیں، البتہ انیس اور مہویر اپنی سنجیدہ باتوں

میں مصروف تھے کیونکہ موساب کے کیس کی آخری ہیرنگ بھی آچکی تھی، انکی یہی کوشش تھی کہ اس کمینے کو سخت سے سخت سزا دلوائی جائے۔

"ویسے اچھا کیا ہم نے بچوں کے دنیا میں آنے سے پہلے جی بھر کر گھومنے پھرنے کے ارمان پورے کر لیے۔ پھر کہاں وقت ملتا، کہاں ان دونوں کو فراغت ملتی"

منائم نے پس لب اپنے اور عرشیہ کے بزی ترین بندوں کو جتایا جہاں اک پل کو سنجیدگی ہٹ کر مسکراہٹ بنی۔

"بلکل۔ دعائیں دیں عصر کو، وہ نہ ہوتا تو یہ دونوں اتنے ایو لیبل کبھی نہ ہو پاتے ہمیں آپی۔ اب ہمارا فرض بنتا ہے کہ عصر اور فجر کے لیے ایک لمبا ٹور پلین کریں۔ ہے ناں انیس؟"

عرشیہ کی تجویز جائز تھی اور سبکو پسند بھی آئی۔

"بلکل۔ عصر کے لیے میں نے کچھ بڑا سوچا ہے۔ اس نے واقعی بڑے بھائی کی طرح سٹوڈیو اور گھر کی ذمہ داری اپنے سر لیے ہمیں یہ موج بھرے تین ماہ دیے۔"

انیس کے اعتراف پر سب ہی مسکرائے، اور ابھی عرشیہ دوبارہ سے تصویریں ہی دیکھ رہی تھی جب اچانک ہی اسکے پیٹ میں عجیب و غریب سا بل پڑا، نہ صرف بل بلکہ اسکا منہ نمکین ہونے لگا، وہ دھندلائی آنکھوں سے سکرین دیکھتی اچانک شدید سانس اٹکنے پر ونڈو کا شیشہ کھولنے لگی۔

"انیس بھائی۔ گاڑی روکیں۔ عرشیہ کی طبعیت خراب ہو رہی ہے"

عرشیہ کو ہوا میں گہرے گہرے سانس لیتا دیکھتے منائم فورا اسکی طرف ہو کر بیٹھی، اور اسکے کہنے کی دیر تھی کہ انیس نے روڈ کی سائڈ گاڑی روکی، عرشیہ فورا سے پہلے عجیب سا دل خراب ہونے پر ڈور کھولے باہر نکلی تو انیس نے بھی سیٹ بیلڈ کھولتے، پانی کی بوتل اٹھائی اور باہر نکل کر عرشیہ کے پیچھے ہی

لپکا جو اک طرف آتی وہاں بنے گھاس اور کچی مٹی کے راستے کے پاس بنے پتھر کے قریب بیٹھ کر سانس کھینچ رہی تھی، اسکی آنکھوں کی دھندلاہٹ ابھی بھی جوں کی توں تھی۔

"عرشیہ۔ تم ٹھیک ہو میری جان۔ اٹھو۔۔ پانی پیو"

وہ اپنے بازو کے حصار میں اسے لے کر اٹھائے عرشیہ کے لبوں سے پانی کی کھلی بوتل جوڑ گیا مگر وہ بس چند گھونٹ ہی بھر سکی۔

"گھبراہٹ ہوئی اور ایسا لگا سب کچھ باہر نکل آئے گا۔ چکر تھا شاید"

وہ کچھ حد تک سنبھلی مگر ابھی بھی اسکے چہرے کی ہوائیاں اڑی تھیں۔

"تمہیں تو ٹرویل سے کبھی مسئلہ نہیں ہوا لُما۔ پھر کیوں گھبراہٹ ہوئی، وامٹنگ بھی؟"

وہ سب ہی عرشیہ کی حالت پر تشویش کا شکار تھے، مہویر اور منائم بھی گاڑی سے نکل آئے جہاں انیس، پانی کی بوتل سے پانی ہتھیلی میں نکال کر عرشیہ کے پیلے پڑے چہرے پر گیلا ہاتھ پھیرتے پوچھ رہا تھا۔

"شاید ہم نے یہ تین ماہ اتنا گھوم پھر لیا کہ اب کپیسٹی ختم ہو گئی۔ سڑو اب میں بہتر ہوں"

عرشیہ نے توہنس کر بات ہوا میں اڑادی پر مہویر اور منائم جس طرح ایک دوسرے کی طرف دیکھتے مسکرائے وہ مشکوک تھا۔ انھیں عرشیہ کی حالت کچھ اور لگی۔

منائم نے اپنی مسکراہٹ بڑی مشکل سے دبائی، نظریں فوراً دوسری طرف کر لیں جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو، مہویر نے بھی ہلکا سا گلا کھنکار کر خود کو نارمل ظاہر کیا۔

"ہاں زیادہ گھومنے پھرنے کا یہی نتیجہ ہوتا ہے"

مہویر نے بالکل سنجیدگی سے کہا مگر اسکی آنکھوں میں چھپی چمک صرف منائم ہی پڑھ سکی۔

انیس اب بھی پوری توجہ عرشیہ پر دیے ہوئے تھا، اس نے اسکے ماتھے کو چھوا۔

"بخار تو نہیں؟"

وہ اسکے لیے بہت زیادہ پریشان ہو جاتا تھا۔

"نہیں بس ہلکی سی گھبراہٹ تھی"

عرشیہ نے آہستہ سے جواب دیا، اب اسکی سانس کچھ حد تک بحال ہو چکی تھی۔

"چلو گاڑی میں بیٹھو، میں ڈرائیو سلور کھتا ہوں اب۔"

انیس نے نرمی سے کہا اور اسے سہارا دے کر ٹھیک سے کھڑا کیا، عرشیہ نے اسکا بازو تھام لیا، جیسے ابھی بھی تھوڑا عدم توازن محسوس کر رہی ہو۔

"میں ٹھیک ہوں، اتنا پریشان تو مت ہو انیس"

وہ ہلکا سا مسکرائی تو انیس نے اسے گھورا۔

"تمہاری یہ 'میں ٹھیک ہوں' والی لائن پر اب یقین نہیں آ رہا، چہرہ تمہارا بلکل پیلا ہو گیا ہے"

انیس کی عرشیہ کو پلائی پیار و فکر بھری ڈانٹ پر منائم کے ہونٹوں پر ہلکی سی ہنسی آئی، وہ فوراً مڑی اور گاڑی کی طرف چل دی تاکہ اپنی مسکراہٹ چھپا سکے۔

مہویر بھی اسکے ساتھ ہو لیا، دونوں چند قدم پیچھے رہ گئے، انیس اور عرشیہ کو آگے جانے دیا۔

"کنفرم؟"

مہویر نے بہت آہستہ سے منائم کے کان میں سرگوشی کی۔

"ہنڈرڈ پرسنٹ تو نہیں، لیکن سائنز تو وہی ہیں۔ کچھ دن سے عرشیہ مجھے بتا رہی تھی وہ چکر محسوس کر رہی ہے اور وہ سب نشانیاں بھی جو مجھے محسوس ہوئی تھیں مہویر"

منائم نے بھی دھیمی آواز میں جواب دیا، آنکھوں میں چمک لیے وہ یہ مہویر کو بتاتی بہت ایکسائٹڈ تھی۔

"زبردست، ابھی کچھ مت کہنا مانو۔ یہ خبر ان دونوں کے لیے سرپرائز ہونی چاہیے۔ ہم اسکی خوبصورتی خراب نہیں کریں گے"

مہویر نے مسکرا کر سمجھایا تو منائم چہکی۔

"بالکل نہیں کریں گے"

دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھ کر خاموشی سے اتفاق کیا۔

آگے انیس عرشیہ کو گاڑی میں بٹھا چکا تھا، سیٹ بیلٹ باندھتے ہوئے اسکی نظر اب بھی اسکے چہرے پر تھی، وہ اسکے ساتھ بیٹھی تو مہویر نے پیچھے منائم کے ساتھ جگہ سنبھالی۔

"اگر دوبارہ ایسا ہوا تو سیدھا ہسپتال جا رہے ہیں، کوئی بحث نہیں عرشیہ۔ میری نظریں تم پر ہی ہیں۔ یہ پانی پاس رکھو۔ بس دس منٹ کا راستہ رہ گیا"

انیس نے واضح انداز میں کہا تو عرشیہ نے آنکھیں گھمائیں مگر اسے انیس پر پیار بھی آیا۔

"اوکے میری جان۔ اب میں بلکل ٹھیک ہوں"

انیس نے گاڑی اسٹارٹ کی، رفتار واقعی آہستہ رکھی، جیسے ہر جھٹکے سے بھی اسے بچانا چاہتا ہو۔

پیچھے بیٹھے مہویر اور منائم ایک بار پھر ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر مسکرائے مگر اس بار خاموشی میں، یہ ایک ایسا راز تھا جو ابھی صرف ان دونوں کے درمیان تھا۔ اور شاید... یہی خاموشی اس لمحے کو اور خاص بنا رہی تھی۔

وہ لوگ پہلے سیدھے ملک پیلس پہنچے، تب تک عدین اور یمل بھی آ چکے تھے، اپنی کھوئی عرشیہ پا کر تو عدین اور یمل کتنی دیر تک اس سے لپٹے رہے، پھر عدین نے بھی کافی دیر انیس کے لاڈ وصول کیے، مہویر اور منائم نے بھی برابر پیار لٹایا، سجاوٹ اتنی کمال تھی کہ چاروں نے بے ارادہ تعریف کی، پھر عاصم ملک کو اتنا فریش، صحت مند دیکھ کر اسکی دونوں بیٹیوں کا سیروں خون بڑھ گیا تھا، چونکہ انیس اور عرشیہ کا علوی مینشن بھی انتظار ہو رہا تھا تبھی وہ لنچ کے بعد نکل گئے البتہ باقی سب یہیں تھے، محراب نے منائم اور مہویر کو بھی کمرے میں جا کر کچھ دیر ریسٹ کا کہا لیکن مہویر تو بلکل فریش تھا تبھی منائم ہی مما کے ساتھ باتیں کرتی کمرے میں آئی، وہ

ابھی تھوڑی مزید بھری لگنے لگی تھی، اسکا چوتھا مہینہ چل رہا تھا اور چہرے کے نکھار اتنے تھے کہ محراب نے نا جانے کتنی بار اسکی نظر اتاری۔

"بہت مس کیا میں نے اپنی بیٹی ہو۔ تو خوب مزے کیے پھر تم چاروں نے؟"

منائم اور محراب کاوچ پر آکر بیٹھیں تو وہ فوری مما کے سینے سے لگ کر بیٹھی، اس نے بھی مما کو بہت مس کیا تھا۔

"بہت۔ یہ میری زندگی کے بہترین تین ماہ تھے۔ سب بہت خوبصورت تھا۔ ہم نے لگ بھگ پورا پاکستان گھوما۔ اور آپ جانتی ہیں ان تینوں نے میرا بہت خیال رکھا۔ انیس نے میری وجہ سے ہر جگہ آرام سے گاڑی چلائی۔ عرشیہ راتوں کو بھی اٹھ کر آجاتی تھی اگر میری طبعیت اوپر نیچے ہوتی۔ اور مہویر نے تو آنکھ سے اوجھل تک نہیں ہونے دیا۔ مطلب مجھے بہت سپیشل فیل ہوا۔ پھر میں نے عرشیہ کے ساتھ اتنا سارا وقت گزارا، بہن بھی کتنی بڑی نعمت ہے مما"

محراب نے شفقت سے اسکا سر چوما۔

"بہت بڑی۔ عرشیہ واقعی بہت اچھی ہے۔ مجھے خوشی ہے تم دونوں ساتھ ہو۔ میں نے عاصم کو کہا کہ وہ سوہا کو پرپوز کر دے۔ وہ دونوں ایک ہوں گے تو عرشیہ کو بھی کچھ سکھ نصیب ہو گا۔ اسکا بچپن تو تم دونوں بہن بھائیوں سے بھی تاریک رہا"

محراب کی باتیں سنے منائم فوراسے پہلے مما سے دور ہوئی۔

"واٹ؟ آپ نے بابا کو یہ کہا؟ اس عورت کو پرپوز کرنے کا کہا جسکی وجہ سے بابا آپ سے دور ہوئے۔ آپکا گھر برباد کرنے والی وہ سوہا ہی تو تھی۔ آپ ایسا کیسے کر سکتی ہیں؟"

منائم کی ناراضگی دیکھتے محراب نے اسکا چہرہ ہاتھوں میں بھرا۔

"میرا گھر میں نے خود خوشیوں سے محروم کیا منائم۔ چھینا تو تب جاتا جب میرے دل میں عاصم کی محبت ہوتی۔ ہم جب بھی قریب آئے، ہر احساس

سے خالی تھی وہ قربت۔ جیسے اک ذمہ داری نبھا رہے ہوں۔ جیسے یہ ڈیوٹی ہو۔ دو بچوں کے باوجود میرا دل کبھی خود سے اسکے قریب جانے کو نہیں چاہا۔ تبھی تو میں نے کبھی عاصم کو صرف اپنا پابند نہیں کیا۔ ہاں بابا نے کر رکھا تھا جس سبب عاصم کو اپنی بقیہ دونوں شادیاں چھپانی پڑیں کیونکہ بابا نے ایک کاروباری کانٹریکٹ بنایا تھا۔ جس کے تحت وہ زندہ رہتے یا مر جاتے، عاصم کو دوسری شادی کی اجازت نہ تھی۔ ورنہ میرے بس میں ہوتا میں بابا کی موت کے فوری بعد عاصم سے الگ ہو جاتی، اب اس کانٹریکٹ کی مدت ختم ہو گئی تھی تبھی یہ سب ہو سکا منائم۔ اس نے بھی نہیں ہونے دیا ورنہ یہ ساری جائداد، یہ عیش و عشرت اس سے آٹومیٹکلی چھن جاتا۔ اس لیے وہ جس بھی عورت کا ہو، مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ میں تو اسے نفرت کرنے لگی تھی پر طلاق کے بعد میں نے جب اسے الگ نظریے سے دیکھا تو مجھے وہ الگ عاصم ملک ملا، اک مہربان انسان۔ جس نے اپنی غلطیوں سے سیکھا اور خود کو بدلا۔ اور اب میں خود چاہتی ہوں وہ خوش رہے"

منائم کو یہ سب سن کر شدید حیرت کا جھٹکا لگا تھا، وہ یہی سوچ رہی تھی اسکی ماں کیسی عجیب عورت ہے، اپنی ملکیت کے لیے کوئی کشش نہ رکھتی تھی، منائم تو بہت مختلف تھی۔ وہ تو مہویر کے ساتھ کسی کا نام بھی نہیں سن سکتی تھی۔

"آپ سچ میں عجیب ہیں یار۔ کم از کم سوہا کو تھوڑا تو سناتیں۔ بابا کو بھی۔ کیا یار۔ آپ نے تو عورتوں والے بدنام زمانہ حسد و شدت پسندی والے جذبات ہی بدل دیے۔ بہر حال اگر آپکو کوئی فرق نہیں پڑتا تو مجھے بھی نہیں پڑتا۔ لیکن آپ بھی اپنی زندگی کے آگے فل سٹاپ مت لگائیں مما۔ ابھی آپ اتنی جوان لگتی ہیں۔ اکیلے کیسے اتنی بڑی زندگی کاٹیں گی؟ میں اور خضر بھائی آپکے ساتھ ہیں لیکن بچوں کے بعد ان میں مصروف ہو جائیں گے"

وہ منائم کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر چومتی مسکرائی۔

"تو ان بچوں میں اپنی مصروفیت ڈھونڈ لوں گی۔ ویسے بھی مردوں پر اعتبار نہیں، عورت اکیلی بھی بہت خوش و حرم زندگی گزار سکتی ہے"

وہ مما کی بات سے متفق تھی لیکن ہم جس معاشرے میں رہتے ہیں وہاں زمانہ بنا کسی پنگے کے جینے دے، یہ ممکن نہ تھا۔

"بلکل گزار سکتی ہے۔ لیکن جب اسکے ساتھ اسکو سمجھنے، اسکا خیال رکھنے والا، اسکو آزادی دینے والا۔ اسکی سننے والا ہو تو عورت کی زندگی کے سنگ وہ خود بھی نکھرتی ہے۔"

منائم کی آنکھوں میں آس تھی۔

"اور ایسا انسان کہاں ملے گا؟ مجھے نہیں لگتا یہ سب خوبیاں کسی ایک میں پائی جاتی ہیں"

محراب نے شرارت سے پوچھا تو منائم پھر سے مما کے گلے لگی۔

"اس دنیا میں اچھے لوگ ہیں مما، اور یقین کریں یہ دنیا ابھی تک سلامت بھی تبھی ہے۔ ملنے یا نا ملنے کی بات اک طرف ہے، آپ وعدہ کریں اگر ایسا کوئی ملا تو آپ رسک لیں گی۔ میرے اور خضر بھائی کے لیے"

منائم نے روبرو ہوتے جو عہد مانگا اس پر محراب شرارت بھرا مسکرائی کیونکہ اسکے بقول ایسا ممکن نہ تھا۔

"ٹھیک ہے۔ اگر ایسا کوئی ملا تو میں سوچوں گی۔ اب تم تھوڑی دیر آرام کرو۔ رات تھک جاو گی۔ کل اور پرسوں بھی ایونٹس ہیں تو اپنا خیال رکھو"

وہ مما کے اقرار پر خوشی خوشی انکی تاکید پر سر ہلا گئی تو محراب نے اسے پیار کیا اور کمرے سے چلی گئیں، اسی وقت مہویر اندر آیا۔

"مما نے بابا کو کہا کہ سوہا آنٹی کو پرپوز کریں۔ چیک کریں زرا میری اللہ لوگ ماں کو۔ اپنے نقصان کا زرا جو بدلہ لینا آیا ہوا نکو"

مہویر مسکراتا ہوا منائم کے ساتھ ہی آکر بیٹھا جو کافی پی تھی۔

"ارے۔ یہ تو کمال ہو گا۔ عاصم ملک کی شادی وہ بھی سوہا آنٹی سے۔ اور تمہاری مما کا شائد نقصان ہوا ہی نہ ہو تبھی وہ کوئی بدلہ بھی نہیں لے پائیں مانو۔ ورنہ عورتوں کی فطرت اتنے آرام سے بخشنا تو کبھی نہیں ہوتی"

منائم نے فوراً اسے گھورا، آنکھوں میں ہلکی سی جھلک ناراضگی کی بھی تھی اور اپنی ماں کے لیے عجیب سی وکالت بھی۔

"سب عورتیں ایک جیسی نہیں ہوتیں مہویر..."

وہ ذرا سنجیدگی سے بولی۔

"اور مما، وہ تو ویسے بھی الگ ہیں"

مہویر نے ہاتھ اٹھا کر جیسے ہتھیار ڈال دیے۔

"اوکے اوکے... میں نے کب کہا سب ایک جیسی ہوتی ہیں؟ میں تو بس تمہاری مما کی تعریف کر رہا تھا"

وہ ہنسا تو منائم کا موڈ تھوڑا سا ٹھیک ہوا، مگر وہ ابھی بھی سوچ میں ڈوبی تھی۔

"لیکن سچ بتاؤں؟"

وہ آہستہ سے بولی تو مہویر فوری متوجہ ہوا۔

"اگر بابا واقعی سوہا آنٹی کو پرپوز کریں ناں تو مجھے اچھا لگے گا"

مہویر نے چونک کر اسے دیکھا، اسے منائم سے اسکی توقع نہ تھی۔

"کیا واقعی؟"

مہویر کی حیرانگی دیدنی تھی۔

"ہاں"

وہ ہلکی سی مسکرائی، مگر اس مسکراہٹ میں ایک اداسی بھی شامل تھی۔

"بابا نے زندگی میں بہت کچھ کھویا ہے اور سوہا آنٹی، وہ بھی اکیلی ہیں۔ دونوں نے ایک جتنی غلطیاں کی ہیں لیکن ان غلطیوں کی سزا بھی پائی"

وہ چند لمحے رکی، مہویر کو اس پر بے شمار پیار آیا۔

"اگر دو ٹوٹے ہوئے لوگ ایک دوسرے کو سہارا دے دیں، تو اس میں غلط کیا ہے؟ اور وہ دونوں ایک دوسرے کی حاصل سے لاحاصل ہوئی محبت بھی ہیں۔"

مہویر کے چہرے پر نرمی آگئی، وہ اسکے قریب سرک آیا۔

"کچھ بھی غلط نہیں مانو، بلکہ شاید یہی سب سے ٹھیک ہوتا ہے"

منائم نے سر اسکے کندھے پر ٹکا دیا۔

"بس ڈر لگتا ہے کہ کہیں پھر سے کچھ خراب نہ ہو جائے"

مہویر نے فوراً اسکے سر کے بالوں پر ہاتھ پھیرا۔

"ہر بار سب خراب نہیں ہوتا مانو، کبھی کبھی زندگی دوسرا موقع بھی دیتی ہے"

منائم نے آنکھیں بند کر لیں، جیسے اس بات کو محسوس کر رہی ہو۔

"اور تمہاری مما"

مہویر نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"کیا پتا سب سے پہلے ہمیں حیران کر دیں۔ امید پے دنیا قائم ہے۔ موساب نے اپنے ہاتھوں سے انکو گنوا دیا۔ کاش وہ برا نہ بنتا"

اس بات پر منائم ہلکا سا اداس مسکرا دی۔

"وہ میری مما کے قابل ہوتا تو بہت پہلے مل جاتا انھیں۔ جب ایک کے دل میں کھوٹ ہو تو وہ محبت کبھی تکمیل تک نہیں پہنچتی مہویر۔ اس لیے اس موساب کے لیے نہ مما کو کوئی افسوس ہے نہ مجھے اور خضر بھائی کو۔ میری دعا ہے جیسے بابا کو انکی زندگی کی آسانی مل رہی ہے۔ مما کو بھی مل جائے۔"

منائم کی ان خواہشوں اور دعاوں پر مہویر کا دل آمین کہہ اٹھا۔

"ان شاء اللہ۔ دعا گو ہوں میں بھی۔ تھوڑی دیر آرام کر لے میر ابڑا بے بی اور چھوٹا بے بی۔ کیونکہ پھر تھکا دینے والے ایونٹس ہیں۔ میں نہیں چاہتا تم اپنے بھائی کی شادی کا کوئی بھی مومنٹ تھک جانے کی وجہ سے مس کرو۔ اور اچھی اچھی وائبز آ رہی ہیں تمہارے خالہ بننے کی بھی"

دونوں ہی اس وقت شدید شرارت کے موڈ میں تھے، منائم نے فوری باہیں مہویر کی گردن میں پروئیں تو مہویر نے اسے بازووں میں اٹھایا اور بستر کی جانب جا کر آہستگی سے لیٹاتے اسکا ماتھا چوما۔

"مجھے خالہ بننے کا شدید ارمان ہے لیکن میں زیادہ خوش اس لیے ہوں گی کیونکہ آپ اپنے علوی کی یہ خوشی دیکھیں گے مہویر"

وہ اس بات پر خفیف سا جذباتی ہوا، منائم کے دونوں رخسار چومتے اعتراف میں سر ہلایا۔

"میں اسکی خوشیوں کے دعاوں کے لیے تہجد گزار ہو گیا مانو۔ اب تو قبول ہوں گی اور وہ ساری ہوں گی جو آج تک میں نے اسکے لیے مانگیں۔ پھر بھی اسے جتنی تکالیف میں نے پہنچائیں انکا گلٹ میرے سینے سے نہیں جائے گا۔ وہ خود بھی کہے تب بھی نہیں۔ وہ میری زندگی کا بہترین ساتھی ہے۔ اور میں دعا کرتا ہوں ہر انسان کو ایک علوی جیسا دوست ضرور ملا کرے"

مہویر کے یوں انیس کے لیے محبت جتانے پر منائم نے اسکی گال پیار سے سہلائی۔

"آمین۔ آپ بھی آرام کر لیں میری جان"

وہ اسے بھی آرام کا کہتی مسکرائی۔

"نہیں۔ میں زرا تیاریوں میں مدد کرواتا ہوں۔ آخر بڑا داماد ہونے کے کچھ تو فرض نبھانے چاہیں۔ تم سو جاو۔ میں تمہیں جگا دوں گا۔"

منائم نے مسکرا کر سر ہلایا جسکے بعد اسکا ہنڈسم مہویر میثاق، اسے محبت بھری بے شمار نگاہ سونپتا ہوا کمرے سے چلا گیا لیکن منائم کو عرشیہ کی نیوز کی ایکسائٹمٹ میں نیند بھی نہ آ رہی تھی۔

.._____..

"ابھی ٹھیک ہو ناں؟ ہم پہنچ گئے مینشن"

انیس کی آواز پر عرشیہ نے اپنی آنکھیں کھول کر ونڈو سے باہر دیکھا، گاڑی علوی مینشن کے گیٹ سے گزرتی پورچ میں رک چکی تھی۔

"بس لیزی سا فیل ہو رہا ہے۔ مجھے لگتا ہے تین ماہ کی تھکن ایک دم باڈی پر آ گئی ہے۔ لیکن شاور لوں گی تو بہتر محسوس کروں گی"

عرشیہ نے تھکے سے لہجے میں بتایا تو انیس نے ہاتھ بڑھا کر اسکی گردن سے انگلیوں کو مس کیا۔

"باڈی بھی ہلکی سی ہیٹ آپ ہے۔ مجھے پریشانی ہو رہی ہے۔ ہو سپٹل ہو آئیں عریشہ۔ ایسا نہ ہو رات تک طبعیت مزید متاثر ہو جائے۔ آگے ایونٹس ہیں۔ تم اس طرح تھکن کے ساتھ اٹینڈ کر لو گی؟"

عرشیہ نے اسکا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں لے کر انگلیوں کے کنارے چومے، وہ خود کو ٹھیک دیکھانے کی پوری کوشش میں تھی۔

"کر لوں گی انیس۔ سفر کی تھکاوٹ ہے بس۔ کہاناں شاور لے کر کچھ دیر سو جاوں گی تو بہتر محسوس ہو گا۔ چلو اندر چلتے ہیں۔ سب منتظر ہوں گے۔ آجاو، فکر مت کرو"

وہ اسے تسلی دے رہی تھی لیکن انیس کو بلکل بھی طمانیت نہ ملی، عرشیہ گاڑی سے نکلی تو انیس بھی اپنی طرف سے نکل کر باہر آیا مگر اس سے پہلے وہ عرشیہ کی جانب عام رفتار سے بڑھتا، اسکے لڑکھڑانے پر وہ بروقت اسکو اپنی بازووں میں بھر گیا، عرشیہ کو شدید چکر دوبارہ آیا تھا۔

"میرا سر گھوم گیا۔ شاید ایک دم گاڑی سے نیچے اتری تبھی، یہ عام ہے انیس"

وہ اسکے سہارے کھڑی، جلد ہی سنبھل گئی، انیس نے اسکا ماتھا چومتے اپنے سینے لگایا تو عرشیہ کے لبوں پر مسکراہٹ بکھری۔

"تمہیں ہوتی عام تکلیف بھی مجھ سے برداشت نہیں عرشیہ۔ ناشتہ تم نے ٹھیک سے نہیں کیا تھا سفر کی وجہ سے، ابھی کھانا بھی نہیں کھایا۔ شاید تبھی بی پی لو ہو رہا ہے۔ ابھی چل کر پہلے کچھ کھا لینا۔ فروٹس لے لینا، یا ایک گلاس نیم گرم دودھ"

وہ اسکے سینے سے زرا دور ہوئی، دودھ اور فروٹس کا سنے اسے عجیب لگا۔

"نوو۔ مجھے میٹھی کوئی چیز نہیں کھانی یار۔ نہ ہی دودھ پیوں گی۔ بس میں ایک بہت ساری مرچوں والی کوئی سبزی کھانا چاہتی ہوں۔ ایک دم تیکھی، بھنڈی یا کریلے یا ایسا کچھ، مجھے بہت کریونگ ہو رہی ہے شدید مرچیں کھانے کی"

انیس نے اسکی فرمائش سن کر ہنستے ہوئے اسے دیکھا کیونکہ یہ لڑکی واقعی سب سے انوکھی تھی۔

"چلو ٹھیک ہے۔ جب تک تم فریش ہو گی، میں بنوا دیتا ہوں کک سے کہہ کر۔ لیکن اگر طبعیت سونے کے باوجود نہ سنبھلی تو ہم ملک پیلس جانے سے پہلے ڈاکٹر کو دیکھا آئیں گے۔ میں کوئی اعتراض نہیں سنوں گا لما۔ میں سچ میں فکر مند ہوں۔ ابھی بہتر محسوس ہو رہا ہے تو بتاو ہم اندر چلتے ہیں ورنہ تھوڑی دیر گارڈن میں گھوم لیتے ہیں۔ بارش ہلکی ہے بہت"

وہ اس وقت شدید پیارے موسم میں ٹہلنا تو چاہتی تھی لیکن اندر سب منتظر تھے تو عرشیہ نے نفی میں سر ہلاتے مسکرا کر منع کیا۔

"نہیں۔ اندر چلتے ہیں۔ آجاو۔"

وہ اسکا ہاتھ مضبوطی سے تھامتی مینشن کی بلڈنگ کی طرف بڑھی لیکن انیس کی فکر اسکے ارد گرد حائل تھی۔

"لنچ کے بعد اگر چائے مل جاتی تو"

ابراہیم کے لاڈ بھرے تقاضے پر اس سے پہلے فجر چائے بنانے جاتی، ساس جان کی ایک گھوری پر رک گئی۔

"جسے یوں بے وقت چائے پینی ہو وہ خود جا کر کچن میں تشریف لے جا سکتا ہے۔ کک موجود ہے۔ فجر تم ادھر آو میرے ساتھ۔ ہم زرارات کے لیے گفٹس پیک کرتے ہیں۔"

فجر نے خفیف سا مسکراتے ان میاں بیوی میں پستے ہوئے اک معصوم سی نگاہ ابراہیم پر ڈالی اور لاونج کی سمت بڑھی جس پر ابراہیم خود ہی مظلوم بنے اٹھ کر کچن کی طرف گئے۔

"ایک کڑک چائے"

وہ کک کو کہہ کر باہر نکلے تو نظر اپنی کھڑوس صنم زمان پر جا رکی، ان گزشتہ تین ماہ میں وہ ابراہیم کے قریب بھی نہ سرکی تھی، ایون وہ رہ بھی الگ کمرے میں رہی تھی۔

"اسلام و علیکم"

عرشیہ کی آواز پر وہ تینوں ہی خوشگوار حیرت سے مسکرائے، عصر تو سٹوڈیو گیا تھا تبھی یہی تین باشندے ہی گھر میسر تھے، سبکی آنکھوں کی خفیف سی تڑپ انیس اور عرشیہ دونوں دیکھ سکتے تھے۔

"میری جانیں خیر خیریت سے واپس آ گئیں۔ خوش آمدید ماں کی جان"

پہلے انیس ہی آگے بڑھا تو صنم نے اسے اپنے سینے لگایا، سب نے ہی انھیں بہت مس کیا تھا، ابراہیم کی آنکھوں کی آس جیسے آنسوؤں کی نمی میں بدلی، عرشیہ بھی فجر سے گلے لگی جس نے آج چھٹی کی تھی کیونکہ وہ صنم زمان کے ساتھ کچھ کام نمٹا رہی تھی۔

"شکریہ۔ کیسی ہیں آپ۔ بہت یاد کیا آپکو"

انیس نے الگ ہوتے انکا سر چوما جس پر صنم کی آنکھیں بھر آئیں، فجر کے سر پر ہاتھ رکھتا ہوا وہ لاونج سے نکل کر بابا کی طرف بڑھا تو صنم نے عرشیہ کو بھی اپنے گلے لگا کر پیار کیا، وہ جیسے اس پیار کو پائے ساری تھکن ہی بھول گئی۔

البتہ فجر، صنم اور عرشیہ نے بیک وقت ابراہیم علوی اور انکی طرف جاتے انیس غانم کو دیکھا کیونکہ ان سبکا انتظار ختم ہونے والا تھا۔

"ا۔۔ انیس"

ابراہیم علوی کی آنکھوں میں جیسے آنسو چھلکنے کو بیقرار ہوئے، وہ معاف تو کر چکا تھا لیکن اب وہ پہلے والا انیس غانم نہیں رہا تھا۔

"موقع دے رہا ہوں کہ آپ خود کو بدلیں گے۔ میں ابھی اس تکلیف سے مکمل نہیں نکل سکا جو آپ نے مجھے دی۔ پھر بھی معاف کر دیا ہے۔ اب آپکو آپکا یہ بیٹا تب ملے گا جب آپ واقعی اس بیٹے کے لیے اپنے دل میں محبت

محسوس کریں گے۔ جانتا ہوں ہم دونوں نے ایک دوسرے کو برابر رنج پہنچائے اس لیے میں بھی اپنے ہر تلخ، تکلیف دہ اور دل زخمی کرتے لفظ کے لیے معافی چاہتا ہوں بابا۔"

ابراہیم نے شدید تکلیف سے انیس کا چہرہ ہاتھوں میں بھرا۔

"شکریہ اس موقعے کے لیے انیس۔ اور مجھے تم سے کوئی شکایت نہیں۔ مجھے ایسا کچھ برا یاد نہیں جو تم نے کیا ہو اس لیے معافی مت مانگو۔ میں اپنے وعدے کو نبھا کر دیکھاوں گا۔ بہت شکریہ میری جان۔ میں تمہیں دوبارہ تکلیف نہیں دوں گا۔ تم ابراہیم علوی کی وجہ سے اب کبھی شرمندہ نہیں ہوگے۔ اسکی گارنٹی دیتا ہوں"

انیس نے نرم سا مسکرا کر سر ہلایا اور بابا کے ہاتھ پکڑ کر چہرے سے ہٹائے، صنم اور فجر بھی وہیں چلی آئیں۔

"اب اگر اس شخص نے وعدہ توڑا انیس تو تم اکیلے یہ گھر مت چھوڑنا۔ مجھے ساتھ لے کر جانا۔ ٹھیک ہے ناں ماں کی جان؟"

صنم کی بھیگی سی درخواست پر سب ہی افسردہ مسکرائے، انیس نے اپنی بازو صنم زمان کے گرد حائل کی۔

"ٹھیک ہے۔ آپکو بھی لے جاوں گا۔ میں نے گھر کو اور آپکو بہت مس کیا۔ عصر کہاں ہے؟ آج بھی سٹوڈیو گیا ہے؟"

فجر نے فوری مسکرا کر سر ہلایا تو عصر پر سب کو ہی ٹوٹ کر پیار آیا۔

"چلیں پھر میں اسے وہیں جا کر ملتا ہوں۔ بہت نبھالی اس نے ذمہ داری۔ فجر، اب تم تیاری پکارو سیر سپاٹوں کی۔"

انیس کے کہنے پر فجر پر شوق مسکرائی اور فوری ایکسائٹڈ بھی ہوئی جسے دیکھے عرشیہ نے ہنس کر اسے اپنے ساتھ لپٹایا۔

انیس اور عرشیہ اوپر روم میں گئے تو فجر نے بھی چھوڑا کام سمیٹنے کی طرف رخ کیا البتہ ابراہیم کے نیم سی آواز میں پکارنے پر صنم رکیں۔

"اب تم بھی تھوڑا دل نرم کرو صنم۔ کم از کم میرے کمرے میں آجاو"

صنم پلٹی پر اسکی آنکھوں میں خفگی بدستور حائل تھی۔

"ہاں میں کمرے میں آجاوں تا کہ تم کوئی نیا گل کھلا دو۔ خبر دار۔ اگر بھول کر بھی میرے قریب آنے کے ارمان پالے۔ انیس معاف کر بھی دے، میں پھر بھی ان تین بچوں کی صرف ماں ہی رہوں گی۔ میرا اور تمہارا رشتہ صرف کاغذی ہے۔ یہ بات بھولنا مت۔"

صنم نے اپنا فیصلہ سنایا اور وہاں سے چلی گئی لیکن اسکے باوجود ابراہیم کی آنکھوں اور چہرے پر بلا کا سکون ٹھہرا ہوا تھا۔

انیس نے عرشیہ کی فرمائش پر جاتے ہوئے کک کو کچھ تیکھا بنا کر عرشیہ تک پہنچانے کی تاکید کی اور سٹوڈیو نکل گیا، تین ماہ سے سارا کام عصر کے

کندھوں پر ہی تھا لیکن اب انیس اسی طرح اسے پوری عیاشی بھی دینے والا تھا۔

"اوئے میر اہنی مون شہزادہ واپس آ گیا۔ بہارو! پھول برساو، میر ادل دار آیا ہے۔"

عصر نے آفس میں اسکے انٹر ہوتے ہی اپنا کام چھوڑتے، استقبال میں اٹھ کھڑا ہوتے باہیں کھولیں اور انیس ان باہوں میں جا قید ہوا، دونوں ہی جذباتی ہوئے۔

"میں نے بہت شدید مس کیا تمہیں عصر۔ کبھی تم سے اتنا دور نہیں رہا بھائی۔"

عصر نے ایسے جان لیوا اقرار پر بازو مزید بھینچ لیے۔

"مجھے تو کچھ سنائی اور دیکھائی ہی نہیں دیا۔ میں نے زیادہ مس کیا تمہیں۔ شکر ہے تمہاری صورت دیکھنے کو ملی۔ سچ بتاوں تمہارا ساتھ عصر علوی کے لیے

آکسیجن سے کم نہیں۔ خوب مست روز و شب گزارے پھر تم نے؟ میں تمہارے ایسے ہی آسان اور خوش دنوں کی دعا کرتا تھا جب تم ساری ذمہ داریوں سے بے نیاز ہو کر بس زندگی کو جیو۔ اپنی عرشیہ کے ساتھ۔ میں بہت خوش تھا کہ تم اک پر سکون جگہ ہو، گرم حدت بھری آسان ترین سانسیں بھر رہے ہو۔ تمہیں کوئی چوٹ نہیں پہنچ رہی۔ تمہیں کوئی تکلیف نہیں پہنچا رہا انیس"

انیس نے اسکی ایسی جذباتی باتیں امید نہیں کی تھی، یہ تو انیس کو رلانے کے ارادوں میں تھا۔

"تم تھے یہاں تبھی زندگی جی میں نے۔ ہر چیز کے لیے شکریہ عصر۔ بہت شکریہ۔"

انیس دوبارہ گلے لگا تو عصر کے روم روم میں جیسے سکون اتر گیا، تین ماہ کی ساری اداسی دفع دور ہو گئی، بھائیوں کے سینے جب ملتے ہیں تو یوں ہی سکون برابر بٹ جایا کرتا ہے۔

"یہ میرا فرض ہے، اپنے چھوٹے بھائیوں کا بڑا بھائی بننا۔ ویسے بھی تم نے مجھے بڑا بننے کی ذمہ داری تھمائی تھی۔ تو بتاو کیسا بڑا بھائی ہوں میں؟"

عصر کے شوخ مگر ایک ہی وقت میں جذباتی سوال نے انیس کو روبرو ہونے پر مجبور کر دیا۔

"بہت بہترین۔ اب بس ایک خواہش ہے کہ تمہیں تمہارا خواب پورا کرتا دیکھوں۔ میرے دل کے بوجھ ہلکے ہو جاتے ہیں جب تمہیں دیکھتا ہوں۔"

انیس کو ایسے اقرار سیکھانے والی عرشیہ تھی اور عصر کو اس وقت بھی اپنی بہن پر ہی پیار آیا۔

"اور یہ بوجھ ختم ہو جائیں گے جب صاحب اولاد ہو جاو گے تم۔ خیر بیٹھو میں مزے دار سی چائے منگواتا ہوں۔ زرا تمہاری صورت تو دیکھنے دو۔ ایسا لگ رہا ہے مدتوں بعد میرا چاند نکلا ہے"

عصر کی ایسی بے قابو محبت دیکھ کر انیس ہنسا۔

"بس کر دو۔ یہی ڈائلاگ تم بچاری فجر کو بھی چپکاتے ہو گے"

انیس نے مزے سے کرسی سنبھالی تو عصر نے اک کیوٹ اور شرارتی کے ملے جلے تاثر والا قہقہہ لگاتے کان کھجایا۔

"اس سے تو یہ بندہ خود چپکا رہا تین مہینے۔ ویسے اب تک تو وہ بچاری بھی تھک گئی ہو گی مجھ جیسی بلا کو جھیل کر۔"

عصر نے دو مزید ار چائے منگواتے خود بھی انیس کے سامنے والی کرسی ہی سنبھالی۔

"فجر کی سمائل دیکھ کر تو نہیں لگا وہ تھکی ہے۔ہاں تم سے محبت ضرور کرنے لگی ہو گی۔ یہ بتاو اپنے گھر والوں کو تو نہیں یاد کرتی، جیسے بھی تھے، اسکے ماں باپ تھے۔ میں نے بھی تو بابا کو معاف کرنے کا مشکل فیصلہ لیا۔ اسے بھی کہو انھیں معاف کر دے"

انیس نے ذکر ہی ایسا چھیڑا کہ عصر بھی سنجیدہ ہو گیا۔

"کر چکی ہے معاف لیکن اسکے پاس واپس جا کر ان سے ملنے کا حوصلہ نہیں۔ پر میں جانتا ہوں وہ اک دن یہ بھی کر گزرے گی، جب ہم دونوں جیسے سخت دل بیٹے پگھل گئے تو وہ تو پھر بیٹی ہے۔ ویسے کیا تم نے بابا کو موقع دیا؟ کیا تاثرات تھے انکے ؟"

انیس نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا پھر سرد سی مسکراہٹ دے گیا۔

"وہی ہمیشہ والے کہ اب مجھے تکلیف نہیں دیں گے، مجھے شکایت کا موقع نہیں دیں گے"

انیس نے جیسے لاپرواہی سے دہرایا۔

"ممانے انکو سخت سزا دے رکھی ہے۔ وہ سوتی بھی الگ ہیں۔ میرے اور فجر کے ساتھ بہت خوش رہیں۔ لیکن جب ابراہیم علوی کا ذکر آتا تو انکے زخم تازہ ہو جاتے تھے۔ اور تمہیں ایک بات بتاوں، بابا نے بھی جیسے انکی ناراضگی قبول کرلی۔ کوئی اعتراض کیے بغیر اک من پسند عورت کی طرف سے بے اعتنائی کی سزا جھیل رہے ہیں۔ تم نے موقع دے کر اچھا کیا انیس۔ بزرگ لوگوں کو رعایت دے دینی چاہیے"

اتنی سنجیدہ گفتگو پر انیس مسکرایا تو عصر کو حیرانگی گھیر گئی۔

"مسکرا کیوں رہے ہو لڑکے؟"

عصر نے اسے خشمگیں نگاہوں میں بھرا۔

"سوچ رہا ہوں تم اور عرشیہ واقعی میلے میں بچھڑے بہن بھائی ہو۔ ایک جیسے مہربان، ایک جیسے سمجھدار، اور ایک جیسے پاگل"

یہ لقب بہت دنوں بعد انیس کے منہ سے سنے، عصر شدید محظوظ ہوئے ہنسا۔

"یہ تو ہے۔ میری پیاری عرشی۔ خیر اور بتاو۔ دو ہی ہو یا تین ہو کر آئے ہو؟"

عصر کے اشتیاق سے پوچھنے پر انیس نے مسکرا کر نظریں چرائیں۔

"ہو گئی تمہاری بک بک شروع۔"

انیس نے منہ بسورا۔

"بک بک۔۔۔ شرم تو نہیں آتی تمہیں بڑے بھائی کی ایسی عزت کرتے۔"

عصر نے اسے نگاہوں کی گرمی میں لتاڑا۔

"تو بڑا بھائی بھی ایسے دل کی دھڑکن روک دیتے سوال پوچھنے سے گریز کرے ناں۔"

انیس نے بھی فوری جواب دیا۔

"بڑا آیا۔ باپ بن کر کیا تمہارے دل کی دھڑکن رک جائے گی؟"

عصر نے منہ کے زاویے بگھاڑے تو انیس کے ہونٹوں پر خوبصورت سی مسکراہٹ آئی۔

"کیا پتا اس قدر بڑھ جائے کہ توازن بگھڑ جائے۔ اور دل رکا ہوا محسوس ہونے لگے۔ کچھ خوشیاں امیجن کرنے میں بھی پوری کائنات جتنی وسیع ہوتی ہیں۔ اگر مل جائیں تو کیسا حال ہوتا ہوگا، خود سمجھ لو۔"

انیس کی باتوں نے جیسے عصر کو اش اش کر اٹھنے پر مجبور کیا۔

"یہ تو ہے۔۔۔ میں خود جب امیجن کرتا ہوں یہ خوشی تو کچھ کچھ ہونے لگتا ہے۔ بہر حال سنجیدہ بات کی طرف آتے ہیں۔ عدین ابھی تک سب کچھ نہیں جانتا کہ میں تمہارا اور عدین کا بھائی ہوں اور صنم زمان بابا کی وائف۔ میرا خیال ہے اب اسے بتا دینا چاہیے۔ رات مہندی کے ایونٹ کے

بعد تم اسے مینشن آنے کا کہنا۔ وہ تو ملک پیلس کا ہی ہو کر رہ گیا ہے۔ بہت مس کرتے ہیں ہم اسے۔ اب تو یمل سنبھل چکا ہے۔"

انیس نے خود عدین کی کمی محسوس کی تھی، بھلے وہ اسے ملک پیلس مل کر آیا تھا لیکن اپنے گھر میں اسکی موجودگی الگ ہی بات تھی۔

"ہاں یہ تو ہے۔ میں لے آوں گا اسے۔ مل کر اسے سب بتا دیں گے۔ پہلے سے زیادہ سمجھدار ہو گیا ہے وہ۔"

اس بات پر تو عصر نے بھی فوری تائید کی تھی، جبکہ اسکے بعد دونوں زرا کام کی طرف آئے جبکہ عاصم نے محراب کے ساتھ ساتھ منائم کے لیے بھی سیلون میں اپائنٹمنٹ لے لی تھی، منائم تھوڑا سا سو کر جاگی تو ڈرائیور ان ماں بیٹی کو لے کر نکل گیا وہیں دوسرے سیلون میں مہندی کا دلہا بھی اپنے دو عدد یاروں کے بیچ سج رہا تھا، آج کی اسکی لک بہت سنپل تھی، بیئرڈ بھی ٹرم نہیں کروائی تھی بس فینشل ہوا تھا، جبکہ وہ اسی پر ایکسٹرا نکھر چکا تھا، اس نے اپنی

پلٹون سے چار بجے تک اجازت لی اور واپسی کے لیے نکلا، اسکا ارادہ خاور صاحب کے گھر جا کر اپنی بیلا کو دیکھنے کا تھا مگر محراب نے اسے اور منائم کو پک کرنے کی ذمہ داری تھما کر دلہے کے ارمان پانی میں بہا دیے۔

بہر حال وہ جب سیلون پہنچا، اسکی مما اور خر گوش تیار ہو چکے تھے، پہلے تو خضر نے منائم کو اپنے گلے لگایا کیونکہ وہ اس کے بغیر اتنا رہا نہیں تھا۔

وہ لوگ پانچ بجے تک واپس ملک پیلس پہنچے تو جیسے رنگوں، روشیوں کی بہار نے ملک پیلس کو گھیر رکھا تھا، مہمان آنے شروع ہو چکے تھے، اور انہی مہمانوں میں ایک خاص مہمان بھی تھا۔

"مس محراب۔ یہ پھول آپکے لیے"

گولڈن ساڑھی میں ملبوس محراب بھی مہمانوں کو خوش آمدید ہی کر رہی تھی جب کسی ملازم نے اسے آکر مخاطب کرتے سفید پھولوں کا اک بکے اسکی طرف بڑھایا۔

"میرے لیے یا خضر کے لیے؟"

محراب نے وہ بکے ملازم کے ہاتھ سے لے کر حیرت جتائی تو ملازم کے عقب سے کوئی نمودار ہوا تھا، محراب کی نظریں اس شخص پر جمیں، کچھ دیر لگی لیکن وہ اس شناسا چہرے کو پہچان گئی۔

"فرید کمال؟"

محراب کے پہچاننے پر وہ وجیہہ سا کھڑا سوٹڈ بوٹڈ آدمی ایسی پہچان پر مسکرایا، محراب نے ملازم کو جانے کا کہا اور خود فرید کمال کی جانب بڑھی۔

"بڑی بات ہے، تم نے پہچان لیا مجھے۔ میں تو سمجھا تم کہو گی میں تمہیں نہیں جانتی"

فرید کے بے تکلف انداز پر محراب مسکرائی، اسے امید نہ تھی کبھی اسکا اس آدمی سے سامنا ہو گا۔

"فرید کمال؟"

ابھی وہ کچھ کہنے ہی والی تھی جب عاصم ملک نے اس شناسا چہرے کو پہچان کر اپنے قدم محراب اور فرید کمال کی جانب بڑھائے، وہ بھی اتنا ہی حیران تھا جتنی محراب ہوئی اور کچھ دور فاصلے پر سٹیج کی طرف کھڑا خضر وہیں دیکھ کر مسکرا رہا تھا، اس کھوجاتے شخص کو یہاں لانے والا خضر ملک تھا۔

"کھڑوس آدمی۔ تم تو ابھی بھی اتنے ہی حسین ہو۔"

فرید کمال نے جس بے تکلفی سے عاصم کو گلے لگایا، محراب ضرور حیران ہوئی، درحقیقت فرید کمال بھی محراب کو چاہنے والوں میں شمار تھا، یونیورسٹی کے چار سالوں میں وہ چھپ چھپ کر محراب کو چاہتا رہا لیکن یونیورسٹی کے آخری دن اسی کے دوستوں نے اسکی یہ راز جیسی خوبصورت، قیمتی محبت کچھ ایسے مزاخیہ اور ہرٹنگ انداز میں محراب اور اسکے منگیتر عاصم ملک کے سامنے بے نقاب کی کہ محراب کیا جواب دیتی، وہ خود ہی وہاں سے چلا گیا تھا

اور پھر جیسے ناجانے اسے زمین نگل گئی یا آسمان، وہ محبت تو فرید کمال کے غائب ہونے کے ساتھ ہی گرد میں دب گئی، اب سوال یہ تھا کہ وہ کہاں گیا اور جو شائے، ڈبو سا یکد طرفہ محبت کو جرم کی طرح کرنے والا شخص تھا وہ اب اچانک اتنا پر اعتماد اور بے تکلف ہو کر کیسے لوٹا تھا۔

"تم تو غائب ہی ہو گئے تھے یونیورسٹی کے بعد؟"

عاصم نے حیرانگی سے پوچھا تو وہ دلسوز سا مسکرایا۔

"نہ ہوتا تو تم مجھے مار نہ دیتے، تمہاری منگیتر سے جو پیار کرتا تھا۔ اچھا ہوا تھا چلا گیا، تمہاری مار اور اسکے تھپڑ سے بچ گیا۔ تھینگ گاڈ"

وہ شرارت سے ہنسا تو محراب اور عاصم نے اک دوجے کی طرف دیکھا۔

"ہاں تب میں تمہارا بھی وہی حال کرتا جو موساب کا کروایا تھا۔ بچ گئے تم"

عاصم نے یہ بھلے یونہی روانی میں کہہ دیا ہو پر ماحول کافی سرد ہو گیا تھا۔

"اس دن یونیورسٹی سے نکلتے میرا بہت برا ایکسیڈنٹ ہو گیا تھا، موساب نے مجھے اپنی گاڑی تلے کچلا تھا، بتیس سال کومہ میں رہا میں۔ بتیس سال میری زندگی کے کھو گئے۔ اس محبت کی سزا پائی جسے میں نے دل کے کئی پردوں میں محفوظ موتی کی طرح رکھا تھا۔ میرے ہی دوست میری اس محبت کو بے آبرو کر گئے، میں زندگی کی طرف کچھ دن پہلے ہی مکمل واپس لوٹا تھا۔ اتنے سال کی بے خبری نے مجھ سے میرے والدین بھی چھین لیے۔ انکو آخری وقت کندھا بھی نہ دے سکا۔ میری بہن بھی شادی شدہ تھی، میری دیکھ بھال میں اسکے شوہر نے اسے بھی طلاق دے دی، بے اولاد تھی، کچھ یہ تکلیف اور کچھ میرا زندہ لاش ہونا اسے بھی موت کے منہ میں دھکیل گیا۔ یوں اک محبت نے مجھ سے میرا سب چھین لیا۔ تم کیا ہی سزا دیتے مجھے عاصم۔۔۔ میں نے اس سے محبت کی پوری سزا کاٹی ہے"

یہ سب سن کر محراب اور عاصم کی آنکھوں میں سرخی اتری، وہ واقعی بے قصور تھا اور ایسی سزا، کہ انکے رونگٹے کھڑے ہوئے جبکہ موساب کے لیے نفرت مزید قوت پکڑ گئی۔

"میں تو اب بھی گمنام رہتا لیکن کہیں سے وہ میری انسلٹ والی یونیورسٹی وائرل وڈیو خضر ملک کے ہاتھ لگ گئی۔ اور یہ مجھ سے ملا، میں اپنی بہن کی بیکٹری سنبھالتا ہوں۔ اسکی یہی امانت ہے میرے پاس۔ خضر نے جب مجھے تم سبکی زندگیوں کا احوال بتایا تو میں نے سوچا جس محبت کو کرنے کی سزا میں آل ریڈی جھیل چکا ہوں، ایک بار اسکو پانے کی کوشش کرنی تو بنتی ہے، خضر نے یقین دلایا ہے کہ اب مجھے کوئی مارنے کی کوشش نہیں کرے گا"

عاصم اور محراب نے بیک وقت انکی طرف آتے خضر ملک کو دیکھا، ایک طرف خضر، سوہا اور عاصم ملک کو قریب کرنے کی کوشش میں تھا اور دوسری طرف اس نے اپنی ماں کو چاہتا اک ایسا انسان ڈھونڈ نکالا تھا جس نے سب کھو کر بھی اک آہ نہ بھری تھی۔

"میں جب فرید کمال سے ملا، مجھے اپنی مما کی زندگی میں موجود مردوں کے ان سے برے سلوک کی وجہ پتا چلی۔ پہلے انکے بابا نے برا کیا، پھر محبت یعنی موساب نے، پھر میرے بابا نے۔ تب مجھے احساس ہوا میری مما کی خوشیاں تو اس شخص کی ناحق بربادی نگل گئی۔ یہ شخص، میری ماں سے سچ میں محبت کرتا تھا تبھی اسکی اتنی آزمائش لی گئی۔ انکے پیرنٹس مر گئے، انکی پیاری بہن بھی کچھ سال پہلے مر گئی۔ میں انکو اپنے بھروسے لایا کہ اپنی اس ماں کا ہاتھ انکے ہاتھ میں تھما کر انکے درد کی تھوڑی سی تلافی کروں گا۔ کیا میں نے غلط کیا مما؟ بابا؟"

خضر کی آواز میں پہلی بار وہ لڑکپن نہیں تھا جو عموماً اس کے لہجے میں کھیلتا تھا، بلکہ ایک بھاری سچائی تھی جو ماحول پر چادر کی طرح گر چکی تھی۔ عاصم اور محراب ابھی تک اس شخص کو دیکھ رہے تھے جو سامنے کھڑا تھا، مگر اب وہ انہیں صرف ایک انسان نہیں لگ رہا تھا بلکہ ایک مکمل کہانی تھا، جس کے ہر باب میں زخم لکھے ہوئے تھے۔

"میں ابھی بھی کچھ پانے نہیں آیا۔ کئی سال پہلے جو محراب سے محبت کا اظہار ڈھنگ سے نہیں کر سکا، روتے شرمندہ ہوتے بھاگ گیا، وہ پورا کرنے آیا ہوں۔ کسی اور کی نہیں، اپنی زبانی۔ میں جانتا ہوں میں نے اپنی ساری عمر گنوا دی، تم بھی بہت کچھ گزار آئی لیکن میرے ارد گرد سب مرتا رہا
محراب، میں خود بھی مرنے کے دہانے جا کر لوٹا لیکن اتنے سالوں بعد جب جاگا تو میری وہ محبت ویسی کی ویسی ہی تھی۔ میرے دل میں اسی شدت سے سانس بھر رہی تھی۔ حالانکہ جس محبت کے اثرات نے مجھ سے میرا وقار چھینا، میرے ماں باپ اور میری بہن چھینی، اسے مجھے دفنا دینا چاہیے تھا لیکن نہیں کر سکا۔ میں یہاں بس یہی بتانے آیا ہوں"

ان تینوں کی آنکھیں فرید کمال کے درد پر بوجھل تھیں، محراب کے لیے یہ بہت تکلیف دہ تھا اور خود عاصم جیسے صدمے کی کیفیت میں تھا۔

"مجھے معاف کر دو۔ م۔ میں بھی تمہاری محبت کے بے آبرو ہونے پر چپ رہی تھی۔ تماش بینوں میں شمار تھی۔ کیا کرتی، آنکھوں پر موساب کے پیار

کا پردہ اور دماغ پر بابا کا زبردستی مسلط کیا کاروباری فیصلہ سل کی طرح دھرا تھا۔ تم نے جو کچھ کھویا، سبب میں تھی۔ میں بہت زیادہ شرمندہ ہوں۔ مجھ سے محبت نے تم سے تمہیں چھین لیا فرید۔ مجھے بہت افسوس ہے۔"

محراب کی آنکھوں میں نمی تھی اور انہی نم آنکھوں سے اس نے سفید پھولوں کا گلدستہ دیکھا جو تھام رکھا تھا۔

"مجھے بھی معاف کر دو۔ میں نے یہ امید نہ کیا تھا۔ تمہارے نقصان پر بہت افسردہ ہو گیا ہوں۔ اللہ تمہیں صبر دے۔"

عاصم نے بھی دلجوئی کی مگر خضر نے انکو یہ ترس کھانے سے روکتے فرید کمال کے کندھے کے گرد بازو حمائل کی۔

"یہ ترس کے لائق نہیں ہیں۔ اب انکو انکا جائز حق دیا جائے۔ بابا آپ کا فرض بنتا ہے کہ مما کا ہاتھ فرید کمال کے ہاتھ میں تھما کر انکے نقصان کا

شایان شان بدلہ دیں۔ میری مما کو یہ شخص اتنا ویران اور خالی ہو کر بھی دل وجان سے سنبھالے گا۔ اسکی گارنٹی خضر ملک لیتا ہے"

خضر کے فیصلے پر عاصم اور محراب تو تھمے، خود فرید بھی حیران و پریشان ہوا۔

"خضر۔۔۔ اگر اس نے اپنے نقصان کا بدلہ مجھ سے لیا تو۔۔۔ یہ خطرناک سائیکو کلر نکلا تو؟"

محراب کے خوف سے منمنانے پر عاصم اور خضر نے بیک وقت فرید کمال کو دیکھا جو بچارا ایک مکھی بھی نہیں مار سکتا تھا، اسکا معصوم تاثر ہی ثبوت تھا۔

"اگر یہ ایسے نکلے تو انکو خضر ملک اور اسکے باپ سے نمٹنا ہو گا۔ کیوں فرید کمال؟ باقی کی زندگی برباد کرنی تو نہیں چاہیں گے ناں اپنی؟"

خضر کی سرعام غنڈا گردی میں عاصم بھی شامل تھا، جبکہ فرید کمال نے اک محبت بھری نگاہ ڈری سہمی محراب پر ڈالی۔

"ہر گز نہیں۔مجھے بھی آباد ہونے کا ارمان ہے۔اگر کوئی چاہے تو"

فرید کمال کے پر اعتماد مسکراتے جواب پر عاصم نے اسکا کندھا تھپکا۔

"چلو پھر دے دی تمہیں یہ اپنے سر کی مصیبت جو طلاق کے بعد میری ہی فین اور دوست بن گئی ہے۔اس عجوبہ نما عورت کو اب تم ہی سنبھالو۔مجھے کمینی سی خوشی پتا نہیں کیوں ہو رہی ہے"

عاصم کے کھسیانے پر خضر نے زرا اس کپل کو پرائیویسی دی اور بابا کو اس بار دبوچا۔

"ادھر آئیں میں بتاتا ہوں اس خوشی کی وجہ۔اب آپ سوہا آنٹی کے گرد گھیرا زرا خوشی خوشی تنگ کریں گے یہ خوشی اس لیے ہے"

عاصم نے چونک کر اس خرافاتی اولاد کو دیکھا جو اپنے بیاہ پر اپنے ہی ماں باپ کی سیٹنگ کیا، سیدھا گھر بسانے پر تلا تھا۔

"خضر۔۔خدا کی پناہ تجھ سے"

عاصم کے گھبرائے جملے اور رد عمل پر خضر کا قہقہہ بلند ہوا جبکہ فرید نے مسکرا کر اب تک شدید رنجیدہ کھڑی محراب کو دیکھا پھر اپنا ہاتھ اسکی سمت پھیلایا۔

"تم بھی گواہی دینا اس موساب کے خلاف۔ بچنا نہیں چاہیے وہ خبیث۔"

فرید نے فوری فرمانبرداری سے سر ہلایا۔

"جی دے دوں گا۔ آپ کو محبت تو نہیں رہی کسی اور مرد سے؟"

فرید کے سوال پر محراب نے چونک کر سر اٹھاتے فرید کی آنکھوں میں دیکھا۔

"نہیں۔ تم سے بھی نہیں ہونے والی"

محراب نے دانت پیسے تو وہ بھی ہنسا، شاید مدتوں بعد ہنسا تھا تبھی اسکی ہنسی اتنی خوبصورت تھی۔

"شادی تو کریں گی ناں؟"

فرید کے سوال پر وہ منہ پھیر کر گہرا سانس لے گئی۔

"سوچوں گی۔ تم پر ترس آرہا ہے مجھے"

وہ جھوٹ نہیں بول رہی تھی، اسکا دل شدید درد میں تھا۔

"ترس کھا کر ہی میری ہو جاو۔ ورنہ اپنے درد اپنی زبان سے بیان کرنے کا کبھی ارادہ نہ تھا۔ میرے پاس میرا کوئی بھی نہیں محراب۔ میں بہت اکیلا ہوں۔ بہت زیادہ۔"

محراب نے اسکے درد دیتے الفاظ پر اسے دیکھا۔

"اچھا ناں۔ رو تو مت۔ کر لوں گی شادی۔"

وہ مسکرایا اور آنکھیں بھی رگڑیں۔

"رو نہیں رہا۔ تمہیں دیکھنے کی خوشی طاری ہے ان آنکھوں پر۔ یہ جب سے کھلی ہیں، بہت رو چکی ہیں محراب۔ تم ہاتھ تھام لو تو شاید انکو مزید رونا نہ پڑے"

وہ ہچکچاتے ہوئے ہی اپنا ہاتھ فرید کمال کے ہاتھ میں تھما گئی، جبکہ عاصم اور خضر نے جب یہ سارا کچھ مہویر اور منائم کو بتایا تو انکی آنکھیں بھی اس سب پر شدید افسردہ ہوئیں پر محراب کا ہاتھ فرید کے ہاتھ میں دیکھ کر ان چاروں کی آنکھوں میں بس پیار ہی پیار تھا۔

.._____..

"کیا پہنوں امی؟"

سوہانے دو سے تین لباس اپنے وجود سے لپٹائے، وڈیو کال پر موجود شماس صاحبہ سے جیسے رائے لی، وہ اسکی گھبراہٹ پر مسکراتی چلی گئیں، حرا بھی وہیں ساتھ ہی شماس صاحبہ کی مدد کروا رہی تھی۔

"جو بھی پہن لے، تجھ پر سج جاتا ہے۔ یہ گہرا نیلا کل کے لیے رکھ۔ ابھی کے لیے یہ کالا جوڑا پہن۔ کمال لگے گا تجھ پر"

وہ امی کی تجویز پر مسکرائی۔

"کوئی دیکھ کر فدا نہ ہو جائے بس"

حرا کے شرارتی انداز میں چھیڑنے پر شماس صاحبہ بھی مسکرائیں پر وہ دونوں کو بس گھور کر ہی رہ گئی۔

"میری اجازت کے بنا کوئی مجھ پر فدا نہیں ہونے والا۔ اچھا ٹھیک ہے اب بند کر رہی ہوں کال۔ عرشی کی کال آ رہی ہے۔ میرا بچہ آج واپس آ گیا ہے ناں"

دونوں خواتین نے اپنی اپنی شرارتیں سمیٹ کر ماں بیٹی کو پرائیویسی مہیا کی جبکہ عرشیہ بھی اسی وقت نہا کر نکلی تھی، دنکو تو وہ کچھ کھائے بنا ہی بس بستر پر پڑتے ہی سو گئی تھی، ابھی انیس نے آکر ہی جگایا تھا کیونکہ مہندی کا ایونٹ تھا، عرشیہ کا ڈریس بھی لائیٹ گولڈن ہی تھا، ریڈی ہونے سے پہلے وہ مما سے بات کرنا چاہتی تھی۔

"میری جان۔ میری گڑیا۔ تھکن اتری؟ انیس کو کال کی تھی سٹوڈیو تھا تب۔ کہہ رہا تھا آپکی دختر آتے ہی ٹن ہو گئی۔ طبعیت کا بھی بتا رہا تھا کہ ڈاون ہے۔ اب کیسا ہے میرا بچہ؟"

مما کی آواز سنتے ہی اسکا دل بھرا کیونکہ جو اسکی کنڈیشن تھی، وہ موڈ سوئنگز سے گزر رہی تھی ایموشنل بریک آوٹس ہو رہے تھے۔

"بہت بری۔ رونا آرہا ہے مما۔ دل کر رہا بس سوئی رہوں۔ پر اٹھنا پڑا۔ بلکل بھی ہلنے تک کی ہمت نہیں"

سوہا نے میٹرس کی طرف جا کر بیٹھتے تکیہ گود میں لیتے تسلی سے اسکو سنا۔

"اوہ میری جان۔ کیا سفر سے اتنا تھک گئی ہو۔ کوئی پین کلر لی تم نے؟ شاور لیا؟"

سوہا کے فکر بھرے استفسار پر وہ بھی بیڈ کی پائنتی کی جانب بیٹھی۔

"پین کلر نہیں لی۔ شاور لیا ابھی لیکن کچھ خاص فرق نہیں پڑا۔ انیس کو بتایا تو اٹھا کر ہوسپٹل لے جائے گا۔ کیا کروں مما؟"

عرشیہ کی آواز میں گھلی نمی پر سوہا کو مزید تشویش نے گھیرا۔

"تو لے جانے دو۔ کیا ایسی حالت کے ساتھ مہندی کا ایونٹ اٹینڈ کرو گی اپنے بھائی کا۔ میں خود انیس کو کہتی ہوں تمہیں ڈاکٹر کو دیکھا دے۔ کیا پتا مسئلہ معمولی ہو۔"

سوہا کے اصرار پر عرشیہ کی آنکھیں سی بھرنے لگیں، اسے خود سمجھ نہ آرہا تھا کہ اسے کیا ہوا ہے۔

"مما نہیں ناں۔۔ پلیز۔ اسے مت کہیں۔ میں ٹھیک ہوں۔ آپ کو مس کر رہی ہوں۔ مل کر بہتر ہو جاوں گی"

عرشیہ کے ٹوٹتے لہجے پر سوہا کی پریشانی جیسے بڑھ گئی۔

"میرا بچہ۔ ٹھیک ہے۔ میں پہلے وہیں آتی ہوں۔ پھر ساتھ ملک پیلس نکلیں گے۔ پرسکون ہو جاو مما کی گڑیا۔ میں بس نکلتی ہوں دس منٹ تک"

سوہا نے اسے تسلی دیتے کال کٹ کی جبکہ عرشیہ نے ارینج کر کے رکھے کپڑوں کو اک نظر دیکھتے اپنے آنسو پونچھے۔

اسی بیچ سوہا نے انیس کو میسج بھیجا جو نیچے ہی سب کے بیچ بیٹھا تھا، سب ہی تیار ہو چکے تھے بس عرشیہ کے ریڈی ہونے کا ویٹ تھا۔

"سوہا آنٹی کا میسج؟"

انیس نے عصر کے ساتھ ہی گپ شپ کرنے کے بیچ اپنے فون کی سکرین پر آئے نوٹیفکیشن کو دیکھتے میسج کھولا۔

"عرشیہ کی آواز سے لگ رہا تھا وہ رو رہی ہے۔ اسے دیکھنا انیس۔ میں وہیں آوں گی پہلے پھر ساتھ نکلتے ہیں"

سوہا کا میسج پڑھتے ہی انیس نے عصر کو آنے کا اشارہ کیا جبکہ خود وہ سیڑھیوں کی طرف بڑھا، تیز رفتاری کے سنگ کمرے تک کا فاصلہ عبور کیا ہی کہ انیس کا دل جیسے عرشیہ کو بچوں کی طرح روتا دیکھ کر کٹ گیا۔

وہ لمحہ لگاتے کمرے میں داخل ہوا جہاں وہ ہاتھوں میں چہرہ چھپائے رو رہی تھی۔

"عرشیہ۔ کیا ہو گیا میری جان"

انیس نے اسکے پاس بیٹھے ہی اسکو اپنی دونوں بازووں میں بھینچ کر اپنے سینے لپٹایا تو اسکے کانپتے ہچکیاں بھرتے وجود نے اک سنسنی سی انیس غانم میں اتار کر رکھ دی۔

"بس کرو رونا۔ یہ اتنی ساری مستیوں اور سیر سپاٹوں کے بعد ایسے ہچکیاں بھر کر بس میری لما ہی رو سکتی ہے۔ کیا ہو گیا یار۔ بس کر دو۔ مجھے ان آنسوؤں میں بہا دو گی کیا؟"

وہ اسکو جتنا پیار سے دلاسا دیے چپ کروا رہا تھا، وہ اتنا شدت سے رو رہی تھی، انیس بھلے اسکو ایسے روتا دیکھ کر خوفزدہ تھا لیکن ابھی وہ بس اسکے اس رونے کے ختم ہونے کا منتظر تھا۔

"عرشیہ۔ کیا بات ہے۔ دل پر کوئی بوجھ ہے جو ایسے رو رہی ہو۔ ابھی تو میں تمہیں پیار سے جگا کر گیا تھا۔ کچھ کھاو گی؟ بھوک کی وجہ سے رو رہی ہو۔ تمہارے لیے سپائسی سبزی بن گئی تھی پر تم سو گئی تھی"

انیس نے اسے بمشکل پکڑ کر سنبھالتے روبرو کیا تو عرشیہ کا کانپنا کچھ کم ہوا لیکن وہ ابھی بھی شدید افسردہ تھی، انیس نے اسکے آنسو پونچھے اور اسکی گالیں باری باری چومیں، وہ جیسے کچھ سکون میں اترتی معلوم ہوئی۔

"سب اتنا خوبصورت اور اچھا ہو گیا کہ مجھے ڈر لگ رہا ہے۔ جیسے کچھ برا نہ ہو جائے۔"

انیس نے اسکے سنبھلنے کے بعد ایسی سرگوشی سنے ہنس کر اس لڑکی کو دیکھا۔

"اوہ لما۔ تم واقعی انوکھا پیس ہو۔ کچھ برا نہیں ہو گا۔ ہم آل ریڈی برا ترین سہہ کر ان آسانیوں تک پہنچے ہیں۔ تم اتنی خوش رہی تین ماہ اور آتے ہی اداس آتما بن گئی۔ سب کیا سوچیں گے کہ میں نے تم پر ظلم کے پہاڑ توڑے تھے؟"

انیس کے سوال پر وہ روہانسی نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

"وہ تو توڑے ہیں تم نے"

عرشیہ کے معصومانہ اقرار پر انیس مسکرایا، اسکو اپنے سینے لگا کر اسکا سر چوما جیسے بے انتہا پیار آنے کو بمشکل سنبھال پایا ہو۔

"تو میرے ساتھ چلتی ٹرئمنٹ کے لیے، اس انیس غانم نامی آزمائش سے بچ جاتی ناں۔ اب نیچرل چیزیں ایسی ہی ظالم ہوتی ہیں۔ پھر مجھے تم سے پیار بھی تو شدید والا ہے۔"

عرشیہ کے لبوں پر سرشار سی مسکراہٹ آئی۔

"میں تم سے تمہارا شکوہ کر سکتی ہوں بھلا؟ کبھی نہیں۔ اور کتنے معصوم ہو فورا مان بھی گئے۔ ایسا کچھ نہیں۔ بس ایموشنل ہو رہی ہوں۔ طبعیت کچھ بوجھل ہے اس لیے اور زیادہ فکر اسکی ہے کہ مجھے ڈاون دیکھ کر تم دگنے پریشان ہو جاتے ہو۔"

وہ اسکے چہرے کے روبرو ہوئی تو انیس نے اسکی مسکراہٹ چومی، کچھ دیر تک اسکی طبعیت کی خرابی بھگانے کی نیت کیے وہ قریب تو ہوا پر عرشیہ نے

اچانک اسکے سینے پر ہاتھ رکھے اسے دور کیا، اتنے وقت میں یہ پہلی بار تھا کہ عرشیہ نے اسے خود سے ایسے دور کیا، اس سے پہلے انیس کچھ سنبھلتا، وہ منہ پر ہاتھ رکھے واش روم دوڑ گئی۔

"اسے۔۔۔۔اسے وہ تو نہیں ہو گیا؟"

وہ بوکھلایا سا اٹھ کر پیچھے ہی لپکا تب تک وہ گہرے سانس لیتی اپنا چہرہ سنک میں جھکی دھو رہی تھی، اسکو نہ صرف وامٹنگ ہو رہی تھی بلکہ اسکے پیٹ میں بھی عجیب طرح کے بل پڑ رہے تھے۔

"ی۔یار یہ والی گندی طبعیت مجھے مار ڈالے گی۔انیس کیا ہو رہا ہے مجھے؟میرا پیٹ"

عرشیہ نے بمشکل کراہتے سیدھا ہو کر انیس کی طرف دیکھا جس نے ٹشو باکس سے ٹشو نکال کر عرشیہ کو اک ہاتھ اطراف حصار کر اپنے قریب کرتے اسکا گیلا چہرہ پونچھا۔

"تم مجھے بھی ڈرا رہی ہو۔ دیکھو ایسے سامنے والے کا دل بھی رک سکتا ہے۔"

انیس کے بھاری لہجے اور سرگوشی پر اس نے نڈھال سا ہوتے نا سمجھی کے سنگ انیس کو دیکھا اور اگلے ہی لمحے عرشیہ کا چہرہ سفید پڑ گیا۔

"کیا مطلب؟ م۔ میں۔۔ امید سے ہو سکتی ہوں؟"

عرشیہ کے اپنے لفظ جیسے اسکے ہونٹوں سے بکھر کر نکلے تھے، انیس نے اسے آہستہ سے اپنے بازووں میں بھر کر اپنے سینے میں بسا ڈالا۔

"ہم جاتے ہوئے چیک کروا لیتے ہیں۔ گھبرانے کی بلکل ضرورت نہیں ہے لما۔ میں ہوں تمہارے پاس، بتاو کچھ بہتر محسوس ہوا؟ کچھ بنا لاوں تمہارے لیے؟"

وہ انیس کو پکڑ کر رو برو لائی، اسکا چہرہ تکلیف اور خوشی کی ملی جلی کیفیت میں ڈوبا تھا۔

"م۔ میں امید سے ہو سکتی ہوں واقعی ؟م۔ مطلب ہمارا بچہ انیس۔۔۔مجھے اب سمجھ آئی آپی میری حالت پر کیوں مسکرا رہی تھیں جب میں انکو بتاتی تھی کہ مجھے پین ہو رہے ہیں اِدھر اُدھر۔۔۔"

انیس نے اسکا چہرہ ہاتھوں میں بھرا۔

"تمہیں پین تھے ؟ مجھے بتانے کے بجائے بہن کو بتاتی رہی تم۔نالائق خاتون"

وہ شدید برہم ہوا تو عرشیہ نے دونوں بازو اسکی گردن میں پروئے۔

"وہ ایسے پین تھے کہ مجھے تمہیں بتاتے شرم آ رہی تھی۔روٹھو تو مت۔مجھے لگا وہ سمجھیں گی۔پر انہوں نے مسکرا کر کہا یہ نارمل ہے۔اب سمجھی وہ اندر ہی اندر میری حالت بھانپ چکی تھیں۔کتنی وہ ہیں منائم آپی یار۔"

عرشیہ کے خفیف سا شرمانے پر انیس نے اسے یونہی گلے لگائے ہی اٹھا کر باہر کمرے میں لایا اور اسے ڈریسنگ ٹیبل پر بیٹھا کر خود زرا سا منے ہوا۔

"میں ڈاکٹر کو بلاتا ہوں۔ وہ تمہیں یہیں دیکھ لے گی۔ میں نہیں چاہتا اس جان لیوا قسم کی الجھن میں ہم زیادہ دیر مبتلا رہیں۔ تم چینج کرو تب تک میں کال کرتا ہوں۔"

انیس کہہ کر دور ہونے لگا پر عرشیہ نے اسے کولر سے دبوچ کر اپنی طرف گھسیٹا۔

"نہیں۔ ہم جا کر دیکھائیں گے۔ مجھے سب کے سامنے شمو آئے گی ناں۔ سمجھا کرو۔ اور کیا تم مجھ سے روٹھ گئے آپی کو اپنے درد بنانے والی بات پر"

وہ منہ پھیر گیا کیونکہ وہ واقعی ناراض تھا۔

"ناراض ہونا بنتا ہے۔ جب میں تمہارا لباس ہوں تو تمہیں اپنے درد مجھے بتاتے شرم کیسے آسکتی ہے۔ میں اتنا بھی کمفرٹیبل نہیں کر سکا تمہیں اب تک اپنے ساتھ عرشیہ"

وہ اسکا چہرہ گھبرا کر ہاتھوں میں بھر گئی۔

"انیس ایسا نہیں۔ لیکن وہ بہنوں والی بات تھوڑی الگ تھی۔ تمہیں اس لیے نہیں بتایا کہ پھر تم میرے قریب نہ آتے۔ اور میں کیسے رہتی اپنے ہنڈسم کے بنا"

وہ اسے اتنے پیار سے منائے اور انیس روٹھا رہے، ایسے تو حالات نہ تھے۔

"تم ایسا سوچ بھی نہیں سکتی سمجھی۔ میں تمہیں ہر طرح سکون دینا جانتا ہوں۔ بیوقوف لڑکی۔ ہم سے پہلے وہ جان گئے یہ نیوز۔ اس پر حساب بعد میں لوں گا۔ ابھی چینج کرو پھر ہم نکلتے ہیں۔"

عرشیہ نے آہستگی سے ڈریسنگ ٹیبل سے اتر کر انیس کا ہاتھ تھاما۔

"میرے پاس تو آو"

عرشیہ نے اسکے سینے لپٹ کر لاڈ مانگا تو انیس کے ہاتھ خود بخود اسکے اطراف جم گئے۔

"تمہارا دل، جسم اور دماغ سرشاری اور شادابی پائے میری جان۔ انھیں سکون بھرے رنگ لگے رہیں۔"

وہ اسکی اس دعا پر زرا سا سامنے ہوئی۔

"تمہارے رنگ لگ گئے ہیں۔ بس ایشورٹی باقی ہے۔ تمہیں بیٹا چاہیے یا بیٹی؟"

وہ اسکا ماتھا جذب سے چومتے اپنی آنکھوں کو سرخ ہونے سے نہ روک سکا۔

"بیٹا چاہیے۔ اس لیے نہیں کہ میں ٹیپیکل مرد ہوں جسے بیٹے کی چاہ ہے۔ اس لیے بیٹا چاہتا ہوں تاکہ میں اپنی اولاد کو ہر درد سے آزاد دیکھ پاؤں"

عرشیہ نے اسکی گال ہتھیلی سے سہلائی۔

"اگر میں واقعی امید سے ہوئی تو ہم اس بچے کی جینڈر معلوم نہیں کریں گے۔ ہم اسکی پیدائش تک اللہ پر یقین رکھیں گے کہ وہ ہمیں بہترین سے نوازے گا۔ ٹھیک ہے ناں انیس؟"

وہ اسکی طرف دیکھتے مسکرایا۔

"اب تو بنا پوچھے بھی ڈاکٹرز بتا دیتے ہیں جینڈر"

وہ اسکی بات سمجھتے ہوئے بھی نفی کر گئی۔

"ہم انھیں منع کر دیں گے۔ ٹھیک ہے ناں۔ پلیز میری خوشی کے لیے"

وہ اس کے لیے بہت زیادہ ایکسائٹڈ تھی۔

"ٹھیک ہے۔ جیسا میری جان چاہے۔ تم جو چاہو گی وہی ہو گا۔ ہم پہلے نکل جائیں گے تا کہ چیک آپ کروالیا جائے۔ جلدی سے پہنچو میں گاڑی میں ویٹ کر رہا ہوں۔"

عرشیہ نے مسکرا کر سر ہلایا جبکہ انیس نے جاتے جاتے اسے کمر سے تھاما، عرشیہ اسے روکنا چاہتی تھی پر وہ اس پر آئے پیار کو روک نہ سکا، اسکی سانسوں میں اپنی مہک اتار کر ہی پیچھے ہٹا۔

"اب اگر تم بھاگ کر جاتی تو لڑائی ہو جاتی۔ وہ بھی سخت والی۔ جلدی پہنچو"

اسے گدگداہٹ بخشتا ہوا وہ اپنا بلیزر لیے کمرے سے نکلا تو عرشیہ کی دنیا توازن پکڑتے پکڑتے کچھ لمحے لے بیٹھی۔

سوہا پہنچی تو عرشیہ کو اس نے بھی بہت لاڈ دیے پھر جہاں باقی لوگ مہندی کے ایونٹ کے لیے نکلے وہیں انیس اور عرشیہ ہوسپٹل پہنچے۔

ہسپتال کے سفید اور خاموش کوریڈور میں چلتے ہوئے عرشیہ کے قدم خود بخود آہستہ ہو گئے تھے۔ دل کی دھڑکن جیسے ہر قدم کے ساتھ تیز ہو رہی تھی۔ انیس نے اس کی انگلیاں اپنے ہاتھ میں مضبوطی سے تھام رکھیں تھیں جیسے وہ خود بھی اسی انجانی خبر کے بوجھ اور خوشی کے درمیان معلق ہو۔

"ڈرو مت میری شیرنی، میں ہوں ناں"

اس نے دھیرے سے اس کے کان کے قریب جھک کر کہا، مگر اس کی اپنی آواز میں بھی ہلکی سی کپکپاہٹ تھی۔

چیک اپ روم کے اندر جاتے ہی ڈاکٹر نے معمول کے سوالات کیے، چند ٹیسٹس کروائے، اور پھر عرشیہ کو بیڈ پر لیٹنے کا کہا۔ انیس ایک طرف کھڑا بس اسے دیکھ رہا تھا، اسکی آنکھوں میں بے چینی بھی تھی، دعا بھی اور ایک عجیب سا سکون بھی ہلکورے لے رہا تھا۔

چند لمحوں کی خاموشی کے بعد ڈاکٹر کی چیک کرتے نظریں اسکرین پر جم گئیں، پھر ڈاکٹر کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ آئی، وہ عرشیہ کے پیٹ پر کوئی جیل آپلائے کیے اس پر مشین پھیر رہی تھی اور سکرین پر جو دیکھائی دیا وہ بہت واضح تھا۔

"مبارک ہو آپ دونوں کو۔ بے بی تو گرو کر چکا ہے کافی"

یہ سن کر عرشیہ اور انیس نے ایک دوسرے کی طرف حیرت وہ صدمے سے دیکھا۔

"آپ تقریباً چار سے پانچ ہفتوں کی پریگنٹ ہیں مس عرشیہ۔ اور سب بہت اچھا لگ رہا ہے۔ یقین ہے آپ ایک صحت مند بچہ پیدا کریں گی۔ بہت سٹرونگ ہے آپکی باڈی۔ ماشاءاللہ"

عرشیہ نے جیسے وہ جملہ سنا ہی نہیں یا شاید سن کر سمجھ نہ پائی تھی، اس کی نظریں سیدھی انیس پر جا کر ٹھہریں۔ آنکھوں میں حیرت، نمی،

خوشی سب ایک ساتھ جمع ہو گئے۔

"ان۔۔انیس"

وہ تڑپ کر اسے پکاری جو اک لمحہ سن ہو کر کھڑا تھا، عرشیہ کی آواز سرگوشی سے بھی دھیمی تھی۔

"آجائیں اپنی مسیز کو لے کر باہر"

ڈاکٹر نے ٹشو انیس کی طرف بڑھایا اور انھیں یہ خوشی ایک دوسرے سے بانٹنے کی پرائیویسی دیے باہر نکلیں تو انیس نے اسکے پیٹ پر لگی وہ جیل صاف کرتے ٹشو ڈسٹ بن میں پھینکتے اسکی شرٹ نیچے کی اور جھک کر عرشیہ کا ماتھا چوما، عرشیہ کی آنکھوں سے آنسو بہے، وہ اٹھ کر بیٹھی ہی کہ انیس نے اسکو بیٹھتے ہی اپنے گلے لگا لیا۔

"م۔مجھے بہت رونا آرہا ہے انیس۔م۔میں بہت برا رو پڑوں گی۔"

وہ اسکو مزید اپنے سینے بھینچ گیا کیونکہ اس لڑکی کا یہ بتانے سے پہلے ہی سانس ٹوٹ گیا تھا۔

"رونا مت۔ میں نے بھی خود پر بہت کنٹرول کر رکھا ہے۔ یہ کبھی نہ کبھی تو ہونا تھا، اس لیے اس خوشی کے طوفان کو ہم تحمل سے اپنے سینے میں چھپا لیں گے"

وہ انیس کے ہونٹوں کا لمس اپنی جبیں پر محسوس کرتی مسکائی، پھر زرا سا دور ہوئی تو اسکی آنکھوں کے کنارے سرخ اور آنسوؤں سے بھرے تھے۔

"ہم پیرنٹس بننے والے ہیں، یہ کس قدر حسین لمحہ ہے۔ اوہ سڑو تم نے کیا کر دیا یہ۔ مجھے ابھی بھی یقین نہیں آرہا کہ میں اک گولو مولو سا بچہ پیدا کروں گی۔ وہ میرے جسم کا حصہ ہو گا۔ اس سے تھوڑی تمہاری اور تھوڑی میری خوشبو آئے گی۔"

وہ روتی، مسکراتی، پھر ہنس پڑتی ہوئی جیسے اس سکھ کے لیے اللہ کی بے حد شکر گزار تھی۔

"ہماری محبت اب سانس لے گی انیس"

وہ اسکی اس خوشی میں ہر طرح شریک تھا۔

"میں نے کہا تھا، تمہاری ہر سانس، ہر لمحہ چاہیے، اللہ نے تو مجھے پوری دنیا دے دی۔"

وہ دونوں ہی ایک دوسرے کی آنکھوں میں محو سے ہوئے، اس سے پہلے یہ خوشی کچھ جذباتی سا کرواتی، انیس نے ہوش تھاما۔

"چلو باہر۔ پرائیویسی کا زیادہ فائدہ مت اٹھاو۔ ہم ہوسپٹل ہیں ابھی"

عرشیہ نے لبوں پر بکھری شریر مسکراہٹ سمیٹی اور اسکا ہاتھ پکڑ کر جب باہر آئی تو ڈاکٹر نے ان دونوں کو شفیق مسکراتی نگاہوں میں بھرا۔

"کچھ وٹامنز لکھ کر دے رہی ہوں۔ ابھی کے لیے یہ لیں۔ باقی ہم دیکھتے رہیں گے کہ کس چیز کی کمی ہے۔ ابھی سب پرفیکٹ ہے۔ آپ دونوں کو بہت مبارک ہو"

عرشیہ نے فوراکانپتے ہاتھوں سے وہ پرچی لی جبکہ انیس نے ڈاکٹر صاحبہ کا شکریہ ادا کیااور عرشیہ کاہاتھ تھامے اسے باہر لایاتو اسکے ہاتھ سے پرچی بھی لی۔

"انیس۔۔۔ میں واقعی۔۔؟"

وہ اسے دیکھ کر مسکرایاجو ابھی تک بے یقین تھی کہ وہ ماں بنی ہوئی ہے۔

"میرا ابھی خواب جیساہوش ہے ابھی۔ مجھ سے مت پوچھو۔ چلو۔ ہم راستے سے لیتے ہیں تمہارے وٹامنز۔ ابھی کے لیے بتاو کیا کھاو گی۔"

وہ اسکی بازو سے لگ کر چلنے لگی، ایسے مسکرا رہی تھی جیسے نئی نئی محبت ہو جاتی ہے، اسے بھی تو ہو گئی تھی، اپنے اندر پلتی جان سے۔

"سارے درد بھاگ گئے انیس۔ دیوانی ہو رہی ہوں میں۔ اس کیفیت کی، اس سکھ کی۔ کیا سب کو ایسا ہی باولا محسوس ہوتا ہے ماں بن کر؟"

وہ لوگ ہوسپٹل کی بلڈنگ سے نکلے تو بھیگی ٹھنڈی ہوا انکے چہروں سے ٹکرائی، پورا دن بارش کی وجہ سے موسم غضب کا سرد ہو رہا تھا۔

"سبکا تو پتا نہیں۔ ہم باولے ضرور ہو جائیں گے اسکے دنیا میں آنے تک۔ خود کو سنبھالو لڑکی، مجھے اپنے لیے اور کتنا پاگل کرنا چاہتی ہو"

وہ اسے کار دوڑ کھول کر احتیاط سے بٹھا کر بے خود سا شکوہ کیے خود بھی دوسری طرف آکر ڈرائیونگ سیٹ سنبھالے بیٹھا ہی کہ وہ شرماتی، مسکراتی، کھکھلاتی اسکی بازو سے لگی۔

"مجھے خود سے پیار ہو گیا ہے۔ سچا پیار"

وہ چہرہ اٹھا کر آنکھیں پٹپٹائے بولی تو انیس نے اسکے ماتھے پر جھکے اپنے ہونٹوں سے اسکی جبین چومی۔

"تم اس پیار سے خود کو محروم مت کرنا۔ یہ نیوز ابھی بریک کرنی ہے یا کچھ وقت بعد؟"

انیس نے یہ اختیار بھی عرشیہ کے ہاتھ میں تھما دیا، جس پر وہ کچھ دیر سوچ میں ڈوبی رہی پھر مسکرائی۔

"نہیں۔ اچانک نہیں بتائیں گے۔ نظر لگ جاتی ہے۔ سب کو تجسس میں مبتلا رہنے دو۔ پہلے ہم اس خوشی کو جی بھر کر منالیں ناں پھر جب یہ نیوز پرانی ہو گئی، پھر بتادیں گے"

انیس نے ہونٹوں کو باہم میچ کر امڈتی ہنسی روکی۔

"پر یہ جو تمہارے چہرے کے گلو ہیں۔ انکو کیسے چھپاو گی۔ اور جو تمہارے طوفانی موڈ سوئنگز اعلان کرتے پھریں گے؟"

عرشیہ نے زرا سا اسکی بازو سے دور ہوتے انیس کو خشمگیں نگاہوں میں بھرا۔

"مطلب وہ میرا اتنا سارا رونا میرے موڈ سوئنگز تھے؟ اور کیا وہ بہت سارا تھا؟"

عرشیہ نے معصومیت کے اگلے پچھلے تمام ریکارڈ توڑتے جیسے پوچھا، انیس نے فوری سر ہلایا، جس پر پہلے عرشیہ کے گال پھولے، پھر وہ ہنس دی، مگر اس ہنسی نے بھی خوشی کی زیادتی سے عرشیہ کی آنکھیں نم کر دیں۔

"میں چھپانے کی کوشش کروں گی۔ میرے سارے رنگ اور سارے موڈ سوئنگز بس تم تک محدود رہیں گے۔ یہ منظور ہے؟"

وہ اسکی گال پکڑ کر کھینچتے بولی تو انیس نے اسکا وہی ہاتھ تھامے اسکی انگلیاں چومیں۔

"دل و جان سے منظور ہے۔ اب نکلتے ہیں۔ بہن ہی لیٹ پہنچی تو کتنی بری بات ہے۔ ویسے میں نے خضر اور بیلا کے لیے واچیز لیں ہیں۔ ٹھیک ہے یا کچھ اور بھی ایڈ کرنا ہے؟"

وہ اس پر مطمئین تھی کیونکہ انیس نے یقیناسب سے بیسٹ گفٹس ہی لیے تھے۔

"پرفیکٹ ہے۔ تم نے یقینا بہترین گفٹس ہی لیے۔ چلتے ہیں۔ بس میں ملک پیلس پہنچنے تک خود کو سنبھال لوں"

عرشیہ نے فاصلہ سمیٹا، اپنی جگہ ہو کر بیٹھی پر اسکا دل جیسے جمپنگ موڈ پر لگا تھا، بہر حال وہ دونوں جب تک ملک پیلس پہنچے، رنگوں کی جیسے برسات سی آ چکی تھی۔ بیلا اور خضر کی مہندی کی رسم الگ الگ تھی، دلہا دلہن ایک دوسرے سے نہ مل سکتے تھے نہ بات کر سکتے تھے، ہاں ایک دوسرے کو اپنی تصویر ضرور بھیج سکتے تھے۔

انیس، عرشیہ، مہویر اور منائم ایک ساتھ ہی کھڑے تھے جب مہویر اور منائم نے ان دونوں کو محراب کے ساتھ نظر آتے فرید کمال کے بارے میں بتایا، ہاں یہ شاکنگ ضرور تھا لیکن طمانیت بخش بھی تھا، جبکہ عاصم کی نظریں

بس سوہا کا طواف کرنے میں مصروف نظر آ رہی تھیں۔ وہیں دوسری طرف بیلا آئینے کے سامنے بیٹھی تھی... ہلکی سنہری روشنی میں اسکے چہرے پر مہندی کی شام کی چمک جیسے الگ ہی نکھر کر آ رہی تھی۔ گہرے گرین اور گولڈ کے امتزاج سے سجا لہنگا، باریک زیورات، اور ہاتھوں پر لگی مہندی، وہ واقعی آج کسی خواب جیسی لگ رہی تھی۔

اسکی آنکھوں پر اب بھی ہلکی سی خمار کی سرخی حاوی تھی، اس نے دیکھنے کی خاصیت پا لینے کے باوجود اپنی آنکھوں کے نور کی خوشی کل کے لیے علیحدہ کی تھی جب وہ خضر کو دیکھتی۔

دروازہ کھلا اور اندر عمیر، خاور سلطان، ماریہ اور مسز خاور داخل ہوئے، عمیر نے ان تین ماہ میں آخر کار ماریہ کو اسکے تھیسیز میں کامیاب کر دیا تھا، وہ اپنی تکلیف سے پوری طرح باہر نکل کر اب ماریہ کے ساتھ ایک بھرپور زندگی جی رہا تھا۔

"ماشاءاللہ..."

مسز خاور کی آنکھیں بیلا کا یہ سجا روپ دیکھتے چمک اٹھیں، وہ آگے بڑھ کر بیلا کے ماتھے کو چوم گئیں۔

"اللہ تمہیں ہر نظر بد سے بچائے... ہمیشہ خوش رکھے میری جان"

بیلا نے مسکرا کر انکے ہاتھ کو تھاما، دل میں ایک الگ سی خوشی تھی کیونکہ آج وہ سب کچھ دیکھ سکتی تھی... ہر رنگ... ہر چہرہ... ہر محبت، ہر محبت لٹاتے شخص کے چہرے کا تاثر، انکے جذبات کی آنکھوں میں جلتی لو، ہر چیز۔

"دیکھو ذرا ہماری بیٹی کو"

خاور سلطان نے فخر سے کہا تو عمیر نے ہلکا سا مسکرا کر سر ہلایا۔

"خضر تو آج گیا کام سے۔ ویسے میں بہت خوش ہوتا ہوں اسے ستا کر۔ بہت کیوٹ لگتا ہے وہ پیاری پیاری آہیں بھرتا ہوا۔ ویسے مجھے شرم کھانی چاہیے کیونکہ میرا محسن ہے پر کیا کروں۔ شرم کا مجھ سے دور دور تک تعلق نہیں"

عمیر کی یہ بے باک گفتگو ماریہ کے رخسار گلاب کر گئی اور عمیر کی نگاہوں کی تپش سے دھیان بٹانے کو ہی اس نے فوراً موبائل نکالا۔

"رکو... پکس لینی ہیں مجھے تمہاری"

وہ بیلا کے قریب آئی اور مختلف اینگلز سے تصویریں لینے لگی۔ بیلا نے بڑی مہارت سے اپنی آنکھوں کو ویسا ہی رکھا، جیسے اسے کچھ نظر نہ آ رہا ہو، چہرے کے تاثرات، نگاہوں کا خالی پن... سب کچھ اتنا قدرتی تھا کہ کوئی شک ہی نہ کرے کہ وہ دیکھنے لگی ہے۔

"یہ والی تو کمال ہے..."

ماریہ نے ایک تصویر موبائل پر بیلا کو دکھائی۔

عمیر، خاور سلطان، انکی بیوی سب کی آنکھیں بیلا کی ان خوشیوں پر نم سی تھیں۔

"یہ ساری مجھے سینڈ کرو"

بیلا نے ہلکی سی مسکراہٹ لبوں میں دبائی، پھر آہستہ سے ماریہ کو کہا۔

"زبردست"

سب کے سامنے اس نے اپنا فون ڈریسنگ ٹیبل سے اٹھایا اور چند تصاویر منتخب کیں، خاص طور پر وہ جن میں وہ تھوڑی بے بس، معصوم اور "نہ دیکھ سکنے والی" لگ رہی تھی۔

پھر اس نے وہی تصاویر خضر کو بھیج دیں۔

"کل تک انتظار کریں مسٹر خضر۔ کل آپکی جان پر بننے والا ہے یہ سرپرائز"

اس نے دل میں سوچا، ہونٹوں پر شرارتی مسکراہٹ لیے وہ جیسے اپنے سراپے کی تعریف کی منتظر تھی۔

"سرپرائز پسند آئے گا آپکو"

دوسری طرف مہندی کا سٹیج روشنیوں سے جگمگا رہا تھا، خضر روایتی ہاف وائیٹ دلہے کے کرتے پاجامے کے لباس میں بیٹھا ہوا تھا، ویس کوٹ زرا سبز تھا جو کمال جچ رہا تھا، ہنسی مذاق، دوستوں کی چھیڑ چھاڑ... ہر طرف شور تھا۔

یمل، عرشیہ اور منائم نے اسکے ساتھ سیلفیز لیں، جبکہ انیس نے بھی عدین کے ساتھ پکس لیں، بیچ میں خوش دلی سے عصر اور علیم کو بھی گھسایا جبکہ بہن بھائیوں کے بعد باقی اسکے دوست بھی مہندی کی رسم کرنے پاس آ گئے۔

"ہاتھ آگے کرو بھائی مہندی لگوانی ہے"

فاخر نے اسے چھیڑا تو خضر نے ہنستے ہوئے ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ اسکی نظر اپنے فون پر گئی۔

اس نے یونہی سکرین دیکھی اور اگلے ہی لمحے اسکی ساری توجہ وہیں رک گئی۔

"بیلا"

اسکے ہونٹوں پر بے اختیار مسکراہٹ آئی، اس نے فوراً چیٹ کھولی، پہلی تصویر، پھر دوسری، پھر تیسری، ہر تصویر میں بیلا... خاموش... معصوم... اور جیسے اسے کچھ نظر نہ آرہا ہو، ایسی لگ رہی تھی۔

خضر کا دل ایک دم بھر آیا۔

"رکو..."

اس نے اچانک فاخر کو دیکھتے ہاتھ پیچھے کھینچ لیا تو سب مسکرانا بھی رک گئے۔

"کیا ہوا؟"

طاہر نے حیرانی و فکر سے پوچھا۔

"ایک منٹ..."

خضر اٹھ کر اسٹیج کے بیچ کھڑا ہو گیا، فون کو ایسے تھامے جیسے دنیا کی سب سے قیمتی چیز ہو۔

"میری سوئیٹ کارن نے پکس بھیجی ہیں"

اسکی آواز میں ایسی نرمی تھی کہ سب خود بخود خاموش ہو گئے۔ وہ ایک ایک تصویر دیکھ رہا تھا... ہر بار اسکی آنکھوں میں محبت اور بڑھتی جا رہی تھی۔

"یار... دیکھ نہیں سکتی... پھر بھی کتنی جان لیوا ہے۔ ماشاءاللہ۔ اگر یہ خود کو میری نظروں سے دیکھ لے تو اسے خود سے ہی عشق ہو جائے"

وہ ہلکا سا مسکرایا، مگر اس مسکراہٹ میں درد بھی تھا اور بے انتہا چاہ بھی، اسکے چاروں دوست اٹھ کر اسکے ساتھ اطراف آ رکے، وہ سب خضر کا درد اور اسکی خوشی سمجھ رہے تھے۔

"اتنی خوبصورت لگ رہی ہے میری جان"

اس نے فون کو ہونٹوں سے لگا کر چوما جو وہ سب بھی جیسے ایسی دیوانگی پر حیران ہوئے۔

"بس کل کا انتظار نہیں ہو رہا"

وہ واپس بیٹھا مگر اب اسکی دنیا صرف ان تصویروں تک محدود ہو چکی تھی۔

اور دوسری طرف، بیلا، جو سب دیکھ سکتی تھی، اپنی جیت چھپائے، اپنی محبت کو ایک خوبصورت سرپرائز بنانے میں مصروف تھی۔

جبکہ سوہا نے ہر ممکنہ کوشش کی کہ وہ الگ تھلک اک کونہ چن لے پر وہ آدمی اپنی گہری نظروں سمیت اسکے آگے پیچھے ہی گھومتا نظر آیا اور پھر سوہا کے ڈریس پر تھوڑی سی ویٹر سے ڈرنک گری، سوہا اسے صاف کرنے کو ملک پیلس کے اندرونی طرف بڑھی اور عاصم ملک کے قدم تھے کہ خود بخود اندر کی سمت لپکے، ان دونوں کو جاتا عرشیہ دیکھ رہی تھی مگر وہ اور انیس اس وقت بھی مہویر اور منائم کے ساتھ بیٹھے تھے، جہاں وہ دونوں ابھی بھی یہی سمجھ رہے تھے کہ عرشیہ اور انیس کو شاید پتا نہیں چلا یا شاید یہ انکا وہم تھا کیونکہ انیس اور اسکی لما نے اس جان لیوا نیوز کی کسی کو ابھی ہوا بھی لگنے نہ دی، وہ اس خوشی کو سیلیبریٹ کرنے کے لیے اک الگ سے دن ڈیسائڈ کر چکے تھے، آج بس خضر کا دن تھا۔

"زیادہ نہیں گری۔ شکر ہے"

سوہا نے ٹشو سے اپنی بلیک شرٹ رگڑتے واش روم سے باہر آتے خود کلامی کی تبھی اسکی نیچی نظروں میں کسی کے شوز آئے، سوہا نے منہ کے تیور سخت کرتے نگاہیں اٹھائیں تو عاصم اسکے لیے دوسری کولڈ ڈرنگ لیے کھڑا تھا۔

"بلیک ڈریس کا فائدہ ہو گیا تمہیں۔ ویسے یہ تم پر ہمیشہ سے کھل اٹھتا ہے۔ لو"

عاصم نے گلاس سوہا کی طرف بڑھایا تو اس نے گلاس لیا اور اس سے پہلے ساتھ سے گزرتی، عاصم فورا اسکی راہ میں حائل ہوا، وہ عاصم سے ٹکراتے ٹکراتے بچی۔

"کیا ہے۔ راستے میں کیوں کھڑے ہو؟"

سوہا کا لہجہ سرد و سپاٹ تھا جس پر عاصم نے ہاتھ بڑھا کر سوہا کے ویوی کرل والے چند بال اسکے ماتھے سے پرے کرتے ہاتھ پھیر کر سہلایا۔

"بس ویسے ہی۔ مجھے اچھا لگ رہا ہے۔ تم مجھے اور خود کو کبھی معاف نہیں کرو گی سو ہا میں یہ جانتا ہوں۔ تم نے مجھے ضد میں چھوڑا، میری بیٹی مجھ سے دور رہی کیونکہ اگر تم نہ چھوڑتی تو ہم ساتھ رہتے۔ بھلے چھپ کر ہی سہی۔ پھر تم نے اسکی سزا بھی مجھے دی، رئیس سے شادی کر کے۔ جانتا ہوں سکینڈل سے بچنے کو کی۔ لیکن کی تو، آپسی تعلق بنایا۔ میں بھی تم سے محبت کا دعوے دار فاطمہ تک گیا۔ ہم دونوں نے ایک دوسرے کو ایسی تکلیفیں دیں جنکی تلافی ناممکن ہے"

وہ اسکی بات درشتی سے کاٹ گئی۔

"جب سب جانتے ہو تو کیوں حائل ہوئے میری راہ میں۔ صرف خضر کے لیے آئی ہوں۔ مجھے تم سے یا تمہارے نام سے اب کچھ نہیں چاہیے۔ میرے لیے یہی میرا اینڈ ہے"

وہ اسکی سخت روئی پر سر کچھ لمحے جھکا گیا۔

"ایسے اینڈ بھی تو ہم دونوں کی تکلیف ہیں۔ میں ہم دونوں کی تکلیف کم نہیں کر سکتا لیکن ادنی سی کوشش کرنا چاہتا ہوں۔ ہم دونوں کی محبت کوئی اتنی پہنچی ہوئی نہیں کیونکہ ہم عام سے انسان ہیں۔ ہم نے ایک دوسرے کو جب قبول کیا تب بھی سب عام تھا لیکن اب سب خاص ہے۔ میں یمل کے لیے خود موجود ہوں، فاطمہ کی کمی اسے ہر ممکنہ نہیں ہونے دوں گا۔ میں ساری زندگی خضر اور منائم کے سر پر رہا، بھلے مصروفیت کے سبب وہ وقت و توجہ نہ دے سکا انھیں جو انکا حق تھا لیکن میں عرشیہ کو کچھ بھی نہیں دے سکا۔ اگر تم چاہو تو ہم اپنی بیٹی کو کچھ تھوڑا بہت اسکا وہ سکھ دے سکتے ہیں جو ہم دونوں نے چھینا۔ میں تم سے دور رہ سکتا ہوں۔ لیکن میں رہنا نہیں چاہتا"

سوہا کی آنکھوں میں نمی کی ہلکی سی لکیر اجاگر تھی، جیسے وہ یہ سب امید نہ کر رہی تھی، یہ اسکے لیے بہت زیادہ تھا۔

"تو کیا چاہتے ہو صاف صاف بتاو"

سوہا کی آواز لرزی تو اسکی آنکھوں میں بھی خفیف سی سرخی ہلکورنے لگی، عاصم نے ہاتھ بڑھا کر سوہا کی بازووں پر اپنی ہتھیلیوں کو رکھا۔

"میں چاہتا ہوں ہم پھر نکاح کریں۔ میں تمہیں قوبا جانے سے نہیں روکوں گا۔ نہ تمہیں یہاں ملک پیلس رہنے کی مجبوری ہو گی۔ تم بس میری ہو جاو گی۔ تمہارے ساتھ اس بار عاصم ملک کا جو نام لگے گا وہ چھپا ہوا نہیں ہو گا۔ اس بار یہ شخص بٹا ہوا بھی نہیں رہا۔ تم اپنا بزنس جیسے چاہے رن کرو۔ تم جہاں مرضی رہو۔ لیکن ہم ایک ہوں گے۔ میں تم سے کسی قسم کا تقاضا نہیں کروں گا۔ تمہاری مرضی پر ہو گا سب کیونکہ میں جانتا ہوں تمہاری مرضی کیا ہے۔ میرا دل اب پاک ہو رہا ہے سوہا، یہ جھوٹی گواہی نہیں دے رہا۔ پلیز"

عاصم کی آنکھوں کا سچ، سوہا کی جیسے جان پر بنا، وہ ہمیشہ سے ایسے ہی عاصم کی طلب گار تھی، جو صرف اسکا ہوتا، جو صرف اسکے اور عرشیہ کے پاس

ہوتا، وہ اس وقت شدید دلبرداشتہ تھی تبھی نظریں جھکا گئی کیونکہ نہیں چاہتی تھی وہ شخص اسکے آنسو دیکھے۔

"محراب کی زندگی میں بھی بہت اچھا انسان آگیا ہے۔ سب ٹھیک ہو گیا۔ مانا دیر ہو گئی لیکن اتنی بھی نہیں ہوئی سوہا کہ اسکو دیر کہا جائے"

سوہا نے ہمت کی اور نظریں اٹھا کر عاصم کو دیکھا۔

"عرشیہ اس بارے کیا کہے گی اب یہ اہمیت رکھتا ہے۔ اگر تمہارے ساتھ ساتھ یہ اسکی خواہش ہوئی تو میں سوچ سکتی ہوں اس بارے۔ لیکن پلیز مجھے شرمندہ مت کرنا۔ کیونکہ میں نے رئیس سے شادی صرف تمہیں تکلیف دینے کو کی جب تم نے میرے بعد فاطمہ کو چنا۔ میں بہت سال ہمت نہیں کر سکی۔ حالانکہ اس وقت میں جوان تھی۔ دو سال پہلے ایک دن بہت غصہ آ گیا ہو گا اور کر لی شادی۔ اور تم جانتے ہو ہر کوئی ہمارے من پسند مرد کی طرح ہمیں نہیں رکھتا۔ کچھ بس نوچتے ہیں۔ م۔ میں تم سے شرمندہ ہوں

بہت۔ لیکن ت۔۔ تم ایسا ذکر کبھی مت کرنا۔ ہم ایک ہوں یا نہیں۔ باقی ہم عرشیہ سے پوچھیں گے۔ اسکی ہاں ہی میری ہاں ہو گی"

سوہا نے اپنی آنکھوں کے آنسو پونچھے اور عاصم نے بھی مسکرا کر سر ہلایا، وہ سوہا سے اسی کی ہی امید رکھتا تھا۔

"میں تمہیں ان معاملات کے لیے شرمندہ نہیں کروں گا جو میں نے خود ہی بگھاڑے ہوں۔ بے فکر رہو۔ کم از کم میں اتنا سینسیبل ہوں اب کہ کسی کا بھرم اور مان نبھا سکوں۔"

وہ اسکی بات سنے نرم سا مسکرائی اور نظریں جھکا لیں۔

"ٹھیک ہے۔ جیسا تم چاہو"

سوہا نے اجازت سی چاہتے کہا تو عاصم نے اپنے ہاتھ پیچھے کھینچے مگر اسکے ہمقدم رکتا اپنا ہاتھ بڑھا گیا جسے دیکھ کر سوہا کی پلکیں سی بھیگیں۔

"ہاتھ تھام سکتی ہو۔ میں سبکو بتانا چاہتا ہوں کہ ہم ساتھ ہیں۔"

اک ہاتھ میں گلاس پکڑ کر کھڑی سوہانے دوسرا ہاتھ ہچکچاتے ہوئے عاصم کے ہاتھ میں تھمایا ہی جب وہ عاصم کے ہاتھ میں دبا لیا گیا۔

وہ جب ساتھ باہر آئے تو پہلی آنکھیں عرشیہ کی ہی تھیں۔

"انسان جس سے ڈرتا ہے وہی ہوتا ہے۔ اب انہوں نے میرے لیے یہ کیا ہو گا۔ ایک کی محبوب اور دوسری کی اکلوتی اولاد جو ہوں"

انیس نے بازو فوری عرشیہ کے گرد حائل کیے۔

"تم بس مجھ پر توجہ دو۔ جیسے میں تم پر دیتا ہوں۔ ورنہ اپنی ماں کی جگہ کسی اور عورت کو تھوڑی دے پاتا، تم ہو ساتھ تبھی تو میں نے بابا کو معاف بھی کیا اور خود بھی معافی مانگی۔ ہم اپنے لیے اپنے پیرنٹس کی ایفرٹس کو جھوٹا نہیں کہہ سکتے، کیونکہ وہ سچی ہوں یا جھوٹی، وہ اہم ہوتی ہیں۔ مجھے اب گوئی گلٹ نہیں۔ تم بھی ان دونوں کی ایفرٹس کو سراہ کر آگے بڑھو۔ سمجھ گئی؟"

انیس کے چہرے کی طرف دیکھتی وہ کب مسکرانے لگی اسے خود خبر نہ ہوئی۔

"تم نے اتنا بڑا دل میرے لیے کر لیا انیس غانم علوی؟"

وہ اسکے سوال پر فخریہ سر اٹھائے مسکرایا، اس نے عصر اور فجر کو مسکراتے دیکھا، پھر مہویر اور منائم کو، خضر کو اپنے دوستوں کی چھیڑ خانیوں سے بلش ہونا محسوس کرتے، عدین اور یمل کی اپنی ہی علیم کے سنگ مستیوں کو پرکھا جو یقیناً علیم کا حوصلہ بڑھانے کو اس سے مل کر شرارتیں کر رہے تھے، پھر نظر ابراہیم علوی پر گئی جو کبھی عدین کو دیکھتے، کبھی انیس کو اور کبھی عصر کو، جبکہ پھر صنم زمان کو دیکھا جو بس ابراہیم علوی کا خود کو نہ دیکھنا دیکھ رہی تھی۔، پھر آخر میں جا کر اس نے عرشیہ کو دیکھا۔

"میں نے تمہارے ساتھ جینے کے بعد اپنا دل پہاڑ ہوتا محسوس کیا۔ مجھے درد پہلے بھی ہوتا تھا اب بھی ہو گا لیکن پہلے وہ درد میرے سینے میں ٹھہر جاتا تھا

لما، اب وہ درد میرے سینے میں نہیں ٹھہرے گا۔ کیونکہ وہاں تم جو ٹھہری ہو۔"

ایسے اعتراف روح زمین پر گنے چنے ہی تھے جن میں اک آج انیس اور عرشیہ کی ملکیت ہو گیا تھا، سب خوش تھے، اپنی اپنی کمیوں کا اعتراف کرنے کے بعد کم از کم خود کو ٹھیک کرنے کی کوشش کر رہے تھے، اور انسان خطاء کا پتلا ہی تو ہے، اس سے برائیاں، گناہ اور ناانصافیاں سرزد ہو جاتی ہیں لیکن اسکا یہ مطلب نہیں وہ اسی پر انسانی درجے سے گر گیا، بلکہ وہ جب اپنی ان کوتاہیوں کا سچے دل سے اعتراف کرتا ہے تو اسکے انسان ہونے کا سفر ہی تب شروع ہوتا ہے۔ سب کی تلافی نظر آ رہی تھی سوائے ابراہیم علوی کے کیونکہ وہ ہدایت پانے والا آخری فرد تھا، اس کے ساتھ حمرا نے جو ناانصافی کرتے اک قید بخشی، اک تکلیف کا سلسلہ بخشا، اس نے وہی درد آگے دیا۔ کیونکہ ہم وہی دیتے ہیں جو ہمیں ملتا ہے، کمی ہمارے اندر ہی کہیں ناسور بن جاتی ہے، لیکن اب اسے محبت نہیں چاہیے تھی، حالانکہ وہ اسے مل چکی

تھی، اسے اپنے بیٹوں کی معافی چاہیے تھی، اس نے اپنی اولاد کا جو دل توڑا وہ واحد ناانصافی تھی جو اس سے ہوئی ورنہ باقی ناانصافیاں صرف عمل کا ردعمل تھیں۔

یہ خوبصورت تقریب رات دیر تک چلی اور جہاں سب رخصت ہوئے، عدین بھی بہت وقت بعد واپس علوی مینشن پہنچا، وہ سب ایک فیملی تھے، علیم خان بس باہر اپنی گاڑی کے ساتھ لگا، پھر سے برس جاتے آسمان تلے کھڑا اپنے فون کو پکڑے ہوئے تھا، کب اسکے درد میں کمی ہوتی اور اسے بھی سانس ملتی۔

جبکہ عدین کے لیے عصر کے بھائی ہونے کی حقیقت انیس کی طرح ہی تھی، لیکن وہ انیس سے بھی زیادہ بے نیاز ہو چکا تھا، اسے زندگی ان جذباتی سوچوں سے نکال چکی تھی، اہم یہ تھا کہ گھر میں اب تین تین مائیں ہیں، عرشیہ، فجر اور اب صنم۔ کسی نے بھی عدین کا ردعمل اتنا پرسکون نہیں سوچا تھا۔

"مجھے برا نہیں لگا۔ میں تو عصر بھائی سے بھی بہت پیار کرتا ہوں۔ اس سے اچھا کیا ہو گا کہ یہ بھی میرے بھائی ہیں۔ میں تو دعا کرتا ہوں کاش بابا کی ایک اور بیوی نکلے اور علیم بھائی بھی میرے سگے بھائی نکل آئیں۔ ہی ہی۔ ویسے کیا پتا ہمیں ارجنٹ بنیاد پر انکے نکاح کے چھوارے کھانے پڑیں آج"

عدین اس وقت ابراہیم علوی اور صنم کے بیچ بیٹھا تھا، اسے ابھی فکر تھی تو بس علیم خان کی، فجر، عصر، عرشیہ، انیس اور ساتھ بیٹھے ابراہیم اور صنم بھی حیرت کا شکار تھے۔

پھر سب سے پہلے انیس مسکرایا، اسے لگا تھا اسے عدین کی ترجیحات بدلنے میں بہت محنت کرنی پڑے گی، اسے بہت سا حوصلہ دینا پڑے گا، اسے رشتوں کے الجھاو سمجھانے ہوں گے پر وہ تو انیس سے کہیں درجے سمجھدار نکلا تھا، اسکی ترجیحات تو اپنی خوبصورتی دن بدن نکھارتی جا رہی تھیں، وہ اب گنے چنے نہیں، اپنے ارد گرد کے ہر فرد کا خیال رکھتا تھا لیکن اپنے بھیو سے اسکا عشق آج بھی جواں تھا، آج بھی اسکے لیے وظیفے اور دعائیں جاری

تھیں، بس یہ کہنا چاہیے وہ بچہ، بڑا ہو رہا تھا، خاص کر یمل کے بعد اس کے اندر کا غیر سنجیدہ رہا سہا پن بھی فکر و محبت میں بدل گیا، وہ زیادہ حساس ہو گیا تھا۔

"علیم خان کا نکاح؟"

سب کے لیے ہی یہ شاک تھا، اک ناقبول کیا جاتا شاک۔

"جی۔ میں آپ سبکو بتاتا ہوں۔"

علیم خان کی چھوٹی سی کہانی سنانے کی دیر تھی کہ ان سب گھبرائے چہروں پر مسکراہٹ رقص کی، جبکہ ملک پیلس کا سماں بھی اس سے مختلف نہ تھا، وہاں یہ فریضہ یمل ادا کر رہا تھا۔ علیم کی چھوٹی دنیا جیسے علیم خان کا گھر بسنے کے لیے دعاوں اور مناجات میں لگی تھی۔

سب مسئلے مسائل جیسے ثانوی تھے، بس چھوٹی دنیا اور انکا علیم خان والا مسئلہ ہی ہر فرد کے لیے غور طلب ہوا۔

وہیں رادمراد کی نظریں وال کلاک پر جمی تھیں۔ بارہ بجنے میں صرف دو منٹ باقی تھے اور اسکے ہاتھوں میں موجود فون کانپ رہا تھا۔ وہ خود کو روک رہی تھی مگر پھر اس نے مجبور ہو کر علیم کو کال ملائی لیکن اسکے اٹھانے سے پہلے کاٹ دی۔ مگر علیم خان اگلے بیس منٹ تک اسکے گھر کے باہر کھڑا تھا۔ کیونکہ شرط بس کال کی تھی، کال کر کے بات کرنے کی نہیں تھی۔ اور اسکے ساتھ نکاح خواں اور کچھ گواہان بھی تھے، کچھ گواہان مطلب ملک پیلس اور علوی مینشن کے سارے افراد اس اہم فریضے کو نبھانے آ چکے تھے۔ کیونکہ یمل اور عدین کی فکروں کا دور ہٹنا سب کے لیے اولین ترجیح جو ہو گیا تھا۔

ردا نے پردے کی اوٹ سے باہر جھانکا اور اگلے ہی لمحے اس کا دل جیسے زور سے دھڑکا۔ علیم واقعی آ گیا تھا، صرف آیا ہی نہیں تھا، اپنے ساتھ پورا جہان ساتھ لے آیا تھا۔ نکاح خواں، گواہان، اسکا سارا خاندان، اور ان سب کے بیچ عدین اور یمل ایسے کھڑے تھے جیسے آج دنیا کا اہم ترین مشن مکمل

ہونے لگا ہو، ہائے کیوں نہ ہو، انکے علیم خان کی زندگی میں اسکی محبت کا آنا کوئی مزاق تھا کیا۔

"میں نے کہا تھا ناں ہمیں ہی یہ کرنا ہے"

یمل نے سینے پر بازو باندھے فخر سے سر اٹھایا تو عدین نے فوراً گردن اکڑا کر اضافہ کیا، کیونکہ یہ معرکہ تو انہی کا تھا۔

"اور ہم دونوں نہ ہوتے تو یہ نکاح کبھی نہ ہوتا سچی"

عدین نے بھی پوری شیخی بگاڑی۔

"خاموش رہو تم دونوں۔ شوخے کہیں کے۔ ابھی ہم لوگ دروازے پر ہیں۔ ردا مراد کو میں جانتی ہوں بیٹا۔ ہمیں یہاں سے بھی خالی جانا پڑ سکتا ہے"

عرشیہ نے ہنسی روکتے دونوں کے سروں پر ہلکی چپت لگائی مگر اسکی اپنی آنکھوں میں بھی خوشی چمک رہی تھی، بہر حال ردا نے مہمان نوازی کا ثبوت دیتے سبکو اندر آنے کی اجازت دی۔

رات کے بارہ کے بعد نکاح میں کوئی مسئلہ نہیں تھا، تبھی نکاح خواں نے بھی مسکراتے ہوئے سب کو اندر آنے کا کہا۔ ردا شاید اب تک یقین نہیں کر پا رہی تھی کہ اس نے واقعی کال کی تھی اور علیم نے واقعی اسے اپنی شرط بنالیا تھا۔

وہ ڈرائنگ روم میں بیٹھی تھی، سرخ آنکھیں، تیز دھڑکن اور کانپتی انگلیاں لیے جب علیم اندر آیا۔

اس نے صرف ایک نظر ردا کو دیکھا اور پھر نظریں جھکالیں۔

آج پہلی بار اسکی آنکھوں میں جیت نہیں شکر تھا۔

نکاح شروع ہوا تو پورا ماحول عجیب سی برکت میں ڈوب گیا، ملک پیلس اور علوی مینشن کے سب افراد کے چہروں پر خوشی تھی کیونکہ یہ یمل اور عدین کی اس وقت سب سے بڑی خوشی تھی۔

"ردا مراد بنت مراد احمد، آپ کو علیم خان ولد رحمت خان کے ساتھ نکاح قبول ہے؟"

ردا کی پلکیں نکاح خواں کی اجازت پر کانپیں، اس نے سامنے بیٹھے علیم کو دیکھا، وہ شخص جو اسکے ٹوٹے وجود کو عیب نہیں، بہادری سمجھتا تھا۔

اسکی آنکھیں بھر آئیں۔

"قبول ہے"

ردا کی بہت دھیمی آواز تھی مگر علیم خان نے سن لی تھی۔ ایسے سنی تھی جیسے پوری دنیا کی سب سے خوبصورت آواز ہو، وہ سرور سے بھر گیا۔

تیسری بار "قبول ہے" کہتے ہی عدین اچھل پڑا۔

"ہو گیا نکاح"

یمل نے فوراً اسے گلے لگا لیا جبکہ باقی سب ہنس پڑے، اور علیم خان وہ بس چند لمحے خاموش بیٹھا رہا جیسے اسے اس سب پر یقین نہ آیا ہو۔

پھر اس نے آہستہ سے اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرا، جیسے خود کو یقین دلا رہا ہو کہ یہ خواب نہیں۔

نکاح کے بعد سب ایک ایک کر کے ردا کو مبارکباد دینے لگے جبکہ علیم کے ارد گرد یمل اور عدین منڈلانے لگے۔

"ہمیں گفٹ چاہیے۔"

عدین نے فوراً اعلان کیا۔

"بڑا والا۔"

یمل بھی سنجیدہ صورت بنائے بولا جیسے یہ لالچی آفتیں اب علیم خان کو خالی پیار پر ٹرخانے نہ دیں گی۔

علیم نے دونوں کو دیکھا پھر بے اختیار ہنس پڑا، اور اگلے ہی لمحے دونوں کو اپنی بازوؤں میں کھینچ لیا۔

"تم دونوں نے مجھے میری دنیا دی ہے۔ جو مانگو گے دوں گا۔ میری اس چھوٹی دنیا نے مجھے زندگی کا احساس دلایا۔ مجھے بتایا کہ میں یتیم اور بے سہارہ نہیں۔ دیکھو اتنا خاندان بنالیا میرے لیے۔ تم دونوں علیم خان کے جگر کے گوشے ہو۔ سمجھے"

عدین اور یمل سے علیم کا پیار دیکھ کر سب حیران بھی ہوئے اور خوش بھی۔

"ردا آپا کو خوش رکھیے گا بس۔"

یمل کی آواز اچانک نرم ہوئی تو علیم کے چہرے کی مسکراہٹ مدھم پڑ گئی، اس نے بہت سنجیدگی سے سر ہلایا۔

"جان سے بھی زیادہ۔"

عدین نے فوراً انگلی اٹھائی۔

"اور اگر رلایا ناں تو ہم دونوں واپس لے جائیں گے انہیں۔ تم سے چھیننا انکو ہمارے دائیں ہاتھ کا کھیل ہے"

عدین نے بھی پورا پورا رعب جھاڑا۔

"لے جا کر دکھاؤ پہلے۔"

علیم نے پہلی بار پورے حق سے کہا تو سب کے قہقہے نکل گئے، رفتہ رفتہ سب لوگ واپس جانے لگے۔

رات مزید گہری ہو رہی تھی۔ گھر خاموش ہونے لگا، کیونکہ سب نے علیم خان اور ردا کے لیے یہ رات خوبصورت بنادی تھی، اب باقی کی خوشیاں اور راحتیں ان دونوں کو اکیلے سمیٹنی تھیں۔

اور آخر کار وہ لمحہ آ ہی گیا جب ردا اور علیم پہلی بار نکاح کے بعد ایک ہی کمرے میں اکیلے تھے۔

ردا اب بھی صوفے کے کنارے بیٹھی تھی، جیسے سمجھ نہیں پا رہی ہو کہ زندگی نے اتنا بڑا موڑ واقعی لے لیا ہے۔ دروازہ بند ہونے کی ہلکی سی آواز پر اسکا دل دھڑکا۔ علیم چند قدم دور رکا رہا۔

وہ قریب آ سکتا تھا، مگر آیا نہیں۔

"میں نے کہا تھا، ہاں کرو گی تو فاصلے کا پابند ہو جاؤں گا۔ پھر شرط بدل دی تھی۔ اس لیے میں تم سے دور رہوں یا تمہارے قریب آوں، یہ فیصلہ تمہاری آنکھیں کریں گی"

علیم کی بھاری مگر نرم آواز پر ردا نے پہلی بار نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔ آج علیم خان خطرناک نہیں لگ رہا تھا، بس... بے حد مخلص لگ رہا تھا۔

"آپ واقعی عجیب آدمی ہیں علیم خان۔ غلطی سے نمبر مل گیا تھا"

وہ بمشکل بولی، علیم ہلکا سا مسکرایا۔

"غلطی تھی تو نکاح سے پہلے کہہ دیتی میرے کان میں۔ سب کو جیسے لایا تھا، واپس لے جاتا"

ردا کی پلکیں اسکے ایسے شریر جواب پر نم ہوئے جھک گئیں۔ کمرے میں خاموشی پھیل گئی مگر یہ خاموشی بوجھل نہیں تھی۔

علیم آہستہ سے اسکے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا۔

"سنو!"

ردا نے دھڑکتے دل کے سنگ بھیگتی آنکھوں سے اسے دیکھا۔

"تمہیں کبھی مجبور نہیں کروں گا۔ کبھی تمہارے زخموں کو تمہارے خلاف استعمال نہیں کروں گا۔ اور ایک بات ردا"

اس نے بہت نرمی سے کہتے ہاتھ بڑھا کر اسکا جھکتا چہرہ اور گیلی پڑتی نگاہیں اوپر کیے خود پر جمائیں۔

"آج کے بعد تم اکیلی نہیں ہو۔ تمہارے سارے زخم اور دکھ میرے ہیں۔ جو کچھ پہلے ہوا اسے دفع کر دو۔ یہ جو ابھی ہوا اسے یاد رکھو۔ میں وعدہ تو نہیں کرتا لیکن میں تمہیں تمہارا ماضی بھلا دوں گا"

ردا کی آنکھوں سے آنسو گر پڑے۔ زندگی میں پہلی بار اسے یہ اپنا ٹوٹا ہوا وجود بوجھ نہیں لگا تھا، وہ ہچکی سی بھر کر روئی ہی کہ علیم نے اٹھ کر نا صرف اسکا ہاتھ پکڑا بلکے اسے صوفے سے پکڑ کر اٹھائے ہی جب اپنے گلے لگایا تو وہ تمام تر قوت و ہمت، بہادری اور بہت سے حوصلے کہ بھی اس شخص کی بازوؤں میں ریزہ ریزہ ہو کر بکھر گئی تھی۔

ردا شاید خود بھی نہیں جانتی تھی کہ وہ کب سے اتنا مضبوط بننے کا ڈرامہ کرتی آ رہی تھی۔

کتنے برسوں سے، کتنے حادثوں، کتنی گندی نظروں، کتنے بے رحم لفظوں کے بعد اس نے اپنے گرد دیوار کھڑی کر لی تھی۔ ایسی دیوار جس کے اندر کوئی داخل نہیں ہو سکتا تھا۔

لیکن آج علیم خان کی بازوؤں میں کھڑی وہ دیوار جیسے پہلی بار ٹوٹ رہی تھی۔ وہ اسکے سینے سے لگی ہچکیوں کے ساتھ روئی تو علیم نے بس اسے اور مضبوطی سے تھام لیا، ایسے جیسے اسکے بکھرے وجود کے سارے ٹکڑے اپنی باہوں میں سمیٹ لینا چاہتا ہو۔

"شش میری بہادر لڑکی"

اسکی بھاری آواز ردا کے بالوں میں الجھ گئی، کہیں گردن میں منہدم ہو گئی۔

"اب کچھ نہیں ہو گا تمہیں، بھروسہ کرو"

ردا نے دونوں ہاتھ اسکی شرٹ میں بھینچ دیے، جیسے برسوں بعد کسی پناہ تک پہنچی ہو اور یہ ایسی پناہ تھی جس سے وہ نجات چاہنے کا سوچ بھی نہ سکتی تھی۔۔

"میں۔۔ میں تھک گئی ہوں"

وہ ٹوٹتی آواز میں بولی، اسکی آواز علیم خان کے کہیں سینے میں دبی۔

"بہت لڑ لیا میں نے سب سے، خود سے بھی۔ آپ سے بھی"

علیم نے آنکھیں بند کر کے اسکے سر پر اپنے ہونٹ رکھے جیسے بس اسے دلاسا دینے کی کوشش کر رہا ہو۔

"اب نہیں لڑنا۔ اب یہ سب میرا کام ہے۔"

ردا اسکی بات پر اور بری طرح رو پڑی۔ علیم اسے رونے دے رہا تھا، کیونکہ وہ جانتا تھا بعض درد آنسوؤں کے راستے ہی نکلتے ہیں، ورنہ انکے لیے دل ہی

اک قید خانہ بن جاتا ہے، کافی دیر بعد جب اسکی ہچکیاں مدھم پڑیں تو علیم نے آہستہ سے اسے خود سے الگ کیا۔

اسکے دونوں گال اپنی ہتھیلیوں میں لیتے وہ جھکا اور اسکی بھیگی پلکوں کو بہت احتیاط سے چوما۔

"اتنے آنسو ضائع مت کرو ردا۔ قسم سے دل پھٹ رہا ہے میرا۔"

ردا کی آنکھیں پھر بھر آئیں مگر اس بار ہونٹوں پر ہلکی سی لرزتی مسکراہٹ بھی آئی کہ کسی نے زندگی میں پہلی بار اسے جسم کے سوا بھی کچھ جانا، کچھ مانا اور کچھ سمجھا ہے۔

"آپ ایسی باتیں سب سے کرتے ہیں؟"

ردا کے روہانسے سوال پر علیم ہلکا سا مسکرایا۔

"نہیں۔ صرف اپنی بیوی سے کر رہا ہوں"

ردا کی سانس جیسے ایک لمحے کو اٹک گئی۔

بیوی یہ لفظ پہلی بار اسے خوفناک نہیں لگا تھا۔

علیم نے اسکے ماتھے سے بکھرے بال بہت پیار سے ہٹائے۔

"ویسے ایک بات بتاؤں؟"

ردا خاموشی سے اسے دیکھتی رہی جب وہ یہ پہلیاں بوجھنے کے انداز میں سرسرایا۔

"تمہیں پہلی بار دیکھا تھا تو لگا تھا دنیا کی خطرناک ترین لڑکی ہو۔"

اسکے کہنے پر ردا نے اسے اپنی سرخ آنکھوں کے باوجود گھورا۔

"اور اب؟"

ردا کے استفسار پر علیم نے جھک کر اسکی پیشانی سے اپنی پیشانی ٹکائی۔

"اب لگتا ہے دنیا کی سب سے زخمی لڑکی ہو۔ اور مجھے تمہارے ہر زخم سے محبت ہو گئی ہے ردا مراد"

ردا کا دل جیسے اس التفات بھری سچائی پر بھر آیا۔ اس نے بے اختیار اپنے ہاتھ اٹھا کر پہلی بار خود علیم کے چہرے کو چھوا، بہت آہستہ سے جیسے یقین کر رہی ہو کہ یہ سب حقیقت ہے۔

"آپکو پتا ہے؟"

وہ نم مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔

"آپ پہلے مرد ہیں جس کے قریب آکر مجھے خوف نہیں آیا۔"

علیم کی آنکھوں میں نمی اتری، اس نے فوراً اسکا ہاتھ پکڑ کر اپنے لبوں سے لگایا۔

"اور یہ میری زندگی کا سب سے بڑا اعزاز ہے ردا مراد۔ کبھی تمہیں خوف دلانے کی کوشش نہیں کروں گا۔ تم میرے پاس صرف سکون پانے پہنچی ہو، کوئی امتحان دینے نہیں۔ یہاں نہ تمہاری آزمائش ہو گی نہ ہی تمہارا دل دکھے گا۔ تم چاہو تو مجھ پر حکمرانی کرنا، اور دل کرے تو خود پر مجھے دسترس دے دینا۔ سب تمہاری خوشی پر ٹکا ہے"

علیم خان نے اسکا ماتھا چوما اور یہ جو جذب لٹایا اس پر کمرے میں خاموشی پھر پھیل گئی۔

مگر اس بار وہ خاموشی دو ٹوٹے ہوئے لوگوں کے سکون کی تھی، جو آخر کار ایک دوسرے تک پہنچ گئے تھے، اب وہ ساتھ تھے تو جیسے چاہے ایک دوسرے کے ہوتے، اہم تو ساتھ ہونا تھا۔

.._____..

علوی مینشن کے مکین واپس لوٹ آئے تھے، فجر نے سبکے لیے چائے بنوائی تھی جبکہ اندر سب کا ایک ساتھ بیٹھ کر چائے پینے کا ارادہ تھا لیکن عدین کا دل کچھ دیر عرشیہ اور انیس کے ساتھ گزارنے کا چاہا تو وہ بھیو اور عرشیہ کے ساتھ باہر گارڈن میں لگے خوبصورت سجاوٹی کاوچ پر بیٹھا تو اسکے دائیں طرف عرشیہ بیٹھی اور بائیں طرف انیس، موسم کی ادائیں پھر سے برسنے والی تھیں، ٹھنڈی اور تیز ہوا میں ان تینوں کے بال بکھر رہے تھے، عدین نے ان تین ماہ دونوں کو شدید مس کیا تھا، اور اب وہ گود میں عرشیہ اور انیس کا ہاتھ پکڑ کر بیٹھا ٹیک لگائے انکے ساتھ اس سرور بھری ٹھنڈی رات اور خاموشی کو بہت گہرائی سے محسوس کر رہا تھا، عدین نے جو کچھ سنا تھا، اسے جو سچائیاں بتائی گئیں اس پر اسکا بہت نارمل رد عمل آیا اور یہ بات انیس اور عرشیہ کو پریشان کر رہی تھی۔

"بابا کی دوسری بیوی صنم زمان۔ پھر عصر کا ہمارا بھائی نکلنا۔ یہ سب تم نے اتنی آسانی سے کیسے قبول کیا؟"

انیس کے لہجے میں فکر و پریشانی ایک ساتھ ہلکورے رہی تھی۔

"کیونکہ یہ اچھا لگا مجھے۔ وہ ویلے تھے تبھی ہمیں پریشان کرتے رہتے تھے۔ اب اپنی وائف کے ساتھ بزی ہو کر انکو وقت ہی نہیں ملے گا۔ اور عصر بھائی کے ہوتے مجال جو آپکو اب بابا تکلیف دیں۔ اب وہ بیٹا ہے انکا۔ خود سدھار لے گا"

اس بار عدین کی بے فکری پر عرشیہ نے اسکا ہاتھ پکڑ کر دبایا۔

"تمہیں واقعی سب اچھا لگا؟"

اس بار عرشیہ نے افسردہ ہوئے پوچھا جسکے جواب میں وہ کھل کر مسکرایا۔

"جی عرشیہ"

وہ بلکل پر یقین تھا۔

"تمہیں واقعی کچھ نہیں ہوا یاد کھاوا کر رہے تھے۔ دیکھو تم مجھ سے اور عرشیہ سے جھوٹ نہیں بول سکتے"

وہ بھیو کے سوال پر پہلے عرشیہ پھر انیس کو دیکھتے مسکرایا۔

"آپ کو راز کی بات بتاوں، مجھے جتنی محبت آپ

دونوں سے ہے، اتنی کسی سے نہیں۔ میں اپنے بھائی کی جان ہوں اور بھابھی کے لیے بلکل بچہ، دراصل میں نے دل سے خود کو آپ دونوں کا بچہ مان لیا۔ تو اب مجھے کوئی فرق ہی نہیں پڑا۔ آپن بہت

ریلکس ہے"

عدین کے کھکھلانے پر عرشیہ نے انیس کو دیکھا، دونوں نے آپس میں کوئی اشارہ کیا، وہ اپنی خوشی میں اپنے اس بچے کو سب سے

پہلے شامل کرنے کے پابند ہو چکے تھے۔ وہ اپنے پیرنٹس بننے کی نیوز عدین کو سنانے والے تھے جسکی مرداوں اور مناجات کا یہ خوشی ثمر تھی۔ ٹھنڈی ہوا اس لمحے جیسے اور نرم ہو گئی تھی۔ گارڈن کی مدھم لائٹس میں عدین کا چہرہ آج عجیب حد تک پر سکون لگ رہا تھا۔ وہ دونوں ہاتھوں سے انیس اور عرشیہ کے ہاتھ تھامے، ان کے درمیان بیٹھا تھا، اور اسکے چہرے پر پہلی بار وہ سکون تھا جو کسی ایسے بچے کو ملتا ہے جسے آخر کار اپنا گھر مل جائے۔ انیس نے عرشیہ کو دیکھا۔ عرشیہ نے نم سی مسکراہٹ کے ساتھ سر ہلایا۔ پھر انیس نے آہستہ سے اپنا ہاتھ عدین کے سر پر پھیرا۔

"عدین..."

انیس نے اسے پیار سے مخاطب کیا۔

"جی بھیو؟"

وہ فوراً متوجہ ہوا، انیس کچھ لمحے اسے دیکھتا رہا پھر اسکی آنکھوں میں انجانی سی سرخی اتر آئی۔

"تمہیں یاد ہے تم نے ہم سے اک فرمائش کی تھی۔"

عدین پہلے تو الجھا پھر اگلے ہی لمحے اسکی بھنویں سکڑیں۔

"کون سی فرمائش؟"

عرشیہ کی جذباتی مسکراہٹ اسکے لبوں پر بکھر گئی، وہ ذرا سا اسکی طرف جھکی۔

"وہی فرمائش جسکے نتیجے میں کوئی ہو گا جو ہر وقت تمہارے ساتھ رہے گا۔ تمہیں تنگ کرے گا۔ تمہاری چیزیں خراب کرے۔"

عدین نے فوراً انیس کو دیکھا، پھر عرشیہ کو۔

پھر دوبارہ انیس کو، اگلے چند سیکنڈ جیسے اسکے دماغ نے بات سمجھی ہی نہیں۔ اور جب سمجھی، تو وہ ساکت رہ گیا۔ لان میں چلتی ہوا جیسے ایک لمحے کو رک گئی تھی۔

"عر... عرشیہ...؟"

اسکی آواز جیسے شدید صدمے کے اثر سے کانپی۔

عرشیہ کی آنکھیں بھیگ گئیں مگر ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی، اس نے آہستہ سے عدین کا ہاتھ پکڑا اور اپنے ہاتھوں میں پکڑ کر دبایا، وہ دم سادھے عدین کو دیکھ رہی تھی۔

"تم چاچو بننے والے ہو عدین..."

عرشیہ نے بھیگے لہجے میں کہا اور بس یہ سنتے ہی عدین کی آنکھیں بھر آئیں۔ اتنی اچانک، اتنی شدت سے کہ انیس اور عرشیہ دونوں چونک گئے۔

وہ فوراً جھک گیا، دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ ڈھانپ لیا مگر ہچکی پھر بھی اسکے حلق سے نکل گئی۔

"عدین..."

انیس فوراً اسکی طرف ہوا مگر عدین نے اگلے ہی لمحے خود کو انیس کے سینے سے لگالیا، وہ اس خوشی کی زیادتی پر کانپ گیا، اسکی بازووں کی گرفت بہت مضبوط تھی، ایسے جیسے دل ہی دل میں برسوں سے کسی خوشی کے انتظار میں تھا۔

"بھیوس۔سچ...؟"

وہ ٹوٹتی آواز میں بولا، انیس کی اپنی آنکھیں بھی نم ہو چکی تھیں۔

"ہاں میری جان۔ تمہاری دعائیں قبول ہوئیں"

عدین ہنسا، پھر رویا، پھر عرشیہ کی طرف مڑا اور ساتھ ہی اٹھ کر گھٹنوں کے بل اسکے سامنے آ بیٹھا، وہ اس اچانک افتاد پر خفیف سا بوکھلائی۔

"م۔ میں واقعی چاچو بن جاؤں گا؟"

اسکی آنکھوں میں ایسی چمک تھی کہ عرشیہ کا دل بھر آیا، اس نے عدین کے جذبات کی ایسی ہی شدت امید کی تھی۔

"ہاں تم دنیا کے سب سے بیسٹ چاچو بنو گے"

وہ مسکرائی تو عدین نے بے اختیار آسمان کی طرف نظریں اٹھائیں۔

"چاچو کی جان! جلدی سے آجاو میرے پاس"

اسکی آواز پھر کانپ گئی۔

"میں تمہارا دوست بنوں گا اور سچ میں تمہیں کبھی اکیلا نہیں ہونے دوں گا۔ تم میری جان ہو گے۔ میں تمہارا اپنی جان سے بڑھ کر خیال رکھوں گا۔ تمہیں آنچ بھی پہنچنے نہیں دوں گا"

انیس اور عرشیہ دونوں اسے دیکھتے رہ گئے، اس بچے کے جذبات زمینی تو لگتے ہی نہ تھے اور حیرانگی اس لیے بھی کیونکہ پہلی بار عدین کی آنکھوں میں کوئی جلن نہیں تھی۔ نہ خوف۔ نہ یہ ڈر کہ اب محبت تقسیم ہو جائے گی۔ بلکہ اسکی آنکھوں میں خالص خوشی تھی۔

وہ خوشی جو صرف وہ بچہ محسوس کرتا ہے جسے یقین ہو کہ محبت کم نہیں ہوتی، بڑھ جاتی ہے۔

عدین نے فوراً انیس اور عرشیہ کا اک ایک ہاتھ پکڑا اور دونوں کو ایک ساتھ گلے لگا لیا۔

"ت۔۔ تھینکو سو مچ۔ بھیو۔۔۔ عرشیہ۔مجھے میری زندگی کی سب سے بڑی خوشی دی آپ دونوں نے۔یہ میرے لیے بہت بہت بہت بڑا سکھ ہے۔ آپکا بچہ میرا بھی بچہ ہو گا۔۔میں اسے اپنے دل سے لگاوں گا۔وہ بیٹی ہوئی یا بیٹا،وہ اپنے عدین چاچو اور یمل ماموں کی جان ہو گی۔"

وہ بچوں کی طرح خوشی سے بول رہا تھا،اسکے جذبات نے انیس اور عرشیہ کو بھی رلا دیا جو بہت حوصلے والے تھے۔

"اور میں اسکا فیورٹ انسان بھی بنوں گا۔میں اسے سونے نہیں دوں گا۔ہر وقت کھیلوں گا اسکے ساتھ۔اور اگر کسی نے اسے ڈانٹا ناں تو میں اس سے لڑ جاؤں گا۔"

عرشیہ ہنس پڑی جبکہ انیس نے اسے بازو میں بھر لیا،اسے اپنے سینے لگایا۔

"پہلے پیدا تو ہونے دو اسے۔"

انیس نے اس جذباتی کیفیت کی شدت زرا کم کرنے کو جیسے شریر انداز اپنایا۔

"نہیں، وہ ابھی سے میرا ہے۔"

عدین نے فوراً ضد کی، پھر اچانک اسکی آنکھوں میں نمی لوٹی۔

"بھیو شکریہ..."

عدین کے نم آواز میں بولنے پر انیس کی آنکھیں بھی رنگ بدل گئیں۔

"کس بات کا چمپئن؟"

عدین نے نم آنکھوں سے دونوں کو دیکھا۔

"مجھے میرا یہ گھر دینے کے لیے۔ میں آپ دونوں سے بہت پیار کرتا ہوں۔ میں اس بچے کو خود پالوں گا۔ میں بہت خیال رکھوں گا۔ جیسے بھیو نے

مجھے لاڈوں میں پالا۔۔م۔میں بھی بلکل اسی طرح اسکے لاڈ اٹھاوں گا۔۔۔میں بتاوں گا کہ میری پرورش انیس غانم نے کی۔آئی لو ویو سو مچ"

عدین کی آواز آخر میں بری طرح بھیگ گئی تھی۔

"آپ دونوں جان ہیں میری"

وہ جیسے برسوں کا سارا پیار ایک ہی لمحے میں ان دونوں پر لٹا گیا ہو۔انیس نے فوراً اسے اپنی طرف کھینچا اور اسکے بال بکھیرتے اسکا ماتھا چوما۔

"اور میں تم سے بھی زیادہ کرتا ہوں چمپئن۔"

انیس کی بھاری ہوتی آواز میں جو سچائی تھی،اس پر عدین پھر ہنسنے اور رونے کے بیچ اٹک گیا۔

عرشیہ بھی اب اپنی آنکھوں کی نمی نہ روک سکی،وہ آگے بڑھی اور عدین کے دونوں گال اپنی ہتھیلیوں میں لے لیے۔

"تمہیں پتا ہے؟"

وہ بہت محبت سے بولی۔

"یہ بچہ دنیا میں آنے سے پہلے ہی بہت خوش قسمت ہو گیا ہے۔ کیونکہ اسے تم جیسا سائبان مل گیا ہے"

عدین کی آنکھیں پھر چمک اٹھیں۔

"اور میں اسے روز کہانیاں سناؤں گا۔ اور اگر وہ رویا ناں تو میں پوری رات جاگوں گا۔ اور"

اس سے پہلے وہ آنے والے بچے کی عیاشیاں پلین کرتا، انیس نے ٹوکا۔

"اور تم خود سکول کالج نہیں جاؤ گے۔"

انیس نے فوراً بات کاٹی تو عدین نے گھورا۔

"میں چاچو ہوں۔ مجھے چھٹی ملنی چاہیے پڑھنے لکھنے سے"

عرشیہ منہ پر ہاتھ رکھے ہنسی جبکہ انیس نے ماتھا پکڑ لیا۔

"ابھی سے اس بچے کی زندگی تباہ مت کرو لفنگے چاچا۔"

انیس کی دہائی پر عرشیہ بھی مسکرائی۔

"بھیو پلیز۔ وہ میرا بے بی ہے ناں"

عدین نے فوراً انیس کے کندھے سے لٹکتے احتجاج کیا تو انیس ہار مانتے ہوئے ہنس پڑا، اسی لمحے عرشیہ نے دونوں کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے لیے۔

ٹھنڈی ہوا اسکے کھلے بالوں کو اڑا رہی تھی جبکہ اسکی آنکھوں میں عجیب سی چمک اتر آئی۔

"لیکن ایک شرط ہے۔"

دونوں فوراً اسکی طرف متوجہ ہوئے۔

"کیا؟"

عدین نے جلدی سے پوچھا، عرشیہ نے ہلکی سی شرارتی مسکراہٹ کے ساتھ انیس کو دیکھا پھر عدین کی طرف متوجہ ہوئی۔

"یہ ابھی ہمارا سیکرٹ رہے گا۔ کچھ دنوں کے لیے صرف ہم تینوں کا۔"

عدین کی آنکھیں حیرت سے پھیلیں۔

"کیوں؟"

وہ متجسس تھا۔

"کیونکہ..."

اس بار انیس نے بات سنبھالی۔

"ہم چاہتے ہیں اس خوشی کو سب کے ساتھ خاص طریقے سے منائیں۔ یہ شادی نمٹے پھر میرا اور انیس کا ولیمہ ہو گا تو یہ خوشی ساتھ سبکو بتائیں گے"

عرشیہ نے فوراً بات مکمل کی۔

"ولیمے والے دن"

عدین چند لمحے انہیں دیکھتا رہا پھر اچانک اسکے چہرے پر ایسی ایکسائٹمنٹ آئی کہ وہ تقریباً اچھل پڑا۔

"اوہہہ !یعنی آپ دونوں کا پینڈنگ ولیمہ"

اس نے دونوں ہاتھ منہ پر رکھ لیے۔

"سب شاک ہو جائیں گے !"

وہ کھسیانا مسکایا۔

"خاص طور پر عصر بھائی۔بابا۔۔۔اور نیو مما۔"

عرشیہ اسکی شرارتوں پر ہنسی۔

"اور یمل تو فوراً رونا شروع کر دے گا ماموں بننے کے پہاڑ سکھ پر۔"

انیس نے اضافہ کیا تو تینوں ہنس پڑے، عدین اب پوری سنجیدگی سے سیدھا ہوا۔

"اوکے۔ میں کسی کو نہیں بتاؤں گا۔"

پھر فوراً انگلی اٹھائی۔

"لیکن مجھے سب سے پہلے بے بی کو ہولڈ کرنے دینا ہو گا۔"

آ گیا تھا جگا مافیا کہیں کا۔

"دیکھیں گے۔"

انیس نے جان بوجھ کر سنجیدہ انداز اپنایا۔

"نہیں! یہ ظلم ہے۔ میں اسکا سب کچھ ہوں۔"

عدین فوراً ان دونوں پر جھکا احتجاج کرنے لگا تو عرشیہ نے ہنستے ہوئے اسی گال دبوچی۔

"تمہیں سب سے پہلے ہی دیں گے۔"

عدین نے سکون کا سانس لیا پھر بہت آہستگی سے دوبارہ عرشیہ اور انیس کو دیکھنے کے بعد ناچ اٹھا۔

"چھوٹی جان جلدی آنا... ہم تینوں تمہارا انتظار کر رہے ہیں"

عدین کے مسکانے پر وہ دونوں بھی ہنس پڑے، جبکہ تینوں نے بڑے سنجیدہ انداز اپناتے ہوئے علوی مینشن میں قدم رکھا، عصر، فجر، صنم اور ابراہیم علوی چاروں کے چہرے مسکرائے جب ان تینوں کو آتے دیکھا، سب ہی ایک ساتھ براجمان ہو کر دیر رات چائے پی رہے تھے۔

"ساتھ میں بہت پیارے لگتے ہو تم تینوں۔ نظر بد سے محفوظ رہو"

صنم کے پیار اور دعا دینے پر وہ تینوں ہی آمین کر اٹھے۔

"آمین۔ کیا بات ہے بڑے چہرے گلو کر رہے ہیں تم تینوں کے۔ اسے تو علیم خان کے شدید ارجنٹ نکاح کی خوشی چڑھی ہے پر تم دونوں کے رنگ کیوں لال ہو رہے ہیں"

عصر کی شدید تیز نظروں سے بھلا عرشیہ اور انیس کیسے بچ سکتے تھے، عدین نے فورا منہ دوسری طرف کرتے خود کو لاعلم ظاہر کیا۔

"ک۔ کچھ بھی تو نہیں عصر"

عرشیہ نے فوری معاملہ سنبھالا پر سامنے بھی تو عصر تھا۔

"پکی بات ہے ناں عرشی؟"

اس بار عصر کی خشمگیں نگاہیں انیس اور عرشیہ کے بے قابو خوشی چھپائے چہروں پر سرک رہی تھی۔

"بلکل پکی بات ہے"

وہ ابھی تو معاملہ سنبھال گئے پر یہ تادیر سنبھلنے والا لگ نہ رہا تھا، عدین کے سونے کے بعد ابراہیم اور صنم بھی بچوں کو آرام کا کہتے اپنے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئے مگر سیڑھیوں کے قریب آتے آتے بھی انیس اور عرشیہ کے چہروں پر وہی دبی دبی سی روشنی تھی، جیسے دونوں پوری کوشش کر رہے ہوں کہ اپنی خوشی کو قابو میں رکھ سکیں مگر وہ ضدی خوشی بار بار آنکھوں میں جھلک جا رہی تھی۔ فجر نے جاتے جاتے ایک نظر پلٹ کر دونوں کو دیکھا، پھر عصر کی طرف معنی خیز نظروں سے دیکھا۔

"میں نے کہا تھا ناں کچھ گڑبڑ ہے"

عصر نے ہونٹ دبا کر ہنسی روکی، پھر اگلے ہی لمحے وہ دونوں واپس پلٹے۔

"رکیں آپ دونوں۔"

انیس نے چونک کر دیکھا جبکہ عرشیہ تو فوراً سیدھی کھڑی ہو گئی۔

"ک۔ کیا ہوا؟"

اسکے معصومانہ سوال پر عصر بازو باندھے دونوں کے سامنے آ کھڑا ہوا۔

"یہی تو ہم پوچھ رہے ہیں۔ کیا ہوا ہے؟"

عصر کی جانچتی نگاہیں تو دونوں کی ہنسی نکال دیتیں۔

"کچھ بھی تو نہیں۔"

انیس نے انتہائی کامیاب ناکامی سے سنجیدہ بننے کی کوشش کی۔

"انیس غانم!"

اس بار عصر نے بڑے بھائیوں والا خطرناک سکون اوڑھا۔

"میں نے تمہیں بچپن سے دیکھا ہے۔ تمہارے چہرے پر کون سا رنگ کس بات پر آتا ہے، مجھے سب پتا ہے۔ اور عرشی تم تو جھوٹ بولتے وقت کان تک لال کر لیتی ہو۔ اب سیدھی طرح بتاؤ ورنہ میں خود اندازے لگانا شروع کر دوں گا۔"

فجر تو اب باقاعدہ ایکسائٹڈ ہو کر دونوں کے قریب آ گئی تھی، کیونکہ اسے اپنے ہونہار جناب پر پورا بھروسہ تھا کہ وہ یہ راز باہر نکال کر ہی دم لے گا۔

"اوہ مائی گاڈ تم دونوں ایسے کیوں لگ رہے ہو جیسے تم دونوں کا پرائز بانڈ لگا ہو۔ کس بات پر باچھیں نہیں اندر رہو رہیں۔"

عصر کے تھانیدارانہ استفسار پر عرشیہ نے بے بسی سے انیس کو دیکھا جبکہ انیس نے ماتھے پر ہاتھ پھیرتے ایک لمبی سانس لی۔

"قسم سے تم دونوں جاسوس ہو۔"

انیس نے جیسے ہتھیار ڈالے۔

"جی ہاں۔ اور اب نیوز دیں"

فجر نے ضدی انداز میں کہا، کچھ لمحے خاموشی رہی پھر عرشیہ کی نظریں جھک گئیں، ہونٹوں پر لرزتی مسکراہٹ آئی جبکہ انیس نے آہستگی سے اسکا ہاتھ تھاما۔

"ہم..."

انیس پہلی بار واقعی الفاظ ڈھونڈتا محسوس ہوا۔

"ہم پیرنٹس بننے والے ہیں۔"

چند سیکنڈ جیسے وقت وہیں تھم گیا پھر اگلے ہی لمحے وہ ٹرانس ٹوٹا۔

"کیا؟!"

فجر کی چیخ پورے ہال میں گونجی، وہ فوراً عرشیہ سے لپٹ گئی۔

"عرشیہ آپیا! اوہ میرے خدا! آپ مما بننے والی ہیں"

وہ خوشی سے تقریباً رو ہی پڑی تھی جبکہ عرشیہ ہنستے ہنستے اسکے گلے لگی۔ اور دوسری طرف عصر جیسے چند لمحے ساکت کھڑا رہا۔ پھر اس نے دھیرے سے انیس کو دیکھا۔

"تم... باپ بننے والے ہو؟"

انیس نے بے اختیار مسکرا کر سر ہلایا تو عصر نے اگلے ہی لمحے اسے زور سے بازوؤں میں جکڑ لیا، وہ اتنا خوش تھا جیسے یہ خوشی اسے ملی ہو۔

"اوہ میرے بھائی۔ میری جان"

عصر کی آواز واقعی بھیگ گئی تھی۔

"تمہیں اندازہ بھی ہے اللہ نے تمہیں کیا دیا ہے انیس؟"

انیس پہلی بار اتنا خاموش ہوا، جیسے وہ خوشی اب تک پوری طرح خود بھی محسوس نہ کر پایا ہو۔

عصر نے اسے خود سے الگ کیا، پھر دونوں ہاتھ اسکے چہرے پر مارے۔

"اور سنو اگر اس بچے کو کبھی آنکھ اٹھا کر بھی ڈانٹا ناں تو میں تمہیں خود ماروں گا۔ سمجھے؟"

انیس ہنس پڑا کیونکہ چاچا کے بعد ملاحظہ تھا بگھڑیل قسم کا سنکی تایا، بچارے بچے کا فیوچر ابھی سے روشن تھا۔

"ابھی سے دھمکیاں؟"

انیس نے اسے آنکھیں اچکا کر گھوری دی۔

"یہ دھمکیاں نہیں، بڑے باپ کی ہدایات ہیں۔"

عصر کی تو جیسے ہر بات پیاری تھی۔

"عرشیہ آپیا۔ آپ گلو بھی تبھی کر رہی ہیں۔ ماشاءاللہ۔ مبارک کرے اللہ۔ آپ کتنی کیوٹ سی مما بنیں گیں"

عرشیہ ہنستے ہنستے شرما گئی۔

"میں خود بھی یہی سوچ رہی ہوں۔"

فجر نے پھر فوراً جھک کر عرشیہ کے پیٹ پر ہاتھ رکھا۔

"ہیلو چھوٹے بے بی، میں تمہاری فیورٹ آنی ہوں۔"

عصر نے فوراً اسے دور کھینچا۔

"پہلے پیدا تو ہونے دیں بچے کو۔ ابھی سے فیورٹ ہنہ۔ میں زیادہ فیورٹ آنا بنوں گا اسکا۔ سمجھیں آپ میری چھوٹی سی ڈاکٹر صاحبہ؟"

انیس اور عرشیہ انکے آپسی پیار پر مسرور ہوئے کیونکہ فجر شرما سی گئی۔

"سمجھ گئی مسٹر آنا"

وہ منہ بسور گئی تو عصر بھی ہنس کر پھر سے سپیشل کپل کی جانب مڑا۔

"سنجیدگی سے مبارک ہو میرے دل کی راحتو!۔ تم دونوں اس خوشی کے سب سے زیادہ حق دار تھے۔ میں تم دونوں کے لیے بہت خوش ہوں"

اسکے لہجے کی سچائی پر انیس کی آنکھوں میں واقعی سرخی اتر آئی، اور یہ مسکراہٹ ابھی کے لیے تھمی کیونکہ دونوں کپلز اپنے اپنے روم کی طرف بڑھ گئے۔ فجر اور عصر اپنے کمرے کی طرف بڑھے تو فجر ابھی تک بے انتہا خوش تھی۔

"مجھے یقین نہیں آرہا۔ انیس بھائی بابا بنیں گے! عرشیہ آپیا مما بنیں گیں، اوہ خدا..."

عصر نے کمرے کا دروازہ بند کرتے اسے پیچھے سے اپنی بازوؤں میں بھرتے اپنے سینے سے بھینچا تو وہ جیسے گھبرا اٹھی۔

"آپ اتنی خوش کیوں ہو رہی ہیں سائیں؟"

فجر نے فوراً گردن موڑ کر اسے دیکھا۔

"کیونکہ مجھے بے بیز پسند ہیں۔"

عصر اسکے اس اعتراف پر اسکے کان کے قریب جھکا، اسکے کان کی لو چومی۔

"تو پھر... اب مجھے بھی باپ بنا دیں۔ تین ماہ کی عیش کافی تھی ناں۔"

فجر کے گال فوراً سرخ ہوئے۔

"عصر!"

وہ پیچھے سر کی تو وہ ہنس پڑا، اسکی کمر اپنے قریب کرتے اسکے بالوں میں چہرہ چھپا گیا۔

"کیا؟ مجھے بھی چھوٹا سا آپ جیسا شور مچاتا بچہ چاہیے۔ جو آپکی طرح چک چک کرتا رہے میری چار فٹیا جان"

فجر نے شرماتے ہوئے اسے دھکا دیا مگر وہ خود بھی ہنس رہی تھی۔

"میں چار فٹیا نہیں ہوں اور میں کافی ہوں رولا ابھی۔ ویسے بھی بچہ آیا تو آپ نے مجھے کہاں منہ لگانا ہے۔ اس لیے ایک سال تک نو بے بی"

وہ کافی ظالم بننے کی کوشش میں تھی، اور تبھی عصر نے اسکو واپس دبوچا۔

"آپ تو ایسے مغرور ہو رہی ہیں سائیں جیسے اب تک بچہ نہ ہونا آپ کی وجہ سے ہے۔ یہ عنایت میری ہے آپ پر۔ کہ آپکو نو ماہ کی مشقت میں دیکھنے کا ابھی میرا موڈ نہیں بن سکا۔ ورنہ۔۔۔"

اس سے پہلے وہ کچھ کہتا، اسے فجر نے ویسے ہی روکا جسکی عصر علوی کو بری عادت پڑ چکی تھی۔

ادھر دوسری طرف کمرے سے جڑی بالکونی میں ٹھنڈی ہوا عرشیہ کے بال اڑا رہی تھی جبکہ وہ انیس کے سینے سے لگی کھڑی تھی۔

نیچے گارڈن میں خاموشی پھیلی تھی اور اوپر ان دونوں کے دلوں میں عجیب سا سکون برپا تھا۔

"عدین بہت خوش تھا۔"

عرشیہ نے دھیرے سے کہا، انیس نے اسکے سر پر ٹھوڑی ٹکائی۔

"ہم سب سے زیادہ اسی کے لیے ڈرے ہوئے تھے کہ جیلس ہو گا اور اس نے سب سے خوبصورت رد عمل دیا۔"

انیس کی بات پر وہ مسکرائی تو انیس نے اسکی انگلیاں پکڑ کر چومیں۔

"وہ واقعی ہمارا بچہ ہے۔"

کچھ لمحے دونوں خاموش رہے پھر عرشیہ نے آہستہ سے کہا۔

"صبح ابراہیم انکل اور صنم آنٹی کو بھی بتا دیتے ہیں۔"

انیس نے فوراً اسے دیکھا۔

"واقعی؟"

انیس چونکا۔

"ہاں۔ باقی سب کو ولیمے پر بتائیں گے... لیکن انہیں پہلے پتا ہونا چاہیے۔ جب سب جان گئے تو پیرنٹس بھی پہلے ہی جاننے کا حق رکھتے ہیں"

انیس کی آنکھوں میں محبت سی اتری، وہ جھک کر اسکا ماتھا چوم گیا اور یہ بہت بے خود سا انداز تھا۔

"تم ہر بار مجھے حیران کر دیتی ہو۔ میری سمجھدار جان۔ میں بھی یہی سوچ رہا تھا"

عرشیہ ہلکا سا ہنسی۔

"کیونکہ اب شادی کے اتنے ماہ بعد ہماری سوچ بھی ملنے لگی ہے میری پیاری جان"

اس نے انیس کا ہاتھ آہستگی سے اپنے پیٹ پر رکھا۔

"اب ہم تین ہیں انیس۔۔ یہ تم ہو۔ میرے اندر۔۔ اور اک یہ باہر میرا ہنڈسم۔ تم سے ہر بار پیار ہو گا جب جب یہ ننھا وجود مجھے اپنے اندر محسوس ہو گا"

اور اس ایک جملے پر انیس غانم کی ساری دنیا جیسے خاموش ہو کر صرف اسی عورت میں سمٹ گئی۔

"اور جب یہ ہاتھ پیر ہلا کر تمہیں درد دے گا، پھر واٹنگ۔ چکر۔ اور جب اٹھنے بیٹھنے سے لاچار ہو جاو گی۔ جب پیٹو پھول جائے گا۔ جب پیر سوجھ جائیں گے۔ جب پیٹ میں درد ہو گا۔ بھوک لگے گی پر کھایا کچھ نہ جائے گا۔ بار بار واش روم دوڑو گی، تب بھی پیار آئے گا تمہیں مجھ پر؟"

عرشیہ چند لمحے اسے بس دیکھتی رہی، ایسے... جیسے پہلی بار سمجھی ہو کہ ماں بننا صرف خوشخبری نہیں، ایک عورت کا اپنے وجود کو آہستہ آہستہ کسی اور زندگی کے لیے وقف کر دینا ہوتا ہے۔ اسکی آنکھوں میں نمی سی اتری۔

"سب سے زیادہ تب ہی پیار آئے گا تم پر"

اسکی بھاری ہوتی آواز پر انیس کی آنکھیں مسکرائیں۔

"میری جان۔تب مجھے ہر لمحہ یہ یاد رہے گا کہ تم میرے لیے کیا سہو گی۔میرے بچے کے لیے کیا برداشت کرو گی۔"

وہ آہستہ سے اسکے قریب ہوا، اسکا ماتھا اپنے ماتھے سے جوڑا۔

"اور سنو جب تمہیں واٹنگ ہو گی ناں، میں تمہارے بال پکڑ کر رکھوں گا۔جب چکر آئیں گے تو میں تمہیں اٹھا کر چل لوں گا۔جب پیر سوجیں گے تو میں خود دباوں گا۔رات کو بھوک لگے گی تو پوری دنیا الٹ دوں گا تمہارے لیے۔"

عرشیہ کی آنکھیں بھر آئیں مگر ہونٹ ہنس دیے۔

"اور جب میں موٹی ہو جاؤں گی تب؟"

انیس فوراً سنجیدہ سا ہوا۔

"تب؟"

اس نے جیسے واقعی سوچا۔

"تب میں روز اللہ کا شکر ادا کروں گا کہ میری لما میرے بچے کو اپنے اندر لیے گھوم رہی ہے۔"

عرشیہ کا چہرہ سرخ پڑ گیا، وہ اس پر شدید پیار آتا محسوس کر رہی تھی پر ابھی جسم ایسی طاقت نہیں رکھتا تھا کہ ان موصوف کو جھیلا جا سکے۔

"تم اتنے پیارے کیوں ہو میری جان۔"

وہ ہلکا سا اسکے لاڈ پر مسکرایا۔

"کیونکہ تم نے مجھے ایسا بنا دیا ہے میری دلبرم"

وہ اقرار کرتا مسکایا پھر وہ دھیرے سے گھٹنوں کے بل اسکے سامنے بیٹھ گیا۔

عرشیہ چونکی۔

"انیس مت جھکا کرو ناں یار میرے سامنے۔ تم اونچے پسند ہو مجھے"

وہ منمنائی مگر وہ خاموشی سے اسکے پیٹ کے سامنے آرکا، ابھی وہاں کچھ ظاہر نہیں تھا، بس ایک نرم سا احساس تھا، ایک چھپی ہوئی زندگی محسوس کی جا سکتی تھی۔

انیس نے بہت احتیاط سے اپنی ہتھیلی اسکے پیٹ پر رکھی، پھر جھک کر وہیں ایک طویل، محبت بھرا بوسہ ثبت کیا۔

"قلب غانم۔ میرے چھوٹے پرندے کا اندر سے خیال رکھنا۔ تنگ مت کرنا اسے، تمہاری مما ہے لیکن میرا قیمتی اور اکلوتا جہان ہے"

اسکی آواز واقعی یہ کہتے ٹوٹ گئی تھی، عرشیہ نے اسے اٹھ کر کھڑا ہوتے ہی زور سے اپنے گلے لگایا تو انیس نے اسے اپنی بازوؤں میں جیسے بھر سا لیا

تھا، پھر ہونٹوں کے سنگ تھوڑے پیار کا اضافہ نہ ہوتا تو سب ادھورا ہی رہ جاتا۔

وہیں سوہا کے لیے یہ رات بہت خوبصورت تھی، تھکن سے بے نیاز، سکون بھری۔ عاصم بھی صبح ہوتے ہی سوہا کے متعلق فیصلے کے بارے یمل سے اسکی اجازت لینے والا تھا۔

خضر اور بیلا جیسے لمحے گن رہے تھے اور مہویر اور منائم بھی اک دوسرے کی پناہوں میں قید تھے۔

وہاں منائم کا چوتھا مہنیہ لگ گیا تھا تبھی اب انکے بیچ نام کی ڈسکشن چل رہی تھی۔

منائم بیڈ کے ہیڈ بورڈ سے ٹیک لگائے بیٹھی تھی جبکہ مہویر آدھا اسکی گود میں سر رکھے لیٹا ہوا تھا، کمرے کی مدھم روشنی اور باہر پڑتی ہلکی بارش اس لمحے کو اور نرم بنا رہی تھی۔

منائم کی انگلیاں اسکے بالوں میں الجھی ہوئی تھیں جبکہ دوسری ہتھیلی اپنے ابھرتے وجود پر ٹکی تھی۔

"انکا نام یونیک ہے تو بچے کا بھی الگ ہی حسین نام ہو گا"

وہ دھیرے سے بولی تو مہویر نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا، وہ دونوں انیس اور عرشیہ کے بچے کا نام سوچ رہے تھے۔

"میرا بچہ تو خطرناک خوبصورت نام ڈیزرو کرتا ہے۔"

منائم یکدم ہنس پڑی۔

"اوہ اچھا؟ تو پھر بتائیں جناب، آپکے بچے کا کیا نام ہو گا؟"

مہویر سیدھا ہو کر بیٹھ گیا، پھر اسکی طرف کچھ اس انداز میں دیکھا جیسے بہت سنجیدہ میٹنگ ہونے والی ہو۔

"پہلی بات۔ یہ بچہ میری سائیڈ لے گا۔"

مہویر کی خوش فہمیاں تو الگ ہی تھیں۔

"جی نہیں۔"

منائم نے فوراً انکار کیا۔

"یہ بالکل اپنی مما کی پارٹی میں ہو گا۔"

مہویر نے آنکھیں سکیڑیں۔

"تم پہلے دن سے اسے میرے خلاف کر رہی ہو مانو۔"

وہ جیسے غصیل سا ہوا۔

"کیونکہ آپ بہت تنگ کرتے ہیں۔"

وہ ہونٹ سکیڑ کر بولی تو مہویر فوراً اسکے قریب سرک آیا۔

"میں تنگ کرتا ہوں؟"

اسکی دھیمی آواز پر منائم کے گال گرم ہوئے۔

"جی۔"

وہ پھسپھسائی۔

"پھر بھی ہر وقت میری بازوؤں میں رہتی ہو۔"

وہ اب اسکے بال کان کے پیچھے کرتے سرگوشی میں بولا تو منائم نے نظریں چرا لیں۔

"موضوع مت بدلیں۔نام سوچیں۔"

مہویر پر خمار سا ہنس پڑا، پھر اسکی ہتھیلی پکڑ کر اپنے دل پر رکھ دی۔

"اگر بیٹی ہوئی ناں... تو میں اسے اپنے جیسا نرم دل چاہوں گا۔اور اگر بیٹا ہوا..."

وہ رکا، پھر جھک کر منائم کے پیٹ پر پیار کیا۔

"تو وہ اپنے بابا پر جائے۔ تاکہ تمہاری طرح ضدی نہ ہو وہ۔"

منائم کی آنکھیں بے اختیار پھیل گئیں۔

"ہنہ۔ بڑے آئے مہربان"

وہ نخرہ دیکھاتے بولی تو مہویر نے اسکی گول گال کھینچی۔

"ایسے مت کیا کرو۔ پینگوئن لگتی ہو۔ جسے اٹھا کر بس بہت ساری کسیز دینے کو دل مچلتا ہے"

وہ اسکی خام خیالی پر آنکھیں گما گئی۔

"اٹھا ہی نہ لیں آپ مجھے۔ کمر میں چک نہ ڈلوا لینا"

منائم کے منہ بگاڑنے پر وہ دوبارہ اپنی جگہ جا لیٹا کیونکہ جانتا تھا کچھ ماہ بعد اس گودی میں ایک کباب کی ہڈی آجائے گی جبکہ منائم اسے اپنی جان بنا کر رکھنا

سیکھ چکی تھی، پھر بھلے کوئی بھی ولن آجائے، مہویر کے اگنور ہونے کا نو چانس۔

.._____..

"میرا دل چاہا تصویر سے تمہیں نکال لوں۔ کیسے صبر کر رہا ہوں میں ہی جانتا ہوں۔ سوئیٹ کارن۔ آئی وانٹ ٹو سی یو"

خضر کو نیند ہی نہ آرہی تھی، کروٹیں بدلی جارہا تھا، پھر بیلا کی کال آئی تو جناب کو کچھ سکون ملا لیکن یہ اسکی غلط فہمی تھی، بیلا کی آواز سن کر تو خضر کی تڑپ مزید بڑھ گئی۔

"بس ایک دن۔ کل آپ مجھے صرف دیکھیں گے نہیں۔ پا بھی لیں گے خضر۔ کیا میں کال پر کچھ بیقراری کا توڑ کر سکتی ہوں؟"

خضر نے گہرا سانس بھرے کروٹ دائیں بدلی۔

"ہاں کر سکتی ہو۔ بتاو کتنا پیار کرتی ہو اپنے شوہر سے ؟"

خضر کے بیقراری بھرے سوال پر وہ گھبرا کر لیٹے سے اٹھی، اس سے بھی یہ انتظار کاٹنا سوہان روح تھا۔

"اپنی جان سے بڑھ کر پیار کرتی ہوں آپ سے خضر۔ کل وہ سن فلاور والے کف لنکس یوز کیجئے گا۔ اور پرفیوم تھوڑی سلو پلیز۔ مجھے آل ریڈی کافی گھبراہٹ ہے کل کے لیے تو میں نہیں چاہتی آپکی خوشبو میرے حواس قبل از وقت ہی چھین لے۔ مجھے آپکی خوشبو چاہیے آپ سے آتی ہوئی۔ بہت مس کیا اسے۔ میں جانتی ہوں لگ بھگ سو دن ہو چکے ہیں ہمیں ملے، آپکی حالت سمجھتی ہوں۔ میری بھی یہی ہے۔"

خضر کے ہونٹوں پر جیسے سرور امڈتا چلا گیا، وہ یہی سن کر سکون پا سکتا تھا۔

"بیلا۔ تم مجھے دیکھ نہیں سکتی تو تمہیں اس پر اداس ہونے کی ضرورت نہیں۔ میں تمہیں اس کمی کا احساس نہیں ہونے دوں گا۔ ٹھیک ہے ناں۔ تم

میری آنکھوں سے مجھے دیکھ لینا۔ بس اداس مت ہونا۔ اور آج تم بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔"

بیلا کا دل جیسے دھڑکنا بھول گیا، وہ جذباتی ہوئی، سکرین کو آواز سے چوما۔

"آپ بھی یقینا میری خوبصورت دنیا ہی لگ رہے ہوں گے۔ اب سو جائیں۔ ہم کل کبھی نہ دور ہونے کے لیے ملتے ہیں۔ آئی لو ویو میڈلی"

وہ اک سرور بھری سانس بھر کر رہ گیا لیکن اس کال نے اسکی رات آسان بنائی، اور دیکھتے ہی دیکھتے صبح کی روشنی عالم جہاں پر پھیلنے لگی۔

لیکن اس صبح کے دامن میں کچھ ناخوشگوار سے رنگ تھے، پر اسرار دو لوگ کسی بڑے فساد کو ڈالنے کی کوشش کر رہے تھے۔

"مجھے کچھ دن پہلے ابراہیم علوی نے بہت مارا آکر۔ اسکی بہو اور بیٹے سے دور رہنے کی دھمکی دی"

یہ آواز جانی پہچانی تھی۔

"مجھے بھی۔ اور اب ہمیں مل کر اپنا انتقام لینا ہو گا۔ مجھے تو پولیس کی دھمکی بھی دی۔ ابھی ہفتے پہلے تو میں انتقام کے لیے نئے ولولے لیے لوٹا ہوں"

یہ آواز تو پہلے والی سے بھی کہیں زیادہ جانی پہچانی تھی، اور پھر اک بے ڈھنگا قہقہہ لگاتے وہ دو فساد کو برپا کرنے اس بند گودام سے نکل گئے تھے، انکا ٹارگٹ ابراہیم علوی تھا۔

اور علوی مینشن میں ناشتے کی میز پر بے بی کی نیوز آخر صنم اور ابراہیم کو بھی سنادی گئی۔

"کیا جو میں نے سنا وہ سچ ہے؟ کیا میں دادا بننے والا ہوں، کیا تمہاری اولاد دیکھنے والا ہوں میں؟"

ابراہیم کا ٹوٹا ہوا کانپتا لہجہ اس وقت ناشتے کی میز پر بیٹھے سب افراد کا دل بھاری کر رہا تھا، ابراہیم علوی نے کبھی نہیں سوچا تھا وہ انیس کی اولاد دیکھ

سکیں گے، جیسی اذیتیں اس بچے نے سہیں، اپنی ماں مرتی دیکھی، پھر اپنا لہو وجود سب کے لیے باعث آزار جانا، اسکے بعد بھی اگر انیس نے اس راہ پر قدم رکھا تھا تو یہ اسکے حوصلے کا بہت بڑا ثبوت تھا، اللہ پر توکل کی جیتی جاگتی مثال تھی۔

"جی۔ آپ دادا بننے والے ہیں۔ اور ہم اپنے بچے کو دنیا جہاں کی ہر تکلیف سے بچائیں گے۔ ہم اسکے درد کو اسکا قصور نہیں کہیں گے۔ ہم اسے جینے کے وہ سارے حق دیں گے جو مجھ سے اور انیس سے لے لیے گئے۔ اس نے ساری زندگی اپنی بیماری کے سبب خود سے ناراض رہ کر کاٹی اور میں نے ڈرتے ہوئے۔ خوفزدہ رہ کر کاٹ دی۔ لیکن اب کچھ بھی دہرایا نہیں جائے گا۔"

عرشیہ کے الفاظ میں امید اور یقین تھا، وہ سبکی طرف دیکھ کر مسکرائی، پھر بھی اسکی آنکھیں بھر آئیں، صنم بھی خوش تھیں کہ یہ خوشی اس وقت بہت شدت سے درکار تھی۔

"اللہ تم دونوں کو اولاد کی ہر تکلیف سے محفوظ رکھے۔ اسکو صحت اور زندگی والا بنا کر تم دونوں تک پہنچائے۔ میں نے جو تکلیف انیس کی دیکھی، وہ کسی باپ کا مقدر نہ بنے، اس نے جو درد مجھ سے پائے، وہ بھی اللہ کسی کو نہ دے۔ نہ تم دونوں میرے اور حمرا جیسے والدین بننا۔ اپنے بچوں کو اہمیت دینا لیکن ایک دوسرے کو اس بیچ کبھی فراموش مت ہونے دینا۔ ہر چیز کی زیادتی بگاڑ کا سبب بنتی ہے میرے بچو!"

انیس نے بابا کی طرف دیکھا، عرشیہ بھی انہی کو دیکھنے لگی، عدین، فجر، عصر اور صنم خاموشی سے ان تینوں کو دیکھ اور سن رہے تھے۔

"یہ نصیحت میں نے جی ہے۔ میں سمجھتا ہوں سب بابا۔ غلطی کسی ایک کی کبھی نہیں ہوتی۔ میں نے آپکو دل سے معاف کر دیا ہے۔ میں نے کبھی بھی اپنے لیے آپکی محبت نہیں مانگی، ہمیشہ بس آپ سے عدین کے لیے توجہ چاہی تھی۔ کیونکہ مجھے میری ممانے جتنی توجہ ان سترہ سالوں میں دی وہ ساری زندگی کے لیے کافی ہے۔ اس محبت نے کوئی بگاڑ پیدا نہیں کیا۔ شاید انھیں

بھی پتا تھا میں آپکی من پسند اولاد نہیں تو وہ جیتے جی ہی میرا دامن محبت سے بھر گئیں۔ پیرنٹس کی اولاد کے لیے محبت جنونی ہو جاتی ہے جب وہ بچہ تھوڑا سا بھی کسی تکلیف کا شکار ہو جائے۔ میری ممانے آپ کی چاہت کے بنا آپکو حاصل کیا۔ انکے بابا نے آپکو بہت سا پیسہ دے کر خریدا تو یہ بھی میرے نزدیک ایک باپ کی بے بسی اور ایک عورت کی اسے ہرا دیتی محبت ہی تھی۔ صنم زمان کے ساتھ آپ نے ہی نہیں، میرے دادا دادی نے ہی نہیں، میری ممانے بھی زیادتی کی، مجھے اسکا بھی علم ہے۔ لیکن ہم سب انسان ہیں فرشتے نہیں۔ ہم ایک دوسرے کو معاف کر کے ہی آگے بڑھتے ہیں۔ اس لیے میں چاہتا ہوں آپ اور صنم ماں بھی میری مما کو معاف کر دیں، انکی طرف سے آپ دونوں کو میں معاف کر چکا ہوں اگر کوئی زیادتی ہوئی۔ اس لیے آپ دونوں انھیں بھی معاف کر دیں اور ایک دوسرے کو بھی"

سب کی آنکھوں میں انیس کے الفاظ نے اک اداسی کا جہاں سا بھر دیا تھا، ابراہیم اور صنم نے اک دوجے کی جانب دیکھا، وہ دیکھنا محبت بھرا نہیں تھا، وہ پچھتاوں کی زد میں ڈوبا ہوا منظر تھا۔

"مجھے حمرا سے کوئی شکایت نہیں۔ اس نے عصر کو ماں جیسی محبت دے کر مجھے الٹا اپنا مشکور کیا تھا۔ رہی بات ابراہیم کی، میں اسے بھی معاف کر چکی ہوں پر یہ مجھ سے محبت کی امید نہ لگائے۔ کیونکہ محبت بھلے نہیں مرتی، مگر وہ وقت کی گرد میں اٹ ضرور جاتی ہے۔ میں تم تینوں کے بابا کا ایک اچھی بیوی کی طرح ہر ممکنہ خیال رکھوں گی۔ اسکا ساتھ دوں گی۔ پر محبت دینے میں شاید بہت وقت لگ جائے"

صنم کے الفاظ سادہ اور واضح تھے، نہ ان میں بناوٹی پن تھا، نہ ہی کوئی دل دکھاتی کاوش، وہ بس سچ تھا۔

"میں جانتا ہوں تم سب کے لیے مجھے اب محبت دینا مشکل ہے اس لیے میری طرف سے محبت کا کوئی تقاضا یا طلب نہیں ہو گی۔ تم سب بس خوش رہو۔ اسکے سوا مجھے اب کچھ نہیں چاہیے"

ابراہیم علوی کے جواب پر سب نے ہی انکی طرف دیکھا، اپنے جرائم کا اعتراف اور سزا کو قبول کرنے کی ابتداء ہوتی نظر آ رہی تھی۔

فضا میں چند لمحوں کے لیے ایسی خاموشی چھا گئی جیسے ہر شخص اپنے حصے کی زندگی دوبارہ جی آیا ہو۔ ہر دل کسی نہ کسی پچھتاوے، کسی دعا یا کسی سکون میں ڈوبا بیٹھا تھا۔

پھر عدین آہستگی سے اٹھا اور سیدھا جا کر ابراہیم علوی کے پاس فرش پر بیٹھ گیا، اس نے انکے گھٹنے پر اپنی ٹھوڑی ٹکائی۔

"بابا..."

ابراہیم کی آنکھیں فوراً اس پر جمیں۔

"ہم سب بہت تھک گئے ہیں۔ آپ بھی۔ اب مزید نہ لڑیں پلیز۔"

اسکی نرم سی آواز پر ابراہیم کے ضبط کی دیوار سی لرزی، آنکھوں میں نمی جگی۔

"میں کوشش کروں گا چیمپئن۔"

عدین نے فوراً نفی میں سر ہلایا۔

"نہیں۔ کوشش نہیں۔ اب واقعی ٹھیک ہونا ہے۔ کیونکہ اب ہمارے گھر میں بے بی بھی آنے والا ہے۔"

اسکے معصوم مگر سنجیدہ لہجے پر ماحول میں ہلکی سی نمی بھری مسکراہٹ پھیلی۔

"یہ بچہ تو اب خود چچا بننے کے بعد بڑا آدمی بن گیا ہے۔"

عرشیہ نے فوراً آنکھیں پونچھتے عدین کے بال ہاتھ پھیر کر بگاڑے۔

"میں پہلے سے بڑا تھا۔"

عدین نے فوراً ناک چڑھائی تو انیس بھی ہنس پڑا۔

"ہاں ہاں۔ بہت بڑا تھا۔ کل ہی کارٹون دیکھتے ہوئے سویا تھا۔"

عصر نے بھی اس حسین گفتگو میں حصہ لیا۔

"وہ ریسرچ تھی عصر بھایا"

عدین نے بڑی سنجیدگی سے عصر کو جواب دیا تو فجر بھی ہنس دی۔

اور شاید یہی پہلی بار تھا کہ اس گھر کی ہنسی میں کوئی بوجھ شامل نہیں تھا۔

ابراہیم نے وہ منظر دیکھا، پھر نظریں جھکا لیں۔

"میں نے واقعی بہت کچھ کھو دیا۔"

اس بار انکی آواز میں شور نہیں تھا، بس تھکن تھی۔

انیس نے انکی طرف دیکھتے آہستگی سے انکے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا۔

"کھویا ہے لیکن سب ختم نہیں ہوا بابا"

ابراہیم نے اسکی طرف ڈبڈبائی نظروں سے دیکھا۔

"رشتے مر جاتے تو انسان معاف ہی نہ کرتے۔"

انیس کے الفاظ پر صنم کی پلکیں جھکیں جبکہ عصر نے پہلی بار اپنے باپ کو ایسے دیکھا جیسے شاید وہ انہیں دوبارہ انسان ماننے کی کوشش کر رہا ہو۔

"آپ سے غلطیاں ہوئیں۔ بہت بری ہوئیں۔ لیکن اب اگر آپ واقعی بدلنا چاہتے ہیں تو پھر ہمیں بھی ماضی کی قبر میں ہر وقت نہیں کھڑا رہنا چاہیے۔"

انیس نے دھیرے سے انکو اس گلٹ سے باہر نکالنے کی کوشش کی۔

"ہم سب ٹوٹے ہوئے لوگ ہیں بابا بس فرق یہ ہے کہ اب ہم ایک دوسرے کو توڑنے کے بجائے جوڑنے کی کوشش کر رہے ہیں۔"

عرشیہ کی آنکھیں انیس کی اس بات پر نمی سے بھر گئیں، وہ اس شخص کو دیکھ رہی تھی جس نے اپنی پوری زندگی اپنے بابا کی محبت کے لیے ترس کر گزاری، اور اب بھی محبت بانٹنے میں سب سے آگے تھا۔ ابراہیم نے لرزتے ہاتھ سے انیس کے ہاتھ پر اپنا دوسرا ہاتھ رکھا۔

"میں تم پر فخر نہیں کر سکا کبھی"

انکی آواز یہ کہتے ٹوٹ گئی تو انیس نے لاپرواہی سے سر جھٹکا جیسے یہ فخر اب اسکی زندگی نہ رہا ہو۔

"لیکن آج مجھے یقین ہو گیا تم واقعی میرے سب سے اچھے اور بہترین بیٹے ہو انیس غانم۔ جسے میں نے سب سے ناکارہ مانا تھا وہی میرے سر کی چھاوں بنا رہا۔ وہی مجھے سنبھالتا رہا"

انیس کی آنکھیں بھیگ گئیں مگر وہ ہلکا سا مسکرا دیا۔

"یہ خوبی میری مما کی ہے۔ میں انہی پر گیا ہوں۔"

وہ جملہ سنتے ہی سب کی آنکھوں میں ایک ساتھ نمی اتری۔ حمرا شاید واقعی اس لمحے ان سب کے درمیان موجود تھی، اپنی محبت کی صورت۔ اپنی مجبوریوں پر نادم سی اور وہ انیس غانم اپنی زندگی کی پہلی محبت حمرا کے لیے اسکی اگلی ساری منزلیں آسان کرنے پر لگا تھا، ہاں وہ ابراہیم اور صنم کو الگ نہیں کر سکتا تھا، بھلے اس پر حمرا کی روح کو تکلیف ہوتی کیونکہ یہ صنم زمان سے زیادتی ہوتی اور شاید اسکی تکلیف حمرا تک دگنی ہو کر جاتی۔

"کوئی شک نہیں۔ تم خوبخواس پر ہو۔ وہ بہت پیاری انسان تھی۔ اتنی ڈاون ٹوارتھ۔ اتنی زیادہ محبت سے بھری۔ اسکی بس ایک بے بسی تھی کہ وہ ابراہیم علوی سے بہت دیوانگی کی حد والا پیار کرتی تھی۔ میں نے کبھی اسے دعاوں سے نہیں نکالا۔ اور اب اسکے دونوں بچے میرے لیے بلکل عصر جیسے عزیز ہیں۔ میں جانتی ہوں تمہارے اور عدین کے لیے کبھی حمرا نہیں بن سکوں گی پر میں ہمیشہ تم دونوں کی ماں بنی ملوں گی۔ جیسا عصر میرے لیے

قیمتی ہے۔ تم دونوں بھی ہو۔ کبھی بھی ماں سے کم والا احساس نہیں ملے گا تم دونوں کو"

اب کی بار سب کی بھیگی آنکھیں یقین سے مسکرائیں کیونکہ صنم نے جو کچھ کہا، وہ بلکل سچ تھا۔

"ہمیں کسی سے مما کو چھیننا بھی نہیں ہے صنم ماں"

عدین پہلی بار اتنی سنجیدگی سے بولا تھا، اسکی آواز میں بچپنا کم اور اپنائیت زیادہ تھی، وہ اٹھ کھڑا ہوا، سب ہی عدین کو دیکھنے لگے۔

"کیونکہ کچھ لوگ دنیا سے جاتے نہیں بس تقسیم ہو جاتے ہیں۔ جیسے مما کی محبت اب بھی ہم سب میں موجود ہے۔ بھیو میں۔ عصر بھائی میں۔ آپ میں۔ یہاں تک کہ بابا میں بھی۔"

ابراہیم کی آنکھیں اس جملے پر بند ہوئیں، جیسے کسی نے برسوں بعد انکے اندر کے شور کو تھپکی دی ہو، اس گھر کی فضا میں پہلی بار ایک عجیب سی نرمی اتری تھی، وہ نرمی جو صرف سچ قبول کرنے کے بعد پیدا ہوتی ہے۔

"اور اب ہماری فیملی بہت عجیب سی مگر بہت اچھی ہو گئی ہے۔"

عرشیہ نے ہلکی سی ہنسی کے ساتھ ماحول بدلنے کی کوشش کی تو سب کے لبوں پر مدھم مسکراہٹ آئی۔

"عجیب؟"

عصر نے اپنی میلے میں بچھڑی بہن کو دیکھتے پوچھا، کیونکہ سبکا ایک ہی سوال تھا۔

"ہاں۔ ایک بابا، دو مائیں، تین بھائی، دو بھابھیاں، ایک آنے والا ننھا سا انسان... اور اوپر سے علیم خان اور ردا۔ یہ خاندان کم اور پوری فوج زیادہ لگتا ہے۔"

اس بار واقعی سب ہنس پڑے، یہ ہنسی مختصر تھی مگر برسوں بعد اس گھر میں دل سے نکلی تھی۔

ابراہیم نے اس منظر کو دیکھا، پھر دھیرے سے نظریں جھکا لیں۔

"میں شاید کھویا ہو اسب کچھ واپس نہ لا سکوں..."

انہوں نے دھیمی آواز میں کہا۔

"لیکن جتنا وقت بچا ہے، میں اس میں تم سب کے لیے آسان باپ بننا چاہتا ہوں۔"

انیس نے بابا کی طرف دیکھا، پھر خاموشی سے انکی طرف بڑھ کر انکے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

"تو پھر شروعات آج سے کرتے ہیں۔ماضی ہم سب کو زخمی کر چکا۔اب اگر ہم نے اسے ہی پکڑے رکھا تو آنے والے بچے بھی انہی زخموں میں پلیں گے۔"

اسکی نگاہ بے اختیار عرشیہ کی سمت گئی، باقی سب کی نظریں بھی وہیں گئیں تو عرشیہ شرما کر فوراً سیدھی ہو بیٹھی جبکہ عدین فخر سے سینہ پھلا گیا جیسے یہ بچہ آدھا اسی کا ہو۔

"یہ جو نیا ننھا انسان آرہا ہے ناں"

انیس کی آواز بہت نرم ہوئی۔

"اسے ہم سب کا بہترین روپ ملنا چاہیے۔"

کمرے میں چند لمحوں کی خاموشی چھائی، پھر صنم نے دھیرے سے اٹھ کر آگے بڑھ کر عرشیہ کے سر پر ہاتھ پھیرا۔

"اور اسے بہت ساری محبت ملے گی۔ اتنی کہ شاید ہمارے سارے پچھلے دکھ بھی کم پڑ جائیں۔"

عرشیہ کی آنکھیں پھر نم ہوئیں مگر اس بار یہ آنسو بوجھ کے نہیں، اپنائیت کے تھے۔

علوی مینشن میں شاید پہلی بار سب نے محسوس کیا تھا کہ ہر ٹوٹا ہوا گھر ہمیشہ ختم نہیں ہوتا، کچھ گھر دوبارہ جڑ بھی جاتے ہیں۔

وہیں علیم خان اس وقت کچن میں موجود تھا، بھلا ہو اسکی چھوٹی دنیا کا جس نے اسے کچن میں گھسنے کے آداب اور اطوار سیکھا دیے تھے۔ ردا ابھی تک سو رہی تھی اور وہ جناب کچن میں گھس آئے تھے تاکہ اسکے لیے مزید کچھ سپیشل کرتے ہوئے مزیدار سا ناشتہ بنائے، حالانکہ جتنا سپیشل وہ کل ردا کو فیل کروا چکا تھا، اتنا تو اس نے کبھی خواب و خیال میں بھی نہ سوچا تھا۔

اب وہ آستینیں فولڈ کیے، چولہے کے سامنے کھڑا تھا، کبھی آملیٹ پلٹتا، کبھی چائے چیک کرتا، کبھی بریڈ سینکتا اور ہر دو منٹ بعد اسکے ہونٹوں پر بے اختیار سی مسکراہٹ آجاتی۔

ردا ابھی تک سو رہی تھی، وہ سکون سے سو رہی تھی۔ اتنے سکون سے... جیسے زندگی میں پہلی بار اسے خوف کے بغیر آنکھ بند کرنے کا موقع ملا ہو۔

علیم نے ناشتہ بڑی نفاست سے ٹرے میں سجایا، ساتھ جوس رکھا، چائے رکھی، پھر چند لمحے ٹرے کو دیکھتا رہا۔

"خان صاحب۔ آپ واقعی گئے کام سے۔"

وہ خود سے بڑبڑایا اور ٹرے اٹھا کر کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

کمرے میں ہلکی روشنی پھیلی ہوئی تھی، پردوں سے چھنتی صبح اندر اتر رہی تھی جبکہ ردا لحاف میں سمٹی، بال بکھیرے، گہری نیند میں مرغوبیت سے غرق تھی۔ علیم چند لمحے بس اسے مبہوت ہوئے دیکھتا رہ گیا۔ وہ واقعی بہت تھکی

ہوئی تھی۔زندگی سے،لوگوں سے۔خود سے۔اور شاید اب پہلی بار محفوظ تھی۔

اس نے خاموشی سے ٹرے سائیڈ ٹیبل پر رکھی پھر بستر کے کنارے بیٹھ گیا،اسکی نظریں ردا کے چہرے پر ٹکی تھیں۔

"ردا..."

اسکی بھاری مگر حد درجہ نرم آواز ابھری۔

ردا ذرا سی ہلی مگر جاگی نہیں علیم ہلکا سا مسکرایا،پھر جھک کر اسکے ماتھے سے بکھرے بال ہاتھ بڑھا کر ہٹائے۔

"بیوی۔"

اس بار علیم کی نرم پکار،اسکی سانسوں کی تر و تازہ مہک اور قربت پر ردا کی پلکیں ہلکی سی پھڑ پھڑائیں،پھر وہ دھیرے دھیرے آنکھیں کھولتی سامنے

موجود علیم خان کو دیکھ کر چند لمحے اسے تکتی رہی، جیسے یاد کر رہی ہو یہ خواب ہے یا حقیقت۔

"گڈ مارننگ۔"

علیم نے اسکی الجھی اور بکھری حالت پر محبت سے کہتے جھک کر اسکا ماتھا چوما، ردا کی آنکھوں میں فوراً نمی اتری مگر اس بار وہ نمی نرم تھی۔

"آپ...واقعی یہاں ہیں ابھی تک"

وہ نیند بھری آواز میں منمنائی تو علیم اسکی معصومیت، اسکے خوف اور گماں پر ہنس پڑا۔

"نکاح کر کے بھاگ جانے کا کوئی ارادہ نہیں میرا، بلکہ تمہیں بھگانے والا ہوں۔ اٹھو۔ ناشتہ بنایا ہے میں نے۔"

ردا نے حیرت سے زرا تکیے کے سہارے اٹھ کر خود پر جھکے علیم کو دیکھا۔

"آپ نے بنایا؟"

ردا کی آواز یہ پوچھتے لرزی۔

"یس۔ ہم ہر فن مولا ہیں۔ عدین اور علیم کے کون کونسے کمالات گنواوں میں اب"

وہ فخر سے بولا تو ردا بے اختیار ہنس دی، اسے بھی اس چھوٹی دنیا پر بہت پیار آیا۔

"وہ دونوں واقعی بہت پیارے ہیں۔ میرے لیے آپکو کتنا سگھڑ بنا دیا دونوں نے۔ میں انکے یہ احسانات کبھی نہیں بھولوں گی"

ردا کے لہجے میں ستائش اور محبت اس وقت علیم کے لیے تھی لیکن وہ عدین اور یمل کا سہارہ لے رہی تھی۔

"اور میری محبت بھی نہیں بھولو گی ناں؟"

علیم کے سوال پر ردا نے نظریں سی جھکا لیں، وہ محبت کی اصل تعریف ہی گزشتہ شب جانی، وہ محبت بھرا لمس کیسی راحت و لذت رکھتا ہے، یہ کل رات سمجھی تھی، اسے اپنا وجود ہر داغ اور تذلیل سے پاک ہی کل لگا تھا، اسے بھی لگا جیسے وہ کسی کو سکون پہنچا سکتی ہے، کسی بہت پیارے کا آرام بن سکتی ہے، اور اسکا احساس اسے علیم خان نے دلایا۔

"علیم۔ میں نے ایسی نزدیکی اپنے شوہر سے بھی کبھی نہیں پائی تھی، نہ احترام ملا نہ ہی کوئی مرتبہ۔ اسکے لیے میں بے ذوق عورت تھی۔ بیکار تبھی تو اسکا دل مجھے کسی بھی جانور کے آگے پھینک دینے پر آمادہ ہو گیا۔ مجھے علم ہی نہیں تھا یہ سب اتنا خوبصورت بھی ہو سکتا ہے۔ میں بہت ڈری ہوئی تھی۔ کہ آپ شاید وہ سب سوچ کر میرے قریب آتے آتے دور ہو جائیں کہ میں ایک ریپ وکٹم ہوں۔ پر مجھے تو آپ اک پل بھی کچھ سوچتے یا پچھتاتے نظر نہیں آئے رات سے اب تک"

ردا کے چہرے پر اترتی وہ نرم سی حیا، علیم خان کو جیسے اندر تک سکون دے گئی۔ وہ چند لمحے بس اسے دیکھتا رہا، ایسے جیسے اس عورت کے وجود پر چڑھی زندگی کی ساری تھکن اتار دینا چاہتا ہو۔

"میں نے تو تمہیں کچھ پچھلا بھلانے کے لیے ایسی شدید حسین محبت نہیں دی ردا۔"

علیم کی آواز دھیمی مگر حد درجہ سچی تھی۔

"میں نے محبت اس لیے دی تاکہ تمہیں یاد رہے کہ تم محبت کے قابل تھی... ہو... اور ہمیشہ رہو گی۔"

ردا کی پلکیں بھیگ گئیں، اس نے نظریں اٹھا کر پہلی بار پورے اطمینان سے علیم کو دیکھا۔ یہ شخص واقعی اسے حاصل نہیں کرنا چاہتا تھا، یہ اسے سنبھالنا چاہتا تھا۔

"آپ اتنے اچھے کیوں ہیں؟"

وہ بے اختیار پوچھ بیٹھی تو علیم ہلکا سا ہنسا۔

"میں اچھا نہیں ہوں۔ بس تم پر دل بہت آیا ہوا ہے۔"

وہ شرارت سے اسکے قریب سرکا تو ردا کے کانوں تک لالی پھیل گئی، اس نے فوراً ہاتھ بڑھا کر اسے ذرا پیچھے کیا۔

"صبح صبح شروع مت ہوں۔ ہمیں نکلنا بھی ہے۔"

ردا میں مزید قوت نہ تھی کہ وہ ان محترم کے مزید ناز اٹھائے۔

"میں تو کب سے نکلا ہوا ہوں، آپ ہی واپس کھینچ لیتی ہیں ردا صاحبہ۔"

وہ جان بوجھ کر سنجیدہ لہجے میں بولا تو ردا ہنس دی، اور یہی ہنسی علیم کے لیے شاید دنیا کی سب سے بڑی جیت تھی۔

اس نے آہستگی سے ردا کے بال کان کے پیچھے کیے، پھر اسکے ہونٹوں پر کچھ بے قرار لمس لٹا دیے جو وقت و حد کی قید سے بہت پرے سرک گئے کہ دونوں کو ہی اپنے اپنے جذبات سنبھالنے پڑے۔

"آج کے بعد یہ گھر خالی ہو جائے گا ناں؟"

علیم کی آواز میں عجیب سی نرمی تھی، اس کمرے سے ایک رات میں محبت ہو گئی کیونکہ یہاں انکی رات بھر کی بہت سی یادیں تھیں۔

ردا نے کمرے پر نظر دوڑائی، وہ دیواریں... وہ خاموشیاں... وہ تنہائی... سب جیسے برسوں سے اسکے ساتھ رہتے آئے تھے، اب اسکی راحت میں بھی شریک تھے۔

"ہاں۔"

وہ دھیرے سے بولی۔

"لیکن پہلی بار لگ رہا ہے میں کہیں جا نہیں رہی، بلکہ اپنے گھر بس رہی ہوں۔"

اور اس ایک جملے پر علیم خان کی آنکھوں میں ایسی چمک آئی جیسے کسی نے پوری دنیا اسکی جھولی میں ڈال دی ہو۔

"دوبارہ بولو۔"

وہ فوراً اسکے قریب ہوا، ردا نے پیار سے اسے دیکھا۔

"کیا؟"

ردا مسکائی۔

"یہی کہ میرا گھر... تمہارا گھر ہے۔"

ردا شرما کر ہنس دی جبکہ علیم نے موقع غنیمت جانتے اسے اپنی بازوؤں میں کھینچ لیا۔

"چھوڑیے مجھے۔ دیر ہو جائے گی۔"

وہ ڈر کر مچلی۔

"ہونے دو۔ ویسے بھی نئی نئی شادی ہوئی ہے، لوگ معاف کر دیتے ہیں۔"

وہ اسکے گال پر ناک رگڑتا بولا تو ردا کی مسکراہٹ و خوشی بے قابو ہوئی۔

"آپ واقعی بہت تنگ کرتے ہیں۔"

وہ شکوہ بھی حسین کر گئی۔

"اور تم واقعی تنگ ہو جاتی ہو۔"

اس بار اس نے بنا شرارت، بہت محبت سے کہا۔

کچھ دیر بعد وہ بمشکل اٹھ کر بیٹھ گئی جبکہ علیم ٹرے اپنی طرف کھینچ لایا۔

"میں خود"

اس سے پہلے وہ ناشتہ کرتی، علیم نے اسے ٹوکا۔

"جی نہیں۔ آج تم کچھ نہیں کرو گی۔"

اس نے فوراً روک کر نوالہ بنایا اور اسکی طرف بڑھایا۔ ردا چند لمحے اسے دیکھتی رہی، پھر خاموشی سے نوالہ لے لیا۔

اور علیم خان... وہ تو جیسے بس اسی ایک منظر پر قربان جا رہا تھا۔

وہ اسے ناشتہ کرواتا رہا، کبھی چائے پکڑاتا، کبھی زبردستی جوس پلواتا جبکہ ردا وقفے وقفے سے اسے دیکھ کر مسکرا دیتی۔

وہ مسکراہٹیں ابھی مکمل بے فکری والی نہ تھیں، مگر امید سے بھری ضرور تھیں۔ پھر دونوں تیار ہونے لگے۔

ردا وارڈروب کے سامنے کھڑی کپڑے نکال رہی تھی جب علیم عقب سے آ کر رکا، اسکی کمر کے گرد بازو پھیلائے اسے اپنے سینے سے لگا لیا۔

"خان۔ تیار ہونے دیں۔"

ردا نے آہستگی سے کہا مگر اسکی آواز میں اب وہ گھبراہٹ نہیں تھی۔

"کروا تو رہا ہوں۔"

وہ اسکے بالوں میں چہرہ چھپاتے بولا۔

"بڑی مشکل سے ملی ہو۔ اب ہر وقت پاس رہو گی۔"

ردا نے ہلکا سا سر موڑ کر اسے دیکھا۔

"علوی مینشن جا کر بھی اتنا ہی تنگ کریں گے؟"

ردا کی آواز میں ہچکچاہٹ تھی۔

"وہ تو اصل جگہ ہے تنگ کرنے کی۔ پورا خاندان گواہ ہو گا کہ تم میری بیوی ہو۔ وہ بھی من پسند جسے پانے کو میں نے آدھی رات ساری بلڈنگ جگا دی تھی دروازہ بجا بجا کر"

اسکے اطمینان بھرے جواب پر ردا کے گال گرم ہوئے۔

پھر کچھ دیر بعد وہ دونوں تیار کھڑے تھے، ردا نے آخری بار اس گھر کو دیکھا۔ وہ گھر جہاں اس نے اپنی زندگی کے سب سے مشکل دن اکیلے گزارے تھے۔

علیم نے خاموشی سے اسکا ہاتھ تھاما۔

"چلیں؟"

ردا نے اسکی طرف دیکھا، پھر پہلی بار بغیر ہچکچاہٹ کے سر ہلا دیا کیونکہ اب وہ دربدر نہیں رہی تھی۔ وہ اپنے گھر جا رہی تھی۔

وہ لوگ جلد ہی علوی مینشن پہنچ آئے اور پھر وہاں ماحول میں مزید رنگ شامل ہوئے جب ردا اور علیم خان کی حسین اور پیاری انٹری علوی مینشن میں ہوئی۔

آخر کار علیم خان، ردا کو اسکے گھر سے رخصت کیے علوی میشن میں لے آیا تھا۔

علوی مینشن کے ہال میں جیسے اک دم نئی روشنی اتر آئی۔

"اوہووو آخر کار ہماری دبنگ دلہن آ ہی گئی۔"

عرشیہ سب سے پہلے خوشی سے ردا کی طرف اٹھ کر بڑھی تھی، جبکہ عدین تو سیدھا علیم خان کی طرف بھاگا اور زور سے علیم سے جا لپٹا۔

"خوش آمدید نئے نویلے کپل کو۔ اللہ تم دونوں کو ہمیشہ آباد رکھے۔ بہت پیارے لگ رہے ہو ساتھ"

صنم نے بھی محبت سے خوش آمدید کیا۔

"ویلکم ہوم۔"

فجر بھی آگے بڑھی اور ردا آپا سے گلے لگ کر بولی، بس دو لفظ تھے مگر ردا کی آنکھیں اچانک نم ہو گئیں۔ شاید یہ لفظ اسکے لیے ہمیشہ سب سے اجنبی رہا تھا، ابراہیم نے بھی محبت سے آگے بڑھ کر ردا کے سر پر ہاتھ پھیرا، عصر نے بھی خوش آمدید مسکرا کر کیا۔

ردا نے بے اختیار علیم خان کی طرف دیکھا، اور وہ شخص خاموشی سے وہیں کھڑا اسے ہی دیکھ رہا تھا، جیسے صرف اس ایک لمحے کا منتظر ہو کہ ردا اس جگہ کو اپنا مان لے۔

"علیم خان، اب چھوڑ بھی دو انھیں دیکھنا۔ اغوا نہیں کیا ہوا تم نے"

انیس نے جان بوجھ کر چھیڑا تو سب ہنس پڑے جبکہ علیم نے بڑے اطمینان سے انیس کو دیکھا۔

"اب نکاح ہو چکا ہے۔ اب حسرت باقی نہیں، حق داری قائم ہو گئی ہے"

علیم کے بے خود جواب پر سب ہنسے جبکہ ردا اسے مڑ کر گھوری۔

"علیم خان۔ باز آئیں"

ردا سب کے سامنے اسے گھوری تو عدین تالی مارے ہنسا۔

"یہ ہوئی ناں بات ردا باجی!"

وہ بھی شدید خوش تھا۔

"اب آپ کہیں نہیں جائیں گی ناں؟"

اس سوال پر ردا کی پلکیں لرزیں، شاید زندگی میں پہلی بار کسی نے اسے رکنے کی وجہ دی تھی۔

اس نے دھیرے سے عدین کے بال بگاڑے۔

"نہیں... اب شاید نہیں۔"

ردا نے جواب دیا۔

"شاید نہیں؟"

علیم خان نے پہلی بار درمیان میں ٹوکا، اسکی نظریں پوری سنجیدگی سے ردا پر تھیں۔

"اب بلکل نہیں۔ مرتے دم تک کا ساتھ ہے ہمارا"

ردا نے اسے ایسی بے خودی پر گھورا مگر اس بار اس گھورنے میں پہلے جیسی ناراضگی نہ تھی، وہ جھجک، حیرت اور ایک نئی سی بے بسی کا امتزاج تھا جسے دیکھ کر فجر نے عرشیہ کی بازو دبا کر ہنسی روکی۔

"علیم بھائی کا عشق واقعی خطرناک ہے عرشیہ آپیا"

فجر نے تو تعریف کی تھی۔

"یہ عشق نہیں، قبضہ مافیا ہے۔"

عصر نے فوراً تبصرہ کیا تو پورا ہال قہقہوں سے گونج اٹھا، یہاں تک کہ ابراہیم بھی ہنس دیے۔

ردا خاموشی سے یہ سب دیکھتی رہی۔ اتنے لوگ۔ اتنی آوازیں۔ اتنی اپنائیت۔ اور حیرت کی بات یہ تھی کہ پہلی بار اسے اس شور سے گھبراہٹ نہیں ہو رہی تھی۔

"چلو اب کوئی نئی دلہن کو بٹھائے گا بھی یا سب نے صرف تنگ ہی کرنا ہے؟"

صنم نے محبت سے کہا تو عرشیہ اور فجر فوراً ردا کو اپنے ساتھ صوفے تک لے آئیں، جبکہ علیم خان انکے بالکل قریب ہی بیٹھا، ایسے جیسے اب بھی ذرا سا فاصلہ اسے منظور نہ ہو۔

"آپکو ڈر نہیں لگ رہا؟"

فجر نے آہستہ سے ردا کے کان میں کہتے پوچھا۔

ردا کچھ لمحے خاموش رہی، پھر اسکی نظریں بے اختیار علیم پر گئیں جو اس وقت عدین، انیس اور عصر کی باتوں میں گھرا ہوا تھا مگر پھر بھی وقفے وقفے سے اسے دیکھ لیتا تھا۔

"پتا نہیں..."

وہ بہت دھیرے سے بولی۔

"لیکن پہلی بار لگ رہا ہے شاید اب مجھے ہر چیز اکیلے نہیں سہنی پڑے گی۔"

عرشیہ کی آنکھیں اس جواب پر نمی سے بھر گئیں، اس نے فوراً ردا کا ہاتھ دبا دیا۔

"نہیں سہنی پڑے گی۔ اب کبھی نہیں۔"

اور اس لمحے علوی مینشن کے اس بڑے ہال میں بیٹھے وہ سب لوگ، جو کبھی اپنی اپنی تنہائیوں میں بکھرے ہوئے تھے... آہستہ آہستہ ایک خاندان بننے لگے تھے، اور اب یہ خاندان کوئی توڑ نہیں سکتا تھا۔

.._____..

ملک پیلس میں بھی ناشتہ لگ چکا تھا، آج خضر ملک کی بارات اور اسکے ارمانوں کی تکمیل کا دن تھا، منائم، مہویر، محراب، یمل، شمس الدین اور خضر کو اپنے سامنے کرسیوں پر براجمان دیکھتے عاصم ملک کی آنکھوں میں نمی آنے لگی، اس پیلس کا ڈائنگ ٹیبل کبھی اتنا مکمل اور خوبصورت نہ رہا تھا جتنا آج۔

"مجھے بہت اچھا لگ رہا ہے، ہم سب ایک ساتھ بہت جچ رہے ہیں ناں؟"

سب نے ناشتہ کرتے بیک وقت عاصم کو دیکھا اور مسکرا دیے۔

"جی بابا۔ مجھے ایسے سب کے ساتھ بیٹھنا بہت اچھا لگ رہا ہے۔ خضر بھائی بھی ہیں، مانو آپی بھی۔ مہویر بھائی تو فیورٹ بھائی ہیں میرے۔ آپ بھی۔ نانا

بھی۔اور محراب آنٹی بھی۔مجھے آپ سب ہی بہت پسند ہیں۔میں بہت خوش ہوں"

یمل کی خوشی ان سب نے دل سے محسوس کی تھی،سب کے چہروں پر اطمینان تھا۔

"میری جان۔بابا تمہاری خوشی پر قربان۔جیسا کے خضر کی شادی کے بعد محراب اور فرید کا ہم سب سادگی سے نکاح کروا رہے ہیں تو یہ چلی جائے گی۔اسکی زندگی کو ایک خوبصورت راہ ملنے والی ہے۔آپ سب اسے دعائیں دیں۔یہ اب آسان زندگی پائے۔ہر تکلیف سے پاک"

عاصم کے کہنے کی دیر تھی کہ سب کی محبت بھری دعائیہ نظروں کا رخ محراب پر جا ٹکا۔

"آپ بہت خوش رہیں میری حسین مما۔"

خضر اور منائم نے ایک جیسی محبت کے سنگ دائیں بائیں بیٹھے ہونے کے سبب اسکا اک اک ہاتھ چوما تو محراب کی آنکھیں بھر آئیں۔

"آپ کی زندگی بہت پیاری ہو جائے محراب آنٹی"

یمل نے بھی پیار سے دعا دی۔

"تھینکو چھوٹی سی جان۔ شکریہ میرے بچو۔"

محراب نے تینوں بچوں پر ایک سا پیار لٹایا۔

"اللہ تمہیں خوشیاں نصیب کرے بچے۔ آمین"

شمس الدین کی دعا سبکو ہی جذباتی کر گئی کیونکہ امید نہ تھی۔

"منائم اور مہویر کے لیے بھی انکے بے بی کی مبارک کے طور پر میں نے بہت قریب ہی ان دونوں کا ذاتی گھر خرید اہے بھلے یہ یہاں رہیں یا وہاں انکی چوائس ہو گی اور مہویر نے آدھی قیمت دی کیونکہ میرے خوددار دامادوں کو

مجھ سے کچھ نہیں چاہیے اس لیے اس نے مجھے پورا گھر خریدنے نہیں دیا۔ یہاں تک کہ میرے راک سٹار نے بھی قریب ہی اپنا اور بیلا کا گھر خرید لیا، یہ میرا اپنے ہونہار بچے کے لیے گفٹ ہے۔ یعنی مین ہم سب کا گھر یہی ہو گا لیکن میرے نزدیک ہر کپل ایک الگ گھر اور پرائیویسی ڈیزرور کرتا ہے۔ جبکہ یہ پیلس میں یمل کے نام کر چکا ہوں۔ میری یہ پیاری جان اس گھر کی مالک ہے۔ شمس الدین کا بھی یہی گھر ہے۔ میں چاہوں گا ہم سب ہفتے کے دو تین دن یہاں اکھٹے ضرور ہوں تا کہ ایک دوسرے کے
درد، فکریں، پریشانیاں اور خوشیاں ساتھ جی سکیں۔ حل بھی ساتھ تلاش کیے جائیں۔ جبکہ ملک ہولڈنگز کے شئیرز میں نے اپنے چاروں بچوں میں برابر بانٹ دیے ہیں۔"

یہ سب فیصلے سن کر سب ہی مسکرائے، یمل بس تھوڑا جذباتی تھا لیکن عاصم نے اسے اپنے پاس بلا کر جب گلے لگایا تو اسکی اداسی کم ہوئی۔

"میں بھی سوہا سے نکاح کرنا چاہتا ہوں۔ اور چاہتا ہوں میرے اس فیصلے میں تم سب میرے ساتھ کھڑے رہو۔ خاص کر تم یمل۔"

یمل نے بابا کی طرف دیکھتے سر ہلایا۔

"کیا آپ ان سے محبت کرتے ہیں بابا؟ کیا وہ آپ سے محبت کرتی ہیں؟"

یمل کے سوال سبکے سوالوں کی نمائندگی کر رہے تھے۔

"میں تو شدید کرتا ہوں۔ وہ بھی کرتی ہے تبھی مان گئی۔ میں تمہارے لیے فاطمہ تو نہیں لا سکتا لیکن تم سوہا میں اپنی ماں ضرور پالو گے۔ وہ عرشیہ کی ماں ہے اور تم جانتے ہو عرشیہ نے تمہیں اپنا بھائی نہیں، بچہ سمجھا اور مانا"

یمل کی نظریں بابا پر جمی تھیں، اسکی آنکھوں میں نمی تو تھی مگر اس بار وہ نمی خالی پن والی نہیں تھی، وہ جیسے کسی نئی امید کے در پر کھڑا تھا۔

"اگر وہ واقعی آپکو خوش رکھیں گی تو مجھے کوئی مسئلہ نہیں بابا۔"

اسکی دھیمی آواز پر عاصم کی آنکھیں بھیگ گئیں، اس نے فوراً اٹھ کر یمل کو اپنے قریب کھینچ کر ماتھا چوما۔

"بہت خوش رکھیں گی۔ اور تم سب کو بھی۔"

عاصم کے اقرار پر سب اقرار کرتے دیکھائی دیے۔

"ہمیں تو پہلے ہی اندازہ تھا۔"

منائم مسکرائی۔

"کوئی اتنی پیاری بیٹی پالے تو وہ خود بھی اچھی ہی ہو گی۔"

منائم بھی دل و جان سے خوش تھی۔

"اصل سوال یہ ہے کہ بابا نے پرپوز کیسے کیا؟"

خضر فوراً صوفے پر سیدھا ہو کر بیٹھا، اسکی آنکھوں میں مکمل دلچسپی تھی، وہ لوگ ناشتہ ختم کیے اب زرا گپ شپ میں لگ چکے تھے۔

"ہاں جی۔ یہ حصہ اہم ہے۔"

مہویر نے بھی سنجیدہ انداز اپنایا۔

"میں نے سیدھی بات کی۔"

عاصم نے وقار قائم رکھنے کی کوشش کی مگر شمس الدین فوراً ہنس پڑے۔

"یہ سیدھی بات والا انسان جوانی میں بھی خطرناک عاشق تھا۔ اب تو پکی عمر کا عشق ہے، میں نہیں مانتا کہ صرف سیدھی بات ہوئی ہو گی۔"

سب ہنس پڑے جبکہ عاصم نے گھور کر شمس الدین کو دیکھا، پچھلے تین ماہ میں عاصم کا شمس الدین سے رشتہ بہت دوستانہ ہو گیا تھا کیونکہ وہ عاصم سے بھی محبت کرنے لگے تھے کیونکہ وہ یمل کو سنبھالنے میں کامیاب تھا۔

"آپ ہر جگہ میرا امیج خراب کرنے پہنچ جائیں گے کیا شمس بابا"

عاصم نے منمنا کر جیسے ماحول متبسم کیا۔

"امیج؟"

مہویر نے فوراً حیرت سے دہرا کر منائم کو دیکھا۔

"مانو، تمہارے بابا خود کو ہیرو سمجھتے ہیں۔"

مہویر نے بھی فوراً شمس الدین کی پارٹی جوائن کی۔

"کیونکہ ہوں۔"

عاصم نے بڑے اطمینان سے جواب دیا تو اس بار یمل بھی ہنس پڑا۔

"پھر سوہا آنٹی نے فوراً ہاں کر دی؟"

اسکے سوال پر عاصم کی مسکراہٹ نرم ہوئی۔

"نہیں۔ اس نے پہلے مجھے بہت ڈرایا کہ سب ختم۔ پھر سوچنے کا کہا۔ پھر مان گئی اور کہا عرشیہ کی ہاں ہی اسکی ہے۔ اور عرشیہ کی ہاں ہو گی جانتا ہوں"

عاصم کی مسکراہٹ دیدنی تھی۔

"واہ۔"

خضر نے عاشقوں کی طرح دل پر ہاتھ رکھا۔

"محبت میں تڑپنے والا مرحلہ تو آپ نے بھی گزارا پھر بابا۔"

خضر کی بات سنے سب ہنسے۔

"اور کیا۔"

عاصم نے ٹھنڈی آہ بھری۔

"تم لوگ سمجھتے ہو صرف تمہاری نسل عاشق ہے؟ بھئی ہمارے دور کے عاشق زیادہ اصلی ہوا کرتے تھے"

شمس الدین مزے سے بولے تو ہال دوبارہ قہقہوں سے بھر گیا۔

محراب خاموشی سے سب کو دیکھ رہی تھی، اسکے چہرے پر سکون بھری مسکراہٹ تھی۔ یہی تو وہ چاہتی تھی کہ یہ لوگ، جو زندگی کے مختلف دکھوں

سے گزرے تھے... آخر کار ایک گھر، ایک خاندان اور ایک دوسرے کی پناہ بن جائیں اور سبکو آخر کار پناہ مل گئی تھی، شادی کا باقاعدہ آغاز اب ہو چکا تھا۔

یمل کے نام پر اپر گھر اور شئیرز کی ٹرانسفر اسکے آٹھارہ سال کا ہونے کے بعد ہی ہونی تھی، ویسے بھی اسے ان چیزوں کی کوئی طلب نہیں تھی، وہ خاندان اور پیار کا طلب گار تھا جو اسے مل چکا تھا۔

.._____..

سب نے مین ہال کی طرف روانگی پکڑلی تھی مگر عرشیہ اور انیس اپنے ساتھ سوہا کو پک کرنے پہنچ گئے تھے، منائم اور عرشیہ دونوں نے خضر کی شادی کے لیے میچنگ بے بی پینک شرارے بنوائے تھے، جبکہ باقی لیڈیز نے بھی پنک ہی تھیم رکھی تھی، جبکہ مرد خضرات میں سبکے جوڑے، شیروانیاں اور تھری پیس گولڈ اور وائیٹ کی تھیم پر تھا، سوہا نے بھی لائیٹ روز پینک کلر کی

ساڑھی پہنی تھی اور اسکی سنپل سی گولڈ جیولری تھی، ہیلز بلاک پہنی تھیں، عرشیہ اور انیس اتنے پیارے لگ رہے تھے مگر جب دونوں کی نظر گھر میں انٹر ہوتے ہی تیار ہو کر لاونج کی طرف آتی سوہا پر گئی تو دونوں اک پل ساکن رہ گئے، عرشیہ کا بے بی پینک شرارہ بہت ہیوی ورک والا تھا جبکہ گولڈ کا موتی ورک بھی تھا، اس نے فلیٹ چپل پہنی تھی کیونکہ یہی اسکے شرارے کے ساتھ سج رہی تھی جبکہ انیس نے سادہ سفید کُرتا شلوار پہنا تھا اور اس کے اوپر ہلکے بلاش پنک شیڈ کا خوبصورت ویسٹ کوٹ تھا جس پر باریک خود کار ڈیزائن بنا ہوا ہے جبکہ پیروں میں بہت خوبصورت براون شوز تھے جو کرتا شلوار کے ساتھ سج رہے تھے۔۔

"ماشاءاللہ۔ میرا بے بی کپل"

سوہا نے دونوں کی آنکھوں ہی آنکھوں نظر اتاری کیونکہ دونوں بہت پیارے لگ رہے تھے۔

"مما۔ آپ بھی بہت حسین لگ رہی ہیں۔ یہ نکھار کچھ خاص لگ رہے ہیں۔ بابا کے ہاتھ میں کل آپکا ہاتھ تھا یہ اسکا اثر ہے کیا؟"

عرشیہ نے قریب رک کر سوہا کے دونوں ہاتھ تھامتے شریر لب و لہجے میں پوچھا تو سوہا نے شکائتی انداز میں پیچھے کھڑے انیس کو دیکھا جیسے اس سے اپنی ہی بیٹی کی شکائیت کر رہی ہو۔

"دیکھا ہے تم نے انیس۔ تمہاری بیگم کیسی باتیں کر رہی ہے؟"

انیس بھی زرا ان حسین خواتین کے قریب آیا۔

"یہ بلکل ٹھیک کہہ رہی ہے۔"

انیس نے بھی عرشیہ ہی کی طرفداری کی اور پھر سوہا کو انھیں بتانا پڑا کہ عاصم نے اسے پرپوز کیا اور سوہا نے اسے یہ جواب دیا کہ اگر عریشہ ایسا چاہتی ہے کہ اسکے ماں باپ جو الگ ہو گئے تھے، اب ایک ساتھ ہو جائیں تو سوہا کی ہاں ہے۔

عرشیہ کی آنکھیں یکدم نمی اور خوشی سے چمک اٹھیں، وہ چند لمحے بس اپنی مما کو دیکھتی رہی، پھر اگلے ہی پل بچوں کی طرح خوشی سے مسکائی اور فوراً سوہا کے گلے لگ گئی۔

"مما"

اسکی آواز میں برسوں کی ادھوری چاہت تھی۔

"آپ واقعی مان گئیں؟"

سوہا اسکے بال سہلاتے مسکرا دی۔

"تمہاری خوشی میں ہی میری خوشی ہے عرشیہ اور شاید زندگی ہر بار دوسرا موقع نہیں دیتی، لیکن جب دے... تو انسان کو ڈر کے بجائے سکون چن لینا چاہیے۔"

عرشیہ کی آنکھوں سے خوشی کے آنسو نکل گئے۔

"میں بہت خوش ہوں۔ اتنی زیادہ خوش کہ ابھی رو دوں گی۔"

وہ بہت زیادہ خوشی ظاہر کر رہی تھی حالانکہ وہ جانتی تھی سب پہلے جیسا نہیں ہو سکتا۔

"ابھی؟"

انیس فوراً درمیان میں بولا۔

"میڈم پہلے ہی بہت جذباتی ہیں، اب اگر یہ روئیں گی تو ہمارے بے بی نے بھی ساتھ احتجاج شروع کر دینا ہے۔"

وہ جان بوجھ کر سنجیدہ بنا تو عرشیہ نے نم ہنسی کے ساتھ اسے گھورا جبکہ سوہا نے چونک کر انیس کو دیکھا۔

"ہر بات میں بے بی کو درمیان میں لانا ضروری ہے؟"

عرشیہ نے نوک جھوک میں پہل کی، وہ بھول ہی گئے کہ یہ نیوز چھپانی تھی۔

"جی ہاں۔ اب وہ ہماری پارٹی کا مستقل ممبر ہے۔"

انیس نے بڑے فخر سے کہا تو سوہا کی نظریں بے اختیار عرشیہ کے پیٹ کی طرف گئیں، اسکی آنکھوں میں دعا جیسی نمی اتر آئی۔

اور خاموشی نے جیسے عرشیہ اور انیس کو الرٹ کیا، دونوں نے بیک وقت سوہا کی طرف دیکھا جسکی آنکھیں بھیگ چکی تھیں۔

"بے بی۔ عرشیہ۔۔ت۔۔ تم امید سے ہو؟"

سوہا کی آواز جیسے اسکے حلق میں اٹکی جبکہ عرشیہ نے بھیگی مسکراہٹ سے انیس کو دیکھا کہ یہ خبر چھپانی واقعی بڑی مشکل تھی، جبکہ انیس بھی ہنس پڑا کہ یہ خبر یقینا آج کے آج لیک ہو جانے والی تھی۔

"جی مما۔ کل ہی پتا چلا۔ ہم سرپرائز پارٹی کر کے یہ اناونس کرنے والے تھے۔"

سوہانے فوراسے پہلے اسے اپنے سینے لپٹایا۔

"اوہ میری جان۔ میری گڑیا۔ تم ماں بننے والی ہو۔ ماشاءاللہ۔ میری چھوٹی سی بیٹی۔۔۔۔ میں بہت خوش ہوں عرشی۔ بہت"

سوہانے اسے جس طرح لاڈ اور پیار دیے، یہ ماحول کو جذباتی کر گیا، خود انیس انکی خوشی میں شامل ہو کر بے حد مسرور تھا، اس نے عرشیہ کا ماتھا چوما پھر اسکے دونوں ہاتھ بھی چومے۔

"اللہ تم دونوں کو ہمیشہ خوش رکھے۔ یہ اولاد تم دونوں کے رشتے کو خوبصورتی کی آخری تک لے جائے۔ مبارک ہو میرے بچو"

انیس کو بھی سوہانے پیار کیا، پھر سوہانے عرشیہ کا چہرہ دونوں ہاتھوں میں لیا۔

"آمین۔ آپکو بھی نانی بننے کی مبارک سوہا آنٹی۔ میری دعا ہے آپ اپنی بیٹی کی بہت سی خوشیاں دیکھیں۔"

انیس کے دعا گو انداز نے تو جیسے محفل ہی لوٹ لی، بہر حال اسکے بعد وہ بھی ہال روانہ ہو گئے۔

.._____..

"خضر ملک کی شادی ہے۔ ہم اس ابراہیم علوی کی پیاری بہووں کو ملک پیلس سے واپسی پر اٹھائیں گے۔ لوگ تیار ہیں ناں؟"

رئیس اور ہمایوں اس وقت پوری تیاری کے ساتھ اپنے انتقامی تیور لیے رنگ میں بھنگ ڈالنے کے ارادوں کے پلاننگ میں مصروف تھے۔

"بلکل تیار ہیں"

ہمایوں نے کمینگی سے اپنی داڑھی سہلائی جسکے بعد وہ دونوں اپنی اپنی گن میں گولیاں بھرنے لگے، رئیس جب واپس پاکستان آیا تو اسکا اندر سوہا اور عرشیہ سے انتقام لینے کے جذبات سے بھرا تھا، لیکن وہ یہ بھی جانتا تھا اگر اس نے اکیلے کوئی بدلہ لینے کی کوشش کی تو پھر سے منہ کی کھائے گا کیونکہ

وہ اپنے دیوالیہ ہونے کے بعد اپنے پیرنٹس سے وعدہ کر کے آیا تھا کہ اب کسی فساد کو برپا نہیں کرے گا مگر اسکے اندر کی ڈھیٹ ہڈی کو آرام نہ ملا، اس نے پچھلے ایک ہفتے سے علوی خاندان کے دشمنوں کو ڈھونڈنے کی جدوجہد کی اور اسے یہ جان کر شاک لگا کہ انکا کوئی دشمن نہیں، مگر پھر کچھ دن پہلے جب وہ عرشیہ کے جیم دافائیر لیڈی کی بلڈنگ کے باہر ہی گاڑی کھڑی کیے جائزہ لے رہا تھا تبھی اسے دو تین لوگوں کے ساتھ ہمایوں آتا نظر آیا لیکن عامر نے اسکی اور اسکے لوگوں کی گیٹ پر ہی دھلائی کر دی، کیونکہ عصر نے عامر کو فجر کا باڈی گارڈ بنانے کے بعد ہی اسے جیم میں جاب شروع کرنے کی پرمیشن دی، اب عامر کے بارے جب رئیس نے پتا کروایا تو وہ انیس کا آدمی نکلا اور ہمایوں چونکہ اس سے پٹا تھا تبھی رئیس نے دشمن کے دشمن تک رسائی پائی، وہ ہمایوں سے ملا، ایسے انکی ملاقات ہوئی اور چونکہ دونوں ہی اکیلے اکیلے ان سب سے نمٹ نہیں سکتے تھے تبھی دونوں کمینوں نے گٹھ جوڑ کر لیا۔

لیکن وہ جانتے نہیں تھے ان دونوں کا کوئی پلین اب کامیاب نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ ابراہیم علوی نے اپنے لوگوں کے ذریعے دونوں پر پہلے ہی نظر رکھوائی تھی، یوں عامر انکی ہر نقل و حرکت بروقت ابراہیم علوی کو بتا رہا تھا، یہ بھی کہ وہ شاید آج کچھ کرنے والے ہیں، اس بارے ابراہیم اور عامر کے سوا کوئی نہیں جانتا تھا، اور ابراہیم چاہتے بھی نہیں تھے کہ ایسے فضول معاملات انکے بچوں کے علم میں آکر انھیں پریشان کریں، وہ ان سستے بگھڑے عاشقوں کی مٹی پلید کرنا خود اچھے سے جانتے تھے۔

.._____..

برائیڈل روم سفید اور گلابی پھولوں کی خوشبو سے مہک رہا تھا۔ ہلکی سنہری روشنی میں بیلا آج واقعی کسی خواب جیسی لگ رہی تھی۔ ہلکے سرخ اور گولڈن کام والے لہنگے میں سجی، باریک جیولری، ہاتھوں پر گہری مہندی اور لبوں پر شرمیلی سی مسکراہٹ لیے وہ آئینے کے سامنے بیٹھی تھی جبکہ اسکی

آنکھوں میں آج عجیب سی چمک تھی، وہ چمک جو صرف خضر ملک کے نام کی تھی۔

"ماشاءاللہ۔"

ماریہ نے پیچھے کھڑے ہو کر اسکی نظر اتاری۔

"میری نند تو آج واقعی پری لگ رہی ہے۔"

بیلا ایسی تعریف پر ہنس دی جبکہ مسیر خاور سلطان آگے بڑھ کر اسکے ماتھے کو چوم گئیں۔

"اللہ تمہیں ہمیشہ خوش رکھے میری بچی۔ ایسے ہی ہنستی مسکراتی رہو۔"

عمیر نے بھی جذباتی ہو کر اپنی بہن کو دیکھا۔

"یار یہ وہی بیلا ہے جو بچپن میں میری چاکلیٹس چرا کر میرے منہ پر انکار کر جاتی تھی؟"

عمیر نے ماحول متبسم بنانا چاہا۔

"جی نہیں۔ وہ بہت معصوم بچی تھی۔"

بیلا نے فوراً معصومیت سے جواب دیا تو سب ہنس پڑے۔

خاور سلطان خاموشی سے اپنی بیٹی کو دیکھ رہے تھے، انکی آنکھیں بار بار بھیگ رہی تھیں۔ آخر وہ آگے بڑھے اور بیلا کے سر پر ہاتھ رکھا۔

"مجھے تم پر بہت فخر ہے۔"

بیلا کی آنکھیں فوراً نم ہوئیں۔

"اور مجھے آپ جیسے بابا پر۔ جنہوں نے ہر قدم پر میرا ساتھ دیا۔ میرے لیے خضر ملک کو چنا"

کمرے میں چند لمحوں کی نرم خاموشی اتری، پھر ماریہ نے اچانک ہاتھ میں پکڑا وہ باریک سرخ جالی دار دوپٹہ اٹھایا جس پر سنہری دھاگوں سے خوبصورت انداز میں "خضر کی دلہن" لکھا تھا، اسے دیکھتے ہی بیلا ہنس دی۔

"پرفیکٹ۔"

ماریہ اور مسیر خاور سلطان نے بہت احتیاط سے وہ دوپٹہ اسکے سیٹ دوپٹے کے اوپر اوڑھایا۔ باریک جالی اسکے چہرے پر ہلکا سا سایہ ڈال گئی۔

"اب کوئی شک بھی نہیں کرے گا۔"

عمیر نے شرارتی انداز میں کہا۔

"اور ہماری ڈرامہ کوئین پوری شادی آرام سے انجوائے کرے گی۔"

بیلا نے فوراً جواب میں زبان نکالی۔

"یہ ڈرامہ نہیں، سرپرائز ہے۔ اور وہ بھی میرے شوہر کے لیے۔"

بیلا نے فوری مدافعتی انداز اپنایا۔

"خضر تو آج پاگل ہونے والا ہے۔"

ماریہ ہنسی روک نہ سکی، بیلا نے گھونگھٹ کے نیچے ہونٹ دبائے، اسکی واقعی خضر کارات والا تاثر سوچ سوچ کر جان جا رہی تھی اور اس نے خضر کی منہ دیکھائی بھی بنائی تھی، اپنا گفٹ لینے کے بعد وہ اسے اپنے ہاتھ سے بنا کچھ دینے والی تھی جو اس نے ان تین ماہ میں بنایا۔

"بس کوئی بھی راز نہ کھولے۔ پہلے وہی جانیں گے کہ میں دیکھ سکتی ہوں۔"

بیلا کے سمجھانے پر سب نے فوراً وعدہ کیا اور پھر کچھ دیر بعد جب اسے اسٹیج کی طرف لے جایا گیا تو پورا ہال جیسے چند لمحوں کو رک سا گیا۔ خضر کی نظریں صرف اپنی دلہن پر تھیں۔ وہ بار بار اس باریک سرخ گھونگھٹ کو دیکھ رہا تھا جس کے پیچھے بیلا کا چہرہ مکمل نظر نہیں آ رہا تھا تبھی اسکے دل میں عجیب سا درد بھی اٹھا کہ کاش وہ آج اپنی دلہے کو خود دیکھ پاتی۔

بیلا کو اسکے برابر بٹھایا گیا تو خضر فوراً اسکی طرف جھکا۔ اسکی انگلیاں آہستگی سے بیلا کے ہاتھ سے الجھیں۔

"سویٹ کارن..."

اسکی آواز ہمیشہ کی طرح نرم اور محبت بھری تھی۔

"میں تمہیں دیکھنا چاہتا ہوں۔"

بیلا کے ہونٹ گھونگھٹ کے نیچے زور سے مسکراہٹ میں ڈھلے مگر اس نے بڑی معصومیت سے سر جھکا لیا۔

"خضر رات میں دیکھیے گا ناں۔"

وہ انتہائی مظلوم بنی۔

"کیوں؟"

وہ واقعی اداس سا ہوا۔

"کیونکہ میں دیکھ نہیں سکتی۔ اگر آپ ابھی گھونگھٹ اٹھائیں گے تو مجھے بہت الجھن ہو گی۔ کیونکہ سبکی نظریں مجھ پر چلی جائیں گی"

خضر فوراً خاموش ہوا، اسکی انگلیاں بیلا کے ہاتھ پر مضبوط ہوئیں۔

"آئی ایم سوری۔"

وہ دھیرے سے بولا۔

"میں بس تمہیں دلہن بنے دیکھنے کے لیے بے تاب تھا۔"

بیلا کو اس لمحے اس پر اتنا پیار آیا کہ دل چاہا فوراً سب بتا دے، مگر اگلے ہی لمحے اسے خضر کے رات والے تاثرات یاد آئے اور وہ گھونگھٹ کے نیچے ہنسی روکنے لگی۔

خضر نے شاید اسکی خاموشی کو گھبراہٹ سمجھا۔

"پریشان مت ہو۔ میں پوری رات تمہارے پاس ہوں۔ بلکہ پوری زندگی"

بیلا کے دل نے وہیں محبت سے ہار مان لی۔

اور ادھر خضر اپنی دلہن کا چہرہ نہ دیکھ پانے کے دکھ میں مبتلا تھا... جبکہ ادھر اسکی دلہن گھونگھٹ کے نیچے مسلسل مسکرا رہی تھی، صرف یہ سوچ سوچ کر کہ جب خضر کو سچ پتا چلے گا تو اسکے چہرے پر کیسا اظہار آئے گا۔

جبکہ ہر فرد ہی اس جوڑے کے اس حسین دن پر فدا اور واری جا رہا تھا، جبکہ وہی ہوا جسکا ڈر تھا، انیس اور عرشیہ کے بے بی کی خبر آج ہی لیک ہو گئی، اور پتا کیا، یہ اس تقریب کو اور چار چاند لگا گئی تھی، خضر اور بیلا کے ولیمے کے ساتھ ہی اس خوشی کا جشن کل طے پایا تھا، یہ ایونٹ سب کے ایک ہونے کے سبب سوچ سے زیادہ حسین ہوا کیونکہ سب ایک دوسرے کو انکی کمیوں سمیت قبول کر چکے تھے۔

"آپ دونوں کا فیصلہ بہترین ہے۔ میرے لیے ہی نہیں، آپ دونوں کے لیے بھی۔"

انیس اس وقت عرشیہ کے ساتھ کیونکہ جب ایسا وقت عرشیہ پر تھا تب انیس نے بھی بھرپور ساتھ دیا تھا، عاصم اور سوہا نے اپنے سامنے ہی کرسی پر بیٹھی عرشیہ کا اک اک ہاتھ اپنے ہاتھ میں تھام لیا تھا۔

"میری محبوب اولاد ہو تم عرشیہ۔ میں تمہارے لیے بہت ترسا ہوں۔ میں تمہاری ماں کے لیے بھی تڑپا ہوں۔ جب یہ مجھے چھوڑ کر گئی تھی تب مجھے بلکل اندازہ نہ تھا، نہ وہم و خیال میں تھا کہ میں کبھی دوبارہ اسکو پانے کا سوچ بھی سکوں گا۔ لیکن شاید کچھ تلافیاں آسمان سے آتی ہیں"

عرشیہ نے دونوں کے ہاتھ دباتے، مطمئین نگاہوں سے پہلے عاصم اور پھر سوہا کی طرف دیکھا۔

"میں سب جانتی ہوں۔ تبھی تو خوش ہوں آپ کے فیصلے پر"

عرشیہ کی مسکراہٹ مدھم ضرور تھی لیکن پھیکی نہ تھی۔

"ہم نے جانے انجانے میں جو تمہارے ساتھ زیادتیاں کیں۔ تمہیں محرومی میں جھونکا، اسکے لیے ہمیں معاف کر دو۔ ہماری گڑیا اب خود ماں بننے والی ہے۔ اس لیے ہم چاہتے ہیں تم اپنا دل صاف کر لو"

عرشیہ نے بھیگی آنکھوں سے باری باری دونوں کو دیکھا، پھر سر ہلا گئی یعنی عرشیہ کی ہاں بھی بہت سا پیار وصولنے کے بعد عاصم اور سوہا کو نصیب ہو گئی۔

لیکن انیس کا حصار، اسکی دلاسہ بخش نظریں عرشیہ کو ہر مشکل وقت میں سنبھالتی نظر آ رہی تھیں۔

.._____..

"سر۔ ہمایوں اور رئیس ملک پیلس کے قریب پہنچ چکے ہیں۔ کہیں تو یہیں ٹپکا دوں دونوں کو؟"

سب ابھی تک میرج ہال میں ہی تھے جب ابراہیم کا فون بجا جسے سننے وہ زرا اٹھ کر سائیڈ آئے، کال عامر کی تھی۔

"ان کمینوں کو کچھ بھی خراب کرنے مت دینا۔ یہاں موجود سب افراد کے ملک پیلس پہنچنے سے پہلے ہی ان دونوں زلیلوں کو دبوچ کر اسی جگہ پہنچاو جہاں طے ہوا تھا"

ابراہیم کی تاکید پر فوراسے پہلے عامر نے فرمابرداری سے سر ہلایا۔

"ٹھیک ہے ابراہیم سر۔ آپ پہنچ جائیں"

عامر نے کہتے ہی رابطہ توڑا اور اس سے پہلے ابراہیم، بنا کچھ کہے وہیں سے باہر نکلتے، صنم کی پکار پر رک کر پلٹے۔

"کہاں جارہے ہو؟"

صنم نے قدم انکے قریب جاروکے۔

"ایک ضروری کام ہے۔ میں وہ کر کے وہیں سے مینشن پہنچ جاوں گا۔ تم سب لوگ آرام سے آجانا۔"

ابراہیم کے اس ضروری کام پر صنم ٹھٹھکی۔

"کونسا ضروری کام؟ فیکٹری تم نے بیچ دی پھر کہاں کے کام آگئے؟"

صنم کی تفتیش برحق تھی، ابراہیم نے بیچ کا فاصلہ چند قدم اٹھا کر سمیٹا۔

"اسکے علاوہ بھی بہت کام کاج ہیں بیگم۔ میں بعد میں بتادوں گا۔"

ابراہیم کو جلدی میں دیکھتے وہ اسے روک بھی نہ سکی لیکن دل کو عجیب سی گھبراہٹ نے گھیرا، ویسے بھی بیلا کی بس رخصتی ہونے کو تھی، وہ ملک پیلس روانہ ہونے والی تھی۔

جبکہ ابراہیم اگلے آدھے گھنٹے تک مطلوبہ جگہ پہنچ چکے تھے، ابراہیم جب اس کاٹیج نما جگہ پہنچے، عامر اور اسکے لوگ پہلے ہی وہاں موجود تھے، رئیس اور ہمایوں دونوں کو رسیوں سے باندھا گیا تھا۔

"سر۔ دونوں کمینے حاضر ہیں۔ یہ ملک پیلس کے باہر اپنے آدمیوں اور اسلحے کے ساتھ موجود تھے۔ انکے گندے ارادے انکی شکلوں سے عیاں ہیں"

عامر کے بتانے پر رئیس اور ہمایوں نے حقارت سے دونوں کی طرف دیکھتے اپنے اپنے ہاتھ چھڑوانے کی کوشش کی، یہاں تک کہ ہمایوں کے گھر والے تک اب اسکے کسی عمل کی ذمہ داری اٹھانے پر تیار نہ تھے لیکن اسکی ضد پختہ ہو کر اسے زلیل و خوار کرنے پر تلی تھی۔

"ہاں۔ تمہارے دونوں بیٹے اور بہوئیں ٹارگٹ تھیں ہمارا۔ تم بھی۔"

رئیس نے دھاڑ کر جواب دیا اور اسکی اکڑ دیکھتے ہوئے ابراہیم آگے آئے اور پوری قوت سے رئیس کے جبڑے پر مکا دے مارا۔

"تم سے تو پرانا حساب بھی ہے جب تم میرے آفس میں آئے۔ میری بہو پر گھٹیا الزام دھرے۔ تمہیں تو ایسی سوچ سوچنے پر بھی میں آدھ موا کر دوں گا بیٹا۔ تم دونوں کو اندازہ نہیں ابھی کہ کس سر پھرے باپ سے پالا پڑا ہے تمہارا"

ابراہیم نے اسکے بال مٹھی میں دبوچے جس سبب رئیس دلخراش سا کراہا۔

"چھوڑ دے ہمیں بڈھے"

ہمایوں بھی ہمت کرے غرایا تو اگلا گھونسا اسے پڑا، اور ایسا شدید کہ ہمایوں کا منہ دوسری طرف پھر گیا۔

"بڈھا ہو گا تیرا باپ۔ میں تجھے کہاں سے بڈھا لگا بے غیرت۔ اب دیکھ تیرے ساتھ کیا کرتا ہے یہ بڈھا۔ تم دونوں کو کیا لگتا ہے بس عاشقی معشوقی ہی مردانگی ہے۔ چھپ چھپ کر ڈھیٹوں والے وار۔ پھر مار، خواری۔ کوئی عزت ہے تم دونوں کی یا نہیں۔ رئیس ملانی۔۔۔ کتنا اچھا اور باعزت نام تھا

تمہارا زلیل انسان۔ ایک ضد کے پیچھے دیوالیہ اور برباد دونوں ہو گیا۔ چچ چچ۔۔ اور تم ہمایوں۔۔ کتے کی دم کی طرح تمہارا ابھی کچھ سیدھا نہیں ہوا۔ حالانکہ جرگے نے بکواس کر دی تھی کہ ہر لڑکی کو اسکی مرضی سے نکاح کی اجازت ہے۔ پر ایک سے بھلے دو، تم دونوں نے مل کر سدھرنے کے بجائے مزید فساد ڈالنے کی تیاری پکڑ لی۔۔۔۔۔ عامر زرا کیلوں والا ڈنڈا لے کر آو"

ابراہیم نے جب عامر کی طرف دیکھ کر کہا تو رئیس اور ہمایوں کے چہرے پر لٹھے کی مانند سفیدی اتری، کیونکہ عامر نے پہلے ہی دیوار کے پاس ہی وہ سپیشل ڈنڈا اٹکا رکھا تھا، جب عامر نے وہ موٹا کیلوں والا ڈنڈا ابراہیم علوی کے ہاتھ میں تھمایا تو دونوں نے حلق سے تھوک نگلتے اس جلاد آدمی کو دیکھا۔

"تم دونوں کو اپنے ماں باپ پر ترس نہیں آیا لیکن میں تم دونوں کو بتاوں گا کیسے ترس انسٹال کرتے ہیں۔ ویسے تو میں سوچ رہا تھا تم جیسی ڈھیٹ ہڈیوں سے مرد ہونے کا غرور چھین لوں پھر رحم آگیا کہ دنیا میں پہلے ہی مرد کم ہو

رہے ہیں اور عورتیں زیادہ، اور آدھے مرد تو ان ٹک ٹاک اور انسٹا کی پیداوار نہ مرد رہے نہ عورتیں، کھسرانہ انداز اپناتے جارہے ہیں۔ اس لیے میں تم اچھے بھلے مردوں کی بس دیوانگی باہر نکالوں گا۔ تم لوگوں کا کوئی فنکشن فیوز نہیں کروں گا۔ ان فیوچر شاید تم دونوں کسی کا بھلا کر دو"

دونوں کی آنکھیں ابراہیم کی باتوں پر پھیل کر پھٹ گئیں جبکہ عامر نے منہ پر ہاتھ رکھے اپنی سلپ ہوتی ہنسی روکی، اسکے بعد ابراہیم علوی نے ان دونوں بندھے کمینوں پر وہ کیلوں والے ڈنڈے برسائے کہ یقیناوہ دونوں آئیندہ علوی خاندان کے کسی فرد، یاپوری نسل کے قریب ہوتے بھی سوپار سوچتے، جب وہ ڈنڈوں سے اچھی طرح تواضع پانے کے بعد نڈھال ہوئے تب ابراہیم نے عامر کے ہاتھ سے گن لے کر دونوں کی طرف تانی، زخموں سے چور ہونے کے باوجود وہ خود پر تنی گن کی نلی دیکھ کر بن پانی کی مچھلی سا پھڑ پھڑائے۔

"ہ۔ ہمیں مت مارو۔ تم جو کہو گے ہم کرنے کو تیار ہیں۔ پلیز ہمیں مت مارو"

ہمایوں نے تڑپ کر گڑگڑاتے ہوئے معافی مانگی تو رئیس کے تاثرات بھی کچھ ایسے ہی تھے، کچھ لوگ ہوتے ہیں انکے نصیب میں بس پٹنا ہی درج ہوتا ہے۔

"میں تم دونوں کو آخری وارننگ دے رہا ہوں۔ ملک سے دفع ہو جاو کیونکہ تم دونوں مجھے یہاں دوبارہ نظر آئے تو میں ان ہڈیوں کا سرمہ بنادوں گا۔ سمجھ آئی؟"

ایک کے بال مٹھی میں لے کر دوسرے کے منہ کے اندر گن کی نال گھساتے ابراہیم نے دونوں کو سیدھا سمجھاو وارننگ دی جس پر دونوں ہی سہم کر سر ہلاتے نظر آئے۔

"یہ پکڑو عامر۔ اور چھوڑ دو اس کچرے کو"

ابراہیم نے گن عامر کو تھمائی اور کچھ دور جا کھڑے ہوئے، عامر نے اک نظر ابراہیم پر ڈالی جیسے وہ انھیں اس فیصلے پر نظر ثانی کا کہہ رہا ہو۔

"کیا واقعی چھوڑ دوں؟"

عامر کے پوچھنے پر ابراہیم نے سر کو اثبات میں ہلایا تو عامر نے فوری ہدایت پر عمل کرتے ہوئے ان دونوں کی کلائیوں پر بندھی رسیاں کھول دیں جبکہ رسی کھلتے ہی رئیس نے بروقت عامر کی گن جھپٹی اور ابراہیم علوی کی طرف گن کی نال کیے شوٹ کر دیا مگر بروقت عامر کے رئیس کی گردن دبوچنے کے سبب گولی ابراہیم علوی کے الٹے ہاتھ کو ہلکا سا چھو کر گزرتی پیچھے دیوار میں جا دھنسی، ابراہیم نے اپنا ہاتھ دوسرے ہاتھ سے دباتے ان دو خبیثوں کو دیکھا جنھیں عامر نے دبوچ کر دو دو لاتیں ماریں کہ وہ وہیں بے ہوش ہو گئے۔

"ابراہیم سر۔ آپ ٹھیک ہیں؟"

عامر فوری انکی طرف دوڑا، اس نے ابراہیم کا ہاتھ پکڑ کر جائزہ لیا تو الٹے ہاتھ کی تھوڑی جلد چھل گئی تھی اور خون بہنے لگا تھا۔

"ان دونوں کو آزاد چھوڑنا مطلب آ بیل مجھے مار۔ پولیس کے حوالے کرو انھیں عامر۔ وہ ایسوں کو اچھے سے سدھارنا جانتے ہیں"

عامر نے پیچھے دیکھا جہاں دونوں بے سدھ پڑے تھے۔

"میں انکا علاج کرواتا ہوں۔ آپ پہلے مرہم پٹی کروالیں۔"

عامر کو خون دیکھ کر فکر ہوئی۔

"میں ٹھیک ہوں۔ یہ دونوں دوبارہ میرے سامنے آئے تو میں قاتل بن جاوں گا عامر۔ انکا بندوبست کرو میں بلکل ٹھیک ہوں"

عامر نے بہت روکا لیکن ابراہیم پلٹے پھر رک کر واپس آئے اور سلامت ہاتھ سے بیٹھ کر دونوں کے جبڑوں پر ایک ایک مکا رسید کر کے اپنی بھڑاس بھی نکال گئے، عامر نے مسکرا کر انھیں جاتے دیکھا اور اس زمین پر بکھرے کچرے کو دیکھنے لگا۔

"ایسے لوگوں کا علاج کیا ہے میں اچھے سے جانتا ہوں سر۔"

عامر نے وہیں کھڑے کھڑے کسی کو کال ملائی، دوسری ہی بیل پر فون اٹھالیا گیا۔

"دو لوگ حوالے کرنے ہیں سردارنی۔ڈھیٹوں کے باپ ہیں۔مارنا نہیں بس سدھارنا ہے۔کام ہو گا؟"

اس طرف کوئی دبنگ عورت تھی، نہ صرف وہ پہنچی ہوئی علاقے کی سردارنی تھی بلکہ عامر کی بیوی بھی تھی، اب یہ سردار اور سردارنی انیس کے ساتھ کیسے ملے، یہ ایک لمبی کہانی تھی۔

دراصل نازنین کے باپ کے قتل کی مسٹری انیس اور مہویر نے ہی حل کی اور انکے قاتلوں کے انجام کے بعد اس نے عامر کو انیس کے وفادار کے طور پر دیا تھا۔

"بلکل ہو گا۔ اڈے پر پہنچا دو سردار۔ ویسے بھی بھینسوں کا گوبر ہر جگہ بکھرا ہے۔ مجھے دو ملازموں کی ضرورت تھی۔ تم شہری لوگوں سے کچھ نہیں ہوتا اب۔۔۔ آجا کر ہم دیہاتیوں کے محتاج ہو جاتے ہو۔ میں تو سمجھی تھی جہاں گئے ہو ان لوگوں نے تمہیں میرے جیسا بنا دیا ہو گا پر بابا کا ارمان تو ارمان ہی رہ گیا۔ تم میں سرداری والے گن نہ آسکے"

نازنین کی دبنگ شکایات پر سردار عامر کھل کر مسکرایا۔

"تمہارے شکار بھیج رہا ہوں، انھیں عورت نامی مخلوق سے اتنا ڈراو کہ یہ اپنے ماں باپ کی گود میں جا کر چھپ جائیں۔ سمجھ گئی میری سردارنی؟ باقی تمہارے جیسا میں تمہارے پاس ہی ہوتا ہوں بس"

اس جانب وہ دبنگ عورت بھی فاتحانہ مسکرائی تھی۔

"سمجھ گئی۔ ہاتھوں کی گرمی جگا دی تو نے سردار۔ بھیج دے ان کھوتوں کو"

وہ قہقہہ لگاتی مسرور ہوئے بولی تو عامر نے بھی ہنستے ہوئے کال کاٹ دی، جبکہ اپنے لوگوں کو مطلونہ پتا دے کر اس کچرے کو وہاں ارسال کروایا جہاں واقعی ان دو کے کیڑے مارنے کا پراسیس ہونا تھا۔

.._____..

ملک پیلس میں جیسے بہار آچکی تھی، بیلا کا گھونگھٹ کچھ دیر اتار کر اسکا فوٹو شوٹ ہوا اور پھر محراب اور منائم اسے خضر کے کمرے میں چھوڑ آئیں، ابھی علوی مینشن والے بھی سب ادھر ہی تھے سوائے ابراہیم علوی کے جبکہ ان سے رابطہ نہ ہونے کے سب صنم بھی واپس نکل گئی تھی۔

خضر کو اسکے کمرے میں جانے کی اجازت نہ مل رہی تھی کیونکہ دونوں بہنیں عرشیہ اور منائم اسے لوٹنے کا پلین کر چکی تھیں، یمل اور عدین نے بھی تیسری اور چوتھی لٹیرن بہن کا منسب سنبھال رکھا تھا، باقی سب لاونج میں بیٹھے ان سبکی مستیاں دیکھ کر انجوائے کر رہے تھے۔

"اسی ہزار سیڑھیوں کا۔ پھر مزید اسی ہزار کمرے تک جانے کا۔ پھر پچاس ہزار دروازہ پار کرنے کا خضر بھائی۔"

منائم، عرشیہ، عدین اور یمل کی اجتماعی ڈیمانڈ سن کر خضر نے جس طرح دل تھاما، سب اہل خانہ بھی راک سٹار پلس دلہا صاحب کی ایکٹنگ پر ہنس دیے۔

"اوہ ظالمو۔ تم لوگ بہن بھائی کم قبضہ مافیا زیادہ ہو۔ تھوڑا تو رحم کرو"

خضر کی ڈرامائی مسکینی کسی کام نہ آئی۔

"نہیں۔"

عرشیہ نے فوراً دونوں ہاتھ سینے پر باندھ کر انکار کیا۔

"یہ تو ابھی سب سے کم لوٹ مار ہے۔"

عرشیہ نے آنکھیں اوپر کو گمائیں۔

"جی بالکل۔ ہم سب نے زندگی میں پہلی بار تو ایسا موقع پایا ہے"

منائم نے بھی بڑے سکون سے عرشیہ کے ساتھ گٹھ جوڑ کرتے سر ہلایا۔

"اور آپ جیسے امیر راک اسٹار کے لیے یہ تو بہت معمولی رقم ہے۔"

عدین کے شریر لقمے پر خضر نے فوراً اپنے سینے پر ہاتھ رکھا جیسے دل واقعی جواب دے گیا ہو۔

"بابا دیکھیں ناں۔ یہ لوگ مجھے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

عاصم بھی ہنس پڑا، سوہا بھی اسکے ساتھ ہی بیٹھی تھی۔

"بچے۔ یہ سب شادی کے لازمی ٹیکس ہوتے ہیں۔ ہم بھی دے چکے ہیں۔ اب تم بھی بھگتو۔ میں نے تو سوہا کو ہی ادا کیے تھے سارے ٹیکس"

عاصم کے شریر انداز اور سوہا کی طرف دیکھنے پر جہاں سوہا نظریں چرا گئی وہیں سب ہوٹنگ کرا اٹھے جس سبب وہ دونوں اس عمر میں بھی بلش کرا اٹھے جبکہ یہ خضر کی ٹرک ان چاروں کی توجہ زرا بھی نہ بھٹکا سکی۔

"ہیلو۔ ہم نہیں ٹلنے والے آج بھائی"

منائم نے خضر کے منہ کے آگے چٹکی بجا کر خضر کو واپس متوجہ کیا۔

"یہ چاروں اکٹھے ہوں تو پھر اللہ ہی حافظ۔"

مہویر فوراً قہقہہ لگا گیا۔

"ہماری ٹیم بہت مضبوط ہے۔"

عدین نے فوراً کالر اونچا کیا۔

"جی اور ہم بڑے انصاف پسند ہیں خضر بھائی"

یمل بھی پہلی بار اتنی کھل کر شرارت میں شامل ہوا تھا۔

"اور آج ہماری بہن کا معاملہ ہے۔"

خضر نے فوراً دونوں کو گھورا۔

"اوئے۔ تم دونوں میرے بھائی تھے۔"

خضر کو دلی دورا پڑا۔

"تھے۔"

عدین نے زور دے کر کہا۔

"اب ہم بیلا بھابھی کے بھائی بہنیں ہیں۔"

پورا لاونج انکی نوک جھوک پر ہنسی سے گونج اٹھا۔

وہیں سوہا، محراب، فجر، رداسب ہنسی روکنے میں ناکام تھیں جبکہ علیم خان تو موبائل نکال کر پورا منظر ریکارڈ کر رہا تھا۔

"یہ ویڈیو بعد میں بلیک میلنگ کے کام آئے گی۔"

انیس نے بڑے اطمینان سے کہا تو خضر نے فوراً کشن اٹھا کر اسکی طرف مارا۔

"تم شادی شدہ لوگوں میں ذرا بھی ہمدردی نہیں ہوتی۔"

خضر نے سب ظالموں کو ایک ساتھ کوسا۔

"بالکل نہیں۔"

انیس نے بے حد سکون سے جواب دیا۔

"کیونکہ ہم شادی شدہ لوگ ظالم ہو جاتے ہیں"

عصر نے بھی گفتگو میں حصہ لیا۔

"انیس کو چھوڑ کر سب ظالم ہیں"

عرشیہ نے وہیں کھڑے کھڑے جب اپنے ہنڈسم کی سائیدلی تو سب ہنسے، عصر نے فوراً چھیڑا تو سب "اووووو" کر اٹھے جبکہ انیس نے بے بسی سے آسمان کی طرف دیکھا۔

"مجھے غلط کمپنی میں بٹھا دیا گیا ہے۔ یہ لوگ میری معصومیت بھی تباہ کر دیں گے"

انیس کا معصومانہ شکوہ سب سے کیوٹ تھا۔

"چلو۔ فائنل بتاؤ۔ کتنے ؟"

خضر نے آخر کار دونوں ہاتھ اٹھا دیے، ان چاروں لٹیروں نے ایک دوسرے کو دیکھا، پھر یمل آگے بڑھا۔

"دو لاکھ۔ اور یہ آخری آفر ہے۔"

یمل نے دانت دیکھائے۔

"دو لاکھ ؟"

خضر نے ایسے اچھل کر کہا جیسے واقعی دل کا دورہ پڑ گیا ہو۔

"کمرے میں بیلا ہے یا دبئ کا پلاٹ ؟"

عدین ہنس ہنس کر دہرا ہوا جا رہا تھا۔

"بھائی۔ آپکو اندازہ نہیں ہماری بھابھی کتنی قیمتی ہیں۔"

منائم کے جتانے پر خضر چند لمحے سوچنے کا ڈرامہ کرتا رہا پھر جیب سے کارڈ نکال کر ان چاروں کے جڑے ہاتھوں کے بیچ رکھا۔

"لو۔ جو لینا ہے لے لو۔ بس اب مجھے میری بیوی تک جانے دو۔"

خضر کی بے تابیوں کی داستان کھلی۔

"اوہووووو۔"

عرشیہ نے فوراً تالیاں بجائیں۔

"عشق واقعی انسان کو بے بس کر دیتا ہے۔"

منائم نے بھائی کی دونوں گالیں دبوچ لیں۔

"شدید۔"

مہویر نے معنی خیز انداز میں کہا اور منائم کو دیکھا تو وہ فوراً اسے گھور گئی۔

"آپ خاموش رہیں۔"

خضر نے جیسے ہی سیڑھیوں کی طرف قدم بڑھایا تو عرشیہ فوراً اسکے سامنے آ گئی۔

"رکیں۔"

عرشیہ کی طرف دیکھتے خضر کا دل رکا۔

"اب کیا ہے پٹاکہ کوئین؟"

خضر تقریباً رو دینے والا ہوا۔

"ایک ضروری سوال۔"

عرشیہ نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

"بیلا سے سب سے زیادہ محبت کون کرتا ہے؟"

عرشیہ کے سوال پر خضر نے شرما کر آنکھیں گمائیں۔

"میں۔"

وہ جیسے فخر یہ بولا۔

"بلکل غلط۔"

یمل فوراً بولا۔

"ہم سب کرتے ہیں۔ تبھی انکو آپ سے بچانے کی کوشش کر رہے تھے کچھ دیر"

خضر نے آنکھیں بند کر کے عرشیہ کی شریر بات پر گہرا سانس لیا۔

"یا اللہ۔ یہ بچاو کی مہم ختم بھی ہو گی؟ یا میرے ضبط کا امتحان ہی چلے گا۔ تم لوگ بہن بھائی کم، میری کہانی کے ولن زیادہ ہو"

پورا گھر بچارے دلہے کے رونوں پر پھر سے ہنس پڑا۔ آخر کار بہت منتوں، نخروں اور مزید تھوڑی سی "رشوت" کے بعد اسے جانے دیا گیا۔

خضر جیسے ہی سیڑھیاں چڑھنے لگا، اسکے چہرے کی بے تابی سب کو صاف نظر آ رہی تھی۔

اور ادھر اوپر اسکے کمرے میں بیلا ابھی تک اسی باریک سرخ گھونگھٹ میں بیٹھی تھی، مگر اب وہ ہر چند سیکنڈ بعد دروازے کی طرف دیکھ رہی تھی۔

اسکے دل کی دھڑکنیں عجیب سی تیز تھیں۔

کیونکہ اب بس خضر ملک اپنی دلہن کے پاس آنے والا تھا۔

وہ اپنی جگہ سے اٹھی اور نا جانے کیا سوجھی کہ اٹھ کر کمرے کے بھاری پردوں کے پیچھے جا چھپی۔

خضر کمرے میں داخل ہوا تو گلاب اور موتیے کے پھولوں کی تیز مہک کے ساتھ سوئیٹ کارن کے جسم کی سوندی مہک نے اسکی سانسوں میں اتر کر، اپنی باہوں میں بھینچ لیتے اسکا استقبال کیا لیکن خضر کا سکون چند لمحوں کا

تھا، اسکے دروازہ بند کرنے کی دیر تھی کہ وہ اسے ارد گرد ڈھونڈنے لگا، وہ کہیں نظر نہ آ رہی تھی۔

"کہاں ہو میری دلہن؟"

خضر کی پکار سن کر وہ پردے کی اوٹ سے اسے دیکھنے لگی، گولڈ بہت ہی پیاری شیروانی میں جناب آفت لگ رہے تھے، پھر اپنی شیروانی اتار کر جیسے اس نے پھینکی، وہ بیلا کو نچلا لب دانت میں دبانے پر مجبور کر گیا، وہ اب ہاف وائیٹ پینٹ اسٹائل ٹراوزر اور کرتے میں ملبوس تھا جو شیروانی کے نیچے پہنی ہوئی تھی، اسکی آستینیں بھی جناب نے چڑھا لیں۔

"تعریفیں تو ساری میں نے کرنی ہیں سوئیٹ کارن۔ اور چھپ تم ایسے رہی ہو جیسے میں نے تمہارے منہ سے اپنی تعریف سننے کا کہہ دیا۔ چلو اب سامنے آو۔ مجھ سے اور انتظار نہیں ہو رہا۔"

خضر نے اپنے بے صبرے ہونے کی بھرپور ترجمانی کرتے اپنے حق کے لیے آوازیں ہی بلند کرنی شروع کر دیں جبکہ پردے کے پیچھے چھپی بیلا اسے دیکھتی مسکرا رہی تھی۔

"کیا پتا آپکو کچھ ایسا سرپرائز مل جائے کہ آپکا دل مجھ سے اپنی تعریف سننے کو مچل اٹھے۔ اور زرا صبر رکھیں خضر ملک۔ آج آپکی ساری حسرتیں پوری ہوں گی۔"

وہ اسکو پردے کے پیچھے چھپا دیکھتے شرانگیز مسکرایا، اپنی دلہن ایسے چھپی ہوئی جناب کو کہاں منظور تھی، خضر نے لپک کر پردے کے سنگ ہی بیلا کی بازو دبوچ کر باہر کھینچا۔ جس سبب وہ توازن برقرار نہ رکھتی لڑکھڑا کر سیدھی خضر کے سینے سے ٹکرائی اور سب سے جان لیوا تھا کہ وہ بے نور
آنکھیں، خضر کی آنکھوں میں جمی تھیں۔ کیونکہ اب وہ بے نور نہ تھیں۔ وہ سچ میں اسے دیکھ رہی تھی۔ پہلی بار۔۔ اف! خضر ملک کا سر نہیں، دل ہی چکرا گیا۔

خضر چند لمحوں تک جیسے سانس لینا ہی بھول گیا۔ اس لڑکی کی آنکھیں اس پر جمی تھیں۔

وہ آنکھیں جو مہینوں سے بے نور تھیں، آج پوری روشنی کے ساتھ صرف اسے دیکھ رہی تھیں۔

"ب۔۔ بیلا..."

خضر کی آواز بری طرح لڑکھڑا گئی، بیلا کی آنکھوں میں نمی تیر گئی مگر ہونٹ مسکرا اٹھے۔

"سرپرائز خضر ملک"

بیلا کی کانپتی آواز پر خضر نے فوراً دونوں ہاتھوں سے اسکا چہرہ تھاما، اس شدت سے جیسے یقین کرنے کے لیے اسے چھونا ضروری ہو۔

"ت۔ تم مجھے دیکھ رہی ہو؟"

خضر کے بے یقینی بھرے سوال پر وہ پہلے ہنسی پھر رو پڑی۔

"جی خضر ملک۔ اور سب سے پہلے آپکو دیکھنا چاہتی تھی۔"

خضر کی آنکھوں میں یکدم نمی چمکی، وہ چند لمحے بس اسے دیکھتا رہا... اسکی آنکھوں کو... اپنے عکس کو ان میں زندہ دیکھتا رہا اور یہ جان لیوا تھا۔

"یا اللہ!"

اسکے لبوں سے بے اختیار نکلا تو بیلا کی دھڑکنیں ابتر ہوئیں۔

"تم ٹھیک ہو گئی ہو؟"

بیلا نے اسکے سوال پر آہستگی سے سر ہلایا۔

"دو ماہ پہلے ہی لیکن میں یہ لمحہ آپکے لیے رکھنا چاہتی تھی۔ میں چاہتی تھی میری دنیا کو پہلی بار روشنی میں دیکھنے والا انسان، صرف آپ ہوں۔"

اور اس ایک جملے پر خضر جیسے مکمل ہار گیا، وہ فوراً اسے اپنے سینے سے لگا گیا، اتنی شدت سے کہ بیلا نے اسکے وجود کا اپنے وجود میں جذب ہونا محسوس کیا، وہ اب تک کا شدید گرم جوش گلے لگنا تھا۔

"تمہیں اندازہ بھی ہے تم نے مجھے کیا دیا ہے؟"

اسکی آواز اور خضر کے آنسو بیلا کے بالوں میں گم ہوئے۔

"میں نے آپکو بس چھوٹو سا سرپرائز دیا"

وہ اس سے دگنی شدت سے لپٹ کر منمنائی۔

"میں تو پہلے ہی تم پر مرتا تھا، اب تو شاید زندہ بھی نہ رہ پاؤں۔"

بیلا نے روبرو ہوتے ہنستے روتے اسکے سینے پر مکا مارا۔

"ڈرامے باز انسان"

وہ اسے بھیگتی آنکھوں سے گھوری۔

"سچ میں۔ سانس نہیں آ رہی مجھے۔"

وہ فوراً پیچھے ہٹا، اسکی پیشانی، آنکھیں، گال... ایک ایک چیز جیسے دیوانگی سے دیکھنے لگا۔

"خضر ڈرائیں مت۔"

وہ روہانسی ہوئی، خضر کا بھی جوابا چہرہ ہاتھوں میں بھرا۔

"تم واقعی مجھے دیکھ رہی ہو؟"

وہ اب تک سرخ آنکھوں سے اسے دیکھتے بولا۔

"جی اور بہت غور سے، حسین مورت میری"

بیلا نے بے خود ہوتے اس شخص کے چہرے کو اور پورے وجود کو ایک ہی لمحے میں سراہ دیا، خضر کی ہارٹ بیٹ مس ہوئی۔

"آپ حقیقت میں تصویروں سے زیادہ حسین ہیں خضر ملک۔"

خضر اسکی دیوانگی پر ہنس پڑا، وہ ہنسی بھیگی ہوئی تھی۔

"اور تم..."

وہ جھک کر اسکی ناک سے اپنی ناک بے باکی سے رگڑ گیا جیسے ایک طویل تر ہونٹوں کا لمس چاہنے کا اشارہ کر رہا ہو۔

"تم تو میرے اللہ کا مجھ پر سب سے حسین کرم ہو گئی ہو۔ یار تم مجھے دیکھتی ہوئی تو اور قیامت ہو بیلا۔ می۔۔ میں کیسے برداشت کروں"

بیلا کی دھڑکنیں اسکے بے قابو شدت بھرے انداز پر اب واقعی قابو میں نہیں تھیں۔

سو دن پورے سو دن وہ دونوں ایک دوسرے سے دور رہے تھے۔ صرف ایک نکاح... ایک وعدہ... اور بہت ساری محبت کے سہارے، خضر کی نظریں اسکے ہونٹوں پر ٹھہریں تو بیلا کا سانس اسکے حلق میں اٹکا، اسکی نظریں شدید تشنہ تھیں۔

"اب تو دیکھ سکتی ہو ناں تم مجھے ؟"

وہ بہت دھیرے سے انگوٹھے کی پور سے اسکے نچلے ہونٹ کو مسلتے بولا، بیلا نے گھبرا کر نظریں جھکائیں مگر اگلے ہی لمحے خود اسکی آنکھوں میں دیکھ بیٹھی۔

"جی دیکھ سکتی ہوں۔ اور دیکھتے رہنا چاہتی ہوں۔ اتنا دیکھنا چاہتی ہوں جتنا ان دو آنکھوں سے ممکن ہو سکے"

وہ دگنی بیقرار تھی اور شاید یہی اجازت تھی۔

خضر نے بہت آہستگی سے اسکا چہرہ اپنی ہتھیلیوں میں لیا، جیسے وہ کوئی نایاب دعا ہو۔ پھر وہ اسکے چہرے پر ہر حد اک طرف کیے جھکا، نہ تو کوئی پیمانہ رہا نہ احساس نہ کسی بھی شدت کو قابو میں رکھنے کا ہوش۔

وہ لمس بے تاب بھی تھا مگر محبت سے لبریز بھی۔

سو دن کی دوری، انتظار، دعائیں، تڑپ... سب جیسے اس ایک لمحے میں سمٹ آئے تھے، بیلا کے ہاتھ بے اختیار اسکی گردن کے گرد بندھ گئے جبکہ خضر نے اسے اپنے قریب تر کر لیا کہ انکے دل آ ملے۔

وہ پہلی محبت بھری قربت تھی... نکاح کے بعد پہلی بار ایک دوسرے کو مکمل طور پر پا لینے کا احساس کس قدر نشاط انگیز تھا، یہ وہی جانتے تھے، اور جب دونوں سانسوں کی کمی پر ذرا الگ ہوئے تو بیلا کا چہرہ مکمل سرخ ہو چکا تھا۔

خضر نے ماتھا اسکے ماتھے سے ٹکا دیا۔

"میں مر جاؤں گا تم پر۔"

بیلا اسکی بات پر سانس سنبھالتی ہنس دی۔

"نہیں۔ ابھی آپکو میرے ساتھ بہت لمبی زندگی گزارنی ہے، مسٹر خضر ملک۔"

وہ اسکی آنکھوں میں زرا چہرہ دور کیے دیکھ بیٹھی تو خضر نے اسکی دونوں آنکھیب باری باری چوم لیں۔

"ایک سیکنڈ بھی تمہیں اپنی نظروں سے دور نہیں ہونے دوں گا۔"

وہ دوبارہ رکی اور ٹوٹے تسلسل والی قربت کو جوڑ گیا جیسے ابھی بات تک غیر ضروری تھی، منہ دیکھائی کے تحفے تو شاید اب کل صبح ہی بے نقاب ہوتے کیونکہ ابھی وہ ایک دوسرے کا لباس بننے میں بہت زیادہ مصروف ہو چکے تھے۔

جبکہ محراب نے بھی فرید کو سی آف کیا جسکی آنکھوں کا سوال اب تک ویسا ہی تھا۔

"شادی کرو گی ناں؟"

فرید کے رک کر پوچھنے پر محراب نے مسکرا کر سر ہلایا۔

"کرنی پڑے گی۔ میرے آس پاس کے لوگ مجھے اکیلا نہیں چھوڑیں گے۔ تمہارے ساتھ جو زیادتیاں ہو گئیں انکی تلافی بھی تو کرنی ہے"

محراب کا لہجہ افسردہ اور پر ملال تھا، فرید کمال نے چند قدموں کا فاصلہ سمیٹا اور محراب کے روبرو آرکا۔

"مجھے کسی تلافی کی تمنا نہیں۔ بس تم میرے ساتھ دل کی خوشی سے آو محر! تمہارے دل میں اگر اب کسی کی محبت و حسرت باقی نہیں تو میں اس دل میں اپنا آپ بسانا چاہوں گا۔ تم کچھ مت کرنا۔ جو اس میں جدوجہد و لگن ہے وہ میری ہو گی"

وہ فرید کمال کے نقصانات سوچ کر افسردہ تھی کہ وہ ساری عمر تباہ کرنے کے بعد بھی اک خالی عورت کو اپنانا چاہتا تھا، لیکن محبت کر بیٹھنے والوں کی یہی برائی ہے کہ وہ اندھا دھند جذبات لٹاتے ہی چلے جاتے ہیں۔

"ٹھیک ہے۔ تھما دیا یہ کورا کاغذ۔ تم اگر اپنا نام میرے دل پر لکھ سکتے ہو تو لکھ لو۔ کم از کم میں تم سے یہ حق نہیں چھینوں گی"

یہ اجازت فرید کمال کے لیے کسی قارون کے خزانے سے کم نہ تھی، وہ مسرور ایسے ہوا جیسے اسے دنیا جہاں کی راحت مل گئی۔

"میں جلدی آتا ہوں تمہیں لینے۔ اچھی بات یہ ہے کہ تم ہر کام سے فراغت پا چکی ہو۔ اب تمہیں میرے نام کی مصروفیت اٹھانی ہو گی"

دونوں ہی اس پر مسکرائے اور محراب اسے تب تک دیکھتی رہی جب تک وہ نظروں سے اوجھل نہ ہوا۔

جبکہ ملک ہاوس کی باقی رونق اسی طرح جاری تھی۔

"مجھے تو پہلے ہی پتا تھا میری جان، کیونکہ اس سے گزر چکی ہوں"

عرشیہ نے منائم سے شکوہ کیا تو منائم بھی آگے سے آمادہ ہو جاتی مسکرائی تھی، ابھی بس عصر، فجر، انیس، عرشیہ، مہویر اور منائم تھے، جبکہ علیم خان اور ردا نے چھوٹی دنیا کو زرا انکے تحائف دلانے کی طرف رخ کیا تھا، انکا آئس کریم کا بھی پلین تھا پھر یمل اور عدین کو واپس ملک پیلس پہنچائے وہ دونوں ہنی مون کے لیے نکلنے والے تھے۔

"پھر بھی آپ نے بتایا نہیں۔ کتنی غلط بات ہے"

عرشیہ کی بسوری شکل دیکھے سب ہی ہنسے۔

"میں نے سوچا یہ تمہارا اپنا اچانک والا سرپرائز ہونا چاہیے۔ اور جب تمہاری واپسی پر طبعیت خراب ہوئی اس سے تو کنفرم ہو گیا تھا۔ لیکن جو خوشی خود اسکا علم ہونے پر ہوتی ہے اسکا کوئی نعم البدل نہیں۔ بہت خوش ہیں سب تمہارے لیے"

وہ لوگ باہر گارڈن سائیڈ بیٹھے تھے، موسم غضبناک جو ہو رہا تھا، انیس نے فوری عرشیہ کے گرد بازو پھیلا کر اسے اپنے سینے سے لگایا۔

"یہ تو سچ ہے۔ ہمیں تو زندگی کا بہترین سرپرائز ملا۔"

انیس کی یہ خوشی دیکھ کر عصر اور مہویر کے دل کیسے زرے سے پہاڑ ہوئے تھے، یہ بس اللہ جانتا تھا۔

"اللہ تجھے اس سرپرائز کا ہر سکھ دیکھنا نصیب کرے علوی۔"

مہویر کی دعا پر سب نے بیک وقت آمین کہا۔

"کوئی دکھ نہ دیکھے میرے جگر کا ٹکڑا"

عصر نے بھی محبت سے کہا اور انیس اس وقت ان دو ساتھیوں کا ساتھ پا کر مسرور ترین شخص بن چکا تھا۔

"آمین۔کاش میرے پیرنٹس اور بہنیں بھی سمجھ پاتیں کہ مجھے کتنا خالی کر دیا تھا انہوں نے۔اک بار پلٹ کر نہیں پوچھا کہ میں زندہ ہوں یا"

عصر نے بازو اسکے گرد حصارے اسکی بات کاٹی۔

"وہ جانتے ہیں آپ عصر کے ساتھ ہیں۔صرف جینا ہی ممکن ہے میرے ساتھ آپکا،اور میں نے بھر نہیں دیا سائیں۔۔وقت سب سے بڑا مرہم ہے۔وہ احساس دلائے گا۔"

فجر نے امید افزائی قبول کی، مسکرا بھی دی۔

"بلکل ٹھیک کہہ رہا ہے عصر۔"

انیس اور مہویر کی بھی یہی رائے تھے جبکہ عرشیہ اور منائم بھی فجر کو پر امید ہو کر دیکھتے مسکرائی تھیں۔

.._____..

"کہاں تھے تم ابراہیم؟ کب سے انتظار کر رہی تھی؟"

وہ واپس مینشن پہنچے اور اندر داخل ہونے کی دیر تھی کہ صنم جو کافی دیر سے اسکے انتظار میں تھی، بے تابی کے سنگ اسکی طرف بڑھی۔

"ہیں؟ تم اور انتظار۔ وہ بھی میرا؟ کیا باقی سب بھی واپس آ گئے؟"

ابراہیم نے بلیزر اتار کر کاوچ پر رکھتے صنم کی پریشانی و فکر دیکھنے کے ساتھ نظریں چار سو گمائیں تو صنم نے اسکا منہ جبڑے سے دبوچ کر اپنے سامنے کیا، ابراہیم علوی ساکن ہوئے۔

"اس قدر تجسس میں ڈال کر گئے تھے تم، بتاو گے یا نہیں۔ کہاں گئے تھے؟ اب کونسے نئے پنگوں میں ملوث ہو۔ تمہیں اپنے بچوں کی نفرت سے خوف نہیں آتا ابراہیم۔ میری نفرت تو تم چلو قبول کر چکے ہو؟"

صنم کی اس سے ایسی امید رکھنا جائز تھا کیونکہ ابراہیم کا ریکارڈ خاصا خراب تھا کہ ان پر اعتبار کیا جا سکتا۔

"میں نے وہ سب قبول کر لیا جو میرا مقدر رہے۔ گلہ کیوں کر رہی ہو۔ تمہیں ماں بننا ہے میرے تینوں بیٹوں کی تو میں نے دل و جان سے قبول کر لیا۔ رہی بات انکی نفرت کی تو میں بہت ڈرتا ہوں۔ بہت زیادہ۔ راتوں کو سو نہیں پاتا کہ انکے ذہنوں میں ماضی کا کوئی کڑوا لمحہ نہ آ ٹھہرے۔ انکی معافیاں پانے کے بعد بھی میرے کلیجے کو آرام نہیں ملا"

ابراہیم نے جب اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر اپنی تکلیف بتائی تو تب صنم کی نظر اسکے ہاتھ کے زخم اور اس سے بہہ کر سوکھ چکے خون پر گئی۔

"یہ کیا ہوا؟ کس پر بھڑاس نکال کر آئے ہو؟"

صنم نے خوفزدہ نظروں سے اسکے ہاتھ کو پکڑ کر جائزہ لیتے پوچھا تو ابراہیم کی توجہ صنم کی گھبراہٹ و پریشانی نے کھینچی۔

"مل گئے تھے دو منحوس۔ نکال لی بھڑاس۔"

وہ اسکے لٹھ مار جواب پر ابراہیم کو گھوری۔

"تم اتنے ڈھیٹ کیوں ہو، اب تو سدھر جاو۔ کیا مسئلہ ہے تمہارا۔ کس نے چوٹ دی تمہیں؟"

صنم کے زچ ہو کر سوال دہرانے پر ابراہیم نے اپنا ہاتھ صنم کے ہاتھ سے کھینچا۔

"کہاناں تھے دو آوارہ۔ جانے دو۔ بینڈ تج لا دوا گر زیادہ فکر ہو رہی ہے۔ زخم زیادہ نہیں تھا تو ہو سپٹل نہیں گیا"

وہ مزے سے صوفے پر بیٹھتے بولا تو صنم نے پیر پٹخے اور کوئی مرہم لینے گئی، کچھ دیر تک وہ واپس ائی تو اسکے ہاتھ میں ایک دوا اور پٹی والا ڈبہ تھا، ابراہیم نے مسکرا کر صنم کو دیکھا جو زرا فاصلہ بنا کر بیٹھی اسکے ہاتھ کے زخم کا جائزہ لینے لگی۔

"تمہیں میری محبت واپس واقعی نہیں چاہیے ابراہیم۔"

وہ اسکے ہاتھ پر پٹی لپیٹنے کے بعد اس خاموشی کو توڑتے آزردگی سے سوال کر گئی تو ابراہیم کے ہونٹوں پر رقص کرتی مسکراہٹ تھمی۔

"تم اور تمہاری محبت میرے پاس ہی ہے۔ مجھے ایک لمحہ بھی نہیں لگا کہ میں اس محروم ہوا ہوں۔ مجھے پتا ہے یہ میری ملکیت ہے۔ تو جو چیز پہلے ہی میرے پاس ہے، وہ مجھے کیوں چاہیے ہو گی؟"

صنم کی آنکھوں کی سطح نم پڑی، اس نے فورا نظریں جھکا کر اسکا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں بھرا۔

"میں تم سے بہت ناراض تھی۔ میں نے یہ سارے سال تمہیں تکلیف سے سوچ کر گزارے لیکن اسکے باوجود جانتی تھی تم صرف مجھ سے محبت کرتے ہو۔ یعنی تمہاری محبت میری ملکیت ہے اسکا یقین تھا مجھے۔ اور میں یہاں واپس بھی تبھی آئی۔ میں تم سے تین ماہ ناراض رہی تا کہ تم وہ اذیت سمجھو جو میں نے، عصر نے اور انیس نے جھیلی اور حمرا نے بھی۔ تمہیں اپنے بچوں کی

قدر دیر سے آئی ہے پر آگئی ہے۔اس لیے میں تمہیں مزید کوئی سزا نہیں دوں گی کیونکہ اپنے حق کے لیے مجھ سے بھی نہیں لڑا گیا تھا تو قصور میرا بھی تھا۔ میرا، تمہارا اور حمرا کا یہ الجھا عجیب رشتہ ہی انیس کی اذیت بنا رہا، عصر کی محرومی ثابت ہوا۔ اور کہیں نہ کہیں عدین کے وقت سے پہلے بڑا ہونے کی وجہ بھی یہی مورثی اداسیاں ہیں۔"

صنم کی آواز اختتام تک بھیگی تو ابراہیم اسی درد کی کیفیت میں مبتلا تھا۔

"تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔ میں خود کو آخری سانس تک بہتر سے بہترین بنانے کی کوشش کروں گا۔ جانتا ہوں جو اتنے سال لگا کر بگھاڑا ہے وہ ٹھیک نہیں کیا جا سکتا لیکن کم از کم کوشش کی جا سکتی ہے۔ ہم سب ایک دوسرے کا مرہم بن کر اپنے اس گھر کو سکون اور خوشیوں کا مسکن بنا لیں گے۔ مجھے یقین ہے صنم"

صنم نے مسکرا کر سر ہلایا، حالانکہ اسکی آنکھیں بھیگ رہی تھیں۔

"ان شاء اللہ۔ میں اس مشکل سفر میں اب کی بار تمہارے ساتھ ہوں۔ پہلے کی طرح ہمت نہیں ہاروں گی۔ تم جیسی بلا سے محبت کی تھی تو سہنا تو پڑے گا"

وہ جان بوجھ کر اختتام تک شریر ہوئی تاکہ اس خود روسی اداسی کا توڑ کیا جا سکے۔

"میرا ساتھ دینے کے لیے شکریہ صنم"

ابراہیم نے اسکا چہرہ ہاتھوں میں بھرے ماتھا چوما تو وہ آمادہ سا مسکراتی ابراہیم کے سینے لگ گئی، قرار تو دونوں طرف ارسال ہوا۔

"خضر نے تو بے تابیوں کے جھنڈے گاڑ دیے۔۔ہاہا"

عصر کی آواز پر وہ دونوں ہی چونکے جہاں انکے تینون وجیہہ فرزند اور دونوں حسین بہوئیں تشریف لاتے ہوئے مینشن میں پیر سدھار چکے تھے۔

"بنتا تھا اسکا عصر۔ تین ماہ اس نے صبر و شکر کے کاٹے تھے"

انیس نے فوری اپنے سالے کی حمایت کی۔

"وہ لگ بہت کیوٹ رہے تھے۔ پیسہ ہی پیسہ بٹورا ہم نے۔۔۔ مزہ آگیا یار"

عدین کے ہاتھ میں ابھی تک کرکرے نوٹ تھے جس پر عرشیہ اور فجر ہنس کر اسے اس لوٹ مار پر شاباشی دیتی نظر آئیں اور پھر ان پانچوں کی نظریں صنم اور ابراہیم پر جا رکیں جو انکے لیے اٹھ کھڑے ہوئے تھے، علیم اور ردا کے گھومنے پھرنے کے دن شروع تھے تبھی وہ نکل چکے تھے۔ اب سامنے دیکھنے کو دو منظر تھے، ایک انکا ہاتھ میں ہاتھ لے کر کھڑے ہونا اور دوسرا ابراہیم کے ہاتھ پر بندھی پٹی۔

اور ان پانچوں کی فکر اس بندھی پٹی کو لے کر آنکھون کے کناروں تک جھول آئی۔

"ہاتھ پر کیا ہوا بابا؟"

عدین فوری آگے آیا، باقی چاروں بھی ہم قدم ہوئے۔

"کچھ خاص نہیں۔ ہلکی سی چوٹ لگ گئی تھی۔ دونمونے سیدھے کرنے کی کوشش کر رہا تھا پر وہ لاتوں کے بھوت تھے، اور میں باتوں سے سمجھا رہا تھا"

ابراہیم کی بات کسی کے پلے نہ پڑی جس سبب انھیں ساری تفصیل دینی پڑی جس پر سب ہی تھوڑی دیر تک لاونج میں براجمان تھے۔

"کیسے پاگل اور بد دماغ ہیں دونوں۔ مار کھانے کی شاید لت لگ گئی ہے دونوں کو"

عرشیہ نے ہنس کر جیسے بچاروں کی قسمت پر افسوس کیا جو دونوں کو پیٹتی ہی جا رہی تھی۔

"بے فکر ہو جائیں آپ سب۔ اب انھیں جہاں بھیجا ہے وہاں سے یہ انسان بن کر ہی آئیں گے"

عامر کی واپسی اور آمد نے سبکو متجسس و متوجہ ساتھ کیا کیونکہ سب اسکا راز جاننا چاہتے تھے۔

"کہیں پاتال میں تو نہیں ڈال آئے عامر؟"

انیس نے معلومات کے لیے پوچھا کیونکہ سب ہی جاننا چاہتے تھے جس پر عامر بس پر اسرار سا مسکرایا۔

"کچھ دن صبر کرلیں۔ آپ سب خود انکا سدھرنا دیکھیے گا۔ مجھ پر بھروسہ کریں اور بے غم ہو جائیں"

عامر نے تو ایک خوشگوار تجسس ہی پھیلا دیا تھا اور ستم کہ ان سبکو انتظار کرنا تھا، آج کی یہ رات سب کے واقعی ایک ہو جانے کے نام تھی، کیونکہ آخر کار صنم نے اپنی ناراضگی سمیٹی تھی تو اس پر پارٹی تو بنتی تھی۔

اور پارٹی ان اب نے دیر رات باربی کیو کر کے کی، وہی گارڈن کا الگ سا پر سکون حصہ، جبکہ ابراہیم اور صنم نے راضی جوڑے کی طرح شرکت

کی، تین پیارے کپل اور شرارتی ساعدین، اور ان سبکی اک پیاری سی حسین دنیا۔ جسکے دن حسین اور راتیں روشن ہو چکی تھیں۔

.._____..

صبح کی نرم سنہری روشنی پردوں کی اوٹ سے کمرے میں اتر رہی تھی، بارش شاید رات گئے تھمی تھی کیونکہ فضا میں مٹی اور بھیگے پھولوں کی خوشبو گھلی ہوئی تھی۔ بیلا کی آنکھ بہت آہستگی سے کھلی اور اگلے ہی لمحے اسکے ہونٹوں پر بے اختیار بے خود و مست سی مسکراہٹ چلی آئی۔

وہ خضر کی بازوؤں میں سمٹی ہوئی تھی... بالکل قریب، ایسے جیسے رات بھر اس نے اسے ایک لمحے کو بھی خود سے الگ نہ ہونے دیا ہو۔ خضر کی ٹھوڑی اسکے سر پر ٹکی تھی جبکہ اسکی انگلیاں اب بھی بیلا کی کمر کے گرد ڈھیلے حصار میں بندھی تھیں۔

بیلا نے پہلی بار سکون سے اسے دیکھا، اتنے قریب سے

سویا ہوا خضر ملک بھی جان لیوا حسین لگ رہا تھا۔ اسکے سر کے بکھرے بے ترتیب بال، ہلکی بڑھی داڑھی اور وہ پُر سکون تاثرات جنہیں شاید صرف بیلا ہی دنیا کا آٹھواں عجوبہ سمجھ سکتی تھی۔

وہ محویت سے اسے دیکھ رہی تھی جب خضر کی پلکیں ہلکی سی جنبش کے بعد کھلیں۔

اور جاگتے ہی اسکی پہلی نظر بیلا پر پڑی۔

"گڈ مارننگ سوئیٹ کارن۔"

نیند زدہ بھاری اور گرم جوش آواز پر بیلا کے گال پھر گرم ہوئے کیونکہ اسکی بیلا کے گرد حائل بازو بھی جکڑی گئیں۔

"گڈ مارننگ۔"

خضر نے اسکی لاج تکتے مسکراتے ہوئے اسے اور سینے کے قریب کیا۔

"تم واقعی دیکھ سکتی ہو ناں؟ کل کی رات خواب تو نہیں تھی"

وہ شاید اب بھی اس حقیقت سے مکمل باہر نہیں آیا تھا، ابھی تک جناب کے ہوش اڑے ہوئے تھے۔

بیلا اسکی خمار بھری سرگوشی پر ہنس دی۔

"جی اور صبح اٹھتے ہی پھر سب سے پہلے آپکو ہی دیکھا ہے۔"

خضر نے اس اقرار پر فوراً اسکی پیشانی چوم لی۔

"میری زندگی کی سب سے بڑی راحت ہو تم"

بیلا اسے بنا آنکھ جھپکے دیکھتی رہی پھر جب خضر نے اسکی جانب سرک کر کچھ گستاخیاں کیں تو وہ سانس گہرائی سے بھرتے ہوش میں آئی جیسے ڈر کر کانپ سا جاتے ہیں۔

"میں ہوں میری جان۔ لگتا ہے کچھ زیادہ ہی پیار نچھاور کر دیا میں نے کہ یہ تمہیں ڈرانے لگا ہے۔ اوپس۔۔۔ تو ہم تھوڑا بریک لیتے ہیں"

وہ خضر کی بے باک گفتگو پر کان کی لو تک سرخ پڑی، خضر کچھ یاد آنے پر ذرا سا اٹھا، بیڈ کے ساتھ رکھے دراز کی طرف ہاتھ بڑھایا اور ایک چھوٹا سا بلیک باکس نکال کر واپس اسکے سامنے آ بیٹھا۔

"منہ دیکھائی۔"

بیلا کی آنکھیں اسکی پر شوق سرگوشی پر چمک اٹھیں۔

"اوہ تو آپکو یاد تھا؟"

بیلا نے اشتیاق سے کہا۔

"میں اتنا بھی نااہل شوہر نہیں ہوں۔ گو تم نے میرے بھرپور ہوش سلب کیے لیکن بندے کے اعصاب ابھی بھی کارآمد ہیں"

خضر نے لفظی مستیاں کرتے ہی باکس کھولا تو اندر بے حد حسین ڈائمنڈ رنگ موجود تھی، باریک مگر نہایت نفیس جس پر ایک ہی ڈائمنڈ تھا لیکن درمیانے سائز کا تھا۔

"خضر"

بیلا مبہوت ہوئی۔

"یہ بہت خوبصورت ہے۔"

وہ اسکی طرف دیکھتی مسکرائی۔

"اتنی نہیں جتنی تم۔"

اس نے بہت محبت سے اسکی انگلی میں رنگ پہنائی، پھر وہیں اسکی انگلیوں کو پکڑ کر اپنے ہونٹوں سے لگاتے چوما۔

"اور ایک تحفہ اور بھی ہے۔"

بیلا نے حیرت سے اسے دیکھا تو خضر نے دوسرا چھوٹا سا باکس کھولا، اس بار اندر ایک نہایت خوبصورت سن فلاور پینڈنٹ تھا، بیلا کی سانس جیسے تھم گئی۔

"یہ؟"

خضر اسکے صدماتی رد عمل پر ہلکا سا مسکرایا۔

"چونک گئی ناں؟ تین ماہ پہلے خریدا تھا۔ اسی دن جب تم نے مجھے سورج مکھی والے کف لنکس دیے تھے۔ تب دینا چاہتا تھا... پھر لگا میں نے دیا تو تمہارے تحفے کی شان کم ہو جائے گی۔ لیکن مجھے بہت پیار آیا کہ ہماری پسند کتنی سیم ہوئی۔ مجھے اسی وقت تم سے پیار ہو گیا تھا"

بیلا کی آنکھیں اسکے بتانے پر نمی سے بھر گئیں، خضر نے سائیڈ ٹیبل پر رکھے کف لنکس اٹھائے، اس پینڈنٹ سے جوڑے تو وہ بہت زیادہ ملتے جلتے

تھے، پھر خضر نے کمرے کے واس میں جو پھول لگوائے تھے ان میں بھی سورج مکھی کے پھول شامل تھے۔

"مجھے یقین نہیں ہو رہا۔"

بیلا کی آواز ابھی تک کپکپا رہی تھی۔

"کر لو۔ ہمیں انہی پھولوں نے ایک کیا ہے"

وہ شریر ہوا، اس نے پینڈنٹ بیلا کے گلے میں پہنا دیا۔ سن فلاور اسکی گردن میں چمک رہا تھا جبکہ خضر اسے ایسے دیکھ رہا تھا جیسے واقعی سورج اسکی دنیا میں اتر آیا ہو۔

"اب میری باری۔"

بیلا نے جلدی سے بیڈ کے ساتھ رکھا اپنا چھوٹا سا فولڈر اٹھایا تو خضر بھی اب بہت پر جوش تھا۔

"میں نے یہ خود بنایا ہے۔"

خضر نے حیرانی سے وہ شیٹ لی اور اگلے ہی لمحے اسکی سانس واقعی رک گئی۔

وہ اسکا سکیچ تھا۔ نہایت خوبصورت... نہایت باریکی سے بنایا گیا۔ ہر لکیر میں محبت تھی۔

"بیلا..."

خضر کی بولتے ہوئے آواز بدل گئی۔

"تم نے... یہ بنایا؟"

بیلا نے مسکراہٹ ہونٹوں پر سجائے ہلکا سا سر ہلایا۔

"نظر واپس آنے کے بعد۔ شروع میں سب دھندلا دکھتا تھا تو تھوڑا مشکل تھا۔ لیکن میں سب سے پہلے آپکو بنانا چاہتی تھی۔"

خضر کئی لمحے خاموشی سے اسے دیکھتا رہا پھر سکیچ کو ایسے چھوا جیسے وہ دنیا کی قیمتی ترین چیز ہو۔

"یہ"

وہ واقعی الفاظ کھو چکا تھا۔

"تمہاری یہ ایفرٹ میری پوری زندگی سے زیادہ قیمتی ہے سوئیٹ کارن"

بیلا اسکے جذب بھرے جواب پر ہنس دی مگر اگلے ہی لمحے خضر نے اسے کھینچ کر اپنے سینے سے لگا لیا۔

"میں دنیا کا سب سے امیر آدمی ہوں۔"

خضر کی گرفت میں سکون و جان سب سمٹ آیا تھا، اب انکا ساتھ ہر رکاوٹ سے بے نیاز ہو چکا تھا۔

ولیمے کی تقریب سوچ سے زیادہ خوبصورت ہوئی، سب اپنی اپنی جگہ بے حد خوش اور مسرور نظر آئے اور پھر کچھ دن بعد فائنلی عصر اور انیس کے ولیمے کا جشن بھی ہو گیا، جو پینڈنگ تھا، اس جشن میں نا صرف انیس اور عرشیہ کی خوشی منائی گئی بلکہ عصر اور فجر کو بھی تب تک خوشی کی خبر مل گئی، اور اس جشن کو مزید چاند لگ گئے تھے۔

جبکہ ان خوشیوں کے ساتھ ساتھ سوہا اور عاصم کے نکاح اور محراب کے فرید کے سنگ زندگی شروع کرنے کا حسین سفر بھی شروع ہوا تھا۔

ان دو شادیوں کے بعد ملک پیلس آج روشنیوں، خوشبوؤں اور اپنائیت سے جگمگا رہا تھا۔ دروازے پر سفید پھولوں کی محرابیں سجی تھیں جبکہ اندر ہر چہرے پر خوشی رقص کر رہی تھی۔ جیسے ہی عاصم نے سوہا کا ہاتھ تھامے اندر قدم رکھا، سامنے کھڑے سب لوگوں کے لبوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"خوش آمدید۔ فائنلی آپ دوبارہ میرے ڈیڈ کے قبضے میں آ گئیں سوہا آنٹی"

خضر نے شرارتی انداز میں کہا تو سوہا ہنس پڑی۔

بیلا فوراً آگے بڑھی اور سوہا آنٹی کو گلے لگایا۔

"یہ بہت ہی کیوٹ شادیاں تھیں۔ جتنی کیوٹ اتنی حسین"

بیلا کے خوشی سے کہنے پر سوہا کی آنکھیں نم ہو گئیں، وہیں محراب نے بھی فرید کمال کی طرف دیکھا جسکے وہ ان نکاح میں تھی۔

"اب کہیں نہیں جاؤں گی"

سوہا کی یہ سرگوشی ہر فرد نے سنی۔

"اور اگر اب اسے چھوڑ کر گئی"

محراب نے مصنوعی غصے سے انگلی اٹھائی۔

"تو ہم سب خود اغوا کر کے واپس لے آئیں گے۔"

محراب کی شرارت پر سب زور سے ہنس پڑے۔

منائم نے بابا کے سینے لگ کر سانس لی تو پہلی بار اسے عاصم المیر ملک کا سینہ ٹھنڈا لگا۔

"آخر کار آپ نے ناممکن کام کر ہی لیا۔ خوش ہوں بابا"

منائم کی خوشی واقعی دیدنی تھی۔

"محبت ناممکن کو ممکن بنا دیتی ہے۔"

عاصم نے سوہا کو دیکھتے ہوئے شوخ لہجے میں کہا تو سوہا کے گال سرخ ہو گئے۔

وہیں یمل اور شمس الدین دونوں مسکراتے ہوئے اس منظر کو دیکھ رہے تھے۔ برسوں کی الجھنوں کے بعد آخر کار یہ گھر سکون محسوس کر رہا تھا۔

"سوہا مما! اب آپ کہیں نہیں جائیں گی ناں"

سوہا نے جھک کر یمل کے ماتھے کو چوما۔

"کبھی نہیں۔"

یمل نے پھر عاصم کی طرف رخ کیا، وہ بابا کے گلے لگا۔

"بابا، خوش رہیے گا"

یمل کی سرگوشی نے سبکو اداس سا کر دیا۔

"تم سب ہو تو میں بہت خوش ہوں"

یمل کے بعد عرشیہ بھی چند قدم چلتی ان دونون تک پہنچی۔

عرشیہ نے دونوں کا اک اک ہاتھ اپنے ہاتھ میں تھاما۔

"اللہ آپ دونوں کو ہمیشہ ایک ساتھ رکھے، ہمیشہ خوش رکھے۔ میں آپ دونوں کو ساتھ دیکھ کر امید سے زیادہ سکون محسوس کر رہی ہوں"

اس معصوم دعا پر کئی آنکھیں نم ہو گئیں، سوہا اور عاصم نے باری باری عرشیہ کو گلے لگایا۔

ہنسی مذاق، دعاؤں اور اپنائیت کے بیچ کافی دیر تک محفل سجی رہی پھر آہستہ آہستہ سب لوگ انہیں تنہا چھوڑ کر جانے لگے۔

اسی دوران فرید خاموشی سے محراب کے قریب آیا۔ اس کی نظریں آج بھی ویسی ہی تھیں، برسوں پرانی محبت میں ڈوبی ہوئی۔

"چلیں؟"

اس نے آہستہ سے ہاتھ بڑھا کر پوچھا تو محراب نے پلکیں جھپکائیں۔

"کہاں؟"

محراب چونکی۔

"اپنے گھر۔"

فرید نے یہ لفظ اتنی شدت سے کہا تھا کہ محراب کا دل بے اختیار دھڑک اٹھا۔

جبکہ سوہا کمرے میں عاصم کے ساتھ داخل ہوئی، پھر اس نے دروازہ بند ہوتے ہی پلٹ کر نہ کچھ سنا، نہ کہا، وہ بس عاصم کے سینے جا لگی، اسکے دل اور آنکھوں تک جھولتے درد ایسے آنسوؤں کی صورت عیاں ہوتے چلے گئے جیسے کوئی بند ٹوٹ گیا ہو۔

"اب رونا نہیں ہے۔ تم اس عاصم ملک کے پاس آ گئی جو اب صرف تمہارا ہے۔ تم جانتی ہو جب فاطمہ نے میرے پیٹ میں وہ چاقو مارا، میرا دل خوشی سے بھر گیا کہ چلو شکر ہے سوہا کے بنا جو زندگی موت سی تھی اسکا خاتمہ ہونے لگا ہے"

سوہا رونا روکے فورا سے پہلے روبرو ہوئی۔

"ک۔ کیا۔ تم ایسا کیسے سوچ اور کہہ سکتے ہو عاصم"

سوہا کی آواز یہ کہتے لرزی تو عاصم اسکا چہرہ ہاتھوں میں بھرے ہنسا۔

"میں واقعی اس وقت مر جانا چاہتا تھا۔ میں نے تمہیں کھو کر جتنے گناہ اور غلطیاں کیں وہ موت مانگنے کے لیے کافی تھیں۔ م۔ میں جینا نہیں چاہتا تھا۔ آنکھین بند ہوتے وقت بس تم دیکھائی دی تھی"

سوہا کی آنکھوں سے چند مزید آنسو ٹوٹ گرے۔

"ع۔۔ عاصم۔۔ مجھے معاف کر دو۔ م۔ میں نے تمہیں ایسا برا بنا دیا تھا۔ اب تم بہت اچھے ہو گئے ہو۔ مجھے بھی تم سے کوئی شکایت نہیں۔ بس مجھے اب آخری سانس تک تمہارے ساتھ رہنا ہے۔ میں بہت تھک گئی ہوں"

عاصم نے اسے شدت سے گلے لگاتے اسکا ماتھا چوما۔

"میں بھی سوہا۔ تم بھی اب ہمیشہ میرے پاس رہنا"

عاصم کے بازووں کی گرفت مزید سخت ہوئی تبھی سوہا کچھ یاد آنے پر اس سے دور ہوئی۔

"کیا جب فاطمہ یہاں رہی آ کر، تم اسکے قریب گئے؟ اسے چھوا تھا؟"

اپنی جلن لاکھ دبانے کے باوجود سوہا کے لبوں پر یہ شکوہ مچلا۔

"ایسا اس نے کہا کیا؟"

عاصم دگنا حیران ہوا۔

"ہاں۔ کہا کہ عاصم میرے پہلو میں پڑا ہے۔ تھک ہار کر۔ مجھے کتنی آگ لگی تھی میں بتا نہیں سکتی"

عاصم نے قہقہہ لگاتے سوہا کو دیکھا۔

"جھوٹ ہے۔ نہیں چھوا اسے۔ تم جیلس بہت پیاری لگتی ہو۔"

سوہا نے مسکرا کر دیکھا پھر ہنستی ہوئی اسکے سینے لگی تو جیسے دونوں کو سکون سا ملا۔

اور پھر رات کے پُر سکون اندھیرے میں فرید کمال کی گاڑی ایک خوبصورت مگر سادہ سے گھر کے سامنے رکی، محراب نے حیرت سے باہر دیکھا۔

"یہ...؟"

محراب چونکی۔

"ہماری دنیا۔"

فرید نے مسکرا کر دروازہ کھولا، اسے لیے گھر تک گیا، گھر میں داخل ہوتے ہی محراب کی نظریں رک سی گئیں۔ ہر طرف نرم پیلی روشنی، سفید پھول، اور عجیب سی مانوس خوشبو تھی۔

وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی لاؤنج میں پہنچی مگر اگلے ہی لمحے اس کی سانس رک گئی۔

دیوار پر ایک شیشے کے فریم میں سبز رنگ کی پرانی چوڑی رکھی تھی۔

"یہ...!"

وہ بے اختیار بڑبڑائی، فرید اس کے پیچھے آ کر رکا۔

"تمہاری ہے۔"

وہ روہانسی ہوئی۔

"مگر یہ تو برسوں پہلے ٹوٹ گئی تھی۔"

محراب کی آواز لرزی۔

"ہاں۔ یونیورسٹی کی کینٹین کے باہر۔ تم نے غصے میں پھینک دی تھی اور میں اٹھالایا تھا۔"

محراب حیرت سے اسے دیکھتی رہ گئی، پھر اس کی نظر ایک چھوٹے سے لکڑی کے باکس پر گئی۔ فرید نے وہ باکس کھولا۔

اس میں ایک ٹوٹی ہوئی پن، سوکھا ہوا گجرا، کچھ پرانی تصویریں اور رنگ برنگی چھوٹی چھوٹی چیزیں محفوظ تھیں۔

"فرید..."

اس کی آواز بھرا گئی۔

فرید نے سوکھے گجرے کو انگلیوں سے چھوا۔

"یہ تم نے یونیورسٹی فیسٹیول والے دن پہنا تھا۔ شام کو سوکھ گیا تو تم نے ہنستے ہوئے پھینک دیا اور مجھے لگا شاید محبت ایسی ہی چیز ہوتی ہے۔ لوگ پھینک دیتے ہیں مگر کچھ پاگل لوگ سنبھال لیتے ہیں۔"

محراب کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔

فرید ہلکا سا مسکرایا۔

"یہ پن تمہارے دوپٹے سے ٹوٹ کر گری تھی۔ میں نے پوری کلاس کے بعد ڈھونڈی تھی۔"

محراب کا دل تڑپ گیا۔

"تم پاگل تھے یار"

وہ روتے ہوئے ہنس پڑی۔

"ہوں۔"

فرید نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوری سچائی سے کہا۔

"تمہاری محبت میں آج تک پاگل ہوں محر"

محراب نے کانپتے ہاتھوں سے وہ چوڑی چھوئی۔

"میں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ کسی کے لیے میری چھوڑی ہوئی بے کار چیزیں بھی اتنی قیمتی ہو سکتی ہیں۔"

فرید نے اسے بازوون کے حصار میں لیا اور اس کے بالوں کے قریب جھکا۔

"کیونکہ وہ چیزیں تم سے جڑی تھیں اور تم میری زندگی کی سب سے خوبصورت حقیقت ہو۔"

محراب بے اختیار اس کے سینے سے لگ گئی۔ برسوں کی دوریاں، غلط فہمیاں، ادھوری دعائیں سب جیسے اسی ایک لمحے میں مکمل ہو گئی تھیں۔

موساب کی سزا بھی اسے مل گئی تھی، تاعمر قید بامشقت جبکہ نازین نے اس ایک مہینے میں رئیس اور ہمایوں کو بھینسوں بکریوں اور مرغیوں کے باڑے میں وہ وہ جان لیوا سزائیں دی تھیں کہ اس ایک مہینے کے بعد رئیس توڈر کر واپس اپنے ماں باپ کے پاس روانہ ہو گیا جبکہ ہمایوں نے تو اپنے علاقے سے قدم تک نکالنے سے توبہ کر لی تھی، جبکہ عامر نے ان دو ڈھیٹوں کے سدھرنے کے بعد اپنی بیگم سے سبکو ملوایا بھی تھا، داد تو بنتی تھی، جن دو نمونوں کو سبکی لاتیں، ٹھڈے اور دھتکار نہ سدھار سکی انھیں ایک ماہ

جانوروں کی طرح بھوکا پیاسا رہ کر کام کرنے نے انسان بنا دیا، بات بس اتنی تھی کہ دونوں کاہل اور نکمے پن کے استاد تھے، ہمیشہ ماں باپ نے ہر فرمائش پوری کیے ایسا بگھاڑا کہ دونوں کی اپنی اپنی جگہ شخصیت مسخ ہو گئی، لیکن کہتے ہیں ہر بگھاڑ کا ایک سدھار دنیا میں موجود ہوتا ہے۔

دونوں کو ایسی عقل آئی تھی کہ اب محبت عاشقی کے نام کو سوچ کر بھی انھیں باڑے کے جانور، وہاں کی گندگی اور بھوک پیاس ہی یاد آتی تھی اور چودہ طبق روشن ہو جاتے تھے۔

.._____..

After Eight Months.....

آٹھ مہینوں بعد۔۔۔۔۔

پورے سات ماہ لگے تھے اسکا اپنا ریسٹورنٹ بننے میں جبکہ اگلا ایک مہینہ لگا کر اسکا بقیہ کام مکمل ہوا، جیسے وہاں استعمال ہوتا آرٹ، رنگوں کا

انتخاب، سٹاف کا چناو، اور وہاں پکائے جاتے کھانوں کی فہرست، ہاں یہ مشکل امر تھا لیکن سب ہی عصر علوی کے اس پیشن میں اسکے ساتھ تھے، اور ابراہیم کو بھی ایک عہدہ مل ہی گیا، ہاں اسے دینے سے پہلے عصر نے ان پر پورا اعتبار کیا کیونکہ یہ اسی باپ کے پیسوں سے بنا تھا، اور فائنلی آج آٹھ ماہ بعد اسکے ریسٹورنٹ کا افتتاح تھا، اسکے خوابوں کی دنیا سج چکی تھی، اب بس بڑوں کی دعائیں چاہیں تھیں۔

"میں نکل رہا ہوں سائیں۔ بہت سے کام ہیں۔ پلیز اپنا ناشتہ ختم کرنا۔ پھر ہلنا۔ ایک تو یہ دونوں کام کی خواتین ایک ساتھ پریگنٹ ہو گئی ہیں۔ کیا کیا ارمان پالے تھے کہ ایک طرف عرشی کھڑی ہو گی بھائی کا کندھا شاباشی سے تھپکنے کو اور دوسری طرف زوجہ جان پر آہ میرے ارمان"

فجر اور عرشیہ دونوں کی پریگنسی میں بہت تھوڑے دنوں کا فرق تھا، اور خیر سے نواں مہینہ چل رہا تھا، اب عصر کا پلین تو یہ تھا کہ افتتاح ان بچوں کی پیدائش کے بعد رکھا جائے مگر صنم زمان کو ایک میڈیکل کیمپ کی وجہ سے

اوٹ آف سٹی جانا تھا وہ بھی بہت دنوں کے لیے تبھی اس نے مما کی موجودگی میں یہ ایونٹ رکھا تھا۔

"سارا قصور ہی آپ مرد حضرات کا ہے۔ اپنے ارمانوں کے چکر میں ہم خواتین کو سن کر دیتے ہیں۔ اور کب میں اور عرشیہ آپکے ہم قدم کھڑی نہیں ہوئیں۔ اس حال میں بھی آپکے ریسٹورنٹ کی اوپننگ میں جا رہی ہیں، ناشکرے پن کی بھی حد ہو گئی عصر علوی صاحب"

عصر جو اپنی ٹائی لگانے کے بیچ ناشتہ کرتی بیگم کو سن رہا تھا، قہقہہ لگائے پلٹا، پھر جنوری کی اس ٹھنڈک کے سبب اپنا کوٹ اٹھا کر میٹرس کی طرف آیا جہاں وہ ایک طرف ناشتہ کر رہی تھی اور دوسری طرف دا فائر لیڈی میں حاملہ عورتوں کی یوگا ٹریننگ کلاس بھی دیکھ رہی تھی لیکن اسکی طرف کا مائیک آف تھا۔

"میری جان۔ آپ جب اس بچے کو جنم دے لیں گی کیا پھر بھی ایسے ہی چک چک کرتی رہیں گی۔ وہ کیا ہے مجھے ان آٹھ ماہ میں آپکے اس ورژن کی بہت عادت ہو گئی ہے۔"

عصر نے اسکا لیپ ٹاپ بند کیا تو فجر نے گھور کر عصر کو دیکھا جو اسکے پیٹ پر ہاتھ پھیرتا منہ ہی منہ میں مسکرا رہا تھا۔

"ایک شرم ہوا کرتی تھی۔ وہ بھی رخصتی لے کر چلی گئی پاتال میں۔"

عصر نے اسکے گلابی گلابی گال زور سے باری باری چومے تو وہ بری طرح بے چین ہوئی، بس آخری دن چل رہے تھے اور اس وقت لڑکیوں کی بس ہوئی ہوتی ہے کہ پیار بھی کاٹتا ہے۔

"آپ سے نکاح ہوتے ہی مر کھپ گئی تھی وہ۔۔۔۔ یہ سارا ناشتہ ختم کر کے پہنچنے کی کریں۔ سمجھ گئیں ڈاکٹر صاحبہ؟"

عصر کی تاکید پر وہ منہ بسور گئی۔

"ہاں ہم لوگ نہ اپنے کام دیکھیں نہ اپنی جانیں، بس آپکے ریسٹورنٹ پہنچ جائیں۔ حکم کی تعمیل ہو گی شیف صاحب"

وہ تپی ہوئی عصر کو شہد لگتی تھی تبھی وہ اسے اور چھیڑتا تھا، اب جب تک وہ تھوڑا رومان پرور لاڈ نچھاور کر کے نہ مناتا، فجر نے یونہی تپا رہنا تھا جبکہ دوسری طرف عرشیہ نے مرر کے سامنے کھڑے ہوتے اپنے بالوں میں کلپ لگانا چاہا جب عقب سے انیس نے اسکے بال آہستگی سے ان ملائم ہاتھوں سے لیتے اسکے بالوں پر کلا کلپ لگایا اور پھر اسے اپنی بازوؤں میں بھر گیا، وہ لانگ بلیک باڈی شیپ لوز سوئٹر پہنے ہوئے تھی جبکہ پیروں میں آرام دہ سفید سنیکرز تھے، کچھ پاس میٹرس پر اسکا اور انیس کا لانگ کوٹ بھی دھرا تھا۔

"بس ایک یا دو دن۔ پھر ہمارا سرپرائز ہمارے پاس ہو گا انیس۔"

انیس نے اسکے پیٹ کو پکڑتے تھوڑا سا ہولڈ کرتے اوپر اٹھایا تو عرشیہ سرور سے مسکراتی انیس کے سینے لگی جیسے اسکی کمر، شانوں تک اس سہارے نے سکون بھر دیا ہو۔

"اور تم خود میری زندگی کا بہترین سرپرائز ہو تو یہ بھی حسین ہو گا۔ یہ آٹھ ماہ جس طرح میں نے تمہاری فکر میں گزارے۔ میں ہی جانتا ہوں۔ تمہارا سارا خون نچوڑ لیا ہے اس بچے نے۔ کتنی بار بلڈ لگ چکا ہے تمہیں اور ستم کہ ایسے موقعے پر شوہر اپنا خون دیتے ہیں پر میں وہ بھی نہیں دے سکا"

انیس نے اسکے گال کو چومتے جو اپنی آٹھ ماہ کی تکلیف کہی، اس پر آرام کو جیتی عرشیہ نے آنکھیں کھول کر انیس کو دیکھا۔

"ایسا نہیں۔ تم نے میرا ہر لمحہ جو ساتھ دیا، وہ میرا ویسے ہی سیروں خون بڑھا گیا۔ جس لاڈ اور پیار سے تم نے میرے یہ مشکل دن کٹوائے، تا عمر کے لیے اپنا مقروض کر دیا۔ میں نے سنا تھا ماں بننے کے بعد عورت کا حسن ماند پڑتا

ہے، حمل کے بیچ ایسے بھی دن آتے ہیں کہ شوہر اپنی بیویوں کے ہر وقت پڑے رہنے یا تھکے دیکھائی دینے پر بیزار ہو جاتے ہیں پر تم تو الٹا مجھے تر و تازہ کرتے رہے۔ میں تمہارا کیا کیا حسن عمل سراہوں انیس۔ میں بہت خوش ہوں کہ میں تمہارا بچہ جنم دینے والی ہوں۔"

عرشیہ کی آنکھوں کی نمی اب شدید ہونے لگی تھی کیونکہ وہ اندر سے ڈری ہوئی بھی تھی، اگر بیٹی ہوتی تو وہ ہیموفیلک کیری ہوتی تبھی اب جیسے جیسے ڈلیوری کا وقت آرہا تھا، وہ پریشان رہنے لگی تھی۔

"مجھے تم بیٹی بھی دو تب بھی دل و جان سے قبول ہے۔ بس تم دونوں صحت و زندگی کے ساتھ رہو۔ پریشانی مت لو۔ میں ہوں ناں تمہارے ساتھ۔ اور مجھے تم سے محبت ہے، میں تمہیں نہ سنبھالتا تو کون سنبھالتا۔ تم میرے لیے میری دنیا ہو عرشیہ۔ میری لما۔ میرا چھوٹا سا پرندہ"

وہ زرا دور ہوتی روبرو ہوئی، اپنے پیٹ پر ہاتھ رکھتے انیس کے چہرے کو دیکھنے لگی۔

"چھوتا پرندہ اب موٹا پرندہ ہے سڑو"

وہ اپنے پیٹ کی طرف دیکھتے بولی تو انیس نے اسکا چہرہ ہاتھوں میں بھرے ماتھا چوما۔

"ہر گز نہیں۔ تم نے اپنے آپ کو بہت فٹ رکھا ہے۔ پیٹ کے علاوہ تم اب بھی ویسی ہی ہو۔ سلم سمارٹ۔ آفٹر آل جیم گرل جو ہو۔ میری بات سنو عرشیہ۔ کسی بھی وقت ہمیں ہوسپٹل جانا پڑ سکتا ہے اس لیے اپنے مائنڈ کو پرسکون رکھو۔ میں ساتھ ہوں گا تمہارے۔ چاہے وہ لوگ مجھے دھکے ہی کیوں نہ دیں۔ اپنی جان کو اکیلا نہیں چھوڑوں گا۔"

وہ اسکے آنسوؤں کو پونچھتا بولا تو عرشیہ نے اسکے سینے سے لگتے سر ہلایا لیکن انیس بھی جانتا تھا وہ بہت ڈری ہوئی ہے۔

"یہ وقت تو میری سوچ سے زیادہ مشکل ہے۔ خیر نیچے چلتے ہیں۔ میں ٹھیک ہوں"

انیس نے زرا فاصلہ بنایا پھر خود کوٹ اٹھا کر عرشیہ کو پہنایا، وہ تھکی تھکی اور افسردہ تھی مگر پھر بھی مسکرانے کی کوشش کر رہی تھی۔

وہ دونوں نیچے پہنچے تو عصر اور فجر بھی آ چکے تھے، جبکہ عدین نے بھی تیاری پکڑ لی تھی وہ عصر کے ساتھ ہی نکل رہا تھا۔

"میری بیٹیوں کو اس حالت میں جانا پڑ رہا ہے۔ میں نے کہا تھا عصر کو میرے بغیر ہی کر لے اوپنگ پر اس نے کہا میرا ہونا ضروری ہے"

صنم کی فکر پر عرشیہ ہی فورا بولی۔

"آپ ماں ہیں۔ آپکے بنا بھلا آپکے بچوں کی کوئی خوشی مکمل ہو سکتی ہے۔ میں تو کہتی ہوں کسی اور کو بھیج دیں میڈیکل کیمپ پر۔ آپ کے دو پوتی پوتا تشریف لائیں گے تو انکی دادی جان مسنگ نہیں ہونی چاہیے"

عرشیہ کی بات سے خود صنم اتفاق کرتی تھیں۔

"میں بھی کب جانا چاہتی تھی مگر کیمپ بچوں کے لیے ہے۔ یہ میری ان آنے والی دو جانوں کا صدقہ ہو گا کہ میں ان بیمار غریب بچوں کا مفت معائنہ کروں گی۔"

سب کی آنکھوں میں خوشی کی زیادتی سی اتر آئی۔

"ماں۔ شکریہ۔ آپ کی دعائیں بہت قیمتی ہیں۔ بلکہ آپ دونوں کی"

اس بار فجر نے بھی پیار سے مخاطب ہو کر کہا جبکہ ابراہیم بھی ریڈی ہو کر آ چکے تھے۔

"بھئی پہلے زرا شیف صاحب کے ریسٹورنٹ کی اوپننگ تو کروادیں آپ محترمین۔ میں نکل رہا ہوں عدین کو لے کر، ہم یمل کو بھی پک کر لیں گے۔ آپ سب بھی پیچھے پیچھے پہنچ جائیں"

عصر تو آج ہواوں میں اڑ رہا تھا اور اسکا اڑنا بنتا بھی تھا، سب ہی ہنس دیے، جبکہ دوسری طرف ملک پیلس میں بھی چہل پہل تھی۔

یمل اس وقت چند ماہ کے توسم میثاق کو گود میں اٹھائے وہ کٹن دیکھا رہا تھا جو اس نے ابھی سے توسم کو گفٹ کر دیے تھے، اور وہ تین ماہ کے جناب ابھی سے بلی کے بچوں کو دیکھ کر پھدک رہے تھے، محراب شادی کے بعد فرید کے ساتھ اسکی بیکٹری بھی دیکھتی تھی جبکہ اپنی این جیو بھی، دونوں کو ایک دوسرے کا ساتھ مسرور رکھتا تھا، محراب کو واقعی ایک ایسا مرد ملا تھا جس نے اسے اصل محبت سمجھائی۔

جبکہ شمس الدین تو بس یمل کے لیے جیتے تھے اور عاصم کے لیے جو اب انکا بیٹا بن چکا تھا۔

وہ لوگ بھی بس ناشتہ کرتے ہی نکلنے والے تھے، اس وقت شمس الدین ڈائنگ ٹیبل کے گرد بیٹھے اخبار کا مطالعہ کرنے کے ساتھ یمل اور توسم کو بھی لاڈ و پیار سے دیکھ رہے تھے۔

جبکہ سوہا تو تیار ہو چکی تھی، بس عاصم بھی کوٹ پہن رہا تھا، سوہا نے مسکرا کر اسے خود پہنایا تو عاصم کی آنکھیں مسکرائیں۔

"کون کہہ سکتا ہے کہ سیوانی کی ملکہ کسی کے ایسے نخرے بھی اٹھا سکتی ہے۔"

وہ عاصم کی چھیڑ خانی پر کوٹ اسکے چوڑے کندھوں پر درست کر کے جماتی، اپنی آنکھیں اسکی آنکھوں میں جما گئی۔

"کسی نہیں۔ محبت ہو تم میری۔"

سوہا کے اعتراف پر وہ ہمیشہ اتراتا تھا، آج بھی اترایا، اسکی جبین چومی۔

"صدقے۔میری مغرور حسینہ !تو قوبئین عوام پہنچ رہی ہے ناں آج۔یہیں ٹھریں گے وہ سب۔میں نے سارا انتظام کروادیا ہے"

سوہا نے گھبرا کر عاصم کو دیکھا۔

"میرا گھر تھا ناں عاصم۔"

وہ زرا ہچکچائی۔

"تمہارا گھر وہ جہاں میں ہوں۔تو میرے سسرالیوں کے لیے میرا یہ پورا پیلس خاضر ہے۔وہ نا صرف تمہارے سسرالی ہیں بلکہ عرشیہ کا ننھیال بھی ہے۔تم ابھی تک تکلفات سے نہیں نکلی سوہا۔اب مان جاو کہ میں وہی عاصم ہی ہوں جسے تم نے چاہا تھا۔ سمجھی؟"

وہ عاصم کی تاکید پر جھینپا سا مسکرائی۔

"سمجھ گئی۔ تم مجھے دوبارہ ملے یہ دوسری بار زندگی ملنے سا ہے جو کسی کو نہیں ملتی۔ تم جانتے ہو ناں یہ بات؟"

سوہا کی آنکھوں میں نمی سی جگی، عاصم نے اسے فورا اپنے سینے لپٹا لیا۔

"میں سب جانتا ہوں۔ مجھے بھی اب تک یقین نہیں آتا۔ کہ ہاتھوں سے نکل جاتے لوگ بھی واپس مل سکتے ہیں۔ میں بہت پیار کرتا ہوں۔ میرا دل صرف تمہارے لیے حرکت کرتا ہے۔ تم بھی یہ بات جان لو"

وہ گہرا سکون بھرا سانس لیے روبرو ہوئی تو اسکی پلکیں نم تھیں، اس سے پہلے عاصم اسکے ہونٹوں پر بہکی نگاہ ڈالتا، سوہا بروقت اسے پرے کرتی دور ہٹی۔

"اب اپنے جذبات سنبھالنے سیکھو۔ دوسری بار نانا بننے والے ہو۔"

سوہا کے لڑکیوں کی طرح شرما کر ٹوکنے پر عاصم کا قہقہہ کمرے میں گونجا۔

"کیوں نانا بننے کے بعد اپنی بیوی سے پیار ختم تو نہیں ہو سکتا۔ بڑھے گا ضرور۔ پہلے اپنی مغرور حسینہ پر پیار آتا تھا اب اس ہاٹ نانی پر آیا کرے گا"

سوہا اسکے بے باک انداز پر ہنسی۔

"جا رہی ہوں۔ تشریف لے آو باہر۔"

وہ دراصل شرما کر گئی تھی اور یہ انکے رشتے کی ایک بہت خوبصورٹ کڑی تھی۔

اور دوسری طرف منائم کو یمل کی وجہ سے تیار ہونے کا جو موقع ملا وہ مہویر میثاق نے ہتھیا لیا، وہ اسے ہر اس لمحے اپنی دسترس میں لے لیتا جب انکے بیچ توسم میثاق صاحب نہ ہوتے۔

ابھی بھی وہ اپنے بگھڑے میک آپ کو سنوارنے پر لگی تھی اور مہویر اپنے شوز کاوچ پر بیٹھا پہن رہا تھا۔

"بچے کے بعد شوہر کی توجہ بیوی سے ہٹ جاتی ہے، یہ سنا تھا۔ پر یہ انسان تو میری اور جان کو آ گیا ہے۔ زرا جو مجھ بیچاری، معصوم اور نئ نئ بنی اسکے بچے کی ماں پر اسے ترس آتا ہو"

منائم نے معصومیت کے اگلے پچھلے ریکارڈ توڑے پر وہاں کسے شرم تھی۔

"جب اس بیوی نے مجھے زندگی کا غرور لوٹایا ہو تو میں کیوں نہ ہر پل سراہوں، خراج دوں مانو۔ تمہیں علم ہی نہیں اپنے مرتبے کا"

وہ مسکارہ لگاتی کن اکھیوں سے پیچھے پلٹی، اسکی نظروں میں ٹوٹ کر پیار آنے کا اثر چھپا تھا۔

"علم ہے۔ چھیڑ رہی تھی"

وہ مسکائی تو مہویر اپنی جگہ سے اٹھ کر منائم تک گیا، اسے بازووں میں بھر کر اسکی گردن کی جلد چومی، وہ سرور سے بھر گئی۔

"میرا واحد خون کا رشتہ تمہاری بدولت مجھے ملا۔ توسم میثاق۔ میری اور زیادہ جان بن گئی ہو تم۔ مزید تنگ نہیں کر رہا۔ آرام سے ریڈی ہو جاو۔ میں اپنی نہ اس جان کے بنا رہ سکتا ہوں نہ اس چھوٹی والی کے بنا۔ دونوں میرے سینے کے ٹکرے ہو۔"

وہ اتنا پیار دے گیا کہ اسکے جانے کے بعد بھی کمرے میں اسی کی خوشبو بکھری، وہ باہر آیا تو توسم ابھی تک یمل کے پاس ہی تھا، وہ جب بھی توسم کو دیکھتا، اسے اپنی زندگی سے پیار ہونے لگتا، اسکا اور منائم کا بیٹا بے حد خوبصورت تھا، اور پھر مہویر نے ان دونوں کو برابر دل کے گوشے بھی بنا رکھا تھا۔

خضر اور بیلا آجکل اوٹ آف کنٹری تھے، انہوں نے ابھی بے بی پلین نہیں کیا تھا نہ ہی ردا اور علیم نے، وہ دونوں بھی گھومنے پھرنے گئے تھے، لیکن ان فیوچر انکے پلینز ضرور تھے، خضر اور بیلا تو ابھی ایک دوسرے کے ساتھ

وقت گزارنا چاہتے تھے جبکہ ردا اور علیم ابھی ایک دوسرے کو سنبھالنے کے مرحلے میں تھے، اور یہ مرحلہ یقیناً ایسی ہی کسی تکمیل پر رکتا۔

.._____..

ریسٹورنٹ کی اوپننگ کی حسین دوپہر آچکی تھی، قوبئین والے ابھی نہیں پہنچے تھے مگر یہ خوابوں کی تکمیل ضرور ہو چکی تھی، بہت طویل مدت تک جو خواب بس خواب رہا تھا، اسے تکمیل پہنانے میں عصر نے دن رات لگا دیے اور کم وقت میں تکمیل تک پہنچایا، اسکی لگن اس ریسٹورنٹ کے چپے چپے سے دیکھائی دے رہی تھی۔ ہر رنگ، ہر کونے، ہر کنارے سے چھلکتا ہنر اپنے ہونے کا پتا دے رہا تھا، عصر کو انیس کے گیمنگ سٹوڈیو سے مکمل نجات دے دی گئی تھی، وہ اب مہویر اور انیس کے ہاتھ میں تھا جبکہ وہ دونوں بس عصر کو اپنا خواب جیتا دیکھنے کے خواہش مند تھے۔

"ماشاء اللہ۔ بہت مبارک ہو میری جان"

فجر نے اسکی بازو میں بازو ڈالے پیار سے مبارک دی، اس نے افتتاحی تقریب کے مہمان خاص انیس اور صنم کو بنایا کیونکہ یہ دونوں اسکی ریڑھ کی ہڈی جیسے تھے۔

"خواب تمہارا مکمل ہوا، لیکن جی اٹھنے کی کیفیت مجھے محسوس ہو رہی ہے بھائی۔ تم وہ زندگی اور ہر سکھ پاو جسکی تم نے چاہت کی ہے۔"

انیس نے آگے بڑھ کر اسے گلے لگایا کیونکہ انیس کی زندگی میں عصر کا جتنا بلند مقام تھا، وہ بتا بھی نہیں سکتا تھا، یہ لمحہ سبکو جذباتی سا کر گیا۔

"تم ہر محرومی کا درد بھلا دو۔ تمہاری یاداشت تمہیں اچھے سکھوں کے بیچ مصروف رکھے۔"

ابراہیم نے بھی حوصلہ بڑھایا اور ہر فرد نے اسکے خواب کی تکمیل کو ستائشی نگاہوں میں لیا، جو موجود نہ تھے ان سب نے بھی محبت ارسال کی مگر یہ تقریب ابھی مکمل نہ ہوئی تھی کہ عرشیہ کی طبعیت بگھڑ گئی جس سبب اسے

فوری ہوسپٹل لے جانا پڑا، سب کی فکریں اس خوشی کے بعد اس طرف ہوئیں کیونکہ یہ مشکل منزل تھی۔

زیادہ تر افراد گھروں کو روانہ ہوئے کیونکہ ہوسپٹل چند افراد ہی گئے، خیر خیریت سے کوئی خبر مل جاتی تو پھر سب پوری تیاری کے ساتھ علوی خاندان کے اس بچے کو دیکھنے جاتے، صرف سوہا، عاصم، منائم اور مہویر گئے، حالانکہ یمل اور عدین نے ضد بھی کی مگر ابھی بچہ کب پیدا ہوتا کچھ کنفرم نہ تھا تبھی وہ گھر ہی رکے۔

عرشیہ کا رونا تو جاتے ہی شروع تھا اور انیس کو اسکی ڈیلیوری سے زیادہ اسکے اسطرح درد اور گھبراہت پر بلک بلک کر رونے کی پریشانی تھی۔

"ہے۔۔بس۔۔تم کیوں ہلکان کر رہی ہو خود کو۔بس ناں لما"

ڈاکٹر اور نرسیز بھی اسے چپ کروانے میں ناکام تھیں تبھی انہوں نے انیس غانم کو اندر آنے کی اجازت دے دی تھی، عرشیہ کی ڈلیوری نارمل ہونی تھی

کیونکہ کسی طرح کا خطرہ نہ تھا لیکن درد تو اسے محسوس ہی نہ ہو رہے تھے، وہ بس اس وقت اور اس لمحے کی شدت کے آگے ٹوٹ رہی تھی۔

"ب۔ بیٹی ہوئی تو ہم ا۔۔ اسکا درد کیسے سہیں گے انیس۔۔۔ جیسے حمرا کو انکے بابا نے ابراہیم خرید دیا۔ پ۔۔ پھر تمہاری تکلیف سہی۔ ا۔۔ ایسا دوبارہ ن۔ نہیں چاہتی انیس"

وہ گہرے گہرے سانس لیتی بولی، انیس نے اسکا ماتھا چوما تو اسکی اپنی آنکھیں سرخ ہوئیں۔

"اب تمہارے رونے سے کیا ہو گا۔ جو جینڈر بننی تھی وہ تو بن گئی ناں۔ میری جان مت رو۔ مجھے بھی رلا دو گی کیا۔ میں کہہ رہا ہوں ناں اگر بیٹی بھی ہوئی تو ہم اسکی زندگی حمرا علوی جیسی نہیں بننے دیں گے۔ بھروسہ کرو"

عرشیہ کو حوصلہ مل ہی نہیں رہا تھا، وہ پہلی ایسی ماں بنتی عورت تھی جسے وہ ہڈیاں توڑتا ڈلیوری کا درد محسوس ہی نہ ہو رہا تھا، اسکی حسیں مفلوج سی تھیں اور اسکی اس کنڈیشن کے سبب انیس کو ڈلیوری کے دوران کمرے میں رہنے کی اجازت دی گئی کیونکہ وہ اسکا ہاتھ چھوڑ ہی نہ رہی تھی، اسکی تکلیف انیس نے جس طرح دیکھی، یہ وہی جانتا تھا یا اسکا اللہ، وہ لڑکی انیس سے زیادہ اللہ کو پیاری تھی اس نے بہت جلد بچے کو جنم دیا اور جب یہ مرحلہ پہنچا تو انیس بھی ہار گیا، ایک عورت کس درد سے گزر کر اسے اولاد دیتی ہے، یہ ایک مرد کے رونگٹے کھڑے کر دینے والا منظر تھا مگر جب ڈاکٹر کے ہاتھ میں وہ صاف شفاف کیا بچہ آیا، تو اس نے اک نظر اس دیوانے اور پیارے کپل پر ڈالی، ان دونوں کی آنکھیں سوجھی تھیں جیسے وہ اس مرحلے سے خوفزدہ ہو گئے ہوں، عرشیہ اور انیس کی سانسیں تھمی تھیں۔

"اللہ نے بہت صحت مند بیٹا دیا ہے۔ مبارک ہو میرے بچو"

ڈاکٹر کی اپنی آواز بھیگی جب اس نے وہ باریک مگر گرم کپڑے میں لپٹا برہنہ بچہ اس درد سے تڑپتی ماں کے سینے سے لگاتے جوڑا، عرشیہ نے جسم کے شدید بھیانک درد کے باوجود اس دل کے ٹکرے کو جب اپنے سینے لگا کر سانس لی تو انیس کی آنکھیں بھی آنسوؤں کے سنگ بہہ گئیں، وہ یہی سوچ رہا تھا کاش اسی طرح اسکی ماں بھی عدین کو جنم دینے کے بعد بچ جاتی، اس بچے کو ایسے چوم کر اپنے دکھتے سینے سے لگاتی کہ اسے قرار ملتا لیکن یہ بھی لگا جیسے اسے یہ راحت بھرا منظر اس لیے دیکھنے کو ملا کہ اسکے اندر کا رہا سہا درد بھی ختم ہو جائے، اور وہ ہو گیا جب اسکی لما کے ہاتھ میں اسکی اور عرشیہ کی ایک صحت مند اولاد تھی، نہ اسے وہ بیماری تھی نہ وہ کسی اذیت کا شکار تھا۔

اللہ نے ایسا مرہم دیا کہ زخموں کے نشان تک دھل گئے۔

"ا۔۔انیس۔۔۔ہمارا بیٹا۔۔۔ہمارا بیٹا ہوا ہے۔۔ی۔یہ ٹھیک ہے ناں۔۔؟"

انیس نے پہلے جھک کر عرشیہ کا ماتھا چوما پھر اپنے بچے کو چھوا، اسکی نرم ملائم جبین چومتے انیس کی آنکھیں چھلک پڑیں۔

"تم نے مجھے جس راحت سے بھرا ہے۔ یہ میرے وجود کی ٹھنڈک ہے۔ یہ قلب ہے۔ یہ انیس غانم علوی کا قلب ہے۔ میں جو زندگی نہیں جی سکا، پر چاہتا تھا جینی، وہ میں اسکے لیے سجاوں گا۔ اس کی زندگی کے سارے درد اور تکالیف اسکے ماں باپ نے پہلے ہی جھیل لیے۔ یہ ننھا جسم، دل اور ہمارے پیار کی تکمیل صرف یہاں سکھ اور راحتیں سمیٹنے کے لیے آیا ہے۔ تم ایک بہت پیاری ماں بنی ہو عرشیہ، میری امید سے ہزار درجے پیاری ماں"

انیس کو اپنی اولاد سے زیادہ اسکی اولاد اس دنیا میں لانے والی پر پیار آرہا تھا، وہ اسی کی مستحق تھی، عرشیہ کی آنکھیں مسلسل بھیگ رہی تھیں۔

"آ۔۔ آمین۔۔ اٹھاو اسے"

عرشیہ کے کہتے ہی وہ اس سے بچے کو لیے پاس ہی بیٹھا، اسکے کان میں آذان بھی دی، اسکے ماتھے کو چوما جس سے انیس کو بلکل ویسی راحت ملی جیسی عرشیہ کا ماتھا چومتے ملتی تھی، ڈاکٹر اور نرسیز باہر خوش خبری سنانے جا چکے تھے۔

"ی۔ یہ ہم دونوں سے زیادہ پیارا ہے۔۔ی۔ یہ کتنا زیادہ سکون ہے ہمارا۔ مجھے دو واپس"

انیس نے ہاتھ بڑھا کر عرشیہ کو تکیے سے جوڑتے لٹایا۔

"ابھی آرام کرو۔ بہت درد سے گزرا ہے میرا یہ چھوٹا پرندہ۔ اسے میں باہر لے جا کر سب سے ملواتا ہوں۔ تم سو جاو۔ ابھی کوئی تم سے نہیں ملے گا۔"

وہ راحت آمیز مسکرائی پر دونوں کی آنکھیں انگارہ تھیں، خوشی کی زیادتی سنبھالنی مشکل تھی۔

"م۔ میرے ہینڈسم۔ تھینکیو میرے ساتھ رہنے کے لیے۔ تم مجھے کبھی اکیلا نہیں چھوڑتے۔ م۔ مجھے خود سے پیار ہونے لگتا ہے جب جب تمہیں دیکھتی ہوں۔ م۔ میں بہت خوش ہوں قلب کے آنے پر۔ ہمارا آرزین غانم تمہارے جیسا ہو دعا کرتی ہوں۔ اسکا دل، اسکی روح، اسکی آنکھیں سب تم پر ہوں۔ ابھی کھول نہیں رہا، مجھے بہت تجسس ہے"

وہ جھکا اور عرشیہ کے ہونٹوں پر نرم مگر گہرا لمس رکھتے دور ہوا پھر دونوں نے مل کر آرزین غانم کو دیکھا جو انیس کے پیار کرنے پر زرا کسمسایا، اس نے اپنی آنکھیں کھولیں اور وہ بچوں کی طرح اسکی آنکھوں کا رنگ جانچنے لگے۔

"گرے ہے۔ یہ میرے چھوٹے پرندے کی فوٹو کاپی نکلا۔ کوئی نہیں۔ ہم اسے ہیزل براون لینز بھی دلا دیں گے"

انیس کی شریر بات پر عرشیہ بھی درد کرتی آنکھوں اور وجود کے باوجود ہنس دی۔

"میرے دل کی ٹھنڈک ہو تم دونوں۔ بس مجھے تم سے اور اولاد نہیں چاہیے۔ یہ ہمارے لیے بے شمار ہے۔ مجھے تم دوبارہ اس اذیت میں، اس خوف میں بلکل منظور نہیں۔ تم میری جان ہو عرشیہ۔ اور تم نے جان بن کر دیکھایا ہے۔ قربان ہونے کا دل چاہ رہا ہے تم پر۔ درد ہو گاناں۔ سو جاو کچھ دیر۔ میں یہیں ہوں۔ تاعمر کے لیے تمہارے اور آرزین کے پاس"

وہ واقعی آنکھیں نہیں کھول پا رہی تھی تبھی انیس نے اسے آرام کرنے پر مجبور کیا۔

"اور یہی میرا غرور ہے انیس غانم۔ کہ تم کبھی نہیں جاو گے مجھ سے دور۔ ہم آرزین میں اپنا بچپن جئیں گے۔ ٹھیک ہے ناں؟"

وہ اسکی بات سنے اسکا ہاتھ پکڑ کر ہتھیلی چوم گیا۔

"ان شاء اللہ"

انیس کی آواز یہ کہتے لرزی لیکن وہ ہمت پکڑ گیا، جبکہ عرشیہ کو سکون پہنچائے وہ آرزین کو لیے باہر آیا تو وہ چاروں بھی آنکھیں بھیگوئے اس بچے کو تھامنے کے لیے بیقرار تھے، پیچھے پیچھے باقی عوام بھی پہنچ آئی اور سب سے خوبصورت بات یہ ہوئی کہ رات تک فجر اور عصر کی چھوٹی سی گڑیا میرائے علوی بھی دنیا میں آگئی۔

یعنی ابراہیم اور صنم کو ایک ہی دن پوتا بھی ملا اور پوتی بھی، اس سے خوبصورت بھلا کیا ہی تکمیل ہوتی انکی ریاضت کی، انکے زندگی کے تلخ سفر کی، پھر اس خوشی کے موقعے پر فجر کے والدین اور بہنیں بھی آئیں، اور فجر خود ماں بنی تو کھلے دل سے انھیں معاف کر دیا۔

یمل اور عدین کے لیے آرزین جہاں دل کا ٹکڑا تھا، وہیں میرائے آنکھوں کا نور تھی، جبکہ توسم صاحب تو کچھ ماہ پہلے تشریف لا کر ویسے ہی بہت ساری محبتیں بٹور چکے تھے۔

پھر قوباوالے بھی پہنچ آئے تھے، شماس صاحبہ اور رضی سومرو اتنے فٹ اور کیوٹ پڑنانا اور پرنانی بن گئے، انکے سکھ کی کیا ہی معراج ہو گی۔

جبکہ حرا اور فادی کو بھی آخر سکون ملا کہ عرشیہ کی زندگی ہر دکھ سے آزاد دیکھنے کی تمنا ان دونوں کے دلوں پر بھی سانس لیتی تھی، مہرو اور اسکا چھوٹو بھائی بھی آئے تھے۔ عاصم اور سوہا نے بھی اپنی اکلوتی اولاد کا سکھ پالیا تھا۔

"یہ میری دوست ہے۔ پر اب سے یہ ہماری فرینڈ ہوئی یمل"

عدین نے مہرو اور یمل کا تعارف کروایا جس پر مہرو نے خوشی خوشی یمل سے ہاتھ ملایا تھا، لیکن کچھ ہاتھ اسی لیے ملتے ہیں کہ ان ہاتھوں والے لوگوں کے دلوں نے آگے جا کر ملنا ہوتا ہے۔

خوشیوں کا یہ حصار ان سب کے گرد جکڑ چکا تھا، اب کسی غم کی مجال جو قریب آتا۔

زہے نصیب!

.._____..

The End!